# دلیل الفالحین

شرح اردو

# ریاض الصالحین

جلد اوّل

تألیف

محمد بن علان الصدیقی الشافعی الأشعری المکی

المتوفی سنة ۱۰۵۷ھ

تحقیق

عصام الدین الصبابطی

مترجم

مولانا شمس الدین صاحب

ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸۔اردو بازار لاہور۔پاکستان



7231788

# دلیل الفالحین

شرح اردو

# ریاض الصالحین

جلد اوّل

تالیف: محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی

مترجم: مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: عصام الدین الصبابطی

**اس ترجمہ کی چند نمایاں خصوصیات**

★ تمام احادیث کا آسان و عام فہم ترجمہ ★ احادیث کے حل طلب مسائل کی بہترین و دلکش تشریح

★ دور جدید کے مسائل کا بہترین حل ★ حل اللغات، نحو وغیرہ کے عنوانات سے آسان تشریح

★ ہر حدیث کی مکمل و مدلل تخریج ★ آیات قرآنیہ مکمل حوالوں کے ساتھ ★ ہر مسئلے پر فقہا کی آراء

★ ''الفرائد'' کے عنوان سے حدیث میں بیان کیے گئے ارشادات نبویہ ﷺ کا مختصر خلاصہ

ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان
Ph:7211788-7231788

نام کتاب ........... دَلِيلُ الْفَالِحِين شرح اردو رِيَاضُ الصَّالِحِين

تالیف: ............ مُحَمَّد بن عَلان الصِّدِّيقِي الشَّافِعِي الأَشْعَرِي المَكِّي

مترجم ............ مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: ............ عِصَامُ الدِّين الصَّبَابطِي

طابع ....... ........ خالد مقبول

مطبع ............ آر۔ آر۔ پرنٹرز

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ☎ 7224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور ☎ 7221395

❖ مکتبہ جویریہ ۱۸۔ اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان ☎ 7211788

# عرضِ ناشر

حضور نبی کریم ﷺ رؤف رحیم خاتم المعصومین علیہ التحیۃ والتسلیم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ: ''میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں'' کیونکہ بنی اسرائیل کے علماء شریعت کی وضاحت وتشریح کا فریضہ سرانجام دیتے تھے اور یہی ذمہ داری اُمت مسلمہ کے علماء پر ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی وفات سے لے کر آج تک ہر دور کے علماء نے شریعت مطہرہ کی وضاحت اور حفاظت کے لئے قابل قدر خدمت سرانجام دیں۔

امام نووی رحمہ اللہ بھی انہی عظیم المرتبت محدثین میں سے ہیں جنہوں نے حفاظت واشاعت حدیث کے سلسلہ میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ کتاب ''ریاض الصالحین'' بھی آپ کا ہی بلند پایہ علمی شاہکار ہے جس سے لاتعداد انسانوں نے علم کا نور حاصل کیا۔ پھر اس کی بے شمار تشریحات وتراجم ہوئے۔ اردو زبان میں بھی اس علمی کتاب کے تراجم ہوئے اور علوم نبوت کے پیاسے اس سے سیراب ہوتے رہے۔ انہی میں ایک ترجمہ مولانا شمس الدین صاحب نے بھی کیا جو کہ ادارہ نے تین چار سال قبل شائع کیا اور اس کو بے پناہ سراہا بھی گیا۔ اب مولانا صاحب نے ہی اس کی ایک عربی شرح ''دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین'' کا اردو ترجمہ کیا ہے اور ہمیں پوری توقع ہے کہ یہ ترجمہ بھی مولانا کے دیگر تراجم کی طرح عوام وخواص کی نظر میں داد تحسین پائے گا۔

اس موقع پر اللہ عزوجل کے حضور سجدۂ شکر ادا کرتے ہوئے بندہ ان تمام احباب کا تہہ دل سے شکر گزار ہے جنہوں نے دینی کتب کی اشاعت میں بندہ کی بھرپور حوصلہ افزائی کی اور دامے درمے سخنے بندہ کی ہمت افزائی کو ہنوز جاری رکھا ہوا ہے۔

مدیر! مکتبۃ العلم

خالد مقبول

# تعارف مترجم

اس علمی ذخیرہ کو اُردو میں منتقل کرتے میں حضرت مولانا شمس الدین مدظلہ العالی کی شفقت ہی میرے لئے سب سے بڑا سبب بنی۔

مولانا شمس الدین مدظلہ کا تعلق اس علمی خانوادے سے ہے جس کے ایک چشم و چراغ امت مسلمہ کے محسن، سفیر ختم نبوت، مناظر اسلام حضرت مولانا عتیق الرحمٰن (مرحوم) چنیوٹی دامت برکاتہم ہیں جو مولانا شمس الدین صاحب چنیوٹی کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اور وادیٔ علم میں ان دونوں بزرگوں نے بیک وقت قدم رکھا۔

مترجم کتاب مولانا شمس الدین مدظلہ العالی نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم المدینہ میں استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالوارث رحمہ اللہ سے حاصل کی اور پھر دورۂ حدیث آسمانِ علم کے درخشندہ ستاروں استاذ الکل فی الکل، جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث مولانا رسول خاں رحمہ اللہ، استاذ المحدثین شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اور مفتی اعظم مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ ایسے نابغہ عصر بزرگوں کی زیرنگرانی مکمل کیا۔

علوم قرآنی اور تفسیر کے لئے آپ نے اپنے وقت کے جلیل القدر اساتذہ سے کسب فیض کیا جن میں علوم قرآنی کے اسرار و رموز سے آگاہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں قدس سرہٗ حافظ الحدیث واستاذ التفسیر حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث مولانا محمد حسین نیلوی مدظلہ جیسے اکابر ہیں۔

تدریسی زندگی کے لئے اپنے استاذ مرحوم کے ادارہ دارالعلوم المدینہ چنیوٹ کے لئے آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ جہاں سے سینکڑوں علماء آپ کی شاگردی کے اعزاز سے سرفراز ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس علم وعرفان کے چشمہ صافی کو مزید برکات سے نوازے، آمین۔

ادارہ مکتبۃ العلم لاہور کی درخواست پر آپ نے کمال شفقت و مہربانی کرتے ہوئے ''دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین'' کی علمی وراثت کو اردو کے جدید سلیس اور آسان قالب میں ڈھالا۔

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور ادارہ کے کارکنان آپ کی علمی و روحانی ترقی کے لئے دعا ہی کر سکتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ حضرت مولانا شمس الدین مدظلہ العالی آئندہ بھی ہماری علمی سرپرستی جاری رکھیں گے۔

خالد مقبول

# امام نووی رحمۃ اللہ علیہ

## مؤلف کتاب رحمۃ اللہ علیہ کا نام ونسب

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل نام اس طرح ہے: ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام۔ اپنی جائے پیدائش نویٰ کی طرف نسبت کی وجہ سے النووی کہلاتے ہیں اور یہ بستی دمشق کے قریب حوران نامی مقام کے متصل ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد حزام سے سکونت ختم کر کے یہاں آ کر رہائش پزیر ہوئے۔

## ولادت

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اسی علاقے نویٰ میں ۶۳۱ ھ میں ہوئی۔ ان کے والد محترم نے ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام اپنی خاص توجہ سے کیا اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم خود بھی ایک نیک بزرگ تھے اور انہوں نے اپنے پسر میں خداداد ذہانت و قابلیت کے جوہر نمایاں ہوتے اُس کی اوائل عمر ہی میں پرکھ لئے تھے۔

## ابتدائی تعلیم

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ربّ ذوالجلال والاکرام نے تین چیزیں یکجا کر کے ودیعت کی تھیں اُن میں ۱) علم اور اس پر صحیح عمل ۲) کامل زہد ۳) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ایک اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق شیخ یاسین یوسف مراکشی کہتے ہیں کہ میں نے امام نووی کو پہلی مرتبہ اس وقت دیکھا جب وہ دس سال کی عمر کے ہوں گے۔ امام رحمۃ اللہ علیہ کو دوسرے بچے اپنے ساتھ کھلانے پر بضد تھے اور وہ اُن سے درگزر کر کے کتراتے تھے لیکن بچے مسلسل اصرار کر کے تنگ کر رہے تھے اور یہ بچہ (امام نووی رحمۃ اللہ علیہ) رو رہے تھے اور اس حالت میں بھی وقفہ وقفہ سے تلاوتِ قرآن کو ورد زبان بنائے ہوئے تھے۔ اُن کی قرآن سے یہ محبت دیکھ کر میں ششدر رہ گیا اور اُن کے استادِ محترم کے پاس جا کر کہا کہ اس بچے پر خصوصی توجہ دیجئے۔ انہوں نے کہا کیا تو کوئی نجومی قسم کی کوئی چیز ہے؟ میں نے کہا: ہرگز نہیں! یہ الفاظ تو شاید اللہ ہی نے مجھ سے آپ کے سامنے کہلوائے ہیں۔ استادِ محترم نے اُن کے والد سے اس بات کا تذکرہ کیا تو انہوں نے اس بچے (امام نووی رحمۃ اللہ علیہ) کو دین ہی کے لئے وقف کر دیا۔ بلوغت سے پہلے ہی قرآن مجید ناظرہ ختم کیا اور آگے پڑھنے کی لگن اس عرصے میں بڑھتی رہی۔

## راہِ علم کی تکالیف وآلائم

اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں کہ میری عمر جب اُنیس برس کی تھی تو میرے والد مجھے دمشق لے آئے اور آنے کا مقصد صرف اور صرف تحصیل علم ہی تھا۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو! ☆ کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

شاید امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی اس اوائل عمری ہی میں اس بات کا سراغ پالیا تھا کہ علم کے بغیر زندگی لایعنی و بے معنی ہے۔ خود ہی فرماتے ہیں کہ میں مدرسہ رواحیہ میں رہنے لگا دو سال ایسے گزارے کی تھکن سے چور ہونے کے باوجود اک پل بھی آرام نہ کیا۔ مدرسہ کی روکھی سوکھی روٹی پر بخوشی گزارا کرتا اور تنبیہ جیسی کتب میں نے تقریباً ساڑھے چار ماہ میں یاد کر لیں اور میں نے مہذب کی عبارات کا چوتھائی حصہ بھی یاد کر لیا پھر میں شیخ اسحٰق مغربی کے پاس رہ کر شرح و تصحیح کتب (نظر ثانی) کا کام کرنے لگا اور ان کے پاس دلجمعی سے کام کیا۔

خود ہی فرماتے ہیں کہ اللہ نے میرے اوقاتِ کار میں اتنی برکت دی تھی اور میں نے بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے بہتر طریقے پر استعمال کیا۔ آپ کے شاگرد فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے مجھے بتایا کہ میں بارہ سبق پڑھتا تھا۔ دو سبق وسیط کے ایک سبق مہذب کا ایک سبق جمع بین الصحیحین کا اور ایک سبق صحیح مسلم کا اور ایک سبق علم نحو میں ابن جنی کی لمع کا اور ایک سبق ابن سکیت کی اصلاحِ منطق کا اور ایک سبق صرف کا اور ایک سبق اصولِ فقہ کا۔ کبھی ابو اسحٰق کی لمع کا اور کبھی فخر الدین رازی کی منتخب کا اور ایک سبق اسماء الرجال کا اور ایک سبق اصولِ دین کا اور میں ان تمام کتب کے متعلقات (یعنی مشکلات کی شرح اور عبارت کی توضیح اور ضبط لغت کے بارہ میں نوٹ یا حواشی) لکھتا۔ شاید امام رحمۃ اللہ علیہ کی اسی عادت نے ان کی تحریرات کو استناد لِل بنا دیا کہ ان پر تنقید کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہو گیا۔ فرماتے ہیں کہ مجھے علم طب سیکھنے کا بھی شوق پیدا ہوا لیکن بعد میں اپنی طبیعت کا میلان دین ہی کی طرف دیکھ کر کچھ عرصہ اس شعبے میں سر کھپانے کے بعد واپس اپنی اصل کی طرف آ گیا۔

## شیوخ واساتذہ

ابو ابراہیم اسحٰق بن احمد مغربی' ابو محمد عبدالرحمٰن بن نوح المقدسی' ابو حفص عمر بن اسعد الرابعی الدربلی' ابو الحسن سلار بن حسن الدربلی' ابو اسحٰق بن ابراہیم بن عیسیٰ المروی' ابو البقا خالد بن یوسف النابلسی' ضیاء بن تمام الحنفی' ابو العباد احمد بن سالم المصری' ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن مالک الجیانی' ابو الفتح عمر بن نبدر' ابو اسحٰق ابراہیم بن علی الواسطی' ابو العباس احمد بن سالم المصری' ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن مالک الجیانی' ابو الفتح عمر بن نبدر' ابو اسحٰق ابراہیم بن علی الواسطی' ابو العباس احمد بن عبدالدائم المقدسی' ابو محمد اسماعیل بن ابی الیسر التنوخی' ابو محمد عبدالرحمٰن بن سالم الانباری' ابو عبدالرحمٰن بن محمد بن قدامہ القدسی' ابو محمد عبدالعزیز بن محمد الانصاری اس کے علاوہ بھی اُن کا ذوق وشوق دیکھتے ہوئے امید واثق ہے کہ مشائخ کی تعداد بے شمار ہو گی لیکن تاریخ اس تفصیل سے خاموش ہے۔

## شاگردان وتلامذہ

عطاء الدین' عطار' ابو العباس احمد بن ابراہیم بن مصعب' ابو العباس احمد بن محمد الجعفری' ابو العباس احمد بن فرح الاشبیلی' الرشید اسماعیل بن المعلم الحنفی' ابو عبداللہ محمد بن ابی الفتح الحنبلی' ابو العباس احمد الضریر الواسطی' جمال الدین سلیمان بن عمر الدرعی' ابو الفرج عبدالرحمٰن بن محمد القدسی' البدر محمد بن ابراہیم بن جماعت' الشمس محمد بن ابی بکر بن النقیب' الشہاب محمد بن عبدالخالق الانصاری' الشرف ہبۃ اللہ بن عبدالرحیم البارزی' ابو الحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن نمری۔ اس کے علاوہ شاگردانِ رشید کی

اتنی تعداد ہے کہ قلم لکھنے سے قاصر ہے۔

## علمی خدمات

جیسا کہ امام صاحب نے اپنی آپ بیتی میں خود لکھ چکے ہیں کہ مجھے اساتذہ سے اسباق لیتے وقت ان پر اپنی رائے حواشی کی صورت میں لکھنے کی عادت تھی اسی سے اندازلگایا جاسکتا ہے کہ کم ہی ایسے طلب علم ہوں گے جو علم کے شائق ہوں اور ایسے تو شاذ ہی ہوں گے جو کہ زمانہ طالب علمی ہی میں تحقیق وجستجو کے میدان میں اتر پڑیں۔ اسی پیمانے پہ پرکھ لیجئے کہ ان کی تصانیف کس پایہ کی ہوں گی۔ ان کتب میں سے صحیح مسلم کی شرح' تہذیب الاسماء واللغات' کتاب الاذکار اور ریاض الصالحین جیسی نہایت اہم کتب شامل ہیں۔ ان سے ہزاروں نہیں لاکھوں فیض یاب ہو رہے ہیں۔ حالات وقرائن یہ بتلاتے ہیں کہ امام صاحب کے علمی شوق کی وجہ سے انہوں نے دیگر تصانیف بھی لکھی ہوں گی اگرچہ جو نام ہم نے درج کئے ان کے علاوہ بھی کچھ کے نام معلوم ہیں مگر مرورِ زمانہ اور اشاعت کی آج جیسی سہولتوں کے فقدان کی وجہ سے جہاں دیگر علماء کرام کی کئی کتب ناپید ہوگئی ہیں وہیں امام صاحب کی کچھ کتب کے متعلق بھی یہ شبہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

## موت العالِم موت العالَم

امام صاحب رحمہ اللہ اپنی آمد کے بعد ۲۸ سال دمشق میں گزارنے کے بعد اپنے مولد نویٰ میں واپس تشریف لے گئے تاکہ اپنے آبائی وطن میں رہنے والوں کو راہِ ہدایت سے فیض یاب کرسکیں اور ان کی صحیح راہنمائی کریں۔ کچھ عرصہ بعد ہی مختصر سی بیماری کے بعد ۶۷۶ھ میں انتقال ہوا۔ جنازہ میں اتنی کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوئے کہ بقول شخصے : اس سے پہلے اتنے اشخاص کسی جنازے کے موقع پر اکٹھے ہونے کی نظیر کم ہی ملتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

## کچھ دلیل الفالحین کے مصنف کے بارے میں

شیخ علامہ محمد علی بن محمد علان بن ابراہیم بن محمد بن علان البکری الصدیقی الشافعی، مکہ مکرمہ میں ۹۹۶ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۰۵۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کو شیخ الاسلام ابن حجر مکی کی قبر مبارک کے قریب ہی دفن کیا گیا۔

آپ نے ابتدائی عمر ہی میں حفظ القرآن کی سعادت حاصل کر لی تھی اور اس کے بعد دیگر علوم وفنون کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی تصانیف میں:

١) تفسير سماه ضياء السبيل إلى معالم التنزيل

٢) رفع الالتباس لبيان اشتراك معاني الفاتحة والناس

٣) رسالة في ختم البخاري سماها الوجه الصبيح في ختم الصحيح

٤) فتح الكريم القادر بيان ما يتعلق بعاشوراء من الفضائل والأعمال والمآثر

٥) القول الحق والنقل الصريح بجواز أن يدرس بجوف الكعبة الحديث الصحيح

٦) مؤلفان في التنباك والدخان' أحدهما تحفة ذوي الإدراك في المنع من التنباك والآخر إعلان الإخوان

٧) العلم المفرد في فضل الحجر الأسود

٨) شمس الآفاق فيما للمصطفى عليه الصلوة والسلام من كرم الأخلاق

٩) رسالة في تعريف واجب الاستثناء وجائزه' سماها فتح الممالك في تجويز طريق ابن مالك

١٠) شرح رياض الصالحين للنووي سماه دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين' وغيره

# فہرست

بسم الله الرحمن الرحيم

# دلیل الفالحین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : اللہ تعالیٰ جو واجب الوجود اور انعامات عنایت کرنے والا ہے اس کے نام کی مدد سے میں کتاب کی ابتداء کر رہا ہوں۔

**لغوی تشریح:** لغت میں باب کے دو معنی ہیں:

① اندر سے باہر نکلنے یا اندر جانے کے لئے جو رخنہ استعمال ہوتا ہے۔

② چہرہ: دوسرے معنی کو ترجیح دی گئی مگر اس میں مشکل یہ ہے کہ باب کی جمع ابواب استعمال ہوتی ہے اور جس باب کا معنی چہرہ ہے اس کی جمع بابات آتی ہے۔

عرفی معنی: عرف میں کتاب کے مضامین کا ایک مجموعہ جو فصول و مسائل پر مشتمل ہو۔

اعراب: اس پر رفع نصب بلکہ جر بھی جائز ہے مگر زیادہ درست بات اس کے خلاف ہے۔

الاخلاص: اس کا ہمزہ مکسور ہے یہ اخلص کا مصدر ہے۔

قول امام راغب رحمۃ اللہ: ماسوا اللہ سے علیحدگی اختیار کرنا۔

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ: طاعات میں ایک اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا مقصود بنانا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی سے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنے والے کو اس میں کسی مخلوق کے ہاں تعریف و محبت مقصود نہ ہو۔ تقرب الٰہی کے سواء اس کی کچھ مراد نہ ہو اور اس طرح کہنا مناسب تر ہے کہ عمل میں محض اللہ تعالیٰ کا لحاظ ہو نہ کہ مخلوق کا۔

احضار النیہ ابھار زہ: یعنی نیت ظاہری و باطنی اعمال میں مستحضر ہو۔

مقام نیت: شرعی فعل کا دارومدار ہی نیت پر ہے۔ اس لئے نیت فرض ہے اور اس کا عمل کے اختتام تک مستحضر رہنا محبوب و پسندیدہ ہے۔ جن اعمال میں بعض چیزوں کو چھوڑنا پڑتا ہے ان میں چھوڑنے کے قصد پر حصول ثواب مقصود ہو اس میں بھی نیت ضروری ہے مثلاً ترک زنا کا قصد کرنا۔ روزے میں بھی نیت ضروری ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ نفس کی عادات منقطع کر کے نفس کو مٹایا جائے۔

قال تعالیٰ: وہ ان سب باتوں سے سبحان ہے جو اس کی شان کے مناسب نہیں۔

## ۱: بَابُ الإِخْلَاصِ وَإِحْضَارِ النِّيَّةِ فِيْ جَمِيْعِ الأَعْمَالِ

## بَابٌ: تمام ظاہری و باطنی اعمال اور اقوال و احوال میں حسن نیت اور اخلاص کو پیش نظر رکھنے کا بیان

قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی:

وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ [البینۃ: ۵]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور ان کو اسی بات کا حکم دیا گیا کہ وہ اخلاص کے ساتھ یکسو ہو کر اللہ کی عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور یہی مضبوط دین ہے''۔ (البینہ)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ [الحج: ۳۷]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ کو ہرگز ان کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے''۔ (الحج)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: قُلْ إِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ أَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ

[آل عمران: ۲۹]

ارشادِ خداوندی ہے:

''فرما دیجئے اگر تم اپنے سینوں میں چھپاؤ (کوئی بات) یا ظاہر کرو۔ اللہ اس کو جانتے ہیں''۔ (آل عمران)

۱: وَعَنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَبِيْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بْنِ نُفَيْلِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى بِنِ رِيَاحِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطِ بْنِ رَزَاحِ ابْنِ عَدِيِّ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى: فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ'' مُتَّفَقٌ عَلٰى

صِحَّتِہٖ. رَوَاہُ إِمَامَا الْمُحَدِّثِیْنَ: أَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِیْلَ بْنِ إِبْرَاهِیْمَ بْنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ بَرْدِزْبَةَ الْجُعْفِیُّ الْبُخَارِیُّ وَأَبُوْ حُسَیْنٍ مُسْلِمُ بْنُ حَجَّاجِ بْنِ مُسْلِمٍ الْقُشَیْرِیُّ النَّیْسَابُوْرِیُّ فِیْ کِتَابَیْهِمَا اللَّذَیْنَ هُمَا أَصَحُّ الْکُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ.

۱: حضرت امیر المؤمنین ابوحفص عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر ایک کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے شمار ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کے حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت انہی مقاصد کے لئے شمار ہوگی۔ متفق علیہ روایت ہے اس کو امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ جعفی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں اور امام ابوحسین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ دونوں کتابیں قرآن مجید کے بعد کتب احادیث میں سب سے زیادہ صحیح کتابیں ہیں۔

آیت: وَمَا أُمِرُوْا ضمیر کا مرجع یہود و نصاریٰ ہیں جن کو تورات و انجیل کی صورت میں احکامات ملے۔ إِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ماننے والے ہوں اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔

النحو: یعبدوا کی ضمیر سے پہلا حال ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں عمل کا ملاوٹوں سے پاک ہونا اخلاص ہے۔ حنفاء نحو یہ دوسرا حال ہے۔ حنفاء ① : تمام ادیان سے ہٹ کر اسلام کی طرف جھکنے والے ② حج کا قصد کر کے سب سے کٹ جانے والے۔ یقیموا الصلوٰۃ یہاں الصلوٰۃ سے فرض نمازیں مراد ہیں اور اقامت ان کو ان کے اوقات میں ادا کرنے کو کہا جاتا ہے۔

یؤتوا الزکوٰۃ: وہ اگر زکوٰۃ ان پر فرض ہو تو وہ ادا کرتے ہیں۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ان کو اس انداز کی عبادت کا حکم تورات و انجیل میں دیا گیا۔

النحو: ذلك دین القیمہ: دین مذکر ہے۔ اس سے مراد ملت ہے تاکہ صفت قیمہ درست ہو جائے یعنی ملت مستقیمہ یا دین کا مضاف الیہ الجماعۃ محذوف اور القیمہ اس کی صفت ہے یا ھا مبالغہ کے لئے ہے۔

خلیل رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

القیمۃ: نحو مفرد نہیں بلکہ قیم کی جمع ہے۔ قیم و قائم ایک ہی معنی لکھتے ہیں۔ یا دین القیمہ سے مراد دین الملائکہ یا ملت ابراہیم ہے۔ جب دین کی تاویل ملت سے کریں تو اسے ذلك الدین القیمہ پڑھتے ہیں۔ (تفسیر کبیر للکواشی)

قول سیوطی رحمۃ اللہ: امام نووی نے ما امروا کو عبادات میں نیت کے لازم ہونے کی دلیل بنایا ہے کیونکہ اس کے بغیر اخلاص میسر نہیں آ سکتا۔ (اکلیل للسیوطی)

آیت ② لن تنالوا: تم کمالِ خیر جو کہ حقیقی نیکی ہے اسے ہرگز نہیں پا سکتے۔ برّ اللہ: تین چیزیں ہیں: ① رحمت ② رضا اور ③ جنت ہے۔

حتی تنفقوا مما تحبون: (یعنی مال خرچ کرو) یا ما سے مراد مال یا یہ عام ہے جس میں ہر وہ چیز جو خرچ کی جا سکتی ہو وہ مراد ہے مثلاً زندگی اور اس کے مفادات لوگوں کے لئے صرف کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرنا اور روح کو اس کی راہ میں قربان کرنا۔

روایات میں وارد ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میرا سب سے زیادہ محبوب بیرحاء (اس زمانہ میں ایک باغ تھا جس میں یہ کنواں تھا اب یہ مسجد نبوی میں شامل ہو چکا ہے) اس کو آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جہاں مناسب ہو خرچ کر دیں۔ آپ نے فرمایا: خوب خوب! یہ نفع بخش یا شاندار مال ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم سے اپنے قریبی رشتہ داروں میں بانٹ دو۔

② زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنا پسندیدہ گھوڑا لائے اور عرض کیا یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سوار کر دیا۔ حضرت زیدؓ نے عرض کیا میں نے اس کو صدقہ کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے قبول کر لیا ہے (وہ میں نے حقدار کو دیا ہے)

مسئلہ: اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ افضل ترین مال نہایت قریبی مستحق افراد پر خرچ کرنا زیادہ افضل ہے۔ آیت فرض و مستحب ہر قسم کے انفاق کو شامل ہے۔

وما تنفقوا: جو تم پسندیدہ یا غیر پسندیدہ چیز خرچ کرو گے۔ فان اللہ: اللہ تعالیٰ کو اس کا بخوبی علم ہے اور اس کے مطابق اُس کا بدلہ دیں گے۔

③ قولہ لن ینال اللہ الایہ: علامہ قرطبی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نقل کیا کہ زمانہ جاہلیت میں قربانیوں کا خون لوگ بیت اللہ کی دیواروں کو لگاتے تھے (اور اس کو تقرب خیال کرتے تھے) جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

ینال: یہ قبولیت کی مجازی تعبیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہرگز اس تک نہ پہنچے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر فرمائی ''ہرگز نہیں چڑھے گا'' اور ابن عیسیٰ نے وصول کا معنی کیا۔ یعنی اس تک نہ خون پہنچے گا اور نہ گوشت بلکہ اس کے ہاں تمہارا تقویٰ پہنچے گا جو کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کیا۔ پس اسی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے اور بلند کرتے ہیں اور اس پر ثواب عنایت فرماتے ہیں۔ انہی میں سے یہ حدیث انما الاعمال بالنیات ہے۔

نمبر ۴ قولہ تعالیٰ: قل ان تخفوا: اللہ تعالیٰ تمام سینوں کی مخفی باتیں جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واسروا قولکم (سورۃ الملک: ۱۳۔۱۴) ''تم اپنی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو وہ سینوں کی باتوں کو جانتے ہیں۔ خوب سن لو کہ وہ اپنی مخلوق کو جانتا ہے''۔ اس کے علم سے آسمان و زمین کا کوئی ذرہ چھپا ہوا نہیں اور نہ کوئی چیز چھپ سکتی ہے۔ وہ تمام عیوب سے پاک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔

ان تمام آیات میں اخلاص والے کو متنبہ کیا اور ریاکاری سے بچنے کی تاکید فرمائی کہ ظاہر میں کسی چیز کے چھپا لینے کے دھوکا میں نہ پڑنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو مخفی ترین امور سے واقف ہیں سینے کے وساوس سے بھی اس سے مخفی نہیں۔

**تشریح** ❊ کچھ راوی کے متعلق: امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا پدری سلسلہ نسب یہ ہے۔ خطاب بن نفیل بن

عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ (تہذیب میں عدی نام لکھا ہے) بن قرط بن رزاح بن عدی یہاں بن کعب بن لوی (یہ لأی کی تصغیر ہے اس کا معنی بیل ہے) کعب میں آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ کعب بن لوی بن غالب القرشی العدوی رضی اللہ عنہ۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ نے پہلے اوپر والے خاندان قریش کا حوالہ دیا پھر قریش کی شاخ کی طرف العدوی سے بنوعدی کی طرف اشارہ کیا تاکہ تعمیم کے بعد تخصیص حاصل ہو۔ اگر اس کا عکس ہوتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوسکتا۔

بعض علماء عام کو ذکر کرنے یا خاص کو ذکر کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں' مگر یہ طریقہ بہت کم پایا جاتا ہے۔

عدد مرویات: ۵۷۳ روایات آپ سے مروی ہیں۔ ابونعیم کہتے ہیں طرق کے بغیر فقط متون کے ساتھ دوسو سے زائد روایات آپ کے واسطہ سے منقول ہیں۔ (تلقیح الفہوم لابن جوزی)

۲۶ روایتیں بخاری و مسلم میں ہیں۔ ۳۴ فقط بخاری میں اور مسلم نے ۲۱ روایات ذکر کیں۔ ہم نے تراجم کو طوالت کے ڈر سے چھوڑ دیا ہے۔ صرف روایات کی تعداد اہم حالات' زمانہ وفات ذکر کر دیا زیادہ تر محدث کو انہی باتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

**النحو**: قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول۔ یقول ماضی کے بعد مضارع کو استعمال کیا یہ سمعت کے مفعول سے (۱) بدل الاشتمال ہے یا نمبر ۲ حال ہے جو کہ مضاف محذوف کو واضح کر رہا ہے۔ اسی کلامہ یہ دوسرا قول اسی طرح معروف ہے۔ ماضی کے بعد مضارع لانے کی وجہ یہ ہے: (۱) سننے کے وقت اپنی کیفیت کو بیان کرنا مقصود ہے۔ (۲) سننے والے کے ذہن میں اس کیفیت کو جاگزین کرنے کے لئے۔

ایک قول یہ ہے کہ محذوف کی ضرورت نہیں سمع متعدی ہے۔ اس کا پہلا مفعول رسول اور دوسرا جملہ مضارعیہ ہے اس کے متعدی ہونے پر اعتراض بے جا ہے۔

حیثیت روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت کے ساتھ مروی نہیں حالانکہ اسے بیس صحابہؓ نے روایت کیا ہے۔ ان کی صحت پر اتفاق کے باوجود ابتداء کے لحاظ سے غریب کے درجہ میں ہے اور انتہاء کے لحاظ سے مشہور ہے۔ بعض طبقات میں تواتر کی تعداد مکمل نہ ہونے کی وجہ سے متواتر نہیں ہے۔

انما یہ تقویت حکم کا فائدہ دیتا ہے۔ اسی لئے اس حکم کا مخاطب کو معلوم ہونا یا معلوم کے درجہ میں ہونا ضروری ہے۔

**النحو**: جمہور اصولیین کے ہاں یہ کلمہ حصر ہے۔ نحاۃ کے ہاں نہیں۔

حصر: مابعد کے لئے حکم کو ثابت کرنا اور ماسواء سے نفی کرنا اور کلام عرب میں اس کو اسی لئے لاتے ہیں اصل تو حقیقی معنی ہے مجازی معنی کو حقیقی معنی پر غالب کرنا خلاف اصل ہے اور حکم کا خبر میں بند ہونا یہ قصر مسند الیہ کی قسم سے ہے اور اس لئے موصوف اور مسند کو صفت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ حصر اضافی ہے کیونکہ بعض اعمال میں نیت ضروری نہیں بلکہ خبر میں ایک اور حصر بھی ہے۔ مبتداء جمع ہے اور اس پر الف لام استغراق ہے۔ ماہیت کے لئے نہیں۔ اور انما العمل والی روایت میں مبتداء مفرد ہے مگر الف لام استغراق کی وجہ سے اس میں بھی عموم ہے اور خبر کا خاص ہونا صدیقی زید کی طرح ہے۔ معرفہ ہونے کی وجہ سے مضاف میں عموم پیدا ہو گیا۔ تاکید میں اضافہ کے لئے ان کو یہاں جمع کر دیا گیا۔ ایک صحیح روایت میں انما کو اسی حصہ کے موجود ہونے

کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔

**الاعمال:** عمل کی جمع ہے یہ حرکت بدن کو کہتے ہیں۔ اقوال بھی اس میں شامل ہیں۔ حرکات نفس بھی مجازاً مراد لی جاسکتی ہیں۔ افعال کی بجائے اس کو اس لئے لاتے ہیں تاکہ افعال قلب جن میں نیت کی چنداں حاجت نہیں وہ اس میں شامل نہ ہوں اور خود نیت اس میں شامل ہو کر دور و تسلسل لازم نہ آئے۔

**النحو:** اس میں الف لام ① عہد ذہنی کا ہو تو اعمال عادیہ کے علاوہ اعمال مراد ہوں گے کیونکہ اعمال عادیہ میں نیت کی ضرورت نہیں۔ ② استغراق کا ہے مگر استغراق اضافی مراد ہے۔ کیونکہ دلائل سے بہت سی جزئیات خارج ہیں مثلاً قضاء دین حرام سے باز رہنا اور نکتہ اصل بات یہ ہے کہ ثواب کا دارومدار نیت پر ہے نہ عمل کا۔ اس لئے کہ ترک عمل کے درست ہونے کے لئے نیت اس طرح لازم نہیں کہ اس کے چھوڑنے سے وہ گناہگار ٹھہرے اور نیت سے خالی عمل میں کوئی ثواب نہ ہو بلکہ اس سے وہ ترک مراد ہے جو کہ فعل نفس ہے۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ شارع کے حکم کی پیروی کا قصد ہو اور اس کے ساتھ اپنے چھوڑنے کا قصد شامل کر لے۔

**عمل لسانی:** میں نیت لازم نہیں مثلاً قرأت 'ذکر' اذان کیونکہ یہاں کوئی ایسی عادی چیز نہیں جس سے الگ کرنے کے لئے نیت کی حاجت ہو۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی غفلت سے بھی ذکر لسانی کرے تو اس کو ثواب ملے گا البتہ قرات و ذکر کی اگر نذر مان لی تو ان میں نیت لازم ہوگی تاکہ فرض وغیر فرض میں امتیاز ہو۔

**النحو:** **بالنیات:** ① باسببیہ ہو تو مطلب یہ ہوگا **وجود الاعمال شرعًا مستقر بسبھا**۔ شرعی اعتبار سے اعمال کا وجود نیت کے سبب سے قائم ہوگا۔ ② ملابست و مصاحبت کے لئے ہو

**قول المحققین:** باسببیہ مانیں تو یہ عبادت کا جزء بنے گی اور دوسری صورت میں شرط بنے گی مگر یہ بات درست نہیں بلکہ ہر ایک میں شرطیت و رکنیت کا احتمال ہے کیونکہ ہر ایک ان میں شروط و ماہیت سے ملا ہوا ہے۔ اور ان دونوں کے وجود کا سبب ہے۔

**وضاحت:** اس کی وضاحت یہ ہے کہ ماہیت کا وہ رکن جزء ہونے کی وجہ سے ہے اور اس کا مغائر اس طرح ہے جیسے جزء کل کا ہوتا ہے۔ پس اس صورت پر جیسے سببیت صادق آتی ہے اسی طرح مصاحبت بھی اور شرطیت کی صورت میں سببیت کا معنی صادق ہونا واضح ہے کیونکہ مشروط کا تو شرط ہی پر دارومدار ہوتا ہے اور رکنیت کی صورت میں تو ماہیت کا جزء چھوڑنے سے خود ماہیت کی نفی ہو جاتی ہے۔ مگر جب اس کو مصاحبت کے لئے تسلیم کریں تو اس میں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہونے کا اعتبار ہوگا کیونکہ معیت سے یہی چیز ظاہر ہوتی ہے اور شرط کا حال بھی ایسا ہی ہے البتہ ملابست کی صورت میں ساتھ ساتھ ہونا لازم نہیں۔

علامہ کازرونیؒ نے شرح اربعین میں با کو استعانت کے لئے قرار دیا ہے۔ پھر اس نے مبتداء کے مضاف کو محذوف قرار دیا اور وہ صحۃ و کمال میں سے جو بھی مان لیا جائے درست ہے۔ میرے ہاں صحۃ الاعمال زیادہ صحیح ہے (دلیل کے لئے شرح الاذکار دیکھیں)

**خبر:** میں تقدیر عبارت کی ضرورت نہیں اور نہ اس کے اقتضاء کی کوئی دلالت ہے کیونکہ کلام ظاہر میں اپنے مدلول پر باقی ہے۔

انتفاء نیت سے اعمال کا انتفاء ہو جاتا ہے لیکن شرعی تقاضا ہے جس کی وجہ سے تقدیر عبارت یہ ہے: انما وجود الاعمال کائن بالنیۃ جب وہ نہ ہوگی تو عمل نہ ہوگا اور شرط و رکن کی نفی حقیقت کی نفی کر دیتی ہے۔ یہ بات مسلک شوافع کی موید ہے۔

**لطیفہ:** پس ثابت ہوا کہ نیت ہر عمل میں لازم ہے۔ البتہ وہ عمل اس سے خارج ہے جس کے استثناء کی دلیل موجود ہو۔ عام مخصوص البعض بھی بعض کو چھوڑ کا بقیہ میں حجت ہوگا۔

النیات: جمع نیت یہ مصدر یا اسم مصدر ہے۔ لغت شرع میں قصد کو کہتے ہیں یہاں یہی مراد ہے۔

## عزم وقصد کا فرق

بعض محققین کہتے ہیں کہ ہر چیز کا قصد اس کے فعل سے ملا ہوتا ہے۔ سوائے روزے اور زکوٰۃ کے کیونکہ ان میں تنگی ہے۔ اگر فعل نیت سے متاخر ہوگا تو وہ عزم کہلائے گا۔ النیات کا لفظ بخاری و مسلم کے ہاں تو جمع سے وارد ہے۔

قول سیوطی: اکثر روایات میں یہ مفرد منقول ہے۔ اس کی وجہ یہ بتلائی کہ نیت کا مقام دل ہے اور وہ ایک ہے پس مفرد مناسب ہے اور اعمال کا تعلق اعضاء ظاہرہ سے ہے اور وہ کئی ہیں پس اعمال کا لفظ جمع لانا مناسب ہے (التوشیح) علامہ سیوطی کا قول تو مفرد کی حکمت ہے ورنہ یہ اصل میں مفرد ہے کیونکہ مصدر ہے اور اس روایت میں اس کو جمع انواع کے لحاظ سے لائے ہیں۔

انما لکل امریٔ: گزشتہ جملہ یعنی وجوب وغیرہ اس لئے لایا گیا تھا تا کہ بتلا دیا جائے کہ عمل نیت کے ذریعہ شرعی عمل کہلائے گا اور یہ جملہ دو وجہ سے لائے کہ ① عمل کی جزاء عامل کی نیت خیر و شر کے مطابق ہوگی۔ ② عمل نیت معینہ سے درست ہوگا۔

ابن علان کہتا ہے کہ اس صورت میں وہ اعمال جن میں تعیین نیت فرض ہے مثلاً فرض نمازیں سنن موکدہ وغیرہ اس میں سے خاص ہو جائیں گے یا جن میں نیت معتبر ہے۔ ان میں مطلق عبادت عام رہے گی اور مراد یہ ہوگی کہ جن اعمال میں نیت شرعی یعنی رضاء الٰہی سے مقصود ہوگی ان پر ثواب ملے گا اور جن بندوں کو ریاکاری مقصود ہوگی اس کو ثواب سے محروم ہوگی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلے جملہ سے نیت میں نیابت کا ممنوع ہونا معلوم ہو رہا تھا اس جملے کو لا کر ان لوگوں کے لئے نیابت ثابت کر دی جو نیت کی اہلیت نہ رکھتے ہوں مثلاً بچہ حج بدل کرنے والا وغیرہ۔

دوسرا قول یہ ہے۔ اخلاص کے راز پر متنبہ کرنے کے لئے اس کو پہلے جملے کی تاکید کے لئے لایا گیا۔ یہ مطلقاً جملہ موکدہ نہیں ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ دونوں جملے متغائر ہیں اور یہ جملہ جو بعد میں اس لئے لایا گیا تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ نیت بلا تعیین صحیح ہے اور ثواب اس کا لازمہ ہے۔

**اَلنَّحْوُ:** ما نوی: اس کے ما کے متعلق تین قول ہیں ①: موصولہ ②: موصوفہ ③ مصدریہ۔ یعنی ہر انسان کو وہی کچھ حاصل ہوگا جو اس نے نیت کی۔ ③ جس چیز کی نیت کی۔ ④ نیت کرنا۔ اس جملہ میں مسند کو مسند الیہ میں بند کیا گیا ہے۔

لطیفہ: علامہ سبکی مرحوم نے نووی کے چار معانی اشعار میں بیان کئے جن میں (امام نووی کی تعریف کی ہے)

اے مقام نووی تو نے خیر کو پا لیا اور ہجر ان کے دکھ سے بچ گیا۔

② تیرے ہاں ایک عظیم عالم نے پرورش پائی۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر اس نے جس چیز کی نیت کی بہت مخلصانہ کی۔

③ وہ فضیلت میں دوسروں سے اس طرح بڑھ گیا جیسے مغز کو گٹھلی پر فضیلت حاصل ہے۔

فمن کانت ھجرتہ: یہ اجمال کی تفصیل ہے کہ جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہر آدمی کے لئے اپنی نیت کا بدلہ ملے گا خواہ وہ طاعت کی نیت کرے یا معصیت کی تو اب تمام اعمال کی ایک جامع مثال ہونی چاہئے جس میں امر و نہی دونوں جمع ہوں اور وہ ہجرت ہے۔ ممنوع چیز سے رکنا تو ظاہر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کے متعلق فرمایا: المھاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ: کہ اصلی مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چیزوں کو چھوڑنے والا ہو۔

باقی کسی امر کی انجام دہی دواعی نفس اور خواہشات کو ترک کرنے سے ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ ہجرت کیونکہ اس کو شامل ہے اس لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فاجزاء بہ: داخل کر کے اس کو ذکر فرمایا۔

النحو: من: شرطیہ یا موصولہ کیونکہ موصول شرط کے ساتھ عموم میں مشابہت رکھتا ہے اس صورت میں یہ خبر ہے یا عموم کا معنی اس کے اندر پایا جاتا ہے۔

ھجرت: لغت میں چھوڑنے کو کہتے ہیں۔ شرعی معنی: دار الکفر کو فتنہ میں مبتلا ہونے کے خطرہ سے چھوڑنا۔

مسئلہ: ہجرت اب بھی واجب ہے۔ باقی لا ھجرۃ بعد الفتح: اس روایت کا معنی مکہ سے فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے کیونکہ وہ دار الاسلام بن چکا ہے۔

حقیقت ہجرت: اللہ تعالیٰ کی ناپسند کو چھوڑنا (جیسا دوسری روایت میں فرمایا حقیقی مہاجر وہ ہے جس نے گناہوں کو چھوڑا)۔

ابتداء اسلام میں مکہ سے حبشہ اور پھر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی جاتی تھی۔ اگرچہ حدیث کا سبب خاص ہے مگر حکم عام ہے ہر کہیں سے ہجرت اس میں داخل ہے۔

الی اللہ و رسولہ: یہ اخلاص سے کنایہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف قصد و نیت کے لحاظ سے ہجرت کرے۔ جار مجرور ہجرہ سے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور خبر مستقلہ بھی بن سکتا ہے۔

فھجرتہ الی اللہ و رسولہ: یہ جزاء ہے۔ اس ہجرت کے شرف و مرتبہ کی طرف اشارہ ہے یا اس کا مقبول و منظور ہونا بتلایا گیا ہے۔

النحو: شرط و جزاء متحد نہیں اگرچہ لفظ ایک جیسے ہیں مگر معنی مختلف ہے اتنا تغایر شرط و جزاء وغیرہ میں کافی ہے۔

کان: کا مفہوم ہونا ہے۔ زمانہ مخصوص مراد نہیں ہے۔ ② اصل معنی گزرنا۔ ③ شرط کے موقعہ میں واقع ہونے کی وجہ سے استقبال کا معنی دے رہا ہے۔ شرط ماضی کو مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتی ہے اور دوسرے کو اسی پر قیاس کیا جاتا ہے کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ حکم تکلیفی میں مانع کے علاوہ تمام زمانے برابر ہوتے ہیں۔

ومن کانت ھجرتہ لدنیا: دنیا میں لام تعلیلیہ ہے یا الی کے معنی میں ہے جیسا روایت میں گزرا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ: پہلا قول بہتر ہے کیونکہ تعبیر میں تغائر اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ جس کی ہجرت حصول دنیا کے لئے ہوگی تو اس کو سوائے دنیا کے اور کچھ نہ ملے گا۔

دنیا: دال مضموم ہے اس کی جمع دنی ہے جو دنو بمعنی قرب سے ہے۔ ① اس کو آخرت سے پہلے ہونے کی وجہ ② زوال کے قریب تر ہونے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے۔ آخرت سے پہلے جو کچھ بھی ہے اس کو دنیا کہتے ہیں۔ مجازاً کسی ایک چیز کو بھی دنیا کہہ دیا جاتا ہے۔ پھر اس سے مراد اس کا سامان و اشیاء ہیں گویا یہ مجاز مرسل ہے کہ کسی چیز کو محل کا نام دے دیں جیسے اس آیت

میں فلیدع نادیہ: (سورۃ العلق) حمایتیوں کو نادیہ کہہ دیا۔

**النَّحْو**: بصیبھا: یہ حال مقدرہ ہے یعنی اس کو پانے کا قصد کرنے والا ہو۔ مصیبت اور دنیا کے تذکرہ کو جمع کرنے میں نصیحت اور لطیف اشارہ ہے کہ (دنیا نری مصیبت ہے اس سے بچنا)۔ او: یا اس کی ہجرت عورت سے نکاح کی غرض سے ہو (عام کو ذکر کر کے خاص واقعہ کو لایا گیا تا کہ بتلایا جائے کہ عورت کا فتنہ انتہائی ضرر رساں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ما ترکت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء**: میں نے اپنے بعد سب سے زیادہ نقصان دہ فتنہ مردوں کے لئے عورتوں کا پاتا ہوں)۔ ② سبب حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ علامہ سیوطی نے نقل کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس آدمی نے کوئی چیز پانے کے لئے ہجرت کی اس کو اس آدمی جیسا بدلہ ملے گا جس نے کسی عورت سے شادی کی خاطر ہجرت کی۔ اس عورت کا نام ام قیس تھا۔ اس آدمی کو لوگ مہاجر ام قیس کہنے لگے۔ صاحب فتح الدلہ نے نقل کیا کہ طبرانی نے اپنی سند سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ہم میں سے ایک آدمی نے ایک عورت ام قیس کو پیغام نکاح بھیجا۔ اس نے اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیا اور شرط لگائی کہ اگر وہ ہجرت کرے تو شادی ممکن ہے۔ اس نے ہجرت کر کے اس سے شادی کر لی۔ ہم اسے مہاجر ام قیس کہتے تھے۔ (فتح الدلہ)

ایک قول یہ ہے کہ ام قیس کا نام قیلہ بروزن قبیلہ۔ ستر پوشی کی وجہ سے اس کا معین نام نہیں بتلایا۔

**سوال** اس کا یہ فعل اگرچہ مباح تھا پھر دنیا کے ساتھ اس کا تذکرہ کیوں کیا؟

**جواب** جواب: یہاں دنیا کا تذکرہ یا تو ① اس وجہ سے کیا کہ دنیا کو مقصود نہ بنانا چاہئے۔ ② ام قیس نے اپنے جمال کے ساتھ مال کو بھی ملا لیا تو ام قیس کی خاطر ہجرت کرنے والا دونوں کا قصد کرنے والا تھا یا ③ اس کی ہجرت کے قصد کا سبب اس سے نکاح تھا اور اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کے علاوہ کا قصد یہ دنیا ہے۔

**النَّحْو**: **فهجرته الی ما هاجرا الیه**: ① ظرف محذوف سے متعلق مبتداء کی خبر ہے۔ ② **هجرته** کا متعلق ہو کر مبتداء خبر محذوف ای **هجرته قبیحة**: کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ ما: موصول کو تحقیر اور فاعل کی مذمت کے لئے لائے باجودیکہ وہ مباح فعل ہے کیونکہ اس نے ظاہر تو ہجرت کا قصد کیا اور اس کے اندر الث بات کو چھپایا اور یہ قابل مذمت چیز ہے۔ پہلے جملہ میں جزاء و شرط کو اکٹھا لاتے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے تذکرہ سے تبرک حاصل کرنا اور تکرار سے ان کی عظمت بتلانا مقصود ہے اور اس کی ہجرت سے مقصود زیادہ حاصل ہونے والا ہے اس لئے کہ جو آدمی بادشاہ کی تعظیم کے لئے خدمت کرے وہ زیادہ عطیہ پائے گا اس آدمی کی بنسبت جس نے کسی [illegible] سے ایک روٹی کا ٹکڑا لینے کے لئے دوڑ دھوپ کی۔

اور دوسرے موقعہ میں ان کا چھوڑنا ظاہر کرتا ہے کہ اس نے ان کی طرف توجہ نہیں دی۔ یہ انتہائی بلیغ انداز زجر [illegible] یوں کہا: "الی ماھاجر الیه": جس کی طرف اس نے ہجرت کی وہ حقیر و ذلیل اور بے کار ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ دنیا کا اعراض کسی چیز میں منحصر نہیں پس ایسی چیز لائے جو دنیا میں پائی جاتی ہے اور وہ ماھاجر الیه۔ ہے نہ کہ **هجوت الی الله و الرسول**: کیونکہ ہجرت الی اللہ والرسول ایک ہی ہے اس لئے فقط دوبارہ لائے تا کہ اس طرف اشارہ ہو جائے۔

اقوال عارفین: **انما الاعمال بالنیات**: کا تعلق دلوں میں آنے والے انوار غیبیہ سے ہے۔

نیت: کام کو عملی صورت میں لانے کیلئے ارادے کو اس طرح جمع کرنا کہ اس کے غیر کا تذکرہ اس کے دل میں پھٹکنے نہ پائے۔

لوگوں کی راہیں الگ الگ ہیں: ① عوام تو فضیلت کو بھول کر صرف اغراض کے طلبگار ہوتے ہیں۔ ② جہال کی نیت یہ ہوتی ہے کہ قضاء وقدر کی تکالیف اور مصائب کے نزول سے حفاظت ہو جائے۔ ③ اہل نفاق کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ہاں شان بن جائے۔ ④ علماء کی نیت یہ ہوتی ہے کہ مقرر کرنے والے کی عظمت کی وجہ سے طاعات کو بجالایا جائے۔ طاعات کی عظمت کی وجہ سے نہیں۔ ⑤ اہل تصوف کی نیت یہ ہے کہ جو طاعات ان سے ظاہر ہوتی ہیں ان پر اعتماد چھوڑ دیا جائے۔ نمبر ۶: اہل حقیقت کی نیت ایسی ربوبیت جو عبودیت پیدا کرے۔ طیبی کی نقل کے مطابق اہل حقیقت کی نیت اس ربوبیت میں ہوتی ہے جو عبودیت سے پیدا ہوتی ہے۔

**انما لکل امر ما نوی:** یہ خوش بختوں کے مقاصد میں سے ہے۔ وہ نچلے درکات سے نکل کر بلند درجات پاتا ہے۔ کہ جو معرفت، توحید، علم، طاعت، اخلاق محمودہ اور جذبات حق، انانیت کی فنا اور اپنی معمولی خواہش کو باقی رکھنا وغیرہ ہیں۔ یا یہ مقاصد اشقیاء سے ہے یعنی وہ ایسی چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیں۔

**فمن کانت هجرته:** پس جس کی ہجرت یعنی اس کا اس مقام سے نکلنا جس میں وہ پہلے تھا خواہ فطری استعداد یا منازل نفس میں سے کوئی منزل ہو۔ **الی الله:** اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے۔ **ورسوله:** آپ کے حکم کی اتباع کرکے اور آپ کے اخلاق کو اپنا کر۔

**فهجرته الی الله و رسوله:** ایسے لوگوں کو عنایات الٰہیہ حدوث وفناء کی ظلمتوں سے نکال کر نور شہود و بقاء کی طرف لے جاتے ہیں۔

**ومن کانت هجرته الی دنیا:** مال، جاہ، بڑھائی وغیرہ کے ساتھ اپنی شہوت حرص کو حاصل کرنے کے لئے ہو وہ حق سے الگ کر دیا جائے گا۔ اس کو فرقت کی اس آگ میں ڈالا جائے گا جو دلوں کو جھانک لیتی ہے۔ جہنم[1] کی آگ مراد نہیں وہ صرف چمڑے کو جلاتی ہے۔ دل تک نہیں پہنچتی (کازرونی نے اربعین نووی کی شرح میں نقل کیا ہے)

**تخریج: متفق علیه:** اس سے بخاری و مسلم مراد ہوتے ہیں۔ مصنف نے اسی کی تشریح کی ہے۔ ان کے علاوہ اس روایت کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوعوانہ، ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابن خزیمہ ابن ابی الجارود، طحاوی نے شرح معانی الآثار اور بیہقی نے سنن میں نقل کیا ہے۔ ابن دحیہ کو وہم ہوا کہ اس کو امام مالک نے موطا میں نقل کیا ہے (شرح عمدہ الاحکام قلقشندی) امام زہد، تقویٰ، روایات صحیحہ کی تخریج کا اہتمام کرنے میں علماء نے ان کو مقتدیٰ مانا ہے۔ اسی لئے ان کو امام کہا جاتا ہے۔ مغیرہ بن بروزبہ بخارا کے حاکم یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ اس لئے جعفی کہلایا۔ ابراہیم بن مغیرہ کے حالات میسر نہیں آتے۔ البتہ اسماعیل نے امام مالک، حماد بن زید اور ابن مبارک سے حدیث سنی ہے۔ ابن حبان نے اس کو طبقہ رابعہ کے ثقات میں لکھا ہے۔ اہل عراق نے ان سے روایت لی ہے۔

**الجعفی:** یہ مغیرہ کا مولیٰ ہے جس کے ہاتھ پر اس نے اسلام قبول کیا۔ اس کو پہلے ذکر کرکے اشارہ کیا کہ علاقہ کی نسبت پر نسب کی نسبت مقدم ہوتی ہے۔ **البخاری:** یہ وطن کی طرف نسبت ہے۔ پیدائش ۱۹۴ھ ۱۳ شوال کو ہوئی۔ انہوں نے امام احمد، یحییٰ

① سورہ ہمزہ میں تو رنار کی یہ صفت لکھی گئی ہے: **التی تطلع علی الافئدہ۔**

بن معین اور دیگر ہزار اساتذہ سے حدیث لکھی۔ ان سے مسلم' ابوزرعہ' ترمذی' ابن خزیمہ' نسائی نے روایت کی ہے۔ ان کے مناقب بہت ہیں وفات ۲۵۶ھ عید الفطر کی رات ہوئی۔ خرتنگ میں مدفن ہیں۔ جو کہ سمرقند سے دو فرسخ ہے۔

بشارت: یہ بچپن میں نابینا ہو گئے خواب میں ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی انہوں نے دعا فرمائی ان کی نگاہ درست ہو گئی۔ اسی بناء پر موقعہ کرب میں بخاری کی تلاوت سے مصیبت دفع ہو جاتی ہے۔

یہ روایت بخاری میں سات مقامات پر مذکور ہے۔

مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری۔ قشیر قبیلہ اسلم کی ایک شاخ ہے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اسی قبیلہ سے تھے۔ نیشاپوری۔ نیشاپوری یہ شہر کی طرف نسبت ہے۔ سابور نے اس مقام کو نرکل سے صاف کرا کر شہر آباد کیا۔ نیسا نرکل کو کہتے ہیں۔ پیدائش ۲۰۴ھ وفات ۲۶۱ھ انہوں نے امام احمد' حرملہ اور دیگر اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ ان سے ابوحاتم رازی ترمذی نے ان سے ایک روایت لی' اسی طرح ابن خزیمہ اور دوسرے بہت سے لوگوں نے علم حاصل کیا۔

کتابیھما: سے بخاری و مسلم مراد ہیں۔

اصح الکتب: محدثین نے اتفاق کیا کہ یہ دونوں اصح الکتب ہیں۔ صحہ کی سات اقسام ہیں۔ ① اعلیٰ قسم وہ ہے جس کو دونوں بیان کریں۔ ② جس کو بخاری نے ذکر کیا۔ ③ پھر اس کا درجہ ہے جس کو مسلم بیان کریں۔ ④ پھر جو روایت ان کی شرط کے مطابق ہو۔ ⑤ اس کے بعد جو بخاری کی شرط پر ہو۔ ⑥ پھر جو مسلم کی شرط پر ہو۔ پھر جس کی صحیح معتبر اور معارض سے محفوظ ہو۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں میں کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب موطا مالک کو پاتا ہوں یہ بخاری و مسلم سے پہلے کی بات ہے۔ جب یہ ظاہر ہوئیں تو یہ اس لقب کی زیادہ حقدار ہیں۔ قول جمہور جس کو بخاری نے اپنی مسند سے نقل کیا کا درجہ اس کے بعد کا ہے۔ البتہ تراجم تعالیق' اقوال صحابہ و تابعین وہ مسلم سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ مسلم کو فن حدیث کا زیادہ علم تھا اگرچہ وہ وہ ان کا شاگرد ہے۔ اسی لئے دار قطنی نے کہا کہ اگر بخاری نہ ہوتے تو مسلم نہ آتا۔ اگرچہ اس سے منصف کا رجع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ مگر اصل بات یہی ہے۔ حافظ ابن حجر مقدمہ ابن صلاح پر ایک نکتہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں اجمالی اعتبار سے تو یہی بات ہے جو اوپر درج کی گئی ہے۔ مگر بخاری کی کتاب کو تفصیل کے لحاظ سے کتاب مسلم پر ترجیح حاصل ہے۔ دلیل یہ ہے کہ صحیح سند کا دارومدار اتصال اور عدالت رواۃ پر ہے اور کتاب بخاری مسلم سے روایت کے لحاظ سے زیادہ اعدل روایت کے لحاظ سے زیادہ متصل ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جن رواۃ سے صرف بخاری نے روایت لی ہے ان کی تعداد ۴۳۵ ہے ان میں جن پر تنقید ہوئی وہ اسی ہیں اور مسلم نے جن رواۃ سے انفرادی طور پر روایت بیان کی ان کی تعداد ۶۲۰ ہے اور ان میں تنقید یافتہ ۱۶۰ ہیں۔ یہ ظاہر بات ہے کہ جس میں تنقید یافتہ رواۃ کی تعداد کم ہے وہ دوسرے سے زیادہ قوی ہے۔ خواہ تنقید یافتہ رواۃ پر دارومدار نہ بھی ہو۔ باوجودیکہ بخاری کے تنقید یافتہ رواۃ اپنی احادیث کی تخریج سے نہیں بڑھے بخلاف مسلم کے۔

اور یہ بھی بات ہے کہ متکلم فیہ رواۃ میں اکثریت اس کے شیوخ کی ہے جن کو وہ دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں۔ اس لئے کہ ان سے ملاقات ہوئی ان کو پہچانا ان کی روایات کو جانا' اس کے برعکس مسلم کے متکلم فیہ رواۃ اکثر متقدمین ہیں جن کی اطلاع نہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ بخاری متکلم فیہ کو متابعات وشواہد میں لاتے ہیں۔ مسلم ایسا نہیں کرتے۔

اتصال کے سلسلہ میں امام مسلم کا مذہب ہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنی صحیح کی ابتداء میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ معنعن روایت متصل کے حکم میں ہوگی جبکہ معنعِن اور معنعَن ہم عصر ہوں اگر چہ ان کی ملاقات ثابت نہ ہو۔

جبکہ امام بخاری اس کو اس وقت تک متصل نہیں مانتے جب تک دونوں کی کم از کم ایک ملاقات ثابت نہ ہو۔ اسی بات کے پیش نظر نووی نے کہا کہ اسی بناء پر تو کتاب بخاری راجح ہے اور نووی نے یہ بھی کہا ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلم نے اپنی کتاب میں اس بات کو اپنایا ہو کیونکہ وہ روایت کے کئی طرق جمع کرتے ہیں جن کو دیکھ کر یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس قاعدہ پر چلے ہوں الخ۔ عام طور پر تو انہوں نے طرق روایات کو جمع کیا اگر کہیں رہ گیا تو ان کی عظمت کے پیش نظر یہ کہنا ہوگا کہ انہوں نے یقیناً اتصال کے ثبوت میں نہایت محتاط طریق کو اختیار کیا ہوگا۔

المصنف: اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ کے ارشاد کی پیروی کی ہے کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد اور تصنیفات کا درجہ تو ظاہر ہے کتاب اللہ کے بعد ہی کا ہے۔

**تخریج:** أخرجه احمد (١/١٦٨) والبخاری (١) و (٥٤) و (٢٥٢٩) و (٢٥٩٨) و (٣٨٩٨) و (٥٠٧٠) و (٦٦٨٩) و (٦٩٥٣) و مسلم (١٩٠٧) و ابوداود (٢٢٠١) والترمذی (١٦٤٧) والطيالسی (٣٧) والبزا (٢٥٧) و ابن حبان (٣٨٨) و ابن خزيمة (١٤٢) والطحاوی (٣ / ٩٦) والدارقطنی (١ / ٥٠) والبيهقی (٧ / ٣٤١) والحميدی (٢٨) والقضاعی (١١٧٢) وغيرهم من أئمة الحديث الشريف۔

الفرائد: ① آدمی کو اپنے اعمال میں رضائے الٰہی مقصود ہونی چاہیے اور نیت بھی خالص اس کی رضا کی ہو۔ ② غیر مخلصانہ اعمال قابل قبول نہیں۔ ③ اگر نیت نہ ہو تو عمل نہ ہونے کے برابر ہوگا۔ ④ نیت اس وقت درست ہے جبکہ اس عمل کا حکم معلوم ہو۔ ⑤ نفلی اعمال میں متعدد اجناس کی نیت بھی کی جا سکتی ہے۔ ⑥ واقعہ میں دُنیا کا تذکرہ مزید تنفیر کے لئے ہو۔ ⑦ عموم لفظ کا اعتبار ہے خصوص سبب کا نہیں۔

۲: وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ عَبْدِ اللّٰهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ. قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيْهِمْ اَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ– مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

۲: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک لشکر کعبہ پر حملہ آور ہوگا جب وہ بیداء (ہموار زمین) میں پہنچے گا تو اس لشکر کے اوّل سے آخری آدمی تک تمام کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا ان کے اوّل و آخر کو دھنسا دیا جائے گا حالانکہ ان میں ان کے عام لوگ اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے اوّل و آخر کو دھنسا دیا جائے گا۔ پھر اپنی نیتوں کے مطابق وہ اٹھائے جائیں گے۔ بالفاظ بخاری (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ ام المؤمنین: ان کو اُمّ احترام تعظیم اور حرمت نکاح کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ وہ خلوت اور چہرہ پر نگاہ ڈالنے کے لحاظ سے ماں کی طرح نہیں ہیں۔ تمام امہات المؤمنین کا یہی حکم ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابُ المؤمنین: رحمت ورافت کی وجہ سے ہیں جہاں آپ سے ابوت کی نفی وارد ہے۔ وہ نسب اور متبنٰی بنانے کے لحاظ سے ہے (تیز رجال سے ابوت کی نفی اس لحاظ سے بھی ہے آپ کا کوئی بیٹا بالغ نہیں ہوا۔ سب چھوٹی عمر میں انتقال کر گئے۔

اُم عبداللّٰہ: یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ہے جو عبداللہ بن اسماء کی وجہ سے اختیار کی۔ ایک قول یہ ہے کہ ناراضگی کی وجہ سے رکھی جوان سے کسی وجہ سے ہوگئی تھی۔

حضرت عائشہ بنت صدیق عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان رضی اللہ عنہم۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح چھ سال کی عمر میں سودہ سے نکاح کے ایک ماہ بعد اور ہجرت سے تین سال قبل ہوا۔ ۲ھ میں بدر سے واپسی کے بعد یہ آپ کے گھر آئیں اس وقت ان کی عمر ۹ سال تھی' آپ کی وفات کے وقت عمر ۱۸ سال تھی۔ آپ کی وفات کے بعد چالیس سال زندہ رہیں۔ ان کی وفات ۵۷،۵۸ھ سترہ رمضان نماز وتر کے بعد ہوئی۔ اس وقت مروان کی طرف سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی مرویات کی تعداد میں دو قول ہیں: ① ۲۲۱۰ء ② ۱۰۱۰ مگر یہ کمزور قول ہے۔ بخاری و مسلم میں ۱۷۴ روایات ہیں۔ فقط بخاری نے ۶۴ اور مسلم نے ۶۸ نقل کی ہیں۔ قالت ...... الکعبۃ: مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے خواب دیکھا۔ ہم نے عرض کیا آپ نے آج وہ کام کیا جو پہلے کبھی نہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا عجیب بات یہ ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ ایک قریشی آدمی کی خاطر اس گھر کا قصد کریں گے۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ یہ واقعہ ابن زبیر کے زمانہ میں پیش آچکا اور دوسری روایت عبداللہ بن صفوان نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ اللہ کی قسم یہ لشکر وہ نہیں جس کی روایت میں خبر دی گئی ہے۔

قرطبی کا قول: جو آپ نے فرمایا وہ ظاہر ہے۔ اسلئے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا جانے والا لشکر خسف کا شکار نہیں ہوا۔

علامہ عاقولی کہتے ہیں حدیث کو کسی سے مقید نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کے اطلاق پر رہنے دیا جائے۔

الکعبۃ: کعبہ یہ بمعنٰی بلندی مکان' ابھار سے ماخوذ ہے۔ الکعبۃ: ہر مربع گھر کو کہا جاتا ہے (قاموس) عرب کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو مربع بنایا۔ ارکان کے متعلق اختلاف اس کے مربع ہونے کے خلاف نہیں۔ کعبہ کو مربع ہونے کی وجہ سے کعبہ کہنا بہتر ہے نہ کہ بلندی کی وجہ سے جیسا کہ پاؤں کی ایڑی کو بلندی کی وجہ سے کعب کہتے ہیں اور یہ وجہ اس کو گول قرار دینے اور مجازاً مربع کہے جانے یا ٹخنے میں گولائی کو نام کا سبب قرار دینے سے زیادہ درست ہے۔ مگر یہ ائمہ لغت کے قول کے مخالف ہے۔

البیداء: چٹیل میدان جس میں کوئی چیز نہ ہو۔ ② یہ بید کی جمع ہے اس کا معنی جنگل ہے۔ (صحاح للجوہری)

**سوال** کیا اس سے مراد بیداء مدینہ ہے یا کوئی اور؟

**جواب** اس میں اختلاف ہے۔

من الارض: یہ بیداء کی صفت کے قائم مقام ہیں یعنی مقام بیداء۔

یخسف بہم: ترمذی نے ایک ضعیف روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ "ان کے درمیان والے بھی نہ پہنچ سکیں گے"۔ مسلم

نے حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ لفظ نقل کئے کہ ان کے درمیان والوں کو دھنسا دیا جائے گا پھر ان کے پہلے پچھلوں کو آواز دیں گے تو بقیہ تمام کو بھی دھنسا دیا جائے گا صرف وہ منتشر لوگ رہ جائیں گے جو ان کے متعلق اطلاع دیں گے۔ ان روایات سے ظاہر ہو گیا کہ تمام کو دھنسا دیا جائے گا اعاذنا اللہ منہ۔

**قالت**: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعجب سے سوال کیا کہ عذاب کی وجہ سے ان لوگوں کو کیوں دھنسایا جائے گا۔ جو لڑائی کا ارادہ نہ رکھتے تھے؟

**باولھم و آخرھم**: کا معنی تمام

**اسواقھم**: یا کم درجہ لوگ۔

**من لیس منھم**: ایسے لوگ جو لڑائی کے ارادہ سے نہیں آتے راستے سے ان کے ساتھ ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب یہ تھا کہ موت کا وقت آنے کی وجہ سے عذاب عام ہوگا۔ پھر قیامت کو نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

**یخسف**: بروں کی نحوست سے تابع و متبوع تمام کو دھنسا دیا جائے گا۔

**ثم**: حساب کے وقت ان کی خیر و شر نیت جیسا ہی معاملہ برتا جائے گا۔ حدیث میں وارد ہے کہ قوم کی اکثریت اگر معصیت کو اختیار کرے تو سزا تمام کو لازم ہو جائے گی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ عمل کرنے والے کی نیت سے اعمال کا اعتبار ہے۔

**مقام عبرت**: ظالموں کی دوستی اور مجلس اور ان کی گنتی کو بڑھانا عذاب میں ابتلاء کا باعث بن سکتا ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔ مگر جس کو مجبوری ہو۔ بخاری' مسلم کے علاوہ نے بھی اس کو بیان کیا یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ مسلم کے الفاظ میں یہ بھی ہے کہ ہم نے کہا کہ راستہ پر مختلف لوگ اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ان میں کچھ ظالموں کے معاون بھی ہوتے ہیں اور مجبور بھی اور ابن السبیل راہ چلنے والے جو ان سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا وہ ہلاکت میں تو سب شریک ہوں گے مگر قیامت کے دن لوٹنے میں اپنی نیتوں کے مطابق لوٹائے جائیں گے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۳۴۷۹۲ / ۹) والبخاری (۲۱۱۸) و مسلم (۲۸۸٤) و ابن حبان (۷٦۵۵) و أبو نعیم فی الحلیة (۵/۱۱)

**الفرائد**: ① عامل کی نیت کے لحاظ سے عمل کا اعتبار ہے۔ ② ظالموں کے ساتھ اٹھنا' بیٹھنا اور دوستی درست نہیں۔ ③ جو ظالموں کی نفری بڑھاتا ہے وہ بھی انہی جیسی سزا کا حقدار ہے۔

۳: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ، وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَمَعْنَاهُ: لَا هِجْرَةَ مِنْ مَّكَّةَ لِاَنَّهَا صَارَتْ دَارَ اِسْلَامٍ۔

۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فتح (مکہ) کے بعد ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔ جب تم کو جہاد کی طرف دعوت دی جائے تو فوراً نکل جاؤ۔ (متفق علیہ) (مراد یہ ہے کہ مکہ سے ہجرت لازم نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔ پھر جب تمہیں جہاد کی طرف دعوت دی جائے تو

فوراً نکل کھڑے ہو)۔

**تشریح** ۞ **الاھجرۃ**: یعنی مکہ سے ہجرت نہیں۔

**بعد الفتح**: فتح مکہ کے بعد۔ بخاری کی مرفوع روایت میں **لاھجرۃ**: بعد فتح مکہ کے الفاظ وارد نہیں ہیں۔ مکہ کی فتح ۸ ھ رمضان المبارک میں ہوئی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے مکہ دارالکفر تھا فتح سے دارالاسلام بن گیا۔ پس ہجرت کی ضرورت نہ رہی۔

مسئلہ: جن مقامات پر دین قائم نہیں ان سے بالاتفاق ہجرت واجب ہے اور اس روایت کا یہی مفہوم ہے **لا تنقطع الھجرۃ ما قوتل الکفار**۔

علامہ خطابی کہتے ہیں ہجرت کے دو معنی ہیں ① جب لوگ اسلام لاتے اور اپنی قوم میں اقامت اختیار کرتے تو قوم کے لوگ ان کو ایذا دیتے۔ ایسے لوگوں کو دین کی حفاظت اور ایذاء کے ازالہ کے لئے وطن چھوڑنے کا حکم ہوا۔ ② مکہ سے مدینہ کی ہجرت اس کا سبب یہ تھا کہ مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی۔ مسلمان ہونے والے کو ہجرت مدینہ لازم تھی تا کہ نصرت دین کی جب ضرورت پڑے تو بروقت میسر آ سکے۔ فتح مکہ سے یہ ضرورت ختم ہوگئی پہلے قریش مسلمانوں کے لئے جزیرہ عرب میں سب سے بڑا خطرہ تھے اب وہ خود اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس لئے آئندہ مسلمانوں کو اپنے اوطان میں اقامت کا حکم دیا گیا البتہ جہاد کے لئے ہر وقت مستعد رہنے کا حکم ہوا کہ جب ضرورت پڑے فوراً کوچ کریں۔

مصنف رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ اس ارشاد میں نبوت کا معجزہ مذکور ہے کہ مکہ دارالاسلام رہے گا اس سے ہجرت کا تصور بھی نہیں ہوگا۔ حدیث کا ایک اور معنی فتح کے بعد ہجرت تو نہیں مگر اس کی فضیلت فتح مکہ سے قبل ہجرت جیسی ہوگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لا یستوی منکم**......۔

**النحو**: علامہ طیبی رحمہ اللہ نحو لکن کا ما قبل و ما بعد ایک دوسرے کے مخالف ہوتا ہے اب معنی یہ ہوگا: **لکن جھاد و نیۃ** مطلق ترک وطن تو منقطع ہو گیا۔ لیکن جہاد کی وجہ سے ترک وطن قیامت تک باقی ہے۔ اسی طرح خالص رضاء الٰہی مثلاً طلب علم، حفاظت دین کے لئے ترک وطن اب بھی باقی ہے۔

قول مصنف: ہجرت کی وجہ سے تحصیل خیر تو فتح کے بعد ختم ہوگئی لیکن تم اسے جہاد اور نیت خیر سے حاصل کر سکتے ہو۔

**استنفرتم**: جب تمہیں جہاد کے لئے بلائے یا جب تم جہاد کی طرف بلائے جاؤ۔

**النحو**: **انفروا**: فا کا فتحہ و ضمہ دونوں جائز ہیں۔ اس کا معنی تم نکلو۔

اس روایت کو بخاری و مسلم کے علاوہ ابو داؤد نے، بعض حصہ امام احمد، ابن حبان، ابو عوانہ، دارمی، ابن الجارود نے بھی نقل کیا۔ ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا۔ (اربعین عز بن فہد)

**حاصل کلام** ۞ مطلب یہ ہے کہ فتح کے بعد مکہ سے ہجرت واجب نہیں۔ کیونکہ وہ دارالکفر تھا تو ہجرت واجب تھی۔ اب **لانھار صارت دار الاسلام**: علامہ خطابی کہتے ہیں معنی یہ ہے ہر ایمان لانے والے کو مدینہ کی طرف ہجرت واجب نہیں کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد مدینہ میں کم تھی اس لئے ہر مسلمان کو ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت واجب تھی۔ اب فتح کے بعد بڑا خطرہ ٹلنے کی وجہ سے واجب نہ رہی۔

**تخریج:** اخرجه احمد (۱/۱۹۹۱) والبخاری (۱۸۳٤) و مسلم (۱۸٦٤) و ابو داود (۲٤۸۰) والدارمی (۲۵۱۲) والنسائی ۱۸۱ ٤) والطحاوی (۲۵۲/۳) والقضاعی (۸٤٤) و ابن حبان (٤۵۹۲) و ابن ماجة (۲۷۷۳) واعبدالرزاق (۹۷۱۱) و ابن الجارود (۱۰۳۰) والطبرانی (۱۰۸٤٤) وغیرهم من ائمة الحدیث الشریف۔

**الفوائد:** ① اس روایت میں خبر دی گئی کہ مکہ اب ہمیشہ ہمیش کے لئے دارالاسلام رہے گا۔② جہاد کا عمل باقی ہے۔③ نیک اعمال کی نیت تو ہر وقت کی جا سکتی ہے۔

۴: وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ غَزَاةٍ فَقَالَ: اِنَّ بِالْمَدِیْنَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِیْرًا، وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ، وَفِیْ رِوَایَةٍ: "اِلَّا شَرِكُوْكُمْ فِی الْاَجْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَرَوَاهُ الْبُخَارِیُّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: اِنَّ اَقْوَامًا خَلْفَنَا بِالْمَدِیْنَةِ مَا سَلَكْنَا شِعْبًا وَلَا وَادِیًا اِلَّا وَهُمْ مَعَنَا، حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ۔

۴: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوہ میں آنحضرت ﷺ کی معیت میں تھے۔آپ نے ارشاد فرمایا: "بلاشبہ مدینہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جتنا تم نے سفر کیا اور وادیاں طے کیں وہ تمہارے ساتھ اجر میں شریک ہیں۔ان کو بیماری نے آنے سے روک دیا"۔ایک روایت میں شَرِكُوْكُمْ فِی الْاَجْرِ کے لفظ بھی ہیں۔(مسلم) بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت اس طرح ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک سے لوٹ رہے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہمارے پیچھے مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ ہم جس گھاٹی یا وادی میں سفر کریں وہ ہمارے ساتھ اجر میں شریک ہیں۔ان کو عذر نے ہمارے ساتھ آنے سے روک دیا۔

ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ انصاری: یہ سلمہ بن سعد کی اولاد سے ہیں جو انصار کا ایک بطن ہے۔جابر رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۹ غزوات میں حصہ لیا۔البتہ میں بدر و احد میں حاضر نہ تھا کیونکہ میرے والد نے مجھے روک دیا تھا وہ احد میں شہید ہو گئے تو پھر میں ہر غزوہ میں آپ کے ساتھ رہا۔وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد و ماموں سمیت بیعت عقبہ میں شریک تھا۔میرے والد نقباء میں سے ایک تھے۔بیعت عقبہ میں شریک صحابہؓ میں عمر کے لحاظ سے یہ سب سے چھوٹے تھے۔یہ محبت رسول میں وافر حصہ پانے والے عظیم لوگوں میں سے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۵۴۰ روایات نقل کی ہیں۔جن میں ۶۰ بخاری و مسلم میں ہیں۔۱۶ صرف بخاری اور ۱۲۶ مسلم میں ہیں۔مدینہ منورہ میں ۷۴ھ ۹۴ سال کی عمر میں وفات پائی ان کی بصارت آخر عمر میں چلی گئی۔ان کی نماز جنازہ مدینہ منورہ کے گورنر ابان بن عثمان رحمہ اللہ نے پڑھائی۔مدینہ منورہ میں سب سے آخر میں وفات پانے والے یہی صحابی ہیں۔یہ خود اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں رضی اللہ عنہما۔

**کنا مع......** غزا یغزوا غزوا غزوة: ایک مرتبہ غزوہ میں جانا۔

غزاۃ: غازی کی جمع ہے۔ غین مفتوح ہے۔ (نہایہ)
غُزاۃ: ضمہ سے غزی یغزی۔ غُزاۃ: یہ قضاۃ اور فساق کی طرح ہے۔
اِنّ بالمدینۃ...... مسیراً: مسیر یہ مصدر میمی یا ظرف (چلنے کی جگہ)
و لا قطعتم: اس میں سورۃ توبہ کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: و لا یقطعون وادیاً......۔
الا کانوا معکم: وہ تمہارے ساتھ اجر میں شریک ہیں۔ جیسا دوسری روایت میں وارد ہے: لھم مثل اجر کم مضاعفاً: کیونکہ اس سلسلہ میں ان کی نیت اپنے مجاہد بھائیوں کی طرح ہے۔
حبسھم: ان کو بیماری سے روک دیا۔ نیتوں کی درستی کی وجہ سے ان کو نیک اعمال کرنے والوں کے برابر اللہ تعالیٰ نے اجر دے دیا۔ (المفہم)
وفی روایۃ لا شرکوکم فی الاجر...... فی الاجر اور کانوا معکم کا بدل ہے۔
علامہ عاقولی: یہ دلیل ہے کہ وہ اجر میں برابر کے شریک ہیں۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی ھذا لی و لك کہے تو مساوات پر محمول کریں گے۔ نصفا نصف ہوگا۔
لا یستوی القاعدون: آیت کو غازی کے لئے ترجیح میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ آیت میں وہ بیٹھنے والے مراد ہیں جو معذور نہیں اور اجر میں دونوں کی برابری روایت سے سمجھ آ رہی ہے۔
نووی کی احتیاط: یہ مسلم کی روایت ہے بخاری نے بھی اسے نقل کیا۔ مصنف نے اسی لئے متفق علیہ نہیں کہا اگر چہ ایسا اختلاف متفق علیہ ہونے کو مانع نہیں۔
مقدمہ ابن الصلاح کی تشریح میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے۔ تبوک شام کی جانب مدینہ منورہ سے ۱۴ مراحل پر واقع ہے۔ یہ غزوہ ۹ھ میں پیش آیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔
ازہری کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سے کچھ زائد دن گزارے۔
اَلنَّحْوُ: تبوک غیر منصرف ہے۔ باقی بخاری کی کعب بن مالک والی روایت تبوکاً: میں منصرف مستعمل ہے اس سے جگہ مراد ہے۔
مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم: آپ کی صحبت مراد ہے۔
قواما: سے مراد مرد ہیں جیسا کہ اس آیت لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم ولا نساءٌ من نساءٍ: میں ہے۔
شاعر کہتا ہے: أقوم آل حصن ام نساء۔
خلفنا: پیچھے یا ہم نے ان کو پیچھے چھوڑ دیا۔
بالمدینۃ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دار الہجرت ہے۔ علم بن گیا۔
شعب: پہاڑوں کے درمیان چھوٹا راستہ۔
وادیا: پانی بہنے کی جگہ (مفردات راغب)

هم معنا: یہ جملہ حالیہ ہے۔

حبسهم العذر: یہ سوال کا جواب ہے جو کہ روایت ابوداؤد میں واضح طور پر آیا ہے کہ مدینہ میں کچھ لوگ موجود ہیں تم جس راہ پر چلو یا جو چیز تم خرچ کرو اور جو وادی تم طے کرو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا وہ تو مدینہ میں ہیں وہ ہمارے ساتھ کیسے ہوئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو عذر نے روک دیا ہے (وہ نیت کی وجہ سے تمہارے ساتھ اجر میں پورے شریک ہیں)

عذر: ایسی حالت جو مکلف کو پیش آ جائے تو وہ آسانی کا حقدار بن جائے۔

**تخریج**: فی هذا الحدیث فضیلة النیة فی الخیر، وأن من نوی الغزو وغیره من الطاعات، فعرض له عذر منعه، حصل له ثواب نیته، وأنه أکثر من التأسف علی فوات ذالك، و تمنی کونه مع الغزاة و نحوهم، کثر ثوابه، والله تعالیٰ أعلم۔ قاله النووی رحمه الله تعالیٰ۔

**الفرائد**: ① عمل خیر کی نیت۔ نیۃ المؤمن خیر من عملہ کے مطابق بڑی شان رکھتی ہے۔ ② جس نے کسی بھی نیک کام کی نیت کی پھر شرعی عذر پیش آ گیا تو اس کا ثواب عند اللہ اسے مل گیا۔ ③ جس قدر وہ عمل میں نہ پہنچ سکنے پر افسوس کرے گا، اس کا ثواب بڑھتا جائے گا۔ (نووی)

۵ : وَعَنْ اَبِیْ یَزِیْدَ مَعْنِ بْنِ یَزِیْدَ بْنِ الْاَخْنَسِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ، وَهُوَ وَ اَبُوْهُ وَجَدُّهٗ صَحَابِیُّوْنَ، قَالَ : كَانَ اَبِیْ یَزِیْدُ اَخْرَجَ دَنَانِیْرَ یَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِی الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَاَخَذْتُهَا فَاَتَیْتُهٗ بِهَا۔ فَقَالَ :وَاللّٰهِ مَا اِیَّاكَ اَرَدْتُّ ، فَخَاصَمْتُهٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ :"لَكَ مَا نَوَیْتَ یَا یَزِیْدُ ، وَلَكَ مَا اَخَذْتَ یَا مَعْنُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۵: حضرت ابو یزید معن بن یزید بن اخنس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ میرے والد یزید نے کچھ دینار صدقہ کی نیت سے الگ نکال کر ایک آدمی کو مسجد میں دیئے۔ میں مسجد میں آیا اور اس آدمی سے وہ دینار لے لئے اور والد کے پاس لے آیا۔ اس پر انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں نے تجھے دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنا جھگڑا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: اے یزید! تیرے لئے تیری نیت کا ثواب ہے اور اے معن تو نے جو دینار لئے وہ تیرے ہیں۔ (صحیح بخاری)

معن بن یزید بن الاخنس رضی اللہ عنہم یہ تینوں صحابیؓ ہیں۔ صحابی وہ جس کو آپ کی زندگی میں ایمان کے ساتھ صحبت میسر آئی ہو خواہ ایک لمحہ کے لئے ہو اور اس کی ایمان پر موت آئی ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ تینوں بدری ہیں۔ کرمانی کہتے ہیں ایسا اور کسی کو میسر نہیں آیا۔ ایک قول یہ ہے کہ معن بدری نہیں باقی بدری ہیں۔ حضرت معن پہلے کوفہ پھر مصر پھر شام میں قیام پذیر ہوئے۔ مروان کے زمانہ ۶۴ھ میں مرج راھط میں شہید ہوئے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ نے ان کو ان صحابہ میں شمار کیا جن کی پانچ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ علامہ

برقی کہتے ہیں انکی صرف دو روایتیں ہیں۔ بخاری ان کی اس روایت میں منفرد ہے۔ ابوداؤد نے بھی ان سے روایت بیان کی۔

کان ابی سے مراد یزید ہے۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (۱٤۲۲) والدارمی (۱۳٦۸) وأحمد (۱۵۸٦۰ . ۵)

**الفرائد:** ① مواہب وعطیات ربانیہ کو تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرنا چاہئے۔

② باپ بیٹے کو اپنے معاملات میں کسی سے فیصلہ کروانا درست ہے۔

③ صدقہ میں اس کو نائب بنانا درست ہے۔

④ صدقہ کرنے والے کو اس کا اجر پورا مل جائیگا خواہ وہ مستحق تک پہنچا یا نہیں۔ بشرطیکہ انسانی حد تک تحقیق کر کے دیا ہو۔

⑤ باپ بیٹے سے صدقہ نفلی تو نہیں لوٹا سکتا' البتہ ہبہ لوٹا سکتا ہے۔

٦ : وَعَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ مَالِكِ بْنِ اُهَیْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ ابْنِ زُهْرَةَ بْنِ كَلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ الْقُرَشِیِّ الزُّهْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ، اَحَدِ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ قَالَ :"جَآءَ نِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَعُوْدُنِیْ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مَنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِیْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ قَدْ بَلَغَ بِیْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰی وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَلَا یَرِثُنِیْ اِلَّا ابْنَةٌ لِیْ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَیْ مَالِیْ؟ قَالَ :لَا قُلْتُ :فَالشَّطْرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ لَا قُلْتُ؟ فَالثُّلُثُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ :اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِیْرٌ اَوْ كَبِیْرٌ۔ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً یَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ ، وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ عَلَیْهَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فِیْ امْرَاَتِكَ قَالَ فَقُلْتُ :یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِیْ؟ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَّ بِهٖ دَرَجَةً وَرِفْعَةً ، وَلَعَلَّكَ اَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰی یَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَیَضُرَّ بِكَ آخَرُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِیْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰی اَعْقَابِهِمْ لٰكِنَّ الْبَائِسَ سَعْدَ بْنَ خَوْلَةَ" یَرْثِیْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

٦: حضرت ابو اسحٰق بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو (دنیا میں اکٹھی) جنت کی خوشخبری دی گئی۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ میرے پاس حجۃ الوداع والے سال عیادت کیلئے تشریف لائے کیونکہ میں شدید درد میں مبتلا تھا۔ میں نے عرض کیا آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرا درد کس قدر شدید ہے اور میں مالدار ہوں اور میری وارث صرف ایک بیٹی ہے۔ کیا میں مال کا دو تہائی صدقہ کر دوں؟ ارشاد فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا آدھا مال یا رسول اللہ؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا تیسرا حصہ یا رسول اللہ؟ ارشاد فرمایا: تیسرا اور تیسرا حصہ بہت یا بڑا ہے اگر تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ تم ان کو تنگ دست و

محتاج چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے خرچ کرو گے اس پر اجر پاؤ گے حتیٰ کہ وہ لقمہ بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے چھوڑ دیا جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا تم ہرگز پیچھے نہیں چھوڑے جاؤ گے (اگر ایسا ہوا تو اس میں تمہارے لئے بہتری ہے) جو عمل بھی ان کے بعد تم اللہ کی رضا مندی کیلئے کرو گے۔ اس سے تمہارے درجہ اور مرتبہ میں اضافہ ہوگا اور شاید تمہیں پیچھے رہنے کا موقعہ ملے۔ یہاں تک کہ اس سے کچھ لوگوں (مسلمانوں) کو فائدہ اور دوسروں (کافروں) کو نقصان پہنچے (پھر دعا فرمائی) اے اللہ میرے صحابہ کیلئے ان کی ہجرت کو پورا فرما اور ان کو نامراد واپس نہ فرما۔ لیکن قابل رحم سعد بن خولہ ہے کہ جن کیلئے رحمت و ہمدردی کی دعا اللہ کے رسولؐ فرما رہے ہیں۔ کیونکہ ان کی وفات مکہ میں ہوگئی تھی (وہ ہجرت نہ کر سکے)۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ کلاب: جمع کلب۔ یہ کالب کے مصدر سے منقول ہے۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ ایک اعرابی سے کسی نے پوچھا تم اپنے بیٹوں کے نام برے کلاب' ذئب اور غلاموں کے نام اچھے رباح مرزوق رکھتے ہو۔ اس نے جواب دیا بیٹوں کے نام دشمنوں کو جلانے کے لئے غلاموں کے نام اپنے کو سہلانے کے لئے۔ تو عربوں نے یہ نام منتخب کئے۔

کلاب: وہ شخص ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد و والدہ کا نسب جمع ہو جاتا ہے۔ ان کا نام حکیم یا عروہ تھا۔

ابن مرہ۔ کعب: یہ پہلا آدمی جس نے لوگوں کو عروبہ کے دن جمع کیا۔ جب قریش جمع ہو جاتے تو یہ خطبہ دیتا اور ان کو آپ کی بعثت کے متعلق بتلاتا اور کہتا وہ میری اولاد سے ہوں گے۔ وہ کہتا کہ تم ان پر ایمان لا کر ان کی اتباع کرنا۔

لوئ ابن غالب: حضرت سعد قریشی کی شاخ بنو زہرہ سے ہیں۔ یہ قدیم الاسلام ہیں۔ مہاجرین اولین سے ہیں۔ یہ بدر اور بعد والے معرکوں میں شریک رہے۔ یہ فارس الاسلام کہلاتے تھے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ حافظ زین الدین عراقی نے ان کو جمع کیا ہے۔

والفضل اصحاب النبی مکانة ☆ ومنزلة من بشر وابجنان
سعید زبیر سعد عثمان عامر ☆ علی ابن عوف طلحة العمران

یہ مجلس شوریٰ کے ان چھ افراد میں سے تھے' غزوات میں یہ آپ کے خیمہ کا پہرہ دیتے۔

ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فداك ابی و امی ایها الغلام الحزور: اور یہ دعا فرمائی: اللهم سدد رمیته واجب دعوته: اے اللہ تعالیٰ ان کے نشانے کو ٹھیک بیٹھا اور ان کی دعا کو قبول فرما اور فرمایا یہ میرے ماموں ہیں کوئی میرے ماموں جیسا ماموں ہوتے (شرح الاذکار) ان کو زخم آ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفایابی کی دعا فرمائی جو منظور ہوئی۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں کفر کا خون بہایا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہلا تیر چلایا۔ شجاعت و استقامت' اتباع سنت اور زہد و ورع' قبولیت دعا اور سچائی و تواضع میں معروف تھے۔ مرویات کی تعداد دو سو ستر۔ ابن جوزی نے تلقیح میں ۲۷۱ تحریر کی ہیں۔

ابونعیم کہتے ہیں طرق کے علاوہ ایک سو نے زائد حدیثیں روایت کی ہیں۔

برقی کہتے ہیں محفوظ روایات کی تعداد ستر ہے۔ بارہ متفق علیہ' صرف بخاری پندرہ اور مسلم نے ۱۸ روایت کی ہے۔

انہوں نے مقام عقیق جو مدینہ سے سات میل ہے اپنے محل میں وفات پائی۔ مدینہ میں کندھوں پر اٹھا کر لائے گئے۔ مروان بن حکم جو اس وقت مدینہ کا والی تھا نماز جنازہ پڑھائی۔ ازواج مطہرات ؓ نے بھی ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ مہاجرین میں سب سے آخری صحابی ہیں جنہوں نے مدینہ میں وفات پائی۔ جب موت کا وقت آیا تو اپنا پرانا جبہ منگوایا اور فرمایا مجھے اس میں کفن دینا میں بدر کے دن مشرکین کے بالمقابل اسے پہنے ہوئے تھا۔ ان کی وفات ۵۸ یا ۵۵ھ میں ہوئی اس وقت ان کی عمر ۷۰ سے اوپر یا ۷۰ یا ۸۰ یا ۹۰ سال تھی۔

خاء نی: اس سے معلوم ہوتا بڑوں کو چھوٹوں کی عیادت کے لئے جانا چاہئے۔ اس سے تو تواضع اور نرمی کا سبق ملتا ہے۔

عام حجة الوداع: اس کا نام حجۃ الوداع اسی لئے پڑا کیونکہ آپ نے اپنی امت کو الوداع کیا۔ اس کو حجۃ البلاغ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: هل بلغت: اور حجۃ الاسلام بھی ہے کیونکہ یہ پہلا حج ہے جس کو فقط مسلمانوں نے کیا اس میں کوئی مشرک نہ تھا۔

من وجع: ایک روایت میں ہے کہ میں درد سے قریب المرگ ہو چکا تھا۔ فقلت یا رسول الله: اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مریض اپنے مرض کا اظہار علاج ' دعا یا وصیت واستفتاء حال کے لئے کر سکتا ہے۔ البتہ جہاں ممانعت وارد ہے وہ ناراضگی مرض پر اظہار ناراضگی کی صورت میں ہے کیونکہ اس نے اپنی بیماری کے اجر کو ضائع کر دیا۔

انا ذو مال: ذو مال ' کثیر مال کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے مال کا جمع کرنا مباح ہے۔

ولا یرثنی: بیٹا یا خاص وارث ورنہ ان کے عصبات تو موجود تھے۔ ایک معنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ اصحاب فروض میں سے میرا کوئی وارث نہیں۔

الا ابنة لی: اس کا نام عائشہ تھا۔ اس وقت یہی بیٹی تھی بعد میں ان کے ہاں اولاد ہوئی۔ حافظ ابن حجر اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس بیٹی سے مراد ام الحکم الکبریٰ ہے۔ جس کی والدہ شہاب بن عبداللہ بن الحارث کی بیٹی تھی میری نظر سے نہیں گزرا کہ یہ کسی اور نے لکھا ہو۔

افا تصدق ثلثی مالی: یہاں صدقہ سے وصیت مراد ہو سکتی ہے اور صدقہ بھی مراد ہو سکتا ہے ہمارے ہاں دونوں کا حکم برابر ہے۔ تمام علماء کہتے ہیں کہ کل مال کے ثلث سے زائد وصیت ورثا کی رضا مندی سے نافذ ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔

اَلنَّحْوُ :قال لا' قلت فالشطر: ① جملہ ابتدائیہ مانیں تو الشطر اتصدق به: کہ کیا میں نصف مال صدقہ کر دوں۔
② فعل محذوف کا فاعل ہے افیجوز الشطر؟
③ علامہ ابن حجر نے مفعول قرار دے کر اسمي الشطر یا أعین الشطر: کہ میں نصف مقرر کرتا ہوں۔ پھر رفع کو بھی جائز کہا ہے۔

اَلنَّحْوُ :قال لا قلت فالثلث: رفع ونصب الثلثُ: سے ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الثلثُ' یکفیك الثلثُ یا المشروع الثلث۔ یا الثلث کافیك: خبر محذوف' اور نصب کی صورت مبتداء محذوف میں اعط الثلث: تم ثلث دے ڈالو۔

والثلث کثیر: یہ کثیر کا لفظ صحیح ہے (تحفۃ القاری)

کبیر: نووی نے شرح مسلم میں اس کو بھی صحیح قرار دیا ہے۔ مگر علامہ ابن حجر نے پہلے کو محفوظ کہا اور اس کا معنی یہ کیا کہ وہ ما دون کے لحاظ سے کثیر ہے۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ ثلث مال سے صدقہ کے جواز کے لئے لایا گیا ہو اور بہتر یہ ہے کہ اس سے کم ہو اور میرے نزدیک یہی ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ ثلث کا صدقہ اکمل ترین ہے۔ اس کا اجر تھوڑا نہیں بہت ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس معنی کو ترجیح دی ہے۔ کثرت ایک نسبتی چیز ہے۔

انّكَ: ہمزہ فتح زیادہ بہتر ہے۔ والثلث كثير: میں جو چیز متضمن ہے اس کی یہ علت ہے کہ ① اس کو ثلث کی وصیت مناسب نہیں بلکہ اس سے کچھ کم کر لینا چاہئے۔ ② جملہ مستانفہ کے طور پر فتحہ ہے اور اس میں بھی اس علت کی طرف اشارہ ہوگا۔

النّحو: ان تذر ورثتك اغنياء: ① ہمزہ مفتوحہ ہے اس سے پہلے لام مقدر ہے۔ لان: یہ جملہ محلا مجرور یا منصوب ہے۔ ② مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی خبر خیرٌ ہے اور پہلی صورت میں یہ ان کی خبر ہے۔ ③ ہمزہ کا کسرہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ کہتے ہیں ہم نے رواۃ حدیث سے کسرہ سنا ہے۔ پھر یہ ان شرطیہ اور اس کا جواب قبل جملہ مع محذوف فهو خير ہو اگر یہ روایت درست ہو تو حذف کی ضرورت نہ رہے گی۔

من ان تذرهم: کا معنی چھوڑنا۔

عالة: فقراء۔

يتكففون الناس: لوگوں سے خیرات مانگتے پھریں۔

مسئلہ: اس حدیث میں بتلایا گیا کہ ذی رحم اقارب کے ساتھ صلہ رحمی اور احسان کرنا چاہئے اور ورثہ پر شفقت کرنی چاہئے۔ قریبی رشتہ صلہ رحمی میں دوسے زیادہ حق رکھتا ہے۔

وانك لن تنفق تفقة: یہ انك ان تذر: کا معطوف ہے یہ دونوں ثلث سے زیادہ وصیت کی نفی کی علت ہیں۔ گویا کلام اس طرح ہے تم ایسا مت کرو کیونکہ اگر تمہاری موت اس حالت میں ہو کہ تمہارے ورثا خوشحال ہوں تو یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تم زندہ رہے اور صدقہ کیا اور خرچ کیا تو دونوں حالتوں میں تمہیں اجر ملے گا۔ یہاں تنفق کی تعبیر ہے حالانکہ اخلاص کی شرط اسی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ہر مالی یا فعلی تصرف میں تعاولا جاری ہوتی ہے۔ انفاق کا لفظ اس مقام پر استعمال کرتے ہیں جو خیر میں خرچ کیا جائے۔ دیگر مال کے لئے حسنی اور صنیع کا لفظ بولا جاتا ہے۔ بقول ابوحمزہ اس میں متنبہ کیا گیا کہ اس کے علاوہ بھی اعمال بر میں صرف کرنا چاہئے۔

تبتغی بها وجه الله: یعنی محض اللہ تعالیٰ کے لئے جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہوتا ہے۔

الاجرت: یہ مجہول یعنی اللہ تعالیٰ تم کو اجر دے گا۔

عليها: اور بها: دونوں صحیح ہیں کیونکہ یہ عمل صالح میں سے ہے۔

حتی ما تجعل: حتی عاطفہ ہے اور نحو ما اسم موصول محل نصب میں ہے۔ اس کا نفقہ پر عطف ہے۔ ② ابتدائیہ جملہ بنائیں تو مبتداء ہے ای الاجرت بالنفقة التي تبتغی بها وجه الله حتی بالتی الذی تجعله فی فم امراتك: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اہل وعیال پر خرچ کرنے میں ثواب اس وقت ملے گا جب اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود ہو۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کسی مباح کام میں جب خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کیا جائے تو وہ ایک طاعت بن جاتا ہے

جس پر ثواب ملے گا۔ بیوی کے منہ میں ملاعبت و مداعبت کے وقت لقمہ ڈالنا یہ معاملہ بھی طاعت سے دور تھا مگر شارع نے بتلایا کہ اس پر ارادے کی وجہ سے اجر ملے گا تو دوسرے اعمال پر بدلہ ملنا بالکل ظاہر ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب انسان کوئی کھانے پینے جیسا مباح کام کرتا ہے اور اس میں وہ رضا الٰہی کی نیت کر لیتا ہے مثلاً قیام لیل کے لئے وہ معاون بن جاتا ہے تو اس پر ثواب ملتا ہے۔

انك: کے پہلے انك: پر عطف کی وجہ یہ ہے کہ یہ بتلایا جائے کہ ثلث کثیر ہے اور دنیا و آخرت میں اس پر کتنا ثواب ملے گا۔ یعنی تم ثلث کو قلیل مت سمجھو۔ جب تم اس کو دے دو گے تو بہت بڑا ثواب پالو گے اور جو ورثاء کے لئے باقی چھوڑ دو گے اس سے وہ ذلت سوال سے اپنی ذات کی حفاظت کریں گے اور اس سے تو اپنی زندگی میں کی جانے والی کوتاہیوں کا تدارک کرے گا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: "ان الله اعطى عبده ثلث ماله في آخر عمره يتدارك به ما فرط منه": اللہ تعالیٰ بندے کو آخری عمر میں ثلث مال دیتے ہیں تاکہ اس سے اپنی زیادتیوں کا تدارک کرے۔

قال فقلت يا رسول الله اخلف: ایک نسخۂ بخاری میں أأخلف: ہمزہ استفہام کے ساتھ ہے۔ کیا میں ساتھیوں سے مکہ میں پیچھے رہ جاؤں گا۔ بعد اصحابي: ان کے آپ کے ساتھ لوٹ جانے کے بعد۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ یہ بات انہوں نے مکہ میں موت آ جانے کے خطرے سے کہی کیونکہ وہ مکہ کو اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑ چکے تھے اس سے خطرہ محسوس کیا کہ کہیں یہ بات میری ہجرت یا ثواب میں کمی کا باعث نہ بن جائے یا مرض کی وجہ سے اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جانے کا خطرہ محسوس کیا۔ صحابہ کرام اس چیز کی طرف رجوع کرنے کو ناپسند کرتے تھے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑ دیتے تھے۔ اسی لئے دوسری روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں۔ أخلف عن هجرتي: میں اپنی ہجرت سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ قاضی کہتے ہیں اسی حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ حکم ہجرت فتح کے بعد بھی باقی ہے اور بعض نے کہا یہ حکم اس کے لئے تھا جنہوں نے فتح سے پہلے ہجرت کی۔ اھ۔

تبتغي: قصد کرنا۔ وجه الله: محض اللہ تعالیٰ کے لئے۔ الا ازددت به درجة: جنت میں درجہ بڑھے گا۔ رفعةً: بلندی ملے گی۔ مسئلہ ① اس سے طویل عمر کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے جو عمل صالح میں اضافہ کا ذریعہ بنے۔ ② عمل محض اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کرنا چاہئے۔ ولعلك ان تخلف: کہ شاید تمہاری عمر طویل ہو۔ حتى ينتفع بك اقوام: کچھ لوگ تیری وجہ سے اپنے دین و دنیا کا فائدہ پائیں گے۔ ويضر بك آخرون: اور دوسرے لوگ (کفار) کو نقصان پہنچے گا۔

اخبار مغیبات: یہ زندہ رہے اور عراق وغیرہ علاقوں کو فتح کیا۔ مسلمانوں کو ان سے فائدہ اور کفار کو دین و دنیا کا نقصان اٹھانا پڑا۔ کفار واصل جہنم ہوئے۔ کچھ قید ہوئے عورتیں اور بچے غلام بنے علاقے اور اموال غنیمت بنے۔ عراق کے والی بنے ان کے دست اقدس پر بہت سے کافر اسلام لائے اور انہوں نے حق کو قائم کیا۔

اللهم: یہ یا اللہ ہے (شرح اذکار ملاحظہ کریں) امض: ہمزہ مفتوح ہے تو پوری کر۔

لا صحابي هجرتهم: قاضی کہتے ہیں بعض نے اس سے استدلال کیا ہے کہ مہاجر کا مکہ میں رہنا کیسے قابل مذمت تھا۔ میرے ہاں اس میں اس کے لئے کوئی دلیل نہیں کیونکہ یہ ان کے لئے دعا عامہ کا احتمال رکھتی ہے۔ لكن البائس: بائس وہ آدمی جس نے شدت فقر تنگدستی کو ترجیح دی ہو۔

**سعد بن خولہ:** یہ سبیعہ اسلمیہ کے خاوند کا نام ہے۔ **یرثی لہ:** مشفقت و رحمت کا اظہار کرتے ہیں۔ **لانہ مات بمکہ:** کیونکہ انہوں نے مکہ میں وفات پائی حالانکہ انہوں نے اس سرزمین سے ہجرت کی تھی۔

**علماء کا قول:** جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تو سعد بن خولہ تک مکمل ہو گیا۔ بعد والے الفاظ راوی کے مدرج ہیں اور بعض نے کہا کہ یہ الفاظ سعد کے ہیں اور بعض روایات میں وضاحت بھی موجود ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ زہری کا کلام ہے۔ سعد بن خولہ کے متعلق اختلاف ہے۔ ① انہوں نے مکہ سے ہجرت نہ کی اسی حال میں وفات پائی ② ہجرت کر کے بدر میں حاضر ہوئے۔ پھر مکہ لوٹے اور وہیں وفات ہو گئی۔ ③ حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی' بدر کے معرکہ میں شرکت کی اور حجۃ الوداع ۱۰ھ مکہ میں وفات پائی۔ بعض نے کہا ۷ھ میں وفات پائی۔ یہ مدینہ سے مکہ میں رہائش کے لئے نکلے۔ پہلے قول کے مطابق بؤس کا سبب ہجرت نہ کرنا ہے اور دوسرے قول کے مطابق اور آخری قول کے مطابق بؤس کا سبب عمل ہجرت کا ختم ہونا ہے کیونکہ انہوں نے مدینہ چھوڑ کر مکہ میں رہائش اختیار کر لی اور تیسرے قول کے مطابق بؤس کا سبب مکہ میں موت ہے خواہ اس کا سبب کوئی ہو۔ اگر چہ یہ موت ان کے اختیار میں تو نہ تھی۔ کیونکہ مکہ میں موت سے وہ ہجرت کا کامل اجر فوت ہو گیا اور دارِ غربت میں جس کو اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑا تھا وفات پا گئے۔

(شرح مسلم نووی' موطا امام مالک' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' جامع الاصول)

**تخریج:** أخرجه مالك (١٤٩٥) وأحمد (١٥٢٤ / ١) والبخارى (٥٦) وغيره و مسلم (١٦٢٨) وأبو داود (٢٨٦٤) والترمذى (٢١١٦) والنسائى (٤١٨٥) و ابن ماجه (٢٧٠٨) والبخارى فى الأدب المفرد (٧٥٢) وأبو يعلى (٨٣٤) و ابن حبان (٤٢٤٩) و (٦٠٢٦) و ابن الجارود (٩٤٧) و عبدالرزاق (١٦٣٥٧) والطيالسى (١٩٥) و (١٩٧) والبيهقى (٦ / ٢٦٨ / ٢٦٩) والدرامى (٣١٩٦) والبغوى فى المشكاة (١٤٥٩) وغيرهم من ائمة الحديث الشريف۔

**الفوائد:** ① بیوی پر خرچ کرنے کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر خرچ کرے تو اس پر بھی ثواب ملے گا۔

② معلوم ہوا کہ طبعی اعمال بھی نیک نیت سے قابل اجر بن جاتے ہیں۔

③ بیوی کے منہ میں بطور مثلاطفت ڈالا جانے والا لقمہ بھی قابل اجر ہے۔

۷: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَامِکُمْ ، وَلَا اِلٰی صُوَرِکُمْ ، وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۷: حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور شکلوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں (اور اعمال) کو دیکھتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

ابی هریرة کا کرہ ہے کیونکہ یہ جزء اسم علم ہے۔ ② غیر منصرف ہے ۃ مفتوح پڑھیں گے یہ مکمل کلمہ بن گیا ہے۔ ایک لفظ میں اصل و حال کا لحاظ کیا گیا اور یہ درست نہیں' بلکہ لفظ ہریرہ جب فاعل ہو تو اس پر اصل کا لحاظ کر کے مضاف الیہ کا اعراب آتا ہے اور حال کو دیکھیں تو غیر منصرف ہے تو جواب یہ ہے کہ ایک جہت سے دونوں باتوں کی رعایت ممنوع ہے۔ جانبین سے نہیں جیسا کہ یہاں ہے گویا تخفیف نے اس پر آمادہ کیا۔

یہ کنیت اس قدر مشہور ہوئی کہ اصل نام کو لوگ بھول گئے اس میں اختلاف ہوا اور والد کے نام میں بھی اس قدر اختلاف ہوا کہ ۳۵ اقوال وارد ہیں سب سے زیادہ صحیح عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ۔

علامہ عبدالبر رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ کنیت کی وجہ یہ ہوئی کہ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنی آستین میں بلی اٹھائے ہوئے تھا۔ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو آپؐ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا ہرۃ۔ آپ نے فرمایا: یا ابا ھریرہ: اسحاق کی روایت میں یہ لفظ ہیں میں نے ایک بلی پالی میں نے اسے آستین میں اٹھالیا۔ مجھے پوچھا گیا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا بلی ہے تو مجھے کہا جانے لگا: انت ابو ھریرہ بعض نے کہا پہلے قول کو راجح کہا اور اقوال بھی ہیں۔ یہ خیبر والے اسلام لائے۔ غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حصول علم کے لئے مکمل خوشی سے لازم پکڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر وقت چمٹے رہے۔ اسی لئے یہ صحابہؓ میں سب سے زیادہ آپ کی باتیں یاد کرنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علم و حدیث پر حرص کی گواہی دی۔ بقول بخاری ان سے آٹھ سو روایات ہیں جو صحابی و تابعی کے درمیان ہیں۔ ان کی روایات ۵۳۷۴ ہیں۔ بخاری و مسلم میں ۳۰۰ ہیں۔ فقط بخاری نے ۷۳ روایات نقل کی ہیں یہ مدینہ منورہ ہی میں رہے وہیں ۵۹/۵۸/۵۷ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ عسقلان کے قریب ان کی جو قبر بت لائی گئی ہے وہ درست نہیں وہ حیدرہ نامی صحابی کی قبر ہے۔

قال...... صورکم اللہ تعالیٰ صورتوں اور شکلوں پر نہ اجر دیتے اور نہ قرب دیتے ہیں۔ جیسا اس آیت میں وما اموالکم ولا اولادکم...... عمل صالحاً: الآیۃ۔

نظر اللہ: بدلہ دینے کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ولا ینظر الیھم میں یہی معنی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے موجودات کو دیکھنے اور مطلع ہونے میں کوئی موجود دوسرے موجود کے لئے رکاوٹ نہیں۔ بلکہ اس کی اطلاع تمام اشیاء کے لئے عام ہے کیونکہ آسمان و زمین کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب وثواب اعمال ظاہر کے اعتبار سے نہیں بلکہ وہ دل کے اعتبار سے ہے۔

ولکن ینظر الی قلوبکم: حدیث میں دل کے احوال وصفات کی طرف توجہ کا حکم ہے کہ اس کے علوم پختہ اور مقاصد وعزائم درست ہونے چاہئیں اور ہر مذموم صفت سے وہ پاک ہو اور ہر اچھی صفت سے مزین ہو کیونکہ دل اللہ تعالیٰ کی نگاہ پاک کا محل ہے۔ پس عالم کو چاہئے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ کو اس کے دل کے متعلق اطلاع ہے وہ اپنے دل کی صفات واحوال کا حتی الامکان جائزہ لے کہ کہیں دل میں کوئی ایسا مذموم وصف تو نہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کردے گا۔

شاندار قول: یہ بات ثابت ہوئی کہ دل کی اصلاح جوارح کی اصلاح سے زیادہ قابل توجہ ہے۔ کیونکہ قلبی عمل اعمال شرعیہ کی تصحیح کرسکتا ہے اور کوئی شرعی عمل اسی وقت ہی صحیح ہوتا ہے جب اس کا کرنے والا اپنے فرض کو جانتا ہو اور عمل مخلص نہ ہو اور پھر وہ عمل مکمل تو اس وقت ہوگا جب احسان کے درجہ کو پہنچے۔ اب جبکہ عمل قلب عمل ظاہر کو درست کرنے والا ہے اور عمل قلب تو ہمارے سامنے نہیں اسی لئے کسی عمل خیر کرنے والے کے متعلق خیر کا قطعی حکم نہیں لگا سکتے شاید کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے دل کا کوئی برا وصف معلوم ہو جس کے ہوتے ہوئے عمل صحیح نہیں ہوتا۔ اسی طرح گناہ گار کے متعلق شر کا قطعی فیصلہ نہیں دے سکتے ممکن ہے اللہ تعالیٰ کو اس کے دل کا کوئی اچھا وصف معلوم ہو جس سے اس کی بخشش ہو جائے۔ اعمال تو ظنی نشانات ہیں قطعی دلائل نہیں ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جس کے اعمال صالحہ ہم دیکھیں اس کی تعظیم میں غلو نہ کرنا چاہئے اور جس کے اعمال برے پائیں اس کی تحقیر نہیں کرنی چاہئے۔اس بری حالت سے ضرور نفرت ہونی چاہئے برائی کرنے والے کی ذات سے نہیں۔**ملتقط من المفهم للقرطبي**:اس روایت کو مسلم اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۷۸۳۲ / ۳) و في الزهد (ص / ۵۹) و مسلم (۲۵۶٤ / ۳۳) و ابن ماجه (۳۱۳٤) و ابن حبان (۳۹٤) و أبو نعيم في حلية الأولياء (٤ / ۹۸) و (۷ / ۱۲٤)

**الفرائد:** ① دل کے مقاصد وعزائم کے لحاظ سے اس کی حالت پر توجہ دینی چاہئے۔اسے پر مذموم ارادے سے باز رکھنا ضروری ہے تا کہ کوئی ایسی صفت اس میں نہ پیدا ہو جائے جو غضب الٰہی کا باعث ہو۔

۸ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ یُقَاتِلُ شُجَاعَةً ، وَیُقَاتِلُ حَمِیَّةً وَ یُقَاتِلُ رِیَاءً اَیُّ ذٰلِكَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۸: حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جو بہادری کی خاطر لڑے اور غیرت کی خاطر لڑے اور ریاکاری کے لئے لڑے۔ان میں کونسا اللہ کی راہ میں ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:جس نے اس لئے لڑائی کی تا کہ اللہ کی بات بلند ہو جائے وہ صرف اللہ کی راہ میں شمار ہوگا۔(متفق علیہ)

**تشریح** ۞ **عبد الله**: یہ ابوموسیٰ کا عطف بیان یا بدل ہے۔**ابن قیس الاشعری**: یہ اسم منسوب ہے اشعر یمن کا مشہور قبیلہ ہے۔اشعر سرہ بن ادو بن زید بن یشجب ہے اس کا نام پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ماں نے اس کو جب جنا تو اس کے جسم پر بال تھے (کذا فی لب لباب۔) حضرت ابوموسیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت سے پہلے حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا پھر ہجرت کی (حبشہ کی طرف) مدینہ منورہ میں حضرت جعفر اور ان کی جماعت کے ساتھ فتح خیبر کے بعد آئے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح حصہ دیا جیسا شرکاء خیبر کو دیا اور ارشاد فرمایا اے کشتی والو! تمہیں دو ہجرتوں کا ثواب ہے اور ابوموسیٰ کی تو تین ہجرتیں تھیں۔پہلی وطن سے مکہ دوسری مکہ سے حبشہ تیسری حبشہ سے مدینہ منورہ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو علاقہ زبید عدن ساحل یمن کا عامل مقرر فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی بڑی تکریم تھی۔زبان نبوت نے فرمایا:**لقد اوتیت مزمارا من مزامیر و آل داؤد**:(مزید تفصیل کے لئے شرح الاذکار)

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین سو ساٹھ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۴۹ متفق علیہ ہیں منفرداً بخاری نے چار اور مسلم نے ۱۵ نقل کی ہے ان کی وفات مکہ میں ہوئی۔بعض نے کوفہ میں بتلائی ہے۔۴۲ یا ۴۴ھ۔

**سئل**: یہ ماضی مجہول ہے یہ سائل لاحق بن ضمرہ باہلی ہیں (تحفۃ القاری) **عن الرجل یقاتل** :

**النحو:** **یقاتل**: یہ الرجل کی صفت یا حال ہے کیونکہ الغلام جنس کا ہے اس کی نظیر یہ ارشاد ہے و **آیة لهم اللیل نسلخ منه النهار**۔جیسا شاعر نے کہا:

ولقد امر علی اللئیم یسبنی ☆ فمضیت ثمت قلت لا یعنینی

یہاں یہسعی: یہ اللئیم کی صفت یا حال ہے۔
شجاعه: دیکھتے ہوئے دشمن پر اقدام کرنا۔ شاعر نے کہا:

**الرئ قبل شجاعة الشجعان ☆ هو اول وهي المحل الثاني**

اس آدمی کے متعلق دریافت کیا گیا یقاتل حمیة: غیرت اور قبائلی دفاع کے لئے لڑتا۔
یقاتل ریاء: اس لئے لڑے تاکہ لوگ اس کو بہادر کہیں وہ بہادر مشہور ہو۔ ایک روایت میں یقاتل للذکر: بھی ہے کہ جو اس لئے لڑے تاکہ اس کا تذکرہ ہو۔ لوگ اس کی تعریف کریں اور اس کی طرف متوجہ ہوں۔
**النحو**: شجاعةً: اور اس کے تمام معطوفات مفعول لہ ہیں۔
ای ذلك: یہ اسمائے استفہام میں سے ہے اس کی خبر فی سبیل اللہ ہے۔
فی سبیل الله: جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے ہو۔ تعالیٰ ... **كلمة الله**: کلمۃ اللہ سے مراد ① دین اسلام ہے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے ظاہر ہوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبان پر جاری کیا ہے۔ ② اسلام کی طرف دعوت دینا۔ هي العليا فهو في سبيل الله۔
**مسئلة**: اس ارشاد کے تحت ثواب آخرت کی خاطر لڑنے والا اور رضائے الٰہی کے لئے لڑنے والا دونوں داخل ہیں کیونکہ یہ بھی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہیں۔ آپ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ قتال فی سبیل اللہ وہ ہے جس کا منشاء قوت عقلیہ ہو قوت غضبیہ یا شہوانیہ نہ ہو۔
علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کا ثواب نیت سے ملتا ہے اور جن مجاہدین کے فضائل وارد ہوئے وہ وہی لوگ ہیں جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لڑیں۔
**تخریج**: أخرجه البخاری (١٢٣) وغيره و مسلم (١٩٠٤ / ١٥٠) و أبو داود (٢٥١٧) والترمذي (١٦٤٦) و ابن ماجه (٢٧٨٣) والنسائي (٣١٣٦) وابن حبان (٤٦٣٦) وغيرهم من ائمة الحديث الشريف و سيأتي تخريجه برقم (١٣٥٥) بأتم من هذا۔
**الفوائد**: ① جو آدمی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی فضیلت کا باعث ہے۔ ② اعمال خیر کا دارومدار نیت پر ہے۔

**٩: وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ۔ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ: اِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔**

٩: حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب دو مسلمان تلوار کے ساتھ ایک دوسرے کا سامنا کرتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قاتل کا جہنمی ہونا تو سمجھ آتا ہے۔ مگر مقتول کا کیا معاملہ ہے؟ ارشاد فرمایا وہ بھی اپنے مسلمان ساتھی کو قتل کرنے کا حریص تھا۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ⊙ ابو بکرہ: ان کا یہ لقب اس لئے مشہور ہوا کہ محاصرہ طائف کے وقت یہ صبح سویرے طائف کے قلعہ سے لوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ یہ اہل طائف کے تیئس غلاموں میں سے تیسرے تھے۔ **نفیع**: یہ ابوبکرہ کا بدل یا عطف بیان ہے۔ یہ ان کا نام ہے بعض نے نام مسروح بتلایا ہے۔ والد کا نام حارث ثقفی ہے۔ **ثقیف** رغیف: کے وزن پر ہے۔ یہ دربار نبوت میں منظور نظر اصحاب میں سے تھے۔ بصرہ میں مقیم ہوئے جنگ جمل میں موجود تھے مگر لڑائی میں شریک نہیں ہوئے۔

مرویات: ۱۳۲ روایات جن میں ۸ متفق علیہ ۵ میں بخاری ۱ میں مسلم منفرد ہیں۔

وفات: ۵۲ھ بصرہ میں وفات ہوئی۔

**اذا التقی ...... بسیفھما**: یعنی ہر ایک دوسرے کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔

**فالقاتل**: اس سے پہلے اپنے مخالف پر وار کیا۔ **والمقتول**: وہ اس کے قتل کا خواہشمند تھا۔

**فی النار**: دونوں آگ میں جائیں گے اگر اللہ تعالیٰ نے معاف نہ کیا۔

**قلت**......: اگر معافی نہ ملے تو قاتل کا آگ میں جانا تو ظاہر ہے کہ اس نے ظلم کیا ہے۔

**فما بال المقتول**: یعنی مظلوم کا معاملہ کیا ہے۔ **قال انہ**: وہ مقتول۔ **کان**: اس لئے نافرمان تھا کہ وہ حریصًا: اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔

**حاصل کلام** ⊙ عدل سے معصیت کا ارادہ کرنے والا اور اپنے کو اس پر آمادہ کرنے والا قابل مواخذہ ہے اور جن خیالات کی معافی کا تذکرہ احادیث میں آیا ہے وہ آ کر گزر جانے والے خیالات ہیں جن کو دل میں جمایا نہ جائے۔ دونوں کو معصیت عزم معصیت کی وجہ سے کہا۔ جیسا کہ مذکور ہے: تکتب سیئة ویواخذ بھا ان لم یحملھا۔ اگر عمل کرلیا تو دوسری بار معصیت لکھی جائے گی اور اگر چھوڑ دیا تو نیکی درج کی جائے گی۔

حضرت ابوبکرہؓ نے فتنہ کے زمانہ میں اس حدیث پر عمل کیا۔ ان کے متعلق یہاں تک منقول ہے کہ اگر کوئی مجھے مکان میں داخل ہو کر قتل بھی کر دے تب بھی میں مدافعت نہ کروں گا کہ (ارادہ قتل سے جہنم کا حقدار بنوں)۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۲۰۴٦۱/۷) والبخاری (۳۱) وغیرہ و مسلم (۲۸۸۸) و ابو داود (۴۲٦۸) والنسائی (۴۱۲۹) و ابن ماجه (۳۹٦۵) والطیالسی (۸۸۴) و ابن أحبان (۵۹۴۵) والبغوی (۲۵۴۹)

**الفوائد**: ① اس میں ایک مسلمان کو دوسرے کے متعلق ارادہ قتل سے آمنا سامنا کرنے کی شدید مذمت کی گئی۔ اگر رحمت باری شامل حال نہ ہو تو وہ جہنمی ہے۔

۱۰: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "صَلَاةُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَةٍ تَزِیْدُ عَلٰی صَلَاتِهٖ فِیْ سُوْقِهٖ وَبَیْتِهٖ بِضْعًا وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَةً وَذٰلِكَ اَنَّ اَحَدَهُمْ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ اَتَی الْمَسْجِدَ لَا یُرِیْدُ اِلَّا الصَّلَاةَ، لَا یَنْهَزُهٗ اِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ یَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةٌ حَتّٰی یَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، فَاِذَا دَخَلَ

الْمَسْجِدَ كَانَ فِي الصَّلٰوةِ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ هِيَ تَحْبِسُهُ ، وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ يَقُوْلُوْنَ : اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ ، اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَقَوْلُهُ ﷺ : "يَنْهَزُهُ هُوَ۔ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَالْهَاءِ وَبِالزَّايِ :اَيْ يُخْرِجُهُ وَيُنْهِضُهُ۔

۱۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا آدمی کی جماعت والی نماز، بازار یا گھر میں پڑھی جانے والی نماز سے بیس اور کچھ اوپر درجہ رکھتی ہے اور یہ اس لئے کہ جب کوئی اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پھر نماز ہی کے ارادہ سے مسجد میں آتا ہے اور اس کو نماز ہی ادھر اٹھا کر لاتی ہے تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس کے بدلہ میں ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ مٹتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب وہ مسجد میں داخل ہوتا ہے تو جب تک اس کو نماز روکے رکھتی ہے وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے اور نمازی جب تک اپنی نماز والی جگہ میں رہتا ہے فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں اور اس طرح کہتے ہیں: اے اللہ اس پر رحم فرما۔ اے اللہ اس کو بخش دے اے اللہ اس کی توبہ قبول فرما (یہ دعائیں جاری رکھتے ہیں) جب تک کہ کسی کو ایذاء نہ پہنچائے۔ جب تک بے وضو نہ ہو۔ (متفق علیہ)

یہ مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں۔

لفظ يَنْهَزُهُ اَيْ يُخْرِجُهُ: نکالے۔ اُٹھالے۔

صلاۃ الرجل جماعۃ: یعنی مسجد میں۔ صلاتہ: جس آدمی کی نماز سے۔ فی سوقہ: بازار کو سوق اس لئے کہتے ہیں ① کہ لوگ اپنا سامان اس کی طرف لے جاتے ہیں۔ ② وہاں اپنی پنڈلیوں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ بیتہ: گھر میں جماعت سے ہو یا اکیلے۔ حافظ نے اسی کو صحیح کہا (فتح الباری)

قول نووی: صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد اس کی گھر اور بازار میں انفرادی نماز ہے۔

بعض نے اور بھی باتیں کہیں جو کہ غلط ہیں اھ۔

حافظ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد میں جماعت سے نماز گھر میں جماعت سے اور انفرادی نماز سے زیادہ درجہ رکھتی ہے۔ یہ حافظ کا بقیہ کلام ہے۔

ابن دقیق العید: مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز کا تقابل دوسرے مقام پر انفرادی طور پر نماز ادا کرنے سے کیا گیا ہے۔ لیکن غالب استعمال کا اعتبار کیا گیا ہے کہ جو جماعت میں حاضر نہیں ہوا اس نے اکیلے نماز ادا کی۔ اس سے وہ اشکال دور ہو جاتا جو یہاں پیدا ہوتا ہے کہ گھر اور بازار میں نماز برابر ہے اھ۔

مگر حدیث کو ظاہر پر محمول کرنے کی صورت میں بھی مذکورہ برابری لازم نہیں آتی کیونکہ مسجد سے ان دونوں کے کم درجہ ثابت ہونے کے باوجود یہ لازم نہیں کہ دونوں برابر ہوں ایک دوسرے سے افضل نہ ہو اور یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ گھر اور بازار میں جماعت کے ساتھ نماز انفرادی نماز سے کسی درجہ میں بھی افضل نہ ہو بلکہ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ یہ کئی گنا ثواب مسجد میں جماعت

کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کو حاصل ہے اور گھر میں مطلق نماز بازار کی نماز سے اولیٰ و اعلیٰ ہے کیونکہ بازاروں کا محل الشیاطین ہونا احادیث سے ثابت ہے اور بازار اور گھر میں جماعت سے نماز انفرادی نماز سے بہر حال افضل ہے۔ بضع: تین سے دس تک عدد پر بولا جاتا ہے۔ بعض نے نو تک کہا ہے اور اقوال بھی ہیں۔ پہلا قول صحیح ہے اور اس سے مراد "۴" ہے جیسا کہ واضح طور پر روایات میں وارد ہے۔ وعشرین درجة: یعنی جماعت کی نماز مسجد میں گھر اور بازار کی نماز سے ۲۷ درجے زیادہ افضل ہے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب انفرادی نماز پڑھنے سے اس قدر زیادہ ملا (ابن دقیق العید)

ابن اثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ درجہ کا لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ وہ نماز درجہ اور بلندی میں اس نماز سے اونچی ہے۔ درجہ اوپر کی چڑھائی کے لئے آتا ہے۔ وذلك: اس سے اشارہ کیا کہ یہ امور مذکورہ علت تضعیف و تقدیر کے بعد ہے اور اس کی وجہ یہ ہے گویا اس طرح فرمایا کہ مذکورہ ثواب کے کئی گنا ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ جب تم سے کوئی آدمی اذا توضافا حسن الوضوء' احسن الوضو۔ کامل وضو جس میں آداب و سنن کا لحاظ ہو۔ ثم اتی المسجد۔ پھر مسجد میں آیا اس حال میں کہ وہ اور کوئی مقصد نہیں رکھتا۔ الا الصلاة: مگر جماعت کی نماز کا ثواب۔ الصلاة: الف لام عہد خارجی آنے کو نماز پر واقع کیا کیونکہ آنے کی وجہ نماز ہی ہے۔ ثم: یہاں مہلت و تراخی کے لئے نہیں کیونکہ مبادرت اولیٰ ہے۔ ارشاد باری ہے: اولئك یسارعون فی الخیرات وھم لھا سابقون: حدیث میں اخلاص کا لحاظ رکھنے کی طرف اشارہ ہے۔ لا ینھزہ الا الصلاة: یہ ما فعلہ کے معنی میں ہے یعنی آنا۔

الخطوة: خا پر ضمہ و فتحہ دونوں درست ہیں دو قدموں کا درمیانی فاصلہ۔ فتحہ سے ایک بار کا قدم اٹھانا۔ قرطبی نے کہا کہ مسلم کی روایت میں ضمہ سے ہے مگر یعمری نے فتحہ کو فیصلہ کن قرار دیا ہے۔

النَّحْوُ: رفع بھا: صیغہ مجہول اور با سببیہ ہے۔ درجةً: یہ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس کا معنی مرتبہ ہے۔ جنت میں حسی درجہ بھی مراد ہو سکتا ہے اور رتبہ کی بلندی بھی مراد لے سکتے جو کہ معنوی درجہ ہے۔ حط عنہ: اس مذکور شخص ہٹایا جاتا ہے یعنی مٹایا جاتا ہے۔ بھا خطیئة: اس کے سبب سے گناہ۔ حتی: ماقبل کی غایت ہے۔ یہاں تک کہ وہ یدخل المسجد' فاذا دخل المسجد: المسجد کو توسعاً ظرف قرار دے کر نصب دی ہے ورنہ وہ مخصوص مکان کا نام ہے۔

کان: اس کا اسم الرجل ہے۔

فی الصلاة: نماز کے ثواب کو پالیتا ہے۔ یہ مجاز ہے ورنہ نماز اور اس کا ثواب ظرف نہیں۔

ما کانت: ما مصدریہ ظرفیہ ہے۔ پھر اسکو یہ مرتبہ ملتا ہے جب تک اسکے بیٹھنے میں کوئی اور غرض شامل نہ ہو جائے۔

**سوال:** جس آدمی نے مسجد میں جماعت کی نیت کی اگر وہ جماعت میں نہ پہنچ سکا تو آیا اس کو ثواب مل جائے گا؟

**جواب:** قلقشندی کہتے ہیں نہیں ملے گا۔ البتہ تبوک میں جو معذورین شریک نہ ہو سکے تھے۔

قرطبی کہتے ہیں کہ وہ ثواب میں شریک تھے نیت کے اخلاص کی وجہ سے شریک ہونے والوں کی طرح وہ ثواب کے حقدار ہوتے۔ اسی طرح صدق نیت کی وجہ سے اس کو بھی جماعت کا ثواب ملے گا۔ والملائکة: نورانی لطیف اجسام جو مختلف اشکال کی قدرت رکھتے ہیں۔ (مزید تحقیق علم کلام میں ملاحظہ ہو)

یصلون علی احدکم: اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ یہاں صلاۃ جماعت کا صلاۃ ملائکہ سے تقابل کیا تاکہ عمل و ثواب

میں تناسب ہو جائے یہ ملائکہ حفظہ ہیں یا ان کے علاوہ ہیں۔

**النَّحْوُ:** ما دام فی مجلسہ: ما مصدریہ ظرفیہ ہے یعنی جب تک وہ اس مجلس میں ہے۔

الذی صلی فیہ: جہاں مکمل نماز پڑھی ہے (ابن ابی جمرہ)

قلقشندی: جب تک وہ نماز کے انتظار میں رہا۔ ایسا صراحت سے مسلم کی روایت میں وارد ہے۔ اس کا مقتضٰی یہ بنتا ہے کہ جب اپنے نماز کی جگہ بدل لی خواہ وہ نماز کے انتظار میں تھا تو یہ ثواب بھی منقطع ہو جاتا ہے حالانکہ یہ مراد نہیں جیسا حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ علامہ باجی کہتے ہیں جو آدمی نماز کے انتظار میں ہو خواہ وہ مسجد میں جگہ بدل لے اس کو انتظار نماز کا ثواب ملے گا۔ البتہ اپنی جگہ ہی پر نماز کا منتظر صرف فرشتوں کی دعا کا حقدار ہے (دوسرا نہیں)

**النَّحْوُ:** یقولون: یہ یصلون کا بیان ہے۔ اللھم : یہ دعائیہ کلمات ظاہر کرتے ہیں کہ صلاۃ سے دعا مراد ہے۔ فقط استغفار مراد نہیں۔

نکتہ: اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے نماز دیگر اعمال سے افضل ہے۔ جیسا کہ نمازی کے لئے فرشتوں کی دعا ظاہر کرتی ہے اور صالح لوگ فرشتوں سے افضل ہیں کیونکہ وہ اپنی عبادات سے درجات کے حصول میں مصروف ہیں اور فرشتے ان کے لئے استغفار و دعا کر رہے ہیں (قرآن مجید ان کے استغفار کو دعا قرار دیا گیا۔ ربنا وسعت کل شیء رحمۃ الایۃ)

ما لم یوذ فیہ: ① ذکر اللہ کے علاوہ دوسری چیز۔ ② حدث مراد ہے جیسا کہ بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر منقول ہے۔ ③ ہر مخل چیز مراد ہو سکتی ہے۔ مسلم کی روایت اس کی مؤید ہے ایذاء و حدث دونوں کو جامع ہے۔ اگر ثانی کو پہلے کی تفسیر نہ مانیں اگر تفسیر تسلیم کریں تو اس سے یہ ① مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ حدث لسان و ید سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ② حدث فرشتوں کی دعا کو منقطع کر دیتی ہے اگر وہ اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھا بھی رہے۔ اکثر علماء نے غیبت و ضرب سے تاویل کی ہے کیونکہ یہ ایذاء حدث سے بڑھ کر ہے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۴۷۷) و مسلم (۶۴۹ / ۲۷۲) (متفق علیہ و ہٰذا لفظ مسلم) اس کو مالک احمد ابوداؤد ترمذی نسائی نے بعض حصے نقل کئے اسی طرح ابن ماجہ اسماعیلی ابوعوانہ ابن الجارود نے مختصراً ذکر کیا۔ اسی طرح برقانی ابونعیم بیہقی وغیرہم (شرح عمدۃ الاحکام)

ایک نسخہ میں ینھزہ: نکالنا اور اٹھانا۔ النھز: دھکیلنا۔ نھز راسہ: اس نے سر ہلایا۔ (النہایہ)

**الفرائد** : ① جماعت میں حاضری کی تاکید کی گئی ہے۔ ② نماز کا انتظار نماز کی طرح ثواب رکھتا ہے۔ ③ مسجد کی طرف چل کر جانے والا ملائکہ کی دعاء و استغفار کا حقدار ہے۔

۱۱ : وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی قَالَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّئَاتِ ثُمَّ بَیَّنَ ذٰلِكَ: فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ كَثِیْرَةٍ ، وَاِنْ

هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

۱۱: حضرت ابوالعباس عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھیں اور پھران کی وضاحت فرمائی کہ جو آدمی کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے مگر اس کو کرنہیں پاتا اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیکی لکھ دیتے ہیں اور اگر ارادہ کر کے اس کو کرگزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیاں اس کی لکھ دیتے ہیں اور اگر وہ برائی کا ارادہ کرتا ہے مگر اس کو کرتا نہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی بھی ایک کامل نیکی لکھ لیتے ہیں اور اگر ارادہ کر کے اس کو کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک برائی لکھ دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

**عباس:** یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ یہ خواجہ عبدالمطلب کے بیٹے ہیں۔

**عبداللہ:** یہ عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے ہیں۔ یہ شعب ابی طالب میں ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے جبکہ بنو ہاشم اس میں محصور تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی۔ بعض نے پندرہ سال بتلائی ہے اور بعض نے دس سال مگر پہلے قول کی تائید صحیح روایت کا یہ جملہ جو حجۃ الوداع کے متعلق کہا وہ کرتا ہے۔ "**وانا یومئذ قدنا هزت الاحتلام**" کہ میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر قریب البلوغ تھا۔ صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق یہ دعا فرمائی: **اللهم فقهه فی الدین وعلمه الحکمة والتاویل' اللهم علمه تاویل القرآن' اللهم بارك فيه وانشر منه واجعله من عباد الصالحين' اللهم زده علما وفقها**": اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عنایت فرما اور اسرار و تاویل کا علم دے، اے اللہ اس کو قرآن کی تفسیر کا علم دے اور اس میں برکت دے اور اس کو پھیلا دے اور اسے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما اے اللہ! اس کے علم و سمجھ میں اضافہ فرما۔ اور ان سے یہ بھی ثابت ہے کہ میں نے جبرئیل کو دو مرتبہ دیکھا اور آخری عمر میں ان کے نابینا ہونے کا یہی سبب ہے۔ ان کے فضائل و مناقب بہت ہیں۔ (کتاب فضل زمزم) میں ملاحظہ ہوں)۔

**مرویات:** ۱۶۶۰۔ بخاری و مسلم میں ۹۵۔ صرف بخاری میں ۲۸' مسلم میں ۴۹ ہیں۔

**وفات:** ابن الزبیر کی خلافت کے زمانہ میں ۶۸ھ طائف میں وفات پائی ۷۱ سال عمر پائی۔ نماز جنازہ محمد بن حنفیہؒ نے پڑھائی اور کہا اس امت کا ایک ربانی رخصت ہو گیا۔

**عن رسول الله صلی الله علیه وسلم:** انہوں نے حدیث قدسی روایت کی ہے۔

**عن تبارك و تعالىٰ:** ① جس کی بھلائیں کثرت سے ہوں۔ یہ برکت سے نکلا ہے برکت کثرت خیر کو کہتے ہیں۔ (بیضاوی) ② وہ ہر چیز سے بڑھ کر ہے اور صفات و افعال میں بلند و بالا ہے۔ برکت میں اضافہ کا معنی ضمناً پایا جاتا ہے۔ یا دوام کے معنی میں ہے یہ برون الطیر علی الماء۔ کیونکہ گڑھے میں ہمیشہ پانی ہوتا ہے اس کی گردان نہیں ہوتی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اھ۔ دوسرے قول کے مطابق تعالیٰ کا معنی اس سے پاک ہے جو اس کے لائق نہیں جسے باطل پرست اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

علماء سلف احادیث میں یہی تعبیر استعمال کرتے ہیں۔اس لئے علامہ نووی نے اس کو ترجیح دی ہے۔

طریق محدثین: ایک اور تعبیر ہے: قال اللّٰہ تعالٰی فیما رواہ عنه رسول الله صلی الله علیه وسلم"۔ مطلب دونوں کا ایک ہے قرآن مجید اور حدیث قدسی کا فرق باب الصبر میں ہم بیان کریں گے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ احادیث قدسیہ سے نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے: فیما برویه عن فضل ربه او حکمه: جو آپ اپنے رب کے فضل و حکم سے بیان کرتے ہیں۔ مگر ہر دو کا احتمال ہے۔

قول فیصل: سیاق احادیث قدسیہ کے سلسلہ میں اصطلاح سلف کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حدیث قدسی ہے۔ بعض طرق صحیح میں ایسے الفاظ ہیں جو اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ یہ ان میں سے ہے مثلاً یقول الله عزوجل اذا اراد عبدی ان یعمل سیئة فلا تکتبوها علیه حتی یعملها۔ :الحدیث۔

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب بندہ کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اے فرشتو! تم اسے اس وقت تک نہ لکھو جب تک اس کا ارتکاب نہ کر لے۔ جب وہ کرے تو اتنا ہی گناہ لکھو اور اگر اس نے میری خاطر چھوڑ دیا تو ایک نیکی اس کے لئے لکھ دو اور جب وہ نیکی کا ارادہ کرے ابھی اس نے کی نہ ہو تو ایک نیکی لکھ دو اور جب وہ کر لے تو اس کے بدلے دس نیکیاں لکھ دو اور جب وہ برائی کرنے کی بات کرے تو میں اسے اس وقت تک معاف کر دوں گا جب تک وہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا۔ جب وہ کرے گا تو اس کی مثل ایک گناہ لکھوں گا"۔ قال: یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ضمیر کا لوٹانا صحیح ہے۔ اس صورت میں اضمار کی بجائے اظہار ہوگا۔

اِنَّ الله: یعنی ① حفظہ کو لکھنے کا حکم دیا ② اپنے علم میں واقع کے مطابق لکھا ③ یہ لکھا کہ اس کو کس قدر بڑھایا جائے گا۔ ثم بین: اللہ تعالیٰ نے وہ بیان کر دیا۔ ضمیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس بناء پر عن ربه: سے مراد حکمت و فضل رب ہے۔ ثم: ترتیب ذکری کے لئے ہے۔ پھر اس کو بین ذلك: لکھنے والے فرشتوں کو بتلا دیا تاکہ وہ ہر وقت پوچھنے سے مستغنی ہو جائیں کہ کیسے لکھیں۔ فمن هم بحسنة: جو نیکی کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کا کرنا اس کے ہاں قابل ترجیح ہو۔ پس اس سے پختہ ارادہ تو بدرجہ اولیٰ معلوم ہو جائے گا۔ فلم یعملها: اور اس کو کیا نہیں تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاں لکھ لیتے ہیں۔ عندیة: سے عندیت شرف و مرتبہ مراد ہے کیونکہ وہ عندیت مکانی سے پاک ہے۔ حسنة: حسنہ کا ارادہ اس کے عمل کا سبب ہے اور خیر کا سبب بھی خیر ہوتا ہے۔ رہا وہ خیال جو آکر بغیر پختہ ہوئے ختم ہو جاتا ہے اس کا یہ حکم نہیں۔

نکتہ: حسنہ کے لفظ سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ کئی گنا کا وعدہ عمل کے ساتھ ہے فقط نیت کے ساتھ نہیں۔ یہ دونوں اصل کے لحاظ سے برابر ہیں اگر چہ عمل کرنے والا۔ تضعیف کے ساتھ خاص ہے۔

کاملة: یہ حسنہ کا وصف ہے اسے اس لئے لائے تاکہ اس گمان کی تردید کر دی جائے کہ یہ لفظ ارادہ ہے تو اس کا ثواب کم ہو جائے گا۔

وان هم بها: ها سے مراد حسنہ ہے۔ فعملها...... : کیونکہ وہ اس کو ارادہ سے عمل میں لایا۔ پھر ارادے سے ایک نیکی لکھی گئی پھر بڑھا کر دس گنا کر دی گئی۔ یہ اضافہ عملی حسنہ میں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ [الأنعام: ۱۶۰] پھر جس کے لئے چاہتے ہیں کئی گنا بڑھا دیتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے: ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ......﴾ [البقرة:

۲۶۱ | دوسری دفعہ بڑھانا۔ الی سبع مائۃ: نیت کے اخلاص اور مقام کی زیادہ مناسبت فیہ: آ جانے کی وجہ سے اور صحیحین کی ایک روایت میں سات سو گنا میں الا الصیام فانہ لی وانا اجزی بہ: وارد ہے۔

نکتہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ روزہ میں اجر کے اضافہ کی حد معلوم نہیں فقط اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ صبر کی افضل ترین قسم ہے اور اس کے متعلق ارشاد فرمایا: انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب: کہ صبر کرنے والوں کو ان کا بدلہ بغیر حساب کے ملے گا۔

الی اضعاف کثیرہ: کثیرہ کا لفظ اگرچہ نکرہ ہے مگر یہ معرفہ کو بھی شامل ہے۔ پس اس کی توجیہ ممکنہ حد تک کثرت سے کی جائے گی۔ جیسا کہ گندم کا ایک دانہ صدقہ کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہترین زمین میں بویا جائے خوب حفاظت نگرانی سے پال کر پھر کاٹا جائے پھر زرخیز زمین میں قیامت تک بویا جائے تو وہ دانہ پہاڑوں کے برابر پہنچ جائے گا۔

نووی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ نیکی کا بدلہ دس گنا تو ہر ایک کو ملتا ہے البتہ سات سو اور اس سے زیادہ بعض کو مشیت الٰہی سے ملتا ہے۔

ان ھم: ان کو ترک کر دیا یا اس اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے دور پھینکا ہو کسی کے حیاء یا دبدبہ والے کے رعب یا عجز یا ریا کاری کی وجہ سے نہ چھوڑا ہو۔ بلکہ بعض نے کہا ریاء کی وجہ سے چھوڑنے والا بھی گناہ گار ہوگا کیونکہ مخلوق کے خوف کو اللہ کے خوف پر مقدم کرنا حرام ہے اور ریا بھی حرام ہے۔

کتبھا اللہ عندہ حسنۃ: کاملہ کیونکہ یہ عزم سے رجوع بہت ہی بہتر ہے۔ اسی لئے حسنہ سے بدلہ دیا گیا اور کاملہ کے لفظ سے اس کی تاکید کر دی یہ لفظ ملا کر سابقہ کاملہ کی نظیر کی طرف اشارہ کر دیا مگر اس کو اس کی نظیر نہیں کہہ سکتے کیونکہ ارادۂ خیر میں اور ارادہ شر میں ایک برائی لکھی جاتی ہے۔ برائی کا ارادہ دل کے اعمال میں سے ہے کیونکہ ہم کہیں گے کہ برائی سے رکنا بڑی نیکی ہے اور وہ اس ارادے کے بعد ہونے کی وجہ سے اس کی ناسخ ہے۔ ان الحسنات یذھبن السیئات۔

مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں انما ترکھا من جرای: یعنی اس نے میری خاطر چھوڑا ہے۔

وان ھم بھا: احمد کی روایت میں ولم تضاعف علیہ: کے الفاظ زائد ہیں اور اس پر یہ ارشاد الٰہی دلالت کرتا ہے: فلا یجزی الا مثلھا: البتہ زمانے اور مکان کے شرف کی وجہ سے بڑھ گیا مثلاً حرمت والے مہینے' رمضان' مکہ شریف۔ ② کرنے والے کے شرف کی وجہ سے بڑھ گیا' ③ اللہ تعالیٰ کی زیادہ پہچان کی وجہ سے بڑھ گیا کیونکہ بادشاہ کے بستر پر اس کی نافرمانی کرنے والا دور بیٹھ کر نافرمانی کرنے والے سے بڑا مجرم ہے۔

ان ھم: تو ظاہر کرتا ہے کہ عزم لکھا نہ جائے گا لیکن قاضی ابن رزین رحمۃ اللہ نے عزم کو اصرار قرار دے کر فاعل کو گناہ گار قرار دیا اور نیکی کی بات میں تضاد ہے۔

ابن ابی حاتم کا قول ہے کہ یوسف علیہ السلام سے ہم صادر ہی نہیں ہوا۔ آیت کا معنی ان کے ہاں یہ ہے کہ اگر وہ برہان رب کو نہ دیکھتے تو ھم کر لیتے لیکن انہوں نے ھم نہیں کیا کیونکہ برہان رب دیکھ چکے تھے۔

آیت کی مشہور تفسیر یہ ہے ان سے ھم صادر ہوا مگر وہ حدیث نفس کے درجہ میں تھا جو کہ معاف ہے۔

قصد معصیت کے درجات خمسہ: ① ھجس جو دل میں ڈالا جائے۔ ② خاطر: جو نفس میں جاری ہو جائے۔ ③ حدیث

النفس وہ قصد جس میں تردد واقع ہو جائے کہ کرے یا نہ کرے۔ ④ فعل کے ارادے کو ترجیح دینا۔ ⑤ عزم: ارادہ فعل میں پختگی اور یقین۔

ان میں پہلے پر بالاتفاق مؤاخذہ نہیں کیونکہ یہ اس کا اپنا فعل نہیں زبردستی ڈالا گیا ہے۔ اور ② ③ اگر ان کو دور کرنے پر قدرت پالی تو حدیث صحیح کے مطابق ان پر بھی گناہ نہ ہوگا۔ وہ یہ ارشاد ہے: ان الله تجاوز عن امتی ما حدثت به انفسها ما لم تتكلم به: یعنی (قولی گناہوں میں) اور تعمل بہ (فعلی گناہوں میں)

یہ مراتب ایسے ہیں کہ حسنات میں بھی ان کا کوئی درجہ نہیں کیونکہ ارادہ نہیں۔

باقی چوتھا درجہ ھم تو حدیث صحیح نے بتلا دیا کہ اگر وہ نیکی کا ہوگا تو ایک نیکی ملے گی اور اگر وہ برائی والا ہوگا تو ایک برائی بھی نہ لکھی جائے گی۔ پھر یہ بھی دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑا ہے تو ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور اگر کر بیٹھا تو ایک گناہ لکھا جائے گا اور صحیح بات یہ ہے واحدہ سے مراد یہ ہے کہ اس کا فعل بد لکھا جائے گا اور ھم قابل معافی ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حدیث نفس کے متعلق جو ما لم تتكلم اور تعمل به کا مفہوم یہی ہے کہ جب اس نے کلام کر لیا یا اس پر عمل کر لیا تو حدیث النفس لکھ لیا جائے گا۔ روایت میں واحدہ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ھم ہو تو لکھا نہیں جاتا تو حدیث النفس بدرجہ اولیٰ نہیں لکھی جاتی۔ (حلبیات للسبکی)

نکتہ: حدیث النفس اور ھم پر عدم مواخذہ مطلقاً نہیں بلکہ اس میں عدم تکلم وعمل کی قید ہے۔ جب اس نے عمل کر لیا تو دونوں گناہ (ھم+عمل) کی سزا پائے گا اور ھم وحدیث النفس مغفور میں اس وقت شامل ہوں گے جب کہ اس کا پیچھا نہ ہو۔ جیسا کہ حدیث کا ظاہر یہی ہے۔ یہ ابن سبکی کا کلام ہے اس نے مؤاخذہ اور دوسروں نے عدم مؤاخذہ کو ترجیح دی ہے اور یہ کہا ہے کہ اگر یہ نہ مانیں تو ایک گناہ پر دو سزائیں لازم آتی ہیں مگر یہ بات قابل غور ہے۔ اس پر دو سزائیں لازم نہیں آتیں کیونکہ گناہ بھی دو ہیں۔ (شرح المنہاج)

ابن رزین کہتے ہیں کبیرہ پر عزم اگرچہ گناہ ہے مگر جس کبیرہ کا عزم ہے اس سے کم درجہ ہے۔ واللہ اعلم۔

**تخریج:** اخرجه البخاری (٦٤٩١) و مسلم (١٣١)

**الفوائد:** ① اس اُمت پر خصوصی احسان کا تذکرہ ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا ظہور سیئہ کے سلسلہ میں ہوتا ہے کہ ایک کی سزا ایک اور نیکیوں میں صفت فضل کا اظہار ہے کہ ایک کا بدلہ کئی گنا سے ملتا ہے۔ (ابن بطال)

۱۲: وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰی آوَاهُمُ الْمَبِیْتُ اِلٰی غَارٍ فَدَخَلُوْهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَیْهِمُ الْغَارَ - فَقَالُوْا: اِنَّهٗ لَا یُنْجِیْكُمْ مِّنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰی بِصَالِحِ اَعْمَالِكُمْ - قَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ: اَللّٰهُمَّ كَانَ لِیْ اَبَوَانِ شَیْخَانِ كَبِیْرَانِ وَكُنْتُ لَا اَغْبِقُ قَبْلَهُمَا اَهْلًا وَّلَا مَالًا فَنَاٰی بِیْ

طَلَبُ الشَّجَرِ يَوْمًا فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوْقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ،
فَكَرِهْتُ أَنْ أُوْقِظَهُمَا وَأَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا، فَلَبِثْتُ، وَالْقَدَحُ عَلٰى يَدِيْ ـ
أَنْتَظِرُ اسْتِيْقَاظَهُمَا حَتّٰى بَرِقَ الْفَجْرُ ـ وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ ـ فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا
غَبُوْقَهُمَا: اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ
الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهُ– قَالَ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِيْ
ابْنَةُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ وَفِيْ رِوَايَةٍ: كُنْتُ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ
فَأَرَدْتُهَا عَلٰى نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّيْ حَتّٰى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِّنَ السِّنِيْنَ فَجَاءَتْنِيْ فَأَعْطَيْتُهَا
عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ دِيْنَارٍ عَلٰى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ، حَتّٰى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا
وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ،
فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِيْ أَعْطَيْتُهَا: اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ
فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهَا ـ وَقَالَ الثَّالِثُ: اَللّٰهُمَّ اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ وَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ
غَيْرَ رَجُلٍ وَّاحِدٍ تَرَكَ الَّذِيْ لَهُ وَذَهَبَ، فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتّٰى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ فَجَاءَنِيْ
بَعْدَ حِيْنٍ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِيْ فَقُلْتُ: كُلُّ مَا تَرٰى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ
وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيْقِ ـ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِيْ! فَقُلْتُ: لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ
فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا: اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا
نَحْنُ فِيْهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوْا يَمْشُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲: حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا کہ تم سے پہلی اُمتوں کے تین آدمی سفر کر رہے تھے۔ رات گزارنے کے لئے ایک غار میں داخل ہوئے۔ پہاڑ سے ایک پتھر نے لڑھک کر غار کے منہ کو بند کر دیا۔ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ اس پتھر سے ایک ہی صورت میں نجات مل سکتی ہے کہ تم اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرو۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے میں ان سے پہلے کسی کو دودھ نہ پلاتا تھا۔ ایک دن لکڑی کی تلاش میں میں بہت دور نکل گیا جب شام کو واپس لوٹا تو وہ دونوں سو چکے تھے۔ میں نے ان کے لئے دودھ نکالا اور ان کی خدمت میں لے آیا۔ میں نے ان کو سویا ہوا پایا۔ میں نے ان کو جگانا ناپسند سمجھا اور ان سے پہلے اہل وعیال وخدام کو دودھ دینا بھی پسند نہ کیا۔ میں پیالہ ہاتھ میں لئے ان کے جاگنے کے انتظار میں طلوع فجر تک ٹھہرا رہا۔ حالانکہ بچے میرے قدموں میں بھوک سے بلبلاتے تھے۔ اسی حالت میں فجر

طلوع ہوگئی۔ وہ دونوں بیدار ہوئے اور اپنا شام کے حصہ والا دودھ نوش کیا۔ اے اللہ اگر یہ کام میں نے تیری رضا مندی کی خاطر کیا تو تو اس چٹان والی مصیبت سے نجات عنایت فرما۔ چنانچہ چٹان تھوڑی سی اپنی جگہ سے سرک گئی۔ مگر ابھی غار سے نکلنا ممکن نہ تھا۔ دوسرے نے کہا: اے اللہ میری ایک چچازاد بہن تھی۔ وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب تھی جتنی کسی بھی مرد کو کوئی عورت ہوسکتی ہے۔ میں نے اس سے اپنی نفسانی خواہش پورا کرنے کا اظہار کیا مگر وہ اس پر آمادہ نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ قحط سالی کا ایک سال پیش آیا جس میں وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ اپنے نفس پر مجھے قابو دے گی۔ اس نے آمادگی ظاہر کی اور قابو دیا۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں جب اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا تو اللہ سے ڈر! اور اس مہر کو ناحق و ناجائز طور پر مت توڑ۔ چنانچہ میں اس فعل سے باز آ گیا حالانکہ مجھے اس سے بہت محبت بھی تھی اور میں نے وہ سونا اس کو ہبہ کر دیا۔ یا اللہ اگر میں نے یہ کام تیری خالص رضا جوئی کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات عنایت فرما جس میں ہم مبتلا ہیں۔ چنانچہ چٹان کچھ اور سرک گئی۔ مگر ابھی تک اس سے نکلنا ممکن نہ تھا۔ تیسرے نے کہا: یا اللہ میں نے کچھ مزدور اُجرت پر لگائے اور ان تمام کو مزدوری دے دی۔ مگر ایک آدمی ان میں سے اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کاروبار میں لگادی۔ یہاں تک کہ بہت زیادہ مال اس سے جمع ہوگیا۔ ایک عرصہ کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے بندے میری مزدوری مجھے عنایت کر دو۔ میں نے کہا تم اپنے سامنے جتنے اونٹ، گائیں، بکریاں، غلام دیکھ رہے ہو یہ تمام کی تمام تیری مزدوری ہے۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندے میرا مذاق مت اڑا۔ میں نے کہا میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کرتا۔ چنانچہ وہ سارا مال لے گیا اور اس میں سے ذرہ بھی نہ چھوڑا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ تیری رضامندی کے لئے کیا تو تو اس مصیبت سے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ ہمیں نجات عطا فرما۔ پھر کیا تھا وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ باہر نکل آئے۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ❁ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بعثت نبوی سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے۔ والد کے ساتھ ہی مکہ میں اسلام قبول کیا اس وقت یہ بچے تھے بعض نے کہا پہلے قبول کیا۔ والد کے ساتھ یا ان سے پہلے ہجرت کی۔ بدر میں حاضر نہ تھے احد کے موقع پر عمر ۱۴ سال تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کر دیا۔ غزوہ خندق میں پندرہ سال کی عمر تھی شریک ہوئے پھر کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہے۔ یہ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ نے فرمایا: تمہارا بھائی نیک آدمی ہے اگر تہجد کی پابندی کر لیتا تو خوب ہوتا۔ اس کے بعد انہوں نے کبھی تہجد ترک نہ کی۔ یہ فقہاء، مفتی، زاہد صحابہ میں سے تھے۔ فتنہ کے وقت الگ رہے نہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیا نہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا۔ ان دنوں مناسک حج کا سب سے بڑھ کر علم رکھنے والوں میں سے تھے۔ ایک قول کے مطابق انہوں نے ساٹھ حج اور ایک ہزار عمرے کئے اور ساٹھ سال فتویٰ دیا۔ ایک ہزار گھوڑے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیئے۔

مرویات: کل تعداد ۱۶۳۰۔ بخاری و مسلم نے ۱۷۰۔ فقط بخاری ۸۱ فقط مسلم ۳۱ (شرح الاذکار)

وفات: ۷۳ھ مکہ میں ۸۶ سال کی عمر میں شہادت کی موت پائی۔

سبب موت: حجاج نے ان کو سخت سست کہا تو آپ نے فرمایا: تیری عقل غائب ہے۔ حجاج کو یہ بات گراں گزری اس نے ایک آدمی کو حکم دیا جس نے نیزے کی زہر آلود نوک سے طواف کے دوران آپ کا قدم زخمی کر دیا۔ چند روز بیمار رہ کر آپ نے وفات پائی اور ذی طوی میں مہاجرین کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ بعض نے مقام فخ بتایا ہے۔

نفر: یہ اسم جمع ہے۔ تین سے دس مخصوص تعداد پر بولا جاتا ہے۔ اس کا واحد نہیں۔

کان: ضمیر لفظ کی وجہ سے مفرد ہے۔ قبل: یعنی پہلے زمانہ میں۔

**اَلنَّحْوُ**: حتی اواهم: ① حتیٰ عطف کے لئے معطوف علیہ انطلق ہے۔ ② جارہ ہو تو غایت مقدار ہے۔ ای فساروا الی ان آواهم البیت: آوی مد کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔ قرآن مجید میں الی کے صلہ کے ساتھ متعدی استعمال کیا ہے۔ و آویناهما الی ربوة: مصدر ایواء ہے قصر بھی جائز ہے۔ فعل لازم ہو تو قصر فصیح ہے جیسا اس آیت میں اذ اوی الفتیة: اس کا مصدر فعول اووی تھا۔ واؤ کو یا اور کر کے ادغام کیا ماقبل ضمہ کو کسرہ سے بدلا۔ اُوِیٌّ: بن گیا۔

البیت: یہ فاعل ہے۔ رات گزارنے کی جگہ۔ غار: جمع غیران۔ اصل غِوْران: تھا۔ (النہایہ)

فسدت علیهم الغار: یعنی غار کا منہ بند کر دیا وہ پتھر دروازے پر دیوار کی طرح (رکاوٹ) بن گیا۔

فقالوا: ضمیر شان ہے۔

تدعوا الله بصالح اعمالکم: اے متوسلین الیہ اعمالکم الصالحہ: اپنے اعمال صالحہ کے توسل سے اس کی بارگاہ میں دعا کرو۔

تدعو: اصل تدعون: نون ان کی وجہ سے گر گئی واؤ جمع کی علامت باقی رہی۔ اسی لئے یہ باوجود ان کے ساکن ہے۔

ایک سے استدلال: کرب کی حالت میں اپنے صالح عمل کے توسل سے دعا کرنا مستحب ہے۔ ان لوگوں نے یہ عمل کیا ان کی دعا قبول ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ان کی اچھی تعریف و مدح کے انداز میں فرمائی ہے۔

قال رجل: والدین کے ساتھ نیکی کرنے والے کو پہلے لائے تاکہ والدین سے اچھے سلوک اہتمام شان کا شرف ظاہر ہو۔

اللهم: یہ یا اللہ ہے کان لی ابوان: تغلیباً ماں باپ کو کہہ دیتے ہیں۔ اس کی نظیر یہ ارشاد قرآنی ہے: کانت من القانتین۔

نحو ① ناقصہ ہو ظرف خبر مقدم ہے۔ ② کان تامہ ہو تو ظرف محل حال میں ہے۔ کبیران: بوڑھے۔

و کنت: اس کا عطف کان پر ہے۔

ہ اغبق: یہ متفق علیہ ضبط اعراب ہے۔ غبوق پچھلے پہر اور صبح اور فقط صبح کے پینے کو کہتے ہیں۔ حاس: فجر پھوٹنے پر جو شروب لایا جائے۔ معنیٰ یہ ہے میں ان سے پہلے کسی کو پینے کے لئے نہ دیتا تھا۔

فنأی: بروزن سَعَیٰ: ایک روایت میں فَنَاءَ: بروزن جاء آیا ہے معنیٰ دور جانا۔

طلب الشجر: مواشی کو درختوں پر چرانے کے لئے۔ اُرِحْ: ہمزہ مضموم۔ لوٹنا۔

حلبتُ لهما: دوہنا بخاری کے نسخہ میں فحملت: (اٹھانا)

فوجدتهما نائمین: ① وجد افعال قلوب سے ہے۔ نائمین اس کا دوسرا مفعول۔ ② لقی کے معنیٰ میں ہو۔ پھر نائمین مفعول سے حال ہے۔ میں نے ان کو اس حال میں پایا کہ وہ سو رہے تھے۔ فکرهت: میں نے ناپسند کیا (تحفۃ القاری اور

بخاری میں )و کرھت: کے الفاظ ہیں۔

والقدح علی یدی: یہ ہے فاعل سے ان او ظھما وان اغبق قبلھما اھلاً او مالاً فبشت: جملہ حالیہ ہے۔ اسی طرح انتنظر استفہامیہ ہے۔ پھر احتمال ہے کہ بعث کے فاعل سے حال ہے۔ حتی برق الفجر: یہاں تک کہ صبح کی روشنی ظاہر ہوگئی۔

والصبیة یتضاغون: یہ بھی بعث کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ یتغاغون: بھوک سے چیخنا۔

الضغاء: کمزوری فاقہ کی آواز۔ عند قدمی: یہ تثنیہ یا مفرد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ بخاری کے ہاں عند رجلی یائے مشددہ کے ساتھ ہے۔

**سوال** اولاد کا خرچہ والدین کے خرچہ سے مقدم ہے تو اس نے اولاد و بیوی کو کیوں بھوکا چھوڑا۔

**جواب** علامہ کرمانی کہتے شاید ان کی شریعت میں اصل کو فرع پر مقدم کرنا ضروری تھا۔

② سدرمق سے زائد کا وہ مطالبہ کرتے تھے اور چیخ و پکار بھوک کی وجہ سے نہ تھی۔

فاستیقظا فشربا غبوقھما۔ اللھم: یہ بیداری' انتظار اور قیام تک پیالہ اٹھائے رہنا۔

ابتغاء وجھك: تری ذات کی خاطر نہ کہ کسی اور غرض سے۔

ففرج عنا: دوسرا نسخہ۔ فافرج: مفہم میں قرطبی افرج: کہتے ہیں۔ الفرجه: وسعت۔

فرجة: راحت۔ فرج یفرج: ہر دو کا باب ایک ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں ہمزہ وصل ہو فافرج: ہوگا اور ہمزہ قطعی ہو تو افرج: ہوگا۔ یہ فرج' الافراج سے ہے (فتح الباری)

ما نحن فیه من یعنی بند ہونے کی مصیبت۔ ھذہ..... شیئا: یہ مفعول مطلق کی جگہ ہے۔ یعنی ذرا سی کشادگی۔ لا یستطیعون الخروج منه۔

الآخر: اور ہمزہ اور فتحہ خا کے ساتھ ہے۔

**اَلنَّحْوُ**: انه کان لی: کان مذکر لایا گیا کیونکہ اس کے اسم ابنة عم: کے درمیان لیْ: سے فاصلہ ہے۔

ایک نسخہ میں کانت مؤنث سے آیا ہے۔ احب الناس اِلیّ: دوسرے روایت میں کنت احبھا کاشد: تقدیر کلاً احبھا حباً کاشد: کرمانی کہتے ہیں کاف زائد ہے یا اس سے اس کی محبت کو شدید ترین محبت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

فاردتھا: اس کا میں نے ارادہ کیا۔ دوسرے نسخہ میں فراودتھا علی نفسھا: یہ طلب جماع سے کنایہ ہے۔ فامتنعت منی: یعنی میری طلب کی موافقت سے انکار کر دیا۔

حتی المت سنه من السنین: یہاں تک کہ شدید قحط پڑ گیا۔ فجاء تنی: وہ اس تکلیف کے موقعہ پر میرے پاس آئی۔

فاعطیتھا عشرین ومائة دینار: بخاری و مسلم کی ایک روایت میں سو دینار کا ذکر ہے۔ عدد کی تخصیص زائد کو مانع نہیں یا اس نے سو کا مطالبہ کیا اس نے بیس بطور اکرام دے دیئے۔ ففعلت: اس نے موقعہ خلوت دیا۔

ایک روایت میں حتی اذا قدرت علیھا: کے الفاظ ہیں کہ ① جب میں نے اس پر قابو پالیا یا ② اس کی طرف سے یا کسی اور کی طرف سے جماع میں کوئی رکاوٹ نہ رہی۔ بخاری فقعدت اور مسلم نے فلما وقعت بین رجلیھا: جماع کے لئے

بیٹھ گیا۔ ولا تفض الخاتم الا بحقه: ضاد پر تینوں حرکات درست ہیں۔ الخاتم: شرمگاہ اور پردہ بکارت سے کنایہ ہے۔ حق سے مراد تزویج ہے یعنی میری بکارت کو شادی کے بغیر مت زائل کر۔

فانصرفت: میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وخوف سے باز آ گیا۔

(وهي احب الناس الي): یہ جملہ محل حال میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف کو خواہشاتِ نفسانی سے مقدم کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

وترکت الذهب: یہ فانصرفت کا معطوف ہے یا جملہ حالیہ کا اس میں نفس کا مجاہدہ زیادہ ہے کہ خواہشات کو چھوڑنے کے ساتھ مال سے بھی علیحدگی اختیار کر لی۔ ابتغاء وجهك: تیری رضا مندیاں چاہنے کے لئے اس میں اور کوئی غرض شامل نہ تھی۔ فافرج ما نحن فیه: یعنی مصیبت۔ فانفرجت الصخرة: پہلی کشادگی سے کچھ زائد کشادگی۔ غیر انهم: اس کے باوجود۔ لا یستطیعون الخروج منها: اسے تنگ ہونے کی وجہ سے۔ اجراء: جمع اجیر جیسے شرفاء جمع شریف۔

بعض روایات بخاری ومسلم میں اجراء علی فرق من الطعام: کے الفاظ زائد ہیں۔ غلے کی ایک فرق پر مزدور لگائے۔ اجرهم: اجرت۔ غیر رجل واحد: واحد کی صفت تاکید کے لئے لائے تاکہ جنس مراد نہ لی جائے۔ ترك الذی له: یعنی جو متاجر کے ذمہ تھا۔ ثمرت اجره: بڑھایا۔ کثرت منه: اس کی مزدوری میں تجارت کرنے سے۔ الاموال: اونٹ، گائیں، بکریاں، غلام تمام اقسام مراد ہیں۔ فجاء نی: وہ مزدور میرے پاس آیا۔ اد: صحیح نسخہ حذف یا کے ساتھ ہے (تحفۃ القاری) فقلت له: میں نے اخلاص سے کہا۔ کل ما تری: ما سے مراد تمام اقسام مال۔ من اجرك: کی بجائے بعض نسخوں میں من اجلك: یعنی تمہاری خاطر ہے۔ الابل: یہ اِبِلْ اور اِبِلّ: دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ اس کے مابعد ماقبل کا بیان ہے۔ البقر: اس کو باقور بھی بولتے ہیں اس کو زمین ہل چلانے کی وجہ بقر کہا جاتا ہے۔ بقر یبقر پھاڑنا۔ فقال: یعنی مزدور نے کہا۔ لا تستهزئ بی: میری مزدوری تو اس کے قریب بھی نہیں۔ فاستاقه: تمام مال کو وہ اپنے گھر لے گیا۔ فلم یترك منه شیئا: اس میں سے میرے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ ما نحن فیه: دکھ و تکلیف۔ فانفرجت: وہ پتھر غار کے دروازے سے ہٹ گیا۔

**تخریج** ۞ اخرجه احمد (۵۹۸۰ / ۲) والبخاری (۲۲۱۵) نسائی۔ ابن حبان عن ابی هریرة مختصراً۔ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: انما فعلت رجاء رحمتك وخشية عذابك اور یہ الفاظ بھی ہیں ایک کی دعا سے فزال ثلث الحجر فی الثالث فزال الحجر فخرجوا یتماشون ہے۔

**حاصل کلام** ۞ کرب کی حالت میں دعا مستحب ہے اور اسی طرح اچھے اعمال کے وسیلے سے دعا کرنی چاہئے۔ والدین سے حسن سلوک ان کی خدمت کی فضیلت اور اولاد کے مقابلے میں ان کو ترجیح کا مستحق ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ ② پاکدامنی کی فضیلت۔ حرام پر قدرت پانے کے باوجود اس سے اللہ تعالیٰ کی خاطر بچنا قابل تعریف ہے۔ طعام کے بدلے استیجار جائز ہے۔ اسی طرح اچھے عہد کی فضیلت اور امانت کی ادائیگی اور معاملے میں سماحت ودرگزر اختیار کرنی چاہئے اور اولیاء کی کرامات برحق ہیں۔

روایت میں بیع فضولی کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ جو اس میں مذکور ہے وہ ہم سے ماقبل کی شرائع میں سے ہے اور خود اس کے دلیل بننے میں بھی اختلاف ہے اور اگر بالفرض دلیل ہو تو شاید اس نے اپنے ذمہ جو اجرت تھی اس میں استیجار کیا ہے۔ اس کے

سپرد نہیں کیا صرف پیش کیا مگر اس نے حقیر ہونے کی وجہ سے قبول نہ کیا پس وہ مستاجر کی ملکیت میں رہا جو کسی کے ذمہ ہو وہ قبضہ کے بغیر متعین نہیں ہوتی۔ مستاجر نے اس میں تصرف کیا کیونکہ وہ اس کی ملکیت میں باقی تھا۔ پھر جو جمع ہوا اس کو خوشی سے مزدور کو بطور تبرع دیا۔ علامہ خطابی کہتے ہیں اس نے اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے تبرعاً اجیر کو دیا۔ اسی لئے مصیبت سے چھٹکارے کے لئے اس سے توسل کیا۔ مزدوری سے زائد اس پر لازم نہ تھا اسی لئے تو تبرع پر اس کی تعریف کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

الفرائد: ① اس میں والدین سے حسن سلوک اور ان کی خدمت کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ ② والدین کو بیوی و اولاد پر ترجیح کا عمدہ نتیجہ ہے۔ ③ پاکدامنی کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ ④ حرامکاری سے ایسے وقت میں بچنا جبکہ اس پر پوری قدرت ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں باعث عزت ہے۔ ⑤ طعام کے ساتھ اجارہ درست ہے۔ ⑥ حسن عہد اور ادائے امانت اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے۔ ⑦ اولیاء کی کرامات برحق ہیں۔

## ٢: بَابُ التَّوْبَةِ

قَالَ الْعُلَمَاءُ: اَلتَّوْبَةُ وَاجِبَةٌ مِّنْ كُلِّ ذَنْبٍ فَاِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا تَتَعَلَّقُ بِحَقِّ آدَمِيٍّ فَلَهَا ثَلٰثَةُ شُرُوْطٍ: اَحَدُهَا اَنْ يُّقْلِعَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ وَالثَّانِيْ اَنْ يَّنْدَمَ عَلٰى فِعْلِهَا، وَالثَّالِثُ اَنْ يَّعْزِمَ اَنْ لَّا يَعُوْدَ اِلَيْهَا اَبَدًا، فَاِنْ فُقِدَ اَحَدُ الثَّلٰثَةِ لَمْ تَصِحَّ تَوْبَتُهٗ، وَاِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ تَتَعَلَّقُ بِاٰدَمِيٍّ فَشُرُوْطُهَا اَرْبَعَةٌ هٰذِهِ الثَّلٰثَةُ وَاَنْ يَّبْرَاَ مِنْ حَقِّ صَاحِبِهَا، فَاِنْ كَانَتْ مَالًا اَوْ نَحْوَهٗ رَدَّهٗ اِلَيْهِ، وَاِنْ كَانَ حَدَّ قَذْفٍ وَّنَحْوَهٗ مَكَّنَهٗ مِنْهُ اَوْ طَلَبَ عَفْوَهٗ، وَاِنْ كَانَ غِيْبَةً اسْتَحَلَّهٗ مِنْهَا۔ وَيَجِبُ اَنْ يَّتُوْبَ مِنْ جَمِيْعِ الذُّنُوْبِ، فَاِنْ تَابَ مِنْ بَعْضِهَا صَحَّتْ تَوْبَتُهٗ عِنْدَ اَهْلِ الْحَقِّ مِنْ ذٰلِكَ الذَّنْبِ وَبَقِيَ عَلَيْهِ الْبَاقِيْ۔ وَقَدْ تَظَاهَرَتْ دَلَائِلُ الْكِتَابِ، وَالسُّنَّةِ، وَاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ عَلٰى وُجُوْبِ التَّوْبَةِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [النور: ٣١] قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ﴾ [هود: ٣] قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ [التحريم: ٨]

## باب ۲: توبہ کا بیان

علماء نے فرمایا ہر گناہ سے توبہ فرض ہے۔ پھر اگر گناہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ کسی بندہ کا حق اس سے متعلق نہیں تو اس سے توبہ کی تین شرائط ہیں: (۱) گناہ کو ترک کرنا' (۲) گناہ پر شرمسار ہونا' (۳) آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا۔ اگر ان میں سے ایک شرط معدوم ہوگی تو پھر توبہ صحیح نہ ہوگی اور گناہ کا تعلق کسی بندہ کے حق سے ہے۔ تو پھر اس کی چار شرائط ہیں۔ تین مذکورہ بالا اور چوتھی یہ ہے کہ حق والے کے حق سے بری الذمہ ہو۔ اگر وہ حق مال وغیرہ کی قسم سے ہے تو اس کو واپس کرے۔

اگر وہ بندہ کا حق تہمت وغیرہ کی قسم سے ہے تو اس کو اپنے اوپر اختیار دے یا اس سے معافی مانگے اور اگر غیبت وغیرہ ہو تو پھر بھی اس سے معافی مانگے۔ تمام گناہوں سے توبہ واجب ہے۔ اگر اس نے بعض گناہوں سے توبہ کی تو اہل حق کے نزدیک اس گناہ سے اس کی توبہ تو درست شمار کر لی جائے گی اور باقی گناہ اس کے ذمہ رہیں گے۔ توبہ کے لزوم پر کتاب وسنت اور اجماع اُمت کے بہت سے دلائل ہیں۔ چند ارشاداتِ الٰہی پیش کر رہے ہیں:

''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ''۔

''اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو''۔

''اے ایمان والو! اللہ کی بارگاہ میں خالص توبہ کرو''۔

**النَّحْو**: ① یہ ہذا مبتداء کی خبر ہے۔ ② باب التوبہ مبتداء خبر محذوف۔ ③ خذ محذوف فعل کا مفعول ہے۔ توبہ لغت میں رجوع کو کہتے ہیں۔ تاب۔ اتاب۔ آب: لوٹنا۔ تائب الی اللّٰہ تعالٰی: جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو یعنی مذموم اوصاف سے پسندیدہ اوصاف کی طرف۔ اسی طرح ممنوعات سے اوامر کی جانب' نافرمانی سے طاعت کی طرف' اللہ تعالیٰ کی ناپسند سے پسند کی طرف' مخالفت سے موافقت کی جانب' مفارقت کے بعد رجوع کرنے والا' مخالفت سے طاعت کی طرف آنے والا۔

تائب: جو شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر لوٹے وہ تائب ہے۔

منیب: جو اللہ تعالیٰ سے حیاء کر کے لوٹے۔

اوّاب: جو جلال الٰہی کی تعظیم کرتے ہوئے لوٹے۔

**توبہ کا شرعی معنی**: اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والی چیزوں سے ہٹ کر قرب والی چیزوں کو اختیار کرنا۔ (قال ابجی کذا)۔

قرطبی کہتے ہیں کہ جامع تعریف یہ ہے کسی ایسے گناہ کے مماثل حقیقی یا تقدیری سے بچنا جو پہلے کر چکا۔

**واجبة**: وجوب توبہ پر سب کا اتفاق ہے' اس میں صغائر و کبائر' ظاہر و باطن مثلاً حسد و کینہ کا کوئی فرق نہیں۔ **فان کانت تا بحق آدمی**۔

**النَّحْو**: **العبد**: کا بین اللہ کا عطف بیان ہے۔ مگر اس کو بدل یا خبر ثانی بنانا صحیح (سیوطی فی جمع الجوامع)

**فلها**: یہ اِن شرطیہ کا جواب ہے۔ **ان یقلع**۔

**شرط** ☆: رک جانا ہے اور منقطع ہونا۔ **عن المعصیة**: جو معصیت وہ کر رہا تھا کیونکہ گناہ کے ارتکاب کے ساتھ توبہ ناممکن ہے۔ اور کبھی یہ شرط چھوڑ دی جاتی ہے اور اس کو اس بات پر محمول کیا جاتا ہے کہ یہ ایسا شخص ہے کہ اس سے یہ معصیت محال ہے جیسا مجبوب الذکر زنی کرے۔ یہ ایسا شخص ہے جس سے اطقاع کتسب ناممکن ہے۔ اسی طرح اس سے اس بات کا عزم بھی ناممکن ہے کہ مستقبل میں وہ ایسا نہ کرے گا کیونکہ اس کا فعل ہی اس سے غیر ممکن ہے۔ شیخ عز الدین بن عبد السلام کہتے ہیں کسی انسان پر کسی چیز کا ترک اس وقت لازم ہو سکتا ہے جب اس کا کرنا اس سے ممکن ہو۔ اسی لئے کہ جس چیز کا ترک ناممکن ہو

انسان اس کا مکلف نہیں ہو سکتا۔

دوسری شرط: توبہ کی ان یندم علی فعلھا: اس طور پر کہ وہ معصیت ہے اگر وہ اس پر شرمندہ ہے مگر اس حیثیت سے نہیں بلکہ کلام میں آنے والی ان وجوہ کی بناء پر جو خالص توبہ کے سلسلہ میں لکھی گئی ہیں تو شرمندگی کسی مد میں شمار نہ ہوگی۔ غزالی نے توبہ کو مفہوم توبہ میں شرط قرار دینے پر اعتراض کیا ہے اور پھر لکھا کہ شرط قرار دینے سے مراد گناہ کا یاد کرنا اور اس کی نحوست اور اللہ کے عذاب و عتاب وغیرہ کو یاد کرنا ہے کیونکہ یہ چیز انسان کی قدرت وکسب میں داخل ہیں اور اسی پر شرمندگی کا دارومدار ہے جو کہ ایک فطری چیز ہے انسان کو اس کے کمانے کی طاقت نہیں۔ (منہاج العابدین للغزالی)

تیسری شرط: بعود الیھا ابدا: یعنی اس جیسا گناہ دوبارہ کبھی نہ کرے گا خواہ ریاء سے ہی ہو۔

چوتھی شرط: توبہ فقط اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔

سیف امدی نے ایک اور شرط کا اضافہ کیا ہے کہ مکمل توبہ اس وقت ہوگی جب شرمندگی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو (کذا قال ابن السلام) اس قید کا اضافہ اس لئے کیا گیا تا کہ اس جیسی باتوں سے احتراز ہو مثلاً ایک آدمی نے اپنے بیٹے کو قتل کر دیا۔ اس کو اس پر اس وجہ سے تو شرمندگی ہے کہ یہ اس کا بیٹا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدراک نہیں کیونکہ اخلاص تو ہر عبادت کا لازمہ ہے۔ لوگ توبہ کے تین ارکان مانتے ہیں جو اخلاص کے علاوہ ہیں۔

علامہ ابن حجر ہیثمی نے کہا یہ شرط اقلاع میں موجود ہے۔ اقلاع کی حقیقت یہ ہے کہ گناہ کو اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑے اس میں کسی فرد کا خوف یا ریاء وغیرہ کی غرض جو غیر اللہ سے متعلق ہے وہ شامل نہ ہو۔

فان فقد: یعنی ان میں سے ایک بھی نہ پائی گئی۔ فلا تصح توبتہ: تو اس کی توبہ کامل نہ ہوگی۔ البتہ ناقص توبہ گناہ سے باز آنے اور نہ کرنے کے عزم سے ثابت ہو جاتی ہے۔ اسی لئے بعض نے کہ الندم توبۃ والی روایت کو ناقص توبہ پر محمول کیا جائے گا۔ بعض کا قول یہ ہے کہ اس کا معنی الحج عرفہ: والا ہے کہ حج کا اہم ترین رکن حاضری عرفات ہے۔ واللہ اعلم۔

ان ...... المعصیۃ: وہ گناہ جس سے وہ توبہ کرنا چاہتا ہے۔ ...... فشر طھا اربعۃ: نحو: مبتدا خبر ہیں۔ مجموعہ افراد کے لحاظ سے اربعۃ خبر بن سکتی ہے کیونکہ مفرد معرفہ کی طرف مضاف ہے یہی صحیح ہے۔ ھذہ الثلاثۃ: جو پہلے ذکر کی گئی ہیں۔ چوتھی یہ ہے کہ حق والے کو حق واپس کرے۔ بعض نے تہمت کی صورت میں ایک قید کا اضافہ کیا ہے کہ وہ اسے اس طرح کہے میں نے تمہارے متعلق غلط بات کہی میں اس پر شرمندہ ہوں دوبارہ نہ کہوں گا اور جھوٹی گواہی بھی اسی میں شامل ہے۔

فان کانت: اگر گناہ آدمی سے تعلق رکھتا ہو اور وہ مال وغیرہ جیسی چیز ہو۔ ردہ الیہ: تو اسے واپس کر دے اگر بعینہٖ موجود ہو ورنہ تلف کی صورت میں اس کی قیمت ادا کرے یا اس کی مثل ادا کرے۔ وان کان حد قذف ونحوہ: اگر آدمی کا حق قذف قتل قطع ید کی صورت میں ہو۔ مکنہ منہ: تو حق والے کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرے کہ وہ اس سے بدلہ لے لے۔ او طلب عفوہ: اس سے معافی مانگے کہ وہ اپنا حق اس سے معاف کر دے۔

روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کے صحیح ہونے کے لئے حق کی واپسی اور اس کو اختیار دینا ضروری ہے جب اس کے سامنے پیش کر دیا یا معافی مانگ لی تو نیت کی حاجت نہیں۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ اور ابن عبدالسلام اور نوویؒ کہتے ہیں کہ اس کی توبہ صحیح ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو سپرد نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ہوتا ہے۔ البتہ آدمی کے حق وغیرہ کا گناہ

اس پر باقی رہے گا بلکہ کتاب شامل میں تو یہاں تک فرمادیا جب وہ شرمندہ ہوا ہے تو اس کی توبہ درست ہے اگر چہ حق کو نہیں لوٹایا اور یہ بات ظاہر ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کے حق کی طرح اس سے بری ہوگا جبکہ گناہ سے علیحدگی مکمل طور پر پائی گئی ورنہ وہ مغصوبہ چیز کے واپس کرنے کی طرح ہے جب تک وہ اس کے پاس باقی ہو اور وہ اسے لوٹا سکتا ہو تو اس کی توبہ اس غصب سے قبول نہیں ہوتی (اسی طرح یہاں ہے)۔

**وان کان:** اگر وہ آدمی کا حق معصیت یعنی غیبت ہے۔ بعض نے تو اس کو تہمت کے حق کی طرح قرار دیا کہ وہ اس طرح کہے جو میں نے کہا تھا وہ غلط تھا میں اس پر شرمندہ ہوں دوبارہ نہ کہوں گا اور جھوٹا گواہ بھی ایسا اقرار کرلے۔

**استحله منها:** یعنی اپنی بات کی اس کو اطلاع دے تاکہ معافی درست ہو جائے لیکن بعض مواقع ایسے ہیں کہ وہاں معافی مانگنے جائے گا تو ان کے قتل کر دینے کا خطرہ ہے تو پھر ایسا نہ کرے استغفار کافی ہے۔ غیبت وغیرہ کی معافی مانگ لے۔

**یجب..... جمیع الذنوب:** اہل سنت کے نزدیک ضروری ہے کہ صغائر سمیت تمام گناہوں سے توبہ کرلے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿تُوبُوا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾ [التحریم: ۸] ''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام اور خالص توبہ کرو''۔

**فان:** اگر اس نے تمام گناہوں سے توبہ نہ کی بلکہ بعض پر اصرار کیا اور بعض سے توبہ کی تو اہل سنت کے ہاں توبہ درست ہے۔ **من ذلك الذنب:** یہاں بہتر عبادت۔ **ذلك البعض:** بعض سے وہ مراد ہے جس سے اس نے توبہ کی ہے۔ **وبقی علیه الباقی:** باقی رہنے کا مطلب گناہ کا باقی رہنا ہے اور اس سے توبہ اس کے ذمہ باقی ہے۔ اس بات پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ جس آدمی نے کفر سے توبہ کی مگر بعض گناہوں پر اصرار کرنے کے باوجود اس کا اسلام اور توبہ درست ہے کیونکہ توبہ کی حقیقت رجوع' ندامت اور نہ کرنے کا عزم ہے اور وہ موجود ہے۔

**تظاهرت:** یہ تعاون کے معنی میں ہے۔

**النحو:** **دلائل الكتاب:** دلائل کی بقیہ معطوفات کی طرف اضافت بیانیہ ہے۔

**علی وجوب التوبه:** یہ تظاہرت کے متعلق ہے۔ آیات ﴿وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ﴾ (النور:۳۱)

**قال الله تعالیٰ:** یہ ① حال ہے۔ وہ مرتبہ کے لحاظ بلندیوں والا ہے۔ مکان کی بلندی جو اس کے لائق نہیں ہے اس سے پاک ہے۔ ② جملہ مستانفہ معنی انشائیہ ہے۔

**توبوا الآية:** تم اے ایمان والو! اس سے توبہ کرو جو تم سے ممنوع نظر وغیرہ واقع ہوگئی ہے۔

**المؤمنون:** میں عورتیں بھی شامل ہیں مذکر کو تغلیباً ذکر کیا گیا ہے۔

**لعلکم تفلحون:** تم اس گناہ سے قبول توبہ کی وجہ سے نجات پا جاؤ گے۔

**النحو:** **لعل:** اصل میں رجاء کے لئے مگر کلام اللہ میں تحقیق کے لئے ہے۔

علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کتاب وسنت کا ہر وعدہ یقیناً پورا ہونے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخلف محال ہے۔

**(التوضیح)**

آیت نمبر ② **استغفروا ربكم:** شرک سے معافی مانگو۔ اس کو ذکر کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے کیونکہ اس سے توبہ کا حکم ظاہر ہے۔

**انه كان غفاراً:** غفار میں مبالغہ ① باعتبار کمیت ہے۔ **مغفور لهم:** کی تعداد ان گنت ہے۔ اور اگر ② مبالغہ کیفیت کے لحاظ

سے ہو تو وہ تمام گناہ صغائر کبائر فواحش کو بخشنے والا ہے۔ان: یہ ماقبل امر کی علت ہے۔

آیت ④ قال تعالٰی یایها الذین امنوا توبوا الایة: خالص توبہ کے متعلق سلف کی مختلف تشریحات ہیں۔حاصل سب کا ایک ہے۔

حضرت عمر اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خالص توبہ یہ ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد اسی طرح دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرے جیسا کہ دودھ پستان میں واپس نہیں جاتا۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں گزشتہ پر شرمندہ ہو اور دوبارہ نہ کرنے کا پختہ قصد کرنے والا ہو۔

کلبی کہتے ہیں۔زبان سے استغفار اور دل سے ندامت اور بدن کو روک رکھنا توبہ ہے۔

ابن المسیبؒ کہتے ہیں جس توبہ سے تم اپنے نفوس کی خیر خواہی کرنے والے ہو۔ابن مسیب نے نصوح بروزن فعول کو بمعنی فاعل قرار دیا اور پہلے تمام علماء نے نصوح بمعنی منصوع قرار دیا یعنی تائب خالص ہو گیا اور اس نے اس میں ملاوٹ نہ رہی۔پس یہ نصوح رکوب بمعنی مرکوبہ منصوحہ ہے۔دوسری صورت میں نصوح بمعنی ناصحہ یعنی خالصہ صادقہ ہے۔

علامہ زرکی کہتے ہیں خالص توبہ میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں۔① تمام گناہوں سے ہو کوئی گناہ بھی اس سے باقی نہ رہے۔② عزم و صدق دونوں اس طرح جمع ہوں کہ تردد و انتظار کی گنجائش نہ رہے بلکہ ارادہ و عزم اکٹھے ہوں۔③ اخلاص کی راہ میں تمام اسباب اور ملاوٹوں سے پاک ہو اور اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت سے واقع ہو۔اللہ کے انعامات کی توقع اور عذاب سے ڈر کر ہو اس شخص کی طرح نہ ہو جو اپنی جاہ یا پیشہ یا منصب یا حالت یا مال کی حفاظت یا لوگوں سے تعریف کی خواہش یا لوگوں کی مذمت کے خطرے یا اسی طرح کے دیگر اسباب جو اس کے خلوص و صحت میں نقصان دہ ہیں ان کی خاطر توبہ کرے۔

**حاصل** ☆ پس پہلی شرط ان چیزوں سے متعلق ہے جن سے توبہ کی جاتی ہے اور تیسری شرط جس کے لئے توبہ کی جاتی ہے درمیانی شرط توبہ کرنے والے کی ذات سے متعلق ہے۔جس توبہ میں مذکورہ شرائط پائی جائیں وہ بلاشبہ بخشش کو متضمن و مستلزم ہے اور تمام گناہوں کو مٹانے والی یہ انتہائی کامل ترین توبہ ہے۔(شرح المنازل)

① یہ نصح الشی سے ہے ای خالصہ۔② نصحت اور نصیحت خالص کرنا مخلصہ صادقہ کے معنی میں۔③ نصحت الثوب پھٹے کپڑے کو مرمت کر لیا جس توبہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ توڑے ہوئے تعلق کو مرمت کر لیا۔ای منصوحہ۔(مترجم)

۱۳: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : "وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے ایک: ایک دن میں ستر ستر مرتبہ سے زیادہ توبہ و استغفار کرتا ہوں۔(صحیح بخاری)

واللہ: کسی معاملے کی تاکید اور تقویت کے لئے قسم مستحب ہے تا کہ لوگ اس کو جلد اپنائیں۔

انی لاستغفروا اللّٰہ: میں اپنے مقام و مرتبہ (جو ہر گناہ سے مبرا ہے) کے مطابق مغفرت طلب کرتا ہوں۔

واتوب الیہ: میں اس کی طرف شہود سے شہود کی طرف منتقل ہوتا ہوں۔یہ جملہ جواب قسم ہے۔

فی الیوم: شرعی دن طلوع فجر سے غروب شمس کو کہا جاتا ہے۔ علامہ سفاقسی رحمۃ اللہ کہتے ہیں۔ یوم ایسا لفظ ہے جس کے فاکلمہ میں یا عین میں واؤ واقع ہوتا ہے اور کوئی لفظ ایسا نہیں۔ ⑥ ویعرج: یہ سورج کے ناموں میں سے ہے۔ بعض نے وبوح کہا ہے۔

سبعین مرۃ: یہ تحدید کے لئے نہیں آتے۔ توبہ واستغفار کا تقاضا یہ ہے کہ یہ منحصر نہ ہو۔ یہ ترقی و مشاہدہ کے مطابق مکرر لائے ہیں۔ پھر اس میں ترغیب دی کہ خیر خلق اور معصوم ہونے کے باوجود جب ستر بار استغفار کرتا ہوں اور وہ اس غرض کے پیش نظر کہ حق عبودیت جو اس کی ذات کے لائق ہے اس سے اپنے کو قاصر سمجھ کر استغفار کرتا ہوں۔

بخاری نے کتاب الاطراف میں ذکر کیا اور بخاری میں مائۃ مرۃ کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۷۷۹۸ / ۳) والبخاری (۶۳۰۷) والترمذی (۳۲۵۹) والنسائی فی الکبری (۱۱۴۹۵ / ۶) و فی عمل الیوم واللیلة (۴۳۴) وغیرہ و ابن ماجه (۳۸۱۵) وابن حبان (۱۹۲۵) و ابن أبی شیبة (۱۰ / ۲۹۷)

**الفوائد:** ① آپ ﷺ کا استغفار اُمت کو سکھانے اور بتلانے کے لئے ہے۔ ② بقول امام غزالی آپ ﷺ کے درجات دائم الترقی ہیں جب اگلے درجے پر پہنچ جاتے ہیں تو گزشتہ سے استغفار کرتے ہیں۔ ③ دِل کی ترقی کے منازل سے نفس کو قاصر پا کر استغفار کرتے ہیں۔

۱۴: وَعَنِ الْاَغَرِّ بْنِ يَسَارٍ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "يٰاَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ فَاِنِّيْ اَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴: حضرت اغر بن یسار مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! اللہ کی بارگاہ میں تم توبہ واستغفار کرو۔ میں دن میں سو سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں"۔ (صحیح مسلم)

اَغَرّ بن یَسار المزنی: ان کو جہنی بھی کہا جاتا ہے۔ ایک دوسرے صحابی اَغر غفاری ہیں۔ بعض حفاظ نے دونوں کو ایک قرار دیا ہے مگر حافظ نورالدین داؤدی کہتے ہیں یہ تین افراد ہیں۔ مسلم نے صرف اغر مزنی سے روایت لی ہے اور ابوداؤد ترمذی نے بھی اس سے روایت نقل کی ہے۔

توبوا الی اللّٰہ: اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور مناہی سے اجتناب کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرو اور جن کاموں سے توبہ کا حکم دیا ہے بالاتفاق توبہ ہر صغیرہ گناہ سے بھی ضروری ہے۔

فانی اتوب الیہ: میں اس کی بارگاہ کی طرف اس طرح رجوع کرتا ہوں جو میرے مناسب ہے' مثلاً اس کے شہود کی طرف یا اس سے سوال کی طرف یا اس کی بارگاہ میں حضور اور عاجزی ظاہر کرنے کے لئے'۔

**تخریج** ۞ مسلم ج ۲۔ ۲۷ نے اپنی صحیح کے آخر میں ذکر کیا اور کتاب السلاح میں فرمایا کتب ستہ میں حضرت اغر رضی اللہ عنہ کی صرف یہی روایت ہے۔ ابن ماجہ ۳۸۱۵۔

**الفوائد:** ① علامہ ابن جوزیؒ نے فرمایا گنہگار کے لئے استغفار اس لئے اعلیٰ ہے کیونکہ میلے کپڑے کو خوشبودار دھونی کی بجائے صابن کی ضرورت ہے۔ ② کثرتِ استغفار اس روایت سے نبی کریم ﷺ سے ثابت ہوا وہاں دیگر انبیاء علیہم السلام

سے بھی اس کی تلقین موجود ہے جیسے کہ آیاتِ مبارکہ: ﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ...... ﴾ [نوح: ۱۰] اور ﴿ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ...... ﴾ [هود: ۵۲]

۱۵: وَعَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيِّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَقَدْ اَضَلَّهٗ فِيْ اَرْضٍ فَلَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ـ *وَفِيْ رِوَايَةِ الْمُسْلِمِ: "اَللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَيِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا وَقَدْ اَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِيْ وَاَنَا رَبُّكَ، اَخْطَاَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ."

۱۵: حضرت انس بن مالک انصاریؓ خادم رسولؐ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے کہیں اس سے بھی بڑھ کر خوش ہوتے ہیں۔ جتنا وہ آدمی جس نے بیابان میں اپنے اونٹ کو گم گشتہ ہونے کے بعد پالیا'' (متفق علیہ) صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے جبکہ وہ اس کی بارگاہ میں توبہ کرے کہیں اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جتنا وہ آدمی کہ جس نے کسی صحرا میں اپنی سواری کو گم کر دیا۔ وہ سواری اسکے ہاتھ سے چھوٹ گئی جبکہ اس کا کھانا اور پینا اس پر لدا ہوا تھا۔ وہ شخص اس کی تلاش میں مایوس ہو کر ایک درخت کے سایہ کے نیچے آ کر لیٹ گیا۔ اسی دوران وہ سواری اس کے پاس آ کر کھڑی ہوئی اور وہ اس کی نکیل کو تھام کر انتہائی خوشی میں یوں کہہ اٹھتا ہے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِيْ وَاَنَا رَبُّكَ کہ: ''اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا ربّ''۔ گویا خوشی کے جوش میں وہ غلطی کر گیا۔

**ابو حمزہ:** یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔ حمزہ ایک سبزی ہے جس میں ترشی پائی جاتی ہے وہ ان کو بہت پسند تھی۔ بن مالک بن النضر انصاری الخزرجی النجاری المدنی ثم البصری۔

**خادم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:** انہوں نے آپ کی سفر و حضر میں مدینہ تشریف آوری سے وفات تک خدمت کی۔ اس وقت ان کی عمر دس سال کی تھی وفات شریفہ کے وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ غزوات میں شمولیت کی۔

مرویات: بقی بن مخلد کی مسند میں ان سے ۲۲۸۶ روایات ہیں جبکہ بخاری و مسلم نے ۱۶۸۔ بخاری نے ۸۰ اور مسلم نے ۷۰ نقل کی ہیں۔ انہوں نے خود کئی صحابہؓ سے روایات نقل کی ہیں اور ان سے بہت سے تابعین نے روایت کی ہیں۔ اصحاب مسانید نے ان سے روایات لی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے سلسلہ میں کرامت یہ ہے جو بخاری نے نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے۔ وہ آپ کی خدمت میں کھجور اور گھی لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: تم اپنا گھی مشک میں واپس ڈال دو اور کھجور واپس ٹوکری میں رکھ دو میں روزہ سے ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے ایک جانب تشریف لے گئے اور وہاں نفل نماز ادا فرمائی۔ پھر ام سلیم سے اور اس کے گھر والوں کے لئے دعا فرمائی۔ ام سلیمؓ کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ایک خویصہ ہے (چھوٹی خاص چیز) آپ نے فرمایا وہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا وہ آپ کا خادم انس ہے۔ آپ اس کے لئے دعا فرمائیں۔ آپؐ نے دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کی دعا میرے لئے فرمائی۔ فرمایا: اللھم ارزقه مالا وولدا وبارك له: انس کہنے لگے میرے پاس انصار میں سب سے زیادہ مال تھا۔ مجھے اولاد دی ملی میرے پوتوں کے ان کی تعداد ۱۲۵ تھی اور میری زمین سے دو مرتبہ فصل اٹھایا جاتا اور میرے باغ کے ریحان کی خوشبو مشک جیسی تھی۔ (شرح الاذکار میں مزید حالات دیکھیں)

وفات: انہوں نے اپنے مکان قصر انس میں جو بصرہ سے ڈیڑھ فرسخ دور تھا وفات پائی۔ صحابہؓ میں سب سے آخر میں یہ وفات پانے والے ہیں۔ ۹۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کی عمر ۱۰۰ سے زائد تھی۔ ان کی وفات پر مورق عجلی نے کہا آج نصف علم چلا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے جب خواہش پرست ہم سے احادیث میں جھگڑا ڈالتے تو ہم کہتے آؤ ان کے پاس چلیں جنہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ للّٰہ: یہ لام کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ یہ قسم مقدر کا جواب ہے ای وَاللہِ لَلّٰہُ۔

افرح: زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ فرح ① وہ خوشی جو انسان کو اپنے کسی ایسے سامان کے مل جانے پر میسر ہوتی ہے جس سے اس کا نقصان پورا ہو جائے۔ یا ② اس کی ضروریات پوری ہو جائے ③ اس سے اپنے اوپر آنے والی مصیبت یا نقص دور کر سکے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق والی خوشی سے تو پاک ہے۔ زیادہ سے زیادہ کہہ سکتے ہیں کہ رضا مراد ہے کیونکہ سرور و رضا ہم قرین ہیں یا تشبیہ عقلی مرکب ہے اصل اس سے نچوڑ اور غایت مراد ہوتی ہے اور رہی یہ بات کہ اس کو اس تشبیہ کے انداز میں اس لئے لایا گیا تا کہ سامع کے ذہن میں بات اتر سکے یا مرتکب تمثیلی ہے کہ مشبہ کے لئے مشبہ بہ کے حالات کا وہم پیدا ہو کر پھر اس کے مناسب حالات مراد لئے جائیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ افرح سے راضی ہونا مراد ہے۔

بتوبة عبده من: یعنی تم میں سے کسی کی خوشی جو اس حال میں میسر آئے۔ سقط علی بعیرہ: اپنے اونٹ کو پالے یہ سقط الطائر علی وکرہ: سے لیا گیا ہے یعنی بلا قصد مل جائے۔

النَّحْوُ وقد اضله: یہ سقط کی ضمیر سے حال متداخلہ ہے۔

فی ارض فلاة: موصوف کو صفت کی طرف مضاف کیا گیا ہے اسے فی ارض واسعۃ۔

یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ اختلاف الفاظ: مسلم کے الفاظ یہ ہیں: للّٰہ اشد فرحا بتوبة عبده حین یتوب الیه: یعنی بندے کے طاعت کی طرف لوٹنے اور حکم کی اطاعت کرنے سے۔

حین یتوب الیه: جب کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی خاطر توبہ کرنے والا ہو۔ یہ قید بتوبة عبده: کے بعد ضروری ہے۔ احدکم اذا کان: ایک نسخہ یہ کان کا لفظ ہے۔

راحلته: سے وہ سواری مراد ہے جس پر وہ سوار تھا خواہ اونٹنی ہو یا اور۔

بارض فلاة: ارض کو تنوین سے نقل کیا گیا ہے مگر فتح الدلہ میں اضافت کے ساتھ ہے۔

فانفلتت منه: وہ سواری اس سے گم ہو گئی حالانکہ اس پر اس کا کھانا پینا بھی تھا۔ اس کو دو وجہ سے اونٹنی کی ضرورت ہے: ① اس

پر اس کا زادِراہ ہے۔ ② سواری کے لئے۔

**فایس منها**: (وہ مایوس ہوگیا) ① اسے پالینے میں مایوسی کا اظہار مقصود ہے۔ ② اس کی تلاش پر قادر نہ ہوا۔ **فاتی شجرة**: سواری کی تلاش میں پہنچنے والی تھکاوٹ سے آرام کر سکے۔

**وقد أيس**: یہ حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ اس کے مل جانے سے مایوس ہو چکا تھا اور اسباب موت کے پیدا ہونے کی وجہ سے وہ اپنے کو موت کے حوالے کر چکا تھا۔

**فبينما**: اصل میں بین پر ما کو اضافت سے باز رکھنے کے لئے لگا دیا۔

**هو كذلك**: مایوس یا موت کے حوالے کرنے والا۔ **اذ هو بها قائمة عنده**: ① اس میں اشارہ ہے کہ دکھ کے ساتھ سکھ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لَنْ يَغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ** تنگی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آسکتی۔ دوسرا ارشاد ہے: **اشتدی ازمة تنفرجی**: قوت مضبوط کرو کشادگی ہو جائے گی۔ ② اس میں اشارہ ہے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور اپنی قوت و اختیار سے نکلنا۔ مطالب و مقاصد کے حصول کا سبب ہے۔ اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ اسباب کو بالکل چھوڑ دیا جائے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان پر اعتماد نہ کیا جائے۔ اعتماد اللہ تعالیٰ پر کرے جو کہ توفیق بخشنے والا ہے۔

**فاخذ بخطامها**: اس نے انتہائی خوشی سے اس کی لگام تھامی۔

**خطام**: چھلکا، بال وغیرہ سے بٹی رسی۔ اگر چمڑے کی ہو تو اس کو جریر کہتے ہیں (النہایہ)

**زمام**: ناک میں جو باریک رسی ڈالی جائے۔ (النہایہ) وہ رسی جس سے اونٹوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے (شرح مطالع)

**ثم قال من**: پھر انتہائی خوشی کی وجہ سے کہا اللهم انت۔

**اخطاء من شدة الفرح**: یہ جملہ دوبارہ لوٹایا گیا۔ گویا سائل کے اس سوال کا جواب ہے کہ اس نے غلطی کیوں کی؟ تو جواب دیا شدت فرح سے خطاء کی اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے وہ انسان بدھیات کا ادراک بھی نہیں کر سکتا۔ امالی ابن عساکر کی ایک روایت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: **لله افرح بتوبة عبده من العقيم الوالد' ومن الضال الواجد' ومن الظمأن الوارد** ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں کہ بانجھ والد بن جائے اور گم راہ راستہ پالے اور پیاسا گھاٹ پر جا اترے''۔ ایک اور روایت میں ہے: **لله افرحُ بتوبة التائب من الظمأن الوارد' ومن العقيم الوالد' ومن الضال الواجد' فمن تاب توبة نصوحا أنسى الله حافظيه وجوارحه وبقاع الارض كلها خطاياه وذنوبه** (جامع الصغیر) ''جس نے خالص توبہ کی اللہ تعالیٰ حافظ فرشتوں اور اس کے جوارح اور زمین کے حصوں کو اس کی غلطیاں اور گناہ بھلا دیتے ہیں۔

**تخريج**: أخرجه احمد (۱۳۲۲۶ / ٤) والبخاری (٦٣٠٩) و مسلم (۲۷٤٧) و ابن حبان (٦١٧) * تفرد به مسلم (٦٨٩٥) تحفة الإشراف (۱۹۱)

**الفرائد**: ① اس روایت میں توبہ پر ابھارا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ [التوبة: ۱۰٤] کیا ان کو معلوم نہیں کہ بے شک اللہ

تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے اور صدقات کو قبول فرماتے ہیں اور بے شک وہی تواب و رحیم ہے۔ ⑥ ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ [البقرۃ: ۲۲۲] بے شک اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے بندے پسند ہیں۔

۱۶: وَعَنْ أَبِيْ مُوْسَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ اللَّيْلِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶: حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں تاکہ دن میں گناہ کرنے والا رات کو توبہ کرے اور دن کو اپنا دست قدرت پھیلاتے ہیں تاکہ رات کو گناہ کرنے والا دن کو توبہ کرے۔ (یہ معافی کا سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا) یہاں تک کہ (قرب قیامت) مغرب سے سورج طلوع ہو''۔ (صحیح مسلم)

**تشریح** ۞ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات پہلے ذکر ہو چکے۔ ان اللّٰہ تعالٰی یبسط یدہ باللیل:

① بسط ید: یہ طلب کی تعبیر ہے کیونکہ لوگوں میں جب مانگنے والا کوئی چیز مانگتا ہے تو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے۔ ② اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ سخی ہیں بخل سے پاک ہیں۔ ③ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت اور گناہوں کی کثرت سے تجاوز کرنا ہے۔ (المفاتیح)

④ یہ روایت تمثیل کے قائم مقام لائی گئی ہے اس سے توبہ کی قبولیت اور رحمت کا دوام معلوم ہو رہا ہے۔ اس موقعہ پر اس کی صفات لطف و رافت اور مغفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ (المفہم للقرطبی) ⑤ شاید یہ تمثیل ہو۔ اس میں بندے کی طرف سے ارادہ توبہ والی حالت کو تشبیہ دی اور یہ توبہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اس آدمی کے ارادہ سے تشبیہ دی جس کی ایسی نفیس چیز گم ہوگئی جس کے بغیر اسے کوئی چارہ کار نہیں پھر وہ چیز اس نے دوسرے کے ہاں پالی چنانچہ وہ اس چیز کے حصول کے لئے گڑگڑا کر اس سے طلب کر رہا ہے۔ تشبیہ میں کمال کرتے ہوئے بسط الید سے استعارہ کر دیا کہ مشبہ مشبہ بہ کی گویا ایک نوع ہے۔
(طیبی فی شرح المشکوۃ)

یتوب اللیل: رات کو اللہ تعالیٰ اپنی سخاوت و فضل گناہ گاروں پر وسیع کرتے تاکہ دن میں ان کے دلوں میں توبہ کا القاء کیا جائے اور دن کو اپنی رحمت و فضل وسیع کرتا ہے تاکہ رات کو گناہ گار کے دل میں توبہ القاء کی جائے جب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے اس کا کرم و جود کا سبب بنتا رہے گا۔

① بسط ید: یہ قبولیت توبہ سے کنایہ ہے۔ (فتح الالہ لابن حجر الہیثمی)

② اہل عرب کا یہ طریقہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پسند کرتے ہیں تو قبول کرنے کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے اور جس کسی چیز سے نفرت کرتے تو اپنا ہاتھ کھینچ لیتے ہیں (ماوردی) مگر یہ بات حدیث پر فٹ نہیں ہے۔

یتوب مسیئ النھار: گناہ گار کو چاہئے کہ جلدی سے توبہ کر لے بجائے اس کے کہ رات کی طرف توبہ منتقل ہو۔ اسی طرح رات ہی میں توبہ کر لے بجائے اس کے کہ دن کی طرف توبہ منتقل ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ مراد نہیں اس لئے کہ رات کو توبہ کا مقبول ہونا دن کو گناہ کرنے والے کی توبہ کی علت نہیں اسی طرح اس کا عکس کیونکہ وقت سے پہلے قبولیت توبہ کا کوئی مطلب نہیں بلکہ مطلب

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو توبہ قبول کرتے ہیں تا کہ رات والا گناہ گار توبہ کرے اور دن میں توبہ قبول کرتے ہیں تا کہ دن کا گناہ گار توبہ کرے۔

حتی تطلع الشمس: اس سے اشارہ کر دیا کہ گناہ گار کی توبہ قبول ہوتی رہے گی جب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ مغرب سے طلوع شمس کے ساتھ ہی توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ ﴾ [الأنعام: ۱۵۸] اسی طرح غرغرہ موت کے وقت بھی توبہ مقبول نہیں اور معاینہ عذاب کے وقت بھی توبہ قبول نہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا …… ﴾ [المؤمن: ۸۵]

**تخریج**: تفرد به مسلم (۲۷۵۹) تحفة الأشراف (۹۱٤٥)

**الفوائد**: ① اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خصوصی فضل وحلم کا تذکرہ ہے۔ ② توبہ کی قبولیت کا کوئی مخصوص وقت نہیں بلکہ اس کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے تا کہ بندے مایوس نہ ہوں۔ ③ بندے کو توبہ میں تعجیل کرنی چاہیے نہ کہ تاخیر۔

۱۷: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

۱۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو آدمی سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے پہلے توبہ کرے اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم)

من تاب: یعنی جس نے ایسی توبہ کی جس میں تمام شرائط جمع ہوں۔

من مغربها: مغرب سے طلوع ہو کر آسمان کے درمیان تک پہنچے پھر عادت کے مطابق مغرب کی طرف لوٹ کر غروب ہو جائے گا۔ یہ توبہ کا دروازہ بند ہونے کی علامت ہوگی۔

بعض محققین کو اس میں تردد ہوا کہ آیا یہ ہر ایسے شخص کے متعلق عام ہے جس نے طلوع سے پہلے اور بعد وقت پایا یا طلوع شمس سے پہلے وقت پانے والے سے خاص ہے کیونکہ اس نے تاخیر سے کوتاہی کی ہے۔ بعد والے نے تو تاخیر سے کوتاہی نہیں کی۔

تاب الله عليه: اس کی توبہ کو قبول کیا۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ توبہ جب تمام شروط سے پائی جائے تو اہل سنت کے نزدیک عقلاً اس کا اللہ تعالیٰ پر قبول کرنا واجب نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل وکرم سے بھی قبول فرماتے ہیں اور شریعت واجماع سے اس کی قبولیت ثابت ہو چکی۔ کافر کی توبہ کی قبولیت تو قطعی ہے۔ اس کے علاوہ توبہ کی اقسام قطعی ہیں یا ظنی؟ امام الحرمین نے اس کو ظنی قرار دیا اور یہی زیادہ صحیح ہے اور دیگر بعض علماء نے قطعی مانا ہے واللہ اعلم۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۹۱٤۱ ـ ۷۷۱۵ / ۳) و مسلم (۲۷۰۳) والطبري (۱٤۲۲۰) و ابن حبان (٦۲۹)

**الفوائد**: ① موت کا نقارہ بجنے سے پہلے بندے کو پہلی فرصت میں توبہ کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کو معاف کرنے والے اور ان سے درگزر کرنے والے ہیں۔

۱۸ :وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ : "قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ یُغَرْغِرْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۸: حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتے ہیں جب تک عالم نزع اس پر طاری نہ ہو"۔

(ترمذی حدیث حسن)

وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یہ محل حال میں واقع ہے۔اس حال میں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرنے والے ہیں۔ (۲) ممکن ہے کہ ابن عمرؓ سے منقول مرفوع کا بیان ہو۔

عزوجل۔ عز جدہ: اس کی بزرگی بلند ہے۔وجل شانہ: اس کی شان عظیم ہے۔العبد: اپنے فضل سے مرد و عورت مکلّف گناہ گار کی توبہ قبول کرتے ہیں۔

ما لم یغرغر: اس کی روح حلق میں پہنچ جائے۔غرغرہ منہ میں پانی ڈال کر گھمانا۔یہ اس آیت سے اخذ کی گئی ہے: ﴿وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ ......﴾ [النساء: ۱۸] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد موت کے فرشتوں کا دیکھ لینا ہے۔دیگر مفسرین کہتے ہیں اس سے مراد موت کا یقینی ہونا ہے معائنہ ضروری نہیں کیونکہ بہت سے لوگ اس کو نہیں دیکھتے مگر آیت: ﴿قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ ......﴾ [السجدۃ: ۱۱] دلالت کرتی ہے کہ ہر ایک موت کے فرشتہ کو دیکھتا ہے جو دیکھنے کے قائل نہیں ان کو دلیل لانی چاہئے۔مگر میں کہتا ہوں یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ قبض روح سے فرشتے رؤیت کا لزوم ثابت نہیں ہوتا۔بعض نے کہا ایسے وقت میں توبہ کے قبول نہ ہونے میں راز یہ ہے کہ قبولیت کی ایک شرط یہ ہے کہ دوبارہ نہ کرنے کا عزم ہو اور یہ تبھی ہوسکتا ہے جبکہ اسے اختیار حاصل ہو اور توبہ پر قدرت ہو۔

علامہ ہیثمی کہتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ جب حالت اس مقام تک پہنچ جائے جس کے بعد مریض عادۃً جانبر نہیں ہوتا تو اس وقت کی توبہ وغیرہ صحیح نہیں اور حدیث میں یغرغر: کا بھی یہی مطلب ہے اور جب اس حالت تک نہ پہنچے تو توبہ وغیرہ درست ہے۔ (فتح الالہ)

ابن سید الناس کہتے ہیں ترمذی تا کے کسرہ سے معروف ہے اور پختہ کار تا پر ضمہ پڑھتے ہیں۔یہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے۔ ابن حبان نے کہا یہ ثقہ ہیں ان کی ولادت ۲۰۹ھ میں ہوئی۔

بقول مستغفری انہوں نے رجب ۲۹۷ھ میں وفات پائی یہی صحیح قول ہے۔حافظ کے متعلق علامہ مروزی کہتے ہیں کہ میں مکہ کی طرف جا رہا تھا میں نے انکی احادیث میں سے دو اجزاء لکھے۔یہ شیخ ہمارے پاس سے گزرے میں انکے پاس گیا میرا اپنا خیال یہ تھا کہ میں وہ دو اجزاء اپنے ساتھ اٹھائے ہوئے ہوں۔میں نے ان سے گزارش کی کہ وہ احادیث پڑھا دیں انہوں نے قبول کر لیا۔میں نے دونوں اجزاء پکڑے اور ان کو کھولا تو سفید جلدیں تھیں میں حیران رہ گیا۔شیخ اپنے حافظہ ہی سے مجھے سنانے لگے۔پھر میری طرف دیکھا کہ سفید کاپی میرے ہاتھ میں ہے تو فرمانے لگے تمہیں حیاء نہیں آئی میں نے واقعہ کہہ سنایا میں نے تمام یاد کر لیا ہے۔انہوں نے پڑھنے کا حکم دیا تو میں نے مسلسل وہ تمام پڑھ کر سنا دیا جو انہوں نے سنایا تھا اور ایک حرف

کی غلطی بھی نہ کی تو فرمانے لگے آج تک تیرے جیسا شخص میرے پاس نہیں آیا (تحفۃ [illegible]) یہ روایت [illegible]

**سوال** نوویؒ نے شروع کتاب میں کہا کہ میں حدیث صحیح [illegible] مگر یہاں حسن [illegible]۔

**جواب** ممکن ہے صحیح سے مقبول مراد ہو اور حسن [illegible] میں شامل ہے۔

ابن حجر عسقلانی اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ حسن لذاتہ پر صحیح کا اطلاق [illegible] ہے۔ حسن لغیرہ اس وقت صحیح ہو گی جب اور سند سے بھی مروی ہو اگر ایسا نہ ہو تو وہ صحیح نہ کہلائے گی۔ حسن لذاتہ جب دوسرے طریق سے آجائے تو مجموعے کو دیکھ کر اسے حسن فی حد ذاتہ کہیں گے۔ بعض محدثین ہر قابل احتجاج روایت کو صحیح [illegible] ہیں اور یہ بات متاخرین میں معروف نہیں۔ ابن الصلاح نے مقدمہ میں ذکر کی ہے۔ شاید نووی نے یہی راہ اپنایا ہو اگر اس کی کتاب میں کوئی روایت حسن لغیرہ پائی جائے تو ایک قول یہ ہے کہ سابقہ قول کو اس پر محمول کریں کہ اس نے اغلباً صحیح روایات کا اہتمام کیا ہے۔

**تخریج**: إسناده حسن۔ أخرجه أحمد (٦١٦٨ / ٢) والترمذی (٣٥٢٧) و ابن ماجة (٤٢٥٣) والحاكم في التوبة (٧٦٥٩ / ٤) و ابن حبان (٢٦٨) وأبو نعيم في الحلية (٥ / ١٩٠) و في الباب عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه عند الطبری (٨٨٥٨) والقضاعي في مسند الشهاب (١٠٨٥)

ترمذی: ترمذ شہر کی طرف نسبت ہے جو دریائے جیحوں کے کنارے واقع ہے۔ (لب اللباب)

**الفوائد**: ① غرغرۂ موت سے پہلے تک توبہ کی مہلت دی گئی۔ ② توبہ کا وقت فوت ہونے سے پہلے اس کو پالینا چاہیے۔

١٩ : وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ : اَتَيْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَسْاَلُهُ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ: مَا جَآءَ بِكَ يَا زِرُّ؟ فَقُلْتُ: ابْتِغَآءَ الْعِلْمِ فَقَالَ : اِنَّ الْمَلَآئِكَةَ تَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا يَطْلُبُ فَقُلْتُ: اِنَّهٗ قَدْ حَكَّ فِيْ صَدْرِى الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ بَعْدَ الْغَآئِطِ وَالْبَوْلِ وَكُنْتُ امْرَاً مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَجِئْتُ اَسْاَلُكَ هَلْ سَمِعْتَهٗ يَذْكُرُ فِي ذٰلِكَ شَيْئًا؟ قَالَ : نَعَمْ كَانَ يَاْمُرُنَا اِذَا كُنَّا سَفْرًا۔ اَوْ مُسَافِرِيْنَ اَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ اِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ ' لٰكِنْ مِنْ غَآئِطٍ وَّبَوْلٍ وَّنَوْمٍ فَقُلْتُ : هَلْ سَمِعْتَهٗ يَذْكُرُ فِي الْهَوٰى شَيْئًا؟ قَالَ نَعَمْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهٗ اِذْ نَادَاهُ اَعْرَابِيٌّ بِصَوْتٍ لَهٗ جَهْوَرِيٍّ :يَا مُحَمَّدُ ' فَاَجَابَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَحْوًا مِّنْ صَوْتِهٖ هَاؤُمْ فَقُلْتُ لَهٗ :وَيْحَكَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ فَاِنَّكَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ نُهِيْتَ عَنْ هٰذَا! فَقَالَ :وَاللّٰهِ لَا اَغْضُضُ۔ قَالَ الْاَعْرَابِيُّ :اَلْمَرْءُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ' فَمَا زَالَ يُحَدِّثُنَا حَتّٰى ذَكَرَ بَابًا مِّنَ الْمَغْرِبِ مَسِيْرَةُ عَرْضِهٖ اَوْ يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ عَرْضِهٖ اَرْبَعِيْنَ اَوْ سَبْعِيْنَ عَامًا قَالَ سُفْيَانُ اَحَدُ الرُّوَاةِ :قِبَلَ الشَّامِ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مَفْتُوْحًا لِلتَّوْبَةِ لَا يُغْلَقُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهٗ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

١٩: زِر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں موزوں پر مسح کرنے کے متعلق مسئلہ پوچھنے کیلئے حضرت صفوان بن عسالؓ کی خدمت میں آیا تو آپؐ نے فرمایا: اے زِر کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا حصولِ علم کیلئے۔ تو فرمایا: فرشتے طالب علم کی اس طلب پر خوش ہو کر اپنے پَر بچھاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا پیشاب' پاخانہ کے بعد موزوں پر مسح کرنے کا مسئلہ میرے دل میں کھٹکتا ہے۔ آپ چونکہ صحابی رسولؐ ہیں۔ لہٰذا میں یہ مسئلہ دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ کیا آپ نے اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کو کچھ فرماتے سنا؟ فرمایا: جی ہاں۔ آنحضرت ہمیں حکم فرماتے کہ جب ہم سفر میں ہوتے یا مسافر ہوتے کہ تین دن رات تک اپنے موزوں کو نہ اُتاریں۔ البتہ جنابت کی حالت میں اتار دیں۔ لیکن پیشاب' پاخانہ نیند کی حالت میں نہ اُتاریں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ نے محبت کے متعلق حضورؐ کو کچھ فرماتے سنا۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ ہم آنحضرتؐ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ہماری موجودگی میں ایک بدو (دیہاتی آدمی) آیا اور بلند آواز سے یا محمد کہہ کر آواز دی۔ آپؐ نے بھی بلند آواز سے اس کو جواب دیتے ہوئے فرمایا ادھر آؤ۔ میں نے اس دیہاتی کو کہا افسوس ہے تم پر۔ تم اپنی آواز کو پست کرو کیونکہ تم نبی اکرم ﷺ کے پاس ہو اور اس طرح آواز بلند کرنے سے روکا گیا ہے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! میں تو آواز پست نہ کروں گا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا حضرت! اگر کوئی شخص کسی گروہ سے محبت کرتا ہو مگر ابھی ان کے ساتھ نہ ملا ہو تو؟ آپؐ نے فرمایا آدمی قیامت کے دن اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔ آپؐ گفتگو فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ نے ایک دروازہ کا ذکر فرمایا جو مغرب کی جانب واقع ہے۔ اس دروازے کی چوڑائی میں ایک سوار چالیس یا ستر سال چلتا رہے۔ حضرت سفیان جو اس روایت کے رواۃ میں سے ایک ہیں فرماتے ہیں کہ وہ دروازہ شام کی طرف ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت سے پیدا فرما کر توبہ کیلئے کھول دیا ہے اور وہ اس وقت تک کھلا رہے گا یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔

(ترمذی حدیث حسن صحیح)

زِر بن حُبَیْش: یہ تابعی ہیں۔ زمانہ جاہلیت پایا۔ حضرت عمرؓ علیؓ کعب سے روایت سنی۔ زر کہتے ہیں مجھے ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے زر تو یہ چاہتا ہے کہ مجھ سے ہر آیت کے متعلق پوچھے۔ وفات: ١٢٠ سال عمر پائی۔ ٨٢ھ میں وفات پائی۔

صفوان بن عسال رضی اللّٰہ: ان کا تعلق کوفہ کے مراد قبیلہ سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی۔ ان کو یہ عظمت حاصل ہے کہ ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت لی ہے اور تابعین کی ایک جماعت نے نقل کی ہے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ کہتے ہیں انہوں نے ٢١ روایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں۔ (المستخرج الملیح)

اسالہ: ان کی خدمت میں آنے کا سبب ذکر کیا ہے۔

النحو: اتیت کے فاعل سے حال ہے۔

ما جاء بك: تمہیں کون سی چیز نے آنے پر آمادہ کیا؟ فقلت ابتغاء العلم: یہ مفعول لہٗ۔

فقال ان الملائكة......: اگرچہ ہم نہ دیکھیں مگر یہ حقیقت ہے۔

**قاعدہ** ☆: جو چیز شرع میں وارد ہے اس کا ظاہر پر حمل کرنا ممکن ہے اسے ظاہر پر رکھا جائے گا۔ جب تک کوئی ایسا قرینہ نہ ملے جو ظاہر سے پھیر دے۔

**تضع**: ① اُڑنے سے روک لیتے ہیں اور علم کی باتیں سننے کے لئے اتر آتے ہیں۔ ② یہ تواضع سے مجاز ہے اس کی نظیر یہ آیت ہے: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ......﴾ [الحجر : ۸۸] ③ طلب علم کی کوشش میں سہولت کرتے اور مشقت دور کرتے ہیں۔ یہ ملائکہ رحمت یا دیگر امور میں معاون فرشتے ہو سکتے ہیں۔ ہر دو قسم کے بھی ہو سکتے ہیں۔ پہلی قسم مراد ہو تو حقیقی معنی سے یہ زیادہ مطابقت رکھتی ہے اور دوسری قسم معنی مجازی کے مناسب ہے۔

**اَلنَّحْوُ**: رضا: یہ مفعول لہٗ یعنی اس سے حاصل ہونے والی رضامندی کی خاطر۔

**بما یطلب**: ما سے معلوم مراد ہیں یا مطلوب پر خوش ہونے کی وجہ سے۔

ما موصولہ ہے اور ضمیر محذوف ہے ② مصدر یہ ہے۔

**حك**: آیا' کھٹکا۔ ایک نسخہ حیك: بھی ہے۔

**في صدري المسح...... المسحُ**: یہ حک کا فاعل ہے۔

**الغائط**: لغت میں گہری جگہ۔ محاورت کی وجہ سے بول و براز کو کہا جائے گا۔

**و کنت**: یہ حال ہے۔ امرأ:تخفص۔ **من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم**: صحابی نے اپنی موت کا اندازہ اپنے جواب نعم سے ذکر کیا۔ **قال نعم**: میں نے آپ کو یہ ذکر کرتے سنا۔ پھر ان الفاظ سے جو کچھ سنا اس کو ذکر کیا۔ **کان یامرنا اذا کنا سفرا**: جمع مسافر بعض نے اس کو اسم جمع یا تو انہوں نے یہ لفظ بولا نہیں یا راوی کو شک ہے۔ **او مسافرین**: جمع مسافر کہ سفر یا مسافرین سے کون سا لفظ استعمال کیا۔

**الا ننزع**: یہ یأمرنا: کا مفعول ہے۔ خفافاً: جمع خف موزہ) **ثلاثه ایام ولیا لیهن**: یعنی اگر موزہ اتار لیا جائے (اس سے مراد قدم کا وہ حصہ جس کو چھپانا فرض ہے) اس کا ظاہر ہو جانا جبکہ مدت ابھی مکمل نہ ہوئی ہو اگر وہ بے وضو ہے تو مکمل وضو کرے اگر طہارت کے ساتھ ہے تو فقط پاؤں کو دھو کر پہن لے یہی صحیح ہے۔ اختتام مدت پر اور مدت ختم ہونے کی صورت میں موزے کے اتارنے سے مسح باطل ہو جاتا ہے اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جب ٹوٹنے میں شک ہو اور موزہ اتار دیا جائے۔ کذا فی الفروع۔

**الا من جنابة**: مگر جنابت کی حالت میں اور اسی طرح وہ چیزیں جو جنابت کے حکم میں ہیں مثلاً حیض' نفاس وغیرہ کہ جن میں غسل لازم ہے تو ان میں موزے کا اتارنا ضروری ہے۔ اگر موزے کے اندر ہی اس نے پاؤں کو دھو کر موزہ اتارا اور مکمل طہارت حاصل کرنے کے بعد پھر موزے کو پہنا تو پھر بھی موزے پر مسح درست ہے۔ اتارنے کا مقصد یہ ہے کہ مسح درست ہو جائے موزہ اتارنا ارتفاع حدث اور صحت نماز کے لئے نہیں بلکہ مسح کے درست ہونے کے لئے لازم ہے۔ اس سے حدث اصغر و اکبر کا فرق واضح ہو گیا۔ کیوں کہ حدث اکبر حدث اصغر کی طرح بار بار پیش نہیں آتی۔ اس میں موزہ اتارنے میں حرج نہیں اور حدث اصغر بار بار پیش آتی ہے اس میں ہر بار موزہ اتارنے میں حرج لازم آتا ہے۔ اس طرح موزے کا اتارنا اس وقت بھی ضروری ہو جاتا ہے جب موزے کے اندر پاؤں پلید ہو جائیں اور اتارے بغیر اس سے پاکیزگی ممکن نہ ہو اور اس سے

مدت بھی باطل ہو جائے گی۔

لکن یہ مش... ترکیب سے آئے اس کے ... ثبوت کی ... ت ... ماقبل کی مخالفت ہے۔اس صورت میں تقدیر عبارت یہ ہے امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کنا سفرًا ان ننزع خفافنا من الجنابة فی المدة المذکورة ولکن لا ننزعها فیما من غائط او بول او نوم۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ روایت درست نہیں کیونکہ اس کا ظاہر لکن کے عطف کے خلاف ہے وہ اپنے مقام پر نہیں۔ مگر سلامتی کی راہ یہ ہے کہ اس میں تاویل کر لی جائے تا کہ اس قاعدہ کے خلاف نہ ہو۔فقلت هل سمعتہ: میں نے کہا کیا تم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے محبت کے سلسلہ میں کوئی بات فرمائی ۔هوی۔ یهوی هویٌ: محبت کرنا۔

**النَّحْو:** فبینا: بین میں الف کو مفرد کی طرف اضافت سے روکنے کے لئے لایا گیا ہے۔جیسا کہ بینما میں جملہ کی طرف اضافت سے روکنے کے لئے الف لایا گیا ہے اور اس کے بعد رفع لازم ہے اور بینا کے بعد جائز ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد مصدر مجرور ہو کیونکہ الف الحاقی ہے الف کو تانیث کے لئے ہے۔نحن عندہ: کا جملہ قول اول کے مطابق مجرور ہے۔ بینا کے بعد اذا آ رہا ہے اس سے ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوگئی جو اس کے بعد اذ کے قائل نہیں ایک اور روایت بھی اس کی تائید کر رہی ہے۔بینا انانا معد اذ جیئ بمفاتیح الارض فوضعت فی یدی: بینا کہ بعد اذ آ رہا ہے۔

اعرابی: یہ اسم جمع ہے۔دیہات کے باشندوں کو کہتے ہیں۔

عرب: کا لفظ شہری دیہاتی سب کو شامل ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ جمع کی طرف منسوب ہے یا قبیلہ کی طرح ہے مثلاً انمار مگر عرب کی نسبت واحد کی طرف ہو تو اس وقت عربی بنے گا اس سے معنی مشتبہ ہو جائے گا۔اس لئے کہ عربی ہر وہ شخص جو اولاد اسماعیل میں سے ہو خواہ وہ دیہاتی ہو یا شہری اور اعرابی دیہاتی کو کہتے ہیں۔

بصوتہ: یہ یُغادی کے متعلق ہے۔جھوری: یہ جہور کا اسم منسوب ہے۔(النہایہ) بلند آواز والا۔

یا محمد: شاید یہ آپ کا نام لے کر آواز دینے کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہو یا وہ دیہاتی تھا ان آداب سے واقفیت نہیں تھی۔

فاجابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحوًا: مفعول مطلق ہے ای اجابة نحوًا: اسی طرح کا جواب دیا۔

من صوتہ: یعنی اس کی آواز کی طرح بلند آواز سے۔

هاؤم: یہ ایک مرد کو بلانے کے لئے اسی طرح لاتے ہیں۔دو مرد دو عورتوں کے لئے هاؤما: اور عورت کے لئے هاءِ: کئی عورتوں کے لئے هاؤن: اس کا معنی لو آؤ۔یہ الی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔(ابو حیان فی النہر)

لہ: یہ ضمیر اعرابی کی طرف راجع ہے۔

ویحك: یہ رحمت و اظہار دکھ کے لئے آتا ہے جو ہلاکت میں مبتلا ہو جائے مگر اس کا مستحق نہ ہو۔کبھی موقعہ تعریف میں بھی آتا ہے۔(النہایہ)

اغضض اللہ عنہ: تو اپنی آواز ہلکی کر۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسی آواز ممنوع ہے۔

فقال: تو اس نے اس وقت کہا جبکہ وہ آپ کے پاس ایسی حالت میں کھڑا تھا جو کہ جہر کی مقتضی تھی۔

واللہ غصص: اسکامفعول صوتی سابقہ کلام سے ظاہر ہونے کی وجہ سے حذف کردیا یعنی میں اللہ کی قسم اپنی آواز کم نہ کروں گا۔

فقال الاعرابی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے کہا۔ المرء: یہ امْرُءٌ کی ایک لغت ہے۔ اس سے ذات مراد ہوتی ہے جو تثنیہ جمع میں برابر ہے اس لئے کہ آنے والے حکم میں سب برابر ہیں یا جو اس کے بالمقابل ہو۔ اس قسم کے احکام میں دونوں کی برابری کا حکم معلوم ہوگا۔ یحب القوم: اچھے لوگ خواہ زندہ ہوں یا مردہ۔

ولما یلحق بھم: اعمال وکمال میں۔ یعنی ان جیسے عمل نہیں کئے اگر عمل کرتا تو میں ان سے ہوتا اور ان جیسا ہوتا۔

لما: یہ ماضی استمراری کی نفی کے لئے آتا ہے اور ماضی وحال کی نفی کو ثابت کرتا ہے۔ لم: صرف ماضی کی نفی کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا: المرء مع من احب: اس میں اللہ اور اس کے رسول اور نیک لوگوں کے ساتھ محبت کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ سب سے اعلیٰ درجہ محبت کا یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل کرے اور شرعی آداب بجالائے۔ محبت کرنے والے کے بارے میں یہ لازم نہیں کہ وہ بدلے اور مرتبے میں ہر اعتبار سے ان کی مثل ہو جائے۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اسی طرح کی خوشخبری دی ہے۔ اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اس بشارت کو سن کر کہنے لگے اسلام لانے کے بعد آج تک میں اتنا خوش نہیں ہوا جتنا اس خوشخبری سے خوش ہوا کہ المرءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

قول قرطبی رحمۃ اللہ: اس قول سے ان کی خوشی اپنی نیکیوں پر خوشی سے اس لئے زائد تھی کیونکہ اپنے نیکیوں کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ ان سے یہ قرب نبوی ان کو میسر آئے گا اور آپ کا ساتھ ملے گا مگر حب اللہ ورسولہ میں یہ پیغام مل رہا تھا۔ پس یہ چیز کوتاہ کے لئے کمرباندھنے والے اور متاخر کے لئے متقدم سے جاملنے کا شاندار طریق ہے۔ جب انس رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ یہ لفظ اپنے عموم پر ہے تو اس سے اپنی امید کو وابستہ کر کے اس پر یقین کر لیا اور کہنے لگے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ابوبکر وعمرؓ سے محبت کرتا ہوں پس مجھے امید ہے کہ میں انہی کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میرے عمل ان جیسے نہیں اور وہ جانب جس کو انس رضی اللہ عنہ نے دلیل بنایا وہ ہر ذی روح مسلم محب کے لئے ہے۔ اسی وجہ سے ہمیں بھی طمع ہوئی اگرچہ ہم کوتاہ عمل والے ہیں ہمیں رحمان کی رحمت سے امید ہے اگرچہ اس کے اہل نہیں۔

فازال یحدثنا: اگر یہ صفوان کا کلام ہو جیسا کہ مفہوم سے متبادر ہوتا ہے تو بیان کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اگر یہ زر کے کلام سے ہو تو بیان کرنے والے صفوان ہوئے۔

صاحب ترغیب نے اِنّ مِنْ قبلَ المغربِ لباباً۔ ترمذی کے حوالہ سے مرفوعا بیان کئے۔ ترمذی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ اس میں زر کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ مجھے صفوان بیان کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مغرب میں توبہ کا ایک ایسا دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے وہ اس وقت تک بند نہ ہوگا جب تک سورج اس دروازے کی جانب (مغرب) سے طلوع نہ ہوگا۔

یوم یاتی بعض آیات ربك لا ینفع نفسا ایمانھا: اگرچہ ان روایات کی اسناد صحیح ہیں مگر بیہقی کی تصریح کے مطابق ان میں کوئی مرفوع نہیں۔

حتی ذکر: یہاں تک کہ انہوں نے اپنی حدیث میں ذکر کیا۔

**مسیرة عرضه:** اس کے دونوں اطراف کا فاصلہ۔

**اویسر الراکب فی عرضه:** یہ راوی کو الفاظ میں شبہ ہے کہ کون سے فرمائے۔ (دونوں کا مفہوم قریب قریب ہے)۔

**اربعین:** بہت وسعت کی وجہ سے۔

**سفیان:** یہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ کذا قال المزی۔ احد الرواۃ: حدیث کی سند کے ایک راوی۔ شام: ہمزہ اور اس کے بغیر دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ سے مغرب کی جانب واقع ہے۔ یہ علاقہ عریش، فرات چوڑائی میں جبل طی سے سرزمین روم تک کا علاقہ شام کہلاتا ہے مگر علامہ ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ نابلس سے عریش کے آخر تک کا علاقہ ہے۔

**خلقه الله تعالٰی یوم خلق:** یہاں خلق ایجاد کے معنی میں ہے۔

**مفتوحًا:** یہ حال ہے۔ ② خلق کا دوسرا مفعول ہے کیونکہ وہ جعل کے معنی کو متضمن ہے۔

**للتوبة:** توبہ کو قبول کرنے کے لئے۔ خواہ کفر سے ہو یا گناہوں سے۔

**لا یغلق:** وہ دروازہ کہ جس پر عدم قبولیت مرتب ہوگی بند نہ کیا جائے گا۔

**حتی تطلع الشمس منه:** ① ضمیر مغرب کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ② باب کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ مغرب سے سورج کے طلوع کے بعد توبہ اس لئے قبول نہ ہوگی کیونکہ وہ علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ پس اس وقت گویا ظہورِ قیامت کی ابتداء ہوگئی اور قیامت کے ظاہر ہوتے ہی انسان کا مکلف ہونا ختم ہوگیا (کذا فی الفاتح)

**تخریج** ☆ ترمذی۔ یہ تا کو کسرہ وضمہ سے پڑھا جاتا ہے۔ دریائے جیحوں کے قریب بڑا شہر ہے۔ اس روایت کو انہوں نے کتاب الدعوات میں مکمل روایت کیا اور کتاب الزہد میں جاء اعرابی سے المرء مع من احب تک نقل کیا اور کتاب الطہارت میں قصہ مسح نقل کیا۔ نسائی نے کتاب التفسیر میں ذکر کیا مگر اس میں قصہ مسح مذکور نہیں اور کتاب الطہارت میں قصہ مسح کے ساتھ نقل کی ہے۔ ابن ماجہ نے قصہ مسح کے ساتھ روایت کیا اور کتاب الفتن میں بھی مسلم نے المرء مع من احب روایت کیا لیکن کسی دوسرے کتاب الطہارت میں قصہ نقل کیا۔ بیہقی نے باب توبہ والی روایت کی۔ یہ الفاظ جن سے یہاں منقول ہے وہ ترغیب کے ہیں منذری نے اس کو صحیح الاسناد کہا۔

**حدیث حسن صحیح** ☆ شرح نخبہ میں ابن حجر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ جب صحیح و حسن کے الفاظ کسی روایت کے متعلق جمع ہو جائیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے مجتہد کو ناقل کے متعلق تردد ہوتا ہے کہ آیا اس میں صحت کی تمام شرائط جمع ہیں یا ان میں کچھ کمی ہے اور یہ بھی اس مقام پر ہے جہاں اس روایت میں تفرد ہو۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ حدیث کو جہاں اپنے دونوں ناقلوں میں تردد تھا تو مجتہد کو دو دو اوصاف کے ساتھ اس روایت کو ذکر کرنا پڑا۔ ایک گروہ کے مطابق حسن اور دوسرے کے مطابق صحیح کہہ دیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اس سے حرف تردد حذف کر دیا ہے اس کو حسن یا صحیح کہنا یہ اس سے کم درجہ ہے جس کو فقط صحیح کہا گیا ہے کیونکہ یقین تردد سے قوی تر ہے۔ یہ تو تفرد کی صورت میں ہے اور اگر تفرد نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دو سندیں ہیں ایک کے لحاظ سے صحیح اور دوسرے کے لحاظ سے حسن ہے۔ اس صورت میں یہ متفرد صحیح سے بلند ہوگی کیونکہ کثرت طرق سے اس کو قوت دے دی۔

**سیوطی کا قول:** ① اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حسن لذاتہٖ ہو اور صحیح لغیرہٖ ہو۔ ② اس لحاظ سے تو حسن ہے کہ اس کی سند صحیح ہے یعنی اس باب میں آنے والی تمام روایات سے زیادہ صحیح ہے۔ اس کے متعلق کہا جائے گا اصح ما ورد کذا۔ اگر چہ وہ حسن یا

ضعیف ہو اور اس موقعہ پر مراد سب سے راجح اور ضعف میں سب سے کم مراد ہوگی۔

**الفرائد:** ① طلب علم نہایت افضل چیز ہے' اہل علم سے مسائل دریافت کرنے چاہیے۔ ② آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے پاس آواز کو پست کرنے کا حکم تھا۔ وفات کے بعد قبر کے پاس بھی اس ادب کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ ③ اہل ایمان اور صالحین کی مشابہت اختیار کرنی چاہیے۔ ④ بدبختوں کی محفلوں سے دُور رہنا چاہیے اور ان کی دوستی و محبت سے دامن کو کھینچ کر رکھنا چاہیے۔ ⑤ توبہ کا دروازہ مغرب سے طلوعِ آفتاب تک کھلا ہے۔

٢٠ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "كَانَ فِیْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِیْنَ نَفْسًا فَسَاَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ فَدُلَّ عَلٰی رَاهِبٍ فَاَتَاهُ فَقَالَ: اِنَّهٗ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ نَفْسًا فَهَلْ لَهٗ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: لَا ' فَقَتَلَهٗ فَكَمَّلَ بِهٖ مِائَةً ' ثُمَّ سَاَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ فَدُلَّ عَلٰی رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ: اِنَّهٗ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهٗ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ ' وَمَنْ یَّحُوْلُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ التَّوْبَةِ؟ اِنْطَلِقْ اِلٰی اَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَاِنَّ بِهَا اُنَاسًا یَّعْبُدُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰی فَاعْبُدِ اللّٰهَ مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ اِلٰی اَرْضِكَ فَاِنَّهَا اَرْضُ سُوْءٍ' فَانْطَلَقَ حَتّٰی اِذَا نَصَفَ الطَّرِیْقَ اَتَاهُ الْمَوْتُ فَاخْتَصَمَتْ فِیْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ: جَآءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهٖ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی ' وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ: اِنَّهٗ لَمْ یَعْمَلْ خَیْرًا قَطُّ ' فَاَتَاهُمْ مَلَكٌ فِیْ صُوْرَةِ اٰدَمِیٍّ فَجَعَلُوْهُ بَیْنَهُمْ ' اَیْ حَكَمًا فَقَالَ قِیْسُوْا مَا بَیْنَ الْاَرْضَیْنِ فَاِلٰی اَیَّتِهِمَا كَانَ اَدْنٰی فَهُوَ لَهٗ فَقَاسُوْا فَوَجَدُوْهُ اَدْنٰی اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ اَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ فِی الصَّحِیْحِ فَكَانَ اِلَی الْقَرْیَةِ الصَّالِحَةِ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَجُعِلَ مِنْ اَهْلِهَا وَفِیْ رِوَایَةٍ فِی الصَّحِیْحِ فَاَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ وَاِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ وَقَالَ: قِیْسُوْا مَا بَیْنَهُمَا ـ فَوَجَدُوْهُ اِلٰی هٰذِهٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ: "فَنَاٰی بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا"۔

٢٠: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص نے ننانوے قتل کیے۔ پھر علاقہ کے کسی بڑے عالم کے متعلق دریافت کیا۔ اس کو ایک راہب کا پتہ بتایا گیا۔ وہ اسکے پاس پہنچا اور کہا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا اسکی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس نے اسے قتل کر کے سو کی تعداد مکمل کر دی۔ پھر علاقہ کے بڑے عالم کا پتہ دریافت کیا۔ اس کو ایک عالم کا پتہ بتایا گیا۔ اس نے اس سے عرض کیا کہ اس نے سو آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ کیا اسکی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ اللہ اور اسکے بندے کی توبہ کے درمیان کون رکاوٹ ڈال سکتا ہے؟ تم فلاں علاقہ میں جاؤ۔ وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت

میں مصروف ہیں۔تم بھی انکے ساتھ عبادت میں شامل ہو جاؤ اور اپنے علاقے کی طرف واپس مت جاؤ کیونکہ وہ برا علاقہ ہے چنانچہ وہ چل دیا۔ابھی وہ آدھے راستے میں پہنچا تھا کہ اسے موت آ گئی۔اسکے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے۔رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ دل سے تائب ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہوا۔عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے ایک بھی بھلائی کا کام نہیں کیا۔ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں انکے پاس آیا۔انہوں نے اسے اپنے مابین فیصل مقرر کر لیا۔اس نے کہا زمین کے دونوں حصوں کی پیمائش کرو۔دونوں میں سے جس حصہ کے زیادہ قریب ہوگا وہی اس کا حکم ہوگا۔جب انہوں نے پیمائش کی تو اسے اس زمین کے زیادہ قریب پایا جس طرف کا ارادہ کئے ہوئے تھا چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اسے لے لیا'' (متفق علیہ) صحیح کی روایت میں یہ بھی ہے:''وہ نیک بستی کی طرف ایک بالشت زیادہ قریب نکلا تو اللہ نے اسے ان نیکوں کے ساتھ کر دیا'' اور بخاری کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ'' اللہ نے اس زمین کو حکم دیا کہ تو دور ہو جا اور دوسری کو فرمایا تو قریب ہو جا اور فرمایا انکے درمیان پیمائش کرو چنانچہ اسکو (صالحین) کی زمین کے ایک بالشت قریب پایا۔اس بنا پر اسے بخش دیا گیا'' اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ''وہ اس زمین کی طرف اپنے سینہ کے ساتھ تھوڑا سا دور ہوا''۔

**ابو سعید الخدری:** الحدر یہ خزرج قبیلہ کے ایک خاندانی سربراہ ابجر کا لقب ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ام ابجر کا لقب ہے۔ان کا نام سعد بن مالک بن سنان ہے ان کی کنیت ابو سعید ہے یہ دونوں باپ بیٹا صحابی ہیں۔ان کے والد غزوہ احد میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔مناسب تھا کہ رضی اللہ عنہما کہا جاتا جیسا کہ صحابی بن صحابی کے متعلق علماء کا معمول ہے۔

ابو سعید کی مرویات ۱۱۷۰ ہیں۔بخاری و مسلم نے ۴۶ نقل کی ہیں صرف بخاری نے ۱۶ اور مسلم نے ۵۲ نقل کی ہیں۔

حنظلہ بن ابی سفیان جمحی کہتے ہیں کہ ہمارے شیوخ بتلاتے تھے کہ نوجوان صحابہؓ میں ابو سعید سب سے زیادہ فقیہہ اور علم والے تھے۔۶۴ یا ۷۰ھ جمعہ کے دن مدینہ میں وفات پائی۔بقیع مدفن ہے۔

انّ کو انَّ بھی پڑھ سکتے ہیں جبکہ قال کو مقدر مانیں۔

**قال:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ رجوع الی اللہ اختیار کرنا چاہے خواہ گناہ کتنا بڑا ہوا وہ عفو الٰہی کے سامنے کچھ نہیں۔

**قبلکم:** سے مراد پہلی امتیں۔

**اَلنَّحْوُ:** رجل ① یہ کان کا اسم ہے اور قبلکم یہ اس سے حال ہے۔② ظرف من کا صلہ ہے۔قتل یہ کان کی خبر ہے۔

**تسعہ و تسعین نفسا:** اس عداوت و دشمنی میں ۹۹ آدمی قتل کر ڈالے پھر اللہ تعالیٰ کے قرب کی ہواؤں کا جھونکا اسے پہنچا اور قبولیت کی گھڑی قریب آ گئی۔

**اعلم اھل الارض:** یعنی اس وقت میں سب سے بڑا علم رکھنے والا۔فدُلَّ یہ ماضی مجہول ہے۔

**راھب:** بنی اسرائیل کے عبادت گزار۔انّہ متکلم کی بجائے غائب کی ضمیر ناپسندیدہ بات کے تذکرہ کے لئے تاکہ ادب کا لحاظ رہے۔جیسا کہ ابو طالب کے اقرار نہ کرنے کو اس طرح تعبیر کیا:''فکان آخر ما کلمھم بہ انہ علی ملة عبدالمطلب''

(نووی) قتل اس نے دشمنی سے ۹۹ آدمی قتل کر ڈالے۔

**اَلْلُّغَات**: من توبۃ: من تاکید کے لئے بڑھایا گیا ہے۔ فقال لا: اس نے لا کہہ کر اس کو مایوسی کے میدان میں دھکیل دیا۔ فقتلہ قرطبی کہتے ہیں یہ بات راہب کی نادانی وناسمجھی کو ظاہر کرتی ہے کہ اسے فتویٰ کا طریقہ نہ آیا اور نہ وہ اپنے آپ کو اس کی عادت سے بچنے کا راستہ تلاش کرسکا۔ اس کی مثال تو اس شیر جیسی بن گئی جو ہر سامنے آنے والے کو پھاڑ ڈالتا ہے اس کو چاہئے یہ تھا کہ وہ شیر کا سامنا نہ کرتا اس کو توبہ سے نہ روکتا بلکہ اپنے آپ کو قتل سے بچانے کے لئے حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا مگر اس نے اپنے نفس کے خلاف اس کی اعانت کی جب وہ توبہ سے مایوس ہوا تو اس نے مایوسی کی حالت میں اپنی درندگی سے اسے بھی قتل کر ڈالا۔ ثم جب اللہ تعالیٰ کے الطاف اس کے باوجود اس کا ساتھ دیتے رہے تو اس کے دل میں توبہ کی طرف رغبت کا سوال ایک بار پھر ابھرا اس سے دوسری مرتبہ پوچھا کہ اس وقت سب سے بڑا علم والا کون ہے۔ اس کی راہنمائی ایک عالم کے متعلق کی گئی۔ فقال اس سے پہلے عبارت مقدر ہے کہ وہ اس کی خدمت میں پہنچا اور عرض پیرا ہوا اور حذف کی وجہ یہ ہے کہ اس کی نظیر میں تذکرہ موجود ہے۔ من توبۃ: توبہ سے مقبول توبہ مراد ہے۔ فقال اس نے درست بات کہی اور اس کے سوال کے جواب کے ساتھ توبہ کی نفی کرنے والے کی بات کا انکار کرتے ہوئے کہا: من یحول بینہ و بین التوبۃ۔ من: یہ استفہام انکاری ہے کہ کوئی بھی اس کی توبہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ بینہ میں غائب کی ضمیر حسن ادب کا لحاظ کر کے لائی گئی ہے۔ وہ یہ کہ قابل ملامت بات میں ان کے ذریعہ نہ تو اشارہ کیا جائے بلکہ خطاب سے بھی غائب سمجھا جائے۔

اہل علم کا اجماع ہے کہ عمداً قتل کرنے والے کی توبہ بھی مقبول ہے اور سوائے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اور کسی کی رائے اس کے خلاف نہیں۔ جن سے بھی اختلافی رائے نقل کی گئی ہے وہ زجر وتوبیخ کے طور پر ہے بطلان توبہ کا کوئی قائل نہیں۔ اجماع کی دلیل یہی روایت ہے اور یہ وہ مقام نہیں کہ جہاں پہلی فعل کی نقل کردہ باتوں کی اتباع میں اختلاف ہو۔ اس کا موقعہ وہ ہے کہ جہاں ہماری شریعت میں اس کے موافقت میں کوئی چیز وارد نہ ہو۔ اگر موافقت میں کوئی چیز وارد ہو تو بلا اختلاف ہماری شریعت کا حکم ہے (جیسا بنی اسرائیل کا حدود کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے اور اس کی تاکید دوسری آیات میں وارد ہے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا ......﴾ [الفرقان: ٦٨] اس کی تائید کر رہی ہے نیز احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ اس مضمون کو بیان کرتا ہے۔

باقی رہا یہ سوال: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا ......﴾ [النساء: ۹۳] کے سلسلہ میں خلود کی قید تو اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ اس کی سزا جہنم ہے کبھی تو اسے یہ سزا دی جاتی ہے۔ ⓶ کبھی اور سزا دی جاتی ہے کبھی اس کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ (شرح مسلم......)

پھر عالم نے مائل کو وہ باتیں بتلائیں جن میں اس کا فائدہ تھا مثلاً انطلق کہ تم بصریٰ نامی بستی میں چلے جاؤ اور اپنی بستی علاقہ کو چھوڑ دو کیونکہ وہاں بددین لوگ رہتے ہیں۔ وہ دوبارہ تمہیں کفر وفساد کی طرف نہ لے جائیں۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ علم والا عابد سے افضل ہے کیونکہ پہلے پر رہبانیت کا غلبہ تھا۔ . . . میں وہ علم والا مشہور تھا مگر علم والا نہ تھا اس لئے جہالت سے فتویٰ دیا خود بھی ہلاک ہوا دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ دوسرا علم میں مشغول تھا اس نے حق بات بتلا کر اسے بھی زندہ کر دیا اور خود بھی زندہ رہا۔

**کذا و کذا:** یہ کیت کیت کی طرح کنایات کے الفاظ ہیں۔ اس کا معنی اس جیسا ہے۔ راوی نے شک کی وجہ سے کنایہ سے تعبیر کی ہے۔ (النہایہ)

**اناسًا:** یہ ہمزہ کے ضمہ سے ہے اس کا معنی لوگ۔

**یعبدون اللّٰہ تعالٰی:** ضمیر کی بجائے تصریح کر دی در حقیقت ذکر محبوب بھی محبوب ہے چنانچہ بطور حصول لذت ذکر کر دیا۔

**ارضك:** سے سابقہ گناہ والا وطن مراد ہے۔ فانھا ارض سوءٍ یہ سین کے فتحہ کے ساتھ ہے۔

اس میں ہجرت کی وجہ بتلائی کہ وہاں تمہارے برے دوست ہیں جن سے اس وقت تک قطع تعلق ضروری ہے جب تک وہ نافرمانی پر باقی ہیں اور تمہیں نیک اور صالح' عبادت گزار اور مقتدیان خیر کے ساتھ رہنا چاہئے تاکہ توبہ میں پختگی حاصل ہو۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ فانطلق وہ توبہ کر کے ہجرت کے مقام کی طرف چلتا رہا۔ **نَصَفَ الطریق:** ابھی وہ آدھا راستہ طے کرنے پایا تھا۔ اتاہ الموت...... قول قرطبی رحمۃ اللہ علیہ یہ صاف نص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے فرشتوں کو اس کی دلی بات اور صحیح قصد کی اطلاع دے دی تھی اور عذاب کے فرشتوں کو اس کا علم نہ تھا جیسا کہ آپ کے اس ارشاد سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ **وقالت ملائكة العذاب انه لم يعمل خيرًا قط۔** قَطُّ کا لفظ زمانہ ماضی کی تاکید و استغراق کے لئے آتا ہے۔ اگر ملائکہ عذاب کو اس کی اطلاع ہوتی تو پھر اس جملہ کا معنی صحیح نہیں بنتا اور ملائکہ رحمت بھی انه جاء تائبا کہہ کر تنازع نہ کرتے بلکہ اپنے علم کے مطابق گواہی دیتے جیسے پہلوں نے دی۔ اب جبکہ ملائکہ رحمت کی شہادت مثبت اور ملائکہ عذاب کی عدم اثبات میں تھی۔ تو یقیناً اثبات والی شہادت مقدم ہوتی ہے۔ دونوں شہادتیں دعاوی کی طرف نکل گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو فیصلہ کے لئے بھیجا جیسا کہ روایت میں ہے: **فاتاھم ملك فی صورة آدمی** فرشتوں سے مخفی رکھنے کے لئے انسانی شکل میں آیا تاکہ انسانوں کا قائم مقام ہو۔ انسانوں میں سے ایسے لوگ ہیں جو تنازع کے وقت فرشتوں میں فیصلہ کر سکتے ہیں۔

**فجعلوه بينهم:** اس میں ان لوگوں کے لئے دلیل ہے جو کسی کو حکم مان کر اس کے فیصلہ پر راضی ہوں۔

**عين الارضين:** وہ زمین جہاں سے نکلا اور وہ زمین جہاں جا رہا تھا۔

**الى ايتهما كان ادنى فهوله:** جنت اور عذاب میں جس کے قریب ہے۔

**قاسوا:** دونوں قسم کے فرشتوں نے پیمائش کی۔ **فوجدوهُ** ۂ سے مراد تائب ہے۔

**ادنى:** زیادہ قریب ہے۔ **الى الارض:** اس زمین توبہ کی طرف۔ **فقبضتهٗ** کیونکہ اصلاح والی سرزمین سے وہ قریب تر تھا۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب حاکم کے ہاں اقوال متعارض ہو جائیں اور شہادت ناممکن ہو جائے اور قرائن سے استدلال ممکن ہو تو ایک دعوے کو ترجیح دے دی جائے گی اور وہ حکم نافذ العمل ہوگا جیسا حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا کہ میرے پاس چاقو لاؤ تاکہ میں اس کو دو ٹکڑے کر کے دونوں کو دے دوں۔

قول نووی رحمۃ اللہ علیہ۔ فرشتوں کا زمین کی پیمائش کرنا اور فرشتے کو فیصل ماننا یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور اشتباہ کے وقت ان کو حکم ملا کہ اپنے پاس سے گزرنے والے شخص سے فیصلہ کروالو۔ انسانی صورت میں گزرنے والا فرشتہ تھا جس کو انہوں نے اپنے درمیان فیصل مان لیا۔

**تخریج** ۞ بخاری فی تذکرہ بنی اسرائیل۔ مسلم فی التوبہ۔ ابن ماجہ۔ بقول مزی رحمۃ اللہ علیہ یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔

**فرق روایت** ☆: مسلم کی ایک اور روایت میں القریۃ الصالحۃ کے الفاظ جو کہ نسبت مجازی کی قسم سے ہے مثلاً نہر جاراب معنی بستی کے نیک مکین۔

**لطیفہ** ☆: اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ مکان کا شرف مکین کے شرف کی وجہ سے ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا: بسکا انہا تغلوا الدیار و ترخص مکینوں کی وجہ سے گھر سستے اور مہنگے ہوتے ہیں۔

دوسرے نے کہا: وماجب الدیار وشغفن قلبی مکانوں کی محبت میرے دل کے اندرون نہیں پہنچی۔

ولکن احب من سکن الدیار۔ میرے دل میں تو ساکنین کی محبت ہے۔

اقوب بشبر: نیک بستی کو قریب ہونے کا حکم ملنے کے بعد (اب دونوں روایات میں اختلاف نہ رہا)۔

اھلھا: جنت والوں میں سے لازم بول کر ملزوم مراد لیا گیا ہے۔

بخاری کے الفاظ میں فرق فاوحی اللہ تعالٰی وحی اشارے کے معنی میں ہے۔ الی ھذہ: فساد والی سرزمین مراد ہے۔

ان تباعدی: اس انسان سے دور ہو اور سمٹ جا۔ الی ھذہ: اصلاح والی سرزمین۔ ان تقربی: اپنے اجزاء کو پھیلاؤ۔ قال: یعنی فیصل نے کہا۔

قیسروا...... ھذہ: سرزمین اصلاح اقوب بشبر: اس کے دراز ہونے اور دوسری کے سمٹ جانے سے۔

فغفر لہ: ملائکہ رحمت نے اس کو لے لیا۔ اس میں مجاز ہے۔

قرطبی رحمۃ اللہ! اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر زمین کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو جہاں سے وہ نکلا تھا وہ زمین قریب تھی اس کی روح عذاب والے فرشتے لے لیتے۔ لیکن لطف الٰہی کے کیا کہنے ازلی عنایت نے اسے آ لیا۔ پس بعید کو قریب اور سخت کو نرم کر دیا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ گناہ خواہ کتنے بڑے ہوں اللہ تعالٰی کی معافی اس سے بہت بڑھ کر ہے اور جس کو اللہ تعالٰی سچی توبہ کی ہمت عنایت فرماتے ہیں وہی قرب ولطف کی راہوں کو اپناتا ہے۔

مسلم کے نسخہ میں ناء اور بخاری میں فناہ ہے یعنی موت کے بوجھ کے باوجود اس نے اپنا سینہ سرزمین فلاح کی طرف اٹھایا۔ بصدرہ نحوھا اصلاح وفلاح والی سرزمین کی طرف۔ اس میں یہ ثبوت ہے کہ اس کی توبہ صحیح تھی اور توبہ کے لئے اس کی رغبت سچی تھی۔

**الفوائد**: ① جو شخص اپنی حرکت پر شرمندہ ہو اور گناہ سے چھٹکارے کی راہ تلاش کرنے والا تائب ہے۔ ② عالم عابد سے افضل ہے۔ ③ توبہ کفر وشرک اور کبائر کے لئے بھی اسی طرح مفید ہے جیسا چھوٹے گناہوں کے لئے۔ ④ دو آدمیوں کسی کو حکم مان لیں تو اس کا فیصلہ قابل قبول ہوگا۔ ⑤ حاکم پر احوال متعارض ہو جائیں تو قرائن سے فیصلہ کرے۔

۲۱ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ بَنِيهِ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِحَدِيْثِهِ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ۔ قَالَ كَعْبٌ: لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ إِلَّا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ غَيْرَ أَنِّيْ قَدْ تَخَلَّفْتُ فِيْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتَبْ أَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهُ ' إِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُوْنَ يُرِيْدُوْنَ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ ۔ وَلَقَدْ شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْإِسْلَامِ ' وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِيْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَّإِنْ كَانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا ' وَكَانَ مِنْ خَبَرِيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ أَنِّيْ لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوٰى وَلَا أَيْسَرَ مِنِّيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ ' وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُ قَبْلَهَا رَاحِلَتَيْنِ قَطُّ حَتّٰى جَمَعْتُهُمَا فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَلَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ ' وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَمَفَازًا وَاسْتَقْبَلَ عَدَدًا كَثِيْرًا ' فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوْا أُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِمُ الَّذِيْ يُرِيْدُ ' وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَثِيْرٌ وَّلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ " يُرِيْدُ بِذٰلِكَ الدِّيْوَانَ " قَالَ كَعْبٌ فَقَلَّ رَجُلٌ يُّرِيْدُ أَنْ يَّتَغَيَّبَ إِلَّا ظَنَّ أَنَّ ذٰلِكَ سَيَخْفٰى بِهٖ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ وَحْيٌ مِّنَ اللّٰهِ ' وَغَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِيْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ فَأَنَا إِلَيْهَا أَصْعَرُ فَتَجَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَطَفِقْتُ أَغْدُوْ لِكَيْ أَتَجَهَّزَ مَعَهٗ فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا وَّأَقُوْلُ ۔ فِيْ نَفْسِيْ ۔ أَنَا قَادِرٌ عَلٰى ذٰلِكَ إِذَا أَرَدْتُّ فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ يَتَمَادٰى بِيْ حَتّٰى اسْتَمَرَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَأَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَادِيًا وَّالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَلَمْ أَقْضِ مِنْ جَهَازِيْ شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ يَتَمَادٰى بِيْ حَتّٰى أَسْرَعُوْا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ فَهَمَمْتُ أَنْ أَرْتَحِلَ فَأُدْرِكَهُمْ فَيَالَيْتَنِيْ فَعَلْتُ ' ثُمَّ لَمْ يُقَدَّرْ ذٰلِكَ لِيْ فَطَفِقْتُ إِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْزُنُنِيْ أَنِّيْ لَا أَرٰى لِيْ أُسْوَةً إِلَّا رَجُلًا مَّغْمُوْصًا فِي النِّفَاقِ أَوْ رَجُلًا مِّمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الضُّعَفَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَلَغَ تَبُوْكَ : فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ : مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَبَسَهٗ بُرْدَاهُ وَالنَّظْرُ فِيْ عِطْفَيْهِ ۔ فَقَالَ لَهٗ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : بِئْسَ مَا قُلْتَ! وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا ' فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّم فَبَيْنَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ رَاٰى رَجُلًا مُبِيضًا يَزُوْلُ بِهِ السَّرَابُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: كُنْ اَبَا خَيْثَمَةَ فَاِذَا هُوَ اَبُوْ خَيْثَمَةَ الْاَنْصَارِيُّ وَهُوَ الَّذِىْ تَصَدَّقَ بِصَاعِ
التَّمْرِ حِيْنَ لَمَزَهُ الْمُنَافِقُوْنَ قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا بَلَغَنِىْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
قَدْ تَوَجَّهَ قَافِلًا مِنْ تَبُوْكَ حَضَرَنِىْ بَثِّىْ فَطَفِقْتُ اَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَاَقُوْلُ: بِمَ اَخْرُجُ مِنْ
سَخَطِهِ غَدًا وَّاَسْتَعِيْنُ عَلٰى ذٰلِكَ بِكُلِّ ذِىْ رَاْىٍ مِّنْ اَهْلِىْ، فَلَمَّا قِيْلَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّى الْبَاطِلُ حَتّٰى عَرَفْتُ اَنِّىْ لَمْ اَنْجُ مِنْهُ بِشَىْءٍ اَبَدًا
فَاَجْمَعْتُ صِدْقَهُ وَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَادِمًا، وَكَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ
سَفَرٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ
يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَهُ، وَكَانُوْا بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ رَجُلًا فَقَبِلَ مِنْهُمْ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ
وَاسْتَغْفَرَلَهُمْ وَ وَكَلَ سَرَآئِرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى جِئْتُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ
الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ: تَعَالٰى، فَجِئْتُ اَمْشِىْ حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِىْ مَا خَلَّفَكَ؟ اَلَمْ
تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ وَاللّٰهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ اَهْلِ
الدُّنْيَا لَرَاَيْتُ اَنِّىْ سَاَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ، لَقَدْ اُعْطِيْتُ جَدَلًا وَّلٰكِنِّىْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ
لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰى بِهِ عَنِّىْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهَ يُسْخِطُكَ عَلَىَّ وَاِنْ
حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَىَّ فِيْهِ اِنِّىْ لَاَرْجُوْا فِيْهِ عُقْبَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ لِىْ
مِنْ عُذْرٍ، وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ مِنِّىْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِىَ اللّٰهُ فِيْكَ ـ وَسَارَ رِجَالٌ
مِّنْ بَنِىْ سَلِمَةَ فَاتَّبَعُوْنِىْ فَقَالُوْا لِىْ: وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ اَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا لَقَدْ عَجِزْتَ فِىْ
اَنْ لَّا تَكُوْنَ اعْتَذَرْتَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بِمَا اعْتَذَرَ بِهِ الْمُخَلَّفُوْنَ،
فَقَدْ كَانَ كَافِيْكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لَكَ قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَا
زَالُوْا يُؤَنِّبُوْنَنِىْ حَتّٰى اَرَدْتُّ اَنْ اَرْجِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَاُكَذِّبَ
نَفْسِىْ، ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ: هَلْ لَقِىَ هٰذَا مَعِىَ مِنْ اَحَدٍ قَالُوْا: نَعَمْ لَقِيَهُ مَعَكَ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا
قُلْتَ وَقِيْلَ لَهُمَا مِثْلَ مَا قِيْلَ لَكَ قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمَا؟ قَالُوْا: مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْعَامِرِىُّ،
وَهِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ الْوَاقِفِىُّ، قَالَ: فَذَكَرُوْا لِىْ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيْهِمَا اُسْوَةٌ
قَالَ فَمَضَيْتُ حِيْنَ ذَكَرُوْهُمَا لِىْ ـ وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم عَنْ كَلَامِنَا

أَيُّهَا الثَّلٰثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ قَالَ: فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ ' أَوْ قَالَ تَغَيَّرُوْا لَنَا ۔ حَتّٰی تَنَكَّرَتْ لِيْ فِيْ نَفْسِي الْأَرْضُ فَمَا هِيَ بِالْأَرْضِ الَّتِيْ أَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً۔ فَأَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِيْ بُيُوْتِهِمَا يَبْكِيَانِ ' وَأَمَّا أَنَا فَكُنْتُ أَشَبَّ الْقَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَشْهَدُ الصَّلٰوةَ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَطُوْفُ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِيْ أَحَدٌ وَّآتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِيْ مَجْلِسِهٖ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَأَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ أَمْ لَا؟ ثُمَّ أُصَلِّيْ قَرِيْبًا مِّنْهُ وَأُسَارِقُهُ النَّظَرَ ' فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلٰى صَلَاتِيْ نَظَرَ إِلَيَّ وَإِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهٗ أَعْرَضَ عَنِّيْ ' حَتّٰی إِذَا طَالَ ذٰلِكَ عَلَيَّ مِنْ جَفْوَةِ الْمُسْلِمِيْنَ مَشَيْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِيْ قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّيْ وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ۔ فَقُلْتُ لَهٗ: يَا أَبَا قَتَادَةَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِيْ أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَكَتَ فَعُدْتُّ فَنَاشَدْتُّهٗ فَسَكَتَ فَعُدْتُّ فَنَاشَدْتُّهٗ۔ فَقَالَ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ ' فَفَاضَتْ عَيْنَايَ وَتَوَلَّيْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ ' فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِيْ فِيْ سُوْقِ الْمَدِيْنَةِ إِذَا نَبَطِيٌّ مِّنْ نَبَطِ أَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيْعُهٗ بِالْمَدِيْنَةِ يَقُوْلُ: مَنْ يَّدُلُّ عَلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ؟ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيْرُوْنَ لَهٗ إِلَيَّ حَتّٰی جَاءَنِيْ فَدَفَعَ إِلَيَّ كِتَابًا مِّنْ مَّلِكِ غَسَّانَ ' وَكُنْتُ كَاتِبًا ' فَقَرَأْتُهٗ فَإِذَا فِيْهِ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهٗ قَدْ بَلَغَنَا أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَّلَا مَضْيَعَةٍ ' فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ فَقُلْتُ حِيْنَ قَرَأْتُهَا: وَهٰذِهٖ أَيْضًا مِّنَ الْبَلَاءِ فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُهَا ' حَتّٰی إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُوْنَ مِنَ الْخَمْسِيْنَ وَاسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ إِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْنِيْ فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ ' فَقُلْتُ: أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ فَقَالَ: لَا بَلِ اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرَبَنَّهَا وَأَرْسَلَ إِلٰى صَاحِبَيَّ بِمِثْلِ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِيْ: اَلْحَقِيْ بِأَهْلِكِ فَكُوْنِيْ عِنْدَهُمْ حَتّٰی يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ فَجَاءَتِ امْرَأَةُ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ لَهٗ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهٗ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهٗ؟ قَالَ: لَا وَلٰكِنْ لَّا يَقْرَبَنَّكِ فَقَالَتْ: إِنَّهٗ وَاللّٰهِ مَا بِهٖ مِنْ حَرَكَةٍ إِلٰى شَيْءٍ وَّ وَاللّٰهِ مَا زَالَ يَبْكِيْ مُنْذُ كَانَ مِنْ أَمْرِهٖ مَا كَانَ إِلٰى يَوْمِهٖ هٰذَا۔ وَقَالَ لِيْ بَعْضُ أَهْلِيْ: لَوِ اسْتَأْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي امْرَأَتِكَ فَقَدْ أَذِنَ لِامْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدُمَهٗ؟ فَقُلْتُ: لَا أَسْتَأْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا

يُدْرِيْنِيْ مَا ذَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم إِذَا اسْتَأْذَنْتُهُ فِيْهَا وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ ، فَلَبِثْتُ بِذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ فَكَمُلَ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِّنْ حِيْنَ نُهِيَ عَنْ كَلَامِنَا ثُمَّ صَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ صَبَاحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِنَا ، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَّا قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِيْ وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ أَوْفٰى عَلٰى سَلْعٍ يَقُوْلُ بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَبْشِرْ ، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَعَرَفْتُ أَنَّهُ قَدْ جَآءَ فَرَجٌ۔ فَأَذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم النَّاسَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْنَا حِيْنَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَنَا ، فَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُوْنَ وَرَكَضَ إِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا وَسَعٰى سَاعٍ مِّنْ أَسْلَمَ قِبَلِيْ وَأَوْفٰى عَلَى الْجَبَلِ ، فَكَانَ الصَّوْتُ أَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَآءَنِي الَّذِيْ سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِيْ نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا إِيَّاهُ بِبُشْرَاهُ وَاللّٰهِ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ ، وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا وَانْطَلَقْتُ أَتَأَمَّمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنِّئُوْنِيْ بِالتَّوْبَةِ وَيَقُوْلُوْنَ لِيْ : لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ ، فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِيْ وَهَنَّأَنِيْ وَاللّٰهِ مَا قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرُهُ فَكَانَ كَعْبٌ لَا يَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ ۔ قَالَ كَعْبٌ : فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُوْرِ : أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُذْ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ فَقُلْتُ : أَمِنْ عِنْدِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ؟ قَالَ : لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَانَ وَجْهَهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَّكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلٰى رَسُوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم : أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ۔ فَقُلْتُ : إِنِّيْ أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ وَقُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى إِنَّمَا أَنْجَانِيْ بِالصِّدْقِ وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ لَّا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَا بَقِيْتُ ، فَوَ اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ أَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَبْلَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ صِدْقِ الْحَدِيْثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاللّٰهِ مَا تَعَمَّدْتُ كِذْبَةً مُنْذُ قُلْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم إِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا وَإِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ

يُخَلِّفَنِي اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْمَا بَقِيَ قَالَ : فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى : لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ حَتّٰى بَلَغَ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ حَتّٰى بَلَغَ : اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ قَالَ كَعْبٌ : وَاللّٰهِ مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِّعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ اِذْ هَدَانِي اللّٰهُ لِلْاِسْلَامِ اَعْظَمَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ صِدْقِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا اَكُوْنَ كَذَبْتُهٗ فَاَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا ، اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِلَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ اَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِاَحَدٍ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ قَالَ كَعْبٌ : كُنَّا خُلِّفْنَا اَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ اَمْرِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ حَلَفُوْا لَهٗ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَاَرْجَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ بِذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ وَلَيْسَ الَّذِيْ ذَكَرَ مِمَّا خُلِّفْنَا تَخَلُّفَنَا عَنِ الْغَزْوِ وَاِنَّمَا هُوَ تَخْلِيْفُهٗ اِيَّانَا وَاِرْجَاؤُهٗ اَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهٗ وَاعْتَذَرَ اِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَفِيْ رِوَايَةٍ : وَكَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحٰى فَاِذَا قَدِمَ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ۔

۲۱: جناب عبداللہ جو اپنے والد کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نابینا ہو جانے کے بعد ان کے راہبر تھے وہ اپنے والد کعب کا واقعہ جو غزوۂ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جانے کے سلسلہ میں پیش آیا خود ان کی اپنی زبان سے بیان کرتے ہیں۔ کعب کہتے ہیں کہ میں کسی غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا۔ سوائے غزوۂ تبوک کے۔ البتہ غزوۂ بدر میں میں پیچھے رہا۔ مگر اس غزوہ میں کسی بھی پیچھے رہ جانے والے پر عتاب نازل نہیں ہوا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان قریش کے قافلہ کا قصد کر کے نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بغیر کسی قول و قرار کے ان کو ان کے دشمنوں کے ساتھ جمع کر دیا۔ بیعت عقبہ ثانیہ کی رات جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام پر عہد و پیمان باندھا تو میں اس میں موجود و حاضر تھا اور مجھے تو بدر کی حاضری سے بڑھ کر وہ حاضری محبوب ہے اگرچہ لوگوں میں تذکرہ و شہرت غزوۂ بدر کی زیادہ ہے۔ میرا واقعہ کچھ اس طرح ہے جبکہ میں غزوۂ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا۔ میں پہلے کبھی اتنا تنومند اور خوشحال نہ تھا جتنا کہ اس غزوہ کے وقت تھا' جس میں کہ پیچھے رہ گیا۔ اللہ کی قسم! اس سے پہلے دو

سواریاں بھی میرے ہاں اکٹھی نہ ہوئی تھیں جبکہ اس غزوہ میں میرے پاس دو سواریاں موجود تھیں۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ جس غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کے سلسلہ میں توریہ فرماتے۔ مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غزوہ فرمایا تو وہ سخت گرمی کا زمانہ تھا اور سفر بھی دور دراز اور بیابانوں کا درپیش تھا اور بہت زیادہ تعداد والے دشمن کا سامنا تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے سامنے وضاحت سے بیان فرمادیا تاکہ وہ اچھی طرح اس غزوہ کے سلسلہ میں تیاری کرلیں۔ اسی طرح آپ نے اس جانب کی بھی وضاحت فرمادی جس کا ارادہ آپ رکھتے تھے۔ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کثیر تعداد میں تھے اور ان کے ناموں کو محفوظ کرنے والے اوراق اور کتب بھی نہ تھیں۔ مراد رجسٹر ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص لڑائی سے غائب رہنے کا ارادہ بھی کرتا تو وہ یہ گمان کرتا کہ اس کا معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی رہے گا۔ جب تک کہ اس کے متعلق اللہ کی طرف سے کوئی وحی نہ اترے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غزوہ اس موسم میں فرمایا جب پھل پک چکے تھے اور سائے پسند آنے لگے تھے اور میرا میلانِ طبعی ان کی طرف تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے آپ ﷺ کے ساتھ تیاری کی۔ میں صبح سویرے تیاری کے لئے آتا مگر بغیر کچھ تیاری کئے واپس لوٹ جاتا اور اپنے دل میں یوں کہتا کہ میں جب چاہوں گا ایسا کرلوں گا۔ کیونکہ مجھے اس پر پورا قابو حاصل ہے۔ سو یہ تاخیر مجھ پر کچھ اسی قدر طاری رہی اور لوگ جہاد کی تیاری میں مسلسل مصروف رہے۔ یہاں تک کہ ایک صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان غزوہ پر روانہ ہو گئے اور میں نے اپنا سامان اب تک بالکل تیار نہ کیا۔ پھر میں صبح سویرے آتا اور بغیر تیاری واپس لوٹ جاتا۔ یہ تاخیر مجھ پر طاری رہی اور مسلمانوں نے جلدی کی اور جہاد کا معاملہ آگے بڑھ گیا۔ میں نے کوچ کا ارادہ بھی کیا تاکہ ان کو جاملوں۔ کاش کہ میں ایسا کرلیتا۔ مگر میں ایسا نہ کرسکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں لوگوں میں نکلتا تو یہ دیکھ کر غمگین ہوتا کہ میرے سامنے جو نمونہ آتا وہ یا تو نفاق سے تہمت یافتہ ہوتا یا پھر وہ شخص جس کو اللہ کی طرف سے بوجہ ضعف و کمزوری کے معذور قرار دیا جاچکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچ کر میرا تذکرہ فرمایا جبکہ آپ ﷺ صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ کہ کعب بن مالک نے کیا کیا؟ بنی سلمہ قبیلہ کے ایک شخص نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اس کی دونوں چادروں اور اپنے دونوں کندھوں کی طرف نگاہ ڈالنے نے روک دیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے بہت بری بات کہی۔ قسم بخدا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے اس میں بھلائی ہی دیکھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اسی دوران ایک سفید پوش آدمی ریگستان میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوخیثمہ ہو؟ تو وہ واقعی ابوخیثمہ انصاری تھے۔ یہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے ایک صاع کھجور صدقہ کی تو منافقین نے ان پر طعنہ زنی کی تھی۔ کعب کہتے ہیں کہ جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لا رہے ہیں تو مجھ پر غم چھا گیا اور جھوٹے بہانے ذہن میں لانے لگا اور کہنے لگا کہ کس طرح کل آپ ﷺ کی ناراضی سے نکلوں۔ اس سلسلہ میں اپنے اقارب میں سے صاحب الرائے افراد سے (مشورہ میں) مدد

طلب کی۔ جب یہ اطلاع ملی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہنچنے والے ہیں تو میرے دماغ سے تمام جھوٹے بہانے والا خیال نکل گیا۔ میں نے جان لیا کہ میں ان میں سے کسی چیز سے میں نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ میں نے سچ بولنے کا فیصلہ کرلیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب آپ سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاکر دورکعت نماز ادا فرماتے۔ پھر لوگوں کی ملاقات کے لئے تشریف فرما ہوتے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو پیچھے رہ جانے والے قسمیں اٹھا کر معذرتیں پیش کرنے لگے۔ ان کی تعداد اسی سے زیادہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرما کر ان سے بیعت لے لی اور ان کے لئے استغفار بھی فرمادیا اور ان کے باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیا۔ میں نے حاضر ہو کر جب سلام عرض کیا تو آپ نے ناراضگی بھرا تبسم فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا آگے آجاؤ! میں آگے بڑھتے بڑھتے آپ کے سامنے جا بیٹھا۔ آپ نے فرمایا تم کیوں پیچھے رہ گئے؟ کیا تم نے اپنی سواری نہ خرید لی تھی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم! اگر میں کسی دنیا دار کے سامنے ہوتا تو کوئی عذر پیش کر کے اس کی ناراضگی سے نکل سکتا تھا۔ مجھے بات کرنے کا اچھی طرح سلیقہ ہے۔ لیکن واللہ مجھے اس بات کا یقینی طور پر علم ہے کہ اگر میں نے کوئی جھوٹی بات کہی جس سے آپ مجھ پر راضی ہو جائیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ پر ناراض کردیں گے اور اگر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچی بات کہی اگرچہ وقتی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ناراض ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اس پر بہتر انعام کی توقع ہے۔ واللہ! مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ بخدا! میں اتنا صحت مند اور خوش حال پہلے کبھی نہیں رہا جتنا اس وقت تھا جبکہ میں آپ ﷺ سے پیچھے رہ گیا۔ کعب کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے یقیناً سچ کہا ہے۔ جاؤ! یہاں تک کہ تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادے۔ خاندان بنی سلمہ کے کچھ لوگ مجھے پیچھے آکر ملے اور کہنے لگے ہمیں تو آج تک تمہارا کوئی گناہ معلوم نہیں مگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی ایسا عذر پیش کرنے سے قاصر رہے۔ جو پیچھے رہ جانے والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ تیرے اس گناہ کی معافی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمادینا کافی تھا۔ واللہ وہ مجھے مسلسل ملامت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جاکر اپنی بات کی تکذیب کردینے کا ارادہ کرلیا۔ مگر پھر میں نے ان کو کہا کہ کیا ایسا معاملہ میرے علاوہ اور بھی کسی کے ساتھ پیش آیا۔ انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ تمہارے جیسا معاملہ دو اور آدمیوں کو بھی پیش آیا اور انہوں نے بھی وہی کہا جو تم نے کہا اور ان دونوں کو وہی کہا گیا جو تمہیں کہا گیا۔ میں نے پوچھا وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ مرارہ بن الربیع العامری اور ہلال بن امیۃ الواقفی ہیں۔ کعب کہتے ہیں کہ انہوں نے میرے سامنے ایسے دو نیک انسانوں کا ذکر کیا جو بدر میں شریک ہوئے تھے اور ان میں میرے لئے نمونہ تھا چنانچہ ان کا تذکرہ سن کر میں اپنی بات پر پختہ ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہم تین افراد کے ساتھ گفتگو کرنے سے لوگوں کو منع فرمادیا۔ لوگ ہم سے بدل گئے یا گریز کرنے لگے۔ یہاں تک کہ میرے دل میں تو یہ یہ

جگہ بھی ناواقف اور اُوپری بن گئی۔ گویا یہ وہ جگہ نہ تھی جس کو میں پہچانتا تھا۔ اسی حالت میں پچاس راتیں گزر گئیں۔ میرے ساتھی تو تھک ہار کر گھروں میں بیٹھ رہے اور شب و روز گریہ وزاری میں گزرتا۔ مگر میں ان تمام میں جوان اور مضبوط تھا۔ میں باہر نکلتا' نمازوں میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوتا اور بازاروں میں چکر لگاتا۔ مگر میرے ساتھ کوئی کلام تک نہ کرتا اور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ؐ کو سلام عرض کرتا جبکہ نماز کے بعد آپ ﷺ اپنی مجلس میں رونق افروز ہوتے میں اپنے دل میں کہتا کہ دیکھوں کہ آیا آپ ؐ کے لب مبارک میرے سلام کے جواب میں حرکت میں آئے یا نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر نماز پڑھتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظریں چرا کر دیکھتا۔ جب میں اپنی نماز میں مشغول ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف نگاہ فرماتے اور جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف سے توجہ ہٹا لیتے۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ بے رغبتی بہت طویل ہو گئی۔ میں ایک دن حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھاند کر اندر گیا میں نے ان کو سلام کیا۔ قسم بخدا! انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے ان کو کہا اے ابوقتادہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو میرے متعلق جانتا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ وہ خاموش رہے۔ میں نے ان کو دوبارہ قسم دے کر پوچھا وہ پھر بھی جواب میں خاموش رہے۔ میں نے تیسری مرتبہ ان کو قسم دے کر دریافت کیا تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول اس کو بہتر جانتے ہیں۔ اس پر میری آنکھیں بہہ پڑیں۔ میں انہی قدموں پر دیوار پھاند کر واپس لوٹ آیا۔ اسی دوران جبکہ میں مدینہ کے بازار میں پھر رہا تھا۔ شام کے علاقہ کا ایک نبطی شخص جو مدینہ میں اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے کعب بن مالک کے متعلق کون بتلائے گا؟ لوگ میری طرف اشارہ کرنے لگے۔ وہ میرے پاس آیا اور غسان کے بادشاہ کا ایک خط میرے حوالہ کیا۔ میں چونکہ لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔ میں نے جب اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔ اما بعد! ہمیں اطلاع ملی کہ تمہارے آقا نے تم پر زیادتی کی اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت کے مقام میں نہیں رکھا اور نہ ہی ضائع ہونے کے لئے بنایا۔ تم ہمارے پاس آ جاؤ۔ ہم تیرے ساتھ ہمدردی کریں گے۔ میں نے جب اس کو پڑھا تو کہا یہ ایک اور آزمائش ہے۔ میں نے اس کو لے کر تنور کا قصد کیا اور اس کو آگ کے حوالہ کر دیا۔ اسی حالت پر چالیس دن گزر گئے اور وحی کا سلسلہ میرے بارے میں بند تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا تمہیں حکم ہے کہ اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرو۔ میں نے پوچھا کیا میں اس کو طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا اس سے علیحدگی اختیار کرو اور اس کے قریب مت جاؤ۔ میرے دونوں ساتھیوں کو بھی یہی پیغام بھیجا۔ میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ اپنے خاندان والوں کے ہاں چلی جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ کا فیصلہ فرما دے۔ ہلال بن امیہ کی بیوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ انتہائی درجہ بوڑھے ہیں اور ان کا کوئی خادم بھی نہیں کیا آپ ؐ کو ناپسند ہے اگر میں ان کی خدمت کروں؟ ارشاد فرمایا نہیں۔ لیکن وہ تمہارے قریب ہرگز نہ جائیں۔ اس نے عرض کیا حضرت ان میں تو کسی چیز کی طرف حرکت کرنے

کی سکت بھی نہیں۔ وہ تو اللہ کی قسم! اس وقت سے جب سے یہ معاملہ پیش آیا۔ زار و قطار رو رہے ہیں اور اب تک یہی حال ہے۔ میرے بعض قریبی رشتہ داروں نے کہا کہ اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے متعلق اجازت طلب کرتے تو مل جاتی جس طرح ہلال بن امیہ کو خدمت کی اجازت مل گئی۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب نہ کروں گا۔ کیا معلوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا جواب مرحمت فرمائیں جب میں اجازت مانگوں۔ میں تو جوان سال آدمی ہوں۔ اسی طرح مزید دس راتیں گزر گئیں۔ ہمارے ساتھ گفتگو کی ممانعت سے لے کر اب تک پچاس راتوں کا عرصہ گزر چکا تھا۔ میں نے فجر کی نماز پچاسویں صبح کو اپنے مکان کی چھت پر ادا کی۔ میں اس حال میں بیٹھا ہوا تھا جس کا تذکرہ باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں: ﴿فَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ میری جان بھی مجھ پر تنگ ہوگئی اور زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہوگئی۔ میں نے کوہ سلع پر چڑھ کر کسی آواز دینے والے کو بلند آواز سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ اے کعب بن مالک خوشخبری ہو۔ میں فوراً سجدہ ریز ہو گیا۔ میں نے اسی وقت جان لیا کہ اللہ کی طرف سے کشادگی آ گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان فرمایا۔ لوگ ہمیں مبارک باد دینے لگے۔ میرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی خوشخبری دینے والے گئے اور میری طرف ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر آیا اور بنو اسلم قبیلہ کا ایک شخص میرے پاس دوڑ کر آیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اس کی آواز گھوڑے پر سوار ہو کر آنے والے سے جلد پہنچ گئی۔ جب وہ شخص میرے پاس آیا جس کی میں نے آواز سنی تھی تو میں نے اپنے کپڑے اُتار کر اس کو خوشخبری کے انعام میں پہنا دیئے۔ اللہ کی قسم! اس دن میں اُس جوڑے کے علاوہ کسی اور جوڑے کا مالک نہ تھا۔ میں نے کسی دوسرے آدمی سے عاریتاً دو کپڑے پہننے کیلئے لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے روانہ ہوا لوگ جوق در جوق مجھے مل رہے تھے اور میری توبہ پر مبارک باد پیش کر رہے تھے اور یوں کہہ رہے تھے کہ تمہیں مبارک ہو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔ چلتے چلتے میں مسجد میں داخل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد لوگ بیٹھے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور قدم بڑھا کر مجھے مبارک پیش کی اور مصافحہ کیا۔ اللہ کی قسم مہاجرین میں سے کوئی بھی ان کے علاوہ نہ اٹھا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ کے اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھنے والے تھے۔ کعب کہتے ہیں کہ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے ٹمٹما رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اس مبارک ترین دن کی خوشخبری ہو جو ان تمام ایام میں سب سے بہتر ہے۔ جب سے تمہاری ماں نے تمہیں جنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ خوشخبری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے ہے۔ روئے انور اس وقت اس طرح چمکتا جیسے چاند کا ٹکڑا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے اور ہم آپ کی خوشی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے پہچان لیتے۔ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ گیا تو میں نے

عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری توبہ کا حصہ یہ بھی ہے کہ میں اپنے سارے مال کو اللہ اور اس کے رسول کی خدمت میں بطور صدقہ پیش کر دوں اور اس سے الگ ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے پاس کچھ مال رکھ لینا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا میں اپنا خیبر والا حصہ رکھ لیتا ہوں۔ پھر دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ کی بدولت نجات دی اور بیشک میری توبہ کا یہ بھی حصہ ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں گا سچ ہی بولوں گا۔ اللہ کی قسم جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس وقت سے مجھے معلوم نہیں کہ کسی مسلمان کو اتنے اعلیٰ انعام سے نوازا گیا ہو۔ جتنا بڑا انعام مجھے سچ بولنے کے عوض میں ملا اور اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا تذکرہ کیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک میں نے جان بوجھ کر ایک جھوٹ بھی نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ بقیہ زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ مجھے محفوظ فرمائیں گے۔ کعب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری: ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ﴾ ”تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور ان مہاجرین وانصار پر رجوع فرمایا جنھوں نے تنگی کے وقت میں آپ کی پیروی واتباع کی“۔ یہ آیت انہوں نے ﴿اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ تک تلاوت فرمائی اور ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ ...... كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ تک تلاوت فرمائی اور ان تینوں پر رجوع فرمایا جن کے معاملہ کو ملتوی کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ ان پر زمین باوجود وسیع ہونے کے تنگ ہوگئی۔ اور خود ان کے اپنے نفس بھی ان پر تنگ ہو گئے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ ان کو اللہ سے کوئی بچانے والا نہیں ہے سوائے اس اللہ تعالیٰ کی ذات کے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رجوع فرمایا تاکہ وہ توبہ کریں یقیناً اللہ تعالیٰ بہت رجوع کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کا ساتھ دو۔ کعب کہتے ہیں کہ جب سے اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت سے نوازا ہے اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو انعامات فرمائے ہیں ان میں سب سے بڑا انعام میرے نزدیک یہ ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سچ بولا جھوٹ نہیں بولا۔ ورنہ جھوٹ بولنے والوں کی طرح میں بھی ہلاک ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق جب وحی نازل فرمائی تو سب سے زیادہ سخت بات جو کسی کو کہی جاتی ہے وہ ان کو فرمائی ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ ......﴾ کہ عنقریب جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ قسمیں اٹھائیں گے تاکہ تم ان سے تعرض نہ کرو۔ آپ ان سے اعراض فرمائیں کیونکہ وہ پلید ہیں۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے وہ تمہارے سامنے قسمیں اٹھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ اگر تم ان سے راضی بھی ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان فاسقوں سے راضی نہ ہوں گے۔ کعب کہتے ہیں ہم تینوں کا معاملہ پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا۔ ان لوگوں سے جنہوں نے قسمیں اٹھائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کو قبول فرما لیا اور ان سے بیعت لے لی اور ان کے لئے استغفار بھی فرما دیا۔ مگر ہمارے معاملے کو ملتوی کر دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فیصلہ فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ......﴾ اس آیت میں ”خُلِّفُوْا“ کا لفظ ذکر فرمایا ہے۔ اس سے ہمارا غزوہ سے پیچھے رہنا مراد نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے معاملہ کو ملتوی کرنا اور پیچھے چھوڑنا مراد ہے۔ ان لوگوں سے جنہوں نے قسمیں

اٹھائیں اور معذرت کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی معذرت کو قبول فرمالیا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے جمعرات کو روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن سفر کے لئے نکلنا عموماً پسند فرماتے اور ایک روایت کے الفاظ یہ بھی ہیں کہ آپ سفر سے عموماً چاشت کے وقت تشریف لاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے اور پھر مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔

**تشریح** ۞ عبداللہ نے اپنے والد کعب انصاری سلمی سے بیان کیا ہے۔ بقول ابو احمد عسکری یہ بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتے ہیں (اسد الغابہ) یہ عبداللہ اور عبدالرحمان عبید اللہ اپنے والد کو مسجد میں لاتے لے جاتے تھے جبکہ وہ نابینا ہو گئے۔ وہ کہتے ہیں۔

**سمعت کعب بن مالك رضی اللّٰہ عنہ**: یہ کعب بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ بدر و تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں حاضر رہے۔ احد میں ان کو گیارہ زخم لگے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین شعراء حسان، کعب، ابن رواحہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ حسان کفار کے انساب کے متعلق مذمت کے اشعار کہتے اور ابن رواحہ ان کے کفر کے متعلق اور کعب لڑائی کے واقعات سے ان کو ڈراتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۸۰ روایات نقل کی ہیں جن میں تین بخاری و مسلم میں ہیں۔ ایک حدیث بخاری نے اور دو مسلم نے منفرداً بیان کی ہیں۔ ۵۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔

**اَلنَّحْوُ** : **یحدث حدیثہ**: ① یہ مفعول مطلق ہے ② منصوب بنزع خافض ہے۔

**تخلف عن**: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلنے سے رہ گئے۔ ایک روایت میں صراحۃً عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوہ تبوک کے الفاظ موجود ہیں۔ تَبُوْک اگر اس سے جگہ مراد ہو تو یہ منصرف ہے اور اگر علاقہ مراد ہو تو غیر منصرف ہے۔ غزوہ تبوک ۹ھ میں پیش آیا۔ محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے قاری نے شرح موطاء میں نقل کیا کہ اسے تبوک کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ وہاں کے چشمہ سے پانی نکالنے کے لئے برتن کو حرکت دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما زلتم تَبُوْکُوْنَھَا تَبُوْکًا: اسی سے اس کا نام تبوک پڑ گیا۔ **قال کعب لم اتخلف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔** کعب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا۔ آپ نے ستائیس غزوات کئے جن میں سے بدر و تبوک کے علاوہ باقی تمام میں شرکت کی۔ ان میں سے ۹ غزوات میں لڑائی پیش آئی' بدر' احد' مریسیع' خندق' قریظہ' خیبر' فتح مکہ۔ ایک قول کے مطابق مکہ زبردستی فتح ہوا اور شوافع رحہم اللہ کے نزدیک صلح سے فتح ہوا۔ اسی طرح حنین' طائف ایک قول کے مطابق بنونضیر میں بھی قتال ہوا۔ سرایا کی تعداد ۴۷ سنتالیس تھی۔

**الا فی غزوہ تبوك..... بدر**: یہ ماقبل سے استثناء ہے۔ بدر ایک بستی ہے جو بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ کی طرف منسوب ہے وہ وہاں مقیم ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بدر بن حارث نے وہاں کنواں کھودا۔ ایک قول یہ ہے کہ بدر اس کنویں کا نام ہے جو وہاں ہے۔ اس کو بدر کہنے کی وجہ اس کی عمدہ گولائی اور صفائی تھی کہ اس میں چاند نظر آتا تھا۔

واقدی مرحوم نے بنی غفار کے شیوخ سے ان تمام باتوں کی تردید نقل کی ہے اور کہا کہ وہاں بدر نامی کوئی آدمی نہیں گزرا۔

وہ ہمارا ٹھکانہ اور مال ہے اور تھا یہ دوسرے علاقائی ناموں کی طرح ایک نام ہے۔ بدر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بدر و تبوک کا استثناء الگ الگ اس لئے کیا کہ تبوک و بدر میں فرق ہے۔ بدر سے پیچھے رہنے والوں پر عتاب نہیں ہوا اور تبوک والوں پر عتاب ہوا۔ (فتح الباری)

ولم یعاتب احد: یہ مجہول ہے ایک روایت میں معروف بھی ہے۔ ① کا ترجمہ کسی کو عتاب نہ کیا گیا۔ ② کا ترجمہ آپ نے کسی کو عتاب نہیں کیا۔ انما خرج...... غیر قریش: یہ عدم عتاب کی وجہ بتلائی گئی ہے کہ آپ قافلے کے لئے نکلے۔ العیر: وہ اونٹ جو بار بردار ہوں۔ ابوسفیان شام میں تیس سواروں کے ساتھ تھا جن میں عمرو بن العاص بھی تھے۔ وہ ایک عظیم قافلہ کے ساتھ جس میں تمام قریش کے اموال تھے۔ جب بدر کے قریب ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی اطلاع ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ ان کی طرف روانہ ہوئے اور ان کو دشمن کی قلت اور اموال کی کثرت کی خبر دی۔ مگر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام روحاء میں پہنچے تو آپ کو قافلہ کی حفاظت کے لئے قریش کی روانگی کی اطلاع ملی۔ لڑائی کی وجہ کی طرف اس قول میں اشارہ ہے: حتی جمع اللہ بینھم وبین عدوھم کہ اللہ تعالیٰ نے اپ کو اور کفار قریش کو بغیر کسی معیاد کے جمع کر دیا۔

ولقد شھدت...... لیلہ العقبہ: وہ رات جس میں انصار نے اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور ٹھکانہ مہیا کرنے پر بیعت کی۔ عقبہ وہ منیٰ کی ایک جانب میں پائی جانے والی گھاٹی ہے جس کی طرف جمرہ العقبہ منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ بیعت دو مرتبہ ہوئی۔ پہلی بیعت میں ۱۲ آدمی تھے اور دوسری بیعت میں ۷۰ آدمی تھے تمام کے تمام انصار سے تھے۔ یہ بیعت مسجد میں ہوئی جو اس گھاٹی کے قریب واقع ہے۔ جب اصطلاح میں عقبہ بولا جائے تو عقبہ اخیرہ ہی مراد ہوتا ہے جو مکہ کے قریب تر ہے۔

حین تو اثقناء: ① حین یہ لیلہ سے بدل ہے۔ تو اثقنا: ہم نے بیعت کی اور معاہدہ کیا اور ایک دوسرے سے میثاق لیا۔ بعض نسخوں میں تو افقنا بھی ہے (باہمی اتفاق کرنا)

بھا: رات کے بدلے یا عقبہ کے بدلے۔

اَلنَّحْوُ: شھد بدر: یہ اَنّ کا اسم ہے۔ یعنی میں پسند نہیں کرتا کہ میں بدر میں حاضر ہوتا اور لیلۃ عقبہ میں نہ ہوتا۔ یہ بات انھوں نے اس وجہ سے فرمائی کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے قبل پیش آیا اور اس وقت اسلام کمزور اور مسلمان تھوڑے تھے۔

اَذْکَرُ زیادہ مشہور ہے۔ فی الناس منھا: لیلہ عقبہ سے فضیلت کے لحاظ سے ہے۔ طبقات صحابہ شمار کرنے والے بھی لیلہ عقبہ کے شرکاء کو اصحاب بدر سے افضل شمار کرتے ہیں۔

غزوہ تبوك: غزوہ کی جمع غزوات بقول ثعلب غزوہ ایک مرتبہ جہاد کے لئے جانے کو کہتے ہیں اور غزاۃ پورا سال جہاد میں مصروف رہنے کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع بھی غزوات ہے۔

اَنّی: اس کا مدخول کان کا اسم ہے۔

لم اکن قط اقوی ولا ایسر منی: قصد دراز منہ کے لحاظ سے تفضیل نفسی کے قبیل سے ہے جیسا کہ اس مشہور مثال میں ہے۔ ما رأیت احدًا احسن فی عینہ الکحل منہ فی عین زید کہ جس زمانہ میں پیچھے رہ گیا ان دنوں میں میں دوسرے

دنوں کی بنسبت خوب خوشحال تھا۔ واللہ ۔ تلك الغزوة: یہ اس آسانی کی تفصیل ہے اسی طرح قوت کی تفصیل ہے جبکہ قوت سے ایسی قوت مراد لی جائے جو اسباب عادیہ سے حاصل ہوتی ہے اور اگر قوت سے قوت بدن مراد لی جائے تو پھر اس کی تفصیل سے خاموشی اختیار کی گئی۔

وری بغیرھا: تورہ کیا دوسری طرف کا وہم دلایا اور آپ فرماتے الحرب خدعة: (ابوداؤد) حتیٰ توریہ کی غایت کو بیان کرنے کے لئے ہے۔

حر شدید: ایسی سخت گرمی جس سے ہلاکت کا خطرہ تھا۔ مفازا: یہ لفظ مفازۃ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسی طویل وعریض خشکی جس میں پانی نایاب ہو۔ فاز الرجل اس وقت بولتے ہیں جب وہ ہلاک ہو جائے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جنگل ویرانے کو عبور کرنے والا گویا کامیاب ہو گیا اس مناسبت سے یہ نام پڑ گیا جیسا سانپ کا ڈسا ہوا لدیغ کہلاتا ہے۔

عدد کثیرا: بعض نسخوں میں عدوا کا لفظ ہے۔

النحو: استقبل کو دوبارہ اس لئے لایا گیا تاکہ ظاہر ہو کہ پہلا استقبل اس پر عامل نہیں۔ فجلا: کھولنا اور واضح کرنا۔ یعنی توریہ کے بغیر ان کو بتلا دیا۔ لیتاھبوا اھبة غزوھم: بخاری نے عدوھم کا لفظ نقل کیا ہے۔ مسلم کے تمام نسخوں میں غزوھم کا لفظ ہے۔ مطلب یہ تھا تاکہ وہ ضروریاتِ سفر کی تیاری کر سکیں۔ بوجھھم وجہ کا معنی قصد ہے۔ بعض نسخوں میں توجہ ہے۔ جس کا معنی مقصود ہے مذکور ہے الذی یرید جس طرف کا وہ ارادہ رکھتے تھے۔

یہاں ضمیر عائد محذوف ہے اس غزوہ کا باعث رومیوں کا آپ کے خلاف لڑائی کے لئے جمع ہونا تھا۔ آپ نے لوگوں کو اس کے لئے آمادہ کیا۔

والمسلمون: یہ غزا کے فاعل سے حال ہے۔ مسلمانوں کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق ۳۰ ہزار اور بقول ابوزرعہ ۷۰ ہزار تھی اور ابوزرعہ کی ایک روایت میں چالیس ہزار ہے۔

**صورت مطابقت**: تیس و چالیس کی گنتی میں صرف متبوعین کا ذکر کیا تابع اور غلاموں کا شمار نہیں کیا یا صرف لڑنے والوں کو شمار کیا اور ستر کی گنتی میں تابع و متبوع دونوں کو شمار کیا گیا ہے۔ ولا یجمعھم کتاب: کتاب سے یہاں رجسٹر مراد ہے۔ دیوان: کا لفظ بعض کہتے ہیں فارسی ہے بعض عربی مانتے ہیں۔ فقل رجل: (بہت کم آدمی) بخاری کی روایت میں فما رجل ہے کوئی آدمی جو غائب ہونا چاہے۔ الا ظن ان ذلك سیخفی له: مگر اس کو یہی گمان ہوتا کہ اس کا معاملہ مخفی رہے گا۔ مسلم کے تمام نسخوں میں الا نہیں ہے۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں الا کا ہونا درست نسخہ ہے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ: قل میں جونفی کا معنی ہے اس کے اثبات کے لئے الا لایا گیا ہے کیونکہ اس کا معنی ما رجل ہے گویا عبارت اس طرح ہے: ما رجل یرید ان یتغیب الا ظنّ۔

ما لم ینزل فیه وحی: جب تک اس کے متعلق تنبیہ وحی نہ اترے۔ طابت الثمار: پھل پک گئے اور ان کے کھانے کا وقت آیا۔ الظلال: جمع ظل سایہ۔ اصعر: میلان کرنا۔ میں اس کی طرف بہت مائل تھا۔ طفقت: یہ افعال استمرار میں سے ہے۔ امم اقض: میں نے اپنے معاملے میں کچھ نہ کیا ہوتا۔ علی ذلك: ذلک کا مشار الیہ التجھیز یعنی (تیاری) ہے۔ اذا

اردت: جب میں چاہوں گا کیونکہ وقت میں گنجائش ہے۔ ذلك: معاملے میں سستی وتاخیر۔ الجد: سفر کے معاملات میں خوب کوشش۔ معه: آپ کی معیت میں سفر پر روانگی۔ جهازی: اپنا سامان سفر۔ غدوت: دن کے شروع میں سفر کرنا۔ رجعت: اپنے صبح کے سفر سے لوٹا۔ شیئاً: اپنے سامان کی کوئی چیز ذلك: تیاری کے لئے صبح جانا اور تیاری نہ کرنا۔ حتی اسرعوا: بخاری نے شرعوا: یعنی تیزی کرنا' شروع ہونا نقل کیا ہے۔ تفارط۔ الفارط و الفرط: آگے بڑھنے والا اس کی جمع افراط ہے۔ (جیسا انا فرطكم على الحوض)

الغزو: سے مراد مجاہد ہیں۔ یا لیتنی فعلت: یہ کرڑالتا اور پیچھے رہ جانے کی حیرانی سے نکل جاتا۔ اس بات میں فوت ہونے والے عمل پر شرمندگی ظاہر کی گئی ہے۔ ذلك کا مشار الیہ ارتحال یعنی کوچ کرنا ہے) اور وہ مجھے میسر نہ ہوا۔

الناس: پیچھے رہنے والے معذور مسلمان یا کم عقل منافقین تھے۔ یحزننی یہ باب افعال سے ہے۔ ایک نسخہ میں اس کے بعد انّی کا لفظ بھی ہے۔

النَّحْوُ: لا اری لی اسوة: یہ پورا جملہ ان کی خبر بن کر یحزن کا فاعل ہے۔ لی: یہ اسوۃ سے نحو محل حال میں ہے۔ اسوة: نمونہ کو کہتے ہیں۔ مغموصًا: علیہ مطعون جس کا دین قابل اعتبار نہ ہو۔ فی النفاق: منافقت۔ بلاغت یہ استعارہ مکنیہ ہے۔ ممن عذر اللّٰه: یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا۔

من الضعفا: یہ من کا بیان ہے۔

تبوك: یہ غیر منصرف ہے مگر بخاری و مسلم میں اس کو منصرف ذکر کیا گیا ہے شاید ان کے ہاں اس سے جگہ مراد ہے۔

قال رجل من بنی سلمه: ان کا نام عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ہے۔ (المغازی للواقدی)

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہ شاید ان کو کعب کے ساتھ اندرونی ناراضگی تھی یا وہ منافق تھا کیونکہ اس نے کعب کو متکبر قرار دیا اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت نے اس بات کی تردید کی اور ان کی عزت سے دفاع کیا۔

مگر قرطبی کا قول عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے متعلق درست نہیں کیونکہ وہ مخلص صحابہؓ میں سے ہیں۔ البتہ عبداللہ کی بات کی بہترین توجیہ یہ ہے کہ بلاسوچے سمجھے ان کے منہ سے یہ بات نکل گئی۔ واللہ اعلم۔

براده: چادر اور ازار یا قمیص کو تغلیباً بردان سے تعبیر کر دیا۔ جیسے عمرین اور قمرین کہہ دیتے ہیں۔

والنظر عطفيه: سے خود پسندی اور تکبر سے کنایہ ہے۔

فسكت: کعب کے حالات دریافت کرنے سے خاموشی اختیار فرمائی۔

مبیضا: یہ بیاض سے اسم فاعل ہے یعنی سفید کپڑوں والا۔ عرب مبیضة۔ سفید پوش اور مسودہ سیاہ پوش کو کہتے ہیں۔

یزول: سراب میں حرکت کرتا ہوا ابھرتا نظر آیا۔

کن ابا خیثمه: یہ الفاظ اگرچہ امر کے ہیں مگر دعا کے معنی میں ہے۔ جیسا کہا جاتا اَسْلِمْ یعنی سلمک اللہ (اللہ تمہیں سلامت رکھے) (سہیلیؒ)

نوویؒ کہتے ہیں یہ معنی بھی ہوسکتا ہے: انت ابو خیثمه جیسا عرب کہتے کن زیدًا ای انت زید: (ثعلبؒ)

قاضی عیاضؒ: یا هذا اشخص ابا خیثمه حقیقة تقدیر کلام یہ اللهم اجعله ابا خیثمه۔ اے اللہ اس کو ابوخیثمہ بنا

دے۔(التحریر)

اذ اھوا ابو خیثمہ از امفاجات کے لئے ہے۔یہ ابوخیثمہ عبداللہ بن خیثمہ ہےان کا دوسرا نام مالک بن قیس بتلایا گیا ہے۔یہ وہ ابوخیثمہ انصاری ہیں جنہوں نے ایک صاع کھجور اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کیا اور منافقین نے ان پر طعنہ زنی کی۔ایک دوسرے صحابی عبدالرحمان بن ابی سبرہ جعفی ہیں جن کا لقب ابوخیثمہ ہے۔

لثأن بلغني ان رسول الله...... من تبوك: آن اپنے معمولات کے ساتھ بلغکا فاعل ہے۔

حضرني بثي: یہ لما کا جواب ہے۔بخاری میں حضرني همّي ہے۔البث: سخت غم۔آیت ﴿انما اشكو بثي و حزني﴾: میں عام کا عطف خاص پر کیا گیا ہے یہ مرادف نہیں۔

اتذكر الكذب: یہ جملہ طفق کی خبر ہے۔واقول اس کا معطوف ہے۔بما یا حرف جر آ جانے کے باوجود اس کا الف قائم ہے۔یہ قلیل الاستعمال قاعدہ کے مطابق ہے۔مطلب یہ ہوا کہ آیا کوئی ساعذر واقع کے مطابق ہے یا نہیں۔جیسا سیاق اس کی دلیل ہے۔

سخطه: سے مراد آپ کا جہاد سے پیچھے رہنے کو ناپسند کرنا ہے۔

استعين: ناراضی کا عطف اتذکر پر ہے۔ذلك: اس سے نکلنے کی راہ مراد ہے۔

**ایک اشکال کا جواب** ☆ تذکر کذب سے جو وہم پیدا ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دونقصان دہ چیزوں میں سے خفیف کو اختیار کرنے کی طرف ذہن گیا تاکہ سخت تر سے بچ جائیں (آپ کی ناراضگی) مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی ان کی حفاظت فرما کر احسن المسالک کی توفیق بخشی۔اظل قادما: یہ اظل کے فاعل سے حال ہے۔آپ اتنے قریب تشریف لے آئے کہ گویا اس پر سایہ کر دیا ہے۔

زاح عني الباطل: اصمعی نے کہا راح زوحا: دور ہونا۔کسائی نے کہا ریحانا: باطل سے یہاں مراد واقع کے خلاف خبر دینا ہے۔

حتي: مستانفہ یا عاطفہ ہے۔

منه: یعنی آپ کی ناراضی سے۔شيء: سے مراد کذب ہے۔ابدًا: زمانہ مستقبل میں کیونکہ وحی سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر پر بات منکشف کر دیں گے جیسا منافقین کے لئے ہوا۔

اجمعت: اجمع امرہ اور عزم علیہ کا ایک معنی ہے یعنی پختہ ارادہ کرنا۔

قدم من اسفر۔ قدم يقدَم: تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھتے۔

**فوائد** ① اپنے گھر سے پہلے اللہ تعالیٰ کے گھر سے ابتداء ہو۔② سلامتی کے ساتھ واپسی پر تشکر۔③ بقول صاحب منہم یہ امت کے لئے مشروع نہیں مگر صحیح یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ سے اس کا کرنا ثابت ہے۔

**النحو**: وكان: یہ اصبح کے فاعل سے حال ہے۔جلس للناس: سلام و مبارک کے لئے۔فعل ذلك: تحیۃ المسجد اور لوگوں سے ملاقات مراد ہے۔

**مسئلہ**: مسجد میں نفلی اعتکاف کی نیت کے لئے روزہ کی ضرورت نہیں۔المخلفون: تبوک نہ جانے والے۔ابوحیان نے التہم

میں لکھا ہے کہ اس لفظ سے مذمت وتحقیر متخلفین کی بنسبت زیادہ ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس سے ان کا مفعول ہونا ظاہر ہوتا ہے۔
یعتذرون الیه: وہ پیچھے رہ جانے کا عذر پیش کر کے اس پر حلف دے رہے تھے۔ ان کی تعداد ۸۰ سے زائد تھی۔ بعض نے بیماری اور دیگر جھوٹے اعذار پیش کئے۔ علانیتهم۔ علن یعلن: ن وس یہ اسم مصدر ہے یعنی ظاہر۔ استغفر لهم: ان کے لئے تبوک میں شرکت نہ کرنے کے گناہ کی معافی طلب کی۔ سرائرهم: ان کا جھوٹ ومنافقت۔

النحو: حتی جنت: یہ حتیٰ ابتدائیہ ہے کیونکہ ماضی پر داخل ہے۔ عاطفہ نہیں ہے کیونکہ وہاں معطوف ماقبل کا جزء ہوتا ہے (المغنی) یہ جملہ مستانفہ ہے۔

المغضب: اسم مفعول ہے۔ غضبناک۔ اس تعبیر میں اشارہ ہے کہ آپ کی ناراضگی عارضہ کی وجہ سے تھی ورنہ اخلاق کریمانہ تو عفو صفح، تجاوز کی تصویر تھے جیسا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دس سال آپ کی خدمت کی۔ آپ نے کبھی مجھے کسی فعل پر یہ نہیں کہا اور فعلتہٗ (تم نے کیونکر کیا) اور جس چیز کو چھوڑا اس پر یہ نہیں فرمایا لِمَ تَرَکْتَہٗ (تم نے کیوں چھوڑا) فجنت فا ظاہر کرتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اوامر نبوت کی انجام دہی میں بہت جلدی کرنے والے تھے۔

امشی: یہ جملہ ماقبل سے حالیہ ہے۔ ما ذا خلفك: تبوک سے تمہارے پیچھے رہنے کا سبب کیا ہے۔

ابتغیت: یعنی خرید کرنا۔ الظهر: جمع ظہران سواری کا اونٹ۔ بعذر: وہ عذر جو توریہ یا تاویل کے طور پر ظاہر کرتا۔ اعطیت جدلاً: فصاحت وبلاغت جس کو استعمال کر کے میں اپنے الزام سے بری ہو سکتا تھا۔ اگر چہ وقتی طور پر اس بات سے آپ راضی ہو جاتے۔ لیُو شکنّ: یہ افعال مقاربہ میں سے ہے اس کا ماضی ومضارع مستعمل ہے۔ اس پر آنے والی لام جواب قسم کے لئے ہے اسی وجہ سے جواب شرط کی ضرورت نہ رہی بلکہ یہ دونوں کے قائم مقام ہو گیا لیکن یہ اس کی علت ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے: ولکنی مع الحال المذکورة لا افعل لعلمی بان اللّٰه یجلی لك الاحوال ویظهر لك الصادق والکاذب من القال: لیکن اس مذکورہ حالت کے باوجود میں نے ایسا نہ کیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر سچی جھوٹی بات کو ظاہر فرما دیں گے اور پھر آپ مجھ پر ایسے ناراض ہوں گے کہ کبھی راضی نہ ہوں گے۔

**فوائد** ۞ ① اس سے معلوم ہوا کہ معاصی سے بچنا چاہئے اگر چہ گناہ میں وقتی مٹھاس ولذت تو ہے مگر اس کا پھل انتہائی کڑوا ہے۔ ② جس کی بصیرت واندرون روشن ہو وہ گناہ کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔

تجد علی فیه: ناراض ہوں گے۔ کیونکہ آپ کی مخالفت کی وجہ سے میں قابل ملامت تھا۔

النحو: یہ جملہ قسمیہ جملہ پر معطوف ہے۔

لارجو فیه عقبی اللّٰه: ۂ ضمیر صدق کی طرف راجع ہے۔ عقبی اللہ یہ جواب قسم ہے۔ عقبیٰ اچھا انجام۔ مطلب یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے خیر کا امیدوار تھا کہ وہ اپنے رسول کو مجھ سے راضی کر دیں گے ان کی یہ امید پوری ہوئی۔

واللّٰه ما کان: قسم کو استغراق نفی کے لئے لائے۔ یعنی بخدا میرے پاس پیچھے رہنے کے لئے واقعی کوئی عذر نہ تھا اور بدنی اور مالی لحاظ سے بھی کبھی اتنا خوشحال نہ تھا جتنا اس وقت تھا۔

اقوی وایسر منی: یہ تفضیل الشی علی نفسہٖ کی قسم سے ہے۔

امّا: میم کی تشدید یا تخفیف کے ساتھ شرط وتفصیل کے لئے آتا ہے۔ فقد صدق فا فصیحہ ہے۔ اس لئے کہ تو نے سچ بولا پس تم

جاؤ اور انتظار کرو کہ قضاء وقدر سے تمہارے لئے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ سزا یا معافی یعنی یا سچائی کے کڑوے گھونٹوں پر توبہ و رضامندی۔ ثار۔ یثور کو دکر اٹھنا۔

ما علمناك اذنبت ذنبا: یہ جملہ مفعول ثانی کے مقام میں ہے۔

فی ان لا تکون اعتذرت: فی اسی طرح تعلیلیہ ہے جیسا اس آیت میں لمسکم فیما افضتم میں ہے یعنی تمہارے رسول اللہ کے ہاں عذر پیش نہ کرنے کی وجہ سے جیسا کہ مخلفین نے کیا۔ اگرچہ وہ جھوٹ ہوتا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار اس کے لئے کافی ہو جاتا۔

فقد کان ما فیك ذنبك۔ ما فیك: کان کی خبر منصوب ہے اور ذنبك دوسرا مفعول ہے یا نزع خافض کی وجہ سے منصوب ہے۔ استغفار رسول: یہ کان کا اسم ہے۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے استغفار کو فاعل اور مافیک کو اس کی صفت قرار دے کر کان تام بنایا ہے۔ وللناس فیما یعشقون مذاهب۔ یؤنبوننی: باب تفعیل ہے تحت ملامت کرنا۔

ما کذب نفسی کہ میں کہی ہوئی اس بات کی تردید کروں کہ میرے پاس کوئی عذر نہ تھا۔

هذا: کا مشار الیہ۔ حقیقت واقعیہ کہ جس میں تم مجھے ملامت کرتے ہو۔ من احد: من زائدہ۔ تاکہ اور کسی کو شریک پا کر تکلیف سہنا آسان ہو جائے۔ بقول مرگ انبوہ جشنے دارد۔

ما قلت: یعنی عذر کی نفی۔ ما قیل لك: یعنی انتظار و فیصلہ۔ العامری: مسلم کے تمام نسخوں میں عامری ہے نووی کہتے ہیں یہ غلط ہے اصل العمری ہے کیونکہ وہ بنی عمرو بن عوف سے تھے کذا قال البخاری۔ ابن اسحاق ابن عبدالبر قاضی عیاض نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ اسی طرح والد کا نام مسلم کے بعض نسخوں میں ربیعہ ہے بخاری ابن الربیع کہتے ہیں۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں دونوں طرح درست ہے۔

الواقفی: بنی واقف کی طرف منسوب ہے۔ ان کا نام مالک ہے یہ انصار کا ایک خاندان ہے۔

قد شهدا بدرا: سے بدر کبریٰ مراد ہے۔ ابن جوزی نے اس جملے کو زهری کا وہم قرار دیا ہے مگر علامہ ابن حجر نے اس کو کعب کا کلام قرار دیا۔ اثرم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بدری ہونے پر اصرار کیا ہے۔ ابن جوزی کا تعاقب درست نہیں اسی طرح ان لوگوں کی بات بھی بے دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بدری ہوتے تو ان کا عذر حاطب کی طرح فوراً معاف کر دیا جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حاطب کو معافی اس لئے مل گئی کہ انہوں نے عذر واضح کر دیا اور ان کے پاس تو کوئی عذر ہی نہ تھا۔ (حاصل یہ ہوا کہ ان کا بدری ہونا ثابت ہے۔ واللہ اعلم) اسوہ نمونہ۔

فمضیت: مضبوطی سے کاربند رہا۔ (مض کر گزرنا)

مَسْئَلَة: نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اس سے معلوم ہوا جو گناہ کرے اس سے اعراض کیا جائے یہاں تک کہ وہ گناہ چھوڑ دے۔ (المفہم)

ایها الثلاثة: یہ مرفوع ہے۔ جیسا عرب کہتے ہیں: اللهم اغفرلنا ایتها العصابہ یعنی پیچھے رہنے والوں میں سے صرف ہم تینوں سے بات چیت بند کی گئی۔ اس لئے تاکہ ان کی شان بلند ہو جائے۔ بقیہ میں کچھ تو حقیقۃً معذور تھے اور بعض جھوٹے بہانہ باز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے باطن کو ظاہر کر کے بلند کر دیا اور منافقین کے باطن کو رسوا کر دیا۔

فاجتنبا: پہلو تہی اختیار کر گئے۔ اور راوی کے الفاظ میں شک ظاہر کے لئے لایا گیا ہے۔
تغیروالنا: بدلنا یعنی انس ومحبت جاتی رہی۔ تنکرت تکر ینکر: تبدیل ہونا۔
اَلنَّحْوُ: الارض: اس کا فاعل ہے۔ جار مجرور تنکرت کے متعلق ہیں۔ مطلب یہ ہے حالات اس قدر مکدر ہوتے کہ دل میں یہ بات آنے لگی کہ میں کسی ناواقف جگہ میں مقیم ہوں وطن میں نہیں۔
فلبثنا علی ذلك: ذلك کا مشارالیہ منتظر فیصلہ قضاء اور لوگوں کا چھوڑنا ہے۔ خمسین لیلة: پچاس دن رات۔ نہار کا لفظ خود سیاق سے معلوم ہوتا ہے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔ فاستکانا: جھک گئے۔ یبتکیان: (روتے رہے) غلطی پر رونے کا حکم دوسری روایت میں اس طرح وابلك علی خطیئتك اشب القوم: تینوں میں سے عمر میں چھوٹا اور مضبوط تھا مسجد میں جاتا اور جماعت کے فرائض میں حاضری دیتا اور بازار میں ضروریات کے لئے آتا جاتا۔ الاسواق: جمع سوق اس کو سوق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنا سامان وہاں لاتے ہیں ساق ہے اپنی پنڈلی پر کھڑے ہوتے یہ ان کے بازار میں چکر لگانے میں یہ حکمت ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی سخاوت وکرم کے مقامات ہیں کیونکہ اس کے ذریعہ خرید وفروخت والے امور کو طالبین کے لئے آسان کر دیا گیا ہے اور مطال خرچ کرنے والے کو نفع دے دیا پھر وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فیوض ورحمت معنویہ کے مقامات یعنی مساجد میں پیش کرتے نمازوں میں حاضر ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور عطایا دنیویہ کے مقامات پر وہ پیش کرتے جو کہ بازار ہیں تاکہ رحمان کی رحمتوں کے جھونکے توبہ کے ساتھ ان کی طرف رجوع کریں اور ان کو رجوع والا مقصود حاصل ہو جائے اور جس غلطی میں وہ مبتلا ہو گئے اس سے بری ہو جائیں۔ مجلسه بعد الصلاة: ذکر دعا وغیرہ کے لئے بیٹھتے۔
هو فی: سے جملہ محلا حال ہے میں سلام کرتا تاکہ یہ دیکھوں کہ آپ نے میرے سلام کا جواب دینے کے لئے اپنے ہونٹ مبارک ہلائے یا نہیں جیسا کہ آپ کے عفو ودرگزر کا معاملہ تھا آپ کا جہراً سلام سے عدول ہی ڈانٹ ڈپٹ کے لئے کافی تھا۔ ہجران کا باعث میری غلطی تھی۔
ام: یہاں منقطعہ بل کے معنی میں ہے۔ ثم اُصلی: سے نفل وسنن رواتب مراد ہیں۔
اسارقه النظر: نظر چرا کر دیکھنا۔
مَسْئَلَۃٌ: نماز التفات سے باطل نہیں ہوتی (اگرچہ مسارقہ نظر شیطان کا چرکا ہے) اقبل علیّ: ① دل وجان سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اللہ تعالیٰ اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ تو اخلاق الٰہی کو اپنانے والے تھے۔ ② اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں کی طرف متوجہ ہونا اولیاء اللہ کے مقبول ہونے کی علامت ہے۔ اذا التفت نحوه: یعنی نماز میں آپ کی طرف التفات کرتا۔ اعرض عنی: تو مجھ سے اعراض کرتے اس لئے کہ نماز میں التفات شیطان کی چوک سے ہے۔ آپ نے فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو یہ ادھر اُدھر متوجہ نہ ہوتا۔ حتی اذا اطال علی ذلك: یہ حتی ابتدائیہ ہے (کذافی المغنی) من جفوة یعنی اعراض۔
اَلنَّحْوُ: من: ابتدائیہ یا تعلیلیہ ذلک کا مشارالیہ جو کچھ گزرا ہوا ہو۔ مشیت: چلتا رہا۔ فتسورت: دیوار پر چڑھا۔ بلندی سے اترنا۔ بعض کہتے ہیں بلند جگہ چڑھنا۔ کذافی الصحاح۔
مَسْئَلَۃٌ: اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو اپنے دوست اور رشتہ دار کے گھر میں داخل ہونا درست ہے بشرطیکہ وہ ناپسند نہ کرے اور

یہ بھی شرط ہے کہ وہاں کوئی بے پردہ عورت وغیرہ نہ ہو۔
ابو قتادہ: ان کا نام حارث بن ربعی انصاری ہے۔ یہ دونوں کعب بن سلمہ میں جمع ہوتے ہیں۔ جو کہ کعب کے پانچویں اور ابو قتادہ کے چھٹے دادا تھے کذا قال الکرمانی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ربعی ابوقتادہ کے والد مالک کے بھائی ہیں کعب کے والد ہیں۔
احب الناس الی: قرابت وغیرہ کی وجہ سے میرے ہاں محبوب تھے۔ فسلمت: میرے سلام کا جواب نہ دیا کیونکہ کعب اور ان کے ساتھیوں سے ہر قسم کا کلام بند تھا۔
**فوائد** ۞ ① مبتدع وغیرہ کو سلام کا جواب نہ دینا چاہئے۔ ② سلام بھی کلام ہے جو قسم اٹھائے کہ میں کلام نہ کروں گا تو سلام کرنے اور اس کا جواب دینے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ ③ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہر دوست و قریب کی قرابت سے مقدم ہے۔
انشدك: اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں۔ یہ اس کی اصل نشید بمعنی آواز ہے۔
هل تعلمنی اُحِبُّ الله و رسولهٗ: کیا تو شواہد نشانات دیکھ کر جانتا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا۔ سعد بن ابی وقاصؓ کی بات کے جواب میں آپ کا اس طرح انکار مالك عن فلان فانی للدراہ مؤمناً: اس کے خلاف نہیں کیونکہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اور اسلام کا ظاہر سے۔ چنانچہ ابوقتادہ نے اس کا جواب اللہ و رسولہ اعلم سے دیا۔ محبت الله والرسول: ان کی امر و نواہی میں اطاعت کرنا۔ کسی کا قول کیا ہی عمدہ ہے:

تعصی الا له وانت تظهر حبه ☆ هذا العمری فی القیاس بدیع
لو کان حبك صادقاً لا طعته ☆ ان المحب لمن یحب مطیع

فسکت: جواب سے خاموشی برتی۔ ناشدته کا معنی نشدته ہے مفاعلہ مبالغہ کے لئے لائے (قسم دی) فقال الله ورسوله اعلم قاضی عیاضؒ کہتے ہیں ابوقتادہؓ نے یہ کلام ان کو سنانے کے لئے نہیں کہی بلکہ اپنے اعتقاد کو ظاہر کرنا مقصود تھا کیونکہ اگر سنانے کے ارادہ سے کیا جانے والے کلام کے جواب میں نعم کہنے سے بھی قسم ٹوٹ جاتی ہے۔
قرطبیؒ کہتے ہیں ابوقتادہ نے یہ سمجھا کہ جس کلام کی ممانعت ہے وہ الفت محبت والا ہے۔ ابعاد و منافرت والا کلام ممنوع نہ تھا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کی طرف توجہ بھی نہ دی۔ (المفہم)
ففاضت عینای: یہ مجاز عقلی ہے جیسے کہتے ہیں نهر جارٍ یعنی میری آنکھوں سے کثرت سے آنسو بہنے لگے۔
تولیت: میں الٹے پاؤں واپس ہوا۔ فینا: ① یہ الف اشباع کا ہے۔ ② یہ اصل میں بینما ہے۔ میم کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ③ اضافت سے جدا کرنے کے لئے الف لائے۔ المدینه: یہ دار الہجرت کا علم بن گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ اور دین کی اطاعت کی جاتی ہے۔
نبطی: کسان نبط ینبط پانی نکالنا۔
شام: یہ ① سام بن نوح کے نام پر پڑا سریانی میں ان کا نام شام تھا۔ ② یہ جانب شمال میں واقع ہے۔ ③ وہاں سرخ، سیاہ، سفید بلند چوٹیوں کی وجہ سے یہ نام پڑا۔
ملك غسان: یہ جبلہ بن ایہم یا حارث بن ابی سمرہ ہے۔ کاتبا: یعنی پڑھا لکھا۔

قد جفاك: اعراض کرلیا ہے۔ بدار ھوان: الگ رہنے والا ایسے گھر میں الگ رہنے والا جہاں توہین کی جاتی ہو۔ مَضْیعة: ① ایسی حالت جس میں تیرا حق ضائع ہو۔ ② ایسے گھر میں جہاں تیرا حق ضائع ہو۔

تواسیك: یہ مواساۃ بمعنی ہمدردی ہے۔ جواب امر سے الگ جملہ بہتر ہے ای نحن تواسیك تراتھا ھا کی ضمیر مونث کتاب کی طرف راجع ہے مراد صحیفہ ہے۔ البلاء: ① یہ ابتلاء کے معنی میں ہے تا کہ اس سے قابل تعریف ثابت قدمی ظاہر ہو ② ایسا معاملہ جو شرمندگی کو لازم کردے۔ فتیممت: میں نے قصد کیا۔ التنور: یہ تمام لغات میں روٹیوں والے تنور پر ہی بولا جاتا ہے۔

استلبث الوحی: یہ مسلم کے الفاظ ہیں دیر کردی' نازل نہ ہوئی۔ رسول رسول الله: سے خزیمہ بن ثابت انصاری مراد ہیں وہی دیگر حضرات کی طرف قاصد بنے۔ امراتك: ان کا نام عمرہ بنت جبیر بن صخر ہے یہی عبداللہ' عبیداللہ معبد کی ماں ہے۔ (التوشیح للسیوطی) یا عمیرہ بنت جبیر (تحفۃ القاری) فقلت: میں نے کہا اس کی علیحدگی سے طلاق مراد ہے یا کچھ اور فرمایا جماع اور اس کے مقدمات سے گریز کرو۔ الحقی باھلك: یہ کنایات الطلاق میں ہے جبکہ نیت ہو۔ بمثل ذلك سے عدم قرب زوجہ۔ امراۃ ھلال بن امیہ: ان کا نام خولہ بنت عاصم (ابن حجر) ② عمرہ بنت حنبہ بن صخر (ابن عبدالبر) شیخ: معمر۔ ضائع: محتاج خدمت۔ خادم: مؤنث و مذکر دونوں کے لئے آتا ہے کبھی مؤنث کے لئے خادمہ بھی آجاتا ہے اس روایت میں امراۃ الی اسیر کانت خادمتھم فی عدسھم۔ لا یقربنك: یہ جماع سے کنایہ ہے۔ حرکۃ: کوئی ایسا داعیہ جو اس کو تحریک دے۔ فازال یبکی: پیچھے رہنے پر جو نتائج برآمد ہوئے وہ اس پر اب تک رورہے ہیں۔

**سوال**: جب کلام منع تھا تو فقال الی بعض اھلی کا کیا مطلب ہے۔

**جواب**: ① اشارہ کو قول سے تعبیر کیا۔ ② ممانعت صرف مردوں کو تھی۔ ③ خدام کو ممانعت نہ تھی۔ ابن حجر کہتے ہیں ① ان کا بچہ یا بیوی تھی عورتوں سے کلام کی ممانعت نہ تھی۔ ② متکلم منافق تھا (یہ تاویل مناسب نہیں) لا استاذن: ہلال اور ان کی حالت میں فرق ذکر کیا۔

**النحو**: انا رجل شاب: یہ یقول کے فاعل سے حال ہے۔ ① اس سے اشارہ کیا کہ اجازت کی صورت میں محذور میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔ ② ان کو خدمت کروانے کی ضرورت نہیں۔ فلبثت بذلك: میں بیوی کو بھیج کر رکا رہا۔ نُھِیَ: یہ مجہول ہے۔

صباح خمسین لیلة: پہلا ظرف صلی کے فاعل سے حال ہے اور دوسرا ظرف بیت کا وصف ہے۔

ضاقت علی نفسی: میرے دل سے انس و سرور غائب ہوگیا اور وحشت وغم اس پر چھا گیا کہ اس میں انس و سرور کی جگہ نہ رہی۔

بما رحبت: ما مصدریہ ہے۔ الرحب: وسعت۔

صوت صارخ: وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ (التوشیح) مگر بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ اسلمی ہیں۔ اوفی: چڑھنا اور بلند ہونا۔ اعلی صوته: بلند آواز سے۔

ابشر: مفعول کو اس لئے حذف کیا تا کہ خوشی و سرور میں نفس ہر طرف جائے۔

ساجدًا: سجدہ شکر صحابہ کرامؓ کے ہاں معروف و معمول تھا اس لئے بشارت سمجھ آتی تھی۔ فاذن: بتلانا۔ اعلان کرنا۔
توبة الله علینا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں توبہ کی توفیق بخشی ② یا گناہ کی غفلت سے بری کر دیا۔ نماز فجر کے وقت۔
مبشرون: سعید بن زید ہلال کی طرف گئے ان کو خوش خبری سنائی تو وہ سجدہ ریز ہو گئے۔ پھر کمزوری کی وجہ سے آنے کی ہمت نہ تھی وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے۔

مرارہ کو سلکان بن سلامہ یا سلمہ بن سلامہ خوشخبری دینے گئے۔ (الاقناع للفر بری)
رَجُلٌ: سے زبیر بن عوامؓ مراد ہیں۔ ابن حجرؒ کے نزدیک ابوقتادہ فارس النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سعٰی ساع من اسلم: یہ حمزہ بن عمر اسلمی ہیں۔ فکان الصوت: اسلمی کی آواز مراد ہے۔
یبشرنی: یہ جملہ مستانفہ بیانیہ یا محلًا حال ہے۔
فکسوته: ① بشارت دینے والے کو خلعت دینا مستحب ہے۔ ② مبشر کو کپڑے کا عطیہ دے خواہ وہ اپنے پاس اور نہ ہوں۔ ③ دینی کاموں پر بشارت کے وقت خوشی میں بدل وہبہ دینا جائز ہے۔
والله املك غیرهما: یہ عندی راحلتین اور انخلاع مال والی کلمات کے مخالف نہیں۔ پہننے کے لئے تیار کپڑے مراد ہیں۔ ثوبین ابوقتادہ سے عاریۃً لئے (واقدی) اتامم قصد کرنا۔ فرجا فوجًا: جماعت در جماعت ملتے تھے۔ گروہ در گروہ ملنا۔ بالتوبه: ① قبولیت توبہ کے سبب ② توبہ کی توفیق مل جانے کی وجہ سے۔ لِتَهْنِكَ: اس کا نون مکسورہ ہے (فتح الباری)
**فوائد** ① دینی بھلائی پر مسلمان کو مبارک دینی مستحب ہے۔ ② اس سے اظہار محبت اور دوستی میں صفائی قلب کا اظہار کرنا چاہئے۔
حتی دخلت المسجد: یعنی لوگ مبارک دیتے رہے اور میں چلتا رہا یہاں تک کہ مسجد میں پہنچا۔
اَلنَّحْوُ المسجد: اسم ظرف مکان ہے۔
فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم: فی المسجد ظرف لغو ہے اور حولہ یہ دوسری خبر ہے۔ مقام طلحة: یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آنے والے کے اکرام میں کھڑے ہونا اور بشاشت ظاہر کرنا مستحب ہے۔ غیرہ ① یہ رجل کی صفت تسلیم کریں تو مرفوع ہے۔ ② حال مانیں تو منصوب ہے۔ لا ینساها۔ ها: سے مصافحہ قیام مبارک باد مراد ہے۔ قرطبی کہتے ہیں طلحہ کی محبت ان احسانات کی وجہ سے کعب کے دل میں اتر گئی یہاں تک کہ اس کو بڑا احسان سمجھا۔ قال: سلام کے جواب کے بعد فرمایا۔
من السرور: یہ مِنْ تعلیلیہ ہے خوشی کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کر لی۔
هو یبرق: یہ قال کے فاعل سے حال ہے۔
ابشر ... یہ مقولہ ہے: ① اسلام لانے والے دن کو معروف ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ نہیں کیا ② توبہ کے ساتھ اسلام مجرد اسلام سے خیر ہے۔ من عندك: مقصود توبیخ حاصل ہونے پر آپ نے اجتہاد سے یہ فیصلہ فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ الاقناع میں لکھا ہے کہ آپ نے ان کے سامنے آیات کی تلاوت فرمائی۔ استنیاز: زیادتی نور اور صفائی کی وجہ سے چہرہ چمکنے لگتا۔ قطعة قمر: چاند سے مشابہت کا مقصد اضاءت و ملاحت ہے۔ چاند پر اُس سے بالاضرر نگاہ ڈالی جا

سکتی ہے۔ یہ تشبیہ تقریب فہم کے لئے ورنہ آپ کے اوصاف کے کوئی چیز معادل نہیں۔ بعض علماء نے جبین مبارک سے تشبیہ قرار دے کر تشبیہ جزوی قرار دی اور بعض نے کھلی تشبیہ مانی ہے۔

**کنا نعرف:** ہم آپ کے محاسن کو ملاحظہ کرنے والے آپ کی خوشی پیشانی سے پہچان لیتے تھے۔ جیسا صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہے: مسروراً تبرق اسارير وجهه۔

**منه:** کی ضمیر چہرے کی طرف لوٹتی ہے۔

**الى من توبتي:** یعنی میری توبہ کا شکریہ یا میری توبہ کی سچائی کی علامت کہ میں تمام مال سے الگ ہو جاؤں۔

**صدقة:** ① مفعول لہ ② مفعول مطلق تقدیر التصدق ③ حال ہے جو متصدقا کے معنی میں ہے۔ یا انخلع کا معنی التصدق کو متضمن ہے۔ **الى الله تعالىٰ والى رسوله:** حرف جر کو مستقل اس لئے لائے تاکہ ظاہر ہو کہ اطاعت رسول مستقل مطلوب ہے۔ قرطبی کہتے ہیں انّ: صیغہ التزام میں ہے اس صورت میں یہ عذر ہے مگر منوبہ نذر کی قسم نہیں۔ اس کے مطابق ان کو تمام مال صرف کرنا چاہیئے تھا مگر آپ نے ان کے احتیاج میں مبتلاء ہونے کے خطرہ سے بعض مال کو روکنے کا حکم فرمایا۔ صدقہ کے ضرر کو دور کرنے کے لئے بعض مال روکنے کا حکم نہیں فرمایا جیسا کہ بعض کو خیال ہوا۔ ضرر حاجت تو قلیل یا کچھ باقی رکھنے سے دفع ہو جاتا ہے جیسا کہ فاروق رضی اللہ عنہ نے آدھا مال صدقہ اور آدھا اہل وعیال کے لئے رکھا۔

**فرق روایت:** یہ مسلم کی روایت میں اتنا ہے مگر ابوداؤد کی روایت میں انه اخرج من مالي كله الى الله..... قال لا۔ قلت نصفه ؟ قال لا قلت فثلثهٗ اور ابن مردویہ نے يجزى عنك من ذلك الثلث (فتح الباری)۔ نووی کہتے ہیں ان کو بعض مال روک لینے کا حکم دیا۔ ابوبکر صدیقؓ نے تمام خرچ کر دیا ان سے قبول کر لیا کیونکہ وہ بہت صابر و شاکر تھے۔ (شرح مسلم) **انجاني:** پیچھے رہنے کے گناہ سے نجات دی۔ **لا احدث:** ہر معاملے کی ہر بات تاحیات سچی بات کہوں گا جب تک کوئی قوی مانع نہ ہو (جاسوسی، جہاد وغیرہ) **الامن:** یعنی شکریہ یا سچ۔ **ابلاه:** یہ لفظ جب انعام کے لئے استعمال ہوتا ہے تو مقید آتا ہے مثلاً احسن مما ابلاني الله۔

**اَلْبَلَاءُ:** یہ مصدر ہے جس کو اپنے مفعول کی مضاف کر دیا ہے اور جب مطلق ہو تو شر کے لئے آتا ہے جیسا فی ذلكم بلاء: میں ہے۔ **به:** ہمیشہ آسانی بخشی اور پورا کرنے کی توفیق۔ **احسن مما ابلاني** اور **فو الله ما انعم** اور **اعظم من صدقي** کے الفاظ افضلیت کی نفی کرتے ہیں مساوات کی نہیں کیونکہ ان کے ساتھ اس معاملہ میں دو اور ساتھی بھی شریک تھے۔ (ابن حجرؒ)

**كذبه:** کاف کے فتحہ و کسرہ دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ التزام صدق سے خطاء ونسیان خود مستثنیٰ ہیں کذب عمد مراد ہے جو کہ التزام کے منافی ہے۔

**ان يحفظني** کہ وہ بقیہ زندگی جھوٹ سے میری حفاظت کریں گے کیونکہ وہ سخی ہیں کسی کے راز کو ظاہر نہیں کرتے (اگر وہ چھپانا چاہتا ہو) جیسا فرمایا: انا لله لايغير ما بقوم ......۔

**ما نزل الله تعالىٰ:** بخاری کتاب التفسیر میں وارد ہے کہ رات کے آخری ثلث میں ام سلمہ کے گھر میں یہ تین آیات اتریں۔

**لقد تاب:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت توبہ شرف ومرتبہ کے اظہار کے لئے ہے۔ بعض نے تجاوز کا معنی لیا ہے۔

**ساعه العسرة:** غزوہ تبوک میں دو آدمی ایک کھجور باہمی تقسیم کرتے اور دس آدمی اونٹ پر باری سے سوار ہوتے۔ پانی کی اس

قدر قلت کہ بعض کو اونٹ کی کھجوریں نچوڑ کر پینا پڑی۔
یزیغ: مائل ہوں یعنی مشکل حالات کی وجہ سے ساتھ چلنے سے قاصر ہو جائیں۔
ثم تاب علیهم: یعنی ثابت قدمی دی۔ ضاقت علیهم: یعنی اطمینان میسر نہ تھا۔
ظنوا: یقین کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے معافی کے سوا پناہ گاہ نہیں۔ (کشاف)
ثم تاب علیهم: اسباب توبہ کا اہتمام فرمایا۔ لیتوبوا تا کہ وہ توبہ قبول کر لے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی توبہ کو قبول کیا۔ لیتوبوا تا کہ اس پر ثابت قدم رہیں۔
توبہ: کا معنی رجوع ہے۔ جب بندے کی طرف نسبت ہو تو گناہ سے اطاعت کی طرف لوٹنا اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو تو سزا سے مغفرت کی طرف لوٹنا مراد ہوتا ہے۔ (بیضاوی)
ان الله هو التواب: اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صحیح توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتے ہیں۔
اتقوا: معاصی کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کونوا مع الصادقین: یعنی ایمان و عہد میں سچوں کا ساتھ سچائی کے ساتھ اختیار کر کے کرو۔ قال کعب: اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانے میں جب سے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔
النحو: اعظم: ① ھی مقدر سے یہ مرفوع ہے۔ ② محلاً منصوب ہے۔
الا اکون کذبته یہ ما منعك ان لا تسجد کی طرح لا زائدہ ہے۔ اس صورت میں یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ② یہ صدقی سے بدل ہے۔ مطلب یہ ہوگا اللہ تعالیٰ کے بڑے احسانات میں سے یہ بھی ہے میرا جھوٹ نہ بولنا اور ہلاکت سے بچ جانا۔
(تحفۃ القاری)

کذبوا: یہ صدق کی طرح دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ اس کا مفعول ثانی محذوف ہے۔
ای کذبوا الله القول یعنی جن منافقین نے دعویٰ ایمان کر کے اللہ تعالیٰ سے جھوٹ بولا ان کے متعلق بہت سخت بات فرمائی جو کسی کے متعلق کہی جاتی ہے اور وہ بات ﴿سیحلفون بالله......﴾ ہے۔ رجس: وہ تری گندگی ہیں کیونکہ ان کا باطن خبیث ہے پس ان کے متعلق توبیخ چنداں مفید نہیں بخلاف مؤمن کے وہ غلطی کے بعد توبیخ سے توبہ کرتا ہے تو گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ ان کو عتاب نہ کرو جہنم کی آگ ان کیلئے کافی ہے۔ لترضوا: تمہیں راضی کرنے کا مقصد دنیوی فائدے کا حصول ہے۔
فان ترضوا......: اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے ہوتے ہوئے تمہاری رضا کا بالکل فائدہ نہ ہوگا بلکہ وہ جلد یا بدیر سزا کو پالیں گے۔
**نکتہ**: یہ اسلئے فرمایا تا کہ بتلا دیا جائے کہ ہر مقام پر ایمان والوں کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی رضا کا تقاضا نہیں کرتی۔ خُلِّفُوا: یہ ماضی مجہول ہے۔ جب جھوٹے معذرت کرنے والوں نے قسمیں اٹھا لیں تو ان کے عذر قبول کر کے ان سے بیعت لے لی گئی۔ ہمارے متعلق کوئی فیصلہ نہ فرمایا یہاں تک کہ قضاء وقدر کا فیصلہ ظاہر ہوا۔ خلفوا کا معنی ملتوی کیا جاتا ہے۔ جہاد سے پیچھے رہنا مراد نہیں ہے بلکہ عذر کرنے والوں سے پیچھے رہنا مراد ہے۔
**تخریج** ✿ بخاری و مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی نے اختلاف یسیر (معمولی اختلاف کے ساتھ نقل کی ہے) کے ساتھ کی ہے۔
(جامع الاصول)
① ایک روایت میں ہے کہ آپ غزوہ تبوک میں مدینہ سے جمعرات کو نکلے۔ آپ سفر میں اکثر جمعرات کو نکلنا پسند فرماتے۔

(کذا فی العرجمۃ اللہ علیمین نسائی)

(۲) بخاری کی ایک روایت میں ہے: کان لا یقدم من سفر الانھاراً: آپؐ سفر سے دن میں واپس لوٹتے اور آپ نے رات کو آنے سے منع فرمایا اگر پہلے آمد کی اطلاع ہو تو رات کے وقت آنے میں بھی حرج نہیں۔ فی الضحی: کیونکہ چاشت کے وقت روشنی پھیل جاتی ہے اور ملاقات وبیعت آسان ہوتی ہے۔ تمام وقت دنیا میں مشغول ہونے سے بچانے کے لئے نماز چاشت رکھی گئی۔ بداء بالمسجد: شعائر اللہ کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کے حق کو مقدم کرنے کے لئے اور سفر کی صعوبتوں سے سلامتی کے ساتھ واپس آنے پر شکریہ کرنے کے لئے۔ پھر تحیۃ المسجد پڑھ کر لوگوں کو ملاقات کا موقعہ عنایت فرماتے۔

**الفوائد:** (۱) یہ دن قریش سے ثابت ہوا کہ مال غنیمت درست ہے۔ (۲) اہل بدر اور بیعت عقبہ والوں کی شان۔ (۳) امام المسلمین کی بیعت کرنی چاہئے۔ (۴) قسم اٹھوانے کے بغیر بھی حلف جائز ہے۔ (۵) ضرورت کے وقت توریہ جائز ہے۔ (۶) اچھائی کے فوت ہونے پر افسوس ہونا چاہئے۔ (۷) افسوس کرنے والے کو اس کی تمنا کرنی چاہئے۔ (۸) غیبت کرنے والے کے منہ پر جواب دینا چاہئے۔ (۹) اہل بدعت سے علیحدگی چاہئے۔ (۱۰) تادیب کے لئے مقتداء کو بات چیت بند کرنا جائز ہے۔ (۱۱) توبہ کرنے والے کو بیوی سے الگ ہونا جائز ہے۔ (۱۲) سفر سے آنے والے کو پہلے پہل نماز پڑھنا اور مسجد میں داخل ہونا چاہئے۔ (۱۳) حکم ظاہر پر ہونا چاہئے اور معذرت قبول کرنی چاہئے۔ (۱۴) اپنے آپ پر (کسی غلطی کی وجہ سے) رونا مستحب ہے۔ (۱۵) نماز میں نظر چرا کر دیکھنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ (۱۶) سچائی بہت اعلیٰ صفت ہے۔ (۱۷) سلام اور اس کا جواب کلام ہے۔ (۱۸) دوست کے باغ میں اس کی اجازت کے بغیر داخلہ جائز ہے۔ (۱۹) کنایہ سے بغیر نیت طلاق نہیں ہوتی۔ (۲۰) قریب کی مودت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کو ترجیح دینی چاہئے۔ (۲۱) عورت کو اپنے خاوند کی خدمت کرنی چاہئے۔ (۲۲) جس چیز سے ممنوع میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو اس سے احتیاط بہتر ہے اسی لئے کعب نے اپنی بیوی کے لئے اجازت نہ مانگی۔ (۲۳) جس کاغذ پر کوئی متبرک نام ہو اس کا جلانا مصلحت کے لئے جائز ہے۔ (۲۴) جب کوئی نئی نعمت ملے اور تکلیف کا ازالہ ہو تو صاحب نعمت کو خوشخبری دینی چاہئے۔ (۲۵) اہم کاموں کے لئے امیر کے پاس اجتماع کرنا مناسب ہے۔ (۲۶) امیر کو اپنے ساتھیوں کی خوشی پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے۔ (۲۷) غم دور ہونے کے وقت صدقہ کرنا چاہئے۔ (۲۸) جب صبر نہ کر سکتا ہو تو تمام مال صدقہ نہ کرنا چاہئے۔ (۲۹) خوشخبری سنانے والے کو خلعت دینا جائز ہے۔ (۳۰) قسم نیت سے خاص ہو جاتی ہے۔ (۳۱) عاریت کے طور پر کوئی چیز لینا جائز ہے۔ (۳۲) آنے والے سے مصافحہ اور ملاقات کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔ (۳۳) سجدۂ شکر مستحب ہے۔ (۳۴) جس بھلائی سے نفع اٹھایا ہو اس پر مداومت کرنی چاہئے۔ (۳۵) جب امام عمومی جہاد کا اعلان کر لے تو سب کو جانا ضروری ہو جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو معذور قرار دیا گیا ہے۔ (۳۶) گناہ بڑی سخت چیز ہے۔ (۳۷) جو دین میں جتنا قوی ہو اس سے مواخذہ بھی اسی قدر سخت ہوگا۔ (۳۸) جب کسی نیکی کا موقعہ سامنے آئے اسے کرنے میں جلدی کرنی چاہئے تاکہ وہ فوت نہ ہو جائے۔ (۳۹) امیر کو اپنی رعایا کی خوب جانچ پڑتال رکھنی چاہئے۔ (۴۰) احکام ظاہر پر لگتے باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے کیا جانا چاہئے۔ (۴۱) مصیبت کی حرارت نظیر کی پیروی سے ٹھنڈی کی جا سکتی ہے۔ (۴۲) سچ بڑی قیمتی دولت ہے۔ (۴۳) توبہ کے وقت صدقہ مستحب ہے۔ (۴۴) خوشخبری دینے والے کو ہدیہ دینا مباح ہے۔

۲۲ :وَعَنْ اَبِيْ نُجَيْدٍ "بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِ الْجِيْمِ" عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهِيَ حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَيَّ فَدَعَا نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ وَلِيَّهَا فَقَالَ :اَحْسِنْ اِلَيْهَا فَاِذَا وَضَعَتْ فَاْتِنِيْ فَفَعَلَ فَاَمَرَ بِهَا نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهَا۔ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ :تُصَلِّيْ عَلَيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ زَنَتْ؟ قَالَ :لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَوَ سِعَتْهُمْ وَهَلْ وَجَدْتَّ اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۲: حضرت ابونجید عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلہ کی ایک عورت جوزنا سے حاملہ تھی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی یارسول اللہ ﷺ میں حد کی مستحق ہو چکی ہوں۔ اس کو مجھ پر قائم فرمادیں۔ آپ ﷺ نے اس کے وارث کو بلایا اور اس کو فرمایا کہ اسے اپنے ہاں اچھے طریقے سے رکھو! جب بچہ پیدا ہو جائے تو پھر اس کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ اس نے اسی طرح کیا۔ آپ ﷺ نے اس عورت کے متعلق حکم فرمایا کہ اس کے کپڑوں کو اس کے جسم پر باندھ دو اور اس کو رجم کر دو۔ چنانچہ وہ رجم کر دی گئی۔ پھر آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ اس نے زنا کیا ہے؟ کیا پھر بھی آپ ﷺ اس پر نماز جنازہ پڑھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کی جائے تو اُن کی بخشش کے لئے کفایت کر جائے۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی بات ہے کہ اللہ کی خاطر اس نے اپنی جان قربان کر دی۔

عمران بن حصین کی کنیت ابونجید تھی۔ ان کے سلسلہ نسب میں عبدنہم کے والد کے متعلق اختلاف ہے۔ ابن مندہ نے عبدنہم بن حذیفہ بن جہیمہ بن عاضرہ لکھا ہے اور ابوعمر نے عبدنہم بن سالم بن عاضرہ لکھا ہے۔ ان کا سلسلہ نسب کعب بن عمرو خزاعی تک پہنچتا ہے۔ خیبر کے سال اسلام لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ کی طرف دینی تعلیم دینے کے لئے بھیجا۔ محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں بصرہ میں افاضل صحابہؓ میں شمار ہوتے تھے۔ یہ مستجاب الدعوات تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کسی طرف شریک نہ ہوئے۔ انہوں نے ۱۸۰ روایات نقل کی ہیں جن میں سے آٹھ بخاری و مسلم میں ہیں۔ چار میں بخاری منفرد ہیں اور نو مسلم نے منفرد طور پر نقل کی ہیں۔ ایام مرض میں ان کی بیمار پرسی کے لئے فرشتے آتے زخم کو داغ دیا گیا تو یہ کیفیت وقتی طور پر ختم ہو گئی پھر لوٹ آئی۔ ان کو استسقاء کا مرض تھا۔ جو سالہا سال رہا یہ اس تکلیف پر صبر کرنے والے تھے۔ ان کا پیٹ چاک کر کے چربی لی گئی ان کے لئے چارپائی میں سوراخ کر دیا گیا۔ تیس سال چارپائی پر مرض کی حالت میں گزارے ایک آدمی کہنے لگا میں تمہاری اس حالت کو دیکھ کر تمہاری عیادت کے لئے نہیں آ سکتا۔ آپ نے فرمایا بھائی مت بیٹھو اللہ کی قسم یہ چیز مجھے پسند ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو پسند کرتا ہوں۔ ۵۲ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

**تشریح** ۞ من جهينة: یہ عورت جہینہ قبیلہ کی شاخ غامد میں سے تھی اس کا نام خولہ بنت خویلد ہے جس کے متعلق آیت

ظہار اتری حالانکہ آیت ظہار حولہ بنت ثعلبہ کے متعلق اتری۔ (المبہمات للعراقی)

اس کا نام سبیعہ یا ابیہ بنت فرج (مبہمات للخطیب) ابوموسیٰ اصفہانی ان کو صحابہ میں نقل کیا ہے۔

**من الزنی:** یہ مِن ابتدائیہ ہے۔ جو حد ہو وہ قائم فرمائیں تا کہ قیامت کے دن کی سزا سے بچ جاؤں۔

**مَسْئَلَۃٌ:** حد سے گناہ بالا تفاق معاف ہو جاتا ہے۔ حضرت عبادہؓ کی روایت میں ہے ومن فعل شیئا من ذلك فعوقب به في الدنيا فهو كفارته: اس عورت نے توبہ پر قناعت نہ کی بلکہ حد جاری کرا کے گناہ کے سقوط کو یقینی بنایا' خاص طور پر جبکہ آپ کے حکم سے ہو کیونکہ توبہ بھی خالص ورنا خالص ہونے کا احتمال ہے۔ (نووی)

**احسن اليها:** تا کہ قرابت والے نفرت نہ کریں اور حاملہ کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

**فاتني بها:** حاملہ سے حد زنا ولادت تک ساقط ہوتی ہے اس پر اجماع ہے۔

**فشدت عليها:** دوسرے نسخوں میں فشکت اور دودھ پلانے ہے ہر دو کا معنی باندھنا ہے تا کہ بے پردگی نہ ہو۔ شک کا معنی چمٹانا اور ملانا ہے۔ **فرجمت:** رجم کے وقت امام و شہود حاضر ہونے چاہئیں جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے۔ کذا عند احمد وابی حنیفہ۔ امام کی حاضری کی ضرورت نہیں جیسا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کذا عند الشافعی۔

**ثم صلى** پھر آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ کلام ظاہر پر محمول ہے تاویل کی حاجت نہیں۔

**فقال له عمر** عمر رضی اللہ عنہ کا قول حکمت کو دریافت کرنے کے لئے ہے۔ انکار کے لئے نہیں کہ یہ اس فعل کی وجہ سے اعراض کے قابل تھی آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔

**فقال:** عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ اس کے فعل شنیع کی طرف گئی اور نگاہِ نبوت اس کی توبہ النصوح کی طرف گئی۔ **لو سعتهم:** ستر گنہگاروں کے گناہوں کی معافی کے لئے کافی ہے۔ اسی لئے آپؐ نے اہل المدینہ فرمایا۔ **هل وجدت:** اپنے نفس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربان کرنے سے بڑھ کر کیا چیز ہے۔

**نتیجہ:** توبہ گناہوں کو مٹاتی ہے اور گناہ نہ کرنے والے کے درجات کو بڑھاتی ہے۔

**تخریج:** أخرجه احمد (١٩٩٧٤ / ٧) و مسلم (١٦٩٦) و أبو داؤد (٤٤٤٠) و (٤٤٤١) والترمذی (١٤٣٥) والنسائی (١٩٥٦)

**الفوائد:** ① احساسِ گناہ کے بعد جلد توبہ کرنی چاہئے۔ ② اس عورت کے دل میں خوفِ خدا کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اپنے اوپر حد نافذ کروائی تاکہ آخرت کی شرمندگی سے بچ جائے۔ ③ حدود کو اہل حد پر قائم کیا جائے۔ خواہ وہ توبہ کرلیں کیونکہ حد حق شرع ہے۔ ④ سچی توبہ کی جائے تو توبہ قبول ہوتی ہے۔

۲۳ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : لَوْ اَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِّنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ وَادِيَانِ ' وَلَنْ يَمْلَاَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۳: حضرت عبداللہ بن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر

ابن آدم کو ایک وادی سونے کی مل جائے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس دو وادیاں ہوں۔ اس کے منہ کو قبر کی مٹی ہی بھرے گی اور توبہ کرنے والے کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ **لاحب**: طبعی طور پر حریص ہے۔ **وادیان**: ① دو اور وادیاں یہ معنی زیادہ مناسب ہے۔ ② ایک اور وادی۔

**الا التراب**: موت تک حرص کرتا یہاں تک کہ قبر میں جا پہنچتا ہے۔ عام نوع انسانی کا یہی حال ہے۔ البتہ جس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہو جائے وہ مستثنیٰ ہے۔

**من تاب**: سے مراد مذموم حرص سے توبہ کرنا ہے۔

یہ روایت اختلاف کے ذرا سے اختلاف کے ساتھ ابن حبان احمد نے نقل کی ہے بلکہ لم یکن کی تفسیر میں ترمذی و حاکم نے ذکر فرمائی ہے۔ (الدیباج للسیوطی)

**تخریج**: أخرجه احمد (۱۲۷۱۷ / ٤) والبخاری (٦٤٣٦) و غیره و مسلم (١٠٤٨) والترمذی (۳۳۳۷) و عبدالرزاق (١٩٦٢٤) والطیالسی (٢١٩٦) والدارمی (۲ / ۳۱۸ / ۳۱۹) و ابو یعلی (۲۹۵۱) وغیرہ و ابن حبان (۳۲۳۵) وغیرہ۔

**الفرائد**: موت تک ابن آدم کی حرص ختم نہیں ہوتی۔ مرنے سے دنیا ہاتھ سے فوت ہوئی تو قناعت کی مگر چہ فائدہ۔ اس حرص شدید کے باوجود آپ نے توبہ پر آمادہ کیا تاکہ بے مال وغیرہ سے کیا جانے گناہ سے معافی مل سکے۔

۲۴ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : یَضْحَكُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اِلٰی رَجُلَیْنِ یَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ یَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُ هٰذَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَلُ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَی الْقَاتِلِ فَیُسْلِمُ فَیُسْتَشْهَدُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

۲۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کو دیکھ کر ہنسیں گے (یہ ہنسنا جیسا اس کی ذات کے لائق ہے) کہ ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں اور جنت میں جاتے ہیں۔ ایک اللہ کی راہ میں لڑتا ہے اور قتل کیا جاتا ہے پھر قاتل پر اللہ رجوع فرماتے ہیں وہ مسلمان ہو کر شہید ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ **یضحك**: قاضی عیاض کہتے ہیں ضحک: صفات حادث سے ہے اس لئے اس سے مجازی معنی رضا مراد ہے۔ ② **ضحك**: سے تحک ملائکہ مراد ہو جیسا محاورہ ہے قتل السلطان ای امر بالقتل۔

**فی سبیل اللّٰه**: یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے۔ **ثم**: ① ترتیب اخبار کے لئے ② مجرد ترتیب مراد ہے جس کے لئے تراخی نہ ملی ہو کیونکہ اس کا فوراً اسلام لانا بھی مقبول ہے۔

**فیسلم**: فا سے ظاہر کر دیا کہ عنایت الٰہی شامل حال ہو تو اس کے ارادے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی پھر ایمان لا کر جلد دنیا سے چلا گیا عمل قلیلاً و حاز کثیراً: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے۔ البتہ مرتبہ میں برابری ضروری نہیں۔ جنت کے مراتب تو حسب اعمال ہوں گے۔

فائدہ: اس روایت کو لا کر اشارہ کیا کہ گناہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو اس کے عفو کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ ابوصیری نے کیا خوب کہا:

یا نفس لا تقنطی من زلة عظمت ☆ ان الکبائر فی الغفران کاللمم

بخشش کی لہر کے سامنے کبائر کی کیا حقیقت ہے۔

تخریج: أخرجه مالك في موطئه (۱۰۰۰) و أحمد (۹۹۸۳ / ۳) والبخاري (۲۸۲٦) و مسلم (۱۸۹۰) والنسائي (۳۱٦٦) و ابن حبان (۳٦٦۷) و ابن خزيمة في التوحيد (ص / ۲۳٤) والبيهقي في الكبرى (۹ / ۱٦٥) و في الأسماء والصفات (ص / ٤٦۷ / ٤٦۸)

الفرائد: ① ضحک کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مابین دنیا میں کامل عداوت و کینہ تھا مگر عداوت کو محبت اور کینہ کو اخوت سے بدل دیا۔ جیسے فرمایا: ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین۔

② کافر کے توبہ کرنے سے تمام ماقبل کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ (الشرح)

# ۳: بَابُ الصَّبْرِ

## باب: صبر کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا﴾ [آل عمران: ۲۰۰] وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [البقرة: ۱۵۵] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [الزمر: ۱۰] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ [الشورى: ٤۳] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [البقرة: ۱۵۳] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ﴾ [محمد: ۳۱] وَالْاٰيَاتُ فِي الْاَمْرِ بِالصَّبْرِ وَبَيَانِ فَضْلِهٖ كَثِيْرَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "اے ایمان والو! صبر کرو اور دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے رہو"۔ (آل عمران) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور ضرور بضرور ہم تم کو آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی کے ساتھ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے رہے ہیں"۔ (البقرہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بلاحساب دیا جائے گا"۔ (الزمر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور البتہ جس نے صبر کیا اور بخش دیا۔ بیشک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے"۔ (الشوری) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "تم صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں"۔ (البقرہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور ضرور بضرور ہم تم کو آزمائیں گے۔ حتیٰ کہ ہم

ظاہر کر دیں تم میں سے مجاہدین کو اور صبر کرنے والوں کو‘‘۔ (محمد)

**تشریح** ○ آیات صبر کے حکم اور فضیلت میں بہت کثرت سے معروف ہیں۔

صبر: عقل و شرع کے تقاضے کے مطابق نفس کو روکنا۔

اس کے نام مواقع کے لحاظ سے مختلف ہیں: ① اگر مصیبت میں نفس کو روکا تو یہ صبر ہے اس کا عکس جزع فزع ہے۔ ② اگر جنگ میں روکا تو یہ شجاعت ہے جس کا متضاد بزدلی ہے۔ ③ اکتاہٹ پر روکا تو سینے کی وسعت کہلاتی ہے جس کا عکس تنگ دلی ہے۔ ④ کلام سے روکا تو کتمان ہے جس کا عکس بکواس ہے۔ (مفردات راغب)

ذوالنون: کہتے ہیں مخالفت سے دور رہنا۔ تنگدستی کے وقت غناء ظاہر کرنا مصیبت کا دکھ خاموشی سے گھونٹ گھونٹ نگل جانا۔

آیت نمبر ① اصبروا: اپنے نفوس کو عبادت پر روکو اور اپنی خواہشات سے جہاد کرو۔

طاعات و مصائب پر جمے رہو اور معاصی سے گریز کرو۔ صابروا: صبر میں سب پر غالب رہو۔ بتکلف نفس کو طاعت پر جماؤ۔

رابطہ: استمرار علی الخیر اور کثرت خیر کو کہتے ہیں۔ اسی لئے اسباغ وضو اور انتظار صلوٰۃ کو رباط فرمایا۔ یہ چار امور فلاح کا باعث ہیں۔ فلاح دو چیزوں کا نام ہے: ① حصول مطلوب ② خوفناک چیز سے نجات۔ شئی من الخوف: ذرا سا خوف ورنہ تمام خوف مہلک ہو۔ خوف: فقدان امن کو کہتے ہیں۔ یہ بھوک سے بڑھ کر ہے خائف کو کہیں قرار نہیں آتا۔ الجوع: بھوک دو قسم ① کھائے مگر سیر نہ ہو۔ ② قحط سالی نقص الاموال۔ اقتصادی بدحالی۔ الانفس: وبائی ہلاکت مثلاً طاعون، زلزلہ۔ الثمرات: برکت کا اٹھ جانا۔ (الشرح)

رابطوا: جہاد پر قائم رہو۔ جیسا ارشاد نبوت ہے غزوہ میں صبح یا شام دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

آیت ③ یوفی کو مجہول لائے کیونکہ بدلہ دینے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ بغیر حساب: بلا ماپ تول کو الٹی کہتے ہیں ہر دکھ پر جو اللہ تعالیٰ کی خاطر اٹھایا بدلہ ملے گا۔ قول علی رضی اللہ عنہ صبر والوں کو ماپنے کی بجائے چلو بھر کر دیا جائے گا۔

آیت ④ لمن صبر: بدلہ نہ لیا۔ غفر: ظالم سے درگزر کر دی۔ عزم الامور کا معنی یہ ہے۔ یہ ان کاموں سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا مشکل کام۔ بعض کہتے ہیں مصائب پر صابر کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور جزع کرنے والے کو اس کے نفس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ ان اللہ مع الصابرین: معیت کی دو قسمیں ① معیت عامہ یہ ہر ایک کو حاصل ہے جیسا فرمایا: وھو معکم این ما تکونوا۔ ② نصرت و تائید والی معیت یہ نیکیوں کے ساتھ خاص ہے جیسا فرمایا: ان اللّٰہ مع الذین اتقوا۔

آیت ⑤ استعینوا: اپنے امور میں معاونت لو۔ صبر سے۔ الصلوٰۃ: نماز کو عالی شان ہونے کی وجہ سے لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی معاملہ پیش آتا تو نماز کی طرف جلدی کرتے۔

آیت ⑥ ولنبلونکم: یہ لام قسم کا معنی دے رہی ہے۔ ای و اللّٰہ لنختبرنکم: جہاد اور دیگر دینی کاموں سے ضرور امتحان لیں گے تاکہ مطیع و نافرمان کا فرق ہو جائے۔

حتی نعلم: علم سے ظہور مراد ہے یعنی ظاہر کر دیں۔ (ایضاً روح) المجاھد: جو اپنی کوشش اعلاء کلمۃ اللّٰہ کے لئے صرف

کرے۔ علم سے وقوع مراد ہے۔ (ابن کثیر)

اِنَّا لِلّٰہ: ہم اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں تاکہ وہ مصائب پر صبر کا بدلہ دے۔

**الفوائد**: صبر کی تین اقسام ہیں: ① اطاعت پر رکنا۔ ② محارم سے رکنا۔ ③ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر رکنا۔

① طاعت نفس پر بھاری ہے اس کے لئے انسان تعب و عجز کا شکار ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہے اسی لئے فرمایا: ﴿یا ایھا الذین امنوا صبروا و صابروا......﴾

② انسان کا نفس برائی کی طرف جانے والا ہے۔ پس جھوٹ، دھوکا، زنا وغیرہ کبائر سے روکنا معاونت الٰہی کا محتاج ہے تاکہ اس میں مبتلا ہونے سے بچ جائے۔ اسی لئے صبر کو عزم امور سے فرمایا گیا۔

③ اللہ تعالیٰ کی طرف آنے والی مصیبت پر صبر کرے اور زبان و جوارح سے جزع کا ہرگز اظہار نہ کرے۔

مصائب کے وقت انسانی احوال ① ناشکرا: مصیبت میں زبان و جوارح اس طرح سے ظاہر کرے گویا اللہ تعالیٰ نے اس پر ظلم کیا ہے۔ یہ مجرم لوگ ہیں۔

② صابر: نہ تو زبان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی والا کلمہ نکالتے ہیں اور نہ جوارح سے اللہ تعالیٰ کو غصہ دلانے والا عمل کرتے ہیں مثلاً گریبان پھاڑنا، سینہ کوبی کرنا وغیرہ۔

③ راضی: مصیبت پر کھلے دل سے اللہ کی رضا سمجھ کر راضی ہو۔

④ شاکر: ناپسند کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر گزار رہو۔ مصیبت پر اجر اس کو دکھ بھلا ڈالے۔

۲۵: وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِیْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ اَوْ تَمْلَاُ۔ مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَالصَّلَاةُ نُوْرٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِیَآءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْعَلَیْكَ – كُلُّ النَّاسِ یَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۵: حضرت ابو مالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاکیزگی اور طہارت ایمان کا حصہ ہے اور الحمد للہ میزان عمل کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ میزان کو بھر دیتے ہیں۔ تَمْلَاٰنِ کا لفظ فرمایا یا تَمْلَاُ مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے لفظ فرمائے (آسمان و زمین کے مابین خلا کو بھر دیتے ہیں) نماز نور ہے اور صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تمہارے حق میں حجت ہے یا تمہارے خلاف۔ ہر شخص صبح سویرے اپنے نفس کو بیچنے والا ہے اور پھر اس کو آزاد کرنے والا یا ہلاک کرنے والا ہے۔ (رواہ مسلم)

**تشریح** ✿ ابو مالک اشعری ان کے نام میں دس اقوال ہیں: ① بعض نے کعب بن عاصم بعض نے کعب بن کعب بعض نے عبید بعض نے عبید اللہ بعض نے عمرو بتلایا ہے۔ ابو مالک تین ہیں: ① حارث بن حارث اور ② کعب بن عاصم ③ تیسرے نام میں اختلاف ہے عام طور پر کنیت سے مستعمل ہے۔ یہی راوی حدیث ہیں: اشعران کا قبیلہ ہے جو یمن کا

معروف قبیلہ ہے۔ اشعر ثبت بن ادد بن زید کا نام ہے۔ اشعر کہنے کی وجہ یہ تھی کہ پیدائشی طور پر ان کے بدن پر بال تھے۔ یہ اشعریین کے ساتھ مدینہ آئے اور شامیین میں شمار ہوئے۔ خلافت فاروقیؓ میں طاعون سے وفات پائی۔ احد کے دن ان کو اور معاذ ابوعبیدہ اور شرحبیل بن حسنہ کو زخم آئے۔ ان کی مرویات ۲۷ ہیں۔ دو مسلم نے روایت کی ہیں جن میں سے ایک یہ روایت ہے اور دوسری روایت "اربع فی امتی من امر الجاهلية" ہے۔ بخاری نے ایک روایت امر کے کلمہ کے ساتھ ابی مالک اور ابی عامر سے نقل کی ہے۔ اصحاب سنن نے بقیہ روایات نقل کی ہیں۔

الطھور: یہ ضمہ کے ساتھ طہارت کرنے اور فتحہ کے ساتھ پانی کو کہا جاتا ہے۔ بقول خلیل رحمۃ اللہ علیہ یہ طہارت بمعنی نظافت سے نکلا ہے۔ نظافت حسی و معنوی دو کے لئے بلحاظ لغت مستعمل ہے۔ شرعی معنی جس چیز پر خالص ثواب کا دارومدار ہو۔ شطر: نصف۔ الایمان سے حقیقت ایمان مراد ہے۔ بعض نے ایمان سے یہاں بھی نماز مراد لی ہے جیسا آیت: ﴿ما کان اللہ یضیع ایمانکم﴾ میں ہے۔ (شرح الاذکار نووی)

الحمد للہ: یہ حمد کے افضل ترین صیغوں میں سے ہے اسی لئے قرآن کو اس سے شروع کیا۔ ② کمال ثناء والی صفات کے قائم مقام ہے۔

علاء المیزان: ① اگر اس کلمہ کو جسم ملے تو میزان بھر جائے۔ ② یا اس کا تلفظ جبکہ معنی کے استحضار کے ساتھ کیا جائے تو میزان بھر جائے۔ میزان سے حقیقی میزان مراد ہے جس سے اعمال کو جسم دے کر تولا جائے گا ③ صحائف اعمال کو وزن کیا جائے گا۔ اس کا ثواب میزان کے پلڑے کو وسعت کے باوجود بھر دے گا کیونکہ یہ باقیات الصالحات میں سے ہے۔ (علائی)

حمد: اپنے اختیار سے اچھی تعریف کرنا۔ تعریف چار طرح ہوتی ہے: ① کمالات ثابت کر کے ② نقائص کی نفی کر کے ③ کمالات کے ادراک سے عاجزی کا اعتراف کر کے ④ اعلیٰ مراتب سے اس کو منفرد تسلیم کر کے۔ پس الحمد میں الف لام استغراق کے لئے ہے گویا جنس مدح و حمد جس کو ہم جانتے ہیں اور جس سے ہم ناواقف ہیں۔ جو ان سے موصوف ہے وہ الوہیت کا حقدار ہے۔ پس الحمد میں تمام آ گئیں۔ (ذکر الصلاتی)

سبحان اللہ: سبحان مصدر منصوب ہے ① ای اسبح سبحانہ۔ ② اسم مصدر ہے۔ ③ بقول زمخشری یہ تسبیح کا علم ہے اور فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای اسبحہ سبحان: پھر یہ اس کے قائم مقام استعمال ہونے لگا۔ ④ یہ علم مضاف ہے اس کی اضافت بیانی ہے۔ یہ معرفہ ہے جو اس معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے اسی لئے یہ غیر منصرف ہے۔ (کذا قال الاخفش)

⑤ محققین کہتے ہیں کہ یہ معرفہ ہی اضافت کی وجہ سے ہے۔

التسبیح: اللہ تعالیٰ کو عیوب و نقائص سے پاک سمجھنا۔ تملا او تملان: ① یہ دونوں ثواب سے یا ② ایک ثواب سے میزان کو بھر دیتا ہے۔ الحمد کا عطف ماقبل پر ہے۔ السموات: سے ساتوں آسمانوں کے طبقات مراد ہیں۔ مسلم نے مفرد نقل کیا۔ الارض: اگرچہ مفرد ہے مگر مراد جمع ہے کیونکہ طبقات ارض آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان خلاء نہیں اور آسمانوں کے طبقات میں فاصلہ ہے۔ گویا بالذات وہ الگ الگ ہیں۔ (کذا فی تفسیر بیضاوی) ان دو کلمات کا ثواب ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے طبقات جن کی وسعت کو اس کا خالق ہی جانتا ہے جس کا کوئی شریک و معین نہیں وہ اپنی صفات کمال میں یکتا اور عیوب سے منزہ ہے۔ سبحان اللہ اور الحمد للہ ان سب کو اپنے اندر جمع کرنے والے ہیں اس لئے ان کا کہنے والا گویا اللہ تعالیٰ کی

صفات کمالیہ کو اس کے لئے ثابت کرنے والا اور عیوب سے اس کو پاک قرار دینے والا ہے۔ اور اس بات کی گواہی دینے والا ہے کہ تمام عوالم کا مربی ہے اور مخلوق اس کے سامنے مغلوب و مقہور ہے۔ اس کے سوا کوئی مالک و قادر نہیں ہے۔ پس کہنے والے کو اس کی شہادت کی مقدار کے مطابق اجر ملا جس نے آسمان و زمین کے طبقات کو بھر دیا۔ (کذا قال العلائی)

نور: ① نماز بذاتِ خود نمازی کے لئے موقف میں نور حسی بن کر روشنی کرے گی اور کسی عبادت کو نور نہیں کہا گیا۔ معلوم ہوتا ہے یہ خاص قسم کا نور ہے۔ اس سے زیادہ وضاحت والی روایت جس کو امام احمد نے ابن عمرؓ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من حافظ علی الصلوۃ کانت له نورًا و برهانا و نجاة یوم القیامة ومن لم یحافظ علیها لم تکن لا نورًا و برهانا ولا نجاة یوم القیامة و کان مع قارون و فرعون و هامان و ابی بن خلف۔**

② ایک قول یہ ہے کہ نماز کا اجر نور ہوگا۔ اس صورت میں مضاف مقدر ہوگا۔ ③ مؤمن کے چہرے پر قیامت کے دن نور ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کے سبب مؤمن کے چہرے پر نور بلند ہوگا۔ یہ اسناد مجازی ہے۔ ④ نور معنوی مراد ہے کہ نماز برائی و بے حیائی کے لئے رکاوٹ اور سلامتی اور خیر کی راہنمائی کرنے والی ہے جیسا کہ نور سے راستہ میں روشنی کی جاتی ہے۔ ⑤ اس کی وجہ سے دل میں نور حاصل ہوتا ہے کیونکہ نماز دل' زبان' جوارح کے فرض و نفل اعمال کو جامع ہے۔ اس سے دل میں وہ نور الٰہی پیدا ہوتا ہے جس کی اور کوئی تعبیر نہیں کی جاسکتی۔

ان تمام تعبیرات کے مطابق لفظ کا حقیقی معنی مراد لیا جاسکتا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قاعدہ کے مطابق مجازی معنی مراد لیا جائے گا۔

**والصدقه برهان:** یعنی ① صدقہ ایمان پر دلیل ہے کہ وہ پہلے صدقہ ادا کرنے والا ہے۔ ② اس بات کی دلیل ہے کہ ان منافقین سے نہیں ہے جو ایمان والوں کو صدقات پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ ③ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کی دلیل ہے کہ اس کو مال کی بجائے ان کی رضا محبوب ہے۔ ④ اس بات پر دلیل ہوگا کہ جب اس سے مال کے متعلق پوچھا جائے گا تو نے کس راہ میں مال خرچ کیا؟ وہ جواب دے گا میں نے صدقہ کیا۔

**صاحب تحریر کا قول:** ممکن ہے کہ قیامت کے دن صدقہ کرنے والے کے لئے خاص علامت ہو جس سے انفاق مال پر اس سے دلیل نہ طلب کی جائے۔ اس کی تائید ابوداؤد کی عقبہ بن عامر والی مرفوع روایت سے ہوتی ہے۔ **کل امرئ فی ظل صدقته یوم القیامة فی یقضی بین الناس۔** پس یہ سایہ اس کے اخلاص یا سچے ایمان کی دلیل بن جائے گا۔

**والصبر ضیاءٌ:** ① اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر اور معصیت سے گریز کر کے صبر اور طبع کے خلاف باتوں پر صبر مراد نہیں بلکہ صبر کا عام معنی مراد ہے جیسے روزہ ② اور یہ بھی ہے کہ صبر کا خاص معنی مراد ہے اور وہ روزہ ہی ہے۔ (مطالع الانوار) بعض نے اس کو ترجیح دی کیونکہ یہ صدقہ کے ساتھ مل کر آئی ہے۔ اس لئے انہوں نے کھول کر اس کی خصوصیات ذکر کی ہیں اور جو ان کو جمع کر لے گا تو اس کو سفیدی میں ایک ایسی روشنی میسر ہوگی جس کی چمک خوب پھیلے گی اور ضیاء نور کی مکمل ترین حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**هو الذی جعل الشمس ضیاء و القمر نورًا**﴾۔

قرطبی کہتے ہیں اگر صبر کی تفسیر روزے سے کریں تو پھر ضیاء سے مراد نور ہے اگر چہ دونوں کے الفاظ مختلف ہیں اور اگر صبر کی عام تفسیر کریں تو پھر کسی حالت کے آخر میں جو چمک و حسن ہوتا ہے وہ مراد ہوگا۔

تا کہانی نے کہا کسی نے نور و ضیاء میں تفریق نہیں کی ہے (بلکہ دونوں ایک ہیں) جوہرؔی نے نور کی تفسیر ضیاء اور ضیاء نور سے کی ہے اور یہ کہا کہ ضیاء نور نہیں کیونکہ وہ نور کی خصوصیت کا نام ہے اور نور سے زائد اور بلیغ ہوتی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نور حادث کبھی تو کامل ضیاء پیدا کرتا ہے مثلاً سورج اور اس سے کم بھی مثلاً چاند۔ علامہ قرطبیؒ نے دونوں کو برابر قرار دیا تا کہ روزے کی نماز پر فضیلت لازم نہ آئے حالانکہ یہ لازم نہیں کیونکہ فضیلت کا دارومدار صرف اسی بات پر منحصر نہیں بلکہ اس کے بہت سے اسباب اور قسماقسم کے اعتبارات ہیں۔ ایک چیز ایک وقت میں فاضل ہے تو دوسرے اعتبار سے مفضول ہے۔

**القرآن حجة لك:** قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام جو معجزہ نبوت کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا اس کی تلاوت بطور عبادت کی جاتی ہے اگر قرآن مجید کے اوامر کو اپنایا جائے اور نواہی سے پرہیز کیا جائے تو ان مواقع میں اس سے حجت پکڑی جائے گی جہاں اس کے متعلق سوال ہوگا مثلاً قبر میں ملکین کا سوال اور میزان کے وقت اور پل صراط پر سوال۔

**او حجة عليك:** اگر اوامر کو اختیار نہ کیا ہوگا اور نواہی سے پرہیز نہ کیا ہوگا تو قرآن مخالف دلیل بنے گا۔ ② دنیا میں تمہارے حق میں اور مطالب شرعیہ اور احکام پر قرآن حجت ہے۔ ③ تمہارے سچے مخالف کے لئے تمہارے خلاف گواہ ہوگا کیونکہ تنازع کے وقت یہ مرجع ہے۔ یہ اتباع سنت کی دلیل ہے اور سنت حجیت قیاس پر دلالت کرتی ہے۔ کتاب وسنت دونوں حجیت اجماع پر دلالت کرنے والے ہیں۔ پس قرآن مجید اس لحاظ سے تمام احکام کا بالواسطہ یا بلا واسطہ مرجع ہے۔ فاکہانی نے پہلی بات کو ترجیح دی اور علائی نے کہا کہ آثار اس کے شاہد ہیں۔ پھر بیہقی کی مرفوع روایت غریب سند سے پیش کی "**القران شافع مشفع و ماحل مصدق فمن جعله امامه ساقه الى الجنة و من جعله خلفه ساقه الى النار**" اور دوسری ابوامامہ کی مرفوع روایت اسی قسم کی ہے۔ **قرء وا القرآن فانه ياتي شفيعًا لصاحبه يوم القيامة:** علائی کہتے ہیں کہ زملکانی نے بھی ان آثار کی وجہ سے یہی کہا ہے۔

دونوں اقوال کے مقتضا پر محمول کرنا کثرت فائدہ کے لئے مفید تر ہے۔ ان عبادات کی طرف رغبت دلائی اور نفس کو ان میں لگانے کے لئے کوشش کی ضرورت ہے اس لئے اس کے مابعد فرمایا کہ ہر صبح سویرے کرنے والا اس کا ایک عمل ہونا چاہئے۔ اس لئے فرمایا ہر شخص صبح سویرے اپنے مصالح کے لئے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے نفس کا سودا کرنے والا ہے۔ پھر یا تو اس کو عذاب سے آزاد کرنے والا اور اس کی یہ حالت بہت خوب ہے جبکہ ثمن دارالسلام ہو اور دیدار ملک غلام ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم.....﴾ ان لوگوں نے تو اپنے نفوس کو چھٹکارا دلایا اور اپنے دلوں کا رخ اپنے رب کی طرف موڑ کر جو کچھ اس کے ہاں ہے اس کو مطلوب بنایا۔ پھر اپنے کو خواہشات وشیطان کے سپرد کر کے اللہ کی رضامندیوں سے دور کر کے اپنے آپ کو ہلاکت ومحرومی کے گڑھے میں ڈالنے والا ہے۔ **نعوذ بالله من سخطه واليم عقابه**۔ ② بائع کا معنی مشتری بھی ہوسکتا ہے ہر ایک کو شان ہے اور اعمال صالحہ کے بدلے اپنے نفس کو خرید رہا ہے اور عذاب سے بچا رہا ہے اور دوسرا گناہ کما کر اپنے آپ کو عذاب پر پیش کر رہا ہے اور ڈنڈی مار کر اس نفس کو بیچ رہا ہے جو اس کی ملک نہیں بلکہ اعمال کے بدلے رہن رکھا ہوا ہے تا کہ یہ اس کو آزاد کرالے۔

قاضی عیاضؒ نے اس کو دونوں معنوں پر محمول کیا ہے یعنی نفس کو جس نے اعمال صالحہ کے بدلے خریدا اس نے اسے آزاد کر دیا اور جس نے برے اعمال کے بدلے بیچ ڈالا اس نے اس کو ہلاک کر دیا۔ جیسا اس آیت میں ہے: ﴿ولبئس ما شروا

به انفسهم﴾ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قاعدہ یہی ہے کہ مشترک کو دونوں معنوں پر محمول کرتے ہیں اور ہر جملے کا مناسب معنی لیتے ہیں۔ اہل بیان کے یہاں یہ بدیع کی ایک قسم ہے۔ (علائی کذا قال)

**تخریج** ۞ مسلم' احمد' مسند دارمی' ابوعوانہ' ترمذی' نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ' طبرانی معجم کبیر' ابن ماجہ عن عبدالرحمان بن غنم' بخاری کہتے ہیں ابی سلام نے تو دونوں سے سنا ہے مگر دونوں سندوں میں صحابی ایک ہی ہونا چاہئے۔

**الفوائد :** ① جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خوشی حاصل ہوتی تو پڑھتے: الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات اور جب کوئی تکلیف دہ صورت پیش آتی تو پڑھتے الحمدللہ علی کل حال۔

② ایمان دو چیزوں کا نام ہے ① تخلیہ' ② تحلیہ یعنی شرک و کفر اور گناہ و فسق سے بیزاری اور اعمال صالحہ اور توحید سے اپنے آپ کو مزین کرنا۔

**شطر ایمان کی وجہ:** ہر تکلیف دینے والی چیز سے حسی اور معنوی پاکیزگی کرنے کو طہارت کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے اس کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے (کیونکہ ایمان باطنی صفائی کا نام ہے)

**تعبیری فرق کا نکتہ:** نماز کو نور اور صبر کو ضیاء کہا گیا۔ ضیاء میں حرارت لازم ہے اسی طرح صبر میں عام حالات میں قلبی اور بدنی تھکاوٹ پیش آتی ہے۔

**صدقہ کے برہان ہونے کی حکمت:** صدقہ کو ایمان کی دلیل اس لئے قرار دیا کہ مال کی محبت دلوں میں فطرۃً پائی جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا: انه لحب الخير لشديد اور نفوس میں مال کے سلسلہ میں بخل بھی پایا جاتا ہے۔ فرمایا: من يوق شح نفسه...... جب انسان نے اللہ تعالیٰ کی خاطر صرف کیا تو اس سے ثابت ہوا کہ محبوب کو محبوب ترین کے لئے صرف کیا جاتا ہے اور وہ ایمان ہے۔

**دو درجے' تیسرا کوئی نہیں:** ① قرآن تمہارے حق میں حجت ہے۔ ② قرآن تمہارے خلاف دلیل ہے۔ ان کے درمیان کوئی درجہ نہیں۔

**معتق و موبق کا مطلب:** مسلمان اپنے دن کی ابتداء اللہ کی وحدانیت کے تذکرہ اور یاد اور عبادت سے کرتا ہے۔ بلکہ اپنے نفس کو اعمال خیر کے بدلے بیچ کر آگ سے اپنے آپ کو بچانے والا ہے اور کافر دن کی ابتداء نافرمانی سے کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔

۲۶ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ سِنَانِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ ، ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ ، حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ ، فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ اَنْفَقَ كُلَّ شَيْءٍ بِيَدِهٖ :"مَا يَكُنْ مِّنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ عَنْكُمْ ، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ ، وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ۔ وَمَآ اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَآءً خَيْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۶ : حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انصار کے بعض لوگوں نے آپؐ سے کچھ سوال کیا۔ آپؐ نے ان کو دے دیا۔ انہوں نے پھر سوال کیا۔ آپؐ نے پھر ان کو دے دیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو گیا اور ہر چیز جو آپؐ کے ہاتھ میں تھی وہ خرچ ہو گئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''میرے پاس جو کچھ ہوتا ہے اس کو میں تم سے ہرگز جمع کر کے نہیں رکھتا اور جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اللہ اسے بچا لیتے ہیں اور جو بے نیازی طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بے نیاز کر دیتے ہیں جو صبر اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صبر عطا کرتے ہیں اور صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر عطیہ کسی کو نہیں دیا گیا''۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ ابوسعید خدری کا نام سعد بن مالک ہے۔ باب التوبہ میں حالات گزر رے۔ ناسا: اس کی اصل اناس جمع انسان ہے۔ یہ انس سے ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں۔ ② یہ نسی کا مقلوب ہے۔ ③ ناس ینوس جب وہ مضطرب ہو اور حرکت کرنے سے بنا ہے۔ **من الانصار**: ابن حجر کہتے ہیں مجھے ان کے نام معلوم نہیں (فتح الباری) نسائی کی روایت میں سرحتی انی کے الفاظ ہیں۔ میرے سوال سے پہلے فرمایا: **من استغنی اغناہ اللہ**: فرمایا: تو میں سوال کئے بغیر واپس آ گیا۔ **فاعطاھم**: سخاوت و مکارم اخلاق سے ہر مرتبہ سوال کرنے پر دے دیا۔ **لقد**: ختم ہونا۔ **فقال**: آپ نے ان کو زاد از حاجت دنیا طلب کرنے سے روکنے اور قناعت پر آمادہ کرنے کے لئے فرمایا۔ **لھم**: یہ مدم مبالغہ ہے۔ **انفق**: خیر کی راہ میں مال خرچ کرنا۔ **ما یکن**: ① ما شرطیہ ② موصولہ متضمن معنی شرط ہے۔ اس کا جواب فعلن ادخرہ ہے یعنی میں تمہاری بجائے دوسروں کیلئے اس کو ہرگز جمع نہ کروں گا یا تم سے روک کر نہ چھپاؤں گا۔ **یستعفف**: سوال نہ کرنا۔ بچنا' صبر کرنا۔ **عف یعف** (النهاية) **یعفه** اور وہ اللہ کے فضل سے عفت والا بن جاتا ہے۔ **من یستغنی**: اس سے بچنا جو لوگوں کے پاس ہو۔ **یغنه**: اللہ اس کو غنی کر دیتے ہیں۔ **من یتصبر**: بتکلف صبر کر کے تنگی ترشی برداشت کرتا ہے۔ وہ اپنے مولیٰ کے علاوہ سے سوال نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اسکو حقیقی صبر دے دیتے ہیں جس سے ہر مکروہ اس پر آسان ہو جاتا ہے۔ یہ بلند اخلاق اور جامع صفت ہے۔

**النحو**: **عطاء**: یہ اعطی کا دوسرا مفعول ہے اور اس سے مراد عادت یا مرتبہ ہے۔

**خیراً**: یہ یہاں اسم تفضیل کے معنی میں نہیں بلکہ وسیع کے معنی میں ہے یہ اس آیت کے معنی میں ہے: **اصحاب الجنة خیر متد خیر مستقراً** ...... کیونکہ اس سے مقاصد' مشاہد کھلتے ہیں۔ صبر یہ رضاء کی غائت ہے بلا رضا وہ ناقص ہے۔

**تخریج**۞ بخاری' مسلم' سنن اربعہ' رزین سے یہ **قد افلح من اسلم ورزق کفافاً وقنعه اللہ بما اتاہ** کا اضافہ نقل کیا ہے۔

أخرجه أحمد (۱۱۸۹۰ / ٤) والبخاری (۱٤٦۹) وغيره و مسلم (۱۰۵۳) و أبو داود (۱٦٤٤) والترمذی (۲۰۳۱) والنسائی (۲۵۸۷) والدارمی (۱ / ۳۸۷) و ابن حبان (۳٤۰۰) و عبدالرزاق (۲۰۰۱٤) والبیهقی (٤ / ۱۹۵) والبغوی فی المرقاة (۱٦۱۳)

**الفوائد** **من یستعفف**: جو آدمی پاکدامنی اختیار کرتا ہے اور نفس کو خواہشات کے پیچھے نہیں لگاتا اللہ تعالیٰ اس کو پاکدامنی نصیب کر دیتے ہیں اور خواہش پرستی سے اس کو بچاتے ہیں۔

**من یستغن**: غناء کے طالب کو غناء میسر آ جاتی ہے اصل غنی غناء نفس ہے جو کہ آدمی کو سوال سے دور رکھتا ہے۔

**من یتصبر**: جو حاجت و فقر میں اصرار سے سوال نہیں کرتا اس کو صبر مل جاتا ہے۔ روایت کا یہ حصہ باب سے مناسبت رکھتا ہے۔

صبر والا انسان ہمیشہ اطمینان و راحت میں رہتا ہے۔ دکھ و مصائب یا شیطانی شرارتوں کے وقت پختگی سے احکام خداوندی پر جما رہتا ہے۔ (الشرح)

۲۷ : وَعَنْ أَبِي يَحْيٰى صُهَيْبِ بْنِ سِنَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ! إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ۔ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ۔ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

۲۷: ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کہ مؤمن کا سارا معاملہ ہی عجیب ہے کہ اس کے تمام کام اس کے لئے خیر ہیں۔ مؤمن کے سوا اور کسی کو یہ چیز حاصل نہیں۔ اگر اس کو خوشحالی میسر آتی ہے تو شکر کرتا ہے تو یہ شکر کرنا اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اس کو تنگ دستی آ جائے تو صبر کرتا ہے تو یہ صبر کرنا اس کے لئے بہتر ہے"۔ (مسلم)

حضرت صہیب کو ربیعہ بن نزار ربعی نمری کی اولاد سے بتایا گیا۔ (اسد الغابہ)

**تشریح** ⊙ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو یحییٰ رکھی۔ بچپن میں رومیوں کے ہاتھوں قید ہوئے پھر بنو کلب کے ایک آدمی نے خریدا اور مکہ لے آیا۔ اس سے عبداللہ بن جدعان سے خرید کر آزاد کر دیا۔ یہ اس کی موت تک اس کے پاس رہے۔ ② دوسرا قول یہ ہے کہ رومیوں سے بھاگ آئے اور مکہ پہنچ کر عبداللہ بن جدعان کے حلیف بن گئے۔ بعثت کے وقت اسلام میں سبقت کرنے والوں میں سے تھے۔ بقول واقدی عمار اور انہوں نے ایک ہی دن اسلام قبول کیا۔ یہ ان مستضعفین میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ کی خاطر تکالیف کی بھینٹ چڑھایا گیا۔ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۱۵ ربیع الاول کو ہجرت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قباء میں قیام پذیر تھے۔ یہ بھی وہیں ٹھہر گئے۔ حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا بھائی چارہ کرایا گیا۔ تمام لڑائیوں میں آپ کے ساتھ رہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عرب میں سب سے آگے گھوڑا دوڑانے والا ہوں۔ صہیب سابق الروم اور سلمان سابق الفارس بلال سابق الحبش ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے متعلق بہت حسن ظن رکھتے تھے۔ جب ان کو زخم لگا تو انہیں نماز جنازہ پڑھانے اور مسجد نبوی میں اس وقت تک جماعت کرانے کی وصیت کی جب تک اہل شوریٰ نئے خلیفہ کا انتخاب عمل میں نہ لے آئیں۔ ان کی مرویات کی تعداد تیس ہے۔ تین کی مسلم نے تخریج کی۔ بخاری نے کوئی روایت نقل نہیں کی ۳۸ ھ ۳۹ ھ مدینہ میں ۷۳ سال کی عمر میں وفات پائی وہیں دفن ہوئے۔

**عجبا:** یہ اعجب کا مفعول مطلق ہے۔ جب کسی چیز کا سبب مخفی ہو اور وہ چیز بڑی معلوم ہو تو انسان تعجب کرتا ہے۔ (النہایہ)

**المؤمن:** سے مراد یہاں کامل مؤمن جو اللہ تعالیٰ کی رضا سے واقف اس کے دعوے کی تصدیق کرنے والا ہو۔

**النحو:** ان امرہ کلہ لہ خیر: یہ جملہ ان کی خبر ہے۔

**الا المؤمن:** ضمیر کی بجائے ظاہر لفظ اس لئے لائے تا کہ اشارہ کر دیا جائے خیریت کا اصل سبب ایمان ہے۔

**شکر:** مولیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر شکر یہ ادا کرتا ہے اس کا شکر یہ خوشی سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس پر آخرت میں ثواب ملے گا۔

ضراء: بدنی تکلیف یا اہل وعیال و مال کو تکلیف پہنچے۔ صبر: اپنے مولا کا فعل سمجھ کر ثواب کی امید اور یقین سے صبر کیا تو اس کا یہ صبر اس دکھ سے بہت بہتر ہے کیونکہ اس کو دارین میں ثواب ملا۔ مگر غیر کامل نے مصیبت پر ناراض اور اکتاہٹ ظاہر کی پس دکھ اور ناراضی مولی دونوں اس کے لئے جمع ہو گئیں۔ اس نے نہ نعمت کا حق پہچانا اور نہ ہی شکریہ ادا کیا تو مصیبت در مصیبت میں پڑ گیا۔

**تخریج**: أخرجه احمد (٦ / ١٩٨٥٦)؛ ومسلم (٢٩٩٩)

**الفوائد**: ① ایمان تمام کا تمام خیر ہے اور مؤمن ہمیشہ خیر پر ہے۔ ② دکھوں میں صبر کر کے کشادگی کا انتظار کرنا چاہئے اور تکالیف پر صبر کا امیدوار ہونا چاہئے۔ ③ خوشحالی میں شکریہ اضافہ نعمت کا ذریعہ ہے۔ شکریہ کی توفیق ایک مستقل نعمت ہے۔ جس کو مل جائے وہ بڑا خوش نصیب ہے۔

**۲۸: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِیُّ ﷺ جَعَلَ یَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: وَاكَرْبَ اَبَتَاهُ فَقَالَ: لَیْسَ عَلٰی اَبِیْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْیَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: یَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ، یَا اَبَتَاهُ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ یَا اَبَتَاهُ اِلٰی جِبْرِیْلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ؟ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.**

۲۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کی طبیعت زیادہ بوجھل ہو گئی اور بے چینی نے ڈھانپ لیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ اُف ابا جان کی بے چینی! آپ نے فرمایا: آج کے دن کے بعد تمہارے باپ پر بے چینی نہ ہو گی۔ جب آپ نے وفات پائی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آہ! میرے ابا جان جنہوں نے اپنے رب کے بلاوے کو قبول کر لیا۔ اے میرے ابا! جنت الفردوس جن کا ٹھکانہ ہے۔ اے میرے ابا! جن کی موت کی اطلاع ہم جبریل کو دیتے ہیں۔ جب آپ دفن کر دیے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تمہارے دلوں نے یہ بات گوارا کر لی کہ تم رسول اللہ کے جسم مبارک پر مٹی ڈالو۔ (بخاری)

**تشریح**: ثقل: شدت مرض۔ الکرب: شدت سکرات علو مرتبہ کی وجہ سے تھے۔ کما فی الحدیث۔ **اشد الناس بلاء الانبیاء الحدیث**۔ **واکرب ابتاہ**: یہ ندبہ ہے یہ دکھ و تکلیف میں صادر ہوا جو انکے کمال کے منافی نہیں۔ **لیس علی ابیك**: آج کے بعد تمہارے والد پر دکھ نہ ہو گا کیونکہ وہ دار کدر سے دار سلامت میں پہنچا۔ ارشاد **لا راحة للمؤمن دون لقاء ربه**۔ **جنت الفردوس**: فردوس وہ باغ جو ہر قسم کے درختوں، پھولوں اور نباتات کو جامع ہو۔ یہ تمام جنتوں میں اعلیٰ ہے اس کی چھت عرش رحمان ہے۔ اس کے لئے السرّ اور الوسط کا لفظ بھی آیا ہے۔ جس کا معنی اعلیٰ ہے۔ (طبرانی، تحفۃ القاری، شرح البخاری)

**النحو**: **مأواه**: مرتبہ یہ مبتداء خبر **جنة الفردوس** ہے۔ **ننعاه**: جبریل کو ہم ان کی موت کی اطلاع دیتے ہیں۔ یہ اسی طرح جس طرح دوستوں کو کسی کی موت کی اطلاع دی جاتی ہے۔
الی جبریل فعل کے متعلق ہے۔ **واکرب ابتاہ**: یہ نوحہ کی قسم سے نہیں کیونکہ آپ نے منع نہیں کیا۔ البتہ موت کے بعد وابتاہ کہنا

تو اگر میت میں وہ صفات ہوں تو درست ہے ورنہ نہیں۔ اطابت انفسکم مطلب یہ ہے کہ محبت اور رقت قلوب کے باوجود تم نے یہ اقدام کیسے کیا۔ تو اس کا جواب احتراماً نہ دیا۔ لسان حال سے جواب یہ ہے کہ دل تو نہ چاہتا تھا مگر آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل ضروری تھی۔ لا کرب علی ابیك یہ جملہ باب صبر سے تعلق رکھتا ہے اس تکلیف کا زمانہ معمولی ہے بلکہ یہ حالت اس لئے پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس سے اس عزت والے مقام میں پہنچنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے لئے پیدا فرمایا۔ وفات کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف یہ شعر بھی منسوب ہے۔

الا یشم مدی الزمان غوالیا ☆ صبت علی مصائب لو انها

ماذا علی من شتم تربة احمد ☆ حبت علی الایام عدن لیا لیا

**تخریج**: أخرجه البخاری (٤٤٦٢) والدارمی (٤١/٤٠/١) و ابن سعد (٣١١ / ٢) و ابن ماجة (١٦٣٠) والبیهقی فی الدلائل (٢١٣/١٢١٢/٧) والترمذی فی الشمائل (٣٧٩) و ابن حبان (٦٦٢٢) و أحمد (١٣١١٥ / ٤) مختصرًا۔

**الفوائد**: یتغشاہ: سخت تکلیف میں اعلیٰ صبر پر اعلیٰ مرتبہ دیا جائے اور صبر تو تکلیف پر ہوتا ہے۔ جبرئیل کو موت کی اطلاع دینے کا مطلب یہ ہے۔ جبرئیل تو رسول علیہ السلام کے پاس وحی لاتے تھے تو جب رسول فوت ہو گئے تو جبرئیل کا وحی لے کر آنا بند ہو گیا۔

② اس حدیث سے معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ پر بھی بیماری' بھوک' پیاس' سردی و گرمی' اور تمام امور بشریہ کا اثر ہوتا ہے۔

③ مرنے والے پر اگر دکھ کے ایسے الفاظ کہے جائیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی ظاہر نہ ہوتی ہو تو وہ جائز ہیں جیسا فاطمہ الزہراء نے کہے۔

④ آپ کی اولاد میں سے صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ تھیں ان کو اور ازواج مطہرات اور عباس رضی اللہ عنہ کو میراث نہیں ملی کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت "انا معشر الانبیاء للانرث و لا نورث ما ترکناہ صدقة" نہیں ہوتی۔ اگر انبیاء علیہم السلام کی وراثت مالی ہوتی تو زائغین یہ اعتراض کرتے کہ ان کا دعویٰ (نعوذ باللہ) مال و ملک کے لئے تھا۔ (واللہ اعلم) (الشرح)

۲۹ : وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحِبِّهٖ وَابْنِ حِبِّهٖ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : اَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ ابْنِیْ قَدِ احْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا ۔ فَاَرْسَلَ یُقْرِیُٔ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ : اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ؟ فَاَرْسَلَتْ اِلَیْهِ تُقْسِمُ عَلَیْهِ لَیَاْتِیَنَّهَا' فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ ' وَاُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ ' وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ ' وَرِجَالٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ' فَرُفِعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِیُّ فَاَقْعَدَهٗ فِیْ حِجْرِهٖ وَنَفْسُهٗ تَقَعْقَعُ ' فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ ' یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ :

هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ؟ وَفِىْ رِوَايَةٍ: فِىْ قُلُوْبِ مَنْ شَآءَ مِنْ عِبَادِهٖ وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَمَعْنٰى "تَقَعْقَعُ" تَتَحَرَّكُ وَتَضْطَرِبُ۔

۲۹: حضرت ابوزید اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور آپ کے محبوب اور محبوب کے بیٹے ہیں' روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت کی ایک بیٹی نے آپ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ان کا بیٹا قریب المرگ ہے۔ آپ تشریف لائیں۔ آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ ...... اللہ کے لئے ہے جو اس نے لیا اور جو اس نے دیا۔ ہر ایک چیز کا ایک وقت مقرر ہے اور ہر چیز کی ایک مقدار مقرر ہے' تم صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو! بیٹی نے پھر پیغام بھیجا۔ وہ آپ کو قسم دے کر کہہ رہی تھیں کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ' معاذ بن جبل' ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین کچھ اور آدمی بھی تھے۔ بچے کو آپ کی خدمت میں پیش لیا گیا۔ آپ نے اس کو اپنی گود میں بٹھایا اور بچہ اس وقت اضطراب و بے چینی میں تھا۔ چنانچہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ سعد بن عبادہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ آنسو کیسے؟ آپ نے فرمایا یہ رحمت (کے آنسو ہیں) اس رحمت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں رکھ دیا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ اپنے بندوں کے دلوں میں سے جس میں چاہا رکھ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں رحم کرنے والوں پر رحمت فرماتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تَقَعْقَعُ: مضطرب اور بے چین ہونا اور ایک معنی میں حرکت کرنا کے بھی ہیں۔

**تشریح** ⊙ ان کی کنیت ابو محمد' ابو یزید' ابو خارجہ منقول ہے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما یہ ثور بن کلب کی اولاد سے نسباً کلبی ہیں اور ولاء کے لحاظ سے ہاشمی ہیں۔ ان کو حبیب الرسول کہا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ان اسامہ لاحب الناس الی (عبدالبر) بقول ابن مندہ ان کے دادا حارثہ بھی صحابی ہیں (ابونعیم) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر اسامہ کو پانچ ہزار وظیفہ دیا اور اپنے بیٹے کو دو ہزار۔ اسامہ کی والدہ ام ایمن برکت حبشیہ مولاۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایمن یہ ماں کی طرف سے اسامہ کے بھائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے سرحد شام کی طرف جو لشکر روانہ فرمایا اس کے امیر اسامہؓ تھے اس لشکر میں عمرؓ بھی تھے۔ آپ نے اس لشکر کو روانہ کرنے کی وصیت فرمائی۔ آپ کی بیماری اور وفات کی وجہ سے لشکر کو رکنا پڑا بعد میں روانہ کر دیا گیا۔ ان کی مرویات ۱۲۸ ہیں۔ پندرہ متفق علیہ اور دو میں بخاری منفرد ہیں۔ ان کی وفات شہادت عثمان کے بعد مقام جرف میں ہوئی اور مدینہ لا کر دفن کیا گیا۔ بقول ابو عمر ان کی وفات ۵۴ھ اسی طرح ۵۷/۵۸/۵۹ھ بتلائی گئی ہے۔ بنت الرسول: ابن ابی شیبہ و مسند احمد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں اس بچے کا مذکر ہونا زیادہ قرین قیاس ہے ممکن ہے یہ زینب کا بیٹا علی یا عبداللہ بن عثمان یا محسن بن علی ہو واللہ اعلم۔ احتضر: مقدمات موت طاری ہوتے۔ اخذ: کا لفظ اعطاء پر بولا جاتا ہے۔ ما اعطی: سے مصیبت پر صبر کے نتیجے میں ملنے والا ثواب مراد ہے۔ ⓶ باقی رہنے والی زندگی ⓷ عام ہے۔ مقام تسلی میں اخذ کو اعطاء سے مقدم کر کے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہر چیز اسکا عطیہ ہے دے کر وہ چیز اسکی ملک سے نہیں نکلتی پس واپس لینے پر جزع چہ معنی دار دیہ مخلوق کا عطیہ نہیں۔

اَللُّغَاتُ: ما مصدریہ الاخذ و الاعطاء یا ما موصولہ ہے ای ما اخذہ و اعطاہٗ۔ کل شیء جملہ ابتدائیہ ہے۔ عندہ سے مجازاً علم مراد ہے۔

اجل مسمّٰی: مقدر و معلوم ہے آگے پیچھے نہیں۔ اجل: تمام عمر اور آخری جزء دونوں پر بولا جاتا ہے۔ لتحتسب: صبر میں اپنے رب سے ثواب کی طالب ہوتا کہ یہ عمل صالح میں شمار ہو۔ فقال جملہ فاعل سے حال ہے۔ فرفع: یہاں عبارت محذوف کے ان کے ہاں آئے اور اجازت ملنے پر اندر داخل ہوئے۔ پس وہ بچہ رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا۔ فاقعدہٗ رکھا۔

تقعقع: مضطرب و بے تاب ہے۔ فقال سعد: آپ کی عادت مبارکہ صبر کو جانتے ہوئے آنکھوں سے آنسو گرنے پر حیرانی سے کہا۔ اَبتکی؟: آپ نے فرمایا یہ آنسو دلی صدمہ کی وجہ سے ہیں جن پر مواخذہ نہیں۔ جزع و بے صبری سے نہیں ممانعت تو جزع و فزع کی ہے اور عدم صبر کی ہے یا نوحہ وندبہ کی ممانعت ہے۔

الرحماء: جمع رحیم یا مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے ساتھ خاص ہے جو رحمت کاملہ سے متصف ہے۔ اس سے یہ ظاہر کیا کہ آنسوؤں کا بہہ جانا کوئی بعید نہیں۔ تردید کے لئے یہی مناسب تھا۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۲۱۸۳۵ / ۸) والبخاری (۱۲۸٤) وغیرہ و مسلم (۹۲۳) و أبو داود (۳۱۲۵) والترمذی (۹۸۸) والنسائی (۱۸٦۷) و فی الیوم واللیلة (۱۰٦۸) و ابن ماجه (۱۵۸۸) و ابن حبان (٤٦۱) وغیرہ و البیهقی (٤ / ٦۸)

فان اللّٰہ: یہ عظیم الشان جملہ ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کا اس میں تصرف اس کی اجازت کے خلاف درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں سے جو لے میں اس پر جزع فزع کا اظہار خلاف عقل و نقل ہے۔ کل شیء: جب ہر چیز مقدر ہے مقدم و مؤخر نہیں ہو سکتی تو جزع فزع اور ناراضگی وہ نہ ٹلے گی۔ ۞۴ مصیبت زدہ کے دکھ پر رونا درست ہے۔ تقدیر پر جزع فزع سے نہیں۔ ۞۵ تعزیت مصیبت زدہ کی ہونی چاہئے خواہ قریب ہو یا صدیق۔ بہت سے قریب اقرباء کی موت سے خوش ہوتے ہیں وہ تعزیت کے لائق نہیں۔

**الفرائد:** احتساب: صبر کر کے اللہ تعالیٰ سے اجر کا امید وار رہنا۔

٣٠: وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ مَلِكٌ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَكَانَ لَهٗ سَاحِرٌ فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ اِنِّيْ قَدْ كَبِرْتُ فَابْعَثْ اِلَيَّ غُلَامًا اُعَلِّمْهُ السِّحْرَ: فَبَعَثَ اِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهٗ وَكَانَ فِيْ طَرِيْقِهٖ اِذَا سَلَكَ، رَاهِبٌ فَقَعَدَ اِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهٗ فَاَعْجَبَهٗ وَكَانَ اِذَا اَتَى السَّاحِرَ مَرَّ بِالرَّاهِبِ وَقَعَدَ اِلَيْهِ۔ فَاِذَا اَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهٗ، فَشَكَا ذٰلِكَ اِلَى الرَّاهِبِ فَقَالَ: اِذَا خَشِيْتَ السَّاحِرَ فَقُلْ: حَبَسَنِيْ اَهْلِيْ وَاِذَا خَشِيْتَ اَهْلَكَ فَقُلْ: حَبَسَنِي السَّاحِرُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ اَتٰى عَلٰى دَآبَّةٍ عَظِيْمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ فَقَالَ: اَلْيَوْمَ اَعْلَمُ السَّاحِرُ اَفْضَلُ اَمِ الرَّاهِبُ اَفْضَلُ؟ فَاَخَذَ حَجَرًا فَقَالَ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَمْرُ الرَّاهِبِ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ اَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّآبَّةَ حَتّٰى يَمْضِيَ

النَّاسَ فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَى النَّاسُ فَاَتَى الرَّاهِبَ فَاَخْبَرَهُ ۔ فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ اَیْ بُنَیَّ اَنْتَ الْیَوْمَ اَفْضَلُ مِنِّیْ قَدْ بَلَغَ مِنْ اَمْرِكَ مَا اَرٰى وَاِنَّكَ سَتُبْتَلٰى فَاِنِ ابْتُلِیْتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَیَّ: وَكَانَ الْغُلَامُ یُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَیُدَاوِی النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْاَدْوَاءِ فَسَمِعَ جَلِیْسٌ لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِیَ فَاَتَاهُ بِهَدَایَا كَثِیْرَةٍ فَقَالَ مَا هٰهُنَا لَكَ اَجْمَعُ اِنْ اَنْتَ شَفَیْتَنِیْ فَقَالَ اِنِّیْ لَا اَشْفِیْ اَحَدًا اِنَّمَا یَشْفِی اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنْ اٰمَنْتَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاكَ ' فَاٰمَنَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى فَشَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ اِلَیْهِ كَمَا كَانَ یَجْلِسُ ۔ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَنْ رَدَّ عَلَیْكَ بَصَرَكَ؟ قَالَ :رَبِّیْ قَالَ اَوَلَكَ رَبٌّ غَیْرِیْ؟ قَالَ :رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ۔ فَاَخَذَهُ فَلَمْ یَزَلْ یُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ فَجِیْءَ بِالْغُلَامِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ :اَیْ بُنَیَّ قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ فَقَالَ :اِنِّیْ لَا اَشْفِیْ اَحَدًا اِنَّمَا یَشْفِی اللّٰهُ تَعَالٰى۔ فَاَخَذَهُ فَلَمْ یَزَلْ یُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ فَجِیْءَ بِالرَّاهِبِ فَقِیْلَ لَهُ : ارْجِعْ عَنْ دِیْنِكَ فَاَبٰى فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ فَوُضِعَ الْمِنْشَارُ فِیْ مَفْرِقِ رَاْسِهٖ فَشَقَّهُ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ ' ثُمَّ جِیْءَ بِجَلِیْسِ الْمَلِكِ فَقِیْلَ لَهُ: ارْجِعْ عَنْ دِیْنِكَ فَاَبٰى فَوُضِعَ الْمِنْشَارُ فِیْ مَفْرِقِ رَاْسِهٖ فَشَقَّهُ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ ' ثُمَّ جِیْءَ بِالْغُلَامِ فَقِیْلَ لَهُ :ارْجِعْ عَنْ دِیْنِكَ فَاَبٰى فَدَفَعَهُ اِلٰى نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ :اذْهَبُوْا بِهٖ اِلٰى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا فَاصْعَدُوْا بِهِ الْجَبَلَ فَاِذَا بَلَغْتُمْ ذِرْوَتَهُ فَاِنْ رَجَعَ عَنْ دِیْنِهٖ وَاِلَّا فَاطْرَحُوْهُ ۔ فَذَهَبُوْا بِهٖ فَصَعِدُوْا بِهِ الْجَبَلَ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْهِمْ بِمَا شِئْتَ فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوْا وَجَاءَ یَمْشِیْ اِلَى الْمَلِكِ۔ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ :مَا فَعَلَ اَصْحَابُكَ؟ فَقَالَ كَفَانِیْهِمُ اللّٰهُ تَعَالٰى ' فَدَفَعَهُ اِلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ : اذْهَبُوْا بِهٖ فَاحْمِلُوْهُ فِیْ قُرْقُوْرٍ وَتَوَسَّطُوْا بِهِ الْبَحْرَ فَاِنْ رَجَعَ عَنْ دِیْنِهٖ وَاِلَّا فَاقْذِفُوْهُ۔ فَذَهَبُوْا بِهٖ فَقَالَ :اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْهِمْ بِمَا شِئْتَ ' فَانْكَفَاَتْ بِهِمُ السَّفِیْنَةُ فَغَرِقُوْا وَجَاءَ یَمْشِیْ اِلَى الْمَلِكِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ :مَا فَعَلَ اَصْحَابُكَ؟ فَقَالَ كَفَانِیْهِمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَقَالَ لِلْمَلِكِ : اِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِیْ حَتّٰى تَفْعَلَ مَا اٰمُرُكَ بِهٖ ۔ قَالَ :مَا هُوَ؟ قَالَ تَجْمَعُ النَّاسَ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ وَّتَصْلُبُنِیْ عَلٰى جِذْعٍ ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِیْ ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِیْ كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ۔ ثُمَّ ارْمِنِیْ فَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَتَلْتَنِیْ ' فَجَمَعَ النَّاسَ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ وَّصَلَبَهُ عَلٰى جِذْعٍ ثُمَّ اَخَذَ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهٖ ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِیْ كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قَالَ :بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِیْ صُدْغِهٖ فَوَضَعَ یَدَهُ فِیْ

صُدْغِهٖ فَمَاتَ فَقَالَ النَّاسُ : آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ فَأُتِيَ الْمَلِكُ فَقِيلَ لَهٗ : اَرَاَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللّٰهِ نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ ، قَدْ اٰمَنَ النَّاسُ ۔ فَاَمَرَ بِالْاُخْدُوْدِ بِاَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ وَاُضْرِمَ فِيْهَا النِّيْرَانُ وَقَالَ : مَنْ لَّمْ يَرْجِعْ عَنْ دِيْنِهٖ فَاَقْحِمُوْهُ فِيْهَا اَوْ قِيْلَ لَهٗ اقْتَحِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰى جَآءَتِ امْرَاَةٌ وَّمَعَهَا صَبِيٌّ لَّهَا فَتَقَاعَسَتْ اَنْ تَقَعَ فِيْهَا ، فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ : يَا اُمَّهْ اِصْبِرِيْ فَاِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"ذِرْوَةُ الْجَبَلِ" : اَعْلَاهُ وَهِيَ بِكَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَضَمِّهَا ۔ وَ "الْقُرْقُوْرُ" : بِضَمِّ الْقَافَيْنِ نَوْعٌ مِّنَ السُّفُنِ ۔ وَ "الصَّعِيْدُ" : هُنَا : الْاَرْضُ الْبَارِزَةُ وَ "الْاُخْدُوْدُ" الشُّقُوْقُ فِي الْاَرْضِ كَالنَّهْرِ الصَّغِيْرِ وَ "اُضْرِمَ" اُوْقِدَ وَ "انْكَفَاَتْ" اَيْ : اِنْقَلَبَتْ وَتَقَاعَسَتْ" : تَوَقَّفَتْ وَجَبُنَتْ ۔

۳۰: حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا۔ اس کا ایک جادوگر تھا۔ جب جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ کو کہا میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میرے پاس ایک لڑکا بھیجو جس کو میں جادو سکھادوں۔ اس نے ایک لڑکا بھیج دیا۔ جس کو وہ جادو سکھانے لگا۔ اس لڑکے کے راستہ پر ایک راہب رہتا تھا۔ یہ لڑکا اس کے پاس بیٹھا اور اس کی گفتگو سنی تو اس کو اس کی گفتگو پسند آئی۔ وہ لڑکا جب بھی ساحر کے پاس جاتا تو وہ اس راہب کے پاس بیٹھتا۔ جب وہ ساحر کے پاس جاتا وہ اس لڑکے کو مارتا اس لڑکے نے راہب کو شکایت کی تو راہب نے کہا۔ جب ساحر کا ڈر ہو تو کہنا میرے گھر والوں نے روک لیا اور جب گھر والوں کا ڈر ہو تو کہنا مجھے ساحر نے روک لیا۔ معاملہ اسی طرح چلتا رہا تا آنکہ اس لڑکے کا گزر ایک دن ایک بڑے جانور پر ہوا جس نے لوگوں کا راستہ روکا ہوا تھا۔ لڑکے نے (دل میں) کہا آج میں معلوم کروں گا کہ ساحر افضل ہے یا راہب؟ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور اس طرح کہا: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَمْرُ الرَّاهِبِ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ اَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّآبَّةَ ''اے اللہ اگر آپ کو جادوگر سے راہب کا معاملہ زیادہ پسند ہے تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے'' تاکہ لوگ گزر سکیں۔ چنانچہ اس نے پتھر مارا اور اس کو ہلاک کر دیا اور لوگ گزر گئے۔ پھر وہ راہب کے پاس آیا اور اس کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ راہب نے اسے کہا اے بیٹے آج تو مجھ سے افضل ہے۔ تیرا معاملہ جہاں تک پہنچ گیا میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ تمہیں عنقریب آزمائش میں ڈالا جائے گا اگر تمہیں آزمائش میں ڈالا جائے تو میری اطلاع نہ دینا اور یہ لڑکا مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو (بحکم خدا) درست کرتا اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کرتا۔ بادشاہ کا ایک ہم مجلس اندھا ہو چکا تھا۔ وہ اس لڑکے کے پاس بہت سے عطیات لے کر آیا اور کہنے لگا۔ اگر تو نے مجھے شفا بخش دی تو یہ تمام عطیات تمہارے ہیں۔ لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ شفاء اللہ دیتے ہیں۔ اگر تم اللہ پر ایمان لاؤ تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا وہ تمہیں شفا دے گا۔ چنانچہ وہ اللہ پر ایمان لے آیا۔ اللہ نے اس کو شفا دے دی۔ وہ بادشاہ کے پاس آیا اور اسی طرح بیٹھ گیا۔ جس طرح پہلے بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے کہا تمہاری بینائی تمہیں کس نے واپس کی؟ اس نے کہا میرے ربّ نے۔ بادشاہ نے کہا کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے جواب دیا میرا اور تیرا ربّ اللہ

ہے۔اس نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کو سزا دیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اس لڑکے کا پتہ بتلا دیا۔لڑکے کو لایا گیا بادشاہ نے کہا اے بیٹے تیرا جادو یہاں تک پہنچ گیا کہ تو مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو درست کرتا ہے اور فلاں فلاں کام کرتا ہے۔اس نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ بے شک میرا اللہ شفا دیتا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو سزا دیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے راہب کا پتہ بتا دیا۔ پھر راہب کو لایا گیا اور اس کو کہا گیا کہ تو اپنے دین سے پھر جا۔مگر اس نے انکار کیا۔بادشاہ نے آرا منگوا کر اس کے سر کو آرے سے دو حصوں میں کاٹ دیا۔ پھر بادشاہ کے ہم مجلس (وزیر) کو لایا گیا۔اس کو کہا گیا کہ تو اپنے دین سے پھر جا۔اس نے انکار کر دیا پس آرا اس کے سر پر رکھ کر اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ چنانچہ اس کے دونوں ٹکڑے اِدھر اُدھر گر پڑے۔ پھر لڑکے کو لایا گیا۔ اس کو بھی کہا گیا کہ تو دین سے پھر جا۔اس نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اس کو اپنے مصاحبین کی ایک جماعت کے سپرد کر کے حکم دیا کہ اس کو پہاڑ پر چڑھاؤ۔ جب تم پہاڑ کی بلند چوٹی پر پہنچ جاؤ پھر اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو بہتر ورنہ اس کو نیچے پھینک دو۔ وہ لوگ اس کو لے گئے اور پہاڑ پر چڑھایا۔اس لڑکے نے دعا کی: ''اے اللہ جس طرح آپ چاہیں ان کے مقابلہ میں مجھے کافی ہو جائیں''۔ پہاڑ پر لرزہ طاری ہوا جس سے وہ تمام لوگ گر پڑے اور لڑکا صحیح سلامت چلتا ہوا بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا اللہ میری طرف سے ان کیلئے کافی ہو گیا۔اس نے پھر اس کو اپنی ایک خصوصی جماعت کے سپرد کیا اور ان کو ہدایت کی کہ اس کو کشتی میں سوار کرو اور سمندر کے درمیان میں لے جا کر پوچھو! اگر یہ دین سے پھر جائے تو بہتر ورنہ سمندر میں پھینک دو۔ چنانچہ وہ اس کو لے گئے ۔اس لڑکے نے دعا کی: ''اے اللہ جس طرح آپ چاہیں ان کے مقابلہ میں میرے لئے کافی ہو جائیں''۔ چنانچہ کشتی اُلٹ گئی اور وہ سب ڈوب کر مر گئے ۔لڑکا پھر چلتا ہوا بادشاہ کے پاس واپس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے سوال کیا کہ تیرے ساتھیوں کا کیا معاملہ ہوا۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ ان تمام کیلئے میری طرف سے کافی ہو گیا۔ پھر اس نے بادشاہ کو مخاطب ہو کر کہا تو مجھے ہرگز قتل نہیں کر سکتا' جب تک کہ وہ طریقہ نہ اختیار کرے جو میں کہتا ہوں' بادشاہ نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا تو تمام لوگوں کو وسیع میدان میں جمع کر۔ پھر مجھے سولی دینے کیلئے ایک کھجور کے تنے پر چڑھاؤ اور ایک تیر میرے تھیلے میں سے لے کر اس کو کمان میں رکھ کر اس طرح کہو: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ ''میں اس اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے تیر مارتا ہوں''۔ پھر مجھے تیر مارو جب تم اس طرح کرو گے تو مجھے قتل کر سکو گے پس بادشاہ نے لوگوں کو ایک وسیع میدان میں جمع کیا اور تیر لے کر تیر کو کمان میں رکھا۔ پھر کہا: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ اور تیر اس کی طرف پھینک دیا۔ تیر اس لڑکے کی کنپٹی میں جا لگا۔لڑکے نے اپنا ہاتھ اپنی کنپٹی پر رکھا اور مر گیا۔لوگ اس پر پکار اُٹھے ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر ان لوگوں کو بادشاہ کے پاس لایا گیا اور بادشاہ کو بتلایا گیا کہ تو جس چیز سے خطرہ محسوس کرتا تھا وہ خطرہ تجھ پر منڈلانے لگا۔لوگ تو ایمان لے آئے۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ گلیوں کے کناروں پر خندقیں کھودی جائیں۔ وہ کھودی گئیں اور ان خندقوں میں آگ بھڑکا دی گئی۔ بادشاہ نے حکم دے دیا کہ جو اپنے دین سے نہ پھرے اس کو آگ میں جھونک دیا جائے یا اس کو کہا جائے کہ تو اس آگ میں گھس جا۔ پھر انہوں نے اسی طرح کیا۔حتیٰ کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کا بچہ تھا۔ وہ آگ میں گرنے سے کچھ ہچکچائی۔

لڑکے نے اس کو آواز دی اے اماں! تو صبر کر تو حق پر ہے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ذِرْوَةُ الْجَبَلِ: پہاڑ کی بلندی۔

الْقُرْقُوْرُ: ایک قسم کی کشتی۔

الصَّعِيْدُ: کھلی جگہ، چٹیل۔

الْأُخْدُوْدُ: کھائی، نالہ۔

أُضْرِمَ: بھڑکائی گئی۔

تَقَاعَسَتْ: توقف کیا، بزدلی دکھائی۔

**النحو**: عن صهيب: ① یہ خبر ہے۔ انّ: اپنے اسم وخبر کے ساتھ بالتاویل مبتداء ہے۔ ② اضمار قول پر انّ ہوگا۔ کَبِر: بوڑھا ہوگیا۔ با مکسور ہے مضموم نہ ہو تو تکبر معنی آتا ہے۔ اعلمه السحر: یہ جملہ مستانفہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ نجران کا بادشاہ تھا اور لڑکے کا نام عبداللہ بن تامر تھا (قرطبی) راھب: عیسائی عبادت گزار جو دنیا کے دھندوں سے الگ ہو کر اپنے زہد کی حفاظت کرنے والے تھے۔

فعد اليه: اس کے طرز و طریق کو پسند کرنے کی وجہ سے ترمذی کی روایت میں ہے کہ وہ لڑکا اس سے معبود کے متعلق سوال کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے بتا دیا تو لڑکے نے کہا: انی عبدالله۔ اذا اتی: ساحر کی طرف گزر کر جاتا۔ ترمذی کی روایت ہے کہ کاہن سے شکایت کی۔ اذا خشيت الساحر: ساحر تک پہنچنے میں میرے ہاں دیر کی وجہ سے۔

فقل حبسني: یہ اصلاح خصمین کے لئے کذب کی نظیر ہے یا مار کی وجہ سے حرام میں مبتلا ہونے سے بچنے کے لئے۔ خشيت اهلك: وہ ساحر کے ہاں سے لوٹنے میں دیر کی شکایت کریں۔ حبست الناس: لوگوں کو گزرنے سے اس کے خوف نے روک دیا بقول ترمذی یہ شیر تھا۔ اعلم: سے مراد میرے سامنے عملاً ظاہر ہو جائے گا۔

فاقتل هذه الدابه: پتھر لگنے پر تاکہ راہب کی پسندیدگی کی علامت مل جائے۔ حتى يمضى الناس: یہ سوال کی غایت یا علت ہے۔ فقتلها: یہ مجاز عقلی ہے فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں۔ مضى الناس: کہ اس لڑکے کی تعریف کرنے لگے یا لوگ رکاوٹ ہٹ جانے پر راستے پر چلنے لگے۔ فاخبره: کسی اچھی چیز کی دوسروں کو خبر جائز ہے جبکہ خود پسندی پیدا نہ ہو۔ قد بلغ من امرك: یعنی صدق اعتقادی اور کمال یقین۔ انك مستبتلى: ① یہ بطور کشف جان لیا تو یہ کرامت ہوئی۔ ② فراستہ ③ تجربۃً کیونکہ جو لوگوں کی عادات کی خلاف ورزی کرے اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ فان ابتليت: حرف شک لائے کیونکہ تینوں میں تخلف ہو سکتا ہے۔ ④ لڑکے پر معاملے کو ہلکا کرنے کے لئے تاکہ آزمائش سے پہلے ہی پریشان نہ ہو۔ الاكمه: پیدائشی نابینا، انتشار مجازی ہے۔ انی لا اشفی احدا: دوسرا جملہ مؤکدہ ہے۔ جب اللہ کے سوا کوئی شفاء دینے والا نہیں تو میں بھی شفاء دینے والا نہیں کیونکہ شفاء اسی کے پاس ہے۔ يشفي: کا مفعول حذف کر دیا ہے۔

الادواء: جمع داء: امراض۔ فاتاه: بادشاہ کا درباری لڑکے کے پاس آیا۔ ما هاهنالك: ما شداء تک خبر اور ها هنا صلہ ہے۔ فشفاك: جس طرح ایمان کے ساتھ معنوی اندھے پن سے شفاء دی اسی طرح جس اندھے پن سے بھی شفا دیں گے۔ فشفاه الله: اس کو شفاء ملی تو وہ ایمان لے آیا اس کا یقین بڑھ گیا۔ ترمذی کے الفاظ مختلف ہیں۔ كما كان يجلس: شفاء کے بعد

بادشاہ کی مجلس میں اس کا بیٹھنا اسی طرح تھا جیسا بیماری سے پہلے۔ یعذبہ: قسما قسم کی سخت سزا دینا۔ فجئی بالغلام: ضمیر کی بجائے ظاہر اسم لائے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ ضمیر جنس کی طرف راجع ہے۔

تفعل و تفعل: اس کے بہت زیادہ اعمال اور کثیر تصرفات سے کنایہ ہے۔

فابی: شدت سے انکار کرنا۔

منشار: آرہ۔ جس سے لکڑی چیری جاتی ہے۔ اشرت و نشرت: عرب کہتے ہیں۔ مفرق: بالوں کو دو حصوں میں بانٹنے کی جگہ۔ جئی بالغلام: لڑکے کو موخر کیا تاکہ اس سے عبرت حاصل کر کے لوٹ آئے۔ نفر: یہ مفرد مستعمل ہے تین سے دس تک جماعت کو کہا جاتا ہے۔ اصحابہ: بادشاہ کے غلام و خدام یا غلام کے ساتھی۔ اس سے مقصود ان کو زجر کرنا تھا تاکہ وہ اس میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ فان رجع: یہ شرط ہے اس کا جواب فاتر کو محذوف ہے۔ سیاق اس پر دلالت کرتا ہے۔ بما شئت: اپنی مرضی سے ما مصدریہ یا موصولہ ہے۔ رجف: حرکت میں آنا۔ جاء یمشی الی الملك: تاکہ اللہ تعالیٰ کی مدد کی علامت اس کو دکھائے شاید وہ گمراہی سے ہٹ جائے۔ کفافیھم اللہ تعالی: ان کی بدعملی نے ان کو گھیر لیا۔ قرقور: جمع قراقیر: بڑی کشتی۔ فانکفات بھم: ان سمیت الٹ گئی۔ فغرقوا: خواہ وہ ایک ہی کشتی میں تھے وہ تمام ڈوب گئے اور وہ بچہ بچ گیا یا لڑکے والی کشتی بچ گئی ڈبونے والی ڈوب گئی۔ وہ دوسری مرتبہ اس کو دوسری نشانی دکھانے آیا تاکہ وہ ایمان لائے مگر اندھوں کی آنکھیں کہاں دیکھتی ہیں۔

لن بقاتلی: خبر بالا کر ظاہر کیا کہ تم مجھے کسی حالت میں قتل نہیں کر سکتے۔ جذع: جمع جذوع کھجور کا تنا۔ ثم قل: میں ثم فا کے معنی میں ہے۔ یہ اس آیت کی طرح ہے: ﴿ثم افیضوا من حیث افاض الناس ...﴾ (کشاف)۔ باسم اللہ: ایسے مقام پر الف لاتے ہیں جس کو بسم اللہ میں کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کیا ہے۔ رب الغلام: لائے تاکہ بادشاہ لوگوں کو اپنی یا معبود کی خدائی کا وہم نہ ڈالے۔ جیسا اس آیت میں: ﴿قالوا امنا برب العالمین رب موسٰی و ھارون ......﴾ اذا فعلت: لڑکا پیغام توحید کو عام کرنا چاہتا تھا۔ فقال الناس: لوگ نشان وحدانیت دیکھ کر پکار اٹھے۔ قد و اللہ نزل بك: قسم کو قد اور مدخول کے درمیان لا کر تاکید کی گئی۔

السکك: جمع سکۃ راستہ افواہ سے مراد ابواب ہیں۔ فاقحموہ: زبردستی ڈال دو۔

صبی لھا: مصنف کا رجحان یہ ہے کہ اگرچہ وہ چھوٹا تھا مگر دودھ پینے کی عمر سے نکل چکا تھا۔ ابن قتیبہ نے سات ماہ کا بتلایا ہے۔ کلام کرنے والے اگرچہ صحیحین میں تین آئے مگر تعداد کا زیادہ ہونا روایت کے خلاف نہیں کیونکہ حصر مقصود نہیں حافظ سیوطی نے مندرجہ ذیل بچے ذکر کیے ہیں: ① حضرت محمدؐ ② یحییٰ ③ عیسیٰ و ④ ابراہیم علیہم السلام اور ⑤ مریمؑ ⑥ جریج والا بچہ ⑦ شاہد یوسفؑ ⑧ خندقوں والا بچہ ⑨ لونڈی کے پاس سے گزرنے والا ⑩ فرعون کے ہاں کنگھی کرنے والی عورت کا بچہ۔

تقاعست: اس نے توقف کیا اور اپنی جگہ پر نا پسند کرتے ہوئے رکی۔ صعید: وسیع زمین۔

**الفرائد:** صبر بڑی عظمت والی چیز ہے۔ اس میں ثابت قدمی اعلیٰ درجہ ہے۔ اگر جبر و اکراہ سے الفاظ کفر زبان سے نکال دیئے جبکہ دل ایمان سے مطمئن تھا تو یہ رخصت ہے جیسا کہ ابن کثیر نے روایت نقل کی کہ مسیلمہ کذاب نے دو آدمیوں کو اصحاب رسول میں سے پکڑ لیا۔ ایک نے جان بچانے کے لئے مجمل کلمہ کہا اسے چھوڑ دیا گیا۔ دوسرے نے جواب نہ دیا۔ اسے

قتل کروا دیا۔ آپؐ نے فرمایا ایک نے رخصت پر عمل کیا اور دوسرے نے کھل کر حق پر ثابت قدمی اختیار کی اس کو مبارک ہو۔

**غلاماً اعلمۃ:** ① فارغ البال ہونے کی وجہ سے حفظ میں تیز ہوتا ہے۔ ② اس میں یاد کیا ہوا بھولتا نہیں۔ ③ علم اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔

**تنبیہ:** اکراہ میں ایک بات یاد رکھنی چاہئے اگر مجبور عام آدمی ہو تو اسے اطمینان قلب کے ہوئے ہوئے کلمہ کفر زبان پر لانے کی رخصت ہے اور اگر وہ مقتدا ہو تو اسے کلمہ کفر زبان پر اکراہ کی صورت میں بھی لانا جائز نہیں کیونکہ اس سے بہت لوگوں ایمان کو چھوڑ جائیں گے۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (٣٠٠٥) والترمذي (٣٣٤٠) والنسائي في الكبرى (١١٦٦١ / ٦) وابن كثير في تفسيره (٧٧٨/٧٧٧/٤) وغيره في تفاسيرهم۔

**الفوائد:** ① وہ لڑکا اس قدر قوی الایمان تھا کہ ذرا نہ ڈگمگایا۔ ② اس لڑکے کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حرکت کا حکم دیا جس سے اس کا دشمن ہلاک ہو گیا۔ مضطر و مجبور کی دعا اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں خواہ وہ کوئی ہو۔ ③ عام لوگوں کی مصلحت کے لئے اپنے آپ کو پابند کرنے کا اجر ملے گا۔ کافر کے لئے خلود ابدی نار میں ہے مگر مؤمن کے بعض گناہوں پر خلود کا لفظ تشدید کے لئے لایا گیا ہے اس سے خلود موقت (ایسی ہمیشگی جس کا ایک وقت ہے) مراد ہے۔ واللہ اعلم۔ (الشرح)

٣١ : وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: "اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ" فَقَالَتْ :إِلَيْكَ عَنِّيْ ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ ، وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيْلَ لَهَا :إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ :إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ :تَبْكِيْ عَلٰى صَبِيٍّ لَهَا۔

٣١: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تُو اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ اس نے کہا مجھ سے ہٹ جاؤ! تمہیں میرے والی مصیبت نہیں پہنچی اور نہ تم اس کو جانتے ہو۔ اس عورت نے آپ ﷺ کو نہ پہچانا۔ جب اس کو بتلایا گیا کہ وہ آنحضرت ﷺ تھے تو وہ آنحضرت ﷺ کے دروازہ پر حاضر ہوئی اور وہاں کسی دربان کو نہ دیکھا تو کہنے لگی میں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ صبر (جو قابل اجر ہے) وہی ہے جو تکلیف کے آغاز میں کیا جائے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: وہ اپنے بچے کی قبر پر رو رہی تھی۔

**تشریح** ۞ **اتقی اللّٰہ واصبری:** اس کا رونا ناپسندیدہ مقدار تک پہنچا تھا تبھی آپؐ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوگی اگر تو صبر نہ کرے گی۔ صبر کرتا کہ تجھے ثواب ملے۔

**الیك:** یہ اسم فعل بمعنی ابْعَدْ ہے۔ **انك لم تُصب بمصیبتی:** دوسری روایات میں تم میری مصیبت سے خالی ہو یا تمہیں میری مصیبت کی پرواہ نہیں کے الفاظ وارد ہیں۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ فضل بن عباسؓ نے اسے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں یہ کون

تھے۔ اس نے نفی میں جواب دیا تو انہوں نے بتلایا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو وہ سنائے میں آ گئی۔ فلم تجد عنده بوابین: اس جملے کا فائدہ یہ ہے کہ اس نے خوف محسوس کر کے سمجھا شاید آپؐ کے دروازے پر بادشاہوں کی طرح دربان ہوں گے۔ (طیبی) جو ملاقات سے روکیں گے مگر یہاں معاملہ اس کے الٹ پایا۔ انما الصبر عند الصدمة الاولى: یہ جملہ حکیمانہ ہے گویا فرمایا تو معذرت چھوڑ میں ناراض نہیں مگر اپنے متعلق سوچ کر تو کتنے بڑے ثواب سے محروم ہو گئی۔ (طیبی)

ابن کثیر کہتے ہیں عورت جب احساس کر کے توبہ کرتی آئی تو آپؐ نے وضاحت فرمائی کہ کامل اجر تو اول وہلہ میں صبر کرنے سے ملتا ہے۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۱۲٤٦۰ / ٤) والبخاری (۱۲۵۲) وغیره و مسلم (۹۲٦) و ابوداود (۳۱۲٤) والترمذی (۹۸۸) والنسائی (۱۸٦۸) و فی عمل الیوم واللیلة (۱۰٦۸) و ابن حبان (۲۸۹۵) والبیهقی (۳ / ٦۵) والبغوی (۱۵۳۹)

**الفوائد:** ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و حسن خلق ملاحظہ کریں کہ اپنی ذات کے لئے اس سے انتقام نہیں لیا اور اس کو نرمی سے صبر و تقویٰ کی دعوت دی۔ ② اس کی نادانی و جہالت کی وجہ سے الیك عنی جیسے کلمہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معذور سمجھا۔ ③ جو شخص ضروریات مسلمین سے متعلق ہو اس کو بلا خاص ضرورت کے اپنے دروازے پر دربان نہ بٹھانے چاہئیں۔ ④ قبر کے پاس رونا صبر کے منافی ہے اس سے گریز کرنا چاہیے۔ (الشرح)

۳۲: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: "مَا لِعَبْدِی الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَآءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۳۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس مؤمن بندے کے لئے جس کی دنیا میں سب سے زیادہ محبوب چیز میں لے لوں پھر وہ اس پر ثواب کی نیت کرے اس کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں ہے۔ (بخاری)

**تشریح:** حدیث قدسی وہ ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف الہام رؤیت منام یا اور کسی کیفیت وحی سے دی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ سے اس کو تعبیر فرمایا ہو۔ اس کے الفاظ قرآن کی طرح نہ معجز ہیں نہ متواتر اسی لئے اس کے متعلق قرآن مجید کے چھونے پڑھنے کا حکم نہیں۔

صفیه: خالص محبت والا۔ یہ فعیل یا مفعول کے معنی میں ہے۔ قوی تعلق و رشتہ داری والا۔

الا الجنة: یہ قسم کو پورا کرنے کے لئے آگ سے گزرنے کے خلاف نہیں۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (٦٤٢٤) وفی الباب عن أنس عند النسائی (۱۸۷۰) و سیأتی برقم (۹۳۲)

**الفوائد:** ① زیادہ پسندیدہ چیز پر صبر کا زیادہ بدلا ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کے فضل کا اندازہ لگائیں کہ ہر چیز اس کی ملکیت ہے مگر بندے سے وہ جب جدا ہوتی ہے اور انسان اس میں ثواب کا امیدوار ہوتا ہے تو اپنے فضل سے اس پر بڑا بدلہ عنایت کرتا ہے۔

۳۳ :وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُوْنِ ، فَاَخْبَرَهَا اَنَّهُ كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مَنْ يَشَآءُ فَجَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ، فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ فِي الطَّاعُوْنِ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ اِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلَ اَجْرِ الشَّهِيْدِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۳۳: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا جس پر اللہ تعالیٰ چاہتا اس کو مسلط کرتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان والوں کے لئے رحمت بنا دیا جو مؤمن طاعون میں مبتلا ہوا اور وہ اپنے شہر میں صبر و ثواب سے ٹھہرا رہے اور وہ یہ جانتا ہو کہ اس کو وہی پہنچے گا جو اس کے نصیب میں لکھا جا چکا تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ الطاعون: الف لام عوض مضاف ہے۔ ای شان الطاعون: بغل کے نیچے نکلنے والی سیاہ دردناک پھنسی جس کے ساتھ خفقان قلب اور قے بھی ہوتی ہے۔ یہ وباء سے خاص ہے یہ جنات کے چھونے سے پیدا ہوتی ہے۔ في الطاعون: وہ طاعون میں مبتلا ہو یا اس کے شہر میں پڑے۔

مثل اجر الشهيد: اگر چہ بغیر طاعون وہ مر جائے جبکہ وہ ثواب کا امیدوار تھا اور تقدیر الٰہی سے یہ سمجھتا تھا۔ اسی طرح زمانہ طاعون کے بعد مرنے والا بھی شہید کا ثواب پائے گا۔

جیسا کہ ظاہر حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کیونکہ مؤمن کی نیت اس کے عمل سے زیادہ کامل ہے اور جوان حفاظت والا نہ ہو اگر چہ وہ طاعون سے مر جائے وہ شہید نہیں ہے۔

② طاعون پر صبر کرنے والا فتنہ قبر سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ یہ مرابط فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور اس کے متعلق مسلم میں واضح روایت ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۲۵۲۶۷ / ۹) والبخاری (۵۷۳٤)

**الفرائد**: جب انسان کسی زمین میں ہو جہاں طاعون نہ ہو تو وہاں نہ جائے اگر وہاں ہو تو وہاں سے نہ نکلے۔ اس کو فرار فائدہ نہ دے گا۔ طاعون والے کو شہید کے مثل اجر ملنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو نہایت قیمتی سمجھتا ہے۔ اس لئے وہ طاعون سے ڈر کر بھاگ جانا چاہتا ہے مگر جب وہ باقی رہا اور اجر کا امیدوار بنا اور یہ بات یقین سے معلوم کر لی کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے وہ اسے ملے گا تو اللہ تعالیٰ نے انعام کے طور پر اسے شہید جیسا بدلہ دے دیا۔ (الشرح)

۳۴ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۳۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ

جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں کے بارے میں مبتلا کر دوں اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے بدلہ میں جنت عنایت فرمائیں گے۔ مراد دو محبوب چیزوں سے اس کی دو آنکھیں ہیں۔ (بخاری)

**اَللّٰغٰت** یقول: یہ سمعت کے مفعول سے جملہ حالیہ ہے جو حکایت حال ماضی کے لئے لایا گیا ہے۔

**عزوجل:** اے عز شانہ و جل برھانہ: یہ قریب المعنی ہے۔

**ابتلیت عبدی:** مبتلی جیسا معاملہ کرتا ہوں کیونکہ ابتلاء تو وہ کرتا ہے جو عواقب سے ناواقف ہو اور اللہ تعالیٰ تو بکل شئی علیم ہے۔ ابتلاء خیر و شر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

**عوضته:** اس کے بدلے فائزین کے ساتھ جنت یا خاص مقامات جیسا اس آیت میں: ﴿ارضیتم بالحیاۃ الدنیا من الاخرۃ......﴾

**حبیبتیہ:** آنکھیں مراد ہیں جو کہ انسانی اعضاء میں محبوب ترین ہیں۔

**وجہ:** جنت بدلے میں ملنے کی وجہ یہ ہے کہ نابینا دنیا میں قیدی کی طرح ہے۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۲۳ / ۱۴۰ / ٤) والبخاری (۵۶۵۳) والترمذی (۲٤۰۸) والبیھقی (۳ / ۳۷۵)

**الفوائد:** نابینا جب صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بدلے میں جنت دیں گے کیونکہ آنکھ انسان کی محبوب چیز ہے جب وہ اللہ تعالیٰ نے لے لی اور انسان نے صبر کیا اور ثواب کی امید رکھی تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے بدلے میں جنت دی اور جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور نابینا آدمی کی حس و ادراک دوسروں کی نسبت بہت تیز ہوتی ہے یہ پہلا انعام ہے۔ (الشرح)

۳۵: وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رِبَاحٍ قَالَ: قَالَ لِی ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَلَاۤ اُرِیْكَ امْرَاَةً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ: بَلٰی قَالَ: هٰذِهِ الْمَرْاَةُ السَّوْدَآءُ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: اِنِّی اُصْرَعُ وَاِنِّیْ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ تَعَالٰی لِیْ قَالَ: اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یُعَافِیَكِ" فَقَالَتْ: اَصْبِرُ. فَقَالَتْ: اِنِّیْ اَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللّٰهَ اَلَّا اَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۳۵: حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک جنتی عورت دکھاؤں؟ میں نے عرض کی جی ہاں؟ انہوں نے فرمایا یہ کالی کلوٹی عورت آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی حضرت! مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میرا جسم برہنہ ہو جاتا ہے۔ آپؐ دعا فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو اس تکلیف پر صبر کر تو تیرے لئے جنت ہے اور اگر تو چاہتی ہے تو میں اللہ سے دعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تمہیں اس سے عافیت عنایت فرمائیں۔ اس نے عرض کی میں صبر کروں گی۔ پھر اس نے عرض کیا میں برہنہ ہو جاتی ہوں۔ آپؐ دعا فرمائیں کہ برہنہ نہ ہوں۔ آپؐ نے دعا فرما دی۔ (متفق علیہ)

**تشریح:** عطا بن ابی رباح کا نام ابو محمد القرشی ہے۔ عطاء نے حضرت عائشہ صدیقہؓ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایات لی

ہیں۔ان سے اوزاعی ابن جریج ابوحنیفہ اورلیث نے روایات لی ہیں اوراصحاب ستہ نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔۸۰ سال عمر پائی ۱۱۵ یا ۱۱۴ میں وفات پائی۔

الا: ادات عرض سے ہے۔اریك امرأة: روایت بصری مراد ہے۔اسی سے مفعول لائے۔المرء ة السوداء: اس کا نام سعیرہ اورکنیت ام زُفر۔فقالت: بلاکم وکاست اپنی بیماری بتلانے لگی تاکہ بیماری کے لئے آپ سے دعا کروائے۔انکشف: یعنی مرگی سے میرا بعض بدن کھل جاتا ہے۔فادع اللّٰہ لي: اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں تاکہ ستر کھل جانے والی مرگی مجھ سے دور ہو جائے۔

النحو: ان شئتِ صبرتِ: صبرتِ إن شئتِ کا مفعول ہے۔اس مرض پر صبر کا ثواب ہے یا صبرتِ جواب شرط ہو اور شاء کا مفعول محذوف ہو۔ اسی ان شئت جزیل الاجر صبرتِ یہی اعراب إن شئت دعوت اللّٰه تعالیٰ ان یعافیك میں ہیں۔

فقالت: اس نے کثرت ثواب کیلئے صبروآزمائش کو قبول کرتے ہوئے کہا: اصبر: میں مرگی میں صبر کروں گی۔یہ نفس کا حق ہے اور ستر کھل جانے میں اللہ تعالیٰ کا حق ضائع ہوتا ہے اسکے ازالہ کے لئے دعا فرمادیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمادی۔

فائدہ: احادیث باب سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ مصیبت پر بغیر اجروثواب کی امید کے اجر نہیں ملتا۔مزید تفصیل کے لئے شرح الاذکار ملاحظہ کریں۔

تخریج: أخرجه البخاري (٥٦٥٢) و مسلم (٢٥٧٦)

الفرائد: اہل جنت کی قسمیں: ① وہ مؤمن جن کے اوصاف جمیلہ کو دیکھ کر کہا جاتا ہے کہ یہ جنتی ہے۔② جن کے متعلق رسول اللہؐ نے جنتی ہونے کی خبر دی وہ ایسے جنتی ہیں جن کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔یہ عورت بھی انہی میں سے تھی۔

صرع کی دو قسمیں ہیں: ① مرض کی وجہ سے ② مس شیاطین سے۔یہ قسم خود قرآن وسنت سے ثابت ہے جیسا ارشاد الٰہی ہے: ﴿الذین یأکلون الربا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس﴾ احادیث مسنداحمد کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفر میں ایک عورت مصروعہ بچہ لائی آپ کے مخاطب کرنے سے وہ جن نکل گیا۔ بچے کی والدہ نے خوش ہوکر آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔اس صرع کا علاج آیت الکرسی اورمعوذات سے کیا جائے۔ (الشرح)

۳۶ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَحْکِیْ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِمْ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ وَهُوَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۳۶: حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ بیان کرتے سامنے دیکھ رہا ہوں کہ جس کو اُن کی قوم نے مار کر لہولہان کردیا اور وہ اپنے چہرے سے خون کو صاف کرکے یوں فرمارہے تھے۔اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ''اے اللہ میری

قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتے"۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ✿ عبداللہ بن مسعود بن غافل الہذلی: انہوں نے زمانہ جاہلیت میں عبدالحارث بن زہرہ کے حلیف تھے۔ یہ چھٹے قدیم الاسلام تھے۔ عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے پاس سے گزر ہوا۔ معجزہ دیکھ کر اسلام لائے۔ پھر حبشہ پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی تمام غزوات میں شرکت کی دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قریب کرتے ان سے محبت کرتے تھے۔ یہ صحابہ میں صاحب سر رسول اللہ کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کی مسواک جوتا مبارک اور پانی کا لوٹا سفر میں انہی کے پاس ہوتا۔ ان کے متعلق نبوت کے ہونٹوں سے اس طرح بشارت نکلی۔

رضیت لامتی ما رضی لها ابن ام عبد وسخطت لها ما سخط لها ابن ام عبد: یہ طرز و انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔ خلافت فاروقیؓ میں کوفہ کے قاضی رہے۔ خلافت عثمانی کے ابتدائی دور میں بھی۔ پھر مدینہ لوٹ آئے اور وہیں ۳۲ھ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ۶۰ سے زائد تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان پر رات ہی کو نماز جنازہ پڑھی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ آپ نے ان کو جنازے کی وصیت کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان بھائی چارہ کرادیا تھا۔ مرویات ۸۴۸ ہیں۔ بخاری ومسلم نے ۶۴ کی تخریج کی۔ ۲۱ میں بخاری منفرد اور ۳۵ میں مسلم منفرد ہیں۔

کانی انظر: سے کمال استحضار کی طرف اشارہ ہے۔ بقول مجاہد یہ رسول نوح علیہ السلام ہیں۔ مگر حافظ ابن حجر نے بنی اسرائیل کا کوئی پیغمبر قرار دیا ہے۔ یحکی: جملہ حالیہ ہے جو ماضی کی مضارع سے تعبیر کر رہا ہے۔ ضربه قومه فادموه: ① یحکی کا بیان ہے۔ ② یہ بیان حکایت ہے۔ پس فعل کی حکایت ہوئی۔ ای الی بفعل مثل فعل ذلك النبی المحکی فعله: یعنی قوم نے ایسا فعل کیا جو اس پیغمبر کے ساتھ کیا گیا جو اس واقعہ کو بیان کر رہے ہیں۔

هو وہ پیغمبر جن کے متعلق بیان ہوا یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللهم اغفر لقومی فانهم لا یعلمون: اس جملے میں کئی حکمتیں ہیں: ① آپ خون پونچھ رہے تھے تاکہ زمین پر گرنے کی وجہ سے قوم پر عذاب نہ ٹوٹ پڑے۔ ② آپ ﷺ قوم کی جہالت کا جواب دعا غفران ذنب سے دیا۔ ③ ان کے برے سلوک کا سبب ان کی جہالت بتلائی۔

**لطیفه** ☆: ایک شیخ صالح کو کسی فوجی نے کوڑا مارا وہ ان کو نہ جانتا تھا۔ معلوم ہونے پر معذرت کے لئے آیا تو آپ نے فرمایا تیرا یہ کوڑا میرے جنت کے داخلے کا سبب بنا تو میں نے کہا کہ تو بھی اس کی وجہ سے عذاب میں نہ پڑے اس فوجی نے فوراً اپنی حماقت سے توبہ کی۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۳۶۱۱ / ۲) والبخاری (۳٤۷۷) وغیرہ و مسلم (۱۷۹۲) و ابن ماجه (٤٠٢٥) و أبو یعلی (۵٠۷۲) وغیرہ و ابن حبان (٦۵۷٦)

**الفوائد**: ① انسان ضرب پر غضبناک ہو کر انتقام پر اتر آتا ہے اور یہ داعی مغفرت کی دعا کر رہا ہے۔ اس میں دین پر آنے والی ایذاء پر صبر کا شاندار نمونہ ہے۔ صدیق اکبر ایک شعر بھی اس کی تمثیل بیان کر رہے ہیں:

هل انت الا اصبع دمیت ☆ وفی سبیل الله ما لقیت

کانی انظر: یہ ضبط کا شاندار اسلوب ہے جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قائم فرمایا۔ (الشرح)

ایذاء فی سبیل : پر صبر سے درجات میں بلندی اور دعوت میں نقص کی تکمیل ہوتی ہے۔

۳۷ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حَزَنٍ وَّلَا اَذًی وَّلَا غَمٍّ، حَتَّی الشَّوْکَةُ یُشَاکُهَا اِلَّا کَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَایَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَ "الْوَصَبُ" : الْمَرَضُ۔

۳۷: حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، غم، رنج، دکھ اور تکلیف پہنچتی ہے حتیٰ کہ وہ کانٹا بھی جو اس کو چبھتا ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی غلطیاں معاف فرماتے ہیں۔ (متفق علیہ)

اَلْوَصَبُ: بیماری

**تشریح** ۞ **ما یصیب المسلم**: مسلمان کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آخرت کا ثواب ایمان پر ہی ملے گا۔

نَصَب: تھکاوٹ۔ وَصَبٌ: دائمی درد۔ شدید مرض۔ دکھ تقدیر پر ناراضگی تک لے جاتے ہیں۔ مترادف الفاظ لا کر اس خطرناک موڑ سے بچانا مقصود ہے تاکہ کثرت ثواب اس کا سبب بن جائے۔

**ولاھم ولا حزن**: ان میں فرق یہ ہے کہ ھم مستقبل کا غم اور حزن: ماضی پر غم کو کہا جاتا ہے۔ اذی: جو چیز نفس کو نہ بھائے۔ غم: وہ حزن جو ڈھانپ لے۔

**النحو** : حتی: ابتدائیہ یا عاطفہ یا الی کے معنی میں ہے۔

**یشاکھا** : یہ خبر یا حال ہے اور ضمیر بارز مفعول ثانی ہے۔

**الا کفر اللّٰه**: احوال مقدرہ سے استثناء ہے۔

**من خطایاہ**: یہ من تبعیضیہ ہے کیونکہ بعض گناہ بغیر توبہ معاف نہیں ہوتے۔

**فائدہ**: انسان کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ دو نقصان اپنے حق میں جمع نہ کرے: ① ایذاء ② تفویت ثواب بلکہ مرفوع روایت میں وارد ہے: "المصاب من حرم الثواب"۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۸۴۳۲ / ۳) والبخاری (۵۶۴۱) وغیرہ و مسلم (۲۵۷۳) والترمذی (۹۶۶) و ابن حبان (۲۹۰۵) والبیهقی (۳ / ۳۷۳)

**الفوائد** : دنیا میں انسان ہمیشہ سرور و خوشحالی کی حالت میں نہیں رہ سکتا بلکہ دکھ و مصائب کا نشانہ بننا پڑے گا۔ کبھی ادھر سے تکلیف کبھی اُدھر سے۔ کبھی بدن کی تکلیف، کبھی قلبی تکلیف، کبھی اہل و عیال کی تو کبھی دوست و احباب کی لیکن مؤمن اگر صبر و شکر سے کام لے تو ہر حالت خیر والی ہے۔ تکالیف سے گناہ گرتے ہیں۔ صبر و احتساب ہو تو اجر بھی ملتا ہے۔ (الشرح)

۳۸ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ وَهُوَ یُوْعَكُ فَقُلْتُ : یَا

رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا قَالَ اَجَلْ اِنِّیْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ" قُلْتُ: ذٰلِكَ اَنَّ لَكَ اَجْرَيْنِ؟ قَالَ اَجَلْ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهُ اَذًى شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا سَيِّئَاتِهٖ وَحُطَّتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهُ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَ "الْوَعْكُ": مَغْثُ الْحُمّٰى وَقِيْلَ: اَلْحُمّٰى۔

۳۸: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کو بخار تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو سخت بخار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا یہ اس لئے کہ آپ ﷺ کو اجر بھی دو ملتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں۔ یہ اسی طرح ہے جس مسلمان کو کوئی کانٹا یا اس سے بڑھ کر کوئی تکلیف پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس سے اس کا گناہ مٹاتے ہیں اور اس کے گناہ اس سے اس طرح گرتے ہیں جس طرح درخت اپنے پتے گراتا ہے۔ (متفق علیہ)

اَلْوَعْكُ: بخار کی تکلیف یا بخار۔

**تشریح** ۞ توعك: بخار آنا۔

**النحو**: اجل: یہ بھی نعم کی طرح ہے مگر بقول اخفش یہ تصدیق کے لئے نعم سے زیادہ خوبصورت ہے اور استفہام میں نعم اور اس سے بہتر ہے۔

**كما يوعك الرجلان منكم**: ① اس میں احتمال ہے کہ ان کا بخار ان کے بخار سے زیادہ درجہ کی بلندی کو بڑھانے والا ہے جیسا کہ ان کے مرتبہ کا تقاضا ہے جیسا فرمایا: اشدكم بلاء الانبياء ورنہ تو آپ ﷺ کا بخار دو کے بخار جیسا نہیں۔ **ذلك**: سے دوگنا اجر۔ كذلك: دوگناہ مرض کی طرح ہے۔

مگر بیہقی کی روایت مقدار بخار میں اضافہ کو ظاہر کر رہی ہے۔ **فوجدت حرارة الحمٰى فوق القطيفة**۔ **مغث الحمّى**: بخار کی حرارت۔ یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ مصائب پر اجر کے لئے امید ثواب اور صبر ضروری ہے۔ فتدبر۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۳٦۱۸/ ۲) والبخاری (۵٦٤۷) وغيره ومسلم (۲۵۷۱) والدارمی (۳۱٦/۲) و ابن حبان (۲۹۳۷) والبيهقی (۳ / ۳۷۲) والبغوی فی المرقاة (۱٤۳۱) وغیرہ۔

**الفوائد**: مصائب و آلام کی دو قسمیں ہیں: ① اگر اجر کی امید کرے اور صبر کرے تو اجر عظیم بھی ملتا ہے اور گناہ بھی مٹائے جاتے ہیں۔ ② اگر اجر کی امید نہ ہو اور صبر بھی نہ کرے تو سیئات مٹائی جاتی ہیں البتہ اجر سے محرومی رہتی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ کانٹا چبھنے پر بھی ثواب کا امیدوار بنے۔ واللہ اعلم۔ (الشرح)

۳۹: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

وَضَبَطُوْا "يُصِبْ": بِفَتْحِ الصَّادِ وَكَسْرِهَا۔

۳۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو تکلیف میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ (بخاری)

لفظ دونوں طرح ہے: یُصَبْ۔

**تشریح** ۞ **یُصَبْ منه:** بدن یا مال یا محبوب کو تکلیف پہنچے۔ ارشاد نبوت ہے: **المؤمن لا یخلو من عِلّةٍ او قِلّة او ذِلّةٍ:** اس میں وقتی خیر تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا اور انجام کے لحاظ سے خیر ہے کہ گناہ مٹائے جاتے اور نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

**تخریج:** اخرجه مالك (۱۷۵۲) وأحمد (۷۲۳۹ / ۳) والبخاری (۵٦٤٥) والقضاعی فی الشهاب (۳٤٤) وابن حبان (۲۹۰۷) والبغوی فی المرقاة (۱٤۲۰)

**الفوائد:** ① اس روایت میں مؤمن کو بڑی بشارت دی گئی ہے کہ اس کی ہر تکلیف باعث اجر ہے۔ ② امراض او جاع آرام بدنیہ ہوں یا قلبیہ اس سے مسلمان کے گناہ معاف ہوتے ہیں یا بلندیٔ درجات کا باعث بنتا ہے۔

۴۰: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ اَصَابَهُ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّیْ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص تکلیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اگر اسے کرنا ہی ہو تو یوں کہے: اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّیْ اے اللہ مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میں میرے لئے خیر ہے اور مجھے موت دے جب موت میں میرے لئے بہتری ہو۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ **لا يتمنين:** یہ تعبیر ظاہر کرتی ہے کہ حصول موت محال ہے۔ آگے بڑھنے والی ہمتیں موت کی دیواروں کو پھاند نہیں سکتیں، تمنا موت مکروہ تنزیہی ہے۔

**لضر اصابه:** ضر نفع کا عکس ہے۔ یہ تکلیف خواہ اپنی ذات میں پہنچے یا مال میں یا اس کو جو اس کے ماتحت ہو وغیرہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ قضاء پر راضی نہ ہو اور جزع فزع کر رہا ہو۔ البتہ رب العالمین کی ملاقات میں شوق سے تمنا کرنے والا یا شہادت فی سبیل اللہ یا حرمین میں دفن کی تمنا کرنے والا یا دین میں فتنہ کے خطرہ والا کرے تو وہ ممانعت میں شامل نہیں اور جن لوگوں سے موت کی تمنا وارد ہوئی ہے وہ اسی پر محمول کریں گے۔ **فان کان:** اگر دکھوں کی وجہ سے۔ **لابد:** لا محالہ کرنا پڑے۔ **فاعلا:** ان دنیوی تکالیف کی بناء پر جو وہ برداشت کر رہا ہے (اگر اس نے موت کی تمنا کرنی ہے) اگر ان کی حقیقت کھول دی جائے تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھے اور اگر اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اپنی قوت و اختیار سے نکلنے کے علاوہ کچھ بھی نہ ہو تو یہی کافی ہے اور یہاں تو اس سے خطائیں بھی معاف ہو رہی ہیں اور درجات کی بلندی بھی مل رہی ہے۔

**اللھم:** یہ یا اللہ ہے میم حرف نداء کے عوض لائے۔ **خیر الی:** کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندیوں کی توفیق پالوں اور ذلت و غفلت

اور بھول چوک سے محفوظ رہوں۔

**مسلک صوفیاء**: اس حدیث طُوبیٰ لِمَنْ طَالَ عُمرُہ و حَسُنَ عملہٗ کو سامنے رکھ کر طویل عمر کی دعا کرنا تو یہ حسن عمل حصول امید حاصل کرنے کے لئے افضل ہے یا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق اور حصول لقاء کے لئے موت کی تمنا کرنا جبکہ یہ روایت بھی وارد ہے: من احب لقاء اللّٰہ حب اللّٰہ لقاءہٗ افضل ہے اور یہ خطرہ منڈلا رہا ہے کہ مشقتوں میں مبتلا ہو کر فتنے میں نہ پڑ جائے۔ قول مختار یہ ہے کہ تفویض و تسلیم ہی مختار ہے جیسا کہ روایت میں وارد ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۱۲۰۱۵/ ٤) والبخاری (۵٦۷۱) وغیرہ و مسلم (۲٦۸۰) والنسائی (۱۸۱۸) والقضاعی فی مسند الشھاب (۱۹۳۷) و ابن حبان (۲۹٦٦) والبیھقی (۳ / ۳۷۷) والبغوی فی المرقاۃ (۱٤٤٤)

**الفوائد**: ① جب کوئی ضرر و تکلیف آئے تو تمنائے موت کی بجائے اس طرح کہے: ''اللھم اعنی علی الصبر'' موت نہ مانگے بسا اوقات موت اس کے لئے بری ہوتی ہے۔ ② موت کی تمنا کرنا تقدیر سے انسان کی اکتاہٹ کو ظاہر کرتا ہے جبکہ مؤمن کو تقدیر پر پختہ بھروسہ کرنا چاہئے بسا اوقات موت مانگنے سے توبہ سے محرومی ہو جاتی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ کسی تکلیف پہنچنے پر موت کی تمنا نہ کرے بلکہ اس پر ثواب کا امیدوار رہے اور صبر کرے تو اس کی سیئات مٹادی جائیں گی۔ مؤمن کی تو ہر دو حالتیں خیر ہیں خواہ خوشحالی ہو یا تنگدستی۔ ③ جب موت کی تمنا دکھوں کی وجہ سے ممنوع ہے تو اپنے آپ کو قتل کرنے والا اس کی سزا کیوں نہ ہوں گی۔ جس آلہ سے اس نے اپنے آپ کو قتل کیا اسی مثل سے دوزخ میں سزا پائے گا۔ اعاذ اللہ منہ۔ (الشرح)

۴۱: وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: شَکَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَۃً لَّہٗ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَۃِ فَقُلْنَا اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلَا تَدْعُوْ لَنَا؟ فَقَالَ قَدْ کَانَ مِنْ قَبْلِکُمْ یُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَیُحْفَرُ لَہٗ فِی الْاَرْضِ فَیُجْعَلُ فِیْھَا ثُمَّ یُؤْتٰی بِالْمِنْشَارِ فَیُوْضَعُ عَلٰی رَأْسِہٖ فَیُجْعَلُ نِصْفَیْنِ، وَیُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِیْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِہٖ وَعَظْمِہٖ مَا یَصُدُّہٗ ذٰلِکَ عَنْ دِیْنِہٖ، وَاللّٰہِ لَیُتِمَّنَّ اللّٰہُ ھٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یَسِیْرَ الرَّاکِبُ مِنْ صَنْعَآءَ اِلٰی حَضْرَمَوْتَ لَا یَخَافُ اِلَّا اللّٰہَ وَالذِّئْبَ عَلٰی غَنَمِہٖ، وَلٰکِنَّکُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ: وَھُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَۃً وَقَدْ لَقِیْنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ شِدَّۃً۔

۴۱: حضرت ابوعبداللہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں شکایت کی جبکہ آپ ﷺ بیت اللہ کے سایہ میں ایک چادر کا تکیہ بنا کے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا! آپ ﷺ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کیوں نہیں فرماتے۔ ہمارے لئے دعا کیوں نہیں فرماتے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم سے پہلے لوگوں کو زمین میں گڑھا کھود کر اس میں گاڑ دیا جاتا۔ پھر آرا لے کر اس کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا اور لوہے کی کنگھیوں سے اس کے گوشت اور ہڈیوں کے اوپر والے حصے کو چھیدا جاتا مگر یہ تمام تکالیف اس کو دین سے نہ روک سکتیں۔ قسم بخدا! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور غالب فرمائے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضرموت

تک اکیلا سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا اور نہ بھیڑیے کا ڈر ہوگا اپنی بکریوں پر۔ لیکن اے میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) تم جلدی سے کام لیتے ہو۔ ایک روایت میں مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَّہٗ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چادر سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور ہمیں مشرکین کی طرف سے (ان دنوں) تکالیف پہنچ رہی تھیں۔ (بخاری)

**تشریح** ⊙ حضرت خباب کی کنیت ابوعبداللہ' ابومحمد ابو یحییٰ بتلائی گئی ہے۔ یہ جناۃ بن تمیم کی اولاد سے ہیں' نسباً تمیمی' ولاءً خزاعی' بنوزہرہ کے حلیف ہیں کیونکہ ان کی مالکہ ام انمار بنت سباع خزاعیہ' بنوزہرہ کے عوف بن عبداللہ بن عوف کی حلیف تھی۔ یہ سابقین فی الاسلام ہیں۔ یہ چھٹے اسلام لانے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر ان کو بڑی تکالیف آئیں۔ بقول مجاہد جنہوں نے سب سے پہلے اپنا اسلام ظاہر کیا یہ ان میں سے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم' ابوبکرؓ خباب' صہیب' بلال' عمار' ام عمار۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حفاظتی آڑ ابوطالب اور ابوبکر کے لئے بنوتمیم ہے مگر بقیہ کو لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈال کر تکلیف پہنچائی گئی۔

امام شعبیؒ کا قول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پہنچنے والی تکالیف دریافت کیں تو کہنے لگے امیر المومنین بس میری پشت کو دیکھ لیں "عیاں راچہ بیان" عمر کہنے لگے آج تک میں نے ایسی پشت نہیں دیکھی۔ خباب کہنے لگے آگ کے دہکتے کوئلوں پر مجھے لٹا دیا جاتا کوئلے میری چربی سے بجھتے۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ ہجرت کے بعد تمیم مولیٰ حراش بن صمہ سے بھائی چارہ کرا دیا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جبیر بن عتیک اور ان کا بھائی چارا ہوا۔ یہ سخت بیمار ہوئے۔ ان کو سات داغ دیئے گئے۔ کہنے لگے اگر موت کی تمنا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ کیا ہوتا تو میں ضرور دعا کرتا۔ یہ کوفہ میں مقیم ہوئے وہیں ۳۷ھ میں وفات پائی۔ صحابہؓ میں یہ پہلے شخص ہیں جن کو کوفہ کے بالائی جانب دفن کیا گیا۔ مرویات ۳۲ ہیں تین متفق علیہ ہیں۔ دو میں بخاری منفرد اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ تمام اصحاب سنن نے ان سے روایات لی ہیں۔

جب ان کی موت کا اعلان ہوا تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خبابؓ پر رحمت کرے' رغبت سے اسلام لائے' اللہ تعالیٰ کے حکم کو مانتے ہوئے ہجرت کی۔ زندگی جہاد میں صرف کر دی۔ جسمانی بیماری میں مبتلا ہوئے' جو ایسے خوب عمل کرنے والا ہو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو ضائع نہیں فرماتے۔

**شکونا الی رسول اللّٰه:** سے کفار و مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ایذائیں مراد ہیں۔ جیسا دوسری روایات میں ہے۔
**متوسد بردة له:** چادر کو سر مبارک کے نیچے رکھنے والے تھے۔

**النَّحْوُ** : **بردة جمع البُرد:** جمع ابراد' ابرد۔ یہ رسول اللہ سے حال ہے **بعد فی ظل الکعبہ:** یہ متوسد کی ضمیر سے حال ہے۔ **مثلنا:** یہ بیان شکوہ ہے۔ **الا تدعو النا:** وہ ہم سے ہاتھ روک لیں اور دکھ نہ دیں اور اللہ تعالیٰ ہماری نصرت فرمائے۔
**یوخذ الرجل:** ان میں سے ایمان والے کو ایمان سے ہٹانے کے لئے پکڑ کر سزا دی جاتی مگر وہ نہ لوٹتا۔
**فیحضر له فی الارض:** ① دوسرا ظرف حال یا ② محضر کا صلہ ہے' ③ مبنی للفاعل ہو سکتا ہے۔ **یمشط بامشاط:** کنگھی سے چھیدا جاتا۔ یعنی سزا دی جاتی۔ **ما دون لحمه و عظمه:** گوشت اور ہڈیوں کے علاوہ تاکہ زیادہ تکلیف کی وجہ سے وہ ایمان سے پھر جاتے۔ **ما یصده:** نہ روکتی یا پھیرتی۔

**ذلك:** اس کا مشار الیہ عذاب کی مختلف اقسام ہیں۔ اشارہ بعید اس لئے استعمال کیا کہ مشار الیہ معبد کی طرح دوزمانوں کی

مستعمل نہیں۔ عن دینہ: اپنے دین سے یعنی اس پر ثابت قدمی سے۔ اس میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو دین پر کر کے تکالیف برداشت کرتے ہیں اور اکراہ کی صورت میں زبان پر کلمہ کفر نہیں لاتے خواہ ایسے وقت میں جائز ہو۔ و اللّٰہ: جس کے لئے کی ضرورت ہو وہاں یہ کلمہ حلف لایا جاتا ہے۔

**ھذا الامر**: یہ نصب کی صورت میں مفعول اور رفع کی صورت میں فاعل ہے۔ یہ معاملہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔

**الراکب**: اس سے مراد جنس سوار ہے یا یہ مفہوم ہو کہ جب ایک سوار کا یہ حال ہوگا تو زیادہ خود سمجھ لئے جائیں۔ **صنعاء**: یہ یمن کا شہر ہے یا شام کا۔ **الی حضر موت**: یہ یمن کے قریب ہے اس لئے صنعاء یمن مراد ہونا بہتر ہے۔

**لا یخاف احداً**: یہ یسیر کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام کی وجہ سے امن چمن ہوگا اور مسافر کو بھی دین سے پھلانے کی کسی کو جرأت نہ ہوگی اور اسباب عادیہ میں بھی اس قدر اطمینان ہوگا کہ بھیڑیے کا بکریوں چور کا اپنے سامان کے متعلق کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ اسلام تو تمام ادیان پر غالب ہو کر رہے گا مگر **تستعجلون**: تم جلدی چاہتے ہو اور ہر چیز کا علم الٰہی میں ایک وقت ہے اس سے پہلے نہیں ہو سکتی اور اس سے مؤخر بھی نہ ہوگی اور یہ اسی طرح واقع ہوا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ یہ علامات نبوت میں سے ہے۔

**ایک استدراک** ☆: یہ روایت اس واقعہ کے خلاف نہیں کہ خباب بن ارتؓ کی مالکہ کو خباب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بتلائی تو وہ گرم لوہے سے ان کے سر کو داغ دینے لگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ خباب کی مدد فرما۔ چنانچہ ام انمار کے سر میں درد چل پڑا اور وہ کتوں کی طرح بھونکتی تھی۔ اس کا علاج سر کو گرم لوہے سے داغ دینا بتلایا گیا۔ خباب رضی اللہ عنہ گرم لوہا لے کر اس کے سر کو داغتے تھے اللہ تعالیٰ نے نقد مدد فرمائی۔ متعدد واقعات متعدد احوال پر محمول ہیں۔

**لقینا**: سے ضعفاء مسلمان۔ **عشرۃ**: اس میں تنوین تعظیم کے لئے ہے یعنی سخت تکلیف کفار حضرت بلالؓ کو دھوپ میں لٹا کر سینے پر پتھر رکھ دیتے اور خبابؓ کو کوئلوں پر لٹاتے۔ ام عمار سمیہ کو دو اونٹوں سے باندھ کر ہلاک کر دیا۔ یہ تکالیف ان عظیم ہستیوں پر ان کے کمال استعداد کی وجہ سے ان کے بلندی درجات کی خاطر آئی۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ سب سے زیادہ تکالیف برداشت کرنے والے انبیاء پھر جو ان کے ساتھ زیادہ مماثلت والا ہو اور مراتب کے مطابق ابتلاء وہ ان مصائب پر دل و جان سے راضی تھے۔ مگر اس معاملے میں اس قدر سنگین صورتِ حال پیدا ہوگئی کہ ان میں سے بعض کو سزا کے لئے اپنے کفار اقارب کے سپرد کر دیا گیا اور وہ اس بات پر راضی تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی خاطر تکالیف دی جا رہی تھیں۔ ان کی یہ شکایت ہرگز دین سے اکتاہٹ کی بناء پر نہ تھی؛ بلکہ وہ اس بناء پر تھیں کہ تکالیف سے بچ کر عبادت کے لئے اپنے آپ کو خوب فارغ کر سکتے ہیں اور کمال سعادت کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا: انتہائی ادب کا تقاضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد اور رضا بالقضاء پر صبر کیا جائے۔

بس اصل راحت محب کے لئے اسی میں ہے کہ محبوب کے فیصلوں میں راحت محسوس کرلے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۷ / ۲۱۱۳۰) والبخاری (۳۶۱۲) و ابو داود (۲۶۴۹) والنسائی (۵۳۳۵) وابن حبان (۲۸۹۷) والطبرانی (۴ / ۳۶۳۸) والبیهقی (۶/۵)

**الفوائد**: ① یہ روایت اعلام نبوت میں سے ہے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اسی طرح واقعہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دین

حق کو غلبہ دے کر ہر طرف امن کی فضائیں بنادیں۔ ⑥ کفار کی طرف سے آنے والی ایذاؤں پر صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ سے کشادگی کا انتظار کرنا چاہیے۔ جلد جوش میں آ کر ایسے افعال نہ کر ڈالے جس سے امت مسلمہ کو نقصان پہنچے۔ بلکہ بڑے منظم طریق کار سے چلا جائے تاکہ منافقین و کفار کو بھڑکا کر اپنے مقاصد حاصل کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ ⑦ برائی سے خاموشی اختیار نہ کرنی چاہیے بلکہ انتظام اور حسن تصرف سے چلنا چاہیے۔ تدابیر سے کفار کی راہوں کو بند کرنا چاہیے۔ واللہ خیر الماکرین۔
(الشرح)

۴۲: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَاسًا فِي الْقِسْمَةِ: فَأَعْطَى الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِّنَ الْإِبِلِ ' وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ مِثْلَ ذٰلِكَ ' وَأَعْطَى نَاسًا مِّنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ وَآثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ۔ فَقَالَ رَجُلٌ: وَاللّٰهِ إِنَّ هٰذِهِ قِسْمَةٌ مَا عُدِلَ فِيْهَا وَمَا أُرِيْدَ فِيْهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ لَأُخْبِرَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ ' فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَانَ كَالصِّرْفِ۔ ثُمَّ قَالَ: فَمَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ؟ ثُمَّ قَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ أُوْذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ۔ فَقُلْتُ: لَا جَرَمَ لَا أَرْفَعُ إِلَيْهِ بَعْدَهَا حَدِيْثًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
وَقَوْلُهُ "كَالصِّرْفِ" هُوَ بِكَسْرِ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ: وَهُوَ صِبْغٌ أَحْمَرُ۔

۴۲: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حنین کا دن تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم غنائم میں کچھ لوگوں کو ترجیح دی۔ اقرع بن حابس کو سو اونٹ عنایت فرمائے۔ عیینہ بن حصن کو بھی اتنے ہی عنایت فرمائے اور عرب کے بعض دیگر سرداروں کو بھی اسی طرح دیئے اور ان کو تقسیم غنائم میں ترجیح دی۔ ایک آدمی نے کہا قسم بخدا! یہ ایسی تقسیم ہے جس میں عدل نہیں کیا گیا اور نہ اللہ کی رضامندی پیش نظر رکھی گئی ہے۔ میں نے کہا کہ میں اللہ کے رسول کو ضرور اس کی خبر دوں گا۔ چنانچہ میں نے حاضر خدمت ہو کر اس شخص کی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نقل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک یہ سن کر متغیر ہو گیا۔ گویا کہ وہ سرخ رنگ کی طرح ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ اور اس کا رسول عدل نہ کرے تو اور کون عدل کرے گا۔ نیز فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ تکالیف پہنچائی گئیں اور انہوں نے صبر کیا۔ میں نے (دل میں کہا) کہ یقیناً میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک آئندہ کوئی بات نہ پہنچاؤں گا۔ (متفق علیہ)
كَالصِّرْفِ: سرخ

**تشریح** ۞ یوم حنین: غزوۂ حنین کے موقعہ پر۔ حنین: یہ عرفات کے پچھلی جانب مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے۔ اس کے اور مکہ کے درمیان چودہ پندرہ میل کا فاصلہ ہے۔ فتح مکہ کے بعد ۸ھ شوال میں غزوۂ حنین پیش آیا۔ ناسًا: سے مراد طلقاء' مؤلفۃ القلوب اور رؤساء عرب ہیں۔ فی القسمہ: غنائم ہوازن کی تقسیم۔

اقرع بن حابس: یہ بنو تمیم کا سردار ہے جو جاہلیت و اسلام دونوں میں باعزت تھا۔

**النَّحْو**: اعطی عیینه مثل ذلک: یہ اعطی کا دوسرا مفعول ہے یہی بہتر ہے۔

اشراف العرب: ضعیف الایمان اور طلقاء۔ آثرھم: ان کو ترجیح دی یعنی نفیس عطیات دیئے۔ یہ غنائم ان دلوں کی تالیف کے لئے دیئے اور دوسرے لوگوں کو اس اعتماد پر چھوڑ دیا کہ ان کے دلوں میں معرفت و ایمان کا نور چمکتا ہے۔ جیسا روایت میں وارد ہے "کہ بسا اوقات بعض آدمیوں کو آگ میں گرنے سے بچانے کے لئے دیتا ہوں"۔

الناس: یہ اُناس۔ بکسر فضلاء مراد لئے جاتے ہیں ویسے ہر وہ شخص جس میں انسانیت والی خصوصیات پائی جائیں۔ (راغب)

اِنَّ هٰذِهٖ قِسْمَةٌ: یہ کہنے والا کون ہے۔ اس کا نام معتب بن قشیر تھا۔ (تحفۃ القاری)

**ایک تحقیق**: یہی وہ شخص ہے جس نے لو کان لنامن الامر شئی ما قتلنا ھاھنا: کہا تھا۔

قاضی عیاضؒ کہتے ہیں یہ ذوالخویصرہ تھا۔ اگر یہ درست ہو تو پھر مِنَ الْاَنْصَارِ کا مطلب حلف وولاء ہے۔ اس آدمی کی اتنی بڑی گستاخی کے باوجود اس کو اس لئے قتل نہ کیا یہ ظاہراً کلمہ گو تھا۔ اس کے قتل سے ناواقف مسلمانوں میں منافرت پھیلے گی۔

قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ اس قسم کے لوگ مسلمانوں کی جماعت میں بھی پائی جاتے اور یہ دشمن ہی کی قسم سے ہیں۔

لا خبرن: تاکہ آپ محتاط ہو جائیں اور اس کی باطنی کیفیت بھی ظاہر ہو جائے۔ یہ غیبت میں داخل نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اخلاص کا تقاضا ہے۔

فاخبرته: وہ بات بتلائی جو اس آدمی کے بے بصیرت ہونے پر دلالت کرتی تھی۔ اگر اس کے دل میں ذرا سی روشنی ہوتی تو بھلائیوں سے چمک اٹھتا۔ ارشاد الٰہی اس پر فٹ آ رہا تھا ﴿ومن لم یجعل اللّٰه له نور ......﴾

فتغیر وجهه: نفس کو تکلیف کی وجہ سے جس طرح طبع انسانی پر اثر ہوتا اور آپ ﷺ تو سب سے بڑھ کر حساس تھے۔ غصہ کے آثار چہرۂ مبارک پر ظاہر ہو گئے۔

ایصرف: سرخ یا کون رنگ۔ یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ پھر آپ نے تردید کرتے ہوئے فرمایا: اگر میں عدل نہ کروں تو اور کون کرے گا۔ پھر آپؐ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: (اس قسم کی کمینی عادات والے لوگوں سے درگزر انبیاء علیہم السلام کا شیوہ ہے) یرحم اللّٰه موسٰی: موسیٰ علیہ السلام کی شان کا اہتمام کرتے ہوئے اس طرح فرمایا ورنہ مواقع دعا میں تو آپ اس طرح فرماتے غفر اللّٰه لنا ولفلان۔ (دمیری)

قد اوزی باکثر: انہوں نے انتہائی سرکشی کرتے ہوئے کہا ان کو آدر کی بیماری ہے (شرح التقریب للعراقی) فصبر: ان کی ایذاء کا مقابلہ حلم سے کیا اور آپ تو اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ: کے منصب پر فائز تھے۔ لا ارفع الیه بعدها حدیثاً: اس دفعہ کے بعد میں ایسی کوئی بات نہ کہوں گا جس سے آپ ﷺ کو ایسی تکلیف ہو جیسی اب پہنچی کہ غصہ کی سرخی چہرۂ مبارک پر نظر آئی۔

مگر اس کے باوجود آپؐ نے درگزر کر دی تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔

واللّٰه ان هذه القسمه: یہ کفریہ کلمہ اس کی زبان سے شیطان نے اسے ہلاکت میں ڈالنے کے لئے نکلوایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو عدم عدل کی طرف منسوب کر دیا۔ العیاذ باللہ۔ یہ بات ۸ھ میں اس وقت کہی جا رہی ہے جبکہ آپ ﷺ کی رسالت و صداقت کی آیات اظہر من الشمس ہو چکی تھیں۔ اگر ابتداء دعوت میں عادل تھے تو اب کیوں نہیں؟ جب یہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے متعلق کہا گیا تو آج علماء حق کو بدنام کرنے کے لئے حزب الشیاطین عداء اسلام کو گرانے کے لئے اسی قسم کی چیزیں اڑا رہے ہیں تا کہ اسلام کی عظمت عام لوگوں کی نگاہ میں گر جائے۔ علماء کو ان باتوں پر صبر کرنا چاہئے۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۳۹۰۲/۲) والبخاری (۳۱۵۰) و مسلم (۱۰۶۲) و ابن حبان (۲۹۱۷) مختصراً۔

**الفرائد:** ① لا جرم: بقول خلیل رحمہ اللہ اس کا معنی حق ہے اور مابعد فاعلیت کی وجہ سے مرفوع ہے۔ کسائی کہتے ہیں اس کا لا صد ولا منع ہے۔ اب یہ لا کا اسم اور خبر محذوف ہے۔ ② اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام اپنی صوابدید پر عطیات دے سکتا ہے جب کہ اس میں اسلام کی خیر خواہی ہے کسی دوسرے کو اعتراض کا حق نہیں۔ ③ ایذاؤں پر صبر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے انبیاء علیہم السلام کے ہدی کو اپنانے کا حکم ملا اور امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی اپنانے کی ہدایت دی گئی۔ لقد کان لکم رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ [الانعام: ۹۰] (الشرح)

۴۳ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا ' وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَقَالَ النَّبِيُّ : اِنَّ عِظَمَ الْجَزَآءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَآءِ ' وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ ' فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۴۳ : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دنیا میں ہی گناہ کی سزا جلد دے دیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو گناہ کے باوجود سزا کو روک لیتے ہیں تا کہ پوری سزا قیامت کے دن دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑا بدلہ بڑی آزمائش کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو پسند فرماتے ہیں تو ان کو ابتلاء میں ڈال دیتے ہیں جو اس ابتلاء پر راضی ہوا اس کے لئے رضا ہے اور جو ناراض ہوا اس کے لئے ناراضگی ہے۔ (ترمذی)

**تشریح** ۞ العقوبة في الدنيا: گناہ کی سزا جو ذاتی تکلیف کی شکل میں آئے یا دوست کی موت یا مال وغیرہ کے گم ہونے سے ہو جب کہ وہ تقدیر سے اکتاہٹ کا اظہار کرنے والا نہ ہو تو یہ اس کی خطاء کا کفارہ بن جاتا ہے اور وہ کل قیامت کے دن گناہ کی سزا سے بچ جائے گا اور اگر وہ غلطیاں نہ رکھتا ہو تو یہ مصائب اس کے درجات کو بڑھا دیتے ہیں۔ اشد الناس بلاء الانبیاء: کا یہی مفہوم ہے۔

ابشر: آخرت کا عذاب۔ بذنبہ: گناہ کے باوجود تکالیف سے بچاتے ہوئے یہ بطور استدراج کہا جاتا ہے۔ حتی یوافی بہ یوم القیامہ: قیامت کے دن گناہوں کو کندھوں پر لاد کر لائے گا اور اس کی سزا پائے گا۔ کہاں دوزخ کی تکالیف اور کہاں دنیا کی اذیت۔

**فَائِدَہ:** تقدیر کی طرف سے آنے والی تکلیف میں صبر کرنا مال کے لحاظ سے بہتر ہے۔ صابر کامیاب ہے۔ صبر نہ کرنے والا

اعلیٰ درجات اور تکفیر سیئات سے محروم رہ گیا۔

**الجزاء:** سے آخرت میں ملنے والا بدلہ مراد ہے۔ جس کو خلاف طبع تکالیف پہنچے تو اسے خوش ہونا چاہئے کیونکہ اس میں بڑے عطایا ملیں گے اگر مقام رضا نہیں تو مقام صبر ضرور مل جائے گا۔ **ان اللّٰہ ابتلاھم:** جس کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں تو اس سے علائق کو منقطع کر کے مصائب اتار دیتے ہیں تا کہ وہ ہر گھڑی اسے اپنے مولا کی طرف لائیں اور تا کہ اس کو شہود میسر ہو جاتا ہے جس کے برابر کوئی نعمت نہیں اور جہنم سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا کی رونق کے حوالے کر دیتا تو ان میں پڑ کر وہ اپنے اللہ سے غافل ہو جاتے۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے فیصلوں سے نہیں اکتاتا اس کو فیض ربانی اور ثواب لافانی حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ھل جزاء الاحسان الا الاحسان﴾

**السُّخطُ:** انتقام ارادہ۔ اس حدیث کے ہم معنی جابر کی وہ روایت ہے کہ عافیت وسہولت والے لوگ چاہیں گے کاش انہیں تکالیف دی گئی ہوتیں تا کہ آج بدلہ ان کی طرح ملتا۔

**حدیث حسن:** جس کو مناسب عادت ضابط یا مستور الحال نے روایت کیا اور وہ کمی پوری ہو کر وہ شذوذ سے محفوظ ہو گئی۔

**تخریج:** أخرجه الترمذی (٢٤٠٤) و قال حسن غریب' و ابن ماجه (٤٠٣١) و فی الباب عن عبدالله بن مغفل رضی الله عنه عند الحاکم (١٢٩١ /١) و ابن حبان (٢٩١١) و أحمد (١٦٨٠٦ /٥) والبیهقی فی الصفات (ص/١٥٤) وإسناده حسن۔

**الفرائد:** ① تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے قبضہ اختیار میں ہیں۔ ② انسان سے خطائیں ہوتی رہتی ہیں جب اللہ تعالیٰ اس کی بہتری چاہتے ہیں تو کوئی پریشانی بھیج کر اس کی غلطیاں معاف فرماتے ہیں اگر کوئی رہ جائے تو موت کی سختی کر کے معاف کر دی جاتی ہے تا کہ دنیا سے صاف ہو کر نکلے۔ ③ استدراج والے کی حرکات کا مکمل بدلہ قیامت کے دن چکایا جائے گا۔ ④ مؤمن صابر کو مصیبت میں گھبرانا نہ چاہئے یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی پسندیدگی کی علامت ہے۔ بڑے دکھ پر بڑا اجر اور چھوٹے پر چھوٹا۔ (الشرح)

۴۴: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ ابْنٌ لِاَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَشْتَكِيْ ' فَخَرَجَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقُبِضَ الصَّبِيُّ فَلَمَّا رَجَعَ اَبُوْ طَلْحَةَ قَالَ: مَا فَعَلَ ابْنِيْ؟ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ وَهِيَ اُمُّ الصَّبِيِّ: هُوَ اَسْكَنُ مَا كَانَ فَقَرَّبَتْ لَهُ الْعَشَآءَ فَتَعَشّٰى ثُمَّ اَصَابَ مِنْهَا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ: وَارُوا الصَّبِيَّ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَبُوْطَلْحَةَ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرَهُ۔ فَقَالَ اَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ نَعَمْ ' قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا ' فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَ لِيْ اَبُوْ طَلْحَةَ: احْمِلْهُ حَتّٰى تَاْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ وَبَعَثَ مَعَهُ بِتَمَرَاتٍ۔ فَقَالَ: اَمَعَهُ شَيْءٌ؟ قَالَ: نَعَمْ تَمَرَاتٌ ' فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَمَضَغَهَا ' ثُمَّ اَخَذَهَا مِنْ فِيْهِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِي الصَّبِيِّ ثُمَّ حَنَّكَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَاَيْتُ تِسْعَةَ اَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَؤُوا الْقُرْآنَ۔ يَعْنِيْ مِنْ اَوْلَادِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَوْلُوْدِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: مَاتَ

ابْنٌ لِاَبِيْ طَلْحَةَ مِنْ اُمِّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ لِاَهْلِهَا : لَا تُحَدِّثُوْا اَبَا طَلْحَةَ بِابْنِهٖ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا اُحَدِّثُهٗ ، فَجَآءَ فَقَرَّبَتْ اِلَيْهِ عَشَآءً فَاَكَلَ وَشَرِبَ ، ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَهٗ اَحْسَنَ مَا كَانَتْ تَصْنَعُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَوَقَعَ بِهَا ، فَلَمَّا اَنْ رَاَتْ اَنَّهٗ قَدْ شَبِعَ وَاَصَابَ مِنْهَا قَالَتْ يَا اَبَا طَلْحَةَ ، اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ قَوْمًا اَعَارُوا عَارِيَتَهُمْ اَهْلَ بَيْتٍ ، فَطَلَبُوْا عَارِيَتَهُمْ ، اَلَهُمْ اَنْ يَمْنَعُوْهُمْ؟ قَالَ : لَا ، فَقَالَتْ : فَاحْتَسِبِ ابْنَكَ ، قَالَ : فَغَضِبَ ثُمَّ قَالَ : تَرَكْتِنِيْ حَتّٰى اِذَا تَلَطَّخْتُ ثُمَّ اَخْبَرْتِنِيْ فَابْنِيْ ، فَانْطَلَقَ حَتّٰى اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ لَيْلَتِكُمَا قَالَ : فَحَمَلَتْ ، قَالَ : وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ وَهِيَ مَعَهٗ ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَتَى الْمَدِيْنَةَ مِنْ سَفَرٍ لَا يَطْرُقُهَا طُرُوْقًا فَدَنَوْا مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ فَاحْتَبَسَ عَلَيْهَا اَبُوْ طَلْحَةَ وَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَقُوْلُ اَبُوْ طَلْحَةَ : اِنَّكَ لَتَعْلَمُ يَا رَبِّ اَنَّهٗ يُعْجِبُنِيْ اَنْ اَخْرُجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذَا خَرَجَ ، وَاَدْخُلَ مَعَهٗ اِذَا دَخَلَ ، وَقَدِ احْتَبَسْتُ بِمَا تَرٰى! تَقُوْلُ اُمُّ سُلَيْمٍ : يَا اَبَا طَلْحَةَ ، مَا اَجِدُ الَّذِيْ كُنْتُ اَجِدُ ، اِنْطَلِقْ ، فَانْطَلَقْنَا وَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ حِيْنَ قَدِمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا۔ فَقَالَتْ لِيْ اُمِّيْ : يَا اَنَسُ لَا يُرْضِعُهٗ اَحَدٌ حَتّٰى تَغْدُوَ بِهٖ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَلَمَّا اَصْبَحَ احْتَمَلْتُهٗ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ"۔ وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ۔

۴۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا بیمار تھا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کام کاج کے لئے گئے تو بچہ فوت ہوگیا۔ جب واپس آئے تو پوچھا میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ بچے کی ماں اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا وہ پہلے سے زیادہ آرام میں ہے۔ بیوی نے ان کے سامنے رات کا کھانا کھایا۔ انہوں نے نوش کیا۔ پھر بیوی سے ہمبستری کی۔ جب فارغ ہوئے تو بیوی نے کہا بچہ کو دفن کرآ ؤ۔ جب صبح ہوئی تو ابوطلحہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس بات کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کیا تم نے رات کو ہمبستری کی؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا ۔ اے اللہ ان دونوں کو برکت عنایت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹا عنایت فرمایا۔ مجھے ابوطلحہ نے کہا اس کو اٹھا کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ اور اس کے ساتھ چند کھجوریں بھی بھیجیں۔ آپ نے استفسار فرمایا کیا کوئی چیز اس کے ساتھ ہے؟ اس نے کہا ہاں! چند کھجوریں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو لیا اور اپنے منہ مبارک میں ان کو چبا کر ان کو نکالا اور بچے کے منہ میں ڈال دیا۔ پھر اس کو گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا (متفق علیہ) بخاری کی روایت میں ہے: ابن عیینہ نے کہا ایک انصاری نے کہا اس نے اس عبداللہ کے نو (۹) بیٹے دیکھے۔ تمام کے تمام قرآن مجید کے قاری تھے یعنی عبداللہ کے بیٹے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ اُم سلیم کے بطن سے پیدا ہونے والا ابوطلحہ کا ایک بیٹا فوت ہوگیا تو اُم سلیم نے کہا ابوطلحہ کو بیٹے کے متعلق کوئی بات نہ کرنا۔ جب تک میں کوئی

بات نہ کروں۔ ابوطلحہ آئے اُمِ سلیم نے کھانا پیش کیا۔ انہوں نے کھایا پیا پھر پہلے سے زیادہ بن سنور کر ان کے پاس آ گئیں۔ انہوں نے ان سے ہمبستری کی۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ خوب سیر ہو گئے اور ہمبستری کر لی تو اُمِ سلیم کہنے لگیں۔ اے ابوطلحہ تم بتلاؤ! اگر کچھ لوگ کسی گھر والوں کو کوئی چیز عاریۃً دے دیں۔ پھر وہ اپنی عاریت کی چیز طلب کریں تو کیا ان گھر والوں کو اس عاریت کے روکنے کا حق ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو اس پر اُمِ سلیم نے کہا۔ اپنے بیٹے کے متعلق ثواب کی امید کر۔ وہ اس پر ناراض ہوئے اور پھر کہا تو نے مجھے چھوڑے رکھا۔ جب میں آلودہ ہو گیا تو اب میرے بیٹے کے متعلق تو اطلاع دیتی ہے۔ اس پر وہ چل دیے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور آپؐ کو اس صورت حال کی اطلاع دی۔ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی: بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ لَيْلَتِكُمَا۔ اللہ تمہاری رات میں برکت عنایت فرمائیں وہ حاملہ ہو گئیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ایک سفر میں تھے اور یہ (اُم سلیم) بھی اس سفر میں آپؐ کے ساتھ تھیں۔ آنحضرتؐ جب مدینہ تشریف لائے تو رات کو تشریف نہ لاتے۔ جب قافلہ مدینہ کے قریب ہوا تو اُمِ سلیم کو دردِ ولادت شروع ہو گیا۔ اس لئے ابوطلحہ وہیں رک گئے اور آنحضرتؐ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ ابوطلحہ آئے اور اس طرح دعا کی: اِنَّكَ لَتَعْلَمُ يَا رَبِّ ... اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ سے نکلنا پسند ہے جب آپؐ مدینہ سے نکلیں اور داخل ہونا پسند ہے جب آپ مدینہ میں داخل ہوں۔ اے اللہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں تو رک گیا۔ اُمِ سلیم کہتی ہیں اے ابوطلحہ مجھے وہ درد اب نہیں جو پہلے محسوس ہو رہا تھا۔ آپ روانہ ہو جائیں۔ ہم وہاں سے چل پڑے۔ جب مدینہ منورہ پہنچ گئے تو ان کو دوبارہ دردِ زِہ شروع ہوا اور لڑکا پیدا ہوا۔ اُمِ سلیم کہنے لگیں اے انس! اس کو کوئی اس وقت تک دودھ نہ پلائے۔ جب تک کہ تم اس کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش نہ کرو۔ جب صبح ہوئی تو میں اس کو اُٹھا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا اور مکمل روایت آگے بیان کی۔

**تشریح** ۞ **ابن لابی طلحہ:** ابوطلحہ کا نام زید بن سہل انصاری ہے۔ ام سلیم نے ان سے اسلام کی شرط پر شادی کی۔ ان کے ہاں نہایت خوبصورت بچہ پیدا ہوا یہی بچہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **یا ابا عمیر ما فعل النغیر** ایک قول یہ ہے کہ ان کی یہ کنیت کم عمری کی طرف اشارہ ہے۔ اس بچے سے ابوطلحہ کو بہت محبت تھی یہ بیمار ہوا اور ابوطلحہ کی غیر موجودگی میں انتقال کر گیا۔ اسماعیلی کی روایت میں ان کو بلا بھیجا مگر موت کے متعلق بتلانے سے روک دیا گیا۔ ابوطلحہ آئے وہ روزے سے تھے انہوں نے کہا میرے بیٹے کا کیا ہوا صحت یاب یا بیمار۔

**فقالت ام سلیم:** ان کا نام رمیثہ ملیکہ غمیصاء یا رفیضاء ہے۔ ام سلیم جو بچے کی والدہ تھیں کہنے لگیں وہ پہلے سے بہت سکون میں ہے۔ ابوطلحہ کا ذہن قریبی معنی کی طرف گیا کہ ان کو اضطراب سے سکون ہے مگر ام سلیم کی مراد موت تھی۔ پھر وہ شام کا کھانا لائیں وہ کھایا۔ بعد میں ان سے جماع کیا۔ جب اپنی ضرورت سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا بچے کو دفن کر آؤ۔ ابوطلحہؓ نے اس بات کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی آپؐ نے دریافت فرمایا کیا تم نے قربت بھی کی ہے۔ قربت کو اعراس سے تعبیر تابع کی وجہ سے کیا۔ نعم صرف جواب ہے یہ تصدیق اعلام مستخبر اور وعد طالب کے لئے آتا ہے۔ انہوں نے ہاں میں جواب دیا۔ تو آپؐ نے دعا فرمائی: **اللھم بارك لھما فیه** چنانچہ ایک بچہ پیدا ہوا۔ ابوطلحہ نے انسؓ کو کہا اسے جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں تا کہ آپ کی نگاہِ مبارک اس پر پڑے۔ بعث معه بتمرات: اوران کے ساتھ چند کھجور تحنیک کے لئے بھیجیں۔ کھجور سے تحنیک ایمان کے نیک گمان کے لئے ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو مؤمن سے تشبیہ دی ہے اوراس میں مٹھاس بھی ہے۔ میں اٹھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا تو آپ نے فرمایا کیا اس کے ساتھ کوئی چیز ہے کہ جس سے تحنیک کی جائے۔ میں نے جواب دیا اس کے ساتھ کھجوریں ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چبایا تا کہ لعاب مبارک سے مل جائے اور بچہ اس کو نگل سکے۔ پس اس کے پیٹ میں سب سے پہلے لعاب مبارک سے ملا ہوا مواد جائے اور بچے کے لئے برکت وسعادت کا باعث ہو۔ پھر آپ نے چبائی ہوئی کھجور بچے کے منہ میں ڈالی اور تحنیک فرمائی اوراس کا نام عبداللہ تجویز فرمایا۔ حنك: حنک سے کسی چیز کا ملنا۔ بخاری کی روایت میں رجلٌ من الانصار کے لفظ ہیں یہ عبایہ بن رفاعہ ہیں۔ فتح الباری میں عبداللہ کے بیٹوں کے یہ نام لکھے ہیں: اسحاق' اسماعیل' عبداللہ' یعقوب' عمر' قاسم' عمارہ' ابراہیم' عمیر' زید' محمد رحمہم اللہ اور چار بیٹیاں۔ قومهما: مرد وعورتیں دونوں مراد ہوتے ہیں (راغب) قربت کے بعد الی للا لام دونوں صلے استعمال ہوتے ہیں۔ فاحتسب ابنك: اپنے بیٹے کے متعلق ثواب کے طالب بنو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی مصیبت پر اجر کے امیدوار رہو اوراس کے ثواب ضائع نہ کرو۔ وہ تیرے ہاں عاریتاً تھا اسے اس کے مالک کی طرف لوٹا دو۔ اذا: وقتیہ ہے۔ تلطخت: جماع سے ملوث کرنا۔ فذكر له ذلك: ذٰلک کا مشار الیہ ام سلیم کا وہ فعل ہے جو اس کے حسن صبر اور کمال یقین پر دلالت کرنے والا تھا جس سے بہت سے مرد بھی عاجز ہیں۔ بارك الله۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ایسی دعا فرمائی جس سے دونوں کو فائدہ ہو۔ فحملت: ام سلیمؓ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ایک بابرکت بچہ پیدا ہوا۔ اذا اتى المدينه لا يطرقها طروقاً: مدینہ منورہ سے یہ سفر ادائیگی حج وعمرہ یا جہاد کی خاطر ہوتا (طروق رات کو آنا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر سے رات کو آنے سے منع فرمایا (جب وقت کی اطلاع نہ ہو) تا کہ گھر والوں کی طرف سے کوئی ناپسند چیز سامنے نہ آئے۔ اگر پہلے اطلاع ہو تو کوئی حرج نہیں۔ دنوا: قریب ہونا۔ مخاض: دردِ ولادت۔ فاحتبس عليها: ام سلیمؓ کے معاملات میں مشغولیت نے ان کو سفر سے روک دیا۔ يقول ابو طلحه: حضرت انسؓ نے ماضی کے واقعہ کو حال سے اس لئے ذکر کیا تا کہ کمال استحضار ثابت ہو جائے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے اس طرح دعا کی "اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ میری یہ تمنا ہوتی ہے کہ مدینہ منورہ سے تیرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلوں اور ساتھ داخل ہوں"۔ اسی وقت درد ختم ہو گئی اور وہ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہی درد دوبارہ شروع ہوئی اور بچے کی پیدائش ہو گئی۔ اسی بچے کا نام عبداللہ رکھا گیا یہ انسؓ کے ماں جائے بھائی تھے۔ ان کی اولاد سے کئی نیک لوگ پیدا ہوئے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

نِعَمُ الا لِه على العباد كثيرة ☆ واجلهن نجابة الا ولادِ

تغدو به على۔ الغدو: دن کی ابتداء میں سفر کرنا۔ الرواح: دن کے پچھلے حصہ میں چلنا۔

**النَّحْوُ**: غدا علی کے ساتھ اس لئے متعدی آیا ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں اسے پہنچانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی سعادت مند نگاہ اس بچے پر پڑے۔

**فوائد الفتح**: ① رخصت پر قدرت کے باوجود مشکل پہلو کو اختیار کرنا جائز ہے۔ ② مصائب میں صبر کرنا چاہئے۔

③ عورت کو اپنے خاوند کے لئے تزین کرنی چاہئے۔ ④ خاوند کی خیر خواہی کے لئے اسے ہر وقت کوشاں رہنا چاہئے۔ خاوند کی خیر خواہی میں ایسے افعال جس سے کسی مسلمان کی حق تلفی نہ ہو درست ہیں۔ ⑤ ام سلیم نے نہایت صبر وضبط کا مظاہرہ کیا اور خاوند کو اول وہلہ میں مطلع نہیں کیا تا کہ ان کو فوری پریشانی کا سامنا نہ ہو۔ پھر آہستہ سے ان کو مطلع کیا جس سے ان کو صدمہ ہوا مگر قابل برداشت حد تک۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صدق نیت کے بدلے اولاد کو درست فرمادیا۔ ⑥ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت ظاہر ہوتی ہے۔ ⑦ جو اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی چیز چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بدلہ دیتے ہیں۔ ⑧ ام سلیم بڑی بہادر وجرأت مند خاتون تھیں۔ لڑائی میں شریک ہو کر زخمیوں کا علاج کرتیں۔ (فتح الباری)

**تخریج**: أخرجه البخاری (۱۳۰۱) و مسلم (۲۱۴۴)

**الفرائد** : ① هو اسكن ما يكون: معلوم ہوا کہ موت مومن کے لئے سب سے زیادہ سکون والی چیز ہے۔ ② اس حدیث میں توریہ کے جائز ہونے کا ثبوت ہے مگر یہ بوقت ضرورت درست ہے۔ مثلاً ظالم سے جان بچانے کے لئے توریہ مطلوب ہے۔ ③ ہر بچے کی تحنیک کھجور سے کی جائے تو یہ خیر وبرکت کا باعث کیونکہ وہ معدے کے لئے انتہائی مفید چیز ہے کسی نیک صالح آدمی سے تحنیک کروانا چاہئے۔ (نووی) ④ بہترین نام عبداللہ عبدالرحمان ہیں اور سچے نام حارث وہمام ہیں۔ (الحدیث) اچھے ناموں کا انتخاب کرنا چاہئے آج کل انوکھے نام تلاش کیے جاتے ہیں۔ اس میں کافر ومسلم کے نام کی تمیز نہیں کی جاتی اس کا گناہ انتخاب کرنے والے والدین پر ہے جو یہود نصاریٰ اور مجوس ہنود کے نام رکھتے ہیں۔ والی الله المشتكى۔ ⑤ حضرت ابوطلحہؓ کی کرامت ظاہر ہوئی کہ ان کی دعا سے فوراً دردولادت رک گئی اور اپنی سابقہ عادت وخواہش کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مدینہ میں داخل ہوئیں۔ ⑥ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک وضو کے پانی بال مبارک جس پانی کے برتن میں آپؐ نے دست اقدس ڈبویا آپ کے پسینہ مبارک سے تبرک حاصل کرنا صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ (الشرح)

۴۵ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ ' اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَ "الصُّرَعَةُ" بِضَمِّ الصَّادِ وَفَتْحِ الرَّآءِ ' وَاَصْلُهٗ عِنْدَ الْعَرَبِ مَنْ يَصْرَعُ النَّاسَ كَثِيْرًا۔

۴۵ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مضبوط وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے۔ مضبوط وہ ہے جو اپنے آپ پر غصہ کے وقت کنٹرول کرے۔ (متفق علیہ)

الصُّرَعَةُ : صاد پر پیش اور راء پر زبر۔ عربوں میں بول چال میں اسے کہتے ہیں جو لوگوں کو بہت پچھاڑے۔

**تشریح** ۞ الشديد: ایسی شدت والا جو شدت شرعاً قابل تعریف ہو۔ يملك نفسه: یعنی جو غصے کے وقت ممنوعات میں مبتلا نہ ہو اور وہ وہی ہو سکتا ہے جس نے اپنے نفس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا تمام احوال میں عادی بنایا ہو اور غصہ اس کو اپنے دین کی تباہی میں مبتلا نہ کردے۔

غَضَب: یہ رضا کا الٹ ہے۔ اس کا سبب عام طور پر یہ ہے کہ کم مرتبہ اور ماتحت آدمی سے کوئی ایسی حرکت ہو جائے جو کسی ایسے

فعل کا تقاضا کرے جو شرعاً جائز نہ ہو مثلاً قتل' ضرب' گالم گلوچ' جس شخص نے اس موقعہ پر زمام شریعت کو تھام لیا اور غصے کو دبا لیا اس نے بلند درجہ پا لیا۔ یہ قابل تعریف بن گیا اور جس نے جرم کی مقدار کے مطابق بدلہ لے لیا اس میں کوئی حرج نہیں۔
الصُّرَعہ۔ فُعَلَةٌ کے وزن پر ہے یہ وزن فاعل کے معنی میں کثرت ظاہر کرنے کیلئے آتا ہے۔ جیسے ضُحَكَةٌ: بہت ہنسنے والا۔ اگر فُعْلَةٌ کا وزن ضُحْكَةٌ بمعنی مفعول (بروزن دُسْبَةٌ) جس پر لوگ بہت ہنستے ہوں (کرمانی)۔

**تخريج:** أخرجه مالك (١٦٨١) وأحمد (٧٢٢٣/٣) والبخاري (٦١١٤) ومسلم (٢٦٠٩) والطيالسي (٢٥٢٠) والقضاعي في مسند الشهاب (١٢١٢) وعبدالرزاق (٢٠٢٨٧) وابن حبان (٧١٧) والبيهقي (١٠/ ٢٣٥)

**الفوائد:** ① غصے کی وجہ سے انسان کے چہرے کا رنگ بدلتا تو منہ سے بے عقلی کی باتیں نکالنے لگتا ہے۔ غصے پر قابو پانے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ صالحین کی صفات میں فرمایا: ﴿وإذا غضبوا هم يغفرون......﴾ اور فرمایا: ﴿والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس......﴾

② نگاہ نبوت میں قوی: آپ نے ظاہری طاقت والے کو قوی نہیں فرمایا بلکہ شیطان پر غلبہ پانے والے کو قوی فرمایا۔ اگر غصے پر قابو نہیں پائے گا تو بعد میں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی لئے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضی کو غصے کے وقت فیصلے سے منع فرمایا۔ (الشرح)

۴۶: وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ، وَأَحَدُهُمَا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، وَانْتَفَخَتْ أَوْدَاجُهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: إِنِّيْ لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ۔ فَقَالُوْا لَهُ: إِنَّ النَّبِيَّ قَالَ: تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۶: حضرت سلیمان بن صُرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دو آدمی گالم گلوچ کر رہے تھے۔ ایک کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور اس کی رگیں پھولی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک ایسی بات جانتا ہوں اگر یہ اس کو کہہ لے تو اسکا غصہ ختم ہو جائے۔ اگر یہ کہہ لے أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ تو اس کا غصہ ختم ہو جائے۔ لوگوں نے اسے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کر۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ❁ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بنوخزاعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنی قوم میں دینداری عبادت و شرافت میں معروف تھے۔ جاہلیت میں ان کا نام یسار تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر سلیمان رکھا۔ یہ کوفہ میں ابتدائی اقامت اختیار کرنے والوں میں سے تھے۔ مروان بن حکم کے زمانہ میں یہ مقتول ہوئے۔ ان کی عمر اس وقت ۹۳ سال تھی۔ مرویات کی تعداد پندرہ ہے۔ بخاری و مسلم نے ایک روایت نقل کی' ایک بخاری نے نقل کی وہ یہ روایت ہے: الیوم نغزوھم ولا یغزونا: سنن اربعہ نے ان سے روایات لی ہیں۔

رجلان یستبان: ایک دوسرے کو سخت سست کہہ رہے تھے۔ ان دو آدمیوں کے نام مذکور نہیں۔ بعض نے معاذ بن جبل کا نام لکھا

ہے اگر یہ مراد ہوں تو پھران کے قول ھل بی من جنون کی تاویل ظاہر ہے کہ غصہ کے جوش میں منہ سے نکلی ہے۔ان میں کس قدر غصہ زیادہ تھا۔

الودجاز: جمع ودج مقام ذبح کے دائیں بائیں والی دورگیں۔ انی لا علم کلمة: آپ نے فرمایا میں ایک ایسی بات جانتا ہوں اگر یہ اسے صدق ویقین سے کہہ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔خواہ اس کلمہ کی برکت سے یا آپ ﷺ کی توجہ مبارکہ سے۔ الشیطان: سرکش ومتمرد۔ یہ شاط بمعنی احترق سے ماخوذ ہے یا شطن بمعنی دور ہونا سے ہے۔ رجیم: یہ مرجوم کے معنی میں ہے۔اس روایت سے جان پہچان والے کو روایت بالمعنی کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

ھل بی من جنون: کے کلمات بتا رہے ہیں بسا اوقات شیطان آدمی کو وساوس سے اس قدر بھڑکا دیتا ہے کہ وہ دنیا یا دین کا نقصان کر بیٹھتا ہے۔اس کا علاج اس وسوسہ شیطانی کا ازالہ ہے۔چنانچہ نسائی کی روایت میں ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللھم انی اعوذ بك من الشیطان الرجیم۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۲۷۲۷۵ / ۱۰) و ابن أبي شيبة (۵۳۳/۸) والبخاری (۳۳۸۲) و مسلم (۲۶۱۰) و ابو داود (۴۷۸۱) و ابن حبان (۵۶۹۲) والحاکم (۴۶۳۹ /۲) والطبرانی (۶۴۸۸)

**الفوائد:** شدید غصہ شیطانی اثرات کا نتیجہ ہے۔جب غصہ آئے تو صبر کرے تعوذ پڑھے یا وضو کرے۔اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اس جگہ سے الگ ہو جائے۔(الشرح)

۴۷: وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا، وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ يُّنْفِذَهٗ، دَعَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰی يُخَيِّرَهٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ مَا شَآءَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۴۷: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غصہ کو پی لیا۔باوجودیکہ وہ اس کو نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو تمام انسانوں کے سامنے بلائیں گے اور اسے فرمائیں گے کہ وہ حورعین میں سے جس کو چاہے چن لے۔(ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ✿ معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کا تعلق جہینہ قبیلہ سے ہے۔مصر میں رہائش اختیار کی۔ان کے بیٹے سہل نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔امام احمد نے ان کے بیٹے کی مرویات مسند میں ذکر کی ہے۔اسی طرح ابوداؤد' نسائی' ترمذی' ابن ماجہ نے بھی نقل کی ہیں۔ان کی مرویات ۳۵ ہیں۔

کظم غیظًا: صبر کرتے اور غصہ پی جانے کو کہتے ہیں۔غیظ: طبیعت کی تیزی کے وقت انسان کا بدلنا۔غیظ کو نکرہ اور کسرہ بتلایا کہ معمولی غصہ جس کو پورا کرنے کی قوت ہو اسے پی جانا ثواب عظیم کا باعث ہے۔ان ینفذہ: مارنے' قتل کرنے وغیرہ کی قدرت ہو۔

علی رءوس الخلائق: مرتبہ کی بلندی اور شان کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے تمام مخلوق کے سامنے لایا جائے گا۔الحور: جس کی آنکھ کی سیاہی وسفیدی بہت زیادہ ہو۔العین: جمع عیناء بڑی آنکھوں والیاں۔

النَّحْو: یخیرہ: یخیر فعل فاعلہٗ: مفعول اول ما شاء: مفعول دوم۔

امام زین العابدین حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ کا غلام ان کی خدمت کرتا اور وضو کراتا تھا۔ ایک دن پانی کا برتن امام کے اوپر گرا جس سے دانت ٹوٹ گیا آپ نے اس کی طرف ناراضگی سے دیکھا تو اس نے فوراً و الکاظمین الغیظ پڑھا آپ نے فرمایا میں نے غصہ پی لیا۔ اس نے پھر پڑھا: و العفین عن الناس۔ آپ نے فرمایا: میں نے معاف کر دیا۔ اس نے کہا و اللہ یحب المحسنین۔ آپ نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی خاطر آزاد ہے۔ اس نے کہا آزادی کا انعام آپ نے تلوار زرہ اس کے حوالہ کر دی گھر میں اس وقت وہی تھی۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۱۰۶۳۷ / ۵) و أبو داود (۴۷۷۷) والترمذی (۲۰۲۸) و ابن ماجة (۴۱۸۶) و إسناده حسن۔

**الفرائد**: ① غصے والا انسان خیال کرتا ہے کہ اسے اس کو نقصان پہنچانے کی پوری طاقت ہے۔ غضب کو اپنے مقام پر استعمال کرنا کمال ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے لئے غضب کی صفت لائی جاتی ہے۔ جب کسی شخص کو غصے کا بدلہ لینے کی پوری قدرت ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر بدلہ نہ لے تو قیامت کے دن اس کو تمام مخلوق کے سامنے انعام دیا جائے گا۔ (الشرح)

۴۸ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ' اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اَوْصِنِیْ۔ قَالَ : لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا ' قَالَ : لَا تَغْضَبْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا غصہ مت کیا کرو۔ اس نے دوبارہ یہی گزارش کی۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: لَا تَغْضَبْ۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ رجلاً: یہ جاریہ بن قدامہ رضی اللہ عنہا ہیں (تحفۃ القاری) ابن حجر کی رائے بھی یہی ہے۔ بقول عراقی یہ سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن عمرؓ عبداللہ بن عمروؓ ابی الدرداء اور جاریہ تمام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا ہے۔ تو آپؐ نے لَا تَغْضَبْ سے جواب مرحمت فرمایا ہے۔

اَوصِی: مجھے ایسی جامع نصیحت فرمائیں جو دنیا و آخرت کی جامع ہو۔ حذف مفعول سے اس کی تصدیق ہوتی ہے اور ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اخبرنی بعمل یدخلنی الجنة و لا تکثر علیّ لعلّی اعقله: کہ مختصر بات ہو تا کہ اچھی طرح اسے سمجھ لوں۔ آپؐ نے فرمایا: لا تغضب: غصہ نہ کیا کرو کیونکہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ اس سے انسان اعتدال سے نکل کر غلط باتیں کہتا اور قابل مذمت افعال کر ڈالتا ہے۔ جب انہوں نے سوال دہرایا تو آپؐ نے یہی جواب بار بار دیا۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۸۷۵۲ / ۳) والبخاری (۶۱۱۶) والترمذی (۲۰۲۷) و فی الباب عن عبدالله بن مسعود و عبدالله بن عمرو و عبدالرحمن بن عوف رضی الله عنهم عند مالك و أحمد و مسلم والبخاری فی الأدب المفرد و أبو داود و ابن حبان وغيرهم۔

**الفرائد**: بار بار ایک ہی جواب سے غصے کے مفاسد کثیرہ کا اشارہ ملتا ہے۔

خرائطی نے سائل کے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ میں نے غور کیا تو غصے کے تمام شرور کا جامع پایا۔

۴۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :مَا یَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِیْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰهَ تَعَالٰی وَمَا عَلَیْهِ خَطِیْئَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۴۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن مرد و عورت کی جان' اولاد اور مال پر آزمائش آتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ البلاء: جو مصائب و مشاکل کی صورت میں ہو۔ خواہ مرض ہو یا فقر و غربت۔ جو ظاہر میں تو کربت ہے مگر اسکو ارحم الراحمین کی طرف سے وارد ہونے والی سمجھے گا تو اسکی وقت عطیہ میں بدل جائے گی۔ اسی طرح اولاد پر تکلیف موت و مرض یا عدم استقامت کی صورت میں ہو جس سے والد کو تکلیف پہنچے۔ وما له: کچھ اسباب جل کر تلف ہو یا چوری ہو جائے وغیرہ۔

مطلب یہ ہے کہ یہ مصائب مؤمن مؤمنہ پر رہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے اس کی خطائیں معاف فرماتے ہیں۔ لقاء اللّٰہ: یہ موت سے کنایہ ہے۔

خطیه: گناہ۔ عموم لفظ کبائر و صغائر کو شامل ہے۔ ایسا معاملہ محض اس کریم جواد کا فضل ہی ہے ورنہ اس کے اعمال صالحہ صبر و احتساب تو حقوق اللہ سے متعلق صغیرہ گناہوں کو مٹاتے ہیں۔

**تخریج**: أخرجه مالك (٥٥٦) وأحمد (٩٨١٨ /٣) والترمذی (٢٤٠٧) و ابن حبان (٢٩١٣) والحاكم (١٢٨١ /١) والبيهقی (٣/٣٧٤) وإسناده حسن۔

**الفوائد**: ① جب کسی انسان کو مال' جان اور اولاد میں کوئی تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف فرماتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں رہتا۔ مصائب پر صبر کرنا چاہیے تا کہ یہ عظیم الشان صلہ میسر آئے واللہ الموفق۔ (الشرح)

۵۰ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ عُیَیْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَنَزَلَ عَلٰی ابْنِ اَخِیْهِ الْحُرِّ بْنِ قَیْسٍ ، وَکَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِیْنَ یُدْنِیْهِمْ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ، وَکَانَ الْقُرَّآءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ وَمُشَاوَرَتِهٖ ـ کُهُوْلًا کَانُوْا اَوْ شُبَّانًا ـ فَقَالَ عُیَیْنَةُ لِابْنِ اَخِیْهِ ابْنِ اَخِیْ :لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْاَمِیْرِ فَاسْتَاْذِنْ لِیْ عَلَیْهِ ، فَاسْتَاْذَنَ فَاَذِنَ لَهٗ عُمَرُ ، فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ :هِیَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ ، فَوَ اللّٰهِ مَا تُعْطِیْنَا الْجَزْلَ ، وَلَا تَحْکُمُ فِیْنَا بِالْعَدْلِ ! فَغَضِبَ عُمَرُ حَتّٰی هَمَّ اَنْ یُّوْقِعَ بِهٖ۔ فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ :یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ لِنَبِیِّهٖ:﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ﴾ [الأعراف : ١٩٩] وَاِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِیْنَ ،

وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا ، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن آیا اور اپنے بھتیجے حُر بن قیس کے پاس مہمان بنے۔ یہ حُر ان لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قرب حاصل تھا۔ قراء حضرت عمر کے ہم مجلس اور مشورہ والے تھے۔ خواہ نوجوان تھے یا بوڑھے۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے کو کہا کہ تمہارا اس امیر کے ہاں مرتبہ ہے۔ میرے لئے ان سے ملاقات کی اجازت طلب کرو۔ چنانچہ حر نے اجازت مانگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ جب عیینہ آپ کے پاس آئے تو کہنے لگے۔ اے ابن خطاب قسم بخدا! تو نہ ہمیں زیادہ عطیات دیتا ہے اور نہ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آیا یہاں تک کہ اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ حر نے کہا اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ "آپ عفو و درگزر سے کام لیں اور بھلائی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض فرمائیں" اور یہ جاہلوں میں سے ہے جب یہ آیت حُر نے تلاوت کی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے ذرا بھی آگے نہ بڑھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر رک جانے والے تھے۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ عیینہ بن حصن رحمہ۔ یہ مؤلفۃ القلوب میں سے ہے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر یا کچھ پہلے اسلام قبول کیا۔ فتنہ ارتداد میں مرتدین سے مل گیا' قید ہو کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاں لایا گیا اسلام لے آیا تو اسے آزاد کر دیا گیا۔ حر بن قیس بن حصن فزاری یہ وہی ہیں جنہوں نے صاحب موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ابن عباسؓ سے بات چیت کی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا وہ خضر تھے یہ فہم و بصیرت والے قراء میں سے تھے۔ اس لئے عمر رضی اللہ عنہ ان کو مشورہ میں بلاتے تھے۔ کھول جو تیس یا تینتیس سال کا ہو۔ (ابن فارس) القراء: سے مراد اس زمانہ میں وہ لوگ تھے جو قرآن مجید کو اچھی طرح سمجھنے والے تھے۔ بعض نے زمانہ شباب ۳۵ سال' کہولت ۵۰ سال اور بڑھاپا ۶۰ سال کہا (تحفۃ القاری) اس سے معلوم ہوا کہ سن کہولت کی ابتداء ۳۳ سے ہوتی ہے اور انتہائی پچاس تک ہے۔ وجہ: مرتبہ۔ قال ھی: یہ روایت بخاری میں ھیہ: ہے اس کا اور ایْہ: کا معنی یکساں ہے یہ کلمہ تہدید ہے۔ ای زدنی من الحدیث المعھود: یہ ضمیر ہے اس کی خبر محذوف ہے ای ھی داھیۃ۔

الجزل: کثیر۔ موٹی لکڑی۔ یہ تعطینا: کا مفعول مطلق یا بہ: ہے۔ یعنی تو ہمیں زیادہ چیز نہیں دیتا نہ انصاف کرتا ہے۔ اصل مقصد یہ تھا کہ حق سے زیادہ دیا جائے۔ یوقع بہ: بے ادبی کی سزا دیں۔

امیر المؤمنین: خلفاء میں سب سے پہلے یہ آپ ہی نے لقب اختیار کیا۔

خذ العفو: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے معاملے میں عفو و درگزر اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے دریافت کیا اس کا کیا مطلب ہے؟ تو جبرئیل نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتا ہوں۔ پھر واپس لوٹ کر عرض کیا آپ ﷺ کا رب حکم دیتا ہے کہ اس سے صلہ رحمی کرو جو تم سے قطع رحمی کرے اور اس کو دو جو تمہیں محروم کرے اور اس کو معاف کر دو جو تم پر زیادتی کرے (بغوی) امام جعفر کہتے ہیں یہ مکارم اخلاق کی سب سے جامع آیت ہے۔

وان ھذا من الجاھلین: آپ ﷺ کو درگزر اور تجاوز کا حکم فرمایا۔ اس خطاب میں آپ ﷺ کی امت بھی داخل ہے۔ جب

تک کہ کوئی تخصیص کی دلیل نہ مل جائے۔ واللہ ما جاوزھا: اس عفو وتجاوز کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اختیار کیا۔
کان وقافا عند کتاب اللہ: یہ کتاب اللہ کے حکم پر کامل تعمیل سے کنایہ ہے۔
وقاف: یہ وقوف سے ماخوذ ہے۔ (النہایہ)
**تخریج:** أخرجه البخاري (٤٦٤٢) و (٧٢٨٦)
تاجھل: دو قسم کا ہے: ① کسی چیز کا علم نہ ہو۔ ② حماقت کا اظہار یہاں یہی مراد ہے۔ اس میں بھی اسی طرح درگزر کرنا چاہئے جیسا عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تا کہ ہم گمراہی سے بچ جائیں۔
**الفوائد:** ① ہر حاکم کو چاہئے کہ اپنے مشورہ کے لئے نیک صالح لوگوں کا انتخاب کرے تا کہ ہر موقعہ وہ اسے خبردار کر سکے۔ ② حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے غصہ کے موقعہ پر جب درگزر کی تلقین کی تو عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ جاتا رہا اور اس آدمی پر ذرہ بھر سختی نہ کی۔ ③ مسلمان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم معلوم ہوتے ہی اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے۔ ④ امور تین قسم کے ہیں: (ا) منکر۔ اس سے باز رہنا ضروری ہے۔ ب) معروف اس کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ ج) جو دونوں میں سے نہ ہو اس سے سکوت اختیار کرنا چاہئے لیکن خیر خواہی کی بات کہہ دینی چاہئے۔ (الشرح)

**۵۱ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَعْدِيْ اَثَرَةٌ وَّاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا! قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ : تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِيْ عَلَيْكُمْ ، وَتَسْاَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَالْاَثَرَةُ : الْاِنْفِرَادُ بِالشَّيْءِ عَمَّنْ لَهٗ فِيْهِ حَقٌّ۔**

۵۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد ترجیح ہوگی اور ایسے معاملات پیش آئیں گے جن کو تم عجیب سمجھو گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم وہ حق ادا کرو جو تم پر لازم ہے اور اللہ سے وہ مانگو جو تمہارا اپنا حق ہے۔ (متفق علیہ)
اَلْاَثَرَۃُ: کسی ایسی چیز سے کسی کو خاص کرنا جس میں اس کا حق ہو۔

**تشریح** ۞ اثرۃ۔ آثر۔ یوثر: ترجیح دینا۔ استیثار: کسی کو کسی چیز کے کل یا بعض کے ساتھ خاص کرنے کو کہتے ہیں یعنی دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ امور تنکرونھا: انوکھے معاملات مثلاً نمازوں کی تاخیر اور بعض منکرات۔ فما تامرنا: یعنی ہم اس وقت کیا کریں؟ الحق الذی علیکم: ان کے خلاف خروج نہ کرنا۔ تسالون اللہ: اپنا حق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مانگنا وہ ان کے دلوں کو تمہارے لئے مسخر کر دے گا یا عوض عنایت فرمائے گا۔
**فائدہ:** حق واجب کی ادائیگی روک لینے پر خروج جائز نہیں جنھوں نے اس کے خلاف نقل کیا وہ ان کا اجتہاد ہے۔ قضاء و قدر کا کڑوا و میٹھا فیصلہ تسلیم کر کے صبر و رضا سے کام لینا چاہئے۔
ستکون بعدی: یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہوگا۔ یہ اعلام نبوت سے ہے جو کہ واقع ہو کر رہا۔

**تخریج:** أخرجه احمد (٣٦٤٠) والبخاری (٣٦٠٣) و مسلم (١٨٤٣) والترمذی (٢١٩٠) و ابن حبان (٤٥٨٧) والبیهقی (٨ / ١٥٧).

**الفوائد:** ① مسلمانوں کے حقوق میں حکام کی طرف سے یہ جور وظلم کا سلسلہ قائم چلا آ رہا ہے۔ ایسے موقعہ پر آپ نے اپنے حق کے سلسلہ میں اسے منازعت کی بجائے خیر والا راستہ بتلایا کہ تم ان کا حق اطاعت وسمع تو ادا کرو اور اپنے حق کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ ② اس ارشاد میں بھڑکانے والے امور میں حکمت اختیار کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ ملکی خزائن میں ناجائز تصرفات عامۃ المسلمین کو بھڑکانے کا باعث بنتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہمارے حکام کو ہدایت نصیب فرمائے۔ (الشرح)

۵۲ : وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰی اُسَیْدِ بْنِ حُضَیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ کَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا؟ فَقَالَ : اِنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ' وَ "اُسَیْدٌ" : بِضَمِّ الْهَمْزَةِ۔ وَ "حُضَیْرٌ" : بِحَآءٍ مُهْمَلَةٍ مَضْمُوْمَةٍ وَضَادٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَةٍ ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۵۲: حضرت ابویحییٰ اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے عامل کیوں نہیں بناتے جس طرح فلاں کو بنایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں میرے بعد ترجیح کا سامنا کرنا پڑے گا تم صبر کرنا۔ یہاں تک کہ مجھے تم حوض پر ملو۔ (متفق علیہ)

اُسَیْدٌ : حُضَیْرٌ کا وزن یہ ہے۔

**تشریح** ✪ اسید بن حضیر ان کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس کی شاخ بنوعبدالاشہل سے ہے ان کی کنیت میں اختلاف ہے۔ ابو یحییٰ' ابوعیسیٰ' ابوعتیک' ابوحضیر' ابوعمرو تمام منقول ہیں۔ یہ سعد بن معاذ سے پہلے مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر مدینہ میں عقبہ اولیٰ یا ثانیہ کے بعد اسلام لائے۔ صدیق اکبرؓ ان کا نہایت اکرام فرماتے اور سب سے مقدم کرتے ان کی شخصیت میں کسی کو اختلاف نہ تھا۔ عقبہ ثانیہ میں حاضر تھے ان کو بنی عبدالاشہل کا نقیب مقرر کیا گیا۔ بدر میں ان کی حاضری کے متعلق اختلاف ہے۔ البتہ احد اور دیگر غزوات میں ان کی شرکت معروف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کرادی تھی۔ یہ ان صحابہ میں سے تھے جو قرآن کی تحسین صوت کے ساتھ تلاوت کے لحاظ سے معروف تھے۔ یہ اصحاب عقل' رائے میں سے تھے۔ ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعم الرجل اسیدُ بن حضیر۔

(اسدالغابہ)

مرویات ۱۸ ہیں۔ (سیرت ابن حزم) ایک متفق علیہ ہے۔ ایک میں بخاری منفرد ہیں۔ ان کی وفات ۲۰ھ شعبان میں ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور بقیع میں دفن کیا۔ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو قرضہ جس کی مقدار چار ہزار تھی ادا کرنے کی وصیت کی۔ یہ قرضہ اپنی کھجوروں کے پھل میں گھاٹا پڑنے کی وجہ سے چڑھ گیا تھا۔

رجلاً من الانصار: یہ خود اسید بن حضیر ہیں۔ (سیوطی' شیخ زکریا نے یہی کہا ہے)

تستعملنی: علاقہ پر عامل بنانا۔ فلان: یہ یا فل بھی جائز ہے' انسانوں کے علاوہ بھی یا فلان یا فلانۃ استعمال ہوتا ہے جیسا حدیث سودہ میں کہ ان کی بکری مرگئی تو انہوں نے کہا: ماتت فلانۃ: مراد بکری تھی۔ مگر جوھری نے اس کو لوگوں کے ساتھ خاص مانا ہے۔ انکم: کم سے یہاں انصار مراد ہیں کہ آئندہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی تم صبر کرنا۔

حتی تلقونی علی الحوض: موت کے بعد بعث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ہوگی۔

**سوال**: ان کے سوال اور انکم ستقلون میں کیا مناسبت ہے۔

**جواب**: عموماً عامل ترجیح کا شکار ہو جاتے ہیں سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ آپ ؐ نے ان پر شفقت فرماتے ہوئے یہ ہدایت فرمائی کہ تمہیں نہ دینے کی وجہ ترجیح کے ابتلاء سے بچانا ہے۔ اس میں آپ کے اس معجزہ کا تذکرہ بھی ہے کہ آئندہ خلافت تم میں نہیں ہوگی۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۱۸۶۰۶/ ۶) والبخاری (۳۷۹۲) و مسلم (۱۸۴۵)

**الفرائد**: ① تلقونی علی الحوض: کہ جب تم صبر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں میرے حوض کا پانی پلائے گا۔ ﴿اللھم جعلنا منھم﴾ اس حوض کا طول وعرض ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے۔ اس میں جنت کی نہر کوثر کے دو پرنالے ہوں گے۔ قیامت کے غم' حرارت' پسینہ' کرب ومصیبت کو یہ پانی دور کردے گا۔ ② بعض اوقات ابتلاء کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جیسے عوام ایسے حکمران ہوتے ہیں۔ ﴿كَذٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (الأنعام: ۱۲۹)

**لطیفہ** ☆: ① ایک خارجی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا لوگ آپ پر تنقید کرتے ہیں ابوبکر وعمر پر نہیں کی گئی۔ انہوں نے فرمایا: ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی رعایا میں اور مجھ جیسے لوگ تھے اور میری رعایا تم اور تم جیسے دوسرے لوگ ہیں۔ ② عبدالملک بن مروان نے اپنے امراء وعقلاء کو جمع کر کے کہا کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم تمہارے لئے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جیسے بن جائیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا اگر تم ایسا چاہتے ہو تو تم بھی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی رعایا جیسے بن جاؤ۔

لیکن اس کے باوجود حکمران کا درست ہونا ضروری ہے۔ جب وہ درست ہوگا تو رعایا درست رہے گی کیونکہ وہ عدل و انصاف کی قوت رکھتا ہے۔ (الشرح)

۵۳ : وَعَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِیْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِیْ لَقِیَ فِيْهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتّٰی اِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِيْهِمْ فَقَالَ : يَا اَيُّهَا النَّاسُ ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ ، وَاسْاَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ ، فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا ، وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ، ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ ، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔

۵۳: حضرت ابوابراہیم عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ دشمن کے ساتھ ایک لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظار کیا۔ جب سورج ڈھل گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا اے لوگو! دشمن کے مقابلہ کی تمنا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ۔۔ عافیت مانگو اور جب دشمن سے سامنا ہو جائے تو جمے رہو اور یقین

کرلو کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔ پھر یہ دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتٰبِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ وَھَازِمَ الْاَحْزَابِ اھْزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْھِمْ اے اللہ کتاب کے اتارنے والے' بادلوں کے دوڑانے والے اور اعداء اسلام کے مختلف گروہوں کو شکست دینے والے ان کافروں کو شکست دے اور ان کے مقابلہ میں ہماری امداد فرما۔ (متفق علیہ) وباللہ التوفیق

**تشریح** ۞ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما: ان کی کنیت ابو ابراہیم' ابو معاویہ' ابو محمد بتلائی جاتی ہے۔ دونوں باپ بیٹا صحابی ہیں۔ ابو اوفی کا نام علقمہ بن خالد ہے اسلم قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں خود عبداللہ بیعت رضوان میں شامل تھے اس کے بعد والے تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک مدینہ منورہ میں رہے۔ آپ کی وفات کے بعد کوفہ منتقل ہو گئے۔ کوفہ میں صحابہ میں آخری شخصیت ہیں جن کا انتقال ہوا۔ اسد الغابہ میں ابن اثیر نے نقل کیا کہ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا جراد (لکڑی) (ٹڈی دل) کا استعمال درست ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ غزوات میں شرکت کی ہم مکڑی استعمال کرتے تھے۔ ان کی مرویات ۹۵ ہیں۔ ۱۰ متفق علیہ ہیں۔ پانچ میں بخاری منفرد اور ایک میں مسلم۔ انہوں نے کوفہ میں ۸۶' ۸۷ھ میں وفات پائی۔ آخر میں ان کی نظر نے جواب دے دیا تھا۔

**ایام:** سے غزوات وحروب مراد ہیں۔ جن کی تعداد ۲۷ ہے۔ ۹ میں صرف لڑائی پیش آئی۔

**العدو:** یہ لفظ واحد وجمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس کا معنی دشمن یہاں کفار مراد ہیں۔ **اذا مالت الشمس:** زوال کے انتظار کی دو وجہ لکھی ہیں: ① تا کہ فتح ونصرت کی ہوائیں چلنے لگیں جیسا ابوداؤد کی روایت میں **ینتظر حتی تزول الشمس وتھب ریاح النصر:** وارد ہے۔ ② دھوپ میں مجاہدین پر ہتھیاروں کا سنبھالنا آسان ہو جائے۔

**قام فیھم:** آپ کھڑے ہوئے تا کہ ان کی بھلائی سے ان کو مطلع فرمائیں۔

**لا تتمنوا لقاء العدو:** دشمن کے مقابلہ کی تمناء سے منع فرمانے کی وجہ ① انجام معلوم نہیں یہ اسی طرح جیسا فتنوں سے عافیت کا سوال۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے صحت کے ساتھ رہ کر شکر کرنا ابتلاء میں صبر سے زیادہ محبوب ہے۔ (ابن بطال) ② اس میں خود پسندی' اپنی قوت پر بھروسہ واعتماد اور دشمن کے سلسلہ میں اہتمام میں کمزوری کا خطرہ ہے۔ ③ یہ سرکشی کی قسم میں داخل ہو جاتا ہے اور باغی مغلوب کیا جاتا ہے۔ ④ اس خوف سے کہ دشمن مسلمانوں پر پل نہ پڑیں اور کامیابی پالیں۔ **العافیۃ:** سے ظاہر وباطن اور دنیا وآخرت کی عافیت ہے۔

**فاصبروا:** جم کر لڑو اور بزدلی نہ دکھاؤ اللہ تعالیٰ کی مدد صبر والوں کے ساتھ ہے۔ **ان جندنا:** اس میں صبر پر ابھارا گیا ہے۔ **ان الجنۃ ظلال السیوف:** اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کا ثواب اور وہ سبب جو تلوار مارتے وقت جنت تک پہنچانے والا ہے اور مجاہد کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلنا مراد ہے پس نیت کو درست کرو اور ثابت قدم رہو۔ (نور پشتی)

④ یہ کلام بدیع کا شاندار نمونہ ہے۔ اس میں جہاد پر ابھارا گیا اور اس پر ثواب کی خبر دی گئی ہے۔ دشمن کے قریب ہو کر تلوار استعمال کرنے اور اس پر اعتماد کر کے جمع ہو کر دشمن سے مڈبھیڑ پر برانگیختہ کیا گویا تلواریں چلانے والوں کا سایہ کرلیں' مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار چلانے والا اس سے جنت میں داخل ہوگا۔ اس کی مثال وہ روایت ہے: **ان الجنۃ تحت اقدام الامھات:** ''یعنی ماں کے حق کو ادا کرنے والا جنت میں جائے گا''۔

ثم قال: دعا سے پہلے ادب سکھایا کہ ایسی صفات باری تعالیٰ ذکر کی جائیں جو مطلوب وحاجت کے مناسب ہو۔ یہاں مطلوب نصرت تھی جو کہ قدرت کے آثار میں سے ہے۔ پس ایسی صفات ذکر فرمائیں۔ الکتاب: الف جنس کا ہے تمام آسمانی کتابیں مراد ہیں۔ جن کی تعداد ۱۰۴ ہے۔ ساٹھ صحف شیث' ۳۰ صحف ابراہیم' دس صحف موسیٰ' تورات' انجیل' زبور' فرقان۔

④ الف عہد کا ہو تو قرآن مجید مراد ہے۔ پھر اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿ولقد كتبنا في الزبور......﴾ اسی لئے آپ نے فتح مکہ کے روز فرمایا: لا الٰه الا الله وحده صدق عبده و نَصَرَ عَبْدَهٗ۔

الاحزاب: حزب کی جمع ہے اس سے کفار کے وہ گروہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ۵ھ میں گروہ بندی کی جس کے نتیجہ میں غزوۂ احزاب پیش آیا۔ اس کے خاص تذکرہ کی وجہ یہ ہے کہ ان کی شکست محض قدرت الٰہی سے ہوئی اسباب نہ ہونے کے برابر تھے۔ بلکہ کفار کی شکست ہواؤں کے ذریعہ ہوئی۔ جو دوسروں کے لئے راحت ہے مگر کفار کے لئے عذاب بن گئی جیسا فرمایا: ﴿ورد الله الذين كفروا......﴾

وانصرنا علیھم: یعنی ان پر جلد فتح عنایت فرما اور نہ رسولوں کے غلبہ کا تیرا وعدہ ہے۔ اس دعا میں حکمت ہے کہ دشمن مغلوب ہو کر اگر اسلام لے آیا تو وہ ہلاک ہونے سے بہتر ہے۔

**مسئلہ**: دعا میں ہم وزن الفاظ لانے کا جواز ثابت ہوتا ہے بلکہ بہت خوب ہے۔ جس سجع کی ممانعت ہے وہ جو تکلف سے ہو اور خشوع وخضوع واخلاص کو ختم کر دے۔

دعا مقاصد کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ حدیث میں فرمایا ہے: لا حول ولا قوة الا بالله ۹۹ بیماریوں کا علاج ہے جن میں سب سے کم درجہ غم ہے۔

**مسئلہ**: یہاں حقیقت وشریعت کو جمع کیا گیا۔ شریعت اسباب ضروریہ' ہتھیار' خروج' آمادہ کرنا اور حقیقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محتاجی کا اظہار۔

ابن ابی حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس میں صوفیاء کی دلیل ہے کہ نفوس کے ساتھ مال' ہاتھ' زبان سے مجاہدہ کرتے جب ان کی ضرورت جہاد اصغر میں ہے تو اکبر میں کیوں نہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی چیز میں تصرف نہ کرے۔

④ صوفیاء ہر وقت عافیت کے طالب ہوتے ہیں۔ مجاہدہ اضطرار کی حالت میں کرتے ہیں۔ جب صقاء عدو کی تمنا جہاد اصغر میں ممنوع ہے تو جہاد اکبر میں بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔ انسان کو ایسی چیز پر پیش نہ کرنا چاہئے جس کی قدرت نہ ہو۔ اگر کسی معاملے میں پڑ جائے تو صبر وثابت قدمی اختیار کرے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۱۹۱۳٦ /۷) والبخارى (۲۸۱۸) و مسلم (۱۷٤۲) و ابو داود (۲٦۳۱) والحاكم (۲/۳٤۱۳)

**الفوائد**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی طرح خطبہ دیتے۔ من جملہ ارشادات میں یہ نصیحت فرمائی کہ دشمن سے سامنا کرنے کی تمنا مت کرو جب ہو جائے تو ثابت قدمی اختیار کرو۔ اس لئے کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے۔ یعنی مجاہد فی سبیل اللہ قتل کے بعد اہل جنت میں سے ہو جاتا ہے۔ جیسا ﴿لا تحسبن الذين......﴾ میں فرمایا۔ شہید کی روح دائمی جنت کی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہے اسی لئے جنت کو تلوار کے سایہ تلے فرمایا:

① انس بن نضر کے مشام نے جنت کی خوشبو احد کے پاس سونگھ لی اسی لئے جنت کو تلواروں کے سایہ تلے فرمایا۔
② دشمن سے مقابلہ کے وقت صبر کرنا چاہئے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا ......﴾
(الانفال: ٤٥-٤٦)
③ دشمن سے قتال کے لئے مناسب وقت تلاش کرنا چاہئے۔
④ دشمن کی شکست کے لئے یہ دعا مانگنی چاہئے۔
⑤ دشمن کے خلاف دعا شکست اس لئے کرنی چاہئے کہ وہ رب' رسول ملائکہ تمام انبیاء تمام مسلمانوں کا دشمن ہے۔
(الشرح)

# ٤ : بَابُ الصِّدْقِ

## باب: سچائی کا بیان

صدق: ① صوفیاء کے ہاں ظاہر و باطن برابر ہوں بندے کے احوال اور اعمال یکساں ہوں۔ اس کے لئے اخلاص لازم ہے۔ ہر سچا مخلص ہے اس کا عکس نہیں۔ (حاشیہ شرح العقائد ابن ابی الشریف) ② جنید رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ صدق' اخلاص ایک ہیں یا الگ الگ۔ انہوں نے فرمایا: صدق اصل اور اخلاص فرع ہے۔ صدق ہر چیز کی جڑ ہے اور اخلاص اعمال میں داخلے کے بعد ہوتا ہے کسی عمل کی مقبولیت اخلاص کے بغیر نہیں۔

صدق: واقعہ کے مطابق خبر کو کہتے ہیں۔ باطن کا ظاہر کے موافق ہونا عمل و فعل صدق ہے۔ مشرک صادق نہیں کیونکہ وہ موحد ظاہر کرتا ہے مگر موحد نہیں۔ منافق صادق نہیں کیونکہ وہ ایمان ظاہر کرتا ہے مگر باطن میں کافر ہے' ریا کار کاذب ہے کیونکہ وہ اخلاص ظاہر کرتا ہے مگر اخلاص سے خالی ہے۔ بدعتی کاذب ہے کیونکہ وہ سنت ظاہر کرتا ہے مگر بدعت اپنانے والا ہے۔

**قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :**

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [التوبة:١١٩]

قال اللہ عزوجل: عزوجل یہ جملہ مستانفہ یا حالیہ ہے۔ عز وہ اپنی مراد پر غالب ہے۔ جل: ان باتوں سے بلند ہے جو اس کی شان کے مناسب نہیں۔

اتقوا : یعنی گناہ چھوڑ دو۔

الصادقین: جو میثاق اوّل کی مخالفت کرنے والے نہیں۔ ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے سچی دوستی سچی راہ پر قائم رہنے والوں سے ہر گناہ کو دور کر دیتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [التوبة:١١٩] یہ آیت تین صحابہؓ کی توبہ کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد لائی گئی ہے۔ جیسا کہ روایت ۲۲ میں گزرا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔ (التوبہ)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ﴾ [الاحزاب:۳۵]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں۔ (الاحزاب)

بعض کہتے ہیں کہ یہ من جملہ ان صفات کے ہے جن کے ذریعہ ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی گئی۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ [محمد:۲۱]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اگر وہ اللہ سے سچ بولتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ (محمد)

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ – فَالْاَوَّلُ:

احادیث ملاحظہ ہوں:

۵۴: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا ، وَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والی ہے اور نیکی جنت لے جانے والی ہے اور آدمی سچ بولتا ہے اور بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیقین میں لکھا جاتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ گناہ کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جانے والا ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ ان الصدق: یعنی اقوال میں سچائی کو اختیار کرنا عمل صالح تک پہنچا دیتا ہے۔

البر: تمام بھلائیوں کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ بعض نے البر کا معنی جنت کیا ہے اور ہر دو پر اطلاق بھی درست ہے۔ اس روایت میں البر کی تفسیر جنت سے کرنا درست نہیں کیونکہ ارشاد نبوی ہے: ان البر یھدی الی الجنة (الحدیث) اس سے انکاری ہے۔ بس پہلی تفسیر متعین ہے۔

الرجل: جنس انسان مراد ہے جس میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں۔ لیصدق: وہ سچ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیتا ہے۔ صدیقًا: سچ جس کی عادت ثانیہ بن جائے۔ یہ اوزان مبالغہ سے ہے۔ یھدی: پہنچانا۔ الفجور: گناہ آگ تک لے جانے والے ہیں

کیونکہ ایک دوسرے کا سبب بنتا چلا جاتا ہے تا آنکہ اس کے آگ کے گھاٹ پر اترنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔لیکذب: یہاں مسلسل جھوٹ بولنے کے معنی میں ہے۔ کذابا: یہ صدیق کی ضد ہے۔ یہاں یکتب: کا معنی اس کے متعلق فیصلہ کرنا اور اس وصف کا حقدار بنتا ہے خواہ صدیقین میں یا کذابین میں ہو مراد اس کی یہ ہے کہ مخلوق کے سامنے ظاہر کر دیا جاتا ہے۔

② اسکو اس جماعت میں لکھ لیا جاتا ہے تاکہ ملاء اعلیٰ میں دونوں صفات میں سے اپنی خاص صفت کے ساتھ مشہور ہو جائے۔

③ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت یا بغض ڈال دیا جاتا ہے۔

ورنہ تقدیر الٰہی تو سبقت کر چکی ہے۔(نووی)

**علامہ قرطبی**: ہر سمجھدار بندے کو اقوال میں سچائی اور اعمال میں اخلاص اور احوال میں صفائی اختیار کرنی چاہئے۔ جو اس طرح کرے گا وہ ابرار میں لکھا جائے گا اور غفار کی رضامندیوں کو پالے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تین تائب صحابہ رضی اللہ عنہم کے تذکرہ میں اس کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔ ﴿یایھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین﴾ اور جھوٹ جس سے بچنے کا حکم ہے اس کا حکم اس کے برعکس ہوگا (کہ وہ فجار میں شمار ہو کر غضب الٰہی کا شکار رہے گا اعاذنا اللہ منہ)

**تخریج**: أخرجه احمد (۳٦٣٨ / ٢) و البخاری (٦٠٩٤) و فی الادب المفرد (٣٨٦) و مسلم (٢٦٠٧) و أبو داود (٤٩٨٩) و الترمذی (١٩٧٨) و ابن حبان (٢٧٢) و ابن أبی شیبة (٥٩٠ / ٨ / ٥٩١) و البیهقی (١٠ / ٢٤٣)

**الفوائد**: ① جب خبر واقع کے مطابق ہو تو یہ صدق باللسان کہلائے گا اور جب دل کی سچائی کے مطابق اعضاء کے اعمال بھی ہوں تو یہ صدق بالاعمال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات صدق و خیر کا منبع ہے اور بر کا نتیجہ جنت ہے۔ جنت ہر ایک کا مطلوب ہے اسی لئے اس کی طلب کا حکم دیا گیا۔ ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ...﴾ (آل عمران:۱۸۵)

② سچ کا متلاشی انعام یافتہ جماعت صدیقین میں شامل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ﴾ (النساء:۶۹) یہ مردوں اور عورتوں دونوں کو مرتبہ ملنے کا فرمایا: ﴿وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ﴾ (المائدہ:۷۵) صدیقین میں امت میں سب سے بڑا درجہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے جنہوں نے نبوت کی بلاتردد تصدیق کی موقعہ معراج پر کفار کو کہا کہ اگر یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہے تو وہ سچے ہیں اسی دن سے ان کا لقب صدیق رکھا گیا۔

③ کذب خلاف واقع کو کہا جاتا ہے خواہ قول ہو یا فعل۔ جھوٹ فجور یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے کی طرف لے جاتا ہے اور معصیت کی انتہاء کفر ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾ (عبس:۴۲) دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ﴾ (الانفطار:۱۴) ایک مقام پر فرمایا: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (المطففین:۱۰۔۱۱) آدمی جھوٹ بولتے بولتے کذاب بن جاتا ہے۔ ایک وقت میں وہ جھوٹ کو سچ سمجھنے لگتا ہے۔ جدید میڈیا میں جھوٹی باتیں کر کے لوگوں کو ہنسانے کا ایک مستقل پروگرام ہے۔ حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ویلٌ لمن حدث فکذب لیضحک به القوم ویل له ثم ویلٌ له۔

جھوٹ کی تمام اقسام حرام ہیں۔ توریہ پر لغوی طور پر کذب کا لفظ بولا گیا ہے۔ توریہ بھی خاص ضرورت کے موقعہ پر ان جیسے مقامات پر درست ہے۔ ① لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے ② لڑائی کے موقعہ پر ③ میاں بیوی کی باہمی بات

چیت کے لئے ۞ کسی مسلمان کی جان بچانے کے لئے۔ بقیہ جھوٹی قسمیں اٹھانا تا کہ لوگوں کا مال ہڑپ کر لے شدید ترین گناہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من حلف علی یمین صبرٍ هو فیها فاجرٌ یقتطع بها مال امرئ مسلم لقی اللّٰه وهو علیه غضبان: یعنی جھوٹی قسم اٹھا کر مال کھانے والا اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ سے حفاظت فرمائے۔ (الشرح)

الثَّانِیُ :

۵۵ : عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : دَعْ مَا یَرِیْبُكَ اِلٰی مَا یَرِیْبُكَ ، فَاِنَّ الصِّدْقَ طُمَاْنِیْنَةٌ ، وَالْكَذِبَ رِیْبَةٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ. قَوْلُهٗ : "یَرِیْبُكَ" هُوَ بِفَتْحِ الْیَاءِ وَضَمِّهَا : وَمَعْنَاهُ اُتْرُكْ مَا لَا تَشُكُّ فِیْ حِلِّهٖ وَاَعْدِلْ اِلٰی مَا تَشُكُّ فِیْهِ۔

۵۵: حضرت ابو محمد حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ باتیں یاد ہیں: "دَعْ مَا یَرِیْبُكَ اِلٰی مَا یَرِیْبُكَ ، فَاِنَّ الصِّدْقَ طُمَاْنِیْنَةٌ ، وَالْكَذِبَ رِیْبَةٌ" جو بات شک میں مبتلا کرے اس کو چھوڑ اور اس کو اختیار کر جو شک میں نہ ڈالے۔ سچائی اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے۔ (ترمذی)

یُرِیْبُكَ : جس کے حلال ہونے میں شک ہو اس کو چھوڑ دو اور اس کی طرف جھک جاؤ جس میں شک نہ ہو۔

**تشریح** ۞ حسن رضی اللہ عنہ ان کی ولادت نصف رمضان ۳ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں۔ ان کا نام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا۔ یہ نام جاہلیت میں معروف نہ تھے۔ ان کے سن وفات میں بہت اختلاف ہے۔ ۴۴، ۴۵، ۴۹ یا ۵۰، ۵۱، ۵۲ھ (بقیع میں مدفون ہوئے) ان کو زہر دی گئی۔ سعید بن العاص حاکم مدینہ نے نماز جنازہ پڑھی۔ ان کی قبر معروف ہے۔ ان کی فضیلت میں وہ ارشاد نبوت کافی ہے کہ "میرا یہ بیٹا سردار ہے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا"۔ یہ اسی طرح ہوا۔ والد کی وفات کے بعد جب یہ خلیفہ بنے۔ لڑائی کے لئے نکلے۔ صورت حال کو بھانپ گئے کہ یہ معاملہ اس وقت تک ایک طرف نہیں لگ سکتا جب تک کہ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد دونوں اطراف سے قتل نہ ہو۔ اپنے نانا کی بات پر عمل پیرا ہو کر خلافت سے دستبردار ہو گئے اور خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے خود ان کی بیعت کر لی اور مسلمانوں کے خون و اموال کو محفوظ کر دیا۔ جو شرائط طے پائیں ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حتی الامکان پورا کیا۔ ان کے فضائل مناقب بہت ہیں۔ وہ حکیم، سخی، شریف ترین انسانوں میں سے تھے۔ مرویات کی تعداد ۱۳ ہے چار کو اصحاب سنن نے روایت کیا جن میں ایک یہ ہے۔

دع: یہ امر استحباب کے لئے ہے۔

الی ما یریبك الی مالا یریبك: نووی کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے جس کے حلال ہونے میں شبہ ہو اس کو چھوڑ کر خالص حلال

کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔اس کی نظیر وہ روایت ہے:من اتقیٰ الشبهة فقد استبراء لدینه و عرضه۔
راب یریب:شک کرنا۔راب:جس میں شک یقینی ہو۔اراب:جس میں شک وہم کی حد تک ہو۔گویا یہ جملہ بطور تمہید لایا گیا ہے کہ جب تمہیں کسی چیز میں شبہ ہو تو اسے چھوڑ دو مؤمن فطرۃً سچائی کی طرف مائل ہوتا ہے اور جھوٹ سے نفرت کرتا ہے۔ اگرچہ اسے اس کی حقیقت معلوم نہ ہو اور جب کسی کام کی عادت ڈالنے لگے تو اس کی درستی جب تک معلوم نہ ہو اس کی طرف میلان نہ چاہئے۔صاف دل والے اسی طرح کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ حقائق وجود کی پرکھ ان کو عنایت فرماتے ہیں۔بعض لوگوں کا قول ہے کہ مؤمن کامل کا پاکیزہ نفس ہر کمال سے اطمینان پاتا اور ردی سے دور ہٹتا ہے۔سچی بات کو اخذ کرتا ہے اور کذب و باطل سے نفرت کرتا ہے۔اسی لئے اس کے اطمینان کو حلت کی علامت بنا دیا گیا اور نفرت و گھٹن کو حرام کا نشان قرار دیا گیا اور پہلے کے کرنے اور دوسرے سے حتی الامکان اعراض کا حکم دیا

امام مالک کی ایک روایت میں ہے کہ جب "دع ما یریبك الی ما لا یریبك": سنائی تو ایک آدمی نے کہا مجھے یہ کیسے معلوم ہوگا تو فرمایا جب کسی کام کا ارادہ کرو تو سینے پر ہاتھ رکھو حرام میں دل مضطرب ہوگا اور حلال میں مطمئن۔نیک مسلمان تو صغیرہ کو کبیرہ کے خطرے سے چھوڑ دے گا اور طبرانی کے الفاظ زائد ہیں کہ اس آدمی نے کہا ورع والا کون ہے۔آپ نے فرمایا: جو شبہ کے وقت رک جائے۔

**تخریج**: صحیح الإسناد۔ أخرجه احمد (۱۷۲۳ /۱) والترمذی (۲۰۱۸) والنسائی (۵۷۲۷) والطیالسی (۱۱۷۸) والحاکم (۲۱۶۹ ـ ۲۱۷۰ /۲) والبیهقی (۳۳۵/۵) والدارمی (۲۵۳۲) بألفاظ متقاربة۔

**الفوائد**: ① یہ روایت ایک عظیم الشان فقہی اصول کی نشان دہی کرتی ہے کہ جس چیز میں شک ہو اس کو چھوڑ کر اس کو اختیار کر لو اور جو یقینی ہے مثلاً ایک آدمی کو نماز میں شک ہوا کہ اس نے تین رکعت پڑھیں یا دو تو دو کا ہونا یقینی ہے اس کو اختیار کر کے سجدہ سہو سے نماز کو مکمل کرے۔ ② انسان سکون و اطمینان سے ہوتا جب وہ کسی شک میں پڑتا ہے تو تب قلق و اضطراب اس پر طاری ہو جاتی ہے۔جب شک زائل ہو جاتا ہے تو پھر اضطراب ختم ہو جاتا ہے۔ ③ صدق اطمینان ہے۔سچا آدمی نجات پانے والا ہے۔اس کو کسی چیز پر تاسف نہیں ہوتا خواہ حاصل ہو یا نہ ہو۔ ④ جھوٹ جب خود شک ہے تو دوسرے اس پر کس طرح اعتماد کریں۔اسی لئے وہ اعتماد دلانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتا پھرتا ہے۔ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ کذب چھوڑ کر صدق کو اختیار کرے۔واللہ ولی التوفیق۔(الشرح)

**اَلثَّالِثُ :**

۵۶ :عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ فِی حَدِیْثِ الطَّوِیْلِ فِیْ قِصَّةِ هِرَقْلَ ' قَالَ هِرَقْلُ :فَمَاذَا یَاْمُرُکُمْ – یَعْنِی النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَبُوْسُفْیَانَ قُلْتُ :یَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا ' وَاتْرُکُوْا مَا یَقُوْلُ آبَاؤُکُمْ۔ وَیَاْمُرُنَا بِالصَّلَاۃِ ' وَالْعَفَافِ ' وَالصِّلَةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۵۶:حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ اپنے اس طویل بیان میں جو ہرقل کے قصہ میں مذکور ہے کہتے ہیں کہ

ہرقل نے کہا وہ پیغمبر تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان کہتے ہیں میں نے جواب دیا وہ کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور جو تمہارے باپ دادا کہتے ہیں اس کو چھوڑ دو۔ وہ ہمیں نماز کا حکم دیتے ہیں اور سچ بولنے اور پاک دامنی اور صلہ رحمی اختیار کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ابوسفیان صخر بن حرب قرشی اموی مکی رضی اللہ عنہ ہیں۔ عام الفیل سے دس سال پہلے پیدائش ہوئی۔ فتح مکہ کی رات اسلام قبول کیا۔ یہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ غزوۂ حنین وطائف' تبوک میں حاضر رہے۔ غنائم حنین سے ان کو ایک سو اونٹ اور ۴۰ اوقیہ چاندی دی گئی اور ان کے دونوں بیٹوں یزید و معاویہ رضی اللہ عنہما کو بھی اسی قدر عطیات دیئے۔ اس پر ابوسفیان نے یہ جملے کہے:

**واللّٰہ انك لكريم فداك ابي و امّي' ولقد حاربتك فنعم المحارب كنت' ولقد سالمتك فنعم المسالم انت فجزاك اللّٰه خيراً۔**

''اللہ کی قسم! بلاشبہ آپ ﷺ سخی ہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' میں نے آپ سے لڑائی کی تو آپ بہترین محارب تھے اور میں نے آپ سے صلح کی تو آپ بہترین صلح جو ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے''۔

غزوۂ طائف میں شرکت کی تو ایک آنکھ پر تیر لگا اور وہ ضائع ہوگئی۔ دوسری آنکھ جنگ یرموک جو دورِ صدیقی میں پیش آئی اس میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان ہوئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نجران کا عامل مقرر فرمایا۔ آپ کی وفات کے وقت تک آپ عامل رہے۔ ان سے حدیث ہرقل بخاری و مسلم نے نقل کی۔ ابو داؤد و ترمذی مختصر' نسائی نے مکمل نقل کی۔ (اطراف للمزی) مدینہ منورہ میں ۳۱' ۳۲ یا ۳۳ھ میں وفات پائی۔ اس وقت عمر ۸۸ یا ۹۳ سال تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ھِرَقْل: رومی بادشاہ کا لقب ہے۔ نام قیصر تھا۔ ۹ھ میں اطراف کے ملوک کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط روانہ فرمائے جن میں ان کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے شام میں موجود قریش کے افراد کی طرف پیغام بھیجا ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی تعلق تھا اس لئے ان کو بلایا گیا۔ ہرقل نے آپ کے حالات دریافت کرنے کے لئے کہا وہ کس چیز کا حکم دیتے ہیں کیونکہ رسول کا کام اور منصب یہی ہے یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مدرج ہیں۔

اعبد و لا اللّٰه وحده: یہ ماذا مُرُکُمْ کا جواب ہے۔

النَّحْوُ: لا تشركوا به شيئاً: یہ وحدہ کی تاکید یا عطف تفسیری ہے۔ علامہ برماوی نے ان دونوں جملوں کو ایک قرار دیا اور تحفۃ القاری میں ان جملوں کو باہمی لازم ملزوم قرار دیا گیا ہے۔ ابوسفیان نے اس میں نہایت مبالغہ کیا اس کی دو وجہ ہو سکتی ہے ① اس پر سب سے گراں چیز یہی تھی اس سے جلد جان چھڑانے کو اہمیت دی۔ ② دین توحید سے تثلیث پرست ہرقل کو خوب متنفر کرنے کے لئے کہا۔

واتركوا ما يقول اباؤكم: اپنے آباء کی بات چھوڑ دو۔ ترک جاہلیت کیلئے جامع کلمہ ہے۔ آباء کا تذکرہ ہرقل کو اس بات پر خبردار کرنے کے لئے لائے کہ ہم ان کی مخالفت میں اس لئے معذور ہیں کہ وہ آبائی دین کا تارک ہے اور تقلید آباء بت پرستوں اور نصرانیوں کے ہاں مسلم تھی۔ بالصلاة: وہ ہمیں نماز قائم کرنے کا کہتا ہے۔

الصدقة: راجح لفظ یہی ہے۔ کتاب التفسیر کی روایت میں اسی طرح ہے اور مسلم میں بھی اسی طرح ہے نیز نماز و زکوۃ کا اکٹھا استعمال کثرت سے ہے۔ مگر نووی کے نزدیک صدق کا لفظ سرخسی کی روایت سے ثابت ہے اور باب کا تقاضا بھی یہی ہے۔ پہلے عقائد مذکور ہیں پھر اعمال۔

العفاف: ① محارم اور مروت کے خلاف کاموں سے بچنا ② ایسی چیزوں سے بچنا جو نہ حلال ہوں اور نہ مناسب ہوں۔

الصلہ: ذی رحم سے میل وجول اور رعایت سے پیش آنا۔

**تخریج**: أخرجه احمد (جزء من حديث طويل أخرجه احمد (٢٣٧٠ / ١) والبخاری (٧) و (٥١) و مسلم (١٧٧٣) والترمذی (٢٧١٧) وابن حبان (٦٥٥٥) و ابن منده فی الإيمان (١٤٣) والبيهقی فی دلائل النبوة (٣٧٧/٤ / ٣٨٠) وغيرهم من أئمة الحديث الشريف۔

**الفوائد**: ① صدق کی دو قسمیں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں سچائی اختیار کرنا ② بندوں کے معاملہ میں سچائی اختیار کرنا۔ اس کے بالمقابل کذب ہے جو کہ کفار و منافقین کی علامت ہے۔ ارشاد فرمایا: اية المنافق ثلاث...... اذا حدّث كذبَ الحديث۔ اس دور میں تو جھوٹ عام ہے بلکہ جھوٹ کی مجالس قائم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿واجتنبوا قول الزور حنفاء لله﴾ ② عفاف کا معنی پاک دامنی ہے اس کی دو قسمیں ہیں: ① انسان ان چیزوں سے بچے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا مثلاً زنا' فاحشہ اور اس کے وسائل۔ زنا کی سزا سو کوڑے یا رجم رکھی گئی ہے۔ یہ انسانوں کو اس فاحشہ سے بچانے کے لئے شاندار اقدام ہے۔ اسی لئے دواعی و اسباب زنا کی روک تھام کے لئے ولا تبرجن تبرج الجاهلية: کا حکم فرمایا۔ اسی طرح پردے کی تاکید فرمائی۔ ② شہوت باطن سے بچنا یعنی پیٹ کی خاطر لوگوں سے سوال کرتا پھرے یہ قیامت کے دن ذلت کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا عفاف اختیار کرنے والوں کے متعلق فرمایا: ﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ﴾: (البقرہ: ۲۷۳) ③ اقارب سے صلہ رحمی الاقرب فالاقرب کے لحاظ سے ہونی چاہئے۔ مثلاً بھائی چچا سے زیادہ صلہ رحمی کا حقدار ہے۔ اسی طرح ماں باپ سب سے زیادہ صلہ کے حقدار ہیں۔ واللہ ھو ولی التوفیق۔ (الشرح)

الرَّابِعُ :

۵۷ : عَنْ اَبِیْ ثَابِتٍ وَقِیْلَ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَقِیْلَ اَبِی الْوَلِیْدِ ' سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ وَهُوَ بَدْرِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ :مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ تَعَالٰی الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ ' وَاِنْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۷: حضرت ابو ثابت اور بعض نے کہا ابو سعید اور بعض نے کہا ابو الولید سہل بن حنیف بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ سے سچے دل کے ساتھ شہادت مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے مراتب میں پہنچا دیں گے۔ خواہ اس کی موت اپنے بستر پر ہو۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ یہ بدری' مدنی ہیں تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ احد کے دن ثابت قدم رہے۔ اس دن موت پر بیعت کی۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ انہوں نے ان کو مدینہ کا حاکم بنایا۔

صفین میں ان کی معیت میں لڑے۔ فارس کے علاقوں کا انہیں حاکم بنایا۔ انہوں نے ان کو نکال دیا۔ پھر ان پر زیاد کو حکمران بنایا تو انہوں نے وعدہ خراج پر صلح کر لی۔ ان کی وفات ۳۸ھ کوفہ میں ہوئی۔ علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ چھ تکبیرات سے پڑھائی اور فرمایا یہ بدری صحابی ہے۔ ان کی مرویات کی تعداد چالیس ہے۔ ۴ متفق علیہ ہیں۔ دو میں مسلم منفرد ہیں۔ اصحاب سنن اربعہ نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔

**عن سأل الله تعالى الشهادة:** شہادت پانے کا سوال سچائی سے کرے اللہ تعالیٰ اس کی سچی نیت کی وجہ سے شہداء کے بلند مرتبہ میں اس کو پہنچائے گا۔ خواہ اس کی بستر پر موت آئے۔ ① اس سے معلوم ہوا کہ مقصد کو پانے کے لئے دل کی سچائی ضروری ہے۔ جس نیک کام کی نیت کرے اس پر اسے ثواب ملے گا اگرچہ عمل کا اتفاق نہ ہو۔ جیسا دوسری روایت میں گزرا کہ مدینہ منورہ میں ایسے لوگ ہیں کہ جس وادی کو بھی تم طے کرو وہ اجر میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ ان کو عذر نے شرکت سے روک دیا ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ شہادت کی طلب مستحب ہے اور اچھی نیت مستحب ہے۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (۱۹۰۹) وأبو داود (۱۵۲۰) والترمذی (۱۶۵۳) والنسائی (۳۱۶۲) وابن ماجة (۲۷۹۷) وابن حبان (۳۱۹۲) والدارمی (۲/۲۰۵) والبیهقی (۹/۱۶۹/۱۷۰) والطبرانی (۶/۵۵۰)

**الفوائد:** شہادت پانے والے کو شہید کہا جاتا ہے۔ اس کا مرتبہ انعام یافتہ جماعتوں میں تیسرا ہے۔ شہداء کی بہت سی اقسام مفسرین نے لکھی ہیں۔ ① علماء شہداء ہیں کیونکہ یہ دین حق اور شریعت کی سچائی کی گواہی دیتے ہیں۔ احکام میں حلال و حرام مستحب و مکروہ کی گواہی دیتے ہیں ان کے علاوہ کوئی دوسرا ان کو نہیں جان سکتا۔ ② اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جانے والے بھی شہید ہیں جیسا فرمایا: ﴿ولا تحسبن الذين قتلوا......﴾۔ ③ طاعون، غرق، آگ میں جل کر پیٹ کی بیماری وغیرہ میں مبتلا ہو کر مرنے والے بھی ارشادات نبوت کے مطابق شہید ہیں۔ ④ اپنی جان و مال عزت کے دفاع میں مارے جانے والے کو آپ ﷺ نے فرمایا: من قتل دون ماله و اهله فهو شهيد۔ ⑤ جن کو ظلماً قتل کر دیا جائے وہ بھی شہید ہے مگر ان میں سب سے بلند مرتبہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں ایک میزان مقرر فرما دیا۔ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كلمةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سبيل اللهِ۔ جب کوئی انسان صدق نیت سے اللہ تعالیٰ سے شہادت کا طالب ہوگا اور شہادت تو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کی خاطر قتال سے ہوگی تو ایسے شخص کو منازل شہداء میں پہنچا دیں گے۔ فقط وطن کی خاطر لڑ کر مرنے والا شہید نہ ہوگا۔ اسلامی مملکت کے دفاع کی خاطر تا کہ وہاں اسلام محفوظ رہے لڑنے والا یقیناً شہید ہوگا۔ (الشرح)

**اَلْخَامِسُ :**

۵۸ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ ، فَقَالَ لِقَوْمِهٖ : لَا يَتْبَعْنِيْ رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَاَةٍ وَّهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا ، وَلَا اَحَدٌ بَنٰى بُيُوْتًا لَمْ يَرْفَعْ سُقُوْفَهَا ، وَلَا اَحَدٌ اشْتَرٰى غَنَمًا اَوْ

خَلِفَاتٍ وَهُوَ يَنْتَظِرُ اَوْلَادَهَا۔ فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلَاةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِيبًا مِنْ ذٰلِكَ ، فَقَالَ لِلشَّمْسِ :اِنَّكِ مَأْمُورَةٌ وَّاَنَا مَأْمُورٌ ، اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا ، فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ، فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَآءَتْ – يَعْنِي النَّارَ – لِتَأْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا ، فَقَالَ :اِنَّ فِيكُمْ غُلُوْلًا فَلْيُبَايِعْنِيْ مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ :فِيكُمُ الْغُلُوْلُ۔ فَلْيُبَايِعْنِيْ قَبِيلَتُكَ ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ :فِيكُمُ الْغُلُوْلُ۔ فَجَاؤُوْا بِرَاْسٍ مِثْلَ رَاْسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ ، فَوَضَعَهَا فَجَآءَتِ النَّارُ فَاَكَلَتْهَا۔ فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ قَبْلَنَا ، ثُمَّ اَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ لَمَّا رَاٰى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْخَلِفَاتُ" بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ :جَمْعُ خَلِفَةٍ وَهِيَ النَّاقَةُ الْحَامِلُ۔

۵۸: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ایک پیغمبر جہاد کیلئے نکلے۔ انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا میرے ساتھ ایسا کوئی آدمی نہ نکلے جس نے نئی نئی شادی کی ہو اور وہ اپنی بیوی سے ہمبستری کا ارادہ رکھتا ہو اور ابھی تک ہمبستری نہ کی ہو اور نہ ہی وہ جس نے مکان بنایا ہو مگر ابھی تک اس کی چھت نہ ڈالی ہو اور نہ ہی وہ آدمی جس نے بکریاں یا حاملہ اونٹنیاں خریدی ہوں اور ان کے بچے جننے کا منتظر ہو۔ چنانچہ وہ پیغمبر جہاد پر روانہ ہو گئے اور اس شہر میں عصر کی نماز کے وقت یا عصر کے قریب اس شہر میں پہنچے۔ پس انہوں نے سورج کو خطاب کر کے فرمایا: اے سورج تو بھی اللہ کی طرف سے مامور ہے اور میں اللہ کی طرف سے مامور ہوں۔ اے اللہ! سورج کو ہمارے لئے روک دے۔ چنانچہ سورج کو روک دیا گیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ شہر فتح کر دیا پھر انہوں نے غنائم کو جمع فرمایا۔ آسمان سے آگ ان کو جلانے کیلئے آئی مگر آگ نے اس کو نہ کھایا اور نہ جلایا۔ انہوں نے فرمایا تمہارے اندر مال غنیمت میں خیانت پائی جاتی ہے۔ ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔ ایک آدمی کا ہاتھ ان میں سے آپ کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ آپ نے فرمایا تمہارے قبیلہ میں خیانت ہے۔ تمہارا قبیلہ میری بیعت کر لے۔ چنانچہ دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چمٹ گئے۔ آپ نے فرمایا خیانت تم میں ہے۔ پھر وہ ایک سونے کا سر لائے جو گائے کے سر کے برابر تھا۔ جب اس کو مال غنیمت میں رکھا۔ پس اسی وقت آگ اتری اور اس مال کو کھا گئی (پھر آنحضرتؐ نے فرمایا) ہماری شریعت سے پہلے غنائم کا مال کسی کیلئے استعمال کرنا جائز نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے غنائم کو حلال کر دیا۔ جب ہماری کمزوری اور عاجزی کو دیکھا۔ (متفق علیہ)

اَلْخَلِفَاتُ مَعَ خَلِفَةٌ :حاملہ اونٹنی

**تشریح** ۞ نبی من الانبیاء: اس سے یوشع بن نون مراد ہیں (التوشیح) بضع امرأة: اس سے نکاح' شرمگاہ یا جماع مراد ہوتا ہے۔ یعنی بہا سے مراد داخل ہونا ہے۔ اس تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کا رواج یہ تھا کہ جب خاوند بیوی کے ہاں پہلی مرتبہ جانا چاہتا تو اس کے لئے بالوں وغیرہ کا خیمہ لگواتا۔ اس لازم بول کا ملزوم مراد ہے۔ لم یرفع سقوفها: سے مراد مکان کا تیار نہ ہونا ہے۔ غنما او خلفات۔ بکریاں کمزوری کی وجہ سے نگران کی محتاج ہیں خواہ حاملہ نہ ہوں۔ خَلِفَةٌ: حاملہ اونٹنی۔

بقول قرطبی قریب الولادت اونٹنی۔

علامہ قرطبیؒ: ان اقسام کے لوگوں کو ساتھ جانے سے منع کیا کیونکہ ان کی جہاد و شہادت سے رغبت کم ہو جائے گی اور ممکن ہے کہ جہاد سے نفرت کا باعث بن جائے۔ اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد نیت کو ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک وصاف کرنا ہے تا کہ بڑا اجر پا سکیں۔

**دنا من القریہ:** مسلم میں ادنیٰ کا لفظ ہے مطلب یہ ہے: ① ادنیٰ جیوشه للقریة ② یہ حال یعنی قریب ہونے کے معنی میں ہے جیسے ادنت الناقة: جب بچہ جننے کے قریب ہو۔ (نووی) بقول قرطبی یہ دخل فی الموضع الدانی منها: یعنی وہ بستی کی قریبی جگہ میں داخل ہوئے۔ بستی کا نام بخاری میں اریحا مذکور ہے۔ **انك مأمورة:** اس سے تسخیر تکوینی مراد ہے اور انا مامور سے امر تکلیفی مراد ہے۔

**فحبست:** سورج کا رک جانا یہ معجزہ نبوت ہے۔ جیسا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قصہ اسراء اور حضر خندق کے موقعہ پر ہوا۔ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں ① سورج واپس لوٹ گیا ② رک گیا ③ اس کی حرکت کو سست کر دیا گیا۔ بہر صورت میں یہ معجزہ ہے۔

غنائم جمع کیے گئے اور آگ لگائی مگر مال غنیمت کو اس نے نہ جلایا سابقہ انبیاء علیہم السلام کے ہاں یہی معمول تھا۔ **لم تطعمها:** کا لفظ نہ کھانے میں مبالغہ ظاہر کرنے کے لئے لائے کہ کھانا تو درکنار اس کو چکھا بھی نہیں۔ سابقہ شرائع میں غنائم کا یہی حکم تھا کہ آسمانی آگ اتر کر اس کو جلا دیتی۔ **غلال:** مال غنیمت میں خیانت کو کہا جاتا ہے۔ **من کل قبیلة رجل** کیونکہ ان کی تعداد ستر ہزار بتلائی جاتی ہے ہر ایک کی بیعت ممکن نہ تھی ایک آدمی کا ہاتھ پیغمبر علیہ السلام کے ہاتھ سے چمٹ گیا جس سے یہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ اس قبیلہ میں خیانت ہے۔ پھر اس قبیلے کے لوگوں نے بیعت کی تو دو تین کے ہاتھ چمٹ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں خیانت ہے۔ انہوں نے مان لیا اور گائے کے سر کے برابر سونے کا سر لائے۔ اس کو غنیمت میں رکھا گیا تو آگ نے مال غنیمت کو کھا لیا۔

**فاحلها لنا:** یہ ما قبل کا جواب ہے۔ ② جواب محذوف ہو اور یہ معطوف ہو۔ **رأی:** جانا۔ **ضعفناء و عجزنا:** بدن کی کمزوری اور اعمال سے عاجزی۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۸۲٤٥ ۳) و عبدالرزاق (۹٤۹۲) والبخاری (۳۱۲٤) و مسلم (۱۷٤۷) والبیهقی (۳۹۰/٦) وابن حبان (۳۸۰۷) والحاکم (۲٦۱۸ ۲)

**الفرائد:** ① جہاد سابقہ امم میں بھی اسی طرح مشروع تھا جیسا اس امت میں ہے۔ قصہ طالوت اس پر دلیل ہے۔ سورۃ البقرہ ۲۴۶۔ ② ساری کائنات کا مدبر اللہ تعالیٰ ہے اپنے رسول کی تائید کے لئے معاملات کو جس طرح چاہے پھیر دے۔ جیسا سورج کو روک دیا۔ کفار کا مزاج یہ ہے کہ وہ ہر نشانی بھی دیکھ لیں تب بھی ایمان نہ لائیں بلکہ یہی کہہ دیں سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (القمر: ۲) ③ اس امت پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی احسانات میں سے چند کا تذکرہ ہے۔ پہلی امتوں پر غنائم حرام تھے ہمارے لئے حلال کر دیئے۔ ④ ہاتھ کا چمٹنا محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوا ورنہ ہاتھ تو ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں۔ ⑤ انبیاء علیہم عالم الغیب نہیں اس کے لئے بے شمار شواہد ہیں: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا﴾ (الجن:

۲۶) ⑨ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم علامت وہ آسمانی آگ تھی جو کسی درخت وغیرہ سے پیدا ہونے والی نہ تھی۔ (الشرح)

اَلسَّادِسُ :

۵۹ : عَنْ اَبِیْ خَالِدٍ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا ، فَاِنْ صَدَقَا وَبَیَّنَا بُوْرِکَ لَھُمَا فِیْ بَیْعِھِمَا ، وَاِنْ کَتَمَا وَکَذَبَا مُحِقَتْ بَرَکَۃُ بَیْعِھِمَا " مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۵۹ : حضرت ابو خالد حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فروخت کنندہ اور خریدار کو اختیار ہے جب تک وہ اس مجلس سے جدا نہ ہوں۔ اگر دونوں نے حقیقت کو نہ چھپایا اور سچ بولا تو ان کی بیع میں برکت ڈال دی جائے گی اور اگر حقیقت کو چھپایا اور جھوٹ بولا تو بیع کی برکت ختم کر دی جائے گی۔ (متفق علیہ)

**ایک کلیہ**: قریش کے اسماء میں حرف مہملہ کے بعد زاء آتی ہے۔ وہ اسی طرح پڑھا جائے گا مثلاً حِزَامؓ اور انصار کے جتنے نام دو مہملہ حروف سے شروع ہوتے ہیں وہ دونوں مفتوح پڑھے جاتے ہیں مثلاً حَرَام بن ملحصان۔

ان کا نام حکیم بن حزام اور کنیت ابو خالد ہے۔ یہ قریش کی شاخ بنو اسد سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے ہیں۔ ان کی پیدائش کعبہ میں ہوئی۔ یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ یہ جاہلیت و اسلام میں سرداران قریش میں سے شمار ہوتے تھے۔ یہ مؤلفۃ القلوب سے تھے حنین کے دن ان کو ایک سو اونٹ عنایت ہوئے۔ یہ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں جو خیر کا کام کیا اسلام میں آ کر اسی طرح کا نیک کام کیا' ان کے پاس قریش کا ڈیرہ دار الندوہ تھا انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دیا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا تو نے قریش کی عزت بیچ دی تو انہوں نے جواب دیا تقویٰ کے سوا تمام مکارم ختم ہو گئے۔ وہ تمام مال صدقہ کر دیا۔ زمانہ اسلام میں حج کیا ان کے ساتھ ایک سو اونٹ تھے اور ان کے ساتھ ایک سو غلام کھڑے کئے جن کے گلے چاندی کے طوق پر یہ تحریر درج تھی: عتقاء اللّٰہ عن حکیم بن حزام۔ اسی طرح اس موقعہ پر ایک ہزار بکریاں بطور ھدی دیں۔ یہ بڑے سخی تھے۔ وفات سے قبل نگاہ جاتی رہی انہوں نے ایک سو بیس سال عمر پائی نصف حصہ جاہلیت میں گزرا اور نصف اسلام میں۔ بقول ابن اثیر سن وفات ۵۴ھ خلافت معاویہ کا زمانہ ہے۔ بعض نے ۵۸ھ نقل کیا ہے۔

مرویات کی تعداد چالیس ہے۔ بخاری و مسلم نے ۴ نقل کی ہیں۔

خیار: فسخ و ایجاد میں سے ایک کو اختیار کرنا۔ مالم یتفرقا: بدن وکلام سے جدائی مراد ہے۔ صدقا: اس چیز کے متعلق صفت و غیب کی اطلاع میں دونوں سچے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے زیادتی نفع کے اسباب بڑھا دیں گے اور ان کے اچھے معاملہ کرنے والے مل جائیں گے وہ خیانت وحسد سے محفوظ رہیں گے جو کہ بیع میں نقصان کا باعث ہیں اور اگر انہوں نے سامان کے عیوب کو چھپایا اور ان کی تعریف میں جھوٹ سے کام لیا تو بیع کی برکت مٹا دی جائے گی اور ان کو سوائے مشقت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ایک روایت میں کذب وکتمان عیب کے علاوہ جھوٹی قسم کو بھی بے برکتی کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ جس کو بخاری

ومسلم ابوداؤد ترمذی نسائی نے معمولی فرق کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

**فوائد** ۞ : جب تاجر اپنے معاملات میں دھوکہ و جھوٹ اور ملاوٹ اختیار نہیں کرتا تو اللہ اس میں برکت دیتے ہیں اسی طرح بندہ جب تک اپنی غلامی کے معاملات میں ملاوٹ اور ریاکاری اور دکھلاوے سے کام نہیں لیتا تو اس کے عمل میں برکات ہوتی ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ان اللّٰہ اشتری.....﴾: درست معاملے علامت تقویٰ ہے۔ ② اور نیکی کا آخری نتیجہ جنت ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد ١٥٣١٤ / ٥) و أبي شيبة (١٢٤/٧) والدارقطني (٢٥٠/٢) والطيالسي (١٣١٦) والبخاري (٢٠٧٩) و مسلم (١٥٣٢) وأبو داود (٤٣٥٩) والنسائي (٤٤٦٩) والترمذي (١٢٤٦) وابن حبان (٤٩٠٤) وغيرهم۔

**الفرائد**: ① بیعان: تغلیباً بائع و مشتری بیعان کہہ دیا گیا جیسے کہتے ہیں القران یعنی سورج و چاند۔

خیار کی صورتیں ① جب بیع مطلق ہو تو خیار بھی مطلق ہوگا۔ ② جب بائع خیار کی شرط لگائے تو اختیار صرف بائع کو ہوگا۔ ③ جب مشتری شرط لگائے تو خیار فقط مشتری کو ہوگا۔ ④ بیع اس طرح کریں کہ خیار کسی کو حاصل ہوگا تو کسی کو بھی اختیار نہ ہوگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المسلمون علی شروعهم الا شرطًا اصل حراما او رحم حلالًا۔

④ سامان کو فروخت کرتے ہوئے اس کی صفات مطلوبہ بیان کر دینی چاہئیں ورنہ کذب کی وجہ سے برکت اٹھ جائے گی۔

(الشرح)

## ٥ : بَابُ الْمُرَاقَبَةِ

## باب: مراقبہ کا بیان

مراقبہ: مقام احسان کا دوسرا نام ہے۔ ان لم تکن تراہ فانہ یراك: دوسری روایت میں ہے جس کو عبادہ بن صامت نے نقل کیا مسلمان کے ایمان کا افضل درجہ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ وہ جہاں بھی ہے وہاں اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔ بقول شاعر:

کان رقیبا منك یرعی خواطری ☆ واخری یرعی ناظری وجنانی

بقول ابن عطاء! اے اللہ وہ آنکھ اندھی ہو جائے جو یہ یقین نہ کرتی ہو کہ تو اس کو دیکھتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ﴾ [الشعراء:٢١٨-٢١٩]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وہ ذات جو تمہیں دیکھتی ہے جب تم اٹھتے ہو اور سجدہ کرنے والوں میں آتے جاتے ہو۔ (الشعراء)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ﴾ [الحدید:٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وہ اللہ تعالیٰ (اپنی قدرت وعلم سے) تمہارے ساتھ ہیں جہاں بھی تم ہو۔(الحدید)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ﴾ [آل عمران :٥]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ پر آسمان وزمین کی کوئی چیز مخفی اور چھپی ہوئی نہیں ہے۔(آل عمران)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ [الفجر:١٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بے شک آپ کا رب گھات میں ہے۔(الفجر)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ﴾ [غافر :١٩]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتے ہیں اور جو سینوں میں مخفی باتیں ہیں ان کو بھی جانتے ہیں۔(غافر)

وَالآيَاتُ فِى الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ۔

آیات اس سلسلہ میں معروف ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ :فَالْاَوَّلُ

**الفرائد :** ① مراقبة للّٰه: یہ ہے کہ انسان یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اقوال وافعال اور اعتقادات کو جانتے ہیں۔جیسا اس آیت میں ہے:﴿اَلَّذِىْ يَرٰكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ......﴾:اللہ تعالیٰ ہر مکان ومقام اور ہر گھڑی وحالت پر مطلع ہے۔② مراقبة اللّٰه تعالیٰ: کہ اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے جیسا فرمایا:﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا﴾:(احزاب:۵۲)

حکمت ذکر سجدہ وقیام: نماز میں ان کو اہم ترین ہونے کی وجہ سے ذکر کیا قیام تلاوت کی وجہ سے سجدہ سے افضل ہے اور سجدہ ہیئت کی وجہ سے قیام سے افضل ہے جیسا فرمایا:﴿واقرب ما يكون العبدُ من ربه وهو ساجد﴾:اسی لئے سجدہ میں خوب دعا کرنی چاہئے۔

آدمی کو زبان سے درست بات نکالنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی ٹیم مقرر ہے۔

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ (ق:۱۸) اپنی پوشیدہ حالت پر اللہ تعالیٰ کو نگہبان جانتے ہوئے دل کو شرک، ریا اور ایمان والوں کے متعلق کینہ وبغض، کفار سے محبت وغیرہ سے بچاؤ کیونکہ اس نے فرمایا:﴿وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ﴾:(ق:۱۶) پس قول وفعل اور دل میں جب اللہ تعالیٰ کو رقیب جان لیا تو پھر اس کی طرف رغبت والی اور اس کی رحمت کی طمع والی عبادت میسر ہو جائے گی یا کم از کم اس کی عظمت کے رعب اور عذاب سے خوف والی تو مل ہی جائے گی۔اللہ تعالیٰ

سے کائنات کا کوئی ذرہ اور کوئی خشک و تر مخفی نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ﴾ (آل عمران: ۵) نکرہ سیاق نفی میں عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔ پانچ چیزیں ظلمات الارض کہلاتی ہیں ① مٹی کی ظلمت ② سمندر کے پانی کی ظلمت ③ رات کی ظلمت ④ تہہ بہ تہہ بادل کی ظلمت ⑤ اترنے والی بارش کی ظلمت۔ ان میں بھی مخفی چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔ اس نے خود فرمادیا: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ﴾: (الحدید: ۴) معیت الٰہی تین قسم ہے: ① علم و قدرت، غلبہ و تدبیر سے مخلوق کا احاطہ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ ② اس تہدید و انذار مراد ہوتا ہے ﴿یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ﴾: (النساء: ۱۰۸) ③ نصرت و تائید ثابت قدم کرنا جیسا فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا......﴾ (النحل: ۱۲۸) اسی تیسری قسم کی نسبت مخلوق کی طرف کردی جاتی ہے۔ ﴿فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ﴾: (التوبہ: ۴۰) حاصل آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم و قدرت سے تیرا احاطہ کرنے والے ہیں۔ تیری کوئی حرکت و سکون اس سے مخفی نہیں پس اس کی اطاعت بجالاؤ اور اس کی منہیات کو چھوڑ دے۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (الفجر: ۱۴) عاد، ثمود، فرعون کی ہلاکت کا ذکر کر کے فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ کہ اپنی قوت پر نازاں قوم عاد کو نرم لطیف ہوا اور قوم صالح مکانات کی پختگی پر فخر کرنے والوں کو چیخ اور ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی﴾: کا دعویٰ کرنے والے فرعون کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کر دیا۔ کیا یہ سچ نہیں ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ ۔ ﴿یعلم خائنة الاعین﴾: (غافر) آنکھوں کی خیانت کو کہ کس غرض سے دیکھتا ہے اور دل کی خباثت کہ کیا خیالات چھپائے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دل و دماغ کا گہرا تعلق ہے جس کی مکمل حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ (الشرح)

اس میں حق کے سواء اور کچھ نہ ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز چھپی نہیں ہے۔ جعفر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں ہو اور کچھ نہ پائے جو اسے تم پر ظاہر کردے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے اعمال کا نگہبان ہے۔ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں رہ سکتی۔ ﴿یعلم خائنة الاعین﴾ (غافر) وہ غیر محرم کی طرف نظر چرا کر دیکھنے کو جانتا ہے اور وہ دلوں کا راز دان ہے۔ اس آیت میں اشارہ کیا کہ وہ چھوٹے گناہوں کو بھی جانتا ہے تو بڑے اس سے کیونکر مخفی رہ سکتے ہیں۔ اور بھی آیات ہیں جیسے فرمایا: وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ [یونس: ۶۱]

احادیث ملاحظہ ہوں:

۶۰: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعَرِ، لَا یُرٰی عَلَیْهِ اَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا یَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَیْهِ اِلٰی رُكْبَتَیْهِ، وَوَضَعَ كَفَّیْهِ عَلٰی فَخِذَیْهِ وَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ، اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَتُقِیْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِیَ الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا۔ قَالَ: صَدَقْتَ۔ فَعَجِبْنَا

لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ : فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ؟ قَالَ : اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ۔ قَالَ : صَدَقْتَ۔ قَالَ : فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ؟ قَالَ : اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ : قَالَ : فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ۔ قَالَ : مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ قَالَ : فَأَخْبِرْنِي عَنْ اَمَارَاتِهَا۔ قَالَ : اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا ، وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ۔ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ : يَا عُمَرُ ، اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلِ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ۔ قَالَ : فَإِنَّهُ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَمَعْنَى : "تَلِدُ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا" : اَيْ سَيِّدَتَهَا ؛ وَمَعْنَاهُ اَنْ تَكْثُرَ السَّرَارِيْ حَتّٰى تَلِدَ الْاَمَةُ السَّرِيَّةُ بِنْتًا لِسَيِّدِهَا ، وَبِنْتُ السَّيِّدِ فِي مَعْنَى السَّيِّدِ وَقِيْلَ غَيْرُ ذٰلِكَ ۔ وَ" الْعَالَةُ" : الْفُقَرَاءُ۔ وَقَوْلُهُ "مَلِيًّا" اَيْ زَمَانًا طَوِيْلًا ، وَكَانَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا۔

٦٠: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک آدمی جو انتہائی سفید کپڑوں اور انتہائی سیاہ بالوں والا تھا آیا۔ اس پر سفر کا کوئی اثر نہ تھا اور ہم میں سے اس کو کوئی بھی نہ جانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ آنحضرت کے پاس اس طرح بیٹھا کہ اس نے اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا لئے اور اپنی ہتھیلیاں اپنی رانوں پر دراز کر لیں اور کہنے لگا یا محمد (ﷺ) مجھے اسلام کے متعلق بتلاؤ۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو لا إله إلا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور بشرط استطاعت بیت اللہ شریف کا حج کرے۔ اس نے یہ سن کر کہا تم نے سچ کہا۔ ہم نے تعجب کیا کہ خود ہی سوال کر رہا ہے اور خود ہی تصدیق کر رہا ہے۔ پھر اس نے کہا مجھے ایمان کے متعلق بتلاؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اللہ پر ایمان لائے اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے۔ اس نے کہا تم نے سچ کہا۔ پھر اس نے کہا مجھے احسان کے بارے میں بتلاؤ۔ آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو! گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر چہ تم اس کو واقعہ میں دیکھ نہیں رہے ہو۔ وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے کہا مجھے قیامت کے متعلق خبر دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سائل سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ اس نے کہا تم مجھے اس کی کچھ علامات کے متعلق بتلاؤ۔ آپ نے فرمایا: لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی اور تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں ننگے جسم تنگ دست بکریوں کے چرواہے بڑی بڑی عمارات بنائیں گے۔ پھر وہ چلا گیا میں کچھ دن ٹھہرا رہا۔ پھر آپ نے ایک دن فرمایا: اے عمر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ سائل کون تھا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔ (مسلم)

تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا۔ رَبَّتَهَا کا معنی مالکہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لونڈیاں بہت ہو جائیں گی۔ یہاں تک کہ لونڈی اپنے آقا کی بیٹی کو جنم دے گی اور آقا کی بیٹی آقا کے معنی میں ہے تو حاصل یہ ہوا کہ لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی۔ بعض نے اور معانی بھی کئے ہیں۔ اَلْعَالَةُ فقرو محتاج۔ مَلِیًّا: طویل عرصہ اور یہ تین دن تھا۔ حدیث میں بھی اس سے مراد تین دن تھے۔

**تشریح** ۞ بینما نحن: یہ بین کی طرح ظرف زمان ہے۔ اس میں مفاجات اور شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس میں اذ طلع: کا معنی مفاجات عامل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ وقت حضور نافی اشرف مجلس فاجأنا عند طلوع ذلك الرجل۔ ⑵ ابن جنی کہتے ہیں۔ بینا: کا عامل محذوف اور طلع اذ: پر عامل ہے۔ ⑶ شلوبین نے کہا اس کا عامل محذوف اور اذ اس کا بدل ہے۔ ⑷ اذ: مبتدأ اور خبر ذات یوم ہے۔ طلع کا لفظ کسی عظیم کام کو بیان کرنے کے لئے لایا جاتا ہے (کشاف) شدید بیاض الثوب: بعض محققین کا قول۔ حسن ہیئت، حسن باطن کا عنوان ہے اسی لئے عید و جمعہ میں تزئین کا حکم دیا گیا۔ الثوب پر الف لام عوض مضاف الیہ ہے ای شدید بیاض شعرہ۔ لا یعرفه منا احدٌ: کی تعبیر تنکیر کی تاکید کے لئے ہے۔ عاقولی نے تقدیر عبارت نہیں نکالی وہ کہتے فرشتے کے لئے استیذان کی ضرورت نہیں مفاجات اس کے عدم کی دلیل ہے۔ استیذان قرب کے لئے ہوتا ہے۔ اگرچہ اس روایت میں مجلس میں آنے کے لئے استیذان کا تذکرہ نہیں مگر نسائی کی روایت میں صراحت موجود ہے یہ استیذان لوگوں پر معاملے کے مخفی رکھنے کے لئے تھا اس نے کہا السلام علیکم یا محمد! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔ پھر اس نے کہا اے محمد کیا مجھے قریب آنے کی اجازت ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اس کو قریب آنے دو۔ وہ اور قریب آنے کا مطالبہ کرتا رہا اور آپ ﷺ اس کے جواب میں اس کو قریب آنے دو فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے دو ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں گھٹنوں پر رکھ دیئے۔ رکبتیه: جبرائیل نے اپنے گھٹنے الی رکبتیه: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے کے ساتھ ملا لئے اتنا زیادہ قرب امر مہم: کے متعلق دلالت کر رہا تھا۔ وضع کفیه علی فخذیه: اس میں فخذ یہ کی ضمیر کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانا بہتر ہے تاکہ نسائی میں جو آپ کے گھٹنوں پر صراحۃً ہاتھ رکھ لینے کا تذکرہ موجود ہے یہ اس کے موافق ہو جائے۔ یہ ہیئت مہتم بالشان چیز کی تعلیم کے لئے معلم اختیار کرتا ہے۔ عاقولی نے یہاں بھی ضمائر کا انکار کیا مگر نسائی کی تصریح کے بعد عاقولی کی بات قابل التفات نہیں ہے۔

قال یا محمد: گفتگو میں یہ انوکھا انداز ابتداء میں اس لئے اختیار کیا کیونکہ فرشتے لا تعجلوا ادعاء الرسول کی نہی میں مخاطب نہیں ہیں۔ نیز تغریب حاضرین کے لئے مناسب ہے۔

اخبرنی عن الاسلام: ایمان و اسلام کے معنی میں لزوم پایا جاتا ہے شرعی ایمان بلا ظاہری تصدیق کے معتبر نہیں اور نہ اس کا عکس۔ یہ اصل کے لحاظ سے متحد اور مفہوم کے لحاظ سے مختلف ہیں کیونکہ اسلام کا شرعی مفہوم افعال ظاہرہ شرعیہ سے اطاعت اختیار کرنا اور ایمان شرع میں قواعد شرعیہ سے تصدیق کرنے کو کہا جاتا ہے۔ کبھی اس معنی کو وسیع کر کے ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق کر لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں اعمال ظاہرہ کو ایمان کہا گیا۔ الایمان بضع وسبعون شعبه ادناها اماطة الاذی عن الطریق واعلها اقول لا اله الا الله اور اسی طرح تصدیق قلبی کو اس آیت میں اسلام سے تعبیر کیا گیا: ﴿ان الدین عند الله الاسلام﴾ قول قرطبی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ اطلاق جوازاً اور توسعاً ہے۔ جب اس تحقیق کو تسلیم کر لیا جائے تو اس

سلسلہ میں وارد ہونے والے بہت سے اشکالات حل ہو جاتے ہیں۔

**اَلنَّحْو:** ان تشہد: یہ مبتدا محذوف الاسلام کی خبر ہے۔ ان لا الٰہ: کا ان مخففہ من المثقلہ ہے یا مطلب یہ ہے کہ جس کو زبان سے تصدیق کی قدرت ہو اسے ان کلمات کا زبان سے اقرار ضروری ہے ورنہ اس کا اسلام معتبر نہ ہوگا۔ نوویؒ نے شرح مسلم میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ لیکن دیگر علماء کہتے ہیں مضمون کی دل سے تصدیق ایمان کے لئے کافی البتہ ان کلمات کے زبان پر نہ لانے کی وجہ سے گناہ گار ضرور ہوگا۔ تشہد: یہ اقرار و بیان کے معنی میں ہے۔

ان محمدا رسول اللّٰہ: سابقہ ترکیب کے مطابق۔ مزید تراکیب یہ ہیں:

① لا الٰہ الا اللّٰہ۔ لا: نفی جنس۔ الٰہ: اس کا اسم ہے یہ لا اپنے اسم کے ساتھ مل کر ابتداء کی وجہ سے محل رفع میں ہے اور اسم جلالہ اس کی خبر ہے۔

② زمخشری کہتے ہیں اللہ مبتداء ہے اور خبر الٰہ اس کی خبر نکرہ ہے جیسا کہ قاعدہ ہے۔ پھر خبر پر لا نفی داخل کر کے اس کو مقدم کر دیا اور مبتداء کے ساتھ الا حرف اثبات لگا کر مؤخر کر دیا۔ اس وجہ سے لا خبر پر آ گیا ہے۔ اس کی مزید وضاحت شرح الاذکار میں ملاحظہ ہو۔

یہاں ارکانِ اسلام کو ذکر کرنے کا مقصد اسلام کے کمال کو بیان کرنا ہے کیونکہ اسلام کے بڑے شعائر یہی ہیں اسلام کی جڑ تو شہادتین ہیں۔ (کذا ابن الصلاح قال) الصلاۃ: نماز کو ہمیشہ قائم کرے۔ لغت میں دعا کو کہتے ہیں۔ شرع میں ایسے اقوال و افعال جن کی ابتداء تکبیر اور اختتام السلام علیکم سے ہوتی ہے۔ بعض محققین نے اس کو الصلاہ سے لیا۔ الصلاہ: پشت کی وہ رگ جس سے دم کی ہڈی کے آخری حصہ کے قریب دو رگیں نکل کر دونوں سرینوں میں جاتی ہیں جن کو الصلوان کہا جاتا ہے۔ جب نمازی رکوع کرتا ہے تو سرین بھی حرکت کرتے ہیں۔ اسی مناسبت سے دوسرے نمبر پر آنے والے گھوڑے کو مصلی کہتے ہیں کیونکہ وہ سابق کے سرین کے ساتھ ملا ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ دعا کے معنی میں حقیقۃ لغویہ ہے اور مجاز عرفی ہے۔ خشوع و رغبت میں دعا کرنے والا مصلی کے ساتھ علاقہ تشبیہ رکھتا ہے۔

الزکوٰۃ: اس کی مکمل تفصیلات کتب فقہ میں ہے۔ لغت میں طہارت، نمو و اضافہ کو کہتے ہیں۔ شرعاً اموال میں نکالا جانے والا مقررہ حصہ۔

صوم رمضان: لغت میں رک جانا اور شرع میں رمضان میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک ماکولات، مشروبات، شہوات سے رکنا۔ رمضان: کا نام اس لئے پڑا کہ یہ گناہوں کو جلا ڈالتا ہے جیسا صحیح حدیث میں وارد ہے۔ تحج البیت: لغت میں قصد کو کہتے ہیں۔ شرع میں عبادت کے لئے بیت اللہ کا قصد کرنا۔ سلمان تیمی کی مفرد روایت سے ابن حبان نے بعض زائد لفظ بھی نقل کیے ہیں جس میں حج کے ساتھ وضو و غسل کا ذکر ہے۔ البیت: کا لفظ کعبہ کے لئے تغلیباً بطور علم استعمال ہونے لگا جیسا النجم ثریا کے لئے۔ ان استطعت الیہ سبیلاً: استطاعت کی تفسیر حاکم کی صحیح روایت میں الزاد و الراحلہ: سے ثابت ہے۔ دیگر علماء نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

**فائدہ قید:** بقیہ کے ساتھ استطاعت کی قید کا اضافہ نہیں کیا گیا۔ حج میں اس قید کو اس لئے بڑھایا کہ حج میں مشقت زیادہ ہے اور دوسروں میں عدم استطاعت میں وجوب اور ساقط ہوتا ہے اصل وجوب نہیں مگر حج میں اصل وجوب ہی ساقط ہو جاتا

ہے۔(مگر یہ بات زیادہ وقیع معلوم نہیں ہوتی کیونکہ زکوۃ کا حال بھی یہی ہے فافہم وتدبر)
**یَسالُہُ وَیصدقہ:** حضرت عمرؓ کہتے ہیں ہم متعجب ہوئے کہ خود سوال بھی کرتا ہے اور خود تصدیق بھی کرتا ہے جبکہ سوال تو عدم علم اور تصدیق علم کی علامت ہے۔
**النَّحْو:** یہ جملہ محلاً حال ہے۔
**اھم فائدہ:** اسلام دو باتوں میں استعمال ہوتا ہے: (۱) اعمال ظاہرہ (۲) انقیاد مطاعت۔ اس کے اور ایمان کے معنی میں تلازم دوسرے معنی کے لحاظ سے ہے۔ پہلے معنی کے لحاظ سے یہ جدا ہو جاتے ہیں۔ تصدیق و اطاعت باطنی بغیر اعمال مشروعہ کے بسا اوقات پائی جاتی ہے۔ باقی اسلام اعمال مشروعہ کے معنی کے لحاظ سے لیا جائے تو اس سے کسی حالت میں بھی ایمان جدا نہیں ہوتا کیونکہ اعمال مشروعہ کی صحت کے لئے وہ شرط ہے اور اعمال مشروعہ اس کی صحت کے لئے شرط نہیں۔ اہل سنت کا یہی مسلک ہے۔
الایمان: یہ امن کا مصدر ہے جس کا معنی تصدیق ہے:
(۱) اس میں ہمزہ تعدیہ کے لئے ہے۔ گویا تصدیق کرنے والے نے دوسرے کو اس کی تکذیب سے امن والا بنا دیا۔
(۲) یا ہمزہ صیرورت کے لئے ہے۔ وہ تصدیق کرنے والا خود تکذیب سے امن میں ہو گیا۔
(۳) جب اس میں اعتراف و اقرار کے معنی ہوں تو پھر باء سے متعدی بنتا ہے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔
(۴) جب یقین کے معنی میں ہو تو لام سے متعدی ہوتا ہے۔ جیسے فَآمَنَ لَہٗ لُوْط۔
شرعی معنی: تصدیق قلبی فقط یعنی جس چیز کا دین محمدی میں جاننا ضروری ہے اس کا قبول کرنا اور یقین کرنا۔ یہ جمہور اشاعرہ و ماتریدیہ کا قول ہے۔
خوارج: تصدیق قلبی کے ساتھ اقرار لسانی اور عمل جوارح شرط ہیں ورنہ کافر رہے گا۔
محدثین: تصدیق قلبی ایمان کا رکن ہے اور اقرار اعمال مکملات ایمان ہیں۔
محقق اشاعرہ: تصدیق قلبی اور اقرار لسانی دونوں اجزاء ایمان ہیں۔ مگر تصدیق قلبی کسی وقت ساقط نہیں ہوتی مگر اقرار لسانی ایسا رکن ہے جو اکراہ گونگے پن میں ساقط ہو جاتا ہے۔ قدرت کے وقت اس کی رکنیت کے لئے اس روایت کو دلیل بنایا حتی یقولوا او یشھدوا ان لا الٰہ الا اللّٰہ: مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اقرار لسانی کی رکنیت جو متنازعہ مسئلہ ہے اس کے لئے کوئی دلالت اس میں موجود نہیں بلکہ ایک احتمال ہے کہ اجراء احکام کے لئے اس کو شرط مان لیں اور امام نووی نے دل سے ایمان لانے والے اور زبان سے اقرار نہ کرنے والے کے متعلق خلود فی النار پر اجماع کا قول نقل کیا ہے۔ یہ ان کا تسامح ہے جبکہ ائمہ اربعہ کا قول یہ ہے کہ وہ مؤمن ہے مگر اقرار چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار ہے بلکہ جمہور اشاعرہ نے تو یہاں تک فرمایا کہ اقرار لسانی کو ایمان میں شرط اس لئے قرار دیا گیا تاکہ احکام دنیویہ اس پر لاگو ہو سکیں۔ فتدبر۔ ان تؤمن باللّٰہ: ایمان ضروریات دین کی تصدیق ہی کا نام ہے ان میں کچھ کی تفصیل کر دی۔ (۱) ایمان باللہ۔ اللہ تعالیٰ اس واجب الوجود ذات کو کہا جاتا ہے جو تمام صفات کمال کو جامع اور عیوب والی صفات سے منزہ و پاک ہو اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی اور قدیم ہیں۔ مثلاً حیات' علم' قدرت' ارادہ' سمع' بصر' کلام۔ یہ صفات اعراض نہیں نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کے لئے عبادت کا اکیلا

حقدار ہے۔

ملائکتہ: یہ ملک کی جمع ہے یہ الوکۃ بمعنی رسالت سے مفعل کے وزن پر ہے اصل فلاک ہے اس کی تا جمع کی تانیث یا معنی جمع کی تاکید کے لئے ہے۔

**ایک حکمت:** ملائکہ کو کتب پر مقدم کیا گیا۔ تقاضا ترتیب یہی ہے۔ فرشتے کو کتاب دے کر رسول کی طرف بھیجا۔

کتبہ: اس کی کتابوں پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام جو حروف واصوات کی قید سے منزہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے بعض رسولوں پر الفاظ کی صورت میں تختیوں یا فرشتے کی زبان سے اتارا جو کچھ اس نے اتارا وہ برحق ہیں اس کے احکامات میں سے بعض (تورات انجیل) منسوخ ہو گئے اور بعض منسوخ نہیں ہوئے (قرآن مجید) کتابوں کی تعداد ۱۰۴ ہے۔ ان میں پچاس شیث ۳۰ ادریس ۱۰ آدم علیہ السلام پر اور ۱۰ ابراہیم السلام پر اور تورات' زبور' انجیل اور فرقان۔ یہ روایت ماقبل بیان کردہ تفصیل سے مختلف ہے۔ اس کو سمرقندی نے نقل کیا۔ (اسرائیلی روایات کا حال اسی طرح ہوتا ہے اس میں صحف موسیٰ کا ذکر نہیں ہے)

رسلہ: اور اس کے رسولوں پر۔ ان کو مخلوق کی ہدایت وراہنمائی اور ان کے معاشی ومعاد کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا اور ان کو معجزات سے نوازا جو ان کے دعویٰ کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا' ایمان کے لحاظ سے سب کا احترام ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر عیب ونقص سے پاک بنایا اور کبائر وصغائر سے نبوت سے پہلے اور بعد معصوم ہیں امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کی تعداد پوچھی تو ایک لاکھ چوبیس ہزار بتلائی اور ان میں رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ بتلائی۔ والیوم الآخر: یہ قیامت کا نام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن کے بعد کوئی رات نہیں اور اس لئے بھی کہ دنیا کے ایام میں آخری دن ہے۔ آخر کو بطور صفت امس دابر کی طرح تاکید کیلئے لائے۔ قیامت پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں پر ایمان لائے جو چیزیں یعنی حساب' میزان' صراط' جنت' نار وغیرہ جو اس دن پیش آنے والی ہیں وہ برحق ہیں۔

**وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ:** یعنی تقدیر پر اس طرح ایمان لائے کہ تمام تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ قدر کے لفظ پر با کو دوبارہ لایا گیا تاکہ اس کی تصدیق کی اہمیت واضح ہو جائے کیونکہ وہ پھسلنے والی گھاٹی ہے جس میں بہت سے پھنس کر رہ گئے۔ پھر اس کے دو بدل لاکر تاکید وتوضیح کردی۔ اس پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور وہ بندے کے لئے مکتسب ہے۔ قدر وتقدیر علم کے مطابق اس کی ایجاد کو کہتے ہیں۔ تقدیر پر ایمان دو قسم ہے: (۱) اس بات پر ایمان لانا کہ بندے جو خیر وشر کرتے ہیں اور جس پر انہیں بدلہ دیا جائے گا یہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور یہ اس نے اپنے ہاں لکھ دیا اور ثبت کر دیا اور بندوں کے اعمال اسی کے مطابق ہیں جو اس کے علم میں ہے اور جو اس نے لکھ دیا ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے تمام افعال خیر وشر پیدا فرمائے۔ اس دوسری قسم کا قدریہ فرقہ منکر ہے۔ الاحسان: اس میں الف لام عہد ذہنی کا ہے یہ اسی احسان کے متعلق کیا جو هل جزاء الاحسان الا الاحسان: اور احسنوا ان اللہ یحب المحسنین: میں مذکور ہے۔ اس سوال کا مقصد اس کے عظیم ثواب اور کمال رفعت کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

احسان: یہ احسن کا مصدر ہے۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب کسی کام کو حسن وخوبی کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔

**النحو:** اس کے متعدی ہونے کی دو صورتیں ہیں: (۱) افعال پر لے جاکر (۲) حرف جر کے ذریعہ۔ (۳) احسن حرف جر سے

متعدی تھا صرف حرف جر کو گرا دیا۔ احسنت الیہ: اس وقت کہا جاتا ہے جو تم کسی کے ساتھ ایسا معاملہ کرو جو اس کے فعل کو خوب تر بنادے۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے اس لئے کہ اس کا حاصل عبادت کو پختگی کے ساتھ اسی طرح ادا کرنا ہے جیسے اس کا حکم ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق اس کی عظمت وجلال کے استحضار کے ساتھ ادا ہوں۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ① مشاہدہ حق کا غلبہ اسی کو فرمایا: ان تعبد اللّٰہ کانك تراہ۔ یہ جامع کلمہ ہے جس میں کامل خشوع وخضوع کے ساتھ تمام اعمال کو کامل اخلاص کے ساتھ اس خیال سے ادا کرنا کہ میں اللہ تعالیٰ کو سامنے دیکھ رہا ہوں۔ ② وہ آدمی جو اس مرتبہ کو نہ پہنچے مگر یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ہر حالت معلوم ہو۔ اس کو اس طرح ذکر فرمایا: فان لم تکن تراہ فانہ یراك۔ ای فان لم تکن تراہ فلا تغفل فانہ یراك: کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

اذا ما خلوت الدھر یومًا فلا تقل ☆ خلوتُ ولکن قل علی رقیب

**اَلنَّحْوُ**: کانك: یہ مفعول مطلق یا فاعل سے حال ہے۔ پھر یہ دونوں حال اللہ تعالیٰ کی معرفت وخشیت کا ثمرہ ہیں۔ اسی لئے الاحسان: کی خبر کو عمل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مسبب کی تعبیر مسبب سے توسعاً کی گئی ہے۔ احسان کی انتہا بھی ایمان واسلام والی ہے کیونکہ ان دونوں کا کمال بلکہ درستگی ہی اس سے قائم رہتی ہے ورنہ اعمال ظاہرہ میں ریا وشرک اور ایمان میں نفاق کا خطرہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بلی من اسلم وجھه للّٰه وھو محسن﴾ اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ثم اتقوا و آمنوا ثم اتقوا و احسنوا......﴾ پہلی آیت میں اسلام اور دوسری آیت میں ایمان کے آخر میں احسان کا ذکر فرمایا ہے۔

الساعة: قیامت۔ قیامت کے اچانک آنے کی وجہ سے اس کو الساعہ (گھڑی) سے تعبیر فرمایا۔ ② حساب کے جلد ہو جانے کی وجہ سے۔ ③ لمبائی کے باوجود اس کے عکس ساعہ سے تعبیر کیا۔ ④ قیامت لمبائی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک گھڑی کی مانند ہے۔

ما المسئول: یعنی ہم دونوں وجود قیامت کی مخصوص گھڑی سے ناواقف ہونے میں برابر ہیں۔ سیوطی نے انموذج اللبیب میں ایک ضعیف قول نقل کیا کہ پہلے آپ کو معلوم نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے وحی سے بتلایا مگر چھپانے کا حکم کیا (مگر یہ قول بلا دلیل ہے) جبرئیل علیہ السلام کے جواب کو تعمیم فائدہ کی تاکید قرار دیا ہے کہ سائل ومسئول متعین علم کے علوم میں برابر ہیں۔

**مَسْئَلَة**: جب مفتی کسی بات کو نہ جانتا ہو تو اسے لا اعلم: کہنا چاہئے۔

**ایک اہم فائدہ** ☆: حمیدی نے اپنے تفردات میں نقل کیا کہ یہی سوال عیسیٰ علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے کیا تو انہوں نے اپنے پر جھاڑتے ہوئے یہی جواب دیا (التوشیح للسیوطی)

امارات: علامات وشرائط۔ الامة: لونڈی۔ اس میں الف لام ماہیت کا ہے۔ ① اس سے لونڈیوں کی کثرت اور کفار کے علاقوں پر غلبۂ کثرت فتوحات مراد ہیں۔ ② زمانہ کے بگاڑ وفساد کی وجہ سے لونڈیوں کی خرید وفروخت اس قدر زیادہ ہو جائے گی کہ بسا اوقات عورت اپنی ماں کو خرید لے گی اور غلام بنا کر رکھے گی اس صورت جہالت کے عام ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ بعلھا: سے مراد مربی۔

الحفاة: حاف کی جمع ہے۔ ننگے پاؤں والا یا خدام۔ العراة: جمع عار جس کے جسم پر کپڑا نہ ہو۔ العالة: جمع سائل فقیر۔ عال یعول محتاج ہونا اعال کثرت عیال والا ہونا۔ رِعاء: جمع راع و رُعَاة: حفاظت کرنا۔ مطلق چرواہے کے لفظ میں بکریوں اور

اونٹوں کے چرواہے شامل ہیں۔فخر و تکبر اور خست میں برابر ہیں۔

**یتطاولون فی البنیان**: یہ کنایہ ہے کہ اہل فقر کو بادشاہت مل جائے گی۔ ② دنیا کی وسعت سے لوگ تنگدستی کے بعد خوشحال ہو جائیں گے مضبوط تعمیرات کریں گے اور دین کے ارکان کو گرائیں گے۔جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب اخیار گھٹیا اور اشرار بلند ہو جائیں گے۔ایک اور مرفوع روایت میں ہے قرب قیامت میں لوگوں میں سب سے بڑا سعادت مند کمینہ بن کمینہ ہوگا اور ایک روایت میں ہے "جب معاملہ نااہلوں کے سپرد ہو جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو"۔

جواب میں دو نشانیاں بتلائیں گئیں ورنہ قیامت کی چھوٹی بڑی اور بھی بہت سی نشانیاں ہیں جس کے لئے مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔(شاہ رفیع الدین رسالہ علاماتِ قیامت) کسی چیز کا قیامت کی نشانی ہونا مذمت کو لازم نہیں کرتا۔اگرچہ عمومی استعمال مذمت کے لئے کیا جاتا ہے۔

**ملیا**: بہت زیادہ۔یہ ملوین سے ہو جس کا معنی دن ورات ہے، ② اگر مہموز ہو ملاءۃ سے ہے جس کا معنی تھوڑا اور معمولی ہے۔ مسلم کی روایت میں صرف لبث کا لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہے آپؐ جبرئیل علیہ السلام کے جانے کے بعد تھوڑی دیر رکے اور دیگر تمام روایات کے مطابق فاروق اعظم اپنا تین دن یا راتیں رکنا بیان کر رہے ہیں مگر بخاری کی ایک روایت میں ہے "جب وہ آدمی پشت پھیر کر چل دیا تو آپؐ نے فرمایا: اسے واپس بلاؤ وہ واپس بلانے کے لئے اٹھے تو وہاں کسی کو نہ پایا۔پس آپؐ نے فرمایا: یہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔

**أتدری من السائل**: اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ عالم اپنے بڑے شاگردوں کو وقتاً فوقتاً متنبہ کرنا چاہئے تاکہ فوائد علم اور واقعات کے عجائب سے وہ خبردار رہیں۔**اللّٰہ و رسوله اعلم**: یہ صحابہ کرام کا تادب تھا۔جو آدمی کسی بات کو نہ جانتا ہو تو اسے اسی طرح جواب دینا مناسب ہے۔**فانه جبرئیل**: شرط مقدر ہے اب جب کہ تم نے اس آدمی کے متعلق نہیں پوچھا بلکہ اللہ و رسولہ اعلم کہہ دیا تو وہ جبرئیل تھے۔

بخاری کی روایت کے ظاہر اور ابن حبان، ابن خزیمہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو آخر میں پہچانا۔ البتہ نسائی کی روایت کے الفاظ **نزل جبرئیل فی صورة دحیه الکلبی**: یہ راوی کا وہم ہے۔یہ محفوظ ترین صحیح روایات کے خلاف ہے۔

**ایک فائدہ** ☆ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتہ صورِ بشریہ میں سے جس میں چاہے متمثل ہو سکتا ہے۔جبرئیل کو اصلی شکل میں آپؐ نے صرف دو مرتبہ دیکھا۔ان کی عام طور پر آمد صورت دحیہ میں ہوتی تھی۔

**یعلمکم**: سوال و جواب بھی تعلیم کا ایک ذریعہ ہے۔دین سے کلیات و قواعد دین مراد ہیں۔

**حکمت** ☆ جبرئیل علیہ السلام کے سائل کی صورت میں آنے کی حکمت یہ تھی کہ صحابہ کرامؓ پہلے سوالات کرتے تھے پھر روک دیئے گئے تاکہ کہیں کوئی تعنت و تجہیل کا سوال نہ نکل جائے اور اس پر اصرار کرنے سے ڈانٹ نہ پلائی جائے۔چنانچہ ان کو روک دیا گیا انہوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا تو ان کے اہم مسائل کا اس طرح حل نکالا گیا۔

**شانِ روایت** ☆ یہ وہ عظیم الشان روایت ہے جس کے کثرت احکام و مواقع پر سب کا اتفاق ہے۔قاضی عیاضؒ کہتے ہیں اس میں عبادات ظاہری و باطنہ اور ایمان کی بنیادیں اور اعمال جوارح بیان کئے گئے۔باطن کا اخلاص اور اعمال کے تحفظ کے

ذرائع بتلاتے بلکہ تمام علوم شریعت کی شاخیں اس سے پھوٹنے والی ہیں۔

قرطبیؒ کہتے ہیں اس روایت کو ام السنہ کہنا بجا ہے کیونکہ یہ تمام علوم سنت کو شامل ہے۔جیسا فاتحہ ام القرآن ہے۔

اسی لئے یہ کہنا درست ہے کہ اگر صرف یہی حدیث ہوتی تو یہی حدیث کافی تھی کیونکہ اجمالی طور پر تمام احکامِ شریعت کو اور تضمنی طور پر اس کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ یہ علم معرفت ادب ولطائف تمام کی جامع ہے۔ ہر وہ آیت جس میں اسلام، ایمان واحسان یا اخلاص ومراقبہ کا تذکرہ ہے وہ اس روایت کا مرجع ہے۔علامہ نوویؒ نے تلد الامہ کا مفہوم کثرت سراری اور بلاد کفار پر استیلاء کو قرار دیا ہے۔

سَرِیہ:فعلیہ کا وزن ہے جو السر سے نکلا ہے جس کا معنی مخفی ہے کیونکہ اس کا معاملہ ازواج کی بنسبت مخفی ہوتا ہے۔

بنت سید:سید کے معنی میں ہے۔گویا یہ اولاد اپنی ماں کی نافرمانی کر کے توہین وتذلیل کا معاملہ کرنے لگے گی۔

**شدید سواد الشعر**:یعنی نوجوان تھا۔

رکن اول:لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔اسی ہی کو معبود ومسجود مانا جائے۔ان محمد رسول اللہ کی شہادت یہ مطالبہ کرتی ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کا اقرار دل وجان سے کرنے کے بعد آپ ﷺ کی شریعت پر چلا جائے اپنی طرف سے ایجادات کر کے دین میں داخل نہ کی جائیں اور نہ ہی تعظیم میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنائیں جو تعظیم آپ کی ذات کے لائق ہے وہی کی جائے۔

رکن دوم:نماز اللہ تعالیٰ سے مناجات وربط کا نام ہے۔جیسا **قسمت الصلوٰۃ بینی و بین عبدی**:سے معلوم ہوتا ہے۔نماز کو چار فوقیتیں حاصل ہیں:(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست فرض ہوئی۔(۲) افضل ترین مقام میں (۳) افضل ترین رات میں (۴) پانچ کی ادائیگی سے پچاس کا شمار۔اقامت صلوٰۃ یہ ہے کہ اس کے تمام شرائط وارکان وآداب کے ساتھ کامل طور پر ادا کیا جائے۔

رکن ثالث زکوٰۃ:ایتاء بمعنی اعطاء ہے۔یہ اسلام کا رکن ہے۔جس سے نفس کے رذائل بخل وغیرہ دور ہوتے ہیں۔(۲) گناہ مٹتے ہیں'(۳) مخلوق پر احسان کر کے محسنین میں شامل ہو جاتا ہے۔(۴) لوگوں میں الفت بڑھتی ہے نہ دینے سے کینہ بڑھتا ہے۔(۵) آسمان کی برکات اترتی ہیں۔(۶) مجاہدین کی معاونت ہوتی ہے۔(۷) غلاموں کی آزادی کا ذریعہ ہے۔(۸) دیون سے چھٹکارے کا ذریعہ ہے۔(۹) مسافروں کی معاونت۔(۱۰) امت کی اجتماعیت میں معاون ہے۔زکوٰۃ کے آٹھ مصارف خود انما الصدقات...... سے قرآن مجید نے بیان کر دیئے۔

رکن رابع صیام رمضان:بالغ' عاقل مسلمان جو صحت مند مقیم ہو اس پر فرض ہیں۔

رکن خامس حج البیت:اس کی پانچ شرائط ہیں۔عقل بلوغ' اسلام' حریت' استطاعت سفر۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان کہ وہ ایک نور سے پیدا کی جانے والی مخلوق ہے۔جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کی تنفیذ کے لئے پیدا کیا خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا مصالح خلق سے وہ متعلق ہوں مثلاً جبرائیل کی ذمہ داری حیاۃ قلوب کی ہے تو اسرافیل کی بارش کے ذریعہ حیاۃ ابدان کی اور اسرافیل کی نفخ صور کی۔مختلف فرشتے مختلف کاموں پر مقرر ہیں جو احادیث وقرآن مجید کے اشارات سے معلوم ہوتے ہیں۔بعض لوگ وجود ملائکہ کے منکر ہیں وہ قرآن مجید کی آیات واحادیث کے منکر

ہونے کی وجہ سے کافر ہیں۔

کتب: کتابوں پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ جو کتاب رسول پر اتری اس میں جو کچھ اتارا گیا وہ تمام برحق ہیں۔ یہود نصاریٰ کے ہاتھوں میں تحریف شدہ جو کتابیں ہیں ان پر ایمان لانا ہمارے ذمہ نہیں۔ ان کی کتابوں میں جو کچھ آیا وہ دو قسم ہیں: ① جس کو قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دیا۔ ② جو اہل کتاب سے نقل کیا یہ تین حالتیں رکھتا ہے۔ ① ہماری شریعت اس کی تردید کرتی ہے تو اس کی تکذیب ضروری ہے۔ ② ہماری شریعت اس کی تصدیق کرتی ہے اس کو قبول کریں گے۔ ③ جس کی مرد و تصدیق نہیں تو اس پر توقف کریں بشرطیکہ ہماری شریعت کے کسی حکم کے خلاف نہ ہو۔

رسولوں پر ایمان: اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء و رسل بھیجے وہ سب برحق تھے خواہ ان کے نام معلوم ہیں یا نہیں۔ کسی غیر نبی کو بغیر قطعی ثبوت کے نبی ماننا کفر ہے۔ مثلاً یہ نہیں کہہ سکتے کہ گرونانک پیغمبر تھا کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔

**ایمان بالالیوم الآخر:** موت کے بعد جو کچھ بھی ہونے والا ہے اس سب پر ایمان لائیں مثلاً بعث بعد الموت' جنت ودوزخ' پل صراط' حساب کتاب' اہل جنت کی کامیابی اہل دوزخ کی ناکامی۔

تقدیر پر ایمان: تقدیر پر ایمان کے چار مراتب ہیں: ① اس بات پر ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔ جیسا فرمایا: ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (الطلاق) ② اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ہونے والی ہر چیز کو آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیا' قلم خشک ہو گئے' صحائف بند کر دیئے گئے یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے علاوہ بھی کتابتیں ہیں۔ ① ماں کے پیٹ میں جب بچہ چار ماہ کا ہو جائے تو اس میں روح ڈالتے وقت رزق' عمر' عمل' شقاوت و سعادت لکھ دی جاتی ہے۔ ② اسی طرح ہر سال کے اعمال کی دستاویزات کی کتابت لیلۃ القدر میں۔ ③ ہر آدمی ہر ہر عمل کی کتابت جو کراماً کاتبین کرتے ہیں۔ ③ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔ مثلاً بارش اتارنا' نماز' روزہ وغیرہ۔ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین۔ ④ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اس کا عمل بھی مخلوق ہے۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (٨) و أبو داود (٤٦٩٥) والترمذی (٢٦١٠) والنسائی (٥٠٠٥) و ابن ماجة (٦٣) و نحوه عند البخاری وغیره (٥٠) من حدیث ابی هریرة رضی الله عنه۔

**الفرائد:** تقدیر پر ایمان کا فائدہ یہ ہوگا کہ انسان دکھ پر صبر اور سکھ پر شکر گزار ہوگا کیونکہ اسے معلوم ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

مسائل شرعیہ میں اللہ ورسولہ اعلم کہہ سکتے ہیں' مگر مسائل کونیہ مثلاً مشیت میں ایسا نہیں کہہ سکتے جیسا اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے: ما شاء اللہ و شئت آپ نے فرمایا: تم نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا۔ ② افادہ حاضرین کے لئے بڑے علماء سے مسائل پوچھنے چاہئیں۔ ③ علم کی برکت یہ ہے کہ سائل و مجیب کو فائدہ ہوتا ہے۔ ④ یہ عظیم روایت اصول دین پر مشتمل ہے اسی لئے اس کو دین فرمایا گیا ہے۔ ⑤ ارکان ایمان اصول عقائد ہیں اور ارکان اسلام اعمال ہیں۔ فتدبر۔

۶۱ : عَنْ اَبِیْ ذَرٍ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَاَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اتَّقِ اللّٰهَ حَیْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ

بِخُلُقٍ حَسَنٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

۶۱: حضرت ابوذر جندب بن جنادہ اور عبدالرحمان معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو جہاں بھی تم ہو اور غلطی کے بعد نیکی کرو کیونکہ وہ: نیکی اس غلطی کو مٹا دے گی اور لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (ترمذی)

**تشریح** ۞ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے۔ ① جندب بن جنادہ ② بریر بن جندب ③ جندب بن عبداللہ ④ جندب بن سکن۔ بہرصورت یہ غفار قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کا سلسلہ نسب کنانہ میں قریش سے آ ملتا ہے۔ یہ فرماتے ہیں میں چوتھے نمبر پر مسلمان ہوا ان کو خامس الاسلام کہا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں شروع میں اسلام لائے۔ ان کے حالات صحیح مسلم کی روایت میں مذکور ہیں۔ پھر یہ اپنے وطن چلے گئے پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ انہوں نے کئی احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کیا ہے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو السلام علیکم کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ علم سے بھرا ہوا برتن ہے جس کو انہوں نے اپنے اوپر سے تسمہ لگا کر باندھ دیا پھر وفات تک اس سے کوئی چیز نہیں نکلی۔ ان کی مرویات کی تعداد ۲۸۱ ہے۔ ۱۲ متفق علیہ ہیں۔ دو میں بخاری اور ۷ میں مسلم منفرد ہیں۔ ان کی وفات ۳۱، ۳۲ھ مقام ربذہ میں ہوئی۔

ابوعبدالرحمان معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ ۱۸ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ عقبہ بدر اور تمام غزوات میں حاضر رہے۔ ان کی مرویات ۱۵۷۔ جن میں دو متفق علیہ ہیں۔ دو میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ ان کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اعلم امتی بالحلال و الحرام معاذ بن جبل": اور ان کے بارے میں فرمایا: یا معاذ انی احبك: انہوں نے جواب میں عرض کیا: انا احبك واللہ یا رسول اللہ: آپؐ نے فرمایا: ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کرو: اللهم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك: پھر فرمایا: یاتی معاذ یوم القیامة بین یدی العلماء برتوۃ: رتورہ تر پتھر یا میل۔ حد نگاہ کا فاصلہ (مزید فضائل کے لئے شرح الاذکار دیکھیں)

ان کی وفات طاعون عمواس میں ہوئی یہ رملہ اور بیت المقدس کے درمیان ایک بستی ہے۔ یہ طاعون ۱۲ھ میں یہیں پھیلی۔ اس وقت ان کی عمر ۳۸، ۳۴، ۳۳ سال بتلائی جاتی ہے۔ (اگر اسلام کے وقت ان کی عمر ۱۸ سال ہو تو ۳۳ سال کی عمر قرین قیاس ہے واللہ اعلم) ان کی قبر غور بیان کے مشرقی جانب ہے۔ رضی اللہ عنہما۔

اتق اللّٰہ: تقویٰ اللہ تعالیٰ کے اوامر کو انجام دینا اور نواہی سے بچنا۔ اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں۔

حیث ما کنت: کا مقصد یہ ہے خواہ اس جگہ تمہیں لوگ دیکھیں یا نہ دیکھیں۔ اللہ کا دیکھنا کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: ﴿ان اللہ کان علیکم رقیبا﴾ اسی لئے آپؐ نے ایک موقعہ پر ابوذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: روصیك بتقوی اللہ فی سر انك وعلانیتك: کہ میں تمہیں ظاہر و باطن میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہوں۔

تقویٰ ایک جامع کلمہ ہے۔ جو تمام حقوق الٰہی کو شامل ہے کہ تمام مامورات کو کرو اور منہیات سے بچو جو اس کو اختیار کرے وہ متقین میں شامل ہو جاتا ہے جن کو طرح طرح سے نوازا گیا ہے۔

واتبع السیئة: یہ اس لئے لائے کہ انسان کو ہر حال میں تقویٰ کا حکم ملا ہے مگر اس سے بعض کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں فوراً معافی مانگ کر نیکی کا حکم دیا کیونکہ ﴿ان الحسنات یذھبن السیئات﴾: اور کوتاہی کا ہو جانا وصف تقویٰ کے خلاف نہیں قرآن مجید میں فرمایا: ﴿والذین اذا فعلوا فاحشة﴾۔ نیکی کرنے سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ موجود تو رہتے ہیں مگر ان پر مؤاخذہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ (قرطبی)

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ محققین کے ہاں یہ حقوق اللہ جو صغائر سے متعلق ہیں ان کے بارے میں ہے کبائر کے لئے توبہ ضروری ہے۔ اس صورت میں السیئہ: میں کبائر کو داخل رکھنا اور الحسنہ: میں توبہ کو شامل ماننا مناسب ہے۔

بقیہ انسانی حقوق تو صاحب حق کے معاف کر دینے پر موقوف ہیں الا بفضل اللّٰہ۔

خلف حسن: سے مراد ① کھلے چہرے سے پیش آنا نیکی کرنا اور ایذاء سے اپنے ہاتھ کو باز رکھنا ہے۔ ② لوگوں سے ایسا سلوک کرے جو اپنے متعلق پسند کرے تاکہ دل جمع ہوں اور ظاہر و باطن برابر ہو جائے۔ اس وقت خفیہ تدابیر کرنے والوں سے محفوظ رہے گا اور یہ چیز تمام بھلائیوں کی جامع اور خیر کی چوٹی ہے۔ خلق حسن کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہیں۔ امام ترمذی کی بعض احادیث کے آخر میں حسن صحیح۔ بعض میں حسن بعض میں صحیح مذکور ہے۔ اس کا سبب ان سے ضبط کرنے والے رواۃ کا اختلاف ہے۔ پھر ان کی تصحیح دارقطنی کے ارسال سے راجح ہے۔ ترمذی کی تحسین کی یہ بات معاون ہے کہ اس روایت کے طرق متعدد ہیں۔ (کذا قال السخاوی)

تخریج: إسناده حسن۔ أخرجه أحمد (۲۱٤۱۲ /۸) والدارمی (۲۷۹۱) والترمذی (۱۹۹٤)

الفرائد: اس ارشاد میں تین وصایا کا تذکرہ ہے: ① اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اپنے تمام اوامر ونواہی میں اختیار کیا جائے۔ یعنی مامورات کو جس طرح کرنے کا حکم دیا اسی طرح بلاکم وکاست ادا کیا جائے اور ممنوعات میں جن جن چیزوں سے روک دیا ان سے رک جائے۔ ② کوئی غلطی ہو جائے تو اعلیٰ نیکی توبہ کو اختیار کرے اور نیک اعمال بھی صغائر کو مٹانے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ جمعہ تک اور رمضان اگلے رمضان تک کے گناہ مٹاتا ہے۔ ما اجتنب الکبائر: جب کبائر سے بچا جائے۔ ③ پہلی دو وصیتیں حقوق اللہ سے متعلق ہیں اور اخلاق حسنہ کو اختیار کرنا یہ حقوق العباد سے متعلق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن کامل الایمان ہے احسنھم خلقاً: جو اچھے اخلاق والا ہو۔ ان وصایا کو پلے باندھ لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ (الشرح)

٦٢: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: "كُنْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ یَوْمًا فَقَالَ: یَا غُلَامُ اِنِّیْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: اِحْفَظِ اللّٰهَ یَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ اِذَا سَاَلْتَ فَاسْاَلِ اللّٰهَ، وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَّنْفَعُوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَّضُرُّوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ:

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ وَفِي رِوَايَةِ غَيْرِ التِّرْمِذِيِّ :احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اَمَامَكَ ' تَعَرَّفْ اِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ ' وَاعْلَمْ اَنَّ مَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ ' وَمَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ :وَاعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ ' وَاَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ ' وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا"۔

۶۲: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے۔ میں تم کو چند باتیں سکھاتا ہوں: (۱) اللہ (کے حکم کی) حفاظت کرو۔ وہ تیری حفاظت کرے گا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے (حق کی) نگہبانی کر اس کو تو اپنے سامنے پائے گا۔ (۳) جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے کر۔ (۴) جب تو مدد مانگے تو اللہ ہی سے مانگ۔ (۵) اور یقین کر کہ اگر سارے لوگ کسی چیز سے تجھے نفع پہنچانے کے لئے اکٹھے ہو جائیں تو وہ تمہیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے۔ مگر اتنا جتنا اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہو۔ (۶) اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لئے تمام جمع ہو جائیں: تو تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر اتنا جتنا اللہ تعالیٰ: نے تیرے لئے لکھ دیا۔ قلم اُٹھائے جا چکے۔ صحائف خشک ہو چکے۔ (ترمذی)

ترمذی کے علاوہ روایت میں یہ الفاظ ہیں اللہ کی حفاظت کر اسے تو اپنے سامنے پائے گا۔ اللہ کو خوشحالی میں پہچان وہ سختی میں تمہیں پہچانے گا اور یقین کر کہ جو تم سے چوک جائے (تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے) وہ تمہیں ملنے والا نہیں اور جو تم کو حاصل ہونے والا ہے۔ وہ تمہیں ملے بغیر رہ نہیں سکتا اور یقین کر مدد صبر کے ساتھ ہے اور کشادگی تکلیف کے ساتھ ہے اور بلاشبہ تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

**تشریح** ۞ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا ان کی عمر تقریباً ۱۰ سال تھی۔

**مَسْئَلَۃ**: کسی کو پیچھے بٹھانا جائز ہے بشرطیکہ سواری میں اٹھانے کی طاقت ہو۔

**یوما**: کسی دن کسی وقت۔ **غلام**: دودھ چھڑانے سے بلوغ تک بولا جاتا ہے۔ **انی اعلمك**: دوسری روایت میں ہے کہ میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن سے تمہیں فائدہ ہوگا۔ کلمات کو تنوین کے ساتھ استعمال کیا گیا تا کہ مخاطب کو بتلایا جائے کہ وہ تھوڑے کلمات ہیں جن کا یاد کرنا آسان ہے۔ ۞ اور یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ یہ بڑی اہمیت والے کلمات ہیں جن کا محفوظ کرنا رفعت کا باعث ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خصوصی خطاب سے یہ وصایا فرمایا آئندہ زمانہ میں ان کے کثرت علم کی طرف اشارہ ہے۔

**احفظ اللّٰہ**: اللہ تعالیٰ کی حفاظت کر یعنی اس کے تقویٰ کو لازم کرو اور اس کی رضامندیاں اختیار کرو اور نواہی سے گریز کرو۔

**یحفظك**: وہ تیری جان' مال' اہل وعیال اور دین کی حفاظت کرے گا خصوصاً موت کے وقت۔ اس لئے کہ بدلہ جنس عمل سے ہوتا ہے جیسا فرمایا: **اوفوا بعهدی اُوْفِ بعهدكم**: یہ جامع کلمہ تمام احکام شریعت کو اپنے اندر شامل کرنے والا ہے۔

تجدہ تجاھك: تو اللہ تعالیٰ کا لحاظ کرے تو اس کی حفاظت، تائید، اعانت، احاطہ ہر جگہ پائے گا اور وہ اپنی مخلوق سے بے نیاز کر دے گا۔ تُجَاہ کا معنی سامنے ہے جیسا آئندہ روایت میں ہے یعنی تو حفاظت میں اسے ساتھ پائے گا۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾: یہ معنوی معیت ہے۔

**لطیفہ** ☆: تمام اطراف میں صرف سامنے کو منتخب کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان آخرت کا راہی ہے اور مسافر تو اپنے سامنے کا طالب ہوتا ہے نہ کہ اور جہت کا۔ گویا معنی یہ ہوگا جدھر تو متوجہ ہوگا اور دنیا و آخرت کے جس کام کا قصد کرے گا اس کی تائید اپنے ساتھ پائے گا۔

اذا سالت: جب تو سوال کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ سے اپنا مطلوب مانگو۔ جیسا فرمایا: ﴿واسالوا اللّٰہ من فضله﴾ (النساء:۳۲) اور کسی سے مت مانگ۔ کیونکہ تمام خزائن کی باگ ڈور اسی کے پاس ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی عطاء کرنے والا ہے اور نہ قدرتوں والا اور نہ فضل کا مالک وہی اس بات کا حقدار ہے کہ اس سے مانگا اور سوال کیا جائے۔ مخلوق سے سوال کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب وہ اپنے ذرہ بھر نفع نقصان کا مالک نہیں تو دوسروں کے نفع کا انہیں کیا اختیار ہوگا۔ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا: میں تو اپنے نفس سے اپنے نفس کو نفع پہنچانے سے مایوس ہوں تو دوسروں کے اپنے نفس کو نفع پہنچانے سے کیونکر مایوس نہ ہوں گا؟ اور میں تو اللہ تعالیٰ سے دوسروں کے لئے امیدیں لگانے والا ہوں تو اپنے نفس کے لئے امیدوار کیوں نہ ہوگا؟ مخلوق کی طرف دل کا جھکاؤ تو ضعف یقین کے وقت ہوتا ہے اور اس وقت ہوتا ہے جب وہ حقائق اشیاء سے غفلت اختیار کرے اور غیر اللہ کی طرف اس کا جھکاؤ اسی مقدار سے ہوتا ہے جتنا وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے۔ جب اہل توکل و یقین اس گہرے گڑھے سے نکل گئے اور اس غفلت سے بیدار ہو گئے تو اہل توکل و یقین نے ماسوی اللہ سے اعراض اختیار کیا اور تمام حوائج کریم و غنی مولیٰ کے دروازے پر ڈال دیں کیونکہ وہ ہر متوکل کا اپنی مرضی و پسند سے کفیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ (الطلاق:۳) ''جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے وہ اس کے لئے کفایت کرنے والا ہے''۔

اذا استعنت: جب تو دارین کے کسی معاملے میں اعانت کا طالب ہو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور تمام دوسرے عاجز ہیں جو اس سے اعانت چاہے وہ معین و معان ہے اور جس کو وہ چھوڑ دے وہ متروک و مخذول ہے۔ اسی وجہ سے لا حول ولا قوۃ: جنت کا عظیم الشان خزانہ ہے کیونکہ یہ کلمہ نفس کو اپنی طاقت و اختیار و قوت سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے اختیار کے سپرد کرتا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے امداد کا طالب نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے سپرد کر دے گا۔

واعلم ان الامة..... الامة سے تمام مخلوق مراد ہے۔ جیسا کہ امام احمدؒ کی روایت میں وارد ہے کہ ان الخلق جمیعًا اَرَادُوْكَ۔

وضع کے لحاظ سے اس کا معنی ① جماعت ② انبیاء پیروکار ③ مقتداء جو صفات خیر کا جامع ہو۔ ④ دین اور ⑤ ملت ہے۔ مثلاً ﴿إِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ﴾ (الزخرف:۲۳) ہم نے اپنے آباء کو ایک دین پر پایا۔ ⑥ زمانہ جیسا اس آیت میں: ﴿واذکر بعد امّةٍ﴾ (یوسف) اسے ایک زمانہ بعد یاد آیا۔ ⑦ دین میں منفرد آدمی جس میں اس کا اور حصہ دار نہ ہو۔ جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیعه زید بن عمرو بن نفیل امةً وحدَہ۔

امۃ: کا لفظ مشترک ہے۔اس کے من جملہ معانی میں سے ایک معنی ام (ماں) بھی ہے مثلاً ھذہٖ امۃ زید: یہ زید کی والدہ ہے۔
لو اجتمعت: لو اِنْ: کے معنی میں ہے۔ ماضی مستقبل کے معنی میں ہے۔اِنْ: کے معنی میں آنے کی وجہ یہ ہے کہ فائدہ پہنچانے کے لئے اجتماع ناممکن ہے' ایذاء کے لئے سب کا جمع ہونا ممکن ہے۔ یہاں ان ینفعوك: میں اِنْ: صرف تفنن عبادت کے لئے لاتے ہیں۔ اگر تمام مل کر نقصان دینا چاہیں تو نقصان نہ دے سکیں۔ مطلب یہ ہے کہ نفع ونقصان کا مالک ایک اللہ تعالیٰ ہی کو قرار دو کیونکہ اس کے سواء نفع ونقصان کسی کے اختیار و قبضہ میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کی شہادت دیتا ہے: ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ﴾: (یونس: ۱۰۷)
تمام مخلوق کی باگ ڈور اس کے قبضہ میں ہے۔ اس میں اپنی مرضی سے تصرف کرتا ہے۔ یہ ماقبل کی تاکید وتقریر ہے جس کو مزید وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ پر تمام معاملات میں توکل واعتماد کرنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے اور اس بات کو ثابت کیا گیا کہ فاعل مختار وہی ہے اور کسی کا اس میں ذرہ بھر بھی حصہ نہیں اور ماسواء سے اعراض پر آمادہ کیا گیا ہے۔ بعض آسمانی کتابوں میں یہ مضمون ہے مجھے میری عزت وجلال کی قسم! میں اس کی امید پر ضرور پانی پھیروں گا جو میرے سوا دوسروں پر امید لگاتا ہے اور اسے لوگوں کی نگاہ میں ضرور ذلت کا کپڑا اوڑھاؤں گا اور اپنے قرب سے روک دوں گا اور اپنے وصل سے دور کر دوں گا اور اس کو سرگرداں اور حیران بنا دوں گا کہ وہ تکالیف میں دوسروں کو پکارے گا حالانکہ تکالیف کا ازالہ میرے ہاتھ میں ہے۔ میں حی وقیوم ہوں اور یہ انسان اپنی غلط سوچ سے دوسروں کے دروازے کھٹکھٹاتا ہے حالانکہ تمام دروازوں کی چابیاں میرے پاس ہیں اور وہ دروازے ہیں فقط میرا دروازہ اس کے لئے کھلا ہے جو مجھے پکارے۔ رفعت الاقلام: یعنی کتابت سے فراغت کی وجہ سے لکھنا ختم کر دیا گیا۔ جفت الصحف: یہ بہترین کنایات میں سے ہے۔ اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ تقدیر کا سلسلہ طے ہو چکا اس میں تغیر وتبدل یا نسخ ممکن نہیں ہے۔ اس سے تقدیر کے کتاب بھی کے فارغ ہو چکے۔ جس آدمی کو اس بات کا علم ہے اور وہ بصیرت کی آنکھ سے اس کو دیکھتا ہے اس کو اپنے خالق پر توکل کرنا اور ماسواء سے الگ ہونا آسان ہو جاتا ہے۔
...... تعرّف الی اللّٰه فی الرخاء: یعنی خوشحالی میں طاعات کی عادت بنا اور خیر کے مقامات پر مال کو صرف کر۔ یہاں تک کہ تو اس صفت سے پہچانا جائے۔ یعرفك فی الشدة: وہ تکلیف کو کھول دے گا اور ہر ہم وغم سے نکلنے کی راہ نکال دے گا۔ ② اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے پہچان کراؤ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت سے تمہارے غم ودکھ کو کھول دے گا مگر یہ تکلف ہے۔ پہلی صورت بہتر ہے۔
اللہ تعالیٰ کی معرفت دو قسم پر ہے: ① عام معرفت: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ربوبیت کا اقرار اور اس پر ایمان۔ ② سب سے کٹ کر اسی کا ہو جانا۔ اسی کی یاد سے انس حاصل کرنا اور مطمئن ہونا اور اس سے حیاء کرنا اور ہر حال میں اس کا مشاہدہ کرنا۔
اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو پہچاننا یہ ہے: ① بندوں کے اعمال کی اطلاع' یہ تو عام ہے ② خاص بندے سے محبت اور اس کا قرب اور دعا کو قبول کرنا اور تکالیف سے بچانا یہ نصیب والوں کو میسر ہے۔ ما اخطاك: جو تقدیر میں تجھ سے خطاء کر چکی وہ تمہیں ملنے والی نہیں۔ وہ تیرے مقدر میں نہ تھی۔ وہ دوسرے کی تقدیر میں تھا۔ یہ مبالغے کا انداز ہے۔ وما اصابك: اور جو تمہیں ملنے والا ہے وہ تیری تقدیر میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے جس چیز کا تمہیں پہنچنا حتمی ہے وہ تم سے خطاء نہ کرے گا اور جو

تمہیں پہنچنے والا نہیں اس کا نہ ملنا حتمی ہے کیونکہ یہ قدرت کے تیر ہیں جو اپنے مقام پر لگ کر رہیں گے۔ کسی نے بہت خوب کہا:

جری قلم القضاء بما یکون ☆ فسیأن التعرك والکون

ولما رایت القضاء جاریا ☆ بلا شك فیه ولا مریه

توکلت حقا علی خالقی ☆ واسلمت نفسی مع الجریه

بس اللہ تعالیٰ پر توکل کے سوائے کوئی سلامتی کی راہ نہیں۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۱/۲۸۰۳) والترمذی (۲۵۲٤) والطبرانی فی الکبیر (۱۲۹۸۹) والبیهقی فی شعب الإیمان (۱۰۷٤) وفی الأسماء والصفات (ص / ۷٦/۷٥) وهو حدیث صحیح۔

**الفرائد:** حدیث میں اس بات کو پختہ کیا گیا کہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کی تقدیر سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جیسا فرمایا: ﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ﴾ (الحدید:۲۲) اس تمام وصیت کا دارومدار اس اصل پر ہے۔ کیونکہ مابعد اور ماقبل اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔

**اصل یہ ہے** ☆ جس کو یہ علم ہو جائے کہ اس کو لکھا ہوا مل جائے گا اور تمام مخلوق کی کوششیں مقدور کے خلاف ہیں اور وہ اس طور پر تو قطعاً مفید نہیں کیونکہ نافع اور ضار اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے تو وہ طاعت اسی کی کرے گا اور اس کی حدود کی حفاظت کرے گا اور اسی سے ڈرے گا اور اس کی امید رکھے گا۔ وہ استعانت کے لئے دستِ سوال اسی کے سامنے پھیلاتا ہے اور اسی کے سامنے گڑگڑاتا ہے اور تنگی و خوشحالی میں اس کے فیصلہ پر خوش ہوتا ہے۔

اعلم: یہ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ اس سے بتلایا کہ دنیا میں صالحین پر اکثر تکالیف و مصائب زیادہ آتے ہیں۔ کثرتِ ثواب کو حاصل کرنے کے لئے ان کو صبر کا دامن تھامنا چاہئے اور رضا بالقضاء کی عادت ڈالنی چاہئے۔ آن النصر: بندے کو تمام اعداء دین و دنیا پر کامیابی اس صورت میں ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت پر ثابت قدم اور معصیت سے گریزاں رہے۔ ⓶ صبر کا مطلب ان سے بدلہ نہ لے اور ان کی تکالیف پر صبر کر کے واویلا نہ کرے۔ وان الفرج: غم سے نکلنا۔ الکرب: نفس پر چھانے والا غم جس میں دوام نہ ہو۔ پس اس آدمی کے لئے جس پر مصیبت اترے صبر کرنا اور جلد کشادگی کی خاطر ثواب کی امید رکھنا چاہئے اور تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر حسن ظن رکھے وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اور ہر تنگی کے ساتھ کشادگی ہے جیسا فرمایا: ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا﴾ (الانشراح:۵) اور یہ بھی وارد ہے کہ ایک عسر دو یسر پر غالب نہیں آ سکتا کیونکہ نکرہ مکرر لایا جائے تو دونوں الگ چیزیں ہوتی ہیں اور معرفہ کو اگر لوٹایا جائے تو وہ بعینہٖ پہلی چیز ہوتا ہے۔ اس آیت میں دو عسر (تنگی) مذکور ہیں ایک دنیا کی اور ایک کے ساتھ ایک آسانی ہے۔ ⓶ آخرت کی تنگی اور اس کے ساتھ بھی ایک آسانی کا ذکر کیا اور یہ چیز ہمارے لئے عسر کے واقع ہونے کے منافی نہیں ہے جیسا کہ اسی آیت میں ہے: اور العسر کا واقع نہ ہونا دوسری آیت میں ہے: ﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرہ:۱۸۵) کیونکہ العسرین جو سورۃ انشراح میں وارد ہیں اس سے مراد دنیا میں پیش آنے والی تنگیاں ہیں اور دوسری جس عسر (تنگی) کی نفی کی گئی وہ احکام مشکلہ کی تنگی ہے جیسا اس آیت میں بھی فرمایا: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج:۷۸)

الیُسر: سہولت کو کہتے ہیں یہ اسی سے ہے کیونکہ اس سے کام میں سہولت ملی۔ العسر: اس کا عکس ہے۔

**لطیفہ** ☆: اوقات صبر' کرب' عسر کی انتہاء اوقات نصر کشادگی' یسر کی ابتداء ہوتی ہے۔ان میں مقارنت ثابت ہوگئی۔فرج کے لفظ کو کرب اور یسر کو عسر کے ساتھ ملاتے کا لطیفہ یہ ہے کہ جب کرب شدید ہو جائے اور انتہاء کو پہنچ جائے تو بندہ تمام مخلوق سے مایوس ہو جاتا ہے اور اس کا دل صرف اللہ تعالیٰ سے معلق ہو جاتا ہے اور توکل اسی چیز کا نام ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ (الطلاق:۳)

یہ حدیث مراقبۂ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی رعایت اور معاملات کو اسی ہی کے سپرد کرنے اور اس پر بھروسہ کرنے اور فقط اسی کو ہر وقت سامنے رکھنے اور تمام مخلوق کو اس کا محتاج سمجھنے اور اس کے سامنے عاجز ہونے میں ایک عظیم اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔

**تخریج** ۞ ترمذی حسن صحیح' کتاب الامثال ابن مردویہ حسن الروایہ بطریق حنش (سخاوی)

**الفرائد**: اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین اور شریعت کی حفاظت ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿یایها الذین امنوا ان تنصروا الله ینصرو کم......﴾: اور بندے کی حفاظت سے مراد دین' بدن' مال واولاد واہل کی حفاظت ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿والذین اهتدوا زادهم هُدًى﴾: (محمد:۱۷)

۲ سامنے پانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر خیر کی طرف تمہاری راہنمائی کرے گا اور ہر شر کو تم سے دور کرے گا اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہو جائے اس کو کسی کی احتیاج نہیں: ﴿یایها النبی حسبك الله﴾: (الانفال:۶۴)

۳ جب کوئی انسان مدد طلب کرے خواہ اسباب معروضہ سے ہو یا غیر معلومہ سے ہو اللہ تعالیٰ بندے کی بسا اوقات اسباب غیر معلومہ سے اس طرح مدد کرتا ہے کہ بندہ حیران رہ جاتا ہے۔ایسے وقت میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کے مسبب الاسباب ہونے پر نگاہ رکھنی چاہئے۔(الشرح)

۶۳: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا هِيَ اَدَقُّ فِيْ اَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَقَالَ: الْمُوْبِقَاتُ: الْمُهْلِكَاتُ۔

۶۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اے لوگو! آج کل تم بعض کاموں کو بال سے بھی زیادہ باریک اور حقیر اپنی نگاہوں میں قرار دیتے ہو۔مگر ان کاموں کو ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہلاکت انگیز کاموں میں شمار کرتے تھے۔(بخاری)

اَلْمُوْبِقَاتُ: مہلکات۔

**تشریح** ۞ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جو اعمال میں تسہل برتتے تھے فرمایا: انکم لتعملون: تم کئی اعمال معمولی سمجھ کر کر لیتے ہو اور ان کے گناہ پر نگاہ نہیں ڈالتے۔وہ تمہارے سامنے بہت ہی معمولی ہوتے ہیں۔کنا نعدھا: ہم ان کو اللہ تعالیٰ کی کمال معرفت کی وجہ سے زمانہ نبوت میں مہلکات میں خیال کرتے تھے۔المحلقات: مہلک۔یہ مضمون ایک دوسرے ارشاد میں ہے گناہ کی چھوٹائی کو مت دیکھو اس کی طرف دیکھو جس کی تم نے نافرمانی کی ہے۔دوسری روایت میں ہے: المؤمن یری ذنبه کانه صخمة یخاف ان تقع علیه والکافر یریٰ ذنبه کاذه ذباب یمر علی انفه: ''مومن اپنے

گناہ چٹان گرنے والی خیال کرتا ہے اور کافر مکھی خیال کرتا ہے۔

**فوائد** ۞ انسان کو چاہئے کہ وہ چھوٹے گناہوں سے بچے شاید کہ وہ اس کے دین کو تباہ کرنے والا ہو جیسا کہ ذرا بھر زہر سے بھی احتراز کیا جاتا ہے۔ ② اس میں اللہ تعالیٰ کے کمال لحاظ کا تذکرہ ہے۔ ہم گناہ کی طرف بڑھتے ہیں کیونکہ ہم جلال الٰہی کو نہیں دیکھتے۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (٦٤٩٢) وفي الباب عن أبي سعيد الخدري و عباد بن قراط رضي الله عنهما عن أحمد۔

**الفرائد:** ① حضرت انس رضی اللہ عنہ نے طویل عمر پائی۔ لوگوں نے جماعت کی نماز کے سلسلہ میں جب سستی شروع کر دی تو آپ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو منافق' مریض' معذور بھی جماعت میں آتے تھے مگر بعد میں ایسا زمانہ آیا بھلے چنگے جماعت سے سستی کرنے لگے اور اب تو سرے سے نماز ہی کے تارک بن گئے حالانکہ صحابہ کرامؓ اس کو مہلکات میں سمجھتے تھے۔ ② ملاوٹ اور جھوٹ کو آج کل لوگ معمولی سمجھتے ہیں بلکہ کئی گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ مگر عہد صحابہؓ میں ان کو مہلکات میں سمجھا جاتا تھا۔ ضعف ایمان کی وجہ سے گناہ معمولی چیز بن گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ کذابوں میں لکھا جاتا ہے۔ (الشرح)

۶۴ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَغَارُ ' وَغَيْرَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنْ يَّاْتِیَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَالْغَيْرَةُ" بِفَتْحِ الْغَيْنِ :وَاَصْلُهَا الْاَنَفَةُ۔

۶۴ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ غیرت کرتے ہیں اور اللہ کو غیرت دلانا یہ ہے کہ آدمی اس کام کا ارتکاب کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔ (متفق علیہ)

اَلْغَيْرَةُ : غین کے زبر کے ساتھ ہے جبکہ معنا اصل میں خودداری کو کہتے ہیں۔

**تشریح** ۞ حرّم اللّٰه: جس کا کرنا جس کے کرنے سے روکا گیا ہو۔ یغار: یہ غیرت سے بنا ہے۔ حمیت کو کہتے ہیں غیرة اللّٰه: سے مراد لوگوں کو فواحش سے روکنا' انسان کے لئے انفعال اور صفت جس سے انسان اپنے گھر والوں کو اجنبی کے ساتھ تعلق سے روکے۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (٥٢٢٣) و مسلم (٢٧٦١) وأحمد (٣/٨٥٢٧) والطیالسی (٢٣٥٧) والترمذی (١١٦٨) وابن حبان (٢٩٣)

**الفرائد** : اس روایت میں اللہ تعالیٰ کے لئے صفت غیرة ثابت کی گئی ہے جیسا کہ دوسری روایات میں فرح بھی ثابت ہے' یہ بات خوب یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کامل ہیں مخلوق کی صفات سے ان کی کوئی مشابہت نہیں: ﴿لیس کمثله شیٔ وهو السمیع العلیم﴾: یہ غیرت اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی ذات وصفات کے مطابق ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حکمت کے ماتحت کچھ اشیاء حرام کچھ حلال کر دیں۔ جو حلال کیں ان میں بندے کا فائدہ اور جو حرام کیں ان میں بندے کا نقصان ہے۔ بندہ جب اللہ تعالیٰ کا لحاظ نہ کرتے ہوئے محارم کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو اللہ

تعالیٰ کو غیرت آتی ہے کہ میں حکیم ورحیم ہوں اور میں نے جو چیز بندے کی بھلائی کے لئے حرام کی تھی یہ میری رحمت وحکمت اور حکم کو نظر انداز کر کے اس کو استعمال کر رہا ہے۔ یہ چیز میری غیرت کے خلاف ہے۔ میں نے وہ چیز بخل یا اپنے کسی فائدہ کے لئے منع نہیں کی تھی۔ مثلاً زنا' لواطت' جھوٹ' ملاوٹ وغیرہ تمام محرمات بندے کو یہ جرأت نہ کرنی چاہئے تھی کہ وہ میری نافرمانی کرتا۔ (الشرح)

۶۵ :عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : اِنَّ ثَلَاثَةً مِّنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰی اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّبْتَلِیَهُمْ فَبَعَثَ اِلَیْهِمْ مَلَكًا فَاَتَی الْاَبْرَصَ. فَقَالَ : اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ : لَوْنٌ حَسَنٌ وَّجِلْدٌ حَسَنٌ وَّیَذْهَبُ عَنِّی الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِیَ النَّاسُ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهٗ وَاُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا فَقَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ الْاِبِلُ – اَوْ قَالَ الْبَقَرُ – شَكَّ الرَّاوِیْ' فَاُعْطِیَ نَاقَةً عُشَرَآءَ فَقَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِیْهَا۔ فَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ: اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ : شَعْرٌ حَسَنٌ وَّیَذْهَبُ عَنِّیْ هٰذَا الَّذِیْ قَذِرَنِیْ النَّاسُ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ وَاُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا۔ قَالَ : فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ بَقَرَةً حَامِلًا۔ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِیْهَا : فَاَتَی الْاَعْمٰی فَقَالَ : اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ : اَنْ یَّرُدَّ اللّٰهُ بَصَرِیْ فَاُبْصِرَ النَّاسَ فَمَسَحَهٗ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَیْهِ بَصَرَهٗ۔ قَالَ : فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ : الْغَنَمُ فَاُعْطِیَ شَاةً وَّالِدًا ' فَاُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا' فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْاِبِلِ' وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْبَقَرِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ. ثُمَّ اِنَّهٗ اَتَی الْاَبْرَصَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ : رَجُلٌ مِّسْكِیْنٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ ' فَلَا بَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْاَلُكَ بِالَّذِیْ اَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِیْرًا اَتَبَلَّغُ بِهٖ فِیْ سَفَرِیْ؟ فَقَالَ : الْحُقُوْقُ كَثِیْرَةٌ۔ فَقَالَ : كَاَنِّیْ اَعْرِفُكَ' اَلَمْ تَكُنْ اَبْرَصَ یَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِیْرًا فَاَعْطَاكَ اللّٰهُ؟ فَقَالَ : اِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ' فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَیَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰی مَا كُنْتَ وَاَتَی الْاَقْرَعَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَیْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ هٰذَا ۔ فَقَالَ: اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَیَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰی مَا كُنْتَ۔ وَاَتَی الْاَعْمٰی فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ : رَجُلٌ مِّسْكِیْنٌ وَّابْنُ سَبِیْلٍ انْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْاَلُكَ بِالَّذِیْ رَدَّ عَلَیْكَ بَصَرَكَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِیْ سَفَرِیْ؟ فَقَالَ : قَدْ كُنْتُ اَعْمٰی فَرَدَّ اللّٰهُ اِلٰی بَصَرِیْ فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَ اللّٰهِ لَا اَجْهَدُكَ الْیَوْمَ بِشَیْءٍ اَخَذْتَهٗ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ فَقَالَ : اَمْسِكْ مَالَكَ

فَاِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ ، فَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَالنَّاقَةُ الْعُشَرَآءِ" بِضَمِّ الْعَيْنِ وَفَتْحِ الشِّيْنِ وَبِالْمَدِّ :هِيَ الْحَامِلُ .قَوْلُهُ "اَنْتَجَ" وَفِيْ رِوَايَةٍ "فَنَتَجَ" مَعْنَاهُ :تَوَلّٰى نِتَاجَهَا وَالنَّاتِجُ لِلنَّاقَةِ كَالْقَابِلَةِ لِلْمَرْاَةِ – وَقَوْلُهُ "وَلَّدَ هٰذَا" هُوَ بِتَشْدِيْدِ اللَّامِ :اَيْ تَوَلّٰى وِلَادَتَهَا وَهُوَ بِمَعْنٰى اَنْتَجَ فِي النَّاقَةِ – فَالْمُوَلِّدُ ، وَالنَّاتِجُ ، وَالْقَابِلَةُ بِمَعْنًى لٰكِنْ هٰذَا لِلْحَيْوَانِ ، وَذٰلِكَ لِغَيْرِهٖ۔ قَوْلُهُ "اِنْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ" هُوَ – بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ :اَيِ الْاَسْبَابُ – وَقَوْلُهُ :لَا اَجْهَدُكَ" مَعْنَاهُ :لَا اَشُقُّ عَلَيْكَ فِيْ رَدِّ شَيْءٍ تَاْخُذُهُ اَوْ تَطْلُبُهُ مِنْ مَّالِيْ وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ :"لَا اَحْمَدُكَ" بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمِيْمِ وَمَعْنَاهُ :لَا اَحْمَدُكَ بِتَرْكِ شَيْءٍ تَحْتَاجُ اِلَيْهِ كَمَا قَالُوْا :لَيْسَ عَلٰى طُوْلِ الْحَيَاةِ نَدَمٌ :اَيْ عَلٰى فَوَاتِ طُوْلِهَا۔

۶۵: حضرت ابو ہریرہؓ کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی کوڑھی' گنجا' اندھا کو اللہ تعالیٰ نے آزمانے کا ارادہ فرمایا۔ پس ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا وہ فرشتہ کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تجھے کونسی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا اچھا رنگ' خوبصورت جسم اور مجھ سے وہ تکلیف دور ہو جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا اس سے وہ تکلیف جاتی رہی۔ جس کی وجہ سے لوگ اس سے نفرت کرتے تھے۔ اس کو خوبصورت رنگ دے دیا گیا۔ پھر فرشتے نے کہا تمہیں کونسا مال تمام مالوں میں زیادہ پسند ہے۔ اس نے کہا اونٹ یا گائے (راوی کو اس میں شک ہے) چنانچہ اس کو دس ماہ کی گابھن اونٹنی دے دی گئی۔ پھر فرشتے نے دعا دی بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت عنایت فرمائے۔ پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تجھے کونسی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا اچھے بال اور یہ کہ مجھ سے یہ تکلیف دور ہو جائے۔ جس کی بنا پر لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ جس سے اس کا گنجا پن صحیح ہو گیا اور اس کو خوبصورت بال مل گئے۔ پھر فرشتے نے کہا تمہیں کونسا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا گائے۔ اس کو ایک حاملہ گائے دے دی گئی۔ فرشتے نے اس کو دعا دی: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس مال میں برکت دے۔ پھر وہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تمہیں کونسی چیز سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ میری نگاہ مجھے واپس کر دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی واپس کر دی۔ پھر فرشتے نے کہا تمہیں اموال میں سے کونسا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا بکریاں۔ اس کو ایک بچہ جننے والی بکری دے دی گئی۔ بس ان دو کے جانور بھی پھلے پھولے اور اس کی بکری نے بھی بچے دیئے۔ پس ایک کے لئے اگر اونٹوں کی وادی تھی تو دوسرے کی گائیں وادی کو بھر دیتی تھیں اور تیسرے کی بکریاں بھی وادی کو پُر کرنے والی تھیں۔ پھر معاملہ یہ ہوا کہ وہ فرشتہ کوڑھی کے پاس اسی شکل صورت میں گیا (کوڑھی کی شکل بنا کر) اور کہا میں ایک مسکین اور غریب آدمی ہوں میرے سفر کے تمام ذرائع

مسدود ہو چکے۔ اب میرے لئے آج کے دن گھر پہنچنے کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور پھر تیرے سوا کوئی ذریعہ نہیں۔ اس لئے میں تم سے اس اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں۔ جس نے تجھے اچھا رنگ اور خوبصورت کھال اور مال عنایت فرمائے۔ میں تم سے ایک اونٹ مانگتا ہوں جس کے ذریعہ میں منزل مقصود تک پہنچ جاؤں۔ اس نے جواب دیا۔ میرے ذمہ بہت سے حقوق ہیں۔ فرشتے نے اسے کہا گویا میں تجھے پہچانتا ہوں۔ کیا تو وہی نہیں جس کے جسم پر سفید برص کے داغ تھے لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور تو فقیر ومحتاج تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے مال سے نوازا۔ اس نے کہا یہ مال تو میں نے باپ دادا سے ورثہ میں پایا ہے۔ فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا کہ تو تھا' پھر فرشتہ گنجے کے پاس اسی کی شکل وصورت میں گیا اور اس نے وہی کہا جو کوڑھی کو کہا تھا اور اس نے اسی طرح جواب دیا جس طرح اس نے جواب دیا تھا۔ اس پر فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے اسی طرح کر دے جس طرح پہلے تھا پھر اندھے کے پاس نابینا بن کر گیا اور کہا میں ایک مسکین اور مسافر ہوں اور سفر کے تمام ذرائع مسدود ہو گئے۔ اب منزل تک پہنچنا اللہ کی مدد اور پھر تیرے سہارے کے سوا ممکن نہیں۔ میں تم سے اس اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے تیری نگاہ واپس کی۔ مجھے ایک بکری عنایت کر دو تا کہ میں اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکوں۔ اس نے کہا میں اندھا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے بینا کر دیا میرے اس مال میں سے جو چاہتے ہو لے لو اور جو چاہو چھوڑ دو۔ قسم بخدا اس میں سے آج تو جو اللہ کے لئے لے لے گا میں انکار نہ کروں گا۔ فرشتے نے کہا اپنے مال کو تم اپنے پاس ہی رکھو۔ بلاشبہ تمہاری آزمائش کی گئی جس میں اللہ تم سے راضی ہوا اور تمہارے دونوں ساتھیوں پر ناراض ہو گیا (متفق علیہ)

**اَلنَّاقَةُ الْعُشَرَاءُ**: حاملہ اونٹنی۔ **اَنْتَجَ وَنَتَجَ**: اس کے بچوں کا مالک بنا۔ **اَلنَّاتِجُ**: اونٹنی کے بچے جنوانے والا جیسا قابلہ کا لفظ دایہ عورت کے لئے ہے۔ **وَلَّدَ هٰذَا**: بکری کے بچوں کا مالک ہوا۔ یہ لفظ انتج کے ہم معنی ہے اونٹنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی لئے **نَاتِجٌ' مُوَلِّدٌ' قَابِلَةٌ** تینوں ہم معنی ہے۔ صرف انسان کے لئے قابلہ آتا ہے اور بقیہ حیوانات کے لئے آتے ہیں۔ **اِنْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ** کا معنی اسباب کا منقطع ہونا۔ **لَا اَجْهَدُكَ**: میں کسی چیز کی واپسی کی تکلیف نہ دوں گا۔ **لَا اَحْمَدُكَ**: میں تیری تعریف نہ کروں گا کسی ایسی چیز کے ترک پر جس کی تمہیں ضرورت ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اہل عرب کا محاورہ ہے کہ زندگی کی درازی پر ملامت نہیں یعنی عمر کی لمبائی نہ ہونے پر ندامت نہیں۔

**تشریح** ✿ **يقول**: ① سمع کے مفعول سے بدل اشتمال ② یا مفعول مقدر کا حال ہے۔ **انه سمع**: مضارع کی بجائے ماضی لانے کی دو وجہ ہیں: ① سننے کے وقت کی حالت کو حکایۃً بیان کیا' ② سامع نے اپنے ذہن میں حاضر کر کے بیان کر دیا۔

**اَلنَّحْوُ**: ان ثلاثة..... ابرص: ثلاثة سے بدل ہے۔ کوڑھ کی بیماری والا۔ اقرع: گنجا۔ يبتليهم: آزمانے جیسے معاملہ کرنا۔ ابرص کو مقدم کیا کیونکہ اس کی بیماری قبیح تر اور بدترین اور رنگت بھی بری ہے۔ ابرص کے بعد اقرع لائے ان سے جلد انتقام کے لئے۔ جلد حسن: اس سے اچھا رنگ ہی نہیں مانگا بلکہ خوبصورت جلد جو بیماری کے مکمل خاتمے پر ہوتی ہے۔ تذرني: یذہب سے پہلے ان مقدر ہے۔ ایک نسخہ میں تذروني: ہے جو اکلوني البراغيث: کی طرح ہے۔ دور کر دیا' برا بنا دیا۔ ذهب عنه

قذرہ: برص جاتی رہی یعنی سبب قذر ختم ہوگیا۔ ابل: یہ لفظ واحد، جمع سب پر استعمال ہوتا ہے نہ یہ جمع ہے اور نہ اسم جمع ہے۔ (ابن سیدہ) یہ جمع مؤنث ہے جس کا واحد نہیں (جوہری) مال کی تصغیر مویل آتی ہے۔

شك الراوی: کہ جو اسحاق بن عبداللہ ہے کہ آیا بقر کا لفظ ہے یا ابل کا۔

بارك الله لك: یہ دعائیہ کلمہ ہے یا خبریہ جملہ ہے۔

فمسحه: فرشتے نے صرف سر پر ہاتھ پھیرا یا تمام جسم پر تا کہ برکت حاصل ہو جائے۔

البقر: یہ مؤنث و مذکر دونوں پر بولتے ہیں اس پر تا واحد و جمع کے فرق کیلئے لاتے ہیں۔

حاملاً: مونث کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے ۃ کی حاجت نہیں۔

بصری: وہ قوت جو آنکھوں کے ذریعہ مبصرات کو دیکھتی ہے۔

الغنم: یہ مبتداء ہے خبر محذوف ہے۔ یا مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ یہ اسم مونث ہے نر و مادہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ الا بل المغنم: عدد میں ظاہری لفظ کے لحاظ سے استعمال ہوتا ہے۔ والداً: بچوں والی ② حاملہ ③ صاحب جامع الاصول کہتے ہیں کہ یہ ایسی بکری کو کہتے ہیں جو کثرت سے بچے جنے۔ ھذان: اس کا مشار الیہ اونٹ اور گائے والا ہے۔ واد: یعنی بھری ہوئی وادی۔

فکان لھذا واد من الابل ولھذا واد من البقر و لھذا واد من الغنم: یہاں معمول کا عطف معمول پر ہے اس لئے کہ ان کا عامل ایک ہے۔ من الابل: وغیرہ یہ وادی کی صفت یا حال دونوں بن سکتا ہے کیونکہ خبر مقدم ہے۔ فی صورتہ و ھیئتہ: پھٹے پرانے لباس میں۔ ① ہ ضمیر دونوں میں فرشتے کی طرف لوٹتی ہے۔ انقطعت بی الحبال فی نفوی: یہ حبل کی جمع ہے لق ودق ریت یا اسباب رزق۔ قطربی کہتے ہیں یہ بہترین تفسیر ہے۔ مسلم کی روایت میں الحبال: جمع حیلہ ہے اور بخاری کے بعض رواۃ نے الجبال نقل کیا ہے واللہ اعلم۔

فی سفری: انقطعت سے متعلق ہے یا ضمیر مجرور سے حال ہے۔ مطلب یہ کہ سفر میں اسباب رزق مجھ پر منقطع ہو گئے ہیں۔

فلا بلاغ لی۔ البلاغ: جو چیز مطلوب تک پہنچنے کا ذریعہ بنے۔ یعنی میں اپنی مراد کو نہیں پا سکتا۔ باللہ: اللہ تعالیٰ کے کام بنانے اور آسان کر دینے سے۔ ثم بك: پھر تیرے ساتھ کیونکہ تو خیر کے جاری ہونے کا ذریعہ ہے۔ یہاں ثم: ترتیب نزولی کو ظاہر کر رہا ہے اس لئے واؤ کو نہیں لائے تا کہ شرکت کا وہم نہ ہو۔

**ایک اہم قاعدہ** ☆: یہ باللہ ثم بك: یہ ان تعریضات میں سے ہے جس سے فہم مقصود تک پہنچنا ہوتا ہے حقیقت مراد نہیں ہوتی جیسا ابراہیم علیہ السلام کے ارشاد ھذا ربی و ھذہ اُختی وغیرہ۔ اسئالك باللہ: میں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر تجھ سے مہربانی کا طالب ہوں۔ بعیرا: یہ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا استعمال لفظ انسان اور الجمل: کا استعمال الرجل کی طرح ہے جبکہ الناقۃ بمنزلہ المراۃ: اور القعود: بمنزلہ الفتی: اور القلوص: بمنزلہ الجاریہ ہے۔ بعیر کی جمع الجرۃ اور اباعر و بعران ہے جو اس سال اونٹ کو کہتے ہیں۔ اتبلغ بہ: اور علیہ: کا نسخہ بھی ہے۔ اتبلغ بہ: یہ بُلغۃ سے ہے جس کا معنی کفایت کرنا ہے۔ اس حال میں کہ میں سواری کروں۔ الحقوق کثیرۃ: میرے ذمہ اور بہت حقوق ہیں میرے پاس بچا ہوا نہیں کسی اور کو دیکھو۔ کانی اعزمك: کوئی علماء کان کو تحقیق کے لئے قرار دیا جبکہ اس کی خبر فعل یا ظرف یا مجرور یا صفات میں

سے ہو۔ اس وقت اس میں ظن وحسبان کا معنی آ جاتا ہے۔ مگر جمہور نے کان کو تشبیہ کے لئے کہا ہے۔ (رضی) الم تکن: یہ استفہام تقریری ہے یعنی تو ایسا تھا۔ کابراً عن کابر: بڑوں سے اوپر تک شرف والے یعنی میں آباؤ اجداد سے وارث بنا ہوں۔ میرا دعویٰ کوئی نیا نہیں یہ چیزیں کوئی آج ہی نہیں ملیں۔ یہی بات تو نعمتوں کا انکار و ناشکری ہے اور یہ انداز اختیار کرنا بخل ہے۔ بندے کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کا شکر گزار رہے خواہ کوئی حالت ہو اور اس کا تذکرہ کرتا رہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی کہتے ہیں اس نے ہم سے عہد لئے جب کہ ہمیں بڑھائی ملی اور لوگوں کے مابین ہماری عزت قائم ہوئی۔ کیا ہم اپنی پہلی حالت پرانے کپڑے' لوگوں کی خدمت' تنگدستی وغیرہ بھول جائیں۔ یہ یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی پہچان کے لئے ہوتا ہے۔ جس نے اپنے بچپن کے حالات بھلا دیئے اس کا شکر یہ ناپید ہو گیا۔ بسا اوقات آدمی اس طرح کہہ دیتا ہے ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے باپ دادا سے خوشحالی میں چلے آ رہے ہیں یہ بات دراصل ان کو بتلانے کے لئے کہی جاتی ہے جو اس کی سابقہ حالت کو نہیں جانتے (یہ بات درست نہیں) معن بن زائدہ کے ہاں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اتذکر اذا قمیصك جلد شاۃ۔ واذ نعلك من جلد البعیر: (اپنی غربت یاد کرو)

یہ سن کر معن کہنے لگا الحمد للہ مجھے یاد ہے۔ وہ کہنے لگا۔

فقد جل الذی اعطاك ملکًا۔ وعلمك الجلوس علی السریر: (تمہیں بادشاہی دے دی)

معن کہنے لگے میرا رب عزت وجلال والا ہے۔ وہ کہنے لگا۔

فجلدی یابن ناقصه بمال۔ فانی قد عزمت علی المسیر: (میرا دامن بھر دو)

معن نے اس کو بہت سا مال دیا کہ اس نے اس کی گزشتہ حالت یاد دلائی تھی۔

علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں اس جھوٹ پر برص والے کو بخل اور ناشکری نے اور پھر بخل کی نحوست سے شدید غصہ نے آمادہ کیا۔ ان کنت کاذبًا: یہ اِن اذ کے معنی میں ہے۔ وهیئته: یعنی وہ حالت جس کو پراگندگی کی وجہ سے وہ حقیر قرار دیتے تھے۔ شارح مشکوٰۃ ابن حجر کہتے ہیں بعض روایات میں یہ لفظ اس لئے حذف کیا تا کہ کوڑھی کی انتہائی غباوت کو ظاہر کر دیا جائے۔ باوجودیکہ فرشتہ اس کی صورت سابقہ میں آیا تھا۔ جس سے اس کو شفاء اور غناء حاصل ہوئی تھی۔ مگر اس نے تجاہل وتفاخر سے اسے پہچاننے سے انکار کر دیا بلکہ اس کے ساتھ یہ جھوٹ ملایا کہ باپ دادا سے اسے مال ملا ہے۔ اس حماقت کو دوسرے نہیں پہنچ سکے۔ فقال رجل: یعنی جو نابینا مرد کی صورت میں تھا ورنہ فرشتے مرد وعورت کی صفت سے متصف نہیں ہوتے۔ ابن سبیل: سفر کی کثرت سے اسے ابن سبیل کہہ دیتے ہیں جیسا کہ قاطع کو ابن الطریق کہتے ہیں۔ ② مہمان ہونے کی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کیونکہ راستہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ بصرك: قوت بصارت اس فرشتے نے اسے اس پر کی جانے والی نعمتیں یاد دلائیں۔ فوا الله لا اجهدك الیوم بشئی اخذته للہ: یعنی اللہ کی قسم! میں تم پر کوئی مشقت نہ ڈالوں گا۔ ③ میں اس میں سے لے لینے پر تم پر کوئی مشقت نہ ڈالوں گا۔ اس کی بات سے پہلے دونوں کی بات میں کتنا بڑا فرق ہے۔ ابتلیتم: تمہارا امتحان لیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ آزمائے ہوئے آدمی جیسا معاملہ کیا تا کہ اس پر تمہارے اعمال کا اثر مرتب کرے کیونکہ جو چیز عالم شہادت میں ظاہر ہو اسی پر بدلہ ملتا ہے نہ علم ازلی کے مطابق۔

فقد رضی عنك وسخط علی صاحبیك: سخط ورضا سے ان کا لازم مراد ہے۔ ① ارادہ ثواب وتعذیب مراد ہے۔ اس

صورت میں ذات کی صفت ہوں گی۔ ② تعذیب وثواب اس صورت میں فعل کی صفت بنیں گی۔ **العُشَراء**: وہ اونٹنی جس کے حمل کو آٹھ یا دس ماہ گزر چکے ہوں۔ یہ لفظ نُفَساء: کی طرح ہے اس کی جمع عشروات وعشار آتی ہے۔ انتج: یہ معروف قلیل الاستعمال ہے۔ اس مادہ سے نُتِجَ: مجہول اکثر آتا ہے۔ نتاج: بچے۔ الانتاج: ولادت کا ذمہ دار بننا اس کا بہترین معنی اونٹ کا بچہ اور بچھڑا۔ ولد الغنم: اس کا بچے والا بنایا۔ حیوانات اونٹ، گائے کے لئے جو بچے جنانے کا کام کرتا ہو اسے ناتج کہتے ہیں بکری کے لئے مولد اور انسانوں کے لئے قابلہ (رابیہ)

قرطبی کا قول: **جهدته و اجهدته**: میں نے اس کی مشقت میں انتہاء کر دی یا **اجهدك**: کا معنی جو تو لے گا میں اس میں رکاوٹ نہ کروں گا۔ **الجُهد**: مشقت والی زندگی۔ اس آیت میں یہی مطلب ہے: ﴿والذین لا یجدون الا جهدهم﴾

**لا احمدك**: کا معنی ضرورت کی چیز چھوڑ دینے پر میں تیری تعریف نہ کروں گا۔ یہ اسی طرح ہے جیسا شاعر کا قول **لیس علی لحول الحیاہ ندم ای علی فوات طولها ندم**: یعنی مجھے زندگی کی درازی کے فوت ہونے پر شرمندگی نہیں۔

ایک شاعر نے کہا ۔

**اتوب الیك یا مولای مما ☆ علی به تواترت الذنوب**

**واما علی هوی لیلی وترکی ☆ زیارتها فانی لا اتوب**

لیکن لیلیٰ کی محبت اور اس کی زیارت کے نہ چھوڑنے پر میں توبہ نہیں کرتا۔

علامہ کرمانی کہتے ہیں **یتحمد**: کا معنی احسان جتلانا ہے۔ جیسا محاورہ ہے:

**من انفق ماله علی نفسه فلا یتحمد به علی الناس۔**

اور ایک روایت لا نافیہ کی بجائے لام تاکید سے ہے **لَاَ حْمِدُكَ**: ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (٣٤٦٤) و (٦٦٥٣) و مسلم (٢٩٦٤) وابن حبان (٣١٤)

**الفوائد**: بنو اسرائیل کے متعلق روایات کی اقسام ① جن کو قرآن مجید نے بیان کیا ② احادیث صحیحہ نے بیان کیا یہ دونوں برحق ہیں۔ ③ اخبار بنی اسرائیل کی روایات اس کی تین قسمیں ہیں: ا) جن کے باطل ہونے کی شریعت نے گواہی دی یہ محض باطل ہیں۔ ب) جن کی سچائی کی گواہی دی۔ یہ برحق ہیں۔ ج) جن کی تصدیق وتکذیب سے شرع خاموش ہے۔ ان کو ترغیب وترہیب کے لئے بیان کرنا درست ہے بشرطیکہ کسی قاعدہ شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔ ② اللہ تعالیٰ کی آزمائش تنگدستی و خوشحالی کے ساتھ صبر وشکر کا امتحان ہوتا ہے۔ ③ مال کی برکت کے باقی رہنے کی صورت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف اور شکریہ ہے۔ ④ ملائکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مخلوق پر نافذ کرنے والے ہیں۔ ⑤ مختلف شکلوں میں بدل سکتے ہیں۔ ⑥ امتحان کے لئے فرشتہ کسی بھی صورت میں آسکتا ہے جیسے نابینا، گنجا، کوڑھی آدمی کی صورت میں۔ ⑦ انسانوں میں نعمت کے شکریہ کے لحاظ سے فرق ہے۔ نابینا شکر گزار نکلا، دوسرے دونوں نے ناشکری کی تو نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ ⑧ اللہ تعالیٰ جب چاہے تھوڑے مال میں برکت دے کر اس کو بہت زیادہ کر دے۔ ⑨ رضا وسخط اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔ ⑩ فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو ان کا مرض صحیح ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو جس طرح چاہیں جب چاہیں کر سکتے ہیں۔

۶۲ : عَنْ اَبِیْ یَعْلٰی شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ الْاَمَانِیَّ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔ قَالَ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُھَا مِنَ الْعُلَمَآءِ : مَعْنٰی دَانَ نَفْسَہٗ حَاسَبَھَا۔

۶۲ : حضرت ابویعلی شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو مطیع رکھے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے تیاری کرے اور بے وقوف وہ ہے جس نے خواہشات نفسانی کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی آرزوئیں اور تمنائیں کیں''۔ (ترمذی)

دَانَ نَفْسَہٗ : نفس کا محاسبہ کیا۔

تشریح ۞ شداد بن اوس یہ بنونجار کے خاندان سے ہیں۔ یہ حسان بن ثابت کے بھتیجے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے علم وعمل اور حلم کی دولت سے نوازا تھا۔ ۵۸ھ فلسطین میں وفات پائی ان کی عمر اس وقت ۷۵ سال تھی۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں انہوں نے بیت المقدس میں وفات پائی ان کی قبر باب الرحمہ کے بیرونی جانب ہے۔ (التھذیب) مرویات کی تعداد ۵۰ ہے۔ دو روایات متفق علیہ اور بخاری اور مسلم ایک ایک میں منفرد ہیں۔

الکیس: عقل مند۔ وان: نفس کا محاسبہ کرنے اور ایسی لذات وشہوات سے نفس کو روکنے والا ہو جن میں نفس کی ہلاکت ہے۔ بعد الموت: موت کے بعد سے مراد قبر اور اس کے بعد والے احوال جن میں عمل صالح مونس وغم خوار ہوگا۔ جیسے کسی شاعر نے کہا:

① اللہ کی قسم! اے نفس غور سے سن اور سمجھ۔ وہ بات جو ناصح کر رہا ہے۔

② انسان کو قبر میں اعمال صالحہ ہی فائدہ دیں گے۔

العاجز: جس کام کا کرنا ضروری ہو اسے کمزوری کی وجہ سے چھوڑنے والا۔ من اتبع نفسہ ھواھا: شہوات کو ترجیح دے کر نفس کو ان کا مطیع کرنے والا اور نیک اعمال کے خلاف نفس ہونے کی وجہ سے ان سے اعراض کرنے والا ہو۔ تمنی علی اللّٰہ: اللہ تعالیٰ سے متمنی ہو کہ وہ اسے آخرت میں کامیابی دے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ عبودیت کے لوازم جیسے ادائیگی خدمت' محاسبہ نفس' تجاوز حدود سے احتیاط اور دل کے ساتھ اس کی طرف جھکاؤ اختیار کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر اعتماد کر کے چلا جائے۔

باقی عبودیت کے مقام کی ادائیگی چھوڑ دینا یہ نفس کی خفیہ خباثتوں سے ہے۔ خاص طور پر اس کو شہوات کے میدان میں ڈالنا جس میں نفس کی ہلاکت ہے۔

تخریج ۞ ترمذی۔ احمد۔ ابن ماجہ۔ حاکم۔ بیہقی۔ ترمذی نے علماء سے نقل کیا کہ دان کا معنی محاسبہ کرنا۔ پھر نہایہ میں اس کی تفسیر تابع سے کی گئی ہے اور محاسبہ بھی اس کا ایک معنی ہے۔ (القاموس) کشاف تے انا لمدینون: کی تفسیر المسوس: یعنی

مربوب من الدَّین: قرض سے پلا ہوا۔ یہ سیاست بمعنی تدبیر سے ہے اور اس روایت کا یہی معنی ہے: الکیس من دان نفسهٗ: تدبیر والا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو مطیع رکھے۔

الفرائد: اس حدیث میں اس بات پر آمادہ کیا گیا ہے کہ انسان کو اپنے وقت کی فرصت غنیمت جاننی چاہئیں۔ سستی اور کاہلی کو ترک کر دینا چاہئے۔ ۞ محض تمنائیں اور تزئین کوئی چیز نہیں۔ اصل ایمان وہ ہے جس کا وقار دل میں ہو اور اعمال اس کی تصدیق کرنے والے ہوں۔ (الشرح)

٦٧ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا یَعْنِیْهِ" حَدِیْثٌ حَسَنٌ – رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُهٗ۔

٦٧ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''آدمی کے اسلام کی خوبی اس کا بے فائدہ کاموں کو ترک کر دینا ہے''۔ (ترمذی)

اَللُّغَاتُ : من حسن اسلام المرء: من ابتدائیہ ہے اور خبر کو معروف قاعدہ علی التمرہ مثلها زبدۃ کی طرح سمجھیں۔
حسن اسلام کا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں کمال ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر یقین کرنے میں نفس ٹیڑھا اختیار نہ کرے اور اس کے احکام کا مطیع رہے۔ نور ربانی کی وجہ سے یہی شرح صدر کی نشانی ہے۔
ترکه مالا یعنیه: یعنی جن کی نہ اسے ضرورت ہے اور نہ اس کا مقصود ہیں اور اس کی زندگی کا گزران ان کے بغیر بھی ممکن ہے۔ یعنی افعال زائدہ۔
فضول اقوال: مسلمان کو چاہئے کہ وہ ایسی چیزوں میں مشغول نہ ہو جس میں اس کے معاش و معاد کا کوئی فائدہ نہ ہو اور نہ بدن انسانی کی اصلاح و بقاء سے ان کا تعلق ہو۔ اس کو علمی کمالات و فضائل کے لئے کوشاں رہنا چاہئے جن سے اسے ابدی سعادت حاصل ہوگی اور سرمدی انعامات میسر ہوں گے اور ان کے ماسواء سے اعراض کرے اور یہ چیز اس صورت میں میسر آسکتی ہے جبکہ اپنے اعمال و افعال کم کرتے ہوئے یہ خیال کرے کہ میرا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اور میری کوئی حالت اس سے مخفی نہیں۔ معروف کرخی فرماتے ہیں کہ بندے پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی کاموں میں مشغول ہو کیونکہ اس طرح اس سے مقصود کی چیزیں رہ جائیں گی۔
غزالی فرماتے ہیں لایعنی کلام کی آخری حد یہ ہے کہ تم ایسی بات کرو کہ اگر تم خاموش رہتے تو نہ تمہیں دکھ پہنچتا اور نہ نقصان۔ اگر تم لایعنی میں مبتلا ہوئے تو تم اپنا وقت ضائع کرنے والے ہو اور زبان کے اس فعل پر تمہیں حساب دینا پڑے گا اور اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ چیز لینے والے ہو اگر تم اس کو یاد الٰہی میں گزارتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم بدلہ پاتے یہ اسی طرح کا نقصان ہے جیسے خزائن جنت چھوڑ کر ایک ٹھیلی لے لی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

جب فراغت کا وقت ہو تو دو رکعت کو رات کے اندھیرے میں غنیمت جان۔ ۞ جب غلط بات میں مشغول ہونے لگے تو اس کی جگہ تسبیح کرو۔

بخاری نے کہا فراغت کو رکوع کی عظمت کی طرح غنیمت سمجھ ممکن ہے کہ تمہاری موت اچانک آ جائے۔ ④ کتنے صحت مند ہیں کہ بغیر بیماری کے وہ چلتے بنے۔

**تخریج**: أخرجه الترمذی (٢٣٢٤) و (٢٢٢٥) و ابن ماجه (٣٩٧٦) من طرق يشد بعضها بعضا۔

**الفوائد**: ① مسلمان کو اس کام میں مشغول ہونا چاہئے جس میں معاش و معاد کی بھلائی ہو۔ ورنہ وہ دیگر کاموں سے احتراز کرے۔ ② اس بات کا ہر وقت خیال ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے بندے کی کوئی حالت مخفی نہیں۔

٦٨ : عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "لَا يُسْاَلُ الرَّجُلُ فِيْمَ ضَرَبَ امْرَاَتَهُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَغَيْرُهُ۔

٦٨ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''آدمی سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ اس نے کس وجہ سے اپنی بیوی کو مارا''۔ (ابوداؤد)

**تشریح** ۞ فیم: یعنی کسی سبب سے ہو۔ کیونکہ اس میں احتمال یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہ ایسی چیز ہو جس کا تذکرہ خلاف حیاء ہو (مثلاً حقوق زوجیت میں گڑبڑ) بلکہ مرد کو اللہ تعالیٰ کی باز پرس کے حوالہ کیا جائے۔ ہاں اگر کوئی ایسا معاملہ ہو جس میں حکام کی طرف رجوع کی ضرورت پڑتی ہے تو اس وقت اس سے باز پرس کی جائے گی۔

**باب مناسبت** ☆: تمام احوال میں بندہ جب اللہ تعالیٰ کو اپنا نگہبان مانے اور اس کے اوامر کو بجائے لائے اور نواہی سے پرہیز کرے اسی کو تقویٰ کہا جاتا ہے۔ اسی لئے مراقبہ کے بعد باب التقویٰ لائے۔

اسلام ظاہر و باطن میں فرمانبرداری کو کہتے ہیں۔ باطنی فرمانبرداری عقیدے اور دل کی اصلاح ہے اور یہ ایمانیات کو دل سے تسلیم کرنے سے حاصل ہوگی۔ اسلام کے بہت درجات ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا: ﴿لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ﴾ (الحدید) جب اسلام کے درجات میں مختلف ہیں تو وہ لوگ جو اپنے اسلام میں خوبی پیدا کرنا چاہتے ہوں وہ لایعنی امور سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنے والے ہیں۔ لایعنی باتوں اور کاموں سے بچالینا وقت کو ضیاع سے محفوظ کر دیتا ہے اور خود انسان بڑی راحت میں رہتا ہے۔ آدمی کو یہی چیز دنیا کے علاوہ آخرت میں فائدہ دینے والی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔ (الشرح)

**تخریج**: ضعيف الإسناد ۔ لجهالة عبدالرحمٰن المسلي۔ وأخرجه أحمد (١/١٢٢) و أبو داود (٢١٤٧) و ابن ماجه (١٩٨٦) والطيالسي (٤٧) و عبد بن حميد (٣٧) والبزار (٢٣٩) والنسائي في الكبرى (٩١٦٨) و صححه الحاكم في البر والصلة (٤/٧٣٤٢) وأقره الذهبي في التلخيص وليس كما قالا۔

**الفوائد**: زوجیت کے معاملات میں خواہ مخواہ مداخلت نہ کرنی چاہئے اور اگر کبھی بات کی ضرورت ہو تو طرفین میں اصلاح کی غرض سے ہی ہونی چاہئے۔

# ٦: بَابٌ فِي التَّقْوٰى

## باب ۷: تقویٰ کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ [آلِ عمران: ۱۰۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے''۔ (آل عمران)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن: ۱٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس قدر تم میں استطاعت ہو''۔

وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ مُبَيِّنَةٌ لِلْمُرَادِ مِنَ الْاُوْلٰى۔

یہ آیت پہلی آیت کا مطلب واضح کر رہی ہے۔ (التغابن)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾ [الاحزاب: ۷۰]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی اور درست بات کہو''۔ (الاحزاب)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْاَمْرِ بِالتَّقْوٰى كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ۔

تقویٰ کے حکم سے متعلقہ آیات بہت اور معروف ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق: ۲-۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کا راستہ بنا دیتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا''۔ (الطلاق)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ [الانفال: ۲۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک خاص امتیاز عطا فرمائے گا اور تمہارے گناہ تم سے زائل کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل کا مالک ہے''۔ (الانفال)

وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ مَعْلُوْمَۃٌ۔

آیات اس سلسلہ کی بہت ہیں۔

تقویٰ اصل میں وقویٰ ہے۔ الوقایہ۔ وہ چیز جو سر کو چھپائے اور وہ ایسی چیز ہو جو آدمی کو خوفناک چیز سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ یہ ہے کہ بندہ حسب طاقت اس کے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے بچے۔ جو اس طرح کرے وہ متقین میں شمار ہوتا ہے ان کی مدح و ثناء اس طرح پائی گئی ہے: ﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (آل عمران:۱۸۶) ان کے ساتھ دشمن سے حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ ﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْئًا﴾ (آل عمران:۱۲۰) ④ ان سے تائید و نصرت کا وعدہ فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا﴾ (النحل:۱۲۸) ③ تنگیوں سے نکالنے اور رزق حلال کا ذمہ لیا۔ ﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾ (الطلاق:۲۔۳) یہ آیت پڑھ کر آپ نے فرمایا: اے ابوذر اگر سب لوگ اس کو اختیار کر لیں تو ان کے لئے کفایت کر جائے۔ ⑤ اعمال کی درستی اور گناہوں کی بخشش کا اعلان فرمایا: ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾ (الاحزاب:۷۰۔۷۱) ⑥ رحمت و نور کے دو حصے دینے کا وعدہ کیا: ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ﴾ (الحدید:۲۸) ⑦ قبولیت کا وعدہ دیا۔ ﴿اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ﴾ (المائدہ:۲۷) ⑧ اکرام و اعزاز کا پروانہ دیا۔ ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾ (الحجرات:۱۳) ⑨ آگ سے نجات کا اعلان کیا: ﴿ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا﴾ (مریم:۷۲) ⑩ جنت میں ہمیشگی کی خوشخبری دی: ﴿اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ (آل عمران:۱۳۳) ⑪ اللہ تعالیٰ کی محبت و دوستی خوف و حزن کی نفی دنیا و آخرت میں حصول بشارت اور فوز عظیم کا اعلان فرمایا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ﴾ [التوبۃ:۷] ﴿اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ (یونس:۶۲) اور فرمایا: ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ (یونس:۶۴) اگر تقویٰ میں اور کوئی بات اس کے علاوہ نہ ہوتی تو یہی کافی تھی۔

علامہ بیضاوی کہتے ہیں تقویٰ کے تین درجات ہیں: ① شرک سے بیزاری اختیار کر کے خلود فی النار سے بچ جانا جیسا فرمایا: ﴿وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی﴾ (الفتح:۲۶) ② ہر قسم کے گناہوں سے بچنا' شرع میں یہی تقویٰ کے نام سے معروف ہے فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا﴾ (اعراف:۹۶) ③ جو چیز آدمی کے باطن کو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے اس سے پرہیز کرنا۔ اس کو فرمایا: ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ (آل عمران:۱۰۲)

پھر اللہ تعالیٰ نے: ﴿اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ﴾ (البقرہ:۲۱) میں خبردار کیا کہ تقویٰ ماسوی اللہ سے بیزاری کا نام ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں:

یرید المرء ان یُعطی مناہ ☆ و یأبی اللّٰہ الا ما ارادا

بندہ اپنی تمنا چاہتا اور اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتے ہیں دیتے ہیں۔

یقول المرء فائدتی ومالی ☆ وتقوی اللّٰه اولٰی ما استفادا

آدمی کہتا ہے میرا فائدہ اور میرا مال حالانکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے حاصل کیا۔

مصنف نے تقویٰ کے بارے میں کہا: ① تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا چاہئے۔ آدمی کے لئے سب سے بہتر تقویٰ ہے۔ ② مال سے بے پروائی اختیار کر اس میں تکلیف ہے۔ رحمان کی قسم تو اس سے بچنے والا نہیں۔

① ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اسطرح اطاعت کرے کہ اس کی نافرمانی نہ کرے اور اسے اس طرح یاد کرے کہ کبھی نہ بھولے اور اس کا شکر گزار رہے ناشکری نہ کرے۔ حاکم نے اس کی تخریج کی ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو بندہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرتا ہے جیسا ڈرنے کا حق ہے تو وہ اپنی زبان سے بھی غم زدہ نہیں ہوتا۔

② ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ اس آیت میں تقویٰ کو استطاعت سے مقید کیا گیا ہے۔ یہ آیت پہلی آیت کی وضاحت کرتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت حسب استطاعت کرے اور جہاں تک بن پڑے اس کی نافرمانی نہ کرے۔ ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ ابن عقیل کا قول ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں کیونکہ مَا اسْتَطَعْتُمْ ۔ حَقَّ تُقٰتِهٖ کا بیان ہے اور یہ بندے کی طاقت میں ہے۔ جن لوگوں نے بیان مراد کا نام نسخ رکھا انہوں نے غلطی کی ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس کو اجمال کی تفسیر اور مشکل کا بیان کہا جاتا ہے۔ دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ کچھ لوگوں نے اس کو تکلیف مالا یطاق کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اشکال کا ازالہ فرمادیا کہ حَقَّ تُقٰتِهٖ کی مراد وہ نہیں جو طاقت سے باہر ہو۔ (زادالمسیر)

علامہ سیوطی نے اکلیل میں مَا اسْتَطَعْتُمْ والی آیت کو ناسخ قرار دیا ہے۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں کیونکہ یہ شرائط نسخ سے خالی ہے۔ ابن جوزی نے نسخ والے قول کو ① ربیع بن انس اور ابن زید مقاتل کا قول قرار دیا۔ اس کی تائید میں وہ حق تقاتہ کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اسی طرح طاعت جس کا وہ حقدار ہے اور اس کی معصیت سے اسی طرح بچنا اور یہ بات مخلوق کے بس سے باہر ہے۔ پس آیت کو منسوخ ہونا چاہئے اور استطاعت سے حکم معلق ہونا چاہئے۔ ② جنہوں نے اس آیت کو محکم مانا ہے انہوں نے حق تقاتہ کا مطلب یہ لیا کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر پر چلنا اور مناہی کو چھوڑنا اور اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم ایسا دیا ہی نہیں جو انسانی طاقت کے دائرہ سے باہر ہو۔ پس حق تقاتہ کا مطلب یہ ہے کہ حق حقیقت کے معنی میں ہے۔ ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں کہ یہ آیت حق تقاتہ کی تفسیر تب بن سکتی ہے جبکہ اس کے حکم کو بجالائیں اور نہی سے پرہیز کریں اور اگر اس کی مشہور تفسیر کہ اس کو یاد کیا جائے بھولا نہ جائے لی جائے تو پھر منسوخ ماننا ہی زیادہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ جب یہ آیت اتری تو صحابہؓ نے محسوس کیا اور کہنے لگے "ہم اس کی طاقت کہاں رکھتے ہیں"۔ تو یہ آیت اتری۔ (شرح اربعین)

مگر اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہؓ کے تنگی محسوس کرنے کے بعد اس کا اترنا نسخ کے لئے ثبوت نہیں۔ اسی لئے نووی کی موافقت ہی درست ہے۔ اس کی مشہور تفسیر میں حسب استطاعت کی قید کو معتبر مانا جائے گا۔

③ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾ و یہ درست اعمال اصلاح اعمال کا مطلب ① ان کا قبول کرنا ہے ② اعمال صالحہ کی توفیق دے گا۔ یغفر لکم: تمہاری استقامت قول و عمل کی وجہ سے ان کو کفارے والے بنا دے گا۔

④ ﴿مَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًا﴾ جو تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا اور آخرت کے مصائب سے نکلنے کی راہ نکال دے گا۔

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق مہیا فرمائے گا جو اس کے خیال میں بھی نہ ہوگی۔

حضرت سالم بن عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا۔ ان کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کو کثرت سے پڑھو۔ انہوں نے اسی طرح کیا۔ والد اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ دروازہ کھٹکھٹایا گیا اچانک سالم ایک سو اونٹ ساتھ لئے موجود تھا۔ جو دشمن کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر وہ ساتھ لے آئے تھے۔ ایک روایت میں سامان اور کچھ غنیمت کی چیزیں ان کے ساتھ تھیں۔ ثعلبی کی روایت میں چار ہزار بکریوں کا لانا مذکور ہے۔ حاکم نے اس آیت کے شان نزول میں ذکر کر کے ابن عبید کے کفار کی غنیمت لانے کا تذکرہ کیا ہے مگر اس کی روایت پر کلام کیا گیا ہے۔ (تخریج روایات کشاف لابن حجر)

⑤ ﴿اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ﴾ اگر تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ امانت داری سے اختیار کرو گے۔ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا : وہ تمہارے لئے ایسی واضح دلیل مقرر کر دے گا جو تمہارے اور خطرے کے درمیان حائل ہو جائے گی پس تم نجات پا جاؤ گے۔ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ : وہ تمہارے گناہ مٹا دے گا۔ اس سلسلے کی آیات بہت ہیں۔

**الفرائد:** بقول قاضیؒ یہ روایت کرم کے متعلق تین قسم پر مشتمل ہے: عام' خاص' مجمل۔ اور اس کی بنیاد دین ہے۔ التقویٰ' نبوت' گہری سمجھ سے اسلام کو قبول کرنا اور اندرونی شرافت یہ اس کا خلاصہ ہیں۔

**وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَالْاَوَّلُ :**

احادیث درج ذیل ہیں:

۶۹ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ : "اَتْقَاهُمْ" فَقَالُوْا : لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ : فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ بْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ بْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ بْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ" قَالُوْا : لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ "فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِيْ؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَ "فَقُهُوْا" بِضَمِّ الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَحُكِيَ كَسْرُهَا : اَيْ عَلِمُوْا اَحْكَامَ الشَّرْعِ۔

۶۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''جو ان میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو''۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا ہم اس کے متعلق آپؐ سے سوال نہیں کرتے۔ تو آپؐ نے فرمایا: ''پھر یوسف اللہ کے نبی' باپ نبی' دادا نبی' پردادا نبی' خلیل اللہ ہیں''۔ صحابہ کرام رضوان اللہ نے عرض کیا ہم اس کے متعلق بھی سوال نہیں کر رہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر عرب کے خاندانوں کے متعلق دریافت کر رہے ہو۔ ارشاد فرمایا: ''ان میں جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ پیدا کر لیں''۔ (متفق علیہ)

فَقُهُوا: شریعت کے احکام جان لیں۔

**تشریح** ۞ **من اکرم الناس**: کرم۔ کثرت خیر کو کہا جاتا ہے۔ جب آپؐ سے سوال کیا گیا تو آپؐ نے انتہائی عام خیر والے کا ذکر فرمایا۔

**اتقاھم**: اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا۔ اگر متقی ہوگا تو دنیا میں بہت سی بھلائی کمانے والا اور آخرت میں بلند درجات والا ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ کریم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور مخلوق سے منقطع ہونے والا ہو۔

**ھذا**: کا مشار الیہ الکرم ہے۔ یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم نسبی بلندی کے ساتھ یوسف علیہ السلام کو خواب کا علم دیا اور مصر کی حکومت دی' عمدہ سیرت سے نوازا' رعایا کو ان کی وجہ سے عام نفع پہنچایا۔

**فعن معادن العرب تسألونی؟** کیا معادن عرب کے متعلق تم مجھ سے سوال کرتے ہو؟ انہوں نے نعم میں جواب دیا اور خاموشی اختیار کی کیونکہ سیاق اس پر دلالت کر رہا تھا۔ **الجاھلیت**: اسلام سے پہلے زمانہ کو کثرت جہالت کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے۔ **خیارھم فی الاسلام**: اسلام میں وہ بہتر ہیں جو جاہلیت میں مکارم اخلاق اور مروت والے تھے جبکہ وہ احکام شرعیہ کی گہری سمجھ حاصل کر لیں۔ قاضی عیاض کہتے ہیں ان تین جوابوں میں یہ بات متضمن ہے کہ کرم تمام کی تمام خواہ خاص ہو یا عام' مجمل ہو یا مفصل دین میں تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے اور نبوت کو ماننے اور اعتراف کرنے سے میسر آتی ہے اور اسلام گہری سمجھ سے میسر آتا ہے۔

**فَقُہ۔ فَقُہ**: جب وہ چیز عادت ثانیہ بن جائے۔ **فِقہ**: سمجھ پانا۔ فقہ شرعی: قاف کے ضمہ سے ہے۔ (کذا قال الحصروی) ابن درید نے کسرہ کا قول کیا ہے۔ احکام شرعی ظاہر میں اسلام کے اصول اور اس کی گہری سمجھ اور اس کے راستوں پر چلنے کو کہتے ہیں ایسا انسان کامل انسان کہلاتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۳/۹۰۹۰) والبخاری (۳۳۷٤) و مسلم (۲۲۷۸) وابن حبان (۹۲) والطحاوی فی شرح معانی الآثار (٤/۳۱۵)

۷۰: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا" فَیَنْظُرُ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ' فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَآءِ ؛ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَۃِ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ کَانَتْ فِی النِّسَآءِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۷۰: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ آنحضرت کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بے شک دنیا میٹھی' سرسبز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں نائب بنانے والا ہے۔ پس وہ دیکھے گا کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔ پس تم دنیا سے بچو اور عورتوں سے۔ کیونکہ بنی اسرائیل کی پہلی آزمائش عورتوں کے بارے میں تھی۔ (مسلم)

**حلوۃ خضرۃ**: سبزیات میں ایک قسم ہے جو اتنی عمدہ و اعلیٰ نہیں دنیا کو رغبت و میلان کی وجہ سے میٹھے سبز پھل سے مشابہت دی کیونکہ ذوقی لحاظ سے میٹھا مرغوب ہوتا ہے اور سبزی کی طرف دیکھنے کے لحاظ سے رغبت ہوتی ہے۔ جب کسی چیز میں دونوں جمع ہو جائیں تو اس چیز میں رغبت بڑھ جاتی ہے۔

اس میں ایک اشارہ کر دیا کہ وہ باقی رہنے والی نہیں۔

**بلاغت:** یہ ایسی تشبیہ ہے جس میں ادات تشبیہ لپٹے ہوئے ہیں۔ بعض نے اس میں اور استعارہ میں یہ فرق کیا ہے کہ جب ادات تشبیہ ظاہر کر دیے جائیں تو اس کے حسن میں فرق نہیں پڑتا مثلاً المال خضرة اور المال کالخضرة۔ یہ دونوں حسن میں برابر ہیں مگر استعارہ اس طرح نہیں مثلاً رایت اسداً رمی۔ رایت رجلاً کاسدٍ جیسا نہیں (عاقولی) مُستحلفکم فیھا تمہیں دنیا میں خلیفہ بنائے گا یعنی تم بمنزلہ وکیل ہو۔ بعض نے یہ معنی کیا تمہیں پہلوں کے بعد آنے والے بنایا کیونکہ دنیا دوسروں کے بعد ہی پہنچتی ہے۔ فینظر اس سے مشاہدہ کی صورت میں جاننا مراد ہے۔

**کیف تعملون** تم اس میں کیسا کام کرتے ہو یعنی ① اس کی مرضیات میں خرچ کر کے ثواب پاتے ہو یا اس کی ناراضگی میں صرف کر کے گناہ کماتے ہو کیونکہ جزاء ان اعمال پر مرتب ہوتی ہے جو عام مشاہدہ میں آتے ہیں۔ ② آیا تم ان کے حال سے عبرت حاصل کر کے اپنے انجام پر غور کرتے ہو۔ فاتقوا الدنیا دنیا سے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے فتنے سے بچا جائے اور اس بات سے بچا جائے کہ اس کی محبت انسان کو اپنی طرف مائل نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرف سے دھوکا میں نہ ڈال دے اور اس کے مناہیہ سے بچنے میں غفلت کا شکار نہ بنا دے۔

**واتقوا النساء** عورتوں سے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جانا یعنی ان سے تمتع اور ان کی محبت احکام عبودیت اور قرب الٰہی پر غلبے کا سبب نہ بن جائے اور اللہ تعالیٰ کے قرب و مرضیات میں کیونکہ جس قدر غیر اللہ کی محبت میں آدمی پھنستا ہے اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ نووی کہتے ہیں کہ بیویاں ابتلاء عام اور دوام کی وجہ سے فتنے میں دوسروں سے بڑھ کر ہیں۔

**کانت النساء** یعنی بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں کے باعث اٹھا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے وہ روایت عذبت امراۃ فی ھرۃ۔ ای بسبب ھرۃ ممکن ہے کہ یہ ① ہاروت و ماروت کی طرف اشارہ ہو کیونکہ وہ بنی اسرائیل کی ایک عورت کے فتنہ میں مبتلا ہوئے۔ ② بلعام بن باعوراء کی طرف اشارہ ہو وہ عورت کی اطاعت سے تباہ ہوا۔ کئی بڑے بڑے فضیلت والے اس فتنہ سے تباہ ہوئے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

ہاروت و ماروت والا قصہ تو اسرائیلیات میں سے ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں فرشتوں کی طرف اس قسم کی نسبت درست نہیں۔ لا یعصون اللہ ما امرھم یفعلون ما یؤمرون۔

**تخریج:** تفرد به مسلم (٢٧٤٢) تحفة الأشراف (٩٣٤٥)

٧١ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ : " اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى " رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۷۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى "اے اللہ میں آپ سے ہدایت پاک دامنی اور غناء کا سوال کرتا ہوں"۔ (مسلم)

**تشریح** ❁ **اللھم:** یہ اصل میں یا اللہ ہے۔ حرف نداء کو حذف کر کے میم اس کے بدلے میں لائے۔ **الھدی** رشد۔

التقوی بعض نسخوں میں التقی ہے دونوں کا معنی اجتناب نواہی اور امتثال اوامر ہے۔ العفاف: غیر مباح سے بچنا۔ الغنی نفس کا غناء اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے نیازی۔

ان تمام چیزوں میں اضافہ طلب کیا گیا ہے۔

فَائِدَۃ: یہ اعلیٰ خصال ہیں ② اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام حالات میں رجوع کرنا چاہئے۔

تخریج: أخرجه مسلم (٢٧٢١) والترمذی (٣٤٨٩) وابن ماجة (٣٨٣٢)

٧٢: عَنْ اَبِیْ طَرِیْفٍ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ ثُمَّ رَاٰی اَتْقٰی لِلّٰہِ مِنْھَا فَلْیَاْتِ التَّقْوٰی" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

٧٢: حضرت ابوطریف عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جو آدمی کسی بات پر قسم کھالے پھر اس سے زیادہ تقویٰ والی بات دیکھے تو اس کو چاہئے کہ وہ تقویٰ والی بات کو اختیار کرے''۔ (مسلم)

تشریح: عدی بن حاتم الطائی کا سلسلۂ نسب زید کھلان بن سبأ سے ملتا ہے۔ (بجالۃ المبتدی) طی کا اصل نام جلھمہ تھا اس نے گھاٹ بنائے جس کی وجہ سے اس کو طی کہا جانے لگا۔ طیی: بروزنیہ کی طرف نسبت سے طائی مشہور ہوئے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شعبان ۹ھ میں حاضر ہوئے۔ بعض نے ۱۰ھ بتلایا ہے۔ یہ پہلے نصرانی تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس کی بہن سفانہ بنت حاتم کو گرفتار کیا وہ اسلام لائی اور اس کی طرف واپس لوٹ گئی۔ اس نے اس کو بتلایا اور اسلام کی دعوت دی یہ اسلام لائے اور اسلام پر قائم رہے۔ ان کی مرویات ۲۶ ہیں۔ ۳ متفق علیہ ہیں۔

دو روایات میں مسلم منفرد ہے۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنی قوم کے صدقات وصول کر کے لائے۔ اسلام پر قائم رہے ارتداد کی ہوا سے متاثر نہ ہوئے۔ ان کا خاندان بھی اسلام پر قائم رہا۔ یہ بڑے سخی تھے۔ قوم اور دیگر لوگوں کی نگاہ میں معزز تھے۔ ان سے مروی ہے کہ جب نماز کا وقت آجاتا ہے تو میں نماز کی طرف شوق مند ہو جاتا ہوں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نہایت لحاظ فرماتے۔ یہ چیونٹیوں کو خوراک ریزہ ریزہ کر کے ڈالتے اور کہا کرتے تھے یہ ہمارے پڑوسی ہیں اور ان کا بھی حق ہے۔ یہ جنگ صفین میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔ ان کی وفات ٦٧ یا ٦٩ھ میں ہوئی۔ ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ بعض نے کہا مختار ثقفی کے زمانہ میں انہوں نے کوفہ میں وفات پائی۔ بعض نے کہا انہوں نے قرقیا میں وفات پائی مگر پہلی بات زیادہ درست ہے۔

من حلف: یہ حلف یَحْلِف: اصل میں پختہ ارادہ و نیت سے کسی چیز کا معاہدہ کرنا۔ حلف علی یمین میں یمین تاکید کے لئے آیا ہے۔ مگر قرطبی کہتے ہیں یمین تب بنتی ہے جب قسم اٹھائے۔

ثم رای: پھر اسے اپنی اس قسم سے زیادہ بہتر کام معلوم ہو تو قسم والے معاملے کو چھوڑ دے۔ فلیات التقوی کا مطلب یہ ہے کہ جس نے کسی چیز کے کرنے کی قسم اٹھائی یا چھوڑنے کی اور اس سے بہتر کام سامنے آگیا تو قسم پر جمے رہنے کی بجائے دوسرا کام

اختیار کرے مثلاً اس نے قسم اٹھائی کہ وہ نماز کو ضرور چھوڑے گا یا ضرور نشہ آور چیز استعمال کرے گا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس قسم کو توڑ کر اس ممنوعہ کام سے باز رہے۔ ایسی قوم کا توڑنا واجب و فرض ہے اور اگر کسی مندوب و مستحب کام کے نہ کرنے کی قسم اٹھائی تو ایسی قسم کو پورا کرنا مکروہ ہے۔ مسلم کی روایت میں الیکفر عن یمینہ کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کی مثل مسلم کی روایت ہے: من حلف علي يمين فرأى غيرها خيراً منها فليات الذى هو خير وليكفر عن يمينه۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (١٦٥١) والنسائي (٣٧٩٥) و ابن ماجة (٢١٠٨)

٧٣ : عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ : "اتَّقُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَدُّوْا زَكَاةَ اَمْوَالِكُمْ وَاَطِيْعُوْا اُمَرَآءَكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ فِیْ اٰخِرِ كِتَابِ الصَّلٰوةِ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

٧٣ : حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے: "اے لوگو! اللہ سے ڈرو، پانچوں نمازیں ادا کرو، مہینے کے روزے رکھو اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے حکام کی اطاعت کرو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے"۔ (ترمذی کتاب الصلوٰۃ کے آخر سے) اور کہا حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ صُدَیّ بن عَجْلَان رضي الله عنه۔ یہ معضر بن نزار بن معد بن عدنان کی اولاد سے ہیں ان کی کنیت ابو امامہ ہے۔ یہ باھلہ خاندان سے ہیں۔ ان کی مرویات ۲۵۰ ہیں۔ ۵ بخاری اور ۳ مسلم اور اصحاب سنن نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ انہوں نے مصر میں سکونت اختیار کی پھر حمص آ گئے وہیں ۸۱ یا ۸۶ھ میں وفات پائی۔ شام میں وفات پانے والے صحابہؓ میں سب سے آخری ہیں۔ ان کی عام روایات شامی رواۃ سے مروی ہیں۔

حجة الوداع۔ وداع: واؤ کے فتحہ کے ساتھ التودیع کا اسم مصدر ہے اور واؤ مکسور ہو یہ خود مصدر ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو الوداع کیا۔ اس نام میں کوئی کراہت نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کی ابتداء اتقوا اللّٰہ سے فرمائی کیونکہ یہ مامورات و منہیات کی اساس و بنیاد ہے۔ اس کے بعد والے معطوفات عطف خاص بعد العام کی قسم ہے۔ اور اطیعوا امراء کم: یہ عطف مغایرت کے لئے ہے کیونکہ تقویٰ کے معاً بعد لا کر بتلایا کہ اصل مقصود آخرت کے معاملات ہیں۔ خمسکم: پانچوں فرض نمازیں۔ وصوموا شھر کم سے شہر رمضان ہے۔ شہر کی اضافت امت کی طرف کر کے بتلایا کہ بہت سے فیوضات ربانیہ ان پر اس میں اترتے ہیں جیسے گردنوں کی آگ سے آزادی اور کثرت ثواب وغیرہ۔

ایک حدیث میں فرمایا: رجب شهر الله و شعبان شهري' رمضان شهر الامة۔

ادوا زكاة اموالكم: کے ساتھ بعض روایات میں طيبةً بها نفوسكم وحجوا بيت ربكم کے الفاظ بھی ہیں۔

اطیعوا امراء کم کے ساتھ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اذا امر کم۔ امراء کی اطاعت ان کاموں میں ہے جن میں اللہ

تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہوتا کہ حالات درست رہیں اور معیشت کا سلسلہ چلتا رہے اور معاد کی تیاری بھی ہوتی رہے۔

تدخلوا: یہ امر کے جواب میں آنے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جب کہ تقویٰ کا ثمرہ وہ معرفت ہے جس سے معاملات روشن ہوتے ہیں اور وہ نور ہے جس سے شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔ جس آدمی کو مشاہدہ توحید سے شرح صدر میسر آ جائے اور اس کا دل روشن ہو جائے اور وہ یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ افعال میں اس کا کوئی حصہ دار ہے تو اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ حالات کا پھیرنا اور اچھے اعمال کی طاقت اسی کی طرف سے ہے اور انسان اپنے نفس کے لئے ذرہ بھر نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ اس وقت یہ انسان اپنے نفس کی تدابیر سے نکل جاتا ہے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر تقدیر کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ کامیابی کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔ جیسا حدیث میں فرمایا: لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ کنز من کنوز الجنۃ (ربط باب) اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ توکل و یقین تقویٰ کے من جملہ ثمرات سے ہی ہے۔ اسی لئے اس کے بعد باب الیقین کو ذکر کیا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲۲۲۲۳ /۸) والترمذی (۶۱۶) والحاکم فی الإیمان (۱/۱۹) وإسناده صحیح۔

## سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

یہ علامہ سیوطیؒ اور دیگر علماء کی کاوش ہے

| مقام | : | نام صحابی بمع کنیت |
|---|---|---|
| مکہ مکرمہ | : | ابوالطفیل رضی اللہ عنہ |
| مدینہ منورہ | : | سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ |
| بصرہ | : | انس بن مالک رضی اللہ عنہ |
| شام | : | ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ |
| کوفہ | : | ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ |
| یمن | : | ابیض رضی اللہ عنہ |
| خراسان | : | بریدہ رضی اللہ عنہ |
| حمص (شام) | : | ابوامامہ رضی اللہ عنہ |
| مصر | : | عبد بن الحارث بن جزاث رضی اللہ عنہ |

ایک صدی ہجری نہ گزرنے پائی تھی کہ تمام صحابہ کرامؓ وفات پا گئے۔

**الفوائد**: ① تقویٰ یہ وقایہ سے ہے اور وہ ایسے اوامر ونواہی کا نام ہے جو انسان کو عذاب الٰہی سے بچائیں۔ بعض اوقات یہ بر کے لفظ سے مل کر استعمال کیا جاتا ہے مثلاً کہتے ہیں بر و تقویٰ اور کبھی اکیلا ہی استعمال ہوتا ہے۔ جب اس لفظ کو اکیلا استعمال کریں تو یہ اوامر ونواہی دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ جنت متقین کا ٹھکانہ ہے اور اہل تقویٰ ہی جنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان

میں شامل فرمائے۔ ② پہلی آیت میں حق تقاتہ کے الفاظ کی تفسیر کے لئے مَا استطعتم والی آیت لائے۔ اس دوسری آیت سے تقویٰ میں سستی مقصود نہیں بلکہ ہمت کے مطابق تقویٰ کی ترغیب ہے کیونکہ انسان اسی کا مکلف ہے۔ تمام احکام کا یہی حال ہے: جب حج کی طاقت نہ ہو تو حج لازم نہیں بلکہ مجبوری کے وقت دفع ضرورت کی حد تک حرام کے استعمال کی اجازت دے دی ﴿فمن اضطر غیر باغ ولا عاد﴾ ③ اتقوا اللّٰه و قولوا قولا سدیدًا۔ یہ قول سدید سے ہر وہ خیر و بھلائی کا عمل جو ذکر اللّٰہ طلب علم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ اچھی بات ہو سب مراد ہیں۔ اس آیت میں دو حکم اور دو نتائج ہیں۔ (الف) تقویٰ ب) قول سدید۔ دو نتائج اعمال کی درستی۔ گناہوں کی بخشش۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر قول سدید کے ساتھ تقویٰ نہ ہوگا تو اس کی اصلاح بھی نہ ہوگی اور نہ گناہوں کی بخشش۔ ④ یجعل له مخرجًا۔ اس کے بے شمار نمونے ہیں: غار والا واقعہ۔ سالم بن عوف اشجعی کا واقعہ وغیرہ۔ یرزقه من حیث لا یحتسب۔ یہ اسی صورت میں ہے جب وہ حلال ذرائع سے رزق کما رہا ہے اگر اس میں دقت آئے تو صابر ہے اور حرام سے گریز کرنے والا ہے تو یہ وعدہ یقیناً پورا ہوگا بشرطیکہ جلد بازی اختیار نہ کرے۔

یجعل لکم فرقانًا۔ ایسی چیز اس کو عنایت کرتے ہیں جس سے وہ حق و باطل میں امتیاز کرتا ہے اس میں علم مع التقویٰ زیادتی حفظ و فہم اور فراست و کرامات سب شامل ہیں۔ یہ تقویٰ کا اثر ہے۔ نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے جس سے غلطیاں مٹتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ توبہ و استغفار کی توفیق دیتے ہیں جیسا اہل بدر کو فرمایا۔ اعملوا ما شئتم بعد غفرت لکم۔

اول روایت: شرافت نسبی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت کام دینے والی ہے جبکہ دین کو اختیار کر کے اس میں گہری سمجھ بھی ہو۔ جیسا فرمایا: ﴿ان اکرم عند اللّٰه اتقاکم﴾ اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اکرم الخلق اتقاهم۔

ثانی روایت: اس ارشاد میں امت میں مال کی وجہ سے آزمائش کی پیش گوئی دی اور پھر دو نصائح فرمائے ① دنیا کے دھوکا میں نہ پڑنا ② عورتوں کے فتنہ میں مبتلا نہ ہونا۔

آج دونوں آنکھوں کے سامنے ہیں۔ عورت کی تجمل و تحسین میں اس کو پلاسٹک کا بت سمجھ لیا گیا۔ اس کا ظاہر خوبصورت ہو خواہ اندر بھوسہ بھی نہ ہو۔ اسلام کے دشمنوں اور ان کے پروردہ لوگوں نے اس کو بازار و کلب ہوٹل دفتر وغیرہ کی زینت بنا کر گھریلو نظامِ زندگی کو تباہ کر دیا اللہ تعالیٰ کی عبادت خاوند کی اطاعت اولاد کی نگرانی سے اس کو بے نیاز کر دیا گیا۔ ہر قابل فروخت چیز کے لئے عورت کی تصویر آواز کو ذریعہ بنایا تا کہ ہر وقت زنا کی کسی نہ کسی صورت میں مسلمان مبتلا رہے۔ آنکھ کان زبان ہاتھ دماغی سوچ و فکر اور فرج کا زنی سب کچھ ہو رہا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس سے خبردار کیا تا کہ مسلمان اس سے بچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مرد و زن کو ان پاکیزہ تعلیمات پر چلنے کی توفیق دے۔ برائی کے اس سیلاب کو اپنے فضل سے روک دے (آمین) وہ سخی ایسا کر سکتا ہے۔

الثالث روایت: العفاف: پاک دامنی ② اللہ تعالیٰ کے تمام محارم سے بچنا۔ الغنی سے مالداری۔ ③ مخلوق سے غناء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق میں سے کسی کے سامنے اپنی احتیاج پیش نہ کرے۔ جب انسان کو استغناء والی دولت مل جاتی ہے تو وہ معزز نفس والا بن جاتا ہے مخلوق کی طرف حاجت پیش کرنا ذلت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنا عبادت سمجھتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مخلوق کو نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر غائبانہ حاجات میں پکارنا باطل ہے۔ ﴿من افضل ممن یدعوا

من دون اللہ: جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو حاجات میں پکارا وہ ان سے قیامت کے دن بیزاری ظاہر کریں گے۔ (المائدہ:۱۱۶۔۱۱۷)

الرابع روایت: وہ قسم جس پر کفارہ لازم آتا ہے وہ مستقبل کے متعلق قسم ہے۔ جبکہ اس کو توڑ دے۔ یمین غموس پر گناہ ہوگا مگر کفارہ نہیں۔ مگر شدید ضرورت کے علاوہ قسم اٹھانے کی عادت نہ ڈالنی چاہئے۔

الخامس روایت: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات کی دو صورتیں تھیں:

① راتبہ: جمعات و اعیاد کے خطبات: آپ ہر جمعہ کو خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔

② عارضہ: جب کبھی ضرورت پیش آتی مثلاً فاطمہ مخزومیہ جس نے سرقہ کیا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور ایک بڑی جماعت نے اس کی سفارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ پہلے لوگوں کی ہلاکت کا باعث بڑے درجہ کے لوگوں کو سزا نہ دینا اور عام لوگوں پر سزا نافذ کر دینا تھا۔ اس طرح فتح مکہ کے موقعہ پر بیت اللہ کے دروازے میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ ابراہیم سلام اللہ علیہ کی وفات پر خطبہ دیا۔

اولی الامر کی اطاعت: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ماتحت لازم ہے۔ ان کی نافرمانی کی صورت میں لازم نہیں۔ جن امور میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ ہو ان میں حکام کی بات ماننا ضروری ہے تاکہ اجتماعی نظام درست رہ سکے۔ (الشرح)

## ۷: بَابٌ فِي الْيَقِيْنِ وَالتَّوَكُّلِ

## بَاب ۷: یقین وتوکل کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَمَّا رَاَى الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ، وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ، وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ [الاحزاب: ۲۲]

''جب مؤمنوں نے کفار کے گروہوں کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا ہے اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اس بات نے ان کے ایمان اور فرمانبرداری میں اضافہ کیا''۔ (الاحزاب)

وَقَالَ تَعَالٰى:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا : حَسْبُنَا اللّٰهُ

وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ﴾ [آل عمران:۱۷۳-۱۷۴]

''وہ لوگ جن کو لوگوں نے کہا بے شک لوگ تمہارے لئے جمع ہو گئے ہیں۔ پس ان سے ڈرو تو ان کا ایمان بڑھ گیا اور کہنے لگے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ کہ ہمیں تو اللہ کافی ہے اور وہ خوب کارساز ہے۔ پس وہ اللہ کی طرف سے نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے اور ان کو ذرہ بھر تکلیف نہ پہنچی اور انہوں نے اللہ کی رضامندی کی اتباع کی اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں''۔ (آل عمران)

وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ﴾ [الفرقان:۵۸]

''اور تم بھروسہ کرو اس زندہ ذات پر جس پر موت نہیں''۔ (الفرقان)

وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [ابراهيم:۱۱]

''اللہ ہی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے''۔ (آل عمران)

وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ [آل عمران:۱۵۹]

''جب تم عزم کرلو تو پھر اللہ پر بھروسہ کرو''۔ (آل عمران)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْاَمْرِ بِالتَّوَكُّلِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

توکل کے سلسلہ میں آیات بہت معروف ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ [الطلاق:۳]

''جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اللہ اُس کے لئے کافی ہو جاتا ہے''۔ (الطلاق)

اَيْ كَافِيْهِ۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ﴾ [الانفال : ۲]

''کہ بے شک مؤمن وہی ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل نرم پڑ جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ آیات ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں اور اپنے رب ہی پر وہ بھروسہ کرتے ہیں''۔ (الانفال)

وَالْاٰیَاتُ فِیْ فَضْلِ التَّوَكُّلِ كَثِیْرَةٌ مَعْرُوْفَةٌ۔

توکل کی فضیلت پر آیات بہت معروف ہیں۔

یقین: لغت میں ایسا علم جس میں شک نہ ہو اور اصطلاح میں کسی چیز کے متعلق یہ اعتقاد کرنا کہ وہ اسی طرح ہے اور یہ اعتقاد بھی ہو کہ اس کا اسی طرح ہونا ممکن ہے۔ اس کا زائل ہونا ممکن نہیں بلکہ وہ واقع کے مطابق ہے۔ اہل حقیقت کہتے ہیں: ① قوت ایمانی سے کسی چیز کو کھلا دیکھنا نہ کہ دلیل بیان سے۔ ② دل کی صفائی سے غیوب کا مشاہدہ اور افکار کی حفاظت کے ساتھ اسرار کو دیکھنا۔

توکل: ① مضمون پر اعتماد کرنا اور حرکت کا سکون سے بدل لینا۔ (شیخ ابومدین)

② اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے اسی کی طرف رجوع کرنا اور اپنے اختیار و قوت سے نکل کر اس کی بارگاہ میں اپنے کو ڈال دینا۔

③ دل کو ماسوا اللہ سے ہٹاتے ہوئے اپنے متعلق اللہ تعالیٰ کے جاننے کو کافی سمجھنا اور تمام امور میں اسی کی طرف رجوع کرنا۔ (شرح نووی)

حقیقت توکل کے متعلق عبارات اکابر:

① جعفر طبری وغیرہ متوکل اس کو کہا جائے گا جس کے دل میں غیر اللہ یعنی درندہ یا دشمن کے خوف کی بالکل ملاوٹ نہ ہو۔ یہاں تک کہ وہ رزق کے متعلق اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین کرتے ہوئے رزق کو تلاش بھی نہ کرے۔

② جس کو اللہ تعالیٰ پر یقین ہو اور اس کے متعلق اعتماد ہو کہ اس کی قضاء نافذ ہے اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے اور کھانے پینے کی ضروریات میں کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محتاط رہے۔ جیسا انبیاء علیہم الصلوات والسلام نے کیا۔ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ اس دوسرے قول کو طبری اور عام فقہاء نے پسند کیا اور پہلا بعض متصوفہ اور علم قلوب و اشارات رکھنے والوں کا مذہب ہے۔ ان میں محققین نے جمہور کی رائے کو لیا ہے۔ لیکن ان کے ہاں توکل کے درست ہونے کی شرط یہ ہے کہ اسباب پر اطمینان اور التفات نہ ہو بلکہ اسباب کا اختیار کرنا اس کی سنت و حکمت قرار دے اور اعتماد اس بات پر ہو کہ اسباب نہ نفع لا سکتے اور نہ نقصان دے سکتے ہیں بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

علامہ قشیری: توکل کا مقام دل ہے۔ ظاہری حرکت دل کے توکل کے منافی نہیں مگر جبکہ بندے کو یقین ہو کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اگر کسی چیز میں مشکل پیش آتی ہے تو وہ بھی اس کی تقدیر سے ہے اور اگر سہولت ملتی ہے تو وہ اس کے آسان کر دینے سے۔

سہل بن عبداللہ کہتے ہیں۔ توکل استرسال مع اللہ میں اسی کے ارادہ پر بھروسہ کرنا۔
ابوعثمان حیری: اللہ تعالیٰ پر اعتماد کے ساتھ اسی پر اکتفاء کرنا۔

**عباراتنا شتّٰی وحسنك واحد۔ وکل الی ذاك الجمال یشیر۔**

آیت ① ﴿ وَلَمَّا رَاٰ ......﴾ (الاحزاب: ۲۲) جب ایمان والوں نے کفار کے لشکروں کو دیکھا تو وہ کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا ہمارے ساتھ اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ فرمایا ہے کہ یہ ابتلاء آئے گی اور تمہاری مدد کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا وعدہ سچا ہے اور اس بات سے ان کے ایمان یعنی تصدیق میں اضافہ ہوا اور اس کے حکم کی فرمانبرداری بڑھی۔

② الذین: یہ پچھلے الذین کا بدل یا صفت ہے۔ الناس سے یہاں نعیم بن مسعود اشجعی مراد ہے۔ الناس سے ابوسفیان اور ان کے ساتھی مراد ہیں۔ **قد جمعوا لکم**: ہلاک کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ **فاخشوھم**: تم ڈرو اور وہاں نہ جاؤ۔ **ایمانا**: اس بات سے ان کے یقین و تصدیق میں اضافہ ہوا۔ انہوں نے کہا ہمیں ان کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ **ونعم الوکیل**: اللہ تعالیٰ خوب کارساز ہے۔ اسی کے معاملہ سپرد ہے۔ چنانچہ صحابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر نکلے وہاں ان دنوں بازار بدر لگا ہوا تھا۔ آپ احد کے دن کفار کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے نکلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ نہ آئے۔ صحابہ کرامؓ نے تجارت کر کے نفع کمایا۔ چنانچہ **فانقلبوا**: بدر سے صحابہ لوٹے۔ **بنعمة من اللّٰہ**: اللہ تعالیٰ کی سلامتی والی نعمت۔ فضل اور نفع تجارت کے ساتھ لوٹے۔ سوء: زخم وقتل (کچھ بھی پیش نہ آیا) **واتبعوا رضوان**: انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں کو اس کی اور اس کے رسول کی طاعت کرتے ہوئے نکلنے کے سلسلہ میں مان لیا۔ اللہ تعالیٰ اہل طاعت پر بڑے فضل والے ہیں۔

③ وتوکل: اس سے توکل کا شرف ظاہر ہوتا ہے۔ بعض نے اسے مطلقاً واجب کہا۔ ظاہر کلام اس کا وجوب ثابت کر رہا ہے۔ البتہ وہ توکل جس میں اسباب کو پھینک دیا جائے اور اکتساب چھوڑ دیا جائے یہ اہل کمال کی شان ہے۔ یہ اچھا ہے۔

قرطبی کہتے ہیں متوکل لوگوں کی دو حالتیں ہیں: ① جس کو توکل پر پورا قابو ہو۔ وہ دل سے اسباب کی بالکل توجہ نہیں دیتا اور آمر کے حکم کے بغیر اس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ ② دوسری قسم غیر متمکن کی حالت ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جس کو کبھی اسباب کی طرف التفات ہو مگر وہ علمی انداز اور قطعی دلائل اور حالی اذواق کے ذریعہ ان کو اپنے سے دور کرتا ہے اور یہی حالت رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے کرم سے متمکنین کے مقام میں ترقی عنایت فرماتے ہیں اور وہ عارفین کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔

**علی الحی الذی لا یموته**: اس میں اشارہ کر دیا کہ جو غیر اللہ پر توکل کرے گا وہ ضائع ہو جائے گا کیونکہ غیر تو مر جائے گا اور عاقل کو فنا ہونے والے پر توکل نہ کرنا چاہئے۔

بعض کہتے ہیں مالدار پر اعتماد کا انجام فقر ہوتا ہے اور طاقت پر اعتماد کا انجام ضعف ہوتا ہے۔ اسی طرح مخلوق پر اعتماد ذلت کی راہ ہے۔ جس نے غیر اللہ پر توکل کیا اس کی کوشش ضائع گئی اور وہ نامراد ہو گیا کیونکہ جس ذات پر فنا وارد نہیں ہوتی اس نے تجھے اپنی طرف بلایا **وتوکل علی الحی** اور فرمایا: **علی اللّٰہ فلیتوکل** اسی ہی کی ذات پر مؤمنوں کو توکل کرنا چاہئے کیونکہ وہ حی قیوم ہے۔ اور فرمایا: **فاذا عزمت** جب تم پختہ ارادہ کر لو مشورہ کے بعد اس کام کو کر گزرنے کا تو **فتوکل علی**

اللہ تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کرو نہ کہ مشورہ پر۔

④ومن یتوکل: جو شخص اللہ پر توکل کرے گا وہ اس کے لئے کافی ہو جائے گا۔

⑤انما المؤمنون: کامل ایمان والے وہ ہیں جب اللہ تعالیٰ یعنی اس کی وعیدوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل اس کی عظمت و جلال سے ہیبت زدہ ہو جاتی ہے۔ و اذا تلیت اور جب ان کے سامنے اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان تصدیق میں بڑھ جاتا ہے۔ (آیات کی طرف اضافہ کی نسبت سبب کی نسبت ہے۔ علی ربھم یتوکلون یعنی وہ اپنا معاملہ اس کے سپرد کرتے ہیں اسی سے ڈرتے ہیں اور اسی کی امید رکھتے ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَالْاَوَّلُ :

احادیث یہ ہیں:

۷۴ :عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ ' وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ ' وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ اِذَا رُفِعَ لِيْ سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ اُمَّتِيْ فَقِيْلَ لِيْ :هٰذَا مُوْسٰى وَقَوْمُهُ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْاُفُقِ فَنَظَرْتُ فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَقِيْلَ لِيْ :انْظُرْ اِلَى الْاُفُقِ الْاٰخَرِ فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَقِيْلَ لِيْ :هٰذِهٖ اُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ " ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَخَاضَ النَّاسُ فِيْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِلَا حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ :فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ صَحِبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِي الْاِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ – وَذَكَرُوْا اَشْيَآءَ – فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ :مَا الَّذِيْ تَخُوْضُوْنَ فِيْهِ؟ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ :هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَرْقُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ' وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مُحْصِنٍ فَقَالَ :ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ :"اَنْتَ مِنْهُمْ" ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ :ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ :"سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"الرُّهَيْطُ" بِضَمِّ الرَّآءِ تَصْغِيْرُ رَهْطٍ وَهُمْ دُوْنَ عَشَرَةِ اَنْفُسٍ– "وَالْاُفُقُ" النَّاحِيَةُ وَ الْجَانِبُ "وَعُكَّاشَةُ" بِضَمِّ الْعَيْنِ وَتَشْدِيْدِ الْكَافِ وَبِتَخْفِيْفِهَا وَالتَّشْدِيْدُ اَفْصَحُ۔

۷۴ :حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔ میں نے ایک پیغمبر کو دیکھا کہ ان کے ساتھ چھوٹی جماعت ہے اور ایک اور نبی ہیں کہ ان کے ساتھ ایک اور دو آدمی ہیں اور ایک نبی ہیں کہ جن کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے۔ اچانک میرے سامنے ایک بہت بڑا گروہ ظاہر

ہوا۔ میں نے گمان کیا کہ وہ میری امت ہے۔ مجھے کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے۔ لیکن تم افق کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو ایک بہت بڑا گروہ نظر آیا۔ پھر مجھے کہا گیا دوسرے کنارے کو دیکھو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا گروہ ہے۔ مجھے بتلایا گیا کہ یہ تیری امت ہے۔ ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جو جنت میں بلا حساب وعذاب داخل ہوں گے۔ پھر آپ اٹھے اور گھر تشریف لے گئے۔ لوگ ان کے متعلق گفتگو کرنے لگے جو جنت میں بلا حساب وعذاب داخل ہوں گے۔ بعض نے کہا شاید وہ لوگ ہیں جو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ بعض نے کہا شاید وہ لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور شرک نہیں کیا۔ اسی طرح کی کئی چیزوں کا لوگوں نے تذکرہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو فرمایا تم کس بحث میں مصروف ہو؟ انہوں نے اطلاع دی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہ خود کرتے ہوں اور نہ کسی سے کرواتے ہیں اور نہ ہی شگون لیتے ہیں بلکہ اپنے رب پر کامل بھروسہ کرتے ہیں۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ان میں سے ہے۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا۔ اس نے بھی عرض کی کہ میرے لئے بھی دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عکاشہ اس میں تم سے سبقت کر گئے۔ (متفق علیہ)

**الرُّهَيْطُ**: یہ رھط کی تصغیر ہے۔ دس سے کم پر بولا جاتا ہے۔ **الْأُفُقُ**: طرف و جانب۔

**عُكَّاشَه**: تشدید کے ساتھ زیادہ صحیح ہے۔

**تشریح** ✿ **عرضت علی الامم**: ① القول کا یہ پیش کیا جانا آپ کے کمال شرف کی دلیل ہے۔ شاید اس تعریض کا مقصد یہ ہو کہ آپ ﷺ کی بعثت تمام بنی آدم کے لئے ہے اور دیگر انبیاء شرائع کی تبلیغ میں آپ کے نائب ہوں۔ (کوئی واضح نص اس کی تائید نہیں کرتی) یہ تعریض خواب میں ہو تو انبیاء کا خواب وحی ہے۔ ② معراج کی رات بیداری میں ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر علیہ السلام کو جس چیز سے چاہے نوازے۔ رأیت اگر یہ بیداری ہے تو آنکھ سے دیکھنا اور اگر خواب ہے تو خواب میں دیکھنا مراد ہے۔ النبی یعنی جو بھی نبوت سے دیا گیا اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے رسول مراد ہیں۔ **الرھیط**: رھط ① قبیلہ اور خاندان۔ ② وہ خاندان جس میں ۳ سے ۱۰ تک یا دس سے کم افراد ہوں اور کوئی عورت نہ ہو۔ اس کا واحد نہیں اس کی جمع ارھط، ارھاط، اراھط ہے۔

**النَّخَرُ**: ابن علان: دس سے کم آدمیوں کا ٹولہ۔ ② چالیس کا گروپ۔ یہ جملہ محلا حال ہے۔

**لیس معه احد**: یہ بھی النبی سے حال ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان پر کوئی بھی ایمان نہ لایا۔

**لی سواد** وہ شہر جس کی بستیاں بھی ہوں اور رہنے والوں کی کثیر تعداد ہو اور ① عام لوگوں کو بھی سواد کہتے ہیں (القاموس) قرطبی کہتے ہیں اس کی جمع اسودہ ہے۔ اس کا معنی اشخاص کثیرہ ہے عظیم یعنی کثرت میں بڑا۔ **فظننت انهم امتی هم** کا مرجع سواد ہے۔ **الافق** جمع افاق اطراف۔ یہ اُفْق اور اُفُق دونوں طرح ہے۔ (الصحاح) سیوطی کہتے ہیں یہ فُلْكٌ کی طرح جمع ہے اور اس کی جمع الجمع آفاق ہے۔

**سواد عظیم**: یہاں سواد کو نکرہ مکررہ لایا گیا جس سے ظاہر کیا کہ پہلا اجتماع دوسرے کے علاوہ ہے۔ **هذه** یعنی دونوں سواد

تمہاری امت ہے۔

**معھم سبعون الفًا:** ① یعنی تمہاری امت میں سے ان کے علاوہ ستر ہزار ہیں۔ ② ان دو بڑی جماعتوں میں ستر ہزار ہیں۔ دوسرے احتمال کی تائید بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ **ھذہ امتك ویدخل الجنة من ھؤلا سبعون الفا** پس ستر ہزار تو آپ کی امت میں یقیناً ہیں۔

**النَّحْوُ:** یدخلون الجنة یہ سبعون کی صفت یا حال ہے۔

**ایک سوال** ☆ اگر چہ وہ اصحاب معاصی ہوں تب بھی جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہو جائیں گے؟

**الجواب** ☆ یہ عادل اور گناہوں سے صاف لوگ ہوں گے۔ ② ان کے عدل وطہارت کی وجہ سے ان کی غلطیاں بخش دی جائیں گی۔ **ثم نھض** پھر آپ مجلس سے ان ستر ہزار کی وضاحت سے پہلے چلے گئے۔ **خاض الناس:** صحابہؓ ان کی تعیین میں آپس میں بات چیت کرنے لگے۔ بخاری میں اس کی بجائے **افاض الناس** کا لفظ ہے معنی ایک ہی ہے کہ **لعلھم** کہ شاید پہلے ایمان لانے اور تمام اعمال میں سبقت کرنے والے مراد ہیں۔ بعض نے کہا شاید یہ اسلام کی حالت میں آنکھ کھولنے والے لوگ مراد ہیں۔ خواہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہو۔ **فلم یشر کوا باللہ** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اصلاً مؤمن ہو وہ ان سے بڑھ کر جو کافر تھا پھر اسلام لایا اور فقہاء کا قول جس کا باپ پہلے اسلام میں داخل ہوا وہ امامت کا اس سے زیادہ حقدار ہے جس کا باپ بعد میں اسلام لایا۔ (واللہ اعلم)

گفتگو میں مصروفیت کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا تم کس بات میں مصروف ہو انہوں نے عرض کر دیا تو فرمایا: وہ ایسے لوگ ہیں جو **لا یرقون ولا یسترقون** جبکہ رقیہ کا فعل واذن سے جواز موجود ہے۔ تو اس کا معنی بقول خطابی یہ ہے۔ جواز کے باوجود توکل ورضا سے اس کو چھوڑنے والے اور قضاء پر راضی ہونے والے۔ یہ ایمان میں پختہ لوگوں کی سب سے اعلیٰ جماعت ہے۔ یہ بہت سے علماء کا قول ہے۔

ابن علانؒ: یہ قول راجح ہے۔ اس حالت والا شخص افضل ہے۔ باقی علاج بیان جواز کے لئے ہے۔ قرطبی ایسا تعویذ جو جاہلیت میں مروج تھا وہ ممنوع ہے۔ یہاں اس سے بچنا مراد نہیں اسماء باری تعالیٰ کے رقیہ سے اجتناب بھی مراد نہیں وہ آپؐ سے مروی ہے کیونکہ وہ تو باری تعالیٰ سے التجاء ہے۔ میرے نزدیک اس سے مراد اسماء ملائکہ انبیاء وصالحین کے اسماء والے تعویذ مراد ہیں جیسا اکثر تعویذ والے کرتے ہیں یہ ممنوع تعویذات سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے التجاء بھی نہیں تو من جملہ جواز میں ہے۔ اس کا چھوڑنا بہتر ہے کیونکہ تعظیم میں اسماء وصفات باری تعالیٰ سے مشابہت آتی ہے۔ اس سے اسی طرح بچنا چاہئے جیسے غیر اللہ کے حلف سے۔ (اگر انبیاء ملائکہ وصالحین کے اسماء میں ان کو حاجت روا سمجھ کر پکار ہو گئی تو پھر یہ بھی قطعاً ممنوع ہوں گے)

**لا یتطیرون:** پرندوں سے شگون نہیں لیتے۔ **وعلی ربھم** تمام احوال میں غیروں کی بجائے رب ہی پر اعتماد کرتے ہیں۔ **یتوکلون** اللہ تعالیٰ کے تصرف پر راضی ہو کر توکل کے اعلیٰ مقام پر راضی ہیں ہر تدبیر سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی تدبیر پر اکتفاء کرنے والے ہیں۔

**عُکاشَہ بن مِحْصَنْ بن حُرثان الاسدی:** یہ بنو عبد شمس کے خلفاء میں سے تھے۔ یہ افضل ترین صحابہؓ میں سے تھے۔ بدر میں ان کی بہادری کے تذکرے ہیں۔ کفار کا مقابلہ کرتے ہوئے ان کی تلوار ٹوٹ گئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک کھجور

کی چھڑی دی انہوں نے اسے پکڑ کر حرکت دی تو وہ ان کے ہاتھ میں تیز دھار تلوار بن گئی۔ اس سے لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح دی اس تلوار کا نام عون تھا۔ یہ تلوار ان کے پاس رہی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ مرتدین کے خلاف لڑائیوں میں انہوں نے حصہ لیا۔ اس وقت یہ تلوار ان کے پاس تھی۔ جب طلیحہ بن خویلد اسدی کے ہاتھوں حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو یہ تلوار ان کے پاس تھی۔ یہ اہل سیر کا بیان ہے۔ سلیمان تیمی کہتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلیحہ بن خویلد کے خلاف مہم میں بھیجا تو اس میں یہ شہید ہو گئے۔ مگر ابن اثیر نے اس کو تیمی کا وہم قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ کہ ان کی شہادت کا واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جلد پیش آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر ۴۴ سال تھی۔ یہ بہت خوبصورت شکل والے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**مِنَّا خيرُ فارس في العرب (هو) عكاشه بن محصن**

یہ خیر کی رغبت اور قوت یقین میں سبقت لے جانے والے صحابہ میں سے تھے۔

**فقال انت منهم:** ان کا ان لوگوں میں سے ہونا ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے تھا (کرمانی) ② ان میں یہ صفات جمیلہ پائی جاتی تھیں۔ ③ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی گئی کہ وہ ان میں سے ہے۔

**ان يجعلني منهم فقال** اور دوسرے میں عکاشہ والے احوال نہ تھے۔ تو آپ نے فرمایا: عکاشہ تم سے ان اوصاف والوں کے مرتبہ میں پہنچنے کی فضیلت میں سبقت لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال اخلاق سے یہ نہیں فرمایا کہ تو ان میں سے نہیں بلکہ تعریضاً بات فرمائی۔

کرمانیؒ کہتے ہیں مطلب یہ کہ عکاشہ کے متعلق تو وحی سے قبولیت ہوگئی اور دوسرے کو یہ حاصل نہ ہوئی۔

قرطبیؒ کہتے ہیں یہ اس لئے فرمایا کہ عکاشہ والی تمنا ہر ایک نہ کرنے لگے اس عمدہ جواب سے یہ دروازہ بند ہو گیا۔

یہ جوابات اس بات کے کہنے سے بہتر ہیں جو بعض نے کہی کہ وہ شخص منافق تھا۔

یہ بات دو وجہ سے غلط ہے۔ صحابہ میں اصل ایمان و عدالت ہے جب تک کسی نقل صحیح سے دوسری بات ثابت نہ ہو جائے قابل تسلیم نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ منافق تو اس قسم کے سوالات کرتے ہی نہیں ان کو دنیاوی اغراض سامنے ہوتی ہیں۔ صحیح تصدیق و یقین کے بغیر یہ سوالات نہیں ہو سکتے۔ الرُّھیط: یہ رھط کی تصغیر ہے الناحیۃ اور الجانب یہ مرادف الفاظ ہیں۔

عُکّاشہ: کا لغوی معنی (بیت النحل) چڑیوں کا گھر۔ ② **عكش يعكش الشعر**: بالوں کا لپٹنا۔

**تخریج:** أخرجه البخاري (٤٣١٠) و مسلم (٢٢٠) والترمذي (٢٤٤٦)

**٧٥ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَيْضًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ ، وَبِكَ خَاصَمْتُ: اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا تَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ مُتَّفَقٌ**

عَلَيْهِ - وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَّاخْتَصَرَهُ الْبُخَارِيُّ۔

۷۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ آنحضرتؐ دعا میں فرمایا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ لَكَ ...... "اے اللہ میں آپ کا فرمانبردار بنا اور آپ پر ایمان لایا اور آپ ہی پر میں نے بھروسہ کیا اور آپ ہی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں اور آپ کی مدد سے میں جھگڑتا ہوں۔ اے اللہ میں تیری عزت کی پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے راستہ سے بھٹکائے۔ تو ایسا زندہ رہنے والا ہے جس پر موت نہیں اور جن وانس سب مرجائیں گے"۔ (متفق علیہ) یہ روایت بخاری میں مختصر ہے۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

اَلْبَخْخ: ایضا: یہ آمن کا مصدر ہے یا حال۔ دو ایک جیسی چیزوں کیلئے لایا جاتا ہے۔ اس کا استعمال آپؐ سے ثابت ہے۔

**لك اسلمت:** تیرے ہی لئے نہ کہ غیر کے لئے میں نے فرمانبرداری اختیار کی۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں استمسلت لحكمك مرامرك سلمت لارضيت وآمنت وصدقت: ایک معنی میں ہیں۔ وبك آمنت یعنی آپ کی ذات اور آپ کے اوصاف کمال کی میں نے تصدیق کی۔ وعليك توكلت یعنی میں نے تمام معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھکاؤ اختیار کیا اور اپنے نفس کے لئے اپنی تدبیر اور طاقت وزور سے میں نکلا اور اسی پر اکتفاء کیا جو تیرا ارادہ وتقدیر سبقت کر چکی ہے۔

**والك انبت:** انابت رجوع کو کہا جاتا ہے۔ یہ خیر کی طرف رجوع کے لئے استعمال ہوتا ہے (کتاب التمہید ابن عبدالبر) یعنی میں نے آپ کی عبادت کی طرف رجوع کیا اور اس کی طرف رخ کیا جو آپ سے قریب کرنے والی ہے۔ ② میں نے توبہ پناہ اور ذلت ومسکینی کے ساتھ آپ کی طرف رجوع کیا۔ ③ میں نے معاملات کی تدابیر اور الٹ پھیر میں آپ کی طرف رجوع کیا۔ اس صورت میں یہ توکلت کے ہم معنی ہے۔

**وبك خاصمت:** یعنی جو براہین ودلائل قولیہ یا فعلیہ تو نے عنایت فرمائے ہیں انہی کے ساتھ میں دین کے دشمنوں سے جھگڑتا ہوں میں نے مضبوط دلائل سے ان کی کمر توڑ دی ہے اور تیر وتلوار سے ان کی جڑ کاٹ ڈالی ہے۔

**اللهم انى اعوذ بعزتك:** میں آپ کی قوت وقدرت اور غلبے اور دبدبہ کا دامن تھامنے والا اس کی پناہ میں آنے والا ہوں۔

**لا اله الا انت:** عزت باری تعالیٰ کی تاکید کے لئے یہ جملہ معترضہ لایا گیا۔

**ان تضلنى:** یہ اعوذ کے متعلق ہے اور ان کے شروع آنے والا حرف جر حذف کر دیا گیا۔ یعنی میں تیری اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے گمراہی میں مبتلا کرے۔ **انت الحى القيوم:** آپ ہمیشہ زندہ رہنے والے اور مخلوق کی تدبیر وحفاظت کرنے والے ہیں۔

**الذى لا يموت** ① یہ الذی کا صلہ ہے یا انت ضمیر کی تاکید ہو تو لا تموت ہوگا کیونکہ تمام مخلوق کے معاملات کی تدبیر وحفاظت کرنے والے کے لئے موت کا نہ آنا ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اپنی زندگی کی حفاظت نہ کر سکے وہ دوسروں کی زندگی کیا بچائے گا۔

**والجن والانس يموتون:** جن وانس ملائکہ اور حیوانات وحشرات سب موت کے گھاٹ پر اتریں گے۔ اس میں اسباب توکل کے متعلق متنبہ کیا کہ معاملے کو اسی کی ذات کی طرف لوٹایا جائے اس لئے کہ توکل تو حی لا یموت پر ہونا چاہئے اور اس کی ذات کے علاوہ تمام مرجائیں گے اور ان کی حالت مضمحل ہو جائے گی۔ جو غیر اللہ سے عزت حاصل کرنے والا ہے وہ ذلیل ہوا

اور جس نے اس کی راہنمائی کے بغیر راہ تلاش کی وہ گمراہ ہوا اور جو اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والا ہے اور اس پر توکل کرنے والا ہے وہ راہ پا گیا۔

یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ بخاری نے مختصراً نقل کیا ہے۔ اعوذ بعزتك لا اله الا انت الذی لا تموت والجن والانس یموتون:(بخاری)

**تخریج :** أخرجه البخاری (۷۳۸۳) مختصراً و مسلم (۲۷۱۷)

۷۶ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَيْضًا قَالَ : حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ قَالَهَا اِبْرَاهِيْمُ ﷺ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالُوْا اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا : حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ اٰخِرَ قَوْلِ اِبْرَاهِيْمَ ﷺ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ : حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

۷۶ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ یہ وہ کلمہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا جب ان کو آگ میں ڈالا گیا اور حضرت محمد ﷺ نے اس وقت کہے جب لوگوں نے یہ کہا: اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ کہ مشرکین تمہارے لئے اکٹھے ہو چکے ہیں۔ پس تم ان سے ڈر جاؤ تو مسلمانوں کا ایمان بڑھ گیا اور انہوں نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (بخاری) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو ان کی آخری بات یہ تھی: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ کہ میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ خوب کارساز ہے۔

**تشریح** ۞ قاری نے اسے موقوف قرار دیا مگر ابن الجزری نے اس کے بعض طرق مرفوع ہونے کی وجہ سے سکوت اختیار کیا۔

حسبنا اللّٰه و نعم الوکیل: ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ خوب کارساز ہے۔ ابتداء کتاب میں اس پر پہلے کلام ہو چکا۔ القی فی النار قرطبی نے ابن اسحاق سے نقل کیا کہ کفار نے توپ لکڑیاں تیار کر لیں تو آسمان وزمین اور ملائکہ اور دیگر مخلوق نے کہا (سوائے جن وانس) اے ہمارے رب ابراہیم کے سواء اس سرزمین میں تیرا کوئی عبادت گزار نہیں۔ تیری عزت کی قسم! ہمیں اس کی معاونت کی اجازت ملنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر وہ تمہاری معاونت قبول کرتا ہے یا تم کو بلاتا ہے تو میری طرف سے اجازت ہے اور اگر وہ میرے سواء اور کسی کو نہ بلائے تو میں اس کو خوب جانتا ہوں اور میں تو اس کا کارساز ہوں۔ جب انہوں نے آگ میں پھینکنے کا ارادہ کیا تو پانی کا نگران فرشتہ قضاء سے کہنے لگا اگر تم چاہو تو میں پانی سے آگ بجھا دوں۔ آپ نے فرمایا: مجھے تیری معاونت کی حاجت نہیں۔ پھر ہوا کا فرشتہ آیا اور کہنے لگا اگر تم پسند کرو تو میں آگ کو اڑا دوں۔ آپ نے نفی میں جواب دیا پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا: اللّٰھم انت الواحد فی السماء وانا الواحد (مومن) فی الارض لی احدٌ یعبدك غیری حسبی اللّٰه و نعم الوکیل پھر باقی واقعہ ذکر فرمایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے احد سے واپسی پر

یہ کلمات کہے تھے۔ رہا یہ سوال کہ ضمائر جمع کی ہیں اور مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے: ﴿ام یحسدون الناس﴾ (النساء: ۵۴) الناس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح اس آیت میں ﴿قال لھم الناس﴾ (آل عمران: ۱۷۳) ۔ الناس سے مراد نعیم بن مسعود اشجعی ہے اور الذین اس کے مابعد سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ سیوطی نے جلال محلی کی تفسیر کے تکملہ میں یہ بات ذکر کی اور ان دونوں باتوں میں منافات نہیں۔ شاید ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کے تذکرہ پر اکتفاء کیا کیونکہ آپ متبوع ہیں اور صحابہ تابع ہیں۔ بخاری نے ابن عباسؓ سے دوسری روایت میں ذکر کیا کہ ابراہیم نے حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل کے کلمات کہے۔ ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں بھی یہ الفاظ نقل کئے ہیں یعنی میرے لئے اللہ کافی ہے۔ سیوطی نے توشیح میں نقل کیا کہ ابراہیم نے سب سے پہلی بات یہی کہی اور آخری بھی یہی کہی (تفصیل شرح الاذکار میں دیکھیں)

**تخریج:** أخرجه البخاری (۴۵٦۳)

۷۷: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّيْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – قِيْلَ مَعْنَاهُ مُتَوَكِّلُوْنَ ' وَقِيْلَ قُلُوْبُهُمْ رَقِيْقَةٌ۔

۷۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں کچھ لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں جیسے ہوں گے۔ (مسلم) اس کا ایک معنی متوکل کیا ہے اور دوسرا معنی نرم دل کیا ہے۔

**تشریح** ۞ یدخل الجنة: مقام مدح میں اس کا تذکرہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سے مراد پہلے پہل داخلہ ہے۔ ورنہ تمام اہل ایمان کا جنت میں داخلہ ہوگا۔

اقوام: راغب کہتے ہیں اصل میں مردوں کی جماعت کو قوم کہا جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لا یسخر قوم من قوم ولا نساء من النساء﴾ (الحجرات: ۱۱) مگر قرآن مجید میں عام طور پر مرد و عورت ہر دو کے لئے آیا ہے اور اس روایت میں اس معنی میں ہے۔ افئدتھم: جمع فواد دل یا دل پھیپھڑے جگر سب کے لئے بولا جاتا ہے۔ نووی نے بھی فواد کا معنی دل ہی کیا ہے یا فواد دل کا وہ حصہ جو معانی کو قبول کرتا ہے۔ الطیر جمع طائر اس کی جمع طیور اور اطیار بھی آتی ہے۔ بعض نے طیر سے متوکل لوگ لئے ہیں۔ جیسا حدیث میں وارد ہے۔ لو انکلتم علی اللّٰہ حق اتکالہ لرزقکم کما یُرزق الطیر۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ جب کمزوری کی وجہ سے کوئی اسباب رزق سے کمزور رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس تک رزق پہنچا دیتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی قلوبھم رقیقة یعنی وہ فہم اور قبولیت خیر اور امتثال امر میں تیز ہیں۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (۲۸۴۰)

۷۸: عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَفَلَ مَعَهُمْ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِیْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا قَالَ: مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ ثَلَاثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ- وَفِيْ رِوَايَةٍ: قَالَ جَابِرٌ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِذَاتِ الرِّقَاعِ فَاِذَا اَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهٗ فَقَالَ: تَخَافُنِيْ؟ قَالَ: لَا فَقَالَ: مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قَالَ: اَللّٰهُ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ الْاِسْمَاعِيْلِيِّ فِيْ صَحِيْحِهٖ فَقَالَ: مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قَالَ: اَللّٰهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهٖ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ فَقَالَ: كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ فَقَالَ: تَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا وَلٰكِنِّيْ اُعَاهِدُكَ اَنْ لَا اُقَاتِلَكَ وَلَا اَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُّقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ فَاَتٰى اَصْحَابَهٗ فَقَالَ: جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ قَوْلُهٗ: "قَفَلَ اَيْ رَجَعَ - "وَالْعِضَاهُ" الشَّجَرُ الَّذِيْ لَهٗ شَوْكٌ- "وَالسَّمُرَةُ" بِفَتْحِ السِّيْنِ وَضَمِّ الْمِيْمِ: اَلشَّجَرَةُ مِنَ الطَّلْحِ وَهِيَ الْعِظَامُ مِنْ شَجَرِ الْعِضَاهِ "وَاخْتَرَطَ السَّيْفَ" اَيْ سَلَّهٗ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ: "صَلْتًا" اَيْ مَسْلُوْلًا ' وَهُوَ بِفَتْحِ الصَّادِ وَضَمِّهَا۔

۷۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ نجد کی جانب ایک غزوہ میں شریک ہوئے۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس لوٹے تو یہ بھی آپ کے ساتھ واپس لوٹے۔ راستہ میں کانٹے دار درختوں کی ایک وادی میں نیند نے ان کو آ لیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ یہاں اتر پڑے۔ درختوں کے سایہ کی تلاش میں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی متفرق ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کیکر کے ایک درخت کے نیچے اترے اور اپنی تلوار اس کے ساتھ لٹکا دی۔ ہم تھوڑی دیر کے لئے سو گئے۔ اچانک رسول اللہ ﷺ ہمیں آوازیں دے رہے تھے اور ایک بدو آپ کے پاس تھا۔ آپ نے فرمایا: اس نے میری تلوار مجھ پر سونت لی اس حال میں کہ میں سو رہا تھا۔ جب میں بیدار ہوا تو تلوار اس کے ہاتھ میں سونتی تھی اس نے مجھ سے کہا کہ کون تجھے مجھ سے بچائے گا میں نے تین مرتبہ کہا اللہ اللہ اللہ۔ آپ نے اس سے بدلہ نہ لیا اور وہ بیٹھ گیا۔ (متفق علیہ) ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم غزوہ ذات الرقاع میں رسول اللہؐ کے ساتھ تھے۔ جب ہم ایک گھنے سایہ دار درخت کے پاس آئے تو اس درخت کو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے چھوڑ دیا۔ پس مشرکین میں سے ایک شخص آیا اور آنحضرت ﷺ کی درخت سے لٹکی ہوئی تلوار اس نے لے لی اور سونت کر کہنے لگا کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے کہا اللہ۔ امام ابوبکر اسماعیلی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ۔ قَالَ اللّٰهُ۔ اس پر تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپ ﷺ نے وہ تلوار پکڑ کر فرمایا۔ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا تم بہتر تلوار پکڑنے والے بن جاؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ لیکن میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ نہ میں آپ ﷺ سے لڑوں گا اور نہ میں ان لوگوں کا

ساتھ دوں گا جو آپ سے لڑتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا میں تمہارے پاس ایسے شخص کے ہاں سے آیا ہوں جو لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔

قَفَلَ :لوٹا۔ اَلْعِضَاۃ :کانٹے دار درخت۔ السَّمُرَۃُ :کیکر کا درخت۔ یہ عضاۃ سے بڑا ہوتا ہے۔ اِخْتَرَطَ السَّیْفَ : تلوار ہاتھ میں سونت لی۔ صَلْتًا :سونتی ہوئی۔

**تشریح** ⊛ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ یہاں روایت بالمعنی ہے دوسرے مقام پر غزوتُ : کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ نجد: حجاز کے علاوہ علاقہ کو نجد کہا جاتا ہے۔ یہ غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ ہے۔ جو ۶ھ میں پیش آیا۔

قفل :لوٹا۔

**اَللُّغَۃُ** تفل معھم: پہلی ضمیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ رہی ہے اور ھم: صحابہ کرام کی طرف۔

القائلۃ: دوپہر۔ کبھی یہ قیلولہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔

عِضَاۃ: کیکر۔ اس کا واحد عضۃ ہے بعض نے عرضی اللہ عنہۃ کہا ہے۔ یہ جمع سالم نہیں بلکہ شفاہ اور شیاہ کی طرح جمع مکسر ہے۔ اسکی جمع سالم عرضی اللہ عنہۃ اس کی لکڑیوں کو عوج کہا جاتا ہے۔ فنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: آپ سفر ترک کر کے ایک مقام میں اتر گئے۔ یستظلون بالشجر: درختوں کا سایہ حاصل کرنے کے لئے آپ اکیلے رہ گئے دشمن آپ ﷺ تک پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی حفاظت فرمائی۔ نمنا نومۃ: یہ نیند سفر کی تھکاوٹ اور حرارت کے سبب تھی اسی سے قیلولہ مستحب ہے۔ اعرابی: یہ اعراب کا اسم منسوب ہے جنگل کے رہائشی بستیوں کے رہنے والوں اور عام عربوں پر بولا جاتا ہے۔ یہ دیہاتی قبیلہ بنی محارب سے تھا غزوہ ذات الرقاع انہی کے خلاف پیش آیا تھا۔ علماء نے اس کا نام غورث یا غویرث لکھا ہے یہی درست ہے۔ قاضی عیاضؒ نے نقل کیا کہ اس کا نام دعثور تھا۔ یہ واقعہ غزوہ ذی قرد کا ہے۔ مگر بخاری میں واقعہ ذات الرقاع کا آیا ہے۔ شرح شفاء میں ہے کہ ذات الرقاع ۴ھ میں غورث کا واقعہ پیش آیا اور یہ اسلام لا کر صحابہ میں شامل ہو گیا۔ (شرح شفاء لابن اقبرس) مگر بخاری نے کہا ذات الرقاع اور ذو قرد ایک ہی غزوہ ہے۔ موافقت کی صورت یہ ہے کہ شاید متعدد واقعات ہوں اور متعدد اعرابی ہوں واللہ اعلم۔

ان ھذا اخترط علی سیفی و انا نائم: یہ صحیح کے الفاظ ہیں کہ نیند کی حالت میں یہ واقعہ پیش آیا اور سیرت ابن سید الناس میں لکھا ہے کہ آپ بیٹھے تھے اور تلوار گود میں تھی۔ اس نے دیکھنے کے لئے تلوار لی اور پھر سونت کر ارادہ قتل سے پوچھا کیا تم مجھ سے نہیں ڈرتے۔ صحیح میں جو آیا ہے وہی درست ہے۔ فاستیقظت: قبضہ جمانے اور اچانک حملہ آور ہونے کی قدرت سے پہلے یا اچانک حملہ پر قدرت پانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی اور دشمن ناکام ہو گیا۔

صلتا یہ حال ہے۔

من یمنعک منی: یہ استفہام ہے جو نفی کو متضمن ہے۔ ای لا مانع لک منی۔ یہ اس کی کوتاہ نظری تھی اس کو معلوم نہ تھا کہ فاعل تو اللہ تعالیٰ ہیں وہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو سکتے ہیں۔

فقلت اللّٰہُ ثلاثا: یہ مبتداء ہے جس کی خبر محذوف ہے۔ یا اللہ یمعنی: پھر اس کا عامل محذوف فعل یمنعی ہے۔ ① یہ بات آپ نے تلذذا تین مرتبہ دہرائی۔ اسی کو غلبہ توحید اور کمال شہود کہا جاتا ہے۔ آپ کے دل میں ذرا گھبراہٹ نہ آئی قلب اطہر تو

مشاہدہ باری اور مناجات رب تعالیٰ میں مستغرق تھا۔ ④ یہ جملہ دشمن نے تین مرتبہ دہرایا بخاری کی ایک روایت میں دو مرتبہ من يمنعك منى موجود ہے (گویا وہ اپنے غرور کے نشہ میں یہ کہہ رہا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بدلہ نہ لیا بلکہ عفو و درگزر کا معاملہ فرمایا۔ وجلس: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہو کر بیٹھ گئے۔
اس صورت میں یہ یدعونا کے مفعول سے حال ہے یا فاعل سے (شیخ زکریا نے اس کو راجح کہا) یا اعرابی پہلے کھڑا تھا اور اب وہ بیٹھ گیا۔ (متفق علیہ)

﴿يايها الذين آمنوا اذكر نعمت الله﴾ (مائدہ:۱۱) کا شان نزول یہی لکھا ہے۔

ذات الرقاع: کی وجہ تسمیہ یہ ہے: ① اپنے جھنڈوں کو پیوند لگائے۔ ② ذات الرقاع اس علاقہ کا ایک درخت ہے۔ ③ صحابہ کرامؓ کے پاؤں تو کیلے پتھروں سے زخمی ہو گئے تو انہوں نے کپڑے کے ٹکڑے ان زخموں پر باندھے۔ ④ جس پہاڑ پر مسلمان اترے اس کی زمین مختلف رنگوں کی تھی۔ (باب القناعۃ میں تفصیل آئے گی)

شجرہ ظليلة: ٹہنیوں اور پتوں کے مل جانے سے جس کا سایہ خوب گھنا تھا۔

اختر طه: جلدی سے سونتا۔ اتخافنی فقال لا کا حرف جملہ کی جگہ آیا ہے۔ جو سوال میں مذکور ہے۔ اعرابی نے کہا تیرے اچانک قتل میں میرے لئے کون رکاوٹ ہوگا۔ آپ نے فرمایا: اللہ میری حفاظت کرے گا اور تیرے ارادے کے درمیان حائل ہو جائے گا۔ ابوبکر اسماعیلی کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب آپ نے اللہ! فرمایا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار پکڑ کر فرمایا: اب تمہیں کون سا انسان مجھ سے بچائے۔ اس نے کہا اب کوئی روکنے والا نہیں۔ مگر کن خیر اخذ: یعنی معافی و درگزر سے کام لو اور زیادتی کے مقابل بھلائی کرو۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم لا الٰہ کی گواہی دیتے ہو۔ اس سے انکار کرتے ہوئے کہا لیکن میں آپ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ آپؐ کے ساتھ لڑنے والوں میں شامل نہ ہوں گا اور نہ خود لڑوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کرنا مناسب خیال کیا کہ شاید اس کی قوم مسلمان ہو جائے اور اس سے آپ کے اخلاق کی اطلاع پا کر وہ سعادت ابدی کے حقدار بن جائیں۔ فخلى سبيله: آپؐ نے بلا فدیہ اس کو چھوڑ دیا۔

ابن سید الناس اور ابن النحوی نے دعثور کے واقعہ میں نقل کیا کہ جبرئیل نے اس کے سینے پر تھپڑ مارا جس سے تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی پھر وہ اسلام لا کر اپنی قوم کی طرف داعی بن کر گیا۔ بخاری کے رواۃ نے بھول یا اور کسی وجہ سے یہ واقعہ نقل نہیں کیا۔ دوسروں نے ذکر کر دیا۔ اسلام سے پہلی بار اس نے انکار کیا پھر مجلس نبوی میں بیٹھ کر شرح صدر ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ (مگر صحیح کے رواۃ کے نقل نہ کرنے کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ معیار صحت میں وہ روایات اس درجہ کی نہ ہوں)

فاتى اصحابه: اس سے وہ گروہ مراد ہے جو اچانک حملہ میں اس کے شریک کار تھے۔

خير الناس: یعنی اخلاق و خلقت کے لحاظ سے سب سے بہتر ہیں۔ اس پر اس آیت کی گواہی کافی ہے۔ ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: كَانَ خُلُقُهُ القرآنُ۔

صلتا۔ صلت الشي: جب وہ چیز ظاہر ہو اور اصلت الشیٔ جب کسی چیز کو ظاہر کیا جائے (ابن قوطیہ) اسی لئے نہایہ صحاح میں اس کا معنی شہر السیف تلوار سونتا ذکر کیا ہے۔

**تخريج**: أخرجه احمد (١٤٣٤١ / ٥) والبخاري (٢٩١٠) و مسلم (٨٤٣) وابن حبان (٢٨٨٣) والطحاوي

فی شرح معانی الآثار (۱/۳۱۵) و أبو یعلی (۱۷۷۸) والبیهقی (۶/۳۱۹)

۷۹ :عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ :لَوْ اَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ حَقَّ تَوَکُّلِهٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یَرْزُقُ الطَّیْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ – مَعْنَاہُ تَذْهَبُ اَوَّلَ النَّهَارِ خِمَاصًا :اَیْ ضَامِرَةَ الْبُطُوْنِ مِنَ الْجُوْعِ وَتَرْجِعُ اٰخِرَ النَّهَارِ بِطَانًا :اَیْ مُمْتَلِئَةَ الْبُطُوْنِ۔

۷۹: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "اگر تم اللہ پر توکل کرتے جیسے توکل کا حق ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس طرح رزق عنایت فرماتے جیسا کہ پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح سویرے خالی پیٹ نکلتے اور شام کو پیٹ بھر کر واپس لوٹتے ہیں"۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ شروع دن میں بھوک کی شدت کے باعث ان کے پیٹ سکڑے ہوتے ہیں اور دن کے آخر میں پیٹ بھر کر واپس لوٹتے ہیں۔

**تشریح** ⊙ انکم تتوکلون علی اللّٰہ: اگر واقعی تمہارا توکل اسی طرح اللہ تعالیٰ پر ہو جائے۔

**حق توکلہ:** حق توکل کا مطلب یہ ہے کہ تمام احوال میں اس پر اعتماد کرو اور یہ سمجھو کہ تمام بھلائیاں اس کی طرف سے اور اس کے ہاتھ میں ہیں۔

**النحو** :الطیر یغدو خماصًا: الطیر میں الف لام جنس کا ہے۔ خماصی حال ہے۔ خماص یہ خمیص کی جمع ہے خالی پیٹ۔ بطانا: جمع بطین۔ بھرے پیٹ یہ حال ہے۔ امام نووی نے تغدو کا معنی صبح سویرے جانا تروح: شام کو لوٹنا کیا ہے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں کہا کہ اس روایت میں کمائی سے ہاتھ توڑ کر بیٹھ رہنے کی کوئی دلالت نہیں ہے بلکہ اس میں تو طلب رزق کی دلالت پائی جاتی ہے کیونکہ پرندے تلاش رزق میں ہی صبح سویرے نکلتے ہیں۔

روایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر آنے' جانے اور تمام تصرفات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں اور یہ سمجھیں کہ تمام بھلائیاں اسی کے قبضہ میں ہیں تو یقیناً پرندوں کی طرح سلامتی اور غنیمت سے لوٹیں لیکن انسان اس کے برخلاف اپنی قوت و طاقت پر اعتماد کرتے ہوئے آتے جاتے تکذیب و نافرمانی میں مبتلا ہیں جو کہ توکل کے خلاف ہے۔

**تخریج** : إسناده صحیح' أخرجه أحمد (۱/ ۲۰۵) والترمذی (۲۳۵۱) وابن المبارك في الزهد (۵۵۹) والحاكم (۴/ ۴۱۸) وأبو یعلی (۲۴۷) وابن حبان (۷۳۰) وابن ماجه (۱۴۶۴) وأبو نعیم فی الحلیة (۱۰/ ۶۹)

**الفوائد** : ① اس روایت میں کام کاج نہ کرنے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنے پر کوئی دلالت نہیں بلکہ اس طرف راہنمائی کی گئی ہے کہ رزق کو اس کے اسباب سے طلب کرو کیونکہ پرندہ کا کام طلب رزق کے لئے اللہ تعالیٰ کے توکل پر صبح سویرے نکلنا ہے ان کو رزق رازق پہنچاتا ہے۔ ② پرندے اپنے خالق کی پہچان رکھتے ہیں جیسا اس آیت میں فرمایا: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ﴾ [الاسراء: ۴۴] ③ اگر بندہ اللہ تعالیٰ پر رزق کے لئے جاتے آتے اسی طرح توکل کرے جیسے پرندے

کرتے ہیں تو بار آور ہوئے۔④ اپنی طاقت و قوت پر اعتماد کر بیٹھنا خلاف توکل ہے۔(کذا قال البیہقی)⑤ پرندوں کا اپنے مقامات سے دُور جانا اور پھر واپس گھونسلوں میں لوٹ آنا یہ اعطی کل شئی خلقه ثم هدی کا نمونہ ہے۔(خلاصہ الشروح)

۸۰ : عَنْ اَبِیْ عِمَارَةَ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :یَا فُلَانُ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِكَ فَقُلِ :اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ ' وَوَجَّهْتُ وَجْهِیَ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَیْكَ ' لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ ' وَبِنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ فَاِنَّكَ اِنْ مُتَّ مِنْ لَیْلَتِكَ مُتَّ عَلَی الْفِطْرَةِ وَاِنْ اَصْبَحْتَ اَصَبْتَ خَیْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ :وَفِیْ رِوَایَةٍ فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنِ الْبَرَآءِ :قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ :اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّاْ وُضُوْءَ كَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّكَ الْاَیْمَنِ وَقُلْ وَذَكَرَ نَحْوَهٗ ثُمَّ قَالَ :وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ :

۸۰: حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اے فلاں! جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو اس طرح کہو: اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ ' وَوَجَّهْتُ وَجْهِیَ اِلَیْكَ ...... اے اللہ میں نے خود کو آپ کے سپرد کیا اور میں نے اپنا چہرہ آپ کی طرف کیا اور اپنا معاملہ آپ کے سپرد کیا اور تجھے اپنا پشت پناہ بنایا۔ رغبت کر کے یا ڈر کر تجھ سے۔ تیری پکڑ سے کوئی پناہ گاہ نہیں اور نہ نجات کی کوئی جگہ ہے۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور تیرے اس پیغمبر پر ایمان لایا جو آپ نے بھیجا"۔ (پھر آپ نے فرمایا) اگر تیری موت اس رات میں آ گئی تو تیری موت فطرت اسلام پر آئی اور اگر صبح کی تو تُو نے خیر و بھلائی کو پا لیا۔(متفق علیہ) حضرت براء کی صحیحین والی روایت میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں: "آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اے براء تم جب اپنے بستر پر جاؤ۔ تو نماز والا وضو کرو پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاؤ اور اس طرح کہو آگے اوپر والے الفاظ نقل کئے۔ پھر آخر میں فرمایا کہ ان کلمات کو سب سے آخر میں کہو"۔

**تشریح** ۞ براء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت ابوعمارہ یا ابوالطفیل ہے۔ یہ اوس قبیلہ کی شاخ بنو حارثہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ باپ بیٹا صحابی ہیں۔ یہ بدر میں چھوٹے تھے۔ احد اور بعد والے تمام غزوات میں شامل رہے۔ ان سے بخاری نے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت سے پہلے سبح اسم ربك الاعلی جیسی مفصل سورتیں میں یاد کر چکا تھا۔ ان کی مرویات ۳۰۵ روایات ہیں۔ ۲۲ متفق علیہ ہیں۔ ۱۵ میں بخاری اور ۶ میں مسلم منفرد ہیں۔ کوفہ میں مقیم ہو گئے۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی گورنری کے زمانہ میں وفات پائی۔

**یا فلان**: سے مراد اسید بن حضیر ہیں۔ نووی نے مبہمات میں ذکر کیا ہے۔ **نفسی** سے ذات مراد ہے۔ **الیك** کہ میں نے فرمانبرداری اختیار کر کے اپنے نفس کو تمہارا مطیع بنایا تمہارے حکم کو مانتے ہوئے تمہارے فیصلوں پر راضی ہو کر تیری قدرت پر قناعت کا اظہار کرتے ہوئے۔ **وجهت وجهی الیك** یعنی اپنی ذات کو تیری طرف فرمانبرداری اور قناعت کرتے ہوئے

رضامندی سے سپرد کیا۔ یہ پہلی بات کو ذرا تفصیل سے کہہ دیا۔ فوضت امری الیك یعنی تمام دنیوی واخروی معاملات میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور اس کو آپ کی طرف لوٹنے کا ذریعہ بنایا۔ والجأت ظهری الیك: میں نے اپنی حفاظت میں آپ پر اعتماد کیا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تیرے سو میرا کوئی سہارا نہیں۔

طیبی کہتے ہیں اس جملہ میں اشارہ ہے کہ جس کام میں سپردگی کی ضرورت ہے اور اس میں اس کا معاش اور اسی پر اس کے معاملے کا مدار ہے تو اس میں بندہ التجا کر رہا ہے کہ اسباب داخلیہ وخارجیہ میں نقصان دہ چیزوں سے تیری پناہ کا طالب ہوں۔

رغبة: ثواب میں طبع کے میلان اور رهبة: تیری سزا کا خوف۔

النحو: یہ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہ کرمانی کا قول ہے۔ ② اس کے متعلق ماقبل سے اس میں تنازع کیا۔ معنی یہ ہے میں رغبت ورہبت کی حالت میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

لا ملجاء: نہ سہارا ہے اور نہ کوئی ایسی ذات ہے جس کے ہاں پناہ لیں۔ ② نہ چھوٹنے کی راہ نہ بھاگنے کا راستہ۔ منجی اور ملجاء دونوں ہمزہ ساتھ اور بغیر ہمزہ درست ہیں۔ خواہ لاعمل کرے یا نہ کرے (کذا قال ابن حجر) منك: جب ماقبل دونوں مصدر مانیں تو متعلق میں اختلاف ہوگا (کرمانی) الا الیك: کسی کے ہاں پناہ نہیں مگر آپ ہی کے ہاں اور نجات کی جگہ آپ ہی کے پاس مل سکتی ہے یہ اس ارشاد کی طرح ہے کلالا ورز الی ربك یومئذ المستقر۔

یہ جملہ استئنافیہ بیانیہ ہے۔ اور رغبة ورهبة ماقبل کی علت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی میرا اپنی ذات کو فرمانبردار بنانا۔ رغبت ورہبت کے سبب ہے۔

طیبی کہتے ہیں یہ لف نشر مرتب ہے۔ ای فوضت امری طمعًا فی ثوابك کہ تیرے ثواب کی طمع میں میں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا اور الجأت ظهری من المكاره الیك خوفًا من عقابك یعنی تیرے عذاب سے ڈرتے ہوئے میں نے تکالیف میں تجھے پشت پناہ بنایا۔ یہ معنی بہت عمدہ ہے۔ ابن حجر کا یہ قول اس کے متعلق سمجھ نہیں آیا کہ انہوں نے اس کو نادرست قرار دیا ہے۔ تفصیل شرح اذکار میں ملاحظہ ہو۔

③ ایک قول یہ ہے کہ رغبةً ورهبةً حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں ای راغبًا و راهبًا۔

④ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہیں۔ اس زمانہ میں جب ارباب کمال کے ہاں خوف وطمع برابر ہوتے ہیں۔ جیسا حدیث میں ہے: لو وُزِنَ خوفُ المومن ورجاؤه لا عتدلا اگر مومن کا خوف اور رجاء وزن کئے جائیں تو برابر ثابت ہوں۔

کتابك: سے مراد قرآن مجید ہے اور اس پر ایمان لانا ساری کتابوں پر ایمان لانا ہے۔

نبیك الذی ارسلت یعنی جن کو آپ نے تمام لوگوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔ ② یہ بھی درست ہے کہ کتاب سے جنس کتاب اور النبی سے جنس نبی مراد ہو۔

النحو: مت من لیلتك: یہ مات یمات اور مات یموت ان دونوں صورت میں لازم ہے البتہ ایک لازم اور دوسرے کے متعدی ہونے کا احتمال ہے یعنی اگر اسی اعتقاد کے ساتھ موت آ گئی تو فطرت اسلام پر موت آئی۔ ﴿فطرة الله فطر الناس علیها﴾ (الروم: ۳۰) جیسا دوسری روایت میں ہے: من کان آخر کلامه لا اله الا الله دخل الجنه۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں فطرتیں دو ہیں: ① فطرت مقربین جس کا تذکرہ اس روایت میں ہے۔ ② من کان آخر کلامه لا

الله الا الله دخل الجنة۔ یہ اصحاب یقین کی فطرت ہے۔
اصبت خیرا خیر سے یہاں اجر عظیم اور ثواب جزیل مراد ہے۔
**ضروری فرق:** صحیحین کی دوسری روایت میں حضرت براء نے اس کو نقل کیا کہ قال لی کہ مجھے فرمایا اور اس روایت میں یا فلانٌ (اسید بن حضیر) مگر ان میں منافات نہیں ممکن ہے ان کو الگ ارشاد فرمایا اور دوسرا اجتماعی موقعہ الگ ہو واللہ اعلم۔
مضجعك: خواب گاہ۔ شقك: پہلو جانب۔ الایمن: دایاں ① دایاں پہلو شرف والا ہے۔ ② اس صورت میں دل معلق ہونے کی وجہ سے اچھی طرح نیند نہ آئے گی اور قیام لیل میں خلل کا سبب بنے گا۔
آخر ما تقول: پھر ان کو تم آخری کلمات یعنی آخری دعا بناؤ۔
**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٨٦١١) والبخاری (٢٤٧) و مسلم (٢٧١٠) وأبو داود (٥٠٤٦) والترمذی (٣٣٩٤) والنسائی فی الیوم واللیلة (٧٨٠) وابن حبان (٥٥٢٧)
**الفوائد** : ① اہل علم کا کہنا ہے کہ رسول فرشتوں اور انسانوں دونوں میں ہوتے ہیں مگر نبی صرف انسانوں سے ہوتے ہیں۔
② توکل یہ ہے کہ اپنے کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔

**۸۱ : عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَامِرِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ كَعْبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ تَیْمِ بْنِ مُرَّةَ ابْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ الْقُرَشِیِّ وَالتَّیْمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ – وَهُوَ وَاَبُوْهُ وَاُمُّهٗ صَحَابَةٌ – رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ :نَظَرْتُ اِلٰی اَقْدَامِ الْمُشْرِكِیْنَ وَنَحْنُ فِی الْغَارِ وَهُمْ عَلٰی رُءُ وْسِنَا فَقُلْتُ :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَیْهِ لَاَبْصَرَنَا – فَقَالَ :مَا ظَنُّكَ یَا اَبَا بَكْرٍ بِاثْنَیْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔**

۸۱: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن لوی بن غالب قرشی التیمی رضی اللہ عنہ- جو خود اور ان کے والد اور والدہ سب صحابی ہیں رضی اللہ عنہم- سے روایت ہے کہ میں نے مشرکین کے قدم دیکھے جبکہ ہم غار میں تھے۔ وہ ہمارے سروں کے اوپر کھڑے تھے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کی نچلی جانب دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر تیرا ان دو کے متعلق کیا گمان ہے کہ اللہ جن کا تیسرا ہے''۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ ابوبکر: اسلام میں سب سے پہلے انہی کا لقب ہے۔ نام پر کنیت غالب آ گئی۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں پہل کی اس لئے ان کو لقب ملا۔ ② لیلۃ الاسراء کی صبح کو انہیں یہ لقب ملا کیونکہ انہوں نے آپ کی فوراً تصدیق کی۔ ان کا لقب عتیق بھی ہے: ① یہ عتاقہ بمعنی حسن سے ہے۔ ان کا چہرہ یا نسب خوبصورت تھا۔ ② ان کی والدہ کے ہاں اولاد زندہ نہ رہتی تھی ان کی والدہ نے پیدائش کے بعد نذر مانی کہ اللھم ھذا عَتِیْقُكَ ③ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ سے آزاد کر دیا۔ (ترمذی)

قبیلہ بنو تمیم بن مرہ کی اولاد سے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو تیمی قرشی کہا جاتا ہے۔ یہ خود ان کے والد والدہ اور بیٹا صحابی

ہیں۔ والدہ کا نام ام الخیر سلمیٰ بنت صخر تیمیہ۔ یہ سب چیزیں اور کسی کو اکٹھی میسر نہیں ہوئیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جونہی دعوت دی یہ بلا تردد اسلام لے آئے۔ یہ شرف انہی کو حاصل ہے۔ آزاد بالغ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے یہی ہیں۔ ان کے والد فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور ان کے متعلق یہ ارشاد نبوت کافی ہے: إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عليّ في صحبته وماله ابوبكر ولو كنت متخذاً خليلاً غير ربيّ لا تخذت ابابكر ولكن اخوة الاسلام (بخاری) ان کے فضائل میں مستقل تالیفات موجود ہیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

اذا تذكرت شجوا من اخي ثقة ☆ فاذكر اخاك ابابكر بما فعلا
خير البرية اتقا وما وا فضلها ☆ بعد النبي واولاها بما حملا
والثاني والتالي المحمود مشهدهٗ ☆ واول الناس منهم صدق الرسلا

حاصل ترجمہ

"ابوبکر کا تذکرہ کرو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل تھے وہ ثانی اثنین اور سب سے پہلے آپ کی رسالت کی تصدیق کرنے والے تھے۔"

ان کی مرویات کی تعداد ۱۴۲ ہے۔ ۶ متفق علیہ اور ۱۱ میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ یہ منگل کی رات مغرب وعشاء کے درمیان فوت ہوئے جبکہ جمادی الاولیٰ کی ۸ راتیں باقی تھیں ۲۱ یا ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳ھ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کا جنازہ اسی چارپائی پر اٹھایا گیا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تھے۔ ان پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر نبوی کے برابر میں جنازہ پڑھا۔ چار تکبیرات کہی گئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن ہوئے۔

نظرت الى اقدام المشركين: میں نے ان مشرکین کے قدم دیکھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ہجرت کے وقت نکلے تھے۔ الغار: اس سے غار ثور مراد ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں ہے: ﴿إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ (التوبہ: ۴۰)

بقول فیروز آبادی یہ غار افضل ہے کیونکہ اس نے سید الرسل کی حفاظت کی اور اس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے۔ بعض متأخرین نے کہا کہ ابتدائی وحی غار حراء سے ہوئی۔ آپ نے عبادت کیلئے اس کو چنا وہ افضل ہے۔ وهم على رؤوسنا: مشرکین ہماری طلب میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اندھا کر دیا۔ سورج کی روشنی کو اندھا کیا دیکھتے۔ لا بصرنا: اگر ان کی نگاہ اپنے قدموں کی جگہ پر جائے تو درختوں کی ٹہنیوں اور مکڑی کے جالے میں سے ہمیں دیکھ لیں۔ اس سے وہ تنگ دروازہ مراد ہے جس سے داخل ہوئے۔ جب صدیق اکبرؓ نے عرض کیا اگر وہ داخل ہو جائیں تو پھر کیا بنے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اپنی قدرت سے ایک دروازہ کھول دیا: (تقی الدین بن فہد نے کتاب اقطاف النور میں ذکر کیا ہے) الله ثالثهما بلحاظ نصرت واعانت ونگہبانی۔

**النحو:** یہ استفہام تقریری ہے اس سے صدیق اکبر کے اضطراب کو تسکین حاصل ہوئی۔

**فائدہ:** جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے اور تمام دشمنوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ تقی الدین کی کتاب میں واحدی کی سند سے حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود سننا ذکر کیا ہے۔

وثاني اثنين في الغار المنيف وقد ☆ طاف العدو به اذا صعد الجبلا

وکان حب رسول اللّٰہ قد علموا　　من الخلائق لم یعدل بہ رجلاً

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر تبسم فرمایا۔

وہ محفوظ غار میں دوسرے تھے جب کہ دشمن پہاڑ پر چڑھ آیا۔ ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں تو لوگ جانتے ہیں کہ کوئی اس کی برابری نہیں کرسکتا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١/١١) وابن أبي شيبة (٧١٢) والبخاري (٣٦٥٣) و مسلم (٢٣٨١) والترمذي (٣٠٩٦) والبزار (٣٦) وأبو يعلى (٦٦) وابن حبان (٢٦٧٨) والطبري (١٣٦/١٠)

**الفوائد** : اس روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے متعلق کامل توکل کا تذکرہ ہے۔

۸۲ : عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ وَاسْمُهَا هِنْدُ بِنْتُ اَبِىْ اُمَيَّةَ حُذَيْفَةُ الْمَخْزُوْمِيَّةُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا ، اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ : قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَىَّ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِىُّ وَغَيْرُهُمَا بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ - قَالَ التِّرْمِذِىُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَهٰذَا لَفْظُ اَبِىْ دَاوُدَ۔

۸۲ : حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا جن کا نام ہند بنت ابی امیہ حذیفہ مخزومیہ ہے روایت کرتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے تشریف لے جاتے تو نکلتے وقت یوں دعا کرتے : بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ..... ''میں اللہ کا نام لے کر گھر سے نکلتا ہوں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اے اللہ میں اس بات سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں راستہ سے بھٹک جاؤں یا ہٹایا جاؤں یا پھسل جاؤں یا پھسلایا جاؤں یا میں کسی پر ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں یا جہالت کا ارتکاب کروں یا مجھ سے جہالت والا سلوک کیا جائے''۔ (ابوداؤد ترمذی)

**تشریح** ۞ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی ہند بنت ابی امیہ حذیفہ مخزومیہ رضی اللہ عنہا۔ صحیح یہی ہے۔ ابن حجر نے اس بات کی تردید کی ہے کہ ان کا نام رملہ ہے۔ ابن اثیر نے بھی یہی لکھا ہے۔ (اسد الغابہ) ابوامیہ کا نام حذیفہ یا سہل یا زہیر یا ہشام بن مغیرہ بتلایا گیا ہے۔

۴ھ میں ان سے ان کے خاوند ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد نکاح کیا۔ انہوں نے تین دن کی باری کو ازواج میں اختیار کیا۔ انہوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں ان کے ہاں زینب' سلمہ' عمر' درہ کی پیدائش ہوئی۔ مدینہ میں پہلی ہودج نشین مہاجرہ ہیں۔ یہ انتہائی جمال والی زوجہ تھیں۔ ان کی مرویات ۳۷۰ احادیث ہیں۔ ۱۳ متفق علیہ ہیں۔ ۳ میں بخاری اور ۱۳ میں مسلم منفرد ہیں۔ ان کی وفات ۶۲' ۶۴' ۶۰ یا ۵۹ھ میں ہوئی۔ ابن عساکر نے ۶۱ھ قرار دیا۔ تدفین بقیع میں ہوئی۔ ۹۰ سال کی عمر پائی۔ امہات المؤمنین میں سب سے آخر میں انہی کی وفات ہوئی۔

بسم اللّٰہ: میں الف کے لفظ کو اسم جلالہ کی طرف نسبت کے وقت حذف کیا جاتا ہے۔ اس کو سمین حلبی نے نقل کیا فراء کا یہی قول

ہے۔ ② سیوطی نے کسائی سے دیگر اسماء باری کے ساتھ حذف کا جواز لکھا ہے۔ (واللہ اعلم) **توکلت علی اللّٰہ:** ① یہاں علی اپنے حقیقی معنی استعلاء کی بجائے مجازاً تفویض کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ② یا اپنے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہر مقصود پر بلندی کا طلب گار رہوں تاکہ اس کی اعانت ولطف اور حفاظت بغیر کسی کمی کے ساتھ رہے۔

اعوذ: میں پناہ مانگتا ہوں اور مضبوطی سے تھامتا ہوں۔ بلک: آپ کی قدرت وعظمت کے ساتھ۔ ان اضل اس بات سے کہ بلند امور کو چھوڑ کر نقائص کا ارتکاب کروں اور کوتاہی کے سبب مقام عبودیت سے ہٹ جاؤں۔ یہ ضلّ الماء فی اللبن: (پانی دودھ میں غائب ہو گیا) کے لفظ سے نکلا ہے او اُضِل: یا دوسرا مجھے بھٹکا دے۔

**اذا خرج:** نکلنے کا ارادہ کرتے یا نکلتے۔ ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں **ما خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من بیتی الا رفع طَرْفَه الی اسماءِ فقال بسم اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ۔**

او ازل: ① یا میں سیدھی راہ سے خواہشات کے غلبہ کی وجہ سے گڑھے میں اتر جاؤں۔ ② اسباب تقویٰ سے منہ موڑ کر دنیا کے حصول میں مشغول نہ ہو جاؤں۔ جیسا کہ وہ آدمی جس کا قدم بلندی سے پھسلے اور وہ ڈھلوان میں جا گرے۔ معلوم ہوا یہاں تشبیہ کے لئے ہے۔

او اُزَلّ: ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ زاء کو فتحہ دیا گیا ہو ① یا مجھ پر ایسا شخص مسلط ہو جائے جو بلند مقام سے حقیر جگہ کی طرف گرا دے۔ ② مضموم کے بعد کسرہ دیا گیا ہو کہ میں دوسروں کو گناہوں کے گڑھے میں ڈالوں۔

اَظْلِمَ: یا میں دوسرے پر ظلم کروں۔ ظلم: دوسرے کے حق میں ناجائز تصرف کرنا یا کسی چیز کو اس کے مقام سے ہٹا دینا۔

اُظْلَمَ: یا بندوں میں کوئی مجھ پر ظلم کرے۔ اَجْهَلَ: مجھ پر لازم حق سے نادانی اختیار کروں۔ **او یجهل علی:** ایسی بات پر آمادہ کیا جاؤں جو میری عادت نہیں۔ حدیث میں ارشاد فرمایا: **من استجهل مؤمنا فعلیه اثمه:** یعنی "جس نے کسی مسلمان کو ایسی بات پر ابھارا جو مؤمن کے اخلاق سے نہیں اور اس نے غصہ میں آکر اس غلطی کا ارتکاب کر لیا تو اس کا گناہ انگیخت کرنے والے کو ہوگا"۔

یہ روایت منقطع ہے کیونکہ شعبی کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں۔ البتہ حاکم نے ابن مہدی کی سند سے اس کی تصحیح کی ہے۔ یہ احمد' نسائی' ابن ماجہ' ابوداؤد کے الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ منقول ہے۔ ① **بسم اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ** کے الفاظ بعض روایات میں نہیں ② جبکہ بعض میں ماخرج۔ اذا خرج کی جگہ ہے۔ ③ **رفع طرفه الی السماء** کا تذکرہ بعض میں آیا ہے۔ ④ بعض میں مفرد کے صیغے بعض میں جمع کے صیغے آئے ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شرح الاذکار)

**تخریج :** أخرجه أبو داود (٥٠٩٤) والترمذی (٣٤٢٧) والنسائی (١ : ٥٥) وفی الیوم واللیلة (٨٥) وابن ماجة (٣٨٨٤) وإسناده صحیح۔

**الفوائد :** ① اللہ تعالیٰ طالب علم کا کفیل ہے۔ ② اللہ تعالیٰ علم کی وجہ سے اس کے گھر میں برکت ڈال دیتا ہے۔ ③ طلب علم طلب دنیا سے مقدم ہے۔ ④ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب علم کی نصرت فرمائی۔

٨٣ : عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ قَالَ – یَعْنِیْ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِهٖ :

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، يُقَالُ لَهُ : هُدِيتَ وَكُفِيتَ وَوُقِيتَ ، وَتَنَحّٰى عَنْهُ الشَّيْطَانُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ : حَدِيثٌ حَسَنٌ ، زَادَ اَبُوْدَاوُدَ : فَيَقُوْلُ – يَعْنِي الشَّيْطَانَ – لِشَيْطَانٍ آخَرَ : كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ ؟

۸۳: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھ لے: بِسْمِ اللّٰهِ ...... "میں اللہ کا نام لے کر گھر سے نکلتا ہوں اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اور معصیت سے پھرنا اور نیکی پر قوت اللہ کی ہی مدد سے مل سکتی ہے"۔ تو اس کو کہہ دیا جاتا ہے تو نے ہدایت پائی اور کفایت کر دیا گیا اور بچالیا گیا اور شیطان اس سے دور ہٹ جاتا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی) ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ ایک شیطان دوسرے شیطان کو کہتا ہے تیرا اس آدمی پر کس طرح قابو چلے گا جس کو ہدایت دی گئی اور وہ کفایت کر دیا گیا اور محفوظ کر دیا گیا۔

**تشریح** ۞ **بسم اللّٰه**: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں اور اپنا معاملہ اس کے سپرد کرتا ہوں۔ تمام احوال میں اسی کی مدد کا طالب ہوں۔

**لا حول** ...... معصیت سے اسی کی عصمت سے بچا جا سکتا ہے اور طاعت کی قوت اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہی مل سکتی ہے۔ مرقات میں اس کو جبرئیل کی سند سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد بتلایا گیا ہے۔ مگر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسند بزار میں اس طرح نقل کی ہے: **لا حول عن المعصية اللّٰه ولا قوة على طاعة اللّٰه الا بعون اللّٰه**۔ یہ طاعت و معصیت دین میں اہم ترین معاملے ہیں اس لئے حول و قوت کے ساتھ ان کی تخصیص کی گئی۔

**يقال له**: اس کے قائل اللہ جل جلالہ ہوں یا فرشتہ۔

**النحو**: یہ جملہ موصول امی کی خبر ہے۔

**هديت و كفيت و وقيت**: اللہ تعالیٰ کے نام کی مدد طلب کرنے اور اس کی حفاظت کی وجہ سے تو صراط مستقیم کی طرف ہدایت پا گیا اور ہر دنیوی و اخروی اہم کام میں تیری کفایت کر دی گئی اور ہر دشمن کے شر سے بچالیا گیا اس لئے کہ تو نے تمام امور میں اپنے آپ کو اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں صحیح سپرد کیا اور ہر ایک سے حول و قوت کو سلب کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کیا۔ جب بندہ یہ کرتا ہے تو شیطان اس کی راہ چھوڑ دیتا ہے اور ہدایت پر ہونے کی وجہ سے اسے کوئی موقعہ نہیں رہتا۔ وہ تمام دشمنوں سے بچالیا جاتا ہے اور مخفی و عیاں غموں سے کفایت کر دیا جاتا ہے۔

**النحو**: الشيطان الف لام عہدی منصوب بالمفعول ہے۔ یہ شیطان اغواء کا ارادہ کرنے والے شیطان کو کہتا ہے۔ کیف **لك**: تمہیں کیسے کامیابی میسر ہوگی۔

**برجل قد هدى و كفى** یہ جملہ فعلیہ رجل کی صفت ہے۔ یہ شیطان کا مقولہ بنے گا کہ اس آدمی کو اغواء کرنے میں تجھے کس طرح کامیابی ہو سکتی ہے۔ جس کو یہ صفات میسر ہوں مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو اس طرح یاد کر لیتا ہے اس کو یہ چیز میسر آجاتی ہے۔

**نوٹ فائدہ**: سیوطی نے اپنی جامع صغیر میں طبرانی کے حوالے سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت بریدہ سے نقل کر کے یہ اضافہ نقل کیا ہے اور یعنی: **اور يبغى على**۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث انسؓ مذکور حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ روات نے کسی سبب

کی وجہ سے کچھ حصے چھوڑ کر نقل کیے۔ واللہ اعلم۔

تخریج: ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان، طبرانی (جامع صغیر للسیوطی) یہ الفاظ ترمذی کے ہیں مگر تذکرہ محدثین کی عادت کے خلاف ابوداؤد کا کیا گیا ہے۔ شاید کہ ان کا رتبہ بڑا ہو۔

۸۴: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاْتِي النَّبِيَّ ﷺ وَالْاٰخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

"يَحْتَرِفُ" يَكْتَسِبُ وَيَتَسَبَّبُ۔

۸۴: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو بھائی تھے۔ ایک ان میں سے آپ کی خدمت میں حاضر رہتا اور دوسرا کمائی کرتا۔ اس کمانے والے نے اپنے بھائی کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ شاید تمہیں اسی کی وجہ سے رزق ملتا ہے۔ (ترمذی)

**تشریح** ۞ **يَحْتَرِفُ**: کمانا اور اسباب اختیار کرنا۔

کان اخوان: دو بھائی تھے ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ یاتی مجلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم: وہ مجلس نبوی میں آ کر آپ کے معارف حاصل کرتا اور افعال و اقوال کو لیتا۔

یحترف: پیشہ کا کام کرنا۔ خشکا کام نہ کرنے کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے کمائی کرنے پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا: فعلك ترزق به: شاید کہ تمہارا اس کی خبر گیری کرنا تمہارے رزق میں برکت کا سبب ہے کیونکہ جب تک بندہ اپنے بھائی کی معاونت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی معاونت کرتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے وھل ترزقون الا بضعفائکم اس میں خبردار کیا گیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے سب سے کٹ جائے اور اپنی تدابیر کو چھوڑ کر اس کی تدابیر کے حوالہ کر دے اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات میں اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں۔ جیسا ارشاد ہے: تکفل اللّٰہ لطالب العلم بالرزق یعنی اس کی ضروریات سہولت میسر آ جاتی ہیں۔

شرط شیخین کا مطلب: یہ ہے کہ ان رواۃ سے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔

یحترف: ان اسباب کو اختیار کرتا ہے جو تصرفات الٰہیہ کے لئے پردے ہیں۔

## فوائد: باب الیقین والتوکل

یقین: ثابت قدمی اور ایسے ایمان کو کہتے ہیں جس میں شک کا شائبہ بھی نہ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خبروں کو اس طرح دیکھے گویا وہ اس کے سامنے حاضر ہیں۔ یہ ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے اور توکل اسی کا ایک ثمرہ ہے۔ یہ دنیا و آخرت کی راہوں میں سعادت مندی اور راحت کا باعث ہیں۔

آیت ① رای المؤمنون غزوۂ خندق کے موقعہ پر جب پورے جزیرہ عرب کے کفار آپ کے خلاف چڑھ دوڑے اور ہر طرف سے لشکر لے کر مدینہ پہنچ گئے تو مدینہ کے لوگ دو قسموں میں بٹ گئے۔ ① منافقین اور کچے یقین والے لوگ کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے غلط وعدہ کیا کہ قیصر و کسریٰ فتح ہوں گے اب تو خود محاصرے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ② مخلص ایمان والوں نے کہا یہ بات اللہ اور اس کے رسول کے وعدہ کے مطابق ہے۔ یہ آیات اس موقعہ سے متعلق ہیں۔ دوسری جماعت کے ایمان و توکل کا اندازہ لگائیں اور پہلی پارٹی کی بے یقینی کی حالت زار ملاحظہ ہو۔ انسان کو چاہئے کہ وہ ہر دل کے ٹیڑھے ہو جانے سے خوف زدہ رہان القلوب بیزا صبعینی من الرحمان جس طرف چاہتا ہے پلٹتا ہے۔

آیت ② میں صحابہ کرام کے لئے بلا قتال کے غزوہ کا ثواب اخروی لکھ دیا گیا اور دنیوی فوائد سے بھی بہرہ یاب ہوئے۔ مؤمن کو ہر چھوٹے بڑے کام میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ وہ حی قیوم اور لا ینام و لا یموت ذات ہے۔

آیت ③ صحابہ کرامؓ کے ایمان میں اضافے کی دو وجوہ ہیں: ① ماضی و مستقبل کے جن غیوبات کی اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ان کی سچے دل سے تصدیق کرتے ہیں ② اللہ تعالیٰ کے احکامات کو قبول کر کے ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور منہیات سے باز رہتے ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت سے اگر ایمان میں پختگی پیدا نہ ہو تو اس مرض کا علاج موت جر سے قبل ضروری ہے۔

علی انفسھم یتو کلون میں جار مجرور کو مقدم کرنا حصر کو ظاہر کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ان کا بھروسہ ہے نہ کہ کسی اور پر جو اس ذات پر بھروسہ کر لیتا ہے وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ مما رزقناھم ینفقون یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں میں مال کو اس کے اوامر کے مطابق صرف کرتے ہیں۔ مال کا درست کمانا اور درست مقام پر صرف کرنا بھی ضروری ہے۔

## الحدیث الاوّل:

سبعون الف والی روایت کے علاوہ ایک روایت میں وارد ہے کہ ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار افراد ہوں گے اس طرح انچاس کروڑ بنے گا یہ لوگ جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے۔

بعض شارحین نے لا یرقون کے لفظ خطاء قرار دیا کیونکہ مریض پر پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ثابت ہے۔ سبقك بها عكاشه کے الفاظ شاندار انداز سے رد کرنے کا بہترین نمونہ ہے۔ شگون حرام ہے پرندوں، دنوں، مہینوں، آدمیوں میں سے کسی کے ساتھ بھی جائز نہیں یہ جاہلیت کے کاموں میں سے ہے۔

دراصل روایت کو امام نووی نے اس مقام پر ذکر کر کے واضح کیا کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس قدر بھروسہ ہے کہ بعض چیزیں مباح ہیں مگر وہ توکل کرتے ہوئے ان مباح چیزوں کو بھی استعمال میں نہیں لاتے یہ کمال توکل ہے جو آدمی کسی تکلیف پر صبر کر سکتا ہے تو یہ بہت اعلیٰ حالت ہے جیسا مجنون عورت جس کو صبر پر جنت کی بشارت زبان نبوت سے ملی۔

**الثالث:** بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یا نار کونی بردا فرمایا تو دنیا کی تمام آگیں ٹھنڈی ہو گئیں مگر یہ اسرائیلی حکایت ہے۔ نار سے وہ مخصوص نار ہی مراد ہے اسی کو خطاب ہے۔ جس میں ابراہیم علیہ السلام کو ڈالنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

**الخامس:** انسان کو اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد کرنا چاہئے۔ ② ہر جاندار بلکہ ہر پرندے کا بھی رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ ③

جواللہ تعالیٰ پر صحیح توکل کرنے والا ہے وہ اسباب ضرور بہ ضرور اختیار کرے گا جیسے پرندے گھروں میں بیٹھنے کی بجائے تلاش رزق میں نکلتے ہیں اور دور دور سفر کر کے پھر شام کو واپس اپنے گھونسلوں میں لوٹتے ہیں۔

**السابع:** اور بھی کئی اذکار نیند سے پہلے بتلائے گئے ہیں جتنے پڑھے جائیں وہ خیر کا باعث ہیں۔ اس دعا کو نیند سے پہلے کی آخری دعا بنالے۔

## شواہد الباب

① **وعلی ربھم یتوکلون** کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنے والے ہیں۔

② دوسری روایت میں **وعلیك توکلت** کے الفاظ باب سے مناسبت رکھتے ہیں۔

③ تیسری روایت میں **حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل** اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی کفایت وکالت میں دینا ہے اور توکل کی حقیقت بھی یہی ہے۔

④ **افئدتھم مثل افئدۃ الطیر** سے پرندوں کے اپنے رزق کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل کی طرف اشارہ کر کے جنت میں داخل ہونے والے متوکلین کے دلوں کی ان سے مشابہت ثابت کی گئی ہے۔ روایت نمبر ۶ اس کی شاہد ہے۔

⑤ **من یمنعك منی** کے جواب میں اللہ فرمانا کمال توکل و بھروسہ کی دلیل ہے۔ جس کی وجہ سے اس خوفناک منظر کا بھی آپ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے۔ **فھو حسْبُہٗ**۔

⑥ **لو انکم تتوکلون** کے الفاظ باب کے مناسب ہیں۔ پرندوں کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور رزق کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا' سفر کرنا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا یہی تو توکل ہے۔

⑦ **وفوضت امری الیك** توکل کی اصلیت یعنی مکمل طور پر اپنے آپ کے سپرد کرنا ہے۔

⑧ یہ مکمل واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال توکل کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

⑨ اس میں **بسم اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ** کے الفاظ خود توکل کی نشاندہی فرمائی گئی ہے۔

⑩ اس روایت میں بھی سابقہ روایت کے الفاظ ہی توکل علی اللہ کی نشاندہی کر رہے ہیں۔

بعض روایات میں حضرت براء رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو آپ پر دہرایا تو انہوں نے نبیک کی جگہ رسولک پڑھا۔ تو آپ نے نبیک کی تلقین فرمائی اس کی دو حکمتیں علماء نے ذکر فرمائی ہیں۔ ① رسول کا لفظ فرشتوں اور انسانوں دونوں کے لئے ہے اور نبی صرف انسانوں کے لئے خاص ہے۔ ② رسولک کہنے سے رسالت پر دلالت التزامی ہے اور نبی کہنے سے دلالت مطابقی ہے اور وہ قوی تر ہے۔

## الثامن

حدیث میں آپ کا جواب یہ مذکور ہے: **ما ظنّك باثنین اللّٰہ ثالثھما** اور قرآن مجید میں ﴿**لا تحزن ان اللّٰہ معنا**﴾ (توبہ: ۴۰) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دونوں باتیں فرمائیں۔ **ما ظنك** کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو ہمارے پکڑنے کی قدرت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو روک دے اس کو کوئی دے نہیں سکتا اور جس کو منع کر دے اسے کوئی دینے والا

نہیں۔ جس کو وہ عزت دے اس کو کوئی ذلت نہیں دے سکتا۔ مکڑی کے جالا تننے والی' کبوتری کے انڈے دینے کا قصہ کسی صحیح روایت میں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حفاظت قدرت الٰہی کی کارسازی تھی۔

التاسع

گھر سے نکلتے وقت ہی زبان ودل سے اللہ تعالیٰ پر توکل کا اظہار کرے اور مضبوطی سے اس کا دامن تھام لے۔

(خلاصۃ الشروح)

**تخریج:** صحیح الإسناد ۔ أخرجه الترمذی (۳۲۵۲) والحاکم فی العلم (۱/۳۲۰) والبغوی فی المشکوۃ (۵۳۰۸)

## ۸ :بَابٌ فِي الْإِسْتِقَامَةِ

## بَابٌ ۸: استقامت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ﴾ [ھود:۱۱۲]

''تم استقامت اختیار کرو جیسا تمہیں حکم ہوا''۔ (ھود)

وَقَالَ تَعَالٰى:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ﴾ [حم السجدة ۳۰۔۳۱]

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر استقامت اختیار کی۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں یہ کہ نہ تم ڈرو اور نہ غم کرو اور تمہیں جنت کی خوشخبری ہو۔ وہ جنت جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ تمہارے لئے ہے جو تمہارے نفس چاہیں گے اور تمہیں ملے گا جو تم مانگو۔ یہ بخشنے والی اور رحم کرنے والی ذات کی طرف سے مہمانی ہے''۔ (حم السجدۃ)

وَقَالَ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

﴿خَالِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [الاحقاف:۱۳-۱۴]

''بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر استقامت اختیار کی نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ لوگ جنتی ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ ان کے اعمال کا بدلا ہے''۔ (الاحقاف)

استقامت سیدھی راہ لازم پکڑنے کو کہا جاتا ہے جیسا اس آیت میں ہے: ﴿ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا﴾ (الفصلت: ۳۰) بعض عارفین کہتے ہیں کہ استقامت کے دو رکن ہیں: ① اللہ تعالیٰ پر ایمان ② جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے اس کی ظاہر و باطن میں اتباع کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے استقامت یہ ہے کہ آدمی امر و نہی پر پختگی سے قائم رہے اور اس سے لومڑی کی طرح نہ کھسکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اپنے رب کے دین پر استقامت اختیار کرو اور اس پر عمل پیرا ہو اور اس کی طرف بلاتے رہو جیسا اس نے حکم دیا۔ اس آیت میں امر تاکید کے لئے ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو یوم اول سے ہی استقامت اختیار فرمانے والے تھے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہا جاتا ہے: قم حتی آتیك یعنی تو میرے آنے تک قیام میں مداومت اختیار کرو۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ سورۂ ہود میں آپ کو بوڑھا کرنے والی آیت فاستقم ہی ہے۔ ابوعلی شنوی نے نقل کیا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپؐ نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے جس نے بوڑھا کر دیا۔ اس میں انبیاء کے واقعات اور امتوں کی ہلاکت کا تذکرہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے فاستقم کما امرت والی آیت ۱۱۲ نے بوڑھا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ﴾ (الاحقاف: ۱۳-۱۴) جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر انہوں نے ان تمام چیزوں پر استقامت اختیار کی جن کو ماننا ضروری ہے۔ تنزل علیھم موت کے وقت ان پر فرشتے اترتے ہیں اور ان کو خوشخبری دیتے ہیں کہ موت اور اس کے مابعد والے احوال سے مت ڈرو۔ ولا تحزنوا اور اہل و عیال جن کو پیچھے چھوڑ آئے ہو ان کی وجہ سے غم نہ کرو ہم ان پر تمہارے نائب ہیں۔ وابشر بالجنة..... ہم دنیا میں تمہارے محافظ رہے اور جنت میں داخلہ تک تمہارے ساتھ رہیں گے۔ ولکم فیھا اور تمہارے لئے تمہاری من پسند چیزیں ہوں گی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں اشارہ کیا گیا ہے کہ دنیا میں تم نے مشکلات کا ذائقہ چکھا اب جنت میں اس کی جگہ عیش ہوگا۔ اس میں تشتھی اور تدعون کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ما تدعون: سے مراتب میں فرق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس میں یہ بات ظاہر ہے کہ ہر نفس کن کن راہوں پر جاتا ہے۔ نزلاً: تیار رزق۔

**النُّخَوْ**: یہ فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ من غفور رحیم یہ بخشنے اور رحم کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے جب پہلی مہمانی اس انداز کی ہے تو بعد میں آنے والی کا کیا کہنا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا اچھا خاتمہ فرمائے۔

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ یعنی ایمان لائے اور اس کو وحدہ لاشریک مانا۔ استقاموا: اس پر اعتدال اختیار کیا اور اس پر موت تک مداومت کی اور کتاب و سنت کی اتباع کی۔ فلا خوف ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے وہی جنت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جائیں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لن یدخل احدکم الجنة بعملہ۔

خالدین فیھا: یہ حال مقدر ہے اور جزاءً فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای یجزون جزاءً ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا

جائے گا۔

۸۵ : وَعَنْ اَبِیْ عَمْرٍو وَقِیْلَ اَبِیْ عَمْرَةَ سُفْیَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْ لِّیْ فِی الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَا اَسْاَلُ عَنْهُ اَحَدًا غَیْرَكَ – قَالَ : "قُلْ : اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۸۵: حضرت ابوعمرو اور بعض نے کہا ابوعمرہ سفیان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھے اسلام کے متعلق ایسی بات بتلائیں کہ اور کسی سے آپ کے علاوہ میں سوال نہ کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر استقامت اختیار کرو"۔ (مسلم)

**تشریح** ابوعمرو یا ابوعمرۃ ان کا نام سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ اہل طائف سے شمار ہوتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے طائف کے عامل رہے۔ یہاں تک کہ عثمان بن ابی العاص نے ان کو منتقل کر کے بحرین کا عامل بنا دیا۔

مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے۔

**الاسلام:** سے دین و شریعت مراد ہے۔ **قولا** ایسی بات جو دین کے مفہوم کو اس طرح واضح کر دے کہ اور کسی سے وضاحت کی ضرورت نہ پڑے اور میں اس پر عمل کرتا ہوں اور وہ میرے لئے اس طرح کافی ہو کہ انتہائی وضاحت اور احاطہ وشمول کی وجہ سے مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: امنت باللہ کہو یعنی اپنے دل میں یاد رکھتے ہوئے زبان سے بھی اس حالت میں کہو کہ ایمان کی شرعی تفاصیل مستحضر ہوں۔ ثم استقم پھر اس میں ذرہ بھر ٹیڑھ نہ آنے پائے۔ یہ روایت ماقبل آیت کی بالکل موافقت کر رہی ہے۔

**تخریج:** کتاب الایمان مسلم احمد دارمی ابن حباب طبرانی کبیر مختارہ حاکم شعب الایمان للبیہقی مکارم اخلاق خرائطی۔

نووی کہتے ہیں یہ ان احادیث میں سے ہے جن پر اسلام کا مدار ہے۔

**الفوائد** : ① اللہ تعالیٰ کو استقامت علی الدین بہت پسند ہے۔ ② یہ جوامع الکلم ہے۔ ③ اس روایت میں آیت ﴿فاستقم کما امرت ......﴾ کے مفہوم کو سمیٹ کر بیان کیا گیا ہے۔ ④ کسی کام کو کرتے ہوئے تحت الشعور میں یہ خیال کرے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کے لئے انجام دے رہا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے انجام پذیر ہوگا۔

۸۶ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا ، وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ لَنْ یَّنْجُوَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ بِعَمَلِهٖ قَالُوْا : وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ

"وَالْمُقَارَبَةُ" اَلْقَصْدُ الَّذِیْ لَا غُلُوَّ فِیْهِ وَلَا تَقْصِیْرَ – "وَالسَّدَادُ" اَلْاِسْتِقَامَةُ وَالْاِصَابَةُ۔ "وَيَتَغَمَّدُنِیْ" يُلْبِسُنِیْ وَيَسْتُرُنِیْ – قَالَ الْعُلَمَآءُ :مَعْنَى الْاِسْتِقَامَةِ لُزُوْمُ طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَالُوْا : وَهِیَ مِنْ جَوَامِعِ الْكَلِمِ وَهِیَ نِظَامُ الْاُمُوْرِ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ.

۸۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میانہ روی اختیار کرو اور سیدھے رہو اور یقین کرلو کہ تم میں سے کوئی شخص صرف اپنے عمل سے نجات نہیں پا سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا آپ بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں بھی نہیں! مگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت وفضل سے ڈھانپ لیں گے۔ (مسلم)

اَلْمُقَارَبَةُ : میانہ روی جس میں کسی طرف کی واضافہ نہ ہو یعنی راہ اعتدال۔

اَلسَّدَادُ :استقامت ودرستگی۔

يَتَغَمَّدُنِیْ :مجھے ڈھانپ لیں گے۔

استقامت کا مطلب علماء کی رائے میں یہ ہے اللہ کی اطاعت کو لازم پکڑنا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے ہے اور معاملات میں انتظام کی جڑ ہے۔ (وباللہ التوفیق)

انه: ۂ: کی ضمیر شان ہے۔ ولا انت اور کیا آپ بھی اپنے عمل کے سبب نجات نہ پائیں گے۔

اَلنَّحْوُ: ① فعل حذف کردیا فقط ضمیر فصل لائے۔ ② خبر محذوف ہے اے ناج بعملك ولا انا ① لا انجو یا ② ولا انا ناج بالعمل۔ یتغمدنی اللّٰه: یہ غمدات السیف سے نکلا ہے کہ میں نے اس کو میان میں ڈالا یعنی اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیں گے۔ امام نووی کہتے ہیں اہل سنت کے ہاں یہ ہے کہ ثواب وعذاب اور حکم شرعی عقل سے ثابت نہیں ہوسکتا بس شرع سے ہی ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں بلکہ دنیا وآخرت اس کی ملکیت ہے وہ جیسے چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے۔ اگر تمام اطاعت گزاروں کو عذاب دے اور آگ میں داخل کردے تو پھر بھی عدل ہی ہے اور اگر کفار کو انعامات دے کر جنت میں داخل کردے تو یہ اس کا اختیار ہے لیکن اس سے مخبر صادق کے ذریعہ خبر دی جارہی ہے کہ وہ ایمان والے کو بخش دیں گے اور جنت میں اپنی رحمت سے داخل فرمائیں گے اور کفار کو عذاب دیں گے اور آگ میں داخل فرمائیں گے اور یہ اس کا عدل ہے۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی شخص اپنی طاعت کے سبب جنت کا حقدار نہیں۔ رہی یہ آیت ﴿ادخلوا الجنه بما کنتم تعملون﴾ (النحل:۳۲) وغیرہ دیگر آیات جن میں اعمال کو دخول جنت کا سبب بتلایا گیا ہے تو ان کا اس روایت سے تعارض نہیں بلکہ آیات کا مطلب یہ ہے کہ دخول جنت کا سبب اعمال ہیں پھر اعمال اور ان میں اخلاص اور قبولیت اس کا دارومدار محض اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل پر ہے۔ پس یہ کہنا بھی درست ہوا کہ فقط عمل سے کوئی جنت میں نہ جائے گا۔ اس روایت کی یہی مراد ہے اور یہ کہنا بھی درست ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اعمال ہوئے جو جنت میں داخلے کا سبب بنے۔ (نووی شرح مسلم)

② عارف باللہ ابن ابی جمرہؒ نے فرمایا حکمت الٰہی کے تقاضے سے جس طرح دوسرے اسباب عادیہ ہیں اسی طرح اعمال بھی اسباب عادیہ سے ہیں۔ دخول جنت میں اس کا کوئی اثر نہیں۔ پس نفی تاثیر کے لحاظ سے ہے۔ یعنی حقیقی طور پر جو چیز دخول

جنت میں موثر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے نہ کہ اعمال۔ وہ تو اسباب صوریہ ہیں جن کا تقاضا حکمت الٰہیہ نے کیا۔ اس لئے ان کی طرف اسناد سبب صوری ہونے کے لحاظ سے ہے۔

اس کے دیگر جواب باب بیان طرق الخیر میں آئیں گے۔

نکتہ ① ابو جمرہ کہتے ہیں کہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مخلوق میں کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کا پورا حق ادا کرنے کی قدرت نہیں اور یہ بات ولا انا: سے ماخوذ ہے جب خیر الخلق ہستی کا یہ حال ہے تو دوسرا کون ایسا ہوسکتا ہے؟ جب اس پر گہری نگاہ ڈالو گے تو تمہیں حقیقت کا ادراک ہو جائے گا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہم پر ان انعامات کے شکریہ کا مطالبہ کیا جو انعامات ہم پر فرمائے اور ہم اس سے عاجز رہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ایسے انعامات بھی ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ﴿وَاِنْ تعدُّوا نعمتَ اللّٰهِ لا تُحصوها﴾ (الابراہیم: ۳۴) شکریہ تو درکنار۔ پس اب تو وہی بات رہ گئی جس کی خبر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی کہ الا ان یتغمدنی اللّٰه برحمته آخری سہارا رحمت ہی کا رہ گیا۔

غلو: مامور بہ میں حد سے بڑھنا اور اس میں اضافہ کرنا۔ تقصیر: کمی و کوتاہی کرنا۔ السداد: قول و عمل اور مقصد میں درست چیز کو پانا۔ یہی استقامت ہے۔

یلبنی و یسترنی: یہ دونوں لفظ تغمد کی طرح با سے متعدی ہوتے ہیں اگرچہ یہ ہر جگہ لازم نہیں۔ بعض علماء نے کہا وہ بلند درجہ جس سے معارف و احوال کامل ہوتے ہیں اور اعمال میں صاف دلی حاصل ہوتی ہے اور بدعت و گمراہی کی فضولیات سے عقائد نکھرتے ہیں۔ علامہ قشیری فرماتے ہیں جو اپنے حالت میں مستقیم نہ ہوا اس کا عمل ضائع ہو گیا اور محنت اکارت گئی۔

یہ بھی منقول ہے کہ اس کی طاقت بڑے اکابر ہی رکھتے ہیں کیونکہ اس میں مالوفات کو خیر باد کہنا پڑتا ہے اور رسوم و عادات سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ حقیقی میں سچائی سے کھڑا ہونا پڑتا ہے اور اس کے مشکل ہونے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی استقیموا و لن تطیقوا: (احمد)

**تخریج** : أخرجه مسلم (۳۸)

**الفوائد**: ان آیات باب سے معلوم ہوتا ہے کہ استقامت کا دین میں بڑا مقام و مرتبہ ہے۔ استقامت والے نہ دین میں کمی کرتے ہیں نہ اضافہ نہ وہ غلو میں مبتلا ہوتے ہیں نہ تفریط کی طرف جاتے ہیں بلکہ وہ تمام امور میں اعتدال برتنے والے ہیں۔

روایت ا: آدمی جب کوئی عمل کرے تو اللہ تعالیٰ کی خاطر اخلاص سے کرے اللہ تعالیٰ کی مدد پر کامل بھروسے سے کرلے اور شریعت کی حدود کا پاس رکھتے ہوئے کرے۔

روایت ۲: انسان اپنے عمل کے متعلق خود پسندی میں مبتلا نہ ہو خواہ وہ عمل کتنا بڑا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حق کے مقابلہ میں وہ چھوٹا ہے۔ ② عمل میں برکت و قوت رحمت باری تعالیٰ سے ہی ہوتی ہے۔ ③ صحابہ کرامؓ علم کے لئے بہت حریص تھے۔ ④ آدمی کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت ہی کی طلب ہونی چاہیے۔ (خلاصہ الشروح)

## ۹: بَابٌ فِي التَّفَكُّرِ فِي عَظِيْمِ مَخْلُوْقَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَفَنَاءِ الدُّنْيَا وَاَهْوَالِ الْاٰخِرَةِ وَسَائِرِ اُمُوْرِهِمَا وَتَقْصِيْرِ النَّفْسِ وَتَهْذِيْبِهَا وَحَمْلِهَا عَلَى الْاِسْتِقَامَةِ

## بَاب ۷: اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوقات میں غور وفکر کرنا' دنیا کی فنا' آخرت کی ہولناکیاں اوران کے دیگر معاملات اورنفس کی کوتاہیاں اوراس کی تہذیب اوراستقامت پراس کوآمادہ کرنا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰہِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَکَّرُوْا﴾ [سبا:٤٦]

''بیشک میں تمہیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک پھر غور و فکر کرو''۔(سبا)

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ﴾ [آل عمران:۱۹۰۔۱۹۱]

''بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن رات کے آنے جانے میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے' بیٹھے اور کروٹ کے بل لیٹے ہوئے اور آسمان وزمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں (پھر بے اختیار بول اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب ہمارے تو نے ان کو بے کار نہیں بنایا تو پاک ہے''۔(آل عمران)

الْاٰیَاتِ

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ فَذَکِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ﴾ [الغاشیة:۱۷-۲۱]

''کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیے گئے اور آسمان کو کہ کس طرح بلند کیے گئے اور پہاڑوں کو کہ کس طرح گاڑ دیے گئے اور زمین کو کس طرح بچھادی گئی۔ آپ نصیحت فرمائیں آپ نصیحت کرنے والے ہیں''۔(الغاشیہ)

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا﴾ [محمد:۱۰]

’’کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھیں‘‘۔ (محمد) الایہ۔

**اَلْاٰیَۃَ : وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ – وَمِنَ الْاَحَادِیْثِ الْحَدِیْثُ السَّابِقُ – اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ‘‘۔**

آیات اس سلسلہ میں بہت ہیں۔

باقی احادیث تو گزشتہ باب والی روایت ’’اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ‘‘ اس کے مناسب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوقات جیسے عرش، کرسی، آسمان، زمین کے متعلق اپنی فکر کو جولانی دینی چاہیے۔ حدیث میں وارد ہے کہ آسمان وزمین اوران کے مابین عرش کے مقابلہ میں اس طرح ہیں جیسے بڑے وسیع میدان میں ایک انگوٹھی۔ عرش اور یہ عظیم مخلوقات خالق کی عظمت وقدرت اور کمال پر دلالت کرتی ہیں اور دنیا کے فناء اور برباد ہونے کے متعلق سوچنا چاہیے جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿واضرب لهم مثل الحياة الدنيا﴾ (الکہف: ۴۵) یہ چیز دنیا میں زہد اختیار کرنے اور اس کے دھوکے سے بچنے اور آخرت کی طرف توجہ کا ذریعہ بنے گی۔ لسان نبوت نے فرمایا: کونوا ابناء الآخرہ ولا تکونوا ابناء الدنیا اگر بندے کو اللہ تعالیٰ بندے کو غیروں سے خالص کر کے اپنے لئے خاص کر لے تو زہے نصیب۔ اهوال الآخرہ: میں تفکر وہاں کے شدائد کو سامنے لائے جیسا فرمایا: ﴿يوم ترونها تذهل كل مرضعة﴾ (الحج: ۲) اور فرمایا: ﴿يومًا يجعل الولدان شيبًا﴾ (المزمل: ۱۷) اس سے انسان میں تقویٰ اور اطاعت مولیٰ پیدا ہوگی جس کی وجہ سے دارین کے کرب سے نجات پا جائے گا اور احسان کا بدلہ پائے گا۔ جیسا فرمایا: ﴿هل جزاء الاحسان الا الاحسان﴾ (الرحمان: ۶۰) سائر امور کہ دنیا کے تمام احوال فناء کے گھاٹ اترنے والے اور آخرت کے اہوال خوفناک ہیں۔ تقصیر النفس اور تذکرہ موت سے نفس کا امید لگائے بیٹھنا۔ وتهذيبها اور نفس کو اہوال آخرت کا تذکرہ کر کے برے اخلاق سے روکے اور آخرت کی شدت وسختی یاد دلائے۔ وحملها اور استقامت پر نفس کو آمادہ کر کے یہ بات یاد دلائے کہ طاعت میں ثواب کا وعدہ محض فضل کی وجہ سے ہے اور گناہ پر سزا بطور عدل ہے۔

اور یہ چیز بندے کو اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہو جائے اور کتاب وسنت کی پیروی سے میسر آ سکتی ہے اگر کوئی صحیح شیخ مربی میسر آ جائے جو نفس کو رعونتوں سے قسم قسم کی عبادات کے ذریعہ مہذب بنائے تو یہ بہت مناسب ہے۔ ما لا يدرك كله لا يترك كله۔

آیت نمبرا: ﴿انما اعظكم بواحدة﴾ (السباء: ۴۶)

ان تقوموا: تم کام کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاطر دو دو، ایک ایک کر کے اٹھو۔

ثم تتفکروا: ① پھر آسمان وزمین میں غور کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ ان کا خالق ایک ہی ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے یہاں کا کلام تام ہوگیا اور

**النَّحْو**: ما بصاحبكم: یہ جملہ ابتدائیہ ہے۔ یہ ایک رائے ہے۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت پر غور کرو۔ ہر ایک سوچے اور اپنی سوچ دوسرے کے سامنے لائے تاکہ انصاف سے نگاہ ڈال سکیں اور خواہشات ان کو کسی طرف نہ جھکائیں ہر ایک خدا لگتی کہے کہ اس انسان میں جنون کا کوئی

شائبہ بھی ہے۔ یا اس نے کبھی جھوٹ بولا ہے اس سے تم جان لو گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنون نہیں بلکہ وہ قریش میں سب سے زیادہ راجح عقل والے ہیں اور حلم میں سب سے زیادہ حلیم اور ذہن میں سب سے زیادہ ثاقب ذہن والے ہیں جس پر لوگ ان کی تعریف کرتے ہیں۔ جب تمہیں یہ بات معلوم ہو گئی تو اب ان سے نبوت پر نشانی طلب کرو اگر وہ پیش کر دے تو وہ دعویٰ نبوت میں سچے ہیں۔

آیت نمبر۲: ﴿ان فی خلق السموٰت﴾ (آل عمران: ۱۹۰۔۱۹۱) بلاشبہ آسمان وزمین کی پیدائش میں صانع کے وجود اور اس کی وحدانیت اور کمال علم وقدرت پر بہت سے واضح دلائل موجود ہیں۔ یہ دلائل ان لوگوں کے لئے کام دینے والے ہیں جن کی عقول حسن ووہم کی ملاوٹوں سے پاک ہیں۔

اس آیت میں تین باتوں پر اکتفاء کیا گیا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ استدلال کا مرکزی نکتہ تغیر پذیری ہے اور یہ ان تمام انواع میں پائی جاتی ہے۔ ① براہ راست اس میں پائی جائے جیسے لیل ونہار۔ ② کسی جزء میں پائی جائے خواہ کسی عنصر کے بدلنے سے صورت بدلے۔ ③ اس کے خارج میں ہو مثلاً افلاک میں تبدیلی ان کے اوضاع کی تبدیلی کے باعث ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا کہ وہ آدمی ہلاک ہوا جس نے ان آیات کو پڑھا مگر ان میں غور نہ کیا۔ (ابن حبان)

الذین یذکرون اللّٰہ: ① تمام احوال قیام وقعود اضطجاع میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہیں۔ ② دوسرا قول یہ ہے کہ اپنی طاقت وہمت کے مطابق ان حالات میں نماز ادا کرتے ہیں۔

یتفکرون: آسمان وزمین میں سوچنا استدلال وعبرت کے لحاظ سے ہے اور یہ افضل ترین عبادت ہے۔ ابن حبان نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا عبادة کالتفکر اس کی وجہ یہ ہے کہ اسکا تعلق دل سے ہے اور مخلوق کا یہی مقصد ہے۔ ثعلبی نے غیر معروف سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ آدمی بستر پر لیٹا تھا اس نے آسمان اور ستاروں کی طرف نگاہ دوڑائی اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا ایک رب اور خالق ہے۔ اے اللہ مجھے بخش دے اللہ تعالیٰ نے اس پر نگاہ کرم کی اور اس کو بخش دیا۔

حضرت ابن عباس اور ابو درداء رضی اللہ عنہم نے فرمایا: ایک گھڑی کی سوچ ایک رات کے قیام سے بہتر ہے۔ حسن بن ابی الحسن فرماتے ہیں۔ الفکر مرأة المؤمن فینظر فیھا الی حسناته سیئاته "سوچ مومن کا آئینہ ہے جس میں وہ اپنی حسنات و سیئات دیکھتا ہے"۔ سری سقطی کہتے تھے: الفکرة خیر من عبادة سنة ایک مرتبہ کی سوچ ایک سال کی عبادت سے بہت بہتر ہے۔ بس اتنی سی دیر ہے کہ تو اپنے خیمہ کی طناب کھولے گا اور جنت میں جا اترے گا۔

ابو عطیہ نے تفسیر میں بعض علمائے مشرق سے نقل کیا کہ میں مصر کی ایک مسجد میں مقیم تھا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنی چادر تانے لیٹا تھا۔ صبح تک اس کا حال اسی طرح رہا۔ ہم رات جاگ کر نماز پڑھتے رہے۔ جب فجر کی جماعت کھڑی ہوئی تو وہ اٹھ کر قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ میں اس کی اس جرأت پر حیران تھا کہ اس نے بلا وضو نماز ادا کی۔ نماز کے بعد میں اس کے پیچھے چلا تاکہ اس کو نصیحت کروں جب اس کے قریب ہوا تو وہ یہ شعر گنگنا رہا تھا۔

منسجز الجسم غائب حاضر ☆ منتبه القلب صامت ذاکر

منقبض في العيون منبسط ☆ كذالك من كان عارفًا فاكر
يبيت في ليلة افافكر ☆ فهو مدى الليل قائم ساهر

یعنی فکر مند انسان ساری رات لیٹا فکر میں رات گزار دیتا ہے۔ عارف فکر مند ہوتا ہے میں لوٹا اور سمجھ گیا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو قدرت الٰہی میں طویل راتیں سوچتے ہوئے گزار دیتے ہیں۔

اَللُّغَاتُ: ربنا ما خلقت یہ یتفکرون کے فاعل سے حال ہے۔ جبکہ یہ مقولہ قرار دیں ھذا کا مشار الیہ ① جس کے متعلق سوچا جائے ② مخلوق ③ آسمان وزمین۔ کیونکہ یہ دونوں بھی مخلوق ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اے اللہ آپ نے اس کو فضول بے کار بلا حکمت پیدا نہیں فرمایا بلکہ اس میں عظیم حکمتیں ہیں۔ ① وجود انسانی کا مبداء ہے۔ ② انسان کا معاش کا سبب ہے۔ ③ اللہ تعالیٰ کی پہچان کرانے والی دلیل ہے۔ ④ انسان کو حیات ابدیہ اور سعادۃ سرمدیہ پرابھارنے کا باعث ہے۔

سبحانك یہ جملہ معترضہ ہے کہ آپ عبث وخلق باطل سے منزہ و پاک ہیں۔

یہ آیات انك لا تخلف الميعاد تک پڑھی جاتی ہے اقرب الی الصواب یہی ہے۔ آخر سورت تک کا بھی احتمال ہے۔

دعا میں ربنا کو پانچ مرتبہ دہرایا کہ گڑگڑانے میں مبالغہ اور جس سے مانگا جارہا ہے اس کا بلند شان والا ہونا بھی ظاہر کرنا مقصود ہے۔ بعض آثار میں منقول ہے کہ پانچ مرتبہ جس نے دعا میں کہا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی مراد دے دیتے ہیں اور خوف سے محفوظ کر دیتے ہیں دلیل میں پھر یہ آیات تلاوت کیں۔

آیت نمبر ۳: افلا ينظرون یہاں دیکھنے سے عبرت کا دیکھنا مراد ہے۔

كيف خلقت یعنی یہ تخلیق اس کے کمال قدرت اور حسن تدبیر پر دلالت کر رہی ہے۔ اس میں عجیب وغریب خصوصیات ہیں۔ بڑا جسم دیا' بھاری بوجھ لے کر اٹھ جانے والا' بیٹھ جانے والا بنایا' اس کی گردن طویل بنائی تا کہ بوجھ کے باوجود ادھر اُدھر پلٹ سکے' ہرا گنے والی چیز کو چر لیتا ہے۔ دس دس دن تک پیاس کو برداشت کر جاتا ہے۔ سنسان جنگل اسی پر طے ہوتے ہیں۔ اس کے فوائد بہت ہیں (حیوۃ الحیوان دمیری ملاحظہ کریں) اس کو خاص طور پر آیات میں ذکر فرمایا: سواریوں میں اعلیٰ ترین اور عظیم ترین سواری ہے۔ عرب کے علاوہ پوری دنیا کے ممالک میں جانا پہچانا جانور ہے۔ بعض نے اس سے بطور استعارہ بادل مراد لیے۔ مگر یہ بعید معنی ہے۔

والى الارض: زمین کو پھیلایا یہاں تک کہ بچھونے کی طرح بن گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم قسم کی مخلوقات پر غور کرو کہ اس نے بچھونے اور سواریاں بنائیں جن سے قدرت الٰہی نمایاں ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ وہ بعث بعد الموت کا انکار نہ کریں۔ اسی لئے معاد کا معاملہ اس کے بعد لایا گیا ہے اور تذکیر والے سلسلہ کو اس پر مرتب فرمایا۔ فذكر: زمخشری کہتے ہیں اگر ابل کی تفسیر سحاب سے کی جائے تو اس میں تشبیہ اور مجاز ہے اور اگر اس سے اونٹ مراد لئے جائیں تو اس کے اور آسمان' زمین' پہاڑ میں مناسبت کی دو صورتیں ہیں۔ ① قرآن مجید لغت عرب میں اترا وہ سفر میں رہتے۔ مسافر بعض اوقات اکیلا بھی رہ جاتا ہے جب انسان اکیلا ہو تو چیزوں میں غور کرتا ہے۔ جب وہ سوچے گا تو سب سے پہلے اس کی نگاہ اپنے اونٹ پر پڑے گی کہ اس کا منظر خوبصورت کئی امور کو جامع ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ اگر وہ اوپر کی طرف دیکھے تو آسمان اور نیچے

دیکھے تو زمین اور پہلو کی طرف نگاہ ڈالے تو پہاڑ دیکھتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اسے خلوت کے وقت نگاہ عبرت ڈالنے کا حکم دیا تا کہ حسد وتکبر کا شکار نہ ہو۔

④ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے صانع ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ البتہ ان میں بعض اشیاء نفس کو ابھارنے والی ہیں مثلاً اچھی صورتیں، عمدہ لباس، تفریح، ان کی یہ خوبصورتی بسا اوقات ان میں نگاہ عبرت سے مانع بن جاتی ہیں۔

ان میں سے بعض اشیاء ایسی ہیں جن میں شہوات انسانی کا کوئی حصہ نہیں پس ان پر نگاہ ڈالنے کا حکم دیا کیونکہ ان میں کامل عبرت کی نگاہ سے کوئی مانع نہیں۔

آیت نمبر۴: ﴿افلم یسیروا فی الارض﴾ کیا وہ دنیا میں چلے پھرے نہیں کہ ابناء دنیا کے حالات کی تبدیلی اور وجود کے بعد ان کی تباہی اور کمال کے بعد زوال کو نگاہ عبرت سے دیکھتے۔ تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حی قیوم اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور دوسرے فناء کے گھاٹ پر اترنے والے ہیں۔ پس انہیں نہ تو دنیا کی طرف جھکنا چاہئے اور نہ اس کی رونق پر مرنا چاہئے اور نہ اس کی لذات وشہوات میں منہمک ہونا چاہئے اور اس چیز سے غفلت نہ برتنی چاہئے جس کے لئے ان کو پیدا کیا گیا یعنی اپنے مولیٰ کی بندگی اور طاعت۔ اسی میں ان کی سعادت وکمال ہے۔

النحو: الایۃ اقرء کا مفعول ہے۔ ② مبتداء اور خبر محذوف ہے۔ ③ المستدل بہ الایۃ۔

الحدیث السابق الکیس من دان نفسہ: آدمی کا اپنے نفس کا محاسبہ کرنا اور اس کو مہمل نہ چھوڑنا وہ دنیا کی بے ثباتی اور نفس کے انتقال پر غور کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ محاسبے سے نفس کو وہ مناہی سے روکے گا اور اوامر پر چل کر رضاء الٰہی پائے گا۔

① جب بھی کوئی کام اللہ تعالیٰ کی خاطر کرے یہ سوچنا چاہئے آیا یہ کام مطلوبہ طریقہ پر ہوا ہے اور اس میں کوئی کمی بیشی تو نہیں رہ گئی، اس عمل سے مجھے طہارت قلب اور تزکیہ نفس میں کوئی چلی حاصل ہوئی ہے یا نہیں؟ اسے عادت سمجھ کر تو انجام نہیں دیا گیا۔ اس کی ادائیگی کے وقت نفس میں اس کے متعلق کراہت تو نہ تھی مثلاً بہت سے لوگ نماز پڑھتے ہوئے یہ نہیں جانتے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب ملتا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے یہ سوچ نہیں رکھتے کہ اس سے نفس کی پاکیزگی ملی ہے۔ اسی طرح دیگر اعمال۔

② اولی الالباب کون ہیں؟ جن میں مذکورہ صفات پائی جاتی ہیں۔ باقی رہی عقل تو وہ ذہانت کا نام نہیں بلکہ صحیح عقل وہ ہے جو انسان کو غلط تصرف سے روک لے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اختیار کو استعمال کرنے والی عقل درست عقل ہے۔

③ ذکر کی دو قسمیں ہیں: ① ذکر مطلق ہر وقت اللہ تعالیٰ کا یاد کرنا۔ ② مقید اس میں نمازوں کے اذکار اور مختلف اوقات کی دعائیں سب شامل ہیں۔ پھر ذکر میں زبان ودل شریک ہوں تو یہ کامل ذکر ہے اور فقط زبان سے قلبی غفلت سے ذکر کرنا یہ ناقص ہے لیکن ذکر کسی حال میں بھی محروم نہیں۔ (الشرح)

# ۱۰: بَابٌ فِي الْمُبَادَرَةِ إِلَى الْخَيْرَاتِ وَحَثِّ مَنْ تَوَجَّهَ لِخَيْرٍ عَلَى الْإِقْبَالِ عَلَيْهِ بِالْجِدِّ مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ!

## باب: نیکیوں میں جلدی کرنا اور جو آدمی کسی خیر کی طرف متوجہ ہو اس کو چاہئے کہ بلا تردد خیر کی طرف کوشش سے متوجہ رہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ [البقرة:١٤٨]

''بھلائی کے کاموں میں سبقت کرو''۔(البقرۃ)

وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَسَارِعُوْا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

[آل عمران:١٣٣]

''اور تم اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف جلدی کرو جس کی چوڑائی آسمان وزمین ہے۔وہ متقین کے لئے تیار کی گئی ہے''۔(آل عمران)

المبادرۃ: اچھے کاموں میں جلدی کرنا اور اس آدمی کو آمادہ کرنا جو بھلائی کی طرف متوجہ ہو کہ وہ عزم بالجزم کے ساتھ اس کو انجام دے۔اور اس میں متردد نہ ہو۔

آیت نمبر ۱: فاستبقوا الخیرات: بھلائی کے کاموں میں جلدی کرو یعنی ان کو اولین فرصت میں کرنا چاہئے تا کہ رہ نہ جائیں۔

آیت نمبر ۲: وسارعوا الی مغفرۃ: مغفرت سے مراد وہ اعمال ہیں جو مغفرت کو سچے وعدے کے ذریعہ لازم کرنے والے ہیں۔سارعوا: توبہ کی طرف جلد کرو۔ ② فرائض کی ادائیگی میں جلدی کرو۔ ③ مغفرت کو لازم کرنے والے اعمال کی طرف جلدی کرو۔ ④ ہجرت کی طرف جلدی کرو۔ ⑤ جنت کی جلدی کرو۔ عرضھا: چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے۔ یہاں عرض کو اس لئے ذکر کیا کہ طول تو ہمیشہ عرض سے بڑا ہوتا ہے تا کہ بتلایا جائے کہ اس کی طوالت کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ یہ بطور تمثیل کے فرمایا کہ تمہارے ہاں سب سے بڑی چوڑائی کا تصور یہی ہے۔آخر تک آیت مراد ہے یعنی وہ متقین کے لئے بنائی گئی یہ وقف تام ہے اور بعد والی آیات میں ان متقین کی تعریف کی گئی جن کے لئے جنت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بنائی ہے۔

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَالْاَوَّلُ:

۸۷ :عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ : "بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ فَسَتَکُوْنُ فِتَنٌ کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّیُمْسِیْ کَافِرًا ' وَیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ کَافِرًا ' یَبِیْعُ دِیْنَہٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا " رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۸۷ :حضرت ابو ہریرہ تعالیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"نیک اعمال میں جلدی کرو۔عنقریب فتنے آنے والے ہیں جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے۔صبح کو آدمی مؤمن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کو کافر۔دنیا کے معمولی سامان کے بدلے اپنا ایمان بیچ ڈالے گا"۔(مسلم)

بادروا:اس میں بتلایا کہ موانع کے ظہور سے پہلے اعمال صالحہ میں جلدی کرو۔اس حدیث کا مفہوم قریباً اغتنم خمسًا کی طرح ہے کہ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے' صحت کو بیماری سے پہلے' غنا کو فقر سے پہلے' فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھو۔پھر آپ نے ان فتنوں کی نشان دہی فرمائی جو کمال عمل یا عمل ہی سے مانع ہو جائیں گے کیونکہ وہ کقطع:یہ قطعۃ کی جمع ہے ٹکڑا۔من اللیل المظلم کہ رات کی ایک سیاہ گھڑی گزرتی ہے تو دوسری اس کے بعد آن کھڑی ہوتی ہے۔

صاحب نہایہ کہتے ہیں اس سے مراد سیاہ فتنہ ہے جس کو بڑے ہونے کی وجہ سے سیاہ رات کا حصہ فرمایا۔

**پیشین گوئی**:اس روایت سے اشارہ ملتا ہے کہ آخری زمانہ میں پے در پے فتنے ہوں گے۔ایک ختم نہ ہونے پائے گا کہ دوسرا ظاہر ہو جائے گا۔اعاذنا اللہ منہ۔

یصبح:صبح وہ ایمان پر باقی تھا۔یمسی کافرًا:کفران نعم بھی ہو سکتا جو اس وقت عام ہے اور کفر حقیقی بھی ہو سکتا ہے۔قرطبیؒ کہتے ہیں حقیقی کفر مراد لینے سے کوئی مانع نہیں کیونکہ پے در پے فتنوں سے انسان بگڑ جاتا ہے اور سخت دلی طاری ہو کر بندہ شقاوت میں جا گرتا ہے۔اعاذنا اللّٰہ منہ بفضلہ۔

عوض:سے مراد سامان دنیا ہے۔جس کے بدلے وہ اپنا دین بیچ ڈالے گا۔① اس کے بدلے مال لے لے گا ② مسلمان بھائی کے مال کو حلال قرار دے کر کھا جائے گا۔③ ملاوٹ اور سود کو حلال قرار دے گا۔④ ایسی تمام چیزیں اس میں داخل ہیں جو ضروریاتِ دین سے ہیں اور ان کی حرمت پر اتفاق ہے۔علامہ قرطبی کہتے ہیں حدیث میں اشارہ فرمایا کہ دین کو مضبوطی سے تھامے رہو۔(مسلم)

ترمذی میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ وہ اپنے دین کو دنیا کے معمولی مال کے بدلے فروخت کر دے گا۔جامع صغیر میں یہ اضافہ بھی منقول ہے۔یبیع دینہ بعرض من الدنیا قلیل۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۱۱۸) تحفة الأشراف (۱۳۹۹۰)

۸۸ :عَنْ اَبِیْ سِرْوَعَۃَ "بِکَسْرِ السِّیْنِ الْمُھْمَلَۃِ وَفَتْحِھَا" عُقْبَۃَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ

صَلَّيْتُ وَرَآءَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ اِلٰى بَعْضِ حُجُرِ نِسَآئِهٖ ' فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَاٰى اَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ قَالَ : "ذَكَرْتُ شَيْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ اَنْ يَّحْبِسَنِيْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ "كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ اَنْ اُبَيِّتَهٗ"

"اَلتِّبْرُ" قِطَعُ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ۔

۸۸: حضرت ابوسروعہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز مدینہ میں ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے سلام پھیرا۔ پھر جلدی کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنوں کو عبور کرتے ہوئے کسی زوجہ محترمہ کے حجرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کی اس تیزی سے لوگ گھبرا گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر باہر تشریف لائے۔ پس آپ ﷺ نے اندازہ فرمایا کہ لوگ آپ ﷺ کی اس تیزی پر حیران ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے یاد آیا کہ میرے پاس چاندی یا سونے کا ٹکڑا ہے۔ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ یہ ٹکڑا میرے پاس زکا رہے۔ اب میں اس کی تقسیم کا حکم دے کر آیا ہوں"۔ (بخاری) دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں گھر میں صدقہ کی چاندی' سونے کا ایک ٹکڑا چھوڑ آیا تھا۔ میں نے رات کو اس کا گھر میں رکھا رہنا ناپسند کیا۔

اَلتِّبْرُ : سونے' چاندی کا ٹکڑا۔

**تشریح** ① ابوسروعہ عقبہ بن حارث یہ قرشی نوفلی رضی اللہ عنہ ہیں۔ نووی نے اہل حدیث کے قول کے مطابق ان کو ابو سروعہ لکھا ہے مگر اہل نسب عقبہ کو ابوسروعہ کا بھائی قرار دیتے ہیں یہ دونوں بھائی فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ ابن اثیر نے اسی کو درست قرار دیا بخاری نے ان سے تین احادیث نقل کی ہیں۔

کہتے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں نماز عصر پڑھی۔ العصر: اگر یہ نام ہو ② وقت کا نام ہو تو مضاف محذوف ہوگا صلاۃ العصر۔ یہاں ثم قام ہے دوسری روایت میں فقام ہے۔ فتخطی لوگوں کے بیٹھے رہنے کی حالت میں صفوف کو کاٹا۔ ③ کھڑے ہونے کا ارادہ کیا تو اس کو خرق صفوف سے تعبیر کیا۔ حجر: یہ حجرۃ کی جمع ہے۔ لوگ گھبرا گئے۔ کیونکہ آپ حجرہ کی طرف جلدی سے آئے تھے حالانکہ آپ ﷺ آہستگی سے چلتے تھے۔ گھبرانے کی وجہ عادت مقررہ کے خلاف ہونا اور اس لیے بھی کہ کہیں ان کے متعلق کوئی ایسی چیز نہ اتر پڑے جو ان کو ناپسند ہو۔

من سرعته حجرہ مبارک سے جلدی نکلنے پر انہوں نے تعجب کیا۔ فکرهت ان یحبسنی کہیں اس کی سوچ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ سے مشغول نہ کر دے۔ بعض نے ایک دوسرا معنی لیا کہ صدقہ کی تاخیر صدقہ والے کو قیامت کے دن روک لے گی۔ فامرت بقسمته اور دوسری روایت فقسمته میں نے اس کو تقسیم کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قدرت کے باوجود وکالت درست ہے اور بخاری نے کسی کام کے لئے جلدی جانے کا جواز ثابت کیا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں میں نے صدقہ کی چاندی کا ٹکڑا گھر میں چھوڑا تھا مجھے ناپسند ہوا کہ رات آنے تک وہ تقسیم کے بغیر رہ جائے اور میں نے کسی مستحق کو نہ دیا ہو۔ اس

سے معلوم ہوا کہ نیکی کے کاموں میں جلدی کرنی چاہئے۔

التبر: بعض نے چاندی بعض نے سونے کا ٹکڑا جس پر مہر نہ لگی ہو۔ ② بعض نے زمین سے نکلنے والی کوئی قیمتی چیز جس پر مہر نہ لگی ہو۔ (انباری عن کسائی) بعض نے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے مراد لئے ہیں۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۱۶۱۵۱/۵) والبخاری (۸۵۱)

**الفوائد**: ضرورت کے وقت لوگوں کی گردنیں پھاند کر گزرنا جائز ہے۔ ② بھول چوک عصمت نبوت کے خلاف نہیں۔ ③ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے۔ ④ امانت کی ادائیگی میں اہتمام کرنا چاہئے۔ ⑤ نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنا واجب نہیں۔ ⑥ ضرورت شدید کے وقت آگے سے گزر سکتے ہیں۔ ⑦ قدرت کے باوجود نائب بنانا درست ہے۔ ⑧ ضرورت کے وقت تیز چلنے میں حرج نہیں۔ ⑨ چلنے میں تصنع و بناوٹ درست نہیں۔

۸۹: عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ ﷺ یَوْمَ اُحُدٍ: اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فَاَیْنَ اَنَا؟ قَالَ "فِی الْجَنَّةِ" فَاَلْقٰی تَمَرَاتٍ كُنَّ فِیْ یَدِهٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۸۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُحد کے دن ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر میں کافروں کے ہاتھ سے مارا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جنت میں"۔ اس نے اپنی ہاتھ والی کھجوریں پھینک دیں پھر لڑ کر شہید ہو گیا۔ (متفق علیہ)

**تشریح**: رجل: سے مراد بقول خطیب عمر بن الحمام انصاری ہیں۔ بعض نے اور نام لیا کیونکہ یہ واقعہ تو بدر کا ہے نہ کہ احد کا (نووی) ارایت: مجھے بتلاؤ۔ فاین انا: میں کہاں پہنچوں گا۔ تمرات: تھوڑی کھجوریں۔ جہاد میں جلدی کرتے ہوئے کھانا چھوڑ دیا پھر جلدی سے اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں کی طرف سبقت کی۔ دوسری روایت میں ہے: لئن انا حییت حتی اکل تمراتی هذه انها لحیاة طویلة فرمی بما کان معه من التمر ثم قاتلهم حتی قتل (مسلم) ابن عقبہ نے اپنے مغازی میں ذکر کیا کہ یہ سب سے پہلا شہید تھا۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ ایک سیاہ آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا میں سیاہ رنگ بدبو والا آدمی ہوں' میرے پاس کوئی مال نہیں اگر میں ان کفار سے لڑوں تو میں کہاں جاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا تو جنت میں جائے گا۔ چنانچہ وہ لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ تو آپؐ نے یہ دعائیہ کلمات فرمائے: بیض اللّٰه وجهك وطیب ریحك واكثر مالك: الحدیث۔ (مفتاح الابلاد)

**تخریج**: أخرجه احمد (۱۴۳۱۸/۵) والبخاری (۴۰۴۶) و مسلم (۱۸۹۹) والنسائی (۳۱۵۴) وابن حبان (۴۶۵۳) والبیهقی (۴۳/۹) والبغوی فی المرقاة (۳۷۸۹)

**الفوائد**: روایت ۸۹ سے معلوم ہوتا ہے صحابہ کرام کو دین کی کس قدر حرص اور اس پر عمل کی کس قدر مبادرت تھی۔ ② جو کسی قومی و وطنی' نسبی حمیت نہیں بلکہ فقط اللہ تعالیٰ کی خاطر لڑتا ہے وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ صحابہ کرامؓ میں شوق شہادت اور رضائے الٰہی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ محبت الٰہی سے ان کے سینے معمور تھے۔

۹۰ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ: "اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَخْشَی الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰی وَلَا تُمْهِلْ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ کَذَا وَلِفُلَانٍ کَذَا وَقَدْ کَانَ لِفُلَانٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ "اَلْحُلْقُوْمُ" مَجْرَی النَّفَسِ – وَ "اَلْمَرِیْءُ" مَجْرَی الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ۔

۹۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کس صدقہ کا اجر سب سے زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو صدقہ ایسے وقت میں تم کرو جب کہ تم تندرست ہو اور مال کی حرص دل میں ہو اور فقر کا خطرہ ہو اور مال داری کی آس لگائے ہوئے ہو۔ صدقہ کرنے میں اتنی تاخیر نہ کرو یہاں تک کہ روح حلق تک پہنچ جائے تو اس وقت کہنے لگو فلاں کو اتنا۔ فلاں کو اتنا حالانکہ وہ مال تو فلاں (وارثوں) کا ہو چکا''۔ (متفق علیہ)

اَلْحُلْقُوْمُ :سانس کی نالی۔ اَلْمَرِیْءُ :کھانے اور پانی کی نالی۔

**تشریح** ⊙ رجل: اس کے نام کی اطلاع نہیں ہو سکی۔ شاید یہ ابوذر ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ سائل نے ای الصدقة افضل؟ کا سوال کیا لیکن اس کے جواب میں مذکور ہے جهد من مقل او سرًا الی الفقیر اور مسند عبد بن حمید سے بھی یہ سوال ابوذر رضی اللہ عنہ کا معلوم ہوتا ہے۔ الشح یہ بخل سے زیادہ عام ہے۔ گویا یہ جنس ہے اور بخل اس کے افراد سے ہے۔ بعض نے کہا شح وہ بخل جو طبیعت ثانیہ بن جائے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بخل حالت صحت میں غالب ہوتا ہے۔ جب اس نے اسے ترک کر کے صدقہ کر دیا تو نیت میں مخلص ہونے کی وجہ سے بڑے اجر والا بن گیا۔ بخلاف اس انسان کے جو زندگی سے مایوس ہو اور دیکھے کہ مال دوسرے کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ اب اس کا صدقہ حالت صحت کے مقابلہ میں ناقص ہے کیونکہ اب بقاء کی امید کم ہے اور فناء سامنے ہے اور فقر کا خدشہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

صاحب فتح الباری نے الشح کی تعریف میں کہا ایسا بخل جس میں حرص ہو۔ شین پر بعض نے ضمہ اور بعض نے فتحہ کو ترجیح دی ہے۔ تخشی ڈرنا۔ اس فعل کے چھ مصدر مستعمل ہیں: ① خشیًا ② مخشاة ③ مخشیةً ④ خشیةً ⑤ خشاء ⑥ خشیانًا۔

الفقر: کہ اگر تو نے خرچ کیا تو فقیر ہو جائے گا۔ یہ شیطان کا وسوسہ ہے ارشاد الٰہی ہے ﴿الشیطان یعدکم الفقر﴾ (البقرہ: ۲۶۸) تامل: طمع کرنا۔

**اَلنَّحْوُ**: لا تمحصل: یہ نہی ہے۔ ② نفی ہے ③ یہ منصوب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مؤخر مت کرو۔

حتی اذا بلغت الحلقوم: حلق میں پہنچنے کے قریب ہو جائے۔ ورنہ غرغرہ کے وقت تو صدقہ وصیت دونوں ناجائز ہیں۔ سیاق کی وجہ سے روح کا لفظ نہیں لایا گیا مثلاً آیت قلت: یہ وصیت نہیں بلکہ اقرار ہے وہ مال تو انہی کا ہو چکا۔ خطابی کہتے ہیں پہلے اور دوسرے فلان سے موصیٰ لہ مراد ہے اور فلان آخیر سے وارث مراد ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ جب وہ وارث کا بن گیا تو وہ اس کی وصیت کو باطل کرے یا نافذ کرے جائز ہے۔

دیگر شارحین کا قول کہ عام فلان سے موصی لہ مراد ہے۔ تیسرے میں کان کو اس لئے لائے کہ وہ تو ازل سے اس کا ہو چکا اس کے کہنے سے کچھ فرق نہ پڑے گا۔

کرمانی کا قول: یہ احتمال ہے کہ تیسرا فلان مورث یا موصی لہ کے لئے ہو۔

ابن حجر کہتے ہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ بعض حصہ وصیت اور بعض حصہ اقرار ہو۔ ابن مبارک کی روایت میں ایسے الفاظ ہیں:

**اِصْنَعُوا لِفَلَانٍ كذا و تَصدقُوا لِفَلَان كذا۔**

ایک قول یہ ہے کہ باب تجمیل سے ہے کہ جب تمہیں زندگی کی طمع تھی تو حق لازم کو تو نے چھپایا اور آج اس سے مایوس ہو گیا (تو یہ کہہ رہا ہے) تو نے آج ہی اس حق کا اقرار کیا ہے اس سے پہلے اس کا اقرار نہ کیا۔ اب زیادہ مناسب یہ ہے کہ اب تک تاخیر صدقہ ترے لئے طمع کو لازم کردے تو اس سے احتیاط کر تیرے مال میں سے اس وقت لیا جائے گا جبکہ تمہیں اس پر حسرت فائدہ نہ دے گی اور شرمندگی کام نہ آئے گی۔

متفق علیہ۔ ابوداؤد' ترمذی' نسائی نے بیان کیا۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس وقت ایک درہم کا صدقہ موت کے قریب سو درہم سے بہتر ہے۔ ابوداؤد' ترمذی' ابن حبان

**حلقوم:** نہایہ میں ہے کہ حلق سے ماخوذ ہو تو واؤ اور میم زائد ہیں۔ سانس کی نالی۔

**المرّی:** یہ جمع مُرْوۃٌ: جیسے سریٍ۔

**تخریج :** أخرجه احمد (۳/۹۳۸۹) والبخاری (۱۴۱۹) و مسلم (۱۰۳۲) والنسائی (۲۴۵۱) وابنماجه (۲۷۰۶) وابن حبان (۳۳۱۲) وابن خزیمة (۲۴۵۴) والبیهقی (۱۸۹/۴ / ۱۹۰) والبغوی فی المشكوٰة (۱۶۷۱)

**الفرائد :** ① آدمی کو صدقہ دینے یں فوت ہونے کے ڈر سے جلدی کرنی چاہئے۔ ② جب تک ہوش وحواس قائم ہوں اگرچہ سیاق موت میں ہو اس کی گفتگو معتبر ہے۔ ③ معلوم ہوا کہ بدن کے نچلے حصہ سے پہلے نکل کر حلقوم کی طرف چڑھتی ہے۔ وہاں سے فرشتہ قبض کرتا ہے۔ ④ صحت وزندگی میں قرض ادا کرنا اور صدقہ دینا افضل ہے کیونکہ اس حالت میں شیطان فقر سے خوب ڈراتا ہے۔ ⑤ اہل ثروت دو مرتبہ معصیت کا ارتکاب کرتے ہیں اوّل جبکہ مال ہاتھ میں ہوتا ہے تو بخل کرتے ہیں' دوسرا جب مال ہاتھ سے نکل رہا ہوتا ہے تو اسراف کرتے ہیں۔ ⑥ زندگی میں ایک روپیہ خرچ کرنا موت کے وقت سو روپے سے بھی بہتر ہے۔ (خلاصۃ الشروح)

۹۱: **عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَ سَيْفًا يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ :مَنْ يَّاْخُذُ مِنِّيْ هٰذَا؟ فَبَسَطُوْا اَيْدِيَهُمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْهُمْ يَقُوْلُ :اَنَا اَنَا قَالَ :فَمَنْ يَّاْخُذُهٗ بِحَقِّهٖ؟ فَاَحْجَمَ الْقَوْمُ فَقَالَ اَبُوْ دُجَانَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ :اَنَا اٰخُذُهٗ بِحَقِّهٖ فَاَخَذَهٗ فَفَلَقَ بِهٖ هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔**

**اِسْمُ اَبِيْ دُجَانَةَ سِمَاكُ بْنُ خَرْشَةَ قَوْلُهٗ "اَحْجَمَ الْقَوْمُ" اَیْ تَوَقَّفُوْا – وَ "فَلَقَ بِهٖ" اَیْ شَقَّ "هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ" اَیْ رُءُوْسَهُمْ۔**

۹۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار پکڑ کر فرمایا: ''یہ تلوار کون لے

گا؟''۔ ہر ایک نے اپنا ہاتھ اس تلوار کی طرف بڑھایا اور کہا میں میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کون اس کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟'' یہ سن کر لوگ رک گئے۔ تو حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس تلوار کو لیا اور اس سے مشرکین کی کھوپڑیاں پھاڑ ڈالیں۔ ابودجانہ کا نام سماک بن خرشہ ہے۔ (مسلم)

اَحْجَمَ الْقَوْمُ: رکنا۔

فَلَقَ بِهٖ: پھاڑ ڈالا۔

هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ: مشرکین کے سر۔

**تشریح** ۞ **اُحد:** مدینہ کا معروف پہاڑ اس کے پاس مشہور غزوہ پیش آیا۔ **ھذا:** کا مشارالیہ تلوار ہے۔ **انا**' انا کا تکرار تعدد کی وجہ سے ہے۔ **بحقه:** قرطبی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے کل حق کے ساتھ کہ وہ اس تلوار سے فتح ہونے تک لڑے گا یا شہید ہو جائے گا۔ **فاحجم القوم:** جب وہ اس بات کو سمجھ گئے تو وہاں جو لوگ تھے وہ رک گئے۔ اس پر ابودجانہ نے کہا اس کا نام سماک بن خرشہ انصاری رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ کنیت سے مشہور ہیں۔ بدر و احد اور بعد والی لڑائیوں میں شریک رہے یمامہ کی لڑائی میں شہادت پائی۔ مصعب بن عمیر دفاع میں ان کے ساتھ تھے وہ شہید ہو گئے۔ انہوں نے احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت زبردست دفاع کیا جس میں شدید زخمی ہو گئے۔ ابوعمرو کہتے ہیں ان کی طرف منسوب حدیث حرز کی سند ضعیف ہے بعض نے موضوع کہہ دیا مگر پہلی بات درست ہے۔

**انا اخذه بحقه:** یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حق دریافت کرنے کے بعد کہا کہ میں اس کو اس کے حق سمیت لیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے لے کر اس کا حق پورا کیا۔ اس سے کفار کی کھوپڑیاں چیر ڈالیں۔ ابن سید الناس نے اپنی سیرت میں لکھا کہ زبیر کہتے ہیں میرے دل میں تلوار لینے کا خیال آیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سوال کیا مگر آپ نے ابودجانہ کو عنایت فرمائی۔ میں نے دل میں کہا اللہ کی قسم! میں اندازہ کروں گا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ میں ان کے پیچھے ہولیا انہوں نے سرخ پٹی لے کر اپنے سر پر باندھ لی۔ انصار کہنے لگے۔ ابودجانہ نے موت کی پٹی باندھ لی ہے۔ جب وہ یہ پٹی باندھتے تو انصار اسی طرح کہتے۔ ابودجانہ وہاں سے نکل کر یہ کہتے ہوئے چل دیئے:

انا الذی عاهدنی خلیلی ☆ ونحن بالسفح لدی النخیل

الا اقوم الدهر فی الکیول ☆ اضرب بسیف اللّٰه والرسول

میں نے اپنے خلیل کے ساتھ میدان میں کھجور کے پاس عہد کیا ہے کہ میں کبھی پچھلی صف میں بزدلی سے کھڑا نہ رہوں گا میں تو اللہ کے رسول کی تلوار سے مارتا چلا جاؤں گا۔

چنانچہ جس کو ملتے قتل کر دیتے۔ احجم: کی دو لغات ہیں: احجم اور اجحم اس کا معنی رکنا اور پیچھے ہٹنا ہے۔ ھام المشرکین سے مراد ان کے سر ہیں جیسا اس شعر میں ہے:

ویضرب بالسیوف رؤس قومٍ ☆ ازیلت هامهنّ عن المقیل

(گردن کی جڑ) ان کے سر گردن کی جڑ سے کاٹ ڈالے گئے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۲۲۳۷ / ٤) و مسلم (۲٤۷۰)

**الفرائد** :انسان کو بھلائی میں جلدی کرنی چاہئے اوراس میں اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلبگار رہو۔ ② آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی خوب رعایت فرماتے تھے اسی لئے تلوار کے متعلق اعلان عام فرمایا۔

۹۲ : عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ - فَقَالَ :اصْبِرُوْا فَاِنَّهٗ لَا يَاْتِيْ زَمَانٌ اِلَّا وَالَّذِيْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهٗ مِنْ نَّبِيِّكُمْ ﷺ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۹۲: حضرت زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج کی طرف سے جو تکلیف پہنچی تھی ان سے اُس کی شکایت کی تو اس پر انہوں نے فرمایا:''صبر کرو کیونکہ جو زمانہ ابھی آ رہا ہے۔ وہ پہلے سے بدتر ہے۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملو''۔ یہ بات میں نے تمہارے پیغمبر ﷺ سے سنی ہے۔ (بخاری)

**تشریح** ❁ زبیر بن عدی ہمدانی یہ بنو یامہ سے ہیں رَی کے قاضی تھے۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ ثقہ فقیہ ہیں۔ ۱۳۱ھ میں وفات پائی صحاح ستہ میں ان سے روایات منقول ہیں۔

یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بصرہ میں آئے۔ حجاج کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کی شکایت کی تو انہوں نے صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہر بعد والا زمانہ بدتر آ رہا ہے۔ آدمی کو اعمال صالحہ میں جلدی کرنی چاہئے۔ اگر اس کو دکھ اور تکالیف آئیں ان سے خالی زمانہ کا انتظار نہ کرے۔ کیونکہ بعد والے حالات میں اس سے شدید تر ہوں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مشکوٰۃ نبوت سے زمانہ جتنا دور ہٹے گا اتنی ہی بدعات وفتن زیادہ ہوں گے۔ کسی گزشتہ زمانہ میں اگر سنن میں کوئی کمی آئی تو بعد والے زمانہ میں اس سے بڑھ کر ہوگی یا کوئی ابتلاء آیا تو بعد میں اس سے بڑھ کر ہوگا۔ اس کے متعلق اس طرح اعتقاد رکھے کہ وہ سنت جو پہلے چھوٹ گئی خواہ اس بناء پر کہ اسے چھوڑے عرصہ ہوا اور اس سے ناواقفی رہی یہ بھی ایک بدعت ہے۔

② اس کو ایسے مصائب آئیں گے جن کے سامنے گزشتہ مصائب ہیچ ہوں گے۔ حدیث میں وارد ہے کہ في كل عام ترذلون: کسی شاعر نے خوب کہا۔

يا زمانا بكيت منه فلما ☆ صرت في غيره بكيت عليه

اے وہ زمانے کہ جس کی وجہ سے میں رویا جب تو اور کی طرف لوٹ گیا تو میں اس پر رویا۔

علامہ شعرانی فرماتے ہیں عہود ومیثاق کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ وہ پہلے ایک مصیبت میں ڈالتا ہے پھر اس سے زیادہ سخت تر میں ڈالتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے تاکہ بندہ تدریجاً اخف سے اشد کی طرف اترے اگر اچانک سخت لائی جاتی تو بسااوقات اس کے اٹھانے سے عاجز رہتا۔

اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ حجاج کے بعد عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ آیا۔ اس کا جواب ① یہ ہے کہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں لوگوں کے لئے کچھ ایسا دور ضرور آتا ہے جس میں وہ سانس لے سکیں۔

② صاحب توشیح نے کہا حدیث میں اغلب واکثر کے اعتبار سے حکم لگایا گیا۔

③ مجموعی لحاظ سے فضیلت مراد ہے۔ حجاج کے زمانہ میں بہت سے صحابہ کرامؓ موجود تھے اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں وہ چل بسے اور صحابہ کرامؓ والا زمانہ تو بہرحال اعلیٰ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ وقت تلوار ہے۔ اگر تو اچھے اعمال سے اسے نہ کاٹو گے اور تمام تھکاوٹوں سے فراغت کے منتظر رہو گے تو وقت تمہیں کاٹ کر چلا جائے گا اور تیری نفیس اشیاء بے کار چلی جائیں گی۔ واللہ المستعان۔ باقی خوفناک چیزیں پے در پے حالات اچھے برے آتے جاتے رہیں گے۔

**حتی تلقوا ربکم:** مومن کے لئے لقاء ربانی کے بغیر راحت نہیں۔

**ایک اہم اشکال اور اس کا جواب:** نسائی میں روایت ہے: **امتی کالمطر لا یدری اولها خیر ام آخرها** میری امت کی مثال بارش جیسی ہے معلوم نہیں اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا پچھلا۔ جواب گزشتہ باب والی روایت میں زمانہ کے لحاظ سے بات فرمائی اور دوسری روایت میں اہل زمانہ کے لحاظ سے فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے عطایا کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں پچھلے زمانوں میں ایسے ایسے عظیم لوگ پائے گئے جن کی مثالیں ان سے پہلے والے دور میں نایاب ہیں۔ مثلاً وہ عاملین علماء جو ہمیشہ حق پر قائم رہے۔ وہ اولیاء و صالحین جن کی برکات سے دنیا سے بلائیں اٹھتی اور برکات اترتی ہیں اور ان کی وجہ سے اوقات میں برکت رہتی ہے۔

**سمعته:** یہ اس لئے کہا تا کہ ان پر ان تکالیف کا برداشت کرنا آسان ہو جائے۔

مالینی کی اربعین میں انسؓ سے اس طرح نقل کیا: **لا یزداد الامر الا شدةً والدنیا الا ادبارًا والناس الا شحًا ولا مهدی الا عیسی بن مریم ولا تقوم الساعة الا علی شرار الناس** اس روایت میں **لا مهدی الا عیسی** سے مفہوم نکالنا درست نہیں کہ مہدی اور عیسیٰ ایک شخصیت ہیں بلکہ دیگر احادیث جن میں مہدی کا الگ تذکرہ پایا جاتا ہے ان کی روشنی میں مفہوم لیا جائے گا اور نزول مسیح کے وقت شریعت محمدی کی قیادت مہدی کے ہاتھ میں ہوگی۔ (واللہ اعلم)

**تخریج:** أخرجه البخاری (۷۰۶۸)

**الفوائد:** انس بن مالک رضی اللہ عنہ ① حکام و ولات کی طرف سے ظلم و زیادتی پر صبر کرنا چاہئے۔ قیامت کے دن ان کو اور تمہیں صبر کا بدلہ ملے گا۔ ② ہر آنے والا دن پہلے سے زیادہ تغیر اور برائی میں بڑھ کر ہوگا۔

**۹۳ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُّنْسِیًا اَوْ غِنًی مُّطْغِیًا اَوْ مَرَضًا مُّفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُّفْنِدًا اَوْ مَوْتًا مُّجْهِزًا اَوِ الدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ یُّنْتَظَرُ اَوِ السَّاعَةَ فَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔**

۹۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سات چیزوں سے پہلے اعمال میں جلدی کرو: (۱) کیا تم کو ایسے فقر کا انتظار ہے جو بھلا دینے والا ہو۔ (۲) ایسی مالداری کے منتظر ہو جو سرکشی میں مبتلا کرنے والی ہے۔ (۳) ایسے مرض کے منتظر ہو جو بگاڑ دینے والا ہے۔ (۴) ایسے بڑھاپے کا انتظار ہے جو عقل کو زائل کر دینے والا ہے۔ (۵) یا ایسی موت کا انتظار ہے جو تیار کھڑی ہے۔ (۶) یا دجال کا انتظار ہے۔ جو کہ غائب

شر ہے۔(۷) یا قیامت کا انتظار ہے وہ تو بہت بڑی مصیبت اور بہت ہی کڑوی ہے''۔(ترمذی)

**تشریح** ۞ بادروا بالاعمال: یعنی ان میں جلدی سے مشغول ہو۔ الاعمال سے نیک اعمال مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم نیک اعمال کا اہتمام کرو اس سے پہلے کہ ایسے حالات پیش آئیں جو ہر چیز سے مشغول کر دیں۔ فقر منسیاً: جب نفس پر اس کا غم طاری ہو جاتا ہے تو اس سے نسیان پیدا ہوتا ہے۔ غنی مطغیا: ایسا غناء جو مالدار کو حقوق عبودیت کی ادائیگی سے غافل کر دے۔ مرضا مفسداً: بگاڑنے والا مرض یعنی عقل کو بگاڑ دے یا بدن کو ادائے عبادت سے روک دے یا حصول کمالات سے روک دے۔ اسی کے متعلق فرمایا: نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ۔ هرماً مفنداً: فند اصل میں جھوٹ کو کہتے ہیں۔ افند ای تکلم بالفند: پھر یہ انتہائی بوڑھے کے لئے بولا جانے لگا۔ کیونکہ وہ ایسا کلام کرتا ہے جو صحت کی راہوں سے ہٹا ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں افنده الكبر: جب کہ بڑھاپا اس کو فند (جھوٹ) میں مبتلا کر دے۔

**لطیفہ بقول عاقولی**: عورت کیلئے مفندہ نہیں بولتے کیونکہ وہ پہلے بھی قابل اعتبار رائے والی نہ تھی کہ اب بڑھاپے کی وجہ سے وہ سٹھیائی ہوئی گفتگو کرتی۔ موتا مجهزاً: جلد آنے والی موت۔ اجهز على الجريح: اس وقت بولتے ہیں جب اسے جلد قتل کر دیا جائے' گویا اس سے اچانک موت مراد لی گئی ہے یا جوانی کی موت۔ یہ دجّال: یہ آخری زمانے کا سخت فتنہ ہے جس سے وہ بچے گا جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے گا۔ الساعة' فالساعة: یہ دو مرتبہ تفخیم شان کیلئے لایا گیا ہے۔ مراد قیامت کا عذاب ہے۔ ادھی: جس کی مصیبت بہت بڑی ہو امر: دنیا کے عذاب و تکالیف سے جس کی کڑواہٹ زیادہ ہو۔

ترمذی' حاکم۔ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ روات متروک ہیں۔

**تخریج** : أخرجه الترمذي (۲۳۱۳) و في إسناده محرز بن هارون قال البخاري: منكر الحديث، و كذا قال النسائي ذكره ابن عدي في الكامل في الضعفاء (۶/۴۴۲)

**الفرائد** : سات چیزوں کے متعلق خبردار کیا گیا تا کہ اعمالِ صالحہ میں جس قدر ہو سکے جلدی کی جائے۔

۹۴ : عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ – قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ :مَا اَحْبَبْتُ الْاِمَارَةَ اِلَّا يَوْمَئِذٍ فَتَسَاوَرْتُ لَهَا رِجَآءَ اَنْ اُدْعٰى لَهَا :فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا وَقَالَ :امْشِ وَلَا تَلْتَفِتْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ" فَسَارَ عَلِيٌّ شَيْئًا ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ ، فَصَرَخَ ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلٰى مَا ذَا اُقَاتِلُ النَّاسَ ؟ قَالَ :قَاتِلْهُمْ حَتّٰى يَشْهَدُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَقَدْ مَنَعُوْا مِنْكَ دِمَآءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهٗ :"فَتَسَاوَرْتُ" هُوَ بِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ اَیْ وَثَبْتُ مُتَطَلِّعًا۔

۹۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: ''میں یہ جھنڈا ایک ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور یہ قلعہ اللہ اس کے ہاتھوں فتح فرمائیں گے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے امارت کی کبھی تمنا نہ کی' مگر اس دن۔ میں اُٹھ اُٹھ کر جھانکتا اس اُمید پر کہ

مجھے آواز دی جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ جھنڈا ان کو عنایت فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ جھنڈا لے کر سامنے چلتے جاؤ اور کسی طرف توجہ مت کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تیرے ہاتھ پر اس کو فتح کر دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے عرض کیا کہ میں کس بات پر لوگوں سے قتال کروں؟۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان سے لڑو یہاں تک کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دیں جب وہ ایسا کر گزریں تو انہوں نے اپنے خونوں کو تم سے محفوظ کر دیا اور مالوں کو محفوظ کر لیا مگر اس کے حق کے ساتھ پھر ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے''۔ (مسلم)

فَتَسَاوَرْتُ: اٹھ اٹھ کر جھانکنا۔

**تشریح** ۞ خیبر: یہ غزوہ ۷ھ میں پیش آیا۔ یحب اللّٰہ و رسولہ کا مطلب ایمان لانا اور ان کی اتباع کرنا ہے۔ بعض قلعے جو کبار صحابہ کی قیادت میں لشکر بھیجنے کے باوجود فتح نہ ہوئے۔ ان کے متعلق نبوت کا معجزہ ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر وہ قلعہ فتح کر دیں گے جس کا جھنڈا آج باندھا جائے گا عمر رضی اللہ عنہ کی تمنا اس لئے تھی کہ یہ چیز اس امیر کے متعلق علامت تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ تساورت میں پنجوں کے بل کھڑا ہوا۔ ولا تلتفت اور تم اور کسی طرف توجہ نہ کرو تا کہ التفات کمال توجہ سے مانع نہ بن جائے اور جہاد پر جمے رہو اور ادھر ادھر توجہ مت کرو۔ حتی یفتح اللّٰہ علیك یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے۔ ۲ حتی تعلیلیہ ہو سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وحی سے اس کا علت ہونا معلوم ہو گیا ہو۔ فار علی شیئًا علی رضی اللہ عنہ تھوڑا سا چپ پھر رک گئے۔ ولم یلتفت دائیں بائیں متوجہ نہ ہوئے ظاہری الفاظ سے ادھر ادھر سے یہی سمجھ آتا ہے تا کہ آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو۔ نووی کہتے ہیں اس سے مراد اقدام پر آمادہ کرنا اور حکم کی جلد تعمیل ہے اور دشمن سے آمنا سامنا ہونے کے بعد کسی طرف متوجہ نہ ہونا ہے تا آنکہ فتح ہو جائے۔

فصرخ: بلند آواز سے پوچھا۔ ماذا: کس چیز پر۔ حتی یشهد: آپ نے فرمایا: ان کے مسلمان ہونے تک۔ اس میں جزیے کا تذکرہ نہیں۔

علماء فرماتے ہیں اگر کسی قوم کو دعوت اسلام نہ پہنچی تو انہیں قتال سے پہلے دعوت اسلام واجب ہے اور اگر ان کو پہنچ چکی ہو تو پھر واجب نہیں۔ اذا فعلوا: یہ قول کو فعل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بحقها سے مراد جان کے بدلے جان۔ حسابهم علی اللّٰہ: ان کے اس اقرار پر قتال سے ہاتھ روک لیا جائے گا۔ باقی اللہ تعالیٰ اور ان کا معاملہ اس طرح ہوگا کہ اگر انہوں نے سچے دل سے ایمان قبول کیا ہوگا تو آخرت میں کامیاب ہوں گے اور عذاب سے بچ جائیں گے۔ جیسا دنیا میں فائدہ ہوگا اور اگر وہ منافق ہوں گے تو جہنم میں جائیں گے۔ تساورت کا معنی میں نے اپنا چہرہ ظاہر کیا اور آپ کی طرف مائل ہوا تا کہ آپ کو میری جگہ معلوم ہو جائے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲٤۰۵)

**الفوائد** : ۱ بحقها: سے معلوم ہوتا ہے کہ شعائر اسلام کا انکار کرنے والوں کے خلاف جہاد کیا جائے گا۔ ۲ انسان اگر کوئی کام کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کے متعلق یہ کہنا درست ہے میں عنقریب ایسا کروں گا۔ (الشرح)

# ۱۱: بَابٌ فِي الْمُجَاهَدَةِ

## بَاب ۱۱: مجاہدہ کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [عنكبوت :٦٩]

''اور وہ لوگ جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں۔ ہم ضرور ان کی اپنے راستوں کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ نیکوں کاروں کے ساتھ ہے''۔ (عنکبوت)

وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ [الحجر:٩٩]

''تو اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے موت آ جائے''۔ (النحل)

وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴾ [المزمل:٨]

''اور اپنے رب کا نام یاد کر اور اس کی طرف یکسو ہو جا یعنی ہر طرف سے تعلق توڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو''۔ (المزمل)

اَیِ انْقَطِعْ اِلَيْهِ۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

اور فرمایا:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾ [الزلزال:٧]

''جو آدمی ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا''۔ (الزلزال)

وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا﴾ [المزمل:٢٠]

''اور جو کچھ بھلائی تم اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجو۔ اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں تم پالو گے وہ بہت بہتر اور اجر میں بہت بڑھ کر ہے''۔ (المزمل)

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ [البقرة:۲۷۳]

''اور مال میں جو بھی تم خرچ کرو پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے''۔ (البقرۃ)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اور اس باب میں بہت سی آیات موجود ہیں۔

یہ باب مفاعلہ سے ہے۔ جہد سے بنا ہے وہ طاعت کو کہا جاتا ہے۔ انسان اپنے نفس کو استعمال کر کے اس سے مجاہدہ کرتا ہے تاکہ حال و مآل میں اسے فائدہ پہنچے۔ نفس جس چیز کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس کی مخالف چیز سے وہ جہاد کرتا ہے لیکن یہ مجاہدہ نفس انسانی کے ساتھ ہوتا ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے اسی لئے اس کو جہاد اکبر فرمایا اور دشمن سے لڑنا باہر نکل کر ہوتا ہے۔ اس کو جہاد اصغر کہا گیا۔

ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا﴾ قول عارفین یہ اس سورت کی منتخب آیات سے ہے۔ مجاہدات میں سے ایک مجاہدہ نفس ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ابتلاء کے وقت صبر کرے تاکہ اس سے صفاء قلب کا انس میسر ہو۔ اس سے جفاء کا لباس اتر جائے۔ حدیث میں فرمایا: ان ابتلاء المؤمن يذهب عنه درنه: ابتلاء مومن کی میل کچیل کا ازالہ کرتا ہے۔

لنهدينهم: ① یہ لام ابتدائیہ ہے ② یہ لام قسم مقدر کے جواب میں ہے۔ اس سے اشارہ کر دیا کہ میں بذاتِ خود مجاہدین کے لئے ہدایت کا ذمہ دار ہوں اور ان کی نعمت بھی کامل کروں گا اور بدلہ بھی دوں گا۔ تاجمع کا لا کر کثرت معارف اور لطائف شہود اور ان کے دوام کی طرف اشارہ کر دیا اور فضل کے بادلوں کے برسنے کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ ...... : محسن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر وہ نہیں دیکھ رہا تو اللہ تعالیٰ تو اسے دیکھ رہا ہیں۔ جب اس کا یہ حال ہو تو وہ شرف معیت سے نوازا جاتا ہے۔ اس میں اسی طرف اشارہ فرمایا۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں فرمایا: انا جليس من ذكرني: اور انا مع عبدي اذا ذكرني و تحركت بي شفتاهُ: (رواہ البیہقی)

آیت نمبر۲: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ﴾: اپنے رب تعالیٰ کا نام توحید و تعظیم سے یاد کر۔ یعنی اس پر ہمیشگی اختیار کرو۔

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ: اور اس کی طرف علیحدگی اختیار کرو عبادت میں۔

بعض نے کہا تَبَتَّلْ یہ بَتِّلْ کے معنی میں ہے۔ یعنی ماسواء کٹ جاؤ۔ ② کامل اخلاص اختیار کرو۔ ③ اس پر بھروسہ کرو۔ ④ دنیا کا تمام اشیاء سمیت انکار کرنا اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے مانگنا۔

آیت نمبر۳: وَاعْبُدْ رَبَّكَ ـ الْيَقِيْنُ: موت۔

آیت نمبر۴: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ: عمل دیکھنے کا مطلب اس کا ثواب دیکھ لے گا۔ اس میں شوق دلایا گیا کہ اپنے جانے سے پہلے نیک اعمال بھیجا کرو تاکہ وہاں پہنچ کر اس کا بدلہ ملے۔

آیت نمبر۵: وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ: وہ اس سے بہتر ہے جو تم نے پیچھے چھوڑا مطلب یہ ہے کہ جو تم اللہ تعالیٰ کی خاطر دے دو

وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اس سے اجر میں بڑھ کر ہے جو تم جمع رکھو۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایکم مال وارثه احب الیه من ماله: کس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کو وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو۔ آپؐ نے فرمایا: تم سمجھ بوجھ کر جواب دو۔ انہوں نے عرض کیا ہم تو سمجھ سے جواب دے رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہے۔ انہوں نے عرض کیا وہ کیسے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپؐ نے فرمایا: تمہارا مال تو وہ ہے جو آگے بھیج دیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ مال تو ورثاء کا ہے۔

آیت ۶: ما تفعلوا: خیر سے مراد انفاق وغیرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں وہ اس کا بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَالْاَوَّلُ :

احادیث یہ ہیں:

۹۵ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا وَّقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ ، وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ ، فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا ، وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا ، وَاِنْ سَاَلَنِیْ اَعْطَیْتُهٗ ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ ، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

"اٰذَنْتُهٗ" اَعْلَمْتُهٗ بِاَنِّیْ مُحَارِبٌ لَّهٗ۔ "اسْتَعَاذَنِیْ" رُوِیَ بِالنُّوْنِ بِالْبَاءِ۔

۹۵ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس نے میرے لیے کسی دشمن سے دشمنی کی میں اس سے اعلانِ جنگ کر دیتا ہوں اور بندے پر جو چیزیں میں نے فرض کی ہیں۔ ان سے بڑھ کر کوئی چیز بھی بندے کو میرے قریب کرنے والی نہیں۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر مجھ سے وہ کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں اور اگر وہ کسی چیز سے پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور اس چیز سے پناہ دیتا ہوں''۔ (بخاری)

اٰذَنْتُهٗ : میں اس کو خبردار کرتا ہوں کہ میں اس کا مقابل ہوں۔

اسْتَعَاذَنِیْ : یہ اسْتَعَاذَ بِیْ بھی مروی ہے۔

**تشریح** ۞ عادی: یہ معادات سے ہے جو کہ موالات کا عکس ہے۔

ولیًا: ① یہ تولّی سے ہو تو جو آدمی اطاعت و تقویٰ سے دوستی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ حفظ و نصرت سے اسکے دوست بن جاتے ہیں۔

④ولی سے ہوتو قرب نزدیکی۔ ولی جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہو یعنی اس کے اوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب کر کے اس کا قرب اللہ تعالیٰ کے نور معرفت میں مستغرق ہونے کی وجہ سے دل سے کسی کو نہ دیکھے۔ وہ فقط دلائل قدرت دیکھے اور آیات رب کو سنے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے الگ نہ ہو اور کثرت سے نوافل پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ساتھ وہ بولے اور اس کی اطاعت میں وہ حرکت کرے یہی تو متقی ہے۔ ارشاد فرمایا:﴿ان اولیاءہٗ الا المتقون﴾:(الانفال:۳۴)فقد آذنته بالحرب: میں نے اعلان کر دیا ہے کہ میں اس کی طرف سے اس کے دشمن سے وہ معاملہ کرتا ہوں جو محارب سے کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اس پر جلال وعدل وانتقام کی تجلیات ہیں اور ظاہر ہے جس سے اللہ تعالیٰ محاربہ کا معاملہ فرمائیں وہ کیسے کامیاب ہوگا۔ یہ شدید تہدید ہے کیونکہ اس محاربہ کا انجام ہلاکت ہی ہے۔ یہ کلمات مجاز بلیغ کی قسم سے ہیں۔ گویا اس کا مطلب وہی ہے جس پر وہ دشمنی مشتمل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے کو ناپسند کر کے اس کی دشمنی مول لینا اور اس آدمی کے لئے بڑی وعید ہے جو اللہ تعالیٰ کی ولایت کی وجہ سے اس کے ساتھ دشمنی کرتا ہے اور یہ اس طرح جیسے اس آدمی کو ایذاء دینے کی طرح جس میں قرآن وسنت کی اتباع کی وجہ سے نشانات ولایت ظاہر ہوں۔ خواہ عناداً یا حسداً ان آیات کا انکار کر دے یا جو احترام اس کا کرنا چاہئے وہ نہ کرے یا اس کو گالم گلوچ کرے ہر قسم کی ایذائیں جن کی شرع میں کوئی گنجائش نہیں جبکہ وہ اس کا مستحق نہ ہو۔

باقی کسی عدالت میں ولی سے نزاع یا وہ جھگڑا جو اس سے کسی حق کو حاصل کرنے کے لئے ہو یا کسی گہری بات کو معلوم کرنے کی غرض سے ہو اس کا اس وعید سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسے باہمی تنازعات ابوبکر وعمر اور علی وعباس رضی اللہ عنہم کے مابین پیش آئے حالانکہ وہ تمام اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہیں۔

جب عداوت میں وعید ہے تو موالات میں عظیم ثواب' ثواب الٰہی' تائید' توفیق خداوندی بھی اسی قدر ہے۔

عبدی: کی نسبت تشریفی ہے۔ جو اس کے بلند مقامات کی اہلیت کو ظاہر کرتی ہے۔

من ما افترضت علیه: یہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے خواہ فرض عین ہو یا کفایہ مثلاً نماز' ادائیگی حقوق' والدین سے حسن سلوک اور دیگر واجبات کیونکہ ان کا حکم لازم ہے اس لئے ان کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں سزا ہے۔ اسی لئے فرض اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب اور اس کے قرب کا ذریعہ ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض کا ثواب نفل سے ستر درجہ بڑھ کر ہے۔ حاصل یہ ہے کہ فرض بنیاد اور نفل عمارت ہے۔

یتقرب: قرب حاصل کرتا ہے۔ ایک روایت میں یتحبب: ہے۔

بالنوافل: تمام قسم کی نفلی عبادات مثلاً قرأت قرآن یہ عظیم ترین قربات سے ہے۔ اسی طرح ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فاذکرونی اذکرکم اور اس کا باطن زہد' توکل' ورع' رضا و دیگر احوال عارفین سے مزین ہونا چاہئے۔ خصوصاً نیکیوں کی محبت اور اعداء سے دشمنی۔ حتی احبه: بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کی توفیق اور اسکی انابت اور اس کے ساتھ احسان سے معاملہ۔

**اہم تنبیہ** ☆اس سے معلوم ہوا کہ نوافل کی ادائیگی فرائض کی ادائیگی کے بعد ہے ورنہ نوافل کس شمار میں نہیں جیسا فرائض کی تقدیم سے ظاہر ہو رہا ہے اور یہ چیز بندے کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دے گی اور وہ اس کے ان دوستوں سے ہو جائے گا جن کو وہ پسند کرتے ہیں اور حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی فرائض سے اس طرح قرب پائے گا کہ وہ کسی واجب کو ترک

نہ کرے اور کسی حرام کا ارتکاب نہ کرے یا فرائض کو نوافل سمیت انجام دے یہ کامل ترین صورت ہے۔ اسی لئے اس کو محبت سابقہ اور آئندہ سے خاص کیا۔

اور ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت اور محبت کی راہ ایک ہی ہے اور وہ طاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ باقی سب غلط۔

**فاذا احببت کنت**: یہاں کانَ صابر کے معنی میں ہے۔

**قول محققین** ☆ یہ مجاز ہے۔ ② بندے عام امور میں تائید و اعانت سے تولیت سے کنایہ ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو بندے کے آلات و جوارح ادراکیہ کے مقام پر اتار کر یہ فرمایا۔ اگر دوسری روایت میں **فبي يسمع** الحدیث کے الفاظ وارد ہیں۔ یعنی میں نے اسے ان افعال کی قدرت دی اور اس میں پیدا فرمائے۔ میں ان کا کرنے والا ہوں۔ بندہ اپنے افعال کا خالق نہیں۔ خواہ کلی افعال ہوں یا جزیات سے متعلق ہوں۔ اس روایت سے معتزلہ کے اس اعتقاد کی تردید فرمائی کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے اور دوسری طرف حلولیہ اور اتحادیہ نے اس کلام کو حقیقت قرار دے کر کہا کہ اللہ تعالیٰ عین عبد ہے یا اس میں حلول کرنے والا ہے۔ یہ کھلی گمراہی اور اجماعاً کفر ہے۔

**ازالہ** ☆ بعض عارفین کے کلام میں اسی طرح کی مشابہہ جو چیزیں وارد ہیں۔ وہ ان کی مراد نہیں وہ ظاہر بین کا قصور نظر ہے۔ ورنہ وہ اس خبیث اعتقاد سے بری الذمہ ہیں۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے ان کو دیگر مفاسد سے بچا کر رکھا ہے۔ (واللہ اعلم)

**ولئن سالني**: اگر وہ مجھ سے مانگے گا تو میں ضرور دوں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے گا تو خوف سے اس کو پناہ دوں گا۔ یہ حبیب کا اپنے محبوب سے معاملہ ہوتا ہے۔ امت کے بے شمار ایسے لوگ ہیں جن کے مطلوب ان کو ملے اور دکھ جاتے رہے۔ اس پختہ وعدہ میں جو قسم سے مؤکد ہے یہ اعلان کیا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ کا مندرجہ بالا انداز سے قرب حاصل کرتا ہے۔ اس کی دعا مسترد نہیں ہوتی اور بعض اوقات اس کی دعا اس لئے قبول نہیں کی جاتی کہ اس کی بہتری دوسری چیز میں ہوتی ہے۔ جو اس کے لئے دنیا و آخرت کے لحاظ سے بہتر ہوتی ہے۔ (بخاری)

**لا عیذنّه**: کے بعد یہ بھی اضافہ ہے: **وما ترددت عن شئي انا فاعله ترددي عن نفس المؤمن يكره الموت وانا اكره مساءته**: (بخاری) نے یہ الفاظ نقل کئے ابن حبان نے بھی نقل کئے ابوداؤد نے سنن کے علاوہ اور بیہقی نے کتاب الزہد میں اور ابن عدی نے کامل میں ذکر کئے ہیں۔ آذنته: اعلان کرنا۔ استعاذني: مجھ سے پناہ طلب کی۔ یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے مگر سب میں کلام ہے اور جو روایت اسناد حسن رکھتی ہے وہ بہت غریب ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاري (٦٥٠٢) وابن حبان (٣٤٧) وانظر كلام الحافظ ابن حجر عليه في الفتح (١٤٣/١٣)

**الفوائد**: ① صدق و توکل کی وجہ سے ولی اللہ بڑا مرتبہ پالیتا ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کے دوست کو ایذاء دینے والا جلد انتقام الٰہی کا شکار ہوتا ہے۔ ③ اللہ تعالیٰ کے لئے ولایت ثابت ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (ا) ولایت عامہ سے مراد تمام بندوں پر غلبہ و تصرف مطلقہ اس کو حاصل ہے۔ (ب) ولایت خاصہ سے مراد انسان کا ایسے اسباب خیر اختیار کرنا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کی ولایت حاصل ہو جاتی ہے۔ **الله ولي الذين امنوا** میں اسی کا تذکرہ ہے۔ ④ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے دشمنی اللہ تعالیٰ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ ⑤ فرائض کا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نوافل سے بہت زیادہ ہے۔ ⑥ اللہ تعالیٰ کی محبت

بندوں سے بتقاضائے حکمت متفاوت ہے۔ ⑦ جو اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتا ہے وہ اس کے اوامر کی تعمیل کرے اور نواہی سے بچے۔ ⑧ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی دعا کو قبول فرماتے ہیں۔ ⑨ سب سے بڑا مجاہدہ تعمیل فرائض و واجبات اور پھر مستحبات و سنن سے اس کی تکمیل ہے۔

۹۶ :عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْمَا یَرْوِیْہِ عَنْ رَبِّہٖ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ :اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَاِذَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا وَاِذَا اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۹۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرتؐ سے آپؐ کا وہ ارشاد نقل کرتے ہیں جو آپؐ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف دو ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں''۔ (بخاری)

**تشریح** : یرویہ عن ربہ: یعنی یہ حدیث قدسی ہے۔ اس میں اور قرآن مجید میں فرق یہ ہے: ① قرآن معجز ہے ② اس کی تلاوت سے ثواب ملتا ہے۔ ③ بالمعنی اس کی روایات جائز نہیں۔ ④ بلا وضو اس کو چھونا ناجائز ہے۔ ⑤ بلا وضو اس کا اٹھانا جائز نہیں۔ مگر ان احادیث کا یہ حکم نہیں۔ قال رب سبحانہٗ: یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: تقربت الیہ: اور دوسری روایت میں تقربت منہ: ہے۔ اذا: کے ساتھ بعض نسخوں میں واؤ ہے اور یہی ظاہر ہے تا کہ معلوم ہو کہ مذکور پہلی حدیث کا حصہ ہے۔ انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ الخ: پھر یہ جانبین میں تمثیل ہے۔

علامہ کرمانی کہتے ہیں یہ بات قطعی دلائل سے ثابت ہے کہ یہ اطلاقات اللہ تعالیٰ پر محال ہیں۔ پس یہ مجاز ہیں مطلب یہ ہے جو شخص طاعات میں سے کوئی معمولی چیز بھی انجام دیتا ہے۔ میں کئی گنا اس کا ثواب بڑھا کر اس کا اکرام کرتا ہوں اور اس کی جوں جوں اطاعت بڑھتی ہے۔ میرا ثواب بھی بڑھتا جاتا ہے۔ اگر وہ اطاعت میں دیر کرتا ہے تو میں ثواب جلدی سے دیتا ہوں الغرض ثواب عمل سے کئی گنا بڑھ کر ہوتا ہے۔ باقی اطلاقات نفس' تقرب' ہرولہ وغیرہ تیزی کے الفاظ بطور ① مشاطلت یا ② بطریق استعارہ یا ③ لوازم کے ارادہ سے لائے گئے ہیں یہ ان احادیث میں سے ہے جو اکرم الاکرمین کے کرم عمیم کو ظاہر کرتی ہیں (اللھم ارزقنا حظا و اخرًا منہ۔ آمین): (رواہ البخاری) ابن جزری نے حصن میں اس حدیث کا پہلا حصہ لا کر متفق علیہ کا اشارہ دیا اسی طرح جامع الاصول وتیسیر میں بھی ہے۔ شاید دونوں کی روایت بالمعنی ہو اور بخاری سے خاص اس انداز سے نقل کیا۔

**تخریج**: اخرجہ البخاری (۷۰۳۶) واحمد (۱۲۲۸۹ / ٤)

**الفرائد** : ① اللہ تعالیٰ کے انعامات بے شمار ہیں سب سے بڑا انعام نعمت ایمان و اسلام ہے پھر صحیح عقل پھر امن و وسعت رزق ہے۔

۹۷ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ : الصِّحَّةُ ، وَالْفَرَاغُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۹۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کے متعلق خسارے میں مبتلا ہیں:

(۱) صحت (۲) فراغت''۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ نعمتان: یعنی دو عظیم الشان نعمتیں ہیں۔ بقول ابن خازن نعمت اس کو کہتے ہیں جس سے انسان خوشحال ہو۔ علامہ طیبی کہتے ہیں نِعْمه: یہ جِلْسَة کی طرح ہے: وہ اچھی حالت جس پر انسان ہو۔ ایک قول یہ ہے نِعمه: وہ فائدہ جو دوسرے کو بطور احسان پہنچایا جائے۔

**النحو**: مغبون فیهما: یہ نعمتان کی خبر ہے۔ الغبن: کئی گنا قیمت بڑھا کر خریدنا۔ ② وہ بیع جو ثمن مثلی کے بغیر کی جائے۔

کثیر من الناس: مغبون کا نائب فاعل ہے اور وہ خبر ہے۔ ② کثیر یہ مبتداء اور مغبون خبر ہے اور جملہ خبر ہے اور رابط ضمیر وصف ہے اور کثیر کی وجہ سے مفرد ہے۔ الصحة و الفراغ: یہ نعمتان سے بدل ہے۔

**نکتہ** ☆: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکلف کو تاجر اور صحت سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی بدن اور فراغت میں یہی ایسی رکاوٹیں ہیں جو راس المال میں طاعت کے سلسلہ میں مخل ہیں کیونکہ بدن و فراغت، یہ دونوں چیزیں نفع کے اسباب اور کامیابی کے مقدمات سے ہیں۔ پس جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی اختیار کی اور صحت و فراغت کو جلدا لیا وہ نفع پا گیا اور جس نے اپنے راس المال کو ضائع کر دیا اس کو شرمندگی فائدہ نہ دے گی۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (١/٣٢٠٧) والبخاري (٦٤١٢) والترمذي (٢٣٠٤) وابن ماجة (٤١٧٠)

**الفرائد**: ① اصل شکر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو انجام دینا ہے۔ ② اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصیت دی کہ آپ کے متقدم و متأخر تمام ذنب بخش دیئے۔ ③ رات کے قیام طویل قیام افضل ہے۔

۹۸ : عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقُلْتُ لَهٗ : لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ؟ قَالَ : "اَفَلَا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ- هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَنَحْوُهٗ فِي الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ رِّوَايَةِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ۔

۹۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ رات کو قیام فرماتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک پھٹ جاتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اس طرح کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ جاؤں۔

(بخاری) اسی طرح کی روایت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں بھی مروی ہے۔

**تشریح** ۞ **یقوم:** سے یہاں تہجد کا قیام مراد ہے وہ رات کا چھٹا' چوتھائی یا پانچواں حصہ تھا۔ **تفطر:** یہ اصل میں تتفطر ہے جو پھٹنے کے معنی میں ہے۔ نسائی کی روایت میں **تزلع قدماہ:** اور بخاری کی دوسری روایت میں **تورمت قدماہ:** مگر تمام روایات کا حاصل ایک ہے ورم سے پھٹنا۔ **ھذا:** سے یہ مشقت اٹھانا مراد ہے۔ عارف باللہ ابوجمرہ نے **من یدخل احد کم الجنة بعمله:** پر کلام کے دوران فرمایا کسی کے خیال میں یہ بات نہ آئے کہ وہ ذنوب جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے غفران کا فرمایا ہے وہ ان گناہوں جیسے تھے جن میں ہم شب و روز مبتلا ہیں (حاشا وکلا) کیونکہ انبیاء علیہم السلام بالا جماع کبائر و صغائر سے معصوم ہیں۔ یہ اس قبیل سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے لائق تعظیم اور شکریہ میں انسانی تقاضے کے مطابق کمی رہ جاتی ہے۔ آپ ﷺ کا جس قدر مرتبہ بلند ہے شکریہ کے حقوق بھی اسی قدر زیادہ ہیں جن میں کمی رہ جاتی ہے۔ اس کے غفران کا اعلان کر کے اور رفعت بخش دی۔ قاضی عیاضؒ کا کلام اس سلسلہ میں باب اداءالامانت میں مذکور ہوگا۔

**أفلا احب ان اکون عبدا شکورا:** فاسببیہ ہے محذوف یہ فعل ہے۔ **اترك التهجد فلا:** کیا میں تہجد چھوڑ دوں ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں تو اس کا شکر گزار بندہ بننا چاہتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ مغفرت تہجد کے شکریے کا سبب ہے پس اس کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں عبادت میں مشقت برداشت کرنے کا سبب دریافت کرنے والے کا خیال یہ تھا کہ یہ عبادت خوف ذنب سے اور طلب مغفرت و رحمت کے لئے ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غفران کا فیصلہ ہو چکا ان کو اس کی ضرورت نہیں۔ آپ نے سائل کی راہنمائی ایک اور طرف فرمائی کہ اس کا سبب غفران کے عطیہ پر شکرانہ ہے اور ان تک نعمت کا پہنچنا ہے جو ذرا سی نعمت کے بھی حقدار نہیں۔

(صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوال کا مقصد اس قدر جسمانی مشقت میں کمی کی اپیل تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: یہ مشقتیں نعمت غفران کے شکریہ ہی میں خوش دلی سے اٹھائی جا رہی ہیں۔ واللہ اعلم منہ)

**شکر:** اعتراف نعمت کے ساتھ خدمت کو انجام دینا۔ جو اس کو کثرت سے کرنے والا ہو وہ شکور کہلاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا: ﴿**قلیل من عبادی الشکور**﴾: (السباء: ۱۳) اس قدر مشقت والے اعمال وہ اختیار کرے جو ان سے اکتاہٹ اختیار نہ کرے۔ جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسم کو تکلیف پہنچنے کے باوجود اپنے رب کی عبادت سے نہ اکتاتے تھے۔ اور حدیث میں فرمایا گیا: **وجعلت قرة عینی فی الصلاة:** جو اکتاہٹ محسوس کرے اسے اپنی حد میں رہنا چاہئے۔ جیسا فرمایا: **اکلفوا من العمل ما تطیقون فان اللّٰہ لا یمل حتی تملوا۔**

**تخریج:** متفق علیہ۔ معنی کے لحاظ سے۔ البتہ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔ اس کو ترمذی' نسائی' ابن ماجہ سے بھی بیان کیا ہے۔ (جامع صغیر)

**الفوائد:** اس روایت میں آپ ﷺ کا عبادت کے لئے محنت اٹھانا اور اپنے رب سے ڈرنا مذکور ہے۔ کثرتِ عبادت کی وجہ انعاماتِ عظیمہ کی بقدر ہمت شکر گزاری کے لئے ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عشرہ اواخر رمضان کی راتیں آپ تمام رات عبادت میں گزارتے۔

۹۹ : عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَا اللَّيْلَ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَالْمُرَادُ " : الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ۔ "وَالْمِئْزَرُ" الْاِزَارُ وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنِ اعْتِزَالِ النِّسَآءِ۔ وَقِيْلَ : الْمُرَادُ تَشْمِيْرُهٗ لِلْعِبَادَةِ يُقَالُ : شَدَدْتُ لِهٰذَا الْاَمْرِ مِئْزَرِیْ : اَیْ تَشَمَّرْتُ وَتَفَرَّغْتُ لَهٗ۔

۹۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تو آنحضرت ﷺ شب بیداری فرماتے اور گھر والوں کو جگاتے اور خوب کوشش فرماتے اور کمر کس لیتے۔ اَلْمِئْزَرُ :چادر۔ یہ عورتوں سے علیحدگی اختیار کرنے سے کنایہ ہے۔ مقصد اس سے عبادت کی پوری تیاری ہے۔ (متفق علیہ) جیسا کہ محاورہ عرب ہے: شَدَدْتُ لِهٰذَا الْاَمْرِ مِئْزَرِیْ :میں نے اس کام کے لئے پوری تیاری کر لی اور فارغ کر لیا۔

**تشریح** ❁ العشر الاواخر: رمضان المبارک کے ۲۱ سے لے کر آخر رمضان۔

احیا اللیل: مختلف عبادات سے۔ سال کی تمام راتوں میں تمام رات جاگنے پر دوام بدن و عقل کو مضر ہے۔

ایقظ اھلہ: نماز کے لئے جگاتے تاکہ اوقات مبارکہ کی فضیلت سے خبردار ہو جائیں اور ان میں نیک اعمال کو غنیمت سمجھیں جیسا ترمذی نے زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ عشرہ اخیرہ میں گھر میں ہر ایک کو جو قیام کی استطاعت رکھتا تھا آپ جگاتے۔

جدّ: عادت سے زیادہ عبادت کی کوشش کرتے۔ اس کی وجہ لیلۃ القدر ہے جو ہزار ماہ سے افضل ہے۔ شد المیزار: ① یہ شد مئزر ہے۔ شد ازار نہیں۔ عورتوں سے الگ رہنے سے کنایہ ہے۔ جیسا اس شعر میں

قوم اذا حاربوا اشدوا مآ زرهم ☆ من النساء ولو بائت باطهار

ثوری نے یہی معنی لیا ہے اور ابوبکر بن عیاش کا بھی یہی قول ہے۔ (ابن ابی شیبہ)

② یہ مجاز مرسل ہے۔ عبادت کے لئے پورے طور پر فارغ کرنا مراد ہے۔ یہ خطابی کا قول ہے۔

③ ابن حجر کہتے ہیں عبادت کے لئے تیاری اور اعتزال دونوں بھی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ (فتح الباری)

④ ایک احتمال یہ بھی ہے شد میزر حقیقت ہو اور اس کو نہ کھولنا اور عورتوں سے الگ رہنا اور عبادت کے لئے خوب تیار رہنا مراد ہو مگر عاصم بن ضمرہ کی روایت میں شد مئزرہ واعتزل النساء کے الفاظ عطف کے ساتھ آئے ہیں جس سے پہلے معنی کی تائید ہوتی ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۹/۲٤۱۸٦) والبخاری (۲۰۲٤) و مسلم (۱۱۷٤) و أبو داود (۱۳۷٦) والنسائی (۱٦۳۸) وابن ماجه (۱۷٦۸) وابن حبان (۳۲۱) والبیهقی (۳۱۳/٤)

**الفوائد**: ① انسان کو عمل میں استمرار اختیار کرنا چاہئے اکتا کر چھوڑ نہ بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ سے ہر چیز مانگے اور اسی کی مدد پر بھروسہ کرے۔

۱۰۰: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ احْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ — وَاِنْ اَصَابَكَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ کَانَ کَذَا وَکَذَا، وَلٰکِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۰۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''طاقتور مؤمن زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے کمزور مؤمن سے۔ مگر ہر ایک میں بہتری اور خیر ہے اور تم اس چیز کی حرص کرو جو تمہیں فائدہ دے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور ہمت نہ ہارو اور اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچے تو یہ مت کہو کہ میں ایسا کر لیتا اگر میں ایسا کر لیتا تو ایسا ہو جاتا البتہ یہ کہو اللہ کی تقدیر یہی تھی اور جو اس نے چاہا وہ کیا۔ کیونکہ ''اگر'' کا لفظ شیطان کے عمل کا دروازہ کھولتا ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **المؤمن القوی**: اس سے مراد وہ مومن ہے جس کو باطنی قوت کی وجہ سے اسباب کی طرف التفات نہ ہو بلکہ مسبب الاسباب پر بھروسہ ہو۔

نوویؒ کہتے ہیں مؤمن قوی وہ ہے جس کو امور آخرت کی طرف رغبت ہو اور وہ خوب عبادات کرنے والا ہو۔ ② جو لوگوں کو خیر وارشاد سکھائے اور اس راہ میں آنے والی لوگوں کی تکالیف برداشت کرے۔

③ قرطبی جو بدن ونفس کے لحاظ سے قوی ہو ارادے کو پورا کرنے والا اور وظائف عبادت حج' نماز' روزہ' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جن پر دین قائم ہے ان وظائف کو ادا کرنے والا ہو۔

**الضعیف**: سے مراد جو قوی کی ضد ہو۔ **خیر**: یہاں مصدر ہے جو خلاف شر کو کہا جاتا ہے۔ دونوں اصل ایمان میں شریک ہیں۔

**علی ما ینفعك**: احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے دین' عیال اور مکارم اخلاق میں معاون چیزوں کو حاصل کرے اور ان میں کوتاہی نہ برتے۔ اسی لئے احرص کا صیغہ استعمال فرمایا۔

**استعن باللّٰه**: اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اس پر بھروسہ کرو اور اپنی حرکات واسباب پر بھروسہ نہ کرے بلکہ تمام میں اس کی پناہ مانگے۔ جس نے اس سے اعانت چاہی اس کی اعانت کی گئی۔ کسی عارف نے کیا خوب کہا:

اذا لم یعنك الله فیما تریدهٗ ☆ فلیس لمخلوق الیه سبیل

اللہ تعالیٰ کی اعانت نہ ہو تو مخلوق کو اس کی کیا طاقت۔

ان هو لم یرشدك فی كل مسلكٍ ☆ ضللت ولو ان السماك دلیل

اگر اس کی راہنمائی نہ ہو تو سماک ستارہ بھی راہنمائی نہیں کر سکتا۔

**ولا تعجز**: اس میں کوتاہی کرتے ہوئے بتکلف عاجز مت بن اس سے طاقت پر بھروسہ کر کے حکمت الٰہیہ کو مت چھوڑ کیونکہ بیٹھ رہنے میں کوتاہ گنا جائے گا اور شرعاً وعادۃً تفریط قابل ملامت ہے۔ اگر اس کے باوجود تقدیر کی کوئی چیز تجھے پہنچے تو "فلا تقل لو انی فعلت کان کذا: یہ لو کا جواب ہے اس میں عادات کی طرف جھکاؤ' مسببات کو اسباب عادیہ سے جوڑنا اور امور

کی اصل حقیقت یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے سے دوسری طرف جھکاؤ ثابت ہوتا ہے۔ اسی لئے یہ کہنے کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے یہی تھا وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (برہان علوی کی تحقیق کے مطابق قَدَرَ اللّٰہ: ماضی کا صیغہ ہے) اس نے کر دیا اس کے ارادہ کو کوئی لوٹا نہیں سکتا وہ ہر چیز پر قادر ہے میں اس پر راضی ہوں۔

اس میں مقدور کے واقعہ ہونے پر افسوس کا علاج ذکر کر دیا اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرنے اور قدرت پر رضامندی سے ملتی ہے اور گزشتہ کی طرف نہ کرنے سے میسر آتی ہے کہ اس طرح نہ کہے اگر اسطرح کرتا تو یوں ہوتا کیونکہ لو کہنا ان کے لئے خسران کا باعث ہے۔

جن لوگوں کو خیال ہوا کہ تدبیر تقدیر سابق کے مخالف ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ شیطانی چال ہے اگر لو کو تقدیر کے معارض قرار دیا یا تقدیر اعتقاد کے باوجود کہے کہ اگر فلاں مانع نہ ہوتا تو اس کے خلاف ہوتا۔ یہ ایسا وسوسہ ہے جو خسران کا باعث ہے۔ البتہ لو کو افسوس کے طور پر اس وقت استعمال کیا جائے جب اس سے علم اور بھلائی کی کوئی چیز رہ جائے اور وہ یہ جانتا ہو کہ مجھے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ہے وہی ملے گا تو اس صورت میں مکروہ نہیں۔ جیسا اس روایت میں ہے: **لو استقبلت من امری ما استدبرت**: الحدیث۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۳/۸۷۹۹) و مسلم (۲٦٦٤) وابن ماجه (۷۹)

**الفرائد**: شہوات ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جن کی طرف نفس بلا سوچے سمجھے اور دین و شریعت کی رعایت کے لئے بغیر اور انسانی قدروں کا پاس کئے بغیر بڑھتا چلا جائے۔ اسی لئے ان میں ابتلاء کو جہنم میں داخلہ کا ذریعہ بتلایا گیا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی پابندی نفس کو گراں ہے اسی وجہ سے اس کو برداشت کر لینے پر جنت کا حقدار بنایا گیا ہے۔

۱۰۱ : عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "حُفَّتْ" بَدَلَ "حُجِبَتْ" وَهُوَ بِمَعْنَاهُ : اَيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا هٰذَا الْحِجَابُ فَاِذَا فَعَلَهُ دَخَلَهَا۔

۱۰۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جہنم کو شہوات سے ڈھانپ دیا گیا اور جنت کو ناپسندیدہ ناگوار کاموں سے ڈھانپ دیا گیا۔ (متفق علیہ)

مسلم کی روایت ہے۔ حُفَّتْ مگر دونوں کا معنی ایک ہے یعنی آدمی اور اس کے درمیان یہ حجاب اور رکاوٹ ہے جب وہ اس کو کر لیتا ہے تو وہ اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

**تشریح** ۞ حُجبت: یہ ماضی مجہول ہے۔ قرطبی کہتے ہیں یہ انتہائی بلیغ کلام ہے۔ مکارہ: کو حفاف ٗ حجاب سے مثال دے کر سمجھایا۔ حفاف اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کے گرد اس طرح چھا جائے کہ اس کو پھاندنے کے سوا اس تک پہنچنا ممکن نہ ہو۔ اس تمثیل سے یہ ظاہر فرمایا گیا کہ جب کا حصول مکارہ کے جنگل عبور کرنے اور اس میں آنے والی تکالیف کو برداشت کرنے سے ہوگا اور آگ سے وہ نجات پائے گا جو شہوات کو چھوڑ دے اور نفس کو اس سے الگ کر لے۔

امام نووی کہتے ہیں جنت کی طرف پہنچنے کا راستہ یہ ہے۔ طاعات میں مشقت کی ناپسند باتیں اختیار کرے اور شہوات سے باز رہے جیسا کہ کسی ڈھانپی ہوئی چیز کو پردہ پھاڑ کر اور پردے سے آگے گزر کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ شہوات کی اتباع آگ میں پہنچانے والی ہے۔ یہاں شہوات سے حرام شہوات مراد ہیں نہ کہ مباح۔ البتہ مباحات میں زیادہ انہماک دل میں قساوت پیدا کرتا ہے اور طاعت میں سستی کا باعث بنتا ہے۔ (متفق علیہ معنی کے لحاظ سے ہے) مسلم کی روایت میں حجبت: کی بجائے حفت کا لفظ ہے دونوں کا معنی ایک ہے۔ ابن مالک نے نووی کی طرف حجبت لا حفت کے الفاظ غلطی سے منسوب کر دیئے۔ ورنہ ریاض اور شرح مسلم میں نووی کی اپنی نقل میں یہ الفاظ موجود ہیں کاتب کا سہو ہے۔ (فتدبر)

بینہ: سے نار: اور بینہا: سے جنت مراد ہے اور فاذا فعلہ: سے حجاب کو پھاڑ کر عبور کرنا ہے۔

**تخریج**: اخرجہ احمد (۲/۱۲۵۶۰) و البخاری (۶۴۸۷) و مسلم (۲۸۲۲)

**الفرائد**: ① اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں کو چاہنے کے لئے عبادت کے اعمال شاقہ برداشت کرنے چاہئیں۔ ② رات کی نماز طویل قیام کے ساتھ افضل ہے۔ ③ تسبیح کی کثرت میں کوئی مقدار متعین نہیں۔

۱۰۲: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ حُذَیْفَةَ ابْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ یَرْکَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضٰی فَقُلْتُ یُصَلِّیْ بِهَا فِیْ رَکْعَةٍ فَمَضٰی، فَقُلْتُ یَرْکَعُ بِهَا فِیْ رَکْعَةٍ فَمَضٰی فَقُلْتُ یَرْکَعُ بِهَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَآءَ فَقَرَاَهَا یَقْرَاُهُ مُتَرَسِّلًا اِذَا مَرَّ بِاٰیَةٍ فِیْهَا تَسْبِیْحٌ سَبَّحَ وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ثُمَّ رَکَعَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ: "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" فَکَانَ رُکُوْعُهٗ نَحْوًا مِّنْ قِیَامِهٖ ثُمَّ قَالَ: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" ثُمَّ قَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا قَرِیْبًا مِّمَّا رَکَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" فَکَانَ سُجُوْدُهٗ قَرِیْبًا مِّنْ قِیَامِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۲: حضرت ابو عبداللہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی۔ آپ نے سورۂ بقرہ شروع فرمائی میں نے دل میں کہا کہ آپ سو آیات پر رکوع فرمائیں گے۔ مگر آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ میں نے سوچا کہ اس سورت سے ایک رکعت ادا فرمائیں گے لیکن آپ نے سورۂ نساء شروع کی اور اس کو مکمل پڑھا۔ پھر آل عمران شروع کی اور اس کو مکمل پڑھا۔ آپ کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر تھی۔ جب آپ کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں تسبیح باری تعالیٰ ہوتی تو تسبیح فرماتے اور جب سوال والی آیت سے گزرتے تو سوال کرتے اور جب استعاذہ اور پناہ والی آیت پر گزر ہوتا تو اللہ سے پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا تو اس میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھی۔ آپ کا رکوع قیام کے برابر تھا پھر آپ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہا اور اتنا ہی طویل قومہ فرمایا جتنا کہ رکوع۔ پھر سجدہ کیا اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھا۔ آپ کا سجدہ قریباً قیام کے برابر تھا۔ (مسلم)

**تشریح** ﷺ حذیفہ بن حسیل انصاری رضی اللہ عنہما۔ ان کے والد کا لقب یمان اس لئے پڑا کہ یہ انصار کے حلیف تھے اور وہ یمن سبا سے ہیں ورنہ یہ تو عبس بن بغیض مضری کی اولاد سے ہیں۔ دونوں باپ بیٹا اسلام لائے احد میں شریک تھے غلطی سے ان کے والد مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حذیفہ نے آواز دی یہ میرے والد ہیں مگر وہ نہ رکے یہاں تک کہ شہید کر دیا انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے ان کا خون مسلمانوں کو معاف کر دیا۔ یہ رقباء میں سے ایک تھے۔ فقیہ اور اہل فتویٰ صحابہ میں سے تھے۔ منافقین کے متعلق صاحب سر رسول کہا جاتا تھا۔ فتن مستقبلہ کی بہت سی خبریں ان کے پاس تھیں۔ جہاد میں ان کے عظیم الشان کارنامے ہیں' غزوہ احزاب میں ان کا کارنامہ مشہور ہے۔ اسلامی فتوحات میں نمایاں حصہ لیا۔ انہوں نے ہمدان' دینور کو فتح کیا۔ الجزائر کی فتح میں موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مدائن کا گورنر بنایا۔ ایک دن انہوں نے اپنے دوستوں کو کہا آج اپنی اپنی تمنا پیش کرو۔ سب نے پیش کی۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے میری تمنا یہ ہے کہ مجھے ابوعبیدہ' معاذ بن جبل' حذیفہ بن الیمان جیسے عظیم لوگ ملیں تاکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے مختلف جگہوں کا حاکم مقرر کروں۔

ان کی مرویات ایک سو سے کچھ زائد ہیں۔ ۱۲ متفق علیہ اور ۸ میں بخاری ۱۷ میں مسلم منفرد ہیں۔ ۳۶ھ میں مدینہ منورہ میں شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے چالیس راتیں بعد وفات پائی۔ صلیت: سے نماز تہجد مراد ہے اس میں سورۂ بقرہ شروع فرمائی۔ ایمائۃ: میم پر کسرہ کے باوجود رسم الخط میں التباس سے بچنے کے لئے ہمزہ کو الف کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔

**ثم افتتح آل عمران فقرأها:** قاضی عیاضؒ کہتے ہیں اس میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو ترتیب سور کو اجتہادی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو آپ ﷺ نے امت کے اوپر چھوڑا یہ امام مالکؒ اور جمہور علماء کا قول ہے۔ ابن باقلانی نے اس کو پسند کیا اور اس کو صحیح قرار دیا اور یہ کہتے ہیں کہ سور کی ترتیب کتابت نماز' درس' تلقین میں زیادہ واجب نہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نص اس سلسلہ میں پائی نہیں جاتی اور اس کی مخالفت بھی ناجائز نہیں۔ اسی وجہ سے مصاحف کی ترتیب میں مصحف عثمانی سے پہلے اختلاف پایا جاتا تھا اور دوسرا قول ان کا ہے جو اس کو توقیفی مانتے ہیں۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مقرر فرمایا جیسا کہ مصحف عثمانی میں موجود ہے اور مصاحف کا یہ اختلاف توقیف اور آخری عرض اور دور سے پہلے کی بات ہے۔ یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہے اور مصحف ابی بن کعب میں اسی طرح تھیں۔ بعض متاخرین نے ایک دوسری تاویل کی کہ اس طرح پڑھنا بیان جواز کے لئے تھا۔ باقلانی کہتے ہیں کہ یہ ترتیب کی خلاف ورزی ایک رکعت میں ناجائز ہے اور دوسری رکعت میں خلاف ترتیب پڑھنا جائز ہے۔ یا غیر صلاۃ میں ترتیب کی خلاف ورزی جائز نہیں۔ بعض نے ایک اور بات کہی کہ ترتیب کے خلاف پڑھنا مباح ہے سلف نے جس ترتیب کی ممانعت کی وہ معکوس پڑھنا ہے۔ سورت کو آخر سے شروع کی طرف پڑھے۔

باقلانی کہتے ہیں کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہر سورۃ کی آیات کی ترتیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے توقیفی ہے اور اس طرح ہے جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ امت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

**مترسلاً:** حروف کی صحیح ادائیگی کے ساتھ ترتیل سے پڑھنا۔

**اذا مر بتعوذ تعوذ:** معلوم ہوا کہ پڑھنے والے کو یہی طریق اپنانا مسنون ہے۔

**سبحان ربی العظیم:** بعض ائمہ کہتے ہیں آپؐ اسی تسبیح کو دہرایا کرتے۔ علماء شوافع کہتے ہیں کہ تسبیح کو مکرر نہ کرے سب سے کم ایک مرتبہ اور اقل کا کامل درجہ تین اور اکثر ۱۱ مرتبہ ہے۔ آپ ﷺ کے معمول اور صریح ارشادات سے اور مواظبت سے یہی

بات ثابت ہوتی ہے۔ البتہ اس حدیث میں مذکور کبھی کیا جانے والا فعل ہے۔ جس کو مستقل حالت پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔
رکوعه نحواً: رکوع قریب تھا اس قیام کے جو قرأت کے لئے فرمایا۔ سمع الله لمن حمده: اللہ تعالیٰ نے اس کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی یعنی قبول کر لی۔ ثم قام: رکوع سے اٹھنے کے بعد طویل قومہ فرمایا۔ وہ امام نووی نے اس سے اخذ کیا کہ اعتدال اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا یہ دونوں طویل رکن ہیں۔ لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ یہ دونوں چھوٹے ہوں گے کیونکہ یہ مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود للغیر ہیں اور یہ بھی جواب ہو سکتا ہے کہ رکوع سے قریب ہونا نسبتی معاملہ ہے اس میں کوئی ثبوت نہیں کہ مشروع طوالت سے بڑھ کر طوالت تھی اور اس کی مقدار فاتحہ اور اذکار واوراد کی قرأت کی مقدار ہے۔
**ایک حکمت** ☆: رکوع میں العظیم اور سجدہ میں الاعلیٰ فرمایا گیا۔ اعلیٰ اسم تفضیل ہے۔ عظیم کی بنسبت زیادہ بلیغ ہے اور سجدہ تواضع میں رکوع سے بڑھ کر ہے۔ تو جو تواضع میں زیادہ بلیغ تھا اس کے لئے زیادہ بلیغ لفظ لائے۔ (رواہ مسلم)
**تخریج**: أخرجه احمد (۹/۲۳۳۰۰) و مسلم (۷۷۲) و أبو داود (۸۷۱) والترمذی (۲٦۲) والنسائی (۱۰۰۷) و ابن ماجه (۱۳۵۱) والدارمی (۱.۲۹۹) و ابن حبان (۱۹۸۷) و ابن خزیمة (٦۰۳) و عبد الرزاق (۲۸۷۵) والطحاوی فی شرح معانی الآثار (۱/۳۵)
**الفرائد**: ① دنیا کو بقاء نہیں قبر میں فقط عمل انیس بنے گا۔ ② اعمال صالحہ پر دوام مجاہدہ نفس سے میسر آ سکتا ہے۔

۱۰۳: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَاَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سَوْءٍ، قِيْلَ: وَمَا بِهٖ؟ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدَعَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
۱۰۳: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی۔ آپ نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ میں نے برے کام کا ارادہ کر لیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے کس چیز کا ارادہ فرمایا تھا؟ جواب دیا میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نماز چھوڑ دوں۔ (متفق علیہ)
**تشریح** ۞ صليت مع النبی صلی الله علیه وسلم لیلة: نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اور لیلۃ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ فاطال: طویل قیام فرمایا جو عام عادت سے زائد تھا۔ بامر سوء: سوء ضمہ سین سے اسم ہے اور فتحہ کے ساتھ سوء یہ مسرت کی نقیض ہے۔ مفتوح کی اضافت رَجُل سَوء: کی قسم سے ہے۔ (فتح الباری) فتحہ میں سوء پر اکتفاء کیا ہے اور ضمہ کی تردید کی ہے مگر دونوں میں فرق ظاہر ہے کہ ایک میں مصدر کی اضافت اور دوسرے میں اسم جامد کی اضافت ہے۔
اس نامناسب بات کی وضاحت فرمائی کہ ان اجلس و ادعه: میں بیٹھ جاؤں اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز چھوڑ دوں۔
**مسئلہ**: بڑے علماء کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ قول و فعل میں ان کی مخالفت نہ کی جائے جب تک کہ ان کا فعل دائرہ شرع میں ہو۔ علماء کا اس بات میں یہ اتفاق ہے کہ اگر مقتدی کو فرائض و نوافل میں قیام مشکل ہو جائے تو وہ بیٹھ سکتا ہے۔ البتہ ابن مسعود تو ادب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے نہیں بیٹھے۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طویل نماز کو پسند فرماتے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ طاقتور اور اقتداء نبوت کے دلدادہ تھے مگر جب عادت مالوفہ سے زیادہ قیام فرمایا تو اس وقت بیٹھنے کا ارادہ کیا اور حدیث میں وارد ہے کہ امام کی مخالفت افعال میں بری بات ہے۔ اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جو

بات مبہم ہو اسے پوچھ لینا چاہئے کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں نے امر سوء کو نہ سمجھنے کی بناء پر ان سے استفسار کیا۔ (متفق علیہ، ترمذی فی الشمائل)

**تخریج:** أخرجه احمد (٣٦٤٦ / ٢) والبخاری (٦١٣٥) و مسلم (٧٧٣) و ابن ماجه (١٤١٨)

**الفرائد:** ① بسا اوقات آدمی زبان سے کوئی ایسی بات نکال دیتا ہے جو اس کے دخول جنت کا باعث بن جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح ایک ایسا کلمہ منہ سے بول دیتا ہے جس سے وہ جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔

۱۰۴: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ: اَهْلُهُ وَمَالُهُ، وَعَمَلُهُ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ: يَرْجِعُ اَهْلُهُ" وَمَالُهُ" وَيَبْقٰى عَمَلُهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ تین چیزیں میت کے پیچھے جاتی ہیں: (۱) اس کے گھر والے۔ (۲) اس کا مال۔ (۳) اس کا عمل۔ پس دو چیزیں واپس آ جاتی ہیں اور ایک باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے گھر والے اور اس کا مال واپس آ جاتا ہے اور اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

**تشریح:** یتبع المیت: یعنی قبر تک ساتھ جاتے ہیں۔ ثلاثہ: اس میں اجمالاً ذکر کیا پھر جملہ مستانفہ کے طور پر وضاحت کی تاکہ نفس میں بات خوب بیٹھ جائے بعض چیزوں کی تفصیل کے لئے طبع میں اشتیاق ہوتا ہے۔ الحاصل: حدیث میں عمل کو عمدہ طریقے سے کرنے پر آمادہ کیا گیا تاکہ قبر میں اس کا ہم نشین بن سکے۔ (متفق علیہ)

**تخریج:** أخرجه احمد (٤/١٢٠٨١) والبخاری ٦٥١٤) و مسلم (٢٩٦٠) والترمذی (٢٣٧٩) والحمیدی (١١٨٦) و ابن حبان (٣١٠٧)

**الفرائد:** ① سجدہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔ ② ممنوع اوقات کے علاوہ نفلی نماز کی کثرت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ ③ آزاد آدمی سے خدمت لینا درست ہے۔ ④ مقرب ترین ہستیاں بھی جنت میں داخل کرنے کا اختیار نہیں رکھتیں۔

۱۰۵: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۰۵: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت تمہارے لئے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور اسی طرح جہنم بھی اتنی ہی قریب ہے"۔ (بخاری)

**تشریح:** الشراك: جوتے کے تسمے۔ ابن مالک کہتے ہیں۔ قریب تر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ معمولی نیکی جنت کے داخلے کا باعث بن جاتی ہے اور ایک معصیت جہنم میں لے جاتی ہے۔ ابن بطال کہتے ہیں یہ حدیث بتلاتی ہے کہ طاعت جنت تک پہنچانے والی ہے اور معصیت آگ سے قریب کرنے والی ہے اور بسا اوقات یہ دونوں معمولی سی چیز سے ہوتی ہیں اسی معنی میں یہ ارشاد ہے إنّ الرجل ليتكلم بالكلمة: الحدیث۔ آدمی کے لئے مناسب یہ ہے کہ چھوٹی سی نیکی کرنے میں دریغ نہ کرے اور معمولی سی برائی کی جرأت نہ کرے۔ اس لئے کہ اس نیکی کا علم نہیں جس سے اللہ تعالیٰ رحمت فرما دیں اور نہ اس برائی کا علم

ہے کہ جس سے وہ ناراض ہو جائیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صحیح قصد اور فعل طاعت سے جنت کا حصول آسان ہے اور اسی طرح آگ بھی خواہشات کی پیروی اور گناہوں کے ارتکاب سے قریب الحصول ہے۔

ابن الکازرونی کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ جو کافر تھا وہ مسلمان ہو گیا تو جنت قریب ہو گئی اور (خدانخواستہ) جس نے کفر اختیار کر لیا نار اس کے قریب ہو گئی۔ اسی طرح کبائر کا مرتکب بھی آگ سے قریب تر ہو گیا۔ (شرح شارق)

**تخریج:** أخرجه احمد (۲/۳۶۶۷) والبخاری (۶۴۸۸) و ابن حبان (۶۶۱) والبیهقی (۳/۳۶۸)

**الفرائد:** ① طول عمر حسن عمل کے ساتھ عظیم الشان نعمت اور رفع درجات کا ذریعہ ہے۔

۱۰۶: عَنْ اَبِیْ فِرَاسٍ رَبِیْعَةَ بْنِ کَعْبٍ الْاَسْلَمِیِّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، وَمِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاٰتِیْهِ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ: "سَلْنِیْ" فَقُلْتُ: اَسْاَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ: اَوْ غَیْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ قَالَ: فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۶: حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ جو آنحضرت ﷺ کے خدام اور اصحاب صفہ میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رات گزارتا اور آن کے لئے لوٹا اور ضرورت کی چیزیں مہیا کرتا۔ (ایک رات آپؐ نے فرمایا) مجھ سے مانگ لو۔ میں نے عرض کیا میں جنت میں آپؐ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کے علاوہ کچھ اور؟" میں نے کہا فقط یہی۔ پھر ارشاد فرمایا: "تم میری اس سلسلہ میں کثرت سجود سے معاونت کرو"۔ (مسلم)

**تشریح** ⊙ ابوفراس ربیعہ بن کعب بن مالک اسلمی الحجازی یہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سفر و حضر کے خادم ہیں اور اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ یہ مسجد کے ایک جانب چھتی ہوئی جگہ جہاں وہ فقراء رہائش پذیر تھے جن کے گھر نہ تھے۔ یہ ہروقت مسجد میں رہنے والے اور خدمت رسول میں ہروقت مستعد رہنے والے لوگوں میں سے تھے۔ اہل صفہ سے ان کا تعلق تھا' ان کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے پاس رات گزارتا میں روشن دان سے رات کو سمع اللہ لمن حمدہ اور رات کے کنارہ میں آپ فرماتے اور رات کے ایک حصہ میں کہتے الحمد للہ رب العالمین۔ ابن جوزی نے اس کو بارہ روایات روایت کرنے والے صحابہ میں درج کیا ہے۔

برقی کہتے ہیں ان سے چار احادیث مروی ہیں۔ اس ایک روایت میں مسلم بخاری سے منفرد ہے۔ اصحاب سنن اربعہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ۶۳ھ میں واقعہ حرہ کے بعد انہوں نے وفات پائی۔

وَضوئه: وہ پانی جو وضو کے لئے تیار کیا جائے۔ وحاجته: لباس وغیرہ جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ سلنی: آپ نے فرمایا مجھ سے کوئی چیز مانگو تاکہ تمہاری خدمت کے مقابلہ میں بطور تحفہ تجھے دوں۔ اسخیاء کی یہ عادت ہوتی ہے اور آپ ﷺ سے بڑا سخی کون؟ سوال کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خزائن حق میں ان کی مطلوبہ چیز کی

اجازت دی گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ایک بات یہ بھی ہے جس کو چاہیں جس چیز سے خاص کر دیں جیسے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو آدمیوں کے برابر قرار دیا گیا۔ (بخاری) اسی طرح ام عطیہ کو آل فلاں کے سلسلہ میں بلند آواز سے رونے کی اجازت دی۔ (مسلم) مرافقتك في الجنة: جنت میں آپ کے قریب رہوں تا کہ زیارت وقرب سے متمتع ہوتا رہوں۔ اس میں یہ اشکال نہیں ہوسکتا کہ آپ کو تو مقام وسیلہ ملے گا جو کہ سب سے بلند مقام ہے۔ وہاں تک کسی نبی مرسل کی بھی رسائی نہیں اور دوسروں کی تو کیا بات ہے کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مجھے مراتب قرب میں ایک مرتبہ میسر ہو جائے اس کو مرافقہ سے کنایۃً بیان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اور کچھ مانگتے ہو کیونکہ یہ تو آسان ہے۔ یہاں او عطف کے لئے ہے یا ہمزہ استفہام کا فعل پر داخل ہے اور اب معنی یہ ہے: اترجع عن سؤالك هذا: کیونکہ یہ مشقت والی چیز ہے جس کی تم طاقت نہیں رکھتے بلکہ اور کوئی چیز مانگ لو جو اس سے آسان ہو۔ قلت هو ذالك: میں نے عرض کیا یہی میرا سوال ہے اور نہیں اگر چہ مشکل ہو میں اس سے رجوع نہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ ذلك: بعید ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ یہ مرتبہ اونچا اور شان والا ہے اور نرمی وکمزوری سے حاصل نہیں ہوتا۔ مگر سائل صحابی نے جواب میں ذاک کا اشارہ استعمال کر کے عرض کر دیا میں اپنے سوال پر قائم ہوں وہ میرے لئے مستبعد نہیں ہے کیونکہ میں اس مرتبہ کے حصول کے لئے جو حکم دیا جائے گا اس کو پورا کرنے کے لئے عزم بالجزم کر چکا ہوں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوت عزم اور صدق سوال کا جائزہ لے لیا تو فرمایا: اعني على نفسك: پھر اپنے اس بلند مراتب سے پیچھے رہنے والے نفس کے لئے جو کہ آرام وسکون من چاہی بے کار چیزوں کی طرف مائل ہے میری اعانت کرو۔ اعنی سے اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اصلاح میں دوسروں کی طرح خوب کوشاں ہیں اور وہ ایسے معالج ہیں جس کو اس کی شفاء مطلوب ہے۔ طبیب اپنے علاج میں مریض کی معاونت کا محتاج ہوتا ہے کہ جو وہ ہدایات دے اس پر مریض عمل پیرا ہو۔ بکثرۃ السجود: سجدوں کی کثرت جو کہ مرتبہ قرب کے حصول کا ذریعہ ہے اور نفس کو اس کی گڑبڑوں سے پاک کر کے اس کو اس کی عادات ومیلانات سے نکالنے والا ہے اور یہ تمہیں ان نقائص سے دور کر دے گا جو دوام مراقبہ تک لے جانے والے ہیں اس طرح مرافقت ومجاورت کے درجہ میں ترقی مل جائے گی۔

ابن حجر شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ کثرت سجود سے اس کو وہ بلند درجہ حاصل ہو جائے گا جس کے حصول کی طمع بھی نہیں کی جاسکتی مگر کثرت سجود کے ساتھ دنیا میں مزید مرتبہ بڑھایا جائے گا جس کی طرف والسجدوا اقترب: (العلق: ۱۹) میں اشارہ کر دیا گیا ہے پس ہر سجدہ میں ایک خاص قرب ہے کیونکہ وہ درجات قرب میں سے ایک درجہ قرب کا وہ کفیل ہے۔ اس طرح ترقی کرتے کرتے مرافقت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے گا۔ پس اس کا نتیجہ اس آیت کے مطابق ہے: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فاتبعوني ايحببكم الله﴾: (آل عمران: ۳۱) کہ قرب رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرب الٰہی سے حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب سے ملتا ہے یہ دونوں قرب آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو ان دونوں محبتوں کے درمیان ذکر کیا ہے تا کہ ہم پر ظاہر کر دیا جائے کہ بندے کی محبت اللہ تعالیٰ سے ہو اور اللہ تعالیٰ کی محبت بندے سے ہو ان دونوں کا دارومدار متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔

**تخريج:** أخرجه مسلم (٤٨٩) و أبو داود (١٣٢٠) والترمذى (٣٤١٦) والنسائى (١١٣٧) و (١٦١٧) و ابن

ماجه (۳۸۷۹)

**الفرائد:** ① جب انسان مجاہدہ نفس کرتا ہے تو دنیا میں اللہ تعالیٰ جنت کی ہوائیں اس کے مشام دماغ کو سونگھا دیتے ہیں۔ ذلک فضل اللہ۔

۱۰۷ : عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُقَالُ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ ؛ فَاِنَّكَ لَنْ تَسْجُدَ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ـ

۱۰۷: حضرت ابوعبداللہ' بعض نے کہا ابوعبدالرحمٰن ثوبان مولیٰ رسول اللہ (ﷺ) روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "اے ثوبان تم کثرت سے سجدے کیا کرو اس لئے کہ جو سجدہ بھی اللہ کے لئے کرو گے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تمہارا ایک درجہ بلند کر دے گا اور ایک گناہ اس کی وجہ سے مٹا دے گا"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت۔ ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمان ہے ان کے والد کا نام بحدد یا جحد ہے۔ کازرونی کہتے ہیں کہ یہ یمنی ہیں بعض نے حکمی بتلایا کہ حکم بن سعد کے خاندان سے ہیں جو العشیرہ کے رہنے والے تھے۔ بعض نے التمر بعض نے السرۃ بتلایا یہ مکہ اور یمن کے درمیان واقع ہے۔ یہ قید ہو کر آئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو خرید کر آزاد کر دیا گیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ساتھ رہے۔ پھر حمص منتقل ہو گئے۔ ان کا وہاں دارالضیافت تھا۔ ۵۴ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

مرویات کی تعداد ۲۸ ہے۔ ایک روایت میں مسلم منفرد ہیں۔ بخاری نے ان سے دس احادیث کی تخریج کی جن کو ابن جوزی نے ذکر کیا۔

**عليك:** یہ اسم فعل ہے جو خُذْ: کے معنی میں ہے۔ بکثرۃ السجود میں با زائدہ ہے **لله سجدة:** رکعت کے ضمن میں یا تلاوت و شکر میں' ورنہ فقط سجدہ تو غیر مشروع ہے۔

**سبب حدیث:** معدان بن طلحہ کہتے ہیں میں ثوبان کے پاس گیا اور ان کو کہا مجھے ایسا عمل بتلاؤ جس سے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے یا وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہو۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے پھر دوبارہ سوال کیا تو انہوں نے جواب سے خاموشی اختیار فرمائی۔ میں نے پھر تیسری بار سوال کیا تو فرمایا میں نے یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: علیك بكثرة السجود: الحدیث۔ پھر میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی مجھے وہی کہا جو ثوبان نے کہا (رواہ مسلم) احمد ترمذی' نسائی' ابن ماجہ۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت سجود طول قیام سے افضل ہے اور علماء کے تین مذاہب میں سے ایک یہ ہے۔ ہمارے ہاں صحیح یہ ہے کہ عدل طول قیام افضل ہے۔ (تفصیل شرح الاذکار میں دیکھیں)

**تخریج:** أخرجه احمد (۸/۲۲٤۳۳) و مسلم (٤۸۸) والترمذی (۳۸۸) والنسائی (۱۱۳۸) و ابن حبان (۱۷۳۵) و ابن خزیمة (۳۱٦) والطیالسی (۹۸٦) والبیهقی (۲/٤۸۵)

**الفرائد** : ① صحابہ کرامؓ خیرات میں کس قدر استباق کرنے والے تھے۔ ② منافق کو مسلمان کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا عمل ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ ③ اللہ تعالیٰ مؤمن کی طرف سے مدافعت فرماتے ہیں۔

۱۰۸ : **عَنْ اَبِی صَفْوَانَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُسْرٍ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : خَیْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔**

**"بُسْرٌ" : بِضَمِّ الْبَاءِ وَبِالسِّیْنِ الْمُهْمَلَةِ۔**

۱۰۸ : حضرت ابوصفوان عبداللہ بن بسر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے بہتر آدمی وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو اور عمل اچھا ہو''۔ (ترمذی) اور انہوں نے کہا حدیث حسن ہے۔

بُسْرٌ : یہ لفظ با کے ضمہ سے ہے۔

**تشریح** ابوصفوان عبداللہ بن بُسر اسلمی علامہ کازرونی نے ان کو مازنی قرار دیا ہے۔ مگر صاحب اسد الغابہ نے اس کی تردید کی ہے۔ سلیم مازن کا بھائی ہے۔ عبداللہ کا سُلیم سے کوئی معاہدہ نہیں کہ اس کی وجہ سے ان کی طرف نسبت کی جائے۔ یہ ان صحابہ کرامؓ میں سے تھے جنہوں نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی اور ان کے سر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر رکھا اور دعا فرمائی اور فرمایا: **یعیش هٰذا الغلام قرنًا**: یہ لڑکا سو سال زندہ رہے گا۔ چنانچہ ان کی عمر سو سال ہوئی اور فرمایا یہ اس وقت تک فوت نہ ہوں گے یہاں تک کہ یہ مسہ ان کے منہ سے چلا نہ جائے چنانچہ موت سے پہلے وہ مسہ ختم ہوگیا۔ ابن اثیر کہتے ہیں ان کو اور ان کے والدؓ والدہ بھائی عطیہ اور بہن شاء کو شرف صحابیت حاصل ہے۔ اس کے مطابق نووی کو رضی اللہ عنہما کہنا چاہئے تھا۔ ابن حجر کہتے ہیں نو عمر صحابی ہیں ان کو اور ان کے والد کو شرف صحابیت ملا۔ ۸۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی عمر ۹۴ سال تھی۔ بعض نے کہا حمص میں وفات ہوئی۔ شام میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔ ۹۶ھ ان کی عمر سو سال تھی۔

ان کی مرویات ۵۰ ہیں۔ بخاری ایک اور مسلم ایک میں منفرد ہیں۔

**من طال عمره و حسن عمله**: اس نے اپنی طویل عمر میں ایسے کام کیے جو اس کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے اور اس کی رضا تک پہنچانے والے تھے۔ **حسن عمل**: یہ ہے کہ تمام شروط وارکان کے ساتھ کامل طور پر عمل کو انجام دے۔ یہ روایت ترمذی کی ہے بعض لکھنے والوں نے مسلم کی طرف منسوب کیا جو کہ غلط ہے۔ بُسر : یہ با کے ضمہ سے ہے۔

**تخریج**: أخرجه الترمذي (۲۳۳۶) و في الباب عن أبي بكر رضي الله عنه عند أحمد (۶/۱۷۶۹۶) والترمذي ۳۳۲۷) والدارمي (۲/۳۰۸) والحاكم (۱/۱۲۵۵) والبيهقي (۳/۳۷۱) وابن أبي شيبة (۱۳/۲۵۴) و أبو نعيم في الحلية (۹/۵۱) قال الترمذي : حسن صحيح و في الباب عن جابر رضي الله عنه الحاكم (۱/۱۲۵۶) و صححه على شرط و وافقه الذهبي وبالجملة فالحديث يقوى بشواهد۔

**الفرائد** : ① سچی توبہ کا دارومدار ان شرائط پر ہے: ① خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہو۔ ② سابقہ گناہ پر دل سے نادم ہو۔ ③ اس گناہ کو بالکل ترک کردے۔ ④ آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے۔ ⑤ حضور موت سے پہلے پہلے توبہ کی جائے۔ ⑥ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے۔ انسان کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ ملے گا۔

۱۰۹ :عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :غَابَ عَمِّیْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ : یا رَسُوْلَ اللّٰهِ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِیْنَ لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِیْ قِتَالَ الْمُشْرِكِیْنَ لَیَرَیَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ یَوْمُ اُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ :اَللّٰهُمَّ اَعْتَذِرُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ – یَعْنِیْ اَصْحَابَهُ – وَاَبْرَاُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ یَعْنِی الْمُشْرِكِیْنَ – ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ :یَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الْجَنَّةَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ اِنِّیْ اَجِدُ رِیْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ – قَالَ سَعْدٌ :فَمَا اسْتَطَعْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ .قَالَ اَنَسٌ :فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِیْنَ ضَرْبَةً بِالسَّیْفِ اَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ اَوْ رَمْیَةً بِسَهْمٍ وَّوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ– قَالَ اَنَسٌ : كُنَّا نَرٰی اَوْنَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ فِیْهِ وَفِیْ اَشْبَاهِهٖ :﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ﴾ اِلٰی اٰخِرِهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

قَوْلُهٗ : "لَیَرَیَنَّ اللّٰهُ " رُوِیَ بِضَمِّ الْیَاءِ وَكَسْرِ الرَّآءِ :اَیْ لَیُظْهِرَنَّ اللّٰهُ ذٰلِكَ لِلنَّاسِ' وَرُوِیَ بِفَتْحِهِمَا وَمَعْنَاهُ ظَاهِرٌ" وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۱۰۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضرؓ غزوۂ بدر میں موجود نہ تھے۔ عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ میں اس غزوہ سے جو آپ نے مشرکین کے خلاف کیا غیر حاضر رہا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین سے قتال کا موقعہ عنایت فرمایا تو وہ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ جب اُحد کا دن آیا تو مسلمان (دوسرے مرحلہ میں) منتشر ہو گئے۔ تو اللہ کی بارگاہ میں اس طرح عرض پیرا ہوئے: اَللّٰهُمَّ اَعْتَذِرُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ وَاَبْرَاُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ۔ اے اللہ ساتھیوں نے جو کچھ کیا میں تیری بارگاہ میں اس سے معذرت خواہ ہوں۔ اور ان مشرکین نے جو کچھ کیا اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر آگے بڑھے تو ان کا سامنا حضرت سعد بن معاذؓ سے ہوا۔ تو ان سے کہنے لگے اے سعد بن معاذ میں تو جنت کا طالب ہوں۔ رب کعبہ کی قسم! میں اس کی خوشبو اُحد سے اس طرف پا رہا ہوں۔ سعد کہتے ہیں جو انہوں نے کیا میں وہ نہ کر سکا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ان کے جسم پر اسی سے زیادہ تلوار نیزے اور تیروں کے زخم پائے۔ ہم نے ان کو اس حال میں مقتول پایا کہ مشرکین نے ان کا مثلہ کر دیا تھا۔ ان کو اس حالت میں کسی نے نہ پہچانا۔ فقط ان کی بہن نے انگلی کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ہمارا خیال یا گمان تھا کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے دوسرے ایمان والوں کے بارے میں نازل ہوئی: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ﴾ ایمان والوں میں کچھ ایسے مرد ہیں جنہوں نے وہ عہد سچا کر دیا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے باندھ رکھا تھا۔ (متفق علیہ)

لَیُرِیَنَّ اللّٰهُ: اللہ لوگوں کے سامنے یہ ظاہر فرما دے گا۔ لَیَرَیَنَّ ضرور اللہ دیکھ لے گا۔

**تشریح** ۞ غاب عمی: اس سے مراد انس بن نضر رضی اللہ عنہ ہیں جو قتال بدر میں شریک نہ تھے۔ بدر یہ وہاں ایک

کنواں ہے جس کی وجہ سے یہ نام پڑا یا کنواں کھودنے والے کا نام بدر تھا۔

**اَلنَّحْوُ** : لئن اللّٰہ: لام قسم محذوف کی تمہید کے لئے ہے ای و اللّٰہ لئن: اور اللہ فعل محذوف فاعل ہے جو کہ فعل شرط ہے۔ اس پر جواب قسم دلالت کر رہا ہے۔ اشھدنی: حاضری کا موقعہ دیا۔

**قتال المشرکین**: یہ اپنے فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو سکتا ہے ضمیر کو حذف کر دیا گیا۔ مشرکین کے مقابلہ ذکر کرنے سے بچانے کے لئے۔ **لیرین اللّٰہ ما اصنع**: یہ جواب قسم ہے اور نون تاکید ہے۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں یہ ایسا کلام ہے جو اس بات کو شامل ہے کہ انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ وہ جہاد میں اپنے آپ کو پہنچائیں گے اور وہاں تک پہنچائیں گے جہاں تک ان کی ہمت ہوگی۔ کوتاہی کے خطرہ اور اپنی ہمت و طاقت سے برأت ظاہر کرتے ہوئے انہوں نے تصریح نہیں کی۔ اسی وجہ سے ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: **فھاب ان یقول غیرھا**: وہ اور بات کہنے سے گھبرائے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے صمیم قلب اور صحیح قصد سے یہ فیصلہ کر لیا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو عہد قرار دے کر فرمایا: **من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللّٰہ**: (المفہم للقرطبی)

**فلما کان یوم احد**: اگر کان تامہ ہو تو یوم مرفوع ہوگا ورنہ منصوب۔ معنی یہ ہے کہ احد کی لڑائی کے دن یا یوم سے واقعہ احد مراد ہے۔

**انکشف المسلمون**: مسلمانوں کو ہزیمت پہنچی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ان مقامات کو چھوڑ دیا جن پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مقرر فرما کر حکم دیا تھا خواہ کچھ ہی ہو جائے اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ جب تک مسلمان اپنے مقامات پر قائم رہے کافر شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے پھر وہ لوگ اپنے مقامات چھوڑ آئے تو اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو ہزیمت پہنچ گئی۔

**مما صنع ھؤلاء** پہلے **ھؤلاء** سے مسلمان اور ان کا قتال سے ہٹنا مراد ہے۔ اور دوسرے **ھؤلاء** سے مشرکین اور ان کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنا مراد ہے۔ لوٹتے ہوئے ان کا سامنا سعد بن معاذ سے ہوا کہنے لگے۔

**یا سعد بن معاذ**: سعد مضموم منصوب دونوں ہو سکتا ہے کیونکہ یہ موصوف ہے۔ بن پر مضاف ہونے کی وجہ سے نصب متعین ہے۔ **الجنۃ**: محذوف فعل کی وجہ سے منصوب ہے: **اُرِید الجنۃ**: یا مبتدء کی وجہ سے مرفوع ہے۔

**النَضر**: جو لفظ اس وزن پر آئے اور ضاغین کلمہ ہو وہ معرفہ ہوگا اور غین صاد ہو تو نکرہ ہوگا نَضرٌ۔

**من دون احد**: کا مطلب یہ ہے کہ احد سے بھی زیادہ قریب تر مقام سے ① ممکن ہے کہ حقیقت میں انہوں نے جنت کی خوشبو سونگھ لی۔ (**وما ذالک علی اللّٰہ العزیز**) ② انہوں نے شہید کے لئے دی جانے والی جنت کا اپنے تصور میں استحضار کیا گویا وہ اس کے لڑائی والے مقام میں موجود ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ جنت اس جگہ حاصل ہوگی میں اس کا مشتاق ہوں۔ **ما صنع**: یعنی میں وہ کروں جو انہوں نے کیا۔ مسلم کی روایت ہے کہ "انہوں نے قتال کیا اور شہید ہو گئے"۔ قرطبی کہتے ہیں ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے وہاں اکیلے قتال کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقعہ پر قتال مستحب و مستحسن ہے۔ **بضعًا و ثمانین ضربۃ بالسیف** او۔ **بضع**: کا لفظ تین سے نو پر بولا جاتا ہے بعض نے ایک سے دس تک کہا ہے۔ او تنوع کو بیان کرنے کے لئے لائے۔ **مثل بہ المشرکون**: مشرکین نے مثلہ کر دیا جس کی وجہ سے گھر والوں کو پہچان مشکل سے ہوئی۔ **اختہ**: انس کی ہمشیرہ ربیع مراد ہیں۔ **ببنانِہ**: سے مراد انگلی ہے۔ **ان نسوی بنانہ**: میں یہی معنی ہے۔

کنا نری او نظن: یہ راوی کو شک ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے کون سے الفاظ بولے۔ مسلم کی روایت میں "فکانوا یرون": صحابہ کرام گمان کرتے تھے کہ یہ آیت ان کے متعلق اتری دوسرا قول یہ ہے بیعت عقبہ میں شریک ۷۰ صحابہ کے متعلق اتری جنہوں نے وہ عہد پورا کر دیا۔ یہ کلبی کا قول ہے۔ آیت یہ ہے: ﴿من المؤمنین تا وما بدلوا تبدیلا﴾: (الاحزاب: ۲۳) وہ اپنے وعدہ پر قائم رہے اور کسی نے وعدہ نہ توڑا۔ نووی نے الیرین: کا معنی یہ کیا ہے کہ ضرور اللہ تعالیٰ اس کو جو میں اس کی راہ میں جہاد سے کروں گا ظاہر کرے گا۔ بخاری کا نسخہ لیرانی اللّٰہ معنی کی تائید کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

**تخریج**: أخرجه احمد (٤/١٣٠١٤) والبخاری (٢٨٠٥) و مسلم (١٩٠٣) والترمذی (٣٢٠١) والنسائی فی الکبری (٦/١١٤٠٣) والطیالسی (٢٠٤٤) و ابن أبی شیبة (١٤/٣٩٥) و ابن حبان (٤٧٧٢) والواحدی فی أسباب النزول (ص/٢٣٧/٢٣٨) والطبری (٢١/١٤٧) والبیهقی (٩/٤٣/٤٤)

۱۱۰: عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَةُ الصَّدَقَةِ کُنَّا نُحَامِلُ عَلٰی ظُهُوْرِنَا فَجَآءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ کَثِیْرٍ فَقَالُوْا: مُرَآءٍ وَجَآءَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا! فَنَزَلَتْ ﴿اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ اَلْاٰیَةَ' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

" وَنُحَامِلُ" بِضَمِّ النُّوْنِ وَبِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: اَیْ یَحْمِلُ اَحَدُنَا عَلٰی ظَهْرِهٖ بِالْاُجْرَةِ وَیَتَصَدَّقُ بِهَا۔

۱۱۰: حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب صدقہ کی آیت نازل ہوئی تو اس وقت ہم اپنی کمروں پر بوجھ اُٹھاتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص آیا اور بہت کچھ مال خرچ کیا۔ منافقین نے کہا یہ دکھلاوا کرنے والا ہے۔ ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے ایک صاع کھجور صدقہ کی تو منافقین کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ اس صاع کھجور سے بے نیاز ہے۔ چنانچہ یہ آیت اتری: ﴿اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ وہ لوگ جو خوشی سے صدقہ کرنے والے مؤمنین کو طعنہ زنی کرتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی عیب لگاتے ہیں جو اپنی مزدوری کے سوا اور کوئی چیز نہیں پاتے۔ (متفق علیہ)

نُحَامِلُ: پشت پر بوجھ اُٹھا کر صدقہ کرنے کے لئے مزدوری کرنا۔

**تشریح**: ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری البدری۔ یہ بدر کے مکین ہیں ایک جماعت محدثین و مغازی کے ہاں یہ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ مگر بخاری نے ان کی بدر میں موجودگی کو راجح قرار دیا ہے۔ یہ عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ۱۰۲ روایات نقل کی ہیں۔ ۷ متفق علیہ ایک میں بخاری ۹ میں مسلم منفرد ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ کے بعد وفات پائی۔ آیہ صدقہ: سے ابن حجرؒ کے ہاں خذ من اموالهم: والی آیات مراد ہے۔ کنا نحامل علی ظهورنا: خطابی کہتے ہیں صدقہ کرنے کے لئے اجرت پر بوجھ اٹھانا دوسری روایت بخاری میں "انطلق احدنا الی السوق یتحامل"۔

فجاء رجل: رجل سے مراد عبدالرحمان بن عوف ہیں۔ فتصدق بشئی: کثیر صدقہ کی مقدار آٹھ ہزار درہم یا چار ہزار درہم۔

ایک قول یہ ہے کہ چالیس اوقیہ سونا تھا۔ مراء: یہ اسم فاعل ہے ایسا عمل جس کو دکھلاوے کے لئے کرے تا کہ اس سے دنیوی غرض حاصل ہو۔ جاء رجل: رجل سے مراد ابوعقیل رضی اللہ عنہ ہیں۔ صاع: کی مقدار دو صاع کمائے ایک گھر والوں کو دے دیا ایک صدقہ کر دیا۔ فقالوا: منافقین کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ تو اس صاع سے مستغنی ہے۔ ان دونوں منافقین کے نام معتب بن قشیر اور عبدالرحمان بن نبتل فتح الباری میں لکھے ہیں۔ اس پر آیت ﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ﴾ (البقرہ: ۷۹) اتری۔ یلمزون: عیب نکالنا۔

النَّحْو: الذین: جملہ مبتداء اور سخر اللہ یہ اس کی خبر ہے۔ نحامل: ہم مزدوری کرتے تا کہ صدقہ کر سکیں تا کہ صدقہ سے رضاء الٰہی حاصل ہو۔

مسئلہ: بندے کو حسب طاقت اخلاص سے اپنے مولیٰ کی اطاعت کرتے رہنا چاہیے۔

تخریج: أخرجه البخاری (٤١٥) و مسلم (١٠١٨) والنسائی (٢٥٢٨) و ابن ماجه (٤١٥٥) و ابن حبان (٣٣٣٨) والطبرانی (١٧/٥٣٣) و ابن خزیمة (٢٤٥٣)

۱۱۱: عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْمَا يَرْوِىْ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَّهٗ قَالَ يَا عِبَادِىْ اِنِّىْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِىْ وَجَعَلْتُهٗ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا يَا عِبَادِىْ كُلُّكُمْ ضَآلٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهٗ فَاسْتَهْدُوْنِىْ اَهْدِكُمْ ' يَا عِبَادِىْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِىْ اُطْعِمْكُمْ ' يَا عِبَادِىْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهٗ فَاسْتَكْسُوْنِىْ اَكْسُكُمْ يَا عِبَادِىْ اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِىْ اَغْفِرْلَكُمْ يَا عِبَادِىْ اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضُرِّىْ فَتَضُرُّوْنِىْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِىْ فَتَنْفَعُوْنِىْ ' يَا عِبَادِىْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا زَادَ فِىْ ذٰلِكَ فِىْ مُلْكِىْ شَيْئًا ' يَا عِبَادِىْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِىْ شَيْئًا ' يَا عِبَادِىْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِىْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِىْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَهٗ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِىْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ ' يَا عِبَادِىْ اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا لَكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ ' قَالَ سَعِيْدٌ كَانَ اَبُوْ اِدْرِيْسَ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّرَوَيْنَا عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ قَالَ : لَيْسَ لِاَهْلِ الشَّامِ حَدِيْثٌ اَشْرَفَ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ۔

۱۱۱: حضرت ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ

تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور اس ظلم کو تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے۔ پس تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو اور اے میرے بندو! تم سب راہ سے بھٹکے ہوئے ہو۔ مگر وہ جس کو میں ہدایت دوں۔ پس مجھ ہی سے ہدایت طلب کرو۔ میں تم کو ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر وہ جس کو میں کھلاؤں۔ پس مجھ سے کھانا طلب کرو میں تم کو کھانا دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر وہ کہ جس کو میں پہناؤں۔ پس مجھ سے لباس مانگو میں تم کو لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات غلطیاں کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو معاف کرنے والا ہوں۔ پس مجھ سے گناہوں کی معافی مانگو۔ میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! اگر تم ہرگز میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے ہو کہ تم مجھے نقصان پہنچاؤ۔ اور تم میرے نفع کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے ہو کہ تم مجھے نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے اور تمہارے انس و جن تمام اس طرح ہو جائیں جس طرح سب سے زیادہ تقویٰ والے شخص کا دل ہوتا ہے تو اس سے میری مملکت میں ذرہ بھر اضافہ نہ ہوگا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر اور جن و انس فاجر ترین دل والے انسان کی طرح بن جائیں تو اس سے میری مملکت میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں پڑے گا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اولین و آخرین اور جن و انس تمام کے تمام ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں پھر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کو اس کے سوال کے مطابق عنایت کر دوں۔ اس سے میری ملکیت میں اتنی بھی کمی نہ ہوگی۔ جتنی سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لئے شمار کر کے رکھتا ہوں۔ پھر اس پر پورا بدلہ دوں گا۔ پس جو آدمی کوئی بھلائی پائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور جو آدمی اس کے علاوہ کو پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔ سعید کہتے ہیں جب ابوادریس اس حدیث کو بیان فرماتے تو اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے۔ (مسلم) امام احمد نے فرمایا اہل شام کے لئے ان کی روایات میں اس سے زیادہ اعلیٰ واشرف کوئی روایت نہیں۔

**تشریح** ۞ سعد بن عبدالعزیز تنوخی یہ دمشق کے مفتی اور عالم ہیں۔ ابن عامر کو اپنی روایات سنائیں اور مکحول سے روایت سنی اور عطاء سے سوالات کیے۔ احمد کہتے ہیں میرے ہاں یہ اوزاعی کے درجہ کا آدمی ہے بلکہ خوف و بکاء میں اس سے بڑھ کر ہے۔ کہنے لگے جب میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو جہنم مثالی شکل میں میرے سامنے ہوتی ہے۔ ابومسیر نقل کرتے ہیں کہ یہ کہتے میرے پاس کوئی کتاب نہیں (یعنی خوب قوی الحافظہ تھے)۔ سفیان کہتے ہیں یہ ثقہ و پختہ ہیں۔ ۱۶۷ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے ان سے روایت لی ہے۔

**ربیعہ:** ان کی کنیت ابوشعیب ہے۔ یہ مکحول کے ساتھ دمشق کے فقیہ ہیں۔ بقول ابن فضالہ یہ مکحول سے افضل تھے۔ انہوں نے افریقیہ میں ۱۱۲ھ میں شہادت پائی۔ اصحاب ستہ نے ان سے روایت لی ہے۔

**ابوادریس خولانی۔** خولان شام کا ایک قبیلہ ہے۔ ان کا اصل نام عائذ اللہ تھا یہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے بعد بقول سعید بن عبدالعزیز اہل شام کے عالم تھے۔ ان کی ولادت حنین کے دن ہوئی۔ ۸۰ھ میں وفات ہوئی۔ اصحاب ستہ نے ان سے روایت لی ہے۔ (الکاشف للذہبی)

**فیما یروی عن اللّٰه تبارك و تعالٰی:** حافظ علائی نے کہا یہ فیما یروی عن جبرئیل عن اللّٰه تبارك ہے۔

**اَلنَّحْوُ:** تبارک لازم ہے۔ یہ حدیث قدسی ہے۔ ہم پہلے فرق بیان کر آئے ہیں۔

**یا عبادی:** یہ عبد کی جمع ہے۔ اس لفظ کی ۲۰ جمعیں آئی ہیں یہ آزاد غلام مذکر مؤنث کے لئے قرینہ سے استعمال ہوتا ہے۔

**حرمت الظلم:** ابن قیم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کسی فعل کے متعلق فرمانا کہ میں نے اس کو اپنے لئے حرام کرلیا ہے یہ اس کے عدم وقوع کو مستلزم ہے۔ ابن قیم کے کلام کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے ظلم اس سے متصور تو ہے مگر اس نے اپنی ذات کو اس سے روک دیا وہ اسے اپنے عدل اور تنزیہ کی وجہ سے نہیں کرتا مگر جمہور علماء نے اس بات کی تردید کی ہے اور یہ فرمایا کہ ظلم کا تصور بھی حق تعالیٰ کے متعلق محال ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظلم لغت کے لحاظ سے کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا اور عرف عام میں ناحق غیر کسی دوسرے کے حق میں تصرف کرنا یا دوسرے لفظوں میں حدود سے تجاوز کرنا اور یہ اپنے دو معنوں کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے متعلق محال ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی نہیں جس کی اس کو اطاعت کرنا ہو کہ اس کے لئے کوئی حد بندی کی جائے اور کہا جائے کہ اس نے فلاں حد کو توڑا ہے اور اللہ تعالیٰ پر اپنی کسی مخلوق کا کوئی حق نہیں بلکہ اسی ہی نے مالکوں اور ان کی املاک کو بنایا اور محض فضل سے ایسا کیا اور ان املاک کی کچھ حدود مقرر کیں اور کچھ کو حلال اور کچھ کو حرام کیا۔ کوئی حاکم اس پر نہیں کہ جو اس کا پیچھا کر سکے اور نہ ہی کوئی ایسا حق ہے جو اس پر اس وجہ سے لازم ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہیں بعض نے کہا کہ ظلم سے مقدس ہونے کو تحریم سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ وہ عدم تحقق میں ممنوع کے مشابہہ ہے۔

بعض کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نفس کے لفظ کا اطلاق اس کی ذات پر کیا جا سکتا ہے۔

دوسروں کا قول یہ ہے کہ یہ باب مقابلہ کی قسم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس کو اپنے اوپر حرام کیا ہے تو تمہارے مابین تو بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔ جیسا **جعلته بینکم محرمًا:** سے اشارہ نکل رہا ہے۔ باقی جہاں مقابلہ کی صورت نہ ہو وہاں نفس کے لفظ کا اطلاق اس پر جائز نہ ہوگا کیونکہ اس سے نفس کی حقیقت کی طرف وہم جاتا ہے جو ذات باری تعالیٰ کے متعلق محال ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا اطلاق جائز ہے جبکہ یہ المنفاسة سے لیا جائے۔ پہلے قول پر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قول سے اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے تو ذات الالہ کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ ذات شئی سے مراد اس کی حقیقت ہوتی ہے پس اس میں حدوث کا ذرہ نشان بھی نہیں۔ بخلاف لفظ نفس کے اس سے تنفس و حدوث کا شبہ پڑتا ہے۔ پس اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر مقابلہ کے علاوہ صورت میں ممنوع ٹھہرا اس لئے کہ اس صورت میں اس سے مراد حق تعالیٰ کی ذات ہے نہ نفس کی حقیقت یا جو معنی اس سے متبادر معلوم ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے مقابلہ کے علاوہ مقام پر اطلاق سے اللہ تعالیٰ کے لئے اس قول سے شمول کا ابہام ہوتا ہے "**کل نفس ذائقة الموت**": حالانکہ وہ اس سے بلند و بالا ہے۔

**و جعلته بینکم محرمًا:** اور میں نے تمہیں اس کی حرمت کا حکم دیا۔ تمام ملتوں میں نفوس اعراض، انساب، عقول، اموال کی حفاظت کے لئے یہ حکم موجود رہا۔

ظلم کبھی ان تمام چیزوں میں ہوتا ہے اور کبھی بعض میں۔ سب سے بڑا ظلم شرک ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**ان الشرك لظلم عظیم**﴾ (لقمان: ۱۳) اکثر آیات میں ظلم سے یہی مراد ہے۔ پھر اس سے کم درجہ دوسری انواع کا ظلم اپنی اپنی حیثیت سے ہے۔

**فلا تظالموا:** یہ ماقبل کی تاکید ہے اور اس کی حرمت میں شدت ظاہر کرنے کے لئے لائے۔

**یا عبادی:** بندوں کے شرف کو بڑھانے کے لئے دوبارہ ندا لائی گئی اور مابعد کی عظمت شان بھی بیان کرنا مقصود ہے۔ جمع کا صیغہ استغراق کے لئے ہے۔ **کلکم ضال:** ① تم شرائع کے نزول سے پہلے غافل تھے۔ ② اگر تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دیا جائے تو تم حق سے بھٹک جاؤ۔ **الامن هدیته:** مگر جس کو توفیق ایمان دے کر ہدایت دے دوں یہ معنی اول کے لحاظ سے ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آیا اس کی پیروی اور حق کی معرفت تک پہنچنے والی نظر دے کر حق تک پہنچا دوں یہ دوسرے معنی کے لحاظ سے ہے۔ ہر دو معنی کے مطابق یہ اس حدیث کے منافی نہیں "**کل مولود یولد علی الفطرۃ**": کیونکہ وہ ضلال تو فطرۃ پر چھانے والا ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے: **خلق اللہ الخلق علی معرفۃ فاغتالھم الشیطان**"۔

مگر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ **کل مولود** والی روایت کا مطلب یہ ہے کہ ہر بچے کی پیدائش اسلام کے لئے تیار کی جاتی ہے۔ پھر جس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک مسلمان ہوتا ہے تو وہ وارین کے احکام پر قائم رہتا ہے اور اگر وہ کافر ہوتے ہیں تو اس پر ان کا حکم چلتا ہے وہ احکام دنیا میں ان کی پیروی کر لیتا ہے: **فیھو دانه او ینصرانه**: کا یہی مطلب ہے۔ دنیا میں اسپر انہی کا حکم لگتا ہے۔ جب بالغ ہو کر بھی وہ کفر پر قائم رہتا ہے اور اس کے متعلق بھی انہی کا حکم لگا دیا جاتا ہے۔

**ایک اہم مسئلہ** ☆ جو بچپن میں مر گیا اس کے متعلق حکم میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ وہ جنتی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انسان قبول اسلام پر تو پیدا ہوا اور بالقوہ اس کے لئے یہ چیز مہیا کی گئی۔ مگر اسے اس کا اپنے فعل سے حصول ضروری ہے۔ وہ تعلیم سے پہلے ناواقف ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا: **واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شیئا۔**: پس جس کو وہ ہدایت دیتا ہے اس کے لئے وہ ایسا سبب بنا دیتا ہے جو اس کو ہدایت سکھائے پس وہ بالفعل ہدایت والا بن جاتا ہے اس کے بعد کہ وہ بالقوہ مہدی تھا اور جس کو وہ رسوا کرتا ہے (العیاذ باللہ) اس کے لئے وہ آدمی مقرر کر دیتا ہے۔ جو یہودیت کے ساتھ اس کی فطرت بدل دیتا ہے یا نصرانیت و مجوسیت سے اس کی فطرت بدل ڈالتا ہے۔

نووی کہتے ہیں اس میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ ہدایت پانے والا وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور اللہ تعالیٰ کی راہنمائی اور ارادہ سے اس کو ہدایت ملی اور یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کی ہدایت کا ارادہ فرماتے ہیں اور وہی ہدایت پانے والا ہیں اور دوسروں کی ہدایت کا ارادہ نہیں فرماتے اور اگر وہ ارادہ فرماتے تو وہ ضرور ہدایت پا جاتے ارشاد فرمایا: **ولو شاء ربك لآمن من فی الارض کلھم جمیعًا۔**

**فاستھدونی:** تم مجھ سے ہدایت مانگو یعنی راہ حق کی طرف دلالت اور اس تک پہنچانا طلب کرو یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ یہ ہدایت میرے فضل سے ملے گی۔ **اھدکم:** میں تم کو ہدایت دے دوں گا۔ یعنی اس کے واضح دلائل تمہارے لئے مقرر کر دوں گا اور جس کو چاہوں گا سابقہ قدیم ازلی علم کے مطابق مقصود تک پہنچا دوں گا۔

**ایک حکمت** ☆ طلب ہدایت میں حکمت یہ ہے کہ بندہ محتاج ہے اور اس بات کا یقینی اعلان ہے کہ اگر بلا سوال وہ ہدایت دے دے تو بسا اوقات انسان کہہ اٹھتا ہے **انما اوتیتهٗ علی علم عندی**: کہ یہ تو مجھے علم سے ملی ہے پس وہ اس طرح گمراہ ہو جائے گا اور جب رب تعالیٰ سے طلب کرے گا تو اپنے بارے میں غلامی کو سدرب کے متعلق کارسازی کا معترف ہوگا۔ یہ مرتبے والا مقام ہے۔ اس کی اطلاع سمجھدار پا سکتا ہے۔ یہ وضاحت دینی نفع کے حصول اور دینی ضرر کے دور کرنے کا راستہ

ہے۔اس کو اہتمام اور عظمت کی وجہ سے شروع میں لائے۔

**یا عبادی کلکم جائع**: کیونکہ تمام لوگ غلام ہیں ان کی حقیقی ملک نہیں ہے۔خزائن رزق اس کے قبضہ میں ہیں۔جس کو وہ اپنے فضل سے نہ کھلائے وہ اس کے عدل سے بھوکا رہتا ہے کیونکہ اس کے ذمہ کسی کو کھانا کھلانا نہیں رہا یہ ارشاد ربانی ﴿وما من دابة فی الارض﴾: تو وہ اس نے خود اپنے اوپر فضل سے لازم کرلیا ہے اس پر واجب نہیں۔اسی طرح اطعام کی نسبت بھی اس کی طرف غلط نہیں کیونکہ ظاہری تمام اسباب رزق جو قسم قسم کے مکاسب سے متعلق ہیں اللہ تعالیٰ ہی ان کو اسباب ظاہرہ میں اپنی قدرت اور باطنی حکمت سے مقدر کرنے والے ہیں۔پس جاہل ظاہر کے ذریعہ باطن سے پردہ اسی میں ہے اور عارف کے لئے ظاہر باطن کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا نہ اس کا عکس۔بلکہ وہ تو ہر ایک کو اس کے مرتبہ میں رکھتا ہے۔

**فاستطعمونی**: تو مجھ ہی سے طعام طلب کرو۔**اطعمکم**: میں انکی تحصیل کے اسباب آسان کردوں گا کیونکہ عالم جماد و حیوان اسی کے اس طرح مطیع ہیں جیسا غلام اپنے آقا کا اگر غور کیا جائے تو کائنات میں باری تعالیٰ کے عجیب تصرفات نظر آئیں گے۔بعض مقامات کے لئے بادلوں کو مطیع کرتا اور کسی کے دل کو دوسرے کے دینے کے لئے تحریک دیتا ہے اور کسی کو دوسرے کا ضرورت مند بناتا ہے۔اس میں فقراء کو ادب سکھایا کہ تم میرے سوا اوروں سے مت مانگو۔جن سے تم مانگتے ہو ان کو میں کھلاتا ہوں پس مجھ سے مانگو میں تمہیں بھی کھلاؤں گا۔

**یا عبادی کلکم عار**: اس میں تنبیہ کردی مگر سب سے ظاہر تقریر اس کی یہ ہے کہ تمام مخلوق عاجز اور جلب منافع اور دفع مضار میں اس کی محتاج ہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ اس کی نفع بخش چیز عنایت کردے اور ضرر رساں سے محفوظ کردے ہر قسم کا اختیار و طاقت اسی کو حاصل ہے اور کوئی چیز اگر روکی جاتی ہے تو اس کے اسباب سے روکی جاتی ہے۔

درحقیقت دنیوی ضرر کے دور کرنے اور فوائد کے پہنچانے کے لئے یہ دو مثالیں ہیں۔ان دو پر اکتفاء کیا گیا کیونکہ انسان کو سب سے زیادہ انہی کی ضرورت ہے۔

**النَّحْوُ** : **یا عبادی انکم تخطئون**: یہ باب افعال سے ہے یا فتحہ سے خاطی جو گناہ کا فعل کرے جیسا اس ارشاد میں: ﴿انا کنا خاطئین﴾: (یوسف: ۹۷) اور ہر گناہ کے لئے بھی اخطاء بولتے ہیں۔یہ دونوں درست ہیں۔اس سے غیر معصوم کو خطاب ہے۔**باللیل و النهار**: یہ باب مقابلہ سے ہے کیونکہ ہر ایک سے لیل ونہار کے ہر وقت میں گناہ ناممکن ہے۔

**انا اغفر الذنوب جمیعًا**: مشرک اور اس کے گناہ کے علاوہ جس کو وہ بخشنا نہ چاہیں ارشاد فرمایا: ﴿ان اللّٰہ لا یغفر......﴾:

یہ جملہ معترضہ ہے اس میں الذنوب: پر الف لام استغراق اور جمیعاً کا اضافہ گناہ گاروں کے لئے ایک عظیم الشان امید کا باعث ہے تاکہ کوئی کسی لحہ بڑے گناہ میں بھی مایوسی کا شکار نہ ہو۔**فاستغفرونی**: غفر کا اصل ڈھانپنا ہے۔**غفر ذنب**: ڈھانپنا اور اس کے اثر کا مٹنا اور اس کی سزا سے مامون ہو جانا ہے۔فا سے ابتداء کرنے میں حکمت یہ ہے کہ غیر معصوم اور غیر محفوظ عموماً معصیت سے بچے ہوئے نہیں ہوتے۔پس اس صورت میں ہر گناہ کے لئے تجدید توبہ کی ضرورت ہے خواہ وہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو اور اسی سے یہاں استغفار مراد ہے۔پھر تو کبیرہ نہ ہونے کے باوجود اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ان دونوں میں بڑا فرق ہے ایک یہ کہ وہ بالکلیہ مٹاتا ہے اور یہ مٹانے والی چیز خالص توبہ ہے۔دوسرے وہ گناہ جن کی سزا میں کمی کرتا ہے یا ایک وقت تک مؤخر کرتا ہے وہ فقط استغفار ہے۔

**یا عبادی انکم لن تبلغوا ...:** جب یہ بات اجماع و برہان سے ثابت ہو چکی کہ اللہ تعالیٰ مقدس منزہ اور ذاتی طور پر غنی ہے۔ اس کو نفع و نقصان پہنچ ہی نہیں سکتا۔ وہ اگر اپنے بندوں پر خوب احسان کر دے تو اس کی احتیاج نہیں کہ ان سے فائدہ اٹھائے یا ان کے ضرر کو دفع کرے۔ اسی لئے فرمایا: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ ...." (الذاریات: ۵۶) ان کی عبادات کا فائدہ انہی کو ملنے والا ہے۔ جیسا فرمایا: "من عمل صالحا فلنفسه" (فصلت: ۴۶) باقی رہا عمل صالح کو اللہ تعالیٰ کا پسند کرنا اور اس پر خوش ہونا تو انسانوں پر کمال رحمت ورافت کی وجہ سے ہے۔

حدیث کے ظاہر کا اقتضاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نفع ونقصان کی ایک غایت ہے مگر اس کو بندے نہیں پا سکتے۔ مگر یہ ظاہری معنی متروک ہے کیونکہ اجماع اور دلیل سے اس کا غنی مطلق ہونا ثابت ہے۔ یا یہ بھی " علی لاحب لا یهتدی بمنارة" یعنی لا منار له فیهتدی به: کی طرح ہے۔ پس مفہوم یہ ہوا کہ کوئی ضرر و نفع مجھ سے متعلق نہیں کہ تم مجھے نفع یا نقصان پہنچا سکو کیونکہ میں غنی مطلق ہوں اور بندہ فقیر مطلق ہے۔

**یا عبادی لو ان ... انفسکم:** ① انسان کو انسان ظہور کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ ② ایک دوسرے سے انس پاتے ہیں۔ جن کو جن کہنے کی وجہ ان کا چھپ جانا ہے۔ ایک روایت میں علی قلب اتقی: اور دوسری میں علی اتقی قلب رجل: ہے۔ بعض نے کہا اتقی سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ما زاد ذالك: یعنی اس کا فائدہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہ لوٹے گا کہ اس سے اس کے ملک میں اضافہ ہو جائے بلکہ اس کا فائدہ کرنے والے کو ملے گا۔ یا عبادی ... افجر رجل: بعض نے کہا اس سے مراد ابلیس لعین ہے۔ اس میں منکم: کا خطاب ترک کر کے اشارہ کر دیا کہ ناپسندیدہ چیز کی نسبت مخاطب کی طرف ناپسند ہے۔

**اَلنَّحْو : ما نقص ذلك:** کا مشار الیہ عصیان ہے۔ اس سے میری مملکت کے کمال میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ اس سے اشارہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت انتہائی کمال والی ہے کہ تمام مخلوق کی اطاعت اور کامل برو تقویٰ اس کی ملک کے کمال میں ذرہ بھر اضافہ نہیں کرتا اور نہ ان کی معصیت سے کچھ کمی واقع ہوتی ہے کیونکہ وہ غنی مطلق ہے۔ ذات صفات و افعال میں کامل ہے کسی طرف نقص اس کو لاحق نہیں ہو سکتا۔

**یا عبادی لو ان اولکم ...:** صعید واحد سے ایک مقام مراد ہے۔ فسالونی ... ما نقص ذلك: ذلک سے ہر سائل کا سوال پورا کرنا مراد ہے۔ مما عندی خزائن الهبة۔ المخيط: سوئی۔ جبکہ ظاہری نظر میں سمندر سے کچھ کمی نہیں کرتی۔ اسی طرح عدل سے خزائن الٰہی میں کچھ کمی نہ آئے گی کیونکہ وہ اس کی رحمت وکرم کے خزانے ہیں اور یہ اس کی قدیم ازلی ابدی صفات ہیں جن کی انتہا نہیں اور غیر متناہی میں نقص محال ہے بخلاف متناہی سمندر وغیرہ کے۔ اگرچہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ زمین میں سب سے بڑی چیز سمندر ہیں بلکہ بسا اوقات متناہی میں بھی اس کا کثیر عطیہ ختم نہیں ہوتا مثلاً آگ' علم دونوں سے چنگاریاں لی جا رہی ہیں اور کمی نہیں بلکہ علم تو دینے سے بڑھتا ہے پس اس سے ثابت ہو گیا کہ الا کما ینقص المخیط: کے الفاظ سے حقیقت مراد نہیں بلکہ یہ قریب فہم کی ایک تمثیل ہے تاکہ یہ سمجھا دیا جائے کہ اس سے خزائن الٰہی میں قطعاً کوئی کمی نہ آئے گی۔ اس وجہ سے نہیں کہ سمندر کا پانی سوئی کی نوک سے کم نہیں ہوتا۔ پس مشبہ اور مشبہ بہ کو جو چیز جامع ہے وہ صورۃ مشاہدہ میں کم نہ ہونا ہے۔ مگر جب حقیقی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو یہ بات پاتے ہیں کہ سمندر میں سے سوئی کے ناکے سے معمولی سی چیز ضرور کم ہوئی جس کا ہم مشاہدہ سے ادراک نہیں کر سکتے اور ان خزائن ربی میں آسمان و زمین کی پیدائش اور اس عالم کے

اختتام تک ساری مخلوقات کو دیے جانے کے باوجود سوئی کے ناکے سے نکلنے والے پانی کی مقدار میں بھی کمی نہیں آتی نہ آئے گی نہ آ سکتی ہے۔ اس لئے کہ سمندر تو اتنا بڑا ہونے کے باوجود پھر بھی متناہی ہے اور خزائن ربی غیر متناہی ہیں۔ غیر متناہی سے متناہی کو نسبت ہی کیا ہے۔

**ایک انتباہ**: اس میں مخلوق کو خبردار کر دیا کہ اللہ تعالیٰ سے بڑی رغبت وسعت سے سوال کیا جائے' اختصار نہ کرے بلکہ ہر سال جو پسند کرے اپنی حیثیت کے مطابق مانگتا جائے۔ چونکہ یہ طے شدہ ہے کہ نعمتوں کے خزائن دن رات تقسیم ہونے کے باوجود ان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بعض نے کہا اس میں اشارہ کر دیا پیدا شدہ نعمتوں میں کمی کا تصور ہو سکتا ہے جیسے سمندر۔

**النَّحْوُ**: نقص ینقص: لازم و متعدی استعمال ہوتا ہے۔

**انما ھی اعمالکم احصیالکم**: شمار کرتا ہوں تمہاری خاطر باوجودیکہ میں جانتا ہوں اور محافظ فرشتے جانتے ہیں۔ شمار سے کم کرنا مقصود نہیں بلکہ فرشتوں کو انسانوں کے اعمال پر گواہ بنانے کے لئے۔ ان سے شمار کرائے جاتے ہیں اور زیادتی عدل کے لئے کبھی میں اعضاء کی گواہی بھی شامل کر دوں گا۔ اگرچہ یہاں کلمہ حصر لایا گیا ہے مگر یہ حصر جزاء عمل کی نسبت سے ہے مزید بدلے کے منافی نہیں جو اس آیت سے ثابت ہے: ﴿ولدینا مزید﴾ (ق: ۳۵) اور اجماع سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ مزید کی نفی واثبات کے سلسلہ میں حدیث میں کوئی کلام نہیں اور اس سلسلہ میں بہت سی روایات صحیحہ بھی وارد ہیں ان کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ **ثم اوفیکم ایاھا**: پھر میں وہ پورے پورے تمہیں دوں گا یعنی ان کا بدلہ آخرت میں اس انداز سے دیا جائے گا جیسا فرمایا: ﴿انما توفون اجورکم یوم القیامۃ﴾ (آل عمران: ۱۸۴) کہ تمہیں آخرت میں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور دنیا میں بھی اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر یہ فرمائی کہ مؤمن کی سیئات کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور وہ جنت میں اپنی حسنات کے باعث داخل ہوں گے۔ **فمن وجدا خیراً**: خیر سے مراد ثواب و نعمت ہے۔ اس طرح کہ ان دونوں کے اسباب کی توفیق مل جائے یا پاکیزہ خوشگوار زندگی۔ **فلیحمد اللہ**: اسے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا چاہیے کہ اس نے اس کو ان طاعات کی توفیق دی ہے جن پر وہ خیر و ثواب مرتب ہوا یہ محض اس کا فضل و رحمت ہے۔

اگر فقط آخرت مراد لی جائے تو اس صورت میں امر و نہی دونوں خبر کے معنی میں ہوں گے یعنی جس نے بھلائی پائی اس نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور جس نے برائی پائی ایسے وقت اپنے کو ملامت کی جب کہ ملامت کا کوئی فائدہ نہیں۔ آیات میں اہل جنت کے متعلق وارد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں گے اور اہل نار اپنے آپ کو ملامت کریں گے۔

**ومن وجد غیر ذلك**: سے مراد برائی ہے۔ برائی کا لفظ بھی چھوڑ دیا تاکہ یہ ادب سکھایا جائے کہ برائی تو بڑائی ہے اس کا لفظ بھی برا ہے۔ اسی لئے کنایہ استعمال کیا۔ قبیح کا تذکرہ بھی قبیح ہے۔ جب لفظ کے تذکرہ سے بھی گریز ہے تو برائی کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر برا ہے اور یہ بھی بتلایا کہ اللہ تعالیٰ حیاء و سخاوت والے ہیں۔ ستر پوشی اور مغفرت ذنوب کو پسند کرتے ہیں وہ جلدی سے سزا نہیں دیتے اور نہ پردہ دری کرتے ہیں۔

**فلا یلومن الا نفسہ**: اس لئے کہ اس نے اپنے آقا کی رضامندی پر اپنی لذات و خواہشات کو ترجیح دی ہے۔ پس تقاضاء عدل سے وہ اسی معاملے کا حقدار ہے کہ اسے اس کے فضل و سخاوت کے عطیات سے محروم کر دیا جائے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ان مہالک سے محفوظ فرمائے اور دامن فضل و رحمت میں لے لیں۔ آمین کہ ہم چارہ ہوں اور اس کی رضامندیوں کی

خوشخبریاں مل رہی ہوں۔

**ایک وجہ:** اس پر روایت کا اختتام اس بات پر خبردار کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ کھانا کھلانے اور ستر میں عدم استقلال کرنے اور نہ کرنے کی دونوں صورتیں مکلّف بنائے جانے کے مخالف نہیں۔ اگر چہ ہم جانتے ہیں کہ ہم مستقل نہیں لیکن ہم وجدان سے حرکت اضطراریہ اور حرکت اختیاریہ میں فرق معلوم کر لیتے ہیں کہ پہلی کی حیثیت مرض رعشہ والے جیسی ہے اور دوسرے کی حیثیت اپنی مرضی سے حرکت کرنے جیسی ہے اور فرق ممکن محسوس مشاہد کی طرف لوٹنے والا ہے اور عادی معاملہ اختیار کے ساتھ تو پایا جاتا ہے اضطرار کے ساتھ نہیں اور یہی وہ مکلّف کا گھاٹ ہے جس کو کسب سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس ان کے درمیان تناقض و تعسف کہاں۔

حاصل کلام یہ ہے وہ معاصی جن پر سزا مرتب ہوتی ہے اگر چہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر و مطیع کرنے سے ہیں مگر وہ بندے کے کسب سے متعلق ہیں پس قبیح کسب کے ساتھ حدود کو توڑ دینے سے وہ اپنے آپ کو ملامت کرے۔

جثا: کا معنی گھٹنوں کے بل بیٹھنا۔ یہ اس روایت کی عظمت و تکریم کی وجہ سے تھا۔ (رواہ مسلم)

یہ عظیم الشان روایت ہے اس میں دین کے بہت سے اصول و فروع اور آداب اور لطائف غیبیہ بیان فرمائے گئے ہیں۔

باب کے اختتام پر لانے کی وجہ شرح اذکار میں دیکھیں۔ امام احمد اس کو اہل شام کی سب سے اعلیٰ روایت قرار دیتے۔

سخاوی نے تخریج اربعین میں لکھا کہ ابو مسہر نے اسی طرح کہا ہے۔

**تخریج:** أخرجه أحمد (۸/۲۱٤۲٥) و مسلم (۲٥۷۷) والترمذی (۲٤۹٥) و ابن ماجه (۳۲٥۷)

**الفوائد:** مجاہدہ دو قسم کا ہے ① مجاہدہ نفس ② مجاہدہ غیر۔ مجاہدہ نفس کی دو قسمیں ہیں: (ا) اللہ تعالیٰ کی طاعات پر اپنے آپ کو پابند کرنا خواہ وہ نفس کے کسی قدر خلاف ہو۔ (ب) نواہی الٰہیہ سے اپنے آپ کو مکمل طور پر بچا کر رکھنا۔ پھر مجاہدہ غیر کی بھی دو قسمیں ہیں: ۱) علم و بیان سے کفر و شرک و جہالت کے خلاف جہاد ۲) اعداء دین سے موقعہ پڑنے پر ہتھیاروں سے جہاد کرنا۔

## ۱۳: بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْاِزْدِيَادِ مِنَ الْخَيْرِ فِيْ اَوَاخِرِ الْعُمُرِ

## بَابٌ: آخری عمر میں زیادہ نیکیاں کرنے کی ترغیب

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ﴾ [فاطر:۳۷]

''کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت حاصل کرے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا''۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْمُحَقِّقُوْنَ مَعْنَاهُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ سِتِّيْنَ سَنَةً وَّيُؤَيِّدُهُ الْحَدِيْثُ الَّذِىْ سَنَذْكُرُهٗ

إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقِيْلَ: مَعْنَاهُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً وَقِيْلَ: أَرْبَعِيْنَ سِنَةً قَالَهُ الْحَسَنُ وَالْكَلْبِيُّ وَمَسْرُوْقٌ وَنُقِلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا – وَنَقَلُوْا أَنَّ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ كَانُوْا إِذَا بَلَغَ أَحَدُهُمْ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً تَفَرَّغَ لِلْعِبَادَةِ – وَقِيْلَ: هُوَ الْبُلُوْغُ –

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى:

﴿وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْجُمْهُوْرُ: هُوَ النَّبِيُّ ﷺ وَقِيْلَ: الشَّيْبُ قَالَهُ عِكْرِمَةُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُمَا وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

وَأَمَّا الْأَحَادِيْثُ فَالْأَوَّلُ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر محققین فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ کیا ہم نے تمہیں ساٹھ سال کی عمر نہیں دی۔ اس معنی کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ اور بعض نے کہا اس کا معنی اسی سال اور بعض نے کہا چالیس سال ہے یہ حسن' کلبی' مسروق' ایک ابن عباس کا بھی قول ہے۔ نقل کیا گیا کہ جب مدینہ والوں میں سے کسی کی عمر چالیس سال کی ہو جاتی تو وہ اپنے آپ کو عبادت کے لئے فارغ کر لیتا۔ بعض نے کہا بلوغت کی عمر مراد ہے۔ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ابن عباس اور جمہور کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد ہے۔ عکرمہ اور ابن عیینہ کے نزدیک بڑھاپا مراد ہے۔ واللہ اعلم

ازدیاد: یہ باب افتعال ہے۔ تا کو دال سے بدلا گیا ہے۔ اضافہ کرنا۔ الخیر: سے مراد طاعات اور وہ تمام نیکی کے کام جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ذریعہ بنیں۔ او اخر العمر: کیونکہ یہ وقت طاعات کے ثمرات پانے اور حسنات کی برکات حاصل کرنے کا وقت ہے۔

آیت نمبر ① اولم نعمر کم: یہ استفہام توبیخ و تقریر کے لئے ہے۔

النحو: ما یتذکر: میں ما موصولہ ہے یعنی وہ مدت جس میں نصیحت والا نصیحت حاصل کرے گا۔ ② ما نکرہ موصوفہ ہو جو تعمیراً کے معنی میں ہو جاء کم النذیر: کا عطف اولم نعمر کم: پر ہے اور وہ استفہام تقریری ہے گویا اسطرح فرمایا "ہم نے تم کو عمر دی اور تمہارے پاس نذیر آیا" (بیضاوی) ③ مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر محققین نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا ہم نے تمہیں ساٹھ سال کی عمر نہیں دی اور حدیث باب اس کی مؤید ہے۔ (ابن جریر' طبرانی وغیرہ بالضعف قلیلا)

④ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تمہیں اٹھارہ سال کی عمر دی (یہ قتادہ' ابوالعالیہ' وہب' عطاء کا قول ہے زاد المسیر للبغوی) قتادہ کہتے ہیں طویل عمر حجت ہے۔ ہم طول عمر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ یہ آیت اٹھارہ سال کی عمر والوں کے لئے اتری۔ ⑤ چالیس سال کی عمر مراد ہے (یہ حسن بصری' کلبی' مسروق کا قول ہے) ابن جریر نے مجاہد سے یہی نقل کر کے پسند کیا گویا انہوں نے اس آیت سے اخذ کیا حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃً: اہل مدینہ جب چالیس سال کی عمر کو پہنچتے عبادت کے لئے فارغ ہوتے۔ قرطبی نے ابن مالک سے نقل کیا کہ میں نے اپنے شہر کے اہل علم کو پایا کہ وہ دنیا اور علم طلب

کرتے اور لوگوں سے میل جول رکھتے ہیں جب چالیس سال کو پہنچتے ہیں تو میل جول چھوڑ کر عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں اور موت تک ان کا یہ طرز رہتا ہے۔

⑨ وہ بلوغت کی عمر ہے۔ یہ بغوی و خازن نے نقل کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بلوغت کی عمر پندرہ سال ہے۔ امام ابوحنیفہ ۱۸ سال باقی احتلام اور اس کا امکان نو سال کے بعد ہونے لگتا ہے۔ ممکن ہے کہ نووی کا رجحان اسی طرف ہو۔

آیت نمبر ② وجاء کم النذیر: ① ابن عباس رضی اللہ عنہما اور علماء جمہور کا قول ہے۔ اسی طرح قتادہ ابن زید ابن جریر کا قول بھی یہی ہے کہ نذیر سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرطبی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر و نذیر اسی لئے بنایا تا کہ لوگوں کی حجت کو قطع کر دیا جائے۔ فرمایا: لئلا یکون للناس علی اللّٰہ حجۃ (النساء: ۱۶۵) ② بڑھاپا مراد ہے یہ ابن عباسؓ عکرمہ سفیان بن عیینہ وکیع حسین بن فضل فراء طبری کا قول ہے (قرطبی) بخاری نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ یہ کہولت کی عمر ہے اور جوانی کے چلے جانے کی نشانی ہے جو کہ لہو و لعب کی عمر تھی۔ جیسا کہا گیا ہے:

رایت الشیب من نذر المنایا۔ لصاحبه وحسبك من نذیر

(بڑھاپا تو موت کا بڑا نذیر ہے) واللہ اعلم۔

احادیث ذیل میں ہیں:

۱۱۲: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلٰی امْرِیءٍ اَخَّرَ اَجَلَهٗ حَتّٰی بَلَغَ سِتِّیْنَ سَنَةً" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

قَالَ الْعُلَمَآءُ مَعْنَاهُ: لَمْ یَتْرُكْ لَهٗ عُذْرًا اِذْ اَمْهَلَهٗ هٰذِهِ الْمُدَّةَ یُقَالُ: اَعْذَرَ الرَّجُلُ اِذَا بَلَغَ الْغَایَةَ فِی الْعُذْرِ۔

۱۱۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہنے دیا جس کی عمر ساٹھ سال کو پہنچ گئی"۔ (بخاری)

علماء رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کو اتنی مہلت دے دی تو اس کے لئے کوئی عذر نہیں چھوڑا۔ عرب کہتے ہیں اَعْذَرَ الرَّجُلُ جب وہ انتہائی عذر کو پیش کر دے۔

**تشریح** اَعْذَرَ اللّٰهُ: کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مہلت دے کر کوئی موقعہ عذر نہیں چھوڑا کہ جس کو وہ اعمال صالحہ کے چھوڑنے کے لئے اختیار کر سکے۔

**اَلنَّحْوُ**: اعذر میں ہمزہ سلب کی ہے۔ اس کا عذر ختم کر دیا' زائل کر دیا (ابن حجر) مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی معذرت باقی نہیں چھوڑی کل وہ اس طرح نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اجل میں وسعت ملتی تو میں اس کے احکام کو پورا کرتا اور جب اس کے پاس کوئی عذر ترک اطاعت کا باقی نہیں رہا کیونکہ اسے قدرت و طاقت والی عمر دی۔ پس اسکے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ استغفار کرے اور طاعات اختیار کرے اور بالکلیہ آخرت کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اعذار کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف مجازی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے لئے عذر کا کوئی موقعہ نہیں چھوڑا جس کا وہ سہارا لے سکے۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ دلیل کے بعد ہی سزا دیتے ہیں۔ تورپشتی کہتے ہیں اسی سے عربوں کا یہ قول ہے: اعذر من انذر: یعنی عذر بیان کر دیا اور ظاہر کر دیا۔ یہ قول سے مجاز ہے۔ عذر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ حقیقی معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عذر کا کوئی موقعہ نہیں چھوڑا جس کو بندہ بہانہ بنا سکے''۔

**تخریج:** أخرجه أحمد (٣/٩٤٠٣) والبخاری (٦٤١٩)

۴۱۳: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُدْخِلُنِيْ مَعَ اَشْيَاخِ بَدْرٍ فَكَانَ بَعْضُهُمْ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ فَقَالَ: لِمَ يَدْخُلُ هٰذَا مَعَنَا وَلَنَا اَبْنَآءٌ مِثْلُهٗ فَقَالَ عُمَرُ: اِنَّهٗ مِنْ حَيْثُ عَلِمْتُمْ فَدَعَانِيْ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَدْخَلَنِيْ مَعَهُمْ فَمَا رَاَيْتُ اَنَّهٗ دَعَانِيْ يَوْمَئِذٍ اِلَّا لِيُرِيَهُمْ قَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ؟﴾ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اُمِرْنَا نَحْمَدُ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرُهٗ اِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا — فَقَالَ لِيْ: اَكَذٰلِكَ تَقُوْلُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ فَقُلْتُ: لَا قَالَ فَمَا تَقُوْلُ: قُلْتُ: هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهٗ لَهٗ قَالَ: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ وَذٰلِكَ عَلَامَةُ اَجَلِكَ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَقُوْلُ: رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۱۳: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر فاروق ؓ مجھے بدری بزرگوں کے ساتھ بٹھاتے۔ بعض اپنے دل میں یہ بات محسوس فرماتے ہوئے کہہ دیتے کہ یہ نوجوان ہمارے ساتھ مجلس میں کیونکر بیٹھتا ہے؟ حالانکہ ہمارے بھی اس جیسے بیٹے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ ابن عباس کے مرتبے اور حیثیت کو تم جانتے بھی ہو۔ چنانچہ ایک دن مجھے بلایا اور ان شیوخ بدریین کے ساتھ بٹھایا اور میرے خیال یہ تھا کہ مجھے اس دن صرف اس لئے بلایا تاکہ ان پر میرا مرتبہ ظاہر کریں۔ حضرت عمرؓ نے اہل مجلس سے فرمایا تم ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ کے متعلق کیا کہتے ہو؟ بعض نے کہا اس میں ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اللہ کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں جبکہ مدد فتح ہمیں حاصل ہو جائے۔ بعض بالکل خاموش رہے۔ پھر مجھے فرمایا کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو اے ابن عباس! میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اس سے مراد آنحضرت ؐ کی وفات ہے۔ اللہ نے آپ کو بتلایا کہ جب فتح و نصرت حاصل ہو جائے تو یہ تمہاری وفات کی علامت ہے۔ پس آپ اپنے ربّ کی تسبیح اس کی خوبیوں کے ساتھ کریں اور اس سے استغفار کریں۔ بیشک وہ رجوع فرمانے والا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اس کے بارے میں وہی جانتا ہوں جو تم کہتے ہو۔ (بخاری)

**تشریح** : اشیاخ بدر: بڑی عمر والے اکابر بدری صحابہ مراد ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو مشورہ میں ان کے ساتھ شامل فرماتے حالانکہ وہ معمر لوگ تھے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اللہ تعالیٰ نے چھوٹی عمر میں علوم و معارف سے نوازا تھا اسی

لئے ان کو البحر کہا جاتا تھا۔ **بعضھم**: سے مراد عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں جیسا بخاری نے تصریح کی ہے (ابن النحوی) **وجد فی نفسه**: دل میں اس بات کو محسوس کیا۔ **یدخل**: ایک نسخہ میں تدخل ہے۔

**ابناء مثله**: سے عمر میں ہم مثل اور یہ بھی احتمال ہے کہ صحبت نبوت میں اس جیسے۔ **حیث علمتم**: یعنی یہ بیت نبوت سے ہے اور اس گھر سے ہے جو علوم کا مرکز اور درست آراء کا مصدر ہے پھر ان کے شرف کو اور بیان کرنا چاہا جو ان کے شریک مشورہ کرنے کا باعث تھا۔

**فما رأیت**: مجھے قرائن احوال سے معلوم نہ ہوا دوسرے نسخہ میں **فما اریتہٗ**: ہے میرے گمان میں نہیں تھا۔ **لیریھم منی**: تاکہ ان کو بتلائیں کہ میں کس وجہ سے شیوخ کے ساتھ داخلے کا مستحق ہوں۔

ابن سعد کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ آج میں تمہیں دکھلاؤں گا جس سے تم پر اس کی فضیلت واضح ہو جائے گی۔

**ما تقولون**۔۔۔۔: اس قائل نے خطاب کو عام قرار دے کر امت کو اس میں شامل سمجھا۔ **فقال لی اکذلك**: مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم بھی یہی کہتے ہو۔ **فقلت لا**: یعنی میں یہ بات نہیں کہتا۔ یعنی سورۃ کی مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ وقت مقررہ قریب آ گیا اور اس وقت جو پیش آنے والا ہے اس پر مطلع کیا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنوں کے خلاف مدد فرمائیں گے اور مکہ فتح ہو جائے گا۔ بعض نے کہا نصر اللہ سے مسلمانوں کی عام نصرت مراد ہے اور فتح مکہ سے فتح مکہ اور دیگر بلاد اسلامیہ مراد ہیں۔ **رأیت** (ابصرت): تم دیکھو گے۔ **دین اللّٰہ**: سے دین اسلام مراد ہے۔ **افواجًا**: گروہ در گروہ۔ اس کے بعد کہ دین میں لوگ ایک ایک کر کے داخل ہوتے تھے۔ گروہ در گروہ داخلہ فتح مکہ کے بعد ہوگا۔

**ذلك**: یعنی نصرت اور اس کے مابعد۔ **علامه**: وقت مقررہ کے اختتام کے قریب ہونے کی نشانی ہے۔ شاید یہ اس وجہ سے ہو کہ یہ دعوت کی تکمیل اور امر دین کے کمال پر دلالت ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ہے: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ یا اس وجہ سے کہ استغفار کا حکم وقت مقررہ کے قریب ہونے کی اطلاع ہے۔ یعنی کیونکہ استغفار امور کے اختتام پر ہوتا ہے۔ اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد استغفار کرنے اور اسی طرح جب خلاء سے نکلتے اور جب لوٹتے اسی لئے اس سورت کو تودیع کہا گیا ہے۔ اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ یہ سورت فتح مکہ سے پہلے اتری اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی اطلاع دی گئی۔ (بیضاوی)

ابوحیان کہتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر منیٰ میں ایام تشریق کے دنوں میں اتری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد ۸۰ روز دنیا میں رہے۔ (ابوحیان فی النہر)

ابن التین کہتے ہیں ممکن ہے یہ ان تمام کے متعلق اتری ہو جبکہ آپ حنین سے واپس لوٹ رہے تھے۔ واحدی کہتے ہیں اس کے نزول کے بعد آپ دو سال بقید حیات رہے۔ یہ غریب قول تصحیف معلوم ہوتا ہے۔ دوسروں نے ساٹھ دن ذکر کیا ہے۔ (شرح بخاری لابن النحوی) ابن حجر کہتے ہیں مجھ سے کشاف کے قول کے متعلق یہ سوال کیا گیا کہ سورۃ نصر تو حجۃ الوداع کے ایام تشریق میں اتری پھر **اذا مستقبلہ**: اس پر کیسے آ گیا۔ جواب یہ ہے کہ یہ روایت کمزور ہے اور اگر اس کی صحت کو مقدم رکھا جائے تو فتح سے شرط مکمل نہیں ہوتی کیونکہ لوگوں کا فوج در فوج داخل ہونا ابھی مکمل نہ ہوا تھا پس شرط باقی ہونے کی وجہ سے استقبال کا صیغہ لائے۔ (فتح الباری) طیبی نے اس سوال کے جواب میں کہا ① اذا یہاں اذ کے معنی میں ہے ② کلام اللہ قدیم

ہے۔ابن حجر کہتے ہیں یہ دونوں جواب قابل غور ہیں۔

علامہ الجی کہتے ہیں۔ فتح مکہ تمام فتوحات کی بنیاد ہے بعد والی تمام فتوح کا دارومدار اسی پر ہے۔اگر چہ وہ منتظر ہیں۔

بحمد ربك: یعنی متلبسا بحمد ربک وہ تسبیح تو رب کی حمد سے ملی ہو۔ کان توابا: وہ بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کے نزول کے بعد کثرت سے آپ سبحانك اللهم وبحمدك اللهم اغفرلي: اور ایک روایت میں استغفرك واتوب اليك: پڑھتے تھے۔

ما اعلم منها الا ما تقول: سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تفوق علمی کی طرف اشارہ کیا کہ تقدیم کا یہ سبب ہے اگر چہ عمر کم ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا:

فكم من صغير لا خطته عناية ☆ من الله فاحتاجت اليه الاكابر

(بہت سے ایسے چھوٹے کہ ان پر خصوصی عنایت خداوندی کی وجہ سے بڑے ان کے محتاج ہوتے ہیں)

**تخریج:** أخرجه احمد (١/٣١٢٧) والبخاري (٣٦٢٧) والترمذی (٣٣٦٢) والطبرانی (١٠٦١٧) والبیهقی فی الدلائل (٥/٤٤٦) والطبرانی (٣٠/٣٣٣) والنسائی فی الکبری (١١٧١١) بألفاظ متقاربه۔

**الفوائد:** ① ابن عباسؓ کی عظیم الشان فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ ② کسی نعمت کو بطور تحدیث نعمت کے ذکر کرنا جائز ہے۔ بطور فخر و مباہات جائز نہیں۔ ③ قرآن مجید کی تفسیر اس کو جائز ہے جو علم میں رسوخ رکھتا ہو۔

۱۱۴: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلوٰةً بَعْدَ اَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ اِلَّا يَقُوْلُ فِيْهَا سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْهَا: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ – مَعْنٰى: يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ اَيْ يَعْمَلُ مَا اُمِرَ بِهٖ فِي الْقُرْاٰنِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ﴾ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ – قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْكَلِمَاتُ الَّتِيْ اَرَاكَ اَحْدَثْتَهَا تَقُوْلُهَا؟ قَالَ: جُعِلَتْ لِيْ عَلَامَةٌ فِيْ اُمَّتِيْ اِذَا رَاَيْتُهَا قُلْتُهَا: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاكَ تُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ؟ فَقَالَ: اَخْبَرَنِيْ رَبِّيْ اَنِّيْ سَاَرٰى عَلَامَةً فِيْ اُمَّتِيْ فَاِذَا رَاَيْتُهَا اَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فَقَدْ رَاَيْتُهَا: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ

وَالْفَتْحُ: فَتْحُ مَكَّةَ: وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ' فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾

۱۱۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ اترنے کے بعد جو نماز بھی ادا فرمائی۔ اس میں یہ کلمات ضرور فرمائے: سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ (متفق علیہ) بخاری و مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع و سجود میں اکثر پڑھتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ۔ اس طرح قرآن پر عمل کرتے يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ کا معنی یہ ہے کہ اس آیت میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے۔ اس کی عملی تصویر پیش فرماتے یعنی ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ﴾ مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ وفات سے قبل ان کلمات کو آپؐ کثرت سے پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا کلمات ہیں جن کو اکثر پڑھتے ہوئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پاتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا۔ میری اُمت میں ایک علامت مقرر کی گئی کہ جب میں اس کو دیکھوں تو یہ کلمات پڑھوں۔ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾۔ مسلم کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ یہ کلمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے پڑھتے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دیکھتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات بہت پڑھتے ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھے بتلایا۔ جب یہ علامت میں اپنی امت میں دیکھوں تو ان کلمات کو کثرت سے پڑھوں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ میں نے اس علامت کو دیکھ لیا ہے۔ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ یعنی فتح مکہ اور ﴿وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ لوگوں کا فوج در فوج اسلام میں داخلہ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ﴾ کے مطابق کثرت سے تسبیح و تحمید و استغفار کرتا ہوں۔

**تشریح** ☆ **يقول فيها:** سے مراد نماز کے رکوع و سجود میں تسبیحات پڑھنا ہے۔

**سبحانك:** اے اللہ تو ہر نقص سے سبحان ہے۔

**النحو:** یہ مفعول کی مضاف ہے اس کا فعل سبحت محذوف ہے۔ ② فاعل کی طرف مضاف ہوسکتا ہے امے نزهت نفسك۔

**وبحمدك:** ① او عاطفہ ہے یعنی تلبس بحمدك یا ② واؤ زائدہ اسبحك مع ملابسة حمدك ③ واؤ حالیہ ہے۔

**ایک حکمت:** تسبیح امے متلبسًا بحمدك من اجل توفيقك لى: ہے کو حمد سے پہلے لائے کیونکہ وہ نقائص سے پاک قرار دینا ہے اور حمد کمال صفات کے ساتھ اس کی ثنا کرنے کو حمد کہتے ہیں جب تک تخلیہ نہ ہو تحلیہ نہیں ہوتا۔

**اللهم اغفرلي:** وہ باتیں جو میرے مقام کے مناسب نہیں خواہ نفس الامر میں گناہ نہ ہو کیونکہ انبیا علیہم السلام گناہ سے مطلقاً معصوم ہیں۔

**كان رسول الله صلى الله عليه وسلم:** اس مقام پر کان تکرار کا فائدہ نہیں دیتا۔ ابن حاجب اور ابن دقیق العید اس کے عرفی طور پر قائل ہیں۔

النَّحو: اللھم ربنا: ① یہ یاربنا ہے ② یہ اللھم کا بدل ہے وصف نہیں۔
مَسْئَلَة: رکوع و سجود میں سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی: مواظبت سے ثابت ہے کبھی یہ کلمات بھی بعض اوقات ساتھ ملا لئے جاتے۔
النَّحو: یتاول القرآن: یہ مبین ہے اور یعمل ما امر به: الحدیث یہ عطف بیان ہے۔ ② بدل ہے مگر اس کا موقعہ نہیں کیونکہ یعمل سے واستغفرہ تک معنی کلی خبر ہے۔ یتاول القرآن: سے بدل نہیں ہو سکتا مگر اس صورت میں کہ بعد والا اس کا عطف بیان بنے یا بدل ہو جبکہ مفرد ہو۔ فی قوله: یہ بدل البعض ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ یتاول القرآن کا معنی یہ ہے کہ عام معنی کی بجائے اس سے خاص احوال مراد لیتے تھے۔
قبل الی یموت: وفات شریف سے قبل کا وہ زمانہ جو اس سورت کے نزول کے بعد کا ہے۔
سبحانك...... اتوب الیه: یہ بارگاہ ربوبیت میں مزید عاجزی اور مقام عبودیت کے حق کی ادائیگی میں تقصیر کا اعتراف ہے جو کہ آپ کے مقام علیاء کے لحاظ سے ذنب ہے (اگرچہ واقعہ میں ذنب نہیں) اگر اس حدیث اور آیت کو عموم پر چھوڑا جائے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تخصیص والی تاویل نہ کی جائے تو پھر بھی کثرت ذکر و استغفار نماز اور خارج نماز میں اور استغفار و توبہ کا جمع کرنا احتیاط ہے کیونکہ استغفار کے ہر دو معانی کا احتمال ہے اور توبہ پر اس کا محمول کرنا انہٗ کان توابًا: کے قریب تر ہے۔ اس میں ان علماء کی دلیل مل جائے گی جو بیک وقت دونوں معانی پر محمول کرنے کو جائز کہتے ہیں۔

احدثتها تقولها: احدثت کے مفعول سے تقولها: حال ہے۔
جعلت: بصیغہ ماضی مجہول ہے یعنی مقرر کی گئی۔ رأیتها: دیکھنا پہچاننا۔ وہ علامت اذا جاء نصر اللّٰه: الی آخر السوۃ ہے۔
① علامت سے اذ جاء: عطف بیان یا بدل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ روایة له ؤ: سے مراد مسلم شریف ہے۔
**فرق:** ابونعیم کی روایت میں اتوب الیه: کے الفاظ نہیں ہیں۔ أراك: یعنی آپ کو دیکھتی ہوں اس حال میں کہ آپ کثرت سے سبحان اللہ...... پڑھتے ہیں۔ اس کا کثرت سے پڑھنا علامت کے وقت یا تو عظیم نعمت کی وجہ سے تھا ② سبح میں تفعیل کا صیغہ استعمال کیا جو کہ کثرت پر دلالت کرتا ہے اور اس کثرت کی وجہ یہ ہے کہ یہ انه کان توابًا: سے ملا ہوا ہے جو کہ طلب استغفار کو معلل ہے۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۹/۲۴۲۱۸) والبخاری (۷۹۴) و مسلم (٤٨٤) وأبو داود (۸۷۷) والنسائي (۱۱۲۱) وابن ماجه (۸۸۹) وابن خزيمة (۱۹۳۰) وأبو عوانة (۱۸۶/۲) (۶۰۵) و عبدالرزاق (۲۸۷۸) والبيهقي (۱۰۹/۲)

۱۱۵: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَابَعَ الْوَحْیَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ وَفَاتِهٖ حَتّٰی تُوُفِّیَ اَكْثَرَ مَا كَانَ الْوَحْیُ عَلَیْهِ ' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

۱۱۵: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر وفات سے پہلے مسلسل وحی نازل فرمائی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات کے وقت وحی کا نزول آپ ﷺ پر پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ تھا۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ **اللّٰه عزوجل**: اللہ عزت وجلال والے ہیں یعنی وہ ہر چیز پر غالب ہیں اس کی مراد پر غلبہ نہیں پایا جا سکتا اور وہ اس سے بلند و بالا ہیں جو اس کے لائق نہیں۔ **علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم**: ضمیر کی بجائے اللہ تعالیٰ نام مبارک تلذذاً لایا گیا ہے۔

**قبیل وفاته**: یہ قبیل تصغیر ہے جس کا معنی تھوڑا عرصہ پہلے۔ یہ اس لئے تا کہ شریعت مکمل کر دی جائے اور جو وحی کرنا ہے اس میں سے کوئی چیز باقی نہ رہے اور جب تکمیل شریعت ہو چکی جس کی لوگوں کے معاش و معاد میں ضرورت تھی تو **الیوم اکملت**: کا مژدہ سنایا اس کے چند ماہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی کمافی التحسین۔

**تخریج**: أخرجه احمد (٤/١٣٤٧٩) و البخاری (٤٩٨٢) و مسلم (٣٠١٦) و ابن حبان (٤٤) بلفظ قریب۔

۱۶ : عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ "يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶/۱۱: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہر بندے کو قیامت کے دن اسی پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت آئی"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **یبعثکل عبد**: یُبعث: صیغہ مجہول ہے۔ عبد سے مکلف مراد ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔ **علی ما مات علیه**: جس پر اس کی موت آئی یہاں تک کہ باجے والا باجے کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

اس میں اس بات کی طرف متوجہ کیا گیا کہ اچھا عمل کرنا چاہئے اور تمام احوال اور افعال و اقوال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص برتنا چاہئے تا کہ اس کی موت اچھی حالت میں آئے اور اچھی حالت میں اٹھایا جائے۔

باب کے آخر میں اس روایت کو لا کر تحسین عمل اور ازدیاد طاعات کی تمام اوقات میں ترغیب دی کیونکہ کسی وقت بھی موت ممکن ہے۔ خصوصاً بڑھاپے اور بیماری کی حالت۔ پس یہ روایت **ختامه مسك**: کے مترادف ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (٢٨٧٨) و ابن ماجه (٤٢٣٠)

## ۱۳ : بَابٌ فِيْ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ!

## بَابٌ: بھلائی کے راستے بے شمار ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ [البقرة: ٢١٥]

"اور جو تم بھلائی کرو اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں"۔ (البقرة)

وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ [البقرة:١٩٧]

''جو بھی تم بھلائی کا کام کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں''۔(البقرۃ)

وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾ [الزلزال:٧]

''جو شخص ایک ذرّہ کے برابر بھلائی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا''۔(الزلزال)

وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''جس نے کوئی نیک عمل کیا پس وہ اس کے اپنے نفس کے لئے ہے''۔(الجاثیہ)

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ [الجاثية:١٥]

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ۔

آیات اس سلسلہ میں بہت ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا وَّهِيَ غَيْرُ مُنْحَصِرَةٍ فَنَذْكُرُ طَرَفًا مِنْهَا الْاَوَّلُ :

احادیث بھی بہت زیادہ ہیں۔چند یہاں مذکور ہیں :

مسلمان کی نشاط کو بڑھانے اور معاملات میں خوب کوشش کرنے کے لئے یہ باب لائے کہ جب ایک عمل سے تھک جائے تو دوسرے اچھے عمل میں وقت صرف کر کے اپنے مولیٰ کی رضا حاصل کر لے۔

آیت ا'۲'۳ پر کلام باب المجاہدہ میں ملاحظہ کریں۔

④من عمل صالحاً: ان تمام آیات میں خیر خیراً' صالحًا: سیاق شرط میں نکرہ لایا گیا جو عموم پر دلالت کرتا ہے۔

**ایک قاعدہ**: عموم قوت میں ان کلی قضایا کے حکم میں ہے جو تعدد افراد کے سبب متعدد ہو جائیں۔

**فلنفسہ**: یعنی اسے اپنے عمل کا فائدہ ہوگا۔

۱۱۷ : عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِهٖ – قُلْتُ اَيُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا وَاَكْثَرُهَا ثَمَنًا قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ تُعِيْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ – قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اَرَاَيْتَ اِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ؟ قَالَ تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ مِّنْكَ عَلٰى نَفْسِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

''الصَّانِعُ'' بِالصَّادِ الْمُهْمَلَةِ هٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ وَرُوِيَ ''ضَائِعًا'' بِالْمُعْجَمَةِ :اَيْ ذَا ضَيَاعٍ

مِّنْ فَقْرٍ اَوْ عِيَالٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ "وَالْاَخْرَقُ" الَّذِىْ لَا يُتْقِنُ مَايُحَاوِلُ فِعْلَهٗ.

۱۱۷: حضرت ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا عمل زیادہ فضیلت والا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''اللہ پر ایمان اور اس کی راہ میں جہاد''۔ میں نے عرض کیا کون سا غلام آزاد کرنا زیادہ افضل ہے؟ ارشادفرمایا: '' جو مالک کے ہاں سب سے اعلیٰ ہو اور سب سے زیادہ قیمتی ہو''۔ میں نے عرض کیا اگر میں نہ کرسکوں؟ ارشادفرمایا: ''تم کسی نیک کرنے والے کا ہاتھ بٹاؤ یا بدسلیقہ کا کام کر دو''۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ پھر کیا حکم ہے اگر میں ان میں سے بعض کاموں سے عاجز رہوں؟ ارشادفرمایا: ''پھر تو لوگوں کو اپنے شر سے بچا کر رکھو کیونکہ یہ بھی تمہارا اپنے نفس پر صدقہ ہے''۔ (متفق علیہ)

و الصَّانِعُ ایک روایت میں ضَائِعًا بھی ہے۔ یعنی فقر یا عیال کی وجہ سے ضائع ہونے والا۔ اَلْاَخْرَقُ: بدسلیقہ جو کام کو جس کا قصد کرتا ہو صحیح طور پر انجام نہ دے سکے۔

**تشریح** ✿ افضل: کا مطلب اللہ تعالیٰ کے ثواب کی کثرت والا تھا۔ ایمان باللّٰہ: کیونکہ اسی کا بدلہ خلود جنت اور رضا رحمان ہے جس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

والجهاد في سبيله: سے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرنا۔

ای الرقاب افضل: کس گردن کو آزاد کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔ انفسها عنه اهلها: یہ نفاست سے بنا ہے۔ مراد زیادہ قیمت اور عمدہ جس کی طرف زیادہ رغبت ہو جیسے کہتے ہیں مال نفیس اے مرغوب۔ اکثر ها ثمنا: زیادہ قیمت والی کیونکہ وہ ان کو زیادہ محبوب ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون ۞ (آل عمران: ۹۲) نووی کہتے ہیں یہ اس وقت ہے جب وہ گردن آزاد کرنا چاہتا ہو اور اگر اس کے پاس ایک ہزار درہم ہوں اور وہ اس سے دو گردنیں خرید سکتا ہو اور نفیس ایک آتی ہو تو اس وقت دو افضل ہیں۔ قربانی کے معاملہ میں موٹی قربانی افضل ہے جبکہ دو کم موٹی آسکتی ہوں کیونکہ قربانی میں غرباء تک گوشت پہنچانا ہے وہ موٹی میں زیادہ ہے اور غلام میں گردن کا چھڑوانا ہے۔ پس کئی کا آزاد ہونا ایک کی آزادی سے بہتر ہے۔ (نووی)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ یہ چیز اختلاف اشخاص سے مختلف ہوگی۔ بسا اوقات ایک آدمی کی آزادی زیادہ نفع بخش ہوتی ہے زیادہ کو آزاد کرنے سے وہ فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح بہت سے کثیر گوشت کے محتاج اور جس کو ان محتاجوں میں تقسیم کیا جائے سے جو زیادہ ضرورت مند ہوں وہ عمدہ گوشت سے نفع اٹھانے والوں سے زیادہ ہوں گے۔ اس میں **ایک کلیہ:** یہ ہے جس کا نفع زیادہ ہو وہ افضل ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

فان لم افعل: یعنی مذکورہ چیزیں جہاد عتق نہ کرسکوں۔ اس نفی میں ایمان کی نفی شامل نہیں کیونکہ اعمال صالحہ آخرت میں ایمان ہی کی بنیاد پر کام آئیں گے اور نہ کرنے سے مراد قدرت نہ پانا ہے اور دارقطنی نے یہاں لفظ فان لم استطع: کا نقل کیا ہے۔ (جو اس معنی کی تائید کرتا ہے)

**اَلنَّحْو:** قال تعين صانعا: ① ان مقدر ہے یعنی یہ کہ تو کسی کاریگر کی مدد کرے اسی تسمع بالمعيدى: کی طرح ہے۔ ② مصدر کی جگہ مضارع لائے ای اعانة صانع: کاریگر کی معاونت کرنا۔

الاخرق: وہ آدمی جو کام نہ جانتا ہو۔ عرب کہتے ہیں: رجل اخرق امراة خرقاء: بدسلیقہ اور ماہر کے لئے رجل صنعٌ بولتے ہیں اور امرأة صَنَّاعٌ کہتے ہیں۔

بعض العمل: سے مراد اعانت و کاریگری یا مطلق کام۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت اگر ان سے ثواب میں اضافہ کرنے والے کاموں سے عاجز ہوں تو مجھے اضافہ ثواب کی وہ راہ بتلا دیں جو میری ہمت میں ہو۔ تکف شرك: دکھ دینے سے باز رہ یعنی لوگوں کی سلامتی کا قصد کرتے ہوئے تا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کی جائے۔ یہاں یہ حصول اجر کی شرط ہے۔ فانها صدقة: سے مراد خصلت یا کف ایذاء مراد ہے۔

ها: ضمیر مونث خبر کی تانیث کی وجہ سے لائے۔

**فرق روایت:** یہاں تک مسلم کے الفاظ ہیں۔ بخاری میں ہے: ای الرقاب افضل: اس کے جواب میں (اغلاها ثمنا و انفسها عند اهلها) أرایتَ ان ضعفتُ: کے بعد عن العمل ہے فان لم افعل: کے جواب میں تدع لاالناس من الشر فانها صدقة تتصدق بها علی نفسك: کے الفاظ ہیں۔

ضائعا۔ صَانِعًا۔ کی بجائے یہ لفظ ہیں یہ ضَیعۃ سے ہے جس کا معنی فقر و حاجت ہے۔ قاضی عیاضؒ نے اپنی روایت سے صانعا کی روایت نقل کی اور اخرق: کے مقابلہ میں اس کو درست کہا۔ صحیح بخاری میں زہری نے صانعا نقل کیا ہے۔ ابن المدینی نے ضائعًا: کو ہشام کی تصحیف قرار دیا۔

ابن صالح نے صانعاً کو ابو عامر عبدری اور ابوالقاسم بن عساکر کی روایت قرار دیا۔ ابن حجرؒ نے ضالعاً کو درست ترین قرار دیا بخاری نے بھی اسی پر جزم کیا ہے۔ اگر روایت کا مطلب ضائع سے ذو الضیاع من الفقر والمال: لیا جائے تو معنی اول کی طرف ہی لوٹ جائے گا۔ واللہ اعلم۔ (فتح الباری)

الاخرق: جو کسی کام کو اچھی طرح نہ جانتا ہو۔ (بدسلیقہ)

**تخریج:** أخرجه احمد (۸/۲۱۳۸۹) والبخاری (۲۵۱۸) و فی الأدب المفرد (۲۲۶) و مسلم (۸٤) والنسائی (۳۱۲۹) و ابن ماجه (۲۵۲۳) والدارمی (۳۰۷/۲) وا بن حبان (۱۵۲) وابن الجارود (۹٦۹) وابن منده فی الإیمان (۲۳۲) و عبدالرزاق (۲۰۲۸۹) والبیهقی (۲۷۳/٦) بألفاظ متقاربة۔

**الفرائد:** ① نماز کو اس کے اوقات میں ادا کرنا چاہیے۔ ② سوال کو دھرانا مناسب ہے۔ ③ استاذ و مفتی کو افتاء میں صبر و اطمینان سے کام لینا چاہئے۔ ④ متعلم پر شفقت اور اس کی مصلحت کا لحاظ کرنا چاہئے۔ ⑤ کاریگر کی اس کے کام میں معاونت کرنا صدقہ ہے۔

۱۱۸: عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَیْضًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: "یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ فَکُلُّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃٌ وَّکُلُّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃٌ ، وَکُلُّ تَہْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃٌ ، وَّکُلُّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃٌ ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَّنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَّیُجْزِیُٔ مِنْ ذٰلِکَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُھُمَا مِنَ الضُّحٰی" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

"السُّلَامٰی" بِضَمِّ السِّیْنِ الْمُھْمَلَةِ وَتَخْفِیْفِ اللَّامِ وَفَتْحِ الْمِیْمِ: الْمِفْصَلُ۔

۱۱۸: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے ہر ایک پر اُس کے ہر جوڑ کے بدلے ایک صدقہ لازم ہے۔ پس ہر تسبیح صدقہ ہے۔ ہر تحمید صدقہ ہے۔ ہر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صدقہ ہے۔ ہر تکبیر صدقہ ہے۔ امر بالمعروف صدقہ ہے اور چاشت کے وقت کی دو رکعتیں ان تمام کی جگہ کام آنے والی ہیں"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ سلامی: ہر ہڈی اور جوڑ۔ من احدکم: جب کہ وہ آفات سے صحیح سالم جاگے اور اس حالت پر ہو جس سے اپنے افعال و منافع کی تکمیل کر سکے۔

صدقة: تنوین تعظیم کی ہے عظیم صدقہ اللہ تعالیٰ کے عظیم احسان پر شکریہ بجا لاتے ہو جو اسی نے فرمادیا اور اس لئے بھی کہ الصدقة تدفع البلاء: جب اعضاء سے صدقہ دے گا تو بلاء سے محفوظ رہے گا۔

**النحو**: خبر میں علٰی: تاکید کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں کیونکہ صلاة ضحٰی: وغیرہ واجب نہیں کہ جن کے ترک سے گنہگار ہو۔

فکل تسبیحة صدقة: فا تفصیلیہ ہے کیونکہ پہلا صدقہ کا لفظ مجمل تھا۔ جوڑوں کی گنتی بیان کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ اس کی تائید ابوداؤد واحمد کی بریدہ والی روایت سے ہوتی ہے: "في الانسان ثلاث مائة وستون مفصل فعليه ان يتصدق عن كل مفصل منه صدقة قال ومن يطيق ذلك يا نبي الله؟ قال النخاعة في المسجد تدفنها صدقة' والشي تنحيه عن الطريق صدقة' فان لم تجد فركعتا الضحى تجزئك": (ابوداؤد) مسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

کل تحمیدة: حمد اللہ تعالیٰ کی اوصاف عالیہ سے تعریف کرنا مثلاً الحمدللہ۔ تھلیلہ: لا الٰہ الا اللہ کو کہتے ہیں۔ تکبیر: اللہ اکبر۔

المعروف: جس کا شرع نے حکم دیا ہے۔ منکر: شرع نے جس کا انکار کیا۔

کل: کے لفظ کو امر و نہی سے پہلے ساقط کر دیا حالانکہ یہ دونوں قسمیں ماقبل سے مختلف ہیں۔ اس سے یہ اشارہ کر دیا کہ ماقبل کی بنسبت یہ بہت کم واقع ہوتی ہیں۔ خاص طور پر وہ آدمی جو لوگوں سے الگ تھلگ ہو۔

① امر و نہی کو کل: پر عطف کر کے مرفوع پڑھیں اور ان کی خبر بھی کل کی خبر پر معطوف ہوگی' اس وقت یہ عطف معمولین علی معمول عاملین مختلفین کی جنس سے ہوگا۔

② ہر ایک مبتداء اور مابعد اس کی خبر ہے اور واؤ جملوں کے عطف کے لئے ہے یا مستانفہ ہے کیونکہ یہ ماقبل سے مختلف النوع ہے کیونکہ ان کا نفع متعدی ہے اور ماقبل کا نفع قاصر ہے اور نکرہ ہونے کے باوجود ان کا مبتداء بننا ظرف میں عمل کی وجہ سے ہے اور نکرہ لانے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کا ہر فرد صدقہ ہے اگر اس کی بجائے یہ معرف لائے جاتے تو جنس کا احتمال یا معہود ذہنی کا احتمال پیدا ہو جاتا حالانکہ نص میں تو یہ قید نہیں۔

**ایک لطیفہ**: نص میں حقیقی صدقہ سے تعرض نہیں کیا گیا کیونکہ وہ تو خود واضح ہے۔ روایت میں دی جانے والی چیزوں کا صدقہ ہونا عام طور پر معلوم نہیں۔ ان کو صدقہ کہا گیا۔ البتہ مالی صدقہ کی طرف سے انکے کافی ہونے کے متعلق خبر میں خفاء ہے۔

یہ اطلاق صدقہ ان پر مجازاً ہے باقی انواع صدقہ کو محصور کرنا بھی مقصود نہیں بلکہ جو ان کے علاوہ باقی ہیں ان پر متنبہ کرنا مقصود ہے۔ جس چیز میں نفع کی کوئی قسم پائی جائے اور کسی انسان یا دیگر کسی چیز کو اس سے فائدہ پہنچے وہ اس میں شامل ہے۔

**یُجْزِیُ** اور **یَجْزِیُ** دونوں طرح درست ہے (عراقی شرح التقریب) **من ذلك**: جو مذکور ہوا یا اس کا بدل خبر کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کا جواز ہے مگر روایت ابوداؤد میں پہلے کے نہ ہونے کی صورت میں ان کا جواز مذکور ہے۔ دونوں میں صورت موافقت یہ ہے کہ ابوداؤد میں صورت اکمل وافضل کا تذکرہ ہے۔ اس لئے کہ یہ بعید نہیں کہ تین سو ساٹھ اعضاء کا صدقہ نماز چاشت سے افضل ہو اگرچہ نماز افضل ترین عمل ہے اور اس باب کی روایت میں اکتفاء مذکور ہے۔

**انتباہ**: ظاہر یہ ہے کہ چاشت کی دو رکعتیں جس کے قائم مقام ہیں وہ امر بالمعروف ہے جو استحباب کے درجہ میں ہے۔ گویا اس سے اپنی طرف سے فرض کو ادا کیا ہے اور اس کے کلام میں اس امر بالمعروف کی تاکید و تقویت ہے۔ رہا فرض تو فرض کے قائم مقام چاشت کی دو رکعت نہیں بن سکتیں اور نہ اس سے فرائض کے ترک کا گناہ دور کر سکتی ہیں۔

نماز چاشت کی اس میں بڑی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ یہ ثواب بندے کو حاصل کرنا چاہئے اور اس کا قیام ان افعال کے قائم مقام ہوگا۔ پس اس پر دوام مناسب ہے اور صدقہ کے قائم مقام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تمام ماسبق بھلائیوں کو شامل ہونے کے علاوہ فحشاء و منکر کو بھی روکتی ہے اور نماز چاشت کے ساتھ اس کی تخصیص سے کوئی رکاوٹ نہیں۔

فجر کی دو رکعات کے علاوہ (کذا قاولی العراقی) اور اگرچہ مذکور مفہوم دونوں میں موجود ہو کیونکہ شارع کی اعمال کے متعلق خاص نگاہ جو ان کے اوقات اور مقامات کے اعتبار سے ہے۔ شاید کہ اس کی خصوصیت کی وجہ سے وہ شکریہ کے لئے خاص ہو۔ بخلاف سنن و روایت کے وہ تو فرائض کے نقصان کو پورا کرنے کے لئے ہیں۔ ان کا قیام خالص ظاہری نعمتوں پر شکریہ کے لئے نہیں ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۷۲۰) و أبو داود (۱۲۸۵)

**السلامی**: جمع سلامیہ بعض نے کہا اس کی واحد جمع ایک ہی ہے جمع سلامیات آتی ہے۔ جوڑ کو کہتے ہیں۔ انسان کی ہڈیوں میں کھوکھلا عضو۔ نہایہ میں انسان کی انگلیوں کے دو جوڑوں کے درمیان والا حصہ وغیرہ۔ نووی کہتے ہیں تمام بدن کی ہڈیاں مراد ہیں عراقی نے بھی یہی کہا اس کی موید یہ روایت ہے: **وخلق الانسان علی ستین وثلاثمائة مفصل ففي كل مفصل صدقة**"۔

۱۱۹ : عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : "عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُّ فِیْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰی يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيْقِ وَوَجَدْتُّ فِیْ مَسَاوِیْ اَعْمَالِهَا النُّخَاعَةُ تَكُوْنُ فِی الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۹: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اُمت کے اچھے اور برے عمل مجھ پر پیش کیے گئے تو ان کے اچھے اعمال میں تکلیف دہ چیز کا راستہ سے ہٹا دینا بھی پایا گیا اور ان کے برے اعمال میں رینٹھ کو پایا جو مسجد میں کیا جائے اور اس کو دفن نہ کیا گیا ہو''۔ (مسلم)

**تشریح** (۱) حسنها و سیئها: یہ اعمال امتی کا بدل ہے۔ الاذی: مثلاً پتھر کانٹا۔ یماط: دور کیا جائے۔ عن الطریق: راستہ سے تا کہ گزرنے والوں کو ایذاء نہ پہنچے اس میں اس بات کی فضیلت بتلائی جس سے لوگوں کو فائدہ ہو۔ (۲) اور ان سے ضرر دور ہو۔ مساوی: گناہ۔

**النخاعة** : اعمالها میں اضافت صفت الی الموصوف ہے۔ النحاعة: دماغ کے قریب والے حصہ سے نکلنے والا تھوک۔ النخامة اقصی: حلق سے نکلنے والا تھوک۔ (النہایہ)

**تکون فی المسجد**: جملہ صفت یا حال کے محل میں ہے۔ فلا تزال: زائل نہ کیا جائے، دفن کر کے یا چھیل کر (یا دھو کر)

نوویؒ کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں مذمت صرف تھوکنے والے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر دیکھنے والا اس میں شامل ہے۔

**فائدہ جلیلہ**: بعض مشائخ نے کہا کہ تکلیف دہ چیز جب راستہ سے ہٹائے تو کہے لا الہ الا اللہ تا کہ ایمان کا اعلیٰ اور ادنیٰ شعبہ جمع ہو جائے۔ یہ کلمہ توحید ہے اور افعال و اقوال کے درمیان ہے جب دل و زبان دونوں مجتمع ہوں تو یہ زیادہ کمال ہے۔ (ابن رسلان، مسلم) جامع صغیر میں الفاظ اس طرح ہیں: و رأیت فی سیئی اعملها النخاعة فی المسجد فلم تدفن۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۵۵۳) والبخاری فی الأدب المفرد (۲۳۰) والبغوی فی المرقاۃ (۷۰۹)

۱۲۰ : عَنْهُ اَنَّ نَاسًا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ : اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْاُجُوْرِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ اَمْوَالِهِمْ قَالَ : اَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَّا تَصَدَّقُوْنَ بِهٖ : اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَفِيْ بُضْعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ" قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيَاْتِيْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ وَيَكُوْنُ لَهٗ فِيْهَا اَجْرٌ؟ قَالَ : "اَرَاَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِيْ حَرَامٍ اَكَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ اِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهٗ اَجْرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"الدُّثُوْرُ" بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ : الْاَمْوَالُ وَاحِدُهَا دَثْرٌ۔

۱۲۰: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مالدار لوگ تو زیادہ اجر لے گئے۔ وہ بھی نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور وہ اپنے زائد اموال میں سے صدقہ کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: "کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایسی چیزیں نہیں بنائیں کہ جن سے تم صدقہ کرو۔ (پھر فرمایا) بیشک ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے اور ہر تحمید صدقہ ہے اور ہر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ صدقہ ہے اور امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی عن المنکر صدقہ ہے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت بھی صدقہ ہے"۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم میں سے ایک آدمی اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے تو کیا اس میں بھی اجر ہے؟ ارشاد فرمایا: "تم یہ بتلاؤ اگر وہ اپنی شہوت کو حرام مقام پر پوری کرتا تو کیا اس کا گناہ ہوتا؟ پس اسی طرح جب اس نے اس کو حلال طریقہ سے پورا کیا تو اس کو اجر ملے گا"۔ (مسلم)

الدُّثُوْرُ: اس کا واحد دَثْرٌ: مال وخزانہ

**تشریح** ۞ اناساً: یہ اصل میں ناس ہے۔ یہ اسم جمع ہے جیسا دجال۔ کیونکہ فُعَالٌ: جمع کے اوزان میں ثابت نہیں ہے۔ اَنِسَ: سے ماخوذ ہے کیونکہ انسان اپنے امثال سے مانوس ہوتا ہے یا آنَسَ: (ضرب) دیکھنا کیونکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ صاحب قاموس کہتے ہیں ناس کا لفظ جنات پر بھی بولا جاتا ہے۔ یہاں الناس: سے مراد صحابہ ہیں۔ قالوا..... بالاجور: میں کثرت اعمال کی وجہ سے سبقت لے گئے۔ فضول اموال: سے مراد کفایت سے زائد مال۔ صدقے کی فضیلت کے لئے یہ قید لگائی گئی ہے۔ کفایت سے پہلے صدقہ صبر نہ کرنے والے کے لئے مکروہ یا حرام ہے۔ صحابہ کرام نے یہ بات اعمال صالحہ میں حرص اوران کی شدید رغبت اوران میں سبقت کے لئے کہی کیونکہ ان کو اعمال صالحہ کی طرف شدید حرص تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مقصد سوال معلوم کرلیا تو قال: ان کو جواباً فرمایا تاکہ ان کی دلجوئی بھی ہوجائے اور ہوسکتا ہے وہ نیکی میں اغنیاء کے برابر ہوجائیں۔ او لیس: لیس لا کے معنی میں ہے استفہام انکاری ہے۔ ایسا مت کہو۔ بکل تسبیحۃ: ہر تسبیح کے سبب جیسا فرمایا: ﴿تلك الجنة التي اورثتموها بما كنتم تعملون﴾: یہ آیت اس سابقہ روایت کے خلاف نہیں جس میں فرمایا: ﴿لن يدخل احدكم الجنة بعمله﴾: جیسا پہلے ذکر ہوا۔ ① آیت حصول درجات کا ذکر ہے اور وہ اعمال سے ملیں گے۔ اور وہ حدیث اصل داخلہ جنت کو ظاہر کرتی ہے جو محض فضل سے ہوگا۔ ② آیت کا محمل اسلام ہے جو کہ دخول جنت کا کفیل ہے اور حدیث کا محمل درجات ہیں جو حصول درجات کا سبب ہیں۔

**النَّحْوُ:** وکلِ: مجرور ہوتو ماقبل پر عطف ہے۔ ② مرفوع ہوتو جملہ مستانفہ ہے۔

صدقۃٌ: نصب ہوتو ماقبل پر عطف ② رفع میں جملہ مستانفہ۔

**امر بالمعروف:** امر اگرچہ نکرہ مگر بالمعروف کی وجہ سے نکارت ختم ہوگئی۔ المعروف کو معرفہ لائے کیونکہ وہ مانوس قائم پختہ ہے۔ یہ مبتداء ہے صدقہ خبر ہے۔

**نهى عن منكر:** نکرہ لاکر اشارہ کردیا گویا یہ عدم ومجہول ہے جس سے نفس کو کوئی الفت نہیں۔ جس کو شرع نے منع کردیا اوراس کی حرمت پر اتفاق ہے یا فاعل اس کو برا خیال کرتا ہے۔ ان کو صدقہ مشابہت کی وجہ سے مجازاً کہا ہے۔ یعنی ان اشیاء کا اس طرح اجر ہے جیسا جنس میں صدقہ کرنا کیونکہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی رضا سے اس کی طاعت پر بدلے کے طور پر ہوگا خواہ مقدار ہو یا حالت ہو پس اعمال کی مقدار کم زیادہ ہونے اوران کی غایت وثمرات مختلف ہونے سے متفاوت ہوگا۔

اور ایک قول کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اپنی ذات پر صدقہ ہے اور امرونہی کو آخر میں علی سبیل الترقی لائے کیونکہ وہ تو واجب العین یا واجب الکفایہ ہیں اور دوسرے اس طرح نہیں اور یہ بات بلاریب ہے کہ واجب کی ہردو قسمیں نفل سے افضل ہیں جیسا بخاری کی سابقہ روایت وما تقرب الي عبدي بافضل من اداء ما افترضته عليه: میں صراحت ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ قدرت والے کو صدقہ کرنا نفع کے متعدی ہونے کی وجہ سے ان اذکار سے افضل ہے اوراس کی مؤید یہ بات بھی ہے کہ متعدی نفع والا عمل قاصر عمل سے عملاً افضل ہوتا ہے اوراس طرف بھی اشارہ ہے کہ عاجز کے حق میں ان اذکار کا اجر جب کہ خالص نیت ہو نفلی صدقہ سے بڑھ جائے گا۔

**فی:** یہ سببیہ ہے جو کہ با کے معنی میں ہے جیسا اس روایت میں ہے: عذبت امراۃ بالنار فی هرۃ' ای بسبب هرۃ: مجازاً

ظرفیت کے لئے ہوسکتا ہے۔گویا ثواب کے اس پر مرتب ہونے کی وجہ سے اس کے لئے ظرف کی طرح بن گیا۔ بُضع: جماع یا شرمگاہ۔ احد کم: سے مراد بیوی۔ جب اس کے ساتھ صحیح نیت ملی ہو مثلاً اپنی اور بیوی کی پاکدامنی' نظر' فکر کا حرام خیالات سے بچانا' ادائیگی حق زوجیت' اولاد کی طلب' مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کے لئے اس کا استقبالی بنے جب کہ اس کی موت کے صدمے پر صابر ہو پس اس سے معلوم ہو گیا نیک نیتی سے حق زوجیت کی ادائیگی جس سے مسلمانوں کو فائدہ حاصل ہو وہ صدقہ ہے۔ جیسے ایسا بچہ ہو جو امت مسلمہ کا دفاع کرے یا علم دین کو پھیلائے۔

**اشارہ:** تمام اقسام کے خیر و معروف و احسان کے افعال صدقہ ہیں اور مسلم کی روایت اسکے موافق ہے: **کل معروف صدقة:** البتہ ابن ماجہ' بزار کی روایت میں ہے: **ما من یوم ولا لیلة ولا ساعة الا للّٰہ فیھا صدقة یمن بھا علی من یشاء من عبادہٖ وما من اللّٰہ علی عبد مثل ان یلھمه ذکرہٗ:** دن ورات میں کئے جانے والے صدقہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور بندے کے دل میں ذکر ڈال دینے سے بڑھ کر کوئی بندے پر احسان نہیں۔

**قالوا...... فیھا اجر؟:** صحابہ کرامؓ نے اس بات کو یہ خیال کرتے ہوئے عجیب سمجھا کہ عام طور پر حصول اجر تو عبادت شاقہ اور شہوات نفس کی مخالفت میں ہے اور اس لذت والے فعل سے اجر کیسا؟ آپؐ نے فرمایا: تم مجھے بتلاؤ او زرٌ: گناہ۔ انہوں نے نعم کہا اور خاموش ہو گئے کیونکہ یہ ظاہر بات تھی۔ روایت احمد' ابن منیع میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے اس کی تصریح ہے کہ میں نے کہا ہم اپنی شہوت پوری کریں اور اجر بھی پائیں؟ آپؐ نے فرمایا: اگر تو اس کو ناحق استعمال کرتا کیا وہ تم پر بوجھ نہ ہوتا؟ کہتے ہیں میں نے بلی کہا۔ آپؐ نے فرمایا: تمہارے شر کو تو گنا جائے اور خیر کو نہ گنا جائے۔ آپؐ نے فرمایا: **فکذلك......**

**اجرٌ:** خبر کے ظاہر سے مطلقاً بیوی کے حقوق زوجیت پورا کرنے پر اجر معلوم ہوتا ہے۔ مگر امام احمد کے ہاں نیت صالحہ کی قید اس میں معتبر ہے۔

**قیاس عکس پر استدلال:** اس سے قیاس مضاد کا جواز ثابت ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ ضد احکم کو ضد اصل کی وجہ سے ثابت کیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسا حرام کا ارتکاب گناہ ہے اسی طرح فعل حلال پر اجر ہے۔

| | |
|---|---|
| نیکی پر صدقے کا ثواب | برائی پر گناہ و وزر |
| وطی حلال پر اجر | زنا پر سزا و گناہ |
| فعل حلال میں ماجور | ارتکاب حرام میں گناہ گار |

اس میں قیاس کے منکرین اہل ظاہر کا بھی رد نکلتا ہے۔ تمام علماء اسلام شروط مقررہ کے ساتھ قیاس کے جواز کے قائل ہیں اور اس قیاس عکس کے مخالفین کا قول بھی ضعیف ہے۔

**تخریج:** مسلم' احمد' ابوداؤد' نسائی' ابوعوانہ' طبرانی' بیہقی۔ مختلف طرق سے بیان کی ہے۔ (شرح اربعین للسخاوی)

اس روایت میں دین کے بہت سے نفیس قواعد مذکور ہیں۔ الدثور: کثیر اموال جمع دثر یہ جمع کی صفت میں بھی آتا ہے مثلاً مال دثر۔ اموال دثر۔

۱۲۱ : عَنْهُ قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ ﷺ : "لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا وَّلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاكَ بِوَجْهٍ

طَلِیْقٍ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۱: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ مجھے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کسی نیکی کو ہرگز حقیر نہ سمجھو خواہ تم اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ہی ملو"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **لا تحقرن**: مت حقیر سمجھو۔ شیئاً: کہ تم اسے معمولی سمجھ کر چھوڑ دو اور وہ رضا الٰہی تک پہنچنے کا سبب بن جائے جیسا اس روایت میں ہے: ان العبد یتکلم بالکلمہ لا یلقی الھا بالاً یرفعہ اللّٰہ بھا درجات: بندہ بسا اوقات کوئی ایسا کلمہ کہتا ہے جس کی اس کو پرواہ بھی نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجات بڑھا دیتا ہے۔ (رواہ احمد' بخاری' عن ابی ہریرہ) ولو: اگر چہ وہ نیکی ہو۔ ان تلقی اخاك بوجهٍ طليق: ایک روایت میں طلق ہنس مکھ ملنا کیونکہ اس سے ایک مسلمان دوسرے سے مانوس ہو جاتا ہے اور وحشت دور ہو جاتی ہے اور اس کی دل جوئی ہو کر الفت پیدا ہوتی ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۲۶۲۶) والترمذی (۱۸۳۳) مطولاً والبغوی فی المشكاة (۱۸۹۴)

۱۲۲: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَّتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَآبَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ ' وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ ' وَتُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ * وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَيْضًا مِنْ رِّوَايَةِ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِنَّهٗ خُلِقَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ عَلٰى سِتِّيْنَ وَثَلَاثِ مِائَةِ مِفْصَلٍ ' فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَهَلَّلَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ شَوْكَةً اَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰى عَنْ مُّنْكَرٍ عَدَدَ السِّتِّيْنَ وَالثَّلَاثِ مِائَةٍ فَاِنَّهٗ يَمْشِیْ يَوْمَئِذٍ وَّقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهٗ عَنِ النَّارِ۔

۱۲۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لوگوں کے ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ ہر دن میں لازم ہے جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ دو آدمیوں میں انصاف کر دینا بھی صدقہ ہے' کسی دوسرے آدمی کو بٹھانا بھی صدقہ ہے یا اس کے سامان کو اٹھا کر رکھوانے میں اس کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے' اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے' ہر قدم جو مسجد کی طرف جائے وہ بھی صدقہ ہے' راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا بھی صدقہ ہے"۔ (متفق علیہ) مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کو روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "ہر انسان کی پیدائش ۳۶۰ جوڑوں پر ہوئی ہے جس نے اَللّٰهُ اَكْبَرُ' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہا یا راستہ سے کسی پتھر کو ہٹایا یا کوئی کانٹا یا ہڈی لوگوں کے راستہ سے دور کی یا امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کیا تین سو ساٹھ (۳۶۰) مرتبہ تو وہ اس حالت میں شام کرنے والا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو آگ سے دور کر دیا"۔

روایت ۱۲۲من الناس علیه: وہ انسان جو کہ مکلف ہے اسپر جوڑوں کا شکر یہ ادا کرنے کا مؤکد حق ہے۔ صدقة: صدقہ جوڑوں کی گنتی کے مطابق ہوگا۔

**النّحو**: علیه: میں ضمیر مذکر معنی عضو کا اعتبار کر کے ضمیر لائے۔ ② یہ ضمیر صاحب کی طرف لوٹتی ہے جو سلامیٰ سے پہلے محذوف ہے ہر ایک کی طرف نہیں لوٹتی اگر مضاف الیہ کی طرف لوٹتی تو مؤنث ہوتی۔ یوم تطلع فیه الشمس: یہ اس وہم کے ازالہ کے لئے لائے جو بعض روایات کے مطابق مرۃ لفظ سے پیدا ہوتا ہے کہ شاید نعمتوں کا شکر یہ ایک مرتبہ ہی کافی ہے۔ اس پر خبردار کر دیا کہ ہر دن نیا شکر یہ اس دن میں سلامتی ملنے پر ضروری ہے۔ تعدل: ① دو ناراض آدمیوں میں انصاف کر کے صلح کرادے۔ ② دو جھگڑنے والے یا فیصلے کے درمیان حاکم کی حیثیت سے یا وہ تمہیں فیصل مان لیں تو عدل' انصاف' عمدہ قول و فعل سے صلح کرادے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا دوسری روایت میں ہے: لا یحل حراما و لا یحرم حلالاً: ''حلال و حرام شرعی کا لحاظ رکھے''۔

صدقة: یہ صدقہ ہے کیونکہ برے اقوال و افعال سے ان کے درمیان جھگڑا بڑھ جاتا ہے۔ اس نے ان کو اس سے بچالیا۔ اس سے صلح کا مقام معلوم کیا جا سکتا ہے کہ تالیف بین المسلمین کے لئے توریہ کے الفاظ بولنے درست ہیں۔

تعین الرجل: تیرا اس کی مدد کرنا۔

**النّحو**: او: یہ تنویع کے لئے ہے۔ والکلمة الطیبة سے مراد ہر وہ ذکر و دعا ہے جو اپنی ذات اور دوسروں کے لئے سلامتی کا باعث اور صحیح تعریف کا ذریعہ ہو۔ اسی طرح کی اور اشیاء جن میں سامع کے لئے سرور اور دلوں کی اجتماعیت و الفت ہے۔ اور وہ تمام چیزیں جن میں لوگوں سے مکارم اخلاق اور محاسن افعال کا معاملہ ہو اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی اسی میں داخل ہے: لا تحقرن من المعروف شیئاً۔

فطوة: دونوں قدمین کا فاصلہ جس سے تم نماز کی طرف چل کر آؤ وہ صدقہ ہے۔ اس میں جماعت اور مساجد کی طرف جانے اور تعمیر مساجد پر آمادہ کیا گیا۔ اسلئے کہ اگر وہ اپنے گھر میں نماز پڑھتا تو یہ ثواب اس سے نکل جاتا۔ تمیط: راہ سے موذی چیز کا ازالہ۔ الطریق: مذکر و مؤنث ہر دو طرح مستعمل ہے اس کے لئے سبیل صراط کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ صدقة: یہ عامۃ المسلمین کے حق میں صدقہ بنے گا اس کو سب سے آخر میں لائے کیونکہ یہ ماقبل سے کم درجہ ہے جیسا کہ آئندہ خبر اس پر دلالت کرتی ہے ''وادناها اماطة الاذی عن الطریق''۔

بعض متصوفین نے اس اذیٰ کو مظالم وغیرہ پر محمول کر کے طریق سے شریعت و احکام مراد لئے مگر یہ تکلف ہے۔ نص کے الفاظ خود اس کی تردید کے لئے صریح ہیں کیونکہ اس صورت میں اماطة الاذی: اعلیٰ ترین شعبوں میں سے بنے گا نہ کہ ادنیٰ۔

پھر ان اعمال میں خلوص نیت اور رضاء الٰہی کے لئے ان کا انجام دینا ثواب کی شرط ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الامن امر بصدقة او معروف..... عظیما: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال بر میں کچھ کا تذکرہ کر کے فرمایا: والذی نفسی بیده مامن عبد یعمل بخصلة منها یرید بها ما عند اللہ لا اخذت بیده یوم القیامه حتی یدخل الجنة: ابن حبان کہ مجھے اللہ کی قسم! جو بندہ ان میں سے کوئی خوبی اپناتا ہے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضامندیاں چاہنے والا ہو۔ میں قیامت کے دن اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں داخل کروں گا''۔ اسی وجہ سے تو حسن و ابن سیرین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمادیا فعل معروف کا اجر

تب بھی ملتا ہے خواہ اس میں نیت نہ بھی ہو۔

**تخریج** ☆: أخرجه احمد (۳/۸۱۸۹) والبخاری (۲۷۰۷) و مسلم (۱۰۰۹) و ابن حبان (۳۳۸۱) والبیهقی (۱۸۷/٤) والبغوی فی المشکوٰۃ (۱۸۹٦)* أخرجه مسلم (۱۰۰۷) والبغوی فی المشکاۃ (۱۸۹٦)

**فرق روایت**: مسلم نے اس روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح بیان کیا۔

انہُ: ۂ ضمیر شان ہے۔

**اَلنَّحْو**: خلق: معروف مجہول دونوں طرح ہوسکتا ہے۔ آدم: یہ اگر عجمہ مانیں تو غیر منصرف ورنہ منصرف ہے۔ (ابومنصور جوالیقی نے یہی کہا)

مفصل: مسلم کے یہ لفظ ہیں بزاز نے للانسان ثلاثماته وستون عظما نقل کیا ہے۔

طریق الناس اہتمام کے طور پر الفاظ کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ نقصان دہ چیز کو لوگوں سے دور کیا جائے تا کہ عامۃ الناس کو فائدہ پہنچے زیادہ نقصان دینے والی چیز پتھر کا بھی ذکر کیا اور کم ایذاء والی چیز کانٹے کو بھی بیان کیا تا کہ ثواب کا خواہاں کسی موقعہ کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دے خواہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی۔

وَاَمَرَ: واؤ کی بجائے اوزیادہ صحیح نسخہ ہے۔ عدد الستین: یعنی جس نے مختلف اقسام کی نیکیاں کیں جن کی تعداد ۳٦۰ ہوگئی۔

زحزح: دور ہونے والا ہے کیونکہ اس نے قسم قسم کی طاعات سے اس منعم کی شکر گزاری کی جس نے اس کو وجود دیا۔

تکف شرّك: اپنے شر کو دوسروں سے روک کر رکھ۔ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر وہ قیام واجبات نہ کر سکے تو تمام محرمات کو ترک کر دے یہ بات ان نعمتوں کے واجب شکریے کے لئے کافی ہو جائے گی۔ البتہ مستحب شکر نفلی عبادات کو خوب انجام دینے پر موقوف ہے خواہ وہ اس کی ذات کی حد تک ہوں یا ان کا ثواب متعدی ہو۔

حدیث کا مقصد اقسام صدقہ کو محصور کرنا نہیں بلکہ باقی پر متنبہ کرنا مقصود ہے۔ ان تمام کو جامع وہ ہیں جو اس کو اور دوسروں کو فائدہ پہنچائیں۔

۱۲۳: عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ فِي الْجَنَّةِ نُزُلاً كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"النُّزُلُ" اَلْقُوْتُ وَالرِّزْقُ وَمَا يُهَيَّاُ لِلضَّيْفِ۔

۱۲۳: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو آدمی مسجد کی طرف صبح یا شام کو گیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر صبح و شام کو مہمانی تیار کرتا ہے"۔ (متفق علیہ)

النُّزُلُ: خوراک رزق اور جو کچھ مہمان کے لئے تیار کیا جائے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

**تشریح** ☆: غدا: صبح کے وقت سفر کرنا۔ الی المسجد: مسجد کی طرف یعنی اس میں نماز ادا کرنے یا اعتکاف کرنے یا قراءۃ قرآن مجید یا علم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حاصل کرنا ہو۔ راح: دن کے پچھلے وقت میں سفر کرنا۔ اعد اللّٰہ: اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس کے عمل کا ثواب تیار کر دیتے ہیں۔ النزل: خوراک۔ رزق: ہر وہ چیز جس سے نفع اٹھایا جائے خواہ حلال ہو

یا حرام۔ یہاں نووی نے اس کا معنی مہمان کے لئے تیار کئے جانے والا کھانا مراد لیا کیونکہ سیاق کے یہی معنی مناسب ہے۔

**مناسبت باب**: مسجد کی طرف آنا جانا ایک عمل خیر ہے۔ باب سے یہی مناسبت ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۲۰۳۷/۵) والبخاری (۶۶۲) و مسلم (۶۶۹)

۱۴۴: عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "يَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِّجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَالَ الْجَوْهَرِيُّ: الْفِرْسِنُ مِنَ الْبَعِيْرِ كَالْحَافِرِ مِنَ الدَّآبَّةِ قَالَ وَرُبَّمَا اسْتُعِيْرَ فِي الشَّاةِ۔

۱۴۴: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے مسلمان عورتو! ''ہرگز تم اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھنا (اس کا ہدیہ قبول کرنا) خواہ وہ بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ ہو''۔

اَلْفِرْسِنُ: اصل میں اونٹ کے کھر کے لئے خاص ہے جیسے کہ حافر جانور کے لئے البتہ بکری کے لئے بعض اوقات استعارۃً استعمال ہوتا ہے۔

**النحو**: یا نساء المسلمات: ① موصوف کی صفت کی طرف اضافت کی جنس سے ہے۔

② عام کی خاص کی طرف نسبت ہے۔ کوفیوں کے ہاں یہ ظاہر پر ہے اور بصریوں کے ہاں یہاں حذف ہے: یا نساء الانفس المسلمات یا نساء الجماعات المسلمات۔

③ بعض نے اس نسبت کو یا رجال القوم: بول کر سرداران قوم مراد لئے ہیں یہاں بھی یا فاضلات المسلمات ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں نساء کا رفع بھی جائز ہے یا نساءُ: اور مسلمات کا بھی رفع یا ایها النساء المسلمات۔

ابن علان کہتا ہے یہ منصوب ہے۔ طیبی نے ابن حجر کی طرح مرفوع کی نسبت کی ہے۔

ابن بطال نے اضافت کو تقدیر بعید سے درست قرار دیا۔

**لا تحقرن**: معروف کو قلیل خیال کرنے کی ممانعت ہے کہ تھوڑی چیز دینے کو حقیر مت خیال کرو بلکہ اس پر شکر گزار رہو۔ حدیث میں فرمایا: **لا یشکر اللّٰہ من لا یشکر الناس**:۔

**الجوھری**: یہ کتاب صحاح کے مصنف ہیں ذہین بلند پرواز تھے۔ اڑنے کے شوق میں گر کر مر گئے۔ انہوں نے فرسن: کو اونٹ کے ساتھ خاص قرار دیا۔ جیسا حمار و خچر کے لئے حافر ہے۔ اس کے یہ اشعار بطور نمونہ درج ہیں۔

لو كان لي بدّ من الناس ☆ قطعت حبل الناس بالياس

العزُّ بالعزلة لكنه ☆ لا بدّ للناس من الناس

کہ ہر کام کے لئے آدمی چاہئیں۔ بکری کے لئے ظِلف: استعمال ہوتا ہے۔ فرسن: مجازاً استعمال کر لیا جاتا ہے۔ نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔ اہل لغت نے فرسن کو اصل کے لحاظ سے اونٹ کے لئے خاص کہا ہے۔ استعارۃً بکری کے لئے استعمال ہو جاتا ہے۔ اس روایت میں چیز کو حقیر قرار دینے کی ممانعت ہے کہ کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو صدقہ و ہدیہ دینا اس وجہ سے ترک نہ کرے کہ وہ ہدیہ تھوڑا اور معمولی ہے بلکہ اسے جو میسر ہوا سے دے ڈالنا چاہئے کیونکہ کچھ نہ ہونا نہ ہونے سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ﴾:اور ارشاد نبوت ہے:"اتقوا النار ولو بشق تمرة......":یعنی صدقہ دے کر آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔قاضی عیاض نے اسی تاویل کو ترجیح دی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس کی نسبت کی۔قاضی نے کہا جس کو صدقہ دیا گیا اس کو حقیر سمجھنے کی ممانعت مراد ہونے کا بھی احتمال ہے۔ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:ان دونوں تاویلات کی بجائے عام معنی میں رکھنا زیادہ بہتر ہے۔(فتح الباری)

لو: کا لفظ اسی طرح ہے جیسا اس روایت میں اتقوا النار ولو بشق تمرة:۔

المغنی میں درج ہے کہ لو تقلیل کے لئے آتا ہے۔اس کی مثال یہ دی:﴿ولو علی انفسکم......﴾:مگر یہ قابل غور ہے شاید کہ لو کی خاص مثال دی ہو تقلیل کا افادہ اس سے مقصود نہ ہو جیسا ان روایات میں ولو بشق تمرة ولو خاتماً من حدید:(المغنی)

**تخریج**: أخرجه البخاری (٢٥٦٦) و مسلم (١٠٣٠)

۱۲۵:عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ ، شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْبِضْعُ" مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلٰى تِسْعَةٍ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَقَدْ تُفْتَحُ – "وَالشُّعْبَةُ" : اَلْقِطْعَةُ۔

۱۲۵:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"ایمان کے ساٹھ یا اس سے کچھ اوپر یا ستر اور اس سے کچھ اوپر شعبے ہیں ان میں سب سے افضل لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور سب سے کم درجہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کا اٹھانا ہے اور حیاء ایمان کا شعبہ ہے"۔(متفق علیہ)

اَلْبِضْعُ :تین سے نو تک عدد پر بولا جاتا ہے۔

اَلشُّعْبَةُ:ٹکڑا، حصہ۔

**تشریح** ۞ **الایمان بضع وسبعون**:نووی کہتے ہیں اس حدیث کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کا اطلاق اعمال پر ہو جاتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ تقدیر عبارت "شعب الایمان" یہ ہے۔بضع کی وجہ سے ستة و سبعون: سے خبر دینا بھی درست ہے۔دوسری روایت میں بضع ستون وارد ہے۔بعض نے اس کو راجح کہا۔قاضی عیاضؒ نے پہلی روایت کو راجح کہا کیونکہ تمام روات سے اسے نقل کیا مگر کرمانی کہتے ہیں ثقہ کا اضافہ معتبر ہے اور ان دونوں روایات میں اختلاف ہے مگر منافات معنوی نہیں اور اس لئے بھی کہ اقل کا تذکرہ اکثر کے منافی نہیں یا اسطرح کہہ لیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف ستین ٦٠ کی خبر دی گئی۔پھر آپ ﷺ کو اور زیادہ کی اطلاع دی گئی اور اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے اکثر اقل کو شامل ہے جیسا کرمانی معترف ہیں پس نووی رحمۃ اللہ علیہ کی بات درست ہوگئی۔پھر اس پر یہ بھی اعتراض ہے کہ جنہوں نے اضافہ نقل کیا انہوں نے اس پر جزم نہیں کیا خاص طور پر جبکہ مخرج بھی ایک ہے۔بعض نے اس عدد کو تکثیر ومبالغہ پر محمول کیا اور بندے پر لازم ہے کہ وہ اصل کی طرف لوٹے جو اصلاح معاش کے ساتھ تکمیل نفس ہے تا کہ معاد کی کامرانی مل جائے۔اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفیان ثقفی کے اس سوال کے جواب میں مجھے ایک ہی بات بتلاؤ کہ آپ ﷺ کے بعد پھر اس کے متعلق دوسرے سے نہ

پوچھوں۔فرمایا: قل آمنت باللّٰہ ثم استقم"۔بعض لوگوں نے اس بات کو زیادہ پختہ قرار دیا کہ تحدید مراد نہیں۔بضع: کا ذکر ترقی کے لئے کیا کیونکہ شعب کی تو کوئی انتہاء نہیں۔دوسروں نے کہا کہ مراد عدد حقیقی ہے اور پہلے نص بضع و ستین: واقع ہوئی کیونکہ واقع میں اتنے ہیں پھر دس نئے شامل کئے تو زیادہ فرمادیا۔اختلاف روایات کا انہوں نے اسی طرح جواب دیا۔ پس جمع کرنے کی صورت میں اس طرح کہا جائے گا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اقل ارشاد فرمایا پھر اس میں اضافہ فرمایا اور اس میں ابہام کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ یہ احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ روایت میں مراتب کا تذکرہ فرماتے ہوئے سامعین کے فہم کا لحاظ فرمایا۔جب قیاس کے سلسلہ میں گہری نگاہ ڈالے تو یہ بات بخوبی سمجھ آ جاتی ہے۔مگر یہ بات مشکل اور بلند چوٹی سے متعلق ہے اور اس قیاس کرنے میں نظر وفکر کا اختلاف ہے اس لئے ان بقیہ شعب میں علماء کا اختلاف ہے وہ ان گہرے پانیوں میں غوطہ لگانے کے باوجود تفاصیل نہ پا سکے اور حقیقت میں ان کی تفاصیل بیان کرنا جبکہ تعیین میں خطرہ واحتمال موجود ہو کہ یہ مراد نبوت کے کہیں خلاف نہ ہو جائیں۔جیسے ابن حبان وغیرہ کہ جن سے نقل وارد ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شعبوں کے شمار میں کسی ایک صورت پر اتفاق نہیں ہو سکا۔ابن حبان کا طریقہ سب سے زیادہ بہتر ہے۔وہ فرماتے ہیں میں نے ان طاعات کو جنہیں قرآن مجید اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد میں ذکر کیا جب شمار کیا تو ان کی تعداد ۷۹ نکلی نہ کم نہ زیادہ۔پس میں نے سمجھ لیا کہ یہی مراد ہیں۔کارزونی نے انہی کو شرح مشارق میں ذکر فرمایا ہے مگر ابن حبان کی طرف نسبت نہیں کی شاید انہوں نے خود تلاش کئے ہوں یا انہی سے بلا نسبت نقل کر دیئے ہوں۔ہر دو کا مقتضیٰ ایک ہے۔پھر بیضاوی وکرمانی نے اپنے اپنے انداز سے ان کو لکھا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔میں نے ان کو دیکھا تو وہ تمام اعمال اعمال قلب' اعمال لسان اور اعمال بدن سے متفرع ہوتے ہیں۔پس دل کے اعمال وہ اعتقادات اور نیات ہیں جن کی تعداد ۲۴ خصلتیں ہیں جن میں پہلا نمبر ایمان باللہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور توحید پر ایمان لانا ہے اور یہ کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور اس کے ماسواء کو حادث یقین کرنا' اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانا اور آخرت کے دن پر ایمان لانا اور اسی میں قبر کا سوال اور بعث بعد الموت اور حساب ومیزان' پل صراط اور جنت وجہنم شامل ہیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت' اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے بغض اور محبت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا اور آپ ﷺ کی تعظیم کا اعتقاد رکھنا اور آپ ﷺ پر درود بھیجنا اور آپ ﷺ کی سنت کی اتباع اور اخلاص اسی میں شامل ہے اور ریاکاری ونفاق کا چھوڑنا اور توبہ' خوف' رجاء' شکر و صبر اور رضاء بالقضاء توکل ورحمت اور تواضع بھی اس میں شامل ہے اور اس میں بڑے کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت اور کسی کے لئے غصہ کا چھوڑنا شامل ہے۔

زبان کے اعمال کی سات خصلتیں ہیں کلمہ توحید کا زبان سے اقرار' تلاوت قرآن مجید اور علم کا سیکھنا سکھانا اور دعا وذکر اور استغفار اور لغویات سے گریز بھی اس میں شامل ہے۔

جبکہ بدن کی خصلتیں ۳۸ از تمیں ہیں۔ان میں بعض تو وہ ہیں جن کا تعلق ایمان سے ہے ان کی تعداد پندرہ ہے۔حسا اور حکما پاکیزگی حاصل کرنا' نجاست سے بچنا' ستر کو ڈھانپنا' نماز فرض ونفل اور زکوۃ بھی اس میں شامل ہے۔اسی طرح گردن آزاد کرنا' سخاوت کرنا اس میں داخل ہے اور غرباء کو کھانا کھلانا' مہمان کا احترام' روزے فرض ونفل اور حج وعمرہ اسی میں شامل

ہے۔اسی طرح طواف' اعتکاف' لیلۃ القدر کی تلاش دین کو بچانے کے لئے کسی جگہ سے فرار اختیار کرنا بھی داخل ہے۔ دار کفر سے ہجرت اور نذر کا ایفاء' قسموں اور ادائیگی کفارات کا مکمل خیال کرنا اور دوسرے خصائل وہ ہیں جن کا تعلق اتباع سے ہے۔ وہ چھ خصائل ہیں۔ نکاح کے ذریعہ پاکدامنی حاصل کرنا' اہل وعیال کے حقوق کی ادائیگی' والدین سے حسن سلوک اور اسی میں والدین کی نافرمانی سے بچنا' اولاد کی تربیت' صلہ رحمی' سردار کی طاعت' غلاموں سے نرمی کرنا شامل ہے۔ جن خصائل کا تعلق عام لوگوں سے ہے۔ ان کی تعداد سترہ ہے۔ امراء سے عدل کے ساتھ سلوک' جماعت کا ساتھ دینا' اولی الامر کی طاعت' لوگوں میں اصلاح کرنا اس میں باغیوں' خارجیوں سے قتال شامل ہے۔ بر وتقویٰ کے ساتھ معاملہ کرنا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور قیام حدود اللہ' جہاد اسی میں شامل ہے۔ سرحدات کی حفاظت اور امانت کی ادائیگی اور خمس کی ادائیگی' قرض کو وقت پر ادا کرنا' پڑوسی کا اکرام اور اس سے اچھا سلوک اس میں داخل ہے۔ حلال مال کا جمع کرنا' اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا' فضول خرچی کو چھوڑنا' سلام کا جواب دینا' چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا' لوگوں سے اپنی ایذاء کو روک کر رکھنا' لہو ولعب سے پرہیز اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا اٹھانا داخل ہے یہ کل ۶۹ انہتر خصائل بن گئے۔ ان کی گنتی ۷۹ بھی ممکن ہے۔ جبکہ ان کو فرداً فرداً شمار کر لیں جن کو ملا کر گنا گیا ہے۔

حافظ سیوطی نے حاشیہ سنن ابی داؤد میں بضع و سبعون والی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے کہا'' شک کی طرف قطعاً التفات نہ کیا جائے ان کے علاوہ ثقات سے بضع و سبعون پر یقین کا اظہار کیا گیا ہے اور جنہوں نے جزم کیا ان کی روایت اولیٰ ہے۔ روایت کا مقصد یہ ہے کہ اعمال شرطیہ کا نام ایمان رکھ سکتے ہیں اور وہ اعمال اسی تعداد میں منحصر ہیں۔ البتہ شریعت نے ان کی ادائیگی ہمارے سامنے بیان نہیں فرمائی اور نہ ان کو جدا جدا ذکر کیا اور بعض متاخرین نے ان کی گنتی میں تکلف کیا اور شریعت کے کئی خصائل سے درگزر کر کے تمام کو شمار کر کے اتنی تعداد بنائی۔ مگر یہ بات قطعاً درست نہیں کیونکہ ان کی ذکر کردہ خصلتوں پر اضافہ بھی ہو سکتا ہے اور تداخل سے کمی بھی ہو سکتی ہے۔ سب سے زیادہ صحیح بات وہ ہے جس کو علامہ خطابی نے اپنایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائی گئیں شریعت میں تفصیل کے ساتھ پھیلی ہوئی ہیں' شریعت نے ہمیں الگ الگ ان کے ابواب کی نشاندہی نہیں فرمائی اور نہ ان کی تعداد متعین کی ہے اور نہ ان کی تقسیم کی کیفیت بتلائی گئی ہے اور یہ چیز ہمارے علم شرعی کے لئے جس کے ہم ذمہ دار بن گئے کچھ بھی نقصان دہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ مجملہ شریعت میں تو مفصل طور پر مذکور ہیں۔ جن چیزوں کے متعلق ہمیں عمل کا حکم دیا ہمیں ان کو اختیار کرنا چاہئے اور جن باتوں سے ہمیں روک دیا ہم ان سے باز رہیں۔ اگرچہ عدد معین ہمیں معلوم نہیں۔ (خطابی)

**اَلنَّحْوُ :** فافضلها: یہ شرط محذوف کی خبر ہے یعنی جبکہ ایمان کے مختلف شعبے ہیں تو ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کا قول ہے کیونکہ یہ ہر مکلف کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی خبر دیتا ہے۔ یہ وہ قول ہے کہ بقیہ تمام شعبے اسی وقت درست ہو سکتے ہیں جب بنیاد میں یہ ہو۔ یہ ایسی اصل ہے جس پر تمام شعبوں کا دارومدار ہے۔

وادناها: یہ دُنو سے ہے جو قرب کے معنی میں ہے۔ اسی لئے اعلیٰ کے مقابلہ میں اس کو استعمال کیا گیا۔ اس کا معنی مقدار میں سب سے کم۔

اماطة: ازالہ۔ الاذی: موذی چیز خواہ کانٹا ہو یا پتھر۔ ایک روایت میں اماطة العظم: ہڈی کا دور کرنا بھی مذکور ہے۔ اس کے

ادنیٰ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ہٹانا ادنیٰ قسم کے ضرر کا ازالہ ہے جو کسی انسان کو پہنچ سکتا ہے۔ الحیاء: ① قابل مذمت و عیب والی چیز کے متعلق خوف کی وجہ سے انسان پروارد ہونے والا تغیر وانکسار۔ ② یا ارتکاب قبائح کے خوف سے نفس کا بند ہو جانا۔ ③ شرع میں وہ عادت جو انسان کو قبیح سے بچنے پر آمادہ کرے اور صاحب حق کی ادائیگی میں کوتاہی سے روکے اور باز رکھے۔

شعبۃ: تنوین عظمت کے لئے۔ مراد عظیم حصہ۔ فی الایمان: کیونکہ ایمان تمام شعبوں پر حاوی ہے اور ایمان والا معاصی سے بچ جاتا ہے۔ حیاء والا دونوں جہاں کی رسوائی سے ڈرتا ہے۔ پس وہ ہر طاعت اختیار کرے گا اور ہر برائی سے رکا رہے گا اور حیاء کا سب سے بلند درجہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ سے حیاء کرے کہ وہ تجھے ایسی حالت میں نہ دیکھے جس سے اس نے منع کیا ہو اور یہ چیز مراقبہ حق اور اس کی صحیح معرفت سے پیدا ہوگی اور اس کو مقام احسان کہا جاتا ہے۔

ایمان میں دو ہی چیزیں ہیں مامور کا کرنا اور منہی عنہ سے بچنا۔ اسی لئے صرف حیاء کا تذکرہ کیا کیونکہ اس کا مرتبہ اعلیٰ و ادنیٰ کے درمیان ہے۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اعلیٰ اور اوسط و ادنیٰ کی طرف اشارہ کر دیا اور باقی کا بیان اس لئے چھوڑ دیا کہ ان تینوں پر قیاس سے علم ہو سکتا ہے۔ پس جس کو قیاس معلوم ہو وہ واضح کرے اور جس کو قیاس کا طریقہ نہیں آتا وہ عموم عدد پر ایمان لاتے خواہ وہ اس کے تمام افراد سے واقفیت نہ رکھتا ہو۔ جیسا کہ ملائکہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگرچہ ان کے اسماء و عیال سے ناواقفیت ہو۔ (ابن حجر فی شرح مشکوٰۃ)

دمیری کہتے ہیں حیاء کو ایمان کا بعض حصہ قرار دیا۔ حیاء اور اس کی فضیلت اس کے باب میں آئے گی۔ (متفق علیہ)

**فرق روایت:** یہ متفق علیہ کے الفاظ قابل توجہ ہیں کیونکہ فافضلھا قول لا الٰہ الا اللہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق: یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ اس کی تاویل یہ ہوگی۔ اصل روایت اس اضافہ کے بغیر دونوں میں ہے۔ اس کا لحاظ کر کے متفق علیہ کہہ دیا۔ (یہ جامع صغیر میں سیوطی نے کہا) اس روایت کو مسلم ابوداؤد ابن ماجہ نے ذکر کیا۔ مصنف کی طرح صاحب مشکوٰۃ کو یہی بات پیش آئی۔ اس پر ابن حجر نے مذکورہ اعتراض کیا۔ پھر ایمان کے متعلق خبر دینا کہ اس کے اتنے شعبے ہیں' یہ اصل (ایمان) کا فرع (یعنی اعمال) پر اطلاق کی قسم سے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ایمان سے پیدا ہوتے ہیں اس کا جزو حقیقی نہیں۔

بضع: کا اطلاق تین سے ۹ تک ہے جیسا کہ طبرانی' ابن مردویہ کی روایت میں ہے۔ البضع ما بین الثلاث الی تسع: بعض نے تین اور دو سے دس تک کا قول کیا ہے۔ بعض نے ایک سے نو تک کہا ہے۔ قاموس نے حدیث والی بات کی تصدیق کی ہے بلکہ اس نے تین سے پانچ یا ایک سے چار یا چار سے نو یا سات کا قول کا بھی نقل کیا جبکہ دس سے گزر جائیں تو بضع کا اطلاق ختم ہو جاتا ہے۔ بضع وعشرون نہیں کہتے (قاموس) شعبہ: بکسرا لمبنی' ہر اصل کی فرع۔ اس روایت میں اس سے مراد خصلت یا حصہ ہے۔ یعنی ایمان خصلتوں والا ہے یا متعدد اجزاء والا ہے۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (۹) و مسلم (۳۵) و أبو داود (۴۶۷۶) والترمذی (۲۶۱۴) والنسائی (۵۰۱۹) و ابن ماجه (۵۷) وابن حبان (۱۶۷)

**الفوائد:** ① مباح اعمال میں نیت کا خوب استحضار ہونا چاہئے۔ ② امر بالمعروف اور نہی عن المنکر افضل ترین اعمال سے ہیں۔

۱۲۶ :عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِىْ بِطَرِيْقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِىْ كَانَ قَدْ بَلَغَ مِنِّىْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاَ خُفَّهٗ مَآءً ثُمَّ اَمْسَكَهٗ بِفِيْهِ حَتّٰى رَقِىَ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ قَالُوْا :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لَنَا فِى الْبَهَآئِمِ اَجْرًا؟ فَقَالَ :فِىْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِىِّ :فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ فَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَفِىْ رِوَايَةٍ لَهُمَا :بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيْفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ اِذْ رَاَتْهُ بَغِىٌّ مِّنْ بَغَايَا بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهٗ بِهٖ فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهٖ۔

"اَلْمُوْقُ" :"اَلْخُفُّ" "وَيُطِيْفُ" يَدُوْرُ حَوْلَ رَكِيَّةٍ" وَهِىَ الْبِئْرُ۔

۱۲۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی راستے پر چلا جا رہا تھا۔ اس کو سخت پیاس لگی اس نے ایک کنواں پایا۔ چنانچہ اس نے اتر کر اس میں سے پانی پیا۔ پھر باہر نکلا تو ایک کتا ہانپ رہا تھا اور پیاس سے گیلی مٹی کھا رہا تھا۔ اس آدمی نے کہا یہ کتا پیاس کی اسی شدت کو پہنچ چکا ہے جس کو میں پہنچا تھا۔ چنانچہ وہ کنویں میں اُترا اور اپنے موزے کو پانی سے بھرا پھر اپنے مُنہ میں پکڑ کر اُوپر چڑھ آیا اور کتے کو پلایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کی قدر فرمائی اور اس کو بخش دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا۔ کیا حیوانات کے سلسلہ میں بھی اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہر تر جگر والے میں اجر ہے۔ (متفق علیہ) بخاری کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر فرما کر اس کو بخش دیا اور اس کو جنت میں داخل فرما دیا اور مسلم و بخاری کی روایت میں ہے کہ اسی دوران ایک کتا کنویں کے گرد گھوم رہا تھا کہ اس کو بنی اسرائیل کی ایک بدکارہ عورت نے دیکھا۔ پس اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس سے کتے کے لئے پانی کھینچا اور اس کو پلایا۔ پس اسی عمل کی برکت سے اس کی بخشش کر دی گئی۔

۔ اَلْمُوْقُ :موزہ۔ يُطِيْفُ: گھومنا۔ رَكِيَّةٍ: کنواں۔

**تشریح** ۞ ثم خرج فاذا: اذا مفاجات کے لئے ہے۔ کلب یلھث: اچانک ایک کتا پیاس سے زبان نکالنے والا تھا اور کوئی حیوان ایسا نہیں کرتا۔ یاکل الثری: تر مٹی۔

**النحو** : ابن حجر کہتے ہیں یہ جملہ دوسری خبر بن سکتا ہے۔ ② حال بن سکتا ہے (فتح) لَهَث یلھث: فتحہ و کسرہ حاء کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ رجل لھثان وامراۃ لھثی: کہتے ہیں وہ شخص جو پیاس سے زبان نکالے۔ منی العطش: یہ من تعلیلیہ ہے گیلی مٹی ٹھنڈک میں پانی سے قریب تر ہے۔ اس لئے وہ کھا رہا تھا (نووی شرح مسلم) اس آدمی نے گیلی مٹی کھانے سے اس کا پیاسا ہونا معلوم کر لیا۔ تو اس نے دل میں کہا:

لقد بلغ ھذا الکلب من العطش..... الکلبَ: یہ منصوب ہے۔ مثلُ: یہ بلغ کا فاعل ہے۔ بخاری کی روایت میں فنزل البئر فملاء خفہ: اور حتی رقی: کے الفاظ ساقط ہیں۔

فشكر الله له. ابو جمرہ کہتے ہیں ① یہ شکر کلب کی طرف سے ہے یا بندے کی طرف سے اگرچہ یہی کہیں شکر قول یا حال سے ہوتا ہے قدرت الٰہی میں تو ہر بات کا احتمال ہے۔ ② اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اس کا معنی قبولیت ہے۔ گویا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے اس بندے کے عمل کو قبول فرمایا اور اس کے بدلے جنت بطور ثواب دی۔ نووی نے دوسری صورت کو اختیار کیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ إنّ افضلَ القُربِ الخيرُ المتعدى جب یہ بندہ اس چھوٹے سے عمل پر اتنا بدلہ دیا گیا جو اس نے اس حیوان کے ساتھ کیا جو بعض شرائط سے قتل کا حقدار ہے تو آدمی جو اس احسان کے لائق ہو اس کے ساتھ اچھائی کا بدلہ کتنا بڑا ہوگا؟ ① اس میں دلیل ہے کہ نیکی کے کام پر آمادہ کرنا چاہئے خواہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ اسے کیا معلوم کہ کس کام میں خوش نصیبی ہے۔ ② اس میں دلیل ہے کہ اخلاص میں کثرت اجر کا باعث ہے کیونکہ آدمی کا حال یہی تھا کہ وہ جنگل میں تھا سوائے اللہ تعالیٰ کے اس کے پانی پلانے کو کسی نے نہیں دیکھا وہ اس عمل میں مخلص تھا۔ ③ اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ کامل اجر تب ہوتا ہے جب عمل کامل ہو یہ اس ارشاد سے لیا گیا: "فسقى الكلب حتى ارواهُ": جب اس نے اس کو مکمل سیراب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی نعمت کامل کر دی کہ جنت میں داخل کر دیا۔ ④ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض سامان کے خراب ہو جانے سے گناہ نہیں جب کہ اس پر اخروی ثواب مل جائے۔ ملاحظہ ہو کہ موزہ میں آنے والا چلو پانی موزے کو بگاڑ دے گا لیکن جب اس میں دوسرے کی بھلائی تھی تو یہ اصلاح شمار ہوگا نہ کہ فساد۔ ⑤ کم درجہ والے کے لئے زیادہ درجہ والے کو مشقت اٹھانا جائز ہے جبکہ اس کو شدید ضرورت ہو۔ جیسا آدمی نے کتے کے لئے مشقت سے پانی نکالا۔ ⑥ انسان سب سے افضل ہے۔ (ابو جمرہ)

قالوا يا رسول الله: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ ذکر فرمایا اور اچھا کام کرنے پر آمادہ کیا خواہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس قسم کے واقعہ سے نیک کاموں کی ترغیب اور برائی سے ڈرانا تھا تو صحابہؓ نے سوال کیا حیوانات کو پانی پلانے میں بھی کیا ثواب ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: في كل كبد رطبة اجرٌ: رطوبت زندگی سے کنایہ ہے مردے کا جسم و جگر خشک ہو جاتا ہے۔ ② جگر پیاس کے وقت تر ہوتا ہے۔

**فَوَائِدُ:** قابل قدر حیوان پر احسان کرنا چاہئے۔ اس کو پانی پلانے اور احسان کرنے میں اجر ملتا ہے۔ یہی حکم انسان کا ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، خواہ اپنا ہو یا پرایا۔ جس حیوان کو مارنے کا حکم ہے اس کو رحمت کھا کر چھوڑنا شرع کی خلاف ورزی کی وجہ سے ناجائز ہے مثلاً سانپ۔

(متفق علیہ) بخاری کی روایت میں فادخله الله الجنه: یعنی ابتداء میں نجات پانے والوں میں جنت میں داخل کر دیا یہ روایت سابقہ کے لئے لازمہ ہے کیونکہ بعد میں تو ہر بخشش والے کا داخلہ ہے۔

قد كاد. قد تقریب کے لئے ہے۔ قریب تھا کہ پیاس اس کو قتل کر ڈالتی۔

بغي: زانیہ عورت۔ ابغاء: زنا اس میں کوئی فرق نہیں کہ پہلے روایت میں تو مرد کا تذکرہ تھا مگر یہاں عورت کا ہے۔ اس لئے کہ قصے کئی ہو سکتے ہیں۔

موقها: موزہ یا موزے کے اوپر جو پہنا جائے (جرموق یا جرموق)

يطيف: گھومنا۔ طاف، اطاف۔ رَكِيّة: منڈیر کے بغیر کنواں یا کنواں فقط۔

**تخریج:** أخرجه مالك في موطئه (١٧٢٩) وأحمد (٣/٨٨٨٣) والبخاري (١٧٣) و في الأدب المفرد (٣٧٨) و مسلم (٢٢٤٤) و أبو داود (٢٥٥٠) و ابن حبان (٥٤٤) والقضاعي في مسند الشهاب (١١٣) والبيهقي (٤:١٥٨)

**الفرائد** : ① انفرادی طور پر بلا زاد بھی سفر کر سکتے ہیں جبکہ ہلاکت کا خطرہ نہ ہو۔ ② لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے۔ جب کتے کو پانی پلانے سے بخشش ہوگئی تو مسلمان کو پانی پلانے سے بدرجہ اولیٰ ہو جائے گی۔ ③ نفلی صدقات کفار کو بھی دیئے جا سکتے ہیں جبکہ وہ محتاج ہوں۔ ④ پانی پلانے میں انسان و حیوان میں سے انسان کو ترجیح دی جائے گی۔
(خلاصۃ الشروح)

۱۲۷ : عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِي شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ كَانَتْ تُؤْذِي الْمُسْلِمِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ : وَفِي رِوَايَةٍ - مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلَى ظَهْرِ طَرِيْقٍ فَقَالَ : وَ اللّٰهِ لَا نَحِيَنَّ هٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ لَا يُؤْذِيْهِمْ فَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُمَا : بَيْنَهُمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ.

۱۲۷: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے ایک آدمی کو جنت میں چلتے پھرتے دیکھا جس نے راستہ سے ایسے درخت کو کاٹ دیا تھا جو مسلمانوں کو ایذا دیتا تھا''۔ (مسلم) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ایک آدمی کا گزر درخت کی ایسی ٹہنی کے پاس سے ہوا جو راہ گزر پر واقع تھی۔ اس نے دل میں کہا میں اس ٹہنی کو ضرور بضرور دور کروں گا تاکہ یہ مسلمانوں کو ایذاء نہ پہنچائے۔ پس اس کو جنت میں داخل کر دیا گیا۔ بخاری و مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ ایک آدمی راستہ پر جا رہا تھا۔ اس نے راستہ پر ایک کانٹے دار ٹہنی پائی۔ پس اس کو ہٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر فرما کر اس کو بخش دیا۔

**تشریح** ❁ **يتقلب في الجنة**: اس میں جانے کی وجہ سے خوب نعمتیں پا رہا تھا۔

**كانت تؤذي المسلمين**: اس میں راستے سے ایذاء دینے والی چیز ہٹانے کی ترغیب ہے اور یہ بات پہلے گزری کہ یہ ایمان کے شعبوں میں سے ہے۔ اس میں اس چیز کی فضیلت بتلائی جو فائدہ والی اور ضرر کو زائل کرنے والی ہے۔ (مسلم)

**لا نحين** یہ تحیہ سے ہے۔ جس کا معنی زائل کرنا ہے یعنی مضر کو **لا یوذیهم** اس ارادے سے کہ وہ ان کو تکلیف نہ پہنچائے۔

**فادُخل الجنة** ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھی نیت کی وجہ سے وہ جنت میں داخل کر دیا گیا۔ ② ممکن ہے اس نے وہ کام کر دیا ہو مگر راوی سے سہواً اس کا تذکرہ رہ گیا یا اور کوئی سبب بنا۔

**النّحو** : **بينهما رجلٌ**: رجل مرفوع ہے کیونکہ بین کے ساتھ ما کافہ ملا ہوا ہے۔

**فاخره** راستہ سے ہٹا دیا۔ دوسری روایت میں **اخذه من الطريق** اس نے وہ ٹہنی تکلیف دور کرنے کے لئے پکڑی۔ **فشكر الله**: اللہ تعالیٰ نے اس کے معمولی فعل کو قبول فرما کر اسے بخش دیا۔

**تخریج:** أخرجه البخاري (٢٤٦٧) و مسلم (٢٢٤٥) و ابن حبان (٣٨٦) وأحمد (٣/١٠٦٢٦) والبيهقي

(١٤/٨)

الفوائد : ① راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا باعث اَجروثواب ہے۔ ② مسلمان کو نفع پہنچانا اور اس سے تکلیف کا ازالہ باعث فضیلت ہے۔

۱۲۸ : عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے اچھے طریقہ سے وضو کیا پھر جمعہ کے لیے آیا اور کان لگا کر خاموشی سے خطبہ سنا۔ اس کے اس جمعہ اور گزشتہ جمعہ کے درمیان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں بلکہ تین دن زائد کے بھی بخشے جاتے ہیں جس نے کنکریوں کو چھوا اُس نے لغو حرکت کی"۔ (مسلم)

**تشریح** ❁ احسن الوضوء: سے وضو کو اس کے تمام آداب وسنن کے ساتھ ادا کرنا ہے۔

ثم اتی الجمعه: پھر وہ نماز جمعہ کے لئے مسجد کی طرف آیا۔

فاستمع: غور سے خطبہ سنا۔ وانصت اور مباح کلام سے بھی رکا رہا تو اس کے گناہ صغیرہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

الجمعة الماضية بعض علماء نے فرمایا: نماز جمعہ اور خطبہ سے دوسرے جمعہ کے اس وقت تک کامل سات دن بنتے ہیں اور تین دن ملا کر یعنی دس دن کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

علماء نے فرمایا: دس دن کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ملتا ہے۔

جمعہ کے دن کی جانے والی نیکیاں دس گنا ہونے سے دس دن کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

مس الحصی: کنکریاں چھونا وغیرہ اور اسی طرح کے فضول کام جو دورانِ خطبہ کئے جائیں مراد ہیں۔

**فَائِدَۃ** : اس حدیث میں اشارہ کر دیا کہ خطبہ کی طرف دل' جان اور جوارح سے متوجہ ہونا چاہئے۔ لغو سے مردود و مذموم کام مراد ہیں۔

**تخریج**: أخرجه في مالك في موطئه (٢٩٥) وأحمد (٣/١٠٨٩٨) والبخاري (٦٥٢) و مسلم (١٩١٤) و أبو داود (٥٢٤٥) والترمذي (١٥٩٨) وابن ماجه (٣٦٨٢) والحميدي (١١٣٤) وابن حبان (٥٣٦) بألفاظ متقاربة۔

۱۲۹ : عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ ، اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَّجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَآءِ ، اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ ، فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَآءِ ، اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ ، فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَّشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَآءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب مؤمن بندہ وضو کرتا ہے پس اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے پانی کے استعمال کے ساتھ ہی یا آخری قطرہ کے ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں۔ جو اس نے اپنی آنکھوں سے کئے تھے۔ پھر جب ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے پانی کے استعمال کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جو اس نے اپنے ہاتھوں کو استعمال کر کے کئے۔ پس جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جو اس نے پاؤں سے چل کر کئے۔ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ المسلم او المؤمن: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سا لفظ بولا۔ راوی کو اس میں شک ہے اگرچہ ایک کا اطلاق دوسرے پر ہوتا رہتا ہے۔

**اَلنَّحْوُ**: فعسل..... نظر الیہ۔ فاتفصیلیہ ہے۔ خطیہ سے وہ صغیرہ گناہ مراد ہیں جو حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ الیھا: سے جب گناہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ بعینہ: علامہ قرطبی کہتے ہیں یہ عبارت تخفیف خطایا کے لئے استعمال کی ہے ورنہ گناہ اجسام نہیں کہ ان کے لئے خروج ہو۔ ابن عربی کہتے ہیں ظاہر پر محمول کرنا چاہئے کیونکہ گناہوں کے اثرات سے باطن میں سیاہی پیدا ہوتی ہے۔ جس کو ارباب حال وکشف معلوم کرتے ہیں اور وضو کا پانی اس کو زائل کرتا ہے۔ پھر حجرا سود والی روایت لائے کہ مشرکین کے گناہوں نے حجرا سود کو سفیدی سے سیاہی میں بدل دیا جب اس پتھر پر گناہوں کا اثر ہو گیا تو گناہ کرنے والے پر کیوں نہ ہوگا۔ پس وضو سے ہر گناہ کی سیاہی دُھلتی جاتی ہے۔ (قوت المغتذی)

اور اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں بذاتِ خود گناہ کا بدن سے تعلق ہے پس گناہ جسم ہے عرض نہیں۔ ہمارے یہاں جو چیزیں عرض ہیں عالم مثال میں اس کی صورتیں ہیں۔

مع الماء او مع آخر قطر الماء: راوی کو شک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سا لفظ فرمایا۔

<u>لطیفہ</u>: آنکھ کا تذکرہ کیا حالانکہ گناہ تو چہرہ، منہ، ناک سب سے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنکھ دل کا جاسوس ہے اور اس کا راہنما ہے۔ اس لئے دوسروں کے تذکرہ کی حاجت نہیں۔ باقی گناہ میں تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ منہ اور ناک کی طہارت مستقل ہے چہرے کے ماتحت نہیں وہ ان کے گناہوں کے لئے ملغی ہے اور آنکھ کے گناہوں کا متکفل تو چہرے کا دھونا ہے۔ پس اس کی غلطیاں چہرہ دھونے سے گریں گی۔

مشتھا: یعنی چلا چلنا یا اس کی طرف چلا۔ الذنوب: یعنی صغیرہ۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (٢٧/٨٥٧) وأبو داود (١٠٥٠) والترمذي (٤٩٨) وابن ماجه (١٠٩٠)

۱۳۰: عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ ' وَرَمَضَانُ مُكَفِّرَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَآئِرُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''پانچوں نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک درمیان کے تمام گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے

بچا جائے"۔ (مسلم)

**تشریح** ❁ **مکفرات:** سے مراد جو حقوق اللہ تعالیٰ سے متعلق صغائر ہیں۔

**ایک تحقیق:** اجتنبت الکبائر: حافظ عراقی کہتے ہیں اسی روایت کی بناء پر علماء نے اعمال صالحہ سے معاف ہونے والے گناہوں کو صغیرہ سے مقید کیا ہے۔ اب کیا اس سے کبائر جن پر اصرار نہ ہو وہ بھی معاف ہوتے ہیں یا صرف صغائر۔ اس میں اختلاف ہے مگر تمام علماء کا حقوق عباد کے متعلق اتفاق ہے کہ وہ اس معافی میں شامل نہیں۔ باقی اگر اللہ تعالیٰ کسی کے صغائر و کبائر اپنے فضل سے معاف فرما دیں تو وہ اس کی رحمت و مہربانی ہے (قرطبی)

ابن العربی نے اس سلسلہ میں لکھا کہ اگر دل کو گناہوں کی میل سے باطنی طہارت کے ساتھ اور اعضاء کو وضو کے پانی سے پاک کر لیا اور اس کے ساتھ نماز کو ملایا جیسے علائق دنیا و خیالات سے پاک کر کے فکر آخرت کے ساتھ تحریمہ سے سلام تک قائم رہی تو ایسی طہارت کبائر کو بھی یقیناً بخش دے گی۔ سلف صالحین کا وضو اسی طرح تھا۔

مگر جمہور علماء کہتے ہیں کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا پھر فضل الٰہی سے۔ نہ کہ عمل صالح سے۔

**اہم سوال کا حل:** نووی کہتے ہیں بسا اوقات یہ خیال آتا ہے کہ جب وضو سے سارے گناہ مٹ گئے تو نماز سے کس چیز کا کفارہ ہوگا؟ اور جب نماز سے گناہ بخشے گئے تو جمعات سے کیا بخشا گیا؟ اسی طرح جمعات سے بخشے گئے تو رمضان سے کیا بخشا گیا ہے۔

**الجواب:** علماء فرماتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں گناہ مٹانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ پس اگر اس کے صغائر ہوں گے تو ان کا کفارہ ہو جائے گا اور اگر اسکا کبیرہ صغیرہ کوئی گناہ نہ ہو تو اس کی بجائے نیکیاں مل جائیں گی اور درجات کی بلندیاں ملیں گی اور اگر اس نے کبائر یا ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا مگر صغیرہ نہ کرتا تھا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی تخفیف فرما دیں گے۔

ابن سید الناس نے "امید" کے لفظ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ چیزیں توقیفی ہیں۔ قیاس کو مجال نہیں۔

سیوطی کہتے ہیں۔ اشکال یہ ہے کہ صغائر اس وقت معاف ہوتے ہیں جب کبائر سے گریز کیا جائے تو نمازیں پھر کس چیز کا کفارہ بنتی ہیں؟

**تحقیقی جواب:** اس کا تحقیقی جواب بلقینی نے دیا ہے کہ لوگوں کی مختلف اقسام ہیں: ① جن کے بالکل گناہ نہیں ان لوگوں کے تو درجات بلند ہوتے ہیں۔ ② جن کے بلا اصرار صغائر ہیں تو ان کے گناہ اجتناب کبائر کے ساتھ معاف ہوتے ہیں یہاں تک کہ ایمان پر موت کی توفیق ملتی ہے۔ ③ جن کے صغائر مع الاصرار ہیں پس صغائر بھی صالح اعمال سے مٹائے جاتے ہیں۔ ④ جن کے کبائر و صغائر دونوں ہوں تو ان کے فقط صغائر صالح اعمال سے معاف ہوتے ہیں۔ ⑤ جن کے فقط کبائر تو ان کے ان گناہوں میں سے اتنی مقدار معاف ہوتی ہے جو صغائر کی مقدار کے مطابق ہوتی ہے۔

شیخ زکریا فرماتے ہیں اگر تم کہو کہ صغائر معاف ہوتے ہیں جبکہ کبائر سے بچا جائے تو اس سے دو اسباب کا ایک میں جمع ہونا لازم آتا ہے جو کہ ممتنع ہے۔

**جواب:** یہ ہے کہ اسباب معروضہ میں ان کے اجتماع سے کوئی چیز مانع نہیں کیونکہ یہ تو علامات ہیں مؤثرات نہیں جیسا کہ اسباب حدث کے اجتماع میں پایا جاتا ہے کہ وہ کئی جمع ہو سکتے ہیں۔

نووی کہتے ہیں کہ اذا اجتنبت الکبائر کا مطلب یہ ہے کہ تمام گناہ نیکی سے معاف ہوتے ہیں مگر کبائر معاف نہیں ہوتے۔ اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ گناہ بخشے جاتے ہیں جب تک کبیرہ نہ ہوں جب وہ کبیرہ ہوں تو کوئی چیز بخشی نہیں جاتی۔ اگرچہ اس کا احتمال تو ہے مگر احادیث اس مفہوم کا انکار کرتی ہیں۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (٢٤٤) والترمذی (٢)

۱۳۱ : عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا : بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : "اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ : وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۳۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کیا میں تم کو ایسے اعمال نہ بتلاؤں جن سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹاتے اور درجات کو بلند کرتے ہیں؟" صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ ارشاد فرمایا: "ناگواری کے باوجود کامل وضو کرنا' مساجد کی طرف زیادہ قدم چل کر آنا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پس یہ سرحد پر پہرہ دینے کی طرح ہے"۔ (مسلم)

**اَللُّغَاتُ:** الا: یہ کلمہ تنبیہ ہے۔ جو سامع کو خبردار کرنے کے لئے آتا ہے۔ یمحو اللّٰہ بہ الخطایا ① اس سے مراد دیوان حفظ سے مٹانا ہے ② یہ مغفرت کے معنی میں ہے۔

**الدرجات:** جنت کے منازل۔ بلٰی سے مراد یہ ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بتلائیں۔

**اسباغ الوضوء:** وضوء کو تمام آداب و مکملات سے پورا کرنا۔ علی یہاں مع کے معنی میں ہے۔ المکارہ یہ مَکْرَہ کی جمع ہے۔ مشقت و تکلیف۔

**کثرت الخطاء:** اس میں مسجد سے دور مکانات کی قریب کی بنسبت فضیلت بتلائی گئی۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے دیارکم تکتب آثارکم: وہ روایت اس کے خلاف نہیں جس میں اس گھر کو منحوس بتلایا جو مسجد سے دور ہو کیونکہ وہ شوم اس لحاظ سے ہے کہ بسا اوقات اس سے نماز فوت ہو جاتی ہے اور اگر وہاں سے وہ مسجد کا اہتمام کرتا ہے تو بڑی فضیلت کا مستحق ہے۔ اب شوم و فضل مختلف اعتبارات سے ہوئے پس منافات نہیں۔ انتظار الصلٰوۃ نماز کے وقت کا انتظار یا جماعت کا انتظار مراد ہے۔

**بعد الصلوۃ:** خواہ انفرادی طور پر ہو یا جماعت کے ساتھ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھنا یا گھر میں یا بازار میں یا کام میں نماز کے انتظار میں ہے اور یہ اس کے فکر و سوچ اور دل کے مسجد سے متعلق ہونے کی دلیل ہے۔ گویا اس کی دائمی طور پر حضوری اور مراقبہ والی حالت ہے جو افضل ترین بدنی عبادات میں سے ہے۔

**فذلکم الرباط:** اس بات سے اُدھر لوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عظیم بلند مرتبہ ہونا اذہان میں پایا جاتا تھا۔ یہ حصر اضافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مذکورہ تینوں اشیاء رباط کے لقب کی حقدار ہیں۔ رباط حقیقی تو اسلامی سرحدات کی حفاظت کے لئے جانبازی دکھانا ہے۔ یہ نام تو اس پر فٹ نہ آتا تھا مگر یہاں اس لئے لائے کہ انسان کے سب سے بڑے دشمن نفس امارہ کو مقہور کیا جاتا

ہے اور اسکی شہوات و مکائد کی بیخ کنی کی جاتی ہے اور یہ اعمال شیطان اور خواہشات نفس کی راہوں کو بند کرتے اور نفس کو وساوس وشہوات کے قبول کرنے سے روکتے ہیں۔ پس یہ رباط حقیقی یعنی جہاد کی طرح بن گئے۔ یہ روایت رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر کی مؤید بن گئی۔ یعنی جہاد غدو سے جہاد نفس کی طرف لوٹے ہیں کیونکہ جہاد کفار کی حقیقت یہ ہے کہ یا اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے نفس جان' مال سے علیحدگی اختیار کرنا اور مالوفات و مستلذات سے نکال کر نفس کی تکمیل کرنا مگر یہ دائمی نہیں اس کا زمانہ کچھ دیر کے بعد ختم ہو جاتا ہے اور یہ اعمال تو دائمی ہیں اس میں تکمیل نفس مع اضافہ موجود ہے۔ (مسلم) موطا میں فذلكم الرباط کو دو مرتبہ اور ترمذی میں تین مرتبہ دہرایا گیا۔ اس سے اہتمام و پختگی مقصود ہے۔

**تخریج:** اخرجه مسلم (۲۳۳) والترمذی (۵۱ ٤)

۱۳۲: عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"اَلْبَرْدَانِ": اَلصُّبْحُ وَالْعَصْرُ۔

۱۳۲: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو دو ٹھنڈی نمازیں پڑھتا ہے جنت میں جائے گا''۔ (متفق علیہ)

اَلْبَرْدَانِ: صبح وعصر کی نماز

**تشریح** ۞ البردان: سے مراد فجر' عصر ہیں۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں یعنی العصر و الفجر مذکور ہے۔

خطابی کہتے ہیں ان دونوں کو بردین اس لئے فرمایا کہ یہ دونوں ٹھنڈے وقت میں پڑھی جاتی ہیں۔ جب کہ ہوا عمدہ اور گرمی کی شدت چلی جاتی ہے۔ ایک دن کا ابتدائی دوسرا دن کا انتہائی حصہ ہے۔

**النحو:** دخل الجنة من موصولہ ہے شرطیہ نہیں۔ قزاز نے وجہ تخصیص میں کہا کہ یہ پانچوں نمازوں کی فرضیت سے پہلے کی بات ہے۔ یہ مخصوص لوگوں کے لئے ہے اس میں عموم نہیں۔ مگر یہ بات خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔

بہتر یہ ہے کہ من شرطیہ ہے اور دخل الجنة جواب شرط ہے اور مضارع کو چھوڑ کر ماضی سے تعبیر تاکید وقوع کے لئے ہے کہ مستقبل میں واقع ہونے والا گویا واقع ہو چکا ہے۔

اس سے بہتر یہ کہنا چاہئے کہ صبح کا وقت نوم و غفلت کا وقت اور عصر کا وقت کاموں کی تکمیل اور مشغولیت کا وقت ہے۔ تجارت کو سمیٹنا اور عشاء کی تیاری کا ہے۔ اس لئے ان نمازوں کا اہتمام کر لینا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس نے نیت' بادت میں نفس کو سستی سے بچالیا ہے۔ تو دوسری نمازوں کو وہ خود بجالانے والا ہوگا۔ پس ان کی تخصیص اس لئے نہیں کہ ان دونوں کو ادا کرنے سے باقی ادا ہو جائیں گی اس لئے کہ یہ نصوص کے خلاف ہے۔

بعض نے کہا بردین سے مراد صبح وعشاء ہیں۔ عشاء کو خاص کرنے کی وجہ نیند کی کثرت اور بدن کھانے وغیرہ کے استعمال سے بوجھل ہو جاتا ہے۔ جس سے حرکت معطل ہو کر نماز مشکل ہو جائے گی۔ تو اس نے مشقت ظاہرہ کے باوجود ادا کیا وہ بلا عذاب کے دخول جنت کا حقدار ہوگا۔

تخریج: أخرجه مالك في موطئه (٣٨٦) وأحمد (٣/٧٢١٣) و مسلم (٢٥١) والترمذي (٥١) والنسائي (١٤٣)

۱۳۳: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ کُتِبَ لَهٗ مِثْلُ مَا کَانَ یَعْمَلُ مُقِیْمًا صَحِیْحًا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۳۳: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: "جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لئے اسی طرح کے عمل لکھ دیئے جاتے ہیں جو وہ اقامت یا صحت کی حالت میں کرتا تھا"۔ (بخاری)

تشریح: مرض: بیمار پڑنا۔ جب یہ حیوان کے لئے استعمال ہوتو تھکانا۔ مرض: ایسی حالت جو انسان کو اس کی طبعی حالت سے نکال دے۔ اسے معلوم ہوا کہ آلام اور ام مرض کے عوارض ہیں۔ سافر: ایسا سفر جو معصیت کے لئے نہ ہو۔ سفر کی تعریف جوھری نے اس طرح کی ہے قطع مسافت کا نام سفر ہے۔ سفر یسفر (ض) سَفَر کی جمع سَفْرٌ بروزن رَکْبٌ جب آدمی کوچ کے لئے یا کسی جگہ کا قصد کرے جو دوڑ کی مسافت سے زیادہ ہو وہ سفر کہلاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کم از کم سفر ایک دن ہے۔ حدیث کم وبیش سفر کو شامل ہے۔ خواہ اپنی یا ایسی جگہ ہے کہ جہاں جمعہ لازم نہ ہو۔ یہ مصباح کے قول کے خلاف نہیں عرف میں اس کو سفر نہیں کہتے ان کے طویل سفر مراد ہے۔

کتب له نیکی لکھی جاتی ہے۔ ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: کاصلح ما کان یعمل وهو صحیح مقیم ابن بطال کہتے ہیں اس سے مراد نماز نفل ہے۔ فرض نماز تو سفر ومرض سے ساقط نہیں ہوتی۔ (بخاری) احمد۔

اس روایت سے ان کی تائید نکلتی ہے جن کے ہاں اعذار ہوں تو جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے اور ان کو فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

نووی کا کلام ان لوگوں سے متعلق ہے جو عدم عذر کے باوجود جماعت کو ضروری خیال نہیں کرتے یا ان سے متعلق ہے کہ اگر عذر نہ بھی ہوتا تو وہ نیت نہ کرتے۔

اور دوسروں کے کلام کا محمل جماعت کی عادت والا تھا اور جماعت کی نیت رکھتا تھا مگر سفر ومرض کی وجہ سے ادائیگی نہ کرسکا۔

تخریج: أخرجه احمد (٥/١٦٧٣٠) والبخاري (٥٧٤) و مسلم (٦٣٥) والدارمي (٣٣٢/٣٣١/١) وابن حبان (١٧٣٩) والبيهقي (٤٦٦/١)

۱۳۴: عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَایَةِ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

۱۳۴: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر بھلائی صدقہ ہے"۔ (بخاری)

مسلم نے اس کو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

**تشریح** ۞ **معروف:** سے ہر عمل برو خیر مراد ہے۔ **صدقة:** اس کا ثواب صدقہ کے ثواب کی طرح ہے۔ یہ بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں متفق علیہ اس لئے نہیں کہا کہ ہر دو کی سند متفق نہیں اگر چہ معنی اور مبنیٰ متفق ہے۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۱۹٦۹۹/۷) والبخاری (۲۹۹٦) وأبو داود (۳۰۹۱) والحاكم فی الجنائز (۱/۱۲٦۱) وابن حبان (۲۹۲۹) والبغوی فی المرقاة (۱۵٤٤) والبيهقی (۳۷٤/۳)

**۱۳۵ : عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اِلَّا كَانَ مَا اُكِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةً ، وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةً ، وَلَا يَرْزَؤُهُ اَحَدٌ اِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ : "فَلَا يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا فَيَاْكُلُ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَّلَا دَآبَّةٌ وَّلَا طَيْرٌ اِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ " وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ : لَا يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا وَلَا يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاْكُلُ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَّلَا دَآبَّةٌ وَّلَا شَيْءٌ اِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ" وَرَوَيَاهُ جَمِيْعًا مِّنْ رِّوَايَةِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔**

**قَوْلُهُ "يَرْزَؤُهُ" اَيْ يَنْقُصُهُ۔**

۱۳۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے۔ اس میں سے جتنا کھالیا جاتا ہے وہ اس لگانے والے کے لئے صدقہ بن جاتا ہے جو اس میں سے چرالیا جاتا ہے وہ اس کیلئے صدقہ ہے اور جو کوئی اس کو نقصان پہنچاتا ہے وہ اس کیلئے صدقہ ہے"۔ (مسلم) مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے اور اس سے کوئی حیوان یا انسان یا پرندہ کھاتا ہے تو قیامت تک کیلئے وہ صدقہ بن جاتا ہے اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے۔ مسلمان جو کوئی درخت لگاتا ہے اور کوئی کھیتی کاشت کرتا ہے۔ پس اس سے کوئی انسان اور جانور اور کوئی دوسری چیز اس کو استعمال کر لیتی ہے تو وہ اس کیلئے صدقہ ہے۔ یہ تمام کی تمام روایات حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہیں۔

**يَرْزَؤُهُ:** کم کرنا۔

**تشریح** ۞ **غَرْسًا:** فتحہ کے ساتھ یہ مصدر ہے درخت لگانا۔ **منه:** جو اس نے بویا۔
**له صدقة:** بونے والے کو کھانے کی وجہ سے صدقے کا ثواب ملے گا اگر چہ کھانے کا ضمان نہ ہوگا۔ **له صدقة:** چرائے ہوئے مال کا ثواب صدقے کی طرح ملے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسروقہ مال سارق کی ملکیت بن جائے گا۔ جیسا کہ صدقہ کرنے سے اس کی ملکیت بن جاتا ہے۔ **لا يرزؤه:** کم کرنا۔
مسلم کی دوسری روایت میں: **فياكل منه انسان:** اس سے بطور صدقہ کھائے یا مہمانی کے طور پر کھائے یا غصب کے ساتھ بلا بدلہ کھائے۔

اس سے جو انسان کھائے یا جانور تلف کرے۔ **دابة** سے شاید ہر جاندار مراد ہو کیونکہ یہ عام ہے۔ **ولا طير** یہ طائر کی اسم جمع ہے یا جمع ہے صحب وصاحب جب تک وہ صدقہ یا اس سے پیدا شدہ چیز برقرار رہے گی قیامت تک ثواب باقی رہے گا۔

ثواب کا باقی رکھنا کچھ بعید نہیں اگر چہ ملک تو اور کو منتقل ہو جائے گی۔ یہ درخت میں ممکن ہے۔

**صدقہ جاریہ:** ابن العربی کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے کرم و نوازش کی بات ہے کہ جیسے وہ زندگی میں ثواب دیتا ہے۔ موت کے بعد بھی اسی طرح ثواب دے اور یہ چھ چیزیں ہیں: ① صدقہ جاریہ ② وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا رہے۔ ③ نیک اولاد جو والدین کے لئے دعا گو ہو ④ درخت ⑤ کھیتی ⑥ سرائے۔ سرحد کی حفاظت کرنے والے کو اس کے عمل کا ثواب قیامت تک ملے گا۔

ابن علان کہتا ہے کہ ان صدقات کا ثواب اسی کے ساتھ مخصوص نہیں جو بذاتِ خود اس کھیتی یا درخت کو بوئے بلکہ جس نے اجرت پر یہ کام کرایا وہ لگوانے والے کا عمل شمار ہوتا ہے اور صدقہ کا ثواب اس کو بھی ملے گا یہاں تک کہ حن کو جمع کرنے سے وہ عاجز رہے گا مثلاً کٹائی کے وقت جو بالیں گر جاتی ہیں اور ان کو کوئی انسان یا حیوان استعمال کرے ان میں اجر ہے۔ یہ بھی اس حدیث کے مفہوم کے تحت داخل ہے۔ دوسری روایت میں کان کی بجائے کانت کے الفاظ بھی ملتے ہیں جو کہ زروع' مغروسات کے لحاظ سے مونث لائے گئے ہیں۔

**مسئلہ:** نووی کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پاکیزہ کمائی کے ذرائع کون سے ہیں۔ ایک قول ① تجارت ② کاریگری کا کام ③ زراعہ اور یہ صحیح ہے۔ حدیث میں ہے کہ آخرت کا ثواب مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ انسان کو مسروقہ مال اور وہ چیز جس کو جانور نے تلف کر دیا یا پرندے وغیرہ نے کھالیا اس میں ثواب ملے گا۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (٦٠٢١) و فی الأدب المفرد (٢٢٤) و مسلم (١٠٠٥) و أبو داود (٤٩٤٧) والحاکم فی البیوع (٢/٢٣١١) مطولاً وأحمد (٩/٢٣٤٣٠) وابن أبی شیبة (٨/٥٤٨) والبخاری فی الأدب فی المفرد (٢٣٣) وابن حبان (٣٣٧٨) و (٣٣٧٩) والطبرانی فی سعر (٦٧٢)

**الفرائد:** ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسرت وغرس (کھیتی باڑی' درخت لگانا) باعث ثواب ہے۔ ② **لا تتخذوا الضیعة** والی روایت سے مراد وہ زمین ہے جو آخرت سے غافل کر دے۔ ③ زراعت کی نسبت انسان کی طرف کرنا درست ہے۔

١٣٦ : عَنْهُ قَالَ : اَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ يَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهُمْ :اِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ فَقَالُوْا : نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِكَ فَقَالَ : "يَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّفِيْ رِوَايَةٍ :"اِنَّ بِكُلِّ خُطْوَةٍ دَرَجَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ :اِنَّ بِكُلِّ خُطْوَةٍ دَرَجَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ اَيْضًا بِمَعْنَاهُ مِنْ رِّوَايَةِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ– وَبَنُوْ سَلِمَةَ بِكَسْرِ اللَّامِ قَبِيْلَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَآثَارُهُمْ خُطَاهُمْ۔

١٣٦: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اے بنی سلمہ تم اپنے گھروں میں رہو۔ تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ "ہر قدم پر درجہ ہے"۔ بخاریؒ نے اسی سے ہم معنی روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے۔

بَنُو سَلِمَةَ : انصار کا مشہور قبیلہ ہے۔

آثَارُھُمْ: قدم۔

**تشریح** ۞ بنو سلمہ: یہ انصار کا مشہور قبیلہ ہے۔ (کتاب الانساب) ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ سلمہ بن سعد بن الخزرج کی اولاد سے ہے۔ مگر کازرونی نے کہا یہ قبیلہ سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن سادرہ بن زید بن جشم بن خزرج بن حارثہ کی اولاد سے ہیں یہ انصار کا ایک خاندان ہے (واللہ اعلم) ان ینتقلوا ان مکانات سے منتقل ہوں جو کہ مسجد نبوی سے دور تھے۔ قرب المسجد مسجد کے قریب خالی مقام میں جیسا مسلم نے تصریح کی ہے۔ فقال بنی سلمہ: یہاں حرف نداء حذف کر دیا۔ دیارکم: فعل محذوف کا مفعول ہے امی الزموا دیارکم ولا تنتقلوا قرب المسجد: تم اپنے مکانات میں رہو اور مسجد کے قریب منتقل نہ ہو۔ تکتب اثارکم: یہ شرط مقدر کا جواب ہے۔ آثار: نشانات قدم کو کہا جاتا ہے جو جمعہ و جماعت کے لئے جاتے ہوئے لگتے ہیں (رواہ مسلم) دوسری روایت میں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا اور فرمایا: خطوۃ: دو قدموں کا فاصلہ جمع خطوات ہر قدم پر جنت میں ایک درجہ ملتا ہے۔ روایت انس میں الا تحتسبون آثارکم سنو! تمہارے قدموں کا تمہیں ثواب ملتا ہے۔

**تخریج:** حدیث جابر رضی اللہ عنہ أخرجه مسلم (١٥٥٢) و حدیث أنس رضي عنه أخرجه البخاري (٢٣٢٠) و مسلم (١٥٥٣) والترمذي (١٣٨٢)

**الفوائد**: ① نیکی کا عمل اگر خالص ہو تو اس کے آثار بھی نیکیاں بن جاتے ہیں۔ ② مسجد کے قریب رہائش مستحب ہے۔ ③ اگر دور جگہ سے چل کر آنے کا اجر لینا چاہتا ہے تو پھر دور مقام افضل ہے۔

۱۳۷: عَنْ اَبِی الْمُنْذِرِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : "کَانَ رَجُلٌ لَا اَعْلَمُ رَجُلًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْہُ وَکَانَ لَا تُخْطِئُہٗ صَلٰوۃٌ فَقِیْلَ لَہٗ اَوْ فَقُلْتُ لَہٗ : لَوِ اشْتَرَیْتَ حِمَارًا تَرْکَبُہٗ فِی الظَّلْمَاءِ وَفِی الرَّمْضَاءِ؟ فَقَالَ : مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ مَنْزِلِیْ اِلٰی جَنْبِ الْمَسْجِدِ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ یُّکْتَبَ لِیْ مَمْشَایَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَرُجُوْعِیْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰی اَھْلِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : قَدْ جَمَعَ اللّٰہُ لَکَ ذٰلِکَ کُلَّہٗ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ – وَفِیْ رِوَایَۃٍ: "اِنَّ لَکَ مَا احْتَسَبْتَ"

"الرَّمْضَاءُ" : اَلْاَرْضُ الَّتِیْ اَصَابَھَا الْحَرُّ الشَّدِیْدُ۔

۱۳۷: حضرت ابوالمنذر ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی تھا' میں نہیں جانتا کہ کسی اور کا گھر مسجد سے اتنا دور ہو جتنا اس کا تھا' مگر اس سے کوئی نماز (جماعت) سے نہ چھوٹتی تھی۔ ان سے کہا گیا یا میں نے خود ان کو کہا تم اندھیرے اور گرمی کی تمازت میں سفر کے لئے گدھا خرید لو تاکہ اس پر سوار ہو کر آ سکو۔ اس پر اس نے جواب

دیا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرا مکان مسجد کے ایک جانب ہوتا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ مسجد کی طرف میرا چلنا اور واپس لوٹنا جبکہ میں واپس گھر لوٹ کر آؤں (ثواب میں) لکھا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے یہ تمام جمع کر دیا ہے" اور ایک روایت میں ہے کہ "تیرے لئے وہ سب کچھ ہے جس کے ثواب کی تو نے نیت کی ہے"۔

الرَّمْضَآءُ: سخت گرم زمین۔

**تشریح** ❀ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو منذر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور ان کی کنیت ابو الطفیل عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رکھی۔ یہ کعب بن قیس بن عبید بن عبد یزید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار کے خاندان سے ہیں۔ نجار کا اصل نام تیم اللات یا تیم اللہ ہے۔ ان کا نام نجار اس لئے مشہور ہوا کہ انہوں نے کلہاڑے سے ختنہ کیا۔ یا بیوی کے چہرہ پر کلہاڑی مار کر چیر دیا۔ ان کو قاری کا لقب ملا۔ یہ عقبہ ثانیہ میں ستر انصار میں شامل تھے۔ بدر سے لے کر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی۔ ان کی مرویات ۱۶۴ ہیں۔ متفق علیہ ۳۔ بخاری ۱۳ اور مسلم ۷ میں منفرد ہیں۔ ان کی سب سے اعلیٰ فضیلت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ لم یکن ان کو پڑھ کر سنائی اور فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں یہ تمہیں پڑھ کر سناؤں (بخاری و مسلم) یہ ایسی منقبت ہے جس میں کوئی ان کا سہیم نہیں۔ مدینہ منورہ میں ۳۰ھ میں وفات پائی جبکہ خلافت عثمانی کا زمانہ تھا۔ ابو عثمان اصفہانی نے اسی کو درست کہا ہے۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں ان کی وفات خلافت فاروقی میں ہوئی۔ (تہذیب)

رجلاً ابعد: اس آدمی کا نام معلوم نہیں ہو سکا اس کا مکان سب سے زیادہ دور تھا۔ لا تخطئه: فوت ہونا۔ لو ① یہ تمنی کے لئے ہے۔ جواب کی ضرورت نہیں۔ ② شرطیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں جواب محذوف ہے۔ ای لکان احسن۔

الظلماء سے مراد رات ہے۔ ما یسرنی: مجھے پسند ہے۔ الی جنب المسجد: متعدد قدموں کا ثواب جو گھر دور ہونے کی وجہ سے اٹھانے پڑتے ہیں قرب کی وجہ سے نہ ملے گا۔ ان یکتب: یہ معروف و مجہول دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ ممشای: یہ مصدر میمی ہے۔ اجوعی الی اهلی: نماز سے لوٹنے کا ثواب۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح نماز کی طرف جانے کا ثواب ہے لوٹنے کا بھی ثواب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیقاً فرمایا: جمع الله لك: اللہ تعالیٰ نے وہ تمام جس کی تم نے امید لگائی دے دیا۔ تیرے حسن نیت اور عمدہ قصد کی وجہ سے۔ دوسری روایت مسلم میں ان لك یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرا اجر ہے۔ ما احتسبت: جس میں تم نے کثرت اقدام کی وجہ سے ثواب کی امید لگائی۔ الرمضاء: وہ تخت حرارت کی وجہ سے گرم ہو جائے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (٦٦٣) و أبو داود (٥٥٧) و ابن ماجه (٧٨٣)

۱۳۸: عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً اَعْلَاهَا مَنِیْحَةُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ یَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا رَجَآءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِیْقَ مَوْعُوْدِهَا اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

"الْمَنِیْحَةُ": اَنْ یُّعْطِیَهُ اِیَّاهَا لِیَاْکُلَ لَبَنَهَا ثُمَّ یَرُدَّهَا اِلَیْهِ۔

۱۳۸: حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''چالیس اچھی عادات میں سب سے اوّل عادت دودھ والی بکری کسی کو دینا ہے۔ کوئی عمل کرنے والا ان خصلتوں میں سے کوئی خصلت اگر ثواب کے وعدہ کو سچ جان کر اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل فرما دے گا''۔ (بخاری)

اَلْمَنِیْحَۃُ: دودھ دینے والا جانور کسی کو دودھ کے استعمال کے لئے دے دینا۔

**تشریح** ۞ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی کنیت ابوعبدالرحمان یا ابونصیر ہے۔ قریش کی شاخ بنوسہم سے تھے۔ بڑے زاہد و عابد صحابی ہیں۔ والد سے پہلے اسلام لائے۔ ان کی اور والد کی عمر میں بارہ سال کا فرق ہے۔ یہ بڑے علم والے مجتہد صحابہؓ میں سے تھے۔ قرآن مجید کی بہت تلاوت کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت احادیث حاصل کیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو مجھ سے زیادہ کوئی جاننے والا نہ تھا۔ یہ لکھ لیتے میں لکھتا نہ تھا۔ ان سے سات سو روایات مروی ہیں۔ ۱۷ متفق علیہ ۸ میں بخاری اور ۲۰ میں مسلم منفرد ہیں۔ ان کی روایات اس لئے کم نقل ہو سکیں کہ یہ مصر میں مقیم ہو گئے۔ پس ان سے حاصل کرنے والوں کی تعداد کم تھی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور وہ تو ہر لحاظ سے مسلمانوں کا مقصود تھا۔ یہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار مثل یاد کیں اور فرمایا کوئی نیک کام جس کو میں آج کروں وہ مجھے اس دوگنا سے زیادہ محبوب ہے جو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کرتا تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو ہمیں آخرت ہی مقصود تھی دنیا کا بالکل قصد نہ ہوتا تھا اور آج حال یہ ہو گیا کہ دنیا ہم پر جھک پڑی (اور نیک کام کرنا مشکل ہو گیا آج تو ایک بھی ہو جائے وہ بھی غنیمت ہے) ان کی وفات مصر میں ۶۳ یا ۶۵ ھ میں ہوئی۔ بعض نے کہا انہوں نے مکہ ۶۶ ھ میں بعض نے کہا طائف میں ۵۵ ھ میں بعض نے ۶۸ ھ بعض نے ۷۳ ھ میں وفات پائی مگر یہ قول ضعیف ہے۔ ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔

خصلہ: نیکی کی ایک قسم۔ ان میں مرتبہ میں سب سے اعلیٰ۔ مِنْحَۃ: اصل میں اونٹنی یا بکری جو بطور عطیہ دی جائے۔ بعض نے کہا یہ اونٹنی کے ساتھ خاص ہے بکری کے لئے استعارۃً استعمال کرتے ہیں۔ ابراہیم حربی نے کہا عرب کہتے ہیں: منحتك الناقة' اغرستك النخلة' اعمرتك الدار' اخدمتك العبد: یہ تمام نفع بخش عطیات ہیں (فتح الباری) ایک نسخے میں منیحہ بروزن عظیمہ ہے۔ العنز جمع انعز و عناز۔ بکری۔

**اَلنَّحْو**: اربعون: مبتداء اعلاھا: مبتداء ثانی جملہ اس کی خبر ہے۔ ما من عامل: ما عموم استغراق کے لئے اور عامل سے مسلمان عامل مراد ہے۔

رجاء ثوابھا: یہ مفعول لہ ہے اور تصدیق موعودہا بھی اضافت ادنیٰ ملابست کی وجہ سے ہے۔ ادخلہ اللّٰہ بھا: اس عمل کو اپنے فضل سے قبول کرنے کے سبب سے اس کو جنت میں داخل کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے ساتھ جو جنت پانے والے ہیں (بخاری) حسان راوی کہتے ہیں ہم دودھ والی کے علاوہ کو شمار کیا تو وہ پندرہ بھی نہ بنیں مثلاً سلام کا جواب' چھینک کا جواب' راستہ سے گری چیز کا ہٹانا وغیرہ ہم پندرہ نہ بنا سکے۔

ابن بطال کہتے ہیں حسان کے قول میں ایسی بات نہیں جو ان کو پانے میں رکاوٹ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کے اس قدر دروازے بتلائے کہ جن کا شمار مشکل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس کا علم تھا۔ آپ ﷺ نے ان کا تذکرہ

اس وجہ سے نہیں فرمایا کہ کہیں چالیس پر اکتفاء کر کے باقی سے بے رغبت نہ ہو جائیں اس لئے چھوڑ دیا۔ بعض حضرات نے ان کو تلاش کیا اور پالیا وہ چالیس سے بھی بڑھ گئی۔ اضافی یہ ہیں کسی کاری گر کا ہاتھ بٹانا' بدسلیقہ کا کام کر دینا' جوتے کا تسمہ دے دینا' مسلمان کی عیب پوشی کرنا' اس کی عزت کا دفاع کرنا' مسلمان کو خوش رکھنا' مجلس میں ان کے لئے جگہ فارغ کرنا' خیر کی راہنمائی کرنا' اچھی بات کرنا' درخت لگانا' فصل بونا' کسی کی سفارش کرنا' مریض کی عیادت کرنا' مصافحہ کرنا' اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنا' اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض رکھنا' نیکوں کے پاس بیٹھنا' ایک دوسرے سے ملاقات کرنا' مسلمان کی خیر خواہی کرنا' مسلمان پر شفقت کرنا۔ یہ تمام احادیث صحیحہ میں وارد ہیں اور ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں جن کے بکری کے عطیہ سے کم ہونے کے متعلق نزاع بھی ہے۔ میں نے ان اشیاء کو چھوڑ دیا جن کا ابن المنیر نے تعاقب کیا تھا اور اس کا کہنا یہ ہے کہ ان کے گننے کی طرف نہ جائے۔ (ابن حجر)

کرمانی کہتے ہیں یہ تمام مذکورہ چیزیں رجحاً بالغیب ہیں۔ پھر ان کا منیحہ سے کم درجہ ہونا کہاں سے جان لیا گیا۔

ابن حجر کہتے ہیں حسان بن عطیہ نے جن پندرہ کو شمار کیا میرے بے شمار ان کی تقریب مقصود ہے۔ باقی ابن بطال کی تتبع کو درست قرار دیتا ہوں جن کو ابن بطال نے منیحہ سے اعلیٰ قرار دیا ہے۔ ان میں ابن منیر کی تردید کو درست کہتا ہوں۔ واللہ اعلم۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲/۶۸۴٦) والبخاری (۲٦۳۱) وأبو داود (۱٦۸۳) وابن حبان (۵۰۹۵) والبیهقی (۱۸٤/٤) والحاکم فی الذبائح (۷۵۷۸/٤)

۱۳۹ : عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ"۔

۱۳۹: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا: ''اے لوگو! آگ سے بچو خواہ وہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہو''۔ (متفق علیہ) بخاری و مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ تم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں کہ جس سے اس کا رب کلام نہ فرمائے گا جبکہ اس کے اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہو گا۔ پس اس وقت انسان اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے آگے بھیجے ہوئے عمل کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا اور بائیں طرف دیکھے گا تو پہلے سے بدتر دیکھے گا۔ سوائے اپنے عمل کے کچھ نہ دیکھے گا اور اپنے آگے دیکھے گا تو اپنے چہرے کے سامنے آگ پائے گا۔ پس آگ سے بچو خواہ کھجور کے ٹکڑے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ جو یہ نہ پائے تو وہ اچھی بات کہہ دے''۔

**تشریح** ۞ اتقوا النار: یعنی تم صالح عمل اور صدقہ میں ایسے کام کر لو جو تمہیں آگ کے عذاب سے محفوظ کر سکیں۔ ولو بشق تمرة: اگرچہ صدقہ آدھی کھجور کیوں نہ ہو۔ سیوطی کہتے ہیں شق شئی نصف کو کہتے ہیں۔ ابن ملک کہتے ہیں کھجور کا

بعض حصہ۔

**تخریج:** متفق علیہ۔اس کو احمد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور نسائی نے عدیؓ اور بزاز نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے (جامع صغیر سیوطی)

**فی روایۃ لھما عنہ** ایک روایت میں انہی عدی سے نقل کیا ہے۔

**سیکلمہ ربہ:** اللہ تعالیٰ کا ذاتی کلام جو اسی طرح سنا جائے گا جیسا کلیم اللہ نے سنا۔ترجمان جو کلام ایک لغت سے دوسری لغت میں ترجمہ کرے۔ یہاں بقول ابن ملک یہاں مراد رسول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر تو کوئی چیز مخفی نہیں پس آخرت میں اسکا کلام وحی کے ساتھ ہوگا رسول کے واسطہ سے نہ ہوگا۔مطلب یہ ہوا کہ رسول کا واسطہ نہ ہوگا بلکہ براہِ راست اس بندے سے کلام ہوگا۔

**ما قدم:** صالح عمل مراد ہیں۔**اشأم:** بائیں جانب۔**ما قدم** سے برے اعمال مراد ہیں۔**تلقاء:** سامنے۔

**فاتقوا النار:** یعنی نیک عمل کو جہنم سے بچنے کا ذریعہ بناؤ۔**فان لم یجد:** اگر وہ آگ سے بچانے والی چیز نہ پائے۔**فبکلمہ طیبہ** تو آگ سے اچھی بات کہہ کر بچے۔(اگر صدقہ کی کوئی چیز نہ ہو تو خوش کلامی کے لئے زبان تو پاس موجود ہے جس میں کوئی خرچ نہیں)(مسلم)

۱۴۰ : عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدُهٗ عَلَيْهَا اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدُهٗ عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَ "الْاَكْلَةُ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ :وَهِيَ الْغَدْوَةُ اَوِ الْعَشْوَةُ۔

۱۴۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتے ہیں جو کھانا کھا کر اللہ کا اس پر شکر ادا کرتا ہے یا پانی کا گھونٹ پی کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہے۔(مسلم)

اَلْاَکلۃ: صبح یا شام کا کھانا۔

**تشریح** ۞ **یاکل الاکلۃ:** ہمزہ مفتوح ہے۔یہ بار کے معنی میں ہے تاکہ معلوم ہو کہ معمولی نعمت پر بھی شکریہ کا حق بنتا ہے۔**فیحمد علیھا:** الحمدللہ کہے۔ابن مالک کہتے ہیں کھانا کھانے کے بعد زور سے الحمدللہ نہ کہے جب تک کہ اس کے ہم مجلس فارغ نہ ہوگئے ہوں تاکہ یہ ان کے کھانے سے رکنے کا سبب نہ بن جائے۔

اکلۃ: ایک مرتبہ کا اتنا کھانا جس سے سیر ہو جائے خواہ صبح ہو یا شام۔

**تخریج:** (مسلم) اس کو احمد، ترمذی، نسائی نے نقل کیا (جامع صغیر)...... مسلم (۲۷۴۳) و الترمذی (۱۸۱۶)

۱۴۱ :عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ" قَالَ : اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ يَجِدْ؟ قَالَ :"يَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَيَتَصَدَّقُ" قَالَ : اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ؟ قَالَ : "يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ " قَالَ : اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ؟ قَالَ : "يَاْمُرُ

بِالْمَعْرُوْفِ اَوِ الْخَيْرِ" قَالَ : اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: "يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۱: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "ہر مسلمان پر ایک صدقہ لازم ہے"۔ کسی نے عرض کیا حضرت! اگر صدقہ میسر نہ ہو؟ آپ نے جواباً فرمایا: "اپنے ہاتھ سے اس کا کوئی کام کر کے اس کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے"۔ عرض کیا گیا اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو؟ ارشاد فرمایا: "ضرورت مند مظلوم کی مدد کرے"۔ عرض کیا گیا حضرت! اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو؟ ارشاد فرمایا: "بھلائی یا خیر کا حکم دے"۔ عرض کیا گیا اگر ایسا بھی نہ کر سکتا ہو؟ ارشاد فرمایا: "برائی سے باز رہے بس یہی صدقہ ہے"۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ✿ **علی کل مسلم** یعنی ہر مسلمان پر سخت تاکیدی حق ہے۔ صدقہ تاکہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں پر شکر یہ ہو جائے۔ یہاں عام بدل مراد ہے۔ اگر چہ یہ ثبت انداز سے ہے اور اس کی دلیل وہ صریح روایت ہے جس میں "**کل سلامی من الناس علیه صدقة**" اور اعضاء کی تعداد بھی بخاری و مسلم کے مطابق ۳۶۰ ہے۔ احمد، ابوداؤد نے مرفوعاً نقل کیا کہ انسان کے جوڑ ۳۶۰ ہیں ہر جوڑ کا صدقہ اس پر لازم ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا اتنے صدقہ کی ہر روز کس میں ہمت ہے۔ فرمایا: مسجد میں جو رینٹھ لگی ہو اس کو دور کر دے اور راستہ سے ایذاء والی چیز ہٹا دے اگر ایسی چیز نہ کر سکے تو چاشت کی دو رکعت صدقے کا بدلہ ہے"۔

ارایت: یہ اخبرنی کے معنی میں ہے۔ **ان لم یجده** یعنی صدقہ کے لئے مال نہ پائے۔ **ینفع نفسه**: اپنے عمل کی قیمت یا اجرت یا کمائی سے حاصل کر کے صدقہ کرے۔

**فائدہ**: اس میں آمادہ کیا گیا کہ وہ اپنی ضرورت طعام مشروب وملبوس کے لئے کمائے تاکہ غیر سے سوال کرنے سے اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو اور وہ صدقے کا کثیر ثواب اچھے ارادے سے پائے۔ **بالمعروف او الخیر** یہ راوی کا شک ہے۔ **ان لم یفعل** یعنی وہ اس کے چھوڑنے پر معذور ہو یا وہ معروف فرض کنایہ سے نہ ہو۔ **یمسك**: اپنے نفس کو روکے اور تھام کر رکھے۔ **عن الشر**: شر سے روکنے کا مطلب یہ ہے کہ برائی نہ کرے جس سے فرائض چھوٹ جائیں۔ روایت فرائض وواجبات کی ادائیگی کا لزوم ثابت ہوتا ہے۔ **صدقة**: یہ خصلت اس کی طرف سے اپنے نفس کے لئے صدقہ اس لئے ہوئی کہ یہ ہلاکت سے بچ گیا اور دوسرے کے لئے اس طور پر کہ وہ اس کے شر سے بچ گیا بلکہ یہ تو واجب شکر یہ ہے جو ان نعمتوں پر لازم ہے۔ باقی مستحب شکر یہ وہ یہ ہے کہ ذاتی نیکیاں مثلاً اذکار اور متعدی نیکیاں مثلاً صدقہ اور اعانت دیگراں کرے۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (١٤٤٥) و فی الأدب المفرد (٢٢٥) و مسلم (١٠٠٨) والنسائی (٢٥٣٧)

## ١٤ : بَابٌ فِي الْاِقْتِصَادِ فِي الطَّاعَةِ

## باب ۱۴: اطاعت میں میانہ روی

**اقتصاد**: عبادت کی ادائیگی میں میانہ روی تاکہ جان بھی درست رہے اور اکتاہٹ سے بچا رہے۔ انسانی نفس کا حال راہ شرع میں جانور جیسا ہے۔ جو کسی راستہ پر چل رہا ہو۔ جب آدمی اپنے حسی جانور (سواری) کو بھاری بوجھ ڈال کر تھکاتا ہے اور لمبے

لمبے سفر اس پر طے کرتا ہے تو راستہ میں ہی تھک کر رہ جاتا ہے اور منزل مقصود تک پہنچ نہیں سکتا اور اگر اس سے مناسب نرمی برتتا ہے تو مراد تک پہنچ جاتا ہے اور مقصد کو پالیتا ہے خواہ اسے کچھ مشقت بھی پیش آئے۔ یہاں بھی یہی حال ہے۔

ابن رسلان نے شرح ابوداؤد میں کہا کہ حسن فرماتے تمہارے نفوس تمہاری سواریاں ہیں ان کو درست رکھو تو تمہیں اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیں گی۔ پس جس نے نفس کا مباح حق اس کو صالح عمل کی نیت سے دیا اور اس کو شہوات سے روک کر رکھا تو وہ اس سلسلہ میں ماجور ہوگا۔ جیسا معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ''میں اپنی نیند کا حساب کرتا ہوں جیسے میں بیداری کا حساب کرتا ہوں''۔ جب آدمی نفس کے حق میں کوتاہی کرے گا اگر ضعیف ہو کر اس کو نقصان پہنچائے گا تو یہ آدمی ظالم ہوگا اور اسی بات کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں جو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو فرمایا اشارہ کیا: "انك اذا افعلتَ تَفِهَتْ لَهُ النفس وهَجَمَتْ له العين" تفهت کا معنی تھکنا اور عاجز آنا ہے۔ هجمت العين کا معنی آنکھ کا اندر گھس جانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو فرمایا جو کہ آپ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہوا پھر ایک سال بعد آیا تو اس کی حالت بدل چکی تھی۔ آپؐ نے اس کو نہ پہچانا جب اس نے پہچان کروائی تو آپؐ نے اس سے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا میں نے آپ کی ملاقات یعنی اسلام لانے کے بعد دن میں کبھی کھانا نہیں کھایا''۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں کس نے کہا کہ تم اپنے نفس کو سزا میں مبتلا کرو اور جس کسی نے اپنے نفس کو ایسی چیز پر آمادہ کیا جس کی اس میں طاقت نہیں تو اس نے اپنے آپ کو عذاب دیا مثلاً مسلسل روزے وغیرہ۔ بسا اوقات اس کا اثر ضعف بدن و عقل کی صورت میں ہوتا ہے اور اس سے کئی طاعات کے کام رہ جاتے ہیں۔ اتنے نیک کام نفس کو تعذیب سے وہ حاصل نہیں کر پاتا۔

عبادت انتہائی تذلل کا نام ہے۔ یہ لفظ عبودیت سے زیادہ بلیغ ہیں کیونکہ عبودیت صرف اظہار تذلل کو کہتے ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿طٰهٰ ۔ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى﴾ [طه:۱'۲]

''طٰہٰ۔ ہم نے تم پر قرآن کو اس لئے نہیں اتارا کہ تم مشقت میں پڑو''۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [البقرة:۱۸۵]

''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں اور تنگی کا ارادہ نہیں فرماتے''۔

علامہ قرطبی کہتے ہیں مجاہد و ضحاک کہتے الیسر کی مثال سفر میں افطار کی اجازت العسر کی مثال سفر میں روزہ اور وجہ یہ ہے کہ لفظ میں عموم ہے۔ یہ دین کے تمام امور کو اسی طرح اس میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وما جعل عليكم في الدين من حرج کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں کوئی تنگی نہیں بنائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دين الله يسر اللہ کا دین آسان ہے۔ اور فرمایا: ولا تعسروا تم تنگی مت کرو۔ اليسر کا معنی سہولت ہے۔ يسار: جس کا معنی مالداری ہے۔ وہ اسی سے نکلا

ہے۔دائیں ہاتھ الیسریٰ بھی خوش گمانی کے طور پر کہتے ہیں یا اس وجہ سے کہ اس سے کام کرنا آسان ہوتا ہے۔

۱۴۲ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَاَةٌ قَالَ: مَنْ هٰذِهٖ؟ قَالَتْ : هٰذِهٖ فُلَانَةُ تُذْكَرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ :"مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ فَوَ اللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا" وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهٗ عَلَيْهِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَمَهْ" كَلِمَةُ نَهْيٍ وَّزَجْرٍ – وَمَعْنٰى "لَا يَمَلُّ اللّٰهُ " لَا يَقْطَعُ ثَوَابَهٗ عَنْكُمْ وَجَزَآءُ اَعْمَالِكُمْ وَيُعَامِلُكُمْ مُعَامَلَةَ الْمَالِ حَتّٰى تَمَلُّوْا فَتَتْرُكُوْا فَيَنْبَغِيْ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مَا تُطِيْقُوْنَ الدَّوَامَ عَلَيْهِ لِيَدُوْمَ ثَوَابُهٗ لَكُمْ وَفَضْلُهٗ عَلَيْكُمْ۔

۱۴۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ اُن کے ہاں تشریف لائے اور ان کے پاس ایک عورت بیٹھی تھی۔آپؐ نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے جواب دیا یہ فلاں عورت ہے جس کی نماز کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "بس ٹھہرو! تم وہ چیز لازم پکڑو جس کی تمہیں طاقت ہو۔اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نہیں اُکتاتے بلکہ تم اُکتا جاؤ گے۔اللہ تعالیٰ کو وہ اطاعت زیادہ محبوب ہے جس کو کرنے والا اس پر مداومت اختیار کرے"۔

مَهْ :یہ ڈانٹ وتوبیخ کے الفاظ ہیں۔لَا يَمَلُّ اللّٰهُ اس کا ثواب تم سے منقطع نہیں فرماتے اور نہ ہی تمہارے اعمال کی جزاء منقطع کرتے ہیں بلکہ تم سے مالی معاملہ جیسا معاملہ کرتے ہیں۔یہاں تک کہ تم اُکتا کر چھوڑ نہ دو۔پس مناسب یہ ہے کہ تم وہ اختیار کرو جس کی تم دوامًا طاقت رکھتے ہوتا کہ اس کا ثواب اور فضیلت بھی دوامًا تمہارے لئے ہو۔

**تشریح** ۞ هذه فلانة خطیب کہتے ہیں اس کا نام حولاء بنت ثویب بن حبیب بن اسد بن عبدالعزیٰ تھا (نووی فی المبہمات) تذکر یہاں تذکر کے الفاظ ہیں جبکہ مسند حسن بن . نیان میں هذه فلانه و هي العبدا اهل المدينه کے الفاظ اور مسند احمد میں لا تنام تصلی کہ وہ سوتی نہیں نماز میں مشغول رہتی ہے۔

**قال مَهْ**: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی کے الفاظ اس لئے فرمائے کہ وہ اکتا کر اصل عبادت بھی نہ چھوڑ بیٹھے۔سیوطی کہتے ہیں ممکن ہے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی تعریف پر زجر کا کلمہ فرمایا۔(التوشیح) ابن حجر کہتے ہیں یہ اکفف کے معنی میں ہے"رک جا"۔بما تطیقون یعنی جس عمل پر مداومت کر سکو۔فو اللہ: یہ تاکید کے لئے ہے۔ایسے موقعہ کا حلف مسنون ہے۔لا یمل اللہ حتی تملوا: الملل کسی پسندیدہ چیز کو بوجھل سمجھ کر نفس کا اس سے بھاگنا اور اللہ تعالیٰ کیلئے یہ نا ممکن ہے۔

**عمدہ تاویل**: یہ اطلاق باب المشاکلہ سے ہے۔جیسا جزاء سيئة سيئة مثلها۔:سیوطی کہتے ہیں یہ بہتر تاویل ہے۔ بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں۔اكلفوا من العمل ما تطيقون فان الله لا يمل من الثواب حتى تملوا من العمل (ابن جریر فی التفسیر) ثواب کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ عمل کا ثواب اس وقت تک منقطع نہیں کرتے جب تک تم عمل کو نہیں چھوڑتے۔

ابن حجر نے ابن جریر کی روایت کو مدرج قرار دیا۔(فتح الباری)

قرطبی کہتے ہیں جب آدمی اکتا کر عمل چھوڑے تو اس کا ثواب بھی منقطع ہو جاتا تو اسی کو ملل سے تعبیر کر دیا۔ یہ حتیٰ کو غایت کے لئے ماننے کی صورت میں ہے۔

بعض نے کہا جب تم اکتا جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو نہیں اکتاتے۔ یہ کلام عرب میں مستعمل ہے۔ عرب کہتے ہیں **لا افعل كذا حتى يشيب الغراب** کوے کے سفید ہونے تک میں ایسا نہ کروں گا۔ اسی طرح کہتے ہیں: **البليغ لا ينقطع حتى يقطع خصومه** کیونکہ اگر وہ بھی دوسروں کے منقطع ہونے کے ساتھ منقطع ہو جائے تو اس کا کوئی مرتبہ نہیں رہتا۔ یہ مثال ماقبل کے بہت مشابہ ہے کیونکہ کوے کا سفید ہونا عادۃً ممکن نہیں بخلاف عابد کے اکتانے کے وہ عین ممکن ہے۔

مازری کہتے ہیں حتیٰ واؤ کے معنی میں ہے اب مطلب یہ ہوگا اللہ تعالیٰ اکتاتے نہیں تم اکتا جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی نفی کی اور دوسروں کے لئے ثابت کیا۔

ایک اور قول یہ ہے کہ حتی' حین کے معنی میں ہے۔

صدیقی کہتا ہے کہ سب سے بہتر یہ ہے کہ مقابلہ لفظیہ کی قسم سے ہے جس کو مشاکلہ کہا جاتا ہے۔ **كان احب الدين اليه:** مستعملی کہتے ہیں الیہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے مگر دیگر شارحین ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹاتے ہیں۔ مگر ان دونوں باتوں میں منافات نہیں کیونکہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے وہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

**ما داوم صاحبه عليه** ابن عربی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ثواب دینے کا ارادہ فرماتے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اس عمل کا ثواب زیادہ ہے جس پر مداومت ہو۔

نووی کہتے ہیں تھوڑے عمل پر دوام سے ذکر، مراقبہ، اخلاص، اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ میں استمرار نصیب ہوتا ہے۔ بخلاف زیادہ مشکل کام کے قلیل بڑھتے بڑھتے منقطع ہونے والے کثیر سے بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں محبوب عمل دائمی ہے کیونکہ خیر پر مداومت کرنے والا وہ ہر وقت کا ملازم ہے۔ جو تمام مہینہ ایک گھنٹہ ملازمت کرے وہ اس سے بہتر ہے جو پورے مہینہ میں ایک دن ملازمت کرے اور پھر پورا مہینہ غائب رہے کیونکہ وہ مہینے کے بقیہ دنوں میں اس کا چھوڑنا اس اعراض کرنے والے کی طرح ہے جو وصل کے بعد اعراض کر جائے۔ یہ شخص تو مذمت کے قابل بن جاتا ہے۔ مه: جب امر معین سے روکنے کے لئے ہو تو ساکن ہوگی اور اگر مِه ہو تو غیر معین سے ممانعت کرنا مقصود ہوگا۔

**لا يقطع** یعنی جب تم نے یہ معلوم کر لیا کہ عمل شاق میں انقطاع ہو جاتا ہے تو اپنی طاقت کے مطابق مداومت والا عمل صالح اختیار کرو اگرچہ تھوڑا ہو تاکہ اس کا ثواب ہمیشہ ملے اور اس کا فضل ہمیشہ رہے۔

۱۴۳: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا وَقَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ — قَالَ اَحَدُهُمْ: اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ: وَاَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ اَبَدًا — وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ: وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ

فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا ' فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ : "اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۳: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ تین آدمی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے گھر پر آئے اور ان سے آنحضرت ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیا۔ جب ان کو اطلاع دی گئی تو انہوں نے اس کو بہت قلیل سمجھا اور کہنے لگے ہم کہاں اور اللہ کے رسول ﷺ کہاں۔ آپؐ کے تو اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور درمیان میں افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کروں گا اور کبھی صحبت نہ کروں گا۔ آنحضرتؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا تم وہ لوگ ہو جنہوں نے اس اس طرح کہا؟ "خبردار اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم میں سب سے زیادہ اس کا ڈر رکھنے والا ہوں۔ لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں اور نماز پڑھتا اور سوتا ہوں اور عورتوں سے ہمبستری کرتا ہوں۔ پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں"۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ○ ثلاثة رجال: یہ علی بن ابی طالب' عبداللہ بن عمرو اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم تھے۔ رھط کا لفظ تین سے دس تک بولا جاتا ہے۔

**النحو**: یسالون: یہ ثلاثہ کی صفت بھی بن سکتا ہے یا حال بن سکتا ہے۔

عبادة النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقدار عبادت مراد ہے تاکہ وہ اس کی اقتداء کر سکیں ان کو بتلائی گئی۔

تقالّوا یہ قلت سے باب تفاعل ہے یعنی اس کو قلیل شمار کیا۔ بقول ابی انہوں نے اپنے ذہنوں کے مطابق اس کو قلیل سمجھا اور بہت سی قلیل چیزیں فی نفسہٖ کثیر ہوتی ہیں۔

ابن عرفہ کہتے ہیں کہ ضمیر ان کے اعمال کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کے عمل کو کثیر سمجھا مگر یہ بات اس لئے درست نہیں کیونکہ بخاری کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: حین تقالوا قالوا وابن نحن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہے۔ آپ معصوم اور ہم کوتاہی کرنے والے۔ وما تأخر اور آپ ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك......﴾ یہ آپ کی تکمیل و تشریف سے کنایہ ہے۔ ورنہ آپ کے معصوم ہونے کی وجہ سے ذنب تو ہے ہی نہیں۔

فقال احدھم: مسلم میں بعضھم کے الفاظ ہیں (مفہوم ایک ہی ہے)

انا اصلی...... میں قیام کر کے رات کو زندہ کروں گا اور بالکل نہ سوؤں گا۔ اصوم الدھر: ممنوعہ ایام کے علاوہ ہمیشہ نفلی روزہ رکھوں گا اور کسی دن افطار نہ کروں گا۔ فلا اتزوج ابدا: ممکن ہے اس کے مستلزمات ہونے کی وجہ سے زہد اختیار کیا ہو اور یہ بھی خیال کیا کہ نکاح عبادت میں محنت سے مشغول کرنے والا ہے۔ جنید کہتے ہیں ہم نے نہیں دیکھا کہ شادی والا اپنی عبادت کی حالت پر باقی رہ گیا ہو۔ فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تشریف لائے تو ازواج مطہرات نے ان حضرات

کی بات بتلائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: انتم یہاں ہمزہ استفہام محذوف ہے یہ استفہام تقریری ہے۔ یعنی کیا تمہیں وہ لوگ ہو جنہوں نے یہ یہ کہا۔ ممکن ہے وحی اتری ہو اور کسی انسان نے آپ کو نہ بتلایا ہو یہ آپ کا معجزہ ہو۔ اور (۲) یہ بھی احتمال ہے کہ لازم فائدہ الخبر کے قبیل سے ہو اور ان کے کلام سے ہی یہ بات معلوم کی ہو۔ پہلی بات زیادہ قرین قیاس ہے۔ (بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات نے انکی باتیں سنی اور آپ کو نقل فرمائیں)

**واللّٰہ انی لا خشاکم**...... اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معرفت قلبیہ اور علم الیقین اور استحضار عظمت الٰہیہ کی دولت سے اس طرح نوازا ہے جو اور کسی کو میسر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس نے ان کی اس بات کی تردید تھی جس کو انہوں نے بنیاد بنایا تھا۔ ان کو بتلایا کہ میں خشیت میں سب سے بلند ترین مقام پانے اور عبادت میں انتہائی مرتبہ پانے کے باوجود وہ نہیں کرتا جس کا تم نے ارادہ کیا۔ اگر یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتا تو میں ضرور اس کو کرتا۔

خشیت: معرفت الٰہیہ سے ملا ہوا خوف یہ مخصوص خوف ہے۔ اس لئے کہ اس میں اس خوف سے قلب کا اضطراب اور مجازی انفاس پر عقوبت کی توقع ہوتی ہے۔

بعض نے کہا کہ خوف حرکت کا اور خشیت سکون کا نام ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس نے اپنے دشمن کو حالت استقرار میں ایسے مقام میں دیکھا کہ جہاں دشمن اس تک پہنچ سکتا ہو تو وہ اس مقام سے بھاگنے کی کوشش کرے گا اس کو حالت خوف کہا جاتا ہے اور جس نے حالت استقرار میں ایسے مقام سے دشمن کو دیکھا کہ وہ اس تک پہنچ نہیں سکتا تو وہ پرسکون رہے گا یہ حالت خشیت کہلاتی ہے۔

سیوطی کہتے ہیں کہ شیخ عزالدین نے کہا کہ حدیث میں اشکال ہے کیونکہ خوف وخشیت ایک حالت ہے جو ایسی سزا کی شدت کے ملاحظہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے جس سزا کے خوفزدہ پر پڑ جانے کا خطرہ ہو اور یہ بات توقطعی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سزا سے مامون ومحفوظ ہیں تو پھر خوف کا تصور کیونکر اور پھر اشدالخوف بدرجہ اولیٰ نہیں؟

**الجواب**: اس کا جواب یہ ہے کہ ذہول ہو جانا تو عصمت کے منافی نہیں جب عقاب کی نفی کو لازم کرنے والی چیزوں سے ذہول ہوا تو خوف پیش آیا۔

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے آپ کا شدت خوف سے اور عظمت خشیت سے خبر دینا نوع کے لحاظ سے عظیم ہو گیا کثرت عدد کے لحاظ سے نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جب آپ ﷺ سے خوف صادر ہوا گرچہ تھوڑے زمانے کے لئے اور تھوڑی مقدار میں ہوا مگر وہ غیروں کی بنسبت سخت ترین خوف ہوگا (کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر حساس تھے) (مرقات الصعود)

**لکنی اصوم و افطر**: میں کبھی روزہ رکھتا اور دوسری مرتبہ افطار کرتا ہوں۔

اصلی راتوں کے بعض حصوں میں تہجد پڑھتا ہوں تا کہ حق عبودیت ادا کروں اور ارقد اور نفس کا حق ادا کرنے کے لئے سوتا ہوں۔

**فمن رغب عن سنتی**: جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا۔

**فلیس منی**: یہ من اتصال کے لئے ہے۔ یعنی وہ میرے قریب نہیں وہ میرے ساتھ متصل نہیں۔ سنت کی اضافت ضمیر معرفہ کی طرف ہے تو عدم کی وجہ سے شہادتین اور ارکان اسلام کو بھی شامل ہے۔ پس ان سے بے رغبت تو مرتد ہے۔

مطرزی کہتے ہیں جس نے کسی فرض یا سنت کو بطور استحقاف اور عدم التفات سے چھوڑا وہ مجھ سے نہیں کیونکہ وہ کافر ہے۔ مگر جس نے سستی سے چھوڑا وہ کافر نہ ہوگا۔ اس وقت اس کا مطلب یہ ہے "وہ میری سنت کا پیرو نہیں اور میری اقتداء کرنے والا نہیں۔ (متفق علیہ) یہ لفظ بخاری کے ہیں مسلم میں بھی اسی طرح ہے۔ ابی کہتے ہیں احادیث کی دلالت سے نکاح کا راجح ہونا معلوم ہوتا ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب عورتوں میں دین و دنیا کی اعانت کا جذبہ تھا اور اولاد کے سلسلہ میں تکلف کم اور اولاد پر شفقت پائی جاتی تھی۔ مگر آج کل شیطان نما عورتوں سے پناہ۔ اب تو عزلت و بلا شادی رہنا جائز ہوگیا ان کے شر سے بچنے کے لئے ان سے فرار ضروری ہوگا۔ (شرح مسلم لالی)

(آج کل تو عورتوں کی اکثریت حبالۃ الشیطان کا نمونہ ہے بلکہ پوری دنیا میں عورت کو شہوانی جذبات ابھارنے اور تجارتی مقاصد کے لئے عورت کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فتنہ سامانی سے حفاظت فرمائے۔ آمین)

**تخریج:** أخرجه البخاری (۵۰۶۳) و مسلم (۱۴۰۱) وأحمد (۴/۱۳۵۳۴) وابن حبان (۱۴) والبیهقی (۷/۷۷)

**الفوائد:** ① نکاح ایک فضیلت والا معاملہ ہے۔ ② اکابر کے حالات کو اقتداء کیلئے معلوم کرنا چاہئے۔ ③ نیک عمل کو ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں جب اسکے کرنے کا پختہ عزم ہو۔ ④ عیش پرستی اور تکبر سے بچتے ہوئے طیبات کا کبھی کبھی استعمال کیا جائے تاکہ تنطع میں مبتلا ہو کر تحریم زینت کے گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ ⑤ معرفت الٰہی کا علم مجرد عبادت سے بڑھ کر ہے۔

۱۴۴ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ" قَالَهَا ثَلَاثًا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ : اَلْمُتَعَمِّقُوْنَ الْمُشَدِّدُوْنَ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِ التَّشْدِیْدِ۔

۱۴۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دین میں بے جا تشدد کرنے والے ہلاک ہوگئے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ (مسلم)

اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ تعمق اور بے جا تشدد والے۔

**تشریح** ✿ هلك المتنطعون: یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دہرایا اور نہی کی تاکید کے لئے دہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح سمجھانے کے لئے بعض اوقات تین مرتبہ دہراتے۔ (مسلم، ابوداؤد، احمد)

المتنطعون: جمع متنطع جو ان مقام پر سختی کرنے والے ہوں جو سختی کا مقام نہ ہو۔ خطابی کہتے ہیں کسی چیز میں تعمق برتنے والا' ایسی چیز پر بحث میں تکلف کرنے والا جو اس کی عقل کی رسائی سے باہر ہے۔ اہل کلام کے مذاہب اس میں داخل ہیں۔

نہایہ میں کہا گیا ہے۔ کلام میں غلو اختیار کرنے والے لوگوں کو متنطع کہا جاتا ہے جو کہ اپنے حلق کے انتہائی حصہ سے بات کرنے والے ہیں یہ نطع سے لیا گیا ہے۔ منہ کی بلند نماز کو کہا جاتا ہے۔ پھر اس کا استعمال ہر قول و فعل میں تعمق اختیار کرنے کے لئے ہونے لگا۔ علامہ عاقولی کہتے ہیں اس مذمت میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کا مقصود صرف لفاظی ہوتی ہے اور اس میں لفظ پر معنی کو بند کر کے معنی کو اس کا تابع بنایا جاتا ہے اور اگر معنی کا لحاظ کر کے لفظ کو تابع بنائیں تو وہ قابل تعریف ہے۔ وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو اپنی حالت پر چھوڑ دے ان معانی میں جن کی وہ تعبیر کرنا چاہتا ہے۔ ان کو تسلیم کر لے جیسا کسی نے کہا" میں

نے نفس کو اس کی حالت پر چھوڑا اور اس کو کہہ دیا جو تو نے کہا ہے وہ قابل عزت نہیں۔
**تخریج:** اخرجه مسلم (٢٦٧٠) و ابو داود (٤٦٠٨)

۱۴۵: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَّلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ: سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ: اَلْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا قَوْلُهٗ "اَلدِّيْنُ" هُوَ مَرْفُوْعٌ عَلٰى مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ– وَرُوِيَ مَنْصُوْبًا وَرُوِيَ: "لَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ" وَقَوْلُهٗ ﷺ: "اِلَّا غَلَبَهٗ" اَلدِّيْنُ وَعَجَزَ ذٰلِكَ الْمُشَادُّ عَنْ مُقَاوَمَةِ الدِّيْنِ لِكَثْرَةِ طُرُقِهٖ وَالْغَدْوَةُ": سَيْرُ اَوَّلِ النَّهَارِ وَ "الرَّوْحَةُ" اٰخِرِ النَّهَارِ – "وَالدُّلْجَةُ" اٰخِرِ اللَّيْلِ – وَهٰذَا اسْتِعَارَةٌ وَّتَمْثِيْلٌ وَمَعْنَاهُ: اسْتَعِيْنُوْا عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِالْاَعْمَالِ فِيْ وَقْتِ نَشَاطِكُمْ وَفَرَاغِ قُلُوْبِكُمْ بِحَيْثُ تَسْتَلِذُّوْنَ الْعِبَادَةَ وَلَا تَسْاَمُوْنَ وَتَبْلُغُوْنَ مَقْصُوْدَكُمْ، كَمَا اَنَّ الْمُسَافِرَ الْحَاذِقَ يَسِيْرُ فِيْ هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ وَيَسْتَرِيْحُ هُوَ وَ دَآبَّتُهٗ فِيْ غَيْرِهَا فَيَصِلُ الْمَقْصُوْدَ بِغَيْرِ تَعَبٍ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۱۴۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دین آسان ہے اور جو کوئی بے جا تشدد دین میں اختیار کرتا ہے دین اس پر غالب آ جاتا ہے پس تم میانہ درست راستہ پر رہو۔ میانہ روی اختیار کرو اور خوش ہو جاؤ اور صبح و شام اور رات کو کچھ حصہ کی عبادت سے مدد حاصل کرو''۔ (بخاری) بخاری کی دوسری روایت میں ہے: ''سیدھے راستہ پر چلو! اعتدال برتو۔ صبح و شام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت کے لئے چلو تم اصل مقصود تک پہنچ جاؤ گے''۔ اَلدِّيْنُ: یہ نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور منصوب بھی آیا ہے۔ لَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهُ الدِّيْنُ یعنی دین اس پر غالب آ جائے گا اور وہ متشدد دین کا مقابلہ کرنے سے عاجز رہے گا کیونکہ دین کے اعمال تو بے شمار ہیں۔ اَلْغَدْوَةُ: صبح کا چلنا۔ اَلرَّوْحَةُ: شام کا چلنا۔ اَلدُّلْجَةُ: رات کا آخری حصہ۔ یہ استعارہ اور تمثیل ہے اس کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اعمال کے ذریعہ اس وقت مدد حاصل کرو جبکہ طبیعت میں نشاط اور دلوں کو فراغت میسر ہو۔ اس طرح تمہیں عبادت میں لذت حاصل ہوگی اور تم نہ اُکتاؤ گے اور اپنے مقصد کو پا لو گے۔ جس طرح کہ سمجھدار مسافر ان اوقات میں چلتا ہے اور اس کا جانور دوسرے اوقات میں آرام کرتا ہے اور بلا مشقت مقصود کو پہنچ جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

**تشریح** ۞ الدین: سے مراد دین اسلام ہے۔ یسر: کرمانی کہتے ہیں آسانی یا دین کو بطور مبالغہ آسانی فرمایا جیسا زید عدل: یعنی بہت آسان گویا وہ آسانی کا مجسمہ ہے۔ طیبی کہتے ہیں:

**اَلنَّحْو:** اگر مفعول کی جگہ مبالغہ رکھا جائے تو یہ ان کی خبر ہے۔ لن یشاد...... طیبی کہتے ہیں:

مفاعلہ یہاں مغالبہ کے لئے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے ہے۔ جیسے طارقت النعل اور یہ مکلف کی جانب سے ہے۔ صدیقی کہتا ہے جو کسی بھی عمل میں تعمق اختیار کرتا ہے تو وہ بالآ خر عاجز آ کر کل یا بعض چھوڑ بیٹھتا ہے۔ بطور استعارہ مبالغہ کے لئے ہوسکتا ہے اور مستثنیٰ منہ زیادہ عام اوصاف والا ہے۔ یعنی اس کو وہ چیز حاصل نہیں کر پاتا اور یہ تعمق برتنے والا ایک حالت پر برقرار رہتا ہے مگر وہ مغلوب ہو جاتا ہے۔

فسددوا: یہ فا شرط مقدر کے جواب میں آئی ہے یعنی جب میں نے تعمق کی کمزوری بتلا دی تو میانہ روی کو لازم پکڑو۔ سداد: افراط وتفریط چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ اہل لغت کہتے ہیں: سدا: میانہ روی۔ قاربوا اگر تم کامل عمل کی طاقت نہیں رکھتے تو اس سے قریب تر کو اختیار کرو۔

وابشروا اور دائمی عمل پر ثواب کی خوشخبری سے خوش ہو جاؤ اگر چہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ واستعینوا عبادت کو حاصل کرنے کے لئے مدد لو۔

بالغدوة..... الدلجه صاحب توشیح کہتے ہیں الدُلجه دال کے فتحہ وضمہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ (رواہ البخاری) ایک روایت کے الفاظ کچھ مختلف ہیں: سددوا و قاربوا واغدوا وروحوا وشئی من الدلجه۔

القصد یعنی میانہ روی کو لازم کرلو۔ کمی بیشی نہ کرو۔

یہ فعل الزموا کا مفعول ہے یا اغراء کی وجہ سے منصوب ہے۔

تبلغوا یہ شرط مقدر کا جواب ہے یعنی اگر تم اس کو میانہ روی اور مقاربہ کے انداز سے کرو گے تو اپنے رب کی رضامندی اور ہمیشہ عبودیت کی انجام دہی پالو گے اور اگر تم نے مبالغہ کیا تو ہوسکتا ہے تم اکتا جاؤ۔

الدین یہ یشاد کا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے تا اور فاعل کو مضمر مان لیں تو یہ مفعول بنے گا۔ (صاحب المطالع) نووی کہتے ہیں کہ اکثر روایات رفع کی ہیں۔

ابن حجر کہتے ہیں۔ یہ مغربی مشرقی مصنفین کی روایات کے لحاظ سے ہے۔ کسی نے معروف کسی نے مجہول نقل کیا۔ ابن السکن نے فاعل کی تصریح سے نقل کیا ہے۔ اسماعیلی اور ابی نعیم کے ہاں اسی طرح ہے۔

زرکشی کہتے ہیں۔ الدین کے لفظ پر اس روایت میں نصب ہی ہے۔ الا غلبه ای علیه الدین ضمیر کا مرجع دین ہے۔

وعجز دین کے طرق کثیر ہونے کی وجہ سے وہ تعمق کرنے والا عاجز آ جائے گا۔ ہر وقت میں تمام کا قیام ممکن نہیں کیونکہ وقت دو عملوں کو قبول نہیں کرے گا اور انسان کے سینہ میں ایک ہی دل ہے۔

الغَدوہ: دن کے پہلے حصہ میں جانا یہ الغَدو سے یار کے معنی میں آتا ہے اور روحہ بھی اسی طرح الروحہ: ایک بار شام کا چلنا۔ عبارت میں کچھ تسامح ہے۔

سیوطی کہتے ہیں الغَدو شروع دن میں چلنا اور غدوۃ ایک بار کا چلنا اور غُدوۃ صبح کا نماز اور طلوع آفتاب کا درمیانی وقت۔

الدلجة: بعض اہل لغت رات کے پچھلے حصہ میں چلنا کہتے ہیں۔ صاحب قاموس کہتے ہیں تمام رات چلنے کو کہتے ہیں۔

قاضی عیاض کہتے ہیں اہل لغت میں ادلج اور اِدلاج میں فرق ہے: ① تمام رات چلنے کو کہتے ہیں۔ دَلجہ اور دُلجہ دونوں کا معنی ایک ہے یہ دو لغات ہیں: ② ادّلج رات کے پچھلے حصہ میں چلنا اور اَدلج: تمام رات چلنا' عرب کہتے ہیں سار

دُلجة: وہ رات کی ایک گھڑی چلا۔ الدَّلجُ و الادْلا ج دَلْجَةً: تمام رات چلنا اور ادلاج اور دُلجہ رات کے پچھلے حصہ میں چلنا۔ روایت ہجرت میں ہے فیدلج من عندهما سحراً (شرح المشارق للقاضی)

**بلاغت**: استعینوا یہ استعارہ ہے تا کہ ایک نشاط کے قریبی اوقات کو استعمال کر کے اپنے مقصود کو پالے وہ مسافر کی طرح ہے۔ جو ایسے اوقات میں سفر کرتا ہے جن میں سواری کا جانور نشاط میں ہوتا ہے اور منزل سے قریب تر راہوں سے سفر طے کرتا ہے۔ پھر اس سے استعارہ فعل میں سرایت کر گیا یہ استعارہ مصرحہ تبعیہ ہے۔ یہ تمثیل ہے وہ اس طرح کہ راہ چلنے والا اپنے وقت پر آرام کرتا اور نشاط و فراغت کے اوقات میں استراحت کرتا اور کبھی راہ میں اتر تا اور اوقات نشاط میں مقصد تک پہنچنے کے لئے کبھی کوچ کرتا ہے۔ نووی کے کلام میں واو او کے معنی میں ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نووی اس کو استعارہ تمثیلیہ قرار دیں واللہ اعلم۔ مطلب یہ ہے تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اعمال سے اوقات نشاط میں مدد لو۔ وہ وقت نشاط صبح و شام کے اوقات ہیں۔

فراغ قلوبکم: سے رات کا وقت مراد ہے۔ بحیث تستلذون الطاعه کہ طاعت سے لذت حاصل ہو اگر چہ وہ فی حد ذاتہا مشکل ہے مزید نشاط اور تا کہ اس سے مزید نشاط اور صفائی ان چیزوں سے دل کو حاصل جو عبادت کی خوبیوں میں جلاء سے مانع ہیں۔

و لا تسامون اور تم نہ اکتاؤ گے کیونکہ نشاط میں ہو گے اور دل بھی فارغ ہو گا۔

مقصود کم: یعنی اداء عبودیت حسب طاقت کر سکو۔

الاوقات سے وہ اوقات مراد ہیں جن میں چوپائے نشاط میں ہوتے ہیں اور ہوا بھی مناسب ہوتی ہے اور اس سے سفر زیادہ طے ہو پاتا ہے جو دوسرے اوقات میں طے نہیں ہوتا۔

**تخریج**: اخرجه البخاری (۳۹) والنسائی (۵۰۴۹) وابن حبان (۳۵۱) والبیهقی (۱۸/۳)

**الفرائد**: ① عبادت میں میانہ روی مناسب ہے۔ ② اپنے نفس کو اتنا نہ تھکائے کہ عاجز ہو کر دوام عمل سے دستبردار ہونا پڑے۔ ③ اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کو حسی سفر سے تشبیہ دی گئی ہے۔

**۱۴۶**: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَسْجِدَ فَاِذَا حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ: مَا هٰذَا الْحَبْلُ؟ قَالُوْا: هٰذَا حَبْلٌ لِّزَيْنَبَ فَاِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهٖ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ فَاِذَا فَتَرَ فَلْيَرْقُدْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دو ستونوں کے درمیان ایک رسّی بندھی ہوئی پائی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ رسّی کیسی ہے؟ انہوں نے بتلایا یہ زینب کی رسّی ہے۔ جب تھک جاتی ہے تو اس سے لٹک جاتی ہے (سہارا لیتی ہیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو کھول ڈالو ہر کوئی طبیعت کے نشاط کی حالت میں نماز پڑھے جب سستی پیدا ہو تو سو جائے''۔ (متفق علیہ)

**تشریح**: السارِیتین: مسلم کی روایت میں یہ نکرہ ہے اور اس کے بعد من سواری المسجد کے الفاظ ہیں۔ گویا کہ وہ دونوں ستون جانے پہچانے تھے۔

ما ھذا الحبل: یہ رسی کیا ہے یعنی اس رسی کو یہاں باندھنے کا کیا مقصد ہے۔ قالوا: حاضرین نے کہا۔ لزینب: ابن حجر کہتے ہیں شارحین نے زینب بنت جحش لکھا ہے مگر مجھے اس کی صراحت نہیں ملی۔ البتہ بعض قرائن ایسے ہیں ایک قرینہ یہ ہے کہ ابو داؤد نے اپنے ایک شیخ سے زینب بنت جحش نقل کیا اور دوسرے سے حمنہ بنت جحش۔ یہ قرینہ ہے کہ وہ زینب بنت جحش ہیں۔ امام احمد نے حمنہ بنت جحش نقل کیا۔ شاید ایک کی طرف رسی کی نسبت ملکیت اور دوسری کی طرف استعمال کے لحاظ سے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جحش کی دونوں تغلیباً زینب کہتے ہوں۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں یہ میمونہ بنت حارث کی تھی۔ مگر یہ روایت شاذ ہے اور بعض نے واقعہ کو تعدد پر محمول کیا ہے۔ مسلم نے زینب کے بعد تصلی کے لفظ زیادہ کیے ہیں۔

فتر ت: نماز میں قیام سے جب وہ تھک جاتی ہے۔ مسلم میں کسلت او فترت: کے الفاظ ہیں۔ (متفق علیہ)

ابن حجر کہتے ہیں۔ اس میں عبادت پر میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے اور تعمق سے روکا گیا ہے اور نماز کی طرف نشاط سے متوجہ ہونے کا حکم ہے اور یہ بھی فرمایا کہ منکر کو زبان و ہاتھ سے دور کرنا چاہیے۔ نیز مسجد میں عورتوں کے نفل نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

تخریج: أخرجه احمد (٤/١١٩٨٦) والبخاری (١١٥٠) و مسلم (٧٨٤) وأبو داود (١٣١٢) والنسائی (١٦٤٢) وابن ماجه (١٣٧١) وابن حبان (٢٤٩٢) وأبو عوانة (٢/٢٩٧/٢٩٨) وابن خزيمة (١١٨٠)

الفوائد: ① عبادت میں تعمق سے گریز کیا جائے۔ ② منکر کو حتی الامکان زبان و ہاتھ سے روکنا چاہیے۔ ③ عورت کا مسجد میں نفل پڑھنا درست ہے۔

١٤٧ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّهٗ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّهٗ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

١٤٧: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب تم میں سے کسی کو نماز پڑھتے ہوئے اونگھ آ جائے اس کو چاہیے کہ وہ سو جائے۔ یہاں تک کہ نیند اس سے دور ہو جائے کیونکہ جب وہ ایسی حالت میں نماز پڑھے گا کہ وہ اونگھ رہا ہوگا تو اس کو خبر نہ رہے گی کہ آیا وہ استغفار کر رہا ہے یا اپنے آپ کو گالیاں دے رہا ہے"۔ (مسلم)

تشریح: نعس: یہ نعس ینعس (ف' ن) نیند کے مقدمات کو نعاس کہتے ہیں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ حاضرین کی بات تو سنے مگر اس کا معنی پورے طور پر نہ سمجھے۔

فلیرقد: نسائی میں فلینصرف ہے وہ لوٹ جائے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ سلام پھیر دے۔ نعاس یہ نوم کا سبب ہے۔ اس کی وجہ سے نماز کو قطع کرنے کا حکم ہے۔ مہلب نے اس کا مطلب لیا ہے کہ غلبہ نوم کی وجہ سے نماز قطع کرے۔ پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر اونگھ کم ہو تو قطع نہ کرے۔

وھو ناعس: پہلے لفظ ماضی لائے یہاں اسم فاعل لائے تاکہ خبردار کر دیں کہ معمولی اونگھ کافی نہیں بلکہ اونگھ اس قدر ہو کہ وہ جو

خود کہتا ہو اس کو سمجھ میں نہ آتا ہو اور جو پڑھتا ہو وہ اس کو معلوم نہ ہوتا ہو۔

**دونوں جملوں کا فرق:** اذا نعس احدکم وھو یصلی اس جملے کا مقصد غلبہ نعاس کو ظاہر کرنا ہے نہ کہ نماز کو کیونکہ سونے کا حکم دینے کی علت یہی ہے اور اس ترکیب میں مقصود اصلی یہی ہے۔ ② صلی وھو ناعس اس جملے میں صلاۃ مقصود ہے نہ کہ اونگھ کیونکہ استغفار کی علت نماز ہی ہے پس وہی ترکیب میں مقصود ہے گویا تقدیر کلام یہ ہے۔ اذا صلی احدکم وھو ناعس یستغفر۔

یذھب یستغفر: یعنی استغفار کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

فیسب نفسہ: وہ اپنے نفس کو بد دعا دے رہا ہو۔

**اَلنَّحْوُ:** اگر مرفوع ہو تو یستغفرہ پر عطف ہے۔ ② نصب کی صورت میں لعل کا جواب ہے۔

عارف باللہ ابو جمرہ نے علت ممانعت ساعت اجابت کو قرار دیا۔ لعل کی ترجی کا تعلق نمازی سے ہے متکلم سے نہیں۔ یعنی وہ نہیں جانتا کہ آیا وہ استغفار کر رہا ہے یا گالی دے رہا ہے حالانکہ وہ تو استغفار کا امیدوار ہے اور فی الواقع اس کا الٹ ہے یعنی اسے تو معلوم ہی نہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

طیبی کہتے ہیں نصب اولیٰ ہے کیونکہ معنی اس طرح ہے شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی مغفرت طلب کر رہا ہے تاکہ وہ پاک ہو جائے پھر وہ ایسی کلام کر رہا ہے جو گناہ لاتی اور نافرمانی پر نافرمانی بڑھاتی ہے تو گویا وہ اپنے کو خود گالی دے رہا ہے۔

لا یدری کا مفعول محذوف ہے یعنی لا یدری ما یفعل: اس کا مابعد جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ فیسب کی فاسببیہ ہے جیسے اس آیت میں ﴿فالتقطہ آل فرعون لیکون لھم عدوا﴾ (متفق علیہ)

**تخریج:** أخرجه مالك في موطئه (٢٥٩) وأحمد (١٠/٢٥٧١٩) والبخاري (٢١٢) و مسلم (٧٨٦) وأبو داود (١٣١٠) والترمذي (٣٥٥) والنسائي ١٦٢) و ابن ماجه (١٣٧٠) و عبد الرزاق (٤٢٢٢) والدارمي (٣٢١/١) والحميدي (١٨٥) وابن حبان (٢٥٨٣) وأبو عوانة (٢٩٧/٢) والبيهقي (١٦/٣)

**الفوائد:** تمام کاموں میں میانہ روی اختیار کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿و کذلك جعلنا کم امة وسطًا ......﴾

۱۴۸: وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ اُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الصَّلَوَاتِ فَكَانَتْ صَلَاتُهٗ قَصْدًا وَخُطْبَتُهٗ قَصْدًا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهٗ: "قَصْدًا": اَيْ بَيْنَ الطُّوْلِ وَالْقِصَرِ۔

۱۴۸: حضرت ابو عبد اللہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ نمازیں ادا کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز درمیانی ہوتی تھی اور آپ ﷺ کا خطبہ بھی درمیانہ۔ (مسلم)

قَصْدًا۔ درمیانہ نہ لمبا نہ مختصر۔

**تشریح** ۞ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو خالد ہے۔ السوائی لقب ہے۔ ہوازن قبیلہ سے ہیں جو معد بن عدنان کی اولاد ہے یہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں۔ ان کی مرویات ۱۴۶ ہیں۔ ۲ متفق علیہ اور ۲۳ میں مسلم منفرد ہیں۔

۶۶ھ میں وفات ہوئی۔

کنت اصلی مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں واللہ لقد صلیت مع رسول اللہ علیہ وسلم اکثر من الفی صلاۃ۔ قصداً یعنی آپ نماز کے مکملات و سکونات کو بلا طول و قصر ادا کرتے۔ خطبہ قصداً یعنی جمعہ وغیرہ کا خطبہ بھی درمیانہ ہونا کیونکہ آپ ﷺ کو جوامع الکلم ملے تھے۔ بہت سے معانی کو مختصر مگر جامع و سہل الفاظ میں جمع فرماتے۔ (مسلم) قصداً جو نہ طویل ہو نہ نہایت درجہ قصیر۔

**تخریج:** اخرجه مسلم (۸٦٦)

۱۴۹ : وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ وَهْبِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اٰخَی النَّبِیُّ ﷺ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَآءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَآءِ فَرَاٰی اُمَّ الدَّرْدَآءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ : مَا شَاْنُكِ؟ قَالَتْ : اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَآءِ لَیْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِی الدُّنْیَا فَجَآءَ اَبُو الدَّرْدَآءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَ لَهٗ : كُلْ فَاِنِّیْ صَائِمٌ قَالَ : مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰی تَاْكُلَ فَاَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّیْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَآءِ یَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ : نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ نَمْ فَلَمَّا كَانَ اٰخِرُ اللَّیْلِ قَالَ سَلْمَانُ : قُمِ الْاٰنَ فَصَلَّیَا جَمِیْعًا فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ : اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَیْكَ حَقًّا ، وَاِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَیْكَ حَقًّا ، وَلِاَهْلِكَ عَلَیْكَ حَقًّا ، فَاَعْطِ كُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ ، فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ "صَدَقَ سَلْمَانُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۴۹: حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے سلمان و ابودرداء کو بھائی بنایا تھا۔ حضرت سلمان نے ایک دن حضرت ابودرداء سے ملاقات کی اور یہ دیکھا کہ ام درداء میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس ہیں۔ سلمانؓ نے کہا تمہیں کیا ہو گیا؟ تو ام درداء نے کہا کہ تمہارا بھائی تو دنیا سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔ ابودرداء آئے تو ام درداء نے ان کے لئے کھانا تیار کیا۔ جب ان کو کہا گیا کہ کھانا کھاؤ تو ابودرداء نے کہا میں تو روزہ سے ہوں۔ سلمان نے کہا میں اس وقت تک نہیں کھا سکتا جب تک تم نہ کھاؤ۔ چنانچہ انہوں نے کھانا کھالیا۔ جب رات ہوئی تو ابودرداء قیام کے لئے تیار ہوئے۔ سلمان نے ان کو کہا تم سو جاؤ وہ سو گئے پھر وہ اٹھنے لگے تو سلمان نے کہا تم سو جاؤ۔ جب رات کا پچھلا حصہ ہوا تو سلمان نے کہا اب اٹھ جاؤ اور نماز ادا کرو۔ پھر دونوں نے نماز ادا کی۔ پس سلمان نے ان کو کہا بے شک تمہارے رب کا تم پر حق ہے اور تمہاری ذات کا تم پر حق ہے اور تمہارے گھر والوں کا تم پر حق ہے۔ ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو۔ پھر وہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات کا تذکرہ کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: "سلمان نے سچ کہا"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ ابو جحیفه: وہب بن عبداللہ ۞ دوسرا قول ابن وہب السوائی۔ یہ ان کے خاندان بڑے سواءۃ بن عامر کی طرف نسبت ہے۔ انہوں نے ۴۵ احادیث روایت کی ہیں جن میں ۲ میں بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ ۲ میں بخاری ۳ میں مسلم

منفرد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت یہ بلوغت کو نہ پہنچے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی عزت کرتے اور ان سے محبت کرتے تھے اور ان پر اعتماد رکھتے تھے ان کو کوفہ کے بیت المال کا نگران بنایا۔ یہ کوفہ میں اترے پھر وہاں اقامت اختیار کی۔ وہاں ۷۳ھ میں وفات پائی۔

آخي النبي صلى الله عليه وسلم: یہ معاہدہ مواخات ایک دوسرے کی مدد اور دینی امور میں معاونت کے لئے تھا۔ سلمان اور ابوالدرداء عویمر انصاری میں بھائی چارہ تھا۔ یہ مدینہ پہنچنے کے ۵ ماہ بعد معاہدہ کیا گیا۔ جبکہ مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ سلمان تو احد کے بعد اسلام لائے اور سب سے پہلے یہ غزوۂ خندق میں شریک ہوئے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے وہ معاہدہ اخوت کی ابتداء تھی پھر جو جو اسلام لاتا ان میں مواخات کرا دیتے۔ یہ لازم نہیں کہ مواخات صرف ایک ہی مرتبہ ہوئی ہو۔

ام الدرداء: الکبریٰ ان کا نام خیرہ بنت حدرد ہے یہ صحابیہ بنت صحابی ہیں ان کی وفات ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے پہلے ہوگئی۔ مبتذلة: محنت و مزدوری کے کپڑے پہننے والی تھیں مطلب یہ ہے کہ زینت کا لباس چھوڑنے والی تھیں۔ کشمهينی کہتے ہیں معنی ایک ہے۔ فقال لها ما شأنك: ترمذی کی روایت میں ام الدرداء متبذلہ کے الفاظ زائد ہیں۔ في الدنيا: دارقطنی کی روایت میں: في نساء الدنيا اور ابن خزیمہ میں يصوم النهار و يقوم الليل کے الفاظ زائد ہیں یعنی ابو درداء رضی اللہ عنہ کو دنیا میں عورتوں کی حاجت نہیں وہ دن کو روزہ اور رات کو قیام کرتا ہے۔

له طعاماً: بطور مہمانی و اکرام کے کھانا تیار کیا۔ فقال له: انہوں نے کھانا پیش کئے جانے کے بعد سلمان کو کہا كل انی صائم تم کھاؤ میں روزہ سے ہوں۔ سلمان نے کہا جب تک تم نہ کھاؤ میں نہ کھاؤں گا۔ ان کا مقصد ابو درداء رضی اللہ عنہ کو اس رائے سے پھیرنا اور ان کی بیوی کی شکایت کا ازالہ کرنا تھا۔ فاكل: ابو درداء رضی اللہ عنہ نے اکراماً کھالیا۔ پس ان کا افطار عذر کی وجہ سے تھا جس پر ان کو ثواب ملے گا۔ فلما كان الليل ابن خزیمہ کی روایت میں ثم بات عنده فلما كان الليل پھر وہ رات ان کے ہاں مقیم رہے۔ جب رات کا اول حصہ گزر گیا تو ابو درداء قیام کرنے لگے۔ سلمان نے کہا نم...... آخر الليل جب سحر کا وقت ہوا۔ ابن خزیمہ ترمذی کی روایت میں فلما كان عند الصبح اور دارقطنی میں فلما كان في وجه الصبح۔ جب صبح کا وقت قریب ہوا۔ قال سلمان ..... فصليا دونوں نے نماز پڑھی۔ طبرانی میں فقاما فتوضاء ثم ركعا ثم خرجا الى الصلاة دونوں اٹھے وضو کیا پھر نماز نفل پڑھی۔ پھر نماز صبح کے لئے نکل کر گئے۔ قال سليمان: سلیمان نے میانہ روی کی حکمت اور عبادت میں غلو چھوڑنے کی حکمت بتلائی۔ عليك حقا: تیرے رب کا عبادت والا حکم ہے۔ لنفسك: تیرے نفس کا حق ہے وہ کھانا ہے جس سے تو نفس کی قوت اور نیند کو قائم رکھے گا جس سے جسم کی صحت ہے۔ لاهلك: بیوی کا حق زوجیت ہے۔ ترمذی ابن خزیمہ نے ولضيفك عليك حقا اور دارقطنی نے فصم وافطر و صلّ ونم وآتِ اهلك کے الفاظ ذکر کئے یہ یہاں تفسیر کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔ پس تو روزہ رکھ اور افطار کر نماز پڑھ اور سو اور اپنے اہل کا حق زوجیت ادا کر۔ فاعط كل ذی...... ہر حق والے کو اس کا حق دو۔ فاتى: ابو درداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ ترمذی میں فاتيا کے الفاظ ہیں اور دارقطنی ثم خرجا الى الصلاة۔ فدنا ابو الدرداء ليخبر النبي صلى الله عليه وسلم بالذى قال له سلمان۔ فقال له يا ابا الدرداء ان لجدك عليك حقاً یعنی دونوں آئے آپ نے اطلاع

سے پہلے فرمایا تیرے جسم کا تم پر حق ہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہوا۔ اس طرح دونوں روایتیں جمع ہو سکتی ہیں۔ وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو اطلاع ملی ہو۔ پھر ابوالدرداء نے کھول کر بتلایا ہو۔ صدق سلمان طبرانی کی مرسل روایت میں ہے کہ كان ابو الدرداء يحيى ليلة الجمعه ويصوم يومها فاتاه سلمان یہ وہ جمعہ کی تمام رات جاگتے اور دن کو روزہ رکھتے پس سلمان ان کے ہاں آئے پھر واقعہ نقل کیا آخر میں پھر اضافہ یہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اے عویمر سلمان تم سے بڑا فقیہ ہے۔ ابونعیم کی روایت میں لقد اوتی سلمان علمًا سلمان کو بڑا علم ملا ہے۔ ابن حجر اس تشریح کے بعد کہتے ہیں۔

**فوائد** حدیث میں کئی فوائد ہیں ① اللہ تعالیٰ کی خاطر مواخذہ جائز ہے۔ ② دوستوں کی ملاقات کرنی چاہئے۔ ③ ان کے ہاں رات کو ٹھہرنا بھی چاہئے۔ ④ ضرورت کے وقت اجنبیہ سے کلام جائز ہے۔ ⑤ مسلمان کو نصیحت اور غفلت پر متنبہ کرنا چاہئے۔ ⑥ آخر لیل کا قیام افضل عبادت ہے۔ ⑦ جب مستحبات سے اکتاہٹ میں ابتلاء کا خطرہ ہو تو ان سے روک دینا چاہئے۔ جبکہ واجب و مستحب حقوق تلف ہوتے ہوں۔ ⑧ ان افعال کا کرنا بطور استحباب ہی ہے۔ اور ممانعت کا تعلق ان سے ہے جو ظلم و عدوان کے طور پر روکے۔ عبادت میں نفس پر اسی قدر بوجھ ڈالنا چاہئے جس قدر وہ طاقت رکھتا ہو۔ ⑩ نفلی روزے کو ضرورت کے وقت افطار کیا جا سکتا ہے۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (۱۹٦۸) والترمذی (۲٤۲۱) وابن حبان (۳۲۰) والبیهقی (٤/۲۸٦)

**الفرائد:** ① اللہ تعالیٰ کی خاطر مواخات مشروع ہے۔ ② ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اسے غفلت سے بیدار کیا جائے۔ ③ رات کا آخری حصہ فضیلت والا ہے۔ ④ عبادت میں نفس پر زیادہ بوجھ نہ لادنا چاہئے۔

۱۵۰ : وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اُخْبِرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ اَقُوْلُ : وَ اللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ ' وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَا عِشْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اَنْتَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ذٰلِكَ؟ فَقُلْتُ لَهٗ : قَدْ قُلْتُهٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : فَاِنَّكَ لَا تَسْتَطِیْعُ ذٰلِكَ فَصُمْ وَاَفْطِرْ ' وَنَمْ وَقُمْ ' وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَذٰلِكَ مِثْلُ صِیَامِ الدَّهْرِ – قُلْتُ : فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ : فَصُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمَیْنِ قُلْتُ : فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ : فَصُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمًا فَذٰلِكَ صِیَامُ دَاوٗدَ ﷺ وَهُوَ اَعْدَلُ الصِّیَامِ وَفِیْ رِوَایَةٍ : "هُوَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ فَقُلْتُ : فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاَنْ اَكُوْنَ قَبِلْتُ الثَّلَاثَةَ الْاَیَّامِ الَّتِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَهْلِیْ وَمَالِیْ" وَفِیْ رِوَایَةٍ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّیْلَ؟ قُلْتُ بَلٰى یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : فَلَا تَفْعَلْ : صُمْ وَاَفْطِرْ ' وَنَمْ وَقُمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَیْكَ حَقًّا ' وَاِنَّ لِعَیْنَیْكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ

عَلَيْكَ حَقًّا ، وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَاِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَاِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرُ اَمْثَالِهَا فَاِذَنْ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ" فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ قُلْتُ :يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَجِدُ قُوَّةً قَالَ :صُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ" قُلْتُ :وَمَا كَانَ صِيَامُ دَاوٗدَ؟ قَالَ :"نِصْفُ الدهر" فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَعْدَ مَا كَبِرَ يَا لَيْتَنِيْ قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَفِيْ رِوَايَةٍ :"اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ الدَّهْرَ وَتَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كُلَّ لَيْلَةٍ" فَقُلْتُ :بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَمْ اُرِدْ بِذٰلِكَ اِلَّا الْخَيْرَ قَالَ :فَصُمْ صَوْمَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ ، فَاِنَّهٗ كَانَ اَعْبَدَ النَّاسِ ، وَاقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ :يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ : فَاقْرَاْهُ فِيْ كُلِّ عِشْرِيْنَ" قُلْتُ :يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ :فَاقْرَاْهُ فِيْ كُلِّ عَشْرٍ " قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ :فَاقْرَاْهُ فِيْ كُلِّ سَبْعٍ وَّلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ وَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّكَ يَطُوْلُ بِكَ عُمْرٌ" قَالَ :فَصِرْتُ اِلَى الَّذِيْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُ اَنِّيْ كُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – وَفِيْ رِوَايَةٍ "وَاِنَّ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا" وَفِيْ رِوَايَةٍ :"لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ" ثَلَاثًا – وَفِيْ رِوَايَةٍ "اَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى صِيَامُ دَاوٗدَ وَاَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى صَلٰوةُ دَاوٗدَ : كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ ، وَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا ، وَلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ :اَنْكَحَنِيْ اَبِيْ امْرَاَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَّكَانَ يَتَعَاهَدُ كِنَّتَهٗ "اَيِ امْرَاَةَ وَلَدِهٖ" فَيَسْاَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا فَتَقُوْلُ لَهٗ : نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَّجُلٍ لَمْ يَطَاْ لَنَا فِرَاشًا وَّلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُنْذُ اَتَيْنَاهُ۔ فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – فَقَالَ : "الْقَنِيْ بِهٖ" فَلَقِيْتُهٗ بَعْدُ فَقَالَ: "كَيْفَ تَصُوْمُ؟" قُلْتُ : كُلَّ يَوْمٍ قَالَ: "وَكَيْفَ تَخْتِمُ؟ قُلْتُ : كُلَّ لَيْلَةٍ وَذَكَرَ نَحْوَ مَا سَبَقَ ۔ وَكَانَ يَقْرَاُ عَلٰى بَعْضِ اَهْلِهِ السُّبْعَ الَّذِيْ يَقْرَؤُهٗ يَعْرِضُهٗ مِنَ النَّهَارِ لِيَكُوْنَ اَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَتَقَوّٰى اَفْطَرَ اَيَّامًا وَّاَحْصٰى وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَتْرُكَ شَيْئًا فَارَقَ عَلَيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- كُلُّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتُ صَحِيْحَةٌ مُعْظَمُهَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَقَلِيْلٌ مِّنْهَا فِيْ اَحَدِهِمَا۔

۱۵۰: حضرت ابو محمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو میرے متعلق بتلایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! میں دن کو روزہ رکھوں گا اور جب تک زندہ رہوں گا رات کو قیام کروں گا۔ رسول اللہؐ نے مجھے فرمایا: ''تم نے یہ باتیں کہی ہیں؟'' میں نے آپؐ سے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں یقیناً یہ

باتیں میں نے کہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم ان کی طاقت نہ رکھ سکو گے۔ اس لئے تم کبھی روزہ رکھو اور کبھی چھوڑو۔ اسی طرح سو جاؤ اور کچھ قیام کرو اور مہینے میں تین دن روزے رکھو اس لئے کہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے پس یہ روزے ہمیشہ روزہ رکھنے کی طرح ہو جائیں گے''۔ میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم ایک دن روزہ رکھا کرو اور دو دن افطار کیا کرو''۔ میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''پھر ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔ یہ داؤدؑ کے روزے ہیں اور یہ سب سے زیادہ معتدل روزے ہیں'' اور ایک روایت میں ہے ''یہ افضل ترین روزے ہیں''۔ میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اس سے زیادہ کوئی افضل نہیں''۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ کاش میں نے ہر ماہ میں تین دن کے روزے قبول کر لئے ہوتے جو آپؐ نے فرمائے تھے۔ تو یہ مجھے اہل و عیال اور مال سے زیادہ محبوب تھا اور ایک روایت میں ہے کہ کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا کہ ''تم دن کو روزہ رکھتے اور رات کو نوافل پڑھتے ہو؟'' میں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ نے فرمایا: ''اس طرح مت کرو۔ روزہ رکھ اور افطار کر۔ سو اور قیام کر کیونکہ تیرے جسم کا تم پر حق ہے۔ تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے۔ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔ تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے۔ تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ تم ہر ماہ میں تین دن کے روزے رکھو۔ پس تمہیں ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا۔ چنانچہ یہ ہمیشہ کے روزے ہوں گے''۔ میں نے سختی کی تو مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم اللہ کے پیغمبر داؤد کے روزے رکھو اور اس پر اضافہ مت کرو''۔ میں نے عرض کیا وہ داؤد کے روزے کیا ہیں؟ تو ارشاد فرمایا: ''آدھی زندگی''۔ حضرت عبداللہ بڑھاپے میں کہا کرتے تھے کاش میں حضور ﷺ کی رخصت کو قبول کر لیتا اور ایک روایت میں ہے کہ ''مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور ہر رات کو ایک قرآن پڑھتے ہو؟'' میں نے عرض کیا جی ہاں۔ یا رسول اللہؐ! میں نے اس سے بھلائی ہی کا ارادہ کیا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''تو اللہ کے پیغمبر داؤد کے روزے رکھ۔ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور ہر ماہ میں ایک قرآن پڑھ''۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبرؐ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں آپؐ نے فرمایا: ''بیس دن میں ایک قرآن پڑھو''۔ میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''ہر دس دن میں ایک قرآن پڑھو''۔ میں نے گزارش کی یا نبی اللہ ﷺ میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''ہر سات دن میں ایک قرآن پڑھو اور اس پر اضافہ مت کرو''۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں میں نے سختی کی مجھ پر سختی کر دی گئی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''تمہیں کیا معلوم کہ شاید تیری عمر طویل ہو''۔ چنانچہ اب میں اس عمر کو پہنچ گیا جو آپؐ نے فرمائی تھی۔ اب جبکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو میں چاہتا ہوں کہ کاش میں نے آنحضرت ﷺ کی رخصت کو قبول کر لیا ہوتا اور ایک روایت میں ہے: ''تمہاری اولاد کا تم پر حق ہے'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''اس کا روزہ نہیں جس نے ہمیشہ روزہ رکھا''۔ یہ تین مرتبہ فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب داؤد کے روزے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو تمام نمازوں میں محبوب ترین نماز داؤد کی ہے۔ وہ آدھی رات سوتے اور رات کا تیسرا حصہ قیام فرماتے اور چھٹا حصہ آرام فرماتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور جب

دشمن سے سامنا ہوتا تو نہ بھاگتے اور ایک روایت میں ہے کہ میرے والد نے میرا نکاح ایک خاندانی عورت سے کر دیا اور میرے والد اپنی بہو کا بہت خیال کرتے تھے اور اس سے اس کے خاوند کے متعلق پوچھتے رہتے تھے تو وہ ان کو کہتی وہ آدمیوں میں اچھے آدمی ہیں۔ انہوں نے ہمارا بستر نہیں روندا اور ہمارے پردے والی چیز کو نہیں ٹٹولا جب سے ہم اس کے ہاں آئے ہیں۔ جب اس بات کا تذکرہ بہت مرتبہ ہو چکا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس کا تذکرہ کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اس کو مجھ سے ملواؤ''۔ چنانچہ اس کے بعد میں آپؐ کو ملا تو آپؐ نے فرمایا: ''تم کیسے روزہ رکھتے ہو؟''۔ میں نے عرض کیا ہر روز۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم قرآن مجید کیسے ختم کرتے ہو؟''۔ میں نے عرض کیا ہر رات اور اسی طرح ذکر کیا جیسے پہلے گزرا۔ حضرت عبداللہ اپنے بعض گھر والوں کو قرآن کا وہ حصہ دن میں سناتے جو رات کو تلاوت کرتے تاکہ رات کو پڑھنا آسان ہو جائے اور جب قوت حاصل کرنا چاہتے تو کئی روز روزہ چھوڑ دیتے اور ان کو شمار کر لیتے اور پھر اتنے روزے بعد میں رکھ لیتے کیونکہ وہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی چیز ان میں سے رہ جائے (جس پر وہ پہلے سے عمل کرتے چلے آ رہے ہیں) جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جدا ہوئے۔ یہ تمام روایات صحیحین کی ہیں ان میں کم حصہ کسی دوسری روایت سے لیا گیا ہے۔

**تشریح** ⁂ **عمرو بن العاص:** اس میں العاصی اور العاص دونوں طرح کتب احادیث میں وارد ہے۔ حافظ کہتے ہیں اصل تو یا کا نہ ہونا ہے۔ اس کا سقوط خواہ اجوف کی وجہ سے ہو یا تخفیف کی وجہ سے۔ اس کی جمع اعیاص آتی ہے اولاً قریش امیہ بن عبد شمس کو العاص اور ابوالعاص اور ابوالعیص کہا گیا۔ یہ عصی سے اسم فاعل نہیں بلکہ معتل العین ہے اس لئے یا کا وصل و وقف کسی صورت میں پڑھنا درست نہیں۔ یہ عصی سے اسم فاعل ہرگز نہیں۔

**اُخبر۔ النھار** اُخبِرَ ماضی مجہول ہے۔ نہار سے ایام عید و تشریق کے علاوہ دن مراد ہیں۔ **اللیل** سے تمام رات ہے۔ **ما عشت۔ ای مدة عیشی** یعنی پوری زندگی۔ ما مصدریہ ہے۔ **انت الذی** یہاں ہمزہ محذوف ہوگا اگر استفہام تقریری مانیں أأنت الذی: الحدیث اور مشار الیہ لاصومن ہے۔

**فانك لا تستطیع:** ابن حجر کہتے ہیں: ① یہ احتمال ہے کہ تم تکلف سے اپنے نفس پر مشقت ڈال رہے ہو کہیں اس سے اہم تر عبادات فوت نہ ہو جائیں اور ہمیشگی نہ کر سکو۔ ② تم مستقبل میں اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے کیونکہ بڑھاپا اور عجز کی عمر آ رہی ہے۔ چنانچہ بڑھاپے میں یہ کہتے تھے کاش میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کو قبول کر لیتا۔ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ تھا کہ وہ اپنے نفس پر کوئی ایسی چیز مقرر نہ کر لیں جس کو بعد میں نبھا نہ سکیں۔ دیگر مقامات پر آپ کی طرف سے اس کی مذمت کی گئی ہے۔

**نم و قم** تاکہ افطار و نیند سے روزے اور قیام پر قوت حاصل ہو سکے۔ اسی لئے افضل صیام داؤد علیہ السلام کے قرار دیئے گئے۔

**صم من الشھر:** یہ سابقہ اجمال کی تفصیل ہے یعنی تین دن کے روزے پورے مہینے کے روزے کے قائم مقام ہوں گے کیونکہ نیکی کا کم سے کم بدلہ دس گنا ہے۔ یہ حسنات میں دس گنا کا اضافہ اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ ظاہر حدیث سے کوئی سے تین ایام سے یہ ثواب مل جائے گا۔ البتہ ان میں سے افضل کون سے ہیں اس میں اختلاف ہے۔ **ذلك** کا مشار الیہ ہر ماہ میں تین دن کے روزے ہیں۔ **مثل صیام الدھر:** اصل ثواب میں ان کی مثل ہیں۔ صیام کے ساتھ جو مرتبہ میں اضافہ ہے وہ

الگ چیز ہے۔ یہ اس لئے قید لگائی تا کہ قلیل ثواب اور کثیر ثواب میں تمام اعتبار سے برابر ہونا لازم نہ آئے۔ قواعد شرع سے اس کا انکار کرتے ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں اس آدمی کو صائم الدھر مجازاً کہا جائے گا۔ قلت انی اطیق افضل من ذلك میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں یعنی میں تین دن سے زیادہ روزے کی طاقت رکھتا ہوں تا کہ اسپر زیادہ ثواب مرتب ہو کیونکہ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں۔ کیونکہ مسلم کی روایت انی اطیق اکثر من ذلك اور بخاری انی لاقویٰ من ذلك اور مسلم کی دوسری روایت میں انّ بی قوۃً اور انی اجلدنی اقویٰ من ذلك کے تمام الفاظ اسی مفہوم پر دلالت کرتے ہیں۔ قال فصم یومًا وافطر یومین قلقشندی کہتے ہیں اس کے بعض طرق میں اس سے پہلے یہ اضافہ ہے۔ اما یکفیك من کل شهر ثلاثه ایام؟ کیا ہر ماہ میں تین دن کافی نہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| قلت یا رسول اللّٰہ قال خمسًا | میں نے عرض کیا یا رسول اللہ | فرمایا پانچ دن کے |
| قلت یا رسول اللّٰہ قال سبعًا | میں نے عرض کیا یا رسول اللہ | فرمایا سات دن کے |
| قلت یا رسول اللّٰہ قال تسعًا | میں نے عرض کیا یا رسول اللہ | فرمایا نو دن کے |
| قلت یا رسول اللّٰہ قال احد عشر | میں نے عرض کیا یا رسول اللہ | فرمایا گیارہ دن کے۔ |

قلت یا رسول اللہ فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم لا صوم فوق صوم داؤد شطر الدهر صیام یوم داؤد افطار یوم میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فرمایا داؤد کے روزوں سے افضل کوئی (نفلی) روزہ نہیں۔ آدھی عمر روزے ایک دن کا روزہ ایک دن کا افطار۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اضافہ تدریجاً فرمایا گیا پس بعض رواۃ نے ذکر کیا بعض نے چھوڑ دیا۔

قلت فان اطیق..... اعدل الصیام کیونکہ افطار کے دن نفس قوت کی کمی کو پورا کرے گا جو روزے سے حاصل ہوئی۔ اس طرح عمل میں مداومت رہے گی۔ یہ اعدل کا لفظ مسلم کا ہے۔ بخاری کے الفاظ افضل الصیام ہیں یعنی صیام دہر سے یہ روزے افضل ہیں۔ متولی کا فتویٰ یہی ہے اس کا راز یہ ہے صیام دہر میں بسا اوقات مفروض حق فوت ہو جاتا ہے تو اس سے وہ روزہ حرام ہو گیا۔ یا کم از کم روزے سے بڑھ کر مستحب چھوٹ جاتا ہے اور اگر کوئی بھی فوت نہ ہو تو پھر عادت کی وجہ سے مشقت بھی نہیں ہوتی۔ جیسا ایک دن افطار اور ایک دن روزہ میں ہوتی ہے۔ تحفۃ القاری میں ہے اگر کسی کا افطار اثنین و خمیسین میں آ جائے جبکہ اس کی عادت ان دونوں دنوں میں روزے کی ہو کیا اس کو ان دونوں دنوں کے روزے کی فضیلت مل جائے گی؟ جواب یہ ہے کہ اس کو فضیلت مل جائے گی۔ کیونکہ اس نے صوم داؤد کی وجہ سے ان دنوں کے روزے کو چھوڑا ہے اور وہ روزہ افضل ہونے کی وجہ سے نقصان کا ازالہ بھی کر دے گا۔

لا افضل من ذلك: متولی نے تو عبداللہ بن عمرو کے ساتھ اسے خاص مانا ہے۔ دوسرے کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ عبداللہ کے لئے تو ان سے افضل کوئی دوسروں کے لئے مسلسل روزے افضل ہیں کیونکہ وحی سے ان کی کمزوری کا حال معلوم ہو گیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپؐ نے حمزہ بن عمرو کو مسلسل روزوں سے منع نہیں فرمایا اگر تمام لوگوں کے حق میں ایسا ہوتا تو اس کی بھی راہنمائی آپ فرماتے کیونکہ موقعہ بیان پر بیان نہ کرنا جائز نہیں۔

ابن حجر فرماتے ہیں: لا افضل میں مساوات کی نفی صراحتہً موجود نہیں۔ مگر عرض یہ ہے کہ بخاری کی روایت میں احب

الصیام الی اللّٰہ صیام داؤد کے الفاظ ہیں اور مسلم نے بھی نقل کئے ہیں۔ اس کا مقتضی یہ ہے کہ روزہ میں اس پر اضافہ فضیلت میں بھی اضافہ کردے گا۔

قال عبداللّٰہ: عبداللہ رخصت کے قبول کر لینے کی تمنا کرتے تھے جبکہ ضعف آ گیا اور التزام میں فرق کا خطرہ ہوا (مگر انہوں نے کمی نہ آنے دی)

النَّحْو : الثلاثۃ الایام الایام پر عطف بیان یا بدل کی وجہ سے نصب ہے۔ جو درست نہیں جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اشارہ فرمایا اور نفس کے بقاء کے لئے اکتفاء کا ارشاد فرمایا۔ احب الی من اھلی و مالی ابن حجر فرماتے ہیں۔ تمنا اور عجز کے باوجود انہوں نے اس پر عمل ترک نہ کیا جس کو اپنے اوپر لازم کیا تھا بلکہ اس میں تخفیف کی ایک قسم اختیار کی جیسا ابن خزیمہ نے ذکر کیا۔ جب بوڑھے ہو گئے تو ان دنوں کا روزہ رکھتے اور ملا کر رکھتے جاتے پھر جتنے دن ملا کر رکھے ہوتے ان کی گنتی کے مطابق افطار کرتے تا کہ روزے پر قوت زیادہ ہو اور فرماتے اگر میں رخصت قبول کر لیتا تو یہ عدول رخصت سے زیادہ پسند تھا۔ لیکن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب جدائی اختیار کی تو اس وقت میں ان پر عمل پیرا تھا اب اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔

ولان اکون کا لفظ مسلم نے نقل کیا ہے۔

وفی روایۃ سے بخاری کی روایت مراد ہے۔ الم اُخبر ہر وہ دن جس میں روزہ رکھا جا سکتا ہو اور ہر وہ رات میں قیام کروں گا۔ مسلم میں یہ الفاظ ہیں: لم ارد بذلک الا الخیر میں نے خیر ہی کا ارادہ کیا ہے۔

قال لا تفعل یہ شفقت کے طور پر فرمایا۔ شاید عبادت کے ثقل سے اکتاہٹ تک معاملہ پہنچ جائے بخلاف نرم معاملے کے کہ وہ دائمی رہتا ہے۔ وافطر ... حقاً بطور مہلت جسم کا حق یہ ہے کہ اس میں ایسی قوت رہنے پائے جس سے عمل میں دوام ہو اور عبادت میں نفس کو تھکانا یہ دوام کو منقطع کر دیتا ہے۔ جیسا ان شیاد والی روایت بتلاتی ہے۔ اس روایت میں عینک اور بقول کشمیہنی یہ تثنیہ کے ساتھ بھی ہے۔ آنکھ کا حق اتنی نیند جس سے بیداری کا زور ٹوٹ جائے۔ زوجہ کا حق اس کے جسم میں اتنی قوت باقی رہے جس سے جماع کر سکے۔ یہ عورت کا حق ہے اس کا مطالبہ کر سکتی ہے جب کسی کو عنین پایا جائے تو مدت مقرر کر لی جائے اگر وہ ازالہ نہ کر سکے تو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ مہمان کا حق اس کی خدمت ہے۔ اسکو مانوس کرنا۔ الزور کا معنی مہمان ہے اس میں مذکر و مونث، واحد و جمع تثنیہ برابر ہیں کیونکہ یہ مصدر اسم کی جگہ مستعمل ہے مثلاً قوم صوم اور یہ بھی ممکن ہے کہ زائر کی جمع ہو۔ اِنْ بِحَسْبِکَ ..... صوم الدھر حسبک کا معنی تیرے لئے کافی ہے۔

النَّحْو : فاذاً یہ ان کے جواب میں تنوین ہے خواہ تقدیراً ہی ہو۔ تین دن سے ہر مہینے کے تین دن مراد ہیں۔ صوم الدہر اصل ثواب کے لحاظ سے فرمایا گیا ہے۔ شیخ زکریا نے فرمایا تقدیر عبارت یہ ہے اگر تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لے گا تو دس گنا بدلہ مل جائے گا۔ فشددت میں نے رخصت کو قبول نہ کر کے اپنے اوپر سختی کی۔ فشُدِّدَ پس سختی کر دی گئی۔ اجد قوۃ میں ایسی طاقت پاتا ہوں جو تین دن سے زیادہ روزے کو برداشت کر سکتی ہے۔ لا تزد علیہ اس پر اضافہ نہ کرو کیونکہ یہ بڑی فضیلت والے ہیں۔

وما کان صیام داؤد ما یہ کان کی خبر ہے اور اسم استفہام کی وجہ سے شروع میں لائے۔ صیام داؤد اسم کان ہے۔ ان کو نصف الدہر بطور تقریب فرمایا۔ صیام منوعہ مستثنیٰ ہیں۔ فکان عبداللّٰہ بڑی عمر کی وجہ سے عمل میں مشقت ہوئی مگر چھوڑنا پسند نہ

کیا۔ رخصة النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد تین دن کے روزے ہیں۔ فی روایۃ اس سے مسلم کی روایت مراد ہے۔ اس میں الم اُخبر: مجہول ہے۔ تقر القرآن سے مکمل ختم کرنا مراد ہے۔ ملی یا وسول کا مطلب یہ ہے کہ میں وہ کرتا ہوں جس کی مجھے خبر دی گئی۔ یہ مطلب نہیں کہ مجھے آپ ﷺ کی بات کی اطلاع مل گئی ہے۔ بذلك کا مشار الیہ پے در پے روز قیام ہے۔ الا الخیر سے اللہ تعالیٰ کا ثواب یا حق عبودیت الوہیت کے لئے قیام۔ قال ایک نسخہ میں فیل فصم صوم داؤد اور یہ اضافہ بھی ہے: بحسبك ان تصوم من كل شهر ثلاثه ايام' قلت يا رسول الله انى اطيق افضل من ذلك' قال فان لزوجك عليك حقا' ولزوجك عليك حقيا' ولجسدك عليك حقًا قال فصم صوم...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سب سے زیادہ عبادت والے تھے۔ اس سے ان کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا بھی لازم نہیں آتا کیونکہ تفضیل موہبت الٰہیہ ہے۔ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حصہ سابقہ روایت کی وجہ سے حذف کر دیا۔ اقرء القرآن سے تہجد میں ایک ماہ میں ختم کرنا ہے۔ جب افضل کا ذکر کیا تو آپ نے بیس راتوں میں ختم کی اجازت دی۔ جب افضل کا مطالبہ کیا تو دس راتوں میں پھر آپ نے سات تک کی اجازت فرمائی۔ یہ اس آدمی کی حالت پر محمول ہے جو اور اشتغالات بھی رکھتا ہو یا معانی قرآن میں تامل والا ہو۔ قال۔ انك لا تدری...... یہ اخبار بالغیب ہے جو کہ معجزۂ نبوت ہے کہ لمبی عمر پانے سے قیام سے شاید عاجز آ جاؤ۔ رخصة النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صیام و قیام دونوں میں تخفیف والی رخصت مراد ہے۔

فی روایه: اس سے مسلم کی روایت مراد ہے۔ ان لولدك عليك حقا وہ حق اولاد کے لئے کمانا اور ان پر خرچ کرنا ہے۔ وَلَدٌ: اگر مفرد ہو تو دونوں منصوب اور اگر وُلْدٌ ہو تو واؤ پر ضمہ سے جمع ہوگا۔

فی روایۃ: بخاری و مسلم کی روایت مراد ہے۔ لا صام من صام الابد: ① ممکن یہ جملہ دعائیہ ہو۔ ② بعض نے کہا حقیقت مراد ہے۔ سارے سال کے روزے رکھنے والا اور ایام ممنوعہ میں افطار نہ کرنے والا مراد ہے۔ ③ اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے روزے کی وجہ سے اپنے کو مشقت میں ڈالا گویا یہ ممانعت عبداللہ کو فرمائی اور آخری عمر میں وہ شدید کمزور بھی ہو گئے مگر حمزہ بن عمرو اسلمی کو اجازت دی۔ (شرح مسلم)

④ یہ اطلاع ہے کہ اس نے روزہ نہ رکھا یعنی اس نے روزے کی وہ مشقت نہ پائی جو دوسرے پاتے ہیں۔ مگر طیبی نے کہا یہ سیاق روایت کے خلاف ہے کہ پہلے ان کو صیام دہر سے منع کر کے پھر تین دن کے روزوں پر آمادہ کیا۔ پھر صیام داؤد پر؟ بہتر یہ ہے کہ امر شرع کی پیروی نہ کرنے والے کے متعلق اس کو خبر مانا جائے۔ ثلاثا: یہ بات تین مرتبہ اس لئے دہرائی تاکہ عبداللہ صیام دہر کو ترک کر دیں کیونکہ وحی سے ان کا مآل معلوم ہو چکا تھا۔

وفی روایۃ: یہ بخاری و مسلم واحمد کی روایت ہے۔ احب الصیام جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ یہ احب کا محبوب کے معنی میں استعمال قلیل ہے۔ کیونکہ اسم تفضیل کا اکثر استعمال فاعل کے فعل کے لئے ہوتا ہے اور جو محبت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اس سے مراد کرنے والے کے لئے ارادۂ خیر یا کثرت ثواب مراد ہے۔

صلاۃ داؤد سے مراد اوقات قیام للصلاۃ ہے کیونکہ دوسری روایت میں احب القیام قیام داؤد کے الفاظ وارد ہیں۔ نصف اللیل تاکہ بدن کو دن کے کاموں کی تھکاوٹ سے آرام دیں۔ ثُلُثَه سے مراد تجلیات الٰہی کا وقت جب هل من مستغفرٍ کا

اعلان ہوتا ہے۔ نیام سُدُسَه: قیام کی تھکاوٹ سے سکون مل جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے بیضاوی نے سورۂ ص میں قیام داؤد کو نصب لیل کہا اس کا مطلب قیام کی ابتداء ہے کل مدت مراد نہیں ہے۔

**یفطر یوماً** تا کہ غذا سے ضعف صوم کا ازالہ ہو۔ اس کے احب ہونے کی وجہ یہی ہے کہ نفس کو سہولت دی اور عبادت پر بھی مداومت ہوگئی۔ قوی نفس کی بقاء کے ساتھ ساتھ اداء عبادات اور مجاہد مع کفار کا موقعہ بھی مل گیا۔

**کان لا یفر اذا لاقی** نفس کی قوت کو محفوظ رکھنے کی وجہ سے فرار نہ تھا۔ نسائی کے الفاظ زائد ہیں: **و اذا وعد لم یخلف** حافظ نے اس کو دوسروں کے متعلق خیال کیا ہے اس مقام سے مناسبت یہ ہے کہ ممانعت اس لئے فرمائی تا کہ جس کو وہ بطور التزام اختیار کر رہے ہیں اس سے عاجز نہ رہ جائیں۔ التزام کی خلاف ورزی وعدہ خلافی جیسی ہے۔ **و فی روایة** اس سے بخاری کی روایت مراد ہے۔ بخاری نے تفسیر میں نقل کیا **ذات حسب** سے مراد آبائی شرف والی۔ یا اچھے افعال اور اچھے خاندان والی۔ **الکنته** سے یہاں بیٹے کی بیوی مراد ہے۔ لغت میں بہو اور بھائی دونوں مراد ہوتی ہیں۔ **بعل** خاوند۔ **فتقول له** ثناء و شکر میں تعریض شکایت کی **نعم الرجل**۔ **لم یطالنا فراشا** بستر میں اس کے ساتھ سونا۔ **و لم یفتش** یہ امتناع جماع سے کنایہ ہے۔ **کنف** سے مراد عدم قرب ہے۔ **فلما طال ذلك عدیه** شروع میں اس عورت کی اس میں رضا محسوس کی مگر بار بار دہرانے سے معلوم کر لیا کہ لڑکے سے متعلق بات ہے۔

**فقال الْقِنِی به** فتح الباری میں ہے کہ نسائی و ابن خزیمہ میں عبداللہ سے یہ الفاظ نقل کئے کہ میں والد سے ملا تو انہوں نے مجھے بیوی کے متعلق سمجھایا مگر میں نے التفات نہ کی تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو کہو مجھے ملے۔ احمد کی روایت میں ہے کہ انہوں نے میری شکایت کی۔ بخاری میں ابوالملیح کی روایت سے یہ الفاظ ہیں۔ **ذکر للنبی صلی اللہ علیه وسلم صومی فدخل علی فالقیت له وسادة** دوسری روایت میں **بلغ النبی صلی اللہ علیه وسلم انی اسرد الصوم و اصلی اللیل فاما ارسل الی و اما لقیته** آپ کو میرا دن کا روزہ اور رات کا قیام پہنچا تو یا تو آپ نے پیغام بھیجا یا میری آپ سے ملاقات ہوگئی۔

ابن حجر کہتے ہیں ان کو اس طرح جمع کر سکتے ہیں کہ اپنے والد سمیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے ہوں گے اور آپ سے مکمل بات نہ کر سکے ہوں۔ پھر تاکید کے لئے پھر آپ کے مکان پر گئے ہوں تو آپؐ نے فرمایا: **فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم۔**

**یقروہ باللیل** جس کو وہ رات پڑھنے کا ارادہ کرتے۔ **لیکون** تا کہ قریب دہرانے کی وجہ سے قرأت میں تخفیف ہو۔ **احصر** جتنے دن چھوڑتے ان کو شمار کرتے پھر ان کی تعداد دنوں کا روزہ رکھ لیتے۔ **فارق علیه** تا کہ نبوت کے زمانہ والے قیام میں فرق نہ آئے۔

**تخریج**☆: أخرجه احمد (۶۵۰۱ ۔ ۶۸۹۷ ۔ ۲/) والبخاری (۱۱۳۱) و مسلم (۱۱۵۹) وأبو داود (۴۳۲۷) و عبدالرزاق (۷۸۶۲) والطیالسی (۲۲۵۵) والترمذی (۷۷۰) والنسائی (۲۰۹/۴) و ابن حبان (۳۵۲) والبیهقی (۱۶/۳) وغیرهم من ائمة الحدیث الشریف۔

١٥١: وَعَنْ اَبِیْ رِبْعِیٍّ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِیْعِ الْاُسَیِّدِیِّ الْکَاتِبِ اَحَدِ کُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَقِیَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: کَیْفَ اَنْتَ یَا حَنْظَلَةُ؟ قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ! قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ: نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یُذَکِّرُنَا بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ کَاَنَّا رَاْیَ عَیْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَنَلْقٰی مِثْلَ هٰذَا، فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "وَمَا ذَاكَ؟" قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَکُوْنُ عِنْدَكَ تُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ کَاَنَّا رَاْیَ الْعَیْنِ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اَنْ لَّوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَا تَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ وَفِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَائِکَةُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنْ یَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهٗ "رِبْعِیٌّ" بِکَسْرِ الرَّاءِ "وَالْاُسَیِّدِیُّ" بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّیْنِ وَبَعْدَهَا یَاءٌ مُّشَدَّدَةٌ مَکْسُوْرَةٌ وَقَوْلُهٗ: "عَافَسْنَا" هُوَ بِالْعَیْنِ وَالسِّیْنِ الْمُهْمَلَتَیْنِ: اَیْ عَالَجْنَا وَلَاعَبْنَا۔ "وَالضَّیْعَاتُ" الْمَعَایِشُ۔

١٥١: حضرت ابو ربعی حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے ایک کاتب ہیں، روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے پوچھا حنظلہ تم کیسے ہو؟ میں نے کہا حنظلہ منافق ہو گیا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ﷺ ہمارے سامنے جنت اور دوزخ کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں کہ گویا ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے باہر نکل آتے ہیں اور بیوی، بچوں اور دنیا کے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں تو ان میں سے بہت سی چیزیں بھول جاتے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم اس جیسی باتیں تو ہمیں بھی پیش آتی ہیں۔ چنانچہ میں اور ابوبکر چل دیے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ پھر میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنظلہ منافق ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ کیا بات ہے؟“۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے جنت اور دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں تو گویا ان کو ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے نکل کر جاتے ہیں اور ہم بیوی بچوں اور دنیاوی کاروبار میں مشغول ہو کر بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا: ”مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہو جس میں تم میرے پاس ہوتے اور ذکر میں (ہر وقت) مشغول رہو تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں اور راستوں میں مصافحہ کریں۔ لیکن اے حنظلہ وقت وقت کی بات ہے“ اور یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔ (مسلم)

رِبْعِیٌّ :الْاُسَیِّدِیُّ :
عَافَسْنَا : کام کاج اور کھیل میں مصروف ہونا۔
اَلضَّیْعَاتُ : گزر اوقات کے اس۔

**تشریح** ✿ حنظلہ بن ربیع بن صیفی بن رباح بن حارث بن مخاشن تمیمی الاسیدی یہ کاتبین وحی میں سے تھے۔ان کی کنیت ابی ربعی ہے' والد کا نام الربیع معروف ہے بعض نے ربیعہ کہا ہے۔کاتبین وحی کے نام ابن سید الناس نے اسطرح ذکر کیے۔

خلفاء اربعہ' عامر بن فہیرہ' خالد بن سعید بن العاص بن ابی اُحیحہ' ابان بن سعید بن العاص' سعید بن العاص' سعید بن ارقم زہری' عبداللہ بن ارقم زہری۔(محمد میاطی نے سعید اور عبداللہ جو ارقم زہری کے دونوں بیٹے ہیں ان کا نام ذکر کیا ہے )حنظلہ بن ربیع اسیدی' ابی بن کعب' ثابت بن قیس بن شماس' زید بن ثابت' شرحبیل بن حسنہ' معاویہ بن ابی سفیان' مغیرہ بن شعبہ' عبداللہ بن زید' جریم بن صلت' زبیر بن العوام' خالد بن الولید' علاء بن الحضرمی' عمرو بن العاص' عبداللہ بن رواحہ' محمد بن سلمہ' عبداللہ بن عبداللہ بن ابی' معیقیب بن ابی فاطمہ' عبداللہ بن سعد بن سرح العامری' عبداللہ مرتد ہو گیا پھر یہ آیت اتری: ' و من اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذبًا'۔ پھر فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔پھر ان سے کوئی حرکت سرزد نہیں ہوئی۔سجدہ کی حالت میں وفات ہوئی۔
بعض کتب میں یہ نام بھی لکھے ہیں۔

طلحہ' یزید بن ابی سفیان' ارقم بن ابی ارقم' زہری' علاء بن عقبہ' ابو ایوب انصاری' خالد بن زید' بریدہ بن حصیب' حصین بن نمیر' ابو سلمہ مخزومی' عبداللہ بن عبدالاسد' حویطب بن عبدالعزیٰ' ابوسفیان بن حرب' حاطب بن عمرو۔ابو داؤد نے ابن عباس سجیل کا نام لکھا ہے(مگر یہ روایت ثابت نہیں )ابن وحیہ' بنی نجار کا بے نام آدمی یہ وحی لکھتا تھا پھر نصرانی ہو گیا جب مر گیا تو زمین نے اس کو قبول نہ کیا۔ (سیرۃ ابن سید الناس)

ابن اسحاق کہتے ہیں حنظلہ کو اہل طائف کے پاس سفیر بنا کر بھیجا گیا کہ آیا وہ صلح چاہتے ہیں یا کچھ اور؟ جب یہ ان کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا: ان جیسے لوگوں کی اقتداء کرو'۔ پھر یہ قرقیس کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ انہوں نے تین روایات نقل کی ہیں۔ایک میں مسلم منفرد ہیں اور وہ یہی روایت ہے۔دو متفق علیہ ہیں۔

نافق حنظلۃ ان کو اپنے متعلق نفاق کا وسوسہ پیدا ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان پر خوف کی خاص کیفیت طاری ہوتی جس سے کمال مراقبہ اور فکر آخرت اور توجہ آخرت کا دروازہ کھلتا جب وہ وہاں سے نکل کر اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتے تو کیفیت جاتی رہتی۔انہوں نے اس کو نفاق سے تعبیر کیا لغت میں نفاق ایسی چیز ظاہر کرنا جس کے خلاف اندر ہی چھپائے ہوئے ہو۔قال: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میری بات سن کر تعجب کیا اور سبحان اللہ کہی اور کہا ما تقول تم غور کرو کیا بول رہے ہو۔

**النحو** :ما استفہامیہ ہے یہ تقول کا مفعول مقدم ہے۔یذکرنا بالجنۃ والنار کانا رای العین گویا ہم جنت و دوزخ کو کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

قرطبی نے رأی العین کو منصوب اور قاضی نے مرفوع کہا مصدر کی صورت میں نصب صحیح ہے۔

فاذا ... الضیعات فافسا کا معنی ملنا جلنا۔ضیعات جمع صیغۃ آدمی کی معیشت کا ذریعہ خواہ مال ہو یا پیشہ یا کاریگری۔

ففینا جب وہاں سے نکل کر ان امور میں مشغول ہوتے ہیں تو مجلس نبویؐ والی حالت جاتی رہتی ہے۔ قال ابو بکر ..... قرطبی کہتے ہیں اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ یہ حالت ہمیشہ رہتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ اہل و مال کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ مگر ان کا یہ قول غلط ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں مگر وہ بھی اس فطرت سے خارج نہیں اور دوام ذکر اور عدم تھکاوٹ تو فرشتے کی فطرت ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے اس عالم انسانی میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ تمکین انسانوں کے دلوں میں ڈال دی اور ان کا مشاہدہ تکالیف میں رکھ دیا اور اس کا راز یہ ہے کہ یہ عالم انسانی فرشتوں اور جنات کے درمیان ہے۔ فرشتوں کی بھلائی میں قدرت اس طرح ہے کہ وہ وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم ملتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿یسبحون اللیل والنھار ولا یفترون﴾ اور شیاطین کو شر و اغواء میں اس طرح قدرت ہے کہ جو ان کو حکم ملا اس کا الٹ کرتے ہیں۔ یہ عالم انسانی رنگا رنگی کا جہاں ہے۔ اس کو اختیار دیا ہے بے پروا کرتا' باقی رکھتا اور مشاہدہ کرتا اور گم کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا: ولکن یا حنظلة ساعة و ساعة اے حنظلہ یہ گھڑی گھڑی کی بات ہے۔ حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ میں وعلی العاقل ان یکون له ساعات۔ ساعة یناجی فیھا ربه وساعة یحاسب فیھا نفسه وساعة یفکر فیھا فی صنع اللّٰہ الیه وساعة یخلو فیھا لحاجته من مطعم و مشرب انسان اپنے اوقات کو تقسیم کرے ایک وقت میں وہ اللہ کو پکارے' ایک گھڑی اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور ایک گھڑی میں اللہ تعالیٰ کی صنعت پر غور کرے ایک گھڑی میں کھانے پینے کی فکر کرے"۔

کمالات اس طرح ملتے ہیں اس کے علاوہ خواب و خیال ہیں۔

فانطلقت ..... ماذاك وہ کیا بات ہے جس سے وہ منافق ہوا؟ کہ آپ کی تذکیر مجلس میں کمال خوف حاصل ہوتا اور آخرت کی طرف پوری توجہ ہوتی ہے۔ فنسینا کثیرا یہ حالات طیبہ ہم سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اس اختلاف حالت کو حنظلہ نے نفاق سے تعبیر کیا۔ ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ تمہیں اس حالت کے دوام کا مکلف نہیں بنایا گیا جو میرے پاس موجودگی میں ہوتی ہے اور یہ حالت کا اختلاف نفاق نہیں ہے۔ والذی نفسی ..... علیه عندی ..... طرفکم اگر آخرت کی طرف توجہ والی یہ حالت ہر وقت باقی رہے تو فرشتے راستوں پر تم سے مصافحہ کریں۔ قرطبی کہتے ہیں۔ فرشتوں کا مصافحہ دو باتوں پر موقوف ہے: (۱) اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ جنت کا مشاہدہ۔ (۲) اس حالت کا دوام۔ مطلب یہ ہے کہ اس بات پر قدرت اس وقت مل سکتی ہے جب تمام امور کا مشاہدہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے کرے جب جنت دیکھ لے گا تو اس کی نعمتیں اور اس کا حسن خود نظر آ جائے گا کیونکہ وہ قرب الٰہی کا مقام ہے۔ پس اس کی جدائی اس کے جمع میں اور اس کی عطا منع میں ہوگی۔ جو مشاہدہ والا ہوگا فرشتے اس کی جلد پہچان کر کے اس کا اکرام' احترام اور اس سے مصافحہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ موقعہ ہمیں بھی عنایت فرما دے آمین ثم آمین۔

ساعہ ایک وقت اداء عبودیت کا ہے اور ساعة ایک گھڑی انسانی ضروریات کو پورا کرنے والی ہے۔ یہ تین بار دہرایا تا کہ نفاق والا وسوسہ دور ہو جائے۔ (رواہ مسلم) امام بخاری فرماتے ہیں بندے کا حال وہی سر میں اس کا مقام اور دل اور صفت میں اس کا شہود ہو۔ مطلب یہ ہے جو اس حالت میں ہوگا تو یہ حالت اس کو لازم رہنے والی ہے کسی حال میں اس سے جدا نہیں ہوئی اور نہ وہ اس سے منتقل ہوتا ہے۔ باقی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہوئے جو کیفیت ہے یہ مواجید ہیں جو آتے جاتے

ہیں کیونکہ مواجید وہ عوارضات ہیں جو عالم اسرار میں خارج سے پختہ ہو جاتے ہیں۔

بعض اکابر عارفین نے فرمایا: وجد تو زوال پذیر ہے اور معرفت قائم رہنے والی ہے زائل نہیں ہوتی اور حال وہ ہے جو سر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجودگی میں خلاف عادت پایا جائے۔ پھر وہاں سے چلے جانے سے زائل ہو جائے اور آپ کے پاس ہوتے ہوئے اس کا پایا جانا وہ آپ کی قوت سر اور حق کا دبدبہ ہے۔ کیا تم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول پر نظر نہیں ڈالتے کہ ہم نے دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ ہی جھاڑے تھے کہ دلوں کی کیفیت میں فرق پایا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ دبدبہ نبوت ان سے زائل ہو گیا جو کہ اعداء کو مقہور کرتا اور اولیاء کو کھینچتا ہے۔ پس غلبہ کو ابوجہل کے اس واقعہ میں دیکھو کہ مظلوم کو اس کے اونٹوں کی قیمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس نے فوراً ادا کی اور جس غلبہ حق کو صحابہؓ پاتے تھے وہ حق کا اپنی طرف کھینچنا تھا (اور اس کو صوفیاء تصرف کرتے ہیں) جس کی وجہ سے کوئی اشیاء سے ہٹ جاتے اور یہ جذب حال کے بغیر ہی ہوتا رہتا۔ جب وہ آپ ﷺ کی مجلس سے لوٹ جاتے تو وہ اپنے احوال کی طرف لوٹ جاتے اگر جذب کی وہ کیفیت باہر بھی قائم رہتی تو فرشتے ان سے مصافحہ کرتے اور حال نہ بننے کی وجہ سے فرشتوں سے مصافحہ نہیں ہوا۔ مجلس میں یہ غلبہ حق کی حالت تھی۔ اگر یہ ان کا حال بن جاتا تو یہ قائم رہتا۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہوتا اور اللہ تعالیٰ اپنے ہبہ کو واپس نہیں لیتے اور نہ کرامت کو سلب کرتے ہیں (کتاب الاخبار بفوائد الاخیار)

**الاُسَیدی** قاضی عیاض نے اس کی نسبت بنی اسید کی طرف کی ہے جو بنو تمیم کا ایک خاندان ہے۔ شارح مسلم ابی نے لکھا کہ حنظلہ بن الربیع اسید صحابی ہیں جو الکاتب کے لقب سے مشہور ہیں اسید بن عمرو بن تمیم کی اولاد سے ہیں۔

**عافسنا** یہ اصل میں معروف ہے اس کا معنیٰ مشغول ہونا اور نووی نے عافسنا کی روایت کو لے کر **ملاعبت بالاولاد واھل** اس کا ترجمہ کیا ہے۔

**الضَّیعات** اسباب معاش کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انسان کو ضائع ہونے سے حفاظت کرتے ہیں۔

**تخریج**☆: أخرجه مسلم (۲۷۵۰) و الترمذی (۲٤۵۲) و ابن ماجه (٤۲۳۹)

۱۵۲ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَيْنَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَاَلَ عَنْهُ فَقَالُوا اَبُوْ اِسْرَآئِيلَ نَذَرَ اَنْ يَّقُوْمَ فِي الشَّمْسِ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُوْمَ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"مُرُوْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۵۲: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اچانک آپ ﷺ کی نگاہ ایک کھڑے آدمی پر پڑی۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بتلایا کہ یہ ابواسرائیل ہے۔ جس نے نذر مانی ہے کہ وہ دھوپ میں کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں اور نہ سایہ لے گا اور نہ گفتگو کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اس کو کہہ دو کہ وہ بات کرلے اور سایہ میں ہو جائے اور بیٹھ جائے اور روزہ کو مکمل کرے"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ تسال عنه آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام اور سبب قیام پوچھا۔ ابو اسرائیل یہ کنیت ہے۔ ان کا نام یُسَیْر جویُسر کی تصغیر یہ انصاری صحابی ہیں۔ **لا یقعد و لا یستظل** نہ بیٹھے گا اور دھوپ میں کھڑا رہے گا۔ **لا یتکلم** وہ ذکرو تلاوت کے علاوہ کلام نہ کرے گا۔ **فیتکلم** خاموش رہنے کی نذر ہماری شریعت میں جائز نہیں۔ **لیقعد** نماز کے علاوہ البتہ جو نماز نفل میں قیام کی نیت کرلے اس پر لازم ہو جائے گا۔

ولیتم صومه کیونکہ روزہ تو پہلے بھی قربت الٰہی ہے جو کسی اطاعت کی نذر مانے تو وہ اطاعت ضرور کرے۔ دوسرے کام نہیں۔ (رواہ البخاری) ابن رجب کہتے ہیں کہ جس کسی نے ایسے عمل کو کرنے کی نذر مانی جو اللہ تعالیٰ نے نیکی کا نہ بنایا ہو تو اس کا وہ عمل مردود ہے اور ہر وہ چیز جو عبادت میں قربت کا باعث ہو ضروری نہیں کہ وہ دوسرے مقام میں بھی قربت بن جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر دوران خطبہ ایک آدمی کو کھڑا دیکھا اس نے نذر مانی تھی کہ جب تک آپ ﷺ خطبہ دیتے ہیں میں خطبہ سننے کے لئے کھڑا رہوں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قربت قرار نہیں دیا حالانکہ قیام نماز و اذان عرفات کی دعا کے لئے عبادت ہے۔ اسی طرح محرم کے لئے دھوپ میں نکلنا عبادت ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ جو کسی ایک عبادت میں قربت ہے دوسری عبادت میں اس کا قربت ہونا ضروری نہیں جب تک شریعت سے ثابت نہ ہو۔

(شرح اربعین لابن رجب)

**تخریج**: أخرجه مالك (۱۰۲۹) وأحمد (٦/١٧٥٤٠) والبخاری (٦٧٠٤) وأبو داود (۳۳۰۰) وابن ماجه (۲۱۳٦) والدارقطنی (١٦١/٤) وابن حبان (٤٣٨٥) وابن الجارود (۹۳۸) والطبرانی (۱۱۸۷۱) و عبدالرزاق (۱۵۸۱۷) والطحاوی فی مشکل الآثار ٤٤/٣) والبیهقی (٧٥/١٠)

## ۱۵: بَابٌ فِي الْمُحَافَظَةِ عَلَى الْأَعْمَالِ

## بَابٌ: اعمال کی حفاظت و نگہبانی

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اقتصاد کے بعد یہ باب ذکر کیا کیونکہ اس باب کا حاصل عبادت کو لازم کرنا ہے اور اس کی طرف پہنچنے والا راستہ اقتصاد اور میانہ روی ہے۔ کیونکہ تشدید بسا اوقات عبادت کے ترک تک پہنچاتی ہے جو کہ قابل مذمت ہے۔ یہ ترتیب پہلے امام بخاری کی اختیار کردہ ہے۔ انہوں نے تشدید فی العبادۃ کی کراہت کو ذکر کرتے ہوئے پھر باب ما یکرہ من ترك قیام اللیل لمن کان یقومه لائے۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترتیب کی تحسین کی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ [الحديد: ١٦]

''کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ وہ اللہ کی یاد کے لئے اور اللہ تعالیٰ نے جو حق کی باتیں اتاری ہیں ان

کے لئے ان کے دل جھک جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتابیں دی گئیں اور ان پر زمانہ طویل گزرا تو ان کے دل سخت ہو گئے''۔ (الحدید)

**وَقَالَ تَعَالٰی :**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَّرَحْمَةً وَّرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾

[الحدید:۲۷]

''ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور ان کو انجیل دی اور ان کے لوگوں کے دلوں میں کہ جنہوں نے ان کی اتباع کی شفقت و رحمت ڈال دی اور رہبانیت جس کو انہوں نے خود گھڑ لیا تھا۔ ہم نے ان پر لازم نہ کی تھی مگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو حاصل کرنے کے لئے پھر انہوں نے اس کا اس طرح خیال نہیں رکھا جس طرح خیال رکھنے کا حق تھا''۔ (الحدید)

**وَقَالَ تَعَالٰی :**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا﴾ [النحل:۹۲]

**وَقَالَ تَعَالٰی :**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تم اس عورت کی طرح مت بنو جس نے نہایت محنت سے کاتے ہوئے سوت کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا''۔ (النحل)

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ [الحجر:۹۹]

**وَقَالَ تَعَالٰی :**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور تو اپنے ربّ کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے موت آ جائے''۔ (الحجر)

آیت (۱) الم یان شوق مند ہونا۔ یہ ان صحابہ کرامؓ کے متعلق اتری جنہوں نے مزاح میں کثرت اختیار کی۔ من الحق سے قرآن مجید مراد ہے۔

**النَّحْو** : ولا یکونوا کا عطف تخشع پر ہے۔ اوتوا الکتٰب سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ الامد سے مراد انبیاء علیہم السلام اور ان کے درمیان زمانہ۔

فقست قلوبھم اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے نرم نہ ہوتے۔

آیت نمبر (۲) وقفینا...... رھبانیة بتدعوھا رہبانیت گرجے بنانا اور عورتوں سے مکمل علیحدگی کرنا۔ کواشی کہتے ہیں

رھبانیہ سے پہلے فعل ابتداء محذوف ہے اور یہ ابتدعوا اس کی تفسیر ہے۔ ② بعض نے ماقبل پر اس کا عطف کو جائز کہا اور اس ابتدعوا کے بعد رہبانیۃ کو محذوف مانا ہے۔ ③ بعض نے اس کا ماقبل پر عطف ڈال کر ابتدعوا کو اس کی صفت بنایا تقدیر عبارت یہ ہے: جعلنا فی قلوبھم رأفة ورحمة و رھبانیه مبتدعة حاصل یہ ہے کہ ہم نے ان کو باہمی رحم کی توفیق دی۔ (الکواشی) یہ رہبانیت انہوں نے خود گھڑ لی۔ ہم نے اس کا حکم نہیں دیا۔ الا یہ لیکن کے معنی میں ہے۔ ابتغاء رضوان اس کی رضامندی چاہنے کے لئے اس کے حکم کی پیروی کی اور ممنوعات سے پرہیز کیا۔

فما رعوھا...... اس لئے کہ اکثریت نے چھوڑ دیا اور دین عیسیٰ کا انکار کر دیا اور بادشاہ کے دین میں داخل ہو گئے۔ بہت تھوڑے لوگ دین مسیح پر قائم رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی اس نے اس کا پورا حق ادا کیا اور جو مجھ پر ایمان نہ لایا وہ ہلاکت میں مبتلا ہوگا۔ یہ روایت کواشی نے نقل کرنے سے پہلے لکھا کہ رہبانیت کے موجدوں نے اس کا لحاظ نہ کیا جیسا نذر والا اپنی نذر کا لحاظ کرتا ہے بلکہ اپنے اوپر لازم کی جانے والی طاعات میں کوتاہی برتی۔ کواشی کہتے ہیں اس آیت میں خبردار کیا کہ جو شخص اپنے اوپر کوئی چیز لازم کر لے اور اس پر لازم نہ ہو تو اس کو اس کی تکمیل ضروری ہو جاتی ہے وہ اسے ہرگز نہ چھوڑے ورنہ فسق کے نام کا مستحق ہوگا۔

آیت نمبر (۳) نقضت بگاڑنا۔ دھاگہ توڑنا۔ من بعد قوة اس کو مضبوط کر کے۔

**اَلنَّحْوُ**: انکاثاً یہ حال ہے یا نقض کا دوسرا مفعول ہے کیونکہ وہ جعل کے معنی کو متضمن ہے یا نقضت کا مفعول مطلق ہے۔ اس صورت میں معنی مضبوط کو کھولنا ہوگا۔ یہ مکہ کی ایک احمق عورت تھی جس کا نام ریطہ بنت سعد بن زید منات تھا۔ یہ قریش میں شمار ہوتی تھی۔ جعرانہ میں مری۔ یہ تمام دن دھاگہ کاتتی پھر سر شام اس کو توڑ ڈالتی۔

خازن کہتے ہیں یہ عورت نہ تو کام سے باز آئی اور نہ کام کر کے توڑنے سے باز رہی اسی طرح اس آدمی کا حال ہے جس نے اپنا عہد توڑا نہ اس کو چھوڑا اور نہ معاہدہ کر کے وفاء کی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿واعبد ربك حتى یاتیك الیقین﴾

**الفرائد**: ① ہماری شریعت میں خاموشی کا روزہ حرام ہے۔ ② حرام کی نذر کا پورا کرنا واجب نہیں اور اس کے توڑنے سے کفارہ بھی لازم نہ ہوگا۔

۱۵۳: وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَمِنْهَا حَدِیْثُ عَآئِشَةَ "وَكَانَ اَحَبُّ الدِّیْنِ اِلَیْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهٗ عَلَیْهِ" وَقَدْ سَبَقَ فِی الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

۱۵۳: اس سلسلہ کی احادیث میں سے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔ كَانَ اَحَبُّ الدِّیْنِ اِلَیْهِ مَادَاوَمَ صَاحِبُهٗ عَلَیْهِ جو گزشتہ باب میں گزری۔

**تشریح** ❁ احب الدین: دین سے اس کا عمل مراد ہے۔ ما دام علیه جو بلا انقطاع مسلسل کیا جائے حدیث نمبر ۱۴۲ میں اس کی شرح گزری ہے۔ (متفق علیہ)

۱۵۴: وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ نَّامَ عَنْ حِزْبِهٖ مِنَ

اللَّيْلِ اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَقَرَاَهُ مَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَاَهُ مِنَ اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۴: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ جو شخص اپنے رات کے وظیفے سے یا اس کے کچھ حصے سے سو جائے اور وہ اسے فجر سے لے کر ظہر کی نماز کے وقت کے درمیان میں پڑھ لے تو اس کے لئے لکھ لیا جاتا ہے کہ گویا اس نے رات ہی میں پڑھا''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ من نام عن حزبہ قاضی عیاض کہتے ہیں۔ حِزب اصل میں باری کو کہتے ہیں پھر منتقل ہو کر وہ نماز و قرأت وغیرہ میں استعمال ہونے لگا جو انسان اپنے لئے یومیہ وظیفہ مقرر کر لے۔ چنانچہ ابن ماجہ نے جُزْئہ نقل کیا ہے۔ نسائی نے او کے ساتھ دونوں نقل کئے ہیں۔

**من اللیل...... فقراہ** علامہ بیضاوی نے کہا ذکر میں اسی پر اکتفاء اس لئے معلوم ہوتا ہے یہ وقت افضل ہے اس میں ذکر بھی افضل ہے۔ بقیہ اذکار اس کی مثل ہیں۔ ② اور ممکن ہے اس ثواب میں یہ خاص ہو کیونکہ یکتب کا لفظ آ رہا ہے۔ ③ اور یہ احتمال ہے کہ یہ بطور مثال ہو۔ پس جو بھی فعل و قول ہے وہ اس کی مثل ہے کیونکہ اس نے عہد پورا کر لیا (بیضاوی) قاضی عیاض وعاقولی نے تیسری وجہ کو اختیار کیا ہے۔

**ما بین صلاۃ الفجر......** یہ اس وقت میں پورا کر لیا جائے جبکہ عموماً لوگ عبادت سے غافل ہوتے ہیں۔ **کانما قراہ من اللیل** جیسا رات کی قرأت پر اس کا اجر ثابت ہے۔ اسی طرح اس کا اجر ثابت ہو گیا۔ امام نووی کہتے ہیں صورا دکی مخالفت کرنی چاہئے۔ قرطبی کہتے ہیں: ① یہ فضیلت وہ پاتا ہے جس کا ذکر غلبہ نوم سے رہ گیا ہو۔ ② اس کی نیت قیام کی تھی مگر کسی عذر کی وجہ سے قیام نہ کر سکا۔ روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اجر مکمل اضافہ سمیت ملے گا اور اس کی وجہ حسن نیت اور سچا افسوس ہے۔ **کذا قال بعض شیوخنا۔**

بعض کا قول یہ ہے ممکن ہے اضافہ کے بغیر ملے کیونکہ رات میں پڑھنا افضل و اکمل ہے مگر پہلا قول ظاہر ہے۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (۷٤۷) و أبو داود (۱۳۱۳) والترمذی (۵۸۱) والنسائی (۱۷۸۹) و ابن ماجه (۱۳٤۳)

**الفوائد:** ① رات کے وقت کسی چیز کا ورد بنا لینا درست ہے۔ ② جب رات کو رہ جائے کسی اور وقت ادا کر لیا جائے۔ ③ رات کا عمل تہجد وغیرہ رہ جائے تو اسے نمازِ فجر سے نمازِ ظہر کے درمیان ادا کرنا مستحب ہے۔

۱۵۵: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۵: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عبداللہ تو فلاں کی طرح مت ہو وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے رات کا قیام چھوڑ دیا''۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ فلان اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ستر پوشی کے لئے نام نہیں لیا۔ مذموم بات والے کے نام کی تلاش میں نہ پڑنا چاہئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ معین شخص مقصود نہ ہو۔ صرف عبداللہ کو اس حرکت سے نفرت دلانا مقصود ہو۔

کان یقوم اللیل اکثر روایات میں حذف من کے ساتھ ہے۔ حافظ ابن حجر کا جزم بھی اسی پر ہے۔ ابن عربی کہتے ہیں اس میں کسی نیک کام پر دوام کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ اس کا انقطاع ناپسند ہے اگر چہ وہ واجب نہ ہو۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (۱۱۵۲) و مسلم (۱۱۵۹ / ۱۸۵) والنسائی (۱۷٦۲) و (۱۷٦۳) وابن ماجه (۱۳۳۱)

**الفوائد:** ① عیب والے کا تذکرہ اس لئے تا کہ وہ باز آ جائے جائز ہے۔ ② عادت والے اچھے کام کو برقرار رکھنا درست ہے۔ ③ عادت میں میانہ روی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنا چاہئے کیونکہ شدت ترک کی طرف لے جانے والی ہے۔

۱۵٦: وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَّجَعٍ اَوْ غَيْرِهٖ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ رَكْعَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵٦: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب درد وغیرہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز جاتی رہتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کو بارہ رکعات ادا فرما لیتے تھے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ من اللیل سے نماز تہجد مراد ہے۔ وجع او غیرہ عذر یا غلبہ نیند۔ یہ بارہ رکعت کی ادائیگی قیام لیل کے نقصان کے دفعیہ کے لئے تھی۔ قضاء کے طور پر نہیں کیونکہ آپ ﷺ کی تہجد کی نماز مختلف تعداد میں ادا فرماتے۔ نوافل کی ادائیگی مشروع ہے اس کی دلیل حدیث ابوداؤد ہے جو کہ حسن ہے۔ ترمذی نے اگر چہ اس کی تضعیف کی ہے۔ من نام عن وترہ او سنته فلیصل اذا ذکرہٗ۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (۷٤٦/۱٤۱) والترمذی (٤٤٥) والنسائی (۱۷۸۸)

## ۱٦: بَابٌ فِی الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ وَاٰدَابِهَا

## بَابٌ: سنت اور اس کے آداب کی حفاظت و نگہبانی

**قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر:۷]

"رسول اللہ ﷺ کو جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ"۔ (الحشر)

**وَقَالَ تَعَالٰى:**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى﴾ [النجم:۳،٤]

"آپ ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ تو وحی ہے جو ان کی طرف اتاری جاتی ہے"۔ (النجم)

وَقَالَ تَعَالٰی:
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ [آل عمران: ۳۱]
''آپ فرما دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے اور تمہارے گناہوں کو بخش دیں گے۔ (آل عمران)

وَقَالَ تَعَالٰی:
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ﴾
[الاحزاب: ۲۱]
''البتہ تحقیق تمہارے لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں عمدہ نمونہ ہے۔ اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو''۔ (آل عمران)

وَقَالَ تَعَالٰی:
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ [النساء: ٦٥]
''اور تیرے رب کی قسم ہے وہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ کو اپنا حکم و فیصل نہ مان لیں پھر تمہارے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور پورے طور پر اسے تسلیم کر لیں''۔

وَقَالَ تَعَالٰی:
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾
[النساء: ٥٩]
''اگر کسی چیز کے متعلق تمہارا باہمی جھگڑا ہو جائے تو تم اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو''۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَاهُ اِلَی الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ
علماء نے فرمایا اس کا معنی کتاب و سنت کی طرف لوٹانا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی:
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [النساء: ۸۰]
''جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ [الشوریٰ: ۵۲]
''بیشک آپ ان کی راہنمائی صراطِ مستقیم کی طرف کرتے ہیں یعنی اللہ کے راستہ''۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ [النور: ۶۳]
''چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ ان کو کوئی آزمائش آئے یا ان کو کوئی دردناک عذاب پہنچے''۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلٰى فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ [الاحزاب: ۳۴]
''اور تم یاد کرو جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت کی باتیں تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں''۔

وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ كَثِیْرَةٌ.

آیات اس باب میں بہت ہیں۔

اس باب میں اقوال وافعال سب ہی کو سنت سے تعبیر کیا۔ آداب لفظ سنت کا معنی دیتا ہے مگر یہ تاکید میں اس سے کم درجہ ہے۔ (روضہ)

آیت نمبر (۱) وما اتاکم الرسول اتی اعطی کے معنی میں ہے یعنی مال فئی وغیرہ۔ سیوطی کہتے ہیں اس آیت سے ثابت ہوتا ہے آپ کے اوامر ونواہی کو اپنانا ضروری ہے۔ علماء نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے وہ قرآن میں ہے۔

آیت نمبر (۲) وما ینطق عن الھویٰ جو آپ ﷺ تمہارے پاس لاتے ہیں وہ خواہش نفس سے نہیں لاتے وہ تو وحی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔

آیت نمبر (۳) قل ان کنتم آپ ﷺ کفار کو کہہ دیں کہ تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ تم بتوں کی پوجا تقرب الی اللہ کے لئے کرتے ہو اگر تم اس بات میں سچے ہو تو میری اتباع کرو وہ تمہیں بدلہ دے گا۔ حدیث اعنّی علی نفسك بكثرة السجود سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت حب رسول کو لازم ہے اور بالعکس بھی اور محبت اللہ اور محب الرسول دونوں کا دارومدار

اتباع رسول پر ہے۔

آیت نمبر(۴)لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اقتداء کے لئے۔لِمَنْ یہ لکم سے بدل ہے۔یرجو اللّٰہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔یوم الآخر قیامت کا نام ہے۔

آیت نمبر(۵)فلا وربك لا زائدہ ہے۔شجر مختلط ہو جائیں۔حرجًا: تنگی و شک ویسلموا تسلیما تمہارے فیصلہ کے مطیع ہو جائیں بغیر معارضہ کے۔

آیت نمبر(۶)فان تنازعتم اختلاف کرو۔الی اللّٰہ والرسول سے کتاب وسنت ہے۔آپ ﷺ کی زندگی تک ظاہری معنی مراد تھا۔(جلالین)

آیت نمبر(۷)من یطع الرسول اوامر ونواہی میں۔فقد اطاع اللّٰہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کا حکم دیا ہے۔

آیت نمبر(۸)وانك لتھدی آپ ﷺ کو دی کے ساتھ ان کو دعوت دیتے ہیں۔صراط مستقیم سے دین اسلام مراد ہے۔

آیت نمبر(۹)فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ۔ۂ اللہ تعالیٰ کے حکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے۔باب کے مناسب دوسرا قول ہے۔

آیت نمبر(۱۰)واذکرن امہات المؤمنین کو خطاب کیا گیا ہے۔آیات اللّٰہ و الحکمه سے قرآن وسنت مراد ہے۔

احادیث درج کی جاتی ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَالْاَوَّلُ :

۱۵۷ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "دَعُوْنِیْ مَا تَرَكْتُكُمْ ، اِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَثْرَةُ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰی اَنْبِیَآئِهِمْ – فَاِذَا نَهَیْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۵۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو باتیں میں تمہیں بیان کرنے سے چھوڑ دوں۔ان میں تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔اس لئے کہ تم سے پہلے لوگوں کو کثرت سوال نے ہلاک کیا اور اپنے پیغمبروں سے وہ لوگ اختلاف کرتے تھے۔اس لئے جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم اس سے پرہیز کرو اور جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے اپنی طاقت کے مطابق انجام دو"۔(متفق علیہ)

**تشریح** ۞ قال: یہ خطبہ کے دوران فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا پس تم حج کرو تو ایک آدمی نے کہا۔کیا ہر سال یا رسول اللہ؟ اس پر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔یہاں تک کہ اس آدمی نے یہ سوال کئی مرتبہ دہرایا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: اگر میں نعم کہتا تو لازم ہو جاتا اور تم طاقت نہ رکھتے۔پھر آپؐ نے فرمایا: دعونی مسلم میں ذرونی کے الفاظ ہیں مجھ پر کثرت سے سوالات مت کرو۔ما ترکتکم ما مصدریہ ظرفیہ ہے۔یہاں و ذرتکم کی بجائے ترکتم لائے۔کیونکہ اہل عرب

اسے فقط شعر میں استعمال کرتے ہیں۔ واؤ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے عام استعمال میں اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ودع قلیل الاستعمال ہے جیسا ما ودعك ربك میں اور تخفیف والی قرأت شاذ ہے۔ رہی حدیث دعوا الحبشة ما ودعو کم کا معنی بھی اسی طرح ہے۔

ذرونی کا معنی ان مقامات کی زیادہ تفصیل مت طلب کرو جو بظاہر تو فائدہ مند نظر آئے اور دوسروں کے لئے درست بھی ہو جیسا فحجوا اگرچہ اس سے تکرار کا گمان بھی ممکن ہے مگر لفظ کا ظاہری مصداق تو ایک حج ہے اور اس سے زائد مشکوک خیال ہے۔ اس سے اعراض کیا جائے گا مگر یہاں مقصد یہ ہے کہ کثرت سوالات سے ایسا جواب مل سکتا ہے جو تعب و مشقت والا ہو جیسا بنی اسرائیل کے لئے ہوا۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے متعلق اس قسم کے سوالات کا خطرہ ہوا اسی پر آپ ﷺ نے فرمایا: انما اھلك مسلم کے الفاظ ہیں: فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سوا لهم و اختلافهم۔ اختلاف کے لفظ کو مرفوع پڑھیں گے تو کثرت سوال کی قید سے یہ زیادہ بلیغ ہوگا بخلاف مجرور پڑھنے کے۔ علی انبیائهم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا ضرورت کثرت سوال اور اختلاف حرام ہے کیونکہ ہلاک کی وعید اس کے ساتھ موجود ہے۔ کسی چیز پر وعید کا آنا حرمت اور اس کے گناہ ہونے کی دلیل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے دلوں میں دوری پیدا ہوتی ہے اور دین میں بزدلی آ جاتی ہے اور یہ حرام ہے۔ پس اس کو پیدا کرنے والا سبب بھی حرام ہوگا۔ اور کثرت سوال ضد بازی کو ظاہر کرتا ہے یا کم از کم اس تک پہنچانے والا ہے اور ضد بازی بھی حرام ہے۔

فاذا نهيتكم عن شئی فاجتنبوه اس سے ہمیشہ پرہیز کرو جب تک وہ ممنوع ہے تو اس کا کرنا حرام ہے اور استحباباً ممنوع ہے تو کرنا مکروہ ہے۔ نہی پر عمل تبھی ہو سکتا ہے جب اس کے تمام اجزاء چھوڑے جائیں ورنہ عاصی و مخالف کا مصداق بنے گا اور ممنوعہ چیز کا چھوڑنا یہ عدم کی حالت کو ساتھ رکھنا اور حالت عدم پر استمرار ہے اور اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جو استطاعت سے باہر ہو جس سے انسان کا مکلف ہونا اسے معاف ہو جائے اور کبھی بعض اوقات معصیت کے داعیہ کا قوی ہونا کہ جس کو روکنے کی ہمت نہ رہے یہ نادر ہے اور نادر پر حکم نہیں لگتا۔ اسی لئے ما دام کی قید سے یہ صورت نکل گئی مثلاً مضطر کو مردار کا کھانا اور لقمہ گلے سے اتارنے کے لئے مسکر کا مجبوری میں استعمال۔ مگر یہ اس طرح ممنوع رہتا نہیں۔ و اذا امرتكم..... ما استطعتم یعنی تم میں طاقت ہو کیونکہ اس کا کرنا اس کو عدم سے وجود کی طرف لے جانا ہے۔ یہ شروط و اسباب پر موقوف ہے مثلاً قدرت علی الفعل اور اسباب تو استطاعت میں ہیں اور بعض غیر مستطیع ہیں مگر تکلیف تو ان سے ثابت ہے جو استطاعت میں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا: ﴿لا يكلف الله نفسًا الا وسعها﴾ نووی کہتے ہیں یہ حدیث اس آیت کے موافق مفہوم رکھتی ہے: ﴿فاتقوا الله ما استطعتم﴾ اور اس لئے بھی کہ امور کا دارومدار (فعل) کرنے پر ہے۔ بخلاف منہی عنہ کے وہ تو محض رک جانا ہے اسی لئے فعل کے متعلق فرمایا: فاتوا ما استطعتم اور اس کے بارے میں فرمایا: فاجتنبوا اور یہ اسلام کے قواعد میں سے اہم قاعدہ ہے اور آپ کے جوامع الکلم میں سے ہے کیونکہ اس میں لاتعداد احکام داخل ہیں اور اس روایت اور موافقت والی آیت سے وما اتاكم الرسول فخذوه کے عموم میں تخصیص پیدا ہوگئی اور نص کا مطلب اس طرح ہوگیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو اور امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے: انظروا الذی امرتكم به فاعملوا به والذی نهيتكم عنه فانتهوا عنه (متفق علیہ)

اور امام احمد کی روایت میں الفاظ ہیں: واتمروا ما استطعتم حکم بجالاؤ اپنی استطاعت کے مطابق۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۱/۷۳۷۱) و عبد الرزاق (۲۰۳۷٤) والبخاری (۷۲۸۸) و مسلم (۱۳۳۷) والنسائی (۲٦۱۸) و ابن حبان (۱۸) و ابن خزیمة (۲۵۰۸) والبیهقی (٤/۳۲٦)

**الفرائد**: ① ریاکاری سے آدمی کے دل سے علم کا نور چلا جاتا ہے۔ ② جلد پیش آنے والے مسائل میں مشغول ہونا چاہئے ان مسائل میں نہ الجھے جن کی فی الحال ضرورت نہیں۔

۱۵۸: عَنْ اَبِیْ نَجِیْحٍ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَوْعِظَةً بَلِیْغَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُیُوْنُ فَقُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَاَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا – قَالَ: "اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ تَاَمَّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ، وَاِنَّهُ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ فَسَیَرٰی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ عَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

"النَّوَاجِذُ" بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ الْاَنْیَابُ وَقِیْلَ الْاَضْرَاسُ۔

۱۵۸: حضرت ابی نجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت مؤثر وعظ فرمایا جس سے دل ڈر گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو گویا الوداعی وعظ ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وصیت فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور بات کو سننے اور ماننے کا حکم دیتا ہوں۔ خواہ تم پر کسی حبشی غلام کو امیر مقرر کیا جائے اور ثانی یہ ہے کہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا پس تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی سنت کو لازم پکڑو۔ اس سنت کو کچلیوں (سامنے کے دودانت) سے مضبوط پکڑو اور دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنے سے بچو۔ اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

النَّوَاجِذُ: کچلیاں یا ڈاڑھیں۔

**تشریح** ✿ ابی نجیح عرباض بن ساریہ سلمی ہیں اصحاب صفہ سے ہیں۔ یہ بہت زیادہ رونے والوں سے تھے یہ کہا کرتے تھے کہ میں چوتھے نمبر پر اسلام لانے والوں میں سے ہوں۔ نووی نے محمد بن عوف کا قول نقل کیا کہ عرباض بن ساریہ اور عمرو بن عتبہ دونوں کہا کرتے تھے کہ میں رابع الاسلام ہوں۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کون دوسرے سے پہلے اسلام لایا۔ یہ شام میں چلے گئے اور حمص میں رہائش اختیار کر لی۔ ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے فتنہ کے زمانہ میں وفات ہوئی۔ بعض نے ۷۵ھ نقل کیا ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں ان کی مرویات ۳۱ ہیں۔ سنن اربعہ میں ان سے روایت لی گئی ہے۔ وعظنا دوسری روایت سے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعظ صبح کی نماز کے بعد تھا۔ موعظہ یہ وعظ سے نکلا ہے۔ یہ نصیحت انجام یاد دلانے کو کہتے ہیں۔ اس کی تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ ایک روایت میں اس کے ساتھ بلیغۃ کا لفظ بھی وارد ہے یعنی عظیم الشان وعظ۔ و جلت منها القلوب جس کے سبب دل ڈر گئے۔

النَّحْوُ : من ابتدائیہ بھی ہوسکتا ہے۔ ذرفت منها العیون آنسو بہہ پڑے۔ کانها موعظه مودع صحابہ کرامؓ کے سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تخویف و تحذیر کے معمول سے زیادہ تخویف فرمائی۔ پس انہوں نے گمان کیا آپ ﷺ کی مفارقت قریب ہے کیونکہ عموماً الوداع کہنے والا قول و فعل میں ایسی تاکید سے بات کہتا ہے جو عام آدمی نہیں کہتا۔

مَسْئَلَۃٌ : وعظ میں عادت سے بڑھ کر تخویف سے صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے الوداع ہونے کا مسئلہ معلوم کیا۔ اس سے پس قرائن سے بات سمجھنے کا جواز ثابت ہوا۔

فاوصنا یعنی جامع قسم کی وصیت فرمادیں۔ اوصیکم بتقوی اللّٰہ اس میں تمام امور آخرت جمع کر دیئے کیونکہ تقویٰ تمام اوامر کو انجام دینے اور نواہی سے پرہیز کرنے کا نام ہے اور تمام شرعی احکام اس میں داخل ہیں۔ والسمع والطاعة: ان دونوں کو اکٹھا لایا گیا تا کہ اس مقام کی طرف خصوصی توجہ اور تاکید ہو جائے اور اسی لئے تقویٰ پر اس کا عطف کر کے مزید اہتمام کر دیا گیا کیونکہ تقویٰ اس کو پہلے بھی شامل ہے۔ ② اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ عطف مغائرت کے لئے ہو۔ اس طرح کہ تقویٰ کے واضح ترین مقاصد میں سے اخروی امور کا انتظام ہے۔ اور امامت کا سب سے بڑا مقصد امور دنیا کا انتظام ہے۔ اسی لئے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کی درستی کے احوال کے لئے امیر ضروری ہے خواہ وہ عادل ہو یا فاجر۔ وان تامر علیکم عبد: یہ ضرب المثل ہے جو فرض و تقدیر کے طور پر لائی گئی ہے ورنہ عبد کی ولایت درست نہیں یا اخبار بالغیب کی قسم سے ہے کہ آئندہ زمانوں میں نظام شریعت مختل ہو جائے گا یہاں تک کہ حکومت نا اہل لوگوں کے پاس آ جائے گی اور یہاں اطاعت کا حکم ایسے حالات میں دونوں ضرروں میں سے خفیف کو اختیار کرنے کی قسم ہے۔ وانه من یعش منکم یہ بھی معجزات نبوت سے ہے کہ آئندہ کثرت اختلاف اور منکر کا غلبہ ہو جائے گا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وحی سے منکشف کیا گیا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل نہیں بتلائی البتہ امت کو اس کے متعلق خبردار کیا اور ڈرایا۔ ان میں بعض تفاصیل بعض صحابہ کرام کو بتلائیں مثلاً حذیفہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو۔

فعلیکم یعنی تم اس وقت مضبوطی سے تھام لو۔ بسنتی: میرے طریقہ اور پختہ عادات جن کی تفصیلات احکام اعتقادیہ اور عملیہ واجبہ اور مندوبہ میں ہے۔ اصولیین کا اس کی تخصیص مطلوب طلباً غیر جازم سے کرنا جدید اصطلاح ہے جو سنت و فرض کے فرق کے لئے ہے۔

خلفاء الراشدین المهدیین: وہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی پھر حسن رضی اللہ عنہم ہیں اور بقیہ صحابہ کرامؓ ہیں جو ان کے متعلق معروف ہے وہ دوسروں کی اتباع سے بہتر ہے جبکہ صحابہ کرامؓ کے عمل میں اختلاف ہو۔ مقلد کے لئے بعض ائمہ کے نزدیک ائمہ اربعہ کی تقلید ضروری ہے کیونکہ ابو حنیفہ، شافعی، مالک و احمد رحمہم اللہ کے مذاہب معلوم ہو چکے اور احکام پختہ طور پر ثابت ہو چکے اور ان لوگوں نے اتباع کر لی اور ایک ایک فرع ایک ایک حکم تحریر کر دیا گیا۔ اجمالی یا تفصیلی طور پر تمام فروعات ذکر کر دی گئیں۔ ان کے علاوہ کے مذاہب فقہیہ نہ مدون ہوئے نہ تحریر میں آئے بلکہ ان کے قواعد تخریج بھی موجود نہیں۔ ان کی کسی محفوظ بات کی

تقلید اسی وقت درست ہے جبکہ ان کے قواعد سے واقفیت ہو کیونکہ بعض چیزیں انہوں نے قواعد سے سمجھ لینے پر چھوڑ دیں جو اپنے مقام پر شرائط سے مشروط ہیں اور مقام تمام شرائط لکھنے کا نہیں ہوتا۔

عضوا علیها بالنواجذ یعنی پورے دانتوں سے ان کو تھامو۔ ① اگر مجاز بلیغ ہو تو معقول کو محسوس سے تشبیہ دی ہے۔ ② یا کنایہ ہے کہ سنت کو مضبوطی اور کوشش سے تھام لو اور ان میں اسی طرح کوشاں رہو جیسا وہ آدمی جو کسی چیز کو اس لئے تمام دانتوں سے تھامنے والا ہو کہ اس سے چھن نہ جائے۔ جب نواجذ کسی چیز میں گھس جائیں تو پھر وہ چیز نہیں نکلتی۔ ③ اللہ تعالیٰ کی خاطر جو تکالیف آئیں ان کو صبر سے برداشت کر لیا جائے۔ جیسا الم رسیدہ کیا کرتا ہے۔

**وایاکم و محدثات الامور۔ ای باعدوا انفسکم واحذروا الاخذ بالامور المحدثۃ فی الدین۔** یعنی تم اپنے نفوس کو دور رکھو اور امور محدثہ کو اختیار کرنے سے بچو۔

**اَلنَّحْو:** یہ دونوں فعل مضمر سے منصوب ہیں۔

خلفاء راشدین کے علاوہ دوسروں کی پیروی سے بچو۔ اس لئے کہ یہ بدعت ہے۔ بدعہ ہر وہ کام جس کو امر شارع کے خلاف ایجاد کیا جائے اور اس کی کوئی مثال موجود نہ ہو۔ خواہ اس کی دلیل خاص ہو یا عام۔ ضلالۃ: وہ گمراہی ہے کیونکہ حق وہی ہے جو شرع نے بتلایا جو شرع میں نہیں اس کو شہوت پرستی یا ارادہ شہوت پر محمول کیا جائے گا۔ بخلاف اس عمل کے جس کی اصل شرع میں ہو مگر اب اس کو نظیر پر محمول کیا جائے۔ یا اس کے علاوہ ہو وہ حسن ہے۔ اس لئے کہ اصل موجود ہے اور وہ خلفاء راشدین اور ائمہ ہدیٰ کا طریقہ ہے۔

پس بدعت میں مذمت کا منشاء فقط محدث یا بدعت نہیں بلکہ اس کا قابل مذمت پہلو سنت کے خلاف ہونا اور گمراہی کی رعایت کرنا ہے۔ اس لئے بدعت کے متعلق پانچ نوعیتیں ہیں۔ جب اس کو قواعد شرع پر پیش کیا جائے گا تو ان پانچ سے وہ باہر نہیں ہو سکتی۔ ① بدعت واجب علی الکفایہ۔ اس کی مثال وہ علوم جن پر کتاب و سنت کی فہم موقوف ہے یا وہ علوم جن سے شریعت کی حفاظت ہوتی ہے (یہ علوم اگرچہ بعد میں ایجاد ہوئے اس زمانے کے عربوں کو ان کی ضرورت نہ تھی بعض کے عجم و عرب تمام کو ضرورت ہے) کیونکہ شریعت کی حفاظت واجب علی الکفایہ ہے ان چیزوں میں جو تعیین سے زائد ہیں اور اس کی حفاظت انہی سے ہی ہوتی ہے وہ واجب ہیں۔ ② بدعات محرمہ میں اہل بدعت کے تمام مذاہب ہیں اس لئے کہ وہ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔ ③ مستحب بدعت وہ نیکی کے کام جو صدر اول میں نہ تھے مثلاً مدارس تصوف کے دقائق میں بحث ④ بدعت مکروہ میں تزئین مساجد مصاحف کا نقش نگار ⑤ بدعت مباح۔ لذیذ کھانے پینے کی اشیاء کا استعمال۔ پس معلوم ہوا و کل بدعۃ ضلالۃ عام ہے مگر اس کی مراد خاص ہے۔ اس سے سنت خلفاء راشدین اس میں سے ہے حالانکہ ہمیں اس کی اتباع کا حکم ہے۔ کیونکہ اس کی اصل شرعی موجود ہے۔ اس صورت میں یہ لفظ عام ہے مگر مراد اس کی خاص ہے۔ اس لئے کہ اگر کوئی خلیفہ راشد ایک طریقہ اختیار کرتا ہے جس کی دلیل شرعی معلوم نہیں تو اس کو اپنی نہ پائے گا اور یہ چیز اس کے رشد کے خلاف نہیں کیونکہ بسا اوقات مصیب خطاء کرتا اور استقامت والا ٹیڑھا اختیار کرتا ہے۔ رواہ احمد دارمی ابوداؤد ترمذی۔

امام نوویؒ نے اس کو حدیث حسن اور دوسرے نسخہ میں حسن صحیح کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن ماجہ ابونعیم حاکم مستدرک طبرانی کبیر بغوی معجم الصحابہ اس کی ابن حبان و ابن خزیمہ نے بھی تصحیح کی ہے۔

التواجذ کا معنی دانتوں اور ڈاڑھوں کے درمیان والے دانت بعض نے ڈاڑھیں کہا ہے اور حدیث حتی بدت نواجذہٗ: قاضی عیاض نے بھی اضراس ہی ترجمہ کیا ہے۔ بعض نے ضواحک کہا اور آخری دانتوں یعنی عقل ڈاڑھ کو قرار دیا ہے یہ آخری ڈاڑھ ہے جو آدمی کی پختگی عقل کی علامت ہوتی ہے یہ کل چار ہوتی ہیں۔ صاحب نہایہ نے یہی بات کہی۔ یہاں یہی معنی مراد ہے۔ سیوطی نے بھی اس کی تائید کی۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۱۷۱٤٥/ ٦) و أبو داود (٤٦٠٧) والترمذی (٢٦٧٦) و ابن ماجه (٤٢) والدارمی (١/ ٤٤) وإسناده صحیح۔

**۱۵۹: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"كُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى" قِیْلَ :وَمَنْ یَّاْبٰى یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ :"مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰى" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔**

۱۵۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ''میری امت سب کی سب جنت میں جائے گی مگر جس نے انکار کیا''۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کس نے انکار کیا؟ ارشاد فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا''۔ (بخاری)

**تشریح:** کل امتی سے امت دعوت مراد ہے۔ ابی اس کا معنی واضح کیا امتناع کا اسناد ان کی طرف مجازی ہے اصل تو سبب امتناع مراد ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے۔ اگر تو دخول اسلام سے ہی باز رہا تو یہ کافر ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اگر دخول کے بعد امتناع مراد ہے تو فائزین میں داخل ہونے سے روکا جانا مراد ہے۔

عاقولی کہتے ہیں معصیت کا مرتکب رد کرنے والے کی طرح ہے کیونکہ اس کی حرمت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ اس پر اباء کا لفظ لایا گیا اور اس سے مراد آگ کا استحقاق ہے جو سبب کو مسبب کی جگہ رکھتا ہے۔ جوہری نے اباءۃ کہا ہے۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (۷۲۸۰)

**الفرائد:** ① کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنا چاہئے۔ ② مطیع حقیقی وہی ہے جو کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے والا اور خواہشات وبدعات سے گریز کرنے والا ہے۔

**۱۶۰: عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ وَّقِیْلَ اَبِیْ اِیَاسٍ سَلَمَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ :"كُلْ بِیَمِیْنِكَ" قَالَ :لَا اَسْتَطِیْعُ قَالَ "لَا اسْتَطَعْتَ" مَا مَنَعَهٗ اِلَّا الْكِبْرُ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِیْهِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔**

۱۶۰: حضرت ابومسلم اور بعض نے کہا ابوایاس سلمہ بن عمرو بن الاکوعؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا۔ آپؐ نے فرمایا: ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ''۔ اس نے کہا میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپؐ نے فرمایا: ''خدا کرے تجھے طاقت نہ رہے''۔ اس کو دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے صرف تکبر نے روکا تھا۔

پس اس کا ہاتھ منہ کی طرف پھر کبھی نہ اُٹھا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ان کا نام ابوایاس یا ابوعامر سلمہ بن عمرو بن اکوع ہے۔ اکوع کا اصل نام سنان بن عبداللہ بن قشیر بن خزیمہ۔ اسلمی رضی اللہ عنہ یہ بیعت رضوان میں موجود تھے۔ انہوں نے شروع' درمیان اور آخر میں تین مرتبہ بیعت کی۔ یہ بڑے تیر انداز' بہادر' نیک فاضل تھے۔ سات غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی۔ ان کی مرویات ۷۷ ہیں۔ ۱۶ متفق علیہ ہیں' ۵ میں بخاری اور ۹ میں مسلم منفرد ہیں۔ مدینہ میں رہائش پذیر تھے۔ شہادت عثمانی کے بعد ربذہ میں منتقل ہو گئے۔ پھر وفات سے قبل مدینہ آ گئے ۷۴ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ اس وقت عمر ۸۰ سال تھی۔

ان رجلا سے مراد بقول خطیب بسر بن ربعی العسیر الاشجعی ہیں۔ شرح مسلم میں اسی طرح ہے۔ ابونعیم' ابن مندہ' ابن ماکولا نے اسی طرح ذکر کیا یہ مشہور صحابی ہیں۔

بشماله بائیں ہاتھ کے ساتھ تکبر کی بناء پر۔ کل بیمینك میں امر استحباب کے لئے ہے۔ قابل اعتماد قول یہی ہے اور آئندہ الفاظ کی دعا تو قصداً مخالفت سنت کی وجہ سے ہے۔

ما منعه الا الکبر یہ مدرج راوی ہے۔ تکبر نے متابعت سنت سے روکا۔ نووی کہتے ہیں اگر کل بیمینك میں امر ایجاب کے لئے ہو تو یہ معصیت بنے گا۔ تکبر اگر پایا بھی جائے تب بھی نفاق ثابت نہیں ہو سکتا جیسا کہ قاضی عیاض کا میلان ہے۔ بائیں ہاتھ سے کھانے کی ممانعت اس وقت ہے جبکہ دائیں ہاتھ سے کھانے کے لئے مرض وقطع ید کا عذر نہ ہو۔ ورنہ کوئی کراہت نہیں۔ فما رفعها الی فیه سابقہ قصد کی وجہ سے وہ اس بددعا کا مستحق بن گیا۔

**تخریج**: رواہ مسلم' احمد' ابن حبان' الی الاذکار لابن حجر اس کے الفاظ یہ ہیں: ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ابصر رجلاً ...... فما وصلت یمینه الی فیه بعد۔

۱۶۱: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: "لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَکُمْ اَوْ لَیُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَیْنَ وُجُوْهِکُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُسَوِّیْ صُفُوْفَنَا حَتّٰی کَاَنَّمَا یُسَوِّیْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰی اِذَا رَاٰی اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ یَوْمًا فَقَامَ حَتّٰی کَادَ اَنْ یُّکَبِّرَ فَرَاٰی رَجُلًا بَادِیًا صَدْرُهٗ فَقَالَ عِبَادَ اللّٰهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَکُمْ اَوْ لَیُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَیْنَ وُجُوْهِکُمْ"۔

۱۶۱: حضرت ابوعبداللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا: "تم اپنی صفوں کو ضرور سیدھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے مابین مخالفت پیدا فرما دے گا"۔ (متفق علیہ) مسلم کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے گویا اس سے تیروں کو سیدھا کریں گے۔ یہاں تک کہ آپ نے اندازہ فرمایا کہ ہم اس کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ پھر ایک دن آپ تشریف لائے اور کھڑے ہو گئے۔ اللہ اکبر کہنے ہی والے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ صف سے نکلا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا: "اے اللہ

کے بندو! تم اپنی صفیں درست کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف پیدا کر دے گا''۔

**تشریح:** ابو عبداللہ نعمان بن بشیر بن سعد الخزرجی الانصاری یہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں۔ یہ عقبہ ثانیہ میں ان کے والد موجود تھے۔ وہ بدر، احد اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ یہ پہلے انصاری ہیں جنہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں عین التمر کے واقعہ ۱۲ھ میں جام شہادت نوش کیا جب کہ وہ یمامہ سے لوٹ رہے تھے۔ نعمان کی پیدائش ہجرت کے بعد چوتھے مہینے میں ہوئی۔ ہجرت کے بعد یہ سب سے پہلے انصاری بچے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۱۴ احادیث روایت کی ہیں۔ ۵ متفق علیہ اور ایک میں بخاری اور ۴ میں مسلم منفرد ہیں۔ نعمان کی شہادت حمص کی ایک بستی میں ذی الحجہ ۶۴ھ میں ہوئی۔ ابن ابی خیثمہ نے ۶۰ھ تہذیب میں اسی طرح ہے۔ انہوں نے شام میں رہائش اختیار کی پھر کوفہ کے گورنر بنے۔

**النحو:** لتسون صفوفکم بیضاوی کہتے ہیں لتسون کا لام ایسا ہے جس کے ساتھ قسم ملی ہوتی ہے۔ یہاں قسم مقدر۔ اسی لئے آخر میں نون تاکید ہے۔

تسویہ صفوف صف کی درستگی یعنی کھڑے ہونے والوں کا ایک سمت میں اعتدال اختیار کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ضرور بضرور تم صفوف میں اعتدال اختیار کرو۔ او وجوهکم اگر برابر نہ کرو گے تو تمہارے چہروں میں ضرور بضرور مخالفت ہو جائے گی۔ تسویۃ الوجہ چہرے کو بدل کر گدی کی جگہ کر دیا جائے یا انسان کی شکل تبدیل کر کے کوئی دوسری شکل بنا دی جائے یا اسی طرح کی کوئی اور صورت۔ اس معنی کی تائید ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے: لتسون الصفوف او لتطمسن الوجوہ اس کو امام احمد نے سند ضعیف سے روایت کیا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے اس روایت کے ضعف کی وجہ سے اس وعید کی مثال قرار دیا جو اس آیت میں ہے: ﴿من قبل ان نطمس وجوھا﴾ بعض نے کہا یہ مجاز ہے۔ نووی فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے درمیان عداوت، بغض اور دلوں کا اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ جیسا محاورہ میں کہتے ہیں تغیر وجہ فلان یعنی اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار نظر آئے کیونکہ ان کا صفوف میں مختلف ہونا ظاہر کی مخالفت ہے۔ ظاہر کا اختلاف یہ باطن کے اختلاف کی علامت ہے۔ اس کی تائید ابوداؤد کی اس روایت نعمان سے ہوتی ہے: او لیخالفن اللہ بین قلوبکم۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر چہرے سے عضو مخصوص مراد لیا جائے تو پھر مخالفت انسانی صورت کے لحاظ سے ہوگی یا اگلے حصے کو پیچھے سے بدلنے سے ہوگی اور اگر وجہ سے ذات مراد ہو تو پھر مخالفت مقاصد کے اعتبار سے ہوگی یہ کرمانی کا قول ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں مخالفت سے جزاء میں مخالفت مراد ہے جو صف درست کرے گا اس کو بدلہ خیر کا دیا ملے گا جو نہ درست کرے گا اس کو بدلہ شر کا ملے گا۔ (متفق علیہ)

**فرق روایت:** مسلم کی روایت میں کان یسوی صفوفنا حتی کانما یسوی بھا القداح تیر کی لکڑی اس کا واحد قدح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درست کرنے میں مبالغہ کرتے یہاں تک کہ وہ اس طرح درست ہو معتدل ہو جاتیں گویا اس سے تیر سیدھے کئے جائیں گے۔

عقلنا عنہ: ہم سمجھ گئے۔ سیکھ گئے ہیں۔ تو ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے نکلے۔ کاد یکبر فرأی رجلاً بادیا صدرہ تکبیر سے تکبیر تحریمہ مراد ہے۔ فا عاطفہ ہے اس کا عطف خرج پر ہے یعنی ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنا سینہ سمت صف سے

آگے بڑھانے والا ہے۔ فقال..... وجو ھکم امام نووی کہتے ہیں اس میں صف کی درستی پر آمادہ کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان ضرورت کے وقت کلام جائز ہے۔ یہی جمہور کا مذہب ہے خواہ وہ کلام نماز سے متعلق ہو یا اس کے علاوہ سے متعلق ہو یا بلا مصلحت ہو۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۷۱۷) و مسلم (٤٣٦) وأبو داود (٦٦٣) والترمذی (۲۲۷) والنسائی (۸۰۹) وابن ماجه (۹۹٤)

۱۶۲ : عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : احْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَةِ عَلٰی اَهْلِهٖ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِشَاْنِهِمْ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّکُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْهَا عَنْکُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۶۲: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رات کو ایک مکان مکینوں سمیت مدینہ میں جل گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق بتلایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب تم سونے لگو تو اسے بجھا دیا کرو''۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ امن اللیل یہ من فی کے معنی میں ہے۔ جیسا اس آیت: ﴿اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة﴾ میں ہے۔ (المغنی)

اور شاعر کا قول ہے:

عسی سامل ذو حاجة ان منحته
من الیوم منسؤلاً ان ایسر فی غد

یہاں من الیوم سے فی الیوم مراد ہے۔

حدثت یہ ماضی مجہول ہے۔

**النَّحْو** :فاذا انمتم یہ نام ینام نوماً از باب علم ہے۔ یہ ہمزہ اور تضعیف سے متعدی ہوتا ہے۔ المنوم استرخاء اعصاب دماغ کی وجہ سے قلب کے شعور کا زائل ہونا۔ نعاس اس کا مقدمہ ہے۔ اس کا سبب رطوبات ریاحی ہوتی ہیں۔ فاطفؤھا عنکم قرطبی کہتے ہیں امر ارشاد کے لئے ہے۔ کبھی ندب کے لئے بھی آتا ہے۔ مصنف نے اس کو مصلحت دنیو یہ قرار دے کر ارشاد پر یقین کا قول کیا ہے۔ مگر علماء نے فرمایا کہ کبھی اس میں دینی مصلحت بھی ہوتی ہے اور وہ اس جان کی حفاظت کے لئے جس کا قتل حرام ہے اور مال کی حفاظت کہ جس میں فضول خرچی حرام ہے۔

طبری کہتے ہیں جب کوئی کسی ایسے گھر میں رات گزارے جس میں اس کے سواء کوئی نہ ہو اسے سونے سے پہلے آگ بجھا دینی چاہیے یا ایسا کام کرے جس سے آگ سے حفاظت رہے۔ اگر گھر میں کئی لوگ ہوں تو سب سے آخر میں سونے والے کی ذمہ داری ہے۔ اس میں کوتاہی خلاف سنت ہے۔

نووی کہتے ہیں روایت عام ہے اس میں دیا بھی شامل ہے۔ ایسے قنادیل جو محفوظ ہوں انکے جلتے رہنے میں حرج نہیں۔

مسئلہ: آج کل سوئی گیس کے ہیٹر اور چولہے کا یہی حکم ہے ان کے ہینڈل اچھی طرح بند کر کے سوئے تاکہ گیس کے نکلنے سے دم گھٹ کر یا جل کر حادثہ سے حفاظت ہو سکے۔ واللہ اعلم

تخریج: اخرجه احمد (۷/۱۹۵۸۸) والبخاری (۶۲۹۴) و مسلم (۲۰۱۶) وابن ماجه (۳۷۷۰) وابن حبان (۵۵۲۰)

۱۶۳: عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ: قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَاَصَابَ طَائِفَةً مِّنْهَا اُخْرٰى اِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَّا تُمْسِكُ مَآءً وَّلَا تُنْبِتُ كَلَاً۔ فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا وَّلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"فَقُهَ" بِضَمِّ الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَقِيْلَ بِكَسْرِهَا: اَيْ صَارَ فَقِيْهًا۔

۱۶۳: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس بارش جیسی ہے جو زمین کو پہنچے۔ پس اس زمین کا کچھ حصہ تو زرخیز تھا جس نے پانی کو اپنے اندر جذب کیا اور گھاس اور بہت سا سبزہ اُگایا اور کچھ حصہ اس کا بنجر تھا۔ جس نے پانی روک لیا پھر اس پانی سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ لوگوں نے اس سے پانی پیا اور پلایا اور کھیتوں کو سیراب کیا اور وہ بارش زمین کے ایک اور حصہ کو پہنچی جو چٹیل میدان تھا جس نے نہ پانی روکا اور نہ گھاس اُگائی۔ پس یہ مثال اس کی ہے۔ جس نے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کی اور اس علم سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نفع دیا۔ پس اس نے علم خود بھی حاصل کیا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور (دوسری) مثال اس شخص کی ہے جس نے اس کی طرف اپنا سر بھی نہیں اٹھایا اور نہ ہی اس نے اس ہدایت کو قبول کیا جو میں لے کر آیا ہوں"۔ (متفق علیہ)

فَقُهَ: فقیہ بننا۔

تشریح ۞ اِنَّ مثل یہ میم کے کسرہ اور ثا کے سکون اور میم و ثا کے فتحہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ لغت میں نظیر کے معنی میں آتا ہے۔ پھر ہر عجیب صفت و حالت کے لئے استعمال ہونے لگا۔ یہاں یہی مراد ہے۔ ما بعثنی..... والعلم ابن مالک کہتے ہیں الہدیٰ سے مراد وجدان قلب ہے۔ العلم یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ ممکن ہے کہ ایک ہی چیز مراد ہو۔

کمثل غیث اصاب ارضا اس میں علم کو اس بارش سے تشبیہ دی جو بنجر زمین کو آباد کر دیتی ہے۔ اسی طرح مردہ دل کو علم زندہ کر دیتا ہے۔

۲ غیث کے لفظ لانے میں لطیفہ ☆: جب پانی کم ہو جائیں اور لوگوں کو بارش کی ضرورت ہو اور وہ پانی کے لئے فریاد کر رہے ہوں تو اس وقت ہونے والی بارش کو غیث کہا جاتا ہے۔ بعثت نبوت کے وقت لوگ حیران تھے گمراہی کی

پگڈنڈیوں پر جا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علوم نبوت کی موسلا دھار بارشوں سے سیراب کر دیا۔ ③ دین سے فائدہ اٹھانے والے کو سرسبز و شاداب زمین سے تشبیہ دی۔ ④ اور دین قبول کرنے والے اور اس سے فائدہ اٹھانے والے کو اس زمین سے مشابہت دی جو پانی کو روکنے والی اور اس سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہوں۔ ⑤ اور اس علم کو حاصل کر کے اس سے فائدہ نہ اٹھانے والے کو قیعان سے تشبیہ دی ہے۔ مگر ابن مالک کی رائے یہ ہے کہ اس کو تشبیہ مرکب بنایا جائے تاکہ اول کو آخر پر موقوف کیا جائے۔ ذرا غور کرو بارش کی اس طرح تعریف کی اصاب ارضاً۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی تشبیہ ہے اور وہ آسمان سے اترنے والی وحی ہے جس کا فائدہ کچھ لوگوں پر ظاہر ہوا اور بعض پر ظاہر نہ ہوا۔ آسمان سے اترنے والی بارش کے ساتھ تشبیہ دی جو اس زمین پر پڑی جس پر اثر ظاہر ہوا اور جس پر پڑی اور اثر ظاہر نہ ہوا۔

**فکانت منها طائفة طيبة الماء..... العشب الكثير**

**اَللُّغَۃُ** : **كانت منها** یہ حال ہے۔ طائفہ ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ الکلاء چراگاہ نووی کہتے ہیں **العشب الخلی، الکلاء والحشیش** تمام نباتات کے نام ہیں۔ لیکن حشیش خشک گھاس اور عشاب خلی تر گھاس۔ اس پر مصنف اہتمام شان کے لئے ہے۔ ایک قول یہ ہے۔ الکلاء بھی تر گھاس جو کہ دیر سے اُگے اور کم اُگے۔ عشب جو جلد اُگے اور خوب اُگے۔ اسی وجہ سے اس کی صفت کثیر لائے۔

خطابی ابن فارس۔ الخلی خشک گھاس۔ مگر یہ ضعیف اور شاذ قول ہے۔ کازرونی نے دونوں کو ہم معنی قرار دیا اور بعض نے کلاء خشک کو کہا اور عشب جو سوکھنا شروع ہو۔ ایک قول یہ ہے کلا نبات اور عشب تر گھاس اور خاص کا عام پر عطف درست ہے تا کہ افراد کا اہتمام ہو۔

اجادب جمع اجدب وہ زمین جو کچھ نہ اُگائے۔ ابن الملک کہتے ہیں یہ بات بطور قیاس ہے ورنہ نووی نے ابن بطال وغیرہ سے نقل کیا کہ یہ جَدَبٌ کی جمع خلاف قیاس ہے جیسا حَسَن کی جمع محاسن۔ قیاس میں تو یہ مَحسن کی جمع ہونی چاہئے۔

قاضی عیاض نے کہا مسلم میں یہ الجدب آیا ہے جو الخصب کی ضد ہے۔ خطابی کی تشریحات پسندیدہ نہیں۔ باقی اجارد کے لفظ کا معنی تو یہی ہے مگر روایت اس کی معاونت نہیں کرتی۔ (نووی)

**امسكت الماء ..... طائفة اخرى انما هي قيعان** جمع قاع ابر زمین۔ بعض نے کہا ایسی زمین جس میں نباتات نہ ہو۔ مصنف کہتے ہیں یہاں یہی مراد ہے۔ **لا تمسك ماء** بعض اوقات قیعان میں گھاس اُگ آتی ہے۔ یہاں **لا تنبت كلاء** سے اس کی تردید فرمائی۔ **ذلك** کا مشار الیہ اقسام ثلاثہ ہے اور مثال کے موارد کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ پہلا ٹکڑا جو پانی کے قابل ہو اور گھاس اگائے **مثل من فقه..... فعلّم**۔ یہ دوسرے ٹکڑے کی مثال ہے **مثل من لم يرفع بذلك راساً** یہ وہ حصہ ہے جو اُگاتا تو نہیں مگر لوگوں کو فائدہ پہنچا۔ یہ بے عمل عالم کی مثال ہے۔ عدم رفع راس کا مطلب عدم انتفاع اور عدم عمل ہے۔ تیسرے ٹکڑے کی مثال جو نہ پانی روکے نہ گھاس اگائے۔ یہ ان کی مثال ہے جس سے تعلیم و تعلم فوت ہو جائیں۔ عدم قبول ہدی یہ علم سے خود نفع نہ اٹھانے اور نہ دوسروں کو پہنچانے سے کنایہ ہے۔ (متفق علیہ) مگر سیاق مسلم کا ہے۔ فَقُهَ یہ قاف کے ضمہ و کسرہ سے ہے۔ احکام شرعیہ کو جاننے والا اور لغوی معنی کے لحاظ سے یہ فَقِہَ ہی ہے اور نہیں۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۷۹) و مسلم (۲۲۸۲)

الفرائد: ① علم کی مثال بیان کرنا درست ہے۔ ② علم نہایت ضروری چیز ہے۔ ③ علم سے اعراض سخت محرومی ہے۔

۱۶۴: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيْهَا وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ يَدِيْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْجَنَادِبُ" نَحْوُ الْجَرَادِ وَالْفَرَاشِ، هٰذَا هُوَ الْمَعْرُوْفُ الَّذِيْ يَقَعُ فِي النَّارِ۔
"وَالْحُجَزُ" جَمْعُ حُجْزَةٍ وَهِيَ مَعْقِدُ الْإِزَارِ وَالسَّرَاوِيْلِ۔

۱۶۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اور تمہاری مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے آگ جلائی تو پتنگے اور پروانے اس میں گرنے لگے اور وہ ان کو آگ سے دور ہٹا رہا ہے۔ میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں۔ لیکن تم میرے ہاتھوں سے چھوٹے جا رہے ہو''۔ (مسلم)

اَلْجَنَادِبُ: ٹڈی اور پروانے کی طرح کا کیڑا ہے یہ وہ معروف کیڑا ہے جو آگ میں گرتا ہے۔
اَلْحُجَزُ جمع حُجْزَةٌ: چادر و شلوار یا تہہ بند باندھنے کی جگہ۔

**تشریح** ۞ الجنادب: آگ میں گرنے والے کیڑے مکوڑے۔ بعض روایات میں دواب ہے۔ یقعن فیھا کیونکہ وہ اس چیز کا ادرک نہیں رکھتے جو ان کو نقصان پہنچانے والی ہے۔ یذبھن عنھا ان پر شفقت کرتے ہوئے ہٹاتا ہے کیونکہ اسے ان کی ہلاکت کا یقین ہے۔ انا اخذ یہ فعل مضارع یا اسم فاعل ہے۔ زیادہ مشہور اسم فاعل ہے دونوں درست ہیں۔ بحُجزکم جمع حُجزة پاجامہ باندھنے کی جگہ۔ انتم تفلتون یہ لام مشدد مضموم یا لام مکسور کے ساتھ آتا ہے۔ افلت منی وتفلت جبکہ غلبہ کرے اور بھاگنے کی کوشش کرے پھر غالب آکر بھاگ جائے۔ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلوں اور مخالفوں کے گناہوں اور شہوات کے سبب آخرت کی آگ میں گرنے اور پڑنے کی حرص شدید کو باوجودیکہ ان کو روکا جا رہا ہے اور ایسی جگہ سے تھاما گیا جو رکنے کی جگہ ہے کو ذکر فرمایا کہ وہ اپنی خواہشات اور ضعف تمیز کی وجہ سے آگ میں گر رہے ہیں اور دونوں ہی اپنے نفس کی ہلاکت کے لئے جہل و حرص کی وجہ سے کوشاں ہے۔ مسلم۔ احمد (جامع صغیر)
الجنادب جمع جُندب جیم مضموم ہے قاضی عیاض نے کسرہ بھی نقل کیا ہے۔ اس کو جھینگر کہتے ہیں یہ ٹکڑی سے چھوٹا پتنگا ہے رات کو شور کے ساتھ تیزی سے اڑتا ہے اس کے چار پر ہوتے ہیں۔ الفراش جو مچھر کی طرح اڑتا ہے یہ خلیل کا قول ہے جوں کی طرح آگ میں گرنے والے چھوٹے مکوڑے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۲۲۸۵)

۱۶۵: عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ، وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ: "اِنَّكُمْ

لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّهَا الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ـ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ :"اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى وَّلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ ـ وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهُ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ" وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ : "اِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ شَاْنِهِ حَتّٰى يَحْضُرَهُ طَعَامَهُ فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى فَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ"۔

۱۶۵: حضرت جابرؓ سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُنگلیاں اور پیالہ چاٹ لینے کا حکم دیا ہے اور فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے کونسے کھانے میں برکت ہے''۔ (مسلم) ایک اور روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے پکڑ لے اور اُس پر جو مٹی وغیرہ لگی ہے اس کو صاف کر کے اس کو کھا لے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ کو تولئے کے ساتھ نہ پونچھے۔ جب تک کہ وہ اپنی انگلیاں چاٹ نہ لے۔ اس لئے کہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے کونسے کھانے میں برکت ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ'' شیطان تمہاری اشیاء کے ہر موقعہ پر حاضر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ کھانے کے وقت میں بھی۔ پس جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس پر لگ جانے والی تکلیف دہ چیز کو دور کر کے اس کو کھالے اور شیطان کے لئے اس کو نہ چھوڑے''۔

**تشریح** ۞ بلعق الاصابع خود چاٹ لے یا بیوی' بچہ' لونڈی' شاگرد چاٹ لے جو اس سے نفرت نہ کرتا ہو بلکہ اس سے تبرک کا ارادہ رکھتا ہو۔ یہ درحقیقت تواضع کے ذریعہ نفس کو توڑتا ہے۔ فقال اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علت بتلائی۔ اس روایت میں ایة ہے دوسری روایت میں طعام کا لفظ ہے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں۔ انسان کے کھانے میں برکت اترتی ہے۔ اسے معلوم نہیں؟ آیا وہ برکت اس کھانے میں تھی جو کھالیا گیا یا جو انگلیوں پر باقی ہے یا پیالے کی تہہ میں لگا ہے یا گرنے والے لقمہ میں ہے۔ اسی لئے تمام حالتوں کی محافظت کرے تا کہ برکت حاصل ہو جائے۔ برکت سے یہاں مراد جس سے غذائیت میسر آ جائے یا انجام میں وہ نقصان دہ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی قوت اس سے پیدا ہو۔ (رواہ مسلم)

**فوائد**: ایک روایت میں ہے: فلیاخذھا یعنی اس کو پکڑ لے اور خوش حال متکبروں کی طرح پڑا نہ رہنے دے۔ فلیمط ماطہ یعنی اس کو دور کیا (جوہری) اصمعی کہتے ہیں یہ حرف اماطہ ہے دور اور زائل کرنا۔ ما کان بھا باقی کے معنی میں ہے یا الصاق و ملابست کے لئے ہے۔ یعنی جو اس میں لگ گیا ہو یا اس کے ساتھ لگ جائے۔ من اذی اس کو ملوث کرنے والی مٹی و غبار وغیرہ۔ اگر نجس جگہ گر جائے تو پھر پلید ہو جاتا ہے۔ پھر اگر اس کا دھونا ممکن ہے تو دھوئے اگر ممکن نہ ہو تو کسی حیوان کو کھلا دے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ للشیطان یہ شطن بمعنی بعد ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ شاط بمعنی احترق ہے۔ الف لام جنس یا عہد ذہنی کے لئے ہے۔ حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ شیاطین کھاتے ہیں۔ مندیل شاید یہ مندل سے بنا ہے اور وہ جوتے اور تسمے کو کہتے ہیں یہ ابن فارس کا قول ہے۔ دوسروں نے کہا یہ ندل سے نکلا ہے جس کا معنی میل ہے کیونکہ اس سے میلا کچیلا ہو جاتا ہے۔ اہل لغت ہیں تندلت بالمندیل میں نے مندیل باندھا۔

## چاٹنے کا طریقہ:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو طبرانی اوسط میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تین انگلیاں یعنی انگوٹھا' اس کے قریب والی اور درمیانی انگلی سے کھاتے دیکھا پھر میں نے دیکھا کہ پونچھنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس طرح چاٹتے پہلے درمیانی پھر شہادت والی پھر انگوٹھا''۔

ابن حجر شرح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ اس میں راز یہ ہے کہ درمیانی سب سے زیادہ ملوث ہوتی ہے کیونکہ وہ طویل ہے۔ پس اس میں کھانا دوسروں سے زیادہ لگ جاتا ہے اور وہ طوالت کی وجہ سے کھانے میں سب سے پہلے اترتی ہے۔ یا چاٹنے والے کے ہاتھ کی ہتھیلی چہرے کی طرف ہوتی ہے۔ جب درمیانی سے ابتداء کرے گا پھر شہادت کی طرف منتقل ہوگا جو اس کے دائیں جانب اور اس کے بعد انگوٹھا اس کے بھی دائیں جانب ہے (تاکہ دائیں پر اختتام ہو) جامع صغیر علقمی) ایک اور روایت میں جو جابر سے ہے: ان الشیطان یحضر احدکم عند شأنه کله ایک روایت میں عند کل شیئ من شانه اس میں گویا شیطان سے خبردار رہنے کی تاکید کردی۔ حتی یہاں غایت کے لئے ہے۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۵/۱٤۹٤۳) و مسلم (۲۰۳۳) والترمذی (۱۸۰۲) وابن ماجه (۳۲۷۰) و ابن أبي شيبة (۲۹۷/۸) و ابن حبان (۵۲۵۳)

**الفوائد:** ① کھانے کی سنن میں سے یہ ہے کہ انگلیوں اور پیالے کو چاٹ لیا جائے تاکہ کھانے کی برکت حاصل ہو۔ ② گرے ہوئے لقمہ کو صاف کر کے کھالینا چاہئے۔ ③ چاٹنے کے بعد انگلیوں کو رومال وغیرہ سے پونچھ لینا چاہئے تاکہ شیطان کی وسوسہ اندازی نہ رہے۔

۱۶۶ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْعِظَةٍ فَقَالَ: يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا: كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ اَلَا وَاِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اَلَا وَاِنَّهُ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ: يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ: كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: "وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ" اِلٰى قَوْلِهِ: "الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" فَيُقَالُ لِيْ: "اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"غُرْلًا": اَيْ غَيْرَ مَخْتُوْنِيْنَ۔

۱۶۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ہم میں وعظ و نصیحت کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''اے لوگو! تم اللہ کی بارگاہ میں ننگے پاؤں' ننگے بدن' غیر مختون جمع کئے جاؤ گے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ ہم اسے دوبارہ لوٹائیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے ہم یقیناً پورا کرنے والے ہیں۔ اچھی طرح سنو! بلاشبہ

سب سے پہلے قیامت کے دن جسے لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ خبردار سنو! میری اُمت کے بعض لوگوں کو لایا جائے گا انہیں بائیں طرف پکڑ لیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ چنانچہ آپ کو کہا جائے گا۔ اے پیغمبر تجھے نہیں معلوم! انہوں نے تیرے بعد کیا کیا چیزیں ایجاد کیں۔ پس میں وہ کہوں گا جو عبد صالح (عیسیٰ بن مریم) نے کہا ﴿كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ﴾ الایہ میں ان پر گواہ رہا جب تک ان کے اندر موجود رہا۔ آپ نے یہ آیت ﴿إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ تک تلاوت فرمائی۔ پھر مجھے کہا جائے گا یہ اپنی ایڑیوں پر دین سے پھر گئے۔ جب سے تم ان سے جدا ہوئے۔ (متفق علیہ)

غُرْلاً: غیر مختون۔

**تشریح** : محشورون تم جمع کئے جاؤ گے بعث کے بعد۔ حفاۃ جمع حاف ننگے پاؤں والا۔ عراۃ ننگا جسم۔ غرلا بے ختنہ۔ نعیدہٗ ہم لوٹائیں گے مٹانے کے بعد۔ کما اسی کے متعلق ہے ما مصدر یہ ہے۔

**اَلنَّحْو** : وعدا علینا فعل محذوف کا مفعول ہے۔ انا کنا فاعلین یہ ہم ہی اپنے وعدے کو پورا کرنے والے ہیں۔ یہی اس بات پر بطور دلیل مذکور ہے کہ مخلوق کا اعادہ تمام اجزاء کے ساتھ ہوگا۔ الا یہ حرف تنبیہ ہے۔ ابراهیم علیه السلام سب سے پہلے پہنانے سے فضیلت کلی لازم نہیں آتی۔ کرمانی کہتے ہیں: ① متکلم کے علاوہ مراد ہیں۔ ② سیوطی کہتے ہیں ان کو آگ میں برہنہ ڈالا گیا۔ ③ بعض نے کہا انہوں نے سب سے پہلے شلوار کی ابتداء کی۔ ④ آپ ﷺ کو اس کی بجائے دو حلے پہنائے جائیں گے۔ اس سبقت کا ازالہ ہے۔ باقی تمام کو ایک ایک (بیہقی) انه یہ ضمیر شان ہے۔ ذات الشمال اس سے آگ والی جانب مراد ہے۔ ① بقول ابن النحوی یہ منافقین ہیں۔ ② بعض نے کہا حقوق میں کوتاہی کرنے والے مسلمان۔

هم اصحابی بخاری کی روایت میں فاقول یا رب ارحم اصحابی سیوطی نے توشیح میں کہا اکثر روایات اُصیحابی تصغیر کے ساتھ ہے۔ کشمیفنی نے غیر مصغر مانا۔ خطابی کہتے ہیں وہ معمولی طبقہ ہے جس سے یہ ہوا۔ صحابہ مشہورین میں سے کسی سے نہیں ہوا۔

صدیقی علان کہتا ہے اصحابی کے لفظ سے امتی ہیں بعد میں آنے والے لوگوں کیلئے صحبت کا مجازاً استعمال ہوا۔ پہچان علامات امت سفید پیشانی سے ہوگئی اور یہ مفہوم بو جال من امتی کے بالکل مناسب ہے۔ اسی روایت کے الفاظ بو جال من امتی خود وضاحت کررہے ہیں۔ ما احدثوا بعدك آپ ﷺ کی تفخیم شان کے طور پر ذکر نہیں تاکہ قیام عدل اور قوام حجت پر زیادہ دلالت کرے۔ فاقول میں امر الٰہی کو تسلیم کرتے ہوئے کہوں گا۔ العبد الصالح سے عیسیٰ بن مریم مراد ہیں۔

الرقیب علیهم یعنی ان کے اعمال پر نگران ہے۔ انت علی کل شئی شهید یعنی آپ ﷺ کو میری اور ان کی بات کا بخوبی علم ہے۔ ان تعذبهم یعنی جنہوں نے انکار کیا تو ان کا مالک و متصرف ہے۔ کسی کو اعتراض کی مجال نہیں۔ و ان تغفر لهم اور اگر ان کو بخش دے جو ان میں سے ایمان لائے تو آپ ﷺ اپنے حکم پر غالب اور اپنی صنعت میں حکمت والے ہیں۔ (جلالین)

کما قال العبد الصالح ...... یہ قول عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بطور تسلیم ہے۔ ان کو ان کے متعلق بتایا گیا جو ان میں سے ایمان لائے۔ پس ان تعذبهم کا مطلب یہ ہے کہ ان کے کفر اور سابقہ بہتان پر اگر تو سزا دے تو وہ اس کے حقدار ہیں اور آپ پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ آپ اپنے بندوں میں تصرف کرنے والے ہیں۔ و ان تغفر لهم اور اگر ان کو بخش دیں جو توبہ کرنے

والے ہیں۔ (کذا قال ابن النحوی)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عیسیٰ کو معلوم ہوا کہ وہ ان کے بعد نافرمانی کریں گے تو کہا وان تغفرلھم یعنی جو گناہ وہ کر بیٹھے۔

فیقال لي تو مجھے ان محدثات کرنے والوں کے متعلق کہا جائے گا۔ انھم لم یزالوا مرتدین قاضی عیاض کہتے ہیں۔

بھترین تاویل ☆ حضرات کی بات درست ہونے کی دلیل ہے جنہوں نے اس کی تاویل مرتدینؑ سے کی ہے۔ اسی لئے آپ نے ان کے متعلق سحقاً سحقاً فرمایا اور آپ اپنی امت کے مذنبین کے متعلق نہ کہیں گے بلکہ ان کے لئے تو اہتمام سے شفاعت فرمائیں گے۔ یہ بہترین تاویل ہے۔

ایک ضعیف قول یہ ہے کہ ان کی دو اقسام ہیں: ① گناہ گار ② استقامت سے پھرنے والے نہ کہ اسلام سے یہ اعمال صالحہ کو سیئہ سے بدلنے والے ہیں۔

② کفر کی طرف لوٹنے والے یہ حقیقت میں ایڑیوں کے بل پھرنے والے ہیں۔

منذ یہ ظرف ہے۔ غرل یہ جمع اغرل ہے غیر مختون۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۱/۱۹۵۰) والبخاری (۳۳۴۹) و مسلم (۵۸/۲۸۶۰) والترمذی (۲٤۲۳) والنسائي (۲۰۸۱) والدارمي (۲/۳۲٦) وابن حبان (٤۳٤۷) والبیهقي في الأسماء والصفات (۱۳۸/۲)

۱٦۷ : عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ :اِنَّهٗ لَا یَقْتُلُ الصَّیْدَ وَلَا یَنْکَأُ الْعَدُوَّ وَاِنَّهٗ یَفْقَأُ الْعَیْنَ وَیَکْسِرُ السِّنَّ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنَّ قَرِیْبًا لِّابْنِ مُغَفَّلٍ خَذَفَ فَنَهَاهُ وَقَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ :اِنَّهَا لَا تَصِیْدُ صَیْدًا" ثُمَّ عَادَ فَقَالَ :اُحَدِّثُكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْهُ ثُمَّ عُدْتَّ تَخْذِفُ لَا اُکَلِّمُكَ اَبَدًا۔

۱٦۷: حضرت ابوسعید عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کنکری مارنے سے منع کیا اور فرمایا: ''یہ نہ تو شکار کو مارتی ہے اور نہ دشمن کو زخمی کرتی ہے البتہ یہ آنکھ پھوڑتی اور دانت کو توڑتی ہے''۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن مغفل کے کسی قریبی رشتہ دار نے کنکری ماری تو حضرت عبداللہ نے اس کو منع فرمایا اور فرمایا حضور اکرم ﷺ نے کنکری مارنے سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ نہ تو شکار کرتی ہے۔ اس نے پھر اس حرکت کا اعادہ کیا۔ عبداللہ نے فرمایا میں تمہیں بتلا رہا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور تو دوبارہ کنکری مار رہا ہے میں تم سے کبھی کلام نہ کروں گا۔ (کیونکہ تمہاری یہ حرکت قصداً مخالفت معلوم ہوتی ہے)۔

**تشریح** ۞ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوسعید ابوعبدالرحمان ابوزیاد وارد ہوئی ہے۔ ان کے دادا کا نام عبدغنم یا عبدنہم بن عفیف۔ مضر بن نزار المزنی البصری۔ مزنیہ جس کی طرف قبیلہ کی نسبت ہے۔ یہ عثمان بن عمرو کی بیوی کا نام ہے۔ عبداللہ بیعت رضوان میں شامل تھے۔ یہ کہتے ہیں میں ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کی

شہنیوں کو بلند کرنے والا تھا۔ مدینہ میں رہائش اختیار کی پھر بصرہ منتقل ہو گئے۔ یہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جن کے مخلصانہ رونے کو قرآن مجید نے نقل کیا: ﴿ولا علی الذین اذا ما اتوك لتحملهم......﴾ ان کی مرویات ۴۳ روایات ہیں۔ ۲ متفق علیہ ایک میں بخاری منفرد اور دوسری میں مسلم منفرد ہے۔ بصرہ میں ۶۰ھ میں وفات ہوئی۔ بعض نے ۵۹ھ نقل کیا ہے۔ ان کی وصیت کے مطابق ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ الخذف انگوٹھے اور سبابہ سے کنکری پھینکنا۔ لا ینکاء یہ شکار کو زخمی نہیں کرتی۔ یفقاء آنکھ پھوڑتی ہے۔ بعض روایات میں ینکی ہے۔ منکیت العدو و الکیئہ اور قاضی عیاض کہتے ہیں یہ یہاں زیادہ بہتر ہے اور ناقص یائی ہے مہموز اللام نہیں ہے اور مہموز کی لغت پائی جاتی ہے۔ ہمارے شیوخ کی روایات اسی طرف ہیں۔ یکسر السن دانت توڑتا ہے یعنی نقصان وہ ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ (متفق علیہ) مسلم کی روایت میں ہے: لا تصید صیدا یعنی اس سے نہ شکار ہوتا ہے نہ اس سے لڑائی میں فائدہ ہوتا ہے۔ اعادہ کا معنی یہ ہے کہ یہ بات سننے کے بعد کنکری پھینکی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے گفتگو کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اہل بدعت وفسق اور تارکین سنت سے علیحدگی جائز ہے اور تین دن سے اوپر چھوڑنے کی ممانعت ذاتی غرض اور دنیا کی خاطر منع ہے' اہل بدعت کو تو ہمیشہ چھوڑنا چاہئے۔ اس کی تائید اس روایت اور کعب بن مالک کی روایت سے ہوتی ہے۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (۵٤۷۹) و مسلم (۱۹۵٤) والنسائی (٤۸۳۰)

**الفرائد:** ① کنکری مارنے کی ممانعت اس لئے کی گئی کہ یہ بے فائدہ ہے البتہ نقصان کا خطرہ ہے۔ ② اس جیسی تمام اشیاء کے جو بے فائدہ ہوں وہ اس میں داخل ہیں۔ ③ دشمن اور شکار پر کنکریاں مارنا درست ہے۔ ④ اہل بدعت سے تعلق کو کاٹ لینا چاہئے۔

۱۶۸ : وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ : رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ ' يَعْنِي الْاَسْوَدَ ' وَيَقُوْلُ ' اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْ لَا اَنِّي رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۸: حضرت عابس بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت آپ یہ فرما رہے تھے میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ (متفق علیہ)

**تشریح:** عابس بن ربیعہ یہ نخعی کوفی مخضرم کبار ثقہ تابعین سے ہیں۔ انی اعلم: بخاری کی ایک روایت میں اما واللہ انی لا علم خبردار اللہ کی قسم میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ لا تضر و لا تنفع یعنی مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے۔

**نہایت ضعیف روایت:**

ابن حجر کہتے ہیں حاکم نے ابو سعید سے روایت کی کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو ان کو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا بے شک وہ نفع و نقصان دیتا ہے اور بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے عہد لیا اسے کاغذ پر لکھ کر پتھر کو کھلا دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اس پتھر کو قیامت کے دن لایا جائے گا' اس کی چلنے والی زبان ہوگی جو اس

کی گواہی دے گی جس نے اس کو توحید کے ساتھ بوسا دیا۔ یہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔

اور یہ بھی روایت میں وارد ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع بیان کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حجر اسود کو تین مرتبہ بوسہ دیا۔ پھر کہا انك حجر...... ما قبلتك پھر عمر کہنے لگے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر کو بوسہ دیا اور فرمایا: انك حجر ما تنفع ولا تضر طبرانی کہتے ہیں جناب عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لئے کیا کیونکہ لوگوں کا عبادت اصنام والا زمانہ قریب تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو خطرہ ہوا کہ کہیں جاہل یہ گمان نہ کر لیں کہ استلام حجر یہ پتھروں کی تعظیم کی قسم سے ہے۔ جیسا کہ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا۔

**ولو لا انی رأیت** ......اس قول عمر رضی اللہ عنہ میں یہ قاعدہ بتلایا گیا کہ شارع کی بات امور دین میں تسلیم کرنی چاہئے۔ جس کے معانی نہیں کھولے گئے اس میں خوب اتباع کرے۔ اگرچہ اس کی حکمت معلوم نہ ہو۔

اس سے جہاں کے اس اعتراض کا جواب بھی ہو گیا کہ حجر کی خاصیت ہے جو اس کی ذات کی طرف لوٹنے والی ہے۔

② سنن نبویہ کو قول و فعل سے بیان کرنا چاہئے۔ ③ امام کو جب کسی کی سوء اعتقادی کا خدشہ ہو تو اسے امر جلد بیان کر دینا چاہئے۔ (متفق علیہ) مسلم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: ولکن رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بك حفیا" یقبلك کے الفاظ ذکر نہیں کئے۔ (تجرید الاصول للبارزی)

**تخریج:** أخرجه مسلم (۲۵۱/۱۲۷۰) وأخرجه البخاری (۱۶۰۵) و مسلم (۱۲۷۰) وأحمد (۱/۲۲۶) والدارمی (۱۸۶٤) والبزار (۱۳۹) والنسائی فی الکبری (۳۹۱۹) وأبو یعلی (۲۲۰) وابن خزیمة (۲۷۱۱) وابن الجارود (٤٥۲) وابن حبان (۳۸۲۱) من طرق من حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

**الفوائد :** ① حجر اسود کا بوسہ مسنون ہے۔ ② نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جیسا کہ فرمایا ﴿وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ﴾ [الأنعام: ۱۷] ③ سنت کو بلا کم و کاست ادا کرنا چاہئے۔

# ۱۷: بَابٌ فِي الْوُجُوْبِ الْاِنْقِيَادِ لِحُكْمِ اللّٰهِ وَمَا يَقُوْلُهٗ مَنْ دُعِيَ اِلٰى ذٰلِكَ وَاُمِرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نُهِيَ عَنْ مُنْكَرٍ!

**باب:** اللہ کے حکم کی اطاعت ضروری ہے اور جس کو اللہ کے حکم کی طرف بلایا جائے یا امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کہا جائے وہ کیا کہے

**قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :**

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ [النساء:٦٥]

''تمہارے رب کی قسم ہے وہ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک تجھے اپنے باہمی جھگڑوں میں فیصل نہ مان لیں اور پھر تمہارے فیصلہ پر اپنے دلوں میں ذرہ بھر تنگی محسوس نہ کریں اور اس کو مکمل طور پر تسلیم کرلیں''۔ (النساء)

وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [النور:٥١]

''مؤمنو! بات یہ ہے کہ جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں کہ وہ کہہ دیں کہ ہم نے سنا اور مانا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''۔ (النور)

**انقیاد:** ظاہری فرمانبرداری اور باطنی رضامندی۔ دُعی یہ ماضی مجہول ہے۔ **ذلك:** اسم اشارہ بعید تفخیم شان کے لئے۔

آیت نمبر(۱) **فلا وربك.....**

سیوطیؒ کہتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت زبیر اور انصاری کے تنازعہ میں اتری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے تم پلاؤ پھر پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو۔ اس پر انصاری نے کہا یا رسول اللہ وہ تمہارا پھوپھی زاد ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ اسی سلسلہ میں اتریں اس کو ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ زبیر اور حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے درمیان پانی کے جھگڑے کے سلسلہ میں اتری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ پہلے اونچی زمین والا پلائے پھر نیچی والا (اخرجہ ابن ابی حاتم) ایک قول یہ ہے کہ اس کا سبب یہ تھا کہ دو آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان فیصلہ فرما دیا۔ اس نے کہا جس کے خلاف فیصلہ ہوا۔ ہمیں عمر کے پاس جانا چاہئے۔ پس وہ دونوں ان کے پاس پہنچے تو اس آدمی نے کہا کہ میرے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرما دیا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ ہمیں عمر کے پاس جانا چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اسی طرح ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تم دونوں میرے نکلنے تک انتظار کرو تا کہ میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں وہ تلوار لے کر نکلے اور اس آدمی کی گردن اڑا دی جس نے کہا تھا کہ ہمیں عمر کے پاس جانا چاہئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ سیوطی کہتے ہیں اس کو ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابوالاسود سے مرسلاً بیان کیا ہے مگر اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے پس یہ سنداً غریب ہے۔ مگر رحیم نے اپنی تفسیر ضمرہ سے اس کا شاہد نقل کیا ہے (جس سے اس کی غرابت میں کمی آ گئی)۔

آیت نمبر۲: ﴿انما كان قول المؤمنين﴾ (النور: ٥١)

**قول:** سے مراد جوان کو کہنا چاہئے۔ **اطعنا:** ہم نے مانا قبولیت کے ساتھ۔

**اولیك:** یہ لوگ اس وقت ناجی ہیں۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مراد دعونی ما ترکتکم ہے۔

وَفِيْهِ مِنَ الْاَحَادِيْثِ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ الْمَذْكُوْرُ فِيْ اَوَّلِ الْبَابِ قَبْلَهٗ وَغَيْرُهٗ مِنَ الْاَحَادِيْثِ فِيْهِ۔

اس باب سے متعلقہ روایات میں وہ حدیث ابو ہریرہ ہے جو پہلے گزری اور دیگر روایات میں سے یہ ہے۔

۱۶۹ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:لَمَّا نَزَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ اَلْاٰيَةَ اشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَكُوْا عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوا :اَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلِّفْنَا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا نُطِيْقُ :الصَّلٰوةُ وَالْجِهَادُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَا نُطِيْقُهَا ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ اَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا؟ بَلْ قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ فَلَمَّا اقْتَرَاَهَا الْقَوْمُ وَذَلَّتْ بِهَا اَلْسِنَتُهُمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ اِثْرِهَا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :"لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا" قَالَ :نَعَمْ ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا﴾ قَالَ:نَعَمْ ﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ قَالَ :نَعَمْ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہؐ پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لِلّٰهِ مَا ...... ﴾ "اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو وہ جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ اللہ تعالیٰ اس پر تمہارا محاسبہ کریں گے"۔ تو یہ آیت صحابہ کرام رضوان اللہ پر گراں گزری۔ وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمیں کچھ ایسے اعمال کا ذمہ دار بنایا گیا ہے جن کی ہم طاقت رکھتے ہیں مثلاً نماز' جہاد' روزہ' صدقہ وغیرہ اور آپؐ پر یہ آیت اتری ہے اور ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: "کیا تم چاہتے ہو کہ تم اسی طرح کہو جس طرح تم سے پہلے اہل کتاب نے سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا بلکہ تم یوں کہو سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ...... جب اس دعا کو صحابہ نے پڑھا اور ان کی زبانوں پر یہ رواں ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ آیت نازل فرمائی: ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ ...... ﴾ "ایمان لائے رسول اس پر جو ان پر ان کے رب کی طرف سے اتارا گیا اور مومن بھی ایمان لائے۔ سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے

رسولوں پر۔ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان (ایمان کے لحاظ سے) تفریق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اے ہمارے رب ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔
جب انہوں نے ایسا کرلیا تو اللہ نے آیت کے اس حصہ کو منسوخ فرما دیا اور اس کی جگہ نازل فرمایا: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ ...... اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جو اچھے کام کرے گا اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا اور جو برے کام کرے گا اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ اے ہمارے رب! ہماری بھول اور غلطیوں پر ہماری گرفت نہ فرما۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا۔ بہت اچھا۔ اے ہمارے رب! ہم پر اس طرح بوجھ نہ ڈال جس طرح تو نے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے۔ اللہ نے فرمایا ہاں اور ہمیں معاف فرما دے اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا کارساز ہے پس کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہاں۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **نزلت**: یہ صیغہ معروف ہے۔ **لله**: اللہ تعالیٰ کے لئے خلق وملک کے لحاظ سے آسمان وزمین کی ہر چیز ہے۔
**وان تبدوا**: ظاہر کرو۔ **ما في انفسكم**: یعنی برائی یا عزم سوء۔ **او تخفوه**: چھپاؤ۔ **يحاسبكم به**: وہ قیامت کے دن جزاء دے گا۔
**والله على كل شئ قدير**: اسی کی طرف سے بدلہ ومحاسبہ ہے۔
**اى**: یہ نداء قریب کا لفظ ہے۔ **كلفنا**: یہ ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔
**ما نطيق**: جن کی ادائیگی کر سکتے ہیں۔ **الصلاة** ...... **الصدقة**: (۱) بدل کی وجہ سے نصب (۲) رفع جائز ہے جب جملہ الگ ہو۔
**لا نطيقها**: مازری کہتے ہیں شاید یہ اس لئے کہا کہ وہ سمجھے کہ خواطر غیر مکتبہ پر مواخذہ ہوگا جبکہ ان کے دفع کی تو قدرت نہیں۔ اسی لئے اس کو مالا یطاق کی قسم خیال کیا اور ہمارے ہاں تکلیف مالا یطاق عقلاً جائز ہے۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ آیا شریعت میں ایسی عبادت کا حکم وارد ہے یا نہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نافرمانی کے وظیفہ اور اوامر سے باز رہنے والے وطیرے سے خبردار کرتے ہوئے کہا۔
فرمایا: **اتريدون**: کیا تم یہود ونصاریٰ والی بات کہنا چاہتے ہو۔
**النَّحْو** : **من قبلكم**: یہ اہل الکتابین سے حال ہے یا صفت ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کی بات تو سن لی اور آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی۔ **بل قولوا سمعنا**: کہ تم کہو جو ہمیں حکم ملا اس کو ہم نے قبول کرلیا اور آپ ﷺ کے حکم کی اطاعت کی۔
**غفرانك**: یہ اغفر محذوف کا مصدر ہے یا نسالك: کا مفعول ہے۔
**ربنا**: حرف نداء کو حذف کر دیا۔ گویا بندہ ہر وقت بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہے۔ آپ کی طرف لوٹنا ہے نہ غیروں کی طرف۔
**اقتراها**: جب صحابہ کرامؓ نے یہ آیت پڑھی اور ان کی زبانوں پر چڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: آمن: تصدیق کی۔ **ما انزل اليه**: سے مراد قرآن مجید۔
**كلٌّ**: کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے۔ ای **كل واحد منهم ملائكته وكتبه ورسله**: یہ ترتیب وجودی پر لائے گئے ہیں۔
**لا نفرق**: اس سے پہلے **يقولون**: محذوف مانا جائے گا اور تفریق رسل کا مطلب یہ ہے کہ کسی پر ایمان ہو اور کسی پر نہ ہو۔ جیسا

یہود و نصاریٰ نے کیا۔ قالوا سمعنا...... ① جب انہوں نے پختہ طور پر سمعنا و اطعنا: کہہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت میں ان کی تعریف فرمائی اور دلوں سے مشقت کو ہٹا دیا یہ طاعت اور انقطاع الی اللہ کا ثمرہ ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل نے اس کا الٹ کیا تو ان پر مشکل کام ڈالے گئے اور ذلت و مسکینی اور جلاوطنی ان کا مقدر بن گئی۔ یہ سب سرکشی اور نافرمانی کا نتیجہ تھا۔ قالوا سمعنا و عصینا: قرطبی۔ جب صحابہ کرامؓ نے بات مان لی تو اللہ تعالیٰ نے حکم منسوخ کر دیا اور یہ اتار دیا۔ لا یکلف اللہ ② امام نووی کہتے ہیں اس سلسلہ میں اکثر مفسرین نے نسخ کا قول کیا ہے مگر بعض متاخرین نے اس کا انکار کیا ہے کہ یہ خبر ہے اور اس میں نسخ کا کوئی معنی نہیں مگر یہ اس طرح نہیں اگرچہ یہ خبر ہے اور تکلیفی خبر ہے۔ اس پر مؤاخذہ ہے جس کو دل چھپاتے ہیں اور ایسی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جس فرمانبرداری کا حکم دیا وہ سمعنا: اور اطعنا: ہے یہ اقوال' اعمال' لسان وقلب سے ہوتے ہیں۔ پھر اس مؤاخذہ اور تنگی کو ہٹا لیا گیا۔ ③ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ نسخ کا یہاں مفہوم اس شدت وخوف کا ازالہ تھا جو اس امر سے ان کے دلوں میں پیدا ہوئی۔ پس دوسری آیت سے اس بات کو زائل کر دیا گیا اور ان کے دل مطمئن ہو گئے۔ مگر یہ بات کہنے والے کا مطلب یہ ہے کہ ان پر تکلیف مالا یطاق جیسی چیز لازم نہ کی گئی تھی۔ البتہ نفس کے خواطر سے تحفظ اور اخلاص باطن ان پر گراں ہوا۔

ان کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ان کو تکلیف مالا یطاق کا ذمہ دار نہ بنا دیا جائے۔ تو ان سے یہ خطرہ دور کر کے بتایا کہ ان کو تو اسی بات کی تکلیف دی گئی ہے جو ان کی وسعت میں ہے۔ پس اس کے مطابق تکلیف مالا یطاق کا جب ثبوت انہیں تو نسخ کس چیز کا ہوا۔

④ بعض کا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس بات میں کہ شک و یقین کو مؤمن دکافر مخفی رکھیں۔ پس وہ ایمان والوں کو بخش دے گا اور کفار کو عذاب دے گا۔ (کذا قال القاضی)

⑤ واحدی نے کہا کہ محققین نے اسی بات کو اختیار کیا کہ آیت محکم غیر منسوخ ہے۔

وسعھا: جو اس کی قدرت میں ہے۔ الوسع: طاقت اور محنت کو کہتے ہیں یہ اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی بات کا حکم دیتے ہیں جو ہماری طاقت اور بس میں ہے اور شریعت کے احکام ایسے ہی ہیں اور شریعت میں درگزر کا معاملہ بھی اسی پر دال ہے۔ اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں سے اس تکلیف کا ازالہ ہوا جو کہ خواطر کے سلسلہ میں تاویل سے پیدا ہوئی تھی۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ عقلاً جائز ہے یا نہیں۔ (المفہم للقرطبی)

لھا ما کسبت: جو اس نے نیک عمل کئے ان کا ثواب اسے ملے گا۔ علیھا ما اکتسب: اور جو برے کام کئے ان کی سزا ہوگی۔ کسی کے گناہ کے بدلے میں دوسرا نہ پکڑا جائے گا اور نہ خواطر نفس پر سزا ہوگی (جب تک کہ اس کو دل میں پختہ نہ کرے)

نیکی کے سلسلہ میں لام لائے کیونکہ انسان اپنی کمائی سے خوش ہوتا ہے اس لئے نیکی کو اس کی ملک قرار دیا گیا اور گناہ کے سلسلہ میں علیٰ لائے کیونکہ وہ سخت قسم کے اٹھائے جانے والے بوجھ ہیں۔

ابن عطیہ کا قول یہ ہے کہ حسنہ میں کسب کا لفظ لایا گیا کیونکہ یہ بلا تکلف حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ کمانے والا شریعت کے طریقہ اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر چل رہا ہوتا ہے اور گناہ میں اکتساب فرمایا کیونکہ اس کا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ممنوعات کے پردے کو پھاڑ کر اس سے آگے قدم بڑھانے والا ہے''۔

ربنا لا تؤاخذنا: اے ہمارے رب ہمارا سزا کے ساتھ مؤاخذہ نہ کر۔ ان نسینا او اخطأنا: اگر ہم درست راہ جان بوجھ کر نہیں بلکہ بھول کر چھوڑ دیں۔ جیسا پہلے لوگوں سے مؤاخذہ ہوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قال نعم: فرمایا میں نے کر دیا۔ یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ ابن عباسؓ نے قد فعلت: سے روایت کیا۔

قرطبی کہتے ہیں اس سے ثابت ہوا وہ بات بالمعنی نقل کرتے تھے۔ درست یہ ہے کہ عالم مناسب الفاظ سے ایسا کر سکتا ہے۔ مگر صدر اول کے بعد یہ درست نہیں کیونکہ کلمات ولغات میں تباین وتغیر شدید آ گیا ہے۔

ربنا: اے ہمارے رب ہماری دعا قبول کر۔ اصرا: وہ حکم جسکا اٹھانا ہمیں مشکل ہو۔ من قبلنا: بنی اسرائیل وغیرہ جن کو توبہ کے لئے قتل نفس، زکوٰۃ میں ربع مال، نجاست والی جگہ سے کپڑا کاٹنا پڑتا تھا۔ قال نعم: فرمایا میں نے کر دیا۔ لا طاقة لنا: یعنی تکالیف وآزمائشیں واعف عنا: ہمارے گناہ مٹا دے۔ وارحمنا: رحمت میں مغفرت سے اضافہ ہے۔ مولانا: ہمارا کارساز ہے۔ فانصرنا علی القوم الکافرین: لڑائی میں غلبہ اور حجت میں فوقیت۔ مولیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے موالی کے خلاف اعداء کی مدد نہیں کرتا۔ قرطبی کہتے ہیں یہ دعا کا طریقہ بتلایا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب اس سورت کی قرأت سے فارغ ہوتے تو آمین کہتے۔ ابن عطیہ کہتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بات معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے تو خوب تر ہے اور اگر دعا کی وجہ سے قیاساً کہا اور کیا ہے اور فاتحہ پر قیاس کیا ہے تو بھی خوب ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (١٢٥)

## ١٨: بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبِدْعِ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ!

**باب**: بدعات اور نئے نئے کاموں کے ایجاد کی ممانعت

**قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ﴾ [یونس:۳۲]

''نہیں ہے حق کے بعد مگر گمراہی''۔ (یونس)

**وَقَالَ تَعَالٰی:**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ [الانعام:۳۸]

''ہم نے کسی چیز کے لکھ کر رکھنے میں کوئی فروگزاشت نہیں کی''۔ (الانعام)

**وَقَالَ تَعَالٰی:**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ [الانعام:۱۵۴]

''اگر تم کسی چیز کے متعلق آپس میں اختلاف و جھگڑا کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو یعنی کتاب وسنت کی طرف لوٹاؤ''۔ (الانعام)

اَيِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔ وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾

[الانعام:۱۵۳]

''بے شک یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس اسی کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو ورنہ وہ تمہیں ان سیدھے راستے سے جدا کر دیں گے''۔ (الانعام)

وَقَالَ تَعَالٰى :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ [آل عمران:۳۱]

''اے میرے پیغمبر ﷺ آپ فرما دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالیں گے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا''۔ (آل عمران)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا وَّهِيَ مَشْهُوْرَةٌ فَنَقْتَصِرُ عَلٰى طَرَفٍ مِّنْهَا۔

اس سلسلہ کی روایات احادیث بھی بہت ہیں مگر چند یہاں ذکر کرتے ہیں۔

محدثات الامور: جو قواعد شریعت پر نہ ہوں نہ شریعت ان کی تائید کرتی ہو۔

آیت نمبر ① ﴿فما ذا بع الحق الا الضلال﴾ (یونس:۳۲)

حق و باطل دونوں ضدیں ہیں ایک کو اختیار کرنا دوسرے کو چھوڑنا ہے۔ حق وہ ہے جس کی کتاب وسنت میں نص ہو یا نص سے مستنبط ہو۔ امام مالک سے دریافت کیا گیا نرد شطرنج کھیلنے والے کی گواہی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا عادی ہو اس کی گواہی درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فما ذا بعد الحق الا الضلال﴾ یہ سب ضلال کی چیزیں ہیں۔ (احکام القرآن سیوطی)

آیت نمبر ② ﴿ما فرطنا في الكتاب من شئي ......﴾ خازن کہتے ہیں کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے کیونکہ اس میں تمام مخلوق کے احوال درج ہیں۔ بعض نے قرآن مراد لیا یہ تمام احوال (شریعت) پر مشتمل ہے۔

آیت نمبر ③ ﴿فان تنازعتم فی شئی......﴾ الی اللہ والرسول کا مطلب کتاب وسنت ہے۔ لف نشر مرتب ہے۔ باب المحافظۃ علی السنۃ میں تفسیر گزری۔

آیت نمبر ④: ﴿وان هذا صراطي مستقيما﴾ یہ جس کی میں تم کو تاکید کی یہ میرا راستہ ہے اس حالت میں کہ وہ مستقیم ہے۔ السبل: وہ راستے جو اس کے خلاف ہیں۔ سبیلہ: سے دین مراد ہے۔ آیت میں متکلم سے غیب کی طرف نسبت ہے۔

آیت نمبر ⑤: ﴿قل ان كنتم تحبون الله......﴾ اس کے متعلق کلام گزر چکا ہے۔

۱۷۰: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ :"مَنْ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ"۔

۱۷۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے''۔ (متفق علیہ) مسلم کی روایت میں ہے: ''کہ جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کے متعلق ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے''۔

احدث: ایجاد کرنا۔ امرنا: سے دین مراد ہے یعنی دین اسلام۔

**اَللُّغَاتِ:** ما الذی: کے معنی میں ہے۔ لیس منه: کوئی اصول اس کی شہادت نہیں دیتا۔ ردٌّ: وہ مردود ہے۔ اس کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔

مصدر پر مفعول کا اطلاق ہے۔ جیسے خلق بمعنی مخلوق۔ امام نووی کہتے ہیں ابطال منکرات کے لئے اس حدیث کی خوب اشاعت کرنی چاہئے۔ ابن حجر کہتے ہیں یہ اصول دین اور قواعد دین میں سے ہے۔ طوفی کہتے ہیں اس کو شرع کی آدھی دلیلیں کہنا چاہئے۔

روایت مسلم میں ہے۔ اس کو احمد نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اس کو تعلیقاً بخاری نے کتاب البیوع فی باب النجش میں اور باب اجتهد العالم او الحاكم: میں ذکر کیا ہے مگر نووی کہتے ہیں مجھے نہیں ملی۔ بلکہ وہاں بھی مسلم کی طرف نسبت ہے۔ من عمل علاً ليس عليه امرنا فهو رد: اس کے الفاظ عام ہیں اس میں ممنوع عقود اور بیوع ممنوعہ پر مرتب ہونے والے ثمرات کا عدم، ردِ محدثات، ردِ جمیع منہیات شامل ہیں کیونکہ وہ امور دین سے نہیں۔

**فَائِدَة:** ① حاکم کا حکم امرنا: کے باطن کو نہیں بدلتا۔ ② فاسد صلح ٹوٹ جائے گی اور ماخوذ علیہ مستحق ہوگا۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۱۰/۲٦۰۹۲) والبخاری (۲٦۹۷) و مسلم (۱۷۱۸) و (۱۸/۱۷۱۸) و ابو داود (٤٦۰٦) و أبو عوانة (۱۹/۱۸/٤) وابن ماجه (۱٤) والقضاعي في مسند الشهاب (۳٥۹) والطيالسي (۱٤۲۲) و ابن حبان (۲٦) والبيهقي (۱۱۹/۱۰) والدارقطني (۲۲٤/٤)

**الفرائد:** ① اللہ تعالیٰ کا قرب کتاب و سنت کی اتباع سے ہو سکتا ہے۔ ② جس نے ایسے عمل سے تقرب چاہا جو اللہ اور اس کے رسول نے نہیں فرمایا وہ مردود ہے۔ جیسا کہ قریش ننگے طواف کرتے، سیٹیاں بجاتے، بتوں کو نذرانے تقرب الی اللہ کے لئے کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

۱۷۱: وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اِذَا خَطَبَ

احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهُ وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ حَتّٰى كَاَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ : "صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ" وَيَقُوْلُ : "بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ" وَيَقْرِنُ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَيَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" يَقُوْلُ :"اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِهٖ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِاَهْلِهٖ ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضِيَاعًا فَاِلَيَّ وَعَلَيَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۷۱: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کی آنکھیں سرخ اور آواز بلند ہو جاتی اور غصہ شدید ہو جاتا۔ یہاں تک کہ محسوس ہوتا کہ آپ کسی دشمن کے لشکر سے ڈرانے والے ہیں۔ آپ ارشاد فرماتے اے لوگو! وہ لشکر تم پر صبح یا شام کو حملہ آور ہونے والا ہے۔ اور فرماتے میں اور قیامت ایسے بھیجے گئے ہیں جیسے یہ دو انگلیاں اور آپ اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ایک دوسرے سے ملاتے اور فرماتے اما بعد! بیشک بہترین بات کتاب اللہ ہے اور بہترین طریقہ محمد کا طریقہ ہے اور سب سے بدترین کام (دین میں) نئے نئے کام ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور آپ فرماتے ہیں میں ہر مؤمن پر اس کی جان سے بھی زیادہ حق رکھتا ہوں جو شخص مال چھوڑ کر جائے وہ تو اس کے ورثاء کے لئے ہے اور جو آدمی قرض چھوڑ جائے یا کمزور اہل وعیال چھوڑ جائے وہ میرے سپرداری اور میری ذمہ داری میں ہے"۔ (مسلم)

اذا خطب: جب آپ ایسا خطبہ دیتے جس میں کسی ممنوع کی تحذیر یا عقوبت سے ڈرانا مقصود ہوتا تو اشتد غضبہ: کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جلال کی بجلیوں کی چمک اور انذار کی روشنیوں کی دھمک' امت کے احوال کا مشاہدہ اور اکثریت کی امتثال امر میں تقصیر کے سامنے ہوتی اسی وجہ سے جابر نے آپ کی حالت انذار کو قیامت کی آمد اور اس کے قرب وقوع اور ایذاء والی چیزوں کے ذریعہ لوگوں کے ہلاکت میں مبتلا ہونے کو اس آدمی کی حالت سے تعبیر کیا جو اپنی قوم کو ان کی غفلت کے وقت میں قریبی حملہ آور لشکر سے خبردار کرے جو ان پر اچانک پڑ کر ان کو گھیرنے والا ہے کہ اس وقت کوئی اس کے قریب نہ آ سکے گا۔ منذر جیش: دشمن کے اس لشکر کی خبر دینے والا جس لشکر کا خطرہ ہو۔ یقول: یہ جملہ منذر کی صفت ہے۔ صبحکم: وہ دشمن تم پر لوٹ ڈالنے والا ہے۔ صبح یا شام کے وقت۔ پس حفاظت کرلو۔ جس طرح یہ دشمن اپنی قوم کی حالت پر خود متوجہ ہے اور آواز بلند کر رہا ہے اور اس کی آنکھیں سرخ ہیں اور ان کے تغافل پر اس کا غصہ سخت ہو رہا ہے کیونکہ وہ ایسی چیز سے غافل ہیں جو ان کا استیصال کر دے گی اور ان کو ہلاکت کے گھاٹ پر اتار دے گی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی حال تھا۔ امت کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرص شدید تھی اور قیامت اور اس کے احوال کے متعلق سخت خوف تھا۔ اسی لئے کانہ: پر اس کو عطف کیا۔ بعثت انا: انا کو بطور تاکید لائے تاکہ آگے عطف درست ہو سکے۔ والساعة کهاتین: الساعة پر نصب مشہور ہے کیونکہ یہ مفعول معہ ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں ① یہ قرب کی تمثیل ہے اور ان کے مابین کوئی اور انگلی نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قیامت کے درمیان اور کوئی نبی نہیں۔ ② مدت کے قرب کا ذکر بھی ہو سکتا ہے جیسا دو انگلیوں میں تقارب ہوتا ہے۔ یہ تقرب ہے تحدید نہیں۔ یقرن: راء کا کسرہ معروف ہے۔ اصبعیه: یہ تثنیہ ہے اس میں دس لغات ہیں۔ سبابه: اس کو سبابہ کہتے

ہیں کہ گالی کے وقت اس سے اشارہ کرتے ہیں۔ اما بعد: اس کا استحباب جمعہ وعید اور وعظ کے خطبات میں محسوس ہوتا ہے۔
فان خیر الحدیث...... ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم: قاضی نے ھُدی: کو ضمہ سے نووی نے فتح سے ذکر کیا ہے۔ ① ھَدْی: کا معنی سب سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور ② ضمہ کی روایت سے معنی دلالت و ارشاد کا ہے۔ اسی کی اضافت رسل اور قرآن اور بندوں کی طرف کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِي الي صراط المستقيم﴾ اور فرمایا: ﴿ان هذا القرآن يهدى للتي هي اقوم﴾ ③ باقی ہدایت کا معنی لطف و تائید۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے خاص ہے۔ جیسا اس آیت میں ہے ﴿انك لا تهدى من احببت......﴾ (الخلاصہ)
وشر الامور محدثاتها: محدث کتاب و سنت و اجماع میں جس کی اصل نہ ہو۔ شر: یہ ان کے اسم پر عطف ہو تو منصوب ہے اور محل انّ پر ہو تو مرفوع ہے۔ کل بدعة ضلالة: یہ عام مخصوص البعض ہے۔ جیسا حدیث عرباض میں گزرا ہے۔
انا اولی...... یہ اس آیت کے مطابق ہے: ﴿النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم......﴾ اس کا معنی احق ہے۔ ہمارے علماء نے فرمایا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی ضرورت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ساتھی پر دینا ضروری تھا اور مالک کی بلا اجازت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لینا درست تھا اگرچہ ایسا پیش نہیں آیا۔
من ترك مالاً فلاهله: اہل جو کہ ورثاء ہیں اور اگر وہ تمام مشغول بالدین ہوں تو ان کے قرض سے بچا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹے گا۔ من ترك دیناً...... ابن حجر کہتے ہیں انا اولیٰ بلكل مؤمن: کی تفسیر ہے۔ اہل لغت کا قول ہے کہ الضیاع میں ضاد پر فتحہ ہے۔ مراد بچے ہیں۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں اصل ضاع یضیع ہے مراد ذی ضیاع (یعنی بیوی، بچے) مصدر کو اسم کی جگہ لایا گیا ہے۔ جس طرح اس روایت میں من مات وترك فقراء۔
بعض کہتے ہیں اگر ضاد کو کسرہ کر دیا جائے تو یہ ضائع کی جمع بن جائے گی جیسے جائع و جیاع۔ سیوطی کہتے ہیں ابوالبقاء نے ضاد کا فتحہ لکھا ہے کسرہ جائز ہی نہیں کہا۔ علیّ: کا مطلب قرض کی ادائیگی۔ بعض نے کہا یہ بطور سخاوت تقاضا فرمایا۔ نووی کہتے ہیں صحیح یہ ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ واجب تھا۔ اب یہ آپ کی خصوصیات سے ہے یا آپ کے بعد والے خلیفہ پر اسی طرح لازم ہے اگر اس سے زیادہ اہم کام نہ ہو۔ الیّ ضیاع: میرے ذمہ ہے۔ حدیث میں لف نشر غیر مرتب ہے۔
**تخریج:** أخرجه مسلم (٨٦٧) و النسائی (١٥٧٧) و ابن ماجه (٤٥)
**الفوائد:** ① خطیب کو خطبہ پراثر انداز سے دینا چاہئے۔ جلال الٰہی کا رعب اس سے ٹپکے۔ ② عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے مال، نفس، اولاد بلکہ ساری کائنات پر اس کو ترجیح دینی چاہئے۔ ③ زندگی و موت ہر حالت میں آپ اُمت پر شفقت فرمانے والے ہیں۔

١٧٢: وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدِيْثُهُ السَّابِقُ فِيْ بَابِ الْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ۔
١٧٢: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت باب المحافظة على السنة میں گزر چکی ہے۔
**تشریح:** عرباض بن ساریہؓ والی سابقہ روایت حدیثه السابق: رفع کے ساتھ مبتداء اور اس کی خبر ماقبل کا ظرف ہے۔
**تخریج:** (ایضا)

## ۱۹ : بَابٌ فِيْمَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً اَوْ سَيِّئَةً

## باب : جس نے کوئی اچھا یا برا طریقہ جاری کیا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ [الفرقان: ۷۴]

''اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ایسی بیویاں اور اولاد عطا فرما جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور ہمیں متقین کا راہنما بنا''۔ (الفرقان)

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ [الانبیاء: ۷۳]

''اور ہم نے ان کو مقتدا بنایا وہ ہمارے حکم کے ساتھ لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں''۔ (الانبیاء)

یہ باب اس کے ثواب کے بیان کرنے کے لئے ہے جس نے کوئی اچھا طریقہ نکالا اور جس کی قواعد شرع میں گنجائش ہے۔ اس کی سزا جس نے برا طریقہ جو قواعد شرع کے خلاف تھا رائج کیا۔

آیت نمبر ① اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے بعض اوصاف کا اس طرح تذکرہ فرماتے ہیں:

**والذین یقولون...... قرۃ اعین:** اس طرح کہ ان کو آپ کا فرمانبردار پائیں۔ بعض نے کہا کہ جب ان کو کمال نفع میسر آیا تو انہوں نے اپنے پیروکاروں پر لوٹانا مناسب خیال کیا اور اس کی ابتداء بیویوں سے کی کیونکہ ان کی اصلاح میں اولاد کی اصلاح مضمر ہے۔ بچے والدین کے تابع ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا آدمی کی بڑی سعادت اسی میں ہے کہ اس کا بیٹا شریف ہو۔ والدین کا اولاد کے لئے دعا کرنا اگرچہ اولاد کے لئے ہے مگر اس میں والدین کی بھی بھلائی ہے کیونکہ بعض بندے قیامت کے دن پیش ہوں گے ان کے نامہ اعمال میں کچھ نیکیاں ہوں گی بندہ کہے گا یہ نیکیاں کہاں سے آئیں تو فرشتے کہیں گے تمہارے بیٹے نے استغفار کیا تھا۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ لڑکا جب کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کو دوگنا کر کے والدین کے لئے لکھ دیا جاتا ہے۔ **اماماً:** یعنی مقتداء بھلائی میں۔

آیت نمبر ② **ائمۃً:** جن کی بھلائی میں اقتداء کی جاتی ہے۔ جو ہمارے حکم سے لوگوں کی راہنمائی کرنے والے ہیں۔

۱۷۳ : وَعَنْ اَبِيْ عَمْرٍو وَجَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا فِيْ صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَهُ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُّجْتَابِي النِّمَارِ اَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوْفِ ، عَامَّتُهُمْ بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا

رَاٰی بِهِمْ مِّنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ ثُمَّ صَلّٰی ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰيَةِ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ وَالْاٰيَةُ الْاُخْرٰی الَّتِيْ فِيْ اٰخِرِ الْحَشْرِ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِّنْ دِيْنَارِهٖ مِنْ دِرْهَمِهٖ مِنْ ثَوْبِهٖ مِنْ صَاعِ بُرِّهٖ مِنْ صَاعِ تَمْرِهٖ" حَتّٰی قَالَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهٗ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰی رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَّثِيَابٍ حَتّٰی رَاَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ – فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهٗ "مُجْتَابِي النِّمَارِ" هُوَ بِالْجِيْمِ وَبَعْدَ الْاَلِفِ بَاءٌ مُّوَحَّدَةٌ وَالنِّمَارُ جَمْعُ نَمِرَةٍ وَّهِيَ كِسَآءٌ مِّنْ صُوْفٍ مُّخَطَّطٌ وَمَعْنٰی "مُجْتَابِيْهَا" لَا بِسِيْهَا قَدْ خَرَقُوْهَا فِيْ رُؤُوْسِهِمْ "وَالْجَوْبُ" الْقَطْعُ وَمِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰی: ﴿وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾ اَيْ نَحَتُوْهُ وَقَطَعُوْهُ– وَقَوْلُهٗ "تَمَعَّرَ" هُوَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ: اَيْ تَغَيَّرَ – وَقَوْلُهٗ: "رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ" بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّهَا: اَيْ صُبْرَتَيْنِ– وَقَوْلُهٗ: "كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ" هُوَ بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَفَتْحِ الْهَآءِ وَالْبَآءِ وَالْمُوَحَّدَةِ قَالَهُ الْقَاضِيْ عِيَاضٌ وَغَيْرُهٗ وَصَحَّفَهٗ بَعْضُهُمْ فَقَالَ: "مُدْهُنَةٌ" بِدَالٍ مُّهْمَلَةٍ وَضَمِّ الْهَآءِ وَبِالنُّوْنِ وَكَذَا ضَبَطَهُ الْحُمَيْدِيُّ وَالصَّحِيْحُ الْمَشْهُوْرُ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْمُرَادُ بِهٖ عَلَی الْوَجْهَيْنِ: الصَّفَآءُ وَالْاِسْتِنَارَةُ۔

۱۷۳: حضرت ابوعمرو جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ہم دن کے شروع میں آنحضرتؐ کے پاس تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے پاس کچھ ایسے لوگ آئے جو ننگے بدن تھے اون کی دھاری دار چادریں یا کمبل ڈالے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ ان کی اکثریت قبیلہ مضر سے بلکہ تمام کے تمام قبیلہ مضر سے تھے۔ جب رسول اللہؐ نے ان کی فاقہ کشی کو دیکھا تو آپؐ کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا۔ پس آپؐ گھر میں تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے۔ پھر آپؐ نے بلال کو اذان کا حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی اور اقامت کہی اور آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر آپؐ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: "اے لوگو! تم اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ الایہ اور یہ آیت ﴿رَقِيْبًا﴾ تک پڑھی۔ اور دوسری آیت جو حشر کے آخر میں ہے۔ تلاوت فرمائی ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ ......﴾ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو ہر شخص کو دیکھ لینا چاہیے کہ اس نے کل کے لئے کیا کچھ آگے بھیجا

ہے"۔ ہر آدمی کو چاہئے کہ وہ درہم' دینار' کپڑے اور گندم کا صاع' کھجور کا صاع صدقہ کرے۔ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ صدقہ کرو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ انصار میں سے ایک شخص تھیلی لایا جو اتنی بوجھل تھی کہ اس کے ہاتھ اٹھانے سے عاجز ہو رہے تھے بلکہ عاجز ہو ہی گئے۔ پھر لوگ مسلسل لاتے رہے یہاں تک کہ میں نے دو ڈھیر کپڑے اور خوراک کے دیکھے۔ میں نے آنحضرتؐ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا کہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ گویا اس پر سونے کی چھال پھیر دی گئی ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: "جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کے لئے اس کا اجر اور ان تمام لوگوں کا اجر ہے جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے۔ بغیر اس بات کے کہ ان کے اجروں میں کوئی کمی کی جائے اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ رائج کیا تو اس پر اس کے اپنے گناہوں کا بوجھ اور ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ ہوگا جو اس پر اس کے بعد عمل کریں گے۔ بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں کے بوجھ میں کچھ کمی کی جائے"۔ (مسلم)

مُجْتَابِي النِّمَارِ: یہ نمرہ کی جمع ہے دھاری دار چادر۔

مُجْتَابِيْهَا: پہننے والے۔ انہوں نے دو چادریں پھاڑ کر سروں پر ڈال رکھی تھیں۔

اَلْجَوْبُ: کاٹنا۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" یعنی ان کو تراشا اور کاٹا۔

تَمَعَّرَ: تبدیل ہوا۔

رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ: دو ڈھیر۔

كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ: یہ بقول قاضی عیاض ہے۔

امام حُمیدی نے مُذْهَنَةٌ لکھا ہے مگر پہلا زیادہ صحیح ہے۔

دونوں صورتوں میں مراد اس سے چہرہ کی صفائی اور چمک ہے۔

**تشریح** ۞ جریر بن عبداللہ بن مالک بن نضر بن ثعلبہ البجلی الاحمسی الکوفی رضی اللہ عنہ۔ ان کا نام جریر کنیت ابوعمرو ہے۔

بُجَیْلَۃ: یہ صعیر بن سعد کی بیٹی کا نام ہے یہ ام انمار بنت اوس کا خاندان ہے اور اسی کی طرف منسوب ہے۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں جریر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ۱۰ھ رمضان میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ کی اسلام پر بیعت کی۔ عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے یہ اس امت کے یوسف ہیں۔ ان کا قد اتنا لمبا تھا کہ اونٹ کی کوہان تک پہنچتا تھا۔ ان کا جوتا ایک ہاتھ لمبا تھا۔ یہ کوفہ میں مقیم ہوئے پھر افریقیا منتقل ہو گئے۔ وہاں ۵۱ھ میں وفات ہوئی۔ بعض نے کہا انہوں نے جزیرہ میں اقامت اختیار کی وہاں ۵۴ھ میں وفات ہوئی۔ واللہ اعلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۰۰ روایات مروی ہیں۔ ۸ متفق علیہ۔ بخاری ایک اور مسلم ۶ میں منفرد ہے۔ ان کے مناقب بہت ہیں۔

ان کی عجیب باتوں میں ایک یہ ہے کہ ان کے وکیل نے ان کے لئے ۳ سو درہم کا گھوڑا خریدا۔ اس کو جریر نے دیکھا تو خیال کیا یہ چار سو درہم کا ہے تو اس کے مالک کو فرمایا تو اسے چار سو درہم میں بیچتا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں پھر ان کو خیال ہوا پانچ سو کا پھر چھ سو کا پھر سات سو کا پھر آٹھ سو کا تو اسے آٹھ سو میں خرید لیا۔ (تہذیب نووی)

کنا فی صدر: ہم دن کی ابتداء میں دیدار نبوی سے مشرف بار تھے کہ ایک قوم۔ عراۃ: یہ عار کی جمع ہے۔ مجتابی النمار: وہ اون کی دھاری دار چادریں درمیان سے کاٹ کر ان کو پہننے والے تھے۔ العباء: جمع عباءۃ چادریں۔ عامتھم: سے مراد اکثریت۔ کلھم من مضر: تمام مضرہی سے تھے۔ فتمعر: بدل گیا۔ من الفاقۃ: یعنی شدید احتیاج۔ جس کی وجہ اغنیاء کی عدم ہمدردی ہے خوشحال مسلمانوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ محتاجوں سے تکلیف کا ازالہ کریں۔ بھوکے کو کھانا کھلائیں اور ننگے کو کپڑے پہنائیں۔ اغنیاء نے ان کی حاجت پوری کرنے کی طرف سبقت نہ کی تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک بدل گیا۔ فدخل: یعنی اپنے گھر میں تشریف لائے۔ فصلی: سے ظہر کی نماز مراد ہے اور دن کے شروع ہونے کے بعد یہ پہلی نماز ہے۔ یایھا الناس: یہ آیت اگرچہ مکی ہے مگر حکم ان پر موقوف نہیں بلکہ عام ہے۔

اتقوا ربکم: اس کی اطاعت کر کے اس کے عذاب سے بچو۔ رقیبا: وہ تمہارے اعمال کا نگہبان ہے پس وہ ان پر بدلہ دے گا اور آیت کی موقعہ سے مناسبت یہ ہے کہ لوگوں کی اصل ایک ہے۔ پھر رحموں کے متعلق تقویٰ کا حکم دیا۔ پھر اس کو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ سے جوڑا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا مرتبہ ہے اور آیت کو رقیبا: پر ختم کیا۔ وہ نگران ہے ہر اس چیز کا جو مالدار کو محتاج کی ضرورت پورا کرنے کے لئے آمادہ ہے خاص طور پر رشتہ دار کیونکہ جس نے اپنے حقیقی رشتہ دار کو حاجت میں دیکھا اور صلہ رحمی نہ کی تو وہ قطع رحمی کرنے والا ہے وہ حق قرابت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے رقیب ہونے کا استحضار رکھنے والا ہے۔

اور یہ آیت بھی تلاوت فرمائی: ﴿یایھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ ولتنظر ...... لغد﴾ اس میں آج کے وقت میں نیک کام پر آمادہ کیا گیا ہے۔ تصدق: یہ لیتصدق: کی نسبت زیادہ بلیغ ہے۔ خبر بمعنی امر ہے۔ رجلٌ: یہ نکرہ ہے جمع معرفہ کی جگہ لائے۔ اسی لئے بلا عاطف یہ عبارت لائے۔ من دینارہ و من درھمہ......: پھر جتنے معطوفات ہیں سب سے پہلے رجلٌ: لگے گا۔ لو بشق تمرۃ: اس کو صدقہ کرنا چاہئے خواہ کھجور کا ٹکڑا ہو۔ من: جنس کے لئے ہے یعنی اس جنس میں سے جو بعض اس کے پاس ہے۔

**النَّحْو**: اور ظرف محل حال میں ہے یا تصدق سے متعلق ابتدائیہ ہے: ای من دنیار لہ: اگرچہ اس کو ضرورت ہو کیونکہ ایثار کمال کی حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ......﴾

فجاء رجل من الانصار: یہ مبہم مسلم کی روایت میں وارد ہے۔

بل: اضرابیہ تاکید و تحقیق کے لئے ہے۔

تتابع الناس: اپنی ہمت کے مطابق لوگ مسلسل لانے لگے۔ رایت کومین: کاف پر ضمہ و فتحہ دونوں پڑھ سکتے ہیں کذا قاضی قال۔ کُومۃ: ڈھیر۔ کومہ ایک مرتبہ کا ایک ڈھیر۔ کَومۃ: گندم کا ڈھیر۔ کَومہ: ہر چیز کا بڑا حصہ۔ الکوم ٹیلہ کی طرح بلند مقام۔ قاضی کہتے ہیں یہاں فتحہ بہتر ہے کیونکہ مقصود کثرت ہے اور ٹیلے سے مشابہت ہے۔ یتھلل: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا کیونکہ ان محتاجوں کا مقصود صحابہ کرام کی جلد تعمیل سے پورا ہو چکا تھا۔ سنۃ حسنۃ: پسندیدہ طریقہ اگرچہ اس کا حسن نص سے ثابت نہ ہو بلکہ استنباط کے ساتھ ہو اس طرح کہ اس نے اس کے کرنے کے لئے اپنے قول یا فعل سے دعوت دی یا اس پر معاونت کی یا خود کیا اور دوسروں نے اس کے عمل کی اقتداء کی۔ فلہ اجرھا: کیونکہ وہ اس کے کرنے کا سبب بنا گویا اس

نے خود کیا۔ کلام میں مجاز ہے۔
شیئ: یہ ینقص کا فاعل ہے یعنی اس کو اتنا بڑا اجر دینے سے اصل کام کرنے والوں کے اُجور میں ذرا کمی نہ آئے گی۔ سنه سيئة: گناہ کا کام خواہ معمولی ہو۔ اس طرح کہ اس نے خود کیا اور لوگوں نے اس کی اقتداء کی یا اس کی طرف بلایا یا اس پر معاونت کی ہو۔ تو اس پر کرنے کا گناہ ہوگا۔ من اوزارهم شيئ: ان کے بوجھ بھی کم نہ ہوں گے اس کی وجہ یہ ہے اگر چہ مکلّف کا فعل نہ واجب کرنے والا اور نہ ثواب کا تقاضا کرنے والا اور نہ ذاتی لحاظ سے عقاب کا باعث ہے۔ مگر عادت الٰہیہ یہ ہے کہ اس کو اس طرح اس کے ساتھ جوڑا گیا جیسا مسبب سبب کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ فعل کے صادر کرنے میں بندے کی کسی تاثیر کا دخل نہیں۔ پس جیسا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے مباشر پر مرتب ہو جاتا ہے اسی طرح سبب پر بھی مرتب ہو جاتا ہے۔ پس جب مباشرت کی جانب جزاء و دلالت کی جہت سے جدا ہو گئی تو دلالت کرنے والے کا اجر ذرہ بھر کم نہ ہو۔

**نکتہ** ☆: حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال امت کے کئی گنا بڑھنے سے اجر بھی کئی گنا بڑھ کر ثواب ملے گا جس کا عقل اندازہ نہیں کر سکتی اور جس کی کوئی حد نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے۔ آپ ﷺ کا ثواب اپنے صحابہ کے عمل کے اعتبار سے بڑھا کر ملے گا اور صحابہ کرام نے جن کی راہنمائی کی قیامت تک اسی طرح آپ ﷺ کے اجر میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اسی طرح ہر مرتبہ میں پہنچانے والوں سے بڑھا کر امت کے اختتام تک دیا جائے گا۔

اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ہر اہل مرتبہ کی فضیلت بہت بڑی ہوگی جبکہ بعد والوں کے بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کا ثواب متعدد مرتبہ بڑھایا جائے گا۔ پس غور کرو گے تو سلف کی خلف پر فضیلت اور متقدمین کی متاخرین سے سبقت سمجھ آ جائے گی (فتح الدلہ)

امام نوویؒ کہتے ہیں من سن سنه: سے كل محدثه: کی تخصیص معلوم ہوتی ہے۔ (رواہ مسلم)

(مگر سیاق روایت سے من سن سنه حسنة: کا مفہوم صدقہ جو کہ ایک ثابت شدہ چیز ہے اس میں پہل کرنا معلوم ہوتا ہے۔ گویا وہ شرع سے پہلے سے ثابت ہے۔ اب اس میں اپنی ہمت کے مطابق پہل ہے اور بدعت کی شرعی تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی معاملات یا علوم وغیرہ تو بدعت کی تعریف میں پہلے ہی سے شامل نہیں ان پر نفسہ اطلاق آ رہا ہے۔ پس لغوی اطلاق سے اس حدیث کی تخصیص کی حاجت نہیں اگلی روایت جو سیئہ کی مثال کی اس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم مترجم)

مُجْتَابِيْ النمار: اون کی دھاری والی چادر پہننے والے۔ خرقوها: اس حال میں کہ پھاڑ لیا گریبان کا مقام۔ جواب جتاب کا معنی کاٹنا جیسا فرمایا: ﴿الذين جابوا الصخر بالواد...﴾ الواد سے وادی القریٰ مراد ہے۔ تمعر بدلنا جیسا عرب کہتے ہیں: مكان أمْعَر: قحط زدہ جگہ۔ صبرہ کھانے کا ڈھیر۔ مُذْهَبَة: حمیدی وغیرہ اس کو مَدْهنه: لکھا ہے اگر یہ درست ہو تو تیل ڈالنے کا برتن۔ پہاڑ میں گہری جگہ جہاں صاف ستھرا پانی جمع ہو جائے تو اس صورت میں بھی چہرۂ مبارک کی صفائی کو اس صاف ستھرے بے غبار پانی سے تشبیہ دی ہے اور تیل کی صفائی سے بھی یہی مقصود ہے۔ قاضی کہتے ہیں پہلا صحیح تر اور معروف ہے۔ نووی نے اس کی تفسیر میں دو وجہیں ذکر کی ہیں: ① فضه مُذهبه: (وہ چاندی جس پر سونا پھیر دیا ہو) یہ چہرے کے حسن اور چمک میں زیادہ بلیغ ہے۔ ② چہرے کے حسن و نور میں ان کھالوں سے تشبیہ دی جن پر سونے کے خطوط لگاتے تھے۔ مذهبة: کی جمع

مذاہب۔ ان دونوں صورتوں میں چہرے کی صفائی و روشنی مراد ہے۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (۱۰۱۷) والنسائی (۲۵۵۳) وابن ماجه (۲۰۳)

**الفوائد:** نیک کاموں میں پہل کرنا چاہئے۔ جو پہل کرے گا بعد والوں کا ثواب پائے گا۔

۱۷۴: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: "لَیْسَ مِنْ نَّفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا اِلَّا کَانَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ کِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ کَانَ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۷۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو جان بھی ظلماً قتل کی جاتی ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے پر اس کے خون ناحق کا ایک حصہ ہے۔ اس لئے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل ناحق کا یہ طریقہ رائج کیا''۔ (متفق علیہ)

**تشریح:** ابن آدم الاول: قابیل مراد ہے جو ہابیل کا قاتل تھا۔

**النحو:** من: تاکید استغراق کے لئے زائدہ ہے۔ جبکہ ہر ایک نے اپنی اس اخت سے شادی کی جو دوسرے کے ساتھ پیدا ہوئی۔ شریعت آدم میں ایک حمل بمنزلہ اقارب اور دوسرا بمنزلہ اباعد تھا۔ بقاء نسل کے لئے یہ تجویز کی گئی۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا کیونکہ اس کی بیوی زیادہ جمال والی تھی۔ قابیل کو حسد نے قتل پر آمادہ کیا۔ آیت میں سبب قتل کی طرف تعرض نہیں کیونکہ ممکن ہے یہ حسد ہی سبب قتل ہو۔ قابیل پہلا قاتل اور ہابیل پہلا مقتول مظلوم تھا۔ سن القتل: اس نے قتل ایجاد کیا۔ تو ہر قاتل اس کی اقتداء کرنے والا ہے۔ خواہ ایک واسطہ سے یا کئی وسائط سے۔ (متفق علیہ)

بعض نے کہا یہ ولا تزر وازرۃ: کے خلاف ہے۔ جواب یہ ہے کہ ہر نفس جس پر یہ معاملہ پیش آیا وہ اس کا سبب بننے کی وجہ سے اس کے گناہ کا بوجھ اٹھانے والا ہے۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۲/۳۶۳۰) والبخاری (۳۳۳۵) و مسلم (۱۶۷۷) والترمذی (۲۶۷۳) والنسائی (۳۹۹۶) و ابن ماجه (۲۶۱۶) و ابن حبان (۵۹۸۳) و عبدالرزاق (۱۹۷۱۸) و ابن أبی شیبة (۹/۳۶٤) والطبرانی (۱۱۷۳۸) والبیهقی (۸/۱۵)

## ۲۰: بَابٌ فِی الدَّلَالَةِ عَلٰی خَیْرٍ وَّالدُّعَاءِ اِلٰی هُدًی اَوْ ضَلَالَةٍ!

## بَاب ۲۰: خیر کی طرف راہنمائی اور ہدایت و گمراہی کی طرف بلانا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ﴾ [القصص: ۸۷]

''تم اپنے رب کی طرف بلاؤ''۔ (ای الٰی القصلی اللہ علیہ وسلم)

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ [النحل:۱۲۵]

''تم اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے بلاؤ''۔ (النحل)

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ [المائدة:۲]

''نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو''۔ (المائدہ)

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ [آل عمران:۱۰۴]

''چاہئے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی طرف دعوت دینے والی ہو''۔ (آل عمران)

الدّلالہ: راہنمائی خواہ دینی ہو یا دنیوی۔

آیت نمبر ①: ﴿ادع الی ربك......﴾ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید و عبادت کی طرف بلاؤ۔ اس آیت میں دعوت کا حکم ہے خواہ قبول کریں یا نہ کریں اور ذکر کی طرف بھی اشارہ ہے خواہ فائدہ دے یا نہ دے۔

آیت نمبر ② ادع: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بلاؤ۔ الی سبیل ربك: یعنی اس کے دین کی طرف۔ بالحکمة: قرآن مجید۔ والموعظة الحسنہ: اس کے اچھے مواعظ سے یا نرم انداز سے۔

آیت نمبر ③ وتعاونوا علی البر: جس کا حکم ملا اس کو کرنے سے۔ والتقویٰ: اور ممنوعات کو چھوڑ کر یہ امر تمام طاعات میں عام ہے۔ فرض میں فرض اور مستحب میں مستحب۔

آیت نمبر ④ ولتکن منکم امة: اس سے معلوم ہوا کہ خیر کی طرف بلانے والے امت میں افضل ترین ہیں۔ اسی لئے ان کا خصوصی تذکرہ فرمایا۔ منکم: میں اشارہ تمام لوگ مرتبہ میں ایک جیسے نہیں بلکہ متفاوت ہیں اس لئے کہ عالم اور اعلم فاضل اور افضل ہوں گے۔

۱۷۵: وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ ابْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۷۵: حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ ہیں' سے روایت ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی بھلائی کے کام کی طرف راہنمائی کی تو اس کو اس بھلائی کے کرنے والے کے برابر اجر ملے گا''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **مثل اجر فاعله**: سبب بننے کی وجہ سے جیسا کہ مسلم میں ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک آدمی خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میری اونٹنی ہلاک ہوگئی پس مجھے سوار کردو۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس نہیں۔ ایک آدمی نے کہا میں اس کو ایسا آدمی بتلاتا ہوں جو اس کو سواری دے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خیر کی طرف راہنمائی کی اس کو کرنے والے جیسا اجر ملے گا۔ اُبْدِعَ بی: ایک۔ بُدِعَ: بھی آیا ہے مگر بقول قاضی یہ لغت میں معروف نہیں ہے۔

نووی کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ اس کو کرنے والے کی طرح ثواب ملے گا۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ ان کی مقدار برابر ہو۔

① بعض نے کہا اصل ثواب میں مثلیت مراد ہے تضعیف و اضافہ میں نہیں۔ قرطبی کہتے ہیں اس کو ہر حصہ میں اس کی مثل ملے گا کیونکہ ثواب کا تعلق فضل الٰہی سے ہے وہ کسی بھی چیز پر جس کو چاہے عنایت کردے۔ خصوصاً جبکہ نیت درست ہو جو کہ تمام اعمال کی جڑ ہے ان طاعات میں جو کسی صانع کی وجہ سے نہ کر سکا اس قادر مطلق کے لئے بعید نہیں کہ اس عامل کو اصل فاعل جیسا ثواب دے دے۔ یا اس سے بھی بڑھا دے اور یہ حکم ان تمام مقامات پر جاری ہوگا جو اس کے مشابہ ہیں۔ جیسا حدیث **من فطر فله مثل اجره**: ہے۔

صدیقی کہتا ہے ترمذی کی روایت میں ورجل **لیس عنده شئی**: کہ کئی آدمی ایسے ہیں جن کے پاس دنیا کی کوئی چیز نہیں اور اس کی تمنا یہ ہے اگر اس کے پاس ہوتا تو وہ ضرور اس موقعہ پر خرچ کرتا۔ تو یہ اجر میں برابر ہیں او کما قال علیہ السلام اور دوسری روایت جو آ رہی ہے اس کا ظاہر بھی اسکا گواہ ہے۔ کذا قال القرطبی۔ (رواہ مسلم کتاب الامارۃ) اس میں اضافہ بھی موجود ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۱۸۹۳) والبخاری فی الأدب المفرد (۱٤۲) و أبو داود (۵۱۲۹) والترمذی (۲٦۷۱)

۱۷٦: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا، وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷٦: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا تو اس کو ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جو اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا اور اس سے ان کے اجروں میں کوئی کمی نہ کی جائے گی اور جو کسی کو کسی گمراہی کی طرف بلائے گا اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کا اتنا ہی وبال ہوگا جتنا اس کی پیروی کرنے والوں کو گناہ کرنے کا وبال ہوگا اور وبال ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی کمی نہ کرے گا''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **دعا الی هدی**: جس نے دوسرے کی راہنمائی کسی اچھے بڑے کام میں کی یا خیر کے خلاف کام کو چھوڑا مثلاً راستہ سے پتھر اٹھایا اس کا حکم دیا یا اس میں معاونت کردی۔ **اجور من تبعه**: یعنی اس کی دلالت سے یا اختیار کرنے سے۔ **لا ینقص ذلك**: دلالت کرنے والے کو دیا جانے والا یہ اجر۔ **من اجورهم**: جو ان کے اعمال پر ان کو ملا۔ **شیئا**: کوئی ذرہ بھی کم نہ

کرے گا کیونکہ بدلے کی جہت مختلف ہے۔ دعا الی ضلالۃ: جس نے کسی دوسرے کو گناہ کی ترغیب دی خواہ وہ معمولی تھا یا اس کو حکم دیا یا اس کی اعانت کی۔ من تبعہ: اس فعل میں اس کا پیرو یا اس کا حکم مان کر چلنے والا۔ (رواہ مسلم کتاب العلم)

**تخریج:** أخرجه مالك في موطئه (٥٠٧) بلاغاً۔ ووصله أحمد (٣/٩١٧١) و مسلم (٢٦٧٤) و أبو داود (٤٦٠٩) والترمذی (٢٦٧٤)

**الفوائد:** ① برے کاموں کی بنیاد ڈالنے والے کو سب کے برابر گناہ ملے گا۔ ② نیکی میں پہل کرنے والا بعد والوں کے اجر کو بھی حاصل کرنے والا ہے۔ مثلاً تعلیم علم، عبادت وغیرہ۔

۱۷۷: وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ یَوْمَ خَیْبَرَ: "لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَبَاتَ النَّاسُ یَدُوْکُوْنَ لَیْلَتَهُمْ اَیُّهُمْ یُعْطَاهَا – فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ کُلُّهُمْ یَرْجُوْا اَنْ یُّعْطَاهَا فَقَالَ: اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ؟" فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ یَشْتَکِیْ عَیْنَیْهِ قَالَ: "فَاَرْسِلُوْا اِلَیْهِ" فَاُتِیَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ عَیْنَیْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرَیٔ حَتّٰی کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّایَةَ – فَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: "اُنْفُذْ عَلٰی رِسْلِكَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا یَجِبُ عَلَیْهِمْ مِّنْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْهِ فَوَ اللّٰهِ لَاَنْ یَّهْدِیَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَیْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

قَوْلُهٗ: "یَدُوْکُوْنَ" اَیْ یَخُوْضُوْنَ وَیَتَحَدَّثُوْنَ – قَوْلُهٗ "رِسْلِكَ" بِکَسْرِ الرَّآءِ بِفَتْحِهَا لُغَتَانِ وَالْکَسْرُ اَفْصَحُ۔

۱۷۷: حضرت ابوالعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: ''میں یہ جھنڈا کل ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہے پس لوگوں نے رات اس بحث میں گزاری کہ وہ کون ہوگا جس کو جھنڈا دیا جائے گا۔ جب صبح کے وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لوگ حاضر ہوئے۔ تو ان میں سے ہر ایک امیدوار تھا کہ اس کو جھنڈا ملے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی آنکھیں خراب ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کی طرف پیغام بھیجو''۔ جب ان کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھوں پر لگایا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ چنانچہ ان کی آنکھیں اس طرح درست ہوگئیں گویا کہ ان کو تکلیف ہی نہ تھی۔ پس آپ ﷺ نے ان کو جھنڈا عنایت فرمایا۔ علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا میں ان سے لڑوں یہاں تک کہ وہ ہماری طرح ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم آرام سے چلتے جاؤ!

یہاں تک کہ ان کے میدان میں جا اترو۔ پھر ان کو اسلام کی طرف دعوت دو اور ان کو اللہ تعالیٰ کا وہ حق بتاؤ جو ان کے ذمہ ہے۔ قسم بخدا!! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو وہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہت زیادہ بہتر ہے"۔ (متفق علیہ)

یَدُوْکُوْنَ: بحث اور بات چیت کرنا۔

عَلٰی رِسْلِكَ: اپنے انداز سے۔

**تشریح** ۞ سہل بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعد بن کعب الخزرجی انصاری الساعدی رضی اللہ عنہ ان کی کنیت ابوالعباس یا ابویحییٰ ہے۔ ان کا نام حزن تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر سہل رکھ دیا۔ زہری کہتے ہیں وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ ان کی وفات ۸۸ھ میں مدینہ میں ہوئی۔ بعض نے ۹۱ھ لکھا ہے۔ بقول ابن سعد یہ مدینہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں دیگر نے اس میں اختلاف کیا ہے (تہذیب نووی) اختلاف کی تائید صاحب المواقیت الفاخرہ کا یہ قول ہے کہ مدینہ میں سائب بن یزید جو نمر کے بھانجے ہیں صحابہ میں سب سے آخر میں وفات پائی۔ ان کی وفات ۹۱ھ میں ہوئی۔ ان کی مرویات ۱۸۸ ہیں۔ ۲۸ میں بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ ۱۱ میں بخاری منفرد ہیں۔ **یوم خیبر**: عرب کسی کام کے سلسلہ میں یوم کا لفظ بول دیتے ہیں خواہ وہ کئی روز میں ہوا ہو۔ جیسے خیبر کئی روز میں فتح ہوا مگر یوم خیبر کہا ہے **یوماً من ایام خیبر**: ہے۔ یہ کنایہ ہے۔

**لاعطین الرایة**: رجلا کی تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ **یحب اللہ**: یہ رجل کی صفت ہے۔ **یحبهم اللہ ویحبونه رضی اللہ**: یہ دونوں شرف باہمی متلازم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے مراد بندے کے حق میں مرضیات الٰہی کی توفیق اور اس کو ثابت قدم رکھنا ہے اور بندے کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کا مطلب اللہ کے احکام کی پیروی اور ان کے مناہی سے باز رہنا۔

**یدوکون**: اس بحث میں مصروف رات گزاری کہ کس کو ملے گا۔

**غدوا**: دن کے شروع میں جانا۔ رواح دن کے پچھلے حصے میں جانا۔ یہ اصل معنی ہے البتہ ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ **کل هم یرجو**: کل کا لفظ کبھی لفظ کے لحاظ سے اور کبھی معنی کے لحاظ سے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں لفظ کے لحاظ سے ہے۔ کبھی دونوں کا لحاظ ہوتا ہے مثلاً **ان کل من فی السمٰوات** ... **احصاهم**: مگر درست بات یہ ہے کہ اس کی خبر سے ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہی لوٹے گی مثلاً **کلهم آتیه**: اور آپ کا ارشاد "**کلکم راع**" رہا یہ سوال کہ آیت میں ایسا نہیں تو جواب یہ ہے **احصاهم**: یہ جملہ قسم مقدر کا جواب ہے۔ یہ کل: کی خبر نہیں اور ضمیر کا مرجع من: ہے اور من معنا جمع ہے۔

**ان یعطاها**: صحابہؓ اس امید سے آئے نہ کہ جھنڈے کے لئے کیونکہ اس کی خصوصیت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا محبوب ہونا تھا۔ **یشتکی عینیه**: رمد کی تکلیف تھی جیسا دوسری روایت میں وارد ہے۔

**اَلنَّحْوُ**: **قال فارسلوا الیه**: اگر قال کا فاعل ضمیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو جیسا کہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے تو **فاَرْسِلُوا الیه**: امر ہوگا۔ ⑵ اور اگر فاعل قال کی ضمیر راوی کی طرف لوٹے تو کلام میں اختصار ہے۔ "**فقال ارسلوا الیه فارسلوا الیه**: مگر اس انداز سے مجھے کسی روایت میں نہیں ملا۔ **فاُتِیَ دعاله**: عافیت کی دعا فرمائی۔ پس وہ **فبری**: اسی وقت درست ہو گئے۔ یہ معجزہ نبوت ہے۔ درد اور اس کے آثار تک جاتے رہے۔ گویا کبھی درد تھا ہی نہیں۔

**اقاتلھم:** یہاں ہمزہ استفہام مقدر ہے۔تو الی ہمزتین ثقل کا باعث بنتا ہے۔ **مثلنا:** اسلام لا کر ہماری مثل ہو جائیں۔ **انفذ:** چلتا رہ۔ **علی رسلک:** اپنی ہیئت کے مطابق' جلدی مت کرو۔ **بساحتھم:** قبیلہ کے گھروں کے جانب کھلی جگہ۔ **ادعھم:** پھر ان کو اسلام کی دعوت دو۔ **من حق اللّٰہ:** سے اعمال بدنیہ مثلاً نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج وعمرہ مراد ہیں۔

**ایک استدلال:** اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا کہ قتال سے پہلے دعوت واجب ہے۔

**جواب:** صحیح یہ ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کو آپ کی دعوت نہیں پہنچی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق پر حملہ کیا جب کہ دعوت نہیں دی۔

**یھدی اللّٰہ:** یعنی اس کو تمہاری اسلام و ہدایت کی طرف راہنمائی کی وجہ سے کفر و گمراہی سے چھٹکارا مل جائے۔ **من حمر النعم:** یہ اس سے بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ ملیں۔ سرخ اونٹ عرب کا نفیس ترین مال تھا۔ چیزوں کی نفاست میں اس سے تشبیہ دی جاتی تھی اور آخرت کے معاملات کو دنیا کی چیزوں سے تشبیہ صرف تقریب فہم کے لئے ہے ورنہ دنیا کی اشیاء کو آخرت سے کچھ نسبت ہی کیا ہے۔ (متفق علیہ) **یدوکون:** کا معنی باتیں کرنے اور مشغول ہوتے بعض نسخوں میں یذکرون ہے۔

**علی رسلک:** یہ راء کے فتح و کسرہ سے آتا ہے۔ سکون و وقار یہ اسی طرح ہے جیسے علی ھینتک۔

**تخریج:** أخرجه احمد (٨/٢٢٨٨٤) و سعيد بن منصور (٢٤٧٢) والبخاری (٢٩٤٢) و مسلم (٢٤٠٦) و أبو داود (٣٦٦١) و ابن حبان (٦٩٣٢) والطبرانی (٥٨٧٧) والبيهقی ٩/١٠٦) و أبو نعيم فی الحلية (١/٦٢)

**الفوائد:** ① اس میں آپ ﷺ کا قولی معجزہ مذکور ہے کہ علیؓ کے ہاتھ سے خیبر کا قلعہ قموص فتح ہوگا۔ ② فعلی معجزہ بھی مذکور ہے کہ یہ آپ ﷺ کے لعاب مبارک سے علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں درست ہوگئیں۔ ③ علی رضی اللہ عنہ کی بڑی شان و منقبت ذکر کی گئی ہے۔ ④ قتال کے شروع سے پہلے ہدایت کی طرف دعوت ضروری ہے۔

۱۷۸ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ فَتًى مِّنْ اَسْلَمَ قَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْغَزْوَ وَلَيْسَ مَعِيَ مَا اَتَجَهَّزُ بِهٖ؟ قَالَ :''ائْتِ فُلَانًا قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ :اَعْطِنِي الَّذِيْ تَجَهَّزْتَ بِهٖ فَقَالَ :يَا فُلَانَةُ اَعْطِيْهِ الَّذِيْ تَجَهَّزْتُ بِهٖ وَلَا تَحْبِسِيْ مِنْهُ شَيْئًا ' فَوَ اللّٰهِ لَا تَحْبِسِيْنَ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكَ لَنَا فِيْهِ '' رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۷۸ : حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بنو اسلم کے ایک نوجوان نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس وہ سامان نہیں جس سے میں جہاد کی تیاری کروں۔ آپؐ نے فرمایا: ''فلاں شخص کے پاس جاؤ۔ اس نے جہاد کی تیاری کی تھی مگر وہ بیمار ہوگیا''۔ چنانچہ وہ نوجوان گیا اور اس سے جا کر کہا رسول اللہؐ تجھے سلام کہتے اور فرماتے ہیں کہ تم مجھے وہ سامان دے دو جس سے تم نے جہاد کی تیاری کی تھی۔ اس شخص نے کہا: اے فلانہ! اس کو وہ سامان دے دو جس سے میں نے جہاد کی تیاری کی تھی اور اس میں سے کوئی چیز بھی نہ روکنا۔ قسم بخدا! تو اس میں سے کوئی نہیں روکے گی کہ پھر تمہارے لئے برکت ہو (جو روکے گی وہ بے برکتی کا باعث ہوگا)۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اسلم: یہ قبیلہ کے بڑے کا نام ہے۔ اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن عویمر بن عمر۔ یہ برقی کا بیان ہے۔ (جازنی کتاب الانساب) مگر خلیفہ بن خیاط نے اس طرح بیان کیا اسلم بن افصی بن حارثہ بن امرءِ القیس بن ثعلبہ بن المازن بن الازد بن الغوث۔ یہ اس قبیلہ کے بہت سے لوگ صحابہؓ تابعین اور ان کے بعد علماء اور رواتِ حدیث سے ہیں۔
(مختصر کتاب الانساب للمعانی)

**ما اتجهز به:** الجهاز وہ سامان جو مسافر کو سفر میں ضروری ہوتا ہے۔ **تجهز:** غزوہ کی تیاری کی۔ **فمرض:** پس بیماری کی وجہ سے وہ نہ جا سکا۔

**اہم فوائد** ☆: ① اس روایت میں دلالت علی الخیر ہے۔ ② جو آدمی کسی خیر کا ارادہ کرے پھر وہ اسے نہ کر سکے تو اسے اور کسی مقام پر خرچ کر دے بشرطیکہ نذر نہ مانی ہو۔

**اعطني:** وہ سامان مجھے بطور اعانت علی الخیر دے دو۔ **فقال:** اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں جلدی کرتے ہوئے کہا۔ **تجهزت به:** جو راحلہ زاد وغیرہ سفر میں ضرورت پڑتا ہے اور جو تو نے تیار کیا ہے سب اسے دے دو۔ **لا تحبسي:** اس میں کچھ مت روکنا۔

**اَلنَّحْوُ:** اس میں نون کا حذف ماقبل کی مناسبت کے لئے ہے جیسا اس روایت میں ہے: **لا تدخلوا الجنة حتى تؤمنوا ولا تؤمنوا حتى تحابوا:** بلا ناصب و جازم نون حذف کیا ہے۔ یہاں جواب میں مضارع کا آنا اور حتیٰ کا مضارع پر داخلہ حذفِ نون کا سبب ہے) ترجمہ) **فيبارك الله لك فيه:** کیونکہ وہ رضاءِ مالک کے خلاف ہے کیونکہ وہ تمام اس کو دینے کا کہا ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ اگر تم اس کی مرضی کے خلاف روک لو گی تو اس میں برکت نہ ہوگی۔
(رواہ مسلم کتاب الامارہ)

باب سے مناسبت بھی اسی حصہ حدیث کی وجہ سے ہے۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۴/۱۳۱۵۹) و مسلم (۱۸۹۴) و أبو داود (۲۷۸۰) و ابن حبان (۴۷۳۰)

**الفرائد:** ① اگر کسی نے کسی نیک کام کی نیت کی مگر اس کا راستہ بند ہوگیا تو اسے دوسری جانب اس مال کو صرف کر دینا چاہئے۔ ② جس نے خیر کے کام سے روکا اس کی برکت ختم ہو جائے گی۔

## ۲۱ بَابُ فِي التَّعَاوُنِ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

## بَاب ۲۱: نیکی و تقویٰ میں تعاون

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ [المائدة:۲]

"نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو"۔ (المائدہ)

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ [العصر]

''قسم ہے زمانے کی۔ یقیناً انسان نقصان میں ہے۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالح کئے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی''۔ (العصر)

قَالَ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ کَلَامًا مَعْنَاهُ: اِنَّ النَّاسَ اَوْ اَکْثَرَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ عَنْ تَدَبُّرِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سورت کے بارے میں فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام لوگ یا لوگوں کی اکثریت غور و فکر کرنے سے غافل ہے۔

① تعاونوا: تم ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ علی البر: نیکی کمانے پر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں سنت کی متابعت کرتے ہوئے۔ التقوی: اوامر و نواہی کو صحیح طور پر انجام دینا۔

② والعصر: زمانہ۔ ② زوال کے بعد کا وقت۔ ③ نماز عصر۔ ④ زمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ ﷺ کے زمانے کی قسم اس لئے اٹھائی تا کہ اس کی افضلیت ظاہر کی جائے۔ ان الانسان: یہ جواب قسم ہے۔ الف لام استغراق کا ہے۔ لفی خسر: خسارہ و نقصان جو تجارت میں ہو۔ انسان کی تجارت عمر ہے ① جب ایک لمحہ گناہ میں ضائع ہو گیا تو وہ کھلا ہوا نقصان ہے۔ ② یا کسی غیر افضل کام میں مصروف ہو کر افضل کی قدرت ہوتے ہوئے نقصان میں مبتلا ہوتا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہو گیا کہ انسان خسارے سے بچ نہیں سکتا۔ الا الذین امنوا...: یہ خسارے سے بچے ہوئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف ہونے والی گھڑی اصلاح و خیر کی گھڑی ہے اور اس کے بالمقابل تباہی و ہلاکت ہے۔ تواصوا بالحق: ایک دوسرے کو ایمان و توحید کی نصیحت کی۔ ② قرآن اور اس پر عمل کرنا۔ تواصوا بالصبر: اطاعت پر صبر کیا اور معصیت سے رُکا رہا۔ خازن کہتے ہیں انسان کو جب دنیا میں عمر مل جائے اور وہ بوڑھا ہو جائے تو وہ ہر روز کمی اور کمزوری میں ہے مگر ایمان والوں کے اجر لکھے جا رہے ہیں اور ان کے جوانی والے اعمال جو صحت میں کئے ان کے مطابق ان کا بدلہ مل رہا ہے۔ یہ آیت اس آیت کی طرح ہے: ﴿ثم رددناهُ اسفل سافلین﴾۔

امام: وہ آدمی جس کی اقتداء کی جائے۔ عرف شرع میں وہ آدمی جس کی خیر میں اقتداء کی جائے۔ شافعی رحمہ اللہ: یہ قریش کے بڑے عالم ہیں۔ شاید ان کے متعلق یہ پیش گوئی ہو: لا تسبوا قریشًا فان عالمها یملاء الارض علمًا" نام و نسب یہ ہے محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف۔ یہ آپ کے اجداد میں سے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جوش جوانی میں ملاقات ہوئی۔ ان کے والد بدر کے دن اسلام لائے۔ پہلے قید ہوئے فدیہ دیا گیا۔ امام شافعی غزہ میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے پھر مکہ لائے گئے اور وہاں پرورش پائی۔ قرآن مجید یاد کیا اس وقت ان کی عمر سات سال تھی اور دس سال کی عمر میں موطا حفظ کر لیا اور مسلم بن خالد المعروف زنجی سے فقہ حاصل

کی۔ فتویٰ کی اجازت ۱۵ سال کی عمر میں مل گئی پھر امام مالک کے ہاں گئے۔ کچھ عرصہ ان کے ہاں رہے۔ پھر ۱۹۵ھ میں بغداد آئے اور وہاں دو سال ٹھہرے۔ وہاں کے علماء ان کے ہاں جمع ہوئے اور ان میں سے کئی نے اپنے مذہب سے رجوع کیا۔ اپنی کتاب وہیں لکھی۔ پھر مکہ واپس آ کر ایک ماہ مقیم رہے۔ پھر مصر گئے اور وہاں کی جامع العتیق میں وفات تک رہے۔ ۲۰۴ھ جمعہ کے دن اواخر رجب میں وفات ہوئی۔ اسی دن عصر کے دن مدفون ہوئے۔

ان کے اپنے اشعار ہیں جو نہایت لذیذ ہونے کی وجہ سے نقل کئے جاتے ہیں:

امتُ مطا معي فأرحت نفسي ☆ فان النفس ما طمعت تهون
واحييت القنوع وكان ميتاً ☆ ففي احيائه عرضي مصونه
اذ اطمْعٌ يحل بقلب عبدٍ ☆ علتهُ مهانة وعلاهُ هون

مقصد یہ ہے کہ طمع کو ترک کرنے میں انسان کی عزت ہے ورنہ ذلت۔

او: یہ تردد کے لئے ہے۔ تدبر: مقاصد پر غور کرنے سے غافل ہیں۔ یہ سورت اپنے شرف کے سبب صبر و حق کی وصیت اور عمل بر کی تلقین کرتی ہے اور اگر یہ نہ ہوں تو خسارے میں مبتلا ہونے کو بتلاتی ہے۔

۱۷۹: وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۹: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے خدا کے راستہ میں جہاد کرنے والے کو جہاد کا سامان دیا تو گویا اس نے خود جہاد کیا اور جو جہاد کرنے والے کے گھر والوں میں بھلائی سے جانشین بنا تو گویا اس نے خود جہاد کیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: [illegible] ابو طلحہ [illegible] مدنی [illegible] ان کی مرویات ۸۱ ہیں [illegible] ان کی وفات مدینہ میں ہوئی [illegible] ہوئی ہے۔ ۷۸ھ [illegible] ۸۵ سال کی (تہذیب) جھز غازیا [illegible] فقد غزا [illegible] فی اہلہ بخیر [illegible] ابن ماجہ کی روایت میں ہے من جھز غازیا فی سبیل اللہ وخلفه فی اهله کتب الله له مثل اجره غیر انه لا ینقص من اجره شیئ۔ (متفق علیہ) ابن ماجہ ابن حبان کے الفاظ یہ ہیں: من جهز غازيا حتى يستقل كان له مثل اجره حتى يموت او يرجع۔

علماء کہتے ہیں اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ① یہ ثواب اس صورت میں ہے جب مکمل انتظام کرے۔ یہ حتی یستقل سے ثابت ہوتا ہے۔ ② غزوہ کے اختتام تک وہ غزوہ کے اجر میں شریک ہے۔ یہ بھی کہا کہ جو غازی کو سامان مہیا کرتا

ہے یا جو اس کے بال بچوں کی نگرانی کرے ان کاموں میں براہ راست کچھ مشقت ہے۔ غازی سے وہ عمل اسی وقت آسان ہوگا جب اس میں کفایت فیہ ہوگی۔ تو گویا وہ خود غزوہ میں شریک ہے۔ بخلاف اس کے جو فقط نیت پر اکتفاء کرے۔ اس کو غزوہ کے سبب اجر مل جائے گا۔ یہ ثواب تو ہر چھوٹے بڑے سامان سے مل جائے گا اور ہر اس آدمی کو ملے گا جو اس کے اہل کی ضروریات مہیا کرے گا یا ان پر خرچ کرے گا یا ان سے دفاع کرے گا یا ان کے معاملات میں ہاتھ بٹائے گا اور ان کاموں کی قلت و کثرت کے لحاظ سے ثواب مختلف ہوگا۔

صدیقی کہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابن ماجہ کی روایت میں اجر کو کمال تجہیز پر مرتب کیا گیا تو اس سے مراد کمال اجر اور دوام اجر ہے اور اس کی طرف اس قول میں اشارہ ہے حتی یر جع الیہ: اور یہ معمولی سامان بھی حاصل ہو جائے گا۔

تخریج: أخرجه احمد (٦/١٧٠٥٥) والبخاری (٢٨٤٣) و مسلم (١٨٩٥) وأبو داود (٢٥٠٩) والترمذی (١٦٢٨) والنسائی (٣١٨٠) و ابن حبان (٣٦٣١) و ابن الجارود (١٠٣٧) والطبرانی (٥٢٢٥) والطیالسی (٩٥٦) والبیهقی (٩)

الفوائد: جو شخص مسلمانوں کی بھلائی کے لئے اچھا کام کرتا ہے یا اس میں معاون بنتا ہے تو اسے تمام کرنے والوں کے برابر اجر ملتا ہے۔

۱۸۰: وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعَثَ بَعْثًا اِلٰی بَنِیْ لَحْیَانَ مِنْ هُذَیْلٍ فَقَالَ: "لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَهُمَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۰: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ہذیل کی شاخ بنو لحیان کی طرف ایک لشکر بھیجا اور فرمایا کہ گھر کے دو آدمیوں میں سے ایک ضرور جائے اور ثواب دونوں کے درمیان ہوگا''۔ (مسلم)

تشریح: بعث: سے مراد بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ الحیان: لام مکسور معروف ہے یہ بنو ھذیل کا ایک قبیلہ ہے۔ جن کا سلسلہ نسب یہ ہے لحیان بن ھذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ بنو لحیان اس وقت کافر تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جہاد کے لئے ایک لشکر بھیجا۔ آپ نے اس لشکر کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا: ینبعث: مقصد یہ تھا کہ ہر قبیلہ میں نصف تعداد جہاد کے لئے نکلے۔ والاجر: جو غازی اور پیچھے رہنے والوں کو نیکیوں سے ملے گا وہ ان کے مابین ہوگا۔ اس کا مطلب وہی ہے جو پہلی روایت کا ہے: "و من خلف غازیا فقد غزا" باقی مسلم کی روایت۔ "ایکم خلف الخارج فی اهله و ماله بخیر کان له مثل نصف اجر الخارج" تو اس کے متعلق قرطبی کہتے ہیں ممکن ہے کہ نصف کا لفظ بعض رواۃ کی طرف سے ہو۔ مگر علقمی کہتے ہیں صحیح روایت میں ثبوت مل جانے کے بعد زیادت کا دعویٰ بلا وجہ ہے۔ ظاہراً اس کی توجیہ یہ ہے کہ غازی اور خالف بالخیر کے ثواب کو نسبۃً کو مطلق رکھا گیا ہے۔ جب ثواب نصفا نصف تقسیم ہوگا تو ہر ایک دوسرے کی مثل ملے گا پس دونوں میں تعارض نہ رہا۔ اس توجیہ کو تسلیم کرنے کی صورت میں اس میں حذف ماننا پڑے گا اور قرطبی کی توجیہ میں اضافہ ماننا پڑے گا واللہ اعلم۔ والاجر بینهما: جب مقیم خیر سے دیکھ بھال کرے اس وقت اس کو اجر

ملے گا۔ بظاہر یہ روایت بھی نصف اجر والی روایت کی تائید کرتی ہے۔ باقی مثلیت میں ایک دوسرے کے برابر مانا جائے تو ایک دوسرے کو آدھا ملنے میں بھی مثلیت تو پائی گئی۔ باقی یہ فضل باری جل رسمہ ہے۔ جیسے چاہے کرے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (١٨٩٦) و أبو داود (٢٥١٠)

۱۸۱ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ "مِنَ الْقَوْمِ؟" قَالُوْا : الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالُوْا :مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ :"رَسُوْلُ اللّٰهِ" فَرَفَعَتْ اِلَيْهِ امْرَاَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ :اَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ :"نَعَمْ وَلَكِ اَجْرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۸۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ روحاء کے مقام پر ایک قافلہ کو ملے آپ نے پوچھا۔ ''تم کون لوگ ہو؟'' انہوں نے عرض کیا ہم مسلمان ہیں۔ انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میں اللہ کا رسول ہوں'' ۔ اس پر ایک عورت نے اپنے بچے کو اٹھا کر پوچھا کیا اس پر حج ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور اس کا اجر تجھے ملے گا'' ۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **لقی**: آپ کی ملاقات حجۃ الوداع کے موقعہ پر مقام روحاء میں ایک قافلہ سے ہوئی۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اس کے بعد ایک عورت کہنے لگی۔

**مسئلہ** : قافلے کو خواہ نہ جانتا ہو سلام کرنا چاہئے اور قوم میں بڑے درجے والے کو سلام کرنا چاہئے۔ ملاقاتی کو سب سے پہلے سلام کرنا چاہئے۔ کیونکہ حدیث میں وارد ہے **السلام علیکم الکلام قالوا المسلمون**: اس میں دلیل ہے کہ مطلقاً مسلمان کہنا چاہئے سوء خاتمہ کے خوف سے ان شاء اللہ کہنے کی حاجت نہیں کیونکہ اصل تو بقاء فضل ہے یعنی اپنے کو مسلمان باقی رکھنا ہے۔ البتہ سوء خاتمہ کے خطرہ کو سامنے رکھتے ہوئے ساتھ کہہ لینا افضل ہے۔

**فقالوا من انت**: ابوداؤد کی روایت میں **من انتم**: ہے۔ قاضی کہتے ہیں ممکن ہے کہ یہ ملاقات رات کو ہوئی اور انہوں نے آپ ﷺ کو نہ پہچانا یا اس سے پہلے آپ کی زیارت نہ کی ہو۔ اپنے وفد کے ذریعہ اسلام لے آئے اور ہجرت نہ کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **وانا رسول اللہ۔ فرفعت الیہ امراۃ صبیاً**: ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ عورت نے بچے کو بازو سے پکڑ کر پالکی سے نکالا۔ **فقالت یا رسول اللہ**: کیا اس کے لئے حج ہے اور ابوداؤد کی روایت میں **ھل لھذا حج**۔: آپ ﷺ نے فرمایا **نعم**۔: اس میں امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل ہے کہ جمہور کے ہاں بھی بچے کی طرف سے حج منعقد ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس میں تمیز نہ ہو جس کو بازو پکڑ کر پالکی سے نکالا جائے وہ اسی طرح کا ہوگا۔ ولی احرام باندھے اگر بچہ تمیز کی عمر والا ہے تو اس کو خبر دی جائے گی۔ دونوں حالتوں میں بچے کو ثواب ملے گا اگرچہ یہ حج نفلی رہے گا' بالغ ہونے پر حج فرض ہوگا۔ **ولک الاجر**: تمہارے لئے اجر ہوگا۔ اس کو اٹھانے اور محرم والے افعال کرانے اور جن سے محرم گریز کرتا ہے ان سے بچانے کی وجہ سے۔ اس کی طرف سے احرام اگر تو وصیت ہو یا قیمت دی ہو تو باندھے درست ہے ورنہ نہیں۔ اس کی طرف سے احرام باندھنے میں اجر نہ ہوگا۔ باقی حج کا اجر اور دیگر طاعات طواف' سعی' طہارت' نماز وغیرہ کا ثواب ملے گا گناہ نہ لکھا جائے گا (بالاجماع)

**تخریج**: أخرجه مالك في موطئه (٩٦١) واحمد (١/١٨٩٨) و مسلم (١٣٣٦) والنسائي (٢٦٤٦) والطيالسي و أبو يعلى (٢٤٠٠) و ابن حبان (٣٧٩٨) و ابن الجارود (٤١١) والحميدي (٥٠٤) و أبو داود (١٧٣٦) و ابن

خزيمة (٣٠٤٩) والبيهقي (٥/١٥٥) والطحاوي في شرح معاني الآثار (٢/٢٥٦)

١٨٢ : وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰي الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ : اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ الَّذِيْ يُنَفِّذُ مَا اُمِرَ بِهٖ فَيُعْطِيْهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ اِلَى الَّذِيْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ : "اَلَّذِيْ يُعْطِيْ مَا اُمِرَ بِهٖ" وَضَبَطُوْا : "اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ" بِفَتْحِ الْقَافِ مَعَ كَسْرِ النُّوْنِ عَلَى التَّثْنِيَةِ وَعَكْسِهٖ عَلَى الْجَمْعِ وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ۔

۱۸۲: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مسلمان امانت دار خزانچی وہ ہے جو کہ اپنے اوپر اس حکم کو نافذ کرے جو اس کو دیا گیا اور پوری خوش دلی سے مال کو پورا پورا اسی کو ادا کر دے جس کو ادا کرنے کا حکم ہوا تو وہ بھی دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہوگا۔ ایک روایت میں ہے جو اس کو دیتا ہے جس کو حکم دیا گیا"۔ (متفق علیہ)

اَلْمُتَصَدِّقَیْنِ: جمع اور تثنیہ دونوں طرح صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ الخازن: جو دوسرے کے مال کو اس کی مرضی سے جمع رکھنے والا ہو۔ الامین: اس مال میں جس میں اس کو امین بنا کر دینے کا حکم دیا گیا۔ اگر کسی دوسرے مال میں اس سے پہلے کمی بیشی کی ہو تو اس سے اس طاعت میں کمی نہ آئے گی جبکہ اس میں خیانت نہ کی ہو۔ کاملا موفرا: یہ تاکید در تاکید ہے کیونکہ عام طور پر خازن میں طمع اور نقص پیدا ہو جاتا جس کو دینے کا اسے حکم دیا گیا ہو۔ طیبہ به نفسہ: دینے والے پر حسد نہ کرے اور جس کو دے رہا ہے اس سے ترش روئی اختیار نہ کرے اور نہ منہ کو بسورے جس سے اس کا دل مکدر ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کیا کیونکہ اکثر خازنوں پر بخل غالب ہو جاتا ہے اور وہ ابخل البخلاء بن جاتے ہیں۔ فیدفعه الی الذی امر: جس کو دینے کا حکم دیا گیا وہ اسی کو دے۔ تو واحد التصدقین: اس کو صدقہ کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ لیکن یہ ثواب تھکاوٹ و مشقت اور بشاشت مارفق میں کمی بیشی سے کم زیادہ ہوگا۔

ایک روایت بخاری و مسلم میں الذی یعطی ما امر به: کے الفاظ ہیں۔ مشکوٰۃ میں اسی طرح ہے۔ المتصدقین: یہ جمع اور تثنیہ دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے جمع کی صورت میں جنس خازن اور جنس متصدق کا تذکرہ ہے یا جمع بول کر دو مراد لئے گئے۔

**تخریج:** أخرجه مالك في موطه (٩٦١) واحمد (١/١٨٩٨) و مسلم (١٣٣٦) والنسائي (٢٦٤٦) والطيالسي (٢٧٠٧) وأبو يعلي (٢٤٠٠) و ابن حبان (٣٧٩٨) و ابن الجارود (٤١١) والحميدي (٥٠٤) وأبو داود (١٧٣٦) و ابن خزيمة (٣٠٤٩) والبيهقي (٥/١٥٥) والطحاوي في شرح معاني الآثار (٢/٢٥٦)

## ۲۲ : بَابٌ فِي النَّصِيْحَةِ

## بَاب ۷: خیر خواہی کرنا

**قَالَ تَعَالٰی :**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ [الحجرات:١٠]

''بلاشبہ مسلمان بھائی بھائی ہیں''۔ (الحجرات)

وَقَالَ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِخْبَارًا عَنْ نُوْحٍ ﴿وَاَنْصَحُ لَكُمْ﴾ [الأعراف:٦٢]

حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق خبر دیتے ہوئے ''اور میں تم کو نصیحت کرتا ہوں'' (الاعراف)

وَعَنْ هُوْدٍ ﴿وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ﴾ [الأعراف:٦٨]

اور ہود علیہ السلام کے بارے میں فرمایا اور ''میں تمہارے لئے امانت دار خیر خواہ ہوں''۔ (الاعراف)

فاکہانی نے شرح اربعین میں لکھا۔ نصیحت ایک جامع کلمہ ہے۔ اس کا معنی مخاطب سے کامل خیر خواہی کی بات کہنا۔ بلکہ اس طرح بھی کہا گیا کہ یہ کلمہ اتنا جامع ہے کہ کوئی کلمہ مفرد اس کے مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا۔ الفلاح میں کہا لیس فی کلام العرب اجمع الخیر الدارین منها: ① یہ نصح الرجل ثوبہ سے لیا گیا ہے جبکہ وہ اس کی سلائی کرے۔ ناصح کو درزی کے فعل سے تشبیہ دی کہ اس نے جس طرح کپڑے کے سوراخ کی اصلاح کر دی اسی طرح اس نے مخاطب کی پیدا ہونے والی کمی کو پورا کر دیا۔

② بعض نے کہا نصحت العل: سے لیا گیا ہے۔ جب شہد کو موم سے خالص کر لیا جائے ملاوٹ سے صاف کر کے مخاطب کو بات کہنے کو خالص شہد سے تشبیہ دی۔

## آیات الباب

آیت ① ﴿انما المؤمنون اخوة﴾ اخوت کی تعبیر تقاضا کرتی ہے کہ دوسرے مسلمانوں کے مصالح پر نظر کرے اور اس کو فائدہ پہنچانا اس کے ساتھ خیر خواہی کی طرف اشارہ ہے۔

آیت ② ﴿وانصح لکم﴾ (الاعراف: ۶۲) یہ نوح علیہ السلام کے متعلق خبر دی۔ سلمی کہتے ہیں انصح کا معنی یہ ہے میں ہدایت کی طرف تمہاری راہنمائی کرتا ہوں۔

کرمانی کہتے ہیں نصیحت کی علامات تین ہیں: ① مسلمانوں کے مصائب پر دل میں دکھ ہو۔ ② ان کے ساتھ خیر خواہی صرف کرے۔ ③ انکی بہتری کے کاموں کی طرف انکی راہنمائی کرے۔ خواہ وہ اس کو ناپسند کریں اور اس سے ناواقف ہوں۔

آیت ③ حضرت ہود علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ﴿انا لکم ناصح﴾ (الاعراف: ۶۸) میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ماسوا کو چھوڑنے کا جو تمہیں حکم دیتا ہوں اس میں مخلص ہوں۔

امین: رسالت کا پیغام پہنچانے اور نصائح کی ادائیگی میں امانت دار ہوں۔ امین اس کو کہا جاتا ہے جس پر اس کو امانت دار بنایا گیا ہو اس پر وہ پختگی اختیار کرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے متعلق مضارع اور ہود علیہ السلام کے متعلق اسم فاعل کے صیغہ سے یہ صفت ثابت فرمائی ہے۔

نکتہ ☆: خازن کہتے ہیں۔ فعل مضارع کا صیغہ ہر گھڑی تجدد پر دلالت کرتا ہے۔ نوح علیہ السلام اپنی قوم کو دن رات دعوت دیتے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿رب انی دعوت قومی لیلاً و نهاراً﴾ چونکہ ان کی یہ عادت مبارکہ تھی اس لئے صیغہ فعل سے ذکر کر دیا۔

اور ہود علیہ السلام ان کو موقعہ بموقعہ دعوت دیتے اس لئے وصف کے صیغہ سے تذکرہ کر دیا۔

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرورت کے موقع پر اپنی اچھی صفات کا تذکرہ بطور تحدیث نعمت کر دیا جائے تو مناسب ہے۔

۱۸۳: عَنْ اَبِیْ رُقَیَّۃَ تَمِیْمِ بْنِ اَوْسٍ الدَّارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: "لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۳: حضرت تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دین خیر خواہی ہے"۔ ہم نے عرض کیا کس کے لئے؟ فرمایا: "اللہ کے لئے اور اس کی کتاب کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمان پیشواؤں کے لئے اور عامۃ المسلمین کے لئے"۔ (مسلم)

تشریح ☆: ابو رقیہ تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت اپنی بیٹی کی وجہ سے ہے ان کا بیٹا نہیں تھا۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: بن خارجہ بن سود بن جذیمہ بن دارع بن عدی بن حارث بن مرہ بن ادر بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا یشجب بن یعرب بن قحطان۔ الداری کی نسبت میں اختلاف ہے: ① بعض نے کہا ان کے دادا کا لقب ہے۔ ② بعض نے کہا یہ دیری ہے جو دیر کا اسم منسوب ہے یہ گرجا میں عبادت گزار تھے۔ انہوں نے ۹ ھ میں اسلام قبول کیا۔ مدینہ میں مقیم رہے پھر شام منتقل ہو گئے اور شہادت عثمان کے بعد بیت المقدس چلے گئے۔ ان کی مرویات ۱۸ ہیں۔ مسلم نے ایک روایت نقل کی ہے۔ اصحاب سنن نے ان سے روایت لی۔ بخاری نے ان کی روایت نقل نہیں کی۔ مسلم میں بھی صرف یہی روایت ہے۔

یہ روایت ایسی ہے جس پر اسلام کا مدار ہے۔ بعض نے کہا اسلام کا چوتھائی حصہ اس میں آ گیا۔ بعض نے کہا یہ مدار اسلام ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی بعض باتیں نقل فرمائیں جوان کے لئے بڑا شرف ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے اکابر اصاغر سے نقل کر لیتے ہیں۔ الدین النصیحہ: یہ دین کا عماد و قوام ہے۔ جیسا فرمایا: "الحج عرفة" یہ حصر مجازی ہے حقیقی نہیں۔ نصیحت کی مدح میں مبالغہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ اس کو تمام دین قرار دیا گیا۔ اگرچہ دین اور بھی بہت سے خصال پر مشتمل ہے۔

قلنا لمن: اس سے متعلم کا عالم سے سوال کرنا جب کہ التباس و ابہام ہو ثابت ہوتا ہے۔ للّٰہ: خطابی کہتے ہیں النصیحة للّٰہ: کا مطلب اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس سے شرکت کی نفی کرنا اور اس کے اسماء و صفات میں الحاد سے بچنا اور کمال والی صفات کی نسبت اس کی طرف کرنا اور تمام نقائص سے اس کو پاک جاننا اس کی اطاعت بجا لانا اور اس کی نافرمانی سے بچنا۔ اسی کی خاطر محبت کرنا اور اسی کی وجہ سے کسی سے بغض رکھنا۔ اس کے مطیع سے موالات کرنا اور نافرمانوں سے دشمنی کرنا اور اس کے منکروں

سے جہاد کرنا اور اس کی نعمتوں کا اعتراف کر کے شکریہ ادا کرنا اور تمام امور میں اخلاص برتنا اور تمام اوصاف کی طرف لوگوں کو بلانا اور اس پر آمادہ کرنا لوگوں سے نرمی کرنا اور جن کے متعلق ہو سکے ان کا علم حاصل کرنا۔ خطابی کہتے ہیں ان اوصاف کی حقیقت درحقیقت بندے کی ذاتی خیر خواہی کی طرف لوٹنے والی ہے۔ ورنہ ذات جلاء وعلاء تو ناصحین کی نصح سے وراء الوراء ہے۔

**ولکتابہ:** علماء فرماتے ہیں کتاب سے خیر خواہی یہ ہے کہ وہ ایمان لائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس نے اس کو اتارا ہے اور مخلوق کا کلام اس کے مشابہ نہیں اور نہ ہی کسی کو اس کی طاقت ہے۔ پھر اس کی تعظیم کرے اور اس کو کماحقہ پڑھے۔ عمدہ انداز سے پڑھے۔ تلاوت کے وقت خشوع اختیار کرے' تلاوت میں اس کے حروف کو درست رکھے۔ محرفین کی تاویلات سے اس کا دفاع کرے اور جو کچھ اس میں ہے اس کی تصدیق کرے۔ اس کے احکام کو جانے اور علوم و امثال کو سمجھے۔ اس کے مواعظ کی طرف توجہ کرے اور اس کے عجائبات کے متعلق سوچ و بچار کرے اور اس کے محکم پر عمل کرے اور متشابہ کو تسلیم کرے اور اس کے عموم و خصوص' ناسخ و منسوخ کو پہچانے اور اس کے علوم کو پھیلائے اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔ **ولرسولہ:** رسول سے خیر خواہی کا مطلب اس کی رسالت کی تصدیق کرنا اور اس پر ایمان لانا اور اس کے اوامر کو ماننا اور نواہی سے بچنا اور زندگی اور موت میں ان کی مدد اور ان سے دشمنی رکھنے والے سے دشمنی اور اس سے دوستی کرنے والے سے دوستی کرنا' ان کے حق کا لحاظ رکھنا اور ان کی توقیر کرنا اور ان کے طریقہ و سنت کو زندہ کرنا' اس کی دعوت اور سنت کو پھیلانا اور اس کے علوم سے استفادہ اور اس کے معانی میں گہری سمجھ حاصل کرنا اور اس کی طرف لوگوں کو بلانا اور اس کی تعلیم و تعظیم و بزرگی میں نرم رویہ برتنا اور اس کی قرأت کے وقت اس کا ادب کرنا اور اس کے متعلق بات کرنے سے زبان کو روکنا اور سنت و دعوت کی طرف نسبت والے لوگوں کا اس کی وجہ سے احترام کرنا۔ اس کے اخلاق کو اپنانا اور رسول کے آداب کو سیکھنا اور آپ ﷺ کے آل و اصحاب سے محبت کرنا سنت رسول کی بجائے بدعت کو اپنانے والوں اور کسی صحابی پر اعتراض کرنے والے لوگوں سے بغض رکھنا۔

**ولائمہ المسلمین:** کے ساتھ خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ حق میں ان کی معاونت کرے اور ان کی اطاعت کرے۔ ان کے حکم کو حق کے ساتھ ماننے اور نرمی سے ان کو متنبہ کرنے اور ڈرائے اور جس چیز سے غافل ہوں اس کی انہیں خبر دے اور مسلمانوں کے جو حقوق ان تک نہیں پہنچتے وہ ان تک پہنچائے۔ ان کے خلاف خروج نہ کرے۔ ان کی اطاعت کے لئے مسلمانوں کے دلوں کو نرم کرے اور جھوٹی تعریف سے ان کو دھوکے میں مبتلا نہ کرے اور ان کے حق میں بھلائی کی دعا کرے۔ یہ تمام باتیں اس صورت میں کہ جب اس سے مراد خلفاء اور مسلمانوں کے خیر خواہ حکمران ہوں۔ یہی مشہور ہے خطابی نے اس کو بیان کیا۔ پھر خطابی کہتے ہیں کبھی اس سے مراد علماء دین لئے جاتے ہیں اور ان سے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے جو انہوں نے بیان کیا اس کو قبول کیا جائے اور احکام میں ان کی تقلید اختیار کی جائے اور ان پر حسن ظن کا اظہار کیا جائے۔ **وعامتھم:** عام لوگ ان سے خیر خواہی کا مطلب ان کو نصیحت کرنا اور دنیا و آخرت کی مصلحتوں میں ان کی راہنمائی کرنا اور قول و فعل سے ان کی مدد کرنا' پردہ پوشی کرنا' ضرورت کو پورا کرنا' ان کو تکلیف دہ چیز سے دور کرنا اور منافع پہنچانے کی کوشش کرنا نرمی سے ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا اور ان کے حق میں وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرتا ہو اور قول و فعل سے ان کی جان و مال اور اغراض سے دفاع کرنا۔ خیر خواہی کی تمام اقسام کو اپنانے پر انہیں آمادہ کرنا اور سلف میں کئی ایسے گزرے جو دوسروں کی خیر

خواہی میں اپنی دنیا کا نقصان بھی اٹھاتے تھے۔

ابن بطال کہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نصیحت کا دوسرا نام دین واسلام ہے اور دین کا اطلاق جس طرح عمل پر ہوتا ہے اسی طرح قول پر بھی ہوتا ہے۔ نصیحت فرض ہے جس نے اس کو انجام دیا وہ بدلہ دیا جائے گا اور باقی سب ساقط ہو جائے گی اور ضرورت کی مقدار میں لازم ہے جب کہ ناصح یہ سمجھے کہ وہ اس کی نصیحت کو قبول کرتا ہے اور اس کی بات تسلیم کی جاتی ہے اور اپنی ذات کو کسی ناپسندیدہ چیز کے پہنچنے کا بھی خدشہ نہیں اگر ناصح کو ایذاء کا خطرہ ہو تو اسے اختیار کرے۔

**تخریج**: (رواہ مسلم) اس کو شافعی واحمد نے روایت کیا۔ نسائی' ابن خزیمہ نے اس کی تخریج کی۔ (سخاوی فی الاربعین)

۱۸۴: عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۴: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے پر اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی برتنے پر بیعت کی"۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ اقام الصلاۃ: یہ اصل میں اقامۃ الصلاۃ ہے۔ تا اضافت کے وقت حذف کر دی گئی اور اس سے مراد مکمل فرائض' سنن وآداب سے ادائیگی ہے۔ ایتاء الزکاۃ: فرض زکوٰۃ ادا کرنا۔ الفصح: یہ مصدر ہے۔ نَصَحتُہٗ: یہ نون کے ضمہ اور فتحہ سے مستعمل ہے۔ نصحت الثوب: (میں نے کپڑا سیا) سے لیا گیا ہے۔ لکل مسلم: خیر خواہی میں یہ صحابی اس مقام تک پہنچ گئے کہ گھوڑے کو آٹھ سو کا خیال کیا حالانکہ وکیل نے چار سو میں لے لیا تھا۔ انہوں نے آٹھ سو ادا کئے۔ (متفق علیہ)

**تخریج**: أخرجه احمد (۱۹۲۴۸/۷) والحمیدی (۷۹۵) والبخاری (۵۷) و مسلم (۵۶) والترمذی (۱۹۲۵) وابن حبان (۴۵۴۵) والطبرانی (۲۲۴۶) والبیهقی (۸) والنسائی (۴۱۶۷)

**الفوائد**: ① آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے اسلام کے علاوہ مختلف ایسے اعمال پر بیعت لی جن کی ان حضرات کے متعلق ضرورت محسوس فرمائی۔ اسی وجہ سے بیعت کے الفاظ مختلف ہیں۔ (قرطبی فی المفہم) ② مسلمانوں کی خیر خواہی کا عظیم واقعہ ہے کہ حضرت جریرؓ کے لئے گھوڑا خریدا گیا جو قیمت کے لحاظ سے زیادہ کا تھا۔ آپ نے بائع کو قیمت بڑھا کر دوگنی کر دی اور پھر فرمایا میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ (طبرانی)

۱۸۵: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کیلئے وہ چیز پسند نہ کرے جو خود اپنے لئے کرتا ہے"۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ لا یؤمن احدکم: سے کامل ایمان مراد ہے۔ یحب لاخیہ سے مراد خیرات وطاعات۔ نسائی کی روایت میں یہ اضافہ ہے حتی یحب لاخیہ من الخیر: سخاوی کہتے ہیں یہ اضافہ درست اور علی الشرط الشیخین ہے۔ اس کو ابن مندہ

نے بھی کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے۔ ما یحب لنفسہ: ابن صلاح کہتے ہیں یہ مشکل و ناممکن سا معلوم ہوتا ہے مگر ایسا نہیں کیونکہ اس کا معنی یہ ہے تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں جب تک کہ وہ مسلمان کے لئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور یہ اس طرح پورا ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے اس چیز جیسی چیز کو پسند کرے جبکہ کوئی مزاحم نہ ہو وہ اس طرح کہ اس نعمت میں کمی نہ کرے جو خود اس کے پاس ہے اور یہ قلب سلیم کے لئے آسان ہے مگر کھوٹ والے دل کے لئے مشکل ہے۔ (عافانا اللہ) ابو الزناد کہتے ہیں حدیث کے ظاہر سے تو برابری معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں تفضیل ہے کیونکہ انسان اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ لوگوں میں سب سے افضل ہو۔ جب اس نے اپنے بھائی کے لئے اپنے جیسی چیز چاہی تو یہ آدمی اس کو اپنے اوپر فضیلت دینے والوں میں سے بن گیا اور حدیث میں ہے کہ ایک مؤمن دوسرے مومن کے لئے ایک جان کی طرح ہوں۔ پس وہ اپنے بھائی کے لئے وہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اس طور پر کہ وہ ایک جان ہے۔ حدیث صحیح میں ہے تمام مومن ایک جسم کی طرح ہیں جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم پر بخار طاری ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ) بقول سخاوی اس کو ابوداؤد طیالسی' دارمی' عبد نے اپنی مسانید میں اور ابن ماجہ نے سنن میں اور ابوعوانہ نے مستخرج میں اور ابن حبان نے ذکر کیا ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (٤/١٢٨٠١) والبخاري (١٣) و مسلم (٤٥) والترمذي (٢٥١٥) والنسائي (٥٠٣١) وابن ماجه (٦٦) والدارمي (٣٠٧/٢) و ابن حبان (٢٣٤) و أبو عوانة (٣٣/١) والطيالسي (٢٠٠٤) و ابن منده في الإيمان (٢٩٦) وغيرهم۔

**الفوائد**: کرمانی کہتے ہیں ایمان کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو اور اس کے لئے وہ چیز ناپسند کرے جس کو اپنے لئے ناپسند کرتا ہو۔ ایک جانب ذکر کر کے دوسری چھوڑ دی کیونکہ وہ خود سمجھ آ رہی تھی۔ ایک شئی کی محبت دوسری کے بغض کو مستلزم ہے۔

## ۲۳: بَابٌ فِي الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ!

### باب ۷: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بیان

امر بالمعروف شرع میں خواہ اس کا تعلق فرائض' سنن' آداب' محاسن اخلاق محمودہ میں سے کسی سے ہو وہ ایک ایسا امر ہے جس کا حسن عقل و شرع سے ثابت ہو۔

نہی عن المنکر یہ معروف کی ضد ہے۔ مثلاً ترک واجب یا فعل حرام کا ارتکاب خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [آل عمران: ١٠٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف دعوت دینے والا اور بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والا ہو اور یہی لوگ کامیاب ہیں''۔(آل عمران)

وَقَالَ تَعَالٰی :
﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾
[آل عمران:۱۱۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
''تم سب سے بہترین امت ہو جنہیں لوگوں کی ہدایت کے لئے نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو''۔ (آل عمران)

وَقَالَ تَعَالٰی :
﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ [الاعراف:۱۹۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''اے پیغمبر ﷺ درگزر سے کام لو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو''۔(الاعراف)

وَقَالَ تَعَالٰی :
﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾
[التوبة:۷۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق کار و مددگار ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو''۔(التوبہ)۔

وَقَالَ تَعَالٰی :
﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾
[المائدة:۷۸،۷۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''بنی اسرائیل کے ان کافروں پر حضرت داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنت کی گئی یہ اس سبب سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے بڑھنے والے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو ان برائیوں سے نہ روکتے تھے جن کا وہ خود ارتکاب کرتے تھے البتہ بہت برا تھا جو وہ کرتے تھے''۔(المائدہ)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ [الكهف:٢٩]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے''۔(الکہف)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾ [الحجر:٩٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''جس کا آپ کو حکم دیا گیا اس کو کھول کر بیان کر''۔(الحجر)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿أَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾

[الأعراف:١٦٥]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے اور ظالموں کی سخت عذاب کے ساتھ گرفت کی۔ اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے''۔(الاعراف)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اس سلسلہ کی آیات بہت معلوم و معروف ہیں۔

آیت ① ﴿ولتكن منكم امةٌ...... الى الخير﴾ خیر ہر اس عمل کو کہتے ہیں افعال حسنہ میں جن کی طرف رغبت کی جائے۔ بعض نے کہا یہ اسلام سے کنایہ ہے۔ خازن مفسر کہتے ہیں۔ منکم: میں من بیانیہ ہے نہ کہ اور کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو لازم کیا۔ ﴿كنتم خير امة......﴾ پس آیت کا معنی یہ ہے: كونوا امة دعاة الى الخير آمرين بالمعروف ناهين عن المنكر۔: تم خیر کی داعی امت بنو اس حال میں کہ بھلائی کا حکم دو اور منکر سے روکو! اس قول کے قائل کہتے ہیں امر و نہی جن کا تذکرہ ہے وہ فرض کفایہ ہیں جب ایک اسکو انجام دے دے تو باقی سے ساقط ہو جائے گا۔ ② دوسرا قول یہ ہے کہ من تبعیض کے لئے ہے کیونکہ امت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو عاجزی و ضعف کی وجہ سے اس کی قدرت نہیں رکھتے پس من کا داخل کرنا خوب ہے۔ ③ یہ اہل علم سے خاص ہے اور اس طرح حکام سے پس اس وقت معنی یہ ہیں کہ بعض تم میں معروف کا حکم دینے والے اور منکر سے روکنے والے ہونے چاہئیں۔ المفلحون: کامیاب ہو کر آگ سے بچنے والے ہیں اور جنت پانے والے ہیں۔ المفلح: جو مطلوب کو اس طرح پائے کہ کامیابی کی راہیں کھل جائیں اور بند نہ ہوں۔

آیت ② ﴿كنتم خير امت﴾ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے علم میں تم بہترین امت ہو اور امتوں پر شرف کی وجہ یہ ہے تامرون بالمعروف: یہ وصف جس میں پایا گیا وہ افضل الامۃ ہے۔

آیت ③ ﴿خذ العفو......﴾ باب الصبر میں اس پر کلام گزرا۔

آیت ④ ﴿والمؤمنون والمؤمنات.....﴾ سلمی نے حقائق میں لکھا ہے کہ معاونت کرنے والے عبادت میں تعاون کرتے اور اس کی طرف سبقت کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی پشت پناہی کرتا ہے اور نجات کی راہ میں اس کا معاون ہے۔ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ مؤمن مومن کے لئے دیوار کی طرح ہیں جس کا بعض حصہ بعض کو مضبوط کرتا ہے اور ارشاد فرمایا: المومنون کالجسد الواحد: (مومن ایک جسم کی طرح ہیں)

ابوبکر وراق کہتے ہیں مومن دوسرے مومن کی طبع وعادت کے لحاظ سے معاونت کرتا ہے۔

خازن کہتے ہیں منافقین کے لئے بعضهم من بعض: فرمایا کیونکہ پیروکاروں کا نفاق وکفر متبوعین کی تقلید سے حاصل ہوا اور طبع کی خواہش ہوا اور ایمان والوں کو موافقت اللہ تعالیٰ کی درستی اور توفیق سے تھی۔ تقاضا طبع اور ہوئی نفس کا دخل نہ تھا اس لئے فرمایا: ﴿بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف .....﴾

اَلنَّحْوُ: جملہ حالیہ یا وصفیہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ الف لام جنس کا ہے۔ ② خبر کے بعد خبر بھی ہو سکتا ہے۔ ﴿لعن الذين كفروا.....﴾ خازن کہتے ہیں کہ اس سے مراد اکثر مفسرین کے ہاں اصحاب سبت ہیں جنہوں نے زمانہ داؤد میں زیادتی کی۔ داؤد نے بددعا کی اللهم العنهم واجعلهم قردة: پس ان کو مسخ کر دیا گیا۔ سورۂ اعراف میں ان کا واقعہ ہے۔

وعيسى بن مريم: اس سے مائدہ والے لوگ مراد ہیں جنہوں نے کھایا اور جمع کیا اور یقین نہ کیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اللهم العنهم: پس ان کو خنزیر بنا دیا گیا اور کہا گیا ہے کہ داؤد و عیسیٰ علیہما السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی اور ان کے انکار کرنے والے پر لعنت کی۔

ذلك بما عصوا: یہ لعن کرنا ان کی نافرمانی اور حد سے گزرنے کی وجہ سے تھا۔ پھر اعتداء کی تفسیر کی کہ وہ ایک دوسرے کے منکر سے نہ روکتے تھے۔ ایک قول یہ ہے وہ برے کام کو بار بار کرتے تھے۔ اصرار نہیں تھا۔

لبئس ما كانوا: یہ لام قسم ہے۔ میں قسم اٹھاتا ہوں کہ وہ ارتکاب معاصی اور عدوان والے برے کام کرتے تھے۔

آیت ④ ﴿قل الحق من ربكم﴾ حق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو مگر وہ کہ جس کا تقاضا خواہش کرے۔

اَلنَّحْوُ: الحق مبتداء محذوف کی خبر اور من ربكم: حال یا صفت فمن شاء فليؤمن: کسی مؤمن کو ایمان اور کافر کے کفر کی مجھے پرواہ نہیں۔ کتاب حقائق سلمی میں کہا گیا کہ مخلوق کے لئے ظاہر حق، حق کی راہ اور حقیقت کا راستہ ہے۔ جو اس پر چلنے والا ہے وہ توفیق سے ہے اور جو اس سے منہ موڑنے والا ہے وہ ذلت کے سبب سے ہے پس جس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو چاہا اس کی راہنمائی طریق ایمان کی طرف کر دی اور جس کے لئے اضلال چاہی اس کو کفر وضلال بعید کی راہ پر چلا دیا۔

آیت ⑤ فاصدع: ظاہر کرو جس کا حکم دیا گیا۔

آیت ⑥ انجينا الذين ينهون: صحیح بخاری میں شروع فا ہے مگر تلاوت میں حذف ہے۔ نسوا کا جواب ہے۔ ظلموا: بوجہ حد سے گزرنے کے۔ بئيس: شدید کے معنی میں ہے۔ بؤس يبؤس بما كانوا يفسقون: ان کے فسق کے سبب۔

۱۸۶: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۶: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ”جو تم میں سے کسی برائی کو ہوتا دیکھے تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اور اگر وہ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے (برا جانے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے“۔
(مسلم)

**تشریح** ☼ ابو سعید خدری (باب توبہ میں ان کے حالات پڑھیں)۔ من رأی: یہ علم کے معنی میں ہے۔ ضروری نہیں آنکھوں سے دیکھے تو تب انکار کرے بلکہ مدار جاننے پر ہے۔ منکم: سے وہ بالغ قدرت والے مسلمان مراد ہیں جو قدرت رکھتے ہوں۔ تمام امت کے حاضرین کو بالمشافہ اور غائبین کو بالتبع حکم ہے۔ فلیغیرہ: اگر ایک سے زیادہ جانیں تو فرض کفایہ ورنہ فرض عین ہے اور کتاب وسنت سے اس کا وجوب ثابت ہے۔ بیدہ: اگر اس کی تبدیلی ہاتھ پر موقوف ہو مثلاً شراب کے برتن توڑنا یا آلات لہو کو توڑنا۔ فان لم یستطع: یعنی ہاتھ سے انکار کی طاقت نہ ہو۔ مثلاً اپنے کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے یا مال کو اور عدم استطاعت سے فقط یہی بات نہیں کہ اس کا رعب و دبدبہ نہ ہو اور ترمذی کی اس روایت کا مفہوم بھی یہی ہے۔ ”الا لا یمنعن رجلاً ھیبۃ الناس ان یقول بحق اذا علمہ“ ہرگز کوئی آدمی فقط ڈرانے دھمکانے کے لئے نہ روکے۔ پس جب حق بات معلوم ہو تو کہے۔ فبلسانہ: زبان سے اسے کہے جس سے فائدہ کی امید ہو مثلاً زور سے آواز دینا اور فریاد کرنا' اس کو حکم دینا جو ایسا کرے ڈانٹ ڈپٹ' اللہ تعالیٰ کا خوف دلانا' نرمی وسختی جو فائدہ دے سکے اللہ تعالیٰ کی سزا سے ڈرانا۔ وجوب انکار ہر دو پر ہے خواہ حکم دینے والا امتثال امر کرنے والا یا ممنوعات سے اولاً گریز کرنے والا ہو یا اس کا کلام اثر کرنے والا یا نہ کرنے والا ہو۔ مصنف کے انداز سے اس پر اجماع ہے جبکہ بعض حضرات نے وجوب کو ساقط قرار دیا جبکہ عدم تاثیر کا علم ہو اور انہوں نے یہ بات احادیث صریحہ سے اخذ کی ہے جو کہ خلاف واقعہ ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ حکم دینے والا ولی یا غیر ولی اس پر اجماع ہے کیونکہ من کا عموم تمام کو شامل ہے۔ ہاں اگر امام کا استیذان ترک کرنے سے بگاڑ راجح یا اس کے انحراف کے برابر ہو۔ اس طرح کہ اس کے خلاف فتوے ہوں تو اس وقت استیذان کا وجوب بعید نہیں اور انکار کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ ہتھیار اٹھانے تک نہ پہنچے اگر وہ اس تک پہنچے تو پھر اس حکم کا تعلق عام سے نہیں بلکہ بادشاہ سے ہوگا اور کبھی اس کا وجوب شرط ہوتا ہے اور کبھی جائز جبکہ کسی جان یا عضو یا مال کے ضیاع کا خطرہ ہو یا دوسرے کے متعلق معمولی سا خطرہ ہو تو بھی یہ منکر سے واقع ہونے والے فساد سے بڑھ کر ہے اور بعض علماء نے انکار کو ہر حال میں لازم کیا ہے اگرچہ اس نے منکر کا ارتکاب کرلیا اور اس نے اس سے قبول کرلیا۔ مگر یہ غلو ہے جو کہ اس حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے اور اس کے لئے ابھی اس بات کی اس میں کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ خوف نفس کے وقت کلمہ کفر کا تلفظ جائز ہے یا اکراہ کی صورت میں بھی جیسا آیت میں ہے۔ ترک انکار کا جواز تو بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے کیونکہ ترک فعل قبیح کے کرنے سے کم درجہ ہے اور اس کے گمان پر یہ بات بھی عناداً غالب نہ آئے کہ منہی تو اس سے بڑھ جائے گا جس چیز میں وہ پہلے سے ہے اور یہ منکر چیز بالاجماع منکر ہو یا اس کا کرنے والا اس کی حرمت کا قائل ہو یا حلت کا قائل ہو یا اس کی حرمت میں اس کا شبہ کمزور ہو مثلاً متعہ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل ......﴾ اس وجوب کے خلاف نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو پس جب تم دیکھو کہ بخل طبائع پر غالب آ گیا اور خواہش پرستی ہو

رہی ہے اور دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر رائے والا اپنی رائے کو سب سے زیادہ ترجیح دیتا ہے تو اس وقت اپنے کو سنبھالو (الحدیث) اس روایت نے تصریح کردی کہ آیت اس بات پر محمول ہے جبکہ منکر سے عاجز آ جائے۔ ایسے وقت میں وجوب کے ساقط ہونے میں کوئی شک نہیں۔ محققین نے آیت کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ جب تم وہ کام کرو جن کی تم کو تکلیف دی گئی ہے تو اس وقت کسی دوسرے کی کوتاہی تمہیں نقصان نہ پہنچائے گی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہم ذمہ دار بنائے گئے ہیں۔ جب مخاطب ان کو نہ مانے تو کہنے والے پر کوئی عتاب نہیں کیونکہ واجب امر و نہی ہے قبول کرانا واجب نہیں۔

**فان لم یستطع فبقلبه:** اگر اسے زبان سے طاقت نہ ہو تو دل سے انکار کرے اس طرح کہ اس کو ناپسند کرے اور پختہ ارادہ کرے کہ اگر اسکو قدرت حاصل ہو جائے خواہ قول سے یا فعل سے تو وہ ضرور اس کا ازالہ کرے گا کیونکہ معصیت سے نفرت واجب ہے۔ پس معصیت نے جو راضی ہو وہ کرنے والے کا شریک سمجھا جائے گا اور یہ ہر ایک کے ذمہ واجب ہے بخلاف ان دونوں صورتوں کے جو پہلے گزر چکیں۔ پس حدیث سے معلوم ہوا اور یہ بات ثابت ہوئی کہ منکر کا بدلنا لازم ہے خواہ جس طریق سے ممکن ہو۔ علامہ شعرانی کہتے ہیں اگر مرید کے لئے منکر کا ازالہ ضروری ہو تو دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اس منکر کو زائل کرے جس کو دیکھا ہے یا تو زانی کو زنا سے روکے یا شرابی کو شراب سے وغیرہ اور خاموشی والی بات کی طرف منسوب نہ ہو (یعنی تیسرے درجہ میں نہ پہنچے۔ (انوار قدسیہ للشعرانی)

قدیم زمانے میں منکرات کو اس طرح لوگ تبدیل کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے اس بات کی مخالفت کی اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے بدلا یا زبان سے بدلا پس انہوں نے والی کے گھر کا گھیراؤ کر لیا اس کو مارا' قید کیا۔ اس طرح منکر منکرات میں اضافہ کر دیا۔ سید ابراہیم متبولی فرماتے ہیں تغیر منکر ہاتھ سے حکام اور ان کے قریب لوگوں کے ذمہ ہے اور قول سے علماء عاملین کا کام ہے۔ دل سے تغیر ارباب قلوب کا کام ہے۔ **وذلك** : اور یہ دل سے انکار اس وقت ہے جبکہ دوسروں سے عاجز ہو۔ **اضعف الایمان:** یعنی سب سے کم ثمرہ دینے والا ہے۔ ایک روایت میں ہے: "**هو اضعف الايمان**" یہ شخص سب سے کم درجہ ایمان والا ہے۔ اس سے نیچے رائی کے برابر ایمان کا درجہ نہیں۔ منکر کے متعلق دل کا انکار نہ کرنا یہ ایمان کے رخصت ہونے کی علامت ہے۔ اسی لئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ہلاک ہو گیا جو معروف و منکر کو دل سے نہیں سمجھتا۔ کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے جو کسی سے کسی حال میں ساقط نہیں اور اس پر راضی ہونا قبیح ترین حرام چیزوں میں سے ہے۔ اگرچہ اس کا ثمرہ سب سے کم ہے (رواہ مسلم) ابوداؤد' ابن ماجہ' احمد' عبد نے مسندین میں ابویعلیٰ' ابن ابی الدنیا' سخاوی فی الاربعین)

① کہا گیا ہے کہ یہ روایت ثلث اسلام سے ہے کیونکہ احکام چھ ہیں واجب' مندوب' مباح' خلاف اولیٰ' مکروہ' حرام اور پہلے کا حکم اس سے نکلتا ہے کہ اس کا کرنا واجب ہے اور آخر کا بھی کہ اس سے بچنا ضروری ہے۔

② بعض نے نصف دین کہا کہ شریعت کے اعمال یا تو معروف ہیں جن کا کرنا لازم ہے یا منکر ہے جن کا نہ کرنا ضروری ہے مگر یہ قول پختہ نہیں کیونکہ پہلے اور آخری کے سواء کوئی نہ واجب ہے اور نہ حرام ہے۔ اس طور پر کہ جس طرح وہ دوسرے (یعنی وجوب النہی عن المنکر) اور پہلے کے درمیان ہے کیونکہ منکر ترک واجب اور فعل حرام کو شامل ہے۔ پس پہلے کی تبدیلی واجب کا حکم دینے اور دوسرے کی تبدیلی حرام سے رک جانے میں ہے۔ پس ان کو چاہئے تھا کہ وہ اس کو کل اسلام کہتے ہیں۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (٤٩) و أبو داود (١١٤٠) والترمذی (٢١٧٢) والنسائی (٥٠٢٣) و ابن ماجه (١٢٧٥)

۱۸۷: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ فِیْ اُمَّۃٍ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ لَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِمْ خُلُوْفٌ یَّقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَا لَا یُؤْمَرُوْنَ ' فَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ لَیْسَ وَرَآءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ " رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۷: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جو نبی بھی بھیجا۔ اس کی امت میں اس کے کچھ حواری اور ساتھی ہوتے رہے جو اس کی سنت پر عمل اور اس کے حکم کی اقتداء کرتے رہے۔ پھر ان کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوئے جو ایسی باتیں کہتے جو خود نہ کرتے تھے اور ایسے کام کرتے تھے جس کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا پس جو شخص ان کے ساتھ دل سے جہاد کرے گا وہ مؤمن ہے اور جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا وہ مؤمن ہے اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کا درجہ نہیں ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ من: یہ استغراق نفی کے لئے بڑھایا گیا ہے۔ نبی انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ پر لوگوں کی اعانت کی ضرورت ہے۔ قرطبی کہتے ہیں تمام مراد نہیں غالب واکثر مراد ہیں۔ جیسا اس روایت میں ہے: "ویاتی النبی ومعہ الرجل والرجلان ویاتی النبی ولیس معہ احدٌ"۔

اگرچہ یہ من کی وجہ سے عموم ہے مگر یہ مخصوص ہے۔ (المفہم)

حواریون: ① انبیاء علیہم السلام کے مخلص منتخب افراد۔ جو ہر عیب سے خالص ہوں۔ (ازہری) ② دیگر کہتے ہیں اس سے مراد انصار ③ بعض نے کہا مجاہدین ④ بعض نے کہا جو خلافت کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ ⑤ بعض نے کہا خاص فضیلت والے۔

اصحاب: جمع صَحْبٌ: جیسے فرح جمع افراح (قرطبی) جوہری کہتے ہیں یہ صاحب کی جمع ہے جیسے شاہد و اشہاد یہ صحب کی جمع نہیں ہے کیونکہ فعل کی جمع افعال نہیں۔ صرف چند الفاظ آتے ہیں یہ ان میں سے نہیں ہے۔ الصحبۃ: محبت کے طریقہ پر میل جول کرنا۔ عرب کہتے ہیں: صحبہ یصحبہ صُحبَۃ: اور صَحابۃ: یہ صاد کے فتحہ سے ہے اور صاحب کی جمع صَحْب: جیسے راکب اور رکب اور صحبہ یہ فارۃ اور فَرْھَۃ: کی طرح ہے اور صاحب یہ جائع و جیاع کی طرح اور صُحْبَان: جیسے شاب و شُبَّانٌ۔

یاخذون بسنتہ: اس کے طریقہ اور شریعت کو اختیار کریں گے اور پیروی کرنے والے ہوں گے۔ یقتدون: پیروی کرتے ہیں۔ باموہ: ثم یہ تراخی رتبی کے لئے ہے۔ انھا۔ ھا: یہ ضمیر قصہ ہے۔ قرطبی کہتے ہیں یہ امت کی طرف راجح ہے یا طائفہ کی طرف جو حوارئین کے معنی میں ہے۔ تخلف: یعنی پیدا ہوگا۔ آئے گا خلوف: جمع خَلْفٌ: نالائق جانشین خلف لائق پیرو۔ بعض نے ہر دو میں فتحہ و اسکان کا جواز ثابت کیا مگر جوہری پہلے قول کے حامی ہیں۔ اخفش دوسرے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

یقولون ما لا یفعلون: وہ ایسی طاعت ظاہر کریں گے جو ان کو میسر نہیں یا ایسی حالت و مقام ظاہر کریں گے جو ان میں نہیں۔

یفعلون ما لا یؤمرون: وہ ایسی منکرات کا ارتکاب کرتے ہیں جن کی شرع نے اجازت نہیں دی۔

فمن جاھدھم بیدہ: جب کہ منکر کا ازالہ اس پر موقوف ہو اور اس سے کوئی ایسا فساد نہ پڑتا ہو جو اس منکر سے بڑھ کر ہو جیسے ولی الامر کی مخالفت سے ہوتا ہے۔ وہ کامل مؤمن ہے۔ ومن جاھدھم بلسانہ: ایسے لوگوں سے معاونت حاصل کی جو اس کو دفع کریں۔ فھو مؤمن۔ ومن جاھدھم بقلبہ: یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کے ازالہ کے لئے مدد طلب کرنا۔ فھو مومن: پس کمال کے مراتب میں فرق ہے ثمرات میں بھی فرق ہوگا۔ لیس وراء: دل سے منکر کو برا نہ سمجھنے کے بعد۔

حبة خردل: یہ انتہائی درجہ سے کنایہ ہے کیونکہ رضا بالکفر بھی کفر ہے اور غلبہ شہوت سے اس میں پیدا ہونے والی نافرمانی پر رضا بھی ایمان کے لئے نقصان ہے۔ قرطبی کہتے ہیں یہاں ایمان اسلام کے معنی میں ہے۔ بندے کے لئے آخر کا متعین درجہ وہ دل سے انکار ہے۔ اس کے بعد اور کوئی رتبہ نہیں۔ (رواہ مسلم)

**تخریج:** أخرجه مسلم (٥٠)

۱۸۸ : عَنْ اَبِی الْوَلِیْدِ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ : فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَهِ وَعَلٰی اَثَرَةٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَکُمْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْهِ بُرْهَانٌ ' وَعَلٰی اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"اَلْمَنْشَطُ وَالْمَکْرَهُ" بِفَتْحِ مِیْمَیْهِمَا اَیْ فِی السَّهْلِ وَالصَّعْبِ وَالْاَثَرَةُ الْاِخْتِصَاصُ بِالْمُشْتَرَكِ وَقَدْ سَبَقَ بَیَانُهَا۔ "بَوَاحًا" بِفَتْحِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبَعْدَهَا وَاوٌ ثُمَّ حَاءٌ مُهْمَلَةٌ : اَیْ ظَاهِرًا لَّا یَحْتَمِلُ تَاْوِیْلًا۔

۱۸۸: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کی اس بات پر بیعت کی کہ ہم تنگی اور آسانی اور ناگواری اور خوشی (ہر حال میں) سنیں اور اطاعت کریں اور اس بات پر بیعت کی کہ خواہ ہم کو دوسروں پر ترجیح دی جائے اور اس بات پر کہ ہم اقتدار کے سلسلہ میں مسلمان حکمرانوں سے جھگڑا نہ کریں گے مگر اس صورت میں کہ جب ان سے صریح کفر دیکھیں جس کی تمہارے پاس اللہ کی بارگاہ میں واضح دلیل ہو اور اس بات پر بیعت کی کہ ہم جہاں بھی ہوں حق بات کہیں اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں"۔ (متفق علیہ)

اَلْمَنْشَطُ وَالْمَکْرَهُ : نرمی اور سختی۔

اَلْاَثَرَةُ : مشترک چیز میں کسی کو خاص کرنا۔

بَوَاحًا : ظاہر جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

**تشریح** ☸ عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن خزرج انصاری الخزرجی۔ ان کی کنیت ابوالولید ہے۔ یہ بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں موجود تھے۔ بدر احد خندق بیعت رضوان اور تمام غزوات

میں شرکت کی عقبہ کی رات بارہ نقباء میں سے ایک تھے۔ یہ بنی عوف بن خزرج پر نقیب تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے ان کی مواخات کرا دی تھی۔ ان کو صدقات پر آپؐ نے عامل مقرر فرمایا یہ اہل صفہ کو قرآن مجید پڑھاتے تھے فتح شام کے بعد عمرؓ نے ان کو معاذ و ابوالدرداءؓ کے ساتھ شام بھیجا تاکہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں اور ان کو سمجھائیں۔ یہ حمص میں مقیم ہوئے اور معاذ فلسطین اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ دمشق میں ٹھہرے پھر یہ فلسطین چلے گئے۔

ان کی مرویات ۱۸۱ ہیں۔ ۴ متفق علیہ اور ۲ میں بخاری اور ۲ میں مسلم منفرد ہیں۔ اوزاعی کہتے ہیں عبادہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جن کو فلسطین کا قاضی بنایا گیا۔ چنے ہوئے فضلاء سے تھے۔ خوبصورت طویل جسم والے تھے۔ بیت المقدس میں ان کی وفات ہوئی۔ بعض نے رملہ نقل کیا۔ ۳۴ھ میں ان کی عمر اس وقت ۷۲ سال تھی۔ بعض نے کہا ۴۵ھ میں ان کی وفات ہوئی مگر پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔ (تہذیب)

بایعنا: ہم نے عہد کیا۔ معاہدہ کو مبایعت اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ متعاقدین میں سے ہر ایک اپنا ہاتھ دوسرے کی طرف بڑھاتا ہے تاکہ اس سے عہد کرے جیسا کہ خرید و فروخت کرنے والے ایک دوسرے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ (۲) بعض نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے عظیم معاوضہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ ﴿ان اللّٰہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم...﴾

علی السمع و الطاعۃ: حکام کے لئے۔ العُسر و الیُسر: اس وزن پر جو آئے اس میں فا مضموم اور دوسرا حرف ساکن ہوتا ہے (صحاح) منشط: جس کام میں نفس کو نشاط حاصل ہو اور وہ اس کی طرف مائل ہو کر کرنا پسند کرے۔ یہ نشاط کے معنی میں ہے۔ المکرہ: جو اس کے الٹ ہو۔

**النّحو**: والمنشط والمکرہ: یہ مصدر میمی ہے۔ ان کا عطف السمع پر ہے۔ ای بایعنا علی استئثار الامراء بحظوظھم وتخصیصھم ایاھا بانفسھم: نووی کہتے ہیں اصل اس طرح ہے: بایعنا علی الطاعۃ فیما یشق وتکرھہ النفوس وغیرھا مما لیس بمعصیۃ: ہم نے نفوس کو ناپسند اور گراں چیزوں میں طاعت کرنے کی بیعت کی جب تک کہ معصیت کی حد تک نہ پہنچے کیونکہ معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔ پس یہ مطلق نہیں بلکہ مقید ہے۔ ان تمام باتوں میں طاعت کا نتیجہ کلمۃ المسلمین کی یکجہتی ہے فساد سے دین میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اُثرۃ: اس کی تین لغات ہیں۔ دنیا کے امور میں ترجیح دینا اور خاص کرنا۔ قرطبی کہتے ہیں یہ قول انصار کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا اثر حنین کے دن ظاہر ہوا جب کہ فئی کا مال قریش اور دیگر سرداران قبائل عرب کو دیا گیا اور انصار کو اس سے کچھ نہ دیا۔ اس میں خبردار کیا کہ خلافت تمہارے علاوہ دوسروں میں ہوگی۔ الامر اھلہ: سے حکام مراد ہیں۔ کفراً بواحا: یہ باح۔ یبوح بواحاً ظاہر کرنا۔ اکثر نسخوں میں یہی ہے بعض میں بواحاً کا لفظ بھی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں یہ ابوجعفر کا قول ہے۔ یہ برح الخفاء (اس نے خفاء ظاہر کیا) سے لیا گیا۔ نووی کہتے ہیں کفر سے گناہ مراد ہیں۔ برھان: واضح دلیل جس میں شک نہ ہو۔ بلکہ تم اس کو اللہ تعالیٰ کے دین سے جانتے ہو۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حکام سے معاملات میں جھگڑا نہ کرنا اور نہ ان کے درپے ہونا جب تک کہ ان سے قواعد اسلام کے خلاف کھلا منکر امر نہ دیکھو۔ جب اس کو دیکھو تو ان پر انکار کرو۔ حق کی حمایت میں کھڑے ہو جاؤ۔ باقی ان کے خلاف خروج و قتال یہ حرام ہے اگرچہ وہ فاسق ہوں نصوص اسی کی تائید کرتی ہیں۔

قرطبی کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ تم ان سے کھلا کفر دیکھو جس کے متعلق تمہارے پاس واضح دلیل ہو اور غیر مشکوک یقینی بات ہو۔ اس وقت اس کی بیعت توڑ دینی چاہئے۔ نقول الحق: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔ اینما کنا: یعنی ہر مکان و زمان میں۔ لا نخاف فی اللہ لومۃ لائم: یعنی ہم نہ مداہنت کریں اور نہ کسی سے ڈریں اور اس میں ہم مقتداؤں کی طرف نہ دیکھیں جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قیام ہو۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۲۲۷۹۵/۸) والبخاری (۱۸) و مسلم (۱۷۰۹) والنسائی (۴۱۶۰) و ابن ماجه (۲۸۶۶)

۱۸۹ : عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : مَثَلُ الْقَائِمِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهِمَا كَمَثَلِ قَوْمٍ نِ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا وَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَآءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَّلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَاِنْ تَرَكُوْهُمْ وَمَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا وَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

"اَلْقَائِمُ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى" مَعْنَاهُ الْمُنْكِرُ لَهَا الْقَآئِمُ فِيْ دَفْعِهَا وَاِزَالَتِهَا وَالْمُرَادُ بِالْحُدُوْدِ :مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ "وَاسْتَهَمُوْا" :اقْتَرَعُوْا۔

۱۸۹: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اس آدمی کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم رہنے والا ہے اور اس کی جو ان حدود میں مبتلا ہونے والا ہے۔ ان لوگوں جیسی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے متعلق قرعہ اندازی کی۔ پس کچھ ان میں سے اس کی بالائی منزل پر اور بعض نچلی منزل پر بیٹھ گئے۔ نچلی منزل والوں کو جب پانی کی طلب ہوتی ہے تو وہ اوپر آتے جاتے اور اوپر منزل میں بیٹھنے والوں پر گزرتے ہیں (تو ان کو ناگوار گزرتا ہے) چنانچہ نچلی منزل والوں نے سوچا کہ اگر ہم نچلے حصہ میں سوراخ کر لیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ پس اگر اوپر والے ان کو اس ارادے کی حالت میں چھوڑ دیں (عمل کرنے دیں) تو تمام ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیں گے تو وہ بھی بچ جائیں گے اور دوسرے مسافر بھی بچ جائیں گے"۔ (بخاری)

اَلْقَائِمُ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ : منع کی ہوئی چیزوں کا انکار کرنے والا اور ان کے ازالہ کی کوشش کرنے والا۔ اَلْحُدُوْد: اللہ کی منع کردہ اشیاء۔ اِسْتَهَمُوْا : قرعہ اندازی کرنا۔

**تشریح:** مَثَلُ: پہلے دو حروف کے فتحہ کے ساتھ ہو تو مال مرکب کی تشبیہ کے لئے آتا ہے۔ القائم فی حدود اللہ: ان کو قائم کرنے والا اور محارم سے دفاع کرنے والا۔ بخاری میں اسی طرح ہے اور کتاب الشہادات میں "مثل المداھن" مداھن: جو دکھلاوا کرے حقوق کو ضائع کرے اور منکر کو نہ بدلے۔ مگر ابن حجر کہتے ہیں یہ وہم ہے کیونکہ مداہن تو حدود میں مبتلا ہونے کو کہتے ہیں۔ واقع اور قائم ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور اسماعیلی کی روایت میں مثل الواقع کے الفاظ ہیں مگر فریقین کا تذکرہ بطور مثال ہے کیونکہ وہ حقیقتاً واقع ہونے والا نہیں ہے لیکن اگر مداھن واقع کے ساتھ مذمت میں مشترک ہو تو پھر یہ ایک

گروہ شمار ہوگا۔ تو تین فرقوں کا تذکرہ مثال میں ہوگا۔ ① وہ لوگ جنہوں نے کشتی کو ڈبونا چاہا وہ حدود اللہ میں واقع ہونے والے کی طرح ہیں۔ ② پھر ان کے علاوہ دو قسم ہیں اول وہ جو انکار کرنے والے ہیں یہی طبقہ حدود پر قائم ہے۔ دوسرا طبقہ خاموش یہ مداہنت کرنے والا ہے۔

استھموا علی سفینۃ: قرعہ سے ہر ایک نے ایک حصہ مقرر کرلیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مسلک یا اجارہ میں شریک ہیں اور قرعہ برابری کی صورت میں ڈالا جاسکتا ہے۔ پھر فیصلوں میں بھی قطع نزاع کے لئے ڈالا جاتا ہے۔ اعلاھا: ان کا قرعہ کشتی کے بالائی حصہ کا نکلا۔

اَلنَّحْوُ: بعضھم اسفلھا: یہ قبل پر عطف ہے۔ ② مستانفہ بھی ہوسکتا ہے۔ اعلیٰ واسفل ظرف مکانی کی وجہ سے منصوب ہیں اور متعلق خبر ہے۔ قرعہ اندازی سے نیچے والوں کو پانی حاصل کرنے کے لئے اوپر جانا پڑتا ہے۔ فقالوا: ان نیچے والوں نے اوپر والوں کی گزرنے سے تکلیف ملاحظہ کی بخاری کتاب الشہادت میں فتأذوا بہ: ہے۔ اگر ان کے دل میں آئے کہ اگر ہم اپنے حصے میں سوراخ کریں تو پانی بھی مل جائے گا اور اوپر والوں کو تکلیف بھی نہ ہوگی۔ فان ترکوھم: اگر اوپر والے نیچے والوں کو اسی حال میں چھوڑ دیں۔ وما ارادوا: واؤ مصاحبت کے لئے ہے یعنی ان کے ارادہ سمیت روکاٹ ڈالنے کے بغیر چھوڑ دیں۔ ھلکوا جمیعًا: تو وہ سب ہلاک ہو جائیں گے کیونکہ اس حرکت کی نحوست اور پانی کا غلبہ ساری کشتی کو ڈبو دے گا اور حکمران تمام کے لئے عام ہے۔ اخذوا علی ایدیھم: یعنی سوراخ کرنے سے روک دیں یہ پکڑنے والے بھی بچ گئے اور دوسروں کو بھی بچالیا۔ جمیعًا: دونوں سابقہ فعلوں کے فاعل سے حال ہیں۔

اقامت حدود کا بھی یہی حال ہے۔ جس کے لئے قائم کی جائے گی جس پر قائم ہوگی وہ سب بچ جائیں گے ورنہ گناہ گار معصیت سے اور راضی ہونے والا خاموش رہنے کی وجہ سے ہلاک ہوگا۔

فَائِدَہ: حدیث سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف کے چھوڑنے سے سب عقوبت کے حقدار بن جاتے ہیں۔ (بخاری کتاب الفتن والشہادت) ترمذی کتاب الفتن۔ القائم فی حدود اللہ: سے مراد حد سے بڑھنے والے کی حرکت پر انکار کرنے والا اور ازالہ کیلئے کوشاں شخص مراد ہے۔ الحدود: سے تمام ممنوعات شرعیہ یا قائم سے مراد معروف پر عامل۔ اس صورت میں حدود سے حد زنا وقذف وغیرہ مراد ہوں گی۔ یہ دوسرا حصہ حکام سے خاص ہے اور پہلا حصہ شروط کے ساتھ تمام اہل ایمان کیلئے ہے۔ استھموا: جاہلیت میں قرعہ خاص حصص سے تھا مگر یہاں وہ مراد نہیں فقط قرعہ جو برابر حصص میں ہو وہ مراد ہے۔

**تخریج:** اخرجہ احمد (۱۸۳۸۹/۶) والبخاری ۳٤۹۳) والترمذی (۲۱۷۳) والبیہقی (۱۰)

١٩٠ : عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ هِنْدٍ بِنْتِ اَبِیْ اُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَنَّهٗ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ اُمَرَآءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَّنْ رَضِیَ وَتَابَعَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ : لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ –

مَعْنَاهُ : مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهٖ وَلَمْ يَسْتَطِعْ اِنْكَارًا بِيَدٍ وَّلَا لِسَانٍ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الْاِثْمِ وَاَدّٰى

وَظِيْفَتَهٗ وَمَنْ اَنْكَرَ بِحَسَبِ طَاقَتِهٖ فَقَدْ سَلِمَ مِنْ هٰذِهِ الْمَعْصِيَةِ وَمَنْ رَّضِيَ بِفِعْلِهِمْ وَتَابَعَهُمْ فَهُوَ الْعَاصِيْ۔

۱۹۰: حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''تم پر عنقریب ایسے حکمران بنائے جائیں گے جن کے کچھ کاموں کو تم پسند کرو گے اور کچھ کو ناپسند۔ پس جس نے (ان کے برے کاموں کو) برا سمجھا وہ بری الذمہ ہو گیا۔ جس نے انکار کیا وہ سلامت رہا۔ لیکن وہ جو ان پر راضی ہو گیا اور ان کی اتباع کی (وہ ہلاک ہو گیا) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم ایسے حکمرانوں سے قتال نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ جب تک وہ تمہارے اندر نماز کو قائم کریں''۔ (مسلم)

اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے دل سے برا سمجھا اور وہ ہاتھ اور زبان سے انکار کی طاقت نہیں رکھتا۔ وہ گناہ سے بری الذمہ ہے اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور جس نے حسب طاقت اس کا انکار کیا وہ اس گناہ سے بچ گیا اور جو ان کے فعل پر راضی ہوا اور ان کی اتباع کی وہ نافرمان ہے۔

**تشریح** ✿ ام المؤمنین: یعنی احترام و عظمت کے لحاظ سے۔ ان کا نام ہند بن ابو امیہ حذیفہ ہے۔ قال: یہ اخبار غیبیہ میں سے ہے۔ یہ آپ ﷺ کے معجزات سے ہے۔ انہ: ضمیر شان ہے۔ امراء: یعنی بادشاہ تم پر عمال مقرر کریں گے۔ فتعرفون: شرع کے موافق اعمال کو پہچانو گے۔ منکرون: یعنی شرع کے مخالف ہونے کی وجہ سے نہ پہچانو گے۔ صاحب مصابیح نے تعرفون کی فا کو حذف سے نقل کیا ہے۔ عاقولی نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بعض افعال کو تم پہچانو گے اور بعض کو نہ پہچانو گے۔ فمن کرہ: یعنی دل سے ناپسند کیا ان کے دبدبہ کی وجہ سے زبان سے انکار نہ کر سکا۔ فقد بریٔ: وہ انکار باطنی کی وجہ سے دل سے نفرت کرنے کی بناء پر گناہ سے بری ہے۔ من انکر فقد سلم: جس نے زبان و ہاتھ سے انکار کیا وہ عقاب اخروی سے بچ گیا۔ مصابیح کے الفاظ یہ ہیں من کرہ فقد سلم فمن انکر فقد بریٔ۔ عاقولی کہتے ہیں بری کا مطلب واجب سے بری ذمہ ہو گیا کہ اس نے اس کو ادا کر دیا۔ تغیر قلب پر قائم ہونے کی وجہ سے وہ گناہ سے سلامت رہا۔ من رضی: یعنی جو ان کے فعل پر دل سے راضی ہے۔ وتابع: عمل میں ان کے پیچھے چلا وہ بری نہ ہوگا اور نہ گناہ سے بچے گا۔ شرکت و رضاء کی وجہ سے گناہ میں حصہ دار ہوگا۔ اس کی خبر دلالت کلام کی وجہ سے حذف کر دی۔ الا نقاتلهم: کیا ہم اس وقت ان سے قتال نہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان سے مت لڑو۔ ما اقاموا الصلاۃ: نماز جو عنوان اسلام ہے اس کے قائم کرنے تک قتال سے منع کیا۔ نماز یہ کفر و اسلام کے درمیان فارق ہے۔ قتال سے ممانعت اختلاف امت سے بچانے کے لئے کی گئی۔

کرہ بقلبه: سے انکار کرنے والا مراد ہے۔ لم یستطع: مال و جان پر خطرہ کی وجہ سے۔ دل سے برائت کرنے سے واجب ساقط ہو جائے گا۔ من انکر: یعنی جس نے ہاتھ اور زبان پر قدرت ہوتے ہوئے قوت و شوکت سے کام لیا وہ اس معصیت میں شامل ہونے کے گناہ سے بچ جائے گا یعنی منکر کے انکار کو عدم عقاب کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ تابعهم: جس نے اس کے کرنے میں ان کی اتباع کی وہ عاصی ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۱۰/۲٦٦۳۹) و مسلم (۱۵۸٤) و أبو داود (٤۷٦۰) و (٤۷٦۱) والترمذی (۲۲٦۵)

**الفرائد**: ① اس میں مستقبل میں پیش آنے والے ایک معجزہ کی خبر دی گئی ہے۔ ② جو شخص ازالہ منکر سے عاجز ہو وہ منکر پر

خاموشی سے گنہگار نہ ہوگا۔ البتہ گناہ پر دل سے راضی ہو تو پھر گنہگار ہوگا۔ ۴ گناہ کو دل سے برا نہ سمجھنے پر گنہگار ہے۔ ۴ جو گناہ میں ساتھ دیگا اسکا بھی اتنا ہی گناہ ہوگا۔ ۵ وحدت کلمہ امت کی وجہ سے جب تک کھلا کفر نہ دیکھا جائے خروج جائز نہیں۔

۱۹۱ : عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ الْحَكَمِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ ' فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلَ هٰذِهٖ" وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصّٰلِحُوْنَ : قَالَ : "نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۹۱: حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن ان کے ہاں گھبرائے ہوئے تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی زبان پر یہ کلمات تھے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہلاکت ہے عربوں کے لئے اس شر سے جو قریب آ گیا۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار سے اتنا حصہ کھول دیا گیا ہے اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں یعنی انگوٹھے اور شہادت والی انگلی سے حلقہ بنا کر دکھایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جبکہ ہمارے اندر نیک لوگ بھی ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جبکہ برائی عام ہو جائے''۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ ام المؤمنین: یعنی جلالت واحترام کی وجہ سے۔ زینب بنت جحش نام ہے ام الحکم کنیت ہے۔ جحش کے والد رباب بن معمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن رودان بن اسید بن خزیمہ اسدیہ۔ یہ عبداللہ بن جحش کی بہن ہیں۔ ان کی والدہ امیمہ بنت المطلب ہیں جو حضور ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ شروع میں اسلام لائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ ۵ھ میں شادی کی۔ یہ قتادہ وواقدی کا قول ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں ان سے شادی ۵ھ ذوالقعدہ میں ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۳۵ سال تھی بعض نے ۳۳ سال کہی ہے۔ اس سے پہلے یہ زید بن حارثہ مولیٰ رسول کے عقد میں تھیں۔ پھر انہوں نے طلاق دے دی تو عدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر دیا اور یہ آیت اتاری: ﴿زوجنا کھا﴾ (الاحزاب) یہ تمام امہات المؤمنین پر فخر کرتیں کہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا۔ ان کے مناقب بہت ہیں۔ (تہذیب) ان کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی۔ بعض نے ۲۱ھ کہا۔ اس پر اتفاق ہے کہ ازواج مطہرات میں آپ ﷺ کے بعد سب سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔ بقیع میں مدفون ہوئیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اسماء کے مشورہ سے ان کی چارپائی پر نعش (تابوت) رکھا گیا ان کی مرویات ۱۱ ہیں ۲ متفق علیہ ہیں۔

الفزع: گھبرانا کانپنا۔ یقول لا الہ: یہ جملہ حالیہ ہے۔ اس کو امر واقع کے متعلق تعجب کے لئے لائے۔ جیسے سبحان کا لفظ اس آیت میں ﴿سبحان الذی اسریٰ بعبدہ......﴾ (اسراء) ویل: یہ کلمہ ویح کی طرح ہے۔ مگر یہ عذاب کا کلمہ ہے۔ تحفہ میں ہے کہ یہ حزن کے وقت یہ کلمہ کہا جاتا ہے۔ عرب یہ لفظ عجم کے برعکس ہے۔ اعراب دیہاتی ہے جو شہری کا عکس ہے۔ عربوں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا بڑا بگاڑ ان کو پہنچے گا۔ من شر: یہ تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ ردم یاجوج: سد یاجوج۔ مثل

**هذه**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی تمثیل بیان فرمائی۔ **باصبعیه**: دونوں انگلیوں اور انگوٹھے سے حلقہ بنایا اس لفظ میں دس لغات ہیں۔ایک اصبوع بھی ہے۔ بخاری کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے گنتی کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے یہ نوے کا عدد بنتا ہے۔ **عقده بيده تسعين**: مسلم میں ہے کہ سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کا عقد بنایا۔ یہ اس روایت کے بھی خلاف ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے بھی کیونکہ دس کا عقد کھلا ہے اور ۹۰ کا تنگ۔ قاضی عیاض کہتے ہیں شاید ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت مقدم ہو اور یہ دیوار کا کھلنا بعد کو معلوم ہوا۔ یا تحدید مراد نہیں بلکہ تقریب فہم مراد ہے۔ **أنهلك**: یہ لام کے کسرہ سے ہے فتحہ والی روایت فاسد ہے۔

**الصالحون**: جن کی وجہ سے بلائیں اور دکھ دور کئے جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں تم ہلاک ہو جاؤ گے جب یہ حال ہوگا۔ **اذا كثر الخبث**: خا کے فتحہ سے ہے۔① جمہور نے فسق و فجور اور بعض نے زنا سے تفسیر کی ہے۔② بعض نے اولادِ زنا سے۔ ③ نووی کہتے ہیں اس سے معاصی مراد ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب خبث بہت ہو جائے تو عام ہلاکت ہوگی اگرچہ صالحین کی کثرت ہو۔

**فائدہ**: اس میں معصیت کی نحوست بتلائی اور اس کے انکار پر آمادہ کیا۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۱۰/۲۷٤۸۳) والبخاری (۳۳٤٦) و مسلم (۲۸۸۰) و عبدالرزاق (۲۰۷٤۹) والحمیدی (۳۰۸) وابن ابی شیبة (۱۹۰٦۱) و ابن ماجه (۳۹۵۳) والترمذی (۲۱۸۷) وابن حبان (۳۲۷) والبیهقی (۹۳/۱۰)

**ایک لطیفہ**: اس روایت کی سند میں تین سلسلہ تک صحابیہ ہیں زینب بنت ام سلمہ عن ام حبیبہ بنت ابی سفیان عن زینب بنت جحش یہ وسائط تمام روایت نے ذکر کئے مگر بخاری و مسلم نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ ساقط کیا ہے۔ (اطراف مزی)

۱۹۲ : عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَنَا مِنْ مَّجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِیْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّهٗ" قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۹۲: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو!'' صحابہ رضوان اللہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے لئے ان مجالس میں بیٹھے بغیر چارہ نہیں۔ ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم نے وہاں بیٹھنا ہی ہے تو تم راستے کو اس کا حق دو''۔ صحابہ رضوان اللہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نگاہوں کا پست رکھنا (تکلیف دہ چیز راستہ سے ہٹانا) 'دوسروں کو تکلیف دینے سے ہاتھ کو روکنا' سلام کا جواب دینا' نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے روکنا''۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ قال: جب اس کی ضمیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو تو یہ۔

اَلنَّحْوُ: جملہ مستانفہ ہے۔ اور اگر ابو سعید رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹے تو اس کے بعد ایک قال مقدر ہوگا۔ اختصاراً ایک قال ذکر کر دیا۔

الجلوس: یہ منصوب احذرکم: کا مفعول ہونے کی وجہ سے۔ فی الطرقات: ابن حبان نے الصُّعُدان: جمع صَعْد: نقل کیا جیسے طریق وطرق۔ ثعلب نے خیال کیا کہ اس کا معنی بھی سطح زمین ہے۔ طریق مؤنث و مذکر دونوں طرح مستعمل ہے۔ راستہ کے ساتھ دوکان' کھڑکیاں' جو بازار والی جانب کھلتی ہوں ان کا یہی حکم ہے۔ یہ نہی تنزیہ ہے۔ حقوق کی ادائیگی میں تا کہ کمی نہ آئے۔ مجالسنا: راستوں والی مجالس۔ بُدٌ: جدائی' چارۂ کار۔ فتحدث فیھا: یہ چھوڑنے پر عام قدرت کا بیان ہے کیونکہ دنیوی واخروی خیر اس میں ہے۔ ان کی مجالس بےکار مباحث سے محفوظ تھیں۔ الا المجلس: مصدر میمی جلوس کے معنی میں ہے (بخاری) المجالس: بالجمع ہے الف لام عہد کا ہے۔ استثناء مفرغ ہے۔ یعنی جب تم نے تمام باتوں سے انکار کیا سوائے راستوں میں بیٹھنے کے۔ بخاری نے فاذا اتیتم المجالس: کے لفظ ذکر کئے اور ایک روایت یہ بھی ہے: ابیتم الا۔: کشمیہنی کہتے ہیں باب الاستیذان میں اسی طرح ہے۔ الطریق حقہ: یعنی جو راستہ کے مطلوبہ آداب ہیں۔ تعبیر میں ان امور کی تاکید واہتمام ثابت ہوتا ہے۔ یہ اضافت ملابست کے لئے ہے۔ قالوا: ابن حجر کہتے ہیں اس کے قائل ابوطلحہ ہیں اور مسلم کی روایت میں یہ واضح ہے اور واحد پر جمع کا مجازاً اطلاق ہوا ہے۔ حق الطریق: جو راستہ پر بیٹھے۔ قال غض البصر: بدنگاہی سے گریز۔ کف الاذی: گزرنے والوں کو تکلیف نہ دینا۔ ابن حجر کہتے ہیں اس کے پاس جو عورت وغیرہ گزرے ان سے تعرض نہ کرے۔ (۲) غیبت اور دوسرے کو حقیر قرار دینے سے بچے' گزرنے والے کو سلام کرے۔ والامر بالمعروف: جو مشروع چیزیں ہیں ان سب کو اختیار کرے (متفق علیہ) بخاری فی المظالم والاستیذان' مسلم فی الاستیذان واللباس' ابوداؤد فی الادب (اطراف للمزی)

## فرق روایت

علقمی کہتے ہیں ابوداؤد نے ارشاد ابن السبیل اور اسی طرح چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو اس کا جواب دینا بھی ذکر کیا ہے۔ سعید بن منصور نے اعناۃ الملھوف: (مظلوم کی مدد) بھی ذکر کیا۔ بزاز نے واعینوا عل الحمولۃ: (سواری میں اعانت کرنا) اور طبرانی اعینوا المظلوم: (مظلوم کی مدد) اور کثرت ذکر کو بھی شمار کیا۔ حدیث ابی طلحہ میں حسن کلام (اچھی گفتگو) ترمذی میں افشوا السلام: (سلام خوب کرنا)۔ طبرانی نے اھدوا الاغبیاء: (غبی کی راہنمائی) غبی کم فہم کو کہتے ہیں۔

ان تمام احادیث کے مجموعی خصال ۱۴ ہیں جو ابن حجر کے شعار میں مذکور ہیں۔

جمعت آداب من رام الجلوس علی ال ☆ طریق من قول خیر الخلق انسانا
افش السلام' احسن فی الکلام وشمت ☆ عاطسا وسلاماً رد احسانا
فی الحمل عاون ومظلوماً اعن واغث ☆ لھفان هد سبیلا واهد حیرانا
بالعرف مروانه عن منکر وکف اذی ☆ وغض طرفا واکثر ذکر مولانا

حدیث مالک بن تیہان میں ۱۵ واں وشدوا الاعمی: (اندھے کی راہنمائی) کا اضافہ ہے۔ رواہ اسحاق راہویہ بن شیبہ مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ (اتحاف للبوصیری)

**تخریج**: أخرجه احمد (۱۱۳۰۹/۴) والبخاری (۲۴۶۵) و مسلم (۲۱۲۱) و أبو داود (۴۸۱۵) والبخاری فی الأدب المفرد (۱۱۵۰) وابن حبان (۵۹۵) والبیهقی (۹۴/۱۰)

۱۹۳ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَاٰى خَاتَمًا مِّنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهُ فَطَرَحَهُ وَقَالَ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ" فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : خُذْ خَاتَمَكَ انْتَفِعْ بِهٖ – قَالَ : لَا وَاللّٰهِ لَا اٰخُذُهٗ اَبَدًا وَّقَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۹۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ ایک سونے کی انگوٹھی ایک آدمی کے ہاتھ میں دیکھی۔ آپ ﷺ نے اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: ''تم میں سے ایک شخص آگ کے انگارے کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو اپنے ہاتھ میں رکھ لیتا ہے''۔ اس آدمی کو آنحضرت ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد کہا گیا کہ تم اپنی انگوٹھی لے لو اور اسے فائدہ اٹھالو۔ اس نے کہا خدا کی قسم! میں اس کو کبھی نہ لوں گا جسے رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا۔ (مسلم)

**تشریح** ☼ رای : دیکھا۔ خاتما: اس کی لغات بقول ابن حجر دس ہیں۔ خاتام' خاتم' ختم' خاتم و ختما' خایتام' خیتوم' خیتام' خاتام' ختتم۔ نووی نے چار کو درست کہا ہے۔ خَاتَم' خاتِم' خیتام و خاتام۔

**فنزعه فطرحه**: اس میں ہاتھ سے ازالہ منکر کا تذکرہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عظیم نقصان پر خبردار کرتے ہوئے فرمایا: **یعمد احدکم الی جمرة من نار**: اس کو ظاہر پر محمول کرنا خلاف عقل نہیں مطلب یہ ہوا کہ یہ انگوٹھی آخرت میں آگ ہوگی اگر مجاز پر محمول کریں تو مطلب یہ ہے کہ پہننے والے کو اس کے گناہ کی بڑھائی بتلائی کہ وہ اس کی جگہ پر آگ پہن لے کیونکہ سزا بقدر گناہ ہوتی ہے اور وہ کافی بڑی ہے۔

**فیجعلها فی یده**: یعنی اپنی انگلی میں ڈال لے۔ یہ مجاز مرسل ہے کل بول کر جزء مراد لیا گیا ہے۔ جیسا اس آیت میں ﴿یجعلون اصابعهم فی آذانهم.....﴾ انگلیوں کے پورے کانوں میں رکھے جاتے ہیں نہ کہ تمام انگلی۔ جب اس کی زینت ہاتھ کی زینت کا باعث تھی تو اس سے تعبیر کر دیا۔

**فائدہ** ☆ اس میں تصریح ہے کہ سونے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت تحریمی ہے۔ صدیقی کہتا ہے کہ اس میں یہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ یہ کبائر میں سے ہے کیونکہ اس میں وعید سخت ہے اور اس کا معیار یہی ہے۔

**ذهب رسول الله صلى الله عليه وسلم**: یعنی مجلس سے تشریف لے گئے۔ **خذ خاتمك**: لینے کی علت بیان کرنے کے لئے **انتفع به**: جملہ مستانفہ لائے یعنی فروخت کر دو یا ہبہ کر دو یا اس کو دے دو جس کے لئے حلال ہے مثلاً عورت۔

**فقال لا والله اخذه ابداً وقد طرحه رسول الله صلى الله عليه وسلم**: یہ اس کی طرف سے امتثال امر و اجتناب نہی میں مبالغہ ہے اور کمزور و تاویلات سے بہانہ تلاش نہیں کیا۔ اس آدمی نے انگوٹھی کو چھوڑ دیا تا کہ فقراء میں سے جو چاہے لے جائے۔ ② اس کا لینا ہر ایک کے لئے جائز تھا جب لے لیتا تو اس کا تصرف درست ہو جاتا۔ اسے لینا اور اس میں تصرف بالبیع

حرام نہ ہوئی۔ لیکن اس نے تورع اختیار کیا اور یہ چاہا کہ بہر ضرورت مند اس کو لے لے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فروخت وغیرہ سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کو پہننے سے منع فرمایا تھا اور اس کا بقیہ تصرف تو مباح رہا تھا۔ (رواہ مسلم)

اتحاف لمہرہ نے سالم سے انہوں نے اپنی قوم اشجع کے ایک آدمی سے بیان کیا کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں گیا اور میں نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ لی اور میری ہتھیلی پر ماری اور فرمایا: اس کو پھینک میں نے اسی وقت انگوٹھی پھینک دی پھر میں اس کے بعد داخل ہوا تو مجھے فرمایا: تو نے انگوٹھی کا کیا کیا؟ میں نے عرض کیا پھینک دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے پھینکنے کا حکم نہیں دیا تھا میں نے اس سے نفع اٹھانے کا کہا تھا کہ تو اس سے نفع اٹھائے اس کو نہ پھینکے۔ (ابن ابی شیبہ واحمد بن حنبل) صدیقی کہتا ہے کہ مسلم کی روایت سے قریب تر ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۲۰۹۰)

۱۹۴: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ اَنَّ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلٰی عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ زِیَادٍ فَقَالَ : اَیْ بُنَیَّ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَقُوْلُ : "اِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ فَاِیَّاكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ فَقَالَ لَهٗ : اجْلِسْ فَاِنَّمَا اَنْتَ مِنْ نُخَالَةِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ : وَهَلْ كَانَتْ لَهُمْ نُخَالَةٌ اِنَّمَا كَانَتِ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ وَفِیْ غَیْرِهِمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۹۴: حضرت ابو سعید حسن بصری روایت کرتے ہیں حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ عبید اللہ بن زیادہ کے پاس گئے اور فرمایا اے بیٹے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ وہ حکمران سب سے بدتر ہے جو اپنی رعایا پر سختی کرے تو اپنے کو ان میں سے ہونے سے بچا۔ اس نے کہا آپ بیٹھ جائیں۔ آپ تو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھوسہ میں سے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا ان میں بھی چھان اور بھوسہ تھا۔ بلاشبہ بھوسہ تو ان کے بعد والوں اور ان کے غیروں میں ہے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ابو سعید کنیت ہے نام حسن بن بشار بصری ہے یہ موالات کی وجہ سے انصاری کہلاتے ہیں۔ یہ زید بن ثابت یا جمیل بن قطبہ کے مولی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام خیرہ ہے۔ جو کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی ہیں۔ ان کی ولادت خلافت فاروقی کے آخری دو سالوں میں ہوئی۔ ان کی والدہ بسا اوقات کام کے لئے چلی جاتیں اور یہ روتے تو ام المؤمنین اپنا پستان اس کے منہ میں ڈال دیتیں اور دودھ پلا دیتیں۔ ان کو یہ فصاحت و بلاغت اسی برکت سے میسر آئی۔ انہوں نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا مگر ان سے سماع ثابت نہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ ابن حجر ہیثمی نے اپنے معجم میں اس کی تائید کی ہے۔ جمہور متاخرین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ نووی کہتے ہیں کہ فضیل بن عیاض نے بیان کیا کہ میں نے ہشام بن حسان سے پوچھا کہ حسن نے کتنے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا۔ انہوں نے کہا ۱۳۰۔ میں نے پوچھا ابن سیرین نے کتنے۔ انہوں نے کہا صرف تیس۔ حسن سے مروی ہے کہ ہم خراسان کی طرف ایک غزوہ میں شریک تھے۔ اس میں تین سو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے (الحدیث) حسن کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ حسن کی پر حکمت باتوں میں سے ایک یہ ہے جس کو شافعی نے مختصر میں بیان کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وشاورهم في الامر: حسن کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مشورہ سے مستغنی تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حکام کو آپ کے بعد ایک طریقہ سکھانے کے لئے یہ حکم دیا اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ففهمناها سليمان: فرمایا اگر یہ آیت نہ ہوتی تو حکام ہلاک ہو جاتے اللہ تعالیٰ نے مشورہ کی درستی اور اجتہاد کے صحیح ہونے پر تعریف فرمائی۔ کتاب احاسن المحاسن میں ہے کہ ان کی کلام کا ایک نمونہ یہ ہے۔ اے ابن آدم تو حقیقت ایمان کو نہیں پا سکتا جب تک وہ عیب جو تو لوگوں کے نکالتا ہے ان کے اصلاح کرنے کی ابتداء اپنے نفس سے نہ کرے جب اصلاح کر لو گے تو نفس کا دوسرا عیب پا لو گے۔ جب اس کی درستی کر لو گے تو اور عیب مل جائیں گے پس اپنے نفس میں ہی مشغول ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں وہ پسندیدہ ہے جو اسی طرح ہو۔ عائذ بن عمرو بن ہلال مزنی جن کی کنیت ابو ہبیرہ بصری ہے یہ صحابی ہیں۔ حدیبیہ میں موجود تھے۔ درخت کے نیچے بیعت کی۔ یہ رافع بن عمرو کے بھائی ہیں۔ عبید اللہ بن زیاد کی حکومت کے زمانہ ۶۱ھ میں وفات پائی۔

ابن اثیر کہتے ہیں یہ صالحین صحابہؓ میں سے تھے۔ بصرہ میں رہائش اختیار کی وہاں گھر بنایا اور حکومت عبید اللہ بن زیاد جو یزید بن معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا وفات پائی۔ ابن زیاد نے ان پر نماز جنازہ وصیت کے مطابق پڑھی۔ ان سے حسن بصری اور معاویہ بن قسرہ اور عامر الاحول وغیرہ نے روایت نقل کی ہے۔

تہذیب ذہبی میں ہے کہ حشرج بن عبداللہ بن حشرج بن عائذ المزنی عن ابیہ عن جدہ نے بیان کیا کہ عائذ بن عمرو یہ دھاری دار کاٹھیوں پر سوار ہوتے اور خز پہنتے اور اس میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے ایک ہی غزوہ میں مزینہ کے چالیس آدمیوں کی شادی کی اور ہر عورت کا مہر ایک ہزار غلام رکھا۔ ثابت بنانی کہتے ہیں انہوں نے وصیت کی کہ ان کا جنازہ ابو برزہ اسلمی پڑھائیں۔ یہ عبید بن زیاد کی امارت کا زمانہ تھا۔ ابن جوزی نے المستخرج الملیح میں اسی طرح کہا اور مزید یہ لکھا ہے کہ ابن حزم نے نقل کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ احادیث روایت کی ہیں ۳ متفق علیہ ہیں۔ ایک بخاری کی روایت موقوف ہے اور دو مسلم اور نسائی بھی ان کے ساتھ دو کی نقل میں شریک ہے۔

یا بُنَيّ: نرمی کے لئے کہا تا کہ وعظ کو سنے اور مانے۔

اللغۃ: اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: جملہ حال میں ہے ماضی کی حکایت کی جا رہی ہے۔ الرعاء: جمع راع۔ الحطمه: رعایا پر ظلم کرے اور عام لوگوں پر رحم نہ کھائے۔ بلکہ سیراب کرنے میں ایک کی دوسرے سے مڈبھیڑ کرائے۔ ان تكون منهم: کہ اس مذمت کے گڑھے میں جا گرے۔ النخالہ: اور حثافہ کا ایک ہی معنی ہے گندم کا چھلکا۔ عائذ نے اس بات کو بعید قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان میں تو چھان نہیں ہو سکتا ان کو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی صحبت کے لئے چنا اور آپ کے انوار سے مشرف فرمایا ہے۔

بقول شاعر ؎

واذا سخر الالہ اناساً ☆ لسعيد فكلهم سعداء

النخالہ: یہ بے کار ہیں ان کے بعد اور في غيرهم: ان کے غیروں میں ہے وہ تو تمام سردار ہیں۔ ان کی فضیلت کے لئے یہ روایت کافی ہے۔

"اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم: اس کا ضعف کچھ نقصان دہ نہیں کیونکہ اس روایت کی مؤید کثیر روایات

ہیں۔ (رواہ مسلم فی المغازی والامارہ)
تخریج: أخرجه احمد (٧/٢٠٦٦٢) و مسلم (١٨٣٠)

١٩٥: عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهٗ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۹۵: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور ضرور برائی سے روکو! ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے کوئی عذاب اتار دے پھر اس حالت میں اس سے دعائیں کرو اور وہ قبول نہ کی جائیں''۔ (ترمذی)

تشریح: والذی نفسی بیده: یہ قسم ایسے مواقع کی تائید کے لئے مسنون ہے۔ لتأمرون: خطاب براہِ راست مخاطبین کو حقیقتاً اور بعد والوں کو تبعاً ہے۔ معروف: سے وہ کام جو شرعاً درست ہوں مراد ہیں۔
النحو: لتنهون: جمع میں یہ واؤ ثابت رہتی ہے۔ او: یہ عاطفہ ہے کہ دو میں سے ایک کرنا ہوگا یا تو امتثال حکم یا وقوع سزا جو کہ اگلے کلمات میں ہے۔ لیو شکن اللّٰه..... عقابا منه: خواہ ولاۃ کے ظلم کی صورت میں ہو یا تسلط دشمناں یا دیگر مصائب۔
ثم تدعونه: پھر اس کے ہٹنے کی دعائیں کرو گے۔ فلا یستجاب لکم: کیونکہ حکمت الٰہیہ نے تمہاری ترک امر و نہی والی زیادتی پر سزا کے طور پر اسے مقرر فرمایا ہے۔
فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ منکر کا انکار نہ کرنے کی نحوست انکار نہ کرنے کی صورت میں عام ہو جاتی ہے۔ پہلے روایت انهلك وفينا الصالحون: گزری۔ انکار اپنی حیثیت کے مطابق ہوگا۔
تخریج: أخرجه الترمذي (٢١٧٦) و في سنده عبدالله بن عبدالرحمن الأنصاری۔ لم يوثقه غير ابن حبان۔ لكن للحديث شاهد من حديث عائشة رضي الله عنها عند البزار (٣٣٠٤) و شاهد من حديث عبد الله بن عمر رضي الله عنهما عند الطبراني في الأوسط (١٣٨٩) و شاهد من حديث أبي هريرة رضي الله عنه عند البزار (٣٣٠٧) فهو حسن بشواهد۔

١٩٦: عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۹۶: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے''۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: افضل الجهاد: یہ ثواب فضل سے زیادہ ملے گا۔ عدل: حق بات مراد ہے۔ سلطان: سے حاکم مراد ہے۔

**تخریج:** ابوداؤد' ترمذی' احمد' ابن ماجہ' طبرانی' بیہقی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی و احمد طارق بن شہاب سے۔

(جامع صغیر سیوطی)

۱۹۷ : عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ الْبُجَلِیِّ الْاَحْمَسِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ وَقَدْ وَضَعَ رِجْلَهٗ فِی الْغَرْزِ: اَیُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ" رَوَاهُ النَّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

"اَلْغَرْزُ" بِغَیْنٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَةٍ ثُمَّ رَاءٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ زَایٍ وَهُوَ رِكَابُ كُوْرِ الْجَمَلِ اِذَا كَانَ مِنْ جِلْدٍ اَوْ خَشَبٍ وَقِیْلَ لَا یَخْتَصُّ بِجِلْدٍ وَّخَشَبٍ۔

۱۹۷: حضرت ابوعبداللہ طارق بن شہاب بجلی احمسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا قدم مبارک رکاب میں رکھے ہوئے تھے کہ کونسا جہاد افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حق بات ظالم بادشاہ کے سامنے کہنا"۔ (نسائی)

اَلْغَرْزِ : چمڑے یا لکڑی کی رکاب۔ بعض کے نزدیک کوئی بھی رکاب مراد ہے۔

**تشریح** ❀ طارق بن شہاب نام اور ابوعبداللہ کنیت ہے۔ ان کا سلسلہ نسب ابن عبد شمس البجلی پہلے گزرا (باب النہی عن البدع) الاحمس: یہ احمس بن غوث بن انمار بن اراس بن عمرو بن غوث بن کہلان کی طرف نسبت ہے۔ احمس کی طرف صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کی نسبت ہے۔ انہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا۔ صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوئی اور زمانہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ۳۳ یا ۴۳ لڑائیوں میں کثرت کی اور انہوں نے خلفاء اربعہ سے روایت کی ہے اسی طرح دیگر صحابہ سے بھی۔ کوفہ کو مسکن بنایا۔ ۸۲'۸۳ھ وفات پائی۔ ان کی روایت ابوداؤد' نسائی اور حافظ نے الطراف میں پانچ نقل کی ہیں۔ چھٹی کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

**اَلنَّحْوُ** :وقد وضع: یہ سائل کے مفعول سے حال ہے۔ افضل: یعنی ثواب کے لحاظ سے زیادہ ہے۔ کلمه حق: ایک نسخہ میں عدل کا لفظ ہے۔ امر بالمعروف یا نہی عن المنکر یا عزت نفس سے دفاع یا مال وغیرہ سے دفاع ہو۔ عند سلطان جائز: اس کو افضل جہاد اس لئے فرمایا کیونکہ یہ کرنے والے کے کمال یقین کی علامت ہے اور قوت ایمان' شدت یقین کی نشانی ہے کہ اس نے ظالم و جابر امیر کے سامنے بلاخوف و خطر اور بلاخوف بطش و جور بات کہہ دی۔ بلکہ اپنی جان کو خاطر میں نہ لایا۔ اللہ تعالیٰ کے حق اور حکم کو مقدم رکھا۔ اس نے اس مجاہد سے جو اپنے دشمن سے مقابل ہے بڑھ کر کام کیا۔ (نسائی نے اسناد صحیح سے نقل کیا اسحاق بن منصور نے بھی نقل کیا (مزی فی الاطراف) الغرز الاکور: کجاوہ میں بیٹھنے کی جگہ جو زین کی طرح ہو۔

**تخریج:** أخرجه النسائی (٤٢٢٠) و رجال إسناده ثقات۔

۱۹۸ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اِنَّ اَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰی

بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَنَّهُ کَانَ الرَّجُلُ یَلْقَی الرَّجُلَ فَیَقُوْلُ :یَا هٰذَا اتَّقِ اللّٰهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَاِنَّهُ لَا یَحِلُّ لَكَ ثُمَّ یَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلٰی حَالِهٖ فَلَا یَمْنَعُهُ ذٰلِكَ اَنْ یَّکُوْنَ اَکِیْلَهُ وَشَرِیْبَهُ وَقَعِیْدَهُ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ" ثُمَّ قَالَ ﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ کَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ ﴿فَاسِقُوْنَ﴾ ثُمَّ قَالَ :کَلَّا وَاللّٰهِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطِرُنَّهُ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا وَّلَتَقْصُرُنَّهُ عَلَی الْحَقِّ قَصْرًا اَوْ لَیَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِکُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ لَیَلْعَنَنَّکُمْ کَمَا لَعَنَهُمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ' وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ – هٰذَا لَفْظُ اَبِیْ دَاوٗدَ' وَلَفْظُ التِّرْمِذِیِّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ یَنْتَهُوْا فَجَالَسُوْهُمْ فِیْ مَجَالِسِهِمْ وَاٰکَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَّلَعَنَهُمْ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ :لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ حَتّٰی تَاْطِرُوْهُمْ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا"

قَوْلُهُ :"تَاْطِرُوْهُمْ" اَیْ تَعْطِفُوْهُمْ "وَلَتَقْصُرُنَّهُ" اَیْ لَتَحْبِسُنَّهُ۔

۱۹۸: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں خرابی اس طرح شروع ہوئی کہ ان میں ایک آدمی دوسرے سے ملتا اور کہتا اے شخص تو اللہ تعالیٰ سے ڈر اور جو کام تو کر رہا ہے اسے چھوڑ دے۔ اس لئے کہ وہ تیرے لئے جائز اور حلال نہیں۔ پھر جب اگلے روز اس کو ملتا جبکہ وہ اسی حال پر ہوتا تو اس کا یہ حال اس کو ہم مجلس بننے اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ بننے سے نہ روکتا۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو برابر کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ﴾ ''بنی اسرائیل کے کافروں پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے آگے نکلنے والے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو اس برائی سے نہ روکتے تھے جس برائی کا وہ ارتکاب کرتے تھے۔ یقیناً بہت برا تھا وہ فعل جو وہ کرتے تھے۔ تو ان میں اکثر لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ بہت برا ہے جو ان کے نفسوں نے آگے بھیجا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فَاسِقُوْنَ تک تلاوت فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا: ''ہرگز نہیں قسم بخدا! تم لوگوں کو ضرور نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو۔ اور ظالم کا ہاتھ پکڑو اور ان کو زبردستی حق کی طرف موڑو اور ان کو حق پر مجبور کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں پر مہر لگا دیں گے۔ اور تم پر لعنت کریں گے جیسا ان پر کی گئی''۔ (ابوداؤد

ترمذی) ترمذی کے الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے ان کو روکا پس وہ نہ رکے۔ پھر ان کے علماء نافرمانوں کی مجالس میں بیٹھے اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں کوئی رکاوٹ محسوس نہ کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو یکساں کر دیا اور ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبان سے لعنت کی۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ چھوڑ کر سیدھے بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم نجات نہیں پا سکتے یہاں تک کہ تم ان کو حق کی طرف موڑ دو''۔

تَاطِرُوْهُمْ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا: موڑ دو قائل کرو۔

لَتَقْصُرُنَّهٗ: ان کو ضرور روکو۔

**تشریح** ۞ ما دخل: میں ما مصدریہ ہے یعنی اول دخول مراد ہے۔ علی بنی اسرائیل: یعنی دین بنو اسرائیل میں۔ یلقی الرجل ویقول: معصیت کرنا۔ یا هذا اتق اللّٰه: یعنی اس کے امر کو انجام دو اور نہی سے پرہیز کرو وہ تیرے لئے عذاب سے بچنے کا سبب بنے گا۔

ودع ما تصنع: جو گناہ تو کرتا ہے چھوڑ دے۔ فانهٗ لا يحل لك: یہ جو کچھ تو کرتا ہے وہ تیرے لئے حلال نہیں کیونکہ یہ محرمات سے ہے۔ هو على حاله: یعنی معصیت والی حالت۔ فلا يمنعه ذلك: جن محرمات سے اس نے روکا ابھی پر اس کو پایا جاتا اس کو نہ روکتا کہ وہ اس کے ساتھ کھانے پینے والا بیٹھنے والا بنے۔ یعنی اس کے دوست کا گناہوں میں ابتلاء اس کو اس کی دوستی آنے جانے میل وجول اختیار کرنے سے نہ روکتا حالانکہ اسے اس بات کا حکم دیا گیا کہ اس سے سوائے مجبوری کے موالات و روابط نہ رکھے۔ فلما فعلوا ذلك: ذلك: کا اسم اشارہ بعید اس کام کی مزید شناعت ظاہر کرنے کے لئے لانے یا لفظ دو زمانوں میں نہیں رہ سکتا تو وہ اس دور چیز کی طرح بن گیا جس کی طرف اشارہ کیا جائے۔

ثم قال: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عموم لعنت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لعن الذين كفروا من بني اسرائيل.....﴾ ابو حیان نہر میں لکھتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تورات میں ہر زبان کے ساتھ ان پر لعنت کی گئی اور داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں زبور میں اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں انجیل میں لعنت کی گئی۔

اَلنَّحْوُ: لعن ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ فاعل اس کا حذف کر دیا گیا وہ انبیاء علیہم السلام بھی ہو سکتے ہیں۔ لسان سے مراد زبان پر جاری کردی گئی لسان سے لغت مراد نہیں۔ ذلك بما عصوا: مشار الیہ لعنت ہے۔ باسببیہ ہے یہ بطور تاکید فرمایا ورنہ الذین کفروا: کی دلالت ظاہر ہے۔ جیسے کہتے رجم الزانی: اب اس کے رجم کا سبب زنا خود اس جملے سے واضح ہے۔ کانوا یعتدون: اس کا عطف عصوا پر بھی ہو سکتا ہے۔ پس اس صورت میں ما کے صلہ میں داخل ہوگا۔ ای بعصانهم و كونهم معتدين ② یہ ان کی حالت کی اطلاع بھی ہو سکتی ہے کہ شانهم الاعتداء۔ كانوا لا يتناهون عن منكر فعلوه ظاہراً تفاعل بمعنی اشتراک ہے یعنی وہ ایک دوسرے کو منع نہ کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے فعل منکر اور اس کو سرعام کرنا جمع کر دیا اور دوسروں کو اس سے نہ روکنا بھی شامل کر لیا اور گناہ جب ہو جائے اور بندہ کر بیٹھے تو اس کو چھپانا چاہئے۔ پس جب سرعام کیا جائے گا عدم انکار کی عادت پڑ جائے گی یا اسی طرح کی اور باتیں جو بنی اسرائیل کے متعلق نقل کی گئی ہیں ان کی

عادت ہو جائے گی۔ خود اس کے کرنے کی تحریض اور اس کے ظاہر کرنے کا سبب بنے گی۔ **لبئس ما کانوا یفعلون:** لام تاکید کے لئے لائے اور ان کے برے فعل پر اظہار تعجب کیا گیا ہے۔

صاحب کشاف کہتے ہیں مسلمانوں پر بہت افسوس ہے کہ منکر کی روک تھام کے سلسلہ میں وہ کم توجہ کرنے والے ہیں۔ گویا یہ اسلام کا کوئی حکم ہی نہیں حالانکہ وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس سلسلے کی سخت چیزیں پڑھتے ہیں۔

**تری:** آنکھوں سے دیکھنا یا دل سے دیکھنا۔ **منھم:** سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ **یتولون الذین کفروا۔** اس سے کعب بن اشرف اور اس کے ساتھی جنہوں نے مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف ابھار مراد ہیں۔ **لبئس ما قدمت:** انہوں نے بہت برا سبب اپنے آگے وارد ہونے کے لئے بھیجا ہے۔ **ان سخط اللّٰہ:** یہ مخصوص بالذم ہے۔ مطلب یہ ہے موجب **سخط اللّٰہ والخلود فی العذاب:** (اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو لازم کرنے والی اور عذاب میں ہمیشگی کو لازم کرنے والی) یا ذم کی علت ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے یعنی یہ بہت بری چیز ہے کیونکہ انہوں نے خلود نار والی ناراضگی کو کمایا ہے (کشاف) ابو حیان نے پہلے اعراب میں تعاقب کیا کہ ما معرفہ تامہ بمعنی الشی میں فعلیہ نہیں بنتا اور اس کے پس جملہ کا بدل منکر مرفوع ہے اب مخصوص محذوف کی صفت ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے **لبئس الشئی شیئاً قدمت لھم الغنھم:** پس اس طرح ان سخط مخصوص محذوف یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ وہ ان سخط ہے۔ **النبی:** سے یہاں اپنا پیغمبر مراد ہے۔ اگر آیت منافقین کے سلسلہ میں ہو تو پھر النبی سے مراد ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ **ما اتخذوھم اولیاء:** کیونکہ ایمان صحیح اس کو مانع ہے۔ **کثیراً منھم فاسقون:** ان میں کثرت ایمان سے نکلنے والوں کی ہے یا منافقت میں سرکشی اختیار کرنے والے ہیں یعنی ان میں ایمان والے کم ہیں۔ **کلا واللّٰہ لتامرن بالمعروف:** کلا حقاً کے معنی میں ہے۔ شرعی طور پر جن کے کرنے کا حکم اور جن سے روکا گیا ہے۔ **علی ید الظالم:** ہاتھ سے ظالم کو روکو اگر عاجز ہو تو زبان سے۔ **ولتاطرنہ:** اس کو ضرور حق کی طرف موڑ لینے دینے میں۔ **ولتقصرنہ:** اس کو حق پر روک دو اور تجاوز سے منع کرو ورنہ یہ نتیجہ نکلے گا۔ **او:** دو کاموں میں سے ایک کے لئے آتا ہے۔ یعنی امر بالمعروف کرو یا پھر لعنت کر دی جائے گی۔ (**ابو داؤد فی الملاحم ترمذی فی التفسیر' ابن ماجہ فی الفتن**): ترمذی نے تحسین کی ہے یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔ ترمذی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ **لمّا:** یہ وجودیہ ہے۔ **فلم ینتھوا:** علماء کے ذمہ تھا مگر انہوں نے نہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ان کو چھوڑا اور نہ اس کی خاطر ان سے بغض رکھا بلکہ **شاربوھم:** کھایا پیا بیٹھے۔ **لعنھم:** ان کو دور کر دیا۔ **ذلک:** اس کا مشار الیہ لعنت اور ضرب قلوب ہے۔ **بما عصوا و کانوا یعتدون۔ و کانوا ما:** کے صلہ سے خارج قرار دیں تو یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہوگا۔ جو اس بات کی وضاحت کے لئے لائے کہ حد سے بڑھ جانا ان کی حالت و شان بن چکی تھی۔ مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امر کی عظمت اور ضخامت شان پر متنبہ کے لئے بیٹھ گئے تاکہ سامع ان کی طرف متوجہ ہوں۔ **متکئاً:** تکیہ پر ٹیک لگانا یا کہنی پر ٹیک لگانا دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ **فقال لا:** آپ نے فرمایا: فقط زبان کی ممانعت کافی نہیں جبکہ ہاتھ سے روکنے کی طاقت ہو اور حق پر قائم کرنے کی طاقت ہو۔ **بیدہ:** سے مراد قدرت ہے۔ **تاطروھم:** موڑنا۔ **ھم:** سے وہ نافرمان مراد ہیں۔ **ولتقصرنھم:** روکنا' بند کرنا۔ یہی معنی اس آیت میں ہے:

﴿حورٌ مقصورات فی الخیام﴾ (الرحمان)

**تخریج:** أخرجه ابو داود (٤٣٣٦) والترمذی (٣٠٤٧) وابن ماجه (٤٠٠٦)

۱۹۹ : عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ تَقْرَؤُوْنَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ﴾ وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ : اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْہِ اَوْ شَکَ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ مِّنْہُ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ ، وَالتِّرْمِذِیُّ ، وَالنَّسَائِیُّ بِاَسَانِیْدَ صَحِیْحَۃٍ۔

۱۹۹: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک تم اس آیت کو پڑھتے ہو : ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ﴾ ''اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو۔ تم کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا جو گمراہ ہو جبکہ تم ہدایت پر ہو''۔ اور بیشک میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: '' جب لوگ ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں پھر اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب عام بھیج دیں''۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

**تشریح** ۞ الناس: یہ اسم جنس ہے جبکہ اس پر آل آئے۔ یایھا الذین امنوا: اس سے تمہارے خیال میں یہ بات ہے کہ جب تم مامورات کرتے اور ممنوعات سے رکتے ہو اور دوسرا ممنوع کو کر رہا ہو اور اس کو نہ روکا جائے تو کوئی حرج نہیں حالانکہ یہ درست نہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ آیت کو اپنے موقعہ سے تم نکال رہے ہو۔ گویا آیت کو عموم پر محمول کرتے ہو حالانکہ ایسا نہیں پس میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ ظالم: سے ظلم کرنے والا اور معصیت کرنے والا مراد ہے۔ فلم یاخذوا علی یدیہ: ہاتھ سے روک سکتے تھے مگر نہ روکا نہ زبان سے منع کیا۔ بشرطیکہ جان کا خطرہ یا مال کی بربادی یا بڑے منکر میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور ان پر حرج نہیں۔ بعقاب منہ: ظالم پر ظلم کی وجہ سے اور ان کے منع نہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ مگر معذور بیچارہ ہے گا کیونکہ: ﴿لا یکلف اللّٰہ نفسًا الا وسعھا﴾ اس بیان کے مطابق یہ آیت تمام لوگوں کو شامل ہے۔ پس اس پر عمل ضروری ہے۔ عاقولی کہتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ یہ امر بالمعروف کے وجوب کے مخالف نہیں کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمہیں دوسرے کی کوتاہی نقصان نہ دے گی تم سے یہ بات بن کر اس لئے کہ تم نے اپنے ذمہ واجب حق کو ادا کر دیا۔

**سند کے متعلق وضاحت:** حافظ مزی کہتے ہیں کہ ابوداؤد نے اس کو وہب بن منبہ عن خالد الطحان وعن عمرو بن عوف عن ھشیم۔ پھر دونوں نے اسماعیل بن ابی خالد الطحان عن قیس بن ابی حازم عن الصدیق نقل کیا اور ترمذی نے فتن میں احمد بن منیع اور محمد بن بشار سے اور انہوں نے یزید بن ہارون عن اسماعیل اسی سند سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اسی طرح یہ حدیث یزید وغیرہ سے نقل کی گئی ہے بعض نے اسے مرفوع اور بعض نے موقوفاً نقل کیا اور تفسیر میں ابن منیع کی روایت کو لوٹا کر عن عقبہ بن عبداللہ عن ابن المبارک سے روایت کی اور ابن ماجہ نے ابوبکر بن ابی شیبہ عن عبداللہ بن نمیر اور ابو اسامہ سے نقل کی اور تینوں نے اسماعیل سے اسی طرح نقل کی ہے۔ ان تمام سندوں کا دارومدار اسماعیل میسر ہے۔ پس حدیث کی سند تو ایک ہے اگرچہ ناقل زیادہ ہیں۔

**تخریج**: أخرجہ أبو داود (۴۳۳۸) والترمذی (۳۰۵۷) والنسائی فی الکبری (۶/۱۱۱۵۷) وابن ماجہ (۴۰۰۵) وغیرھم۔ وإسنادہ صحیح۔

## ۲۴ :بَابُ تَغْلِيْظِ عُقُوْبَةِ مِنْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰى عَنْ مُّنْكَرٍ وَّ خَالَفَ قَوْلُهٗ فِعْلَهٗ!

## بَابٌ ۲۴: جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے مگر اس کا فعل' قول کے خلاف ہو اس کی سزا سخت ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ [البقرة:٤٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا نہیں سمجھتے''۔ (البقرة)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ؟﴾ [الصف:٢]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بڑی ناراضگی والی ہے کہ وہ باتیں کہو جو تم خود نہ کرو''۔ (الصف)

وَقَالَ تَعَالٰى :اِخْبَارًا عَنْ شُعَيْبٍ ﷺ

﴿وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ﴾ [هود:٨٨]

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کا قول فرمایا کہ

''میں نہیں چاہتا کہ میں تمہیں جس چیز سے روکتا ہوں میں خود وہ کر کے تمہاری اس میں مخالفت کروں''۔ (ھود)

**اَلنَّحْوُ** :و خالف قوله فعله:فعلہ نصب کے ساتھ ہوسکتا ہے ای کان امره مخالفًا لفعله۔:② رفع بھی جائز ہے۔

آیت ① ﴿اتامرون الناس......﴾ (البقرہ:۴۴) نہر میں کہا گیا کہ اگرچہ مخاطب بنی اسرائیل ہیں مگر آیت کا معنی عام ہے۔ استفہام توبیخ و تقریع کے لئے ہے۔ بالبر: اچھے کام جیسے صلہ رحمی' احسان' طاعت اللہ وغیرہ۔ تنسون: تم اس نیکی کو چھوڑتے ہو۔ تتلون الکتاب: تم اس کے مضامین کو جانتے ہوئے پڑھتے ہو۔ پھر اس کی مخالفت کر کے تم نے غیر کے مقابلے میں کیا تعمیل کی۔ کتاب سے تورات و انجیل مراد ہے۔

مفرد کی بجائے جملہ حالیہ زیادہ بلیغ ہے۔

افلا تعقلون: یعنی جو ان سے صادر ہوا وہ عقل والوں کا فعل نہیں کیونکہ عقل کے ہاں یہ مقرر ہے کہ جو اپنی خیر خواہی نہ کرے تو وہ

دوسروں کی کیا کرے گا اور خاص طور پر وہ مصلحت جس میں اس کی نجات ہو۔

فا عاطفہ ہے۔ اصلاً اس کو مقدم کرنا چاہئے مگر ہمزہ صدر کلام میں آتی ہے۔ پس فا سے مقدم کی گئی (سیبویہ) زمخشری کہتے ہیں فا اپنی جگہ پر ہے۔ ہمزہ اور فا کے درمیان فعل مقدر ہے جس سے فا عاطفہ واؤ اور ثم کے حکم والی لائی گئی ہے مگر یہ قول صائب نہیں خود زمخشری کا رجوع ثابت ہے۔ (النہر ابو حیان)

آیت ② ﴿یایھا الذین امنوا لم تقولون﴾ بیضاوی کہتے ہیں مسلمانوں نے کہا اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین عمل معلوم ہو تو اس کے لئے مال و جان صرف کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری: ﴿ان اللّٰہ یحب الذین ......﴾ احد کے دن میدان سے ہٹے تو یہ آیت اتری۔ ﴿لم تقولون......﴾

لما لام جارہ اور ما استفہامیہ ہے۔ اکثر اس کا الف حذف کر دیتے ہیں اس کی وجہ کثرت استعمال ہے اور مستفہم عنہ کے متعلق ان کی دلالت اکٹھی ہوتی ہے۔ کبُر مقتا۔ المقت: سخت ناراضگی۔

تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تاکہ بتلایا جائے کہ ان کا یہ قول اللہ تعالیٰ کو سخت ناراض کرنے والا ہے۔

آیت ③ حضرت شعیب بن منکیل بن یشجب بن مدین بن ابراہیم خلیل اللہ آپ پر اور تمام انبیاء علیہم السلام پر سلام ہو۔ انبیاء علیہم پر درود کا اسی طرح حق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صلّوا علی انبیاء اللّٰہ فانھم ارسلوا کما ارسلت (طبرانی)

یہ سلسلہ نسب تہذیب نووی میں ہے۔ ابن جوزی نے شعیب بن عنقاء بن بویب بن مدین بتلایا۔ (شذوز ابن جوزی)

وما ارید...... میں نہیں چاہتا کہ میں وہ کروں جس سے میں تمہیں منع کرتا ہوں۔ اگر یہ درست ہوتا تو میں اسکو ترجیح دیتا اس سے منع نہ کرتا عرب کہتے ہیں: خالفت زیدا الی کذا یعنی جب تم اسکا ارادہ کرو وہ منہ موڑے اور مخالفت کرے جبکہ معاملہ برعکس ہو۔

۲۰۰: وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ اُسَامَةَ ابْنِ زَیْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: "یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُ بَطْنِهٖ فَیَدُوْرُ بِهَا كَمَا الْحِمَارُ فِی الرَّحَا فَیَجْتَمِعُ اِلَیْهِ اَهْلُ النَّارِ فَیَقُوْلُوْنَ: یَا فُلَانُ مَالَكَ؟ اَلَمْ تَكُنْ تَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِ؟ فَیَقُوْلُ: بَلٰی كُنْتُ اٰمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِیْهِ وَاَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِیْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

قَوْلُهٗ: "تَنْدَلِقُ" هُوَ بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَمَعْنَاهُ تَخْرُجُ - وَ"الْاَقْتَابُ" الْاَمْعَاءُ وَاحِدُهَا قِتْبٌ۔

۲۰۰: حضرت ابوزید اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا: "آدمی کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی وہ ان کو لے کر ایسے گھومے گا جیسے گدھا چکی میں گھومتا ہے۔ پس اس کے گرد جہنمی جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے۔ اے فلاں! کیا ہوا ہے کیا تو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا۔ وہ کہے گا۔ ہاں یقیناً۔ لیکن میں لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا اور دوسروں کو تو برائی سے روکتا تھا لیکن خود اس کا ارتکاب کرتا تھا۔ (متفق علیہ)

تَنْدَلِقُ: نکلنا۔

اَقْتَابٌ جمع قِتْبٌ: انتڑیاں۔

**تشریح** ۞ الرجل: الف لام جنس کا ہے۔ فتندلق اقتاب بطنہ یعنی اس کی انتڑیاں پیٹ سے نکل رہی ہوں گی۔ اندلاق: کسی چیز کا اپنی جگہ سے نکلنا۔ فیدور: پس وہ آدمی ان انتڑیوں کے ساتھ گھومے گا۔ جیسا گدھا اپنی چکی میں گھومتا ہے۔ یعنی آدمی گھومے گا تو انتڑیاں اس کے گرد گھومنے سے لپٹ جائیں گی۔ یہ گھومنا عبرت کے لئے ہوگا۔ زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ وہ نکلنے کی تکلیف کی وجہ سے ان انتڑیوں کے گرد گھومے گا۔ (اللھم احفظنا عذاب النار)

فیجتمع الیہ اھل النار: یعنی جن کو اس سے نسبت ہوگی۔ وہ اس کے آگے میں داخلے پر تعجب کریں گے کیونکہ وہ ان کو ایسی باتیں بتلاتا تھا جو آگ سے دور کرنے والی تھیں۔ فیقولون یا فلان یہ نام سے کنایہ ہے۔

**النَّحْوُ**: مالك؟ یہ مبتداء اور خبر ہے۔ الم تکن اور حکم دینے والے کا فرض ہے کہ وہ خود عمل کرے اور منکر کو چھوڑے۔ معروف کا کرنا اور منکر کو چھوڑنا اس وعدے کے مطابق ہے جس کی خلاف ورزی نہ ہوگی دخول نار سے مانع ہے۔ یقول بلی یہ ان کے قول تول کا جواب ہے اس میں آگ میں داخلے کی وجہ مذکور ہے۔

کنت امر المحدیث: اس پر سختی کی وجہ علم کے باوجود حکم کی مخالفت ہے۔ اسے ڈرنا اور مخالفت سے باز رہنا چاہئے تھا۔ واللہ غالب علی المرء ولا حول ولا قوۃ الا باللہ!

(متفق علیہ) بخاری نے فتن اور صفت النار میں اور مسلم نے آخر کتاب میں۔

الاقتاب: جمع قتب (جوہری) مگر ابوعبیدہ کہتے ہیں قتب وہ ہے جن کو حوایا کہتے ہیں اور جو پیٹ میں کٹی ہوتی ہے۔ امعاء: جمع معی یہ تو اقصاب کو کہتے ہیں (آنتیں)

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲۱۸۴۳/۸) والبخاری (۳۲۶۷) و مسلم (۲۹۸۹)

## ۲۵: بَابُ الْاَمْرِ بِاَدَآءِ الْاَمَانَةِ

## بَاب: امانت کی ادائیگی کا حکم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا﴾ [النساء: ۵۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو''۔ (النساء)

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴾ [الاحزاب:۷۲]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''ہم نے امانت کو آسمان وزمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔انہوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھایا۔بے شک وہ بڑا نادان اور بے باک ہے''۔(الاحزاب)

## آیات الباب

آیت ① ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ ... ﴾ نہر میں ہے اس کا سبب نزول مفتاح کعبہ ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ امراء کے متعلق اتری کہ رعایا کے جن معاملات کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہوان کو پورا کرو اور ماقبل سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے وعدے کا ذکر کیا اور اعمال صالحہ کا ذکر کیا تو پھر ان دونوں عظیم الشان کاموں کے متعلق ایمان والوں کو خبردار کیا کہ جس میں یہ دونوں خصلتیں ہوں اس کو دیگر اعمال صالحہ سے بھی متصف ہونا چاہئے۔ایک جو اس کے اور دوسرے کے درمیان خاص ہے وہ اداء امانت ہے۔دوسرا جو دو کے درمیان ہے یعنی عدل والا حکم جو خواہش سے خالی ہو۔یہ وہ عظیم عمل ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو حکم دیا۔صحیح ترتیب یہی ہے کہ انسان نیک کام کرنے اور دفع مضار میں اپنے سے ابتداء کرے پھر دوسرے میں مشغول ہو۔اس لئے پہلے اداء امانت پھر حق کا حکم دینے کا امر فرمایا۔

آیت ② ﴿ اِنَّا عَرَضنا الامانة ... ﴾ نہر میں لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ہر امر نہی جس کا دین و دنیا سے تعلق ہو۔وہ مراد ہے پس شریعت تمام کی تمام امانت ہے اور ظاہر عرض امانت سے مراد اوامر ونواہی ہیں۔علی السموٰت کہ اگر تم نیکی کرو تو بدلہ برائی کرو تو سزا۔

فابین: یہ ناممکن نہیں کہ ان میں ادراک پیدا کر دیا جائے۔جب ان من شی الا یسبح بحمدہ موجود ہے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی میں کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں' ستون سے رونے کی آواز آئی' مسموم بازو نے آپ سے بات کہی۔پس عرض وغیرہ اس کے مطابق حقیقت پر محمول ہوں گے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جمادات کو فہم ملی ہے پس ان کو اٹھانے میں اختیار دیا گیا اور پہاڑوں کا تذکرہ اس لئے کیا کہ یہ زمین میں قوی چیز ہے اور ان کی صلاحیت معاملے کی بڑھائی و عظمت پر دلالت کرے۔ایک قول یہ ہے کہ ان کے کمال عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے کہ اگر ان پر پیش کیا جائے اور یہ ادراک و شعور والی ہو جائیں تو ظاہر یہ ہے کہ وہ اس کے اٹھانے سے ڈر جائیں گی۔حملھا الانسان: قوت کی کمزوری اور ضعف جسامت کے باوجود اٹھا لیا تو لازماً اسے دارین کا خیال حقوق سمیت کرنا ہوگا۔ظلوماً: کیونکہ یہ اداء امانت کو چھوڑنے والا ہے۔جھولا: عاقبت کی حقیقت سے ناواقف ہے۔(بیضاوی دیکھیں) آیت کی تفسیر اور وجوہ سے بھی ہے۔

۲۰۱: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ' وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ ' وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ : "وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ"۔

۲۰۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۲) وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔ (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور یہ گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے''۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ❀ آیۃ: اس کا معنی علامت ہے یعنی اس کے نفاق کی علامت جو اس کی نیت کے بگاڑ کو ظاہر کرتی ہے۔ ثلاث: یعنی تین خصال۔ مفرد لائے مگر مراد جنس ہے۔ ② علامت اس وقت واضح ہوگی جب تینوں ہوں۔ ظاہر روایت میں تین کا ذکر ہے حالانکہ دوسری روایت میں چار کا ذکر ہے۔

① قرطبی کہتے ہیں شاید کہ آپ ﷺ کو نئے سرے سے علم حاصل ہوا ہو جو پہلے نہ تھا۔

② عسقلانی کہتے ہیں دونوں روایات میں منافات نہیں۔ خصال کے گننے سے ضروری نہیں کہ وہ خصلت علامت بن جائے۔ مسلم کی روایت میں عدم معلوم ہوتا ہے۔ لفظ یہ ہیں: من علامۃ المنافق ثلاث سے ان میں سے بعض کو بتلایا اور دوسری دوسرے وقت بتلائیں۔

**النحو**: اذا حدث کذب یہ دوسری خبر ہے یا ماقبل کا بدل ہے جس میں ماقبل کی تفصیل ہے۔ گویا یہ خصلت سب سے قبیح ترین ہے۔ اذا وعد: جب وہ خیر کا وعدہ کرتا ہے۔ اخلف تو پورا نہیں کرتا۔ ماقبل اور اس میں مغایرت اس طرح ہے کہ خلاف ورزی کبھی بالفعل ہوتی ہے اور وہ کذب کے علاوہ ہے جو کہ قول کی صفت ہے۔ پھر اس کا دوسرا موقعہ وہ لوگ ہیں جو دوران وعدہ خلاف ورزی کا عزم کرلیں اور اگر وفاء کا عزم کرے جبکہ وعدہ ہو پھر قدرتی رکاوٹ پڑ جائے تو اس میں علامت نفاق نہ ہوگی۔ (سیوطی)

وعدہ کے پورا کرنے کا لزوم اس مذکورہ بات سے لازم نہیں ہوتا کیونکہ خلاف ورزی کی مذمت تو اس کے اندر مذموم کذب کے شامل ہونے کی وجہ سے ہے اور اس لئے بھی کہ اس نے خلاف ورزی کا عزم دوران وعدہ کر رکھا ہے۔ اس طرح کہ علامت نفاق اس کی تحریم کو لازم نہیں کرتی۔ وہ مکروہ اس لئے ہے کیونکہ وہ حرام کی طرف لے جانے والا ہے پس حرام کی علامت ہونا اس کا صحیح ہے۔ اس کی نظیر علامات قیامت ہیں ان میں بعض ایسی ہیں جو حرام نہیں۔

واذا اؤتمن خان: ان خصائل کو خاص طور پر لائے۔ کیونکہ یہ ایسی مخالفت پر مشتمل ہیں جن پر نفاق کی بنیاد ہے یعنی ظاہر و باطن کا مخالف ہونا۔ کذب یعنی واقع کے خلاف اطلاع دینا اور امانت کا حق تو یہ ہے کہ اس کو صاحب حق کو دے دیں اور خیانت اس کی خلاف ورزی کرنے کو کہتے ہیں اور وعدہ کی خلاف ورزی تو ظاہر ہے۔ اسی لئے خلاف ورزی کی تصدیق کردی۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۳/۹۱۶۹) والبخاری (۳۳) و مسلم (۵۹) والترمذی (۲۶۳۱) والنسائی (۵۰۳۶) وابن حبان (۲۵۷) وابن مندة فی الایمان (۵۲۷) و أبو عوانة (۱/۲۱) والبیهقی (۶/۲۸۸)

**الفوائد**: صرف کی روایت میں وان صام وصلی یعنی اگرچہ وہ ایمان والوں جیسے عمل کرے مثلاً نماز روزہ وغیرہ کرے یہ شرط آیاتِ مجملہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ بعض روایات میں وحج واعتمر و قال انی مسلم کے الفاظ بھی

ہیں۔ وزعم انه مسلم کہ وہ کامل الاسلام ہے۔ قرطبی کہتے ہیں ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس میں یہ تینوں خصائل پائے جائیں وہ ایسے نفاق کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے جو کہ کفر ہے۔ جس کے متعلق مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: نفاق کا لفظ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آج کل کے زندقہ کے ہم معنی تھا۔ مگر یہ اس ظاہر کے مطابق معاملہ نہیں کیونکہ کتاب الایمان میں ہم لکھ چکے ہیں کہ معاصی سے انسان ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ اب جب اہل سنت کے مطابق ظاہری معنی نہیں تو اس کے معانی میں اختلاف ہے۔ ① نفاق عملی مراد ہے۔ ان کی فعلی صفات کفار والی تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس میں یہ صفات ہوں وہ اس کا الٹ ظاہر کرتا پس منافق کا لفظ اس پر صادق آتا ہے۔ ② ایسا آدمی مراد ہے جس پر ان خصائل کا غلبہ ہو جائے۔ وہ ان کو عادت بنا لے اور اپنے معاملات میں تعاون استخفاف کی بھی پرواہ نہ کرے۔ جو اس طرح ہو وہ فاسد الاعتقاد ہونے کی وجہ سے منافق ہے۔

**عمدہ تاویل:** ③ یہ علامات آپ کے زمانہ میں علامات نفاق تھیں۔ آپ کے اصحاب ان سے گریزاں تھے نہ ان سے یہ واقع ہوئی اور نہ اس کو اپنے مابین پہچانتے تھے۔ اسی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے اس روایت کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور فرمایا: مالکم ولهن انما خصصت بهن المنافقين انتم من ذلك براء یہ روایت قاضی عیاض نے نقل کی ہے اور کہا کہ اسی تاویل کو تابعین اور ائمہ نے اختیار کیا ہے۔

۲۰۲ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثَيْنِ قَدْ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْآنُ فَعَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْاَمَانَةِ فَقَالَ : يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَّلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ اَخَذَ حَصَاةً فَدَحْرَجَهَا عَلٰى رِجْلِهٖ "فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ فَلَا يَكَادُ اَحَدٌ يُّؤَدِّي الْاَمَانَةَ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا ، حَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا اَجْلَدَهٗ مَا اَظْرَفَهٗ مَا اَعْقَلَهٗ وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ وَلَقَدْ اَتٰى عَلَيَّ زَمَانٌ وَّمَا اُبَالِيْ اَيُّكُمْ بَايَعْتُ : لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهٗ عَلٰى دِيْنُهٗ ، وَلَئِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا اَوْ يَهُوْدِيًّا لَيَرُدَّنَّهٗ عَلٰى سَاعِيْهِ وَاَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ اُبَايِعُ مِنْكُمْ اِلَّا فُلَانًا وَّ فُلَانًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهٗ : "جَذْرٌ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَاِسْكَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ اَصْلُ الشَّيْءِ وَ "الْوَكْتُ" بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقُ : الْاَثَرُ الْيَسِيْرُ وَ"الْمَجْلُ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْجِيْمِ وَهُوَ تَنَفُّطٌ فِي الْيَدِ وَنَحْوِهَا مِنْ اَثَرِ عَمَلٍ وَّغَيْرِهٖ – قَوْلُهٗ مُنْتَبِرًا مُرْتَفِعًا – قَوْلُهٗ "سَاعِيْهِ" الْوَالِيْ عَلَيْهِ۔

۲۰۲: حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں بیان فرمائیں ان میں سے ایک کو دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا منتظر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اتری۔ پھر قرآن مجید نازل ہوا۔ پس لوگوں نے امانت کو قرآن مجید اور سنت سے پہچان لیا''۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں امانت کے اٹھ جانے کے متعلق بیان فرمایا: ''کہ آدمی سوئے گا اور امانت اس کے دل سے قبض کر لی جائے گی پھر اس کا اثر ایک معمولی نشان کی طرح باقی رہ جائے گا۔ پھر وہ سوئے گا اور امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی پس اس کا اثر آبلے کی طرح باقی رہ جائے گا۔ جیسے تم ایک انگارے کو اپنے پاؤں پر لڑھکاؤ تو اس پر آبلہ نمودار ہو جائے۔ پس تم اسے اُبھرا ہوا تو دیکھتے ہو مگر اس میں کوئی چیز نہیں ہوتی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنکری لی اور اسے پاؤں پر لڑھکایا۔ پس لوگ اس طرح ہو جائیں گے کہ آپس میں خرید و فروخت کرتے ہوں گے مگر ان میں کوئی امانت ادا کرنے کے قریب بھی نہ بھٹکے گا۔ یہاں تک کہا جائے گا کہ فلاں لوگوں میں ایک امانت دار آدمی ہے۔ یہاں تک آدمی کو کہا جائے گا کہ یہ کتنا مضبوط، ہوشیار اور عقلمند ہے۔ حالانکہ اس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا''۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایک ایسا زمانہ بھی گزرا کہ میں پرواہ نہ کرتا تھا کہ مجھ سے کس نے خرید و فروخت کی بشرطیکہ وہ مسلمان ہوتا۔ اس لئے کہ اس کا دین مجھ پر میری چیز کو ضرور واپس کر دے گا اور اگر وہ یہودی یا عیسائی ہوتا تو اس کا کارندہ مجھ پر میری چیز کو ضرور واپس کر دے گا مگر آج کل تو میں صرف فلاں فلاں سے ہی خرید و فروخت کا معاملہ کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

جَذْرٌ: چیز کی اصل۔ الْوَکْتُ: معمولی اثر اور نشان

الْمَجْلُ: کام کاج کے نتیجہ میں ہاتھ پر پڑنے والا اثر۔

مُنْتَبِرًا: اونچا، بلند۔

سَاعِیْهِ: نگران، کارندہ۔

**تشریح** ۞ حدیثین: سے مراد ① الامانت نزلت فی جذر قلوب الرجال اور ② رفع امانت والی روایات مراد ہیں۔ ایک پیش آ چکی دوسری کا منتظر ہوں۔ الامانة امانت سے بظاہر اُمراد بندوں سے لیا جانے والا تکلیفی معاہدہ ہے۔ جو اس ارشاد میں ہے: ﴿انما عرضنا الامانة ......﴾ صاحب تحریر کہتے ہیں یہ عین ایمان ہے۔ جب بندے کے دل میں یہ پختہ ہو جائے تو وہ تکلیفی ذمہ داریوں کو ادا کرتا ہے۔ اور اس پر جو تکلیف آئے اس کو برداشت کرتا ہے۔ جذر قلوب الرجال یعنی وہ فطرت انسانی میں رکھی گئی۔ ثم نزل القرآن قرآن مجید جہالتوں کی امراض کے لئے شفاء اور شبہات کے اندھیروں کو دور کرنے والا ہے۔ فعملوا: اس امانت کو قرآن مجید کی اس آیت انا عرضنا الامانہ سے جانا۔ علموا من السنه اس حدیث مذکور سے جانا۔ حاصل یہ ہے کہ امانت فطرۃ میں بھی تھی اور کسباً بھی قرآن وسنت سے حاصل کر لی۔ عن رفع الامانة یعنی علم امانت۔ النومة: ایک مرتبہ سونا۔ فتقبض الامانة اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے جو اس کا سبب بنے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم ......﴾ جب تک لوگ صحیح بات کو نہیں چھوڑتے اللہ تعالیٰ کی رحمت والا معاملہ بھی نہیں بدلتا اور یہ بھی

ممکن ہے کہ امانت کی مدت دنیا میں ختم ہو چکی ہو۔ الوکت: معمولی اثر (ہروی) بعض نے کہا معمولی سیاہی۔ یا پہلی رنگت میں معمولی تبدیلی۔ ثم ینام النومة: اس کا مکمل اثر جاتا رہے گا۔ المجل: (آبلہ) فتراہ منترأ یہ پہلے کا بدل ہے۔ لیس فیه شیئ یعنی خالی ہے مگر ابھرا ہوا ہے۔ ثم کولا کر لڑ کھانے کی کیفیت کو بیان کیا گیا۔

صاحب تحریر کہتے ہیں کہ ظاہر الفاظ روایت کے یہی ہیں مگر روایت کا مطلب یہ ہے کہ امانت دلوں سے آہستہ آہستہ زائل ہوتی ہے۔ جب اس کا پہلا جزء زائل ہوتا ہے تو اس کی روشنی چلی جاتی ہے۔ پھر اندھیرا وکت کی طرح رہ جاتا ہے اور یہ اس پہلے رنگ کے خلاف رنگ ہے اور کوئی چیز زائل ہو جاتی ہے تو وہ مجل کی طرح ہو جاتا ہے جو کہ ایک پختہ اثر ہے جو مدت بعد زائل ہوتا ہے۔ یہ ظلمت پہلی سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ پھر اس نور کے زائل ہونے کو جو کہ پہلے دل میں آیا استقرار پکڑا پھر نکلا اور ظلمت چھوڑ گیا اس کو اس انگارے سے تشبیہ دی جس کو پاؤں پر لڑ کھا دیں تو پاؤں پر اثر ہو جاتا ہے انگارہ تو زائل ہو جاتا ہے مگر آبلہ باقی رہتا ہے اور کنکری لینا یہ مزید وضاحت کے لئے ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ زیادہ بہتر مفہوم ہے۔ فیصبح الناس: اس نیند کے بعد کہ جس میں امانت اٹھائی جائے گی۔ فلا یکاد: کوئی امانت ادا کرنا تو در کنار اس کے قریب بھی نہ جائے گا۔ یقال: اس وصف کے دھوکا اور اس وصف کی شہرت کی وجہ سے لوگ کہتے ہیں امینا: امانت دار۔ ما اجلده ما اظرفه کہ وہ عمل میں کس قدر مضبوط' کتنا فطین و بیدار مغز ہے۔ من ایمان: ایمان کا ایک ذرہ بھی نہ ہوگا چہ جائیکہ امانت پائی جائے جو کہ اس کا ایک جز ہے۔ بایعت ① معروف بیع سے مراد صاحب تحریر کے نزدیک بیعت خلافت اور امور دین کے سلسلہ میں حلف برداری ہے۔ مگر نووی کہتے ہیں کہ یہ درست نہیں۔ حدیث کے کئی مقامات اس کی تردید کر رہے ہیں مثلاً متن کان یهود یا او نصرانیا: یہ تو ظاہر ہے کہ یہود سے تو امور دین کے سلسلہ میں عقد نہیں ہو سکتا۔

**النحو**: جملہ حالیہ ہے اور عائد محذوف ہے یعنی مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں کس کی بیعت کروں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ امانت اور وفاء عہد لوگوں میں باقی ہے۔ میں کسی کے حال کی پڑتال کی بجائے بیعت میں پہل کرنے والا تھا۔ اس لئے کہ لوگوں پر اعتماد تھا۔ اللہ کی قسم لئن کان مسلم لیردنه تو اس کا دین اس کو امانت کی ادائیگی پر آمادہ کرے گا اور وہ خیانت نہ کرے گا۔ وان کان نصرانیا: اگر وہ ذمی ہے تو اس ایمان تو نہیں جس سے امانت کی ادائیگی کرے مگر اس کا نگران اس کو درست رکھے گا اور وہ میرا حق اس سے دلوا دے گا۔ اما الیوم: امانت کا اکثر حصہ جا چکا۔ وابائع میں فلاں' فلاں افراد سے معاملہ کرتا ہوں کیونکہ ان کو پہچانتا ہوں اور ان پر اعتماد کرتا ہوں۔

کرمانی کہتے ہیں امانت کے اٹھنے کا سلسلہ جب زمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہوا تو پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ کے قول انا انتظر الثانیه کا کیا مطلب یہ ہے۔ جواب یہ ہے اس انتظار سے وہ اٹھنا مراد ہے جس کا اثر مجل کی طرح ہو ورنہ بمثل فلانا کا استثناء درست نہیں ہوگا۔ یہ روایت اعلام نبوت میں سے ہے۔ (متفق علیہ) بخاری نے کتاب الرقاق' الفتن' الاعتصام میں تحریر کی۔ مسلم نے ایمان میں' ترمذی' ابن ماجہ نے فتن میں اسے روایت کیا (اطراف مزی) جذر یہ جیم کے کسرہ و فتحہ دونوں سے آتا ہے۔ اصل کو کہتے ہیں۔ المجل میں میم مفتوح اور جیم ساکن اور مفتوح دو لغات ہیں۔ مجل و مجل (آبلہ پڑنا) المساعی والی۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۶۴۹۷) و مسلم (۱۴۳) والترمذی (۲۱۷۹) و ابن ماجه (۴۰۵۳)

۴۰۳ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ :يَا اَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ :وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اذْهَبُوْا اِلٰى ابْنِيْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالَ فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِنَّمَا كُنْتُ خَلِيْلًا مِّنْ وَّرَآءَ وَرَآءَ اعْمِدُوْا اِلٰى مُوْسٰى الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيْمًا– فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُ :لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوْحِهٖ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْمُ فَيُؤْذَنُ لَهٗ وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَيَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ قُلْتُ :بِاَبِيْ وَاُمِّيْ اَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ؟ قَالَ :اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِيْ طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيْحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَاَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِيْ بِهِمْ اَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُوْلُ :رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ اَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيْءَ الرَّجُلُ لَا يَسْتَطِيْعُ السَّيْرَ اِلَّا زَحْفًا وَّفِيْ حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيْبُ مُعَلَّقَةٌ مَّاْمُوْرَةٌ بِاَخْذِ مَنْ اُمِرَتْ بِهٖ ' فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ ' وَمُكَرْدَسٌ فِي النَّارِ" وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ اِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعُوْنَ خَرِيْفًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهٗ "وَرَآءَ وَرَآءَ" هُوَ بِالْفَتْحِ فِيْهِمَا وَقِيْلَ بِالضَّمِّ بِلَا تَنْوِيْنٍ وَمَعْنَاهُ لَسْتُ بِتِلْكَ الدَّرَجَةِ الرَّفِيْعَةِ وَهِيَ كَلِمَةٌ تُذْكَرُ عَلٰى سَبِيْلِ التَّوَاضُعِ – وَقَدْ بَسَطْتُ مَعْنَاهَا فِيْ شَرْحِ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ" وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۰۳: حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا پس مؤمن کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر جنت ان کے قریب کر دی جائے گی پس وہ حضرت آدم کی خدمت میں آئیں گے اور ان سے کہیں گے۔ ابا جان! ہمارے لئے جنت کھلوا دیجئے۔ وہ فرمائیں گے۔ (کیا تمہیں معلوم نہیں) کہ تمہیں تمہارے باپ کی غلطی نے ہی جنت سے نکلوایا تھا۔ اس لئے میں اس کا اہل نہیں۔ تم میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ پس وہ ابراہیم کے پاس آئیں گے۔ وہ بھی کہیں گے میں اس کا اہل نہیں۔ میں یقیناً اللہ کا خلیل تھا لیکن یہ منصب اس سے بہت بلند تر ہے۔ تم موسیٰ کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ پس وہ موسیٰ کے پاس آ ئینگے آپ بھی معذرت کر دیں

گے کہ میں اس کا اہل نہیں۔تم عیسیٰ کے پاس جاؤ۔وہ اللہ کا کلمہ اور اسکی روح ہیں۔عیسیٰ بھی فرمائیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں۔پھر وہ لوگ حضرت محمدؐ کے پاس آئیں گے۔پس آپؐ کھڑے ہوں گے (اور سفارش کریں گے) اور آپؐ کو اجازت سفارش دے دی جائے گی۔پھر امانت اور صلہ رحمی دونوں کو چھوڑا جائے گا۔پس وہ پل صراط کے دائیں' بائیں کھڑی ہو جائیں گی۔پس لوگ گزرنا شروع ہوں گے۔پہلا تمہارا گروہ بجلی کی طرح گزر جائے گا۔میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں بجلی کی طرح گزرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بجلی پلک جھپکنے میں گزر کر لوٹ آتی ہے (مراد بہت تیزی سے) پھر دوسرا گروہ ہوا کی مانند۔پھر پرندے کی مانند۔مضبوط آدمیوں کو پل صراط پر ان کے اعمال تیز دوڑا کر لے جائیں گے اور تمہارے پیغمبرؐ پل صراط پر کھڑے دعا فرما رہے ہوں گے۔رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ۔اے میرے رب بچا بچا۔یہاں تک کہ بندوں کے اعمال انکو تیز چلانے سے عاجز آ جائیں گے۔یہاں تک کہ آدمی آئے گا جو چلنے کی طاقت ہی نہیں رکھے گا مگر صرف گھسٹ کر چلے گا اور پل صراط کے دونوں کناروں پر کانٹے لٹکے ہوں گے جو اس بات پر مامور ہوں گے کہ جن کے متعلق ان کو پکڑنے کا حکم ملا انکو پکڑ لیں۔پھر کچھ لوگ زخمی ہوں گے مگر نجات پا جائیں گے اور بعض کو الٹا کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ کی جان ہے کہ جہنم کی گہرائی ستر خریف ہے۔ (مسلم)

وَرَاءَ بِاوَرَاءَ: دونوں طرح ہے۔مراد یہ ہے کہ میں اس بلند مرتبہ کے لائق نہیں۔یہ لفظ تواضعاً کہے جاتے ہیں۔شرح مسلم میں ان کی تفصیل لکھ دی گئی ہے۔

**تشریح** ۞ **یُجْمَعُ**: یہ مضارع مجہول ہے ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔

**اَللُّغَاتُ**: الناس: یہ مفعول ہے۔بعث کے بعد محشر کی زمین میں جمع کیا جائے گا۔المؤمنون: کفار کے علاوہ۔اول منافقین بھی شامل ہوں گے پھر پل صراط پر امتیاز کیا جائے گا۔

تزلف: قریب کردی جائے گی جیسا فرمایا: ﴿وازلفت الجنة للمتقين......﴾

استفتح لنا الجنة: اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے جنت کے کھلنے کا سوال کرو تا کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔

**مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام:**

**هل اخرجكم من الجنة الا خطيئة ابيكم**: نووی کہتے ہیں کہ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ:

① اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نبوت سے پہلے اور بعد کفر سے انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ کبائر سے بھی وہ معصوم ہیں۔البتہ وجہ عصمت میں اختلاف ہے۔بطریق عقل' بطریق شرع۔ابو اسحاق کہتے ہیں یہ دلیل اعجاز کے مقتضی سے ممتنع ہے قاضی باقلانی کہتے ہیں بطریق اجماع یہ ممتنع ہے۔بقول معتزلہ بطریق عقل۔

② اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان سے جو قولاً ثابت ہے۔اس میں ہر حال میں عصمت بطریق نقل جو وارد ہے۔بعض اس میں مطلقاً عصمت کی طرف گئے یہاں تک کہ وہ سہو ونسیان کو بھی جائز نہیں مانتے اور سہو والی روایات کی تاویل کرتے ہیں۔

یہ استاذ ابو مظفر سفرائنی اور مشائخ متصوفہ کا مذہب ہے۔ بعض محققین اور جماہیر علماء نسیان و سہو کے جواز کے قائل ہیں اور یہی برحق ہے۔ پھر اس سہو پر ان کو خبردار کر دیا جاتا اسی وقت جیسا کہ جمہور متکلمین کا قول ہے یا ان کی وفات سے پہلے تاکہ وہ اپنی مدت کے اختتام سے پہلے اس کا حکم لوگوں پر واضح کر دیں اور جو ان پر اتارا گیا اس کا پہنچانا کامل ہو جائے۔

③ اس بات میں بھی اتفاق ہے کہ وہ ان تمام صغائر سے معصوم ہیں جو کرنے والے کو عیب دار کرتے ہیں یا اس کے مرتبے کو گراتے ہیں یا ان کی مروت کو عیب دار کرتے ہیں۔

④ اہل تحقیق ونظر کی ایک جماعت نے ان کے علاوہ صغائر سے بھی معصوم تسلیم کیا ہے اور منصب نبوت کو اس سے بلند قرار دیا کہ وہ عمداً اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے صغائر میں مبتلا ہوں۔ ان احادیث وآیات پر بحث کی اور ان کی تاویل کی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے متعلق آیات وروایات میں جو کچھ وارد ہے وہ تاویل یا سہو یا بلا اذن انہوں نے ایسی اشیاء کو کیا جن میں انہیں نہ کرنے پر مواخذہ کا خدشہ محسوس ہوا اور یہ تینوں حق راہیں ہیں کیونکہ اگر ان سے اور بہت سے اقوال سے اس بات کو قصداً مان لیا جائے تو پھر ان کے افعال واقرا میں اقتداء لازم نہیں رہتی اور اقتداء اقوال وافعال میں تو سب کا اتفاق ہے۔ البتہ اس کے وجوب، مندوب اور مباح ہونے میں اختلاف ہے۔ مزید وضاحت شفاء میں دیکھیں۔ علامہ صابونی بخاری نے بھی اس میں ایک شاندار کتاب لکھی ہے۔

**لست بصاحب ذلك:** میں اس مقام بلند والا نہیں۔ قاضی کہتے ہیں یہ مقولہ آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم وعلی نبینا علیہ السلام نے بطور تواضع اور اس مطالبے کو بہت بڑا سمجھ کر کہا ہے۔ ② اور اس میں یہ بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ یہ مقام میرا نہیں دوسرے کا ہے۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے متعلق بتلاتا جائے گا۔ یہاں تک کہ معاملہ اس مقام والے تک پہنچ جائے گا۔
③ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ شاید ان کو معلوم ہو کہ یہ مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور ایک دوسرے پر ڈالنا یہ تدریج شفاعت الی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اس میں بڑی عمر والے آباء کو ابناء سے مقدم رکھا گیا جس کی حکمت یہ ہے تاکہ آپ کا کمال شرف تمام پر ظاہر ہو جائے۔ اگر لوگ پہلے ہی آپ کے پاس آتے اور آپ ان کی بات کو قبول کر کے شفاعت فرماتے تو کمال امتیاز ظاہر نہ ہوتا یہ احتمال رہتا کہ یہ معاملہ آپ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا مشترک تھا۔ جب ہر ایک اس سے پیچھے ہٹا اور وہ آگے بڑھے جن کو معلوم تھا کہ وہ السید المتقدم ہیں تو امتیاز ہو گیا۔

**خلیل الرحمان: الخلة:** ① خاص کرنا اور چننا، جس سے دوستی کی سب سے کثرت اسی کا ہو جانا۔ ② یہ خلت بمعنی حاجت سے لیا گیا ہے۔ ان کو یہ لقب اس لئے ملا کہ انہوں نے اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں بند کر دیا۔ ③ ایک قول یہ ہے کہ ایسی خالص دوستی جو رازداری کا باعث ہو۔ ④ ایک قول یہ ہے محبت والطاف (قاضی عیاض) ⑤ نووی وغیرہ نے کہا وہ محب جس کی محبت کامل ہو اور وہ محب حقیقت محبت کو پورا کرنے والا ہو۔ یہ دونوں ایسے محب ہیں جن کی محبت میں نقص وخلل نہیں ہے۔ ⑥ واحدی نے اسی قول کو اختیار کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ خلیل ابراہیم اور ابراہیم خلیل الرحمان ہیں اور جبکہ خلت کو حاجت کے معنی میں لیا جائے تو اس معنی کا لحاظ کر کے یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ ابراہیم علیہ السلام کے خلیل ہیں۔ ذلك سے مقام مراد ہے۔

## وراء کی حکمتیں: -

وراء وراء: صاحب تحریر نے لکھا ہے یہ کلمہ بطور تواضع ہے یعنی میں اس بلند درجہ میں نہیں۔ ایک عجیب بات میرے دل میں آئی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مکارم جو مجھے دیئے گئے وہ سفارت جبرئیل علیہ السلام سے تھے۔ کلمه الله تکلیما: تم موسیٰ کا قصد کرو اس کو بلا واسطہ سماع نصیب ہوا۔ وراء کو دو مرتبہ لایا گیا کیونکہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر واسطہ کے کلام اور رؤیت ملی۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں موسیٰ کے پیچھے ہوں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہیں (کذا قال صاحب التحریر) نووی کہتے ہیں وراء میں بلا تنوین فتحہ ہے۔ ان کا مبنی علی الضم ہونا بھی درست ہے۔ ابوالبقاء نے ضمہ کو درست قرار دیا کیونکہ تقدیر عبارت یہ ہے: او من وراء شی آخر۔

**اَلنَّحْو:** قرطبی کہتے ہیں لفظاً مضاف نہ ہونے کی وجہ سے یہ مبنی علی الضم ہے اور دوسرا وراء وہ پہلے کی طرح بھی ہو سکتا ہے۔ ⑴ پہلے کی تاکید لفظی بن جائے۔ ⑶ پہلے کا بدل ⑷ پہلے کا عطف بیان بھی بن سکتا ہے۔ (کذا قال القرطبی) اگر فتحہ پہلے پر درست ہو تو شذر مذر کی طرح کلمہ مؤکد بنے گا اور بین بین گر گیا فتحہ دونوں پر آ گیا مبنی علی الفتحہ پڑھا گیا اور اگر یہ تنوین سے منصوب ہے تو بڑے عمدہ انداز و جواز سے فتحہ ثابت ہے۔ بقول جوہری عرب کہتے ہیں لقیته من وراء: غایت کی بناء پر مرفوع ہے جیسے من قبل اور من بعد جیسا شاعر نے کہا

اذا انا لم او من علیك ولم یكن ☆ لقاؤك الاّ من وراءُ وراءُ

دونوں میں ضمہ ہے۔

قرطبی کہتے ہیں اس میں صحیح روایت مد کے ساتھ دونوں ہمزہ کے مفتوح ہونے کی ہے ان کے شیخ ابوالصبر ایوب نے من وراء من وراء۔ من کے تکرار اور دونوں ہمزہ کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ ⑵ یہ اضافت سے منقطع ہو کر مضاف معین مقصود نہ بنا پس یہ اسم علم کی طرح بن گیا اور یہ مونث ہے۔ جوہری کہتے ہیں یہ مونث ہے اس کی تصغیر وریئہ ہے۔ اس کے مطابق اس کی ہمزہ تانیث کی نہ ہوگی کیونکہ الف تانیث ساکن نہیں ہوتا۔ وراء یہ مبنی علی الفتحہ ہے یہ محاورہ عرب فلان یا شیاماء وصباح: کی طرح ہے۔ ایک قول میں ضمہ بلا تنوین بھی آیا ہے۔ اس وقت یہ اسماء غایات سے ہوگا۔ فیاقول موسی تو وہ فرمائیں گے میں اس مقام والا نہیں۔ عیسی یہ الیسوع کا معرب ہے۔ جنہوں عیس سے اس کو مشتق قرار دیا وہ تکلف ہے (بیضاوی)

## تحقیق کلمۃ اللہ:

کلمۃ اللّٰہ: یہ فتحہ کے ساتھ تھا کسرہ دیا گیا۔ ① یہ عیسیٰ علیہ السلام پر بولا جاتا ہے کیونکہ وہ اس کے خاص حکم سے پیدا ہوئے اور وہ یہ ارشاد ہے: کن دون اب پس یہ عالم امر کی نئی ایجادات کی طرح ہو گیا (بیضاوی) ⑵ ابن حجر کہتے ہیں ان کو کلمۃ اللہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دلیل ہے اس کے بندوں پر کہ اس کو بغیر باپ پیدا کیا اور بغیر اوان نطق کے گویائی دی اور ان کے ہاتھ پر مردوں کو زندہ کیا۔ ⑶ بعض نے کہا کلمۃ اللہ کہنے کی وجہ کن سے وجود دیا جب وہ اس کے کلام سے ہوئے تو اسی سے نام رکھ دیا جیسے سیف اللہ اسد اللہ۔ ⑷ بعض نے کہا انہوں نے بچپن میں کہا: انی عبد اللّٰہ تو اعزازاً ان کو کلمۃ اللہ فرمایا گیا۔

وروحه: اس میں نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے یا دلوں کو زندہ کرتے تھے۔ ② اس کا مضاف مقدر ہے۔ معنی یہ ہے انه ذو روح من الله عزوجل نہ کہ اس پانی کے واسطے سے جو اصل اور مادہ کی جگہ کام دیتا ہے۔

فیقول عیسی: ان کے آنے اور سوال کرنے کے بعد فرمائیں گے۔ یہ بات کلام کے اندر سے خود معلوم ہو رہی ہے کہ میں اس مقام والا نہیں یہاں با تاکید کے لئے زائدہ ہے۔

فیاتون محمداً صلی الله علیه وسلم: عیسیٰ علیہ السلام کی راہنمائی کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کے ہاں آئیں گے۔ جیسا دوسری روایات میں آیا ہے۔ یہ کلام کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی سمجھ آ رہا ہے کہ وہ کہیں گے یا رسول الله استفتح لنا الجنه یا اشفع لنا فی الاراحة من طول المواقف: جیسا دوسری روایات میں ہے۔ فیقوم: پس آپ ﷺ عرش کی طرف کھڑے ہوں گے اور اس کے نیچے سجدہ کریں گے اور آپ ﷺ پر اس وقت وہ محامد کھولے جائیں گے جو اب تک کھولے نہیں گئے۔ فیوذن له: پھر شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ ترسل الامانه والرحم: یہ مضارع مجہول ہے۔ وہ قرابت جس کے شرعی تعلق کا مطالبہ ہوگا۔ نووی کہتے ہیں ان کا چھوڑنا ان کی عظمت اور ان کے موقع کی بڑائی کو ظاہر کرنے کے لئے ان کو دو شخصوں کی صورت دی جائے گی۔ صاحب تحریر کہتے ہیں کلام میں اختصار ہے سامع خود سمجھ لیتا ہے کہ یہ دونوں اپنے حق کا مطالبہ کرنے کھڑے ہوں گے جو صراط سے گزرے گا۔ اولکم: اے مخاطبین مراد امت ہے۔ جو اعلیٰ اور اوّل ہوگا کالبرق: بجلی کی تیزی سے۔ بابی و امی: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ کمر البرق: سائل نے کہا اس کا مطلب کیا ہے فرمایا بجلی جیسے آتے جاتے پلک جھپک میں گزر جاتی ہے۔ طرف بطرف پلک کو ایک دوسرے پر رکھنا۔

صاحب کشاف کہتے ہیں: انا اتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك① کم مدت کو بیان کرنے کی مثال بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے کہیں الفعل لحظة وفی ردة طرف اور جو اسی طرح کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جس سے سرعت مقصود ہوتی ہے صاحب تفسیر بیضاوی نے کہا یہ انتہائی تیزی کو بطور تمثیل بیان کیا گیا ہے۔ ثم رتبہ میں تراخی کے لئے ہے یعنی پھر وہ جماعت گزرے گی جو پہلی کے بعد ہے۔ ثم یہ تیسری جماعت ہے جو پرندے کی طرح اور شد الرجال: یہ راجل کی جمع ہے مشہور روایت یہی ہے۔ شد مکمل دوڑ کو کہتے ہیں۔ تجری بهم اعمالهم یہ فیمر اولکم کے لئے تفسیر کی طرح ہے۔ یعنی تم رفتار کی تیزی میں اعمال و مراتب کے لحاظ سے ہو گے۔ ونبیکم: امت پر مزید شفقت و عنایت کی وجہ سے پل صراط کے پاس کھڑے ہوں گے تاکہ آپ ﷺ کی امت خوف کے مقامات سے بچ جائے اور آپ ﷺ کی وجہ سے کئی قسم کی تکالیف دور کر دی جائیں گی۔ یقول: اور یہ دعا فرماتے ہوں گے: رب سلم سلم کیونکہ پل صراط پر گزرنے میں خوفناکیاں اور پھسلنیں ہیں۔

**اَلنَّحْو**: ① یہ مبتداء سے حال ہے۔ ② دوسری خبر ہے جو بصورت جملہ ہے۔ ③ سوال مقدر کا جواب بن کر جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قیام کی کیفیت کیا ہوگی جواب دیا دعا فرما رہے ہوں گے۔ رب سے پہلے اختصار کے لئے حرف نداء حذف کر دیا اور مسلم کی روایت میں انبیاء علیہم السلام کی دعا مذکور ہے اللهم سلم سلم۔ شاید کبھی اللھم اور کبھی رب کہتے ہوں۔

**فَائِدَہ**: دعا حسب موقعہ ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام ہر مقام پر مناسب دعا فرماتے ہیں۔

حتی تعجز اعمال العباد: راستہ پر تیزی میں پیچھے رہنے والوں کے اعمال تیز چلنے سے عاجز کر دیں گے۔ وہ آہستہ چلیں گے یہاں تک کہ چلنے سے عاجز آ جائیں گے۔ لیکن ان میں چلنے کو برداشت کی قوت ہوگی اور آدمی آئے گا اور پل پر چلنے کی طاقت نہ ہوگی۔ فقط زحفاً: گھسٹ کر۔ کیونکہ قوت رفتار ختم ہو چکی ہوگی۔ سیوطی کہتے ہیں زحف: سرین پر گھسٹ کر چلنا۔ مسلم کی روایت میں یسحب سحباً کے لفظ آخری گزرنے والے کے لئے آئے ہیں۔ وحافتی الصراط یعنی واؤ حالیہ یا عاطفہ۔ دونوں اطراف۔ کلا لیب جمع کلّوب مڑے ہوئے سر والا نوہا جس پر گوشت لٹکایا جاتا ہے اور تنور میں لٹکا دیا جاتا ہے۔ مگر صاحب مطالع نے ایسی لکڑی جس کے آخر میں لوہے کا کیل لگا ہو کبھی تمام تر لوہے کا بھی ہوتا ہے ایک کو کلاب بھی کہتے ہیں یہ پل صراط کے ساتھ لٹکے ہوں گے۔ باخذ من امرت ممکن ہے کہ ان میں اور اک ہو ان کو پکڑیں گے جن کے لئے ان کو مامور کیا گیا ہے۔ ② اور یہ بھی ہے کہ ان کا چلایا جانا ہی ان کے قریب سے ہوتا کہ یہ پکڑے جائیں۔

**النَّحْوُ**: معلقه مامورة یہ کلالیب کی صفت مرفوعہ ہے۔ ② البتہ حال متداخلہ یا مترادفہ کی صورت میں نصب بھی جائز ہے۔ اس صورت میں کلالیب خبر مقدم کی وجہ سے خاص ہوگا۔ مخدوش: خراش والے۔ پل صراط پر لٹکی چیزوں سے۔ ناج: یہ خراش والوں کی نجات پانے والی جماعت ہوگی۔ سکردس فی النار یہ مخدوش کی دوسری قسم ہے۔ یہ مکدوس اور دال کے ساتھ اور مکدوس دال واؤ کے ساتھ قریب المعنی روایات میں آئے ہیں۔ اس کا معنی ایک دوسرے پر چڑھ جانا۔ قاضی عیاض نے اسی طرح روایات نقل کی اور عذری نے شین سے بیان کیا اور اس کا معنی چلانا ہے۔ بیدہ سے مراد ارادۂ قدرت ہے۔ یہ دوسری حدیث کی وجہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مدرج کلام ہے۔

ان قعر جهنم لسبعون: یہ واؤ سے ہے۔ اس میں حذف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ انه مسافة قعر جهنم سير سبعين خريفاً اور بعض روایات میں سبعین وارد ہے اور یہ صحیح ہے۔ ① حذف مضاف کی وجہ سے ای سیر سبعین ② قعر مصدر ہے جیسے کہتے ہیں: قعرت الشي: گہرائی میں پہنچنا۔ سبعین ظرف زمان اور اس میں ان کی خبر ہے۔ تقدیر یہ ہے ان بلوغ قعر جهنم لكائن في سبعين خريفا۔

خریف: سال کو کہتے ہیں (مسلم) بخاری اس میں منفرد ہیں اور اسی طرح اصحاب سنن۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۱۹۵)

۲۰۴: وَعَنْ اَبِیْ خُبَيْبٍ "بِضَمِّ الْخَاءِ وَالْمُعْجَمَةِ" عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِیْ فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِهٖ فَقَالَ: يَا بُنَيَّ اِنَّهٗ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ اِلَّا ظَالِمٌ اَوْ مَظْلُوْمٌ وَّاِنِّیْ لَا اُرَانِیْ اِلَّا سَاُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُوْمًا وَاِنَّ مِنْ اَكْبَرِ هَمِّیْ لَدَيْنِیْ اَفَتَرٰی دَيْنَنَا يُبْقِیْ مِنْ مَّالِنَا شَيْئًا؟ ثُمَّ قَالَ: يَا بُنَيَّ بِعْ مَالَنَا وَاقْضِ دَيْنِیْ، وَاَوْصٰی بِالثُّلُثِ وَثُلُثَهٗ لِبَنِيْهِ، يَعْنِیْ لِبَنِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ثُلُثُ الثُّلُثِ ـ قَالَ فَاِنْ فَضَلَ مِنْ مَالِنَا بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ شَیْءٌ فَثُلُثُهٗ لِبَنِيْكَ

قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ وَلَدُ عَبْدِ اللّٰهِ قَدْ وَازٰى بَعْضَ بَنِى الزُّبَيْرِ خُبَيْبٌ وَّعِبَادٍ وَّلَهٗ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِيْنَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ ـ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : فَجَعَلَ يُوْصِيْنِىْ بِدَيْنِهٖ وَيَقُوْلُ : يَا بُنَىَّ إِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَىْءٍ مِّنْهُ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ بِمَوْلَاىَ ـ قَالَ :فَوَاللّٰهِ مَا دَرَيْتُ مَا اَرَادَ حَتّٰى قُلْتُ :يَا اَبَتِ مَنْ مَوْلَاكَ؟ قَالَ :اَللّٰهُ قَالَ :مَا وَقَعْتُ فِىْ كُرْبَةٍ مِّنْ دَيْنِهٖ اِلَّا قُلْتُ يَا مَوْلَى الزُّبَيْرِ اقْضِ عَنْهُ دَيْنَهٗ فَيَقْضِيْهِ قَالَ :فَقُتِلَ الزُّبَيْرُ وَلَمْ يَدَعْ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا اِلَّا اَرَضِيْنَ مِنْهَا الْغَابَةُ وَاِحْدٰى عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ وَ دَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ وَدَارًا بِالْكُوْفَةِ وَ دَارًا بِمِصْرَ ـ قَالَ: وَاِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِىْ كَانَ عَلَيْهِ اَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَاْتِيْهِ فَيَسْتَوْدِعُهٗ اِيَّاهُ فَيَقُوْلُ الزُّبَيْرُ :لَا وَلٰكِنْ هُوَ سَلَفٌ اِنِّىْ اَخْشٰى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ وَمَا وَلِىَ اِمَارَةً قَطُّ وَلَا جِبَايَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ فِىْ غَزْوٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ مَعَ اَبِىْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَ عُثْمَانَ رَضِىَ اللّٰه عَنْهُمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : فَحَسَبْتُ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُّهٗ اَلْفَىْ اَلْفٍ وَّمِائَتَىْ اَلْفٍ! فَلَقِىَ حَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ :يَا ابْنَ اَخِىْ كَمْ عَلٰى اَخِىْ مِنَ الدَّيْنِ فَكَتَمْتُهٗ وَقُلْتُ :مِائَةُ اَلْفٍ ـ فَقَالَ حَكِيْمٌ :وَاللّٰهِ مَا اَرٰى اَمْوَالَكُمْ تَسَعُ هٰذِهٖ ـ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ :اَرَاَيْتَكَ اِنْ كَانَتْ اَلْفَىْ اَلْفٍ وَّمِائَتَىْ اَلْفٍ؟ قَالَ :مَا اَرَاكُمْ تُطِيْقُوْنَ هٰذَا فَاِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَىْءٍ مِّنْهُ فَاسْتَعِيْنُوْا بِىْ قَالَ :وَكَانَ الزُّبَيْرُ قَدِ اشْتَرَى الْغَابَةَ بِسَبْعِيْنَ وَمِائَةِ اَلْفٍ فَبَاعَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بِاَلْفِ اَلْفٍ وَّسِتِّمِائَةِ اَلْفٍ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ :مَنْ كَانَ لَهٗ عَلَى الزُّبَيْرِ شَىْءٌ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ فَاَتَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَّكَانَ لَهٗ عَلَى الزُّبَيْرِ اَرْبَعُ مِائَةِ اَلْفٍ' فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ :اِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ :لَا ' قَالَ :فَاِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوْهَا فِيْمَا تُؤَخِّرُوْنَ اِنْ اَخَّرْتُمْ ' فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ :لَا' قَالَ: فَاقْطَعُوْا لِىْ قِطْعَةً ' قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ :لَكَ مِنْ هٰهُنَا اِلٰى هٰهُنَا. فَبَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ مِنْهَا فَقَضٰى عَنْهُ دَيْنَهٗ وَاَوْفَاهُ وَبَقِىَ مِنْهَا اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَّنِصْفٌ ' فَقَدِمَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهٗ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ وَالْمُنْذِرُ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ زَمْعَةَ ـ فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ :كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ؟ قَالَ :كُلُّ سَهْمٍ بِمِائَةِ اَلْفٍ قَالَ :كَمْ بَقِىَ مِنْهَا؟ قَالَ اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَّنِصْفٌ فَقَالَ الْمُنْذِرُ ابْنُ الزُّبَيْرِ :قَدْ اَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِائَةِ اَلْفٍ ' وَقَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَدْ اَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِائَةِ اَلْفٍ ' وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ :قَدْ اَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ اَلْفٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ : كَمْ بَقِىَ مِنْهَا؟ قَالَ :سَهْمٌ وَّنِصْفُ سَهْمٍ قَالَ :قَدْ اَخَذْتُهٗ بِخَمْسِيْنَ مِائَةِ اَلْفٍ قَالَ :وَبَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ نَصِيْبَهٗ مِنْ مُّعَاوِيَةَ رَضِىَ

اللّٰهُ عَنْهُ بِسِتِّ مِائَةِ اَلْفٍ۔ فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَآءِ دَيْنِهِ قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ: اَقْسِمْ بَيْنَنَا مِيْرَاثَنَا. قَالَ وَاللّٰهِ لَا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى اُنَادِيَ بِالْمَوْسِمِ اَرْبَعَ سِنِيْنَ اَلَا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا فَلْنَقْضِهِ فَجَعَلَ يُنَادِيْ فِي الْمَوْسِمِ فَلَمَّا مَضٰى اَرْبَعُ سِنِيْنَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ وَدَفَعَ الثُّلُثَ وَكَانَ لِلزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَاَصَابَ كُلَّ امْرَاَةٍ اَلْفُ اَلْفٍ وَّمِائَتَا اَلْفٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۲۰۴: حضرت ابوخبیب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب زبیر جنگ جمل کے دن کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا چنانچہ میں آ کر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ پھر فرمایا بیٹا! آج جو لوگ قتل ہوں گے ظالم ہوں گے یا مظلوم۔ میرا اپنے متعلق گمان یہ ہے کہ میں مظلومانہ قتل کیا جاؤں گا۔ میرا سب سے بڑا غم وفکر میرا قرضہ ہے۔ تیرا کیا خیال ہے کہ ہمارا قرضہ ہمارے کچھ مال کو چھوڑے گا؟ پھر ارشاد فرمایا: پیارے بیٹے! ہمارے مال کو فروخت کر کے میرے قرض کو ادا کر دینا۔ اور ثلث مال کے متعلق وصیت فرمائی اور تہائی کے تہائی مال کی وصیت عبداللہ بن زبیر کے بیٹوں (یعنی پوتوں) کے لئے فرمائی۔ پھر فرمایا اگر قرض کی ادائیگی کے بعد ہمارے مال میں سے کچھ بچ جائے تو اس کا تیسرا حصہ بھی تیرے بیٹوں کے لئے ہے۔ ہشام راوی حدیث کہتے ہیں کہ عبداللہ کے بیٹے خبیب اور عباد نے حضرت زبیرؓ کے بعض بیٹوں کو دیکھا تھا اور حضرت زبیر کے اس وقت نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ وہ مجھے اپنے قرض کے متعلق وصیت فرماتے رہے۔ اس دوران میں فرمانے لگے اے بیٹے! اگر تو قرض کے بعض حصہ کی ادائیگی سے عاجز آ جائے تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ بخدا! مجھے سمجھ نہ آیا کہ مولیٰ سے کیا مراد ہے؟ یہاں تک کہ میں نے عرض کیا ابا جان! آپ کا مولیٰ کون ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا اللہ۔ عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی مجھے ان کے قرضہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں کوئی مشکل درپیش ہوئی تو میں کہتا اے زبیر کے مولیٰ ان کا قرضہ ان کے ذمہ سے ادا فرما پس وہ ادا فرما دیتا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے والد قتل ہو گئے انہوں نے کوئی درہم و دینار نقد نہ چھوڑا۔ صرف الغابہ کی زمینیں۔ مدینہ میں گیارہ مکانات' بصرہ میں دو مکان' ایک مکان کوفہ میں اور ایک مکان مصر میں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ ان پر قرضہ کی صورت یہ تھی کہ کوئی آدمی آپ کے پاس اپنے مال امانت کے طور پر لاتا اور آپ کے سپرد کر دیتا آپ کہتے یہ امانت نہیں بلکہ قرض ہے۔ اس لئے کہ مجھے اس کے ضائع ہونے کا ڈر ہے (امانت کا ضمانی نہیں بلکہ قرض کا ضمان ہے) اور آپ کسی بھی عہدے پر مقرر نہ ہوئے اور نہ آپ نے ٹیکس یا اور کسی وصولی کی ذمہ داری قبول کی۔ صرف آنحضرتؐ اور ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے (یہ مکانات مال غنیمت کا ثمرہ تھے) حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے ذمہ قرضہ کی رقم کو شمار کیا تو بائیس لاکھ تھی۔ پھر عبداللہ کو حکیم بن حزامؓ ملے۔ اور فرمایا اے بھتیجے! میرے بھائی کے ذمہ کتنا قرضہ ہے؟ میں نے قرضے کو چھپایا اور کہا ایک لاکھ۔ حضرت حکیم نے کہا میرے خیال میں تو

تمہارا مال (وراثت) اس قرض کی گنجائش نہیں رکھتا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا حضرت! اگر بائیس لاکھ ہوتو پھر کیا خیال ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا میرے خیال میں اتنے بڑے قرضے کو ادا کرنے کی تم طاقت نہیں رکھتے۔ پس اگر تم اس میں سے کسی قدر عاجز ہو جاؤ تو مجھ سے معاونت طلب کرنا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے الغابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی۔ عبداللہ نے اس کو ۱۶ لاکھ میں فروخت کیا پھر انہوں نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ جس کا میرے والد زبیرؓ کے ذمہ قرضہ ہو تو وہ مجھے الغابہ کی زمین پر ملے اور اپنا قرض وصول کر لے۔ چنانچہ عبداللہ بن جعفرؓ آئے ان کا حضرت زبیرؓ کے ذمہ چار لاکھ قرضہ تھا۔ انہوں نے عبداللہ بن زبیر سے کہا اگر تم چاہو تو میں یہ قرضہ تمہارے لئے معاف کر دیتا ہوں۔ عبداللہ نے کہا نہیں۔ انہوں نے پھر کہا اگر تم چاہو تو میں اس کو تاخیر سے ادا کئے جانے والے قرضوں میں شمار کرلوں۔ اگر تم بہت مہلت چاہتے ہو۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا نہیں۔ پھر عبداللہ بن جعفر نے کہا تو مجھے زمین کا ایک ٹکڑا دے دو۔ اس پر عبداللہ بن زبیر نے کہا یہاں سے لے کر یہاں تک زمین تمہارا حصہ ہو گیا۔ پھر عبداللہ بن زبیر نے بقیہ زمین کا کچھ حصہ فروخت کر کے اس سے حضرت زبیرؓ کا قرضہ پورا پورا ادا کر دیا۔ پھر اس بقیہ میں ساڑھے چار حصے باقی رہ گئے۔ پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت معاویہؓ کے پاس آئے جبکہ ان کے پاس عمرو بن عثمان' منذر بن زبیر اور ابن زمعہ رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے۔ حضرت معاویہ نے عبداللہ سے پوچھا الغابہ کی کتنی قیمت لگی؟ تو انہوں نے جواب دیا ہر حصہ ایک لاکھ کا۔ انہوں نے پوچھا کتنے حصے باقی ہیں۔ عبداللہ نے کہا ساڑھے چار حصے۔ اس پر منذر بن زبیرؓ نے کہا ایک حصہ میں ایک لاکھ کا لیتا ہوں۔ اور عمرو بن عثمانؓ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید کیا۔ ابن زمعہؓ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے کہا اب کتنا باقی ہے؟ عبداللہ نے جواب دیا ڈیڑھ حصہ۔ انہوں نے کہا میں نے ڈیڑھ لاکھ میں وہ خرید لیا۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنا حصہ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ چھ لاکھ میں فروخت کیا۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان کے قرضہ کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو حضرت زبیرؓ کے دوسرے بیٹوں نے کہا ہماری میراث ہم میں تقسیم کر دو۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا میں اس وقت تک تقسیم نہ کروں گا جب تک کہ چار سال موسم حج میں اعلان نہ کرلوں کہ اگر کسی کا زبیرؓ کے ذمہ قرضہ ہو تو وہ آ کر لے جائے۔ عبداللہؓ چار سال تک حج کے موقعہ پر اعلان کرتے رہے۔ پھر چار سال بعد انہوں نے ان کے درمیان میراث تقسیم کر دی اور ثلث وصیت کے مطابق اوصیاء کو دے دیا۔ زبیرؓ کی چار بیویاں تھیں ان میں سے ہر ایک بیوی کو بارہ بارہ لاکھ حصہ میں آیا پس حضرت زبیرؓ کا کل ترکہ ۵ کروڑ دو لاکھ درہم تھا۔ (بخاری)

**تشریح** ✿ یہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔ یہ ان کے بڑے لڑکے کا نام ہے۔ ابوخبیب علقمی نے ان کی تین کنیتوں کا ذکر کیا ہے۔ ابوخبیب' ابوبکر' ابوبکیر (جامع صغیر' تاریخ بخاری) ابن حجر کہتے ہیں ان کو اس کنیت سے وہ بلاتا جو ان کی تعظیم کا قائل نہ تھا کیونکہ انہوں نے پہلے اپنے نانا کے نام سے کنیت رکھی تھی۔ ان کے والد زبیر بن العوام قرشی اسدی ہیں' مکی مدنی ہیں یہ صحابی بن صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔ ان کی والدہ اسماء بنت ابی بکر ذات النطاقین ہیں۔ ان کے والد عشرہ مبشرہ سے

ہیں۔ ان کو حواری الرسول کا لقب ملا۔ ان کی دادی صفیہ بنت عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ ان کے والد کی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد ام المومنین رضی اللہ عنہا ہیں۔ عبداللہ کی خالہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ مہاجرین کے مدینہ جانے کے بعد یہ سب سے پہلے پیدا ہوئے۔ مسلمان ان کی ولادت پر خوش ہوئے کیونکہ یہود نے پروپیگنڈہ کر رکھا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر سحر کر دیا ہے ان کے کوئی اولاد نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا کر دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحنیک کھجور اپنے منہ میں چبا کر فرمائی۔ ان کی کنیت ابوبکر نانا کی وجہ سے اور نام عبداللہ رکھا۔ یہ ہجرت کے بیس ماہ بعد پیدا ہوئے۔ بعض نے پہلا سال بتلایا۔ عبداللہ بڑے روزہ رکھنے والے اور قیام کرنے والے تھے۔ صلہ رحمی کرنے والے بڑے بہادر تھے۔ یزید بن معاویہ کی موت کے بعد ان کی اہل یمن وحجاز وعرق' خراسان نے بیعت کر لی۔ بیت اللہ کی عمارت نئے سرے سے تعمیر کی۔ حجاج بن یوسف کے محاصرہ تک خلافت رہی۔ ۷۲ھ ذی الحجہ کی پہلی رات مکہ کا محاصرہ ہوا۔ حجاج نے لوگوں کو حج کرائی' ان کا محاصرہ رہا یہاں تک کہ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ میں بروز منگل یہ شہید ہو گئے۔ بعض نے ۱۵ جمادی الاخرہ ۷۲ھ لکھا ہے پہلا قول معروف ہے۔ ان کی مرویات ۳۳ ہیں۔ متفق علیہ ۹ اور دو میں مسلم منفرد ہے۔

نووی تہذیب میں فرماتے ہیں عبداللہ یہ عبادلہ اربعہ میں سے ایک ہیں۔ وہ ابن عمر' ابن عباس' ابن زبیر' ابن عمرو ہیں یہ تمام محدثین اور امام احمد کا قول ہے۔ امام احمد سے کسی نے سوال کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو انہوں نے کہا وہ شامل نہیں۔

بیہقی کہتے ہیں یہ چاروں حضرات عرصہ تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ ان کے علم سے استفادہ کیا گیا۔ اس لئے کہتے ہیں یہ عبادلہ کا قول ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو عبداللہ کے نام سے چیزیں ذکر کی جاتی ہیں ان میں سے ۲۲۰ عبداللہ سے ملتی ہیں۔

جوہری کہتے ہیں ابن مسعود عبادلہ میں شامل نہیں کہ ابن العاص۔ مگر ان کا یہ قول غلط ہے۔ مگر سخاوی نے ایک اور راہ اپنائی ہے کہ عبادلہ سے مراد وہ اشخاص جو ان ناموں سے سمجھے جاتے ہیں نہ وہ جو کہ عبادلہ مشہور ہیں اب یہ اعتراض ہی غلط ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عبادلہ سے نہیں۔

لما وقف الزبير يوم الجمل: یوم جمل یہ مشہور واقعہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان پیش آیا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یوم جمل نام کی وجہ یہ ہے کہ حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک بڑے اونٹ جس کا نام عسکر تھا پر سوار کیا جس کو ایک سو دینار میں خریدا تھا بعض نے ۸۰ دینار اور بعض نے اس سے زیادہ لکھے ہیں۔ وہ اونٹ صفوں کے درمیان کھڑا کیا گیا۔ فوج کے افراد اونٹ کے گرد لڑتے رہے یہاں تک کہ اونٹ کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں اس پر فوج شکست کھا گئی۔ ۳۶ھ جمادی الاولیٰ یا اخریٰ کا واقعہ ہے۔

انه لا يقتل اليوم الاظالم او مظلوم ابن تین کہتے ہیں کیونکہ یا تو وہ صحابی ہوگا وہ تاویل کرنے والا ہوگا وہ تو مظلوم ہوگا۔ یا غیر صحابی ہوگا وہ دنیا کی خاطر لڑنے والا ہوگا تو وہ ظالم ہوگا۔

کرمانی کہتے ہیں اگر کوئی کہے تمام لڑائیوں کا یہی حکم ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ سب سے پہلی لڑائی تھی جو مسلمانوں کے

مابین ہوئی۔ابن حجر کہتے ہیں ① احتمال ہے کہ یہ او شک کے لئے ہو اور یہ راوی کی طرف سے الفاظ کے سلسلہ میں ظاہر کیا گیا ہو کہ زبیر نے ان میں سے ایک لفظ کہا۔ ② تنویع کے لئے ہو لا یقتل الیوم الا ظالم کا مطلب یہ ہے اس نے یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو جلد بدلہ دیتے ہیں یا مظلوم مقتول ہوگا اس بناء پر کہ وہ درست بات کو پانے والا تھا یا اس وجہ سے کہ اس نے علی رضی اللہ عنہ کی طرح یہ روایت سنی تھی: ابشر قاتل ابن صفیه بالنار احمد بسند صحیح اسی روایت میں حاکم کی سند میں یہ الفاظ بھی ہیں: واللّٰہ لئن قتلت لاقتلن مظلوماً واللّٰہ ما فعلت وما فعلت یعنی اشیاء فی المعاصی۔ پھر طلحہ و زبیر اور دیگر کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکلنا قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ اور ان پر حد کے قیام کے سلسلہ میں تھا۔ علی رضی اللہ عنہ سے قتال مقصود نہ تھا کیونکہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں تمام اہل زمانہ میں سب سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے اور قاتلین عثمان نے علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں پناہ لی تھی۔ پس انہوں نے خیال کیا کہ ان کو قتل کے حوالہ نہیں کر سکتے یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو اور معاملات اسی انداز سے چلنے لگیں جس کو وہ پسند کرتے ہیں۔ مگر جو تقدیر کے قلم سے لکھا تھا وہ امور پیش آ کر رہے۔ اسی لئے زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا جبکہ معاملے کی شدت دیکھی اور اندازہ کیا کہ اب سوائے لڑائی کے چارہ کار نہیں تو فرمایا: وانی لا ارانی الاقتل یہ اظن کے معنی میں ہے۔ الیوم مظلوماً: ابن حجر کہتے ہیں۔ اقتل اعتقاد کے معنی میں ہے اور یہ معاملہ اسی طرح پیش آیا کہ ان کو دھوکا سے قتل کیا گیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے ان کو یاد دلایا تو وہ لڑائی سے لوٹ گئے اور ایک جگہ آرام فرما رہے تھے کہ بنو تمیم کے ایک شخص ابن جرموز نے وادی سباع میں ان کو شہید کر دیا۔ حاکم نے متعدد طرق سے یہ بات نقل کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو یاد دلایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرو گے اور تم ان کے ساتھ زیادتی کرنے والے ہو گے تو اس پر زبیر رضی اللہ عنہ لوٹ پڑے۔

وان من اکبر ھمی لو بینی: عثام کی روایت میں یہ ہے: انظر یا نبیّ دینی فاہ لا ادع شینا اھم منه علیّ: یعنی مجھے سب سے زیادہ فکر اس وقت قرض کی ہے۔ افتری: کیا تم گمان کرتے ہو۔ ان دینا یبقی من مالنا شیئا: اپنے قرضہ کی کثرت ظاہر کرتے اور اس سے ڈراتے ہوئے فرمایا۔ لڑائی اسباب موت میں سے ہے اور ایسے وقت میں وصیت کی جا رہی ہے۔ اوصی بالثلث: کل مال کا ثلث جو قرض سے بچ جائے۔ وثلثه تیسرے کا تیسرا حصہ وہ عبداللہ کے بیٹوں کا۔ کرمانی کہتے ہیں انہوں نے ثلث بچ جانے والے کی مطلقاً وصیت کی اور ثلث کا ثلث پوتوں کو وصیت کی۔ ابن حجر نے کہا ثلث کی وصیت اور اسی ثلث کا ثلث اولاد عبداللہ کو۔ زبیر کہنے لگے اگر ہمارے مال سے ادائیگی قرضہ کے بعد کوئی چیز بچ جائے تو اس کا ثلث تمہارے بیٹوں کا ہے یہ ثُلُثُ: کا لفظ بعض نے ثلّث لام کی تشدید سے روایت کیا وہ زیادہ مناسب ہے۔ دامینی کہتے ہیں کہ ثلث کے ثلث کی وصیت پوتوں کو کی گئی تھی۔ فان فضل فثلثه لبنیك: اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ثلث فاضل مطلقاً عبداللہ کے بیٹوں کو دیا جائے اور پہلے یہ تصریح گزر چکی کہ وصیت صرف ثلث الثلث کی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قرضہ کے بعد کوئی چیز بچے تو اس کو وصیت کی طرف پھیرا جائے پھر اس کا ثلث عبداللہ کے بیٹوں کو دیا جائے اور حافظ نے اوصی بالثلث وثلثه واؤ کے ساتھ تشریح کی ہے۔ فاستعن بمولای: مولا سے اللہ تعالیٰ مراد ہیں اور ان کا اللہ پر کمال وثوق اور ہر

حالت میں اسی سے استعانت طلب کرنا ظاہر ہوتا ہے۔ اوربت: نہ پہچاننا۔ ما اراد یعنی مولیٰ کی مراد میری سمجھ میں نہ آئی کیونکہ ولاء حلف، ولاء عتاقہ کا احتمال تھا مولیٰ کا لفظ مشترک ہے مددگار، چچازاد، آزاد کرنے والا، آزاد کیا ہوا، حلیف، کارساز۔ النہایہ میں نے سوال کیا: من مولاك تو انہوں نے کہا اللہ۔

**اَلنَّحْوُ**: خبر محذوف ہے۔ مبتدا بھی محذوف ہوسکتا ہے ای هو الله۔ کربة: وہ غم جو نفس پر چھا جائے اور اس کی جمع کُرَب ہے۔ فیقضیه: اللہ تعالیٰ ایسی سہولت فرماتے جس سے قرضہ پورا ہو جاتا۔

**فَائِدَہ**: جو اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طلبگار ہو وہ معان ہے۔ الا ارضین: یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ دمامینی کہتے ہیں یہ ارض کی جمع تکسیر ہے۔ منها الغابه یہ عوال مدینہ کی عظیم مشہور زمین ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں منہا آیا مگر صحیح منهما ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارضین تثنیہ ہے نہ کہ جمع۔ دمامینی کی بات درست نہیں لگتی۔ بالبصره و داراً بالكوفة: یہ دونوں معروف شہر ہیں جن کو فاروق اعظم نے فوجی چھاؤنیوں کے طور پر آباد کرایا۔ کوفہ کہنے کی وجہ سے اس کی گولائی ہے۔ عرب کہتے ہیں رأیت کوفاناً کوفہ ریت کا گول ٹیلہ۔ دوسرا قول یہ لوگوں کے اجتماع کی وجہ سے کوفہ کہتے ہیں یہ تکوف الرمل سے لیا گیا ہے جب وہ ایک دوسرے پر چڑھ جائے۔ بعض نے کہا اس کی مٹی کنکریوں سے ملی ہوئی ہے۔ عرب ہر ایسی جگہ کو کوفہ کہتے ہیں۔ حازمی کہتے ہیں کہ کوفہ کو کُوفان کہتے ہیں۔ ابن قتیبہ نے اپنے غرائب میں لکھا کُوفَان اور کُوفَان۔ مصر یہ غیر منصرف ہے۔ یہ اس علاقہ کا نام ہے جس کی حدود طول میں برقہ سے شروع ہو کر بحر روم کے جنوب میں ایلہ تک ہے اور چوڑائی میں مدینہ اسوان اور صعید اعلیٰ میں اس کی چوٹیوں سے ہوتا ہوا رشید اور اس کے بالمقابل نیل کے بحر روم میں گرنے کی جگہ تک اس کا نام مصر بن منصر بن سام بن نوح کے نام سے پڑا۔ یہ قرض اللہ تعالیٰ کی مدد سے ادا ہوا۔ ورنہ اتنی جائیداد سے قرضے کی ادائیگی ممکن نہ تھی۔ اب آگے قرض کی وجہ بتلاتے ہیں۔

فیقول لا: یعنی میں اس کو امانتاً نہیں رکھتا کیونکہ وہ اپنے نفس کی سخاوت کو جانتے تھے۔ پس انہیں اس کے خرچ کا خطرہ ہوا۔ اگرچہ ان سے ہوا نہیں مگر بطور سد ذرائع انہوں نے اس کو قرض بنایا۔

**اَلنَّحْوُ**: ان اور اس کا معمول یہ کان اول کی خبر ہے۔ کان ثالث کا اسم ضمیر ہے جو رجل کی طرف لوٹتی ہے اور اس کی خبر یا تیہ ہے۔ انی اخشی علیه الضیعة: مجھے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔

یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ اس جملے میں بتلایا کہ امانت کی بجائے میں نے قرض سے کیوں بنایا۔ ① سخاوت میں خرچ ہو جائے گا۔ ② کوئی اڑا لے جائے گا۔ ③ چور چرا لے۔ تو امانت کا ضمان نہیں جبکہ مکمل حفاظت کا انتظام کیا ہو۔ انہوں نے چاہا کہ مال ان کے ذمہ محفوظ ہو جائے۔ ابن حجر کہتے ہیں ان کو خطرہ ہوا کہ مال ضائع ہو اور آدمی یہ گمان کرلے کہ اس نے پوری حفاظت نہیں کی۔ پس انہوں نے خیال کیا کہ اس کا ضامن بن جانا صاحب مال کے لئے زیادہ قابل وثوق اور ان کی مروّت کو باقی رکھنے والا ہے۔ ابن بطال کہتے ہیں تاکہ اس مال کا نفع ان کے لئے حلال ہو جائے۔ ابن بکار کہتے ہیں عثمان، عبدالرحمان بن عوف، مطیع بن اسود، ابو العاص بن ربیع، عبداللہ بن مسعود، مقداد بن عمرو تمام نے زبیر بن العوام کے متعلق وصیت کی تھی۔

امارة: یہ امر کا مصدر ہے۔ والی بننا (قاموس) قط: استغراق نفی کے لئے آتا ہے۔ جبایة: مال کو اس کے گمان کے مقامات سے

نکلوانا۔ خراجًا: خراج زمین پر ٹیکس۔ یہ ابن بکار کی اس نقل کے خلاف نہیں۔ للزبیر الف مملوك یؤدون الیه الخراج۔ (اس سے مراد آمدنی)

ولا شیئًا الا ان یکون فی غزوة: ابن حجر کہتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ کثرت مال ان اطراف سے نہیں ہوا کیونکہ یہ مقامات ظن سوء کے مقتضی ہیں بلکہ ان کے ہاں مال صرف غنیمت سے تھا (یا تجارت جو وہ کرتے تھے) حکیم بن حِزّام: قریش میں یہ حا کے کسرہ کے ساتھ ہے اور انصار میں حَزّام: حا و زا کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ یہ زبیر کے ابن عم ہیں۔ یابن اخی: یہ کم عمری کی وجہ سے خطاب فرمایا۔ حکیم کی عمر اس وقت ۱۰۰ سال اور عبداللہ تقریباً ۴۰ سال کے تھے۔ مائة الف: ابن بطال کہتے ہیں عبداللہ نے بات اس لئے چھپائی تا کہ حکیم قرض کو زیادہ خیال کر کے ان کے متعلق بے احتیاطی کا گمان نہ کریں اور عبداللہ کے متعلق پورا نہ کر سکنے کا خیال فرمائیں۔ پھر وہ ان کی طرف احتیاج کی نگاہ سے دیکھیں۔ جب حکیم نے ایک لاکھ کو بھی بہت سمجھا تو انہوں نے پورا قرضہ سوالیہ انداز میں ذکر کر دیا۔ ابن بطال کہتے ہیں مائة الف کہنا اور بقیہ چھپانا یہ کذب نہیں کیونکہ یہ بعض کی اطلاع اور باقی سے سکوت ہے۔ اس لئے وہ صادق ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں عدد کو جاننے والا اس کو غیر واقعی خبر خیال کرتا ہے۔ اسی لئے ابن التین نے کہا یہ کتمان عبداللہ مجازاً ہے۔

ما اُرٰاکم: اگر ہمزہ کا ضمہ پڑھیں تو معنی گمان کرنا اور فتحہ پڑھیں تو یقین کرنا ہوگا۔ فان عجزتم عن شئی منه فاستعینوا بی۔ ابن حجر کہتے ہیں عبداللہ بن مبارک نقل کرتے ہیں کہ حکیم نے قرض کی ادائیگی کیلئے چار لاکھ تک پیش کش کی مگر عبداللہ نے قبول نہ کی۔ بلکہ کہا تم صرف میرے ساتھ عبداللہ بن جعفر کے ہاں چلو چنانچہ وہ ان کو اور عبداللہ بن عمرؓ کو لے کر سفارش کے لئے گئے۔ عبداللہ نے کہا کیا تم ان کو سفارشی لائے ہو۔ وہ میں نے تمہیں دے دیا۔ انہوں نے کہا میرا یہ مقصد نہیں۔ عبداللہ نے کہا تم مجھے اس کے بدلے اپنے یہ جوتے دے دو۔ اس نے کہا میں یہ نہیں چاہتا۔ عبداللہ نے کہا وہ تمہارے ذمہ قیامت تک ہے (یعنی جب چاہو دو) اس نے کہا میں یہ بھی نہیں چاہتا۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا اب تم جو حکم کرو۔ ابن زبیر کہنے لگے میں اس کے بدلہ میں زمین دینا چاہتا ہوں۔ ابن جعفر نے منظور کر لیا۔ اس زمین کو معاویہ نے اس سے زیادہ قیمت سے لے لیا۔ بالف الف وستمائة الف گویا انہوں نے اس کے سترہ پلاٹ بنائے اور ہر پلاٹ ایک لاکھ میں فروخت کیا۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے چار لاکھ قرضہ میں زمین کا ایک ٹکڑا لیا۔ علقمی نے حاشیہ جامع صغیر میں لکھا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا تم اور میں صرف موقعہ پر ہونے چاہئیں۔ ان کو ایک بے آباد زمین جس میں کوئی حصہ آباد نہ تھا وہ دے دی۔ فراغت کے بعد ابن جعفر نے غلام کو کہا۔ میرا مصلی اس سخت جگہ ڈال دو۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھی اور ایک طویل سجدہ کیا جس میں دعائیں کرتے رہے۔ دعا سے فارغ ہوئے تو غلام کو کہا میرے سجدہ والی جگہ کھودو۔ جب کھدائی کی گئی تو ایک جوش مارنے والا چشمہ نکلا پھر اسکا پانی نکالا۔ ابن زبیر نے کہا تم اقالہ کر لو۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول کیا ہے۔ پس میں اقالہ نہ کروں گا۔ تو وہ حصہ زیادہ آبادی والا بن گیا۔ اس کی نسبت جو آل زبیر کے قبضہ میں تھی۔ فقدم علی معاویة یعنی خلافت معاویہ کے زمانہ میں ابن حجر نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ یہ قرض خواہوں کے انتظار کے بعد تا کہ بقیہ کے قرض سے وہ بری الذمہ ہو جائیں۔ قُومت یہ ماضی مجہول ہے۔ بعض نے معروف پڑھا۔

**کم بقی:** سے مراد غابہ یا سہام باقیہ یہ زیادہ بہتر ہے۔

**سھم ونصف** اس کا مبتداء محذوف ہے یا بقی منہا سہم گویا فعل مقدر کا فاعل ہے۔

**بستمائہ الف:** تو ابن جعفر کو ۲ لاکھ نفع ہوا۔ دینہ وہ قرضہ جو لکھا تھا یا ان کو معلوم ہو سکا۔ **بنو الزبیر** ① وہ عبداللہ عروہ منذر یہ تمام اسماء کے بیٹے ہیں۔ اور ② عمر خالد ان کی والدہ خالد بن سعید کی بیٹی ہے۔ ③ معصب حمزہ ان کی والدہ رباب بنت النیف ہے۔ ④ عبیدہ جعفر ان کی والدہ زینب بنت بشر ہے۔ ⑤ زینب اس کی والدہ ام کلثوم بنت عقبہ ہے۔ بقیہ اولا د ان سے پہلے فوت ہو گئی۔ **ینادی فی الموسم** وہ حج کے موقعہ پر اعلان کرتے کہ جس کا زبیر کے ذمہ قرضہ ہو وہ آئے اور لے لے۔ ابن حجر کہتے ہیں اس قسم کی چیز تمام ورثاء کی رضامندی پر موقوف ہے۔ ورنہ معلوم قرضہ جات کی ادائیگی کے بعد اگر ورثاء تقسیم کا مطالبہ کریں تو متوہم قرضہ کی وجہ سے روکا نہ جائے گا۔ پھر جب اس کے بعد قرضہ ثابت ہوگا تو اس سے اس کے حصہ کی مقدار واپس کر لی جائے گی۔ ابن زبیرؓ نے تاخیر کو اسلئے پسند کیا کیونکہ بڑے شہر جن میں حجاز میں لوگ آتے تھے وہ چار تھے یمن عراق شام مصر۔ تو انہوں نے ہر ہر طرف والوں کے لئے ایک ایک سال کی تاخیر کی تاکہ چوتھے سال ان کا دوبارہ لوٹنا ہوگا۔ ان میں سے بعض کو اس طویل مدت میں اطلاع پہنچ جائے گی اور حج کے مجمع کو اس لئے منتخب کیا کہ وہاں تمام اطراف سے لوگ آتے ہیں۔ **فلما مضی اربع سنین:** یہ مجازاً کہا گیا کیونکہ اگر ۳۶ھ کا حج شمار کریں تو ساڑھے تین سال بنتے ہیں اور اگر اس کو شمار نہ کریں تو پھر چار سال چھ ماہ بنیں گے۔ اس طرح کہیں گے کہ کسر کو چھوڑ دیا۔ یا پہلے میں کسر کو ختم کر کے پورا کر لیا۔ **قسم:** تو قرض اور وصیت کے بعد تقسیم کیا۔ **دفع الثلث** یعنی ان کو دیا جن کے متعلق وصیت کی گئی تھی۔ **اربع نسوۃ** چار بقید حیات تھیں۔ بقیہ وفات پا چکی تھیں ان کے نام یہ ہیں ① ام خالد ② الرباب ③ زینب ④ بعض نے عاتکہ بنت زید کا نام لیا ہے یہ سعید بن زید کی بہن تھیں۔ دو مطلقہ تھیں ① اسماء ② ام کلثوم۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اسماء سے رجوع کر لیا اور عاتکہ کو طلاق دے دی۔ یہ عدت طلاق میں تھیں کہ زبیر شہید ہو گئے۔ پس ان کو آٹھویں حصہ کا چوتھائی مل گیا جس کی مقدار ۸۰ ہزار تھی۔

**فاصاب کل امراۃ:** ہر بیوی کو ایک لاکھ بیس ہزار ملا۔ (اس سے اوپر والا قول غلط ہو گیا) یہ اصل حصہ ہے۔ مصالحت کا حصہ چار لاکھ تھا وہ بھی ان پر تقسیم ہوا۔

امام بخاری کہتے ہیں **فجمیع مالہ** ۵ کروڑ دو لاکھ تھا۔

ابن بطال قاضی نے کہا یہ حساب کے لحاظ سے غلط ہے۔ کرمانی کہتے ہیں جب آٹھواں چار لاکھ اسی ہزار ہے تو تمام مقدار تین کروڑ ستاسی لاکھ بنتا ہے اور قرض سمیت ۵ کروڑ ۹۸ لاکھ بنتا ہے۔ تمام صورتوں میں حساب درست نہیں۔ کرمانی کہتے ہیں شاید وفات کے وقت اتنی مقدار ہو جو بخاری نے کہی پھر چار سال اموال کی آمدنی پانچ کروڑ اسی لاکھ بن گئی۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (۳۱۲۹)

# ۲۶ :بَابٌ تَحْرِيْمِ الظُّلْمِ وَالْاَمْرِ بِرَدِّ الْمَظَالِمِ

## باب: ظلم کی حرمت اور مظالم کے لوٹانے کا حکم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ [غافر:۱۸]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کہ ظالموں کے لئے کوئی دوست ہوگا نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے''۔(غافر)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ [الحج:۷۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا''۔(الحج)

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا حَدِيْثُ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْمُتَقَدِّمُ فِيْ اٰخِرِ بَابِ الْمُجَاهَدَةِ۔

پھر احادیث میں سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو باب مجاہدہ کے آخر میں پہلے گزری۔

ظلم لغت میں کسی چیز کو اس کے غیر مقام میں رکھنا۔

شرعاً: ناحق کسی دوسرے کے حق میں تصرف کرنا یا حد سے تجاوز کرنا۔ برد المظالم: اگر چیز باقی ہو تو بعینہٖ اور اگر تلف ہوگئی اگر وہ مثلی ہے تو اس کی مثل اور اگر مثلی نہیں بلکہ قیمت والی ہے تو اس کی قیمت ادا کرے۔ الی اصحابها اگر اس کا کوئی مالک باقی ہو ورنہ ان کے ورثاء اور اگر مستحق معلوم نہیں رہا اس کے ملنے کی امید نہیں تو امانت دار قاضی کے سپرد کردے اگرچہ اس کے شہر کا نہ ہو۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو (جیسا آج کل قاضی ہی نہیں) تو فقراء پر چٹی کی نیت سے صدقہ کردے کہ اگر وہ مل گیا تو اس کا بدل دے دوں گا یا اپنے ہاں چھوڑ دے اور اس کے لئے خیر کی بہتر وجہ تلاش کرے اور یہ قول ظاہر ہے عز بن جماعہ کا قول بھی اسی کی طرف مشیر ہے اور اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ اگر خود حاجت مند ہو تو اس کو خود صرف کرے۔ غزالی بھی اسی طرف گئے ہیں کہ اس کو اس سلسلہ میں میانہ روی اختیار کرنی چاہئے ابن جماعہ نے اس کو احکام شرعیہ کے جاننے سے مقید کیا۔

ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں یہ شرط نہیں البتہ یہ ضرور شرط ہے کہ اس کو اپنے اوپر اس وقت صرف کرنا چاہئے جب اس کو معلوم ہو کہ اس کو خرچ کرنا جائز ہے مثلاً اہل وعیال جن کی مونت اس پر لازم ہے۔

آیت ① ﴿مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ﴾ ...... حمیم وہ قریبی جو مشفق ہو۔ ولا شفیع یطاع اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جو سفارش کرے۔ یہاں ضمیر ھم کی بجائے ظالمین کا لفظ لائے تاکہ بتلایا جائے کہ یہ سلوک ان کے ظلم کی وجہ سے ہے۔

آیت ② ﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ یعنی ظالم لوگ بے یار و مددگار جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

**نوٹ:** یہ آیت پہلے نسخوں میں غلط لکھی گئی۔ وما للظالمین من ولی ولا نصیر جو کہ کاتب کی غلطی ہے۔ پہلے حدیث

ابوذر باب المجاہدہ میں گزری ہے۔مزید روایات آتی ہیں۔

**الفوائد:** ① موت کے اسباب یقینی ہو جائیں تو وصیت مستحب ہے اور واجب امور میں واجب ہے۔② ادائیگی قرض کے بعد وراثت تقسیم ہوگی۔③ ادائیگی قرضہ میں انتظار درست ہے جبکہ ترکہ نقدی کی شکل میں نہ ہو۔④ وارث ... علاوہ اگر دوسرے کا حصہ خریدنا چاہے تو اس میں حرج نہیں۔⑤ اگر حقوق کی ادائیگی کردی گئی ہو تو زیادہ مال ممنوع نہیں بشرطیکہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہ کرے۔⑥ حضرت زبیرؓ کے اللہ عزوجل پر یقین و توکل کا مرتبہ ظاہر ہوا۔⑦ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی قوت نفس بھی ظاہر ہورہی ہے کہ احباب سے اعانت کو قبول نہ کیا۔

۲۰۵: وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَآءَ هُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۰۵: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ظلم سے بچو! اس لئے کہ ظالم قیامت کے دن اندھیرے میں ہوں گے اور بخل سے باز رہو اس لئے کہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ان کو ایک دوسرے کا خون بہانے اور حرام کو حلال قرار دینے پر آمادہ کیا''۔(مسلم)

**تشریح** ۞ اتقوا الظلم: بندوں پر ظلم سے پرہیز کرو۔ان میں سے نفس پر ظلم بھی ہے۔نفس سے اس کا حق روکنا۔② نفس کی اللہ تعالیٰ کی معصیت میں اعانت کرنا اور اس کے پیچھے چلنا۔فان الظلم: قاضی عیاض کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ظلم ظالم کے لئے باعث اندھیرا ہوگا اور دنیا میں کئے ہوئے ظلم کے سبب قیامت میں وہ ہدایت نہ پائے گا۔جیسا کہ مؤمن کے ایمان کی روشنی قیامت کے دن ہوگی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿یسعٰی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم ...﴾ (الحدید:۱۲) ② بعض نے کہا ظلمات سے مراد سختیاں ہیں۔جیسا اس آیت کی تفسیر کی گئی ہے۔﴿قل من ینجیکم من ظلمات البر والبحر﴾ (الانعام:۶۳) ③ یہ عقوبات وسزاؤں کی تعبیر ہے۔

④ طیبی کہتے ہیں ظاہر سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ظلمات یہاں حقیقت ہے مجاز نہیں مگر وہ مجاز ہے کیونکہ مسبب کو سبب پر محمول کیا گیا ہے۔مراد یہ ہے کہ اندھیرے حقیقت میں ظلم کا سبب ہیں۔

**فرق انکال** ☆: اور انکال اور شدائد میں فرق یہ ہے کہ شدائد تو میادین قیامت میں دخول نار سے پہلے پیش آئیں گے اور انکال آگ میں داخلہ کے بعد۔(طیبی)

⑤ ابن جوزی فرماتے ہیں ظلم کے دو معاصی پر مشتمل ہے:① ناحق دوسرے کا حق لینا ② اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور مبارزت ہے ان میں ہر ایک گناہوں میں دوسروں سے بڑھ کر ہے کیونکہ اگر دل ہدایت کے نور سے روشن ہوا تو ضرور عبرت حاصل کرے گا۔

**نکتہ** ☆: واتقوا الشح: ① الشُح: انتہائی بخل۔② بخل مع الحرص۔③ بخل انفرادی معاملات میں ہوتا ہے اور شح عام ہے۔④ بخل کا تعلق صرف مال سے ہے اور شح مال و معروف ہر دو سے ہے۔

من کان قبلکم: اس سے پہلی امم مراد ہیں۔ ھلاکت ① معنوی ② حسی اور اس کی تائید حملھم علی ان سفکوا دماء ھم یعنی ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ جیسا کہ اس اسرائیلی نے اپنے ابن عم کو جلد میراث کے لئے قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حقیقت منکشف کر دی۔ انہوں نے محارم کو حلال قرار دیا۔

بقول مظہری انہیں مال حرام جمع کرنے کی شدید حرص تھی وہ حصول مال کے لئے ایک دوسرے کو مار ڈالتے۔ واستحلوا محارمھم اللہ تعالیٰ نے جس بات کو ان کی عورتوں کے سلسلہ میں حرام کر رکھا تھا انہوں نے اسے حلال قرار دیا یعنی ان سے بے حیائی کرنے لگے اور ② اس سے زیادہ قریب بات یہ ہے کہ جن چیزوں کی خرید و فروخت ان پر حرام کی گئی تھی انہوں نے اس کے لئے حیلہ بازی کی مثلاً چربی انہوں نے اس کو پگھلا کر فروخت کر کے اس کی رقم استعمال کی۔ ہفتہ کے روز شکار انہوں نے شکار کے لئے گڑھے کھودے ہفتہ والے دن مچھلی اس میں روک لی اور اتوار کو شکار کر لیا۔ اس میں اس بات کی مذمت کی گئی کہ جس چیز میں حرام سے نکلنے کی کوئی راہ نہ ہو اس کے لئے حیلہ بازی نہ کی جائے۔ مثلاً عمدہ کھجور ایک مد کے بدلے دو مد ردی بیچنا نا جائز ہے۔

اور اگر ردی کو اس کی اپنی قیمت سے فروخت کر دے اور پھر اس قیمت سے عمدہ خرید لے تو اس میں قباحت نہیں۔

**تخریج** ☆ رواہ مسلم۔ اس کو بقول سیوطی احمد' بخاری نے ادب میں ذکر کیا اور الظلم ظلمات یوم القیامہ کو بخاری' مسلم' ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

**الفرائد** : ① ظلم سے بہر صورت بچنا چاہئے۔ ② حرص و بخل انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں۔

۲۰۶: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰی اَهْلِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۰۶: حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: "تم سے ضرور حقوق والوں کے حقوق ادا کروائے جائیں گے یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کو بدلہ دلوایا جائے گا"۔ (مسلم)

**تشریح** ☆ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ: یہ لام تاکید با نون ثقلیہ مجہول مخاطب کا صیغہ ہے۔

حتی یقاد للشاۃ الجلحاء: حتی انتہائی غایت کے لئے ہے۔ الجلحاء: بے سینگ بکری۔ من الشاۃ القرناء: سینگ والی بکری۔ نووی کہتے ہیں اس میں تصریح ہے کہ جانوروں کا بھی اسی طرح حشر ہوگا جیسا اہل تکلیف جن و انس اور جیسا کہ بچوں اور مجانین کا بھی۔

اس پر کتاب و سنت کے دلائل ہیں فرمایا: ﴿واذا الوحوش حشرت﴾ (التکویر)

**قاعدہ** ☆: جب شرع میں کوئی لفظ وارد ہو اور عقل و شرع اس کو ظاہر پر رکھنے میں مانع نہ ہوں تو اس کو ظاہر پر رکھنا ضروری ہے۔ علماء کا قول ہے حشر کی شرط مجازات' عقاب' ثواب نہیں ہے۔ باقی سینگ والی سے بے سینگ کا قصاص یہ قصاص مکلف نہیں بلکہ یہ قصاص تقابل ہے۔ (النووی)

**تخریج:** أخرجه مسلم (۲۵۸۲)

۲۰۷ :وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُما قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَلَا نَدْرِيْ مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ حَتّٰى حَمِدَ اللّٰهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالِ فَاَطْنَبَ فِيْ ذِكْرِهٖ ' وَقَالَ :"مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَهٗ اُمَّتَهٗ :اَنْذَرَهٗ نُوْحٌ وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ بَعْدِهٖ ' وَاِنَّهٗ اِنْ يَّخْرُجْ فِيْكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَاْنِهٖ فَلَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْكُمْ اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّهٗ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ۔ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَآءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ" قَالُوْا :نَعَمْ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ" ثَلَاثًا وَيْلَكُمْ اَوْ وَيْحَكُمْ اُنْظُرُوْا :لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَهٗ۔

۲۰۷: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اس دوران حضور ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے۔ ہمیں معلوم نہ تھا کہ حجۃ الوداع کیا ہے؟ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر مسیح دجال کا طویل تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو مبعوث فرمایا اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا۔ نوح علیہ السلام نے اس سے اپنی قوم کو ڈرایا اور ان کے بعد والے انبیاء علیہم السلام نے بھی اور اگر وہ تم میں نکل آئے تو تم پر اس کا حال مخفی اور پوشیدہ نہ رہے گا۔ (بلکہ آسانی سے تم پہچان لو گے) بے شک تمہارا رب کانا نہیں اور وہ دجال بلاشبہ دائیں کانی آنکھ والا ہے۔ اس کی وہ آنکھ گویا ابھرا ہوا انگور ہے۔ پھر فرمایا خبردار! بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے خون اور تمہارے مال حرام کر دیئے ہیں جس طرح تمہارے اس مہینے میں یہ دن حرمت والا ہے۔ خبردار! کیا میں نے تم تک پیغام پہنچا دیا؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ تو بھی گواہ ہو جا''۔ یہ تین مرتبہ فرمایا پھر فرمایا تمہارے لئے ہلاکت وافسوس ہے! دیکھنا میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ بخاری نے اس کو روایت کیا اور مسلم نے کچھ حصہ روایت کیا۔

**تشریح** ۞ حجة الوداع: اس کا نام حجۃ الوداع اس لئے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں امت کو الوداع فرمایا۔ اس کو حجۃ البلاغ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں "هل بلغت" کا کلمہ بار بار فرمایا۔ اس کو حجۃ الاسلام کہتے ہیں کیونکہ اس میں کوئی مشرک نہ تھا۔ (ابن النحوی علی جامع الصغیر)

**بین اظهرنا:** یہ جملہ محل حال میں واقع ہے۔ یعنی ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ اظہرنا اور ظہرانینا کا معنی ایک ہی ہے۔

**لا ندری ما حجة الوداع:** ہم اس حج کی وجہ تسمیہ نہ جانتے تھے۔ توشیح میں ہے کہ گویا یہ بات آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائی اور صحابہ نے بیان کر دی۔ مگر وداع کی مراد سمجھ نہ آئی کہ وداع سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جدا ہونا ہے یہاں

تک کہ آپ کی جلد وفات ہوگئی۔

**النحو:** حمد الله و اثنی کا عطف مغایرت بھی ہو سکتا ہے اور عطف رویف بھی۔

الدجال: جھوٹ میں مبالغہ کرنے والا اس لئے کہ وہ مارنے اور زندہ کرنے کا مدعی ہوگا ہر عاقل اس کے دعویٰ کو جھوٹ قرار دے گا چہ جائیکہ ایک مؤمن۔ المسیح کا لفظ جب مطلق بولا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہوتے ہیں۔ دجال کے لئے اسی لئے اس کو مقید استعمال کیا گیا ہے۔ ابوداؤد کا قول یہ ہے کہ دجال کے لئے یہ سین کی تشدید کے ساتھ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تخفیف کے ساتھ۔ مگر مشہور پہلا ہے۔ ایک قول یہ ہے ہر ایک میں تشدید و تخفیف مستعمل ہے۔ دجال کا لقب تو اس لئے ہے کہ وہ ممسوح العین الواحد ہے۔ ایک اور قول یہ ہے اس کے چہرے کی ایک جانب ممسوح ہے نہ اس میں آنکھ ہے نہ آبرو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ ہر خیر سے ہانکا اور دور کیا ہوا ہے۔ بہر صورت فعیل بمعنی مفعول ہے۔ مگر ایک قول یہ ہے کہ فعیل بمعنی فاعل ہے۔ پھر دجال کو دجال کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ زمین کا بڑا حصہ تھوڑے وقت میں طے کرے گا۔ بعض نے کہا مَسِّیْحٌ' مَسْکِیْنٌ کے وزن پر ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں یہ اصل زبان میں شین سے تھا پھر عربی میں آیا تو سین سے بدل گیا۔

فاطنب آپ نے اس کے فتنہ سے خبردار کرتے ہوئے تفصیل فرمائی۔ من نبی: ہر مرسل نے اس کے فتنے سے خبردار کیا۔ من عموم استغراق کے لئے ہے۔ انذر امته یعنی اس کے بعض اوصاف بتلائے۔ انذره نوح۔ انذر منه نوح قومه: یہ ماقبل کی تفصیل کرنے والا جملہ ہے۔ اپنی اپنی امتوں کو ڈرایا۔ یخرج فیکم کیونکہ تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ پس اس کا نکلنا ضروری ہے کیونکہ پچھلی امتوں میں نہیں نکلا۔ فما شرطیہ اے ای شئی یخفی علیکم ان ربکم۔

انّ اپنے معمول سے مل کر یخفی کا فاعل ہے۔ مگر صحیح نسخہ میں یہ انّ الگ جملہ ہے اے لا یخفی علیکم مضمون هذا الکلام۔

انه اعور: یہ جملہ مستانفہ ہے یا پہلے انّ سے بدل ہے (کرمانی) بصریین کے نزدیک اصل یہ ہے اعور عین صفحة وجهه الیمنیٰ: اس کے چہرے کی دائیں جانب والی آنکھ اندھی ہے۔ کان عینه عنبة طافیة: اس میں محسن بدیعی ہے جیسا اس حدیث میں ارفع ازارك فانه اتقٰی و ابقٰی و انقٰی: تم اپنی چادر ٹخنوں سے اوپر کرلو یہ زیادہ تقویٰ زیادہ بقاء اور زیادہ ستھرائی کا باعث ہے۔ طفٰی یطفو: تیرنا بلند ہونا۔ اس کی آنکھ کو گچھے میں اپنے مثل دانوں سے الگ ظاہر ہونے والے دانے سے تشبیہ دی ہے۔ الا یہ کلمہ تنبیہ ہے۔ دماء کم و اموالکم یعنی خون بہانا اور مال لینا حرام کیا ان کی ذوات حرام نہیں۔ هذا سے یوم النحر مراد ہے۔ فی بلدکم هذا حرم مکہ مراد ہے۔ ایک سوال۔ مشبہ بہ مشبہ سے کم درجہ ہے یہ خلاف قاعدہ ہے۔

الجواب: اہل عرب کے دلوں میں اس دن اور مکہ شریف کی عظمت ثابت شدہ تھی۔ مگر نفوس و اموال کو جاہلیت میں ہر طرح مباح سمجھا جاتا تھا۔ تشبیہ میں ان کے ہاں ثابت شدہ بات کو سامنے رکھا گیا گویا مناط تشبیہ سامع کے ہاں اس چیز کا ظہور ہے۔ هل بلغت: حاضرین کو خطاب ہے۔ مفعول کو عموم کے لئے حذف کیا گیا ہے۔ ای هل بلغتکم۔ اللهم یہ اصل میں یا اللہ ہے۔ حرف نداء حذف کر کے میم اس کی جگہ لائے۔ اشهد: تو گواہ ہو جا ان کی گواہی پر تا کہ قیامت کو کوئی انکار کرنے والا انکار نہ کر سکے۔ ثلاثا یعنی ثلاث مرات (تین مرتبہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم تاکید والی بات کو تین مرتبہ دہراتے۔ کان اذا تکلم بکلام

اعاده ثلاث لیفهم عنه"۔

ویلکم: یہ ویح کی طرح ہے۔ یہ سزا کے لئے آتا ہے۔ کہا جاتا ہے ویلك و ویله۔

اس کا نصب اضمار فعل کی وجہ سے ہے ای الزمه الله ویلاً۔ جب مضاف نہ ہو تو رفع ابتداء کی وجہ سے آتا ہے۔ اگر مرفوع پڑھیں تو اس کی خبر نہیں۔ اضافت کی صورت میں نصب متعین ہے۔ او ویحکم او راوی کو شک ہے کہ کونسا کلمہ فرمایا۔ ویح یہ کلمہ رحمت ہے۔ بقول یزیدی اس کا معنی ایک ہے۔ ولا ترجعوا: رجع صیر کے معنی میں ہے اور عمل بھی وہی کرتا ہے جیسا یہی روایت ہے یعنی مت ہلو جاؤ۔ بعدی کفاراً: یہ کالکفار مانیں تو تشبیہ ہے۔ ② مجاز ہو تو بطور تغلیظ یہ بات فرمائی۔ لغۃ چھپانا معنی ہے۔ سیوطی نے دس قول لکھے ہیں جامع صغیر دیکھیں۔ سب سے بہتر اس کو ظاہر پر رکھنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارتداد سے منع فرمایا (جیسا وفات شریف کے بعد ارتداد کا فتنہ زور سے پھیلا اسی کی طرف اشارہ ہے) خوارج نے اس کا معنی کفر سے کیا جو کہ ملت سے نکلنا ہے۔ ان کے ہاں تو ہر معصیت باعث کفر ہے۔ یضرب بعضکم اقاب بعض: قاضی عیاض کہتے ہیں یضرب مضارع مرفوع ہی صحیح روایت ہے۔ ابن ملک کہتے ہیں: ① یہ جملہ کفار کی صفت ہے۔ ای لا ترجعوا بعدی کفراً متصفین بهذه الصفة یعنی یضرب بعضکم: تم میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا کہ ان کی طرح ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔ ② لا ترجعوا: کی ضمیر سے حال ہو۔ تم مت کفر کرنا اس حالی میں کہ ایک دوسرے کی گردنیں مار رہے ہو اس امر کی وجہ سے جو تمہارے درمیان پیش آئے جس سے ناحق قتل کو حلال قرار دے لو۔ ③ کفار کی طرح مقاتلہ کی حالت میں مت لوٹو کہ فتنے اٹھاؤ اور شر بھڑکاؤ۔ اس طرح کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے میں کوئی پرواہی نہ ہو۔

④ باکے جزم سے بھی مروی ہے۔ اس صورت میں ترجعوا کا بدل ہے۔

مت مارو ایک دوسرے کی گردن جیسے کافر کرتے ہیں۔

⑤ شرط کی جزاء مقدار بھی ہو سکتی ہے۔ پس اگر تم لوٹ گئے تو تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو گے۔ (کسائی)

مغلطائی نے جزم پر جزم کر کے کفر والی تاویل کو اختیار کیا ہے اور جنہوں نے مضارع مرفوع مانا ہے وہ حال یا جملہ مستانفہ بناتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

**تخریج**: بخاری کتاب المغازی من حدیث ابن وہب بسندہ۔ اور دوسرے مقامات پر مختصراً نقل کیا ہے۔ مسلم نے اس کا کچھ حصہ کتاب الایمان میں ابن عمر یہی جملہ نقل کیا: ویلکم لا ترجعوا الحدیث مزی کہتے ہیں اس کو ابوداؤد فی السنہ' نسائی فی المحاربہ' ابن ماجہ فی الفتن میں مختصراً نقل کیا ہے۔ (اطراف للمزی)

**الفرائد**: ① مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگنی چاہئے۔ ② مسلمان کا خون مسلمان پر حرام ہے۔ ③ امت کو نصیحت فرمائی گئی کہ زوال پذیر دُنیا کی خاطر وہ ایک دوسرے کا خون مباح نہ قرار دیں اس لئے کہ یہ شدید ترین ظلم ہے۔ ④ دم مسلم کی حرمت کو بلاحرام کی حرمت سے تشبیہ دے کر حرمت میں مبالغہ فرمایا گیا ہے۔

۲۰۸ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ مِّنَ الْاَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۰۸ : حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ایک بالشت کے برابر زمین ظلماً قبضہ میں لی اللہ تعالیٰ اس کو سات زمینوں کا طوق گلے میں پہنائے گا''۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ قید: مقدار۔ شبر من ارض یہ قلیل مقدار کا تذکرہ فرما کر ظاہر کر دیا کہ تھوڑی زیادہ مقدار اس میں برابر ہے۔ طُوِّقه طوّقه اللّٰه: اللہ تعالیٰ اس کے گلے میں طوق بنا دیں گے۔

خطابی کہتے ہیں: ① اس کو تکلیف دی جائے گی کہ جو اس نے زمین کے ذریعہ ظلم کیا وہ قیامت میں منتقل کرے وہ ظلم گویا اسکے گلے کا ہار بن گیا۔ یہ نہیں کہ حقیقت اس کا طوق بنایا جائے گا۔

② اس کو ساتوں زمینوں تک دھنسا دیں گے۔ تو اس حالت میں ہر زمین اس کا طوق بن جائے گی۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ دوسری تاویل کی تائید ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بخاری والی روایت کر رہی ہے: "خسف به الی سبع ارضين"۔

③ بعض نے پہلے کی طرح معنی کیا۔ لیکن کہا کہ ظلم منتقل کرنے کے بعد ان مظالم کو اسکی گردن میں طوق بنا دیا جائیگا اور اسکی گردن بڑی کر دی جائیگی تا کہ وہ اس میں پورا آ سکے۔ جیسا کہ کافر کے چمڑے کی موٹائی اور بیٹھنے کی جگہ احادیث میں وارد ہے۔

④ اس کو کہا جائے گا کہ اس زمین کو تو اپنے گلے میں ڈال لے۔ وہ اس کی طاقت نہ رکھ سکے گا تو اس کی وجہ سے اسے عذاب دیا جائے گا۔ جیسا جھوٹا خواب بیان کرنے والے کو کہا جائے گا دو جو میں گرہ لگاؤ تو وہ نہ لگا سکے گا تو پٹائی کی جائے گی۔

⑤ گناہ کو اس کے گلے میں لٹکا دیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ مذکورہ ظلم اس کی گردن کو لازم کرنے والا ہوگا جیسا اس ارشاد میں ہے: ﴿و الزمناه طائره في عنقه﴾ (الاسراء) ہر آدمی کا نصیب اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔

پہلی تاویل پر قشیری اور بغوی نے جزم کیا۔ ممکن ہے کہ اس جنایت پر یہ ساری عذاب کی اقسام اس کے لئے ہوں یا اس جرم کے مرتکب اپنے فساد کی نوعیت سے اسی انداز کی سزا پائیں جیسا جرم ہو۔

**تخریج** ☆: متفق علیہ ابن ماجہ عن عائشہ۔ جامع صغیر سیوطی۔ مزی نے سعید بن زید سے نقل کی اور بخاری فی المظالم ابن ماجہ کا تذکرہ کیا (اطراف للمزی) مسلم کا تذکرہ نہیں کیا۔

**الفوائد** : ① غصب و ظلم حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ ② جو زمین کا مالک ہو وہ تحت الثریٰ تک مالک بن جاتا ہے۔ ③ تمام زمینیں باہم ملی ہوئی ہیں۔ (دراوردی) ④ سبع ارضین کو سبع اقلیم قرار دینے کا نظریہ غلط ہے۔

۲۰۹ : وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ فَاِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَاَ ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ [هود: ۱۰۲] مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۰۹: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتے ہیں۔ پھر جب اچانک اس کو پکڑتے ہیں تو اس کو بالکل نہیں چھوڑتے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ......﴾ "اور اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ شہروں کو پکڑتے ہیں جبکہ وہ ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یقیناً اس کی پکڑ بڑی دردناک ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **یملی**: مہلت دیتا ہے۔ **لا ظالم**: ظالم کو اور جلد سزا نہیں دیتا۔ **فاذا اخذہ**: گناہ کے بدلے سزا دیتا ہے۔ **یفلتہ**: اس کو چھٹکارا نہیں دیتا یعنی جب ہلاک کرنا چاہتا ہے تو پھر ہلاکت اس سے دور نہیں کرتا بلکہ ہلاک کر دیتا ہے۔

① اگر کافر ہو تو ظلم کو شرک سے بھی عام سمجھا جائے گا۔

ابن حجر کہتے ہیں **لم یفلتہ**: کا معنی مؤخر نہ کرنا ہو تو یہ توجیہ بہتر ہے کیونکہ اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ ظالم جب منصب سے ہٹا دیا جائے تو پھر وہ نہ لوٹے گا حالانکہ ایسا مشاہدہ کے خلاف ہے۔ بہتر ہے کہ اس کو ہماری تاویل پر محمول کریں (فتح الباری) کرمانی کا قول بھی اس کے قریب تر ہے۔ اس کے کثرت مظالم کی وجہ سے نہیں چھوڑتے اگر وہ کافر ہو تو تابید کی نفی ہے یعنی کبھی نہیں چھوڑتے اور اگر وہ مومن ہے تو مدت طویل تک نہیں چھوڑتے ایک روایت میں لم یکد: مذکور ہی نہیں۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿كذلك اخذ ربك﴾ (ہود: ۱۰۲) تلاوت فرمائی۔ بیضاوی کہتے ہیں فعل کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اس وقت کذلک کا کاف محل مصدر میں منصوب ہوگا۔

**القری**: کا الف لام عوض مضاف ای اهل القریٰ۔ **وهی ظالمة**: یہ القریٰ سے حال ہے۔ ھی اصل تو اہل کے لئے لائی گئی مگر جب القریٰ اس کی جگہ لائی گئی تو اسی کے مطابق ضمیر لائے اور اس کا ① فائدہ یہ ہے کہ ان کے پکڑنے کی وجہ بتلائی کہ وہ ظلم ہے۔ ② ہر ظالم کو اپنے انجام سے ڈرنا چاہئے۔ ③ دوسروں کو ظلم کے برے انجام سے ڈرانا مقصود ہے۔

**إن اخذہ الیم شدید**: ایسی دکھ آمیز ہوتی ہے جس سے خلاصی کی امید نہیں ہوتی۔ یہ تہدید و تحذیر ہے۔ معتزلہ نے اس کو تمام گناہ گاروں پر جاری کیا ہے۔ (حالانکہ روایت اس کا ساتھ نہیں دیتی۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (٤٦٨٦) و مسلم (٢٥٨٣) والترمذی (٣١١٠) والنسائی فی الکبری (٦/١١٢٤٥) وابن ماجه (٤٠١٨) وابن حبان (٥١٧٥) والبیهقی فی الکبری (٦/٩٤) و فی الأسماء والصفات (١/٨٢)

**الفوائد**: ① ظلم کا انجام نہایت خطرناک ہے۔ ② معصیت کے باوجود اگر خوشحالی ہو تو یہ استدراج ہے۔ (مسند احمد عن عقبہ)

۲۱۰: وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اِنَّكَ تَأْتِيْ قَوْمًا مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ لَيْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآئِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَآئِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ"

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۱۰: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے (یمن) بھیجا تو ارشاد فرمایا: ''تم جن لوگوں کے پاس جا رہے ہو وہ اہل کتاب ہیں سب سے اول ان کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی دعوت دو۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو پھر ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو ان کو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم ہوگی۔ اگر وہ اس بات کو بھی تسلیم کر لیں۔ تو (وصولی کے وقت) ان کے عمدہ اموال کو لینے سے پرہیز کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا۔ اس لئے کہ اس کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں (یعنی رد نہیں کی جاتی)''۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ❁ مُعاذ: میم کے ضمہ کے ساتھ۔ بعثنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔یعنی یمن کا امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ ۹ھ تبوک سے واپسی کے بعد کی بات ہے۔ (واقدی) یہ یمن سے خلافت فاروقی میں واپس آئے پھر شام کی طرف چلے گئے۔ وہاں طاعون عمواس میں وفات پائی۔ فقال..... اھل الکتاب: یہود و نصاریٰ کی تعداد یمن میں مشرکین کی بنسبت زیادہ تھی۔ ان کو متنبہ کیا تا کہ ان کے ساتھ مناظرہ کے لئے تیار ہو جائیں اور ان کے لاجواب کرنے کے لئے دلائل جمع کر لیں کیونکہ وہ مشرکین کی بنسبت اہل علم ہیں۔ لذلك: کلمہ توحید کا اقرار کر لیں۔ قرطبی کہتے ہیں یہ وہ چیز ہے جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا یہی دعوت قبل القتال ہے۔ جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امراء کو وصیت فرمائی۔ اس کے حکم میں اختلاف ہے مگر اس روایت میں ان کی دلیل ہے کہ پہلی ضروری بات اقرار شہادتین ہے۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے ہاں سب سے پہلا فرض ہر مکلف کے لئے وہ تصدیقی یقین ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور کتابوں اور جو وحی انبیاء علیہم السلام پر اتری اس میں شک نہ رہے۔ جس طرح بھی یہ ایمان حاصل ہو اور جس راہ سے اس تک پہنچا جائے۔ زبان کا اقرار دل میں مستقر ہونے والے اسی ایمان کو ظاہر کرنے والا ہے اور ظاہر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر اسلام کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ اس روایت میں ان لوگوں کے لئے کوئی دلیل نہیں جو کفار کے متعلق فروعات کے خطاب کو حجت نہیں مانتے ہیں۔ اس کے بعد کہ انہوں نے شہادتین کا زبان سے اقرار کر لیا ہے کیونکہ اس میں یہ بھی احتمال ہے اور اس کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایمان اعمال صالحہ کی درستگی کے لئے شرط ہے۔ فروع کے خطاب کے لئے نہیں۔ اسلئے کہ فروعات کا کرنا اسی وقت درست ہے جب پہلے ایمان ہو اور ایک ہی وقت میں ایمان اور فروع سے خطاب درست ہے۔ اگرچہ وجود میں ایک دوسرے کے بعد ہیں۔

قرطبی کہتے ہیں یہ احتمال اس سلسلہ میں ظاہر ہے جس سے انہوں نے استدلال لیا ہے اگر ظاہر نہ مانو تو کم از کم برابر ہے۔ پس اس حکم کی نسبت سے یہ خطاب مجمل ہوگا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اھم فلاھم کے پیش نظر یہ قواعد مرتب فرمائے۔

**اَلنَّحْوُ** : فان ھم اطاعوا میں ان شرطیہ ہے اور ھم فعل محذوف کا فاعل ہے۔ اس کی نظیر یہ آیت (الفھم) ہے۔ ﴿وان احد من المشرکین استجارك﴾ (توبہ: ۶) اور فاعلمھم اس کا جواب ہے۔ اطاعوك لذلك یعنی وجوب کا اقرار اور اس

کے کرنے کا پختہ عزم کرلیں۔ صدقة: سے مراد زکاۃ ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے اس کو صدقہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دل سے ایمان کی سچائی پر دلالت کرتا ہے۔ من اغنیائھم یعنی ان کے اموال سے اور مسلم میں یہ الفاظ ہیں: توخذ من اموالکم۔ اموالھم کی تعبیر بتلاتی ہے کہ اگر وہ زکوۃ کا انکار کریں گے تو ان کے مال سے زبردستی لیا جائے گا اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ رہا یہ سوال کہ وہ بری الذمہ ہو جائیں گے اور باطناً ان کے لئے بھی درست ہو جائیگا یا نہیں دونوں قسم کے قول ملتے ہیں۔

فترد: مسلم میں فا کے بغیر ہے۔ امام مالک نے اسی روایت سے استدلال کیا کہ اصناف مذکورہ پر زکوۃ کی تقسیم لازم نہیں۔ بلکہ امام کو اختیار ہے کہ کسی ایک قسم کو دے دے جبکہ اس میں کوئی دینی مصلحت ہو۔ (کذا قال توکلی) ابن دقیق العید کہتے ہیں یہ قابل بحث ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ فقراء کا تذکرہ ان کے غالب ہونے کی وجہ سے ہو اور ان کے اور اغنیاء میں مطابقت کے لئے یہ فرمادیا۔

**النحو:** ایاك و كرائم اموالھم یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے اس کا اظہار جائز نہیں۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں واؤ کا حذف جائز نہیں۔ کرائم جمع کریمۃ یعنی نفیس۔

**فائدہ:** اس میں عمدہ مال لینے کی ممانعت ہے۔ اس میں اہم بات یہ ہے زکوۃ فقراء کی ہمدردی کے لئے ہے۔ اس کی وجہ سے اغنیاء کے اموال کو چھیننا جائز نہیں البتہ اگر وہ اپنی رضامندی سے اعلیٰ مال دیں تو لے لیا جائے گا۔ واتق دعوة المظلوم: ابن حجر کہتے ہیں ظلم سے بچو تاکہ تیرے خلاف کوئی مظلوم بددعا نہ کرے۔ اس سے ہر قسم کے ظلم سے روکا۔ عمدہ مال لینے کے بعد۔

**نکتہ** ☆: اس کو ذکر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ یہ لینا بھی ظلم بنے گا۔ بعض کہتے ہیں اتق: کا عطف ایاك کے عامل فعل پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: واتق نفسك ان تتعرض ملكرائم۔ اپنے کو عمدہ اموال کی طرف تعرض سے بچاؤ۔ (۲) اس عطف سے اشارہ کیا کہ عمدہ مال لینا ظلم ہے۔ لیکن ظلم سے مطلقاً بچنے کے لئے اشارہ عام کیا۔ فانه لیس بینها و بین الله حجاب۔ ہ ضمیر عموماً مذکر آتی ہے یہ دعاء کی طرف لوٹتی ہے مسلم نے فانھا مونث نقل کی ہے۔ وہ لفظ دعوت کی طرف راجع ہوگی۔ حجاب کا مطلب یہ ہے کہ اس دعا کو کوئی روکنے اور پھیرنے والا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ گناہ گار کی بددعا بھی قبول ہو جائے گی جیسا کہ فرمایا: اس کا گناہ اپنے مقام پر ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حجاب ہے۔ جو اس کو لوگوں سے روکنے والا ہے۔ طیبی کہتے ہیں عمدہ مال لینے کے خاص ظلم اور دیگر ظلم پر مشتمل ہونے کے متعلق آخری بات کہہ جا رہی ہے۔ یہ تقویٰ کی تعلیل اور دعا کی تمثیل ہے۔ جیسا جو آدمی مظلوم بن کر بادشاہ کے دروازے کا قصد کرے اسے روکا نہیں جاتا۔

ابن العربی کہتے ہیں یہ اگرچہ ظاہر میں مطلق ہے مگر دوسری روایت سے مقید ہے۔ دعا کرنے والے کے تین مراتب ہیں: (۱) اس کا مطلوب جلد مل جائے۔ (۲) اس سے بہتر جمع کرلیا جائے۔ (۳) اس کی تکلیف رفع کردی جائے۔ یہ اس طرح مطلق مقید ہے۔ ﴿امن یجیب المضطر اذا دعاہ﴾ (النمل: ۶۲) اس کو مقید کرنے والا ﴿فیکشف ما تدعون الیه ان شاء﴾ (انعام: ۴۱)

**فائدہ:** حدیث میں صوم، حج کا تذکرہ نہیں حالانکہ معاذ رضی اللہ عنہ کو اواخر میں بھیجا گیا۔

الجواب: ابن حجر کہتے ہیں علامہ بلقینی نے فرمایا جب موقعہ بیان ارکان کا ہو تو شارع کوئی چیز نہیں چھوڑتے جیسے روایت ابن عمر بنی الاسلام علی خمس اور جب اسلام کی طرف دعوت کا موقعہ ہو تو پھر شہادۃ' نماز و زکوٰۃ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ خواہ فرضیت صوم و حج کے بعد ہی ہو جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فان تابوا و اقاموا الصلاۃ و اتوا الزکاۃ﴾ (التوبۃ: ۵) توبہ کی آیات قطعی طور پر فرضیت صوم و حج کے بعد اتری ہیں مگر تذکرہ تین ارکان کا کیا گیا ہے (کہ یہ موقعہ دعوت ہے)

روایت ابن عمر امرت ان اقاتل الناس حتی یشهد ان لا اله الا الله ویقیمو الصلاة ویؤتوا الزکوة وغیرہ احادیث میں ان تین باتوں کا تذکرہ ہے ① اس کی حکمت یہ ہے کہ ارکان میں پانچوں چیزیں اعتقادی عبادت ہیں۔ ① شہادت (زبانی عبادت) نماز (بدنی عبادت) زکاۃ (مالی عبادت) دعوت میں ان تین پر اکتفاء کر کے دوسرے دو ارکان کو ان پر متفرع کیا۔ اس لئے کہ روزہ وہ محض بدنی عبادت اور حج مالی بدنی کا مجموعہ ہے گویا ان میں یہ بھی آ گئے۔

② کلمہ اسلام کفار پر گراں ہے۔ نماز گراں ہے کہ بار بار ادا کرنا پڑھتی ہے اور زکاۃ گراں ہے کہ جبلت انسان میں حب مال ہے۔ جب ان تین پر کامل یقین ہو جائے گا تو دوسری آسان ہو جائیں گی۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۱/۲۰۷۱) والبخاری (۱۳۹۵) و مسلم (۱۹) و أبو داود (۱۵۸٤) والترمذی (٦٢٥) والنسائی (۲٤۳٤) وابن ماجه (۱۷۸۳) والدارمی (۱/۳۷۹) وابن منده (۱۱٦) و ابن حبان (۱۵٦) والطبرانی (۱۲٤۰۸) والدارقطنی (۲/۱۳٦) و ابن أبی شیبة (۳/۱۱٤) وغیرهم۔

**الفوائد:** ① قتال سے پہلے دعوت دینی چاہئے۔ ② احکام میں اہم ترین اہم کی طرف لوٹیں گے۔ ③ خطاب میں نرمی اختیار کرنی چاہئے۔ اگر پہلی ہی مرتبہ تمام اعمال کا مطالبہ ہوگا تو نفرت پیدا ہوگی۔ ④ خبر واحد قابل عمل ہے۔ ⑤ زکوٰۃ میں اعلیٰ اموال نہ لئے جائیں بلکہ متوسط مال لیا جائے۔

۲۱۱: وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَعْمَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ یُقَالُ لَهٗ: ابْنُ اللُّتْبِیَّةِ عَلَی الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا اُهْدِیَ اِلَیَّ ' فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ عَلَی الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِیَ اللّٰهُ فَیَاْتِیْ فَیَقُوْلُ: هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا هَدِیَّةٌ اُهْدِیَتْ اِلَیَّ اَفَلَا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْهِ اَوْ اُمِّهٖ حَتّٰی تَاْتِیَهٗ هَدِیَّتُهٗ اِنْ كَانَ صَادِقًا وَاللّٰهِ لَا یَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْكُمْ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّهٖ اِلَّا لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی یَحْمِلُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَلَا اَعْرِفَنَّ اَحَدًا مِّنْكُمْ لَقِیَ اللّٰهَ یَحْمِلُ بَعِیْرًا لَّهٗ رُغَآءٌ اَوْ بَقَرَةً لَّهَا خُوَارٌ اَوْ شَاةً تَیْعَرُ" ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی رُؤِیَ بَیَاضُ اِبْطَیْهِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۲۱۱: حضرت ابو حمید عبدالرحمٰن بن سعد الساعدیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جس کو ابن لتبیہ کہا جاتا تھا از دقبیلہ سے تعلق رکھتا تھا' زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر فرمایا۔ جب وہ (وصولی کر کے) واپس آیا تو کہنے لگا۔ یہ

تمہارے لئے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ اس پر آنحضرت منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا: "امابعد! میں تم میں سے کسی آدمی کو کسی کام پر مقرر کرتا ہوں۔ وہ کام جن کا نگران اللہ نے مجھے بنایا ہے۔ پس وہ واپس آ کر کہتا ہے یہ تمہارے لئے اور یہ مجھے لوگوں کی طرف سے ہدیہ دیا گیا ہے۔ پس وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا تا کہ اس کا ہدیہ آئے۔ اگر وہ سچا ہے۔ اللہ کی قسم! تم میں سے جو شخص کوئی چیز اس کے حق کے بغیر لے گا۔ وہ اللہ کو اس حالت میں ملے گا کہ اس مال کو اٹھائے ہوئے ہوگا۔ پس میں تم میں سے کسی آدمی کو نہ دیکھوں کہ وہ اللہ سے ملاقات کے وقت اپنی گردن پر اونٹ اٹھائے ہوئے ہو اور وہ اونٹ بلبلا رہا ہو یا گائے اور وہ ڈکار رہی ہو یا بکری اور وہ ممیا رہی ہو۔ پھر آپ نے دست اقدس اتنے بلند اٹھائے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور آپ نے تین مرتبہ فرمایا: "اے اللہ! کیا میں نے بات پہنچا دی"۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ ان کا نام عبدالرحمان بن عمرو بن سعد (تجرید ذہبی) بعض نے والد کا نام منذر بن سعد بتلایا۔ ابن اثیر نے بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن الخزرج۔ نووی نے ابن ساعدہ بن کعب بن الخزرج کا اضافہ فرمایا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ابن عمرو بن سعد بن المنذر بن مالک کو اہل مدینہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ خلافت معاویہ میں وفات ہوئی۔ انکی مرویات ۱۲۰ ہیں۔ بخاری و مسلم نے تین بخاری نے ایک مسلم نے ایک روایت کی ہے۔

رجلا من الازد: عجالۃ المبتدی میں حازمی کہتے ہیں ازد کا نام داؤد ہے بعض درا، بن غوث بن مالک بن ردو بن کہلان بن سباء بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔ قحطان میں انصار سے نسب مل جاتا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے اگر ہم ازد سے نہیں تو ہم انسان ہی نہیں۔

حدیث میں وارد ہے: الازد جرثومۃ العرب ازد عرب کی اصل ہے اور روایات میں ان کا تعریفی تذکرہ موجود ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے فرمایا: **الازد اسد اللہ فی الارض یرید الناس ان یضعوھم ویأبی اللہ الا ان یرفعھم ولیأتین علی الناس زمان یقول الرجل یالیتنی کان ابی ازد یا یالیتنی کانت امی ازدیۃ** یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو اسی سند سے جانتے ہیں۔ "ازد زمین میں اللہ کے شیر ہیں لوگ ان کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بلند کرنا چاہتے ہیں۔ آئندہ زمانے میں لوگ اپنی نسبت ازد کی طرف ہونے کی تمنا کریں گے۔

ابن اللتبیۃ: یہ بنی لُتب کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ بنو اسد کا ایک خاندان ہے۔ نووی کہتے ہیں: لُتبیّۃ اور ابن اتبیہ یہ ہمزہ اور اسکان تا کے ساتھ درست نہیں پہلا ہی درست ہے۔ اس آدمی کا نام عبداللہ تھا۔ ذہبی نے بھی تجرید میں یہی لکھا ہے۔ **الصدقۃ** سے مراد زکوٰۃ ہے۔ **ھذا لکم** یہ مسلمانوں کا اُھدی یہ ماضی مجہول ہے۔ **المنبر** یہ النبر سے لیا گیا وہ بلندی کو کہتے ہیں۔ **استعمل الرجل** میں اس عمل پر تم میں سے کسی کو مقرر کرتا ہوں۔ **ولانی اللہ**: یہ اصل میں **ولانیہ اللہ** ہے۔ یعنی زکاۃ و غنائم جن میں مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ **اھدیت لی**: یہ بات عامل کے متعلق فرمائی مراد اس کو خبردار کرنا تھا۔ یہ آپ کا حسن خلق اور عظمت ہے کہ عام انداز میں بات فرمائی۔ **بیت ابیہ او بیت امہ**: اوبھی کہتے ہیں یہاں شک یا تنویع کے لئے ہے۔ **اھدی الی** سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کی ذات کو ہدیہ کیا گیا مگر یہ اس کے عہدہ کی وجہ سے ملا تھا۔ عاقولی کہتے ہیں کہ اس میں اس

پر تعریض ہے کہ اگر یہ عہدہ نہ ہوتا تو اس کو کوئی نہ پوچھتا۔ پس ہدایا عہدہ کی وجہ سے ملے ہیں۔

**فَائِدَہ**: حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عمال کے ہدایا مطلقاً حرام ہیں۔ و اللّٰہ: یہ تاکیداً فرمایا۔ اے گروہ عمال تم کوئی چیز نہ لو۔ یحمله یوم القیامة: بخاری و مسلم کی روایت میں علی رقبته اگر کہیں کہ آیت هم یحملون اوزارهم علی ظهورهم ہے تو جواب یہ ہے: ① پشت قریب تر کو شامل ہے۔ ② آیت کفار کے لئے ہے اور یہ مؤمن کے لئے ہے۔ ③ وہ مطلق بوجھ سے متعلق ہے اور یہ عامل زکاۃ کے متعلق خاص ہے یہ بطور امتیاز اس لئے لائے تاکہ اس کی مزید قباحت کی طرف اشارہ ہو کہ اس میں دو حق ہیں (۱) آدمی کا حق ' (۲) اللہ تعالیٰ کا حق۔

**اَلنَّحْو**: یحمل بعیراً له رغاء: یہ ماقبل سے حال ہے۔ رغا، رغو اونٹ کا بولنا۔

خوار: گائے کے ڈھکارنے کی آواز۔ تیعر الیعار مصدر سے ہے بکری کا ممیانہ۔ حکمت یہ ہے ان جانوروں کو اٹھانے اور ان کے آواز نکالنے میں آدمی کی فضیحت زیادہ ہے۔ حتی رأینا عفرۃ ابطیه: حتی غایت کے لئے لا کر رفع میں مبالغہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ عُفرۃ: وہ سفیدی جس کا رنگ مٹیالا ہو۔ ① یہ دور سے ایسا نظر آیا۔ ② وہاں شاید بال ہوں ان کی وجہ سے ایسا نظر آیا۔ دوسری روایات میں بیاض ابطیه آیا ہے۔ شاید یہ قرب اور عدم شعر کی وجہ سے دونوں روایات میں منافات نہیں۔ حافظ عراقی کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں بغل کے بالوں کا نہ ہونا ہے۔ کسی روایات میں بالوں کا ثبوت نہیں۔ بیاض ابطیه: والی روایت عُفرۃ ابطیه کے معارض ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ بغل میں بدبو نہ تھی۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۹۱۵) و مسلم (۱۸۳۲) و أبو داود (۲۹۴۶)

**الفرائد**: ① حکام کے ہدایا خیانت ورشوت ہیں۔ ② امیر المؤمنین کو ہمیشہ رعایا سے خیر خواہی برتنی چاہئے۔

۲۱۳: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ كَانَتْ عِنْدَهٗ مَظْلِمَةٌ لِاَخِیْهِ :مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ مِنْ شَیْءٍ فَلْیَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْیَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا یَكُوْنَ دِیْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ : اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ ' وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَیِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَیْهِ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔

۲۱۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس کسی مسلمان پر اپنے دوسرے بھائی کا کوئی حق ہو خواہ وہ عزت و آبرو سے متعلق ہو یا کسی اور چیز سے متعلق ہو وہ آج ہی اس سے معاف کروا لے اس دن سے پہلے کہ جس میں کسی کے پاس (ازالہ حق کے لئے) نہ کوئی دینار و درہم ہوں گے۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو وہ اس ظلم کی بقدر لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو حق والے کی برائیاں لے کر اس پر لاد دی جائیں گی''۔ (بخاری)

**اَلنَّحْو**: مظلمه لاخیه من عرضه لاخیه محل حال میں مظلمه کا بیان ہے۔ او من شئی عام کا خاص پر عطف ہے۔ پس تھپڑ بھی اس میں داخل ہے۔ ترمذی کی روایت من عرض او مال: کے لفظ ہیں۔ العرض: ذات' جیسا کہتے ہیں اکرمت

عنه عرضی وفلان نقی العرضی یعنی عیب وشتم سے بری ہے۔ (صحاح) بعض نے حسب مراد لیا ہے۔ صاحب توشیح کہتے ہیں انسان کے مدح وذم کا مقام خواہ ذات ہو یا حسب۔ الیوم سے مراد دنیا ہے۔ الایکون دینار کون وجود کے معنی میں ہے یہ قیامت کا دن ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں یہ علی بن جعد کی روایت میں ہے: ان کان له ای عنده اس کے ذمہ حق ہو۔ عمل صالح اخذ یہ معروف پڑھیں حق والا لے لے گا۔ ② مجہول پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے لینے کا حکم دیں گے۔ له حسنات یہاں جمع کا مفہوم مراد نہیں یعنی اگر حسنہ نہ ہو جس کے عمل صالح میں نیکی ہو وہ قسم کے افراد سے نہ ہوگا۔ صاحبه: حق والا۔ حمل علیه: ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (بخاری) ابن حجر کہتے ہیں مسلم نے اور سند سے واضح تر سیاق سے اس طرح روایت کی ہے۔ المفلس من امتی من یأتی یوم القیامة بصلاة وصیام وزکاۃ اس روایت اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں تعارض نہیں: ﴿ولا تزر وازرة وزر اخری﴾ (الانعام: ۱۶۴) کیونکہ یہ سزا اپنے فعل ظلم کی وجہ سے ملی ہے۔ بغیر جرم سزا نہ دی جائے گی' کیونکہ اس کے اپنے فعل اور ظلم کے سبب سے وہ سزا یافتہ ہوا۔ اس کو بلا جرم سزا نہیں ملی۔ حسنات وسیئات کا تقابل عدل الٰہی کے مطابق کیا گیا ہے۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۳/۹۶۲۱) والبخاری (۲۴۴۹) والطیالسی (۳۲۱۸) وابن حبان (۷۳۶۱) والبیهقی (۳/۳۶۹)

**الفوائد:** ① زیادتی مظلوم سے معاف کروانی چاہئے۔ ② مسلمانوں کی عزت میں زبان کو نہ چلانا چاہئے۔

۲۱۳ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۱۳ : حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دے''۔ (متفق علیہ)

**تشریح:** العاص: کا لفظ کتب حدیث میں حذف یا کے ساتھ آتا ہے وہ ایک لغت ہے۔ فصیح لغت میں العاصی ہے۔ یا حذف یا کثرت سے آتا ہے۔ (نووی) مصری کہتے ہیں صحیح تر بات یہ ہے کہ یا ثابت نہیں خواہ تخفیف کی وجہ ہو یا اجوف ہو۔ قاموس میں ہے: الاعیاص من قریش یہ امیہ بن عبد شمس بن العاص کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ ابوالعاص العیص پس اس وجہ سے اس کی کتابت یا سے درست نہیں نہ وقفاً نہ وصلاً ایسا پڑھنا درست ہے۔ اس لئے کہ یہ معتل العین ہے۔ ایسا نہیں جیسا بعض لوگوں نے اس کو معتل لام سے اسم فاعل بنا ڈالا۔ (القاموس)

المسلم: کامل الاسلام۔ نووی کہتے ہیں جس میں صفت نہ ہو اس سے اصل اسلام کی نفی مراد نہیں۔ من سلم المسلمون: یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں: العلم ما نفع یا العالم زید یعنی کامل یا محبوب ان تمام میں فضیلت مراد ہے حصر مراد نہیں۔ پھر مسلمانوں کا تذکرہ غالب کے لحاظ سے ہے کیونکہ مسلمان کا مسلمان کو تکلیف سے بچانا زیادہ اہم ہے کفار تو لڑائی کے لائق ہیں

اگر چہ ان میں بھی کچھ ایسے ہیں جن سے ہاتھ روکنا ضروری ہے۔ جمع مذکر بطور تغلیب لائے مسلمان عورتیں بھی اس میں داخل ہیں۔ جسم میں سے زبان کا تذکرہ اس لئے کیا گیا کیونکہ زبان دل و ہاتھ یعنی جو کچھ ہو اس کی تعبیر کرتی ہے۔ اور اکثر افعال کا ذریعہ ہے زبان کی نسبت سے بات عام ہے ہاتھ سے نہیں کیونکہ گزشتہ لوگوں اور موجودین نئے پیدا ہونے والوں کے متعلق بات ہو سکتی ہے۔ ہاتھ سے یہ ممکن نہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ ہاتھ کی کتابت میں زبان شریک ہو اور اسکا اثر اس سلسلہ میں بڑا ہے اور اس سے شرعاً وہ کام مستثنیٰ ہیں جو فقط ہاتھ سے ہوتے ہیں مثلاً اقامت حدود، قیام تعزیرات۔

یہاں لسان کا لفظ لایا گیا۔ قول نہیں لائے اس تعبیر میں نکتہ یہ ہے۔

**ایک نکتہ**: تا کہ اس میں زبان کا بطور استہزاء نکالنا بھی داخل رہے۔ (حالانکہ اس نے کوئی کلمہ نہیں کہا) ید کو لائے اور کسی جوارح کا ذکر نہیں کیا تا کہ معنوی ید یعنی غلبہ علی حق الغیر بھی اس میں شامل رہے۔

**فائدہ**: اسلام اور مسلم کی کمال اور بھی بہت سے خصال پر موقوف ہے ان کا تذکرہ خاص ضرورت کی وجہ سے کیا۔

المهاجر: یہ ہجر سے ہے۔ وہ چھوڑنے کو کہتے ہیں یہاں چھوڑنے والا مراد ہے۔ اگر چہ باب مفاعلہ فعل کے طرفین سے وقوع کو چاہتا ہے لیکن یہاں مسافر کی طرح ایک جانب مراد ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں مفاعلہ کا باب مراد ہو کیونکہ وطن چھوڑنے والے کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ہجرت کی دو قسمیں ہیں: ① فتنوں سے بچانے کے لئے دین کو لے کر بھاگ جانا۔ ② جن برائیوں کی طرف نفس امارہ دعوت دے ان کو چھوڑ نا۔ اسی کی طرف من هجر ما حرم اللّٰہ: میں اشارہ کیا گیا ہے۔ مہاجرین کو خصوصاً خبردار کیا تا کہ وہ صرف ترک وطن پر اکتفاء نہ کریں بلکہ شرع کے اوامر ونواہی پر چلیں۔ ممکن ہے کہ یہ قول ہجرت کے انقطاع کے بعد کہا گیا ہو۔ جبکہ مکہ فتح ہو گیا۔ تو جن لوگوں کو ہجرت کا موقعہ نہ ملا تھا ان کے دلوں کو رکھنے کیلئے فرمایا گیا کہ اصل ہجرت ممنوعات الٰہیہ سے باز رہنا ہے۔ یہ کلمات بہت سے معانی کو شامل ہیں۔ یہ جوامع الکلم میں سے ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٢/٦٥٢٥) والبخاری (١٠) و مسلم (٤٠) نحوه۔

**الفوائد**: ① ہر طرح کی ایذاء سے دوسرے مسلمان کو بچانا چاہئے۔ ② اصل ہجرت ترکِ منکرات معاصی ہے۔

۲۱۴: وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ فَمَاتَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هُوَ فِي النَّارِ" فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۲۱۴: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کی نگرانی پر ایک آدمی مقرر تھا۔ اس کو کرکرہ کہتے تھے۔ وہ فوت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جہنم میں ہے۔ پس اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم غور کرنے لگے (کہ وہ آگ میں کیوں گیا) پس انہوں نے اس کے پاس ایک دھاری دار چادر پائی جس کو اس نے مالِ غنیمت میں سے چرا لیا تھا"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ ثقل: جس سامان کا اٹھانا گراں ہو اور اہل وعیال۔ كِرْكِرَة: ابن حجر کہتے ہیں واقدی نے کہا یہ سیاہ رنگ

تھے لڑائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جانور تھامتے تھے۔ ابو سعید نیشاپوری نے شرف المصطفیٰ ﷺ میں لکھا ہے کہ یہ نوبہ کے رہنے والے تھے۔ انہیں ہودہ بن علی الحنفی رئیس یمامہ نے آپ ﷺ کو ہدیہ بھیجا۔ آپ ﷺ نے آزاد کر دیا۔ بلاذری کہتے ہیں انہوں نے غلامی میں وفات پائی۔ عیاض نے دونوں کاف کا فتحہ و کسرہ دونوں نقل کئے۔ نووی نے پہلے کاف کو مختلف فیہ اور دوسرے کو مکسور مانا ہے مگر بخاری نے اس کے برعکس کہا ہے۔ **هو فی النار**: گناہ پر سزا مل رہی ہے یا وہ آگ ہے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی نہ ہوئی۔

**ینظرون الیه**: عذاب لانے والے سبب کے متلاشی ہوئے۔ عباء جمع اعبیہ مشہور کپڑا ہے۔ ابن درید۔ خلیل سیاہ خطوط والا کپڑا۔ زبیدی نے اس کو بلا ہمزہ مانا ہے۔ دوسروں نے عباء ۃ: یہ اس میں دو لغتیں ہیں۔ ہر دھاری دار کپڑا۔ **غلّها**: غلول مال غنیمت کی خیانت۔ اس کے نام کی وجہ یہ ہے کہ اس کا لینے والا اس کو اپنے سامان میں چھپا لیتا ہے۔ نووی نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال غنیمت میں تھوڑی یا زیادہ خیانت کرنا گناہ ہے۔ (بخاری) کتاب الجہاد' ابن ماجہ میں ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۲/۲۵۰۳) والبخاری (۳۰۷۴) وابن ماجه (۲۸٤۹)

**الفوائد**: ① مال غنیمت میں تھوڑی یا زیادہ خیانت حرام ہے۔ ② ناحق کسی کی چیز لے لینے والا عذاب میں مبتلا ہوگا۔ خواہ وہ افضل الخلق کا خادم ہو۔ ③ موت کی آمد سے پہلے اس کا استحضار ہونا چاہئے اور حقوق بھی واپس کر دینے چاہئیں۔

۲۱۵: وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ نُفَیْعِ ابْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ لِاَنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَهَیْئَتِهٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِّنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ: ثَلَاثٌ مُتَوَالِیَاتٌ: ذُوا لْقَعْدَةِ وَ ذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ اَیُّ شَهْرٍ هٰذَا؟" قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ' فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَیُسَمِّیْهِ بِغَیْرِ اسْمِهٖ قَالَ: "اَلَیْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟" قُلْنَا: بَلٰی– قَالَ: "فَاَیُّ بَلَدٍ هٰذَا؟" قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَیُسَمِّیْهِ بِغَیْرِ اسْمِهٖ. قَالَ: "اَلَیْسَ الْبَلْدَةَ؟" قُلْنَا – بَلٰی قَالَ: "فَاَیُّ یَوْمٍ هٰذَا؟" قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ' فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَیُسَمِّیْهِ بِغَیْرِ اسْمِهٖ۔ فَقَالَ: "اَلَیْسَ یَوْمَ النَّحْرِ؟" قُلْنَا: بَلٰی – قَالَ: "فَاِنَّ دِمَآءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ فَیَسْاَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَّضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ' اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَآئِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ یُّبَلِّغُهٗ اَنْ یَّکُوْنَ اَوْعٰی لَهٗ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهٗ " ثُمَّ قَالَ: "اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟" قُلْنَا: نَعَمْ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۲۱۵: حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارثؓ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک زمانہ اپنی اسی حالت پر گھوم کر آ گیا جس میں اللہ نے زمین و آسمان کی پیدائش کے بعد پیدا فرمایا۔ سال بارہ ماہ کا ہے جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین مسلسل۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور (چوتھا) رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا: یہ کونسا مہینہ ہے؟۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپؐ خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپؐ اس کا اور نام تجویز فرمائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ''کیا یہ ذوالحجہ نہیں؟ ''ہم نے کہا کیوں نہیں؟ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا: ''یہ کون سا شہر ہے؟'' ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپؐ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ اس کا کوئی اور نام تجویز فرمائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ''کیا یہ خاص شہر (مکہ) نہیں؟''۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ آپؐ نے پھر دریافت فرمایا: ''یہ کونسا دن ہے؟'' ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپؐ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ اس کا کوئی دوسرا نام تجویز فرمائیں گے۔ پس آپؐ نے فرمایا: ''کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟'' ہم نے کہا کیوں نہیں۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں ہے۔ عنقریب تم نے اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے۔ پس وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق باز پرس کرے گا۔ خبردار! تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔ اچھی طرح سن لو! جو یہاں موجود ہے وہ غائب کو (پیغام) پہنچا دے شاید کہ وہ شخص جس کو بات پہنچائی جائے وہ ان سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو جنہوں نے مجھ سے یہ بات سنی ہے۔ پھر فرمایا: ''اچھی طرح سنو! کیا میں نے (پیغام) پہنچا دیا ہے۔ پھر فرمایا: ''خبردار! بتلاؤ! کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟۔ ہم نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو گواہ رہ''۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ۞ ابوبکرہ: ان کی کنیت اس لئے پڑی کہ یہ قلعہ طائف سے محاصرہ کے وقت صبح سویرے لٹک کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ان کا نام نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ ہے۔ قال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر یوم نحر کے دن جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں فرمایا: ان الزمان: الزمان سے سال مراد ہے۔ جیسا کہ اس کی وضاحت اثنا عشر شھراً سے معلوم ہوتا ہے۔ متکلمین کی اصطلاح میں متجدد موہوم کی متجدد معلوم کے ساتھ مقارنت کے لئے لایا گیا تاکہ دوسرے کی مقارنت کی وجہ سے اول میں جو ابہام پیدا ہوتا ہے وہ زائل ہو جائے۔ استدار: یہ دار کی طرح ہے اس کا معنی کسی چیز کے گرد گھومنا اور اس مقام کی طرف لوٹنا جس سے ابتداء ہو اور کھیئتہ: کی مراد یہی ہے یعنی استدارت مثل ھیئتہ اور وہ اس کی صورت، شکل اور حالت ہے جس پر وہ پہلے تھا۔

یوم خلق السمٰوٰت والارض: یعنی سورج و چاند اس میں تھے۔ کیونکہ زمانے کی حقیقت سالوں، مہینوں اور ایام ہیں اور یہ سورج چاند کی پیدائش سے پایا گیا۔ اس سے قبل معاملہ اسی طرح تھا جیسا جنت میں ہوگا کیونکہ وہاں جو ہوگا اس کا نام زمانہ نہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ زمانہ اپنی تقسیم سالوں، مہینوں میں اور اپنی مقررہ مہینوں کی تقسیم میں اسی جگہ کی طرف لوٹ آیا جو اللہ

تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر کی ہے۔

السنة اثنا عشر شھرًا: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ یہ مذکورہ استدار کو بیان کیا گیا ہے۔ اربعة حرم ثلاث متوالیات: تین مسلسل ہیں ورجب مضر: اس کی نسبت اس لئے کی کہ اس کی حرمت تمام عرب میں خوب کی جاتی تھی۔ الذی بین جمادیٰ وشعبان: یہ جملہ تاکید اور اس کی عظمت کو بیان کے لئے لایا گیا ہے اور نسیئ کی رسم بد کی وجہ سے اس میں جو اشتباہ تھا اس کے ازالہ کے لئے لائے زمانہ جاہلیت کی نسیئ سے جو تفاوت پڑا تھا ان کے حساب سے بھی رجب اس سال جمادیٰ اور شعبان کے درمیان تھا۔ نسیئ کا مطلب یہ تھا کہ جب ان کو حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی ضرورت ہوتی تو حرمت والے مہینے کو حلال کر لیتے اور اس کی حرمت اس کے بعد والے مہینے میں بدل ڈالتے اور قبائل عرب میں اس کا اعلان کرتے اور حج کا حساب اسی کے مطابق کرتے۔ حجۃ الوداع والے سال تمام مہینے اپنی اصل وضع کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانے پر تھے اور اس سال کا آخری مہینہ ذی الحجہ ہی تھا جیسا کہ واقعہ میں بھی اسی طرح ہے اور اس کے بعد والا سال کا پہلا مہینہ محرم ہی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح طور پر بات رسم نسیئ کو باطل کرنے کے لئے فرمائی تا کہ اس کا ابطال خوب مشہور ہو جائے اور پھر اسکی طرف کسی طور پر بھی نہ لوٹا جائے۔ مگر راجح بات یہ ہے کہ زمانے کے چکر کی تکمیل تو فتح مکہ والے سال ہی ہو چکی تھی۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب رضی اللہ عنہ کو اسی سال حج کا حکم دیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ۹ھ میں حج کا حکم فرمایا۔ اگر یہ بات نہ مانی جائے تو غیر زمانہ میں ہونے کی وجہ سے دونوں حج کو باطل ماننا پڑے گا اور شارع باطل طریقے کے مطابق نسک کی ادائیگی کا حکم نہیں دے سکتے (واللہ اعلم)

ای شھر ھذا: ان کے دلوں میں مہینے کی عظمت کو پختہ کرنے کے لئے یہ استفہام تقریری فرمایا۔ پس اس پر آئندہ بات کی بناء صحیح ہے۔ اللہ ورسولہ اعلم: اس میں ادب کی رعایت سکھائی گئی اور جس سوال کی غرض معلوم نہ ہو اس میں توقف سکھایا گیا۔ فسکت: صحابہ کرامؓ نے خیال کیا کہ آپ ﷺ کا سکوت اس کا مناسب نام تجویز کرنے میں سوچ و بچار کرنے کی وجہ سے ہے جو کہ معروف نام کے علاوہ تجویز فرمائیں گے اور جو استفہام اور ان کے جواب میں ذکر ہوا اس پر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ قال: کیا اس کا نام ذوالحجہ نہیں۔ الیس البلدة الحرام: کیا یہ جگہ حرمت والا شہر نہیں۔ ایک روایت میں البلد الحرام: بھی ہے۔ الحرام کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے۔ بلد کا لفظ ہر شہر پر بولا جاتا ہے۔ اب تغلیباً البلدة الحرام اس کا علم بن گیا۔ اس سے اشارہ کر دیا کہ تمام فضائل متفرقہ کا جامع اور زائد فضائل والا شہر مکہ ہے۔ فان دماء کم: فافصیحہ ہے۔ جب تم یہ جان چکے تو اس سے ایک دوسری حرمت کی طرف متوجہ ہو جاؤ جو اس سے بہت بڑھ کر ہے اور وہ خون اور اس کے مابعد والی چیزیں ہیں اور ان چیزوں کو یوم نحر اور مکہ مکرمہ اور ذوالحجہ سے تشبیہ دی حالانکہ یہ حرمت میں مشبہ بہ سے افضل ہیں۔ مشبہ بہ کا زیادہ مشہور ہونا اور اس چیز کو تشبیہ دینا جو کہ مشہور نہیں اگرچہ وہ افضل ہو اس سے جو مشہور تر ہے اور وہ مفضول ہو یہ تشبیہ استعمال ہوتی ہے اور درست ہے۔ یہ قول اسی قسم میں سے قرار دیا گیا ہے جیسے: "اللھم صلّ علی محمد کما صلیت علی ابراھیم" ان کو تاکید مقام کیلئے لائے۔ دماء: سے ابتداء کی باوجودیکہ اس سے اعراض سب سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ اس میں ابتلاء بہت ہے اور اس کا خطرہ بھی زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے شرک کے بعد اس کو اکبر الکبائر کہا گیا۔ واموالکم واعراضکم: اموال کو

مقدم کیا کیونکہ اس سلسلہ میں ابتلاء زیادہ ہے۔ العرض کی جمع ہے انسان میں مدح و مذمت کی جگہ کو کہتے ہیں خواہ اس کی ذات میں ہو یا اس کے سامان میں ہو۔ اسکی حرمت سے مراد یہ ہے کہ انسان عار دلانے والی چیز کی طرف تعرض کرے یا جس کی وجہ سے اپنی ذات میں کمی آئے یا اقارب واحباب کی عزت میں کمی آئے اس سے تعرض کرے۔ (فتح الدلائل) یومکم ھذا اس میں معصیت حرام ہے یوم تو مجازاً کہا۔ فی بلدکم ھذا بالا جماع اس میں معصیت بڑا گناہ ہے۔ البتہ نیکیوں کی طرح گناہ میں بھی کئی گنا اضافہ ہوتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ راجح نہ بڑھنا ہے جیسا کہ اس آیت کا عموم بتا رہا ہے۔ ﴿من جاء بالسیئہ فلا یجزی الا مثلھا﴾: (انعام: ۱۶۰) اور اس کی مخصص کوئی آیت نہیں۔ فی شھرکم: اس کے شرف کی عظمت سے اس میں معصیت بڑھ جائے گی۔ وستلقون ربکم: آخرت میں آنکھوں سے دیدار ہوگا جو حلال واتحاد اور جہت وتحیز و احاطہ سے پاک ہوگا۔ فیسألکم عن اموالکم: ایک نسخہ میں اعمالکم والنار عن شمائلکم والجنۃ عن ایمانکم الموازین قد نصبت والصراط قد نصب علی قتن جھنم والرسل شعارھم یومئذ سلم سلم والشھود والجوارح والحاکم الاعظم قد تجلی قد غضب غضباً یغضب قبلہ ولا بعدہ مثلہ وہ تمہارے اموال واعمال کے متعلق سوال کرے گا جبکہ آگ تمہارے بائیں اور جنت دائیں طرف اور میزان قائم کئے جا چکے ہوں گے۔ پل صراط جہنم کی پشت پر رکھ دیا گیا ہوگا۔ رسولوں کا شعار اس دن مسلم مسلم ہوگا اور گواہ اور اعضاء پیش ہوں گے حاکم اعظم اپنی تجلیات قہریہ سے ایسے غضب کا اظہار کر رہے ہوں گے کہ آج تک اتنے غضبناک نہیں ہوئے۔

الا لا ترجعوا بعدی: الاکلمہ تنبیہ ہے۔ ترجعوا تصیر کے معنی میں ہے۔ تبلیغ ان باتوں کی جن پر انحصار ہے ضروری ہے۔ بقیہ میں کفایہ ہے۔ الشاھد منکم: جو سن کر یا روایت سے جان لے۔ ان کو جو معلوم نہ ہو۔ من یُبَلَّغُہٗ: مضارع مجہول ہے اور ضمیر مفعول لہ ہے۔ ممکن ہے جس کو بات پہنچائی جائے وہ قوت استعداد وقوت فہم اور توجہ میں مبلغ سے بڑھا ہوا ہو۔ اوعی: زیادہ فہم والا ہو۔ وہ اس بات سے وہ استفادہ حاصل کرے جو سننے والے کو حاصل نہیں ہوا۔ اس وجہ سے نہیں کہ اس کے فہم میں کوئی کمی تھی بلکہ وہ اس سے اہم تر کام جہاد وغیرہ میں مشغول رہا۔ اکثر صحابہ کرام کو یہی پیش آیا۔ پس یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تابعین یا بعد والے لوگوں کو صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر علم تھا۔ اس لئے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک کسی درشت مزاج بدو پر پڑ جاتی تو وہ اسی وقت حکمت کے موتی برساتا تھا۔ یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے تھا۔ اب اس کے متعلق منافقین کی بات سے اعتراض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان پر کلام وصحبت کے اثرات کے لئے موانع موجود تھے جس کی وجہ سے وہ جماد کی طرح تھے۔

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات مفضول میں کئی خصوصیات ہوتی ہیں جو فاضل میں نہیں ہوتیں۔ پس ہم بالیقین یہ کہتے ہیں کہ تمام صحابہ بعد والی تمام امت سے افضل ہیں اور یہ بات جائز ہے کہ غیر صحابی میں فہم استنباط زیادہ ہو۔ اگرچہ افضل اور مراتب میں اجل تو صحابی ہی ہے۔ یہ بات من بہلغہ کے زیادہ مناسب ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے ثمرات کا ذکر فرمایا۔ جن میں علم کا پھیلنا اور دینی نفع کا عام ہونا اور عرصہ گزرنے پر قیامت سے پہلے تک دین کا محفوظ رہنا وغیرہ ہیں وہ اسی طرح ہوا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ الا ھل بلغت: جو مجھے حکم ملا۔ تکرار تاکید کے لئے فرمایا۔ ہم کہا نعم: یعنی آپ پیغام رسالت اور امانت کو پہنچا دیا اور امت کی کامل خیر خواہی فرما دی اور ان سے غم کو دور کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کا

حق ادا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس کا وہ بدلہ عنایت فرمائیں جو کسی بھی پیغمبر کو اس کی امت کی طرف سے دیا گیا اور وہ بدلہ دے جو آپ ﷺ کے لائق ہے۔ پھر فرمایا: اللهم اشهد۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۷/۲۰۴۰۸) والبخاری (۶۷) و مسلم (۱۶۷۹) و أبو داود (۱۹۴۸) وابن ماجه (۲۳۳) وابن حبان (۳۸۴۸) وابن خزيمة (۲۹۵۲) والبيهقی (۲۹۸/۳)

**الفوائد:** ① خطبہ بلند جگہ پر دیا جائے۔ ② جانوروں کی پشت پر بیٹھنا جائز ہے جبکہ جانور کھڑا ہو۔ ③ مسلمان کا مال جان وعزت بہت عزیز چیزیں ہیں۔ ④ بات کو پہنچانے میں فہم شرط نہیں۔ بسا اوقات بعد والا زیادہ فہیم ہوتا ہے۔ ⑤ یہ شفقت نبوت ہے کہ امت کی بھلائی کے لئے خیر کی بات ان کو صرف پہنچائی ہی نہیں بلکہ حق ادا کر دیا۔

۲۱۶: وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ ابْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ بِیَمِیْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ" فَقَالَ رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: "وَاِنْ قَضِیْبًا مِّنْ اَرَاكٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۱۶: حضرت ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان کا حق اپنی (جھوٹی قسم) سے غصب کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے آگ کو لازم کر دیتے ہیں اور جنت کو حرام کر دیتے ہیں''۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ وہ معمولی حق ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''خواہ پیلو کی ایک شاخ ہو''۔ (رواہ مسلم)

**تشریح** ❁ ابو اُمامه اِیاس بن ثعلبة: یہ نام معروف ہے۔ ابو حاتم رازی نے کہا ان کا نام عبداللہ بن ثعلبہ ہے اور ثعلبہ بن عبداللہ بھی کہا جاتا ہے۔ (نووی)

الحارثی: یہ حارث بن خزرج کی اولاد سے ہیں۔ بعض نے ان کو بلوی کہا یہ بنی حارثہ کے حلیف تھے۔ یہ ابو بردہ بن دینار کے بھانجے ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں ان کی مرویات تین ہیں۔ ابن حزم ابن جوزی نے کہا کہ ان کی دو روایتیں ہیں۔ ایک مسلم نے روایت نقل کی ہے۔ جب آپ ﷺ اُحد سے واپس لوٹے تو ان کی وفات ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ابن اثیر کہتے ہیں بدر سے واپسی پر ان کی والدہ کی وفات ہوئی تھی نہ کہ ان کی۔ بدر کی حاضری سے ان کی بیماری رکاوٹ بنی۔ یہ احد میں شہید نہیں ہوئے۔ جیسا مسلم نے نقل کیا۔ عن عبداللہ بن کعب عن ابی امامہ بن ثعلبہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی وفات احد میں نہیں ہوئی ورنہ یہ روایت منقطع ہوتی کیونکہ عبداللہ بن کعب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا۔ اسی لئے مسلم نے عبداللہ کی روایت مسلم میں بطور صحابی نہیں لی۔ (اسد الغابہ) نووی کہتے ہیں: من اقتطع حق امری مسلم بیمینه: اقتطاع۔ لے لینا۔ حق میں تمام حقوق خواہ مالیہ ہوں یا غیر مالیہ ہوں مثلاً حد قذف وغیرہ اور کوئی بھی فائدہ انسان کی چیز مثلاً گندے نالے کا پانی جو زمین کو سیراب کرتا ہے۔ ذمی کا مال بھی اس میں شامل ہے۔ مسلم کی قید تو تاکید کے لئے ہے۔ اس کے لئے جہنم واجب ہے۔ ممکن ہے ذمی کے مال میں اس سے کم سزا ہو مگر ظاہر الفاظ کی وجہ سے تاویل کی حاجت نہیں۔ اگر ان

حقوق کو حلال سمجھ کر کیا اور بغیر توبہ مرگیا تو خلود نار ہے اور اگر معافی مانگ لی تو معاف ہو جائے گا ورنہ اوّل داخلہ سے محروم ہوگا۔
نووی کہتے ہیں یہ وعید ان کے لئے ہے جو بلا توبہ مر جائے۔ جو ندامت والی توبہ کر لے اور حقوق واپس کر دے تو اس سے گناہ ساقط ہو جائے گا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا اگر چہ معمولی چیز لی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

**اَلنَّحْوُ:** وان قضيبٌ من اراك: بعض اصول میں قضیب مرفوع ہے۔ اکثر نسخوں میں منصوب ہے اور کان محذوف کی خبر ہے۔ یا فعل محذوف کا مفعول ہے ای اقتطع۔ اراك: پیلو بن کا درخت اس کی مسواک سب سے بہتر ہے۔ جیسا شاعر نے کہا:

بالله ان جزت سوادی الا راك ☆ وقبلت اغصانه الخضر فاك

**تخریج:** أخرجه مسلم (۱۳۷) والنسائي (٥٤٣٤) وابن ماجه (٤٣٢٤)

**الفرائد:** ① لوگوں کا حق مارنے والے پر جنت حرام ہے۔ ② معمولی ظلم بھی اللہ کے ہاں بڑا ہے۔

۲۱۷ : وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهٗ كَانَ غُلُوْلًا يَاْتِيْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ اَسْوَدُ مِنَ الْاَنْصَارِ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ فَقَالَ : "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اقْبَلْ عَنِّيْ عَمَلَكَ قَالَ : "وَمَا لَكَ؟" قَالَ : سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَ : "وَاَنَا اَقُوْلُ الْاٰنَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَلْيَجِئْ بِقَلِيْلِهٖ وَكَثِيْرِهٖ فَمَا اُوْتِيَ مِنْهُ اَخَذَ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۲۱۷ : حضرت عدی بن عمیرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: "جس کو ہم تم میں سے کسی کام پر عامل مقرر کریں وہ اس میں ہم سے ایک دھاگہ چھپائے یا اس سے بھی کم تر تو یہ خیانت شمار ہوگی جس کو وہ قیامت کے دن لائے گا"۔ اسی وقت انصار میں سے ایک سیاہ آدمی کھڑا ہوا۔ گویا اب بھی یہ منظر میرے سامنے ہے اور عرض کیا میری طرف سے اپنا عمل واپس قبول فرمالیں۔ آپؐ نے فرمایا: "تجھے کیا ہوا؟"۔ اس نے کہا میں نے سنا آپؐ اس اس طرح فرما رہے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "میں تو اب بھی کہتا ہوں جس کو ہم کسی کام پر نگران بنائیں وہ اس کا تھوڑا اور زیادہ سب ادا کر دے جو اس کو دیا جائے وہ اس کو قبول کرے اور جس سے روک دیا جائے اس سے باز رہے"۔ (رواہ مسلم)

**تشریح:** عدی بن عمیرۃ: نووی کہتے ہیں مردوں میں عمیرہ صرف عین کے فتحہ اور میم کے کسرہ سے استعمال ہوتا مگر عورتوں میں عین کے ضمہ اور فتحہ دونوں سے استعمال ہوتا ہے۔ یہ ابن فروہ بن زرارہ الکندی رضی اللہ عنہ حافظ مزی نے اطراف میں ان سے تین روایات نقل کی ہے۔ ایک مسلم نے لی ہے مگر بخاری نے نقل نہیں کی۔ علی عمل سے مراد عامل زکوٰۃ یا غنائم اور کسی نگرانی پر۔ مخیطاً: سوئی۔ فما فوقه: اس سے چھوٹائی میں بڑھ کر جیسے عرب کہتے ہیں: اتراه قصيداً: تو جواب میں کہیں گے فوق ذلك: یعنی وہ بہت ہی چھوٹا ہے۔

کان غلولاً: وہ چھپائی ہوئی چیز خیانت بنے گی۔ ابوداؤد کی روایت میں غل ہے۔ طوق میدان محشر میں وہ طوق بن کر گلے میں

ہوگی یا ممکن ہے جہنم میں طوق بن جائے۔

**فوائد**: اس میں خیانت کی شدید وعید ہے وہ حرام ہے اگر چہ معمولی چیز ہوتب بھی کبیرہ گناہ ہے۔ عامل کو واپس کرنا ضروری ہے۔ اگر لشکر منتشر ہو گیا اب اس حق کو پہنچانا مشکل ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں تمام ضائع مال امام کے حوالے کر دے۔ جمہور علماء وصحابہؓ فرماتے ہیں خمس امام کو دے باقی صدقہ کر دے۔ رجل اسود: اس کا نام کہیں مذکور نہیں۔ اقبل علی عملی: ولایت وعہدہ محتاج قبولیت نہیں بلکہ وہ عزلت کہتا تو معزول ہو جاتا مگر معلوم ہوتا ہے اس نے بطور مشورہ کہا ہو۔

اس نسخہ میں مالك؟ کے الفاظ ہیں مگر ابن رسلان نے ابوداؤد کی شرح میں کہا کہ مسلم کے لفظ و ما ذاك ہیں یعنی تم نے یہ بات کس وجہ سے کہی۔ تقول كذا كذا: یہ دونوں کنایہ کے الفاظ ہیں۔ جیسے کیت کیت۔

من استعملناهٗ: اس میں قضاء' حساب' دیگر تمام اعمال شامل ہیں۔

فليجئ: یہ لام امر ہے۔ قرطبی کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ عامل اس میں سے اجرت کے طور پر کوئی چیز نہیں رکھ سکتا نہ اپنے لئے نہ دوسروں کے لئے۔ مگر یہ کہ امام اجازت دے (المفہم) ابن رسلان کہتے ہیں۔ اس کے عموم میں ہدایا بھی شامل ہیں جیسا حدیث لتبیہ: میں ہے: اذ لو كان في بيت امه لم يهد له خواہ نفلی صدقہ ہو یا فرضی جب وہ کوئی چیز لے گا خیانت کرے گا۔

اُوتِی یہ مجہول کا صیغہ ہے۔ اخذ: معروف ہے (جو دیا جائے وہ لے لے) نُهِی یہ بھی بصیغہ مجہول ہے۔ انتھی یہ معروف ہے ابن رسلان کہتے ہیں عامل ان تمام جہات کا ذکر کرے جن سے مال وصول ہوا۔ جس کا لینا اسے جائز ہے وہ لے اور دوسرا حاکم کے حوالے کر دے اور شریعت کے مطابق کرے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۱۸۳۳) و أبو داود (۳۵۸۱)

**الفوائد**: ① خیانت میں مبتلا حکام کے لئے شدید وعید ہے۔ ② حکام جو چیز چھپائیں گے وہ خیانت میں شمار اور گناہِ کبیرہ ہے۔ ③ اس مال کی واپسی صاحب حق کی طرف لازم ہے۔

۲۱۸: وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا: فُلَانٌ شَهِيْدٌ وَّفُلَانٌ شَهِيْدٌ حَتّٰى مَرُّوْا عَلٰى رَجُلٍ فَقَالُوْا: فُلَانٌ شَهِيْدٌ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَلَّا اِنِّيْ رَاَيْتُهٗ فِي النَّارِ فِيْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْ عَبَاءَةٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۱۸: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب خیبر والا دن ہوا تو اصحاب رسول ﷺ میں سے کچھ احباب آئے اور انہوں نے کہا کہ فلاں شخص شہید ہے اور فلاں شہید ہے۔ یہاں تک کہ ان کا گزر ایک آدمی کے پاس سے ہوا تو کہا فلاں (بھی) شہید ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے اس ایک چادر کی وجہ سے جو اس نے مالِ غنیمت میں سے چرائی تھی۔

**اَللُّغَاتُ**: خیبر: مکان ہونے کی وجہ سے منصرف پڑھنا جائز ہے۔ علاقہ ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے اکثر محدث اس طرح پڑھتے ہیں۔ واقعہ خیبر ۷ھ میں پیش آیا۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے لوٹے۔ بعض رواۃ موطا نے حنین نقل کیا

ہے واللہ اعلم۔ (قاضی عیاض)

نفر: تین سے دس تک مردوں کے لئے بولتے ہیں۔ یہ اسم جمع ہے۔ (النہایہ)

مرّوا علی رجل: بات کی انتہاء میں گزرنا یا مردہ کے پاس سے گزرنا۔ (پہلی صورت میں ترجمہ تذکرہ ہوا) اور پہلا زیادہ مناسب ہے۔ کلا یہ ردعیہ ہے۔ اس کے متعلق شہادت کی خبر لو منازل ابدیه علیه کی متقاضی تھی جیسا اس آیت میں فرمایا: ﴿بل احیاء عند ربهم﴾ [ال عمران: ۱۹۶] بردہ: دھاری دار چادر۔ غلّها: مال غنیمت سے بلا اجازت لے لی۔ او: یہ راوی کو شک ہے۔ عباءۃ۔

**تخریج** ☆: مسلم کتاب الایمان۔ ترمذی میں اس کے الفاظ اس طرح ہیں یا رسول اللّٰه ان فلاناً استشهد: آپ نے فرمایا: کلا۔

**الفوائد**: ① خیانت کرنے والا جہنمی ہے۔ ② فیصلہ پورے غور وفکر سے کرنا چاہیے۔

۲۱۹: وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ ابْنِ رِبْعِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَامَ فِیْهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ اَنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَتُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ مُّقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَیْفَ قُلْتَ؟" قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَتُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ مُّقْبِلٌ غَیْرَ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ قَالَ لِیْ ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

۲۱۹: حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کھڑے ہو کر (وعظ میں) تذکرہ فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ تمام اعمال میں افضل ہیں۔ اس پر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ (ﷺ) ارشاد فرمائیں کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں کیا میری ساری خطائیں معاف کر دی جائیں گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہاں! اگر تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدمی اور ثواب کی نیت کرتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھنے والا' نہ فرار ہونے والا ہو کر قتل ہو (تو تیری تمام خطائیں معاف ہو جائیں گی)"۔ پھر فرمایا: "تم نے کیسے سوال کیا؟" اس نے کہا اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں کیا میری ساری خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں جبکہ تو میدان میں ثابت قدم' ثواب کا امیدوار بن کر' دشمن پر حملہ آور ہونے والا نہ پیچھے مڑ کر بھاگنے والا ہو (تو تیرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے) مگر قرضہ معاف نہ ہوگا۔ مجھے جبرئیل نے یہی بات کہی ہے"۔ (رواہ مسلم)

**تشریح** ۞ ابوقتادہ حارث بن ربعی بن بلرمہ بن حناس بن عبید بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد الانصاری الخزرجی

اسلمی۔ یہ فارس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بعض نے ان کا نام نعمان رضی اللہ عنہ کہا ہے۔ بدر کی حاضری میں اختلاف ہے۔ البتہ احد اور اس کے بعد تمام معارک میں شرکت رہی۔ ذی قرد کے دن ان کے چہرے پر ایک تیر لگا۔ آپ ؐ نے اس پر لعاب مبارک لگا دیا تو درست ہو گیا پھر ان کے چہرے پر تیر کبھی نہ لگا۔ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعا کی: "اللھم بارك في شعره وبشره"۔ اور سفر میں آپ ﷺ نے دعا دی: حَفِظَكَ الله كما حفظت نبيّهٗ" (ابوداؤد)

ان کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی۔ بعض نے مدینہ منورہ اور بعض نے کوفہ لکھی ہے۔ یہ زمانہ خلافت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور سات تکبیرات کہیں۔ شعبی کہتے ہیں چھ تکبیرات کہیں۔ یہ بدری صحابی تھے۔ ان کی مرویات ۷۰ ہیں۔ المتفق علیہ دو میں بخاری اور ۸ میں مسلم منفرد ہیں۔ انه: یہ اِنّ ور اَنّ دونوں پڑھ سکتے ہیں۔ قام: آپ ﷺ خطبہ دیتے کھڑے ہوئے۔ الجهاد في سبيل الله: جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہونا چاہئے۔

**اَلْنَّحْو**: والایمان: واؤ مطلق جمع کے لئے ہے۔ افضل الاعمال: مجموعہ یا فرد کا لحاظ کریں تو ایمان ہی افضل ہے یا یہاں من مقدر ہے۔ جیسا اس روایت میں: اى الاعمال افضل: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا: الصلاة في اول الوقت: (الحدیث)

قرطبی کہتے ہیں جہاد کو ایمان کے ساتھ یہاں افضلیت میں ملایا مگر اس کو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت یعنی ضبانی السلام میں شامل نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے مبانی مکمل طور پر قائم نہیں ہو سکتے جب تک دین اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر جہاد کے ذریعہ نہ ہو جائے۔ پس اس طرح گویا وہ تمام مبانی کی اصل و جڑ ہے۔ اور ایمان تمام مبانی کی درستگی کے لئے اصل ہے تو افضلیت میں دونوں اصلوں کو جمع کر دیا گیا۔ ارایت: یہ اخبرنی کے معنی میں ہے۔ في سبيل الله: کہنے کا مطلب ہی اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ تكفر: مضارع مجہول ہے اور ہمزہ مقدر ہے اور خطایا سے وہ مراد ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد سے ہے۔ آپ ﷺ نے نعم سے جواب دیا جبکہ انت صابر: لڑائی کے مصائب وزخموں پر صبر کرنے والے ہو۔ محتسب: محض اللہ کیلئے لڑنے والے ہو کسی گناہ یا مال یا شہرت وغیرہ کی نیت نہیں تب یہ ثواب ملے گا۔ مقبل غير مدبر: جنگ سے فرار اختیار نہ کرنے والا ہو۔ البتہ حملہ کے لئے پیچھے ہٹنا جائز ہے یا اپنی فوج کے ساتھ ملنے کے لئے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ثواب مل جائے گا مگر احتمال یہ بھی ہے کہ گناہ ساقط ہوگا۔

**اَلْنَّحْو**: ان شرطیہ کا جواب محذوف ہے کیونکہ سوال میں موجود ہے۔ پھر آپ ﷺ نے قرض کو مستثنیٰ کرنے کے لئے اس سے سابقہ کلام کا اعادہ کروایا اور پھر فرمایا: الا الدين کہ حقوق انسانی کا کفارہ جہاد شہادت بھی نہیں۔ یہ حقوق اللہ اور صغائر کا کفارہ بنیں گے۔ قرطبی کہتے ہیں یہ اس وقت ہے جب ادائیگی حقوق کی طاقت ہونے کے باوجود ادا نہیں کئے ورنہ جب وہ مجبور ہو تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ اگر اس کی نیت اور توبہ سچی ہوگی اور ان کے حقوق چاہنے والا راضی ہو تو اس کی بخشش کر دی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ میں وارد ہے۔ هكذا قال لي جبريل نووی کہتے ہیں کہ یہ اسی وقت وحی اتاری گئی۔

**تخريج**: أخرجه مسلم (١٨٨٥) والترمذى (١٧١٢) والنسائى (٣١٥٦)

**الفوائد** : ① مجاہد کو حقوقِ انسانی کے علاوہ ہر گناہ معاف ہے۔ ② اعمال کے نفع بخش ہونے کے لئے نیت واخلاص ضروری ہے۔ ③ جہاد و شہادت عظیم اعمال ہیں۔

۲۲۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِیَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَّیَاْتِیْ وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَ اَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۲۰ : حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ نقدی ہو اور نہ سامان۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز' روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا مگر وہ اس حال میں ہوگا کہ کسی کو اس نے گالی دی ہوگی' کسی پر بہتان لگایا ہوگا' کسی کا مال کھایا ہوگا' کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ پس ان (حقوق والوں) کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی۔ پس اگر نیکیاں ختم ہو جائیں گی اس سے پہلے کہ ان کے حقوق پورے ہوں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ پھر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **اتدرون**: یہ الدرایۃ سے ہے بقول ایسی پہچان جس میں حیلہ بازی اور دھوکا ہو۔ **من المفلس**: صحابہ نے عرف کے لحاظ سے جواب دیا کہ جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں۔ **متاع**: دنیا کا تھوڑا زیادہ سامان جس سے نفع اٹھایا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ دنیا کی تکالیف کو حقیقت افلاس نہیں کہا جا سکتا یہ تو معمولی خوشحالی سے ختم ہو جاتا ہے۔ **ان المفلس من امتی**: آخرت کے بلند درجات سے محروم مسلمان مفلس ہے۔

**بصلاۃ و صیام**: اس میں سفیان بن عیینہ کے اس قول کی تردید ہے کہ تمام گناہ کے نتیجہ میں نیکیاں دی جاتی رہیں گی جب روزے کی باری آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: **الصوم لی و انا اجزی بہ** اور اس کے مطالبہ والوں کو راضی کر دیا جائے گا۔ **ویاتی**: اس کا عطف پہلے یاتی پر ہے۔ **شتم**: گالی دینا (الصحاح) **قذف**: تہمت زنا۔ **اکل مال ھذا**: اس کی رضامندی کے بغیر۔ تمام اتلافات اس میں شامل ہیں۔ مال کھانے کے سلسلہ میں کثرت ابتلاء ہے اس سے اس کا ذکر کر دیا۔ **سفاك**: خون بہانا۔ **فیعطی ھذا من حسناتہ**: جس پر زیادتی کی گئی اس کی نیکیوں کا ثواب دے دیا جائے گا یا ممکن ہے بعینہٖ نیکیاں دے کر اس کے کھاتے میں بدلہ ڈال دیا جائے۔ یہ سابقہ روایت **ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ**: کی طرح ہے۔

**ما علیہ**: گناہ و مظالم۔ **اخذ خطایاھم**: ماضی مجہول خطایا سے مراد حق سے متعلق یا مخلوق سے متعلق۔ **ثم طرح فی النار**: اپنے برے اعمال اور سزا کے طور پر ڈالے گئے برے اعمال کا بدلہ چکانے تک۔ (رواہ مسلم) بعض عارفین نے کہا اس میں انتہائی

وعید ہے۔ انسان کے اعمال وافعال ریاء' شیطانی مکر سے بہت کم خالی ہوتے ہیں۔ اگر اس سے خالی ہوں تو پھر مخلوقات کی ایذاء سے بچنا مشکل ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو تیری سالم نیکی کو مظلوم طلب کر کے لے لے گا اور مال تو ہوگا ہی نہیں کہ جس سے تو حق ادا کرے بلکہ تیری نیکیاں مرہون ہونگیں دن کا روزہ رات کا قیام طاعت الٰہی کے لئے محنتیں اور مسلمانوں کی غیبت سے بچے رہنا تو نایاب ہے۔ اسی طرح ان کو ایذاء دینے اور ان کا مال لینے سے سلامت رہنا مشکل ہے۔ یہ تو طاعت گزاروں کا حال ہے۔ ان کا حال کیا ہوگا جو ہماری طرح سیئات اور حرام خوری اور شبہات وکوتاہیوں میں مصروف ہیں۔ طاعات میں کسل اور سیئات میں سبقت کرنے والوں کا کیا حال ہوگا۔ اللھم اعزنا منھا۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۳/۸٤۲۲) و مسلم (۲۵۸۱)

**الفوائد:** ① مسلمان کو کسی بھی قسم کی ایذاء پہنچانا خواہ مال' دم' عزت کی قسم سے ہو حرام ہے۔ ② مجرم کا اجر کم ہو جائے گا۔

۲۲۱: وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيَ لَهٗ بِنَحْوِ مَا اَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِحَقِّ اَخِيْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْحَنَ" اَيْ اَعْلَمَ۔

۲۲۱: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بے شک میں ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے بعض اپنی دلیل پیش کرنے میں دوسرے سے زیادہ چرب زبان ہو۔ پس میں جو کچھ سنوں اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ پس جس شخص کیلئے میں اس کے بھائی کے حصہ کا فیصلہ کر دوں تو بے شک میں اس کیلئے جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں" (بخاری و مسلم)

اَلْحَنُ: زیادہ علم و سمجھ والا۔

**تشریح** ۞ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ہند بنت ابو امیہ مخزومی ہے۔ انما انا بشر: قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصر خاص ہے۔ تورپشتی کہتے ہیں اس جملہ سے ابتداء اس لئے فرمائی تاکہ بتلا دیں کہ سہو ونسیان انسان کے لئے بعید نہیں۔ انسانی ساخت امور کو ظاہر سے ہی لیتی ہے۔ رہا سوال کہ کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم نہیں؟ جواب یہ ہے کہ عصمت ان کاموں سے متعلق ہے جو ذنب میں داخل ہیں اور جن کو انسان ارادۃً کرتا ہے۔ جس بات میں ہم بات کر رہے ہیں اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ سامع سے سنکر اس کے صدق کا خیال ہو۔ پس یہ اس میں داخل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا مکلف بنایا جس کا مکلف دوسروں کو بنایا یعنی اجتہاد میں درست بات کو پانا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے کہ جس میں وحی نہ اتری ہو اس میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں۔ وانکم تختصمون: طیبی کہتے ہیں ان زائدہ لائے تاکہ عسیٰ کو لعل کے مشابہ بنائے۔ یعنی شاید کہ تم جھگڑا لاؤ۔

الحن: یہ اسم تفضیل ہے۔ وہ آدمی جو زیادہ فصیح و فطین ہو اور وہ اپنی کلام کو خوبصورت بنا کر پیش کرے اور میں اس دعویٰ میں سچا سمجھ لوں۔ راغب کہتے ہیں لحن کلام کو جاری طرز سے پھیرنا۔ خواہ اعراب اور لگا کر یا تبدیلی الفاظ کر کے اور اس کا استعمال اس معنی میں زیادہ اچھا ہے۔ تصریح سے تعریض کی طرف پھیرنا اور مقصود کی طرف پھیرنا جبکہ وہ اچھا ہو۔ شاعر کے اس قول کا یہی مطلب ہے: خیر الاحادیث ما کان لحناً: اور اس ارشاد میں بھی یہی معنی ہے: ﴿ولتعرفنهم فی لحن القول﴾ (محمد: ۳۰) اس سمجھدار آدمی کا وہ کلام جو مقصود کے موافق نہ ہو اس کو لحن کہتے ہیں۔ اس حدیث میں یہی معنی ہے الحن بحجته: یعنی زبان آور فصیح بات کھول کر بیان کرنے والا۔ دلیل پر زیادہ قدرت رکھنے والا۔

عاقولی کہتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کو احکام کے بعض معاملات میں وہ چیزیں جائز ہیں جو دوسروں کے لئے نہیں (خصوصیات نبوت) اور آپ ﷺ لوگوں کے مابین ظاہر پر فیصلہ فرماتے یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے تاکہ لوگ آپ ﷺ کی پیروی کریں اور بڑی رسوائی کے پردے میں باقی رہیں اس لئے کہ اگر کسی کو غیب کی اطلاع ہو تو شاہد کا دعویٰ کے لئے قطعاً ضرورت نہ ہو اور ہر باطل والے کا قصد و نیت اس پر ظاہر ہونے کی وجہ شاہد کی احتیاج نہ ہو۔ یہ ان احکام میں ہے جن میں شاہد کی ضرورت پڑتی ہے۔ باقی احکام شرعیہ میں آپ ﷺ کو خطاء اجتہادی پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا۔ بخلاف اوّل کے کیونکہ اس کو تو خطاء کہا ہی نہیں جاتا بلکہ وہ حکم ظاہر ہے جو موافق باطن نہیں۔ وہ قواعد شرعیہ پر ہونے کی وجہ سے صحیح ہے کیونکہ اس کی مراد شاہدین کی گواہی ہے۔ بحق اخیه: اس کے ظاہری بیان اور دلیل کو دیکھ کر حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ نفس الامر میں باطل پر ہے۔ پس اسے وہ نہ لینا چاہئے۔ فانما اقطع له میں ظاہر امر کی بناء پر اس کو آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔ وہ اس کیلئے حرام ہے۔ جیسا اس آیت میں فرمایا: ﴿انما یاکلون فی بطونهم ناراً﴾ (النساء: ۱۰) اگر اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہ کریں تو اس کی سزا یہی ہے۔ (متفق علیہ)

جامع صغیر میں یہ لفظ ہیں: من قضیت له بحق مسلم فانما هی قطعه من النار۔ فلیاخذها او لیترکها رواہ مالک، احمد والستہ عن ام سلمہ) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: فاذا امرتکم بشئی من رأیی فانما انا بشر۔

**تخریج:** اخرجه احمد (۱۰/۲۵۷۲۸) والبخاری (۲٤٥۸) و مسلم (۱۷۱۳) و ابو داود (۳۵۸۳) والترمذی (۱۳۳۹) والنسائی (٥٤۱٦) و ابن ماجه (۲۳۱۷) والدارقطنی (٤/۲۳۹) وابن حبان (٥۰۷۰) وغیرهم

**الفوائد:** ① قاضی کو باطن کی گہرائی تلاش کرنے کی طرف نہ جانا چاہئے۔ ② قاضی کو فریقین کو حق و باطل کے انجام پر پہلے نصیحت کرنی چاہئے۔ شائد اس تنبیہ سے غلط دعویدار باز آ جائے۔

۲۲۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَنْ يَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِیْ فُسْحَةٍ مِّنْ دِيْنِهٖ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۲۲۲: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مومن ہمیشہ اپنے دین کے متعلق کشادگی میں رہتا ہے جب تک کہ وہ کسی حرام خون کو نہیں بہاتا''۔ (بخاری)

**تشریح** ❀ **فُسْحَة**: وسعت دینی سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنا اگرچہ اس سے کبیرہ گناہ ہو جاتا ہو۔ **ما لم یصب دمًا حرامًا**: بلاحق کسی جان کو قتل کرا دے تو اس پر راہیں بند ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس لوگوں میں لکھا جاتا ہے۔ جیسا حدیث مرفوع میں ہے: **من اعان علی قتل مؤمن ولو بشطر کلمة لقی اللّٰه مکتوبًا بین عینیه آلیس من رحمة اللّٰه** شطر کلمہ سے معمولی بات ہے یہ تغلیظاً فرمایا۔ (بخاری) ابوداؤد نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا: **"لا یزال المؤمن معنقًا** (تیزی کرنے والا) **فی صالح عمله مالم یصب دماً حرامًا" فاذا اصاب دمًا حرامًا تلج**: جامع صغیر نے طبرانی سے مرفوعاً نقل کیا۔ **لن یزال العبد فی فسحة من دینه مالم یشرب الخمر فاذا شربها خرق اللّٰه عنه سره وکان الشیطان ولیه ومسعه وبصره ورجله لیسوقه الی کل شمر وبصرونه من کل مرفاة** هروی کہتے ہیں یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ اس سے مراد مطلقاً کبائر سے بچنا ہے اور ہر معاملہ موقعہ کے مناسب ذکر کیا گیا ہے۔

**تخریج** ☆: أخرجه البخاری (۶۸۶۲) و (۶۸۶۳)

**الفرائد**: ① قتل مؤمن بڑے کبائر سے ہے۔ ② ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک عمداً قتل کرنے والے کو فرمایا تو اپنے لئے ٹھنڈا پانی ڈھونڈ لے تو جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (ترمذی) ③ ساری دنیا کی تباہی ایک مسلمان کے قتل سے آسان تر ہے۔ (ترمذی) ④ حیوان کے ناحق قتل کو حرام قرار دیا گیا تو آدمی اور پھر صالح مسلمان اس کا گناہ کس قدر شدید ہوگا۔ (ابن عربی)

۲۲۳: وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ عَامِرٍ الْاَنْصَارِيَّةِ وَهِيَ امْرَاَةُ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: "اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۲۲۳: حضرت خولہ بنت عامر انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں' کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا: ''کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے مال میں ناجائز تصرف کرتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کے لئے قیامت کے دن آگ ہے''۔ (بخاری)

**تشریح** ❀ **خولہ بنت عامر**: کو خویلہ بھی کہا جاتا ہے۔ بنت ثامر الانصاریہ رضی اللہ عنہ یہ ام محمد ہے جو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں۔ حری نے کتاب الاعراف میں کہا کہ رضی اللہ عنہا مختصر ہے۔ اس کا سلسلہ نسب میسر بن ثعلبہ تک پہنچتا ہے۔ بعض نے کہا حضرت حمزہ کی زوجہ کا نام خولہ بنت ثامر خولانیہ ہے۔ بعض نے کہا ثامر یہ قیس بن فہد کا لقب ہے۔ علی بن المدینی کہتے ہیں خولہ بنت قیس یہی خولہ بنت ثامر ہے۔ ابوعمرو نے بھی یہی کہا۔ ابن اثیر نے خولہ بنت ثامر کا تذکرہ اس میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ اور خولہ بنت قیس بن فہد النجاریہ کے حالات میں لکھا کہ یہ حمزہ کی زوجہ ہیں ان کی کنیت ام محمد ہے۔ بعض نے کہا حمزہ کی بیوی خولہ بنت ثامر ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ ثامر قیس بن فہد کا لقب ہے۔ مگر ابوعمرو کا قول زیادہ صحیح

ہے کہ ان کی کنیت ام محمد ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ام حبیب اور صحفہ ابن مندہ اس بچی کی ماں ہیں جو احد کے دن شہادت کے وقت ان کے ہاں تھی۔ ان کے بعد نعمان بن عجلان انصاری زرقی نے ان سے نکاح کیا۔ ابن اثیر نے کہا یہ بات قرین قیاس نہیں کہ ثامر قیس بن فہد کا لقب ہو۔ دونوں کے حالات میں روایت ایک ہے۔ اور وہ یہ ہے: "ان هذا المال حلوة خضرة" واللہ اعلم۔ حافظ نے دونوں سابقہ قول نقل کئے ابن جوزی کہتے ہیں جن کی ۸ روایات ہیں وہ خولہ بنت قیس ہیں۔ بخاری و مسلم کے رواۃ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ بخاری نے خولہ بنت ثامر کی ایک روایت منفرداً نقل کی ہے۔ **یتخوضون**: تصرف کرنا۔ یعنی مسلمانوں کے مال میں ناجائز تصرف کرتے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ان میں صرف اپنی خواہش سے تصرف درست نہیں۔ **فلهم النار يوم القيامة**: حافظ ابن حجر کہتے ہیں اس حکم کا دارومدار اس وصف پر ہے یعنی اللہ کے اموال میں ناجائز تصرف کرنا۔ رفعت کی علامت بتلائی گئی ہے۔

(بخاری) ترمذی نے اس کو خولہ بنت قیس کی روایت سے نقل کیا اور اس میں یہ اضافہ ہے: **ان هذا المال حلوة خضرة ما اصابه بحقه بورك له فيه ورب متخوض فيما شاء ت نفسه من مال الله و رسوله ليس له يوم القيامة الا النار**" (ترمذی نے حسن صحیح کہا) یہ مال میٹھا سرسبز ہے جو اس کو اپنے حق سے لے اس کو برکت دی جاتی ہے بہت سے اس مال میں اپنی مرضی سے تصرف کرنے والے ہیں جن کو قیامت کے دن آگ کے سوا کچھ میسر نہ ہوگا۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۲۷۳۸۶ ـ ۲۷۳۸۷ / ۱۰) والبخاری (۳۱۱۸) والترمذی (۲۳۷٤) والطبرانی (٦١٧/٢٤)

**الفوائد**: ① حکام کو ناحق کسی کے مال میں سے ذرہ بھر لینے کا حق نہیں۔ ② صرف چاہت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ممنوعہ اموال میں تصرف کا حق حاکم کو نہیں۔

# دليل الفالحين

شرح اردو

# رياض الصالحين

جلد دوم


تأليف

محمد بن علان الصديقي الشافعي الأشعري المكي

المتوفى سنة ١٠٥٧ھ

تحقيق

عصام الدين الصبابطي

مترجم

مولانا شمس الدين صاحب



ناشر

مكتبة العلم

١٨- اردو بازار لاہور پاکستان

# دلیل الفالحین

شرح اردو

# ریاض الصالحین

جلد دوم


تالیف: محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی

مترجم: مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: عصام الدین الضبابطی


اس ترجمہ کی چند نمایاں خصوصیات

★ تمام احادیث کا آسان و عام فہم ترجمہ ★ احادیث کے حل طلب مسائل کی بہترین و دلکش تشریح
★ دور جدید کے مسائل کا بہترین حل ★ حل اللغات' نحو وغیرہ کے عنوانات سے آسان تشریح
★ ہر مسئلے پر فقہا کی آراء ★ آیات قرآنیہ مکمل حوالوں کے ساتھ ★ ہر حدیث کی مکمل و مدلل تخریج
★ "الفوائد" کے عنوان سے حدیث میں بیان کیے گئے ارشادات نبویہ ﷺ کا مختصر خلاصہ


ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان
Ph:7211788-7231788

نام کتاب ............ دلیل الفالحین شرح اردو ریاض الصالحین

تالیف: ............ محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی

مترجم ................ مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: ............... عصام الدین الصبابطی

طابع ............... خالد مقبول

مطبع ............... آر۔ آر۔ پرنٹرز

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ☎ 7224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور ☎ 7221395

❖ مکتبہ جویریہ ۱۸-اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان ☎ 7211788

# فہرست

# ۲۷: بَابُ تَعْظِيْمِ حُرُمَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَبَيَانِ حُقُوْقِهِمْ وَالشَّفْقَةِ عَلَيْهِمْ وَرَحْمَتِهِمْ

## بَاب ۲۷: مسلمانوں کے حرمات کی تعظیم اوران کے حقوق اوران پر شفقت ورحمت

قَالَ اللّٰہ تَعالٰی :

﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ [الحج : ۳۰]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے۔ پس وہ اس کے لئے اس کے رب کے ہاں بہت بہتر ہے''۔ (الحج)

**حُرُمَاتِ** یہ **حرمۃ** کی جمع ہے۔ اہل ومال میں ہر وہ چیز حرمۃ میں داخل ہے جس کی تذلیل حرام ہو۔

**بیان حقوق** سے مراد وہ حقوق جو ایک دوسرے پر لازم ہیں۔

**اَلنَّحْوُ**: **الشفقۃ**: اس کا عطف تعظیم پر ہے اور ② حرمات یا حقوق پر بھی عطف درست ہے اور رحمت کا عطف ھم پر تفسیری ہے یعنی ان پر شفقت ورحمت۔

**قال اللّٰہ تعالیٰ** :**وَمَنْ يُّعَظِّمْ** ..... ① مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے حرمات یعنی اس کے احکام وقوانین جن کی ہتک جائز نہیں ہے۔ ② اس سے حرم یا مقامات واحکامات مراد ہیں۔ **فھو خیرٌ** ھو سے مراد تعظیم اور خیر سے مراد قربت وطاعت کے اضافہ کو کہا جاتا ہے یعنی وہ تعظیم احکام الٰہی جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے قرب ونزدیکی کا باعث ہیں۔

بعض کا قول: خیر کا صیغہ یہاں افعل التفضیل کے معنی میں نہیں (بلکہ مطلقاً وصفی معنی رکھتا ہے)

وَقَالَ تَعالٰی :

﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ [الحج : ۳۲]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے پس یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے''۔ (الحج)

**شَعَآئِرَ اللّٰهِ** سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین یا فرائض حج یعنی حج اور مقامات حج اور ہدایا وغیرہ مراد ہیں کیونکہ یہ حج کے نشانات ہیں۔ سیاق آیت کے مطابق یہی معنی مناسب ہے۔ اب ان کی تعظیم کا مطلب یہ ہوگا کہ ہدایا موٹے تازے اور بیش قیمت ہوں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو اونٹ بطور ہدی بیت اللہ کی طرف روانہ کئے ان میں ابوجہل کا وہ اونٹ بھی شامل تھا جس کی نکیل کے ساتھ سونے کا کڑا تھا اور جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عمدہ اونٹنی ہدی کے طور پر منگوائی جس کی قیمت تین سو دینار تھی۔ آیت میں شعائر کی تعظیم کو تقویٰ القلوب کہا' یہاں مضاف کو حذف کیا یہ من افعال ذوی القلوب تھا۔ ھا کا مرجع من ہے۔ یہاں قلوب کا ذکر اس لئے کیا کیونکہ دل ہی تو تقویٰ و فجور کا مرکز و منشاء ہے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا التقوٰی ھاھنا الحدیث)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [الحجر:۷۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور تو جھکا دے اپنے بازو کو ایمان والوں کے لئے''۔ (الحجر)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ [المائدة:۳۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جس نے کسی جان کو بغیر کسی جان کے عوض یا بغیر ملک میں کوئی فساد برپا کرنے کے قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا''۔ (المائدہ)

بِغَيْرِ نَفْسٍ : یعنی بغیر کسی ایسی وجہ کے جو قصاص کو لازم کرتی ہو۔ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ یعنی بغیر فساد فی الارض یعنی اس نے کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جو زمین میں فساد کا باعث بن کر قتل کا حقدار بنا دیتا ہے مثلاً شرک' ڈاکہ زنی وغیرہ سنت صحیحہ سے شادی شدہ زانی کا سنگسار کرنا اور تارک نماز کا قتل ثابت ہے۔ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ : ایک انسان کے قتل کو تمام لوگوں کا قتل اس لحاظ سے کہا گیا ہے: ① اس نے ناحق خون بہا کر خون کی عظمت دلوں سے نکال دی جس سے اور لوگوں کو قتل کی جرأت ملی۔ ② ایک آدمی کا ناحق قتل یا ہزاروں کا قتل غضب الٰہی اور عذاب عظیم کا مستحق بنانے میں یکساں ہیں۔

و من احیاھا: جس نے اس نفس کو زندہ کیا یعنی اس نے یا تو معاف کر دیا یا قتل سے باز رہا یا اسباب ہلاکت سے چھٹکارا دلایا تو گویا اس نے زندہ کر دیا۔

احیا الناس جمیعًا: گویا اس نے سب کی زندگی کو بچایا مقصد یہ ہے کہ قتل نفس بہت بھاری چیز ہے۔ دلوں میں اس سے اعراض کو جمانے اور اس کو بچانے کے لئے یہ پیارا انداز اختیار فرمایا گیا ہے۔

۲۲۴ : وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا" وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۲۴ : حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ''ایک مؤمن دوسرے مؤمن کیلئے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے اور آپؐ نے ایک دست اقدس کی

انگلیاں دوسرے دستِ اقدس میں ڈالیں'' (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ ''اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ: المؤمن مبتداء كَالْبُنْيَانِ اس کی خبر ہے۔ للمؤمن یہ مبتداء کا حال یا صفت ہے۔ المؤمن کا ال جنس کے لئے ہے۔

**النحو**: يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا: یہ جملہ مستانفہ وجہ شبہ کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

قول قرطبی: یہ تمثیل ہے جس میں ایک مؤمن کو دوسرے مؤمن کی مدد و نصرت پر ابھارا گیا ہے اور یہ ضروری بات ہے کیونکہ دیوار کا اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں جب تک اس کا ہر حصہ ایک دوسرے کو تھامنے اور طاقت دینے والا نہ ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس کے اجزاء الگ الگ ہو کر وہ زمین بوس ہو جائے گی بالکل اسی طرح مؤمن دنیا و دین کے تمام کاموں میں ایک دوسرے کی معاونت و مدد کا محتاج ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو نہ اس کی تمام مصلحتیں پوری ہو سکیں گی اور نہ وہ اپنے مخالف کا مقابلہ کر سکے گا اور دین و دنیا کا انتظام و انصرام پورا نہ ہونے کی وجہ سے ہلاکت کے غار میں گر جائے گا۔

**شبك**: اس کا فاعل ممکن ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا راوی حدیث ہو۔

**بین أصابعه**: یہ وجہ شبہ کے تقریب فہم اور بیان تداخل کے لئے یہ لفظ فرمائے۔

**تخريج** : أخرجه احمد (٧/١٩٦٤٤) والبخاری (٤٨١) و مسلم (٢٥٨٥) والترمذی (١٩٢٨) والنسائی (٢٥٥٩) و ابن حبان (٢٣٢)

**الفوائد** : ① تشبیہات اور امثال کو بیان کرنا تاکہ معانی کا سمجھنا آسان ہو جائے جائز ہے۔ ② مسلمانوں کو باہمی تعاون و محبت سے رہنا چاہئے۔

**٢٢٥ :وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :مَنْ مَّرَّ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ مَّسَاجِدِنَا اَوْ اَسْوَاقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ اَوْ لِيَقْبِضْ عَلٰى نِصَالِهَا بِكَفِّهٖ اَنْ يُّصِيْبَ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَيْءٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔**

٢٢٥: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو ہماری مساجد میں سے کسی مسجد سے یا بازاروں میں سے کسی بازار سے گزرے اور اس کے پاس تیر ہو تو وہ اس کی نوک کو اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑے یا تھام لے تاکہ کسی مسلمان کو اسکی نوک نہ لگ جائے''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ مِّنْ مَّسَاجِدِنَا اَوْ اَسْوَاقِنَا او: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ شارع کی طرف سے تنویع کے لئے۔ یہ راوی کی طرف سے شک کے لئے نہیں ہے۔ یعنی اس کا گزر مساجد سے ہو (جو مسلمانوں کے اجتماع کی جگہیں ہیں) یا بازار سے ہو۔

**النحو** : مَعَهُ نَبْلٌ: یہ مر کی فاعل ضمیر سے حال ہے۔ یہ مؤنث ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ عربی تیر کو نبل کہا جاتا ہے۔

**فَلْيُمْسِكْ اَوْ لِيَقْبِضْ**: یہاں او شک راوی سے ہے یہ دونوں امر کے صیغے ہیں۔

**عَلٰى نِصَالِهَا**: ① یہاں علی با کے معنی میں ہے۔ ② مبالغہ کے لئے عامل استعلاء کے معنی کو متضمن ہے۔ نصال: لوہے کا دہ

نوک دار حصہ جو تیر کے اگلی جانب لگتا تھا۔

**بکفه**: یہ یمسك یا یقبض فعل کے متعلق ہے۔ان یصیب احدًا من اس سے پہلے مخافۃ محذوف ہے۔من تعنیبہ ہے یعنی بسبب اتصال اس تیر کی نوک کے سبب۔شیٔ سے پہنچنے والی ایذاء مراد ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٧/١٩٥٩٤) والبخاری (٤٥٢) ومسلم (١٦١٥) وأبو داود (٢٥٨٦) وابن ماجه (٣٧٧٨)

**الفوائد**: ① مسلمانوں کے بازاروں اور مساجد میں جو شخص چلے اسے دوسروں کو ایذاء نہ دینی چاہئے۔ ② خون کا ایک قطرہ بھی ناجائز بہانا حرام ہے جیسا کہ خونریزی حرام ہے۔

۲۲۶ : وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَآدِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَآئِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۲۶ : حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور ایک دسرے پر رحمت کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ نرمی برتنے میں ایک جسم کی طرح ہیں کہ جب اس کا ایک عضو درد کرتا ہے تو اس کا سارا جسم بیداری اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے''۔(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **مَثَلُ**: یہ مَثَل مِثل و مثیل آتا ہے جیسا شَبَہ' شِبہ و شبیہ اس کا معنی حالت ہے۔المؤمنین یہ صحیح کے الفاظ ہیں دوسرے نسخہ میں المسلمین بھی آیا ہے۔یہاں بقول ابن ابی جمرہ کامل مؤمن مراد ہیں۔

**فِيْ تَوَآدِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ**: التوادو یہ مؤدت سے باب تفاعل ہے ایک شخص کا دوسرے سے پسندیدہ بات کے ساتھ قرب حاصل کرنا۔قرطبی کہتے ہیں ایک روایت میں یہ فی کے بغیر بھی آیا ہے اس صورت میں المؤمنین سے بدل الاشتمال ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگا۔

ابن ابی جمرہ: اگرچہ بظاہر تراحم' توادد' تعاطف قریب المعنی ہیں لیکن ان میں ایک لطیف فرق ہے۔تراحم: محض اخوتِ ایمانی کے سبب باہمی کیا جانے والا رحم' تراحم کہلاتا ہے۔**توادد**: محبت کو پیدا کرنے والا میل ملاپ۔**التعاطف**: تزاور' تہادی اور تعاطف کا ایک معنی ہے۔اس سے مراد ایک دوسرے کی اعانت جیسا کہ کپڑے کی جانب کو مضبوط کرنے کے لئے موڑ کر دوہرا کر دیا جاتا ہے۔

**مَثَلُ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ**: یعنی جیسا تمام اعضاء کا تعلق جسم سے ہے ان میں وجہ شبہ تعب و راحت میں موافقت ہے جیسا کہ **اذا اشتكى** سے اس کی وضاحت کردی ہے یعنی وہ بقیہ اعضاء و جوارح کو دکھ میں شرکت کی دعوت دیتا ہے۔عرب کے ہاں محاورہ ہے۔**تداعۃ الحیطان** یعنی دیواریں گر پڑیں یا گرنے کے قریب ہو گئیں۔

یہ تداعی کے متعلق ہے۔اس کو بیداری کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ درد نیند سے مانع ہے اور نیند نہ آئے تو بخار کی شدت میں اور اضافہ ہوتا ہے۔بخار یہ قسب سے اٹھنے والی حرارت جو تمام جسم کو اس کے طبعی افعال سے روک دے۔جناب نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو جسم اور مسلمانوں کو اعضاء سے تشبیہ دی ہے کیونکہ ایمان اصل ہے اور یہ تکالیف اس کی شاخیں ہیں۔ جب انسان کسی حکم میں خلل ڈالتا ہے تو اس سے اصل ضرور متاثر ہوتی ہے۔ بدن انسانی درخت کی طرح اصل ہے اور اس کے اعضاء شاخوں کی طرح ہیں۔ جب جسم کا کوئی عضو تکلیف زدہ ہوتا ہے تو تمام اعضاء میں تحریک و اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں: اس ارشاد میں مسلمانوں کے حقوق کی عظمت کو بیان کیا گیا اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون و ملاطفت پر ابھارا گیا ہے۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (۶۰۱۱) ومسلم (۲۵۸۶) (مسلم کے بعض الفاظ مختلف ہیں اس میں کرجل واحد اذا اشتکی عینه اشتکی کله واذا اشتکی رأسه اشتکی کله کے الفاظ نعمان رضی اللہ عنہ کی روایت سے وارد ہیں)۔

**الفوائد:** مسلمانوں کو حرام و مکروہ سے بچ کر باہمی تراحم و ملاطفت سے کام لینا چاہئے۔

۲۲۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ النَّبِیُّ ﷺ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْاَقْرَعُ: اِنَّ لِیْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: "مَنْ لَّا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۲۲۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا بوسہ لیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس بیٹھے ہوئے تھے۔ اقرع نے کہا میرے دس بیٹے ہیں۔ میں نے ان میں سے کسی ایک کا بھی بوسہ نہیں لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: "جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ⊛ حسن رضی اللہ عنہ: یہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بڑے بیٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں ان کو پیار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریحانتہ الجنۃ فرمایا ہے۔

**النحو:** وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ رضی اللہ عنہ: یہ جملہ قبل کے فاعل سے محل حال میں واقع ہے۔ اقرع کا نام فراس ہے۔ یہ اقرع ان کا لقب اس لئے مشہور ہوا کہ ان کے سر کے اگلے حصہ کے بال اڑے ہوتے تھے۔ یہ قبیلہ بنو تمیم کے سردار ہیں زمانہ جاہلیت و اسلام دونوں میں معززین میں گنے جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ اور غزوہ حنین اور محاصرۂ طائف میں شریک تھے۔ یہ اسلام پر ثابت قدم رہے یہ بھی مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ (فتح الباری) اقرع نے دیکھا آپ ﷺ حسن کو بوسہ دے رہے ہیں تو اس نے کہا میرے دس بیٹے ہیں۔ مگر مَا قَبَّلْتُ اَحَدًا مِنْهُمْ میں نے ان میں سے ایک کو بھی بوسہ نہیں دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دیہات والوں میں سخت دلی اور درشتی پائی جاتی ہے جیسا کہ فرمایا گیا: من بدا فقد جفاء: جو دیہات میں رہا اس میں خشونت آ گئی۔

فَنَظَرَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: آپ نے اس کی طرف تعجب سے دیکھا کہ اولاد کے متعلق یہ درشت رویہ اور ان کو شفقت سے نہ چومنا اور نہ اٹھانا اجڈ پن ہے۔ آپ نے فرمایا:

"مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ" اس کا مفعول تعیم کے لئے حذف کر دیا گیا۔ (۲) فعل جمع مفعول سے یہ کنایہ ہے۔ ای من لا یرحم الناس: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت اس معنی کے قریب تر ہے۔ من لا یرحم الناس لا یرحمہ اللّٰہ یہ شارح شارق شیخ اکمل الدین کا قول ہے۔ لیکن یہ روایت جریر کے حوالہ سے مروی ہے۔ شاید جابر رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت یہ کاتب کی طرف سے ہو یا یہ لازم کی جگہ متعدی لانے کی قسم سے ہو جیسا محاورہ میں کہتے ہیں۔ فلان یعطی و یمنع مراد اس سے اس کا ان دونوں اوصاف سے متصف ہونا ہے۔ اب مطلب یہ ہے من لا رحمةٌ عندہ لا یُرحم۔ ای لا یرحمہ اللّٰہ جس میں رحم نہیں اس پر اللہ تعالیٰ رحمت نہ فرمائیں گے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خبر ہونے کی وجہ سے دونوں پر رفع ہے۔

قاضی عیاضؒ کہتے ہیں اکثر اسی طرح ہے۔ ابوالبقاء کہتے ہیں کہ مَن موصولہ ہے اس کو شرطیہ قرار دے کر مجزوم پڑھا جا سکتا ہے۔

سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سیاق کلام سے خبر بنانا زیادہ مناسب ہے یعنی جو یہ فعل کرتا ہے وہ رحم نہیں کرتا" اگر شرطیہ مانیں تو کلام میں انقطاع مان کر جملہ مستانفہ بنانا ہوگا۔

ابن علان عرض کرتا ہے کہ ایک لحاظ سے شرطیہ بنانا بہتر ہے تاکہ وہ ضرب المثل بن جائے گا۔ بعض نے مَن کو موصولہ بنا کر ترجیح دی اور دلیل یہ دی کہ شرطیہ کے بعد لم سے نفی آتی ہے لا سے نہیں آتی جیسا وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ اگرچہ لا بھی جائز ہے جیسا زہیر شاعر کا قول من لا یظلم الناس یظلم میں ہے۔

شارحین مشارق نے یہ وجوہ بھی نکالی ہیں من لا یرحم الناس لا ترحموہ یا من لا یکون من اھل الرحمة فانہ لا یرحم۔ پہلے کا مطلب یہ ہے جو لوگوں پر رحم نہ کرے تم اس پر رحم نہ کرو۔ دوسرے کا معنی یہ ہے جو اہل رحمت میں سے نہیں ہوتا وہ رحم نہیں کرتا۔ (فتح الباری)

ابن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان دونوں جملوں کا معنی یہ ہے: (۱) جو کسی دوسرے پر کسی بھی احسان کی جنس سے رحم نہیں کرتا اس کو یہ ثواب نہیں مل سکتا جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ [الرحمٰن: ۶۰] کہ نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔ (۲) دنیا میں رہتے ہوئے جو رحمت ایمان سے محروم رہا وہ آخرت میں قابل رحمت نہیں۔ (۳) جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل اور نواہیہ سے گریز کر کے اپنے اوپر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہ فرمائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے اس کا کوئی معاہدہ نہیں۔ پس اس صورت میں پہلا رحمت کا لفظ اعمال کے معنی میں ہوگا اور دوسرا جزاء کے معنی میں ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جو اعمال صالحہ کرے گا اسی کو جزاء ملے گی۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلا رحمت کا لفظ صدقہ کے معنی میں ہو اور دوسرا آزمائش کے معنی میں ہو یعنی ابتلاء سے صدقے والا بچ سکتا ہے جو شخص ایسی رحمت نہیں کرتا جس میں ایذاء کی ذرہ بھر ملاوٹ نہ ہو اس پر مطلقاً رحمت نہ کی جائے گی یا اللہ تعالیٰ رحمت کی نگاہ سے اسی بندے کو دیکھتے ہیں جس کے دل میں رحمت ہو ورنہ رحمت کی نگاہ نہیں ڈالتے خواہ اس کے اعمال نیک ہوں۔ (ملخصاً)

ایک نصیحت: آدمی کو چاہئے کہ وہ ان تمام وجوہ پر غور کرے اور جس اعتبار سے کمی پائے اس کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہو۔

**لطیفہ** ☆ اقرع کا اس جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ بیٹے اور دیگر محارم کو بوسہ دینے میں رحمت و شفقت کا پہلو ہونا چاہئے شہوت ولذت کی خاطر نہیں۔ اسی طرح جسم سے چمٹانے اور معانقہ کا حکم ہے۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (٥٩٩٧) وفی الأدب المفرد (٩١) ومسلم (٢٣١٨) وأبو داود (٥٢١٨) والترمذی (١٩١١) وابن حبان (٤٥٧) ترمذی عن ابی سعید بلفظ من لا یرحم الناس لا یرحمه اللّٰه و طبرانی بلفظ من لا یرحم من فی الارض لا یرحمه من فی السماء عن جریر و احمد بلفظ من لا یرحم لا یُرحم ومن لا یغفره لا یُغفرلہٗ عن جریر ونقله الطبرانی كذا عن جریر وزاد فیه من لا یَتُبُ علیه (كذا فی الجامع الصغیر للسیوطی)

**الفوائد** : ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں پر خصوصی شفقت۔ ② آپ کو جوامع الکلم عنایت ہوئے جس کا ایک نمونہ یہ ہے: "مَنْ لَّا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ"۔

۲۲۸ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَدِمَ نَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا : اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْیَانَكُمْ؟ فَقَالَ نَعَمْ قَالُوْا : لٰكِنَّا وَاللّٰهِ مَا نُقَبِّلُ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَوَ اَمْلِكُ اِنْ كَانَ اللّٰهُ نَزَعَ مِنْ قُلُوْبِكُمُ الرَّحْمَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۲۲۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ کیا تم اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں۔ انہوں نے کہا لیکن اللہ کی قسم ہم تو بوسہ نہیں دیتے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے شفقت و رحمت کا جذبہ نکال دے تو اس میں میرا کیا اختیار؟"۔ (بخاری و مسلم)

**اللغات** : ناس: اس کی اصل اُناس بتائی گئی ہے۔ الف حذف کر کے الف لام لائے یہ رجال کی طرح اسم جمع ہے کیونکہ فعال جمع کے اوزان میں منقول نہیں ہے مگر بیضاوی نے ① اس کو انس سے لیا ہے کیونکہ انسان ایک دوسرے سے انس حاصل کرتے ہیں۔ ② انس بروزن ضرب دیکھنے کے معنی میں ہے: ﴿اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا﴾ [القصص : ۲۹] کیونکہ انسان ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسا جن کو جن چھپ جانے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ ③ یہ نسی سے قلب ہوا ہے۔ بعض نے اس کی اصل ناس ینوس بتلائی' جب مضطرب ہو اور گویا ال یہ ہمزہ کے عوض ہے۔ اسی لئے اس کو نکرہ پڑھتے ہیں اور الف لام جنس کا بتلاتے ہیں۔ اس کا معنی "لوگ" ہے۔ یہ لوگ بنو تمیم سے تھے جن کے سردار کا تذکرہ گزشتہ روایت میں آیا پھر ایک ہی واقعہ ہے یا یہ الگ واقعہ ہے اور وہ لوگ اور کسی قبیلے سے متعلق تھے۔

**من الاعراب**: جنگل کے باسیوں کو کہتے ہیں۔ ایک نسخے میں العرب کا لفظ ہے یہ اولاد اسماعیل علیہ السلام کو کہتے ہیں۔

**علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم** : بخاری میں جاء اعرابی الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ہے۔ بقول شیخ زکریا یہ اقرع بن حابس ہے۔

**ابن علان**: خطیب نے مبہمات میں لکھا ہے کہ یہ عیینہ بن حصن ہے اور بخاری و مسلم میں تصریح ہے کہ یہ اقرع ہے۔ اگر عیینہ والی روایت بھی درست ہو تو پھر یہ دو واقعات ہیں۔

فَقَالُوْا : اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْیَانَکُمْ؟ جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کو چومتے ہیں تو کہنے لگے کیا تم اپنے بچوں کو چومتے ہو۔ صبیان کا واحد صبی ہے اس کی جمع صِبْیَۃ بھی ہے۔ ففقالوا نعم: مسلمانوں نے ہاں میں جواب دیا۔ بعض نسخوں میں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

لٰکِنَّا وَاللّٰہِ مَا نُقَبِّلُ: ان اعراب نے نعم کے جواب میں بطور استدراک کہا کہ ہم اور تم جنس تو ایک ہیں مگر ہم اپنے چھوٹے بچوں کو نہیں چومتے۔ نقبل کا مفعول عموم کے لئے حذف کر دیا یا متعدی کو لازم کی جگہ لائے جیسا اس آیت میں: ﴿ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ ...... ﴾ [الزمر : ۱۰]

النَّحْو : او املك: بقول زمخشری یہ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ تقریر عبارت یہ ہے تنزع الرحمۃ من قلبك و املك؟: رحمت اگر تمہارے دل سے کھینچ لی گئی ہو تو کیا میں تمہارے دل میں ڈال سکتا ہوں؟

② ہمزہ جملہ معطوفہ کے ساتھ ہے ہمزہ صدارت چاہتا ہے اس لئے واؤ سے پہلے لایا گیا ہے۔

ان نزع اللّٰہ من قلوبکم الرحمۃ ان کا ہمزہ مفتوحہ ہے ای لا املك وضعھا فی قلوبکم لان اللّٰہ نزعھا منکم میں اس کو تمہارے دلوں میں نہیں رکھ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے دلوں سے کھینچ لیا ہے"۔

صاحب مفاتیح کا اشارہ یہ ہے ہمزہ مفتوحہ کا مدخول املک کا مفعول تقدیر مضاف کے ساتھ ہے۔ ای او املك عدم نزع اللّٰہ منکم الرحمۃ مطلب یہ ہوا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے چھین لیا ہو اس کو رکھنے کی طاقت کسی میں نہیں۔

عاقولی کہتے ہیں ہمزہ کا کسرہ بھی جائز ہے۔ اِن شرطیہ ہے اور اس کی جزاء محذوف ہے۔ ان نزع اللّٰہ الرحمۃ من قلبکم فلا املك لکم دفعہ و منعہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحمت کو نکال لیا ہے تو اس کے لوٹانے اور رد کرنے کا مجھے اختیار نہیں۔

**تخریج**: أخرجہ البخاری (۵۹۹۸) ومسلم (۲۳۱۷) وابن ماجہ (۳۶۶۵) یہ مسلم کے الفاظ ہیں بخاری نے کتاب الادب المفرد میں اس کو روایت کیا ہے مگر مزی نے صرف بخاری کی طرف نسبت کی ہے۔

**الفوائد**: ① دیہاتیوں کے دل رحمت و شفقت سے علی العموم کوسوں دور ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ ② آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال رحمت و حکمت ثابت ہوتی ہے۔

۲۲۹ : وَعَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: "مَنْ لَّا یَرْحَمِ النَّاسَ لَا یَرْحَمْہُ اللّٰہُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۲۲۹: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں فرماتا"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ مَنْ لَّا یَرْحَمِ النَّاسَ روایت میں لوگوں کا تذکرہ انسان کی اہمیت کی وجہ سے کیا گیا ہے ورنہ رحمت کی تو بہائم و دواب سب کو حاجت ہے اور ہر تر جگر والے پر رحمت کرنے میں اجر ملتا ہے۔

لَا یَرْحَمْہُ اللّٰہُ: ① عاقولی کہتے ہیں کہ رحمت کا معنی تعطف و رقت ہے۔ جب مخلوق کی طرف اس لفظ کی نسبت ہو تو حقیقی معنی

مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو غایت رحمت یعنی رضا مندی اور انعام کرنا مراد ہے۔ ② و مامینی کہتے ہیں جس چیز کی نسبت حقیقت لغویہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہو سکتی ہو متکلمین نے اس کی دو صورتیں لکھی ہیں۔ ① اس کو ارادہ پر محمول کریں تو اس وقت وہ صفات ذات میں سے بن جائے گی۔ ② فعل اکرام پر محمول کریں تو اس وقت یہ صفات افعال سے ہوگی جیسے رحمت۔ یہ لغت میں رحم سے مشتق ہے جس کا حاصل رقت طبع اور فطری میلان ہے اور یہ چیز باری تعالیٰ کے متعلق محال ہے۔ پس بعض لوگوں نے اس کو ارادۂ خیر پر محمول کیا جبکہ دوسروں نے فعل خیر پر۔ پھر دونوں تاویلات میں سے ایک بعض سیاقات سے متعین ہو جائے گی دوسری اس روایت کی وجہ سے ممنوع رہے گی۔ خلق اللّٰہ الرحمۃ یوم خلقھا اب فعل خیر والی تاویل متعین ہو کر صفت فعل بن جائے گی مگر اشعری کے ہاں یہ حادث میں داخل ہونے کی وجہ سے ارادے والی تاویل کو غلط کر دے گی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ میں سے ہے جو کہ قدیم ہیں پس دوسری درست نہ ہوگی۔

اور ارادہ والی تاویل اس آیت سے متعین ہو جائے گی: ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ......﴾ [ھود: ۴۳] کیونکہ اگر اس کو فعل پر محمول کرو تو وہ بعینہٖ عصمت ہے تو استغناء الشئ من نفسہ لازم آیا گویا اس طرح کہا گیا: لا عاصم الا العاصم۔ پس رحمت ارادہ ہوا۔ گویا اس طرح کہا گیا وہ محذور سے نہیں روکتا مگر اسی کو جس کے لئے وہ سلامتی کا ارادہ کر لیتا ہے۔ متأمل۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۷/۱۹۲۲٤) والبخاری (۶۰۱۳) ومسلم (۲۳۱۹) وابن حبان (٤۶۵) والطبرانی (۲٤۹۲) وأخرجه الحمیدی (۸۰۲) والقضاعی (۸۹٤) والبیهقی (٤۱/۹) حزی نے نسبت روایت جریر سے مسلم و ترمذی کی طرف ہے۔ مگر جامع صغیر میں صحیحین سے اس کو نقل کیا ہے اور دیگر حضرات نے نقل کیا ہے۔

**الفوائد**: ① رحمت کا استعمال تمام مخلوقات کے ساتھ عام ہے۔ اس میں انسان' حیوان' مؤمن و کافر اپنا و پرایا سب شامل ہیں۔ ② رحمت کا ایک جز و کھانا کھلانا' پلانا' بوجھ کم کرنا' ان پر تعدی سے باز رہنا وغیرہ ہے۔

**۲۳۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا يَشَآءُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ : "وَذَا الْحَاجَةِ"۔**

۲۳۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہئے کہ وہ ہلکی نماز پڑھائے۔ اس لئے کہ ان نمازیوں میں کمزور' بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب خود اپنی نماز پڑھے تو جتنی چاہے نماز لمبی کرے" اور ایک روایت میں ذا الحاجة کے الفاظ ہیں یعنی ضرورت مند۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ جب تم میں سے کوئی امامت کرائے۔ مسلم کی روایت میں صلی کی بجائے ام کا لفظ ہے۔ مسئلہ تخفیف ☆ فَلْيُخَفِّفْ تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ وہ اوساط مفصل اور چھوٹی سورتوں پر اکتفاء کرے۔ رکوع کی تسبیح میں تین پر اکتفاء کرے' تشہد و درود شریف مکمل پڑھے۔ یہ عام لوگوں کی امامت کے متعلق مسئلہ ہے اگر کوئی شخص مخصوص لوگوں کی

امامت کرے جن سے کسی کا حق متعلق نہ ہو اور وہ طویل قرأت پر راضی ہوں اور دوسرا وہاں آنے والا نہ ہو تو طوالت میں کوئی حرج نہیں اور اسی طرح اس حدیث کا موقعہ وہ بھی ہے جب اس موقعہ کے متعلق کسی خاص سورت کی قرأت وارد نہ ہو۔ جیسا کہ الم تنزیل اور ھل اتی جمعہ کی فجر میں اور ق اور اقتربت الساعۃ عید کی نماز میں ایسی صوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو اپنائے اور لوگوں کی رضاء ملحوظ خاطر نہ رکھے۔

ابن دقیق العیدؒ: تخفیف وتطویل یہ اضافی امور ہیں۔ بعض چیزیں بعض لوگوں کے لحاظ سے خفیف اور دوسروں کے لحاظ سے طویل ہوتی ہیں۔ (گویا مواقع کا لحاظ کرے)

فقہاء کرام کہتے ہیں رکوع وسجود میں تین تسبیحات سے زیادہ نہ پڑھے یہ ان روایات کے خلاف نہیں جن میں آپ ﷺ کا زیادہ مرتبہ پڑھنا ثابت ہے کیونکہ صحابہ کرام کی خیر میں رغبت بہت زیادہ تھی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ زیادہ طوالت نہ کرے۔

قول ابن حجرؒ: بہتر یہ ہے کہ حد تخفیف اس روایت سے لی جائے جس کو ابوداؤد' نسائی نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تم لوگوں کے امام ہو۔ لوگوں میں سب سے ضعیف کے مطابق اندازہ کرو یہ روایت حسن ہے۔ اس کی تائید مسلم کی اس روایت میں فان فیھم الضعیف سے ہوتی ہے۔

الضَّعِیْفَ وَالسَّقِیْمَ وَالْکَبِیْرَ: ضعیف جو خلقۃً کمزور ہو اور سقیم مریض اور کبیر جن کی عمر زیادہ ہو۔ یہ جملہ مذکورہ حکم کی علت ہے۔ یعنی جب ان میں یہ صفات نہ ہوں تو طوالت میں حرج نہیں۔

ابن سید الناسؒ کہتے ہیں کہ احکام کا دارومدار عام پیش آمدہ صورتوں پر ہوتا ہے نادر صورتوں پر نہیں ہوتا۔ پس ائمہ کو علی الاطلاق تخفیف کرنی چاہئے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے سفر کی نماز میں قصر مشروع کی گئی ہے اور اسکی علت مشقت بتلائی اگر مشقت نہ بھی ہو تب بھی قصر ہے کیونکہ اسے کیا معلوم کہ اس کو کیا پیش آئے گا۔ اسی طرح یہاں بھی ہے۔

و اذا صَلّٰی: مسلم میں فلیصل کیف شاء کے الفاظ ہیں یعنی تخفیف وطوالت ہر دو طرح پڑھ سکتا ہے۔

تخریج: ابوداؤد' ترمذی نے الکبیر تک روایت کی ہے۔ بخاری ومسلم کی روایت اور ابوداؤد میں وذا الحاجۃ کے لفظ بھی ہیں یعنی ضرورت مند جو اپنی ضرورت نماز کے بعد پوری کرنا چاہتا ہے اور جامع صغیر میں ابو واقد کی روایت اس طرح ہے۔ کان صلی اللہ علیہ وسلم اخف الناس صلاۃً علی الناس واطول الناس صلاۃ لنفسہ رواہ احمد۔ موطا مالک ۳۰۳' نسائی ۸۲۲' ابن ماجہ ۹۸۶' ابن حبان ۱۰/۱۷' عبدالرزاق ۳/۱۲۷' بیہقی ۳/۱۷۔ ابن ابی شیبہ ۲/۵۴۔

الفوائد: رحمت کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ امام تخفیف سے نماز پڑھائے۔

۲۳۱: وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیَدَعُ الْعَمَلَ وَھُوَ یُحِبُّ اَنْ یَّعْمَلَ بِہٖ خَشْیَۃَ اَنْ یَعْمَلَ بِہِ النَّاسُ فَیُفْرَضَ عَلَیْھِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

۲۳۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (بعض اوقات) ایسا عمل چھوڑ دیتے جبکہ اس کا کرنا آپ ﷺ کو پسند ہوتا۔ اس خدشے سے کہ لوگ بھی اس کو پابندی سے کرنے لگیں اور پھر وہ ان پر

فرض کر دیا جائے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ان یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ آپ اپنی امت پر کمال شفقت فرماتے ہوئے لیدع **العمل** یدع کا معنی چھوڑ دینا ہے۔ اس کے شروع کی لازم مفتوح ان کا مخففہ ہونا ثابت کرتی ہے۔

**النحو** : وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَّعْمَلَ بِهٖ یہ جملہ محل حال میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عمل کو پسند کرنا اللہ تعالیٰ کے تقرب اور اس کی مزید رضا مندیاں حاصل کرنے کے لئے ہے۔ خشية یہ مفعول ہے اس کا معنی خطرہ ہے۔

اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ کہیں آپ کی اتباع میں لوگ اس کو کرنے لگیں کیونکہ لوگ تمام اعمال میں آپ کی اقتداء کرنے والے تھے۔

**فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ** پھر وہ ان پر فرض ہو جائے۔ اسی لئے صلاۃ لیل رمضان کی جماعت کے لئے آپ تیسری یا چوتھی رات باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی۔ پھر آپ نے نکل کر فرمایا مجھے اس خطرے نے روک دیا کہ کہیں وہ تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس سے عاجز آ جاؤ۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٣٠٣) وأحمد (٣/٧٦٧١) والبخاری (٧٠٣) ومسلم (٤٦٧) وأبو دود (٧٩٤) والترمذی (٢٣٦) وابن أبی شيبة (٢/٥٤)

**الفوائد**: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے زہد اختیار کرنے والے اور قلیل پر اکتفاء کرنے والے تھے۔
(۲) دو مصلحتوں میں زیادہ اہم کو امت پر شفقت و رحمت کی وجہ سے اختیار فرماتے۔

۲۳۲ : وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : نَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَّهُمْ فَقَالُوْا : اِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مَعْنَاهُ يَجْعَلُ فِيَّ قُوَّةَ مَنْ اَكَلَ وَشَرِبَ۔

۲۳۲ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وصال (کے روزے) سے مشفقت فرماتے ہوئے منع فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا آپ بھی تو وصال کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: "میں تم جیسا نہیں (تمام احوال میں کیونکہ میری بعض حالتیں مخصوص ہیں) بیشک میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

مراد ہے مجھ میں کھانے پینے والے جیسی قوت پیدا فرما دیتے ہیں۔

**تشریح** **عنھا**: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں۔ **نھاھم**: آپ نے صحابہ کو صوم وصال سے منع فرمایا۔ (۱) وصال یہ ہے کہ دو روزوں کے درمیان افطار کرنے والی چیزوں میں سے کسی کا استعمال نہ کرنا۔ (آٹھ پہر کا روزہ) (۲) بعض نے کہا ہمیشہ روزے کی حالت میں رہنا اس تعریف کے مطابق قے اور جماع کرنے سے وصال کی حالت سے نکل جائے گا۔

شوافع کے ہاں یہ نہی تحریم کے لئے ہے۔ رحمة لهم: یہ نہی کی علت ہے۔ یہ تحریم کے خلاف نہیں۔ تحریم کی وجہ شفقت ہے تاکہ وہ گراں بار اور مشقت والے کاموں میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

**فَقَالُوْا: اِنَّكَ تُوَاصِلُ:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ذنوب معاف ہو چکے اور آپ ﷺ پھر بھی تقرب الی اللہ کے لئے یہ کام کرتے ہیں اور ہم تو گناہوں سے معصوم بھی نہیں تو ہمیں بطریق اولیٰ یہ کرنا چاہئے تاکہ رضائے الٰہی پاسکیں۔

**قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ:** وصال کی عبادت میرے ساتھ خاص ہے۔ پس میں اس حالت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ میں تم جیسا نہیں یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کا جو قرب اور بلند مرتبہ اس کی بارگاہ میں میسر ہے وہ تمہیں نہیں۔

بخاری کی روایت میں ایکم مثلی کے الفاظ ہیں جو استفہام توبیخی کو ظاہر کرتے ہیں (پھر خصوصیت کا تذکرہ فرمایا) انی **یُطعمنی ربی ویسقینی** دونوں پر ضمہ ہے۔

قول جمہور ① **یُطعِمُنی**..... کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ مجھ میں اس شخص والی قوت پیدا فرما دیتا ہے جس نے کھایا پیا ہو۔ یہ ملزوم کا ذکر کر کے مجازاً لازم مراد ہے یعنی مجھ میں مذکورہ قوت ڈال دیتے ہیں اور اپنی رحمتوں کے وہ انوار انڈیلتا ہے جو کھانے پینے کے قائم مقام ہو جاتے ہیں اور وہ قوت میسر آجاتی ہے جس سے قسم قسم کی طاعات کو بلا اکتاہٹ وتھکاوٹ میں انجام دے سکتا ہوں۔

② اللہ تعالیٰ مجھے اس طرح سیر کر دیتے ہیں کہ کھانے پینے کی حاجت نہیں رہتی اور بھوک و پیاس محسوس نہیں ہوتی۔

دونوں اقوال میں فرق یہ ہے۔ پہلی صورت میں مسیر کے بغیر قوت عنایت کر دی جاتی ہے اور دوسری صورت میں سیرابی کے ساتھ قوت دی جاتی ہے۔

**راجح:** پہلا قول ہے کیونکہ دوسرا دوسرا مقصود صوم وصال کے خلاف ہے۔ اس کی عبادت کی روح بھوک ہے۔

③ **قول قرطبیؒ:** آپ ﷺ کی حالت مبارکہ میں نظر کرنا اس اعتبار سے بھی بعید ہے کیونکہ آپ سیر ہونے کی بجائے اکثر بھوکے رہتے اور بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے۔

④ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ: اللہ تعالیٰ کی عظمت میں تفکر اور اس کے مشاہدہ کی سعادت اور اس کے معرفت کی غذا اور اس کی محبت سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور مناجاتِ الٰہی میں استغراق اور کامل توجہ کھانے پینے سے آپ کو مشغول کر دیتی تھیں اور یہ غذا تو غذا اجساد سے بہت بڑی ہے اور جسے ادنیٰ ذوق وتجربہ ہو وہ جانتا ہے کہ قلب وروح کی غذا بہت سی جسمانی غذاؤں سے مستغنی کر دیتی ہے۔

⑤ اور قول یہ ہے۔ کرامۃً آپ کے لئے جنت کا کھانا لایا جاتا اور وہ مفطر صوم نہیں کیونکہ طعام دنیا مفطر صوم ہے۔ نووی کہتے ہیں یہ قول درست نہیں کیونکہ طعام کا حقیقۃً کھانا ثابت ہو جائے تو صوم وصال نہ رہا (واللہ اعلم)

⑥ ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ: یہ اس بات پر محمول ہے کہ آپ کا اس وصال کی حالت میں کھانا خواب میں کھانے کی طرح ہے جیسے سونے والا نیند میں سیرابی حاصل کرتا ہے اور اس کا روزہ بھی برقرار رہتا ہے باطل نہیں ہوتا اور نہ وصال میں انقطاع پیدا ہوتا ہے کہ جس سے اجر میں کمی واقع ہو۔ بعض نے کہا آپ کو نیند میں کھلا دیا جاتا جب بیدار ہوتے تو سیرابی پاتے۔

⑦ ابن حجرؒ: یہ آپ ﷺ کے احوال شریفہ میں حالت استغراق پر محمول کیا جائے گا اس صورت میں احوال بشریہ میں سے کوئی چیز بھی اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ (فتح الباری)

تخریج: أخرجه البخاري (١٩٦٤) ومسلم (١١٠٥)

الفوائد: ① اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا ثبوت ملتا ہے۔ ② ممانعت میں خاص حکمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ بلا اسباب عادیہ بھی ایجاد کی قدرت رکھتے ہیں۔ ③ تمام مکلف احکام میں برابر ہیں۔ سوائے ان کے جن کو شریعت مستثنیٰ کردے۔

۲۳۳ : وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ ابْنِ رِبْعِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ لَاَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوةِ وَاُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْهَا فَاَسْمَعُ بُکَآءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِهٖ کَرَاهِیَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔

۲۳۳: حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نماز کے لئے کھڑا ہوں اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ نماز کیلئے لمبا قیام کروں پس میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس کی ماں کیلئے گرانی پیدا کروں''۔ (بخاری)

تشریح ۞ الحارث ربعی رضی اللہ عنہ یہ انصاری صحابی ہیں۔

اَلنَّحْوُ : اِنِّیْ لَاَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوةِ وَاُرِیْدُ یہ اقوم کے فاعل سے حالیہ جملہ ہے یا اس پر معطوف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کو طویل کرنے کا ارادہ تو ظاہر ہے کہ نماز آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانوس کرنے والی لذت ہے جیسا کہ فرمایا: جُعِلَتْ قرةُ عيني في الصلاة اس سے یہی نماز مراد ہے۔

ایک احتمال: اس سے مراد ان الله وملائكته والی صلاۃ مراد ہے (حاشیہ خطبہ قونی)

فاسمع بكاء الطفل: صاحب صحاح کہتے ہیں طفل سے نوزائیدہ بچہ مراد ہے۔

دمامینی نے نظم میں انسانی عمر کے مختلف اطلاقات نقل کئے ہیں۔

جنین: جب وہ ماں کے پیٹ میں ہو۔

رضیع: جب وہ دودھ پیتا ہو۔

غلام: دودھ چھڑانے کے بعد سات سال تک کا بچہ۔

یافع: دس سال تک کا بچہ۔

حزور: پندرہ سال کی عمر تک۔

مسد: پچیس سال کی عمر تک۔

عطیطل: تیس سال کے اختتام تک۔

کَهْل: چالیس اور اس کے بعد پچاس تک کی عمر۔

شیخ: اسی سال تک کا بوڑھا۔ (تحفۃ الغریب علی مغنی اللبیب)

ابن حجرؒ: بلوغ سے پہلے طفل وغلام ہر دو بولتے ہیں بعض لغویین کا زمانے کے ساتھ خاص کرنا یہ اغلب حالت کے اعتبار سے

ہے۔(فتح الباری کتاب الہبہ)

فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِہٖ: نماز میں تخفیف کر لیتا ہوں۔ روایت انس رضی اللہ عنہ میں مقام تخفیف بھی بتلایا گیا کہ آپ چھوٹی سورت تلاوت فرمالیتے''۔(مسلم)

ابن ابی شیبہ میں ہے کہ آپ نے پہلی رکعت میں طویل قرأت کی۔ بچے کے رونے کی آواز سنی تو دوسری میں تین آیات تلاوت فرمائیں۔(یہ مرسل روایت ہے)

**النَّحْو**: کراهیہ: یہ کرہ کا مصدر ہے اور مفعول لہ ہے۔ان اشق علی امہ: نماز میں طویل قرأت ہوتی رہے اور بچہ بھی روتا رہے تو نماز میں ماں کا دوام گراں ہو جائے گا۔ ماں کا تذکرہ تو غالب حالت کے لحاظ سے ہے۔ جو بھی ماں کے مفہوم میں دایہ وغیرہ ہو اس میں شامل ہے۔

**فَائِدَہ**: گزشتہ روایت میں جس تخفیف کا تذکرہ ہے وہ مقتدیوں کے حق کے لحاظ سے ہے اور اس روایت میں مقتدیوں کے علاوہ کے لحاظ سے ہے جن کا تعلق مقتدیوں سے بنتا ہو۔ روایت میں صحابہ پر آپ ﷺ کی شفقت اور ان میں سے بوڑھے اور بچوں کی رعایت ظاہر ہوتی ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۷۰۷) و (۸۶۸)

**الفرائد**: ① مقتدیوں کے احوال کی رعایت امام پر لازم ہے۔ ② جن بچوں سے مسجد کی تلویث کا خطرہ نہ ہو ان کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے۔

**۲۳۴**: وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: "مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃَ الصُّبْحِ وَھُوَ فِیْ ذِمَّۃِ اللّٰہِ فَلَا یَطْلُبَنَّکُمُ اللّٰہُ مِنْ ذِمَّتِہٖ بِشَیْءٍ یُدْرِکُہٗ ثُمَّ یَکُبُّہٗ عَلٰی وَجْھِہٖ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۲۳۴: حضرت جندب بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے صبح کی نماز ادا کی تو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے (تم خیال کرو کہ) اللہ تعالیٰ تم سے ہرگز اپنے عہد کے متعلق کسی چیز کا مطالبہ ہرگز نہ کرے۔ اس لئے کہ جس سے بھی وہ مطالبہ کرے گا اس کو پکڑ کر پھر چہرے کے بل جہنم میں ڈال دے گا''۔(مسلم)

**تشریح**: جندب بن عبداللہ بن سفیان البجلی العلقی رضی اللہ عنہ۔ عَلَقَہ: یہ بجیلہ قبیلہ کا ایک خاندان ہے۔ان کو صحابیت کا شرف حاصل ہے اگر چہ زیادہ قدیم نہیں۔ مشکوٰۃ میں جندب قسری مصابیح میں قشیری لکھا جو کہ غلط ہے۔ یہ کوفہ میں مقیم ہوئے پھر بصرہ چلے گئے۔

ابونعیم اور ابن مندہ نے کہا ان کو جندب ابیر کے لقب سے یاد کرتے تھے مگر ابن اثیر کہتے ہیں کہ جندب ابیر کا نام تو جندب بن عبداللہ بن احزم ازدی الغامدی ہے۔(واللہ اعلم) انہوں نے ۴۳ روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں۔ جن میں سے ۱۲ کو بخاری و مسلم نے نقل کیا۔ سات پر دونوں کا اتفاق ہے باقی تمام مسلم میں ہیں۔

مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃَ الصُّبْحِ: دوسری روایت مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت سے صبح کی نماز پڑھنا مراد ہے۔
فَهُوَ فِیْ ذِمَّةِ اللّٰہِ: وہ اللہ تعالیٰ کی امانت وعہد میں داخل ہو گیا۔ اس کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے لوگوں کے اپنی ضروریات کے لئے منتشر ہونے کا وقت ہے اور اس میں ایک دوسرے سے مامون رہنے میں دوام ہے۔ نماز فجر کی افضلیت کی وجہ سے نہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ طیبیؒ کے قول سے بہتر ہے۔ طیبی کہتے ہیں وہ کلفت ومشقت کا وقت ہے۔ اس کی ادائیگی آدمی کے خلوص و ایمان کو ظاہر کرتی ہے اور مؤمن ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ طیبی کی بات عصر پر زیادہ صادق آتی ہے اور وہ نماز افضل بھی ہے اور عشاء میں تو مشقت اس سے بھی زیادہ ہے۔ پس جو بات ہم نے کہی وہ صبح کو دوسری نمازوں سے الگ کرتی ہے۔
فَلَا یَطْلُبَنَّکُمُ اللّٰہُ مِنْ ذِمَّتِہٖ: ذمتہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ طیبی کہتے ہیں یہ مَن کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے اور بعض نے کہا ذمہ سے مراد نماز ہے جو کہ امان کا تقاضا کرتی ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ تم صبح کی نماز مت چھوڑو ورنہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا معاہدہ ٹوٹ جائے گا وہ اس کا تم سے مطالبہ کریں گے۔
فانه من يطلبه من ذمته بشئى: ہٗ یہ ضمیر شان ہے۔ جس کی ذمہ داری کی معمولی چیز کا بھی اللہ تعالیٰ مطالبہ کر لیں جو کہ اس نے توڑی ہے۔
یدرکہ: اس کو پالیں گے یعنی بندے کے لئے اس سے بھاگنے کی راہ نہ ملے گی۔
ثم يكبه عمل وجهه في نار جهنم: پھر پکڑنے کے بعد اس کو اوندھا جہنم میں ڈال دیں گے۔
اَللُّغَۃُ: یکب: یہ ایسا فعل ہے جس کا ثلاثی متعدی ہے۔ اگر ہمزہ بڑھا دیں تو تعدیہ ختم ہو جاتا ہے۔

طیبی کہتے ہیں فلا یطلبنکم: یہ لا ارینك ھاھنا کے باب سے ہے۔ نقض عہد کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے مطالبہ کی ممانعت وارد ہوئی ہے مگر اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی چیزوں کے ارتکاب سے بچو جو مطالبے کو لازم کر دیں اور اس میں کئی مبالغے ہیں کیونکہ اصل یہ ہے تم اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری کو مت توڑو مگر اس کو نہی کے انداز سے لائے اور صراحۃً اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی لائے اور مطالبہ جو کہ مسبب ہے تعرض کی جگہ لائے جو کہ سبب ہے۔ پھر طلب کا اعادہ کیا اور ذمہ کو دوبارہ لائے اور وعید کو اس پر مرتب کیا۔ مطلب یہ ہوگا جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آ گیا۔ پس تم معمولی چیز کے ساتھ بھی پیش بندی نہ کرو اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں پکڑ لیں گے اور تم اس سے نکل نہ سکو گے وہ تمام جوانب سے تمہارا احاطہ کرے گا جیسے محیط محاط کو گھیرتا ہے اور تمہیں اوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔

ابن حجر ہیثمی شرح مشکوٰۃ میں کہتے ہیں کہ اس میں برائی کی طرف تعرض کرنے سے بچنے کا حکم دیا اس آدمی کو جو صبح کی نماز پڑھے جو کہ بقیہ تمام نمازوں کو بھی لازم کرنے والی ہے۔ برائی کے ساتھ اس کی بارگاہ میں پیش ہونے میں انتہائی تذلیل اور عذاب ہے۔

شعرانی نے کتاب الحوض میں نقل کیا کہ حجاج بڑا ظالم ہونے کے باوجود جب اس کے پاس کسی کو لایا جاتا تو وہ پوچھتا کیا تم نے صبح کی نماز پڑھی ہے؟ اگر وہ نعم کہتا تو اس کو تکلیف نہ دیتا اس سے ڈر کر کہ وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہے۔
تخریج: أخرجه مسلم (٦٥٧) والترمذی (٢٢٢) من ابی هریره اس کے الفاظ کچھ مختلف ہیں۔

**الفوائد** : ① نماز فجر کی عظمت یہ ہے کہ اس کو پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی ضمان میں آ جاتا ہے۔ ② فجر کی نماز میں رکاوٹ والا شدید عذاب کا حق دار ہے۔

۲۳۵ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ ' وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ' وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۳۵ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ : ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر خود ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو کسی اور کے سپرد کرتا ہے (کہ وہ اس پر ظلم کرے) جو اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مصروف ہو اللہ اس کی ضرورت کو پورا فرماتے ہیں۔ جو کوئی کسی مسلمان سے کوئی تکلیف دور کرتا ہے اللہ اس کی وجہ سے قیامت کی پریشانیوں میں سے کسی بڑی پریشانی کو دور فرما دیں گے جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ** اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ...... [الحجرات: ۱۰] بیضاوی کہتے ہیں بھائی اس لحاظ سے کہ وہ ایک اصل کی طرف منسوب ہیں اور وہ اصل ایمان ہے جو کہ حیات ابدیہ کا ضامن ہے اور اس اخوت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ باہمی شفقت سے پیش آئیں اور ایک دوسرے سے تعاون کریں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

**لا یظلمہ:** وہ اس پر ظلم نہیں کرتا کہ اس کا مال کم کرے یا اس کا حق غصب کرے وغیرہ اور نہ ہی وہ مسلمان اس کو دشمنی کی وجہ سے ظلم کرنے والے ظالم کے حوالے کرتا ہے۔ بلکہ اس کی مدد کر کے اس سے ظلم کا دفاع کرتا ہے جیسا کہ روایت آئے گی: اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا الحدیث۔

**و لا یسلمہ:** اور نہ وہ اس کو اس کے دشمن کے حوالے کرتا ہے اور اس کے دشمنوں میں اپنا نفس امارہ اور شیطان بھی ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾ [فاطر: ۶] چنانچہ شیطان اس کے اور ان شہوات کے درمیان آ کودتا ہے اور اس کو اخیار کے مقام سے اتار کر اشرار کے مقام میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس مسلمان کا فرض ہے کہ یہ اس کے اور شیطان کے درمیان اور اس کے اور اس پر ظلم کرنے والے باغی کے درمیان حائل ہو جائے۔

**من کان فی حاجة اخیہ:** حاجت سے مراد وہ ضروریات جن کی اسے ابھی حاجت ہے اور وہ جن کی آئندہ ضرورت پڑ سکتی ہے۔

**کان اللہ فی حاجتہ:** اللہ تعالیٰ اس کو اس کا کامل بدلہ عنایت فرماتے ہیں اس کا یہی معنی ہے۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ [الرحمٰن: ۶۰] طبرانی نے مرفوعاً نقل کیا کہ افضل ترین یہ عمل ہے کہ مؤمن کو خوش کرے اس کو ستر ڈھانپنے کے لئے کپڑا دے یا اس کی بھوک کا ازالہ کرے یا اس کی کسی جائز ضرورت کو پورا کرے"۔ ایک اور مرفوع روایت میں ہے (مَنْ سَعٰی

فِي حَاجَةِ اَخِيْهِ الْمُسْلِمُ قَضَيْتَ لَه اَوْ لَمْ تَقْضِ غُفِرَلَه مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه وَمَا تَاَخَرَ وَكُتِبَ لَهُ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَ بَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ)) (فتح المبین شرح اربعین) مسلمان کی حاجت پوری کرنے والے کے لئے آگ اور نفاق سے برأت لکھ دی جاتی ہے۔

کُربۃ: وہ غم جو نفس پر چھا جائے۔فرج اللّٰہ عنہ بہا: ایک مرتبہ تکلیف کا ازالہ کرنا مراد ہے۔ کرب: یہ کربۃ کی جمع ہے جیسے قُربہ و قُرَبْ۔ یوم القیامت: قیامت کے دن کی سختیاں پھر تفریج کو دوسری روایت کی وجہ سے اسکے ردیف پر ترجیح دی کیونکہ وہ تنفیس سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس سے تکلیف کا مکمل ازالہ ہو جاتا ہے اور تنفیس تو کچھ نرمی پیدا کرنا اور سہولت دینا ہوتا ہے۔

ومن ستر مسلما: ایسا مسلمان جو اس قسم کا ہو جو ایذاء اور فساد کو نہ جانتا ہو گزشتہ زمانہ میں اس سے کسی معصیت کا علم بھی نہ ہو تو اس نے ستر پوشی کرتے ہوئے اس کا معاملہ حاکم کے ہاں پیش نہیں کیا یہ استحباب کا درجہ ہے اگر اس نے حاکم کو اس کا معاملہ پیش کر دیا تو پھر بھی گناہ گار نہ ہوگا بلکہ مکروہ اور خلاف اولیٰ کا مرتکب بنے گا یا کسی غیر حاکم کے سامنے بیان کر دیا تو یہ غیبت بنے گی۔جس کا بڑا گناہ ہے اور مستحب ہے کہ جو تائب بن کر آئے اور حد کا اقراری بھی ہو اس سے استفسار نہ کرے بلکہ اسے چھپانے کا حکم دے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔اسی طرح سفارش ان کے حق میں مستحب ہے۔ صاحب حال لوگوں میں سے جس سے کوئی گناہ صادر ہو جائے (تا کہ اس تک نہ پہنچا جائے) حدیث میں وارد ہے: "اقیلوا ذوی الھینات عثراتھم" صاحب حال لوگوں کی لغزشوں کے بارے میں اقالہ کرو۔(ابوداؤد نسائی)

اسی لئے شوافع رحمہم اللہ نے کہا کہ صاحب حال کی لغزش پر تعزیر نہیں یا ستر مسلم سے مراد اس کے ستر حسی کو ڈھانپنا اور ستر معنوی یعنی ستر دینی میں معاونت کی مثلاً اس کو نکاح کی ضرورت تھی اس کی شادی کرادی اسباب معاش میں معاونت کر دی کہ سامان تجارت مہیا کر دیا تاکہ وہ تجارت کرے وغیرہ۔

سترہ اللّٰہ یوم القیامۃ: دونوں معنوں کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سخی و حیاء والے ہیں اس لئے اس کا گناہ معاف کر دیا اور ستر پوشی فرمادی کیونکہ اس نے دنیا میں مسلمان کی ستر پوشی کی تھی اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے اپنے کو مزین کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔اس سے وہ لوگ خارج ہیں جو ایذاء و فساد میں معروف ہوں۔ ان کا حال لوگوں پر چھپانے کی وجہ سے وہ مزید فساد میں مبتلا ہوں گے بلکہ ان کا حال لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا جائے تا کہ وہ آئندہ فساد سے باز آجائیں یا حکام تک بات پہنچائے تا کہ اس پر مناسب سزا نافذ ہو یا تعزیر کی جائے جبکہ کسی بڑے فساد کا خطرہ نہ ہو یہ تو گزشتہ گناہ سے متعلق ہے۔اگر اس کو گناہ میں ملوث پائے تو بر موقعہ روکے اگر روکنے کی طاقت ہو اور فساد کا خطرہ نہ ہو تو حاکم تک پہنچائے۔

اب رہا رواۃ شہود امین صدقہ و وقف ان پر جرح کرنا ضروری ہے وہ اس قسم میں شامل نہیں۔وہ حرام غیبت میں داخل ہی نہیں بلکہ وہ شریعت کی طرف سے دفاع کی وجہ سے ضروری ہے۔

**فائدہ**: روایت میں جس فضل کا ذکر ہوا اس کا سبب الخلق عیال اللّٰہ ہے اور آقا اور مالک اپنے غلاموں سے احسان سے پیش آتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے مخلوق کے ساتھ رفق و نرمی برتنے والے پسند ہیں۔

**تخریج**: أخرجه البخاري (٢٤٤٢) ومسلم (٢٠٨٠) وأبو داود (٤٨٩٣) والترمذي (١٤٢٦) وابن حبان (٥٣٣) والبيهقي (٦/٩٤) وأحمد (٢/٥٣٥٨)

**الفوائد:** ① مسلمانوں کے مابین اخوت کی شدید تاکید کی گئی یہ حسن معاشرت وتعاون سے بڑھتی ہے۔ ② مجازات طاعات کی جنس سے ملے گی۔

۲۳۶: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخُوْنُهٗ وَلَا يَكْذِبُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهٗ وَمَالُهٗ وَدَمُهٗ ـ اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا ' بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۲۳۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس کی خیانت کرتا ہے اور نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اس کو رسوا کرتا ہے۔ ہر ایک مسلمان کی عزت' اس کا مال اور اس کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ تقویٰ یہاں (دل میں) ہے۔ کسی آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر قرار دے''۔ ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ❂ **المسلم اخو المسلم:** یہ مذکورہ حکم کے لئے بمنزلہ علت ہے کیونکہ اخوت شفقت کو مقتضی ہے اور بھلائی و منفعت کو دعوت دینے والی ہے۔

**لا یخونہ:** یہ خیانت سے ہے جو امانت کی ضد ہے۔ خیانت سے یہاں مراد تعاون و مدد کا حق توڑنا ہے یعنی وہ اس کا ہمیشہ معاون بنا رہتا ہے۔

**لا یکذبہ:** یہ یا کے فتحہ کے ساتھ ہو تو معنی یہ ہے کہ اس کو جھوٹی خبر نہیں دیتا جیسا کہ اس ارشاد میں کَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو جھوٹی خبر دی۔ ② **لا یُکذبہ:** اس کو جھوٹی خبر القا نہیں کرتا۔ ③ **لایُکَذِّبہ:** اس کی تکذیب نہیں کرتا یعنی جھوٹ کی طرف نسبت نہیں کرتا۔ امام نووی نے یا کے ضمہ کے ساتھ اس کی تفسیر یہ کی ہے۔ اس کو خلاف واقع امر کی خبر بلا مصلحت نہیں دیتا۔ **ولا یخذ لہ:** اس کی جائز مدد ترک نہیں کرتا خصوصاً جب کہ وہ محتاج و مضطر ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ [المائدۃ:۲] ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اللّٰه ... ﴾ [الأنفال: ۷۲] پس مسلمان کو رسوا کرنا حرام ہے۔ خواہ وہ معاملہ ① دنیوی ہو مثلاً مظلوم کی مدد کر سکتا ہے اور ظالم کو روک سکتا ہے مگر ظالم کو نہیں روکتا۔ ② یا دینی معاملہ ہو مثلاً اس کو غیبت وغیرہ کے متعلق خیر خواہی کی بات کہہ سکتا ہے مگر نہیں کہتا۔ ابو داؤد میں روایت ہے: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَخْذُلُ امْرأً مُسْلِمًا فِی مَوْضِعٍ تُنْتَهَكُ فِيْهِ حُرْمَتُهٗ وَيُنْتَقَصُ فِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اِلَّا خَذَ لَهُ اللّٰهُ فِی مَوْضِعٍ فِيْهِ نُصْرَتَه)) ''جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو ایسے مقام پر چھوڑ دیتا ہے جہاں اس کی بےعزتی کی جا رہی ہو اور اس کی عزت کم کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کا ایسے وقت ساتھ چھوڑ دیتی ہے جہاں اس کو مدد کی ضرورت ہوتی ہے''۔

مسند بزار میں ہے: ((مَنْ نَصَرَ اَخَاهُ بِالْغَيْبِ وَهُوَ يَسْتَطِيْعُ نَصْرَهٗ نَصَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنيا والآخِرَة)) ''جس نے اپنے مسلمان بھائی کی اس وقت مدد کی جب وہ طاقت رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت میں مدد کریں گے''۔

**اَلنَّحْو:** کل المسلم علی المسلم حرام: یہ مبتداء خبر ہیں۔ کل کی اضافت معرفہ کی طرف درست ہے۔ عرضہ: یہ کل کا

بدل ہے۔ اس سے مراد حسب ونسب ہے۔ اس کو گرانا' گالی گلوچ' غیبت کرنا' بہتان لگانا ہے۔ یہاں عرض سے ذات مراد نہیں ہے۔ **و ماله**: غصب کرے یا خیانت کرے۔ **و دمه**: اس سے ذات پر تعرض کرنا مراد ہے کہ اس کو قتل کرے یا کسی عضو کو کاٹے۔ ان تینوں کی حرمت قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ ان تینوں چیزوں کو کل المسلم کہا کیونکہ ان میں سے ہر ایک ضروری ہے مثلاً خون یہ مادۂ حیات ہے اور مال مادۂ معاش ہے اور عزت سے اس کی صورت معنویہ قائم ہے۔ ان پر اکتفا کیا گیا کیونکہ باقی تمام فروعات ہیں ان کا مدار انہی پر ہے۔ جب صورت حسیہ معنویہ درست ہو تو اور کسی چیز کی حاجت نہیں اور صورت کا قیام انہی تین سے ہے۔ ان کی حرمت جب اصل ہے تو پھر اس قید کی چنداں حاجت نہیں کہ کوئی عارضہ پیش آنے پر یہ تینوں مباح ہو جاتی ہیں مثلاً ارتداد سے قتل' قصاص میں قتل' تعزیر' جنگ وغیرہ۔

**التقوى هاهنا**: یعنی دل میں۔ **بحسب امرئ من الشر**: بحسب کی با زائدہ ہے اور حسب مبتداء ہے اس کا معنی کافی ہے۔ **امرئ**: اور مرء شخص کے لئے بولتے ہیں شر سے مراد وہ برائی جو اخلاق معاش' معاد کے لحاظ سے ہو۔

**ان يحقر اخاه المسلم**: یعنی انسان کی مذمت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ کسی مسلمان کی تحقیر کرنے والا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو احسن تقویم کے ساتھ پیدا کیا اور آسمان وزمین کی ہر چیز اس کی خدمت کے لئے بنائی اور دوسروں کو بالتبع ان میں شریک کیا اور اس کا نام مسلمان رکھا یا مؤمن اور اپنا بندہ رکھا اور انہی میں سے تمام مخلوق میں سے افضل ترین ہستیاں انسان بنائے۔ اس کی تحقیر تو عظمت الٰہی اور شرف الٰہی کی تحقیر ہے اور یہ عظیم ترین گناہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ "وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں ذرہ کے برابر تکبر ہوگا"۔ کبر کی تعریف یہ ہے: ((اَلْكِبْرُ بَطَرُ الحَقِ وَغَمْطُ النَّاسِ)) الحدیث: "حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر قرار دینا"۔ ایک ارشاد میں اس طرح فرمایا: ((اَنْ لَا يَبْدَاهُ بِالسَّلَامِ اِحْتِقَارًا لَهٗ وَلَا يَرُدُّهٗ عَلَيْهِ)) (ترمذی) تحقیر یہ کہ حقارت کی وجہ سے سلام میں ابتداء نہ کرے اور نہ اس کے سلام کا جواب دے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲/۸۱۰۹) والترمذی (۱۹۲۸) سنادہ صحیح مسلم میں اس کے ہم معنی روایت ہے۔ سخاوی نے تخریج اربعین میں اس کی نسبت ترمذی کی طرف کی ہے اور التَّقْوٰى هَاهُنَا کے بعد ویشیر بِيَدِهٖ اِلٰى صَدْرِهٖ ثُمَّ قَالَ بِحَسْبِ کے الفاظ ہیں۔ ابوداؤد نے ان الفاظ کے علاوہ بقیہ روایت نقل کی ہے۔ ترمذی نے حسن کہا مگر سخاوی نے حسن صحیح کہا ہے۔ نووی کہتے ہیں یہ روایت عظیم الشان فوائد ومنافع کی حامل ہے (الاذکار للنووی) احمد ج ۳۔

**الفرائد**: ① مسلمان کی تحقیر رزالت اخلاق کا پست ترین درجہ ہے۔ ② مسلمان کے ساتھ استہزاء روا نہیں۔ حتی الامکان اس کے ساتھ خیر خواہی اور معاونت کرنی چاہئے۔

۲۳۷ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ ' وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ : لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ— اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا" وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلَاثَ

مَرَّاتٍ" بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلنَّجْشُ" اَنْ يَّزِيْدَ فِيْ ثَمَنِ سِلْعَةٍ يُنَادٰى عَلَيْهَا فِي السُّوْقِ نَحْوِهٖ وَلَا رَغْبَةَ لَهٗ فِيْ شِرَآئِهَا بَلْ يَقْصِدُ اَنْ يَّغُرَّ غَيْرَهٗ وَهٰذَا حَرَامٌ۔ "وَالتَّدَابُرُ" اَنْ يُّعْرِضَ عَنِ الْاِنْسَانِ وَيَهْجُرَهٗ وَيَجْعَلَهٗ كَالشَّيْءِ الَّذِيْ وَرَآءِ الظَّهْرِ وَالدُّبُرِ۔

۲۳۷: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایک دوسرے سے حسد مت کرو۔ خرید و فروخت میں ایک دوسرے پر بولی دھوکہ کے لئے مت بڑھاؤ اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے بے رخی و اعراض مت کرو۔ ایک دوسرے کے سودے پر سودا مت کرو اور اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو حقیر قرار دیتا ہے اور نہ اس کو رسوا کرتا ہے۔ تقوی یہاں ہے یہ لفظ فرماتے ہوئے آپؐ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرماتے اور تین مرتبہ آپؐ نے یہ فرمایا: آدمی کی برائی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے۔ ہر مسلمان کی دوسرے مسلمان پر عزت، مال اور خون حرام ہے"۔ (مسلم)

اَلنَّجْشُ: بڑھا کر بولی لگانا جبکہ خریداری مقصود نہ ہو صرف دوسرے کو دھوکہ دینا۔ تنگ کرنا مقصود ہو اور یہ حرام ہے۔ اَلتَّدَابُرُ: اعراض و بے رخی کرنا جیسے کسی چیز کو پس پشت ڈالتے ہیں۔ یعنی کسی انسان سے ایسی بے رخی کی جائے کہ اسے چھوڑ ہی دے لیکن یہ کسی ذاتی وجہ سے ہو دینی وجہ سے نہ ہو۔ (مترجم)

**تشریح** ۞ **عنہ لا تحاسدوا:** یعنی ایک دوسرے سے حسد مت کرو۔ حسد کی قباحت و حرمت پر کتاب و سنت کی بیشمار نصوص وارد ہیں۔ حسد کا لغوی معنی محسود کے نعمت کے زوال کی تمنا کرنا۔ یہ رشک کے الٹ ہے۔ رشک کا مطلب اس نعمت کی اپنے لئے تمنا کرنا جبکہ پہلے کے پاس بھی نعمت قائم رہے۔

**وجہ مذمت:** اس کی قباحت کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے کہ اس نے فلاں کو نعمت کیوں دی ہے اور ادھر یہ کوشاں ہے کہ اس کا یہ فضل زائل ہو جائے حالانکہ اس کو چاہئے تھا کہ اس کے حق کا لحاظ کرتے ہوئے محسود کے لئے وہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے مگر اس نے اس پر ظلم کیا اور اس کی نعمت کے زوال کا متمنی بن گیا اور اس کے حق کو ضائع کیا اور خود اپنے آپ کو بلا فائدہ غم و رنج میں ڈالا جو نہایت گرا ہوا طرز عمل ہے۔

**اقسامِ حسد:** ① کچھ لوگ تو محسود کی نعمت کو اپنی طرف یا غیر کی طرف منتقل کرنے کے لئے زبان و ہاتھ سے کوشش کرتے ہیں یہ سب سے خبیث ترین صورت ہے۔

② اپنی ہمت کے مطابق حسد کو زائل کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر عاجز رہتا ہے۔ ہاتھ و زبان سے بھی کوئی کارروائی کرتا ہے تو یہ گناہ گار نہیں اور اگر دل میں حدیث نفس کے طور پر بات آتی ہے مگر محسود کے مال کے زوال کی تمنا کرتا ہے تو یہ شخص بلا شبہ گناہ گار ہے۔

(۳) حاسد محسود جیسی چیز کی تمنا کرتا ہے مگر اس سے زوال کا خواہاں نہیں یہ رشک ہے امورِ دینیہ میں بہت خوب ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا فرمائی یہ امور دنیویہ میں بہتر نہیں۔ (الفتح المبین لشرح الاربعین)

**ولا تناجشوا**: ایک دوسرے کو دھوکا دینے کے لئے بولی مت بڑھاؤ جبکہ خریدنے کا قطعاً ارادہ نہ ہو۔ **نجش**: بالاتفاق حرام ہے خواہ بائع کی موافقت سے ہو یا نہ ہو کیونکہ یہ ملاوٹ اور دھوکا ہے اور وہ دونوں حرام ہے اس سے مسلمان کی خیر خواہی کا ترک لازم آتا ہے۔ اگر یہاں النجش کی تفسیر عام کی جائے تو بھی مناسب ہے لغت میں مکر حیلہ اور دھوکا سے کسی چیز کو بھڑکانا۔ پس اب ارشاد کا مطلب یہ ہوگا ایک دوسرے کو دھوکا مت دو اور ایک دوسرے سے مکر و فریب کا معاملہ مت کرو اور دوسرے کو دکھ مت پہنچاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ [فاطر: ۴۳] ''بری تدبیر کرنے والے پر لوٹتی ہے''۔ اس طرح معاملات میں دھوکے کی تمام اقسام اس کے ماتحت آجائیں گی۔ مثلاً عیب میں تدلیس و کتمان عمدہ کو ردی سے ملانا وغیرہ البتہ حربی کافر کے خلاف خفیہ تدبیر و حیلہ درست ہے اسی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ۔

**ولا تباغضوا**: ایک دوسرے سے بغض مت رکھو۔ بغض کے اسباب مت پیدا کرو یہ محبت کی طرح تھری ہے۔ اس کے اکتساب کی انسان میں قدرت نہیں اور نہ اس میں تصرف کا اختیار ہے۔ بغض کسی چیز میں قباحت والی بات کی وجہ سے نفرت کرنا۔ اس کے مترادف کراہت ہے۔ پھر یہ دو کے درمیان ہوتا ہے کبھی جانبین سے کبھی ایک جانب سے۔ بہرصورت یہ غیر اللہ کے لئے حرام ہے۔ حدیث کا محل یہی ہے۔ اس کی اقسام مندوب و واجب بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اسی کے لئے بغض رکھا اور اسی کے لئے دیا پس اس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔ کسی انسان سے بغض اللہ تعالیٰ کی خاطر رکھتا ہے مگر ان کے ساتھ بغض کسی ذاتی وجہ سے پیدا ہوا تو یہ بغض للہ نہ رہا کیونکہ بغض للہ کی علامت یہ ہے کہ وہ ان کی معصیت و گناہ کی بنیاد پر پیدا ہوا ہو۔ بغض اور کسی بناء پر درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر الفت کا احسان جتلایا ہے۔ فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا﴾ [آل عمران: ۱۰۳] ''اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو جبکہ تم باہمی دشمن تھے۔ اس نے تمہارے درمیان الفت ڈال دی پس اس کے احسان سے تم ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے''۔ یہی وجہ ہے کہ چغل خوری کو حرام قرار دیا کیونکہ اس سے بغض و دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ البتہ اصلاح کے لئے تو یہ درست ہے۔

**ولا تدابروا**: ایک دوسرے سے منہ مت موڑو۔ یعنی حقوق کی وجہ سے اعراض نہ کرو مثلاً اعانت و نصرت اور تین دن سے زیادہ بول چال چھوڑنا مگر جبکہ کوئی شرعی عذر پایا جائے مثلاً اصلاح کی توقع ہو ماقبل سے اس کو الگ اس لئے لائے کہ بسا اوقات انسان کسی سے بغض رکھتا ہے مگر اس کا حق پورا ادا کرتا ہے اور کبھی تہمت کے خطرے یا تادیب کے لئے اعراض کرتا ہے حالانکہ وہ محبت کرنے والا ہوتا ہے۔

**ولا یبع بعضکم علی بیع بعض**: عند الشوافع یہ حرام ہے کہ کسی کی بیع پر بیع کی جائے۔ بعض سے تمام مکلف مسلم و ذمی مراد ہیں۔ اخبار میں مسلم کے ساتھ اس کی تقیید مزید تاکید کے لئے ہے۔ بیع بعض کا مطلب یہ ہے کہ مشتری کے زمانہ خیار میں کسی کو بولی مارنے کا حق نہیں کہ تم اس بیع کو فسخ کر دو میں اس سے سستا سودا دیتا ہوں یا اس سے اعلیٰ چیز دیتا ہوں وغیرہ اس کی

ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایذاء مسلم ہے اور بغض و نفرت کا باعث بنتی ہے۔ اسی لئے روایات میں وارد ہے: ((ذٰلِكَ بِاَنَّكُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ قَطَعْتُمْ اَرْحَامَكُمْ)) ''جب تم نے ایسا کیا تو قطع رحمی کا ارتکاب کیا''۔ اور مشتری کی اجازت کے بغیر خریداری بھی اسی کے حکم میں ہے مثلاً زمانہ خیار میں دوسرے فروخت کرنے والے کو کہے تم یہ بیع ختم کر دو تاکہ میں اس سے زیادہ داموں میں خرید لوں۔ البتہ خیار کی مدت ختم ہو جائے تو پھر سودا جائز ہے کیونکہ تحریم کی کوئی وجہ نہیں رہی۔ البتہ شدید اصرار ضرر تک پہنچائے یہ حرمت ذاتی کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ اس میں بھی جس سے اصرار کیا جاتا ہے اس کو نقصان پہنچانا ہے۔ ویسے وہ اس کو رد بھی کر سکتا ہے اگر اس نے اصرار کو تسلیم کر لیا تو اس نے خود اپنے آپ کو نقصان دیا ہے۔

**و کونوا عباد اللہ اخوانا:** اے اللہ تعالیٰ کے بندو! تم ایسے اعمال کرو جس سے خواہ ان باتوں سے جن کا تذکرہ گزر چکا اور ایسی باتوں کو اختیار کرو جو الفت کو پیدا کرنے والی اور نفرت سے مانع ہیں یعنی باہمی بھائیوں کی طرح رہو اور ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ معاشرت میں رفق' مودت اور شفقت و ملاطفت کا غلبہ ہو اور تعاون خیر کے ساتھ صفائی قلب اور خیر خواہی بہر حال مطلوب ہو۔ یہ جملہ ماقبل کے لئے علت کی طرح ہے۔ گویا اسطرح فرمایا جب تم تحاسد وغیرہ کو چھوڑ دو گے تو تب تم بھائی بھائی بنو گے ورنہ دشمن ہی رہو گے۔ **عباد اللہ** کے لفظ میں اشارہ کر دیا کہ غلام کو اپنے آقا کے حکم پر ہر صورت سر تسلیم خم کرنا چاہئے اور بھائیوں کی طرح رہنا چاہئے۔ **طاعت و اخوت:** بھائی بھائی بن کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں فائدہ یہ ہے کہ ان چیزوں کے قیام میں مدد ملتی ہے جو اس کے دین کا شعار ہیں اور وہ الفت قلوب کے بغیر وہ حاصل نہیں ہو سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ﴾ [الانفال: ٦٢۔٦٣] وہی ذات جس میں اپنی نصرت سے آپ کی دستگیری فرمائی اور ایمان والوں کے ذریعہ معاونت کی اور ان کے دلوں میں باہمی الفت ڈال دی''۔

**المسلم اخو المسلم:** کیونکہ ان کو دین نے ایسی اجتماعیت بخشی ہے جو ایک صلب و رحم سے پیدا ہونے والے دو بھائیوں میں ہوتی ہے بلکہ دینی اخوت حقیقی اور دائمی ہے اس کا ثمرہ آخرت میں ملے گا اور رحم کی اخوت دنیوی اور عارضی ہے۔

**لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ:** تحقیر شان گھٹانے اور مرتبہ کم کرنے کے معنی میں آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق میں اس کو حقیر نہیں بنایا بلکہ اس کو بلند کیا اس کو مخاطب و مکلف بنایا اور اس کو حقیر قرار دینا یہ ربوبیت کی حدود سے تجاوز ہے جو کہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اسی لئے اس سے پہلی روایت میں اس کو بحسب امرئ من الشر کہہ کر بڑا گناہ قرار دیا گیا۔ تحقیر بنیادی طور پر تکبر سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے وہ دوسرے کو حقیر قرار دیتا اور نقص کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کو وہ اس قابل نہیں سمجھتا کہ وہ اپنے حق یا اس کے حق کو ادا کر سکے گا۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کتاب مسلم کی روایت درست ہے اور اس کی تائید روایت کے یہ الفاظ کر رہے ہیں: ''ولا یحتقرہ'' اس جملے کا معنی یہ ہے کہ اسلام اور اس کی اخوت کا حق یہ ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان پر ظلم نہ کرے نہ اس کو رسواء کرے اور نہ اس کو جھٹلائے اور نہ حقیر قرار دے''۔ مسلم کے لفظ سے تاکید مقصود ہے۔ تخصیص نہیں کیونکہ ذمی کو بھی یہ حقوق حاصل ہیں البتہ کفر کی وجہ سے اس کی تحقیر جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾ [الحج: ١٨] ''جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں''۔

**التقوی ھاھنا و یشیر الی صدرہ ثلاث مرات:** اللہ تعالیٰ کے محظورات کو ترک کرنا اور مامورات کر کے اپنے کو اللہ تعالیٰ

کے عذاب سے بچانے کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ کا محل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلب بتلایا کیونکہ تقویٰ کا حاصل خوف ہے اور وہ دل ہی میں ہوتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَامِکُمْ وَلَا اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ مطلب یہ ہے کہ اعمال ظاہرہ تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہ دل میں اللہ تعالیٰ کی عظیم خشیت اور مراقبہ سے حاصل ہوتے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ یعنی اس کا محاسبہ اور مجازات اسی کے مطابق ہے جو خیر و شر دل میں پائی جاتی ہے نہ کہ ظاہری صورت میں اور اس میں تمام تر اعتبار دل ہی پر ہے۔

**فَائِدَہ:** یہ حدیث دلیل ہے کہ عقل دل میں ہے سر میں نہیں راجح بات یہی ہے۔

ماقبل سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ مخلوق کی عظمت کا مدار جب تقویٰ ہے تو بہت سے ایسے لوگ جو لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے ہیں اور کئی دنیا کے بڑے اس کے ہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

**حرامٌ دمه الحديث:** اس روایت میں دم کو پہلے ذکر کیا گیا ہے اور اس سے مراد نفس انسانی ہے کیونکہ نفس انسانی اصل ہے اور مال کا نفس سے ایک گونہ تعلق ہے۔ البتہ عرض (عزت کو مؤخر کرنے کی وجہ ظاہر نہ ہوئی۔ دوسری روایت میں اس کے مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عام ابتلاء لوگوں کا انہی میں ہے تو جس میں احتیاط کی زیادہ ضرورت تھی اس سے ابتداء کی گئی۔

**النجش:** مکر و حیلے سے اُبھارنا۔

**وراء الظهر والدبر:** کا مطلب اہتمام نہ کرنا ہے۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (۲۰٦٤) و ابن ماجه (٤١٤٣) مسلم، سخاوی نے تخریج اربعین میں کہا ہے کہ اس روایت کو احمد مسلم نے نقل کیا۔ مسلم کے بعض طرق میں یہ اضافہ ہے: ''ان اللہ لا ینظر الی اجسادکم ولا ینظر الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم واشار باصابعه الی صدرہ'' ابن ماجہ، ابو عوانہ نے بعض حصہ نقل کیا اور ابونعیم نے مستخرج میں مکمل نقل کی۔

**الفوائد:** باہمی بغض و حسد سے باز رہنے کی تلقین اور اللہ تعالیٰ کی خاطر بھائی چارے کی تاکید ہے۔

۲۳۸: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۲۳۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **لا يؤمن احدكم:** تم میں کوئی اس وقت تک کامل الایمان نہیں۔ **حتى يحب لاخيه:** اخیہ مسلمان بھائی مراد ہے۔ مفرد کی اضافت کر کے عموم کو ثابت کر دیا کہ مسلمان کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے مناسب نہیں کہ کسی ایک کو کسی بات کے لئے دوسرے کو چھوڑ کر مخصوص کرے۔ **ما يحب لنفسه:** ما سے مراد تمام طاعات اور مباحات مراد ہیں۔ محبت کے مقابل بغض کا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ ایک ضد کے تذکرہ سے دوسری خود سمجھ آجاتی ہے کہ ہر مسلمان کے لئے وہی چیز ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔

**فَائِدَہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایک جان کی طرح ہیں پس دوسرے مسلمان کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند ہو۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے "المسلمون کالجسد الواحد" الحدیث۔

ابن عماد کہتے ہیں اس اخوت کو اور عام کرنا چاہئے تاکہ تمام جنس انسان کو شامل ہو جائے تو کافر کے لئے پسند کرے کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائے جیسا اس کو اسلام ملا ہے اور مسلمان کے لئے اسلام پر دوام کا طالب ہو۔ اسی وجہ سے ہدایت کفر کی دعا مستحب ہے۔

**اَلنَّحْوُ:** حتی: یہاں جارہ ہے کیونکہ اس کا مابعد، قبل سے مختلف ہے۔ وہ نفی کمال کی غایت ہے۔

ایک اعتراض: ظاہر خبر سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خواہ دوسرے ارکان کو بھی بجا نہ لائے یہی محبت کمال کے لئے کافی ہو جائے گی۔

**جواب:** ① یہ مراد نہیں بلکہ یہاں تواضع اور محاسن اخلاق پر ابھارنے اور الفت و محبت میں اہل اسلام کی طرف ترغیب کے لئے لایا گیا ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ محبت باہمی ہمدردی کو بڑھانے والی ہے اور ایمان کا شعلہ اسی سے منظم ہوتا ہے اور احکام شرع اس کی تائید کرتے ہیں۔

② مبالغۃً لائے گویا کہ محبت اس کا رکن اعظم ہے جیسا الحج عرفہ میں ہے حالانکہ حج کے لئے دیگر ارکان بھی لازم ہیں پھر جن باتوں کا تذکرہ کیا گیا وہ تو مقدمات محبت ہیں نفس محبت نہیں کیونکہ محبت تو میلان طبعی کا نام ہے جو دائرۂ اختیار سے باہر ہے اور اس کی تکلیف تو تکلیف مالا یطاق ہوگی۔ پس مراد یہ ہے کہ دائرۂ عقل کے تحت جو چیز دائرۂ اختیار میں آنے والی ہیں اگرچہ وہ خواہش انسانی کے مخالف ہوں جیسا کڑوی ادویہ مریض کو طبعاً ناپسند ہوتی ہیں مگر تحکم عقل کی وجہ سے وہ ان کو اختیار کرتا ہے کیونکہ اس میں اپنی صحت سمجھتا ہے۔ پس رحمت و شفقت والی محبت مراد ہے۔

**تخریج:** بخاری، مسلم، ابو داؤد طیالسی، دارمی، ابن ماجہ، ابو عوانہ فی المستخرج، ابن حبان ۲۳۴، ابن مندہ فی کتاب الایمان ۲۹۶، احمد ج ۴ (سخاوی ج ۲) نسائی۔

**الفوائد:** ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہ پسند کرے جو اپنے لئے کرتا ہے اور وہ چیز ناپسند کرے جو خود بھی پسند نہیں کرتا۔

۲۳۹ : وَعَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا" فَقَالَ رَجُلٌ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْصُرُہٗ اِذَا کَانَ مَظْلُوْمًا اَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ ظَالِمًا کَیْفَ اَنْصُرُہٗ؟ قَالَ : تَحْجُزُہٗ اَوْ تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّ ذٰلِکَ نَصْرُہٗ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔

۲۳۹: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم"۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں اس کی مدد کروں جبکہ وہ مظلوم ہو لیکن آپ فرمائیے اگر وہ ظالم ہو تو میں اس کی مدد کس طرح کروں؟ ارشاد فرمایا: "تم اس کو ظلم سے روک دو یہی اس کی مدد ہے (کیونکہ اس سے عذاب الٰہی کی گرفت سے بچ جائے گا)"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ① انصر اخاک: یعنی اس کو رسوا مت کرو۔ ظالما: کیونکہ وہ حقیقت میں مظلوم ہے (قیامت کو اس کی سزا پائے

گا) او مظلوما: یعنی اس سے ظلم کو دور کر دو یا ظلم سے اس کی حفاظت کر دو۔ارایت ان کان ظالما: آپ مجھے بتلائیں کہ اگر میرا بھائی دوسرے پر ظلم کر رہا ہو۔ کیف انصرہ؟ قال تحجزہ: تم اس کو ظلم سے روکنے کے لئے رکاوٹ بن جاؤ اور یہ راوی کی طرف سے شک کے لئے ہے یا یہ لفظ فرمائے تمنعہ من الظلم فان ذلك: اس کو ظلم سے روک دو۔

نصرہ: یہی اس کی مدد ہے۔ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن بطال نے ذکر کیا کہ لڑائی کے وقت تو نصرت اس کا نام ہے اور ظالم کی مدد تو اس کو ظلم سے روکنا ہے گویا یہ تسمیۃ الشئی بمایئول الیہ یہ انداز بلاغت ہے۔

بقول بیہقی: اس کا مطلب یہ ہے کہ ظالم فی نفسہٖ مظلوم ہے۔پس اس میں آدمی کا اپنے نفس پر حساؤ معنی ظلم سے روکنا بھی شامل ہے اگر اس نے کسی انسان کو دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو کنوئیں میں گرانا چاہتا ہے تاکہ زنا کی وجہ سے تلاش کا فساد اس سے زائل ہو جائے اس نے اس کی مدد کی تو اس صورت میں ظالم اور مظلوم دونوں متحد ہو گئے۔

**لطیفہ**: مفضل ضبی نے کتاب الفاخر میں لکھا کہ پہلا شخص جس نے یہ جملہ کہا: انصر اخاك ظالمًا او مظلومًا۔وہ جندب بن عنبر بن عمرو بن تمیم تھا اور اس کی مراد اس جاہلیت کی حمیت وغیرت تھی۔اسلامی وضاحت مراد نہ تھی عرب کا شعر ہے:

اذا أنا لم أنصر اخي وهو ظالم ☆ على القوم لم أنصر أخي حين يظلم

**تخریج**: أخرجه أحمد (٤/١٣٠٧٧) والبخاری (٢٤٤٣) والترمذی (٢٢٥٥) وأبو یعلی (٣٨٣٨) وابن حبان (٥١٦٦) والطبرانی (٥٧٦) والقضاعی (٦٤٦) والبیهقی (٦/٩٤)

**الفرائد**: ① مسلمان کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس سے دفاع کرے اور ظلم سے اس کو بچائے۔② ظالم کو ہاتھ سے روکنے میں اگر مفسدہ زیادہ نہ ہو تو پھر ہاتھ سے روکے۔

۲۴۰ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ : رَدُّ السَّلَامِ ' وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ ' وَاتِّبَاعُ الْجَنَآئِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ ' وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ– وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ :حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ :اِذَا لَقِيْتَهٗ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ ' وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْهُ ' وَاِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهٗ ' وَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ ' وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَاِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ"۔

۲۴۰ : حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (۱) سلام کا جواب دینا (۲) مریض کی عیادت کرنا (۳) جنازوں کے پیچھے چلنا (۴) دعوت کا قبول کرنا۔ (۵) چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا''۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں مذکور ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں جب ملاقات ہو تو سلام کہو اور جب وہ تمہیں بلائے تو دعوت قبول کرو جب وہ تم سے خیر خواہی کی بات طلب کرے تو نصیحت کرو اور جب اس کو چھینک آئے پس وہ اللہ کی حمد کرے تو تم اس کا جواب (یرحمک اللہ سے) دو اور جب بیمار ہو تو مزاج پرسی کرو اور جب فوت ہو جائے تو اس کے پیچھے چل

(دفن و جنازہ ادا کر)''۔

**تشریح** ⊙ **حق المسلم**: ابن حجر کہتے ہیں یہاں حق سے حق واجب مراد ہے۔ مگر ابن بطال احترام وصحبت والا حق مراد لیتے ہیں اور ظاہر ہے ابن حجر کی بات پختہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ انداز تاکید والا ہے۔ شیخ زکریا نے حق کی تفسیر امر مطلوب سے کی ہے جو کہ فرض وواجب اور ندب سب کو شامل ہے۔

**علی المسلم خمس**: مسلمان کے مسلمان پر یہاں پانچ حق بتلائے بعد والی روایت میں چھ بتلائے گئے۔ دونوں میں اختلاف نہیں کیونکہ عدد مقصود نہیں ہے۔ ویسے تو حقوق متاکدہ بہت ہیں یہاں ان پر اکتفاء کیا گیا ① یا تو اس وقت تک ان ہی کا حکم آیا تھا۔ باقی بعد میں آئے یا ② یا سامعین کو ان کی زیادہ ضرورت تھی کیونکہ ان سے انہی میں تساہل ہورہا تھا۔

**رد السلام**: اس کا جواب ضروری ہے جب سلام سننے والا ایک ہو اور جب زیادہ ہوں تو فرض کفایہ ہے۔

حلیمی کہتے ہیں سلام کا جواب اس لئے ضروری ہے کہ یہ امان کی ضمانت ہے اور اگر اس کا جواب نہ دیا اس کی طرف سے شر کا اندیشہ ہوا جس کا دفعیہ لازم ہے۔ ابن علان کہتا ہے کہ اسی وجہ سے مکلفین کی طرف سے امتیازی طور پر ایک کے جواب سے فرض ساقط نہ ہوگا جیسا نماز جنازہ چند کی ادائیگی سے غرض کو ساقط کردیتی ہے کیونکہ اس کا مقصد تو دعا ہے جو اسکے رشتہ داروں سے الگ ہو اور سلام میں مقصود اعلان امن ہے جو اس کے اہل سے متعلق نہیں۔

**عیادۃ المریض**: اس کے فرض کفایہ یا سنت ہونے میں اختلاف ہے۔ جمہور کے ہاں یہ مستحب ہے اور بعض اوقات بعض کے حق میں واجب ہوجاتا ہے۔

طبری کہتے ہیں جن سے برکت کی امید ہو ان کے متعلق تو ضروری ہے اور جن کے حالات کی نگرانی ہو ان کے متعلق مسنون ہے۔ بقیہ کے متعلق مباح ہے۔ البتہ مشرک کے متعلق اختلاف ہے۔ ماوردی نے اس کو مباح قرار دیا اور کبھی تو یہ بڑا ثواب بن جاتا ہے جبکہ اس کے اسلام کی امید ہو۔ معین عیادت کے واجب نہ ہونے پر نووی نے اجماع نقل کیا ہے۔ المریض کا لفظ عام ہے جو ہر مریض کی عیادت کا متقاضی ہے۔ بقیہ تین قسم کے بیماروں کے متعلق بیہقی کی روایت **ثلاثة ليس لهم عيادة العين و الدمل و الضرس**۔ یہ موقوف ہے۔ حدیث صحیح میں ارقد کی عیادت کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں"**عادني رسول الله صلى الله عليه وسلم من وجع كان بعيني**"

(ابوداؤد حاکم ٔ صرحمۃ اللہ علیہ البخاری فی الادب المفرد)

حدیث کے عموم سے معلوم ہوتا ہے اس کا زمانہ مقید نہیں ابتداء مرض میں جائے یہ جمہور کا قول ہے۔ غزالی نے تین دن کے بعد عیادت کا قول کیا ہے کسی دن کی تخصیص نہیں۔ جیسا بعض لوگوں نے عادت بنالی ہے۔

**واتباع الجنائز**: گھر سے جنازے کے ساتھ جانا یا محل نماز میں مشایعت یہ تاکیدی سنت ہے۔

**واجابة الدعوة**: شادی کے ولیمہ کی دعوت کا قبول کرنا واجب ہے مگر اس کی چند شروط ہیں (کہ وہاں خرافات ومحرمات کا ارتکاب وغیرہ نہ ہو کما فی الفقہ) دیگر ولائم میں بھی یہ سنت متاکدہ ہے۔

**وتشمیت العاطس**: چھینک والے کو خیر و برکت کی دعا دینا کہ اس کے ظاہری اعضاء درست رہیں یا اس کو طاعت پر ثابت قدمی میسر ہو۔ بعض نے کہا اس کا معنی اللہ تعالیٰ تمہیں شماتت اعداء سے بچائے۔ یہ دعا چھینکنے والے کے الحمدللہ کہنے کے بعد

سنت مؤکدہ ہے اور مخاطب کو ہی یہ دعا دے جب کہ اور کوئی نہ ہو ورنہ سنت کفایہ ہے کہ اس طرح کہے: رَحِمَكَ اللّٰهُ۔

**روایت مسلم کا فرق:** مسلم کی روایت ست کا تذکرہ ہے۔

**اَلنَّحْو:** ① اذا لقيته فسلم عليه: یہ اور اس کے مابعد جملے قول کا مقولہ ہیں اور عربی عبارات میں یہ حذف کثرت سے وارد ہے یا ابوعلی نے کہا یہ عن البحر حدث ولا عوج معروف کلام کی قسم سے ہے۔ ② ست سے بدل ہے۔ ③ مبتداء محذوف کی خبر ہے وهي اذا لقيته: الحدیث ہے۔ اگر آدمی اکیلا ہو تو مستحب عینی ہے ورنہ کفائی ہے۔

④ واذا دعاك فاجبه: جب ولیمۂ شادی ہو تو واجب ورنہ کفایہ ہے اس کے علاوہ مندوب ہے۔ ⑤ اذا استنصحك فانصح له: جب خیر خواہی کی بات طلب کرے تو مخلصانہ مشورہ دے۔ مشورہ میں مشورہ کرنے والے کی خیر خواہی کی بات کرے اور یہ ضروری ہے اس کا مشورہ طلب کرنا وجوب ندب کی شرط نہیں کیونکہ بعض اوقات وہ لازم ہے اور دوسرے اوقات میں مستحب ہے جو طلب نہ کرے اس کے سامنے تذکرہ افادہ کے لئے ہے۔ طلب کے بعد تو اس کی تاکید بڑھ جاتی ہے۔

واذا اعطس فحمد الله فشمته: اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو وہ تشمیت کا حق دار نہیں کیونکہ اس نے نعمت عطاس پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا نہیں کیا' جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا: "اِن الله يحب العطاس ويكره التثاؤب" عطاس یہ زکام کی وجہ سے نہیں بلکہ تخفیف بدن اور اخلاط ثقیلہ سے بدن کو ہلکا کرنے کے لئے ہے۔ اُبکائی وہ ثقل اور شیطانی چوک سے پیدا ہوتی ہے۔

واذا مرض فعده: یہ تاکیدی مستحب ہے خواہ کسی دن ہو۔ واذا مات فاتبعه: گھر سے لے کر دفن سے فراغت تک مشایعت مستحب ہے۔ یہ مسلم کے الفاظ ہیں اور بخاری نے ادب المفرد میں نقل کیے ہیں۔

**تخريج:** أخرجه أحمد (٣/١٠٩٦٦) والبخاري (١٢٤٠) ومسلم (٢١٦٢) والنسائي (٢٢١) والطحاوي (١/٢٢٢) وابن حبان (٢١٤) وعبد الرزاق (١٩٦٧٩) والبيهقي (٣/٣٨٦) وأبو داود (١٤٠٤) والطيالسي (٢٢٩٩)

٢٤١ : وَعَنْ اَبِيْ عُمَارَةَ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ' وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ' وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ' وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ ' وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ ' وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ ' وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيْمَ اَوْ تَخَتُّمٍ بِالذَّهَبِ وَعَنْ شُرْبٍ بِالْفِضَّةِ ' وَعَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ ' وَعَنِ الْقَسِّيِّ' وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ- وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَاِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي السَّبْعِ الْاَوَّلِ :

"اَلْمَيَاثِرُ" بِيَاءٍ مُثَنَّاةٍ قَبْلَ الْاَلِفِ وَثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ بَعْدَهَا وَهِيَ جَمْعُ مِيْثَرَةٍ وَهِيَ شَيْءٌ يُتَّخَذُ مِنْ حَرِيْرٍ وَّيُحْشٰى قُطْنًا اَوْ غَيْرَهٗ وَيُجْعَلُ فِي السَّرْجِ وَكُوْرِ الْبَعِيْرِ يَجْلِسُ عَلَيْهِ الرَّاكِبُ "وَالْقَسِّيُّ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ الْمُشَدَّدَةِ وَهِيَ ثِيَابٌ تُنْسَجُ مِنْ حَرِيْرٍ وَّكَتَّانٍ مُخْتَلَطَيْنِ" وَاِنْشَادُ الضَّالَّةِ" تَعْرِيْفُهَا۔

۲۴۱: حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں

سات کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور سات کاموں سے منع فرمایا۔ ہمیں حکم فرمایا: ''مریض کی تیمارداری کا' جنازوں کے پیچھے چلنے کا اور چھینک کا جواب دینے کا' قسم اٹھانے والے کی قسم کے پورا کرنے کا' مظلوم کی مدد کرنے اور دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کو پھیلانے کا'' اور ہمیں منع فرمایا: ''سونے کی انگوٹھیاں پہننے اور چاندی کے برتنوں میں پانی پینے سے اور سرخ ریشمی گدوں کے استعمال سے اور قسی کے کپڑے پہننے سے' اور حریر' استبرق اور دیباج کے استعمال سے اور ایک روایت میں پہلی سات باتوں میں گم شدہ چیز کی مشہوری کرنے کا حکم فرمایا (تا کہ مالک مل جائے)''۔

اَلْمِيَاثِرُ یہ مِيثَرَةٍ کی جمع ہے۔ یہ ایسی چیز جس کو ریشم سے بنا کر پھر روئی وغیرہ سے بھر دیتے ہیں اس کو گھوڑے کی زین اور اونٹ کے کجاوے میں رکھا جاتا ہے۔ اس پر سوار بیٹھتا ہے۔

اَلْقَسِّيُّ: ایسے کپڑے جو سوت و ریشم ملا کر بنائے جاتے ہیں۔

اِنْشَادُ الضَّالَّةِ: گم شدہ چیز کا اعلان کرنا۔ (ہر ممکن طریقے سے کہ مالک کا پتہ چل جائے)

**تشریح** ۞ **ابی عمارہ**: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے بعض نے ابوعمرو اور ابوالطفیل بھی نقل کی ہے۔ براء الف ممدودہ کے ساتھ ہے اس پر تمام اہل تاریخ ولغت کا اتفاق ہے یہ اور ان کے والد ہر دو صحابی ہیں۔

**امرنا بسبع ونهانا عن سبع**: ① جن کا حکم دیا ان میں عیادت مریض ہے یہ کسی وقت سے مخصوص نہیں اگر مریض پر گراں ہو تو مناسب وقت میں نامستحب ہے۔ ② اتباع الجنائز۔ دفن سے فراغت تک جنازہ کے ساتھ رہنا۔ ③ تشمیت العاطس جبکہ چھینک والا الحمدللہ کہے ان تینوں کا حکم استحبابی ہے۔ ④ ابرار المقسم مثلاً اس طرح کہے **اقسمت علیك باللّٰه یا واللّٰه لتفعلن كذا**: اللہ کی قسم تم ایسا ضرور کرو گے۔ قسم اٹھانے والے کے لئے مسنون یہ ہے کہ جب چھٹکارے کے لئے کوئی رکاوٹ نہ ہو تو پہلی قسم میں حق کو ادا کر دے اور دوسرے میں قسم توڑ دے۔

**ونصر المظلوم**: مظلوم کی مدد یہ ہے کہ ظالم کو اس پر ظلم سے روکنا ضروری ہے اور فعل وقول سے ہمت کے مطابق مدد لازم ہے۔ خواہ مظلوم ذمی ہو اور یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قسم سے ہے۔ جو کہ کبھی واجب اور کبھی فرض کفایہ بنتا ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔

**واجابة الداعي**: یہ بھی بعض اوقات واجب اور بعض اوقات مستحب ہے۔ تفصیل گزری۔ **وافشاء السلام**: سلام کو پھیلانا کہ واقف اور ناواقف ہر ایک کو سلام کہے یہ اگر اکیلا ہو استحباب عینی ہے ورنہ کفایہ ہے جب کہ اور بھی ساتھ ہو۔ مشکوۃ میں رد السلام کے الفاظ ہیں۔

**ونهانا**: یہ ممنوعات مردوں اور خنثی کے لئے ہیں عورتوں کے لئے نہیں۔

**عن خواتيم**: یہ خاتم کی جمع ہے۔ اور راوی کی طرف سے شک کے لئے ہے۔ **تختم الذهب**: مردوں کو اس کا استعمال حرام ہے۔ جیسا کہ تمام زیورات مگر ناک' دانت' پورے کے خول کی اجازت ہے اور عورتوں کے لئے سونے چاندی کے زیورات تو جائز ہیں مگر برتن جائز نہیں یا ایسے پازیب جن کا وزن ۲۰۰ مثقال سے زائد ہو جائے۔

**وعن شرب بانية الفضة**: سونے چاندی کے برتن دوسری روایت میں سونے کی تصریح موجود ہے۔ دوسری روایت ان میں

کھانے کی ممانعت بھی صراحۃً وارد ہے۔ البتہ اس سے اشرفیاں یا دراہم بنوائے جا سکتے ہیں یا کسی بیماری کے خاص معالجہ کے لئے استعمال مستثنیٰ ہے۔

عن المیاثر الحُمُر: ریشمی گدی! اس کو عجمی لوگ تزیین و تکبر کے لئے استعمال کرتے تھے۔ خواہ وہ گدی کسی رنگ کی ہو۔ ریشمی کے علاوہ اگر تکبر کے طور پر نہ ہو تو درست ہے۔ وعن القسی وعن لبس الحریر والاستبرق: استبرق موٹا ریشم۔ باریک کو سندس کہتے ہیں۔ ہر قسم کا ریشم پہننا حرام ہے۔

**روایت مسلم کا فرق:** وانشاء والضال: زاد ہا راوی نے انشاء والضال کا اضافہ کیا ہے اور نووی نے لکھا کہ یہ ابرار المقسم کی جگہ لائے ہیں (نووی مسلم) انشاء والضال: کا معنی گمشدہ چیز کا اعلان اور مشہوری کرنا ہے۔ اور اس کا حکم ہے۔ المیاثر: میثرہ کی جمع ہے یہ اصل مؤثرہ ہے واؤ کو یاء سے بدل لیا جیسے میعاد میں کیا ہے۔ یہ ریشمی گدی ہوتی تھی جس میں روئی بھرتے تھے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کی کاٹھیوں اور پالانوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ (اسلام کے احکام میں کس قدر باریک بینی سے کام لیا گیا۔ سبحان اللہ) القسی اور کسرہ اور ضمہ کے ساتھ ریشم و کتان کے مخلوط کپڑے۔ یا مصر کے مقام قس میں بنائے جانے والے ریشمی کپڑے۔ یہ تونس کی قریبی بستی ہے اگر یہ ریشم ہے تو حرام ہے اور اگر کتان ہے تو مکروہ تنزیہہ ہے۔

**تخریج:** أخرجه أحمد (۳/۸۸۵٤) ومسلم (۵/۲۱٦۲) والترمذی (۲۸۰۹) والنسائی (۱۹۳۸) وابن حبان (۵۳٤۰) والبیهقی (۱/۲۷)

**الفرائد:** جن سات باتوں کا حکم دیا اور جن سات باتوں سے روکا ان کو اپنانے سے بہت سی برائیوں سے خود بخود چھٹکارا مل جاتا ہے اسلامی تعلیمات میں یہی تو کمال ہے۔ جلب منفعت اور دفع مضرت۔

## ۲۸: بَابُ سَتْرِ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالنَّهْیِ عَنْ اِشَاعَتِهَا لِغَیْرِ ضُرُوْرَةٍ

## بَابٌ: مسلمانوں کی پردہ پوشی کا حکم اور بلا ضرورت ان کے عیوب کی اشاعت کی ممانعت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ [النور:۱۹]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی ایمان والوں میں پھیل جائے اور ان کے لئے دردناک عذاب دنیا اور آخرت میں ہے''۔ (النور)

آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ : یہ شاع الشی شیوعًا شیعًا و شیعانًا و شیوعۃ سے بنا ہے۔ جس کا معنی پھیلنا' ظاہر و متفرق ہونا ہے۔

الفاحشۃ: انتہائی برا فعل۔ بعض نے کہا کہ اس آیت میں اس کا معنی بری بات ہے۔ في الذین امنوا: قرطبی کہتے ہیں ان عام لفظ سے مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ : یہ آیت اس گروپ کے متعلق ہے جنہوں نے افک کا افسانہ گھڑا تھا۔ یہاں نووی نے اس کا عمومی مفہوم لیا کہ جو ایمان والوں میں بے حیائی کی اشاعت کرتا ہے وہ دردناک عذاب کا حقدار ہے۔

في الدنیا: دنیا میں حد قذف۔ والآخرۃ: اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے آگ کے حقدار ہوں گے۔

۲۴۲ : وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :"لَا یَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِی الدُّنْیَا اِلَّا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

۲۴۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو بندہ کسی دوسرے بندے کی دنیا میں ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ لا یستر عبد عبداً: عبد سے مکلف انسان مراد ہے۔ دوسرے عبد سے وہ لوگ مراد ہیں جو شر و ایذاء میں کسی گناہ سابقہ کی وجہ سے معروف نہ ہوں جیسا کہ پہلے گزرا۔ في الدنیا الاسترہ اللہ یوم القیامۃ: اللہ تعالیٰ کی ستاری کا مطلب یہ ہے: ① اس کا گناہ مٹا دیں گے اور ابتدائی طور پر اس سے مطالبہ نہ فرمائیں گے۔

② اس سے دوسروں کو مطلع کرنے کے بغیر پوچھیں گے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں وارد ہے۔ پھر اس کو معاف فرمادیں گے۔ یہ ستر پوشی سے بدلہ اس لئے دیا جائے گا تاکہ عمل کے مطابق بدلہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات تو اعلیٰ و اتم ہیں۔ سو اس میں شبہ نہیں اس دن ستر پوشی عظیم ترین عمل شمار ہوگا (کیونکہ تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے)۔

**تخریج:** أخرجہ مسلم (۲۵۹۰)

**الفرائد** : مسلمانوں کے رازوں کی حفاظت کرنی چاہئے اور ان کے راز ظاہر نہ کرنے چاہئیں اور جو آدمی مسلمانوں کی عیب پوشی کرے گا آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیں گے۔ ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ [الرحمٰن : ۶۰]

۲۴۳ : وَعَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ :"کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًی اِلَّا الْمُجَاھِرِیْنَ ' وَاِنَّ مِنَ الْمُجَاھَرَۃِ اَنْ یَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّیْلِ عَمَلًا ثُمَّ یُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ فَیَقُوْلُ : یَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَۃَ کَذَا وَکَذَا. وَقَدْ بَاتَ یَسْتُرُہٗ رَبُّہٗ وَیُصْبِحُ یَکْشِفُ سِتْرَ اللّٰہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

۲۴۳: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میری امت کے ہر شخص کو معافی مل جائے گی مگر وہ لوگ جو کھلم کھلا گناہ کا

ارتکاب کرتے ہیں اور کھلے طور پر گناہ کی قسم یہ بھی ہے کہ آدمی رات کو کوئی (برا) کام کرے پھر صبح کو باوجود اس کے کہ اللہ نے اس کے گناہ کو چھپا دیا۔ وہ لوگوں کو کہے۔ اے فلاں میں نے گزشتہ رات یہ حرکت کی حالانکہ اس کی رات اس طرح گزری کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی پردہ پوشی کردی اور اس نے صبح کو اس پردے کو چاک کر دیا"۔ (بخاری و مسلم)

**النحو** : کل امتی معافی: یہ معافاۃ سے اسم مفعول ہے یہ عفو سے بنا ہے یہ کلٌ کی خبر ہے یعنی کلهم سالمون عن السن الناس و ایدیهم: تمام لوگوں کی زبان و ہاتھ سے محفوظ ہونگے۔

الا المجاهرین: عکلی کہتے ہیں ہمارے شیخ اس کو مجاھرون پڑھتے تھے یہ بدل ہے۔ ابن مالک الا کا مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوا کو مبتداء مان کر خبر محذوف ماننا غلطت ہے۔ کذا قال البصریون (التوضیح شواهد الجامع الصحیح) الا لکن کے معنی میں مانا گیا ہے ای کل امتی معافی الا المجاهرون ای لکن المجاهرون لا یعافون۔ الا کو حرف عطف مانیں تو یہ منصوب پڑھیں گے۔ کذا قال الکوفیون۔

الدمامینی: یہ جملہ استثنائیہ ہے جس کا محل اعراب ہے اور بس۔

ابن علان: ابن ہشام نے مغنی میں اس کے استدراک کی طرف سبقت کی ہے اور اس کی طرف مسند جملے کا اضافہ کیا جیسے وَاِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ۔

شرح المشارق میں رفع کی تاویل یہ کی ہے کہ معافی نفی کے معنی میں ہے پس استثناء کلام تام غیر موجب سے ہوا۔

ابن حجرؒ: المجاهر: وہ شخص جو معصیت کو ظاہر و افشاء کردے اور لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔ ممکن ہے یہاں مجاہر جاہر سے ہو جو جہر سے بنا ہے۔ اس تعبیر میں نکتہ یہ ہے کہ فاعل میں مبالغہ مقصود ہے۔ ② اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ باب مفاعلہ ہو جیسا کہ ظاہر الفاظ ہیں۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو سرے عام گناہ کی باتیں ایک دوسرے کو کرتے ہیں حدیث کا بقیہ حصہ پہلے احتمال کی تائید کرتا ہے۔

وان المجاهرة: نسفی اور کشمیھنی کی روایت یہ ہے۔ بعض نے المجانہ نقل کیا مگر وہ تصحیف ہے۔ کذا قال عیاض القاضی۔

مسلم نے اجہار اور ابونعیم نے الجہار کے الفاظ نقل کئے ہیں تینوں الفاظ ظہور و اظہار کے معنی ہیں۔ مسلم کی بعض روایات میں ہجار اور اسماعیلی کی روایت میں الا اہجار ہیں ان کا معنی فحش و بدزبانی اور کثرت کلام ہے۔ بقول قاضی یہ تصحیف ہیں۔

ان یعمل العبد۔ ایک نسخہ میں الرجل کا لفظ ہے۔

باللیل عملاً ثم یصبح و قد ستره الله علیه فیقول یا فلان عملت البارحة کذا و کذا: یا فلان یہ عاصی کے معاون سے کنایہ ہے۔ البارحہ گزشتہ رات اس سے مراد کہنے کے وقت سے قریب ترین وقت۔ یہ برح بمعنی زائل زائل ہوا ہے۔ کذا: یہ کنایات کے الفاظ ہیں جیسا کیت کیت اس کا معنی مثل ذا: یہ مجہول سے کنایہ کے لئے آتا ہے۔

(النہایہ ابن اثیر)

**النحو** : وقدبات یستره ربه: یہ یقول کے فاعل سے حال ہے۔ ویصبح: یہ پہلے صبح پر معطوف ہے۔ یکشف ستر الله علیه: وہ اس پردے کو کھول رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ڈالا تھا۔ ابن بطال جہراً معصیت میں اللہ اور اس کے رسول کے حقوق کی توہین ہے اور صالح مؤمنین کے حقوق کی پامالی ہے۔ اس میں عناد کی ایک قسم پائی جاتی ہے اور ستر میں استخفاف سے

حفاظت ہے کیونکہ معاصی اقامت حدود کی طرف راہنمائی کرتے ہیں جبکہ اس میں حد ہو ورنہ تعزیر ہے اگر حد نہ ہو۔ جب اس نے اللہ تعالیٰ کے حق کو خالص کیا تو وہ اکرم الاکرمین ہے۔ جب دنیا میں اس نے چھپا دیا تو امید ہے کہ آخرت میں بھی رسواء نہ کریں گے اور مجاہر ان سب باتوں کو ضائع کرنے والا ہے۔

**فائدہ:** مجاہرین کی مذمت اور تستر کرنے والوں کی مدح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا چھپا دینا اس بات کو لازم کرتا ہے کہ مؤمن اپنے معاملے میں چھپائے۔ جس معصیت کے ظاہر کرنے اور جہر کرنے کا قصد کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا اور جس نے تستر کا قصد کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے ستاری کا احسان فرمایا (فتح الباری) بخاری و مسلم معجم طبرانی' (جامع صغیر)

**تخریج:** أخرجه البخاری (۶۰۶۹) و مسلم (۲۹۹۰)

**الفوائد:** سرعام معصیت کی شدید مذمت ہے۔ ایسا کرنے والے نے اپنے رب کو ناراض کیا۔

۲۴۴: وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّانِيَةَ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلتَّثْرِيْبُ" اَلتَّوْبِيْخُ۔

۲۴۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لونڈی زنا کرے اور اس کا یہ زنا ظاہر ہو جائے تو آقا اس پر حد جاری کرے (کروائے) اور اس کو ملامت نہ کرے۔ پھر اگر دوسری مرتبہ زنا کا ارتکاب کرے تو اس کو حد لگائے اور اسے ملامت نہ کرے۔ پھر اگر تیسری مرتبہ زنا کرے تو آقا اس کو فروخت کر دے خواہ وہ بالوں کی ایک رسی کے بدلے میں ہو (یعنی معمولی قیمت پر)'' (بخاری و مسلم)

**اَلتَّثْرِيْبُ:** ڈانٹ و ملامت کرنا۔

**تشریح:** ❶ اذا زنت الامة: لونڈی۔ فتبین زناها: یعنی کسی نے زنا کرتے دیکھ لیا۔ ❷ اس نے خود اقرار کر لیا ❸ اس کے خلاف گواہ قائم ہو گئے۔

**النحو:** فليجلدها الحد: حد مفعول مطلق ہے۔ حد سے پچاس کوڑے مراد ہیں۔ ولا يثرب عليها: اس کو آئندہ گناہ کے ذریعہ توبیخ نہ کرے مثلاً یا زانیہ یا فاجرہ کہہ کر نہ پکارے کیونکہ یہ فحش گوئی ہے۔

**ثم ان زنت مرة ثانيه فليجلدها الحد ولا يثرب عليها:** اگر دوسری مرتبہ گناہ کا ارتکاب کرے تو اس پر دوبارہ حد قائم کی جائے۔ **ثم ان زنت فليبعها ولو بحبل من شعر:** پھر تیسری مرتبہ زنا کے ارتکاب پر اس کو فروخت کر دیا جائے۔ جمہور کے ہاں مستحب ہے۔ داؤد ظاہری واجب قرار دیتے ہیں۔ **ولو بحبل:** یہ انداز بیان یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ گناہ کرنے والوں سے جلد پلا چھڑا لینا چاہئے اور ان سے میل جول بند کر دیا جائے۔ مشتری کو اس کا یہ عیب بتلا دے۔ **التثریب:** توبیخ کو کہتے ہیں۔

**سوال**: ایک چیز کو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے تو مسلمان بھائی کے لئے کیسے اس کو پسند کر رہا ہے؟

**جواب**: اس امید سے کہ شاید وہاں وہ اس گناہ سے باز آ جائے۔ اپنی ذات سے اسکو پاکدامن کر دے یا اسکے رعب کی وجہ سے زنا سے بچ جائے یا اس پر احسان وتوسع سے وہ زنا چھوڑ دے یا وہ اس سے شادی کر لے یا اور سے شادی کر کے دیدے۔

**تخریج**: أخرجه مالك (١٥٦٤) والبخاري (٢١٥٢) ومسلم (١٧٠٣) وأبو داود (٤٤٦٩) والترمذي (١٤٤٥) والنسائي (٧٢٤٧) وابن ماجه (٢٥٦٥)

**الفوائد**: اقامت حدود سے فساد وافساد دونوں ختم ہو جاتے ہیں۔

۲۲۵ : وَعَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ خَمْرًا قَالَ: اضْرِبُوْهُ. قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِیَدِهٖ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ – فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِیْنُوْا عَلَیْهِ الشَّیْطَانَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۲۲۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی کو لایا گیا جس نے شراب نوشی کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کی پٹائی کرو"۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے بعض اپنے ہاتھ سے' بعض اپنے جوتے اور بعض اپنے کپڑے سے مار رہے تھے۔ جب وہ چلا گیا تو کسی نے کہا اَخْزَاكَ اللّٰهُ کہ اللہ تجھے رسوا وذلیل کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس طرح مت کہو اور اس کے خلاف شیطان کی معاونت مت کرو"۔ (بخاری)

**تشریح** ✿ شرب: نشہ آور چیز پی تھی۔ اضربوہ: اس پر حد لگا۔ قال ابو هریره فمنا الضارب بیده والضارب بنعله والضارب بثوبه: اس روایت اور دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے حد خمر ہاتھوں اور اطراف ثوب' ڈنڈے اور جوتے مارنے سے بالاجماع پوری ہو جاتی ہے (کذا قال النووی)

قال بعض القوم اخزاك الله: حد کے بعد بعض لوگوں نے اخزاک اللہ کہا۔ خزی الرجل: جس کو انکسار پہنچے یہ حیا مفرط ہے اگر اپنی طرف سے ہو اگر دوسرے کی طرف سے ہو تو یہ استخفاف ہے اس کا مصدر الخزی ہے۔ جیسا اس آیت میں ہے: یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ [التحریم : ۹] (الراغب) قال ولا تقولوا۔ اسے یہ بددعا مت دو۔

**النَّحْوُ**: لا تعینوا علیه الشیطان: یہ جملہ مستانفہ نہی کی حکمت بیان کرنے کے لئے لاتے ہیں۔ مطلب یہ اس کے لئے توفیق کے ذریعے ذلت سے نکلنے کی دعا کرو بددعا سے اس کے خلاف شیطان کی معاونت نہ کرو۔

**تخریج**: أخرجه البخاري (٢٧٧٧) و (٢٧٨١)

**الفوائد**: مرتکب معصیت پر حد قائم کرنی چاہئے مگر اس پر لعنت یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری والی بددعا نہ کرنی چاہئے کیونکہ بسا اوقات یہ چیز گناہ پر مصر رہنے میں معاون بن جاتی ہے یا رحمت الٰہی سے اس کو مایوس کر دیتی ہے اور اس کی بجائے دعا توبہ کی معاون بن جاتی ہے۔

# ۲۹: بَابٌ فِیْ قَضَآءِ حَوَآئِجِ الْمُسْلِمِیْنَ

# بَاب: مسلمانوں کی ضروریات کی کفالت

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [الحج:۷۷]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تم بھلائی کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ''۔ (الحج)

اَلنَّحْو: من خیر: من بیانیہ ہے اور کلام شرط کے معنی میں ہے۔ فان اللّٰہ به علیم اس کا جواب ہے۔ ای ان تفعلوا خیرا فان اللّٰہ یعلمکم کنهها اگر تم کوئی نیکی کا کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت سے واقف ہیں وہ اس کا پورا پورا ثواب عنایت فرمائیں گے۔ باب المجاہدہ میں تشریح گزری۔

۲۴۶: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَةِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ کُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ بِھَا کُرْبَةً مِّنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ - وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۲۴۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ خود اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسکو بے سہارا چھوڑتا ہے جو اپنے کسی مسلمان بھائی کی ضرورت میں مصروف ہوتا ہے۔ اللہ اس کی ضرورت کو پورا فرماتے ہیں اور جس نے کسی مسلمان کی کسی ایک تکلیف کو دور کیا۔ اللہ اس کی قیامت میں پیش آنے والی پریشانیوں میں سے کسی ایک بڑی پریشانی کو دور فرمائیں گے اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: قال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب تالیف پر ابھارتے ہوئے فرمایا۔ المسلم اخو المسلم۔ کیونکہ دونوں ایک ماں باپ یا دونوں میں سے ایک میں جمع ہونے کی وجہ سے بھائی بھائی ہیں اسی طرح مسلمان اسلام کے دائرہ میں آنے کی وجہ سے دو بھائیوں کی طرح ہو گئے۔ لا یظلمه: اس کا حق مار کر اس پر زیادتی نہیں کرتا۔ و لا یسلمه: ① اس کے سپرد بھی نہیں کرتا جو اس پر ظلم کرے اور اس کی تذلیل کرے۔ و من کان فی حاجة اخیه: ① جو مسلمان کسی مسلمان کی ضرورت پوری کرنے کا ذریعہ بنے یا خود پوری کرے۔ ② کان ناقصہ ہو تو مطلب یہ ہوگا جو شخص کسی بھائی کی حاجت میں ہو۔ کان اللّٰہ فی حاجته: اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کر دیتے ہیں۔ حاجت عام ہے خواہ دنیوی ہو یا اخروی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نے رضائے الٰہی کے لئے کسی مسلمان کی ضرورت پوری کی' اس نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا پس اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کر کے اس کا بدلہ عنایت فرماتے ہیں۔ من فرج عن مسلم کربة: انتظار کشادگی میں ① قرض خواہ کے ہاں

سفارش کردی وغیرہ۔فرج اللّٰہ عنہ بھا کربۃ: اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں عظیم کربت زائل کردیں گے۔

**النَّحْوُ:** کربۃ: یہ نکرہ ہے اوراس کی تنوین تعظیم کے لئے ہے۔تنکیر سیاق شرط میں عموم کو پیدا کرتی ہے۔مطلب یہ ہوا جس نے کسی مسلمان کی ایسی تکلیف کا ازالہ کیا جو اس کے نفس پر سوار ہونے والی تھی تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کے کرب دور فرمائیں گے۔

ومن ستر مسلما: ایذاء وضرر سے اس کی معصیت کو مشہور نہیں کیا۔

سترہ اللّٰہ یوم القیامۃ: اللہ تعالیٰ قیامت کو ستاری فرمائیں گے۔

مزید تشریح بعد والی حدیث میں ملاحظہ ہو۔

**تخریج:** بخاری' مسلم' ابو داؤد' ترمذی' ابن حبان ۵۳۳' بیھقی ۹۴/۶' احمد ج ۲۔

۲۴۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ ' وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ' وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ' وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ ' وَمَنْ سَلَكَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ ' وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰی یَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ – وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۲۴۷: حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس نے کسی بھی مؤمن سے دنیا کی تکالیف میں سے کسی تکلیف کو دور کیا۔اللہ قیامت کے دن کی تکالیف میں سے ایک بڑی تکلیف کو دور فرمائیں گے۔جس نے کسی تنگ دست پر (قرضے میں) آسانی کی۔اللہ دنیا وآخرت میں اس پر آسانی فرمائیں گے اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ دنیا وآخرت میں اس کی ستر پوشی فرمائیں گے۔اللہ بندے کی مدد فرماتے رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اور جو شخص اس راستہ پر چلتا ہے جس میں وہ علم کی کوئی بات تلاش کرے۔اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کو پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ان پر اللہ کی سکینت اترتی ہے اور رحمت حق ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ ان کا تذکرہ ان میں فرماتے ہیں جو اسکے قرب میں ہیں (فرشتے) جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے چھوڑ دیا اسکا نسب اس کو تیز نہیں (آگے نہیں) کرواسکتا"۔(مسلم)

**تشریح** ۞ قال من نفس: اس نے زائل اور کشادہ کیا۔نفس کا معنی گلے کو دبانے والی چیز کا ڈھیلا کرنا تا کہ وہ آسانی سے سانس لے سکے۔عن مؤمن: اس نے مومن کی حرمت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کو ترجیح دی اس میں بھی احسان کا

ثواب بڑھ کر ہے۔ ورنہ ذمی کے سلسلہ میں بھی ثواب ملتا ہے۔ جیسا اس روایت میں ہے: ان اللّٰہ کتب الاحسان علی کل شئ: اور فرمایا: فی کل رطبة اجر: عنقریب وضاحت آئے گی۔ ذمی اور مستامن حربی بھی ذمی کے قریب ہیں ہر ایک میں ثواب پہلے کی بنسبت بڑھتا ہے کیونکہ وہ مزید شرف واحترام کے تابع ہے۔ کربة: جس کا غم نفس وقلب کو گھیر لے کیونکہ اس نے گویا شدتِ غم کی وجہ سے سانس کی آمد ورفت روک دی۔ اس سے ایثار نفس کی حکمت معلوم ہوتی ہے (کسی تکلیف کو دور کر کے)۔

من کرب الدنیا نفس اللّٰہ عنه کربة من کرب یوم القیامة: قیامت کے کرب سے اس کی سختیاں مراد ہیں۔ طبرانی کے الفاظ یہ ہیں نفس اللہ کربه یوم القیامه۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تکالیف کا ازالہ عظیم ثواب رکھتا ہے۔ خواہ اس کا نفع علم یا مال یا مرتبہ یا نصائح یا دلالت خیر یا اعانت ذاتی یہ سفارش یا وساطت یا شفاعت یا دعا غائبانہ سے ہو سب اس میں شامل ہے۔ (گزشتہ باب میں اس کی حکمت گزر چکی ہے)

ومن یسر علی معسر: اس کو بری ذمہ کر کے یا عطیہ یا صدقہ کے ذریعہ یا خوشحالی تک بذاتِ خود مہلت دی یا اس کا واسطہ بنا۔ تمام اس میں داخل ہیں۔ صاحب فتح المبین کہتے ہیں عاصی آدمی کو فتویٰ دینا یہ بھی اسی میں شامل ہے۔

یسر اللّٰہ علیه: یعنی اللہ تعالیٰ اس کے معاملے میں آسانی پیدا فرما دیں گے۔ فی الدنیا والآخرہ: اس سے تنگ دست کو مہلت دینے کی عظیم فضیلت نکل رہی ہے۔ اس کے متعلق بہت سی احادیث ہیں ان میں سے ایک یہ ہے: مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّنْجِيَه اللّٰه مِنْ كُرَبِ يومِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُّعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عنه۔ دوسری روایت میں ہے: مَنْ اَنْظَر مُعْسِرًا وَوَضَعَ عَنْه اَظَلَّهُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهٖ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ۔ یہ دونوں مسلم کی روایات ہیں جن کا حاصل تنگ دست کو مہلت دینے کی فضیلت ذکر کرنا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے: مَنْ اَرَادَ اَنْ تَسْتَجَابَ دَعْوَتُه وتُكْشَفَ كُرْبَتُهٗ فَلْيُفَرِّجْ عَنْ مُّعْسِرٍ جو دعا کی قبولیت اور دکھ کا ازالہ چاہتا ہے وہ تنگ دست کی تکلیف کا ازالہ کرے۔

ومن ستر مسلما ستره اللّٰہ فی الدنیا والآخرہ: اس پر کلام ہو چکا۔

واللّٰہ فی عون العبد: اعانت و درستی۔ ما کان العبد: یہ مادام کے معنی میں ہے۔ فی عون اخیه: دل، بدن، مال یا دیگر ذرائع سے معاونت۔ بعض نے کہا یہ تمام احوال و ازمنہ کے لئے ہے کسی زمانے سے خاص نہیں۔ جب بندہ اپنے بھائی کی اعانت کا عزم کر لیتا ہے تو پھر اس کے پورا کرنے میں کوتاہی نہ برتنی چاہئے اور اس کو کھول کر سچی بات بتلا دینی چاہئے یہ اعانت تو ہمیشہ ہی لازم ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کسی زمانے سے مخصوص نہیں فرمایا بلکہ اطلاع دی کہ جب تک بندہ اپنے بھائی کی اعانت میں ہے اس وقت تک یہ دائمی ہے۔

حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ثابت بنانی کو کہا فلاں کام کے لئے میرے ساتھ چلو انہوں نے کہا میں معتکف ہوں۔ حسن کہنے لگے اے اعمش کیا تم نہیں جانتے کہ کسی مسلمان کی ضرورت کے لئے جانا مسلسل حج کرنے سے بہتر ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں (۱) خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ایک سریہ میں گئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر والوں کو ان کی بکریوں کا دودھ دوہ کر دیتے تھے۔ ان کا برتن بھر کر دودھ باہر گرنے لگتا۔ جب خباب لوٹے

تو بکریاں پھر اتنا ہی دودھ دینے لگیں۔

② ابوبکرؓ خلافت سے پہلے اپنے قبیلہ کے کئی لوگوں کی بکریاں دودھ دیتے جب خلیفہ بنے تو کسی نے کہا اب تو چھوڑ دو انہوں نے جواب دیا میں ضرور دودھ نکالونگا میں چاہتا ہوں کہ خلافت کی ذمہ داری سابقہ کاموں میں رکاوٹ نہ ڈالے۔

③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیوگان کو رات کے وقت پانی لا کر دیتے۔ ایک دن طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک گھر میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ دن کے وقت اس عورت کے گھر میں گئے تو اسے اپاہج نابینا پایا۔ انہوں نے دریافت کیا یہ آدمی یہاں کیوں آتا ہے وہ کہنے لگی اتنے عرصہ سے یہ میرا خیال رکھے ہوئے ہے۔ میرے ساتھ احسان کرتا ہے اور میری حالت کو درست کرتا ہے اور مجھ سے تکلیف دہ چیز دور کرتا اور گھر کا انتظام کرتا ہے۔ طلحہؓ بول اٹھے اے طلحہ! تیری ماں تجھے روئے کیا تو عمرؓ کی لغزشیں ڈھونڈتا پھرتا ہے؟

**ومن سلك طريقا**: طریق یہ طرق سے ہے کیونکہ قدم اس کی طرف چلتے اور اٹھتے اور اس کو تلاش کرتے اس لئے اس کو طریق کہتے ہیں۔ ② اس سے حفاظت علم مذاکرہ مطالعہ تفہیم اور جن سے علم تک پہنچا جائے وہ سب مراد ہوں۔ **يلتمس فيه**: اس کی غایت یا سبب تلاش کرتا ہے۔ **علمًا**: شرعی علم یا جو اس کا ذریعہ بنے اور اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہو۔ بعض نے کہا رضاء الٰہی اگرچہ ہر عبادت میں شرط ہے۔ علماء کی عادت یہ ہے کہ وہ اس قید کو اس مسئلہ میں بڑھا دیتے ہیں کیونکہ بعض لوگ بسا اوقات اس میں تساہل برتتے یا غفلت کرتے ہیں۔ الفتح المبین میں ہے کہ علم میں ریاء کے آنے کا دوسرے مقامات کی بنسبت زیادہ خطرہ ہے۔ اس کی شان و مرتبہ کا اہتمام کرتے ہوئے اخلاص کے متعلق متنبہ کر دیا۔

علم شرعی: جو شرع سے صادر ہوا ہو یا شرع کا علم اس پر موقوف یا علم شرع کا کمال اس پر موقوف ہو۔ مثلاً علم کلام علوم عربیہ وغیرہ۔ **سهل الله له به**: اس راہ پر چلنے کی وجہ سے۔ **طريقًا الى الجنة**: اس کی راہنمائی طلب ہدایت و طاعت کی طرف کر دی جاتی ہے۔ جو کہ جنت تک پہنچانے والی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے آسان کر دینے سے میسر آسکتی ہے ورنہ اس کے لطف و کرم کے بغیر علم وغیرہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ ② اس کی طلب اور تحصیل پر یہ بدلہ عنایت فرمائیں گے کہ جنت کے داخلہ میں سہولت ہو جائے گی موقف حساب کی گرانیاں اس پر نہ ہوں گی یہ بات ظاہر حدیث کے زیادہ مناسب ہے اور اس آیت سے بھی یہ مفہوم ہوتی ہے۔ **قال الله جزاءً وفاقًا**: جزاء کے بنے فائدہ یہ ہے کہ وہ جنس عمل سے ہو خواہ ثواب ہو یا عذاب مثلاً تنفیس کے بدلے تنفیس اور ستر کے بدلے ستر اور عون کے بدلے عون۔ دنیا و آخرت کے احکام میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

**فَائِدَہ**: اس سے طلب علم کی کوشش کی بڑی فضیلت نکلتی ہے اور علم میں مشغولیت کا عظیم مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے دلائل لاتعداد ہیں۔ **وما اجتمع قوم**: قوم یہ اسم جنس جمع ہے تین مردوں و عورتوں پر صادق آتا ہے (فتح الالہ) بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ مشترک ہے مگر راغب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مردوں کے لئے خاص قرار دیا ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ﴾ [الحجرات: ۱۱] عموماً قرآن مجید میں اس سے مرد و عورتیں دونوں مراد لئے گئے ہیں اور مردوں کے لئے اس کا استعمال حقیقی ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جنہوں نے **يستوى فيه الذكور والاناث** کہا ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ مکلف ہونے میں دونوں تو تین غالب احکام میں برابر ہیں۔ پس اس لحاظ سے یہ مجاز بنے گا باب تغلیب سے شمار ہوگا یا لفظ کا استعمال مردوں کے لئے حقیقتاً اور عورتوں کے لئے مجازاً ہوگا۔

فی بیت من بیوت اللّٰه تعالٰی: بیت اللہ سے مراد مسجد ہے۔ یتلون کتاب اللّٰه تعالٰی: قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ قرآن مجید کو کتاب اللہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ ویتدارسونہ بینھم: باہمی دہرانا اور سنانا۔ یہ دور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ کرتے جیسا اس روایت میں ہے: کان جبرئیل یدارسہ القرآن: اور ممکن ہے کہ مدارست سے اس روایت میں قاری کا پڑھنا اور اس کے بعد شاگرد کا پڑھنا مراد ہو اور اس کی تخصیص کمال فضیلت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ ورنہ دوسری روایت میں یہ قید موجود نہیں۔ وہاں مطلقاً ذکر کیلئے جمع ہونا وارد ہے۔ عام کے بعض افراد کا تذکرہ تخصیص نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کا فضل تو عام ہے۔

الا نزلت علیھم السکینة: ان پر سکینہ اترتی ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ [الفتح: ٤] ① سکینہ کا لفظ فعلیہ ہے جو سکون سے مبالغہ کے لئے آتا ہے۔ اس روایت میں اس سے مراد وہ حالت ہے جس سے دل کو اطمینان ہو' کسی دنیوی پریشانی میں نہ گھبرائے کیونکہ اس سے معلوم ہے کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے۔ پس دل میں سکون اطمینان ہو اور اللہ تعالیٰ کے موعود اجر کا وثوق ہو کہ اسے ضرور مل جائے گا اسی لئے تو اس نے سب سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کر دیا ہے۔

② سکینہ ایک فرشتہ ہے۔ جو مؤمن کے دل پر اتر کر اسکو خیر کی تلقین کرتا ہے۔ ③ رحمت وقار' سکون' خشیت وغیرہ۔

یہاں اس سے مراد وہ سکون ہے جو تقدیر کے تحت ہو۔ حرکت کی ضد مراد نہیں اور رحمت سے اسکی تفسیر رحمت کا اس پر عطف کرنے سے مانع نہیں ہے کیونکہ یہ موقعہ تفصیل ہے۔

نوویؒ نے سکینہ کو طمانیت کے معنی میں لیا ہے۔ حرز القاری میں اسکو علیھم السکینہ: پڑھا گیا ہے زیادہ مشہور علیھم السکینة: ہے اور یہ قرأت کے اعتبار سے مشہور ہے مگر اول زیادہ اقرب ہے۔

وغشیتھم الرحمة: ہر جہت سے رحمت ان پر عام ہو جاتی ہے۔ رحمت سے مراد اس کی غایت یعنی فضل واحسان اور امتنان مراد ہے۔ حفتھم الملائکة: ان کو ملائکہ ڈھانپ لیتے ہیں۔ آل عہد خارجی کا ہے وہ ملائکہ جو ذکر کی مجالس تلاش کرتے ہیں (حرز القاری) ② ملائکہ رحمت وبرکت اس کو آسمان دنیا تک ڈھانپ لیتے ہیں۔ کمافی الجمسین۔

روایت احمد میں بعضھم علی بعض حتی یبلغوا العرش حتی یسمعوا الذکر: ذکر کی تعظیم اور ذاکر کے اکرام کے لئے۔ یعنی انتہائی قریب ہو جاتے ہیں اور اس طرح ملتے ہیں کہ شیطان کی دخل اندازی کی جگہ باقی نہیں رہتی۔ حف: یہ حف سے متعدی آتا ہے جیسا اس آیت میں ہے: ﴿وَحَفَفْنٰھُمَا بِنَخْلٍ﴾ [الکھف: ۳۲] کبھی اس کے ضمن میں احاطہ کا معنی ہوتا ہے۔ اس وقت باء کے ذریعہ یا اپنے مفعول کے ساتھ ملتا ہے مثلاً حدیث میں اِنَّ اللّٰه و ملائکةً سیاراتٌ اور وہ کہتے ہیں حفوابھم ان کو گھیر لو! (تفصیل شرح الاذکار میں دیکھیں) وذکرھم اللّٰه فیمن عندہ: عندیت سے مقام ومرتبہ کی بلندی مراد ہے نہ مکان کی بلندی' اللہ تعالیٰ اس سے بلند وبالا ہیں' وہ ملائکہ وانبیاء علیہم السلام ہیں' اس کو ذاکر کے لئے ذکر کیا پھر اس کے فعل پر راضی ہو کر اس کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ ومن بطاء بہ عملہ: جس کا عمل قاصر ہے یعنی رتبہ کمال نہ پا سکے خواہ اس لئے کہ کمال وصحت کی بعض شروط مفقود ہوں۔ لم یسرع بہ نسبہ: یعنی اس کا نسب کامل اعمال والوں کے مراتب پر نہیں پہنچتا۔ کیونکہ سعادت کی طرف مسارعت اعمال سے ہوتی ہے نہ کہ احساب سے جیسا شاعر نے کہا

وما الفخر بالعظم الرحیم وانما ☆ فخر الذی یبغی الفخار بنفسہ

فتح المبین کی حدیث ۳۶ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ حکم فرمائیں گے تو پل صراط کو جہنم پر رکھ دیا جائے گا اور لوگ اپنے اعمال کی مقدار سے گزریں گے۔ بعض جماعتیں بجلی کی چمک کی طرح پھر ہوا کی طرح پھر پرندی کی طرح پھر کچھ لوگ دوڑتے ہوئے پھر کچھ پیدل منہ سب رفتار سے چلتے ہوئے یہاں تک کہ ان میں کا آخری پیٹ کے بل گزرے گا اور کہے گا: یَا رَبِّ لِمَ بَطَّأت بِی؟: تو جواب ملے گا: اِنِّی لم اُبَطِّاء بِكَ اِنَّمَا بَطَّاءَ بِكَ عَمَلُكَ۔ میں نے تمہاری رفتار سست نہیں کی یہ تمہارے اعمال نے تمہاری رفتار کم کی ہے''۔ وہاں دیگر احادیث بھی مذکور ہیں۔ (رواہ مسلم)

**تخریج:** مسلم' ابن ابی شیبہ' ابوداؤد: ۴۹۴۶' ابن ماجہ ۲۲۵ فی سننھما' ترمذی' ابوعوانہ فی المستخرج' ابن حبان' حاکم من حدیث اعمش۔ (سخاوی)

**فَائِدَۃ:** جزاء جنس عمل سے ملتی ہے جیسا اس روایت میں: اِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءُ۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (۲٤٤۲) ومسلم (۲۰۸۰) وأبو داود (٤۸۹۳) والترمذی (۱٤۲٦) وابن حبان (۵۳۳) والبیهقی (٦/۹٤) وأحمد (۲/۵۲۵۸)

**الفوائد:** ① مسلمانوں کی حوائج کو پورا کرنا اور ان کو علم' مال' معاونت سے فائدہ دینا ان کی خیر خواہی اور مصالح کا لحاظ کرنا بڑا ثواب ہے۔ ② ستر پوشی کا بڑا درجہ ہے۔ تنگ دست کو مہلت بڑی فضیلت کا باعث ہے۔ ③ حصول علم کے لئے سفر خصوصاً علوم شرعیہ کے لئے جبکہ مقصود رضاء الٰہی ہو بہت بڑے درجے کا باعث ہے۔ ④ کتاب کو پڑھنے پڑھانے اور اس میں غور و تدبر کرنے اور لوگوں کو طاعات و اعمال صالحہ پر آمادہ کرنا بڑی عظمت کا باعث ہے۔ ⑤ اعمال صالحہ کرنے چاہئیں حسب و نسب پر اعتماد کر کے نہ بیٹھ جائیں۔

## ۳۰: بَابُ الشَّفَاعَةِ

## بَاب: شفاعت کا بیان

**شفاعت:** کی حقیقت یہ ہے ایک آدمی کسی کو کوئی چیز دے اور اپنی ضرورت اس سے طلب کرے۔ یہ شفع سے لیا گیا ہے جو وتر کی ضد ہے۔ گویا ضرورت مند پہلے اکیلا تھا۔ سفارش کرنے والے کے ساتھ مل کر دو (جفت) بن گیا۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں اس کا معنی گناہ' جرم سے تجاوز کا مطالبہ کرنا۔ بعض نے کہا ادنیٰ کا اعلیٰ کے ساتھ ملنا تا کہ اس کے ذریعہ وہ اپنے مقصد کو پالے۔ غزالی کا کلام باب الاذان میں آ رہا ہے۔ (شرح الاذکار)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا﴾ [النساء: ۸۵]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

'' جو کوئی اچھی سفارش کرے گا اس کے لئے اس میں حصہ ہوگا''۔(النساء)

## آیت

تعالٰی: وہ عظمت وشان کے لحاظ سے بلند ہے علو مکان مراد نہیں۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً: اس لئے سفارش کی تاکہ اس سے مسلمان کو فائدہ پہنچے یا اس سے کسی تکلیف کا ازالہ ہو اور یہ کام محض رضائے الٰہی کے لئے ہو۔ یہ شفاعت حسنہ ہے۔ اسی قسم میں غائبانہ کسی مسلمان کے لئے دعا کرنا بھی شامل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: مَنْ دَعَا لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ اُسْتُجِيْبَ لَهٗ وَقَالَ الملكُ آمين وَلَكَ مِثْلُ ذٰلِكَ مسلمان کی غائبانہ دعا قبول ہے اس سے کرنے والے کو برابر اجر ملتا ہے۔

۲۴۸: وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ طَالِبُ حَاجَةٍ اَقْبَلَ عَلٰى جُلَسَآئِهِ فَقَالَ: اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا اَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ: مَا شَآءَ"

۲۴۸: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب آپؐ کے پاس کوئی ضرورت مند اپنی ضرورت لے کر آتا تو آپؐ اپنے شرکاءِ مجلس کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے۔ (اس کیلئے) سفارش کرو تمہیں اجر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ جو پسند فرماتا ہے وہ اپنے نبی کی زبان پر فیصلہ فرما دیتا ہے''۔(بخاری ومسلم) ایک روایت میں ماشاء اللہ کے الفاظ ہیں یعنی جو چاہتا ہے۔

**تشریح** ✿ ابو موسٰی اشعری: ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے یہ یمن کے اشعر قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اس سے آپ کی صحابہ کرام کے ساتھ حسن صحبت اور امت کیلئے دلالت علی الخیر واضح ہوتی ہے۔ اذا اتاہ طالب حاجۃ: حاجت یہاں عام ہے خواہ دینی ہو یا دنیوی۔ اقبل علی جلسائہ: جلساء یہ جلیس کی جمع ہے۔

و قال اشفعوا توجروا: اگر تم اس کے لئے سفارش کرو گے تو اجر پاؤ گے۔ یعنی تمہاری سفارش سے تمہیں اجر مل جائے گا خواہ اسکی ضرورت پوری ہو یا نہ ہو۔ فتو جروا: یہ شرط مقدر کا جواب ہے۔ اس سے خیر میں بالفعل شامل ہونے پر آمادہ کیا گیا ہے اور ہر طرح سے اس خیر کا ذریعہ بننے کی تعلیم ہے۔ کسی بڑے کو تکلیف کے ازالہ کے لئے کہنا اور کمزور کی معاونت کرنی چاہیے کیونکہ ہر آدمی سردار و حاکم تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ اس کے سامنے اپنے احوال کی وضاحت کرے تاکہ حاکم اس کے حالات کی حقیقت جان لے۔ البتہ حدود وغیرہ میں سفارش منع ہے اور وہ اس سے مستثنٰی ہے۔ ویقضی علی لسان نبیہ ما احب۔ یعنی اپنے علم ازلی سے جو اس کا ارادہ ہے کہ معاملہ اس کو جس طرح پیش آئے گا یا نہ پیش آئے گا پس مطلوب تو وہ ثواب ہے جو اس سفارش والے کو ملے گا خواہ مشفوع کا کام علم ازلی کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ مثلاً اس کا اور بھی کوئی سبب تھا جو میسر نہیں آیا یا اس کے حصول کے لئے کوئی رکاوٹ بن گئی۔

**تخریج**: بخاری کتاب الزکاۃ باب الادب و باب التوحید۔ مسلم باب السنۃ۔ احمد ۱۹۶۰۱، ابو داؤد باب

الادب' ترمذی فی العلم' نسائی فی الزکوٰۃ۔ مزی کہتے ہیں ابوداؤد کے ہاں یہ ابوبکر بن داسہ کی روایت میں ہے۔ بخاری کی روایت میں ماشاء کے الفاظ بھی ہیں۔ کائنات میں کفر و عصیان یہ مولیٰ کی مشیت و ارادہ سے تو ہے لیکن اسکی رضاء اور محبت سے نہیں جیسا فرمایا: ولا یرضی لعبادہ الکفر: القضاعی فی مسند الشہاب ۶۲۰۔

**الفرائد :** بھلائی خود کرے جہاں تک ہو سکے اس کا سبب بننے کی کوشش کرے۔ حدود کے علاوہ بقیہ تمام مواقع میں سفارش کرے البتہ جو فساد میں معروف ہو ان کی سفارش نہ کی جائے تا کہ وہ سزا مل کر گناہ سے باز آ جائیں۔

۲۴۹ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ قِصَّةِ بَرِيْرَةَ وَزَوْجِهَا قَالَ : قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِهِ؟" قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ : "اِنَّمَا اَشْفَعُ" قَالَتْ : لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

۲۴۹: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ بریرہ اور انکے خاوند کے واقعہ کے سلسلہ میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا: "اگر تو اپنے خاوند کی طرف لوٹ جائے (تو مناسب ہے) اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ آپ مجھے حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا (نہیں) بلکہ میں سفارش کرتا ہوں۔ اس نے کہا تو مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ فی قصة بریرة: قصہ بریرہ کے سلسلہ میں سے یہ بات ہے بریرہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ وزوجها: ان کے خاوند کا نام مغیث تھا۔ یہ سیاہ رنگ غلام تھے۔ یہ بنی مطیع کے غلام تھے۔ سیوطی کہتے ہیں یہ بنی مغیرہ کے غلام تھے۔ ابن مندہ کہتے ہیں یہ ابواحمد بن جحش کے غلام تھے۔ (استیعاب' ترمذی' جحش سیوطی) بریرہ کو آزاد کر دیا گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دیا۔ اس نے اپنے اختیار کو استعمال کیا۔ اہل حجاز کہتے ہیں کہ ان کے اختیار دعتق کے وقت مغیث غلام تھے۔ اہل کوفہ کہتے ہیں مغیث حر تھے۔ میرے نزدیک اول زیادہ درست ہے۔ قال لها النبی صلی الله علیه وسلم لو راجعتیه۔ یہ مہدوی کی روایت ہے سیوطی نے مرقات لو راجعته کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ ابن ماجہ نے متن والے الفاظ نقل کیے مگر سیوطی نے ان کو ضعیف قرار دیا اور یہ الفاظ زائد ہیں: فاہ ابو ولدك: اس سے تیرا ایک بیٹا ہے۔ گو تمنا یا شرط کے لئے ہے۔ اس کا جواب محذوف ہے۔ ای لکان احسن یا لك فیه ثواب۔ اس سفارش میں حکم کا مفہوم معلوم ہوتا تھا تو اس نے عرض کی قالت یا رسول الله تامرنی: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم فرماتے ہیں کہ میں لازماً اس سے رجوع کرلوں۔ قال انما اشفع: یعنی میں تمہیں سفارش کرتا' استحباباً کہتا ہوں۔ قالت لا حاجة لی فیه۔ مجھے ان سے کوئی غرض نہیں اور نہ اس میں میرا فائدہ ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول نہ کرنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ فرمایا گیا: وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے اپنی تخییر سمجھ لی۔ شفاعت پر تخییر کا اطلاق مجازی ہے کیونکہ دونوں واجب نہیں۔

**تخریج :** أخرجه أحمد (۷/۱۹۶۰۱) والبخاری (۱۴۳۲) ومسلم (۲۶۲۷) وأبو داود (۵۱۳۱) والترمذی (۲۶۷۲) والنسائی (۲۵۵۵) وابن حبان (۵۳۱) والقضاعی (۶۲۰)

الفوائد : آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت عامہ کو ملاحظہ فرمائیں کہ امت کے ضعیف ترین افراد کے لئے سفارش میں باک محسوس نہ فرمائی اور سفارش بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی بریرہ رضی اللہ عنہا سے کی ایسا حسن خلق کہاں ملے گا۔

# ۳۱ :بَابُ الْاِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ

## بَاب: لوگوں کے درمیان اصلاح

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾

[النساء: ۱۱٤]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ان (منافقین) کے اکثر مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں مگر جو ان میں سے حکم دے کچھ صدقے کا یا کسی نیکی کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح و درستگی کا''۔ (النساء)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ [النساء: ۱۲۸]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور صلح بہت بہتر ہے''۔ (النساء)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ [الانفال: ۱]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور اپنے درمیان صلح کرو''۔ (الانفال)

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ [الحجرات: ۱۰]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بے شک مسلمان بھائی ہیں پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو''۔ (الحجرات)

مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ جب انکے مابین جھگڑا یا اختلاف پیدا ہو تو درستی کی ضرورت ہے۔ الناس: بعض نے انس سے لیا جو وحشت کی ضد ہے۔ بعض نے نوس سے لیا جس کا معنی حرکت کرنا ہے۔ اس صورت میں جنات کو بھی شامل ہوگا۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ: لوگوں کی باتوں اور خفیہ مجالس میں اکثر بھلائی نہیں۔ الا من امر بصدقه او معروف: مگر وہ مجلس جس میں صدقہ یا نیکی کا حکم ہو۔

النجویٰ: اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ: مستثنیٰ متصل یا منقطع ہوسکتا ہے۔ وہ مجلس جس میں لوگوں کی اصلاح کی جائے وہ خیر کی مجلس ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آمادہ کیا ہے۔ اے ابوب اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی صَدَقَةٍ هِیَ خَیْرٌ لَكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ؟: کیا ایسا صدقہ نہ بتلاؤں جو سرخ اونٹوں سے بہت بہتر ہے"۔ تو انہوں نے قال نعم یا رسول اللّٰه! قال: عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب لوگوں میں بگاڑ ہو تو تصلح بین الناس اذا افسدوا: صلح کراؤ۔

وتقرب بینهم اذا تباعدوا: اور جب وہ دور ہو جائیں تو ان کو قریب کرو۔

دوسری روایت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کلام ابن آدم علیه لا له' الا ما کان من امر بمعروف او نهی عن منکر او ذکر اللّٰه تعالٰی۔

"ابن آدم کا کلام اسکے خلاف ہوگا نہ کہ اسکے حق میں مگر وہ جو امر بالمعروف یا نہی عن المنکر یا ذکر اللہ کی قسم سے ہے"۔

اس روایت کو سن کر حضرت سفیان ثوری کو ایک آدمی نے کہا یہ حدیث کس قدر سخت ہے۔ سفیان کہنے لگے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا۔ ﴿لا خیر فی کثیر من نجواهم﴾ اس روایت کا آیت والا ہی مطلب ہے۔ (تفسیر نیشاپوری للواحدی)

(۲) وَالصُّلْحُ خَیْرٌ: یعنی صلح نافرمانی' اعراض اور جدائی سے بہت بہتر ہے۔ لیکن اس سے وہ میل وجول میسر آتا ہے جو زوجین میں مطلوب ہے۔

(۳) وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ: تم اپنے مابین اسی طرح حقیقت اصلاح و درستی کرو جیسا تمہارے درمیان اصل میں مودت اور ترک نزاع ہونا چاہئے۔

(۴) وقال اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ: مسلمان دینی لحاظ سے بھائی بھائی ہیں۔ فاصلحو بین اخویکم: پس تم نزاع کے وقت صلح کراؤ۔ اخویکم' اِخوتکم بھی پڑھا گیا ہے۔

۲۵۰: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ ' تَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَةٌ ' وَتُعِیْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَآبَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَیْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَیْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ ' وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِیْهَا اِلَی الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ ' وَتُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَمَعْنٰی "تَعْدِلُ بَیْنَهُمَا": تُصْلِحُ بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ۔

۲۵۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کے (جسم کے) ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے ہر اس دن میں جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ تیرا دو آدمیوں میں عدل سے صلح کرانا یہ بھی صدقہ ہے۔ تیرا کسی آدمی کے اس سواری پر سوار ہونے میں معاونت کرنا یا اس کو سامان اٹھا کر سواری پر رکھوانا صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جو تم نماز کے لئے اٹھاؤ وہ صدقہ

ہے۔ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا صدقہ ہے'' ۔ (بخاری و مسلم)

تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا: انصاف سے ان میں صلح کرانا۔

**اَلنَّحْو:** کل سلامی من الناس علیه صدقة: کل مبتداء ہے اور علیہ صدقہ اس کی خبر ہے۔ سُلامٰی کی جمع **سَلَامِیات** ہے اس کا معنی عصر ہے۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں اس کا واحد سلامیۃ ہے۔ انگلی کے پوروں کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کی جمع اور واحد برابر ہیں البتہ اس کی جمع سلمیات ہے۔ قاضی عیاض نے کہا سلامٰی انگلیوں اور اعضاء کی ہڈیاں۔ نہایہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ انسان انگلیوں دو جوڑوں کے درمیان والی ہڈی۔ بعض نے کہا چھوٹی ہڈیوں میں کھوکھلی ہڈی کو کہتے ہیں۔ پس معنی یہ ہوگا۔ ابن آدم کی ہڈیوں میں سے ہر ہڈی کا صدقہ ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جب اونٹ کے جوڑ اور آنکھیں خشک ہو جائیں اور اس کی ہڈیوں میں آخری گودے کو سلامٰی کہتے ہیں۔ روایت کے ظاہر کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سلامٰی سے عضو سے زیادہ عام معنی لیا جائے۔ جیسا قاموس نے لکھا ہے۔ **کل لحم وافر بعظم وغیرہ**۔ ہڈی کے ساتھ ہر وافر گوشت کو کہتے ہیں۔ یہ مطلق جز مراد لیا جائے۔ (الاذکار) نووی کہتے ہیں انگلیوں اور تمام ہتھیلی کی ہڈیاں۔ پھر یہ بدن کی تمام ہڈیوں اور جوڑوں کے لئے استعمال ہونے لگا۔ (شرح نووی) عراقی کہتے ہیں حدیث میں یہی مراد ہے۔ (شرح التقریب) مسلم کی اس روایت سے اس معنی کی تاکید کی ہے۔ **خُلِقَ الْإِنْسَانُ عَلٰى سِتِّيْنَ وَثلاثمائة مفصل** کہ انسان کے پیدائشی طور پر ۳۶۰ جوڑ ہیں۔

**اَلنَّحْو:** من الناس: یہ سلامی کی صفت کی جگہ ہے۔ **علیه**: کی ضمیر کا مرجع جنس ہے۔ جنس کی نظیر یہ روایت ہے۔ **خیر نساء رکبن الابل واحناه علی زوج نساء قریش**: روض الانف میں سہیلی نے لکھا ہے کہ اس میں ضمیر یا تو جنس کی طرف راجع ہے یا سلامٰی کی طرف اور اس کا تذکرہ باعتبار عضو و مفصل کے ہے۔

**علیه صدقة کل یوم**: ① کل یوم یہ ظرفیت زمانیہ کی وجہ سے منصوب ہے۔ ② مبتداء مرفوع پھر مبتداء ثانی اور صدقۃ دوسری خبر ہے اور پورا جملہ پہلے مبتداء کی خبر ہے ضمیر رابط مقدر ہے۔ ای **کل یوم تطلع فیه الشمس العدل فیه صدقة**: (فتح الباری)

**تطلع فیه الشمس**: یہ یوم کی صفت ہے۔ یہ صفت وضاحت کے لئے لائی گئی ہے کہ ہر صبح صدقات کی تجدید ہے جو ان انعامات کے مقابلہ میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان جوڑوں کو پیدا کر کے اس پر کئے اور پھر ان کو دوام بخشا ہے اور بندے کو خبردار رہنا چاہئے کہ جس نے یہ سب انعامات کئے ہیں وہ ان کو سلب کرنے کی ہر آن طاقت رکھتا ہے اور وہ اپنے فیصلوں میں عادل ہے۔ پس غلطیوں کو معاف کر کے نعمت صحت کو دوام بخشنا یہ اس کی طرف سے محض صدقہ ہے جو دوام شکر کو لازم کرتا ہے۔ اس بناء پر بندے پر شکر متعین ہوگیا جو کہ صدقہ کی صورت میں وہ ادا کرے۔ جیسا حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اس صدقے کی مقدار متعین نہیں فرمائی بلکہ حسب طاقت رکھا گیا حالانکہ صدقہ مصائب کو دور کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے اعضاء سے بلائیں ٹل جانے کی امید ہے۔ **علیه صدقه کل یوم** کے ظاہری الفاظ تو ہر دن کے صدقہ کا لزوم ظاہر کر رہے ہیں لیکن صحیحین کی روایت **فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهٗ لَهٗ صَدَقَةٌ** سے معلوم ہوتا ہے کہ شر سے ہاتھ کو روک لینا یہ بھی صدقہ کے قائم مقام بن جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تمام محرمات سے بچنا اور قیام واجبات ضروری ہے اور یہی واجب شکر یہ ہے اور یہ

شکر یہ ان نعمتوں اور دیگر نعمتوں کے لئے کافی ہے۔ باقی رہا استحبابی شکر تو وہ یہ ہے کہ جن طاعات میں کوتاہیاں کی ہیں ان میں نوافل کا اضافہ کرے مثلاً اذکار اور طاعات متعدیہ میں اعانت وغیرہ سے کام لے۔ اس حدیث اور اس قسم کی تمام احادیث کا مقصد یہی ہے۔ اگرچہ ان میں بعض طاعات کا تذکرہ ہے۔

**یعدل بین الاثنین** (اور دو آدمیوں میں صلح کرائے) ① یعدل سے پہلے ان مقدر ہے۔ تاویل مصدر میں یہ مبتداء ہے اور صدقۃ اس کی خبر ہے۔ ② فعل کو مصدر کی جگہ لائے۔ یہ مدلہ کے معنی میں مبتداء۔ الاثنین: سے جھگڑے اور فیصلے کے دو فریق مراد ہیں ان دونوں کو یہ بطور حاکم یا مصلح یا فیصل کے عدل و انصاف و احسان پر قول و فعل سے آمادہ کرے۔ اس سے مراد وہ صلح ہے جو کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے والی نہ ہو۔

**صدقة:** اس کے لئے صدقہ بنے گا کیونکہ اس نے ان کو قبیح اقوال و افعال سے بچالیا اور اسی وجہ سے کہ صلح کا فائدہ بہت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾ اور یہ ارشاد ﴿كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ﴾ تم انصاف سے عدل کو قائم کرنے والے ہو۔ **شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِالْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا۔** اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دو خواہ تمہارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو یہ والدین یا اقرباء کے خلاف کیوں نہ ہو اور وہ شخص مالدار ہو یا فقیر اللہ تعالیٰ کا حق سب سے مقدم ہے''۔

دو مسلمانوں کے مابین الفت کو پیدا کرنے کے لئے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تمہیں کوئی بات خلاف واقعہ بھی کرنی پڑے تو وہ بھی درست ہے۔

**ویعین الرجل فی دابته فیحمله علیها:** جانور کو تھام کر اسے سوار کرے یا اس میں اعانت کرے۔ نووی نے اربعین میں **له علیها متاعه** کے الفاظ لکھے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا تھوڑا یا زائد سامان اٹھانے میں اس کی مدد کرے۔

**و الکلمة الطیبة صدقة:** ہر دعا میں جو اپنے لئے یا غیر کے لئے مانگے اچھے کلمات اس کے حق میں کہے کہ اس پر سلامتی ہو اور وہ اچھے حال میں رہے وغیرہ۔ اس قسم کی چیزوں میں جہاں سرور و بہجت میسر آتی ہے وہاں دلوں میں اُلفت پیدا ہوتی ہے۔ مکارم اخلاق اور محاسن افعال کے اثرات بھی اس سے کچھ کم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ:** خوش طبعی سے ملنا بھی صدقہ ہے۔

**وبکل خطوہ یمشیها الی الصلاۃ صدقة: خُطْوَۃٌ:** اصل دو قدموں کا درمیانی فاصلہ۔ ایک مرتبہ قدم اٹھانا مراد ہے۔ نماز کو بطور مثال لائے تمام طاعات کا یہی حکم ہے۔ رشتہ داروں کی ملاقات' دوستوں کی ملاقات کیلئے جانا بھی اس میں شامل ہے۔

**تمیطا لا ذی عن الطریق صدقة: ماطت:** ازالہ کا معنی دیتا ہے۔ ایذاء سے مراد گزرگاہ میں پڑی اینٹ' پتھر' کانٹا وغیرہ۔ طریق کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں طرح آتا ہے۔ یہ سب سے آخری درجہ ہے۔ اسی لئے اس کو آخر میں لائے جیسا کہ اس روایت سے اشارہ ملتا ہے۔ **اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ شُعْبَةً اَعْلَاهَا شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ**'' **یعدل بینهما:** میں اثنین کو ضمیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی ان میں صلح کرائے۔

**تخریج:** بخاری' مسلم' ابن حبان ۳۳۸۱' بیہقی ۱۸۷/۴' مشکوٰۃ ۱۸۹۶۔

۲۵۱: وَعَنْ أُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ أَبِيْ مُعَيْطٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِيْ خَيْرًا أَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ زِيَادَةٌ قَالَتْ: وَلَمْ أَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِّمَّا يَقُوْلُهُ النَّاسُ إِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ: تَعْنِي الْحَرْبَ وَالْإِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيْثَ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيْثَ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا۔

۲۵۱: حضرت اُم کلثوم بنت عقبہ ابی معیط رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے: ''جھوٹا وہ شخص نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے اور بھلائی کی بات آگے پہنچاتا ہے یا بھلائی کی بات کہتا ہے''۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان باتوں میں سے کسی بات میں رخصت دیتے نہیں دیکھا جن میں لوگ اجازت سمجھتے ہیں۔ سوائے تین باتوں کے لڑائی کے متعلق لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں اور مرد کی اپنی بیوی سے اور عورت کو اپنے خاوند کے ساتھ گفتگو میں۔

ام کلثوم: یہ عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی ہے۔ ابی معیط کا نام ابان بن ابی عمرو ہے اور ابو عمرو کا نام ذکوان بن امیہ بن عبد شمس ہے۔ یہ مکہ میں اسلام لائیں پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت سے ہجرت کی اور آپ ﷺ کی بیعت کی یہ اکیلی ہجرت کرنے والی پہلی عورت ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ہجرت کی۔ معاہدہ صلح میں یہ بات طے تھی کہ مکہ سے جو مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے اسے مکہ واپس کر دیا جائے۔ یہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں تو اس کے بھائی ولید، عمارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور معاہدہ کے مطابق مطالبہ کیا کہ اس کو واپس کر دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرما دیا۔ ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ﴾ عمر بن عبدالعزیزؒ کہتے ہیں یہ پیدل مکہ سے مدینہ پہنچیں۔ ان سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا وہ ۹ھ میں غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے۔ تو ان کی شہادت کے بعد زبیر بن العوام نے نکاح کیا۔ ان کے ہاں ان کے بطن سے زینب پیدا ہوئیں۔ پھر انہوں نے طلاق دی تو ان سے عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا ان کے ہاں ان سے ابراہیم، حمید اور محمد، اسماعیل پیدا ہوئے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو ان سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا ان کے نکاح کو ایک مہینہ گزرا تھا کہ وفات پا گئیں۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ کی طرف سے بہن لگتی تھیں۔ ان سے ان کے بیٹے حمید بن عبدالرحمان نے روایت نقل کی ہیں۔ ابن حزم کہتے ہیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس روایات نقل کی ہیں۔ (سیرت ابن حزم) ابن جوزی نے مختصرا لتنقیح میں بھی یہی لکھا ہے مگر اتنی بات بغیر کسی تفصیل کے لکھی کہ ام کلثوم ان صحابیات میں ہیں جنہوں نے دس روایات نقل کی ہیں۔ ابن مالک نے شرح مشارق میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ صحیحین میں ان کی روایت ہے۔

**لیس الکذاب:** ① یہاں ملزوم کا ذکر کر کے لازم مراد لیا کہ کذب کا گناہ نہیں ہوتا۔ ② وہ آدمی جھوٹوں میں شمار نہ ہو گا۔ **الذی یصلح بین الناس:** جو غصہ والے آدمیوں میں صلح کے لئے خلافِ واقعہ بات کہے کیونکہ اس سے خیر مقصود ہے اور یہ قلیل میں

شامل ہے۔فينمي خيراً: نمی الحدیث کہتے ہیں جبکہ خیر خواہی کے طور پر کوئی بات پہنچائے۔نمّا: جو تشدید سے مستعمل ہے اس کا معنی فساد و بگاڑ کے لئے کوئی خبر پہنچانا۔او: یہ راوی کا شک ہے کہ آیا فينمي خيراً یا يقول خيراً کے الفاظ کہے۔
بعض طرق مسلم: معمر کی روایت میں ينمي خيراً کے الفاظ ہیں بعد والا حصہ مذکور نہیں۔یرخص: یہ رخصت کے معنی میں ہے۔في شيء مما يقول الناس: یعنی یہ کہ وہ جھوٹ ہے۔قول زہری یہی ہے۔مسلم کے ہاں کذب کا لفظ محذوف ہے۔في ثلاث سے تین عادات مراد ہیں۔تعني کی ضمیر ام کلثوم کی طرف راجع ہے۔الحرب: گویا اللہ تعالیٰ کے اعداء کے متعلق کہے کہ کفار کا بڑا ہلاک ہو گیا یا ہمارا بڑا لشکر آ رہا ہے۔جس میں مسلمانوں کی بھلائی پائی جاتی ہے تو یہ خلاف واقعہ کہنا درست ہے۔
والاصلاح بين الناس: مثلاً زید کو کہے کہ میں نے تیرے مخالف کو تیری تعریف کرتے پایا۔اس سے مقصد ان کی باہمی دشمنی کا ازالہ ہو۔احديث الرجل امرأته: مثلاً اس کو کہے تو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔یہ خلاف واقعہ جائز ہے۔اسی طرح کسی جان کو بچانے کے لئے قسم اٹھا کر اس کے مقام کو چھپانا بھی جائز ہے۔
**فائدہ**: حدیث میں تین باتوں پر حصر کی کوئی دلیل نہیں ہے۔بعض لوگوں نے اس کا عدم جواز ثابت کیا اور صرف توریہ والی صورت کو جائز رکھا ہے۔توریہ یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام سے بعید معنی لے اور سامع قریبی معنی سمجھ رہا ہو۔مثلاً دشمن کو کہے ان کا بڑا مر گیا مراد فرعون لے لیا۔دمامینی کہتے ہیں حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں جو جواز کذب کو ثابت کرتی ہو۔کیونکہ ليس الكذاب الذي يصلح بين الناس کا معنی مصلح سے سلب کذب مراد ہے جو کہ یہ لازم نہیں کرتا کہ اس کی بات جھوٹ ہی ہو بلکہ سچ ہو اور بطور تعریض و تصریح کہی گئی ہو۔(حاشیہ البخاری للدمامینی)

**تخريج**: أخرجه أحمد (١٠/٢٧٣٤٠) والبخاري (٢٦٩٢) ومسلم (٢٦٠٥) وأبو داود (٤٩٢٠) والترمذي (١٩٣٨) والطيالسي (١٦٥٦) وعبد الرزاق (٢٠١٩٦) والبخاري (٣٨٥) ابن حبان (٥٧٣٣) والطبراني (٢٨٢) وفي الكبير (١٨٣/٢٥) والبيهقي (١٠/١٩٧/١٩٨)

**الفوائد**: اصلاح کی کوشش کرنے والا کذاب نہیں بلکہ قابل تحسین ہے۔

٢٥٢: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةٍ اَصْوَاتُهُمَا ' اِذَا اَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْاٰخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِيْ شَيْءٍ وَّهُوَ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَا اَفْعَلُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ: "اَيْنَ الْمُتَاَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ؟ فَقَالَ: اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَهُ اَيُّ ذٰلِكَ اَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
مَعْنٰى "يَسْتَوْضِعُهُ" يَسْاَلُهُ اَنْ يَّضَعَ عَنْهُ بَعْضَ دَيْنِهِ ۔ وَيَسْتَرْفِقُهُ" يَسْاَلُ الرِّفْقَ۔ وَالْمُتَاَلِّيْ: "اَلْحَالِفُ"

٢٥٢: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کی بلند آوازیں سنیں۔ان میں سے ایک دوسرے سے قرضہ میں کمی اور کچھ نرمی برتنے کا مطالبہ کر رہا تھا اور دوسرا اس کو کہہ رہا

تھا اللہ کی قسم میں ایسا نہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہاں ہے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر قسمیں کھا رہا تھا کہ وہ نیکی نہ کرے گا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ اس کو اختیار ہے دونوں میں سے جو بات پسند کرے۔ (بخاری و مسلم)

یَسْتَوْضِعُهُ: اس سے مطالبہ کر رہا تھا کہ اس کا کچھ قرضہ کم کر دے۔ وَیَسْتَرْفِقُهُ: اس سے نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا۔ اَلْمُتَاَلِّی: قسم اٹھانے والا۔

**تشریح** ۞ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوت خصوم: صوت اس میں مصدر۔ صات یصوت صوتاً: اسی سے مفرد لائے اس کی نظیر یہ قول ہے: ﴿ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم﴾ (البقرہ) یہاں سمع مفرد لایا گیا ہے۔

صوت کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ آوازیں اختلاط کی وجہ سے ایک آواز معلوم دیتی تھیں۔

اَلْعَالِیَۃُ: عالیۃ: ① جر کے ساتھ یہ خصوم کی صفت ہے۔ ② نصب سے یہ اصوات سے حال ہے اور بخاری میں اصواتھم: جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے۔ (صاحب الفتح الباری کہتے ہیں) گویا جمع تو باعتبار حاضرین کے ہے اور تثنیہ بلحاظ دو جھگڑے والوں کے ہے۔ گویا دونوں طرف سے جھگڑا گویا دو جماعتوں میں تھا پس جمع لائے اور جنس خصم کے لحاظ سے تثنیہ لائے۔ ان لوگوں کیلئے اس میں کوئی دلیل نہیں جو تثنیہ کے ذریعہ جمع مراد لینے کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا شارحین کو وہم ہوا۔ (کرمانی وغیرہ)

اذا احدھما یستوضع الآخر: یعنی قرضہ میں کمی کا مطالبہ کر رہا تھا۔ یسترفقه فی شیء: اس سے کچھ نرمی کا خواستگار تھا۔ ابن حبان کی روایت میں اس شئی کی وضاحت موجود ہے۔ ابتداء روایت میں اس نے ذکر کیا کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی میں نے اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر فلاں سے کھجوریں لیں پس ہم نے ان کو تولا۔ جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم نے اس میں سے وہی شمار کیں جو اپنے پیٹوں میں کھائیں یا کسی مسکین کو کھلائیں ہم اس کے پاس آئے ہیں تا کہ جو ہم نے کم کیا ہے اس کا عوض طلب کریں۔ الحدیث حافظ کہتے ہیں ان خرید و فروخت کرنے والوں کے نام مجھے نہیں مل سکے۔ یہ کعب بن مالک اور عبداللہ بن حدرد کے واقعہ سے الگ واقعہ ہے۔ وہ واقعہ بخاری میں اس روایت کے بعد لکھا ہے۔ (فتح الباری)

یقول واللہ لا افعل: وہ دوسرا شریک کہتا ہے اللہ کی قسم میں کوئی چیز کم نہ کروں گا۔ ابن حبان کی روایت میں ہے کہ الی لا یصنع خیراً ثلاث: اس نے بھلائی نہ کرنے کی تین مرتبہ قسم کھائی۔ فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان صلح کے لئے نکلے اور دریافت فرمایا: این المتالی: قسم میں مبالغہ کرنے والا کہاں ہے۔ علی اللہ ان لا یفعل للمعروف۔ جو کم نہ کرنے اور اپنے بھائی سے نرمی نہ کرنے کی قسم اٹھا چکا ہے۔ فقال انا یا رسول اللہ۔ میں وہ کمی اور نرمی نہ کرنے والا ہوں۔ فلہ ای ذلک احب: ابن حبان کی روایت میں ان شئت وضعت ما نقصوا وان شئت من رأس المال فوضع ما نقصوا: فتح الباری میں ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضع سے مراد کم کرنا ہے اور اسی پر اکتفاء کرنا اور زائد کو چھوڑ نا ہے۔ وہ معنی نہیں جو بعض شارحین نے کیا ہے کہ رفق سے مراد مہلت تھی۔ کتاب الصلح میں حافظ نے ذکر کیا کہ انہوں نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کے بغیر چھوڑ دے پھر مطالبہ کیا کہ اس سمیت لے لے۔ حافظ کہتے ہیں اس کا

مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے رأس المال پر اضافہ کو چھڑوانا چاہتے تھے اور نفع کا مطالبہ چھوڑنے کے ساتھ نرم سلوک کے طالب تھے۔ (فتح الباری)

**نکتہ** ☆ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابونعیم نے مستخرج میں کہا کہ یہ معروف ہے کہ مسلم نے یہ روایت بخاری سے لی ہے۔ ابونعیم کہتے ہیں حالانکہ اس کو مسلم نے دوسروں سے بھی بیان کیا ہے۔ ہم نے اصبہانیوں کے بلند ترین محامل کی ابتداء میں روایت کیا ہے۔ حدثنا اسماعیل بن ابی اویس: (فتح الباری) اور باب الصلح کے اواخر میں حافظ کہتے ہیں کہ بخاری نے اسماعیل بن ابی اویس سے بیان کی ہے اور محمد بن یحییٰ الذہلی سے اور ہی ملیات میں جو کچھ ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ احتمال ہے کہ اس سے ان کی وضاحت کردی جائے جن کو مسلم نے مبہم رکھا ہے۔ (فتح الباری)

**فائدہ**: قرض خواہ سے نرمی و احسان کا سلوک کیا جائے اور کچھ قرض کم کر دیا جائے۔ بھلائی کے ترک کی قسم نہ اٹھانی چاہئے۔ حاکم کے سامنے اگر مدعی اور مدعی علیہ آواز بلند کردیں تو وہ ان سے درگزر کرے۔

**یستوضعه**: کچھ قرضہ چھوڑ دے۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۲۷۰۵) ومسلم (۱۵۵۷) وأخرجه مطولاً وأحمد (۹/۲٤٤۵۹) ومالك (۱۳۰۹) وابن حبان (۵۰۳۲) والبیهقی (۵/۳۰۵)

**الفرائد**: ① مقروض کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے' حاکم کو مناسب ہے کہ اگر متخاصمین میں گفتگو کرتے ہوئے بات بلند ہو جائے تو وہ درگزر سے کام لے۔ نیک کام کے ترک کرنے کی قسم نہ اٹھائے اگر اٹھالی تو توڑ کر کفارہ دے۔
② صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو کس قدر سرعت سے سمجھنے والے اور جلدی سے اس پر عمل پیرا ہونے والے تھے۔ (سبحان اللہ ما لهم من مقام)

۲۵۳: وَعَنِ ابْنِ الْعَبَّاسِ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَلَغَهُ اَنَّ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَرٌّ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِيْ اُنَاسٍ مَّعَهُ فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَآءَ بِلَالٌ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ حُبِسَ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَهَلْ لَّكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ اِنْ شِئْتَ فَاَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ وَتَقَدَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَاَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرَفَعَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَهُ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآءَهُ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: "اَيُّهَا

النَّاسُ مَالَكُمْ؟ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ اَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيْقِ؟ اِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ. مَنْ نَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ اِلَّا الْتَفَتَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ؟" فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
مَعْنٰى "حُبِسَ": اَمْسَكُوْهُ لِيُضَيِّفُوْهُ.

۲۵۳: حضرت ابوالعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ عمرو بن عوف کے خاندان میں کچھ جھگڑا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان صلح کے لئے کچھ آدمیوں کے ساتھ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ رکنا پڑا اور نماز کا وقت قریب ہو گیا۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہاں رُک گئے اور نماز کا وقت ہو چکا۔ کیا آپؓ لوگوں کو نماز کی امامت کرائیں گے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ اگر تم چاہتے ہو۔ حضرت بلالؓ نے نماز کی اقامت کہی اور ابوبکرؓ آگے بڑھے اور تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ اسی دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں میں چلتے ہوئے تشریف لائے اور صف میں کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے اپنے ہاتھوں کو دوسرے ہاتھوں کی پشت پہ مارنا شروع کر دیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں بالکل کسی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ جب تصفیق کی آواز زیادہ ہو گئی تو ابوبکرؓ متوجہ ہوئے (دیکھا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا (کہ تم اپنی جگہ رُک جاؤ) پس ابوبکرؓ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد کی اور الٹے پاؤں پیچھے کو ہٹے یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہو گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا؟ جب نماز میں تم کو کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو تصفیق شروع کر دیتے ہو۔ حالانکہ تصفیق کا حکم عورتوں کیلئے ہے جس کو تم میں سے نماز میں کوئی بات پیش آئے وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہے۔ اس لئے کہ اس کو جو بھی سنے گا کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہہ رہا ہے تو وہ متوجہ ہو جائے گا''۔ اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہیں لوگوں کو نماز پڑھانے سے کس بات نے روکا جبکہ تمہیں میں نے اشارہ بھی کر دیا؟ تو ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا کہ ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر) کو مناسب نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (بخاری و مسلم)

حُبِسَ: لوگوں نے آپ ﷺ کو مہمانی کے لئے روک لیا۔

**تشریح** ۞ سہل بن سعد الساعدی: ان کے حالات باب الدلالة علی الخیر میں گزرے۔

بلغه ان بنی عمرو بن عوف' شر: اوس انصار کا بڑا قبیلہ ہے۔ یہ عمرو بن عوف اسی کی شاخ ہے۔ یہ قباء کے ساکنین سے ہیں۔ فتح الباری میں ہے کہ انصار کے دو قبیلوں میں کوئی بات ہوگئی بخاری نے کتاب الصلح میں ذکر کیا کہ انہوں نے سخت سست کے بعد ایک دوسرے کو پتھر مارے۔ آپ کو اس کی اطلاع ملی انہوں نے صلح کے لئے آپ ﷺ کو بلایا۔

فخرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یصلح بینهم فی اناس من اصحابة فیصلح بینهم۔ آپ ﷺ اپنے چند صحابہؓ کے ساتھ صلح کے لئے تشریف لے گئے۔ دوسری روایت میں معه کا لفظ ہے۔ اصحاب کی جگہ ہے۔ طبرانی نے موسیٰ کی روایت ان کے نام ابی بن کعب الاسمٰعیل بن بیضاء لئے ہیں۔ کتاب الاحکام میں بخاری نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ ظہر کے بعد تشریف لے گئے۔

فحبس وحانت الصلاة: آپ ﷺ صلح کی وجہ سے رک گئے ادھر نماز عصر کا وقت ہوگیا جیسا کہ کتاب الاحکام میں بخاری نے تصریح کی ہے۔ فلما حضرت صلاة العصر اذّن واقام وامر بابکر فتقدم۔

فجاء بلال الی ابی بکر رضی اللّٰہ فقال یا ابا بکر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قد حبس وحانت الصلوة فهل لك ان تؤم الناس قام نعم ان شئت: احمد' ابوداؤد' ابن حبان کے ہاں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: فقال لبلال' ان حضرت الصلاة ولم آتك فمر ابا بکر فلیصل بالناس فلما حضرت" الحدیث طبرانی کے بھی یہی الفاظ ہیں یہ اس بات کے خلاف نہیں جو انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہے: هل لك ان تؤم الناس کیونکہ یہ اس بات پر محمول ہیں کہ وہ ان سے دریافت کررہے تھے کہ کیا تم اول وقت میں نماز پڑھاؤ گے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کرو گے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز کو اول وقت میں ادا کرنے کو ترجیح دی کیونکہ وہ یقیناً نماز کا افضل وقت ہے اور آپ ﷺ کی آمد تو معلوم نہیں جلد ہو یا بدیر۔

فاقام بلال وتقدم ابوبکر فکبر: بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی ابوبکرؓ نے آگے بڑھ کر تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دی۔ بخاری میں فاستفتح ابوبکر الصلاة کے الفاظ ہیں۔ حافظ کہتے ہیں اس روایت سے دونوں مقامات کے فرق کا جواب دیا جاتا ہے کہ یہاں ابوبکر امامت سے پیچھے ہٹ گئے اور مرض کے ایام میں نماز پڑھاتے رہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے دوسری رکعت ادا فرمائی جیسا مغازی موسیٰ بن عقبہ میں تصریح ہے۔ گویا کہ جب نماز کا بڑا حصہ جا چکا تو استمرار کو بہتر خیال کیا اور جب نماز کا معمولی حصہ گزرا تو پیچھے ہٹنے کو مستحسن خیال کیا جیسا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پیش آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے صبح کی دوسری رکعت پڑھی۔ وہ اسی وجہ سے امامت کراتے رہے۔ قصہ عبدالرحمان مسلم میں مذکور ہے۔

وکبر الناس وجاء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یمشی فی الصفوف: بخاری کی روایت میں صفوف کا چیر کر آنا مذکور ہے یسقها شقا۔

حتی قام فی الصف: دوسری روایت میں ہے کہ اول صف میں کھڑے ہوگئے۔ مسلم کے یہ الفاظ ہیں فخرق الصفوف حتی قام عند الصف المقدم: (پہلی صف کے قریب کھڑے ہوگئے)

فاخذ الناس فی التصفیق: بعض نے اس کو تصفیح کا مرادف قرار دیا مگر وہ درست نہیں۔

کان ابو بکرہ یلتفت فی صلاتہ: ابوبکر نماز میں ادھر اُدھر بالکل متوجہ نہ ہوتے کیونکہ وہ اس کی ممانعت جانتے تھے کہ یہ بندے کی نماز میں شیطانی چوک ہے۔ جیسا مرفوع روایت میں وارد ہے۔ فلما اکثر الناس التفت فاذا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاشار الیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ فلما رأی التصفیق لا یمسك عنہ: جب انہوں نے دیکھا کہ تصفیق مسلسل جاری ہے اور رکتی نہیں تو وہ متوجہ ہوئے تو انہوں نے معلوم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ہیں۔

**النَّحْوُ**: رسول مبتداء کی خبر حاضر محذوف ہے۔

آپؐ نے اپنے دست اقدس سے اپنی جگہ رکنے کا اشارہ فرمایا۔ کتاب الامامت میں بخاری کے الفاظ یہ ہیں فاشار الیہ ان امکث مکانك: حافظ نے کہا کہ عمر بن علی کی روایت میں ہے: فدفع فی صدرہ لیتقدم فابی: (فتح الباری) ان کے سینے پر ہاتھ مارا کہ وہ آگے بڑھ جائیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

فرفع ابو بکر یدہ: بخاری کی باب الامامت والی روایت میں یدیہ: تثنیہ کے الفاظ ہیں ابوبکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ فحمد اللّٰہ: اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے الحمدللہ کہی۔ مگر حمیدی کی روایت میں فرفع ابوبکر رأسہ الی السماء شکر اللّٰہ ورجع۔ القہقری نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے اللہ کا شکر یہ ادا کیا اور الٹے قدموں چلے۔ ابن جوزی نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے حمد و شکر کا ہاتھ سے اشارہ کیا مگر منہ سے نہیں بولے۔ مگر حمیدی کی روایت میں ایسے الفاظ نہیں جو زبان سے حمد کے تلفظ سے مانع ہوں اور اس مفہوم کو امام احمد کی یہ روایت اور قوی کر دیتی ہے۔ یا ابابکر لم رفعت یدیك وما منعك ان تثبت اشرت الیك؟ قال رفعت یدی لانی حمدت اللّٰہ علی ما رأیت منك: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم نے اپنے ہاتھ کیوں اٹھائے اور جب میں نے اشارہ کر دیا تو تمہیں وہی جگہ رکنے سے کیا چیز مانع تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں نے ہاتھ اسلئے اٹھائے کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی اس بات پر تعریف کی جو سلوک آپؐ کی طرف سے دیکھا۔

ورجع القهقری: پچھلے قدموں چلے۔

وراءہ: یہ حال ہونے کی وجہ سے تاکید ہے یہ اس لئے کیا تاکہ قبلہ کی طرف پشت ہو جانے سے ان کی نماز باطل نہ ہو اور یہ اس بات پر محمول ہے کہ ان سے یہ حرکات مبطلہ پے در پے واقع نہیں ہوئیں۔

حتی قام فی الصف: یہاں تک کہ مقتدیوں کی صف میں آ گئے اور وہاں کیلئے کھڑے نہ ہوئے تاکہ جماعت کی فضیلت کو پالیں۔

فتقدم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فصلی للناس فلما فرغ اقبل بوجهه علی الناس فقال یایها الناس مالکم؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر امامت کرائی پھر فرمایا: لوگو! تمہیں کیا ہو گیا؟

مالکم: یہ مبتداء و خبر ہے۔ ای ای شیئ لکم۔

حین نابکم شیئ فی الصلوۃ: جب تمہیں نماز میں کوئی چیز پیش آ جائے' یہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع مراد ہے۔

اخذتم التصفیق انما التصفیق للنساء: اخذتم یہ جملہ حالیہ ہے قد محذوف ہے اور حین اس کا ظرف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ

تمہیں کیا ہو گیا کہ جب نماز میں تمہیں کوئی چیز پیش آتی ہے تو تصفیق کرتے ہو۔ یہ تو عورتوں کے لئے ہے۔ بخاری کی روایت میں التصفیح للنساء: کے الفاظ ہیں حمیدی کی روایت میں التسبیح للرجال کے الفاظ ہیں۔ بخاری نے یہ جملہ دوسری روایت میں نقل کیا ہے۔ قال سهل بن سعد هل تدرون ما التصفيح؟ هو التصفيق۔ حافظ کہتے ہیں یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو دونوں کو ایک بتلاتے ہیں جیسا ابوعلیؒ خطابی جوہری وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ ابن حزم نے اس سلسلہ میں اختلاف کی نفی کا دعویٰ کیا ہے اور قاضی عیاضؒ کی اکمال والی بات پر گرفت کی ہے کہ حا کے ساتھ یہ لفظ ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مارنے کا نام ہے اور قاف کے ساتھ ایک ہاتھ کے اندرون کو دوسرے کے اندرون پر مارنا (تالی بجانا) اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حا کے ساتھ دو انگلیاں خبردار کرنے کے لئے ہاتھ پر مارنا اور قاف کے ساتھ تمام ہاتھ کو ہاتھ کھیل کود کے لئے مارنا۔

(فتح الباری)

من نابه شي في صلاته فليقل سبحان الله: جس کو نماز میں کوئی معاملہ پیش آ جائے تو وہ سبحان اللہ کہے تا کہ وہ اس کو خبردار کرے کہ وہ نماز میں ہے۔ اس سے صرف یاد دلانا یا اعلان کے ساتھ یاد دلانا مقصود ہے۔

فانه لا يسمعه احد حين يقول سبحان الله الا التفت: جب نمازی اسکو سنے گا تو وہ فوراً متوجہ ہوگا۔ التفت: یہ معروف ہے۔

يا ابابكر ما منعك ان تصلي للناس حين اشرت اليك: اے ابوبکر تم نے میرے اشارہ کرنے کے باوجود کیوں امامت نہیں کرائی۔ جب کہ تم نماز شروع کرا چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشارہ نماز کے تحریمہ سے پہلے تھا جیسا کہ باب الاشاره في الصلاة۔ فتح الباری میں مذکور ہے۔

فقال ابوبكر ما كان ينبغي لابن ابي قحافه۔ ان يصلي بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم: یہاں کان زائدہ ہے۔ ينبغي: یعنی درست نہیں کے معنی میں ہے۔ ابن ابی قحافہ والد کی وجہ سے کنیت ہے۔ والد کا نام عثمان رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ بندوں کے ان آداب میں سے نہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہیں اختیار کرنا چاہئے۔ آپ کا حکم وہ حتمی اور لازمی تھا۔ جیسا ابن عوف کے حالات باب فضل البکاء میں آئے گا کہ مرض وفات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اور انہوں نے امامت پر دوام اختیار کیا۔ جیسا فتح الباری میں حافظ کہتے ہیں کہ اسی حدیث میں بہت سے فوائد ہیں:

① لوگوں میں اصلاح کرنی چاہئے۔

② قبیلہ میں اجتماعیت چاہئے قطع رحمی کے مادہ کو مٹانا چاہئے۔

③ امام کو رعایا کے بعض افراد کے ہاں اگر اس سلسلہ میں جانا پڑے تو کوئی حرج نہیں۔

④ ایک نماز میں یکے بعد دیگرے دو امام ہو سکتے ہیں۔

⑤ ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

⑥ رویانی وغیرہ فقہاء نے استدلال کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ کے ہاں بھی سب سے افضل تھے۔ انہی کو صحابہ کرامؓ نے نماز کے لئے چنا۔

⑦ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ابوبکر کے حق میں فرما کر گئے تو یہ زیادہ فضیلت کو ظاہر کرتی ہے جیسا روایت حمیدی میں ہے۔

⑧ نماز میں تسبیح وحمد سے نماز نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ ذکر اللہ ہے بشرطیکہ دوسرے کو اعلام کی غرض سے نہ ہو ورنہ نماز باطل ہو جائے گی۔(عندالشافعیہ)

⑨ نماز میں التفات عندالحاجۃ درست ہے۔اشارہ سے نمازی کو مخاطب کرنا کلام سے خطاب کرنے سے اولیٰ ہے اور اشارہ نطق کے قائم مقام ہوگا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کی مخالفت پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عتاب فرمایا۔

⑩ دین میں مرتبہ کے حاصل ہونے پر شکر وحمد بجالانا چاہیے۔

⑪ جس آدمی کو ترک وقبول کا اختیار ملے جب وہ یہ سمجھے کہ یہ لازم نہیں تو اکرام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تواضع وادب کی راہ اپنائے جیسا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صفوف کو عبور کر کے صف اول میں تشریف لانے سے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کا قصد امامت کرانے کا ہے اور امامت پر استمرار کا حکم بطور اکرام اور تنویہ شان کی قسم سے ہے۔پس اسی کو بطریق ادب ترجیح دی۔ان کے ہاں یہ بھی احتمال تھا کہ حالت نماز میں اس کے کسی حکم کی تبدیلی کے لئے ممکن ہے وحی نازل ہوئی ہو۔گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے اس عذر کی تردید کر کے اس کا تعاقب نہیں کیا۔

⑫ سربراہ کو چاہیے کہ زجر سے پہلے مخالفت حکم کی وجہ دریافت کرلے۔

⑬ بڑے کا اکرام یہ ہے کہ اسکو کنیت سے آواز دے۔

⑭ آدمی جو تواضع دل میں رکھتا ہو اس پر نفس میں پورا اعتماد ہونا چاہیے اسی لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطاب کی بجائے غائب کا صیغہ استعمال فرمایا ورنہ تقاضا کلام اس طرح تھا **ما کان لی**: مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے **ما کان لابن ابی قحافه**: کہا کیونکہ یہ تواضع پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔

**امسکوہ لیضیفوہ**: سربراہ جب کسی کے ہاں جائے تو مزید تواضع اور ان کی دلجوئی یہ ہے کہ ان کی دعوت میں شامل ہو۔ (فتح الباری مختصراً)

**تخریج**: بخاری کتاب الصلاۃ' کتاب الاحکام' مسلم کتاب الصلاۃ' ابوداؤد و نسائی ایضاً فی الصلاۃ (اطراف للمزی) موطا امام مالك ۳۹۲' احمد ۲/۲۲۹۱۵' دارمی ۱/۳۱۷' ابن ماجه' ابن حبان ۲۲۶' ابن خزیمه ۸۵۳' بیهقی ۲/۲٤٦۔ عبدالرزاق ٤۰۷۲' طبرانی فی الکبیر ۵۷۷۱' الحمیدی ۹۲۷' ابن الجارود ۲۱۱۔

## ۳۲: بَابُ فَضْلِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْفُقَرَآءِ وَالْخَامِلِيْنَ

## بَابٌ: فقراء' گمنام اور کمزور مسلمانوں کی فضیلت

**ضعفه**: یہ ضعیف کی جمع ہے۔یہ مذکر عاقل کی صفت آتی ہے مثلاً کامل و کملة' ساحر و سحرة: (توضیح لابن ہشام) معلوم ہوتا ہے کہ ضعیف کی یہ جمع نایاب ہے۔صاحب مصباح کہتے ہیں اس کی جمع ضعفاء' ضعفا بھی ہے جبکہ **ضعفة** بھی آتی ہے۔اگر اس میں فاعل کا معنی ملحوظ ہو تو اس کی جمع ضِعاف اور ضعفه مثلاً کافر کفرہ ہے۔(المصباح) فعیل کا وزن فعلہ بھی

آتا ہے اور وہ اس طرح کہ فعیل اور فاعل واحد میں دونوں ہم معنی ہیں۔ جیسا علیم و عالم و قدیر و قادر: پس جمع میں بھی شریک ہوں گے مثلاً عالم وعلماء شاعر وشعراء جمع میں فعلاء فعیل کے باب سے آتی ہے مثلاً حکیم حکماء بصیر و بصراء (شرح ابیات الجمل لابن السید) اب معنی یہ ہے ضعیف مسلمانوں کی فضیلت اور فقراء خاملین کی فضیلت خواہ وہ فقراء نہ ہوں۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾ [الکہف:۲۸]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''آپ اپنے کو روک کر رکھیں ان لوگوں کے ساتھ جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسی ہی کی رضا جوئی چاہنے والے ہیں اور مت ہٹائیں اپنی نگاہ ان سے''۔ (الکہف)

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ: اپنے نفس کو مضبوط اور روک کر رکھو۔

مَعَ الَّذِيْنَ: ان کے جمع ہونے کے اوقات میں یا ان کے اطراف میں۔

النَّحْوُ: الغدوہ: یہ علم ہے اور الف لام تاویل نکرہ سے آیا ہے۔ غدوہ ضربۃ کے وزن پر ہے۔ پھر واؤ کی حرکت دال کو دے دی اور اقام والی تعلیل ہوئی۔

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ: وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی طاعت چاہنے والے ہیں۔ اس کی وضاحت قرطبی سے آئے گی۔ ولا تعد عيناك عنهم: تمہاری نگاہ ان سے آگے نہ بڑھنی چاہیے۔ عن سے اس کو متعدی کیا یہ بناء کے معنی کو متضمن ہے۔ یہ ولا تعد پڑھا گیا ہے جو کہ اعداء وعداہ سے نکلا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع کیا گیا کہ وہ فقراء مؤمنین کو حقیر نگاہ سے دیکھیں اور ان کے کپڑوں کی کہنگی سے آنکھیں بند نہ کریں اغنیاء کے لباس کی ٹھاٹھ باٹھ کو جھانکتے ہوئے۔

کواشی کہتے ہیں بڑے بڑے کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ان غلاموں کو ہٹادیں اور وہ صہیب' عمار' وغیرہ فقراء مسلمان تھے۔ ان کی بدبو اس طرح ہے جیسے گندہ بغل کی بدبو' تو یہ آیت اتری۔

۲۵۴ : وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُّتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَكْبِرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"الْعُتُلُّ": الْغَلِيْظُ الْجَافِيْ۔ "وَالْجَوَّاظُ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَتَشْدِيْدِ الْوَاوِ وَبِالظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ: وَهُوَ الْجَمُوْعُ الْمَنُوْعُ وَقِيْلَ :الضَّخْمُ الْمُخْتَالُ فِيْ مِشْيَتِهٖ وَقِيْلَ :الْقَصِيْرُ الْبَطِيْنُ۔

۲۵۴: حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کیا میں تمہیں جنت والوں کی اطلاع نہ دوں؟ پھر فرمایا ہر کمزور' کمزور قرار دیا جانے والا' اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا فرما دیتے ہیں۔ کیا میں تم کو آگ والوں کی خبر نہ دوں؟ ہر

سرکش' درشت مزاج' متکبر۔ (بخاری ومسلم)

العُتُلُّ: تندمزاج' سرکش۔

اَلْجَوَّاظُ: جمع کرکے روک کر رکھنے والا۔

بعض نے کہا موٹی اترانے والا اور بعض نے کہا کوتاہ قد بڑے پیٹ والا۔

**تشریح** ۞ حارثہ بن وھب الخزاعی: یہ عبداللہ بن عمر کے ماں کی طرف سے بھائی ہیں۔ان کی والدہ کا نام امّ کلثوم بنت جرول بن مالک بن المسیب الخزاعیہ تھا۔ان سے ابواسحاق سبیعی اور معبد بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے روایت لی ہے۔ ابن جوزی المستخرج المیلح میں لکھتے ہیں ان کی کل چھ روایات ہیں جن میں سے چار صحیحین میں متفق علیہ ہیں۔ برقی کا یہ قول غلط ہے کہ ان کی صرف دو روایات ہیں۔

الا اخبرکم باھل الجنة: الا یہ کلمہ تنبیہ ہے۔ابن نحوی کہتے ہیں اہل جنت کا استیعاب مراد نہیں۔ بڑی تعداد کا تذکرہ مقصود ہے۔راوی نے جواب کا تذکرہ نہیں کیا وہ سیاق سے معلوم ہو رہا ہے۔

اَلنَّحْو: کل ضعیف مُتَضَعِفٍ: یہ جملہ بیانیہ ہے اس کا مبتداء محذوف ہے۔ضعیف: نفس تواضع کی وجہ سے کمزور ہو اور دنیا میں اس کا حال کمزور ہو۔

متضعف: اس کو عین کے فتحہ سے دمیاطی سے ذکر کیا۔ابن جوزی نے کسرہ کی بجائے فتحہ عین کو صحیح قرار دیا۔معنی یہ ہے کہ لوگ اس کو ضعیف قرار دیتے اور اس پر زبردستی کرتے ہیں۔نووی کہتے ہیں اکثر نے فتحہ سے پڑھا مگر کسرہ بھی درست ہے۔

طیبی کہتے ہیں فتحہ سے اس کا معنی لوگ اس کی تحقیر کرتے اور ضعیف قرار دیتے ہیں اور اس کی کمزوری دیکھ کر اس پر فخر کرتے ہیں۔کسرہ سے اس کا معنی متواضع' گمنام اپنے نفس کو حقیر قرار دینے والا۔(طیبی شرح مشکوٰۃ)

بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے کو کمزور قرار دیتا ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتا اور عاجزی کرتا ہے۔نووی نے اس پر اکتفاء کیا ہے۔ علقمی نے بھی اسی کو اپنایا ہے اور امام احمدؒ نے اپنی روایت میں الضعیف المستضعف ذکر کیا ہے۔

لو یقسم علی اللّٰہ لابرہ: یعنی اس کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم کی توقع میں اگر وہ قسم اٹھالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قسم میں سچا کر دیتے ہیں۔اسی سلسلہ کی وہ روایت ہے جس کو انس بن نضر نے بیان کیا ہے۔جب ان کی بہن ربیع کے ہاتھوں ایک عورت کا دانت ٹوٹ گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم فرمایا تو انس کہنے لگے اللہ کی قسم ربیع کا دانت نہ توڑا جائے گا تو اس عورت کے رشتہ دار چٹی پر راضی ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان من عبادِ اللّٰہ من لو اَقْسَمَ عَلی اللّٰہِ لابر قسمہ۔

اس روایت میں یقسم مضارع کا صیغہ لائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کے استمرار کی طرف اشارہ ہو کہ وہ ہر زمانے اور ہر وقت ان پر رہتی ہے۔ان کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور ان کے مطالب میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔اس کیلئے حدیث قدسی کا یہ جملہ کافی شہادت ہے: لا یزال عبدی یتقرب الیَّ حتی احبَّہٗ الحدیث: بندہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔محبت کا معنی یہ ہے کہ میں اسکے امور کا ذمہ دار اور اس کے مطالبات کے لئے کافی ہو جاتا ہوں۔

الا اخبرکم باھل النار: یعنی اہل نار کی علامات وافعال نہ بتلاؤں تا کہ تم اس سے گریز کرو۔کل عتل جواظ مستکبر:

جس کی عادت تکبر والی ہو جیسا مرفوع روایت میں وارد ہے۔ **بطر الحق و غمط الناس**: حق کو رد کرنا اور اس کی اطاعت نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر قرار دینا۔ ایک روایت میں جواظ کے بعد جعظری درشت خو اور درشت رو۔ بعض نے کہا جس کی عزت نہ ہو۔ بعض نے کہا جو ایسی تعریف کا طالب ہو جو اس میں نہ ہو۔ (متفق علیہ)

عتل کا معنی درشت۔ ظالم یہ خطابی نے کہا ہے۔ **الجافي**: مواعظ سے جفاء کرنے والا بعض نے اس کا معنی ہر چیز میں سخت بعض نے کافر معنی کیا ہے۔ داودی سے اس کا معنی بڑی گردن موٹے جسم بڑے پیٹ والا۔ ہروی نے الجموع المنوع یعنی چھوٹے قد بڑے پیٹ والا یا بہت کھانے پینے ظلم کرنے والا الجواظ کا بھی یہی معنی ہے۔ ابن النحوی کہتے ہیں ابن عباس سے مرفوعاً مروی ہے۔ **ثلاثة لا يدخلون الجنة' الجواظ' العتل والجعظرى قيل يا رسول الله وما الجواظ؟ قال الجموع المنوع البخيل فى يديه۔ الجعظرى**: (جو اس کے ہاتھ میں ہو اس میں درشت اور اپنے قریبی رشتہ داروں اور پڑوسیوں اور گھر والوں پر سختی کرنے والا۔ **العتل**: بد اخلاق بڑے پیٹ خوب کھانے پینے والا ظالم و جابر۔ خطابی نے الجواظ کا معنی موٹا تکبر سے چلنے والا۔ صاحب نہایہ نے اس کا ترجمہ چھوٹے قد بڑے پیٹ والا کیا ہے کہ اس کے حرص اور بہت کھانے کی وجہ سے اس کا مقصد سوائے پیٹ کے اور کچھ نہ ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: **المؤمن ياكل فى معى واحد والكافر ياكل فى سبعة امعاء**: بخاری مؤمن ایک آنت اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۳۹۱۸) و مسلم (۲۸۵۳) والترمذی (۲۶۰۵) وابن ماجه (۴۱۱۶)

**الفرائد**: ① مسلمان فقراء کی فضیلت ذکر فرمائی۔ اہل جنت کی کثیر تعداد یہی لوگ ہیں۔ ② فقراء کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ اہل جہنم کی خصلتوں سے بچائے۔

۲۵۵ : وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٍ : "مَا رَأْيُكَ فِيْ هٰذَا؟" فَقَالَ : رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِيٌّ اَنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا رَأْيُكَ فِيْ هٰذَا؟" فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا يُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا يُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا يُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِّلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهٗ : "حَرِيٌّ" هُوَ بِفَتْحِ الْحَآءِ وَكَسْرِ الرَّآءِ وَتَشْدِيْدِ الْيَآءِ : اَیْ حَقِيْقٌ - وَقَوْلُهٗ "شَفَعَ" بِفَتْحِ الْفَآءِ۔

۲۵۵ : حضرت ابو العباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھنے والے سے فرمایا: ''اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟'' اس نے کہا یہ شریف لوگوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! یہ اس قابل ہے کہ اگر یہ کہیں پیغام نکاح دے تو اس کا

نکاح کر دیا جائے اور اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ پس رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ پھر ایک اور شخص کا گزر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو فرمایا: ''اس آدمی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟'' اس نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کم مال والے مسلمانوں میں سے ہے۔ یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ پیغام نکاح دے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ فقیر بہت بہتر ہے اس جیسے دنیا بھر کے لوگوں سے''۔ (بخاری و مسلم)

حَرِیٌّ: لائق ہے۔

شَفَعَ: وہ سفارش کرے۔

**تشریح** سہل: ان کی کنیت ابو یحیٰی اور ابوالعباس ہے ابن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج الانصاری ہیں' الساعدی کی نسبت ان کے دادا کی طرف ہے۔

**مر رجل**: اس آدمی کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ **علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الرجل ما رأیك فی هذا؟**: بخاری میں یہ الفاظ ہیں: **ما تقومون؟** یہ خطاب حاضرین سے ہے وہ ابوذر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ **ما رأیك**: سے مراد دنیوی امور میں عظمت کے لحاظ سے یہ کیسا ہے۔ **فقال رجل من اشراف الناس**: وہ جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں۔ **هذا واللّٰه حری ان خطب ان ینکح وان شفع ان یشفع**: یہ جس کے متعلق دریافت کیا گیا اگر پیغام نکاح دے تو اولیاء اس کا پیغام قبول کر لیں۔ اگر کسی معاملے میں سفارش کرے اس کے حسب و نسب کی وجہ سے دنیا میں اس کی سفارش قبول کی جائے۔

**فسکت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثم مر رجل**: پھر ایک اور آدمی کا گزر ہوا۔ بخاری کی روایت میں ''**من فقراء المسلمین**'' (غریب مسلمانوں میں سے) کا اضافہ ہے اس کتاب کے بعض نسخوں میں بھی موجود ہے۔ اس کا نام جعیل بن سراقہ غفاری تھا جیسا کہ تحفۃ القاری میں شیخ زکریا نے ذکر کیا۔ شاید پہلا آدمی عیینہ بن حصن یا اقرع بن حابس ہو۔

اسد الغابہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا آپ نے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو سو اونٹ عنایت کئے ہیں اور جعیل کو کچھ نہیں دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ عیینہ اور اقرع جیسے زمین بھر جمع ہو جائیں۔ جعیل ان سب سے افضل ہے۔ **اخرجه ابن منده' ابن عبدالبر و ابو نعیم**۔ (اسد الغابہ)

**فقال له**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی شخص کو فرمایا: **ما رأیك فی هذا؟**: اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فقراء مسلمین میں سے ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ اگر کہیں پیغام نکاح دے تو اس کے اولیاء **ان لا ینکح**۔ اس کے فقر کی وجہ سے پیغام مسترد کر دیں۔ **وان شفع**: اگر کسی معاملہ میں سفارش کرے **ان لا یشفع وان قال لا یسمع لقوله**: وہ قبول نہ ہو اور اگر بات کرے تو سنی نہ جائے۔

**النحو**: **لا یسمع**: کو جزم و رفع دونوں سے پڑھنا درست ہے کیونکہ جواب شرط ہے۔

**فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم هذا**: یہ جس کو تم نے فقر کی وجہ سے حقیر قرار دیا ہے۔ **خیر من ملء الارض**

مثل ھذا: اللہ تعالیٰ کے ہاں' اس جیسے زمین بھر انسانوں سے افضل ہے جن کو تم نے افضل قرار دیا ہے۔ کرمانی کہتے ہیں یہ کیسے درست ہے؟

**الجواب**: اگر پہلا کا قرینہ ہے تو وجہ ظاہر ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگا۔ (کرمانی شرح بخاری)

**تخریج**: اخرجہ البخاری (۶۰۹۱) حمیدی' ابو مسعود' ابن جوزی کی طرح نووی نے اس کو متفق علیہ قرار دیا۔ اسد الغابہ' تحفۃ القاری' کرمانی۔ خلف: اور طرقی نے صرف بخاری کی طرف نسبت کی ہے۔ ابن نحوی نے اسی طرح ذکر کیا۔ حافظ مزی نے بھی کتاب النکاح اور الرقاق میں اس کی نسبت صرف بخاری کی طرف کی ایضاً ابن ماجہ فی الزہد۔

**نکتہ ابن حجر**: حمیدی کہتے ہیں ابن مسعود نے اس کو متفق علیہ کہا مگر میں نے مسلم میں نہیں پایا۔ طرق اور خلف کا اس کو افراد بخاری میں ذکر کرنا درست ہے۔ (النکت الظراف علی الاطراف)

حقیق: کا معنی لائق' مناسب' قریب۔

۲۵۶ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : "احْتَجَّتِ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ فِیَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَکَبِّرُوْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّۃُ فِیَّ ضُعَفَآءُ النَّاسِ وَمَسَاکِیْنُھُمْ ' فَقَضَی اللّٰہُ بَیْنَھُمَا اِنَّکِ الْجَنَّۃُ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِکِ مَنْ اَشَآءُ وَاِنَّکِ النَّارُ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِکِ مَنْ اَشَآءُ وَلِکِلَیْکُمَا عَلَیَّ مِلْؤُھَا" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۲۵۶: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جنت اور دوزخ نے آپس میں جھگڑا کیا۔ جہنم نے کہا میرے اندر ظالم اور متکبر لوگ ہوں گے اور جنت نے کہا میرے اندر کمزور اور مساکین ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا فیصلہ فرمایا کہ اے جنت تو میری رحمت ہے تیرے ساتھ میں جس پر چاہوں گا رحمت کروں گا اور تو اے آگ میرا عذاب ہے۔ تیرے ساتھ میں جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور تم دونوں کو بھرنا میرا ذمہ ہے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ابو سعید: ان کا نام سعد بن مالک بن سنان انصاری خدری ہے۔

**احتجت الجنۃ و النار**: باہم جھگڑا کیا۔ طیبی کہتے ہیں اس سے مقصود ان دونوں کے خصائص بیان کرنا ہے۔ اس میں شکایت کا معنی ملا ہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو کہا: انت دار رحمتی الخ: اپنی مشیت کے مطابق دونوں کو لاجواب کر دیا۔

نووی کہتے ہیں یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اللہ تعالیٰ نے ان میں ادراک پیدا کر دیا پس وہ باہمی حجت بازی کرنے لگیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں یہ ادراک ہمیشہ ہوتا ہے۔ طیبی نے اسی طرح کہا اور کہا کہ یہ تمثیل بھی ہو سکتی ہے۔

**فقالت النار فی الجبارون والمتکبرون**: جبار وہ لوگ جو دوسروں کو اپنے مقاصد اور خواہشات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ضعفاء الناس: متواضع یا جن کو فقر و ناداری کی وجہ سے حقیر سمجھا جاتا تھا۔ دنیاوی عزت ان لوگوں کی ہے جو حب دنیا کے

نشہ میں مست ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے دنیا کی عزت مال سے ہے اور آخرت کی عزت اعمال سے ہے۔ عز الدنیا بالمال و عز الآخرہ بالاعمال۔

مساکینھم: ایسے محتاج جو تکالیف پر صبر کرنے والے اور تقدیر سے اکتاہٹ و بیزاری کا اظہار کرنے والے نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی وخوش ہوں۔

فقضی اللّٰہ بینھما: اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارادے کی اطلاع دی جو ان کے پیدا کرنے سے پہلے فرمایا تھا۔

انک الجنۃ رحمتی: لغت میں جنت باغ کو کہتے ہیں جو انگور و کھجور کا ہو یہاں اس سے مراد آگ کے بالمقابل۔ طیبی کہتے ہیں جنت کو رحمت کہا کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اظہار ہوگا جیسا فرمایا: ارحم بک من اشاء: ورنہ رحمت تو اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت حادث نہیں اور نہ کوئی اس کا نام حادث ہے وہ اپنے تمام اسماء وصفات کے ساتھ قدیم ہے۔ (طیبی شرح مشکوٰۃ)

یہ معنی اس بناء پر ہے کہ رحمت سے مراد اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان لیا جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی قائم بالذات صفات ازلیہ میں سے ہے۔ البتہ جب اس کی تاویل احسان سے کی جائے تو اس وقت یہ صفات افعال سے ہوگا اور افعال حادث میں ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم نہیں (عند الاشعری) یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

وانک النار عن ابی اعذب بک من اشاء: جن کو عذاب دینے کے لئے ارادۂ الٰہی متعلق ہو چکا۔

ولکلیکما علی ملوھا: جو جنت میں داخل ہوگا وہ اس سے کبھی نہ نکلے گا۔ اسی طرح جو کافر دوزخ میں داخل ہوگا وہ کبھی نہ نکلے گا۔ البتہ ایمان والوں میں گناہ گار مومن جب داخل ہونگے تو ان کا نکلنا ضروری ہے اور وعدہ کے مطابق ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ مَاتَ وَفِی قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنْ اِیْمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّۃَ (رواہ مسلم) جس کے دل میں ذرہ کی مقدار ایمان ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

**تخریج**: اخرجہ مسلم (٢٨٤٧) واخرجہ أحمد (٤/١١٧٤٠) مطولاً۔

٢٥٧ : وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : "اِنَّہٗ لَیَاتِی الرَّجُلُ السَّمِیْنُ الْعَظِیْمُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَا یَزِنُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

٢٥٧: حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک قیامت کے دن بڑا موٹا آدمی آئے گا اور اللہ کے ہاں مچھر کے برابر بھی اس کا وزن نہ ہوگا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ انہ لیاتی الرجل العظیم السمین یوم القیامۃ: لیأتی کی لام قسم وتاکید کو ظاہر کرتی ہے۔ عظیم سے مراد دنیا میں بڑے مرتبے والا۔ السمین: موٹا۔ یوم القیامہ یہ ظرف ہے۔

**اَلنَّحْوُ** : ولا یزن عند اللہ جناح بعوضۃ: یہ یأتی کے فاعل سے حال ہے' مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ مسلم کی روایت میں اس کا تتمہ مذکور ہے۔ ﴿ان سینتم فاقروا فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنًا﴾

**فَائِدَہ**: نووی کہتے ہیں اس میں موٹاپے کی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلندی کا معیار صورت نہیں بلکہ انوار الٰہیہ اور تجلیات ربانیہ ہیں جو قرب کا باعث ہیں۔

**تخریج**: اخرجه البخاری (٤٧٢٩) و مسلم (٢٧٨٥)

**الفوائد**: موٹاپا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں یہ خوش عیشی کا نتیجہ ہے۔

٢٥٨ : وَعَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَآءَ کَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَابًّا فَفَقَدَهَا اَوْ فَقَدَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عَنْهَا اَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا : مَاتَ – قَالَ : اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِىْ بِهٖ" فَكَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا اَوْ اَمْرَهُ فَقَالَ : "دُلُّوْنِىْ عَلٰى قَبْرِهٖ" فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ : اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى اَهْلِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِىْ عَلَيْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهُ : " تَقُمُّ" هُوَ بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ: اَىْ تَكْنُسُ : "وَالْقُمَامَةُ" الْكُنَاسَةُ : "وَاٰذَنْتُمُوْنِىْ" بِمَدِّ الْهَمْزَةِ اَىْ اَعْلَمْتُمُوْنِىْ۔

٢٥٨ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک سیاہ فام عورت یا ایک نوجوان (راوی کو شک ہے) مسجد میں جھاڑو دیتا تھا (ایک روز) آپؐ نے اس کو گم پایا تو اس کے متعلق پوچھا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا وہ فوت ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم نے اس کے متعلق مجھے اطلاع کیوں نہ دی''۔ گویا لوگوں نے اس کی وفات کے معاملہ کو معمولی خیال کیا۔ ارشاد فرمایا: ''تم مجھے اس کی قبر بتلاؤ''۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اس کی قبر بتلائی تو آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ یہ قبریں اہل قبور کیلئے تاریکی اور اندھیرے سے بھری ہوئی ہیں اور بے شک اللہ ان قبور کو میرے نماز پڑھنے کی وجہ سے ان پر منور فرما دیتے ہیں''۔ (بخاری و مسلم)

تَقُمُّ: جھاڑو دینا۔ اَلْقُمَامَةُ : کوڑا کرکٹ۔ وَاٰذَنْتُمُوْنِىْ: تم نے مجھے اطلاع دی۔

**تشریح** ان امراة سوداء كانت تقم المسجد او شابا: بخاری باب کنس المسجد میں ہے: ان رجلا اسود او امراة سوداء: یہ شک ثابت کی طرف سے ہے کیونکہ اسی نے اس کو ایک جماعت سے اور انہوں نے ابورافع سے نقل کی ہے۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں:

① یہ روایت اسی سند سے عمار سے بھی آئے گی اس میں یہ الفاظ ہیں: ولا اراه الا امراة کہ میرے خیال میں وہ عورت ہے۔

② ابن خزیمہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے اس میں امراۃ کا لفظ یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

③ بیہقی نے اس عورت کا نام ام محجن ذکر کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جنھوں نے جواب دیا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

④ ابن مندہ نے قطعیت کے ساتھ امراة سوداء كانت تقم المسجد کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

⑤ حماد بن زید کی روایت میں جو انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں اس کا تذکرہ ہے۔ ابن حبان نے بالاستدراک اس کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو سوداء اس کا نام اور ام محجن اس کی کنیت ہے۔ (فتح الباری)

**ففقدها رسول الله صلی الله علیه وسلم فسال عنها او عنه**: اس ذات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گم پایا تو سوال کیا۔ او: یہ راوی کو شک ہے۔

**اَللُّغَاتُ**: سأل: کا مفعول الناس محذوف ہے۔ انہوں نے بتلایا وہ شخص فوت ہو گیا۔ **قال افلا کنتم آذنتمونی**: کیا تم اعلان سے رک گئے اور مجھے اطلاع نہیں دی۔ بہ: اس کی موت کے متعلق اطلاع نہیں دی۔

معطوف علیہ ہمزہ کے بعد مقدر ہے۔ **فکانهم صغروا امرها او امرهٗ**: انہوں نے اس کے معاملے کو معمولی خیال کیا کیونکہ وہ گمنام فقراء میں سے تھی جن کی وفات کی پرواہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی کو اس پر نماز جنازہ کے لئے تکلیف دی جائے۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ صحابہ میں ہوتو پھر یہ کلمہ بطور معذرت کہا ہے مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے آپ کے آرام کو ترجیح دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں قیام پسند کیا کیونکہ اس طرح کی اموات مشاہیر صحابہؓ سے نہیں جو سبقت فی الاسلام والاعمال رکھتے ہوں۔ جیسا کہ یہ بات علاء کی سند سے ابن خزیمہ نے یہ بات لکھی ہے: "**قالوا مات فی اللیل فکرهنا ان نوقظك**" اور بریدہ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے (دوسری تاویلات کی بجائے یہ تشریح سب سے بہتر اور مقام صحابہ کے مناسب ہے مترجم)

**فقال دلونی علی قبره**: نسخوں میں مذکر کی ضمیر کے ساتھ بلا شک کے اسی طرح مذکور ہے مگر اس میں یہ احتمال ضرور ہے کہ اکیلا ہونے کی وجہ سے ضمیر مفرد مذکر لائے قطع نظر تذکیر و تانیث کے۔

**فدلوه فصلی علیها**: صحابہ رضی اللہ عنہم نے قبر بتلائی۔ یہاں تک بخاری و مسلم متفق ہیں۔

**فرق مسلم** ☆: حماد نے اپنی سند سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ **ثم قال ان هذه القبر مملوءة ظلمة علی اهلها** کیونکہ لوگ قبور کو منور کرنے والے اعمال نہیں کرتے یا مقبول راجح شفاعات نہیں پاتے۔ **وان الله ینورها لهم**: اللہ تعالیٰ ان میں روشنی داخل کرتا ہے۔ **بصلاتی**: میری نماز جنازہ کی وجہ سے۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں بخاری نے یہ اضافہ نقل نہیں کیا کیونکہ یہ ثابت کا مدرج ہے۔ یہ روایت مراسیل ثابت سے ہے۔ اصحاب حماد بن زید نے اس کا مدرج ہونا واضح کیا ہے۔ (فتح الباری)

بیہقی کہتے ہیں غالب گمان یہ ہے یہ اضافہ مراسیل ثابت سے ہے۔ جیسا کہ احمد عبدہ یا ثابت کی انس سے روایت ہے۔ جیسا کہ ابن مندہ نے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد طیالسی نے حماد بن زید اور الجزار دونوں نے ثابت سے یہ اضافہ نقل کیا ہے۔ اس سے نووی کے قول کا مطلب معلوم ہوتا ہے۔

**فَوَائِد**: ① مساجد کی صفائی اعلیٰ اعمال میں سے ہے۔ ② خادم و دوست جب غائب ہو تو پوچھنا چاہئے۔ ③ دعا خیر سے اچھائی کا بدلہ دینا چاہئے اور اہل خیر کو جنائز میں حاضری دینی چاہئے۔ ④ جس پر نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو۔ میت قبر میں ہو تو جنازہ پڑھنا مستحب ہے۔

**تکنس**: حافظ کہتے ہیں وہ مسجد سے پھٹے ٹکڑے اور لکڑیوں کے ریزے اٹھاتی تھی۔ بریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ مسجد میں سے تنکے اٹھانے کی دلدادہ تھیں۔

القذاء: اسم مقصور ہے۔ اس کی جمع قذاۃ: اور جمع الجمع اقذیہ: ہے۔
اہل لغت کہتے ہیں القذاء آنکھ یا پانی میں گرنے والا تنکہ پھر ہر چیز میں پڑنے والا معمولی تنکہ پر یہ لفظ بولا جانے لگا۔
الکناسہ: یہ زبالہ اور تحالہ کی طرح اس چیز کے لئے آتے ہیں جس کی پروانہ کی جائے۔
**تخریج:** بخاری، مسلم، احمد ۳/۸٦٤٢، ابوداوٗد، ابن ماجہ، ابن حبان ۳۰۸٦، طیالسی ۲٤٤٦، بیهقی ٤/٤٧۔
**الفوائد:** اہل خیر کے جنائز میں حاضری دینی چاہئے۔ مسجد کی صفائی بڑا افضل عمل ہے۔ دوست واحباب کے احوال کے متعلق پوچھ گچھ کرتے رہنا چاہئے۔

۲۵۹ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۵۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہت سے پراگندہ غبار آلود، دروازوں سے دھکیل دیئے جانے والے اگر وہ اللہ کی قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرمادیتے ہیں''۔ (مسلم)

**اللغات:** رُبَّ: صاحب مغنی کہتے ہیں یہ ہمیشہ تقلیل کے لئے نہیں آتا اگرچہ ابن درستویہ کا اس میں اختلاف ہے مگر اکثر کثرت کے لئے آتا ہے یا قلیل کے لئے کم مستعمل ہے۔ پہلی قسم میں سے یہ آیت ہے: ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ حدیث میں ہے: یا رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ یوم القیامۃ: بہت سی عورتیں دنیا میں کپڑے پہننے والی ہیں مگر آخرت میں ننگی ہوں گی۔
اشعث: المصباح میں علقمی کہتے ہیں اشعث اشعر یہ تعب کے باب سے ہے۔ بالوں کو کنگھی نہ کرنے اور تیل نہ لگانے کی وجہ سے پراگندہ ہونا۔
اغبر: غبار اڑانا۔ مدفوع بالابواب: کپڑوں کے پرانے ہونے اور فقر کی وجہ سے ان کی قدر نہیں اس لئے لوگ حقارت سے ان کو دروازوں سے ہٹادیتے ہیں۔
لو اقسم علی اللّٰہ لابرہ: اللہ کے کرم کی طمع سے کسی مقصد کے حصول کے لئے اگر وہ قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کے سوال کو پورا کر کے انکا اکرام فرماتے ہیں اور ان کو قسم میں حانث نہیں ہونے دیتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ اگرچہ لوگ انکو حقیر خیال کرتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے اگر وہ دعا کریں تو اللہ تعالیٰ انکی دعا قبول فرماتے ہیں۔
**تخریج:** أخرجه مسلم (۲٦۲۲)
**الفوائد:** ① بارگاہ الٰہی میں اہل ایمان خصوصاً ضعفاء کا بڑا مرتبہ ہے خواہ لوگوں کی نگاہ میں ان کی قدر نہ ہو۔ ② ضعفاء کی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

۲۶۰ : وَعَنْ اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَآءُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَالْجَدُّ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ : اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى وَقَوْلُهٗ "مَحْبُوْسُوْنَ" اَیْ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ بَعْدُ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ۔

۲۶۰ : حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں جنت کے دروازے پر (معراج کی رات) کھڑا ہوا تو دیکھا اس میں عام طور پر داخل ہونے والے مساکین ہیں اور مالدار لوگ روکے ہوئے ہیں۔ البتہ آگ والوں کو آگ کی طرف جانے کا حکم دے دیا گیا اور میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس میں عام طور پر داخل ہونے والی عورتیں ہیں''۔ (بخاری و مسلم)

اَلْجَدُّ: نصیب' مال۔

مَحْبُوْسُوْنَ: روک دیا گیا یعنی ان کو ابھی جنت میں داخلہ کی اجازت نہیں ملی۔

**تشریح** ✿ اسامہ: یہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور محبوب کے بیٹے ہیں۔ (مزی فی الاطراف)

**قمت علی باب الجنة فکان عامة:** عام سے مراد زیادہ تعداد ان لوگوں کی جو اس میں داخل ہوں۔

**المساکین و اصحاب الجد:** دنیا میں غریب اس کی تکالیف پر صابر اور خوشحالی پر شاکر رہنے والے ہیں اور اصحاب الجد مال والے محبوسون۔ ابن نحوی کہتے ہیں یہ حبس سے ہے۔ ابوذر کے ہاں اسی طرح ہے۔ ابن التین کہتے ہیں شیخ ابوالحسن کے ہاں اسی طرح ہے۔ یہ احترس کا اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی حفاظت میں روک لئے جائیں گے' فرار کی راہ نہ ہوگی۔

داودی کہتے ہیں مجھے امید ہے کہ یہ محبوس اہل تفاخر ہوں گے۔ اس امت کے افاضل جن کی سبقت اسلام کو اللہ تعالیٰ نے سراہا ہے وہ مراد نہیں اور اس لئے بھی کہ ابن بطال نے مہلب سے نقل کیا روایت یہ ہے۔ **ان اقرب ما يدخل به الجنة التواضع لله عزوجل وان ابعد الاسباب من الجنة التكبر بالمال** وغیرہ: کہنے لگے مال والوں کو اسلئے روکا جائے گا کہ انہوں نے اموال میں فقراء کے حقوق واجبہ ادا نہ کئے ہونگے' پس ان کو حساب کیلئے روک لیا جائے گا۔ رہے حقوق کی ادائیگی والے انکو جنت سے روکا نہ جائیگا مگر ان کی تعداد تھوڑی ہے کیونکہ مالداروں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ضائع کرتی ہے کیونکہ یہ مال مشقت وفتنہ ہے۔ اس روایت کے اس حصہ کو غور سے دیکھو: **و کان عامة من دخلها المساکین**۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کے حقوق کو ادا کرنے والے اور فتنہ مال سے بچنے والے بہت تھوڑی تعداد میں ہیں۔

بعض نے کہا ان کو اسلئے روکا جائے گا تا کہ فقراء ان سے پانچ سو سال پہلے چلے جائیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

**النحو** : بعض نسخوں میں اصحاب کو منصوب پڑھا گیا۔ فعل مقدر ہے ای رایتهم: اور محبوسون واؤ کے ساتھ ہے۔ اس کا مبتداء مقدر اور جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ گویا سائل کے سوال کا جواب ہے کہ مال والوں کا کیا حال ہوگا تو جواب دیا وہ محبوس

ہوں گے۔

غیر: یہ منصوب ہے۔ ایک روایت میں الا ان اصحاب النار یعنی آگ کے حقدار خواہ کفر کی وجہ سے یا معاصی کی وجہ جو کہ مالدار ہوں گے۔

قد امر بهم الى النار: یہ جملہ اذا مضائیہ کا مضاف الیہ ہے۔

وقفت على باب النار: میرے سامنے اہل نار کو ظاہر کیا گیا۔

فاذا عامة من دخلها: من دخلها مبتداء اور اس کی خبر النساء ہے۔ یہ معاملے کی ابتداء کے لحاظ سے ہے۔ اس روایت کے خلاف نہیں يمشي الرجل من اهل الجنة اي ياوي على ثنتين وبسعين زوجة ثنتان من بني آدم وسبعون من الحور العين: یہ آخرالامر کے لحاظ سے ہے کہ عورتیں ابتداء کے لحاظ اہل نار میں کثرت سے ہوں گی اور انتہاء کے لحاظ سے اہل جنت میں اکثر ہوں گی۔

اس روایت سے فقر کے غناء سے افضل ہونے پر استدلال کیا گیا ہے مگر اس روایت میں تو صرف اتنی بات ہے کہ فقراء جنت میں اغنیاء سے زیادہ ہوں گے۔ اس میں یہ تو نہیں کہ فقر نے ان کو جنت میں داخل کیا ہے بلکہ وہ اپنی صلاحیت سے داخل ہوئے۔ جب فقیر صالح نہ ہو تو اس کو کوئی فضیلت نہیں ہے۔

علقمی کہتے ہیں روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں توسع ترک کر دینی چاہئے اور مالداروں کو دین کا اہتمام کرنا چاہئے تاکہ وہ آگ میں نہ جائیں۔

الجَدُّ: نصیب، مالداری، دادا، نانا، عظمت جیسے: تعالى جد ربنا الايه: کا ثا، نصیب ور رزق، نہر کا کنارہ (قاموس)

الجد: محنت۔

محبوسون یعنی حساب کے لئے روکا جائے گا تاکہ نیک فقراء ان سے بڑھ جائیں۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۸/۲۱۸٤۱) والبخاری (۵۱۹٦) ومسلم (۲۷۳٦) والنسائي (۳۸۳) وابن حبان (۷٤٥٦) والطبراني (٤٢١) والبيهقي ۱۹۳)

**الفوائد**: ① اغنیاء کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ برتنی چاہئے، تعیشات دنیا سے گریز بہتر ہے۔ ② عورتیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں اکثر کوتاہ ہیں۔

۲٦۱: وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ: عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ رَجُلًا عَابِدًا فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيْهَا فَاَتَتْهُ اُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ فَقَالَ: يَا رَبِّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ فَقَالَ: اَىْ رَبِّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ فَقَالَ:

اَیْ رَبِّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ فَاَقْبَلَ عَلٰی صَلَاتِہٖ فَقَالَتْ: اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْہُ حَتّٰی یَنْظُرَ اِلٰی وُجُوْہِ الْمُوْمِسَاتِ فَتَذَاکَرَ بَنُوْ اِسْرَآئِیْلَ جُرَیْجًا وَّعِبَادَتَہٗ وَکَانَتِ امْرَاَۃٌ بَغِیٌّ یُّتَمَثَّلُ بِحُسْنِھَا فَقَالَتْ: اِنْ شِئْتُمْ لَاَفْتِنَنَّہٗ فَتَعَرَّضَتْ لَہٗ فَلَمْ یَلْتَفِتْ اِلَیْھَا فَاَتَتْ رَاعِیًا کَانَ یَاْوِیْ اِلٰی صَوْمَعَتِہٖ فَاَمْکَنَتْہُ مِنْ نَّفْسِھَا فَوَقَعَ عَلَیْھَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ: ھُوَ مِنْ جُرَیْجٍ فَاَتَوْہُ فَاسْتَنْزَلُوْہُ وَھَدَمُوْا صَوْمَعَتَہٗ وَجَعَلُوْا یَضْرِبُوْنَہٗ۔ فَقَالَ مَا شَاْنُکُمْ؟ قَالُوْا زَنَیْتَ بِھٰذِہِ الْبَغِیِّ فَوَلَدَتْ مِنْکَ - قَالَ اَیْنَ الصَّبِیُّ؟ فَجَآءُوْا بِہٖ فَقَالَ: دَعُوْنِیْ حَتّٰی اُصَلِّیَ فَصَلّٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَی الصَّبِیَّ فَطَعَنَ فِیْ بَطْنِہٖ وَقَالَ: یَا غُلَامُ مَنْ اَبُوْکَ؟ قَالَ: فُلَانٌ الرَّاعِیْ فَاَقْبَلُوْا عَلٰی جُرَیْجٍ یُقَبِّلُوْنَہٗ وَیَتَمَسَّحُوْنَ بِہٖ وَقَالُوْا: نَبْنِیْ لَکَ صَوْمَعَتَکَ مِنْ ذَھَبٍ قَالَ: لَا اَعِیْدُوْھَا مِنْ طِیْنٍ کَمَا کَانَتْ فَفَعَلُوْا وَبَیْنَا صَبِیٌّ یَرْضَعُ مِنْ اُمِّہٖ فَمَرَّ رَجُلٌ رَّاکِبٌ عَلٰی دَآبَّۃٍ فَارِھَۃٍ وَّشَارَۃٍ حَسَنَۃٍ فَقَالَتْ اُمُّہٗ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَ ھٰذَا فَتَرَکَ الثَّدْیَ وَاَقْبَلَ اِلَیْہِ فَنَظَرَ اِلَیْہِ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَہٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰی ثَدْیِہٖ فَجَعَلَ یَرْضَعُ فَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ یَحْکِیْ ارْتِضَاعَہٗ بِاِصْبَعِہِ السَّبَّابَۃِ فِیْ فِیْہِ فَجَعَلَ یَمُصُّھَا ثُمَّ قَالَ: وَمَرُّوْا بِجَارِیَۃٍ وَّھُمْ یَضْرِبُوْنَھَا وَیَقُوْلُوْنَ زَنَیْتِ سَرَقْتِ وَھِیَ تَقُوْلُ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ فَقَالَتْ اُمُّہٗ: اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَھَا فَتَرَکَ الرِّضَاعَ وَنَظَرَ اِلَیْھَا فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَھَا فَھُنَا لِکَ تَرَاجَعَا الْحَدِیْثَ فَقَالَتْ مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْھَیْئَۃِ فَقُلْتُ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَہٗ فَقُلْتَ: اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَہٗ وَمَرُّوْا بِھٰذِہِ الْاَمَۃِ وَھُمْ یَضْرِبُوْنَھَا وَیَقُوْلُوْنَ زَنَیْتِ سَرَقْتِ فَقُلْتُ: اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَھَا فَقُلْتَ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَھَا قَالَ: اِنَّ ذٰلِکَ الرَّجُلَ جَبَّارٌ فَقُلْتُ: اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَہٗ وَاِنَّ ھٰذِہٖ یَقُوْلُوْنَ زَنَیْتِ وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَھَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

"وَالْمُوْمِسَاتُ" بِضَمِّ الْمِیْمِ الْاُوْلٰی وَاِسْکَانِ الْوَاوِ وَکَسْرِ الْمِیْمِ الثَّانِیَۃِ وَبِالسِّیْنِ الْمُھْمَلَۃِ وَھُنَّ الزَّوَانِیْ وَالْمُوْمِسَۃُ الزَّانِیَۃُ - وَقَوْلُہٗ دَآبَّۃٌ فَارِھَۃٌ بِالْفَآءِ - اَیْ حَاذِقَۃٌ نَفِیْسَۃٌ "وَالشَّارَۃُ" بِالشِّیْنِ الْمُعْجَمَۃِ وَتَخْفِیْفِ الرَّآءِ وَھِیَ الْجَمَالُ الظَّاھِرُ فِی الْھَیْئَۃِ وَالْمَلْبَسِ - وَمَعْنٰی تَرَاجَعَا الْحَدِیْثَ" اَیْ حَدَّثَتِ الصَّبِیَّ وَحَدَّثَھَا ' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

۲۶۱: حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین بچوں نے (بنی اسرائیل میں سے) گہوارے میں کلام کیا: (۱) عیسٰی بن مریم' صاحب جریج' جریج ایک عبادت گزار آدمی تھا۔ اس نے ایک عبادت خانہ بنایا۔ وہ اس میں عبادت کر رہا تھا کہ اس کی والدہ آئی اور کہا اے جریج! اس نے (دل) میں کہا اے میرے رب میری نماز اور میری

والدہ (مجھے بلاتی ہے) پس وہ نماز کی طرف متوجہ رہا اور والدہ لوٹ گئی۔ اگلے روز وہ آئی جبکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور اس نے آواز دی اے جریج! اس نے کہا اے میرے رب میری ماں اور میری نماز۔ پس وہ نماز کی طرف متوجہ رہا۔ پس جب اگلا دن آیا تو وہ پھر آئی جبکہ یہ نماز پڑھ رہا تھا اور اس نے آواز دی اے جریج! اس نے کہا اے میرے رب میری ماں اور میری نماز۔ پس وہ نماز کی طرف متوجہ رہا۔ پس ماں نے کہا: اے اللہ اس کو موت نہ دینا جب تک یہ فاحشہ عورتوں کے چہروں کو نہ دیکھے۔ بنی اسرائیل میں جریج اور اس کی عبادت کا تذکرہ ہوا ایک فاحشہ عورت تھی کہ حسن میں جس کی مثال دی جاتی تھی اس نے کہا اگر تم پسند کرو تو میں اس کو فتنہ میں ڈالتی ہوں۔ وہ عورت جریج پر اپنے آپ کو پیش کرنے لگی مگر جریج نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ چنانچہ وہ عورت ایک چرواہے کے پاس آئی جو اسکے عبادت خانہ میں آتا جاتا تھا اور اس کو اپنے اوپر قدرت دی۔ اُس نے اس سے زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی۔ جب اس نے بچہ جنا تو وہ کہنے لگی یہ جریج کا ہے۔ لوگ جریج کے پاس آئے اور اس کو عبادت خانہ سے اتار کر گرا دیا اور مارنے لگے۔ جریج نے کہا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا تو نے زنا کیا ہے اس فاحشہ عورت سے اور اس سے تیرا بچہ پیدا ہوا۔ جریج نے کہا بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس بچے کو لائے۔ اس نے کہا مجھے چھوڑو تا کہ میں نماز پڑھوں۔ پھر اس نے نماز پڑھی جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو بچے کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں انگلی سے چوکہ لگایا اور پوچھا اے لڑکے تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا فلاں چرواہا۔ پھر تمام لوگ جریج کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو بوسہ دینے اور چھونے لگے اور کہنے لگے ہم تیرا عبادت خانہ سونے سے بناتے ہیں۔ اس نے کہا جس طرح پہلے مٹی سے تھا اسی طرح بنا دو۔ انہوں نے اسی طرح بنا کر دیا اور اسی دوران ایک بچہ ماں کا دودھ پی رہا تھا کہ ایک آدمی ایک عمدہ شاندار خوبصورت گھوڑے پر سوار گزرا۔ ماں نے کہا: اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے۔ لڑکے نے پستان چھوڑ دیا اور اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ پھر وہ پستان کی طرف متوجہ ہو کر دودھ پینے لگا۔ راوی کہتے ہیں کہ گویا یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ رسول اللہؐ اس بچے کے دودھ پینے کو اپنی انگشت شہادت منہ میں ڈال کر بیان فرما رہے تھے اور انگلی کو چوس رہے تھے۔ پھر راوی کہتے ہیں کہ ان کے پاس سے لوگ ایک لونڈی کو لے کر گزرے جس کو وہ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے تو نے زنا اور چوری کی ہے اور وہ کہتی جا رہی تھی: مجھے اللہ کافی ہے اور وہ خوب کارساز ہے۔ اس بچے کی ماں نے کہا: اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا۔ بچے نے دودھ چھوڑ دیا اور لونڈی کی طرف دیکھ کر کہا: اے اللہ مجھے اس جیسا بنا۔ پس اس وقت ماں بیٹا اس بات میں تکرار کرنے لگے۔ ماں نے کہا اچھی حالت والا آدمی گزرا تو میں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے مگر تو نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا اور لوگ اس لونڈی کو مارتے ہوئے لے کر گزرے اور کہہ رہے تھے تو نے زنا اور چوری کی ہے۔ میں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنا تو تو نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنا دے۔ لڑکے نے جواب دیا وہ ظالم آدمی تھا۔ اس لئے میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنا اور لوگ اس لونڈی کو کہہ رہے تھے تو نے زنا کیا اور چوری کی حالانکہ اس نے نہ زنا کیا اور نہ چوری۔ اس لئے میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنا دے۔ (بخاری و مسلم)

اَلْمُوْمِسَاتُ: طوائفیں اس کا واحد اَلْمُوْمِسَۃُ: زانیہ۔

دَابَّةٌ فَارِهَةٌ : چالاک' عمدہ (گھوڑا)
الشَّارَةُ :لباس وہیئت میں ظاہری خوبصورتی۔
تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ :ماں بیٹے نے باہم گفتگو کی۔

**تشریح** ⊙ **لم يتكلم في المهد الا ثلاثة:** زرکشی کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے تین مراد ہیں ورنہ تو ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد نے گود میں کلام کیا ہے۔ مسلم میں اصحاب اخدود کا واقعہ ہے کہ ایک عورت کو لایا گیا تا کہ اسے آگ میں ڈالا جائے ورنہ کفر کرے اس کے ساتھ دودھ پیتا بچہ تھا۔ ماں پیچھے ہٹی تو بچہ کہنے لگا اے اماں! صبر کرو تم حق پر ہو' باب صبر میں یہ روایت گزری ہے۔

امام احمد' حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت نقل کی جس میں چار کا گود میں کلام کرنا مذکور ہے ان میں شاہد یوسف علیہ السلام اور فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرنے والی کا بیٹا کہ جب اس کو فرعون نے آگ میں ڈالا تو بچے نے کہا اے اماں صبر کر۔

ثعلبی نے ضحاک سے نقل کیا کہ یحییٰ علیہ السلام نے گود میں کلام کی۔ تفسیر بغوی میں لکھا کہ واقدی نے سیر میں لکھا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ولادت کے بعد کلام کیا' دلائل بیہقی نے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مبارک نے یمامہ نے کلام کیا۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں شاہد یوسف علیہ السلام کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ بچہ تھا اس روایت کو ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ حسن اور ابن جبیر نے یہی کہا۔ مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ وہ ڈاڑھی والا تھا۔ قتادہ اور حسن نے بھی یہی روایت کی ہے کہ وہ عقلمند تھا۔ (فتح الباری)

سیوطیؒ کہتے ہیں کہ مہد میں کلام کرنے والے گیارہ بچے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

① محمد صلی اللہ علیہ وسلم ② خلیل علیہ السلام ③ یحییٰ علیہ السلام ④ عیسیٰ علیہ السلام ⑤ مریم سلام اللہ ⑥ شاہد یوسف علیہ السلام ⑦ جریج کی برأت والا ⑧ آگ کے پاس ماں کو کہنے والا کہ اسے نقصان نہ دے گی ⑨ فرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے والی کا بچہ ⑩ وہ بچہ جس کے پاس سے تہمت زدہ لونڈی گزری تو اس نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا کر دے۔ ⑪ یمامہ کا رہنے والا مبارک۔ (توشیح للسیوطی)

**عيسىٰ عليه السلام انى عبدالله:** یہ عبرانی نام ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا کلام قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: **انی عبدالله الاٰیہ۔**

**وصاحب جريج كان جريج رجلاً عابدًا:** جریج ابتداء میں تاجر تھا۔ کبھی اس کو نقصان ہوتا کبھی نفع۔ اس نے کہا اس تجارت میں خیر نہیں میں تو ایسی تجارت کروں گا جس میں نقصان نہ ہو۔ اس نے گنبد بنا کر اس میں رہبانیت اختیار کر لی۔ امام احمد کی روایت میں اسی طرح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تھا اور ان کے پیروکاروں میں سے تھا کیونکہ عیسائیوں نے رہبانیت ایجاد کی تھی اور اپنے آپ ﷺ کو گرجا گھروں میں روک لیا تھا۔

**صومعة:** یہ فوعلۃ کا وزن ہے۔ صمعت سے ماخوذ جس کا معنی دقیق ہونا ہے۔ یہ محدب عمارت ہوتی ہے اور اوپر سے دقیق ہوتی ہے۔ **فكان فيها:** اس نے مخلوق سے عزلت اختیار کر کے اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے عزلت اختیار کر لی۔

فاتته امه: اس عورت کا نام کہیں معلوم نہیں ہو سکا۔ (فتح الباری)

**النحو:** وھو یصلی: یہ ضمیر مفعول سے جملہ حالیہ ہے۔ فقالت یا جریج: امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: اشرف علی انا امك: میری طرف جھانکو میں تمہاری ماں ہوں۔ عمران بن حصین کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: کانت امه تاتیه فتنادیه فیشرف علیها فتکلمه' فاتتهٗ یوماً وھو فی صلاته: اس کی والدہ آ کر آواز دیتی تو وہ جھانکتا اور اس سے باتیں کرتا ایک دن وہ آئی جبکہ وہ نماز میں معروف تھا۔ فقال ایحارب امنی وصلاتی فاقبل علی صلاته: ای نداء و قریب کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ شاہ رگ سے بھی اپنے قدرت وعلم کے اعتبار سے قریب تر ہے۔ ایک نسخہ میں یا ہے معنی بہرصورت ایک ہے۔ امی وصلاتی کا مطلب یہ ہے کہ ماں کا جواب اور اتمام نماز جمع ہو گئے اب تو مجھے افضل کی توفیق دے۔ اسماعیلی کی روایت میں او نحو صلاتی علی امی ذکرہ ثلاثا: کے الفاظ ہیں۔

فانصرفت: اس دن وہ لوٹ گئی۔ مسلما کان من الغد اتته امه وھو یصلی فقالت یا جریج فقال ایحارب امی و صلاتی فاقبل علی صلاته: اگلے روز جریج نماز میں تھا کہ والدہ آ گئی اور آواز دی مگر دوسرے روز بھی نماز کی وجہ سے وہ جواب نہ دے سکا۔

فلما کان من الغد: اس سے تیسرا دن مراد ہے۔ رب امی وصلاتی: حافظ کہتے ہیں اس نے یہ دل میں کہا یا جو اس کے حکم میں ہے کہ زبان ہلے اور کان نہ سنیں۔ ② ممکن ہے کہ زبان نے کہا ہو ان کے ہاں کلام مباح ہو۔ جیسا شروع زمانہ اسلام میں تھا۔ یزید بن حوشب کی روایت ہے کہ اگر جریج عالم ہوتا تو جان لیتا کہ ماں کی بات کا جواب دینا (نفلی) نماز سے اولیٰ ہے (فتح الباری) فقالت اللھم لا تمته حتی ینظر الی وجه المومسات۔ اعرج اور ابوسلمہ کی روایت میں ہے: حتی ینظر فی وجوہ المیامیس: عمران بن حصین کی روایت میں ہے: فغضبت وقالت اللھم لا یموتن جریج حتی ینظر فی وجوہ المومسات۔

فتذاکر بنو اسرائیل جریج و عبادته: بنی اسرائیل میں جریج کی عبادت مشہور ہوگئی۔

و کانت امراۃ بغی: بغی زانیہ کو کہتے ہیں یہ فعول فاعل کے وزن پر صبی والی تعلیل ہے اس کے ساتھ تا کی ضرورت نہیں جیسا امراۃ صبور' شکور کہتے ہیں۔ ② فعیل بمعنی فاعل ہے۔ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے تا آخر میں طالق' حائض کی طرح نہیں آتی۔ (فتح الباری)

یتمثل بحسنها: اس کے حسن کو بطور مثال ذکر کیا جاتا تھا۔ فقالت ان شئتم لا فتننه: احمد کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔ فقالوا قد شئنا: حافظؒ کہتے ہیں اس عورت کا نام معلوم نہیں مگر حدیث عمران میں اس کو بستی کے حاکم کی بیٹی بتایا گیا ہے۔ مگر اعرج کی روایت ہے کہ وہ اس کے گرجا میں بکریاں چرانے کے دوران پناہ لیتی۔ احمد نے ابو رافع کی روایت بھی اسی طرح نقل کی ہے۔ ابوسلمہ کی روایت میں ہے: کان عند صومعته راعی ضأن او راعیة معز: ان روایات کو جمع ممکن ہے کہ وہ اپنے والد کے گھر سے اوپرے لباس میں نکلتی ہو۔ اس کا کام فساد چھپانا ہوتا تھا تبھی اس نے ذمہ داری قبول کی کہ وہ اس کو فتنہ میں مبتلا کر یگی۔ اس نے داعیہ کی صورت میں جریج کو فتنہ میں مبتلا کرنے کے لئے حیلہ کیا تاکہ اس کے گرجا کی دیوار کا سایہ لے سکے۔

فتعرضت له فلم یلتفت الیها: کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حسین صورتوں پر نگاہ سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ جب وہ لوگوں سے وعدہ

کے باوجود اس کو فتنہ میں مبتلا کرنے سے عاجز رہی ہو تو الی صومعته۔ جریج کے گرجا میں پناہ لینے والے چرواہے کے ہاں گئی۔ فامکنته من نفسها: اسے زنا کیا تا کہ حمل کو جریج کی طرف منسوب کر سکے تا کہ لوگوں سے وعدہ والی بات درست ہو جائے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو تو وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ فلما ولدت: جب مدت حمل پوری ہو گئی تو اس نے لڑکا جنا اور کہنے لگے یہ جریج سے ہے۔ احمد کی روایت میں اضافہ ہے: فاخذت و کان من زنی منهم قتل فقیل لها ممن هذا فقالت هو من صاحب الصومعة: اعرج کی روایت میں ہے: من صاحبك؟ قالت جریج امراهب نزل الی فاصابني: ابوسلمہ کی روایت میں ہے: فذهبوا الی الملك فاخبروه فقال ادركوه فاتوني به: تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ زانی قتل ہو چکا تھا۔ اس عورت کا حمل ظاہر ہوا تو اس نے جریج کا نام لگایا' حاکم کے ہاں شکایت ہوئی اس نے گرفتاری کا حکم دیا۔

فاتوه فاستنزلوه وهدموا صومعته: ابی رافع کی روایت میں فاقبلوا بفئوسهم ومساحیهم الی الدیر ففادوه فلم یکلمهم فاقبلوا یهدمون دیره: عمران بن حصینؓ کی روایت میں: فما شعر حتی سمع الفئوس فی اصل صومعته فجعل یسالهم ویلکم مالکم؟ فلم یجیبوه فلما رای ذلك اخذ الحبل فتدلی: لوگوں نے کسیوں سے اس کے گرجے کو گرانا شروع کیا۔ یہ مجبور ہو کر نیچے لٹک آیا جونہی ان کے ہاتھ آیا وہ وجعلوا یضربونه: مارنے لگے۔ ابو رافع کی روایت میں ہے: فقالوا ای جریج انزل فاتی یقبل علی صلاته فاخذوا فی هدم صومعته فلما رای ذلك نزل فجعلوا فی عنقه وعنقها حبلاً فجعلوا یطوفون بهما فی الناس۔ ابوسلمہ کی روایت میں ہے فقال له الملك' ویحك یا جریج! کنا نراك خیر الناس فاحبلت هذه' اذهبوا به فاصلبوه: روایت عمران میں ہے: فجعلوا یضربونه' ویقولون مراء تخادع الناس بعملك" اعرج کی روایت میں ہے: "فلما مرّ نحو بیت الزوانی ضحك' فقالوا لم تضحك؟ حتی من الزوانی": حاصل روایات یہ ہے وہاں سے اتار کر بازاروں میں ذلیل کیا' مار پیٹ کی پھر بادشاہ کے پاس لے گئے اس نے ملامت کی اور سولی کا حکم دیا۔ جب گزرتے ہو زانی عورتوں کے مکان کے پاس سے گزرے تو یہ ہنس پڑا۔ لوگوں نے کہا تو کیا ہنستا ہے تو تو خود زانی ہے۔

فقال ما شأنكم فقالوا زینت بهذاه البغی فولدت منك: اس نے کہا تمہیں کیا ہے؟ انہوں نے کہا تو نے زنا کیا اور اس کے ہاں بچہ تجھ سے پیدا ہوا تو اس نے کہا۔

این الصبی فجاءوا به: انہوں نے لڑکے کو حاضر کیا۔

فقال دعونی: اس نے کہا مجھے گالی گلوچ اور ضرب سے چھوڑ دو۔ حتی اُصلی: تا کہ میں نماز پڑھ لوں۔ مصائب میں نماز کی طرف پناہ لینی چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو آپ ﷺ نماز کی طرف جلدی کرتے (جلالین فی البقرہ) ابن حجرؒ نے تخریج احادیث کشاف میں لکھا ہے۔ طبرانی نے اس کو اپنی تفسیر میں تفسیر حذیفہ سے اس طرح نقل کیا ہے۔ اخرجہ احمد' ابوداؤد عن حذیفہ بلفظ کان اذا حزبه امر صلی' بیہقی نے اس کو قصہ خندق میں مطولاً نقل کیا ہے۔ (تخریج احادیث کشاف ابن حجر)

فصلی: اس روایت مطلق نماز کا تذکرہ ہے۔ حدیث عمران میں دو رکعت اور وہب بن جریر کے ہاں "فقام وصلی ودعا":

کے الفاظ ہیں۔غرض اس سے نماز پڑھ کر دعا کی۔

**فلما انصرف**: جب وہ نماز سے فارغ ہوا۔**اتی الصبی فطعن فی بطنه**: اس نے بچے کے پیٹ کو کچوکا دیا اور ابن حجرؒ کہتے ہیں ابن المبارک کی مرسل روایت میں ہے کہ اس نے مہلت مانگی انہوں نے مہلت دے دی اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ عورت کے پیٹ پر ضرب لگا کر کہے: **ایتها السخلة من ابوك**؟: اے بکری کے بچے تیرا باپ کون؟ خواب سے بیدار ہو کر اس نے اسی طرح کیا۔

**فقال فلان الراعی**: فلاں چرواہا۔ابورافع کی روایت میں "**ثم مسح راس الصبی فقال من ابوك؟ قال راعی الضان**" روایت احمد میں "**فوضع اصبعه علی بطنها**"۔روایت ابوسلمہ میں **فاتی بالمرأة والصبی وفمه فی ثدیها فقال له جریج یا غلام من ابوك فنزع الغلام فاه من الثدی وقال راعی الضان**"۔اور عمران کی روایت میں ہے: "**ثم انتهی الی شجرة فاخذ منها غصناً ثم اتی الغلام وهو فی مهده فضربه بذلك الغصن فقال: من ابوك**؟: اور تنبیہ الغافلین سمرقندی میں بلاسند اس طرح ہے: "**انه قال للمرأة این اصبتك؟ قالت تحت الشجرة فاتی تلك الشجرة فقال لها یا شجرة اسئلك بالذی خلقك من زنا بهذه المرأة؟ فقال كل غصن منها: راعی الغنم**"۔ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کو چھوا گیا یا ماں کو کچوکا دیا گیا تو بچے نے بول کر بتلایا کہ اس کا باپ چرواہا ہے۔بعض نے واقعات کو متعدد بنایا مگر وہ درست نہیں اور بچے کو ماں کے پیٹ میں اور باہر بلایا ہے مگر یہ بعید ہے۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں اس راعی اور بچے کا نام معلوم نہیں۔البتہ بخاری میں کا بوس کا لفظ ہے جس کا معنی چھوٹا ہے۔(فتح الباری)

**فاقبلوا علی جریج یقبلونه ویتمسحون به**: وہب بن جریر کی روایت میں "**فوثبوا الی جریج فجعلوا یقبلونه**" اعرج نے یہ اضافہ کیا: **فابرأ اللّٰه جریجًا واعظم الناس امر جریج**۔لوگوں نے جریج سے معافی مانگی اور اس کی عظمت کو مان گئے۔

**وقالوا نبنی لك صومعتك**: ہم نے جو گرجا گرایا دوبارہ بنا دیتے ہیں۔جیسا کہ ابورافع کی روایت میں ہے: **من ذهب قال لا اعیدوها من طین كما كانت ففعلوا**: اس نے کہا پہلے کی طرح مٹی سے بنا دو۔ابوسلمہ کی روایت میں اضافہ ہے "**فرجع الی صومعته فقالوا باللّٰه مم ضحكت؟ فقال ما ضحكت الامن دعوة دعتها علی امی**؟: لوگوں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتلایا میں تو والدہ کی بددعا سے ہنسا۔

**فوائد**: اس سے ثابت ہوا نفلی نماز سے ماں کی بات کا جواب افضل ہے۔شاید اسے خیال ہوا ہو کہ وہ اس سے گرجا چھوڑانا چاہتی ہے۔اس کو یہ بات ممکن تھی کہ نماز میں تخفیف کر کے وہ ماں کی بات سن لیتا۔حافظ کہتے ہیں وہ اس کے پاس آتی اور کلام کرتی اور صرف دیکھنے پر قناعت کر لیتی اور اس نے خشوع میں خلل کے ڈر سے نماز میں تخفیف نہ کی۔پہلے یزید بن حوشب کی مرفوع روایت گزری ہے کہ اگر جریج فقیہہ ہوتا تو نفلی نماز پر ماں کی بات کو ترجیح دیتا' یہ روایت حسن بن سفیان نے بیان کی۔جب اس روایت کے مطلق ہونے کا احتمال ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ نماز فرضی ہو یا نفلی دونوں کا قطع کرنا جائز ہے۔رویانی نے اسی طرح مذہب شافعی رحمۃ اللہ بیان کیا ہے۔مگر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر نماز نفلی ہو اور والدین کو ایذا پہنچنے کا خطرہ ہو تو اجابت لازم ہے اور اگر فرض ہو اور وقت نماز بھی تنگ ہو تو اجابت ضروری نہیں اور اگر والدین کو تنگی نہ بھی ہو تب بھی

امام الحرمین کے ہاں واجب ہے مگر دیگر علماء نے اس کی مخالفت یہ کہہ کر کی ہے کہ شروع سے تو ہر عبادت لازم ہو جاتی ہے۔ مالکیہ رحمہم اللہ کے ہاں والد کی بات کو قبول کرنا نوافل کو توڑنے سے افضل ہے اور قاضی ابوالولید باجی نے کہا یہ صرف والد کے ساتھ خاص ہے نہ کہ والدہ کے ساتھ اور ابن ابی شیبہ میں محمد بن المنکدر کی ایک مرسل روایت اس کی مؤید ہے۔ مکحول کا بھی یہی قول ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ صرف انہی کا قول ہے۔

حدیث پاک میں والدین کے ساتھ احسان کو عظیم نیکی قرار دیا گیا اور ان کی آواز پر لبیک کہنے کا حکم ہے خواہ لڑکا معذور ہی کیوں نہ ہو لیکن بلانے کے مقاصد کے لحاظ سے حکم بدل جائے گا۔

**فوائد:** ① اس روایت میں بتلایا گیا کہ تابع پر نرمی کرنی چاہئے اگر ام جریج غصے میں نرمی نہ کرتی تو فاحشہ میں مبتلاء یا قتل کی بددعا کرتی۔ ② جو اللہ تعالیٰ سے درست معاملہ کرتا ہے اس کو فتنے نقصان نہیں دیتے۔ ③ جریج کی زبردست قوت یقین اور اللہ تعالیٰ سے قوی امید کا پتہ چلتا ہے۔ ④ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے لئے ابتلاء سے نکلنے کی راہ نکال دیتے ہیں اور بعض اوقات اضافہ ثواب اور تہذیب نفس کے لئے اس ابتلاء کو لمبا کر دیتے ہیں۔ ⑤ کرامات اولیاء برحق ہیں اور کرامت موقعہ کی مناسبت سے ان کے چناؤ کے مطابق اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں۔ ⑥ وضو صرف اس امت سے خاص نہیں البتہ اس امت کے ساتھ غرہ اور تحجیل (اعضاء وضو کی سفیدی) خاص ہے۔ (فتح الباری)

**بینما صبی یرضع من امه:** بین کا لفظ الف آنے کی وجہ سے اضافت سے الگ ہو گیا بقول ابن حجرؒ اس بچے اور ماں کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

**فمر رجل:** ایک آدمی گزرا۔ خلاس عن ابی ہریرۃ کی روایت میں "فارس متکبر" ہے (احمد) **راکب علی دابه فارهة وشارة:** شاندار گھوڑے پر ٹھاٹھ سے جا رہا تھا۔

**فقالت امه:** **الثدی:** جمع اثد وثدی ثدوی: (الصحاح) مذکر و مؤنث کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ تہذیب اللغوی میں بھی اسی طرح ہے۔ مگر ابن فارس نے کہا **الثدی:** یہ عورت کیلئے خاص ہے۔ اس وجہ سے مرد کے لئے **ثندوه** اور **ثندؤة:** بولتے ہیں۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ **"ان رجلا وضع ذباب سیفه بین ثدییه"** اس روایت سے پہلی بات کی تصدیق ہوتی ہے واللہ اعلم۔

**نظر الیه:** عبرت کی نگاہ سے دیکھا کیونکہ الہام باری سے اس کی پوشیدہ حالت کی اطلاع مل چکی تھی۔ **لا تجعلنی مثله:** ظلم و تکبر میں مجھے اس جیسا نہ بنا۔ اگرچہ وہ آدمی حسن صورت رکھتا تھا مگر مدار حسن باطن اور انوار باطنیہ پر ہے۔ پھر دودھ پینے لگا۔

**مروا بجاریة وهم یضربونها:** بخاری باب بدء الخلق میں مر ہے۔ نیز **امة:** کے لفظ ہیں۔ احمد کے ہاں تضرب ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں خلاس کی روایت میں حبشیہ یا زنجیہ ہے اور روایت اعرج میں **یجرونها ویلعب بها:** دوسری روایت کا یہی معنی ہے **فجروها حتی القوها:** اس کو کھینچ کر نیچے پھینک دیا۔

**هی تقول حسبی الله:** میرے لئے اللہ کافی ہے۔ **نعم الوکیل:** اپنی برأت کے لئے اسی کلمہ پر اکتفاء کیا وہ زنا و سرقہ کی تہمت کا انکار کر رہی تھی وہ جانتی تھی کہ جو اپنے مولیٰ پر اعتماد کرتا ہے وہ اس کے لئے دنیا و آخرت میں کافی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ومن یتوکل علی الله فهو حسبه الایة:** (جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے) ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو یہی قول ان کے نوک زبان پر تھا

حسبي الله ونعم الوكيل۔

فقالت امه اللهم لا تجعل ابني مثلها: ماں کی نگاہ ظاہر پر تھی کہ اس کی تحقیر کی جا رہی ہے اور برے فعل کی وجہ سے مارا جا رہا ہے۔ فترك الرضاع ونظر اليها: بچے نے اس کو دیکھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ یہ اس تہمت سے بری ہے اور مظلوم ہے تو وہ پکار اٹھا۔ اللهم اجعلني مثلها: اے اللہ مجھے گناہوں کی مزاولت سے اس طرح بری کر دے۔ تمناء بلاء مراد نہیں کہ اس پر بھی تہمت لگے یہ ممنوع ہے جیسا ارشاد ہے: لا تمنوا لقاء العدو: الحدیث فهنا لك تراجعا الحديث فقالت۔ اس حالت میں اس کی والدہ سے پوچھا کہ تم نے میری بات کی مخالفت کیوں کی ہے اور میری بات سے معارضہ کیوں کیا ہے۔

مرّ رجل حسن الهيئة: شاندار سوار گزرا میں نے اس کے حسن و جمال اور عمدہ ہیئت کو دیکھ کر۔

اللهم اجعل ابني مثلهٗ فقلت اللهم لا تجعلني مثله: اے اللہ میرے بیٹے کو ایسا بنا تم نے کہا اے اللہ نہ بنا۔ ومروا بهذه الامة وهم يضربونها ويقولون زنت هذه: اشارہ قریب قرب قصہ کی وجہ سے لائے۔ لونڈی کے گزرنے اور ضرب و شتم کو دیکھ کر کہا میں نے کہا اے اللہ اس جیسا نہ بنانا تم نے کہا بنانا۔ اس کا کیا سبب ہے۔

لڑکا والدہ کو کہنے لگا: ان ذلك الرجل جبار: وہ ظالم تھا۔ روایت احمد میں اما الراكب ذوالشاره فجبار من الجبابرة: اور روایت اعرج میں فكانهٗ كافرٌ: اور مختصر القاموس جبار وہ ہے جو سرکش ہو۔ جس کے دل میں رحمت بالکل نہ ہو۔ ناحق قتل کرے۔ موٹا طاقتور لمبے قد والا جبار کہلاتا ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے تمام معانی اس پر فٹ آ سکتے ہیں۔ لڑکا کہنے لگا اسی وجہ سے میں نے کہا: اللهم لا تجعلني مثله: اے اللہ مجھے اس جیسا ظالم و جابر نہ بنانا جو انسانیت اور دین دونوں کے لئے تباہی کا باعث ہے۔

ان هذه يقولون زنيت لم تزن مرقت ولم تسرق فقلت اللهم اجعلني مثلها: یہ لونڈی جس کا قصہ ابھی گزرا۔ لوگ کہتے ہیں اس نے زنا کیا حالانکہ اس نے زنا نہیں کیا۔

لم تزن: یہ جملہ معترضہ ہے یا تقدیر مبتداء پر محل حال میں ہے اور وہ کہتے ہیں چوری کی ہے

ولم تسرق: یہ جملہ معترضہ ہے كذا قال البيضاوي في التفسير): حالانکہ اس نے چوری نہیں کی۔ میں نے کہا اے اللہ مجھے اس کی طرح گناہ سے بری بنا دے۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں دنیا دار ظاہر حال پر جاتے ہیں اور پراگندہ حالت والے سے نفرت کرتے ہیں۔ اہل حقیقت حسن سیرت پر نگاہ رکھتے ہیں ظاہراً پراگندگی کی پروا نہیں کرتے جیسا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قارون کے حامیوں کے متعلق ذکر کیا: ﴿يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ○ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ﴾

فائدہ: والدین فطری طور پر اپنی اولاد سے شر کو دور اور خیر کو اس میں دیکھنا چاہتے ہیں ماں کی مامتا نے اپنا تذکرہ چھوڑ دیا۔ (فتح الباری)

المومسات: یہ جمع مومسۃ ہے اس کی جمع مواميس بھی ہے اس سے فاجرہ عورت مراد ہوتی ہے خواہ زانیہ ہو یا نہ (الصحاح)

فارهة: ماہر گویا نفاست صفت بن گئی۔

شارہ: قابل تعجب حسن والا ذکو اس سے پہلے مقدر مانا گیا بخاری کی ایک روایت میں بھی موجود ہے۔ سپہ سالار (فتح الباری) حسنہ کی صفت لفظ شارہ کے لحاظ سے ہے۔

حديث الصبي و حديثها: عورت کی بات کو مؤخر لانا شرف ذکر کی وجہ سے ہے واللہ اعلم جبکہ انسب یہ تھا کہ حدیثہا کو پہلے لایا جاتا ہے۔

تخریج: أخرجه البخاري (١٢٠٦) ومسلم (٢٥٥٠) حافظ کہتے ہیں: بخاري بدء الخلاق، المظالم عن ابي هريرة، وعن اعرج في اواخر الصلاة، مسلم و احمد عن ابو رافع ابو سلمه عن عمران، ابوهريره رضي الله عنهما (فتح الباري) مسلم في الاستيذان (حافظ مزى في الاطراف) مگر یہ درست نہیں بلکہ وہ باب البر والصلة میں ہے۔

الفوائد: ① جب معاملات میں تعارض آ جائے تو اہم ترین سے ابتداء کی جائے۔ ② والدین کا حق اولاد پر بہت بڑا ہے۔ ③ ابتلاء و شدائد میں اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے لئے ضرور راہ نکال دیتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجا﴾ (الطلاق: ۲) ④ نیک لوگوں پر تکالیف ان کی مزید تہذیب اور ترقی درجات کے لئے آتی ہیں۔ ⑤ اہل دنیا کی نگاہ ظاہر پر جمی ہوتی ہے جیسا قارون کے جلوس کو دیکھنے والے۔ ⑥ انسان کی فطرت ہے کہ اپنی اولاد کو نفع پہنچانے میں مقدم رکھتا ہے۔

# ٣٣: بَابُ مُلَاطَفَةِ الْيَتِيْمِ وَالْبَنَاتِ وَسَآئِرِ الضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْمُنْكَسِرِيْنَ وَالْاِحْسَانِ اِلَيْهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَالتَّوَاضُعِ مَعَهُمْ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لَهُمْ!

## باب: یتیم اور بیٹیوں اور سب کمزوروں اور مساکین و درماندہ لوگوں کے ساتھ نرمی اوران پر احسان و شفقت کرنا اوران کے ساتھ تواضع اور عاجزی کا سلوک کرنا

الیتیم: وہ چھوٹا بچہ جس کا باپ نہ ہو۔ ابن السکیت کہتے ہیں یتیمی انسانوں میں باپ کی طرف سے اور بہائم میں ماں کی جانب سے ہوتی ہے۔ ابن خالویہ کہتے ہیں پرندوں میں ماں باپ دونوں کے فقدان سے کیونکہ وہ اسے چوگ دیتے ہیں۔ شیخ زکریا کہتے ہیں کہ یہ تمام پرندوں میں نہیں پایا جاتا۔ (شرح التنقیح)

البنات: انسان کی بیٹیاں خاص طور پر ذکر اس لئے کیا کہ بعض لوگ ان سے اکتاتے اور ان پر ظلم کرتے ہیں۔ بنات جمع مؤنث سالم ہے اس کا واحد بنت ہے۔ اس کی تا کو اسی طرح حذف کیا جیسے مسلمۃ کی تا کو وہ تانیث جو مسلمات میں ہے اس کی حالت

نصی کسرہ کے ساتھ وارد ہوتی ہے جیسا کہ اس ارشاد میں: اصطفی البنات۔

سائر الضعفۃ: سے مراد غلام ولونڈیاں۔ والمساکین محتاج یہاں فقراء بھی اس میں شامل ہیں۔ بقول شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب یہ لفظ فقیر کے ساتھ آئے تو جدا معانی ہوں گے اور جب اکیلا اکیلا استعمال ہو تو ایک دوسرے کے معنی کو شامل ہوں گے۔ مسکین یہ مفعیل کے وزن پر ہے۔ السکون اس کا مصدر ہے۔ قرطبی کہتے ہیں گویا قلت مال کی وجہ سے اس کی حرکات سکون میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾ یعنی مٹی سے چمٹا ہوا (تنگدست) والمنکسرین: کسی مصیبت کے موقعہ پر جو ان پر اتر پڑے۔ والاحسان الیھم: ان پر سخاوت کر کے یا اس سے ایذا کا ازالہ کر کے یا پاکیزہ بات کہہ کر مثلاً امر بالمعروف یا نہی عن المنکر یا دعا کر کے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''تم احسان کرو اللہ تعالیٰ کو مخلص لوگ پسند ہیں''۔

والشفعۃ علیھم: ان پر مہربانی اور رحمت کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرمایا: ﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا﴾ اور اس کا سبب ان کی خیر خواہی ہے اور ان کے لئے اسی چیز کو پسند کرنا جو آپ کو پسند ہو۔

والتواضع: نرمی اختیار کرنا۔ واخفض الجناح: یہ تواضع پر عطف تفسیری ہے اور ملاطفۃ پر عطف الخاص علی العام کی قسم سے ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں خفض جناح تواضع سے کنایہ ہے۔ (ابوحیان فی النہر)

## آیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [الحجر:۸۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آپ اپنے بازو کو مسلمانوں کے لئے جھکائیں''۔ (الحجر)

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ: یعنی ان سے نرم رویہ اختیار کرو۔ یہ خفض الطائر جناحہ سے مستعار لیا گیا جبکہ پرندہ نیچے اترنے کا ارادہ کرے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو محاسن اخلاق اور مکارم پر ابھارا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ [الکہف:۲۸]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھیں جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اسی کی ذات کے طالب ہیں اور دنیا کی زندگی کی رونق کے سبب اپنی نگاہوں کو ان سے آگے مت بڑھائیں''۔ (الکہف)

قال تعالٰی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ: اپنے آپ کو ان کے ساتھ روک کر رکھیں جو صبح شام اللہ تعالیٰ کو پکارنے یعنی تمام اوقات میں اس

کی عبادت کرتے ہیں۔ غداۃ اور عشی یہ دونوں لفظ دوام زمانہ سے کنایہ ہیں۔ صبح و شام مراد نہیں۔ ② ان دو اوقات کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ یہ مشغولیت کے اوقات ہیں۔ جب باوجود مشغولیت کے وہ ان اوقات میں غفلت برتنے والے نہیں تو دوسرے اوقات میں تو وہ خود پابند ہوں گے۔

**اَلنَّحْو : یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ** وجہ بول کر ذات مراد لی گئی ہے۔ یہ جملہ یدعون کے فعل سے محل حال میں ہے۔ **وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ**: رؤسا قریش جو کہ صاحب حیثیت ہیں ان کی طرف ان سے غرباء سے ہٹا کر آپ کی نگاہ رؤسا کی طرف تجاوز نہ کرنی چاہئے۔

**تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا**: دنیا کی زندگی کی زینت کا ارادہ کرتے ہوئے۔ یہ جملہ ضمیر مجرور سے محل حال میں ہے اور عین سے بھی درست ہے کیونکہ مضاف اس کا بعض حصہ ہے۔ آیت کا سبب نزول سابقہ باب میں بیان کر آئے۔

**وَقَالَ تَعَالٰی:**

﴿فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ [الضحی: ۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''پھر یتیم پر سختی نہ کر اور سائل کو مت ڈانٹ''۔ (الضحی)

قال تعالٰی فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ الایۃ: ابوحیان کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے اس کی تحقیر مت کرو گویا ابوحیان نے لازم سے تفسیر کی ہے کیونکہ اس سے اس کے مال وغیرہ پر زبردستی کرنا لازم آتا ہے۔ بیضاوی کہتے ہیں اس کے ضعف کی وجہ سے اس کے مال پر غلبہ مت کرو ایک قراءت میں فَلَا تَكْهَرْ پڑھا گیا ہے جس کا معنی ترش روئی مت اختیار کر۔ اما السائل: بظاہر مانگنے والا۔ فلا تنھر: اس کو مت ڈانٹ بلکہ اس کو دو یا اچھے طریقے سے جواب دے دو۔

**وَقَالَ تَعَالٰی:**

﴿اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ، فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ﴾

[الماعون: ۱-۳]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کیا آپ نے غور فرمایا اس شخص کی حالت پر جو دین کو جھٹلاتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی کسی کو ترغیب نہیں دیتا''۔

(الماعون)

قال تعالٰی: اَرَءَیْتَ الَّذِیْ: بیضاوی کہتے ہیں یہ استفہام تعجبی ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں یہاں ارایت یہ اخبرنی کے معنی میں ہے۔ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ ایک الذی ہے اور دوسرا محذوف ہے ای لیس مستحقاً للعذاب۔ (النھر)

الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ: دین کا معنی جزاء و بدلہ یا اسلام۔ الذی: جنس و عہد دونوں کا احتمال رکھتا ہے مگر فذلك الذی یدع الیتیم: یہ دوسرے قول کا مؤید ہے۔ معنی یہ ہے: یتیم کو سخت دھکے دیتا ہے اور ① اس سے ابوجہل مراد ہے جو کہ ایک یتیم کا وصی تھا۔ وہ اپنا مال لینے کے لئے اس کے پاس اس حالت میں آیا کہ وہ ننگا تھا اس نے اسے دھکے دے کر نکال دیا۔ ② ابوسفیان

مراد ہے کہ اس نے کئی اونٹ ذبح کیے۔ ایک یتیم نے اس سے گوشت طلب کیا تو اس نے اپنی لاٹھی سے اس کو دھکیل کر نکال دیا۔ ③ ولید بن مغیرہ ہے۔ ④ بخیل منافق مراد ہے۔ اس میں یدعُ بمعنی یترک (چھوڑنا) بھی ایک قرأت ہے۔

**وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ**: وہ اپنے اہل اور دوسروں کو مسکین کو کھانے دینے پر آمادہ نہیں کرتا۔ یعنی نہ وہ خود مسکین کو کھانا دیتا ہے اور نہ دوسرے کو کہتا ہے۔ کیونکہ اس کو بدلے کا یقین نہیں۔ اطعام کی اضافت مسکین کی طرف کر کے بتایا کہ مسکین اس کا حقدار ہے۔ اولاً عمومی کفر کا تذکرہ کیا یعنی تکذیب حق۔ پھر اس پر مرتب ہونے والی ایذاء اور فائدہ سے مخلوق کو روکنا اس کا ذکر کیا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ملنے والی سزا کو بیان فرمایا: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ......

**تخریج**: اخرجه مسلم (۲۴۱۳) وابن ماجه (۴۱۲۸)

۲۶۴: وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سِتَّةَ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَا يَجْتَرِءُوْنَ عَلَيْنَا وَكُنْتُ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَجُلٌ مِنْ هُذَيْلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ لَسْتُ اُسَمِّيْهِمَا فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۲۶۴: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ آدمی تھے۔ ان میں سے دو کے نام میں بھول گیا باقی چار میں ایک میں تھا۔ مشرکین مکہ نے رسول اللہ سے کہا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں تاکہ یہ (اپنے کو ہمارے برابر سمجھ کر ہم پر) جرأت مند نہ ہو جائیں۔ ان میں میں اور ابن مسعود اور ہذیل کا ایک آدمی اور بلال اور دو آدمی جن کے نام مجھے یاد نہیں ہم تھے۔ آنحضرتؐ کے قلب اطہر میں جو اللہ نے چاہا آیا۔ پس آپؐ کے خیال میں یہ بات آئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ ......﴾ کہ ”آپؐ ان کو اپنے پاس سے مت ہٹائیں جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں“۔ (مسلم)

**اَللُّغَاتُ**: كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم ستة نفر: ستۃ نفر خبر اور مع یہ حال ہے ای اس حال میں کہ ہم آپ کی مصاحبت میں تھے۔ ⊙ مع خبر اور ستۃ نفر حال ہے۔

**النفر**: تین سے دس تک آدمیوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔ (الصحاح)

**الرهط**: دس سے کم مردوں کی جماعت جن میں عورت نہ ہو۔

**فقال المشركون**: اشراف قریش امیہ بن خلف وغیرہ نے کہا جیسا کہ اسباب النزول للواحدی میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا کے متعلق لکھا ہے کہ یہ امیہ بن خلف کے متعلق اتری۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غرباء کے اپنے پاس سے ہٹانے اور صنادید قریش کو قریب کرنے کا مشورہ دیا تو یہ آیت اتری۔ اس میں سلمان

الفارسی سے یہ بھی منقول ہے کہ مؤلفۃ القلوب عیینہ بن حصن' اقرع بن حابس اور ان کے قریبی لوگ آئے اور آپ ﷺ سے کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ﷺ صدر مجلس میں بیٹھتے اور ہم سے ان لوگوں اور ان کے لباسوں کی بدبو کو دور کرتے تو مناسب ہوتا تا کہ ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھتے' بات کرتے اور آپ ﷺ سے علم حاصل کرتے' ان کا اشارہ سلمان' ابوذر اور فقراء مسلمین کی طرف تھا جن کے پاس صرف اونی جبے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ﴿اتل ما اوحی الیک ...... انا اعتدنا للظالمین﴾ نازل ہوئی۔ اس روایت کو میرے چچا احمد بن ابراہیم علان بکری نے علوم مجموعۃ العلوم میں ذکر کیا ہے۔ غرض مشرکین نے کہا۔ اطرد هؤلاء: ان چھ مذکور کو پاس سے دور کرنے کا کہا۔ ان کے ہوتے ہوئے وہ بیٹھنا پسند نہ کرتے تھے اس میں اپنی تحقیر شان خیال کرتے اور ان کی غربت کی وجہ سے ان کو ذلیل قرار دیتے تھے۔ روایت میں تمام کی طرف قول کو منسوب کیا گیا کیونکہ سب اس پر راضی تھے۔ لا یجترؤن علینا تا کہ یہ ہم پر جری نہ ہوں اور ہم ان سے عار محسوس نہ کریں۔ وکنت: سعد ابن مسعود ہذیل کے آدمی کا نام معلوم نہیں بلال اور دو آدمی جن کا نام میں نہیں لیتا۔ گویا ابوبکر و علی رضی اللہ عنہم مراد ہیں ان کے نام نہ ذکر کرنے کی شاید یہ وجہ ہو کہ ان کے متعلق مجلس سے دوری کا مطالبہ انتہائی تعجب انگیز تھا کیونکہ یہ سرداران قریش سے تھے۔ شاید ان کو اٹھانے کا مطالبہ اسلام میں ان کے مخالف ہونے کی وجہ سے تھا۔ مقصد یہ تھا کہ ان کی تحقیر ہو جائے مگر انوار الٰہی کو دشمن پھونکوں سے کیونکر بجھا سکتا ہے۔

فوقع فی نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما شاء ان یقع کہ ان کو وقتی طور پر ہٹا دیں تو کوئی فرق نہیں کیونکہ ایمان ان کے دلوں کی بشاشت میں پہنچ چکا جس کا اس سے کسی کے جدا ہونے کا نہ خطرہ نہ خدشہ رہا مشرکین کو قریب کرنے کا مقصد ان کے اسلام اور ان کی قوم کے اسلام کی طمع تھی۔ اس کی نظیر حنین کے غنائم ہیں جو مؤلفۃ القلوب کو دیئے گئے' بعض محتاج مسلمانوں کو چھوڑ دیا گیا کیونکہ ان کے دلوں میں نور ایمان کا وقار ان کو تالیف سے بے نیاز کرنے والا تھا۔ یہاں بھی آپ ﷺ نے یہ خیال فرمایا کہ میرے اصحاب کی اس سے قدر و منزلت میں فرق نہ پڑے گا۔ فحدث نفسہ: یہ چیز حدیث نفس کے طور پر آپ ﷺ کے دل میں آئی۔ قرطبی کہتے ہیں بعض مفسرین نے لکھا آپ کو جب یہ بات پیش کی گئی تو آپ نے انکار کر دیا پھر انہوں نے کہا ایک دن ان کے لئے ایک ہمارے لئے اور انہوں نے اس کو تحریری طور پر لکھوانا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا قصد کیا اور علی رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ وہ تحریر لکھیں فقراء ایک طرف ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿ولا تطرد الذین﴾ آپ نے جو ارادہ فرمایا اس سے علی رضی اللہ عنہ کو روک دیا ہٹانے والا معاملہ ہرگز پیش نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فقراء کی تعریف فرمائی اور ان کے ساتھ اپنے کو روک رکھنے کا حکم دیا۔ ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر فرماتے: مرحباً بالذین عاتبنی اللہ فیھم۔ جب ان کے پاس بیٹھتے تو اس وقت تک آپ نہ اٹھتے جب تک وہ قیام کی ابتداء نہ کرتے۔

یدعون ربھم بالغداۃ: یعنی صبح کو اس سے توفیق و تیسیر مانگتے ہیں۔ والعشی: اور شام کو اپنی کوتاہیوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔ ② وہ فجر و عصر کے بعد اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ ③ وہ فجر و عصر کی نماز ادا کرتے ہیں۔ ④ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ پانچوں نمازوں کے پابند ہیں۔ ⑤ یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں وہ صبح و شام فقہاء کی مجالس میں بیٹھتے ہیں۔ ⑥ دوام عبادت مراد ہے اور دن رات کے ان دو اوقات کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کام کاج کے اوقات ہیں گویا جب وہ ان میں

غافل نہیں تو دوسرے اوقات میں غفلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

**یریدون وجھہ:** ① وہ اپنی عبادت و اعمال میں مخلص ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں نہ غیر کی طرف۔
② اس سے ان کا مقصود دیدار الٰہی ہے۔ جس کی ذات مخلوقات والے اوصاف سے پاک ہے۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (٢٤١٣) و ابن ماجه (٤١٢٨)

**الفوائد:** کسی مسلمان کی اس کے فقر و ضعف کی وجہ سے تحقیر جائز نہیں اور کسی آدمی کی اس کے جاہ و مرتبہ کی وجہ سے توقیر درست نہیں۔

٢٦٣ : وَعَنْ اَبِیْ هُبَيْرَةَ عَائِذِ ابْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِيِّ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ اَتٰى عَلٰى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَّبِلَالٍ فِیْ نَفَرٍ فَقَالُوْا مَا اَخَذَتْ سُيُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عَدُوِّ اللّٰهِ مَاْخَذَهَا ۔ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَّسَيِّدِهِمْ؟ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ : "يَا اَبَا بَكْرٍ لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ ، اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَاَتَاهُمْ فَقَالَ يَا اِخْوَتَاهُ اَغْضَبْتُكُمْ؟ قَالُوْا : لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اَخِیْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

قَوْلُهٗ "مَاْخَذَهَا" اَیْ لَمْ تَسْتَوْفِ حَقَّهَا مِنْهُ۔ وَقَوْلُهٗ "يَااَخِیْ" رُوِیَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الْخَآءِ وَتَخْفِيْفِ الْيَآءِ وَرُوِیَ بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ الْخَآءِ وَتَشْدِيْدِ الْيَآءِ۔

٢٦٣ : حضرت ابوہبیرہ عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بیعت رضوان کے شرکاء میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ ابوسفیان کا گزر سلمان صہیب اور بلال رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاس ہوا تو انہوں نے کہا کیا اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن میں اپنی جگہ نہیں لی (قتل نہیں کیا) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کیا تم قریش کے شیخ اور سردار کو یہ بات کہتے ہو؟ پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر اس کی اطلاع دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوبکر کہیں تم نے ان کو ناراض تو نہیں کر دیا۔ اگر تو نے ان کو ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا"۔ پس ابوبکر ان کے پاس آئے اور کہا اے میرے بھائیو! کیا تم مجھ سے ناراض ہو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اللہ آپ کو بخشے اے ہمارے بھائی! (مسلم)

**مَاْخَذَهَا :** اپنے حق سے اس کو پورا نہیں کیا یا اس سے اپنا حق وصول نہیں کیا۔

**یا اَخِیْ :** دوسری روایت میں یا اُخی ہے۔

**تشریح** ❁ **ابی ھبیرہ عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ عنہ:** یہ قبیلہ مزینہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ام عثمان اور ان کا بھائی اوس یہ دونوں عمرو کے بیٹے ہیں (اسد الغابہ) یہ بیعت رضوان والوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر موت اور عدم فرار کی بیعت کی۔ ان کی تعداد ۱۴۰۰ تھی۔ ایک روایت میں پندرہ سو۔ ممکن ہے اصل تعداد پہلی

اور ۱۰۰ آدمی اتباع اور کارندے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لقد رضی الله من المؤمن اذ یبایعونك﴾ اس کو بیعت رضوان اسی وجہ سے کہا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا باعث بنی۔

ابو سفیان: صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔اتی علی سلمان: صہیب' بلال' سلمان' ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ابوسفیان کا گزر ہوا۔ یہ صلح حدیبیہ کے موقعہ کی بات ہے جبکہ یہ کافر تھے۔فقالوا ما اخذت سیوف اللّٰہ فی عدو الله: کیا اللہ تعالیٰ کے اس دشمن کو مسلمانوں کی تلواریں نہیں لگیں۔فقال ابوبکر: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے ایمان کی طرف قائل کرنے اور راغب کرنے کے لئے کہا۔ اتقولون ھذا الشیخ قریش وسیدھم: تم قریش کے لیڈر کو یہ بات کہہ رہے ہو۔فاتی النبی صلی الله علیه وسلم: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خدمت نبوت میں آئے اور آ کر ماجرا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یا ابابکر لعلك اغضبتھم: شاید ان کو ڈانٹ کر تو نے ناراض کر دیا یا ان سے سخت سست کہا جو ناراضی کا سبب بن گیا ہو۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے غضب کا نتیجہ اس طرح تاکید سے ذکر فرمایا۔لئن کنت اغضبتھم لقد اغضبت ربك: کیونکہ یہ اللہ کے اولیاء ہیں۔حدیث قدسی ہے من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب: ربک کا لفظ لا کر بتلانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پالا' انعامات کئے' ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل کیا۔ یہ محض اس کا فضل و کرم ہے۔ جبلت انسان احسان کو پسند کرتی ہے اس کے احسانات اس کی محبت کو لازم کرنے والے ہیں اور جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کے متعلقین سے بھی محبت کرتا ہے۔ یہ فقراء اس کا لشکر و حزب ہیں اس لئے اس کو محبوب ہیں۔جس نے ان کو ناراض کیا اس نے غفلت اختیار کی اور غضب الٰہی کو دعوت دی۔اس سے اشارہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے محبت و نرمی برتنی چاہئے صالحین کا احترام اور ان کو ایذاء دینے سے بچنا چاہئے۔اس سے ان حضرات کا بڑا مرتبہ و مقام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معلوم ہوتا ہے۔

النحو: فاتاھم فقال: یا اخوتاہ: جب نداء میں استغاثہ ہو تو اسم منادیٰ کے شروع میں یا لزید: کی طرح لام داخل نہیں کرتے بلکہ آخر میں الف لگا دیتے ہیں جیسا اس شعر میں:

یا یزید الاھل نیل عز ☆ وغنی بعد فاقة وھوا،

محل استدلال یا یزیدا ہے اور اگر وقف کرو تو ہائے سکتہ لگا سکتے ہو جیسے اخوتاہ میں ہے (توضیح)

شاید صدیق نے منادیٰ پر وقف کیا یا ان کی لغت کے مطابق استعمال کیا غیر مندوب پر بھی حالے آتے ہیں۔

(شرح الجمل لابن السید)

اغضبتکم: اس بات سے جو میں نے تمہیں ابوسفیان کے متعلق کہی۔

قالوا لا: انہوں نے کہا نہیں ہم ناراض نہیں ہوئے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ صدیق نے نہ تو ان کی تحقیر کی ہے اور نہ ایذاء کا قصد کیا ہے بلکہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کے لئے وہ اس کی تالیف اور ایمان چاہتے تھے۔

یغفر الله لك: یہ جواب پر اضافی دعائیہ جملہ ہے۔

**لطیفہ**: ثعلبی کہتے ہیں صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دلال کے ہاتھ میں سامان دیکھا تو فرمایا کیا تو فروخت کرتا ہے؟ اس نے کہا لا یرحمک اللہ۔ آپ نے فرمایا: اس طرح کہو لا ویرحمک اللہ تاکہ دعا بددعا کے مشابہ نہ ہو جائے"۔

(اللطف واللطائف للثعلبی)

④ قاضی کہتے ہیں صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے اس طرح کا صیغہ بولنے سے منع کیا اور کہا اس طرح کہو: وعافاك الله اور اس پر اضافہ مت کرو۔ یعنی دعا سے پہلے لامت کہو کیونکہ وہ دعا صورۃً بددعا بن جائے گی (شرح مسلم نووی) بعض نے کہا اس طرح کہو: ویغفر اللّٰہ لك: بعض ادباء نے کہا یہ واؤ اصداغ سے بہتر ہے۔ یا اخی: اس انداز تخاطب سے اشارہ ہے کہ وہ ان کی کلام سے قطعاً متاثر نہیں ہوئے اور انہوں نے اس کو بہترین محامل پر حمل کیا ہے کیونکہ بھائیوں کے شایانِ شان یہی ہے اگرچہ آج کل یہ نایاب ہے (وباللہ المستعان)

فائدہ: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ہے کہ آپ نے فرمایا: لو كان العلم بالله ما لناله سلمان۔ ایک روایت میں لنا له رجال من فارس کہ اس کو فارس کے کچھ آدمی ضرور پالیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت کا فرمایا اور مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ہے علی ابوذر مقداد اور سلمان۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے سلمان علم العلم الاول والآخر بحر لا يترف هو منا اهل بيت: یہ بھی ان کا قول ہے: سلمان الفارسي مثل لقمان الحكيم۔ سلمان فارسی لقمان حکیم کی طرح ہے۔ صہیب رضی اللہ عنہ کے فضائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ① من كان يُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فليحب صهيباً حب الوالدة ولدها۔ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ صہیب سے اس طرح محبت کرے جیسا والدہ بیٹے سے کرتی ہے"۔ اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد ② صهيب سابق الروم وسلمان سابق فارس و بلال سابق الحبشه: (المفہم للقرطبی) اہل روم میں سبقت کرنے والے صہیب ہیں اور فارس میں سلمان اور حبشہ میں بلال"۔

ماخذها: یہ مد و قصر دونوں طرح درست ہے۔ یا اخی: صیغہ تصغیر ہے جو کہ محبت و ملاطفت کے لئے لاتے ہیں کسی شاعر نے کہا:

ما قلت حبيبي من التحقير ☆ بل يعذب اسم الشخص في التصغير

میں نے یا حبیبی تحقیر سے نہیں کہا بلکہ آدمی کا نام تحقیر سے لینا تکلیف دیتا ہے"۔

تخريج: أخرجه مسلم (٢٥٠٤)

الفوائد: ① اس روایت سے حضرت سلمان، صہیب و بلال رضی اللہ عنہم کی بارگاہ الٰہی میں عظمت معلوم ہوتی ہے۔
② مخلص ضعیف مسلمانوں سے ملاطفت اور اکرام و احترام کا معاملہ کرنا تقاضاء دین ہے۔

٢٦٤: وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا" وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ": اَلْقَائِمُ بِأُمُوْرِهٖ۔

٢٦٤: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی میں اشارہ فرمایا (مراد انتہائی قرب ہے)۔ (بخاری)

كَافِلُ الْيَتِيْمِ : یتیم کا نگران ۔

**النَّحْوُ** : انا و كافل اليتيم: هكذا خبر اور في الجنة محل حال میں ہے۔ ⑫ اس کا عکس بھی درست ہے پہلی صورت زیادہ بہتر ہے۔

**واشار** : زیادہ وضاحت اور معانی کو ذہن میں صورت محسوس میں ڈالنے کے لئے اشارہ مناسب ہے۔

**بالسبابه** : سے شہادت والی انگلی شیطان اس سے گالی دیتا ہے اس لئے یہ سبابہ کہلاتی ہے۔ **والوسطى** : اس حدیث کو سننے والے کو چاہئے کہ وہ اس پر عمل کرے وہ جنت میں رفاقت نبوت سے فیضیاب ہوگا جس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں۔

**فرج بينهما** : انگشت شہادت اور درمیانی میں فاصلہ کیا۔ اس نے اشارہ کیا کہ یتیم کی کفالت کرنے والے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے میں اتنا فاصلہ ہوگا۔ قرطبی کہتے ہیں یہ اسی طرح محاورہ ہے جیسے کہتے ہیں انا معه فيها و بحضرته حالانکہ ہر ایک اپنے اپنے درجے میں رہتا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے درجات کو تو کوئی غیر پہنچ ہی نہیں سکتا۔ انگلیوں کو قریب کرنے اور ملانے سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ معیت و حضور والا اجتماع ہوگا اور فاصلہ سے ہر ایک کا اپنے درجہ میں رہنا ظاہر کیا گیا ہے۔ (المفہم للقرطبی)

ایک روایت میں هاتين اذا اتقى کہ اس طرح ہوں بشرطیکہ وہ تقویٰ والا ہو یتیم کے حقوق کے سلسلہ میں اور یہ بھی احتمال ہے کہ جنت میں داخلہ کی حالت میں قرب مرتبہ مراد ہو جیسا کہ ابو یعلی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے۔ انا اول من يفتح باب الجنة فاذا امراة تبادرني فاقول من انت فتقول انا امراة قائمة على ايتام لي۔ میرے لئے سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اچانک میں ایک عورت کو پاؤں گا جو میرے ساتھ یا معاً بعد جنت میں داخلہ کے لئے جلدی کر رہی ہوگی میں کہوں گا تو کون ہے وہ کہے گی میں اپنے یتیموں کی کفالت کرنے والی ہوں"۔ اس روایت کی سند گزارے والی ہے۔ تبادرني کا معنی داخلہ میں تیزی اور مرتبہ میں بلندی دونوں ہو سکتے ہیں۔ حافظ عراقی کہتے ہیں کافل یتیم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت دینے میں شاید یہ حکمت ہو دخول جنت یا بلندی مرتبہ یا قرب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شان یہ ہے کہ ایسی قوم جو دین کے معاملے میں کچھ سمجھ نہ رکھتی تھی آپ ان کی کفالت کرنے والے مرشد و معلم تھے۔ اسی طرح یتیم کا کفیل اس کی نگرانی کرتا ہے جو اپنے دینی معاملے کو نہیں جانتا اور نہ دنیا کو جانتا ہے وہ اس کی راہنمائی کرتا اور تعلیم دلاتا' مؤدب بناتا ہے۔ پس مناسبت واضح ہوگئی۔ (حافظ عراقی)

(كهاتين اشاره باصابعه الوسطى والسبابه: کی نظیر قیامت والی روایت ہے انا و الساعة كهاتين و اشار باصابعه الوسطى و السبابه: قرب مراد ہے) (مترجم)

**كافل** : یتیم کی دینی دنیوی تعلیم خرچہ کپڑے' تربیت و تادیب سے کفالت کرنے والا۔

**قول نووی** : یہ فضیلت اس کو حاصل ہوتی ہے جو ذاتی مال سے یتیم کی کفالت کرے یا ولایت شرعیہ سے جو مال یتیم کا متولی ہو۔

**تخريج** : أخرجه أحمد (٨/٢٢٨٨٣) والبخاري (٥٣٠٤) وفي الأدب المفرد (١٣٥) وأبو داؤد (٥١٥٠) والترمذي (١٩١٨) وابن حبان (٤٦٠) والبيهقي (٦/٢٨٢)

**الفرائد** : ابن بطال کہتے ہیں جو اس روایت کو سنے اسے جنت میں رفاقت نبوت حاصل کرنے کے لئے اس پر عمل کرنا

چاہیے۔اس سے کفالت یتامیٰ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

۲۶۵: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ اَوْ لِغَيْرِهٖ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَاَشَارَ الرَّاوِیْ وَهُوَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَقَوْلُهٗ ﷺ "اَلْيَتِيمُ لَهُ اَوْ لِغَيْرِهٖ" مَعْنَاهُ :قَرِيْبُهٗ اَوِ الْاَجْنَبِیُّ مِنْهُ فَالْقَرِيْبُ مِثْلُ اَنْ تَكْفُلَهٗ اُمُّهٗ اَوْ جَدُّهٗ اَوْ اَخُوْهُ اَوْ غَيْرُهُمْ مِنْ قَرَابَتِهٖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۲۶۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ وہ اس کا قریبی ہو یا غیر۔ میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔راوی حدیث مالک بن انس نے سبابہ اور وسطی انگلی سے اشارہ کر کے بتلایا۔(مسلم) آپ ﷺ کا ارشاد اَلْيَتِيمُ لَهُ اَوْ لِغَيْرِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ یتیم خواہ اس کا قریبی رشتہ دار ہو یا اجنبی۔قریبی سے مراد اس کی ماں یا دادا یا بھائی یا ان کے علاوہ اور کوئی قریبی رشتہ داران کی کفالت کرے۔(مسلم)

**اَلنَّحْوُ**: کافل الیتیم له: ظرف مضاف الیہ سے حال بن سکتا ہے اور اضافت سے قبل بھی جائز ہے کیونکہ مضاف' مضاف الیہ میں عامل ہوتا ہے اس کی نظیر یہ آیت ہے: ﴿الیه مرجعکم جمیعا﴾ ② تیم کی صفت بن سکتا ہے اور جائز ہے کیونکہ الف لام جنس جس پر آئے وہ حکم نکرہ میں ہے۔له کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا دادا' چچا' بھائی یا اور کوئی قریبی ہو۔② لڑکے کا باپ مرجائے اور ماں اس کی کفیل بنے۔③ والدہ فوت ہوجائے اور والد تربیت میں اس کا قائم مقام ہو۔

شرح مسلم میں نووی نے بھی ایسی ہی بات کہی ہے۔خبر میں اخیر صورت کو شامل [illegible] وہ یتیم تو نہیں کیونکہ باپ کی موجودگی میں یتیم کہا۔

او لغیرہ: اجنبی ہو۔

کافل مبتداء' انا مبتداء ثانی' کھاتین فی الجنه: یہ خبر یا حال ہے۔پھر پہلے کی خبر بنی۔رابط اس میں اسم اشارہ ہے۔ مشار الیہ السبابه والوسطی ہیں جیسا کہ امام مالکؒ نے اشارہ کر کے بتایا۔یہ تبع تابعین سے ہیں سلسلۃ الذہب میں یہ سند ہے مالک عن نافع عن ابن عمر وفات ۱۷۹ھ ہے۔ولادت ۹۳ھ میں ہوئی۔بقول واقدی عمر ۹۰ سال تھی۔

(تقریب التہذیب للحافظ)

**تخریج**: اخرجه مسلم (۲۹۸۳)

۲۶۶: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ :لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ اِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ يَتَعَفَّفُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِیْ رِوَايَةٍ فِی الصَّحِيْحَيْنِ:

"لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِیْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلَ النَّاسَ"۔

۲۶۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مسکین وہ نہیں ہے کہ جس کو کھجور یا دو کھجوریں' اسی طرح لقمہ یا دو لقمے دے کر لوٹا دیں بلکہ مسکین تو وہ ہے جو سوال سے بچتا رہے"۔ (بخاری و مسلم) اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے ہاں چکر لگائے اور لقمہ دو لقمے اور کھجور دو کھجوریں اس کو واپس لوٹا دیں بلکہ مسکین وہ ہے جو اتنا مال نہ پائے جو لوگوں سے اس کو بے نیاز کر دے اور اس کی (مسکینی کو کسی طرح معلوم بھی نہ کیا جا سکے کہ اس پر صدقہ کیا جائے اور وہ خود لوگوں کے پاس کھڑے بھی نہ ہو کہ ان سے سوال کرے"۔

**تشریح** ۞ **ليس المسكين**: مساکین کی نوع میں صدقے کا زیادہ محتاج اور حقدار جو کہ مسکین کہلانے کا مکمل مستحق ہے۔
**الذي ترده التمرة**: جو سوال کرتا پھرتا ہے اپنی خوراک کے حاصل کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے یہ کامل مسکین نہیں۔ کامل مسکین وہ ہے **الذي يتعفف**: جو فقر و احتیاج کے باوجود سوال نہ کرے۔ یہاں گھومنے والوں سے مسکنت کی نفی نہیں بلکہ کمال مسکنت کی نفی ہے۔

**يطوف**: لوگوں سے چکر لگا کر مانگے۔

**النحو**: **ترده اللقمة**: یہ حال ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔ **لا يجد غني يغنيه**: اس سے مراد اس فائدہ مند یسر کی نفی ہے کیونکہ جو اصل یسار کے ساتھ ہوا سے دوسروں سے بے نیاز کر دے۔

**لا يفطن**: سوال پر اصرار نہ کرنے کی وجہ سے اس کی حاجت معلوم نہ ہو سکے یا غربت و مسکین کی وجہ سے وہ خود سوال نہیں کرتا۔

**تخریج**: موطا مالك ۱۷۱۳' احمد ۹۱۲۲/۳' بخاری' مسلم' ابو داؤد' نسائی' الدارمی ۳۷۹/۱' ابن حبان ۳۲۹۸' ابن خزیمہ ۲۳۶۳' بیهقی ۱۱/۷۔

**الفوائد**: صدقات کے لئے ایسے مساکین تلاش کرنے چاہئیں جو دیندار سوال نہ کرنے والے سوال میں اصرار نہ کرنے والے ہوں ان پر صدقہ کا ثواب زیادہ ہوگا۔

۲۶۷: وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "السَّاعِیْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" وَاَحْسَبُهُ قَالَ: "وَكَالْقَائِمِ الَّذِیْ لَا يَفْتُرُ وَ كَالصَّائِمِ الَّذِیْ لَا يُفْطِرُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۶۷: یہی حضرت ابوہریرہؓ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ بیواؤں اور مساکین کی خدمت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ راوی کے خیال میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس رات کے عبادت

گزار کی طرح ہے جو تھکتا نہیں اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو ہمیشہ روزے رکھتا ہو۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **الساعی**: جس کا زوج نہ ہو۔ عورت کا خاوند مر جائے تو **ارملہ** کہلاتی ہے۔ ابن سکین کہتے ہیں ارامل مسکین عورتیں اور مرد فقط مردوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ نووی کہتے ہیں یہ کہا گیا ہے ارملہ بیوہ کو کہتے ہیں۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں بیوہ کو کہتے ہیں خاوند کی موت سے اس کو فقر اور قلت زاد نے آ لیا۔ عرب کہتے ہیں ارمل الرجل: جب زاد راہ ختم ہو جائے۔ تو **ساعی الارملہ والمساکین**: وہ ہے جو ان کے خرچے کا ذمہ دار ہو۔ **کالمجاھد فی سبیل اللہ**: مجاہد سے تشبیہ دی کیونکہ عورت کی اصلاح' درستی حفاظت پر دوام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا مگر بڑے صبر اور نفس و شیطان کے ساتھ مجاہدہ کے ذریعہ۔ یہ دونوں اس ذمہ داری میں سستی پیدا کرتے اور اس کو بوجھ قرار دیتے ہیں بلکہ اس میں نیت کا بگاڑ پیدا کر کے برائی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اس لئے اس عمل پر مداومت قلیل و نایاب ہے اور بہت کم لوگ اس ذمہ داری میں سلامتی سے کنارے پر پہنچنے والے ہیں۔ جب توفیق الٰہی سے یہ میسر آ جائے تو اس سے یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ضعفاء کے دکھ کا ازالہ' ان کے لئے سد رمق کو باقی رکھنا' ان کی نہ صرف حاجت پوری کرنا بلکہ ان کی عزت کی حفاظت بھی کرنا۔ (المفہم للقرطبی)

**واحسبہ قال و کالقائم الذی لا یفتر و کالصائم الذی لا یفطر**: اوشک کے لئے ہے یعنی یا اس کے بدلے یہ فرمایا قائم سے مراد تہجد گزار ہے جو کہ عبادت کو دن رات دوام ثواب کے لئے عمل صالح میں مداومت اختیار کرنے والا ہے۔

**تخریج**: موطا مالك ۹٦۰' احمد ۳/ ۸۷٤۰' بخاری' الادب المفرد' مسلم' ترمذی' نسائی' ابن ماجه' ابن حبان ٤۲٤۵' بیهقی ٦/ ۲۸۳' نسائی (اطراف مزی)

**الفرائد**: مساکین و بیوگان کی معاونت کرنے والے اجر عظیم کے حقدار ہیں۔ کمزوروں کے دکھ کا ازالہ اور ان کی بھوک کا انتظام اور ان کی عزت کی حفاظت بڑا اجر رکھتی ہے۔

۲٦۸ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُمْنَعُهَا مَنْ يَّأْتِيْهَا وَيُدْعٰى اِلَيْهَا مَنْ يَّأْبَاهَا' وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مِنْ قَوْلِهٖ : بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى اِلَيْهَا الْاَغْنِيَآءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَآءُ"۔

۲٦۸: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: "کھانوں میں بدترین کھانا اس ولیمے کا ہے جس میں آنے والوں کو روکا جائے اور انکار کرنے والوں کو بلایا جائے (یعنی غرباء کو روکا اور امراء کو بلایا جائے) اور جس نے دعوت کو قبول نہ کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی"۔ (مسلم) صحیحین کی ایک روایت جو حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی مروی ہے کہ بدترین کھانا اس ولیمے کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے"۔

**تشریح** ۞ **شر الطعام**: یہ صیغہ اسم تفضیل ہے۔ تخفیف کے لئے ہمزہ کو حذف کیا ہے۔ روایت انس رضی اللہ عنہ میں

موجود ہے: سئل عن الاكل قائمًا فقال ذلك اشرُّ۔

**طعام الوليمة:** شادی کا کھانا (الصحاح) **يُمْنَعُهَا عن ياتيها:** جس سے فاقہ وحاجت طعام والے لوگ یعنی غربا و مساکین کو روک دیا جائے۔

**ويدعى اليها من ياباها:** یعنی امراء کو بلایا جائے۔ یہ پیشین گوئی ہے کہ عنقریب وقت آ رہا ہے جب ولائم میں مالداروں کی رعایت کی جائے گی خاص طور پر انہی کو دعوت دی جائے گی اور مجالس میں ان کا احترام ہوگا۔ جیسا آج کل سامنے ہے۔ **ومن لم يجب الدعوة:** ① دال کے فتحہ کے ساتھ بلانے کے معنی میں ہے۔ ② دال کے کسرہ کے ساتھ اور ماں باپ کی طرف نسبت کرنا۔ دال کے ضمہ کے ساتھ صدام کی طرف بلانا مگر یہ قطرب کا منفرد قول ہے (کتاب المثلث لابن السید)

**فقد عصى الله و رسوله:** خاص شرائط سے ولائم کی دعوت کو قبول کرنا لازم ہے۔

فرق روایت بخاری: بئس الطعام طعام الوليمة يدعى اليها الاغنياء و يترك الفقراء۔ (بخاری)

**النَّحْوُ:** بئس یہ فعل ذم ہے۔ الطعام اس کا اسم ہے۔ اس کا الف لام جنس یا عہد کا ہے۔ اس کا فاعل معرف باللام کی طرف مضاف یا ضمیر مبہم ہوتی ہے جس کی تمیز نکرہ منصوب آتی ہے۔ طعام الولیمہ شادی کا کھانا زادسفر (المصباح) شادی کے لئے تیار کیا ہوا کھانا (کذا فی النجم) ماوردی کہتے ہیں کھانے کی درستی اور لوگوں کو اس کے لئے بلانا یہ لفظ ولم سے بنا ہے جس کا معنی جمع ہونا ہے کیونکہ زوجین جمع ہوتے ہیں ہر خوشی کی دعوت کو کہتے ہیں خواہ ختنہ وغیرہ ہو مگر اب شادی کی دعوت کے لئے استعمال ہوتا ہے اور دوسرے مقام پر قید کے ساتھ آتا ہے مثلاً ولیمۃ الختان: (ماوردی) بظاہر روایت میں ہر خوشی کا کھانا مراد ہے۔ روایت کے آئندہ الفاظ میں جملہ مستانفہ کے طور پر برے سبب کی مذمت کی گئی ہے۔ **يدعى:** یہ فعل مجہول ہے الیھا۔ اس کے متعلق ظرف لغو ہے۔ امراء کو بلایا اور فقراء کو چھوڑا جانے۔ ترك حقه کا معنی ساقط کرنا۔

**فَائِدَہ:** اس تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کھانے میں ان کا حق ہے اس سے روکنے والا ان کے حق کو ضائع کرنے والا ہے۔ حدیث میں ہے: اِنَّ القربةُ قَدْ يَقْتَرِنُ بها ما يُخْرِجُها عن ذلك: بعض اوقات نیکی سے ایسی چیز مل جاتی ہے جو اس کو نیکی کے زمرے سے خارج کر دیتی ہے۔ اس میں خبردار کیا گیا کہ بلاک کن چیزوں سے احتیاط کرو اور فقراء کی رعایت کرو اور ان سے نرمی اختیار کرو اور اغنیاء کی طرف ان کی مالداری کی وجہ سے مت جھکو اور نہ اس وجہ سے ان کی تعظیم کرو۔ یہ بھی وارد ہے: من عظم غنياء لغناه ثلثا دينه۔ جس نے مالدار کی مال کی وجہ سے تعظیم کی اس نے اپنے دین کے دو حصے ضائع کر دیئے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت کے اعمال تین قسم کے ہیں: ① لسان کے ساتھ ② جنان (دل) کے ساتھ ③ ارکان کے ساتھ۔ اس آدمی نے اپنی ذاتی غرض کے لئے دو چیزوں کو استعمال کیا جو عبادت میں کی جاتی ہیں۔ ① زبان سے باطل تعریف کی۔ ② اس کے مال کی طمع میں جوارح سے اس کی تعظیم کی اور اس بات سے غفلت اختیار کی کہ بندے کو ہر حال میں اپنے جمال و کمال والے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اسی وجہ سے علماء نے فرمایا اگر اس نے اس کی تعظیم میں زبان، ارکان اور دل کی تعظیم کو جمع کر دیا تو اس نے تمام دین کو خیرباد کہہ دیا۔ اس تعظیم سے وہ تعظیم مراد ہے جس کی شرع میں ممانعت وارد ہے۔ باقی رہا اس کا شکریہ اس طور پر کہ وہ انعامات الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ اس کا حکم ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا يشكر الله من لا يشكر الناس" اور دوسرا ارشاد ہے: "من صنع اليكم

**معروفًا فکافئوہ فان لم تستطیعوا فکافئوہ بالدعاء**۔ جوتم پر احسان کرے تم اس کا بدلہ دو اگر بدلے کی طاقت نہ ہو تو دعا سے بدلہ دو"۔

**تخریج**: مالك في الموطا ١١٦٠' احمد ٩٢٧٢/٣' احمد' بخاری' مسلم' ابو دائود' ابن ماجه' ابن حبان ٥٣٠٤' مشكل الاثار ٤٣/٤' ١٤' بيهقي ٢٦١/٧۔

**الفوائد**: اس روایت میں عظیم الشان پیشین گوئی ہے کہ میری امت میں آئندہ لوگ مالداروں اور صاحب حیثیت لوگوں کو ولائم میں بلائیں گے۔ غرباء و قرابت دار کو دعوت سے محروم رکھیں گے۔ آج کل بالکل اسی طرح سامنے ہے۔

۲۶۹: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ" وَضَمَّ اَصَابِعَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

"جَارِيَتَيْنِ" اَیْ بِنْتَيْنِ۔

۲۶۹: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: "جس نے دو بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچ گئیں۔ وہ قیامت کے دن ایسے حال میں آئے گا کہ میں اور وہ ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔ آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا"۔ (مسلم)

جَارِيَتَيْنِ: دو بیٹیاں۔

**تشریح**: من عال جاریتین: یعنی ان کی معاونت و تربیت کی۔ عال: یہ عون سے ماخوذ ہے۔ معاونت کو کہتے ہیں۔ ارشاد ہے: ابدا بمن تعول: جن کے خرچہ کی ذمہ داری تم پر ہے ان سے ابتداء کرو۔ صاحب مصباح نے لکھا ہے۔ عال الرجل الیتیم عولا: یہ قال کے باب سے ہے۔ کفالت و نگہبانی کے لئے آتا ہے۔

حتی تبلغا: عرب کہتے ہیں: بلغ الصبی بلوغًا از باب قعد: بلوغت کی عمر کو پہنچنا اور پانا (المصباح)۔ ابن القطاع لغوی کہتے ہیں: بلغ بلوغا فھو بالغ اور لڑکی کے لئے بالغ کا لفظ بغیر تا کے آتا ہے۔ ابن الانباری کہتے ہیں جاریہ بالغ عرب کے لوگ اس موقعہ پر موصوف کا ذکر کر کے اس کی صفت کو مؤنث لانے کی ضرورت نہیں سمجھتے اس کی نظیر امراۃ حامل ہے۔ ازہری رقم طراز ہیں شافعی فرماتے: جاریۃ بالغ اور اسے اہل عرب سے میں نے سنا۔ اس تمثیل اور تعلیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر موصوف مذکور نہ ہو تو پھر تانیث و تذکیر کے فرق کے لئے تا تانیث کا لانا ضروری ہے۔ مطلب یہ ہوا بالغ ہونا۔ اب یہ بلوغت عمر کے اعتبار سے ہو یا علامت حیض کے ساتھ یا احتلام کے ساتھ اور عورت کے بلوغ کا اندازہ ولادت سے پہلے چھ ماہ سے کیا جائے گا۔

قرطبی کہتے ہیں دونوں کا بالغ ہو کر ایسی عمر کو پہنچنا کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال سکیں اور یہ عورتوں میں خاوندوں کے قربت کرنے سے ہوتا ہے۔ اس سے حیض والا بلوغ مراد نہیں بسا اوقات ان کی شادی پہلے کر دی جاتی ہے خاوند کی وجہ سے وہ کفیل کی محتاج نہیں رہتیں اور بعض اوقات ان کی عمر حیض تک پہنچ جاتی ہے مگر وہ اپنے مصالح میں خود مختار نہیں ہوتیں۔ اگر ان کو اس

حالت میں الگ کر دیا جائے تو وہ ضائع ہو جائیں اور اس کے حالات بگڑ جائیں بلکہ ایسی حالت میں حفاظت کی زیادہ مستحق ہیں اور نگران کی زیادہ ضرورت مند ہوتی ہیں تاکہ انکی حفاظت مکمل ہو اور اس سے نکاح کی رغبت کی جائے۔ اسی وجہ سے ہمارے علماء نے فرمایا بچی کے والد سے لڑکی کا خرچہ بلوغت سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ خاوند کی قربت سے ساقط ہوتا ہے۔ (المفہم للقرطبی)

**النَّحو:** انا و هو: خبر محذوف ہے واؤ معیت کی اس کے قائم مقام ہے۔ ابن مالک کہتے ہیں انا مبتداء هو معطوف علیه: اور اس کی خبر اس طرح روایت میں مصرح ہے اور جملہ بغیر واؤ کے حال ہے۔ بعض نے اس میں تقدیم و تاخیر مانی ہے۔ تقدیر یہ ہے جاء هو و انا: کیونکہ جاء میں ضمیر ہے جو من کی طرف راجع ہے۔ هو: اس کی تاکید اور انا: اس کا معطوف علیہ ہے اس خصلت میں اصل ہونے کی وجہ سے اور اعلیٰ ہونے کی وجہ سے مقدم کیا۔ (شرح المشارق لابن مالک)

اور پہلی صورت میں خبر مقدر ہے اور وہ کھاتین اور حدیث انس میں اسکی تصریح ہے اور وہ بخاری کی روایت ہے اور اس حدیث میں من عال جاریتین حتی یدرکا دخلت انا و هو الجنه کهاتین۔ سیوطی کہتے ہیں اس کی مسلم و ترمذی نے تخریج کی اور قول صحابی نے اس مقدر کی وضاحت کی ہے (جامع الصغیر للسیوطی) و ضم اصابعه: مقدر سے جس قرب کی طرف اشارہ کیا یہ اس قرب کا بیان ہے۔ مسلم نے اس کو کتاب الادب میں روایت کیا ہے۔ نوویؒ نے الجاریتین کی تشریح البنتین سے کی ہے جبکہ جاریہ بنت کے ساتھ خاص نہیں۔ ملاحظہ ہو صاحب مصباح لکھتے ہیں الجاریہ کشتی کیونکہ وہ سمندر میں چلتی ہے اور اسی وجہ سے لونڈی کو جاریہ کہتے ہیں وہ آقاؤں کے کام میں دوڑ دھوپ کرتی ہے۔ اس میں اصل الشابہ ہے جو کہ اس کے ہلکا پھلکا ہونے کی وجہ سے بولتے ہیں۔ پھر وسعت دے کر ہر لونڈی کو جاریہ کہنے لگے خواہ وہ بوڑھی ہو۔ خواہ کام کاج کی سکت نہ رکھتی ہو۔ (المصباح) مگر مطرزی نے المعرب میں اس سے زیادہ صاف لکھا ہے کہ الجدی یہ الوصی کے وزن پر ہے۔ وکیل کو کہتے ہیں وہ اپنے مؤکل کے کام کے لئے تگ و تاز کرتا ہے اس کی جمع اجریاء ہے اس سے جاریہ کا لفظ ہے مؤنث غلام کو اس کی تیزی اور چستی کی وجہ سے کہتے ہیں بڑھیا کو نہیں کہتے (المعرب للمطرزی) پس یہ فضیلت اس روایت میں بیٹیوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ مسند دیلمی میں ابوالمحبر نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من عال بنتين او اختيها او خالتين او جدتين او عمتين فهو معي في الجنه كهاتين۔ (مسند احمد)

**تخریج:** احمد ۱۲۵۰۰/٤، مسلم، ترمذی، حاکم ۷۳٥٠/٤، ابن ابی شیبه ٥٥۲/۸، ابن حبان ٤٤٧۔

**الفوائد:** ① بنات کے ضعف وانکسار کی وجہ سے ان کے پالنے کی فضیلت جتلائی کہ اس آدمی کو صحبت رسول اور جنت میں اعلیٰ مرتبہ ملے گا۔ ② ابن حبان کہتے ہیں معیت سے مراد جنت میں داخلہ اور سبقت میسر آئے گی یہ نہیں کہ اس کو مرتبہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میسر آئے گا۔

۲۷۰: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ امْرَاَةٌ وَّمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَّاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: "مَنِ ابْتُلِيَ

مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۷۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اس حال میں آئی کہ اسکے ساتھ دو بیٹیاں تھیں وہ عورت سوال کر رہی تھی۔ اس نے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ پایا۔ میں نے وہ کھجور اس کو دے دی اس نے وہ اُن میں تقسیم کر دی اور خود کچھ نہ کھایا۔ پھر اُٹھی اور چل دی۔ جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو میں نے یہ بات بتلائی۔ فرمایا: ''جس کو ان بیٹیوں میں سے کسی کے ساتھ آزمایا جائے اور وہ ان پر احسان کرے تو وہ بیٹیاں اس کیلئے دوزخ کی آگ سے پردہ بن جائیں گی''۔ (بخاری و مسلم)

اللغات: دخلت علی امراۃ: واحد مؤنث غائب ہے امراۃ اس کا فاعل علی متعلق ہے۔ امراۃ: عورت اس میں ایک لغت مراۃ بروزن تمرۃ ہے تا کو ختم کر کے مرئی بروزن مسنۃ بھی جائز ہے۔ بعض اوقات اسمی پر دلالت کیلئے امرء بولتے ہیں۔ کسائی کہتے ہیں میں نے عربوں سے امراء بغیر ھا سنا ہے۔ مثلاً: انا امرء ارید الخیر جس کی جمع نساء و نسوۃ بغیر لفظ کے آتی ہے۔ (المصباح)

شیخ زکریا کہتے ہیں ان دو عورتوں کے نام معلوم نہیں۔

معھا ابنتان: یہ جملہ حالیہ ہے۔

تسال: یہ جملہ مستانفہ ہے اس کی وضاحت اس طرح ہے گویا کوئی کہتا ہے اس کے بچیوں کو لے کر آنے کا کیا سبب ہے تو جواب دیا طلب حاجت کے لئے۔ لم تجد عندی شیئاً غیر تمرۃ واحدۃ: جو مطلوب سامنے رکھ کر آئی تھی وہ حاصل نہ ہوا۔ بس ایک کھجور ملی۔ واحدۃ کو اسلئے بڑھایا تا کہ معلوم ہو کہ تمرۃ کی تا تانیث کی ہے وحدت کی نہیں ہے یہ لفظ فقط مسلم لائے ہیں۔

فاعطیتھا المراۃ ایاھا: وہ کھجور میں نے اس عورت کو دی حافظ کہتے ہیں اس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صدقہ کے سلسلہ میں حرص ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے نصیحت فرمائی تھی لَا یَرْجِعُ مِنْ عِنْدِكِ سَائِلٌ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ (مسند البزار)

فقسمتھا بین: اس نے وہ کھجور خود کھانے کی بجائے بانٹ کر دے دی۔ والدہ کی طبیعت یہی ہوتی ہے کہ وہ اولاد کو ترجیح دیتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے داعیہ ثواب کی وجہ سے ان کو دے دی حدیث سعد اس کی تائید کرتی ہے۔ لن تنفق نفقۃ تبتغی بھا وجہ اللہ تعالٰی الا اجرت بھا حتی ما تجعل فی فی امراتك" ثم قامت فخرجت: شاید شروع ثم اور پھر فا لانے میں یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ وہ کھجور کے علاوہ چیز کے انتظار میں کافی دیر بیٹھی رہی جب عدم غالب ہو گیا تو کھڑے ہونے کے معاً بعد نکل گئی۔ فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا: علینا کی ضمیر جمع ممکن ہے خادمہ اور دیگر پاس بیٹھنے والیوں کے لحاظ سے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے لحاظ سے جمع کا صیغہ لائیں نہ کہ اپنی ذات کے لحاظ سے۔ فاخبرتہ یہاں دلالت سیاق کی وجہ سے دونوں مفعول حذف کر دیئے۔

ابتلی من ھذہ البنات بشیء: ابتلی: یہ اختیار و آزمائش کے معنی میں ہے۔ آزمائش کہا کیونکہ عام لوگ اس کو پسند نہیں کرتے۔ من: بیانیہ ہے۔ شیء: یہ ابتلی کا نائب فاعل ہے۔ ان سے یا ان کے احوال میں مبتلا کیا جائے۔

قرطبی کہتے ہیں عموم الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بیٹی پر احسان سے بھی آگ سے بچاؤ مل جاتا ہے جب زیادہ کی

کفالت کرے تو جنت میں سبقت اور معیت نبوت بھی ملے گی۔

**فاحسن الیھن:** یہ جملہ مسلم اور بخاری کتاب الادب میں ہے۔ ان پر احسان کا مطلب ان کی عزت کی حفاظت اور ان کے خرچہ کی ذمہ داری ہے اور ان کی اصلاح و درستی ہے جس نے یہ کام رضاء الٰہی کے پیش نظر کیا۔ **کن له سترا من النار:** آگ سے بچاوے کا سبب بنے گا۔ ستر سے جنس ستر مراد ہے جو قلیل و کثیر ہو اور اس میں شک نہیں کہ جو آدمی آگ سے بچ گیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک دوسری روایت میں ایک عورت کا تذکرہ ہے جس نے کھجور کو دو بچیوں میں تقسیم کیا۔ **قد اوجب الله لها الجنة و اعاذها من النار** یہ روایت مسلم کی ہے۔

**تخریج:** احمد ۹۰۰۱۱:۲۴۰۱ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن حبان ۲۹۳۹، بیہقی ۷۸۰۷:۷ (جامع صغیر)

**الفوائد:** بیٹیوں کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے کیونکہ وہ ضعیف و کمزور ہیں۔ (۲) محتاج سوال کر سکتا ہے۔ (۳) معمولی سے معمولی چیز بھی صدقہ کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ (۴) نیکی کا تذکرہ جائز ہے بشرطیکہ بطور ریاء و من نہ ہو۔ (۵) بقول ابن عربی یہ ماں باپ کے لئے ابتلاء ہے کہ آیا ان سے احسان کرتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ ان سے اکتانا یا ان کے متعلق فرض کو پورے طور پر ادا کرنے میں کوتاہی ممکن ہے۔ ثواب سے ادائیگی کی ترغیب دلائی۔

۲۷۱ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَيْضًا قَالَتْ جَآءَتْنِي مِسْكِيْنَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا فَاَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ فَاَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا تَمْرَةً وَّرَفَعَتْ اِلٰى فِيْهَا تَمْرَةً لِّتَاْكُلَهَا فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِيْ كَانَتْ تُرِيْدُ اَنْ تَاْكُلَهَا بَيْنَهُمَا فَاَعْجَبَنِيْ شَاْنُهَا فَذَكَرْتُ الَّذِيْ صَنَعَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ اَوْ اَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۷۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ ایک غریب عورت آئی جو بچیوں کو اٹھائے ہوئے تھی۔ میں نے اس کو تین کھجوریں دیں۔ اس نے ہر ایک کو ایک ایک دے دی اور تیسری کھجور کھانے کے لئے منہ کی طرف اٹھائی تو اس کی بیٹیوں نے وہ بھی مانگ لی۔ اس نے اس کھجور کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ان کو دے دیا۔ مجھے اس کی یہ بات بہت پسند آئی۔ میں نے اس کے اس فعل کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے اس کے لئے جنت کو واجب کر دیا یا اس وجہ سے اس کو آگ سے آزاد کر دیا"۔ (مسلم)

**تشریح:** **مسکینة:** سکون سے بنا ہے حرکت کا چلا جانا یہ بنی اسد کی لغت ہے۔ ابن السکیت کہتے ہیں مسکین وہ جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ فقیر جس کے پاس بقدر گزر اوقات ہو۔ یونس نے بھی فقیر کو مسکین سے بہتر حال والا قرار دیا اور کہتے ہیں میں نے ایک اعرابی سے سوال کیا: فقیر انت؟ قال لا و الله بل مسكين گویا میرے پاس کچھ نہیں۔ اصمعی کہتے ہیں مسکین فقیر سے بہتر حال والا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنَ کانت یہ جملہ کے برابر ہے اور فقراء کے متعلق فرمایا: لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ۔

ابن الاعرابی کہتے ہیں مسکین وفقیر ایک ہی ہیں جن کے پاس کچھ نہ ہو۔ یہ دونوں برابر ہیں۔ مسکین کا لفظ ذلیل کے لئے بھی بولا جاتا ہے جبکہ وہ مالدار ہو۔ عورت کو مسکینہ کہتے ہیں۔ قانون کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے آخر میں حانہ ہو کیونکہ فعیل و مفعال کی تانیث میں تانہیں آتی مثلاً امراۃ معطیر و مسکان لیکن اس کا معنی فقیر ہے۔ (المصباح لابن الاعرابی)

**تحمل:** سوال کے لئے آئی بیٹیاں اٹھائے ہوئے تھی۔ **تمرات:** یہ جمع تمرہ ہے جیسا سجدہ و سجدات۔ **دفع الی فیھا لمرۃ لتاکلھا:** تقسیم کے لحاظ سے ایک کھجور منہ کی طرف لے گئی۔ **فاستطعمھا ابنتاھا:** ایک مفعول التمرۃ الثالثۃ حذف کر دیا۔ ان بچیوں نے وہ کھجور مانگ لی۔ **فشقت التمرۃ:** اس نے کھجور کے دو حصے کر کے ان کو دے دیئے۔ **بینھما:** اس کا فعل قسمھا محذوف ہے۔ **فاعجبنی شانھا:** مجھے اس کی یہ حالت بہت پسند آئی کیونکہ اس میں اپنے آپ پر ایثار اور چھوٹوں پر رحمت و شفقت بنات پر مزید احسان و نرمی اللہ تعالیٰ کی رضامندیاں چاہنے کے لئے پائی جاتی تھی۔ **شان:** جو معاملہ بڑا عظیم اور انتہائی درست ہو۔ چھوٹے امور کے لئے نہیں آتا۔ (مفردات راغب)

**فذکر التی صنعت:** فلانے یا تو آپ گھر میں موجود تھے مگر معاملے کو نہیں دیکھا۔ ② معاملہ پیش آنے کے معاً بعد تشریف لے آئے جیسا پہلی روایت میں وارد ہے۔

**فقال ان اللہ اوجب بھا:** اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے لئے اس کام کی وجہ سے جنت کا حقدار بنا دیا کیونکہ اس کا یہ اظہار شفقت درحمت رحمت الٰہی کے اس پر اتارنے کا باعث ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحمٰن یومَ القِیَامَۃِ رحمٰن کا رحم قیامت کے دن رحم کرنے والوں پر ہوگا"۔

**اعتقھا بھا من النار:** کیونکہ اس نے اپنے نفس کو دنیا کی طرف جھکنے سے آزاد کر لیا اور چھوٹوں پر مہربانی اور ایثار کر کے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں غفلت سے اپنے کو محفوظ کر لیا۔ (رواہ مسلم)

**تخریج:** أخرجه مسلم (٢٦٣٠) والترمذی (١٩١٥)

**الفوائد:** جو آدمی کمزوروں اور ضعیفوں پر رحم کرتا ہو وہ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔

۲۷۲ : وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ خُوَیْلِدِ ابْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِیْفَیْنِ الْیَتِیْمِ وَالْمَرْاَۃِ" حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاہُ النَّسَآئِیُّ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ۔

وَمَعْنٰی "اُحَرِّجُ" : اُلْحِقُ الْحَرَجَ وَھُوَ الْاِثْمُ بِمَنْ ضَیَّعَ حَقَّھُمَا وَاُحَذِّرُ مِنْ ذٰلِکَ تَحْذِیْرًا بَلِیْغًا وَّاَزْجُرُ عَنْہُ زَجْرًا اَکِیْدًا۔

۲۷۲: حضرت ابو شریح خویلد بن عمر خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ میں لوگوں کو دو کمزوریوں کے حق کے سلسلہ میں بہت ڈراتا ہوں یعنی یتیم اور عورت"۔ حدیث حسن ہے۔ نسائی نے عمدہ سند سے ذکر کیا۔

اُحَرِّجُ : میں خوب ڈراتا اور بہت ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہوں اور گناہ گار سمجھتا ہوں اور انتہائی سختی کے ساتھ ڈراتا ہوں جوان دونوں کے حقوق کو ضائع کرے۔

تشریح ۞ ابو شریح خویلد: ان کا سلسلہ نسب بن عمرو بن صخر بن عبدالعزیٰ الخزاعی مشہد قبیلہ خزاعہ سے ملتا ہے۔ اکثر اہل سیر کا خیال ہے کہ ان کا نام خویلد ہے۔ بعض نے کہا ان کا کعب بن عمرو ہے بعض نے عبدالرحمان بن عمرو بعض نے عمرو بن خویلد بعض نے ھانی بتلایا۔ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو کر مدینہ میں مقیم ہوئے اور مدینہ منورہ میں بقول ابن سعد ۶۸ھ میں وفات پائی۔ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں باب الکنی میں مقدام بن شریح بن ہانی عن ابیہ سے روایت نقل کی کہ ہانی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد بنی حارث بن کعب کے ساتھ آئے۔ ان کی کنیت ابوالحکم تھی۔ وہ بیان کرتے تھے جب ان کے مابین کوئی معاملہ پیش آتا تو وہ مجھے فیصل بناتے اور میرے فیصلے پر راضی ہو جاتے اس لئے انہوں نے میری کنیت ابوالحکم رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے بڑے لڑکے کا نام کیا ہے میں نے شریح بتایا۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری کنیت ابوشریح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہانی اور اس کے بیٹے کے لئے دعا فرمائی۔ یہی شریح بن ہانی کا والد ہے جو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اور اہل کوفہ میں شمار کئے جاتے ہیں اور ان کے متعلق خزاعی ہونے کا بھی ایک قول ہے۔ بعض کعبی بعض نے عدوی کہا۔ نووی تہذیب میں کہتے ہیں یہ فتح مکہ کے دن بنی کعب کا ایک جھنڈا اٹھانے والے تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۰ا احادیث روایت کی ہیں جن میں دو متفق علیہ ہیں اور ایک حدیث میں بخاری منفرد ہیں۔

اللھم: بصریین کے قول پر اس کا اصل یا اللہ حرف نداء کو حذف کر کے اس کے عوض میم مشدد لے آئے۔ اسی لئے ان دونوں کو سوائے ضرورت کے جمع نہیں کرتے مثلاً: یا اللھم یا اللھما۔

انی احرج حق الضعیفین: احرج باب تفعیل مبالغہ کے لئے ہے۔ حرج گناہ کو کہتے ہیں۔ حق کو تمام حقوق کے شامل کرنے کے لئے مطلق ذکر کیا۔ یتیم جس کا والد نہ ہو۔ عورت اور یتیم کے حق میں تنگی کی مگر اس سے باز آنے کے سلسلہ میں مبالغہ کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا کوئی مرتبہ نہیں اور نہ ہی ان کی طرف سے کوئی جھگڑنے والا ہے سوائے اس ذاتِ باری تعالیٰ کے۔ پس ان پر تعرض کرنے والا اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑنے والا ہے۔ پس وہ قسما قسم کے وبالوں کا حقدار ہے۔ بالغ آدمی کو اپنی قوت پر اعتماد ہوتا ہے یا ظاہر رشتہ داروں کا سہارا ہوتا ہے جو اس کی مدد کرتے ہیں اور جو غیر اللہ سے عزت چاہتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے۔

حدیث حسن: یہ روایت اتصال سند عدالت رواۃ ضبط رواۃ انتفاء شذوذ اور قابل مذمت علت وغیرہ صفات میں شریک ہوتی ہے مگر صحیح میں اس کا اعلیٰ درجہ اور حسن میں مناسب درجہ پایا جاتا ہے۔ یہ متاخرین کی اصطلاح ہے مگر ابن الصلاح کی رائے ان کے خلاف ہے۔

رواہ النسائی باسند جید: اسناد سے بعض اوقات رواۃ بعض اوقات رفع حدیث کو اسناد کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے سیوطی کہتے ہیں سند طریق متن کی اطلاع کا نام اور اسناد کا لفظ ایک فریق والوں پر بولا جاتا ہے۔ سیوطی شرح الغیر میں ابن حجرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن الصلاح سے کلام نقل کرنے کے بعد کہا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن الصلاح کے ہاں جید اور صحیح ایک چیز

ہے۔ بلقینی نے بھی محاسن الاصطلاح میں اس کو نقل کرنے کے بعد یہی نتیجہ نکالا ہے۔ اس سے یہ بات خود سمجھ آتی ہے جودت و عمدگی کو صحت سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ دوسروں نے بھی یہی کہا کہ جید و صحیح میں مغایرت نہیں مگر ان میں ماہر علماء ایک نکتہ کے پیش نظر صحیح سے جید کی طرف لوٹتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان کے ہاں حدیث حسن لذاتہٖ سے بلند ہے اور صحیح کے درجہ میں پہنچنے میں تردد ہے تو پھر صحیح سے کم درجہ کا وصف (جید) استعمال میں لاتے ہیں۔ (شرح الفید للسیوطی)

احرّج: میں تفعیل کا صیغہ نسبت کے لئے ہے جیسے فسقت زیداً۔ میں نے زید کی نسبت فسق کی طرف کی۔ ضیع: کالفظ تقاضا کرتا ہے کہ اگر اس کی خاموشی سے وہ ضائع ہوا جبکہ شرعی طور پر کلام سے اسے کوئی چیز مانع نہ تھی تو وہ گناہ میں شامل ہو گیا۔ احذر سے آخر تک عبارت۔ احرّج کا مفہوم نہیں بلکہ نووی رحمۃ اللہ علیہ دلالت سیاق سے یہ بات اخذ کی ہے اور اکید مؤکد کے معنی میں ہے۔

**تخریج**: احمد ۹٦٧٢/٢/٣ نسائی فی السنن الکبریٰ باب عشرۃ النساء ٩١٥٠/٥ ابن ماجہ۔

**الفرائد**: یتامیٰ اور دیگر کمزور لوگوں کے حقوق کو ضائع کرنے کے سلسلہ میں شدید زجر کی گئی ہے۔ خاوند کو بیوی کے حقوق کا ضیاع چاہیے اور نہ ان میں ٹال مٹول۔

**۲۷۳: وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ ابْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَہٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ھَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَآئِکُمْ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ھٰکَذَا مُرْسَلًا فَاِنَّ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ تَابِعِیٌّ وَرَوَاہُ الْحَافِظُ اَبُوْبَکْرٍ الْبُرْقَانِیُّ فِیْ صَحِیْحِہٖ مُتَّصِلًا عَنْ مُصْعَبٍ عَنْ اَبِیْہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔**

۲۷۳: حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ ان کو اپنے سوا دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری امداد نہیں کی جاتی اور تمہیں رزق نہیں دیا جاتا مگر کمزور لوگوں کی وجہ سے"۔ بخاری نے مرسلاً بیان کیا۔ مصعب تابعی ہیں۔ حافظ ابوبکر برقانی نے اپنی صحیح میں متصلاً سند مصعب عن ابیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ روایت کیا۔

**تشریح**: **مصعب بن سعد بن ابی وقاص**: ابووقاص کا نام مالک بن وہیب ہے بعض نے اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بتلایا ہے۔ مصعب جلیل القدر تابعی ہیں یہ قبیلہ بنو زہرہ سے ہیں انہوں نے اپنے والد سے سنا اور علی بن ابی طالب ابن عمر رضی اللہ عنہما سے علم حاصل کیا۔ ان سے مجاہد ابو اسحاق سبیعی اور دیگر تابعین نے روایت لی ان کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کان ثقۃ کثیر الحدیث: ان کی وفات ۱۰۳ھ میں ہوئی۔

**رای سعد**: بقول ابن حجرؒ یہ نسائی کے الفاظ ہیں۔ سعد کو گمان پیدا ہوا کہ ان کو دوسروں پر بڑھائی حاصل ہے۔ **من دونہ**: نسائی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ زائد کیے ہیں۔ یعنی شجاعت اور دیگر کمالات کی وجہ سے۔

**تنصرون و ترزقون**: یہ دونوں مجہول پڑھے جائیں گے۔ **بضعفائکم**: جمع ضعیف اس کی جمع ضعاف بھی ہے۔ نسائی کی

روایت میں "انما نصر هذه الامة بضعفتهم بدعواتهم و صلاتهم و اخلاصهم" اس امت کی نصرت اس کے ضعفہ دعاؤں نمازوں اور اخلاص کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ اس روایت کی شاہد حدیث ابی درداء رضی اللہ عنہ ہے جس کو احمد و نسائی نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے: انما تنصرون و ترزقون بضعفائکم۔

ابن بطال کہتے ہیں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ضعفاء میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے اور ان کی عبادت میں خشوع کثرت سے ہوتا ہے کیونکہ ان کے قلوب زخارف دنیا سے معلق نہیں ہوتے۔

مہلب کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے مقصد یہ تھا کہ سعد تواضع اختیار کریں' بڑھائی کو چھوڑ دیں اور ہر حال میں مسلمان کو حقیر قرار دینا چھوڑ دیں۔

عبدالرزاق نے مکحول سے سعد کے واقعہ میں ارسال کے ساتھ یہ اضافہ نقل کیا ہے۔ قال سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رَجُلًا يَكُوْنُ حَامِيَةَ الْقَوْمِ وَيَدْفَعُ عَنْ اَصْحَابِهِ اَيَكُوْنُ نَصِيْبُهٗ كَنَصِيْبِ غَيْرِهٖ الحدیث۔ کیا سب سے بڑھ کر دفاع کرنے والے کا حصہ غنیمت عام لڑنے والے کی طرح ہے"۔

اس حدیث سے یہ بات صاف ہوگئی کہ فضل سے مراد غنیمت میں اضافی حصہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سمجھایا کہ مقاتلین کے حصص برابر ہیں اگر طاقتور کو شجاعت کی وجہ سے ترجیح ہے تو ضعیف کو دعا و اخلاص کی وجہ سے ترجیح حاصل ہے۔

بخاری سے اس روایت کو مرسلاً نقل کیا ہے کیونکہ مصعب تابعی ہیں۔ علامہ برقانی کی نسبت برقان کی طرف ہے یہ خوارزم کے قرب و جوار میں واقع ہے۔ ان کا نام ابوبکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب ہے۔ (لب اللباب للسیوطی)

اصبہانی نے کہا برقانی نے مصعب عن ابیہ سے متصلاً روایت نقل کی ہے۔ نسائی کے ہاں بھی مسعر عن طلحہ کی سند سے اسی طرح ہے۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ عن ابیہ کے الفاظ بعض روایت نے حذف اور بعض نے ذکر کیے محمد بن طلحہ کی سند سے حذف ہیں جیسا کہ دارقطنی نے کہا: المحفوظ عن محمد بن طلحة مرسل كما عند البخاری۔ قال ولم يسمع محمد بن طلحه عن ابيه و الصواب روايت مسعر۔ جس روایت کی نسائی نے تخریج کی عن سعد وہ درست ہے اور اس کے متابع زبید اور لیث ہیں جس سے وہ متصل ہو جاتی ہے۔ (النكت الظراف على الاطراف)

**تخریج**: أخرجه أحمد (٣/٩٧٧٢) والنسائي (٩١٤٩) في عشرة النساء باب (٦٤) وابن ماجه (٢٦٧٨)

**الفوائد**: ① اہل ایمان میں کمزور لوگوں کی دعاؤں اور تضرع سے دوسروں کو رزق ملتا ہے۔ ② ضعفاء کا اخلاص اور قرب الی اللہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کی موید وہ روایت بھی ہے: ابغوا لي ضعفاء كم (ابن حبان)۔ ③ آدمی کو نفس کے غرور میں مبتلا نہ ہونا چاہیے۔

٢٧٣ : وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ عُوَيْمِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اِبْغُوْنِيْ فِي الضُّعَفَآءِ فَاِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَآئِكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ۔

٢٧٣: حضرت ابودرداء عویمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے:

''مجھے تم کمزوروں میں تلاش کرو تمہیں نصرت اور رزق ضعفاء کی وجہ سے دیا جاتا ہے''۔ (ابوداؤد) سند جید سے نقل کرتے ہیں۔

**تشریح** ❁ **عویمر**: یہ عامر کی تصغیر ہے بعض نے کہا ان کا نام مکبر ہے یہ ابن قیس بن زید بن امیہ بن مالک بن عامر بن عدی بن کعب بن خزرج بن الحارث الانصاری رضی اللہ عنہ ہے۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ بعض نے ان کی نسبت اور لکھی ہے۔ ذرا سی دیر سے اسلام لائے غزوۂ احد کے بعد والے غزوات میں شرکت کی۔ یہ بڑے سمجھدار، عقلمند، حکیم و عالم تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ میں مواخات کرادی جیسا بخاری کی روایت ابو جحیفہ سے باب ''۔۔۔'' میں گزری۔ ان کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عویمر حکیم امتی: میری امت کے حکیم عویمر ہیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ ان کے متعلق کہتے ہیں: ما هملت ورقاء ولا اظلت خضراء اعلم منك یا ابا الدرداء: ابودرداء زمین پر تم سے بڑا اعلم والا نہیں''۔ خالد بن معدان نے نقل کیا کہ ابن مبارک کہا کرتے تھے دو عالم عامل معاذ اور ابی الدرداء کی بات ہمیں بیان کرو۔ ان کی حکمتیں معروف ہیں۔ ان کی وفات خلافت عثمانی ۳۰ھ کے بعد ہوئی۔ ان کی قبر دمشق کے مقبرہ شہداء میں ہے۔ نووی کہتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے ۱۷۹ روایات نقل کی ہیں۔ ان میں سے تین میں بخاری منفرد ہے اور آٹھ میں مسلم (کتاب الانساب لابن قدامہ) نووی کہتے ہیں صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت لی ہے جن میں ابن عمرؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسے عالم شامل ہیں اور تابعین کی تعداد تو بہت ہے۔

**ابغونی**: یعنی میرے لئے ضعفاء کو تلاش کرو۔ **الضعفاء**: غریب مسلمان مراد ہیں۔ **ابغی**: یہ باب افعال ہے اس کا ہمزہ قطعی ہے۔ اس کا معنی تلاش میں معاونت کرو۔ حافظ کہتے ہیں ابغنی: یہ ثلاثی ہے اس کا معنی میرے لئے ڈھونڈو۔ عرب کہتے ہیں بغیتك الشیء یعنی طلبته لك: یہاں حدیث میں پہلا معنی مراد ہے۔ (فتح الباری) گویا ثلاثی کا معنی مطلق طلب ہے اور افعال میں طلب اعانت مراد ہے۔ قول سیوطیؒ ابوداؤد ونسائی نے لی کو ساقط کردیا اور احمد وطبرانی کے ہاں ابغونی ضعفاء کم: اور ترمذی ابغونی فی ضعفائکم ہے۔

صاحب فتح الکبیر کہتے ہیں ان کی تلاش اس لئے تاکہ مجاہدین میں ان کے نام درج کر کے ان سے دین کی معاونت حاصل کی جائے اور دیگر فوائد و برکات بھی حاصل ہوں۔ (فتح الکبیر لمعلق الجامع الصغیر)

**فانما ترزقون وتنصرون بضعفائکم**: ترزقون مجہول ہے۔ مفعول دوم محذوف ہے کیونکہ اعطاء کا معنی اس میں پایا جاتا ہے یعنی تمہیں بارش فئی حاصل ہوتی ہے جس سے تم فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے وجود کی برکت سے دشمنوں پر فتح پاتے ہو۔ ابوداؤد نے پسندیدہ سند سے نقل کیا ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۸/۲۱۷۹۰) وأبو داود (۲۵۹٤) والترمذی (۱۷۰۲) والنسائی (۳۱۷۹) والحاکم (۲/۲٦٤۱) وابن حبان (٤۷٦۷)

**الفوائد**: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور ضعفاء مسلمین کی دعاؤں سے اعانت حاصل کرنی چاہئے کسی ماتحت پر اپنی بڑائی ظاہر نہ کرنی چاہئے۔ کمزوروں کی ایذاء کے درپے نہ ہوں جن کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سہارا نہیں۔ ② آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کا ضعفاء کو مجالست کے لئے طلب کرنا ہی ان کی سعادت کے لئے کافی ہے۔

## ۳۴: بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالنِّسَآءِ

## بَاب: عورتوں کے متعلق نصیحت

عورتوں کے سلسلہ میں وصیت کا مطلب ان سے نرمی اور احسان کرنا ہے کیونکہ وہ صنف نازک ہے جن کو خصوصاً نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ ان کے معاملے کی دیکھ بھال کرے۔ امراۃ: کی جمع نساء و نسوۃ: بغیر لفظ آتی ہے جیسا مصباح کے حوالے سے گزرا۔

## آیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء:۱۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اوران عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے گزران کرو''۔(النساء)

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ: یہ خطاب ازواج اور اولیاء کو عام ہے لیکن زیادہ اس کا سلسلہ خاوندوں سے ہی متعلق ہے۔ معاشرت میل جول ہی کو کہتے ہیں۔ سلمی کہتے ہیں کہ عاشروھن کا مطلب ان کو فرائض وسنن کی تعلیم ہے۔ ابوجعفر کہتے ہیں معاشرت بالمعروف کا معنی اہل وعیال کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء:۲۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ عورتوں کے درمیان برابری کرسکو اگرچہ تم کتنا چاہو مگر تم (ایک بیوی کی طرف اتنے) مائل نہ ہو جاؤ کہ دوسری کو لٹکتا ہوا چھوڑ دو اور اگر درستی اختیار کرو اور تقویٰ پیش نظر رکھو پس اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے''۔(النساء)

العدل: مطلقاً عدل اقوال افعال' صحبت' جماع وغیرہ میں برابری۔

بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری تقسیم میں برابری کرتے پھر اس طرح دعا کرتے :اللهم هذا فعلی فيما املك۔ یہ تو میرا طرز عمل ہے اس چیز میں ہے جس کا مجھے اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے حال کی اطلاع دی فطری

طور پر بعض ازواج کی طرف ملان قلب میں مجبور ہیں۔

**فلا تميلوا كل الميل**: مرد کوئی ایسا کام نہ کرے جس کی وجہ سے ایک کو دوسری سے فضیلت دینی مقصود ہو اور یہ انسان کے اختیار میں ہے۔ اسی کو کل المیل فرمایا خواہ کسی معمولی سے معاملے میں ہی کیوں نہ ہو۔ **فتذروها**: تم ایک عورت کو میلان کی وجہ سے معلقہ کی طرح چھوڑ دو نہ تو وہ خاوند والی کہلائے اور نہ خاوند والی ہو۔ **وان تصلحوا و تتقوا**: تم نے مکمل میلان سے بگاڑ پیدا کیا اس کی درستی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے انصاف و عدل سے تقسیم کرو اس کی خلاف ورزی نہ کرو۔ **فان الله كان غفورا رحيما**: اللہ تعالیٰ ہمیشہ معاف کرنے والا ہے۔ یا ہیں تو بخشنے والے ہیں اور اپنے بندوں پر نعمتیں اتار کر رحمت کرنے والے ہیں۔ ان دو صفات کو خاص طور پر اس لئے لایا گیا۔ ایک بیوی کی طرف مکمل میلان گناہ ہے اس کا علاج مغفرت میں ہے اور زوجین کے درمیان عدم تقویٰ کی وجہ سے برابری نہ برتنا شیطان کی شرارت کی وجہ ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سابقہ نعمتوں اور احسانات کا استحضار کر کے اس کی رحمت کی امید لگائے۔

**۲۷۵ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَّاِنَّ اَعْوَجَ مَا فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ ' فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ وَاِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ اَلْمَرْاَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عَوَجٌ" وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عَوَجٌ وَّاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا"**

**قَوْلُهٗ "عَوَجٌ" هُوَ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْوَاوِ۔**

۲۷۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ عورتوں سے بھلا سلوک کرو پس عورت پسلی سے پیدا کی گئی اور ان میں سب سے اوپر والی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر اس کو بالکل چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی رہے گی۔ پس اس سے بھلائی والا سلوک کرو (بخاری و مسلم) صحیحین کی روایت میں ہے کہ عورت پسلی کی طرح (ٹیڑھی) ہے اگر تو اس کو سیدھا کرے گا تو توڑ ڈالے گا اور اگر تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو ٹیڑھ کے ساتھ ہی اس سے فائدہ اٹھاؤ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی۔ یہ ہرگز ایک طریقہ پر سیدھی نہ ہوگی۔ اگر تو اس سے فائدہ چاہتا ہے تو ٹیڑھ کے ہوتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اگر تو اس کو سیدھا کرنے کے پیچھے پڑے گا تو اس کو توڑ بیٹھے گا اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے۔

**عَوَجٌ**: ٹیڑھ۔

**تشریح** ۞ **استوصوا بالنساء خيرا**: یہاں باب استفعال افعال کے معنی میں ہے **اوصوا بهن**: ان سے بھلا سلوک روا رکھو۔ علامہ طیبی کہتے ہیں یہاں سین طلب کے معنی میں ہے مگر مبالغہ کا فائدہ دے رہی ہے کہ اپنے دلوں سے ان کے حق میں خیر خواہی طلب کرو یا ان کے لئے دوسروں سے خیر خواہی کے طلبگار رہو۔ بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ میری نصیحت کو ان

کے حق میں قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہو یعنی ان سے نرمی برتو اور حسن سلوک اختیار کرو۔ علقمی کہتے ہیں یہ وجہ مجھے سب سے بہتر نظر آتی ہے۔ طیبی کی بات کے مخالف بھی نہیں۔ ابن علان کہتا ہے معنی یہ ہوگا میری نصیحت قبول کرو اور اس پر عمل کرو۔ خلقت من ضلع: خلقت مجہول ہے۔ ضلع: لام کے سکون و فتحہ سے پڑھ سکتے ہیں یہ لفظ مؤنث ہے۔ (القاموس المصباح)

حافظ کا کلام: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حواء کو آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا۔ بعض نے کہا سب سے چھوٹی پسلی سے (المبتداء عن ابن عباس لابن اسحاق) (ابن ابی حاتم من مجاہد) نووی نے عجیب بات کی کہ اس کو فقہاء کی طرف منسوب کر دیا۔ (فتح الباری)

**نکتہ**: یہ روایت اس کے خلاف نہیں ہے جس میں عورت کو (ضلع) پسلی سے تشبیہ دی ہے بلکہ اس روایت سے نکتہ تشبیہ نکل رہا ہے کہ یہ عورت پسلی کی طرح ٹیڑھی ہے کیونکہ اس کی اصل اسی سے ہے۔ قرطبی کہتے ہیں اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے۔ پسلی کی مقدار سے پیدا کی گئی ہے پس وہ پسلی کی طرح ہے۔

ان اعوج مافی الضلع اعلاہ: ما ای شئی کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا عورت میں سب سے ٹیڑھی چیز اس کی زبان ہے۔ اس پہلی بات کا فائدہ یہ ہے کہ عورت کے ٹیڑھے پن پر تعجب مت کرو اس کی تخلیق ٹیڑھی پسلی سے ہے۔ یا عورت بالکل سیدھے ہونے کو قبول نہیں کرتی جیسے پسلی سیدھے پن کو قبول نہیں کرتی۔ اسی لئے فرمایا: فان ذھبت تقیمہ: ٹیڑھا پن جو اس کی فطرت ہے اس سے سیدھا کرنے لگو گے تو کسرتہ: عدم قابلیت کی وجہ سے توڑ بیٹھو گے۔ وان ترکتہ لم یزل الموج: اگر اس کے سیدھے کرنے میں نہ لگو گے بلکہ اس کی فطرت و حالت اصلیہ پر رہنے دو گے تو وہ قائم رہے گی۔ بالکل یہی حال عورت کا ہے۔ اگر تم اس کو درست راہ پر لانا چاہو گے کہ بالکل ٹیڑھ نہ رہے تو معاملہ جدائی اور مخالفت تک پہنچ جائے گا اور یہی اس کا توڑنا ہے اور اگر اس کی بدحالی اور ضعف عقل پر صبر کرے گا اور اسی طرح کے دیگر ٹیڑھے طرز تو معاملہ قائم رہے گا اور معاشرت باقی رہ سکے گی۔

فاستوصوا بالنساء: فا فصیحیہ ہے۔ یعنی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو اور ان سے صادر ہونے والی باتوں پر صبر کرتے ہوئے ان سے بھلا سلوک کرو۔

رمز عجیب: اس میں اشارہ ہے کہ نرمی سے درست کرو۔ اس میں مبالغہ نہ کرو کہ ٹوٹنے کی نوبت آئے اور نہ بالکل چھوڑ دو کہ اس کی ٹیڑھ باقی رہے۔

فا فصیحیہ یہ فا عاطفہ ہے اور جملہ اس سے پہلے مقدر ہے۔ یہ شرط مقدر کے جواب میں آتی ہے۔ شرط اور فعل شرط کو حذف کر دیا گیا اور اسی مقام پر اداۃ شرط و فعل کا حذف بالاتفاق جائز نہیں۔ (کذا فی الکشاف' بیضاوی' ابوحیان)

فرق روایت صحیحین: المراۃ کالضلع ان اقمتھا کسرتھا وان استمتعت بھا استمتعت بھا وفیھا عوج۔ ضلع: سے مشابہت کا مطلب ٹیڑھا پن اور سیدھا نہ ہونے کی عدم قابلیت ہے۔ ھا ضمیر کا مرجع ضلع یا مراۃ ہے اگلی ضمائر بھی ضلع کی طرف راجع ہیں کسر کا مطلب طلاق دینا جیسا کہ بعض روایات میں صراحتہ ہے۔ استمتاع سے مراد قضاء شہوت جائز' نیک اولاد کی طمع اور پاک دامنی۔ فیھا عوج: جملہ حالیہ ہے۔

روایت مسلم ان المراۃ خلقت من ضلع لن تستقیم لك علی طریقة فان: ان کی تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت سے ازواج کی طرف سے عدم استقامت کی شکایت پہنچیں تو تقاضائے مقام سے تاکید فرمادی۔

لن تستقیم لك: یہ جملہ مستانفہ گویا سائل کو جواب ہے کہ پسلی سے پیدا ہونے سے کیا فرق پڑے گا۔ تو جواب دیا لن تستقیم۔ ان ذھبت نقیمھا: اپنی مرضی کے مطابق مکمل سیدھا کرنا چاہو گے۔ ان ذھبت تقیمھا اپنی مرضی کے مطابق مکمل سیدھا کرنا چاہو گے۔ کسرتھا: توڑ دو گے کیونکہ یہ ان کی استعداد و وسعت کے الٹ ہے۔

عوج: یہ عوج العود از باب تعب مؤنث کے لئے عوجاء آتا ہے جو باب احمر سے ہے۔ جسم کے ٹیڑھے پن کے لئے آتا ہے۔

عوج: معاملے میں ٹیڑھ دین میں ٹیڑھ۔

ابوزید کے ہاں فرق: جو آنکھوں سے نظر آئے وہ مفتوح العین اور جو نظر نہ آئے وہ مکسور العین۔ بعض عرب کہتے ہیں اسْتَ الطریق العوج کہتے ہیں۔ نووی کہتے ہیں اکثر نے مفتح العین لکھا حافظ ابوالقاسم نے مکسور العین لکھا اور یہ درست ہے۔

(تہذیب النووی)

**الحاصل**: اس سے معلوم ہوا کہ یہاں ضبط اعراب اکثریت کے اقوال کے مطابق ہے ورنہ درست اس کے خلاف ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۳۳۳۱) و مسلم (۱٤٦۸)

**الفوائد**: عورتوں کے ساتھ نرمی و احسان سے پیش آنا چاہئے ان کے اندر پائے جانے والے ٹیڑھ کو برداشت کرنا چاہئے اگر بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو ان کے ضعف عقل کی وجہ سے تو یہ ممکن نہیں البتہ ٹوٹ جانے کا قوی امکان ہے اور ٹوٹنا طلاق ہے۔ پس خاوند کو ان کے ٹیڑھ پن کے ساتھ ساتھ استمتاع کرنا چاہئے۔

۲۷۶ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِيْ عَقَرَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: "اِذِ انْبَعَثَ اَشْقَاهَا" انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيْزٌ عَارِمٌ مَنِيْعٌ فِي رَهْطِهِ، ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَآءَ فَوَعَظَ فِيْهِنَّ فَقَالَ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَاَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهِ" ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِيْ ضِحْكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ فَقَالَ: "لِمَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا [illegible] عَلَيْهِ۔

"وَالْعَارِمُ" بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالرَّآءِ هُوَ الشَّرِيْرُ الْمُفْسِدُ– وَقَوْلُهُ "انْبَعَثَ اَیْ قَامَ بِسُرْعَةٍ"۔

۲۷۶: حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے خطبہ کے دوران سنا کہ آپ نے اونٹنی کا ذکر فرمایا اور اس شخص کا ذکر کیا جس نے اس کی کونچیں کاٹیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿اِذِ انْبَعَثَ اَشْقَاهَا﴾ کہ جب ان میں سے سب سے بڑا بدبخت اٹھا جو کہ ایک زبردست فسادی خاندان میں [illegible] آدمی تھا۔ پھر آپ نے عورتوں کا تذکرہ فرمایا اور عورتوں کو نصائح فرمائیں۔ پس فرمایا تم میں بعض لوگ عورتوں کو غلام کی طرح کوڑے مارتے ہیں۔ شاید کہ وہ دن کے پچھلے حصہ میں اس سے ہمبستری کرے۔ پھر آپ نے لوگوں کو کوز

مار کر ہنسنے سے روکا اور فرمایا وہ اس حرکت پر کیوں ہنستا ہے جو اس نے خود کی ہے۔ (بخاری و مسلم)

اَلْعَارِمُ: فسادی، شرارتی۔

اِنْبَعَثَ: جلدی اٹھا۔

**تشریح** عبداللہ بن زمعہ: بن اسود بن مطلب القرشی الاسدی رضی اللہ عنہ۔ ان کی والدہ کا نام قریبہ بنت امیہ بن المغیرہ ہے ان کی [illegible] ام سلمہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ شرفاء قریش سے تھے۔ یہ اجازت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آ [illegible] ن سے ابوبکر بن عبدالرحمن اور عروہ بن الزبیر نے روایت لی ہے۔ ان کا والد زمعہ بدر کے دن کفر کی حالت میں مارا گیا۔ [illegible] کا دادا وہ ان مستہزئین میں شامل تھا جن کے متعلق قرآن نے فرمایا: ﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ﴾ عبداللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر پر حملہ کے موقعہ پر شہید ہوئے یہ بات ابواحمد عسکری نے ابوحسان زیادی سے نقل کی ہے۔ ان کے بیٹے کا نام یزید تھا حرہ کی لڑائی میں پکڑ کر قتل کر دیا گیا مسلم بن عقبہ مری نے اس کو قتل کیا۔ (اسد الغابہ) ابن حزم کہتے ہیں کہ عبداللہ نے ایک روایت نقل کی ہے۔ (مختصر اتاریخ لابن حزم) ابن علان کہتا ہے کہ مزی نے اطراف میں ان کی دو روایتیں نقل کی ہیں جن میں ایک یہ روایت اور دوسری ابوداؤد میں ہے۔ (الاطراف للمزی)

انه سمع: ناقہ سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی مراد ہے۔ ذکر کی واو عاطفہ ہے۔ و الذی عقرها: اونٹنی کو ہلاک کرنے والا قدار بن سالف ثمودی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ثمود کا سب سے بڑا بدبخت فرمایا۔ ها: کی ضمیر اونٹنی کی طرف لوٹتی ہے۔ عزیز: بروزن رحیم قلیل المثل۔ منیع فی رهطه: طاقتور اور اپنی قوم میں حفاظت والا۔ بخاری کی روایت میں مثل ابی زمعہ (یعنی اسود) کے الفاظ زائد ہیں۔ یہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا مجازی چچا ہے۔ [illegible] کے والد کا ابن عم تھا گویا باپ کا بھائی تھا اس لئے اس کو عم کہہ دیا گیا۔ قرطبی کا قول: ① ممکن ہے کہ اس سے مراد ابوزمعہ صحابی ہوں جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت کی۔ ان کا نام عبید البلوی ہے اور وجہ مشابہت یہ ہے کہ جس وہ کافر قوم میں عزت و وقار والا تھا اسی طرح یہ بھی تھے اور ② یہ بھی ہوسکتا ہے اور کوئی کافر مراد ہو جس کی کنیت تھی۔ (المفہم للقرطبی)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ یہ دوسرا قول قابل اعتماد ہے۔ غیر مذکور سے مراد اسود ہے اور وہ یہ عبداللہ بن زمعہ روایت کے راوی ہیں اور یہی عم الزبیر ہیں۔ بلوی اور زبیر کے درمیان کوئی رشتہ نسب نہیں ہے۔ (فتح الباری)

ثم ذکر النساء: پھر آپ نے استطراداً عورتوں کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا تم عورتوں کو غلاموں کی ایذاء کن کوڑے مارتے ہو۔

**فرق الروایات**: مسلم میں ضرب الامة اور نسائی میں کما یضرب العبد او الامه۔ بخاری میں ضرب الفحل: (نر اونٹ) ابوداؤد میں: ضربك امتك۔ فلعله یضاجعها فی آخر یومه: بخاری نے باب النکاح یجامعها اور نسائی نے من آخر النهار۔ اکثر روایت میں آخر یومه اور وکیع کی روایت میں آخر اللیل یا من آخر اللیل۔ تمام روایات کا مطلب قریب قریب ایک ہے۔

**فوائد**: ① غلام و لونڈی کو سخت سزا سے ادب سکھانا جائز ہے اور بیویوں کو اس سے کم ضرب لگائی جائے۔ ② بیوی کی ضرب شدید اور مجامعت کو ذکر ضرب شدید کی مذمت مقصود ہے کیونکہ وہ نفرت کا بیج بوتی ہے اور مجامعت تو محبت کی متقاضی ہے۔ ثم وعظهم فی ضحکهم من الفرطه۔ گندی ہوا خارج کرکے اس پر ہنسنے پھر مردوں کو خبردار کیا کہ یہ خلاف مروت ہے کیونکہ

ہنسی تو کسی عجیب بات پر ہوتی ہے اور یہ چیز عادۃً ہر انسان میں ہے تو پھر اس پر ہنسی کا کیا معنی ہے۔

**تبسم و ضحک میں فرق**: اگر ظاہری چہرے پر عجیب حالت کا اثر ظاہر ہو تو تبسم ہے اگر وہ اثر قوی ہو کر ساتھ آواز شامل ہو جائے تو ضحک اور اگر اس سے آگے ترقی کر جائے تو قہقہہ کہلاتی ہے۔

**العارم**: خبیث شریر العرام قوت و شدت اور شرارت کو کہتے ہیں۔ النہایہ۔ صبی عارم شرارتی بچے کو کہتے ہیں۔ عرم یعرم: آتا ہے۔ (الصحاح)

**انبعاث**: یہ بعث کا مطاوع آتا ہے یہ سرعت کو ظاہر کرتا ہے یعنی جلدی سے اٹھا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (١٦٢٢٢) والبخاری (٣٣٧٧) ومسلم (٢٨٥٥) والترمذی (٣٣٤٣) والنسائی (٦/١١٦٧٥) وابن ماجه (١٩٨٣) والدارمی (٢/١٤٧) وابن حبان (٥٧٩٤) والطبرانی (٣/٢١٤)

**الفرائد**: ① حسن ادب و معاشرت کا ایک زریں اصول بتایا کہ گندی ہوا خارج ہونے پر ہنسنا نالائق ہے۔ ② عورتوں کو بلا ضرورت تادیب مار نا نہ چاہئے۔

٢٧٧ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا یَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ" اَوْ قَالَ غَیْرَهٗ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَقَوْلُهٗ :"یَفْرَكْ" هُوَ بِفَتْحِ الْیَآءِ وَاِسْكَانِ الْفَآءِ وَفَتْحِ الرَّآءِ مَعْنَاهُ :یُبْغِضُ یُقَالُ فَرِكَتِ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا بِكَسْرِ الرَّآءِ یَفْرَكُهَا بِفَتْحِهَا :اَیْ اَبْغَضَهَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

٢٧٧: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی مؤمن کسی مؤمنہ سے بغض نہ رکھے اگر اس کی ایک بات ناپسند ہے تو دوسری پسند ہوگی۔ اٰخَرَ کا لفظ فرمایا یا غَیْرَهٗ کا (مسلم)

یَفْرَكْ :بغض رکھتا ہے جیسا کہتے ہیں :فَرِكَتِ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا یعنی اس سے بغض رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ عورت نے اپنے خاوند سے بغض رکھا اور خاوند نے عورت سے بغض رکھا۔ واللہ اعلم

**تشریح** ۞ لا یفرك مومن و مومنة: نکرہ تعظیم کے لئے لائے۔ کوئی مؤمن کسی مؤمنہ کے ساتھ کسی حالت میں بغض نہ رکھے بلکہ اگر اس کی بدخلقی ناپسند ہے تو پاکدامنی پسند ہوگی۔ او یہ راوی کو شک ہے کہ آپؐ نے آخر یا غیرہ کا لفظ فرمایا۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں یہ نہی نہیں بلکہ خبر ہے۔ ای لا یقع منه بغض تام لها: اس سے کبھی مکمل نفرت نہیں ہوتی۔ آدمیوں کا بغض عورتوں اس طرح کا نہیں جیسا عورتوں کا مردوں کے خلاف اسی لئے کہا گیا کہ اگر اس کی ایک بات ناپسند ہے تو دوسری پسند ہے۔ مگر قاضی کی یہ بات درست نہیں بلکہ یہ نہی ہے معنی یہ ہے مرد کو مناسب نہیں کہ وہ عورت سے بغض رکھے اگر اسکی کوئی خصلت ناپسند ہے تو اس میں پسندیدہ عادت بھی پاتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ نہی ہے جس سے دو جانبین متعین ہوتی ہیں:

① روایات میں لا یفرك: سکون کاف سے وارد ہے نہ کہ مرفوع۔ اگر یہ مرفوع بھی ہوتا تب بھی لفظ خبر سے نہی تھی۔

② اس کے خلاف حالت موجود ہے کہ بعض مرد اپنی عورتوں سے شدید بغض رکھتے ہیں۔ اگر خبر ہوتی تو اس کے خلاف نہ ہوتا

حالانکہ یہ خلاف موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

**یفرك:** یہ فرح یفرح کے باب سے ہے۔ عرب کہتے ہیں: فرکت المراة زوجھا۔ معنی بغض رکھنا۔ ابغضھا۔ ہے۔ اس سے اسم بغض آتا ہے حدیث کا مقصد یہ ہے کہ مؤمن کی شان کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مؤمنہ سے کلی طور پر بغض نہ رکھے جو اس کو اس سے جدائی پر آمادہ کرے۔ بلکہ اس کی غلطیوں سے درگزر کرے اور حسنات کو سامنے رکھے۔ قرطبی کہتے ہیں فرك: کالفظ عورتوں کے لئے خاص ہے۔ مردوں کے لئے مجازاً استعمال ہوتا ہے اس حدیث میں اسی معنی میں ہے۔ (المفہم للقرطبی)

**تخریج:** أخرجه مسلم (١٤٦٩)

**الفوائد:** کسی مؤمن مرد کو اپنی بیوی سے بغض نہ رکھنا چاہئے جو کہ جدائی پر منتج ہو بلکہ درگزر سے کام لے۔

٢٧٨ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُوْلُ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ : "اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ، فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ، اَلَا اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَآئِكُمْ حَقًّا وَّلِنِسَآئِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا : فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ اَنْ لَّا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَّنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَاْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ : اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

قَوْلُهٗ ﷺ "عَوَانٍ" اَيْ اَسِيْرَاتٌ جَمْعُ عَانِيَةٍ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَهِيَ الْاَسِيْرَةُ وَالْعَانِيْ : الْاَسِيْرُ – شَبَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمَرْاَةَ فِيْ دُخُوْلِهَا تَحْتَ حُكْمِ الزَّوْجِ بِالْاَسِيْرِ "وَالضَّرْبُ الْمُبَرِّحُ" هُوَ الشَّاقُّ الشَّدِيْدُ وَقَوْلُهٗ "فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا" اَيْ لَا تَطْلُبُوْا طَرِيْقًا تَحْتَجُّوْنَ بِهٖ عَلَيْهِنَّ وَتُؤْذُوْنَهُنَّ بِهٖ ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

٢٧٨: حضرت عمرو بن احوص جشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو سنا کہ آپ خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرما رہے تھے۔ پہلے آپ نے حمد وثنا کی اور پھر وعظ ونصیحت فرمائی پھر ارشاد فرمایا: خبردار! عورتوں سے بھلا سلوک کرو وہ تمہارے ہاں قیدی ہیں۔ تم ان کے بارے میں کچھ اختیار نہیں رکھتے ہو (سوائے حق زوجیت کے) البتہ اگر وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں (تو سخت سلوک کی مستحق ہیں) پس اگر اس کا ارتکاب کرلیں تو انہیں بستروں سے الگ کردو اور ان کو مارو (مگر صرف اس وقت جب باقی تدابیر بے کار جا چکی ہوں) مگر مار دردناک نہ ہو۔ پس اگر وہ تمہاری فرمانبرداری اختیار کرلیں تو خواہ مخواہ ان پر اعتراض کا راستہ مت تلاش کرو۔ اچھی طرح سن لو! بے شک تمہارا ان پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارا بستر (گھر) ان لوگوں کو

روندنے نہ دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور نہ ان لوگوں کو تمہارے گھروں میں آنے دیں جن سے تم نفرت کرتے ہو۔
خبردار! ان کا حق تم پر یہ ہے کہ کپڑوں اور کھانے کے بارے میں ان پر احسان کرو۔ (ترمذی)
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
عَوَانٍ: قیدی جمع عَانِیَۃٌ: قیدی عورت۔
الْعَانِیُ: قیدی مرد۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو خاوند کی ماتحتی میں قیدی سے تشبیہ دی ہے۔
الضَّرْبُ الْمُبَرِّحُ: دکھ آمیز سخت۔
فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا: تم ان پر خواہ مخواہ اعتراض کا راستہ مت تلاش کرو۔ تاکہ اس سے ان کو تکلیف پہنچ سکو۔ واللہ اعلم

**تشریح** ۞ عمرو بن الاحوص بن جعفر بن کلاب جشمی رضی اللہ عنہ الکلابی: یہ ابو عمرو کا قول ہے۔ ابن مندہ اور ابونعیم نے جشمی ہی قرار دیا۔ ابن اثیر ابو عمرو کا قول غیر معروف ہے۔ ان کی نسبت کلاب جشم کی طرف نہیں ہے اور نہ اور کسی کلاب کی طرف۔ الاحوص بن جعفر بن کلاب ان کا معروف نسب ہے۔ شاید ان کا جشم سے معاہدہ ہو جس کی وجہ سے انکی طرف منسوب ہو گئے (اسد الغابہ) بقول ابن حزم انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔
حجۃ الوداع کی وجہ تسمیہ: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو الوداع کیا اور اس کے بعد حج نہیں کیا۔ وذکر: تکبیر و تہلیل کہی اگر کاف ساکن ہو اور اگر مشدد ہو تو معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور اس کے انعامات یاد دلائے اور اس معنی کی تائید وعظ سے ہوتی ہے۔ الا واستوصوا بالنساء خیرًا فانماهن عوان عند کم لیس تملکون منهن شیئاً غیر ذلك: الا اہتمام کلام کے لئے لایا جاتا ہے۔ عوان: جمع عانیہ اس کا معنی قیدی ہے۔ اس سے اشارہ فرمایا یہ یا تو اشارہ بلیغ ہے یا ظاہر پر ہے۔ غیر ذلك سے استمتاع اور اپنی ذات اور مال کی حفاظت ہے۔
الا ان یاتین بفاحشة: فاحشہ سے مراد نافرمانی اور بدمزاجی مراد ہے۔
مبینه: اسم فاعل ہو تو معنی یہ ہے یہ ایسی نافرمانی جو اس کی عدم اطاعت کو ظاہر کرتی ہے جو کہ اس پر فرض ہے۔ اگر اسم مفعول ہو اس کی بدحالی اس فاحشہ پر دلالت کرتی ہے اور اس کو واضح کرتی ہے۔ فان فعلن فاهجروهن فی المضاجع: اگر نافرمانی کے مقدمات ان سے ظاہر ہوں تو ان کو نصیحت کرو اگر وہ اس کو قبول نہ کریں تو ان کے بستر پر مت جاؤ۔
واضربوهن ضربا غیر مبرح: مبرح یہ ایسی ضرب کو کہتے ہیں جو عیب والا نہ بنائے نہ زخم لگے نہ ہڈی ٹوٹے چہرے اور ہلاکت والے مقامات پر بھی نہ لگائی جائے۔ پس چھوڑنے کے ساتھ ساتھ نافرمانی کی صورت میں تادیب کیلئے یہ تعزیر ہوگی۔
رویانی کا قول: رومال کو بٹ کر مارا جائے یا ہاتھ سے مارے۔ کوڑے یا لاٹھی سے نہ مارے شرع نے اس صورت میں مارنے کی اجازت خاوند کو حق لینے کی خاطر دی ہے۔
عز بن عبدالسلام: یہ ایک مقام ہے کہ جہاں مستحق اپنا حق لینے کے لئے مستحق کو مار سکتا ہے۔ دوسرا موقعہ آقا اپنے غلام کو جبکہ وہ اس کا حق ادا نہ کرے۔ ان دونوں میں ضرب ضرورت کی وجہ سے ہے۔ عدم اطلاع کی وجہ سے اس کا ثابت کرنا متعذر ہے۔ ضرب کا جواز اس وقت ہے جب گمان غالب ہو کہ اس سے اسکی اصلاح ہو جائے گی اور اگر اس فائدے کا امکان نہ ہو تو پھر

جائز نہیں ہے۔

**فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا**: توبیخ وایذاء کی راہ مت تلاش کرو۔ مطلب یہ ہے اس بات کی تعریض بھی مت کرو گویا یہ واقعہ ہوا ہی نہیں کیونکہ تائب کا گناہ شمار نہیں ہوتا۔ یہ جملہ **و اللاتی تخافون نشوزھن** ... **سبیلا** سے اخذ کیا گیا ہے۔

**الا**... **حقا**: امر واجب مراد ہے۔

**النحو**: **و نساء کم علیکم حقا**: یہ ایک عامل کے دو معمولوں کا باہمی عطف ہے جو کہ جائز ہے۔

**محققکم علیھن ان طوئن فرشکم عن تکرھون**: ماوردی کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ غیر مردوں سے خلوت نہ کریں۔ قاضی کہتے ہیں عربوں کی عادت تھی کہ مرد عورتوں سے باتیں کرتے تھے۔ یہ ان کے ہاں عیب و ریب نہ تھا۔ جب آیت حجاب نازل ہوئی تو اس سے منع کر دیا گیا۔

نووی کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ عورت ان میں سے کسی آدمی کو گھر میں داخلے کی اجازت نہ دے جن کو وہ ناپسند کرتا ہو اور نہ بیٹھنے کی اجازت دے خواہ وہ ماذون اجنبی ہو یا عورت کا محرم' نہی میں تمام شامل ہیں اسی لئے اس کے بعد **و لا یاذن فی بیوتکم تکرھون** لایا گیا ہے یعنی جن کا داخلہ خاوند ناپسند کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ فقہاء کے ہاں یہی مسئلہ ہے کہ عورت کو حلال نہیں کہ وہ کسی مرد و عورت خواہ وہ محرم ہو یا غیر محرم خاوند کے مکان میں داخلے کی اجازت دے۔ صرف وہ آ سکتے ہیں جن کے متعلق اسے علم ہو کہ خاوند ان کو ناپسند نہیں کرتا کیونکہ اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں داخلہ حرام ہے۔ سوائے ان کے جن کو آدمی اجازت دے یا عرف سے جن کے متعلق رضامندی معلوم ہو اور جب شک ہو اور کوئی قرینہ ترجیح کا نہ ہو تو پھر داخلہ جائز نہیں اور نہ اذن جائز ہے۔

**الا و حقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کرتھن و طعامھن**: اپنے حالات کے مطابق ان کو کپڑے دے حدیث میں جب عورت سے نافرمانی نہ پائی جائے تو اس کا خرچہ اور کپڑے بالاجماع واجب ہیں۔ رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح۔

حدیث کے دونوں اوصاف مذکور ہوں واؤ عطف مقدر ہو گا جو او کے معنی میں ہو گا۔ اے **حسن او صحیح**: ایک سند سے حسن دوسری سے صحیح یا او تردید یہ کہ یہ حسن ہے یا صحیح یعنی محدثین کو اس کی سند کے رجال میں اختلاف ہے کہ آیا وہ درجہ حسن میں ہے یا صحیح میں ہے۔

**عوان**: جمع عانیہ ہے۔ اس کی جمع بناتے ہوئے تغیر نقص اور تغیر شکل پائے جاتے ہیں جیسا غلام سے غلمان' عانیہ اسیر عورت' عانی قیدی مرد جیسا حدیث میں وارد ہے۔ **اطعموا الجامع و فکوا العانی**۔ **عانی**: ہر عاجز' ذلیل' جھکنے والا۔ **عنا یعنو عان**: (النہایۃ لابن کثیر) **سبیلا**: سے مراد توبہ و رجوع کے بعد اعتراض کی راہ تلاش نہ کرو۔ **تؤذوھن بہ**: واؤ معیت کے لئے ہو سکتی ہے۔ یہ ان مضمرہ کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ یہ جواب نہی میں ہے۔ لیکن اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ممنوع یہاں مذکورہ طریقے کی طلب ایذاء کے ساتھ ہے بغیر ایذاء کے طلب کی ممانعت نہیں حالانکہ مفہوم نہیں بلکہ مطلقاً تو بہ کے بعد ایذاء کی طرف تعرض کو منع کیا گیا ہے (واللہ اعلم)

**تخریج**: أخرجه الترمذی (۱۱۶۳) وابن ماجه (۱۸۵۱)

**الفوائد**: ازواج کے ساتھ حسن سلوک اور احسان سے پیش آنا چاہئے۔ ان کے نفقات و کپڑے عدم نافرمانی کے وقت لازم

ہیں۔ (۲) عورت کی نافرمانی علیحدگی کا ایک سبب ہے۔

۲۷۹: وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: "اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

وَقَالَ مَعْنٰى "لَا تُقَبِّحْ": لَا تَقُلْ قَبَّحَكِ اللّٰهُ۔

۲۷۹: حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کسی بیوی کا مرد پر کیا حق ہے؟ ارشاد فرمایا جب تم کھاؤ تو اس کو کھلاؤ اور جب تم لباس پہنو تو اس کو پہناؤ۔ اسکے چہرے پر مت مارو اور نہ اسے برا کہو اور نہ ہی اس سے علیحدگی اختیار کرو مگر گھر میں (ابوداؤد)

یہ حدیث حسن ہے۔

لَا تُقَبِّحْ: اس کو مت کہو اللہ تمہارا ستیاناس کرے یا تمہارا بیڑہ غرق کرے یا تجھے بدصورت بنادے۔

**تشریح** ✧ **عن معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ**: ان کے سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابن معاویہ بن قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعۃ القشیری اہل بصرہ سے ہیں انہوں نے خراسان کے غزوہ میں حصہ لیا اور وہیں وفات پائی۔ یہ بہز بن حکیم بن معاویہ کے دادا ہیں۔ ان کے بیٹے حکیم نے ان سے روایت لی ہے۔ یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ بہز بن حکیم کی روایت کیسی ہے انہوں نے کہا حکیم سے بہز کے علاوہ دوسرا روایت کرے تو یہ سند پختہ ہے۔

**قال قلت یا رسول اللہ**: ابن اثیر نے اسد الغابہ میں روایت کی ہے کہ اس کے الفاظ یہ ہیں ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماحق المرأۃ علی الزوج؟ الحدیث: وہ روایت کے منافی نہیں کیونکہ واقعات متعدد ہو سکتے ہیں یا انہوں نے اپنے آپ کو بھول کر یا کسی وجہ سے مبہم رکھا۔

**ما حق زوجۃ احدنا علیہ**: یعنی خاوند پر اس کا کیا حق ہے۔

**ان تطعمھا اذا اطعمت وتکسوھا اذا اکتسبت**: جو کھاؤ اور پہنو اس کو بھی پہناؤ اور کھلاؤ فرض کا مطلب یہ ہے کہ لازمی خوراک سے زائد نہ کھانے والا ہو۔ اگر یہ کھانے اور پہننے میں آرام پرست ہو تو فرض سے زائد احسان و نفل ہوگا۔

**ولا تضرب الوجہ ولا تقبح**: چہرے پر اسلئے نہ مارو کہ وہ لطیف عضو ہے اور اس میں عیب برا ہے اور اس طرح بھی نہ کہے۔ **قبح اللہ وجھک**: اس طرح مت کہو کہ تیری عادت کس قدر قبیح ہے۔ کام کی مذمت دراصل کرنے والے کی مذمت ہے۔

**لا تھجر الا فی البیت**: نافرمانی کے وقت گھر میں اس کے بستر سے علیحدگی کرو ضرورت کے وقت کلام مت چھوڑو۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۴۲ ۲۰۰/۷) وأبو داود (۲۱۴۲) وابن ماجه (۱۸۵۰)

**الفوائد**: عورت کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ چہرے پر نہ مارے اور نہ قبیح القابات سے اس کو آواز دے۔ (۲) عورتوں سے حسن سلوک اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و منزلت بڑھاتا ہے۔

۲۸۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّخِیَارُكُمْ خِیَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۲۸۰ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمنوں میں کامل ایمان والے وہ ہیں جو اخلاق میں سب سے اعلیٰ ہیں اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو عورتوں سے بہتر برتاؤ کرنے والے ہیں۔

(ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**اَللُّغٰتُ** : اکمل المؤمنین ایمانا: ایمان کا لفظ اسم تفضیل کی ضمیر سے متمیز ہے معنوی اعتبار سے فاعل ہے۔ **خلقا**: نفس کا ایسا ملکہ جو افعال حمیدہ پر آمادہ کرے اور شریفانہ عادات کا ذریعہ بنے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حسن اخلاق کی حقیقت تین چیزیں ہیں: ① نیکی اختیار کرنا۔ ② تکلیف کو دور کرنا۔ ③ خوش مزاجی۔ ابوالولید با جی کہتے ہیں پاس بیٹھنے والے یا نو وارد کے لئے پانچ باتیں ظاہر کرے۔ ① خوشی ② حوصلہ ③ شفقت ④ تعلیم پر صبر ⑤ چھوٹے بڑے سے محبت۔

**ایک نکتہ**: اس میں اختلاف ہے کہ حسن اخلاق اختیار کرنے سے بنتا ہے یا فطری ہے۔ اصل کے لحاظ سے یہ فطری ہے اور حاصل کرنے سے بڑھتا اور مضبوط ہوتا ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں افضل اعمال کیا ہے۔ اس کے علماء نے مختلف جوابات دیئے ہیں کیونکہ پوچھنے والے کی حالت مختلف ہے۔ ① جس کی اسے زیادہ ضرورت تھی اس کے مطابق جواب دیا گیا ② یا جس کی طرف سائلوں کی رغبت زیادہ تھی یا ③ جو اس لائق تھا کہ افضل عمل قرار پائے اس سے جواب دیا ④ افضل عمل اوقات کے اختلاف سے مختلف ہے مثلاً جہاد ابتداء اسلام میں افضل الاعمال تھا کیونکہ وہ اسلام کے قیام اور پختگی کا ذریعہ تھا۔ اس پر بہت سے دلائل قائم ہیں کہ نماز صدقہ سے افضل ہے مگر مضطر و مجبور کی ہمدردی کے وقت صدقہ اس سے افضل ہوگا۔ ⑤ افضل سے مراد مطلق فضیلت والا ہے۔ ⑥ افضل سے من کو حذف کیا گیا ہے اور یہی مراد ہے جیسا کہ وارد ہے: خیر کم لاهله اور یہ بات واضح ہے کہ گھر والوں سے بہتر سلوک والا مطلقاً سب سے بہتر نہیں بن جاتا۔ پس اس کے مطابق افضل اعمال ایمان ہے اور بقیہ اعمال درجات کے لحاظ سے متفاوت ہیں مگر افضل ہونے میں برابر ہیں۔ (فتح الباری)

خیار کم خیار کم لنسائھم: ایک روایت میں خیر کم لاھله کے الفاظ ہیں۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ اس میں اشارہ کر دیا صلہ رحمی کرنی چاہئے اور اس پر دوسروں کو آمادہ کرنا چاہئے۔ بعض نے کہا کہ حدیث باب سے مراد یہ ہے کہ اپنی بیوی سے کھلے چہرے سے پیش آئے اور اس کو ایذا نہ دے اور اس پر احسان کرے اور اس کی طرف سے ایذاء پر صبر کرے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اضافہ عہد کے لئے ہو اور مراد صرف آپ کی ذات گرامی ہو اور انا خیر کم لاهلی۔ مراد چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل کے لئے سب سے زیادہ اچھے ان کے اختلاف احوال پر سب سے زیادہ صابر تھے۔

**تخریج**: ترمذی، ابن حبان، ۴۷۹ ابن ماجه، ابو داوٗد، احمد ۳/ ۷۴۰۶، عبد الرزاق، طبرانی، حاکم ج۲، دارمی ۲۔

**الفوائد**: حسن اخلاق کا کمال ایمان سے ہے۔ عورتوں کی طرف سے معمولی بات برداشت کر کے ان سے حسن سلوک کا

معاملہ کرنا چاہئے۔ یہ چیز مرد کے لئے بارگاہِ الٰہی میں قدر و منزلت کو بڑھانے کا ذریعہ ہے۔

۲۸۱ : وَعَنْ اِيَاسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِىْ ذُبَابٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تَضْرِبُوْا اِمَآءَ اللّٰهِ فَجَآءَ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَآءُ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ فَرَخَّصَ فِىْ ضَرْبِهِنَّ فَاَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : وَلَقَدْ اَطَافَ بِاٰلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ اُولٰٓئِكَ بِخِيَارِكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

قَوْلُهٗ : "ذَئِرْنَ" هُوَ بِذَالٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَةٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ مَكْسُوْرَةٍ ثُمَّ رَآءٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ نُوْنٍ : اَىْ اجْتَرَاْنَ قَوْلُهٗ "اَطَافَ" اَىْ اَحَاطَ۔

۲۸۱ : حضرت ایاس بن عبداللہ بن ابی ذیاب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کی باندیوں کومت مارو! پس عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو کہا عورتیں اپنے خاوندوں پر جرأت مند ہوگئیں۔ اس پر مردوں کو مارنے کی اجازت دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ؓ کے پاس کثرت سے عورتیں اپنے خاوندوں کی شکایت لے کر آنے لگیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں بہت عورتیں شکایت لے کر آنے لگیں جو اپنے خاوندوں کی شکایت کرتی تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ تم میں سے اچھے نہیں۔ (ابوداؤد)
اسناد صحیح کے ساتھ۔

ذَئِرْنَ : جرأت مند ہونا۔
اَطَافَ : گھیر لیا' کثرت سے چکر لگایا۔

**تشریح** ✿ عن ایاس: یہ دوس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں بعض نے کہا یہ مزینہ قبیلہ سے متعلق ہیں مگر پہلا قول زیادہ معروف ہے مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کی۔ ابو عمر وان کو صحابی کہتے ہیں ابن مندہ اور ابو نعیم نے اختلاف نقل کیا ہے (اسد الغابہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے یہ نقل کی ہے۔

**لا تضربوا اماء الله**: اما' جمع لمة یہ اصل میں اموة ہے اسی وجہ سے اس کی تصغیر امیہ جس کی اصل امیوة آتی ہے۔ اس کی جمع آام: بروزن قاضی اور اموان: بروزن اسلام آتی ہے اسکی جمع اموات: بروزن سنوات: بھی آتی ہے۔ مراد اس سے عورتیں ہیں اور ظاہر سے مطلقاً مارنے کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کی کہ عورتیں جری ہوگئیں۔ ذئرن: یہ ذئر اور ذئرت ابوداؤد میں ذئر آیا ہے۔ یہ اکلونی البراغیث کے قبیل سے ہے۔ **علی ازواجهن**: جب مطلقاً مارنے کی ممانعت تھی۔ **فرخص فی ضربهن**: رخصت حکم کو تنگی سے سہولت میں بدلنا جبکہ حکم کا لحاظ کیا جائے اور ممانعت کی وجہ نرمی تھی اور یہ چیز تو عذر کے لئے اس کی اباحت کے باوجود قائم ہے اور وہ زوجیت کا دوام اور ان کے حقوق کی ادائیگی ہے۔

فاطاف بال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ازواج مطہرات مراد ہیں وہ مراد نہیں جن پر صدقہ حرام ہے وہ خاوندوں کی مار پیٹ کا شکوہ کر رہی تھیں۔

لیس اولئك بخیار کم: وہ تم میں اچھے لوگ نہیں جو اپنی بیویوں کو مارنے والے ہیں کیونکہ یہ چیز تنگ دلی کا باعث ہے جو حسن اخلاق کے خلاف ہے۔

تخریج: ابو داؤد' نسائی' ابن ماجہ' عبد الرزاق ۱۷۹۴۵' ابن حبان ۴۱۸۹' طبرانی ۷۸۴۔ حاکم ۲/ ۲۷۶۵' دارمی ۱۴۷/۲' بیہقی ۳۰۴/۷۔

الفرائد: بغوی کہتے ہیں کہ عورتوں کو حقوق کے سلسلہ میں رکاوٹ پر مارنا مباح ہے اور مارنے کی ممانعت ممکن ہے نزول آیت سے پہلے ہو۔ پھر جب عورتوں نے زیادہ جرأت مندی کی تو مارنے کی اجازت دی گئی جب مار پٹائی میں مبالغہ ہوا تو اس ارشاد میں بتلایا کہ ترک ضرب اولیٰ ہے' کج خلقی پر صبر اعلیٰ ہے۔

۲۸۲ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۸۲: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا نفع اٹھانے کی چیز ہے اور اس میں سب سے بہتر نفع اٹھانے کی چیز نیک عورت ہے"۔ (مسلم)

تشریح ۞ الدنیا متاع: متاع وہ چیز جس سے کچھ وقت کے لئے نفع اٹھایا جائے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قل متاع الدنیا قلیل۔ خیر متاع الدنیا: اسم ظاہر ضمیر کی جگہ مزید وضاحت کے لئے لائے۔ المراۃ الصالحۃ۔ قرطبی کہتے ہیں حدیث میں اسکی تفسیر اس طرح کی گئی کہ جب خاوند اس کو دیکھے وہ اس کو خوش کر دے جب حکم کرے تو اطاعت کرے اور جب وہ غائب ہو تو مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے۔

تخریج: مسلم' احمد' نسائی۔

الفرائد: ① دنیا بقدر ضرورت ہونی چاہئے۔ نیک عورت دنیا کا بہترین متاع ہے کیونکہ اس کی بھلائی اس کے شر پر غالب ہے۔

## ۳۵ : بَابُ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْاَةِ

## باب: خاوند کا بیوی پر حق

حق: جو چیز خاوند کی بیوی کے ذمہ ہے اور جن حقوق کا وہ بیوی کی طرف سے حقدار ہے۔

### آیات

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ﴾ [النساء: ۳۴]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''مرد حاکم ہیں عورتوں پر بوجہ اس فضیلت کے جو اللہ نے بعض کو بعض پر عنایت فرمائی اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کیے۔ پس نیک عورتیں فرمانبرداری کرنے والیاں اور (خاوند) کی غیر موجودگی میں اپنی (عصمت کی) حفاظت کرنے والی ہیں اور اس حفاظت کے سبب جو اللہ نے فرمائی''۔

قَوّٰمُوْنَ: وہ ان پر اس طرح نگران ہیں جس طرح حکام رعایا پر اور ان کی دو وجوہ ہیں۔

① بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ: یعنی اس فضیلت کی وجہ سے جو مردوں کو عورتوں پر کمال عقل' حسن تدبیر اور اضافی قوت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے یہ قوت اعمال و طاعات کے سلسلہ میں ہے۔ اسی وجہ سے مردوں کو یہ منصب عنایت کیے گئے امامت کبریٰ' حکومت' اقامت شعائر' فیصلوں کے مقامات پر گواہی' جہاد' امامت جمعہ' عصبہ ہونا' میراث میں اضافی حصہ' طلاق کے ذریعہ جدا کرنے کا حق وغیرہ۔

② کسبی فضیلت یہ ہے: وبما انفقوا من اموالھم کہ انہوں نے اپنے مال ان کے نکاح (مہر' نان نفقہ) میں خرچ کیے ہیں پھر عورتوں کی دو قسم ذکر فرمائیں۔ فالصالحات قانتات۔ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ خاوندوں کے حقوق بھی ادا کرتی ہیں۔ حافظات للغیب: خاوندوں کی غیر موجودگی میں اس چیز کی حفاظت کرتی ہیں جس کی حفاظت (نفس' مال) ضروری ہے وہ کرتی ہیں۔ بعض نے کہا خاوندوں کے راز افشا نہیں کرتیں۔ بما حفظ اللہ: اللہ تعالیٰ کی اس حفاظت کے ساتھ جو ان کو خاوندوں کی غیر موجودگی میں حفاظت کا حکم دیا اور وعدے' وعید سے اس پر نہ صرف آمادہ کیا بلکہ اپنی توفیق بھی شامل حال کر دی۔ ② اور اس شخص کے ذریعہ جس کو ان کی حفاظت کے لئے مہر و نفقہ کے سبب ذمہ دار بنایا اور ان کی حفاظت پر قائم رہنے اور ان سے دفاع کرنے والا بنایا ان عورتوں کی حفاظت کی۔ ما: مصدریہ ہے۔ ای بحفظ اللہ ایاھن۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اس حفاظت کرنے کی وجہ سے جو ان کی کی گئی ہے۔ ما کو موصولہ بنا کر اسی بنائیں یا انوی کے معنی میں بنائیں ان میں بے جا تاویلات کرنا پڑتی ہیں۔ پس مصدریہ بنایا بہتر ہے۔

اس باب سے متعلق روایت عمرو بن الاحوص کی پہلے باب میں گزری مزید روایات آتی ہیں۔

۲۸۳: وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ''اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَہٗ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَلَمْ تَاْتِہٖ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَیْھَا لَعَنَتْھَا الْمَلٰٓئِکَۃُ حَتّٰی تُصْبِحَ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّھُمَا ''اِذَا بَاتَتِ الْمَرْاَۃُ ھَاجِرَۃً فِرَاشَ زَوْجِھَا لَعَنَتْھَا الْمَلٰٓئِکَۃُ حَتّٰی تُصْبِحَ'' وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ''وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا مِنْ رَجُلٍ یَدْعُوْا امْرَاَتَہٗ اِلٰی فِرَاشِہٖ

فَتَاْبٰى عَلَيْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِىْ فِى السَّمَآءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا"۔

۲۸۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر کی دعوت دے اور وہ نہ آئے پس مرد اس پر ناراضگی کی حالت میں رات گزار دے تو اس عورت پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو (بخاری و مسلم) بخاری و مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں' جب عورت اپنے خاوند کا بستر چھوڑے ہوئے رات گزارے تو اس پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے پس وہ انکار کر دے تو آسمانوں والی ذات (اللہ عزوجل) اس پر ناراض رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے خاوند کو راضی کر لے۔

**تشریح** ❀ **اذا دعا الرجل امراته**: یہ کنایہ جماع سے ہے۔ جیسا **الولد الفراش** اس کی تائید کرتی ہے۔

**علم تاته فبات غضبان**: بلا عذر وہ نہ آئی اور اسی پر قائم رہی تو فرشتے صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں اور ان کی تائید دوسری روایت سے ہوتی ہے جس میں "**حتی ترجع**" کے الفاظ ہیں۔

اصل روایت غالب حالات پر محمول کی گئی ہے مگر ظاہری عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً بستر سے باز رہنا ہے خواہ وہ حائضہ ہی ہو کیونکہ بغیر جماع کے اس سے استمتاع کیا جا سکتا ہے اور روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرکت اگر عورت سے اگر رات کو واقع ہو "**حتی تصبح**" کے الفاظ اس کے مؤید ہیں۔ اس میں ایک نکتہ یہ ہے یہ حالت رات کو ہونی چاہئے اگرچہ دن کو بھی ممنوع نہیں ہے اور رات کا تذکرہ اس لئے ہے کہ غالب گمان میں رات ہی کو پیش آتا ہے اور "**رہالت غضبان**" کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس پر لعنت کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذمہ ثابت ہو چکی سوائے اس صورت کے جب وہ ناراض نہ ہو خواہ اس کے عذر کی وجہ سے یا خاوند ہی اپنے حق سے دستبرداری کر لے۔

قرطبی کہتے ہیں اگر عورت مرد کو بلائے اور انکار کرے تو کوئی گناہ نہیں جب تک کہ اس کے رکنے سے اسے تکلیف پہنچانا مقصود نہ ہو ورنہ حرام ہے۔ ان دونوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ آدمی اپنا مال خرچ کرنے کی وجہ سے بضعہ کا مالک ہے اور مرد کو اس پر برتری سبب ملک کی وجہ سے ہے اور یہ بھی ہے کہ بلانے کے وقت مرد طبعاً تیار نہ ہو تو پورا نشاط حاصل ہو کر حق کی ادائیگی صحیح طور پر نہ ہو سکے گی۔

مہلب کہتے ہیں کہ اس حدیث سے لازم آتا ہے کہ حق کا روکنا خواہ بدن میں ہو یا مال میں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پیدا کرتا ہے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ درگزر فرمادیں تو وہ اس کا عفو و کرم ہے۔

**فَائِدَہ**: اس میں مسلمان گناہ گار پر لعنت کا جواز ثابت ہوتا ہے جب کہ اس کو ڈرانا اور گناہ سے روکنا مقصود ہو۔ جب وہ کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کے لئے توبہ و ہدایت کی دعا کی جائے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ درست بات یہ ہے کہ جنہوں نے لعنت سے روکا انہوں نے اس کا لغوی معنی مراد لیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور جنہوں نے اس کی اجازت دی ہے انہوں نے عرفی معنی سب و شتم مراد لیا ہے اور حدیث باب میں تو آتی بات ہے کہ ملائکہ اہل معصیت کے لئے بددعا کرتے ہیں جب تک وہ معصیت میں مبتلا رہیں۔ اب فرشتوں سے کون مراد ہیں حفاظتی فرشتے یا ان کے علاوہ تو تمام کے متعلق احتمال ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس بات پر مقررہ فرشتے مراد

ہوں۔ (فتح الباری)

ابن علان کہتا ہے حدیث کے الفاظ میں عموم ہے کیونکہ ال کے ساتھ جمع کو اس موقعہ پر لایا گیا اور اس میں ملائکہ کی دعا کے مقبول ہونے کی دلیل ہے تبھی تو اس سے ڈرایا گیا ہے۔ مرد کا ترک جماع پر صبر عورت کے ترک جماع پر صبر سے بہت کمزور ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ گناہ کبیرہ ہے۔

**فرق روایت:** شیخین اور احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: **المراۃ هاجرۃ فراش زوجها لعنتها الملائکة حتی تصبح۔** بغیر کسی مانع ومرض وغیرہ کے یا مہر تسلیم کرانے کے لئے جبکہ اس پر عقد ہو چکا ہے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اسی حال میں رہتی ہے۔ جب وہ توبہ کر لے اور اطاعت اختیار کر لے معذرت کر لے یا بستر پر آئے تو لعنت کی حقدار نہیں رہتی۔

اور مسلم کی روایت جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں **قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده۔** مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' کسی چیز پر قسم اس کی تاکید کو ظاہر کرتی ہے۔ بہت سی روایات میں وارد ہے۔ **ما من رجل یدعوا امرأته الی فراشه فتابی علیه الا کان الذی فی السماء ساخطا علیها حتی یرضی عنها** کے الفاظ ہیں۔ ما: نافیہ اور من استغراق نفی کے لئے آیا ہے۔ اجل سے مطلق مرد مراد ہو جو کہ مراہ کے مقابلے میں آتا ہے جس میں صبی بھی شامل ہے تو اس کی زوجہ مکلفہ اور غیر مکلفہ ہو تو اس کا ذمہ دار بھی مخاطب ہوگا اور رجل سے وہ مراد بھی ہو سکتا ہے جو صبی کے مقابل ہو تو پھر بالغ مراد ہوگا۔ کسی روایت میں فراش کی نسبت مرد کی طرف ہے اور کسی میں عورت کی طرف چونکہ دونوں اس سے متعلق ہیں۔ **تابی:** انکار کے معنی میں آتا ہے (المصباح) **کان الذی فی السماء:** سے آسمان کے رہنے والے مراد ہوں تو فرشتے اور اگر ذات حق ہو تو کہا جائے گا جس کی حکومت وسلطنت آسمان پر وہ اس پر ناراض ہے (پہلے معنی کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے) ساخطاً: کے لفظ کو مفرد نوع کے لئے لایا گیا ہے۔ **السخط** سے ملائکہ کی ناراضگی ظاہر ہے جیسا دوسری روایات میں بددعا کی صورت میں ہے مگر حق تعالیٰ تو سخط سے پاک ہے تو اس کے لئے صفت فعل یعنی انتقام مراد ہے یا ارادہ مراد ہے۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (۳۲۳۷) ومسلم (۱٤۳٦)

**الفوائد:** ① مرد کی سب سے بڑی تشویش کا داعیہ نکاح ہے۔ اسی لئے شارع نے عورتوں کو اس سلسلہ میں مردوں کا معاون بنا دیا۔ ② تناسل جو کہ توالد کا ذریعہ ہے اس کی ترغیب دی گئی دیگر بہت سی احادیث اس کی مؤید ہیں۔ ③ اس میں اشارہ ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر جمے رہنا چاہئے اللہ تعالیٰ نے تو اس کی رعایت کرتے ہوئے تمام حقوق پورے کر دیئے یہاں تک فرشتوں کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ اس عورت پر لعنت کریں جس نے اس کی ذرا سی شہوات کو روک لیا۔ پس بندے کو لازم ہے کہ وہ اپنے رب کے حقوق پورے کرے۔ (کلام ابن ابی جمرہ)

**۲۸۴: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَیْضًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا**

يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَلَا تَاْذَنَ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

۲۸۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ (نفلی) روزہ رکھے جبکہ اس کا خاوند موجود ہو مگر اس کی اجازت سے اور نہ ہی کسی کو گھر میں اس کی اجازت کے بغیر آنے کی اجازت دے (بخاری ومسلم) یہ بخاری کے لفظ ہیں۔

**تشریح** ۞ **لا یحل لامرأۃ ان تصوم**: عورت کے لئے وہ روزہ رکھنا بھی جائز نہیں جو فرض موسع کے طور پر ہو کیونکہ خاوند کا حق فوری ہے اور فرض میں وسعت موجود ہے اور اگر وقت میں تنگی ہو مثلاً قضاء رمضان کے روزے اتنے اس کے ذمہ ہیں جتنے شعبان کے دن ہیں تو اس سے مرد کی اجازت کے بغیر روزہ درست ہے۔ اسی طرح اگر وہ اس سے نکاح کرنے سے پہلے یا بعد نذر معین کی نذر مان چکی تو بلا اجازت خاوند بھی اس کو روزہ جائز ہے۔

**شاھد**: سے مراد موجود ہوتا ہے۔ ظاہر کلام سے غلام و آزاد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ **الا باذنہ**: مگر اس کی اجازت سے ممکن ہے اس کو ضرورت پڑ جائے پھر روزہ اس کے لئے رکاوٹ بن جائے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ جب فرض کے علاوہ دوسرے روزے کا افطار جائز ہے تو پھر مانع تو نہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے خاوند ممکن ہے اس کو ناپسند کرے اور یہ چیز اس کے حق کی راہ میں رکاوٹ بنی اس لئے اجازت کی ضرورت ہوئی۔

**وتاذن فی بیتہ الا باذنہ**: کسی محرم وغیر محرم بلکہ کسی عورت کو بھی اس کی صریح اجازت یا جو چیزیں کنایۃً اجازت مانی جاتی ہیں ان کے بغیر گھر میں نہ آنے دے۔ روایت کے یہ الفاظ بخاری کے ہیں اور کتاب النکاح میں یہ الفاظ زائد بھی ہیں: **وما انفقت من نفقة عن غیر امرہ فانه یودی الیه شطرہ**: مسلم نے کتاب الزکاۃ میں اس طرح نقل کیا **لا تصم المرأۃ وبعلھا شاھد الا باذنہ ولا تاذن فی بیتہ وھو شاھد الا باذنہ**۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٢/٤٤٩٥) والبخاری (٨٩٣) ومسلم (١٨٢٩) وأبو داود (٢٩٢٨) والترمذی (١٧٩٥) وابن حبان (٤٤٨٩) والبیهقی (٦/٢٨٧)

**الفوائد**: خاوند کا حق نفلی عبادت سے افضل ومقدم ہے۔ عورتوں کو اپنے گھروں میں کسی شخص کو اپنے مردوں کی اجازت سے ہی داخل ہونے دینا چاہئے۔

۲۸۵: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَالْاَمِيْرُ رَاعٍ وَّالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۸۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہر ایک تم میں سے نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر کا نگران ہے امیر اپنی رعایا کا نگران

ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد کی نگران ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **کلکم راع**: محافظ امین حفاظت و بھلائی کا ذمہ دار ہے۔ عدل کا یہی تقاضا ہے اور اس کے مصالح کو قائم کرنے والا ہو۔

**مسئول عن رعیتہ**: اس سے باز پرس ہوگی کہ آیا اس نے اس کی بھلائی و حفاظت کا خیال رکھا یا نہیں۔ **والامیر**: ایک روایت میں امام کا لفظ ہے۔ تمام حکام وولاۃ کا یہی حکم ہے۔ **راع**: وہ اپنے ماتحتوں کا نگران ہے اس کو ان کے حالات کی نگرانی اور معاملات کی درستی اور مضر اشیاء کا ان سے ازالہ کرنا چاہئے۔

**والرجل راع علی اهل بیتہ**: تنگ دستی و خوشحالی کے مطابق گھر والوں کی تمام مشقتوں میں کفایت کرنے والا ہو۔ ان کو بھلائی کا حکم دے برائی سے روکے اور شریعت کے جن احکامات کی ان کو حاجت ہو وہ کھول کر ان کے سامنے بیان کرے۔

**والمراۃ راعیۃ**: گھر کی چوروں اور مال کو تلف کرنے والی چیزوں سے حفاظت کرنے والی ہو۔ وہ نہ جمع کر کے رکھے اور نہ اس چیز کو خیرات کرے جس کو وہ پسند نہ کرے اولاد کی حفاظت یہ ہے کہ ان کی پرورش اور خدمت کرے۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ اگر امیر اور راعی ہونے کے وصف میں حاکم و عام آدمی شریک ہیں مگر ہر ایک کے لئے معنی مختلف ہے: ① حاکم اعلیٰ وہ شریعت کا نگران اس حیثیت سے ہے کہ وہ حدود و شرع کو نافذ کرے اور حکم میں عدل سے کام لے۔ ② گھر کے مالک کی نگرانی کا مطلب یہ ہے۔ اہل و عیال کے حقوق ادا کرے اور پختگی سے ان کے معاملات چلائے۔ ③ عورت کے راعی ہونے کا مطلب یہ ہے گھر کے کاموں کو سنوارنا' اولاد و خدام کی نگرانی رکھنا اور خاوند سے خیر خواہی کرنا۔

**فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ**: جو نہ حاکم ہو اور نہ اس کی بیوی ہو تو وہ اپنی ذات یعنی اعضاء کا نگران ہے۔ وہ مامورات انجام دے اور ممنوعات سے قولاً فعلاً' اعتقاداً باز رہے تو اس کی رعایا اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ بن گئے۔ اگر ایک اعتبار سے وہ راعی تو دوسرے اعتبار سے رعایا ہے۔ ہر ایک سے یہ پوچھا جائے گا کہ آیا اس نے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا یا نہیں؟ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: **"فاعددوا للمسألۃ جواباً قال: ما جوابها؟ قال اعمال البر"۔ اخرجہ ابن عدی والطبرانی الاوسط** : کہ اس سوال کا جواب تیار کرلو۔ راوی نے پوچھا اس کا کیا جواب ہے فرمایا: نیک اعمال۔

**تخریج** : اخرجه الترمذی (۱۱٦۰) والنسائی ٥/٨٩٧١) فی عشرة النساء باب (٢١) وابن حبان (٤١٦٥) والطبرانی (٨٢٣٥) واحمد (٥/١٦٢٨٨) والبیهقی (٧/٢٩٤) والطیالسی (١٠٩٧)

**الفوائد** : یہ راعی سے ایک تمثیل بیان کی ہے اصل مقصود یہ ہے مالک نے جن چیزوں کا نگران بنایا ہو ان میں شرع کے حکم کے مطابق طرز عمل اختیار کیا جائے۔ وہ مالک کے سامنے ان کے متعلق جواب دہ ہے۔ یہ لطیف ترین پیرایہ میں ہر ایک کو ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے۔

٢٨٦ : وَعَنْ اَبِیْ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهٗ

لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ۔
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ - حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۲۸۶: حضرت ابوعلی طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے بلائے تو اس کو آ جانا چاہئے خواہ وہ تنور ہی پر کیوں نہ ہو"۔ (ترمذی۔ نسائی)
ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ⊙ عن ابی علی بن طلق بن علی بن عمرو: بعض نے کہا طلق بن قیس بن عمرو بن عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیٰ بن سحیم بن مرہ بن الدول بن حنیفہ الربعی الحنفی الیمی رضی اللہ عنہ یہ یمامہ سے آنے والے وفد میں شامل تھے اسلام لائے۔ بقول ابن حزم انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۴ روایات نقل کی ہیں۔ بخاری ومسلم میں کوئی روایت نہیں۔
اذا دعا الرجل زوجته: زوجۃ اور زوج دونوں لفظ فصیح لغت میں بیوی کے لئے مستعمل ہیں کثیر روایت میں وارد ہے۔
لحاجته: سے مراد وہ حاجت جس کا مرد اس کے متعلق حقدار ہے۔ ملتاته وان كانت على التنور: وہ فوراً حکم مانے۔ تنور: کا لفظ عرب وعجم میں مشترک ہے (المصباح) ابوحاتم اس کو صحیح عربی لفظ نہیں مانتے۔ اس کی جمع تنانیر ہے۔
**تخریج**: ترمذی فی النکاح، نسائی الکبریٰ باب عشرۃ النساء (الاطراف للمزی)، ابن حبان ٤١٦٥، طبرانی ۸۲۵۳، احمد ١٦٢٨٨/٥، بیہقی ٢٩٤/٧، طیالسی ١٠٩٧۔
**الفوائد**: عورتوں کا فرق ہے کہ وہ اپنے تمام ضروری معاملات کو چھوڑ کر فوراً خاوند کی بات پر لبیک کہیں۔

۲۸۷: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔
وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۲۸۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے"۔ (ترمذی)
ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**اَللُّغَۃُ**: لو كنت آمر احدا ان يسجد لاحد: لو ساتھ والے کی نفی اور دوسرے کے اثبات کے لئے آتا ہے۔ کنت: کے بعد والا جملہ اس کی خبر ہے۔ احد سے کوئی انسان مراد ہے۔ سجدہ تعظیمی سجدہ جو اس کے اکرام اور ادائیگی حق کے لئے کیا جائے (سابقہ شرائع میں جائز تھا مگر اس شریعت میں یہ بھی منع کر دیا گیا)
سبب حدیث یہ ہے: قیس بن سعد حیرہ شہر میں وارد ہوئے وہاں لوگوں کو اس حال میں پایا کہ وہ اپنے مرزبان (فارسیوں کا دینی رہنما) کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ جب واپس لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے عرض کیا میں نے حیرہ میں دیکھا کہ وہ اپنے دینی رہنما کو

سجدہ کرتے ہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول سجدہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ نے (میرے جواب میں) فرمایا: اگر تیرا گزر میری قبر پر ہو تو کیا تو مجھے سجدہ کرے گا۔ اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر زندگی میں بھی ایسا مت کرو"۔ (ترمذی حدیث حسن صحیح)

**تخریج**: أخرجه الترمذی (۱۱٦۲) وابن حبان (٤١٦٢) والبیهقی (۲۹۱/۷) حاکم فی المستدرك من حدیث بریره' ابن حبان ٤١٦٢' وله شاهد فی البزا من حدیث عبدالله بن بریره' شاهد آخر حدیث انس عند احمد والنسائی' شهد عند احمد وغیره من حدیث معاذ بن جبل رضی الله عنه۔

۲۸۸ : وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَّاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔
وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۲۸۸: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو عورت اس حالت میں فوت ہو کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہو گی"۔ (ترمذی)
ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

**اللغات**: عن ام سلمه رضی الله عنها..... ایّما: یہ تاکید کے لئے آتا ہے۔ ای امرأة: کی طرف مضاف ہے۔ ماتت: فوت ہو جائے جبکہ ہو ایمان کی حالت میں ہو۔

**وزوجها عنها راض**: یہ ماتت کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے اور عنہا یہ راضٍ سے متعلق ہے اہتمام کی وجہ سے پہلے لے آئے۔

**دخلت الجنة**: ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی طور پر وہ عورت کامیاب لوگوں میں داخل ہو گی اس طرح کہ اللہ تعالیٰ حقوق والوں کے حقوق اپنی رحمت سے ادا فرما دیں اور اس کی سیئات کو معاف کر دیں رہی وہ عورت جو خاوند کو ناراض کر کے مری وہ ابتداء جنت میں نہ جائے گی۔

**تخریج**: ترمذی' ابن ماجه' شاهد عند ابن حبان ٤١٦٣' من ابی هریره رضی الله عنه' شاهد آخر عند احمد ٦٢١/١ من حدیث عبد الرحمان بن عوف' وله شاهد آخر عند البزاز و ابی نعیم فی الحلیه ۳۰۸/٦ من حدیث انس باسناد فیه فقال فالحدیث حسن لشواهده۔

**الفوائد**: جو عورت ایمان کی حالت میں وفات پائے اور اسکا خاوند اس سے راضی ہو تو وہ اسکے دخول جنت کا سبب بنے گا۔

۲۸۹ :وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"لَا تُؤْذِي امْرَاَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ! فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ اَنْ يُّفَارِقَكِ اِلَيْنَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

وَقَالَ :حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

۲۸۹: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت جب اپنے خاوند کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے تو اس کی جنت میں ہونے والی اس کی بیوی حورعین کہتی ہے اس کو تُو تکلیف مت دے۔ اللہ تمہیں ہلاک کرے۔ پس وہ تیرے ہاں چندروز رہنے والا ہے۔ عنقریب وہ تمہیں چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا''۔ (ترمذی)

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یہ محذوف سے متعلق ہے۔ مقام اس پر دلالت کر رہا ہے۔ عن کے مجرور سے حال ہے ای نقلاً عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

**لا توذی امراۃ**: عورت سے جو اس طرح کی حرکت ہو جو خاوند کی ایذاء کا باعث ہو۔ ورنہ نان نفقہ کا مطالبہ ایذاء میں داخل نہیں ہے۔

**الحور**: اس کا واحد حوراء ہے۔ جنت کی وہ عورت جس کی آنکھ کی سفیدی اور سیاہی بہت ہو۔

**العین**: جمع عیناء بڑی آنکھوں والی۔

**قاتلك اللہ**: یہ جملہ دعائیہ ہے جو مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے گویا اس عورت نے اللہ تعالیٰ سے لڑائی مول لے لی ہے۔ اس کو ان الفاظ سے تعبیر کر دیا۔

**عندك دخیل**: دنیا میں وہ مہمان و مسافر ہے۔ وجہ تعبیر: دنیا کی زندگی کتنی طویل ہو جائے وہ آخرت کے مقابلے میں معمولی ہے۔ اس لئے اس کو ان الفاظ سے تعبیر فرمایا۔ سب سے کم اقامت والا مہمان ہوتا ہے۔

**یوشك**: یہ افعال مقاربہ اوشک کا مضارع ہے جو قرب کو ظاہر کرتا ہے (المصباح) جیسا اس شعر میں۔

**یوشك من فر من منیته ☆ فی بعض غراته یوافقها**

**قول فارابی**: ایشاك: تیزی کو کہتے ہیں مگر نحات کہتے ہیں اس کی ماضی ثلاثی وشك: بمعنی قرب آتی ہے۔ مزید مضارع کثرت سے مستعمل ہے۔ اسم فاعل قلیل الاستعمال ہے۔

**یفارك الینا**: دنیا سے آخر میں منتقل ہو جائے۔ جیسا کہ دخیل کی تعبیر سے اشارہ نکل رہا ہے پس تو اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ حدیث شریف مہمان کے متعلق فرمایا گیا من کان یومن باللہ والیوم الآخر۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٢٢١٦٢) والترمذی (١١٧٧) وابن ماجه (٢٠١٥)

**الفرائد**: خاوند کو بلا وجہ ایذاء دینے والی عورت جنت میں اس کے ساتھ سے محروم ہوگی اس کیلئے حور جنت بددعا کرتی ہے۔

۲۹۰ :وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :''مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً هِيَ اَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۹۰: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے مردوں کے لئے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ زیادہ نقصان دہ نہیں چھوڑا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ **بعدی:** وفات کے بعد والا زمانہ مراد ہے۔ **فتنة:** اس کی جمع فتن ہے۔ اس کا معنی ابتلاء و مشقت ہے۔ یہ اس محاورہ سے نکلا ہے: **فتنت الذهب اذا دخلتها النار لتميز الجيد من الردی:** ناقص و کامل میں فرق کرنے والی چیز کو فتنہ کہتے ہیں۔

**هی اضر علی الرجال من النساء:** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا فتنہ بڑا سخت ہے اور اس کی شہادت اس ارشاد الٰہی سے بھی ہوتی ہے: ﴿**زین للناس حب الشهوت**﴾ عورت کو شہوات کی اصل قرار دے کر اسی سے ابتداء کی گئی ہے اور بقیہ فتنے والی چیزوں کو بعد میں لائے۔ اس سے یہ اشارہ کر دیا کہ یہ اس کی جڑیں ہیں اور یہ بات مشاہدات میں ہے۔ اپنے اس لڑکے سے زیادہ محبت ہوتی ہے جس کی ماں سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ بقیہ اولاد پر اسے ترجیح دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جیسا قصہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما میں مذکور ہے۔

**قول حکماء:** عورت تو تمام کا تمام شر ہے اور ان میں سب سے زیادہ بری چیز یہ ہے کہ ان کے بغیر چارہ کار نہیں۔ اپنی کمی عقل کے باوجود وہ مردوں کو امور آخرت سے مشغول کر کے دنیا کے مہالک میں ڈال دیتی ہیں اور یہ سب سے بڑا بگاڑ ہے۔ مسلم کی روایت میں اس طرح موجود ہے: **واتقوا النساء فان اوّل فتنة بنی اسرائيل كانت فی النساء۔**
(فتح الباری لابن حجر رحمۃ اللہ علیہ)

(دور جدید میں اس روایت کو عملی شکل میں پوری دنیا کے کونے کونے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ عورت کی فتنہ سامانیاں کفار تو کفار مسلمانوں کے ہر معاشرے پر چھائی ہوئی ہیں الا ماشاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمادے۔ عورت کی تصویر بازار و چوراہے سے مسجد و محراب میں موبائل و کیبل کی صورت میں گھس گئی ہے۔ الی اللہ المشتکی) مترجم۔

**تخریج:** احمد ۲۱۸۰۵/۸۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان ۵۹۶۷، عبد الرزاق ۲۰۶۰۸، طبرانی ۴۱۷/۱، ۴۱۹، بیهقی ۹۱/۷۔

**الفوائد:** عورتوں کے ذریعہ ڈالا جانے والا فتنہ دوسرے فتنوں سے زیادہ سخت ہے۔ آج کل کے حالات اس کے گواہ ہیں۔

## ۳۶: بَابُ النَّفَقَةِ عَلَى الْعِيَالِ

## بَاب: اہل و عیال پر خرچ

**النفقة:** اس سے مراد ہر قسم کی اعانت خواہ وہ کپڑے، خرچہ جات، رہائش کی صورت میں ہو وہ مراد ہے۔ **العيال:** جن کا وہ ذمہ دار ہے بیوی، بعض بچے، خدام مراد ہیں۔ ابن النحوی کہتے ہیں کہ النفقة کا لفظ انفاق سے بنا ہے اور اس کا معنی نکالنا ہے۔ **النفقه دراهم و دنانير:** جو نفقات کے لئے جمع کئے جاتے ہیں ان پر بولتے ہیں۔

اور نفاق پر بھی بولا جاتا ہے۔ نفقہ کی وجہ تسمیہ۔ ① اس وجہ سے کہ یہ موت سے ختم ہو جاتا ہے چلا جاتا ہے ② نفقتِ السوق یا نفق البیع: سے نکلا ہے۔ بازار کا خوب چلنا اور کسی چیز کی بازار میں خوب مانگ ہونا جس طرح ہے اسی طرح یہ بھی خوب چل رہا ہے اور اس کی خوب مانگ ہے۔ ③ نفق الزاد سے لیا گیا جس کا معنی ختم ہونا ہے یہ بھی جلد ختم ہو جاتا ہے۔ (المنہاج)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [البقرۃ:۲۳۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور والد پر ان کا خرچہ اور کپڑے ہیں دستور کے مطابق''۔ (البقرۃ)

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ الآیۃ: المولود له: والد کو کہا گیا ہے کیونکہ بچے کی نسبتِ نسب اسی کی طرف ہوتی ہے۔ اسی سے یہ اشارہ بھی نکلا کہ باپ پر خرچہ لازم ہے۔

رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ: بطور اجرت امام شافعی استیجار ام کی اجازت دیتے ہیں جبکہ امام ابوحنیفہ منع کرتے ہیں جب تک کہ وہ زوجہ یا معتدہ بالنکاح ہو۔

بالمعروف: جو حاکم کی رائے بنے اور اپنی ہمت کے مطابق جتنا وہ ادا کر سکے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتٰىهَا﴾ [الطلاق:۷]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''چاہیے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو پس وہ اس میں سے خرچ کرے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کو دے رکھا ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو جتنا اس کو دیا ہے اس سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا''۔ (الطلاق)

ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ: صاحب وسعت اپنی وسعت کے مطابق۔

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ: تنگدست اپنی طاقت کے مطابق کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دیتے ہیں۔ یہ بات تنگدست کی تطییب خاطر کے لئے کہی گئی اسی وجہ سے اس کے فوراً بعد آسانی کا وعدہ اس طرح فرمایا۔ سیجعل اللہ بعد عسرٍ یسرًا: عنقریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی کر دی جائے گی۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ﴾ [سباء:۲۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جو بھی تم خرچ کرو کسی چیز میں سے وہ اس کو نائب (عوض) بنانے والے ہیں''۔ (سبا)

اَلنَّحْوُ : ما: شرطیہ یا الذی: کے معنی میں مبتداء ہے۔ شئی: معمولی وحقیر چیز کو بھی شامل ہے۔ فھو یخلفه: اس کا عوض

دے کر خواہ جلد ہو یا بدیر۔ ① بعض نے کہا دنیا میں قناعت ہونے والے خزانے قناعت کو عنایت کر دیتا ہے اور آخرت میں ثواب دے گا۔

یہ جملہ جواب شرط ہے اگر ما موصولہ ہو تو جملہ مبتداء کی خبر ہے۔

٢٩١ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ وَّدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْکِیْنٍ وَّدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۹۱: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک دینار وہ ہے جو تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے اور ایک دینار وہ ہے جس کو کسی گردن چھڑانے کے لئے خرچ کرے اور ایک دینار وہ ہے جس کو تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور ایک وہ دینار ہے جس کو تو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے ان میں سب سے زیادہ اجر والا وہ ہے جو تو اپنے اہل پر خرچ کرے گا''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **دینار**: یہ مبتداء نکرہ سے جنس مراد ہے جیسا تمرة خیر من جرادة: میں ہے۔

**فی سبیل اللہ**: ① اعانت جہاد کیلئے مراد ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کی مطلقا طاعت میں خرچ کیا گیا ہو۔ **فی رقبة**: مکاتب کے بدل کتابت میں خرچ کیا جائے جس سے اس کو آزادی میسر ہو۔ ② جو مال کسی بھی گردن کی آزادی میں خرچ کیا جائے (جنس مراد لے کر عام معنی لے لیا) ③ غلام کو بطور صدقہ دے دیا جس کی وجہ سے وہ بھوک و پیاس برہنگی کی مصیبت سے بچ گیا۔ **مسکین**: عموم کے لحاظ سے فقیر محتاج کو شامل ہے۔ **عیالك**: جن کا تو ذمہ دار ہے اور ایک نسخہ میں تو اھلك: کا لفظ موجود ہے۔ **اعظمها اجرا**: ان کا اجر زیادہ ہے کیونکہ جن کی ذمہ اس پر ہے ان پر خرچ کرنے سے واجب کی ادائیگی ہوگی اور فرض تو بہر حال مستحب سے افضل ہے اور جن کا خرچہ اس پر واجب نہیں ان پر خرچ کرنا صلہ رحمی ہے اور اس کا ثواب بجائے خود دوسروں سے زائد ہے۔ رواہ مسلم۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۹۹۵)

**الفرائد**: جہاد میں خرچ کرنا سب سے بڑھ کر فضیلت رکھتا ہے۔

٢٩٢ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ وَیُقَالُ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ بْنِ بُجْدُدَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُّنْفِقُهُ الرَّجُلُ وَدِیْنَارٌ یُّنْفِقُهٗ عَلٰی عِیَالِهٖ وَدِیْنَارٌ یُّنْفِقُهٗ عَلٰی دَآبَّتِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدِیْنَارٌ یُّنْفِقُهٗ عَلٰی اَصْحَابِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۲۹۲: حضرت ابو عبداللہ اور کہا جاتا ہے ابو عبدالرحمٰن ثوبان بن بجدد رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''سب سے افضل دینار جس کو آدمی خرچ کرتا ہے وہ ہے جس کو وہ اپنے عیال پر خرچ کرتا

ہے۔ پھر وہ دینار ہے جس کو وہ اللہ کی راہ میں اپنے جانور پر خرچ کرتا ہے اور پھر وہ دینار ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ثوبان: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ آپ نے قیدی پایا تو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ بعض نے کہا خرید کر آزاد کر دیا' باب المجاہدہ میں حالات گزر چکے۔ **ینفقه**: بھلائی کی راہ میں خرچ کرے۔ **عیال**: جن کے خرچہ کا ذمہ دار ہے۔ اس کو سب سے پہلے اس لئے لائے تاکہ انفاق کی افضل ترین میں سے ہونا ظاہر ہو۔ جیسا کہ پہلی روایت میں ہے۔ **دابته**: جس پر سواری کرتا اور بوجھ لادتا ہے۔ **اصحابه**: اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے ساتھ سوار ہونے والے۔ (۲) اس سے عام معنی مراد لیا جائے تب بھی درست ہے۔ کیونکہ سواری کے جانور اور وہ جانور اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کے لئے جس پر بوجھ لادا جاتا ہے اور جو لوگ اس اطاعت پر جمع ہوتے ہیں اس کا ثواب بہت بڑا ہے اور دوسری صورت میں برابری کا اشکال رہے گا۔ (رواہ مسلم)

**تخریج**: أخرجه مسلم (٩٩٤) والترمذی (١٩٦٦) وابن ماجه (٢٧٦٠)

**الفرائد** : اہل وعیال پر خرچ افضل ترین اعمال میں سے ہے۔

٢٩٣ : وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لِّيْ فِيْ بَنِيْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَجْرٌ اِنْ اُنْفِقُ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَلَا هٰكَذَا اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فَقَالَ: ''نَعَمْ لَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۲۹۳: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ابوسلمہ سے میری جو اولاد ہے ان پر خرچ کرنے میں مجھے اجر ملے گا میں ان کو اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتی کہ وہ اِدھر اُدھر مارے مارے پھریں۔ بلاشبہ وہ میرے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں تیرے لئے ان پر خرچ کرنے میں اجر ہے''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ لی: اس کا فعل محذوف ہے۔ **یکتب** کیا میرے لئے اجر لکھا جاتا ہے۔

**اجر** : سے اخروی ثواب مراد ہے۔ **بنی ابی سلمه** سے وہ اولاد مراد ہے جو ابوسلمہ سے ہوئی۔ **علیهم** : یہ بنی سلمہ سے بدل الاشتمال ہے ای **هل یکتب لی اجر فی الانفاق علیهم**۔ واؤ حالیہ ہے۔ **هکذا هکذا**: میں ان کو دائیں بائیں خوراک کے لئے منتشر نہ ہونے دوں گی بلکہ حسب طبع میں ان کی کفیل ہوں کیونکہ شفقت مادری اس پر آمادہ کرتی ہے۔ **انما هم بنی**؟ اولاد ہونے کی وجہ سے میں جو خرچ کرتی ہوں کیا اس سے نیک عمل کا ثواب تو ختم نہ ہو جائے گا۔

**فقال نعم**: تمہیں اجر ملے گا اور اسی خرچ کرنے کی وجہ سے ملے گا نہ کہ کسی اور وجہ سے۔ اب اس جملے میں کوئی ملاوٹ نہیں اور اگر **هل لی اجر**: میں ابہام مانیں تو فقط نعم کہنے سے بات پوری نہ ہوتی بلکہ یہ وہم ہوتا کہ ان کو خرچ سے بڑھ کر ثواب ملے گا تو یہ فرما کر اس کو رد کیا **لك اجر ما انفقت علیهم**۔

**النحو** : **ما**: موصولہ یا موصوفہ یا جملے کے ساتھ مضاف الیہ ہے۔

سیوطی کا قول: ماوتقبہ ہے اس پر تنوین جائز ہے (التوشیح للسیوطی) ابن علان کہتا ہے یہ ما موصولہ ہے اور مضاف مقدر ہے ای قدر ما انفقہ۔

**تخریج:** احمد ۱۰/۱/۲۶۵۷۱۔ بخاری، مسلم، ابن حبان ۴۲۴۶، طبرانی ۷۹۶/۲۳، بیھقی ۴۷۸/۷۔

**الفوائد:** یتامی پر شفقت کرنی چاہئے۔ افعال خیر کی ترغیب اور ضرورت ان کو بیان کرنا جائز ہے۔

۲۹۴ : وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ حَدِیْثِہِ الطَّوِیْلِ الَّذِیْ قَدَّمْنَاہُ فِیْ اَوَّلِ الْکِتَابِ فِیْ بَابِ النِّیَّۃِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَہٗ وَاِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَۃً تَبْتَغِیْ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ اِلَّا اُجِرْتَ بِھَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فِیْ امْرَاَتِکَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۲۹۴: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اس طویل روایت جس کو ہم شروع کتاب میں باب النیہ میں ذکر کر آئے ہیں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا تو جو کچھ خرچ کرے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود ہوگی اس پر اجر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو" ۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** ✿ عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ انک لن تنفق نفقۃ...... : یہ طویل حدیث کا حصہ ہے جو باب النیہ میں گزری ہے کہ نبی اکرم ﷺ حجۃ الوداع کے سال ان کی عیادت کے لئے آئے۔ و جہ اللہ: اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر اور اسکی رضامندی طلب کرنے کیلئے۔ اس میں عموم ہے کہ خرچ کی جانے والی چیز تھوڑی ہو یا زیادہ۔ الا اجرت بھا۔ اللہ تعالیٰ اسکے سبب تمہیں اجر دیں گے۔ یہ صورۃً سبب ہے ورنہ فضل تک پہنچنے کا اصل سبب تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

معنی: مصرف کے لحاظ سے جو غایت ہے یہ اسی کے لئے آیا ہے۔

**النحو:** ما تجعل: ما سے جو چیز یا الذی مراد ہے اور تجعل میں ضمیر عائد محذوف ہے۔

فی فی امراتک: فی بمعنی فم ہے۔ منہ قضاء حاجت کا محل ہے تو ممکن ہے اس میں ثواب نہ ہو تو بتلا دیا کہ ہر چیز جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہیں وہ قابل ثواب بن جاتی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جب مباحات کے ساتھ نیت طاعت شامل ہو جائے تو وہ قابل ثواب بن جاتی ہے۔ وسائل و ذرائع پر مقاصد کا حکم لگ جاتا ہے۔ متفق علیہ۔

**تخریج:** موطا مالک، احمد ۱۵۲۴/۱، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، الادب المفرد للبخاری، ابو یعلی ۸۳۴، ابن حبان ۴۲۴۹، ابن الجارود ۹۴۷، عبد الرزاق ۱۶۳۵۷، الطیالسی ۱۹۵، بیھقی ۲۶۸/۶، الدارمی ۳۱۹۶، مشکوۃ ۱۴۵۹۔

**الفوائد:** آدمیوں کو اپنے گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے۔ اس سے ان میں محبت کی باگ مضبوط ہوگی۔ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ مباحات نیت کی وجہ سے عمل صالح بن جاتا ہے۔ جب غیر مضطر کو ایک لقمہ اس قدر ثواب کا باعث ہے تو محتاج و مضطر کی خدمت کا ثواب کس قدر زیادہ ہوگا۔

۲۹۵ : وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَهْلِهٖ نَفَقَةً یَحْتَسِبُهَا فَهِیَ لَهٗ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۲۹۵: حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آدمی اپنے اہل پر کچھ خرچ کرتا ہے اس میں ثواب کا امیدوار ہو پس وہ اس کے لئے صدقہ ہے''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **عن ابی مسعود البدری رضی الله عنه**: ان کا نام عقبہ بن عمرو بدری ہے۔ یہ مقام بدر کے رہنے والے ہیں۔ **الرجل** سے مسلمان مراد ہیں۔ مشکوٰۃ کی روایت میں وارد ہے: **علی اهله**۔ اہل سے یہاں مراد جن کی تمام تر ذمہ داری اس پر ہو۔ **یحتسبها**: اس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا طالب ہو۔

**اَلنَّحْوُ** : یہ جملہ حالیہ ہے۔ **فهو له صدقة**: وہ خرچ کرنے والا عظیم ثواب کا حقدار ہے کیونکہ اس نے اداء واجب کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی بھی کی۔ اس کا ثواب ان گنت ہے سوائے اس آدمی کے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف فضیلت مل جائے۔

**تخریج**: احمد ۱۷۰۸۱/۶، بخاری، الادب المفرد ۷۴۹، مسلم، ترمذی، نسائی ۲۵۴۴، فی الکبری ۳۲۳، ابن حبان ۴۲۳۹، دارمی ۲۸۴/۲، طبرانی الکبیر ۵۲۲/۱۷، بیهقی ۱۷۸/۵۔

**الفوائد** : قرطبی کہتے ہیں اس خرچے میں اجر ملے گا جو بقصد قربت کیا جائے قطع اس کے کہ وہ واجب ہو یا مباح اور مفہوم روایت سے معلوم ہوا کہ قربت کا قصد نہ کرنے سے اجر سے تو محروم رہے گا مگر فرض سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

۲۹۶ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "كَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّقُوْتُ" حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَغَیْرُهٗ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ فِیْ صَحِیْحِهٖ بِمَعْنَاهُ قَالَ: "كَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یَّحْبِسَ عَمَّنْ یَّمْلِكُ قُوْتَهٗ"

۲۹۶: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے گناہ کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ (ان کا حق) ضائع کرے جن کا وہ ذمہ دار ہے۔ ابوداؤد وغیرہ' مسلم نے اس کو اپنی صحیح میں معناً اس طرح روایت کیا''۔ كَفٰی بِالْمَرْءِ ......: آدمی کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہاتھ کو ان سے روک لے جن کی خوراک کا ذمہ دار ہے۔

**تشریح** ۞ **عن عبدالله...... کفی بالمرء**: کفی کے بعد با زائدہ ہوتی ہے۔ **اثما**: تمیز ہے ھو ضمیر فاعل ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: **کفی المرء فی عظم الاثم اثم تضییع من یقوت**: یہ گناہ ہی اپنی بڑائی میں کافی ہے۔ ابن رسلان کہتا ہے اگر اور کوئی گناہ بھی اس کے ذمہ نہ ہوتا یہ گناہ ہی اپنی بڑائی کے لحاظ سے کافی ہوتا۔

**ان یضیع من یقوت**: قات یقوت خوراک دینا۔ یہ افعال سے **اقات یقیته** آتا ہے ایک روایت میں اسی سے **من یقیت** وارد ہے۔ مراد یہ ہے کہ جن کا خرچہ لازم ہے والد' ولد زوجہ کا خرچہ تو نہ دے دوسروں کو بطور صدقہ دے۔ **یضیع**: افعال اور تفعیل دونوں سے ہوسکتا ہے بعض مشائخ تفعیل سے پڑھتے ہیں۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ عبداللہ نے قہرمانہ کو کہا کیا تم نے غلاموں کو ان کی خوراک دے دی ہے۔ اس کی نفی میں جواب دیا تو فرمایا فوراً جا کر دے آؤ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ کفی بالمرء اثما ان یحبس عمن یملك قوته (یحبس: کا مفعول حذف کر دیا گیا) آدمی کے لئے یہی گناہ کافی ہے کہ جن کی ذمہ داری اس پر ہے ان کا خرچہ روک لے۔

**النَّحْوُ**: علقمی کہتے ہیں یہ تنازع فعلین سے ہے۔ پہلے کو عمل دیا اور دوسرے میں اضمار کیا۔ مظہری کہتے ہیں ① ان یحبس: تاویل مبتداء اور کفی الخ: خبر مقدم ہے۔ جیسا اس مثال میں بئس رجلا زیدٌ: ② مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

**تخریج**: احمد ۲/٦٥٠٠ ابو داؤد حاکم فی الزکاۃ ۲/۱٥۱٥۔

**الفرائد**: حقوق لازمہ کو ضائع کرنے والے کے لئے شدید وعید ہے۔

٢٩٧ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ''مَا مِنْ یَّوْمٍ یُّصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَّیَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۲۹۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر روز صبح کو جب بندے اٹھتے ہیں تو دو فرشتے (آسمان) سے اترتے ہیں۔ ایک ان میں سے کہتا ہے اے اللہ مال خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور دوسرا یہ کہتا ہے اے اللہ بخیل کے مال کو تلف فرما''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **ما من یوم یصبح العبد فیه**: ما نافیہ اور من تاکید نفی کے لئے لائے۔ یوم سے مراد طلوع فجر سے غروب شمس تک مراد ہے۔ **یصبح** یہ یوم کا وصف توضیحی ہے۔

**الا ملكان نیزلان**: یہ جملہ محل حال میں ہے۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث ابو الدرداء میں اسطرح ہے: **ما یوم طلعت فیه الشمس الا وبجنبیها ملكان ینادیان بصوت یسمعه خلق الله الا الثقلین: یایها الناس هلموا الی ربكم فان قل وكفی خیر مما كثر والهی ولا غربت شمسه الا وبجنبیها ملكان ینادیان**: پھر اسی روایت جیسی روایت نقل کی ہے۔ (فتح الباری) طلوع شمس کے وقت دو فرشتے آواز دیتے ہیں اپنے رب کی طرف آؤ جو تھوڑا اور کفایت کرے وہ کثیر غفلت والے سے بہتر ہے۔ شام کو اس طرح آواز دیتے ہیں جیسا اس حدیث میں مذکور ہے۔

**فیقول احدهما اللهم اعط منفقا**: بخاری کے الفاظ منفق مالٍ: ہیں اور بعض نسخوں میں منفقًا مالاً: ہے۔ **خلفا**: اس کو مبہم لائے تا کہ مال اور ثواب وغیرہ سب کو شامل ہو۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں ابہام اولیٰ ہے کیونکہ بہت سے خرچ کرنے والے مالی بدلے سے پہلے ہی مل گئے ان کا بدلہ آخرت میں تیار ہے یا اس سے تکلیف دور ہو جائے گی جو اسی خرچ کے برابر ہوگی۔

**ویقول الآخر اللهم اعط ممسكا تلفا**: **اعط** کو مشاکلت کے لئے استعمال کیا ورنہ تلف میں یہ نہیں آتا۔ تلف سے تلف مال یا نفس دونوں کا احتمال ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس سے نیک اعمال رہ جاتے ہیں اور وہ دوسرے کاموں میں وقت ضائع کر دیتا ہے۔

نووی کہتے ہیں پسندیدہ انفاق وہ ہے جو طاعات اور عیال وضیوف اور تطوعات میں ہو۔ قرطبی کہتے ہیں یہ خرچ واجبات و مستحبات سب کو شامل ہے۔ لیکن مندوبات سے رکنے والا بددعا کا حقدار نہیں سوائے اس صورت کے کہ بخل مذموم اس پر غالب آ جائے اور حق واجب کو ادا کرنے میں اس کا نفس تنگی محسوس کرے۔ (متفق علیہ)

**تخریج**: بخاری، مسلم، احمد ۳/۸۰۶۰، ابن حبان ۳۳۳۳۔

**الفوائد**: وجوہ خیر میں صرف کرنے والا فرشتوں کی دعا کا حقدار ہے اور حقوقِ واجبہ میں خرچ سے باز رہنے والا فرشتوں کی بد دعا کا مورد ہے۔ صرف مال ہی خرچ مراد نہیں بلکہ علم وغیرہ بھی اس میں شامل ہے۔

۲۹۸ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ – وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ غِنًى وَّمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۲۹۸: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہت بہتر ہے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جن کے تم ذمہ دار ہو۔ بہترین صدقہ وہ ہے جو مالداری کے بعد ہو جو آدمی (حرام سے) پاک دامنی طلب کرے اللہ اس کو پاک دامن بنا دیتے ہیں جو آدمی غناء طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتے ہیں''۔ (بخاری)

**تشریح** ✿ الید العلیا: اس سے مراد اکثر کے ہاں خرچ کرنے والا ہاتھ مراد ہے اور بعض نے کہا سوال نہ کرنے والا ہاتھ (ابوداؤد) ابونعیم نے مستخرج میں کہا کہ الید العلیا ید المعطی (دینے والا ہاتھ) نسائی نے طارف محاربی سے نقل کیا "قدمنا المدینه فاذا النبی صلی اللہ علیه وسلم قائم علی المنبر یخطب الناس و هو یقول یدعی المعطی العلیا" ہم مدینہ آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ دینے والا ہاتھ بلند ہے''۔

ابن حجر کہتے ہیں یہ احادیث اس معنی کی تائید کرتی ہیں کہ الید العلیا سے مراد خرچ کرنے والا ہاتھ ہے اور السفلی اس قول میں حسیر من الید السفلی سوال کرنے والے والا ہاتھ ہے۔ یہی بات قابل اعتماد اور جمہور کا قول ہے۔ بعض نے کہ السفلی سے لینے والا ہاتھ مراد ہے خواہ سوال سے ہو یا بغیر سوال ہو اور کچھ لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے اور دلیل یہ بنائی کہ صدقہ سائل تک پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں آتا ہے۔ ابن عربی کہتے ہیں تحقیق یہی ہے کہ السفلی سائل کا ہاتھ ہے لینے والے کا ہاتھ مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تو دینے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ لینے والا ہے اس کے دونوں ہاتھ ہی یمین ہیں (فتح الباری) مگر یہ قابل توجہ ہے کیونکہ بحث انسانی ہاتھوں کی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف مالک ہونے کی وجہ سے اعطاء کی نسبت کر دی اور قبول صدقہ اور رضا کے لحاظ سے لینے کی نسبت کر دی اور اس کا دست مبارک تو بہرحال علیا ہے۔

**ہاتھوں کی اقسام**: انسانی ہاتھوں کی چار اقسام ہیں۔ چار ہاتھ ① دینے والا ہاتھ بہت سی روایات میں اس کو علیا کہا گیا۔ ② سائل کا ہاتھ کثیر روایت میں اس کو سفلی کہا گیا۔ خواہ لے یا نہ لے اور یہ حالت کیفیت اعطاء واخذ کے موافق ہے اور علو و

السفل کے مطابق جو کہ انہی سے ماخوذ ہیں۔ ⑥ اور سوال سے بچنے والا ہاتھ خواہ دینے والے کا ہاتھ اس کی طرف دراز ہو اس ہاتھ کو معنوی لحاظ سے علو والا ہاتھ شمار کیا جاتا ہے۔ ⑦ بلا سوال لینے والے ہاتھ کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض نے اس کو نیچے والا شمار کیا ظاہری حس کے لحاظ سے تو اسی طرح ہے لغوی اعتبار سے بعض صور میں یہ علیا ہے اور اسی لئے دوسروں نے اس کو ید علیا میں شمار کیا ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ید علیا دینے والے ہاتھ اور ید سفلی روکنے والا ہاتھ' مگر یہ اس کے موافق نہیں۔ متصوفہ لینے والا ہاتھ مطلقاً دینے والے ہاتھ سے افضل ہے۔ یہ قول غریب الحدیث میں ابن قتیبہ نے نقل کر کے کہا کہ ان لوگوں سے سوال کے جواز کے لئے دفاءت کو پسند کر کے یہ بات نکالی ہے اگر اسی طرح ہوتا تو تمام معاملہ الٹ ہوتا۔ (غریب الحدیث)

ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ تمام تاویلات احادیث متقدمہ مصرحہ کے سامنے مضمحل ہو جاتی ہیں۔ حدیث کی تاویل ہی اعلیٰ و اولیٰ ہے۔ حاصل احادیث یہ ہے کہ تمام ہاتھوں میں اعلیٰ ترین ہاتھ خرچ کرنے والا۔ ② اس کے بعد سوال کے لئے دراز نہ ہونے والا۔ ③ بغیر سوال لینے والا۔ ④ سوال کرنے والا اور دینے سے روکنے والا۔ (فتح الباری)

**وابداء بمن تعول:** عطاء کی ابتداء ان سے کرو جن کے تم نگران ہو کیونکہ وہ یا تو واجب ہے یا مستحب اس میں ادائیگی حق اور صلہ رحمی پائی جاتی ہے۔

**وخیر الصدقه ما كان عن ظهر غنى:** خطابی کہتے ہیں کہ اس موقعہ ظہر کا لفظ کلام میں اشباع کے لئے بڑھایا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مال میں سے جب صدقہ نکالے تو اتنا مال باقی رکھ لے جو اس کے اہل وعیال کے لئے کافی ہو اسی وجہ سے فرمایا گیا: وابداء بمن تعول۔ بغوی کہتے ہیں اس سے مراد اس قدر مالداری ہے جس سے مصائب میں کام چلا سکے۔ غنی میں تنوین تعظیم کے لئے ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں حدیث کے معانی میں یہ معنی قابل اعتماد ہے بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ جس کو صدقہ دو کم از کم اتنا دو کہ اس کو سوال سے مستغنی کر دو۔ ایک قول یہ ہے کہ عن سببیہ ہے اور ظہر کا لفظ زائد ہے مطلب یہ ہے افضل صدقہ وہ جس کا سبب صدقہ کرنے والے کا غناء ہو۔ (فتح الباری)

قرطبی کہتے ہیں ایسی چیز کا حاصل ہونا جس سے حاجت دفع ہو جائے غناء کہلاتا ہے مثلاً سخت بھوک کے وقت کھانا' ستر عورت وغیرہ۔ (المفہم للقرطبی)

نووی کہتے ہیں تمام مال کا صدقہ کرنا اس کو مستحب ہے جس پر نہ قرض ہو اور نہ اس کے عیال ہوں جو بھوک پر صبر نہ کر سکیں اور وہ خود بھی ایسا آدمی ہو جو خوب صابر ہو۔ اگر یہ شروط کسی میں جمع نہ ہوں تو کل مال کا صدقہ مکروہ ہے۔ البتہ وہ اشیاء جن کی ضرورت ہے اور ان میں ایثار ہلاکت تک پہنچانے والا ہے یا اضرار اور کشف عورۃ تک لے جانے والا ہے اس کا ایثار جائز نہیں۔ جب یہ حقوق واجبہ ساقط ہو جائیں تو ایثار درست ہے اور افضل وہ ہے جو شروط مذکورہ بالا کے ساتھ ہو۔ اس طرح تمام روایات کا تعارض ختم ہو جاتا ہے۔

**من يستعفف يعفه الله:** جو سوال سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو عفیف بنا دیتے ہیں یعنی مال دے کر اس کی حاجات میں استغناء عنایت فرماتے ہیں یا اس کے دل میں قناعت ڈال دیتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کا معنی جو حرام سے پاکدامنی کا طلبگار رہتا ہے

اللہ تعالیٰ اس کو حرام سے بچاتے ہیں وہ عفیف بن جاتا ہے۔

**من یستغن یغنہ اللّٰہ**: اس کے سبب جو اس کو عطاء کرتا ہے اور قناعت بخشا ہے مافوق کی اس کو ضرورت نہیں رہتی دو کا کھانا تین کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ نفس تو آدمی کی مرضی پر ہے اگر آزاد چھوڑ و آزاد ہو جاتا ہے اگر اس کی عادت چھڑاؤ تو ترک کر عادت چھوڑ دیتا ہے۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ مسلم کے الفاظ اس سے مختصر ہیں۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۱٤٤٢) ومسلم (۱۰۱۰) وأحمد (۳/۸۰٦۰) وابن حبان (۳۳۳۳)

**الفوائد**: اس روایت میں انفاق' عفت' استغناء' توکل کی ترغیب دی گئی ہے۔

# ۳۷: بَابُ الْاِنْفَاقِ مِمَّا یُحِبُّ وَمِنَ الْجَیِّدِ

## باب: پسندیدہ اور عمدہ چیزیں خرچ کرنا

**مما یحب**: اپنی پسندیدہ چیز میں سے خرچ کرنا۔ ما مصدریہ ہے۔ ② الذی ③ ما موصولہ اس چیز میں سے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔ نکرہ موصوفہ ہے اور ضمیر محذوف ہے۔

**من الخیر**: عادۃً عمدہ ہو یا مدفوع الیہ کی بنسبت عمدہ ہو۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [آل عمران: ۹۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تم کمال نیکی کو اس وقت نہیں پا سکتے جب تک کہ تم خرچ نہ کرو اس چیز کو جس کو تم بہت چاہتے ہو''۔ (آل عمران)

**لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ الایۃ**: یعنی تم کمال خیر کو ہرگز نہیں پا سکتے۔ ② اللہ تعالیٰ کی رحمت رضا' جنت کو ہرگز نہیں پا سکتے۔ **حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ**: ما سے مراد مال ہے۔ ② عام ہے جس میں جاہ و مرتبہ دوستوں کی اعانت اور بدن کو اللہ تعالیٰ کی طاعت اور روح کو اس کی راہ میں۔ مِن: تبعیضیہ یا ابتدائیہ ہے پہلے قول کی تائید قرأت سے ہوتی ہے کہ مِن کی جگہ بعض پڑھا گیا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْہُ تُنْفِقُوْنَ﴾ [البقرۃ: ۲٦۷]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ایمان والو! تم ان پاکیزہ چیزوں میں جو تم نے کمائی ہیں اور جن کو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے خرچ کرو اور اس میں سے خبیث چیز کا قصد بھی نہ کرو کہ تم اس کو خرچ کرو''۔ (البقرہ)

**یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا الایۃ مَا کَسَبْتُمْ**: حلال میں سے جو تم نے کمایا۔ ② اس عمدہ مال سے جو تم نے کھایا۔ اخرجنا

لکم من الارض: یعنی وہ پاکیزہ اشیاء جو تمہاری خاطر ہم نے زمین سے نکالی۔ خواہ وہ غلہ جات ہوں یا میوہ جات کھجور اور معادن وغیرہ ہوں پہلے ذکر آنے کی وجہ سے مضاف کو حذف کر دیا۔ صاحب اعلاء الحسن میں لکھا ہے کہ ہاتھ کی کمائی سے صدقہ افضل ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم محنت کرنے اور اس میں سے صدقہ کرتے یا اس کو صدقہ کر دیتے۔

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ: اور اس میں صدقہ کے لئے ردی کا قصد بھی مت کرو۔ ہٗ: سے مذکور یا مما اخرجنا: مراد ہے۔ وجہ تخصیص یہ ہے کہ اکثر اس میں تفاوت پایا جاتا ہے۔

النَّحْوُ: تنفقون: یہ تیمموا کے فاعل سے حال مقدر ہے اور اس سے متعلق ہو اور ضمیر خبیث کی طرف راجع ہے اور جملہ اس سے حال ہو۔ بعض کا مقول ہے من تصدق بنفس فاز بنفيس: اور ایسی چیزوں میں مقابلہ کرنے والوں کو مقابلہ کرنا چاہئے۔

٢٩٩ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ وَّكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ : ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ جَاءَ اَبُوْطَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَ عَلَيْكَ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بَيْرُحَاءُ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ تَعَالٰى اَرْجُوْا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ وَّقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ" فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ : اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَّمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهٗ ﷺ : مَالٌ "رَابِحٌ" رُوِيَ فِي الصَّحِيْحِ "رَابِحٌ" وَ "رَايِحٌ" بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ : اَيْ رَابِحٌ عَلَيْكَ نَفْعُهٗ' وَ "بَيْرُحَاءُ" حَدِيْقَةُ نَخْلٍ 'وَرُوِيَ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَفَتْحِهَا۔

۲۹۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار میں کھجوروں کے باغات کے لحاظ سے مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار تھے اور ان کے اموال میں بیرحاء سب سے زیادہ ان کو پسند تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے بالکل بالمقابل تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا عمدہ پانی نوش فرماتے۔ انس کہتے ہیں جب یہ آیت اتری ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ کہ تم ہرگز کمال نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم خرچ نہ کرو اس چیز کو جس کو تم پسند کرتے ہو"۔ تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ ﷺ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ آیت اتاری ہے اور بلاشبہ میرے مالوں میں سے سب سے زیادہ محبوب مجھے بیرحاء ہے۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے اجر اور ذخیرہ ہونے کے امیدوار ہوں۔ یارسول اللہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے عطاء کردہ سمجھ کے مطابق اس کو جہاں مناسب خیال کریں اس کو خرچ کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوب خوب یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے۔ یہ تو بڑا فائدہ مند مال ہے۔ میں نے تمہاری بات سن لی۔ میری رائے میں اس کو تم اپنے اقربین میں تقسیم کر دو۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اپنے قریبی رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

رابحٌ کا لفظ رَایِحٌ بھی روایت میں آیا ہے یعنی اس کا نفع تمہاری طرف لوٹنے والا ہے۔

بَیْرُحَاءَ: اس کا معنی کھجور کا باغ ہے۔

**تشریح** ۞ **کان ابو طلحه**: ان کا نام زید بن سہل تھا۔ **الانصار**: یہ اسلامی نام اوس وخزرج کو ملا کیونکہ انہوں نے مدینہ میں دین حق کی مدد کی۔ **نخیل**: یہ مال کا بیان ہے۔

**النحو**: **وکان حب امواله الیه بیرحاء**: احب کان اسم اور بیرحاء خبر ہے۔ اس کی تاکید یہ قول کر رہا ہے۔ **ان احب مالی الی بیرحاء**: ان کا مقصود اپنے ہاں زیادہ پسندیدہ مال کو بتلانا ہے۔ **بیرحاء**: میں آٹھ لغات ہیں جیسا ابن حجرؒ نے کہا (النہایہ ابن اثیر) ابن حجر کہتے ہیں حماد بن سلمہ نے بریحاء اور ابوداؤد نے باریحاء باجی نے بیو حا کو افضل کہا۔ صاغانی نے بھی اس کو براح سے فعیلا کے وزن پر صحیح قرار دیا ہے۔ جنہوں نے باء کے کسرہ سے نقل کیا انہوں نے اسکو کنواں سمجھا مگر یہ غلط ہے۔

قاضی عیاض مغربی لوگ راء کو اعراب دیتے اور حاء کو قصر سے پڑھتے ہیں۔ اس کو دس طرح پڑھا جاتا ہے۔ حاء میں اختلاف ہے کہ یہ مرد کا نام ہے یا عورت کا یا جگہ کا نام ہے یا یہ کلمہ اونٹوں کو ڈانٹنے کے لئے ہے کیونکہ یہاں اونٹ چرتے تھے ان کو اس لفظ سے ڈانٹا جاتا تو اسی سے کنوئیں کا نام پڑ گیا۔ یہ مسجد نبوی کے قبلہ کی جانب تھا۔ آپ اس باغیچے میں جاتے۔

**من ماء فیها طیب**: اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے۔

**نکتہ** ☆: اس سے یہ ثابت ہوا کہ اہل فضل کا باغوں اور احاطوں میں داخل ہو کر وہاں کے سایوں سے فائدہ اٹھانا اور ان کے پھل کھانا وہاں راحت وتفریح کرنا جائز ہے۔ اگر عبادت کی تھکاوٹ اور حصول نشاط مقصود ہو تو پھر یہ عبادت ہے۔ **قال انس**: عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کلام طویل ہو جائے تو وہ راوی کا تذکرہ دوبارہ کر دیتے ہیں۔ **فلما نزلت هذه الایة لن تنالوا البر الایه**: جب یہ آیت اتری تو ابوطلحہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے اور **ان احب مالی الی** مجھے پسندیدہ ترین مال یہ کنواں ہے اور حصول بر محبوب کے خرچ میں ہے۔ **صدقة لله تعالیٰ**: بقول ماجشون صدقہ تملیک مراد ہے کیونکہ اس کو ذی رحم میں تقسیم کر دیا (فتح الباری) **ارجو برها و ذخرها**: مجھے اس کے عمدہ ذخیرہ ہونے کی بارگاہ الٰہی میں امید ہے (المصباح) یعنی میں اس سے قیامت کے دن اپنے شدائد میں فائدہ پاؤں گا۔ شیخ زکریا نے ذخر کا ترجمہ اجر سے کیا ہے۔

**فضعها یا رسول الله حیث اراك الله**: مصرف کی تعیین میں اس کی تفویض کا تذکرہ ہے۔ **بخ**: یہ کلمہ تفخیم وتعجب کے طور پر بولا جاتا ہے۔ **ذلك مال رابح**: یہ باغ نفع بخش مال ہے۔

**نکتہ**: ابن حجر کہتے ہیں ابوطلحہ کا اس سے کمال ظاہر ہوتا ہے آیت میں محبوب مال میں سے خرچ کرنے پر آمادہ کیا گیا انہوں نے محبوب میں سے سب سے پسندیدہ کو خرچ کرنے کی طرف ترقی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کی تصویب فرمائی

اوران کے فعل کی بارگاہ الٰہی میں قدر دانی ذکر فرمائی۔ وہ یہ الفاظ میں بخ بخ۔ بیضاوی کا قول: پسندیدہ ترین مال کو قریب ترین رشتہ داروں پر صرف کرنا سب سے افضل ہے۔ آیت کے عموم میں واجب و مستحب انفاق شامل ہے (بیضاوی) ماقلت: ما مصدریہ بالاتفاق ہے۔ ⑦ ماموصولہ ہو تو ضمیر محذوف ہے ای قلته: پھر آپ نے حکم فرمایا وہ مال اپنے قرابت والوں کو دے دیں۔ اوی: میری رائے یہ ہے کہ یہ جملہ وقد سمعت پر معطوف ہے کہ تم اس کو صدقہ کر دو اپنے اقربین پر۔ عرض کیا میں ایسا کر دیتا ہوں۔ حافظ ابن عبدالبر نے ذکر کیا کہ قعنبی نے مالک سے اپنی روایت میں نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اقارب اور بنی اعمام میں تقسیم کر دیا۔ اگرچہ آپ کی تقسیم کا یہ معنی شریعت کی زبان میں مشہور کہ تقسیم کا حکم دیا۔ مگر اکثر رواۃ نے یہ ذکر نہیں کیا۔ درست روایت یہی ہے کہ ابوطلحہ نے تقسیم کیا۔ مراسیل ابن حزم میں ہے **فردہ علی اقاربہ ابی بن کعب و حسان بن ثابت و اخیہ و ابن اخیہ شداد بن اوس و نبیط بن جابر فتقاسموہ:** حضرت حسان نے اپنا حصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا۔ اس سے اس احتمال کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے اقارب کو بطور ملک تقسیم کیا تھا۔

**تخریج:** بخاری کتاب الزکاۃ والوصایا والوکالہ والتفسیر، مسلم فی الزکاۃ، نسائی فی التفسیر۔ ربح: یہ بخاری و مسلم میں رابح وارد ہے نووی نے اسی کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ بعض روایات میں رایح ہے اس کا معنی لوٹنا ہے مگر اس میں شدید ابہام ہے۔ ابن بطال کہتے ہیں اسکا معنی یہ ہے اس کا فاصلہ قریب ہے یا یہ صبح و شام نفع بخش ہے۔ بیرحاء کا درست مطلب باغ تمر ہے کنواں نہیں۔

**الفوائد:** اقارب پر خرچ کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

## ۳۸: بَابُ وُجُوْبِ اَمْرِہٖ اَھْلَهٗ وَاَوْلَادَهُ الْمُمَیِّزِیْنَ وَسَآئِرَ مَنْ فِیْ رَعِیَّتِهٖ بِطَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَنَھْیِھِمْ عَنِ الْمُخَالَفَةِ وَتَاْدِیْبِھِمْ وَمَنْعِھِمْ مِّنِ ارْتِکَابِ مَنْهِیٍّ عَنْهُ

**بَابٌ:** اپنے گھر والوں اور باعقل اولاد اور اپنے تمام ماتحتوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دینا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت سے روکنا واجب ہے اور ممنوعہ کاموں کے ارتکاب کی حالت میں ان کی تادیب کرنا اور مخالفت سے ان کو منع کرنا ضروری ہے

اهله: اہل سے مراد بیوی اور اس کی اولاد ہے۔ الاده المميزين: اس سے مراد سمجھ بوجھ والی بیٹیاں اور بیٹے دونوں مراد ہیں مگر یہاں لفظ مذکر کے لحاظ سے لایا گیا ہے۔ سائر رعيته: سے مراد اس کے غلام اور لونڈی ہیں اور بطاعة الله تعالٰی سے مراد اس کے امر و نہی کو ماننا ہے۔ یہاں عبادت کے علاوہ مراد ہے۔ عبادت اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے نیت کی شرط اور معبود کی پہچان کے ساتھ اس کی بندگی کی جائے اور قربت جس کے ذریعے اس کی معرفت کی شرط اور جس کا قرب حاصل کرنا ہو اس کی پہچان کے ساتھ اس کا قرب حاصل کیا جائے۔ اطاعت اس کے بغیر اللہ کی پہچان کی طرف پہنچانے کا ذریعہ ہونے کے اعتبار سے پائی جاتی ہے کیونکہ اس کی پہچان مکمل غور و فکر سے پیدا ہوتی ہے اور قربت بغیر عبادت کے ان نیکیوں کے اندر پائی جاتی ہے جن میں نیت کی ضرورت نہیں جیسے آزادی اور وقف کرنا (الاضواء) یہ اور اس کے مابعد والا مصدر اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے۔ البهجة من المخالفة: مخالفت سے مراد اللہ تعالٰی کے حکموں کی خلاف ورزی ہے۔ تاديبهم: اور ان کی تادیب اس وقت ضروری ہے جب نامناسب فعل کا ارتکاب کریں اور اس میں حد یا تعزیر نہ ہو اور وہ خود اس کو اختیار کرے اور اس کے اجزاء میں کوئی نرمی رکاوٹ نہ بنے۔ ومنعهم: ان کے درمیان حائل ہوتا کہ وہ حرام کے مرتکب نہ ہو جائیں یہ حرام میں تو واجب ہے اور مکروہ میں مندوب و مستحب ہے۔ تادیب مذکور میں بھی یہی حکم ہے۔ ترجمہ میں وجوب کا ایسا معنی ہونا چاہئے جو ندب کو بھی شامل ہو جائے مثلاً اس کا معنی متاکد حق ہو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [طه:١٣٢]

اللہ تعالٰی نے فرمایا:

''اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر جمے رہو''۔(طہٰ)

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ الآيه: انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اہل یعنی زوجہ غلام اولاد لونڈیوں کو تقویٰ کا حکم دے خاص طور پر نماز۔ ابن ابی حاتم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا عمل نقل کیا کہ جب وہ رات کو جاگتے تو گھر والوں کو بھی جگاتے اور پھر یہ آیت پڑھتے۔ (سیوطی فی الاکلیل)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ [تحريم:٦]

اللہ تعالٰی نے فرمایا:

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ!'' (تحریم)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ: اپنے آپ کو بچانے کا مطلب معاصی کو چھوڑنا اور طاعات کو اختیار کرنا ہے۔ واهليكم: ان کو بچانے کا مطلب تادیب اور خیر خواہی کرنا۔ نارًا کی تنوین تعظیم کے لئے ہے اور اس کی بڑائی کو اس قول میں واضح کر دیا کہ اس کی آگ کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔

٣٠٠ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً

مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "كِخْ كِخْ اِرْمِ بِهَا اَمَا عَلِمْتَ اَنَّا لَا تَاْكُلُ الصَّدَقَةَ! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ"

وَقَوْلُهُ: "كِخْ كِخْ" يُقَالُ بِاَسْكَانِ الْخَاءِ وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا مَعَ التَّنْوِيْنِ وَهِيَ كَلِمَةُ زَجْرٍ لِلصَّبِيِّ عَنِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ وَكَانَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَبِيًّا۔

۳۰۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک کھجور صدقہ کی کھجوروں میں سے لے لی اور اس کو اپنے منہ میں ڈال لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے پھینک دو کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے"۔ (بخاری و مسلم)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ "ہمارے لئے صدقہ کا مال حلال نہیں ہے"۔

امام نووی فرماتے ہیں كِخْ كِخْ یہ کاف کے فتحہ وکسرہ کے ساتھ ڈانٹ کا کلمہ ہے جو بچے کو ناپسندیدہ باتوں سے روکنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور حسن رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے۔

**تشریح** ۞ الحسن بن علی رضی الله عنه سے مراد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے ہیں۔

تمرة من تمر الصدقة: معمر کی روایت میں یہ ہے کنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يقسم تمر الصدقة والحسن في حجره (اخرجہ احمد) فجعلها في فيه: محمد بن زیاد کی روایت ہے کہ فلم يفطن له النبي صلى الله عليه وسلم حتى قام ولعابه يسيل فضرب النبي صلى الله عليه وسلم شدقه اور معمر کی روایت میں ہے: فلما فرغ حمله على عاتقه فسال لعابه فرفع رأسه فاذا تمرة في فيه۔ دونوں روایات کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے منہ میں کھجور ڈال لی۔ ان کے منہ سے لعاب بہنے لگا تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس نے کھجور منہ میں ڈال لی ہے۔ کخ کخ: آپؐ نے ڈانٹ کر کخ کخ کہا تاکہ وہ اسے نکال دے۔ ارم بها: یہ مسلم کے الفاظ ہیں احمد کی روایت میں نظر اليه فاذا هو يلوك تمرة فحرك خده وقال القها يا بني القها يا بني: ان دونوں کو اس طرح جمع کر سکتے ہیں پہلے ان کو کہا کہ ڈال دو ڈال مگر اس نے دیر کر دی تو آپ نے کخ کخ کہا تاکہ ناپسند کر کے نکال دے جب نہ نکالی تو آپؐ نے زبردستی نکالی۔ اما علمت: یہ مسلم کے الفاظ ہیں بخاری شعرت: کے الفاظ لائے اور ایک مقام پر اما تعرف: تمام کا مفہوم قریب قریب ہے کیا تمہیں معلوم نہیں۔ انا لا ناكل الصدقة: نووی کہتے ہیں کہ یہ الفاظ واضح تحریم کے موقعہ پر بولے جاتے ہیں خواہ مخاطب کو اس کا علم نہ ہو۔ تقدیر عبارت یہ ہے عجب كيف خفي عليك هذا مع ظهور تحريمه: عجیب بات ہے کہ اس کی حرمت اتنی واضح ہونے کے باوجود تمہیں معلوم نہ ہوا"۔ یہ لاتفعل بہت زیادہ زجر کا کنایہ ہے۔ (متفق علیہ)

فرق روایت: انا لا تحل الصدقة: اور معمر کی روایت میں ان الصدقة لا تحل لآل محمد: احمد وطحاوی نے خود حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم فمر على جرين من تمر الصدقة فاخذت منه تمرة فالقيتها في فيّ فاخذها بلعابها فقال انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة: قوی الاسناد طبرانی طحاوی نے ابو یعلیٰ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔ تو دونوں لفظ صحیح سند سے ثابت ہیں۔ کخ کخ: ① یہ مثقل ومخفف

دونوں طرح ہیں۔ ② کاف کے فتحہ و کسرہ کے ساتھ ③ تنوین اور بلا تنوین ④ یہ چھ صورتیں ہوئیں۔ یہ اسماء اصوات میں سے ہے یا اسماء افعال میں سے۔ ڈانٹ ڈپٹ کے لئے آتا ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے۔

**تخریج:** بخاری فی الجهاد' الزكاة' مسلم فی الزكاة والنسائی فی السير' احمد ۹۳۱۹/۳' الطيالسی ۲۲/۲' الدارمی ۳۸٦/۱' ابن حبان ۳۲۹٤' ۹۵' ۹٦' عبدالرزاق ٦٩٤٠' بیهقی ۲۹/۷۔

**الفرائد:** ① صدقات خلیفۃ المسلمین کے سپرد کرنے چاہئیں۔ ② چھوٹے بچوں کو بات کہہ دینی چاہئے تاکہ عقل والوں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔

٣٠١ : وَعَنْ اَبِيْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْاَسَدِ رَبِيْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا فِيْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ" فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِيْ بَعْدُ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَتَطِيْشُ" :تَدُوْرُ فِيْ نَوَاحِي الصَّحْفَةِ۔

۳۰۱ : حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ (رسول اللہ ﷺ کے ربیب) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں مَیں چھوٹا بچہ تھا۔ میرا ہاتھ پیالے میں ہر طرف چکر لگاتا (کیونکہ میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا) اس پر آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے لڑکے اللہ تعالیٰ کا اوّلاً نام لو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ اس ارشاد کے بعد ہمیشہ میرا کھانے کا یہی طریقہ بن گیا۔ (بخاری و مسلم)

تَطِيْشُ : پیالے کی اطراف میں گھومنا۔

**تشریح** ۞ **عمر بن ابی سلمه:** ابوحفص ان کی کنیت ہے۔ ان کا نام عمر ہے ان کے والد کا نام عبداللہ بن عبدالاسد ہے ان کی کنیت ابوسلمہ تھی۔ بنو مخزوم کے قدیم الاسلام بزرگوں سے تھے۔ ان کے والد و والدہ صحابی ہیں۔ یہ ام سلمہ کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب ہیں۔ ان کی پیدائش حبشہ میں ہوئی۔ جب ان کے والدین ہجرت کر کے وہیں مقیم تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ روایات نقل کی ہیں۔ بخاری و مسلم نے دو دو روایتیں نقل کی ہیں۔ ان سے سعید بن المسیب' عروہ' وہب بن کیسان وغیرہ تابعین نے روایت لی ہے' ان کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی حالات کی مزید تفصیل (اتحاف السائل بمعرفۃ رجال الشمائل) میں ملاحظہ کریں۔

**حجر رسول الله صلی الله علیه وسلم:** آپ کی پرورش اور نگرانی میں۔ اس کا معنی گود ہے بغل سے کوکھ تک کے حصہ کو کہتے ہیں۔ جیسا اس ارشاد میں ربائبکم اللاتی فی حجورکم: میں حجور ہے۔ **کانت یدی تطیش فی الصحفة: صحفه** یہ پیالے جیسا برتن اس کی جمع صحاف جیسے کلبۃ و کلاب (المصباح) زمخشری کہتے ہیں لمبے پیالے کو صحفہ کہتے ہیں۔ **فقال لی:** مجھے تعلیم و تادیب کے طور پر فرمایا: **سم الله**۔ یہ حکم استحبابی ہے۔ **وکل بیمینك:** جمہور کے نزدیک یہ بھی استحباب

کے لئے ہے۔ بعض نے وجوب کا قول کیا ہے اس کی وجہ وہ روایت ہے جو باب المحافظۃ علی السنۃ میں گزری ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس نے کہا لا استطیع: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے کہا: لا استطعت فما رفعها الی فیه بعد پھر اس کا ہاتھ منہ کی طرف نہ اٹھا۔ طبرانی میں سبیعہ اسلمیہ کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا آپ نے بددعا کی اس کو طاعون کا پھوڑا نکلا اور وہ مرگئی۔ مگر ان روایات کو جمہور نے زجر و توبیخ پر محمول کیا اور بعض روایات ما منعه الا الکبر کے الفاظ وہاں سزا کی وجہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

**وکل مما یلیك:** یہ بھی استحباب کے لئے ہے۔ بعض نے وجوب کا قول کیا کہ دوسرے کو نقصان پہنچانا اور بداخلاقی ہے۔ ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں سبکی نے اسی قول کی تائید کرتے ہوئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الام سے ثابت کیا ہے۔ مختصر بویطی میں لکھا ہے کہ ثرید کے برتن کے درمیان سے کھانا حرام ہے (بویطی) مگر اصح قول کراہت کا ہے اور یہ بھی اس وقت ہے جب اکی رضا معلوم نہ ہو جس کے ساتھ کھا رہا ہے۔ ورنہ تو اس میں حرمت و کراہت دونوں ہی نہیں اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کدو کی ڈلیاں پیالے کے اطراف سے تلاش کر کے کھاتے تھے"۔ اس کی تاویل میں یہ کہنا کہ یہ آپ نے اکیلے کھایا یہ ناقابل اعتبار قول ہے کیونکہ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے آپ کے ساتھ کھایا اور اس وقت سے میں نے اپنا یہ طریقہ بنا لیا۔ (متفق علیہ)

**تخریج:** بخاری و مسلم فی الاطعمہ' نسائی فی المحاربہ' ابن ماجہ فی الاطعمہ اور "سم اللہ و کل مما یلیك کے الفاظ ابوداؤد نے الولیمہ میں نقل کئے ہیں۔ احمد ۱۶۳۳٤/٥۔ ابن حبان ٥۲۱٥۔

**الفوائد:** ① امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم کھانے پینے کے دوران بھی کر دینی چاہئے۔ ② ایسے اعمال سے گریز کرنا چاہئے جو شیاطین و کفار کے اعمال سے مشابہت رکھتے ہوں۔ ③ عمر بن ابی سلمہ کی عظمت نکلتی ہے کہ انہوں نے اس ادب کو قبول کر کے ہمیشہ مواظبت اختیار کی۔

۳۰۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ، اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَّعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۰۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ہر ایک تم میں سے حاکم ہے اور اس سے اسکی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ امام نگران ہے اور اس سے اسکی رعایا کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ آدمی اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اسکی رعایا کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور عورت اپنے خاوند

کے گھر کی ذمہ دار ہے۔ اس سے اسکی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا اور خادم اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اس سے اسکی ذمہ داری کی باز پرس ہوگی۔ ہر ایک تم میں سے ذمہ دار اور نگران ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق اس سے باز پرس ہوگی۔

**تشریح** ۞ **مسئولة عن رعيتها**: خواہ مرد ہو یا عورت غلام ہو یا آزاد متبرع ہو یا اجیر ہر ایک درجہ بدرجہ رعایا میں شامل ہے۔ **والخادم راع**: اسباب کو ضائع ہونے سے بچاتا اور خیانت نہیں کرتا۔

باب حق الزوج علی امراتہ میں اس کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔ کل: کالفظ جب معرفہ کی طرف مضاف ہو تو اس کے لفظ اور معنی دونوں کا لحاظ درست ہے مثلاً: **كلهم قائم يا قائمون** اور اللہ تعالیٰ اس ارشاد میں دونوں جمع ہیں۔ **ان كل من في السموات والارض الا الى الرحمان عبدًا لقد احصاهم وعدهم وكلهم آتيه يوم القيامة فردًا**۔ اور درست یہ ہے کہ اس کی خبر سے اس کی طرف ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر کو لوٹے گی مثلاً **كلهم آتيه و كل راع**۔ (المغنی لابن ہشام)

**تخریج**: احمد ۲/ ۴۴۹۵، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن حبان ۸۹:۴۴۹۰، بیهقی ۶/ ۲۸۷۔

**الفرائد**: باب ۳۵ کی روایت ۳ کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

۳۰۳ : **وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَّفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔**

۳۰۳: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بواسطہ اپنے والد و دادا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کے ہوں اور نماز کی وجہ سے ان کو مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور ان کے بستروں کو الگ الگ کر دو۔ حدیث حسن ہے۔ (ابو داؤد) نے عمدہ اسناد سے روایت کیا۔

**تشریح** ۞ **عمرو بن شعيب**: یہ صغار تابعین سے ہیں یہ صدوق ثقہ ہیں۔ ان کی وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ باب القدر میں بخاری نے ان سے روایت لی اور اصحاب سنن اربعہ نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ اس کا سماع اپنے دادا سے ثابت ہے جو کہ کبار تابعین سے تھے۔ عن جدہ: والد کا جد مراد ہے جو کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیوطی نے سنن ابی داؤد کے حواشی میں لکھا ہے کہ دار قطنی نے ذکر کیا کہ میں نے ابوبکر نقاش سے سنا کہ عمرو بن شعیب تابعین سے نہیں حالانکہ ان سے بیس تابعین نے روایت نقل کی ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں جب میں نے تلاش و تتبع سے کام لیا تو نقل کرنے والے تابعین کی تعداد بیس سے تجاوز کر گئی۔

ابن الصلاح: کہ حافظ ابو موسیٰ طبی نے اس روایت کی تخریج میں لکھا کہ عمرو بن شعیب تابعین میں سے نہیں ہے حالانکہ ان سے روایت کرنے والے تابعین کی تعداد ستر سے زائد ہے اور یہ وہم ہے در حقیقت وہ دو صحابیات ربیع بنت معوذ بن عفراء اور زینب بنت ابی سلمہ ربیبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں پس ثابت ہوا کہ وہ تابعی ہیں۔ حفاظ حدیث نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند کو جمع ما سنہ میں اختلاف کیا ہے۔ ترجیح یہ ہے کہ یہ سند قابل اعتماد ہے اور جدہ: میں ہٗ ضمیر

شعیب کی طرف راجع ہے عمرو کی طرف نہیں اور محمد جس کا سند میں تذکرہ ہے اس کا ایک روایت کے سوا اور کسی سند میں کوئی دخل نہیں۔ وہ روایت ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابن الہاد عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن محمد بن عبداللہ عن عبداللہ بن عمرو مرفوعاً۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: الا احدثکم باحبکم الی واقربکم منی مجلسا یوم القیامۃ...... الحدیث: اس روایت کے علاوہ کسی سند میں محمد کا تذکرہ نہیں ہے۔

**مروا اولادکم:** یہ حکم واجب ہے اس میں مذکر و مؤنث برابر ہیں۔ اسی طرح بیوی اور ... امر کو حکم دینا بھی ضروری ہے۔ **بالصلاۃ** اور ان باتوں کا جن پر نماز کا دارومدار ہے کیونکہ کسی چیز کے حکم کا معنی ہی یہ ہے کہ ان چیزوں ... کے بغیر وہ پوری نہیں ہوتی۔ **وھم ابناء سبع:** وہ سات سال کے پورے ہو جائیں اب ان میں اٹھنے بیٹھنے اور استنجاء کرنے کا شعور ہو گیا ہے۔

**... ھم علیھا:** اگر وہ نماز سے انکار کریں تو ان کو چہرہ بچا کر مناسب طور پر ماریں۔ **وھم ابناء عشر:** دس سال شروع ہوں یا ... سال مکمل ہو جائیں ہر دو قول ہیں۔ ضرب کا حکم اس لئے دیا کیونکہ اس عمر میں مار کی ضرورت پڑتی ہے۔

**فرقوا بینھم فی المضاجع:** ابن عبدالسلام کہتے ہیں یہ بچے کے اولیاء کو خطاب ہے کیونکہ کسی چیز کے کرنے کا حکم یہ اس چیز کا حکم نہیں ہے۔ بچوں کو براہ راست میں حکم دیا گیا جس میں طعن کی گنجائش نہیں۔ فرمایا: ﴿لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم﴾ اور دوسری روایت میں وارد ہے ... زوج احدکم خادمہ عبدہ او اجیرہ فلا ینظر الی ما دون السرۃ ... فوق الرکبۃ۔

**تخریج:** ابو داؤد باسناد حسن ... ۲/۱۸۷ ...

**الفوائد:** ① اولیاء کا فرض ہے کہ اولاد کو نوعمری میں اچھی باتوں کی تلقین کریں اور فتنوں سے ... کے بستر الگ کر دیئے جائیں۔ ② علامہ طیبی رقمطراز ہیں حکم نماز اور بستروں کے الگ کرنے کو جمع کیا تا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت سے ان کو باز رکھا جائے اور معاشرت کا طرز عمل سکھایا کہ تہمت کے مواقع سے ان کو بچایا جا سکے۔

۳۰۴ : وَعَنْ اَبِیْ ثُرَیَّۃَ سَبْرَۃَ ابْنِ مَعْبَدٍ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "عَلِّمُوا الصَّبِیَّ الصَّلٰوۃَ لِسَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْہُ عَلَیْھَا ابْنَ عَشْرِ سِنِیْنَ" حَدِیْثٌ حَسَنٌ – وَلَفْظُ اَبِیْ دَاوٗدَ : "مُرُوا الصَّبِیَّ بِالصَّلٰوۃِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِیْنَ"۔

۳۰۴: حضرت ابوثریہ سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز سکھا دو اور (اگر کوتاہی کریں تو) دس سال کی عمر میں ان کو مارو۔ ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔

ابوداؤد کے الفاظ مُرُوا الصَّبِیَّ بِالصَّلٰوۃِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِیْنَ ہیں۔

**تشریح:** ابو ثریہ: ثا کا ضمہ ہے۔ یہ حضرت سبرہ کی کنیت ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے سبرہ بن معبد بعض نے کہا سبرہ بن عوسجہ بن سبرہ بن خدیج بن مالک بن عمرو بن ذہل بن ثعلبہ بن نضر بن سعد بن دینار بن رشدان بن قیس بن جہینہ۔ ان کی کنیت ابوربیع بھی ہے۔ انہی سے ربیع نے باب المتعہ میں روایت نقل کی ہے۔ (اسد الغابہ)

نووی کہتے ہیں ان کی کنیت ابوثریہ مشہور ہے۔ بعض نے ابوالربیع کہی ہے۔ جس کو ابن عساکر نے اطراف میں نقل کیا ہے۔ مدینہ میں ان کا مکان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۹ روایات وارد ہیں۔ مسلم نے ایک روایت نقل کی ہے۔ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔ (تہذیب نووی)

**علموا الصبی** صبی کا لفظ فعیل بمعنی فعل ہے اس میں تذکیروتانیث برابر ہے مراد جس میں بچپنا ہو۔

**النحو:** اضربوہ علیھا ابن عشر سنین: مفعول کی ضمیر سے حال ہے کہ جب بچہ سمجھ بوجھ والا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے متعلق اسے جو عقیدہ رکھنا چاہیے وہ سکھایا جائے اور جو تمام رسولوں کے متعلق عقیدہ رکھتا ہے وہ سکھایا جائے اور یہ کہ تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کبھی منسوخ نہ ہوگی یہ ہمیشہ رہے گی۔ آپ محمد بن عبداللہ النبی الامی العربی ہیں۔ مکہ شریف میں ولادت ہوئی اور مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ شریعت کے احکام سکھائیں تاکہ یہ باتیں نقش فی الحجر کی طرح ذہن میں اتر جائیں۔

ابوداؤد کا مقدم مرتبہ کی وجہ سے کیا ورنہ یہ الفاظ ترمذی کے ہیں ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: **مروا الصبی بالصلاۃ اذا بلغ سبع سنین** تاکہ عادت پڑ جائے اور بالغ ہو کر ترک نہ کرے۔

**تخریج:** ابو داؤد، ترمذی، احمد ج ۵۳۳۹/۸ (الدارمی) ۱۴۳۱۔ حاکم ج ۱ / ۷۲۱۔ طحاوی ۲۵۶۶۔ ابن ابی شیبہ ۲۴۷/۱، دارقطنی ۲۳۰/۱، بیھقی ۱۴/۲۔

**الفوائد:** گزشتہ روایت کے فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

## ۳۹: بَابُ حَقِّ الْجَارِ وَالْوَصِيَّةِ بِهِ

## باب: پڑوسی کا حق اور اس کے ساتھ حسن سلوک

حق الجار: جو اس کا حق ہے۔ الوصیۃ: شارع کی طرف سے جس الفت ومحبت کا حکم دیا گیا جس پر معاش ومعاد کا دارومدار ہے۔ جار: جار وہ ہے رہائش میں ساتھ ہو۔ اس کی جمع جیران ہے۔ یہ باب مفاعلہ سے ہے **جاور یجاور الجوار**: اسم ہے۔ جب رہائش میں اس کے ساتھ ملا ہوا ہو (المصباح) ثعلب نے ابن الاعرابی سے نقل کیا جار وہ ہے جو گھر میں تمہارا پڑوسی ہو (المصباح) شرعی جار وہ ہے۔ وصایا میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنے پڑوسیوں کے متعلق وصیت کی تو جوانب اربعہ میں چالیس گھروں تک وصیت کو نافذ کیا جائے گا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ [النساء: ۳۶]

رب ذوالجلال والاکرام کا ارشاد ہے:
"اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان (کا سلوک) کرو اور قربت والوں، یتیموں، مساکین، قرابت والے پڑوسیوں، اجنبی پڑوسیوں، اجنبی ساتھی، مسافروں اور جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں یعنی غلام وغیرہ کے ساتھ احسان کرو"۔ (النساء)

## آیات

اعبدوا اللہ: اسی کو اکیلا مانو۔ شیئا: کسی بھی چیز کو خواہ شرک جلی ہو یا خفی۔ احسانا: یہ احسنوا بھما احسانا ہے دونوں سے احسان کرو۔ ذی القربیٰ: قریبی رشتہ دار اور یتیم ومساکین کے ساتھ بھی احسان کرو۔
الجار ذی القربیٰ: وہ پڑوسی جس کا پڑوس قریب ہو۔ ایک قول یہ ہے پڑوس کے علاوہ اس کو قرب اور اتصال نسبی حاصل ہو یا دینی قرب حاصل ہو۔ اسے حق کی عظمت کے لئے دیا جائے اس کو منصوب پڑھا گیا ہے۔ والجار الجنب: دور کا پڑوسی یا وہ پڑوسی جس کو قرابت میسر نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "الجیران ثلاثة فجار له ثلاث حقوق حق الجوار وحق القرابه وحق الاسلام وجار له حقان حق الجوار وحق الاسلام و جار له حق الجوار وهو المشرك من اهل الكتاب" پڑوسی تین قسم کے ہیں: ① وہ پڑوسی جس کے تین حق ہیں، پڑوس کا حق، قرابت کا حق، اسلام کا حق۔ ② وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں پڑوس کا حق، اسلام کا حق۔ ③ وہ پڑوسی جس کا صرف ایک حق ہے پڑوس کا حق یہ اہل کتاب میں مشرک پڑوسی ہے۔
الصاحب بالجنب: اچھے کام کا شریک مثلاً تعلیم، اختیار، صنعت وپیشہ، سفر وہ تیرے ساتھ رہا اور تیرے پہلو میں رہا۔ بعض نے اس سے عورت مراد لی ہے۔ وابن السبیل: مسافر، مہمان۔ وما ملکت ایمانکم: غلام، لونڈیاں۔

۳۰۵ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۰۵: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے متعلق مسلسل تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ اس کو وراثت میں بھی شریک بنادیں گے۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ جبریل علیه السلام: یہ سریانی زبان کا نام ہے۔ بعض نے اس کا معنی عبداللہ بتایا بعض نے عبدالرحمان کہا۔ لوصینی بالجار: اس کی حالت پر توجہ دینے کی اہمیت ذکر کرتے رہے۔ حتی ظننت انه سیورثه: شدت اہتمام سے میں نے گمان کیا پڑوس وراثت کا سبب بن جائے گا جیسا کہ ابتداء اسلام میں تحالف وتعاہد اس کا سبب تھا۔ پھر آیات میراث سے منسوخ ہوا۔

**تخریج**: بخاری و مسلم۔ احمد ۲٦٠٧٢/١٠، ترمذی، ابن ماجه، ابن ابی شیبه ٤٥/٨ ٥۔ ابن حبان ٥١١۔ الادب

المفرد للبخاری ۱۰۱۔ ابو داؤد' بیھقی ۱/۲۷۵۔

**الفوائد** :روایت سے پڑوسی کے حق کی انتہائی تاکید نکلتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حق بہت بڑا ہے۔اچھے کاموں میں سے کوئی کام جب دل میں آئے تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرنا جائز ہے۔

**۳۰۶ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَآءَ هَا وَتَعَاهَدْ جِیْرَانَكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ :اِنَّ خَلِیْلِیْ ﷺ اَوْصَانِیْ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَآءَ هَا ثُمَّ انْظُرْ اَهْلَ بَیْتٍ مِّنْ جِیْرَانِكَ فَاَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ"۔**

۳۰۶: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوذر جب تم سالن پکاؤ تو زیادہ پانی ڈال لیا کرو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔(مسلم) مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے نصیحت فرمائی جب تم شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈالو! پھر اپنے پڑوسیوں میں سے کسی گھر والے کو دیکھو اور ان کو اس میں سے بھلائی کا حصہ (سالن) پہنچاؤ۔

**تشریح** ۞ **ابو ذر رضي الله عنه**:ان کا نام جندب بن جنادہ ہے حالات گزر چکے۔

**مرقة**:جب پانی میں گوشت پکائیں۔ابن ابی شیبہ کی روایت اس کی وضاحت کرتی ہے۔**مرقه**: کا لفظ مجاز مرسل ہے۔جیسے اس ارشاد میں "انی ارانی اعصر خمرا"۔ **فاکثر ماء ها**: تا کہ سالن زیادہ ہو جائے۔اس سے مقصود روٹی کا نرم کر کے نگلنا ہے۔اس میں شوربے کا کم و زیادہ ہونا برابر ہے۔

**تعاهد جیرانك**:یہ حکم استحبابی ہے کہ ان کے ساتھ نیکی کر کے احسان کرو۔**تعاهد**: جو مشارکت کو ظاہر کر رہا ہے۔تمام پڑوسیوں کے حق میں اس کا خیال رکھو۔

یہ مسلم کے الفاظ ہیں ابن ابی شیبہ نے جابر سے روایت نقل کی ہے کہ **اذا طبختم اللحم فاکثروا المرق فانه اوسع وابلغ الجیران**":جب تم گوشت پکاؤ تو شوربہ بڑھاؤ اس لئے کہ وہ پڑوسیوں کو آسانی و سہولت پہنچ سکتا ہے۔

**فَوَائِدْ** : مکارم اخلاق کی تعلیم دی اور محاسن اعمال کی طرف راہنمائی فرمائی۔اسی کے نتیجہ میں محبت و الفت پیدا ہوتی ہے اور اسی سے منافع کا حصول اور حاجات کا وصول اور مفاسد کا قلع قمع ہوتا ہے۔بسا اوقات پڑوس کی تنگ دستی اور اس کے اہل اور چھوٹے بچوں کی وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اس کا ازالہ نہیں کر سکتا اور چھوٹوں کی خواہش بھڑکتی ہے اور ان کے نگران کو دکھ د تکلیف پہنچتی ہے۔بعض اوقات وہ یتیم ہو یا بیوہ ہوتے ہیں اس سے مشقت اور بڑھ جاتی ہے۔ان کو کھاتا دیکھ کر ان کے حسرت و رنج میں اضافہ ہوتا ہے اور ان تمام چیزوں سے بچنے کے لئے شوربے میں ذرا سا اضافہ اس ضرر کثیر سے بچا لیتا ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے **ان خلیلی صلی الله علیه وسلم**: یہ الفاظ اس روایت کے مخالف نہیں جس میں فرمایا:"**لو کنت متخذا خلیلاً غیر ربی لاتخذت ابابکر**": کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خلیل نہیں

بنایا۔ البتہ صحابہ کے آپ ﷺ کو خلیل بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ ابوذر رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم۔ جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں: اوصانی خلیلی بثلاث۔ ان لا انام قبل ان اوتر...... الحدیث۔ میرے خلیل نے مجھے تین باتیں فرمائیں۔

مرقا: سے مراد شوربے والی چیز گوشت وغیرہ۔ منہ: سے مراد شوربہ ہے جس کے متعلق فرمایا گیا۔

**النَّحْوُ**: بمعروف: یا ماقبل فعل کا صلہ ہے وہ اصب ہے ① اذ طبخت: کا جملہ اوصانی خلیلی: کی تفسیر ہے۔ ② جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا جب تمہیں وصیت کی تو کیا فرمایا۔ تو ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے آپ نے فرمایا: اذ طبخت معروف کے لفظ سے اشارہ فرمایا کہ پڑوسی کو جو چیز بھیجی جا رہی ہے اس کو حقیر مت سمجھو اس سے مقصود شوربہ روٹی ڈبو کر بطور سالن استعمال کرنا ہے اور وہ تو روٹی کی لذت کو بڑھانے کے لئے ہوتا ہے پس تھوڑا بھی کافی ہے۔ دوسری روایت میں ارشاد فرمایا: لا تحقرن من المعروف شیئا: جس کے پاس ہدیہ بھیجا جائے اس کو قبول کر کے شکریہ سے بدلہ دینا چاہئے اگرچہ وہ تھوڑا ہے مگر پڑوسی سے دلی تعلق کی دلیل ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (١٤٢/٢٦٢٥) والترمذي (١٨٣٢) وابن ماجه (٣٣٦٢)

**الفوائد**: ① ہمسایہ کے ساتھ احسان کرنا چاہئے کیونکہ یہ باہمی الفت و محبت کا باعث ہے۔ ② احسان سے جہاں ضروریات پوری ہوں گی وہاں مفاسد دور ہوں گے۔

٣٠٧ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ" قِیْلَ : مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : "اَلَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ – وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ : "لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ"۔

"اَلْبَوَائِقُ" : اَلْغَوَائِلُ وَالشُّرُوْرُ۔

٣٠٧: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم وہ مؤمن نہیں۔ اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں۔ عرض کیا گیا کون اے اللہ کے رسول ﷺ؟ ارشاد فرمایا وہ شخص جس کی شرارتوں سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔ (مسلم و بخاری) اور مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: "وہ جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہوں"۔

بَوَائِقُ: شرارتیں اور خباثتیں۔

**تشریح** ۞ واللہ لا یؤمن: اس میں بغیر حلف اٹھوانے کے حلف اٹھایا گیا ہے اور تکرار تاکید کے لئے ہے۔ یہاں کامل ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ اصل ایمان کی نفی نہیں جو دخول جنت کا باعث اور آگ سے نکلنے کا ذریعہ ہے۔ بخاری کی روایت میں ابوشریح سے یہ الفاظ: باب اثم من الایامن جیرانہ میں منقول ہیں۔

من یا رسول اللّٰہ: یہ لوگ جن سے کئی مرتبہ آپ نے ایمان کی نفی کی ہے یہ کون ہیں۔

النحو: الذی لا یامن من جارہ بوائقہ: اسم موصول بمع صلہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ (متفق علیہ) روایت مسلم میں ہے: لا یدخل الجنۃ من لا یامن جارہ بوائقہ: نووی کہتے ہیں یہ تو اس کی سزا ہے پھر بسا اوقات یہ سزا دی جائے گی جبکہ دوسروں کو معاف کر کے ابتداءً داخلہ میسر ہو جائے گا یا مطلقاً داخلہ سے محروم ہوگا اگر اس تحریم کو حلال جان کر اختیار کیا۔ بوائق جمع بائقۃ شرور و مصائب کو کہتے ہیں۔

**تخریج:** بخاری باب الادب، مسلم کتاب الایمان، احمد ۷۸۸۳.۳۔

**الفرائد:** ① بقول ابن بطال راقم طراز ہیں کہ تین قسموں کی تاکید سے پڑوسی کے حقوق میں کوتاہی کرنے والے سے کمال ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ ② ابوجمرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب ان پڑوسیوں کے حقوق کی سخت تاکید کی گئی ہے تو جن پڑوسیوں کے درمیان دیوار حائل نہیں ان کے حقوق تو بدرجہ اولیٰ قابل حفاظت ہیں۔ ان کو دکھ دے کر سیئات میں مبتلا نہ ہو بلکہ مواظبت طاعت سے ان کو خوش کرلے۔

۳۰۸ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "يَا نِسَآءِ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِّجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۰۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کے لئے (ہدیہ کو) حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

النحو: یا نساء المسلمات: اس میں موصوف کو صفت کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ بصریین کے ہاں تقدیر یہ ہے یا نساء الجماعۃ المسلمۃ۔

لا تحقرن: کسی بھی معمولی چیز کو۔ تفصیل باب طرق الخیر میں ملاحظہ ہوں۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (٢٥٦٦) و مسلم (١٠٣٠) والترمذی (٢١٣١)

**الفرائد:** ① ایک دوسرے پڑوسی کو ہدیہ بھیجنا چاہئے۔ خواہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو جب مسلسل تھوڑی چیز بھیجتا رہے گا تو وہ زیادہ ہو جائے گی۔ ② تکلف سے گریز کرنا چاہئے۔

۳۰۹ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهُ اَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ رُوِيَ خُشُبَهُ "بِالْاِضَافَةِ وَالْجَمْعِ ' وَرُوِيَ "خَشَبَةً" بِالتَّنْوِيْنِ عَلَى الْاِفْرَادِ – وَقَوْلُهٗ مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ' يَعْنِيْ عَنْ هٰذِهِ السُّنَّةِ۔

۳۰۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی پڑوسی دوسرے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے۔ پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مخاطبین کو فرمانے لگے میں تم کو اس بات سے اعراض کرنے والا پاتا ہوں۔ اللہ کی قسم میں اس (بات) کو تمہارے کندھوں کے درمیان ضرور پھینک کر رہوں گا

(یعنی ضرور بیان کروں گا)۔

خُشُبَهٗ اور خَشَبَةً دونوں طرح ہے۔ پہلا جمع دوسرا مفرد ہے۔ مَالِیْ اَرَاکُمْ عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ یعنی تم اس سنت کو چھوڑنے والے ہو۔

**تشریح** ⊛ **لا یمنع**: لا ناہیہ ہو تو جزم اور نافیہ ہو تو مرفوع جیسا بخاری کی بعض روایات میں ہے گویا نفی بمعنی نہی ہے۔

**ان یغرز خشبة**: اسے اپنی ملک میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے اگرچہ اس کو اس سے نقصان ہو مثلاً اس سے روشنی بند ہوتی ہو۔ مالک کو اپنی ملک میں جو چاہے کرنے کا اختیار ہے خواہ پڑوسی وگزرنے والے کو اس سے ایذاء پہنچے۔ ② مگر اکثر علماء کہتے ہیں **جداره**: کی ضمیر مانع کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہے اپنی دیوار میں اسے لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے۔ ایسی باتوں سے تسامح اختیار کیا جاتا ہے اور سہولت دی جاتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قدیم قول یہی ہے۔

**اَلنَّحْوُ** : **مالی اراکم عنها معرضین**: ما مبتداء لی خبر ہے۔ اراکم یہ ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ عنہا یہ معرضین کے متعلق ہے اور معرضین حال ہے۔ **ھا**: کی ضمیر خصلت یا مقالہ کی طرف ہے۔

**لارمین بها۔ ھا**: سے مراد سنت ہے۔ اکتاف کتف کی جمع ہے یعنی تمہارے سامنے۔ قاضی کہتے ہیں موطا کے بعض رواۃ سے **اکنافکم** ذکر کیا۔ اس کا معنی بھی تمہارے مابین ہے۔ **تکف** جانب کو کہتے ہیں۔ پس پہلے لحاظ سے معنی یہ ہے میں اسکو تمہارے سامنے تصریح کرتا ہوں اور تمہارے کان کھول رہا ہوں جیسا کوئی انسان کندھوں کے درمیان کوئی چیز مارے"۔

(متفق علیہ)

**خشبة**: یہ مفرد و جمع اور ضمیر کے ساتھ مروی ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں مراد جنس ہے۔ بقیہ ایک لکڑی اور کئی لکڑیوں کے درگزر میں فرق ہے۔ (فتح الباری)

قاضی عیاض کہتے ہیں یہ مفرد و جمع دونوں طرح صحیح مسلم سے مروی ہے۔ طحاوی کا بھی یہی قول ہے۔ طحاوی کے قول کی تردید کرنے والوں نے غلطی کی ہے۔ (فتح الباری)

نووی کے قول اس حدیث کے متعلق علماء کے دو قول ہیں لکڑی دیوار پر رکھنے کی اجازت کا امر وجوبی ہے یا استحبابی۔ ائمہ ثلاثہ ندب کے قائل ہیں۔ امام احمد ایجاب کے قائل ہیں۔ شاگردان ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی مفہوم روایت سے سمجھا تبھی توقف کیا۔ (نووی شرح مسلم)

**تخریج**: بخاری، مسلم، ابو داوٗد، ترمذی، ابن ماجه، حمیدی ۱۰۷٦، ابن حبان ۵۱۵، بیهقی ٦٨/٦، احمد ٦/٣، ٧٧، موطا مالك ١٤٦٢۔

**الفوائد** : ① پڑوسیوں کے حالات کی درستی کرتے رہنا چاہیے اور انکے مابین ہونے والی ناراضگی کا حتی الامکان لحاظ چاہیے۔ ② صحابہ کرام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور غیرت دینی میں سبقت کرنے والے تھے۔

۳۱۰ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَسْكُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۱۰: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ دے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **کان یؤمن**: ایمان کامل مراد ہے۔ **والیوم الآخر**: وہ قیامت کا دن ہے وہ اچھے برے اعمال پر بدلے کا دن ہے۔ اس کو یوم آخرت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن کے بعد کوئی دن نہ ہوگا۔ یہاں دوسرے عقائد کے علاوہ فقط اسی کا تذکرہ لوگوں کو بیدار کرنے اور نیک اعمال جلدی کرنے کے لئے کیا گیا۔

**اَلنَّحْوُ**: **فلا یوذی جارہٗ**: لانافیہ ہے۔ اس کا مبتداء محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے: **فھو لا یوذی**: جارہ مطلب یہ ہے کہ اس کی حالت ایسی ہوتی ہے اور لاناہیہ ہو تو یا اشباع کے لئے ہوگی۔ **ومن کان یؤمن**: جو ایمان کامل رکھتا ہے اسے بلا تکلف اپنے مہمان کا اکرام کرنا چاہئے خواہ غناء کی حالت ہو یا فقر۔ گھر والوں کو تکلیف نہ دے مگر یہ کہ وہ عاقل و بالغ ہوں اور وہ اس کو پسند کریں اور وہ روایت جس میں انصاری کے ایثار کا واقعہ منقول ہے وہ اسی پر محمول ہے کہ انہوں نے مہمان کو کھلا دیا اور خود اولاد سمیت بھوک برداشت کی۔ **ضیف**: لغت میں واحد و جمع کو شامل ہے جب تم کسی کی مہمانی کرو اور اس کو مہمان بناؤ اور **صفته و تضیفته**: اس وقت کہتے ہیں جب تم خود کسی کے ہاں مہمان بنو۔

**فلیقل**: اس کا اور **فلیکرم** کا لام لام امر ہے۔ اس پر سکون و کسرہ بھی جائز ہے جبکہ تم ان پر واؤ اور فا کو داخل کرو البتہ **لیسکت** میں لام مکسور آتا ہے اور کسی جگہ نہیں آتا۔ **خیرا**: امام شافعی فرماتے ہیں جب بات کرنا چاہتا ہو اس میں غور کرے اگر اسے بھلی اور سچی بات نظر آئے اور اس پر کوئی مفسدہ بھی مرتب نہ ہوتا ہو اور حرام و مکروہ کلام کی طرف بھی نہ جانا پڑتا ہو تو ایسی بات درست ہے۔ **ولیسکت**: تو مباح سے بھی خاموش رہے کیونکہ یہ بسا اوقات حرام و مکروہ کا ذریعہ بن جاتی ہے اور بالفرض اگر ان کا ذریعہ نہ بھی بنے تب بھی بے کار کلام میں ضیاع وقت تو ظاہر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه**۔ (متفق علیہ)

**فَائِدَہ**: اس روایت میں اسلام کے تمام احکام لسان ذکر کر دیئے اس کو ثلث اسلام کہنا چاہئے۔ بعض نے کہا اس میں تمام آداب ذکر کر دیئے ہیں۔ اس میں تمام خصائل بر اور صلہ و احسان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ ان میں سب سے مؤکد حکم پڑوس کا لحاظ ہے اور اس لحاظ سے نصف الاسلام کہہ سکتے ہیں کیونکہ احکام کا تعلق یا تو خالق سے ہے یا مخلوق اور اس روایت میں مخلوق کے حقوق بتلائے گئے ہیں۔

**تخریج**: بخاری کتاب الایمان (۶۰۱۸)، مسلم (۴۷) احمد ۷۶۲۲، ابن ابی شیبہ ۵۴۶/۸، ابن حبان ۵۰۶۔ ابن منده ۳۰۰۔

**الفوائد**: ① کامل ایمان یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے خواہ وہ مسلم ہو یا کافر۔ ② مہمان بہر حال اکرام کا حقدار ہے گفتگو اچھی اور نفع بخش کرنی چاہئے۔ پاکیزہ بات فضیلت والی ہے جیسا کہ بری بات گناہ کا باعث ہے۔

۳۱۱ : وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ :"مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُحْسِنْ اِلٰی جَارِهٖ ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَسْکُتْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ وَرَوَی الْبُخَارِیُّ بَعْضَهٗ۔

۳۱۱: حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ اپنے پڑوسی پر احسان کرے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ اپنے مہمان کا اکرام و احترام کرے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔ مسلم نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے اور بخاری نے اس کے بعض الفاظ روایت کئے ہیں۔

**تشریح** ۞ **فلیحسن الی جارہ**: حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہمسایہ کے وہ حقوق بتلائے جن میں اس سے ازالہ ضرر کا حکم تھا اور یہاں ان حقوق کی نشاندہی ہے جس میں انہیں فائدہ و نفع پہنچانے کی تاکید ہے۔ مفاسد کا ازالہ جلب منافع سے ہمیشہ مقدم ہوتا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد ان روایات کو لا کر اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ کمال ایمان اس وقت میسر ہوسکتا ہے جب دونوں کو جمع کیا جائے کہ ایذا پہنچانے سے اپنے ہاتھ کو روکے اور حتی الامکان احسان کی کوشش کرے۔ **من کان یومن باللہ...... اولیسکت**: شاید اسی روایت میں دونوں جملوں کو الگ الگ مستقل لانے کی وجہ یہ ہو کہ ہر ایک کا مضمون مقصود بالذات ہے اور دوسرے کے ساتھ ملائے بغیر معتبر ہے۔ اگرچہ افضل دونوں باتوں کو ملانا ہے (مسلم) بخاری کے بعض الفاظ ابوشریح کی روایت میں اس طرح ہیں۔ **سمعت اذنای و ابصرت عینای حین تکلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔**

**من کان یؤمن...... فلیکرم جارہ ومن کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ جائزتہ۔ ومن کان یومن باللہ...... لیصمت۔**

**تخریج**: بخاری کتاب الادب' احمد ۱۰/۲۷۲۳۱' ترمذی' مسلم کتاب الایمان' ابو داؤد' حاکم ۱۶٤/٤' ابن حبان ۵۲۸۷' بیھقی ٦٨/٥' موطا مالك ١٧٤٨۔

**الفوائد**: اپنے آپ کو رذائل سے بچانا چاہئے۔ جو آدمی کامل مؤمن ہے وہ مخلوقِ خدا پر قولاً و فعلاً شفقت کرتا ہے اور ان کو شر اور ضرر سے بچاتا ہے۔

۳۱۲ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قُلْتُ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ جَارَیْنِ فَاِلٰی اَیِّهِمَا اُهْدِیْ؟ قَالَ : "اِلٰی اَقْرَبِهِمَا مِنْكَ بَابًا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۳۱۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے گزارش کی یارسول اللہ ﷺ میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے میں کس کو ہدیہ بھیجوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا جس کا دروازہ تیرے زیادہ قریب ہے"۔ (بخاری)

**تشریح** ⊛ لی جارین: آپ نے اکرام پڑوسی کا حکم فرمایا میں دونوں کو بیک وقت ہدیہ نہیں دے سکتی تو کس کو بھیجوں تا کہ اکرام صیف پر عمل پیرا ہونے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ بابا: کیونکہ جار سے ایک قول کے مطابق قرابت والے ہیں۔ اجنبی پڑوسیوں میں سب سے قریب دروازے والا سب سے مقدم ہے۔ بابا تمیز کی وجہ سے منصوب ہے (بخاری)

**تخریج**: اخرجه البخاري (۶۰۱۹) و مالك في الموطا (۱۷۴۸) و احمد (۲۷۲۳۱/۱) و مسلم (۴۸) و ابو داود (۳۷۴۸) والحاكم (۴/۱۶۴) وابن حبان (۵۲۸۷) والبيهقي (۵/۶۸)

**الفوائد**: پڑوسی پر احسان کرنا نبوت کے گھرانے کا عمل ہے اور طہارت و اصلاح والے لوگوں کا شیوہ ہے۔ وہ عمل اختیار کرنا چاہئے جو اعلیٰ و اولیٰ ہو۔ عمل سے علم مقدم ہے۔

۳۱۳ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۳۱۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ہاں ساتھیوں میں سب سے بہتر ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہو اور سب سے بہتر پڑوسی وہ ہے جو پڑوسیوں کے لئے سب سے بہتر ہو"۔ (ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ⊛ خير الاصحاب عند الله: اللہ تعالیٰ کے ہاں جن کا ثواب اور مرتبہ زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ان اكرمكم عند الله اتقاكم﴾ خير لصاحبه: جو دوست کو نفع پہنچانے والا اور ایذاء کو دور کرنے والا ہو۔ خير الخيران: ثواب و مرتبہ میں بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے ہمسائے کے لئے اچھا ہو۔

**تخریج**: ترمذی، احمد ۶۵۷۷/۲، حاکم ۷۲۹۵/۴، الادب المفرد للبخاری ۱۱۵، ابن حبان ۵۱۸، دارمی ۲۱۵/۲۔

**الفوائد**: بہترین ساتھی وہ ہے جو دوسرے کو فائدہ پہنچائے، سب سے زیادہ فضیلت والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی پر احسان کرے اور اس کے متعلق اللہ کے حقوق کا لحاظ کرے اور اس کو ایذاء دینے سے باز رہے۔

# ۴۰ : بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَصِلَةِ الْاَرْحَامِ

## بَابٌ: والدین سے احسان اور رشتے داروں سے حسن سلوک

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ [النساء:٣٦]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قرابت والوں اور یتامیٰ و مساکین اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور پہلو کا ساتھی اور مسافر اور جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں (غلام و لونڈیاں) ان سے بہتر سلوک کرو۔

شیئًا: ① نہ بت کو اور نہ ہی کسی اور چیز کو۔ ② ذرہ بھر بھی شرک نہ کرو خواہ جلی ہو یا خفی۔

اَلنَّحْوُ : اوّل صورت میں یہ مفعول بہ ہے اور دوسری صورت میں مفعول مطلق ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ﴾ [النساء:١]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اس اللہ سے ڈرو جس کا نام لے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابت داریوں کے بارے میں (توڑنے سے) ڈرو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ: اس کے اوامر کو انجام دے کر اور نواہی سے گریز کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرو یعنی ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے ڈھال بناؤ۔ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ: ایک تا کو سین میں ادغام اور ایک تا کے حذف سے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ یعنی ذات جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو مثلاً اسالك باللّٰه۔ والارحام: یہ بھی اتقوا کے تحت ہے یعنی رحموں سے ڈرو۔ اس کے نیچے جر کا ایک گروہ علماء قائل ہے۔ علامہ سفاقسی کہتے ہیں جار کے اعادہ کے بغیر ضمیر پر اس کا عطف جائز ہے۔ جیسا کوفیہ کا مذہب ہے۔ مذہب بصریین کے مطابق قراۃ متواترہ نہیں آتی۔ ثعالبی و رازی نے اسکو مستحسن کہا ہے۔ قرأت ثابت و مقبول ہے اور ہر دو مذہب اس کو تسلیم کرتے ہیں لیکن بصریین کے ہاں اس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ واؤ قسم کے لئے اور ارحام مقسم بہ اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی چاہیں قسم اٹھائیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ﴾ [الرعد:٢١]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس چیز کو کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا جس کے ملانے کا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد تمام کتب و رسل پر ایمان ہے۔ یعنی ان سب پر ایمان لا کر ان کو ملاتے ہیں ان میں کسی پر ایمان لا کر اور کسی پر ترک کر کے تفریق پیدا نہیں کرتے۔

دیگر مفسرین: اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد صلہ رحمی ہے۔ الایہ کا لفظ جہاں استعمال ہوا گر اس کو منصوب پڑھیں تو تقدیر کلام یہ ہے۔ اتم الایۃ۔ ۲ اگر مرفوع پڑھیں تقدیر کلام الایة معلومة تمامها ہے۔ وتخشون ربهم: اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی پابندی کے ساتھ اور صلہ رحمی کرنے والے احکام پر قائم رہنے کے ساتھ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ الخشیت: وہ خوف جس میں تعظیم ملی ہو اور یہ بات اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس چیز کا علم ہو جس کے سبب اس سے ڈرا جاتا ہے۔ ویخافون سوء الحساب: ابراہیم نخعی فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کا محاسبہ اس طرح کرے کہ اس کے تمام گناہ معاف نہ ہوں گے۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا﴾ [العنکبوت:۸]

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کی نصیحت کی۔

احسان سے مراد ان سے نیکی اور ان پر مہربانی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو نصیحت کی کہ وہ والدین سے احسان کرے۔ یہ عنکبوت کی آیت ہے یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان تھیں۔ جب یہ اسلام لے آئیں یہ ماں کے بڑے فرمانبردار تھے تو ان کی والدہ کہنے لگیں یہ دین کیا ہے؟ میں اس وقت تک نہ کھاؤں گی نہ پیئوں گی یہاں تک کہ تو اس دین کو چھوڑ دے ورنہ میں مر جاؤں گی۔ کئی دن تک اس نے بھوک ہڑتال جاری رکھی سعد اس کے پاس آئے اور کہنے لگے اے اماں! اگر تمہیں سو جانیں مل جائیں اور وہ نکلتی اور پڑتی رہیں تب بھی میں اپنے دین کو نہ چھوڑوں گا۔ پس اگر تمہاری مرضی ہے کھالو ورنہ نہ کھاؤ۔ جب اس نے ادھر سے مایوسی دیکھی تو کھا پی لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور والدین کے ساتھ بر و صلہ رحمی کا حکم دیا مگر شرک میں ان کی اتباع سے روک دیا۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ [الاسراء:۲۳]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اور تیرے رب نے حکم دیا کہ ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں ہی تمہاری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف مت کہو اور نہ ڈانٹو اور ان دونوں سے ادب کی بات کرو اور ان کے سامنے عاجزی کے بازو کو جھکاؤ مہربانی سے اور ان کیلئے (ہماری بارگاہ میں اس طرح دعا کرو) اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما' جس طرح بچپن میں انہوں نے میری تربیت کی۔

**تشریح** ۞ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا : ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قضی کا معنی حکم دینا ہے۔ بعض نے واجب

کرنا کیا ہے۔ضحاک نے ووصیٰ پڑھا ہے۔اہل عرب واؤ کو صاد کے ساتھ ملا قاف پڑھتے ہیں۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت یہی ہے۔

رازی کہتے ہیں یہ قول بہت بعید ہے کیونکہ قرآن مجید میں تحریف وتغیر کا دروازہ کھلتا ہے اگر اس کو جائز کہیں تو قرآن پر اعتبار اٹھ جائے گا اور یہ بات اس کی حجیت کے خلاف ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ دین میں بہت بڑا طعن ہے۔پس ضحاک کا قول قابل اعتبار نہیں۔الا تعبدوا والا ایاہ: اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا لزوم اور دوسروں کی عبادت سے ممانعت ہے کیونکہ عبادت انتہائی تعظیم کو کہتے ہیں جو کہ منعم حقیقی کے ہی لائق ہے اور کسی دوسرے کے لائق نہیں۔وبالوالدین احسانا: یہ تحسنوا یا تفعلوا: فعل سے متعلق ہیں اور احسان مفعول مطلق ہے یعنی ان پر شفقت کرو اور ان پر احسان کرو۔

**اَلنَّحْو**: اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا: اما میں ان شرطیہ اور ما زائدہ ہے اسی وجہ سے فعل کو نون سے مؤکد کیا گیا ہے۔الکبر یہ مفعول مقدم اور احدہما اور کلاہما فاعل ہے۔مطلب یہ ہے ایک ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور وہ کمزوری وضعف کی اس حالت کو پہنچ جائیں جس میں تو ابتداء میں ان کے پاس تھا۔

**فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ**: اف کا کلمہ ڈانٹ اور کراہیت کا کلمہ ہے۔بعض نے کہا کہ کلمہ اس وقت کہتے ہیں جب تم پر وہ مٹی آپڑے جس کو پھونک مار کر دور کر رہے تھے تو اُف کہہ اٹھتے ہو۔پھر وسعت دے کر ہر ناپسند حالت کے لئے استعمال کیا گیا۔جب اف کہنے کی ممانعت کر دی گئی تو ایذاء تو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوئی۔اف کے کلمہ میں بقول صاحب ارتشاف چالیس لغات وارد ہوئی ہیں۔ہمزہ کے ضمہ فتحہ وکسرہ اور آخر کے سکون ومتحرک ومشدد و مخفف ہونے کے لحاظ اور پھر آخر میں یائے سکتہ لانے وغیرہ کے اعتبار سے۔حافظ کہتے ہیں کہ اگر قیاس کا لحاظ کریں تو یہ ستر تک پہنچ جاتی ہیں۔(فتح الباری)

**وَلَا تَنْهَرْهُمَا**: اگر وہ ایسی بات کہہ دیں جو تمہیں پسند نہ ہو تو انہیں مت ڈانٹ ڈپٹ کرو۔

**نکتہ** ☆ اُف اور نہر کو جمع کر دیا گیا حالانکہ پہلا اس دوسرے کی ممانعت پر دلالت کرتا ہے۔تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے سے مقصود قلیل وکثیر میں اظہار اکتاہٹ کی ممانعت ہے اور ولا تنہر: میں ان کی بات میں بطور تردید کے مخالفت کے اظہار کی ممانعت کی جا رہی ہے۔

**وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا**: نرم عمدہ بات جیسا کہ انکے ساتھ حسن تادیب کا تقاضا ہے۔بعض نے کہا وہ اس طرح کہئے ابا جی اماں جی انکا نام نہ لے اور نہ کنیت سے انکو آواز دے بعض نے کہا ان سے عاجز غلام کی طرح بات کرے سخت لہجہ نہ اختیار کرے۔

واخفض لهما جناح الذل: ان کے ساتھ نرم روش اختیار کرتا کہ ان کی کوئی بات رہ نہ جائے۔من الرحمة: بڑھاپے کی وجہ سے ان پر شفقت کرو کہ اب وہ تیرے اسی طرح محتاج ہیں جیسا کل تو ان کا محتاج تھا۔

وقل رب ارحمهما: اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے رحمت کی دعا کرو۔جبکہ وہ مسلمان ہوں اور اگر کافر ہوں تو ان کے متعلق دعا نہیں کر سکتا (البتہ ہدایت کی دعا ان کی زندگی میں مانگنا بھی رحمت میں شامل ہے مترجم) اللہ تعالیٰ نے دوسرے موقعہ پر فرمایا: ﴿ما كان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين﴾ بعض نے کہا ان کے لئے اسلام کی طرف ہدایت کی دعا طلب کرے جب وہ ہدایت پر آ گئے تو رحمت کے حقدار بن گئے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهُ فِيْ عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ﴾ [لقمان:١٤]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق تاکید کی اس کی ماں نے اس کو تکلیف پر تکلیف اٹھا کر اس کو پیٹ میں اٹھایا اور اسکا دودھ چھڑانا دو سال میں ہوا۔ شکر کر میرا اور اپنے والدین کا''۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا: وہن سختی پر سختی برداشت کر کے۔ بعض نے کہا جب عورت حاملہ ہو جاتی ہے تو ضعف و مشقت اس پر پے در پے آتے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حمل بھی ضعف ہے اور طلاق بھی ضعف اور وضع حمل بھی ضعف ہے۔

فصاله: فصال دو سال میں ہوگا۔

ان اشکر لی: ابن عیینہ کہتے ہیں پانچ نمازیں پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہے اور نمازوں کے بعد ان کے لئے دعا کرنے والا ان کا شکریہ ادا کرنے والا ہے۔

٣١٤ : وَعَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ: أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ : "اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا" قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ : "بِرُّ الْوَالِدَيْنِ" قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ : "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۱۴: حضرت ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا اپنے وقت پر نماز ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں نے کہا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا''۔

(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ عن ابی عبد الرحمن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے۔

احب الی اللہ: کا مطلب یہ ہے کہ افضل عمل بتلائیں جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب خوب حاصل ہو۔ مالک کی روایت میں ای العمل افضل کے الفاظ ہیں بلکہ اکثر روات نے وہی ذکر کئے ہیں۔ اگر روایت کے لفظ یہ ہوں تو اس روایت میں اس کے لزوم کا تذکرہ ہے۔ محبوب ترین عمل ہونا سائلین کے اختلاف احوال کے لحاظ سے ہے یا جس چیز کی سائل کو زیادہ ضرورت ہے۔ یا اوقات کے اختلاف سے اعمال افضل اور افضل تر ہوتے ہیں۔

یا من تبعیضیہ کو مقدر مانیں گے کہ اعمال سے بعض اعمال۔

الصلوۃ علی وقتها: ایک روایت میں علی کی بجائے لوقتها ہے اور لام استقبال کے لئے ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

﴿فطلقوهن لعدتهن ای﴾ اس حال میں کہ وہ اپنی عدت کا سامنا کرنے والیاں ہوں۔ ② بعض نے کہا یہ لام ابتدائیہ ہے جیسا اس آیت میں ہے: ﴿اقم الصلوة لدلوك الشمس﴾ ③ فی کے معنی میں ہے یعنی اس کی عدت کے وقت میں۔

علی وقتها: ① علی لام کے معنی میں ہے۔ ② استعلاء علی الوقت کے لئے ہے تاکہ دخول وقت کا یقین ہو جائے اور ادائیگی درست ہو سکے۔ (قرطبی)

فائدہ: یہ حدیث اس بات کا ثبوت دے رہی ہے کہ اقرار شہادتین کے بعد افضل ترین عبادت نماز ہے۔ ایک اور روایت بھی اس کی مؤید ہے۔ "الصلاة خیر موضوع" یعنی نماز وہ بہترین عمل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کے لئے مقرر کیا ہے۔

قلت ثم ای: ثم تراخی رتبہ کے لئے ہے یعنی اس کے بعد کون سا عمل ہے۔ ایٌّ: کا لفظ تنوین کے بغیر درست ہے کیونکہ یہاں وقف ہے اور سائل جواب کا منتظر ہے۔ پس وقف ہوگا تنوین نہ آئے گی بعد والے کلام سے اس کا ملانا غلطی ہے۔ اس پر وقف ہوگا اور پھر بعد والے کلام کو لایا جائے گا۔ (ابن حجرؒ)

فاکہانی کا قول: ابن جوزی اور ابن خشاب کہتے ہیں یہ معرب ہے بلا اضافت آیا ہے اس لئے تنوین آئے گی۔ پھر فاکہانی نے کہا کہ یہ تقدیراً مضاف ہے اور مضاف الیہ لفظاً محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے: ثم ای العمل احب۔ پس اس پر بلا تنوین وقف کیا جائے گا۔

بر الوالدین: اس سے مراد وہ بھلائی جس کا پہنچانا اس کے ذمہ لازم ہے اور مستحب یہ ہے کہ ان کو ہر کام سے راضی رکھے جب تک کہ وہ گناہ کی حدود میں داخل نہ ہو۔ بر: کا الٹ عقوق نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ ان کے درمیان واسطہ ہو جیسا کہ عقوق کی حدود سے یہ معلوم ہوتا ہے مثلاً ان سے ایسا برتاؤ کرے جس سے ان کو ایسی ایذاء پہنچے جو معمولی نہ ہو۔ فی سبیل اللہ: اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج: اخرجه البخاری (۵۲۷) و مسلم (۸۵) والترمذی (۱۷۳) والنسائی (۶۰۹)

الفوائد: ① والدین کی تعظیم افضل ترین عمل ہے۔ ② ایک وقت میں عالم سے نرمی سے کئی سوال کئے جا سکتے ہیں۔ ③ صحابہ کرامؓ کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عظمت تھی۔ اشارہ تصریح ہی کا حکم رکھتا ہے۔ ابن ابی بریدہ کہتے ہیں نمازوں کی حفاظت اور والدین کے ساتھ نیکی ایک دائمی عمل ہے جس پر صدیقین ہی پختگی سے قائم رہ سکتے ہیں۔

یہاں جن تین اعمال کا تذکرہ ہے وہ تمام طاعات کی جان ہیں۔ جو ان کو ضائع کرنے والا ہے وہ بقیہ کو زیادہ ضائع کرنے والا ہے مثلاً والدین سے اچھا سلوک نہ کرنے والا دوسرے رشتہ داروں سے کیا اچھا سلوک کرے گا اور کفار سے جہاد کا تارک فساق سے کیا جہاد کرے گا اور نماز کو ضائع کرنے والا اور طاعت کیا کرے گا۔

۳۱۵ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا یَجْزِیْ وَلَدٌ وَالِدًا اِلَّا اَنْ یَّجِدَهٗ مَمْلُوْكًا فَیَشْتَرِیَهٗ فَیُعْتِقَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۱۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی اولاد اپنے

والد کے احسان کا بدلہ نہیں دے سکتی مگر اس طرح کہ وہ اپنے والد کو غلام پا کر اسکو خرید کر آزاد کر دے"۔ (رواہ مسلم)

**تشریح** ✿ **لا یجزی (ض)**: بدلہ اتارنا۔ **ولد و لدًا**: اوپر تک تمام اجداد مذکر و مؤنث مراد ہیں احسان اور قضاء حاجات سے بدلہ نہیں اتار سکتا۔

**الا ان یجدہ مملوکا**: جمہور علماء کا قول یہ بھی ہے کہ اصل و فرع میں مطلقاً ملک سے وہ آزاد ہو جائے گا۔ ذی رحم کے مسلمان ہونے کی بھی شرط نہیں اور ذی رحم قریب بعید وارث و غیر وارث سب کا حکم یہی ہے۔ البتہ عمود نسب (دادا وغیرہ) کے علاوہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ان کے علاوہ ملک سے آزاد نہ ہوگا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں علاوہ میں بھائی آزاد ہو جائیں گے باقی نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ذوالارحام محرمہ آزاد ہو جائیں گے۔ اہل ظاہر کہتے ہیں قریبی آزاد کرنے پر آزاد ہوگا ورنہ نہیں۔ جمہور علماء نے اس حدیث کی تاویل یہ کی اس کی خریداری سبب بنی ہے اس سبب کی وجہ سے عتق کی نسبت کی گئی ہے۔ (رواہ مسلم)

**تخریج**: اخرجه مسلم (۱۵۱۰) و ابو داود (۵۱۳۷) والترمذی (۱۹۰۶) وابن ماجه (۳۶۵۷)

**الفوائد**: والدین کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے خوب کوشش کرنی چاہئے۔ والدین کے حق کی ادائیگی کی صرف ایک صورت ہے کہ ان کو غلام پا کر غلامی سے آزاد کرا دے۔

۳۱۶ : وَعَنْهُ اَیْضًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۳۱۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو صلہ رحمی کرنی چاہئے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو اچھی طرح بات کہنی چاہئے یا خاموش رہنا چاہئے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ **یؤمن باللّٰہ**: ایمان کامل مراد ہے۔ **فلیصل رحمه**: قاضی عیاض کہتے ہیں فی الجملہ صلہ رحمی واجب اور قطع رحمی معصیت اور کبیرہ گناہ ہے۔ احادیث باب میں اس کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ مگر صلہ رحمی کے درجات ہیں جو ایک دوسرے سے ادنیٰ و اعلیٰ ہیں۔ ان میں سب سے کم تر مرتبہ علیحدگی کو چھوڑ کر کلام و سلام سے ربط برقرار رکھنا"۔ قدرت و حاجت کے مختلف ہونے سے یہ بھی مختلف ہے ان میں بعض واجب اور بعض مستحب ہیں' اگر اس نے کچھ صلہ رحمی کی مگر اس کی انتہاء کو نہ پہنچ سکا تو وہ قاطع الرحم نہ ہوگا اور اگر قدرت کے باوجود صلہ رحمی میں کوتاہی کی تو اس کو صلہ رحمی کرنے والا شمار نہ کریں گے۔ عنقریب اس کے متعلق کلام کریں گے۔

**لیصمُت**: اس کے مضارع بھی مضموم المیم ہے۔ اگرچہ تقاضا قیاس **اصمت یصمت**: اور نووی نے یہ بات نقل سے کہی ہے۔ (متفق علیہ)

**تخریج:** احمد ۲/۷۶۳۰، ابن ابی شیبه ۸/۵٤٦، بخاری و مسلم، ابن حبان ٦/٥٠٦، ابن منده ۱/۳۰۱۔

**الفرائد:** صلہ رحمی کامل ایمان کی علامت ہے۔

۳۱۷ : وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰی اِذَا فَرَغَ مِنْهُمْ قَامَتِ الرَّحِمُ فَقَالَتْ : هٰذَا مَقَامُ الْعَآئِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ ' قَالَ : نَعَمْ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ بَلٰی ' قَالَ :"فَذٰلِكِ لَكِ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ : ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ﴾ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ :فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ"۔

۳۱۷: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا جب ان کی تخلیق سے فارغ ہو چکا تو رحم کھڑا ہوا اور کہا یہ وہ مقام ہے جس میں قطع رحمی سے پناہ مانگی جاتی ہے۔ اللہ نے فرمایا ہاں اے رحم کیا تو اس پر راضی نہیں کہ اس سے تعلق جوڑوں جو تجھ سے جوڑے اور اس سے قطع تعلق کروں جو تجھ سے قطع تعلق کرے۔ رحم نے جواب دیا کیوں نہیں۔ اللہ نے فرمایا یہ تیرے لئے (خاص ہے) پھر رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: تم اگر چاہو تو یہ آیت (اس بات کی تائید میں) پڑھ لو فَهَلْ عَسَيْتُمْ ...... پس عنقریب جب تمہیں اقتدار مل جائے تو تم زمین پر فساد کرو اور قطع رحمی کرو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی اور ان کو بہرا اور اندھا کر دیا۔ (محمد) (بخاری و مسلم) اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: فَقَالَ اللّٰهُ ...... کہ جو تجھ سے ملائے میں اس سے ملاؤں گا اور جو تجھ سے قطع کرے گا میں اس سے قطع کروں گا۔

**تشریح** ۞ خلق الخلق: کتم عدم سے اپنی زبردست قدرت کے ذریعہ وجود بخشا۔

**فرغ منهم:** یعنی ان کی تخلیق کو مکمل کر دیا یہ معنی نہیں کہ پہلے مشغول تھا پھر فارغ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے۔ اس کے افعال مناولت' محاولت' مناولت' آلات سے پاک ہیں' وہم و گمان سے بالاتر ہیں۔ اس کا ارشاد ہے: ﴿انما امره اذا اراد شيا ان يقول له كن فيكون﴾

**قامت الرحم:** قاضی عیاضؒ کہتے ہیں رحم وہ ہے جس سے تعلق جوڑا اور توڑا جائے و بھلائی کی جائے وہ ایک معنوی چیز ہے جسم نہیں۔ وہ قرابت و نسبت ہے دونوں کو جامع' والدہ کا رحم ہے اور وہ قرابت و نسبت دونوں ایک دوسرے سے متصل ہیں اسی کی وجہ سے اس کو رحم کہا جاتا ہے اور معانی پر قیام و کلام وارد نہیں ہوتا پس قیام و تعلق کا تذکرہ ایک مثال اور حسن استعارہ کے طور پر ہے جیسا کہ اہل عرب کی عادات میں مستعمل ہے اور اس سے مقصود اس کی شان و فضیلت واصل ہے اور عقوق کے سبب قطع رحمی کرنے والے کا گناہ ہے۔ اسی وجہ سے عقوق کو قطع سے تعبیر کیا گیا ہے۔ عق کا معنی شق ہے گویا اس نے اتصال والی رسی کو کاٹ ڈالا۔ بعض نے کہا اس سے مراد عرش سے متعلق فرشتے کا قیام ہے جس نے امر الٰہی سے کلام کیا۔

قرطبی کہتے ہیں: ① فرشتے نے کلام کیا۔ ② اگر رحم ان میں سے ہوتا جو عقل رکھتے اور کلام کرتے ہیں تو اس طرح کلام کرتا تو اس صورت میں فرض و تقدیر کے طریقہ سے کلام کرنا مراد ہے۔

نووی کہتے ہیں العائذ: پناہ طلب کرنے والا یعنی وہ شخص جو کسی ایسی چیز کو مضبوطی سے تھامنے والا ہو جس کی پناہ طلب کی جاتی ہے۔

**اصل من وصلك واقطع من قطعك:** علماء نے فرمایا صلہ کی حقیقت رحمت و مہربانی ہے اور اللہ تعالیٰ کا صلہ بندوں سے اس کی مہربانی اور ان پر رحمت اور احسانات و انعامات سے توجہ ہے یا انسانوں کو ملکوت اعلیٰ سے تعلق اور اللہ تعالیٰ کی پہچان اور طاعت کے لئے ان کا شرح صدر یا اللہ تعالیٰ کا اس کے لئے ارادہ کرنا مراد ہے۔

**قالت:** بالفرض اگر رحم کلام کرنے والا ہوتا یا کلام کرنے والے ملائکہ نے کہا بلی کیوں نہیں میں اس پر راضی ہو گیا۔ **فذلك لك:** مخاطب مونث ہیں پس دونوں ضمائر مونث ہیں۔ **اقرء وا ان شئتم:** یہ آیت آپ نے بطور استشہاد پڑھی جو کہ اس پر دلالت کرتی ہے جملہ شرطیہ معترضہ ہے اور جواب محذوف ہے۔ **فهل عسیتم:** یہ اقرء وا ہے یعنی کیا تم سے یہ توقع ہے۔ **ان تولیتم:** کہ اگر تم کو حاکم بنا دیا جائے کیا تم اعراض کر کے اسلام سے منہ پھیر لو گے۔ **ان تفسدوا:** قسم قسم کی سرکشی اختیار کر کے فساد مچاؤ۔ **تقطعوا ارحامکم:** عہدوں پر کھینچا تانی کر و یا ان باتوں کی طرف لوٹ جاؤ جو جاہلیت میں کرتے تھے یعنی اقارب سے لڑائی اور غداری' مطلب یہ ہے کہ وہ دین میں کمزوری اور دنیا پر حرص کی وجہ سے یہ چیزیں ان سے عین ممکن ہیں جو آدمی ان کے حالات کو جان لے تو وہ کہہ اٹھے: **هل عسیتم**۔ یہ لغت حجاز کے مطابق ہے۔ بنو تمیم ضمیر کو ساتھ نہیں ملاتے ان تفسدوا اس کی خبر ہے اور ان تولیتم جملہ معترضہ ہے۔ **اولئك:** مذکورہ لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔ **الذین لعنهم الله:** ان کی قطع رحمی اور فساد پیدا کرنے کی وجہ سے لعنت کی گئی۔ **فاصمهم:** حق کے سننے سے بہرہ کر دیا۔ **واعمی ابصارهم:** اللہ تعالیٰ کی راہ کی طرف ان کو راستہ نہیں ملتا اور دوسرے قول کے مطابق تم نے اعراض کیا اور اسلام سے منہ موڑا یہ مذکورہ رحم وایمان کا وہ دین ہے جس کو اخوت کہا گیا ہے **انما المؤمنون اخوة:** فراء کہتے ہیں یہ آیت بنی ہاشم و بنی امیہ کے متعلق اتری۔ قرطبی کہتے ہیں اس قول کے مطابق رحم کا معنی قرابت ہوگا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں اس رحم کی حدود میں اختلاف ہے جس کو ملانا واجب اور قطع کرنا حرام ہے۔ ① بعض نے کہا اس سے مراد وہ رشتہ داری کہ جس میں ایک کو مرد اور دوسرے کو مؤنث شمار کریں تو نکاح حرام ہے۔ اس صورت میں چچا اور ماموں کی اولاد اس میں شامل نہ ہو گی صاحب قول کے ہاں عورت اور اس کی پھوپھی اور خالہ کو ایک نکاح میں جمع نہیں کیا جا سکتا اور چچا اور ماموں کی بیٹیوں سے جائز ہے۔ ② میراث میں جو ذوی الارحام ہیں ان کے سلسلہ میں یہ عام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول اس کی تائید کرتا ہے: "**ثم ادناك ثم ادناك**" پھر تمہارا قریبی پھر اس سے زیادہ قریبی۔

نووی کہتے ہیں یہ دوسرا قول درست ہے اور اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو اہل مصر سے متعلق ہے: **فان لهم ذمة و رحما** کہ ان کی ذمہ داری کا حکم اور رحم کا تعلق ہے اور یہ روایت **انه ابر البر ان یصل الرجل اهل ود ابیه** سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اپنے والد کے ساتھ ملنے والوں سے تعلق جوڑ کر رکھے"۔ حالانکہ ان کے ساتھ تو رشتہ داری کا تعلق نہیں ہے واللہ اعلم۔

قرطبی کہتے ہیں اس قول سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ ماں کے وہ رشتہ دار جو وارث نہ ہوں گے ان سے صلہ رحمی واجب نہیں اور قطع رحمی حرام نہیں مگر درست بات یہ ہے کہ یہ اس کے ماں باپ کی قرابتیں ہیں جو اوپر اور نیچے دونوں طرف سے متعلق ہیں اور دونوں اطراف سے جو بھائی' بہنیں' چچا' پھوپھیاں' ماموں' خالائیں اور ان کی اولاد رحم کے اس حکم میں درجہ بدرجہ شامل ہیں۔ (متفق علیہ)

**فرق روایت:** کتاب الادب میں بخاری کے الفاظ من وصلك وصلته ومن قطعك قطعته فرق اتنا ہے کہ پہلی روایت میں وصل وقطع کو جو بدلہ عالم شہادت میں ملے گا اس کا تذکرہ ہے اور دوسری میں ازل میں جو ہوا اس کی اطلاع ہے کہ ازل سے واصل صلہ رحمی کرے گا اور قاطع قطع رحمی کرے گا۔

**تخریج:** اخرجه البخاری (٤٨٣٠) و مسلم (٢٥٥٤) و ابو داود (١٦٩٦)

**الفوائد:** رحم کا معاملہ بہت بڑا ہے صلہ رحمی واجب ہے اور قطع رحمی کبیرہ گناہ ہے۔ صلہ رحمی اللہ کی رضا مندی کی علامت ہے جبکہ قطع رحمی اس کی ناراضگی کا نشان ہے۔

٣١٨ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ؟ قَالَ "اُمُّكَ" قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ "اُمُّكَ" قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : "اَبُوْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ – قَالَ : "اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ" "وَالصَّحَابَةُ" بِمَعْنٰى : الصُّحْبَةِ – وَقَوْلُهُ "ثُمَّ اَبَاكَ" هٰكَذَا هُوَ مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مَحْذُوْفٍ : اَيْ ثُمَّ بِرَّ اَبَاكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ : "ثُمَّ اَبُوْكَ" وَهٰذَا وَاضِحٌ۔

۳۱۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا کون حقدار ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں۔ پھر پوچھا پھر کون؟ تو ارشاد فرمایا تیری ماں۔ اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ (بخاری و مسلم) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ؟ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ" یا رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ اچھے سلوک کا کون حقدار ہے؟ ارشاد فرمایا تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہارا باپ پھر تمہارا قریبی۔ الصُّحْبَةُ کا لفظ صحبت کا ہم معنی ہے۔ اباك کا لفظ نصب سے آیا ہے۔ یہ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ یعنی بِرَّ اَبَاكَ اور دوسری روایت میں ثُمَّ اَبُوْكَ اور یہ زیادہ واضح ہے۔

**تشریح** ۞ جاء رجل: ایک قول یہ ہے کہ یہ معاویہ بن حیدہ ہیں۔ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں وارد ہے کہ معاویہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ میری نیکی کی حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں! الحدیث اس کے آخر میں آپ نے فرمایا: ثم الاقرب فالاقرب۔

حسن صحابتی: یہ صحب کا مصدر ہے۔ امک: ماں کو اول ذکر کرنے کی وجہ اس کا ضعف اور حاجت مندی ہے۔ ثم من: اس کے بعد کون حقدار ہے تو آپ نے تاکید حق کے لئے دوسری مرتبہ بھی ماں کا ذکر فرمایا اور پھر تاکید میں مبالغہ کرتے ہوئے تیسری مرتبہ بھی ماں کا تذکرہ فرمایا۔ پھر سائل نے کہا: ثم من تو آپ نے والد کا ذکر فرمایا۔ (متفق علیہ)

فرق روایت: مسلم کی روایت میں یہ ہے: من احق بحسن الصحبۃ؟ قال امک ثم امک ثم اباک ثم ادناک ثم ادناک: یہ مذکورہ الصحابۃ کا لفظ صحبہ کے معنی میں ہے۔ اباک کا فعل براباک ہے جملہ طلبیہ خبریہ پر معطوف ہے اور دوسری روایت میں مرفوع ثم ابوک: واضح ہے۔ اس طرح اس کا عطف مبتداء محذوف کی خبر پر ہے۔

تخریج: احمد ۸۳۵۲/۲/۳' بخاری (۵۹۷۱) مسلم (۲۵٤۸) ابن ماجہ (۲۷۰۶)

الفوائد: ماں کا حق باپ کے حق سے مقدم ہے کیونکہ اس نے حمل' وضع اور رضاعت کی منفرد مشقتیں اٹھائی ہیں۔

۳۱۹ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ :اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۱۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو پھر خاک آلود پھر خاک آلود ہو جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے میں پایا خواہ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو اور جنت میں داخل نہ ہوا (خدمت کر کے)۔ (مسلم)

تشریح ۞ رغم انف: رغم ایک لغت میں نصر سے دوسری میں سمع سے ہے۔ ذلت سے کنایہ ہے گویا وہ آدمی ذلت سے مٹی میں مل گیا (المصباح) ثم: یہ تراخی فی الدعا کے لئے ہے۔ من ادرك ابویه: جس مکلف نے اپنے والدین کو ان کی زندگی میں پایا۔ عند الکبر: یہ باب علم سے ہے کبر: بروزن عنب: ہے۔ (المصباح) عاقولی کا قول یہ ہے ایک روایت میں عندہ الکبر: کے الفاظ ہیں۔ ہ کی ضمیر کے حذف کے ساتھ معنی یہ ہے: ① اس نے اپنے والدین کا بڑھاپا پایا اگرچہ اپنے مال کی وجہ سے وہ اس سے مستغنی ہیں اور اپنے مال کے سبب خدام کی وجہ سے اس کی خدمت سے مستغنی ہیں۔ ② ضمیر کے ساتھ معنی یہ ہے اگر ان کو بڑھاپا آ جائے اور وہ اس کے پاس موجود ہوں اور اس کی مدد اور اعانت کے محتاج ہوں۔ وجہ تقدیر بالکبر: اس وقت ابتلاء شدید ہوتا ہے کیونکہ کمزوری کی وجہ سے ان کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وقت ان کے حقوق کی ادائیگی زیادہ قابل تاکید ہے۔ جیسا کہ ان دونوں نے بیٹے کے حق کو انتہائی محتاجی کے وقت میں پورا کیا۔ ورنہ تو جوانی کے وقت میں پالنا بیٹے کی توجہ اور مزید نیکی کا خواہاں ہے۔ پس بڑھاپے کی قید تاکید مزید کی خاطر ہے کیونکہ اس وقت کمال حاجت پائی جاتی ہے۔

النحو: احدھما او کلاھما: ① یہ دونوں مبتداء محذوف الخبر ہیں ای سواء۔ ② فعل محذوف کے فاعل ہیں یستوی احدھما فی ذلك۔ ③ عاقولی نے کہا یہ ظرف کے فاعل ہیں کیونکہ وہ حال ہے مبتداء و محذوف کی خبر بنانا خوب ہے۔ کلاھما: ان دونوں کا معطوف علیہ ہے۔ یہ جملہ من ادرك کا بیان ہے۔ ④ قرطبی کہتے ہیں: ادرك کی وجہ سے والدیہ منصوب ہے یہ اس کا بدلہ ہے۔ ⑤ بعض نسخوں میں مرفوع ہیں اس صورت میں یہ مبتداء ہیں اور خبر مضمر ہے۔ پہلا قول بہتر ہے۔

**نکتہ**: ان کو معاً بعد لائے تا کہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرلے کہ بیٹے کا فعل اس وقت قابل مذمت ہے جب دونوں کو پائے نہ کہ ایک کو۔

**فلم یدخل الجنۃ**: اس کا عطف ادرک پر ہے۔ فا سے عطف یہ ظاہر کر رہا ہے کہ جنت میں داخلہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے گا جو اپنے والدین سے حسن سلوک کرنے والا ہوگا اور یہ اس کا مقام اس پر پیش کر کے اور اس کے انجام کی بشارت دے کر کیا۔ (رواہ مسلم)

جامع صغیر کے الفاظ یہ ہیں: **رغلا انفہ ثم رغم انفہ' من ادرك ابویہ عند الکبر احدھما او کلاھما ثم لم یدخل الجنۃ**"۔ انہوں نے مسلم کی طرف معنی کے لحاظ سے نسبت کی ہے کیونکہ مسلم کی روایت میں ضمائر محذوف ہیں۔

**النحو**: **من**: یہ فعل محذوف کا فاعل ہے یا مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ جملہ استینافیہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ ای من **ھو ؟ثم**: سے مقام کی تحقی کو ذکر کیا۔ اس عظیم سعادت سے محرومی پر بچے سے استبعاد مقصود ہے۔

**تخریج**: اخرجہ مسلم (۲۵۵۱)

**الفرائد**: ① والدین کے ساتھ حسن سلوک خواہ خدمت سے ہو یا کسی اور نفع کے انداز میں ہو وہ اولاد کے لئے دخول جنت کا باعث ہے۔ جس نے اس سلسلے میں کوتاہی کی تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیں گے۔

۳۲۰ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنَنِيْ وَاُحْسِنُ اِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ اِلَيَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ – فَقَالَ :"لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"وَتُسِفُّهُمْ" بِضَمِّ التَّاءِ وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَتَشْدِيْدِ الْفَاءِ "الْمَلَّ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَتَشْدِيْدِ اللَّامِ وَهُوَ الرَّمَادُ الْحَارُّ :اَيْ كَاَنَّمَا تُطْعِمُهُمُ الرَّمَادَ وَالْحَارَّ ' وَهُوَ تَشْبِيْهٌ لِمَا يَلْحَقُهُمْ مِنَ الْاِثْمِ بِمَا يَلْحَقُ اٰكِلَ الرَّمَادِ الْحَارِّ مِنَ الْاَلَمِ وَلَا شَيْءَ عَلٰى هٰذَا الْمُحْسِنِ اِلَيْهِمْ لٰكِنْ يَنَالُهُمْ اِثْمٌ عَظِيْمٌ بِتَقْصِيْرِهِمْ فِيْ حَقِّهِ وَاِدْخَالِهِمُ الْاَذٰى عَلَيْهِ"وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۳۲۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میرے کچھ رشتہ دار ہیں میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں اور میں ان پر احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان سے درگزر کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جاہلانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اسی طرح ہے جیسا کہ تو نے کہا ہے تو ان کے منہ میں گویا گرم راکھ ڈالتا ہے اور تیرے ساتھ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار رہے گا۔ جب تک تو اس صفت پر قائم رہے گا۔ (رواہ مسلم)

تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ: گرم راکھ کھلانا۔ گویا تو ان کو گرم راکھ کھلاتا ہے۔ اس میں اس گناہ کو جو ان کو ملے گا گرم راکھ

کھانے والے کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس سے تشبیہ دی گئی۔ اس محسن پر کچھ بھی گناہ نہ ہو گا لیکن ان کو بڑا گناہ ملے گا کیونکہ وہ اس کے حق میں کوتاہی برتنے والے ہیں اور اس کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ واللہ اعلم

**تشریح** ان رجلاً: اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ قرابة: ذی رحم نسب کے رشتہ دار اس کے لئے قربیٰ کا لفظ بھی آتا ہے۔ (المصباح) احسن الیھم: میں ان کے ساتھ احسان سے پیش آتا ہوں۔ یجلھون علی: ① یقطعونی: یہ مضارع کا عطف ایک دوسرے پر ہو۔ ② محل حال میں ہو اور مبتداء محذوف ہو۔ ای وھم یقطعون: واؤ حالیہ قد کے بغیر ضرورت کے نہیں آ سکتی جب مبتداء مضمر ہوا تو ضمیر کی ضرورت نہیں رہی۔ صاحب التسہیل نے الذین کفروا والصیدون عن سبیل اللّٰہ کو اسی قسم میں سے قرار دیا۔ ای ھم یصدون: محذوف نکالا ہے۔ اور اصمعی کی یہ بات نقل کی قمت واصلت عینه ای اناصکھا فقال۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تیرا حسن سلوک اور ان کی طرف سے مقاطعہ والا معاملہ درست ہے۔ ظھیر: اس کا معنی مددگار ہے۔ یہ واحد وجمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ جیسا اس آیت میں: ﴿والملائکة بعد ذلک ظھیر﴾ المظاہرہ بھی معاونت کے معنی میں ہے۔ یہ لایزال کا اسم ہے۔ معك: ظہیر کے متعلق ہے اسی طرح من اللہ بھی اور من اللہ یہ ظہیر سے حال بھی بن سکتا ہے۔

**النحو**: علیھم: یہ یزال کی خبر ہے اور اس کی صفت بھی بن سکتی ہے اور معک یا من اللہ یہ خبر بن سکتے ہیں۔

ما دمت علی ذلك: ما مصدریہ ہے ای مدة دوامك علی ما ذکر: ہے۔ ② جب احسان تم کو معطف کے ساتھ ایک صلہ بنایا تو اسم اشارہ بھی مفرد لایا گیا۔

**فائدہ**: یہ جملہ خصال صاحب خصال کے لئے معاون مؤید اور توفیق وتسدید کا باعث ہیں پس اس میں مقصود اصل تائید الٰہی اور لطف ربانی ہے۔ (رواہ مسلم)

تسف: پھانکنا۔ مل۔ بھوبل۔ الملة: روٹیاں پکانے کا گڑھا یا گرم مٹی یا راکھ (المصباح) نووی کا رجحان گرم راکھ کی طرف ہے۔ مطلق رکھنا بھی جائز ہے کیونکہ راکھ کا کھنا بہر حال مضر ہے خواہ گرم نہ ہو اور یہ گناہ یا سزائے گناہ کی تشبیہ ہے۔ گویا عذاب کو محسوس سے مشابہت دی یا محسوس کو محسوس سے تشبیہ دی گرام راکھ اور الم شدید۔ نووی نے شرح مسلم میں کہا اس کا ایک معنی یہ ہے تو جب ان پر احسان کرتا ہے تو وہ دلوں میں غمگین ہوتے ہیں اور اپنے دلوں میں حقارت محسوس کرتے ہیں کیونکہ تیرا احسان اور اس کے مقابلے میں ان کی بدسلوکی۔ تو وہ اپنے دلوں میں حقارت وذلت کے اس مقام پر ہیں جیسے کوئی راکھ پھانکتا ہو۔

② جو تیرا احسان کھاتے ہیں وہ اس راکھ کی طرح ہے جو ان کی انتڑیوں کو جلانے والی ہو۔ (شرح مسلم نووی) عاقولی کہتے ہیں گویا راکھ ان کو سفوف کی صورت میں نگلوائی جا رہی ہے یعنی جب وہ شکریہ ادا نہیں کرتے تو تیرا عطیہ ان پر حرام ہے اور ان کے پیٹوں میں ان کے لئے آگ ہے۔

**تخریج**: اخرجه مسلم (۲۵۵۸)

**الفوائد**: ① رشتے داروں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاء پر صبر کرنا چاہئے اور اس کے بالمقابل ان سے احسان کا معاملہ برتنا چاہئے۔ ② جو آدمی قطع رحمی اور قطع تعلقی میں دوام اختیار کرے وہ سخت گناہ گار ہے۔

۳۲۱ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَاَلَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَمَعْنٰى : "يُنْسَاَلَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ" اَىْ يُؤَخَّرَ لَهٗ فِيْ اَجَلِهٖ وَعُمُرِهٖ۔

۳۲۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر میں درازی ہو تو اس کو صلہ رحمی کرنی چاہئے"۔ (بخاری و مسلم)

يُنْسَاَلَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ : اس کی مدت مقررہ اور عمر میں تاخیر ہو۔

**تشریح** ۞ من احب: ایک روایت میں من یسرہ: ہے اور یبسط: صیغہ مجہول ہے اس کا معنی وسعت ہے۔ بسط اللہ الرزق: کثیر و وسیع کر دیا۔ نووی نے توسیع و کثرت سے معنی کیا ہے۔ بعض نے برکت معنی کیا ہے۔ اس کا نائب فاعل له فی رزقه: بمعنی مفعول ای مرزوقه: ہے۔ مرزوق: جس چیز سے حیوان نفع اٹھائے اور دوسرا ظرف حال ہے یہی اعراب بعد والے جملے کا بھی ہے۔

وینساء له فی اثرہ: ینسا کا معنی مؤخر کرنا۔ اثر: سے وقت مقررہ۔ اجل کو اثر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عمر کے پیچھے آتی ہے جیسا زہیر نے کہا:

لا ینتهی العمر حتی ینتهی الاثر

اور اثر نشان ہائے قدم کو کہتے ہیں۔ مرنے والے میں جب حرکت نہیں رہتی تو زمین پر اس کے قدم کا نشان بھی نہیں رہتا۔

فلیصل رحمه: ابن التین کہتے ہیں حدیث کا ظاہر اس آیت کے معارض نظر آتا ہے۔ ﴿فاذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعة و لا یستقدمون﴾

موافقت کی صورت یہ ہے عمر میں اضافہ جس کا تذکرہ حدیث میں وارد ہوا وہ عمر میں برکت سے کنایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے اس کو طاعت کی ہمت دیتے اور وقت کا ایسے کام میں لگاتے ہیں جس سے اسے فائدہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا قرب مل جائے اور اس بات کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ اس امت کی عمریں کم ہیں پہلی امتوں کی عمریں زیادہ تھیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر دے دی۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ صلہ رحمی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی توفیق سے ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف کاموں میں وقت ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے اور اس کا اچھا تذکرہ بعد میں باقی رہتا ہے گویا کہ وہ مرا نہیں۔ ② اضافہ کو حقیقت پر محمول کیا جائے اور پھر یہ اس تقدیر معلق سے متعلق جو فرشتے کی دستاویز میں لکھی ہے۔ مثلاً اس میں لکھا ہے کہ اگر فلاں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی تو اس کی عمر اتنی ہوگی اگر اللہ تعالیٰ کو حقیقت واقعیہ کے بارے میں معلوم ہے کہ ان میں سے کون سا عمل واقع ہوگا۔ آیت میں حتمی فیصلہ اجل جو علم الٰہی میں ہے اور غیر مبدل ہے اس کا تذکرہ ہے اور اس کی طرف آیت کے پہلے حصہ میں اشارہ فرمایا: ﴿یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت﴾ پس حدیث میں اجل معلق کا تذکرہ ہے اور آیت کے آخری حصہ وعندہ ام الکتاب میں علم الٰہی جس میں قطعاً تغیر نہیں اس کی طرف اشارہ ہے اس کو قضاء مبرم اور پہلے کو قضاء معلق سے تعبیر کرتے ہیں اور حدیث کے مناسب وجہ اول ہی ہے۔ اثر: نشان کو کہا جاتا ہے اس سے ذکر حسن پر محمول کیا

جائے گا۔

طیبی کہتے ہیں پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔صاحب فائق نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ بھی معنی درست ہے۔اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والے کا طویل اثر باقی رکھتے ہیں اور وہ جلد نہیں مٹتا جیسا قطع رحمی کرنے والے کا مٹ جاتا ہے اور ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول اسی قسم میں ہے: ﴿واجعل لی لسان صدق فی الاخرین﴾ اس آیت کی تفسیر ایک اور ہے۔ وجہ ثالث وارد ہے طبرانی صغیر نے سند ضعیف سے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تذکرہ ہوا جس نے صلہ رحمی کی اس کے وقت کو مقررہ مؤخر کر دیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا: یہ عمر میں اضافہ نہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون﴾ لیکن آدمی کی اولاد نیک ہوتی ہے جو اس کے لئے اس کے بعد دعا کرتی ہے اور طبرانی کبیر میں ابومشجعہ الجہنی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا: "ان الله لا يوخر نفسا اذا جاء اجلها وانما زيادة العمل ذرية صالحة"۔الحدیث۔اللہ تعالیٰ وقت مقررہ کے آنے پر مؤخر نہیں کرتا البتہ نیک اولاد اضافہ عمل ہے۔'

ابن فورک کا قول یہ ہے کہ زیادتی عمر کا مطلب نیک آدمی کے فہم و عقل کی آفات سے حفاظت ہے بعض نے کہا اس کے رزق عمل وغیرہ میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔(واللہ اعلم)

**تخریج**: بخاری (۲۰٦۷) مسلم (۲۵۵۷) ابو داؤد (۱٦۹۳) ابن ماجه عن انس' احمد ۱۳۸۱۲/٤ و بخاری من ابی هریرہ (جامع صغیر) ابن حبان ٤۳۸' بیهقی ۲۷/۷۔

**الفوائد**: ① صلہ رحمی کا نتیجہ طاعات کی توفیق اور اوقات دنیا اور آخرت کے لئے فائدہ مند کاموں میں صرف ہوتے ہیں۔ ② صلہ رحمی کا اثر دنیا میں دیر تک قائم رہتا ہے۔

۳۲۲ : وَعَنْهُ قَالَ : كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَخْلٍ وَّكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهِ اِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّآءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [آل عمران:۹۲] وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بَيْرَحَآءُ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْجُوْا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' فَقَسَّمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ بَنِيْ عَمِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَبَقَ بَيَانُ اَلْفَاظِهٖ فِيْ :بَابِ الْاِنْفَاقِ مِمَّا يُحِبُّ۔

۳۲۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار مدینہ میں کھجوروں کے باغات کے لحاظ سے سب سے زیادہ مالدار تھے۔ان کو اپنے اموال میں سب سے زیادہ بیرحاء پسند تھا۔یہ باغ مسجد نبوی کے

سامنے تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس میں داخل ہوتے اور اس کا عمدہ پانی نوش فرماتے۔ جب یہ آیت اتری: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت اتاری ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ اور بلاشبہ میرے مالوں میں سب سے زیادہ پسند مال بیرحاء ہے میں اسے اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اس کے اجر اور ذخیرہ ہونے کی امید کرتا ہوں۔ پس آپ اس کو جہاں چاہیں اپنی مرضی کے موافق خرچ فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہت خوب بہت خوب یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے اور میں نے سن پایا جو تم نے کہا۔ میری رائے یہ ہے کہ تو اس کو اپنے قرابت داروں میں تقسیم کردو۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھیک ہے یارسول اللہ میں ایسا ہی کروں گا چنانچہ اس کو اپنے اقارب اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ (بخاری و مسلم)

یہ روایت باب الانفاق میں گزری ہے۔

**تشریح** ۞ **مالا**: یہ تمیز ہے جو کثرت سے ان کو جدا کرنے والی تھی۔ **من نخل**: یہ مال کا بیان ہے۔

**النحو**: **کان احب اموالہ**: احب پر رفع و نصب دونوں درست ہیں۔

**مستقبلة المسجد**: مسجد کے بالمقابل تھا۔ **یدخلها**: ھا کی ضمیر باغ کی طرف راجع ہے۔

**طیب**: ① ماء کی صفت ہو تو مجرور ہے اور ② ظرف کا فاعل ہو تو مرفوع ہے۔

**قام ابو طلحہ**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ **احب اموالی الی بیرحاء**: ممکن ہے کہ اسکی وجہ زمین کی زرخیزی پھل کی کثرت و عمدگی ہو یا کوئی وجہ کہ وہ انہیں زیادہ پسند تھا۔

**ارجو برها و ادخرها عند اللہ**: جملہ فعلیہ خبر کے بعد خبر ہو جیسا اس آیت میں **و هذا ذکر مبارك انزلناه**: ② یہ جملہ حال ہے جس کا عامل محذوف ہے ای **اتصدق بها حال کونی ازجو برها**۔ **بخ**۔ ان کے عمل کی تعریف اور بڑھائی کے لئے فرمایا۔

**ذلك مال رابح**: یہ دو مرتبہ فرمایا کیونکہ موقعہ طویل کلام کا تھا۔ **انی اری**: یہ رأی سے ہے یعنی میری رائے اور اجتہاد یہ ہے۔ اس سے اجتہاد کا ثبوت ملتا ہے۔

**افعل**: میں آپ کی رائے پر عمل پیرا ہو کر ایسا کردوں گا۔

**تخریج**: باب الانفاق میں ملاحظہ کریں۔ بخاری و مسلم' ابو داؤد' ترمذی' نسائی' ابن حبان ۳۳٤۰' ابن خزیمہ ۲٤٥٥' بیهقی ٦/١٦٤' احمد ١٢٤٤١/٤' مالک ١٨٧٥۔

**الفوائد**: ① صحابہ کرام کو اللہ اور اس کے رسول کے وعدوں پر کامل یقین تھا۔ ② آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے اعمال بر کرنے والے لوگوں پر بہت خوش ہوتے تھے۔ ③ احسان کے سب سے پہلے حق دار قریبی رشتہ دار ہیں۔

۳۲۳ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : اَقْبَلَ رَجُلٌ اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ

ﷺ فَقَالَ: اُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ اَبْتَغِي الْاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ: هَلْ لَّكَ مِنْ وَّالِدَيْكَ اَحَدٌ حَيٌّ؟ قَالَ نَعَمْ بَلْ كِلَاهُمَا قَالَ: فَتَبْتَغِي الْاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى؟" قَالَ: نَعَمْ قَالَ: "فَارْجِعْ اِلٰى وَالِدَيْكَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا: جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَاْذَنَهٗ فِي الْجِهَادِ قَالَ: "اَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟" قَالَ: نَعَمْ قَالَ "فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ"۔

۳۲۳: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میں آپؐ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس پر اجر کا خواہش مند ہوں۔ آپؐ نے پوچھا کیا تمہارے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے جواب دیا جی ہاں بلکہ دونوں زندہ ہیں۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کیا تو واقعتہً اللہ تعالیٰ سے اجر کا طالب ہے؟ اس نے عرض کی جی ہاں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا پھر تو اپنے والدین کے پاس لوٹ جا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کر (بخاری و مسلم) یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ بخاری و مسلم کی متفقہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَاْذَنَهٗ فِي الْجِهَادِ قَالَ اَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟ قَالَ نَعَمْ تو اس پر آپؐ نے فرمایا ان کی خدمت میں خوب کوشش کرو۔

**تشریح** ۞ اقبل رجل: بقول شیخ زکریا یہ جاہمہ بن عباس بن مرداس ہے یا جاہمہ کا بیٹا معاویہ ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں یہ جاہمہ بن عباس ہے احمد نسائی نے معاویہ بن جاہمہ سے روایت نقل کی کہ جاہمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: **یا رسول الله اردت الغزو جئت لا ستشيرك۔ فقال هل لك من ام؟ قال نعم! قال الزمها۔ الحديث**: بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (فتح الباری) حافظ نے اول پر اکتفاء کر کے اس کو احتمال قرار دیا۔ **الي نبي الله صلى الله عليه وسلم** اقبل کے متعلق ہے۔

**ابا يعك على الهجرة**: میں اپنے وطن کو چھوڑ کر مدینہ کی رہائش پر بیعت چاہتا ہوں۔ قرطبی کہتے ہیں یہ اس زمانے کی بات ہے جب ہجرت مدینہ واجب تھی۔ **والجهاد ابتغي الاجر**: جہاد اور ہجرت کے بعد یہ جملہ مستانفہ لائے تا کہ بیعت کی وجہ بیان کر دیں۔

**النحو**: **فهل من والديك احدهي**: یہ مبتدا احد کو تمہید کے لئے لائے اور من والدیك یہ خبر مقدم ہے۔ **نعم بل**: بل اس لئے لائے تا کہ دونوں کی زندگی کی خبر دے سکیں۔

**كليهما**: یہ وحدت کا مفعول ہے۔

نووی کہتے ہیں یہ اس صورت میں ہے جبکہ صف قتال میں نہ ہو اور قتال کے لئے متعین نہ ہو۔ **فتبعغى الاجر**: ہمزہ اور معطوف علیہ فاعاطفہ سے پہلے مقدر ہیں ای **اتفعل ذلك فتبتغي**۔

**فاحسن صحبتهما**: شارع نے یہاں حقوق والدین کو مقدم کرتے ہوئے وجوب ہجرت کو ساقط کر دیا اگر اس پر ہجرت لازم تھی تو اس سے واجب تر کا عارضہ آنے سے ساقط ہو گئی اور اگر واجب نہ تھی تو خدمت والدین واجب ہے وہ بہر حال اولیٰ ہے

مگر یہ حکم اس کے لئے ہے جس کا دین دونوں مواقع پر سلامت ہو۔ اگر دین کے متعلق خطرہ ہو تو پھر وطن سے فرار لازم اور آباء و ابناء کو چھوڑ نا بھی ضروری ہے جیسا مہاجرین نے کیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں چنے ہوئے ہیں۔ اس روایت میں خدمت والدین کو جہاد پر مقدم کیا گیا ہے۔ (متفق علیہ اور یہ مسلم کے لفظ ہیں)

فرق روایت: **امی و الدك**: فی مبتداء یہ خبر کے قائم مقام ہے۔ **قال نعم**: یعنی وہ دونوں زندہ ہیں۔ **ففیھما فجاھد**: جار مجرور کو اختصاص کی وجہ سے مقدم کیا پہلی فا شرط محذوف کی خبر ہے اور دوسرا فا جزائیہ ہے کیونکہ کلام میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ ای **اذا کان الامر کما قلت فاخصص المجاهدة بخدمة الوالدین**: جیسا کہ فاعبدون میں ہے۔ شرط کو حذف کر کے ظرف کو لائے جو اختصاص پیدا کر رہا ہے یہ عاقولی کا کلام ہے۔

ابن رسلان کہتا ہے کہ جہاد سے مراد والدین سے نرمی اور حسن سلوک اور ان کی اطاعت اور اپنے نفس سے جہاد ہے اور نفس امارہ کا جہاد بڑا مشکل ہے۔

نووی کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ والدین سے صلہ رحمی بڑے اجر کا باعث ہے۔ اس میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ان کی اجازت سے جہاد میں جائے جب کہ وہ مسلمان ہوں یا ان میں سے جو مسلمان ہو اس کی اجازت سے۔ اگر مشرک ہوں تو پھر اجازت شرط نہیں کذا عند الشافعیؒ اور یہ اس وقت ہے جب صف کارزار میں نہ ہو اور نہ ہی اس کیلئے متعین ہو۔

**تخریج**: بخاری فی الجهاد' مسلم فی الادب' ابو داؤد' ترمذی' نسائی فی الجهاد' البزاز (اطرف مزی) حمیدی ٥٨٥' ابن حبان ٣١٨' بیهقی ٢٥/٩۔ احمد ٦٧٧٩/٢' طیالسی ٢٢٥٤۔

**الفرائد**: ① اللہ کی رضامندی چاہنے کے لئے جس کام میں نفس کو تھکایا جائے اس کو جہاد کہتے ہیں۔ ② مشورے والے کو مخلصانہ مشورہ دینا چاہئے۔ جس میں مشورہ کے طالب کا زیادہ فائدہ ہو۔ ③ فرض کاموں کے علاوہ دوسرے کاموں میں والدین سے اجازت طلب کرنی چاہئے۔

**٣٢٤ : وَعَنْهُ – عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِي وَلٰكِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِيْ إِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔**

**"وَقَطَعَتْ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَالطَّاءِ "وَرَحِمُهُ" مَرْفُوْعٌ۔**

٣٢٤: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو احسان کے بدلے میں احسان کرے بلکہ صلہ رحمی والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری)

رحمہ مرفوع ہے۔

**تشریح** ۞ **لیس الواصل**: مکمل صلہ رحمی کرنے والا۔

**بالمکافی**: واصل اور وہ شخص جو اپنے صلہ کے ساتھ اپنے ساتھی کو اسی جیسے فعل سے بدلہ دیتا ہے وہ تو اس کی نظیر دینے والا ہے وہ حقیقتاً واصل نہیں۔ عبدالرزاق نے عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت نقل کی ہے وہ صلہ رحمی والا نہیں جو اس سے صلہ رحمی کرے

جو اس سے صلہ رحمی کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ ہے جو قطع کرنے والے ہیں ان سے جوڑے۔ ولکن: یہ مشدد و مخفف دونوں طرح درست ہے۔ (طیبی) وصلها: جب اس کو دینا بند کر دیں وہ دے۔ (بخاری) سیوطی کہتے ہیں اس روایت میں واصل سے کامل مراد ہے۔ بدلہ دینے میں ایک قسم کی صلہ رحمی ہے۔ اس کے برعکس صلہ رحمی کرنے والے سے بدلے کی بجائے اعراض کرنے والا قاطع رحم ہے اور یہ لیس الشدید بالصرعۃ قسم سے ہے۔ اسی طرح لیس الغنی عن کثرۃ العرض کی جنس سے ہے۔ مگر علقمی نے سیوطی پر اعتراض کیا کہ نفی وصل سے ثبوت قطع کہاں سے مل گیا۔ اس کے تین درجات ہیں: ① مواصل ② مکافی۔ ③ قاطع۔ ① واصل وہ ہے جو احسان میں ابتداء کرے۔ ② مکافی وہ ہے جو برابر کا عطیہ دے۔ ③ قاطع وہ ہے جس پر احسان کیا جائے مگر وہ احسان سے باز رہے۔ جس طرح مکافات جانبین سے واقع ہوتا ہے۔ اسی طرح مقاطعہ جانبین سے ہے۔ جس نے ابتداء فضل کی وہ واصل اگر اس نے بدلہ دے دیا تو مکافی ورنہ قاطع ہوگا۔ (علقمی)

**تخریج**: بخاری الادب المفرد ۶۸۔ ابو داؤد' ترمذی' احمد ۲/ ۶۷۹۹۔

**الفوائد**: ① صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو قطع رحمی والے سے ملا کر رکھے ایسا آدمی: وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ... (الرعد: ۲۱) میں داخل ہے۔

٣٢٥ : وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ : "مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۲۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم عرش سے لٹکی ہوئی ہے اور کہہ رہی ہے کہ جو مجھے ملائے اللہ تعالیٰ اس کو ملائے اور جو مجھے کاٹے اللہ تعالیٰ اسے کاٹے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ① الرحم معلقة بالعرش: ظاہر سے حقیقی معنی مراد ہے۔ ② یہ احتمال بھی ہے کہ رحم رب عرش کی پناہ لینے والا ہے۔ جیسا پہلے روایت گزری۔ تقول: یہ جملہ بیانیہ ہے۔ من قطعنی: نووی نے قاضی عیاض سے نقل کیا کہ رحم کا ملانا اور قطع کرنا ایک معنوی چیز ہے جسم نہیں وہ قرابت و نسب کا نام ہے۔ اس کا قیام تعلق یہ تمثیل ہے۔ عمدہ استعارہ ہے اور اس کا مقصد اس کی فضیلت اور بڑی شان ظاہر کرنا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ قیام سے مراد عرش سے متعلق فرشتے کا قیام ہو جو اللہ تعالیٰ کے حکم رحم کی طرف سے کلام کرتا ہو۔

**تخریج**: بخاری (۵۹۸۹) و مسلم (۲۵۵۵) مگر جامع صغیر میں اس کی نسبت صرف مسلم کی طرف کی گئی ہے۔

**الفوائد**: صلہ رحمی کا بہت اونچا مرتبہ ہے۔ جو صلہ رحمی کرنے والے کو اللہ کی محبت اور رحمت کا حقدار بنا دیتی ہے۔ قطع رحمی اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ ہے۔

٣٢٦ : وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً وَّلَمْ تَسْتَاْذِنِ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِيْ يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ قَالَتْ اَشَعَرْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنِّيْ

اَعْتَقْتُ وَلِیْدَتِیْ؟ قَالَ :"اَوْ فَعَلْتِ؟" قَالَتْ نَعَمْ قَالَ :"اَمَا اِنَّكِ لَوْ اَعْطَیْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۳۲۶: حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک لونڈی آزاد کی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لی جب وہ دن آیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ہاں قیام تھا تو انہوں نے کہا کیا آپؐ نے محسوس کیا کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کر دی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے ایسا کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم وہ اپنے ماموؤں کو دے دیتی تو تمہیں زیادہ اجر ملتا''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہ: بنو ہلال سے تعلق رکھتی تھیں۔ ولیدہ: ایک لونڈی' ولید مولود بچہ جمع ولدان۔ ولیدہ جمع ولائد لونڈی۔ (المصباح)

**ولم تستاذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم:** اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو بغیر اجازت زوج بھی گھر میں تصرف کا اختیار ہے۔ امام مالک ثلث سے زائد میں اجازت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

**النحو: کان یومھا:** یہ کان تامہ ہے۔ **اشعرت:** کیا آپ کو معلوم ہے (یہ باب نصر سے ہے) **ولیدۃ:** ایک روایت میں ولیدتی ہے۔ تنوین تحقیر وتصغیر کو ظاہر کرتی ہے۔ **او فعلت:** یعنی کیا تو نے آزاد کر دیا۔

ہمزہ استفہام ہے اور واؤ عاطفہ ہے فعلت کا عطف فعل مقدر پر ہے (کذا قال صاحب الکشاف والبیضاوی) گویا ہمزہ استفہام متعارفین پر داخل کیا گیا ہے۔ ابن مالک کا قول یہ اصل میں وافعلت ہے۔ ہمزہ صدارت کو چاہتا ہے۔ واؤ حرف عطف ہی ہے۔ ہمزہ کو شروع میں لے گئے۔ **اما۔انك لو اعطیتھا اخوالك:** اما یہ حروف استفتاح سے ہے۔ **اخوالك** سے مراد والدہ کی طرف سے رشتہ دار۔ مسلم کی روایت تو یہی ہے مگر اصیلی کی روایت میں اخواتك ہے۔ شاید یہ صحیح ہو کیونکہ موطا کی روایت میں اختک وارد ہے۔ ابن رسلان کہتا ہے دو درست ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فرمائے ہوں گے۔ **کان اعظم لاجرك:** اجر بڑھنے کی وجہ صلہ رحمی اور صدقہ کا دوہرا اجر ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں ابن بطال نے کہا ذی رحم کا ہبہ عتق سے افضل ہے۔ اس کی تائید عامر ضبی کی مرفوع روایت سے ہوتی ہے جس کو نسائی' احمد' ترمذی نے نقل کیا ہے۔ **الصدقة علی المساکین صدقة وعلی ذی الرحم صدقة وصلة:** مگر اس مطلقا یہ لازم نہیں آتا کہ ہبہ صدقہ سے افضل ہو کیونکہ بالکل ممکن ہے کہ مسکین محتاج ہو اور اس کا نفع متعدی ہو اور دوسرا بالعکس ہو۔ نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: **افلا فدیت بھا بنت اخیك من رعایة الغنم۔** تو نے اپنی بھتیجی کی بکریوں کو چرانے کا فدیہ کیوں نہ دے دیا۔ اس سے اسکی وجہ افضلیت معلوم ہوگئی کہ قریبی خدمت کا زیادہ محتاج تھا۔ اس معین واقعہ کی وجہ سے روایت میں اس بات کی قطعاً دلیل نہیں کہ صلہ عتق سے افضل ہے۔ پس موقعہ بموقعہ افضل ہونا منتقل ہوتا رہے گا۔ (فتح الباری) (متفق علیہ)

**تخریج:** بخاری (۲۵۹۲) و مسلم (۹۹۹) 'ابو داؤد (۱۶۹۰) 'ابن حبان ۳۳۴۳' طبرانی کبیر ۲۳/۶۷٬۱۰۶' بیھقی ۴/۱۷۹' احمد ۱۰/۲۶۸۸۱۔

**الفوائد:** ① عورت اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے خاوند کے مال میں تصرف کر سکتی ہے۔ البتہ خاوند سے مشورہ کر لینا

زیادہ بہتر ہے۔ ② خاوند کو اللہ کی راہ میں عورت کے خرچ کرنے پر سختی نہیں کرنی چاہئے۔ ③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکارم اخلاق میں اعلیٰ اخلاق پر قائم تھے۔

۳۲۷ : وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَتْ : قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاسْتَفْتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قُلْتُ : قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ اَفَاَصِلُ اُمِّیْ قَالَ : نَعَمْ صِلِیْ اُمَّكِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

وَقَوْلُھَا : "رَاغِبَۃٌ" اَیْ طَامِعَۃٌ فِیْمَا عِنْدِیْ تَسْاَلُنِیْ شَیْئًا قِیْلَ کَانَتْ اُمَّھَا مِنَ النَّسَبِ وَقِیْلَ مِنَ الرَّضَاعَۃِ وَالصَّحِیْحُ الْاَوَّلُ۔

۳۲۷: حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میری والدہ میرے پاس آئیں جبکہ وہ مشرکہ تھیں اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ معاہدہ کی بات ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں دریافت کیا کہ میری والدہ میرے ہاں آئیں ہیں وہ چاہتی ہیں کہ میں ان سے صلہ رحمی کروں کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرو (اگرچہ وہ مشرک ہو)۔ (بخاری و مسلم)

رَاغِبَۃٌ: مجھ سے کسی چیز کی خواہاں ہیں۔ یہ ماں نسب سے تھیں یا رضاعت سے؟ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ نسبی ماں تھی۔

**تشریح** ۞ **قدمت علی امي**: اسماء کی والدہ کا نام بقول ابن ماکولا قیلہ ہے دیگر کی تحقیق قتیلہ ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں داؤدی نے کہا اس کا نام ام بکر ابن التین کہتے ہیں ان کی مراد بنت عبدالعزیٰ کی کنیت ہو۔ اس کو حافظ ابو محمد کے حوالہ سے تاریخ دمشق میں لکھا ہے اور اس پر راء کا نشان زاء کی بجائے لگایا ہے۔ ابن سعد بن نضر بن مالک بن حسن بن عامر بن لوئی بن غالب ہے۔ اسماء کے حقیقی بھائی عبداللہ بن ابوبکر ہیں۔ یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باپ کی طرف سے بہن ہیں۔ سفر ہجرت کے لئے اسماء نے زادِ راہ تیار کیا پھر اس کے برتن کا منہ ڈھانپنے کے لئے اور کوئی کپڑا نہ ملا تو اپنے کمر بند کو دو ٹکڑے کر کے اس کو باندھ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات النطاقین کا لقب دیا۔ ان کی زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے شادی ہوئی۔ جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اس وقت حاملہ تھیں۔ ہجرت کے بعد سب سے پہلے پیدا ہونے والے بچے یہی عبداللہ بن۔ عروہ کہتے ہیں اسماء نے سو سال کی عمر پائی۔ نہ ان کا دانت گرا نہ عقل میں فتور آیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۵۶ روایات نقل کی ہیں۔ مختصر التنقیح میں ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۸ نقل کیا ہے۔ بخاری و مسلم میں ۲۲ روایات ہیں۔ ۱۳ متفق علیہ ہیں ۵ میں بخاری منفرد اور چار میں مسلم منفرد ہیں۔ ان سے عبداللہ بن عباس اور ان کے بیٹے عبداللہ اور عروہ عبداللہ بن ابی ملیکہ نے روایت لی ہے۔ ان کی وفات ۷۳ھ جمادی الاولیٰ میں قتل عبداللہ کے تھوڑے دنوں بعد واقع ہوئی۔ عبداللہ کے جسم کو سولی سے اتارنے کے بعد چند رات زندہ رہیں۔ جو ۳ سے لے کر بیس بائیس تک بتلائی گئی ہے۔ تاریخ دمشق میں ابن ابی الزناد نے لکھا ہے کہ یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی تھیں۔ حافظ ابو نعیم کہتے ہیں کہ ان کی ولادت ہجرت سے ۲۷ سال قبل ہوئی تھی۔ ان کی ولادت کے وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۱ سال تھی۔ تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ اپنے خاوند زبیر

رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ یرموک میں شریک ہوئیں۔ خلیفہ بن خیاط سے نقل کیا گیا کہ زبیر کی ان سے یہ اولادیں عبداللہ عروہ عاصم منذر مہاجر خدیجہ ام حسن و عائشہ ہوئیں اور ابن سعد نے طبقات میں فاطمہ بنت منذر سے نقل کیا کہ جب یہ بیمار ہوتیں تو اپنے تمام غلام آزاد کر دیتیں اور واقدی سے ابن سعد نے نقل کیا کہ ابن مسیب لوگوں میں سب سے بڑے معبر تھے۔ یہ تعبیر کا علم انہوں نے اسماء اور خود اپنے والد سے حاصل کیا تھا۔ تاریخ دمشق میں مصعب بن زبیر سے منقول ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عطیات مقرر کئے تو اسماء کے لئے ایک ہزار درہم مقرر کئے اور ایک روایت یہ ہے کہ مہاجرین کے لئے ایک ہزار مقرر کئے ان میں ام عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اسماء کے نام بھی تھے۔ (تہذیب نووی)

**علی**: مکہ سے مدینہ آئیں۔ **وھی مشرکۃ**: قبیلہ کے اسلام کے متعلق اکثر کہتے ہیں اسلام نہیں لائیں (ابن اثیر) **فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**: زمانہ حدیبیہ مراد ہے (فتح الباری) ابن سعد اور طیالسی نے نقل کیا "انھا قدمت علی ابنتھا بھدایا زبیب وسمن وقرط فابت اسماء ان تقبل ھدیتھا او تدخلھا بینھا فارسلت الی عائشۃ سکلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لتدخلھا" (الحدیث طیالسی) **قدمت علی امی**: بعض رواۃ نے مع ابیھا کے الفاظ بڑھائے ہیں بخاری الادب والجزیہ میں اضافہ موجود ہے۔ حافظ کہتے ہیں ان کے والد کا نام حارث بن مدرک بن عبید بن عمرو بن مخزوم ہے۔ ان کا تذکرہ صحابہ میں نہیں ملتا گویا شرک پر موت آئی (فتح الباری) تہذیب نووی سے جو پہلے قیلہ کا سلسلہ نسب ذکر کیا گیا وہ اس کے خلاف ہے۔

**اَللُّغَۃُ**: **وھی راغبۃ**: یہ جملہ حالیہ ہے۔ وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہیں۔ بعض نے کہا اس کا معنی عطیہ کی خواہش مند ہیں۔ روایت ابوذر میں ہے۔ میری والدہ آئیں وہ زمانہ قریش کی طرف رغبت رکھنے والی مشرکہ اور اسلام سے نفرت کرنے والی تھیں۔ پہلی روایت راغبہ کے مطابق صلہ رحمی کی طرف رغبت کرنے والی ہیں۔ دوسری روایت راغمہ اسلام سے متنفر ہیں۔ حافظ کہتے ہیں مستغفری نے نقل کیا کہ بعض پہلا حملہ لے کر ان کو صحابیت میں شمار کیا۔ جبکہ ابو موسیٰ نے اس کی تردید کی کہ کسی روایت سے اس کا اسلام ثابت نہیں۔ (فتح الباری)

**افاصل امی**: کیا صدقہ وغیرہ سے میں صلہ رحمی کروں کیا یہ مودت کفار سے شمار نہ ہوگا۔

**قال نعم صلی امک**: بخاری کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿**لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین**﴾ **صلی امک**: کا جملہ تاکید اہتمام کے لئے لایا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں ابن ابی حاتم نے سدی سے نقل کیا یہ آیت ان مشرکین کے متعلق اتری جو مسلمانوں سے نرمی اختیار کرتے اور اخلاق سے پیش آتے۔ مگر ان دونوں کے شان نزول میں کوئی منافات نہیں۔ سبب خاص اور لفظ عام ہے۔ تو وہ سب کافر اس میں شامل ہیں جن کی نوعیت والدہ اسماء جیسی تھی۔ (فتح الباری) قریبی رشتہ دار مشرک سے صلہ رحمی کا جواز حدیث سے ثابت ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں قتیلہ یہ اسماء کی حقیقی والدہ ہیں جنہوں نے رضاعی والدہ کا قول کیا ان کو وہم ہوا۔ ممکن ہے اس کی کنیت ام بکر بھی ہو (فتح الباری)

**تخریج**: بخاری فی الھبہ' الخیزیہ' الادب' مسلم فی الزکاۃ و ابو داؤد فی الزکاۃ (اطرف مزی) طیالسی ۱۶۴۳' ابن حبان ۴۵۰' احمد ۲۶۹۸۱/۱۰۔

**الفوائد**: ① ماں وباپ اگر کافر بھی ہوں تب بھی ان سے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔ ② حضرت اسماء دین کے معاملے میں کس

قدر محتاط تھیں۔

۳۲۸ : وَعَنْ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ" قَالَتْ : فَرَجَعْتُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقُلْتُ لَهٗ : اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِهِ فَاسْاَلْهُ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنِّيْ وَاِلَّا صَرَفْتُهَا اِلٰى غَيْرِكُمْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : بَلِ ائْتِيْهِ اَنْتِ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا وَكَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهٗ ائْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْاَلَانِكَ : اَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلٰى اَزْوَاجِهِمَا وَعَلٰى اَيْتَامٍ فِيْ حُجُوْرِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : فَسَاَلَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.

"مَنْ هُمَا؟" قَالَ : امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَ زَيْنَبُ – فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَيُّ الزَّيَانِبِ هِيَ؟" قَالَ امْرَاَةُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَهُمَا اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۲۸: حضرت زینب بنت ثقفیہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کرو خواہ اپنے زیورات ہی سے ہو۔ حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹ کر آئی اور ان سے کہا تم تھوڑے مال والے آدمی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ اگر وہ تم پر خرچ کر دوں تو کیا مجھے کفایت کر جائے گا یا دوسروں پر خرچ کروں۔ مجھے عبداللہ نے کہا تم خود جا کر دریافت کرو (یہ زیادہ مناسب ہے) پس میں حاضر خدمت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک انصاری عورت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر میرے والی حاجت لے کر کھڑی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رعب دیا گیا تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے تو ہم نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر عرض کرو کہ دو عورتیں آپ سے مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں۔ کہ کیا ان کو صدقہ اپنے خاوندوں اور زیر پرورش یتیموں پر کرنا درست ہے اور آپ کو ہمارے ناموں کی اطلاع مت دو حضرت بلال رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دو عورتیں کون ہیں؟ تو بلال رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ایک انصاری عورت اور دوسری زینب۔ نبی کریم نے فرمایا: کونسی زینب؟ کہا عبداللہ بن مسعود کی بیوی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو (بتلاؤ کہ) انہیں دوگنا اجر ملے گا ایک قرابت کا اجر اور دوسرا صدقہ کا اجر۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **زینب الثقفیه امراۃ بن مسعود رضی اللہ عنہا:** ثقفیہ یہ ثقیف بروزن رغیف کی طرف نسبت ہے۔ **امراۃ کالفظ مرأۃ):** اور مرۃ: بولا جاتا ہے۔ یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں۔ مصنف نے ابن مسعود کے لئے عنہ اور زینب کے لئے الگ عنہا لکھا اس کی بجائے عنہما نہیں لائے کیونکہ ضمیر کا اقرب مرجع عبداللہ کا والد ہے اور وہ تو مشرک تھا۔ اس وہم سے بچانے کے لئے الگ الگ ضمائر لائے۔ زینب کا ذکر پہلے تھا مگر ضمیر تانیث کی مؤخر لا کر اشارہ کر دیا کہ مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے۔ تہذیب نووی میں ہے کہ ابن مسعود کی زوجہ کے نام میں اختلاف ہے ایک جماعت نے زینب بتلایا یہ اکثر کا قول ہے۔ زینب بنت عبداللہ بن معاویہ ثقفی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام رایطہ یا ریطہ بنت عبداللہ ہے۔ **کذا ذکر الخطیب فی المبهمات:** ابن سعد نے زینب وارایطہ دو بیویاں ذکر کی ہیں (طبقات) بعض نے رایطہ کے لفظ کو عربی نہیں مانا۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں ریطہ ہے رایطہ اہل عرب نہیں بولتے۔ فصیح لغت عائشہ ہے۔ بعض نے عیشہ کو فصیح لغت مانا (شرح الفصیح) مگر ابن حجر کہتے ہیں زینب ثقفیہ کو رایطہ بھی کہا جاتا ہے صحیح ابن حبان میں یہ ہے۔ ابن سعد نے ان کو الگ الگ قرار دیا۔ کلاباذی کو کہتے ہیں رایطہ زینب کے نام سے معروف ہے۔ طحاوی نے بھی اس کو پختہ قرار دیا۔ رایطہ ہی زینب **لا نعلم لعبد اللہ امراۃ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیرھا:** (طحاوی) (فتح الباری)

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بخاری و مسلم میں دو روایات نقل کی ہیں۔ یہ حدیث باب متفق علیہ ہے۔ دوسری حدیث میں مسلم منفرد ہے۔ کل آٹھ روایات ان سے وارد ہیں۔ (مختصر التلقیح) **تصدقوا:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی جماعت کو یہ حکم فرمایا۔ **یا معشر النساء:** معشر، قوم، رہط، نفر یہ الفاظ جماعت کے لئے مستعمل ہیں۔ عورتوں کے لئے نہیں آتے (المصباح) مگر شیخ زکریا کہتے ہیں معشر اس جماعت کو کہتے ہیں جن کا معاملہ ایک ہو۔ مردوں یا عورتوں سے اس کی تخصیص نہیں ہے۔ (تحفۃ القاری)

**ولو من حلیکن:** حا کے فتحہ سے مفرد اور ضمہ سے جمع ہے۔ اصل میں فعول کے وزن پر ہے۔ جیسے **فلس و فلوس:** (المصباح) قاضی عیاض کہتے ہیں حلی وہ زیور جن سے عورت زینت حاصل کرتی ہے (مشارق للقاضی) صاحب فتح الدلالہ کہتے ہیں زیورات کے غایت بنانے کی وجہ یہ ہے کہ عورتیں زیورات کسی اہم کام کے علاوہ خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتیں۔ خلوص کو اس میں منحصر فرما کر گویا کہہ دیا صدقہ بہت ہی اہم کام ہے۔ پس جس طرح زیورات کو اہم کام میں خرچ کر دیتی ہو جبکہ اور کوئی چیز نہ ملے تو اسی طرح اس کو خرچ کرو جب اور چیز خرچ کرنے کے لئے نہ پاؤ۔ **فرجعت:** یہ تائے متکلم بھی ہو سکتی ہے اور تائے تانیث ہو تو التفات بن جائے گا۔ **حفیف ذات الید کم:** مال سے کنایہ ہے۔ یہ ان کی تحقیر کے لئے نہیں کہا بلکہ اگلی بات کی تمہید کے لئے کہا ہے۔ **امر بالصدقۃ:** امر سے مقصود امتثال امر ہے۔ نفلی صدقہ اولاد پر خرچ کرنے میں کسی کو کلام نہیں۔ فرض زکوٰۃ اصول و اولاد پر صرف نہیں ہو سکتا۔ ابن رسلان نے فرض کا صرف کرنا بھی درست لکھا ہے۔ **فاتہ فاسالہ:** کیا مجھے تم پر اور تمہاری اولاد پر صدقہ کرنا درست ہے۔ **فان کان ذلک یجزی عنی:** اگر اس طرح دینے سے میری زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نفلی صدقہ بن کر آگ سے بچنے کا ذریعہ بن سکے گا۔ فتح الباری میں اسی طرف اشارہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے ای **دفعتھا لکم۔ بل ائتیہ انت:** تم خود جاؤ یا تو یہ حیاء کی وجہ سے کہا یا سوال کا تعلق خود زینب سے تھا۔ **فانطلقت فاذا امراۃ:** ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نسائی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ **انطلقت**

امرأۃ عبداللہ او زینب امراۃ ابی مسعود عقبہ بن عمرو الانصاریہ: (نسائی) مگر ابن سعد نے ابی مسعود کی عورت کا نام ہذیلہ بنت ثابت بن ثعلبہ انصاریہ ذکر کیا ہے۔ شاید اس کے دو نام ہوں یا ان لوگوں کو وہم ہوا جنہوں نے امراۃ عبداللہ کا نام نقل کیا تو اس سے منتقل ہوئے دوسرا نام بھی وہی لے دیا (فتح الباری) اذا: یہ مفاجاۃ کے لئے ہے۔ کسی شے کا اچانک پیش آنا۔ مثلاً خرجت فاذا الاسد بالباب: مطلب یہ ہے میرا نکلنا اور شیر کا نکلنا ایک ہی مکان میں جمع ہوگیا۔ ابن مالک اذا کو حرف اور مبرد ظرف مکان مانتے ہیں۔ زمخشری زجاج کی طرح ظرف زمان مانتے ہیں اور اس کا ناصب فعل فاجاء ہے۔ اس کی ناصب خبر مذکور ہے یا مقدر ہے۔ قرآن مجید میں اس کا جہاں پر تذکرہ ہے وہاں مبتداء کی خبر اس کے بعد مذکور ہے۔ بباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دروازے پر کھڑی تھی۔ حاجتها حاجتی: یہ انتہائی شاندار تعبیر ہے۔ قد القیت علیہ المھابۃ: مہابہ یہ مصدر میمی ہے رعب کو کہا جاتا ہے۔ یہاں کان استمرار کے لئے ہے۔ آپ پر رعب وقار والے تھے۔ اگرچہ آپ حسن خلق اور شاندار تواضع والے تھے۔ آپ کے صحابہ آپ کی مجلس میں سر جھکائے بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

فخرج علینا بلال: یہ اس بات کے خلاف نہیں کہ آپ کے دروازے پر حاجب و بواب نہ تھا کیونکہ بلال اس غرض کے لئے نہیں تھے بلکہ ان دونوں کے وہاں پہنچنے کے وقت بلال آپ کے پاس تھے۔ آپ نے ان کو بھیجا کہ ان سے دریافت کریں کہ ان کے آنے کا مقصد کیا ہے؟ بان امراتین: بان میں با تاکید کے لئے زائد ہے۔ آپ کی اطلاع دی گئی کہ دو عورتیں دروازے پر کھڑی ہیں۔ ایجزی: ① یہ اجزاء سے ہوتو اس کا معنی ساقط کرنا ہوگا اور ② جزی یجزی سے ہوتو کفایت کرنا ہوگا۔ حجورھما: ان کی نگرانی اور تربیت میں ولا تخبرہ: اگر تم سے ہمارے متعلق نہ پوچھیں تو مت بتانا ہمیں حیا آتی ہے۔ ای الزیانب قال امراۃ عبد اللہ: بعض نسخوں میں اسی طرح ہے مسلم کی روایت میں ہے من ھما؟ قال امرۃ من الانصار وزینب فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الزیانب؟ فقال امرأۃ عبد اللہ: اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں: فلما صار الی منزلہ: جاء ت زینب امرأۃ ابن مسعود تستأذن علیہ' فقیل یا رسول اللہ ھذہ زینب فقال ای الزیانب فقال امراۃ ابن مسعود۔ تمام کا مطلب یہ نکلا کہ آپ نے دریافت فرمالیا کہ وہ کون ہیں اور آپ کو بتلایا گیا کہ وہ عبداللہ کی بیوی ہے۔ لھا: یہاں ضمیر واحد لائے کیونکہ یہ تو متعین تھیں دوسری کا جواب واضح تھا۔ البتہ مسلم میں لھما کی ضمیر ہے۔ حاصل جواب یہی تھا کہ دونوں کے لئے یہ درست ہے۔

اجران اجر القرابۃ: اولاد میں خرچ پر قرابت کا اجر ملے گا کہ اس نے صلہ رحمی کی جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ واجر الصدقۃ: اولاد اور خاوند میں صدقے کا ثواب بھی ملے گا۔ ابن مسعود ان کے خاوند تھے۔ حدیث میں وارد ہے کہ ان احق الناس بصرف صدقۃ التطوع والزکاۃ والنذر والکفارۃ والوقف والوصیۃ وسائر الوجوہ البر الاقارب"۔ شوافع علماء نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

**تخریج**: بخاری و مسلم کتاب الزکاۃ۔ یہ مسلم کے لفظ ہیں۔ نسائی فی عشرۃ النساء' ابن ماجہ فی الزکاۃ' ترمذی' احمد ۲/۵ ۱۶۰۸' طیالسی ۱۶۵۳' صبر بی ۲۴/۷۲۹' ابن حبان ۴۲۴۸۔ طحاوی ۲۲۰۲۔

**الفرائد**: ① حاکم کو نیک اعمال کے لئے مردوں اور عورتوں دونوں کو تلقین کرنی چاہئے۔ ② جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو

اجنبی عورت سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔ ③ گناہوں پر مواخذہ پر ڈرنا چاہیے۔ ④ عالم سے بڑا علم والا موجود ہو تب بھی عالم کو فتویٰ دینا درست ہے۔ بقول قرطبی حضرت بلال کا ان عورتوں کے نام ظاہر کر دینا باوجودیکہ انہوں نے نام چھپانے کا حکم دیا۔ اس کی غرض یہ تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے سوال کا جواب مل جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان دونوں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرلیا ہو۔

۳۲۹ : وَعَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ صَخْرِ ابْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ فِیْ قِصَّةِ هِرَقْلَ اِنَّ هِرَقْلَ قَالَ لِاَبِیْ سُفْیَانَ – فَمَا ذَا یَاْمُرُکُمْ بِهٖ؟ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ :یَقُوْلُ :اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَاتْرُکُوْا مَا یَقُوْلُ اٰبَاؤُکُمْ وَیَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۳۲۹: حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طویل حدیث جو قصہ ہرقل (شاہ روم) سے متعلق ہے میں روایت کرتے ہیں کہ ہرقل نے مجھے کہا وہ کس بات کا حکم دیتے ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے کہا وہ کہتے ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ان باتوں کو چھوڑ دو جو تمہارے آباؤ اجداد کہتے ہیں اور ہمیں حکم دیتے ہیں کہ نماز ادا کرو اور صدقہ کرو اور پاک دامنی اختیار کرو اور صلہ رحمی سے پیش آؤ''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ❁ ابو سفیان: ان کے حالات باب الصدق میں گزرے۔ فی حدیثه الطویل: بخاری کتاب بدء الوحی اور مسلم کتاب الجہاد میں وہ روایت وارد ہے۔ هرقل: یہ غیر منصرف ہے۔

**فماذا یامرکم به یعنی النبی صلی الله علیه وسلم:** یعنی سے جملہ ضرورۃً لانا پڑا کیونکہ پہلے مرجع موجود نہیں تھا۔ **اعبدوا الله وحده:** اس کو وحدہ لاشریک قرار دو۔ شیئاً: کسی بھی چیز کو شریک نہ کرو۔ تینوں عموم کے لئے ہے۔ شرک اصغر و اکبر دونوں کو شامل ہے کیونکہ کامل عبادت وہ ہے جو خالص رضاء الٰہی کے لئے ہو۔ **ما یقول اباؤکم:** آباء کے شرکیہ اعمال کو چھوڑ دو۔ **ویامر:** معنی کے اعتبار سے یہ عطف ردیف کی قسم سے ہے کیونکہ توحید اور ترک کفر من جملہ اوامر نبوت سے ہے۔ گویا تفنن تعبیر کے لئے عبارت الگ لائے اور اس وجہ سے کہ دونوں کی نوع مختلف ہے۔ قول کا مدخول اصول ہیں اور اوامر کے مابعد اخلاق کا تذکرہ جن کا دارو مدار اصول پر ہے۔ **بالصلاة و الصدق:** اقوال و افعال میں نماز اور سچائی کو مقدم کیا اور محارم سے بچنے اور صلہ رحمی کو ذکر کیا۔

**تخریج**: بخاری (۷)' مسلم (۱۷۷۳)' ترمذی (۲۷۱۷)' ابن حبان ۶۵۵۵' ابن منده ۱۴۳' بیهقی فی الدلائل ۳۸۰/۴' احمد ۲۳۷۰/۱۔

**الفوائد** : ① اللہ تعالیٰ کو عبادت میں یکتا ماننا چاہیے اور آبائی رسومات کو ترک کر دینا چاہیے؟ ② اچھے اخلاق' صلہ رحمی اور نماز کی ہمیشہ پابندی کرنی چاہیے۔

۳۳۰ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّكُمْ سَتَفْتَحُوْنَ اَرْضًا يُذْكَرُ فِيْهَا الْقِيْرَاطُ" وَفِیْ رِوَايَةٍ سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَهِیَ اَرْضٌ يُسَمّٰى فِيْهَا الْقِيْرَاطُ فَاسْتَوْصُوْا بِاَهْلِهَا خَيْرًا : فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا" وَفِیْ رِوَايَةٍ : "فَاِذَا فَتَحْتُمُوْهَا فَاَحْسِنُوْا اِلٰى اَهْلِهَا فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا "اَوْ قَالَ " ذِمَّةً وَّصِهْرًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَالَ الْعُلَمَآءُ : الرَّحِمُ الَّتِیْ لَهُمْ كَوْنُ هَاجَرَ اُمِّ اِسْمَاعِيْلَ ﷺ مِنْهُمْ – "وَالصِّهْرُ" كَوْنُ مَارِيَةَ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُمْ۔

۳۳۰: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا تم عنقریب ایسی سرزمین کو فتح کرو گے جس میں قیراط کا تذکرہ ہوتا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَهِیَ اَرْضٌ ...... " تم عنقریب مصر کو فتح کرو گے اس سرزمین میں قیراط کا لفظ بولا جاتا ہے وہاں کے لوگوں سے بھلائی کا سلوک کرنا کیونکہ ان کا ہمارے ساتھ ذمہ اور رشتہ ہے اور دوسری روایت میں :"فَاِذَا فَتَحْتُمُوْهَا ......" (مسلم) کہ جب تم اس کو فتح کر لو تو وہاں کے لوگوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ ان کا ہمارے ساتھ ذمہ اور رشتہ ہے یا فرمایا ذمہ اور سسرالی تعلق ہے۔

علماء نے فرمایا رحم سے مراد ہاجرہ ام اسماعیل کا ان میں سے ہونا ہے اور صہر کا مطلب ماریہ ام ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کا ان میں سے ہونا ہے۔

**تشریح** ابو ذر رضی اللہ عنہ: ان کے حالات باب المراقبہ میں گزرے۔ انکم ستفتحون الرضا: یہ اخبار مغیبات سے ہے جو الحمد للہ واقع ہوئی۔

**النحو**: سیفعل کی نفی لن یفعل سے اور یفعل کی ما یفعل سے آتی ہے۔ بقول زمخشری سین کا وعد و وعید پر داخل ہونا تاکید کا متقاضی ہے۔ (المغنی) ارض کا لفظ مذکر و مؤنث مستعمل ہے۔ القیراط: اس کی تصغیر قریریط اور جمع قراریط ہے۔ اسی وجہ سے اس کی اصل قراط ہے یہ یونانی لفظ ہے خرنوب کے دانے کو کہتے ہیں۔ یہ نصف دانق کے برابر ہے جو کہ ۱۲ دانے کے برابر ہے۔ نووی کہتے ہیں دینار و درہم کے جزء کو کہتے ہیں۔ اہل مصر اس کا کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ مسلم کی روایت میں صاف مصر کے الفاظ ہیں۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے۔ اس کو مصر بن بنصر بن سام بن نوح نے آباد کیا۔ یہ برقہ سے ایلہ اور اسوان سے ساقۃ النیل تک کا علاقہ ہے۔

فاستوصوا باهلها خيرًا: یہ جملہ معطوف ستفتحون پر ہو سکتا ہے۔ ② جملہ مستانفہ ہے خیر کو عموم کے لئے نکرہ لائے۔

فان لهم ذمة: فاسببیہ ہے۔ ذمہ کا حق واحترام یعنی اس وجہ سے کہ ان کا حق واحترام ہے۔ فاذا: یہ ان شرطیہ کے خلاف تحقیق کے مواقع میں مستعمل ہے۔ فاحسنوا الی اهلها: ان کے ساتھ طرح طرح سے احسان کرنا۔ خیرا کا لفظ بھی اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

صہر کی تحقیق: ذمة ورحما او ذمة وصهرًا: راوی کو شک ہے کہ ذمہ کے بعد رحما کا لفظ فرمایا یا صہر کا فرمایا۔ الصهر:

عورت کے گھر والوں پر بولا جاتا ہے۔ بعض اہل عرب احماء واختان کو اصہار کہتے ہیں (المصباح) ازہری کہتے ہیں عورتوں کی طرف سے ذوی الارحام اور ذوات الارحام پر بولا جاتا ہے اور خاوند کے جو محرم قرابت دار ہیں وہ بھی عورت کے اصہار ہیں۔ ابن السکیت کہتے ہیں خاوند کی طرف سے جو باپ بھائی چچا کو احماء کہتے ہیں اور عورت کے بھی رشتہ دار اختان کہلاتے ہیں اور صہر کا لفظ دونوں کو جامع ہے۔

**قول علماء:** کون هاجر: یہ غیر منصرف ہے۔ خواہ تانیث معنوی کے طور پر یا علم و عجمہ ہونے کی بناء پر۔

**منهم:** اہل مصر سے ہیں۔ جبار مصر نے سارہ کی کرامت دیکھ کر بطور خدمت گار دی۔ سارہ نے ابراہیم علیہ السلام کو ہدیہ کر دیں ان سے اسماعیل پیدا ہوئے۔

**الصهر:** کی وجہ ماریہ ام ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے تھیں۔ دعوت اسلام پر مقوقس مصر نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجیں۔ ماریہ سے ابراہیم سلام اللہ علیہ پیدا ہوئے جبکہ سیرین آپ نے حسان بن ثابت انصاری کو ہبہ کر دی۔ یہ تشریح متفق علیہ ہے۔ اس لئے کسی کی طرف نسبت کے بغیر تمام علماء کی طرف منسوب کر دی۔

**تخریج:** مسلم (۲۵٤۳) و (۲۵٤۳/۲۲۷)

**الفرائد:** اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ زمانے میں حاصل ہونے والی قوت اور شوکت کی خبر دی ہے۔ رحم کا مطلب ام اسماعیل کا اہل مصر سے ہونا ہے۔

۳۳۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ وَقَالَ يَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ يَا بَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِیْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ ، يَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ ، يَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ ، يَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

بِبِلَالِهَا قَوْلُهٗ ﷺ هُوَ بِفَتْحِ الْبَاءِ الثَّانِيَةِ وَكَسْرِهَا وَالْبِلَالُ" الْمَآءُ – وَمَعْنَى الْحَدِيْثِ : سَاَصِلُهَا شَبَّهَ قَطِيْعَتَهَا بِالْحَرَارَةِ تُطْفَاُ بِالْمَآءِ وَهٰذِهٖ تُبَرَّدُ بِالصِّلَةِ۔

**۳۳۱:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ "کہ تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ" اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو دعوت دی۔ وہ عام و خاص سارے جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی عبد شمس اور اے بنی کعب بن لوی اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی مرہ بن کعب اپنے کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی عبد مناف اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی ہاشم! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی عبد المطلب اپنے کو آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ اپنے آپ کو تو آگ سے بچا۔ میں

تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے کہ تمہارے ساتھ رشتہ داری ہے۔ میں اس کا ضرور پاس کروں گا (یعنی دنیاوی اعتبار سے اور اسے دنیاوی معاملات کی حد تک ضرور ملحوظ خاطر رکھوں گا)۔

**بِبِلَالِهَا**: اَلْبِلَالُ پانی۔ معنی اس روایات کا یہ ہے کہ میں صلہ رحمی کروں گا (مسلم)

قطع رحمی کو حرارت سے تشبیہ دی جس کو پانی سے بجھایا جاتا ہے۔ رحم کو ٹھنڈک صلہ رحمی سے ہوتی ہے۔

**تشریح** ۞ **الاقربین**: قریب ترین رشتہ دار۔ **قریشًا**: نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کہتے ہیں۔

**نعم**: آپ نے ان کو اس طریق سے بلایا جو ان سب کیلئے عام تھا۔ **وخص**: بلانے میں بعض کو بالخصوص بلایا۔ **کعب بن لوی**: ہر ابن کا لفظ جو دو علم کے درمیان آئے جب تک کہ وہ سطر کی ابتداء میں نہ ہو اس میں الف حذف ہوگا۔ **انقذوا انفسکم من النار**: ایمان باللہ سے انکار اور اطاعت الٰہی اور عبودیت سے انکار پر مرتب ہونے والی آگ سے اپنے کو چھڑاؤ۔

**بنی عبد مناف**: مناف میں فا تا سے بدل کر آئی ہے۔ منات مشہور بت کا نام ہے۔ بقول سہیلی اس کی والدہ منات کی خادمہ تھی۔ اسی وجہ سے اس کا نام عبد منات پڑ گیا۔ پھر قصی نے اس کو بدل کر عبد مناف بن کنانہ کے مطابق کر دیا۔ (روض الانف)

**بنی هاشم**: ہاشم لقب اس لئے پڑا کہ وہ اپنی قوم کے لئے روٹی توڑ کر ثرید بناتا تھا اصل نام عمرو تھا۔ **بنی عبدالمطلب**: مطلب اپنے بھتیجے شیبہ کو مدینہ سے اپنے پیچھے سوار کر کے لایا۔ اس کے کپڑے میلے کچیلے تھے مطلب سے پوچھا گیا کہ یہ کون ہے تو کہتا میرا غلام ہے تاکہ اس پر معاملہ مشتبہ رہے۔ یہ اسی طرح مشہور ہو گیا۔ (روض الانف)

**یا فاطمة**: بعض روایات میں ترخیم کے ساتھ یا فاطمہ ہے۔ یہاں سے خصوصی خطاب کی ابتداء فرمائی۔ **فانی لا املك لکم من اللّٰه شیئا**: نووی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ میری قرابت پر بھروسہ کر کے مت بیٹھ رہو میں کسی نقصان کو ہٹانے کی طاقت نہیں رکھتا جو اللہ تعالیٰ پہنچانا چاہے۔ **غیر**: یہ بید کے مترادف ہے۔ جیسا اس روایت میں ہے: **نحن الآخرون السابقون بیدانهم اوتوا الکتاب من قبلنا**" مگر یہاں معنی لکن کا ہے۔ **ان لکم رحما**: یہ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ **ببلالها**: یہاں با کے کسرہ و فتحہ دونوں سے منقول ہے۔ **بله و یبله** (المطالع) بلال وہ پانی یا دودھ جس سے حلق کو تر کریں۔ (المصباح)

**لطیفه** ☆ قطع رحمی کو حرارت سے تشبیہ دے کر صلہ رحمی کو تری سے تشبیہ دی۔ جیسا حدیث میں ہے "**بلوا الارحام**" صلہ رحمی کرو) حرارت جو نفس میں مضمر ہے وہ استعارہ مکنیہ اور تری تخییلیہ بن گئی۔

**تخریج**: مسلم ٢٠٤) ترمذی (٣١٨٥) نسائی فی المجتبیٰ ٣٦٤٦' نسائی فی الکبری ١١٣٧٧/٦' ابن حبان ٦٤٦۔

**الفرائد**: ① سب سے پہلے آدمی کو اپنے قریب ترین رشتے داروں کو دعوت دینی چاہئے۔ ② اہل فضیلت کو بھی ان کی رشتہ داری کوئی فائدہ نہ دے گی۔ ③ قطعہ رحمی بھڑکنے والی آگ ہے جبکہ صلہ رحمی اس کو بجھانے والی ہے۔

۳۳۲ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جِهَارًا غَیْرَ سِرٍّ یَقُوْلُ : "اِنَّ اٰلَ بَنِیْ فُلَانٍ لَیْسُوْا بِاَوْلِیَآئِیْ اِنَّمَا وَلِیِّیَ اللّٰهُ وَصَالِحُ

الْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنْ لَّهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ – وَاللَّفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

۳۳۲: حضرت ابوعبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلے طور پر فرماتے سنا۔ خفیہ نہیں کہ آل نبی فلاں میرے دوست نہیں میرا دوست تو اللہ تعالیٰ اور نیک مؤمن ہیں البتہ ان کی رشتہ داری ہے جس کا لحاظ رکھوں گا۔ (بخاری و مسلم)

یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

**تشریح** ۞ عمرو بن العاص رضي الله عنه: ان کے حالات باب بیان کثرت طرق الخیر میں گزرے۔

**اللغات**: جهاراً: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی زبان سے واضح فرمانے والے تھے۔ غیر مسر: یہ صفت مؤکد حال ہے یا مفعول مطلق ہے۔ آل ابی فلان لیسوا الحابا ولیاء: یہ مسلم کے الفاظ ہیں البتہ بخاری نے ان آل ابی کے بعد بیاض چھوڑی۔ شیخ زکریا کہتے ہیں فلان سے مراد ابو طالب یا ابو العاص بن امیہ مراد ہے اور آل سے مراد وہ لوگ جو ان میں سے مسلمان نہیں ہوئے۔ (تحفۃ القاری)

سیوطی نے مستخرج ابی نعیم میں یہ لفظ نقل کئے: ان آل ابی طالب: اس کا راوی ناصبی عنبسہ بن عبدالواحد ہے۔ بعض نے کہا غیر مومن مراد ہیں راوی نے مفسدہ کی وجہ سے ابہام کیا ہے۔ دمامینی نے ابن عربی کی سراج المریدین سے نقل کیا کہ مراد آل ابی طالب ہے۔ مطلب یہ ہے میں اپنے قرابت اور خاندان والوں کو مسلمانوں سے الگ ولایت سے خاص نہیں کرتا صرف ان کی رحم کی رشتہ داری کا حق پورا ادا کروں گا۔ اہل عرب قطع کرنا اور روکنا یبس سے صلہ رحمی کو بل سے تعبیر کرتے ہیں۔

انما ولی الله: میری مددگار جس سے تمام امور میں مدد حاصل کرتا ہوں وہ اللہ جل شانہ ہے۔

صالح المؤمنين: صالح کا لفظ مضاف استعمال ہوا ہے عموم پر دال ہے۔ اس آیت میں بھی اسی طرح ہے: ﴿وصالح المؤمنين والملٰئكة بعد ذلك ظهير﴾ جو روایت میں مذکور ہیں ولایت کا حصر ان میں معلوم ہوتا ہے۔ کواشی کہتے ہیں صالح المؤمنین سے مراد ابوبکر، عمر یا علی یا نفاق سے بری مؤمن یا انبیاء علیہم السلام۔ صالح المؤمنین اگرچہ مفرد ہے مگر مراد جمع ہے جیسا السارق والسارقة۔ بعض نے کہا کہ یہ واؤ کے ساتھ جمع تھا کتابت میں مفرد لکھ دیا۔ لکن: عدم مواصلت کے وہم کو دور کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

**تخريج**: بخاری (۵۹۹۰) مسلم (۲۱۵) بزاز' احمد ۶/۱۷۸۲۰۔

**الفوائد**: ① مسلمان اور کافر کی ولایت نہیں خواہ وہ اسی کا نسب کے لحاظ سے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ ② کافر کے ساتھ صلہ رحمی اس وقت درست ہے جبکہ اس کے اندر کوئی دینی فساد نہ ہو۔

۳۳۳: وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُّدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ – فَقَالَ النَّبِيُّ: "تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَّتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۳۳: حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے اور آگ سے دور کردے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا اور نماز کو قائم کر اور زکوۃ ادا کرتا رہ اور صلہ رحمی کیا کر (بخاری و مسلم)

**تشریح** ❁ ابوایوب خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عرف بن غنیم بن مالک بن النجار الخزرجی المدنی رضی اللہ عنہ یہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ بدر، احد، خندق بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے۔ مدینہ آمد پر آپ ان کے مکان میں اپنے حجرات بننے تک مقیم رہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۵۰ روایت مروی ہیں سات متفق علیہ ہیں۔ ایک میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ ان سے براء بن عازب، جابر بن سمرہ، ابوامامہ باہلی، زید بن خالد الجہنی، ابن عباس رضی اللہ عنہم نے روایات لی ہیں اور بہت سے تابعین نے ان سے روایت کی ہے۔ ۵۰ھ غزوہ روم کے موقعہ پر استنبول میں وفات پائی۔ بعض نے سن وفات ۵۱ھ ۵۲ھ بتایا ہے۔ ان کی قبر قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے نیچے ہے۔

ان رجلا: شیخ زکریا کہتے ہیں یہ خود راوی حدیث مراد ہیں ابن قتیبہ کا قول ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ راوی اپنے کو مبہم رکھے۔ بخاری کے ہاں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں ان کا نام ایک اعرابی کے ساتھ اس کے منافی نہیں بلکہ تعدد واقعات کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔ اس اعرابی کا نام ابن المنتفق یا لقیط بن صبرہ ہے۔ (تحفۃ القاری)

**النحو**: یدخلنی الجنة: جواب امر کی وجہ سے مجزوم بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ② مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ **تعبد اللّٰه ولا تشرك به شيئا**: اس کا ماقبل پر عطف ہے۔ بیان عبارت کے لئے مقید ہے۔ ② مبتدا کو مضمر مانیں تو حال ہے۔ **تفسیم الصلاۃ**: تمام کو تمام ارکان شرائط و سنن کے ساتھ ادا کرنا۔ **تو تی الزکاة وتصل الرحم**: تؤتی یہ تعطی کے معنی میں ہے خاص طور پر صلہ رحمی کو ذکر کیا سائل کے قرب کی وجہ سے یا اس کی نسبت سے وہ اہم تھا کیونکہ وہ قطع رحمی کا مریض تھا اس کو سب سے پہلے صلہ رحمی کا حکم دیا۔ عبادت کے بعد نماز کا تذکرہ عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے۔

**تخریج**: بخاری فی الزکاة، مسلم فی الایمان، نسائی فی الصلاة والعلم (مزی) احمد ۹/۲۳٦۰۹، ابن حبان ۳۲٤٦، طبرانی ۳۹۲٤۔

**الفرائد**: لوگوں کو ایسے ہی انداز سے خطاب کرنا چاہئے جو ان کے لئے مناسب ہو۔ دخول جنت کے لئے عقائد و اعمال ہر دو کی ضرورت ہے۔

۳۳٤ : وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ ، فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ تَمْرًا فَالْمَآءِ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ" وَقَالَ: "الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ ، وَعَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۳۳٤: حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ

افطار کرے تو اسے کھجور سے افطار کرنا چاہئے کیونکہ وہ برکت والی چیز ہے اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی کے ساتھ اس لئے کہ وہ پاک اور پاک کرنے والا ہے اور فرمایا مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ دو صدقے ہیں۔ ایک صدقہ اور دوسرے صلہ رحمی۔ ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ❁ **سلیمان بن عامر رضی الله عنه:** ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عامر بن اوس بن حجر بن عمرو بن حارث بن تیم بن ذہل بن مالک بن سعد بن بکر بن ضبیہ بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر الضبی رضی اللہ عنہ۔ مسلم کہتے ہیں صحابی میں ضبی صحابی یہی ایک ہیں۔ یہ بصرہ میں مقیم ہوئے۔ جامع بصرہ کے قریب ان کا مکان تھا۔ ان سے محمد حفصہ سیرین دونوں اولادوں نے روایت نقل کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۳ روایات نقل کی ہیں ایک میں بخاری منفرد ہے۔ جس کو مختصر التلقیح میں ذکر کیا گیا ہے۔ نووی نے اسی پر اکتفاء کیا کہ بخاری نے ان سے ایک روایت نقل کی ہے۔ **افطر احدکم:** روزے کو افطار کرنے لگے۔ **تمر:** اسم جنس جمع ہے کم سے کم مقدار تین ہے۔ جب تر کھجور نہ ہو ورنہ وہ مقدم ہے جیسا کہ آپ کے فعل سے ثابت ہے۔ **فانه برکة:** مناسب مقدار نگاہ کی محافظ ہے۔ معدہ کے فضلہ کو خارج کرتی ہے اور غذاء کا کام دیتی ہے۔ بعض اطباء نے اس کو ضعف بصر کا باعث قرار دیا مگر وہ کثرت پر محمول ہے۔ **فالماء:** تو پانی سے افطار کرے جیسا دوسری روایت میں وارد ہے۔ **فانه طهور:** وہ معنوی وحسی خبائث کے ازالہ کا باعث ہے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کی تردید کی گئی جنہوں نے مکہ مکرمہ میں کھجور ہوتے ہوئے پانی کو ترجیح دی۔ ان دونوں کا جمع کرنا مستحسن ہے۔ یہ مذکورہ ترتیب استحباب کو ظاہر کرتی ہے اگر کسی نے کھجور کی موجودگی میں پانی سے افطار کر لیا تو پانی والی سنت افطار اس کو حاصل ہوگئی۔ **قال:** اس کا عطف پہلے قال پر ہے۔ یہ سلمان کی روایت کے الفاظ ہیں۔ **صدقه:** مسکین پر صدقہ کرنے کا ثواب ایک درجہ ہے۔ **وعلی ذی الرحم** اور ماں اور باپ کے قرابت داروں پر صدقہ۔ **ثنتان صدقه و صله:** دو بڑے ثواب ملنے کا باعث ہے۔ ایک صلہ رحمی دوسرا صدقہ۔

**تخریج:** ترمذی ۶۵۸، احمد ۵/۱۶۳، نسائی والکبری ۳۳۱۹، ابن ماجہ، دارمی، ابو داؤد، ابن عدی مگر ان دونوں نے فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ کے الفاظ نقل نہیں کئے۔ جامع صغیر میں اس کو ابن خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ عبد الرزاق ۷۵۸۷۔

**الفوائد:** کھجور سے روزہ کھولنے میں خیر و برکت ہے اگر وہ میسر نہ ہو تو پھر پانی کیونکہ اس میں طہارت نفس اور راحت بدن ہے۔ ذی رحم پر خرچ کرنا دوسرے کو صدقہ دینے سے دوگنا بڑھ کر ہے۔

**۳۳۵ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ وَكُنْتُ أُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِي: طَلِّقْهَا فَأَبَيْتُ فَأَتَى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "طَلِّقْهَا" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔**

۳۳۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے مجھے محبت تھی مگر عمر اس کو پسند نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے فرمایا اس کو طلاق دے دو میں نے انکار کر دیا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات کا تذکرہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو طلاق دے دو۔ (ابوداؤد ترمذی)

ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ کانت تحتی امراۃ: اس عورت کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ **فقال بی طلقها**: عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی کسی بات کو ناپسند کرتے ہوئے ان کو طلاق کا حکم دیا یا دینی ضرر کے پہنچ جانے کے خطرے سے طلاق کا حکم دیا۔ **فابیت**: میں نے اس کی محبت کی وجہ سے انکار کیا۔ **فذکر له ذلک**: یعنی میرا انکار اور طلاق سے باز رہنا۔ **فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم**: آپ نے والد کے ساتھ مزید حسن سلوک کے تقاضے کے طور پر طلاق کا حکم فرمایا۔ کلام سے ظاہر یہی متبادر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے طلاق دے دی کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں سبقت کرنے والے تھے۔ کمال اتباع ان کے دل میں آپ کے حکم کی مخالفت کا خیال بھی گزر نہیں سکتا۔

**تخریج**: احمد ۲/٤۷۱۱، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجه، طیالسی ۱۸۲۲، ابن حبان ٤۲٦، حاکم ۲۷۹۷۔

**الفرائد**: ① والد کی بات کا بیٹے کو احترام کرنا چاہئے۔ والد کی اطاعت نفس کی چاہت سے مقدم ہے۔ ② باہمی نزاع میں اولی الامر سے فیصلہ کرانا اور ان کا فیصلہ ماننا ضروری ہے۔

۳۳٦: وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا اَتَاہُ فَقَالَ اِنَّ لِیْ امْرَاَۃً وَّاِنَّ اُمِّیْ تَاْمُرُنِیْ بِطَلَاقِھَا؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ فَاِنْ شِئْتَ فَاَضِعْ ذٰلِکَ الْبَابَ اَوِ احْفَظْہُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۳۳٦: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے حکم دیتی ہے کہ میں اس کو طلاق دے دوں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانہ دروازہ ہے پس اگر تو چاہتا ہے تو اس دروازے کو ضائع کر دے یا اس کی حفاظت کر۔ (ترمذی) اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ ابو الدرداء: رضی اللہ عنہ ان کا نام عویمر ہے ان کے حالات باب ملاطفۃ الیتیم میں گزر چکے ہیں۔ امی تامرنی **بطلاقها** میں اس کی محبت یا کسی اور وجہ سے اس کو طلاق دینا پسند نہیں کرتا۔ الوالد: والدین اور پر تک دونوں کو شامل ہے۔ اوسط الجواب الجنة: اوسط سب سے اعلیٰ جنت کا دروازہ ہے۔ عرب کہتے ہیں اوسط قومہ یعنی ان میں بہترین (ابوالمدنی) حافظ عراقی کہتے ہیں والدین سے حسن سلوک جنت کے وسطی دروازے سے داخلے کا ذریعہ ہے۔ عاقولی کہتے ہیں والدین سے حسن سلوک سب سے بہتر راستہ ہے جس سے آدمی جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ عراقی کی بات سب سے بہتر ہے۔

**فان شئت فاضع ذلك الباب**: اس کے حسن سلوک کو چھوڑ کر اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کر کے اگر تو چاہتا ہے تو ضائع کر دے۔ **یا احفظه**: اس کی حفاظت کر۔ اگر چہ طلاق دینا واجب نہیں لیکن حسن سلوک اور ان کے ارشاد کا تقاضا ہے۔ جمہور علماء کا قول یہی ہے کہ واجب نہیں ہے۔ امر مباح سے مندوب مؤکد بن گیا۔ قرطبی کہتے ہیں ان کے حکم کی اطاعت واجب ہے اگر چہ اصل کے لحاظ سے واجب نہیں بلکہ مباح ہے۔ مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ والدین کی اطاعت و احسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت و توحید کے وجوب کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ پس پہلا قول صحیح ہے اور حدیث ابن عمرؓ میں بھی اسی طرح وارد ہوا ہے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اصلی تو نئے پیش آنے والے حکم سے اٹھ جاتا ہے تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے حکم سے اٹھا کیونکہ اس نے ہم پر ان کی اطاعت و احسان واجب کیا اور ان کے حکم کی تعمیل اسی سے ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی مگر صرف ان کی بات کو ماننے سے اور اس لئے بھی کہ ان کے حکم کی مخالفت عقوق میں داخل ہے۔ (المفہم للقرطبی)

قرطبی کے اس کلام میں کمزوری ہے۔ فان شئت: یہ مدرج ہے اور کلام ابی الدرداء سے ہے۔

**تخریج**: احمد ۲۷۵۸۱/۱۰، طیالسی ۹۸۱، حمیدی ۳۹۵، ترمذی، حاکم ۷۲۵۱، ابن ماجہ، ابن حبان ۴۲۵۔

**الفوائد**: اطاعت والدین سے جنت ملتی ہے۔ والدین کے حکم کی اطاعت لازم ہے اگر چہ وہ واجب نہ ہو بلکہ مباحات سے ہو۔

۳۳۷ : وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ- وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ : مِنْهَا حَدِيْثُ اَصْحَابِ الْغَارِ ، وَحَدِيْثُ جُرَيْجٍ وَّقَدْ سَبَقَا ، وَاَحَادِيْثُ مَشْهُوْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ حَذَفْتُهَا اخْتِصَارًا وَّمِنْ اَهَمِّهَا حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الطَّوِيْلُ الْمُشْتَمِلُ عَلٰى جُمَلٍ كَثِيْرَةٍ مِّنْ قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ وَاٰدَابِهٖ وَسَاَذْكُرُهٗ بِتَمَامِهٖ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ بَابِ الرَّجَآءِ قَالَ فِيْهِ : دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ يَعْنِيْ فِيْ اَوَّلِ النُّبُوَّةِ فَقُلْتُ لَهٗ : مَا اَنْتَ؟ قَالَ : "نَبِيٌّ" فَقُلْتُ : "وَمَا نَبِيٌّ؟" قَالَ : اَرْسَلَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى : فَقُلْتُ بِاَيِّ شَيْءٍ اَرْسَلَكَ؟ قَالَ : "اَرْسَلَنِيْ" بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِ الْاَوْثَانِ وَاَنْ يُّوَحَّدَ اللّٰهُ لَا يُشْرَكُ بِهٖ شَيْءٌ وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ" وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۳۳۷: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس باب کے متعلق صحیح میں بہت سی احادیث مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک وہ حدیث اصحاب غار والی اور حدیث جریج ہر دو گزر چکی ہیں۔ ان احادیث مشہورہ کو میں نے خود حذف کر دیا ہے۔ ان میں سے زیادہ اہم روایت حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی ہے۔ طویل روایت

ہے۔اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے بہت سے قواعد پر مشتمل ہے جس کو مکمل باب الرجاء میں ذکر کیا جائے گا۔
اس میں یہ بھی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ میں یعنی ابتداء نبوت میں حاضر ہوا۔میں نے سوال کیا آپ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نبی ہوں۔میں نے پوچھا نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔میں نے کہا کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے صلہ رحمی اور بتوں کو توڑ پھینکنے کے لئے بھیجا ہے اور اس بات کے ساتھ بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور تمام حدیث بیان فرمائی۔واللہ اعلم

**تشریح** ۞ الخالہ بمنزلۃ الام: اس باب میں بہت سی مشہور احادیث ہیں مثلاً غار والی روایت۔ ۲ جریج والی گزر چکیں۔میں نے اختصار کے لئے حذف کر دیا ان میں اہم ترین عمرو بن عبسہ والی روایت ہے جو کہ اسلام کے بہت سے آداب وقواعد پر مشتمل ہے۔باب الرجاء میں آئیں گے۔اس میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی دور میں میں آپ کے پاس گیا میں نے کہا ما انت؟ آپ نے فرمایا: میں نبی ہوں۔میں نے کہا نبی کیا ہوتا ہے۔آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔میں نے کہا کس چیز کو دے کر بھیجا ہے۔آپ نے فرمایا: صلہ رحمی کے ساتھ بھیجا ہے اور بتوں کو توڑنے کے لئے اور یہ کہ اس کو وحدہ لاشریک مانا جائے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور پوری روایت ذکر کی۔واللہ اعلم اور اسی سے مدد وقوت مل سکتی ہے۔عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: یہ عمرۃ القضاۃ کی بات ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے تو حمزہ رضی اللہ عنہ کی بچی یا عم پکارتی ہوئی چل دی۔اس کو علی رضی اللہ عنہ نے پکڑ کر فاطمہ کو کہا یہ تمہارے چچا کی بٹی ہے اس کو اٹھالو۔اس کے متعلق علی، زید، جعفر نے باہمی جھگڑا کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا: الخالہ بمنزلۃ الام: علقمی کہتے ہیں اس خاص معاملے میں خالہ بمنزلہ ام ہے۔میلان' جھکاؤ' بچے کے لئے جو مناسب ہے اس کے لئے راہنمائی۔ان لوگوں کے لئے اس میں کوئی دلیل نہیں جو اس بات کے قائل ہو گئے کہ خالہ وارث ہو گی۔باقر رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل روایت ہے کہ الخالۃ والدۃ۔ الخالہ ام کا مطلب یہ ہے کہ وہ بمنزلہ ماں ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ حقیقی ماں ہے۔نووی نے اس روایت کو انواع بر کے طور پر ذکر کیا حسن سلوک میں وہ ماں کی طرح ہے۔

**تخریج**: ترمذی (۱۹۰٤)' ابو داؤد' بخاری (۲٦۹۹)' احمد ۱/۷۷۰۔

**الفوائد**: ۱ نبی ورسول کا فرق۔ ۲ ماں کی وفات کے بعد خالہ کو بچے کے پالنے پوسنے کا حق سب سے زیادہ ہے۔ ۳ والدہ کے ساتھ حسن سلوک کی طرح خالہ سے حسن سلوک کیا جائے گا۔

# ۴۱: بَابُ تَحْرِيمِ الْعُقُوقِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ

## باب: قطع رحمی اور نافرمانی کی حرمت

**العقوق**: عقوق سے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کی نافرمانی کرنا۔ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ یہ عق سے لیا گیا جس کا معنی کاٹنا اور مخالفت کرنا ہے۔ ہر ایسا کام جو اس طرح کا ہو کہ اس میں بہت زیادہ تکلیف پہنچنے کا احتمال ہو وہ نافرمانی میں شامل ہوگا۔ قطع رحمی یہ صلہ رحمی کی ضد ہے۔ اس پر کلام پہلے باب میں گزر چکی۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ ﴾ [محمد: ۲۲، ۲۳]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"پس یقیناً قریب ہے کہ تمہیں اقتدار مل جائے تو زمین میں فساد کرنے لگو اور قطع رحمی کرو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی اور ان کو بہرہ اور انکی آنکھوں کو اندھا کر دیا"۔ (محمد)

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ أَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ أُولٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ ﴾ [الرعد: ۲۵]

ارشاد جل مجدہ ہے:

"اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پختہ وعدوں کو مضبوط باندھنے کے بعد توڑتے ہیں اور اس چیز کو کاٹتے ہیں ان لوگوں پر لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے"۔ (الرعد)

**عهد الله**: اللہ تعالیٰ نے جن احکام و اوامر کی ذمہ داری ان پر ڈالی ہے۔ اس کو توڑتے ہیں۔

**من بعد ميثاقه**: جس کو قبول اقرار سے انہوں نے پختہ کر لیا ہے۔ صاحب کشاف نے اس کو استعارہ تحقیقہ قرار دیا ہے۔ جیسا والذين ينقضون: میں ہے۔ عہد کے بے پوشیدہ عہد کو صلہ کے جامع شخص کے لئے بطور استعارہ استعمال کیا اور نقض عہد کو اس کے ابطال کے لئے استعارۃً لائے۔ وعدہ کو صراحۃً باطل کرنا مطلق ابطال کو جامع ہے۔

**ان يوصل**: یہ ضمیر مجرور کا بدل ہے اور اس سے مراد رحم اور ایمان والوں سے موالات و دوستی اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا اور تمام لوگوں کے حقوق کی حفاظت بھی اسی میں شامل ہے۔ **ويفسدون في الارض**: وہ زمین میں فتنے برپا کر کے اور ظلم سے فساد مچاتے ہیں۔ **اولئك لهم اللعنة**: لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کو کہتے ہیں۔ **سوء الدار**: عذاب جہنم۔ (۲) دنیا کا برا انجام کیونکہ یہ اچھے انجام کے بالمقابل ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا﴾ [الاسراء:۲۳]

اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

اور تیرے رب نے حکم دیا کہ تم اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اگر تمہارے سامنے ان میں سے کسی ایک کا بڑھاپا آ جائے یا دونوں کا بڑھاپا تو ان کو اُف تک مت کہو اور ان کو ڈانٹو مت اور اچھی بات ان کو کہو اور عاجزی کے بازو کو ان کے لئے جھکا دو اور اس طرح (ہماری بارگاہ میں) کہو اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری تربیت و پرورش کی''۔ (الاسراء)۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ: اس میں استعارہ مکنیہ ہے کہ جس کے پیچھے استعارہ تخییلیہ ہے۔ کما ربیانی صغیراً کما: میں کاف تعلیلیہ ہو سکتا ہے جیسا اس آیت میں ''کما هداکم'' اس صورت میں احتمال ہے کہ ان دونوں کے لئے تمہاری دعا کا سبب مذکور ہو۔ ② اور یہ بھی احتمال ہے کہ بطور نظیر لائے اور اصل رحمت تا مدمراد ہو کہ جس طرح تمام تر جہد میری تربیت کے لئے صرف کر دی جب کہ وہ میرا بچپن اور انقطاع کا زمانہ تھا۔ مناسب یہ تھا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کو مقدم کرتے کیونکہ اس عقوق کی صراحۃً ممانعت ہے۔ قیاس کا بھی تقاضا ہے اور لازم بھی ہے کہ والدین پر احسان کریں کیونکہ کسی چیز کا حکم اس کے خلاف کی ممانعت ہوتی ہے۔ قطع تعلق کا ارتکاب ہوتا ہے۔ البتہ اس طرح کہا جائے گا کہ قطع رحمی کی وجہ سے یہ بھی عقوق میں شامل ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو قطع کیا جس کے ملانے کا حکم دیا ہے اس کے متعلق قرآن مجید سے ایسی دلیل ذکر کی ہے جو اس کی تحریم کو بھی شامل ہے اور قطع رحمی کو بھی شامل ہے۔ پھر بطور اہتمام اس کی خصوصیات ذکر کی ہیں۔

۳۳۸ : وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ ثَلَاثًا. قُلْنَا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ'' وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ: ''اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ، فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهٗ سَكَتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۳۸: حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ نہ بتلا دوں؟'' آپؐ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہؐ۔ ارشاد فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانا' (۲) والدین کی نافرمانی' آپؐ پہلے ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر آپؐ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا اچھی طرح سن لو جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی پھر آپؐ اس کو مسلسل دہراتے رہے (تاکیداً) یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو جائیں (بخاری و مسلم)

**تشریح** ❁ ابوبکرہ: رضی اللہ عنہ کے حالات گزر چکے۔ الا انبئکم باکبر الکبائر: الا کا کلمہ مخاطب کو خبردار کرنے کے

لئے آتا ہے۔ یہ اس مقام پر لاتے ہیں جہاں اہتمام مقصود ہو۔ کبائر: کبیرۃ کی جمع ہے۔ گناہ کی دو قسمیں ہیں: ① صغائر و کبائر۔ کبیرہ وہ ہے۔ جس کے متعلق کتاب وسنت میں وعید آئی ہو۔ امام حرمین کی رائے ہر ایسا جرم جو یہ ظاہر کرے کہ اس کا مرتکب دین و دیانت کی کم پروا کرنے والا ہے۔ اس میں بہترین کتاب شیخ احمد بن حجر ہیتمی کی کتاب الزواجد عن اقتراف الکبائر ہے۔

**قلنا بلی یا رسول اللہ:** صحابہ کرامؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کس قدر یقین تھا کہ عدم احتیاج کے باوجود فائدہ حاصل کرنے اور شریعت کے احکام معلوم کرنے اور آپ کے کمالات وعلوم سے جلا پانے کے لئے عرض کر دیا کہ آپ ضرور ضرور بتلائیں۔ **الاشراک باللہ:** کفر تمام اقسام سمیت مراد ہے۔ **عقوق الوالدین:** دونوں کو اکٹھا لائے کیونکہ کسی ایک کی نافرمانی دوسرے کی نافرمانی کو لازم کرتی ہے۔ ② ان میں سے ایک ہو یا دونوں ہوں۔ ③ ایک کی نافرمانی دوسرے کی نافرمانی کی طرف لے جاتی ہے۔

**ایک سوال:** اکبر الکبائر تو ایک ہی ہے اور وہ شرک ہے تعدد کا کیا معنی ہے؟ قتل وزنا عقوق سے بھی بڑھ کر ہیں ان کا بھی تذکرہ نہیں۔

**الجواب:** اگر اکبر سے حقیقی بڑائی مراد ہو تو پھر ایک ہی ہے اور اگر اکبر سے اضافی بڑائی مراد لی جائے۔ پھر تعدد میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک دوسرے کی نسبت سے بڑا ہونا مراد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کئی کی طرف اشارہ فرمایا: **اتقوا السبع الموبقات:** الحدیث اس صورت میں اکبر نسبتی مراد ہے اور قتل وغیرہ کا اس روایت میں چھوڑنا اس لئے ہے کہ دوسری روایات سے ان کا بڑا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مواقع میں حاضرین کے حالات کو پیش نظر رکھتے تھے اور اسی بات پر احادیث **افضل الاعمال الصلاۃ:** وغیرہ احادیث **افضل الاعمال الجهاد' افضل الاعمال برّ الوالدین** کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔ **وکان متکئا فجلس:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔ گناہ کی شدت قباحت کو ظاہر کرنے کے لئے آپ سیدھے بیٹھ گئے کہ یہ شدید گناہ ہے اس سے تاکید تحریم' قباحت شدیدہ ظاہر فرمائی چونکہ لوگ اس میں سستی برتنے والے تھے شرک سے مسلمان کا دل دور ہٹنے والا ہے اور عقوق سے مسلمان کی طبیعت روکنے والی ہے مگر جھوٹ پر آمادہ کرنے والی متعدد چیزیں ہیں مثلاً حسد' عداوت اس لئے پورے اہتمام سے اس کی مذمت کی گئی تا کہ اس کے متعدی مفاسد سے مسلمان بچا رہے۔ **الا وقول الزور:** ومتانفہ بھی ہو سکتی ہے تا کہ اس کے گناہ کی بڑائی زیادہ سامنے آئے۔ ② محذوف پر عطف کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ ای اترکوا ما ذکر من الکبائر وقول الزور: قول زور کا مطلب دوسرے پر جھوٹ کہنا ہے۔ **وشهادة الزور:** ابن دقیق العید کہتے ہیں یہ عام کے بعد خاص کی قسم ہو لیکن تاکید مراد لینا زیادہ بہتر ہے۔ اگر ہم قول کو مطلق مان لیں تو ایک جھوٹ کا کبیرہ ہونا لازم آتا ہے حالانکہ اس طرح نہیں اس میں تو کلام نہیں کہ گناہ کا بڑا ہونا اور اسکے مراتب مفاسد کے مکلف ہونے سے مختلف ہیں اور اس ارشاد الٰہی میں اس طرح ہے: ﴿ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بہتانا واثما مبینا﴾ کہ جس نے کوئی غلطی کی یا گناہ کمایا پھر اسے کسی بری الذمہ پر لگا دیا تو اس سے بہت بہتان باندھا اور کھلے گناہ کا ارتکاب کیا'' تو گناہ کے درجات متفاوتہ آیت میں ذکر کئے گئے۔

**یکررها**: اس کلمہ کو لغوی اعتبار سے یہی بنتا ہے۔ ② شہادت مراد ہے کیونکہ سب سے قریب ہے۔ **لیتنه سکت**: یہ کلمہ صحابہ نے شفقت کے طور پر کہا اور اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہا جو چیز آپ کو پریشان کرنے والی تھی یا اس ڈر سے کہا کہ آپ کی زبان پر کوئی ایسی بات نہ جاری ہو جس سے عذاب اتر پڑے۔

**فَائِدَہ**: اس سے صحابہ کرامؓ کی آپ سے محبت اور ادب کا بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ جو چیز آپ کو پریشان کرتی وہ اس سے پریشان ہو جاتے۔

**تخریج**: بخاری فی الشهادات، مسلم فی الایمان، ترمذی فی البر، الشهادات۔

**الفرائد**: ① اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کے لائق ہیں، ② والدین کی نافرمانی کبائر میں سے ہے۔ ③ جھوٹ بہت سے مفاسد کی جڑ ہے۔ ④ بڑے گناہوں سے بچے گا تو حسنات صغائر کا کفارہ بنے گی، ⑤ شیخ کے ناراض نہ ہونے کی تمنا کرنی چاہیے کیونکہ اس سے مزاج میں شدید تغیر ہو جاتا ہے۔

۳۳۹ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :اَلْكَبَآئِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ ، وَقَتْلُ النَّفْسِ ، وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ" اَلَّتِيْ يَحْلِفُهَا كَاذِبًا عَامِدًا سُمِّيَتْ غَمُوْسًا لِاَنَّهَا تَغْمِسُ الْحَالِفَ فِي الْاِثْمِ۔

۳۳۹: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے گناہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) کسی جان کو قتل کرنا (۴) اور جھوٹی قسم اٹھانا۔ (بخاری و مسلم)

اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ: جان بوجھ کر کھائی جانے والی جھوٹی قسم کیونکہ وہ قسم اٹھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔

**تشریح** ① الکبائر: چار چیزوں پر اکتفاء اس لئے کیا گیا کہ بعض حاضرین ان کے متعلق کوتاہی کرتے تھے۔ ② کبائر میں یہ سب سے زیادہ گناہ اور جرم کے لحاظ سے سخت ہیں۔ **الاشرك**: شرک و کفر، کسی نفس کا دشمنی سے قتل کرنا، جھوٹی قسم۔ **یمین غموس**: اس کو غموس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قسم اٹھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔

**تخریج**: بخاری، احمد ۲/۶۹۰۱، ترمذی، نسائی (جامع صغیر) المجتبیٰ للنسائی ۴۰۲۲، الکبریٰ للنسائی ۱۱۱۰۱، دارمی ۲/۱۹۱، ابن حبان ۵۵۶۲، بیهقی ۱۰.۳۵۔

**الفرائد**: ① قتل نفس بھی کبائر سے ہے۔ ② جھوٹی قسم کبیرہ گناہ ہے اور جہنم کا باعث ہے۔

۳۴۰ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مِنَ الْكَبَآئِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ!" قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ :نَعَمْ "يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ :"اِنَّ مِنْ

اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ! قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟! قَالَ: "يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهٗ فَيَسُبُّ اُمَّهٗ۔

۳۴۰: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا بڑے گناہوں میں سے آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا ہے۔ صحابہ کرام نے کہا کیا آدمی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ فرمایا ہاں! یہ کسی آدمی کے باپ کو گالی دے اور وہ جواباً اِس کے باپ کو۔ اسی طرح یہ کسی کی ماں کو گالی دے اور وہ اِس کی ماں کو۔ (بخاری و مسلم)
ایک روایت میں ہے کہ بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے تو صحابہ نے عرض کیا آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت کرتا ہے؟ فرمایا دوسرے کے باپ کو گالی دے اور وہ اس کے باپ کو اور یہ اُس کی ماں کو گالی دے اور وہ اِس کی ماں کو۔

**تشریح** ۞ من الکبائر: من لا کر یہاں بتلایا کہ یہ بعض کبائر ہیں۔ گزشتہ روایات میں جو مذکور ہیں وہ اس کے خلاف نہیں وہ بھی ان بعض سے ہیں۔ **شتم الرجل:** مکلّف و بالغ کا دوسرے مکلّف یا مکلفہ کو گالی دینا۔ **والدیہ:** والدین اور جن کو ولادت اصول شامل ہے۔ **هل یشتم الرجل والدیہ:** یہ استفہام استبعاد کے لئے ہے جو کہ صاحب عقل و فہم سے یہ بات بعید ہے جو شخص ان کے حق کو پہچانتا ہے وہ ان کا شکریہ ادا کرے گا نہ کہ ان کو گالی دے گا۔ **قال نعم:** براہ راست گالی تو نہیں دیتا مگر ان کی گالی کا سبب بنتا ہے۔ وہ اس طرح کہ دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔
دیگر روایت **یلعن الرجل والدیہ:** اسناد مجازی ہے کیونکہ وہ لعنت کا سبب بنا۔ **یسب اباہ:** باپ کو مقدم کرنے میں یہ حکمت ہے کہ عام طور پر گالی میں ماں کا تذکرہ نہیں ہوتا۔

**تخریج:** احمد ۲/۷۰۵۰' بخاری' مسلم' ترمذی' ابو داؤد' طیالسی ۲۲۶۹' ابن حبان ٤١١' ادب المفرد ۲۷/۱۔

**الفرائد:** ① غالب پر عمل کیا جاتا ہے ② جو کسی کے والد کو گالی دیتا ہے تو دوسرا اس کو اغلباً گالی دے گا۔ ③ اصل فرع سے وضع کے لحاظ سے افضل ہے۔

۳٤۱: وَعَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ" قَالَ سُفْيَانُ فِيْ رِوَايَتِهٖ يَعْنِيْ قَاطِعَ رَحِمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۴۱: ابو محمد جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا"۔ سفیان راوی نے اپنی روایت میں لفظ قاطع رحم ذکر کیے (معنی میں فرق نہیں)۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **ابو محمد جبیر بن مطعم** رضی اللہ عنہ بعض نے کہا ان کی کنیت ابو عدی ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی القرشی النوفلی رضی اللہ عنہ یہ خیبر والے سال اسلام لائے۔ بعض نے کہا فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساٹھ احادیث مروی ہیں جن میں ۶ متفق علیہ ہیں۔ ایک حدیث میں بخاری و مسلم منفرد ہیں۔ ان سے سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے محمد' نافع اور سعید بن مسیب رحمہم اللہ اور

دیگر حضرات نے روایت لی ہے۔ یہ قریش کے عقلمند اور سردار لوگوں میں سے تھے۔ ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔ بقول قتیبہ ۵۹ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب نووی)

**لا یدخل الجنۃ قاطع**: اولین نجات پانے کامیاب ہونے والے یا اگر قطع رحمی کو حلال سمجھ کر ارتکاب کرنے والا ہو تو ہمیشہ کے لئے جنت میں نہ جائے گا۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں یہ روایت چار اسناد کے ساتھ ① سفیان ② عقیل ③ مالک ④ عبدالرزاق مروی ہے اور چاروں نے زہری عن جبیر نقل کی ہے۔ حافظ مزی نے اطراف میں اس کو ذکر کیا۔ قاطع کا لفظ شدید گناہ کو ظاہر کرتا ہے تو صرف رحم کی طرف پھیرا جائے گا۔

**تخریج**: متفق علیہ۔ احمد ۱۶۷۳۲/۵' عبد الرزاق ۲۰۳۲۸' بخاری' مسلم' ابو داؤد' ترمذی' ابن حبان ٤٥٤' الادب المفرد ٦٤' بیهقی ۷/۲۷۔

**الفرائد**: قطع رحمی کو حلال سمجھنا جبکہ اس کی حرمت کا علم ہو جہنم کے خلود کا سبب ہے اور اگر حلال نہ سمجھے تو عذاب کا حقدار ہے اور جنت میں دیر سے داخلہ ملے گا۔

۳٤۲ : وَعَنْ اَبِیْ عِیْسٰی الْمُغِیْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :"اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ ' وَمَنْعًا وَّھَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ ' وَکَرِہَ لَکُمْ قِیْلَ وَقَالَ ' وَکَثْرَةَ السُّؤَالِ ' وَاِضَاعَةَ الْمَالِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

قَوْلُہٗ "مَنْعًا" مَعْنَاہُ :مَنْعُ مَا وَجَبَ عَلَیْہِ "وَھَاتِ" طَلَبُ مَا لَیْسَ لَہٗ "وَوَاْدُ الْبَنَاتِ" مَعْنَاہُ دَفْنُھُنَّ فِی الْحَیٰوةِ۔ "وَقِیْلَ وَقَالَ" مَعْنَاہُ : الْحَدِیْثُ بِکُلِّ مَا یَسْمَعُہٗ فَیَقُوْلُ قِیْلَ کَذَا وَقَالَ فُلَانٌ کَذَا مِمَّا لَا یَعْلَمُ صِحَّتَہٗ وَلَا یَظُنُّھَا وَکَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ "وَاِضَاعَةُ الْمَالِ" تَبْذِیْرُہٗ وَصَرْفُہٗ فِیْ غَیْرِ الْوُجُوْہِ الْمَاذُوْنِ فِیْھَا مِنْ مَّقَاصِدِ الْاٰخِرَةِ وَالدُّنْیَا وَتَرْکُ حِفْظِہٖ مَعَ اِمْکَانِ الْحِفْظِ۔ "وَکَثْرَةُ السُّؤَالِ" "اَلْاِلْحَاحُ فِیْمَا لَا حَاجَةَ اِلَیْہِ۔ وَفِی الْبَابِ اَحَادِیْثُ سَبَقَتْ فِی الْبَابِ قَبْلَہٗ کَحَدِیْثِ .وَاَقْطَعُ مَنْ قَطَعَکَ" وَحَدِیْثُ :"مَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَہُ اللّٰہُ"۔

۳٤۲: حضرت ابو عیسیٰ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام کیا اور ضرورت کے موقع پر خرچ نہ کرنے اور بلاضرورت سوال اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کو حرام قرار دیا اور فضول بحث مباحثہ کو اور کثرت سوال کو اور مال کو بے جا ضائع کرنے کو تمہارے لئے ناپسند فرمایا۔

**مَنْعًا**: جس کا خرچ کرنا ضروری ہے اس کو روکنا۔ **وَھَاتِ**: اس چیز کو مانگنا جو اس کے لئے مناسب نہ ہو اور اس

کی نہ ہو۔ وَاْدُ الْبَنَاتِ : زندہ درگور کرنا ہے۔قِیْلَ وَقَالَ: جو سنے اس کو بیان کرنے لگے اور یوں کہے یوں کہا گیا اور فلاں نے یوں کہا حالانکہ اس کو اس کے صحیح 'غلط کا علم نہ ہو اور نہ اس کا گمان غالب ہو اور آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہر سنی سنائی کہہ ڈالے۔ اِضَاعَةُ الْمَالِ: مال کا ضائع کرنا' فضول خرچ کرنا اور اس کا ان مقامات پر خرچ کرنا جو نامناسب ہوں اور آخرت و دنیا کے معاملات سے ان کا تعلق نہ ہو اور حفاظت کی حتی الامکان قدرت کے باوجود حفاظت نہ کرنا و کثرت سے وسوال کرنا۔ مراد یہ ہے جس چیز کی ضرورت نہ ہو اس میں بہت اصرار کرنا اور اس باب میں اور روایات بھی ہیں جو اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہیں۔ مثلاً حدیث وَاَقْطَعُ مَنْ قَطَعَكِ اور حدیث مَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ ۳۱۷ '۳۲۵۔

**تشریح** ۞ ابو عیسی المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ: ان کی کنیت ابوعیسیٰ کے علاوہ ابومحمد اور ابوعبداللہ بھی منقول ہے۔ مغیرہ یہ ضمہ میم سے زیادہ معروف ہے (ابن السکیت) اس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن ابی معتب بن مالک بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن معزر بن نزار بن معد بن عدنان ثقفی الکوفی رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۳۶ روایات نقل کی ہیں۔ ۹ متفق علیہ ہیں۔ ایک میں بخاری منفرد ہے اور دو حدیثوں میں مسلم منفرد ہے۔ ان سے تین صحابہ ابوامامہ باہلی' مسور بن مخرمہ' قرہ المزنی رضی اللہ عنہم نے روایت لی ہے اور تابعین کی جماعتوں نے نقل کیا۔ ان کو عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مدت تک بصرہ کا حکمران بنایا پھر کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ ان کی شہادت تک وہاں کے حاکم رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو ابتداء میں برقرار رکھا پھر معزول کر دیا۔ یہ جنگ یمامہ میں حاضر ہوئے۔ شام کی فتوحات میں حصہ لیا۔ یرموک کی لڑائی میں ان کی آنکھ جاتی رہی۔ یہ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے۔ نہاوند انہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ یہ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے میسرہ کے امیر تھے۔ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد فتنہ سے الگ تھلگ رہے۔ حکمین کے سلسلہ میں موجود تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا امیر بنایا وفات تک اس کے حکمران رہے ان کی وفات ۵۰ یا ۵۱ھ میں ہوئی۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں دیوان قائم کیا۔ (تہذیب نووی)

**عقوق الامہات**: روایت میں ماں کی نافرمانی کا تذکرہ فرمایا حالانکہ باپ کی نافرمانی بھی گناہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی توہین و تذلیل ان کے کمزور ہونے کی وجہ سے زیادہ کی جاتی ہے۔ بخلاف باپوں کے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نرمی اور خیر پہنچانے میں ان کو مقدم رکھنا چاہئے۔ بعض نے کہا ان کا تذکرہ خاص طور پر اس لئے کیا کہ ان کے متعلق توقع زیادہ ہے۔ امہات جمع امہۃ ہے۔ یہ غیر عاقل کے لئے ہے البتہ ام کا لفظ عاقل و غیر عاقل ہر دو کے لئے ہے۔

**ومنعا**: ان حقوق کا روک لینا جن کی ادائیگی لازم ہے۔ **وھات**: نا حق دوسرے سے حق کا زیادہ مہا کرنا معنی یہ ہے کہ اس نے اس چیز کا مطالبہ بھی حرام کیا ہے جو تمہارا حق نہیں ہے۔ یہ منعاً کا لفظ سکون نون کے ساتھ مصدر ہے۔ تنوین اور بلا تنوین دونوں طرح درست ہے اور ھات: کا لفظ اٰتِ سے امر ہے اِتِ: یہ ہمزہ کو ہا سے بدل دیا۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ نہی کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز کے دینے کا حکم ہے اس کو روکنا ممنوع ہے اور جو اپنا حق نہیں اس کا مطالبہ منع ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مطلقاً سوال کی ممانعت ہو یہاں اس کی ضد کے ساتھ اس کا ذکر کر دیا پھر نہی میں تاکید کے لئے مطلقاً اس کا اعادہ کر دیا۔ ① منعاً کا الف کے ساتھ لکھنا بقول ابن مالک یہ ربیعہ قبیلہ کی لغت ہے۔ ان کے ہاں منون منصوب میں وقف کی صورت میں الف نہیں لکھا جاتا۔

② بعض نے کہا کہ یہ واؤ بدل کر آتی ہے۔ لفظ میں صورت ظاہرہ کو قائم رکھا۔ ③ ایک قول یہ ہے کہ یہ اصل میں منع حق ہے مضاف الیہ کو حذف کر دیا هینت: اضافت باقی رہی۔ (فتح الباری)

واد البنات: لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا۔ واد لید: بروزن وعد موؤدۃ زندہ درگور کی ہوئی (المصباح) یہاں بنت کو خاص کرنے کی وجہ جاہلیت کا مروجہ طرز عمل تھا باقی حکم تو عام ہے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے زندہ درگور کرنے والا قیس بن عاصم تمیمی تھا اس کے بعض دشمنوں نے اس پر حملہ کیا اور اس کی لڑکی کو پکڑ کر لے گئے اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ پھر دونوں کی صلح ہوگئی۔ لڑکی کو اختیار دیا گیا تو اس نے اپنے خاوند کو پسند کر لیا۔ اس وقت قیس نے قسم کھائی اس کی جب بھی بیٹی پیدا ہوگی تو وہ اسے زندہ درگور کرے گا۔ عرب نے اس بات میں اس کی پیروی کی۔ اس میں عربوں کے دو گروہ تھے کچھ تو بھوک و تنگدستی کے خطرے سے کرتے۔ ② دوسرا گروہ عار کی وجہ سے کرتا اور کچھ عرب اس کو ہرگز نہ کرتے تھے۔ فرزدق کا دادا صعصعہ بن ناجیہ پہلا آدمی ہے جس نے موءودہ کا فدیہ دینا شروع کیا۔ عرب میں بات مشہور ہوگئی۔ چنانچہ جو شخص زندہ درگور کرنا چاہتا وہ فدیہ دے کر خرید لیتا۔ قیس و صعصعہ دونوں نے زمانہ اسلام پایا اور اسلام لا کر صحابہ بن گئے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کے دو طریقے مروج تھے۔ ① وہ وضع سے قبل اپنی عورت کو گڑھے کے قریب لے جاتے اور کہتے یہاں بچہ جنو اگر مذکر ہو تو باقی رکھنا ورنہ اس گڑھے میں ڈال دینا۔ ② بچی کو پیدائش کے بعد چھ سال تک چھوڑے رکھتے پھر اس کو لے جاتے۔ ماں اس کو کپڑوں سے سجاتی۔ والد اس کو کھودے ہوئے گڑھے کے پاس لے جاتا اور اس کے اوپر کھڑا کر کے کہتا اس کی گہرائی کا اندازہ کرو۔ اس کی بے توجہی میں دھکا دے کر گڑھے میں پھینکتے اور اوپر سے مٹی ڈال دیتے۔

کرہ لکم قیل و قال: قبول حافظ شعبی کی روایت میں کرہ کی بجائے کان ینھی کے الفاظ ہیں اور اکثر مواضع میں بلا تنوین مستعمل ہے کشمیہنی کی روایت میں قیلاً و قالاً ہیں مگر اول زیادہ مشہور ہے۔ جنہوں نے اس کو جائز کہا ان کے پاس بس یہی ثبوت ہے کسی روایت میں وارد نہیں۔

**جوہری کا قول:** قیل' قال دونوں اسم ہیں جیسے کہتے ہیں کثر القیل والقال: اسی لئے ان پر الف لام آیا ہے کہ جو اسمیت کی علامت ہے۔

**ابن دقیق العید کا قول:** قول کی طرح اگر یہ دونوں اسم ہوتے تو ایک دوسرے پر عطف کا فائدہ نہ تھا۔ پہلی بات راجح ہے۔

**محب طبری کا قول:** اس میں چند وجوہ ہیں ① یہ دونوں مصدر ہیں۔ حدیث کا مقصد کثرت کلام کی کراہیت ہے کیونکہ اس سے بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں باقی مصدر کو زجر میں مبالغہ کے لئے مکرر لائے۔ ② اس سے لوگوں کی بحث کرید کی جاتی ہے کہ فلاں نے اس طرح کہا اور فلاں کو اس طرح کہا گیا۔ پس اس سے ممانعت زجر کے لئے ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں بہت مبتلا ہو یا پھر ممانعت مخصوص وجہ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ جس چیز کو بیان کرنا ہے وہ ناپسند ہو۔

ابن علان کہتا ہے کہ صورت اول میں فتحہ نام کے ساتھ فعل ماضی کی حکایت بنیں گے اور صورت ثالث میں بھی اسی طرح۔ ابن اقبرس نے شرح شفاء میں قول اول کو اختیار کیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ تبرعاً اخبار کو نقل کرنا ممنوع ہے پھر یہ حکم لوگوں کے رازوں کو کھولنے اور پوشیدہ چیزوں سے پردہ چاک کرنے کی طرف لوٹ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے غیر

مستحسن ہونے کی طرف اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے: من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه. اور اس میں ایک لحاظ سے اس ارشاد باری تعالیٰ کی موافقت پائی جاتی ہے۔ ﴿ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا﴾ کیونکہ اللہ تعالیٰ ستار العیوب ہیں۔ اس عموم سے اچھی خبروں کا بیان کرنا خاص ہوگا جبکہ وہ خبریں اس پختہ وباوثوق کی وساطت سے ہوں۔ ③ تیسری وجہ یہ ہے کہ باتوں کی کثرت میں لغزشیں ہی لغزشیں ہیں اور یہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو فقط نقل کرتے ہیں مگر پختہ بات کو پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ جس سے سنتے ہیں تقلیداً نقل کر دیتے ہیں اور قطعاً احتیاط نہیں کرتے۔

نووی کا قول: پچھلی دونوں صورتوں کو شامل ہے اور مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی بناء ان دونوں کا فعل حکی ہونا ہے جو کہ ضمیر کو متضمن ہے۔ اعراب کے لحاظ سے یہ دونوں مصدر ہیں اس وجہ سے ان پر الف لام داخل ہوا تا کہ قیل قال سے پہچانا جائے۔

جوہری کہتے ہیں کہ قال یقول سے اسم ہیں مصدر نہیں یہ ابن السکیت کا قول ہے اور ان کا اعراب عوامل کے مطابق آتا ہے۔

صاحب الارتشاف کہتے ہیں کہ یہ دونوں اصل میں دو ماضی فعل ہیں۔ ان کو اسم قرار دے کر اسماء میں استعمال کرلیا گیا اور ان کے فتحہ کو باقی رکھا گیا تا کہ اصل پر دلالت باقی رہے اور اس کی دلیل یہ روایت ہے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قیل و قال۔

نووی نے تہذیب میں دونوں وجوہ بیان کیں اور کہا کہ قیل وقال شر کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ (تہذیب نووی)

**و کثرۃ السوال:** بلاضرورت اپنی ذات کے لئے مال طلب کرنا اور مشکلات ومعضلات کے متعلق بلاضرورت سوال کرنا اور لوگوں کے حالات کے متعلق اور زمانے کے حوادث کی اطلاعات اور کسی انسان سے اس کے خصوصی احوال کے متعلق سوال کرنا یہ سب مکروہ ہیں۔ پس سب سے بہتر یہ ہے کہ خبر میں سوال کو عام قرار دیا جائے اور وہ اسطرح کہ وہ اسم جنس ہے۔ اس پر تزیین کے لئے لائے تا کہ عام ہو جائے۔ باقی رہا مال کا بلاضرورت سوال تو وہ حالات کے ساتھ موقعہ بموقعہ مختلف ہوگا۔ اپنے نفس کی ضرورت کے لئے عدم الحاح کی صورت میں کوئی کراہت نہیں اور نفس کی ذلت سوال اور مسئول کی ذلت سے بڑھ کر ہے۔ اگر ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو حرام ہے۔

علامہ فاکہانی کی رائے یہ ہے کہ ان لوگوں پر تعجب ہے جنہوں نے سوال کو مطلقاً ممنوع قرار دیا جبکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا وجود ہے اور صالحین امت سے بلاانکار یہ بات ثابت ہے۔

**قول علقمی:** شاید جنہوں نے سوال کو مکروہ کہا ان کی مراد خلاف اولیٰ ہو اور اس کے واقع ہونے اور مان لینے سے صفت میں تغیر لازم نہیں آتا اور مناسب تو یہ ہے کہ ان کے سوال کو حاجت پر محمول کیا جائے۔ باقی نووی نے غیر نکیر کا لفظ استعمال کیا جو قابل توجہ ہے کیونکہ بہت سی احادیث میں سوال کی مذمت موجود ہے اور وہ اس کے انکار کے لئے کافی ہے۔

**و اضاعۃ المال:** شرعی اجازت کے علاوہ مقامات میں صرف کرنا خواہ وہ دینی مواقع ہوں یا دنیوی۔ مال کو ضائع کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مصالح عباد کے قیام کو اسے ذریعہ بنایا اور اسے فضول اڑایا جائے گا تو وہ مصالح ضائع ہو

جائیں گے۔ خواہ فضول خرچ کی مصلحت ضائع ہو یا اور کسی کی۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کثرت سے خرچ کرنا اس سے مستثنیٰ رہے گا جب تک کہ اس سے زیادہ اہم حق فوت نہ ہوتا ہو۔

علامہ تقی سبکی کہتے ہیں مال کے ضائع کرنے کے سلسلہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ مال کسی دینی و دنیوی غرض کے لئے صرف نہ ہو۔ اگر دونوں نہ ہوں تو مطلقاً خرچ حرام ہے اور اگر ایک ہو اور خرچ کرنے میں ارتکاب معصیت بھی نہ ہو تو یہ انفاق بالکل جائز ہے اور ان دونوں درجات کے درمیان بہت سے ایسے وسائط ہیں جو اس ضابطہ میں داخل نہیں پس سمجھدار کو ایسا طرز اختیار کرنا چاہئے جس سے ان کی رائے میں انتشار نہ آئے۔ جس میں رائے کا انتشار پیدا ہو اس کے کچھ احکام پیش کئے جاتے ہیں۔ ① معصیت میں خرچ کرنا حرام ہے۔ اس میں یہ قطعاً نہ دیکھا جائے گا کہ مطلوب میں کون سی حسی لذت حاصل ہوتی ہے یا کونسی نفسانی خواہش پوری ہوتی ہے۔ رہے لذت مباح کے مقامات تو وہ مختلف فیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ﴿والذين اذا انفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا وكان بين ذلك قواما﴾ ظاہر کرتا ہے کہ زائد مال میں کسی صورت میں اسراف جائز نہیں۔ پھر سبکی کہتے ہیں کہ چھوٹی سی غرض کے لئے بہت خرچ کرنا علماء نے اس کو تنگی قرار دیا۔ بخلاف اس کے عکس کے۔ (الجلبیات للسبکی) (متفق علیہ)

طیبی کہتے ہیں حسن اخلاق کی پہچان کے لئے یہ حدیث ایک عظیم اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔

نووی کا قول: منعاً کا معنی اداحق اور ھات کا مشہور معنی لینا ہے۔ اس میں دونوں کو منع کیا گیا ہے کہ نہ دینے والا وہ چیز دے جس کا وہ حقدار نہیں اور نہ لینے والا ایسی چیز طلب کرے جس کا یہ حقدار نہیں تاکہ گناہ میں مددگار نہ ہو۔ (فتح الباری) پس اس کے مطابق مطلب یہ ہے کہ مکروہ ہے کہ سائل کو کہے کہ سوال کرو اور کچھ وہ مانگے اس کو دے ڈالے۔ اور قیل و قال: یہ حدیث میں مبنی علی الفتح ہیں اور مرفوع بھی ہو سکتے ہیں۔ ادر كفى بالمرء اثما: اثما یہ تمیز ہے دوسرا مفعول نہیں مفعول اول میں با تاکید کے لئے بڑھائی گئی ہے کیونکہ وفی کے معنی میں آتا ہے جیسا اس آیت میں ﴿كفى الله المؤمنين القتال﴾ حسیب کے معنی میں نہیں اور جب بھی اس کے معنی میں ہو تو بالازم ہے جیسے كفى بالله شهيدا: اور ایک مفعول کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔ جیسا اس روایت میں ہے۔ ان يحدث: یہ کفی کا فاعل ہے۔ بكل ما سمع: سے مراد بغیر جانچ پڑتال کے جو سنا وہ کہہ دیا۔ پہلے حدیث میں گزرا كفى بالمرء اثما ان يحبس عمن يملك قوته: (باب النفقہ علی العیال) مظہری کہتے ہیں ① ان يحبس: بتاویل مصدر مبتداء اور کفی اس کی خبر مقدم ہے۔ ② مبتداء محذوف کی خبر ہے اور دونوں یہاں درست ہو سکتی ہیں۔ تبذیر: بذرت الکلام جدا جدا کرنا۔ مشدد ہو تو مبالغہ کرنا اور اسی سے تبذیر مال لیا گیا ہے کیونکہ وہ بلا مقصد بکھیرنا ہے (المصباح) غیر الوجوہ: کا مطلب معصیت میں لگانا یا ضائع کرنا ہے۔ مقاصد الاخرہ: سے جائز وجوہ بیان کئے۔ وترك حفظه: اس کا تبذیر پر عطف ہے یعنی اس کے متولی بن جانے یا قریب پر صرف کرنے کی وجہ سے ہو اور ترک حفاظت اس وقت لازم آئے گا جب کہ اس کے دائرۂ اختیار میں حفاظت تھی۔ اگر کسی عمومی آفت مثلاً آگ لگ جانا' لوٹ مار ہو جانا' پیش آگئی پھر اضاعت مال میں شامل نہ ہوگا کیونکہ قدرتی آفات کو روکنا کسی کے دائرۂ اختیار میں نہیں۔ الالحاجة: یعنی اگر خاص ضرورت پیش آ جائے تو الحاح سے بھی مال یا علم کا سوال درست ہے۔ رہا الحاح سے خالی سوال تو اس چیز کے لئے بھی درست ہے جس کی خاص ضرورت نہ ہو۔ الحاح اصرار سے سوال کرنے کو کہتے ہیں۔ اس سلسلہ کی احادیث گزشتہ ابواب میں گزر چکی

ہیں مثلاً اقطع من قطعك وغیرہ۔

تخریج : اخرجه احمد (۱۸۱۸۲ / ٦) والبخاری (٨٤٤) و مسلم (۵۹۳) و ابو داؤد (۱۵۰۵) والنسائی (۱۳٤۰)

الفوائد : یہاں چند کبائر کا ذکر فرما کر ان سے نفرت دلانا مقصود ہے۔ کبائر کا مرتکب توبہ کے بغیر مرجائے تو دوزخ میں داخل ہوگا البتہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ اسے معاف کر کے جنت میں داخل کر دے جیسا سو آدمیوں کے قاتل کا واقعہ احادیث میں موجود ہے۔

## ۴۲: بَابُ بِرِّ اَصْدِقَاءِ الْاَبِ وَالْاُمِّ وَالْاَقَارِبِ وَالزَّوْجَةِ وَسَآئِرِ مَنْ يُّنْدَبُ اِكْرَامُهٗ

## باب ۴۲: ماں' باپ کے دوستوں اور رشتہ داروں اور بیوی اور تمام وہ لوگ جن کا اکرام مستحب ہے

اصدقاء: جمع صدیق یہ صادق کی طرح الصداقۃ سے نکلا ہے اور اس کا استشقاق الصدق سے ہے۔ محبت میں سچائی اور خیر خواہی کو کہا جاتا ہے۔ عورت کے لئے صدیق اور صدیقۃ دونوں لفظ مستعمل ہیں۔ (المصباح)

الزوجۃ: یہ ضعیف لغت ہے۔ فصیح زوج کا لفظ جو کہ دونوں کو شامل ہے۔ اقرباء زوجہ کا اکرام زوجہ کی وجہ سے ہے اور زوجہ کے اقرباء کو زوج کے اقرباء پر قیاس کیا گیا ہے پس وہ اکرام کے درجہ اولیٰ حقدار ہیں۔

سائر: خاص لا کر پھر عام کو ذکر کیا تا کہ عموم حکم ثابت ہو۔

من یندب اکرامه: میں شیخ' استاذ' مرید' عادل حکمران سب شامل ہیں۔

نوٹ: اس باب میں آیات ذکر نہیں کی گئیں بلکہ گزشتہ ابواب کی آیات پر اکتفاء کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

۳٤۳ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ اَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ اَبِيْهِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۴۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں سے تعلق جوڑے"۔ (مسلم)

تشریح ۞ ابر البر: کامل و مکمل نیکی۔ ان یصل الرجل: مرد کا تذکرہ شرف کے لئے کیا گیا۔ ورنہ عورت کا حکم بھی یہی ہے اس سے کچھ مختلف نہیں۔

ودابیه: ود محبت کو کہتے ہیں۔ یہ روایت اور مابعد والی روایت مفہوم کے لحاظ سے ایک ہیں بلکہ ان میں اس محبت کا موقعہ اور محل بھی مذکور ہے (مگر وہ سنداً کمزور ہے اس کو الگ ذکر کرنا کمال احتیاط ہے۔ مترجم)

**تخریج**: اخرجه مسلم (۲۵۵۲) و ابو داود (۵۱۴۳) الترمذی (۱۹۰۳)

**الفوائد**: باپ کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی بہت بڑی نیکی ہے۔ ماں کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک کا یہی حکم ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَحَمَلَهُ عَلٰى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ وَاَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلٰى رَاْسِهِ قَالَ ابْنُ دِيْنَارٍ فَقُلْنَا لَهُ: اَصْلَحَكَ اللّٰهُ اِنَّهُمُ الْاَعْرَابُ وَهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: اِنَّ اَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: "اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ وُدَّ اَبِيْهِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ:

عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ كَانَ لَهُ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ اِذَا مَلَّ رُكُوْبَ الرَّاحِلَةِ وَعِمَامَةٌ يَشُدُّ بِهَا رَاْسَهُ فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلٰى ذٰلِكَ الْحِمَارِ اِذْ مَرَّ بِهِ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: اَلَسْتَ ابْنَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ؟ قَالَ: بَلٰى فَاَعْطَاهُ الْحِمَارَ فَقَالَ ارْكَبْ هٰذَا وَاَعْطَاهُ الْعِمَامَةَ وَقَالَ: اشْدُدْ بِهَا رَاْسَكَ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ اَصْحَابِهِ: غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ اَعْطَيْتَ هٰذَا الْاَعْرَابِيَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَاْسَكَ؟ فَقَالَ: اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ اَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُّوَلِّيَ وَاِنَّ اَبَاهُ كَانَ صَدِيْقًا لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ" رَوٰى هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلَّهَا مُسْلِمٌ۔

عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی عبداللہ کو مکہ کے راستہ میں ملا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو سلام کیا اور اس کو اپنے گدھے پر سوار کیا جس پر خود سوار تھے اور اس کو وہ عمامہ عنایت کیا جو ان کے سر پر بندھا ہوا تھا۔ عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے۔ یہ دیہاتی لوگ تو معمولی چیز پر بھی راضی ہو جاتے ہیں۔ (اور آپ نے اس کو اپنا عمامہ عنایت فرما دیا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا اس کا باپ میرے والد کا دوست تھا اور بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے بیشک سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں سے بھلائی کا سلوک کرے۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے جو انہی ابن دینار کے واسطہ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عبد اللہ مکہ جاتے تو ان کے پاس ایک گدھا ہوتا جس پر سواری کر کے وہ آرام حاصل کرتے جب اونٹ پر سواری سے اکتا جاتے اور ایک پگڑی جس کو وہ سر پر باندھ لیتے۔ اس دوران کہ وہ ایک دن گدھے پر سوار جا رہے تھے کہ ان کے پاس

سے ایک دیہاتی گزرا۔ آپ نے اسے فرمایا کیا تو فلاں بن فلاں کا بیٹا نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ آپ نے وہ گدھا اس کو دے دیا اور فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اور اس کو عمامہ عنایت فرمایا اور فرمایا اس کو اپنے سر پر باندھ لے۔ آپ کے بعض ساتھیوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے۔ آپؓ نے اس دیہاتی کو گدھا دے دیا حالانکہ آپؓ اس کی سواری سے راحت حاصل کرتے تھے اور پگڑی دے دی جس کو اپنے سر پر باندھتے تھے۔ اس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ بے شک عظیم نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں سے صلہ رحمی کرے ان کے چلے جانے کے بعد اور اس کا والد عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔ یہ تمام روایات مسلم نے روایت کی ہیں۔

## روایت

من عبداللہ بن دینار: یہ حدیث کے راوی ہیں ان کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے۔ قرشی عدوی مدنی ہیں۔ یہ عبداللہ بن عمر کے مولیٰ ہیں انہوں نے خود اپنے مولیٰ اور انس اور ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنا۔ ان سے ان کے بیٹے عبدالرحمان، یحییٰ انصاری، سہیل وربیعہ امرائی، موسیٰ بن عقبہ، تابعین رحمہم اللہ اور دیگر بے شمار مخلوق نے روایت لی ہے۔ ان کا ثقہ ہونا متفق علیہ ہے۔ ان کی وفات ۱۲۷ھ میں ہوئی۔

رجلا من الاعراب: عرب کے دیہاتی لوگوں کو اعراب کہا جاتا ہے اس کا واحد اعرابی ہے وہ جس میں ہو (المصباح) اسکا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ لقیہ: فاعلی ضمیر اعرابی کی طرف لوٹتی ہے۔ کان یر کبہ: اونٹنی پر سواری سے تھک کر گدھے کی سواری راحت جسمانی کے لئے کی جاتی تھی۔

عمامۃ علی راسہ: سفر میں سر پر پگڑی باندھ رکھی تھی۔ یہ حضر میں باندھی جانے والی پگڑی نہ تھی جیسا کہ روایت سے اشارہ ملتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس اعرابی کو پہچاننے کے بعد پیش آیا۔

فقلنا: ممکن ہے کہ ابن دینار اکیلے ساتھ ہوں اور احترام کے لئے ضمیر جمع لائی گئی یا اور ساتھی بھی اس سفر میں معیت میں موجود تھے جیسا ظاہر سے متبادر معلوم ہوتا ہے یا جمع کی ضمیر کسی اور وجہ سے جمع لائے۔ وداً لعمر رضی اللہ عنہ: ود یہ باب تعب سے ہے۔ ① اس کا مضاف محذوف ہے ای ذاود: یا مضاف الیہ محذوف ہے ای وادہٗ۔ ② مصدر بمعنی مفعول ہے مودود ہے اور مصدر کی صورت میں مبالغہ کے لئے لائے یعنی بہت قریبی۔

ابن حجر کہتے ہیں: ود: مصدر میں واؤ کا ضمہ مشہور ہے مگر فرا نے فتحہ بھی نقل کیا ہے اور کسرہ بھی نقل کیا اور اسکو ابن مالک نے ذکر کیا ہے (کتاب الاعلام بن مالک)

فوائد تعبیر بلعمر: میں اس کے ساتھ جو حسن سلوک کر رہا ہوں اس کی تین وجوہ ہیں: ① وہ میرے والد کا دوست ہے۔ ② وہ میرے شیخ کا پسندیدہ ہے۔ ③ وہ نیکوں کے سربراہ کا مرغوب ہے اور ان تین باتوں پر لفظ عمر کی دلالت بہت ظاہر ہے۔

النحو: وانی سمعت: ① یہ جملہ ان ابا ھذہ کا معطوف ہو۔ ② حال واقع ہو۔ دوسرا زیادہ بہتر ہے۔ واؤ رابطہ ہے۔ ابر: یہ ابلغ کے معنی میں ہے کامل ترین اہل ود ابیہ اہل سے مراد ہیں خواہ وہ اصل و نسل کے اعتبار سے قریبی نہ

ہوں۔ان سے حسن سلوک خود والدین سے حسن سلوک کے مترادف ہے کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

هو العقيق ومن اقام بحسبه ☆ واهليه وهو اهم لي مغنم

ماذاك الا ان بدري منهم ☆ ولا جل عين الف عين تكرم

حاصل یہ ہے کہ ان اشیاء یا لوگوں کا اکرام محبوب کی وجہ سے ہے۔

دیگر روایت: حمار: گدھا' مونث کے لئے حمارۃ اور اتان کا لفظ آتا ہے۔حمارہ :قلیل الاستعمال ہے۔اس کی جمع حمیر' حمر' احمرۃ آتی ہے(المصباح)يتروح عليه اذا مل: جب اونٹنی پر سواری سے اکتا جاتے تو گدھے پر سواری کرتے۔الراحلہ: مطلقاً اونٹ کی سواری خواہ مذکر ہو یا مونث بعض نے سواری والی اونٹنی کو خاص کیا ہے۔(المصباح)

فبينا: یہ الف اشباع کے لئے ہے تا کہ ظاہر کر دیا جائے کہ بعد والا جملہ مستانفہ ہے جیسے بينهما ہے۔فقال الست فلان بن فلان: قول کا فاعل وقائل ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور الست: میں استفہام تقریری ہے۔فلان: کا لفظ اسم سے کنایہ ہے۔غالباً اس کے متعلق استعمال ہوتا ہے جس کے متعلق بات کی جائے۔یہ الف لام کے بغیر غیر آدمی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اسی سلسلہ میں مسند ابو یعلیٰ موصلی کی وہ روایت ہے جس کو شرح مسلم پر انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ماتت شاة سلودة بنت زمعة فقالوا يا رسول الله ماتت فلانة يعني الشاة: یہ روایت صراحۃً غیر انسان کے لئے اس کے جواز کو ثابت کر رہی ہے(کذا قال النووی ابن السراج) البتہ جوہری کا اس میں اختلاف ہے۔بعض اصحابه: خود ابن دینار مراد ہیں۔بسا اوقات راوی اپنے کو کسی وجہ سے مبہم رکھتے ہیں۔غفر الله لك: اس میں مسئلہ بتلایا کہ جس کو عتاب کرنا ہو پہلے دعا دو اور یہ قرآن مجید کی اس آیت سے ماخوذ ہے:﴿عفا الله عنك لم اذنت لهم﴾ قاضی عیاض کہتے ہیں مسلمان کو آداب قرآن سے اپنے آپ کو مزین کرنا چاہئے تا کہ اس کے قول وفعل اور طرز عمل سے قرآن کی ادائیں ظاہر ہوں اس آیت میں غور تو کرو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب ملاطفت اور شفقت ہے حالانکہ وہ تو سب سے مستغنی ہے۔عتاب سے قبل اکرام کے الفاظ معافی کے ساتھ مانوس کرنے کے لئے ہیں اگرچہ بعد میں ذنب' لغزش کا تذکرہ ہے(الشفاء للقاضی)

اعطيت: ① ہمزہ استفہام انکاری مقدر ہے۔② لازم الخیر کا بیان ہے۔پہلا بہتر ہے ای اعطيت۔تروح: اصل میں تتروح ہے۔سکون حاصل کرنا۔تشدبها راسك فقال: یہ انوکھے طرز عمل پر اعتراض کا جواب ہے کہ میں نے نامناسب کام نہیں کیا۔

**اَلنَّحْوُ**: ان من ابر البر: یہاں من کا لانا شروع میں من کے ساقط کرنے کے خلاف نہیں کیونکہ وہ مقصود ہے۔② یہاں یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ مخاطب یہ کی نسبت سے اب یہ زیادہ نیکی ہے۔جیسا ابھی گزرا۔بعد ان يولى: اس کا معنی اس کے مر جانے کے بعد۔عاقولی کہتے ہیں کہ آدمی کی نیکیوں میں یہ بھی ہے کہ اپنے والد کے دوست واحباب سے موت کے بعد حسن سلوک کرے۔ابن علان کہتا ہے مطلب یہ ہے کہ اسکی من جملہ نیکیوں میں سے ایک نیکی موت کے بعد والدین کے دوستوں سے حسن سلوک بھی ہے۔اباه: ہ کی ضمیر کا مرجع وہ اعرابی ہے۔

فرق روایت: یہ تمام روایات مسلم کی ہیں۔پہلی عبداللہ بن دینار سے ہے۔ترمذی نے اس روایت کو ولید عن دینار اس طرح

نقل کیا: ان ابر البر صلة الولد اهل ود ابیه: مگر واقعہ مذکور نہیں۔ دوسری روایت حسن حلوانی نے حماد بن عبداللہ بن دینار سے نقل کی اس کو ابوداؤد نے نقل کیا مگر قصہ نقل نہیں کیا۔

**تخریج**: اخرجه مسلم (۲۵۵۲) و ابو داؤد (۵۱۴۳) الترمذی (۱۹۰۳)

**الفرائد**: والدین کے ملنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ رکھنا چاہئے۔

۳۴۴: وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ "بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّیْنِ" مَالِكِ بْنِ رَبِیْعَةَ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَیْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ جَآءَهُ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلَمَةَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ فَقَالَ: "نَعَمِ الصَّلٰوةُ عَلَیْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا، وَاِكْرَامُ صَدِیْقِهِمَا" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔

۳۴۴: ابوسعید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ بنی سلمہ قبیلہ کا ایک آدمی آ کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی نیکی ایسی رہ گئی جو میں اپنے والدین کی موت کے بعد ان کے سلسلہ میں کرسکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ان دونوں کے لئے دعا اور استغفار اور ان کے وعدوں کو پورا کرنا اور ان رشتوں کی صلہ رحمی جو انہی کی وجہ سے جوڑے جاتے ہیں اور ان کے دوستوں کا اکرام واحترام۔ (ابوداؤد)

**تشریح** ❁ مالك بن ربیعه: ان کی کنیت ابی اسید ہے۔ نام اکثر نے مالک بن ربیعہ لکھا ہے۔ بعض نے ہلال بن ربیعہ ابن البدن کہا ہے مگر ابن اسحاق نے زہری سے البدی نقل کیا ہے مگر نون والا ہے۔ بن عامر بن عوف بن حارثہ بن عمرو بن الخزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج انصاری الساعدی رضی اللہ عنہ۔ یہ اپنی کنیت سے معروف ہیں یہ بدر سے لے کر تمام غزوات میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔ بقول ابن اسحاق شہادت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے نابینا ہو گئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۸ روایات نقل کی ہیں بخاری و مسلم میں چار روایات ہیں ایک پر دونوں کا اتفاق ہے۔ ۲ میں بخاری منفرد اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ ان کی وفات ۶۰ھ میں ہوئی۔ بقول مدائنی عن ابی نعیم کہ یہ وہم ہے۔ بعض نے ۶۵ھ نقل کی ہے۔ واقدی و خلیفہ نے ۳۰ھ لکھا تو ابن عبدالبر نے اس کو وہم واقدی قرار دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ بدری صحابہ میں سب سے آخری وفات پانے والے یہی ہیں۔ اس وقت ان کی عمر ۷۵ سال تھی۔ (اسد الغابہ) ابن اثیر نے اسماء والکنی میں بھی ان کے محل وفات میں سکوت اختیار کیا ہے مگر صنعانی نے ان کی وفات مدینہ میں لکھی ہے (در الصحابہ فی مواضع وفات الصحابہ)

رجل من بنی سلمه: اس کا نام متعین طور پر معلوم نہیں۔ بر ابوی شئی البرهما: والدین کے ساتھ حسن سلوک کا کوئی حکم ایسا ہو جس پر میں عمل کر سکوں۔ نعم الصلاة: دعا کرنا۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی اس پر دلالت کرتا ہے: ﴿قل رب ارحمهما......﴾ والاستغفار: عام کے بعد خاص یعنی دعا مغفرت عهدهما: وصیت وصدقہ وغیرہ۔ من بعدهما: اس کے

متعلق کائنات ہو تو تمام مبتدات کا معمول بن سکے گا۔

وصلة الرحم التي لا توصل الا بهما: طیبی کہتے ہیں۔التي: یہ مضاف الیہ الرحم کی صفت نہیں ہے موصوف مضاف کی صفت ہے کیونکہ یہ خالص ان کا حق ہے اوران کی رضامندی ہے۔کسی اور وجہ سے نہیں اور بیہقی کے الفاظ یہ ہیں: وصلة رحمهما التي لا رحم لك الا من قبلهما فقال ما اكثر هذا واطيبه يا رسول الله' قال ما عمل به فاه يصل اليهما"۔

عاقولی کہتے ہیں یہ حدیث خبردار کر رہی ہے کہ صلہ کی فضیلت کو غنیمت جاننا چاہئے اور یہ ایسی طاعت ہے جو انہی کی طرف سے مل سکتی ہے مثلاً فرض کریں اگر کوئی آدمی مٹی سے اگا ہو اور ماں باپ سے پیدا نہ ہوا ہو تو اس انسان کے لئے صلہ رحمی کے ذریعہ جنت میں داخلے کی کوئی راہ نہیں کیونکہ اس کا کوئی رحم نہیں۔ جب کہ والدین ہی اس طاعت کا سبب ہیں تو ان کی رعایت و نگہبانی لازم ہوئی۔

**تخریج**: ابو داؤد فی الادب' ابن ماجه' احمد ٥/١٦٠٦٩' الادب المفرد ٣٥' ابن حبان ٤١٨' حاكم ٤/٧٢٦٠' طبرانی ١٩/٥٩٢' بیهقی ٤/٢٨۔

**الفوائد**: والدین کے ساتھ احسان ان کی موت سے ختم نہیں ہو جاتا بلکہ دعا و استغفار کی صورت میں موت کے بعد بھی قائم رہتا ہے۔ان کے دوست احباب سے صلہ و احسان خود والدین سے احسان ہے۔

٣٤٥ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :مَا غِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ نِّسَآءِ النَّبِيِّ ﷺ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَمَا رَاَيْتُهَا قَطُّ وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَآءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَآئِقِ خَدِيْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهٗ كَانَ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَاَةٌ اِلَّا خَدِيْجَةُ :فَيَقُوْلُ :"اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ـ وَفِي رِوَايَةٍ وَاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِيْ فِيْ خَلَآئِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ – وَفِي رِوَايَةٍ كَانَ اِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ يَقُوْلُ :"اَرْسِلُوْا بِهَا اِلٰى اَصْدِقَآءِ خَدِيْجَةَ" وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ: اسْتَاْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ اُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاحَ لِذٰلِكَ فَقَالَ :اَللّٰهُمَّ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ"۔

قَوْلُهَا "فَارْتَاحَ" هُوَ بِالْحَآءِ وَفِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّحِيْحَيْنِ لِلْحُمَيْدِيِّ :"فَارْتَاعَ بِالْعَيْنِ وَمَعْنَاهُ :اهْتَمَّ بِهٖ۔

٣٤٥: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی غیرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتی تھی حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہ تھا (وجہ غیرت یہ تھی) کہ آپ ﷺ ان کا اکثر تذکرہ فرماتے اور بسا اوقات بکری ذبح کر کے اس کے اعضاء الگ الگ کرتے پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو ارسال فرماتے۔ بسا اوقات میں آپ سے کہہ دیتی کہ گویا دنیا میں اور کوئی عورت سوائے خدیجہ کے نہیں ہے۔ اس پر

آپ فرماتے وہ بیشک اور تھی (یعنی ایسی خوبیوں والی) اور میری اولاد بھی اسی سے ہوئی (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ بکری ذبح کرتے تو ان کو اتنا گوشت بھیجتے جو ان کو کافی ہوتا اور ایک روایت میں ہے کہ اگر آپ بکری ذبح کرتے تو فرماتے اس کو خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھیج دو اور ایک روایت میں ہے ہالہ بنت خویلد یعنی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن نے رسول اللہ ﷺ سے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے ایسا محسوس کیا کہ خدیجہ اجازت مانگ رہی ہیں۔ پس اس سے آپؐ کو بہت خوشی ہوئی اور فرمایا یا اللہ یہ ہالہ بنت خویلد ہے۔

امام حمیدی کی کتاب الْجَمْعِ بَیْنَ الصَّحِیْحَیْنِ میں فَارْتَاعَ کی بجائے فَارْتَاعَ ہے۔ اس کا معنی غمگین ہونا ہے (خدیجہ کی یاد آنے کی وجہ سے)۔

**تشریح** ❁ **ما غرت غار الرجل علی امراته والمراۃ علی زوجھا:** یہ باب تعب یتعب سے اس کا مصدر غیراً اور غیرۃً آتا ہے۔ ابن السکیت کہتے ہیں غیراً وغیرۃ: کسرہ غین سے نہیں آتا۔ **اغار الرجل امراته:** اس اور عورت سے شادی کر لی پس عورت کو اس پر غیرت آئی۔

**من نساء النبی صلی اللہ علیه وسلم:** ان کی سوتنیں جو امہات المؤمنین تھیں۔

**ما غرت علی خدیجه رضی اللہ عنھا:** اس کی وجہ خدیجہ کا آپ ﷺ کی نگاہ میں اور آپ کا کثرت سے ان کا تذکرہ کرنا اور وفات کے بعد ان کا کلمات شکر سے نوازنا' حالانکہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج میں آپ کو زیادہ محبوب تھیں۔

**وما رایتھا قط:** سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سن تمیز تک پہنچنے سے پہلے [illegible] وفات پا چکی تھیں اس لئے ان کو دیکھا تک نہ تھا اور ان کی عمر چھ سال تھی جب شادی ہوئی اور یہ ہجرت سے دو' تین' پانچ سال پہلے کی بات ہے اور ان کی وفات نبوت کے آٹھویں سال میں ہوگئی۔ اس میں احتمال ہے کہ کہنے کا مقصد یہ ہو کہ بطور سوتن تو میں نے اس کو پایا ہی نہیں اور اس بات کی تائید اس قول سے ہو جاتی ہے۔ **ولقد ھلکت قبل ان یتزوجنی بثلاث سنین:** نووی کہتے ہیں تین سال بناء سے پہلے مراد ہیں پس اس حساب سے ان کی موت ہجرت سے قریباً ڈیڑھ سال پہلے ہوئی۔

**لکن:** یعنی وجہ غیرت یہ تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اکثر تذکرہ فرماتے۔ **ذکرھا:** تذکرہ محبت کی دلیل ہے۔ علیہ السلام نے فرمایا: من احب شیئاً اکثر من ذکرہ

**ربما ذبح شاۃ:** ذبح کی طرف اسناد حقیقی ہو تو کمال فضل اور مزید تواضع کی دلیل ہے جیسے نعل کو پیوند لگانا' کپڑے کو رفو کرنا' گھریلو کام میں ہاتھ بٹانا۔ ② نسبت مجازی ہو تو ذبح کا حکم فرماتے۔ **یقطعھا:** چھوٹے ٹکڑے بناتے۔

**اعضاء:** جمع عضو ہڈی سے وافر گوشت۔ **صدائق:** جمع صدیقۃ' سہیلیاں' وائل اس کے ساتھ حسن سلوک میں اضافے کے لئے فرماتے۔ **ربما:** یہ تقلیل و تکثیر دونوں کے لئے آتا ہے۔ **کان لم یکن فی الدنیا امراۃ:** کان کی ضمیر نیت میں ہے ای کانہٗ: یہ چیز تو مزید محبت کی مقتضی ہے۔ باقی رہا ایسے شخص کا وجود جو اس وصف میں برابر ہو جو شان کا مقتضی ہے وہ گویا پایا نہیں جاتا۔

**فیقول انھا کانت و کانت:** آپ اس کے افعال کا تذکرہ کر کے مزید تعریف فرماتے۔ دوسری روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی آیا: **قد ابدلك اللہ خیراً منھا؟ فقال لا واللہ امنت بی حین کفر بی قومی و نصرتنی حین خذلتنی قومی و اعطتنی مالھا حین منعنی قومی۔**

**وکان لی منھا ولد:** ولد اسم جنس ہے واحد و جمع پر اطلاق ہوتا ہے۔ آپ کی تمام اولاد ان سے ہوئی سوائے ابراہیم کے وہ ماریہ قبطیہ سے تولد ہوئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھتیجے عبداللہ سے کنیت رکھی تھی۔ یہ نہیں کہ ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ (متفق علیہ)

**فرق روایت:** ① **اِن:** یہ مخففہ من المثقلہ ہے ای انہٗ: اسی لئے بعد میں لام آ رہا ہے۔ **خلائلھا:** جمع خلیلہ ہے۔ سہیلی۔ **یسعھن:** کفایت کرنا۔ مسلم کی روایت میں ہے **وان کان لیذبح الشاۃ ثم لیدیھا الی خلائلھا۔**

② مسلم کی ایک روایت میں **ارسلوا بھا** ① باتبعیض کے لئے ہے جیسا **یشرب بھا عباد اللّٰہ:** یہ معنی اصمعی فارسی عتبی ابن مالک نے ثابت کیا ہے (المغنی) ② با زائدہ ہو جیسا یہ الفاظ تائید کرتے ہیں **ثم یھدیھا:** اول معنی زیادہ بہتر ہے۔ **اصدقاء:** جمع صدیق مذکر و مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

③ بخاری و مسلم کی روایت: بقول ابن حجر بخاری کی روایت معلق ہے اور ابو عوانہ نے مرفوعاً ذکر کی ہے۔

**استاذنت ھالۃ:** ہالہ اخت خدیجہ الکبریٰ نے اجازت طلب کی۔ یہ ہالہ عاص بن ربیع کی والدہ ہیں جو زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاوند تھے۔ ان کی یہی بہن ہیں (اسد الغابہ)

**فعرف استیذان خدیجۃ:** آپ نے اسکی آواز خدیجہ کی آواز سے مشابہت پائی۔ بقول شاعر

احب من اجلکم من کان یشبھکم ☆ حتی لقد صرت اھوی الشمس والقمر

دوسرے شاعر نے کہا

اشبھت غد الی فصرت احبھم ☆ اذ صار خطی منك حظی منھم

**فارتاح لذلك:** آپ کو اس کی آواز سے خدیجہ کے ساتھ گزارے دن یاد آئے جس سے آپ کو دلی خوشی ہوئی۔ اس میں دلیل ہے اچھے گزرے ہوئے وقت اور ساتھی کی زندگی اور موت کے بعد قدر کرنی چاہئے۔

صاحب مطالع نے ارتاح کا معنی دل میں نشاط کا پیدا ہونا کیا ہے۔ بعض نے حن مائل ہونا' بعض نے خوش ہونا۔ (المطالع)

**اللھم ھالۃ بنت خویلد:** قرطبی کہتے ہیں۔ ① یہ خبر ہے مبتدا محذوف **ھذہ:** ہے **ای ھذہ ھالۃ ناکرمھا** ② **منصب ھو اکرم:** وغیرہ فعل محذوف ہے۔

صحیح قول یہ ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں سب سے افضل ہیں ان کو کئی طرح سبقت حاصل ہے۔ ان کے بڑے احسانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی زبانی ان کو سلام بھیجا یہ سلام انبیاء علیہم السلام کو آتا ہے یا پھر اس امت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملا ہے۔ باقی عائشہ رضی اللہ عنہا علم کے لحاظ سے بہت بڑھ کر ہیں ان کے علاوہ بقیہ امہات سے بلا اختلاف افضل ہیں۔

**فارتاع:** حمیدی نے نقل کیا اس کا معنی اس کو خوشی و سرور سے اجازت مرحمت فرمائی۔

**تخریج** : بخاری و مسلم' جمع بین الصحیحین للحمیدی' ترمذی۔

**الفوائد**: عورتوں میں باہمی سوتن بننے کی غیرت میں اس وقت تک کوئی حرج نہیں جب تک کہ حرام و معصیت تک نہ پہنچائے' میاں بیوی کی محبت کا ایک شاندار نمونہ ہے اور ایک دوسرے کے عہد و خویش کی پاسداری اور لحاظ کا تذکرہ ہے۔

٣٤٦ : وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :خَرَجْتُ مَعَ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ سَفَرٍ فَكَانَ يَخْدُمُنِيْ فَقُلْتُ لَهُ :لَا تَفْعَلْ فَقَالَ :اِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ الْاَنْصَارَ تَصْنَعُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا اٰلَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ اَنْ لَّا اَصْحَبَ اَحَدًا مِّنْهُمْ اِلَّا خَدَمْتُهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۴۶: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں نکلا (میری کم عمری کے باوجود) وہ میری خدمت کرتے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ ایسا نہ کریں۔ انہوں نے فرمایا میں نے انصار کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسی طرح کرتے تھے تو میں نے بھی قسم کھالی ہے کہ جس کسی انصاری کے بھی میں ساتھ جاؤں گا میں اس کی خدمت کروں گا (بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ **خرجت مع جریر رضی الله عنه**: یہ ممکن ہے انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے تو فضیلت والے صاحب فضیلت کا حق ادا کرتے ہیں۔ ② ان کے بعد والوں کا ہو۔

**یخدمنی**: حالانکہ وہ مجھ سے بڑے تھے۔ **لا تفعل**: عمر کی وجہ سے تم توقیر کے حقدار ہو۔

**فقال انی قد رایت الانصار**: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نوعمری کے باوجود انصار سے ہونے کے حوالے سے ان کی خدمت کرتے۔

**تصنع برسول الله صلی الله علیه وسلم شیئاً**: تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا کیا خدمت کرتے ہو۔ میں نے قسم اٹھالی ان سے جس کے ساتھ سفر کروں گا خواہ وہ چھوٹا ہوگا میں اس کی خدمت کروں گا۔

**الا خدمته**: کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام کیا' خدمت والا احسان کیا تو ہمارے محسن کا محسن ہمارا محسن ہے۔ (متفق علیہ)

**نووی کا قول**: حدیث سے معلوم ہوا کہ محسن و منتسب کا اکرام کرنا چاہئے۔ جریر رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت نکلتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام کرنے والے محسنوں کی خدمت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

**تخریج** :اخرجه البخاری (۲۸۸۸) و مسلم (۲۵۱۳)

**الفوائد**: محسن کے احسان کی قدر چاہئے' اگرچہ وہ محسن عمر میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ جریر رضی اللہ عنہ کے قسم کو پورا کرنے کا تذکرہ ہے۔

## باب: رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کا اکرام اور ان کی فضیلت

**اهل بیت رسول الله صلی الله علیه وسلم:** آل سے وہ مراد ہیں جن پر زکوٰۃ وغیرہ حرام ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ بنو ہاشم و بنو مطلب کے مؤمن مرد و عورتیں یعنی باپ کی طرف سے جن کی نسبت ہے۔ ماؤں کی طرف سے جن کی نسبت ہے وہ ممانعت زکوٰۃ وصدقہ میں شامل نہیں۔ البتہ اکرام قرابت میں وہ اسی طرح ہوں گے۔

کشاف میں ہے اس آیت میں دلیل ہے کہ آپ کی ازواج اہل بیت میں ہے اہل بیت سے وہ مراد ہیں جن کی نسب سے آپ کی طرف نسبت ہے اور آپ کی ازواج مطہرات ان کے متعلق جو ارشادات آئے ہیں وہ ذکر کئے جائیں گے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ [الاحزاب:۳۳]

ربّ ذوالجلال والاکرام نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ تم سے گندگی کو دور کردے اے اہل بیت اور تم کو پاک کردے''۔ (الاحزاب)

**انما یرید اللّٰه لیذهب عنکم الرجس:** الرجس سے وہ گناہ مراد ہے جو تمہاری عزت کو میلا کرنے والا ہو۔ رجس ہر گندگی کو کہتے ہیں گناہ مراد ہے۔ بعض نے کہا شیطان اور اس کا وسوسہ مراد ہے۔ بعض نے کہا شرک بعض نے تمام معاصی مراد لئے ہیں۔ یہ جملہ ازواج کے لئے جو امر و نہی وارد ہوا اس کے لئے جملہ مستانفہ ہے۔ اسی وجہ سے حکم کو عام لایا گیا۔ فرمایا: ﴿انما یرید اللّٰه﴾

**اهل البیت:** نداء و مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ **ویطهرکم:** وہ تمہیں گناہوں سے پاک کریں گے۔ **ویطهرکم:** وہ معاصی سے تمہیں پاک کریں گے۔ **تطهیرا:** رجس سے پاک کرنا' بعض نے کہا ہدایت و توفیق دیں گے' معصیت کو رجس اور ترشیح کو تطہیر سے تعبیر کرنا معصیت سے نفرت دلانے کے لئے ہے۔

**بیضاوی کا قول:** اہل تشیع کا اہل بیت میں صرف فاطمہ' علی اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو شمار کرنا اس روایت کو دلیل بنا کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بالوں کی سیاہ چادر اوڑھ کر نکلے۔ پھر آپ کے گھر میں بیٹھ گئے۔ فاطمہ آئیں تو ان کو آپ نے اس کے نیچے داخل کرلیا پھر علی آئے تو ان کو داخل کرلیا پھر حسن وحسین رضی اللہ عنہم آئے تو ان کو داخل کرلیا۔ پھر فرمایا: انما یرید اللّٰه لیذهب عنکم الرجس اهل البیت: آیت تلاوت فرمائی۔ اس سے ان کے معصوم ہونے اور ان کے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کمزور ہے کیونکہ آیت کا سیاق وسباق ان کی تخصیص کی نفی کرتا ہے۔ حدیث میں تو صرف اتنی بات ہے کہ وہ بھی اہل بیت ہیں وہ غیر نہیں؟

کواشی کہتے ہیں اہل بیت سے اصل مراد تو ازواج مطہرات ہیں۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ کا قول ہے۔

ابن اقبرس کہتے ہیں ابن عطیہ نے جمہور سے نقل کیا کہ وہ علی' فاطمہ اور حسنین ہیں اور جمہور کی دلیل عنکم: مذکر کا خطاب ہے اگر عورتیں ہی خاص ہوتیں تو عنکن: ہوتا۔

جواب استدلال: ① عنکم کو عنکن کی بجائے اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان میں شامل ہیں پس آپ کی ذات کو غلبہ دے کر ضمیر مذکر کی لائی گئی۔
② اس لئے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والیاں ہیں اور آپ ہی کے گھر میں ہیں اس لئے صیغہ مذکر کا لایا گیا ہے۔
③ ابن اثیرؒ کہتے ہیں مذکر کا خطاب تعظیم و تکریم کے لئے لایا گیا ہے اور جنہوں نے کہا کہ بیت سے مراد کعبہ اور اہل سے مسلمان مراد ہیں یہ بات درست نہیں۔ بعض نے کہا اس سے وہ تمام مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔
نووی کا قول: کہ آپ کی اولاد بھی اہل بیت میں شامل ہے۔

قَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ [الحج:۳۲]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے پس یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے''۔ (الحج)

باب تعظیم حرمات المسلمین میں اسکی تفسیر گزر چکی ہے۔

۳۴۷ : وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ حَيَّانَ قَالَ : انْطَلَقْتُ اَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ وَعَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ اِلٰى زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا جَلَسْنَا اِلَيْهِ قَالَ لَهُ حُصَيْنٌ : لَقَدْ لَقِيْتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيْرًا رَاَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ سَمِعْتَ حَدِيْثَهُ وَغَزَوْتَ مَعَهُ وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ ' لَقَدْ لَقِيْتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيْرًا حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :يَا ابْنَ اَخِيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّيْ وَقَدُمَ عَهْدِيْ وَنَسِيْتُ بَعْضَ الَّذِيْ كُنْتُ اَعِيْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَمَا حَدَّثْتُكُمْ فَاقْبَلُوْا وَمَا لَا فَلَا تُكَلِّفُوْنِيْهِ ثُمَّ قَالَ :قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فِيْنَا خَطِيْبًا بِمَآءٍ يُدْعٰى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ :اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُّوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبَ وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ" فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ "وَاَهْلُ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ وَمَنْ اَهْلُ بَيْتِهٖ يَا زَيْدُ اَلَيْسَ نِسَآؤُهُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ؟ قَالَ نِسَآؤُهُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَلٰكِنْ اَهْلُ بَيْتِهٖ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ قَالَ وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ :هُمْ اٰلُ عَلِيٍّ وَّاٰلُ عَقِيْلٍ وَّاٰلُ جَعْفَرٍ وَّاٰلُ عَبَّاسٍ قَالَ كُلُّ هٰٓؤُلَآءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ :اَلَا وَاِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ :اَحَدُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ ' مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلٰى ضَلَالَةٍ۔

۳۴۷: یزید بن حیان کہتے ہیں کہ میں اور حصین بن سبرہ اور عمرو بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب ہم ان کی خدمت میں بیٹھ گئے تو ان کو حصین نے کہا اے یزید آپ نے بہت سی بھلائیاں پائی ہیں۔ آپ نے حضورؐ کی زیارت کی' آپؐ کی باتیں سنیں' آپؐ کے ساتھ غزوات میں شرکت کی اور آپؐ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ غرضیکہ اے زید آپ میں بہت سی بھلائیاں پائیں۔ آپ ہمیں کوئی ایسی بات سنائیں جو آپ نے رسول اللہؐ سے سنی ہو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا اے بھتیجے! میری عمر بڑی ہوگئی اور زمانہ بھی میرا کافی گزر گیا میں رسول اللہؐ کی بعض باتیں بھول گیا جو مجھے یاد تھیں۔ پس جو باتیں میں بیان کروں ان کو قبول کرلو اور جو نہ بیان کروں اس کی مجھے تکلیف نہ دو۔ پھر فرمایا ایک دن رسول اللہؐ مکہ اور مدینہ کے درمیان ''خم'' نامی چشمہ پر خطبہ دینے کے لئے ہم میں کھڑے ہوئے۔ پس آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی اور وعظ ونصیحت اور تذکیر فرمائی اور پھر فرمایا اما بعد! خبردار اے لوگو! میں انسان ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آئے اور میں اس کی بات مان لوں۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ان میں پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس اللہ تعالیٰ کی کتاب کو لو اور اس کو مضبوطی سے تھام لو۔ پس آپؐ نے کتاب اللہ پر عمل کیلئے اُبھارا اور اس کی طرف ترغیب دلائی۔ پھر فرمایا اور (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں میں تم کو اپنے اہل بیت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں۔ حصین نے کہا کیا آپ کی ازواج آپ کے اہل بیت نہیں؟ تو زید نے فرمایا آپ کی ازواج آپ کے اہل بیت میں سے ہیں لیکن اہل بیت سے یہاں مراد وہ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا۔ حصین نے پوچھا وہ کون ہیں؟ زید نے کہا وہ اولادِ علیؓ' اولادِ عقیلؓ' اولادِ جعفرؓ اولادِ عباسؓ ہیں۔ کیا یہ تمام وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے؟ تو زید نے کہا ہاں (مسلم) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اَلَا وَاِنِّیْ ...... کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک ان میں کتاب اللہ ہے۔ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ ...... وہ اللہ تعالیٰ کی رسّی ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہے اور جس نے اس کو چھوڑا وہ گمراہی پر ہے۔

**تشریح** ۞ **یزید بن حیان:** ان کا تعلق بنوتمیم سے ہے۔ یہ کوفہ کے باشندے ہیں۔ تابعین کے متوسط طبقہ سے چوتھے درجہ کے ثقہ ہیں ان سے مسلم و ابوداؤد نے روایت لی ہے۔ (ابن حجر)

**زید بن ارقم رضی اللہ عنہ:** ان کی کنیت میں اختلاف ہے۔ بعض نے ابوعمرو' بعض نے ابوعامر بعض نے ابوسعد اور دوسروں نے ابوسعید اور بعض نے ابوحمزہ اور بعض نے ابوانیسہ بتلائی ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن کعب الخزرج بن الخزرج بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں شرکت کی۔ احد کے دن چھوٹے سمجھ کر واپس کردیئے گئے یہ عبداللہ بن رواحہ کی نگرانی میں یتیم تھے۔ غزوۂ موتہ میں ان کے ساتھ شریک ہوئے۔ انہوں نے ۷۰ روایات نقل کی ہیں۔ جن میں ۴ متفق علیہ اور ۲ بخاری اور چھ میں مسلم منفرد ہیں۔ ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی اور تابعین کی ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔ کوفہ میں اقامت اختیار کی اور وہیں ۵۶ھ میں وفات پائی مگر ابن سعد کی رائے یہ ہے کہ ان کی وفات ۶۸ھ میں ہوئی۔ یہ بڑے فضائل والے صحابی ہیں۔ لقد لقيت يا زيد خيراً كثيراً: آپ نے بڑے بڑے درجات پائے۔

سمعت حدیثه: حدیث ہر وہ روایت جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین کی طرف کی جائے۔ خواہ وہ قول ہو یا فعل۔ غزوت معه: تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کئے۔ فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلحاء کے ساتھ کام کرنے کی فضیلت زیادہ ہے۔ جماعت کی مشروعیت میں ایک حکمت یہ بھی ہے تا کہ کوتاہی کرنے والوں کی نماز قبول ہو جائے۔

صلیت خلفه: آپ کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھی۔ لقد لقیت خیراً کثیراً: تمام خوبیوں کا احصاء مشکل تھا اس لئے تذکیر نعمت کے طور پر یہ جملہ فرما دیا۔ یہ اس لئے یاد دلائیں تا کہ شکریہ کی ادائیگی کے لئے حرص پیدا ہو اور اس سے ذہول و غفلت نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ان کے بارے میں فتنہ میں ابتلاء سے حفاظت کا یقین ہو چلا تھا کیونکہ انہیں فضائل کے ساتھ کمال ایمان اور مزید معرفت بھی میسر تھی جو کہ فتنہ سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

حدثنیا یا زید: اپنی سند کو بلند کرنے کے لئے خود اہل علم سے علم حاصل کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور مطالب کے لئے وسائل کو کام میں لانا چاہئے۔ اس میں محدثین کی اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ استاذ کی مناسب اوصاف سے تعریف کی جائے۔ اور بیان روایت سے پہلے ان کے لئے دعا کی جائے۔ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: بالمشافہ جو تم نے سنا۔ یابن اخی: اہل عرب چھوٹے کو اسی طرح مخاطب کرتے ہیں۔ کبرت سنی: میں بوڑھا ہو گیا۔ کبر الامر الذنب: سے لیا گیا ہے۔ بڑا ہوا الکبو: بڑا گناہ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿کبر مقتاً عند اللّٰہ﴾ اللہ تعالیٰ کے ہاں غصے کے اعتبار سے بڑی بات ہے۔ عرب کہتے ہیں: کبر الصبی کبرا و مکبراً: اور قرآن مجید میں ہے: بدارا ان یکبروا: جلدی کرتے ہوئے کہ کہیں وہ بڑے نہ ہو جائیں (اور اپنا مال تم سے لے لیں) (کتاب الافعال لابن طریف)

کنت اعی: جو مجھے یاد تھیں۔ وعیت وعیاً از وعد ای خفظه وتدبرته: یاد کرنا تدبر کرنا (المصباح) اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ بڑھاپا حافظہ کی قوت میں ضعف پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لئے ۸۰ سال کے بعد اختلاط کے خطرہ سے کئی لوگوں نے حدیث بیان کرنا چھوڑ دی اور بعض نے اس کو محسوس نہ کیا مگر بعد میں ان کو اپنا خلط معلوم ہوا۔

ما حدثتکم: ضمیر عائد محذوف ہے۔ فاقبلوا: اس جملہ کو مبتداء سے ملانے والی فاء: ضمیر تخفیفاً محذوف ہے۔ ومالا فلا تکلفونیه: اس کو اس روایت پر محمول کیا جائے گا جس کو ابن ماجہ نے باب التوقی فی حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے بیان کیا: قلنا لزید بن ارقم حدثنا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کبرنا ونسینا' والحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید: دمیری نے دیباچہ میں اس کو بہت زیادہ احادیث بیان کرنے پر محمول کیا ہے۔ لغزش کے خطرہ سے بہت سے سلف نے کثرت سے احادیث بیان کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے کم سے کم باتیں بیان کرو اور اس میں تمہارا شریک ہوں"۔ مالک کہا کرتے تھے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے کم روایات والا ہوں۔

بِمَاءٍ خُمًّا: وہ وادی جس میں پانی تھا۔ نہایہ میں ابن اثیر کہتے ہیں۔ یہ مدینہ و مکہ کے درمیان جگہ جہاں چشمہ ہے آج کل وہاں مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنی ہوئی ہے (النہایہ) شاید یہ مسجد آپ کے خطبہ کے لئے کھڑے ہونے کی جگہ پر بعد میں بنائی گئی۔

نووی کا قول: خم یہ جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر جھاڑیوں والی جگہ ہے جہاں پانی کا جوہڑ ہے جس کی وجہ سے اس کا نام غدیر

خم ہے (شرح مسلم للنووی)

اَللُّغَۃُ: بین مکه والمدینه: یہ یدعی کے مفعول ثانی سے حال ہے۔ فحمد الله و اثنی علیه: اللہ تعالیٰ کی تحمید و تنزیہ بیان کی یہ دونوں مستقل جملے ہیں۔ و وعظ: اطاعت کا حکم دیا اور وصیت فرمائی۔ وعظ یعظ وعظا وعظه: اس سے قرآن مجید میں آیا ہے: ﴿انما اعظکم بواحدۃ﴾ میں تمہیں حکم دیتا اور وصیت کرتا ہوں۔ و ذکر: پھر ان کو وہ چیزیں یاد دلائیں جن کے متعلق اداء خدمت اور ادائیگی حقوق عبودیت میں غفلت ہو رہی تھی۔ اما بعد: حافظ نے ذکر کیا کہ حمد و ثناء کے بعد ان الفاظ کے استعمال کی آپ کو کثرت سے عادت تھی۔ عبدالقادر رہاوی نے ۴۰ صحابہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ یہ ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب میں انتقال کے لئے آتا ہے یعنی اس تذکرہ کے بعد۔

الا ایها الناس فانما انا بشر: الاحرف تنبیہ ہے۔ انا بشر: ① اس لئے نہیں لائے کہ آپ کی صفات اس میں بند ہیں بلکہ یہ سمجھانے کے لئے کہ میرے خوارق کو دیکھ کر فرشتہ یا معبود نہ سمجھ لینا۔ ② اس لئے لائے تاکہ یہ بتلایا جائے اس نوع کی شان انتقال کرنا ہے۔ انسان کو بشر ظاہری جلد کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ بشر کا لفظ واحد، تثنیہ اور جمع سب پر بولا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قالوا انؤمن لبشرین مثلنا﴾

یوشك: یہ افعال مقاربہ سے ہے قرب کے معنی میں مستعمل ہے۔ بقول فارابی ایشاك: تیزی کو کہتے ہیں۔ او شك: ماضی اتنا مستعمل نہیں جتنا کہ مضارع۔ اس سے اسم فاعل قلیل الاستعمال ہے۔ (المصباح للازہری)

ان یاتی رسول ربی: بتاویل مفرد یوشک کا اسم ہے۔ ملک الموت کا آنا قریب ہے جو دنیا سے دارالبقاء میں انتقال کے اختیار کرنے کی طرف دعوت دے گا۔ ہر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو موت سے پہلے یہ اختیار دیا جاتا ہے۔

فاجیب: یاتی پر عطف ہو تو منصوب ہے۔ ② مبتدا مضمر ہو تو مرفوع ہوگا جب تک کوئی روایت مانع نہ ہو۔

و اتارك فیکم ثقلین: علماء کہتے ہیں ثقلین کہنے کی وجہ ان کی عظمت اور شان ہے۔ ② بعض نے کہا ان پر عمل پیرا ہونا بھاری ہے۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں ہر نفیس و شاندار چیز کو ثقیل کہتے ہیں۔ ان کی شان و قدر کو بڑھانے کے لئے ثقلین کہا۔ (النہایہ)

کتاب الله: قرآن مجید جس میں ہدایت ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فیه هدیً﴾ بقول بیضاوی یہ جملہ ابتدائیہ ہے۔ ای لا ریب فیه۔ فیه هدیً: فیہ خبر مقدم هدیً: مبتداء مؤخر ہے۔ ہدی مصدر ہے۔ اس کا معنی راہنمائی ہے۔ بعض نے کہا خواہش و چاہت کی طرف راہنمائی کیونکہ اس ارشاد میں الضلال کے بالمقابل استعمال ہوا ہے۔ ﴿تعلی هدی او فی ضلال﴾ اور اس آیت میں ہدایت کو متقین کے ساتھ بھی مقید نہیں کیا گیا جیسا کہ بقرہ کی آیت میں ہے۔ اس سے اشارہ کیا گیا کہ دلالت ہر مسلم و کافر کے لئے عام ہے۔ جیسا اس آیت میں ہے: ﴿هدی للناس﴾ اور اس میں تجرید ہے اس ارشاد خداوندی کی طرح۔ ﴿لقد کان لکم فی رسول الله اسوۃ حسنة﴾ تجرید کا مطلب یہ ہے کمال مبالغہ کے لئے ایک موصوف کسی صفت کو اس سے الگ کرلیں۔

والنور: چمک و روشنی۔ فخذوا بکتاب الله: تاکید کے لئے بڑھائی گئی ہے۔ (المصباح) جیسے عرب اخذ الخطام اور اخذ بالخطام: مضبوط پکڑنے کے لئے لاتے ہیں۔

استمسکوا به: اپنے نفوس کو اس کے ساتھ تھام کر رکھو۔ قرآن مجید پر لوگوں کے عمل پیرا ہونے کو اس مضبوط رسی سے تشبیہ دی

جو نہ ٹوٹے نہ چھوٹے۔ حث: از باب قتل آمادہ کرنا۔

علی کتاب اللّٰہ: کتاب کو لینے اور تھامنے کو رسی کے تھامنے سے تشبیہ دی ہے۔

رغب: بندوں کو ترغیب دلائی۔ و اهل بیتی: دوسری چیز جس کو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں اور اس کی حرمت کی طرف دعوت دے رہا ہوں وہ میرے اہل بیت ہیں۔

اذکرکم اللّٰہ فی اهل بیتی: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اہل بیت کے حقوق کی نگہبانی کی نصیحت کرتا ہوں۔ دو مرتبہ تاکیداً یہ جملہ دہرایا۔ مسلم کے علاوہ دوسری روایت میں جس کو شفا میں نقل کیا گیا ہے۔ انشدکم اللّٰہ وهال بیتی ثلاثاً: یہ زیادہ انسب معلوم ہوتا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ آپ جب گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ دہراتے۔ یہاں تیسری مرتبہ کا ذکر اختصار روات کی وجہ سے ہے یا کاتب کی غلطی سے (۳) اس سے زیادہ اہم بات کی وجہ سے آپ نے تیسری مرتبہ نہ فرمایا واللہ اعلم اگر تیسری مرتبہ ہوتا تو کسی روایت میں تو مذکور ہوا مترجم)

فقال لی حصین: خواہ سب نے کہا یا حصین نے کہا۔ شفاء قاضی میں فقلنا له: کے الفاظ ہیں۔ الیس نساؤه من اهل بیته: یہ استفہام تقریری ہے کہ آپ کی ازواج وہ آپ کے اہل بیت ہیں۔ مسلم کی دوسری روایت میں ہے: فقلت من اهل بیته؟ نساؤه قال لا: یہ دونوں روایتیں بظاہر متناقض ہیں اور دوسری روایات میں نساؤه لیس من اهل بیته: پس پہلی روایت مسلم کی مراد یہ ہے کہ وہ ان اہل بیت میں سے ہے جو آپ کے ساتھ رہتی ہیں اور آپ ان کا خرچہ پورا کرتے ہیں۔ ہمیں ان کے احترام کا حکم ملا ان کو آپ نے ثقل فرما کر ان کے حقوق کی نگہبانی کی طرف متوجہ کیا اور آپ کی ازواج اس اعتبار سے تو اہل بیت میں داخل ہیں لیکن وہ ان میں داخل نہیں جن پر صدقہ حرام ہوا اور اس قول سے اسی طرف اشارہ فرمایا: "نساءهُ من اهل بیته ولکن اهل بیته" اب دونوں روایتیں مفہوم کے لحاظ سے متناقض نہ رہیں اور دوسری روایت میں: من اهل بیته نساؤه: ان لوگوں کے قول کو باطل قرار دیتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اس سے مراد تمام قریش ہیں کیونکہ آپ کی بعض ازواج قریش میں سے نہ تھیں۔

ولکن اهل بیته: لیکن جب مطلقاً یہ لفظ بولا جائے تو اس سے مراد وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ ابن اقبرس یہ ایک قول ہے نساء کے اہل بیت میں داخل ہونے پر بہت سے دلائل ہیں۔ من هم: جن پر صدقہ حرام ہے۔ وہ آل علیؓ آل جعفرؓ آل عباس اور آل عقیل ہیں اور بقیہ اولاد بنی ہاشم اولاد حمزہ اور اولاد ابولہب اس پر باقی رہیں گے۔

بنی ہاشم کے اہل ایمان مراد ہیں یہ فقط احناف کا قول ہے اور امام مالک کا بھی ایک قول ہے۔ بنی ہاشم مطلب کے مؤمن کے مراد ہیں یہ امام شافعی کا قول ہے۔ اس پر آپ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے "نحن و بنو المطلب کشئی واحد": حصین کہنے لگے کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے یعنی زکوٰۃ نذر کفارہ وغیرہ۔

فرق روایت: مسلم کی ایک روایت میں کتاب اللّٰہ هو حبل اللّٰہ: کے الفاظ ہیں۔

نووی کہتے ہیں حبل اللہ سے مراد عہد ہے ہیں۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت تک پہنچانے والا ذریعہ۔ (۳) وہ نور جس سے راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

ابن علان کہتا ہے ان وجوہ کے مطابق یہ استعارہ مصرحہ ہے۔ تینوں اقوال میں اسی سے تشبیہ دی جو وصل کو اکٹھا کرنے والی ہے اس کے نام سے تام رکھ دیا۔ من اتبعه: اس حالت میں اتباع کی کہ وہ اس کے اوامر کا حکم دیتے اور ان کے نواہی سے

گریز کرنے والا ہے۔ کان علی الھدی: یعنی وہ اس ہدایت پر ہے جو کہ ضلالت کی ضد ہے۔ من ترکہ: یعنی جس نے اس کے امر و نہی سے اعراض اختیار کیا۔ کان علی الضلالۃ: کے لفظ بھی زائد ہیں اور یہ الفاظ بھی ہیں کہ ہم نے کہا: من اھل بیتہ نساؤہ؟ قال لا ایم اللّٰہ ان المراۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقھا وترجع الی ابیھا وقومھا' اھل بیتہ اھلہ وعصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ": نووی کا قول جمع روایتین کے سلسلہ میں گزر چکا ہے۔ وعصبتہ: کا مطلب اگر قریب ترین ہوں تو پھر بنی ہاشم خاص ہوں گے۔ ② اور اگر مطلق مراد ہو تو تمام داخل ہو جائیں گے اور بنی ہاشم و مطلب کے علاوہ نکل جائیں گے جس پر یہ عام مخصوص البعض ہوا۔

**تخریج**: اخرجه مسلم (۲٤۰۸)

**الفرائد**: دین کی جس بات کا علم ہوا سے دوسرے تک پہنچانا چاہئے' وعظ وتذکیر سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنی چاہئے' کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونا چاہئے اور بدعات سے گریز کیا جائے۔

۳٤۸ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَوْقُوْفًا عَلَيْهِ اَنَّهُ قَالَ :ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا ﷺ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔
مَعْنٰى "ارْقُبُوْهُ" رَاعُوْهُ وَاحْتَرِمُوْهُ وَاَكْرِمُوْهُ ' وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۳٤۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ انہی پر موقوف ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے اہل بیت کے سلسلہ میں خیال رکھو۔ (بخاری)
ارْقُبُوْہُ کا معنی ان کی رعایت کرو اور ان کا اکرام واحترام کرو۔ واللہ اعلم

**تشریح** ۞ موقوفاً: موقوف وہ روایت ہے جو قول و فعل صحابی کی طرف منسوب کیا جائے۔ ارقبوا: کا معنی ان کے واجب حقوق کی ادائیگی میں خوب خیال کرو۔ رعایت کرنا (بخاری) رعایت لحاظ کرنا۔ اکرموہ: ان کے اہل بیت تعظیم ومحبت کی نگہبانی کرو۔ انہی کے اس عقد و رایت میں ان کے ساتھ صحابہ کرام' اولیاء' علماء کاملین شامل ہیں۔ اللھم احشرنا فی امرتھم یوم النشور آمین۔

**تخریج**: اخرجه البخاری (۳۷۱۲) و (۳۷۵۱)

**الفرائد**: اہل بیت کا اکرام کرنا چاہئے کیونکہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہے۔

## ٤٤: بَابُ تَوْقِيْرِ الْعُلَمَآءِ وَالْكِبَارِ وَاَهْلِ الْفَضْلِ وَتَقْدِيْمِهِمْ عَلٰى غَيْرِهِمْ ' وَرَفْعَ مَجَالِسِهِمْ ' وَاِظْهَار مرتبتهم

باب: علماء' بڑوں اور فضیلت والے لوگوں کی عزت کرنا اور ان کو دوسروں سے مقدم کرنا اور

## ان کو اُونچے مقام پر بٹھانا اور ان کے مرتبے کا پاس کرنا

**توقیر:** وقار سے ہے جس کا معنی تعظیم ہے اور ان کا احترام علوم شرعیہ اور اس کے متعلقہ ذرائع سے متعلق ہے۔ اگرچہ وہ معمرنہ ہوں اور علماء سے علماء اہل سنت والجماعت مراد ہیں کیونکہ اہل بدعت کی تعظیم سے منع کیا گیا ہے۔

**الکبار:** یہ کبیر کی جمع ہے۔ زیادہ عمر والے مراد ہیں اگرچہ وہ اہل علم نہ ہوں۔

**اهل الفضل:** یعنی شجاعت' جوانمردی اور سخاوت وغیرہ صفات کمال والے لوگ چونکہ یہی چیزیں مراتب کو بلند کرنے والی ہیں۔

**وتقدیمهم علی غیرهم:** ظاہری تعبیر سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ اجتماع کے وقت' اہل علم کو زیادہ عمر والوں سے مقدم کیا جائیگا۔

**رفع مجالسهم:** اگرچہ ان کو مناسب ہے کہ تواضعاً وہ بلندی منصب کے خودخواہاں نہ ہوں مگر ان کے حق کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو مجلس میں اعلیٰ مقام دیا جائے۔

**واظهار مرتبتهم:** ان کے حق کی ادائیگی کا تقاضا یہ ہے ان کا مقام دوسروں کے سامنے واضح کیا جائے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ؟ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

[الزمر: ۹]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''فرمادیں اے پیغمبر (ﷺ) کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے؟ بے شک نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں''۔ (الزمر)

### آیات

**هل یستوی:** استفہام انکاری ہے۔ علم سے وہ مراد ہے جس کا حصول مطلوب ہو۔

**والذین لا یعلمون:** وہ اس علم کو قائم کرنے والے نہیں جو کہ مطلوب ہے اگرچہ مذکورتو یعملون: اور **لا یعلمون:** کا فعل ہے مگر اس کو لازم کی جگہ لائے ہیں۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں قوت علمیہ کے لحاظ سے دونوں برابر نہ ہونے کی نفی علم کی فضیلت کو مزید روشن کرنے والی ہے اور اسی بات کو پختہ کرنے کے لئے کہا گیا: ﴿امن هو قانت﴾ یعنی جس طرح عالم و جاہل برابر نہیں' اسی طرح قانت و نافرمان بھی برابر نہیں ہیں۔

۳۴۹ : وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِيِّ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ ' فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ ' فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً ' فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِيْ سُلْطَانِهٖ ' وَلَا يَقْعُدْ فِيْ بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا

بِإِذْنِهٖ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ - وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ : "فَاَقْدَمُهُمْ سِلْمًا" بَدَلَ "سِنًّا" اَیْ اِسْلَامًا - وَفِيْ رِوَايَةٍ "يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَقْدَمُهُمْ قِرَآءَةً فَاِنْ كَانَتْ قِرَآءَتُهُمْ سَوَآءً فَيَؤُمُّهُمْ اَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَلْيَؤُمَّهُمْ اَكْبَرُهُمْ سِنًّا " وَالْمُرَادُ" بِسُلْطَانِهٖ مَحَلُّ وِلَايَتِهٖ اَوِ الْمَوْضِعُ الَّذِيْ يَخْتَصُّ بِهٖ "وَتَكْرِمَتُهٗ" بِفَتْحِ التَّاءِ وَكَسْرِ الرَّآءِ وَهِيَ مَا يَنْفَرِدُ بِهٖ مِنْ فِرَاشٍ وَّسَرِيْرٍ وَّنَحْوِهِمَا۔

۳۴۹: حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو بدری انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کی امامت وہ کرائے جو کتاب اللہ کو سب سے زیادہ پڑھنے والا ہو اگر قراءت میں برابر ہوں تو پھر ان میں سے جو سنت سے زیادہ واقفیت رکھنے والا ہو۔ پس اگر وہ علم سنت میں برابر ہوں تو وہ جو ان میں سے پہلے ہجرت کرنے والا ہو پس اگر وہ ہجرت میں برابر ہوں تو پھر عمر میں جو بڑا ہو اور کوئی آدمی دوسرے آدمی کے غلبہ والی جگہ میں امامت نہ کروائے اور نہ اس کے گھر میں اس کی مخصوص نشست گاہ پر بیٹھے سوائے اس کی اجازت کے۔ (مسلم) اور ایک روایت میں سناً کی بجائے سلماً یا اسلاماً کے الفاظ ہیں کہ جو اسلام میں ان میں سبقت کرنے والا ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ قوم کی امامت ان میں سے بڑا قاری کروائے جو قراءت میں سب سے زیادہ ماہر ہو اگر ان کی قراءت برابر ہو تو پھر ان میں جو پہلے ہجرت کرنے والا ہو اور اگر ہجرت میں برابر ہوں تو ان میں سے جو عمر میں بڑا ہو۔

بِسُلْطَانِهٖ سے مراد اس کے اثر و حکومت کی جگہ یا وہ جگہ جو اس کے ساتھ خاص ہے۔

تَكْرِمَتُهٗ: مخصوص نشست گاہ یا بستر۔

**تشریح** ۞ **ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ:** یہ بدر کے رہنے والے تھے۔ غزوۂ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت نہیں کی۔ یہ انصاری صحابی ہیں باب المجاہدہ میں ان کے حالات گزر چکے ہیں۔

**یوم القوم اقرء هم لكتاب الله:** جملہ بظاہر خبریہ ہے مگر امر کے معنی میں ہے۔ اسے **لیومهم:** اور اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے۔ **اذ کنتم ثلاثة فليومكم اكبركم:** اور یہ روایت جس کو مالک بن الحویرث نے نقل کیا ہے۔ **وليومكما اكبركما:** اس سے مراد صرف خبر دینا نہیں بلکہ اس کا کرنا ضروری ہے۔

**فان کانوا فی القراۃ سواء فاعلمهم بالسنة:** قرطبی کہتے ہیں۔ محدثین نے اس کا مطلب یہی بتلایا ہے کہ صدر اول میں بڑا قاری بڑا فقیہ بھی ہوتا تھا کیونکہ وہ دین کی گہری سمجھ حاصل کرتے تھے۔ کوئی قاری غیر فقیہہ نہ تھا۔ ان کے ہاں فقہاء کو قراء کہا جاتا تھا۔ (المفہم للقرطبی) امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کے ہاں افقہ کو مقدم کرنے کا قول یہی معنی رکھتا ہے کیونکہ نماز کے لئے فقہ کی قراءت سے زیادہ حاجت ہے اور امام ابوحنیفہ نے ظاہر روایت سے اقرء کو مقدم کیا تو ان کی تعبیر میں اس سے مراد اعلم بالسنہ ہی ہے۔ (شرح الاعلام لزکریا)

قرطبی کہتے ہیں سنۃ سے مراد سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ **فان كانوا فی القراۃ سواء:** یہ اضافہ صرف اعمش

کی روایت میں ہے اور اس کا مفہوم امام شافعی و مالکؒ کے ہاں یہ ہے۔ ابتداء اسلام میں عدم تفقہ کے باوجود اقرأ مقدم تھا خواہ وہ کم عمر ہو جیسا عمرو بن سلمہ کی روایت میں وارد ہے۔ جب کتاب وسنت میں لوگوں نے فقاہت حاصل کر لی تو افقہ کو مقدم کیا گیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا حالانکہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ ابی بن کعب بڑے قاری تھے۔ اگر یہ حکم مطلق ہوتا تو ابی رضی اللہ عنہ کو صدیق رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا جاتا اور یوم القوم اقرؤھم: سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورتوں کو مردوں کی امامت درست نہیں کیونکہ تمام معاملے کے انتظام کا دارومدار مرد پر ہے۔

**اقدمھم ھجرۃ:** ہجرت مدینہ مراد ہے۔ ② دارالاسلام کی طرف ہجرت مراد ہے۔ اس سے ہجرت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اگر چہ ہجرت مدینہ لازم نہیں رہی مگر افضیلت تو اس کی قائم ہے۔

**فاقدمھم شینا:** دوسری روایت میں **سلمًا** ای اسلاما: وارد ہے۔ اس سے مراد اسلام میں پہل کرنا مراد ہے۔ نوجوان پہلے اسلام لانے والے کو بوڑھے مؤخر الاسلام پر مقدم کیا جائے گا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس ترتیب کا لحاظ اس بناء پر ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم مقامی ہے۔ آپ دنیا وآخرت کے مقتداء ہیں۔ پس جو رتبے میں آپ کے قریب تر ہوگا وہ مقدم ہوگا اور یہ ترتیب بھی اس وقت ملحوظ ہوگی جبکہ والی عدل موجود نہ ہو ورنہ والی ان سب پر مقدم ہوگا اگر وہ امامت نہ کرائے تو امامت کے جولائق ہوا سے مقدم کیا جائے گا خواہ اس سے زیادہ نیک وہاں موجود ہو۔

**سلطانہ:** گھر کا مالک مہمان پر عاریت پر مکان دینے والا عاریت پر لینے والے سے اور آقا اپنے مکاتب سے مقدم ہوگا۔

**تکرمتہ:** صاحب قاموس نے اس کا معنی تکیہ کیا ہے۔ **الا باذنہ:** ممانعت کی وجہ دوسرے کے حق میں بلا اجازت تصرف کرنا تھا جب تکیہ وغیرہ سے ممانعت بلا اذن وارد ہے تو دوسرے حقوق میں ممانعت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوئی۔ (رواہ مسلم)

**فرق روایت:** ① ایک روایت میں سلمًا: کے الفاظ سِنًا: کی جگہ وارد ہیں۔ اس کا ایک معنی اوپر اسلام کر چکے دوسرا معنی صلح ہے۔ گویا اپنے آقا کی اطاعت کا مادہ زیادہ ہو۔ یہ سین کے فتحہ وکسرہ دونوں سے مستعمل ہے۔

② ایک اور روایت میں اقدمھم: قرأۃ کے الفاظ ہیں یعنی قرأت میں زیادہ رسوخ رکھنے والا۔ اسی طرح فان کانت قرائتھم سواء فلیؤمھم اقدمھم ھجرتً ھجرہ: یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ اگر وہ ہجرت میں برابر ہوں اور قرأت میں بھی برابر ہوں اور تقدم فی السن میں اختلاف کریں تو عمر میں بڑے امامت کراتے کیونکہ وہ دنیا سے اعراض اور مولیٰ کی طرف توجہ میں دار آخرت کی طرف زیادہ قریب ہے۔

نووی کہتے ہیں سلطان سے مراد وہ مقام جس میں اس کو خصوصیت حاصل ہو مثلاً امام ہو یا اس کا اپنا گھر ہو یا اہل وعیال ہوں۔ امیر بلد ہو اور **تکرمتہ:** احترام واکرام کی جگہ بستر، چارپائی وغیرہ۔ بعض نے دسترخوان بھی ترجمہ کیا ہے۔

**تخریج:** اخرجه مسلم (٦٧٣) والترمذی (٢٣٥) والنسائی (٧٧٩) و ابن ماجه (٩٨٠)

**الفوائد:** علم دین کی طلب وتلاش کے لئے سفر کی فضیلت ذکر فرمائی۔ امور دین کا آپ کس قدر اہتمام فرمانے والے تھے۔

٣٥٠: وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ وَيَقُوْلُ: "اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ، لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ

الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَقَوْلُهٗ ﷺ "لِیَلِنِیْ" هُوَ بِتَخْفِیْفِ النُّوْنِ وَلَیْسَ قَبْلَهَا یَاءٌ ، وَرُوِیَ بِتَشْدِیْدِ النُّوْنِ مَعَ یَاءٍ قَبْلَهَا۔

"وَالنُّهٰی" : الْعُقُوْلُ وَاُولُوا الْاَحْلَامِ" هُمُ الْبَالِغُوْنَ ، وَقِیْلَ اَهْلُ الْحِلْمِ وَالْفَضْلِ۔

۳۵۰: حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کندھوں کو چھوتے نماز میں (کھڑے ہونے کے وقت) اور فرماتے برابر ہو جاؤ اور آگے پیچھے نہ ہو ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی اور میرے قریب تم میں سے عقل و سمجھ والے کھڑے ہوں۔ پھر وہ جو ان سے قریب ہوں (عقل وعمر کے لحاظ سے)۔ (مسلم)

لَیَلِنِیْ لِیَلِیْنِیْ بھی مروی ہے۔

النُّھٰی جمع نُھْیَۃٌ عقلیں۔

اُولُو الْاَحْلَامِ :بالغ یا علم وفضیلت والے۔

**تشریح** ⊙ **یمسح مناکبنا**: اپنے دست اقدس سے ان کو برابر کرتے تاکہ کوئی دوسرے سے آگے نکلا نہ ہو۔

**استووا و لا تختلفوا**: برابر کرنے کے دوران فرماتے کہ کسی کا کندھا دوسرے سے آگے بڑھا ہوا نہ ہو۔ مسئلہ: صفوف کی درستگی کے وقت یہ کہنا مسنون ہے۔ گویا فعل و قول دونوں جمع ہو جائیں اور دیگر احادیث صرف قول پر اکتفاء مخاطبین کے حالات کے پیش نظر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی تعمیل میں تکمیل پائی تو فقط قول پر اکتفاء کیا اور دونوں کو بسا اوقات اس لئے جمع فرمایا کہ اسلام میں نئے داخل ہونے والوں کو تعلیم دینا مقصود تھی۔

**فتختلف قلوبکم**: یہ جواب نہی ہے۔ دلوں کے اختلاف کا مطلب ان کی خواہشات وارادوں کا مختلف ہونا ہے۔ اگر کوئی اس کو الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد الحدیث کے منافی قرار دے تو اس کا جواب ① یہ ہے کہ اختلاف قلوب مخالفت اعضاء سے پیدا ہوتا ہے اور یہاں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ ② حکم کی مخالفت فسادِ قلب سے پیدا ہونے والی ہے اور دل کو ہدایت و یقین کے نور سے خالی کر دیتی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے فساد قلب سے فساد اعضاء پیدا ہوتا ہے اور فساد اعضاء سے دلوں کی خواہشات بدل جاتی ہیں اور خواہشات قلوب کے بدلنے سے اسلام یکجہتی میں دراڑ پیدا ہو جاتی ہے جس کا تدارک ممکن نہیں رہتا بلکہ وہ خلل فتن و ضعف دین کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔

**لیلینی منکم اولوا الاحلام والنھی**: یلینی نماز میں میرے قریب کھڑے ہوں۔ احلام: جمع حلم کسی معاملے میں پختگی اور حوصلہ مندی جو کہ عقلمندوں کا نشان ہے۔ نووی نے اس کا معنی عقلاء کیا ہے اور بعض نے بالغ کیا ہے۔ جن کے ہاں یہ دونوں ایک معنی کے لئے ہیں تو ان کے ہاں دوسرا تاکید کے لئے ہوگا اور جن کے ہاں اس کا معنی بالغ ہے تو معنی عاقل بالغ بن جائے گا۔ النھی نھیۃ کی جمع ہے جس کا معنی عقل ہے۔ **قوم نھین**: عقل کو نہیہ کہنے کی وجہ ① یہ ہے کہ یہ اس تک پہنچتی ہے جس کا اس کو حکم دیا جائے اور اس سے تجاوز نہیں کرتی۔ ② یہ برائیوں سے باز رکھتی ہے۔ ابوعلی فارسی کہتا ہے کہ یہ النھی ہدی کی طرح مصدر بھی ہو سکتا ہے اور ظلم کی طرح جمع بھی بن سکتا ہے۔ لغت میں نہی پختگی اور رک جانے کو کہا جاتا ہے اسی سے المنھی: وہ جگہ جہاں پانی پہنچ کر رک جائے اور گدلا ہو جائے۔ واحدی کہتے ہیں پس دونوں اقوال کا حاصل روکنا ہی بنا اور عقل قبیح سے

روکتی ہے۔

**یلونھم:** پھر بچے اور قریب البلوغ وہ ایک ہی درجے میں شمار ہوتے ہیں۔ پھر دور والے۔ (رواہ مسلم نووی کا قول امام کے قریب افضل در افضل کھڑے کئے کیونکہ وہ اکرام کے زیادہ حقدار ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ امام کو بسا اوقات خلیفہ کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ مناسب ہوگا۔ تیسری وجہ یہ ہے امام کے بھول جانے کو وہ سمجھ جائے گا۔ دوسرے نہ جان سکیں گے۔ چوتھی وجہ یہ ہے تاکہ وہ نماز کی کیفیت کو اچھی طرح محفوظ کرلیں اور پھر دوسروں کو سکھائیں۔ یہ مقدم کرنا نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر مجمع میں فضیلت والے لوگوں کو امام کے قریب کرنا چاہئے اور اسی طرح مجالس میں علم قضاء ذکر درس افتاء استماع حدیث کی مجالس میں ان کو مقدم کیا جائے گا اور لوگ علم دین عقل شرف و مرتبہ سمجھداری اور کفایت میں اپنے مراتب کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں اور اس سلسلے میں روایات ایک دوسرے کی معاون ہیں۔ ان میں صفوف کی برابری اور اس کی طرف توجہ اور اس پر آمادہ کرنا بھی ہے۔

**لیلینی:** یا محذوف اور نون وقایہ یا یا موجود اور نون تاکید مشدد (نووی شرح المسلم) ابن حجر ہیثمی نے تخفیف نون کے ساتھ بھی اثبات یا کو درست کہا ہے۔

**اولوا النھی والفضل:** کا عطف عطف العام علی الخاص کی قسم سے ہے۔

**تخریج:** اخرجه مسلم (۴۳۲) و ابو داود (۶۷۴) و النسائي (۸۰۶) و ابن ماجه (۹۷۶)

**الفرائد:** صفوف میں درستگی ضروری ہے۔ عقل و فہم والے لوگوں کو دوسروں سے مقدم کرنا چاہئے۔ جو اچھے اوصاف والے ہوں گے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہوں گے۔

۳۵۱ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لِيَلِيَنِیْ مِنْكُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰی، ثُمَّ الَّذِیْنَ يَلُوْنَهُمْ" ثَلَاثًا وَاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۵۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چاہئے کہ تم میں سے میرے قریب عقل و سمجھ والے لوگ کھڑے ہوں پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہوں (سمجھ میں) آپ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی اور پھر فرمایا بازاروں کے شور و غل سے بچو۔ (مسلم)

**تشریح:** **عبداللہ:** یہ عظیم الشان مراتب والے صحابی ہیں۔ **منکم:** ① ظرف لغو متعلقاً ② ظرف مستقر اً فاعل سے حاصل ہو۔ **ثلاثا:** تین مرتبہ دہرایا اور تکرار بھی مقتدیوں کی حالت کے پیش نظر تھی۔ ایاکم ای احذروا انفسکم: اس کو مزید تاکید کے لئے مقدم کیا اپنے کو خوب بچاؤ۔

**وھیشات الاسواق:** بازاروں کا میل جول جھگڑا شور و غل غل غپاڑہ اور فتنہ بازی سے بچاؤ۔ (نووی) قرطبی کا قول یہ شاذ لفظ ہے فتنہ اختلاف برانگیختگی۔ عرب کہتے ہیں ھوش القوم: جبکہ وہ اختلاف کریں۔ (مسلم)

**تخریج:** اخرجه مسلم (۴۳۲ / ۱۲۳) و ابو داود (۶۷۴) و الترمذي (۲۲۸)

**الفوائد** : بازار کے شور وشغب سے بچنا چاہیے' بازار فتنوں کے مقامات ہیں۔

۳۵۲ : وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰی وَقِیْلَ اَبِیْ مُحَمَّدٍ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ "بِفَتْحِ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ الثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ" الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : انْطَلَقَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ سَهْلٍ وَّمُحَیِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ اِلٰی خَیْبَرَ وَهِیَ یَوْمَئِذٍ صُلْحٌ فَتَفَرَّقَا فَاَتٰی مُحَیِّصَةُ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَهْلٍ وَّهُوَ یَتَشَحَّطُ فِیْ دَمِهٖ قَتِیْلًا فَدَفَنَهٗ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلٍ وَّمُحَیِّصَةُ وَحُوَیِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ یَتَكَلَّمُ فَقَالَ : "كَبِّرْ كَبِّرْ" وَهُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ فَسَكَتَ فَتَكَلَّمَا فَقَالَ : "اَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ؟" وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِیْثِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَقَوْلُهٗ ﷺ : "كَبِّرْ كَبِّرْ" مَعْنَاهُ : یَتَكَلَّمُ الْاَكْبَرُ۔

۳۵۲: حضرت ابو یحییٰ بعض نے کہا ابو محمد سہل بن ابی حثمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کی طرف گئے اور یہ صلح کے ایام تھے۔ پس وہ دونوں جدا ہوئے۔ جب محیصہ واپس عبداللہ بن سہل کے پاس لوٹے تو عبداللہ کو خون میں لت پت مقتول پایا۔ پاس ہی اس کو دفن کیا پھر مدینہ آئے۔ پھر عبدالرحمٰن بن سہل اور محیصہ اور حویصہ مسعود کے دونوں بیٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ عبدالرحمٰن نے گفتگو شروع کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بڑا آدمی بات کرے اور عبدالرحمٰن تو سب میں چھوٹے تھے اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ پس محیصہ اور حویصہ مسعود کے دونوں بیٹوں نے گفتگو کی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم قسم اٹھاتے اور اپنے مقتول کے قاتل سے حق طلب کرتے ہو۔ مکمل روایت ذکر کی۔

کَبِّرْ کَبِّرْ: تم میں سے بڑا کلام کرے۔

**تشریح** ۞ **سهل بن ابی حثمه رضی الله عنه**: ان کی کنیت ابو یحییٰ یا ابو محمد بتلائی جاتی ہے۔ ابو حثمہ کا نام عبداللہ ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے عبداللہ بن ساعدہ بعض عامر بن ساعدہ بن عدی بن خثیم بن مخدعہ بن حارثہ بن الحارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس الانصاری خزرجی اوسی الحارثی ہے۔ یہ مدینہ منورہ کے باشندے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی باتیں یاد کر لی تھیں۔ ۲۵ روایات ان سے مروی ہیں۔ تین متفق علیہ ہیں۔ ان سے نافع بن جبیر' عبدالرحمان بن مسعود' زہری جیسے تابعین نے روایت لی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے خود ان سے نہیں سنا۔ (تہذیب للنووی)

**محیصه بن مسعود**: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے مسعود بن کعب بن عامر بن عمرو بن مخدعہ مخدعہ سے آگے ان کا سلسلہ نسب سہل سے مل جاتا ہے۔

**هی یومئذ صلح**: یہ اس زمانے کی بات ہے جب خیبر فتح ہو چکا تھا اور یہود سے بٹائی پر صلح ہو چکی تھی۔ **فتفرقا**: وہ ضروریات

کے لئے ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔

**یتشحط فی دمه قتیلا:** وہ اپنے خون میں لت پت مقتول پڑے تھے۔

**النَّحْو:** **قتیلاً:** یہ حال ہے۔ **المدینه:** یہ دار الہجرت کا نام بن گیا۔ یہ دان بمعنی اطاع سے ماخوذ ہے۔ یہ مرکز دین ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان الایمان لیأ رازالی المدینة کما تارز الحیة الی حجرتها** "ایمان اہل مدینہ کی طرف یوں سمٹ کر آئے گا جیسا سانپ اپنے غار کی طرف۔

**عبدالرحمٰن بن سهل** :مقتول کا بھائی۔ **محیصه و حویصه**:مقتول کے والد کا چچازاد۔

**فذهب عبد الرحمان یتکلم**:عبدالرحمان بات کرنے لگا تو آپ نے فرمایا: **کبر کبر**: یعنی بڑے کی رعایت کرو۔ مسلم میں کبر کے بعد الکبرفی السن کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں اور ایک نسخہ الکبر ہے (شرح الاعلام لزکریا) یہ لفظ کبر یکبر از تعب یتعب اور کبر یکبر قرب یقرب دونوں سے آتا ہے۔ (المصباح) بظاہر یہاں باب تعب سے ہے۔ عاقولی کا قول اس کے موافق ہے۔ **فسکت فتکلما**: حویصہ جو سب سے بڑا تھا اس نے اور محیصہ جو اس سے چھوٹا تھا بات کی عبدالرحمان خاموش ہو گیا۔

نووی کا قول: اصل دعویٰ کا حق عبدالرحمان ہی کو تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صورتِ قصہ اور حقیقت قصہ معلوم فرمانا چاہتے تھے۔ پس اس کے گفتگو کرنے کے بعد عبدالرحمان نے بات کی اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دونوں بطور وکیل بات کرنے والے ہوں۔

عاقولی کہتے ہیں والد کے چچازاد ہونے کی وجہ سے ان کے حق کی ادائیگی کے لئے ان کو کلام کا موقعہ دیا کیونکہ وہ تو معاون کے طور پر آئے تھے۔ وراثت میں ان کا حصہ نہ تھا۔ ان کی بات عبدالرحمان کے لئے کون سی تسلی کا ذریعہ تھی۔ اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ زیادہ عمر والے کا لحاظ کرنا مستحب ہے اور کبر یہ بوڑھے کے لئے آتا ہے (نووی) اور کئی مقامات ہیں جہاں معمر کو مقدم کیا جاتا ہے۔ **اے تحلفون و تستحقون قاتلکم**: پچاس قسمیں کھاؤ تو تمہارا حق قصاص یا دیت ثابت ہو جائے گا۔ قسم کی پیشکش کا مطلب یہ ہے۔ جب وہ اس کو اچھی طرح جان لیں یا یقین کر لیں کیونکہ حلف اسی صورت میں جائز ہوتا ہے۔ اگرچہ خطاب تینوں کو کیا گیا مراد مقصود صرف عبدالرحمان ہے۔

بقول نووی کبر کبر کو دو مرتبہ لانا تاکید کے لئے ہے تاکہ عمر میں بڑا یا رتبہ میں بڑا بات کرے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۳۱۷۳) و مسلم (۱٦٦۹) و ابو داود (٤٥۲۰) والترمذی (۱٤۲۲) والنسائی (۲۷۲٤) و ابن ماجه (۲٦۷۷)

**الفرائد** : ① پہلے بڑا بات شروع کرے ② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مستجاب الدعوات تھے ③ کافر سے حلف لیا جا سکتا ہے۔

٣٥٣ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَجْمَعُ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ مِنْ قَتْلٰی اُحُدٍ یَعْنِیْ فِی الْقَبْرِ ثُمَّ یَقُوْلُ :"اَیُّهُمَا اَکْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ؟ فَاِذَا اُشِیْرَ لَهٗ اِلٰی اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِی اللَّحْدِ' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۳۵۳: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ غزوۂ احد کے مقتولین میں دو دو کو ایک قبر میں جمع فرماتے تھے۔ پھر فرماتے ان میں سے کون قرآن کو زیادہ سے زیادہ یاد کرنے والا تھا؟ پس ان میں سے جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اس کو قبر میں پہلے رکھتے (یعنی لحد میں قبلہ کی جانب مقدم فرماتے)۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ **کان یجمع بین الرجلین من قتلٰی احد**: مقتولین کی کثرت اور کام کرنے والوں کی قلت تعداد کی وجہ دو دو کو ایک قبر میں دفن فرماتے۔ احد مدینہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ وہاں اکثر کے نزدیک ۳ھ میں غزوہ پیش آیا حافظ نے فتح میں لکھا ہے کہ اصحاب سنن نے ہشام بن عامر انصاری سے نقل کیا کہ **جاء ت الانصار الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد فقالوا اصابنا قرح وجهد فقال صلی اللہ علیہ وسلم احضروا وسمعوا واجعلوا الرجلین والثلاثة فی القبر**"۔ (ترمذی)

البتہ مرد کو عورت کے ساتھ دفن کے سلسلہ میں عبدالرزاق نے سند حسن کے ساتھ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ مرد و عورت کو ایک قبر میں دفن کیا جاتا' مرد کو قبلہ کی طرف مقدم کیا جاتا عورت کو اس کے پیچھے رکھا جاتا اور ان کے مابین منڈیر بنادی جاتی خصوصاً جبکہ وہ اجنبی ہوتے"۔ (عبدالرزاق)

**فی القبر**: کہ دونوں کو ایک قبر میں رکھا جاتا مگر کفن ہر ایک کو الگ الگ دیا جاتا۔ **اخذ اللقرآن**: قرآن مجید یاد کرنے والا۔ **قدمه فی اللحد**: یعنی قبلہ والی جانب مقدم کیا جاتا خواہ وہ عمر میں بڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ② قرآن مجید زیادہ یاد ہونے کی وجہ سے اس کا اکرام کیا جاتا۔

**تخریج** بخاری فی الجنائز والمغازی' ابو داؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجه فی الجنائز۔ ابن ابی شیبه ۳/۲۵۳' ابن حبان ۳۱۹۷' ابن الجارود ۵۵۲' بیهقی ۴/۳۴۔

**الفرائد**: دو آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔ علم دین والوں کو قبلہ کی طرف مقدم کیا جائے گا۔

۳۵٤ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "اَرَانِيْ فِي الْمَنَامِ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَآءَ نِيْ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ ' فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ فَقِيْلَ لِيْ : كَبِّرْ فَدَفَعْتُهُ اِلَى الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ مُسْنَدًا وَّالْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا۔

۳۵۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں پھر میرے پاس دو آدمی آئے۔ ان میں ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے مسواک چھوٹے کو دے دی تو مجھے کہا گیا کہ بڑے کو دیں' تو میں نے بڑے کو دے دی۔

(مسلم نے مسنداً اور بخاری نے تعلیقاً روایت کی ہے)

**تشریح** ۞ **قال اَرَانی**: حافظ کہتے ہیں یہ رؤیت سے ہے ہمزہ مفتوح ہے۔ جنہوں نے ضمہ بتلایا یہ ان کا وہم ہے۔ **اَلْمَنَام**: مصدر میمی ہے یعنی نوم گویا ظرف محل حال میں ہے اور جملہ اتسوک دوسرے مفعول کی جگہ ہے۔ **فناولت السواك الاصغر**: خواب میں جو دو آدمی آئے تو میں چھوٹے میں کوئی علم وغیرہ جیسی چیز دیکھ کر مسواک چھوٹے کو دے دی۔

فقيل لي كبر: جبرئیل نے کہا جیسا کہ ابن مبارک کی روایت میں موجود ہے کہ بڑے کو دو الا کبر منهما: میں نے بڑے کو دے دی۔ ابن بطال کہتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ زیادہ عمر والے کو مسواک کھانے' پینے چلنے اور گفتگو میں لحاظ کر کے مقدم کیا جائے گا اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں دیہاتی کو صدیق اکبر سے پانی پینے میں مقدم کیا گیا۔

**مسئلہ**: دوسرے کے مسواک کا استعمال اس کی اجازت کے بغیر بھی مکروہ نہیں البتہ استعمال سے پہلے دھو لینا مستحب ہے۔ (مسلم)

**تخریج**: اخرجه البخاری (۲٤٦) و مسلم (۲۲۷۱)

**الفوائد**: مسواک' کھانا' پینا' گفتگو چلنا پھرنا سب میں بڑے کو مقدم کیا جائے گا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب ترتیب نہ ہو۔ جب ترتیب ہو تو دائیں کو مقدم کریں گے۔

۳۵۵ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ : رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اِنَّ مِنْ اَجْلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِكْرَامَ ذِی الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ ' وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِیْ فِيْهِ وَالْجَافِیْ عَنْهُ وَاِكْرَامَ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ۔

۳۵۵: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عزت و احترام بجالانے میں سے یہ بھی ہے کہ (۱) سفید داڑھی والے مسلمان (۲) قرآن کا حافظ جو اس میں غلو کرنے والا نہ ہو اور نہ ہی اس سے جفا اور زیادتی کرنے والا ہو اور (۳) انصاف والے بادشاہ کا اکرام کرنا۔ (ابوداؤد)

**تشریح**: اجلال الله: تکریم و تعظیم۔ ذی الشيبة المسلم: جس کی عمر اسلام میں گزری ایمان میں بڑھاپا آیا۔ اس کو نماز میں دوسری شروط کے ہوتے ہوئے نماز میں اور مجالس و مجامع' قبر میں مقدم کیا جائے گا اور اس کے ساتھ نرمی اور شفقت کی جائے گی۔

حامل القرآن: یعنی قرآن مجید کا قاری۔ اس کو حامل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پڑھ کر' سمجھ کر اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہو کر اور اس میں تدبر کرنے کا بوجھ اٹھایا۔ گویا یہ سارے مراحل بھاری بوجھ اٹھانے کی طرح ہیں۔ غير الغالي: جو اس پر عمل میں تشدد برتنے والا نہ ہو اور جو اس کے معانی اس پر مشتبہ ہوں اور مخفی ہوں ان میں پیچھے پڑنے والا نہ ہو اسی طرح اس کی وہ علل جو دقیق ہوں جو اس کی عقل کے دائرہ سے باہر ہوں ان کو دین میں گھڑ کر نہ نکالنے والا ہو تا کہ وہ خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو گمراہ کرے اور اس کی قراءت میں مخارج حروف اور مدات میں حدود سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔

**النحو**: غیر مجرور ہو تو صفت ہے منصوب ہو تو استثناء ہے۔ الجافي عنه: قرآن کو چھوڑنے والا اس کی تلاوت سے دور بھاگنے والا اور اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل سے اعراض کرنے والا یہی جفاء ہے جس کا معنی بُعد اور دوری ہے۔ صاحب نہ یہ کہتے ہیں کیونکہ قرآن اخلاق میں تو میانہ روی ہے۔ الغلو: دین میں سختی اختیار کرنا اور اس کی حدود سے تجاوز اختیار کرنا اور التجافي: دوری اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ خاص طور پر جو آدمی کثرت نوم' بیکاری اور شہوات دنیا میں مبتلا ہو کر اس سے دور ہو۔ قرآن کے عالم و حافظ کے لئے کس قدر قبیح بات ہے کہ زبان سے اس کے احکامات بیان کرے اور ان پر خود عمل پیرا نہ ہو۔ وہ

کتابیں اٹھانے والے گدھے کی طرح ہے۔ذی السلطان: حکمران جو احکام میں عدل و انصاف برتنے والا ہو۔

**تخریج**: ابو داؤد فی الادب۔ الادب المفرد للبخاری ۳۵۷ (اس کی سند میں کلام ہے)

**الفوائد**: عدل و انصاف والے بادشاہ کا اکرام کرنا چاہیے۔

۳۵۶ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيْرِنَا" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوُدَ :حَقَّ كَبِيْرِنَا"۔

۳۵۶: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ شعیب اور دادا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ ہم میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور بڑوں کے مرتبہ کو نہ پہچانا"۔
(ابوداؤد' ترمذی حدیث صحیح)

ابوداؤد کی روایت میں حَقَّ كَبِيْرِنَا کے الفاظ ہیں کہ بڑوں کا حق نہ پہچانا۔

**تشریح** : عن جده سے مراد والد کے دادا ہیں کیونکہ ان کے والد نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت لی ہے۔لیس منا: وہ ہمارے طریقے اور راہ پر نہیں۔

**لا یرحم صغیرنا**: چھوٹے مسلمان پر شفقت و رحمت اور احسان کرنا چاہیے۔

**شرف کبیرنا**: جس تعظیم و تکریم کا وہ حقدار ہے جیسا روایت احمد میں وارد ہے۔"لیس من امتی من لم یجل کبیرنا" اور ترمذی اور ابن حبان اور احمد کی دوسری روایت میں لیس منا من لم یوقر الکبیر ویرحم الصغیر ویامر بالمعروف وینھی عن المنکر۔

فرق روایت: ابوداؤد کی روایت میں حق کبیرنا کے الفاظ وارد ہیں۔

**تخریج** : اخرجہ الترمذی (۱۹۲۰) و ابو داود (۴۹۴۳) و البخاری (۳۵۵) واسنادہ حسن۔

**الفوائد** : بچوں اور کمزور مسلمانوں پر رحمت و شفقت کرنی چاہیے' مسلمان شیوخ کا اکرام و احترام کرنا اور ان کے حقوق کو پہچاننا چاہیے۔

۳۵۷ : وَعَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ اَبِيْ شَبِيْبٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَرَّ بِهَا سَآئِلٌ فَاَعْطَتْهُ كِسْرَةً وَّمَرَّ بِهَا رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَهَيْئَةٌ فَاَقْعَدَتْهُ فَاَكَلَ فَقِيْلَ لَهَا فِيْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ لٰكِنْ مَيْمُوْنٌ :لَمْ يُدْرِكْ عَآئِشَةَ وَقَدْ ذَكَرَهُ مُسْلِمٌ فِيْ اَوَّلِ صَحِيْحِهٖ تَعْلِيْقًا فَقَالَ :وَذُكِرَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نُّنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ ، وَذَكَرَهُ الْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ

فِیْ کِتَابِہٖ "مَعْرِفَۃِ عُلُوْمِ الْحَدِیْثِ" وَقَالَ: ھُوَ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔

۳۵۷: حضرت میمون بن ابی شبیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے ایک سائل گزرا انہوں نے اس کو روٹی کا ٹکڑا عنایت فرمایا۔ پھر ایک آدمی گزرا جس نے اچھے کپڑے پہن رکھے تھے اور اس کی حالت بھی اچھی تھی۔ آپ نے اس کو بٹھایا پس اس نے کھانا کھایا۔ ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو ان کے مرتبوں پر اتارو (یعنی مراتب کا لحاظ رکھو) (ابوداؤد) میمون نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہیں پایا۔ امام مسلم نے اس روایت کو معلق ذکر کیا ہے اور کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مذکور ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ تم لوگوں کے مراتب کا لحاظ رکھا کرو۔ اس روایت کو حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث میں ذکر کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

**تشریح** ✿ **میمون بن ابی شبیب:** یہ حبیب کے وزن پر ہے وہ ربعی ابونصر کوفی ہیں۔ حافظ کہتے ہیں یہ صدوق مگر کثیر الارسال ہیں۔ ۸۳ھ واقعہ جماجم میں وفات پائی۔

**مربھا سائل:** طلب احسان کے لئے سامنے آیا۔ **کسرۃ:** جمع کسر جیسے سدرۃ وسدر روٹی کا ٹکڑا۔ **ھیئتہ:** اچھی ظاہری حالت والا۔ سخاوی نے مقاصد اور ابونعیم نے حلیہ میں یہ لفظ نقل کئے **فمر رجل غنی ذوھیئتہ فقالت ادعوہٗ فنزل فاکل ومضی وجاء سائل فامر لہ بکسرۃ فاکل' فقالت ان ھذا الغنی لم یجمل بنا الا ما صنعناہ بہ وان ھذا السائل سأل فامرت لہ بما یرضاہ' وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنا ان ننزل الناس منازلھم:** مالدار اسی کے مناسب تھا جو اس کے ساتھ کیا گیا اور اس سائل نے مانگا ہے میں نے اس کی پسند کی چیز دے دی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے مراتب کے مناسب سلوک کا حکم فرمایا ہے۔

**فقیل لھا:** کسی وجہ سے فاعل کو حذف کر دیا گیا۔ **انزلوا الناس منازلھم:** لوگوں کے مراتب ومناصب کا لحاظ تمام مواقع پر کرنا چاہئے مثلاً مخاطبت' مکاتبت وغیرہ بلند درجے والے کو چھوٹے کے مرتبہ میں نہ لائے۔ امام مسلم فرماتے ہیں: بلند درجے والے آدمی کو اس کے مرتبے سے نہ گرائے اور نہ کمینے کو اس کے درجے سے بلند کرے بلکہ ہر صاحب حق کو اس کا حق دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**وفوق کل ذی علم علیم**﴾ یہ بعض یا اکثر احکام کے لحاظ سے ہے۔ البتہ شرع نے قصاص' حدود اور ان کے ہم مثل مسائل میں برابری کا حکم دیا ہے۔ (رواہ ابوداؤد) علماء نے فرمایا: اس روایت سے معلوم ہوا کہ عالم جب کوئی کام کرے گا اور اپنے معاملے کو مخفی رکھے گا اور اس سے سوال کیا جائے تو وہ حدیث نبوی سے استدلال کرنے والا ہوگا جو کہ قوی تر شرعی دلائل سے ہے اور اس طرح کرنا حکم کو بلا دلیل ذکر کرنے سے زیادہ بلیغ ہے۔

**قول سخاوی:** ابن حجر نے مسلم کے طرز عمل پر اکتفاء کر کے معاصرت کو کافی قرار دیا میمون کے متعلق لکھا کہ اس نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھی پایا' عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات تو ان کے بعد ہوئی۔ مگر ابن صلاح نے اس پر تنقید کی ہے۔ معاصرت غیر مدلس میں کفایت کرتی ہے۔ یہ مدلس ہے۔ عمرو بن الفلاس کہتے ہیں یہ قوی الحدیث نہیں اور کسی صحابی سے اس کا سماع ثابت نہیں (کتاب الجواہر والدرر للسخاوی) مگر ان کے علاوہ دوسروں نے صراحۃً کہا کہ اس سے صحابہ کرام کی ایک جماعت

سے روایت کی ہے اوران کو پایا نہیں ان میں معاذ' ابوذر اور علی رضی اللہ عنہم ہیں ۔اسی وجہ سے ابو حاتم نے کہا یہ روایت مرسل ہے بلکہ اس بات کی تصریح کی ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کی روایت بھی غیر متصل ہے۔ بیہقی کا بھی یہی قول ہے اور میمون کی ان سے روایت مرسل ہے۔ ابونعیم کہتا ہے کہ یہ ضعیف ہے ۔ پھر سخاوی نے نقل کیا کہ معاذ' ابوذر اور مغیرہ رضی اللہ عنہم سے ان کی روایت کی بعض محدثین نے تصحیح کی ہے۔ پھر سخاوی کہتے ہیں کہ یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ میمون نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پایا۔ باقی ابوداؤد کی بات کا جواب ممکن ہے کہ زمانہ پایا ہو مگر خود سماعت حدیث نہ پائی ہو۔ ابن قیم نے اس تنقید کے غلط پر یقین کا اظہار کیا یعنی مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کے متعلق یہ کہنا کہ میمون تو کوفہ میں تھا اس کا سماع مغیرہ رضی اللہ عنہ سے انوکھا نہیں کیونکہ وہ ان کے ساتھ کوفہ میں تھا۔ البتہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع تو وہ انوکھی بات ہے کیونکہ وہ مدینہ میں تھیں ۔ اس شان کے ائمہ کا معاملہ معاصرت سے بلند ہوتا ہے۔ اس کے باوجود حافظ عراقی نے کہا کسی ایک روایت میں وارد نہیں ہے کہ میمون نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو پایا ہو۔ صرف ابن صلاح نے یہ بات مسلم کی اس روایت سے اخذ کی ہے جو انہوں نے مقدمہ میں ایک روایت میمون کی سند کے ساتھ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے بطور استشہاد ذکر کی ہے اور اس کے متعلق یہ فرما دیا کہ یہ مشہور روایت ہے۔ پھر سخاوی نے ان لوگوں کا تذکرہ کیا جنہوں نے اس روایت کو موقوفاً نقل کیا ہے۔ مسلم نے اس کو تعلیقاً ذکر کیا بقول نووی لیس جازماً کے الفاظ صحت کے حکم کو نہیں چاہتے اور اگر امام مسلم کے طرزِ عمل کو دیکھا جائے کہ انہوں نے اس کو بطور حجت ذکر کیا ہے اور اصول کی جگہ لائے شواہد کی جگہ نہیں لائے یہ چیز اس کے صحیح ہونے کی متقاضی ہے۔ حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے مگر بلا اسناد لائے ہیں اور ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا ( کتاب السیاسۃ لابن خزیمہ ) انقطاع کے تذکرہ کے بعد اس کی تصحیح کی ہے۔ سخاوی نے جواہر میں اس کو حسن کہا اور المقاصد میں بھی ابو احمد عسکری نے الامثال میں کہا کہ یہ حدیث ان روایات میں سے ہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بڑوں کا احترام اور علماء کے حقوق اور سفید بالوں کے احترام کی تلقین کی ہے۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (٤٨٤٢)

**الفرائد** :لوگوں کے مراتب ومناصب کو پہچاننا چاہئے اور ایک دوسرے سے ان کو مقدم کرنا چاہئے' علماء کرام اور بوڑھوں کا خصوصاً احترام اسلامی آداب کا عظیم حصہ ہے۔

**٣٥٨** : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ اَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ وَّكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ الْقُرَّآءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلًا كَانُوْا اَوْ شُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ اَخِيْهِ :يَا ابْنَ اَخِيْ لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْاَمِيْرِ فَاسْتَاْذِنْ لِيْ عَلَيْهِ فَاسْتَاْذَنَ لَهٗ فَاَذِنَ لَهٗ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ :هِيَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ :فَوَ اللّٰهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ فِيْنَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى هَمَّ اَنْ يُّوْقِعَ بِهٖ فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ

لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ وَاِنَّ هٰذَا مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ وَ اللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۳۵۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن مدینہ آئے اور اپنے بھتیجے حُر بن قیس کے پاس ٹھہرے اور حر ان لوگوں میں سے تھے جن کو عمر رضی اللہ عنہ قریب کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مجلس مشاورت کے ارکان قراء تھے خواہ ادھیڑ عمر ہوں یا نوجوان ۔عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا اے برادر زادے تمہیں اس امیر کے ہاں خاص مقام حاصل ہے۔ مجھے ان سے ملنے کی اجازت لے دو۔انہوں نے اس کے لئے اجازت مانگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی۔ جب وہ اندر داخل ہوئے تو کہنے لگے اے ابن خطاب' اللہ کی قسم تم ہمیں بڑے عطیات نہیں دیتے اور نہ ہی ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے ہو۔ حضرت عمر یہ سن کر غضب ناک ہو گئے یہاں تک کہ ان کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ اس پر حر نے ان کو کہا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو فرمایا: خُذِ الْعَفْوَ تم درگزر کو لازم پکڑو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو اور بے شک یہ جاہلوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! حضرت عمر کے سامنے جب انہوں نے یہ آیت تلاوت کی تو انہوں نے اس آیت سے تجاوز نہیں کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ٹھہر جانے والے تھے۔ (اس پر مضبوطی سے رُک کر عمل پیرا ہونے والے)۔(بخاری)

**تشریح** ❁ **عیینہ بن حصن**: بن بدر بن عمرو بن جویۃ بن لوذان بن ثعلبہ بن عدی بن فزارہ بن ذبیان بن مفیض بن ریث بن سعد بن قیس عیلان الفزاری فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ بعض نے کہا پہلے کیا۔ حنین و طائف میں شریک ہوئے یہ مؤلفۃ القلوب' درشت مزاج دیہاتیوں میں سے تھے' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتنہ ارتداد کا شکار ہوئے' طلیحہ اسدی کی معیت میں لڑائی کی' صحابہ کرامؓ نے زندہ قید کر لیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا یہ اسلام لے آئے تو ان کو چھوڑ دیا۔

**فنزل علی ابن اخیه الحر**: حر صحابی ہیں یہ ان لوگوں سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تبوک سے واپسی پر حاضر ہوئے۔ بقول بخاری انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ صاحب موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اختلاف ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ خضر ہیں انہوں نے ابی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے ایک مرفوع روایت نقل کی جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید کرتی تھی۔ (کتاب العلم بخاری) مسلم نے عوف بکالی کے متعلق نقل کیا کہ ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بات چیت ہوئی۔ (مسلم)

علائی کا قول۔ حر کا بیٹا شیعہ' بٹی خارجی' بیوی معتزلی' لونڈی مرجیہ۔ حر کہنے لگے میرا اور تمہارا حال اس طرح ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿کنا طرائق قددا﴾ ہم متفرق راہوں پر تھے۔ النفر: یہ اسم جمع ہے جس کا واحد نہیں' بعض نے سات بعض نے دس کے گروہ کو نفر کہا ہے۔ مگر اس پر اتفاق ہے کہ دس سے زیادہ پر بول نہیں سکتے۔ (المصباح للجوہری) یدنیھم علم و عمل کی وجہ

سے عمر ان کو قریب بٹھاتے۔ مشاورته: یہ مصدر مفاعلہ ہے۔ شاورته و استشرته فيه: میں ان کی طرف رجوع کیا تاکہ انکی رائے معلوم کروں۔ پھر کہتے ہیں فاشار علی هکذا: اس نے اس مصلحت کو ظاہر کیا جو اسکے ہاں تھی۔ المشورہ اسی سے اسم ہے اسم دولغتیں ہیں ① شین کا سکون واؤ کا فتحہ ② شین کا ضمہ وسکون واؤ۔ یہ شار الدابہ سے لیا گیا جبکہ جانور کو مشوار میں پیش کریں (سدھانے کی جگہ) بعض نے شار العسل سے لیا ہے اچھی خیر خواہی کو شہد نکالنے سے تعبیر کیا ہے۔

کھولا و شبانا: یہ شاب کی جمع ہے جیسے فارس وفرسان اور شابا بھی پڑھنا درست ہے۔ جیسا شب کے مصدر میں ہے۔ پس اس صورت میں اس کا مضاف مقدر ہوگا۔ ② زید عدل کی طرح مبالغہ ہوگا۔ پہلی روایت اکثر کی ہے اور دوسری کشمیہنی کی روایت ہے۔ شباب کہولت سے پہلے کا زمانہ ہے۔ دمامینی نے باب تعظیم حرمات المسلمین میں ذکر کیا ہے اور اس میں یہ بھی تذکرہ ہے کہ اہل فضل کو خواہ وہ عمر نسب حسب میں کم ہوں ان کو مقدم کرنا چاہئے۔

وجہ: مرتبہ۔ فاستاذن لی علیه: میرے لئے ان کے ہاں داخلے کی اجازت طلب کرو۔ الجزل: کثیر عطیہ اصل معنی بڑی مصیبت۔ بالعدل: جور کے خلاف کو کہا جاتا ہے۔ عدل یعدل از ضرب۔ ففضب عمر: اس لئے کہ اس نے ظلم کی نسبت ان کی طرف کی تھی۔ بہ شینا: کچھ سزا۔ خذ العفو: ① لوگوں کے افعال جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کئے اور آسان کر دیئے اور آپ ان کے لئے وہ عفو جو جہد کی ضد ہے ہرگز مت مانگیں۔ ② گناہ گاروں سے درگزر اختیار کریں یا فضل کو اختیار کریں یا آسان افعال کو اختیار کریں۔ وأمر بالعرف: معروف ومستحسن افعال کا انہیں حکم دیں۔ واعرض عن الجاهلين: ان کے متعلق شک میں مبتلا نہ ہوں اور نہ ان کے افعال کا انہی جیسے افعال سے بدلہ دیں۔ یہ آیت ان مکارم اخلاق کو جامع ہے جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان تمام کو جمع کریں۔ وان هذا من الجاهلين اور یہ شخص جہلاء میں سے ہے جن سے اعراض کا حکم دیا گیا ہے۔ والله: پہلی واؤ عاطفہ اور دوسری قسمیہ ہے۔ ما جاوزها عمر حين تلاها: عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر فوراً عمل پیرا ہوا کر اس کے جہل پر مواخذہ چھوڑ دیا۔ وقافا عند كتاب الله: آپ رضی اللہ عنہ کتاب اللہ کے معاملے میں اس کے اوامر ونواہی پر اسی طرح کاربند ہونے والے تھے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۴٦٤۲)

**الفوائد** : ① بڑی عظمت والوں کی بارگاہ میں گستاخانہ انداز گفتگو غلط ہے۔ ② جاہلوں سے اعراض کر کے انکی ایذاء پر صبر کرنا چاہئے۔ ③ اللہ تعالیٰ کے حکم سنتے ہی آدمی کو فوراً تعمیل کرنی چاہئے۔ ④ رعایا کی سخت گفتگو پر صبر کرنا عزیمت والوں کا کام ہے۔

۳۵۹ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَقَدْ كُنْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غُلَامًا فَكُنْتُ اَحْفَظُ عَنْهُ فَمَا يَمْنَعُنِیْ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا اَنَّ هٰهُنَا رِجَالًا هُمْ اَسَنُّ مِنِّیْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۳۵۹: حضرت ابوسعید سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نوعمر لڑکا تھا اور میں آپ کی باتیں یاد کر لیتا تھا مگر ان کو بیان کرنے سے یہ بات روکتی کہ وہاں مجھ سے زیادہ عمر

والے لوگ موجود ہوتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ: ان کی کنیت کے متعلق کئی قول ہیں: ① ابوسعید ② ابوعبدالرحمان ③ ابو عبداللہ ④ ابوسلیمان ⑤ ابومحمد (تہذیب نووی) ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ہلال بن جریج بن مرہ بن حزن بن عمر بن جابر بن خشین بن لائی بن عصیم بن شمخ بن فزارہ بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان الفزاری رضی اللہ عنہ یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ ان کی والدہ مدینہ لے آئیں ایک انصاری سے نکاح کرلیا۔ یہ ان کی پرورش میں رہے۔ بعض کہتے ہیں ان کو احد کے روز قتال کی اجازت ملی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پھر تمام غزوات میں شرکت کی۔ پھر بصرہ میں سکونت اختیار کی زیاد جب کوفہ جاتا تو ان کو بصرہ پر نائب مقرر کرتا اور جب بصرہ جاتا تو کوفہ پر ان کو نائب مقرر کرتا۔ حسن بصری اور ابن سیرین اور دیگر فضلاء بصرہ ان کی تعریف کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو احادیث انہوں نے روایت کی ہیں۔ دو حدیثیں متفق علیہ ہیں ایک میں بخاری اور چار میں مسلم منفرد ہیں۔ ان کی وفات ۵۸ ۵۹ھ میں بصرہ میں ہوئی۔ بقول سخاوی ان کی وفات ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد ۵۹ھ کے اواخر یا ۶۰ھ میں ہوئی۔ غلاماً: وفات نبوی کے وقت ان کی عمر بیس سے کچھ زائد تھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کم عمر صحابہ میں سے تھے۔ رجالا هم اسن منی: جن سے علماء اثر نے اپنے قول کو لیا ہے۔

اگر شہر میں زیادہ علم والا ہو تو مفضول کو حدیث بیان کرنا مکروہ ہے اور حکم اسی طرح ہے جب ضبط' حفظ' تقدم سن وغیرہ میں زیادہ ہو۔ البتہ دیگر علوم میں اعلم کے ہوتے ہوئے بھی مفضول سے حاصل کرنا مکروہ نہیں۔ (متفق علیہ)

**تخریج** :مسلم' احمد ۷/۲۰۲۳۷' بخاری (۳۳۲) ابو داؤد (۳۱۹۵) ترمذی (۱۰۳۵) نسائی (۳۹۱) ابن ماجه (۱٤۹۳)

**الفرائد** : بڑوں کا اکرام کرنا چاہئے۔ اہل علم شیوخ کو پہلے بات کا موقعہ دینا چاہئے۔

۳٦۰ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهٖ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ مَنْ يُكْرِمُهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

۳٦۰ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو نوجوان کسی بوڑھے کی اس کے بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے لوگ مقرر کر لیتا ہے جو بڑھاپے میں اس کی عزت کریں۔ (ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

**تشریح** شیخا: جو پچاس سال کے پیٹے میں ہو۔ قیض: مقدر کردیتا۔ مقرر کرتا۔ من یکرمه عند سنه: اس میں اشارہ ہے کہ اکرام شیب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت پیدا کردیتے ہیں کہ وہ بڑھاپے کی عمر پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تکریم کے لئے دوسروں کو مقرر کردیتے ہیں۔ گویا جو کیا اس کا بدلہ دنیا میں بھی پالیتا ہے۔ ترمذی۔

**تخریج** :ترمذی (۲۰۲۲) (اس کی سند میں کلام ہے)

**الفرائد** : جو چھوٹی عمر میں بڑے کا احترام کرتا ہے۔ بڑی عمر میں اللہ تعالیٰ اس کے لئے بڑھاپے میں مددگار پیدا کردیتا ہے۔ وہ نوجوان طویل عمر پاتا ہے جو بڑوں کی خدمت کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے انس رضی اللہ عنہ کو طویل عمر کثیر

مال واولاد ملا۔

# ٤٥ : بَابُ زِيَارَةِ اَهْلِ الْخَيْرِ وَمُجَالَسَتِهِمْ وَصُحْبَتِهِمْ وَمَحَبَّتِهِمْ وَطَلَبِ زِيَارَتِهِمْ وَالدُّعَآءِ مِنْهُمْ وَزِيَارَةِ الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ

## بَابٌ: نیک لوگوں کی ملاقات اوران کے پاس بیٹھنا اوران سے ملنا اوران سے دعا کرانا اور فضیلت والے مقامات کی زیارت کرنا

زیارۃ:شوق کے لئے کسی کا قصد کرنا۔زار یزور ای قصده شوقاً: زائروزوروزوار جیسے سافر یسافر وسفر وسفار۔عورتوں کے لئے نسوۃ زور جیسا نوح وزائرات (المصباح) اھل الخیر: وہ اہل علم جوشرف علم واخلاص سے مزین ہیں۔جوکسی قوم سے مشابہت کرتا ہے وہ انہی میں سے ہے۔وہ ایسے لوگ ہیں جن کا ہم مجلس کبھی بدنصیب نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کی محبت میں زندہ رکھے اوران کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔مجالستھم: تا کہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی سے بچ سکے یہ تو ان کی مجلس کا اولین ثمرہ ہے۔ان کی مجالس میں بیٹھنے والے کو چاہئے کہ فضول خیالات سے اپنے نفس کی حفاظت کرے۔صحبتھم و صحبتھم: ان کی مصاحبت اختیار کرنا اور ایسا طرز عمل اختیار کرنا جوان کی دوستی تک پہنچانے والا ہو۔

النحو: یہ صادر ہیں اپنے مفعول کی طرف مضاف ہیں اور فاعل محذوف ہے۔

طلب زیارتھم و دعائھم: یہ دونوں مصدر فاعل کی طرف مضاف ہیں۔ان کی ملاقات کی طلب ان کی برکات کے حصول کے لئے ہے اوران سے دعائیں کرانا اس لئے مستحب ہے کیونکہ ان کی دعائیں استجابت کے قریب تر ہیں اور حصول مقصود کے لئے زیادہ امید کا باعث ہیں۔المواضع الفاضلہ: اس کا عطف زیارۃ پر ہے۔ای زیارۃ المواضع ہے۔اوران مقامات کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں یا ان کی فضیلت خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے یا صحابہؓ سے نقل ہوکر آئی یا اولیاء صالحین کی عبادت کے مقامات ہیں کیونکہ مقام تو مکین سے ہوتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ..... اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى ..... قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا؟﴾

[الکھف: ٦٠-٦٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور جب کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے نوجوان کو کہ میں سفر کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میں دوسمندروں کے ملنے کی جگہ پہنچ جاؤں یا پھر میں عرصہ دراز تک چلتا رہونگا سے اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿قَالَ لَهٗ مُوْسٰى ......﴾ انکو موسیٰ نے کہا

کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر چل سکتا ہوں کہ آپ مجھے ہدایت کی وہ باتیں سکھائیں جو آپ کو سکھائی گئی ہیں۔

لغات: اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے اور فتاہ: سے مراد یوشع بن نون بن افرائم بن یوسف علیہ السلام وہ ان کی خدمت کرتے اور ساتھ رہتے تھے۔ بعض نے کہا غلام مراد ہے۔

النحو: **لا ابرح**: اس کی خبر حذف کر دی کیونکہ دلالت حال موجود ہے۔ ای لا ابرح **السفر** ② اور یہ بھی درست ہے کہ یہ **لا ازول عما انا علیه من السیر و الطلب** کہ میں اپنی طلب کو پورا کرنے کے لئے سفر جاری رکھوں گا۔ اس صورت میں خبر کی حاجت نہیں۔

مجمع البحرین: بحر فارس وروم کا سنگم جو کہ شرقی جانب ہے۔ وہاں خضر کی ملاقات کا وعدہ دیا گیا تھا۔

مجمع یہ مشرق و مطلق کی طرح یفعل کے سندوذ سے ہے۔ امضی حقبا: طویل زمانہ چلتا رہوں گا۔ مطلب یہ ہے کہ یا تو مجمع میں پہنچ جاؤں گا یا پھر ۸۰ سال تک کا زمانہ چلنا پڑا تو چلتا رہوں گا۔ بعض نے حقب ستر سال بتلایا ہے۔ خضر علیہ السلام کا زمانہ افریدون کی حکومت کا زمانہ تھا۔ خضر ذوالقرنین کے مقدمۃ الجیش پر نگران تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک زندہ تھے۔

مجمع بینهما: میں ① مجمع کی اضافت ظرف کی طرف توسعاً ہے ② وصل کے لئے ہے۔

نسیا حوتهما: موسیٰ علیہ السلام تو مچھلی کا حال معلوم کرنا بھول گئے اور یوشع اس کا زندہ ہو کر سمندر میں داخل ہونا جو انہوں نے دیکھا تھا بتانا بھول گئے۔ خضر کے مقام کی یہی علامت تھی۔ بھنی ہوئی مچھلی کا سمندر میں زندہ ہو کر جانا یہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ خضر علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ سربا: راستہ۔ یہ مفعول ثانی ہے اور فی البحر اس سے حال ہے۔ ② یا **السبیل** سے حال ہے اور اتخذ سے متعلق بھی ہوسکتا ہے۔ آتنا غداء نا: مجمع البحرین سے آگے گزر کر زاد راہ طلب کیا۔

نصبا: تھکاوٹ۔ اس وقت تک بھوک و تھکاوٹ محسوس نہ ہوئی جب اس مقام موعود سے تجاوز نہ کر گئے۔ اس کی تائید هذا کے اشارہ سے بھی ہوتی ہے۔ اس مقام سے پوری رات اور اگلی صبح کی ظہر تک سفر کرتے رہے۔

ارایت: کیا تم نے غور کیا جب ہم اس چٹان کے پاس پہنچے جو ملاقات کی جگہ تھی تو مجھے ایک معاملہ پیش آیا۔ فانی نسیت الحوت: میں نے مچھلی گم پائی یا اس کا تذکرہ کرنا بھول گیا۔ وما انسانیه الا الشیطان: اور شیطان نے اس کی یاد بھلا دی۔

ان اذکره: یہ انسان کے مفعول کا بدل ہے۔ یہ نسیان کی معذرت ہے اگرچہ ایسے واقعات بہت کم بھولا کرتے ہیں مگر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ایسے خرق عادت واقعات اکثر دیکھنے میں آتے رہتے تھے۔ اس لئے اس کی طرف توجہ کم کی۔ ② مشاہدہ قدس کے مناظر میں استغراق کی وجہ سے اس کو بھول گئے اور شیطان کی طرف نسبت اپنے نفس کو مٹانے اور دبانے کے لئے کی ہے۔ یہ دونوں جانبوں کی طرف توجہ مبذول نہ رکھ سکے او ایک میں مشغول رہنے کو نقصان شمار کر کے یہ کہا:

**واتخذ سبیله فی البحر عجبا**: راستہ کو عجیب اس لئے کہا کہ وہ پانی میں سرنگ کی مانند تھا۔ ② **اتخاذ عجبا** ہے اور دوسرا مفعول ظرف ہے۔ ③ بعض نے کہا یہ مصدر ہے اس کا فعل مضمر ہے۔ ای قال فی آخر کلامه ④ **موسیٰ فی جوابه عجبا تعجبا** من تلك الحال: موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جواب پر اس وقت بہت تعجب کیا۔ ⑤ بعض نے کہا اتخذ کا فاعل موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ای اتخذ موسیٰ سبیل الحوت فی البحر عجبا: موسیٰ علیہ السلام عجیب انداز سے مچھلی کے راستہ پر چل دیئے۔ قال **ذلك ما کنا نبغ**: ذلك کا مشار الیہ مچھلی کا معاملہ ہے۔ نبغ یہ نطلب کے معنی میں ہے کہ ہم اسی

کے متلاشی تھے کہ یہی ہمارے مطلوب کی علامت تھی۔ علامہ بکری کہتے ہیں۔ فواصل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے یا کو حذف کر دیا گیا اور اس سے تسہیل پیدا ہوگئی۔ اس لئے کہ یہاں یا ملائی نہیں جاتی اور یا کو ثابت رکھنا عمدہ ہے۔ **فارتدا علی اثارھما:** جس راستے سے گئے تھے اسی سے پلٹے۔ **قصصًا:** اپنے نشانہائے قدم کی پیروی کرتے ہوئے یا وہ پیروی کرتے رہے یہاں تک کہ چٹان کے پاس پہنچے۔ **عبدًا من عبادنا:** جمہور کے ہاں وہ بلیا بن ملکان ہیں جن کا لقب خضر ہے۔ بعض یسع اور بعض نے الیاس کہا ہے۔ **اتیناہ:** یہ اعطینا کے معنی میں ہے ہم نے عطاء کیا۔ **رحمة:** اس سے وحی و نبوت مراد ہے۔ **من لدنا علمًا:** وہ علم جو ہمارے ساتھ خاص ہے اور غیوبات تکوینیہ کا علم۔

**قال له موسٰی هل اتبعك:** اس میں نیک لوگوں کی زیارت اور ان کے ساتھ سفر اور ان سے تواضع کا معاملہ برتنا۔ سیوطی کا قول یہ ہے کہ خادم یا رفیق سفر ساتھ لینے میں حرج نہیں علم کے لئے سفر مستحب ہے اور علماء سے مل کر اس میں اضافہ کرنا چاہئے۔ متعلم کو تواضع سے کام لینا چاہئے خواہ وہ عالم مرتبہ میں کم ہی کیوں نہ ہو۔

**وَقَالَ تَعَالٰی:**

**﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾**

[الکھف:۲۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مضبوطی سے جما کر رکھیں جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اسی کی ذات کے طالب ہیں''۔

آیت پر کلام **باب فضل ضعفة المسلمين** میں گزرا۔

**۳۶۱ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزُوْرُهَا فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهَا بَكَتْ فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيْكِ؟ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ! فَقَالَتْ: اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَآءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔**

۳۶۱: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد کہا آؤ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے چلیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے۔ پس جب دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ دونوں نے کہا آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ انہوں نے جواب دیا میں

اس لئے نہیں روتی کہ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ بلکہ میں تو اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ پس ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کو بھی رونے پر آمادہ کر دیا پس وہ دونوں اس کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

**تشریح** ❁ **بعد:** یہ قال کا ظرف ہے۔ **ام ایمن:** یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی ہیں جو والد کی طرف سے وراثت میں ملیں یہ بعض کا قول ہے۔ قرطبی کا قول یہ آمنہ کی لونڈی تھیں اور ان کی طرف سے وراثت میں آپ کو ملیں۔ دمیری نے اس کو ابوالشیخ سے نقل کیا اور دیباچہ میں کہا کہ ان کو عبداللہ نے آزاد کیا۔ بقول واقدی یہ عبدالمطلب کی لونڈی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طور پر میراث بن گئیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو ہبہ کر دیا تھا اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں آئیں۔ عبدالمطلب کے ویسے آپ وارث نہ بن سکتے تھے کیونکہ ان کی نسبی اولاد موجود تھی۔ فتح الباری باب الھبہ میں ابن شہاب سے نقل کیا گیا ہے کہ ام ایمن عبداللہ کی لونڈی تھیں یہ حبشہ سے تھیں۔ عبداللہ کی وفات کے بعد جب آمنہ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی۔ ام ایمن آپ کی پرورش کرتی رہیں یہاں تک کہ آپ بڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا۔ پھر زید بن حارثہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پانچ ماہ بعد ان کی وفات ہوئی۔ ان کا نام برکت بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصین بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان رضی اللہ عنہا تھا۔ ام ایمن کی کنیت جوان کے بیٹے ایمن بن عبید کی وجہ سے پڑی وہی زیادہ مشہور ہوگئی۔ یہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ عبید حبشی کے بعد زید رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا جن سے اسامہ پیدا ہوئے۔ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی اور زید کو غلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کی ایک اور کنیت ابوالظباء ہے۔ سہیلی کا بیان ہے کہ ام ایمن نے مکہ سے مدینہ کا سفر شدید گرمی میں کیا اس وقت ان کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ اچانک انہوں نے اپنے سر پر پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سنی جب انہوں نے ادھر توجہ کی تو ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا ان کے سامنے تھا۔ انہوں نے اس میں سے پیا۔ اس کے بعد ان کو کبھی پیاس محسوس نہ ہوئی۔ یہ شدید گرمی میں روزہ رکھتیں مگر بھی پیاس نہ لگتی۔

**نزورھا:** یہ جملہ مستانفہ ہے۔ **کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزورھا۔** ان کے اکرام کے لئے آپ ان کے ہاں تشریف لے جاتے ان کو امی کے لقب سے پکارتے' ان کا اکرام کرتے اور ماں جیسا سلوک کرتے اور کثرت سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپ اس کے ہاں بیٹے کی طرح تھے اس لئے وہ آپ کو زور سے آواز دیتیں اور والدہ کی طرح ڈانٹتیں اور ناراض ہوتیں یہ قرطبی کا قول ہے۔ نووی کہتے ہیں نیک لوگوں کی ملاقات اور افضل کا غیر افضل کے ہاں جانا اور دوست کی ملاقات کرنا اور دوست کے دوستوں کی ملاقات کرنا اور بڑے علماء کا نیک صالح عبادت گزار معمر خواتین کی ملاقات کرنا درست ہے اور باعث ثواب ہے (نووی) **فلما انتھیا الیھا بکت** کیونکہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے آنا اور ملاقات کرنا اور حالات کی خبر گیری رکھنا یاد آ گیا۔ **ما یبکیک:** تمہیں کون سی چیز رلا رہی ہے۔ **اما تعلمین:** یہ استفہام تقریری ہے یعنی تم جانتی ہو۔ **ان ما عند اللہ:** یہ ما الذی کے معنی میں ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے لئے اگلے جہاں میں تیار کر رکھا ہے اس کو احاطہ تعبیر میں نہیں لایا جا سکتا۔ **انی لا ابکی انی لا اعلم:** میں اس وجہ سے نہیں روتی کہ آپ کے لئے مہیا کی جانے والی نعمتوں سے بے خبر ہوں بلکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اگلے جہاں کی نعمتیں آپ کے لئے

بہت ہی اعلیٰ ہیں۔ جیسا ابن ماجہ نے نقل کیا ہے: انی لا علم ان ما عند اللہ خیر لرسولہ۔ (ابن ماجہ)
ولکن ابکی ان الوحی قد انقطع من السماء: لکن استدراک ہے کہ میرے رونے کی وجہ یہ نہیں کہ میں اگلے جہاں میں آپ کو ملنے والے درجات سے میں ناواقف ہوں بلکہ اس کا دوسرا سبب ہے کیونکہ آپ ﷺ کی وفات سے وحی کا رابطہ زمین سے منقطع ہو گیا۔ قول قرطبی اور انقطاع وحی ہی وہ سبب ہے جس سے لوگوں کی راہیں جدا جدا ہو گئیں اور تنازعات اور فتن اٹھ کھڑے ہوئے۔ مصائب و مشقتوں نے امت کو گھیر لیا۔ اسی وجہ سے آپ کے بعد نفاق پھوٹ پڑا ارتداد و انشقاق نے زور پکڑا اور اگر اللہ تعالیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذریعے تدارک نہ فرماتے تو دین کا نشان مٹ جاتا۔ (المفہم للقرطبی)
فهيجتهما على البكاء: یہ یاد دلا کر دونوں کو رُلا دیا وہ دونوں رو پڑے۔ (مسلم)
نووی کہتے ہیں نیک لوگوں کی جدائی پر رونا جائز ہے اگرچہ وہ اعلیٰ مقام میں منتقل ہو چکے۔
**تخریج**: مسلم باب فضل ام ایمن (۲٤٥٤)، ابن ماجہ (١٦٣٥)، ترمذی کا قول قابل تعجب ہے کہ انہوں نے اس کو منفرد کہا ہے۔ حلیہ ۲/۶۸۔

**الفرائد**: صالح فاضل لوگوں کی زیارت کو جانا چاہئے، نیک صالح معمر عورت کی زیارت کی جا سکتی ہے۔ نیک دوستوں کی جدائی کے غم میں رونا درست اگرچہ وہ افضل مقامات کی طرف منتقل ہو گئے۔

٣٦٢ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ :اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَّهُ فِیْ قَرْيَةٍ اُخْرٰی فَاَرْصَدَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا فَلَمَّا اَتٰی عَلَيْهِ قَالَ :اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ :اُرِيْدُ اَخًا لِّیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ :هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَيْهِ؟ قَالَ :لَا :غَيْرَ اَنِّیْ اَحْبَبْتُهٗ فِی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ :فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
يُقَالُ "اَرْصَدَهٗ" لِكَذَا اِذَا وَكَّلَهٗ بِحِفْظِهٖ "وَالْمَدْرَجَةُ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَالرَّآءِ الطَّرِيْقُ – وَمَعْنٰی "تَرُبُّهَا" تَقُوْمُ بِهَا وَتَسْعٰی فِیْ صَلَاحِهَا"۔

٣٦٢: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی دوسرے بھائی کی زیارت کے لئے دوسری بستی میں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ جو اس کا انتظار کر رہا تھا جب وہ شخص اس کے پاس سے گزرا تو فرشتے نے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے بتایا اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے اس کے پاس جا رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے جس کی وجہ سے تم یہ تکلیف اٹھا رہے ہو اور اس کا بدلہ اتارنے جا رہے ہو اس نے جواب دیا نہیں۔ صرف اس لئے جا رہا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے تیری طرف بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتے ہیں۔ جس طرح تو اس سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتا ہے۔ (مسلم)
اَرْصَدَهٗ: حفاظت کے لئے مقرر کرنا۔ اَلْمَدْرَجَه: راستہ۔ تَرُبُّهَا: تو اس کی درستی اور بقاء کی کوشش کرتا ہے۔

**تشریح** ☆ **اخا له**: دینی بھائی مراد ہے۔**في قرية اخرى**: یہ مفعول سے محل حال میں ہے کیونکہ وہ وصف ظرف کے ساتھ مخصوص ہے۔**مدرجته**: راستہ۔**اتي عليه**: آدمی کا وہاں سے گزر ہوا تو فرشتے نے بالمشافہ اسے کہا۔**اين تريد**: اطلاع کے باوجود فرشتے نے اس سے اس سے پوچھا تا کہ اس کے جواب پر اسے بشارت دے سکے۔**اريد اخالي في هذه القرية**: عاقولی کہتے ہیں یہ سوال کی اصل غرض کا جواب ہے کیونکہ **اين تريد**؟ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کہتا فلاں بستی کو جاتا ہوں۔ پھر وہ کہتا وہاں کیا کرے گا؟ وہ کہتا ایک دوست کو ملنا ہے تو اس نے ابتداء ہی میں یہ جواب دے دیا تا کہ لمبے سوالات کی حاجت نہ ہو۔

**من نعمة**: احسان کیا یا عطیہ دیا کہ جس کے برقرار رکھنے کیلئے تو وہاں جا رہا ہے۔**قال لا**: اسکی ملاقات سے احسان کا شکریہ مقصود نہیں۔ قرطبی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں کسی دنیاوی غرض سے ملاقات کیلئے نہیں جا رہا (المفہم) یہ مراد کی وضاحت ہے۔**غير اني احببته في الله**: یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔**غير** لکن کے معنی میں ہے اور فی تعلیلیہ ہے جیسا اس روایت میں ہے۔ **عذبت امراة في هرة**: الحدیث۔**فاني رسول الله اليك بان الله قد احبك**: یہ دونوں ظرف رسول اللہ کے متعلق ہیں۔ **كما احببتهٗ فيه**: کاف مفعول مطلق کے محل میں ہے۔ (رواہ مسلم)

**اني رسول الله اليك**: سے ابھرنے والے سوال کا جواب۔ ابن شریف کہتے ہیں نبی وہ انسان ہے جس پر شریعت کی وحی کی جائے۔ شرع کے علاوہ کی وحی غیر نبی کی طرف کی جا سکتی ہے۔ جیسا اس روایت میں ہے (شرح المسایدہ) اور جیسا مریم کے متعلق اس آیت میں ہے: ﴿فارسلنا اليها روحنا﴾ یہاں تک کہ فرشتے نے کہا: ﴿انما انا رسول ربك﴾ بعض نے اس سے ان کی نبوت خیال کر لی۔ مواہب لدنیہ نے قراخی کا قول نقل کیا ہے کہ بہت سے لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ مجرد وحی کو نبوت کہتے ہیں حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ یہ تو مریم کو بھی حاصل ہے جو نبیہ نہیں صحیح ترین قول یہی ہے باوجود یکہ ان کے متعلق ﴿فارسل اليها روحنا اور ان الله يبشرك﴾ موجود ہے اور اس میں بھی باوجود یکہ اسی قسم کے الفاظ ہیں مگر یہ نبوت نہیں۔ محققین کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی انسان پر وحی بھیجے جو اسی انسان کے ساتھ خاص ہو جیسا ﴿اقرا باسم ربك﴾ یہ تکلیفی امر آپ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ یہ نبوت ہے مگر رسالت اس وقت بنی جب اللہ تعالیٰ نے: ﴿قم فانذر﴾ نازل فرمایا کیونکہ اس تکلیفی معاملے کو دوسروں سے بھی متعلق کر دیا گیا۔ حاصل یہ ہوا کہ نبی کو اس چیز کا مکلف بنایا جاتا ہے جو اسکے ساتھ خاص ہے اور رسول کو اسکے ساتھ ساتھ غیروں کو تبلیغ کا بھی حکم ملتا ہے۔ پس رسول مطلقاً خاص ہے۔ (شرح المسایدہ) (یہ بحث تشنہ تکمیل ہے)

اللہ تعالیٰ کی محبت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے متعلق خیر کا ارادہ فرمائے اور اس کو توفیق عنایت کرے اور اس پر مہربانی فرمائے۔ احادیث میں اس کو ان اعمال میں سے افضل عمل قرار دیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہیں جبکہ اس میں خواہشات نفس کی ملاوٹ نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من احب لله و ابغض لله واعطى لله ومنع لله فقد استكمل الايمان الحديث**۔ **ارصد**: ورا رصاد مقرر کرنے کو کہتے ہیں۔ بقول عاقولی "راہوں میں بیٹھنا۔ **مدرج**: چلنے کا مقام خواہ ایک ہی ہو۔

**تربها**: کا معنی خوب دیکھ بھال کرنا۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٢٥٦٧) و أحمد (٣/٧٩٢٤)

**الفوائد** : اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا باعث ہے۔ صالح بندوں کی ملاقات کرنی چاہئے بعض اوقات عام

آدمی ملائکہ کو دیکھ کر ان سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ ملائکہ انسانی شکل میں بدل سکتے ہیں۔

٣٦٣ : وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ عَادَ مَرِيْضًا اَوْ زَارَ اَخًا لَهُ فِي اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ بِاَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّاْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّفِيْ بَعْضِ النُّسَخِ غَرِيْبٌ۔

۳۶۳: حضرت ابوہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی بیمار کی بیمار پرسی کرے یا صرف اللہ کے لئے اپنے بھائی کی زیارت کرے تو ایک پکارنے والا بلند آواز سے کہتا ہے کہ تجھے مبارک ہو اور تیرا چلنا خوشگوار ہو تجھے جنت میں مقام ملے۔ (ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے بعض میں غریب کا لفظ ہے)

**تشریح** ۞ اخاله في الله: اللہ تعالیٰ کی خاطر اخلاص برتنے والا ہو۔

طبت: ① جو کثیر اجر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رکھا ہے تم نے اس کو کھول لیا۔ ② اللہ تعالیٰ کے گناہوں کو بخشنے کی وجہ سے تو گناہوں سے پاک ہو گیا۔

طاب بممشاك: تیرے قدموں کا ثواب بہت بڑا ہو گیا۔

تبوات: تو نے اپنے رہنے کے لئے جنت میں گھر بنا لیا۔

**تخریج**: ترمذی، احمد ٣/٨٥٤٤، ابن ماجه، ابن حبان ٢٩٦١، مسلم۔

**الفوائد**: مریض کی عیادت بڑی فضیلت کا باعث ہے اللہ تعالیٰ کی خاطر زیارت عمدہ زندگی دنیا میں خوشحالی اور آخرت میں بلند مرتبے کا ذریعہ ہے۔

٣٦٤ : وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَجَلِيْسُ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَّنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا مُّنْتِنَةً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"يُحْذِيكَ" يُعْطِيكَ۔

۳۶۴: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال اس طرح ہے جیسے کستوری والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا۔ کستوری والا یا تو تجھے عطیہ دے دے گا یا تو خود اس سے خرید لے گا یا پھر تو اس سے پاکیزہ خوشبو پالے گا اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا ڈالے گا یا تو اس سے بدبودار ہوا پائے گا۔ (بخاری و مسلم)

يُحْذِيكَ: وہ تجھے دے گا۔

**تشریح** ۞ انما: راجح قول کے مطابق یہ کلمہ حصر ہے۔ مَثَلُ: دونوں کا فتحہ ہو تو عجیب حالت انوکھا معاملہ۔ اگر مثل: میم مکسور، ثا ساکن ہو تو اس کا معنی نظیر و مماثل۔

**الجلیس الصالح وجلیس السوء**: پہلے کو مرکب توصیفی اور دوسرے کو اضافی لائے۔ اس کی حکمت ① تفنن تعبیر ② سوء مصدر کو نفرت میں مبالغہ دلانے کے لئے ذکر کیا گیا۔ سُوْء: کا لفظ ضمہ سے اسم مصدر ہے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے۔ دونوں درست ہیں۔ رجل سوء۔ **کحامل المسك**: خواہ وہ اس کا ساتھی ہو یا کوئی دوسرا ہو۔ (کستوری والا) **نافخ الکیر**: وہ تعبیر جس کے ساتھ مشک منسلک ہو۔ اس مشکیزے کو مجازاً کیر کہہ دیا گیا۔ کیر اس مشکیزے کو کہتے ہیں اور تعبیر کو کور کہتے ہیں۔

**ان یحذیك و اما ان تبتاع منه** یحذی۔ وزن کر کے دینا۔ ان تبتاع: خرید کرنا۔

**مسئلہ**: اس سے کستوری کی فروخت اور اس کا پاک ہونا ثابت ہو رہا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس کی تعریف فرمائی بلکہ اس کی طرف رغبت دلائی ہے۔ اس کی خرید و فروخت کے جواز اور طہارت پر اجماع ہے۔ **اما ان تجد**: یہ وجدان سے ہے اس کا مصدر روجود لغت بنی عامر میں استعمال ہوتا ہے۔ **ریحا طیبه**: نیک لوگوں کی صحبت فیوضات الٰہیہ حیاء و عطاء میسر ہوں گے۔ ② آداب و نیکی حاصل ہوگی۔ ③ ان کے میل ملاپ سے اچھی تعریف کمائے گا۔ **الکیر**: حافظ رقمطراز ہیں کہ اس کی دوسری لغت **کود** ہے۔ لوگوں کے ہاں اگرچہ مشہور یہ ہے کہ کیر پھونک بھرنے والی مشک کو کہتے ہیں مگر اکثریت اہل لغت کیر سے لوہار کی دوکان مراد لیتے ہیں۔ ابن التین کہتے ہیں کیر مشک اور کور دکان حداد۔ صاحب محکم نے کہا زق پھونک والا مشکیزہ پہلے قول کی تائید اخبار مدینہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ **ان عمر رضي الله عنه رأى كير حداد في السوق فضربه برجله حتى هدمه**: (فتح الباری) **اما ان یحرق ثیابك**: اگر تیرے کپڑوں تک آگ پہنچ گئی تو ان کو جلا ڈالے گی۔ **ریحا منتنة**: یہ میم کے ضمہ و کسرہ کے ساتھ آتا ہے۔ اس کا معنی گندی و بدبودار ہوا۔ پس برا ہم مجلس ① یا تو اپنے گناہوں کی نحوست سے جلا دے گا جیسا فرمایا: ﴿**واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة**﴾ اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿**ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار**﴾ ② یا اپنے دوستی سے اس کی تعریف کی مذمت میں بدل دے گا۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے: "**المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل**": مسئلہ اس روایت میں اخیار و اشرار کی دوستی کے نتائج کا تذکرہ ایک مثال سے سمجھایا گیا ہے اور حدیث کا اصل مقصد یہی ہے۔

شاندار تمثیل: وہ ہے جو مثل لہ کے ساتھ اس جہت سے موافق ہو جس میں مثال دینا مقصود ہو مثلاً بڑھائی، چھوٹائی، شرف و عظمت وغیرہ اور اس کا فائدہ مثل لہ کے معنی کو کھولنا اور اس سے پردہ ہٹانا ہے اور اس کو مشاہدہ و محسوس صورت میں پیش کرنا ہے تاکہ وہم عقل کا معاون بن جائے۔

صرف کا مطلب یہ ہے کہ عقل جس کا ادراک وہم کے منازعت کے ساتھ کرے کیونکہ طبعی طور پر انسان حسی چیزوں کی طرف میلان رکھتا اور نقل کو پسند کرتا ہے اور مثال اس کی بیان کی جاتی ہے جس میں کوئی غرابت پائی جائے (بیضاوی) شاید اس انداز میں پہلے میں کرامت کے باعث محکی عنہ کا اکرام مقصود ہو اور دوسرے میں برائی کی وجہ سے کرنے والے کی مذمت مقصود ہو۔

**تخریج**: بخاری فی البیوع والذبائح (مزی فی الاطراف، شرح البخاری للحلبی) احمد ۷/۱۹۶۸۰، مسلم، ابن حبان ۵۶۱، القضاعی ۱۳۸۰، ابو داؤد۔

**الفرائد**: ① نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا چاہئے۔ ② شریر بدعتی، گمراہ لوگوں سے بچنا چاہئے۔ ③ خیر و شر کی عمدہ تمثیل خیر کستوری اور شر آگ کا دھوئیں آمیز شعلہ ہے۔

۳۶۵ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "تُنْکَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَا لِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔ وَمَعْنَاهُ اَنَّ النَّاسَ یَقْصِدُوْنَ فِی الْعَادَةِ مِنَ الْمَرْاَةِ هٰذِهِ الْخِصَالَ الْاَرْبَعَ فَاحْرِصْ اَنْتَ عَلٰی ذَاتِ الدِّیْنِ وَاظْفَرْ بِهَا وَاحْرِصْ عَلٰی صُحْبَتِهَا۔

۳۶۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "عورت سے چار وجوہ کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے: (۱) مال کی وجہ سے۔ (۲) خاندانی حسب و نسب کی وجہ سے۔ (۳) حسن و جمال کی وجہ سے۔ (۴) اس کے دین کی بناء پر۔ پس تو دین دار عورت کو حاصل کر تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں"۔ (بخاری و مسلم) اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ لوگ عام طور پر نکاح میں یہ چار چیزیں پیش نظر رکھتے ہیں تمہیں دیندار عورت سے نکاح کرنا چاہئے اور اسی کی کوشش ہو اور اس کی رفاقت اختیار کرنے کی تمنا ہو۔

**تشریح** ⊙ **تنکح**: شادی کی جاتی ہے۔ **لاربع**: سے چار خصلتیں مراد ہیں۔

**النحو**: **لما لها**: عامل کا اعادہ اہتمام کے لئے کیا۔ یہ بدل الکل ہے۔ **ولحسبها** نسب کی وجہ سے حسب ① اس چیز کو کہا جاتا ہے جو قابل ترجیح چیزوں میں سے ہو۔ (المصباح) ② حسب و سخاوت یہ دونوں خود انسان میں پائی جانے والی عادات ہیں اگرچہ خاندانی شرف نہ رکھتا ہو۔ رجل حسیب: اس کو کہتے ہیں جو ذاتی طور پر غنی ہو۔ باقی مجد اور شرف یہ دو ایسی خصلتیں ہیں ان سے کسی انسان کی تعریف اس وقت کی جاتی ہے جب کہ یہ دونوں اس میں پائی جائیں اور اس کے آباء میں پائی جائیں (ابن السکیت) ③ حسب و شرافت جو اس کے اور اس کے آباء کے لئے ثابت ہو۔ (ازہری) اور آپ کا یہ ارشاد "تنکح المرأة لحسبها": اس حسب کا مفہوم معلوم کرنے کی ضرورت پڑی کیونکہ مہر مثل میں اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ پس حسب اپنے اور اپنے آباء کے لئے کام کرنا یہ حساب سے ماخوذ ہے اور وہ مناقب کا تلاش کرنا ہے کیونکہ وہ جب فخر کرتے تو ہر ایک اپنے اور اپنے آباء کے مناقب گنتا اور ابن السکیت کے قول کا معاون شاعر کا یہ قول بھی ہے

ومن کان ذا نسب کریم ولم یکن ☆ له حسب کان اللئیم المذمما

تو شاعر نے حسب کو آدمی کا کارنامہ قرار دیا جیسا کہ شجاعت، سخاوت، عمدہ اخلاق وغیرہ اور آپ کا یہ قول یہی معنی رکھتا ہے "حسب المرء دینه"۔

**ولجمالها**: بقول سیبویہ حسن کی عمدگی کو کہتے ہیں۔

**النَّحْو**: ولدیھا: یہاں لام کو دوبارہ حرف عطف کے ساتھ لوٹایا تاکہ ہر ایک کا مستقل ہونا ثابت ہو جائے۔

بذات الدین: یہ انداز صاحبتہ لانے کی بجائے زیادہ بلیغ ہے الکنایۃ ابلغ من التصریح کا نمونہ ہے۔ تربت یداک: تو محتاج ہو جائے۔ ہاتھوں کی طرف اسناد اس لئے ہے کہ عموماً کام ہاتھوں سے کیا جاتا ہے۔ اہل عرب کے ہاں اس کا اصل معنی بد دعا مقصود نہیں ہوتا بلکہ مخاطب کو بعد والی بات کے متعلق خبردار کرنا مقصود ہوتا ہے اور اس کو آمادہ اور متوجہ کرنا ہوتا ہے کہ وہ اس بات کا لحاظ رکھے۔ بعض نے اس کا معنی یہ کیا ہے تو محتاج ہو جائے گا اگر تو میری بات پر عمل نہ کرے گا اور ابن ماجہ کی یہ روایت اس کی تائید کرتی ہے: "لا تزوجوا النساء لحسنهن فعسى حسنهن ان یردیهن ولا تزوجهن لاموالهن فعسى اموالهن ان یطغین ولکن تزوجوهن علی الدین ولامراة جذماء سوداء ذات دین افضل" متفق علیہ فی النکاح وابوداؤد والنسائی عن ابی ہریرہ۔

فرق روایت: مسلم میں ہے و آخرها عندهم ذات الدین: لوگوں کے ہاں آخری درجہ دیندار کا ہے۔ اور اس میں فاحرص کے الفاظ فاظفر کی جگہ آئے ہیں جس کا معنی ایک ہے۔ امام رافعی نے اپنے امالی میں لکھا ہے نکاح کے متعلق فوائد تو کسی بھی عورت سے نکاح کرنے سے حاصل ہو جاتے ہیں اور عورت کی طرف کھینچنے والا سب سے قوی داعیہ وہ جمال ہے اور خوبصورت سے نکاح کی ممانعت آئی ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ جمال کی مطلقاً رعایت نہ کی جائے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ فقط حسن کو معیار مت بناؤ کہ دوسری خصلتوں کی طرف توجہ ہی نہ دو یا اتنا زیادہ حسن جو کامل ہو کہ جس کی وجہ سے عورت انتہائی نزاکت میں مبتلا ہو کر منازعت اور فاسد طمع کا مرکز بن جاؤ کیونکہ میٹھے چشمے پر بھیڑ زیادہ ہوتا ہے اور شدت عشق و میلان کی وجہ سے کئی تکلیف دہ امور کا ارتکاب اس سے عین ممکن ہے اور اس لئے بھی کہ وہ عام اوقات میں مرد کو بہت سی طاعات سے روک دے گی ورنہ حسن کی مطلقاً ممانعت ہوتی تو موافقت طبع کے لئے مخطوبہ کو ایک نگاہ سے دیکھنے کی اجازت نہ دی جاتی۔

دوسرا داعیہ نکاح کا عام طور پر مال ہے (اور آج کل تو مال ہی کو ترجیح حاصل ہے) حالانکہ مال ڈھلتی چھاؤں ہے اور اسی کے پیش نظر نکاح ہوگا تو کل دوام الفت نہ رہ سکے گی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے "من عظمك عند استغلالك استقلك عند اقلالك"۔ مگر جب اس کا داعیہ محض دین ہو تو عقد نکاح میں دوام و پختگی رہے گی۔ (امالی امام رافعی)

**تخریج**: اخرجه البخاری (٥٠٩٠) و مسلم (١٤٦٦) و أبو داؤد (٢٠٤٧) والنسائی (٣٢٣٠) و ابن ماجه (١٨٥٨)

**الفوائد**: ہر بات میں اہل دین کا ساتھ دینا چاہئے تاکہ ان کے اخلاق و عادات سے فائدہ اٹھایا جا سکے' دیندار عورت سے شادی حسن معاشرت کی وجہ سے بڑی فضیلت کا باعث ہے۔

٣٦٦ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِجِبْرِيْلَ :"مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَزُوْرَنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا؟" فَنَزَلَتْ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ﴾ [مريم : ٦٤] رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

٣٦٦: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین علیہ السلام سے کہا تمہارے ہماری ملاقات کے لئے اس سے زیادہ بار آنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ تو یہ آیت اتری: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ

رَبِّكَ ...... ﴾ ہم تو تمہارے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں۔ اسی کے لئے ہے جو ہمارے پیچھے اور سامنے ہے اور اس کے درمیان ہے۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ **تزورنا**: تم ہماری ملاقات کرو، ملاقات کرنا۔

**اکثر مما تزورنا**: اکثر یہ مفعول مطلق ہے اور منصوب بنزع خافض بھی ہوسکتا ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے: "احتبس جبرئیل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم"۔ اور عبد بن حمید نے عکرمہ سے نقل کیا کہ اطال جبرئیل فی النزول اربعین یوما' فقال له یا جبریل ما نزلت حتی اشتقت الیك' فقال انا کنت الیك اشوق ولکنی مامورنا وحی اللہ الی جبریل قل له' ﴿وما نتنزل الا بامر ربك﴾ اور ابن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ قریش نے جب اصحاب کہف کے سلسلہ میں سوالات کئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ راتیں اس طرح گزاریں کہ آپ پر کوئی وحی نہ اترتی تھی۔ جب وحی اتری تو آپ ﷺ نے جبریل سے فرمایا تم نے تاخیر کی تو انہوں نے سابقہ روایت والی بات ذکر کی۔ (فتح الباری)

**فنزلت**: مؤنث کا صیغہ کلمات کے لحاظ سے لایا گیا ہے۔ **وما نتنزل**: ٹھہر کر اترنا کیونکہ یہ نزل کا مطاوع ہے اور کبھی نزول کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ نزل انزل کے معنی میں آتا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارا کسی وقت چھوڑ کر اترنا اللہ تعالیٰ کے حکم وحکمت سے ہے۔

**الا بامر ربك**: حافظ لکھتے ہیں کہ الامر کا معنی یہاں اذن ہے اور اس کی دلیل سبب نزول ہے اور حکم کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے یعنی ہم اس حکم کے ساتھ اترتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے مشروع فرمایا ہے اور ممکن ہے کہ مراد اس سے بھی زیادہ عام ہو مگر یہ ان کے ہاں ہے جو لفظ کو اس کے تمام معنی پر محمول کرتے ہیں (فتح الباری) **له ما بین ایدینا وما خلفنا**: صحیح میں انہی الفاظ پر اکتفاء کیا گیا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو ہمارے آگے اور پیچھے زمانے اور مقامات ہیں ان تمام کا مالک وہی ہے۔ ہم ایک چیز سے دوسری کی طرف اس کے حکم ومشیت سے منتقل ہوتے ہیں۔

**تخریج**: بخاری فی التفسیر (۳۲۱۸) نسائی فی الکبری (۶/۱۱۳۱۹)

**الفرائد**: ① صالحین کی مجالست کے لئے ان سے سوال کرنا چاہئے۔ ② فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں اترتے۔

۳۶۷ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :"لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَّلَا یَاْکُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِیٌّ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ' وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ لَّا بَاْسَ بِهٖ۔

۳۶۷: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کو ہی اپنا ساتھی بناؤ اور تمہارا کھانا پرہیزگار ہی کھائے۔ (ابوداؤد' ترمذی ایسی سند کے ساتھ جس میں حرج نہیں)

**تشریح** ۞ **ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ**: کے حالات پہلے گزر چکے ہیں۔

**لا تصاحب الا مؤمنا**: اس میں کفار کے ساتھ موالات ودوستی اور گہرے تعلق سے ممانعت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسوله﴾ "تم ان لوگوں کو نہیں پاؤ گے جو اللہ تعالیٰ

اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کرنے والے ہوں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھنے والے ہیں"۔ **ولا یاکل طعامك الا تقی** تمہارا کھانا متقی کھائے۔ اس میں متقی لوگوں کا ساتھ دینے اور ان سے ہمیشہ میل جول کا حکم دیا گیا ہے اور فجار کو چھوڑ دینے کی تاکید ہے اور غیر متقی کے اکرام اور اس پر احسان کرنے کی ممانعت ہے۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ روایت دعوت کے کھانے کے سلسلہ میں ہے طعام حاجت کے متعلق نہیں۔ غیر متقی کی دوستی سے اعراض کا حکم ہے اور اس کے ساتھ میل جول اور کھانے پینے کے متعلق توبیخ کی گئی ہے۔ لیکن مل جل کر کھانے سے دل میں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ گویا اس طرح فرمایا کہ جو نیک و متقی نہیں اس کے ساتھ نہ بیٹھو نہ کھاؤ پیو اور اس کے ساتھ مجلس جماؤ (مرقاۃ الصعود للسیوطی)

**تخریج**: ابو داؤد فی الادب' ترمذی فی الزھد واشار الی غرابتہ' احمد ۴/۱۱۳۳۶' طیالسی ۲۲۱۳' ابو داؤد' ترمذی' دارمی ۲/۱۰۳' حاکم ۴/۱۲۸' ابن حبان ۵۵۴۔

**الفرائد**: ① متقی ایماندار لوگوں کی مصاحبت کو اختیار کرنے میں خیر ہے۔ ② اہل فسق کو کھلانا معصیت میں اعانت کے مترادف ہے۔ اہل تقویٰ کو کھانا کھلانے سے ان کی نیکیوں میں حصہ دار بن جائے گا۔

۳۶۸ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ یُّخَالِلُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ وَّقَالَ التِّرْمِذِیُّ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۳۶۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے۔ (ابوداؤد' ترمذی' سند صحیح کے ساتھ)

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ◌ **الرجل علی دین خلیله**: ایک روایت میں **المرء بخلیله** ہے۔

**اَلنَّحْوُ** : خلیل یہ فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل ہے اور کبھی مفعول کے معنی میں آتا ہے۔

**فلینظر احدکم من یخالل**: جس کی دوستی مطلوب ہو اسکے احوال کو عین بصیرت سے جانچ لینا چاہئے۔ جس کی دینی حالت اچھی ہو اس سے دوستی اختیار کرے۔ جس کا دین ناپسند ہو اس سے گریز کرے کیونکہ دیکھنے والا اس کو دیکھ کر اس پر قیاس کرے گا۔ دوستی کا سب سے نچلا درجہ یہ ہے کہ اس کو برابری کی نگاہ سے دیکھے اور سب سے غیر درجہ دوست کو اپنے سے افضل سمجھے۔

**درجہ روایت**: سیوطی کہتے ہیں کہ علامہ قزوینی نے اس کو مصابیح پر تنقید کرتے ہوئے موضوع قرار دیا۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ علائی نے تحریر کیا ہے اس روایت کو موضوع قرار دینا بدترین جہالت ہے۔ بقول ترمذی یہ درجہ حسن میں ہے اور قابل اعتراض راوی موسیٰ بن مروان کے متعلق امام احمد سے ثقہ ہے۔ مسلم و بخاری نے اس کو قابل حجت قرار دیا اور جنہوں نے اس کے متعلق کلام کیا ہے اس سے اس کا درجہ کم از کم حسن و غریب تو ہے نہ موضوع (مرقات السیوطی) اور علامہ ابن حجرؒ نے حاکم سے

اس کی تصدیق نقل کرتے ہوئے ابن عدی سے تائید ذکر کی ہے اور اس روایت کو درجہ حسن میں شمار کیا ہے۔ فتح الباری اور نووی کا رجحان اسکے مقبول ہونے کی طرف ہے۔ واللہ اعلم۔

**تخریج**: اخرجه احمد (٢/٣٠٤ ـ ٨٠٢٥ ـ ٨٤٢٥) و ابو داؤد (٤٨٣٣) والترمذی (٢٣٧٨) واسناده حسن۔

**الفوائد**: اہل تقویٰ اور اہل اہواء ہر ایک کی صحبت کا انسان کی سیرت و کردار پر اثر پڑتا ہے۔ اسی لئے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے۔

٣٦٩ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ـ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ قِیْلَ لِلنَّبِیِّ ﷺ : الرَّجُلُ یُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا یَلْحَقْ بِهِمْ؟ قَالَ : "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ"۔

٣٦٩: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی (بخاری ومسلم) ایک روایت میں آنحضرتؐ سے پوچھا گیا آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے حالانکہ اس کی ان سے ملاقات نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی ان کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے۔

**تشریح** ۞ **المرء مع من احب**۔ مرء: شخص کو کہتے ہیں۔ معیت سے مرتبہ میں مساوات لازم نہیں اور نہ ثابت ہوتی ہے۔ مرتبہ کا دارومدار تو اعمال صالحہ پر ہے۔

حافظ کہتے ہیں معیت تو ایک چیز میں اجتماع کی وجہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ تمام اشیاء معیت لازم نہیں اور جب تمام کا جنت میں داخل ہونا ثابت ہو گیا تو معیت عامہ حاصل ہو گئی اگرچہ درجات متفاوت ہیں۔ (فتح الباری)

روایت کا باہمی فرق: الرجل یحب القوم ولما یلحق بهم قال المرء مع من احب: الرجل میں الف لام جنس کا ہے۔ القوم سے مراد اہل صلاح ہیں۔ لما یہ تمام زمانوں کی نفی کے لئے آتا ہے۔ من احب عام ہے۔ حسن نیت کی وجہ سے اس کو نیکوں کی معیت نصیب ہوگی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے مراتب مل جائیں گے یا ان کے عمل جیسا بدلہ مل جائے گا۔

**تخریج**: احمد ٤/٣٩٥، ٧/١٩٩، بخاری، مسلم، ابن حبان ٥٥٧۔

**الفوائد**: قیامت کے دن کی حاضری میں صالحین کی صحبت ومحبت کام دے گی۔

٣٧٠ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَتَی السَّاعَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا اَعْدَدْتَ لَهَا؟" قَالَ : حُبَّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ : "اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا : مَا اَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِیْرِ صَوْمٍ وَّلَا صَلٰوةٍ وَّلَا صَدَقَةٍ وَّلٰكِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

٣٧٠: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا قیامت کب آئے

گی؟ آپ نے فرمایا تو نے اس کیلئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت۔ آپ نے فرمایا تو ان کے ساتھ ہوگا جن سے تو محبت کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم) یہ مسلم کے الفاظ ہیں اور مسلم و بخاری کی اور روایت میں ہے کہ دیہاتی نے جواب میں کہا کہ نہ تو میں نے قیامت کیلئے نفلی روزے تیار کئے ہیں اور نہ نفلی نمازیں اور نہ زیادہ صدقہ لیکن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

**تشریح** ۞ **اعرابیا**: جنگل کے رہنے والے ہر شخص کو اعرابی کہتے ہیں خواہ وہ عرب ہو یا غیر عرب' عرب اولاد اسماعیل علیہ السلام ہے۔ مسلم میں ان رجلاً: کے الفاظ ہیں حافظ کہتے ہیں یہ ذوالخویصرہ یمانی ہے جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا اور دارقطنی کے ہاں اس سے یہی مراد ہے۔ جن کا خیال ہے کہ اس سے ابوموسیٰ یا ابوذر مراد ہیں یہ وہم ہے۔ اگرچہ دونوں نے سوال کیا ہے مگر ان دونوں کا سوال مختلف ہے اور جواب مشترک ہے "**عن الرجل یحب القوم ولما یلحق بھم**": اور اس کا سوال "**متی الساعة**": ہے۔

**الساعة**: اس سے قیامت کا دن مراد ہے اور ساعت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اچانک اور ایک لحہ میں طاری ہو جائے گی۔ **ما اعددت لھا**: یہ جواب علی اسلوب الحکیم ہے کہ تمہیں اس سے کیا سروکار ہے بلکہ تمہیں اس کی فکر کرنی چاہئے جو وہاں کام آنے والی ہے۔ اس وقت آدمی نے اپنے اعمال کا تذکرہ ایک طرف رکھ کر اپنے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت والا عمل تھا اس کو خدمت میں پیش کر دیا۔ **حب اللہ و رسولہ**: اس کا رفع بھی جائز ہے' جملہ سوال کی صدارت کی وجہ سے نصب بھی جائز ہے جیسا **قل العفو** میں ہے۔

مراد **حب اللہ**: ان کی اطاعت اور ان کے احکام کی پیروی ہے۔

**من احببت**: یہ لفظ کا عموم ہر خیر و شر کے محب کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ کی معیت سے مراد نصرت' ایمان' اعانت و توفیق دینا ہے۔

**فرق روایت**: یہ مسلم کے الفاظ ہیں اور ایک بخاری و مسلم کی روایت میں **ما اعددت لھا من کثیر صوم ولا صلاۃ ولا صدقة**: کے الفاظ ہیں۔ تاکید نفی کے لئے **من کثیر**: بطور صلہ لایا گیا ہے اور مثبت سے مراد فرض بھی ہو سکتے ہیں **بوصیری** کے اس قول کی طرح ہے **ولم اصل سوی فرض ولم اصم**: یعنی دونوں برابر ہیں۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ بعض نوافل مراد ہوں مگر وہ بھی زیادہ نہیں۔ بعض نسخوں میں **لکنی**: اور مسلم میں **لکن**: ہے۔ یہ سابقہ کلام سے استدراک کے لئے ہے کہ جس چیز کے ثمرہ کی آخرت میں امید ہے اس کے آگے نہ بھیجنے سے جو وہم پیدا ہوتا ہے اس کے ازالہ کے لئے ہے کہ ایسی کوئی عبادت تو میرے پاس نہیں مگر ایک بڑا ذخیرہ احب اللہ و رسولہ موجود ہے تو آپ نے فرمایا: **فانت مع من احببت**۔

**تخریج**: متفق علیہ بخاری فی الادب و مسلم فی البر۔ احمد ۲ ۹۹ ۲ ۱ ۰ ۴' مسلم' ترمذی' ابن حبان ۸' عبدالرزاق ۲۰۳۱۷۔

**الفوائد**: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت اہوال قیامت میں کام دے گی۔

۳۷۱ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَّلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۷۱: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ! آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے مگر وہ ان کے ساتھ (مرتبہ و اعمال سے) نہیں ملا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی ان کے ساتھ ہوگا جن سے اس کو محبت ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ جاء رجل: شیخ زکریا کہتے ہیں یہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تحفۃ القاری)

ولم یلق بھم: یہ بخاری و مسلم کے الفاظ ہیں ابن حبان نے ولا یستطیع ان یعمل یعملھم: کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

فرق روایت: ابونعیم نے ان الفاظ کو زائد نقل کیا ہے "وله ما اكتسب"۔

**تخریج**: اخرجه البخاری (٦١٦٨) و مسلم (٢٦٤٠)

**الفوائد**: اہل ایمان کی محبت قیامت کے دن ان کے ساتھ حشر کو لازم کرنے والی ہے۔ محبت کی شرط حسن اتباع ہے بغیر اتباع کے دعویٰ محبت ناقابل اعتبار ہے۔

۳۷۲ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا وَالْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّرَوَى الْبُخَارِيُّ۔

قَوْلَهُ "اَلْاَرْوَاحُ" اِلخ مِنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا۔

۳۷۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح مختلف کانیں ہیں۔ ان میں سے زمانہ جاہلیت کے بہتر لوگ اسلام میں بھی بہتر ہیں جبکہ وہ دین کی سمجھ رکھتے ہوں اور ارواح مختلف اقسام کے لشکر ہیں پس ان میں سے جس کی ایک دوسرے سے جان پہچان ہوگئی وہ آپس میں مانوس اور جو وہاں ایک دوسرے سے ناواقف رہیں وہ ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ (مسلم)

بخاری نے اَلْاَرْوَاح کا لفظ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

**تشریح** ۞ الناس: یعنی انفرادی لحاظ سے۔ معادن: یہ معدن کی جمع ہے۔ عدن اقامت و لزوم کو کہتے ہیں۔ معدن اقامت و لزوم کی جگہ۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لوگ سردی اور گرمی میں اس میں قیام پذیر ہوتے ہیں۔ (الجوہری فی المصباح)

کمعادن الذھب والفضۃ: مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جواہرات نفاست و خست میں مختلف ہوتے ہیں اور ہر معدن سے وہی نکلتا ہے جو اس میں پایا جاتا ہے اسی طرح ہر انسان میں جو شرف ہو وہی ظاہر ہوتا ہے۔

خیارھم فی الجاھلیة: اسلام سے قبل زمانہ کو جاہلیت کا زمانہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں جہالتیں کثرت سے تھیں۔
اذا فقھوا: جب وہ جان لیں' سمجھ لیں مطلب یہ ہے جب یہ بات ان کی عادت ثانیہ بن جائے جو شرافت اس میں تھی اسلام میں آکر اس نے اس کا مقصود پالیا۔
باب تقویٰ میں اس کے متعلق تفصیل گزر چکی من اکرم الناس: والی روایت کے آخر میں ہے۔
والارواح جنود مجندۃ: اس جملے کا عطف "الناس معادن" پر ہے۔ اکٹھی جماعتیں اور مختلف اقسام وانواع تھیں۔ ما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا اختلف: سیوطی نے خطابی سے نقل کیا ہے۔ ① اس کا معنی خیر وشر میں ہم مثل ہونا ہو۔ بھلائی والا اپنے ہم شکل کا شوق مند ہوتا ہے اور شریر اپنے نظیر کا متلاشی ہوتا ہے۔ پس ارواح آپس میں اپنی خیر وشر والی فطرت کے مطابق ایک دوسرے سے متعارف ہوگئیں۔ جن کی فطرت ایک جیسی ہوئی وہ متعارف اور جن کی مختلف نکلیں وہ دوسری سے غیر مانوس ہوگئیں۔ (وکذا قال النووی فی شرح مسلم)
② یہ بھی ممکن ہے کہ عالم غیب میں ابتدائی تخلیق کی اطلاع ہو۔ جیسا کہ وارد ہے: "ان الارواح خلقت قبل الاجسام فکانت تلتقی وقلتنم فلما حلت بالاجسام وتعارفت بالامر الاول' فصار تعارفھا وتناکرھا علی ما سبق من العھد المتقدم" فتمیل الاخیار الی الاخیار والاشرار لی الاشرار "ارواح اجسام میں ڈالے جانے سے پہلے پیدا کی گئیں تو وہ آپس میں ملی جلی رہتی تھیں پس جب وہ اجسام میں ڈالی جاتی ہیں اور پہلے حکم کے مطابق متعارف ہوتی ہیں تو ان کا انس اور نفرت سابقہ عہد کے مطابق انجام پاتا ہے۔ پس اخیار اخیار کی طرف اور اشرار اشرار کی طرف مائل ہیں۔

ابن جوزی فرماتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان کو کسی فضیلت واصلاح شخص سے نفرت ہو تو اسے مناسب ہے کہ وہ اس کا مقتضی تلاش کرے تاکہ اس کے ازالہ کی کوشش کر کے اس مذموم صفت سے نجات پاسکے اس کا عکس اسی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

علامہ ابن عبدالسلام فرماتے ہیں تعارف وتناکر سے مراد صفات میں قریب ہونا اور ان صفات میں مختلف ہونا ہے کیونکہ جب کسی شخص کی صفات تیرے خلاف ہوں تو تو ان کو اوپرا سمجھتا ہے اور ناواقف پہچان نہ ہونے کی وجہ سے غیر مانوس ہوتا ہے۔ یہ مجازاً تشبیہ ہے منکر کو مجہول سے مناسب کو معلوم سے تشبیہ دی گئی ہے۔

**تخریج**: احمد ۲/۷۹۴۰' مسلم' ابو داؤد' بخاری اخرج بعضہ مرفوعاً و بعضہ تعلیقاً۔

**الفوائد**: اصل شریف ہو تو فرع بھی اسی طرح ہوتا ہے' فضیلت کا دارومدار تقویٰ پر ہے مگر جب اسکے ساتھ شرافت نسبی مل جائے تو سونے پر سہاگہ ہوتا ہے۔ ② جب کسی صاحب فضیلت سے نفرت ہو تو اسکا سبب تلاش کر کے ازالہ کی فکر کرنی چاہئے۔

۳۷۳ : وَعَنْ اُسَیْدِ بْنِ عَمْرٍو وَیُقَالُ ابْنُ جَابِرٍ وَّھُوَ "بِضَمِّ الْھَمْزَۃِ وَفَتْحِ السِّیْنِ الْمُھْمَلَۃِ" قَالَ کَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِذَا اَتٰی عَلَیْہِ اَمْدَادُ اَھْلِ الْیَمَنِ سَاَلَھُمْ: اَفِیْکُمْ اُوَیْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ حَتّٰی اَتٰی عَلٰی اُوَیْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ لَہٗ: اَنْتَ اُوَیْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ قَالَ

:نَعَمْ ، قَالَ :مِنْ مُّرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ؟ قَالَ :نَعَمْ ، قَالَ :فَقَالَ بِكَ بَرَصٌ فَبَرَأْتَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ :لَكَ وَالِدَةٌ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اَمْدَادِ اَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَاَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ" فَاسْتَغْفِرْ لِيْ فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ ـ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ :اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ :الْكُوْفَةَ قَالَ – اَلَا اَكْتُبُ لَكَ اِلٰى عَامِلِهَا؟ قَالَ اَكُوْنُ فِيْ غَبْرَآءِ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيَّ – فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِنْ اَشْرَافِهِمْ فَوَافَقَ عُمَرَ فَسَاَلَهٗ عَنْ اُوَيْسٍ فَقَالَ :تَرَكْتُهٗ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيْلَ الْمَتَاعِ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اَمْدَادٍ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُّرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَاَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَا بَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ" فَاَتٰى اُوَيْسًا فَقَالَ :اسْتَغْفِرْ لِيْ :قَالَ :اَنْتَ اَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ فَاسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ :لَقِيْتَ عُمَرَ ؟ قَالَ نَعَمْ ، فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ ، فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ فَانْطَلَقَ عَلٰى وَجْهِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَيْضًا عَنْ اُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَهْلَ الْكُوْفَةِ وَفَدُوْا عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَفِيْهِمْ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِاُوَيْسٍ فَقَالَ عُمَرُ : هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِّنَ الْقَرَنِيِّيْنَ؟ فَجَآءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ قَالَ :"اِنَّ رَجُلًا يَاْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ اُمٍّ لَّهٗ قَدْ كَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ تَعَالٰى فَاَذْهَبَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ اَوِ الدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ" وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ "اِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ وَلَهٗ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ"

قَوْلُهٗ "غَبْرَآءِ النَّاسِ" بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْكَانِ الْبَآءِ وَالْمَدِّ وَهُمْ فُقَرَآؤُهُمْ وَصَعَالِيْكُهُمْ وَمَنْ لَّا يُعْرَفُ عَيْنُهٗ مِنْ اَخْلَاطِهِمْ "وَالْاَمْدَادُ" جَمْعُ مَدَدٍ وَهُمُ الْاَعْوَانُ وَالنَّاصِرُوْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُمِدُّوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْجِهَادِ۔

۳۷۳: حضرت اسید بن عمرو سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس جب بھی یمن والوں میں سے غازیانِ اسلام آتے تو وہ ان سے پوچھتے کیا تم میں اویس بن عامر ہیں حتیٰ کہ ایک وفد میں اویس آ گئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ تم اویس بن عامر ہو؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا مراد کے گھرانے اور قرن قبیلہ سے تمہارا تعلق ہے؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا کہ کیا تمہارے جسم پر برص کے داغ تھے وہ صحیح ہو گئے ہیں۔ سوائے ایک درہم کے برابر حصہ کے؟ جواب دیا

ہاں۔ پوچھا کیا تمہاری والدہ ہیں؟ کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ تمہارے پاس مراد کے قرن قبیلہ کا اویس بن عامر اہل یمن کے غازیوں کے ساتھ آئے گا جو جہاد میں لشکر اسلام کی مدد کرتے ہیں۔ ان کے جسم پر برص کے نشان ہوں گے جو درہم کے برابر کے حصہ کے علاوہ صحیح ہو گئے ہوں گے۔ وہ اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوگا۔ اگر وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھالے تو یقیناً اللہ اس کی قسم کو پورا فرما دیں گے۔ پس تم اے عمر! اگر ان سے مغفرت کی دعا کروا سکو تو ضرور کروانا۔ اس لئے تم میرے لئے بخشش کی دعا کر دو چنانچہ انہوں نے عمرؓ کے لئے بخشش کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت عمر نے پوچھا اب کدھر جانے کا ارادہ ہے؟ فرمایا کوفہ۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا میں کوفہ کے گورنر کے نام تمہارے لئے خط نہ لکھ دوں؟ جواب دیا میں ان لوگوں میں رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں جو غریب و مسکین ہوں جنہیں نہ کوئی جانتا ہے اور نہ ان کی پروا کی جاتی ہے۔ جب آئندہ سال آیا تو یمن کے لوگوں میں سے ایک معزز شخص حج پر آیا اور اس کی ملاقات حضرت عمر سے ہوئی تو آپ نے اس سے اویس کی بابت دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ میں ان کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان کی زندگی نہایت سادہ ہے اور دنیا کا سامان بہت کم رکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ تمہارے پاس مراد قبیلہ کی شاخ قرن کا اویس بن عامر یمن کے رہنے والے امدادی فوجی گروہ کے ساتھ آئے گا۔ اس کو برص کی تکلیف ہوگی جو درست ہو چکی ہوگی سوائے ایک درہم کی مقدار کے۔ وہ اپنی والدہ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرنے والا ہوگا۔ اگر وہ اللہ کے نام کی قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم کو پوری فرما دیں گے۔ پس اگر تم ان سے مغفرت کی دعا کروا سکو تو ضرور کروانا۔ پس یہ شخص حج سے فراغت کے بعد حضرت اویس کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ میری بخشش کی دعا فرمائیں۔ اویس نے جواب دیا ایک نیک سفر سے تو تم نئے نئے آئے ہو۔ تم میرے لئے بخشش کی دعا کرو۔ نیز انہوں نے پوچھا کیا تم عمر کو ملے؟ اس نے کہا ہاں۔ پس اویس نے اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی۔ تب لوگوں نے انکے مقام کو جان لیا اور وہ اپنے راستہ پر چلے گئے (مسلم) مسلم کی دوسری روایت: اسیر بن جابرؓ سے ہے کہ کوفہ سے کچھ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ ان میں ایک ایسا آدمی تھا جو حضرت اویس کا مذاق اڑاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کیا یہاں قبیلہ قرن والوں میں سے بھی کوئی ہے۔ پس یہ شخص آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا۔ اسے اویس کہا جاتا ہوگا۔ وہ یمن میں صرف اپنی والدہ کو چھوڑ کر آئے گا۔ اس کو برص کی بیماری تھی پس اس نے اللہ سے دعا کی اللہ نے اس کی وہ بیماری دور کر دی۔ اب برص کا داغ ایک درہم یا دینار کے برابر رہ گیا ہے۔ پس تم میں سے جو ملے اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کراؤ۔ مسلم کی ایک روایت میں جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تابعین میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جسے اویس کہا جاتا ہے اس کی والدہ زندہ ہے اور اس کے جسم میں برص کے داغ ہیں تم اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے بخشش کی دعا کریں۔ غَبْرَاءِ النَّاسِ: غریب و مفلس غیر معروف لوگ۔ الْاَمْدَادُ: جہاد میں مدد دینے والے۔

**تشریح** ۞ اسیر بن عمرو: بعض نے کہا ابن جابر۔ حافظ کہتے ہیں ان کے نسب میں اختلاف ہے۔ بعض نے کندی بعض نے اور قبائل کی طرف نسبت کی ہے۔ بعض نے ان کی روایت کا قول کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ ابن جابر آخری تابعی ہیں۔

جبکہ اسد الغابہ میں اس طرح منقول ہے۔ اسیر بن عمرو الکندی السلولی۔ بعض نے کہا الدرکی بعض نے کہا الشیبانی یہ مخضرمی صحابی ہیں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ان کی عمر دس سال تھی۔ یہ ابن معین کا قول ہے۔ بعض نے گیارہ سال بتلائی ہے۔ ابن معین کہتے ہیں وہ ابوالخیار جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہی کا نام اُسیر بن عمرو ہے انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا۔ زمانہ حجاج تک زندہ رہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو روایتیں نقل کی ہیں ان میں سے ایک تلقیح النخل اور دوسری بینگی کے سلسلہ میں ہے۔ ابن مدینی کہتے ہیں اہل بصرہ کا خیال یہ ہے کہ ان کا نام اسیر بن جابر ہے اور ان کی وساطت سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے واقعہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں اور اہل کوفہ ان کا نام اُسیر بن عامر بتلاتے ہیں۔ (التقریب للحافظ)

**امداد اهل اليمن**: اس سے لشکر اسلامی کی امدادی جماعتیں مراد ہیں۔ ان میں مجاہدین کی امدادی جماعت یہ تھی جو کوفہ سے دار الخلافہ پہنچی تھی۔

**سالهم: افيكم اويس بن عامر**: مسلم کی روایت میں مشہور یہی ہے۔ بقول ابن ماکولا بعض نے اویس بن الجلیس کہا ہے اور ان کی کنیت ابوعمرو ہے۔ ایک آدمی کا بیان ہے کہ یہ جنگ صفین میں قتل ہوئے۔ ان کے حالات کے تذکرہ میں وضاحت آئے گی۔ **حتى اتى على اويس رضي الله عنه**: یہ اوس کی تصغیر ہے اور اس کا معنی بھیڑیا ہے۔ اس سے مرد کا نام رکھتے ہیں (اظہار شجاعت کے لئے) بعض نے کہا یہ نام **است الرجل اوسا**: جب کہ تم کسی کو عطیہ دو۔ اوس کا لغوی معنی عطیہ ہے۔ یہ قرطبی کا قول ہے ان کے کلام میں غیر صحابی پر رضی اللہ عنہ کا لفظ ہے۔ تقریب نووی میں اس کے جواز اصح قول قرار دیا گیا ہے۔ (التقریب النووی) اور بعض احناف نے صحابہ کے علاوہ دوسروں کے لئے رحمۃ اللہ علیہ کہا ہے۔ وہ ان کے لئے رضی اللہ عنہ کو جائز قرار نہیں دیتے جیسا کہ معصوم کے امتیاز کے لئے علیہ السلام کا لفظ لکھا جاتا ہے۔ **انت اويس**: ہمزہ استفہام کو سوال سے پہلے تخفیف کے لئے حذف کیا گیا۔ اس کی دلیل نعم سے جواب ہے۔ **من مراد**: یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ ابن کلبی کہتے ہیں مراد کا نام جابر بن مالک بن ادد بن یشجب بن یعرب بن زید بن کہلان بن سبا ہے۔ **ثم من قرن**: یہ مراد کی ایک شاخ ہے۔ یہ قرن بن ردمان بن ناجیہ بن مراد ہے۔ درست قول یہی ہے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ صحاح جوہری میں کہا گیا ہے کہ یہ اہل نجد کے میقات احرام قرن منازل کی طرف نسبت ہے۔ مگر نووی نے کہا یہ صراحۃً غلط ہے۔ **وكان بك برص**: ذرا سا باقی رہنے دیا گیا تاکہ سابقہ حالت کو یاد کر کے نعمت کے شکریہ کی مزید توفیق ہو۔ **قال لك والدة؟ قال نعم**: اس روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت تک موجود تھیں۔

**مع امداد اهل اليمن**: امداد کی اضافت اہل کی طرف بیانی ہے۔ مگر زیادہ بہتر لامیہ ہے۔ ① اور ظرف لغو میں احتمال ہے کہ وہ یأتی سے متعلق ہو۔ ② اگر مستقر ہو تو اویس سے حال ہے یا امداد کی صفت ہے۔ البتہ مابعد کے لئے حال بنانا زیادہ مناسب ہے۔ پس من مراد اس سے حال مترادف ہے یا حال متداخل ہے۔

**الا موضع درهم**: آئندہ روایت میں **الا موضع الدينار او الدرهم**: شک کے ساتھ منقول ہیں۔ **له والدة**: ان کا نام مذکور نہیں۔ **بر**: احسان میں مبالغہ کرنا۔ **لو اقسم على الله**: یعنی اگر وہ کسی بات کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دیتے ہیں۔ **فان استطعت ان يستغفر لك فافعل**: اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ وہ عمر رضی

اللہ عنہ سے افضل ہیں اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمر غیر مغفور ہیں کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ افضل ہیں اور تابعین مفضول ہیں۔ اس روایت کا مقصود اس بات کی خبر دینا ہے کہ اویس رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے ہیں جو مستجاب الدعوات ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ کو خیر کی غنیمت میں اضافہ کے لئے یہ راہنمائی فرمائی گئی ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا دعا وسیلہ کی تلقین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دعا کا حکم فرمایا ہے۔ حالانکہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم کے سردار ہیں اور اسی طرح اس قول کا مطلب بھی سمجھ لینا چاہئے جو عمرہ پر جاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اشر کنا فی دعائك یا اخی. پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا تم میرے لئے استغفار کرو۔ انہوں نے استغفار کر دی۔

**فوائد:** صالحین سے دعا کرانی چاہئے خواہ کہنے والا ان سے افضل ہو۔ الکوفة: شہر کی تعمیر گولائی میں ہونے کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا یا وہاں ریت کے گول ٹیلے پائے جاتے تھے ان کی وجہ سے اس چھاؤنی کا نام مقام کے لحاظ سے رکھ دیا گیا۔ مترجم) الا اکتب لك؟: کیا میں وہاں کے عامل کے نام خط نہ دے دوں تاکہ بیت المال سے تمہاری کفالت کر دے۔ اکون فی غبراء الناس: یہاں اکون تھا۔ ان حذف ہو گیا یا (۲) فعل بول کر مصدر مراد لیا گیا جیسا اس قول میں تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ۔

العام المقبل: یہ اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد اگلا سال ہے۔ رجل من اشرافھم: اس سے اشراف کوفہ میں سے کوئی مراد ہے۔ یا وہ مراد قبیلہ کا آدمی تھا۔ شرف سے اس کا صاحب حیثیت اور معروف ہونا مراد ہے۔ فوافق عمر: وافق کا فاعل ضمیر ہے جو رجل کی طرف راجع ہے۔ (۲) فاعل عمر ہوں اور فعل کا مفعول ضمیر متصل بالفعل ہے یہ زیادہ راجح ہے۔ ترکتہ رث البیت: گھر کا سامان بوسیدہ یا پرانا ہو چکا ہے۔ معمولی قیمت کا سامان یا پرانا سامان ابتوں نووی اس کا معنی تھوڑا سا سامان ہے اور یہ بھی درست ہے کہ مضاف کو مقدر نہ مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا پرانا و بوسیدہ مکان۔ قلیل المتاع: لغت میں ہر نفع اٹھانے والی چیز کو متاع کہتے ہیں مثلاً کھانا' گندم' سامان خانہ اصل میں متاع اس چیز کو کہتے ہیں جس سے پہنچا جا سکے اور تقلیل متاع کا مطلب دنیا سے اعراض و بے رغبتی ہے۔ یاتی علیکم: ایک روایت میں علیك: وارد ہے۔ جس سے عمر رضی اللہ عنہ کو فقط خطاب کیا گیا ہے اور فان استطعت: کے زیادہ مناسب یہی ہے۔ اویس بن عامر الی فافعل: یہ مرفوع روایت کے الفاظ ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے من جملہ معجزات سے ہے کیونکہ اس میں اخبار بالغیب کا تذکرہ ہے۔ جس کی صفات و علامات تک ذکر کر دی گئی ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح پیش آیا جیسا آپ کی زبان مبارک سے جاری ہوا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ کے افعال کی توثیق ہے۔ انہوں نے کس طرح شریعت کی ایک ایک بات کو پہنچایا اور پھیلایا اور یہ بھی ہے کہ اہل کی فضیلت کا اقرار کرنا چاہئے اور جن کے متعلق یقین ہو کہ وہ خود پسندی میں مبتلا نہ ہوں گے ان کی تعریف کرنا مناسب ہے۔ استطعت: کا تخاطب براہِ راست عمر رضی اللہ عنہ کے شرف ہے۔ یہ مرفوع لفظ ہے مدرج نہیں ہے' پھر عمر کے افضل ہونے کے باوجود ان کو اویس سے دعا کے لئے فرمانا اویس کے اظہار فضیلت کا شاندار انداز ہے اور طلب دعا پر خوب انداز سے آمادہ کیا گیا ہے۔ فاتی اویسا فقال استغفر لی: اتی کا فاعل وہ شخص ہے جس کی عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انت احدث عھدا: یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے جیسا اس آیت میں "ھم احسن اثاثا" اور اچھے سفر کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے سفر حج سے لوٹنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے اسی وجہ سے اویس نے اس کو دعا کے لئے کہا۔ روایت میں وارد

ہے: "اذا لقیت الحاج فمرہ فلیستغفر لک" اور دوسری روایت میں وارد ہے: "ان اللہ یغفر للحاج ولمن استغفر له الحاج حتی یرجع الی بیته" اس آدمی نے دوبارہ استدعا کی تو انہوں نے دوبارہ وہی بات کہی۔ آدمی نے تیسری بار درخواست کی تو اویس رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ اس نے میری پہچان کر لی ہے تو انہوں نے فرمایا۔ لقیت عمر: کیا تمہاری عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اس نے نعم سے جواب دیا۔ پس اس کے لئے استغفار کر دی۔ کیونکہ انہوں نے جان لیا کہ یہ استغفار کرائے بغیر نہ چھوڑے گا۔ حفظن له الناس: اب اس سے بات پھیل گئی۔ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ فانطلق علی وجهه: وہ وہاں سے چلے گئے کیونکہ اس سے توجہ الی الحق میں کمی آتی تھی۔ رواہ مسلم اس میں مسلم کے الفاظ منفرد ہیں۔ روایت کے اختتام پر ابن المسیر کے الفاظ یہ ہیں وکسوته بردته: ان کا لباس چادر تھی جب ان کو لوگ دیکھتے تو کہتے اویس کا یہ لباس نہیں ہو سکتا؟

روایات کا فرق: مسلم کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: وفیهم رجل ممن کان یسخر باویس: شاید اسی شخص کو سابقہ روایت میں ولعل سخریاہ منه لغنی ذلک الرجل وغرورہ بما هو فیه من الجاه والمال: شاید اس آدمی کے تمسخر کی وجہ اس کی مالداری یا حب جاہ و مال ہو۔ اور اویس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مال کی تنگی دیکھی تو مذاق اڑانے لگا اور ان کو حقیر سمجھنے لگا ہو۔ کیونکہ وہ تو زینت دنیا سے منہ موڑنے والے تھے۔ السخریاء: یہ باب تعب سے ہے اس کا معنی استہزاء کرنا (المصباح) اس روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں فجاء ذلک الرجل فقال عمر..... لا یدع بالیمن غیر ام له: اس روایت میں قد کان به: بیاض ہے جس کو پہلی روایت میں برص سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فدعا اللہ فاذهبه: یہ دعا رضا بالقضاء کے خلاف نہیں۔ شاید اس دعا سے والدہ کے ساتھ احسان کا اور کوئی کام مطلوب تھا کہ والدہ اس کی خدمت سے نفرت نہ کرے اور میل جول کو ناپسند نہ کرنے لگے (جیسا عام لوگ مبروص کے سلسلہ میں کرتے ہیں) موضع الدینار او الدرھم: یہ شک کا لفظ مسلم کی زہیر والی روایت میں ہے۔ ممکن ہے اس کو شک ہو یا اس کے شیوخ میں سے کسی کو شک ہو۔ اور یقینی راستہ یہی ہے کہ یہ سابقہ درہم ہی کا مقام ہے۔ اس کو مسلم نے اپنے شیوخ اسحاق بن ابراہیم حنظلی اور محمد بن مثنی اور ابن بشار سے نقل کیا۔ یہ الفاظ ابن المثنی کے ہیں۔ سند کے رجال کا اختلاف صرف اسیر تک ہے۔ ممن لقیه فلیستغفر لکم: کا مطلب یہ ہے کہ اس سے عرض کرو کہ وہ تمہارے لئے استغفار کر دے۔ جیسا آئندہ روایت میں "فمروہ فلیستغفر لکم": کے الفاظ موجود ہیں اگرچہ یہ دو لفظ عمر رضی اللہ عنہ کے ہیں مگر احتمال یہ ہے کہ کبھی ان الفاظ کو ذکر کیا اور کبھی معنی روایت کر دی اور یہ بھی احتمال ہے کہ متعدد بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف انداز سے تذکرہ فرمایا پہلے احتمال کو سامنے رکھتے ہوئے روایت بالمعنی کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

مسلم کی ایک روایت قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول ان خیر التابعین..... الحدیث: اس حدیث میں دلیل ہے کہ استعلاء اور علو کا اعتبار نہیں۔ جیسا کہ بعض اصولیین نے کہا۔ فلیستغفر لکم: جیسے کے شروع میں لام تاکید کا اس لئے لایا گیا کہ تابعین میں اس کی افضلیت کے متعلق تردد ختم ہو جائے۔

نووی کہتے ہیں یہ حدیث اس سلسلہ میں واضح ہے کہ وہ تابعین میں سب سے بہتر ہیں۔ حالانکہ امام احمد نے سعید بن المسیب کو افضل التابعین کہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علوم شرعیہ کے لحاظ سے وہ افضل التابعین ہیں مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ ..... اللہ تعالیٰ کے ہاں خیریت مراد نہیں۔ (نووی علی المسلم) (شاید یہ کہنا زیادہ مناسب ہو زبان نبوت سے خیریت کی اطلاع

اللہ تعالیٰ کے ہاں خیریت حقیقی کو ظاہر کرتی ہے اور دوسروں کے متعلق خیریت کی اطلاع انسانوں کا حسن ظن ہے جو قطعی نہیں۔ دونوں میں آسمان وزمین کا فرق ہے۔ فافہم وتدبر مترجم)

انسانی اندازوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

① بقول امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ افضل التابعین سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ۔

② بعض کے سوال پر امام احمد نے فرمایا: افضل التابعین سعید' علقمہ اور اسود رحمہما اللہ۔

③ امام نے پھر فرمایا افضل التابعین ابوعثمان نہدی' ابوحازم رحمہما اللہ۔

④ امام نے فرمایا: افضل التابعین قیس' ابوحازم' ابوعثمان' علقمہ' مسروق رحمہم اللہ۔

⑤ عبداللہ بن حنیف زاہد کہتے ہیں کہ اہل مدینہ افضل التابعین سعید بن مسیبؒ کو مانتے ہیں۔

⑥ عبداللہ بن حنیف زاہد کہتے ہیں کہ اہل کوفہ افضل التابعین اویس قرنیؒ کو مانتے ہیں۔

⑦ عبداللہ بن حنیف زاہد کہتے ہیں کہ اہل بصرہ افضل التابعین حسن بصریؒ کو مانتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

سیوطی نے شرح التقریب میں اس کو مستحسن قرار دیا ہے جو ابن حنیف' ابن صلاح نے کہا ہے۔

حافظ عراقی کہتے ہیں زیادہ درست وہی ہے جس کو اہل کوفہ نے اختیار کیا کیونکہ صحیح مسلم کی روایت میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ اس سے نزاع ختم ہو جاتا ہے۔ امام احمد کا ابن مسیبؒ کو افضل کہنا وہ شاید علم کے اعتبار سے ہو نہ کہ خیریت کے لحاظ سے یا ان کو یہ روایت نہ پہنچی ہو یا ان کے ہاں صحیح نہ ہو۔

سخاوی کہتے ہیں خطابی کے بعض شیوخ نے دونوں باتوں میں فرق کیا ہے۔ امام احمد کے متعلق حافظ عراقی کا یہ دونوں قول درست نہیں کہ ان کو روایت نہ پہنچی یا ان کے صحیح نہیں انہوں نے مسلم کی سند سے تین الفاظ سے نقل کیا ہے۔ ① ان خیر التابعین رجل یقال لہ اویس۔ ② ان خیر التابعین ③ ان من خیر التابعین: شریک سے ایک جماعت نے اس کو نقل کیا۔ پس حصر زائل ہو گیا۔

غبراء الناس: سے فقراء غرباء و مساکین مراد ہیں۔ بقول قرطبی یہ سب سے عمدہ روایت ہے جس میں یہ لفظ ہے۔ غبر الارض: عرب کہتے ہیں الفقراء و بنو الغبراء: گویا فقر نے ان کو زمین سے چمٹا دیا مراد بقایا' کمزور لوگ مراد ہیں۔ دوسری روایت میں غبر ہے جو کہ غابر کی جمع ہے جیسے شاہد شہد' متاخر لوگ کیونکہ سردار کاموں میں پہل کرتے' ساتھ رہتے اور تقاضا کرتے ہیں اور باقی ضعفاء رہ جاتے ہیں جن کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا تو اویس رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے چاہا کہ وہ گم نام ہو جائیں تا کہ ان کی طرف کوئی التفات نہ کرے۔ یہ سب انہوں نے اپنی سلامتی اور نیکیوں کے خزانہ کو لوٹنے کے لئے کیا (المفہم للقرطبی) پہلے معنی کا بھی یہی مقصد ہے۔ الصعالیك: جمع صعلوک فقیر (صحاح جوہری) من لا یعرف عینہ: ظاہر نہ ہونے اور گمنامی کی وجہ سے وہ پہچانے نہ جائیں۔ الامداد: جمع مدد' مددگار' مسلسل مدد دینا۔

**فائدہ**: قرطبی کہتے ہیں اویس رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے خاص اولیاء سے تھے۔ ان گمنام لوگوں سے تھے جن کی پروا نہیں کی جاتی۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اطلاع نہ دی ہوتی تو ان کو کوئی نہ پہچانتا۔ وہ آپ کی زندگی میں موجود تھے ایمان لے آئے مگر ملاقات کا شرف نہ ملا۔ نہ آپ سے خط وکتابت کی۔ اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ان کے خیر التابعین ہونے کی اطلاع دی ان کی وفات میں اختلاف ہے۔ عبداللہ بن مسلم کہتے ہیں ہم آذربائیجان کے غزوہ میں تھے یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا۔ ہمارے لشکر میں اویس قرنی بھی تھے۔ جب ہم غزوہ سے لوٹے تو یہ بیمار ہوگئے ہم نے ان کو سوار کر لیا زیادہ دیر نہ گزری کہ ان کی وفات ہوگئی۔ جب ہم نے پڑاؤ کیا تو ایک قبر ملی جو کھدی ہوئی تھی۔ قریب پانی بہہ رہا تھا' کفن اور حنوط موجود تھے ہم نے غسل دے کر ان کو کفن دیا اور نماز جنازہ ادا کر کے دفن کر دیا۔ بعض نے کہا اگر واپسی اسی راستہ سے ہوئی تو قبر کو پہچان لیں گے مگر جب واپس لوٹے تو وہاں قبر کا نام نشان نہ تھا۔

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ صفین کے دن ایک شامی آدمی نے آواز دی کیا تم میں اویس قرنی ہے۔ ہم نے کہا ہاں۔ تو وہ کہنے لگا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: اویس خير التابعين باحسان: اور اپنے گھوڑے کو ہانک کر لشکر علی رضی اللہ عنہ میں داخل ہوگیا۔ وہ اصحاب علی رضی اللہ عنہ کے مقتولوں میں پایا گیا۔ ابونعیم اور علامہ ابن جوزی نے ان کے کئی کرامات و واقعات اپنی کتابوں میں ذکر کیے ہیں۔ (المفہم للقرطبی)

**تخریج** : اخرجه مسلم (٢٥٤٢) و (٢٥٤٢ / ٢٢٤ و / ٢٢٥)

**الفوائد** : والدین کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت بہت بڑی ہے۔ ② نیک لوگوں سے دعا و استغفار کرانا چاہئے۔ ③ جب ولی اپنے آپ کو پہچان لے تو اسے اپنا حال مخفی رکھنا چاہئے۔

٣٧٤ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اسْتَاْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَاَذِنَ لِي وَقَالَ : لَا تَنْسَانَا يَا اُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ" فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي اَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ :"اَشْرِكْنَا يَا اُخَيَّ فِي دُعَائِكَ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۳۷۴: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرتؐ سے عمرے پر جانے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت عنایت فرما دی اور فرمایا اے میرے پیارے بھائی ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کرنا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد میرے لئے اتنا بڑا اعزاز ہے کہ مجھے اس کے مقابلہ میں ساری دنیا بھی اچھی نہیں لگتی اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا اے میرے پیارے بھائی ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک رکھنا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد و ترمذی' ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ استاذنت النبی صلی الله علیه وسلم: اس سے طالب علم کے لئے استاذ سے اجازت کا مسئلہ ثابت ہوا۔ اس طرح مرید کیلئے اپنے شیخ سے اجازت چاہنا معلوم ہوا۔ جب کہ دونوں کسی اجتماعی کام میں ہوں جس میں ضرورت کے وقت اس کی غیر موجودگی ذہن میں ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا: ﴿انما المؤمنون الذين امنوا بالله ورسوله واذا كانوا معه على امر جامع لم يذهبوا حتى يستاذنوه ﴾ فاذن لي: مجھے اجازت مرحمت فرمائی اور مغفرت کی دعا فرمائی۔ ابن رسلان کہتا ہے کہ ثعلبی نے ابن ابی حمزہ ثمالی سے جن کا نام ثابت بن ابی صفیہ ہے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے اور کوئی اجازت طلب کرتا تو مسجد سے اجازت کے بغیر نہ نکلتا۔ آپ ان میں سے جسے چاہتے اجازت مرحمت فرماتے اور جس کو چاہتے روک لیتے۔

**وقال لا تنسنا یا اخی من دعائك:** اخی ہمزہ پر خطیبہ شربینی نے شرح جمع الجوامع میں اس پر اکتفا کیا ہے اور اُخَی ہمزہ کا ضمہ یہ تقریب مقام کے لئے ہے تحقیر کے لئے نہیں۔ فتحہ کی بھی دو روایتیں ہیں (جمع الجوامع لخطیب شربینی) **من دعائك:** سے معلوم ہو رہا ہے کہ مقیم کو مسافر سے مقامات خیر پر دعا کی درخواست کرنی چاہئے۔ خواہ مقیم مسافر سے افضل ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ وہ اس کے لئے دعا کرے گا تب بھی اسے یاد دلانے میں کوئی حرج نہیں۔ خاص طور پر جبکہ حج و عمرہ کا سفر ہو یا غزوہ کا سفر ہو اور دوسری روایت میں وارد ہے **یغفر للحاج ولمن استغفر له الحاج**"۔ اور یہ روایت اس کی مزید تائید کرتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "**قال کلمة**": ایک ایسا کلمہ فرمایا اس کے بدلے ساری دنیا میری نگاہ میں ہیچ ہے۔ کلمہ سے اگر لغوی معنی مراد ہے تو پھر یہ مجاز مرسل کی قسم ہے۔ ایک اسم پر کل کا اطلاق کر دیا گیا۔ ② یا استعارہ مصرحہ ہے کہ کلام کو کلمہ سے تشبیہ دی کہ مراد کا سمجھا ہر ایک کو تکمیل پر ہے تو اس کے اسم کا اطلاق اس پر کر دیا گیا یہ دونوں وجوہ شیخ عبدالرحمان حسانی نے ذکر کی ہیں۔ پہلا ہی زیادہ مشہور ہے۔ شرح سنن میں ابن رسلان نے اسی پر اکتفاء کیا ہے۔ **ان لی بھا:** میں با بدلیت کا معنی دے رہی ہے۔ جیسا حماس نے کہا ہے **علیت لی بھم قوماً اذا راکبوا!** کاش ان کے بدلے میرے پاس ایسی قوم ہوتی۔

**الدنیا:** دنیا کی تمام اشیاء مراد ہیں۔ ابن رسلان کہتے ہیں اس میں غائبانہ دعا اور اس کی استجابت کا تذکرہ ہے جب کہ حاجی ان مقامات میں جائے تو اپنے اور احباب و اقارب کو دعاؤں میں نہ بھولے۔ خصوصاً جو اس کو دعا کے لئے کہے تو اس کے لئے دعا کرنا متعین و متاکد ہو گیا۔ (شرح السنن لابن رسلان) یہ حدیث ترجمۃ الباب کی دلیل ہے اور مواضع ماثورہ پر حاضری تو استحباباً ذکر کر دی۔

**روایت کا فرق:** ابوداؤد کی روایت جو شعبہ کی وساطت سے منقول ہے اس میں **اشرکنا یا اخی فی دعائك:** کے الفاظ ہیں۔ اشرکنا: کا معنی ہمیں اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا۔

**تخریج:** ابو داؤد باب الدعوات (۱۴۹۸)، ترمذی فی الدعوات (۳۵۵۷)، اس سند کے تمام راوی صحیح کے ہیں۔ سوائے عاصم بن عبید اللہ کے سفیان بن وکیع متکلم فیہ راوی ہے۔

**الفرائد:** مفضول سے فاضل دعا کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ ② خطاب مسلم میں نرم روی سے مومن کے دل کو خوش کرنا چاہئے۔ ③ نفلی اعمال میں استاذ سے اجازت طلب کرنی مزید برکت کا باعث ہے۔

**۳۷۵ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَزُوْرُ قُبَاءَ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ — وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَاْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءَ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ۔**

۳۷۵: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ قباء تشریف لے جاتے کبھی سواری پر اور کبھی پیدل اور وہاں پہنچ کر آپ دو رکعت نفل ادا فرماتے۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ قباء تشریف لے جاتے کبھی سواری پر کبھی پیدل اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایسا کرتے۔

**تشریح** ۞ **قباء:** یہ الف ممدودہ کے ساتھ ہے یہ مذکر اور منصرف ہے (ابوعبید البکری عن ابی علی القال تہذیب نووی) بحر الانوار میں اس کو منصرف و غیر منصرف دونوں طرح لکھا ہے اور قصر و مد بھی مصباح سے نقل کیا ہے۔

سمہودی کا قول یہ مدینہ کے اطراف کی بستی تھی (اب شہر کا حصہ ہے)

ابن جبیر کہتے ہیں مدینہ سے متصل یہ بڑا گاؤں ہے۔ کتاب خط المداعی میں لکھا ہے کہ وہاں ایک کنواں قبار نامی تھا۔ راء کو اڑا کر اس کو قباء کہنے لگے۔ کذا لفظ ابن زبالہ۔

علامہ باجی یہ مدینہ سے دو میل دور بستی ہے۔ کذا نقلہ النووی عن العلماء۔

قاضی عیاض۔ یہ تین میل ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں مدینہ سے ایک فرسخ پر واقع ہے۔ سمہودی کہتے ہیں میں نے پیمائش کی تو باب جبرئیل سے مسجد قباء کے دروازے کا فاصلہ ایک فرسخ نکلا۔

**راکبا و ماشیا:** کبھی پیدل کبھی سواری پر یا کچھ سفر پیدل کچھ سواری پر مگر اول معنی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ **فیصلی فیه:** یعنی مسجد قباء میں نماز ادا فرماتے۔ **رکعتین:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عن اسد بن ظہیر الانصاری نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **الصلاة في مسجد قباء كعمرة:** اسید کی صرف یہ روایت صحیح ہے۔ حدیث حسن غریب۔ سمہودی نے اور احادیث بھی اس سلسلہ میں ذکر کی ہیں۔ ایک روایت جس کو بخاری، نسائی نے نقل کیا ہے۔ **كان النبي صلى الله عليه وسلم ياتي مسجد قبا كل سبت:** اور ابن حبان کی روایت میں **كل يوم سبت:** کے الفاظ ہیں۔ اس سے ان لوگوں کی بات غلط ثابت ہوتی ہے جو سبت سے ہفتہ مراد لیتے ہیں۔ کذا قال السمہودی۔ ابن عمرؓ بھی ایسا کرتے تھے۔ سمہودی نے ابن ابی شیبہ سے مرسل روایت نقل کی ہے جس میں یوم الاثنین کو قباء جانا ثابت ہے اور ابن ابی عروبہ کہتے ہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یوم الاثنین اور یوم الخمیس کو قباء جاتے تھے۔ الحدیث۔

**فائدہ:** اس طرح کے دیگر مقامات اور حرم مکی کے ماثور مقامات پر جانا مستحب ہے۔

**تخریج:** اخرجه ابو داؤد (١٤٩٨) والترمذی (٣٠٥٧) باسناد لا يخلو من مقال۔

**الفوائد:** ① مسجد قباء میں سوار و پیدل ہر طرح جانا باعث ثواب ہے۔ ② بعض ایام بعض اعمال کے ساتھ مخصوص ہو سکتے ہیں۔ ③ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کس قدر حریص تھے۔

## ۴۶: باب فَضْلِ الْحُبِّ فِي اللّٰهِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ وَإِعْلَامِ الرَّجُلِ مَنْ

## يُحِبُّهُ وَمَا ذَا يَقُوْلُ لَهُ اِذَا اَعْلَمَهُ

## بَاب: اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی فضیلت اور اس کی ترغیب اور جس سے محبت ہو اس کو بتلانا اور آگاہی کے کلمات

**الحب**: اس کا معنی محبت ہے جیسے کہ احباب و حب کا معنی ہے۔ (القاموس) صاحب مصباح نے اس کو قتل کے باب سے اسم مصدر قرار دیا ہے۔ (المصباح)

**فی الله**: فی تعلیلیہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے۔

**الحث**: آمادہ کرنا۔ حرص دلانا۔ **علیه و اعلام**: کا عطف فضل مصدر مضاف الی فاعلہ پر ہے اور وہ الرجل ہے۔ **انه یحبه**: میں باء مقدر ہے۔ ای بانه یحبه۔ **ماذا یقول**: یعنی محبوب اس کو کیا جواب دے جب اس کی بات سنے۔

**قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :**

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ

[الفتح: ۲۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں .... آخر سورہ تک"۔

**محمد رسول الله**: ① یہ جملہ مبینہ ہے جن کے متعلق اس سے پہلی آیت میں گواہی دی گئی ہے۔ ② اور رسول اللہ صفت ہو اور محمد مبتداء محذوف کی خبر ہو یا مبتدا ہو۔ **والذین معه**: یہ معطوف علیہ ہے اور دونوں کی خبر ہے۔

**اشداء الکفار و رحماء بینهم**: اشداء جمع شدید اور رحماء جمع رحیم مطلب یہ ہے وہ کفار کے ساتھ سخت خو ہیں اور باہمی رحم جو ہیں جیسا دوسری آیت میں ﴿اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین﴾

**تراهم رکعا سجدا**: کیونکہ وہ اپنے اکثر اوقات نماز میں گزارتے ہیں۔ **یبتغون فضلا من الله و رضوانا**: فضل سے مراد ثواب اور رضوان سے مراد رضامندی۔

**سیماهم فی وجوههم من اثر السجود**: اس سے مراد وہ نشانات ہیں جو کثرت سجود سے ان کے ماتھے پر ظاہر ہوتے ہیں۔

**سیما**: یہ سام سے ہے جس کا معنی جاننا ہے۔ **من اثر السجود**: ① یہ ماقبل کا بیان ہے یا ② حال ہے۔ **ذلك**: اس کا مشار الیہ مذکورہ وصف ہے۔ ② اشارہ مبہمہ ہے اس کی تفسیر کزرع ہے۔

**مثلهم فی التوراة**: ان کی یہ مذکورہ عجیب شان تورات میں ہے۔

**مثلهم فی الانجیل**: اس کا عطف ماقبل پر ہے۔ یعنی دونوں کتابوں میں انکی یہ حالت مذکور ہے۔ تورات انجیل یہ دونوں عجمہ ہیں ان کو عربی بتلانا تکلف ہے کذافی البیضاوی) کزرع: دوبارہ تمثیل لوٹائی گئی ہے یا تفسیر ہے۔

**النحو**: **مثلهم فی الانجیل**: یہ مبتدا اور کزرع اس کی خبر ہے۔

اخرج شطأہ: عرب کہتے ہیں اشطاء الزرع جب کہ وہ سوئی نکالے۔
فازرہ: یہ مؤازرہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی معاونت ہے یا ایزار سے لیا گیا جس کا معنی اعانت ہے۔ یعنی اسکو مضبوط کر دیا۔
فاستغلظ: وہ پتلے پن سے موٹے پن میں بدل گئی۔ فاستوی علی سوقہ: یہ ساق کی جمع ہے یعنی وہ اپنی پوری پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ یعجب الزراع: اپنی قوت و کثافت موٹائی اور حسن منظر سے باغ والے کو پسند آنے لگی۔ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے لئے ذکر فرمائی ہے۔ ابتداء میں ان کی تعداد قلیل در قلیل تھی پھر زیادہ ہوتی گئی اور مضبوطی آتی گئی ان کے معاملے نے اس قدر ترقی کی کہ لوگ ششدر رہ گئے۔
لیغیظ بھم الکفار: کھیتی کے ساتھ پاکیزگی اور استحکام میں مثال دینے کی علت ہے۔ ② یا یہ وعد اللہ الذین آمنوا کی علت ہے۔
وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجرًا عظیمًا: جب کفار نے ان کے متعلق یہ سنا تو پیچ پا ہوگئے۔ منھم: یہ من بیانیہ نہ کہ تبعیضیہ۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ﴾ [الحشر: ۹]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کے گھر میں اقامت اختیار کی اور ایمان میں پختہ رہے اور وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں''۔

والذین تبوء والدار والایمان: اس کا عطف مہاجرین پر ہے۔ اور اس سے مراد انصار مدینہ ہیں۔ انہوں نے مدینہ کو لازم پکڑا اور ایمان کو بھی اور دونوں میں جم گئے۔ ② بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے ای تبوءوا دار الھجرۃ ودار الایمان: دوسرے کا مضاف حذف کر دیا اور پہلے کا مضاف الیہ حذف کر دیا اور اس کے عوض لام لائے۔ ③ تبو والدار واخلصوا الایمان: جیسا کہتے ہیں علفتھا تبنًا وماء باردًا: بعض کہتے ہیں مدینہ کو ایمان کہا کیونکہ اسلام یہیں سے ظاہر ہوا اور انجام کار یہیں لوٹے گا۔ من قبلھم: یعنی مہاجرین کی ہجرت سے پہلے۔ بعض نے کہا تقدیر عبارت یہ ہے: ﴿والذین تبوء والدار من قبلھم والایمان﴾ یحبون من ھاجر الیھم۔ ان کو اپنے اوپر بوجھ نہیں سمجھتے۔

۳۷۶ : وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ : أَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۷۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تین عادات ایسی ہیں جن میں وہ پائی

جائیں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی لذت ومٹھاس محسوس کرے گا: (۱) اللہ اور اس کا رسول اسے ان کے ماسوا سب سے زیادہ محبوب ہو۔ (۲) کسی آدمی سے صرف اللہ کے لئے محبت رکھے (۳) اور کفر میں لوٹ جانے کو اس طرح برا سمجھے جیسا کہ آگ میں ڈالا جانا جبکہ اللہ نے اس کو کفر سے بچالیا ہو۔ (بخاری ومسلم) ۔

**تشریح** ۞ **ثلاث**: ① خصال میں سے تین خصلتیں ② تین خصلتیں ③ خصائل تین ہیں۔ من کن: یہ کان تامہ ہے جو وجد کے معنی میں ہے۔ **فیه**: یہ ظرف لغو ہے جو اسی سے متعلق ہے کذا قال ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ② کان ناقصہ ہو اور ظرف خبر بن جائے۔ **وجد**: یہ وجدان مصدر سے ہے۔ **حلاوة الایمان**: سے مراد طاعات کی لذت ہے اور دین کی خاطر مشقتیں اٹھانا اور سامان دنیا کے مقابلے میں اس کو ترجیح دینا۔ بندے کو اللہ تعالیٰ کی محبت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرے اور اس کی نافرمانی کو چھوڑ دے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا (نووی) ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں یہ استعارۃ تخییلیہ ہے۔ ایمان کی طرف مؤمن کی رغبت کو میٹھی چیز سے مشابہت دی اور اس چیز کے لوازم ایمان کے لئے ثابت کر کے اس کی طرف اضافت کر دی۔ شیخ ابو جمرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایمان کو حلاوت سے اس لئے تعبیر کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان کو درخت ثمر بار سے تشبیہ دی ہے: ﴿مثل کلمة طیبة کشجرة طیبة﴾ کلمہ وہ کلمہ اخلاص ہے اور اصل ایمان کو شجرہ فرمایا ہے اور اس کی ٹہنیاں اور شاخیں اتباع اوامر اور اجتناب نواہی ہے اور اس کے پھول پتیاں وہ بھلائیاں جن کی مومن نیت اور قصد کرتا ہے اور اس کا پھل طاعات کے اعمال ہیں اور پھل کی مٹھاس درخت سے پھل کا چننا اور اس کی انتہائی کمال پھل کا مکمل پکنا ہے جس سے مٹھاس ظاہر ہوتی ہے۔

**النَّحْو**: ان یکون الله ورسوله احب الیه مما سواهما: **احب الیه**: یہ منصوب مانیں تو یکون کی خبر ہے۔ بیضاوی لکھتے ہیں یہاں محبت عقلی مراد ہے یعنی عقل سلیم جس کے راجح ہونے کا تقاضا کرے اگرچہ وہ چیز خواہش نفس کے خلاف ہو۔ جیسے مریض طبعی طور پر دوا سے نفرت کرتا ہے اور اس سے بھاگتا ہے مگر تقاضا عقلی سے اس کی طرف مائل ہوتا اور اس کو استعمال کرتا ہے۔ جب آدمی اس بات پر غور کرے کہ شارع علیہ السلام اسی بات کا حکم دیتے اور اس سے روکتے ہیں جس میں جلد درستی ہے یا مستقل چھٹکارا ہے اور عقل متقاضی ہے کہ اس کو راجح قرار دے۔ چنانچہ وہ ان کے حکم کو ماننے کے لئے مشق کرتی ہے کہ اس کی خواہش اس کی مطیع ہو جائے اور اس سے اس کو عقلی لذت اس طرح حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ عقلی لذت کا مفہوم خیر و کمال کا کمال ہونے کی حیثیت سے ادراک کر لینا ہے اور شارع علیہ السلام نے اسی حالت کو حلاوۃ ایمان سے تعبیر کیا ہے کیونکہ حسی لذائذ میں مٹھاس سب سے زیادہ ظاہر ہے۔ اس حدیث کی شہادت قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے: ﴿قل ان کان اباؤکم تا احب الیکم من الله ورسوله﴾ پھر اس پر تہدید و وعید اس طرح فرمائی فتربصوا۔

نووی فرماتے ہیں روایت میں مما سواهما: فرمایا گیا ممن سواهما: نہیں فرمایا تاکہ عاقل و غیر عاقل کو شامل ہو۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ تثنیہ لانے میں حرج نہیں۔ باقی رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطیب کو فرمایا جس نے کہا: ومن یعصهما: تو فرمایا: بئس خطیب القوم انت: وہ اس قسم سے نہیں کیونکہ خطبات میں وضاحت مقصود ہوتی ہے اور یہاں اختصار مقصود ہے۔ (فافہم وتدبر واحفظ)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بادیہ پیمائی کرتے ہوئے فرمایا اس کلام کے محاسن میں سے یہ ہے کہ ضمیر تثنیہ اس بات کی

طرف اشارہ کر رہی ہے کہ دونوں اطراف سے مجموعہ معتبر ہے۔ ہر ایک ایک نہیں۔ اگر دوسرے سے اس کا جوڑ نہ ہو تو یہ کوشش لغو ہے۔ رہا خطیب کو مفرد لانے کا حکم فرمانا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عصیان میں دونوں مستقل ہیں دونوں کے عصیان کا نتیجہ گمراہی ہے اس لئے کہ عطف تکریر کے قائم مقام ہوتا ہے دراصل یہ ہے کہ ہر دو معطوفات میں سے ہر ایک حکم میں مستقل ہو اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ادھر اشارہ موجود ہے: ﴿و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اطیعوا کا اعادہ کیا مگر اولی الامر کے لئے اطیعوا نہیں لایا گیا کیونکہ وہ طاعات میں مستقل بالذات نہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاعت میں مستقل ہیں۔ (فتح الباری و بیضاوی و طیبی)

**ان یحب المرء لا یحب الا للہ:** یحییٰ بن معاذ فرماتے اللہ تعالیٰ کی محبت کی حقیقت یہ ہے کہ نہ احسان سے بڑھے اور نہ سختی سے کم ہو۔

**انقذہ اللہ منہ:** انقاذ یہ ابتداء کے لحاظ سے گناہ سے بچ جانے سے عام ہے۔ وہ اس طرح کہ فطرت پر ولادت ہو اور اس پر برقرار رہے۔ یا ظلمت کفر سے نور ایمان کی طرف ان کو نکال دینا یہ بھی انقاذ ہے۔ جیسا بہت سے صحابہ کے ساتھ ہوا۔ ① پہلی صورت میں **یعود:** کا معنی صیرورت ہے اور دوسرے معنی میں عود: اپنے اصل معنی میں ہے۔ عود کا لفظ فی سے متعدی ہے۔ الی سے نہیں کیونکہ یہ استقرار کے معنی کو شامل ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا و یستقر فیہ: اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: ﴿وما یکون لنا نعود فیھا﴾

**کما یکرہ ان یقذف فی النار:** کاف مفعول مطلق کے محل میں ہے۔ اس سے ان لوگوں کی فضیلت پر استدلال کرنا مقصود ہے۔ جس کو کفر پر مجبور کیا گیا اور اس نے صبر کیا اور تقیہ کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا۔

ابن حجر کا قول یہ ہے بخاری نے باب الادب میں حتی ان یقذف فی النار احب الیہ من ان یرجع الی الکفر بعد ان انقذہ اللہ تعالیٰ منہ: کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث باب کے الفاظ سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس میں دونوں باتوں میں برابر ظاہر کی گئی ہے اور یہاں دنیا کی آگ میں پڑنے کو کفر میں پڑنے سے اولیٰ قرار دیا گیا وہ کفر جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نکال کر آخرت کی آگ سے بچایا ہے۔ (اصول دین پر مشتمل روایت ہے نووی)

**تخریج:** متفق علیہ' احمد ۱۳۰۰۲/۴' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' ابن حبان ۲۳۸' ابن مندہ ۲۸۱۔

**الفرائد:** جب آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت سے اپنے آپ کو مزین کر لیتا ہے اور اس محبت کو دیگر تمام محبتوں پر غالب رکھتا ہے اور کفر کی طرف لوٹنے کو آگ میں ڈالے جانے سے بڑھ کر ناپسند کرتا ہے تو یہ خصلت اس کو حلاوت ایمان سے لذت اندوز کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں والی جنت کا حقدار بنا دیتی ہے۔

۳۷۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ: اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَاَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ' وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ' وَرَجُلٌ

دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حُسْنٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ ' وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ ' وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۷۷: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن اللہ سایہ دے گا جبکہ اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: (۱) منصف حکمران (۲) اللہ کی عبادت میں پروان چڑھنے والا نوجوان (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد سے لگا ہوا ہو (۴) اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اور اسی پر وہ جمع ہوتے اور جدا ہوتے ہیں (۵) وہ آدمی جس کو حسین وجمیل عورت دعوتِ گناہ دے مگر وہ اس کے جواب میں کہے میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ چھپا کر کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہیں کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا (۷) وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے خوف سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ **سبعة**: سے مراد سات نفوس ہیں۔ اسی وجہ سے اس کو شروع میں لانا مناسب ہے۔ اہل اصول کے ہاں عدد کا مفہوم معتبر نہیں اور اس پر اس بات سے کوئی اشکال نہیں کہ عرش کے نیچے جن کو سایہ میسر آئے گا ان کی تعداد ستر ہوگی۔ حافظ سخاوی اور سیوطی نے ان کے متعلق مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

**يظلهم الله في ظله**: ① ظل کی اضافت تشریفی ہے۔ ② بعض نے کہا ظل سے مراد کرامت وعظمت ہے۔ ③ حمایت مراد ہے جیسا کہتے ہیں انا في ظل فلان: میں فلاں کی حمایت میں ہوں اور یہ عیسیٰ بن دینار کا قول ہے۔ قاضی عیاض نے اسی کو قوی قرار دیا ہے۔ ④ ظل عرش مراد ہے جیسا کہ سلمان کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے: سبعة يظلهم الله في ظل عرشه: الحدیث اگر ظل عرش مراد ہو تو پھر اس سے مراد اللہ تعالیٰ حفاظت وکرامت میں ہونا ہے یہی راجح ہے۔ قرطبی نے اس کو پختہ قرار دیا اور ابن مبارک کی روایت میں یوم القیامت کی قید اس کی تائید کرتی ہے۔ پس راجح یہ ہوا کہ ظل سے عرش مراد ہے۔ طوبیٰ کا سایہ اور ظل جنت مراد نہیں لیکن یہ تو دخول جنت کے بعد ہوگا اور وہ ہر جنتی کے لئے عام ہوگا۔ جنہوں نے یہ مراد لیا یہ ان کا محض زعم ہے اور حدیث کا مقصود وہ ہے جس سے ان خصائل والے لوگ مخصوص ہیں۔

**يوم لا ظل الا ظله**: کرمانی نے سات کے حصر کو مانا ہے۔ وجہ حصر یہ بتائی ہے۔ طاعت یا تو بندے اور رب کے درمیان ہوگی یا بندے اور مخلوق کے درمیان ہوگی پھر یہ طاعت اگر زبان سے ہوگی تو وہ ذکر ہے۔ یا دل سے ہوگی اور وہ دل مسجد سے معلق ہونا ہے یا بدن سے ہوگی اور وہ وہ شخص ہے جس کی پرورش عبادت میں ہوئی ہو اور دوسرا وہ تعلق جو بندے اور بندوں کے درمیان ہے اگر وہ عام ہو گیا تو وہ امام عادل ہے۔ خاص ہوگا پھر دل سے ہوگا تو اس کا نام محبت ہے۔ مال سے وہ تعلق ہوگا تو صدقہ کہلائے گا۔ بدن سے ہوگا تو عفت نام دیا جائے گا۔

**امام عادل**: عادل یہ اسم فاعل ہے یہ عدل مصدر سے نکلا ہے۔ اس سے مراد بڑا حاکم ہے۔ مسلمانوں کے معاملات کا ہر ذمہ دار اس میں شامل ہوگا۔ اس معنی کی تائید مسلم کی ابن عمرو والی روایت مرفوعہ سے ہوتی ہے "ان المقسطين عند الله على منابر من نور على يمين الرحمان: الذين يعدلون في حكمهم واهليهم وما ولوا" اور جن کے وہ والی بنے ہوتے ہیں۔ عادل کی سب سے بہتر تفسیر یہ ہے کہ وہ حاکم جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع میں ہر چیز کو بلا افراط وتفریط اپنے اپنے مقام پر

رکھے۔اس کو پہلے لانے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا فائدہ عام ہے۔

وشاب: یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔نشاء فی عبادۃ اللہ: ابن زید کی روایت میں اضافہ ہے: حتی توفی علی ذلک: یہاں تک کہ اس کی وفات اسی پر ہوئی ہواور سلمان کی روایت میں افنی شبابه و نشاطه فی عبادة الله: عبادت میں پرورش پائی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نشاط محسوس کرتا ہے۔اس میں اس آدمی کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے جو معصیت پر بالکل مزاولت اختیار کرنے والا نہیں اس کے مقابلے میں جو گناہ سے دست بردار ہوکر تائب ہوا۔ورجل قلبه معلق بالمساجد۔معلق: یہ تعلیق سے نکلا ہے۔گویا اس مسجد میں کسی قندیل لٹکتی چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔اس سے دل کے ساتھ لمبی دیر تک مسجد کو لازم کر لینے کی طرف اشارہ ہے۔اگرچہ جسمانی صور پر وہ مسجد سے باہر ہے اور علامہ حوفی کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے: کانما قلبه فی المسجد: اور یہ بھی ممکن ہے کہ شدید محبت والا تعلق ظاہر کرنا مقصود ہو اس پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت دلالت کرتی ہے: متعلق بالمساجد: اور کشمیھنی نے متعلق اسم فاعل پڑھا۔سلمان کی روایت میں من حبھا: کے الفاظ ہیں اور امام مالکؒ نے اذا خرج منه یعود الیه: کا اضافہ کیا ہے۔

ورجلان تحابا: یہ تحابیا ہے یعنی جنس محبت میں دونوں شریک ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے حقیقی محبت رکھتا ہے فقط ظاہری نہیں۔فی اللہ: اس میں فی تعلیل کے لئے ہے۔اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والے ہوں۔اجتمعا علیه: یہ مسلم کے الفاظ ہیں بخاری میں "اجتمعا علی ذلك": کے الفاظ ہیں مشارالیہ اور ضمیر کا مرجع محبت ہے جس پر تحابا دلالت کر رہا ہے۔

وتفرقا علیه: اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کی محبت دائمی ہے کسی دنیوی سبب سے منقطع ہونے والی نہیں خواہ حقیقت میں وہ جمع ہوں یا نہ ہوں۔اور وہ محبت تادم واپسیں باقی رہے اور یہ خصلت ایک شمار کی جائے اگرچہ یہ دونوں سے پوری ہوتی ہے۔جب دونوں محبت کرنے والے ایک بن جائیں تو ایک دوسرے سے مستغنی شمار ہوگا (گویا یک جان دو قالب) کیونکہ مقصود تو خصائل کا شمار ہے نہ کہ اس سے متصف ہونے والوں کی گنتی کا شمار مقصود ہے اس کا ترجمۃ الباب سے تعلق ہے۔

ورجل دعته امرأة ذات منصب و جمال: منصب سے مرتبہ و خاندان مراد ہے۔جمال سے تعریف کرنے کا مقصد شدید میلان کے بواعث کا ظاہر ہونا ہے اور یہ دونوں باتیں بیک وقت بہت کم عورتوں میں پائی جاتی ہیں اور مراد ذات کی طرف میلان ہے جیسا کہ ابن مبارکؒ کی روایت میں یہ لفظ موجود ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی فعرضت نفسها علیه: اور ظاہر ہے کہ اس سے اس کو بے حیائی کی دعوت دی۔قرطبی نے اسی کو پختہ قرار دیا ہے۔مگر دوسروں نے بیان نہیں کیا۔بعض نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ اس کو شادی کی دعوت دی ہو اور اس کو خطرہ ہوا کہ اگر وہ اس میں مشغول ہوا تو عبادت کے سلسلہ میں فتنہ کا شکار ہو جائے گا یا اس کو خطرہ ہو گیا وہ بیوی کے حقوق بجا نہ لا سکے گا کیونکہ عبادت کی وجہ سے وہ کمائی کے ذرائع اختیار نہیں کر سکتا۔اس میں پہلا قول ظاہر ترین ہے اور اس کی تاکید الی نفسها: کا کنایہ بھی ہے۔ اگر تزویج مراد ہوتی تو وہ اس کی صراحت کر دیتا اور ان صفات سے متصف عورت سے باز رہنا بڑے مراتب کا ذریعہ ہے کیونکہ ایسی عورتوں کی طرف میلان نفس بہت زیادہ ہوتا ہے اور اس کا حصول مشکل ہی نہیں بلکہ اس سے رابطہ بھی کا ردے وار دو اور یہاں تو اس کے میلان نے ان مشکلات سے اس کو ایک طرف کر دیا۔(اب اس سے بچ جانا کیوں نہ بڑی عبادت ہو)

فقال انی اخاف الله: کریمہ کی روایت میں "اللہ کی جگہ رب العالمین" کے الفاظ ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ اس کو ڈانٹنے

کے لئے اس سے زبان سے کہے اور دل سے کہنے کا بھی اعتبار کیا جاسکتا ہے یہ قاضی عیاض کا قول ہے۔

قرطبی کہتے ہیں اس سے یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے خوف کے غلبہ اور تقویٰ وحیاء میں پختگی سے صادر ہوئے۔

ورجل تصدق: تصدق یہ ماضی کا لفظ ہے۔ کرمانی نے کہا قد مقدر ہے یہ جملہ حالیہ ہے۔ بصدقة: صدقہ کا لفظ نکرہ لائے تا کہ قلیل وکثیر کو شامل ہو اور ظاہر کے لحاظ سے یہ فرض و مستحب سب کو شامل ہے۔ لیکن نووی کہتے ہیں فرضی صدقات کو ظاہر کر کے دینا مخفی طور پر دینے سے اولیٰ ہے۔ فاخفا ها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينهٔ: بخاری کی اکثر روایات میں اسی طرح ہے۔ صحیح مسلم میں اس کے برعکس آیا حتی لا تعلم يمينه ما تنفق شماله: حافظ نے اس پر کلام کرتے ہوئے کہا کہ بخاری والا نسخہ درست ہے کیونکہ سنت طریقہ دائیں ہاتھ سے دینا ہے۔ اصل مقصد اخفاء میں مبالغہ کو بیان کرنا ہے کہ بایاں ہاتھ قریب تر ہونے کے باوجود بالفرض اگر وہ جانتا ہوتا تو اسے بھی علم نہیں ہوسکتا کیونکہ اس نے بہت زیادہ چھپا کر دیا۔ اس صورت میں یہ مجاز تشبیہ سے ہے اور اس کی تائید دوسری روایت میں وارد ہوئی ہے: "تصدق بصدقه كانما اخفى يمينه عن شماله" اور یہ بھی احتمال ہے کہ مجاز حذف سے ہو۔ ای حتى لا يعلم ملك شماله حتی کہ اپنے بائیں ہاتھ کی ملک کا علم نہیں۔

ورجل ذكر الله تعالىٰ خاليا: ذکر یہ تذکر سے ہو تو دل سے یاد کرنا اور ذکر سے ہو تو زبان سے یاد کرنا۔ خاليا: ① خلوت کی حالت کو کہا جاتا ہے کیونکہ یہ حالت ریا کاری سے بہت دور ہے۔ ② غیر اللہ کی طرف التفات سے وہ خالی تھا اگرچہ وہ مجمع میں ہوتا۔ بیہقی کی روایت اس کی مؤید ہے۔ ذكر الله بين يديه: اور پہلے قول کی تائید ابن مبارک اور حماد کی روایت کر رہی ہے ذكر الله خلاء: خالی جگہ میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور یہ زیادہ درست ہے۔

ففاضت عيناه: آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے عین کی طرف فیضان کی نسبت مبالغہ کے لئے ہے۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں آنکھ کا بہاؤ ذاکر کی حالت کے مطابق ہوتا ہے اور اس کے مطابق ہوتا ہے جو اس کے سامنے آتا ہے۔ اوصاف جلال کے وقت اللہ تعالیٰ کی خشیت سے رونا آتا ہے اور اوصاف جمال کے وقت اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق سے رونا آتا ہے۔

(المفہم للقرطبی)

حافظ لکھتے ہیں اس روایت میں آدمیوں کے تذکرہ کا کوئی معنی نہیں۔ سوائے اس کے کہ امام سے امام عادل خلیفۃ المسلمین مراد لیا جائے ورنہ تو وہ عورت جو اہل وعیال والی ہو اور اپنی اولاد میں انصاف سے کام لیتی ہو وہ بھی اس میں داخل ہوگی۔ اگرچہ دخول مسجد والی خصلہ میں وہ خارج شمار ہوگی کیونکہ عورت کی نماز اپنے گھر میں مسجد سے افضل ہے۔ اس کے علاوہ میں عورت کو بھی اس تمام خصائل میں شریک قرار دیا جائے گا۔

فائدہ: حافظ سخاوی نے عرش الٰہی کے سایہ کا مستحق بنانے والی خصلتیں ۸۹ شمار کی ہیں اور اس کے دلائل بھی ذکر کئے اور اس کا نام الخصال الموجبة للظلال: رکھا۔ ادیب معمر بن عبدالقوی مکی مالکی نے ان کو نظم کر دیا۔ جو تفنن طبع کے لئے ذکر کر رہے ہیں:

① صحیحین میں سات آدمی کا تذکرہ ہے جن کو رحمان اپنے عرش کا سایہ عنایت فرمائیں گے۔

② ان کو شیخ ابو شامہ نے ایک نظم میں پرو دیا ہے۔

③ محب، پاکدامن، اللہ کی عبادت میں پرورش والا، صدقہ کرنے والا، نماز میں رونے والا اور عادل بادشاہ۔

④ شیخ الاسلام نے اس گنتی پر تین کا خود نقل سے اضافہ فرمایا۔
⑤ نظم میں خوب واضح کر دیا اور ان کی نظم تو موتی ہیں جن کی مثل نہیں۔
⑥ سات پر اضافہ یہ ہے۔ غازی کو سایہ دینے والا اور اس کا مددگار' تنگ دست کو مہلت دینے والا اور اس کے قرضے کے بوجھ کو کم کرنے والا۔
⑦ واپسی کے وقت نمازیوں کا محافظ' چٹی بھرنے والے کا مددگار' مکاتب کا معاون۔
⑧ اور ان چودہ پر اضافہ کر لو۔ بدسلیقہ کا مددگار' حق لینے کا ساتھ دینے والا اور حق لینے کے لئے خرچ کرنے والا۔
⑨ کراہت وصبر کے باوجود مسجد کی طرف جانے والا اور اخلاق کو عمدہ بنانے والا پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کی تعظیم کرنے والا۔
⑩ یتیم کا کفیل' بیوہ کا کفیل' رونده ہوئے کا کفیل' قول وفعل میں سچا تاجر۔
⑪ غمزدہ' صبر پر آمادہ کرنے والا' خیر خواہی کرنے والا اور نرم روی والا' یہ اللہ کے فضل سے اٹھائیس ہو گئے۔
⑫ پھر اس پر چھ کا اضافہ کیا مگر پہلے کی طرح وہ نظم نہ بن سکی۔
⑬ اس نظم میں یہ ہے دوسرے کا فیصلہ اسی طرح کرنے والا جیسا اپنا ہو اور اللہ تعالیٰ کی تلوار سے محبت کرنے والا اور اس کے انصاف کا مددگار ہو۔
⑭ زنا کے قریب نہ جانے والا' سود سے بچنے والا' رشوت سے گریزاں اور سب کا آخری پہلا انعام والا ہے۔
⑮ پس چار اور پہلے تمام مل کر تمیں ہوئے' تم علم پا کر مخصوص ہو جاؤ۔
⑯ اور ان پر ہمارے شیخ حافظ العصر علامہ اسلام امت۔
⑰ میری مراد اس سے (سخاویؒ ہیں) جن سے تمام علماء فیض پا کر روایت نقل کر رہے ہیں۔
⑱ پچاس کے بعد آٹھ خصلتیں آتی ہیں۔ جو انہوں نے اصل سمیت روایت کی ہوں۔
⑲ وہ نظم کی صورت میں تمہارے سامنے ہیں تاکہ ان کا یاد کرنا آسان ہو اور سکھلانا بھی۔
⑳ ان میں پہلا وہ شخص ہے جو حلم کی وجہ سے خاموشی اختیار کرنے والا ہو اور علم وفہم میں پختہ ہو۔
㉑ بچپن میں جس نے قرآن یاد کر لیا اور قرآن مجید کی حفاظت کرنے اور بڑے ہو کر لوگوں کی راہنمائی کی۔
㉒ نماز کے اوقات کے لئے سورج کا حساب کرنے والا اور امانت دار تاجر جو اپنے سامان کی مدح و مذمت نہ کرنے والا ہو۔
㉓ بیمار پرسی کرنے والا' جنازہ میں مشایعت کرنے والا' عدل وانصاف میں کسی ملامت گر سے خوف زدہ نہ ہونے والا۔
㉔ اور ناحق سے ہاتھ کو روک لینے والا' ممنوعات سے نگاہ کو نیچا کرنے۔
㉕ مقروض کو چھوڑنے والا' تنگ پر مہربان' بھوکے کو کھانا کھلانے والا جبکہ خود کھانے کی طلب ہو۔
㉖ صلہ رحمی کرنے والا' بیوہ پر اس کے یتامیٰ سمیت رحم کرنے والا' یتیم کے کام اور معاملات کی طرف توجہ دینے والا۔
㉗ یتیم کے لئے کھانا بنانے والا اور سفر وحضر میں اس کے لئے غلام کو مقرر کرنے والا۔
㉘ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی خاطر اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کرنے والا' دکھ وتکلیف کے ازالہ کے لئے اطلاع کرنے والا۔

㉙ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت کو زندہ کرنے والا' دن رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے والا۔

㉚ قرآن کا حافظ جو شاندار قرأت کرنے والا ہو' انبیاء علیہم السلام اور ان کے اہل کا اکرام کرنے والا۔

㉛ ابراہیم علیہ السلام کا الگ تذکرہ کر کے ان پر درود پڑھنے والا اور ان کی اولاد میں علی اور ان کے دونوں بیٹے ہیں ان کی اولاد پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔

㉜ بیمار اور بھوکا' روزہ دار' پیاسا۔

㉝ مغرب کے بعد قرآن پڑھنے والا' پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کی اولاد اور آپ کی اولاد۔

㉞ آپ ﷺ کی اولاد جن کا تذکرہ کیا' حسد نہ کرنے والا اور اپنے والد کی نافرمانی نہ کرنے والا۔

㉟ چغل خور کو چھوڑنے والا اور کھلے طور پر برأت کا اظہار کرنے والا' اپنے ذکر کی دلدادگی میں جس کا تذکرہ کیا جاتا ہو۔

㊱ اللہ تعالیٰ کی یاد کے وقت رجوع کرنے والا اور اس کی عظمت کی خاطر عزت کھانے والا' پھر اس کی خاطر محبت کرنے والا۔

㊲ اللہ تعالیٰ کے گھر کو آباد کرنے والا' پاکیزہ اقوال سے سحری کے وقت استغفار کرنے والا۔

㊳ رب الناس کے ہاں جس کا تذکرہ ہو اور اس کا یاد کرنے والا بھی اسی طرح ہے۔ شہید اور جو کسی طور پر مظلومانہ قتل ہو۔

㊴ دینی لحاظ سے اعلیٰ لوگوں کی اولاد کو تعلیم دینے والا۔ اچھائی کا حکم دینے والا' نیکی کرنے والا۔

㊵ برے کاموں سے منع کرنے والا' خیر کا داعی' اور میں خاتم النبیین کے تذکرہ پر ختم کر رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے محبوب اور رسولوں میں سب سے زیادہ معزز ہیں۔

㊶ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ و سلام ہو اور آپ ﷺ کے آل و اصحاب پر آپ کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے۔

㊷ یہ نوے مکمل ہو گئیں اسی طرح ان کی کوئی طاقت نہیں رکھتا بس یہ تو اللہ تعالیٰ کا فیض و احسان ہے۔

㊸ ہم اپنے مولا کریم سے جو ہمارا معبود ہے اس بات کے طالب ہیں کہ وہ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمالیں جن کو قیامت کے دن سایہ ملے گا۔

**تخریج**: اخرجه احمد (١٠/٤٤٨٦) والبخاری (٦٦٠) و مسلم (١٠٣١) والترمذی (٢٣٩١) و مالك فی موطا (١٧٧٧)

**الفوائد**: ① عدل کی بڑی فضیلت ہے۔ حرام سے بچا کر زندگی گزارنا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پسند ہے۔ ② مسجد سے محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت ہے۔ ③ فواحش کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑنا بارگاہِ قدسی کتنی بڑی قیمت رکھتا ہے۔ ⑤ اللہ کے ڈر سے رونا سعادت مندی ہے۔ ⑥ ان تمام فضائل میں اگرچہ ذکر مرد کا کیا گیا ہے مگر عورتیں بھی اس فضیلت میں شامل ہیں۔

۳۷۸ : وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ : اَيْنَ الْمُتَحَآبُّوْنَ بِجَلَالِيْ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۷۸: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے میری عظمت و جلالت کیلئے باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں۔ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا جس دن کہ میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔ (مسلم)

**تشریح** ❁ **ان الله يقول** :اس میں اس طبقے کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ازلی ہے اس کے لیے مضارع کا صیغہ نہ لانا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ مضارع لانا تو اس پر دلالت کے لیے ہے کہ یہ ابدی اور مستمر ہے۔

**اين المتحابون بجلالي** :ان کے حالات جاننے کے باوجود ان سے سوال اس لیے کیا جارہا ہے کہ موقف حساب میں ان کی عظمت ظاہر کر دی جائے۔ اس میں عدم تعلیل ہے یعنی اس کی عظمت و جلال کی خاطر محبت کرو اور کوئی غرض دنیا وغیرہ کی تصور نہ ہو۔

عاقولی کا قول: بجلالی میں بآ فی کے معنی میں ہے۔ جلال کا تذکرہ مصیبت کے لئے کیا گیا ہے اس عظیم وصف نے دونوں کو جمع کر دیا جب تو محبت کی اہلیت رکھنے والوں کو جمع کیا جائے گا اس طرح نہیں جیسا آپس کے محبّ اپنی خسیس ترین شہوت پسندانہ محبت میں استعمال کرتے ہیں وہ شہوات جو کہ ترک مصیبت پر برانگیختہ کرنے والی اور حیاء کے پردوں کو لٹنے والی ہیں۔ دونوں محبتوں میں کتنا بڑا فاصلہ ہے۔

**اليوم اظلهم في ظلي** : قاضی عیاض تحریر کرتے ہیں۔ظلی میں ظل کی نسبت اظہار ملکیت کے لئے۔ ابن جو کہتے ہیں اگر اضافت کو تشریف کے لیے قرار دیتے تو زیادہ بہتر تھا اور مراد عرش کا سایہ ہے۔ مسلم کے علاوہ کتب میں مذکور ہے''ظل عرشی'' قاضی کہتے ہیں ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ گرمی اور دھوپ اور موقف کی بھڑاس مخلوقات کے سانسوں کی تپش سے بچنے کے لئے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ یہ اکثر علماء کا قول ہے۔عیس بن دینار کہتے ہیں اس کا مطلب مکارہ سے محفوظ ہونا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کا اکرام فرماتے اور اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں اور عرب کہتے ہیں: **السلطان ظل الله في ارض** بعض نے کہا یہاں ظل سے مراد راحت پہنچانا اور دنیا کی نعمتیں ہے۔عرب کہتے ہیں '' **هذا عيش ظليل** '' یہ شاندار زندگی ہے۔

**يوم لا ظل الاظلي** :اس دن کوئی ایسا نہ ہوگا جس کے لئے مجازی سایہ ہو جیسا کہ دنیا میں تھا۔

**حدیث قدسی اور قرآن مجید کا فرق** ☆ نمبرا: عجاز کی نفی' نمبر۲: روایت بالمعنی بھی جائز ہے' نمبر۳: اس کے الفاظ پڑھنے سے ثواب نہیں ہوتا' نمبر۴: حدث لے باوجود اس کو چھونا اور اٹھانا جائز ہے جنابت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے۔

**تخريج** :مسلم (۲۵۶۶) 'موطا امام مالك :۱۷۷۶۔

**الفرائد** : ① اللہ کی خاطر محبت کرنے والے اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے ② اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنا بڑی عظمت کا باعث ہے۔

۳۷۹ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوا

الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۷۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تم اس وقت تک جنت میں نہ جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ گے اور تم مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اس کو اختیار کرو گے تو باہم محبت کرنے لگ جاؤ گے وہ یہ ہے کہ تم آپس میں السلام علیکم کو پھیلاؤ۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ والذی نفس بیدہ بمعاملے کی تاکید و تحقیق کے لیے قسم لائی گئی۔ ایسے مواقع پر قسم مستحب ہے۔ حتی تؤمنوا۔ ہر ایک دوسرے کی شرارتوں سے محفوظ ہو جیسا دوسری روایت میں وارد ہے۔ و لاتؤمنوا یہ حذف نون کے ساتھ تمام معروف نسخوں میں وارد ہے (نووی) تسہیل اور غیر ناصب و جازم کی صورت میں اس کا حذف نایاب ہے مرادی کہتے ہیں یہ ضرورۃ کیا ہے۔

عاقولی کا قول مصابیح کہ بعض نسخوں میں نون کا آنا وہ ناظرین کی تصحیح ہے۔ حذف نون یہاں مشاکلت کے لیے ہے اور اعادہ نون دوسرے حکم کو مرتب کرنے کیلئے ہے۔ مراد یہ ہے نہ تمہارا ایمان کامل ہے اور نہ ایک دوسرے پر تمہارا اعتماد مکمل ہے۔ حتی تحابوا یہ اصل میں تتحابوا تھا ایک تا کو حذف کر دیا کیونکہ محبت اپنے پر مکمل طور پر مطمئن ہوتا ہے۔

او لا ادلکم ہمزہ استفہام کے لئے مدواؤ عاطفہ ہے ہمزہ کے بعد معطوف علیہ محذوف ہے۔ اتترکوا التحاب و لاادلکم علی شیء اذا معلتموہ۔ استفہام مجموعی ہیئت پر وارد ہے افشوا السلام بینکم۔ افشوا کا ہمزہ قطعی ہے اس میں سلام پر آمادہ کیا گیا اس کی دلیل مسلم کی روایت میں ہے "علی من عرفت و من لم تعرف"۔

**سلام کے فوائد:** الفت باہمی کا ذریعہ ہے مودت و محبت کو پیدا کرتا ہے۔ اس کے ظاہر کرنے سے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے الفت کا موقع ملتا ہے۔ غیر مسلموں کے مقابلے میں امتیازی شعار ہے۔ اس میں نفس کو تواضع اور مسلمانوں کی تعظیم کی مشق کرائی جاتی ہے۔

**تخریج**: اخرجه مسلم (٥٤) والبخاری فی الادب المفرد (٢٦٠) والترمذی (٢٦٨٨) و ابن ماجه (٣٦٩٢)

**الفوائد:** تاکید کے لیے اللہ کی قسم اٹھانا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کامل محبت کی نشانی یہ ہے کہ مسلمان سے محبت کی جائے۔ السلام علیکم کو پھیلانا یہ بغض و عداوت کو ختم کرنے والا ہے اور الفت و محبت کے بڑھانے کا ذریعہ ہے۔

۳۸۰ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَّهٗ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا" وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى قَوْلِهٖ :"اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَقَدْ سَبَقَ بِالْبَابِ قَبْلَهٗ۔

۳۸۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کسی دوسری بستی کی طرف اپنے کسی بھائی کی ملاقات

کے لئے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے راستہ میں انتظار کیلئے فرشتہ بٹھا دیا اور باقی روایت بیان کی کہ بے شک اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے جس طرح تو اللہ کی وجہ سے اس سے محبت کرتا ہے۔ (مسلم) (باب سابق میں روایت گزری)

**تشریح** ❁ یہ روایت پہلے باب ۴۵ روایت نمبر ۳ میں گزری مکمل تشریح وہاں دیکھ لیں۔ البتہ یہاں یہ لفظ زائد ہیں۔ ان اللہ قد احبك یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمانے والے ہیں۔ کما احببتہ فیہ۔ یہاں روایت کا مقصد ترجمۃ الباب کے ساتھ ہے ان اللہ قد احبك کو مناسبت ہے اس لیے دوبارہ ذکر کر دی۔

**تخریج** : مسلم احمد (۳/۷۹۲٤)۔

**الفوائد** : ① اللہ تعالیٰ کی محبت وہ بندے سے اللہ کی محبت کا سبب ہے! ② بعض اوقات آدمی ملائکہ کو دیکھ سکتا اور ان سے بات کر سکتا ہے۔

٣٨١ : وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ فِي الْاَنْصَارِ : "لَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا يُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ ' مَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۸۱: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انصار سے محبت مؤمن ہی کرے گا اور ان سے بغض منافق ہی رکھے گا جو ان سے محبت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ❁ براء بن عازب رضی اللہ عنہما باپ بیٹا صحابی ہیں فی الانصار۔ انصار کے حق میں فرمایا۔ انصار اوس وخزرج کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی معاونت ونصرت کی وجہ سے یہ نام دربار نبوت سے ملا اور آسمانوں سے اتارا گیا۔ لا یحبھم کیونکہ غلبہ دین میں ان کے احسانات مساعی جمیلہ ہیں۔ اسلام کی مہمات میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ ﷺ سے والہانہ محبت رکھتے تھے اور آپ ﷺ کو بھی ان سے پیار تھا۔ انصار نے اپنی جانوں اور مالوں کو ہتھیلی پر رکھ کر رسول ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ اسلام کی خاطر تمام عرب سے دشمنی مول لی اور اسلام والوں سے محبت کو اپنا وطیرہ بنایا۔ یالھم من منزلۃ۔ ولا یبغضھم ان سب باتوں کے باوجود ان سے بغض رکھنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغض کی حیثیت عداوت اسلام ہی تو ہے۔ البتہ اگر کسی ذاتی معاملے کی وجہ سے کسی سے بغض وہ نفاق کی علامت نہیں۔

"من احبھم" جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر ان سے محبت کی وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بن گیا اور جس نے ان سے دشمنی و بغض رکھا تو جیسا اس کا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ ہوگا۔

**تخریج** : بخاری مسلم ترمذی ابن ماجہ ابن حبان ۷۲۷۳ ابن ابی شیبہ نمبر ۱۵۷۔۱۲۔

**الفوائد** : اہل دین سے محبت ایمان کی صحت وسلامتی کی دلیل ہے اور اہل دین سے بغض وعداوت اس کی منافقت اور اندرونی خرابی کا سبب ہے۔

٣٨٢ : وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ :

الْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَآءُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۳۸۲: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ میری عظمت وجلالت کی خاطر باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں۔ ان کے لئے نور کے ممبر ہیں ان پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ (ترمذی) امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ عن معاذ رضی اللہ: یہ معاذ بن جبلؓ ہیں **في جلالي** ' في تعاليل کے لئے ہے۔
**لهم منابر من لذر** ۔ ان منبروں پر وہ فروکش ہوں گے۔ طبرانی نے مرفوع روایت نقل کی ہے "**المتحابون في الله على كراسي من يا قوت حول العرش**" مناکبر یہ منبر کی جمع ہے۔ یہ منبر سے نکلا ہے جس کا معنی بلندی ہے۔ **يغبطهم النبيون غبطه**: کسی کے ہاں پائی جانے والی نعمت کے متعلق تمنا کرنا کہ وہ اس کو بھی مل جائے اور اس سے بھی زائل نہ ہو۔
**فائدہ**: ان نیک بندوں کو بہت بڑا مرتبہ ملے گا انبیاء علیہم السلام کی تمنا سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونگے۔ تمہارے پاس اگر سو گھوڑے ہوں پھر کسی دوست کے پاس عمدہ گھوڑا دیکھ کر کہنے لگے یہ گھوڑا خریدنا چاہئے یا اسی جیسا خریدنا چاہئے۔ یہ اسی قبیل سے ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے اور یہ بھی درست ہے کہ انہوں نے غبطہ کے معنی کا قصد ہی نہ کیا ہو۔ صرف ان کا اللہ تعالیٰ کی فضیلت وشرف بیان کرنا مقصود ہو۔

**تخریج** : اخرجه الترمذي (۲۳۹۰)
**الفوائد**: اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے قیامت کے دن گھبراہٹ سے محفوظ ہونگے اور ان کو نور کے ممبروں پر بٹھایا جائیگا۔

۳۸۳ : وَعَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ : دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ فَاِذَا فَتًى بَرَّاقُ الثَّنَايَا وَاِذَا النَّاسُ مَعَهُ فَاِذَا اخْتَلَفُوْا فِيْ شَيْءٍ اَسْنَدُوْهُ اِلَيْهِ وَصَدَرُوْا عَنْ رَّاْيِهِ فَسَاَلْتُ عَنْهُ فَقِيْلَ : هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ هَجَّرْتُ فَوَجَدْتُّهُ قَدْ سَبَقَنِيْ بِالتَّهْجِيْرِ وَوَجَدْتُّهُ يُصَلِّيْ فَانْتَظَرْتُهُ حَتّٰى قَضٰى صَلٰوتَهُ ثُمَّ جِئْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ : وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ ۔ فَقَالَ : آللّٰهِ؟ فَقُلْتُ : اَللّٰهِ فَقَالَ : آللّٰهِ؟ فَقُلْتُ : اَللّٰهِ فَاَخَذَنِيْ بِحَبْوَةِ رِدَآئِيْ فَجَبَذَنِيْ اِلَيْهِ فَقَالَ: اَبْشِرْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا بِاِسْنَادِهِ الصَّحِيْحِ۔

قَوْلُهُ "هَجَّرْتُ" اَيْ بَكَّرْتُ وَهُوَ بِتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ قَوْلُهُ : "اَللّٰهُ فَقُلْتُ : اَللّٰهُ" الْاَوَّلُ بِهَمْزَةٍ مَمْدُوْدَةٍ لِلْاِسْتِفْهَامِ وَالثَّانِيْ بِلَا مَدٍّ۔

۳۸۳: ابوادریس خولانیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں گیا تو دیکھا کہ ایک جوان آدمی جس کے دانت

خوب چمک دار ہیں اور اس کے پاس لوگ بیٹھے ہیں جب وہ آپس میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں تو اس کے متعلق اُس سے سوال کرتے اور اپنی رائے سے رجوع کر کے اُس کی رائے کو قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اس نوجوان کی بابت پوچھا تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔ جب اگلا روز ہوا تو میں صبح سویرے مسجد میں آ گیا مگر میں نے دیکھا کہ جلدی آنے میں بھی وہ مجھ سے سبقت لے گئے ہیں۔ میں نے ان کو نماز پڑھتے پایا پھر میں ان کا انتظار کرنے لگا یہاں تک کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ میں ان کے سامنے آیا اور میں نے سلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا۔ اللہ کی قسم میں آپ سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا واقعی ایسا ہے؟ میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ انہوں نے پھر فرمایا کیا واقعی ایسا ہے؟ میں نے کہا واقعی اللہ کی قسم۔ پس انہوں نے مجھے میری چادر کی گوٹ سے پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا مبارک ہو بے شک میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ اللہ فرماتا ہے میری محبت ان کیلئے واجب ہو گئی ہے جو میرے لئے آپس میں محبت کرتے' ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے' آپس میں ملاقات کرتے اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ امام مالک نے اس کو صحیح سند کے ساتھ موطا میں روایت کیا ہے۔

هَجَّرْتُ : میں صبح سویرے آیا۔ آللّٰهِ فَقُلْتُ اللّٰهِ: پہلا اور ہمزہ ممدودہ استفہام کیلئے ہے اور دوسرا بغیر مد کے ہے۔

**تشریح** ۞ ابوادریس خولانی۔ اس کا نام عایذ اللہ ہے اور ان کے والد کا نام عبداللہ ہے۔ خولانی یہ خولان بن عمرو کی طرف نسبت ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے خولان بن عمرو بن مالک بن الحارث بن مرہ بن یشجب یہ قبیلہ شام میں اترا (لب اللباب للاصبہانی) ابوادریس کی پیدائش حنین کے سال ہوئی۔ یہ کبار تابعین سے ہیں۔ ان سے زھری نے روایت لی ہے۔ سنہ ۸۰ھ میں انکی وفات ہوئی۔ سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ حضرت ابوالدرداءؓ کے بعد یہ شام میں سب سے بڑے عالم تھے۔

دمشق' دال کا کسرہ اور میم کا کسرہ و فتحہ دونوں منقول ہیں (المطالع) شام کا سب سے بڑا شہر ہے۔ براق الثنایا۔ خوبصورت سفید دانتوں والا۔ بعض نے کہا بہت زیادہ ہنس مکھ اذا الناس و دہ عالم و فقیہ صحابی ہونے کی وجہ لوگ ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔

معاذ بن جبل رضی اللہ: یہ انصاری صحابی ہیں جن کے متعلق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "اعلم امتی بالحلال والحرام معاذ" سیوطی نے باجی کا قول نقل کیا ہے کہ احمد بن خالد کہتے تھے کہ اس سے مراد ابوحزم ہیں مگر یہ قول محل نظر ہے اس سے مراد عبادہ بن الصامت ہیں اس کو شعبہ نے اپنی سند کے ساتھ ادریس خولانی سے نقل کیا ہے "قال لقیت عبادۃ بن الصامت پھر انہوں نے روایت نقل کی۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ روایت غلط ہے۔ مالک نے اس میں وہم کیا اور ابو مسلم عن معاذ راوی کو سند سے ساقط کر دیا۔ دوسروں نے کہا دوسروں کا خیال ہے کہ ابو حازم کو وہم ہے۔ مگر یہ تمام اٹکل کے تیر ہیں۔ اس لیے کہ ابوادریس نے ابو حازم کے علاوہ دوسری اسناد سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ ان کی خود معاذ رضی اللہ سے ملاقات ثابت ہے اور حدیث سننا بھی ثابت ہے پس کوئی اشکال نہیں ابو حازم" مالک پر کوئی الزام نہیں" ابن اسلان کہتا ہے کہ ابو مسلم عن معاذ والی روایت کو ابن حبان نے بالکل اسی طرح نقل کیا ہے۔ فلما کان من الغد هجرت کان یہاں حصل کے معنی میں ہے ہجرت (جلدی جانا) وہ نیکی کے اہتمام اور سبقت کی وجہ سے مجھ سے پہلے مسجد میں پہنچ یصلی سے نفلی نماز مراد

ہے۔ فانتظر تہ۔ اس میں ادب سکھایا گیا جو کسی کی ملاقات کو جائے۔ اگر وہ عبادت میں مشغول ہو تو اسے پریشان نہ کرے روایات میں وارد ہے "من اشغل مشغولاً باللہ ادرکہ المقت فی الوقت" اس میں دوسرا ادب یہ سکھایا گیا کہ ملاقات کے لیے سامنے سے آئے۔ جیسا کہ بیت اللہ میں باب السلام سے داخل ہونا چاہئے کیونکہ یہ بیت اللہ کے وجہ کی طرف ہے۔ واللہ انی لاحبك قسم تاکید کے لیے ہے اور اس لیے تاکہ وہ ان کی طرف خوب متوجہ ہوں۔ فقال اللہ۔ حرف قسم کی بجائے حرف استفہام ممدودہ لاتے اسی لئے مابعد پر جر لازم ہے۔ قال اللہ ابوادریس نے کہا قال اَللہ۔ ہمزہ مقصورہ کے ساتھ نووی نے لکھا ہے اور مجرور ہے کیونکہ ہمزہ صرف قسم کا قائم مقام ہے: "فاخذبحبوۃ ردائی" اضافت بیانیہ بھی ہو سکتی ہے اور روی بھی ہو سکتی ہے۔ الحبوۃ یہ احتبا سے ہے۔ انہوں نے میری چادر کے لپٹنے کی جگہ سے پکڑا۔ فجبذنی الیہ الجبذ لغت میں کھینچنا (النہایہ) جبذ جبذ ارض) یہ جذب کی طرح ہے بعض سے مقلوب بتلایا یہ بنو تمیم کا لفظ ہے (المصباح) مگر ابن السراج نے اس کا انکار کیا کہ ہر ایک مستقل فعل ہے ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں ہے ابشر ہمزہ قطعی و وصلی دونوں طرح درست ہے۔ بشر یبشر اذ (ع) اس کا معنی خوش ہونا (المصباح) عرب کہتے ہیں بشرتہ وابشرۃ از (ن) یہ تہائی لغت ہے بشری خوش کن خبر میں ہوا کرتی ہے اور شر میں اس کا استعمال صرف تہکم کے لئے ہوتا ہے (المصباح) خوش خبری کو حذف کر دیا اور وہ آپ کے ارشاد کے ضمن میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وجبت محبتی" میری محبت اس کے لیے ثابت ہوگئی۔

للمتحابین فی۔ فی لام کے معنی میں ہے کہ اس کی اور کوئی غرض نہ تھی فقط میری خاطر المتزاورین یہ زیارت سے باب تفاعل ہے۔ ایک دوسرے کی ملاقات کرنے والے المتباذ لین یہ بذل سے باب تفاعل ہے۔ علامہ باجی کہتے ہیں وہ لوگ جو میری رضامندیوں کے لیے اپنے نفوس کو خرچ کرنے والے ہیں اور میرے اوامر کی ادائیگی کرنے والے ہیں مقصد یہ ہے کہ جانبین کے یہ امور میں کرنے والا ہوں۔ تفاعل کا صیغہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ جب کہ فقط رضائے الٰہی ہو اور کوئی غرض نہ ہو۔ نہ غرض دنیا مقصود ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے اپنے فرمانبرداروں کی طرح محبت فرماتے ہیں۔ یہ عظیم ترین بدلہ اعلیٰ ترین عطیہ ہے جو اس کی عظمت کے لیے کافی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے: "من احب للہ والبغض للہ واعطی للہ ومنع مقد فقد استکمل الایمان" اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض و نفرت کرنے والا اور دینے اور روکنے والا اپنے ایمان کو مکمل کرنے والا ہے۔ (رواہ موطا) ہجرت جلدی جانا۔ جیسا اس روایت میں ہے "یعلم الناس مافی التہجیر لاستبقوا الیہ" ہر چیز کی طرف جلدی کرنا: ہجر تہجیرا فھو مہجر یہ حجازی لغت کا لفظ ہے۔

شاندار بحث: اَللہ ہمزہ ممدودہ و مقصورہ دونوں منقول ہیں۔ رضی شرح کافیہ میں لکھتے ہیں جب حرف قسم باء وغیرہ حذف ہو اور اس کا کوئی بدل نہ ہو تو فعل قسم منصوب ہوگا اور لفظ اللہ پر خصوصاً جر ہوگا۔ جامع صغیر کی عبارت بھی وجوب جر کی طرف اشارہ کرتی ہے اسی طرح جار کے عوض اللہ کی ہمزہ درمیان میں رہے گی۔ گویا وہ محذوف ہے پھر حروف کے عوض لوٹائی گئی ہے اور لفظ اللہ جار نے ان حروف کو واؤ کے قائم مقام کر دیا۔ یہ لفظ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جب ہمزہ استفہام لفظ اللہ پر داخل ہوا تو لفظ اللہ کی ہمزہ الف سے بدل گئی اور اکثر اسی طرح ہے اور تسہیل بھی درست ہے جیسا الرجل میں کرتے ہیں نہ التباس کے لئے حذف ہے اور نہ استثقال کی وجہ سے بقاء ہے۔ ان تینوں میں ابدال کی دلیل حرف قسم کے بعد آنا اور جر کا لازم ہونا

ہے نصب نہیں آتا حالانکہ عوض میں نصب بے شمار مرتبہ آتا ہے۔ (رضی) شرح جامع صغیر میں ہے۔ بقول ابوحیان مغاربہ اس ہمزہ کو ہمزہ استفہام بولتے ہیں۔ مگر مراد صورت استفہام نہ کہ معنی استفہام رضی شرح کافیہ۔ صحاح جوہری' النھایہ ابن الاثیر' شرح جامع صغیر اور ''ولا نکتم شھادۃ اللّٰہ'' شہادت پر تنوین اور اللہ کی ہمزہ قطعی کے ساتھ بھی کبھی پڑھا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام الف قطعی رکھا گیا۔ حالانکہ مقصد صرف ہمزہ وصل کا قطع کرنا ہے جو کہ لام تعریف کے ساتھ اسم اعظم میں آتی ہے۔ کیونکہ وہاں الف قطعی حرف قسم کی بجائے لایا گیا لیکن تسامح کرتے ہوئے اس کو الف قطعی سے تعبیر کر دیا (شرح جامع صغیر)۔

**حاصل کلام:** لفظ اللہ کی ہمزہ تسمیۃً قطعی ہے نہ کہ حقیقۃً۔

**تخریج** : موطا امام مالک ۷۷۹ طبرانی ۱۶۷/۲۰ حلیہ ۱۳۱/۲ ابن حبان ۵۷۷ احمد ۸/۲۲۱٤۱۔

**الفوائد** : حسن ظاہر و باطن اور عبادت میں محنت اللہ کے قریب کرنے والے اسباب میں سے ہے۔ اللہ کی خاطر محبت کرنا اللہ کی محبت کا ذریعہ ہے۔

۳۸٤ : وَعَنْ اَبِیْ کُرَیْمَۃَ الْمِقْدَادِ ابْنِ مَعْدِیْ کَرِبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ''اِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاہُ فَلْیُخْبِرْہُ اَنَّہٗ یُحِبُّہٗ'' رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ ' وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔

۳۸٤: ابوکریمہ مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے بتلا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ (ابوداؤد)
ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ ابوکریمہ کریمہ یہ حلیمہ کے وزن پر ہے۔ بعض نے کنیت ابویحییٰ بتلائی ہے۔ مقداد بن معدیکرب۔ کرب میں منصرف وغیر منصرف پڑھنا درست ہے۔ لغت قحطان میں اصل معنی معدی کرب ہے یا پھر یہ حمیدی لفظ ہے۔ معنی کامیابی کا چہرہ۔ دوسری لغات میں معدی کرب یا جو حد سے گزر گیا۔ پہلی بات سہیلی نے کہی اور دوسری ازہری نے شرح التوضیح میں لکھی ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابن سناد بن عبداللہ بن وہب بن ربیعہ بن الحارث بن معاویہ بن ثور بن عفید الکندیؒ یہ عبداللہ کی تحقیق ہے دوسروں نے اس سے مختلف بتلایا ہے۔ بنو کندہ کا جو وفد اطراف شام سے آیا یہ اس میں شامل تھے۔ ان کی وفات سہ ۸۷ھ میں ہوئی اس وقت ان کی عمر ۹۰ سال تھی انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے ۴۷ روایات نقل کی ہیں (المستخرج الملیح للجزری) احب الرجل اخاہ اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والا ہو فلیخبرہ یہ اطلاع دینا مستحب ہے۔ بعض اس کی بجائے فلیعلمہ کا لفظ نقل کیا ہے۔ انہ یحبہ 'ان کی با محذوف ہے۔ اطلاع کی وجہ سے محبت میں اضافہ ہوگا۔ سہیلی' شرح التوضیح زھری۔ ال مستخرج الملیح للجزری۔

**تخریج** : ابو داؤد' ترمذی' احمد' الادب المفرد للبخاری' ابن حبان ۵۷۰ حاکم ۱۷۱/٤۔ نسائی فی عمل الیوم واللیلہ ابن السنی فی الیوم و اللیلہ ۱۹۶ حلیہ ۹۹/۶۔

**الفوائد** : لوگوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنا چاہیے۔ خالص اللہ کی خاطر محبت ہو تو اسے بتلا دینا چاہیے اس سے اس کے دل

میں خوشی پیدا ہوگی۔

۳۸۵ : وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَ بِيَدِهٖ وَقَالَ :يَا مُعَاذُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ ثُمَّ اُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَآئِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۳۸۵: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا! اے معاذ اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ پھر اے معاذ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہنا ہرگز نہ چھوڑو: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ "اے اللہ مجھے اپنے ذکر و شکر کی اور اپنی اچھی عبادت کی توفیق عنایت فرما"۔ (ابوداؤد و نسائی)

صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ❁ اخذ بیدہ۔ شفقت کرتے ہوئے اور مزید مانوس کرنے کے لیے۔ واللہ قسم تاکید کی خاطر لائی گئی۔ یہ روایت حضرت معاذ کی عظمت' کمال شان' کامل استقامت اہتمام دین کی علامت ہے۔ اسی لیے مصطفیٰ ﷺ کے ہاں ان کو یہ بلند مقام ملا۔ یہ بات آپ نے بطور تمہید فرمائی۔ تاکہ وہ امتثال امر میں مزید کوشاں ہوں۔ بعض نے کہا جب معاذ کی محبت نبی اکرم ﷺ سے کامل ہوئی تو کرام و شرفاء کی طرح آپ ﷺ نے ان کو اعلیٰ بدلہ دیا اسی وجہ سے ان اور لام دونوں ملا کر تاکید فرمائی۔ **لاتدعن فی دبر کل صلاۃ** ہر فرض نماز کے بعد ہرگز یہ کہنا نہ چھوڑو۔ تقول یہ ان تقول ہے۔ **یاقولك** یہ عرب کے اس قول کی نظیر ہے **تسمع با لمعیدی خیرمن ان تراہ**' یہ لتدع کا محلاً مفعول ہے۔ **اللھم** ہمزہ قطعی ہے۔ **علی ذکرك**۔ تمام اذکار ماثورہ اور قرآن مجید بھی اس میں شامل ہے۔ **شکرك**۔ تیری ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکر' اسی طرح دینی و دینوی انعامات جن کا شمار میرے بس میں نہیں میں شکر یہ ادا کرتا ہوں۔

**حسن عبادتك**: عبادت کو اس کے شرائط و ارکان' سنن سے ادا کروں اور اسی میں خضوع و خشوع' اخلاص' استغراق و توجہ کامل پائی جائے

**تخریج**: ابوداؤد' نسائی' حاکم ۳/۵۱۹٤' احمد' طبرانی فی کتاب الرعا' ابن حبان ۲۳٤۵ ابن عساکر تاریخ دمشق ۲٤/۳۷٤۔

**الفوائد**: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی عظمت اور رسول ﷺ کے ساتھ محبت ظاہر ہوتی ہے محب کو چاہیے کہ اپنے محبوب کو ایسی نصیحت کرے جو دنیا اور آخرت کے لیے اس کو فائدہ مند ہو۔

۳۸٦ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ رَجُلٌ بِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّ هٰذَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟" قَالَ: لَا : قَالَ :

اَعْلِمْهُ فَلَحِقَهُ فَقَالَ: اِنِّیْ اُحِبُّکَ فِی اللّٰہِ فَقَالَ اَحَبَّکَ اللّٰہُ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَہٗ"۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

۳۸۶: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آنحضرتؐ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اور آدمی کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا یارسول اللہ میں یقیناً اس گزرنے والے شخص سے محبت کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اس کو بتلایا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کو بتلا۔ چنانچہ وہ شخص اس کے پاس گیا اور اس سے کہا میں تجھ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ اس نے جواباً کہا وہ اللہ تم سے محبت کرے جس کی خاطر تو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ ابوداؤد صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ان رجلاً: ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں تھا کہ وہاں سے ایک آدمی کا گزر ہوا۔ انی لاحب هذا تاکید کی ضرورت اس لیے پڑی کہ بظاہر اس کی حالت تردد والی تھی۔ اعلمته اس سے پہلے ہمزہ استفہام محذوف ہے۔ کیا تم نے اسے بتلا دیا ہے۔ اعلمه یہ امر استحباب کے لیے ہے اور ممکن ہے کہ امر وجوب کے لیے ہو کیونکہ ان کے درمیان جدائی وانقطاع تھا۔ فی اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کی خاطر احبك الله احببتنی له ایک جامع اسم لا کر اس نے اس کی طرف رخ کر کے بتلایا کہ محبت سبب ذات باری تعالیٰ ہے۔

قول عا قولی۔ یہ جملہ دعائیہ ہے ماضی کی جگہ لائے تاکہ ثبوت ووقوع کا یقینی ہونا ظاہر ہو۔

**تخریج**: ابو داؤد ۵۱۲۵، احمد، حاکم ۴/۱۷۱، عبدالرزاق ۲۰۳۱۹۔

**الفوائد**: معلم کو چاہیے اپنے طلب کی تالیف قلب کے لیے وقتاً فوقتاً ایسی باتیں کہہ دینی چاہیں جو ان کے لیے خوشی کا باعث ہوں۔

## ۴۷: بَابُ عَلَامَاتِ حُبِّ اللّٰہِ تَعَالٰی لِلْعَبْدِ وَالْحُبُّ عَلَی التَّخَلُّقِ بِھَا وَالسَّعْیِ فِیْ تَحْصِیْلِھَا

## بَاب: بندے سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت اور ان علامات کو حاصل کرنے کی ترغیب وکوشش

حب الله تعالٰی العبد العبد نمبر ا پر مصدر کا مفعول ہونے کی وجہ سے نصب جائز ہے۔ نمبر ۲ جر بھی جائز ہے کیونکہ عامل کو لام نے قوت دی ہے۔

الحث اس کا عطف علامات لدالتحریض پر۔ علی التخلق بها۔ وہ فضائل محبوب میں موجود ہونے چاہیں۔ واسعی فی تحصیلها تا کہ ان علامات سے ان خصائل کے اس میں پائے جانے پر استدلال کر سکیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

[آل عمران: ۳۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''فرما دیجئے اے پیغمبر! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں''۔ (آل عمران)

**فَاتَّبِعُوْنِیْ:** اگر تم محبت کا دعویٰ کرتے ہو۔ یہ اس وقت اتری جب یہود کہنے لگے نحن ابناء اللہ واحباءہ۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمادیا اگر تم اسی طرح ہو تو میری اتباع کرو۔ پس اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اتباع مصطفی ﷺ کی قولاً وفعلاً توفیق مل جائے۔ **يحببكم الله** شرط مقدر کا جواب ہے۔ یعنی اگر تم میری اتباع کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے۔

**وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ** ۔ متبعین سے محبت مولیٰ اور غفران ذنب کا کیا خوب وعدہ کیا گیا ہے۔ **والله غفور رحيم** یہ **يغفر لكم ذنوبكم** کے لئے بمنزلہ دلیل کے ہے۔ وہ تمہارے بخش دیں گے اس لئے کہ وہ غفور رحیم ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ [المائدة: ۵۴]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ مؤمنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اللہ تعالیٰ وسعت والے جاننے والے ہیں''۔ (المائدہ)

**تشریح** ۞ **مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ** ۔ علامہ بیضاوی رقمطراز ہیں کہ یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق سے پہلے فرمائی مگر رسول ﷺ کے عہد کے ذخیر میں بنو مدلج' بنو حنیفہ' بنو اسد ارتداد کا شکار ہوئے بنو مدلج کا رئیس اسود عنسی قتل ہوا۔ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اس رات جس میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس کو فیروز نے قتل کیا وفات سے قبل آپ ﷺ نے اس کی خبر دی تو مسلمانوں کو انتہائی خوشی ہوئی اور اس بات کی اطلاع مدینہ منورہ میں ربیع الاول کے آخر تک پہنچ گئی۔ مسیلمہ رئیس بنو حنیفہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کو وحشی قاتل حمزہ نے قتل کیا۔ بنو اسد میں سے طلیحہ بن خویلد نے نبوت کا دعویٰ کیا نبی اکرم ﷺ نے ان کی طرف خالد بن ولید کو روانہ فرمایا۔ وہ شام بھاگ گیا۔ پھر اسلام لایا اور اسلام پر پختہ رہا۔

زمانہ صدیقی: میں سات قبائل نے ارتداد اختیار کیا۔ بنو فزارہ جس کا سردار عیینہ بن حصن تھا۔ ⓶ بنو غطفان اس کا سردار

قرہ بن سلمہ تھا۔ ③ بنو سلیم ان کا سردار فجاءہ بن عبد یا لیل تھا۔ ④ بنو یربوع ان کا سردار مالک بن نویرہ تھا۔ ⑤ بنو تمیم ان کی قیادت سجاح بنت منذر کر رہی تھی۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مسیلمہ نے اس سے شادی کر لی۔ ⑥ بنو کندہ ان کے سردار اشعث بن قیس تھا ⑦ بنو بکر بن وائل ان کی قیادت حطم کے پاس تھی۔ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر کو ان کے لئے کافی کر دیا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں غسانیوں کا سردار جبلہ بن ایہم ارتداد اختیار کر کے شام بھاگ گیا۔ وہاں سے ہرقل نے اس کی خوب پذیرائی کی۔

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ' بعض نے کہا اس سے مراد اہل یمن ہیں۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا "یہ ان کی قوم ہے" بعض نے کہا یہ سلمان ہیں اس لئے کہ ان کے متعلق فرمایا جب یحبھم ویحبونہ کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس سلمان کے کندھے پر مارا اور فرمایا۔ یہ ان لوگوں سے ہے' بعض نے کہا اس سے مراد وہ لوگوں ہیں جنہوں نے قادسیہ کے دن جنگ میں حصہ لیا۔ دو ہزار قبیلہ نخع سے اور پانچ ہزار کندہ اور بجلیہ سے اور تین ہزار مختلف لوگوں سے۔ من کی راجع ضمیر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ فسوف یاتی اللہ بقوم لکانھم۔"

اذلہ علی المؤمنین :ان پر شفقت کرنے والے اور عاجزی والے۔ اذلہ یہ ذلیل کی جمع ہے ذلول کی جمع نہیں اس کی جمع ذلل آتی ہے اور اس کے ساتھ صلہ علیٰ کا استعمال ہوا خواہ اس وجہ سے کہ اس میں عطف و شفقت کا معنی پایا جاتا ہے۔ ② اس بات پر خبردار کیا گیا کہ وہ بلند طبقہ اور بے شمار فضائل کے مالک ہونے کے باوجود مؤمنو کے محافظ ہیں۔ یا اعزۃ علی الکافرین کے مقابلے میں لایا گیا۔ یعنی کفار پر سخت غلبہ والے ہیں۔ عزۃ سے جب کہ وہ غالب آ جائے۔ نحو یہ حال کی وجہ سے اعزۃ منصوب ہے۔ یجاھدون فی سبیل اللہ یہ قوم کی دوسری صفت ہے۔ ② اعزۃ کی ضمیر سے حال ہے۔ ولا یخافون لومۃ لائم اس کا عطف یجاھدون پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ اور دین میں پختگی کو جمع کرنے والے ہیں۔ یا ③ یہ حال ہے اس وقت معنی یہ ہے وہ جہاد کرنے والے ہیں اور ان کی حالت منافقین سے مختلف ہے کیونکہ منافقین مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں ملامت کے خوف سے نکلتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ ان کو دوست کیا ملامت کریں گے۔ اللومۃ ایک بار ملامت کرنا۔ لائم مبالغہ کے لیے لایا گیا ہے۔ ذلک اس سے اوصاف مذکورہ کی طرف اشارہ ہے۔ فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اللہ تعالیٰ اپنا فضل جس کو چاہتے ہیں مخلوق میں دیتے ہیں اور توفیق عنایت کرتے ہیں واللہ واسع علیم اللہ تعالیٰ کثیر فضل والے اور اس کو جاننے والے ہیں جو اس کے فضل کا حقدار ہے۔

٣٨٧ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ اَعْطَیْتُهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ

لَأُعِيْذَنَّهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

مَعْنٰى "اٰذَنْتُهٗ": اَعْلَمْتُهٗ بِاَنِّيْ مُحَارِبٌ لَّهٗ- وَقَوْلُهٗ "اسْتَعَاذَنِيْ" رُوِيَ بِالْبَآءِ وَرُوِيَ بِالنُّوْنِ۔

۳۸۷: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: بے شک اللہ نے فرمایا جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے گا یقیناً میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے اور میرے بندے کا فرائض کے ذریعہ سے میرا قرب حاصل کرنا مجھے باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اسکی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اسکا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں ضرور اس کو پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری)

اٰذَنْتُهٗ: میں اسے بتلا دیتا ہوں کہ میری اس سے جنگ ہے۔

اسْتَعَاذَنِيْ یا لِی دونوں طرح۔

**تشریح** ۞ ان الله تعالی قال: یہاں ماضی کے صیغہ سے ذکر کیا اور اربعین میں مضارع کا صیغہ مذکور ہے۔ شراح نے مضارع کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ مضارع خاص حالت پر دلالت کرتا ہے۔ من عادیٰ لی ولیا: ولی' قرب کا معنی دیتا ہے ولی جو اللہ تعالیٰ کا اس معنی سے قریب ہو کہ وہ اس کے اوامر پر چلنے والا اور اس کے نواہی سے گریز کرنے والا ہو۔ (۲) یہ موالاۃ سے ہو تو یہ معادات کی ضد ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ سے طاعت وتقویٰ سے دوستی کر لی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت ونصرت کو اس کے شامل حال کر دیا۔ ظرف کو خاص کرنے کے لیے شروع میں لائے۔ جس نے میری خاطر دوست بنایا میرے غیر کی دشمنی کے لئے نہیں۔

**فقد آذنته بالحرب**: میں اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیتا ہوں کہ میں اپنے دوست کی طرف سے اس کا محارب ہوں یعنی اس کو اچانک پکڑ کر ہلاک کروں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لئے اور اس کے دوستوں سے دشمنی کرنے والوں کے متعلق سخت وعید ہے اور اولیاء کے دشمنوں کے خلاف محاربت سے اولیاء کے ساتھ موالات الٰہی کا ثبوت خود مہیا ہو گیا

**وما تقرب الي عبدي بشيء**: عبدی کی اضافت تشریفی ہے اور شیٔ سے پہلے مضاف محذوف ہے ای باداء شیٔ کسی چیز کو ادا کر کے۔

**احب الي مما افترضته عليه**: یعنی اس کی ادائیگی سے جس کو اس پر معین طور پر فرض کیا ہے یا کفایۃ لازم کیا ہے۔ نفل سے زیادہ اس کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ قطعی حکم ہونے کی وجہ سے لازم ہے اور لازم ہونے کی وجہ سے یہ کامل ہے۔ اس کے کرنے پر ثواب اور ترک پر عقاب وعذاب ہے۔ اس کے برخلاف نفل حکم غیر جازم ہے۔ اس کے کرنے پر ثواب ہے مگر اس کے چھوڑنے پر سزا نہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ فرض کا ستر واں حصہ ہے۔

**وما يزال عبدي يتقرب الي بالنوافل**: فرائض کی ادائیگی کے بعد نفلی عبادات نماز' روزہ' حج وصدقہ سے بندہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔

حتی احبه فاذا احببته: میں اس پر راضی ہو جاتا اور اس کے متعلق خیر کا ارادہ کرتا ہوں۔

کنت سمعه: مناسب ہے کہ اس کا مضاف مقدر ہو اور اسی طرح اس کے معطوفات میں مطلب یہ ہوگا۔ اس نے اپنے کان کی حفاظت کی سمع کان کے سوراخ میں باطنی سطح پر پھیلے ہوئے وہ پٹھے جن سے ہوائیں ٹکرا کر اس سے آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔

الذی یسمع به: یہ صفت موضحہ ہے جو تاکید کے لیے لائی گئی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ شل ہونے والے پاؤں اور ہاتھ سے احتراز کرنے کے لیے یہ تخصیص کی گئی ہو۔ مطلب یہ ہے اس نے اپنے کان کو اس سے بچایا جس کا سننا اس کے لئے حلال نہیں مثلاً چغلی' غیبت اور جو ان کے حکم میں ہیں۔

وبصره الذی یبصر به: بصر لغوی طور پر وہ قوت جو ان دو گول پٹھوں میں رکھی گئی ہے جو باہمی ملتے اور جدا ہوتے ہیں جن سے رنگوں کا ادراک ہوتا ہے۔

قوت سمع کو مقدم کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سے افضل ہے اور اس سے بھی کہ وہ نبوت کی شرائط سے ہے۔ بعض نے کہا یہ علی سبیل الترقی لائے کیونکہ آنکھ سے جن چیزوں کا تعلق ہے وہ انوار ہیں اور کان سے جن چیزوں کا تعلق ہے وہ ہوا ہے اور وہ دور سے دیکھتی ہے مطلب یہ ہے وہ آنکھ کی حفاظت ان صور سے کرتا ہے جن کو دیکھنا حرام ہے۔

ویده التی یبطش بھا: وہ انہی چیزوں کو پکڑتا ہے جن کا پکڑنا حلال ہے۔

ورجله التی یمشی بھا: وہ حلال کی طرف چلتا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے وہ اپنے اعضاء و جوارح کی یہاں تک حفاظت کرتا ہے جہاں تک کہ وہ شہوات سے پہلو تہی برتتا اور طاعات میں مستغرق رہتا ہے وہ انہی چیزوں کو سنتا' دیکھتا ہے جن کے متعلق شریعت میں اجازت وارد ہے۔ ہاتھ اور پاؤں کے سلسلہ میں بھی اس کا حال اس سے مختلف نہیں ہے۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ نصرت و تائید سے مجاز ہو۔ گویا باری تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی کو اس کے جوارح کے بمنزلہ بطور تشبیہ کر دیا جن سے وہ ادراک کرتا اور مدد حاصل کرتا ہے اور مزید فرمایا "فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی" ادھر حلولیہ اور اتحادیہ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے انہوں نے خیال باندھ لیا کہ یہ حقیقت ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بلند و بالا ہے) اللہ تعالیٰ ان میں حلول کرنے والے اور یک جان بن جانے والے ہیں (نعوذ باللہ من تلك الجزفات)

وان سالنی اعطیته: تا ضمیر ہے مفعول ثانی کو سالنی کی دلالت سے حذف کر دیا۔ یعنی میں اس کا سوال پورا کرتا ہوں۔

ولئن استعاذنی لاعیذنه: اس جملے کو قسم اور نون تاکید کے ساتھ مضمون کی اہمیت کی وجہ سے مؤکد کر دیا۔ کیونکہ اس سے ایک بگاڑ کا دفاع مقصود ہے اور وہ جلب مصلحت ہے۔ اول اہم ہے اس کی طرف توجہ زیادہ مکمل ہے۔

**تخریج**: بخاری منفرداً' ابن حبان ۳۴۷' حلیه ابو نعیم' بیهقی' طبرانی بسند حسن' ابویعلی بسند ضعیف' ذہبی نے غریب کہا۔

**الفرائد**: عثمان حیری نے کہا اس روایت کا معنی یہ ہے میں اس کی ضروریات کے پورا کرنے میں کان کے سننے اور نگاہ کے دیکھنے اور ہاتھ کے چھونے اور پاؤں کے چلنے سے بھی جلد اس کی حاجات پوری کرتا ہوں (بیہقی فی الزہد)

۳۸۸ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالٰى الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِيْ فِيْ اَهْلِ السَّمَآءِ : اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ– وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَقَالَ : "اِنِّيْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ : اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَيَقُوْلُ : اِنِّيْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيْلُ ، ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ اَهْلِ السَّمَآءِ : اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِي الْاَرْضِ۔

۳۸۸: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب اللہ بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبرئیل کو بتلاتا ہے کہ اللہ کو فلاں بندے سے محبت ہے۔ پس تُو بھی اس سے محبت کر۔ پس جبرئیل بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر جبرئیل آسمان والوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمانوں والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر اس کے لئے زمین میں بھی قبولیت ڈال دیتا ہے (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر اس سے فرماتا ہے کہ اس سے محبت کر کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ پس جبرئیل اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر جبرئیل آسمان میں منادی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بے شک اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر اس کیلئے زمین میں قبولیت ڈال دی جاتی ہے اور جب اللہ کسی بندے سے دشمنی کرتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر فرماتے ہیں میں فلاں بندے سے دشمنی کرتا ہوں تو بھی اس سے دشمنی کر پس جبرئیل بھی اس سے دشمنی کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر وہ آسمان والوں میں نداء کرتے ہیں کہ اللہ فلاں سے دشمنی کرتا ہے تم بھی اس سے دشمنی کرو پھر اس کیلئے زمین میں دشمنی رکھ دی جاتی ہے۔

**تشریح** ۞ احب اللہ العبد: یعنی اس کے لیے خیر ہدایت اور اس پر انعام و رحمت کا ارادہ فرماتا ہے۔

نادی جبریل: یہ کلام نفسی کی نداء جو صوت اور جہات سے منزہ اور سمات حدوث سے بالاتر ہے شیخ ابوالحسن کے ہاں مسموع ہیں آواز شرط نہیں اس میں ماتریدی کا اختلاف ہے جبریل علیہ السلام یہ عبرانی لفظ ہے عظمت والے معزز فرشتے کا نام ہے۔ اس کا معنی عربی زبان میں عبدالرحمان ہے۔ یہ فرشتہ امین وحی اور ملائکہ میں افضل ترین ہے۔

ان اللہ تعالٰی یحب فلانا نمبرا۔ ان میں ہمزہ مفتوح ہ نیں تو نادی کا مفعول ہے۔ نمبر ۲ اگر ہمزہ مکسور ہو تو قال مضمر ہوگا۔ آئندہ روایت اس کی مؤید ہے 'فدعا جبریل فقال انی احب فلانا' یہاں مضارع سے تعبیر اس فضل و کرم دوام کو ثابت کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔" ان اللہ کریم یستحیی ان ینزع السر من اھلہ'' ایک دوسری روایت میں وارد ہے '' ان رشدلا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من الناس ولکن یقبضه بموت اهله''

فاحبہ اہل حجاز کے ہاں یہ فلث ادغام سے آتا ہے اور بنوتمیم کے ہاں ادغام والی روایت ہے **فیحبہ جبریل** محبت جبریل سے استغفار اور ثناء مراد ہو نمبر۲ جبریل علیہ سلام کا دعا کرنا نمبر۳ مخلوق سے ظاہراً بھلائی کرنا اور وہ بھلائی محبوب کی طرف دل کا میلان اور اس کی ملاقات کا شوق ہے اور اس کی محبت کا سبب اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کا پسند کرنا ہے۔ **فینادی**: یہ مبنی للفاعل ہے۔ جبریل آواز دیتے اور اس کی دلیل یہ روایت ہے۔"**ثم ینادی فی اسماء فیقول**" اور ممکن ہے کہ یہ مبنی للمفعول ہو اور **ان اللہ یحب**۔ اس کا نائب فاعل ہے اور ما کے قرینہ سے یہ مفعول کا قرینہ ہے **ای یوضع فی اھل السماء** یعنی ملائکہ میں جو آسمان کے ساکنین ہیں یہ بات رکھ دی جاتی ہے۔ **ان اللہ یحب فلانا** اس کی یہ ندا ملاء اعلیٰ میں عظمت وتشریف کا باعث ہے۔ تاکہ بلند مرتبہ میں بڑا حصہ ملے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے۔"**انا مع عبدی اذا ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فلاء خیر منھم**"**فاحبوہ** فا خبردار کرنے کے لئے ہے۔ **فیحبہ اھل السماء** فا عاطفہ ہے اور جملہ ینادی پر عطف ہے اور محبت جبریل والی دونوں صورتیں بلاتفریق یہاں جاری ہیں۔

**ثم یوضع لہ القبول فی الارض**: پھر اہل دین اور اہل خیر کے دلوں میں اس کے متعلق خیر اور رضا اور اچھا تذکرہ ڈال دیا جاتا ہے جیسا کہ سلف صالحین کے حق میں ان کا تذکرہ پچھلوں میں اللہ تعالیٰ جاری فرماتے ہیں۔

**روایت کا فرق**: مسلم نے اپنے جن تمام ابواب میں ذکر فرمائی اس طرح ہے **احب عبداً** تنوین **تعظیم وتکریم** کی ہو۔ آقا کی طرف نسبت کا مطلب یہ ہے کہ یہ خدمت اور فرائض عبودیت کا اہل ہے۔ **ثم ینادی جبریل فی السماء** ممکن ہے کہ مضاف مقدر نہ ہو اور منادی کے وقت محل کا بیان مقصود ہو مگر مضاف کے لیے دوسری روایت **فیحبہ اھل السماء** شاہد ہے اور "**ثم ینادی فی اھل السماء**"۔

**ابغض عبداً**: میں تنوین تحقیر کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بغض کی نسبت سے مراد اس کا نتیجہ یعنی ارادہ ذلت اور اعراض والعاد ہے۔ **فیبغضہ جبریل**۔ بغض کی نسبت جبریل اور ملائکہ کی طرف حقیقی بھی ہو سکتی ہے۔ **کراھیۃ قلبیہ** اور نفرت نفسیہ اور اس کا مجازی معنی بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اس پر لعنت کی بددعا اور قسما قسم کی ناراضگیوں کا ڈالنا۔

**البغض فلانا فالبخضوۃ**: یہ باب افعال سے ہے۔ اسم فاعل بغیض ومبغض آتا ہے یہ بغیر الف کے نہیں آتا یہ نہیں کہا جاتا **بخضتہ**۔ (المصباح) **البغضاء** شدت بغض کو کہا جاتا ہے۔

**تخریج**: بخاری، مسلم فی کتاب البر والصلہ نسائی ترمذی موطا امام مالک ۱۷۷۸ ضیالسی ۲۴۳۶ عبدالرزاق ۱۹۶۷۳ ابن حبان ۳۶۴۔

**الفوائد**: اس روایت میں کثرت احسان کو محبت سے تعبیر فرمایا تاکہ بندے مانوس ہو جائیں اور ان کے دلوں میں خوشی حاصل ہو جائے اور یہ وہی محسوس کر سکتا ہے جس میں مروت اور حسن انابت پائی جائے۔ جیسے اللہ عزوجل نے فرمایا: **وما یتذکر الا من ینیب**۔ اس حدیث سے اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ اعمال خیر فرائض وسنن میں سے بہت کچھ آدمی کو جمع کرنا چاہئیں اور بدعات ومعاصی سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اسباب ہیں۔

۳۸۹ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰی سَرِیَّةٍ فَکَانَ یَقْرَاُ لِاَصْحَابِہٖ فِیْ صَلَاتِھِمْ فَیَخْتِمُ "بِقُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَکَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ : "سَلُوْہُ لِاَیِّ شَیْءٍ یَّصْنَعُ ذٰلِكَ؟ فَسَاَلُوْہُ ' فَقَالَ : لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَ بِهَا ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَخْبِرُوْہُ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّہٗ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۳۸۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ایک لشکر پر امیر بنا کر بھیجا۔ پس وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا اور اپنی قراءت "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" پر ختم کرتا۔ جب یہ لشکر لوٹ کر آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ انہوں نے پوچھا تو اس نے بتلایا کہ اس میں رحمان کی صفت ہے۔ اس لئے میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بتلا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **بعث رجلاً**: بعض نے کہا یہ کلثوم بن ھدم ہیں مگر یہ درست نہیں کیونکہ وہ آپ کی مدینہ تشریف آوری کے جلد بعد وفات پا گئے (کذا فی الطبرانی) اور سرایا کا زمانہ اس کے بعد کا ہے اور ان کے متعلق عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے ان کو سریہ میں بھیجا۔ لشکر کے نام ۔ا۔ سریة لشکر کا چھوٹا دستہ یہ فعیلة بمعنی فاعلة ہے۔ اس کی جمع سرایا اور سریات ہے جیسے عطیہ وعطایا عطیات۔ خفیہ چلنے کی وجہ سے یہ نام پڑا اسریٰ یسری (المصباح) رات کو چلنے اور دن کو چلنے والے سرایا بھی ہوتے تھے۔ بعض نے کہا سریہ کی وجہ یہ کہ ان کا تمام ذھاب مخفی رکھا جاتا تھا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ السر سے بنا ہو مگر یہ درست نہیں کیونکہ مادہ الگ الگ ہے۔ اس کی تعداد عموماً ایک سو یا اس سے اوپر ۵۰۰ تک ہوتی تھی اس کو منسر بھی کہا جاتا ہے۔ پھر اگر تین سو سے زائد ہو تو اس کو حبیش کہتے ہیں اگر چار ہزار سے بڑھ جائے تو جحفل کہتے ہیں خمیس بڑا لشکر سریہ کے ایک حصہ کو بعث کہا جاتا ہے (فتح الباری) بعض نے کلثوم بن زھدم بتلایا اور ابن مندہ کی طرف نسبت کی مگر ابن طاہر نے ابن مندہ سے کرز بن ہدم نقل کیا ہے (فتح الباری)۔

**یقر علاصحابه فی صلاتهم**: کیونکہ وہ ان کا امام تھا۔ **یختم بقل هو الله** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور سورت پڑھتا پھر قل ھو اللہ بھی پڑھتا۔ دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کر سکتے ہیں۔ **رجعوا** جب سریہ سے واپس لوٹے **ذکروا ذلك** صحابہ کرام نے اس کا دوسری سورت کے ساتھ **قل الله** ملا کر پڑھنا ذکر کیا۔ **فقال سلوه** یہ اصل میں اسالوہ ہے۔ ہمزہ حذف کر دیا گیا۔ **لای شئی یصنع ذلك** وہ کیوں کر کرتا ہے تا کہ اس کی نیت کے مطابق بدلہ مرتب ہو۔ اس میں اشارہ ہے کہ اعمال کا دارو مدار مقاصد پر ہوتا ہے **لانها صفة الرحمان** کیونکہ صفات رحمان وحدانیت بے نیازی صمدیت وغیرہ پر مشتمل ہے۔ جن صفات میں مخلوق کی احتیاج ہے اور جن سے باری تعالیٰ منزہ ہیں۔

**دما مینی کا قول**: نمبر ا صفت رحمان سے مراد ذکر رحمان ہو۔ نمبر ۲ اور بھی مراد ہو سکتی ہے مگر یہ **قل ھو اللہ** سے خاص نہیں نمبر ۳ شاید اس سورت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہو کہ یہ سورت ان صفات پر مشتمل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کے علاوہ خاص ہیں۔

فتح الباری ۔طبرانی ۔فانا احب ۔اہتمام کے لیے مبتداء کو مقدم کیا ۔ان اقرء بھا اللہ تعالیٰ کی صفت پر دال ہونے کی وجہ سے میں اس کا پڑھنا پسند کرتا ہوں ۔فقال رسول اللہ اخبرہ مراد کی خبر دینے والے یا اور دوسرے کو کہا کہ اس کو خوش خبری دے دو ۔ان اللہ یحبہ ۔دمامینی کا قول یہ ہے ۔نمبر ا اس کی محبت سے مراد اس سورت کی قراءت ہو ۔نمبر ۲ جس پر یہ کلام مشتمل ہے ۔ذکر رب اور اعتقاد صفات ''خوش خبری کو مضارع اس لیے لائے تا کہ اس حالت کے استمرار و دوام پر دلالت ہو۔

ابن منیر کا قول: مقاصد سے احکام فعل بدل جاتے ہیں کیونکہ اگر وہ اور سبب بتاتا تو اس کے مناسب جواب ملتا ۔جب اس سے ذکر کیا کہ اس کا سبب محبت ہے تو اس کا درست مقصد سامنے آ گیا اور اس کا حکم بتا دیا گیا ۔نمبر ۱۳ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر قرآن کی بعض آیات ایسے ہی قصد سے مخصوص کر لیا جائے تو اس پر دوسرے قرآن کے ترک کا حکم نہ لگے گا۔

**تخریج**: بخاری فی التوحید (۷۳۷۵) مسلم فی الصلوٰۃ (۸۱۳) نسائی فی کتاب الصلاۃ و عمل الیوم و اللیلۃ (مزی)

**الفوائد**: ① اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت اس کو کثرت سے یاد کرنا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اسے اس کی محبت مل جاتی ہے اور جس کو اللہ کی محبت مل گئی وہ دارین کے سعادت مندوں میں شامل ہو جاتا ہے ۔② سورۃ اخلاص اللہ تعالیٰ کی صفات پر مشتمل ہے۔

## ۴۸ :بَابُ التَّحْذِيْرِ مِنْ اِيْذَاءِ الضُّعَفَاءِ الصَّالِحِيْنَ وَالضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ

## بَاب: صلحاء ضعفاء اور مساکین کو ایذا سے باز رہنا چاہیے

الصالحین سے ممکن ہے کہ عام معنی یعنی مسلمان مراد ہوں جیسا کہ آپ کے اس ارشاد میں ''اذامات ابن آدم انقطع عملہ الامن ثلاث۔ ''الحدیث یہی آیت بھی اس کی شاہد ہے نمبر ۲ خاص معنی مراد ہو ۔صالح وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرنے والا ہو اور اسی طرح اس کے بندوں کا بھی۔

الضعفۃ جمع ضعیف کمزور المساکین فقراء وغیرہ اس سے خبردار کرنا مقصود ہے کہ جن کا کوئی مددگار نہ ہو خصوصاً ان کو ایذاء نہ پہنچائی جائے ۔مثلاً صالح' مساکین ضعف جن کی کوئی پروانہ کی جاتی ہو اور نہ وہ کچھ تعرض کریں ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ایذاء سے مراد وہ ہے جو ناحق ہو جیسا کہ آیت میں وارد ہے اس میں حدود کے دائرے میں آنے والا شامل نہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾

[الاحزاب:۵۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور وہ لوگ جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو ایذاء پہنچاتے ہیں بلا ان کے قصور کے انہوں نے بہت بڑا بہتان باندھا اور کھلا ہوا گناہ کیا''۔(الاحزاب)

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا کا مطلب بغیر کسی قصور و جنایت کے۔ فقد احتمل بیناً ظاہر اور کھلے کو کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا یہ ان منافقین کے متعلق اتری جنہوں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ کو تکلیف پہنچائی۔ نمبر۲ یہ افک والے لوگوں کے متعلق ہے۔ نمبر۳ زانیوں کے متعلق ہے وہ عورتوں کا پیچھا کرتے تھے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾[الضحیٰ : ۹، ۱۰]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس پھر تو یتیم کو مت ڈانٹ اور سائل کو مت جھڑک''۔ (الضحیٰ)

۲: فاما اليتيم فلا تقهر۔ باب ملاطفه اليتيم میں اس پر بحث گزر چکی

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ، مِّنْهَا حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْبَابِ قَبْلَ هٰذَا: "مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ" وَمِنْهَا حَدِيْثُ سَعْدِ ابْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ السَّابِقُ فِيْ بَابِ مُلَاطَفَةِ الْيَتِيْمِ وَقَوْلُهٗ ﷺ: "يَا اَبَا بَكْرٍ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ"۔

اس باب میں احادیث بہت ہیں ان میں سے وہ روایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے جو سابقہ باب میں گزری ہے "مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا ...... الخ اور ان میں سے حدیث سعد بن ابی وقاص ہے جو مُلَاطَفَةِ الْيَتِيْمِ میں گزری۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان: "يَا اَبَا بَكْرٍ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ"۔ اے ابوبکر اگر تم نے انہیں (حضرت بلال وغیرہم) کو ناراض کر دیا تو رب کو ناراض کر دیا''۔

اس سلسلہ میں روایات کثرت سے ہیں مثلاً گزشتہ باب کی روایت نمبرا "من عادى لي ولياً فقد اذنته بالحرب" نمبر۲ سعد بن ابی وقاصؓ والی روایت جو باب ملاطفه اليتيم میں گزر چکی ہے۔ نمبر۳ آپ ﷺ کا یہ ارشاد یا ابابكر لئن كنت اغضبتهم لقد اغضبت ربك۔ ان سے مراد بلال وسلمان وصہیب ہیں۔ اصل قدر ایمان کی ہے۔

ابو وقاص: یہ سعد کے والد ہیں ان کا نام مالک بن اہیب زھری ہے سعد عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

۳۹۰ : وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ صَلّٰى صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ يُّدْرِكْهُ ثُمَّ يَكُبَّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۹۰: حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور ضمانت میں ہے پس اللہ تعالیٰ ہرگز تم سے اپنی ضمانت کے بارے میں کچھ بھی باز پرس نہ کریں گے۔ اس لئے کہ وہ جس سے اپنی ذمہ داری کے بارے میں کوئی چیز طلب کرے گا اور اس کو پالے گا تو اس کو منہ کے بل جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ جندب بن عبد الله بن سفيان الجبلي العلقي یہ علقہ بن عبقر بن انمار کی طرف نسبت ہے۔ انہوں

نے کوفہ میں اقامت اختیار کی پھر بصرہ منتقل ہو گئے باب تحریم الظلم میں ان کے حالات گزر چکے ملاحظہ فرمائیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے ۴۳ روایات نقل کی ہیں سات متفق علیہ ہیں۔ پانچ میں مسلم منفرد ہیں ان سے حسن ابو عمران جونی نے روایت نقل کی ہے۔ ان کی وفات سن ۶۰ ھ میں ہوئی۔

**من صلی صلاۃ الصبح:** مسلم کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی نماز مراد ہے۔ بقول علقمی یہ بقیہ مطلق روایات کو مقید کرنے والی ہے۔

**فھو فی ذمۃ اللہ:** ذمہ ضمانت کو کہتے ہیں۔ بعض نے امانت کہا ہے۔ اس سے تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن کی ابتداء ہے جس میں لوگ اپنی ضروریات کے لیے جاتے ہیں۔ اس سے گویا وہ تمام دن کے لئے امن میں آ گئے۔ اس بناء پر نہیں کہ یہ نماز افضل ہے کیونکہ زیادہ صحیح روایت میں عصر کی نماز وسطی ہے اور وہی افضل ہے۔ (افضلیت اضافی چیز ہے بعض اعتبار سے یہ افضل ہو تو کوئی قباحت لازم نہیں آتی مجموعی اعتبار سے عصر افضل ہو' فافھم مترجم)

**فلا یطلبنکم اللہ من ذمتہ بشیء:** بلا جواز اس کی طرف تعرض مت کرو۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے تم سے اس بات کو طلب کیا تم سے جو امانت میں خیانت یا عہد کی خلاف ورزی واقع ہوتی ہے۔ وہ وضع سبب موضع المسبب کی قسم سے ہے۔

**فانہ من یطلبہ من ذمتہ بشیء:** یہ ممانعت کی علت ہے جو آدمی امانت میں خیانت کا خواہاں ہوا۔ من تبعیضیہ ہو سکتا ہے اور بیانیہ بھی۔ (شیء کا لفظ تبعیض کا مؤید ہے۔ مترجم) یدرکہ وہ اس کو پائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بھاگنے کی جگہ اور ٹھکانہ نہیں۔ یکبہ پھر اس کو پکڑ کر اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیں گے۔ اس میں تعرض سے خبردار کیا۔ کبا' اکب' یہ عجیب لفظ ہے کہ عام طور پر ہمزہ لگانے سے متعدی ہو جاتا ہے اور یہ الف لگنے سے قاصر ہو گیا۔ صبح کی نماز پڑھنے والے کو چاہئے کہ بقیہ نمازیں بھی ادا کرے۔

فرق روایت: اس میں یہ الفاظ ہیں **فلا یتبعنکم اللہ بشیء من ذمتہ** : یہ ترمذی کے الفاظ ہیں اور جامع کبیر میں "**من صلی الغداۃ فھو فی ذمۃ اللہ" فایاکم ان یطلبکم اللہ بشیء من ذمتہ**" ہے اور ابونعیم نے انس سے اس طرح نقل کیا: "**من صلی صلاۃ الصبح فلہ ذمۃ اللہ تعالٰی فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ فانہ من اخفر ذمتہ طلبہ اللہ تعالٰی حتی یکبہ علی وجھہ**" اس روایت کی تشریح "**باب تعظیم حرمات المسلمین**" میں گزر چکی ہے۔

**تخریج** : مسلم' ترمذی' جامع کبیر' حلیہ' احمد عن ابن عمر مرفوعاً۔

**الفوائد** : صبح کی نماز پڑھنے والا اللہ کی ضمانت میں ہے۔ کسی معمولی سی برائی کی طرف جرأت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ وہ عذاب کا باعث بن سکتی ہے۔

## ۴۹: بَابُ اِجْرَآءِ اَحْكَامِ النَّاسِ عَلَى الظَّاهِرِ وَسَرَائِرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى

## باب ۴۹: احکام کولوگوں کے ظاہر کے مطابق جاری کریں گے باطن اللہ کے سپرد ہوں گے

سرائرھم یہ مبتداء ہے خبر مفوضہ الی اللہ۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ [التوبة: ۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو"۔ (التوبۃ)

فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ: ان کو چھوڑ دو قتل و قید نہ کرو۔ آیت کا عام مفہوم ان کو شامل ہے جو حقیقت اور ظاہر میں ایسا ہو نہ کہ باطن میں۔ علامہ سیوطی اکلیل میں لکھتے ہیں شرک سے فقط توبہ پر ان کو چھوڑا نہیں جا سکتا جب تک کہ وہ نماز و زکاۃ ادا نہ کریں۔ اس آیت سے امام شافعی نے تارک صلاۃ کے قتل پر استدلال کیا اور مانعین زکوۃ کے متعلق بھی یہی کہا اور ان کے ترک کی وجہ سے جنہوں نے کفر کا قول کیا ہے انہوں نے بھی اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

۳۹۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَآءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۹۱: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ پس جب وہ یہ سب کرلیں تو ان کے خون اور مال مجھ سے محفوظ ہو گئے مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب (باطن) اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ امرت یہ مجہول ہے فاعل کو تفخیم شان اور تعظیم کے لیے حذف کیا اور صحابی کے قول سے مفہوم ہوتا ہے کہ حکم دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور صحابی کو حکم دینے والے نبی اکرم ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑنے کی وجہ عقل کی شہادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی صراحت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہم اور طرف جاتا ہی نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کو حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان اقاتل الناس۔ امر دو مفعول کی طرف متعدی حرف نداء کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس کا حذف معروف ہے۔ الناس سے مراد بعض نے کہا بتوں کے پجاری ہیں کیونکہ اہل کتاب سے قبول جزیہ کے وقت قتال ساقط ہو جاتا ہے۔

علامہ دلجی کہتے ہیں ممکن ہے کہ ان کا قبول کرنا اس امر کے بعد ہو جو ان کے قتال کو بھی شامل ہے (شرح اربعین للدلجی)

**حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ** یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اپنی ذات کے لحاظ سے اس کے سوا کوئی مستغنی نہیں تمام موجودات اس کی محتاج ہے۔**ویشھدوا ان محمدا رسول اللہ** ایک روایت میں **حتی یقولوا لا الہ الا اللہ**۔ایک پر اکتفاء کیا گیا جیسا کہ اس آیت میں **سرابیل تقیکم الحر** یہاں حر کا ذکر ہے حالانکہ سرابیل تو برد سے بھی بچانے والے ہیں۔مطلب یہ ہے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں ۔**ویقموا الصلوۃ ویؤتوا الزکاۃ** امرالہی کے موافق وہ شرائط وارکان کے ساتھ نماز وزکوۃ ادا کریں۔ماقبل پر ان کا عطف کرنا ان کو ماقبل کے مقام پر لانا اور لڑائی کی غایت قرار دینا ہے اور جن کو حکم ملا ان کو یہ بتلاتا ہے کہ عبادات بدنیہ اور مالیہ میں یہ سب سے بڑھ کر ہیں اسی وجہ سے ان کو مقدم کیا کیونکہ حق اسلام کے بندھن کے تحت دونوں داخل ہیں۔اس کی شاہد ابو ہریرہؓ والی روایت ہے۔انہوں نے ان دونوں کا تذکرہ اس میں نہیں کیا کیونکہ یہ اسلام کا حق ہیں اور نہ دوسری روایت میں خاص کیا بلکہ کہا "**ویؤمنوا بما جئت بہ** روزے اور حج کا بھی ذکر نہیں کیا روزہ حج تو اس وقت تک فرض نہ ہوتے تھے۔تاک صوم کو حبس کیا جاسکتا ہے نہ کہ قتل اور حج میں تو تاخیر کی گنجائش ہے۔

**شرح اربعین للمدلجی**۔باقی **یؤمنوا بما جئت بہ** میں تمام ایمانیات اور احکام خود آ گئے۔

**حتٰی** یہاں جارہ ہے کیونکہ اس کا مابعد ماقبل سے مختلف ہے اور یہ قتال کی غایت ہے اور شرط کے معنی کو شامل ہے پس قتال سے باز رہنا اس کے ساتھ مشروط ہے اور اس کے نہ ہونے سے منتفی ہوجاتا ہے گویا اس طرح کہا گیا۔**ان شھدوا و صلوا واتوا الزکاۃ کففت عنھم بشھادۃ الایۃ السابقۃ** جب وہ گواہی دے دیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکاۃ ادا کرنے لگیں تو ان سے ہاتھ روک دو اس کی شاہد سابقہ آیت ہے۔"

**فاذا فعلوا ذلک** ۔اس میں فعل قول پر غلبہ دیا گیا ہے اس لیے کہ شہادت قول ہے ہاں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ زبان کا عمل ہے تو فعل بن گیا۔یعنی اگر وہ ایسا کرنے لگیں۔**عصموا منی دماء ھم اموالھم** انہوں نے روک لیا اور محفوظ کرلیا اپنے خون کو۔دماء یہ دم کی جمع ہے۔**الا بحق الاسلام** یہ عام سے مستثنیٰ مفرغ ہے اور عصمت اس کی نفی کو شامل ہے تاکہ مستثنیٰ کا مفرغ ہونا ثابت ہوسکے اس لیے کہ وہ اس کی شرط ہے۔مطلب یہ ہے ان کے خون مت بہاؤ اور ان کے اموال کو مت مباح خیال کرو کسی بھی سبب سے سوائے اسلام کے کسی حق کے مثلاً واجبات کا کرنا اور منہیات کا ترک یہ واجب ہیں (ان میں کوتاہی سے ان کا خون ومال مباح ہیں مثلاً کسی کو ناحق قتل کردیا۔شادی شدہ ہوکر زنا کیا وغیرہ) مسلمانوں نے ان چیزوں کو اپنے اسلام کے ساتھ لازم پکڑا۔پس یہ لوگ اگر ان اوامر کو کریں اور نواہی سے صالح نیت کے ساتھ گریز کریں تو وہ مؤمن ہیں یا تقیہ وخوف سے کریں تب بھی ان کے مال وجان محفوظ رہیں گے۔

**حابھم علی اللہ**: علی یہاں الی کے معنی میں ہے۔ان کے حساب کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔جو کچھ وہ چھپائیں یا اپنے عقائد ظاہر کریں ان سے معاملہ اسی قاعدہ سے کیا جائے گا۔اس کا حاصل یہی ہے کہ ان کے بواطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔کیونکہ وہی ان کے مخفی اسرار اور اندرونی ایمان وکفر ونفاق سے واقف ہے جناب رسول ﷺ کو حکم ہوا کہ وہ ان کے ظاہر افعال واقوال پر فیصلہ فرمائیں۔علی کا لفظ اگرچہ لزوم وایجاب کو ظاہر کرتا ہے۔مگر یہاں تشبیہ بلیغ کے طرز پر ہے۔یعنی وہ اللہ تعالیٰ پر واجب کی طرح ہے۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے وقوع کی خبریں دیں اور اس کے خوف سے ڈرایا وعدے کے

تقاضہ کے مطابق اللہ تعالیٰ وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے۔ البتہ معتزلہ کا گمراہ فرقہ اس کو اللہ تعالیٰ پر عقل کے لحاظ سے واجب مانتا ہے۔ تعالی اللّٰہ عنہ ذلک۔

**تخریج**: بخاری، مسلم، سنن اربعہ نے اس کو ابو ہریرہ سے روایت کیا (جامع صغیر للسیوطی) اس روایت کو سیوطی نے اخبار متواترہ میں نقل کیا اور کہا کہ بخاری و مسلم نے ابن عمر اور ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے اور مسلم نے جابر سے نقل کیا ہے۔ (قطف الدزھار المستناثرہ فی الاخبار المتواترہ) مصنف ابن ابی شیبہ نے ابوبکر صدیق، عمر فاروق، ابن اویس، جریر البجلی رضی اللہ عنھم سے روایت کی ہے اور طبرانی نے انس، سمرہ بن جندب اور سہل بن سعد اور ابن عباس اور ابوبکرہ اور ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنھم سے نقل کی ہے جب کہ بزاز سے عیاض انصاری اور نعمان و بشیر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔

**الفرائد**: ایمان کے لیے شرط یہ ہے کہ ان سب چیزوں کا دل کے اعتقاد کے ساتھ اقرار کرے جن کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم لائے تمام ظاہری معاملات کا دارومدار ظاہری اقرار پر ہے۔ کافر ظاہر و باطن کفر سے جب توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

۳۹۲: وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ طَارِقِ ابْنِ اَشْیَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: "مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَفَرَ بِمَا یُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُهٗ وَدَمُهٗ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۹۲: حضرت ابو عبداللہ طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کا انکار کیا اس کا مال اور خون حرام ہو گیا اور اس کا حساب (باطن) اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ✿ **ابو عبداللہ طارق بن اشیم**: اشیم۔ یہ احمد کے وزن پر ہے۔ ان کے والد کا نام مسعود ہے یہ اشجع قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ کوفہ میں قیام پذیر ہوئے۔ یہ سعد بن طارق اور ابو مالک رضی اللہ کے والد ہیں۔ بقول برقی رحمۃ اللہ انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے چار احادیث روایت کی ہیں۔ مسلم نے ان سے ایک روایت نقل کی ہے۔

بعض کہتے ہیں ان سے صرف یہی مسلم والی روایت مروی ہے (الریاض المستطابہ للعامری) مگر سنن اربعہ نے سوائے ابوداؤد سے ان سے روایت نقل کی ہے۔ نووی لکھتے ہیں کہ مسلم نے ان کی دو روایتیں مسلم میں نقل کی ہیں (تہذیب نووی) حافظ مزی نے بھی یہی کہا۔

**قطف الزھار التناثرہ الاخبار المتواترہ للسیوطی، الریاض المستطابہ للعامری)** (الاطراف) ایک تو یہی روایت اور دوسری روایت کان النبی ﷺ یعلم من اسلم یقول: قل اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی، مسلم فی الدعوات، **من قال لا الہ الا اللہ** یعنی جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا۔

**وکفربما یعبد من دون اللہ** ۔ اللہ تعالیٰ کے سواء تمام معبودات کا انکار کیا۔

**حرم مالہ ودمہ وحسابہ علی اللہ**: یہ جملہ مستانفہ اس لئے لایا گیا ہے تاکہ بتلا دیا جائے کہ احکام شرعیہ کا تعلق ظاہر سے ہے۔ اندرونی فاسد عقیدے اور مخفی قبیح اعمال سے نہیں ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے گا۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۳)

**الفوائد** : جس آدمی نے شہادتین کا اقرار کرلیا اس سے قتال حرام ہے اور اس کا مال بھی حرام ہے۔ ظاہر کا اعتبار کیا جائے گا باطن کو اللہ کے حوالے کیا جائے گا۔

۳۹۳ : وَعَنْ اَبِیْ مَعْبَدٍ الْمِقْدَادِ ابْنِ الْاَسْوَدِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَرَاَیْتَ اِنْ لَقِیْتُ رَجُلًا مِّنَ الْکُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰی یَدَیَّ بِالسَّیْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّیْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ : اَسْلَمْتُ لِلّٰہِ ، اَاَقْتُلُهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا؟ فَقَالَ "لَا تَقْتُلْهُ" فَقُلْتُ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَطَعَ اِحْدٰی یَدَیَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِکَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا؟ فَقَالَ : "لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَهٗ فَاِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِکَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهٗ وَاِنَّکَ بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْلَ کَلِمَتَهُ الَّتِیْ قَالَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

وَمَعْنٰی "اِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِکَ" : اَیْ مَعْصُوْمُ الدَّمِ مَحْکُوْمٌ بِاِسْلَامِهٖ وَمَعْنٰی "اِنَّکَ بِمَنْزِلَتِهٖ" اَیْ مُبَاحُ الدَّمِ بِالْقِصَاصِ لِوَرَثَتِهٖ لَا اَنَّهٗ بِمَنْزِلَتِهٖ فِی الْکُفْرِ ، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

۳۹۳ : حضرت ابومعبد مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کیا حکم ہے اگر کسی کافر سے میرا مقابلہ ہو جائے اور ہم آپس میں لڑائی کریں؟ پس وہ وار سے میرے ایک ہاتھ کو کاٹ ڈالے پھر مجھ سے درخت کی پناہ میں ہو جائے اور کہے میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا کیا میں اس کو قتل کر دوں؟ اس کے کہنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اس کو مت قتل کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے میرا ہاتھ کاٹ ڈالا اور پھر یہ کہا کاٹنے کے بعد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو مت قتل کر۔ اگر تو نے اس کو قتل کر دیا تو وہ تیرے مرتبے میں ہو جائے گا اس سے پہلے کہ تو اس کو قتل کرے اور تو اس کے مرتبہ میں ہو جائے گا اس سے پہلے کہ وہ کلمہ اپنی زبان سے نکالتا۔ (بخاری و مسلم) اَنَّہٗ بِمَنْزِلَتِکَ : یعنی اس کا خون محفوظ اور اس پر مسلمان کا حکم لگے گا۔ اَنَّکَ بِمَنْزِلَتِہٖ : ورثاء کے لئے تیرا خون قصاص میں بہانا مباح ہو گیا یعنی وہ قصاص میں تیرا خون بہا سکتے ہیں۔ یہ معنی نہیں کہ تو کفر میں اس کے مرتبے میں پہنچ گیا۔

**تشریح** ۞ مقداد بن الاسود رضی اللہ ان کی کنیت ابومعبد ہے بعض نے ابوالاسود اور بعض نے ابوعمرو نقل کی ہے (تہذیب نووی) ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود بن عمرو بن سعد ابن دھیر بن لوی بن ثعلبہ بن مالک بن شرید بن ھون بعض نے کہا ابن ابی ھون بن فائش بعض نے ابن قاس کہا اور بعض نے کہا قائش بن درنم بن قین بن اھود بن عمرو بن حاف بن قضاعۃ البھر انی الکندی یہ صحابی رضی اللہ ہیں۔ یہی مقداد بن عمرو ہیں نووی نے دیگر مصنفین کی طرح مقداد بن الاسود کہا کیونکہ یہ اسود بن عبد یغوث زھری کی پرورش میں تھے اس نے ان کو بیٹا بنالیا۔ ان کو مقداد کندی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے بھز کے کئی خون کر دیے پھر وہاں سے بھاگ کر بنو کندہ سے معاہدہ کرلیا۔ پھر ان میں ایک آدمی کو قتل کر دیا تو بھاگ کر مکہ آ گئے۔ تو اسود بن عبد یغوث کے حلیف بن گئے۔ پس یہ بھرانی ہیں اور ان کو کندی اور زھری بھی کہا

جاتا ہے۔ یہ سابقین فی الاسلام میں سے ہیں ان کو قدیم صحبت حاصل ہے۔قول ابن مسعود رضی اللہ مکہ میں پہلے پہل اسلام کو ظاہر کرنے والے سات آدمی تھے ان میں یہ مقداد تھے۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مکہ واپس لوٹ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ تمام غزوات میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔ بدر میں ان کے علاوہ اور کوئی گھوڑ سوار نہ تھا۔ بعض نے کہا کہ زبیر بن العوام بھی تھے۔ انہوں نے رسول ﷺ سے ۴۲ روایات نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت بخاری و مسلم نے نقل کی ہے۔ تین میں مسلم منفرد ہے ان سے علی، عبداللہ بن مسعود اور ابن عباس اور کئی صحابہ رضی اللہ عنھم نے روایت نقل کی ہے۔ جب کہ تابعین کی ایک بڑی جماعت ان سے روایت لینے والی ہے۔ مدینہ سے دس میل دور مقام جرف میں ان کی وفات ہوئی۔ لوگ ان کو گردنوں پر اٹھا کر مدینہ لائے اور دفن کیا بعض نے کہا سہ ۳۳ھ خلافت عثمانی میں ان کی جرف میں وفات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال تھی۔ ان پر عثمان نے نماز جنازہ پڑھی انہوں نے زبیر کو وصیت کی۔ یہ فتح مصر میں شامل تھے۔ ان کے مناقب بہت ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ میں چار سے محبت کروں اور مجھے بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ہے۔ آپ سے پوچھا گیا ان کے نام بتلائیں آپ ﷺ نے فرمایا علی ان میں سے ہیں یہ بات تین بار فرمائی اور ابوذر اور مقداد "سلمان" (ترمذی حسنہ)

ارایت: یہ اخبرنی مجھے بتائیں کے معنی میں ہے۔ ان لقیت رجلاً من الکفار فاقتتلنا فضرب احدی یدی پہلی یا کی تشدید یہ جر کی علامت ہے۔ دوسری یا مضاف الیہ ہے۔ لاذمنی بشجرۃ لاذ کا معنی پناہ حاصل کرنا اوٹ لینا (نووی) قرطبی کہتے ہیں چھپ جانا۔ آڑ میں ہونا۔ ملاذ جس سے چھپا جائے۔ لاذیلوذ اللواذ۔ پناہ لینا اسی دوران کہ میں اس اسے چھید کر نکلا چاہتا تھا اس نے کہہ دیا۔

اسلمت للہ: میں اسلام میں قول یا فعل سے داخل ہو گیا۔ تو اس پر مسلمان کا حکم لگ جائے گا۔ کلمہ شہادت کے زبان سے بولنے پر موقوف نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بنی خزیمہ کے اسلام کا حکم فرمایا جن کو خالد بن ولیدؓ نے صبأنا صبأنا کہنے کے باوجود ان کو قتل کر دیا وہ اسلمنا بھی نہ کہہ سکے تھے۔ جب یہ بات آپ کو پہنچی تو فرمایا: اللّٰھم انی ابرأ الیک مما صنع خالد ثلاث مرات رافعًا یدیہ الی السماء ثم وداھم' ان کو دفن کیا۔ احتمال ہے کہ اس کا یہ قول "اسلمت للہ" روایت بالمعنی ہو اور بعض روات نے اس کو لا الٰہ الا اللہ سے تعبیر کر دیا۔ جیسا دوسری روایت وضاحت سے موجود ہے۔ (المفھم للقرطبی) اقتلہ یا رسول اللہ بعد ان قالھا یعنی میں اس کو خطرے پر محمول کروں اور حقیقت نہ قرار دوں فقال لا تقتلہ اس کو مت قتل کرو کیونکہ ظاہر کے مطابق اس پر اسلام کے احکام جاری ہو گئے۔ ثم قال ذلک پھر اس نے قتل سے بچنے کے لیے یہ کہا۔ لا تقتلہ حکم کی وضاحت کے لیے پھر فرمایا۔ اس کلمہ کے کہہ چکنے کے بعد تم نے اسے قتل کر دیا فانہ بمنزلتک جب کہ وہ کلمہ پڑھ کر حفاظت دم اور حکم اسلام میں تیری طرح بن چکا تھا۔ وانک بمنزلتہ اور خون کے ہدر ہونے میں اس کلمہ کے کہنے سے پہلے جو اس نے کہا کلمتہ التی قال قال میں لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے اس یعنی تو غیر محفوظ الدم ہو گئے۔ اب اس کے قتل کے بعد تیرا قتل حرام نہیں رہا۔

ابن القصار نے کہا اگر تیرے پاس عذر تاویل نہ ہوتا جس نے تم سے قصاص کو ساقط کر دیا۔ حدیث کی یہ تفسیر امام شافعی ابن قصار مالکی وغیرہ نے کی ہے اور مصنف نے بھی اسی کی تحسین کی ہے۔ دوسروں نے کہا کہ انہ بمنزلتہ کا مطلب اخفاء

ایمان میں وہ اس لوگوں کی طرح تھا جو اپنے ایمان کو کفار کے درمیان چھپاتے ہیں اور کفار کے ساتھ مجبور لایا گیا جیسا کہ تم مکہ میں تھے کہ ایمان کو چھپاتے تھے۔

قرطبی کا قول: اس تاویل کا معاون وہ اضافہ ہے جو بخاری نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے مقداد کو فرمایا جب کوئی مؤمن کفار کے ساتھ رہتے ہوئے ایمان کو چھپاتا تھا پھر اس نے ظاہر کر دیا تو وہ اس کو قتل کر دیں گے۔ بالکل اسی طرح تم مکہ میں اپنا ایمان چھپاتے تھے۔ (المفہم للقرطبی) قاضی عیاض لکھتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کا معنی تم مخالفت حق اور ارتکاب گناہ میں اس جیسے ہوا گر مخالفت کی انواع مختلف ہیں اور گناہ کی نوعیت میں فرق ہے۔ اس کے گناہ کو کفر کہا جائے گا اور تیرے گناہ کو معصیت وفسق قرار دیں گے۔

قرطبی کہتے ہیں "لہٰذا قول الملك بمنزله ان يقول كلمته التى قال" یہ کفر میں ظاہر ہے۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ انہوں نے اس کو اس تاویل سے قتل کیا کہ وہ اپنے کفر پر باقی ہے اس صورت میں یہ کبیرہ گناہ بھی نہ بنے گا اور جب کبیرہ نہ ہوا تو کسی کو جائز نہیں کہ ان پر طعن کرے اور اگر کوئی کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہنے والا کہے کہ ایک اعتبار سے یہ کفر ہے تو اس سے خود ثابت ہو گیا دوسرے اعتبار سے تو یہ کفر نہیں تو گویا وہ تاویل کرنے والے تھے۔

نووی کا قول: انه بمنزل لتك ۔ یعنی اسلام کا حکم لگنے کی وجہ سے وہ معصوم الدم ہو گیا۔ اور انك بمنزلته ۔ ورثاء کے قصاص کے لیے تو مباح الدم ہو گیا۔ یہ معنی نہیں کہ تو کفر میں اس کے مقام پر پہنچ گیا۔ واللہ اعلم۔

**تخریج**: احمد ۹/۲۳۸۷۸ بخاری مسلم ابوداؤد عبدالرزاق ۱۸۹۹۸ ابن ابی شیبہ ۱۲۹۱۰ ابن حبان ۱٦٤ بیہقی ۱۹۰۵۸ ابن منده۔

**الفوائد**: اگر کافر کے ظاہری اقرار کے بعد اس کو قتل کر دیا گیا تو یہ کبیرہ گناہ ہے۔

۳۹٤: وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ عَلٰى مِيَاهِهِمْ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ عَنْهُ الْاَنْصَارِىُّ وَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِىْ حَتّٰى قَتَلْتُهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِىَّ ﷺ فَقَالَ لِىْ: "يَا اُسَامَةُ اَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟" قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا فَقَالَ: "اَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَىَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّىْ لَمْ اَكُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ: "فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَقَتَلْتَهُ؟" قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِّنَ السِّلَاحِ قَالَ: "اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ حَتّٰى تَعْلَمَ اَقَالَهَا اَمْ لَا؟" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّىْ اَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ۔

"اَلْحُرَقَةُ" بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِ الرَّآءِ: بَطْنٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ الْقَبِيْلَةِ الْمَعْرُوْفَةِ۔ وَقَوْلُهٗ "مُتَعَوِّذًا": اَىْ مُعْتَصِمًا بِهَا مِنَ الْقَتْلِ لَا مُعْتَقِدًا لَهَا۔

۳۹۴: حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہینہ قبیلہ کی شاخ حرقہ کی طرف بھیجا۔ صبح صبح ہم ان کے پانی کے چشموں پر حملہ آور ہو گئے۔ میری اور ایک انصاری کی مڈبھیڑ ان میں سے ایک آدمی سے ہو گئی۔ جب ہم نے اس کو قابو کر لیا تو اس نے کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ انصاری نے اپنا ہاتھ روک لیا مگر میں نے اس کو اپنا نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ جب ہم مدینہ واپس لوٹے تو یہ بات آنحضرت ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اُسامہ کیا تو نے اس کو قتل کر دیا اس کے بعد کہ اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس نے یہ صرف جان بچانے کے لئے کیا۔ پھر فرمایا کیا تم نے اس کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے کے بعد قتل کر دیا۔ آپ اس کلمہ کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا (تاکہ نیا مسلمان ہونے سے سارے گناہ معاف ہو جاتے) (بخاری و مسلم) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیا اور تو نے اس کو قتل کر دیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس نے یہ بات ہتھیار کے خوف سے کہی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا کہ تمہیں علم ہو گیا کہ اس نے یہ کلمہ دل سے کہا یا نہیں؟ آپؐ اس بات کو لوٹاتے رہے یہاں تک کہ مجھے تمنا ہوئی کہ میں اس دن اسلام لاتا۔

اَلْحُرَقَةُ: جہینہ کی شاخ۔

مُتَعَوِّذًا: قتل سے بچنے کے لئے اعتقاد سے نہیں۔

**تشریح** ۞ اسامہ بن زیدؓ: ان کے تفصیلی حالات گزرے۔ الحرقہ یہ قبیلہ جہینہ کا مشہور قصبہ ہے۔ جہینہ: حرقہ اس مقام پر اترنے والے قبیلہ کی وجہ سے شہر نام وہی رکھ دیا گیا۔ یہ جھینہ بنو قضاعہ کا قبیلہ ہے جو کوفہ و بصرہ علاقہ میں مقیم ہوئے (لب اللباب للاصفہانی) **فصبحنا القوم** ہم نے صبح کے وقت ان پر حملہ کیا۔ عرب کہتے ہیں **صبحته** اذا اتته صباحًا۔ اس میں تشدید لانے سے تکثیر مراد نہیں ہوتی۔ (الصحاح)

**ولحقت انا و رجل:** کہ میں اور انصاری اس کو جا ملے۔ مگر ابوداؤد کی روایت یہ ہے "وہ ہم سے ڈر کر بھاگ گئے۔ ہم نے ان میں ایک آدمی کو گھیر لیا" **غشیناہ** اس کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ **فکف عنه الانصاری** ۔انصاری نے اس کے کلمہ پڑھنے کی وجہ سے ہاتھ روک لیا۔ لب اللباب للاصفہانی (الصحاح)

**طعنته بر محی حتی قتلته** :روایت ابوداؤد میں **و ضر بناه حتی قتلناه** کے الفاظ ہیں اور مسلم کے لفظ **طعنته** ہیں تو موافقت اس طرح ہے کہ انہوں نے نیزہ مارا پھر دوسرے نے مار کر قتل کر دیا۔ **قدمنا المدینه** جب ہم مدینہ پہنچے اور مسلم کی روایت میں بشیر نے آ کر خبر دی اور اس آدمی کی بات بھی ذکر کی۔ تو آپ نے اسامہ کو بلایا جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں واضح ہے۔ نووی کہتے ہیں ممکن ہے کہ اسامہ کے دل میں اس کے قتل کے بعد یہ سوال ابھرا ہو کہ مجھ سے اس سلسلہ میں پوچھ ہوگی اور انہوں نے یہ نیت کی کہ ان سے پوچھا جائے تو بشیر فتح نے اسامہ سے پہلے اطلاع دے دی اور مدینہ واپسی پر اسامہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے تذکرہ کر دیا۔ اسامہ کے بیان میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ میں ابتداء بات بتلائی۔

**فقال لی:** آپ نے میرے فعل پر انکار کرتے ہوئے توبیخاً فرمایا: **یا اسامة اقتلته بعد قال لا اله الا الله**۔ یہ کلمہ جو کہ خون کا محافظ ہے اس کے کہنے کے باوجود تو نے اس کو قتل کر ڈالا۔ **کان متعوذًا**۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس نے پناہ

لینے اور اپنی جان بچانے کے لیے یہ لفظ بولے۔ حقیقی طور پر اسلام لانے کی غرض سے نہیں بولے۔ شاید اسامہ کے ہاں وہ بات قائم ہو جس سے انہوں نے اس کے قتل کا اقدام کیا وہ استصحاب کفر کے باوجود تاویل کرنے والا تھا اور جو کلمہ اس نے کہا تھا اس کا فائدہ نہ تھا کیونکہ وہ حقیقی ایمان نہ تھا اور اسامہ کو اس کے حکم کے متعلق سوال کی قدرت نہ تھی (موقعہ جنگ تھا) اور وہ اس میں گناہ گار بھی نہ تھے اس لحاظ سے کہ ان کی طرف نسبت کے لحاظ سے یہ حکم تھا۔ لیکن جب شریعت نے احکام شرع کو ظاہر پر جاری کیا ہے تو اس صورت میں یہ تاویل قابل سماعت نہ تھی کہ جس سے اس کا قتل جائز ہو سکے اس لئے رسول ﷺ نے بلیغ ترین انداز سے اس کی ممانعت کو پختہ کیا اور تاکید فرمائی تاکہ یہ شبہ اس کے دل سے جاتا رہے اور ان کے سامنے واضح ہو جائے ایسی صورت حال میں ان کو رک جانا ضروری تھا۔ البتہ ان کی تاویل قصاص سے مانع تھی۔ کیونکہ انہوں ظن کفر سے قتل کیا تھا۔ جیسا کہ یہ ارشاد اس پر دلیل ہے "انما قالها خوفاً من السيف" بخلاف کفارہ کے۔ آپ ﷺ کی خاموشی 'تاخیر البیان الی وقت الحاجة'' کی قسم سے تھے۔

وجوب دیت میں علماء کا قول مختلف فیہ ہے

**فما زال يكررها علي**۔ انکار اور توبیخ کے لیے یہ جملہ دہراتے رہے۔ **لم اكن اسلمت قبل ذلك**۔ یعنی میں آج کے روز اسلام لاتا تا کہ میرا متقدم گناہ مٹ جاتا۔ نووی کہتے ہیں اہل کلام سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس بات کو بہت بڑا محسوس کیا۔ ابن برسلان کہتا ہے۔ گویا انہوں نے اس کے مقابلے میں انہوں نے اس سے پہلے اسلام اور اعمال صالحہ کو حقیر قرار دیا کیونکہ آپ ﷺ نے اس گناہ پر شدت سے انکار فرمایا۔ حاشیہ کشاف میں ہے ان کا مقصد یہ تھا کہ ایسا اسلام چاہئے جو اسلام سے خالی ہو انہوں نے عدم اسلام نہیں چاہیا۔ (کشاف)۔

**فرق رو بیت** :**اقال لا اله**......**همزه** انکار کا ہے۔ **قتلته** سے پہلے ہمزہ محذوف ہے یعنی کیا اس کے باوجود کہ اسے یہ کلمہ کہا اور تو نے قتل کر دیا۔

**خوفاً من السلاح**: ہا ہتھیاروں سے ڈر کر ایمان لایا نہ کہ حقیقی طور پر ایمان لایا۔

**افلا شققت قلبه**: تو نے پختہ اعتقاد کر لیا تو تو نے دل کو کیوں نہ چیرا تا کہ تم جان لیتے کہ وہ اسی طرح ہے۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ ایمان حقیقی تو مخفی ہے اور اس کا مقام دل ہے جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور احکام کا دارومدار تو ظاہر پر ہے۔ جب تمہیں اس بات کا ذمہ دار نہیں بنایا گیا تو تو نے کیوں نہ چیر لیا ہوتا کہ تمہیں اطلاع ہو جاتی کہ آیا وہ سچا ہے یا منافق ہے۔

**حتى تعلم أقالها**: کہ اس کے دل نے بھی یہ بات کہی اور تسلیم کی ہے۔ قال کا فاعل ضمیر ہے جو قلب کی طرف راجع ہے۔ ام لا یا نہیں کہی۔ (۱) اس میں اہل حق کے لیے دلیل ہے کہ کلام نفسی ثابت ہے۔ معتزلہ کا گمراہ گروہ اس کا قائل نہیں۔ (۲)۔ احکام اسباب ظاہرہ پر جاری ہوئے ہیں باطنی و خفی حالت پر نہیں۔ الحرقة ابن عبدالبر کہتے ہیں جہینہ یہ عقبہ بن عامر کا قبیلہ ہے اور حرقہ انہی کی ایک شاخ ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ بنو حمس کی اولاد کو حرقہ کہا جاتا ہے حمس بن عامر بن مؤدعہ بن جہینہ بن زید بن اسود بن اسلم بن عمر بن الحاف بن قضاعة۔ (کتاب الانباء فی اصول الانساب)

**فائدہ**: نسب کے مندرجہ ذیل مراتب ہیں (۱) قبلیہ (۲) شعب (۳) فخذ (۴) نصیلہ (۵) بطن (۶) عشیرہ۔

"کتاب الانباء في اصول الا نساب لا عن عبدالبر "لا معتقد الها۔ اسامہ کا خیال تھا کہ قتل کفار کے لئے رکاوٹ

حقیقی اسلام ہے اور وہ اس میں پایا نہیں گیا حالانکہ اسلام ظاہری بھی قتل سے مانع ہے۔

**تخریج**: بخاری فی المغازی والدیات مسلم فی الایمان ابو داؤد فی الجهاد البزار (اطراف مزی) ابن حبان ٤٧٥١ احمد ٢١٨٠٤۔

**الفوائد**: عمل ظاہر کا اعتبار ہوگا خواہ اس کے حال سے جو کچھ بھی ظاہر ہو۔

۳۹۵ : وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ بَعْثًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَنَّهُمُ الْتَقَوْا فَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِذَا شَآءَ اَنْ يَّقْصِدَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ لَهٗ فَقَتَلَهٗ وَاَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ غَفْلَتَهٗ وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهٗ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَلَمَّا رَفَعَ عَلَيْهِ السَّيْفَ قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَتَلَهٗ فَجَآءَ الْبَشِيْرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَاَلَهٗ وَاَخْبَرَهٗ حَتّٰى اَخْبَرَهٗ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ فَدَعَاهُ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ : "لِمَ قَتَلْتَهٗ؟" فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ وَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا وَسَمّٰى لَهٗ نَفَرًا وَاِنِّيْ حَمَلْتُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاَى السَّيْفَ قَالَ : لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَقَتَلْتَهٗ؟" قَالَ : نَعَمْ قَالَ : "فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَآءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟" قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْلِيْ قَالَ : وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَآءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟" فَجَعَلَ لَا يَزِيْدُ عَلٰى اَنْ يَّقُوْلَ : "كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَآءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۹۵: حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کا ایک لشکر مشرکین کی طرف روانہ فرمایا۔ ان کا آپس میں مقابلہ ہوا۔ مشرکوں میں سے ایک آدمی جب کسی مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو موقع پا کر اس کو قتل کر دیتا۔ مسلمانوں میں سے بھی ایک شخص اس کی غفلت کو تاڑنے لگا اور ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ وہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما تھے جب انہوں نے اس پر تلوار اٹھائی تو اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیا لیکن انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ خوشخبری دینے والا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس سے حالات پوچھے اس نے بتلائے یہاں تک کہ اس نے اس آدمی کا واقعہ بھی بیان کیا کہ اس نے کس طرح کیا۔ آپ نے اس کو بلایا اور ان سے پوچھا تم نے اس کو کیوں قتل کیا؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو بڑی تکلیف دی اور اس نے فلاں فلاں کے نام لے کر بتایا کہ ان کو قتل کیا اور میں نے اس پر حملہ کیا۔ جب اس نے تلوار کو دیکھا تو اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس کو قتل کیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا تو اس وقت کیا کرے گا جب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ آئے گا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے استغفار فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو قیامت کے دن لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ کیا کرے گا؟ آپ یہی فقرہ دہراتے جاتے اور اس پر کوئی فقرہ زائد نہ فرماتے کہ جب یہ کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قیامت کے دن آئے گا تو تم کیا کرو گے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ جندب بن عبد اللہ کا تعلق مشہور قبیلہ بجیلہ سے ہے **بعث بعثا** بعث کی جمع بعوث وبعاث (المصباح) مواہب میں لکھا ہے کہ کسی کام کی خاطر بھیجا جانے والا لشکر کا چھوٹا دستہ بعث کہلاتا ہے (المواہب) من المسلمین یہ محل صفت میں لایا گیا۔ مسلمانوں کا ایک دستہ بھیجا۔ المشرکین سابقہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنو حرقہ تھے۔ ممکن ہے اہل میفعہ ہوں۔ بقول صاحب قاموس حرقہ اور میفعہ دونوں ساحل یمن کے شہر ہیں۔ اس سریہ کے امیر عبداللہ بن غالب لیثیؓ تھے قطلانی کہتے ہیں اس سریہ میں اسامہ بن زید نے نھیل بن مرداس کو لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود قتل کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: **الاشققت عن قلبه فتعلم اصادق ام كاذب** (المواہب) مگر اکلیل میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ اس سریہ میں پیش آیا سنہ ۸ھ میں حرقہ کی طرف بھیجا گیا اس میں خود اسامہ امیر لشکر تھے اس سے یہ بات معلوم ہوئی مقتول والا واقعہ اہل حرقہ کی طرف لشکر کشی کے زمانہ کا ہے۔ التقوا الکفار مسلمانوں سے ڈر کر منتشر ہو گئے اس لیے بعض سے سامنا ہوا۔ ان یقصد الی قصدله۔ پہلے مقصد کے لفظ کو الی سے اور پھر لام سے متعدی بنایا۔ یہ دو وجوہ استعمال کے لحاظ سے ہے۔ ③ قصد بغیر صلہ کے بھی متعدی ہو جاتا ہے۔ جیسے عرب کہتے ہیں **قصدت الشئ وله واليه از باب ضرب۔** یعنی میں نے اس کو معین طور پر ڈھونڈا (المصباح) مقصد یہ ہے کہ وہ بڑا جنگجو اور نہایت جرأت مند تھا۔ جس مسلمان کا قصد کرتا اسے قتل کر دیتا۔ (المصباح) غفلته۔ میں نے اس کا پیچھا کیا۔ کنا نتحدث انه اسامه ہم کہتے تھے وہ اسامہ حبیب الرسول تھے۔ قال لا اله الا الله۔ تلوار پہنچنے سے پہلے اس نے لا الہ کہہ دیا۔ البشیہ فتح کی خوش خبری دینے والا۔ فساله آپ نے لشکر کے تفصیلی حالات دریافت کئے تاکہ ان افعال کے احکامات جواب تک بیان نہ ہوئے وہ ظاہر کر دیے جائیں۔ اخبرہ ایک کے دوسری خبری تسلسل سے بتلائیں خبر الرجل۔ اسامہ کے ساتھ پیش آنے والے آدمی کا واقعہ بتلایا پہلے روایت گزری کہ آپ کو پہلے اطلاع مل چکی پھر اسامہ نے بھی دریافت پر بتلائی۔ **فقال لهم قتلته** ۔ تمہارے اس کو قتل کر دینے کی کیا وجہ ہے۔ او جع۔ اس سے بہت سے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔ نفر تین سے نو تک آدمیوں پر بولا جاتا ہے۔ بعض نے سات کہے دس سے زائد کو نفر نہیں کہتے انہوں نے بتلایا اس نے فلاں فلاں مسلمان کو قتل کر دیا۔ **حملت عليه** یک بارگی حملہ کرنا ابو زید کہتے ہیں **حملت على بني فلان** کا معنی چٹی دلانا اور **حمل على نفسه في السير** ۔ اپنی جان کو تھکانا۔ **فكيف تصنع بلا اله الا الله يوم القيامه** ۔ جب وہ قیامت کو کلمہ توحید لائے گا تو تیری کون سفارش کرے گا تیری طرف سے کون جھگڑے گا۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا جس نے کلمہ پڑھا تو نے اسے کس طرح قتل کر دیا حالانکہ اس کو اسلام کی حرمت و ذمہ داری حاصل ہو چکی۔ استغفرلی۔ اس غلطی سے جس میں میں مبتلا ہو گیا۔ **قال فکیف تصنع بلا اله الا الله** آپ ﷺ نے توبیخ اور تحذیر کے لیے یہ کلمات بار بار دہرائے تاکہ آئندہ ارتکاب نہ ہو۔ قول اسامہ کی طرف اس معاملے کی اہمیت کی وجہ نہ دے رہے تھے اور وہی کلمہ دہرا رہے تھے۔

**فائدہ**: ابوالشیخ نے اپنے عوالی میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسامہ کی توبہ نازل فرمائی۔ (العوالی لابی الشیخ)۔

**تخریج**: مسلم في الايمان (۹۷)

**الفوائد**: کلمہ توحید قیامت کے دن اقرار کرنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گا۔ "عوالی ابی الشیخ"۔

۳۹۶ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ :سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: اِنَّ نَاسًا كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ وَاِنَّمَا نَاْخُذُكُمُ الْاٰنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا اَمَنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ وَلَيْسَ لَنَا مِنْ سَرِيْرَتِهٖ شَيْءٌ اَللّٰهُ يُحَاسِبُهُ فِيْ سَرِيْرَتِهٖ شَيْءٌ اَللّٰهُ يُحَاسِبُهُ فِيْ سَرِيْرَتِهٖ وَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَاْمَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ وَاِنْ قَالَ اِنَّ سَرِيْرَتَهٗ حَسَنَةٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۳۹۶: حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطابؓ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں کچھ لوگوں کا مواخذہ تو وحی کے ذریعہ ہو جاتا تھا لیکن اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور باطن کے حالات پر مواخذہ ممکن نہیں رہا۔ اس لئے ہم اب تمہارا مواخذہ صرف تمہارے ان عملوں پر کریں گے جو ہمارے سامنے آئینگے پس جو ہمارے سامنے بھلائی ظاہر کرے گا ہم اس کو امن دیں گے اور اس کو اپنے قریب کریں گے۔ ہمیں اس کے اندرونی حالات سے کوئی سروکار نہ ہوگا ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے اور جو ہمارے سامنے برائی ظاہر کرے گا ہم اسے امن نہ دیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے اگرچہ وہ یہ کہے کہ اس کا باطن اچھا تھا۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ عبداللہ بن عتبہ: یہ عبداللہ بن مسعود کے بھتیجے ہیں۔ مہاجرین کی اولاد سے ہیں ان کی ایک روایت ہے جو انہوں نے اپنے چچا اور عمر بن خطاب سے سنی ہے اور ان سے اس روایت کو ان کے بیٹے عبید اللہ فقیہما اور عون الزاہد اور ابن سیرین نے سنا ہے۔ ابن سیرین کہتے تھے ابن سعد پختہ بلند کثیر الفتوی والحدیث تھے۔ کوفہ میں سنہ ۷۴ھ وفات ہوئی۔ (الکاشف) ناسا۔ یہ اصل میں اناس ہے فا کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا۔ انقطع۔ یعنی آپ کی وفات سے سلسلہ بند ہو گیا۔ خیرا سے مراد ایمان و عدل ہے۔ امناہ۔ یہ امن سے ہے۔ ہم اس کو اپنے ہاں امین قرار دیں گے اور ایک روایت میں ہے۔ "ومن يظهر منكم خيرًا ظننا به خيرًا واحببناه" تم میں جو بھلائی ظاہر کرے گا ہم اس کے متعلق خیر کا گمان کریں گے اور اس کو قریب کریں گے۔ ليس لنا من سريرته شئي۔ ہم کو اس کے مخفی باطن سے کوئی تعلق نہیں۔ نحو ليس کا اسم شئی ہے خبر دونوں میں سے ایک ظرف ہے اور دوسرا ظرف اسم لیس سے حال ہے۔ کیونکہ وہ نکرہ مقدم ہے۔ الله يحاسبه۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ابن جو ضمیر مفعولی کو حذف مانتے ہیں۔ بخاری کی روایت میں ضمیر اسی طرح ہے شاید حافظ کو اطلاع نہ ہوئی ہو۔ سوءً برائی کشمیہنی کی روایت میں شراً کا لفظ ہے روایت ابوفراس میں ہے۔ "ومن يظهر لنا شرًا ظننا به شرًا والغضناه عليه 'سرائر كم فيما بينكم وبين ربكم' " مہلب کا قول یہ ہے یہ حضرت عمر کی طرف سے اس بات کی اطلاع ہے کہ زمانہ رسول ﷺ میں لوگوں کا حال کیا تھا اور بعد میں کیا ہو گیا اس سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ عدل وہ ہے جس سے اشتباہ پیدا نہ ہو۔ احمد اسحاق کا قول یہی ہے۔ یہ ان لوگوں سے متعلق ہے جو معروف ہوں غیر معروف کے متعلق نہیں۔

**تخریج** : بخاری فی الشهادات (۲٦٤۱)

**الفوائد** : لوگوں کے معاملات میں ان کے ظاہر کا لحاظ ہوگا اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کیا جائے گا۔

# ۵۰ :بَابُ الْخَوْفِ

## باب: خشیتِ الٰہی کا بیان

خوف سے مراد اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔ شرح رسالہ میں شیخ زکریا نے لکھا ہے۔ کسی ناپسند کام کے کرنے سے دل کا گھبرانا یا کسی پسندیدہ چیز کے فوت ہونے سے دل کا گھبرانا اور خوف کا سبب یہ ہے کہ مخلوقات میں بندہ اس طرح سوچ وبچار کرے جیسا وہ اپنی کوتاہی' بے توجہی اور وارد ہونے والی میں قلت توجہ ہے اور اس بات کو سوچنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخالفت کرنے والے لوگوں کو ہلاک کیا ان کیلئے آخر میں کیا سزائیں تیار کی ہیں اس کو کبھی تو خوف سے اور کبھی فزع اور کبھی روع ورہبت سے اور کبھی خیفت وخشیت کے مختلف ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے جب کہ سب کی حقیقت ایک ہے۔ آیات اسکو واضح کررہی ہیں۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿وَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنَ﴾ [البقرة:٤٠]

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

''اور مجھ ہی سے ڈرو''۔ (البقرۃ)

وَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنَ۔ تم مجھ سے ایسا ڈرو جس کے ساتھ ان چیزوں کا تحفظ شامل ہو جن کو تم انجام دیتے اور چھوڑتے ہو۔ یہ تخصیص کے لحاظ سے ''ایاك نعبد'' سے زیدہ موکد ہے۔ کیونکہ اس میں مفعول کا تکرار جمع تقدیم' فا جزائیہ جو کلام کے متضمن معنی شرط پر دلالت کرنے والی ہے گویا اس طرح کہہ دیا گیا ان کنتم راھبین شیأ فارھبون اس آیت میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرنا چاہیے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ﴾ [البروج:١٢]

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

''بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔'' (البروج)

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ۔ البطش سختی سے پکڑنا اور پکڑے ہوئے پر سختی ارادہ باری تعالیٰ کے مطابق ہو۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰی وَھِیَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَہٗٓ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ وَذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ وَمَا نُؤَخِّرُہٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ فَمِنْھُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْدٌ ، فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّشَھِیْقٌ﴾ [ھود:١٠٢-١٠٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

''اور اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ کسی بستی کو پکڑتا ہے اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہے۔ بلاشبہ اس کی پکڑ سخت دردناک ہے۔ بے شک اس میں نشانی ہے اس شخص کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرا۔ یہ وہ دن ہے جس دن میں لوگ جمع ہوں گے اور یہ دن حاضری کا ہے۔ ہم اسے صرف مؤخر کر رہے ہیں ایک شمار کی ہوئی مدت کے لئے۔ اس دن کوئی نفس کلام نہیں کر سکے گا مگر اس کی اجازت سے۔ پس ان میں کچھ لوگ بدبخت ہوں گے اور بعض خوش نصیب۔ پس پھر وہ لوگ جو بدبخت ہوئے وہ آگ میں ہوں گے۔ ان کے لئے اس آگ میں چیخنا اور چلانا ہوگا''۔ (هود)

**و كذلك اخذ ربك الايات:** كذلك کا مطلب اس پکڑ کی طرح جو گزشتہ اقوام پر کی گئی اذا اخذ القری۔ القریٰ سے اہل القریٰ مراد ہیں اور اذا کو اذ پڑھا گیا اس لئے کہ معنی تو ماضی کا ہے۔ وهي ظالمة یہ القریٰ سے حال ہے اور اصل میں اہل قریہ کے ظلم کو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن قریہ کو اہل قریہ کے قائم مقام لایا گیا تو اسی پر حکم لگا دیا گیا اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ ان کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑا گیا اور ہر ظالم کو اپنے نفس سے ظلم سے ڈرایا گیا ہے یا غیر کے بدترین انجام سے۔

ان اخذه اليم شديد۔ یعنی ان کی پکڑ سخت دردناک ہے جس سے چھٹکارا ممکن نہیں یہ تہدید وتحریر میں مبالغہ ہے۔ ذلك کا مشار الیہ وہ عذاب ہے جو ان ہلاک شدہ اقوام پر اترا یا وہ واقعات جن میں ان کے حالات ذکر فرمائے لاية سے یہاں عبرت کی نشانی مراد ہے۔ لمن خاف عذاب الاخرة وہ اس نصیحت سے عبرت حاصل کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس چیز نے ان کو آن گھیرا ہے وہ اس عذاب کا ایک نمونہ ہے جو مجرمین کو آخرت میں ملے گا یا اس عذاب کو لازم کرنے والے اسباب سے ڈر جائے کیونکہ وہ ایسے معبود مختار کی طرف سے ہے جو جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا اور جس کو چاہتا رحم فرماتا ہے۔ پس جس آدمی نے آخرت کا انکار اور اپنے فناء ہونے کو محال قرار دیا تو اس نے اس عالم کو فاعل مختار کے قبضہ میں قرار نہیں دیا۔ ان وقائع کو اسباب فلکیہ کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی جو کہ ان ایام میں جمع ہو گئے ہلاک ہونے والوں کے گناہ اس کا باعث نہ تھے۔

**ذلك** یہ قیامت کے دن اور عذاب آخرت کی طرف اشارہ ہے اس دلیل يوم مجموع له الناس یہ حصہ آیت ہے۔ مجموع کا معنی یہ ہے کہ لوگ اس میں جمع ہونگے اور اس کی تعبیر جمع سے اس لیے لائی گئی تاکہ اس میں اجتماع کا معنی ثابت ہو جہاں لوگوں کا محاسبہ اور مجازات ہو۔

**ذلك يوم مشهود۔** اس دن آسمان وزمین والے آموجود ہونگے اور اس میں توسیع ظاہر کرنے کے لئے مفعول کی جگہ ظرف لائے اور یوم کو خود مشہود قرار دیا جائے تو عظمت یوم کی غرض فوت ہو جائے اور دوسرے دنوں سے اس کا امتیاز ختم ہو جائے۔ وما نوخره الا لاجل معدود۔ اور اس دن کی تاخیر ایک مدت مقررہ کی انتہاء کے لئے ہے۔ اس سے مراد مقررہ مدت تاجیل ہے۔ مدت کی انتہاء نہیں وہ تو شمار ہی نہیں کی گئی۔ يوم يات۔ جب وہ جزاء آئے گی یا وہ دن آئے گا یہ اس قول کی طرح حتی تاتيهم الساعة ہے یہ اس وقت ہے جب کہ یوم کو حین کے معنی میں لیں۔ یا اس کا فاعل اللہ تعالیٰ کو مانا جائے جس دن اللہ تعالیٰ اس کو لے آئیں گے جیسا اس آیت میں ہے۔ هل ينظرون الا ان ياتيهم الله۔

**لاتكلم۔** یہ اصل میں لا تتكلم ہے ایک ت کو حذف کر دیا۔ نفس یعنی کوئی نفس کلام نہ کرے گا ایسے جواب سے جو نجات دلانے یا

فائدہ پہنچائے۔ (۲) شفاعت کی بات نہیں کر سکے گا۔ (۳) یوم کا ناصب یہی ہے۔ (۴) یہ احتمال ہے کہ اس سے پہلے اذکر کو مضمر مانا جائے یا انتہاء محذوف کا ظرف ہو۔

الا باذنه۔یعنی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جیسے اس ارشاد میں لایتکلمون الامن اذن له الرحمان اور یہ موقف حساب میں پیش آئے گا اور ھذا یوم لا ینطقون ولا یؤذن لھم فیعتذرون اس میں دوسرے موقف کا بیان ہے یا بولنے کی اجازت سے جوابات صحیحہ مراد ہیں اور ممانعت کا مطلب اعذار باطلہ ہیں۔

فمنھم شقی۔وعید کی وجہ سے جن پر آگ واجب ہو چکی ہوگی۔ و سعید بعض خوش نصیب ہوں گے جن پر وعدے کے مطابق جنت واجب ہو چکی ہوگی۔ھم کی ضمیر اہل موقف کی طرف راجع ہے۔اگرچہ یہاں تذکرہ نہیں لیکن لاتکلم نفس اس پر دلالت کر رہا ہے۔فاما الذین شقوا ففی النار زفیر سانس نکالنے کو کہتے ہیں۔شھیق سانس واپس کرنا ان کا استعمال گدھے کی آواز کی ابتداء کو زفیر اور انتہاء کو شھیق کہتے ہیں۔اس سے مقصود اس کی سخت تکلیف کو بتلانا اور غم شدید کو ظاہر کرنا ہے۔ان کی حالت کو اس آدمی سے تشبیہ دی ہے جس کے دل پر حرارت کا غلبہ ہو جائے اور اس کی روح اس میں پھنس کر رہ جائے۔یا ان کی چیخوں کو گدھوں کی آوازوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ﴾ [آل عمران:۲۸]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں''۔(آل عمران)

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ:اللہ تعالیٰ تم پر اس فعل کے کرنے سے ناراض ہوتے ہیں جو ممنوع ہے اور ممنوع چیز میں ملابست سے ناراض ہوتے ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾

[عبس:۳۴-۳۷]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے اور ماں سے اور باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اولاد سے۔ہر شخص کے لئے ان میں سے اس دن ایک ایسی حالت ہوگی جو اس کو دوسروں سے بے نیاز کر دے گی''۔(عبس)

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ الایہ۔یوم یہ اذا ظرفیہ کا بدل ہے جو شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے۔جو اس سے پہلی آیت کے آخر میں ہے۔آیت میں پہلے بھائی پھر والدین کا ذکر کیا کیونکہ یہ قریب ترین ہیں پھر بیوی اور بیٹے کا ذکر کیا کیونکہ یہ قریب تر ہیں بھائی کے تذکرہ کا مقصد یہ ہے کہ کوئی کسی کے لئے کھڑا نہ ہوگا۔یغنیہ ایسی حالت ہوگی جو اس کو دوسرے کی حالت سے بے خبر کر دے گی یعنی ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔

النحو: یہ جملہ حال ہے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ اذا محذوف کا یہ جواب ہے۔ یا بعض نے کہا وہ اپنے گناہوں کے نتیجہ سے ڈر کر بھاگے گا بھائی کہے گا تو نے اپنے مال سے میرے ساتھ ہمدردی نہیں کی اور والدین نے ہم پر احسان میں کوتاہی کی ہے اور بیوی کہے گی تو نے مجھے حرام کھلایا حرام کیا اور بیٹا کہے گا تو نے نہ مجھے تعلیم دی اور نہ سیدھا دکھلایا۔ کواشی کہتے ہیں یہ آیت ہر کافر کے لئے ہر موقع کے لحاظ سے عام ہے اور البتہ مؤمن کے لیے بعض خاص مواقع کے لحاظ سے خاص ہے۔ یعنی مؤمن پر ان میں سے بعض مواقع، بعض مقامات پر پیش آئیں گے اور بعض کو پیش آئیں گے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ [الحج: ۱-۲]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو! بے شک قیامت کے زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے شیر خوار بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا اور تم دیکھو گے کہ لوگ نشے میں ہیں حالانکہ وہ مستی میں نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے"۔ (الحج)

یایھا الناس اتقو ربکم الایہ۔ قیامت کی اشیاء کو حرکت دینے میں اسناد مجازی ہے۔ ② اشیاء کے اس میں حرکت کرنے کی اضافت اضافت معنویہ ہے اسی طور پر جیسے مصدر کی اضافت ظرف کی طرف مفعول بہ کے قائم مقام قرار دے کر کی جاتی ہے۔ شئی عظیم خوفناک چیز ہے انسانوں کے تقویٰ والے معاملے کے لئے قیامت کی شدت کو تعلیل بنایا۔ تا کہ اپنی عقول سے قیامت کا تصور کریں اور وہ سمجھ لیں کہ وہ اس خوف سے اسی وقت بچ سکتے ہیں جب وہ لباس تقویٰ کو زیب تن کریں۔ انہیں چاہیے کہ اپنے نفوس کی بقاء کے لئے تقویٰ کا دامن تھام لیں۔

یوم ترونھا تذھل۔ اس میں قیامت کی ہولناکی کی تصویر کھینچی گئی ہے ضمیر کا مرجع زلزلہ ہے اور یوم کا نصب تذہل فعل کی وجہ سے ہے۔ یہ معروف مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ ای تذھلھا الزلزلہ زلزلہ اس کو بھلا دے گا۔ ذھول دہشت کی وجہ سے کسی معاملے میں بے خبر ہو جانا۔ مقصد یہ ہے کہ قیامت کا خوف اس قدر ہوگا کہ جب ماں دہشت زدہ ہو جائے گی تو جس بچے کو دودھ پلا رہی تھی اپنا پستان اس کے منہ سے کھینچ کر اس سے غافل ہو جائے گی۔ ما موصولہ یا مصدریہ ہے۔

وتضع کل ذات حمل حملھا۔ حاملہ اپنا جنین خوف کی وجہ سے پھینک دے گی۔

وضع حمل کا وقت ① زلزلہ قیامت کے وقت دنیا میں دینا سے نکلنے سے پہلے ② یہ شدائد احوال کی تصویر بیان کی کہ فرض کر و اگر قیامت کے اس ہولناک دن میں کوئی حاملہ و مرضعہ ہو تو وہ اپنے حمل کو گرا دے اور نو مولود کو مرضعہ بھول جائے۔ واللہ نہ وہاں کوئی حمل اور نہ وضع اور نہ کوئی مرضعہ ہوگی جیسے عرب کہتے ہیں۔ اصابنا یشیب فیه الولد وہ مراد اس سے شدت لیتے ہیں (شرح مسلم کتاب الایمان)۔

وتری الناس سکاریٰ۔ گویا کہ وہ نشے میں ہیں۔
وھم بسکری وہ حقیقۃً نشے میں نہیں ہونگے "ولکن عذاب اللہ شدید "عذاب کی شدت نے ان کی عقول کو اڑا دیا اور امتیاز کو ختم کر دیا۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ [الرحمٰن:٤٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور جو شخص اپنے رب کے مقام سے ڈرا (اس کے لئے) دو باغ ہیں''۔ (الرحمٰن)

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ بمقام موقف کے معنی میں ہے۔ اس موقف سے ڈر گیا جس میں بندے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب کے لیے کھڑے ہونگے۔ ② یہ قام علیہ سے ماخوذ ہے یعنی نگرانی کرنا۔ اپنے رب کی احوال پر نگرانی سے ڈر گیا کہ وہ ہر چیز پر رقیب ہے۔ ③ اپنے رب کے ہاں حساب کے لیے خوف کرنے والے کے کھڑے ہونے سے ڈر گیا۔ اللہ کی طرف مقام کی نسبت تفخیم شان کے لیے ہے۔ یا ڈرانے کے لئے ہے۔ ④ اپنے رب سے ڈر گیا مقام مقحم ہے مبالغہ کے لیے۔ جنتان ایک جنت اعتقاد کی وجہ سے اور دوسری عمل کی وجہ سے ملے گی۔ ② ایک فعل طاعات کا انعام اور دوسری اجتناب معاصی کی وجہ سے۔ ③ ایک جنت بطور ثواب دی جائے گی دوسری بطور فضل وانعام ہوگی۔ ④ ایک جنت روحانی دوسری جسمانی۔ الآیات۔ آخر سورت تک آیات یہ آیات امید کے ساتھ وعدوں پر مشتمل ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ مؤمن خوف کی وجہ سے گناہوں سے باز رہے اور امید کی وجہ سے طاعات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ ان کو ان آیات سے پہلے لائے کیونکہ وہ باب کے دلائل ہیں۔ عمارت کی بنیاد ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خوف باب تخلیہ ہے رجاء باب تحلیہ سے ہے اور تخلیہ مقدم ہے اور پہلے کی قسم میں سے ہونے کی وجہ سے باب کو اسی پر ختم کیا۔ اللہ۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ۰ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ﴾ [الطور:٢٥-٢٨]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے وہ کہیں گے بے شک ہم اپنے گھروں میں ڈرتے تھے پس اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔ بے شک ہم اس سے پہلے اسی کو پکارتے تھے۔ بے شک وہی احسان کرنے والا مہربان ہے''۔ (الطور)

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ۔بعض اہل جنت ایک دوسرے سے اس کے احوال واعمال کے متعلق دریافت کریں گے۔ قالوا انا کنا قبل فی اھلنا مشفقین۔ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے خوفزدہ تھے اس سلسلہ میں اس کی طاعت سے مدد لینے والے تھے۔ یا انجام سے ڈرنے والے تھے۔ فمن اللہ علینا ۔اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت وتوفیق سے

احسان فرمایا۔ وقنا عذاب السموم اور ہمیں آگ آگ کے عذاب سے بچالیا جو زہر کی طرح مسامات میں اثر انداز ہونے والی تھی۔
اِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ۔ بلاشبہ وہ محسن ہے۔ کیونکہ کثیر رحمت والا ہے۔ خوف کے سلسلہ میں بہت آیات وارد ہیں۔ تبرکاً یہاں بعض کا تذکرہ کر کے اشارہ کر دیا ہے۔

**وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ جِدًّا مَعْلُوْمَاتٌ وَالْغَرَضُ الْإِشَارَةُ إِلٰى بَعْضِهَا وَقَدْ حَصَلَ، وَأَمَّا الْأَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا فَنَذْكُرُ مِنْهَا طَرَفًا وَّبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔**

اس سلسلہ میں آیات تو بہت ہیں اور معروف ہیں اور مقصد بعض کی طرف اشارہ کرنا ہے جو حاصل ہو گیا۔ باقی احادیث بھی بہت ہیں ہم ان میں سے چند کو ذکر کر رہے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

احادیث مرفوعہ وہ بہت ہی زیادہ ہیں ان میں سے چند کا تذکرہ کیے دیتے ہیں طرف کا لفظ ظرف مقدم کا حال ہے اور من بیانیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق کے طالب ہیں کیونکہ تمام اسباب و مسببات میں موافقت وہی پیدا کرنے والا ہے اور بندے میں قدرت طاعت بھی اسی کی پیدا کردہ ہے۔

**۳۹۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ وَالْمَصْدُوْقُ "إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِيْ بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيْهِ الرُّوْحَ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيْدٌ – فَوَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔**

۳۹۷: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہؐ نے بیان فرمایا اور آپؐ سچے رسول ہیں۔ بے شک تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے پیٹ میں نطفے کی صورت میں چالیس دن تک رہتا ہے پھر وہ اتنے ہی دن جما ہوا خون رہتا ہے۔ پھر اتنے ہی دن گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر فرشتہ بھیجا جاتا ہے پس اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور فرشتے کو چار باتوں کا حکم ملتا ہے۔ اس کا رزق اس کا وقت مقررہ اور اس کا عمل اور وہ بدبخت ہے یا خوش نصیب ہے لکھ دو۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک تم میں سے ایک شخص جنتیوں والے عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا لکھا ہوا اس پر غالب آتا ہے اور وہ اہل جہنم جیسے کام کرنے لگتا ہے۔ پس وہ اس میں داخل ہو جاتا ہے اور بے شک تم میں سے ایک شخص جہنمیوں والے کام کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پس اس پر لکھا ہوا غالب آجاتا ہے پس

وہ اہل جنت جیسے عمل کرنے لگتا ہے اور اس میں داخل ہو جاتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ❁ **هو الصادق** : یعنی اپنے اقوال و افعال میں آپ سچے ہیں المصدوق اور اس میں سچے ہیں جو آپ کے پاس وحی آتی ہے۔ نحو: یہ جملہ معترضہ ہے تا کہ تمام احوال کو شامل ہو جاتے۔ **ان احد کم یجمع** : یہ فعل مجہول ہے اس کا معنی مقدر کرنا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ **خلق فی بطن امه** : خلق سے مراد جو اس سے تخلیق کرنا ہے۔ فی بطن نمبر۱ امہ یہ خلق کی صفت ہے نمبر۲ حال ہے یعنی مادہ خلقیہ جو اس سے حاصل ہونے والا ہے یا اس حال میں کہ وہ حاصل ہونے والا ہوتا ہے۔

**اربعین یوماً نطفه**: یوماً ظرف محذوف کا ظرف ہے۔ نطفہ نطف۔ نطف کا معنی بہنا مطلب جمع ہونا۔ وہ چالیس ایام تک عورت کے چمڑے کے نیچے رہتا ہے اس کے بعد کہ وہ ہر ناخن اور بال کے نیچے پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ پھر وہاں سے رحم میں خون کی صورت میں اترتا ہے۔ یہی اس کا جمع ہونا ہے اور یہ اس کے علقہ بننے کا وقت ہے۔ منی کی صورت سے چالیس دن سے پہلے دوسری صورت میں منتقل نہیں ہوتا۔ **ثم یکون علقة** پھر وہ جمے خون میں بدل جاتا ہے کیونکہ وہ اس وقت رحم سے چمٹ جاتا ہے۔ **مثل ذلك** ① نصب کی صورت میں یہ علقہ کی صفت ہے اور ذلک کا اشارہ اس کی تخلیق کی طرف ہے۔ یعنی وہ جما ہوا خون جو اپنی تخلیق کے مماثل ہے۔ اس طور پر کہ وہ دونوں چالیس چالیس دن رہے ہیں۔ **ثم یکون مضغة** پھر وہ گوشت کا اتنا ٹکڑا بن جاتا ہے۔ جو چبا سکیں۔ **مثل ذلك** یعنی اتنے ہی دن جن کی مقدار چالیس ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ صورت اور اعضاء پیدا فرماتے ہیں۔ مثلاً آنکھ، کان، ناک ہر وغیرہ اس آیت میں یہی بات فرمائی **هو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء**۔

**ثم ارسل الملك** : پھر جب ایک سو بیس دن مکمل ہو جاتے ہیں۔ تو چوتھے دور میں اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتے ہیں۔

**النحو** : ارسل یہاں مجہول ہے۔

**ازالہ تنقیہ**: اس روایت اور مسلم کی حذیفہ بن اسید والی مرفوع روایت میں کوئی منافات نہیں۔ "**اذا مر بالنطفة ثنتان واربعون لیلةبعث الله ملکًا منصورها وخلق سمعها و بصرها وجلدها وعظامها ثم یقول أ ذ کره ام انثی فیقضی ربك ماشاء ثم یکتب اجله ورزقه**" کیونکہ فرشتے کے تصرف مختلف اوقات ہیں۔ ا) جب وہ نطفہ ہوتا ہے۔ پھر علقہ بن جاتا ہے اور یہ فرشتے کا پہلا مرحلہ ہے کہ وہ پیدا کیا جائے گا اور یہ پہلے چالیس روز کے بعد ہے اس وقت اس کا رب اس کا رزق، اجل اور عمل، خلقت، صورت لکھتا ہے۔ پھر اس پر تصویر ڈالی جاتی اور اس کے اعضاء بنائے جاتے ہیں اور یہ تیسرے چالیس یوم کے مرحلے کی بات ہے۔ تصویر کا مرحلہ تحریر کے بعد ہے۔ پھر اس کو دوسرے وقت میں منتقل کر دیتے ہیں کیونکہ پہلے چالیس کے بعد تو عادۃً تصویر موجود نہ تھی مصنف نے شرح مسلم میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ عورتوں سے یہ بات مشہور چلی آرہی ہے کہ جب نطفہ مذکر ہو تو پہلے چالیس دن میں تصویر اس طرح بنادی جاتی ہے کہ جس سے اس کی ہر چیز کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ یہاں تک کہ ناف بھی۔ پس ابن مسعود والی روایت کو بنات یا غالب حالات پر محمول کیا جائے گا۔ (یہ بھی ممکن ہے کہ عورتوں کو اپنے اس تجربہ میں غلطی لگی ہو اور روایت بلا تاویل اپنے مقام پر درست ہو۔ مترجم)۔

**فینفخ فیه الروح** :اس بنائے ہوئے میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ جبکہ جسم و اعضاء کی تخلیق مکمل ہو جاتی ہے۔ ایک دلیل

وثبوت نفخ روح سے معلوم ہوا کہ روح مخلوق ہے۔ نفخ و نفث یہ دونوں لفظ ایک معنی میں آتے ہیں البتہ پہلے کو خیر و شر دونوں میں مستعمل ہو اور دوسرا شر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یومر: اس کا عطف بنفخ پر ہے۔ اس کا نائب فاعل ملک ہے بار بع کلمات حکم دیا جاتا ہے کہ اسکے احکام مقدر و اس کی پیشانی یا ہتھیلی یا گردن میں لٹکائے گئے کاغذ پر لکھ دیے جائیں قالہ مجاہد)۔

یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہئے کہ لوح محفوظ کی کتابت میں تمام چیزیں شامل ہیں اور یہ وہ چیزیں ہیں جو ہر ہر انسان سے مخصوص ہیں۔ کیونکہ سابقہ کتابت ہے جو کہ لوح محفوظ میں ہے اور ایک سالانہ کتابت ہے جو لیلۃ القدر میں ہوتی ہے اور نفخ روح کے وقت کتابت ہے یہ درمیانے مرحلہ کی ہے۔

**بکتب رزقه واجله وعمله وشقي او سعيد:** ① **بكتب** مصدر کی بجائے مضارع بھی آیا ہے اس صورت میں مستانفہ جملہ ہے اور ② مصدر کی صورت میں بدل ہے رزق سے جو اس نے استعمال کرنا ہے خواہ حلال ہو یا حرام اجل سے مراد مدت عمر یا وقت موت اور عمل خیر و شر میں سے جو کچھ ہو۔

**شقي و سعيد:** یہ دونوں مبتداء محذوف **هو** کی خبر ہیں۔ مخطوطہ کی صورت میں اس کی سعادت و شقاوت کے متعلق برابری کی اور اسی طرح تقدیر کی صورت میں کہ وہ شقی ہوگا یا خوش نصیب۔ اس میں معاملے کا متردد ہونا اس تفصیل کی وجہ سے ہے۔ علامہ طیبی نے بیان کیا کہ بھلائیوں کے حصول کے لئے آمور الٰہیہ میں سعادت معاون ہے اور اس کے بالمقابل شقاوت ہے اور اس کو مقدم کیا گیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ بھی خیر کی طرح ہے انسان ماں کے پیٹ میں ایک حالت سے دوسری حالت میں پلٹتا ہوا آتا ہے حالانکہ باری تعالیٰ کو اس بات کی قدرت ہے کہ وہ ایک ہی مرتبہ پیدا فرما دے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں سے مشقت دور کرنا مقصود ہے کیونکہ حمل غیر معتاد چیز ہے بعض اوقات وہ اس کو خون کی پھٹکی گمان کرتی ہے۔ پھر وہ اس سے نچلی حالت میں اتاری ہے تاکہ یہ اس کی عادت میں آ جائے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہو کہ ان کو خسیس ترین چیز سے پلٹ کر خوبصورت ترین شکل دی جس کو عقل سے مزین کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شکریے کی ہمت پیدا ہو اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے تاکہ لوگوں کی راہنمائی اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی طرف ہو کہ وہ لوگوں کو دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا ۔اس لئے کہ جو ذات ایک ذلیل پانی سے پھر علقہ پھر مضغہ سے انسان بنا سکتا ہے۔ تو وہ یقیناً اس کے المادے اور نفخ روح پر یقیناً قدرت رکھتا ہے۔

**آیات کی شہادت:** آیات اس بات پر شاہد ہیں کہ تصویر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس لیے بعض روایات میں اس کی نسبت رحم پر موکل فرشتہ کی طرف پائی جاتی ہے۔ آیت کو ظاہر پر رکھا جائے گا اور روایت کا مطلب یہ ہوگا رحم پر موکل فرشتہ اسرافیل کے معاونین سے ہے اور اس کے ہاتھ میں تصاویر ہیں وہ اسرافیل کی طرف دیکھنے والا اور صورت منقوشہ کی طرف نگاہ رکھنے والا ہے۔ روایت میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پیدا شدہ چیز کی اللہ تعالیٰ نے ایک شکل بنائی ہے جو ساق العرش کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ تصویر اس تصویر کی حکایت ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں پائی جاتی ہے اسرافیل اس ذرہ کی مخصوص شکل کو لیتا ہے اور اس کو رحم میں ڈال دیتا ہے اور رحم والا فرشتہ اس کو جنین میں ڈال دیتا ہے جس سے اس کی وہ صورت بن جاتی ہے۔ اس طور پر تصویر کا اسناد اس کی طرف کر دیا گیا۔ کیونکہ وہ موجد کی حقیقی صورت کا اندازہ کرنے والا ہے اور موقعہ پر مقدر فرشتہ کی نسبت اسی لیے کی گئی کہ اسرافیل کی طرف سے موقعہ کا نگران ہے۔

**فوائد:** صحیحین کی ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرفوع روایت کا حصہ ہے البتہ خطیب بغدادی نے ذکر کیا کہ یہاں سے کلام ابن مسعودؓ ہے۔ صحیحین کی بات مقدم ہے۔ بغرض ثبوت اس بات کا دارومدار ان مبانی پر ہے ورنہ یہ مفہو مرفوع روایات میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ (انظر شرح الاذکار) فایہ) فیصیح ہے اس کا عطف مقدر پر ہے۔ ④ شرط مقدر کے جواب میں فا آئی ہے۔ فا کی تفصیل میری کتاب ایقاض القائم میں موجود ہے۔ اب جو شہادت و سعادت لکھی جا چکی ہیں۔ تو اس ذات کی قسم جس کے سواء کوئی معبود نہیں ان احد کم حتی۔ یہاں تک کہ ایک مدت تک پہنچ جاتا ہے۔ **مایکون بنیہ وبینھا الاذراع** مانافیہ ہے۔ یکون مرفوع ہے۔ اس پر حتی کا جر دینا حکایت حال کے قائم مقام ہے۔ (شرح اربعین للکازرونی) اس میں نصب بھی جائز ہے۔ مگر دوسرے جملہ میں درست نہیں۔ مبھا کی ضمیر جنت کی طرف راجع ہے۔ یہ موت اور دخول جنت میں داخلے کے قرب کی تمثیل ہے۔

**فیسبق علیہ الکتاب:** فالائی گئی تا سبقت کے بلا مہلت حصول پر دلالت کرے۔ علی سے اس کو متعدی بنایا کیونکہ وہ **فعلیب** کا معنی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ یعنی نفخ سے پہلے جو تقدیر میں شقاوت لکھی جا چکی وہ غالب آجاتی ہے۔

**فیعمل عمل اھل النار:** اس سے شقاوت کا قطعی فیصلہ تکمیل پذیر ہوتا ہے۔

**حتی مایکون:** یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فیصلہ رہ جاتا ہے۔ تو وہ توبہ و استغفار اور انابت والے اعمال جو رجوع الی اللہ کا باعث ہیں کرنے لگتا ہے **فیدخلھا** خاتمہ بالخیر سے سابقہ عمل ختم کر دیئے جاتے ہیں اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

الغرض انسانی عادات و اطوار میں شقاوت و سعادت کا بیج بو دیا گیا ہے۔ یہ اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ غایت ایمانیہ یا طغانیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ ایک عظیم فائدہ: روایت میں اشارہ کر دیا کہ صورت عمل پر دھوکا مت کھانا اور اسی کی طرف نہ جھک جانا۔ بلکہ اصل اعتبار خاتمہ پر ہے۔ بعض روایات اس سے زائد الفاظ وارد ہیں "**انما الاعمال بالخواتیم**۔" اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔ جن کے متعلق رسول ﷺ نے خبر دی کہ یہ جنتی ہیں ان کے علاوہ کسی کے متعلق قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ یہ جنتی ہے تم نہ اپنے عمل پر بھروسہ کر بیٹھو اور نہ خود پسندی میں مبتلا ہو۔ میں حسن خاتمہ کا سوال کرتا ہوں اور برے خاتمہ سے پناہ کا طلب گار ہوں اللہ تعالیٰ کا ارشاد: **وانا لا نضیع اجر من احسن عملاً** الایۃ اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ جس نے اپنے عمل میں اخلاص اختیار کیا وہ سوء خاتمہ سے بچا رہے گا۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ شقاوت سعاوت شرط قبول اور حسن قبول کے ساتھ معلق ہو۔ پھر قاضی عیاض نے کہا کہ سعادت اور اسعاد کثرت سے ہے اور اشقاء قلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہیں اہل راز کے راز ظاہر نہیں فرماتے یہ روایت تقدیر کو ثابت کرتی ہے۔ اہل حق کا یہی مذہب ہے اور تمام کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے یہ اسی کا فیصلہ ہے اور مقدر کیا ہوا ہے خواہ نفع ہو یا نقصان۔

**تخریج:** اخرجہ البخاری (۳۲۰۸) و مسلم (۲۶۴۳) و ابو داود (۷۴۰۸) والترمذی (۲۱۳۷) و ابن ماجہ (۷۶)

**الفوائد:** تقدیر ایک حقیقت ہے جس کو تسلیم کے سوا کوئی چارہ نہیں آدمی کی موت خیر و شر میں سے جس پر ہوگی اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ کفر کے علاوہ دوسرے گناہوں والے اللہ کی مشیت کے سپرد ہیں۔

۳۹۸ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَّهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۳۹۸: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس دن جہنم کو لایا جائے گا اس حالت میں کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی۔ ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچ رہے ہوں گے۔ (مسلم)

**ایک تحقیق**: یؤتی بجهنم۔ جہنم کا لفظ عجمی ہے یا عربی ہے اور جهومة سے مشتق ہے۔ جس کا معنی کراہت منظر ہے بعض نے کہا یہ عرب کے قول بئر جہنام سے ماخوذ ہے جس کا معنی گہرا کنواں۔ اس وجہ سے یہ علمیت و تانیث کے باوجود غیر منصرف نہیں اور اکثریت کا قول یہ ہے کہ عجمی لفظ ہے۔ جو تعریب کیا گیا ہے۔ اس بناء پر وہ علمیت و عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف مانتے ہیں۔

یومئذ: یعنی اس دن جب بندے حساب کے لئے کھڑے ہونگے۔

**النحو**: لها سبعون الف زمام۔ یہ جملہ حالیہ ہے۔ الزمام لغت میں وہ رسی جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے اور نکیل کو اس سے باندھا جاتا ہے۔ ① احتمال یہ ہے کہ یہ حقیقت ہو۔ ② اس کی بڑھائی کی تمثیل ہو۔ کہ وہ اتنی بڑی ہے کہ اسے لانے کے لئے نکیلوں کی ضرورت ہے۔

**تخریج**: اخرجه مسلم (۲۸۴۲) والترمذی (۲۵۷۳)

**الفرائد**: جہنم کی گہرائی اتنی زیادہ ہے کہ اس سے فرار کی کوئی راہ نہیں اور اس کے عذاب کی شدت کو اللہ ہی جانتے ہیں۔

۳۹۹ : وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ يُوْضَعُ فِيْ اَخْمَصِ قَدَمَيْهِ ' جَمْرَتَانِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ مَا يَرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَّاِنَّهٗ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۳۹۹: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن اہل جہنم میں سب سے کم عذاب والا وہ شخص ہو گا جس کے پاؤں کے تلووں میں دو انگارے رکھے جائیں گے جن سے اس کا دماغ کھولے گا اور وہ خیال کرے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب والا کوئی شخص نہیں۔ حالانکہ وہ اہل جہنم میں سب سے کم عذاب والا ہو گا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ اهون اهل النار :اہل نار سے کفار مراد ہیں کیونکہ وہی اس میں ابدالآباد تک وہیں رہیں گے گناہ مؤمن اس کے اہل نہیں ان کو نکال کر بالآخر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

لرجل :اس سے مراد ابو طالب ہے۔ اخمص قدميه پاؤں کا وہ حصہ جو زمین سے بلند ہوتا ہے یغلی یہ معروف کا صیغہ ہے۔ آگ کی تیزی کی وجہ سے پانی کا زور سے ابلنا۔ عرب کہتے ہیں : غلت القدر تغلی غليانا منهما دماغه دوسری

روایت میں "حتی یسیل دماغه" کے الفاظ وارد ہیں۔یری یہ یحسد کے معنی میں ہے۔اشدمنه عزابا'اس کی شدت کی بناء جوعذاب اسے پہنچ رہا ہوگا۔

**تخریج**: بخاری فی الرقاق 'مسلم فی صفة النار 'کتاب الایمان ۔(مزی)

**الفوائد**: آگ میں اہل نار کے درجات اسی طرح مختلف ہونگے جس طرح اہل جنت کی نعمتیں۔② آگ میں سب سے کم عذاب دیا جانے والا یہ گمان کرے گا کہ اس کی تکلیف سب سے بڑھ کر ہے۔

۴۰۰ : وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :مِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ ' وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ ' وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ اِلٰى حُجْزَتِهِ ' وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ اِلٰى تَرْقُوَتِهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْحُجْزَةُ" مَعْقِدُ الْاِزَارِ تَحْتَ السُّرَّةِ– وَ"التَّرْقُوَةُ" بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ :هِيَ الْعَظْمُ الَّذِيْ عِنْدَ ثُغْرَةِ النَّحْرِ وَلِلْاِنْسَانِ تَرْقُوَتَانِ فِيْ جَانِبَيِ النَّحْرِ۔

۴۰۰: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض لوگ وہ ہوں گے جن کو آگ ٹخنوں تک بعض کو ان کے گھٹنوں تک اور بعض کو انکی کمر تک اور بعض کو ان کی ہنسلی تک پکڑے گی۔ (مسلم)

اَلْحُجْزَةُ: ازار بند کی جگہ۔

التَّرْقُوَةُ: ہنسلی کی ہڈی جو مقام نحر کے دونوں طرف ہوتی ہے۔

**تشریح** ۞ سمرہ : باب توقیر العلماء میں ان کے حالات مذکور ہوئے۔ان نبی اللّٰہ قال شافعی'احمدؒ فرماتے ہیں نبی اور رسول کا لفظ بلا اضافت استعمال کرنا مکرہ ہے۔بلکہ نبی اللہ اور رسول اللہ کہیں گے اس پر یاایھا النبی سے اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا اپنے پیغمبر کو خطاب ہے جس صیغہ سے ہو(بیہقی) گویا لوگوں نے لفظ کثرت استعمال سے ان میں جو عظمت وتشریف کا مفہوم ہے۔اس کا خیال نہیں کیا۔

قال منهم: ان اهل نار میں سے ایک نے کہا ضمیر مرجع پر تکلم کی حالت دلالت کررہی ہے یا کلام کا سیاق دلالت کررہا ہےاور مسلم کی روایت میں ان کو شروع میں تاکید کے لئے بڑھایا جو کہ وعید وتشدید کے مناسب ہے۔کعبیه پنڈلی اور قدم کے جوڑ کے پاس ابھرنے والی ہڈی رکبتیه پنڈلی اور ران کی ہڈی کے ملنے کا مقام حجزته پاجامہ وازار بند کی جگہ۔ترقوته یعنی باقی جسم جس پر عذاب مسلط نہیں ہوا اس طرح کھولے گا کہ ان کو بھی عذاب آئے گا۔ان کی جمع تراقی ہنسلی کی ہڈی۔یہ ہڈی صرف انسان کی ہوتی ہے۔

**تخریج**: مسلم (۲۸۴۵) 'احمد ۲۰۱۲۳/۷۔

**الفوائد**: اس روایت میں مختلف عذاب والوں کی کیفیت ذکر کی گئی۔ان میں سے ہر ایک اپنی تکلیف دوسرے سے بڑھ کر

سمجھے گا۔ یہ تفصیل اس لیے بتلائی تاکہ گناہوں سے دور رہ کر عذاب سے بچا جائے۔

۴۰۱ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَتّٰى يَغِيْبَ اَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهٖ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَالرَّشْحُ" اَلْعَرَقُ۔

۴۰۱: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے۔ یہاں تک کہ ایک ان میں سے اپنے پسینے میں نصف کان تک ڈوبا ہوا ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

الرَّشْحُ : پسینہ۔

**تشریح** ۞ یقوم الناس. قبور سے اٹھیں گے لرب العالمین اس کے حکم سے اس کی بارگاہ میں حساب کے لئے۔ کعب کہتے ہیں وہ تین سو سال تک سوئے رہیں گے۔

رشحه الی انصاف اذنیه. اس پسینے کا سبب احوال کا گڈمڈ ہونا اور سورج اور آگ کی گرمی کی شدت جیسا روایت میں وارد ہے کہ جہنم اہل محشر کو گھیرا ڈال لے گی۔ " ان جهنم تدير اهل المحشر فلا يكون لاهل الجنة طريق الصراط" وہاں لوگ اپنے اعمال کی مقدار کے مطابق پسینے میں شرابور ہوں گے۔ ان میں سے بعض کو پسینے کی لگام دی جائے گی جس سے اس کی زبان کلام سے رک جائے گی اور بعض کو کان تک پہنچے گا بعض کو اس سے مختلف ہوگا اور بعض کو ٹخنے تک پہنچے گا۔

ایک سوال: ① اگر پسینہ سمندر کی طرح ہو تو منہ تک پہنچ گیا تو دوسرے کی ایڑھی تک کیسے پہنچے گا۔ الجواب: کسی کے پاؤں کے نیچے بلندی پیدا کر دی جائے۔ ② ہر انسان کا پسینہ اس پر روک دیا جائے اور دوسرے تک بالکل نہ پہنچے جیسا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے لیے سمندر کو خشک اور فرعونیوں کے ڈبونے کا ذریعہ بنا دیا شرح المشارق ابن مالک۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۴۹۳۸) و مسلم (۲۸۶۲) والترمذی (۳۳۳۵)

**الفوائد** : اس میں قیامت کا ایک منظر ذکر کیا گیا۔ کہ ایک شخص کو پسینہ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے لگام کی طرح گھیرنے والا ہوگا اللہ اس خوفناک منظر سے حفاظت فرمائے۔

۴۰۲ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُطْبَةً مَّا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ۔ "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا" فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وُجُوْهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ "بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَصْحَابِهٖ شَيْءٌ فَخَطَبَ فَقَالَ : عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ؛ وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا فَمَا اَتٰى عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمٌ اَشَدُّ مِنْهُ غَطَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ"۔

"اَلْخَنِيْنُ" بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ :هُوَ الْبُكَاءُ مَعَ غُنَّةٍ وَانْتِشَاقِ الصَّوْتِ مِنَ الْاَنْفِ۔

۳۰۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہمیں ایسا خطبہ دیا کہ اس جیسا خطبہ میں نے پہلے کبھی نہیں سنا۔ ارشاد فرمایا: اگر تم وہ باتیں جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور ان کے رونے کی آوازیں تھیں (بخاری و مسلم) ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق کوئی بات پہنچی تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں فرمایا مجھ پر جنت اور دوزخ پیش کی گئی۔ میں نے آج کے دن کی طرح کا بھلائی و برائی کا دن نہیں دیکھا۔ اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔ اس دن سے زیادہ سخت دن اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ آیا۔ انہوں نے اپنے سروں کو ڈھانپ لیا اور ان کی رونے کی آواز آ رہی تھی۔

اَلْخَنِيْنُ: ناک سے آواز نکال کر رونا۔

**تشریح** ۞ خطب رسول اللہ ﷺ۔ وعظ فرمایا اس کا نام خطبہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ مصائب اور اہم مواقع پر وہ یہ وعظ کرتے حذف مفعول نمبرا تعمیم کے لیے مفعول کو حذف کیا یا معینہ مخاطب معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حذف کیا۔ **ماسمعت مثلها قط** کمال بلاغت وفصاحت کی وجہ سے۔ قط گزشتہ زمانے کے استغراق کے لیے آتا ہے۔ مثلاً مافعلته قط' ابن ہشام نے الاافعله قط کو خلاف فصاحت قرار دیا ہے۔ **فقال لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا** یہ کلمات میں بعض ہیں یا مکمل خطبہ یہی ہے۔ کہ اگر تم آخرت کے خوفناک احوال اور جنت کی شاندار نعمتیں جانتے ہوتے خوف کو رجاء پر غالب کرتے ہوئے زیادہ روتے اور کم ہنستے۔ کازرونی کہتے ہیں اس روایت میں کثرت بکاء پر آمادہ کیا گیا اور کثرت ضحک سے ڈرایا گیا ہے۔ بعض نے کہا اگر خطاب کفار کو ہو تو ان کے لئے ضحک کا موقع ہی نہیں اور اگر ایمان والوں سے ہو تو ان کو بالآخر ابدی جنت ملے گی۔ تو ضحک کو لازم کرنے والی چیزیں بکاء والی چیزوں سے زیادہ ہیں۔ یہاں خطاب مؤمنین کو ہے۔ مگر خوف کو نصیحت کی خاطر غالب کیا گیا ہے۔ **فغطى اصحاب رسول الله وجوههم ولهم خنين** رونے کے وقت بھی چہرے کو ڈھانپ لیا جائے جیسا چھینک کے وقت بھی حکم ہے۔ تاکہ چہرے کی کیفیت مستور رہے۔ خنین کسر والی آواز سے رونے کو لوناتا ابوزید نے کہا حنین اور خنین ایک ہی ہے۔

**فرق روایت**: مسلم کی روایت میں یہ ہے **عرضت على الجنة والنار**۔ قاضی عیاض کہتے ہیں۔ بقول ہی نمبرا آپ ﷺ نے آنکھوں سے دیکھا ان کے مابین حجابات زائل کر دیے گئے جیسا بیت المقدس کے سلسلہ میں ہوا نمبر۲ احتمال ہے کہ وحی سے پیش کیا گیا اور ان کی **تفصلات** بتلائی گئی ہو جو پہلے معلوم نہ تھی ان کے متعلق جو علم میں اضافہ ہوا تو آپ خوف دلانے اور ڈرانے کیلئے اور تاکہ ان کا تذکرہ زبان زد رہے ارشاد فرمایا **لو تعلمون ...... الخ** قاضی عیاض کہتے ہیں۔ پہلی تاویل اولیٰ ہے کیونکہ کئی احادیث اس کی مؤید ہیں جیسا سورج گرہن والی نماز میں آپ کا کچھا انگور کو پکڑنا اور آگ کے آ ملنے سے اپنے کو بچاتے ہوئے پیچھے ہٹنا وغیرہ موجود ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں جیسا اہلسنت کا مذہب ہے۔

**فلم ار كاليوم في الخير**: نووی کہتے ہیں مطلب یہ ہے آج کے دن جتنی خیر میں نے جنت میں دیکھی اور کہیں نہیں دیکھی

اور آگ میں جو خرابی دیکھی اس جیسی خرابی نظر سے نہیں گزری۔ ما اعلم جو میں نے آج حالات دیکھے۔لضحکتم تو خوف سے تمہاری ہنسی کم ہو جاتی اور رونا بڑھ جاتا۔ایک قاعدہ: لوکا استعمال ایسے مقامات پر کچھ قباحت نہیں رکھتا۔ فما اتی یوم اشد من آج جتنے وعظ سے ڈرے اور متاثر ہوئے کبھی نہ ہوئے خنین ناک سے رونے آواز کا نکلنا۔

**تخریج**: بخاری فی التغیر' مسلم فی الفضائل' ترمذی فی التفسیر' نسائی فی الرقائق(مزی) بن حبان ۱۰۶ احمد ۴/۱۲۶۵۹ عبد الرزاق ۲۰۷۹۶۔

**الفوائد**: اس میں فرمانبرداروں کے لیے جنت کی عام نعمتوں کی بشارت ہے اور نافرمانوں کے لئے موقف کی خوفناکی کی وعید ہے۔صحابہ کرام کے دلوں کی رقت کا ایک منظر ہے۔

۴۰۳: وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ" قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الرَّاوِيْ عَنِ الْمِقْدَادِ :فَوَ اللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا يَعْنِيْ بِالْمِيْلِ اَمَسَافَةَ الْاَرْضِ اَمِ الْمِيْلَ الَّذِيْ يُكْحَلُ بِهِ الْعَيْنُ" فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ : فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ ' وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ ' وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ اِلٰى حِقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّلْجِمُهُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا" وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۰۳: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے قیامت کے دن سورج کو مخلوق سے اتنا قریب کر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ایک میل کی مقدار ہوگا۔سلیم بن عامر جو حضرت مقداد سے روایت کرنے والے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ بخدا! مجھے معلوم نہیں کہ میل سے زمین کی پیمائش والا میل مراد ہے یا وہ سلائی جس سے آنکھوں کو سرمہ لگایا جاتا ہے۔پس لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے۔ان میں سے بعض وہ ہوں گے جن کے ٹخنوں تک بعض کے گھٹنوں تک۔بعض کے کولہوں تک اور بعض لو پسینے کی لگام ڈالی جائے گی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔(مسلم)

**تشریح**: تدنی الشمس: یہ فعل مجہول ہے۔ظاہر ہے کہ فاعل اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ من الخلق اس میں الف لام جنس کا ہے۔یعنی مخلوقات تکون یہ تصیر کے معنی میں ہے "ہو جانا" لمقدار میل۔ یہ ہول و کرب کی انتہائی سختی کا موقعہ ہے۔ ابن عامر یہ جنائزی حمصی ہیں۔یہ تابعی ہیں۔حضرت ابودرداء عوف بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔مقداد بھی ثقہ ہیں یہ سنہ ۱۳۰ھ تک رہے ہیں ان سے مسلم اور سنن اربعہ نے روایت لی ہے۔(الکاشف للذھبی)۔

ما ادری ما یعنی بالمیل۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد میل سے زمین پر مدبصر کا فاصلہ جس کی مقدار تین ہزار ہاتھ اور محدثین کے ہاں چار ہزار ہاتھ ہے۔صاحب مصباح کہتے ہیں کہ اس کی مقدار ستانوے ہزار انگلی ہے اور ذراع کی مقدار محدثین کے نزدیک چوبیس انگلیاں اور پرانے علماء کے نزدیک چھتیس انگلی ہیں (المصباح) اصمعی کہتے ہیں کہ عام لوگ آنکھ کی سلائی کو میل کہتے ہیں حالانکہ وہ الململول ہے مگر لیث نے دونوں کو ایک ہی قرار دیا ہے (المصباح) الناس علی قدر اعمالھم۔ یعنی

پسینے والے مقام پر لوگوں کا فرق عمل میں صلاح وفساد کے لحاظ سے ہوگا۔ پھر اس کی اگلے جملے میں تفصیل فرمادی۔
**حقویہ**۔ چادر باندھنے کی جگہ یہاں مراد پہلو ہے۔ **منھم من یلجمہ** اس سے مراد منہ اور کان تک پہنچنا ہے جیسا کہ لگام حیوانات کے لیے۔
**تخریج**: مسلم (۲۸۶۴)
**الفوائد**: قیامت کی ایک ہولناک موقف کو ذکر کیا جس کا سامنا حشر کے دن نافرمانوں کو کرنا پڑے گا۔

۴۰۴: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "یَعْرَقُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِی الْاَرْضِ سَبْعِیْنَ ذِرَاعًا وَّیُلْجِمُهُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔
وَمَعْنٰی "یَذْهَبُ فِی الْاَرْضِ" یَنْزِلُ وَیَغُوْصُ۔

۴۰۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ قیامت کے دن پسینے میں ہوں گے حتیٰ کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ تک جائے گا اور پسینہ ان کو لگام ڈالے گا۔ یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری ومسلم)
یَذْهَبُ فِی الْاَرْضِ: زمین میں اترے گا اور سرایت کر جائے گا گہرائی تک۔

**تشریح** ۞ **یعرق الناس**۔ قیامت کے احوال کی شدت کی وجہ سے جو لوگ پسینہ میں غرق ہو جائیں گے۔
**یلجمھم**۔ یہ **الجمہ الماء** سے بنا ہے عرب کے لوگ یہ اس وقت بولتے ہیں جب پانی منہ تک پہنچ جائے۔ **حتی یبلغ اذانھم**۔ یہ کیفیت بعض لوگوں کی ہوگی جیسا کہ اس سے پہلی روایت میں گزرا۔ اس سے انبیاء علیہم السلام اور شہداء اور وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ بچانا چاہیں گے مستثنیٰ ہونگے سب سے زیادہ پسینہ کافر کو ہوگا پھر کبیرہ گناہوں والے کو۔
**یذھب فی الارض**۔ زمین پر اتر کر اس میں گہرائی تک چلے جانا۔ بلندی سے نیچے کی طرف اترنے کو نزول کہتے ہیں اور یذہب کا دوسرا معنی یجری بھی آتا ہے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں اللہ کی قدرت۔
**تخریج**: بخاری فی الرقاق (۶۵۳۲) ، مسلم باب صفة الجنه والنار (۲۸۶۳)
**الفوائد**: اگرچہ روایت کے الفاظ تو عام ہیں مگر اس میں سے انبیاء، شہداء اور جن کو اللہ چاہے وہ مستثنیٰ ہیں۔ اس سے اللہ کی عظیم قدرت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ کہ ہر ایک کے پسینے کا حال الگ ہوگا جب کہ آدمی کے لیے موقف میں اتنی سی جگہ ہوگی جس میں وہ اپنے دو پاؤں جما سکے۔ میری عقل کے سامنے یہ چیزیں ممکن نہیں بس ایمان بالغیب سے ان پر یقین کرنا ضروری ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ وہ گناہوں سے توبہ میں جلدی کر کے کریم وہاب کی پناہ میں آ جائے۔

۴۰۵: وَعَنْهُ قَالَ: کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ: "هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟" قُلْنَا "اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ" قَالَ: هٰذَا حَجَرٌ رُمِیَ بِهٖ فِی النَّارِ مُنْذُ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا فَهُوَ یَهْوِیْ فِی النَّارِ

الْاٰنَ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی قَعْرِهَا فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۰۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے جبکہ آپ ؐ نے دھماکہ سنا۔ پس آپ ؐ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ؐ نے فرمایا یہ ایک پتھر ہے جس کو آگ میں پھینکا گیا ستر سال پہلے اور وہ لڑھکتا ہوا آگ میں جارہا تھا یہاں تک کہ وہ اس کی گہرائی میں پہنچا تو تم نے اس کے گرنے کی آواز سنی۔ (مسلم)

تشریح: وجبہ: یہ وجبۃ الحائط سے لیا گیا ہے جبکہ وہ گر جائے۔ یہ آواز آواز کیا' ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نے بھی کرامت کے طور پر سنی۔ اس میں کوئی عقل کے خلاف بات بھی نہیں۔ انہوں نے ستون سے رونے کی آواز' آپ دست اقدس پر کنکریوں کا تسبیح کرنا وغیرہ سنا ہوا تھا مگر اذ سمع سے آپ کی خصوصیت کی طرف اشارہ بھی نکل سکتا ہے۔

اللہ ورسولہ اعلم: اس میں یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ جب کسی انسان سے ایسی بات دریافت کی جائے تو اس میں کوئی بات اس کو معلوم نہ ہو تو علم کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرے اور اس میں اپنی طرف سے بات نہ بنائے۔

علماء کے اجتہادات واستنباطات اس میں داخل نہیں وہ تکلم بالعلم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کعلمه الزین یستبطونه منهم الایه۔ هزا حجر رمی به فی النار من سبعین خریفا یہ اس پتھر کی آواز ہے جو ستر سال پہلے پھینکا گیا۔ (۱) ۷۰ سال حقیقت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ (۲) کثرت سے کنایہ بھی ہوسکتا ہے۔ فهو یهوی فی النار وہ اب تک نیچے گر رہا ہے۔ الان حینی انتهی اتی قعرها۔ الان یہ ظرف خبر مقدم ہے انتہی یہ جملہ مضاف الیہ ہے اور حین کی اضافت جملہ کی طرف ہے جو ماضی سے شروع ہوتا ہے یہ مرفوع ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ "الا ن حین انتهی به الی قعر النار"۔

فسمعتم وجبتهد تو تم نے پتھر کے آگ میں گرنے سے آگ کا اضطراب سنا۔ وجب وجبا ووجیبا' کانپنا۔ مسلم کے ہاں حتی انتهی الی قعرها والی روایت میں "فسمعتم وجبتها" کے الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ دوسری روایت میں ہیں۔ قال هذا وقع فی اسفلها فسمع وجبتهد سے شروع ہوتی ہے۔ میں یہ الفاظ مدرج ہونگے۔

تخریج: مسلم (۷۰٤٤)

الفوائد: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل نار پر بڑے بڑے وزنی پتھر پھینکے جائیں گے جو بلند پہاڑوں کے برابر وزن والے ہوں گے۔ اس لئے کہ جہنم کے انگارے محلات کے برابر ہوں گے اور ان پتھروں سے ٹکرانے کی آواز کس قدر خوفناک ہوگی اللہ تعالیٰ اس کے تمام احوال سے محفوظ فرمائے۔

٤٠٦: وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ: فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۰۶: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جو بھی کوئی ہے عنقریب اس کا رب اس سے پوچھے گا جبکہ درمیان میں کوئی ترجمان بھی نہ ہوگا۔ بندہ اپنے دائیں دیکھے گا تو اسے اپنے بھیجے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا اور وہ اپنے بائیں دیکھے گا تو اپنے آگے بھیجے ہوئے عمل ہی دیکھے گا اور اپنے سامنے دیکھے گا تو جہنم کے سوا سامنے کچھ نہ دیکھے گا پس تم آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے سے ہی ہو''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ عدی بن حاتم ان کے حالات باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزرے۔

**من احد:** یہ فاعل پر لائے تاکہ عموم کی تاکید بن جائے۔ کیونکہ وہ نفی کے بعد ہے۔

**ترجمان:** ترجم کلامہ اس نے وضاحت کی۔ ترجم کلام وغیرہ جب دوسری لغت سے تعبیر کیا۔ یہ اسم فاعل ہے۔ اس کی کئی لغات ہیں نمبر ۱ ترجمان ۲ ترجمان ۳ ترجمان' اس کی جمع تراجم ہے اس کی تا اور جیم اصلی ہے۔ ترجمہ بروزن دحرج ہے۔

کلام سے کلام بلا واسطہ مراد ہے۔ **ایمن منه** یعنی اپنی دائیں جانب **فلایری** وہ نہ دیکھے گا **ماقدم** سے عمل صالح مراد ہیں **اشامر منه**. یہ شوم سے ہے یہ شمال کے ناموں سے ہے۔ **تلقاء**. سامنے **فاتقوا النار** یعنی تم اپنے صالح اعمال کو اپنے اور آگ کے درمیان روک بنالو۔ **شق**. آدھی کھجور۔

**تخریج:** احمد ۱۸٦۷٤/٦ طیالسی ۱۰۳۹ بخاری مسلم نسائی ابن حبان ٤۷۳ ابن ابی شیبہ ۱۱۰/۳ طبرانی کبیر ۲۲۰/۱۷۔

**الفوائد:** ① قیامت کے دن بغیر واسطہ کے اللہ اپنے بندوں سے کلام فرمائیں گے۔ ② معمولی صدقہ بھی آگ سے نجات کا باعث بن جائے گا۔

٤۰۷ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِیْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَّاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِّلّٰهِ تَعَالٰی۔ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا وَّمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَی الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

"وَاَطَّتْ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَتَشْدِیْدِ الطَّآءِ "وَتَئِطُّ" بِفَتْحِ التَّآءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ مَّكْسُوْرَةٌ – وَالْاَطِیْطُ صَوْتُ الرَّحْلِ وَالْقَتَبِ وَشِبْهِهِمَا وَمَعْنَاهُ اَنَّ كَثْرَةَ مَنْ فِی السَّمَآءِ مِنَ الْمَلَآئِكَةِ الْعَابِدِیْنَ قَدْ اَثْقَلَتْهَا حَتّٰی اَطَّتْ وَ "الصُّعُدَاتُ" بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَیْنِ :الطُّرُقَاتُ وَمَعْنٰی "تَجْاَرُوْنَ" تَسْتَغِیْثُوْنَ"۔

۴۰۷: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم

نہیں دیکھتے۔ آسمان چر چر کرتا ہے اور اس کو چر چر کرنے کا حق بھی ہے کیونکہ آسمان میں چار انگلیوں کے برابر بھی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز نہ ہو۔ بخدا! اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ اور تم بستروں پر اپنی عورتوں کے ساتھ لطف اندوز نہ ہوتے اور تم جنگلوں کی طرف اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہوئے نکل جاتے۔ (ترمذی) نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اَطَّتْ :اَطِیْطٌ کجاوے کی آواز کو کہا جاتا ہے یہ فرشتوں کی کثرت سے تشبیہ دی کہ اتنے زیادہ ہیں کہ آسمان بوجھل ہو کر چر چر کی آواز کرتا ہے۔

الصُّعُدَاتُ :راستے۔

تَجْاَرُوْنَ :پناہ طلب کرتے ہو فریاد کرتے ہو۔

**تشریح** ۞ اری میں دیکھتا ہوں یا جانتا ہوں۔ لاترون جو تم نہ دیکھتے یا نہ جانتے ہو اطت السماء وحق لھا حق جا کے ضمہ سے ہے۔ ثابت ہونا لھا ان تنط اس کو چر چر کرنا چاہیئے کیونکہ اس میں بہت سے نیکی کے عاملین اور اعمال ہیں موضع اربع اصابع۔ بقول دلجی "موضع تنوین سے پڑھیں گے۔ اربع اصابع' حرف نفی پر اعتماد کی وجہ سے یہ ظرف مستقر ہے۔ الا وملك یہ موضع سے حال ہے یعنی اس حال میں کہ اس میں فرشتہ ہے۔ واضع جبهته ساجداً۔ واضع کو تنوین اور بلا تنوین پڑھنا جائز ہے۔ ساجدا یہ ماقبل کی ضمیر سے حال ہے۔ کیونکہ مضاف مضاف الیہ کا حصہ ہوتا ہے۔ ایک استدلال۔ اس روایت سے شوافع رحمھم اللہ نے آسمان کو زمین سے افضل قرار دیا یہی مختار ہے کیونکہ اس میں معصیت ہوئی ہی نہیں اور ابلیس جس نے سجدہ سے انکار کیا وہ اس سے نکال دیا گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک اعمال کے مقامات دوسرے مقامات سے افضل ہوتے ہیں۔ امام شافعی فرماتے تھے۔ انی نظرت الی البقاع وجدتها۔ تشقیٰ کما تشقی الرجال وتسعد انسانوں کی طرح مقامات بھی مقدس ومنحوس ہوتے ہیں۔

**والله لوتعلمون** : قسم تاکید کے لیے لائی گئی اور علم سے جلال الٰہی اور اس کے انتقام کا علم مراد ہے۔ **لضحکتم قلیلاً**۔ اللہ تعالیٰ کے رعب کے ڈر سے **ولبکیتم کثیرا** یہاں جس طرح کثیر کے الفاظ ہیں اور اول کے ساتھ قلیل کے اس سے اشارہ کر دیا کہ بندے کو خوف میں یأس تک اور رجاء میں بطر تک نہ جانا چاہیے۔ بلکہ جلال وجمال کے مظاہر کا پاس کرنا چاہیئے ماتلذذتم بالنساء۔ شدت خوف سے لذت کو بھول جاؤ۔ الصعدات :راستے۔ تجأرون :اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بلند آواز سے استغفار کرتے ہوئے

**اَلنَّحْوُ** :یہ جملہ موضع حال میں ہے یعنی" رافعی اصواتکم متضرعین "

اطت۔ اطیط پالان کی آواز اس کو کور کہتے ہیں یہ کجاوے کے نیچے ہوتا ہے۔ (المصباح) قتب. پالان کی لکڑی۔ نووی نے کلام کو ظاہر پر محمول کیا مگر ابن کثیر کہتے ہیں یہ مثال ہے اور کثرت ملائکہ کی تعبیر ہے۔ وہاں چر چر کی آواز نہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو تقریب فہم کے لیے اس مثال سے بیان کیا (النہایہ) دلجی سے اس کو استعارہ تمثیلیہ کہا اور ابن اقبرس نے استعارہ بالکنایہ قرار دیا کہ آسمان کی آواز کو اونٹوں کی آواز والی چیز سے تشبیہ دے کر اس کے لوازم ثابت کیے۔ جمہور کے ہاں یہ استعارہ تخیلیہ ہے تشبیہ مضمر کی قسم ہے۔

**تخریج** :ترمذی فی الذهد 'ابن ماجه عن ابی ذر'احمد ۸/۲۲۵۷۲۔

**الفوائد** : فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے وہ اللہ کی عبادت سے کبھی بھی نہیں اکتاتے جو آدمی آخرت کے ہولناک مناظر کی سوچ و بچار کرے اللہ کے حقوق میں زیادتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو دنیا کی زندگی میں سکون نہیں آسکتا۔بس ایک ہی صورت ہے کہ اللہ سے مغفرت اور عفو کا طالب رہے۔

۴۰۸ :وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ "بِرَآءٍ ثُمَّ زَایٍ" فَضْلَةَ بْنِ عُبَیْدٍ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :لَا تَزُوْلُ قَدَ مَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یُسْاَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِیْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهٖ فِیْمَا فَعَلَ فِیْهِ' وَعَنْ مَّالِهٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَهٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَهٗ ' وَعَنْ جِسْمِهٖ فِیْمَا اَبْلَاهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۴۰۸ : حضرت ابو برزہ فضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" بندے کے قدم قیامت کے دن اپنی جگہ سے نہ ہٹنے پائیں گے جب تک اس سے کچھ پوچھ نہ لیا جائے کہ اس نے اپنی عمر کو کن کاموں میں صرف کیا؟اس کے علم کے متعلق کہ اس نے کن چیزوں میں صرف کیا؟ اور مال کے متعلق کہ کہاں سے اس نے کمایا اور کن مواقع میں خرچ کیا؟اور اس کے جسم کے متعلق کہ کن چیزوں میں اسے کھپایا۔(ترمذی)

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ابو برزہؓ ان کا نام نضلہ بن عبید ہے یہی درست ہے بعض نے والد کا نام عمرو اور بعض نے عبداللہ ذکر کیا جب کہ حاکم نے عبداللہ بن نضلہ بعض نے نضلہ بن دینار بتلایا ہے۔ان کا نام نضلہ بن دینار تھا آپ نے ان کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا دینار یہ شیطان ہے۔اسلمی یہ قبیلہ کی طرف نسبت ہے۔جو سلم بن اقصیٰ بن حارثہ کی اولاد ہیں۔ان کی کنیت صحابہ کرامؓ میں منفرد ہے۔صحابہ میں انہی کی صرف یہ کنیت ہے۔جیسا حافظ محمد بن ناصر بغدادی نے لکھا ہے۔(التنبیه علی الغربیین) حاکم نے ان کنیتوں میں لکھا جو منفرد ہیں یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں فتح مکہ میں آپ کے ہم رکاب تھے۔انہوں نے ۴۶ روایات نقل کی ہیں جن میں دو متفق علیہ اور دو میں بخاری منفرد ہے اور ۴ میں مسلم منفرد ہے۔بصرہ میں اقامت اختیار کی۔خراسان کی لڑائیوں میں شرکت کی۔بعض نے کہا خلافت معاویہؓ یا زمانہ یزید میں خراسان میں ان کی وفات ہوئی۔بعض نے کہا بصرہ لوٹ آئے اور یہیں وفات پائی سن ۶۰ھ میں بعض نے ۶۴ھ لکھی ہے کہ وفات پائی۔(تہذیب نووی)۔

**لا تزول قد ماعبد** :یعنی موقف حساب سے جنت یا دوزخ کی طرف ہلنے نہ پائیں گے۔

**یسال عن عمه**: فعل مجہول ہے۔عمر سے دنیا میں باقی رہنے کا وقت مراد ہے۔

**فیما افناه** :طاعت یا معصیت۔فا استفہامیہ ہے۔فیما فعل خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کہ اس پر ثواب دیا جائے یا ریاء و سمعہ کے لیے کہ اس پر سزا دی جائے۔

**این اکتسبة**: حلال یا حرام ذرائع سے۔فیما ابلده اپنے مولیٰ کی اطاعت میں یا اور کی مرضی میں اس سے بلاحساب جنت

میں داخلے والے مستحق ہیں۔

**تخریج** : اخرجه الترمذي (٢٤٢٥)

**الفوائد** : چار سوالوں کے بغیر بندے کو میدان محشر سے ادھر ادھر ہلنے نہ دیا جائے گا اگر اللہ کی رضامندی کے مطابق جواب دیئے تو خوش نصیب ورنہ ابدی ہلاکت کا حق دار ہوگا۔

٤٠٩ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ﴿یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾ ثُمَّ قَالَ : "اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا؟ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ : "فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰی ظَهْرِهَا تَقُوْلُ : عَمِلْتَ کَذَا وَکَذَا فِیْ یَوْمِ کَذَا وَکَذَا فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۴۰۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے قرآن مجید کی آیت: ﴿یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾ جس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی تلاوت فرمائی پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس کی خبریں یہ ہیں کہ ہر بندے اور عورت کے خلاف ان کاموں کی گواہی دے گی جو اس کی پشت پر انہوں نے کئے اور کہے گی تو نے فلاں فلاں کام فلاں فلاں دن میں کیا۔ پھر یہی اس کی خبریں ہیں (ترمذی) نے کہا حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ اخبارھا وہ باتیں جو اس پر پیش آ ئیں۔

اللہ ورسولہ اعلم یہ عالم کے معنی میں ہے کہ ان کو معلوم تھا اور اللہ اور اس کا رسول اس بات کو ان سے زیادہ جاننے والا تھا پس افعل یہ فعل کے معنی میں ہے۔① اس میں احتمال ہے کہ ظاہری معنی ہو۔ جاننے والا کا خاموش ہونا بصیرت کے اضافے اور نئی معلومات کے لئے تھا۔② ادب سے خاموشی اختیار کی ان تشهد علی عبد او امة زمین کو اپنی زبان سے بیان میں کوئی رکاوٹ نہیں اور یہ حجت میں زیادہ تام ہے۔ بظاہر ہر نیک و بد کا عموم معلوم ہوتا ہے۔ نیک کا تذکر نعمت اور مزید انعام کے لئے اور مجرم کے خلاف تو گواہی کے لئے۔

کذا و کذا: یہ چیز کی مقدار سے کنایہ ہے۔ جیسے کہتے ہیں فعلت کذا و قلت کذا دو مرتبہ مقدار افعال کو ظاہر کرنے کے لیے لائے۔ اصل میں یہ ذا ہے اس پر کاف تشبیہ داخل کر دیا۔ تشبیہ و اشارہ کا معنی زائل ہونے کے بعد کنایہ بن گیا۔ اس پر آل نہیں آ سکتا۔ (المصباح) اخبارھا یہ خبر کی جمع ہے۔

**تخریج** : ترمذی فی الزهد نسائی التفسیر۔ احمد ۳/۸۸۷٦ ابن حبان ۷۳٦۰ حاکم ۳/۳۹٦۵۔

**الفوائد** : زمین آسمان کی کوئی چیز بھی اللہ سے چھپی ہوئی نہیں ہے معاصی کی گواہی کے لیے زمین کو بولنے کا حکم ہوگا۔

٤١٠ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "کَیْفَ اَنْعَمُ

وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْاِذْنَ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ" فَكَاَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهُمْ قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"اَلْقَرْنُ" هُوَ الصُّوْرُ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ﴾ كَذَا فَسَّرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔

۴۱۰: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کس طرح نعمتوں سے مزا لے سکتا ہوں جبکہ صور والا فرشتہ صور کو منہ میں لئے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اجازت پر کان لگائے ہوئے ہے کہ کب اسے صور پھونکنے کا حکم ملتا ہے تاکہ وہ صور پھونکے۔ پس یہ بات کہو: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ کہ اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ (ترمذی)

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اَلْقَرْنُ: اس سے مراد صور ہے جس کو اس آیت میں ذکر فرمایا: ﴿نُفِخَ فِي الصُّوْرِ﴾ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اسی طرح تفسیر فرمائی۔

**تشریح** ۞ انعم۔ یہ نعمت سے ہے مسرت وخوشی کو کہتے ہیں۔ نعم ینعم ازتعب خوشحال ونرم ہوا (المصباح) مطلب یہ ہوا میں دنیا میں وسعت کیسے کر سکتا اور اس سے تلذذ حاصل کر سکتا ہوں اور بقول مظہری میری زندگی خوش عیشی والی کیسے ہو سکتی ہے۔ جب کہ قیامت قریب آ چکی ہے۔ ایسا محسوس ہوا کہ آپ کو صحابہ کرام کے متعلق پریشانی ہوئی حالانکہ آپ کو بتلایا گیا تھا کہ وہ تو مخلوقات میں شریر ترین لوگوں پر قائم ہوگی۔ ② صحابہ کرام کو تخاطب سے بعد والی امت کو تیاری کی وصیت مقصود ہے۔ صاحب القرن اسرافیل علیہ السلام التقم اپنا منہ اس پر رکھ لیا ہے۔ التقم و ابتلع ایک معنی رکھتے ہیں یعنی صور کو منہ میں رکھ لیا ہے۔ استمع الاذن کان لگالیا ہے۔ الاذن۔ ا) یہ مفعول بہ ہے یعنی وہ کان لگاتے ہوئے ہے اور اس کا منتظر ہے۔ ② اور مفعول لہ بھی ہو سکتا ہے۔ متی یومر بالنفخ یعنی صور پھونکنے کا حکم۔ فینفخ جب حکم مل جائے گا تو آسمان وزمین کی سب مخلوق مر جائے گی فکان ذلك قرب قیامت حالانکہ وہ اشرار خلق پر قائم ہوگی۔ ثقل گران گزری (ازکرم) (المصباح)۔

حسبنا اللہ و نعم الوکیل: وہ اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ خوب کارساز ہے۔

**النحو**: یہ احسبه الشی سے بنا ہے یہ خبر ہے مبتداء لفظ اللہ ہے۔ واؤ عاطفہ ہے نعم کا مخصوص بالمدح مضمر ہے جو مبتداء اور جملہ فعلیہ اس کی خبر ہے اور جملہ انشائیہ بن کر بھی خبر بننا درست ہے جزیہ کا عطف جزیہ پر ہے۔ الوکیل بمعنی الموکل الیہ ہے۔ صاحب مغانی کہتے ہیں حسبك حسبك کے معنی میں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ نکرہ کی صفت بن رہا ہے۔ مثلاً مررت برجل حسبك۔ اگر یہ درست نہ مانیں تو پھر اسم فاعل بنے گا اور اس کی اضافت انفصال کے معنی میں ہوگی اس لیے کہ اس سے نکرہ کی صفت بیان کی گئی ہے کیونکہ وہ معرفہ کی طرف مضاف ہے۔ القرن صور کو کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا الصور قرن ینفخ فیه۔ (ابوداؤد و حاکم) ترمذی میں ایک اعرابی سے سوال کیا ما الصور؟ قال قرن ینفخ فیه

"کتاب العظمت میں ابوالشیخ نے نقل کیا کہ ان الله تعالٰی لما خلق السموت والارض خلق الصور فاعطاه اسرافیل فهو واضعه علی فیه شاخص ببصره الی العرش ینتظر متی یؤمر "اسرافیل صور میں منہ رکھے اللہ تعالٰی کے حکم کے منتظر ہیں کہ کب ان کو حکم نفخ ملتا ہے۔

**تخریج**: ترمذی ابواب الزهد' نسائی فی التفسیر ۔ابن حبان ۸۲۳۱ ابو یعلی ۷۱ احمد ۱/۳۰۱۰۔

**الفوائد**: قیامت کے قرب کو بتلایا گیا تاکہ آدمی اپنی غفلت سے بیدار ہو جائے۔صحابہ کرام کو قیامت کا کس قدر خوف تھا۔رسول ﷺ نے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ کا حکم دیا کر خوش خبری دی۔

٤١١ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ خَافَ اَدْلَجَ ' وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ - اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ ' اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"وَاَدْلَجَ" بِاِسْكَانِ الدَّالِ وَمَعْنَاهُ : سَارَ مِنْ اَوَّلِ الَّيْلِ - وَالْمُرَادُ التَّشْمِيْرُ فِي الطَّاعَةِ ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۱۱ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی ڈرا وہ منہ اندھیرے نکل گیا جو منہ اندھیرے نکلا وہ منزل پر پہنچ گیا۔خبردار! بے شک اللہ تعالٰی کا سامان قیمتی ہے۔اچھی طرح سنو! اللہ تعالٰی کا سامان جنت ہے (ترمذی)

ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔

اَدْلَجَ : رات کے شروع حصہ میں چلنا مراد اس سے اطاعت میں جلدی ہے۔

**تشریح** ۞ من خاف: رات کو حملہ کرنا: ادلج رات کے اول حصہ میں چلایا بلغ المنزل شبخوں سے بچ گیا۔عاقولی کہتے ہیں یہ طالب آخرت کی مثال ہے اور شیطان راہ پر شبخون مارنے والا ہے۔اگر اطاعت کے ذریعہ اس نے صبر کیا تو شیطان سے بچ جائے گا۔مظہری کہتے ہیں جو اللہ تعالٰی سے ڈرتا ہے اسے گناہوں سے اللہ تعالٰی کی اطاعت کی طرف بھاگنا چاہئے۔

سلعة الله: اس کی جمع سلع ہے جیسے سدرة وسدر۔سامان کو کہتے ہیں۔

غالیه: بلند قیمت اور وہ جنت ہے جس کی قیمت جان و مال کی قربانی ہے۔

الادلاج بیاکرام کے وزن پر ہے۔تمام رات چلنا اول و آخر کا فرق نہیں علیؓ کا قول ہے اصبر علی اسیر والادلاج فی السحر (المصباح) اصل مراد اس سے اللہ تعالٰی کی اطاعت کی تمثیل ہے۔وہ مجاہدات جو فضل الٰہی کا وارث بناتے ہیں۔

**تخریج** : ترمذی فی الزهد' حاکم ۴/۷۸۵۲۔

**الفوائد** : جو آدمی اللہ سے ڈرتا ہے وہ شریعت کی پیروی کرتا ہے تاکہ اللہ کے عتاب سے نجات پاسکے۔جنت بہت قیمتی ہے

وہ اللہ کے ذکر و شکر کی اعانت اور محنت کے بغیر نہیں مل سکتی۔

٤١٢ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا" قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ؟ قَالَ: "يَا عَائِشَةُ الْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يُّهِمَّهُمْ ذٰلِكَ" وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَلْاَمْرُ اَهَمُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ "غُرْلًا" بِضَمِّ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ: اَيْ غَيْرَ مَخْتُوْنِيْنَ۔

۴۱۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے: "لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں بے ختنہ ننگے جسم اٹھائے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا مرد عورتیں سب ننگے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ ارشاد فرمایا اے عائشہ! قیامت کا معاملہ اس سے بہت زیادہ سخت ہے کہ کوئی اس بات کا ارادہ بھی کرے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ معاملہ اس سے بہت بڑھ کر ہوگا کہ کوئی ایک دوسرے کو دیکھنے کی جرأت بھی کرے۔

غُرْلًا: غیر مختون۔

**تشریح** ۞ **يحشر الناس**: یہ عام مخصوص البعض ہے مسلم میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ (حدیث اول کو عموم پر رکھنا مناسب ہے دوسری روایت میں اسی کا لفظ اس کا مؤید ہے۔ مترجم)

**حفاۃ**: جمع حاف جس کے پاؤں میں نہ موزہ ہو نہ جوتا۔ **عراۃ**: جمع عار جس کے بدن پر کپڑا نہ ہو۔ **غرلا غیر مختون** اس چمڑے دوبارہ پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اعضاء کا جو حصہ منقطع کیا گیا وہ واپس کر دیا جائے گا۔ یا پہلی ہی حالت میں لوٹانا لازم ہے (مظہری)

**النحو**: یہ تینوں فاعل سے حال ہیں جمیعا۔ ① یہ الرجال والنساء سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ **ای الحشر حال کو نهم مجموعين** کیا حشر اس حال میں ہوگا کہ وہ سب جمع ہوں گے۔ **ينظر بعضهم الى بعض نحو** یہ الرجال سے حال ہے۔ جمیعاً میں ضمیر سے حال ہے۔ ② جملہ مستانفہ ہے میدان حشر تمام کی کیفیت کی وضاحت کے لیے لایا گیا ہے۔

**الامر**: معاملے کا خوف اور شدت **ان يهمهم** از افعال **هم ايهم۔ هم يهم** لازمی مضطرب کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ استراحت کی حالت میں بھی ایسا ہو جاتا ہے۔ تو خوف میں ہر ایک دوسرے کو بھول جائے گا۔ ابن مردویہ کی روایت مرفوعہ میں ہے"
**شغل الناس يومئذ عن النظر وسموا بابصارهم الى السماء موقوفون اربعين سنة لا يا كلون ولا يشربون"**

**تخریج**: بخاری (۲۵۲۷) و مسلم (۲۸۵۹) والنسائی (۲۰۸۳) و ابن ماجه (۴۲۷۶)

**الفوائد**: قیامت کا منظر اس قدر ہولناک ہوگا کہ لوگوں کو اپنے بارے میں یہ بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ ان کے جسم پر کوئی

کپڑا نہیں ہے۔

## ۵۱ : بَابُ الرَّجَآءِ

## بَابٌ: (اُمید و) رجاء کا بیان

الرجاء: یہ خوف کی ضد ہے۔ خیر کی امید اور قرب وقوع کو کہتے ہیں۔ اس کا اطلاق خوف پر بھی ہوتا ہے جیسا اس ارشاد میں ہے۔ مالکھم لا ترجون للّٰہ وقاراً، مفردات میں راغب لکھتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے تمہیں کیا ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں؟ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رجاء و خوف آپس میں لازم ملزوم ہیں۔

رسالہ قشیریہ: رجاء مستقبل میں میں کسی محبوب سے دل کو معلق کرنا رجاء کہلاتا ہے تمنی اور اس میں فرق یہ ہے کہ تمنی میں سستی ہوتی ہے اور تمنا والا پوری محنت کی راہ نہیں چلتا اور رجاء والا اس کے اُلٹ ہے۔

نووی نے خوف کو مقدم کیا کیونکہ نتائج کے لحاظ سے یہ باب تخلیہ ہے جس کا نتیجہ ترک مخالفت ہے اور رجاء باب التحلیہ سے ہے اگر امید نہ ہوتی تو عمل نہ پایا جاتا۔ باقی ثواب کی تمنا جس کے ساتھ صالح عمل نہ ہو اس کو تمنا کہتے ہیں اس کا رجاء سے کوئی تعلق نہیں حدیث میں شداد بن اوسؓ سے وارد ہے "الکیس من دان نفسہ وعمل لمابعد الموت' العاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنّی علی اللّٰہ الامانی۔" احمد' ترمذی' ابن ماجہ' حاکم۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ [الزمر:۵۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اے پیغمبر! فرما دیں! اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمانے والے ہیں۔ بے شک وہی بخشش کرنے والے مہربان ہیں"۔ (الزمر)

یٰعِبَادِیَ: یہ اضافت تشریف و تکریم کے لئے ہے۔ تاکہ معصیت کا خوف اور مخالفت کا بعد اس سے دور ہو قرآن مجید کی اصطلاح میں اس سے مؤمن ہی مراد ہیں۔

اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ: معصیت میں اسراف کی وجہ سے جنایت میں حد سے بڑھ گئے۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ: اور اس کی مغفرت اور ثانیاً اس کے فضل سے مایوس نہ ہو۔

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا: معاف کر کے اگرچہ وہ کتنا ہی دور ہوا ہو۔ توبہ سے اس کو مقید کرنا خلاف ظاہر ہے۔ شرک کے علاوہ میں یہ آیت مطلق ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ الایہ۔ انہ ھو الغفور الرحیم۔ یہ

تعلیل ہے یہ مبالغہ ہے اور حصر کا فائدہ دے رہا ہے اس میں مغفرت کے بعد رحمت کا وعدہ ہے عبادی میں نیازمندی اختصاص دونوں ترجمہ کے مقتضی ہیں اور یہ چیز مغفرت کو عام کرنے والی ہے اسی لیے اس کو مقدم کیا۔ اسراف کا نقصان خود ان کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اور مایوسی کی ممانعت جب رحمت میں کر دی تو مغفرت میں کیوں کر نہ ہوگی۔ اس کو مطلق لا کر اس کی علت ان اللہ یغفر الذنوب کو بنایا اور اسم باری تعالیٰ کو ضمیر کی جگہ لائے تا کہ بتلا دیا جائے کہ وہی استغناء والا اور منعم حقیقی ہے۔

باقی اس کے شانِ نزول کے سلسلہ میں جو روایت وارد ہے کہ عیاش یا ولید بن ولید اور فتنہ میں ڈالی جانے والی جماعت کے سلسلہ میں یا وحشی کے متعلق اتری وہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ لفظ کے عموم کا لحاظ ہے۔ خاص سبب کا اعتبار نہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَهَلْ نُجٰزِیْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ﴾ [سباء:١٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ہم نہیں سزا دیتے مگر ناشکرے کو ہی''۔ (سباء)

وَهَلْ نُجٰزِیْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ہم نے جو ان سے کیا وہ انہی سے کرتے ہیں جو کفر و ناشکری میں انتہاء کو پہنچ جاتے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ مؤمن ایسا نہیں کرتے کیونکہ شرف ایمان کی وجہ سے ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی﴾ [طه : ٤٨]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بے شک ہماری طرف وحی کی گئی کہ عذاب اس پر ہے جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا''۔ (طٰہٰ)

اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ: عذاب سے مراد موت کے ساتھ دردناک تکلیف۔

عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی: جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ اس میں اشارہ ہے کہ ایمان والے اس سے بچے رہیں گے۔ بعض اہل توحید کے عذاب کے متعلق آنے والی روایات اس کے خلاف نہیں وہ ان کی توہین کے لئے نہیں بلکہ گناہوں سے تطہیر کے لیے آگ میں ڈالا جائے گا جب وہ میل اتر گئی تو جنت کے مقدار بن گئے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے من و فضل سے جنت میں داخل فرمائے۔ آمین

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ﴾ [الاعراف:١٥٦]

رب ذوالجلال والاکرام نے فرمایا:

''اور میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے''۔ (الاعراف)

٤١٣ : وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّالنَّارَ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : "مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ"۔

۴۱۴: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ وحدہ لاشریک ہے اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور بے شک عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ جو اس نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی طرف بھیجی ہوئی روح ہیں اور بے شک جنت تو حق ہے اور آگ برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے خواہ جس عمل پر بھی ہو''۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں ہے جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ حرام کر دی ہے۔

**تشریح** ۞ **عبادہ بن الصامت**: ان کے تفصیلی حالات باب اور امر بالمعروف میں گزرے۔

**من شهد**: یہاں علم کے معنی میں ہے **ان لا اله**: وجود میں کوئی برحق معبود نہیں **الا الله**: سوا اللہ تعالیٰ کے۔ اللہ پر رفع ہے یہ لا کے عمل اسم کا بدل ہے۔ اس کے داخل ہونے سے پہلے کیونکہ لا کے محل اسم کا بدل لا کے داخل ہونے کے بعد جائز نہیں کیونکہ یہ لا معارف میں عمل نہیں کرتا۔ اس کے اعراب کی تفصیلات شرح الاذکار میں ملاحظہ ہوں)۔

**وحده**: الوہیت اور دیگر اوصاف کمال میں متفرد قرار دیا۔ **لا شريك له**: ذات' صفات و افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ بلکہ تمام موجودات اسی ہی کی مخلوق ہے۔ جس شخص نے اس کے مضمون کو سچا جانا اور دل سے یقین کیا زبان سے بلا عذر شرعی اقرار کیا تو وہ مؤمن ہے۔ ورنہ بالا جماع وہ کافر ہے غزالی نے فقط زبان سے اقرار چھوڑنے والے کو عاصی قرار دیا ہے۔ **و شهد ان محمد عبده ورسوله**: عبد یہ آپ کا اعلیٰ ترین لقب ہے اسی لیے کئی سورتوں میں اس کو ذکر فرمایا ہے اور اسی وجہ سے رسول ﷺ پر اس کو مقدم کیا اور رسولہ میں اس کی طرف اشارہ نکلتا ہے جس کی طرف ابن عبدالسلام کا رجحان ہے کہ نبوت افضل ہے کیونکہ اس کا اللہ تعالیٰ ہی سے تعلق ہے اور رسالت میں مخلوق کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ عبودیت کو یہاں اسی لئے مقدم کیا کہ اس کا براہ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے۔ جو کہ مخلوق کے تعلق سے اشرف ہے اور رسالت اس طرح نہیں مگر جمہور کا قول یہ ہے کہ رسالت افضل ہے کیونکہ نبوت میں صرف حق سے تعلق ہوتا ہے اور اس میں اس کے ساتھ ساتھ مخلوق سے بھی تعلق ہوتا ہے۔

**ان عيسى عبد الله ورسوله وكلمته**: یہ یسوع سے معرب ہے۔ (بیضاوی) عبداللہ نصاریٰ کی تردید کے لئے یہ فرمایا کیونکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیتے ہیں۔ آپ کی رسالت بنی اسرائیل کی طرف تھی ان کو کلمہ کہنے کی وجہ مبالغہ ہے رسولہ الی بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ **كلمته**: ان کا بن باپ پیدا ہونا یہ عالم امر کو انوکھی چیزوں میں سے ہے۔ شرح مشارق میں لکھا ہے ان کو کلمہ مبالغتہ کہہ دیا گیا کیونکہ انہوں نے ایسے وقت میں بات کی جب بات کی نہیں جاتی اور

اللہ کی تعریف تعظیم کے لئے نسبت کر دی (شرح المشارق لاکمل الدین) وروح منه: ان کو روح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا اور وہ روح کی طرح تھے جس سے دلوں کو موت جہالت سے نجات ملتی ہے۔ یا اس لیے وہ خود نفخہ جبرئیل سے پیدا ہوئے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا فنفخنا فیھا من روحنا اور اللہ تعالیٰ کی نسبت کی وجہ اللہ تعالیٰ اس کو حکم دینے والے ہیں۔ بیضاوی کہتے ہیں کہ مضاف محذوف ہے وہ ایسے روح والے ہیں۔ جن سے بلا واسطہ وہ کام ہوتے جو اصل اور مادہ سے پاتے ہیں والجنة والنار یہ منصوب ہیں ان کا ماقبل پر عطف ہے۔ حق کہ دونوں موجود میں آ چکے ہیں۔ اشکال خبر مفرد کیوں لاتے الجواب یہ مصدر ہے۔ ② ان میں سے ہر ہر ایک کا ارادہ کیا گیا ہے۔ ادخله الجنة علی کان من العمل: وہ جو عمل خیر و شر پر ہو اس کو جنت میں داخل فرما دیں گے۔

النَّحْوُ: علی ماقا: آخر یہ حال ہے عامل کو مقدر نہیں مانا جائے گا۔ بلکہ مستقا کو مقدر مانا جائے گا۔ مطلب یہ ہے جس کی موت ایمان پر آئی تو کبیرہ گناہ اسے ایمان سے خارج نہ کریں گے۔ پس وہ جنت میں جائے گا خواہ ابتداء میں جائے یا آگ میں سزا پا کر داخل ہو یہ مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ طیبی کہتے ہیں: یہ اس گناہ گار کے بارے میں متصور ہے جو سزا ملنے سے پہلے جنت میں جاتے۔ (شرح مشکوٰۃ للطیبی)

ایک اشکال: اس کا تو معنی یہ ہے کہ کوئی گناہ گار دوزخ میں نہ جائے۔

الجوبہ: عام معافی لازم ہے اس سے عدم دخول نار لازم نہیں آتا کیونکہ عذاب کے مکمل ہونے سے پہلے معافی جائز ہے۔ ہمارے ہاں گناہ گار کو آگ کا عذاب دیا جانا لازم نہیں بلکہ وعدہ کے مطابق معافی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الله یغفر الذنوب جمیعًا الایه۔

فرق روایت: مسلم کی روایت میں من اشهد ان لا اله الا الله: ہے آپ کی رسالت کی گواہی سے تمام انبیاء کی رسالت کی گواہی لازم ہے آپ اس کو لے کر آئے اور حرم الله علیه النار کے الفاظ ہیں کہ اسے آگ میں خلود نہیں مسلم کی روایت جس کو صالحی نے نقل کیا وہ اس طرح ہے دخلت علی عبادہ بن الصامت وهو فی الموت فبکیت فقال لی: مهلاً لاتبك؟ فوالله لئن استشهدت لاشهدن لك ولئن شفعت لاسفعن لك ولئن استطعت لانفعنك ثم قال والله مامن حدیث سمعته من رسول الله ﷺ لکم فیه خیر الاحد ثتکموه الاحدیثا واحدًا وسوف احد ثکموه الیوم وقد احیط بنفسی سمعته یقول من شهد ۔

تخریج: احمد ۸/۲۲۷۳۸ بخاری مسلم نسائی فی عمل الیوم واللیله ۱۱۳۰ ابن حبان ۲۰۷ ابو عوانه ص ۱ ج ٦۔

الفرائد: گنہگار کو اللہ تعالیٰ عقوبت سے پہلے بھی جنت میں داخل کر سکتے ہیں۔ بعض گنہگاروں کو سزا دے کر شفاعت سے نکالا جائے گا۔ تمام لوگ خوف ورجاء کے درمیان ہیں۔

٤١٤: وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: "یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اَوْ اَزِیْدُ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَجَزَآءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ ۔ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ

شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا ، وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا ، وَمَنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِيَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِيْئَةً لَا يُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَقِيْتُهٗ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

مَعْنَى الْحَدِيْثِ : "مَنْ تَقَرَّبَ" اِلَيَّ بِطَاعَتِيْ "تَقَرَّبْتُ" اِلَيْهِ بِرَحْمَتِيْ وَاِنْ زَادَ زِدْتُّ "فَاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ" وَاَسْرَعَ فِيْ طَاعَتِيْ "اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً" اَيْ صَبَبْتُ عَلَيْهِ الرَّحْمَةَ وَسَبَقْتُهٗ بِهَا وَلَمْ اُحْوِجْهُ اِلَى الْمَشْيِ الْكَثِيْرِ فِي الْوُصُوْلِ اِلَى الْمَقْصُوْدِ "وَقُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقَافِ وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا وَالضَّمُّ اَصَحُّ وَاَشْهَرُ وَمَعْنَاهُ مَا يُقَارِبُ مِلْاَهَا" وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۱۴: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو ایک نیکی لے کر آیا اس کے لئے دس گنا اجر ہے یا اس سے بھی بہت زیادہ دوں گا اور جو برائی لے کر آیا تو برائی کا بدلہ اس کی مثل ہوگا یا اس کو بخش دوں گا اور جو مجھ سے ایک بالشت کے برابر قریب ہوگا میں اُس سے ایک ہاتھ قریب ہوں گا اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوگا۔ میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوں گا جو میرے پاس چل کر آئے گا۔ میں اُس کی طرف دوڑتا ہوا آؤں گا اور جو میرے پاس زمین بھر برائی لے گا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہوگا تو میں اس سے اسی قدر بخشش سے ملوں گا۔ (مسلم)

مَنْ تَقَرَّبَ: یعنی جو میری اطاعت کے ذریعے سے میرے قریب ہو۔ تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ: تو میں اپنی رحمت کے ساتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ میری اطاعت میں سرگرمی سے حصہ لیتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں یعنی میں اس پر رحمت کا دریا بہا دیتا اور رحمت کے ساتھ اس کی طرف پیش قدمی کرتا ہوں اور اسے مقصود حاصل کرنے کے لئے زیادہ چلنے کی تکلیف نہیں دیتا۔ قُرَابُ: یہ ضمہ کے ساتھ زیادہ صحیح ہے۔ اس کا معنی جو قریب قریب زمین کو بھر دے۔ واللہ اعلم

**تشریح** ۞ **یقول اللہ عزوجل**: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مضارع کا استعمال مکروہ نہیں۔ کیونکہ اس سے مقصود ثبوتِ دوام عدم انقطاع ہے۔ جن علماء نے اس کو مکروہ کہا اس کی وجہ اس میں تجدد و حدوث کا وجود ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی ابدی ہیں۔ **عشر امثالها** یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دس اور اسی جیسی نیکیاں سے ملیں گی۔ نفس حسنہ میں تکرار نہیں جزاء مکرر دی جائے گی۔ یہ اضافے کا سب سے قلیل ترین درجہ ہے (حاشیہ بیضاوی) **او ازید** او بل کے معنی میں ہے۔ بلکہ میں اضافہ کرتا ہوں۔ جیسا فرمایا **من یقرض اللہ قرضًا حسنًا فیضاعفه له اضعافا کثیرة** اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ **انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب** "اور ارشاد فرمایا: **فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین** "بقول بیضاوی یہ دس گنا تو اضعاف کے وعدہ سے کم ہے۔ حالانکہ ستر اور سات سو اور بلا حساب کا وعدہ وارد ہے اسی لئے عشر کا معنی عدد معین نہیں بلکہ کثرت کیا گیا ہے۔ **ومن جاء بالسیئة** جیسا تقاضا عدل ہے۔ **او اغفر**۔ فضل و احسان کر کے بخش دوں۔ ذرا حدیث کے الفاظ جو حسنہ کی تعبیر میں وارد ہیں ان پر غور کرو۔ ا) حسنہ کو الف لام سے بطور شرف ذکر کیا اور سیئہ کو نکرہ لائے تاکہ اس سے تنفیر دلائی جائے **ومن تقرب منی**: یعنی میرے فضل و رحمت سے قریب ہوتا ہے شبرا: مجاہدہ میں

مبالغہ اور حق الوہیت کی ادائیگی کے لیے مشورا کہا۔ تقربت منه: میں اپنے فضل وتوفیق سے اس کے قریب ہوتا ہوں۔ زراعا: ایک ہاتھ منه زراعًا: ماقبل سے کم۔ تقربت منه باعاً: اس میں یہ بتلایا کہ جزاء عمل کے مطابق ومناسب ہوتی ہے۔ الباع والبوع انسان کے بازو سمیت دونوں ہاتھوں کا فاصلہ سینے کا عرض بھی اس میں شامل ہے۔ بقو باجی اس کی مقدار چار ہاتھ ہے۔ یمشی: جو میری طاعت کی طرف جلدی کرتا ہے۔ اتیته ہرولہ: اس پر رحمت انڈیلتا اور رحمت میں سبقت کرتا ہوں اور مقصود تک پہنچنے کے لئے اس کو مزید نہیں چلاتا۔ مقصد یہ ہے کہ عمل کا بدلہ عمل کے مطابق اور قرب کے مناسب ہوتا ہے۔ ہرولہ چلنے سے زیادہ اور دوڑ سے کم۔

**نووی کا قول:** یہ روایت صفات باری تعالیٰ کے سلسلہ میں ہے۔ اس سے ظاہر مراد لینا ممکن نہیں۔ یہ تمثیل کی قسم ہے۔ قرطبی کہتے ہیں ظاہر خطاب کا مقتضی تو حسنہ کا بدلہ بھی اس کی مثل سے ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ زراع دوشبر اور باع دو زراع ہوتا ہے۔ حالانکہ پہلے گزرا کہ کم ازکم بدلہ دس گنا سے سات گنا تک جاتا ہے بلکہ بے شمار تک چلا جاتا ہے تو ان روایات میں موافقت کیسے ہوگی۔

**الجواب:** یہ حدیث اجر کی گنتی اور کئی گنا مقدار کو بیان کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس سے اس قدر بتلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قلیل وکثیر عمل کو ضائع نہیں فرماتے اور جلد قبول فرماتے اور کئی گنا اجر دیتے ہیں۔ اس کے لینے میں جلدی کرتے اور بشاشت کا اظہار فرماتے ہیں اور اس کو ٹھکانے پر رکھتے ہیں اس ارشاد کو دیکھو۔ وان اتانی عشی اتیته ہرولہ: اور دوسری روایت میں اسرعت الیہ بھی آیا ہے ہرولہ اور تیزی کا اندازہ شی کے دوگنا سے نہیں ہے۔ اضعاف والا مفہوم دوسری روایت سے لیا اس میں نہیں۔ (المفہم للقرطبی)

خطیئة۔ یہ قراب الارض کی تمیز ہے۔ خطایا سے جرم کے اعتبار سے وہ بھرنے کے قریب کردے۔

**النحو:** لا یشرك بی شیئاً: یہ جملہ نفی کے فاعل سے محل حال میں ہے۔

**مفہوم حدیث:** حدیث کے الفاظ من تقرب سے ہرولةً: یہ اپنے ظاہر پر نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ جس نے طاعت سے میرا قرب اختیار کیا اپنی رحمت سے میں اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ قرب بڑھاتا ہے تو میں بھی بڑھا دیتا ہوں۔ دراصل تو اذمن تقرب الخ: سے اشارہ کردیا کہ عمل صالح کا بدلہ اس کے مطابق ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ پس پہلا جملہ تو ثواب کی بڑائی کو اور کثرت عمل اور مجاہدہ کو بتلا رہا ہے اور دوسرا جملہ کہ عمل کا ثواب ضرور ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انا لا نضیع اجر من احسن عملاً (نووی) اتانی اطاعت کی طرف متوجہ ہونا۔ یمشی محنت وکوشش کرنا۔ الوع فی طاعتی حسب ہمت جلدی کرنا ہے بقول قرطبی ان جملوں سے مثنی اقدام وہی سمجھ سکتا ہے جو فہم میں گدھے جیسا ہو۔ (المفهم للقرطبي) قراب قریب کے معنی میں ہیں۔

**تخریج:** مسلم (۲۶۸۷) و ابن ماجه (۳۸۲۱)

**الفوائد:** جو آدمی توبہ کرتا ہے تو اللہ کی رحمت رضامندی سے اس کا استقبال کرتی ہے جو تھوڑی سی اطاعت سے اللہ کا قرب چاہتا ہے اللہ کثیر ثواب سے اس کا بدلہ دیتے ہیں یہاں جتنی بھی کیفیتیں مذکور ہیں وہ مشاکلت کے طور پر ذکر کی ہیں۔

۴۱۵ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ؟ قَالَ : "مَنْ مَّاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَّاتَ یُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا دَخَلَ النَّارَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۱۵ : حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ وہ جنت میں جائے گا اور جس کو اس حالت میں موت آئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اعرابی: جو عرب دیہات کا رہنے والا ہو۔ لا یشرك باللّٰه شیئًا عبودیت میں اللہ تعالیٰ کو اکیلا مانتا ہے۔ دخل الجنة نووی کہتے ہیں اس پر اجماع امت ہے۔ کہ وہ ابتداء جنت میں جائے گا بشرطیکہ کبائر پر اصرار کرنے والا نہ ہو اور اگر وہ کبیرہ پر اصرار کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے اس کو ابتداء داخل کردے یا سزا کے بعد۔ من مات یشرك به شیئًا شرک جلی کرتا ہے یا کسی کو معبودات میں سے مانتا ہے۔ دخل النار ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس میں مشرک کتابی بت کے پجاری ولی کے پجاری اور تمام دیگر کفار میں کوئی فرق نہیں ہے کافر منادی اور غیر منادی میں کوئی فرق نہیں۔ ملت اسلام سے نکلنے والا اور اس کی طرف نسبت کرنے والے میں فرق نہیں۔ جن چیزوں کا شدید انکار کفر میں دھکیل دیتا ہے ان سے اس پر کفر کا حکم لگ جائے گا۔ البتہ شرک خفی مثلاً ریاء، دوکھلاوا۔ اگر ان کے کرنے والے کی موت ایمان پر آئی تو ابدی جہنمی نہیں۔

**تخریج** : مسلم کتاب الایمان (۹۳)

**الفوائد** : توحید پر جس کی موت آئے اللہ اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائے گا اور مشرک ہمیشہ آگ میں رہے گا۔

۴۱۶ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَمُعَاذٌ رَدِیْفُهٗ عَلَی الرَّحْلِ قَالَ : "یَا مُعَاذُ" قَالَ : لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَیْكَ قَالَ : "یَا مُعَاذُ" قَالَ : لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَیْكَ — قَالَ : "یَا مُعَاذُ" قَالَ : لَبَّیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَیْكَ ثَلَاثًا قَالَ : "مَا مِنْ عَبْدٍ یَّشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ" وَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ فَیَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ اِذًا یَّتَّکِلُوْا" فَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

قَوْلُهٗ "تَاَثُّمًا" : اَیْ خَوْفًا مِّنَ الْاِثْمِ فِیْ کَتْمِ هٰذَا الْعِلْمِ۔

۴۱۶ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جبکہ معاذ آپ کے پیچھے سواری پر سوار تھے۔ اے معاذ! انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے معاذ!

انہوں نے عرض کیا حاضر ہوں یارسول اللہ! تین مرتبہ آپؐ نے آواز دی اور معاذؓ نے لبیک وسعدیک کہا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا جو بندہ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بشرطیکہ یہ گواہی دل کی سچائی سے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ بات میں لوگوں کو نہ بتلاؤں تا کہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپؐ نے فرمایا تب وہ اسی پر بھروسہ کر لیں گے۔ چنانچہ حضرت معاذؓ نے اپنی موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لئے اس فرمان نبوی کو بیان فرمایا۔
(بخاری ومسلم)

"تاثما" : کتمان علم پر گناہ کا خوف۔

**النحو** :معاذ ردیفه :معاذ مبتداء اور ردیفه اس کی خبر ہے علی الرحل: یہ خبر سے متعلق ہے۔ یہ جملہ معترضہ ہے۔ جوان کے اسم وخبر میں آیا ہے ان کی خبر قال یا مخاذ ہے۔ لبیك ① حاضر حاضر یا۔ ② میں آپ کے قریب ہوں اور اطاعت کرنے والا ہوں۔ ③ میں آپ کی اطاعت پر قائم ہوں۔ ④ میں آپ سے محبت کرنے والا ہوں۔

سعدیك: میں نے آپ کی طاعت در اطاعت کی مراد اس سے کثرت ہے۔

لبیك یا رسول الله سعدیك ثلاثا: تاکید اہتمام کے لئے معاذ کو بار بار آواز دی تا کہ وہ خوب ہوش گوش سے سنیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جب آپ گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ دہراتے ما من من عموم نفی کی تاکید کے لئے لائے۔ صدقا یعنی اس حال میں کہ وہ سچا ہو۔ ① یہ حال ہے۔ ② مفعول مطلق ہے ای شهادة صدقایا شهادة صدق مضاف کو قائم مقام بنادیا اور نصب دے دی یعنی سچی گواہی دی۔ من قلبه: یہ زبانی شہادت جس کے ساتھ دل کی گواہی نہ ہو اس کو خارج کرنے کے لئے یہ قصد لگائی جیسے منافق الاحرمه الله علی النار خلود فی النار حرام ہے کچھ تعزیب اس کے خلاف نہیں الااخبر بهاالناس تا کہ وہ خوش ہو جائیں اور سچے دل سے ایمان لائیں اور اخلاص اختیار کریں اذ اتکلوا اس طرح وہ اعمال ترک کر بیٹھیں گے اور جنت کے اعلیٰ منازل ان سے رہ جائیں گے۔ آپ ﷺ امت کے لیے بلند منازل کے خواہاں ہیں اس لیے آپ نے معاذ کو اس کے چھوڑنے کا اشارہ کیا کیونکہ اعلان سے اس کا ثمرہ اعلیٰ ہے۔ فاخبر بها تاثما۔ ہا سے مراد یہ بشارت ہے تاثما یہ مفعول لہ ہے۔ تا کہ شریعت کا کوئی حکم بیان کرنے میں کمی کے گناہ سے بچ جائیں۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان الذین لکتمون ماانزلنا من البنیات و الهدیٰ یعنی کتمان علم کی وعید سے بچنے کے لیے بتلایا۔

**تخریج** :بخاری (١٢٨) ومسلم (٣٢)

**الفوائد** : سچائی میں دل اور زبان ایک دوسرے کے شریک ہونے چاہیں علم کا چھپانا حرام ہے۔

٤١٧ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَوْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا شَكَّ الرَّاوِیْ وَلَا یَضُرُّ الشَّكُّ فِیْ عَیْنِ الصَّحَابِیِّ لِاَنَّهُمْ كُلَّهُمْ عَدُوْلٌ قَالَ لَمَّا كَانَ یَوْمُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَقَالُوْا : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَاَكَلْنَا وَادَّهَنَّا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

"افْعَلُوْا" فَجَآءَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَ فِيْ ذٰلِكَ الْبَرَكَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "نَعَمْ" فَدَعَا بِنِطْعٍ فَبَسَطَهُ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَيَجِيْءُ الْاٰخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَيَجِيْءُ الْاٰخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطْعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيْرٌ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ: خُذُوْا فِيْ أَوْعِيَتِكُمْ" فَأَخَذُوْا فِيْ أَوْعِيَتِهِمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوْا فِي الْعَسْكَرِ وِعَاءً إِلَّا مَلَئُوْهُ وَأَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَفَضَلَ فَضْلَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۱۷: حضرت ابوہریرہ یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تعالیٰ سے روایت ہے۔ راوی نے شک کا اظہار کیا ہے اور صحابی کی تعیین میں شک معتبر نہیں ہے کیونکہ صحابہ سب عدول ہیں۔ روایت یہ ہے کہ جب غزوۂ تبوک پیش آیا تو لوگوں کو بھوک پہنچی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اجازت فرمائیں تو ہم اپنے اونٹ ذبح کر لیں۔ ہم گوشت کھائیں اور چربی بھی حاصل کر لیں؟ آپؐ نے فرمایا ایسا کر لو! اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ادھر آ گئے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ ایسا کریں گے تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ لیکن آپؐ ان کو حکم دیں اپنا بچا ہوا زادِ راہ لائیں پھر ان کے لئے اس میں برکت کی دعا فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یہ صحیح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چمڑے کا دستر خوان منگوایا اور بچھا دیا۔ پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے زادِ راہ کو منگوایا۔ کوئی آدمی مکئی کی ایک روٹی لا رہا تھا اور دوسرا ایک مٹھی کھجوریں اور تیسرا روٹی کا ٹکڑا۔ یہاں تک کہ دستر خوان پر کچھ زادِ راہ جمع ہو گیا۔ پھر آپؐ نے برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ اس کو اپنے اپنے برتنوں میں ڈال لو۔ انہوں نے اپنے اپنے برتنوں میں ڈالا۔ حتیٰ کہ لشکر میں کوئی برتن ایسا نہ چھوڑا جس کو بھر نہ لیا پھر انہوں نے کھایا یہاں تک کہ سارے سیر ہو گئے پھر بھی کچھ بچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور کوئی بندہ ان دونوں باتوں کے ساتھ نہیں ملے گا کہ اس حال میں کہ ان میں شک کرنے والا ہو پھر اسے جنت سے روک لیا جائے۔ یعنی وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ (روایت مسلم)

**تشریح** ۞ شك الراوی: یہ اعمش ہے جیسا مسلم میں وارد ہے۔ لانهم کلهم عدول خواہ متن میں شامل ہوئے یا الگ رہے کیونکہ وہ دو حال میں تھے۔ ① مجتہد معیب وہ دو اجر پانے والے ہیں۔ ② مجتہد مخطئ وہ ایک اجر پائیں گے۔ جب ان کا حال یہ ہے تو ان میں سے تعیین راوی کی ضرورت نہیں۔

علماء اثر کا قول: جب راوی حدثنی فلان یا فلان کہے اور دونوں ثقہ ہوں تو دونوں سے حجت پکڑی جا سکتی ہے۔ یہ غیر صحابی کا معاملہ ہے۔ صحابہ میں تو یہ بدرجہ اولیٰ قابل تسلیم ہے کیونکہ وہ تمام عادل ہیں۔ یوم۔ سے زمانہ مراد ہے۔ تبوك اس کا منصرف و غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ وجہ تسمیہ بیان کر آئے' باب التوبہ ملاحظہ کریں۔ مجاعه۔ یہ جوع سے مفعلہ کا

وزن ہے۔(نھایہ) بقول صحاح یہ مصدر میمی ہے از جاع یجوع بھوکا ہونا۔قالو 'یارسول' یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔
لو ازنت لنا فخرنا فو اضحنا: ① لوتمنی کیلئے اسکا جواب موجود نہیں' ② لوشرطیہ ہوتو جواب محذوف ای لو ازنت فخرنا۔
نواضح یہ ناضح کی جمع ہے۔وہ اونٹ جس پر پانی لادیں۔بقول صاحب مصباح ہر اونٹ میں استعمال ہوتا ہے۔جیسا حدیث میں ہے'' اطعمه ناضحك '' اس کو اپنا کھلا دو یہاں اس معنی کی گنجائش ہے۔و ادھنا ان کے گوشت اور چربی سے کھانے میں سہولت ہو جاتی۔یا لو کا جواب لکان خیرا یا لکان صوابا یا رایا مبینا یا مصلحة ظاھرہ یہ بہتر یا مناسب رائے یا ظاہری مصلحت کے مطابق ہوتا اور اگر تو شرطیہ ہوتو جواب محذوف ہے نووی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔(شرح مسلم)۔

حسن ادب: ① سوال کا یہ انداز بزرگوں سے بات کا سلیقہ سکھاتا ہے اس کے لیے امر کا صیغہ حسن خطاب سے گری ہوئی بات ہے' ② لشکر کے جانور امیر کی اجازت کے بغیر استعمال نہ کیے جائیں۔③ کسی مصلحت سے ان کو اجازت دی جائے۔

افعلوا: اہم تر پھر اہم کے پیش نظر اجازت دے دی۔ان فعلت قل الظھر ① سواری کو ظہر اس لیے کہتے ہیں ان کی پشت پر سوار ہوتے ہیں۔② سفر میں ان سے استظہار یعنی معاونت لی جاتی ہے۔ان کے فعل کی اسناد آپ کی طرف مجاز عقلی ہے کیونکہ حکم آپ ہی کا تھا جیسے بنی الامیر المدینہ۔

فکن: کلام سابق سے استدراک ہے ان کی مصلحت کے لئے اجازت نہ دیں تاکہ سواری کم نہ ہوں بلکہ اس نظر سے دیکھیں ادعھم بفضل ازوادھم: یہ ایتونی سے متعلق ہے۔

النحو: یہ جملہ محل حال میں ہے۔فضل ازنصر۔بقیہ زادراہ۔ثم ادع الله ترا جی اجتماع کی طرف اشارہ کے لئے ثم لائے اور اس سے پھر دعا ال جائے گی۔

لعل الله ان یجعل فی ذلك۔مفعول بہ فضلہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔وہ برکت ہے۔برکت کثرت خیر اور ثبوت وبقاء خیر کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ برکت دینے والے ہیں اس کے ہاں نیکی باقی رہتی ہے۔

نطع: اس میں چار لغات ہیں انطع ۲نطع ۳ نطع ۴نطع جو چمڑہ بچھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔بسطه۔وہ چمڑے کا دسترخوان بچھا کہ بقیہ زادِراہ لانے کا حکم دیا۔

ذرة: ایک مٹھی مکئی۔بکف تمر یہ خاتم فضۃ کی قسم سے ہے۔مراد مٹھی بھر کھجور مکئی وغیرہ۔حتی اجتمع حتی غایت مقدار کے لئے ہے ای جمعوا حتی اجتمع۔فدعا رسول ﷺ فا کو لایا تاکہ ظاہر ہو کہ آپ امت کے سلسلہ میں کس قدر اہتمام فرمانے والے تھے۔خذوا فی اوعیتکم یعنی لیے ہوئے کو اپنے اپنے برتنوں میں ڈالتے جاتے۔وعاء جس میں کسی چیز کو جمع کیا جائے لوعیة۔اسی کی جمع ہے۔فی العسکر: لشکر بقول ابن جوالیقی یہ معرب ہے (المصباح) فاکلوا برتن پر کرنے کے بعد انہوں نے کھایا فضل فضله اس کا باب فضل یفضل فضل یفضل یہ مشہور لغات ہیں فضل یفضل یہ باب تداخل سے ہے۔اشھدان لا اله الله وانی رسول الله دوسری روایت میں اشھد ان محمد ارسول الله '' آیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کو اپنی رسالت پر ایمان لازم تھا۔عبد غیر شاك۔① عبد کی صفت ہو تو مرفوع ہے۔② حال ہو تو منصوب ہے۔اس سے مقصد منافقین کا خارج کرنا ہے۔

فیحجب عن الجنة: اس کو جنت سے نہ روکا جائے گا بلکہ وہ ابتداء یا آگ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

تخریج : مسلم فی الایمان (۲۷)

الفوائد : ① اہل لشکر کو کوئی کام بھی امیر لشکر کے حکم کے بغیر نہ کرنا چاہیے۔ ② صاحب رائے کو برموقعہ مناسب رائے ظاہر کر دینی چاہیے شہادتین ہر یقین بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے۔

۴۱۸ : وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ : كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيْلُ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُ فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّي فِي بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "سَأَفْعَلُ" فَغَدَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ وَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ : أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أَنْ يُّصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ فَحَبَسْتُهُ عَلٰى خَزِيْرَةٍ تُصْنَعُ لَهُ فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَيْتِي فَثَابَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ : مَا فَعَلَ مَالِكٌ لَا أَرَاهُ! فَقَالَ رَجُلٌ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَا تَقُلْ ذٰلِكَ أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى" فَقَالَ : اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ أَمَّا نَحْنُ فَوَاللّٰهِ مَا نَرٰى وُدَّهُ وَلَا حَدِيْثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِيْنَ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَعِتْبَانُ" بِكَسْرِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَإِسْكَانِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَبَعْدَهَا بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ۔ "وَالْخَزِيْرَةُ" بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَالزَّايِ : هِيَ دَقِيْقٌ يُطْبَخُ بِشَحْمٍ۔ وَقَوْلُهُ "ثَابَ رِجَالٌ" بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ : أَيْ جَاءُوْا وَاجْتَمَعُوْا۔

۴۱۸ : حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہ ان صحابہ میں سے ہیں جو بدر میں شریک تھے عتبان کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھاتا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان ایک وادی تھی۔ جب بارشیں آتیں تو ان کی مسجد کی طرف جانا میرے لئے مشکل ہو جایا کرتا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری نگاہ بھی کچھ کمزور ہے۔ میرے اور قوم کے درمیان وادی میں بارشوں کے وقت سیلاب آ جاتا ہے جس سے میرا وادی پار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر میں تشریف لا کر ایک جگہ نماز پڑھ دیں۔ جس کو میں نماز کی جگہ بنا لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میں ایسا کروں گا چنانچہ ایک دن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ سمیت تشریف لائے اس کے بعد کہ دن خوب روشن ہو چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی۔ میں نے اجازت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے سے پہلے ہی فرمایا۔ تم اپنے گھر میں میرا نماز پڑھنا کہاں پسند کرتے ہو؟ میں نے وہ جگہ بتلائی۔ جس میں میں چاہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا ہم نے بھی سلام پھیر لیا۔ میں نے آپؐ کو خزیرہ کے لئے (ایک خاص کھانا) روک لیا جو آپ کے لئے بنایا گیا۔ آس پاس کے گھر والوں نے سن لیا کہ آپ میرے گھر میں ہیں۔ پس لوگ آنا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ کافی لوگ ہو گئے۔ ایک آدمی نے کہا۔ مالک کو کیا ہوا کہ وہ نظر نہیں آ رہا۔ دوسرے نے کہا وہ منافق ہے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا۔ آپؐ نے فرمایا ایسا مت کہو کہ تم نہیں دیکھتے ہو کہ اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہے اور اس کے ساتھ اللہ کی رضامندی ہی کو چاہنے والا ہے۔ اس آدمی نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ باقی ہم بخدا اس کی محبت اور بات چیت منافقین ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے آگ اس شخص پر حرام کر دی ہے جس نے صرف اللہ کی رضامندی کے لئے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہے۔ (بخاری و مسلم)

عِتْبَانُ کا لفظ عین کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

اَلْخَزِیْرَۃُ: آٹے اور چربی سے بنایا جانے والا کھانا۔

ثَابَ رِجَالٌ: آئے اور اکٹھے ہو گئے۔

**تشریح** ۞ عتبان بن مالکؓ: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن عمرو بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن خزرج انصاری الخزرجی السالمی

**هو ممن شهد بدرا** ابن اسحاق نے بدری صحابہ میں ان کا تذکرہ نہیں کیا۔ البتہ دیگر علماء نے ذکر کیا ہے۔ بخاری و مسلم نے ان کی یہی روایت نقل کی ہے ان کی وفات خلافت معاویہ میں ہوئی۔ یہ اپنی قوم کی دیات پر نگران رہے۔ **لقومی بنی سالم** یہ لام اجلیہ ہے مراد امامت کرانا ہے جیسا ابوداؤد طیالسی میں ہے۔ **یحول بینی و بینهم**۔ بارش کے وقت سیلاب حائل ہو جانا۔ **اجتیاز قبل مسجدهم**۔ مسجد والی جانب گزرنا۔ **انی انکرت بصری** زہری کے تمام شاگردوں کی روایت اسی طرح ہے۔ البتہ مسلم کے بعض رواۃ نے **اصابنی فی بصری** بعض العمی اور طبرانی میں **تماساء بصری**' کے الفاظ حافظ کہتے ہیں یہ اس وقت تو نابینا نہ تھے مگر بخاری کی محمود بن الربیع والی روایت میں یہ موجود ہے کہ وہ نابینا تھے اور اپنی قوم کی امامت کراتے تھے۔ میری نگاہ کمزور ہے۔ اندھیرے اور سیلاب کے مواقع آتے ہیں نووی کہتے ہیں مسلم کی بعض روایات میں "**انه عمی**" کے الفاظ بھی ہیں اس سے مراد منظر کا بڑی حد تک چلے جانا۔ قوات میں مشارکت سے عمی فرما دیا گیا۔

ابن حجر کا قول کہ یہ نابینا پن اس وقت تھا جب محمود راوی کی ان سے ملاقات ہوئی اس وقت نہیں جب کہ عتبان نے رسول ﷺ سے سوال کیا۔ باقی "**انا ضریر البصر**" کا مطلب انکرت اجری ہے۔ بقول ابن خزیمہ۔ انکرت اجری کا لفظ اسی پر بولا جاتا ہے جن کی نگاہ کا کچھ قصور ہو اور اندھا ہو جائے وہ تو کچھ بھی نہیں دیکھتا (فتح الباری)۔

حافظ زید لکھتے ہیں کہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس طرح کہیں عمی کا اطلاق اس لئے کیا کہ اس کا زمانہ بالکل قریب تھا اور بقیہ نگاہ کے جانے میں اس کی مشارکت تھی جس کی حالت صحت میں وہ حفاظت کرتے رہے۔ (فتح الباری)

**ان الوادی یسیل**۔ وادی کی طرف بہاؤ کی نسبت مجازی ہے۔

**فیشق**: مشکل ہو جاتا ہے۔ **فوددت** میری خواہش ہے واو پر ضمہ وکسرہ دونوں درست ہیں۔ **فتصلی** اس کا منصوب پڑھنا جائز ہے اگر فا تمنی کے جواب میں ہو۔ **مکانا اتخذہ مصلی** یہ جملہ مکانا کی صفت ہے بخاری اس پر فا داخل مانتے ہیں اس میں رفع ونصب دونوں جائز ہیں **سافعل** بخاری میں انشاء اللہ کے الفاظ بھی ہیں۔ بقول حافظ ابن حجر یہ تعلیق کے لیے محض تبرک کے لیے نہیں ۞ وحی سے جزم کی صورت میں تبرک کے لیے ہونے کا احتمال ہے۔ سین کا اس پر داخل کرنا اس کی تائید کرتا ہے (الکاشف) بیضاوی نے اولئك سوف یوتیهم اجورهم کی تفسیر میں لکھا ہے۔ سوف کا آنا تاکید وغیرہ کے لیے ہے مگر صاحب تقریب نے کہا سوف تاخیر کے لیے ہے۔ باقی وقوع کا یقین وخارجی قرآئن سے ہے۔

**فغدا علی رسول ﷺ** اسماعیلی کی روایت غرو کا لفظ ہے۔ طبرانی کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال جمعہ کے دن کا واقعہ ہے اور تشریف آوری ہفتہ کے دن تھی۔ وابوبکرؓ زہری کے جملہ رواۃ میں صرف ان کا ذکر کیا اور اوزاعی کی روایت میں "**فاستا ذنانازنت لهما**" ہے لیکن مسلم کی دوسری روایات میں "**فاتانی و من شاء الله من اصحابه**" طبرانی نے **فجاء نبی فی نفر من اصحابه**" اور ایک روایت میں ومعه ابوبکر وعمر ہے ممکن ہے شروع میں ابوبکر کے ساتھ آئے پھر عمرؓ دیگر احباب بھی جمع ہو گئے۔

**اشتد النهار**: سورج خوب چڑھ چکا تھا۔ **فلم یجلس حتی قال** یہ بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں اس سے مراد واضح ہو جاتی ہے یہاں بیٹھنے سے پہلے فرمایا اور ملیکہ کے گھر میں جلس واکل کے الفاظ ہیں۔ پھر وہاں نماز پڑھی۔ کیونکہ وہاں کھانے کی دعوت تھی۔ اس لئے ابتداء فرمائی پھر وہاں نماز ادا فرمائی۔ پھر رواۃ بخاری کے ہاں اس طرح ہے۔ **کشمیهنی** کا اختلاف ہے۔ احب میں چاہتا ہوں **قال رسول ﷺ** نماز شروع فرمائی۔ **وکبر وصففنا لما** مفعول محذوف ہے ای **انفسنا** ہم نے بذات خود صف بچھائی ① ممکن ہے حذف نہ ہو مراد یہ ہو **مخصل منا التصاف**" **فصلی رکعتین** نفل میں جماعت درست ہے اگرچہ وہ مستقل طریقہ نہیں۔ **فحبسته** لوٹنے سے روکا۔ بخاری میں "**فحبسنا**" ہے۔ **خزیرۃ** ابن قتیبہ کہتے ہیں گوشت کی چھوٹی بوٹیاں کر کے پانی میں گلائیں جب پک جائیں تو اس میں چھینٹا ڈال کر پکالیں اگر گوشت نہ ہو تو اس کو **عصیدۃ** کہتے ہیں جب آٹے کی بجائے موٹا آٹا ڈالیں تو خزیرہ بن جاتا ہے۔ **جشیشة** دلیا۔ (نہایہ و فتح الباری) **تصنع له** یہ ماقبل کی صفت ہے۔ **اهل الدار** اهل محلّہ جیسا اس روایت میں ہے خیر دور **نبی النجار** یعنی ان کا محلّہ۔ **فثاب رجال منهم** منتشر ہونے کے بعد جمع ہوئے۔ مثابہ اسی پر بولتے ہیں گھر کو مثابۃ کہتے ہیں۔ ثاب اذا رجع (**المحکم**) **رجل منهم** اس کا نام معلوم نہیں۔ **مالك** سے ابن دخشن یا دخیشن بخاری کے رواۃ کو مصغر یا مکبر میں اختلاف ہوا۔ بقول طبرانی یہ **دخشم** ہے یہ ابوداؤد اور مسلم کی روایت میں اسی طرح ہے۔ (فتح الباری) **رجل** نام معلوم نہیں۔ بعض نے تخمینہ سے نام لیا ہے۔ **لاتقل**۔ اس کو منافق مت کہو۔ **الاتراہ** کیا تمہیں معلوم نہیں۔ **قال لا اله الا الله یبتغی بذلك وجه الله تعالی**۔ آپ ﷺ نے ان کے ایمان کی شہادت دی مالک کے بدری ہونے پر اتفاق ہے انہوں نے سہیل بن عمرو کو گرفتار کیا۔ ترمذی

کی روایت میں مخاطب کو آپ نے فرمایا "الیس قد شھد بدراً" اور ابن اسحاق نے نقل کیا آپ ﷺ نے مالک اور معن بن عدی کو مسجد ضرار جلانے کے لیے بھیجا اُس سے ان کا نفاق سے بری ہونا ثابت ہوا۔ یا وہ وہاں نہ آ سکے شاید کوئی عذر ہو۔ اس پر تعجب کا باعث ان کی کثرت آمد تھی یا نفاق سے عملی مراد ہو الی المنافقین: بظاہر یہ ودہ سے متعلق ہے۔ آلی لام کے معنی میں ہے مفعول محذوف ہے وہ متعدی بن گیا ہے۔ بذلك سے قول لا الہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وجہ اللہ اس قید سے منافقین کو نکالا گیا ہے۔ آگ کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آگ میں خلود حرام ہے۔ ② طبقہ کفار میں داخلہ حرام ہے نہ کہ عاصی مؤمنین والا طبقہ۔ ③ تحریم دخول اس شرط پر عمل صالح حاصل نہ ہو اور سیئات سے تجاوز نہ کیا جائے۔

**تخریج**: بخاری، مسلم کتاب الایمان ۔نسائی ابن ماجہ ابن حبان ۲۲۳ ابن خزیمہ ۳۲۹ عبدالرزاق ۱۹۲۹ طبرانی کبیر صحفہ ۵۰ جلد ۱۸ احمد ۹/۲۳۸۳٤

**الفوائد**: اندھے کی امامت درست ہے' وہ مقامات متبرک ہیں جدھر رسول ﷺ نے نماز ادا فرمائی یا آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ اہل محلّہ کو کسی عالم کی آمد پر استفادہ کے لئے جمع ہو جانا چاہیئے۔ جو عمل اللہ کی رضا مندی کے لئے کیا جائے تو اس کو اللہ قبول فرماتے ہیں۔

٤١٩ :وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَبْيٍ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِّنَ السَّبْيِ تَسْعٰى إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ اَخَذَتْهُ فَاَلْزَقَتْهُ بِبَطْنِهَا فَاَرْضَعَتْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْاَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ ؟ قُلْنَا :لَا وَاللّٰهِ ـ فَقَالَ :"اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ـ

۴۱۹: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے۔ ایک قیدی عورت دوڑتی پھرتی تھی۔ جب وہ ایک بچے کو قیدیوں میں پاتی تو اس کو پکڑتی' سینے سے چمٹاتی اور اس کو دودھ پلاتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟ نہیں اللہ کی قسم! تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بہت بڑھ کر مہربان ہیں جتنی یہ اپنے بچے پر مہربان ہے۔ (بخاری و مسلم)

قدم: صیغہ مجہول علی رسول ﷺ بسبی۔

**النحو**: ایک ظرف نائب فاعل ہے اور دوسرا محل حال میں ہے سبی مصدر ہے مراد اسم مفعول ہے بمعنی (قیدی) امراۃ یہ مبتداء ہے من السبی یہ امراۃ کے لئے محل صفت میں ہے۔ تسعی یہ خبر ہے۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں البتہ مسلم کی روایت میں (تبتغی) کے الفاظ ہیں جس کا معنی طلب کرنا ہے۔

**قاضی عیاض کا قول**: مسلم کی روایت وہم ہے صحیح بخاری والی ہے نووی کہتے ہیں دونوں درست ہیں وہم والی بات غلط ہے۔ مطلب یہ ہے وہ دوڑی چلی آ رہی تھی اپنے بچے کو ڈھونڈ رہی تھی۔

اذا وجدت صبیا: اذا شرط کے معنی کے لیے جس وقت وہ کسی دودھ والے بچے کو پاتی۔
فالزقته ببطنها: شفقت سے اس کو پیٹ سے چمٹاتی اور دودھ پلاتی اتروں وآ کا فتح ہو تو اعتقاد کے معنی میں ہوگا اور ضمہ ہو گمان کے معنی میں۔ ھذہ المرأۃ: یہ اشارہ مشارالیہ مل کر پہلے فعل کا پہلا مفعول یا دوسرے فعل کا دوسرا مفعول۔ طارحۃ: یہ دوسری صورت میں حال ہے۔ ولدھا: یہ طارحۃ کا مفعول ہے۔ فی النار طارحۃ کے متعلق ہے۔ قلنا لا واللہ عدم اعتقاد کی قسم سے تاکید کردی۔ بخاری کے بعض نسخوں میں واللہ للہ اور دوسرے میں لام کے بغیر واقع ہے۔ یہ لام تاکید ہے۔ یا جواب قسم مقدر ہے۔

**تخریج**: اخرجہ البخاری (۵۹۹۹) و مسلم (۲۷۵٤)

**الفوائد**: آدمی کو تمام معاملات میں اپنا تعلق اللہ سے رکھنا چاہیے وہ سب سے بڑا مہربان ہے کسی چیز کی اچھی طرح پہچان کے لئے مثال بیان کی جا سکتی ہے۔

٤٢٠: وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: "لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ الْخَلْقَ کَتَبَ فِیْ کِتَابٍ فَھُوَ عِنْدَہٗ فَوْقَ الْعَرْشِ: اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ" وَفِیْ رِوَایَۃٍ "غَلَبَتْ غَضَبِیْ" وَفِیْ رِوَایَۃٍ "سَبَقَتْ غَضَبِیْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۴۲۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے ارشاد فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس کو ایسی کتاب میں لکھ دیا جو اس کے ہاں عرش پر ہے (اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ) اور دوسری روایت میں (غَلَبَتْ غَضَبِیْ) اور تیسری روایت میں سَبَقَتْ غَضَبِیْ۔ یعنی میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے یا سبقت کرنے والی ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ کتب فی کتاب: صحائف ملائکہ مراد ہیں۔
**النحو**: فھو یہ مبتداء اس کی خبر ان والا جملہ ہے عندہ فوق العرش: یہ ظرف محل حال میں ہیں اس کا عامل محذوف ہے۔ یعنی اعنیہ حال کونہ عندہ عندیت سے شرف و مکان فوق العرش مراد ہے۔ ان رحمتی تغلب غضبی دوسری روایت میں سبقت غضبی نحو یہ جملہ ھو کی خبر ہے۔ قول علماء۔ اللہ تعالیٰ کا غضب و رضا اس کے ارادہ کا نام ہے اس کا ارادہ مطیع کو ثواب دینا۔ بندے کی منفعت اس کی رضا و رحمت کہتے ہیں اور اس کا ارادہ نافرمان کو سزا دینا اور رسواء کرنا ہے۔ اس کو غضب کہتے ہیں۔ ارادہ اللہ تعالیٰ صفت قدیمہ ہے اس کو وہ تمام مقصود کا ارادہ فرماتا ہے۔ سبق و غلبہ سے مراد کثرت و شمول رحمت ہے جیسا محاورہ میں کہتے ہیں غلب علی فلان الکرم و الشجاعۃ جبکہ وہ بہت سخاوت کرے۔

**تخریج**: بخاری فی الرقاق مسلم فی التوبہ ترمذی ابن ماجہ احمد ۳/۹٦۰۳۔

**الفوائد**: لفظ رحمت سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت الٰہی بغیر استحقاق کے بھی مل جاتی ہے جیسے ماں کے پیٹ کا بچہ اور غضب بغیر استحقاق کے نہیں ملتا بس آدمی کو اس کی امید رکھنی چاہیے۔

۴۲۱ :وَعَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ وَاَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْءً ا وَّاحِدًا فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتّٰى تَرْفَعَ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَّلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهٗ" وَفِيْ رِوَايَةٍ :"اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِائَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَآمِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا وَاَخَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى تِسْعًا وَّتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَّرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ مُسْلِمٍ اَيْضًا مِنْ رِّوَايَةِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ يَّتَرَاحَمُ بِهَا الْخَلْقُ بَيْنَهُمْ وَتِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ" وَفِيْ رِوَايَةٍ :"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْاَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلٰى وَلَدِهَا وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلٰى بَعْضٍ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ"

۴۲۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے ننانوے اپنے ہاں محفوظ کر لئے اور ایک حصہ زمین پر اتارا۔ اسی ایک حصے ہی کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کھاتی ہے یہاں تک کہ جانور بھی اپنا کھر اپنے بچے سے اس ڈر سے ہٹالیتا ہے کہ اسے تکلیف نہ پہنچے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت کو جنات انسانوں چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اتارا۔ اسی کے سبب ہی وہ آپس میں نرمی کرتے اور رحم کھاتے ہیں اور اسی کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربانی کرتا ہے اور ننانوے رحمتوں کو مؤخر کیا جن سے وہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

مسلم کی وہ روایت جو سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت کے سبب مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور ننانوے رحمتیں قیامت کے دن کے لئے ہیں اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمانوں و زمین کو پیدا فرمایا۔ سو رحمتیں پیدا فرمائیں ہر ایک رحمت اتنی بڑی ہے کہ آسمان و زمین کے خلا کو بھر دے۔ ان میں سے ایک رحمت زمین میں رکھ دی۔ اسی رحمت ہی کی وجہ سے والدہ اپنے بچے پر اور وحشی جانور اور پرندے ایک دوسرے پر رحم کھاتے ہیں جب قیامت کا دن آئے گا تو رب ذوالجلال والاکرام اپنی رحمتوں کو ملا کر اس رحمت کو مکمل فرمادیں گے۔

**تشریح** ۞ جعل الله الرحمة مائة جزء تاویل میں متکلمین کے نزدیک اس چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف درست ہے جو حقیقت لغویہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ پر بولے نہیں جاسکتے۔ دو وجوہ ہیں۔ ① ارادہ پر عمل کریں تو صفات ذات سے بن جائے گا۔ ② فعل اکرام پر محمول کریں تو صفات فعلیہ سے ہوگا مثلاً رحمت یہ لغت میں رحم سے نکلا ہے۔ اس کا حاصل رقت طبعی اور فطری میلان ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال و ناممکن ہے۔ بعض نے اس کو ارادہ خیر پر محمول کیا اور بعض نے فعل

خیر پر۔ بعض مقامات پر ان میں ایک تاویل سیاق کی وجہ سے متعین ہو جاتی ہے مثلاً فعل خیر کی تاویل متعین ہے تا کہ صفت فعلیہ بنے۔ یہ اشعری کے ہاں حادث ہے پس مخلوق پر صادق آئے گی۔ پس ارادہ کی تاویل درست نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ صفات ذات میں سے ہے۔ جس سے مخلوق کا تعلق ممنوع ہے اور اس آیت میں "لاعاصیم الیوم من امر الله الامن رحم" میں ارادہ کی تاویل متعین ہے۔ اگر اس کو فعل پر محمول کرو تو یہ بعینہٖ عصمت بنے گی پس استثناء شیٔ من نفسہ لازم آئے گا۔ گویا تم یوں کہنے والے بن جاؤ گے۔ لاعاصم الاالعاصم پس ثابت ہوا کہ رحمت سے مراد تو ارادہ رحمت لیا جائے گا اور عصمت اپنے مقام پر رہے گی کیونکہ مکروہات سے فعلاً ممانعت ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا محذور سے باز نہیں رہ سکتا مگر وہ شخص جس کے لئے اللہ تعالیٰ سلامتی کا ارادہ فرمالیں۔ (الدمامینی تعلیق المصابیح) یہ تو ہوا حالانکہ روایت مسلم میں موجود ہے "کل رحمة طباق مابین السماء والارض"۔

فامسك عنده تسعه وتسعين۔ ایک روایت میں جزء اس کی تمیز مذکور ہے جب کہ دوسری روایت میں انه اخر عنده تسعه وتسعين رحمة " کے الفاظ ہیں انزل في الارض جزءً واحداً۔ اور ایک روایت میں "ارسل في خلقه كلهم رحمة واحدة" فمن ذلك الجزء۔ ۱) من تعلیلیہ ہے۔ ۲) با کے معنی میں بسببیہ ہے۔ ③ ابتدائیہ ہے۔ ④ تبعیضیہ۔ اسی جزء کی وجہ سے یتراحم الخلائق ایک روایت میں "فيها يتعاطفون وبها يتراحمون بها تعطف الوحش على ولدها" یعنی اسی کے سبب سے تمام مخلوق ایک دوسرے پر رحمت کر رہی ہے۔ حتى ترفع الرابة حافرص عن ولد خشية ان تصيبه گھوڑے اور حمار کے لئے حافر اور گائے کے لئے ظلف اور اونٹ کے لیے خف استعمال ہوتا ہے خشية۔ یہ مفعول لہ ہے ابو جمرہ فرماتے ہیں حافر والے کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اپنے بچے سے زیادہ الفت ہوتی ہے۔ فرس میں خفت وسرعت منقل میں پائی جاتی ہے اس کے باوجود وہ بچے پر پاؤں رکھنے سے اپنے کو روکتا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ان لله تعالي مالة رحمة بین الجن والانس ظرف حال بن سکتا کیونکہ نکرہ موصوف ہے لصدو صفیت نکارت کے لئے ہیں البهائم وہ بیان سے گونگا ہے اس لیے بہم کہلاتا ہے بقول بیضاوی ہر وہ زندہ جس میں قوت امتیاز نہ ہو۔ راغب کہتے ہیں جو حیوان غیر ناطق ہو بطور تعارف جو سباع و پرندہ نہ ہو۔ پھر آٹھ جوڑوں کے لیے استعمال ہونے لگا جب کہ ان میں اونٹ ہو اور اس کا نام رکھنے کی وجہ کام کو مبہم رکھنے اور چھپانے کی وجہ سے ہے۔ الهوام جمع هامة کیڑے مکوڑے الوحش جو مانوس نہ ہو (المصباح) یرحم بهاعباده اس سے قیامت کے دن بندوں کو امید اور مزید کرم کی توقع دلائی۔

(متفق علیہ)

فرق روایت: مسلم کی روایت سلمان فارسیؓ ان الله تعالي اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ منه کہ غیر خبر کی تقدیم حصر کو ظاہر کرتی ہے۔ یتراحم باب تفاعل مبالغہ کے لئے لائے ایے یرحم۔ تسع وتسعون واو عاطفہ ہو تو تسع مبتداء اور اس کی خبر محذوف ہے وہ منها ہے ماقبل کا جملہ اس کی دلیل ہے۔ ایک نسخہ میں تسعة جو کہ زیادہ درست ہے ليوم القيامة ① ظرف حال ہے۔ ② ظرف خبر بھی بن سکتی ہے مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے مالة رحمة یعنی انعامات کی سو اقسام اور فضل کی اقسام طباق ڈھکنی ہوتی ہے مابين السماء والارض۔ ان کے بڑے اور عظیم ہونے کے باوجود ان کو بھرنے والی ہے رحمة فبها باسببیہ ہے۔ ۲) تبعیض کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں يشرب بها عباد الله۔ ان میں سے بعض

کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بندے بچیں گے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ وہ آخرت کی طرف لوٹے گی اور اس سے سو مکمل ہو جائیں گی۔ پس دنیا میں جو اسکے بعد ثمرات ظاہر ہوتے اور بعض آخرت میں۔ تعطف الوالدہ علی ولدھا عطفت الناقہ علی ولدھا از ضرب شفقت کی اور اپنا دودھ اس کو پلایا۔ (المصباح)۔

بعضھا علی بعض: یہ مبتداء ہے اور خبر ② ماقبل سے بدل البعض بھی بن سکتا ہے۔

فاذا کان یوم القیامۃ: اذا شرطیہ ثبوت امر کے لئے آیا اور کان وجد کے معنی میں ہے اکمھا اللہ بھذہ الرحمۃ۔ ۹۹ جمع شدہ کو اس ایک سے ملا کر مکمل فرما دیں گے۔

ایک بشارت: اس میں مسلمانوں کے لیے بشارت ہے۔ علماء کا قول جب ایک رحمت سے اسلام' قرآن' نماز' دل کی رحمت وغیرہ انعامات الٰہی ملے تو سو رحمتوں کے کیا کہنے۔ جبکہ وہ دار القرار اور دار الجزاء ہے۔

**تخریج**: بخاری فی الادب 'مسلم فی التوبہ 'ابن حبان ٦١٤٦ 'ابن ماجه ٤٢٩٣ 'طبرانی ٦١٢٦ 'دارمی ٢/٣٢١ ' ادب المفرد للبخاری ص ١٠٠ ترمذی بیہقی ٣٥ 'احمد ٣/٩٦١٥ ۔

**الفوائد**: اس روایت میں ایمان والوں کو خوش خبری دی گئی کیونکہ موجود کے ساتھ موعود کی بھی خوشی ہوتی ہے۔

٤٢٢ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَحْكِيْ عَنْ رَّبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ : "اَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ : اَیْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى : اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ : اَیْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ فَلْيَفْعَلْ مَا شَآءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى : "فَلْيَفْعَلْ مَا شَآءَ" اَیْ مَا دَامَ يَفْعَلُ هٰكَذَا يُذْنِبُ وَيَتُوْبُ اَغْفِرُ لَهٗ فَاِنَّ التَّوْبَةَ تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا۔

۴۲۲ : حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس بندے نے کوئی گناہ کیا ہو پھر کہا : (اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ) کہ اے اللہ تو میرے گناہوں کو معاف فرما۔ پس اللہ فرماتے ہیں میرے بندے نے ایک گناہ کیا وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ایسا ہے جو گناہوں کا بخشنے والا ہے اور گناہ پر پکڑ بھی سکتا ہے۔ پھر اس نے دوبارہ گناہ کیا اور پھر کہا اے رب: (اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ) اے میرے رب میرے گناہ کو معاف فرما۔ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے ایک گناہ کیا پھر جانا کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو بخش بھی سکتا ہے اور پکڑ بھی سکتا ہے۔ پھر بندے نے تیسری بار گناہ کیا اور گناہ کر کے یہی کہا اے رب: (اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ) اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور اس نے جانا کہ میرا رب ہے جو گناہ کو بخش بھی سکتا ہے اور پکڑ بھی سکتا

ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پس وہ جو چاہے کرے۔ (بخاری و مسلم) (هَلْ يَفْعَلُ مَا شَاءَ) یعنی جب تک وہ گناہ کرتا اور اس سے توبہ کرتا رہے گا میں اس کو بخشا جاؤں گا۔ بے شک توبہ ماقبل کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔

**تشریح** ۞ اذنب: گناہ کرنا۔ فقال اللهم اغفرلی فاملا کر بتلادیا کہ اگر مخالفت کر لی تو جلدی سے توبہ کر لینی چاہیے۔ازنب عبدی یہ اضافت تشریفی ہے۔ یہ اس کی طرف سے مزید فضل و عنایت ہے۔ فعلم رفه له ربا یہ مسلم کے الفاظ ہیں بخاری کے الفاظ: "فقال ربه اعلم عبدی ان له ربا" جس سے فا اور ہمزہ حذف کریں اس کو اسی معنی پر محمول کریں گے یعنی میں جانتا ہوں کہ اس کا ایک رب ہے یہاں استفہام کا حقیقی معنی نہیں اور یہ اس عطف کا حرف محذوف بھی نہیں ہو سکتا۔ حذف حرف واؤ ہوتا ہے جبکہ التباس کا خطرہ نہ ہو۔

جمیعا: کثیر گناہ کو بخش دے گا تو ایک گناہ کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔

عماد: توبہ کے بعد اسی گناہ کی طرف لوٹا یا کسی اور کی طرف۔

ای رب: ای اگر بعید کے لیے ہو تو چونکہ دنیا میں کسی نے اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا مصطفیٰ ﷺ نے معراج میں بقول ابن عباسؓ دل کی آنکھ سے دیکھا اور ای اگر قریب کے لیے ہو کہ وہ حبل الورید سے زیادہ قریب ہے دوسری مرتبہ اس سے ندا یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ میں دور ہوتے ہوتے گناہ کی طرف لوٹ گیا۔ دیانت کا پورا اہتمام نہ کیا۔

رب کا لفظ کرہ سے جب مضاف الیہ یا کو حذف مانیں۔ ② با کا فتحہ ہوا الف حذف ہوگئی جو تخفیف کے لیے ہی ہے، بدل کر آئی تھی ③ ضمہ۔ یہ تینوں لغات ہیں رب وہ ذات تربیت کر کے کمال تک پہنچائے۔ یغفر الذنب اگر وہ چاہے گا تو بخش دے گا الف لام جنس کا ہے۔ تمام گناہوں کو عموم کے ساتھ شامل ہے۔ یا خذ بالذنب گناہ پر سزا دیتا ہے۔ یہاں ذنب کو تقبیح کے لیے ظاہر کیا کہ پکڑنے کا باعث مخالفت ہے۔ قد غفرت لعبدی کیونکہ اس سے صحیح توبہ کر لی۔ ② محض فضل سے بخش دیا۔ پہلا قول اقرب ہے۔ فلیفعل ماشاء یعنی وہ گناہ جن کے بعد توبہ کر لے۔

**مسئلہ**: اس سے ثابت ہوا کہ دوسری مرتبہ گناہ کا نقص نقصان نہیں دیتا بلکہ توبہ درست رہتی ہے۔ اسی طرح دوسری اور تیسری مرتبہ۔ اس سے کوئی اباحت مخالفت اور اکتساب گناہ کی دلیل نہ بنائے کیونکہ اس کا مفہوم یذنب و یتوب کہ وہ گناہ کر کے توبہ کرے۔ شرائط صحیحہ سے کی جانے والی توبہ تمام گناہ مٹا ڈالتی ہے۔

**تخریج**: بخاری فی التوحید، مسلم فی التوبہ، احمد ٣/٧٩٥٣، ابن حبان ٦٢٢ حاکم ٤/٢٤٢ بیهقی ١٠/١٨٨۔

**الفوائد**: جو آدمی اپنے گناہوں سے گڑگڑا کر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے گا اللہ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔ اگرچہ گناہ بار بار ہو اور تمام گناہوں کو مٹانے کے لیے ایک بار کی توبہ بھی کافی ہے۔

۴۲۳: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَجَآءَ بِقَوْمٍ يُّذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَيَغْفِرُ لَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۲۳: حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو مٹا کر ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو گناہ کر کے اللہ سے معافی مانگیں گے اور ان کو اللہ معاف فرما دے گا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **نفسی بیدہ**: جس کی قدرت میں میری جان ہے۔ قسم تاکید وتقویت مقام کے لیے لائی گئی ہے۔ **فیستغفرون اللہ تعالیٰ**۔ گناہ کے فوراً بعد معافی مانگ لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دیں گے۔

**تخریج**: مسلم (۲۷۴۹)

**الفوائد**: اس میں اس بات کو ظاہر کیا کہ اللہ گنہگاروں سے تجاوز فرمانے والے ہیں انہیں توبہ کی طرف رغبت کرنی چاہیے۔ اس میں گناہوں میں منہمک لوگوں کے لیے تسلی نہیں جیسے بعض لوگوں کو گمان ہوا۔

۴۲۴: وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ: "لَوْ لَا اَنَّکُمْ تُذْنِبُوْنَ خَلَقَ اللّٰہُ خَلْقًا یُّذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ فَیَغْفِرُ لَھُمْ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۴۲۴: حضرت ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے جو گناہ کر کے استغفار کرتے پھر (اللہ عزوجل) ان کو بخشتے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **ابوایوب انصاریؓ**: ان کے حالات باب برالوالدین میں گزرے۔ وفات کے وقت فرمایا آج تک ایک بات میں نے چھپائے رکھی اب وہ بتلائے دیتا ہوں تو فرمایا: "**لو لا انکم تذنبون**...... مسلم کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: "**لولم یکن لکم ذنوب یغفرھا اللہ لکم لجاء اللہ بقوم لھم ذنوب یغفرھا لھم**" یہ لفظ صغانی نے مشارق میں ذکر کیے۔

**ابن مالک کا قول**: یہ گناہوں پر تحریض نہیں بلکہ صحابہ کے دلوں سے شدت خوف کے ازالہ کیلئے فرمایا ان پر خوف غالب تھا اسی لیے ان میں سے بعض پہاڑوں پر عبادت اور عورتوں سے علیحدگی نیند سے علیحدگی کی طرف مائل ہونے لگے تو انکو تسلی دی۔

**ایک تنبیہ**: رجاء مغفرت پر خبردار کیا اور ثابت کیا کہ جو علم الٰہی میں بات سبقت کر چکی کہ وہ عاصی کو بخشے گا۔ اگر عدم عاصی فرض کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کر دیں جو گناہ کر کے بخشش چاہیں۔

**تخریج**: اخرجہ مسلم (۲۷۴۸)

**الفوائد**: امید مایوسی پر ہمیشہ غالب ہونی چاہیے فرمایا: **انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکفرون**۔

۴۲۵: وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا قُعُوْدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مَعَنَا اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِنْ بَیْنِ اَظْھُرِنَا فَاَبْطَاَ عَلَیْنَا فَخَشِیْنَا اَنْ یُّقْتَطَعَ

دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اَتَيْتُ حَائِطًا لِّلْاَنْصَارِ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ اِلٰى قَوْلِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذْهَبْ فَمَنْ لَقِيْتَ وَرَآءَ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۲۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک جماعت میں بیٹھے تھے جن میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے لوگ بھی موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور واپسی میں دیر کر دی۔ ہمیں خطرہ ہوا کہ ہماری غیر موجودگی میں آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو۔ پس ہم گھبرا کر اٹھے تو سب سے پہلے گھبرانے والا میں ہی تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لئے نکلا یہاں تک کہ انصار کے ایک باغ میں پہنچا۔ لمبی روایت ذکر کی گئی ہے جس میں آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ جاؤ جس کو بھی اس دیوار کے باہر پاؤ بشرطیکہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی دل کے یقین کے ساتھ دیتا ہو اس کو جنت کی خوشخبری ہے"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ کنا قعودًا: یہ قاعد کی جمع ہے بیٹھنے والے۔ مع یہ ظرف ہے (صاحب الحکم والجوہری) یہ اسم ہے جو صحبت کا معنی دیتا ہے نفر: یہ تین سے نو مردوں کیلئے آتا ہے۔ بعض نے سات کہا ہے۔ من بین اظهرنا۔ بین کا مضاف الیہ حذف کر دیا اظہر کو لائے کیونکہ آپ ان کے مابین تھے۔ فابطاء علینا آنے میں تاخیر کر دی۔

ان يقتطع دوننا پکڑ لیے جائیں۔ شاید یہ "والله يعصمك من الناس: کے نزول سے پہلے یا بعد کی بات ہے صحابہ کرام کو جسمانی ضرر پہنچائے جانے کا خطرہ ہوا۔ ففزعنا۔ فزع گھبراہٹ کے معنی میں آتا ہے اور اہتمام کے معنی میں آتا ہے اور اغاثہ کا معنی بھی آتا ہے۔ قول قاضی۔ تینوں معانی بن سکتے ہیں یعنی ان کے روک لیے جانے سے گھبرا گئے تو اس طرح کہا وخشينا ان يقتطع دوننا' اور آخری دو وجوہ پہ یہ قول دلالت کرتا ہے 'خفنا: ہمیں میں خوف ہوا معمول کو حذف کر دیا کیونکہ اصل مقصود حصول فعل ہے۔ فزع ڈرا، گھبرایا۔ ابتغی تلاش کرنا۔ حتی اتیت حائطا للانصار حتی غایت مقدرہ کے لیے آیا ہے پس میں چلا یہاں تک کہ حائط کے پاس پہنچا۔ الحائط جمع حوائط اس کو اس لئے حائط کہتے ہیں کیونکہ اس کی چھت نہیں ہوتی۔ بقیہ حدیث کو حذف کر دیا کیونکہ ترجمۃ: اسباب سے متعلق نہ تھی اس سے تقطیع روایت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

الی قوله فقال۔ رسول ﷺ نے ابو ہریرہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: اذهب لمن لقيته: جس سے تیری ملاقات اس باغ سے باہر ہو۔ جبکہ وہ مخلص مومن ہو۔ مستيقنا بهاقلبه: دل سے یقین کرنے والا ہو۔ سین مبالغہ کے لیے ولائی گئی ہے مبنی کی کثرت معنی کی زیادتی کو بتلاتی ہے۔ منافق اس سے خارج ہو گے فبشره بالجنة کبیرہ میں ملوث ہونے سے پہلے مر گیا تو ابتداء داخل ہو جائے گا۔ ② یا مدت بعد اسلام لایا اور معصیت نہ کی۔ ۳) صغیرہ گناہ کیا اور اس پر گناہوں کا غلبہ نہ ہوا۔ ④ کبائر تھے مگر وہ تائب ہو گیا۔ ⑤ آگ میں کچھ عرصہ داخلے کے بعد صغائر پر مر گیا مگر زائد نیکیاں بھی تھیں۔ ٦) کبیرہ پر موت آئی اور توبہ بھی نہ کی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسے معاف کر دیا اور وہ ابتداء جنت میں داخل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ويغفر مادون ذلك لمن يشاء" نووی نے اس اشارہ کو حذف کر دیا جو عمرؓ نے کیا کہ کہیں لوگ مراتب علیاء کو فوت نہ کر لیں اور آپ ﷺ نے بھی ان کی موافقت کی۔ مصنف کے حذف کی وجہ ترجمۃ الباب سے عدم موافقت ہے۔

**تخریج** : مسلم (۳۱)

**الفوائد** : بے تکلف دوست کے ہاں داخل ہونے اس کے ہاں کھانا کھانے اور اس کی سواری پر سوار ہونے میں کوئی حرج نہیں جب کہ وہ اس میں گرانی محسوس نہ کرتا ہو۔

۴۲۶ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ : ﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهُ مِنِّيْ﴾ [ابراهيم:۳۶] الاية وَقَوْلُ عِيْسٰى : ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [المائده:۱۱۸] فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ : "اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ" وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : "يَا جِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ؟ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَا قَالَ وَهُوَ اَعْلَمُ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : "يَا جِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ : اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۲۶ : حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا جو حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں ہے: ﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهُ مِنِّيْ﴾ اور حضرت عیسیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا: ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (المائدۃ) پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر یوں عرض کی: اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ۔ اے اللہ میری امت میری امت اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اللہ نے فرمایا اے جبرائیل محمد کے پاس جاؤ اور تیرا رب اچھی طرح جانتا ہے اور ان سے پوچھو! کیوں روتے ہو؟ پس جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتلایا جو آپ نے کہا تھا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل محمد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو ہم تم کو تمہاری امت کے سلسلے میں راضی کر دیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض نہیں کریں گے۔ (رواہ مسلم)

**تشریح** ۞ تلا: تلاوت کی۔ رب انهن اضللن كثيرًا من الناس۔ حرف نداء کو مزید شہرت کی وجہ سے حذف کر دیا ھنّ کی ضمیر بتوں کی طرف راجع ہے اضلال گمراہی میں ڈالنا۔ یہ نسبت اضلال سببت کی وجہ سے ہے۔ جیسا "غيرهم الحياة الدنيا" میں ہے۔ فمن تبعني میرے دین پر چلا فانه مني وہ میرا ہے دینی معاملے میں مجھ سے جدا نہیں ہو سکتا۔ و من عصاني فانك غفور رحيم آپ ان کو ابتداء بخشنے اور ان پر رحمت کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

**بیضاوی کا قول**: اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو بخش سکتے ہیں البتہ وعید نے اس کے اور شرک کے درمیان تفریق کر دی۔ یہ علامہ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ علامہ ماتریدیؒ نے کہا عقلاء نے اس کو محال قرار دیا اور اصلاً اس کا امکان نہیں۔ کیونکہ ان کا گناہ قباحت کی وجہ سے جواز عفو کے لیے مانع ہے وقال یہ مصدر جس کا عطف قول اللہ تعالیٰ پر ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں یہ قول کا

اسم ہے فعل نہیں ہے عرب کہتے قال قولد وقالد وقیلد گویا آپ نے کہا اور عیسیٰ ﷺ نے پڑھی ان تعذبهم فانهم عبادك وہ عذاب کے حقدار ہیں کیونکہ آپ مالک ومتصرف ہیں۔ وان تغفرلهم هم سے مؤمنین مراد ہیں۔ فانك انت العزیز الحیکم خلاصہ یہ ہے کہ اگرتم عذاب دوتو عدل ہے اور اگر بخش دوتو یہ فضل ہے۔ فرفع ﷺ یدیه و قال اللّٰهم امتی امتی ای ان پر رحم فرمایا لحاظ فرمایا اسی طرح کا فعل یہ مخول بہ ہے۔ امتی مبتداء ہے ای امتی عبادك و فنعمتك فیهم فضل و عقابك عدل میری امت تیرے بندے ہیں۔ تیری نعمت ان میں فضل ہے اور تیرا عقاب عدل ہے۔ و بکی: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و نیاز سے رو پڑے۔ واجلك اعلم: یہ جملہ معترضہ توہم کے ازالہ کے لیے لایا گیا ہے۔ کہ استفہام حقیقت پر مبنی ہے اللہ تعالیٰ کا علم تو کسی چیز کے وجود سے پہلے ہی ہر چیز پر محیط ہے۔ تو بتلایا کہ انکشاف کے لیے نہیں دریافت نہیں۔ فسله مایبکیك یہ اذہب پر معطوف ہے استفہام بعد والے جملے کے سوال سے متعلق ہے۔ فاتاه جبرئیل آپ ﷺ کے اعزاز کے لیے آیا تاکہ رضامندی پوچھے وہ اعلیٰ مقام مرتبہ والا ہے۔ بما قال سے اپنا قول رب امتی امتی ذکر کیا۔ سنر منیك فی امتك یہ اس قول کے موافق ہے۔ ولسوف یعطیك ربك فترضی الایه۔ و لانسوء ك یہ معنی تاکید ہے۔ یعنی ہم آپ کو غم زدہ نہ کریں گے۔ کیونکہ ارضاء تو کبھی بعض کو معافی سے ہوسکتا اور باقی آگ میں چلے جائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم آپ کو خوش کریں گے غم آپ پر طاری ہی نہ ہوگا بلکہ تمام کو بچائیں گے۔

**فوائد نو یہ:** ① آپ ﷺ کی رحمت نہایت شفقت اور ان کی بھلائی کا خیال۔ ② امت کو عظیم بشارت۔ ③ آپ ﷺ کا عظیم مرتبہ۔

**تخریج:** اخرجه مسلم (۲۰۲)

**الفوائد:** آپ ﷺ کو امت کی مصالح کا کس قدر اہتمام تھا۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ جبرائیل امین کو اس لئے بھیجا تاکہ آپ کی عظمت کا اظہار ہو اور آپ کا اللہ کی بارگاہ میں سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔

٤٢٧: وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى حِمَارٍ فَقَالَ: "يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ؟ قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ: "فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: "لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۲۷: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا۔ پس آپ نے فرمایا اے معاذ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے والا ہو وہ اس کو عذاب نہ دے میں نے عرض کی یارسول اللہ کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنا دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مت

خوشخبری دو۔ پس وہ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے یعنی عمل چھوڑ دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ ردف: یہ مشہور روایت ہے۔ دوسری روایت ردف ہے کذا قال قاضی عیاض الردیف سوار کے پیچھے بیٹھنے والا۔ یہ سمع باب سے آتا ہے۔ قاضی کہتے ہیں طبری کی روایت کچھ وجہ نہیں رکھتی۔ علی حمار اس گدھے کا نام عفیر تھا۔

**قول نووی:** یہ پہلی روایت سے الگ واقعہ ہے۔ رحل اونٹ کے ساتھ خاص ہے اگرچہ جس پر سفر کیا جائے اسے رحل کہتے ہیں۔ ماحق الله علی العباد و ماحق العباد علی الله صاحب تحریر کہتے ہیں۔ ہر موجود کا حق ثابت ہے۔ ② یا جو لامحالہ پائی جائے اللہ تعالیٰ تو ازلی ابدی ہیں ان کا وجود حقیقی ہے۔ موت، جنت، نار برحق ہیں یہ ہر صورت ہونگی۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق وہ ہے جس کا وہ حقدار ہے اور ان کا حق اس پر اس کا مطلب یہ ہے بہرصورت ان کو ملنے والا ہے (التوریر) دوسروں نے کہا عرب کہتے ہیں حقك واجب علي یعنی اس کو پورا کرنا ضروری ہے نووی کہتے ہیں۔ علی العباد جو کہ واجب اور ان کے ذمہ ثابت ہے۔ اس کی عبادت کریں کسی کو بھی اس کا شریک نہ کریں۔ و حق العباد ① منصوب ہو ما قبل پر عطف ہے۔ ② ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے واؤ عاطفہ للجملہ ہے۔ ③ مستانفہ ہے۔

ان لا یعذب: بعض عصاۃ کا آگ میں داخلہ یہ عذاب نہیں بلکہ تطہیر ہے۔ کیونکہ عذاب قوالھم مع الاھانہ والاذلال کو کہتے ہیں۔ تاکہ جنت کا گھر بسانے کے قابل ہو جائے۔ افلا ابشر۔ اس کو پھیلانے میں خامشی اختیار کروں اور لوگوں کو نہ بتلاؤں۔ قال لاتبشرھم فیتکلوا آپ ﷺ نے صالح اعمال کے کثرت سے حاصل کرنے کو اس بشارت کو پہنچانے سے راجح قرار دیا۔

**تخریج**: بخاری فی التوحید و مسلم فی الایمان۔ احمد ۲۲۰۶۵/۸ عبدالرزاق ۲۰۵۶۱ طیالسی ۵۶۵ ترمذی ابن ماجہ طبرانی کبیر ۶۵۶/۲۰ ابن حبان ۲۱۰ الدعوانہ صحفہ ۱۷ جلد ۱ ابن مندہ ۹۲۔

**الفرائد**: دو آدمی ایک گدھے پر سوار ہو سکتے ہیں استاد امتحان کے لئے شاگرد سے سوال کر سکتا ہے تاکہ بعض اشکال کی وضاحت کی جا سکے۔ بعض ایمان کے شعبے ایسے ہیں جب ان کو کری دے تو اس سے ہمیشہ جنت واجب نہیں ہو جاتی۔

۴۲۸: وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ [ابراهيم: ۲۷] مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۲۸: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں پس اللہ کے اس ارشاد ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ (ابراہیم) کا یہی مطلب ہے "اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا میں مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتے ہیں اور آخرت میں بھی"۔ (مسلم، بخاری)

**تشریح** ۞ المسلم: سچا مسلمان فی القبر: سوال منکر نکیر مراد ہے۔ وہ سوال معلوم و معروف ہیں۔

بالقول الثابت: وہ جو ان کے ہاں حجت سے ثابت ہوا اور ان کے دلوں میں جم گیا وہ لا الہ کا قول ہے۔

**تخریج** : بخاری فی التفسیر مسلم فی صفة النار نسائی فی الجنائز ابوداؤد ترمذی طیاسی ٧٤٥ ابن حبان ٢٠٦ ابن ماجه ١٠٦٢ نسائی فی الکبری ١١٢٦٤/٦۔

**الفوائد** : جس آدمی کی موت توحید پر آئی اللہ قبر سے اس کو اعزاز کے ساتھ اٹھائیں گے جیسا کہ اللہ نے فرمایا: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔

٤٢٩ : وَعَنْهُ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اِنَّ الْكَافِرَ اِذَا عَمِلَ حَسَنَةً اُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِّنَ الدُّنْيَا وَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَدَّخِرُ لَهٗ حَسَنَاتِهٖ فِي الْاٰخِرَةِ وَيُعْقِبُهٗ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلٰى طَاعَتِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُّعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ حَسَنَةٌ يُّجْزٰى بِهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۲۹ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کافر دنیا میں کوئی اچھا عمل کر لیتا ہے تو اس کے بدلے میں اس کو دنیا میں ایک لقمہ دے دیا جاتا ہے باقی رہا مؤمن پس اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے لئے نیکیوں کو جمع کر دیتے ہیں اور دنیا میں اس کی اطاعت پر اس کو رزق بھی دیتا ہے اور ایک روایت میں الفاظ بھی آتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی مؤمن پر اس کی کسی نیکی کے معاملے میں ظلم نہیں کرتا۔ بس اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی دیں گے۔ مگر کافر دنیا میں جو عمل اللہ کی خاطر اچھے کر لیتا ہے تو اس کے بدلے اسے کھانا دیا جاتا ہے جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کا بدلہ دیا جائے گا۔

**تشریح** ۞ ان الکافر : جس قسم کا کافر ہو۔ اذا عمل حسنة : وہ نیکی کا دارومدار نیت پر نہ ہو مثلاً آزادی غلامان۔ صدقہ کرنا محتاج کو کھانا دینا۔ بیمار پرسی۔ وہ اعمال جن کا دارومدار نیت پر ہے مثلاً روزہ' نماز اسلام میں اگر نیت نہ ہو یہ سرے سے وجود میں نہیں آتے۔ بعض مستثنیٰ باتیں ہوتی ہیں مثلاً کتابیہ حیض سے غسل کر لے تو وہ اپنے خاوند کے لیے ضرورۃً حلال تر ہوگی جب اسلام لائے تو اس غسل کا اعادہ ضروری ہے۔ اطعم بها طعمة : اس کی جمع طعم آتی ہے جیسے غرفہ و غرف (المصباح) من الدنیا یہ طعمہ کے لیے محل صفت میں ہے۔ یہ اس کے عمل کا حصہ بنے گا جس نے کیا ہے اما المؤمن اگرچہ بظاہر وہ فاسق وفاجر ہو یہ بھی احتمال ہے کہ کامل مؤمن مراد لے لیں۔ فان اللہ یدخر له حسناته فی الآخرہ۔ اس کا ثواب آخرت کے لیے جمع کرتا ہے کبھی کبھی دنیا میں بھی دیتا ہے ویعقبه اور عنایت کرتا ہے اور کرے گا۔ رزقا فی الدنیا علی طاعته دونوں جہاں میں اس کے بدلے سے کوئی چیز مانع نہیں یہ شریعت سے ثابت ہے اس پر ایمان لازم ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں ان اللہ لا یظلم مومنا حسنه۔ ظلمهم کا معنیٰ اس کی نیکیوں میں سے کوئی نیکی بلا بدلہ نہیں چھوڑتا۔ ظلمهم کا معنیٰ یہاں نقص و کمی ہے۔ حقیقی معنیٰ اللہ تعالیٰ کے متعلق محال ہے۔ یعطی بها فی الدنیا۔ پہلا ظرف نائب فاعل دوسرا محل حال میں ہے۔ ویجزی بها : اس کے ساتھ ساتھ ثواب دیتا ہے۔ فی الآخرہ : عطی بها یہ جملہ

مستانفہ ہے اور ما کا جواب ہے کہا جاتا ہے ماذا یکون له بها۔ فیطعهم۔ یہ مجہول کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی رزق دیا جانا ۔بحسنات ماعمل بها ۔ با اول سببیہ اور دوسری بدلیہ ہے اور للہ یہ عمل کے فاعل سے محل حال میں ہے۔

ایک تنبیہ: اسے خبر دار کیا کہ کافر کو اس کی نیکی پر یہ دنیا والا بدلہ بھی تب ملتا جبکہ اس کا وہ اچھا عمل اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہو اس میں ریا شہرت جیسی نیتیں نہ ہوں اور اس سے پہلے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ دونوں چیزیں عمل کے ثواب کو دنیا و آخرت میں حبط کر دیتی ہیں۔ حتی اذا افضی الی الآخرہ۔ جب کفر پر موت کے ساتھ آخرت میں پہنچے گا۔لم یکن له حسنه یجزی بها۔ اگر کافر ان جیسی نیکیوں کے ساتھ ایمان بھی لے آتا ہے تو اس کو آخرت میں ان پر صحیح مذہب کے مطابق ثواب دیا جاتا ہے۔

**تخریج**: مسلم (۲۸۰۸)

**الفرائد**: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کا سامنا اپنے فضل اور کافر کا اپنے عدل سے فرمائیں گے۔

۴۳۰ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
"اَلْغَمْرُ" اَلْكَثِيْرُ۔

۴۳۰: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچوں نمازوں کی مثال لبالب بھری ہوئی نہر کی ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر ہو جس سے وہ دن میں پانچ بار غسل کرتا ہو۔ (مسلم)
اَلْغَمْرُ: کا معنی بہت زیادہ۔

**تشریح** ۞ مثل: مثال اور حالت کمثل: کاف زائد ہے۔نهر: جیسے نحرو شعر وغیرہ
قاعدہ: فَعْل کے وزن میں عین کا فتحہ بھی جائز ہے۔جار احمد کی روایت میں عذب کے لفظ آئے ہیں۔ماء عذب ایسا پانی جس میں نمکینی نہ ہو۔غمر: جو اس میں داخل ہو اس کو ڈھانپنے والی ہے۔علی باب احدکم قریبی مقام سے تاصل ہونے کی سہولت مراد ہے۔یغتسل منه کل یوم خمس مرات: احمد کی روایت میں" فما یبقی من الدنس"۔ کے الفاظ بھی وارد ہوتے ہیں۔ ما استفہامیہ الدنس میل کچیل جیسا پانی حسی میل کو دور کرتا ہے۔اسی طرح پانچوں نمازیں معنوی میل کچیل کو دور کر دیتی ہیں۔

**تخریج**: مسلم (۶۶۸)

**الفرائد**: پانچوں نمازیں گناہوں سے اس طرح کنارہ ہیں جیسا کہ پانی میل کو زائل کرنے والا ہے۔

۴۳۱ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ"

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۳۱: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا آپ ﷺ فرماتے تھے جو مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے جنازہ کو ایسے چالیس آدمی ادا کریں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے والے ہوں تو اللہ تعالیٰ میت کے متعلق ان کی سفارش کو قبول فرماتے ہیں۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **مامن:** مازائد ہے جو کہ من کے عموم کی تاکید کے لیے آیا ہے **رجل مسلم:** نکرہ سیاق نفی میں آیا ہے۔ مسلم کے شرف کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔ **فیقوم:** اس کا عطف یموت پر ہے جواب نفی میں ہونے کی وجہ سے نصب بھی جائز ہے۔ **علی جنازته اربعون رجلاً:** اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔ **شیئاً:** ذرہ بھر شرک نہ کرنے والے ہوں۔ **''الا شفعهم الله فيه''** یعنی اس کی مغفرت کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔ طبرانی اور حلیہ کی مرفوع روایت کے خلاف نہیں **''مامن رجل يصلى عليه مائة الاغفر له''**۔ ① کیونکہ عدد کا کوئی مفہوم نہیں۔ ② صحیح مسلم کی اس روایت کو ترجیح ہوگی۔ ③ طبرانی والی روایت وہ پہلے کی خبر ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس امت پر فضل فرمایا اور چالیس کی سفارش کو قبول فرمالیا اس کی مثالیں احادیث میں اور بھی موجود ہیں۔

**تخریج** : اخرجه مسلم (۹٤۸) و ابو داود (۳۱۷۰) و ابن ماجه (۱٤۸۹)

**الفوائد:** نمازِ جنازہ کی عظمت یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کا سفارشی بنا دیا۔ یہ سفارش عدم شرک کی صورت میں قبول ہوگی۔

۴۳۲ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ قُبَّةٍ نَحْوًا مِّنْ اَرْبَعِيْنَ فَقَالَ "اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ ؟" قُلْنَا: نَعَمْ قَالَ: "اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ ؟" قُلْنَا: نَعَمْ۔ قَالَ: "وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ وَّمَا اَنْتُمْ فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَآءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَآءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۳۲: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں قریباً چالیس افراد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر ارشاد فرمایا کیا تم خوش ہو گے کہ تم اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو؟ ہم نے عرض کی جی ہاں۔ پھر فرمایا کیا تم پسند کرو گے کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہو؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت کا نصف حصہ ہو گے اور وہ اس طرح کہ جنت میں صرف مؤمن جائیں گے اور مشرکین کی تعداد کے مقابلہ میں تم ایسے ہو جیسے کالے بیل کی کھال میں سفید بال یا سرخ بیل کے چمڑے پر سیاہ بال۔

(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ قبة: خیمہ کا بنا ہوا چھوٹا گھر۔ (النهاية) نحو۔ ① حال ہے اور اسے پہلے والا کان کی خبر ہو۔ ② اس کا عکس بھی جائز ہے۔ ربع: کالفظ اول حرف کے ضمہ کے ساتھ اور ثلث بھی اسی طرح پڑھا جائے گا۔ **والذی نفس محمد بیده:** قسم اور اپنا اسم گرامی معاملے کی تاکید و تفسیم کے لیے لایا گیا ہے۔ **انی لا رجوا ان تکونوا نصف اهل الجنة:** علماء کہتے ہیں۔ اللہ اور اس کی رسول کی طرف سے رجاء کا لفظ جہاں آیا ہے وہ کلام شاہی کی طرح یقینی اور قطعی بات ہے۔ جو بہر صورت واقع ہو گی جیسے بادشاہ کہتے ہیں: **عسی تعطی** قرطبی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس طمع کی اس قول سے تصدیق کر دی۔ "**وسوف یعطیک ربك فترضی**" اور یہ حدیث قدسی "**انا سنرضیك فی امتك**" مگر اس خوشخبری کی علت بارگاہ الٰہی سے اس طمع کی صورت میں بطور ادب ذکر کی گئی اور احکام عبودیت کے ساتھ بطور اطلاع کے ذکر کی گئی۔

نووی کہتے ہیں پہلے ربع پھر ثلث اور پھر شطر کہنے میں حکمت یہ ہے کہ یہ بات نفوس میں زیادہ گھر کرنے اور اکرام امت میں زیادہ بلیغ ہو۔ یکے بعد دیگرے دیتے جانا خصوصی توجہ اور ہمیشہ توجہ کی دلیل ہے۔ اس میں گویا بار بار بشارت کو دہرایا گیا ہے اور اس سے امت کو تجدید شکر اور کثرت حمد پر برانگیختہ کیا گیا ہے۔ ایک اور روایت میں وارد ہے کہ "**ان اهل الجنة مائة وعشرون صفاً هذه الامة منها ثمانون صفاً**" یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ امت محمد یہ اہل جنت کا دو ثلث ہوں گے اور حدیث باب سے اس پر اشکال نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث باب کی خبر پہلے ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء میں اضافہ کیا گیا اور پھر مذکورہ روایت والی خبر دی گئی اس کی مثالیں موجود ہیں مثلاً "**صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بخمس وعشرین**" دوسری روایت میں سبع عشرین ہے پھر اس کی وجہ بیان فرمائی۔ (نووی) **ذلك** جس بشارت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان الجنه لام محذوف کیونکہ جنت **لا ید خلها الا نفس مسلمة** یہ صریح نص ہے کہ جس کی موت کفر پر آ گئی وہ قطعاً جنت میں نہ جائے گا اور یہ نص بالا جماع اپنے عموم پر ہے۔ **فی اهل الشرك:** یعنی تمام امتوں کے مقابلے میں جن میں یاجوج وماجوج بھی شامل ہیں۔ **الا کالشعرة البیضاء او کالشعرة السودا فی جلد الثور الاحمر:** سے ابیض مراد ہے۔ اوشک راوی کے لئے ہے۔

**تخریج**: بخاری (٦٥٢٨) و مسلم (٢٢١) والترمذی (٢٥٤٧) و ابن ماجه (٤٢٨٣)

**الفرائد**: آدمی کا یکے بعد دیگرے دینا یہ توجہ کا ثبوت ہے اور ہر مرتبہ ایک نئی خوشخبری ہے اور یہ چیز تجدید شکر اور کثرت حمد کا داعیہ ہے۔ جس کی موت کفر پر آئی وہ جنت میں نہ جائے گا۔

۴۳۳: وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ دَفَعَ اللّٰهُ اِلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا فَیَقُوْلُ هٰذَا فِکَاکُكَ مِنَ النَّارِ" وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ نَاسٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ بِذُنُوْبٍ اَمْثَالَ الْجِبَالِ یَغْفِرُهَا اللّٰهُ لَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهٗ: دَفَعَ اِلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا فَیَقُوْلُ هٰذَا فِکَاکُكَ مِنَ النَّارِ" مَعْنَاهُ مَا جَآءَ فِیْ

حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "لِكُلِّ اَحَدٍ مَّنْزِلٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْزِلٌ فِي النَّارِ فَالْمُؤْمِنُ اِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ خَلَفَهُ الْكَافِرُ فِي النَّارِ لِاَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ لِذٰلِكَ بِكُفْرِهٖ "وَمَعْنٰى" فِكَاكُكَ "اِنَّكَ كُنْتَ مُعَرَّضًا لِّدُخُوْلِ النَّارِ وَهٰذَا فِكَاكُكَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدَّرَ لِلنَّارِ عَدَدًا يَمْلَؤُهَا فَاِذَا دَخَلَهَا الْكُفَّارُ بِذُنُوْبِهِمْ وَكُفْرِهِمْ صَارُوْا فِيْ مَعْنَى الْفِكَاكِ لِلْمُسْلِمِيْنَ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۴۳: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک ایک یہودی یا نصرانی عنایت فرما کر فرمائے گا یہ تیرا آگ سے بچنے کا فدیہ ہے اور ایک اور روایت انہوں نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمائی۔ اس میں فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا کچھ مسلمان ایسے بھی آئیں گے جن کے گناہ پہاڑوں کی طرح ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو وہ گناہ بھی بخش دیں گے۔ (مسلم)

دَفَعَ اِلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا اور پھر فرمائیں گے: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ اس کا معنی وہ ہے جو حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ ہر ایک کا جنت میں ایک ٹھکانہ ہے اور ایک ٹھکانہ آگ میں ہے پس مؤمن جب جنت میں داخل ہو جائے گا تو کافر جہنم میں اس کا جانشین ہوگا۔ اس لئے کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا حق دار ہوگا اور فِكَاكُكَ کا معنی یہ ہے تیرا فدیہ یعنی تو جہنم میں داخل کرنے کے لئے پیش کیا گیا تھا اور یہ تیرا فدیہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کے لئے ایک تعداد مقرر کی ہے جن سے وہ اس آگ کو بھرے گا۔ پس جب کافر اپنے کفر اور گناہ کی وجہ سے آگ میں داخل ہوں گے تو وہ ایسے ہوں گے گویا وہ مسلمانوں کے لئے جہنم سے رہائی کا ذریعہ بن گئے۔ واللہ اعلم

**تشریح** ✿ اذا کان جب قیامت کا دن ہوگا۔ **یھودیا او نصرانیا۔** ① دوسری روایت مسلم میں مطلق کافر کا تذکرہ ہے: "**اذا کان یوم القیامة اعطی کل رجل من ھذہ الامہ رجلاً من الکفار**" اس سے مقید کر دیا جائے۔ ② اس کو مقید نہ کیا جائے بلکہ کہا جائے کہ کفار کے بعض افراد کو بطور نمونہ ذکر کیا گیا ہے۔ **ھذا فکاك من النار**۔ مسلم کی روایت میں "**ھذا فداؤك من النار**" کے الفاظ ہیں۔ دونوں کا معنی چھٹکارا اور فدیہ ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں جو ابوموسیٰ اشعری ہی سے مروی ہے۔"**یجیئ یوم القیامة ناس من المسلمین بذنوب**" ذنوب سے بڑے بڑے گناہ مراد ہیں جیسا کہ امثال الجبال سے معلوم ہو رہا ہے۔ اتنی مقدار سے مقصود ترجمہ حاصل ہے اسی پر اکتفاء کیا گیا ہے اس روایت کے اختتام پر ہے۔"**ویضعہ علی الیھود والنصاری**" یہ پہلی روایت کے ہم معنی ہے۔ نووی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو اپنے فضل سے بخش دیں گے اور ان سے ساقط کر دیں گے اور وہ یہی دو نصاریٰ پر ان کے کفر کی وجہ اور اسی جیسے گناہوں کی وجہ سے ڈال دیے جائیں گے۔ جہنم میں ان کا داخلہ ان کے اپنے اعمال کفریہ کی وجہ سے ہوگا۔ یہ تاویل ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:" **ولا تزر وازرۃ وزر اخری بضعھا**: یہ مجاز مراد "**یضع مثلھا علیھم بذنوبھم**" لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے سیئات کو ساقط کر دیا اور کفار کی سیئات باقی رہیں تو وہ اسی مفہوم میں ہو گئے

گویا فریقین کا گناہ اٹھانے والے ہیں کیونکہ انہوں نے باقی گناہوں کو اٹھایا اور وہ ان کے اپنے گناہ ہیں۔ ⑥ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ گناہ ہوں جن میں کفار سبب تھے۔ انہوں نے ان کی بنیاد ڈالی اور من سن سنة سيئة كان عليه مثل وزر كل من يعمل بها" موجودہ حالات کے مطابق یہ تاویل خوب درست ثابت ہوتی ہے کیونکہ تمام برے عقائد و اعمال کے موجودہ دور کے یہودی عیسائی کمیونسٹ وغیرہ ہیں۔ نووی کا قول: یہ روایت اپنے ظاہری معنی پر نہیں کیونکہ "لاتزر وازرہ وزر اخری" واضح اس کا مطلب ابوہریرہؓ والی روایت ہے کہ جس میں ہر مؤمن و کافر کا جنت و دوزخ میں مکان ہے۔ جب تمام جنتی جنت اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو مکان ایک دوسرے کے دوسرے کو دے دیے جائیں گے گویا مکان کا بدلہ میں دینا صورۃً اسی کا بدلہ ہے۔ جنتی کو فكاك کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جہنم میں داخلے سے منہ موڑنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کے لیے ایک تعداد مقدر فرمائی جس سے اس کو بھر دیں گے جب کافر اپنے گناہوں اور کفر کی وجہ سے دوزخ میں چلے جائیں گے اور وہ مسلمانوں کے لیے بمنزلہ فدیہ بن جائیں گے جن کو آگ سے محفوظ کر لیا گیا ہے۔

**قول عمر بن عبدالعزیز و شافعیؒ:** یہ روایت مسلمانوں کے لیے بڑی امید والی روایت ہے۔ کیونکہ اس میں ہر مسلمان کے فدیہ کی تصریح اور تعمیم ہے وللہ الحمد۔

**تخریج** : مسلم (۲۷٦۷)

**الفوائد:** یہود و نصاریٰ کی بدانجامی ذکر فرمائی کہ وہ مسلمانوں کو آگ سے چھڑانے کا بدلہ بنیں گے۔

٤٣٤ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "يُدْنَى الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ رَّبِّهٖ حَتّٰى يَضَعَ كَنَفَهٗ عَلَيْهِ فَيُقَرِّرُهٗ بِذُنُوْبِهٖ فَيَقُوْلُ: اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُوْلُ رَبِّ اَعْرِفُ قَالَ : فَاِنِّيْ قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى صَحِيْفَةَ حَسَنَاتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"كَنَفُهٗ" سَتْرُهٗ وَرَحْمَتُهٗ۔

۴۳۴: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ قیامت کے روز مؤمن اپنے رب کے قریب کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ اسے اپنی حفاظت اور رحمت میں لے لے گا۔ پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروائے گا اور فرمائے گا کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ کیا تجھے فلاں گناہ کا علم ہے؟ مؤمن کہے گا ہاں۔ اے رب! جانتا ہوں۔ تو اللہ فرمائے گا میں نے دنیا میں بھی تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور آج بھی میں تیرے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں پھر اسے اس کی نیکیوں کا دفتر دے دیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

كَنَفُهٗ : اس کی رحمت اور پردہ پوشی۔

**تشریح** ۞ يدنى: یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا معنی قریب کیا جاتا ہے۔ من ربه: قرب مکان نہیں بلکہ قرب مقام مراد ہے۔ نووی کہتے ہیں۔ یہ اکرام کا قرب ہے مسافت کا نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے وراء الوراء ہے۔ كنفه فيقرره بذنوبه:

تمام اہل محشر سے اوٹ میں کر کے اس کے گناہ اس پر دلوائی جائیں گے کذا یہ کنایات مجہول سے ہے سترتھا علیک فی الدنیا: کسی آدمی کو اطلاع نہ تھی اور مبالغہ فی الاخفاء یہ ہے کہ فرشتوں سے بھی چھپا لیے جائیں۔ انا اغفر ھالك الیوم: قال کے مقولہ پر اس کا عطف ہے۔ صحیفہ حسنات کا نامہ عمل۔ کنف ستر و عفو کو کہتے ہیں۔

**تخریج** : بخاری فی الرقاق (۲٤٤۱) مسلم فی التوبه (۲۷٦۸) ابن ماجه (۱۸۳)

**الفوائد** : اللہ تعالیٰ کی مناوی کو ملاحظہ کریں کہ جس کے گناہ چاہے گا بخش دے گا۔ بخلاف اس کے جو کھلے طور پر گناہ کرنے والا ہے۔

٤۳۵ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنَ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ : اَلِيَ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ جَمِيْعُ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۳۵: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر وہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو بتلایا جس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ......﴾ "اور تم نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصہ میں بے شک نیک کام برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں"۔ اس آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا یہ حکم میرے لئے ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ میری امت تمام کے لئے ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ⊙ ان رجلاً: ابن خیثمہ کی روایت میں "من الانصار" کے الفاظ زائد ہیں۔ اس آدمی کا نام معتب اور کعب بن عمرو بھی بتلایا گیا یہی ابوالیسر ہے ترمذی' نسائی' بزاز نے خود عمرو ابوالیسر سے یہ روایت لی ہے۔ بعض شارحین نے نبہان التمار: اور بعض نے عمرو بن عذیہ بعض عامر بن قیس بعض نے عباد کہا ہے۔

ابن حجر دونوں کے واقعات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ نبہان' عمرو کے واقعات متعدد ہو سکتے ہیں۔ باقی زمخشری کا عمرو بن عذیہ کو ابوالیسر قرار دینا وہم ہے۔ اور عباد ابوالیسر کے دادا کا نام ہے۔ زیادہ قوی بات یہ ہے کہ یہ ابوالیسر ہے۔ (فتح الباری)

اصاب من امراۃ قبلۃ: ترمذی نے واقعہ نقل کیا کہ ان کے پاس ایک عورت آئی جس کا خاوند رسول ﷺ نے ایک سریہ میں بھیجا تھا اس سے کھجوریں طلب کیں ابوالیسر کہتے ہیں (اس پر نگاہ پڑنے سے) مجھے اچھی لگی میں نے اس کو کہا گھر میں اس سے اچھی کھجوریں ہیں۔ وہ اس کے ساتھ چل دی اس کی چٹکی بھری اور اس کو بوسہ دیا پھر ڈر گیا عورت نے اس کو کہا اللہ تعالیٰ سے ڈر وہ نکل کر ابوبکرؓ کے پاس پہنچا انہوں نے کہا توبہ کرو اور دوبارہ ایسا مت کرنا۔ پھر رسول ﷺ کی خدمت میں آیا "واقم الصلوۃ" تلاوت میں واؤ سمیت ہے۔ طرفی النھار: صبح و شام یہ مضاف الیہ ہے۔ حالت نصبی جری میں آیا ہے۔ و زلفا من

**اللیل:** یہ ۔ لفہ سے نکلا ہے جب وہ قریب ہو۔ یہ زلفۃ کی جمع ہے رات کی وہ گھڑیاں جو دن کے قریب ہوں دن کے اطراف میں صبح ظہر وعصر اور رات کے قرب میں مغرب وعشاء داخل ہیں۔ یہ **زلفي و زلفةقربى و قربة** کی طرح ہے۔ زلفا: دونوں ضمہ اور دوسرے کا سکون بھی وارد ہے جیسے بسر و بسر۔

**يذهبن السيئات** ان کا کفارہ بن جاتی ہیں ۔حدیث میں وارد ہے۔ "ان الصلاة الى الصلاة كفارة لمابينها مااجتنب الكبائر" امام رازی فرماتے ہیں۔ حسنات کے متعلق دو قول ہیں۔ ① ابن عباس فرماتے ہیں ۔ پانچوں نمازیں تمام گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے بچا جائے ۔ ② مجاہد کہتے ہیں حسنات یہ ہیں ۔ سبحان الله 'الحمدلله' ولااله الله والله اكبر (نووی) الى هذا يا رسول الله آدمی نے کہا کیا یہ میرے لئے خاص ہے کہ میری نماز میرے گناہوں کو دور کر دے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سائل وقائل ایک ہے۔ احمد وطبرانی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا "يا رسول الله الى خاصة ام للناس عامة ؟" فضرب عمر بصردہ فقال لا ونعمة عين بل للناس عامة فقال النبی ﷺ صدق عمر" یہ عمرؓ کا اجتہاد ہے جو وحی سے موافق ہوا۔ مگر مسلم کی روایت میں وارد ہے کہ معاذؓ نے کہا یا رسول ﷺ آله وحده ام للناس؟ دار قطنی ۔ ہاں وہی سوال کرنے والے ہیں۔

**بقول** لفظ: سائل متعدد ہیں۔ ترکیب ہمزہ مفتوح ہے لی خبر مقدم ھذا مبتداء افادہ تخصیص کے لیے خبر کو مقدم کیا۔ نووی کہتے ہیں۔ حسنات سے جن گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے وہ چھوٹے گناہ اور حقوق اللہ سے متعلق ہیں۔

**تخریج:** بخاری (٥٢٦) و مسلم (٢٧٦٣)

**الفوائد:** نمازیں صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہیں۔

٦ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَيَّ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللّٰهِ. قَالَ هَلْ حَضَرْتَ مَعَنَا الصَّلٰوةَ؟ قَالَ: نَعَمْ: قَالَ: قَدْ غُفِرَ لَكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَقَوْلُهٗ "اَصَبْتُ حَدًّا" مَعْنَاهُ مَعْصِيَةً تُوْجِبُ التَّعْزِيْرَ وَلَيْسَ الْمُرَادُ الْحَدَّ الشَّرْعِيَّ الْحَقِيْقِيَّ كَحَدِّ الزِّنَا وَالْخَمْرِ وَغَيْرِهِمَا فَاِنَّ هٰذِهِ الْحُدُوْدَ لَا تَسْقُطُ بِالصَّلٰوةِ وَلَا يَجُوْزُ لِلْاِمَامِ تَرْكُهَا۔

٦ ٣١: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے ایسا جرم ہو گیا جس سے میں سزا کا مستحق ہو گیا ہوں۔ آپؐ وہ سزا مجھ پر نافذ فرمائیں ادھر نماز کا وقت ہو گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس نے پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے قابل سزا جرم کا ارتکاب ہو گیا ہے۔ آپؐ میرے متعلق اللہ کی کتاب کا حکم قائم فرمائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا تیرا گناہ معاف کر دیا

کہا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اَصَبْتُ حَدًّا کا معنی یہ ہے کہ مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جس پر حد لازم ہے۔ اس سے مراد حقیقی حد شرعی نہیں ہے جیسے زنا اور شراب نوشی وغیرہ یہ حدود نماز سے ساقط نہیں ہوتیں اور نہ ہی حاکم کو ان کا ترک کرنا جائز ہے۔

**تشریح** ۞ جاء رجل: تحفۃ القاری میں شیخ زکریا نے ان کا نام ابوالیسر لکھا ہے۔ اصبت حداً۔ ① ایسا گناہ ہو گیا جو تعزیر کا مقتضی ہے۔ ② اس کے خیال میں اس پر حد آتی تھی۔ قضی الصلاۃ: نماز پوری کر لی۔ **قال قد غفر لك**: نووی کہتے ہیں اس کے کلام کا مطلب یہ تھا کہ میں نے ایسا گناہ کر لیا ہے جس سے تعزیر لازم ہے اور یہاں صغیرہ گناہ مراد ہے۔ کیونکہ انہی کو نماز مٹاتی ہے۔ اگر کبیرہ ہوتا تو حد لازم ہوتی یا نہ ہوتی مگر نماز ان کا کفارہ نہ بنتی۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حد کو لازم کرنے والے گناہوں سے نماز حد کو ساقط نہیں کرتی۔ نووی کہتے ہیں حد کا معنی یہاں تعزیر ہے۔ کیونکہ حد کو امام نہیں چھوڑ سکتا۔

قاضی عیاض کا قول یہ ہے۔ مراد تو حد سے معروف ہی ہے مگر اس کو حد اس لیے نہ لگائی کہ اس نے اس کی تفسیر نہ کی اور آپ نے بطور تستر تفسیر طلب نہ فرمائی۔ بلکہ اقرار سے رجوع کی تلقین فرمائی۔ (حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں)۔

**تخریج**: بخاری (٦٨٢٣) و مسلم (٢٧٦٤)

**الفوائد**: چھوٹے گناہوں کے لئے نمازیں کفارہ ہیں۔

٤٣٧: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ "اَلْاَكْلَةُ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الْاَكْلِ كَالْغَدْوَةِ وَالْعَشْوَةِ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۳۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندے کی اس ادا پر خوش ہوتے ہیں کہ وہ کھانا کھائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے یا پانی نوش کرے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔ (مسلم)

الاَكْلَةُ: ایک مرتبہ کھانا جیسا کہ عَشْوَہ و غَدْوَہ: صبح یا شام کا کھانا۔ (واللہ اعلم)

**تشریح** ۞ لیرضی: اللہ تعالیٰ کے متعلق رضامندی کا مطلب ارادہ یا قبولیت ہے۔ **ان یا کل الاکلۃ فیحمدہ علیھا** نحو۔ ① ممکن ہے اس سے پہلے لام تعلیل ہو۔ ای لاجل۔ ② یا سببیہ بسبب اکلہ

**النَّحْوُ**: ان بمع مدخول عبد سے بدل ہو اور مرضی منہ وہ کھانے اور پینے پر حمد و ثناء ہو۔ حمد یہ رفع و نصب دونوں کے ساتھ مروی ہے۔ پہلا قول ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کھانے پر خوش ہوتے ہیں جو کھانا حمد کا ذریعہ ہے باوجود یہ کہ اس کا فائدہ بندے کی طرف لوٹنے والا ہے۔ تو اس پر تعریف کرنے میں وہ کیونکر خوش نہ ہوں جس میں بندے کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔ "او یشرب الشربۃ فیحمدہ علیھا" یعنی کسی بھی آدمی کے یہ دو فعل قبول کر لیتا ہے۔ او یہاں شک کے لئے نہیں ہے۔

**فائدہ** : مادہ "حمد" سے مشتق ہر لفظ سے حمد ادا ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس کلمہ سے بھی جو اللہ تعالیٰ کی ثناء پر دلالت کرنے والا ہو۔ اکلہ لقمے کو کہتے ہیں۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۲۸۳٤) والترمذی (۱۸۱٦)

**الفوائد** : کھانے پینے کے بعد اللہ کی حمد و ثنا کرنی چاہیے اس سے اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی۔

٤٣٨ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَبْسُطُ یَدَهٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّهَارِ وَیَبْسُطُ یَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۳۸ : حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ دن کو برائی کا ارتکاب کرنے والا توبہ کر لے اور دن کو اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ رات کو برائی کا ارتکاب کرنے والا توبہ کر لے۔ یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ یبسط یدہ لیتوب : نووی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دن رات میں توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول فرماتے ہیں۔ بسط امید یہ قبول توبہ سے استعارہ ہے۔

**مازری کا قول** : اس سے مراد قبول توبہ ہے۔ بسط : امید کا لفظ لانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اہل عرب جب کسی چیز سے راضی ہوتے تو اس کی قبولیت کی وجہ سے ہاتھ پھیلا دیتے اور جب کسی چیز کو ناپسند کرتے تو ہاتھ سکیڑ لیتے۔ تو اس انداز سے خطاب کیا گیا جو ان کے ہاں مانوس تھا یہ مجاز ہے۔ ید کا معنی جارحہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کے لیے کسی وقت کی تخصیص نہیں (البتہ قبولیت کے اوقات بندے کی مزید ترغیب اور رحمت حق کی خصوصی عنایات حاصل کرنے کے لیے ہیں مترجم)۔

**تخریج** : اخرجه مسلم (۲۷۵۹)

**الفوائد** : اللہ تعالیٰ نے توبہ کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں فرمایا۔ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے اور روح کے غرغرے کے مبتلا ہونے سے پہلے تک توبہ قبول ہوتی ہے۔

٤٣٩ : وَعَنْ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَمْرِو ابْنِ عَبَسَةَ "بِفَتْحِ الْعَیْنِ وَالْبَاءِ" السُّلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ وَاَنَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ اَظُنُّ اَنَّ النَّاسَ عَلٰی ضَلَالَةٍ وَّاَنَّهُمْ لَیْسُوْا عَلٰی شَیْءٍ وَّهُمْ یَعْبُدُوْنَ الْاَوْثَانَ فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ یُخْبِرُ اَخْبَارًا فَقَعَدْتُ عَلٰی رَاحِلَتِیْ فَقَدِمْتُ عَلَیْهِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُسْتَخْفِیًا جُرَءَاءُ عَلَیْهِ قَوْمُهٗ فَتَلَطَّفْتُ حَتّٰی دَخَلْتُ عَلَیْهِ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لَهٗ : مَا اَنْتَ؟ قَالَ : "اَنَا نَبِیٌّ" قُلْتُ : وَمَا نَبِیٌّ؟ قَالَ : "اَرْسَلَنِیَ اللّٰهُ" قُلْتُ : بِاَیِّ شَیْءٍ اَرْسَلَكَ؟ قَالَ "اَرْسَلَنِیْ

بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِ الْاَوْثَانِ وَاَنْ يُوَحَّدَ اللّٰهُ لَا يُشْرَكُ بِهٖ شَيْءٌ" قُلْتُ فَمَنْ مَعَكَ عَلٰى هٰذَا؟ قَالَ: "حُرٌّ وَعَبْدٌ" وَمَعَهٗ يَوْمَئِذٍ اَبُوْبَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقُلْتُ: اِنِّيْ مُتَّبِعُكَ قَالَ: "اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ ذٰلِكَ يَوْمَكَ هٰذَا اَلَا تَرٰى حَالِيْ وَحَالَ النَّاسِ؟ وَلٰكِنِ ارْجِعْ اِلٰى اَهْلِكَ فَاِذَا سَمِعْتَ بِيْ قَدْ ظَهَرْتُ فَأْتِنِيْ" قَالَ: فَذَهَبْتُ اِلٰى اَهْلِيْ وَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَكُنْتُ فِيْ اَهْلِيْ فَجَعَلْتُ اَتَخَبَّرُ الْاَخْبَارَ وَاَسْاَلُ النَّاسَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ حَتّٰى قَدِمَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَقُلْتُ لَهٗ فَعَلَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ؟ فَقَالُوْا: النَّاسُ اِلَيْهِ سِرَاعٌ وَقَدْ اَرَادَ قَوْمُهٗ قَتْلَهٗ فَلَمْ يَسْتَطِيْعُوْا ذٰلِكَ فَقَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنِيْ قَالَ: "نَعَمْ اَنْتَ الَّذِيْ لَقِيْتَنِيْ بِمَكَّةَ" قَالَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَاَجْهَلُهٗ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلٰوةِ؟ قَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ قِيْدَ رُمْحٍ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ، ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ، ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ" قَالَ فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَالْوُضُوْءُ حَدِّثْنِيْ عَنْهُ؟ فَقَالَ: "مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وُضُوْءَهٗ فَيَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ وَفِيْهِ وَخَيَاشِيْمِهٖ، ثُمَّ اِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ مِنْ اَطْرَافِ لِحْيَتِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ، ثُمَّ يَمْسَحُ رَاْسَهٗ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَاْسِهٖ مِنْ اَطْرَافِ شَعْرِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ فَاِنْ هُوَ قَامَ فَصَلّٰى فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهٗ بِالَّذِيْ هُوَ لَهٗ اَهْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَهٗ لِلّٰهِ تَعَالٰى اِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ" فَحَدَّثَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَبَا اُمَامَةَ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ اُمَامَةَ يَا عَمْرُو بْنَ عَبَسَةَ انْظُرْ مَا تَقُوْلُ فِيْ مَقَامٍ وَّاحِدٍ يُّعْطٰى هٰذَا الرَّجُلُ فَقَالَ عَمْرٌو: يَا اَبَا اُمَامَةَ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّيْ وَرَقَّ عَظْمِيْ وَاقْتَرَبَ اَجَلِيْ وَمَا بِيْ حَاجَةٌ اَنْ اَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ، مَا حَدَّثْتُ اَبَدًا بِهٖ وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُهٗ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ قَوْلُهٗ "جُرَءَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهٗ" هُوَ بِجِيْمٍ مَضْمُوْمَةٍ وَّبِالْمَدِّ عَلٰى وَزْنِ

عُلَمَاءَ : اَیْ جَاسِرُوْنَ مُسْتَطِیْلُوْنَ غَیْرُ هَائِبِیْنَ ، هٰذِهِ الرِّوَایَةُ الْمَشْهُوْرَةُ ، وَرَوَاهُ الْحُمَیْدِیُّ وَغَیْرُهُ حِرَاءٌ بِکَسْرِ الْهَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَقَالَ مَعْنَاهُ :غِضَابٌ ذَوُوْ غَمٍّ وَّهَمٍّ قَدْ عِیْلَ صَبْرُهُمْ بِهٖ حَتّٰی اَثَّرَ فِیْ اَجْسَامِهِمْ مِنْ قَوْلِهِمْ :حَرٰی جِسْمُهٗ یَحْرِیْ اِذَا نَقَصَ مِنْ اَلَمٍ اَوْ غَمٍّ وَنَحْوِهٖ وَالصَّحِیْحُ اَنَّهٗ بِالْجِیْمِ قَوْلُهٗ ﷺ "بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطَانٍ" اَیْ نَاحِیَتَیْ رَاْسِهٖ وَالْمُرَادُ التَّمْثِیْلُ مَعْنَاهُ اَنَّهٗ حِیْنَئِذٍ یَتَحَرَّكُ الشَّیْطَانُ وَشِیْعَتُهٗ وَیَتَسَلَّطُوْنَ – وَقَوْلُهٗ یُقَرِّبُ وَضُوْءَهٗ مَعْنَاهُ یُحْضِرُ الْمَاءَ الَّذِیْ یَتَوَضَّاُ بِهٖ – وَقَوْلُهٗ "اِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا" هُوَ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ اَیْ سَقَطَتْ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ "جَرَتْ" بِالْجِیْمِ وَالصَّحِیْحُ بِالْخَاءِ وَهُوَ رِوَایَةُ الْجُمْهُوْرِ وَقَوْلُهٗ فَیَنْتَثِرُ اَیْ یَسْتَخْرِجُ مَا فِیْ اَنْفِهٖ مِنْ اَذًی – وَالنَّثْرَةُ :طَرَفُ الْاَنْفِ۔

۴۳۹: حضرت ابونجیح عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں گمان کرتا تھا کہ لوگ گمراہی میں ہیں اور وہ کسی دین پر نہیں ہیں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر میں نے ایک آدمی کی بابت سنا کہ وہ مکے میں کچھ باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ میں اپنی سواری پر بیٹھا اور اس شخص کے پاس مکہ آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپ کر اپنا تبلیغی کام کر رہے ہیں اور آپ پر آپؐ کی قوم دلیر ہے۔ پس میں نے خفیہ طریقے سے آپ سے ملنے کی تدبیر کی۔ حتیٰ کہ میں مکہ میں آپؐ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے آپ سے کہا آپؐ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میں نبی ہوں۔ میں نے پوچھا نبی کون ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ میں نے کہا آپؐ کو اللہ نے کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا مجھے اس نے صلہ رحمی کرنے' بتوں کو توڑنے' اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیا ہے۔ میں نے عرض کیا پھر آپؐ کے ساتھ اس میں کون کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایک آزاد اور ایک غلام اور آپؐ کے ساتھ اس دن ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما تھے۔ میں نے کہا میں آپؐ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں آپؐ نے فرمایا۔ تو ان دنوں اس کی طاقت نہیں رکھتا؟ کیا تو میرا اور لوگوں کا حال نہیں دیکھ رہا اپنے وطن کی طرف لوٹ جا پس جب تم میری بابت سنو کہ میں غالب آ گیا ہوں تو میرے پاس چلے آنا۔ کہتے ہیں کہ میں اپنے اہل وعیال میں آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لے گئے اور میں اپنے اہل و عیال میں ہی تھا پس میں نے حالات معلوم کرنے شروع کیے۔ میں کچھ لوگوں سے دریافت کرتا جب آپؐ مدینہ تشریف لائے۔ یہاں تک کہ ہمارے کچھ لوگ مدینہ آئے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ اس آدمی کا کیا حال ہے جو مدینہ آیا ہے؟ انہوں نے کہا لوگ اس کی طرف تیزی سے آ رہے ہیں اور اس کی قوم نے تو اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔ چنانچہ میں مدینہ میں آ کر حاضر خدمت ہوا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں تم وہی ہو جو مجھے مکہ میں ملے تھے۔ پس میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ مجھے وہ باتیں بتلائیں جو اللہ نے آپؐ کو سکھلائی ہیں اور میں ان سے ناواقف ہوں۔ مجھے نماز کی بابت بتلایئے۔ آپؐ نے فرمایا تم صبح کی نماز پڑھو پھر سورج کے ایک نیزے کی مقدار بلند ہونے تک نماز سے رکے

رہو۔ اس لئے کہ جب تک سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر اسے سجدہ کرتے ہیں پھر تم نماز پڑھو اس لئے کہ نماز میں فرشتے گواہ ہوتے اور لکھنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ سایہ نیزے کے برابر ہو جائے۔ پھر نماز سے رک جاؤ اس لئے کہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے پھر جب سایہ بڑھنے لگے تو نماز پڑھو۔ اس لئے کہ نماز میں فرشتے گواہ اور حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھو۔ پھر نماز سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اس لئے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت اسے کافر سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ وضو کے متعلق مجھے بتلائیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص وضو کا پانی اپنے قریب کرے تو وہ مضمضہ کرے (کلی کرے) اور ناک میں پانی ڈالے پھر ناک صاف کرے تو اس کے چہرے منہ اور ناک کے گناہ گر جاتے ہیں۔ پھر جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے جیسے اسے اللہ نے حکم دیا ہے تو اس کے چہرے کی غلطیاں اس کی داڑھی کے کناروں کے ساتھ گر جاتی ہیں۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کی خطائیں اس کی انگلیوں سے پانی کے ساتھ نکل جاتی ہیں۔ پھر وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی غلطیاں اس کے بالوں کے کنارے سے نکل جاتی ہیں۔ پھر وہ اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کے گناہ اس کی انگلیوں سے نکل جاتے ہیں۔ پھر وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھی پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور بزرگی اس طرح بیان کی۔ جس طرح وہ اس کا حق رکھتا ہے اپنے دل کو اللہ کے لئے فارغ کر دیا تو گناہوں سے اس طرح صاف ہو کر نکلتا ہے جیسے وہ اس وقت تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا۔ اس روایت کو عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوامامہ رسول ﷺ کے صحابی سے بیان کیا ہے۔ ان سے ابوامامہ نے فرمایا اے عمرو۔ دیکھو تم کیا بیان کر رہے ہو؟ ایک ہی جگہ پر ایک آدمی کو یہ مقام دے دیا جائے گا؟ حضرت عمرو نے کہا اے ابوامامہ میری عمر بڑی ہو گئی۔ میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور میری موت قریب آ گئی۔ مجھے تو کوئی ضرورت نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولوں۔ اگر میں نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا مگر ایک دو تین نہیں بلکہ سات مرتبہ تو میں اس کو کبھی بھی بیان نہ کرتا۔ لیکن میں نے تو اس کو اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے۔ (مسلم)

جُرَءَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهٗ: یعنی وہ آپ پر بڑی جسارت کرنے والے ہیں اور اس میں قطعاً ڈرنے والے نہیں۔ یہ مشہور روایت ہے اور حمیدی نے اس کو حِرَآء نقل کیا ہے۔ جس کا معنی غضب ناک غم اور فکر والے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا پیمانۂ صبر لبریز ہو جائے اور وہ غم ان کے جسم میں اثر کر جائے۔ جیسے کہتے ہیں حَرِیَ یَحْرِیْ جب جسم غم و رنج وغیرہ سے کمزور ہو جائے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ جیم کے ساتھ ہے۔

بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ: شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان یعنی اس کے سر کے دونوں کناروں کے درمیان اور مطلب اس کا یہ ہے کہ شیطان اور اس کا ٹولہ اس وقت حرکت میں ہوتا ہے اور تسلط و غلبہ کرتا ہے۔

يُقَرِّبُ وَضُوْءَهٗ: اس کا معنی اس پانی کو قریب لائے جس سے وضو کرنا ہو۔

إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا: غلطیاں گر جاتی ہیں۔ بعض نے جَرَتْ روایت کیا ہے اور صحیح لفظ خاء کے ساتھ ہے اور جمہور کی

روایت بھی ہے۔

فَيَنْتَثِرُ: ناک صاف کرے۔

نَثْرَةٌ: ناک کی ایک جانب کو کہتے ہیں۔

**تشریح** ⊛ **ابو نجیح**: بعض نے ان کی کنیت ابوشعیب بتلائی ہے ان کا نام عمرو بن عبسہ بروزن عدسہ ہے (تہذیب نووی) عنبسہ کہنا غلط ہے سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابن عامر بن خالد بن عاصرہ بن عتاب بعض نے بن غفار بن امری القیس بن بھیہ بن سیم منصور بن عکرمہ بن خصفہ ابن قیس عیلان ابن مضر بن نزار اسلمی یہ نیک صالح صحابی ہیں چاروں میں چوتھے نمبر پر مسلمان ہوئے۔ ان کی ہجرت کا یہی واقعہ ہے جو حدیث میں مذکور ہے مدینہ منورہ میں خندق کے بعد آئے' وہیں رہائش اختیار کی پھر شام میں مقیم ہو گئے ان کی نبی اکرم ﷺ سے ۳۸ روایات آئی ہیں۔ مسلم کی روایات میں سے ایک روایت یہ ہے۔ ان سے ابن مسعود' ابوامامہ' سہل بن سعد جیسے صحابہ نے روایت لی ہے۔ اسی طرح تابعین کی ایک جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔ حمص میں مقیم ہوئے اور وہیں وفات پائی (تہذیب نووی)۔

**انا في الجاهلية**: اسلام سے پہلے زمانہ کو جاہلیت کا زمانہ کہنے کی وجہ کثرت جہالات ہے۔ **نحو**: یہ جملہ کان کے اسم سے حال ہے اور کان کی خبر **اظن ان الناس الخ** ہے۔ **انهم يسوا اعلى شيء**: وہ چیز ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں فائدہ نہ دے سکے گی۔ **وهم يعبدون الاوثان نحو**: یہ لیس کے اسم سے جملہ حالیہ ہے اوثان یہ وثن کی جمع ہے۔ بعض نے کہا اس کا اور صنم کا ایک معنی ہے۔ بعض نے کہا صنم جو جواہر معدنیہ سے بنایا جائے اور وثن جو پتھر یا لکڑی سے بنایا جائے۔ (المصباح) جو لکڑی یا تانبے یا چاندی سے بنائیں وہ صنم ہے (ابن الفارس) **برجل بمكة**: **بمكه**: کی باظرفیت کے لیے ہے۔

**يخبر اخبارًا**: جو عجیب و غریب خبریں دیتا تھا اخبارا کی تنوین تعظیم و بڑائی کے لیے ہے۔

**فقعدت على راحلتي**: میں اونٹنی پر سوار ہو کر اس کے پاس آیا۔ **فاذا رسول ﷺ مستخفيا** یہ خبر سے حال ہے۔ تقدیر یہ ہے و حال کونه **مستخفيا**۔ شریر کفار سے آپ چھپنے والے تھے۔ **جرآء عليه قومه**: یہ الف ممدودہ کے ساتھ جری کی جمع ہے اقدام و تسلط کو کہا جاتا ہے۔ **نحو**: یہ حال مترادفہ یا متداخلہ ہے' یہ ظرف اسی سے متعلق ہے۔ قومہ اس کا فاعل ہے۔

**فتلطفت**: میں نے اس سلسلہ میں ایک قریشی کے ساتھ منت سماجت کا معاملہ کیا **ما انت**؟ یہ ما عام ہے جب معرفہ کے متعلق سوال ہو تو عاقل کے لئے خاص ہو جاتا ہے (بیضاوی) جیسے ما زید؟ فقیہ ام طبیب؟ جب عمرو نے صفت نبی ﷺ کے متعلق پوچھا آپ ﷺ کا جواب اس پر دلالت کرتا ہے۔ **انا نبي** نووی کہتے ہیں عمرو نے ما سے سوال اسی لئے کیا نہ کہ مَن سے کیونکہ وہ صفت پوچھ رہا تھا ذات کے بارے میں نہیں پس ما عقلاء کی صفات دریافت کرنے کے لئے آتا ہے (نووی) **ما نبي** یعنی نبوت کی کیا حقیقت ہے جو اس کو دوسروں سے ممتاز کر دے **ارسلني الله**: اللہ تعالیٰ نے مجھے ہی اپنے پیغام والا بنایا ہے۔ **باي شيء ارسلك**؟ جب آپ نے رسالت کو عام ذکر فرمایا تو انہوں نے اس کی وضاحت دریافت کی۔ "**ان يوحد الله ولا يشرك به شيء**" یہ دونوں مضارع مجہول ہیں لا یشرک کا نائب فاعل شئی ہے۔ نووی کہتے ہیں کہ صلہ رحمی کو توحید کے ساتھ ذکر کر کے اس پر ابھارا گیا ہے۔ جزئی امور کا ذکر نہیں کیا اہم کو ترک نہیں کیا۔ صلہ رحمی سے ابتداء کی۔ ایک حکمت اول مصدر لائے پھر فعل کا ذکر کیا اور وہ بھی ان کے ساتھ؟ الجواب اس سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تجدید لا الہ اور اللہ سے

ہوتی ہے۔ تفنن عبادت کے ساتھ اس کی کثرت کا حکم دیا۔ ان تعبیر کی جمع ہونے سے کلام میں جہاں نظریے کو ذکر کیا وہاں تحسین کلام بھی ہوگئی۔ معه یو منذ یوم: سے یہاں مطلق وقت مراد ہے۔ ابوبکر و بلالؓ ان دونوں پر اکتفاء کیا حالانکہ خدیجہ الکبریٰ کی ان سے پہلے اسلام لائیں اور بچوں میں علیؓ راجح قول یہی ہے کہ ابوبکر پہلے اسلام لائے۔ ان کے ذکر کی وجہ کامل بالغ مرد یہی دو تھے انی متبعك میں اسلام کو ظاہر کرنا اور آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ یو مك هذا: موجودہ حالات میں کیونکہ اسلام کمزور ہے اور قریش مکہ تمہیں تکلیف پہنچائیں گے۔

ارجع الی اهلك: قاضی کہتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو اسلام کے بغیر لوٹا دیا۔ ان کو ساتھ رہنے سے لوٹا دیا۔ آپ کو ان کے مسافر ہونے کی وجہ قریش کی ایذاء اور فتنے کا خدشہ ہوا۔ جس کی وجہ سے ان کو وطن واپس کر دیا۔ فاتنی اس میں آپ کے معجزہ نبوت کا ذکر ہے کہ عنقریب اسلام کو غلبہ ہوگا۔ فلهبت: یعنی میں وطن واپس لوٹ آیا اور آپ مدینہ تشریف لائے۔ المدینہ توسعاً منصوب ہے۔ منصوب بنزع خافض ہے کنت فی اهلی: میں اپنے قبیلہ میں مقیم رہا۔ اتخبر الاخبار: میں بتکالف آپ کے متعلق لوگوں سے دریافت کرتا حین قدم المدینه جب مدینہ تشریف آوری ہوگئی۔ حتی قدم نفر من اهل المدینه۔ یہ سوال اور خبریں معلوم کرنے کی غایت ہے النفر تین سے دس آدمی۔ اہل المدینہ سے مدینہ کے رہائش۔ هذا الرجل؟ عظمت وشان کے لیے اسم اشارہ لائے جمال وکمال کی وجہ سے وہ محبوب تو منظور نظر ہیں۔ الناس الیه سراع: لوگ ان کی طرف تیزی سے آ رہے ہیں۔ "قدارادقومه قتله" کفار قریش نے مکرودھوکے سے قتل کی کوشش کی۔ فلم یستطیعوا ذلك: اللہ تعالیٰ نے ان کی تدابیر ان پر واپس کر دیں اور اپنے پیغمبر ﷺ کی حفاظت کی۔ فقدمت المدینه: آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کہ جب میرے غلبہ کی خبر سنو تو آ جاؤ۔ اتعرفنی: طویل مدت گزر چکی تھی۔ مگر آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ نووی کہتے ہیں بلی سے پہلے نفی یا نہی نہ بھی تب بھی اس کو جواب میں لانا درست ہے۔ جب کہ قرینہ کلام اس کے جواب کا تقاضا کرتا ہو۔ اخبرنی عما علمك الله: ضمیر عائد محذوف ہے ای علمکه: معنی یہ مجھے اسلام کے احکام وصفات بتلائیں (نووی) عن تعلیلہ ہو سکتا ہے جیسا اس قول میں وما نحن بتارکی الهتنا عن قولك ای لاجله: تیری بات کی وجہ سے ہم اپنے معبودوں کو ترک کرنے والے نہیں۔ و اجهله: یہ کلام کی طوالت کے لئے کہا اور یہ بھی ممکن ہے کہ سابقہ اجتماع کی معلومات سے احتراز مقصود ہو۔ الصلوۃ سے نفلی نماز مراد ہے۔ اقصر: بیٹھ رہو۔ عن الصلاۃ: مطلق نفل جو بلا سبب ہوں یا سبب متأخر ہو۔ حتی ترتفع الشمس: یہ ماقبل سے بدل بھی ہو سکتا ہے۔ ⑦ غایت کے بعد غایت ہو سکتی ہے کیونکہ اس وقت نفل حرام ہیں نووی کہتے ہیں۔ فماز: نفل سے ممانعت مطلق طلوع سے نہیں بلکہ کسی قدر بلند ہونے سے ہے۔ طلوع کے دوران نماز صبح بھی حرام ہے۔ جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس کو طلوع سے پہلے تو جائز ہے طلوع کے وقت اس کو بھی جائز نہیں۔

حین تطلع بین قرنی شیطان: طلوع کے وقت۔ شیطان کو تحقیر کے لیے نکرہ لائے قرناہ سے اس کے سر کی دونوں اطراف شیطان کو سرکشی اور حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے شیطان کہتے ہیں۔ ہر سرکش و نافرمان شیطان ہے مگر زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ شطن سے مشتق ہو چکا معنی خیر ورحمت سے دور ہونا ہے۔ بعض نے شاط ہلاک ہونا جلنے سے بنا ہے۔ اس وقت نماز پڑھنے والا گویا شیطان کو سجدہ کرنے والا ہے۔ حینئذ یسجد لها الکافر: طلوع کے وقت کافر اس کو سجدہ کرتا ہے قاضی عیاض کہتے

ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے جنہوں نے ظاہری معنی کیا وہ درست ہے کیونکہ شیطان یہ حرکت کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اپنے نفس کو دھوکہ دے کہ یہ سجدہ اسی کو کیا جا رہا ہے۔ ثم صل: پھر جو نفل چاہو پڑھو فان الصلاۃ مشھودۃ محضورۃ: اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں وہ قبولیت اور حصول رحمت کے قریب تر ہے۔ فتح الالہ: میں کہا گیا کہ اس میں دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ تاکہ اس نماز کو لکھیں اور نماز پڑھنے والوں کی گواہی دیتے ہیں۔ یہ مشہودۃ مکتوبۃ والی روایت کے ہم معنی ہے۔ ان لوگوں کا خیال درست نہیں جنہوں نے ان روایتوں میں فرق کیا ہے اور اس نماز کو احسن قرار دیا ہے۔

حتی یستقل: یہ قلت سے ہے۔ اقلال سے نہیں جس کا معنی بلندی ہے۔ یہ صل کی غایت ہے۔ انظل بالرمح: اس کا معنی اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں عرضت الناقۃ علی الحوض: یعنی یبلغ ظلہ ادنی غایۃ النقص: یہاں تک کہ اس کا سایہ نقص قریب ترین غایت تک پہنچ جائے۔ گویا رمح قلت میں ظل کے قائم مقام بنایا گیا ہے۔ محسن قلب میں مبالغہ ہے۔ یعنی مقدار مرکز کے علاوہ نیزہ اس طرح ہو جائے گویا وہ گاڑا ہی نہیں گیا۔ کیونکہ ابتداء دن میں سایے کی عدالت مغرب کی طرف ہوتی ہے پھر کم ہو کر استواء کے وقت جڑ میں آ جاتا ہے۔ یعنی قلت میں میں انتہاء کو پہنچ جاتا ہے۔ ⓶ مطلق سایہ اطراف سے اٹھ جاتا ہے یہاں تک کہ زمین پر اتنی مقدار میں رہ جاتا ہے کہ دیکھنے میں نظر نہیں آتا اور مسلم کی یہ روایت "حتی یستقل الرمح بالظل" قاضی عیاض کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے "یستقل انظل بالرمح" یعنی اس کا سایہ تھوڑا ہو جاتا ہے گویا یہ کہہ دیا کہ نیزے کا سایہ گھٹ گیا ہے۔ یعنی رہا ہی نہیں۔ باز ائد تحسین کلام کے لیے لائے ہیں۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ لفظ ہیں "حتی یعدل الرمح ظلہ" خطابی کہتے ہیں۔ جب سورج سیدھا ہو جائے اور سایہ انتہائی کم ہو جائے۔ مجھے معلوم نہیں یسعدل: کے ساتھ اس کی موافقت کس طرح ہے۔ شاید یعدل: کا معنی یہ ہو کہ سایہ برابر ہو جائے وہ بڑھا ہوا نہ ہوا جیسا نیزہ اپنی لمبائی میں بڑھا ہوا نہیں ہوتا بلکہ برابر ہوتا ہے۔ ⓶ یصرف کے معنی میں ہے۔ گویا نیزے نے اپنے سایے کو نقص سے اضافے کی طرف پھیر دیا اور مغرب کی طرف میلان سے مشرق کی طرف پھیر دیا۔ نیزے کی طرف اضافت سببیت کی وجہ سے ہے۔ نووی کو یہ کلام پسند نہیں قاضی عیاض کہتے ہیں۔ یہ عجیب کلام کی میں خبردار کر دیا تا کہ کسی کو دھوکا نہ لگے۔ اس سے امام مالک کے خلاف دلیل ملتی ہے کہ انہوں نے استواء کے وقت مطلقاً نماز کو جائز رکھا ہے استدلال یہ ہے کہ لوگوں کو جمعہ کے دن ایسا کرتے پایا حالانکہ جمعہ کا دن مستثنیٰ ہے۔ (مگر احناف جمعہ کے دن بھی عمومی دلائل سے استواء کے وقت نماز کی اجازت نہیں دیتے) تسجر جھنم جہنم بھڑکائی جاتی ہے۔ تسجر سے پہلے ان مصدر یہ ہے جیسا "من آیاتہ یریکم البرق الایہ۔" اس کا اسم ضمیر شان ہے اور اس کا حذف ابہام پر زیادہ دلالت کرنے والا ہے۔ اسی لیے اس ارشاد میں حذف کر دیا ہے "من بعد ما کا دیذیغ قلوب فریق منھم"۔

فاذا اقبل الفیٔ: فئی کا لفظ زوال کے بعد والے سایہ کے لیے مخصوص ہے۔ ظل کا ماقبل اور مابعد الزوال دونوں پر بولا جاتا ہے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں اس کو فئی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک جانب سے دوسری جانب لوٹ آیا ہے۔ حتی تصلی العصر باس سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت دخول وقت عصر سے ثابت نہیں ہوتی نہ کسی اور کے نماز پڑھنے سے بلکہ ہر ایک کے لیے اس کی اپنی نماز سے مکروہ بنتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس سے اول وقت سے اس کو مؤخر کیا تو نفل پڑھنا مکروہ نہ ہوگا۔ (نووی) مقصد یہ ہے ظہر کا آخری وقت عصر کے پہلے وقت سے ہے۔ کیونکہ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اصفرار کے وقت نماز مکروہ اس کے لیے

بھی جو نماز پڑھے اور جو نہ پڑھے۔
اقصر عن الصلوة: پھر ہر قسم کے نفل سے باز رہو۔ یسجدلها الکفار : اس وقت نماز کی ممانعت میں یہ حکمت ہے۔ علت نہیں ورنہ سبب والے اور مکہ میں بھی ممانعت ہوتی۔ عز بن عبدالسلام: اس کا تعلیل ہونا ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ ایسے وقت میں اللہ کی تعظیم جس میں غیروں کو سجدہ کیا جاتا ہو۔ زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں دشمنوں کی تذلیل ہے۔ اگر اس کا علت ہونا درست ہوتو پھر سبب اور غیر سبب والے حکم میں فرق نہ رہا۔ مگر اس کا جواب یہ دیا گیا کیونکہ یہ حکمت ہے۔ اس کا الگ کرنا لازم نہیں۔ غیر سبب سے اس کے خاص کرنے کی وجہ اور طلوع وغروب کے اوقات سے یہ ہے کہ ایسی نماز شروع کرنا جس کا کوئی سبب نہ ہو اس میں کفار کی عبادت کے ساتھ مشابہت کی ایک قسم پائی جاتی ہے اور کفار سے مشابہت کی ممانعت کی گئی ہے بلکہ ہو چیز مشابہت کا سبب بنے اس کی بھی ممانعت ہے۔ یا مشابہت کا واہمہ ہی پیدا کرلے اس میں شک نہیں کہ نفل کا ادا کرنا اس وقت اسی بات کو مستلزم ہے۔ اس کے برخلاف جو عید و چاشت کی طرح سبب والی ہے۔ وہ اس لیے درست ہے کہ طلوع کے ساتھ ان کا وقت داخل ہو چکا اس پر آمادہ کرنے والے سبب کا ظہور اس کی نفی کرتا ہے۔ ابن اثیر نے نہایہ میں اس کے قریب قریب بات کہی ہے۔ دونوں اوقات کی ابتداء میں سورج کے پجاری سورج کے ظاہر ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔ جونہی وہ ظاہر ہوتا ہے تو وہ سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ اگر نوافل کو مباح کر دیا جائے تو اس میں کفار سے مشابہت یا ابهام : کا سبب بنا لازم آتا ہے۔ حدثنی عنه: اس کی فضیلت بتلائیں جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔ یقرب وضوء ة: وہ پانی مہیا کرلے اسی پر ثواب کا دارومدار ہے۔ جو اس کو نہیں ملتا جو پانی کے حصول واحضار میں مشقت برداشت کرتا ہے۔ فیتمضمض :تسمیہ کو شاید معلوم ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ ② اس سے غرض ان اعمال کا تذکرہ جن میں زیادہ ثواب ملتا ہے۔ خاص کر مضمضہ کے وجوب میں اختلاف ہے۔ ویستنشق: یہ واؤ ثم کے معنی میں ہے ۔فینتثر : ناک میں پانی کھینچے تاکہ ناک کی ایذاء دور ہو جائے۔ خرت خطایاو جهه: خرت گرنے کے معنی میں ہے۔ خطایا سے تمام چہرے کی غلطیاں مراد ہوں اگرچہ اس کا بعض حصہ ظاہر ہوتا ہے اور وہی ملوث ہوتا ہے جب اس سے غلطیاں دور ہو گئیں تو بقیہ سے گرنا اولیٰ اور مزید تطہیر کو ظاہر کرتا ہے اور بعض بھی مراد ہو سکتی ہیں۔

خیاشیمه :اس بعض کا بیان ہے۔ یہ خیشوم :کی جمع ہے ناک کا آخری حصہ بعض نے نرم ہڈی جو ناک کی جڑ میں اور دماغ کے درمیان میں ہوتی ہے۔

غل وجهه :جب چہرے کو اذاقمتم الی الصلاة" کے مطابق دھولیا۔ امرہ اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب ضروری ہے۔ امام شافعیؒ نے اس سے استدلال کیا ہے۔ آیت کے دونوں حصوں میں ممسوح فاصل ہے۔ عرب متامنجا نسین : میں اجنبی کو نہیں لاتے سوائے کسی خاص حکمت کے۔ یہاں یہی حکمت ہے واجبات وضو کا بیان ہو رہا ہے اور امر اس بات کو بھی چاہتا ہے کہ جلدی سے اسکو مانا جائے اور کامل طریقے سے ادا ہو۔ پہلے فرض سے پہلے بیان کر کے خبر دار کیا کہ بقیہ فرائض میں تکرار کی حاجت نہیں۔ الاخرت خطایاو جهه: ① بعض وجہ کے گناہ مراد ہیں۔ ② دونوں آنکھیں اور تمام چہرہ کے گناہ مراد ہوں ان کے ظاہر کو دھونا تو چہرے ہی کی وجہ سے ہے۔ من اطراف لحيته: یہ غالب کا لحاظ کر کے فرمایا عورت اور مرد کا بھی یہی حکم ہے۔ ثم یغسل یدیه ۔ثم عطف کے ساتھ ترتیب کو ظاہر کر رہا ہے خطا یا یدیه من :اطراف ید پورے وغیرہ

سے۔ اطراف شعرہ مع الماء: غالب کا لحاظ کر کے ذکر کیا بال نہ ہوں تب بھی گناہ گر جاتے ہیں۔ **ثم یغسل قدمیہ الی الکعبین۔**

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاؤں کا دھونا واجب وفرض ہے۔شیعہ کے ہاں مسح فرض ہے۔ظاہر غسل ومسح دونوں کو لازم مانتے ہیں (نووی) **الاخرت خطایا**۔ پہلے الا کا مابعد ما کی خبر مقدر سے مستثنیٰ ہے۔ **ای مامنکم رجل متصف بذلك كائن علی حال من الاحوال الاعلی حال خروج خطايا وجهه**: یعنی جس کا یہ حال ہو اس کے چہرے کے گناہ نکل جائیں گے۔ ما اور اس کا اسم مقدر ہے پھر دوسرا عطف کی دلالت اسی پر ہے۔ **فان هو قام**۔ان شرطیہ ہے۔تا تم فعل شرط مقدر کی تفسیر ہے۔اسی لئے اس کی جگہ ضمیر بارز لائے۔ **فحمد الله**: صفات ثبوتیہ سے تعریف کی۔ **واثنی علیه**: اللہ تعالیٰ کو عیب والی صفات سے پاک قرار دیا۔یہاں عطف تاکید کے لئے ہے۔ **مجده** اس کی صفت بیان کی **له اهل** جو مجد وعزت کی صفات اس کے مناسب ہیں۔ **فرغ قلبه**: تشدید کے ساتھ غیر کی طرف جھکا دے بھی دل کو پاک رکھتا اور اسی طرح تمام شواغل وخواطر سے۔یہ مقام کمال ہے جیسا اس ارشاد باری میں ہے۔" **فمن کان یرجو لقاء ربه فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرك بعبادة ربه احداً** "ان شرطیہ کا جواب مقدر ہے۔ **فلاینصرف خارجاً من شئی من الاشیاء۔ انصرف من خطیئته**: وہ اپنی غلطیوں سے پاک ہو کر نکلے **گا۔ کھیئته**: ہر غلطی سے طہارت والی حالت۔ہم نے ایک قسم کی تشبیہ دلائل کی روشنی میں کہی۔تطہیر کا معنی ازالہ گناہ لیں یا عدم معصیت ہر دو صورت میں تشبیہ میں فرق نہیں پڑتا اور ما کے ساتھ نفی کے سیاق میں ہونے کی وجہ سے ہم جواب نفی میں مقدر مانا ہے۔ **فی مقام واحد یعطی هذا الرجل**: اے عمرو غور کر لو کہ تم ایک آدمی کو یہ ثواب دے رہے ہو۔یہ قدرت الٰہی پر تعجب سے بات نہیں کہی بلکہ عمرو کے غلطی میں پڑنے کے خطرے سے کہی مگر انہوں نے کہا **کبرت سنی**: عمر زیادہ ہو گئی۔

**اَلسِّنُّ**: یہاں سن مدت کے معنی میں ہے اسی لئے فعل مؤنث ہے۔اس کی جمع اسنان بھی آتی ہے۔(المصباح)

**حاجة**: کوئی داعیہ۔ **ان اکذب علی** فی یا الی اس سے پہلے محذوف ہے۔ **مرة مرتین او ثلاثا**: یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ **لکنی سمعته اکثر من ذلك**: سے اشکال ہوتا ہے سات مرتبہ تک اس لئے بیان کر رہا ہوں حالانکہ ایک مرتبہ سننے والے کو بھی روایت کا بیان ضروری ہے الجواب: اس کا یہ معنی نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ میں یقین کی بنیاد پر بات کر رہا ہوں اور سبع مرات تو صورت حالات کی وضاحت ہے۔ **جرآء** اس کا واحد جری علیہ جمع علماء کی طرح ہے **جاسرون متسلط**۔ حمیدی نے حراء نقل کیا جس کا معنی غضبناک۔ **عیل صبرهم** **تیرا صبر انیر**: غالب آ گیا۔

**بقرنی شیطان** یہ ظاہر پر ہے ان اوقات وہ اپنا سر سورج کی طرف کرتا ہے تاکہ اس کو سجدہ کرنے والے کفار صورۃ شیطان کو سجدہ کرنے والے بن جائیں۔اس وقت اس کو اور شیاطین کو نمازوں اختلاط پر خوب قدرت ہوتی ہے۔اس لئے نمازوں کی حفاظت کرتے ہوئے اس وقت نماز سے منع کر دیا گیا۔یہ سب سے واضح تاویل ہے۔

**تخریج**: مسلم (۸۳۲)

**الفوائد**: آپ ﷺ کی تعلیم کا خلاصہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت بت شکنی اور صلہ رحمی ہے اس میں آپ ﷺ نے ظہور اسلام کے لیے پیشینگوئی فرمائی۔جو اس طرح پوری ہوئی نماز میں خشوع اور وضوء عظیم فضیلت رکھتے ہیں۔

٤٤٠ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةَ اُمَّةٍ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهٗ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا بَيْنَ يَدَيْهَا وَاِذَا اَرَادَ هَلَكَةَ اُمَّةٍ عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَيٌّ فَاَهْلَكَهَا وَهُوَ حَيٌّ يَنْظُرُ فَاَقَرَّ عَيْنَهٗ بِهَلَاكِهَا حِيْنَ كَذَّبُوْهُ وَعَصَوْا اَمْرَهٗ ـ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۴۰ : حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جب اللہ کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے پیغمبر کی روح پہلے قبض فرمالیتا ہے اور اس کو ان کا استقبالی اور میر سامان بنادیا ہے اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو اسے عذاب دیتا ہے جبکہ اس کا نبی زندہ ہوتا ہے پس اس قوم کو ہلاک کر دیتا ہے حالانکہ پیغمبر ان کو دیکھ رہا ہوتا ہے اللہ ان کی ہلاکت کے ذریعے نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اس کو جھٹلایا اور اس کے حکم کی نافرمانی کی تھی۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ رحمۃ امۃ: احسان اور مہربانی کرنا۔ قبض وفات پانا۔ نبیھا قبلھا تا کہ ان کی وجہ سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کریں اور ان کے اجر اللہ کے ہاں بڑھ جائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا" وبشر الصابرین " آپ کا فرمان ہے۔" من اصیب بمصیبۃ فلیذ کر مصیبتہ فی " تمام روایت دلالت کرتی ہے۔ جب مؤمن رسول ﷺ کی وفات کی مصیبت برداشت کر گیا اور اللہ تعالیٰ سے اس پر اجر کا حقدار ہوا۔ فجعلہ لھا فرطا ۔ فرط وفارط جو آگے بڑھ جائے اور مؤمن اور اس کی ضروریات کی درستگی کرے۔ آپ ﷺ امت کے لیے مزید رحمت کے چاہنے والے ہیں۔ وسلفا: یہ سلف الحال سے بنا ہے۔ گویا اس سے اسے اس اجر وثواب کا ثمن بنایا جو صبر پر ملے گا۔ بین یدلھا: یہ ظرف مستقر ہے صفت محذوف سے متعلق ہے۔ ای کائنتین بین یدی الامۃ۔ ⓶ محل کے مفعول سے حال ہے اے کا ئنا بین یدیھا۲ ) ظرف لغو ہے جو محل سے متعلق ہے۔

**ھلکھا**: ھلك یھلك :ہلاک کرنا۔ ونبیھا حی: یہ عذب کے فاعل سے حال ہے اور اس سے مراد رسول ہے۔ ھو نینطہ: یہ جملہ اسمیہ حالیہ ہے ھو سے مراد پیغمبر ہیں۔ عصوا امرہ: ان کی تکذیب کر کے اور ان کے حکم کی خلاف ورزی کرتے۔ اس روایت کو مرسل قرار دیا گیا۔ حافظ عراقی نے کہا یہ متصل ہے مگر اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔ مسند بزار اور ابونعیم سے مسند ابو یعلیٰ میں ابراہیم بن سعد سے روایت کی ہے۔

**تخریج** : اخرجہ مسلم (۲۲۸۸)

**الفوائد** : آپ ﷺ جس طرح تمام انبیاء سے افضل ہیں اس طرح آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے جب کوئی امت اپنے پیغمبر کی نافرمانی کرتی ہے وہ ہلاکت کا شکار ہوتی ہے۔

# ۵۲ :بَابُ فَضْلِ الرَّجَآءِ

## بَابٌ: ربّ تعالیٰ سے اچھی توقع رکھنے کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِخْبَارًا عَنِ الْعَبْدِ الصَّالِحِ :

﴿وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا﴾[غافر:۴۴-۴۵]

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا:

''اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بے شک اللہ بندوں کو دیکھنے والے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے ان برائیوں سے بچالیا جن کی انہوں نے تدبیریں کیں''۔(غافر)

وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْ اِلَى اللّٰهِ میں اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں تاکہ وہ مجھے ہر قسم کی تکلیف سے بچائے۔ان اللہ بصیر بالعباد۔ پس وہ بندوں کو بدلہ عنایت فرمائے گا۔گویا یہ اس آیت سے سمجھ آنے والے وعدے کا جواب ہے۔فوقاہ اللہ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا" الایہ سیئات سے مراد سخت قسم کی فریب کاریاں بیضاوی کہتے ہیں۔ضمیر موسیٰ کی طرف لوٹ رہی ہے۔العبد الصالح سے مراد مؤمن آل فرعون ہے۔اخبارًا۔یہ مفعول مطلق یعنی مختلف قسم کی خبریں۔

۴۴۱ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ قَالَ :"قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَاَنَا مَعَهُ حَيْثُ يَذْكُرُنِيْ وَاللّٰهِ اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَالَّتَهُ بِالْفَلَاةِ وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا ' وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا ' وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا ' وَاِذَا اَقْبَلَ اِلَيَّ يَمْشِيْ اَقْبَلْتُ اِلَيْهِ اُهَرْوِلُ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ اِحْدٰى رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ - وَرُوِيَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ :"وَاَنَا مَعَهُ حِيْنَ يَذْكُرُنِيْ" بِالنُّوْنِ وَفِيْ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ "حَيْثُ" بِالثَّاءِ وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ۔

۴۴۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں جہاں بھی وہ مجھے یاد کرے۔ اللہ کی قسم یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو جنگل میں اپنی گم شدہ چیز کو پالیتا ہے اور جو میرے ایک بالشت قریب ہوتا ہے۔تو میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس کے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں (بخاری ومسلم) یہ مسلم کی ایک روایت ہے اس کی شرح حدیث ۴۱۲ میں گزری ہے۔صحیحین کی روایت میں ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور ایک روایت میں حَيْثُ کا لفظ ہے۔یہ دونوں صحیح ہیں۔

**تشریح** ۞ انا عند ظن عبدی بی :ابن جوزی فرماتے ہیں رجاء اور معافی کی امید ہیں۔ ملا علی قاری کہتے ہیں اس کی تائید بیہقی کی اس روایت میں ہے امر الله بعبد الی النار فلما وقف علی شفیر ھا التفت وقال اما واللہ یارب ان کان ظنی بك حسن۔فقال اللہ ردوہ انا عند ظن عبدی بی' (شرح حصن لقاری) البدور السافرہ للسیوطی ظن راجح جانب کو کہتے ہیں بعض نے یقین کا معنی لیا ہے مطلب یہ ہوگا کہ اپنے بندے کے یقین پر ہوں جو میرے متعلق رکھتا ہے اور اس کے اس علم پر ہوں کہ اس نے میری بارگاہ میں لوٹنا ہے اور اس کا حساب میرے ذمہ ہے۔ جو خیر و شر اس کے لئے بنائے ہیں وہ اس کو پیش آ کر رہیں گے۔

**فائدہ** : ھمه :شرح میں ظن قسم کا ہوتا ہے۔ ۱) واجب مثلاً اللہ تعالیٰ کے متعلق اچھا گمان کرنا۔ ۲ حرام مثلاً اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی نمبر ۳ مستحب مثلاً جو ظاہر میں اچھا نظر آئے اس پر حسن ظن کہ وہ عادل ہے۔ ۴ جائز مثلاً تہمت کے مقامات پر جانے والے پر بدگمانی۔

**انا معه** :اس معیت سے رحمت و توفیق کی معیت مراد ہے اور اسی طرح اعانت و نصرت کی معیت۔ حیث ذکرنی مجمع: میں یا خلوت میں یجد ضالته :جس کی اسے بہت ضرورت تھی اور مجبوری تھی۔ بالفلاۃ: فلاۃ وہ زمین جس میں پانی نہ ہو اس کی جمع فلا ہے۔ قول علماء فرح اللہ سے مراد راضی ہونا قول مازدی فرح کی کئی صورتیں ہیں۔ ۱ سرور کے ساتھ رضا لازم ہے۔ یہاں رضا کو فرح سے تعبیر کر دیا۔ تاکید و مبالغہ مقصود ہے۔ ومن تقرب الی۔ الی سے مراد فضل و رحمت ہے جس کی طرف عمل صالح سے بندہ قریب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے قرب سے مراد بندے پر فضل و رحمت کا کرنا۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۷٤۰۵) و مسلم فی الذکر والدعا (۲٦۷۵) و فی التوبه (۱/۲٦۷۵)

**الفوائد** :بندے کو چاہیے کہ امید کو خوف پر غالب رکھے مگر گناہوں کی جرأت نہ کرے۔

٤٤۲ :وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثَةِ اَيَّامٍ يَقُوْلُ : "لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۴۲. حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی وفات سے تین روز قبل یہ ارشاد سنا۔ تم میں سے کسی کو ہرگز موت نہ آئے مگر کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ قبل موته: نبی ﷺ کی وفات سے پہلے ۔وھو یحسن الظن باللہ عزوجل ایک روایت میں "وھو محسن الظن باللہ: قول علماء یہ ہے کہ اس مایوسی سے ڈرایا گیا ہے اور خاتمہ کے وقت رجاء پر برانگیختہ کیا گیا ہے اور یہ روایت پہلے گزری "انا عند ظن عبدی بی" بقول علماء تحسین ظن باللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائیں گے اور اس کو معاف کر دیں گے اور یہ بھی کہ حالت صحت میں ڈرنے والا امید کرنے والا ہو۔

**ایک تحقیق**: صحت کی حالت میں خوف و رجاء برابر ہوں یا کم زیادہ' اور جب موت کی علامات قریب ہو جائیں تو رجاء کا غلبہ خالص ہو یا زیادہ تر کیونکہ خوف کا مقصد معاصی اور قبائح سے باز رہنا اور طاعات اور صالح اعمال کی کثرت کرنا ہے اور اب یہ

مشکل ہو گیا تو ایسا حسن ظن جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا احتیاج اور اس پر کامل یقین ظاہر کرے وہ غالب ہونا چاہئے اس کی تائید اس روایت سے ملتی ہے "یبعث کل عبد علی مامات علیہ "بقول علماء اس کا مطلب یہ ہے کہ اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت آئی۔

**قول قرطبی:** حسن ظن کے علاوہ کسی دوسری حالت میں مرنے کی ممانعت کی گئی اور یہ انسان کے قبضہ میں نہیں اب مراد یہ ہے کہ موت کا سامنا ایسی حالت میں ہو کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن رکھنے والا ہو۔(المفہم للقرطبی) اس کی نظیر اس ارشاد باری تعالیٰ میں ہے۔ولا تموتن الا وانتم مسلمون"۔

علامہ دمیری نے مقیر بن مسکین سے نقل کیا کہ میں امام شافعیؒ کی خدمت میں گیا۔جب کہ وہ مرض وفات میں مبتلا تھے میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ میں دنیا سے جارہا ہوں اور دوستوں کو چھوڑنے والا ہوں اور موت کا جام نوش کرنے والا ہوں یہ نہیں جانتا کہ میری روح کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا کہ میں مبارک باد کے قابل ہوں گا یا دوزخ کی طرف سے وہاں سزادی جائے گی اور تعزیت کے قابل ہونگا اور یہ اشعار پڑھے

لما قسا قلبی وضاقت مذاہبی ☆ جعلت الرجاء منی لعفوك سلما

تعاظمنی ذنبی فلما قرنته ☆ بعفوك ربی كان عفوك اعظما

"سب راہیں بند ہو گئیں صرف تیری معافی کا راستہ باقی رہ گیا۔میرے گناہ دیکھنے میں تو بڑے ہیں مگر تیرے عفو کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتے"۔

رافعی کے یہ اشعار ہیں

اذا امسی فراشی من تراب وصرت ☆ مجاور الرب الرحیم

فہنونی احبائی وقولوا ☆ لك البشری قدمت علی كریم

" جب میں قبر میں پہنچ جاؤں تو دوستو! مجھے مبارک دیتے ہوئے کہنا تو سخی بادشاہ کا مہمان بنا ہے"۔

**تخریج:** مسلم'ابو داؤد'ابن ماجه ابن حبان ٦٣٦ 'طیالسی ١٧٧٩ 'بیہقی ٣/٣٧٨ احمد ١٤١٢٧ /٥۔

**الفرائد:** آدمی کو ایسے اعمال صالحہ کرنے چاہیں جو اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کو حسن ظن کی طرف لے جانے والے ہوں اور اللہ کی رحمتوں پر قطعی یقین ہونا چاہئے۔

٤٤٣ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ :قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰی مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِیْ ، یَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَكَ' یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْ اَتَیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِكُ بِیْ شَیْئًا لَاَتَیْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ : وَقَالَ :حَدِیْثٌ

حَسَنٌ۔

"عَنَانُ السَّمَآءِ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ قِيْلَ هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا اَیْ ظَهَرَ اِذَا رَفَعْتَ رَاْسَكَ– وَقِيْلَ : هُوَ السَّحَابُ – وَ "قُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقَافِ وَقِيْلَ بِكَسْرِهَا وَالضَّمُّ اَصَحُّ وَاَشْهَرُ وَهُوَ : مَا يُقَارِبُ مِلْاَهَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۴۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے اچھی امید رکھے گا۔ میں تجھے بخشتا رہوں گا خواہ تیرے عمل کیسے ہی ہوں مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے گا تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تو میرے پاس زمین بھر کر گناہوں کے ساتھ آئے تو پھر تو مجھے اس حالت میں ملے کہ میرے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ تو میں تیرے پاس زمین بھر کر بخشش لاؤں گا۔ (ترمذی)

یہ حدیث حسن ہے۔

عَنَانُ السَّمَآءِ: بعض نے کہا اس کا مطلب جو تیرے لئے ظاہر ہو جب تو سر اٹھا کر دیکھے بعض نے کہا مراد بادل ہے۔

قُرَابُ الْاَرْضِ یا قِرَابُ الْاَرْضِ: جو قریباً زمین کو بھر دے۔ واللہ اعلم۔

**تشریح** ⊛ یا ابن آدم: اس سے ایک کو آواز دینا مقصود نہیں۔ آدم۔ یہ ادیم الارض سے مشتق ہے یعنی سطح زمین اصل میں ءَاْدم ہے۔ دوسرے ہمزہ کو الف کر دیا علم و وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ بعض نے عجمہ کہا غیر منصرف ہے منادیٰ سے یہاں تخصیص نہیں ہوتی۔ انك مادعوتنی ور جوتنی جب تو اپنے نفع اور بھلائی کے لیے مجھے پکارتا تھا اور جو میرے پاس ہے اس کی امید میں پکارتا تھا۔

غفرت لك ماكان عندك: میں نے تیرے گناہوں کو ایمان و استغفار سے مٹا دیا۔

ولا ابالی: مجھے کوئی پرواہ نہیں تیرا گناہ بڑا ہو یا چھوٹا اور یہ صورت اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کے وقت ہوتی ہے۔ عنان السماء: آسمان وزمین کے مابین کا خلا بھر دیں عنان السماء سے بعض نے بادل مراد لیا ہے۔ (المصباح المنیر) ثم استغفرتنی: پھر تم ان کی مجھ سے معافی چاہو۔ غفرت لك: میں وہ معاف کر دونگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کریم اور لغزشوں کو معاف کرتے اور نیکیاں قبول کرتے ہیں۔ یہ تمثیل ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی کثرت اور لامحدود ہونا بیان کرتی ہے۔ قراب الارض: جو بھرنے کے قریب کر دے۔ خطایا یہ خطیئۃ کی جمع ہے۔ اصل خطائی تھا (المصباح) لاتشرك بی شيئا بقرابها مغفرة: یعنی میں وہ تمام گناہ بخش دوں گا۔ کیونکہ ایمان تو بخشش کے لیے بنیادی شرط ہے اور طاعت وعفو عن المقضیت کی قبولیت کا دارومدار ایمان پر ہے۔ اس کے بالمقابل شرک کے ہوتے ہوتے۔ معافی کی بنیاد ہی مفقود ہے دیگر ایمانیات بھی ضروری ہیں۔ الیتك غایت مغفرت یا ارادہ مراد ہے۔ یہ حدیث قدسی ہے۔

**تخریج**: اخرجہ الترمذی (۳۵۵۱)

**الفوائد**: اللہ تعالیٰ گناہ گار کی توبہ قبول فرماتے ہیں خواہ اس کے گناہ آسمان کی بلندیوں کو چھونے والے ہوں۔

# ۵۳: بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ

## باب: ربّ تعالیٰ سے خوف واُمید (دونوں چیزیں) رکھنے کا بیان

اِعْلَمْ اَنَّ الْمُخْتَارَ لِلْعَبْدِ فِيْ حَالِ صِحَّتِهِ اَنْ يَّكُوْنَ خَآئِفًا رَاجِيًا وَيَكُوْنَ خَوْفُهُ وَرَجَاؤُهُ سَوَآءً وَفِيْ حَالِ الْمَرَضِ يُمَحِّضُ الرَّجَاءَ - وَقَوَاعِدُ الشَّرْعِ مِنْ نُصُوْصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مُتَظَاهِرَةٌ عَلٰى ذٰلِكَ۔

بندے کے لئے سب سے بہتر بات یہی ہے کہ وہ حالت صحت وتندرستی میں اللہ تعالیٰ کے جلال سے ڈرنے والا اور اس کی رحمت کا امیدوار ہو اور خوف ورجاء برابر ہوں اور حالت مرض میں خالص رجاء کا دامن تھام لے۔ دلائل شرع اس کی تائید میں بہت ہیں **العبد**: سے صرف آزاد مرد اور عورت بھی مراد ہیں **خائفا راجیا**: خوف اس کو مخالفت سے باز رکھے اور رجاء اس کو اعمال صالحہ پر ابھارے۔

**خوفہ رجاءہ سواء**: قرآن مجید میں عموماً ترغیب ترہیب کو اکٹھا لایا گیا ہے۔ یہ سب سے بہتر تاویل ہے۔ خوف کا مقام اس حد تک ہے کہ مایوسی اس پر غالب نہ آنے پائے پس رجاء کو اپنے نفس پر غالب رکھے جب تک کہ ذمہ سے ہاتھ نہ دھونے لگے جب ایسا ہو تو خوف کو سامنے لائے۔ **قواعد الشرع**: یہ قاعدہ کی جمع ہے۔ وہ قانون کلی جس سے جزئیات کی پہچان ہو۔ شرع سے مراد وہ احکام خیر بندے کے معاملات معاد ومعاش کا دارومدار ہے۔ قاعدے کو قانون بھی کہتے ہیں۔ شرع کا مرادف دین' اسلام وملت ہیں۔ **سنت**: جس قول' حالت' فعل تقدیر کی نسبت رسول ﷺ کی طرف کی جائے۔ **مکر اللہ**: یہ استدراج سے استعارہ ہے اور اس کو ایسا پکڑنا جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔ **الخاسرون**: جنہوں نے کفر کے ساتھ اپنے کو نقصان میں مبتلا کیا اور عبرت کو ترک کر دیا۔ **متظاہرہ**۔ معاون۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ [اعراف:۹۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر خسارہ پانے والے لوگ''۔ (الاعراف)

**فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ**: بندے کا اللہ تعالیٰ تدابیر سے بے پرواہ ہونا' اچانک پکڑا جانا' **الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ**: اصل تو کافر حقیقی خسارے میں مبتلا ہے۔ جو نگاہ عبرت سے محروم ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ [یوسف:۸۷]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں''۔ (یوسف)

اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ: ناامید نہیں ہوتے۔ روح اللّٰہ: اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت جس سے وہ بندوں کو زندہ کرتا ہے۔ الکافرون: جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے منکر ہیں۔ مؤمن کسی حال میں مایوسی کا شکار نہیں ہوتا۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾ [آل عمران:۱۰۶]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اس دن بعض چہرے روشن ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے''۔ (آل عمران)

تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ: حق پرستوں کے چہرے سفید ہونگے خوشی سے چمک رہے ہونگے۔

تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ: ذلت ورسوائی سے باطل پرستوں کے چہرے سیاہ ہونگے۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [الاعراف:۱۶۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک آپؐ کا رب جلد بدلہ لینے والا ہے اور وہ بخشش کرنے والا مہربان ہے''۔ (الاعراف)

سَرِيْعُ الْعِقَابِ: اس کو جو نافرمانی کرے۔ انہ لغفور: جو اہل طاعت ہوں۔ رحیم: ان پر مہربان ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ﴾ [الانفطار:۱۳-۱۴]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک نیک لوگ البتہ نعمتوں میں ہوں گے اور بے شک گناہگار لوگ جہنم میں ہوں گے''۔ (الانفطار)

ابرار سے سچے ایمان والے نعیم سے مراد جنت ہے۔ فجار سے کفار ومشرکین جحیم: بھڑکتی آگ۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَّاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ﴾

[القارعۃ:۶-۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پس پھر وہ شخص جس کے وزن بھاری ہوئے پس وہ من مانی زندگی میں ہوگا اور پھر وہ شخص جس کے وزن ہلکے ہوئے پس اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے''۔ (القارعہ)

ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ: اگر اس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ وزنی ہوگئیں۔ عیشة راضیه: اس سے مراد جنت ہے۔ جو کہ رضاوالی

جگہ ہے۔ راضیہ: بمعنی مرضیہ ہے خفت موازینہ: گناہ نیکیوں سے بڑھ گئے۔ فامہ: اس کا مسکن ھاویہ: اس کو خوفناک کر کے بیان کیا تاکہ اس کی بڑائی ظاہر ہو۔

وَالْاٰيَاتُ فِیْ هٰذَا الْمَعْنٰی كَثِیْرَةٌ فَيَجْتَمِعُ الْخَوْفُ وَالرَّجَاءُ فِیْ اٰيَتَيْنِ مُقْتَرِنَتَيْنِ اَوْ اٰيَاتٍ اَوْ اٰيَةٍ۔

آیات اس سلسلہ میں بہت ہیں پس دو یا زیادہ متصل آیات میں خوف اور امید دونوں جمع ہو جاتے ہیں یا کسی ایک آیت یا کئی آیات میں جمع ہیں۔

٤٤٤ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ :قَالَ :"لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهِ اَحَدٌ، وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِهِ اَحَدٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۴۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر مؤمن جان لیتا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سزا ہے تو اس کی جنت کی کوئی طمع نہ کرتا اور اگر کافر جان لیتا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی مایوس نہ ہوتا"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ماطمع بجنته: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جلال حق کو ملاحظہ کر کے اس کے انتقام سے ڈرنے والا ہوگا۔ حالانکہ یہ اس کی طرف سے عدل ہے۔ ماقنط من رحمة اللہ قنط از ضرب وسمع فهو قانط (المصباح) بقول جوہری یہ نصر سے بھی آتا ہے۔ کثرت رحمت کو دیکھ کر کوئی بھی مایوس نہ ہو۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۲۷۵۵)

**الفوائد**: اللہ تعالیٰ کی صفات قہریہ اور صفات مہریہ دونوں کو سامنے رکھنا چاہئے۔ تاکہ رجاء وخوف کے درمیان رہے۔

٤٤٥ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا النَّاسُ اَوِ الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِیْ، وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا :اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهٗ صَعِقَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۴۴۵: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میت تیار کر کے رکھ دی جاتی ہے اور لوگ یا آدمی اس کو کندھوں پر اٹھاتے ہیں پس اگر وہ نیک ہوتا ہے تو وہ کہتی ہے مجھے آگے بڑھاؤ مجھے آگے بڑھاؤ اور اگر وہ بدکار کی میت ہوتی ہے تو وہ کہتی ہے۔ ہائے افسوس تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے سوائے انسان کے اگر انسان سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ وضعت الجنازہ: آدمیوں کے سامنے اٹھانے کے لئے رکھ دیا جاتا ہے۔ احتملها الرجال: رجال کی قید

سے معلوم ہوتا ہے۔ جنازہ اٹھانے کی ذمہ داری مردوں کو سونپی جائے گی۔ عورتیں اس کو اٹھانے سے عاجز آ جائیں گی۔ عورتوں کے حوالے کرنا شدید مکروہ ہے۔ عورت کو نعش پر رکھنے اور کفن پہنانے کی ذمہ داری تو عورت ہی کو ہوں گی۔ **فان کانت صالحة**: مطلق صلاح تو ایمان ہے اور گناہوں سے پرہیز اور اوامر کی اتباع پر صلاح کا عموماً اطلاق ہوتا ہے۔ **قدمونی 'قدمونی**: اللہ تعالیٰ نے جو قبر کی نعمتیں اس کے لئے تیار کی ہوتی ہیں ان کی طرف شوق مند ہو کر کہتا ہے۔ **یاویلها**: اضافت خلاف قیاس ہے۔ نفس متکلم کی طرف اضافت کو ناپسند کرتے ہوئے ضمیر کی طرف کر دی یہ کلمہ حسرت کے لیے بولتے ہیں۔ مطلب یہ ہے ہائے میری حسرت وشرمندگی یہ تیرا موقعہ ہے آ جا۔ **ویل**: ہلاکت **یسمع**: یہ تسمع کے معنی میں ہے۔ **کل شئی**: سے جماد مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں سننے کی قوت پیدا کر دیتا ہے۔

**ولو سمعه لصعق**: استثناء انسان کی حکمت ہے۔ کہ انسان شدت صوت سے ہی مر جائے یہ آواز اس ہلاکت وتباہی کو دیکھ کر کرتا ہے جو اس کے لئے تیار کی گئی ہوتی ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۱۱۵۵۲/٤) والبخاری (۱۳۱٤) والنسائی (۱۹۰۷) وابن حبان (۳۰۳۸) و عبدالرزاق (۲٦۵۰) والبیهقی (٤/۲۱)

**الفرائد**: ① جنازے کو جلد لے جانا چاہیے۔ ② اہل باطل اور غیر صالح افراد کی صحبت سے بچنا چاہیے۔

٤٤٦ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِّنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۴۶: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت تمہارے ہر شخص کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور آگ بھی اسی طرح قریب ہے"۔ (بخاری)

**تشریح** ✿ **شراك نعله**: جوتے کا تسمہ جو سامنے کی جانب ہوتا ہے۔ **مثل ذلك**: قریب ہونے میں مماثلت ہے۔ ابن بطال کہتے ہیں۔ طاعت جنت کی طرف اور معصیت آگ کے قریب کرنے والی ہے۔ طاعت ومعصیت بسا اوقات معمولی اشیاء میں بھی پائی جاتی ہے جیسا اس روایت کا مفہوم ہے۔ "ان الرجل يتكلم بالكلمة" انسان کے لیے مناسب ہے۔ کہ وہ چھوٹی سی نیکی سے بے پروائی نہ کرے اور تھوڑے سے شر کا ارتکاب نہ کرے۔ کیونکہ وہ اس نیکی کو نہیں جانتا جس سے اللہ تعالیٰ کی اس پر رحمت ہو جائے گی اور اس گناہ کو نہیں جانتا جس سے اسکی ہلاکت ہو جائے گی۔ ابن جوزی فرماتے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنت کا حصول آسان ہے جبکہ قصد درست ہو اور نیکی کرنے والا ہو اور آگے کا بھی یہی حال ہے جب کہ خواہشات کے پیچھے لگ جائے۔

**تخریج**: بخاری واحمد ۲/۳٦٦ (جامع صغیر) ابن حبان ٦٦۱ بیهقی ۳/۳٦۸۔

**الفرائد**: چھوٹی نیکی کرنے سے بھی گریز نہ کرے اور معمولی گناہ سے بھی پرہیز کرے۔ کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ کس نیکی سے بچے گا اور کس گناہ سے اس پر ناراضگی اتر سکتی ہے۔

# ۵۴: بَابُ فَضْلِ الْبُكَآءِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَشَوْقًا اِلَيْهِ

## باب: اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی ملاقات کے شوق میں رونا

الخشیہ: عظمت سے ملا ہوا خوف' یہ علماء ربانی میں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" اللہ تعالیٰ اس گروہ میں ہمیں شامل فرمائیں۔ شوقا الیہ: من کے مجرور جار معطوف ہے یہ مفعول لہ ہے۔ جس پر شروط نصب پائے جانے کے باوجود جر جائز ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا" والخیل والبغال والحمیر لتر کبو ھاو زینۃ " زینۃ کا لفظ لتر کبوھا: کے محل پر معطوف ہے۔ ایک قول کے مطابق نووی نے اشارہ کیا بکاء کے سبب دو ہیں۔ ① خشیت ۔② شوق اللہ تعالیٰ نے سابقہ کتب کے ایمان والوں کی حالت بتلائیں۔ "ویخرون ملاذقان و یبکون الایہ" اس لئے کہ قرآن کے پرتاثیر مواعظ نے ان میں اثر کیا اس لیے وہ خشیت الٰہی سے رونے والے ہیں ذقن: کا ذکر تو یہ ظاہر کرنے کے لیے ہے کہ زمین سے ملنے والا منہ پہلا حصہ ہے لام خصوصیت کے لیے ہے۔ یز یدھم خشوعا: قرآن مجید کا سماع ان کے خشوع میں اسی طرح اضافہ کرتا ہے جیسا ان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا﴾ [الاسراء:۱۰۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں اور ان کے خشوع میں (قرآن) اضافہ کرتا ہے"۔ (الاسراء)

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ﴾ [النساء:۵۹'۶۰]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کیا تم اس بات (قرآن) سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں"۔ (النساء)

الْحَدِيْثِ: اس سے قرآن مجید مراد ہے۔ تعجبون تم انکار کر کے تعجب میں پڑے ہو۔ تضحکون استہزاء ہنستے ہو۔ ولا تبکون اور اپنی زیادتی پر روتے نہیں حالانکہ زیادتی منکشف کر دی گئی۔

۴۴۷: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: "اقْرَاْ عَلَيَّ الْقُرْاٰنَ" قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ؟ قَالَ: "اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ" فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰى جِئْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ قَالَ: "حَسْبُكَ الْاٰنَ" فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۴۷: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں! حالانکہ آپ پر قرآن اترا۔ آپ نے فرمایا میں

دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔ میں نے آپ ؐ کے سامنے سورۂ نساء پڑھی یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا:
﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا ......﴾ پس اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ ؐ کو
ان سب پر گواہ لائیں گے" تو آپ ؐ نے فرمایا اب اتنا کافی ہے! میں آپ ؐ کی طرف متوجہ ہوا تو آپ کی آنکھوں سے
آنسو جاری تھے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **اقراء علیك** :اس سے پہلے ہمزہ استفہام یعنی **ا اقرء علیك**: کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں **وعلیك**:
آپ ہی پر قرآن مجید اترا ہے انزال؟ ضمیر مخاطب سے جملہ حالیہ ہے۔ واو رابط ہے۔ ابن مسعودؓ نے سمجھ لیا کہ آپ ان کی
قراءت لذت کے لیے سننا چاہتے ہیں ان کے ضبط کا امتحان مقصود نہیں اسی لیے تعجب سے سوال کیا۔ ورنہ کوئی تعجب کا موقعہ نہیں
"**قال انی احب ان اسمعه من غیری**" کیونکہ فہم و تدبر میں یہ بلیغ طریقہ ہے اور دل ادراک معانی کے لئے خالی ہوتا
ہے اور قاری اس کے الفاظ کی ادائیگی اور ضبط میں مشغول ہوتا ہے۔ آپ کی عادت مبارکہ جبرئیل سے سننے کی تھی طبعی عادت
مرغوب ہوتی ہے اسی لئے دوسرے کو قرآن سنانا مسنون ہے۔

**فوائد**: افضل غیر افضل سے قرأت وغیرہ حاصل کرنے میں نفرت نہ کرے۔ ابن نحوی کا قول۔ ۱) لوگوں تعلیم دینے کے
لئے قرأت سننا چاہتے تھے۔ ② آپ کو بکاء کے غلبہ کا خطرہ تھا **سورۃ النساء** :اس سے ان لوگوں کی تردید ہوگئی جو سورتوں
کے نام کو مناسب نہیں سمجھتے۔ **جئت الی ھذہ الایة** : اس پر بطور عطف بیان آیت **فکیف اذاجئنا من کل امة
بشهید**" کفار کا کیا حال ہوگا جب ہر امت میں سے اس کا پیغمبر گواہی دے گا۔ **ھولا**: معین کفار مراد ہیں۔ صاحب مغنی کا
خیال یہ ہے کہ ہر امت کا نبی امت کے خلاف گواہی دے گا۔ مگر طیبی کہتے ہیں" **لیکون الوسول شھید علیکم و تکو
نوا شھدء علی الناس**" اس سے معلوم ہوا کہ گواہی امت کے حق میں ہوگی نہ کہ ان کے خلاف۔ بقول ابن النحوی یہ ساری
امت ہے جس کے حق اور خلاف گواہی دیں گے پس علی لام کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا امت دعوت (کفار) مراد ہیں
۔ بعض نے کہا یہود و نصاریٰ بعض نے کفار قریش۔ اب اس گواہی کے متعلق کئی اقوال ہیں۔ ① ایمان کی گواہی۔ ۲) اعمال کی
گواہی **حسبك**: اتنا کافی ہے۔ املان **فالتفت الیه**. رکنے کی وجہ معلوم کرنے کے لئے آپ کی طرف دیکھا تو **فاذاعیناہ
تذرفان**: آنکھیں اشکبار تھیں ابن النحوی شرح بخاری میں لکھتے ہیں غرب کہتے ہیں **ذرفت العین دمعھا**: تفسیر سمرقندی
میں یہ روایت لکھی ہے آپ بنی ظفر کے ہاں آئے اور ایک چٹان پر بیٹھ گئے آپ کے ساتھ ابن مسعودؓ معاذ بن جبل اور دیگر
صحابہ تھے آپ نے ایک قاری کو پڑھنے کا حکم دیا۔ جب اس آیت" **فکیف اذا جئنا الایه**" پر پہنچے تو رونے سے آپ کی
ڈاڑھی تر ہوگئی اور یوں دعا کی" **یا رب ھذا علی من انا بین اظھرھم فکیف بمن لم ارھم ؟**" یہ شہادت تو ان سے
متعلق میرے ذمہ ہے جن کے مابین موجود ہوں لیکن ان کے متعلق کیسے ہوگی جن کو میں نے دیکھا بھی نہیں۔ تفسیر ثعلبی آپ
ﷺ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا "**حسبنا اللہ**" تفسیر زاد المسیر میں ہے "**وکنت علیھم شھید االایه**" ابن نحوی کا قول
ہے۔ آپ اس آیت کے وقت روتے ادائیگی شہادت ضروری ہے اور مشہور علیہ پر حکم شاہد کے قول کے مطابق ہوتا ہے۔ جب
آپ شاہد ہیں تو مفرطین کی حالت کا اندازہ کر کے روئے ایک قول یہ ہے کہ موقعہ کی ہولناکی اور معاملے کی سختی کا اندازہ فرما کر
روئے جبکہ انبیاءؑ کو اپنی امتوں پر تصدیق و تکذیب پر گواہی کے لیے بلایا جائے گا ایک قول یہ ہے کہ خوشی سے روئے کہ آپ

کی آمت کی گواہی قبول کر لی گئی اور ان کے متعلق آپ کا تزکیہ مان لیا گیا۔

بعض شارحین نے کہا کہ آپ کا رونا مزید شفقت اور زیادتی دامت کی وجہ سے تھا۔ اس لیے کہ آپ پر انکی یہ مشقت گراں گزری۔ ایک فائدہ۔ حسبك الان سے معلوم ہوتا ہے کہ قراءت کو کسی مصلحت کے لئے منقطع کرنا درست ہے۔

بقول حرالی: قاری کو "حسبك الان" کہنا اس لئے تھا تا کہ اس کو صبر کے ساتھ اپنی ہیئت کو برقرار رکھنے پر داد دیں۔ پس اگر اس سماع سے جس کی تاثیر آپ کی ظاہری حالت غالب آنے والی تھی آپ کو نفرت ہوتی تو اس کا طریقہ سکون کو چھوڑ دیتے اور ظاہری اعضاء کو اس حالت کے احساس سے نکلنے سے حفاظت کرتے جیسا کہ آپ کے اقوال وافعال میں آپ پر کوئی حرکت طاری نہ ہوتی جب آپ کو تنگی پیش آتی۔ پس آپ صبر کے دامن کو بالکل نہ چھوڑتے اور نہ ہی آپ اچھے انداز اور سکون والی حالت سے نکلتے۔ جب قیامت کا تذکرہ فرماتے بقرہ کی طرح خوف سے آواز نکلتی۔ سننے کا یہ اثر بہت انبیاء اور اولیاء میں ظاہر ہوا مگر مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سکون میں رہتے اور اس کا اثر مجلس پر بھی سکون کی صورت میں ہوتا۔ شاذ و نادر آپ کے ہم مجلس سکون کی حالت سے نکلے ہوں۔ جیسا کہ عرباض رضی اللہ عنہ کی روایت میں وارد ہے۔ کہ ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور دل نرم پڑ گئے۔ الحدیث آپ کی صبر والی حالت کا اثر مجلس پر سکونی کی صورت میں ہوتا اچھے انداز کو لازم کیے رکھتے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کر دیا کہ نفس میں انفعال تو لازم ہے مگر اس کو چھپانا چاہیے اور صبر اور سکون کو اختیار کرنا چاہئے۔ حرکت و چیخ سے ظاہر نہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ آپ کی سنت پر عمل پیرا لوگوں پر ان وجدانی حالتوں میں حسن انداز اور تثبت پایا جاتا ہے دوسروں میں یہ نہیں۔ صحابہ کرام کو یہی سکھاتے آپ کی پیروی کرنی چاہئے۔

**تخریج**: بخاری التفسیر 'مسلم فی الفضائل 'ترمذی 'نسائی فی التفسیر 'ابو داؤد'ابن حبان ۷۰۶۵ '۸ طبرانی ۸٤٦۰ '۸ 'ابو یعلی ۵۲۲۸ 'بیهقی ۱۰/۲۳۱۔

**الفوائد**: ابن مسعود کی قراءت سن کر آپ نے فرمایا جو تر و تازہ قرآن سننا چاہتا ہو وہ قرأت ابن مسعود کو اختیار کرے (شرح بخاری ابن نحوی) ① قرآن مجید سن کر رونا عارفین کا کام ہے۔ ② قراءت قرآن مجید کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم قلب اور حزن و خوف کا دل پر غلبہ ہونا چاہئے قرآن مجید کی وعید و وثائق کو سامنے رکھیے۔

٤٤٨ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَّا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ : "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا". قَالَ فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وُجُوْهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ' وَسَبَقَ بَيَانُهٗ فِيْ بَابِ الْخَوْفِ۔

۴۴۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا...... میں نے کبھی اس جیسا نہیں سنا...... پھر ارشاد فرمایا: اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں۔ تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ حضرت انس کہتے ہیں اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا اور ان کے رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

(بخاری و مسلم)

روایت ۴۰۰ باب الخوف میں بیان ہو چکی۔

**تشریح** ⊙ خطبة: یہ فعلہ بمعنی مفعول ہے جیسے نسخہ بمعنی منسوخ۔اس کی جمع خطب ہے۔

**ما سمعت مثلها**: بلاغت وفصاحت اور مقصود تذکر وتنبیہ کی کفایت میں لاجواب تھا۔**ما اعلم**: اللہ تعالیٰ کا جلال اور اس کی عظمت **لضحکتم قلیلا**: کائنات میں اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت پر خبردار کرنے والے مظاہر تم دیکھ پاؤ۔اس سے معلوم ہوا کہ غلبہ خوف نہ ہونا چاہئے اس کی وجہ یہ ہے رجاء سے انقطاع لازم آتا ہے۔**و بکیتم کثیرا**: یہ دونوں اسم مفعولیت کی وجہ سے منصوب ہیں۔② ظرف یہ زمانیہ کی وجہ سے منصوب ہیں۔**لهم خنین** غطی کی ضمیر فاعلی سے حال ہے اور ضمیر رابط ہے۔

**تخریج** : بخاری، مسلم، احمد ۱۲۶۵۹/٤، ابن حبان ۱۰٦۔

**الفوائد** :اہل ایمان کے لیے بشارت عظیم ہے کہ ان کو دائمی نعمتیں ملیں گی۔

٤٤٩ :وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۴۴۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''وہ آدمی آگ میں داخل نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا۔ یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہنچنے والا غبار اور جہنم کا دھواں دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔(ترمذی)

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ⊙ **من خشیة الله**: من تعلیلیہ ہے اللہ تعالیٰ کا وہ خوف جو اس کے اوامر کی پیروی اور نواہی سے اجتناب کی طرف دعوت دینے والا ہے۔جو ایسا ہو وہ اس سخی بادشاہ کے وعدے کے مطابق آگ میں صرف قسم پوری کرنے کی حد تک داخل ہوگا۔عاقولی کا قول ہے۔شاید اس سے مراد عارف باللہ یعنی عالم عامل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' **انما یخشی الله من عباده العلماء** '' خلاصہ یہ ہے کہ معرفت کچھ نہ کچھ تو چاہئے تاکہ خشوع وبکاء کا تصور کر سکے کیونکہ جو رونے کی کوئی وجہ نہیں پہچانتا اس کا رونا ممتنع ہے(عاقولی) میں نے جو بات کہی وہ اولیٰ ہے کہ کریم کے وعدے سے جنت میں جانا اگر اس کو نہ مانیں تو یہ خبر اس روایت کے معارض ہے جس میں عصاۃ وگناہ گار مومنوں کا آگ میں جانا مذکور ہے۔**حتی یعود اللبن فی الضرع** :مسام میں سے دوبارہ جسم میں چلا جائے۔عادت میں یہ محال ہے۔تو خالف کے داخلے کو محال سے معلق کر کے یقینی ہونا ثابت کر دیا اور ورود عرور کے وجوب کے یہ بات منافی نہیں باقی رہا وہ شخص جس کا رونا خشیت کی وجہ سے نہ ہو اگر وہ غیر شرک پر مرا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے چاہے تو جنت کے فائز المرام لوگوں میں داخل فرما دے اور معاف کر دے اگر چاہے آگ میں اتنا روک لے جتنا اس کے متعلق طے ہو چکا پھر ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے اور یہ بھی اس کا محض فضل ہے عود لبن سے محال بات کا بیان مقصود ہے۔**لطیفه**: اگر دودھ پلید ہو جائے وہ جانور کو پلا دیا جائے پھر اس کا دودھ دوھ کر پی لے یہ دودھ پاک ہے۔**غبار فی سبیل الله**: سے مراد دشمنان دین سے جہاد جو رضائے الٰہی کے لئے ہو۔**دخان**

جھنم: اس سے معلوم ہوا کہ جہاد فی سبیل اللہ مجاہد کو عذاب سے بچانے والا ہے۔ یہ ایسا وعدہ ہے جس میں تخلف نہیں جب اس کی موت اسی راہ میں آئے یا بعد میں آئے مگر اس دوران اس نے کسی مہلک فعل کا ارتکاب نہ کیا ہو۔

**تخریج**: ترمذی فی الجهاد احمد ١٠٥٦٥/٣ نسائی ٣١٠٨ ابن ماجه حاکم ٢٦٠/٤۔

**الفرائد**: ① اللہ تعالیٰ کے خوف خشیت سے رونے کی فضیلت مذکور ہے۔ ② مجاہد کے فضائل مذکور ہیں۔

٤٥٠: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ: اِمَامٌ عَادِلٌ: وَشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۵۰: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن سایہ دیں گے جس دن اس سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: ① عادل حاکم ② عبادت گزار نوجوان ③ وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو ④ وہ دو آدمی جو اللہ کی خاطر باہمی محبت کرتے ہیں ان کا جدا اور جمع ہونا اسی بنیاد پر ہوتا ہے ⑤ وہ آدمی جس کو کسی حسین اور صاحب مرتبہ عورت نے گناہ کی طرف بلایا مگر اس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں ⑥ وہ آدمی جس نے صدقہ چھپ کر کیا کہ اسکے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہوا جو اسکے دائیں ہاتھ نے کیا ⑦ وہ آدمی جس نے علیحدگی میں اللہ کو یاد کیا بس اسکی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح**: شاب نشاء فی عباته اللہ: عبادت وہ ہے جس کے ذریعہ اس کی عبادت کی جائے اس شرط کے ساتھ کہ متقرب الیہ کی پہچان ہو۔ پس طاعت ان دونوں کے بغیر اللہ تعالیٰ معرفت تک پہنچانے والی نگاہ میں پائی جاتی ہے۔ اس کی معرفت یعنی اوقات کامل فکر سے حاصل ہو جاتی ہے اور قربت بلا عبادت اس قرب میں پائی جاتی ہے۔ جن میں نیت کی ضرورت نہیں مثلاً عتق، وقف۔ فقال اپنے دل سے اپنے نفس کو ڈانٹ سکے تاکہ وہ نافرمانی سے باز رہے ممکن ہے کہ زبان سے ہوتا کہ اپنے طالب کو متنبہ کر سکے۔ دونوں کا ہونا عین ممکن ہے۔ اس کی نظیر فقہاء کا قول ہے کہ روزہ دار کو جب گالم گلوچ کرے تو کہہ دے "انی صائم" "ففاضت عیناه اللہ تعالیٰ سے ڈر کر آنسو نکل آئے یہ روایت۔ باب فضل حب اللہ میں گزری۔

**تخریج**: بخاری، مسلم، احمد ١٠٤٤٨٦/١، ترمذی ٢٣٩٩، نسائی، موطا مالك ١٧٧٧۔

**الفرائد**: ① لوگوں کے مابین عدل کا حکم دیا گیا عدل والے کو عرش کا سایہ ملے گا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں حرام سے اپنے آپ کو بچانے والا سعادت مند ہے اللہ تعالیٰ کے گھروں سے محبت خود اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کے خوف سے جو ارتکاب فواحش سے بچا وہ کامیاب ہے۔ مخفی صدقہ بڑے ثواب کا باعث ہے۔ اگرچہ تذکرہ مرد کا ہے مگر جنس مراد ہے۔ عورت بھی ان صفات کو اپنائے تو یہ سعادت پائے گی۔

۴۵۱ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ' وَالتِّرْمِذِيُّ فِي الشَّمَائِلِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۴۵۱: حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جبکہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے چولھے پر رکھی ہوئی ہنڈیا جیسی آواز نکل رہی تھی۔ یہ حدیث صحیح ہے (ابوداؤد) ترمذی نے فضائل میں سند صحیح سے روایت کیا۔

**تشریح** ✿ عبداللہ بن الشخیر: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن عوف بن کعب بن وفدان بن الحرش حیی معاویہ بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ العمری الکعبی الجرشی المصری یہ مطرف بن یزید کے والد ہیں۔ انہوں نے رسول ﷺ سے ۶ روایات نقل کی ہیں۔ ایک روایت میں مسلم بخاری سے منفرد ہے۔ بخاری ۲ روایات لائے مزی نے اطراف نے ان کی نو روایات نقل کی ہے **ولجوفه** سینہ اور اس کا اندرون مراد ہے "**الجوف**" پیٹ اور جس پر کندھے اور پسلیاں جڑی ہوئی ہوں "ازیز" جوف میں ابلنے اور رونے کی آواز۔

**مسئلہ**: وہ آواز جو حروف پر مشتمل نہ ہو وہ مفسد صلاۃ نہیں۔

**کازیز المرجل**: یہ مذکر ہے تمام ہنڈیاں مؤنث ہیں۔ یہ تانبے کی دیگچی یا پتھر کی دیگچی یا ہر ہنڈیا ابن حجر نے اسی کو راجح کہا۔ قول زمخشری اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے جب اس کو چڑھا دیا جائے تو یہ اپنے پاؤں پر قائم ہو جاتی ہے

**من البکاء** : من اجلیہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ڈر اور عظیم خوف سے پیدا ہونے والی چیز ہے۔ یہ ابراہیم کی ارث میں آپ کو ملی ہے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے سینے ہنڈیاں کے جوش کی آواز ایک میل تک سنائی دیتی اس سے ان کے کامل خوف خشیت اور خضوع کا ثبوت ملتا ہے۔

حرانی کہتے ہیں اس سے اہل طریق وجد کو اپنے حالات میں پاتے ہیں۔ جلال و جمال کی مخلوط تجلیات پڑتی تھیں۔ جلال کی منفرد تجلیات کو کوئی انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ تجلیات کے وقت آپ کا قلب اطہر نور و سرور ملاعفت انس اور تبسط سے بھر جاتا۔ جلال کی تجلیات خوف و قلق پیدا کرتی ہیں اور جمال کی تجلیات انس و سرور اور آپ کی وراثت میں امت کو بھی ان تجلیات کا حصہ ملا۔ الحمدللہ۔

**تخریج** : ابوداؤد فی الصلاۃ 'ترمذی فی الشمائل 'احمد ۵/۱۶۲۱۲ 'نسائی 'ابن حبان ۲۶۵ ابن خزیمہ ۹۰۰' بیہقی ۲/۲۵۱۔

**الفوائد** : آپ ﷺ کے خشوع کی کیفیت کو "ازیز مرجل" سے سمجھایا گیا نماز میں خوف الٰہی سے رونے میں حرج نہیں۔

۴۵۲ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قَالَ وَسَمَّانِيْ؟ قَالَ : "نَعَمْ" فَبَكٰى اُبَيٌّ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ :فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي۔

۴۵۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ پڑھ کر سناؤں۔ انہوں نے عرض کیا: کیا میرا نام لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اُبی (فرطِ محبت سے) رو پڑے۔ (بخاری و مسلم)

دوسری روایت میں ''اُبی رونے لگے'' ہے۔

**تشریح** ۞ ابی بن کعبؓ: یہ سید القراء انصاری صحابی ہیں ان کے حالات باب کثرت طرق الخیر میں گزرے۔ **اقرأ علیك سورة لم یکن** مکمل تمہیں سناؤں۔ انہوں نے جناب رسول ﷺ سے عرض کیا۔ **وسمانی لك** واؤ عاطفہ ہے معطوف علیہ مقدر ہے۔ ''**ای امرك بذلك وسمانی**'' آپ کو حکم دے کر میرا نام لیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو کہ آپ اپنی امت کے ایک شخص کو **لم یکن** سنائیں اور ابی کا نام نہ لیا ہو اس کی تحقیق چاہی۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔'' **هل نص علی باسمی او قال اقرء قال اقرأ علی واحد من اصحابك فاخترتنی انت** '' کہ میں نے چنا ہو نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے۔ **قال نعم** یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے۔ اور طبرانی نے ابی بن کعب سے نقل کیا ''**قال نعم باسمك نسبك فی الملاء الاعلی**'' کہ تیرا نام نسب ذکر کیا گیا۔ **فبکی** ① وہ سرور و خوشی رونے لگے یا۔ ② اس نعمت پر شکر یہ کی کمی کو دیکھ کر خوف و خشوع سے رو پڑے۔ ③ یا خشیت و تعجب سے اپنے نفس کو کم درجہ سمجھتے ہوئے روئے صالحین کی یہی شان ہوتی ہے جب خوش ہوتے ہیں تو خشیت سے ملا لیتے ہیں بعض نے کہا۔ خوشی و سرور کا آنسو ٹھنڈا ہوتا ہے اسی لیے عرب کہتے ہیں۔ **اقر الله عینه** یہ ابن النحوی کا قول ہے۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ ان پر پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ سے وہ قرأت سیکھے۔ اس کی تائید احمد بن حنبل سے مروی علی بن زید عن عمار بن ابی دحیہ البدری کی روایت ہے۔ کہ جب ''لم یکن'' نازل ہوئی تو جبرئیل نے رسول ﷺ کو کہا ''**ان الله یا مرك ان تقرئها ابیا فقال له رسول** ﷺ ''**ان الله امرنی ان اقرئك هذه السورة فبکی وقال یا رسول الله وقد ذکرت ثمت؟ قال نعم** '' اور وہ اس میں پختہ ہو جائیں اور قرآن کا دور سنت بن جائے اور ابی کی فضیلت اور حفظ قرآن میں ان کا مرتبہ بتلا دیا جائے اس سے یہ مقصد نہیں کہ ابی سے کوئی چیز یاد کریں اس سورۃ کو متعین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مختصر ہے مگر بہت سے قواعد و اصول دین اور فروعات اور اہم باتوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح خلاص و تطہیر قلوب پر بھی مشتمل ہے۔

**فائدہ**: نسان کو اہل علم سے علم حاصل کرنا چاہیے خواہ میں کم درجہ ہوں مسلم کی روایت میں **فجعل ابی یبکی** کے الفاظ ہیں جو مضارع سے بہتر ہیں۔

**تخریج**: بخاری فی الفضائل والتفسیر، مسلم فی کتاب الصلاۃ ترمذی، عبدالرزاق ۲۰۴۱۱، احمد ۱۲۳۲۲/۴۔

**الفوائد**: ① ابی بن کعبؓ کی فضیلت ظاہر ہوتی کہ آپ ﷺ نے ان سے قرات سننے کا فرمایا۔ ② اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو قرأت سننے کا حکم دیا۔ ③ ابی خوشی سے رو پڑے۔

۴۵۳ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزُوْرُهَا' فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهَا بَكَتْ ' فَقَالَا لَهَا : مَا يُبْكِيْكِ؟ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلٰكِنِّيْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَآءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا— رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ زِيَارَةِ اَهْلِ الْخَيْرِ۔

۴۵۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد فرمایا: ہمارے ساتھ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے چلو! جس طرح رسول اللہ ﷺ ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے۔ جب دونوں حضرات وہاں پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ دونوں نے کہا آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے وہ بہت بہتر ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا میں اس لئے نہیں روتی۔ میں بھی بخوبی جانتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ زیادہ بہتر ہے لیکن میں اس لئے روتی ہوں کہ وحی آسمانوں سے آنی بند ہوگئی۔ اس بات نے اُن کو بھی رونے پر آمادہ کردیا چنانچہ وہ دونوں بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم) یہ روایت زیارت اہل خیر میں گزری۔

**تشریح** ۞ **بعد وفات رسول ﷺ** : بعد یہ قال کا ظرف ہے۔ وفات رسول کے بعد جب کار خلافت ابوبکرؓ نے سنبھالا۔ **نزورھا** یہ جملہ مستانفہ ہے جو جانے کا مقصد بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ **یزورھا** اس میں آپ کے افعال کی اقتداء کرنے کی طرف اشارہ ہے جب تک خصوصیت کی دلیل نہ پائی جائے۔

**بکت** : ان کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ابوبکرؓ وعمرؓ کے ہر وقت رہنے اور آنے کا موقعہ یاد آ گیا اس کی نظیر صحابہ کا وہ رونا ہے۔ جب کہ انہوں نے عمرؓ کے حکم سے شام میں اذان دی تو صحابہ کرام کو حضور ﷺ کا دور یاد آ گیا۔ **فقالا لھا مایبکیك اماتعلمین ان ماعند الله خیر رسول ﷺ** : اللہ تعالیٰ کے ہاں جو چیزیں ہیں ان میں سے سب سے کم درجہ چیز کی وضاحت سے الفاظ قاصر ہیں۔ پھر اعلیٰ تو اعلیٰ ہے۔ خیر ① بغیر الف کے مصدر ہوسکتا ہے۔ ② افعل التفضیل بھی ہوسکتا ہے آپ کے لیے دنیا میں بھی خیر تھی شریعت کے احکام بتاتے اور لوگوں کی راہنمائی کرتے اور اللہ تعالیٰ سے انقطاع والوں کو بارگاہ رب العالمین سے ملاتے اور دور والوں کو قریب کرتے۔ اسی لیے افعل کا معمول حذف کردیا۔ **مما فی الدنیا** : یہ عموم کے لیے ہے اور اشارہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ دنیا کی کسی چیز کا اس سے تقابل نہیں کیا جاسکتا۔ **لا اعلمھم ان ماعند الله خیر رسول ﷺ** : ان سے پہلے لام تعلیل ہے مطلب یہ ہے کہ عدم علم کی وجہ سے نہیں روتی۔ جملے کو دوبارہ دھرادیا کیونکہ محبوب کا تذکرہ بھی محبوب ہے۔ **لکن ابکی ان الوحی قدانقطع من السماء** یہ استدراک ہے۔ کہ عدم علم کی وجہ سے رونا نہیں لیکن : رونے کی وجہ زمین سے آسمان کے رابطے کا منقطع ہونا ہے۔ وحی شریعت فقط انبیاءؑ کے ساتھ خاص ہے اور وہی ان کی مراد ہے۔ **فھیجتھما علی البکاء** : اس بات نے دونوں کو رلا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اخیار کے چلے جانے پر رونا درست

ہے اس سے تقدیر پر اعتراض نہیں ہوتا۔ یہ روایت باب زیارہ اہل الخیر میں گزری۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۲۳۲۲)والبخاری (۳۸۰۹) ومسلم (۷۹۹) والترمذی (۳۷۹۵) وعبدالرزاق (۲۰٤۱۱)

الفوائد : صالحین واصحاب کی جدائی پر غم سے آنسو نکلیں تو کوئی حرج نہیں۔ دوست کے دوست نیک انسان کی ملاقات سعادت مندی ہے۔

٤٥٤ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجَعُهٗ قِيْلَ لَهٗ فِي الصَّلٰوةِ – قَالَ : "مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ" فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا :اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ غَلَبَهُ الْبُكَآءُ فَقَالَ : "مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ" وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

۴۵۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا درد (مرض الموت) زیادہ شدید ہو گیا۔ آپ کو نماز کے متعلق عرض کیا گیا تو ارشاد فرمایا ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا بے شک ابوبکر نرم دل آدمی ہیں۔ جب وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: انہی کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ایک روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جب ابوبکر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگ ان کی قراءت نہ سن پائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ لما اشتد وجعه :درد شدید ہوگئی۔ ایک روایت میں لما اشتکی شکوہ الذی توفی فیه: کے الفاظ ہیں۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور درد کی شدت اجر کے کئی گنا ہونے اور مرتبے کی بلندی کی وجہ سے تھی جیسا کہ حدیث اشد الناس بلاء الانبیاء: اس پر دلالت کرتی ہے۔ فی الصلاة: یعنی کون نماز پڑھائے گا اور اس کا انتظام کرے گا۔ فقال مروا ابابکر : مروا اصل میں اؤمروا ہے۔ تعلیل کے بعد مروا ہو گیا۔ ابوبکر کا نام لیا وصف ذکر نہیں کیا۔ ذہن ادھر ہی منتقل ہوتا تھا۔ مآمور به: کو حذف کر دیا فلیصل بالناس: اس پر دلالت کر رہا ہے۔ حافظ حزی نے "للناس" کا لفظ "بالناس" کی بجائے ذکر کیا۔ ای لیصل اماما لاجلهم لیعتدوا صلاتهم "ان کی خاطر ایک امام نماز پڑھائے تا کہ وہ اپنی نماز کو قائم کر سکیں فقال کی فا سے آپ کے کمال مبادرت کی طرف اشارہ کر دیا کہ تمام امت کی طرف سے کام میں کس قدر جلدی فرمائی کہ وہ آپ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اسی لئے عمرؓ نے کہا: "رجل اختاره النبی ﷺ لدیننا الا نرضاه لدنیانا۔ فقالت عائشۃ اگر آپ کی وفات اسی حالت میں ہوگئی تو لوگ میرے والد کے متعلق شگون لیں گے۔ کمال محبت کی وجہ سے آپ کی جگہ پر کسی دوسرے کا کھڑا ہونا ناپسند کرتے تھے۔

رجل رقیق: ابوبکر صدیقؓ کو مظہر جلال کے شہود کی حالت غالب رہتی تھی۔ قرء (القرآن) غلبه البکاء اس وجہ سے امام کو

جس قرأت کا حکم دیا گیا ہے وہ پورا نہ کر سکیں گے۔ ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان سے یہ واقع ہو کر دو شرطوں کے ظہور کا سبب بنے گا۔ کیونکہ اس سے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اگر وہ غلبہ کی وجہ سے نہ ہو کہ جس کا دفع کرنا ممکن ہی نہ ہو۔ اگر اس طرح ہوتا تو دومرتبہ آپ اس کا حکم نہ دیتے مروہ فلیصل۔

**اذا قام مقامك** :جب وہ آپ کی بطور امام کھڑے ہونگے۔ مقام اسم ظرف ہے۔

**من البکاء**: یہ من سببیہ ہے۔ اس روایت کو اس باب میں اس لیے لائے کہ نبی ﷺ نے ابوبکر کی اس بات کو پسند کر کے انہی کی امامت کو باقی رکھا۔ یہ صدیقؓ کے مصطفیٰ ﷺ کی نگاہ میں پسندیدہ ہونے کی علامت ہے اور بکاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم"۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (٦٢٨) ومسلم (٤١٨)/(٩٤) و روایة السیدة عائشة رضی الله عنها أخرجها البخاری (١٩٨) ومسلم (٤١٨)

**الفرائد**: ابوبکر صدیق کی امامت پر اصرار یہ استخلاف ابوبکر کی واضح علامت ہے اہل علم فضل کو امامت کا حق ہے۔ ابوبکرؓ کی خاص منقبت کہ حیاۃ نبوت ﷺ میں انہوں نے کئی نمازیں پڑھائیں۔

٤٥٥ :وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَّكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ، فَلَمْ يُوْجَدْ لَهٗ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ اِنْ غُطِّيَ بِهَا رَاْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهٗ، ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا – قَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۵۵: ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس افطاری کے وقت کھانا لایا گیا۔ اس لئے کہ آپ روزہ سے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے ان کے کفن کے لئے صرف ایک چادر میسر آئی۔ کہ اگر اس سے ان کے سر کو ڈھانپا جاتا تو ان کے پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا۔ اس کے بعد دنیا کو ہمارے لئے وسیع کر دیا گیا جو تم دیکھ رہے ہو یا یہ فرمایا کہ ہمیں دنیا اتنی عطا کر دی گئی جو ظاہر ہے۔ ہم تو ڈر رہے ہیں کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی جلدی نہ دے دیا گیا ہو؟ پھر رونے لگے۔ یہاں تک کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔ (بخاری)

**تشریح** ❁ ابراہیم بن عبدالرحمان: ان کا سماع ابن عمر سے یعقوب بن شیبہ سے ثابت کیا ہے۔ تقریب ابن حجر) ان کی وفات سنہ ٥٧٦ھ میں وفات ہوئی۔ بخاری و مسلم نے ان سے روایت لی اسی طرح نسائی' ابوداؤد' ابن ماجہ نے بھی روایت لی ہے۔

عبدالرحمان بن عوفؓ: ان کا سلسلہ نسب عوف بن عبدالحارث زہرہ القرشی الزہری ہے یہ عشرہ مبشرہؓ میں سے ہیں۔ شروع

میں اسلام لائے ان کے مناقب مشہور ہیں انکی وفات سن ۳۲ھ میں ہوئی۔

**ایک منفرد منقبت:** نبی اکرم ﷺ نے غزوہ تبوک میں ان کے پیچھے نماز پڑھی یہ لوگوں کو ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔
(تہذیب للنووی)

**ایک اشکال:** آپ ﷺ نے مواقیت کے موقعہ پر جبریل علیہ السلام کے پیچھے نماز دو دن تک پڑھی' امامت جبریل کے نام سے روایت معروف ہے۔ اسی طرح ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا آپ ﷺ " **خلف ابی بکر فی مرضہ الذی ماتفیہ قاعدا** " (نسائی) ترمذی کے الفاظ یہ ہیں رسول ﷺ **خلف ابی بکر قاعداً فی ثوب متو شحابہ** (کپڑا اوڑھ کر)۔

**سیوطی کا قول:** ان احادیث اور اس قسم کی دوسری روایات اور یہ روایت: "**تأخر ابی بکر واقتدائہ بالمنبی ﷺ واقتداء الناس بابی بکر**" کو ذکر کر کے کہتے ہیں۔ ان احادیث کو ابن حزم' بیہقی' ابن حبان نے جمع کی کوشش کی ہے کہ آپ ﷺ نے دو نمازیں ابوبکرؓ کے پیچھے پڑھی ہیں۔ ① **انہ ﷺ خرج بین رجلین تریلک باحد ھما العباس و الآخر علیا**" **وفی خبر آخر عن عائشہ انہ خرج بین بریدۃ و ثوبۃ**" معلوم ہوا یہ دو نمازیں ہیں (ابن حبان) تمام روایات کو سامنے رکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ نماز جو آپ ﷺ نے ابوبکرؓ کے پیچھے ادا فرمائی وہ سوموار کے دن فجر کی نماز ہے اور یہ وفات سے پہلے کی آخری نماز ہے پھر ظہر سے پہلے انتقال ہو گیا۔ یہ اس نماز سے الگ ہے جو ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کے پیچھے ادا فرمائی اور یہ انسؓ کی روایت کے خلاف نہیں جو سوموار کے دن کے متعلق ہے۔ "**فکشف النبی ﷺ الحجرہ ونظر الیھم وھم صفوف فی الصلاۃ وامرھم بانتما مھا وار خائہ الستر** " یہ یا تو پہلی رکعت میں ہوا۔ پھر آپ نے سکون محسوس کیا تو نکل کر دوسری رکعت میں نماز سے مل گئے پھر موسیٰ بن عقبہ راوی کے کلام کی دلالت کو بیہقی نے ذکر کیا۔ پس وہ نماز ظہر کی تھی جس میں آپ فضل بن عباس اور ان کے غلام کے سہارے سے نکل کر تشریف لائے اور ظہر کی اقتداء کی (بیہقی) ابن حزم کہتا ہے یہ بلا ریب دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ ایک وہ ہے جس کو اسود نے عائشہؓ اور عبداللہ نے ابن عباسؓ اور عائشہؓ سے نقل کی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو اس حال میں نماز پڑھائی کہ لوگ آپ کے پیچھے تھے اور ابوبکرؓ آپ کے دائیں جانب مقتدی کی بلند آواز سے تکبیر کہہ رہے تھے۔ دوسری وہ روایت ہے جس کو مسروق نے عبیداللہ نے عائشہؓ نے انسؓ سے نقل کی ہے۔ "**انہ کان خلف ابی بکر فی الصف مع الناس** " پس اشکال نہ رہا۔ آپ کے ایام مرض قریباً ۱۲ بارہ دن تھے اس میں ۶۰ نمازیں ہیں۔ (ابن حزم) اس صورت میں یہ عبدالرحمان کی خصوصیت نہ رہی البتہ فضیلت ضرور ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے ۶۵ روایات نقل کی ہیں دو متفق علیہ ہیں۔ ۵ میں بخاری منفرد ہے۔ ان کے فضائل بہت ہیں اتی ماضی مجہول انکی خبر ہے۔ **بطعام** ان کے پاس شاندار کھانا لایا گیا **کان صائماً** یہ جملہ محلا حال ہے جو ان کے کمال کو ذکر کرنے کے لیے لایا گیا ہے کہ کھانے کے دواعی کے باوجود اس کو اس لیے چھوڑا کہ کہیں ان کو درجات سے موخر نہ کر دیا جائے۔ مصعب بن عمیرؓ یہ جلیل القدر صحابی ہیں جس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عمیر بن ہشام بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی بن کلاب القرشی العبدی یہ سابقین فی الاسلام سے تھے ان کو عبداللہ بن قیمئہ نے نبی اکرم ﷺ خیال کر کے قتل کر دیا۔ **وھو خیر منی** یہ کمال تواضع سے

فرمایا ورنہ بالاتفاق عشرہ مبشرہ سب سے افضل ہیں۔ **فلم یو جدله ما لکفن فیه** یہ دونوں مضارع مجہول ہیں۔ براة یہ ما کا بدل ہے۔ استثناء کی وجہ سے نصب بھی جائز ہے۔ یہ فصیح عربی ہے۔ **غطی** ڈھانپنے کے معنی میں آیا ہے۔

**ان غطی بها رجلاه**۔ یہ جملہ شرطیہ بردہ کی محلاً صفت ہے۔ اس کو تفصیل کے لیے لائے۔ **بسط لنا فی الدنیا ما بسط** یہ ماضی مجہول ہے اسم موصول نائب فاعل ہے اور دونوں ظرف محل حال میں ہیں۔ اور راوی کو شبہ ہے ما بسط فرمایا ما اعطینا فرمایا۔ بسط پھیلانے اور وسیع کرنے کو کہتے ہیں۔ **حسناتنا**: نیکیاں **عجلت لنا** جملہ مستانفہ بیانیہ ہے یہ خوف وخشیت الٰہی کو ظاہر کر رہا ہے انکو خطرہ ہوا کہ ان کی وسعت وخوشحالی کہیں طاعات کی جزاء نہ ہو۔ حالانکہ ان کی خوشحالی اعمال صالحہ اور تجارت اخروی کا ذریعہ تھی۔ بہت سا مال انہوں نے راہ خدا اور بندوں کی خدمت کے لیے صرف کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں ڈر ہوا کہ یہ اسباب کہیں مولیٰ سے دوری کا باعث نہ بن جائیں۔ **ثم جعل یبکی**۔ اس خوف سے ان پر گریہ طاری ہو گیا کہ کہیں قیامت کو خالی ہاتھ نہ ہو جاؤں۔ غایت گریہ سے کھانا بھی چھوٹ گیا۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۱۲۷۳)

**الفوائد**: ① نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جو ابتدائی شائد میں حاضر ہوئے اور شہادت پائی وہ اعلیٰ درجات والے ہیں۔ ② فقر کے مصائب پر صبر ابرار کی منازل سے ہے۔

۴۵۶ : وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ ابْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : " لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ قَطْرَتَیْنِ وَاَثَرَیْنِ قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ – وَاَمَّا الْاَثَرَانِ : فَاَثَرٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاَثَرٌ فِیْ فَرِیْضَةٍ مِّنْ فَرَآئِضِ اللّٰهِ تَعَالٰی" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۴۵۶: حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب و پسندیدہ نہیں۔ ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلے اور دوسرا وہ خون کا قطرہ جو جہاد کرتے ہوئے نکلے اور رہے دو نشان تو ایک نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑتے ہوئے پڑ جائے اور دوسرا نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا فریضہ ادا کرتے ہوئے پڑ جائے۔

ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ **صدی بن عجلان باهلی**: صدی یہ ضمہ صاد کے ساتھ ہے۔ باب التقویٰ میں حالات ذکر ہوئے "**لیس شیء احب**" یہ نصب کے ساتھ لیس کی خبر ہے۔ یہ محبوبہ کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی چیز اتنی ثواب والی بلند فضیلت والی نہیں۔ **قطرتین** قطرہ نقطے کو کہتے ہیں (المصباح) **اثرین** کسی چیز کا باقی نشان **قطرة دموع** یہ جمع کی طرف اضافت کی وجہ سے مفرد لائے معنی جمع کا ہے **من خشیة الله** من سببیہ نمبر ۲ ابتدائیہ وہ آنسو جس کی ابتداء اللہ کا خوف ہو خشیت اس علم و عمل سے پیدا ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی پہچان کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**انما یخشی الله من**

عبادہ العلماء "اور پیغمبر ﷺ کا ارشاد "انا اعرفکم باللہ و اشدکم لہ خشیۃ"

قطرۃ دم: بقول عاقولی اس کو مفرد لائے تا کہ معلوم ہو کہ اس کا بہانا آنسو بہانے سے افضل ہے۔ تھراق فی سبیل اللہ رباعی فعل کا مضارع ہے۔ یہ جملہ قطرہ کی صفت ہے فی سبیل اللہ سے جہاد مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی بات کو بلند کرنے کے لیے ہو قطرۃ یہ قطرتین کا بیان ہے اصل اس طرح چاہیے "اما القطرتان فقطرہ "شاہد کہ مقدر ہو جیسا عطف سے معلوم ہوتا ہے۔ اثر فی فریضۃ جسم پر تری وغیرہ کا اثر ہو اور سجدہ وغیرہ کا اثر ہو۔

**تخریج**: أخرجه الترمذی (١٦٧٥) وفی اسناده الوليد بن جميل الفلسطينی وهو ضعيف وباقی رجال الاسناد ثقات (اس کی سند میں ولید بن جمیل ضعیف ہے)

**الفرائد**: دم (خون) کو مفرد اور دموع (آنسوں) کو جمع لا کر یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خون بہانا آنسوں کے بہانے سے افضل ہے۔

وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا حَدِيْثُ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَّجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ— وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ النَّهْيِ عَنِ الْبِدَعِ۔

اس باب میں روایات بہت ہیں ان میں سے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں وعظ فرمایا جس سے دل نرم پڑ گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔

بَابِ النَّهْيِ عَنِ الْبِدَعِ میں روایت گزری۔

موعظۃ صدریت کی وجہ سے منصوب ہو۔ ای وعظنا وعظًا بلیغًا نمبر ۲ حذف حاوض کی وجہ سے منصوب ہو۔ ای بموعظہ۔

ذرفت علم بہہ پڑیں باب النهی عن البدع میں گزری۔

**تخریج**: احمد ٦/٧١٤٥، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجه، دارمی ١/٤٤۔

**الفرائد**: بدعت وہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل قرون ثلاثہ میں نہ ملے یہی شرعی بدعت ہے بعض لوگوں نے نو ایجاد چیز کو بدعت کہا وہ لغۃً بدعت ہے نہ کہ شرعاً۔

## ۵۵: بَابُ فَضْلِ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثِّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلِ الْفَقْرِ

## باب: دنیا میں بے رغبتی اور اس کو کم حاصل کرنے کی ترغیب اور فقر کی فضیلت

الزھد: کسی طرف میلان کو ترک دینا۔ اصطلاح میں دنیا سے بغض اور اس سے اعراض۔ بعض نے کہا آخرت کی راحت کے

لیے دنیا کی راحت کو چھوڑنا۔ بعض نے کہا جس سے ہاتھ خالی اس سے دل خالی ہو۔ دنیا کا مطلب انما الاعمال بالنیات والی روایت میں ہم ذکر کر چکے (جو دنیا آخرت کے لیے رکاوٹ ہو) المحث آمادہ کرنا التقلل منھا بتکلف کم کرنا کیونکہ یہ خلاف طبع چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''بل تؤثرون الحیاۃ الدنیا الایہ'' اور دوسری جگہ فرمایا ''تحبون المال حباجمًا'' اس سے بتکلف الگ ہوتا کہ برے نتائج سے بچ سکے۔ فضل الفقر جو فقر غیر مذموم ہے اور وہ فقر ہے جو کفایت وحاجت سے زائد ہو یعنی تعیشات کی طرف نہ جھکے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

[یونس: ۲٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بے شک دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی جیسی ہے جس کو ہم نے آسمان سے اتارا پس اس سے زمین کا سبزہ ملا جلا نکلا جس کو لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب زمین پوری پُر رونق ہو چکی اور مزین ہو گئی اور زمین کے مالکوں نے یہ گمان کیا۔ بے شک وہ اس پر قابو پا لیں گے تو اس حال میں ہمارا حکم دن یا رات میں آ پہنچا۔ پس اس کو کٹا ہوا بنا دیا۔ گویا یہاں کل کچھ بھی نہیں تھا۔ ہم اسی طرح آیات کھول کر بیان کرتے ہیں سوچ و بچار کرنے والوں کے لئے''۔ (یونس)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انّما مثل الحیاۃ الدنیا: دنیا نعمتوں کے اقبال اور پھر سرعت زوال کی عجیب حالت ہے جس کی وجہ سے لوگ دھوکے میں مبتلا ہو گئے۔ ماء سے مراد بارش فاختلط بہ ۔ باسببیہ ہے اس کے سبب دل مل کر نکلا زمین کا سبزہ۔ ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہو گیا۔ یا کل الناس غلہ جات الانعام چوپائے گھاس چارہ۔ زخرفھا نباتات کی رونق وازینت پھولوں سے مزین ہو گئی۔

اَلْتَّخْوِیْ : یہ تزینت تھا۔ قادرون علیھا ان کے پھلوں کو حاصل کرنے پر مکمل قدرت حاصل ہو گئی۔ امرنا عذاب والا حکم۔ فجعلنا ھا ھا ضمیر کا مرجع کھیتی ہے حصیدا یہ محصور کے معنی میں ہے جس کو درانتی سے کاٹ ڈالا جائے کان یہ مخففہ ہے۔ لم تغن بالامس گویا یہاں موجود ہی نہ تھی۔ نفصل یہ بیان وضاحت کے معنی میں ہے۔ لقوم یتفکرون کیونکہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں بقول بیضاوی حکایت کے مضمون کو بطور مثال ذکر کیا گیا۔ نباتات کی سبزی جلدی سے زائل ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے حالانکہ ذرا پہلے تو تر و تازہ زمین پر بہار کا منظر پیش کر رہی تھی اور کھیتی کے مالک اس کو حوادث سے سلامت سمجھ بیٹھے تھے۔ یہ تشبیہ مرکب کی قسم سے ہے نہ کہ مفرد (بیضاوی)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا﴾ [الكهف: ٤٥، ٤٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''آپ ان کے سامنے بیان فرما دیں دنیا کی زندگی کی مثال جس طرح وہ پانی جس کو ہم نے آسمان سے اتارا۔ پس ملا جلا نکلا اس سے زمین کا سبزہ پھر وہ چورچور ہو گیا جس کو ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔ مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والے نیک عمل تیرے رب کے ہاں ثواب کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں اور امید کے لحاظ سے بہت اچھے ہیں۔'' (کہف)

وَاضْرِبْ لَهُمْ اپنی قوم کے سامنے ایسی چیز کی مثال بیان کرو جو غرابت میں دنیا کی طرح ہو۔ نمبر۲ سرعت زوال اور زوال میں دنیا کے مشابہ ہو۔

کماء نمبر ا یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے ای ھو کماء نمبر۲ اضرب کا پہلا مفعول مثل اور یہ دوسرا مفعول ہے بشرطیکہ اس کو صیر کے معنی میں مانیں (تفسیر جلال محلی) فاختلط به نبات الارض اس کے سبب زمین کی نباتات لپٹ گئی کثرت و گھنے ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے میں گھس گئی نمبر۲ وہ پانی نباتات سے مل کر سارے پودے کی کونپل تک سیراب کرنے لگا۔ مگر وہ کثرت کی وجہ الگ نام پکارا جاتا ہے۔ فاصبح هشیما وہ نباتات ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئی۔ تذروہ الریاح بکھیر رہی ہیں۔ یہاں سبزے کی اجتماعی حالت سے تشبیہ دی ہے کہ اولا سبز وہرا بھرا ہوتا ہے پھر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ ہوائیں اس کو اڑاتے پھرتی گویا سبزے کا نشان بھی نہ تھا۔ علی کل شی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت ہے۔ زینته الحیاة الدنیا دنیا میں جس سے آدمی زینت حاصل کرتا ہے۔ پھر عنقریب اس سے مٹ جائیں گئے۔

والباقیات الصالحات وہ سبحان اللہ اور الحمد للہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر بعض نے ولا حول ولا قوة الا باللہ کا اضافہ بھی کیا ہے۔ روایات میں اس کی یہ تفسیر آتی ہے بیضاوی کہتے ہیں وہ بھلائی کے کام میں جن کا پھل ہمیشہ ہمیشہ باقی رہتا ہے اس کے ماتحت پانچوں نمازیں، روزے، تسبیحات کے کلمات اور تمام اچھی باتیں داخل ہیں۔ خیر عند ربك: مال اولاد سے بہتر ہے۔ عندیت سے شرف و مرتبہ مراد ہے ثوابا لوٹنے کے لحاظ سے وخیر املا: جس کی انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں امید کر سکتا ہے۔ آخرت میں جس کی امید کرتا تھا اسی پر بدلہ ملے گا۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ [الحديد: ٢٠]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تم جان لو بے شک دنیا کی زندگی کھیل تماشا اور زینت اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر اور مالوں اور اولاد میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ ہے۔ جس طرح کہ بادل جس کی کھیتی کسان کو بہت اچھی لگتی ہے پھر وہ خوب زور میں آتی ہے پھر اسے تم زرد دیکھتے ہو پھر کچھ عرصہ کے بعد ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور رضا مندی اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے''۔ (الحدید)

**لعب و لھو: لعب** : وہ فعل جس کی طرف نادانی آمادہ کرے اس کی ابتداء پسندیدہ ہو مگر اس میں بقاعدہ نہ ہو۔ **لھو** ناجائز فعل سے نفس کو اس کے ارادے سے پھیرنے والا کام۔ بیضاوی کا قول۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دنیا ایک خیالاتی چیزوں کا مجموعہ ہے۔ جن کا فائدہ قلیل اور سریع الزوال ہے۔ یہ ایسا کھیل ہے جس میں لوگ اپنے اسی طرح تھکارہے ہیں جیسے بچے کھیل کے میدانوں میں بلا فائدہ تھکاتے ہیں اور **لھو** ہے۔ اپنے نفوس کو لقطاصر سے اس کی وجہ سے غافل کرتے ہیں۔ زینۃ: خوبصورت لباس کی طرح زینت ہے اور شاندار سواریوں اور بلند مکانات کی طرح خوبصورت اور دل کو پسند آنے والی ہے اور انساب پر فخر اور تعداد میں ایک دوسرے کے ساتھ کثرت میں مقابلہ اور سامان میں مقابلہ یہ سب دنیا میں مشغولیت ہے۔ البتہ جو چیز طاعات میں معاون ہوں وہ یہ حکم نہیں رکھتیں۔ پھر دنیا کے حالات کو مزید پختہ کرتے ہوئے فرمایا ''**کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ الایۃ**: یہ دنیا کے جلد ختم ہونے اور پختگی کے کم ہونے کو نبات سے تشبیہ دی جس کو بادل کے پانی نے اگایا اور درست ہوگئی تو کسان کو پسند آئی۔ یا اللہ تعالیٰ کے منکروں کو دنیا پر ریجھنے کی وجہ سے پسند آئی۔ کیونکہ جب کسی چیز کو دیکھتا ہے تو فوراً اس کا ذہن صانع مطلق کی طرف چلا جاتا ہے اور کافر کی سوچ حسی چیزوں سے آگے پرواز نہیں کرتی انہی کو دیکھ کر ان میں ہی ڈوب جاتا ہے۔

**ھاج**: کسی بیماری سے وہ خشک ہوگئی اور زرد پڑ گئی پھر ریزہ ریزہ ہو کر ہواؤں کے آگے اڑنے لگی۔

ابن کثیر لکھتے ہیں۔ دنیوی زندگی پہلے جوانی پھر ہلاکت پھر بوڑھی کھوسٹر اسی طرح انسان پہلے تر و تازہ جواں نرم و نازک اعضاء خوبصورت منظر والا پھر ادھیڑ عمر کو پہنچا اس کی طبیعت میں تبدیلی آئی بعض قوی جاتے رہے پھر بوڑھا ہو کر انتہائی ضعیف ہو جاتا ہے ضعیف القوی اور قلیل الحرکت ہو جاتا تا آنکہ چلنے سے بھی عاجز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''**الذی خلقکھم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ الایہ**'' جب یہ مثال زوال دنیا پر دلالت کر رہی ہے اور لامحالہ اس کے ختم ہونے اور لوٹ پھوٹ جانے کو بتلا رہی ہے اور آخرت کو بقاء ہے۔ پس دنیا سے بچنا اور آخرت کی طرف رغبت کرنی چاہیے (ابن کثیر) **وفی الاخرہ عذاب شدید**۔ اس کے لئے جو دنیا میں منہمک ہو گیا۔ اس آیت میں انہماک سے نفرت دلائی اور اس پر آمادہ کیا جو آخرت میں عظمت کا باعث ہے۔ پھر اپنے اس قول سے تاکید فرمائی۔ **و مغفرۃ من اللّٰہ و رضوان** جو دنیا میں منہمک نہ ہوا۔ قریب آنے والی آخرت میں یہی دو حالتیں ہوں گی۔ **وما الحیاۃ الدنیا الامتاع الغرور**۔ جو دنیا کی طرف متوجہ ہوا اور آخرت کا طالب نہ بنا علامہ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ دنیا برتنے کا سامان ہے کہ لوٹ کر اس کی طرف جھک پڑا وہ اس کے دھوکے میں پڑ گیا اور اس کو یہ اچھی لگتی ہے اور وہ سمجھ لیتا ہے۔ اس کے سوا اور گھر نہیں اور اس سے پیچھے کوئی لوٹنے کی جگہ نہیں ہے حالانکہ دنیا آخرت کے مقابلے انتہائی حقیر و ذلیل ہے۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ ''**موضع سوط احدکم فی الجنہ خیر من الدنیا ومافیھا**'' اور یہ آیت پڑھ لو ''**وما الحیاۃ الدنیا الامتاع الغرور**'' یہ حدیث اس اضافہ کے سواء

صحیح ثابت ہے (ابن کثیر، مبدلین)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾

[آل عمران: ١٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''لوگوں کے لئے پسندیدہ چیزیں جیسے عورتیں اور سونے اور چاندی کے جمع شدہ خزانے اور نشان دار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتوں کی محبت خوبصورت بنا دی گئیں مگر یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی کے ہاں بہتر ٹھکانہ ہے''۔ (آل عمران)

**حُبُّ الشَّهَوَاتِ** : جس کو انسان پسند کرتا اور جو شہوات کی طرف دعوت دینے والی ہیں مثلاً لعب ولہو، زینت، تکاثر اموال' اللہ تعالیٰ نے امتحاناً ان کو مزین کیا یا شیطان خداعاً مزین کر کے پیش کیا۔ **من النساء والبنین والقناطیر المقنطرة** کثیر اموال **قنطرہ**: جمع کرنا۔ قنطار کی جمع قناطیر یا قنطرہ کی جمع ہے بعض فعلال کا وزن بتایا بعض نے فعال۔ زیادہ جو ایک دوسرے پر لادا پڑا ہو۔ بعض نے کہا ایک لاکھ بعض ۱۰۰۰ رطل اور ۱۰۰۰ مثقال اور ۱۰۰۰ درہم یہ سعید' عکرمہ بعض نے کہا بیل کی کھال میں جو سونا آئے یا چاندی آئے یہ ابونصرہ کا قول ہے۔ عرب کہتے ہیں قنطرت الشی: جب کہ اس کو خوب مضبوط کیا جائے۔ پل بھی قنطرہ کہتے ہیں۔ آسمان وزمین کے مابین جو مال آئے یہ صاحب الحکم کا قول ہے۔ مقنطرہ مبدرہ کی طرح قنطرہ سے اخذ کیا گیا ہے بقول ضحاک محفوظ کیا ہوا۔ بقول قتادہ بہت زیادہ جو تہہ بہ تہہ ہو۔ بقول فرائی گنا کیا ہوا۔ تین کو قناطیہ اور ۹ کو مقنطرہ کہتے ہیں۔ (مگر مقدار کی تعیین کی چنداں ضرورت نہیں موجودہ بڑے بڑے اور قیامت تک آنے والے خزانے اس میں شامل ہیں مترجم)۔

**من الذهب والفضة** : لباب التفاسیر میں کہا گیا ہونے کو ذہب کہتے ہیں وجہ اس کا جلد چلے جانا ہے۔ خرچ کرو' زکاۃ دو فوراً غائب ہوا **فضہ** کو درہم بنانے سے وہ متفرق ہو جاتی ہے اور خرچ کرنے سے منتشر ہو جاتی ہے۔ الفض متفرق ہونے کو کہتے ہیں۔

**النحو**: یہ ظرف محل حال میں تاطہر کا بیان ہے۔

**والخیل المسومة**: ① سوم علامت کو کہتے ہیں علامت والے گھوڑے یا۔ ② اسام سے بنا ہے جس کا معنی چرانا ہے۔ ③ خوبصورت گھوڑے۔ **والانعام**: جمع نعم اونٹ گائے' بکریاں' ان کو نعم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ زیادہ فائدہ انہی سے اٹھایا جاتا ہے **والحرث**: کھیتی ''**متاع الحیاة لدنیا**'' یہ سب دنیا سے فائدہ اٹھانے کی چیزیں ہیں وہ فنا ہو کر مضمحل ہو جانے والی ہے۔ آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں' **واللّٰه عنده حسن الماب** '' سے عموم کر دیا۔ مآب لوٹنے کی جگہ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو چیزیں ہیں ان میں حقیقی لذت ہے ان کو فانی لذت محذرہ پر ترجیح دو۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ﴾ [فاطر:۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے پس ہرگز تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی اللہ کے متعلق تمہیں دھوکے میں ڈالے''۔(فاطر)

اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ ۔اس میں خلاف ورزی نہیں۔ابوحیان کہتے ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ ہائے ثواب وعتاب کو شامل ہے۔ بیضاوی نے حشر وجزاء کو بطورِ اہم ذکر کیا۔بلکہ ابن کثیر نے پہلے کو درج کیا کیونکہ آخرت تو حشر ہی کے لیے ہے۔**فلاتغر نکھا لحیاۃ الدنیا** : کہیں دنیا سے نفع اٹھانا تمہیں آخرت کی طلب سے غافل نہ کردے اور اس کی طرف کوشش مت چھوڑ بیٹھو۔**الغرور** : زید بن ارقم کہتے ہیں اس سے مراد شیطان ہے۔اس طرح کہ گناہ کرتے ہوئے تمہیں مغفرت کی تمنا دلائے اگر قدرت الٰہی میں تو شامل ہو مگر نیکی کے ساتھ گناہ پر اصرار یہ زہر کھانے کے مترادف ہے جو دفاع طبیعت پر اعتماد کرتے ہوئے کھا لیا جائے۔اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے شیطانی عداوت کا ذکر اس طرح فرمایا: ''**ان الشیطان لکم عدو** غرور'' **ضمہ** سے مصدر یا جمع ہے جیسا **قعود**۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ﴾ [التکاثر:۱-۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

''تم کو مال کی کثرت کے مقابلے میں غافل کردیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جادیکھیں۔یقیناً عنقریب تم جان لو گے پھر یقیناً عنقریب تم جان لو گے یقیناً کاش کہ تم جان لیتے یقین سے جاننا''۔(تکاثر)

اَلْھٰکُمُ: تم کو مشغول کردیا۔اس کا اصل معنی غفلت کی پھیرنا یہ **لھایلھم**: سے منقول ہے۔جبکہ وہ غافل ہو جائے۔**التکاثر** اموال واقوال سے کثرت میں مقابلہ کرنا **حتی زرتم المقابر** یہاں تک کہ تم پر موت آ گئی اور تم قبر میں دفن ہوگئے۔تم نے اپنی دنیا کی زندگی اہم ترین سے ہٹا کر طلب دنیا میں لگا دیا جو کہ ضائع کرنا ہے۔قبور کو دیکھنا یہ موت کی تعبیر ہے۔**کلاسوف تعلمون** : کلا ردعیہ ہے کہ عاقل یہ مناسب نہیں کہ اس کی ہمت اور بڑی کوشش کا مرکز دنیا ہو کیونکہ اس کا نتیجہ وبال وحسرت ہے۔تمہیں اپنی رائے کی غلطی عنقریب معلوم ہو جائے گی۔جب تم آخرت کو دیکھو گے۔یہ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے خبر دار فرمایا گیا ہے۔**ثم کلا سوف تعلمون** تاکید کے لیے تکرار فرمایا گیا۔**ثم استبعاد**: یہ لاکر اشارہ کیا کہ یہ دوسرا پہلے سے بلیغ ہے۔② یا پہلا موت کے وقت یا قبر میں دوسرا حشر میں۔**کلا لو تعلمون علم الیقین** : اگر تم یقینی طور پر جان لیتے کہ تمہارے سامنے کیا ہوگا یعنی اس طرح جان لیتے جس طرح وہ چیز جس پر تمہیں یقین ہے۔تو یہ چیز تمہیں دوسرے سے مشغول وبے خبر کردیتی یا تم وہ کرتے جو بیان نہیں کیا جاسکتا اور جس کی کیفیت ذکر نہیں کی جاسکتی۔اس کا جواب محذوف ہے۔بقول

بیضاوی مترون الحجیم یہ جواب نہیں کیونکہ یہ تو قطعی ہے۔لترون الجحیم: بلکہ یہ قسم محذوف کا جواب ہے اس سے وعید کو مؤکد کر دیا اور جس کو پہلے مبہم بیان کیا تھا تفخیما: واضح کر دیا۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَّاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

[العنكبوت: ٦٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''یہ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل تماشا ہے بے شک آخرت کا گھر وہی حقیقی گھر ہے کاش کہ وہ جان لیتے''۔ (عنکبوت)

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا :ابوحیان کہتے ہیں۔دنیا کی حقارت و ذلت پیش کی گئی ہے کہ جیسے الالھو ولعب: جیسا وہ چیز جن سے بچے مشغول ہوتے اور کھیلتے ہیں اور اس پر جمع ہوتے اور تھوڑی دیر کے لیے خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔پھر تھکے ماندے منتشر ہو جاتے ہیں۔مھی الحیوان: وہ حقیقی زندگی کا دن ہے کیونکہ وہاں موت کا گزر نہیں۔یا مبالغۃ: اسی ہی کو زندگی کہا۔حیوان یہ مصدر ہے حی (زندہ) کو یہ مبالغہ نام دیا گیا یعنی زندگی والا۔اس کی اصل حییان : ہے۔یا ثانیہ کو واؤ سے بدل دیا۔یہ حیاۃ سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس کا وزن فعلان ہے جو کہ ملازمہ حیات حرکت و اضطراب کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی لیے اس کو منتخب کیا گیا۔شیخ زکریا کہتے ہیں۔سورۃ انعام میں لعب کو مقدم کیا اور سورۃ قتال اور حدید میں بھی اسی طرح جب کہ اعراف، عنکبوت: میں لعب کو مؤخر اور لہو کو مقدم کیا گیا۔کیونکہ لعب بچپن میں لالھو: جوانی کے زمانہ میں ہوتا ہے اور بچپن شباب سے مقدم ہے پس مناسب ہوا کہ مقدم اکثر کو دیا جائے اور مؤخر قلیل و اقل کو دیا جائے۔''فتح الرحمان بکشف ماتلبس فی القرآن''لو کا نو الیعلمون: اگر یہ جان لیتے تو دنیا کی زندگی کو ترجیح نہ دیتے جس کو عدم حیات، سریع الزوال عارضی زندگی کہا جاتا ہے۔اس سلسلہ میں آیات کثرت سے وارد ہیں الایات کا لفظ الف لام کے ساتھ جمع کثرت شمار ہوتا ہے۔

وَالْاٰيٰتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ.

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَاَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصَرَ فَنُنَبِّهُ بِطَرَفٍ مِّنْهَا عَلٰى مَا سِوَاهُ۔

آیات اس باب میں بہت اور مشہور ہیں۔

باقی احادیث تو شمار سے بھی باہر ہیں۔ہم ان میں سے چند کے بارے میں آپ کو مطلع کرتے ہیں۔

والحث علی التقلل منها وفضل الفقر

احادیث بھی اس سلسلہ میں کثرت سے وارد ہیں ہم نے چند پر اکتفاء کیا ہے۔

٤٥٧ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا فَقَدِمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ

بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ رَآهُمْ ثُمَّ قَالَ: أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ؟ فَقَالُوا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ: "أَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَ اللّٰهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۵۷: حضرت عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین بھیجا تا کہ وہاں سے وہ جزیہ وصول کر لائیں۔ وہ بحرین سے مال لائے چنانچہ انصار نے ابوعبیدہ کی آمد کا سنا تو فجر کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ فجر پڑھ کر ان کی طرف رخ موڑا۔ پس وہ آپ کے سامنے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے ابوعبیدہ کے متعلق بحرین سے کچھ لانے کا سنا ہوگا۔ انہوں نے عرض کی جی ہاں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس آپ نے ارشاد فرمایا خوش ہو جاؤ اور خوشی والی چیزوں کی امید رکھو۔ اللہ کی قسم مجھے تمہارے متعلق فقر سے خطرہ نہیں لیکن مجھے اندیشہ یہ ہے کہ دنیا تم لوگوں پر فراخ کر دی جائے۔ جیسے ان لوگوں پر فراخ کی گئی جو تم سے پہلے ہوئے پس تم اس میں کہیں اسی طرح نہ رغبت کرنے لگ جاؤ جس طرح انہوں نے رغبت کی۔ پس یہ تم کو کہیں اسی طرح ہلاک نہ کر دے جس طرح ان کو ہلاکت میں ڈالا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ⊙ عمرو بن عوف الانصاریؓ: بعض نے عمیر کہا ہے (فتح الباری) علامہ مزی نے ان کی تعریف میں بدری کے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔ یہ بنی عامر بن لوی کے حلیف ہیں۔ انصاری کہا کر عمرو بن عوف مزنی کو الگ کیا جو جنازہ کی نماز میں پانچ تکبیرات نقل کرتے ہیں اور اسی طرح اور احادیث بھی۔

ابن حجر کہتے ہیں اہل مغازی کے ہاں معروف ہے کہ یہ مہاجرین سے ہیں اور یہاں یہی مناسب بات ہے کیونکہ بنی عامر بن لوی کے حلیف ہیں۔ یہ اہل مکہ میں سے جانے جاتے ہیں۔ ممکن ہے انصاری کا لقب عام معنی رکھتا ہو یعنی معاون اور اوس وخزرج میں سے ہونا بھی ممکن ہے پھر مکہ میں مقیم ہو گئے اور وہاں سے لوگوں کے حلیف بن گئے اسی لحاظ سے وہ انصاری مہاجری ہوئے پھر یہ بات معلوم ہوگئی کہ انصاری کا لفظ وہم ہے جس میں شعیب زہری سے منفرد ہیں۔ تمام اصحاب زہری نے اس کے بغیر ذکر کیا ہے یہ بالاتفاق بدری ہیں۔ مزی کہتے ہیں یہ بدری ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے ابن اثیر نے ابن اسحاق سے نقل کیا فمن شهد بدراً عمرو بن عوف مولی سهيل بن عمرو "اور ابن اسحاق نے ان کو مولیٰ بنایا اور دوسروں نے حلیف کہا۔ بعض نے کہا یہ مدینہ کے رہائشی تھے۔ ان کا کوئی جانشین نہیں۔ صحاح ستہ میں ان کی صرف یہی روایت ہے۔ ابوعبیدہ بن الجراحؓ ان کا نام عامر بن عبداللہ ہے بعض نے عبداللہ بن عمر بتلایا۔ پہلا درست ہے۔ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ جراح کی جیم مفتوح اور راء مشدد ہے البحرین عراق کا مشہور شہر ہے۔ یہ ہجر و بصرہ کے درمیان ہے اس کا نام بحرین اس لیے پڑا اس کی آبادی کے ایک جانب ایک ندی ہے۔ جو احاء کے اور ہجر کی آبادی کے شروع

میں واقع ہے اس کے اور بحر اخضر کے درمیان دس فرسخ کا فاصلہ ہے اور یہ ندی تین میل پر واقع ہے اس کا پانی بہتا نہیں بلکہ گدلا اور کثیر مقدار میں ہے۔ **یاتی بجزیتها**: وہاں کے مجوس لوگوں سے جزیہ لائیں ابن سعد کا بیان ہے نبی اکرم ﷺ نے مقام جعرانہ میں تقسیم غنائم کے بعد علاء حضرمی کو منذر بن ساوی کے پاس بھیجا۔ یہ بحرین پر فارسیوں کا عامل تھا۔ اس کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گیا اور وہاں کے مجوس سے جذیہ پر مصالحت کر لی۔ **فقدم بمال من البحرین**۔ ابن ابی شیبا نے لکھا کہ مال کی مقدار ایک لاکھ تھی یہ پہلا خراج تھا جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ **بقدوم ابی عبیدہ** ابوعبیدہ کی مال کے ساتھ آمد کی اطلاع پائی۔ **فوافوا صلاۃ الفجر مع رسول اللہ ﷺ**: ابن حجر کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام نمازوں میں آپ کے ساتھ جمع نہ ہوتے تھے۔ البتہ کوئی معاملہ پیش آتا تو پھر آ جاتے۔ وہ اپنی مساجد میں نماز ادا کرتے' ہر قبیلہ کی مسجد تھی۔ اس وجہ سے رسول ﷺ نے اندازہ فرمایا کہ یہ کسی وجہ سے جمع ہوتے ہیں اور قرینہ سے وہ معاملہ متعین ہو رہا ہے وہ وسعت کے لیے ضرورت مال تھی اور ممکن ہے کہ ان سے وعدہ ہو کہ جب بحرین کا مال آئے گا تو انہیں دیا جائے گا جیسا جابر سے آپ ﷺ نے وعدہ فرمایا اور ابوبکر صدیق نے اس کو پورا کیا۔ **فلما ﷺ انصرف**: نماز سے اپنے کام کی طرف چلنے لگے۔ **فتعرضوا له**: تو انہوں نے ملاقات قصد کیا۔ **فتبسم حین راٰھم**: آپ کا تبسم ممکن ہے اس لیے ہو کہ آپ کو ان کے اس انداز سے طلب مال کی غرض معلوم ہو گئی۔ حالانکہ ان کے مقام و مرتبہ اور دنیا سے اعراض کے ساتھ مصطفیٰ ﷺ کی ان میں اقامت کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ اس کو ترک کرتے۔ **قدم بشئی**: شئی کی تنوین ممکن ہے کہ تعظیم کے لیے ہو۔ کیونکہ وہ مال کافی مقدار میں تھا۔ ② تحقیر کے لیے بھی ہو سکتی ہے کیونکہ ایمان والوں کے لیے آخرت کی چیزیں اعلیٰ ہیں۔ **من البحرین** ① یہ شئی کی صفت بن کر ظرف مستقر بن جائے۔ ② ظرف لغو بن کر فعل کے متعلق ہو۔ **فقالوا اجل**: یہ نعم کی طرح ہے۔ لیکن جواب استفہام نسبتاً مناسب ہے یہ تصدیق میں نعم سے بڑھ کر ہے۔ **یا رسول اللہ**: خطاب میں تلذذ کے لیے لایا گیا ہے ورنہ اجل سے جواب تو پورا ہو چکا تھا۔ **ابشروا**: یہ امر کا صیغہ ہے اس سے حصول مقصود کی اطلاع دی جاتی ہے۔ **واملوا**: امید لگاؤ۔ تحفۃ القاری میں میم کی تشدید سے نقل کیا گیا ہے۔ **فواللہ الفقر اخشی علیکم**: نحو: فقر منصوب ہے اور اخشٰی کا مفعول مقدم ہے۔ نفی میں اہتمام کے لیے مفعول کو پہلے لائے۔ یہاں نبی اکرم ﷺ نے فقر کی وجہ سے ان کے ضائع ہونے کا ڈر محسوس نہیں فرمایا۔ حالانکہ عام طور پر باپ اولاد کے متعلق اسی بات کا خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ علامہ طیبی لکھتے ہیں۔ نسبی والد کو دینوی فقر کا خطرہ ہوتا ہے اور دینی والد کہ اولاد کے متعلق دینی فقر کا خطرہ ہوا۔ ابن حجر کہتے ہیں الفقر کو مرفوع پڑھ سکتے ہیں پھر اخشٰی میں ضمیر مقدر مانی جائے گی۔ **ماالفقر اخشاہ علیکم**: (فتح الباری) پہلا قول راجح ہے۔ **ایک تحقیق**: حدیث میں فعل منفی کی ضد کو ثابت کر کے اس میں استدراک لایا گیا۔ **فقال ولکن اخشٰی الخ** تو مفعول مقدم پھر کس طرح آئے گا۔ **الجواب**۔ استدراک میں اصل وسعت دنیا کے وقت اس میں منافست سامنے رکھی گئی ہے گویا اس طرح کہا **ما الفقر اخشی علیکم ولکن المنافسۃ فی الدنیا** کہ مجھے تمہارے متعلق فقر کا خطرہ نہیں لیکن منافست فی الدنیا کا خطرہ ہے۔ پس استدراک صرف مفعول میں ہوا۔ جیسے کہو: "**ما ضربت زیداً ولکن عمرواً ضربت**" اب یہ استدراک مفعول کی نسبت ہے فعل کی نسبت سے نہیں۔ "**ولکن اخشی ان تبسط**" دنیا کی وسعت کا خطرہ ہے۔ **الدنیا علیکم** اس سے وہی فتوح مراد ہیں جنہیں بعض احباب مال رکھنے کی جگہ بھی نہ پاتے تھے۔ **کما بسطت علی من کان قبلکم** ماموصول اسمی ہے۔

④ نکرہ موصوفہ ہے۔ ای دنیا: ضمیر مستتر باب و عل ہے۔ قبلکم: سے پہلی امتیں مراد ہیں۔ فتنا فسوھا: یہ مضارع ہے اصل میں تتنا فسوتھا: تخفیف کے لیے ایک تا حذف کردی۔ تنافس کسی چیز کے حاصل کرنے میں دوسرے سے آگے بڑھنا تا کہ وہ نہ لے لے۔ یہ حد کا ابتدائی درجہ ہے۔ کسی شئی کی طرف منفرد ارغبت کرنا (تحفۃ القاری) فتھلککم: دینی ہلاکت وبگاڑ کا باعث بن جائے ابن حجر کہتے ہیں مال مرغوب چیز ہے۔ نفس کو اس کی طلب سے راحت ملتی ہے۔ جب دوسرا نہ دے تو یہ عداوت کا باعث بن کر ہلاکت کا ذریعہ ہوا۔ (فتح الباری) مسلم کی روایت میں ''تنھا فسون ثم تتحا سدون ثم تتدابرون ثم تبا غضون'' کے الفاظ ہیں یہ حدیث اشارہ کر رہی ہے کہ یہ تمام خصائل ایک دوسرے کا ذریعہ ہیں حدیث میں فرمایا ''اتقوا الشح فانہ اھلك من قبلکم حملھم علی ان سفکوا دما ء ھم واستحلو امحارمھم'' بخل سفک دماء اور محارم کو حلال کا ذریعہ بنا ابن بطال کہتے ہیں۔ دنیا کی وسعت جس کو میسر ہوا سے اس کے برے انجام سے بچنا چاہیے۔ یہ اس کی بدترین آزمائش ہے۔ بیضاوی فازن نے لکھا دنیا کی ملمع سازی پر مطمئن نہ ہو اور نہ اس میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرے۔ (فتح الباری)

**تخریج:** اخرجه البخاری (۳۱۵۸) و مسلم (۲۹۶۱) والترمذی (۲۴۶۲) و ابن ماجه (۳۹۹۷)

**الفوائد:** ① دنیا کی رونق کے متعلق مناسب یہ ہے کہ جس کو یہ میسر ہو وہ اس کی بدانجامی سے بچے اور اس کی بہار پر مطمئن ہو کر دوسرے کے ساتھ کثرت میں مقابلہ نہ کرے ② شفقت کے لیے پہلی امم کی حالت سے مطلع کر دیا تا کہ ہم اس خرابی کا شکار نہ بنیں۔

۴۵۸ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَی الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ فَقَالَ : "اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّنْ بَعْدِیْ مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِّنْ زَهْرَةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۴۵۸: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ پس آپ نے فرمایا بے شک وہ چیز جس کا تمہارے بارے میں اپنے بعد ڈر ہے وہ یہ ہے کہ تم پر دنیا کی رونق اور زینت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** المنبر: یہ نبرت الشئی نبرا سے بنا ہے جس کا بلند کرنا ہے منبر کو منبر کہنے کی وجہ بھی یہی ہے۔

جلسنا حولہ: ہم ارد گرد آپ کے اقوال سننے اور نصائح حاصل کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔

**النَّحْوُ:** حول یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ عرب کہتے ہیں قعدوا حولہ وحوالیہ اس میں لام مکسور نہیں اور قعد حیالہ: میں لام مکسور ہے۔ (الصحاح) اس کا معنی آپ کے سامنے بیٹھ گئے بعدی یعنی اپنی موت کے بعد ظرف کو اھتماماً مقدم کیا گیا۔ مایفتح: یہ فعل مجہول ہے۔ زھرۃ الدنیا زھرۃ بروزن تمرۃ: اس میں لغۃ زہرہ بھی آتا ہے (بیضاوی) کذا فی النھر اس سے مراد دنیا کی زینت اور رونق ہے پس اس کی بناوٹ پر مطمئن نہ ہو اور نہ اس سے مانوس ہو۔ (بیضاوی فازن) وزینتھا یہ عام پر خاص کے عطف کی قسم سے ہے۔ آپ ﷺ کو خطرہ ہوا کہ اس کی محبت دل سے چمٹ نہ جائے اور

اس کی رونق نگاہ کو مائل نہ کرے اس سے کہیں ایسے اسباب میں نہ پڑ جائے فساد دین کا باعث ہو جائیں۔ جیسا پہلی روایت میں گزرا۔

**تخریج**: قطعة من حديث طويل أخرجه أحمد (٤/١١٨٦٥) والبخاری (٩٢١) ومسلم (١٠٥٢) والنسائی (٢٥٨٠) والطيالسی (٢١٨٠) وعبد الرزاق (٢٠٠٢٨) و ابن حبان (٣٢٢٥)

**الفوائد**: ① دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہونے اور اس پر فخر سے بچو ② فانی دنیا میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا نشانہ نہ بنو۔

**٤٥٩**: وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۵۹: حضرت ابو سعید خدریؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک دنیا میٹھی سرسبز ہے بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں جانشین بنائے گا۔ پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو پس تم دنیا سے بچنا اور عورتوں سے بچنا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ حلوة خضرة : دنیا میں دو محبوب وصف ہیں جو ذوق و بصر کو مائل کرنے والے ہیں یہ اس فرمٹ کی طرح جس کا ذائقہ میٹھا اور شکل خوبصورت ہو۔

مستخلفكم فيها : اس کے تصرف میں تم بمنزلہ خلیفہ ہو۔ پس اس میں وہ تصرف نہ کرو جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہیں۔ فينظر كيف تعملون وہ تمہاری طرف سے حسن تصرف یا سوء تصرف جو بھی ظاہر ہو گا اس کے مطابق بدلہ عنایت فرمائیں گے جیسا عالم الغیب میں موجود ہے۔ فاتقوا الدنيا : پھر دنیا کی رونق' مٹھاس سرسبزی کی طرف میلان سے بچتے رہو۔ وہی کرو جو تم سے مطلوب ہے کہ مخطور سے بچو اور مبیح کو اختیار کرو۔

**النَّحْوُ**: فا فصيحيه ہے۔ پس معنی یہ ہے۔ جب تم نے معلوم کر لیا کہ تم اس میں جو کچھ کرو گے وہ اللہ تعالیٰ نگہبانی میں ہو گا تو تم اس سلسلہ میں اسی ہی سے ڈرنا۔ و اتقوا النساء ① عورتوں سے محتاط رہنا کہ کہیں ان کا فتنہ تم سے تکلیفی مطالبات نہ چھڑا دے۔ ② وہ تمہیں اپنی فریب کاری سے دھوکہ دے کر غیر شرعی اغراض میں نہ ڈال دیں۔ (آج کل یہ حقیقت بن کر سامنے ہے)۔

**تخریج**: مسلم (٢٧٤٢)

**الفوائد**: دنیا کے فتن سے خبردار کرتے ہوئے آپ ﷺ نے عورتوں کے فتنے سے بچنے کی تاکید فرمائی۔

**٤٦٠**: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ''اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۶۰: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ زندگی تو فقط

آخرت ہی کی زندگی ہے"۔ (بخاری، مسلم)

**تشریح** ⊛ **قال:** یہ خندق کے موقعہ پر صحابہ کرام کی تھکاوٹ دیکھ کر فرمایا۔ **ان العیش :** ہمیشہ کی زندگی ۔ **عیش الآخرہ:** اس دنیا میں تکلیف پر انسان کو غمزدہ ہو کر نہ بیٹھ رہنا چاہیے۔ یہ ختم ہونے والی ہے اس کا اجر باقی ودائم ہے یہ آپ نے خوشحالی کے موقعہ پر جب کہ میدان عرفات میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر صحابہ کرام کا کثیر اجتماع دیکھا تو فرمایا لبیک ان العیش عیش الاخرہ تقاضائے عقل یہ ہے کہ دنیا کی خوشی پر اترانے نہ لگ جائے۔ کیونکہ وہ ختم ہونے والی ہے۔ اسے آخرت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ تاکہ آخرت میں خوشی ہو کیونکہ وہ زندگی دوامی ہے۔

**تخریج:** أخرجه البخاري (۳۷۹۵) ومسلم (۱۸۰۵) والترمذي (۳۸۵۷)

**الفوائد :** دنیا زائل ہونے والا سایہ اور کوچ کرنے والا مہمان ہے۔ دنیا مصائب سے خالی نہیں، پرسکون زندگی فقط آخرت ہی کی ہے جس میں ملاوٹ، دکھ، تھکاوٹ، دکھ و مصائب کا نام نہیں۔

٤٦١ : وَعَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ : اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ : يَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۶۱: حضرت انسؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں۔ گھر والے، مال اور عمل۔ بس دو لوٹ آتی ہیں اور ایک باقی رہتی ہے اس کے گھر والے اور اس کا مال لوٹ آتا ہے اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ⊛ **یتبع المیت:** مکان سے مدفن تک، غالب کے اعتبار سے کہا۔ **ثلاث اهله و ماله وعمله**۔ مال سے وہ مال جو موت سے پہلے اس کا تھا۔ ساتھ جانے سے مراد ان میں سے بعض اہل اور بعض مال مثلاً غلام وغیرہ ساتھ جاتے ہیں۔ اسی طرح دفن پر اعانت کے لیے بھی اس کے مال میں سے ساتھ لے جایا جاتا ہے۔ عمل سے وہ تمام اعمال جو اس نے دنیا میں رہتے ہوئے کیے۔ نمبر۲ وہ اعمال جن سے اس کی جزاء سزا متعلق ہے۔ وہ نہیں جو توبہ سے مٹائے جا چکے نمبر۳ یا عمل صالح سے مٹائے جا چکے یا فضل الٰہی سے مٹا دیے گئے۔ پس بظاہر یہ عام ہے مگر مراد خاص ہے۔ **یبقی واحد** پہلے اجمال سے ذکر کیا تاکہ نفس میں خوب بیٹھ جائے۔ **یرجع اهله** دفن کے بعد لوٹ آتے ہیں۔ **و ماله** اسی طرح اس کا مال یا مونث دفن کے بعد جو باقی بچ گیا۔ **یبقی عمله** وہ اپنے عمل کے بدلے گروی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "**کل نفس بما کسبت رهینة**" "ہر نفس اپنے عمل کا گروی ہے۔

**تخریج** : بخاری فی الرقاق، مسلم الزهد، ترمذی فی الزهد، نسائی (الا طراف) احمد ۴/۱۲۰۸۱، ابن حبان ۳۱۰۷، حمیدی ۱۱۸۶۔

**الفوائد :** جو کرے گا وہ بھرے گا۔ جو آخرت کے لیے بوئے گا وہی کاٹے گا۔

٤٦٢ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صِبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ: لَا وَاللّٰهِ لَا رَبِّ وَيُؤْتٰى بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صِبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ: يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ مَا مَرَّ بِيْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَاَيْتُ شِدَّةً قَطُّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۶۲: حضرت انسؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن آگ والوں میں سے دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال شخص کو لایا جائے گا اور اس کو آگ میں ایک ڈبکی دی جائے گی۔ پھر پوچھا جائے گا اے آدم کے بیٹے کیا تو نے کوئی بھلائی دیکھی؟ کیا کبھی نعمتوں پر تیرا گزر ہوا؟ پس وہ کہے گا نہیں اللہ کی قسم اے میرے رب اور دنیا میں سب سے زیادہ تنگ دست جو اہل جنت میں سے ہوگا اس کو لایا جائے گا اور جنت میں اس کو ایک مرتبہ رنگا جائے گا۔ پھر اس کو کہا جائے گا اے آدم کے بیٹے کیا تو نے کوئی تنگی بھی دیکھی؟ کیا تیرے پاس کبھی تنگی کا گزر بھی ہوا؟ پس وہ کہے گا۔ نہیں اللہ کی قسم مجھ پر کبھی تنگی کا گزر بھی نہیں ہوا اور میں نے کبھی تنگی کا منہ بھی نہیں دیکھا''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ یؤتی: یہ مجہول ہے۔ بعد والا ظرف نائب فاعل ہے نمبر ۱ فاعل اللہ تعالیٰ ہیں کیونکہ وہ موجد حقیقی ہیں اور نمبر ۲ ملائکہ کیونکہ وہ قدرتی کے کارندے ہیں۔

**بانعم اهل الدنیا**: جس کے پاس دنیا کی لذات ورونق والی چیزیں سب سے زیادہ تھیں۔

**النحو**: **من اهل النار** یہ محل حال میں نائب فاعل ہے اس میں اشارہ کر دیا کہ جن ایمان والوں پر دنیا میں انعامات فرمائے وہ اس طرح نہ ہونگے۔

**یوم القیامة**: یہ فعل کا ظرف ہے۔ یہ معاملہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جانے کے بعد ہوگا۔ **فیصبغ فی النار صبغةً**۔ اس کو آگ میں ایک ڈبکی دی جائے۔ تنوین تقلیل کے لیے تو زیادہ بلیغ ہے **ثم یقال**۔ ثم اس لیے شاید لائے کہ کچھ مدت اس کو یوں مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر دلانے کے لیے کہا جائے گا۔ کہنے والے جہنم کے نگران فرشتے اور اگر باری تعالیٰ خود فرمانے والے ہوں تو پھر بھی ان کے شرف کی دلیل نہیں یہ خطاب بطور اہانت ہوگا۔ نسائی کی روایت اس کی تائید کرتی ہے۔ **هل تربك نعیم قط**۔ یہ ماضی کے لیے ظرف زمان ہے۔ **فیقول** وہ بلاتوقف کہے گا۔ **لا واللہ** لا کے بعد جواب مقدر ہے۔ تصریح کی حاجت نہیں قسم تاکید نفی کے لیے ہے یہ اس نے غلبہ عذاب کی وجہ سے دنیا کی ہر چیز بھول کر کہی۔ نمبر ۲ انہوں نے دنیا کی تمام نعمتوں کو اس ذرا سے عذاب کے مقابلے میں معمولی خیال کر کے کالعدم سمجھ لیا اور پھر یہ بات کہی **یا لا** ب سے یا کو کسرہ کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔ یہ رحم کی اپیل کے لیے لایا گیا۔

**ریوتی یا شر الناس بؤسا فی الدنیا من اهل الجنة**۔ بؤس۔ تنگ دستی۔ فی الدنیا میں دو احتمال ہیں۔ نمبر ۱: بؤس کی صفت بن کر ظرف مستقر ہو۔ نمبر ۲: ظرف لغو ہو کر اسی سے متعلق ہو جائے۔ **من اهل الجنه** یہ اشد کا بیان ہے محل نصب میں واقع ہے۔

فیصبغ صبغة ضبغہ کہنے کی وجہ یہ ہے رنگین کپڑے کی طرح اسکا اثر اس آدمی پر نظر آئے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ۔

وجوہ یومئذ باسرۃ تظن ان یفعل بھا فاقدہ ۔الایہ اہل نار کا تذکرہ انذاء کے لیے پہلے کر دیا کیونکہ وہ بمنزلہ تخلیہ ہے اور بشارہ تحلیہ کی طرح ہے۔ تعبیر میں تفنن کے لیے یہاں مفعول مطلق کو مقدم کیا اور وہاں مؤخر کیا۔فیقال لہ فات معلوم ہوتا ہے تشریف میں جلدی کی جائے گی اور انعامات کی ابتدائی سلسلہ ہو جانے کے بعد اسے یہ کہا جائے گا۔

ھل مربك بوس قط :تاکید کے لیے دوبارہ لاتے یہ ماقبل کے معنی میں ہے۔نمبر۲ ممکن ہے وہ معنی نہ ہو کیونکہ پہلے جس سے سوال کیا گیا ہے۔اس نے تو مشقت بالکل سہی نہیں اور دوسری بات یہ ہے اگر آئی بھی تو اللہ تعالیٰ کا لطف خفی مشقت کے لیے آڑ بنا رہا۔

ولا رایت شدہ قط :یہ جملہ کلام کو شکریہ میں طویل کرنے کے لیے لائے کہ زبان شکر سے قاصر ہے۔نسائی نے حماد سے اس طرح نقل کی "یؤتی بالرجل من اھل الجنه فیقول اللہ عزوجل یا بن آدم کیف وجدت منزلك؟ فیقول ابی خیر منزل ۔فیقول عزوجل سل وتمن 'فیقول اسالك ان ترونی ای الدنیا فاقتل فی سبیلك عشرہ مرات لما رای من فضل الشھادة 'یوتی بالرجل من اھل النار فیقول تبارك وتعالیٰ یابن آدم منزلك؟

تخریج: أخرجه مسلم (۲۸۰۷) والنسائی (۳۱٦۰)

الفرائد :① دنیا کی نعمتیں کفر کے ساتھ کل قیامت کے روز عذاب سے ایک لمحہ نہ بچا سکیں گی۔ ② ایمان کے ساتھ دنیا کی تکالیف آخرت کی ایک نعمت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

٤٦٣ : وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۶۳: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا ایسے ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں رکھے پھر وہ دیکھے کہ وہ کیا اپنے ساتھ لائی ہے"۔(مسلم)

تشریح ۞ مستورد بن شداد :ان کا سلسلہ نسب یہ ہے شداد بن عمرو بن حنبل بن احب بن حبیب بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر القرشی الفہری ان کی والدہ کا نام دعد بنت جابر بن حنبل بن الاحب یہ کرز بن جابر فہری کی بہن ہے۔آپ ﷺ کی وفات کے وقت یہ بچے تھے (کذا قال الواقدی) دوسروں نے کہا انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا اور اس کو محفوظ کر لیا۔ اولاً کوفہ میں اقامت اختیار کی بعد میں مصر میں مقیم ہو گئے۔اہل کوفہ اہل مصر نے ان سے روایت لی (اسد الغابہ) بقول ابن جوزی انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سات روایات نقل کی ہیں۔بقول برقی ان میں سے چار اہل مصر سے مروی ہیں دو اہل کوفہ اور ایک اہل شام سے مروی ہے۔مسلم نے ان کی صرف یہ روایت نقل کی ہے۔بخاری نے کوئی روایت نہیں لی۔ما الدنیا یعنی دنیا کی مثال نمبر۲ اس کی نعمتوں کی حالت نمبر۳ دنیا کے وقت کی مثال۔فی الآخرة آخرت کے مقابلے میں نمبر۲ آخرت

کے پیش نظر۔ اصبعه اس کے اندر دس لغتیں ہیں۔ان میں سب سے زیادہ مشہور ہمزہ کا کسرہ اور باء کا فتحہ ہے اصبع فی الیم سمندر کو کہتے ہیں۔ بہ یرجع کہ کس چیز کے ساتھ وہ لوٹتا ہے بقول ابن فورس کے اصبع کا لفظ مذکر ہے صغنی کہتے ہیں کہ یہ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے مگر اغلبا تانیث مستعمل ہے بہ کے اندر ما مصدریہ ہے۔مطلب یہ ہوا کہ جن دنیا کی نعمتوں کا تذکرہ ہوا انکا زمانہ آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہی نسبت رکھتا ہے۔ جو اس پانی کو جو اس کی انگلی کے ساتھ ڈبونے سے لگ گیا اور سمندر کے درمیان جو نسبت پائی جاتی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۸۰۳۰) ومسلم (۲۹۵۹) والترمذی (۲۳۲۳) وابن ماجه (٤١٠٨) وابن حبان (٤٣٣٠) والحاکم (٤/٧٨٩٨) والطبرانی فی الکبیر (٢٠/٧١٣)۔

**الفوائد** :استحضار موقع کے لیے بطور تمثیل یہ بات ذکر فرمائی۔

٤٦٤ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوْقِ وَالنَّاسُ كَنَفَيْهِ فَمَرَّ بِجَدْيٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهُ فَاَخَذَ بِاُذُنِهِ ثُمَّ قَالَ : "اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ؟" فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهِ؟ ثُمَّ قَالَ اَتُحِبُّوْنَ اَنَّهُ لَكُمْ؟ قَالُوْا وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا اَنَّهُ اَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ ' فَقَالَ "فَوَ اللّٰهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهُ "كَنَفَيْهِ" اَيْ عَنْ جَانِبَيْهِ وَ"الْاَسَكُّ" الصَّغِيْرُ الْاُذُنِ۔

۴۶۴ : حضرت جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہؐ کا گزر بازار سے ہوا۔اس حال میں کہ آپؐ کے دونوں طرف لوگ تھے۔پس آپؐ کا گزر چھوٹے کانوں والے ایک بکری کے مردار بچے کے پاس سے ہوا۔آپؐ نے اس کو کان سے پکڑا اور پھر فرمایا۔تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ ایک درہم کے بدلے اس کو لے؟ تو انہوں نے عرض کیا ہم یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ بغیر کسی چیز کے بدلے یہ ہمیں مل جائے۔ہم اس کو لے کر کیا کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ یہ تمہاری ملکیت ہوتا؟ تو انہوں نے عرض کی۔اللہ کی قسم اگر یہ زندہ ہوتا تو یہ عیب دار تھا۔اسلئے کہ اس کے کان چھوٹے ہیں پس کس طرح (اس کو لینا ہم پسند کر سکتے) اب جبکہ وہ مردار ہے۔فرمایا: اللہ کی قسم دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا یہ تمہارے۔

كَنَفَيْهِ: دونوں طرف۔ اَلْاَسَكُّ: چھوٹے کانوں والا۔

**تشریح** ۞ مر بالسوق :بقول مسلم عالیہ کے کسی راستے پر آپ کا گزر ہوا۔سوق کا لفظ مذکر و مؤنث استعمال ہوتا ہے اس کی مؤنث سویقة آئی ہے اس کا مؤنث ہونا زیادہ صحیح ہے (المصباح) اس کو سوق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنا سلمان اس کی طرف لے جاتے ہیں۔نمبر۲ یا اس کی وجہ سے کہ لوگ اس میں اپنی پنڈلیوں پر کھڑے ہوتے ہیں۔نمبر۳ یا اس وجہ سے کہ بھیڑ کی وجہ سے پنڈلی سے پنڈلی ٹکراتی ہے۔(والناس کنفیه)

النَّحو: یہ جملہ مرکی ضمیر سے محل حال میں ہے کنف کی جمع اکناف جیسے سبب کی جمع اسباب اس کا معنی جانب اور طرف ہے (المصباح)(بجدی) بکری کا نر بچہ معنی کہلاتا ہے اور مؤنث عناق کہلاتا ہے اس کی جمع عدل اور عدلاء کے وزن پر اجداد اور اجداء آتی ہے۔

(اسك) چھوٹے کان والا بکری کا بچہ بقول علامہ عاقولی کان کٹے ہوئے بکری کے بچے کو کہا جاتا ہے۔(فتناوله) آپ نے اس کو ہاتھ سے چھوایا پکڑا اس سے معلوم ہوا کہ نجس میں اگر رطوبت نہ ہو تو اس کے ساتھ ہاتھ لگنے سے ہاتھ پلید نہیں ہوتا۔(فاخذباذنه) کان سے پکڑنا مزید تحقیر ظاہر کرنے کے لیے تھا(ثم قال) اس میں دو احتمال ہیں۔پکڑنے اور گفتگو میں کچھ فاصلہ ہو گیا نمبر۲ کلام کے اندر تکرار کے ثقل کو دور کرنے کے لئے لایا گیا(ایکم یحب ان هذ اله بدرهم) پہلا ظرف محل خبر میں ہے اور دوسرا محل حال میں ہے بقول عاقولی یہ استفہام ارشاد کے لیے ہے تاکہ سننے والوں کو خطاب سے اہم بات کی طرف متوجہ کیا جائے اور وہ اس موقع پر تحقیر کا معنی ہے۔(لنا بشئ) یعنی ہم تو مفت میں لینا اس کو پسند نہیں کرتے چہ جائے کہ درہم کے بدلہ میں (ما نصنع به) ہم نے اسے کیا کرنا ہے' موت کی وجہ سے اس سے متعلق نفع کی امیدیں منقطع ہو چکی ہیں۔قال تحبون انه لكم یہ جملہ تاکید مقام کے لیے فرمایا گیا۔ لو کان حیا کان عیباً عیب کا لفظ یہاں میب یا زاعیب کے معنی میں ہے اور اگر اسے عیب ہی کے معنی میں رکھا جائے تب بھی درست ہے۔یہ جملہ مبالغہ کے لیے لایا گیا کہ یہ تو بذات خود عیب ہے اور جملہ سے لام کو ان کا جواب قرار دے کر حذف کر دیا۔الما لكو نه معيباً اور اسی کی تفسیر انه اسك سے فرمائی گئی۔

فكيف وهو ميت : کہ اب تو مرنے کے بعد اس سے ذرا بھر نفع کی توقع نہیں رہی۔

(والله للدنيا اهون على الله من هذا عليكم) الدنیا مبتداء ہے اور آگے اس کی خبر ہے اھون یہ اسم تفضیل ہے۔ھان یھین کا معنی ذلیل و حقیر ہونا جیسا کہ اس آیت میں ہے۔"ايمسكه على هون "معنی یہ ہوا کہ دنیا اللہ کے ہاں اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔جتنا یہ تمہاری نگاہ میں۔علی کا لفظ یہاں عند کے معنی میں ہے۔اسلك چھوٹے کان والا یا جس کے کان نہ ہوں شرفاء پھٹے ہوئے کان والا۔پس عاقولی کا قول اس سلسلے میں درست نہیں (المصباح)۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (۲۹۵۷) وأبو داؤد(۱۸۷)

**الفوائد:** دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں حقیر ذلیل ہے اس لیے اس میں انسان کو کوئی چیز صرف نہ کرنی چاہیے کیونکہ یہ باقی رہنے والی آخرت کے ہرگز برابر نہیں ہو سکتی۔

٤٦٥ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ حَرَّةٍ بِالْمَدِیْنَةِ فَاسْتَقْبَلَنَا اُحُدٌ فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ :لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ :مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ عِنْدِیْ مِثْلَ اُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا تَمْضِیْ عَلَیَّ ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ وَّعِنْدِیْ مِنْهُ دِیْنَارٌ اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُهٗ لِدَیْنٍ اِلَّا اَنْ اَقُوْلَ بِهٖ فِیْ عِبَادِ اللّٰهِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا" عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَعَنْ خَلْفِهٖ ' ثُمَّ سَارَ فَقَالَ :اِنَّ الْاَكْثَرِیْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ "وَقَلِیْلٌ

مَّا هُمْ" ثُمَّ قَالَ لِیْ : "مَكَانَكَ لَا تَبْرَحْ حَتّٰی اٰتِیَكَ" ثُمَّ انْطَلَقَ فِیْ سَوَادِ اللَّیْلِ حَتّٰی تَوَارٰی فَسَمِعْتُ صَوْتًا قَدِ ارْتَفَعَ فَتَخَوَّفْتُ اَنْ یَّكُوْنَ اَحَدٌ عَرَضَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَاَرَدْتُّ اَنْ اٰتِیَهٗ فَذَكَرْتُ قَوْلَهٗ :لَا تَبْرَحْ حَتّٰی اٰتِیَكَ فَلَمْ اَبْرَحْ حَتّٰی اَتَانِیْ فَقُلْتُ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتًا تَخَوَّفْتُ مِنْهُ فَذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ : "وَهَلْ سَمِعْتَهٗ؟" قُلْتُ : نَعَمْ قَالَ : "ذَاكَ جِبْرِیْلُ اَتَانِیْ فَقَالَ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ ' قُلْتُ :وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ :وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ' وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ۔

۴۶۵: حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ میں نبی اکرمؐ کے ساتھ حرہ مدینہ میں چل رہا تھا۔ ہمارے سامنے کوہ احد آ گیا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوذرؓ! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ۔ فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس اس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور اس پر تین دن گزر جائیں اور میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی باقی ہو مگر وہ چیز جس کو میں کسی قرض کی ادائیگی کیلئے روکوں مگر یہ کہ لوگوں میں اس طرح تقسیم کر دوں' اپنے دائیں اور بائیں اور پیچھے کی طرف آپؐ نے اشارہ فرمایا۔ پھر آپؐ چل دیئے اور فرمایا بے شک زیادہ مال والے قیامت کے دن اجر کے لحاظ سے بہت کم ہونگے مگر جس نے کہ مال کو اس اس طرح اپنے بائیں اور پیچھے اشارہ فرمایا' خرچ کیا اور وہ بہت تھوڑے ہوں گے۔ پھر فرمایا تم اپنی جگہ پر ٹھہر و یہاں تک میں نہ آ جاؤں۔ پھر رات کے اندھیرے میں تشریف لے گئے حتیٰ کہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ پس میں نے ایک آواز بلند ہوتے سنی۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں کوئی آپؐ کے درپے تو نہیں ہو گیا لہٰذا میں نے آپؐ کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا۔ پھر مجھے آپؐ کا ارشاد یاد آیا: (لَا تَبْرَحْ حَتّٰی اٰتِیَكَ) پس میں اپنی جگہ سے نہ ہٹا یہاں تک کہ آپؐ تشریف لائے۔ میں نے کہا مجھے ایک ایسی آواز سنائی دی جس سے میں ڈر گیا۔ پھر میں نے ساری بات آپؐ سے ذکر کی۔ فرمایا کیا تو نے اس کو سنا؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا وہ جبرائیل تھے جو میرے پاس آئے اور کہا جو آپؐ کی امت میں اس حال میں فوت ہو جائے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو؟ فرمایا اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو۔ (بخاری و مسلم) بالفاظ بخاری۔

**تشریح** ⊙ کنت امشی مع النبی ﷺ فی حرة۔ اس سے نبی اکرم ﷺ کا کمال تواضع معلوم ہوتی ہے کہ اپنے صحابہ کے ساتھ چلتے ان سے نمایاں حالت نہ بناتے حرہ کی جمع حرار سیاہ پتھروں والی زمین کو کہا جاتا ہے۔ (احد) یہ مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ (فقال یا ابا ذر) یہ آپ کا حسن اخلاق اور فضل و کمال ہے کہ اپنے شاگرد کو مانوس کرنے کے لیے اس کی کنیت سے آواز دی۔ (لبیك یا رسول اللّٰه) یا رسول اللہ کے الفاظ ادب میں اضافے کے طور پر استعمال کئے۔ (مثل احد هذا ذهبا) هذا اہم اشارہ یہاں اسی طرح تعظیم کے لیے لایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ذلك الكتب لاریب ذهبا۔ یہ مثل کی تمیز ہے بخاری کی روایت میں اس طرح الفاظ ہیں' فلما ابصر احد قال ما احب ان یحوّل لی ذهبا" بقول ابن حجر اس دوسری روایت کا معنی یہ ہے کہ "ان انقلب ذهبا كان علی قدر وزنه اور حوّل صیر

"کے معنی میں ہے۔مگر اس تاویل کو حافظ نے رد کر دیا اور کہا کہ یہ رواۃ کا تصرف ہے پہلی روایت کے الفاظ ہی درست ہیں۔ (تمضی علی ثلاثه) یہ ثلاث کی قید کو بعض لوگوں نے اس پر محمول کیا کہ تین دن سے کم وقت میں اس کی تقسیم ممکن نہیں مگر دوسری روایت میں یوم و لیلة نے اس بات کو مسترد کر دیا بس بہتر یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ تین دن زیادہ بہت زیادہ مدت بتائی اور یوم و لیلة میں کم سے کم مدت بتائی۔(وعندی منه دیناراً) الاشئی شئی کا رفع اور نصب دونوں جائز ہیں اور دوسری روایت میں "وعندی منه دینار او نصف دینار اور ادع منه قیراطاً "قال کنت قنطاراً قال قیراطا کے لفظ موجود ہیں کہ میں نہیں چاہتا کہ اس میں سے کہ تھوڑا سے بھی جو قیراط ہی کی مقدار میں ہو اس کو بھی بچا کر رکھوں مگر وہ چیز جس کو میں قرض والے کے لیے بچا کر رکھوں۔الا ان اقول به فی عباد الله هکذا" یہ استثناء سے استثناء ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ مال کی محبت کی نفی عدم انفاق کے ساتھ مقید ہے۔ هکذا یہاں تین مرتبہ فرمایا۔بقول حافظ یہ بھی رواۃ کا تصرف ہے اصل آپ نے چاروں جہات کا ذکر فرمایا۔تو رواۃ نے بعض مقام پر دو اور بعض پر تین اور بعض میں ایک کا ذکر کر دیا۔ دائیں اور بائیں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر ان دونوں اطراف سے دیا جاتا ہے۔ثم سار فقال بخاری کی روایت میں ثم قال ہے جس سے معلوم ہوتا ہے ایک معطوف کو استعارۃ دوسرے کی جگہ لائے۔ان الاکثرین هم الاقلون یوم القیامة اکثار سے کثرت مال اور اقلال سے قلت ثواب آخرت مراد ہے یہ ان کے حق میں ہے جو مستثنیٰ سے متعلق نہیں۔

الامن قال هکذا :اور امام احمد کی روایت میں محثی عن یمینه و من بین یدیه و عن یساره "کے الفاظ ہیں جس سے چاروں اطراف ثابت ہو گئیں اور عبدالعزیز بن رفیع کی روایت میں یمیناً شمالاً و بین یدیه و وراءه "کے الفاظ ہیں۔هکذا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے"ای لمن اشار اشارة مثل هذه الاشارة" مگر جس نے اس میں اشارہ کیا۔

قلیل ماهم :ما موصولہ تاکید قلت کے لیے لایا گیا ہے۔نمبر۲ موصولہ قلیل خبر مقدم اور ہم مبتدا مؤخر۔قلیل کو اہتمام کے لیے مقدم کیا۔اس میں اصحاب اموال کو ابھارا گیا کہ اٹھو اور اس قلیل میں شامل ہو جاؤ جو کہ اصل میں جلیل ہے۔مکانك ای الزم مکانك اپنی جگہ رہو۔یہ قبل کی تاکید ہے اور اتبرح اس کی تاکید اور دفع توہم کے لیے گیا ہے۔حتی آتیك یہ وہاں ٹھہرنے کی غایت ہے۔ختی تواری کا معنی چھپنا نگاہ سے اوجھل ہونا نمبر۱ غروب قمر کی وجہ سے نمبر۲ دور چلے جانے کی وجہ سے۔صوتاً آواز دوسری روایت میں لغطا کے الفاظ ہیں وہ آواز کے مل جانے کو کہتے ہیں۔ان آتیه میں آپ کی جانے کا ارادہ کرلیا۔فلم البرح حتی اتانی میں آپ کی واپسی تک وہیں رہا دوسری روایت میں "فانتظرته حتی جاء" وارد ہے۔

ایک نکتہ: آپ کی اطاعت لازم ہے اور اس پر قائم رہنا چاہیے نمبر۲ بڑوں کی بات مان کر رک جانا چاہیے ان کی مخالفت میں اپنی رائے اختیار کرنا توہم ہے جس کا ازالہ ضروری ہے۔فذکرت له یہاں مفعول کو حذف کیا گیا۔جبکہ بعض روایات میں "ما سمعت "کے الفاظ موجود ہیں یعنی میں نے جو کچھ سنا وہ ذکر کر دیا۔

النحو :وهل سمعته اس کا عطف فعل محذوف پر ہے اتذکر ذلك وهل سمعته سمعت کا مفعول صوتا محذوف ہے۔یہ استفہام تقریری ہے مگر التباس کے خطرہ سے اس انداز سے فرمایا۔ذالك جبریل اتانی جس میں بات کر رہا تھا وہ جبریل تھے یہ آواز انہی کی تھی۔

مضاف مقدر ہے ای صوت جبریل لا تشرك بالله شرک سے شرک جلی مراد ہے۔دخل الجنة نمبر۱ ابتداء داخل ہوگا نمبر۲

سزا کے بعد داخل ہوگا نمبر۳ بخاری موت سے پہلے توبہ کرنے والا۔ یہی ابوذرؓ سے سمجھا۔ پہلا معنی زیادہ بہتر ہے۔ تا کہ جمع بین الروایات میں آسانی ہو۔ ان زنی وان سرق ان وصلیہ ہے اور واؤ اس پر داخل ہے نمبر۲ مقدر کی صورت میں عاطفہ ہے نمبر۳ حالیہ ہے ان دو گناہوں کو بطور مثال ذکر کیا کیونکہ ان میں ایک حقوق اللہ اور دوسرا حقوق العباد سے متعلق ہے گویا اس طرح کہا گیا "ان من مات علی التوحید دخلها وان تلبس بمعصیة متعلقه بحق الله تعالٰی او بحق عباده" اور بعض روایات میں شرب الخمر کا اضافہ اس کے فحش ہونے پر دلالت کے لیے ہے۔ اس کو ام الخبائث کہا گیا۔ اس سے عقل چلی جاتی ہے اور انسان حیوان کی طرح ہو جاتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۲۳۸۸) و مسلم فی الزکاۃ (۹۴) باب (۹) الترغیب فی الصدقة و الترمذی (۲۷۴۴)

**الفوائد**: ① چھوٹا بڑوں کو دیکھے تو ان کی اجازت کے بغیر مجلس میں نہ بیٹھے البتہ مسجد، بازار میں بیٹھ سکتا ہے۔ ② تعمیل حکم بڑوں کو رائے کی مخالفت سے بہتر ہے وجوہ خیر میں خوب خرچ کرنا چاہیے۔

٤٦٦ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَوْ كَانَ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِیْ اَنْ لَّا تَمُرَّ عَلَیَّ ثَلَاثُ لَیَالٍ وَّعِنْدِیْ مِنْهُ شَیْءٌ اِلَّا شَیْءٌ اَرْصُدُهُ لِدَیْنٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۴۶۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میرے پاس اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا ہو مجھے یہ بات پسند آتی ہے مجھ پر تین دن رات اس حال میں نہ گزرنے پائیں کہ اس میں سے میرے پاس باقی ہو مگر اتنی چیز جس کو میں قرضے کے لئے روک رکھوں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ لو كان لی مثل احد ذهبا۔ کان نمبر۱ تامہ ہے جو وجد کے معنی میں ہے۔ مثل احد اس کا فاعل ہے۔ ذہبا یہ مثل کی تمیز ہے۔ فی حال ہے۔ نمبر۲ ناقصہ لی خبر مقدم ہے۔ عندی منه شئی الاشئی شئی رفع کے ساتھ یہ شئی سے مستثنیٰ ہے اور حیز نفی میں آنے کی وجہ سے یہ اعراب ہے۔ حافظ کا میلان اسی طرف ہے۔ ارصده یہ شئی کی صفت ہے۔ اس کا معنی تیار کرنا۔ روک رکھنا لدین قرضے کی ادائیگی کے لئے جب کوئی قرضدار طلب کرے نمبر۲ قرض کی ادائیگی کا وقت آ جائے۔

**فائدہ**: اس حدیث میں صحت و زندگی کی حالت میں نیک مقامات پر خرچ کرنے کے لیے آمادہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ روایت میں وارد ہے۔ "ان تصدق وانت صحیح شحیح" نمبر۲ آپ ﷺ کو اپنے ہاتھ سے خرچ کرنا اس قدر محبوب تھا کہ اپنے ہاں کوئی چیز روک رکھنا پسند نہ فرماتے تھے سوائے اس کے جو کسی صاحب حق کے حق کیا ادائیگی کے لیے روکا گیا ہو۔ یا کوئی مستحق موجود نہ ہو اس کے آنے تک۔

**مسئلہ**: نمبر۱ قرض کی ادائیگی نفل صدقہ سے مقدم ہے۔ نمبر۲ خیر کی تمنا کے لیے لو کا استعمال درست ہے۔ نمبر۳ نامناسب کام میں صرف کرنا مناسب نہیں۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۷۴۸۹) والبخاری (۲۳۸۹) ومسلم (۹۹۱) وابن ماجه (۴۲۳۱) وابن ماجه

س(۱۴۲۳ ۴)،وابن حبان (۱۴ ۳۲)۔

**الفوائد:** بھلائی کے اضافہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے اضافے کی تمنا جائز ہے امانات اور قرضات کی ادائیگی کر دینی چاہیے۔

۴٦۷ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ' وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ – وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ : "اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ"۔

۴٦۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کے معاملے میں تم ان لوگوں کو دیکھو جو تم سے کمتر ہوں اُن کو مت دیکھو جو تم سے اوپر ہوں۔ یہ بات زیادہ مناسب ہے اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہ قرار دو (بخاری و مسلم) یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو مال اور خلقت میں تم سے اچھا ہے تو چاہیے کہ اس کو بھی دیکھو جو اس سے کمتر ہے۔

**تشریح** ۞ انظروا الی من :نمبرا 'من موصولہ ہے نمبر۲' اسفل منکم نمبرا 'یہ صلہ ہے نمبر۲ 'صفت ہے۔ یہ ضمیر ھو محذوف کی خبر ہے۔ یہ جملہ صلہ اور امور دنیا میں تم سے کم درجہ ہو جیسا بعد والی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے امور دین میں انسان کی نگاہ اس پر ہونی چاہیے جو اعلیٰ ہو یہ زیادہ استقامت والا ہوتا کہ اس کی عادت اسی طرح ہو جائے۔ حدیث میں فرمایا۔"رحم الله عبداً نظر في دنیاه لمن هو دونه فحمد الله وشکره" اور دین میں اس کو دیکھا جو اس سے اوپر ہے محنت کی اور خوب کوشش کی ابن حجر کہتے ہیں عمرو بن شعیب کی روایت ہے: خصلتان من کانتا فیه کتبه الله شاکراً صابراً ومن نظر فی دنیاه فحمدالله علی مافضله به ومن نظر في دنیه الی من هو فوقه فاقتدی به واما من نظر في دنیاه ال من هو فوقه واسف الی مافاته فانه لا یکتب شاکراً ولا صابراً (فتح الباری) ولاتنظروا الی من سے شخص و ذات مراد ہے .هو فوقکم اس طور پر کہ اس کو جو ملا ہے وہ بڑا اور کثیر ہے۔ فهو اپنے مافوق سے نظر کو کوتاہ کرنا یا یہ کہ وہ اپنے قبل کے ساتھ ہے۔"اجدر الاتزدروا" اس طور پر کہ تم نہ حقیر قرار دو اور چھوٹا سمجھو۔

**اَللُّغَات** : یہ باب افتعال سے ہے تا کو دال سے بدل دیا۔ نعمة الله علیکم اسم تفضیل یہ ظاہر کر رہے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے چھوٹی سے چھوٹی نعمت کو بھی حقیر قرار نہ دینا چاہیے۔ ابن جریر کا قول نمبرا انسان عام طور پر دنیا میں صاحب حیثیت کو دیکھ کر دل سے چاہنے لگتا ہے کہ وہ مال و نعمت اس کے پاس بھی ہو اس طرح وہ اپنے پاس موجود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر قرار دینے لگتا ہے۔ یہ بات عام لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ ایک صالح آدمی کہنے لگے میں امیروں کے ساتھ رہنے لگا تو مجھ پر ہر وقت غم سوار رہتا۔ ان کے ہاں وسیع گھر، شاندار سواری پاتا اور میرے پاس ان میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ پھر میں نے غرباء کے ساتھ رہنا شروع کیا تو مجھے راحت میسر آئی۔ حاکم میں روایت منقول ہے۔"اقلوا الدخول علی الاغنیاء فانه احری ان لا تزدروا نعمة الله" (فتح الباری) اور اگر دنیا میں اپنے سے کم درجہ کی طرف دیکھے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی نعمت

ظاہر ہوگی پس یہ شکر یہ ادا کرے گا اور تواضع اختیار کرے گا اور نیک کام کرے گا۔ بالکل اسی طرح جب اپنے سے اونچے دین والے کو دیکھے گا تو اپنی کمی نظر آئے گی اس سے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف خضوع پیدا ہوگا اور اپنے عمل پر مت نگاہ کرے اور نہ اس کے متعلق خود پسندی میں مبتلا ہو۔ عمل کو بڑھائے اور اس کی عادت ڈالے واللہ الموفق۔

**ابن بطال کا قول:** یہ روایت خیر کے معانی کی جامع ہے کیونکہ آدمی اپنے رب کی عبادت کے جس معاملے میں ہوتا ہے تو اس میں وہ اپنے سے جب لوگوں کو روبرو پاتا ہے تو دل میں ہمیشہ ان سے مل جانے کی طلب رکھتا ہے۔ اس طرح اپنے رب کے قریب سے قریب تر ہوتا جاتا ہے اور دنیا کی جس حقیر حالت میں ہو۔ جب اپنے سے حقیر تر حالت والے کو دیکھتا ہے تو اسکو سامنے رکھتے ہوئے وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات پاتا ہے جو اس کی کسی محنت کے بغیر پائے جاتے ہیں اور محض فضل سے ہوتے ہیں تو اپنے نفس کو شکر پر لگاتا ہے۔ اس طرح معاد کے متعلق اس کا رشک بڑھ جاتا ہے۔

**دیگر علماء کا قول:** یہ ہر مرض کا علاج ہے کیونکہ آدمی جب اوپر والے کو دیکھتا ہے تو اس میں حسد پیدا ہوتا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھے تاکہ اس سے شکریہ کی ہمت پیدا ہو۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۷٤٥۳) والبخاری (٦٤٩٠) ومسلم (۲۹۷۳) والترمذی ۲۵۱۳) وابن ماجه (٤١٤۲) ابن حبان (۷۱۳)۔

**الفرائد** :دنیا میں اپنے سے کم درجہ کو دیکھنے سے ملکہ شکر پیدا ہوگا۔ آخرت میں اوپر والے کو دیکھنے سے اعمال کی طرف رغبت بڑھے گی۔

٤٦٨ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ اِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۶۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہلاک ہو دینار و درہم اور چادر اور شال کا بندہ اگر اس کو کچھ دیا جائے تو راضی ہو اور نہ ملے تو ناراض ہو۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ تعس : کا معنی منہ کے بل گرنا یہاں ہلاکت مراد ہے ابن الانباری کہتے ہیں التعس شر کو کہتے ہیں۔ بعض نے بعد معنی کیا ہے۔ بخاری کی روایت میں ہر ایک کے ساتھ مضاف موجود ہے۔ "تعس عبد الدینار وعبدالدرهم وعبد القطیفة عبدالخمیصة" یعنی ان کا خادم وغلام۔ غلام کے تذکرہ کی حکمت۔ نمبرا یہ بتلانے کے لیے کہ وہ دنیا کی محبت میں اس قیدی کی طرح ہے۔ جو چھوٹنے کی راہ نہیں پاتا۔ اسی وجہ سے جامع اور مالک الدنیا نہیں کہا۔ نمبر۲ دنیا کی حرص اور دل لگی کی وجہ سے خواہش کا غلام ہے۔ اس کے متعلق "ایاك نعبدو وایاك نستعین "صادق نہیں آتا۔ جو اس طرح کا انسان ہو وہ صدیق نہیں بن سکتا (فتح الباری) ان اعطی رضی وان لم یعط یہ دونوں شرطیں اور ان کا جواب اسکی شدت حرص کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (٦٤٣٥)

**الفرائد** : اپنے عمل کا محور حصول دنیا بنایا اور اس کی وجہ سے واجبات ومندوبات سے بے پروائی اختیار کی تو ایسے شخص عبدالدینار فرما کر دنیا کی شدید مذمت کر دی۔

۴۶۹ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَآءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَّاِمَّا كِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِيْ اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهٖ كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۶۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے اہل صفہ میں سے ستر آدمی ایسے دیکھے جن میں سے کسی ایک کے پاس بھی اوڑھنے کی چادر نہ تھی یا تو تہبند اور یا چادر جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھتے ان میں سے بعض کی چادریں نصف پنڈلی تک پہنچتی اور بعض کی ٹخنوں تک۔ پس وہ اس کے دونوں کناروں کو اپنے ہاتھ سے جمع کر کے رکھتے۔ اس ڈر سے کہ ان کا ستر والا حصہ ظاہر نہ ہو۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ رایت سبعین من اهل الصفة۔ رایت :یہاں دیکھنے کے معنی میں ہے۔سبعین : سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔ بیر معونہ کے شہداء کے بعد یہ اسلام لائے مامنهم رجل۔ ① رجل مبتداء مبہم اس کی خبر ہے۔② جملہ اس کی صفت بن رہا ہے۔اس لیے باوجود نکارت کے یہ مبتداء ہے علیه ردا،رداء جو بدن کے بالائی حصہ کو ڈھانپ لے۔امااز ار وامّا کساء یا تو اس کے پاس ازار ہے جس سے بدن کا نچلا حصہ ڈھانپ رکھا ہے۔وقدربطوا فی اعناقهم: یہ جملہ کساء کی صفت ہے۔فمنها ها: کی ضمیر کساء کی طرف لوٹ رہی ہے۔یبلغ نصف الساقین: چھوٹے ہونے کی وجہ سے نصف پنڈلی تک پہنچتی ہے۔الکعبین :بعض کی چادر گٹوں تک پہنچتی ہے۔اس کو کعب کہنے کی وجہ سے ابھار ہے۔فیجمعه: میں ہ کی ضمیر دونوں قسموں کی طرف راجع ہے۔کراهیة: یہ مفعول لہ ہے۔ان تری عورته: چادروں کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے اور دنیا کی بہاروں سے ان کے زہد اختیار کر لینے کی وجہ سے اور آخرت کے اعمال کی طرف مکمل توجہ کی وجہ سے وہ اسی پر اکتفاء کرتے۔ابونعیم کا قول۔ان کے حالات کا مشاہدہ کرنے والوں اور ان کے احوال معلوم کرنے والوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر فقر کا غلبہ تھا انہوں نے قلت کو ترجیح دی اور اسی کو پسند کیا ان کے ہاں نہ دو کپڑے جمع ہوتے اور نہ دو رنگ کا کھانا۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۴۴۲) وابن حبان (۶۸۲) والبیهقی (۲/۲۴۱) وأحمد فی "الزهد" (ص/۱۳)۔

**الفرائد** :صحابہ کرام کا کمال یہ تھا کہ دنیا ترک کر کے آخرت کی طرف متوجہ ہونے والے تھے۔ دین کی نصرت میں وہ بہت حریص تھے اور آخرت سے ان کے دل معلق تھے۔

۴۷۰ : وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۷۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا مؤمن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ سجن المؤمن: ان نعمتوں کا لحاظ کر کے جو اس کے لیے تیار کی گئی ہیں۔ وجنۃ الکافر: اس کی نسبت سے جو اس کے لیے سزائیں تیار کھڑی ہیں۔ ۞ مؤمن کو حرام شہوت سے روک دیا گیا تو گویا وہ جیل میں ہے اور کافر اس کے برعکس ہر طرف منہ مارتا پھرتا ہے گویا اس کے لیے باغ کی طرح ہے۔ شیخ اکمل کا فرمان۔ یہ تشبیہ بلیغ ہے کہ ادات تشبیہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ استعارہ نہیں ہے۔ بعض نے کہا یہ حقیقت ہے کہ مؤمن پر دنیا میں طرح طرح کی تکالیف اور پے در پے مشقتیں ہیں اور پریشان کن غموم، ہموم، امراض کا دور دورہ ہے، یہ جیل کی طرح ہے کہ ایک مصیبت سے نکلا، دوسری میں جا پڑا اور اس سے بڑا قید خانہ کیا ہوگا۔ پھر اس پر یہ پابندی کہ کسی عمل کا اختتام کیا ہوگا اس کا کیا حال ہوگا کہ وہ کسی ایسے امر کی توقع لگائے بیٹھا ہے جو بڑی ہے اور اس کو ایسی ہلاکت کا خطرہ جس سے بڑی کوئی ہلاکت نہیں اگر اس جیل سے چھوٹنے کی امید نہ ہوتی تو یہ اسی حالت سے ہی تباہ ہو جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اس کو صبر کرنے پر وعدہ دے دیا جس نے اس کے سامنے اپنے معاملے کے اچھے انجام کو کھول دیا اور وہ مطمئن سا ہو گیا اور دوسری طرف کافر ان تکالیف سے بچا ہوا ہے ان خوفناک چیزوں سے مامون ہے اپنی لذات میں [illegible] رات مشغول شہوات کو پورا کر رہا ہے وہ حیوان کی طرح ہے جب موت کے وقت اس خواب سے بیدار ہو تو اس جیل خانے میں [illegible] گرے گا۔ جس کا اس کو تصور بھی نہ تھا۔ نسائی اللہ العافیۃ منہ۔

**فائدہ**: مؤمن کو اس روایت میں آمادہ کیا گیا [illegible] لذات دنیا سے اعراض کرے اور اس کی طرف محبت کی نگاہ سے نہ دیکھے لیکن دنیا قید خانے کی طرح ہے۔ ایک لطیفہ۔ قرطبی نے سہل صعلوکی خراسانی سے نقل کیا یہ شخص دین و [illegible] کو جمع کرنے والا تھا۔ کہ میں ایک دن اپنی سرکاری سواری پر جا رہا تھا کہ ایک یہودی ایک حمام کے میر آمدے سے نکل [illegible] سامنے آیا اس کے کپڑے میلے کچیلے تھے اور حال بھی گندا تھا اور کہنے لگا تمہارا خیال ہے کہ تمہارے پیغمبر محمد ﷺ [illegible] ہے ''الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر'' اور میں ایک کافر غلام ہوں اور میرا حال تمہارے سامنے ہے اور تو مؤمن [illegible] تو اپنا حال دیکھ۔ تو میں نے فوراً اس کو کہا۔ جب تم کل اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو گے تو یہ حالت تمہیں جنت معلوم ہوگی اور جب میں کل جنت کی نعمتیں پاؤں گا تو مجھے یہ حالت [illegible] خانہ معلوم ہوگی لوگ اس بات کو سن کر حیران ہو گئے اور سرعت فہم کی داد دینے لگے (کتاب جمع الحرص بالقناعۃ للقرطبی)۔

**تخریج**: مسلم ۲۹۵۶ مسند، ترمذی ابن ماجہ عن ابی ہریرہ، طبرانی، حاکم عن ابن عمر، حلیۃ ابی نعیم، ابن حبان ۶۸۷۔

**الفوائد**: مؤمن اللہ تعالیٰ کی شریعت کا پابند ہے اسے اپنے نفس کی خواہشات کو لگام دینی چاہیے کافر ضوابط شرع سے آزاد زندگی گزارتا ہے اس کے لیے من مانی زندگی کے نتیجہ میں سوائے آگ کے کچھ نہیں۔

۴۷۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكِبَيَّ فَقَالَ: "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: "اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ

الْمَسَاءِ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

قَالُوْا فِيْ شَرْحِ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَعْنَاهُ: لَا تَرْكَنْ اِلَى الدُّنْيَا وَلَا تَتَّخِذْهَا وَطَنًا وَّلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِطُوْلِ الْبَقَاءِ فِيْهَا وَلَا بِالْاِعْتِنَاءِ بِهَا وَلَا تَتَعَلَّقْ مِنْهَا اِلَّا بِمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْغَرِيْبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الذَّهَابَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔

۴۷۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں کندھوں کو پکڑ کر فرمایا: "دنیا میں یوں رہو جیسے مسافر یا راہ گیر" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا کرتے تھے جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت میں سے اپنی بیماری کے لئے اور زندگی میں سے موت کے لئے کچھ حاصل کر لو۔ (بخاری)

علماء نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ دنیا کی طرف مت جھکو اور نہ اس کو وطن بناؤ اور نہ اپنے دل کو لمبی دیر رہنے کے لئے اس میں لگاؤ اور نہ اس کی طرف زیادہ توجہ دو اور اس سے اتنا ہی تعلق رکھو جتنا مسافر غیر وطن سے رکھتا ہے اور اس کے اندر مشغول نہ ہو جس طرح وہ مسافر مشغول نہیں ہوتا جو کہ اپنے گھر واپس لوٹنا چاہتا ہے وباللہ التوفیق۔

**تشریح** ۞ **بمنكبي**: کندھا کندھے سے اس لیے پکڑا تا کہ اگر غفلت میں ہو تو خبردار ہو جائے اور اگر پوری توجہ نہ ہو تو توجہ پوری کر کے مانوس ہو جائے۔ کیونکہ اس طرح آدمی بات نہیں بھولتا اور یہ اسی سے کیا جاتا ہے جس سے محبت اور بے تکلفی ہو اور اس کی نظیر وہ روایت ہے جو عبداللہ بن مسعودؓ نے نقل کی ہے۔ "علمني رسول ﷺ و كفي بين كفيه" **کن في الدنيا كانك غريب او عابر سبيل**: ترمذی نے ان الفاظ کا اضافہ نقل کیا۔ "وعد لنفسك من اهل القبور" اور نسائی کی روایت میں اس طرح ہے "اعبد الله كانك تراه و كن في الدنيا" **اذا امسيت**: مساء لغت میں زوال سے نصف میل تک کا وقت ہے۔ یعنی جب تم مساء میں داخل ہو جاؤ "فلا تنتظر الصباح" تو شام کے اعمال میں پھر صبح کا انتظار مت کر۔ صباح۔ نصف میل سے زوال تک کا وقت (کذا قال السیوطی) **فلا تنتظر المساء**: تو صبح کے اعمال کو مساء پر مت ڈال کیونکہ جب کسی عمل کو اس کے وقت سے ہٹایا جائے گا تو وہ فوت ہونے کی وجہ سے کامل نہ ہو گا خواہ اس کی قضاء درست ہے۔ ہر عمل میں عبادت کی تاکید کی گئی ہے۔ ۲) جب شام ہو تو مت دل میں لاؤ کہ تیری زندگی صبح تک رہے گی۔ بلکہ ہر وقت موت کو مستحضر رکھو اور اپنی آنکھوں کا منظور نظر بنا تا کہ غفلت کا شکار نہ بنے یہ روایت اصل میں ترک دنیا اور اس میں زہد اختیار کرنے کے لیے لائی گئی ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب امید کو کوتاہ کرے اسی پر دارومدار ہے۔ کیونکہ اس سے عمل کی اصلاح ہوتی ہے اور تاخیر و کسل کی آفات سے نجات میسر ہوتی ہے۔

جس نے لمبی اُمید سلگائی۔ وہ بدعملی کا شکار ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ زہد فی الدنیا کا سبب ہے اور ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ حقیقت اس قدر ہے کہ قصر امل زہد کا باعث ہے اور طول امل ترک طاعت اور توبہ میں تکاسل کا ذریعہ ہے۔ اس سے دل آخرت اور اس کے مقدمات کو بھول جاتا ہے۔ احوال آخرت سے بالکل بے پروائی اختیار کرتا ہے۔

**وخذ من صحتك لمرضك**: تم ایسے نیک اعمال کرو جن کے حاصل کرنے میں صحت سے مدد حاصل کرنے والا ہو۔ خواہ

ابتداء یا انتہاء یا جمع کرنے میں صحت کے دنوں میں غفلت کا شکار مت ہونا کہ تجھے سودے میں نقصان نہ ہو۔ کیونکہ مرض وہ اعمال اس طرح انجام نہ پاسکیں گے۔ ومن حیاتك لموتك: ① اس میں احتمال ہے کہ یہ عام ہو اور کثرت مقصود ہو کہ ایسا مرض جس میں آدمی کو پوری قدرت اعمال کی حاصل ہوتی ہے اس میں طاعت کو غنیمت خیال کرو اور سستی مت کرو اگرچہ مرض کی وجہ سے ان اعمال کا کرنا گراں ہو۔ ② یہ ماقبل کے معنی میں ہو تو ماقبل کی تاکید ہے اور اہتمام وتحریض کے لیے لائے ۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ مؤمن کا رأس المال صحت وحیات ہے اور زمانہ حیات یہ اس کی تجارت کا وقت ہے تو اس پر قدرت کے ہوئے ہوتے اس سے کوتاہی نہ برتنی چاہیے تاکہ اسے تجارت کا نفع مل سکے۔ جبکہ مرض کی حالت میں ضرورت ہو۔ حدیث میں وارد ہے۔ ''اذا مرض العبد او سافر یقول الله لملائکته اکتبوا لعبدی ما کان یعمله صحیحاً مقیماً'' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسن عمل پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل کو ہمیشہ متوجہ رکھتے ہیں۔ ایک روایت میں فرمایا "تعرف الی الله فی الرخاء یعرفك فی الشدة" شرح النووی: دنیا کی طرف مت جھکا و اختیار کر۔ وراس کو وطن مت سمجھ وراس دل میں یہ بات نہ لا کہ تو اس میں عرصہ دراز رہے گا اور نہ اس کی طرف پوری توجہ دے اور اس سے اتنا تعلق رکھ جتنا مسافر غیر وطن سے رکھتا ہے ور اس میں ایسے کام میں مشغول ہو جس میں مسافر مشغول نہیں ہوتا' وہ مسافر جو اپنے وطن جا رہا ہے۔

رکن: مائل ہونا یہ علم اور نصر دونوں بابوں سے آتا ہے۔ وطن نہ بنانے کا مطلب یہ ہے۔ ① کہ دنیا پر مطمئن نہ ہو اور نہ اس سے تسلی پا ② دنیا کو عجیب سمجھ کر اس کی رونق پر مت نظر ڈال۔ ③ اس کو اقامت گاہ مت بنا کیونکہ جو اقامت گاہ سمجھے گا وہ اس کی تعمیر وترقی کا خواہاں ہوگا اور اس کی تعمیر محتاط کی حالت کے مخالف ہے۔ کیونکہ وہ اس کو چھوڑ کر ایسے مکان میں جا رہا ہے۔ جس سے کبھی جدائی نہ ہوگی۔ توحق یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کرتے نہ کہ اس کی طرف (اس کا مفہوم کن فی الدنیا کی طرح ہے) اور طول بقاء کا دستور نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ تیری مثال اس مسافر جیسی ہے جو دوران سفر کسی جگہ رکے اب اگر وہ طویل قیام کا ارادہ کرے تو اپنے ساتھیوں سے الگ ہو جائے اور مشقتیں اٹھانی پڑیں گے اور اس شہر کی طرف زیادہ توجہ نہ کرے کیونکہ طبعاً اسی چیز کی طرف توجہ کرتا جس میں اس کا فائدہ ہے۔ ولا تتعلق منها: وہاں کی ان چیزوں سے تعلق رکھے جن سے مسافر رکھا کرتا ہے مثلاً سواری اور زادراہ محتاط آدمی دنیا میں مولیٰ کی طرف سفر کرتے ہوئے اپنے نفس کی سواری کا خیال کرلے تاکہ مرضات رب حاصل ہوں وہ ان چیزوں میں مشغول ہو جو اس کا حق ادا کرنے میں معاون ہیں اور غیر سے کفایت کرنے والی ہیں اور اتنا کمائے جو ان کے کام آجائے جن کا خرچہ اس پر لازم ہے۔ امتثال امور اور اجتناب نواہی کا زادراہ ساتھ لے۔ اس کے علاوہ سے اعراض کرے۔

ولا یستغل سے مقصد یہ ہے کہ اتنا سامان نہ جمع کرے جو اس کو سفر میں تھکا دے محتاط آتی دنیا لیتا ہے جو مولا کی طرف سفر میں اسے بوجھل نہیں کرتی اور غافل آخرت سے منہ موڑ کر دنیا کی رونق میں رنجھ جاتا ہے۔

**تخریج**: احمد ٤٧٩٤/٢' بخاری' ترمذی' ابن ماجه' ابن حبان ٦٩٨' بیهقی ٣/٣٦٩۔

**الفوائد**: دنیا میں لمبی اُمید نہ لگائے تاکہ کل موت کے وقت اپنی تقصیر پر شرمندگی اٹھانی پڑے' غفلت سے بچ کر ہر وقت آخرت کا منتظر رہنا چاہیے۔

**٤٧٢: وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهُ اَحَبَّنِيَ اللّٰهُ وَاَحَبَّنِيَ النَّاسُ ' فَقَالَ: " اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَيْرُهُ بِاَسَانِيْدَ حَسَنَةٍ۔**

۴۷۲: حضرت ابوالعباس سہل ابن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ایسا عمل بتایئے جب میں اس کو کرلوں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا" دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کریں گے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیاز ہو جاؤ تو لوگ تم سے محبت کریں گے"۔ یہ حدیث حسن ہے اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ان کے علاوہ نے اچھی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

**تشریح** ۞ سہل بن سعدؓ کے حالات: باب الدلالۃ علی الخیر میں بیان ہو چکے۔ جاء رجل: اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ **دلنی علی عمل اذا عملته احبنی اللّٰه**: عمل کی تنوین تعظیم کے لیے کوئی عظیم الشان عمل بتلائیں۔ جو نتیجہ کے لحاظ سے بڑا ہو جب میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا طلبگار بن کر کروں تو اللہ تعالیٰ میرے متعلق ثواب کا ارادہ فرمانے والے ہوں۔ واحبنی الناس: اور طبعی طور پر لوگ میری طرف جھک آئیں۔

**اَللُّغَۃُ**: یہ جملہ شرطیہ عمل کی صفت ہے۔ ازهد في الدنيا: دنیا کی مباح سے زائد اشیاء سے بے رغبتی اختیار کرو اور اپنے دل میں اس سے نفرت کرو کیونکہ جب ''**الدنیا رأس کل خطیئة**'' زہد کی حقیقت یہ ہے کہ قدرت کے باوجود آخرت کی خاطر اس سے بے رغبتی کرنا دوزخ سے بچتے اور جنت کی طمع کرتے ہوئے اور ماسوا اللہ سے توجہ ہٹاتے ہوئے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب نور یقین سے سینہ کھلا ہوا ہو۔

**یحبك اللّٰه**: یہ شرط مقدر کا جواب ہے۔ ① جملہ مستانفہ ہو سکتا ہے کہ زہد کے ثمرہ کو بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہو کیونکہ زہد کا ثمرہ مولیٰ کریم کی محبت ہے۔ دنیا کی مذموم محبت یہ ہے کہ شہوات نفس کو آخرت پر ترجیح دے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مشغول کرتی ہے۔ دنیا کی محبت نیکی کے لیے مظلوم کی مدد اور تنگدست کو کھانا کھلانے کے لیے یہ خود رسول ﷺ کے ارشاد سے عبادۃ ہے۔ ''**نعم المال الصالح مع الرجل الصالح 'یصل به رحما ویصنع به معروفا**'' **فیما عند الناس**: یعنی مال وجاہ اور اس سے اعراض کرو **یحبك الناس**: اس سے لوگ تمہیں پسند کریں گے۔ جب تم مال یا کسی عہدہ میں ان سے منازعت کرلے گا تو وہ تم سے بغض رکھیں گے وہ دنیا پر طبعی طور پر اس طرح گرنے والے ہیں کھیاں گندگی اور کتے مردار پر امام شافعیؒ احمد اللہ نے کیا خوب کہا **ماھی الدجیفه مستحیلة ـ علیها کلاب همهن اجتذابها فان تجتنبها کنت سلما لاهلها ـ وان تجتذبها نازعتك کلابها۔**

**تخریج**: أخرجه ابن ماجه (۴۱۰۲) وتعقبه الامام ابوصیری فی "مصباح الزجاجة" وقال: فی اسناده خالد بن عمرو وهو ضعیف متفق علی ضعفه واتهم بالوضع۔ وأورد له العقیلی هذا الحدیث' وقال لیس له أصل من حدیث الثوری

اعم وقد نقص تحسین النووی لہ۔ حاکم فی الرقاق مگر یہ روایت درجہ حسن کو نہیں پہنچتی اس کے راوی قدس وغیر ثقہ ہیں۔

**الفوائد**: زہد اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب ہونے کی وجہ سے اعلیٰ وبلند چیز ہے۔ جہاں دنیا میں مستغرق ہونا برا ہے وہاں دنیا والوں کے معاملات میں مداخلت ان کے بغض وعداوت کا باعث ہے۔

٤٧٣ :وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :ذَكَرَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا أَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا فَقَالَ :لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِىْ مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"الدَّقَلُ" بِفَتْحِ الدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْقَافِ :رَدِیْءُ التَّمْرِ۔

۴۷۳: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو لوگوں کو دنیا ملی تھی اس کا تذکرہ فرمایا اور پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دن گزارتے ہوئے دیکھا۔ بھوک سے آپ لپٹ رہے ہوتے اور ردی کھجور بھی نہیں ملتی تھی جس سے آپ اپنے پیٹ کو بھر لیتے۔ (مسلم)

الدَّقَل: گھٹیا کھجور۔

**تشریح** ۞ نعمان بن بشیرؓ: ان کا سلسلہ نسب بن سعد بن ثعلبہ انصاری خذرجی ہیں ان کے حالات باب الامر بالمحافظۃ علی السنۃ میں گزرے۔ اصاب الناس: دنیا کا حاصل ہونا مراد ہے۔ من الدنیا: مال مرتبہ نوکر چاکر نحو من بیانیہ ہے۔ مظل دن گزارنا۔ مایجد وقلاع یمسلابہ بطنہ یہ جملہ متانفہ بیانیہ ہے۔ الدقل: ردی خشک کھجور۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (٢٩٧٨) وابن ماجه (٤١٤٦)

**الفوائد**: آخرت کی چاہت میں آپ ﷺ کس طرح بھوک کو برداشت کرنے والے تھے۔

٤٧٤ :وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَا فِيْ بَيْتِيْ مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ إِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِّيْ فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهَا "شَطْرُ شَعِيْرٍ" أَيْ شَيْءٌ مِّنْ شَعِيْرٍ كَذَا فَسَّرَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

۴۷۴: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے اس حالت میں وفات پائی کہ میرے گھر میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھائے سوائے ان تھوڑے سے جو کے جو طاق میں رکھے ہوئے تھے۔ پس میں ایک مدت دراز تک اسی میں سے لے کر کھاتی رہی پس میں نے ان کو ناپا تو وہ ختم ہو گئے۔ (بخاری ومسلم)

شَطْرُ شَعِيْرٍ: تھوڑے سے جو۔

ترمذی نے اس کی اسی طرح تفسیر کی۔

**تشریح** ⊛ **یا کلہ زو کبد**: یہ لفظ حیوان سے زیادہ فصیح ہے۔ **کبد**: جسم کے اعضاء رئیسہ میں سے ہے۔ **الا شطر شعیر**: یہ دنیا سے مزید زہد کو ظاہر کر رہی ہے جب ان کا یہ حال ہے جو محبوب خدا کی محبوب بیوی ہیں یہ آپ کے دنیا سے اعراض کی بین دلیل ہے۔ **فی رف**: اس کی جمع رفوف یا رفاف ہے تھال' قاضی کہتے ہیں رف وہ لکڑی جو زمین سے بلند ہوتی ہے اور حفاظت کیلئے چیز اس پر رکھ دی جاتی ہے۔ مگر پہلا معنی زیادہ درست ہے۔ **فا کلت منه**: ۱) یہ من ابتدائیۃ۔۲) تبعیضیہ ہے۔ **طال علی**: عرصہ بیت گیا۔ **فکلته**: میں نے ماپ دیا تو وہ ختم ہو گئے اس کی نظیر اور واقعات بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ایک وسق گندم دی وہ اس میں سے عرصہ کھاتے رہے۔ پھر ان کو ماپ دیا تو وہ ختم ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ نہ ماپتے اور کھاتے رہتے تو کبھی ختم نہ ہوتے اور کافی ہو جاتا۔ **حکمت**: ماپنا ظاہری تدبیر اور تسلیم کے خلاف ہے اور اسرار الٰہی کو جاننے کے لیے تکلف ہے۔ تلمانی کہتے ہیں۔ یہ بات اس روایت کے خلاف نہیں "**کیلوا طعامکم یبارك لکم فیه**" کیونکہ معاملہ کرتے ہوئے یہ تو شریعت کو اپنانا ہے اور شیطان کے شک کو اس سے زائل کرنا مقصود ہے اور تھوڑے کھانے کا معجزہ زیادہ ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مخفی ہاتھ اس میں اخفاء شرط ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں خرید و فروخت کے وقت کیل محبوب چیز ہے کیونکہ اس سے بائع و مشتری کا تعلق ہے۔ مگر خرچ کے وقت کیل یہ بخل کی علامت ہے۔ اسی وجہ سے مکروہ قرار دیا گیا۔

قرطبی کہتے ہیں ماپنے سے نما ختم ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا معاینہ کیا مگر حرص کی نگاہ ڈالی اور شکر سے غفلت برتی جس کی وجہ سے وہ میسر ہوا اور خرق عادت دیکھ کر بھی عادت والے امور کی طرف دھیان رہا اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جس کو اللہ تعالیٰ کوئی چیز لطف و کرم سے عنایت کریں اسے پے در پے شکر بجالانا چاہئے اور اس حالت میں کوئی تبدیلی نہ لائے۔ (المفہم للقرطبی)۔

شطر' طرف' حصہ یہاں نصف مراد ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ آپ کا معمول مبارک تو یہ تھا کہ خیبر کے حصہ میں سے آپ کھجور وغیرہ سال بھر کے لیے جمع کر لیتے مگر اس دوران اگر کوئی مہمان آ جاتا یا اور کوئی معاملہ پیش آتا تو وہ آپ خرچ فرما دیتے اور اس وقت کوئی چیز گھر میں باقی نہ رہتی (فتح الباری) بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: **ماشبع رسول ﷺ ثلاثه ایام متوالیة ولو شئنا شبعنا ولکنه کان یؤثر علی نفسه**"۔

**تخریج**: أخرجه البخاري ۳۰۹۷، و مسلم ۲۹۷۳) و ابن ماجه (۳۳۴۵)

**الفوائد**: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپ کی ازواج مطہرات بھی دنیا سے زہد اختیار کرنے والے تھیں۔ جس کو رزق و کرامت میں سے کوئی چیز میسر ہو اسے زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرنا چاہئے۔

٤٧٥ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَخِيْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَآءَ الَّتِيْ كَانَ يَرْكَبُهَا وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيْلِ صَدَقَةً" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۴۷۵: حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ ام المؤمنین جویریہ بنت حارث کے بھائی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم چھوڑا نہ دینار نہ کوئی غلام لونڈی اور نہ کوئی اور چیز البتہ وہ سفید خچر

چھوڑا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے تھے اور اپنے ہتھیار اور وہ زمین جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافروں کے لئے صدقہ کر دیا تھا۔ (بخاری)

**تشریح** ✿ عمرو بن الحارثؓ: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے بن ابی ضرار الجزاعی المصطلقی یہ جویریہ بنت الحارث کے بھائی ہیں۔ ام المومنینؓ احترام اکرام کے لازم ہونے میں بمنزلہ ماں کے ہیں۔ یہ صحابی قلیل الحدیث ہیں سن ۵۰ھ سے بعد تک رہے۔ **درهما ولا دینارا**: جو کہ کسی آزاد یا غلام پر باقی ہو۔ بقیہ آپ کے جن غلاموں کا تذکرہ ہے۔ یا تو آپ کی زندگی میں فوت ہو گئے یا آپ ﷺ نے ان کو آزاد فرمایا۔ سابقہ کا لحاظ کر کے غلامی کی نسبت شرف کے لیے کی جاتی ہے۔ **ولا شیئا**: دوسری روایت میں **ما ترك رسول ﷺ دینارا ولا درهما ولا شاة ولا بعیر ولا اوصیٰ بشیء** " مسلم ابوداؤد نسائی روایت اسماعیلی **الا بغلته البیضاء التی کان یرکبها** بقول سہیلی یہ خچر رفاعہ جیبی کی سے ہدیہ کیا تھا۔ (الاعلام للسہیلی) عنقریب کتاب الملح والمنشورات کے سے یہ بات آئے گی کہ یہ خچر فرقہ بن نفایہ الخذ ی سے ہدیہ دیا تھا۔ اس کا نام دلدل تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس کوئی خچر نہ تھا۔ **سلاحه**: آپ کے ہتھیار کراع کتب سیر میں مذکور ہیں۔ **ارضا**: نصف فدک اور ثلث وادی القری کی زمین اور خمس خیبر کا حصہ بنی نضیر کی زمین کا حصہ **جعلها لابن السبیل اصدقة**" اس زمین کو بھی آپ نے مسلمانوں پر صدقہ کر دیا۔ بقول زکریا ثلث کو صدقہ کیا۔ (تحفۃ القاری)۔

**تخریج**: أخرجه البخاري (۲۷۳۹)

**الفرائد**: مجاہد کے ہتھیار آخری وقت میں آپ کی ملکیت تھی اس سے اشارہ کر دیا کہ جہاد قیامت تک باقی ہے۔ مسلمان کو جہاد کی تیاری سے کسی وقت منہ نہ موڑنا چاہئے۔

**٤٧٦ : وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰی فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِّنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ نَمِرَةً فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَاْسُهٗ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نُّغَطِّيَ رَاْسَهٗ وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِّنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔**

**"النَّمِرَةُ" : كِسَآءٌ مُلَوَّنٌ مِّنْ صُوْفٍ وَقَوْلُهٗ "اَيْنَعَتْ اَيْ نَضِجَتْ وَاَدْرَكَتْ وَقَوْلُهٗ "يَهْدِبُهَا هُوَ بِفَتْحِ الْيَآءِ وَضَمِّ الدَّالِ وَكَسْرِهَا لُغَتَانِ اَيْ يَقْطِفُهَا وَيَجْتَنِيْهَا وَهٰذِهٖ اسْتِعَارَةٌ لِّمَا فَتَحَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ مِّنَ الدُّنْيَا وَتَمَكَّنُوْا فِيْهَا۔**

۴۷۶: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چاہنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی پس ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ثابت ہو گیا۔ پس ہم میں سے کچھ وہ ہیں جو فوت ہو گئے اور انہوں نے اپنے اجر میں سے کوئی حصہ نہیں پایا۔ انہی میں مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جو اُحد کے

دن شہید ہوئے اور ایک دھاری دار چادر چھوڑی جب ہم ان سے ان کے سر کو ڈھانپتے تو ان کے پاؤں ظاہر ہو جاتے اور جب ان کے پاؤں کو ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ پس ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے سر کو ڈھانپ کر ان کے پاؤں پر کچھ اذخر گھاس ڈال دو۔ اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے پھل پک چکے اور وہ ان کو چن رہے ہیں۔
(بخاری و مسلم)

النَّمِرَۃُ: اون کی دھاری دار چادر۔

اَیْنَعَتْ: پک گئے اور پالیے۔

یَھْدِبُھَا: اس کا پھل چن رہا ہے یہ استعارہ ہے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ان پر دنیا کو فتح کر دیا اور انہوں نے اس پر قدرت پالی۔

**تشریح** ⊙ خباب بن الارتؓ ان کے حالات باب الصبر میں گزرے۔ ھاجرنا مع رسول ﷺ: ہم نے دین حق کے لیے وطن کو چھوڑا اور جہاں آپ جاتے ہم بھی وہیں پہنچے' یہاں معیت سے معیت فی مفارقۃ الوطن ہے۔ نلتمس: ہم اپنی ہجرت سے ذات باری تعالیٰ کی رضا چاہنے والے تھے یہی چیز ہجرت کا مرکزی نقطہ تھی۔ التماس: طلب کو کہا جاتا ہے؛ اس جملے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ کہ اس نے توفیق' اخلاص بخشا۔ فوقع اجرنا: اس نے ہمارا ثواب اور بدلہ لکھ دیا اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے وعدے کے مطابق اپنے پر لازم کر لیا ورنہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں اور اجر سے دنیوی بدلہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے ہم میں سے بعض حضرات کی وفات اس حال میں ہوئی کہ لم یاکل: کچھ بھی پھل نہ پایا۔ کھانے سے تعبیر کیا کیونکہ وہ مقصود ہے۔

من اجرہ شیئًا: کہ اس نے زمانہ غنائم نہ پایا اور اس مال میں سے کچھ لیا۔ مصعب بن عمیرؓ یہ سابقین فی الاسلام سے ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے مصعب بن عمیر اور عبداللہ ابن ام مکتوم تھے۔ بقول ابن اسحاق ان کو عقبہ والی کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم کے لیے بھیجے گئے۔ قتل یوم احد: یہ ۳ھ میں پیش آئی۔ اس میں جھنڈا مصعبؓ کے پاس تھا۔ نمرہ فکنا اذا غطینابھا راسہ بدت: نمرہ دھاری دار چادر کو کہتے ہیں۔ بدت: ظاہر ہونے کے معنی میں ہے۔ بدؤ راسہ: یہ چادر کی مزید چھوٹائی کو بیان کرنے کے لیے جملہ لایا گیا۔ نعطی راسہ اعضاء میں اعلیٰ ہونے کی وجہ سے اس کے ڈھانپنے کا حکم دیا۔ الاذخر: خوشبودار گھاس ہے جو مدینہ کے آس پاس ہوتی ہے۔ فھو یھدبھا: فا تفریعیہ ہے۔ اس کا دخول جملہ صلہ پر معطوف ہے۔ اینعت: پھل پکنا قطف پھل توڑنا۔ (المصباح) فتح اللہ علیھم وتمکوا فیھا یہ اشارہ تمثیلہ یا تجیہ ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٧/٢١١٣٤) والبخاری ١٢٧٦) ومسلم (٩٤٠) وأبو داؤد (٣١٥٥) والترمذی (٣٨٥٣) والنسائی (١٩٠٢)

**الفوائد**: میت کے تمام جسم پر کفن ہونا چاہیے' اس کا تمام بدن ستر کے قابل ہو گیا صحابہ کرام کی ہجرت دنیا کی خاطر نہ تھی ان فتوحات وغنائم کے متعلق حرص آخرت کی وجہ سے خیال کرتے کہ کہیں ان کی طاعات پر ان کو اجر نہ دے دیا گیا ہو۔

٤٧٧ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَآءٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۴۷۷: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دنیا اللہ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ ملتا''۔ (ترمذی)

اور انہوں نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ **بعوضۃ**: یہ بعض سے فعول کا وزن ہے۔ اس کا معنی کاٹنا ہے حقارت میں ضرب المثل مچھر کا یہ نام بن گیا۔ بقول نیساپوری اس کی سونڈ چھوٹی ہونے کے باوجود گول ہوتی ہے اور وہ حیوان کے چمڑے میں اس طرح داخل ہوتی ہے جیسے تمہاری انگلی حلوے میں۔ اس کی سونڈ کے بالائی حصہ میں زہر ہوتا ہے۔ (تفسیر نیشاپوری)۔

لشربۃ ماء: اس کے حقیر وذلیل ہونے کی وجہ سے۔ بقول عاقولی۔ اگر دنیا کی ذرا بھی قدر ہوتی تو کافر اس سے ذرہ بھر فائدہ نہ اٹھا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مقصود نہیں بنایا بلکہ ذریعہ مقصود ہے اور نہ ہی دنیا کو دارالاقامہ نہیں بنایا بلکہ دارالارتحال وانتقال بنایا اور عام طور پر کفار وفساق کو دی انبیاء واتقیاء کو اس سے بچایا۔ ایک نصیحت: اس روایت میں کہ دنیا کی حقارت ذلت' چھوٹائی اور دنیا پرستوں سے نفرت بتلائی گئی ہے۔

**تخریج**: ترمذی ابن عدی فی الکامل ٩/٣١٩ والشهاب للقضاعي ١/١١٦ حبيه ٣/٣٠٤۔

**الفرائد**: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کی دنیا کی اس طرح حفاظت کرتے ہیں جس طرح کوئی آدمی بیمار کے لیے پانی کی حفاظت کرتا ہے۔

٤٧٨ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَّلْعُوْنٌ مَّا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمًا وَّمُتَعَلِّمًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۴۷۸: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا۔ خبردار بے شک دنیا ملعون ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب ملعون ہے ماسوا اللہ کے ذکر کے اور جو چیز اس سے موافقت رکھنے والی ہے عالم اور متعلم کے۔ (ترمذی)

اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ **الا** : یہ حرف تنبیہ ہے۔ جو سامع کو متوجہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ **ملعونۃ**: گری ہوا اور ناپسندیدہ ہے۔ **مافیہا اموال** : دنیویہ اور شہوات۔ ان میں مشغولیت اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث ہے اور **ذکر اللہ وما والاہ**: اللہ کا ذکر اور طاعت خداوندی جو رضاءِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ **عالما ومتعلما**: یہ دونوں منصوب ہیں۔ اس روایت سے مطلقاً یہ نہ سمجھنا

چاہیے کہ دنیا کو گالی دینا جائز ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ لاتسبوا الدنیا فنعم وطیة المؤمن علیها یبلغ الخیر و ینجو من الشر و از اقال العبد لعن اللہ الدنیا قالت لعن اللہ اعصانا مربہ" گویا ممنوع دنیا وہ ہے جو معصیت میں خرچ کی جائے اور اچھی دنیا وہ ہے جو رضائے الٰہی کے لیے خرچ ہو۔

**تخریج** :ترمذی فی الزھد' ابن ماجہ 'حلیۃ ۳/۱۵۷

**الفرائد** :دنیا کا قابل مذمت ہونا ظاہر مگر دنیا کو لعنت وسب جائز نہیں۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت میں ہے۔ لا تسبوا الدنیا فنعم مطیة المومن 'علیها یبلغ الخیر وبها ینجو من الشر۔ الحدیث"۔

۴۷۹ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۴۷۹: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جائیدادیں مت بناؤ اس کے نتیجے میں تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے (ترمذی)

اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ الضیعة: اس کی جمع ضیع وضیاع: زمین۔ (الصحاح) صاحب نہایہ کہتے ہیں۔ ضیعة الرجل :سے وہ چیز مراد ہے جس پر معاش کا دارمدار ہو مثلاً صنعت تجارت زراعت وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ اس میں اس قدر مشغول نہ ہو جاؤ کہ آخرت کی درستی سے غفلت برتنے لگو " دنیا دارالقرار کی درستی سے مشغول کر دے گی۔

**تخریج** :ترمذی' احمد' حاکم سیاسی ۳۷۹ 'تاریخ بغداد ۱/۱۸ 'احمد ۲/۳۵۷۹۔

**الفرائد** :دنیا میں سخت مشغولیت آخرت سے رکاوٹ بن جاتی ہے۔

۴۸۰ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَّنَا فَقَالَ :"مَا هٰذَا؟" فَقُلْنَا :قَدْ وَهِيَ فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ فَقَالَ :"مَا اَرَى الْاَمْرَ اِلَّا اَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۴۸۰: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہمارے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ ہم اپنے ایک جھونپڑے کو درست کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا یہ کمزور ہو گیا ہم اس کو درست کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں تو موت کے معاملے کو اس سے بھی زیادہ جلدی دیکھ رہا ہوں"۔ (ابوداؤد' ترمذی) نے بخاری اور مسلم کی سند سے روایت کیا۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ✿ مر علینا: علیٰ کو لانے کی شاید وجہ یہ ہو کہ آپ خاص مقام سے گزرے۔ (۲) سواری کی حالت میں گزرے۔ ورنہ تو مر با سے متعدی ہوتا ہے۔ **خصالنا**: چھپر۔ اس کی جمع خصاص اور اخصاص ہے اس کو خص کہنے کی وجہ اس میں سوراخ ہوتے ہیں۔ (النہایہ) الصحاح)

**وھی**: کمزور پڑنا۔ پرانا ہونا۔ **نصلحه**: مرمت کرنا۔ اری: یہ اظن اور اعلم کے معنی میں آتا ہے۔ **الاعجل من ذلك**: مطلب یہ ہے کہ یہ مشغولیت توقع اجل کے اس قدر قرب کے باوجود بعید ہے۔

**تخریج**: ترمذی ابوداؤد احمد ۲/۶۵۱۲ ابن ماجہ ابن حبان ۲۹۹۶۔

**الفوائد**: انسان کا وقت مقررہ بالکل قریب ہے۔ اس کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔

۴۸۱ : وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَّفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۴۸۱: حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر ایک امت کے لئے آزمائش ہے اور میری امت کے لئے آزمائش مال ہے۔ (ترمذی)
اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ✿ کعب بن عیاضؓ: یہ اشعری ہیں اور شامی صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان سے جابر بن عبداللہ نے روایت لی ہے۔ بعض نے کہا کہ ام الدرداءؓ نے بھی ان سے روایت بیان کی۔ ترمذی و نسائی نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔ **فتنة**: آزمائش کی چیز راغب مفردات میں لکھتے ہیں فتنہ کا لفظ بلاء کی طرح ہے۔ خیر و شر دونوں میں مستعمل ہے۔ شدت و سختی کے سلسلہ میں اس کا مفہوم زیادہ ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **ونبلوكم بالشر والخير فتنه الایه** ۔ **فتنة امتی المال**: دنیا میں میری امت کا امتحان مال سے لیا جائے گا۔ جیسا آپ ﷺ نے فرمایا۔ **ان هذا المال حلوة خضرة وان الله مستخلفكم فيها فناظر كيف تعملون**"۔

**تخریج**: ترمذی فی الزهد نسائی فی الرقاق عبدالبر وابن منده ابو نعیم فی معرفة الصحابه۔ احمد ۱۷۴۷۸/۲ ابن حبان ۳۲۲۳ طبرانی الکبیر ۴۰۴/۱۹ حاکم ۷۸۹۶/۴ قضاعی ۱۰۶۲ بخاری تاریخ الکبیر ۲۲۰/۷۔

**الفوائد**: اس امت کے لیے مال بڑا فتنہ ہے جو اس کی طرف جھک پڑا وہ کھلے خسارے میں مبتلا ہوا۔ جس نے اسے اس کے حق کے ساتھ استعمال کیا وہ کامیاب و کامران ہوا۔

۴۸۲ : وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو وَيُقَالُ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُقَالُ أَبُوْ لَيْلٰى عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "لَيْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِيْ سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٌ يَّسْكُنُهُ ، وَثَوْبٌ يُّوَارِيْ عَوْرَتَهُ وَجِلْفُ الْخُبْزِ ، وَالْمَآءُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ - قَالَ التِّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ

اَبَا دَاوٗدَ سُلَیْمَانَ بْنَ سَالِمٍ الْبَلْخِیَّ یَقُوْلُ :سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ شُمَیْلٍ یَقُوْلُ :الْجِلْفُ :الْخُبْزُ لَیْسَ مَعَهٗ اِدَامٌ – وَقَالَ غَیْرُهٗ :هُوَ غَلِیْظُ الْخُبْزِ – وَقَالَ الْهَرَوِیُّ :الْمُرَادُ بِهٖ هُنَا وِعَآءُ الْخُبْزِ :كَالْجَوَالِقِ وَالْخُرْجِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۸۲: حضرت ابوعمرو بعض نے کہا ابوعبداللہ اور بعض نے کہا ابولیلیٰ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کے لئے سوائے ان چیزوں کے کسی اور چیزوں کا حق نہیں۔ ایک گھر جس میں وہ رہ سکے۔ ایک کپڑا جس میں وہ اپنے ستر کو ڈھانپ سکے اور روٹی کا ٹکڑا اور پانی (ترمذی) اور اس نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ میں نے ابوداؤد سلیمان بن بلخی کو فرماتے سنا کہ وہ کہتے ہیں نضر بن شمیل کو فرماتے سنا۔

جِلْفُ :روٹی کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ سالن نہ ہو۔ بعض نے کہا موٹی روٹی کو کہتے ہیں۔

علامہ حروی نے فرمایا مراد یہاں روٹی والا برتن ہے۔ جیسے تھیلا اور جمیل وغیرہ واللہ اعلم۔

**تشریح** ❀ ابوعمرو :ان کی کنیت میں اختلاف ہے۔ بعض ابوعبداللہ یہ عبداللہ رسول ﷺ کے نواسے ہیں۔ بعض نے ابولیلیٰ کنیت ذکر کی ہے۔ ان کا نام نامی عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی المکی ثم المدنی ثالث امیر المؤمنین ؓ ان کی والدہ اروی بنت کریز ہے بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف ہے اروی کی والدہ ام حکیم بیضاء بنت عبدالمطلب رسول ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ شروع میں اسلام لائے۔ ان کو ابوبکر ؓ نے اسلام کی دعوت دی انہوں نے دو ہجرتیں کیں۔ اولاً حبشہ پھر مدینہ منورہ کی طرف انہوں نے اپنی بیوی رقیہ بنت رسول ﷺ کے ساتھ دونوں ہجرتیں کی۔ ان کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے ان سے بیاہی گئیں کوئی شخص انسانی تاریخ میں معلوم نہیں جس کے گھر پیغمبر کی دو بیٹیاں اس کے سواء گئی ہوں ان سے ۱۴۷ احادیث مروی ہیں تین بخاری میں مسلم میں ہیں۔ آٹھ میں بخاری اور ۵ میں مسلم منفرد ہے ان سے صحابہ کرام کی ایک عظیم جماعت مثلاً زید بن خالد الجہنی عبداللہ بن زبیر وغیرہ سے روایت نقل کی اور بے شمار تابعین نے روایات لی ہیں۔ ہاتھیوں والے واقعہ کے بعد چھٹے سال پیدا ہوئے۔ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن مدینہ منورہ میں شہید کئے گئے۔ اس وقت انکی عمر ۹۰ سال تھی۔ بعض نے ۸۰ سال بعض نے ۸۲ سال لکھی ہے اور بھی اقوال ہیں یہ سابقین فی الاسلام میں سے ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ رسول ﷺ وفات کے وقت تک ان سے راضی تھے۔ یہ چھ اصحاب شوریٰ میں سے تھے۔ یکم محرم ۲۴ھ میں ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔ چند راتیں کم ۱۲ سال ان کی خلافت رہی۔ عبدالبر کہتے ہیں حضرت عمرؓ کے دفن کے تین رات بعد ان سے بیعت لی گئی انہوں نے اپنے ایام خلافت میں مسلسل دس سال حج کرایا۔ ان پر جبیر بن مطعمؓ نے نماز جنازہ پڑھی۔ بعض اور خام لیا ہے۔ رات کے وقت بقیع میں دفن کر دیا گیا اس وقت قبر کو چھپا دیا گیا بعد میں ظاہر کر دیا گیا۔ بعض نے حش کوکب میں دفن کا لکھا ہے۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں۔ یہ وہ زمین ہے۔ جس کو خرید کر عثمانؓ نے بقیع میں اضافہ فرمایا تھا الحش باغ کوکب یہ ایک انصاری کا نام ہے۔ ان کے مقام و مرتبہ کے متعلق احادیث کثرت سے وارد ہیں۔ حق عاقولی کہتے ہیں حق سے مراد یہاں وہ چیز جس کی انسان کو گرمی سردی سے حفاظت اور اپنا بدن ڈھانپنے اور ازالہ بھوک کے لیے استعمال کرنا ضروری ہے اور مال کا حقیقی مقصد یہی ہے۔ ② حق سے مراد

وہ چیز جب وہ صحیح ذریعہ سے درست طور پر کمائی گئی ہو تو اس کا حساب نہ ہو اس دوسرے قول کی تائید ابن کثیر کا قول ہے۔ جس کو انہوں نے امام احمد سے ان کی سند کے ساتھ ابوعسیب مولی رسول ﷺ سے نقل کیا ہے۔" خرج النبی ﷺ لیلاً فمربی فدعانی فخرجت الیه ثم مربابی بکر فدعاه فخرج الیه ثم مر بعمر فدعاه فخرج الیه فانطلق حتی اتی حائطاً بعض الانصار فقال لصاحب الحائط اطعمنا الحدیث" روایت میں مزید وارد ہے کہ "فاخذ عمر العذق الذی جاء به الانصاری فضرب به الارض حتی تناثر البسر قبل رسول ﷺ ثم قال یا رسول ﷺ انا لمسؤلون عن هذا یوم القیامة؟ قال نعم الا من ثلاثة: خرقة کفی بها الرجل عورته او کسرة سدبها جوعته او جحر ید خل فیه من الحر والبرد" قال ابن کثیر تفرد به احمد"۔ تین چیزوں کے علاوہ اور ہر چیز سے سوال ہوگا۔ ا) ستر کا کپڑا' بھوک کا ازالہ کے مناسب کھانا اور رہائش کے گزارے کا مکان" فی سوی هذا الخصال: بعض نے سوی کو غیر کی طرح مانا۔ بعض نے اختلاف کیا۔ عاقولی کہتے ہیں۔ سوی کا موصوف محذوف ہے۔ ای شئی سوی هذه الخصال۔ یہاں مراد جس چیز کو آدمی حاصل کرتا اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بیت یسکنه ① بیت خبر ہے مبتداء ہی محذوف ہے۔ جملہ فعلیہ صفت ہے۔ ② نصب کی صورت میں اعلیٰ کا مفعول ہے اور ماقبل کا تابع مانیں تو جر پڑھیں گے۔ یواری: ستر چھپاتے۔ عورۃ سے مراد ناف در کبہ کے درمیان اور اورآ گر مردوں اور عورتوں اور مردوں میں اجانب سے جو چھپانا ضروری ہے۔ دوسرا مراد لینا اقرب ہے کیونکہ یہ حقوق انسانی میں داخل ہے۔ اسی لیے کفن میت میں وہ کپڑا جو اس کے تمام بدن کو ڈھانپے نہ کہ صرف ستر کو عورۃ کا اصل لفظ خلل اور رخنہ کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ اعور المکان ورجل المور یعنی عیب والا آدمی۔ جلف جمع جلف روٹی کا ٹکڑا جیسے حلقہ کی جمع حلق آتی ہے۔ موٹی خشک روٹی جس کے ساتھ سالن نہ ہو۔

**تخریج**: أخرجه الترمذی (۲۳۴۸) والحاکم (۴/۷۸۶۶) وصححه وأقره الذهبي! وفي اسناده: حريث بن السائب۔ وثقه ابن معين، وقال أبو حاتم: ما به بأس۔ وقال زكريا الساجيي، ضعيف، وقيل الهلالي البصري المؤذن، صدوق، يخطيء من السابعة اهم وباقي رجال الاسناد ثقات۔

**الفوائد**: ستر عورت کی مقدار کپڑا' موٹی روٹی کا خشک ٹکڑا' پانی' سکونت کے لیے مکان ان کے علاوہ تمام حلال چیزوں کے متعلق بھی سوال ہوگا۔

۴۸۳: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ بِكَسْرِ الشِّيْنِ وَالْخَآءِ الْمُشَدَّدَةِ الْمُعْجَمَتَيْنِ" رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَقْرَاُ: ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ قَالَ: "يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ: مَالِيْ مَالِيْ وَهَلْ لَّكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مِنْ مَّالِكَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۴۸۳: حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ کی تلاوت فرما رہے تھے پھر کہتے ہیں کہ ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اے آدم کے بیٹے تیرا مال نہیں ہے مگر جو تُو نے کھا کرفنا کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا صدقہ کر کے اس کو آگے چلا دیا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ عبداللہ بن الشخیرؓ کے حالات باب فضل البکاء میں گزر چکے۔

**اتیت النبی ﷺ وھو یقراء** : یہ جملہ مفعول سے محل حال میں واقع ہے۔ "**الھاکم التکاثر**" یہ سورۃ کا ابتدائی الفاظ ہیں انہی کی وجہ سے اس کا نام رکھا گیا۔ نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی تکمیل کے بعد فرمایا۔ **یقول ابن آدم مالی مالی** : مضارع کا استعمال بتا رہا ہے کہ یہ انسانی عادت ہے۔ مالی سے مراد وہ مال جس کا میں اہتمام کرتا اور اسکی طرف توجہ دیتا ہوں۔ یہ تکرار تعظیم واہتمام کو ظاہر کر رہا ہے۔ بقول ابن حجر: جب مبتداء اور خبر متحد ہوں تو اس سے بعض لوازم مراد ہوتے ہیں۔ **وھل لك** : معطوف علیہ مخاطب مقدر ہے "ای أ یقول ذلك" کیا وہ اس طرح کہتا ہے۔ یا ابن آدم اور تو اس کا اہتمام کرتا ہے۔ **من دنیاك** : وہ دنیا جس کا تو اس قدر اہتمام کرتا اور اسکی طرف توجہ دیتا ہے حقیقت میں تیرے لیے اس میں اتنا ہے۔ **الا ما اکلت فافنیت** : تیرے اجزاء بدن میں اس میں نفع پہنچ گیا اور تیرا معاملہ درست ہو گیا۔ **او لبست فابلیت** : یہ ابلاء سے ہے جس کا معنی پرانا کرنا۔ **او تصدقت فامضیت** : یا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے تو محتاج دے دیا اور صدقہ کر گزرا پس تو نے اسکے ثواب کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع کر لیا۔ یہ امضیت الامر سے لیا گیا جس کا معنی کر گزرنا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے۔ تیرے لیے دنیا میں سے اتنا ہی ہے جس سے تو نے فائدہ اٹھا لیا وہ اس طرح کہ تو نے کھایا پہنا یا صدقہ کر کے آخرت میں جمع کر لیا اس کے علاوہ بقیہ مال میں تو خادم اور دوسروں کا خزانچی ہے۔ جیسا کہ حدیث گزری۔ "**ایکم مال وارثه احب الیه من ماله**" اس میں دنیا جمع کرنے کی جائے اس سے زہد اختیار کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے اور ضروریات زندگی کا جن پر انحصار ہے۔ ان پر اکتفاء کیا جائے اور ماسواء کو اللہ تعالیٰ کے ہاں ذخیرۃ کیا جائے۔ بعض علماء نے کیا خوب کہا ہے۔ **اجعل ماعندك ذخیرہ لك عند اللہ و اجعل اللہ ذخیرۃ لاولادك** "تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ذخیرہ کر اللہ تعالیٰ تیری اولاد کے لیے ذخیرہ بنائیں گے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٥/٢٧٣٢٧) ومسلم (٢٩٥٨) والترمذی (٢٣٤٢) والنسائی (٣٦١٥) وفی "الکبری" (٦/١١٧٨٦) والطیالسی (١١٤٨) وابن حبان (٧٠١) وأبو نعیم فی "الحلیة" (٦/٢٨١) والبیهقی (٤/٧١) والقضاعی فی "مسند الشهاب" (١٢١٧) والحاکم (٢/٣٩٦٩)

**الفوائد**: انتفاع مال کی تین صورتیں ہیں۔ ① کھانا ② پہننا ③ صدقہ کرنا۔

٤٨٤ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ ﷺ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ فَقَالَ : "انْظُرْ مَا ذَا تَقُوْلُ؟" قَالَ : وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ : وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ : "اِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِیْ فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا ، فَاِنَّ الْفَقْرَ اَسْرَعُ اِلٰی مَنْ

يُحْبِنِي مِنَ السَّيْلِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"التِّجْفَافُ" بِكَسْرِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَاِسْكَانِ الْجِيْمِ وَبِالْفَاءِ الْمُكَرَّرَةِ وَهِيَ شَيْءٌ يُلْبَسُهُ الْفَرَسُ لِيُتَّقٰى بِهِ الْاَذٰى وَقَدْ يَلْبَسُهُ الْاِنْسَانُ۔

۴۸۴: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم بے شک میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا غور کر لے جو کچھ تو کہتا ہے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم میں آپ سے یقیناً محبت کرتا ہوں۔ تین مرتبہ یہ کہا۔ پس آپ نے ارشاد فرمایا اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو فقر کا ٹاٹ تیار کر لے کیونکہ فقر اس آدمی کی طرف جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس سے بھی زیادہ تیزی سے جاتا ہے جتنا سیلاب اپنے بہاؤ کی طرف جاتا ہے۔ (ترمذی)

اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

التِّجْفَافُ: وہ چیز ہے جس کو گھوڑے کو اس لئے پہناتے ہیں تا کہ تکلیف سے اس کو بچایا جا سکے اور کبھی بوقت ضرورت اس کو انسان بھی پہن لیتا ہے۔

**تشریح** ۞ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ: ان کی کنیت ابوسعید ہے۔ بعض نے ابوعبدالرحمان اور بعض نے زیاد لکھی ہے۔ اس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ مغفل بن عبد غنم بعض نے عبد نہم بن عفیف بن انجم بن طانجہ بن الیاس بن مضر بن نزار المزنی البصری مرینہ یہ عثمان بن عمرو کی بیوی کا نام ہے۔ قبیلے کی نسبت اسی کی طرف ہے۔ اس کا نسب یہ ہے مدینہ بنت دہب بن وبرہ عثمان کی اولاد کو مزینیوں کہا جاتا ہے یہ عبداللہ بیعت رضوان والے صحابہ رضی اللہ سے تھے کہنے لگے میں ہی شخص ہوں جس نے درخت کی ٹہنیوں کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند کیا ہوا تھا۔ مدینہ میں سکونت کے بعد پھر بصرہ منتقل ہو گئے۔ جامع مسجد کے قریب گھر بنایا۔ حسن بصری فرماتے ہیں بصرہ میں ان سے اعلیٰ آدمی کوئی مقیم نہیں ہوا ان کے بعض مناقب پہلے مذکور ہوئے۔ (باب المحافظہ علی السنۃ)۔

**قال رجل**: ابن قبرس کہتے یہ آدمی گمنام لوگوں سے تھا۔ ممکن ہے ابوسعید الجدری ہوں شفاء میں لکھا ہے کہ "قال رسول ﷺ لابی سعید ان انعقر الی من یحبنی منکم اسرع من اسیل من اعلی الوادی والجبل الی اسفله" پھر قاضی یہ روایت لائے اور تجفافا تک ذکر کی پھر ابوسعید کی روایت کے ہم معنی روایت نقل کی۔ حافظ سیوطی نے جزم کے ساتھ کہا کہ حدیث ابوسعید بن مغفل والی روایت کا ایک حصہ ہے۔ ہم نے ابوسعید کے متعلق تفسیر مبہم کے سلسلے میں جو سمجھا ہے یہ بات اسی کو مضبوط کرتی ہے۔ **واللّٰہ انی لاحبك** ① اتنی تاکیدات بات کو مزید پختہ کرنے کے لیے لائے اگر خود ابوسعید یا مخلص مسلمان ہے۔ ② اور اگر وہ منافقین سے تھا تو سابقہ حالات میں اپنے متعلق غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے تاکید لائی گئی ہے۔

**انظر ماتقول**: اس کی بات کی حقیقت کو کھولنے کے لیے یہ فرمایا۔ کہ غور کرو تم نے بڑی بات کا قصد کیا ہے۔ جس میں بڑی مشقت اور عظیم خطرے کا تمہیں سامنا ہوگا۔ جو خوفناک مصائب کا تمہیں نشانہ بنا دے گا اس کو اس سے متعلق بار دیگر غور کرنے کو کہا گیا کہ بڑی تنگی ترشی پیش آئے گی یا بوجھ والے معاملے کو جھیلنا ہو گا اور اس معاملے میں جو کچھ ہے وہ ڈھکا چھپا نہیں۔

**واللّٰہ انی لاحبك** تین مرتبہ قسم سے مؤکد کر کے کہا ثلاث مرات یہ مال کا ظرف ہے۔ **ان کنت تحبنی** متکلم کی طرف

سے اتنی تاکید کے باوجود ان لائے یا تو آپ کو اس کے متعلق معلوم نہ تھا۔ شاید وہ محبت کا ثمرہ جاننے کے بعد اس بات سے رجوع کرے کہ وہ اس بات پر پورا نہیں اتر سکتا جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف الایہ'' ② دعویٰ کے نتائج میں صبر کا دامن مضبوطی سے تھامنا ہوگا۔ جیسا والد کہتا ہے۔ ''ان کنت ولدی فا طعنی '' **فاعد للفقر تجفافًا**: یہ اعداد سے امر ہے۔ ابن اقبرس کہتا ہے اس کا مطلب یہ ہے۔ دنیا سے رخ موڑ اور اس میں زہد اختیار کر اور اس میں اضافہ کی طلب سے تجفاف کی طرح رک جا۔ جیسا ڈھال سے لڑائی میں ہتھیاروں کی ضرب سے بچتے ہیں۔ (ابن اقبرس) تجفاف ڈھال کو کہتے ہیں اس میں استعارہ ہے اور آپ ﷺ جملہ مستانفہ کے طور پر اس کی وجہ ذکر فرمائی۔ **فان الفقر الرع الی من یحبنی** : سامع کو خبردار کرنے کے لیے ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لایا گیا ابوسعید کی روایت میں **منکم** کا لفظ اس کے ساتھ زائد ہے یہ اس لیے کہ ان کے خطاب سے تخصیص مقصود نہ تھی۔ **من السیل الی منتهاه** پہاڑ میں سیلاب کے پہنچے کی جگہ کی طرف جیسا پانی بڑھتا ہے۔ ② وادی کے بالائی جانب سے پہاڑ کی نچان میں ③ یا وادی کے آخر میں اور یہ اسی طرح ہوتا ہے کیونکہ لوگ اپنے بادشاہوں کی بات مانتے ہیں۔ جب آپ ﷺ حدیث **ملك الجبال** کی شہادت سے ازہد الناس تھے'' **ان شئت جعل الله لك الاخشبين ذهبًا فابى** '' دوسری روایت ''**عرض عليه ربه ان يجعل له بطحاء مكة ذهبًا فقال لايارب ولكنى اجوع يومًا واشبع يومًا فاذاجعت تضرعت اليك وذكرتك واذا شبعت حمدتك وشكرتك**'' بھوک میں تیری بارگاہ میں گڑگڑاؤں اور سیری کے وقت تیرا شکرگزار ہو جاؤں۔ محب اپنے محبوب کی صفات تو سیلاب سے جلد قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ قوت رغبت اور صدق محبت کے لئے کہا محب کے لیے لازم ہے کہ وہ محبوب کی صفات سے متصف ہو پس اس وقت **المره مع من احب** اور **موطی القدم منهم فی الخیر و الشر** ۔ ''تو جس کو پسند ہو کہ آخرت ان کے ساتھ رہوں اس کو اسی طرح صبر کرنا پڑے گا جیسا انہوں نے شہوات دنیا سے صبر کیا لیکن اس بلندی پر ہر ایک کے چڑھنے کی سکت نہیں۔ اسی وجہ سے آپ نے اس کو فرمایا اپنی بات پر بار دیگر غور کر تیرا دعویٰ بڑا ہے جو صبر کی عظیم و کٹھن منزل کے عبور کے بعد میسر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''**ام حسبتم ان قد خلوا الجنة ولما يعلم الله الذين جاهدوا منكم ويعلهم الصابرين** '' تجفاف کی جمع تجافیف آتی ہے تجفاف میں استعارۂ تخییلیہ ہے۔

**تخریج**: منكر الحديث أخرجه الترمذي (٢٣٥٧) وفي اسناده شداد الراسبي قال البخاري ضعفه عبدالصمد بن الوارث "التهذيب" (٤/٢٧٨) وفيه أبو الوزاع الراسبي البصري۔ قال أحمد وسحاق بن ملصور عن يحيي: ثقة وقال النسائي: منكر الحديث وقال الدوري عن ابن معين ليس بشيء، وذكره ابن حبان في "الثقات" "التهذيب" (٢/٣٩) وأخرجه ابن حبان في "صحيحه" (٢٩٢٢) باسناده أشد ضعفاً۔ وفي الباب عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه باسناد فيه مقال! وبالجملة فان متن الحديث لايتماشي مع الشرع الحنيف۔ والله أعلم۔

**الفرائد**: انسان کی آزمائش اس کے مرتبے کی مقدار سے ہوتی ہے۔ ''**الانبياء ثم الامثل فالامثل** ''۔

٤٨٥ : وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ : "مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِي الْغَنَمِ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِه" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ

حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

۴۸۵: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو بھوکے بھیڑیے جن کو بکریوں میں چھوڑ دیا جائے وہ اتنا زیادہ نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ مال اور جاہ کی حرص آدمی کے دین کو پہنچاتی ہے۔ترمذی اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ❁ کعب بن مالکؓ: یہ وہ صحابی ہیں جن کے متعلق علی الثلاثة الذین خلفوا نازل ہوئی ان کے حالات گزر چکے۔ ماذئبان جائعان ارسلافي غنم بافسد لها ما نافیہ ہے جیسا اہل حجاز کی لغت میں ہے۔باء اس پر آرہی ہے۔ارسلا فعل مجہول ہے۔في غنم: اسی سے متعلق ہے۔یہ ذئبان کی صفت ہے۔جیسا اس آیت: وهذا كتاب مبارك انزلناه۔ ھا ضمیر جنسیت کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔ من حرص المرء على المال: علی المال یہ حرص سے متعلق ہے اور حرص کا مضاف محذوف ہے کہ مال کی حرص جتنا بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ والشرف لدينه نحو: شرف کا عطف مال پر ہے اور لدینہ: کی لام بیان کے لیے ہے جیسا اس ارشار میں' لمن اراد ان يتهم الرضاعة " گویا اس طرح کہا گیا کس کے لیے تو جواب دیا"لمن اراد الاية " گویا اس طرح فرمایا کس چیز کے لیے زیادہ بگاڑنے والا ہے جواب دیا اس کے دین کے لیے۔

**اَلنَّحْو**: اس کو افسد کے متعلق کرنا جائز نہیں کیونکہ دو حروف جر کا تعلق ایک لفظ سے اور ایک معنی سے نہیں ہوسکتا جن کا ایک معنی ہو۔البتہ صرف بدل کی شکل میں ہوسکتا ہے۔

**تخریج**:ترمذی'احمد (جامع صغیر)'احمد ٥/١٥٧٨٤ ترمذی ٢٣٨٣'الدمی ٢٧٣٠'ابن حبان ٣٢٢٨'طبرانی الكبير ٩/١٨٩ عبدالله بن المبارك في الزهد ١٨١'ابن ابی شیبہ ١٣/٢٤١۔

**الفوائد**:انسان کو طلب جاہ و مال کے لئے حرص سے بچنا چاہئے' یہ انسانوں میں بھیڑیے کی طرح فساد برپا کرتی ہیں۔

٤٨٦ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :نَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَنْبِهٖ قُلْنَا :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَآءً فَقَالَ :مَا لِيْ وَالدُّنْيَا ؟ مَا اَنَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۴۸۶: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر آرام فرما رہے تھے جب بیدار ہوئے تو اس کا نشان آپؐ کے پہلو پر پڑ گیا ہم نے کہا یارسول اللہ ﷺ اگر آپؐ کے لئے نرم گدا تیار کروا دیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا مجھے دنیا سے کیا تعلق میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جس نے ایک درخت کا سایہ حاصل کیا پھر چلتا بنا پھر اس کو چھوڑ دیا۔ترمذی اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ❁ حصیر: اس کی جمع حصر جیسے برید و برد اس کی تانیث تا کے ساتھ یہ عامی لفظ ہے۔(المصباح) حدیث حفصہ میں یہ الفاظ ہیں' وكان ينام احيانا على سرير مرمول بشريط حتى يو ثرفي جنبه "(ترمذی وابن ماجہ) فقام بیدار ہوئے اور درست ہوکر بیٹھ گئے۔اثر فی جنبه: آپ کا بدن مبارک ریشم سے زیادہ نرم تھا اس لیے چٹائی کے نشان پڑ گئے

۔انسؓ کہتے ہیں ’ولا مســـت خزاً ولا حریر اولا دیبا جاً کان الین من کف رسول ﷺ ‘‘ جب کاموں میں کثرت سے استعمال ہونے والے دست اقدس کا یہ حال تھا تو باقی بدن شریف کا کیا کہنا۔

**اَلنَّحْوُ** : یہ جملہ قام کے فاعل سے حال ہے۔فقلنا حاضرین نے عرض کیا ابن ماجہ کی روایت میں قلت‘‘ کا لفظ ہے۔ لواتخذنالك وطاء و طؤ الفراش فهو وطئی جیسے قرت‘قریب‘تو کا جواب محذوف ہے۔ ای لداستراح بذلك وغیرہ اورابن ماجہ کی روایت میں ہے۔لو كنت آذنتنا ففرمتنالك شيئاً يقيك ۔ اگر آپ ہمیں بتلاتے تو ہم آپ کے بچھونا وغیرہ بچھادیتے مالی وللدنیا ما نافیہ ہوتو مطلب یہ ہے مجھے دنیا کی طرف نہ رغبت نہ الفت کہ میں اس کی طرف میلان اختیار کروں۔ ② تقدیر عبارت اس طرح بھی ہوسکتی ہے جب کہ ما استفہامیہ ہو۔میرا کیا حال ہوگا اگر میں دنیا کی طرف میل کروں۔یعنی کونسی چیز مجھے اس کے ساتھ اکٹھا کرے گی کہ میں اس میں مشغول ہوں۔ دلجی کا قول: استفہام نفی کے معنی میں ہے۔ **لاار بی فیها** : مجھے اس کی حاجت نہیں۔ **ما انا فی الدنیا**: کیونکہ دنیا دار القرار نہیں بلکہ یہ دار عبور ہے۔جس کو چلنے والا میدان آخرت کی طرف طے کر رہا ہے۔پس انسان کی حالت اثناء سفر میں اترنے والے مسافر کی طرح ہے۔جو درخت کے نیچے ستائے اور پھر زوال کے بعد اس مقام کو چھوڑ دے‘اس میں دنیا کی تحصیل واہتمام سے اعراض کی طرف اشارہ ہے۔اس میں اس بات پر آمادہ کیا کہ دار آخرت کی منزل کو آباد کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲/۳۷۰۹) والترمذی (۲۳۸٤) وابن ماجه (٤١٠٩) والحاكم (٤/٧٨٠٩) والطيالسی (۷۷) وإسناده صحيح

**الفوائد** :مسلمان کو دنیا سے بقدر حاجت لینا چاہئے جیسے سوار راستے کے درخت سے ستانے کا فائدہ اٹھاتا ہے اس کی طرف جھکاؤ آخرت سے غافل کر دیتا ہے۔

٤٨٧ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "یَدْخُلُ الْفُقَرَآءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِیَآءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ" :رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۴۸۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’فقراء مالداروں سے جنت میں پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے‘‘۔ترمذی اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ **یدخل الفقراء الجنة**: اغنیاء کو موقف میں حساب کے لیے روک لیا جائے گا کہ انہوں نے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا جیسا روایت اسامہ میں وارد ہے عاقولی کہتے ہیں اس روایت اور حدیث عائشہؓ انهم يدخلون الجنة قبل الاغنياء باربعين خريفاً ‘‘اربعین خریف سے مراد یہ ہے کہ حریص فقیر کو غنی حریص سے چالیس خریف پہلے داخل کیا جائے گا۔اور پانچ سو سال سے مراد زاہد فقیر کو راغب غنی سے پانچ سو سال پہلے داخلہ ملے گا گویا حریص فقیر راغب غنی سے ۲۵ دن آگے داخل ہوگا اور زاہد فقیر راغب غنی سے آدھا دن پہلے داخل ہوگا (عاقولی) حضرت انس کی روایت سیوطی نے حاشیہ ترمذی میں مذکور ہے۔’یدخل الفقير الجنه قبل الغنى بنصف يوم وهو خمسماة عام‘‘ فقیر جنت میں اغنیاء سے آدھا دن پہلے جائیں گے اور وہ پانچ سو سال ہے۔ سفیان اس کی تفسیر اس طرح کرتے تھے۔کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں

دو دروازوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے ہر دروازے کے حقدار ہیں مالدار بھول کر دوسرے دروازے پر چلا جائے گا دربان کہے گا تو اپنے دروازے پر لوٹ جا۔ وہ دروازے کی طرف لوٹ آئے گا۔ جس کا فاصلہ پانچ سال کا ہے۔ کافر پر قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ غنی دیکھے گا کہ وہ فقیر سے پانچ سو سال پیچھے رہ گیا ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۷۹۵۱) والترمذی (۲۳٦۰) وابن ماجه (٤۱۲۲) وابن حبان (٦۷٦) وابن أبي شيبة (۱۳/۲٤٦) وأبو نعيم في "الحلية" وإسناده حسن

**الفرائد**: مؤمن صابر، تنگدست خوشحال سے پہلے جنت میں جائے گا۔ دنیا سے زہد جو آخرت کی مشغولیت کے ساتھ ہو وہ مالداروں سے پہلے جنت کے داخلے کا سبب ہے۔

٤۸۸: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَآءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَآءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مِنْ رِّوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ اَيْضًا مِّنْ رِّوَايَةِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ۔

۴۸۸: حضرت ابن عباس، عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت میں جھانکا تو پس میں نے وہاں کی اکثریت نادار لوگوں کو پایا اور میں نے آگ (جہنم) میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں کی اکثریت عورتوں پر مشتمل ہے۔ (بخاری و مسلم)

ابن عباس کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

بخاری نے اس کو عمران بن حصین سے بھی روایت کیا ہے۔

**تشریح** ۞ اطلعت: جھانکنا۔ بقول عاقولی اس میں غور سے دیکھنے کا معنی ضمناً پایا جاتا ہے۔ فی الجنة ممکن ہے یہ لیلة الاسراء: والے موقعہ کی بات ہو۔ ۲ نماز کسوف میں جو انکشاف ہوا اس موقعہ کی بات ہو۔ فرأيت اكثر اهلها الفقراء یہ متعدی بدو مفعول ہے اور علمت کے معنی میں ہے۔ بقول ابن بطال اس سے فقراء اغنیاء سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ وہ اپنے اعمال سے جنت میں داخل ہوئے۔ فقر کی وجہ سے نہیں۔ فقیر ایک نیک نہ ہو تو کچھ فضیلت نہیں۔ علقمی کا قول یہ ہے۔ دنیا میں توسع کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے۔ (کذا فہم النووی)۔

واطلعت فی النار: عورتوں کو آگ سے بچنے کے لیے آمادہ کیا گیا۔ ابن حجر کہتے ہیں ادنیٰ جنتی کے متعلق ارشاد ہے۔" ثم يدخل عليه زوجتاه" اور ابو یعلی کی روایت جو ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس طرح ہے۔" فيدخل الرجل على ثنتين وسبعين زوجة مما ينشئ الله زوجتين من ولد آدم "اس ابو ہریرہؓ سے استدلال نقل کیا کہ عورتوں کی تعداد جنت میں مردوں سے زیادہ ہوگی۔ لیکن حدیث کسوف والی روایت "اكثر اهل النار" اس کے خلاف ہے۔ آگ میں زیادہ ہونے سے جنت میں زیادہ ہونے کی نفی نہیں لیکن یہ روایت اشکال پیدا کرتی ہے۔ ممکن ہے کہ راوی نے اکثر اہل النار دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہ اقل اهل الجنه: ہیں مگر یہ لازم نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ گناہ گاروں کے دوزخ سے نکلنے سے پہلے کی بات ہے۔ پھر شفاعت کے ذریعے جب نکال لیے جائیں گے۔ تو انکی تعداد زیادہ ہو جائے گی۔ شیخ زکریا نے کہا کہ دنیا کی عورتیں آگ میں زیادہ

ہوں گی اور آخرت والی عورتیں جنت میں کثرت سے ہوں گی۔

**تخریج**: بخاری فی النکاح، مسلم فی الدعوات، ترمذی فی صفة جهنم، نسائی فی عشرة النساء، احمد ۷/۱۹۸۷۳، ابن حبان ۷٤۰۰، طبرانی الکبیر ۱۸/۲۷۸، عبد الرزاق ۲۰٦۱۰، بیهقی ۱۹٤۔

**الفوائد**: دنیا اس قدر چاہیے جو ضروریات کو پورا کر دے حاجات کو روک دے خوشحال لوگوں سے نہ ملائے۔ خاوند کی نافرمانی جہنم کا ذریعہ ہے۔

٤٨٩: وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةَ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَالْجَدُّ" اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى، وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ فَضْلِ الضَّعَفَةِ۔

۴۸۹: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ پس وہاں داخل ہونے والے زیادہ لوگ مساکین ہیں اور مالدار (حساب کے لئے) ابھی روک لئے جائیں گے۔ البتہ آگ والے ان کے بارے میں آگ (یعنی جہنم) کی طرف جانے کا حکم دے دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

اَلْجَدُّ: مال و دولت یہ حدیث فَضْلِ الضَّعَفَةِ کے باب میں گزر چکی۔

**تشریح** ۞ قمت علی باب الجنة: تاکہ جنت والوں کو دیکھوں یا کسی اور امر کی خاطر فکان عامة: اس کی جمع عوام جیسے دابة ودواب۔ ہا تاکید کے لیے ہے۔ عامہ کا لفظ عموم کے صیغوں سے ہے۔ عموم کا معنی شمول واحاطہ ہے یہ خصوص کے خلاف ہے۔ تلقیح الفهوم فی تنقیح صیغ العموم (حافظ علائی)۔

مساکین: جمع مسکین فقیر محتاج۔

**النحو**: یہ کان کی خبر واسم دونوں طرح بن سکتا ہے۔ اصحاب الجد محبوسون حساب کے لیے موقف میں کھڑے ہونگے مال کی تحصیل و تضییع میں سوال کیا جائے گا۔ غیر ان اصحاب النار جهنم قدامر بهم الی النار غیر استثناء کی وجہ سے منصوب ہے۔ مطلب یہ ہے لیکن آگ والوں کو نہ روکا جائے گا اور وہ کفار ہونگے ان کو دوزخ کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ عاقولی کہتے ہیں غیر لکن کے معنی میں ہے۔ مغایرت تفریق کے مطابق ہوگی۔ مطلب یہ ہے۔ مؤمن غنی وفقیر بعض محبوس اور بعض غیر محبوس ہونگے اور دوسری قسم غیر محبوس کی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قسم اول میں بعض محبوس ہونگے۔ صعالیك المهاجرین وہ اغنیاء سے نصف یوم پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔ اگر یہ رکاوٹ نہ ہوتی تو تمام جنت میں داخل ہو جاتے۔

**تخریج**: بخاری فی النکاح، مسلم فی العورت، نسائی فی عشرة النساء، احمد فی المسند ۸/۲۱۸٤۱، طبرانی ٤۲۱،

بیہقی ۱۹۳۔

**الفرائد** : آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت و دوزخ کو اصلی حالت میں آنکھوں سے دیکھا اس کے رہنے والوں کے اوصاف کو مصور کر کے آپ کے سامنے پیش کیا گیا تا کہ اس سے امت کے اسباب کی انتہا کے مقاصد معلوم ہو جائیں۔تا کہ امت اہل جنت کے اوصاف کی رغبت اور اہل نار کے اوصاف کو اختیار کرنے سے بچیں۔(ابن حبان)

۴۹۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "اَصْدَقُ کَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ کَلِمَةُ لَبِیْدٍ – اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۴۹۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے سچی بات جس کو کسی شاعر نے کہا وہ لبید کی بات ہے۔(اس کے کہا) خبردار ہر چیز اللہ کے سوا مٹ جانے والی ہے۔(بخاری و مسلم)

**تشریح** ☼ اصدق کلمه: کلمہ سے مراد جملہ مفیدہ ہے۔اصدق کا مطلب جو واقع کے مطابق ہو۔قالها شاعر : یہ کلمہ کی صفت ہے۔اس سے اللہ تعالیٰ کے کلمات اور انبیاء کے کلمات سے احتراز کیا گیا کیونکہ وہ تو سب سے اصدق ہیں گویا یہاں مراد وہ جو ان کے علاوہ ہوں۔

وضاحت : شرع کی کوئی اصطلاح نہیں کہ کلمہ سے مراد کیا ہے کبھی اس کو لغوی معنی میں استعمال کرتے ہیں اور کبھی جملہ مفیدہ مراد لیتے ہیں جو کہ درحقیقت مجاز مرسل ہے۔سب سے فصیح لغت کاف کا فتحہ اور لام کا کسرہ ہے۔کلمة اور بنو تمیم لام کو ساکن بھی پڑھ لیتے ہیں۔لبید : اس کا سلسلہ نسب بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ تا معد بن عدنان العامری (تاریخ لاحمد بن ابی خیثمہ) یہ وفد کی صورت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر مسلمان ہوئے ثابت قدم رہے جاہلیت کے عظیم شعراء میں ان کا شمار ہوتا ہے انہوں نے طویل عمر پائی ۱۰۴ سال بقول بعض ۱۵۷ سال عمر پائی حضرت معاویہؓ کی ابتداء خلافت میں وفات پائی۔۱۴۲ سال عمر تھی (سمعانی) اسلام لانے کے بعد شعر چھوڑ دیے اور کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے مجھے قرآن دیدیا ہے۔بعض نے کہا صرف ایک شعر کہا۔

ماعاتب المرء الكريم كنفسه ☆ والمرء يصلحه القرين الصالح

مگر جمہور اہل سیر نے یہی کہا کہ اسلام کے بعد کوئی شعر نہیں کہا۔عمرؓ تم مجھے اپنے شعر سناؤ تو کہنے لگے میں شعر نہیں کہوں گا اللہ تعالیٰ نے مجھے بقرہ اور آل عمران سورتیں دے دی ہیں۔عمرؓ ان کے عطیہ میں پانچ سو کا اضافہ فرما دیا۔یہ زمانہ جاہلیت و اسلام میں شرفاء میں شمار ہوتے تھے (تہذیب نووی) **کل شئی ماخلا الله** یا **کل** اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے سواء ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔اس کی صفات اس کے ذات کے ساتھ لازم ہیں۔باطل کا معنی ① ہلاک ہونا۔② بطلان و ہلاک کو قبول کرنے والی ہے۔گویا اس شعر کا مفہوم یہ ہوا جو اس آیت کا ہے۔"**کل شئی هالك الاوجهه**" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے اس کو اصدق کلمہ فرمایا ہے۔امام شافعی نے خوب بات کہی۔

ولولا اشعر بالعلماء یزری لکنت اليوم اشعر من لبيد

**تخریج**: بخاری فی الادب والرقاق مسلم فی اشعر ترمذی فی الاستیذان الشمائل ابن ماجه فی الادب (الاطراف للمزی) احمد ۱۰۰۸۰/۳/۱ ابن حبان ۵۷۸۴ بیہقی ۲۳۷/۱۰ حلیہ ۲۰۱/۷ شمائل ترمذی ۲۴۲۔

**الفوائد**: وہ امور دنیا جو طاعت الٰہی میں معاون نہ ہوں وہ باطل ہیں ہر چیز فنا کے گھاٹ اترنے والی ہے سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ باقی رکھے۔

## ۵۶: بَابُ فَضْلِ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ وَالْاِقْتِصَادُ عَلَى الْقَلِيْلِ مِنَ الْمَاْكُوْلِ وَالْمَشْرُوْبِ وَالْمَلْبُوْسِ وَغَيْرِهَا مِنْ حُظُوْظِ النَّفسِ وَتَرْكَ الشَّهَوَاتِ

## باب: بھوک، سختی، کھانے پینے اور لباس میں تھوڑے پر اکتفا اور اسی طرح دیگر مرغوبِ نفس اشیاء چھوڑنے کی فضیلت

جوع جاع یجوع بھوکا ہونا۔ خشونة یہ مصدر ہے خشن خشنة بھی آتا ہے (المصباح) العیش یہ عاش یعیش سے ہے۔ خوش عیشی کو چھوڑنا اور روٹی کے کنارے پر گزارا کرنا چونکہ یہ حق نفس اس سے زائد حظ نفس ہے۔

والملبوس وغیرھا: گدے قالین رہائش بیویاں من حظوظ النفس: یہ غیر کا بیان بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ اتنا کھانا اور پینا اور لباس ستر عورت کی مقدار نفس کا حق ہے۔ لذت نفس نہیں اور ما قبل تمام کے لیے بیان بنانا بھی درست ہے کہ قلیل سے مراد یہ ہے جو ضروری ہو چنانچہ جو اس سے بڑھا ہوا ہوگا مثلاً آرام دینے اور سکون پہنچانے والی چیزیں وہ سب اس ترک کے حکم میں ہے۔

وترك الشهوات: نفس کی پسندیدہ چیزیں جو ان کے علاوہ ہوں یہ عطف مغایر کی قسم ہے۔ ② اگر مذکورہ قلیل سے ہو تو عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا﴾ [مریم: ۵۹-۶۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"پس ان کے بعد نالائق لوگ آئے جنہوں نے وقت کو ضائع کیا اور خواہشات کی اتباع کی۔ عنقریب وہ گمراہی کا انجام پائیں گے مگر وہ شخص جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل صالح کیے پس وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان کے حق میں ذرہ برابر کمی نہ کی جائے گی"۔ (مریم)

مِنْ بَعْدِهِمْ: گزشتہ آیات میں جن جلیل القدر بندوں کا ذکر فرمایا جن کو توفیق الٰہی شامل حال تھی ان کے بعد۔ خلف نالائق۔

عرب کہتے ہیں ۔خلف صدق: سچا جانشین اور خلف سوء: برا جانشین دوسرے لام ساکن ہے۔ اضاعوا الصلاۃ: نماز کو ترک کیا اور اس کے اوقات سے موخر کیا و اتبعوا الشھوات شہوات کی پیروی کی مثلاً شراب خوری' باپ سے حقیقی بہن سے نکاح' علیؓ نے فرمایا اتباع شہوات تین چیزیں ہیں نمبر۱ شاندار محل بنایا نمبر۲ پسندیدہ گھوڑے پر سواری کی یا پسندیدہ عورت سے نکاح کیا نمبر۳ شہرت والے لباس زیب تن کیے۔فسوف یلقون غیاً وہ عنقریب شر کو پائیں گے۔ یا گمراہی کی سزا بھگتیں گے جیسا فرمایا یلق اثاماً نمبر۲ جنت کی راہ سے بھٹک گئے۔بعض نے کہا کہ یہ جہنم کی ایک وادی ہے۔جس سے جہنم کی دوسری وادیاں پناہ مانگتی ہیں۔حذف نفی کو اس لیے لائے تاکہ وعید میں مزید پختگی ہو۔ الامن تاب و آمن یہ آیت کا حصہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ آیت کفار کے متعلق ہے۔ مگر ابن کثیر نے مجاہد سے نقل کیا کہ جب امت کے صالحین چلے جائیں گے تو اس امت کے لوگ گلیوں میں ایک دوسرے پر جفتی کریں گے اور طریق سے اس طرح روایت ہے کہ وہ اس امت میں ایک دوسرے پر شہوت رانی کے لیے اس طرح سوار ہونگے جس طرح حیوانات ایک دوسرے پر سوار ہوتے ہیں ۔نہ آسمانوں والے اللہ کا ڈر ہوگا اور نہ زمین میں کسی سے حیاء ہوگی'' پھر ابو حاتم کے حوالہ سے ابو سعید خدریؓ کی روایت ذکر کی کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا ساٹھ سال کے بعد ایسے نالائق لوگ ہونگے جو نماز کو ضائع کریں گے اور شہوات کی اتباع کریں گے عنقریب وہ گمراہی کا انجام بھگتیں گے الحدیث پھر ابن کثیر نے اور روایات و آثار بھی ذکر کیے ہیں۔عمل صالحا: صالحاً سے پہلے موصوف محذوف ہے۔انہوں نے نیک عمل کیے تاکہ اس سے وہ اپنے ایمان کا تذکیہ کریں اور ان کا یقین بڑھے پس ایمان میں طاعت سے پختگی بڑھتی جاتی ہے۔فاولیك یدخلون الجنۃ والایظلمون شیئاً) ان پر ذرہ بھر ظلم نہ ہوگا ۔۲) ان کے اعمال کا بدلہ کچھ بھی کم نہ ہوگا۔اس سے خبردار کیا کہ ان کا سابقہ کفران کے لیے توبہ کے بعد نقصان دہ نہ ہوگا اور نہ ان کے امور میں کوئی کمی کی جائے گی۔ابن کثیر فرماتے ہیں اس آیت میں استثناء اسطرح ہے جیسا سورۃ فرقان میں الا من تاب و آمن و عمل عملاً صالحًا فاولیك یبدل اللہ سیاتھم حسنات''۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾

[القصص:۷۹-۸۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

'' قارون اپنی قوم کے سامنے زینت کے ساتھ آیا ان لوگوں نے کہا جو دنیا کی زندگی کے طالب تھے کاش ہمیں وہ کچھ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا بے شک وہ تو بڑے نصیب والا ہے اور ان لوگوں نے کہا جو (اللہ کا) علم رکھتے تھے تم پر افسوس ہے اللہ کا بدلہ بہت بہتر ہے اس شخص کے لئے جو ایمان لایا اور اس نے عمل صالحہ کئے''۔(القصص)

فَخَرَجَ: اس کا فاعل قارون ہے۔بقول مفسرین وہ اپنی سفید رنگ کی خچر پر نکلا جس پر سرخ پوش پڑے تھے۔جن پر سونے سے منقش گدیاں اور چار ہزار نوکر اسی کے لباس میں ملبوس تھے۔زینتہ: یہ خرج کے فاعل سے حال ہے۔ای متزیناً بھا ۔قال

الذین یریدون الحیاۃ الدنیا: جیسا کہ دنیا کی طرف راغب لوگوں کا حال ہے۔ وہ کہنے لگے۔ یا لیت لنا مثل ما اوتی قارون: حسد سے ڈرتے ہوئے۔ اس جیسا بن جانے کی تمنا کی۔ لذو حظ: حظ نصیب جیسے کہتے ہیں فلان احظ من فلان (المصباح) عظیم دنیا میں بڑے نصیب والا ہے (بیضاوی) اس کو بہت دنیا ملی ہے۔ (ابن کثیر)۔

اوتوا العلم: علم سے علم نافع مراد ہے اور وہ احوال آخرت کا علم ہے اور اس بات کا علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے متقین بندوں کے لیے انعامات تیار کر رکھے ہیں۔ ویلکم: یہ زجر کے لیے آتا ہے۔ تم شاید ہلاک ہو جاؤ ثواب اللہ خیر ایمان والوں کے لیے آخرت میں ملنے والا بدلہ قاروں کی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے اعلیٰ ہے۔ ولا یلقاھا: میں ضمیر کو موئث لائے کیونکہ مراد ثواب جنت ہے۔ ② ایمان و عمل یہاں سیرت و طریقہ کے معنی میں ہے۔ الا الصابرون جو طاعات پر صبر کرنے والے اور معاصی سے رک جانے والے ہیں۔ ایک اختلاف: ابن کثیر نے اس کو اوتوا العلم: کے کلام کا تتمہ بنایا ہے۔ ② درمیان میں ادخال الٰہی ہے جو ان کی بات پر بطور تحسین فرمائی گئی ہے۔ ابن جریر کا یہی قول ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾ [التکاثر:۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پھر تم سے ضرور بالضرور ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا''۔ (تکاثر)

النعیم: سے وہ نعمتیں جو بندے کو آخرت سے غافل کر دیں۔ بہت سی نصوص اس خاص معنی پر دلالت کرتی ہیں جیسا فرمایا ''قل من حرم زینة اللہ کلوا من الطیبات'' ② عام نعمتیں مراد ہیں کیونکہ ہر ایک سے شکریے کا سوال ہوگا۔ ③ یہ آیت کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔ کواشی کہتے ہیں۔ نعمتوں سے صحت و امن مراد ہے۔ ④ فراغت جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس 'الصحۃ والفراغ: ابن کثیر کہتے ہیں اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ ان دو نعمتوں کے شکریے کو بجا نہیں لاتے اور جو شخص اپنے فرض کو پورا نہ کرے وہ غبن میں مبتلا ہے (ابن کثیر) ③ سخت گرمی میں ٹھنڈا پانی اور سردی میں گرم پانی۔ جناب رسول ﷺ نے فرمایا اول مایسال العبد من النعیم الم نصح جسمك ونروك من الماء البارد'' گندم کی روٹی اور میٹھا پانی ⑤ ہر لذیذ چیز۔ ان تمام اقوال کے بعد ابن کثیر فرماتے ہیں ابی حاتم نے ابن مسعودؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ثم نسالن یومئذ عن النعیم قال الامن والصحة اور دوسری روایت زید بن اسلم سے ہے۔ ثم لتسالن یومئذ عن النعیم شبع البطون وبارد الشراب وظلال المساکن واعتدال الخلق ولذة النوم ''ان دونوں روایات کا حاصل امن و صحت اور ٹھنڈا پانی' عمدہ سایہ' اعتدال خلقت' میٹھی نیند ہیں پھر ابن کثیر نے امام احمد سے ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے۔ یقول اللہ عزوجل یابن آدم حملتك علی الخیل والابل وزوجتك النساء وجعلتك ترتع وتراس فاین شکر ذلك ''یہ روایت منفرد ہے اس روایت کا حاصل عمدہ سواری' گھر کی آبادی' کھانے پینے کی اشیاء ہیں۔ تمام روایات سے یہ حاصل نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انعامات کے متعلق بندے سے شکریے کا سوال فرمائیں حضرت ابو ایوب انصاری کی روایت مرفوعہ اس کی تائید کرتی ہے واللہ اعلم۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾ [الاسراء: ۱۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص جلدی آنے والی دنیا کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو جلدی اس دنیا میں دیتے ہیں جتنا چاہتے ہیں اور پھر اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جس میں پھر وہ داخل ہوگا۔ مذمت کیا ہوا دھتکارا ہوا''۔ (الاسراء)

العاجله یعنی دنیا میں ہی اس نے اپنی تمام فکر مرکوز کر دی۔ مانشاء لمن نرید: دنیا کو مشیت وارادہ سے مقید کر دیا کیونکہ ہر تمنا کرنے والے کو اس کی تمنا نہیں ملتی اور نہ ہر چاہنے والے کو اس کی چاہت میسر آتی ہے۔ یہ مطلع کرنے کے لیے کہ تمام معاملہ مشیت پر موقوف ہے۔ لمن نرید له: یہ من پہلے من کا بدل البعض ہے۔ مرجع ضمیر: اللہ تعالیٰ کی ذات ② من کی طرف پھر یہ من ارادبه ذلك سے مخصوص ہوگا۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت ان منافقین کے متعلق ہے کہ جو غزوات میں حصہ غنائم کے لیے شریک ہوتے' اور کوئی غرض نہ تھی۔ مدحورا: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارا ہوا۔ ان مطالب کو متضمن بہت سی آیات ہیں۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اس سلسلہ میں آیتیں بہت مشہور ہیں۔

۴۹۱ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَّوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ : مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ۔

۴۹۱: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محمد ﷺ کے گھر والوں نے جو کی روٹی دو دن مسلسل پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ (بخاری ومسلم) اور ایک روایت میں یہ ہے محمد ﷺ کے گھر والوں نے جب سے وہ مدینہ آئے تین دن متواتر گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔

**تشریح** : آل محمد ﷺ : سے یہاں ازواج وخدام مراد ہیں جن کے خرچہ کی ذمہ داری آپ اٹھانے والے تھے۔ حتی قبض یہاں تک کہ وفات ہوگئی یہ فقر اضطراری نہ تھا بلکہ اختیاری تھا۔ آپ پر پیش کیا گیا کہ مکہ کے پہاڑ اور بطحاء کی وادی کو سونا بنا دیا جائے۔ مگر دنیا کو ناپسند کرتے ہوئے آخرت کو ترجیح دی اس اعراض کا یہ مقصد نہ تھا کہ امت کو زائد عن الحاجة: کے جمع کرنے سے روکا جائے بلکہ دنیا کی طرف جھک پڑنے سے ممانعت مقصود تھی۔ اس کی تائید ان روایات سے ہوئی جن میں مذکور ہے۔'' کہ آپ ﷺ كان يد خر قوت عياله سنة لانه كان يفعل ذلك اواخر حياته'' مگر ضرورت مند لوگوں کی حاجت سامنے آتے ہی آپ اس خوراک کو ان میں تقسیم فرما دیتے اور گھر میں بعض اوقات کچھ بھی نہ رہ

جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابن سعد نے ایک عجیب روایت نقل کی ہے۔"وما رفع عن مائدتہ کسرۃ خبز فضلاً حتی قبض" (ابن سعد) ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں" ماشبع من خبز بآدم" مسلم ابن سعد نے عائشہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔"کانت علیہ اربعۃ اشھر ماشبع من خبز البر"(مسلم) اور ایک اور روایت میں ہے۔ ماشبع رسول اللہ ﷺ ثلاثۃ ایام تباعاً من خبز الحنطۃ حتی فارق الدنیا" بخاری فی الطعمہ ومسلم بخوہ۔حاصل یہ ہے کہ گندم کی روٹی مسلسل آپ کے دسترخوان پر نہ ہوتی تھی۔جو چیز میسر آئی اسی کو بھوک کے ازالہ کے لیے آپ استعمال فرما لیتے۔اس سے بڑھ کر زہد عن الدنیا کہاں ملے گا۔صلی اللہ علیہ صلاۃ دائمۃ۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٩/٢٥٢٧٩) والبخاری (٥٤١٦) ومسلم (٢٩٧٠)/٢٢) والترمذی (٢٣٥٧)

**الفرائد**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور اہل بیت کرام پر بھوک کی وجوہ یہ ہیں۔① ایثار ② سیری اور کثرت طعام کو ناپسند کرنا گویا یہ فاقہ خود اختیار تھا جیسا حدیث ترمذی میں وارد ہے :عرض علی ربی لیجعل لی بطحاء مکۃ ذھبا فقلت 'لا یا رب ولکن اشبع یومًا واجوع یومًا 'فاذاجعت تضرعت الیك 'واذا شبعت شکرتك ۔ سیری میں تیرا شکر کروں اور بھوک میں تیری بارگاہ میں التجاء کروں۔

٤٩٢ : وَعَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَقُوْلُ :وَاللّٰهِ يَا ابْنَ اُخْتِيْ اِنْ كُنَّا نَنْظُرُ اِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ :ثَلَاثَةَ اَهِلَّةٍ فِيْ شَهْرَيْنِ وَمَا اُوْقِدَ فِيْ اَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ نَارٌ قُلْتُ :يَا خَالَةُ فَمَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ؟ قَالَتِ :الْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَآءُ اِلَّا اَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ جِيْرَانٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَايِحُ وَكَانُوْا يُرْسِلُوْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اَلْبَانِهَا فَيَسْقِيْنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۴۹۲: حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ اے میرے بھانجے ہم چاند کی طرف دیکھتے پھر ایک اور چاند پھر ایک اور چاند یعنی دو مہینے میں تین دن چاند گزر جاتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا اے خالہ پھر آپ کا گزارا کس چیز سے ہوتا؟ آپ نے فرمایا دو سیاہ چیزیں یعنی کھجور اور پانی البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاری پڑوسی جن کے دودھ والے جانور تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ بھیج دیتے پس آپ ہمیں بھی پلا دیتے۔(بخاری ومسلم)

**تشریح** ✿ عروۃ: یہ عائشہ صدیقہؓ کے بھانجے ہیں۔ان کنا ننظر ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ الھلال چاند۔ابتداء دو میں دو رات تک ہلال کہلاتا ہے اور ۲۶، ۲۷ کی رات کا چاند بھی ہلال کہلاتا ہے۔تین اور چھبیس کے درمیان کا چاند قمر کہلاتا ہے ۔(المصباح) بقول جوہری پہلی تین رات تک ہلال ۔پھر قمر کہلاتا ہے۔ ہلال کی جمع اھلۃ: آتی ہے۔جیسے"سنان واسنۃ" ہلال کا ترجمہ مہینہ ہے یہ بعض کا قول ہے بقول ابن النحوی ہلال کو ہلال کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کی اطلاع دیتے ہوئے آواز بلند کرتے ہیں۔(ارشادات المحتاج الی لغات المنھاج) بقول سہروردی جب گولائی میں آئے تو قمر ہے بعض نے کہا جب جوبن پر ہو تو قمر ہے۔(شرح المصابیح) یہاں مراد مہینے کا ابتدائی دن ہے۔ثم دونوں چاندوں میں طویل فاصلہ

ہے اسلئے لائے۔ قرآن مجید میں اس کی بجائے ایاماً لعدودات فرمایا اس کی حکمت یہ ہے تاکہ شہر یا تمیں کو بوجھ نہ سمجھیں۔

**النحو**: الهلال عطف کی وجہ سے مکسور ہے نزی فعل کو محذوف مان لیں تو منصوب ہے۔ ثلاثه اهلة فی شهرین نمبرا مبتدا فی شہرین خبر ہے نمبر۲ مبتدا محذوف ہی کی خبر ہے اور ظرف محل حال میں ہے۔ ہلال ثالث سے مراد ہلال شہر ہے کیونکہ مہینے کے اختتام پر تیسرے مہینے کی ابتداء ہوگی۔ معنی اس طرح وہ تین چاند ہوئے۔ قلت یا خالة منادیٰ مفرد کی وجہ سے ضم جائز ہے۔② مفتوح لو یا متکلم محذوف ہوگی۔ پہلے پر دلالت کے لیے کسرہ پر اکتفاء کیا گیا اور دوسرے کی صورت میں دوسری صورت میں خود فتحہ علامت ہے۔

فما کان یعیشکم۔ بعض نسخوں میں ما یغنیکم ہے۔ الاسودان التمر والماء صفاتی کہتے ہیں ان دونوں کو اسود کہہ دیا گیا کیونکہ کھجور سیاہی کی طرف مائل ہوتی ہے تغلیبا: ایک صفت دائی گئی مگر ابو زید کہتے ہیں پانی کو بھی عرب اسود کہتے ہیں۔ بقول ابن حجر مدینہ منورہ کی کھجور کا غالب رنگ یہی ہے۔ بعض متاخرین نے ان الفاظ کو مدرج مانا اور گرمی اور رات مراد لی مگر ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے۔ الا انه کان للنبی ﷺ جیران من الانصار۔ ابو ہریرہؓ کی روایت میں " جزاهم الله خیراً " کے الفاظ بھی ہیں۔

**النحو**: یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ جملہ محل نصب میں ہے۔ جیرن یہ جار کی جمع ہے۔ قریب رہنے والا۔ اس کے چند معانی ہیں نمبرا جس کا گھر قریب ہو نمبر۲ زمین میں حصہ دار خواہ زمین تقسیم کرنے والا ہو یا نہ ہو نمبر۳ دربان جو دوسرے کو پناہ دیتا ہے۔ نمبر۴ طالب امان نمبر۵ حلیف نمبر۶ مددگار نمبر۷ خاوند نمبر۸ بیوی نمبر۹ سوتن (ابن ثعلب عن الاعرابی المصباح) الانصار۔ اوس وخزرج کو یہ اسلام نے لقب دیا۔ منایح۔ جمع منیحة یہ منحه سے اسم ہے۔ بکری یا اونٹنی جو دودھ کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے کسی کو دے دی جائے۔ (المصباح) ان کی خبر ہو تو یہ جملہ معطوف ورنہ قد مضمر ہو تو یہ محل حال میں واقع ہے۔ فکانوا یرسلون الی رسول ﷺ من البانها۔ من تبعیضیہ نمبر۲ تبیینہ دوسرا زیادہ مناسب ہے۔ فیقینا ابن اقبرس۔ ان کی نیکی کو ظاہر کر دیا حالانکہ مخفی رکھنا چاہئے۔

**الجواب**: آپ ہدایت واقتداء کے امام ہیں تاکہ لوگ اس میں بھی اقتداء کریں اور دوسرے کا معمولی احسان بڑے لوگوں میں قابل قدر رہتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۲۵٦۷) ومسلم (۲۹۷۲) وابن حبان (٦٣٤٨)

**الفرائد**: خوش حالی میں تنگدستی کو یاد رکھنا تاکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی خوب قدر ہو۔

٤٩٣ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ شَاةٌ مُّصْلِیَّةٌ فَدَعَوْهُ فَاَبٰی اَنْ یَّاْکُلَ وَقَالَ : خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْیَا وَلَمْ یَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

"مَصْلِیَّةٌ" بِفَتْحِ الْمِیْمِ : اَیْ مَشْوِیَّةٌ۔

۴۹۳: حضرت ابوسعید مقبری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کا گزر ان لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری تھی انہوں نے ان کو کھانے کی دعوت دی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ (بخاری)

مَصْلِيَّةٌ: بھنی ہوئی۔

**تشریح** ۞ سعد المقبری: یہ قبور کے مقامات کی طرف نسبت ہے۔ زیادہ فصیح لفظ یہی ہے۔ (لب لباب لسیوطی) ابن حجر کہتے ہیں کنیت ابوسعید یہ کبار تابعین سے ہیں۔ یہ ثقہ ہیں۔ موت سے چار سال پہلے ان میں تغیر آ گیا۔ ان کی عائشہؓ و ام سلمہؓ سے روایت مرسل ہے اصحاب ستہ نے ان سے روایت لی ہے۔ شاة مصلية: ابوہریرہؓ کو بھنی بکری کی طرف دعوت دی انہوں نے مسترد کر دی اور اس کو ترفہات سے خیال کیا اور اپنے آقا کی اتباع کی اسم مفعول بھنی ہوئی بکری۔ خرج في الدنيا: اس میں اعراض کی وجہ ذکر کی کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ ولم يشبع من خبز الشعير جو کی روٹی سے پیٹ بھر بھی نہ کھایا ابوالہیثم کی روایت میں شبعوا کے الفاظ اس کا مطلب کھجور و گوشت سے سیر ہو گئے۔ ② مکمل پیٹ بھرنے کی نفی ہے۔ جیسا پیٹو لوگ کرتے ہیں اور جس کا اثبات ہے وہ اتنی مقدار ہے جو کفایت کرنے والی ہو۔ ③ آپ مہمان بنے اور میزبان کی خوشی کے لیے آپ نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔

**تخریج:** أخرجه البخاري (٥٤١٤)

**الفوائد:** صحابہ کرام کو آپ ﷺ کی حالت بہت زیادہ متاثر کرتی تھی وہ آپ کے طریقے کی اتباع میں اپنے آپ کو دوسروں سے الگ رکھنے والے نہ تھے۔

**٤٩٤: وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمْ يَأْكُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِوَانٍ حَتَّى مَاتَ، وَمَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتَّى مَاتَ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ– وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: وَلَا رَأَى شَاةً سَمِيطًا بِعَيْنِهِ قَطُّ۔**

۴۹۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میز پر بیٹھ کر کھانا نہیں کھایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدے کی روٹی کھائی یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ (بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی دونوں آنکھوں سے بھنی ہوئی بکری دیکھی۔

**تشریح** ۞ خوان: دسترخوان جب تک اس پر کھانا نہ ہو۔ مرققا: نرم و رقیق، رقیق نرم کرنا۔ ۲) بافراغت ابن اثیر میدے کی روٹی (کیک) مرقق بڑی اور پتلی روٹی۔ (پوری جو حلوے کے ساتھ کھاتے ہیں) رقیق اور رقاق طویل اور طوال کی طرح دونوں مستعمل ہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں۔ خفیف و ہلکی پھلکی روٹی کو کہتے ہیں رقاق وہ لکڑی جس سے اس روٹی کو رقیق بنایا جاتا ہے گویا اسی کے نام سے اس کا نام رکھ دیا۔ یہ نہایہ کے قریب کلام ہے۔

حتی مات: ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نبوت سے پہلے اور بعد اپنے ہاں یا کسی دوسرے کے ہاں ایسی روٹی نہیں کھائی۔ جیسا بخاری کی اس روایت میں ہے۔"فما اعلمهم النبی ﷺ رای لاغيفا مرققا حتیٰ لحق بالله" المسميط وہ بکری جس کے بال گرم پانی سے زائل کرلیں اور جلد کے اندر اس کے گوشت کو پکایا جائے۔ یہ خوش عیش لوگوں کا کام ہے۔لم یر سے مراد اپنے دسترخوان پر۔ کیونکہ اگر یہ عرب میں رائج نہ ہوتی تو اس کی تعریف نہ کی جاتی۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۴/۱۲۲۹۸) والبخاری (۸۳۸۵) وابن ماجه ۳۳۰۹) وابن حبان ٦٣٥٥) والترمذی (۲۳٦۳) وفی الشمائل (۱۵۲) والبیهقی (۳٤۲/۱)

**الفرائد**: آپ ﷺ نے میانہ روی کی زندگی گزاری' جس میں ازالہ بھوک کا حصہ غالب ہے۔ وفات شریفہ تک یہ عمل اپنائے رکھا۔

۴۹۵: وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
"الدَّقَلُ": تَمْرٌ رَدِيءٌ۔

۴۹۵: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے تمہارے پیغمبر ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ کو ادنیٰ کھجور اتنی تعداد میں میسر نہ تھی کہ جس سے اپنا پیٹ بھریں۔ (مسلم)
الدَّقَلُ: ادنیٰ قسم کی کھجور۔

**تشریح** ۞ نعمان بن بشیرؓ: یہ باپ بیٹا صحابی ہیں۔ لقد: یہ لام وہی ہے جو اس آیت میں ہے 'ولقد علمتم" ابو حیان کہتے ہیں نام ابتدائیہ تاکید کے لیے مفید ہے۔ اس سے پہلے قسم کو مقدر ماننا بھی درست ہے اور نہ بھی ہو تو درست ہے۔ ابن حاجب کہتے ہیں اس کے ساتھ مبتداء کا وجود ضروری ہے۔ زمخشری نے آیت "ولسوف يعطيك ربك" میں لکھا کہ لام ابتداء مبتداء و خبر پر آتی ہے اور لا اقسم "میں کہا لام ابتدائیہ مبتداء محذوف پر داخل ہوتی ہے۔ لام قسم یہاں مقدر نہیں کیونکہ اس کے ساتھ نون کا آنا زمخشری کے ہاں لازم ہے اور اسی طرح اس کے خیال میں" ولسوف "میں تقدیر عبارت اس طرح ہے ولانت سوف مگر ابن حاجب کہتے ہیں کہ یہ لام تاکید ہے۔ (ابو حیان فی النهر) رایت نبیکم ﷺ ① رویت بصر مراد ہے اور جملہ وما یجد من الدقل یہ محل حال میں ہے۔ ② رؤیت سے علم مراد ہے اور جملہ مفعول دوم ہے اور اس پر واؤ خبر کان کے ساتھ ملانے کے لیے لگایا گیا ہے یہ اخفش کا قول ہے اور مخاطبین کی طرف نبی ﷺ کی نسبت وہ اضافہ تشویق کے لیے ہے اس لیے نبیی و نبیکم نہیں کہا۔ خالد بن ولیدؓ نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا جب خالد نے اس کو کہا کان صاحبکم یقول کذا تو اس نے کہا صاحبنا ولیس بصاحبك پس اس کا قتل فقط اس لفظ پر نہ تھا بلکہ جب ان کو تاکید سے اس کا ارتداد معلوم ہوا۔ جس نے اس کے خون کو مباح کر دیا۔ دقل: ردی کھجور۔

**تخریج**: مسلم' ابن ماجه۔

**الفرائد**: آپ ﷺ آخرت کے اعمال میں مشغولیت کی وجہ سے بھوک کی تکلیف اٹھاتے تھے۔

٤٩٦ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَا رَاى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّقِيَّ مِنْ حِيْنِ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى – فَقِيْلَ لَهٗ : هَلْ كَانَ لَكُمْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَنَاخِلُ؟ قَالَ مَا رَاى رَسُوْلُ اللّٰهِ مُنْخُلًا مِّنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ، فَقِيْلَ لَهٗ كَيْفَ كُنْتُمْ تَاْكُلُوْنَ الشَّعِيْرَ غَيْرَ مَنْخُوْلٍ؟ قَالَ : كُنَّا نَطْحَنُهٗ وَنَنْفُخُهٗ فَيَطِيْرُ مَا طَارَ وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

قَوْلُهٗ "النَّقِيّ" هُوَ "بِفَتْحِ النُّوْنِ وَكَسْرِ الْقَافِ وَتَشْدِيْدِ الْيَاءِ" وَهُوَ الْخُبْزُ الْحُوَّارِيُّ وَهُوَ الدَّرْمَكُ – قَوْلُهٗ "ثَرَّيْنَاهُ" هُوَ بِثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ ثُمَّ رَاءٍ مُشَدَّدَةٍ ثُمَّ يَاءٍ مُثَنَّاةٍ مِّنْ تَحْتُ ثُمَّ نُوْنٍ" اَيْ بَلَلْنَاهُ وَعَجَنَّاهُ۔

۴۹۶: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت سے وفات تک چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں دیکھی۔ ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمہارے پاس چھلنیاں تھیں؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے لے کر وفات تک چھلنی کو دیکھا تک نہیں۔ ان سے پوچھا گیا پھر آپ بغیر چھنے ہوئے جو کی روٹی کیسے کھاتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا ہم اس کو پیس کر پھونک مارتے پس اس میں سے جو اُڑنا ہوتا اُڑ جاتا اور جو باقی رہتا ہم اس کو گوندھ لیتے۔ (بخاری)

النَّقِيّ: میدے کی روٹی۔

ثَرَّيْنَاهُ: ہم اس کو تر کر کے گوندھ لیتے یعنی ہم اس کو بھگو لیتے اور نرم کر کے آٹا گوندھتے۔

**تشریح** ۞ النقی: چھنا ہوا آٹا۔ دیکھنے کی نفی سے کھانے کی خود نفی ہوگئی۔ ابتعثه الله۔ بعثت کے زمانہ سے۔ تا مبالغہ کے لئے ہے۔ قبضه الله: وفات دیکر دار آخرت کی منتقل کرنا۔ في عهد زمانہ مناخل جمع منخل قیاسا یہ منخل چاہئے یہ خلاف قیاس ہے۔ منخلامن حین ابتعثه الله تعالی منخل مفتوح کیونکہ کی طرف مضاف ہے۔ شاید اس سے بچپن کے سفر شام کو نکالنا مقصود ہو۔ شام میں یہ روٹی کثرت سے کھائی جاتی ہے اور چھننیاں بھی اس زمانہ میں وہاں ضرور پائی جاتی تھیں۔ قیل له قائل معلوم نہیں ہوا۔ غیر منخول یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ تعجب کی وجہ اس میں چھان کی کثرت ہے جو گلے میں پھنس سکتا ہے۔ نطحنه پیسنا باقی سے پھونک مارنے کے بعد جو رہ جاتا وہ مراد ہے۔ الحواری سفید روٹی الدرمك سفید آٹا۔ اعبلال پانی در دودھ کا گھونٹ جس سے حلق تر کر سکیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢٢٨٧٧) والبخاري (٥٤١٠) والترمذي (٢٣٦٤) وابن ماجه (٣٣٣٥) وابن حبان (٦٣٤٧) والطبراني (٥٧٩٦)

**الفوائد**: قسما قسم کے کھانوں میں مشغولیت آخرت سے مشغولیت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

۴۹۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ فَاِذَا هُوَ بِاَبِیْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ :مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ "قَالَا الْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ – قَالَ وَاَنَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَاَخْرَجَنِیْ الَّذِیْ اَخْرَجَكُمَا قُوْمَا" فَقَامَا مَعَهٗ فَاَتٰی رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُوَ لَيْسَ فِیْ بَيْتِهٖ ' فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ قَالَتْ :مَرْحَبًا وَّاَهْلًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيْنَ فُلَانٌ؟ قَالَتْ :ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَآءَ اِذْ جَآءَ الْاَنْصَارِیُّ فَنَظَرَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَصَاحِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ :اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا اَحَدٌ الْيَوْمَ اَكْرَمَ اَضْيَافًا مِّنِّیْ" فَانْطَلَقَ فَجَآءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيْهِ بُسْرٌ وَّ تَمْرٌ وَّ رُطَبٌ فَقَالَ :كُلُوْا وَاَخَذَ الْمُدْيَةَ ' فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ فَذَبَحَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْا – فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا وَرَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :لِاَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا :وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰی اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهَا "يَسْتَعْذِبُ" :اَیْ يَطْلُبُ الْمَآءَ الْعَذْبَ وَهُوَ الطَّيِّبُ وَالْعِذْقُ بِكَسْرِ الْعَيْنِ وَاِسْكَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ الْكِبَاسَةُ وَهِیَ الْغُصْنُ۔ "وَالْمُدْيَةُ" بِضَمِّ الْمِيْمِ وَكَسْرِهَا :هِیَ السِّكِّيْنُ "وَالْحَلُوْبُ" ذَاتُ اللَّبَنِ – وَالسُّؤَالُ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ سُؤَالُ تَعْدِيْدِ النِّعَمِ لَا سُؤَالُ تَوْبِيْخٍ وَّتَعْذِيْبٍ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ – وَهٰذَا الْاَنْصَارِیُّ الَّذِیْ اَتَوْهُ هُوَ اَبُو الْهَيْثَمِ بْنُ التَّيِّهَانِ ' كَذَا جَآءَ مُبَيَّنًا فِیْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِیِّ وَغَيْرِهٖ۔

۴۹۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن یا ایک رات کو گھر سے باہر نکلے پس اچانک ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آپؐ کی ملاقات ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں اس وقت تمہارے گھروں میں کس چیز نے نکالا؟ دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ بھوک نے۔ آپؐ نے فرمایا میں بھی۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے بھی اسی چیز نے نکالا جس نے تم دونوں کو نکالا۔ پس اٹھو وہ دونوں آپؐ کے ساتھ چل دیے۔ پس آپؐ ایک انصاری کے ہاں تشریف لائے وہ اس وقت اپنے گھر میں نہیں تھا۔ جب ان کی بیوی نے آپؐ کو دیکھا تو مَرْحَبًا اور اَهْلًا وَّسَهْلًا کہا آپؐ نے اس کو فرمایا کہ فلاں کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے کے لئے گئے ہیں اسی دوران وہ انصاری آ گیا چنانچہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا پھر کہا الحمد للہ آج مجھ سے زیادہ مہمانوں کے لحاظ سے عزت والا کوئی نہیں پھر وہ گیا اور کھجور کا ایک خوشہ لایا جس میں گوری خشک اور تر کھجوریں تھیں اور کہا کھایئے۔ پھر چھری لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔ پس اس نے ان کے لئے بکری ذبح کی۔ پس انہوں نے بکری کا گوشت اور اس خوشے میں سے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ جب شکم سیر ہو گئے اور سیراب ہو گئے تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مخاطب کر کے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم سے ضرور ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ بھوک نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا پھر تم گھروں میں نہیں لوٹے یہاں تک کہ تمہیں اللہ نے یہ نعمتیں پہنچادیں۔ (بخاری)

یَسْتَعْذِبُ : خوشگوار پانی لینے گئے۔

الْعَذْبُ : میٹھا پانی۔

الْعِذْقُ : شاخ۔

الْمُدْيَةُ : چھری۔

الْحَلُوْبُ : دودھ والا جانور۔

السُّؤَالُ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ : اس سوال سے مراد نعمتوں کا شمار کروانا ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ اور سزا دینے کے لئے سوال مراد نہیں۔ یہ انصاری ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ ترمذی کی روایت میں واضح طور پر آیا ہے۔

**تشریح** ۞ ذات یوم: دراصل دن کا وقت تھا۔ مراد مطلق وقت ہے۔ او شک راوی ہے۔ فاذا ھو بابی بکر و عمر۔ جب اچانک آپ نکلے تو ان کو دیکھ پایا۔

الْجُوْعُ : ہو مبتداء اور باقی خبر ہے۔ ھذہ الساعۃ اس وقت تمہاری عادت گھر سے نکلنے کی نہ تھی کیونکہ نماز کا تو وقت نہیں اور نہ کسوف کا وقت ہے۔ ② اور بھی کو حادثہ کی صورت نہیں۔ قالا الجوع الجوع مبتداء اور اس کی خبر جملہ محذوفہ اخرجنا ہے۔ ③ فاعل فعل محذوف اخرجنا۔ قال وانا والذی نفس بیدہ وساتھ ہے اور شمائل کی روایت میں "قال ابو بکر خرجت للقاء رسول ﷺ والنظر فی وجھه والسلام علیه 'فلم یلبث ان جاء عمر فقال ماجاء بك یا عمر؟ قال الجوع یا رسول اللہ قال رسول ﷺ قد وجدت بعض ذلك " ممکن ہے کہ صدیقؓ اس روایت میں مذکورہ بات کہی اور شمائل والی مذکورہ بالا روایت والی بات بھی کہی ہو اور مصطفیٰ ﷺ کی ملاقات اور دیدار اور سلام کو ازالہ بھوک کا ذریعہ قرار دیا جیسا کہ آپ ﷺ نے صوم وصال کے سلسلہ میں فرمایا۔ "انی اظل عند ربی یطعمنی ویسقینی" ایک قول یہ بھی ہے والذی یہ قسم کے الفاظ سامع کی تاکید کے لیے مستحب ہیں۔ لاخرجنی الذی اخرجکما: ترمذی نے شمائل میں "وانا وجدت بعض ذلك " مجھے بھی کچھ بھوک کا احساس ہے۔ اشرف الوسائل میں لکھا ہے کہ شاید انہوں نے دونوں باتیں فرمائیں۔ امام محمد سرجانی سے منقول ہے کہ "الذی اخرجکما" یہ مبہم الفاظ ہیں ظاہری مراد اس سے بھوک ہے۔ کیونکہ وہی نکلنے کا سبب بنی اس لیے الذی سے تعبیر کر دیا جو کہ سبب و مسبب پر صادق آتا ہے۔ تاکہ ظاہر حال میں ان کو شریک فرمائیں تذکرہ جوع والی وحشت کا ازالہ ہو جائے ابن علان کہتا ہے کہ شیم کریمانہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی معنی ہے۔ "واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنین (تقی فاسی) اس کو تو علم بدیع میں توجیہ کہتے ہیں جیسے یہ شعر ۔خاط لی عمر وقباء لیت عینیه سواء: دعا و بدعاء کا محتمل ہے۔ فقاموا وہ فوراً اٹھ کر آپ کے ساتھ چل دیے۔ فاذاھو لیس فی بیته: اچانک تشریف آوری تھی نحو: ہو مبتداء جملہ اس کی خبر ہے۔ وہ گھر میں موجود نہ تھے۔ جب ان کی بیوی نے دیکھا۔ رؤیت: سے آنکھوں سے دیکھنا مراد ہو شاید وہ آپ کے لیے محارم سے ہوں۔ (ابوایوب انصاری والا واقعہ

ہوتو وہ آپ کے دادا کے ننھال سے تھے) ② رؤیت علم کے معنی میں ہوتو دوسرا محذوف دلالت مقام کی وجہ سے محذوف ہوا۔ مقبلاً۔ المرآۃ یہ تمرۃ کے وزن پر ہے اور ہمزہ کی حرکت تا کو منتقل کر سکتے ہیں اور ہمزہ حذف ہو جائے مرۃ بروزن سنۃ اور اس میں امرأۃ بھی اسی طرح استعمال کرتے ہیں جیسے مرأۃ بعض اوقات امرأ بغیر ہا کے بولتے ہیں جب کہ قرینہ ہو کسائی کہتے ہیں میں نے ایک فصیح عربی عورت سے سنا۔" انا امرأ ارید الجیر" اس کی جمع نساء ونسوۃ بغیر لفظ کے آتی ہے (المصباح) قالت مرحبا ای وجدت منزلا رحباً تم نے وسیع مکان میں قدم رکھا۔ واھلاً واتسنم اھلاً۔ ایک روایت میں کہ آپ نے دومرتبہ سلام کیا اس نے جواب نہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹنے کا ارادہ فرمایا۔ پھر اس سے جواب دیا اور معذرت پیش کی اس سے میرا مقصد آپ کی کثرت دعا کا حصول تھا۔ شاید اس سے دل میں یہ بات کہی ہو۔ پھر آپ کو بتلائی۔ این فلان یہ اجناس کے متعلق کلام کے لیے کنایہ استعمال ہوتا ہے۔

(بیضاوی الکاشف ابن السراج) (تہذیب نووی)

از جاء الانصاری آذ: ممکن ہے مفاجات کے لیے ہو۔ (نباء رسوله ابن علان النائم من سنه نومه)۔

فنظ الی رسول ﷺ وصاحبیه: آنے کے بعد اچانک اس کی نگاہ آپ پر اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر پڑی۔ ② اس پر تجلی ربانی پڑی تو اس نے جہت جانی پھر اچانک اس کی نگاہ مشکوۃ نبوت اور ان کے دو صاحبین پر پڑی اور وجہ معلوم ہوئی۔ ثم قال: دل میں خوشی اور مرحبا کہنے کے بعد کہ آپ میرے غریب خانے پر تشریف لائے ہیں۔ کہنے لگا الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر یہ لازم ہے تا کہ انعام باقی رہے۔ مااحد الیوم اکرم اضیافامنی: یہ جملہ مستانفہ ہے جو داعیہ حمد کو بیان کرنے کے لیے لائے اس میں اس صحابی کی کمال فضیلت اور عظیم معرفت کی خبر ملتی ہے ایک شاندار مگر مختصر جامع کلمہ کہا۔ ماحجازیہ ہے اکرم اس کی خبر ہے ظرف ما کے مدلول کی نفی کے لیے ہے۔ ای انتفی وجدان احدالیوم اکرم: یہ کرم سے ہے جس کا معنی سخاوت ہے اس حدیث میں یہی معنی ہے۔ "ایاك وكرائم اموالهم" ان کے عمدہ مالوں کو مت چھیڑنا۔ اضیافا یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے اور منی یہ اکرم کے متعلق ہے آج کے دن مجھ سے زیادہ مہمانوں کے لحاظ سے کوئی عزت والا نہیں: "فانطلق" وہاں سے وہ چلدیا۔ فجاء هم بعذق: ترمذی میں اس کی بجائے "بقنو" کے الفاظ ہیں عذق کھجور کی ٹہنی: "بسر" کھجور کا جو پھل پیلے رنگ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ تمر کا لفظ بقول جوہری کھجور کے پھل کے درجات یہ ہیں۔ ① طلع۔ ② خلال۔ ③ بلح۔ ④ بسر ⑤۔ رطب ⑥ تمر۔ (الجوہری فی الصحاح) بسر کی واحد بسرۃ اور جمع بسرات وبر ہے۔ عرب کہتے ہیں ابرالنخل کھجور بسر والی ہوگئی۔ تمر کھجور کے درخت کا پھل جیسے انگور کی بیل کا پھل زبیب کہلاتا ہے۔ تمام اہل لغت کہتے ہیں خشک کھجور کو تم کہا جاتا ہے۔ خواہ درخت پر خشک ہو یا کاٹ کر دھوپ میں خشک کی جائیں اس کا واحد تمرۃ جمع تمور اور تمران آتا ہے۔ تمر کا لفظ مذکر و مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ (المصباح) رطب خشک ہونے سے پہلے کھجور کا پھل جب پک جائے اس کی جمع رطاب جیسے کلبة و کلاب آتی ہے۔ کلوا: ترمذی میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "افلا تنقیت؟ فقال یا رسول اللہ: انی اردت ان تختاروا من رطبه وبسره فاکلوا وشربوا" میری تمنا یہ تھی کہ آپ خود انتخاب فرمائیں۔ "واخذ المدهة" چھری لی: "ایاك والحلوب" اے احزر فلدقی نفسك الحوب" عامل اور فاعل کو وجوباً حذف کیا گیا اور مفعول ذکر کیا گیا۔ پھر مضاف اول کو حذف کیا اور ثانی کو قائم مقام لائے اور منصوب ہوا پھر ثانی

کو اور ثالث کو اس کے قائم مقام لائے وہ منصوب ہو اور ضمیر منفصل لائے کیونکہ متصل لا نہیں سکتے ۔(التوضیح لا بن ہشام)
آپ ﷺ کی ممانعت شفقت کے طور پر تھی تا کہ ان کے اہل وعیال دودھ سے محروم نہ ہو جائیں۔اس کو نہی ارشاد کہتے ہیں اس کی مخالفت اکرام ضیف کے پیش نظر گناہ نہیں۔یہ اپنے حق کو قربان کرنا ہے۔"من اشاة و من ذلك العذق" "من" تبعیضیہ ہے کہ باوجود داعیہ اور مزید حاجت کے اس میں سے مناسب استعمال فرمایا
" شربوا فلما شبعو ا ورووا" میٹھا پانی پیا اور سیر ہو گئے ۔رووا: اصل میں :"رویوا بروزن علموا" تھا۔نفسی بیدہ میری روح کا قبض کرنا جس کی قدرت میں ہے :"لتسالن" فعل مجہول بانون ثقلیہ ہے :"عن هذا النعيم يوم القيامة" استیناف بیانی ہے: "اخرجكم من بيوتكم الجوع" بھوک کی طرف نکالنے کی اضافت مجاز عقلی ہے : "ثم لم ترجعوا" یہ معروف ہی بہتر ہے۔النعیم :کھانا اور پینا (مسلم) :"یستعذب "۔میٹھا پانی لانا۔الکباسہ کھجور کا گچھ جمع کبائس ہے :"السکین "یہ بطور شاذ مؤنث استعمال ہوتا ہے۔اس کو سکین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مذبوح کو ساکن کر دیتا ہے ۔توبیخ :ڈانٹ ڈپٹ۔

ابن قسیم کا قول۔قیامت کے ستویت کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہر ایک سے یہ پوچھا جائے گا کہ آیا اس نے واجب شکر کو ادا کر کے اطاعت میں اس سے مدد لی یا نہیں تو گویا پہلا سوال سبب استخراج سے متعلق ہے اور دوسرا محل صرف سے متعلق ہے۔(ابن قسیم) آپ ﷺ نے کھانے والوں کی راہنمائی فرمائی کہ غفلت کا شکار نہ ہوں بلکہ نعمتوں کو تذکرہ آخرت کا ذریعہ بنائیں: "هذا الانصاری" سے مراد ابو الہیثم بن تیہان اوسیؓ ہیں جیسا ترمذی کی روایت میں واضح موجود ہے۔ایک روایت جس کو شرح الاذکار میں ابن حجرؒ نے ذکر کیا وہ ابوایوب انصاری سے متعلق ہے۔اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: "اذا اصبتم مثل هذا فضربتم التواضيح الابن هشام" بايد يكم فقولوا۔ باسم الله وبيركة الله' واذا شبعتم فقولوا الحمد لله الذى اشبعنا وارونا وانعم علينا وافضل" پس یہ کفاف بن جائے گا۔یہ حدیث غریب ہے کیونکہ تسمیہ وحمد آخر میں ہے۔② مشہور روایات میں یہ قصہ ابوالہیثمؓ کا مذکور ہے۔مگر دو واقعے ہونے عین ممکن ہیں۔طبرانی وابن حبان نے ابوایوبؓ کی طرف نسبت کی ہے۔(اشرف الوسائل)

**تخریج**: أخرجه مسلم (٢٠٣٨) وبلفظ قريب أخرجه الترمذى (٢٣٧٩) وكذا ابن حبان (٥٢١٧) والطبرانى فى "الصغير" (١٨٥)

**الفوائد**: ① آپ ﷺ پر فتح خیبر کے بعد وسعت تو ہوگئی۔آپ ﷺ محتاج لوگوں کی مدد سرایا کی تیاری دیگر وجوہ بر وخیر میں مال خرچ کرنے کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے اسی لیے بسا اوقات فاقہ کی نوبت آتی 'مگر اس کی اطلاع شاذ و نادر کسی کو ہوتی آپ ﷺ کے صاحبین اور دیگر صحابہ کا بھی یہی حال تھا۔

۴۹۸ : وَعَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرِ الْعَدَوِيِّ قَالَ خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ وَكَانَ اَمِيْرًا عَلَى الْبَصْرَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اٰذَنَتْ بِصُرْمٍ وَّوَلَّتْ حَذَّاءَ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ ، يَتَصَابُّهَا صَاحِبُهَا ، وَاِنَّكُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْهَا اِلٰى دَارٍ لَا زَوَالَ لَهَا فَانْتَقِلُوْا بِخَيْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ فَاِنَّهُ قَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِيْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ عَامًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللّٰهِ لَتُمْلَاَنَّ اَفَعَجِبْتُمْ؟ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ عَامًا وَّلَيَاْتِيَنَّ عَلَيْهَا يَوْمٌ وَّهُوَ كَظِيْظٌ مِّنَ الزِّحَامِ وَلَقَدْ رَاَيْتُنِيْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى قَرِحَتْ اَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا فَمَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَصْبَحَ اَمِيْرًا عَلٰى مِصْرٍ مِّنَ الْاَمْصَارِ وَاِنِّيْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ فِيْ نَفْسِيْ عَظِيْمًا وَّعِنْدَ اللّٰهِ صَغِيْرًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهُ "اٰذَنَتْ" هُوَ بِمَدِّ الْاَلِفِ : اَيْ اَعْلَمَتْ – وَقَوْلُهُ "بِصُرْمٍ" هُوَ بِضَمِّ الصَّادِ : اَيْ بِانْقِطَاعِهَا وَفَنَائِهَا – قَوْلُهُ : "وَوَلَّتْ حَذَّاءَ هُوَ بِحَاءٍ مُّهْمَلَةٍ مَّفْتُوْحَةٍ ثُمَّ ذَالٍ مُّعْجَمَةٍ مُّشَدَّدَةٍ ثُمَّ اَلِفٍ مَّمْدُوْدَةٍ : اَيْ سَرِيْعَةً ، وَالصُّبَابَةُ بِضَمِّ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ – الْبَقِيَّةُ الْيَسِيْرَةُ وَقَوْلُهُ "يَتَصَابُّهَا" هُوَ بِتَشْدِيْدِ الْبَاءِ قَبْلَ الْهَاءِ : اَيْ يَجْمَعُهَا۔ "وَالْكَظِيْظُ" : الْكَثِيْرُ الْمُمْتَلِئُ – وَقَوْلُهُ "قَرِحَتْ" هُوَ بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ الرَّاءِ : اَيْ صَارَتْ فِيْهَا قُرُوْحٌ۔

۴۹۸: حضرت خالد بن عمیر عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں عتبہ بن غزوان جو بصرہ کے گورنر تھے انہوں نے خطبہ دیا۔ پس اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر کہا امابعد! دنیا نے اپنے ختم ہونے پر اعلان کر دیا اور تیزی سے منہ پھیر کر چلی اور اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے تلچھٹ کے جیسے برتن کی تلچھٹ ہوتی ہے جس کو برتن والا سمیٹتا ہے اور بے شک تم اس سے منتقل ہو کر ایک ایسے گھر میں جاؤ گے جس کو زوال نہیں پس تم اپنے پاس موجود چیزوں میں سے سب سے بہتر چیز کے ساتھ منتقل ہو۔ ہمارے سامنے ذکر کیا گیا کہ ایک پتھر جہنم کے کنارے سے ڈالا جائے گا وہ اس میں ستر سال تک گرتا رہے گا پھر بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچے گا۔ اللہ کی قسم وہ جہنم بھر دی جائے گی کیا تمہیں تعجب ہے؟ تحقیق ہمارے سامنے بیان کیا گیا کہ جنت کے دو کواڑوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے اور اس پر یقیناً ایک دن ایسا آئے گا وہ انسانوں کی بھیڑ سے بھری ہوئی ہوگی۔ تحقیق میں نے اپنے آپ کو ساتوں میں ساتواں آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پایا۔ ہمارے پاس ایسا وقت بھی نہیں تھا کہ کھانے کی کوئی چیز درخت کے پتوں کے سوا نہ تھی۔ یہاں تک کہ ہماری باچھیں زخمی ہو گئیں پس اسی دوران مجھے ایک چادر مل گئی تو میں نے اسے اپنے اور سعد بن مالک کے درمیان دو حصوں میں کر لیا آدھے کو میں نے چادر کے طور پر باندھ لیا اور نصف کو حضرت سعد

نے چادر بنالیا۔لیکن آج ہم میں سے ہر شخص اس طرح ہوگیا کہ وہ کسی نہ کسی چیز کا حاکم ہے۔میں اللہ جل جلالہ کی اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے ہاں اپنے آپ کو بڑا سمجھوں اور اللہ جل جلالہ کے ہاں چھوٹا۔(مسلم)

آذَنَتْ :اعلان کردیا۔

بِصَرْمٍ :انقطاع وفناء۔

وَوَلَّتْ حَذَّاءَ : تیزی سے جانے والی۔

الصُّبَابَةُ : معمولی بچا ہوا تلچھٹ۔

يَتَصَابُّهَا :وہ اس کو جمع کرتا ہے۔

الْكَظِيْظُ : بہت پُر بھرا ہوا۔

قَرِحَتْ :زخمی ہونا یعنی اس میں زخم ہوگئے۔

**تشریح** ۞ خالد بن عمر: یہ خالد بن عمیر ہے نہ کہ عمر ناسخین سے غلطی ہوگئی ہے۔یہ خالد کبار تابعین سے ہیں۔بعض نے ان کو مخضرم صحابہ میں لکھا ہے۔مسلم وترمذی نے شمائل میں ان سے روایت لی ہے اور نسائی وابن ماجہ نے بھی (لب اللباب للاصفہانی) ترمذی نے ان سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔

عتبہ بن غزوان: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔بن وہب بن نسیب بن زید بن مالک بن حارث بن عوف بن مازن منصور بن عکرمہ بن خصمہ بن قیس عیلان ان کی کنیت ابوعبداللہ اور بعض نے ابو غزوان نقل کی ہے۔واقدی لکھتے ہیں۔ان کا قد لمبا' چہرہ خوبصورت' قدیم الاسلام ہیں۔حبشہ کی طرف بھی ہجرت کی یہ مشہور تیرانداز تھے انہوں نے رسول ﷺ سے چار روایات نقل کی ہیں۔صحاح ستہ میں ان کی صرف یہی روایت ہے۔حاکم نے ان کی یہ روایت نقل کی ہے:''ان النبی ﷺ قال یوما لقریش''ھل فیکم احدغیر کم؟ قالوا ابن اختنا عتبۃ بن غزوان قال النبی ﷺ ابن اخت القوم منھم''بہت غریب روایت ہے۔اس کی سند عظیم ہے۔شیخ ابوالعباس القرطبی کہتے ہیں عتبہ مازنی یہ بنی نوفل کے حلیف' قدیم الاسلام تھے۔انہوں نے ہجرت کی اور بدر میں اور تمام غزوات میں شرکت کی۔عمرؓ نے ان کو ایک لشکر کا امیر بنایا اور عراق کی طرف روانہ فرمایا انہوں نے ابلہ اور بصرہ کے گاؤں معدن بنی سلیم کو فتح کیا۔ان کی وفات مقام ربذہ میں ہوئی۔یہ ابن اعدائی کا قول ہے اور جس کو دیباچہ ابلاء میری میں نقل کیا ہے۔(المفہم للقرطبی) ابوسعید سمعانی رقمطراز ہیں۔بصرہ کو قبۃ الاسلام' خزانۃ العرب کہا جاتا ہے۔عتبہ بن غزاون نے ۱۷ھ میں فاروق اعظم کے حکم سے اس کی تعمیر و آبادی کی ۱۸ھ میں لوگ یہاں مقیم ہوئے۔اس زمین پر کبھی پتھر کی پوجا نہیں کی گئی۔(المطالع) کان امیرا علی البصرۃ:① یہ قال کا مقولہ ہے۔② خطب کی ضمیر فاعل سے حال ہے جب کہ قد مضمر مانیں۔فحمد اللہ واثنی علیہ: اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس اور تحمید کے کلمات کہے۔دونوں کو عطف کر کے اشارہ کر دیا کہ اس کی حمد خوب طویل کرنی چاہیے۔فخطب کی فا ترتیب ذکری کے لیے ہے۔جیسے کہتے ہیں''توضأ زید فغل وجھہ'' آپ ﷺ اس کو خطبہ میں لاتے تھے راوی نے ۴۰ اسناد سے یہ روایت ذکر کی ہے۔(فتح الباری)

اما بعد :یہ آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے لائے:''بصرم'' حالات کی تبدیلی اس کے حدوث کی علامت ہے اور حادث

عدم کو ضرور قبول کرنے والا ہے۔

حذاء: منقطع ہونے والی ہے بھٹ تیز کو قطاۃ کہنے کی وجہ اس کی دم کا کٹا ہوا ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں حمار احذ: جب اس کی دم چھوٹی سی ہو۔(ابو عبیدہ) مطلب یہ ہوا کہ دنیا جلد منقطع ہونے والی ہے۔ صبابۃ کصبابۃ الاناء: برتن کی تلچھٹ بچا ہوا پانی وغیرہ قیامت کے قرب کو آپ ﷺ نے اس طرح ذکر فرمایا 'بعثت انا والساعۃ کھاتین" اور آپ نے اپنی دو انگلیاں وسطیٰ اور مسبحہ سے اشارہ فرمایا۔' فانتقلوا بخیر مابحضرتکم" دنیا سے تم نیک اعمال اور نیکیاں جمع کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جاؤ۔ جس بھلائی پر آج قابو ہے۔ اس کو اسی طرح سمجھنا چاہئے جیسے مستقبل میں اس کی ضرورت ہے محتاط آدمی جمع کر کے بوقت ضرورت اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا ابن عمرؓ نے کہا: خذ من صحتك رضك ومن حیاتك لموتك"۔ فانه قد ذكر لنا: ترغیب و ترہیب کے درمیان یہ کلام استیناف بیانی کے طور پر لائی گئی ہے۔ ذکر مجہول کا صیغہ لائے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے سنا' آپ ﷺ سے سننے کے باوجود رفع کی نسبت احتیاطاً آپ کی طرف نہ کی۔ ان الحجر: اس میں الف لام جنس کا ہے۔ اس کی جمع احجار اور حجارۃ استعمال ہوتی ہے۔ جیسا قرآن مجید: "فهی کا لحجارۃ" وان من الحجارۃ 'کونوا حجارۃ' ترمیهم بحجارۃ' یہ جمع کثیر الاستعمال ہے۔

یلقي من شفیر جهنم فیهوی فیها سبعین عاماً: شفیر بالائی کنارہ۔ مثلاً شفیر العین جہنم یہ غیر منصرف ہے خواہ "عجمہ ہونے یا تانیث معنوی ہونے اور علمیت کی وجہ سے۔ گہرے کنوئیں کو بئر جھنام کہتے ہیں۔ یھوی نیچے کو گرنا۔ سبعین یہ ظرف زمان ہے۔ عاماً اس کی تمیز ہے۔ ای فی قدر سبعین عاماً۔ لایدرك مما قعراً: یہ فعل مجہول ہے اور اسناد مجازی ہے۔ قعر کی جمع قعور ہر چیز کا نچلا حصہ (المصباح) واللہ لتملأن: یہ صیغہ مجہول ہے قسم اور دیگر تاکیدات سے اس کو مؤکد کیا جب جہنم کی گہرائی اتنی ہے تو طول وعرض کا کیا حال ہوگا۔ جب اس کو انسانوں سے بھر دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کر کے اپنے کو جہنم کا ایندھن مت بناؤ۔

افعجبتم: کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور کمال وجلال اور قوت انتقام پر تعجب ہے۔ اس کی تقدیر عبارت اس طرح ہے اسمعتم فعجبتم: پس فا عاطفہ ہے جس کا عطف مقدر پر ہے۔ ۲ الف استفہام کا ہے اور صدارت کی وجہ سے اس کو پہلے لائے اور جملہ اس کا معطوف ہے۔ جب حاضرین یہ سن کر خوف زدہ ہوئے تو قریب تھا کہ عذاب کو وہ عمومی سمجھ لیں چنانچہ اگلے ارشاد میں انہوں نے لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے کمال فضل اور وسعت رحمت کو تاکید کے ساتھ اس طرح ذکر کیا۔ "ولقد ذکر لنا انما مصراعین من مصاریع الجنۃ میرۃ" اربعین عاماً (المصراع کواڑ) اس کی جمع مصاریع بھی آتی ہے۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ہر دو دروازوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی میں بخمس مائۃ عام: وارد ہے اور قرآن مجید میں اس کی چوڑائی کو اس طرح ذکر فرمایا: "وجنۃ عرضها السموت والارض نحو۔ میسرۃ مرفوع ہے اور ان کی خبر ہے۔ ویسأ تین علیها: جنت کے دروازے پر داخلے کے وقت سخت بھیڑ ہوگی۔ روایت کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ عموم رحمت اور مزید فضل کی وجہ سے داخل ہونے والوں کی کثرت ہوگی۔ بندے کو چاہیے کہ وہ حالت صحت میں خوف ورجاء کو تھامے رکھے۔

زحام: بھیڑ اور دھکا پیل کو کہتے ہیں۔ مسابع سبعة: بعض نے اس کا معنی یہ کیا کہ (ایے واحدامن سبعة) مگر صحیح معنی یہ ہے کہ بقیہ سبعة بنات میں سے باقی رہنے والا۔ (اشرف الوسائل)۔

**اَلنَّحْوُ** : یہ سابع سبعة رأیت سے حال ہے۔ مع رسول ﷺ نحو: یہ رائی کے فاعل سے حال ہے اور ظرف لغو بھی بن سکتا ہے: "مالنا طعام الاورق الشجر" نحو ① یہ رائی کے فاعل سے محل حال میں ہے۔ ② جملہ مستانفہ بیانیہ بھی بن سکتا ہے۔ حتی قرحت اشد اقنا ای جوانب اشد اقنا نحو یہ مقدر جملے کی غایت ہے اشداق شدق کی جمع ہے جیسے احمال جمع حمل کی اور اس کی جمع شدوق بروزن فلوس بھی ہے۔ فالتقطت بردةً: بلا مقصد کے میں نے ایک چادر پائی۔ عرب کے لوگ بردہ اس کپڑے کو کہتے ہیں۔ جس میں لپٹا جا سکے بعض نے سیاہ دھاری دار کی بھی قید لگائی ہے۔ فشققتها بینی وبین سعد: اس کو دو ٹکڑے کرنے کی وجہ۔ ① یا تو مالک کی رضامندی معلوم ہوگئی یا حکم آنے سے پہلے کی بات ہے یا پھٹنے کی وجہ سے اس کے مالک نے اس سے اعراض کر لیا۔

فما اصبح الیوم منا احد: اصبح صار کے معنی میں ہے اور احد اس کا اسم ہے اور الیوم ظرف متقدم حال ہے اور منا خبر ہے۔ ایک دوسری روایت کے اندر یہ الفاظ ہیں۔ سیخربون الامراء بعدنا۔ یعنی عنقریب ہمارے بعد آنے والے امراء عدالت دیانت اور دنیا سے اعراض کرنے میں ہم جیسے نہیں ہوں گے' انہوں نے اس فرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ذکر فرمایا کہ ہماری ریاضت اور دنیا سے اعراض کا سبب یہ ہے کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ یہ صورت پائی۔ جو کہ طبیعت کا حصہ بن گئی اور بعد والے لوگ اسی وجہ سے اس طرح کے نہ ہو گئے۔ "ان اکون فی نفسی عظیمًا" اس طرح کہ شیطان اور نفس مجھے وہم میں مبتلا کر دے۔ وعند اللہ صغیرا۔ اس طرح کہ وہ فضل واحسان سے میری طرف متوجہ نہ ہو اور نہ ہی میرے عمل کے لیے میزان قائم کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یجاء یوم القیمة بالرجل العظیم لایزن عند اللہ جناح بعوضة (اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: "فلانقیم له یوم القیمة وزنا") حذاء اس کا معنی تیز ہے احذ وہ ملائم چیز جو کسی چیز کے ساتھ نہ رکے۔ حذاء اسی کی مؤنث ہے۔ الصبابة۔ ص کے ضمہ کے ساتھ بچا ہوا۔ اور فتحہ کے ساتھ عشق اور محبت الغلیظ بہت زیادہ بھرا ہوا (مجمع البحار) القرح والقرح زخم اور اس کا نشان۔

**تخریج:** اخرجه أحمد (١٦٧٥٨٦) ومسلم (٢٩٦٧)

**الفوائد** : ① دنیا کی عمر مختصر اور جلد فناء پذیر ہے۔ ② جہنم کی وسعت سے ترہیب کی گئی۔ ③ صحابہ کرام نے دین کی خاطر بے شمار مصائب برداشت کیے۔ جب وسعت ہوگئی تو پھر بھی دنیا کی طرف جھکاؤ اختیار نہیں کیا۔ (سبحان اللہ)

٤٩٩ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : اَخْرَجَتْ لَنَا عَآئِشَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا كِسَآءً وَاِزَارًا غَلِيْظًا قَالَتْ : قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ هٰذَيْنِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۴۹۹: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک اوڑھنے اور ایک باندھنے والی موٹی چادر نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ آنحضرتؐ نے ان دو چادروں میں وفات پائی۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ کساءً: کمیل بخاری نے ملبد کا لفظ بڑھایا ہے۔ اس کا نام ملبدہ رکھا جاتا تھا کیونکہ وہ بچھونے کی جگہ

استعمال ہوتا تھا۔ ازار: یہ اس کپڑے کو جس میں پیوند لگے ہوں کہتے ہیں۔ جس کپڑے سے بدن کا ستر والا حصہ چھپایا جائے۔ غلیظًا: کھردری موٹی۔ مسلم کی روایت میں ازار کے ساتھ ملبد کا لفظ آیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے نکال کر دکھانے کا مقصد دنیا سے اعراض و بے پروائی تھی۔

فی ہذین: یہ بخاری کے الفاظ ہیں مسلم نے مشار الیہ الثوبین کا بھی ذکر کیا ہے۔

**تخریج**: بخاری و مسلم' ابو داؤد' ترمذی' ابن ماجه' ابو یعلی ۴۴۳۲/۴۹۴۳' ابن حبان ۶۶۲۳' عبدالرزاق ۲۰۶۲۴' احمد ۹/۲۵۰۵۱۔

**الفرائد**: ① دنیا سے زہد و اعراض کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ ② موٹے جھوٹے لباس پر گزر کرنے سے تواضع کا شاندار نمونہ سامنے آتا ہے۔

۵۰۰: وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اِنِّیْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰی بِسَھْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَقَدْ کُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَۃِ وَھٰذَا السَّمُرُ حَتّٰی اِنْ کَانَ اَحَدُنَا لَیَضَعُ کَمَا تَضَعُ الشَّاۃُ مَالَہٗ خَلْطٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

"اَلْحُبْلَۃُ" بِضَمِّ الْحَآءِ الْمُھْمَلَۃِ وَاِسْکَانِ الْبَآءِ الْمُوَحَّدَۃِ: وَھِیَ وَالسَّمُرُ نَوْعَانِ مَعْرُوْفَانِ مِنْ شَجَرِ الْبَادِیَۃِ۔

۵۰۰: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں وہ پہلا عرب ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہلا تیر پھینکا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے اور ہمارے پاس کوئی کھانا سوائے کیکر کے درخت کے پتوں کے نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم میں سے ہر ایک اس طرح قضائے حاجت کرتا جس طرح بکری کرتی ہے۔ اس میں خشکی کی وجہ سے ملاوٹ نہ ہوتی۔ (بخاری و مسلم)

اَلْحُبْلَۃُ: کیکر اور یہ دونوں جنگل کے مشہور درخت ہیں۔

**تشریح** ۞ رمی بسهم فی سبیل الله: یہ سریہ حمزہ وعبیدہ بن الحارث کے نام سے معروف ہے۔ یہ اسلام کے سرایا میں دوسرا سریہ تھا۔ بعض نے اول سریہ کہا ہے۔ سیوطی کا ادھر میلان ہے۔ ابن حجر بھی اس پر جم گئے ہیں۔ ابن اسحاق کی نقل کے مطابق اس کے الفاظ یہ ہے۔ "ولم لکن بینهم" یعنی اس وقت تک مسلمانوں اور کفار میں قتال نہ تھا۔ "الا ان سعد بن ابی وقاص قد رمٰی یو منذ بسهم فکان اوّل رمی به فی الاسلام" سیوطی کے الفاظ یہ ہیں: "اول من اراق دمًا فی سبیل الله سعد بن ابی وقاص" اسنده العسکری: "هو اول من رمیٰ بسهم فی سبیل الله اخرجه ابن سعد وابن ابی شیبه عند" اور اس طرح کہا اور خوب کہا

الا ہل اتی رسول اللّٰہ انی ☆ حمیت صحابتی بصدور نبل
اذود بہا عدوہم ذیادا ☆ بکل حزونۃ وبکل سہل

فما يعتمد رام من معد ☆ بسهم قبل رسول الله قبلی

ان تمام اقوال کا حاصل یہ ہے کہ یہ سریہ اول تھا جس میں سعد بن ابی وقاصؓ نے حق کی حمایت میں تیر پھینکا: "ولقد كنا نغزو مع رسول ﷺ مالنا طعام الا ورق الحبلة" نحو: مالنا کا جملہ نغزو کے فاعل سے حال ہے: الحبلہ کیکر کا درخت (قرطبی) "وهذا السمر" قرطبی کہتے ہیں عام رواۃ واو کو حذف کرتے ہیں اور اس کو ورق الحبلہ کی تفسیر بتاتے ہیں مگر طبرانی اور تیمی نے واو سے نقل کیا اور بخاری نے: "الا الحبلة وورق السمر" ذکر کیا اور ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ بخاری کی روایت زیادہ عمدہ ہے کہ اس میں یہ وضاحت ہے کہ کانٹے دار درخت کا پھل اور کیکر کے پتے کھاتے: "حتی ان كان احدنا ليضع كما الشاة" اس سے اس کھانے کی غایت و نتیجہ ذکر کیا۔ نحو: ان یہ مخففہ من المثقلہ ہے اور لیضع یہ غائط سے کنایہ ہے۔ بعض رواۃ نے بیعر کے الفاظ بھی نقل کیے ہیں: تضع الشاة سے مقصود اس کے معدے سے غیر مانوس اور خشک ہونے کو بیان کرنا ہے۔ یہ ۸ھ کی بات ہے جب کہ ان کے امیر ابوعبیدہؓ تھے اور معیت سے مراد اتباع اور پیروی اور آپ کے حکم سے غزوہ کرنا ہے۔ ایک دوسرے غزوہ میں سعدؓ خود اس غزوہ میں بھی شریک تھے جو سرور کونین ﷺ کی قیادت میں تھا۔ جیسا بخاری و مسلم میں ہے: "بينما نغزو مع رسول ﷺ وما لنا طعام الاالحبلة" (اشرف الوسائل) عالہ خلط بہت خشک ہونے کی وجہ پاخانہ ایک دوسرے سے ملا ہوا نہ ہوتا تھا۔ یہ حالات ان کے حق پر ثابت قدمی کا امتحان تھے۔ جیسا کسی شاعر نے کہا۔

لو لا اشتعال النار في جزل الغضا ☆ ما كان يعرف طيب نشر العود

غضا کے ڈھیر میں آگ بھڑکائی جاتی ہے تاکہ کوئلے تیار ہو جائیں پھر ان پر عود کی خوشبو پہچانی جائے۔

**تخریج**: بخاری فی الاطعمه والرقاق مسلم ترمذی فی الزهد نسائی فی المناقب ابن ماجه السنه (اطراف للمزی) احمد ۱/۱۴۹۸ دارمی ۲۴۱۵ ابو یعلی ۷۳۲ ابن حبان ۶۹۸۹ حمیدی ۷۸۔

**الفوائد**: ① اللہ تعالیٰ کی راہ میں صحابہ کرامؓ نے بے شمار مصائب برداشت کیے۔ ② دنیا ملی تو اس سے زہد اختیار کیا رضی اللہ عنہم۔

٥٠١ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا" : مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ وَالْغَرِيْبِ مَعْنَى "قُوْتًا" : اَىْ مَا يَسُدُّ الرَّمَقَ۔

۵۰۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی کہ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو اتنی روزی عنایت فرما جو جسم و جان کے رشتے کو باقی رکھ سکے۔ (بخاری و مسلم)

قُوْت: اتنی خوراک جس سے جان اور جسم کا رشتہ باقی رہے۔

**تشریح** ❁ اجعل رزق برزق مصدر بمعنی مفعل ہے۔ یعنی وہ چیز جس سے کھانے پینے اور پہننے میں فائدہ اٹھاتے ہیں: آل محمدؐ بعض روایات میں: "فی الدنیا" بلکہ مسلم میں بقول صاحب جامع صغیر اسی طرح ہے۔ مگر وہاں پائی نہیں گئی۔ ثعالبی کہتے ہیں یہاں آل محمد سے آپ کے پیروکار مراد ہیں۔ مسلم کے الفاظ یہ ہیں: "اللهم ارزق آل محمد قوتاً"

ابن حجر کہتے ہیں مسلم کے الفاظ معتمد علیہ ہیں۔ ① پہلے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی دن کے لیے یہ دعا ہے۔ ② اور یہ بھی ممکن ہے کہ دواماً یہ مطلوب ہو۔ مسلم کے الفاظ دوسرے معنی کی تائید کرتے ہیں کہ ان کو رزق کفاف عنایت فرما اور بخاری کے الفاظ معنی اول کے مشیر ہیں۔ قوت سد رمق کے لیے جو خوراک کام آئے قوت جو بدن کی ضرورت کو پوری کرے اور حاجت کو روک دے۔ بقول قرطبی دعا کا مقصد طلب کفاف ہے۔

**تخریج** : بخاری ومسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ (الاطراف) ابن حبان ٦٣٤٤، ابن ابی شیبہ ١٣/٢٤٠، دلائل النبوہ بیہقی ٦/٨٧، احمد ٢/٧١٧٦۔

**الفرائد** : ① دنیا میں آپ ﷺ کے قناعت، زہد اور تواضع کا سبق ملتا ہے۔ ② دنیا طلبی میں وسعت دینی مضرت کا باعث ہے۔

٥٠٢ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُنْتُ لَاَعْتَمِدُ بِكَبِدِیْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ ، وَاِنْ كُنْتُ لَاَشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰی بَطْنِیْ مِنَ الْجُوْعِ ۔ وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلٰی طَرِيْقِهِمُ الَّذِیْ يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ فَمَرَّ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَاٰنِیْ وَعَرَفَ مَا فِیْ وَجْهِیْ وَمَا فِیْ نَفْسِیْ ثُمَّ قَالَ : "اَبَا هِرٍّ" قُلْتُ : لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : "الْحَقْ" وَمَضٰی فَاتَّبَعْتُهُ ، فَدَخَلَ فَاسْتَاْذَنَ فَاَذِنَ لِیْ فَدَخَلْتُ فَوَجَدَ لَبَنًا فِیْ قَدَحٍ فَقَالَ : "مِنْ اَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ" قَالُوْا : اَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ — اَوْ فُلَانَةٌ — قَالَ : "اَبَا هِرٍّ" قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "الْحَقْ اِلٰی اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِیْ" قَالَ وَاَهْلُ الصُّفَّةِ اَضْيَافُ الْاِسْلَامِ لَا يَاْوُوْنَ عَلٰی اَهْلٍ وَّلَا مَالٍ وَّلَا عَلٰی اَحَدٍ ، وَكَانَ اِذَا اَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا وَّاِذَا اَتَتْهُ هَدِيَّةٌ اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ وَاَصَابَ مِنْهَا وَاَشْرَكَهُمْ فِيْهَا ، فَسَآءَنِیْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ : وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِیْ اَهْلِ الصُّفَّةِ! كُنْتُ اَحَقَّ اَنْ اُصِيْبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً اَتَقَوّٰی بِهَا فَاِذَا جَآءُوْا وَاَمَرَنِیْ فَكُنْتُ اَنَا اُعْطِيْهِمْ وَمَا عَسٰی اَنْ يَّبْلُغَنِیْ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ وَلَمْ يَكُنْ مِّنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدٌّ ، فَاَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَاَقْبَلُوْا وَاسْتَاْذَنُوْا فَاَذِنَ لَهُمْ وَاَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ — قَالَ اَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ : لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "خُذْ فَاَعْطِهِمْ" قَالَ فَاَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ اُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰی يَرْوٰی ، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَیَّ الْقَدَحَ فَاُعْطِيْهِ الْاٰخَرَ فَيَشْرَبُ حَتّٰی يَرْوٰی ، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَیَّ الْقَدَحَ فَاُعْطِيْهِ الْاٰخَرَ فَيَشْرَبُ حَتّٰی يَرْوٰی ، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَیَّ الْقَدَحَ حَتَّی انْتَهَيْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِیَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَاَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهٗ عَلٰی يَدِهٖ فَنَظَرَ اِلَیَّ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ "اَبَا هِرٍّ" قُلْتُ : لَبَّيْكَ يَا

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : "بَقِیْتُ اَنَا وَاَنْتَ" قُلْتُ صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، قَالَ اقْعُدْ فَاشْرَبْ" فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ فَقَالَ : "اشْرَبْ" فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ یَقُوْلُ : "اشْرَبْ" حَتّٰی قُلْتُ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَا اَجِدُ لَہٗ مَسْلَکًا قَالَ : "فَاَرِنِیْ" فَاَعْطَیْتُہُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَسَمّٰی وَشَرِبَ الْفَضْلَۃَ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۵۰۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے مجھے قسم ہے اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں اپنا جگر زمین پر بھوک کی وجہ سے ٹیک دیتا تھا اور بعض وقت میں بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا۔ میں ایک دن اس راستہ پر بیٹھا جس سے لوگ مسجد نبوی سے نکل رہے تھے۔ پس ابوبکر کا گزر ہوا تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت اس لئے پوچھی کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں وہ گزر گئے انہوں نے ایسا نہ کیا پھر عمر گزرے میں نے ان سے بھی کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے ان سے بھی اس لئے پوچھا کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں مگر وہ بھی گزر گئے انہوں نے ایسا نہ کیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے پاس سے گزر ہوا۔ آپؐ نے دیکھ کر تبسم فرمایا اور جو کچھ میرے دل اور چہرے پر تھا اس کو پہچان گئے۔ پھر فرمایا ابوہریرہ ہو! میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ آپؐ نے فرمایا آؤ اور آپؐ چل پڑے۔ میں آپؐ کے پیچھے ہولیا۔ آپؐ گھر میں داخل ہوئے۔ پس میں نے اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مل گئی۔ سو میں داخل ہوا۔ آپؐ نے ایک پیالے میں دودھ پایا۔ پس آپؐ نے فرمایا یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے کہا آپؐ کے لئے فلاں مرد یا عورت نے ہدیتاً بھیجا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ! میں نے کہا حضور حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اہل صفہ کے پاس جاؤ اور ان کو میرے پاس بلا لاؤ۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ یہ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے ان کا کوئی گھر نہیں تھا' نہ مال اور نہ کسی کا سہارا' کچھ بھی نہ لیتے اور جب آپؐ کے پاس ہدیہ آتا تو آپؐ ان کی طرف بھیج دیتے اور خود بھی اس میں سے تناول فرماتے اور ان کو اس میں شریک کر لیتے۔ چنانچہ مجھے یہ بات ناگوار گزری۔ میں نے دل میں کہا یہ دودھ اہل صفہ کا کیا کرے گا۔ میں اس بات کا زیادہ حقدار ہوں کہ میں اس میں سے ایک مرتبہ اتنا پی لوں جس سے مجھے طاقت حاصل ہو جائے جب وہ آ جائیں گے اور آپؐ مجھے حکم دیں گے پس میں ان کو دوں گا۔ تو امید نہیں کہ اس دودھ میں سے مجھے کچھ پہنچے مگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور ان کو بلا لایا۔ وہ آ گئے اور اجازت طلب کی۔ آپؐ نے ان کو اجازت دے دی وہ گھر میں اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا یہ پیالہ لو اور ان کو دیتے جاؤ۔ چنانچہ میں نے پیالہ لیا اور ایک ایک کر کے میں آدمی کو دینے لگا بس وہ پیتا یہاں تک کہ وہ سیر ہو جاتا پھر پیالہ مجھے واپس کر دیتا بس میں دوسرے کو دے دیتا بس وہ بھی پی کر سیر ہو جاتا پھر پیالہ مجھے واپس کر دیتا۔ بس اگلے کو دیتا بس وہ بھی پیتا یہاں تک کہ وہ بھی سیر ہو جاتا۔ پھر یہ پیالہ مجھے واپس کر دیتا۔ یہاں تک کہ میں حضورؐ تک پہنچ گیا بس سارے کے سارے لوگ سیراب ہو چکے ہیں۔ بس آپؐ نے پیالہ لے کر اپنے دست اقدس پر رکھا۔ پھر میری طرف تبسم سے دیکھتے ہوئے فرمایا ابوہریرہ! میں نے کہا

حاضر ہوں۔ پھر فرمایا اب میں اور تو باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے سچ فرمایا۔ آپ نے فرمایا بیٹھو اور پیو۔ بس میں بیٹھ گیا اور میں نے پیا۔ آپ نے فرمایا اور پیو۔ بس میں نے پیا۔ آپ اشرب اشرب فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اب تو پیٹ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا بس مجھے دکھاؤ۔ میں نے آپ کو پیالہ پیش کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور بسم اللہ پڑھی اور بچا ہوا دودھ پی لیا۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ **واللہ الذی لا الہ الا ھو** یہ قسم تاکید کے لیے لائی گئی ہے۔ "**علی الارض من الجوع**" "من" تعلیلیہ ہے۔ گویا پیٹ کو زمین سے چمٹا کر میں وہی کام لیتا جو پتھر باندھنے سے لیا جاتا ہے۔ ② یہ غشی سے زمین پر گرنے سے کنایہ ہوسکتا ہے۔ جیسا دوسری روایت میں وارد ہے: "**لقد رایتنی وانی لاخر فیما بین مخبر رسول ﷺ الی حجرۃ عائشہؓ مغشیا علی**" الحدیث کہ منبر اور حجرہ کے درمیان غشی سے گر جاتا۔ **لا شد الحجر علی بطنی**: جیسے عرب کی عادت تھی۔ ② ورزش والے لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ ③ اہل مدینہ کا یہ معمول تھا کہ جب پیٹ خالی ہوتے تو پتھر باندھ لیتے تاکہ حرکت آسان ہو۔ کمر اور پیٹ دونوں پر پتھر باندھتے۔ ④ بعض نے کہا کہ بھوک کی تکلیف کو کم کرنے کے لیے پتھر باندھتے۔ کیونکہ طبعی طور پر معدے کی حرارت غریزیہ جب تک کھانے میں مشغول رہتی ہے تو تمام جسم میں حرارت غریزیہ اسی وجہ سے ہوتی ہے۔ جب کھانا ختم ہو جائے وہ حرارت جوہر اور جسم کی رطوبات کو آگ لگا دیتی ہے جس کی وجہ سے درد اٹھتا ہے اور درد بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جب تک کہ معدہ پر انتڑیوں اور چمڑے کو نہ لپیٹا جائے۔ جب ایسا کر لیا جائے تو اس کی آگ کسی قدر بجھ جاتی ہے اور درد میں کچھ کمی واقع ہو جاتی ہے۔ ⑤ بعض نے کہا پتھر اس لیے باندھے جاتے ہیں کیونکہ جب پیٹ خالی ہو جاتا ہے تو وہ آدمی کھڑے ہونے سے عاجز ہو جاتا ہے اور اس کی پشت کبڑی ہو جاتی ہے۔ اس کو سیدھا رکھنے کے لیے وہ پتھر باندھتا ہے اور اپنی پشت کو سیدھا رکھتا ہے: "**فقعدت علی طریقھم**" طریق کا لفظ اہل نجد کے ہاں مذکر آتا ہے اور اہل حجاز اس کو مونث استعمال کرتے ہیں قرآن مجید میں مذکر استعمال ہوا ارشاد فرمایا: "**فاضرب لھم طریقا فی البحر یبسا**" طریق کی جمع طرق اور اطرقۃ بھی آتی ہے۔ ضمیر راستہ پر چلنے والوں کے لحاظ سے استعمال ہوتی ہے۔

**الذی یخرجون منہ**: جس دروازے وہ نکل کر جاتے تاکہ میں ان سے مل سکوں: "**فو بی النبی ﷺ**" بخاری کی روایت میں ابوبکر و عمرؓ کا گزرنا مذکور ہے اور ان دونوں سے ایک آیت کے متعلق پوچھا جس کا مقصد طلب عطیہ تھا۔ ان مسئولہ آیات کی طرف تعرض نہیں کیا گیا کیونکہ باب کی غرض سے متعلق نہیں۔ اصل مقصد تو زھد پر ابھانا اور دنیا سے اعراض ظاہر کرنا ہے۔ کہ جب صحابہ کرام کا یہ حال تھا تو صاحب نواء محمد کے فقر کا حال کیا ہوگا۔ آپ کی عادت مبارکہ ایثار کی تھی پس عیاں راچہ بیان: "**فتبسم حین رآنی وعرف مافی وجھی**" جو میری اندرونی حالت کو ظاہر کر رہی تھی **وما فی نفسی**: اور جس سد رمق کی مجھے ضرورت تھی۔ بخاری کی بعض روایات میں واؤ کی بجائے او آیا ہے۔

ابن حجر تحریر فرماتے ہیں ابوہریرہؓ نے آپ کے تبسم سے یہ سمجھ لیا کہ آپ نے میری حالت کو پہچان لیا ہے کیونکہ تبسم کی دو وجوہ عموماً پائی جاتی ہیں۔ ① مانوس کرنا مقصود ہوتا ہے ② کبھی تعجب مقصود ہوتا ہے اور یہاں کوئی موقعہ تعجب نہ تھا۔ پس پہلی صورت متعین ہوگئی۔

**ثم قال یا اباھر** :ابو هر یہ مکبر اور مذکر ہے۔ تصغیر **ابو هرة** ہے۔ ② راء کو مطلقاً تخفیف سے پڑھنا درست ہے پس اس کے مطابق ساکن آئے گا :"**قلت لبیك یا رسول الله** "دیگر روایات میں حدف نداء محذوف ہے۔اس کا مطلب بندہ حاضر حاضر ہے:"**الحق ومضی**"میرے پیچھے آؤ اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے :"**فاتبعته**"دوسری روایت میں **فلحقته** :ہے اتبع تا کی تشدید سے بھی وارد ہے۔یعنی آپ کے پیچھے چلتا رہا یہاں تک کہ آپ کو جاملا:"**فاستاذن**" مبالغۃً اس صیغے سے تعبیر فرمایا۔گویا ان کو بات کا اس قدر استحضار ہے کہ جیسے پاس بیٹھے اطلاع دے رہے ہیں۔ابن مسہر کی روایت میں :"**فاستاذنت**" ہے:"**فاذن لی**" یہ معروف اور مجہول دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں:"**فدخل**" یہ التفات کے لیے ہے۔② تکرار کے لیے کیونکہ کلام میں فاصلہ ہو گیا ہے:"**من این هذا اللبن**"ابن مسہر کی روایت میں :"**من این لکم**" ہے:"**اهداه لك فلان او فلانة**"ایک روایت میں:"**اهده لنا فلان او آل فلان**" ہے کہ:"**فلان**" نے:"**هدهة** "بھیجا ہے :"**اباهر** "تمام بخاری کے رواۃ نے حرف نداء کے اثبات سے لکھا ہے:"**الحق الی اهل اصفه**"یہاں :الحق انطلق کے معنی کو متضمن ہے اسی وجہ سے الی سے متعدی کیا۔اہل صفہ کے ہاں جاؤ:"**فادعهم لی**"قال" یہاں کا فاعل ابو ہریرہ ہے۔جو روایت روح میں ساقط ہے۔تم ان کو میرے ہاں بلا لاؤ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں:"**واهل الصفه**" یہ ابو ہریرہؓ کا کلام جس میں اصحاب صفہ کی کیفیت ذکر کی گئی ہے اور بلانے کا سبب ذکر کیا گیا ہے۔آپ ان کو صدقہ میں خاص کرتے اور ھدیہ میں شریک فرماتے۔یونس کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو ہریرہؓ انہی میں سے تھے۔سخاوی نے اپنی تالیف میں ان کو ان میں شمار کیا ہے صفہ مسجد کے پچھلی جانب فقراء مہاجرین کے ٹھہرنے کا ایک مقام تھا یہ وہ لوگ تھے جن کے اپنے ہاں مال نہ تھا اور مدینہ میں ان کی کوئی جان پہچان نہ تھی باب فضل الزھد میں ان کے حالات گزرے۔وہ:"**لا یأوون علی اهل**"اکثر رواۃ نے الی لکھا ہے۔یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے۔جو اقارب واصدقاء سب کو شامل ہے۔نحو :یہ جملہ محل حال میں واقع ہے:"**ولم یتناول**" روح کی روایت میں :"**لم یصب**" ہے۔خود استعمال نہ فرماتے:"**منها شیئا**" کیونکہ صدقہ آپ پر حرام کیا گیا:"**ارسل الیهم**"اس کا کچھ حصہ انکی طرف بھیج دیتے:"**واصاب منها واشرکهم فیها**"یہ جملہ تفصیل کے لیے ذکر کیا کہ ان کے لیے وافر حصہ مقرر فرماتے اور ان کو ترجیح دیتے ہوئے اس میں سے اپنے لیے کچھ استعمال فرماتے۔

یہ جملہ شرطیہ مستانفہ ہے جو ان کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کا آئینہ دار ہے۔یہ صدقہ وہدیہ اہل صفہ کو بھیج دینا یہ آپ کے کبھی کبھی کے حالات سے ہے۔کبھی جب آپ کے پاس کوئی چیز آجاتی اور بتلائی جاتی کہ یہ صدقہ ہے تو آپ ان کو خود کھانے کا حکم فرماتے اور اس میں سے کچھ بھی استعمال نہ فرماتے اور اگر بتلایا جاتا کہ ہدیہ ہے تو آپ اپنا ہاتھ شامل کر کے اس میں سے کھاتے اور یہ صفہ کی تعمیر سے پہلے کی بات ہے اس میں مستحقین کو صدقہ تقسیم فرماتے اور ہدیہ حاضرین صحابہ کے ساتھ استعمال فرماتے۔یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں حالتیں الگ ہوں۔① اس باب والی روایت کو اس پر محمول کریں جب کوئی موجود نہ ہوتا تھا۔تو کچھ ہدیہ اصحاب صفہ کی طرف بھیج دیتے۔② ان کو بلا لیتے جیسا اس روایت میں ہے اور اگر کوئی موجود ہوتا تو اس کو ہدیے میں شریک فرما لیتے۔اور اگر اس میں سے کچھ بچ جاتا تو وہ اہل صفہ کی طرف بھیج دیا جاتا یا ان کو بلا لیا جاتا۔احمد بن طلحہ کی روایت میں ہے کہ:"**نزلت فی الصفة مع رجل کان بینی وبینه کل یوم مد من تمر**"یہ مختلف احوال پر مبنی ہے حاضر ہونے والے اہل صفہ کے ہاں اترتے۔② ان کو بلاتے۔③ حاضرین میں تقسیم کر دیتے اگر بقدر کفایت موجود نہ ہوتا

۔جب فدک کی فتح ہوگئی تو پھر ان کے لیے یومیہ کھجور مقرر کردی گئی ۔"فتح الباری فسـاء نی ذلك" مجھے یہ بات گراں گزری کیونکہ مجھے ضرورت بہت تھی اور فاقہ شدت اختیار کر چکا تھا اور میرے خیال میں تو یہ دودھ میری ضرورت سے بڑھا ہوا نہ تھا ۔اسی لیے میں نے کہا: "وما هذا اللبن" "واؤ محذوف پر عطف کے لیے ہے اور اس سے تحقیر کی طرف اشارہ ہے ۔"في اهل الصفة" ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: "ابن یقع هذا اللبن في اهل الصفة" ؟ یہ اصل صفہ میں کس کس کو ملے گا ؟"کنت احق" میں اس کا زیادہ حق دار ہوں: "ان اصیب من هذا اللبن شربة اتقوی بها" میں اس دودھ کی وجہ سے بھوک کے ضعف سے نجات پالوں گا ۔"ان اصیب" یعنی پانے کا زیادہ حقدار ہوں ۔"فاذاجاء" بقیہ تمام رواۃ نے جاء و اجمع کے صیغہ سے ذکر کیا ہے جب کہ تمام آ گئے جن کو نبی اکرم ﷺ نے بلانے کا حکم فرمایا تھا ۔"فکنت انا اعطیم" گویا انہوں نے عادۃ سے پہچان لیا کیونکہ وہ آپ کی خدمت کرتے اور اکثر ساتھ رہتے تھے: "وماعسي ان یبلغني هذا اللبن" ان کے کفایت بھر استعمال کے بعد امید نہیں کہ مجھ تک کوئی چیز پہنچے۔

**کرمانی کا قول**: عسیٰ زائد ہے ۔یونس بن بکر کی روایت میں ہے: "فیامرني ان ادیره علیهم وما عسٰی ان یصیبني منه وقد کنت ارجوان اصیب منه ما یقیتني" مجھے حکم دیں گئے کہ میں ان کو بلاؤں مجھے اس میں سے کچھ ملنا ممکن نہیں حالانکہ میں امید کیے بیٹھا تھا کہ آج اس سے میری بھوک دور ہوجائے گی ۔"ولم یکن من طاعة اللّٰہ وطاعة رسوله بد" بلا یہ نفی کے ساتھ مل کر آتا ہے اس کا معنی جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو ۔کیونکہ حقیقی منعم کا شکر لازم ہے اور رسول کی طاعت اس کی طاعت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ" ۔ "فاتیتهم" اپنی تمنا کے برخلاف ان کو بلانے کا حکم ملنے پر میں بلانے آیا: "فدعوتهم" کرمانی کہتے ہیں کہ اتیان اور دعوت و اعطاء کے بعد معلوم ہوتا حالانکہ واقعہ اس طرح نہیں پس: "فکنت انااعطیهم" کا عطف "فاذاجاء وا" کے جواب پر ہے ۔پس وہ استقبال کے معنی میں ہے۔ پس جب وہ آ جائیں تو میں ان کو دوں۔

ابن حجر کہتے ہیں سیاق سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے ۔"فتح الباری" چنانچہ: "فاقبلوا ماستاذنوا" انہوں نے داخلے کی اجازت چاہی ۔"فاذن لهم" یہ معروف کا صیغہ ہے ۔نبی اکرم ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرمادی اگر مجہول پڑھیں تو بھی جائز ہے ۔کیونکہ اصل مراد تو وجود اجازت پر ہے خواہ جو بھی دے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "یایها الذین امنوا لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم" ۔"فاخذوامجالسهم" ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گیا ۔"في البیت" یہاں جناب رسول ﷺ کا گھر مراد ہے ۔جیسا کہ مسلم کی روایت میں وارد ہے جو صحیح کی ابتداء میں حضرت عائشہؓ سے تعلیق کے ساتھ مروی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں ان کی تعداد کا علم نہیں ہوسکا ۔ابو نعیمؒ کہتے ہیں کہ انکی تعداد حسب حال کم زیادہ ہوتی رہتی تھی ۔بعض اوقات غزوہ سفر یا استغناء کی وجہ سے ان کی تعداد کم ہو جاتی ۔عوارف المعارف نے ان کی تعداد چار سو ذکر کی ہے ۔المجلس بیٹھنے کی جگہ کبھی اسے مجازی طور پر اہل مجلس پر بولتے ہیں ۔یہ: "تسمیة الحال باسم المحل" کی قسم سے ہوجائے گا: "خذ" تم دودھ کا یہ پیالہ لو ۔"فجعلت اعطیه الرجل" ماضی کے الفاظ سے قصہ کا بیان درحقیقت استحضار واقعہ کی طرف اشارہ ہے ۔الرجل نحو میں الف لام جنس کے لیے ہے ۔"فیشرب حتی یروی ثم یردعلی القدح

فاعطيه الآخر" حتی یروی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی اپنی سخت بھوک کے ازالے تک پیتا رہتا: "یرد" یہاں معروف ہے پس میں اس کے لوٹانے پر اس کے پاس والے کو دے دیتا یہ یونس کی روایت ہے۔ مگر علی بن مسہر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: "فجعلت اناول الاناء رجلا فيشرب حتى يروى ثم آخذه فاناوله آلاخر حتى روى القوم جميعًا" بخاری کے بعض نسخوں میں: "فاعطيه الرجل" اس کی تشریح حافظ کرمانی نے اس طرح کی ہے وہ اپنے پہلو والے آدمی کو دے دیتا۔ نحو: ایک قاعدہ: معرفہ جب دوبارہ لایا جائے تو اس سے مراد بعینہ پہلا معرفہ نہیں ہوتا مگر تحقیق یہ ہے کہ جب دوسرا معرفہ بعینہ پہلا ہو مگر جب کوئی قرینہ صارفہ ہو تو اور مراد ہو سکتا ہے ابن حجر کہتے ہیں روایات کے مختلف الفاظ وہ رواۃ کے تصرف کی وجہ سے ہیں اس سے اس قاعدہ کو توڑنے کی ضرورت نہیں۔

حتى انهيت الى النبیﷺ یہ مقدر فعل کی غایت ہے: "ای عممتهم اجمعين حتى انهيت" میں ان تمام کو پلا چکا یہاں تک آپ ﷺ تک پہنچا: "وقد روى القوم كلهم" نحو یہ محل حال میں ہے: قد تحقیق کے لیے ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ ان کو یقینی طور پر مطلوبہ سیرابی حاصل ہوگئی اور: "كلهم" لفظ لاکر مزید تاکید کر دی کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا: "فاخذ القدح" آپ نے پیالہ اس حال میں دست اقدس میں لیا کہ اس میں بچا ہوا دودھ موجود تھا: "فوضعه على يده فنظر الى فتبسم" ابن حجر رقمطراز ہیں آپ ﷺ نے اس لیے تبسم فرمایا گویا فراست باطنی سے آپ نے ابوہریرہؓ کا یہ تو ہم جان لیا کہ میرے لیے کچھ بھی نہ بچے گا اور یہ بھی درست ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی پوشیدہ حالت کی اطلاع دے دی گئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مغیبات کی اطلاع دی۔ (فتح الباری) فقال اباهر ایک روایت میں جس کو ابن مسہر نے نقل کیا وہ ابو ہرؓ ہے۔ یہ بر تقدیر استفہام ہے: "انت ابو هريرة" یا جو لوگ کنیت نام کی طرح استعمال کرتے ہیں ان کے اس طرح استعمال درست ہے: "بقيت انت وانا" یہ ارشاد اصحاب صفہ کی نسبت سے ارشاد فرمایا ورنہ آپ کے اہل بیت گھر میں تھے۔ ② ممکن ہے گھر میں اس وقت کوئی موجود نہ ہو۔ ③ پینے والوں کے لحاظ سے ہو کہ انہوں نے اپنی ضرورت کے مطابق پی لیا اور پیالہ میں بچا ہوا آپ کا حصہ تھا: "صدقت يارسول الله" یہ اور ماقبل کا جملہ بقیت لازم الخبر کی قسم سے ہیں: "قال اقعد فاشرب" دودھ بھی دیگر مشروبات کی طرح بیٹھ کر پیا جائے گا: يقول لي اشرب" مجھے بار بار اشرب اشرب فرماتے رہے۔ جب تک میری مزید حاجت محسوس فرمائی اور فاقہ کی شدت کا اندازہ فرمایا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نبی اکرم ﷺ کی خاطر کچھ چھوڑ دے۔ آپ ﷺ نے حاجت کو مکمل کرنے کا حکم فرمایا مہربان کو چاہیے کہ وہ مہمان کو کم از کم تین مرتبہ یہ کہے اور اس سے تجاوز نہ کرے: "حتى قلت لا" اس کا فعل محذوف ہے۔ کہ میں نہ پیوں گا: "نحو" یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے اس کی تاکید کے لیے اگلے جملے کو قسم سے مؤکد کیا: "والذى بعثك بالحق اجد له مسلكا" جس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق دیکر بھیجا میں دودھ کا کوئی راہ پیٹ میں جانے کے لیے نہیں پاتا: فارنی دوسری روایت میں: "ناولني القدح" پیالہ مجھے دو: "فحمد الله" اللہ تعالیٰ کی اس برکت پر شکر یہ ادا کیا کہ ایک آدمی کے لیے کفایت کرنے والا دودھ پوری جماعت کو کفایت کر گیا بلکہ بچ گیا۔ آپ نے بسم اللہ پڑھی اور بقیہ پی لیا۔ دوسری روایت میں: "فشرب من البقية" ہے (ردح) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر والوں کے لیے باقی رہنے دیا اور کچھ نوش فرمایا۔ فتح الباری۔

ایک تطبیق: سیر ہونے پر زجر ان لوگوں کے لیے ہے جو اس کو عادۃ بنالے یہاں تو صحابہ کرام شدت جوع کا شکار تھے دوسرا یہ

نایاب واقعہ ہے۔ جس پر حکم نہیں لگتا۔

ایک ضروری تنبیہ: ابو ہریرہؓ کا ایک اور قصہ احادیث میں مذکور ہے۔ کہ مجھے نہ کھائے ہوئے تین دن گزر گئے۔ میں بیان کرنے لگا تھا کہ میں گر پڑا اور بچے کہنے لگے ابو ہریرہؓ کو جن کا اثر ہوگیا۔ یہاں تک کہ میں صف میں پہنچا پھر آپ سے ملا ایک بڑا پیالہ لایا گیا صفہ والے اس سے کھانے لگے۔ میں بھی پاؤں اونچا کرنے لگا کہ مجھے بلا لیں مگر نہ بلایا گیا اور پیالے میں جو کچھ تھا وہ انہوں نے کھالیا اب پیالے میں معمولی سا کھانا اطراف سے لگا رہ گیا آپ نے اس کو جمع کیا وہ ایک لقمے کے برابر بن گیا۔ آپ نے وہ اپنی انگلیاں پر رکھا اور مجھے فرمایا: ''کل باسم اللّٰہ'' پس جس ذات کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں اس سے کھاتا رہا یہاں تک کہ سیر ہوگیا اس کو ابن حبان نے نقل کیا ہے۔ یہ الگ واقعہ ہے۔

**تخریج** : بخاری فی الرقاق ترمذی فی الزھد' نسائی فی الرقاق' احمد ۱۰۶۸۴/۳' ابن حبان ۶۵۳۵' حاکم ۴۲۹۱/۳' دلائل بیھقی ۱۰۱/۶' حبیہ ۳۳۸/۱۔

**الفوائد** : ① ساقی کو پانی وغیرہ خود دوسرے مہمان تک منتقل کرنا چاہئے۔ ② حاجت کا چھپانا ظاہر کرنے سے بہتر ہے۔ ③ یہ ایثار و تواضع کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ ④ خدام کو بھی اکرام سے آواز دینی چاہئے۔ ⑤ میزبان کو سب سے آخر میں کھانا چاہئے۔ ⑥ مناسب جگہ پر بیٹھنا چاہیے۔

۵۰۳ : وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَاَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَغْشِيًّا عَلَيَّ ، فَيَجِيْ ءُ الْجَائِيْ فَيَضَعُ رِجْلَهٗ عَلٰى عُنُقِيْ وَيَرٰى اَنِّيْ مَجْنُوْنٌ وَّمَا بِيْ مِنْ جُنُوْنٍ مَا بِيْ اِلَّا الْجُوْعُ'' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۰۳: حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میری یہ حالت بھی ہوئی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتا تھا۔ تو آنے والے آتے اور اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیتے اور یہ خیال کرتے کہ میں دیوانہ ہوں حالانکہ مجھے کچھ دیوانگی وغیرہ نہ تھی فقط بھوک ہوتی تھی۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ محمد بن سیرین: یہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ ان کی کنیت ابوبکر ہے' بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ بڑے پختہ' بڑے عبادت گزار متوسط تابعین سے تھے ۱۱۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تقریب التہذیب ابن حجر)۔

لقدر ایتنی یہ ان کی روایت کا آخر حصہ ہے۔ ابتدائی حصہ اس طرح ہے۔ ''کنا عند ابی ھریرہ وعلیہ ثوبانی ممشقان من کتان فتمخط فقال بخ بخ ابو ھریرہ یتمخط فی الکتان ولقد وایتنی '' تقریب الابن حجر۔

رایت یہاں البصر ت کے معنی میں ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا' امام نوویؒ کو چاہیے تھا کہ حدیث کا بقیہ حصہ ذکر کرتے ہوئے واؤ لائے تاکہ معلوم ہوتا کہ روایت کا بقیہ حصہ ہے!''وانی لاخر '' نحو یہ رایت کے فاعل سے

حال ہے اور مفعول بھی بن سکتا ہے: "خر یخو " گرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے: فیما اس جگہ میں تقدیر عبارت: "فی المکان الذی یا مکان الذی" دونوں درست ہیں: "بین منبر " یہ منبر سے مشتق ہے جس کا معنی بلندی ہے: رسول ﷺ والی حجرۃ عائشہ "بین کی اضافت متعدد کی طرف ہوتی ہے اس لیے تقدیر عبارت یہ ہو سکتی ہے: ما بین ساحات المنبر الی حجرۃ عائشہ" یعنی منبر کے ساتھ وسیع جگہ سے حجرہ عائشہ صدیقہؓ کے مابین مغشیا علی "بات کرنے کا اصل مقصد یہی ہے کہ مجھ پر بھوک کی وجہ سے غشی طاری ہو جاتی: "غشی و الخمار" اعضاء کا ڈھیلا پن جس کے ساتھ شعور جاتا رہے: "فیضع رجلہ علی عنقی یری انی مجنون" مجنون کے ساتھ افاقہ تک وہ اسی طرح کرتے تھے۔ نحو: یوی یہ جملہ حالیہ یا مستانفہ بیانیہ بھی بن سکتا ہے: "وما بی من جنون" مزید اہتمام کے لیے دوبارہ بات کی بنحو مجنون مبتدا مؤخر اور ظرف خبر مقدم ہے: مابی الا الجوع باسیہ ہے یعنی میری بیہوشی کا سبب بھوک ہی تھی۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۷۳۲٤) والترمذی (۲۳۷٤)

**الفرائد**: ① حصول علم اور صحبت نبوت کے لیے ابو ہریرہؓ نے کتنی تکالیف برداشت کیں ② خیبر کے بعد اسلام لائے اور محنت شاقہ سے بہت علم حاصل کیا۔

٥٠٤ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ فِيْ ثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۵۰۴: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ تیس صاع جو کے بدلے میں رہن رکھی ہوئی تھی۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ❁ درعہ مرھونہ: بخاری کی کتاب البیوع والی روایت میں: "درعا من حدید" کے الفاظ بھی ہیں۔ یعنی آپ کی آہنی زرہ یہودی کے ہاں رھن رکھی ہوئی تھی: "عند یھودی" یہودی کا نام ابوالشحم تھا جیسا کہ بیہقی نے نقل کیا: "ان النبی اکرم ﷺ رھن ورعالہ عند ابی الشحم الیھودی رجل من بنی ظفر فی شعیر" اس یہودی کا نام و کنیت ابوالشحم تھی۔ اوس قبیلہ کی شاخ بنو ظفر کا یہ حلیف تھا۔

**ایک حکمت**: آپ ﷺ نے یہودی سے رھن کا معاملہ کیا اور خوش حال صحابہ کرام سے نہیں کیا؟ اس کی ایک وجہ ① معاملے کے بیان جواز کے لیے آپ نے ایسا کیا۔ ② صحابہ کرام کے پاس اس وقت حاجت سے زیادہ موجود نہ تھا۔ ③ آپ کو یہ خیال آیا کہ صحابہ کرام قیمت نہیں لیں گے یا عوض قبول نہ کریں گے۔ پس آپ ﷺ نے انہیں تنگی میں ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ ④ آپ ﷺ نے اس کی اطلاع کسی کو نہ دی اور جن کو اطلاع ہوئی وہ تنگ دست تھے ورنہ صحابہ کرام میں ایسے لوگ موجود تھے جو اس سے زیادہ کی بھی قدرت رکھتے تھے۔ (فتح الباری)۔

**فی ثلاثین صاعا**: بعض نے بیس اور چالیس کی مقدار بھی نقل کی ہے اور بعض نے صاع کی بجائے وسق نقل کیا ہے۔ (تحفہ القاری لزکریا) فتح الباری میں بیس اور تیس والی روایت میں اس طرح مطابقت کی ہے کہ پہلے بیس تھے پھر مزید ضرورت سے

تیس پورے کر لیے یا بیس سے زائد تھے تو لغو کر کے تیس کہہ دیے۔ ابن حبان نے انسؓ سے نقل کیا کہ اس غلہ کی قیمت ایک دینار تھی۔

روایت الباب کی تائید ابن عباسؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے: "توفي رسول ﷺ ودرعه مرهونة عند يهودي" اس کے متعلق حافظ لکھتے ہیں کہ یہ دلیل ہے کہ ابو ہریرہؓ والی روایت: "نفس المؤمن معلقة بدينه حتىٰ يقضىٰ عنه" وہ درست روایت ہے جس کو ابن حبان نے صحیح قرار دیا اور درست روایت کہا ہے۔ اس کا تعلق اس شخص سے ہے جو قرض والے کے ہاں کوئی ایسا مال وغیرہ نہ چھوڑ جائے جس سے اس کے قرض کی ادائیگی ہو سکتی ہو یہ بات ماوردی نے کہی اور ابن الطلاع نے: "الاقضية النبوية" میں لکھا ہے کہ ابو بکرؓ نے یہودی سے زرہ آزاد کروالی۔ لیکن ابن سعد نے روایت کی کہ ابو بکرؓ نے رسول ﷺ کے لوگوں سے کیے جانے والے وعدے پورے کیے اور مسند اسحاق بن راہویہ میں ایک مرسل روایت منقول ہے۔ کہ ابو بکرؓ نے وہ زرہ یہودی سے واپس لے کر علیؓ کے سپرد کی۔ البتہ جنہوں نے یہ کہا کہ وفات سے پہلے واپس لے لی یہ بات اس روایت کے خلاف ہے۔ (فتح الباری) تحفہ میں سبکی کے جوابات بھی نقل کیے گیے ہیں جن کا اس بحث سے زیادہ تعلق نہیں (تحفہ لزکریا)۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (۲۹۱۷) ومسلم (۱۶۰۳) والنسائی ۴۶۲۳) وابن ماجه (۲۴۳۶)

**الفوائد:** ① کفار سے معاملہ کیا جا سکتا ہے۔ بشرط یہ کہ اس سے کوئی دینی ضرر نہ ہو ② دنیا اور اس کے سامان سے زہد و بے رغبتی عیاں ہوتی ہے۔

۵۰۵: وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَهَنَ النَّبِيُّ ﷺ دِرْعَهُ بِشَعِيرٍ وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: "مَا أَصْبَحَ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَاعٌ وَلَا أَمْسٰى" وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"الْإِهَالَةُ" بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ: الشَّحْمُ الذَّائِبُ "وَالسَّنِخَةُ" بِالنُّونِ وَالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ: وَهِيَ الْمُتَغَيِّرَةُ۔

۵۰۵: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زرہ جَو کے بدلے میں رہن رکھی ہوئی تھی۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جَو کی روٹی اور چربی جس میں تغیر آ گیا وہ لے کر گیا۔ میں نے آپؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ محمد ﷺ کے گھر والوں کے پاس صبح اور شام تو ایک صاع خوراک بھی نہیں اور بے شک آپؐ کے نو گھر تھے۔ (بخاری)

اِهَالَۃٌ: پگھلی ہوئی چربی۔

السَّنِخَۃُ: تغیر والی۔

**تشریح** ۞ درعه: بخاری کی دوسری روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے وہ آپ کی زرہوں میں سے کوئی سی زرہ تھی وہ

نہیں تھی جس کی آپ کو پہننے کی عادت مبارکہ تھی "بشعیر" بامقابلہ کے لئے ہے۔ سیہ بھی ہوسکتی ہے اس وقت تقدیر مضاف کی حاجت نہیں۔ ای بسبب الشعیر الذی شراہ نسیۃً۔ اس جو کے بدلے جو آپ ﷺ نے ادھار کئے تھے۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ احمد نے انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ "لقد دعی نبی اکرم ﷺ ذات یوم علی خبز شعیر واھالۃ سنخۃ" اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسؓ کے ذریعہ یہودی نے آپ کو یہ دعوت دی۔ اسی وجہ سے روایت کے الفاظ "مشیت الیہ" یہ اس طرح نہیں جیسا ظاہر سے معلوم ہو رہا ہے۔ (فتح الباری) واھالہ سنخۃ شیخ زکریا کہتے ہیں کہ ایک روایت میں زنخہ کا لفظ ہے۔

ایک نصیحت: آپ ﷺ مشتبہات سے سخت اعراض فرمانے والے تھے اور حاجت کو پورا کرنے کے لیے ایسی معمولی خوراک پر اکتفاء فرما لیتے (سبحان اللہ) "ولقد سمعتہ" ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ کلام انسؓ کا ہے اور ہ ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے اس کو قتادہ کا کلام بتانا درست نہیں۔ اس لیے کہ احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے انسؓ سے اس طرح روایت نقل کی ہے: "ولقد سمعت رسول اللہ ﷺ یقول والذی نفس محمد بیدہ" پھر روایت شروع کی (اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ انسؓ کا کلام ہے) "یقول"

یہ بات آپ ﷺ نے اہل فقر وحاجت کو تسلی دینے کے لیے فرمایا: "ما اصبح" "لآل محمد" یہاں لام عند کے معنی میں ہے۔ جیسا اس ارشاد میں: "اقم الصلاۃ لدلوک الشمس" "ای عند دلوک الشمس" بخاری کی یہ روایت اس کی مؤید ہے: "ما امسٰی عند آل محمد صاع بر" الحدیث۔ تحفہ القاری "میں شیخ زکریا کہتے" آل مقحم " ... باقی اس کو ظاہر پر رکھنا بھی درست ہے اور وہ نو گھر تھا: "الا صاع" ایک صاع طعام۔ لیکن بخاری کے باب البیوع میں انسؓ کی روایت: "ماامسی عند ال محمد صاع بر ولا صاع طب"۔

مطابقت روایات: دونوں میں موافقت اس طرح ہے کہ جس میں اثبات ہے اس میں مختلف انواع کے کھانوں کا مل کر صاع کی مقدار کو پہنچنا مذکور ہے۔ غالب کے اعتبار سے ایک طعام کہہ دیا گیا اور جس میں نفی ہے۔ اس میں ایک قسم کے صاع کی مقدار کو پہنچنے کی نفی ہے۔ واللہ اعلم۔

ولا امسٰی: اور ان کی شام بھی اس طرح تھی۔ ابونعیم کی روایت کے مطابق: "ولا امسٰی الا صاع" (المستخرج) یہاں ماقبل کی دلالت سے حذف کر دیا گیا: "والھم لتسعۃ ابیات" "اور وہ نو گھر تھے۔ امہات المؤمنین اور جو ان کے ہاں مہمان ہوتا نحو: یہ جملہ ظرف سے محل حال میں ہے اور حافظ لکھتے ہیں کہ حضرت انسؓ کا اس بات کو ذکر کرنا نعوذ باللہ اکتاہٹ وشکوہ کے طور پر نہ تھا بلکہ دعوت یہودی کو قبول کر لینے کے سلسلہ میں بطور معذرت کہی واللہ اعلم: "اھالہ" "دراصل پگھلی ہوئی چربی زیادہ دیر پڑا رہنے کی وجہ سے اس میں ایک خاص مہک پیدا ہو جاتی ہے اس کو: "سنخہ" کہا جاتا ہے۔ کمال زہد ملاحظہ کرو کہ ذخیرہ نہ ہونے نے اس حد تک پہنچا دیا کہ زرہ کو رہن رکھنے کی ضرورت پڑ گئی۔

**تخریج:** (۵۱۴) اخرجہ البخاری (۲۰۶۹)

**الفرائد:** ① اس زمانے کی اکثر خوراک جو تھے۔ ② آلات الحرب قیمت سے خریدنا درست ہے۔ ③ اہل ذمہ کی ملکیت ثابت ہے۔ ④ مرہونہ چیز کی قیمت میں مرتہن کا قول ہے: "مع ایمین تسلیم" کیا جائے گا۔ (ابن التین)

۵۰۶ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَآءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَّاِمَّا کِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ مِنْهَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ وَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهٗ بِیَدِهٖ کَرَاهِیَةَ اَنْ تُرٰی عَوْرَتُهٗ ' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۵۰۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ستر اہل صفہ کو دیکھا ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جن پر اوڑھنے والی چادر یا تہبند تھا یا اوپر لپٹنے والی چادر۔ جس کو وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے جن میں سے بعض کی چادریں آدھی پنڈلی تک اور بعض کی ٹخنوں تک۔ پس وہ اس کے دونوں اطراف کو اپنے ہاتھ سے اکٹھا کر کے رکھتے اس خطرے سے کہ کہیں ستر نہ ظاہر ہو جائے۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ من اهل الصفة: ان کی تعداد چار سو تک پہنچتی تھی اس لیے: "من تبعیضیه" ہے اداء بدن کے بالائی حصہ کو ڈھانپنے والا کپڑا: "اما ازار وام ك ء" یہ مبتداء اس کی خبر محذوف ہے: "ای لهم" "قد ربطوا" یہاں ضمیر عائدۃ محذوف ہے۔ جس کا مرجع کساء یا ازار ہے: "فی اعناقهم" تاکہ وہ جسم پر برقرار رہ کر ستر عورت قائم رہ سکے: "منها ما یبلغ نصف الساقین" نحو: ھآ کا مرجع: "ازار و اکسیه" ہے مفرد مضاف کی اضافت تثنیہ کی طرف جائز ہے۔ جیسا اس روایت میں: "کان شعره الی انصاف اذنیه" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: فقد صفت قلوبکما" اس میں جمع کی اضافت تثنیہ کی طرف کی گئی ہے: "ساق" یہ مونث ہے۔ اس کی تصغیر: " سویقة " آتی ہے: "المستخرج" ٹخنے، رقدم کے درمیانے حصہ کو کہا جاتا ہے۔ (المصباح): "ومنها ما یبلغ الکعبین" کعب کے متعلق قول ① پنڈلی اور قدم کے جوڑ پر دونوں اطراف میں نکلا ہوا حصہ۔ ہر قدم کے دو کعب دائیں اور بائیں ہوتے ہیں: "ازهری عن اصعی وابو عمرو العلاء" ② ابن الاعرابی خود اس پنڈلی اور قدم کے جوڑ کو کعب کہا۔ ③ شیعہ: قدم کی پشت کا ابھرا ہوا حصہ کعب ہے۔ اس تیسرے قول کی تائید لغت قطعاً نہیں کرتی۔ پہلا قول درست ہے: "فیجمعه بیده کراهیة ان تری عورته" یجمع میں ضمیر ہر ہر فرد کے لحاظ سے ہے اور بطور کی مجموعہ کے لحاظ سے لائی گئی ہے: "کراهیة" یہ یجمع کا مفعول لہ ہے۔ کہ چادر کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے کہ کہیں ستر ظاہر نہ ہو جائے۔

**تخریج**: اخرجه البخاری (۲۰۶۹) و (۲۵۰۸)

**الفوائد** : ① صحابہ کرام کے کمال ایمان اور دنیا سے زہد و بے رغبتی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ② نصرت دین اور تعلق باآخرۃ سے ان کے دل سرشار تھے۔

۵۰۷ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: کَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهٗ لِیْفٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۵۰۷: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک چمڑے کا تھا جس

میں کھجور کا چھلکا بھرا ہوا تھا۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ فراش: جس بستر پر آپ ﷺ آرام فرماتے تھے: "آدم" جمع ادیم رنگی ہوئی کھال: "حشوه" یہ مصدر بمعنی مفعول ہے: "ای محشو" لیف اس کا واحد لیفۃ ہے۔ (الصحاح)۔

**تخریج** : بخاری' احمد ٢٤٢٦٤/٩' ابن حبان ٦٣٦١۔

**الفوائد** : ① دنیا کی لذتوں او تعیشات سے نبوت کی زندگی کس قدر دور تھی۔ ② امور آخرت کی طرف کتنا رجحان تھا۔

۵۰۸ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ جَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْبَرَ الْاَنْصَارِيُّ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "يَا اَخَا الْاَنْصَارِ كَيْفَ اَخِي سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ: صَالِحٌ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ يَّعُوْدُهُ مِنْكُمْ؟ فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ وَنَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَ مَا عَلَيْنَا نِعَالٌ وَّلَا خِفَافٌ وَلَا قَلَانِسُ وَلَا قُمُصٌ نَمْشِيْ فِيْ تِلْكَ السِّبَاخِ حَتّٰى جِئْنَاهُ فَاسْتَاْخَرَ قَوْمُهُ مِنْ حَوْلِهِ حَتّٰى دَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ مَعَهُ – رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۰۸ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اچانک ایک انصاری آدمی آیا پس اس نے آپؐ کو سلام کیا۔ پھر وہ واپس چل دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے انصاری بھائی۔ میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا ٹھیک ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ان کی عیادت کے لئے جائے گا۔ آپؐ اٹھے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم دس سے کچھ زائد تھے۔ ہمارے پاس نہ جوتے' نہ موزے تھے اور نہ ٹوپیاں اور قمیصیں تھیں۔ ہم پتھریلی زمین میں چل رہے تھے یہاں تک کہ ہم ان کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے گھر والے ان کے پاس سے ہٹ گئے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ اور جو ان کے ساتھ تھے وہ ان کے قریب ہو کر بیٹھ گئے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ جلوسًا: یہ جالس کی جمع ہے: "اذجاء رجل من الانصار" اذ بھی مفاجات کے لیے آجاتا ہے۔ اب معنی یہ ہے: "ای وقت مجئی الرجل الانصاری" انصاری آدمی کی آمد کے وقت: "فسلم علیه" اس نے نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا۔

الصباح' الصحاح للجوہری: "یا اخا الا النصار" اے انصار میں سے ایک آنے والے۔ کشاف میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "اذقال لهم اخوهم نوح" یعنی ان میں سے ایک فرد مراد ہے۔ عرب کہتے ہیں: "یا اخابنی تمیم" اور حماسی نے بھی یہی بات کہی ہے۔

لا یسالون اخاهم حین یندبهم فی النائبات علی ما قال برهانا" وہ اپنی میں سے کسی بھی آنے والے مصیبت زدہ سے دلیل مصیبت نہیں مانگتے بلکہ مدد کو پہنچ جاتے ہیں: "کیف اخی" اس آپ کے کمال تواضع اور فضل مزید کی طرف اشارہ ہے اور اس آدمی کے صدق ایمان کا ثبوت اور گویا اس آیت کی طرف اشارہ ہے: "انما المومنون اخوته" صالح یہ مبتداء

محذوف کی خبر ہے۔

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ آنے والے سے اس کے احوال کے علاوہ احباب کے حالات بھی دریافت کیے جائیں۔ایک حدیث میں وارد ہے کہ علیؓ اس صبح کو جس دن آپ کی وفات ہوئی آپ کے ہاں سے نکل کر باہر آئے تو صحابہ کرام نے طبیعت شریف دریافت کی تو انہوں نے کہا خیریت سے ہیں: "اصبح بارئنا بحمد الله "صحت کے ساتھ صبح کی ہے۔اسی طرح یہاں صالح کا مطلب یہ ہے کہ علم ازلی میں جب ان کی صحت مقدر ہے۔یہ ان کی بیماری سے کنایہ ہے اسی وجہ سے آپ ﷺ ان کی عیادت کے لئے روانہ ہوئے۔من یعوده منکم۔اس سے اشارہ معلوم ہوا کہ عیادت سنت کفایہ ہے: "فقام و قمنا معه" بظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ تمام حاضرین مجلس ساتھ گئے: "بضعة" تین سے نو تک بولا جاتا ہے: "نعال" جمع نعل جوتے: "خفاف "جمع خف' موزے جیسے کتاب یعنی ہم ننگے پاؤں تھے: "ولا قلانس "جمع قلنسوة" اس میں واؤ اور نون زائد ہیں کسی ایک کے حذف کا بھی اختیار ہے۔واؤ کے حذف سے" قلانس "اور نون واو کے حذف سے قلاس ہو جائے گا۔کبھی یہ واؤ ماقبل کسرہ سے یا بن جاتی ہے: "قلنسية" (الحجوهری) قمص جمع قمیص اس کی جمع قمصان بھی آتی ہے۔نحو: یہ خبر بعد خبر ہے۔السباخ: جمع۔سبخه۔ بروزن تمرة البتہ سبخة بروزن کلمة اس کی جمع کلمات ہے۔کلر والی زمین۔عبارت کے ظاہری مفہوم سے یہ بات سمجھ آ رہی ہے کہ آپ ﷺ بھی اسی کیفیت میں تھے اسی اقتداء میں صحابہ کرام بھی ان چیزوں سے اعراض کرنے والے تھے جو زائد از حاجت تھیں: قومه خزرج کے احباب یا انصار اصحابه سے مراد وہ ہیں جو آپ کے ساتھ آئے تھے۔الحجوهری: تاکہ مریض مانوس ہو۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (٩٢٥)

**الفوائد:** ① عیادۃ مریض سنت ہے فاضل مفضول کی عیادت کے لیے جائے تو اس کی خوش نصیبی ہے۔② تکلفات سے آپ ﷺ اور صحابہ کرام کی زندگی کس قدر پاک تھی۔

٥٠٩ : وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ : "خَيْرُكُمْ قَرْنِي ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" قَالَ عِمْرَانُ : فَمَا اَدْرِيْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ، ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ ، وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يُوْفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

٥٠٩: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے۔حضرت عمران کہنے لگے کہ مجھے معلوم نہیں کہ آنحضرتؐ نے یہ دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ فرمایا۔اس کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی طلب کرنے کے بغیر ہی گواہی دیں گے اور خیانت کریں گے اور امانت دار نہ ہوں گے اور نذریں مانیں گے اور ان کو پورا نہیں کریں گے۔ان میں موٹاپا غالب ہو جائے گا۔(بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ **خیر کھم** تمام امت کو خطاب ہے ان کا لفظ یہاں حذف کر دیا گیا' مسلم کی روایت میں ثابت ہے۔ قرنی کی دادقرنی مسلم کی دوسری روایت میں :''خیر الناس قرنی'' کے الفاظ وارد ہیں حدیث باب کا یہی مفہوم ہے **القرآن** ایک زمانے کے لوگ جو کسی مقصودی معاملے میں شریک ہوں درست قول یہ ہے کہ اس کی کوئی مدت مقرر نہ کی جائے بلکہ اس طرح کہا جائے کہ آپ ﷺ کا قرن وہ صحابہ کرام ہیں اور یہ بعثت سے لے کر آخری صحابی کی وفات ۱۲۰ھ تک رہا۔ (التوشیح لسیوطی)

**ثم الذین یلونھم** پھر تابعین کا زمانہ ہے۔ یہ ۱۰۰ھ سے تقریباً ستر سال تک ہے۔

**ثم الذین یلونھم** یہ تبع تابعین ہیں ۱۷۰ھ سے ۲۲۰ھ تک ہے۔

اس وقت سے بدعات کھلے طور پر ظاہر ہونے لگیں۔ ایک طرف معتزلہ نے اپنی زبانوں کو بے لگام کر دیا تو دوسری طرف فلاسفہ نے سر اٹھائے اور اہل علم کو خلق قرآن کے ابتداء میں ڈالا گیا۔ حالات میں شدید تغیر پیدا ہوا اور اس وقت سے معاملہ نیچے جا رہا ہے۔

نووی فرماتے ہیں قرنی سے مراد اس تمام قرن کی فضیلت دوسری قرن کے مقابلہ میں ہے۔ اس سے انبیاء پر فضیلت یا ہر عورت کا مریم و آسیہ سلام اللہ علیہما سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ قول عیاض نے مغیرہ سے نقل کیا کہ قرنی سے صحابہ کرام کا زمانہ اور یلونھم سے ان کے ابناء اور دوسرے **یلونھم** سے ابناء الابناء کا زمانہ مراد ہے۔

قول سہل یہ ہے کہ آپ کا قرن اس وقت باقی ہے جب تک وہ ایک آنکھ باقی ہے۔ جس نے آپ کو ایمان سے دیکھا۔ دوسرا قرن اس وقت تک باقی جب ایک صحابی کو دیکھنے والی آنکھ باقی ہے اور تیسرا قرن جب تابعین کو دیکھنے والی ایک آنکھ باقی ہے۔

**قال عمران** یہ کسی راوی کا کلام ہے ممکن ہے خود حضرت عمران نے آپ کو اس طرح تعبیر کر کے ذکر کیا جیسا کئی مقامات پر ایسا وادر ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے :''**ثم الذین یلونھم**'' دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ فرمایا قرن رابع کو شرف اس لیے ملا ہے کہ اس میں بڑے بڑے ائمہ کرام ہوئے جنہوں نے دین کی مدد کی اور اس پر ہونے والے حملوں کا دفاع کیا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکالیف پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کیا مثلاً احمد بن حنبل اور ان کے ہم عصر :''**بعد ھم**'' یہ قرون جن کی خیریت کی گواہی دی گئی ان کے بعد آنے والے زمانوں کے لوگ مراد ہیں :''**قوم یشھدون ولا یستشھدون**'' شرح مسلم میں نووی کہتے ہیں یہ اس روایت کے خلاف نہیں جس میں اچھے گواہوں کے متعلق فرمایا :''**خیر الشھو والذی یأتی بالشھادۃ قبل ان یسال عنھا**'' کیونکہ حدیث باب سے مراد صاحب حق کے لیے حاکم کے ہاں اس کے مطالبہ سے پہلے گواہی دینا ہے۔ ⓶ جھوٹے گواہ پر گواہی دینا ⓷ ایسے گواہ بنانا جو اہل شہادت سے نہ ہوں۔ ⓸ کسی قوم کے متعلق یہ گواہی دینا کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی بغیر کسی چیز پر دارومدار کے یہ کمزور بات ہے :''**خیر الشھود**'' والی روایت کا مطلب یہ ہے کہ صاحب معاملہ کو بتلا دے کہ تیرے معاملہ کا میں گواہ ہوں۔

**ویخونون ولا یؤتمنون** یعنی وہ کھلی خیانت کریں گے کہ اس کے بعد ان میں امامت کا نام ونشان بھی نہ رہے گا۔ اگر کوئی معمولی سی چیز کہیں ایک مرتبہ لے لے تو وہ اہل امانت سے نہ نکلے گا۔ (نووی) **نحو** جملہ منفیہ محل حال میں ہے۔ خیانت ان

کی طبیعت ثانیہ ہے۔ان پر کسی وقت بھی اطمینان نہیں ہوسکتا خواہ کوئی چیز انہیں ملے یا نہ ملے۔ واللہ اعلم: "ینذرون" اس "ینذرون" (ضرب نصر) دونوں لغات ہیں: ولا یصرفون یہ لایفون بھی وارد ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہے۔(نووی) المسمن کرث لم۔ اگر خلقی ہو تو حرج نہیں "کسبی کثرت اکل و شرب" والا مراد ہے۔ بعض نے جمع اموال بعض نے کثرت دعاوی مراد لیے ہیں۔

**تخریج**: أخرجه البخاري (٢٦٥١) و مسلم (٢٥٣٥) والنسائي (٣٨١٨)

**الفرائد**: ① معجزہ نبوت ہے کہ جن باتوں کی خبر دی اسی طرح واقع ہوئیں ② صحابہ تابعین تبع تابعین کی افرادی اعتبار سے تمام امت پر فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔(جمہور)۔

٥١٠ : وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :"یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ اِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّكَ وَاِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَّكَ ، وَلَا تُلَامُ عَلٰی كَفَافٍ ، وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۵۱۰:حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے آدم کے بیٹے اگر تو زائد مال کو خرچ کرے گا تو وہ تیرے لئے بہت بہتر ہوگا اور اگر تو روک کر رکھے گا تو وہ تیرے لئے بہت برا ہوگا اور گزارے کے مال پر تمہیں ملامت نہ کی جائے گی۔تم مال خرچ کرنے کی ابتداء ان سے کرو جن کے خرچ کی ذمہ داری تم پر ہے۔(ترمذی) اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ ان تبذل الفضل :تیرا زائد مال خرچ کرنا:"فضل" جو مال عادی ضروریات سے وافر ہو: خیر لك" تاکہ اس کا پھل تیرے لئے باقی رہے۔ یہ مصدر بھی ہوسکتا ہے۔ان تمسکه شر لك :اس کا روک لینا تیرے لیے برا ہے کیونکہ بسا اوقات تو اس کے واجب حقوق ادا نہیں کرتا اور بسا اوقات اس سے تیرا دل مشغول ہوجاتا ہے جو کہ نگاہ رب العالمین کا محل ہے:"ولا تلام" یہ مجہول ہے۔شرع کی طرف سے تم پر عتاب نہ ہوگا:"علی کفاف" کفاف کھانے پینے اور لباس مسکن خدام میں سے جو ضرورت کے مطابق ہوں۔

قرطبی کہتے ہیں کفاف وہ ہے جو حاجات سے روک دے ضروریات اور ماتوں کو دھکیل دے اور خوش عیش لوگوں سے وہ نہ ملے۔فقر و غنی میں سے ہر ایک کی برائی سے بچنے کے لیے یہ بہترین حالت ہے:"بما تعول "ما" موصولہ یا مصدریہ ہے۔تعول سے مراد جن کی اعانت کی ذمہ داری تم پر ہے مثلاً زوجہ اصل فرع میں محتاج خادم وغیرہ۔

**تخریج** : ترمذی فی الزهد مسلم فی الزکاۃ احمد ۸/۲۲۳۲۸۔

**الفرائد** : ① کفاف کے علاوہ زائد کا خرچ دینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔② امور شرعیہ اہم پھر اس سے کم اہم کا لحاظ رکھ کر اہل وعیال اور جن کا خرچہ اس کے ذمہ ہے ان پر خرچ کیا جائے۔

۵۱۱ :وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحْصِنٍ الْأَنْصَارِيِّ الْخَطْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ مُعَافًى فِيْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَا فِيْرِهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"سِرْبِهٖ" بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ اَيْ نَفْسِهٖ ' وَقِيْلَ قَوْمِهٖ۔

۵۱۱: حضرت عبیداللہ بن محصن انصاری خطمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنی قوم میں اس حال میں صبح کرے کہ وہ امن سے ہو اور تندرست ہو اور اس کے پاس اس دن کی خوراک موجود ہو تو گویا اس کے لئے تمام دنیا تمام ساز وسامان کے ساتھ جمع کر دی گئی ہے۔ (ترمذی) اور اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

سِرْبِهٖ :اپنی ذات یا قوم۔

**تشریح** ۞ **عبید اللہ بن محصن انصاری** انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا۔ عبد البر کہتے ہیں کہ بعض نے ان کی روایت کو مرسل قرار دیا جب کہ دوسروں سے مسند مانا ہے۔ ان سے ابو سلمہ نے بھی روایت لی ہے۔ (اسد الغابہ) :"**منکم**" آپ ﷺ کا ایک کو حکم ہو وہ بھی تمام ہی کو ہوتا ہے :آمنا" یعنی دشمن سے امن کی حالت میں ہو :"**فی سربہ**" فتحہ سے ہو تو راستہ اور کسرہ سے قوم اپنے میں اپنی جان اور اہل و مال پر عافیت ہو :"**معافی فی الجسد**" امراض سے بچا ہوا ہو۔ کیونکہ بیماری کی وجہ سے آدمی اچھی حالت اور انعامات امن و وسعت سب کو بھول جاتا ہے :"**قوت یومہ**" کھانے پینے اور اس دن کی دیگر ضروریات :"**حیزت**" جمع کر دی گئی :"**حذافیرھا**" تمام اطراف سمیت یعنی گویا اسے تمام دنیا مل گئی (المصباح) اسد الغابہ المصباح۔

**تخریج** : بخاری فی الادب المفرد ، ۳۰۰ عبید اللہ بن محصن مجہول ہے ترمذی ابن ماجہ ابن حبان ۶۷۱ حلیہ ۵/۲۴۹ فی سندہ ضعف طبرانی فی الاوسط ۱۸۴۹۔

**الفرائد** : ① قناعت اور موجود پر اکتفاء کا حکم دیا کیونکہ :"رزاق حی لایموت" ہے۔

۵۱۲ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَكَانَ رِزْقُهٗ كَفَافًا وَّقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۱۲: حضرت عبداللہ بن عمر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اسلام لایا وہ کامیاب ہو گیا اور اس کا رزق بقدر کفایت ملتا رہا اور اللہ نے اس کو جو دیا اس پر قناعت فرمائی۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **قد افلح** الفلاح کامیابی بقاء فتح مند ہونا :"**من اسلم**" مطلق سے کامل مراد ہوتا ہے پس کامل اخلاص والا اسلام مراد ہے اور پہلے ذکر کی وجہ یہی ہے کہ اسی پر تمام صالح اعمال کی بنیاد ہے "**کفافا**" بقدر ضرورت ہے کہ اس سے کچھ بچتا نہیں۔ بقول نووی نہ حاجات سے کچھ بچے نہ اس سے کوئی حاجت بچے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفاف فقر وغنی دونوں سے

بہتر ہے: "قنعه" اس کو قناعت نصیب کی۔ شاید مضاعف کا باب اس مبالغہ کے اظہار کے لیے لایا گیا ہو یہ وصف انسانی طبع سے بعید تو ضرور ہے مگر جو اس کا قصد کرتا ہے تو اسے اس سلسلہ میں مبالغے کی ضرورت ہوگی کیونکہ انسانی طبیعت تو مال کی حرص کی طرف مائل ہونے والی ہے۔ سوائے اس انسان کے جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے اور وہ لوگ بہت ہی کم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے مخفی الطاف سے قانع بنادیں گے: "بما آتاه" جو کفاف اس کو عنایت کیا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس کو یہ مل جائے اس نے دارین کی مرغوب چیز پالی۔

**تخریج**: مسلم ۲۴۸۳/۲ ترمذی ابن ماجہ ابن حبان ۶۷۰ بیہقی ۱۹۶/۴۔

**الفوائد**: ① جس کو اسلام کے بعد کفاف میسر ہو اور وہ اس پر راضی وخوش ہو تو وہ طوبیٰ کا حقدار ہے۔

۵۱۳ : وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ فَضَالَةَ ابْنِ عُبَیْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: طُوْبٰی لِمَنْ ھُدِیَ لِلْاِسْلَامِ وَکَانَ عَیْشُہٗ کَفَافًا وَّقَنِعَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۵۱۳: حضرت ابو محمد فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس آدمی کو خوشخبری ہو جس کو اسلام کی طرف ہدایت ملی اور اس کا گزر اوقات مناسب ہے اور وہ قناعت کرنے والا ہے۔ ترمذی اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح**: ابو محمد فضالہ بن عبید انصاریؓ: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن قیس بن صہیب بن الاصرم بن جحجب ابن کلفۃ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس انصاری العمریؓ یہ احد میں پہلی مرتبہ نبی اکرم ﷺ اور احد کے بعد کے تمام غزوات میں شرکت کی۔ فتح مصر میں موجود تھے۔ دمشق میں رہائش اختیار کی اور حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے وہاں کے قاضی رہے ان کو رومیوں کے خلاف لڑائیوں میں امیر بنایا گیا۔ نبی اکرم ﷺ سے پچاس روایات مروی ہیں۔ مسلم نے دو روایات نقل کی ہیں انہوں نے دمشق میں وفات پائی۔ باب الصغیر کے پاس ۵۳ھ میں دفن ہوئے۔ بعض نے ۶۹ھ کہا۔ پہلا قول درست ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ امیر معاویہؓ ان کی چارپائی کو اٹھائے ہوئے اپنے بیٹے کو کہہ رہے تھے اے بیٹے اس کو اٹھانے میں میری معاونت کرو۔ اس جیسے انسان کی نعش اٹھانے کا آج کے بعد موقعہ نہ ملے گا۔ امیر معاویہ کی وفات ۶۰ھ میں ہوئی: "طوبی" بعض نے کہا یہ طیب سے بنا ہے۔ یعنی اچھی پاکیزہ زندگی بعض نے کہا اچھائی بعض نے کہا بھلائی۔ اس کی اصل طیبی ہے۔ یا کو ضمہ کے قرب کی وجہ سے واؤ سے بدل دیا: "ھدی" یہاں لام کے ساتھ متعدی ہونے کی وجہ سے اوصل کے معنی میں ہے و کان عیشہ کفافاو قنع" یہ دونوں جملے صلہ پر معطوف ہیں ② ھدی کے نائب فاعل سے محل حال میں بھی ہو سکتے ہیں۔

**تخریج**: ترمذی ابن حبان حاکم ۹۸/۱ مسند قضاعی ۶۱۶ احمد ۲۳۹۹۹/۹ طبرانی فی الکبیر ۱۸/۷۸۶۱۔

**الفوائد**: ① جو آدمی رزق حاضر پر راضی ہونے اور ایمان کے ساتھ عمل صالحہ اختیار کرنے والا ہو وہ کل قیامت کے دن عمدہ زندگی کا حق دار ہوگا۔

۵۱۴ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا وَّاَهْلُهُ لَا يَجِدُوْنَ عَشَآءً، وَّكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۵۱۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن متواتر بھوکے گزار دیتے تھے اور آپ ؐ کے گھر والوں کو بھی شام کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا اور آپ ؐ کی اکثر روٹی جو کی روٹی ہوتی تھی۔ ترمذی اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ المتتابعة: پدر پے "طاویا" باب سے مناسبت خبر کے اسی حصہ سے ہے: "طوی یطوی فهو طاوی" وہ خالی پیٹ والا ہے اس نے نہیں کھایا: "واهله لایجدون عشاء" واو مصاحبت کے لیے ہے عشاء وہ کھانا جو عشاء کے وقت کھایا جائے زوال کے بعد سے تمام رات کو عشی کہتے ہیں **نحو** : یہ جملہ مستانفہ ہے جو ان کے بھوکے رہنے کے مقتضی کو بیان کرتا ہے: "وقد كان اكثر خبز هم الشعير" گندم کی روٹی تو درکنار جو تک بھی نہ ہوتے تھے۔ نفیس خوراک تو بعد کی بات ہے۔ **نحو** : قد مضمر مان لیں تو یہ جملہ حالیہ ماقبل پر معطوف ہے۔

**تخریج** : ترمذی ابن ماجه (جامع صغیر) مسلم' احمد ۲۳۰۳/۱' ابن حمید ۵۹۲' طبرانی ۱۱۹۰۰۔

**الفرائد** : اللہ تعالیٰ کی راہ میں آپ کس قدر بھوک و فقر برداشت کرتے تھے۔ اہل بیت رسول رضائے الٰہی کی کس قدر طمع رکھنے والے تھے۔

۵۱۵ : وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِالنَّاسِ يَخِرُّ رِجَالٌ مِّنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ – وَهُمْ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتّٰى يَقُوْلَ الْاَعْرَابُ : هٰؤُلَآءِ مَجَانِيْنُ فَاِذَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ انْصَرَفَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ : "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَالَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَاَحْبَبْتُمْ اَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَّحَاجَةً" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔

"الْخَصَاصَةُ" اَلْفَاقَةُ وَالْجُوْعُ الشَّدِيْدُ۔

۵۱۵: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو بعض لوگ قیام میں بھوک کی وجہ سے گر پڑتے اور وہ اصحاب صفہ میں سے ہوتے۔ یہاں تک کہ بعض دیہاتی یہ کہتے تھے کہ یہ پاگل ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کر ان کی طرف منہ پھیرتے تو فرماتے اگر تم جان لو جو اللہ کے ہاں تمہارے ملنے بدلہ ہے تم پسند کرتے کہ تم اس سے بھی زیادہ فاقے اور حاجت میں مبتلا ہوتے۔ (ترمذی)

اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اَلْخَصَاصَةُ: فاقہ اور بھوک۔

**تشریح** : اذا صلی بالناس لوگوں کو نماز پڑھانے کے وقت میں نحو: اذا شرط کا معنی دیتا ہے اور صرف شعر میں جزم دیتا ہے۔"یخر رجال قامتهم فی الصلاۃ من الخصاصۃ" نحو: یہ جملہ جواب شرط ہے۔یخر گرنے کے معنی میں ہے من "ابتدائیہ" ہے۔مطلب یہ ہے کچھ نماز میں کھڑے ہوتے ہی بھوک سے گر پڑتے "وهم اصحاب الصفۃ" نحو: یہ یخر کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے تاکہ فاعل کا خاص وصف بیان کرے۔یعنی وہ اس حال میں کہ اصحاب صفہ تھے حتی یقول الاعراب هولا مجانین "حتی" یہ غایت محذوف ہے۔یعنی وہ لوگ متعجب ہوتے جو اس کا سبب نہ جانتے تھے یہاں تک کہ اس وقت موجود دیہاتی یہ وہم کرتے یہ جنون کے دورے سے گرتے ہیں۔

**هولا مجانین** یہ جملہ خبریہ ہے۔② استفہامیہ بن سکتا ہے جب کہ ہمزہ مقدر مانیں بہر صورت حکایت ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔یعنی ان کے گرنے کی اور وجہ نہیں عام مجمع کے سامنے یہ مجنونوں والی حالت تھی۔اسی وجہ سے انہوں نے یہ خیال باندھا یا ان کے متعلق اس طرح کی دریافت کی۔"فاذا صلی ﷺ انصرف الیهم" جب نماز سلام سے مکمل ہو جاتی تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوتے فقال لو تعلمون ما لکم عند الله "تو آپ ان تک پہنچے کے بعد تسلی کے لیے فرماتے اگر تم وہ بیشمار نعمتیں جان لیتے جو کسی نے نہ دیکھی اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گزرا ہے۔

**مسئلہ** : اس سے بارگاہ الٰہی میں ان کا مقام و مرتبہ کمال ایمان حسن مجاہدہ ثابت ہوتا ہے۔آپ ان کو اس لیے حوصلہ دلاتے کیونکہ آپ ہی ان کو اس پر آمادہ کرنے والے تھے۔

**لاحببتم ان تزدادو افاقۃ و حاجۃ** ان کو اس بات پر آمادہ کیا تاکہ وہ اس سے روشنی حاصل کرنے پر آنے والی تکالیف پر صبر کریں اور قابل اجر چیزوں پر خوب محنت کریں۔کیونکہ بدلہ تو اس پر اٹھائی جانے والی تکالیف پر کمی و بیشی کے لحاظ سے ہوگا۔⊙ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ تکالیف آرہی تھیں ان کو انہوں نے میٹھا سمجھا کیونکہ وہ کمال معرفت رکھتے تھے اور نعمتوں کو انہوں نے مہربان آقا کی طرف سے آنے والا خیال کیا۔ذاتی لحاظ سے نہیں کہ وہ خود پسندی میں مبتلا ہوتے خواہ جس بھی کا م پر وہ رحمت تجلی ذاتی یا جس انداز سے ذاتی۔کسی شاعر نے کہا ہے ۔

اذا اما رایت الله فی الکل فاعلاً ☆ رایت جمیع الکائنات ملاحا

**تخریج** : ترمذی فی الزهد' ابن حبان ۷۲۴' طبرانی فی الکبیر ۱۸/۷۹۸' حلیہ ۲/۱۷' احمد ۹/۲۳۹۹۳۔

**الفرائد** : ① اصحاب صفہ کے فاقہ' ضعف اور سخت بھوک برداشت کرنے کے باوجود دین پر ثابت قدمی اور عدم سوال ان کی عظمت کے ستارے کو بلندی پر چمکا رہا ہے۔⊙ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے ایمان و مجاہدہ کی قبولیت معلوم ہوتی ہے۔

۵۱۶ : وَعَنْ اَبِیْ کَرِیْمَةَ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِیْ کَرِبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : مَا مَلَاَ اٰدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ فَاِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفْسِهِ ' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"اُکُلَاتٌ": اَیْ لُقَمٌ۔

۵۱۶: حضرت ابوکریمہ مقداد بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کسی آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے زیادہ بُرا نہیں بھرا۔ ابن آدم کے لئے اتنے ہی لقمے کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا کردیں اور اگر زیادہ ہی کھانا ضروری ہو تو تیسرا حصہ کھانے کے لئے' تیسرا پینے کے لئے اور تیسرا سانس کے لئے (ترمذی)

اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اُکُلَاتٌ: چند لقمے۔

**تشریح** ۞ مقداد بن معدیکربؓ: ان کے حالات گزرے۔ باب فضل الحب فی اللہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

**ماملا آدمی**: آدمی یہ آدم علیہ السلام کی طرف نسبت ہے۔ مراد کوئی انسان۔

**وعاء شرا من بطنه**: طیبیؒ کہتے ہیں ابن اقبرس نے ذکر کیا کہ یہاں پیٹ بمنزلہ برتن قرار دیا اور یہ اس کی تذلیل کے لیے کہا گیا۔ پھر مزید بدترین برتن قرار دیا کیونکہ وہ برتن اسی لیے استعمال ہوتے ہیں جس کے لئے ان کو بنایا گیا ہے۔ مگر پیٹ کو اس لئے بنایا گیا تاکہ اس سے پشت سیدھی رہ سکے۔ اس کو بھرنے سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ خواہ وہ فساد دینی ہو یا دنیوی۔ پس یہ اس وجہ سے برا برتن بن گیا۔

**ایک سوال**: جب شر اسم تفضیل ہے تو کس کے مقابلے میں اس کو شر کہا گیا؟

**جواب**: برتنوں کا پُر کرنا دو حال سے خالی نہیں۔ ① دنیا کی طمع کے لیے۔ ② حرص کی غرض سے ہو یہ دونوں بری ہیں۔

بحسب ابن آدم: حسب کا معنی کافی ہونا۔ با زائدہ ہے جو مبتداء پر آ رہی ہے: "اکلات" یہ اکلة" کی جمع لقمہ۔ یعنی چند لقمے جس سے بھوک کا ازالہ ہو: "یقمن صلبه" نحو یہ جملہ "اکلات" کی صفت ہے۔ ② سبب کفایت کو بیان کرنے کے لیے مستانفہ بھی ہوسکتا ہے: "فان کان لا محاله" لا محاله لازم کے معنی میں ہے جیسا کہتے ہیں الموت آت لا محالة" (الصحاح) اگر زیادہ چاہت ہو تو تیسرا حصہ "فثلث لطعامه" ابن اقبرس کہتے ہیں نفس پر قابو رکھنے کے لیے تیسرے حصے کی مقدار کھائے حکایت: کسریٰ نے ایک طبیب سے پوچھا۔ ① وہ کونسی بیماری ہے جس کا علاج نہیں؟ تو اس نے کہا کھانے پر کھانا۔ اسی چیز نے مخلوق کو فنا کے گھاٹ اتارا اور مخلوق کے ساتویں حصہ کو قتل کر ڈالا۔ ② اس نے کہا بچنے کا راستہ کیا ہے؟ طبیب نے کہا ہر چیز میں میانہ روی۔ جب وہ مقدار سے زیادہ کھائے گا تو روح پر تنگی پیش آئے گی۔

**تخریج**: احمد ۱۷۱۸۶/۶' ترمذی' نسائی فی الکبری ۶۷۶۹/۴' ابن حبان ۶۷۲' حاکم ۷۱۳۹/۴' طبرانی الکبیر ۲۴۴/۲۰' مسند القضاعی ۱۳۴۰' ابن ماجه۔

**الفرائد**: ① اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر پختگی کے لیے اتنا کھانا کافی ہے جس سے اس کی صلب سیدھی ہو سکے۔ اگر اس سے بڑھے تو ثلث بطن کا خیال رکھے۔

۵۱۷: وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِیِّ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذَكَرَ اَصْحَابُ

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَوْمًا عِنْدَہُ الدُّنْیَا' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: "اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ" اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ' یَعْنِی التَّقَحُّلَ - رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

"اَلْبَذَاذَةُ" بِالْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالذَّالَیْنِ الْمُعْجَمَتَیْنِ وَهِیَ رَثَاثَةُ الْهَیْئَةِ وَتَرْكُ فَاخِرِ اللِّبَاسِ وَاَمَّا "التَّقَحُّلُ" فَبِالْقَافِ وَالْحَآءِ: قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: اَلْمُتَقَحِّلُ هُوَ الرَّجُلُ الْیَابِسُ الْجِلْدِ مِنْ خُشُوْنَةِ الْعَیْشِ وَتَرْكِ التَّرَفُّهِ۔

۵۱۷: حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دنیا کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سنتے نہیں ہو؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ بے شک سادگی ایمان کا حصہ ہے' بے شک سادگی ایمان کا حصہ ہے یعنی تکلفات کو چھوڑنا۔ (ابوداؤد)

اَلْبَذَاذَةُ : پراگندہ حال اور قیمتی لباس کا چھوڑنا۔

اَلتَّقَحُّلُ : اس آدمی کو کہتے ہیں کہ تنگ دستی اور خوش عیشی کو چھوڑنے کی وجہ سے جس کا چمڑا سوکھا ہوا ہو اور کم کھانے کی وجہ سے چہرہ جھریوں والا ہو جائے۔

**تشریح** ۞ عن ابی امامۃ ایاس بن ثعلبۃ: الانصاری الحارثیؓ ان کا نام ایاس ہے (الاصابہ) امام احمد نے ان کا نام عبداللہ بتایا۔ بعض نے ثعلبہ بن سہل' بعض نے ابوعبدالرحمان جب کہ دوسروں نے ابوعمر۔ ان کا درست نام ایاس ہی ہے۔ والد کا نام ثعلبہ ہے۔ الحارثی انصاری یہ حارث بن خزرج کی اولاد سے ہیں جو کہ ان کے اجداد سے ہیں۔ بعض نے کہا یہ بلوی ہیں جو کہ بنی حارثہ کے حلیف ہیں اور وہ ابو بردہ بن نیار کے بھانجے ہیں۔ رضی اللہ ان کی وفات اس وقت ہوئی جب آپ احد سے واپس لوٹ رہے تھے۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھی اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ ان سے جس نے روایت لی ہے وہ مرسل روایت ہے کیونکہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو نہیں پایا۔ اسی طرح محمود بن ربیع کی روایت ہے ان کی ولادت تو ان کی وفات سے پہلے ہوئی مگر یہ احد میں شہید ہو گئے۔ مگر زیادہ درست بات یہ ہے کہ ان کی وفات اس وقت نہیں ہوئی بلکہ بدر سے واپسی کے موقعہ پر پیش آئی۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کو واپس لوٹا دیا یہ لوٹ کر آئے تو ان کی والدہ کی وفات ہو چکی تھی۔ نماز جنازہ پڑھی اور بدر میں شریک نہ ہوئے۔ احد میں ان کے شہید نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ مسلم نے عبداللہ بن کعب کے واسطہ سے یہ روایت نقل کی ہے: "من اقتطع حق مسلم بیمینہ" اگر یہ منقطع روایت ہوتی تو عبداللہ کی روایت مسلم میں نہ لائی جاتی ان سے اور روایات بھی وارد ہیں جن میں سے دو احادیث مزی نے اطراف میں نقل کی ہیں ایک اس باب والی روایت' دوسری مسلم والی روایت اور اصابہ میں کہا گیا کہ نبی اکرم ﷺ سے انہوں نے کئی روایات نقل کی ہیں۔ ان میں بعض کو مسلم اور اصحاب سنن نے ذکر کیا مسلم نے منفرد طور پر حدیث السارق کلام ذکر کی (اسد الغابہ) وہ نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے عندہ سے مراد نبی اقدس ﷺ ہیں اگرچہ غائب ضمیر غالب استعمال کے خلاف ہے "الدنیا" دنیا اور اس کی زینت وخوش حالی کا ذکر کیا: الاتسمعون الا" یہ حرف سامع کو خبردار کرنے کے لئے آتا ہے آپ ﷺ نے اس سے مخاطب

فرمایا اگرچہ آپ جانتے تھے کہ وہ بات کو سن رہے اور آپ کی فوراً اطاعت کرنے والے ہیں۔ پھر آپ نے بات کا اعادہ فرمایا اور ان سے تاکید لائے کیونکہ نصیحت کا بلیغ انداز یہی ہے: "البذاذة من الایمان" لباس کی سادگی کمال ایمان ہے جو دل میں جڑ پکڑنے والا ہے۔ زید بن وہب کہتے ہیں۔ میں نے عمر بن خطابؓ کو دیکھا کہ آپ بازار کی طرف نکلے آپ کے ہاتھ میں درہ تھا۔ آپ نے ایک چادر باندھ رکھی تھی جس میں چمڑے کے چودہ پیوند تھے۔ اسی طرح علیؓ کو کسی نے کہا آپ پیوند والی ازار پہنتے ہیں آپ نے فرمایا: "یقتدی به المؤمن ویخشع له القلب" مؤمن اس چیز کی پیروی کرتا ہے اور اس سے دل میں خشیت ہوتی ہے۔

قول عیسیٰ علیہ السلام: ٹھاٹھ والے کپڑے دل میں تکبر پیدا کرتے ہیں سادہ لباس کو ایمان کا حصہ اس لیے کہا گیا کیونکہ اس سے نفس میں تواضع پیدا ہوتی ہے اور اس کی اکڑ ٹوٹتی ہے لیکن یہ ہر ایک میں نہیں بلکہ بعض لوگوں کے ہاں سادہ لباس بھی عمدہ لباس جیسا تکبر پیدا کرتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ کپڑوں میں میانہ روی اختیار کی جائے جیسا کتاب اللباس میں آئے گا۔ ابو داؤد کے بعض نسخوں میں تین مرتبہ تکرار ہے۔ مگر وہ حدیث باب کے خلاف نہیں ہے: "عظیم حکمت" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے لباس میں سادگی کو اختیار فرمایا۔ سلف صالحین نے آپ کی اتباع کی خصوصاً متاخرین صوفیاء نے جب علماء سلف نے دیکھا کہ لوگ زینت ولباس پر فخر کرتے ہیں تو انہوں لباس کی سادگی سے دنیا کی حقارت ان کے سامنے رکھی اور جس چیز کو حق نے عظمت والا بنایا اس کی بڑھائی لوگوں کو بتلائی (ایمان) اب دل سخت ہو گئے اور غفلت پسند لوگوں نے ظاہری بوسیدگی کو حصول دنیا کا ذریعہ بنایا۔ ایسے حالات میں ان لوگوں کی مخالفت ضروری ہے۔ شاذلی کا قول: ابوالحسن شاذلی نے ایک بدہیئت پھٹے کپڑوں والے سے فرمایا۔ میری طرف دیکھو! میری یہ حالت کہتی ہے کہ الحمدللہ اور تمہارا حال کہہ رہا ہے مجھے دنیا لا کر دو: "بذاذة" کا معنی رثاثت ہے۔ رثاثت۔ کپڑے کے کہن پن کو کہتے ہیں۔ رث الشیء: التقحل' یہ قحل الرجل قحلا سے لیا گیا کمزوری سے جس کا چمڑہ ہڈی سے چمٹ جائے۔

**تخریج:** ابو داؤد فی الترجل' ابن ماجه فی الزهد' حمیدی ۳۵۷' حاکم فی الایمان ۱۸/۱' احمد فی الزهد ص ۷' مسند قضاعی' امالی عراقی۔

**الفوائد:** (۱) لباس وہیئت کا تفاخر انسان کو خود پسند بنا دیتا ہے۔ (۲) تواضع' مناسب گزر اوقات کمال ایمان سے ہے۔

۵۱۸ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَمَّرَ عَلَیْنَا اَبَا عُبَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ نَتَلَقّٰی عِیْرًا لِّقُرَیْشٍ وَّزَوَّدَنَا جِرَابًا مِّنْ تَمْرٍ لَّمْ یَجِدْ لَنَا غَیْرَهٗ – فَکَانَ اَبُوْعُبَیْدَةَ یُعْطِیْنَا تَمْرَةً تَمْرَةً – فَقِیْلَ : کَیْفَ کُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِهَا؟ قَالَ نَمَصُّهَا کَمَا یَمَصُّ الصَّبِیُّ ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَیْهَا مِنَ الْمَآءِ فَتَکْفِیْنَا یَوْمَنَا اِلَی اللَّیْلِ ' وَکُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِیِّنَا الْخَبَطَ ثُمَّ نَبُلُّهٗ بِالْمَآءِ فَنَاْکُلُهٗ قَالَ : وَانْطَلَقْنَا عَلٰی سَاحِلِ الْبَحْرِ فَرُفِعَ لَنَا عَلٰی سَاحِلِ الْبَحْرِ کَهَیْئَةِ الْکَثِیْبِ الضَّخْمِ فَاَتَیْنَاهُ فَاِذَا هِیَ دَآبَّةٌ تُدْعَی الْعَنْبَرَ فَقَالَ اَبُوْ عُبَیْدَةَ : مَیْتَةٌ ' ثُمَّ قَالَ : لَا' بَلْ نَحْنُ رُسُلُ

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوْا ، فَاَقَمْنَا عَلَیْهِ شَهْرًا وَّنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ حَتّٰی سَمِنَّا ، وَلَقَدْ رَاَیْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وَقْبِ عَیْنِهٖ بِالْقِلَالِ الدُّهْنَ وَنَقْطَعُ مِنْهُ الْفِدَرَ كَالثَّوْرِ اَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ ، وَلَقَدْ اَخَذَ مِنَّا اَبُوْ عُبَیْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَاَقْعَدَهُمْ فِیْ وَقْبِ عَیْنِهٖ وَاَخَذَ ضِلَعًا مِّنْ اَضْلَاعِهٖ فَاَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ اَعْظَمَ بَعِیْرٍ مَّعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِهٖ وَشَائِقَ ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ اَتَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ: هُوَ رِزْقٌ اَخْرَجَهُ اللّٰهُ لَكُمْ ، فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهٖ شَیْءٌ فَتُطْعِمُوْنَا؟" فَاَرْسَلْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُ فَاَكَلَهٗ – رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْجِرَابُ" : وِعَاءٌ مِّنْ جِلْدٍ مَعْرُوْفٌ ، وَهُوَ بِكَسْرِ الْجِیْمِ وَفَتْحِهَا وَالْكَسْرُ اَفْصَحُ قَوْلُهٗ "نَمَصُّهَا" بِفَتْحِ الْمِیْمِ "وَالْخَبَطُ" وَرَقُ شَجَرٍ مَعْرُوْفٍ تَاْكُلُهُ الْاِبِلُ۔ "وَالْكَثِیْبُ" : التَّلُّ مِنَ الرَّمْلِ وَ "الْوَقْبُ" بِفَتْحِ الْوَاوِ وَاِسْكَانِ الْقَافِ وَبَعْدَهَا بَاءٌ مُّوَحَّدَةٌ وَهُوَ نُقْرَةُ الْعَیْنِ۔ "وَالْقِلَالُ" الْجِرَارُ "الْفِدَرُ" بِكَسْرِ الْفَاءِ وَفَتْحِ الدَّالِ : الْقِطَعُ۔ "رَحَلَ الْبَعِیْرَ" بِتَخْفِیْفِ الْحَاءِ : اَیْ جَعَلَ عَلَیْهِ الرَّحْلَ "الْوَشَائِقُ" بِالشِّیْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالْقَافِ :اللَّحْمُ الَّذِیْ قُطِعَ لِیُقَدَّدَ مِنْهُ ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۵۱۸: حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستے میں بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا۔ ہم قریش کے قافلے کا تعاقب کریں۔ ہمیں ایک تھیلہ کھجوروں کا دیا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز آپؐ کو مہیا نہ ہوئی۔ حضرت ابوعبیدہؓ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے رہے ان سے کہا گیا پھر تم کیسے گزارہ کرتے رہے؟ انہوں نے کہا ہم اس کو چوس لیتے تھے جس طرح بچہ چوستا ہے پھر ہم اس پر پانی پی لیتے تھے۔ پس وہ ہمارے پورے دن سے رات تک کافی ہو جاتا اور ہم لاٹھیوں سے درخت کے پتے جھاڑتے۔ پھر ان کو پانی سے تر کر کے اس کو کھا لیتے تھے۔ ہم چلتے چلتے ساحل سمندر تک پہنچے۔ تو ہمارے سامنے ریت کے ایک بڑے ٹیلے کی طرح ایک چیز ظاہر ہوئی جب ہم اس کے پاس آئے تو وہ جانور تھا جسے عنبر کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا یہ مردار ہے پھر کہا نہیں بلکہ ہم تو اللہ کے رسول کے قاصد ہیں اور اللہ کی راہ میں ہیں اور تم مجبوری تک پہنچ چکے ہو پس تم اس کو کھاؤ۔ پس ہم نے ایک مہینہ اس کے گوشت پر گزارا کیا ہماری تعداد تین سو تھی۔ ہم گوشت کھا کر موٹے ہو گئے اور ہم اس کی آنکھ کے خول سے چربی کے ڈول نکالتے تھے اور بیل کے برابر اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو لیا اور اس کی آنکھ کے ایک گڑھے میں بٹھایا اور اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو پکڑ کر اس کو کھڑا کیا پھر ہم نے اپنے پاس موجود سب سے بڑے اونٹ پر کجاوہ باندھا تو وہ اونٹ اس پسلی کے نیچے سے گزر گیا۔ ہم نے زادِ راہ کے طور پر اس کے گوشت کے ٹکڑے لئے۔ جب ہم مدینہ پہنچے اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تذکرہ کیا آپؐ نے فرمایا وہ رزق تھا جس کو اللہ نے تمہارے لئے نکالا۔ کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے ہے وہ ہمیں بھی کھلاؤ۔ پس ہم نے ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جس کو آپؐ نے تناول فرمایا۔ (مسلم)

اَلْجِرَابُ: چمڑے کا تھیلا۔
نَمُصُّهَا: ہم چوس لیتے۔
اَلْخَبَطُ: مشہور درخت کے پتے جسے اونٹ کھاتا ہے۔
اَلْكَثِيْبُ: ریت کا ٹیلہ۔
اَلْوَقْبُ: آنکھ کا خول یا گڑھا۔
اَلْقِلَالُ: گھڑا۔
اَلْفِدَرُ: ٹکڑا۔
رَحَلَ الْبَعِيْرَ: اونٹ پر کجاوہ ڈالنا۔
اَلْوَشَائِقُ: کھانے کے لئے گوشت کے جو ٹکڑے کئے جائیں انہیں کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

**تشریح** ۞ بعثنا رسول ﷺ: یہ ۸ھ کی بات ہے: "امر علینا ابا عبیدة" ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو ہم پر امیر مقرر فرمایا۔ یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ صحیحین کی روایات اس بات پر متفق ہیں کہ اس سریہ میں ان کو امیر مقرر کیا گیا۔ جن بعض رواۃ نے قیس بن سعد کا امیر بنایا جانا تحریر کیا ہے وہ ان کا گمان ہے اصل قیس کو لشکر کے لیے اونٹ ذبح کرنے پر مقرر کیا گیا تھا۔ اس لیے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ فضیلت والے لوگوں کو امیر بنایا جانا چاہیے: "نتلقی عیراً لقریش" اس میں قافلے اور فوجی دستے کا سبب بیان کیا گیا ہے: "عیر" وہ قافلہ جو گندم اور دیگر اشیاء خوردنی لے جا رہا تھا اس روایت میں قافلے کی تصریح ہے مگر ابن سعد کہتے ہیں اس فوجی دستہ کو جہینہ قبیلے کی ایک شاخ کی طرف بھیجا گیا اور یہ ماہ رجب کی بات ہے۔ ممکن ہے کہ اصل تصد تو جہینہ قبیلہ کی ایک شاخ کا ہو اور راستہ میں قریش کا قافلہ مل گیا اور مسلم کی جابرؓ والی روایت اس کی مؤید ہے: "بعث النبی ﷺ بعثا الی ارض جهينة" پھر انہوں نے قافلہ قریش کے مل جانے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ البتہ ابن سعدؒ کے ذکر کردہ مہینہ میں یہ بات ممکن نہیں کیونکہ رجب ۸ھ صلح کا زمانہ ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ قافلہ کی ملاقات ہوئی اور جہینہ قبیلہ سے ان کی حفاظت کی۔ اسی لیے حدیث میں کہیں مذکور نہیں کہ انہوں نے کسی سے بھی لڑائی کی ہو۔ اگر چہ ایک مقام پر ایک ماہ یا اس سے کچھ زائد قیام رہا: "وزودنا جرابا من تمر لم نجد لنا غيره" کھجور کے ایک تھیلے کے علاوہ ہمارے پاس کوئی زادراہ نہ تھا: "يعطينا تمرة تمرة" یہ اسی محاورے کے مطابق ہے: "ركب القوم دوابهم" یعنی ہر ہر ایک ایک کو ایک ایک کھجور دیتے تھے۔ یہ آخر کے قریب پہنچ کر معاملہ ہوا ورنہ شروع میں بخاری کی روایت کے مطابق: "يقوتنا كل يوم قليلاً قليلاً" تھا۔ پھر "حتى فنى فلم لكن يصيبنا الا تمرة" شروع ہوا مسلم کی روایت میں بھی: "قبضة قبضة" اور پھر: "تمرة تمرة" مذکور ہے۔ پھر زادراہ بالکل ختم ہو گیا تو ابو عبیدہ نے تمام لشکر کو زادراہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ میرا زادراہ ایک کھجور تھی۔

بقول عیاض: ممکن ہے دستر خوان پر فقط انہی کی ایک کھجور ہو۔ ② ممکن ہے یہ وہب بن کیسان کا بیان ہو کہ انہوں نے سوال کیا ایک کھجور پر کیسے گزارا ہوتا تھا۔ تو انہوں نے جواب دیا جب وہ بھی نہ رہی تو اس کے موجود ہونے کا احساس ہوا۔

تصنعون بقول بیضاوی یہ "تعملون" سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ صنع کسی کام کو تجربہ تردد اور تحری کے بعد عمدگی سے انجام دینا۔

نمصها: یہ جملہ مستانفہ بیان حال کے لئے ہے۔ من الماء: کچھ پانی پینا۔ "فتكفينا يومنا الى الكيل" اس میں صحابہ

کرام کا زهد فی الدنیا ظاہر ہو رہا ہے اور سخت حالات' بھوک کی زبردست برداشت جھلک رہی ہے۔

معجزہ نبوی: معجزہ نبوت اور کرامت صحابہ کرام: ایک کھجور کھا کر تمام دن بھوک نہ لگتی تھی۔ معلوم ہوا کہ سیر کرنا کھانے کا کام نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کبھی معمولی سے سیر کر دیتا ہے اور کبھی بہت سے کھانے سے سیر نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ کا ارشاد اس روشنی میں سمجھ لیا جائے: "انی اظل عند ربی یطعمنی ویسقینی" اللہ تعالیٰ کھانے اور پینے والے جیسی قوت عنایت فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے ارشاد فرمایا: "الذی اطعمهم من جوع" جبکہ "من تبعیضیة" ہو: "فضرب بعصینا الخبط ثم نبله بالماء" ظاہر سے معلوم ہوتا ہے درخت کے پتے خشک تھے جبھی پانی میں ڈال کر تر کیے جاتے مگر داؤدی نے کہا کہ پتے سبز تھے۔ ان کو مزید نرم کرنے بلکہ مٹی سے صاف کرنے کے لئے پانی میں بھگو دیتے اور کھا لیتے۔ ساحل سمندر کا کنارا: "الکثیب" بروزن قریب ریت کا مستطیل و محدودب ٹیلہ۔ نحو ① رفع فعل مجہول دونوں ظروف میں سے کوئی بھی باب فاعل بن سکتا ہے۔ دونوں ظرف حال متداخل ہیں۔ ② حال مترادف ہیں: "الضخم" بڑا "دابه تدعی" یہ فعل مجہول ہے اور اس کی تانیث دابة کی وجہ سے لائی گئی ہے۔ عنبر کی تحقیق: "العنبر" یہ سمندری مچھلی ہے جس کے چمڑے سے ڈھالیں بھی بنتی تھیں۔ بعض کہتے ہیں عنبر اسی کے پیٹ سے نکلنے والا مواد ہے۔

ابن سینا کہتے ہیں: عنبر تو سمندر سے نکلتا ہے۔ البتہ ان مچھلوں کے پیٹ میں بھی پایا جاتا ہے جو اس کو نگل لیتی ہیں: "ماوردی نے امام شافعی سے نقل کیا کہ میں نے خود سمندر میں بکری کی گردن کی طرح عنبر کو اُگا ہوا دیکھا سمندر کا ایک جانور اسکو کھا لیتا ہے وہ اسکے لیے زہر ثابت ہوتا ہے جس سے وہ جانور مر جاتا ہے۔ اس جانور کے پیٹ سے عنبر نکالا جاتا ہے۔

ازہری کہتے ہیں بحر اعظم میں پائی جانے والی ایک مچھلی کا نام عنبر ہے اس کی لمبائی پچاس ہاتھ ہوتی ہے اس کو بالة کہتے ہیں۔ یہ عربی لفظ نہیں (الازہری) فقال لا" اولاً انکا اجتہاد یہ تھا کہ مردہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ مگر پھر کہنے لگے اضطراری حالت میں مردار کا گوشت درست ہے۔ فی سبیل اللہ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اس کے پیغمبر ﷺ کے دشمنوں سے جہاد کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "من یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب" بقول شاعر۔

یرزق الله متقیه ویکفیی ☆ لا فهذا قد جاء فی القرآن

وقد اضطررتم نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ② جملہ حالیہ ہے۔ یہاں متکلم سے مخاطب کی طرف عدول تفنن فی الکلام کے لیے ہے۔ فکلوا فاقمنا" پہلی فا تفریع کے لیے ہے اور دوسری فا عاطفہ ہے پس ہم نے کھایا اور قیام کیا۔

مدت قیام شهرا: بخاری و مسلم کی ایک روایت میں اٹھارہ یوم اور ایک میں پندرہ کا تذکرہ ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں جس نے اٹھارہ دن کہا اس نے اصل تعداد بیان کی بقیہ جنہوں نے نصف شہر نقل کیا انہوں نے کسر کو حذف کر دیا جو کہ تین دن ہے۔ جنہوں نے شہر کہا تو انہوں نے قیام کی کل مدت بتلائی نووی نے ایک ماہ والی روایت کو راجح قرار دیا اور عیاض نے کہا پندرہ روز اس مچھلی کا گوشت کھانے کی مدت ہے جنہوں نے ایک ماہ کہا تو مہینے کے بقیہ روز مراد لیے جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ زادِ راہ ملا۔ ابن التین نے کہا ایک روایت وہم راوی ہے۔ حافظ کہتے ہیں جمع کرنے میں میرا راستہ سب سے بہتر ہے (فتح الباری) حاکم نے بارہ دن نقل کیے وہ خلاف اصول ہے اور اس سے زیادہ شاذ تین دن والی روایت ہے۔

ونحن ثلاث مائة یہ اقمنا سے جملہ حالیہ ہے :"حتی سمنا" یہ اقامت کی غایت ذکر کی گئی کہ ہم اس سے کھاتے رہے یہاں تک کہ خوب قوت آ گئی ممکن ہے کہ ان کا اجتہاد ضرورت ملجئہ سے :"حل میتة البحر" میں بدل گیا ہو جیسا کہ ان کے تقویٰ کا تقاضہ ہے بلکہ روایت کے اگلے حصہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم :"وقب" آنکھ کا خول :"بالقلال" یہ قلة کی جمع ہے اس کو قلہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آدمی اس کو زمین سے بلند کرتا ہے بالفدر ، جمع فدرة ٹکڑا۔ قاضی عیاض نے اس لفظ کو تصحیف قرار دیا جو کہ درست نہیں یہ قسم مقدر کا جواب ہے اور جملہ مستانفہ ہے اس پر اگلا جملہ معطوف ہے :"فمر من تحتها" طاقتور بلند اونٹ پر کجاوہ رکھ کر بلند قامت آدمی اس پر سوار ہوا تو وہ بھی اس کی پسلی کے نیچے سے گزر گیا یہ طویل آدمی بقول حافظ قیس بن سعد بن عبادہؓ تھے۔

حکایت : ابوالفرج نے امیر معاویہؓ روم کے بادشاہ کی ایک حکایت نقل کی کہ اس نے اپنا طویل ترین آدمی بھیجا جس کی سراویل لمبائی میں معروف تھی۔ تو قیس بن سعد نے اس کی آمد پر مجلس میں اپنا سراویل اتار کر اس شخص کو دیا تو سراویل کا ایک کنارہ زمین پر اور دوسرا اس آدمی کی ناک تک پہنچنے والا تھا۔ کسی نے مجلس میں سراویل اتارنے پر ان کو عتاب کیا تو انہوں نے یہ شعر کہے۔

اردت لکی مایعلم الناس انها ☆ سراویل قیس والو فودشهود

والا یقولوا اغاب قیس و هذه ☆ سراویل عاد الاولی و ثمود

حاصل یہ ہے کہیں وہ میری غیر حاضری میں یہ نہ کہیں یہ تو قوم عاد و ثمود کا سراویل اٹھالائے ہو۔

الوشائق جمع وشیق : گوشت کا ٹکڑا جس کو خشک کر لیا جائے زاد راہ کے طور پر لینا کچھ بعید نہیں :"اخرجه الله لکم" یہ ارشاد ان کے دلوں کو اطمینان دلانے اور حلت کے متعلق شک کے ازالے کے لیے فرمایا :"من لحمه شئ" اس سے خرق عادت ملنے والے رزق سے تبرک مقصود ہو نحو : مِنْ تبعیفیه ہے ظرف اصل میں شئی کی صفت ہے استفہام کی صدارت کی وجہ سے مقدم کر دیا گیا معلم محل حال میں ہے فتطعمونا" یہ جواب استفہام ہے :"فاکله" فا سے اشارہ ہے کہ آپ نے بلا تاخیر استعمال فرمایا :"جواب" یہ جیم کے کسرہ سے چمڑے کے برتن کے معنی میں مستعمل ہے۔ (الصحاح المصباح عیاض)۔ المحبط : لاٹھی مار کر گرائے جانے والے پتے۔ (المصباح)

**تخریج** : مسلم فی الاطعمه بخاری فی الشرکه والمغازی ترمذی فی الزهد' نسائی فی الصید والسیر' ابن ماجه فی الزهد (اللطراف) احمد ۵/۴۳۴٤۔

**الفوائد** : ① اللہ تعالیٰ کی راہ میں صحابہؓ نے کس قدر تکالیف برداشت کیں۔ ② مچھلی مردہ کو سمندر باہر ڈال دے تو اس کا کھانا حلال ہے۔ ③ مل کر کھانے میں برکت ہے۔ ④ بے تکلف خدام واحباب سے کھانے والی چیز طلب کرنا ممنوعہ سوال میں داخل نہیں۔

۵۱۹ : وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : "كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الرُّسْغِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"الرُّصْغُ" بِالصَّادِ وَالرُّسْغُ بِالسِّيْنِ اَيْضًا : هُوَ الْمُفْصَلُ بَيْنَ الْكَفِّ وَالسَّاعِدِ۔

۵۱۹: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیص کی آستین (بازو کے) پانچے تک تھیں۔(ابوداؤد ترمذی)

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

الرُّصْغُ: سین اور صاد دونوں کے ساتھ۔ ہتھیلی اور کلائی کا درمیان والا جوڑ۔

**تشریح** اسماء بنت یزید: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے بن السکن بن رافع بن امرئ القیس بن زید بن عبدالاشہل بن خیثم الانصاری صحابیات اسماء بنت یزید انہی کا نام ہے۔ اسی وجہ سے ساتھ انصاریہ لقب نہیں لائے ان کی کنیت ام عامر ہے ان سے ۸۱ احادیث مروی ہیں۔ بخاری نے ادب المفرد میں ان کی روایت ذکر کی ہے۔ انہوں نے جنگ یرموک میں ۹ رومی اپنے خیمہ کے بانس سے ہلاک کیے

**کم قمیص**: کم کی جمع اکمام اور "کممة" بروزن عنبة بھی آتی ہے: "الرصغ" یہ سین اور صاد دونوں سے آتا ہے۔ ہتھیلی کلائی قدم کے جوڑ کو کہا جاتا ہے۔

**ایک حکمت بالغہ**: اگر گٹے کے جوڑ سے نیچے ہو پہنچنے والے پر گراں بار ہوگا اور اس کو کام کاج میں ہاتھ چلانے سے مانع ملے گا اور جب اس سے اوپر اٹھا ہوا ہوگا کسی کو گرمی و سردی سے تکلیف پہنچے گی۔ پس میانہ روی ہی بہتر ہے۔ اگر کسی روایت میں اس سے قدرے نیچے وارد ہے تو قمیص کے متعدد ہونے کا احتمال ہے۔ ② مراد تقریب ہے تعیین و تحدید نہیں۔

**تخریج**: أخرجه أبو داود (٤٠٢٧) والترمذي (١٧٦٥) ورجال إسناده ثقات'

**الفوائد**: ① تزئین و ترفہ سے آپ کی زندگی مبارک پاک تھی۔ ② عمومی معمول رصغ تک قمیص کے استعمال کا تھا۔

٥٢٠ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : إِنَّا كُنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاءُ وْا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ ۔ فَقَالَ : "أَنَا نَازِلٌ" ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيْبًا أَهْيَلَ أَوْ أَهْيَمَ ، فَقُلْتُ ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ إِلَى الْبَيْتِ ، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا مَّا فِيْ ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ عِنْدِيْ شَعِيْرٌ وَّعَنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنْتُ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْعَجِيْنُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْأَثَافِيْ قَدْ كَادَتْ تَنْضَجُ فَقُلْتُ طُعَيِّمٌ لِّيْ فَقُمْ أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ ، قَالَ : "كَمْ هُوَ؟" فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ "كَثِيْرٌ طَيِّبٌ قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰى اٰتِيَ" فَقَالَ "قُوْمُوْا" فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَقُلْتُ ، وَيْحَكِ قَدْ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ وَمَنْ مَّعَهُمْ قَالَتْ : هَلْ سَأَلَكَ؟ قُلْتُ : نَعَمْ قَالَ : "ادْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا" فَجَعَلَ يُكَسِّرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ

وَيُقَرِّبُ إِلَى أَصْحَابِهِ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ وَيَغْرِفُ حَتَّى شَبِعُوا وَبَقِيَ مِنْهُ فَقَالَ: "كُلِي هٰذَا وَأَهْدِي فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ جَابِرٌ: لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ خَمَصًا فَانْكَفَأْتُ إِلَى امْرَأَتِي فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَإِنِّي رَأَيْتُ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ خَمَصًا شَدِيدًا، فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيرٍ وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ فَفَرَغَتْ إِلَى فَرَاغِي وَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ مَعَهُ، فَجِئْتُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ، فَصَاحَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: "يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّهَلًا بِكُمْ" فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِينَكُمْ حَتَّى أَجِيءَ" فَجِئْتُ وَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتَّى جِئْتُ امْرَأَتِي فَقَالَتْ: بِكَ وَبِكَ! فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ، فَأَخْرَجَتْ عَجِينًا فَبَسَقَ فِيهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ: "ادْعِي خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوهَا" وَهُمْ أَلْفٌ فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَأَكَلُوا حَتَّى تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَإِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ۔

قَوْلُهُ "عَرَضَتْ كُدْيَةٌ" بِضَمِّ الْكَافِ وَإِسْكَانِ الدَّالِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ تَحْتُ: وَهِيَ قِطْعَةٌ غَلِيظَةٌ صُلْبَةٌ مِّنَ الْأَرْضِ لَا يَعْمَلُ فِيهَا الْفَأْسُ "وَالْكَثِيبُ" أَصْلُهُ تَلُّ الرَّمْلِ وَالْمُرَادُ هُنَا صَارَتْ تُرَابًا نَاعِمًا وَهُوَ مَعْنَى "أَهْيَلَ" "وَالْأَثَافِيُّ": الْأَحْجَارُ الَّتِي يَكُونُ عَلَيْهَا الْقِدْرُ۔ "وَتَضَاغَطُوا": تَزَاحَمُوا۔ "وَالْمَجَاعَةُ": الْجُوعُ وَهُوَ بِفَتْحِ الْمِيمِ۔ "وَالْخَمَصُ" بِفَتْحِ الْخَاءِ وَالْمُعْجَمَةِ وَالْمِيمِ: الْجُوعُ۔ "وَانْكَفَأْتُ" انْقَلَبْتُ وَرَجَعْتُ. "وَالْبُهَيْمَةُ" بِضَمِّ الْبَاءِ تَصْغِيرُ بَهْمَةٍ وَهِيَ: الْعَنَاقُ۔ بِفَتْحِ الْعَيْنِ، "وَالدَّاجِنُ هِيَ الَّتِي أَلِفَتِ الْبَيْتَ" "وَالسُّوْرُ": الطَّعَامُ الَّذِي يُدْعَى النَّاسُ إِلَيْهِ وَهُوَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَحَيَّهَلًا": أَيْ تَعَالَوْا وَقَوْلُهَا "بِكَ وَبِكَ" أَيْ خَاصَمَتْهُ وَسَبَّتْهُ لِأَنَّهَا اعْتَقَدَتْ أَنَّ الَّذِي عِنْدَهَا لَا يَكْفِيهِمْ فَاسْتَحْيَتْ وَخَفِيَ عَلَيْهَا مَا أَكْرَمَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى بِهِ نَبِيَّهُ ﷺ مِنْ هٰذِهِ الْمُعْجِزَةِ الظَّاهِرَةِ وَالْآيَةِ الْبَاهِرَةِ۔ "بَسَقَ": أَيْ بَصَقَ۔ وَيُقَالُ أَيْضًا: بَزَقَ ثَلَاثُ لُغَاتٍ "وَعَمَدَ" بِفَتْحِ الْمِيمِ: أَيْ قَصَدَ۔ "وَاقْدَحِي" أَيْ اغْرِفِي وَالْمِقْدَحَةُ الْمِغْرَفَةُ - "وَتَغِطُّ" أَيْ لِغَلَيَانِهَا صَوْتٌ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

۵۴۰: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خندق کے دن خندق کھود رہے تھے۔ ایک سخت چٹان سامنے آ گئی۔ صحابہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یہ چٹان خندق میں ہمارے لئے رکاوٹ بن گئی ہے۔ آپ

نے فرمایا میں خود اترتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے تو اس حال میں کہ آپؐ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے اور ہمارے تین دن ایسے گزرے تھے کہ ہم نے کوئی چکھنے والی چیز نہ چکھی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے کدال لے کر چٹان پر ماری جس سے وہ ریت کے ٹیلے کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے آپؐ گھر جانے کی اجازت دیں۔ چنانچہ میں نے اپنی بیوی کو کہا میں نے آنحضرت ﷺ کی ایسی حالت دیکھی ہے۔ جس پر صبر نہیں کیا جا سکتا۔ کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے اس نے کہا میرے پاس کچھ جَو اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور اس میں جَو کو پیسا۔ یہاں تک کہ ہم نے گوشت کو ہنڈیا میں ڈال دیا۔ پھر میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبکہ آٹا تیار تھا اور ہنڈیا چولہے پر پکنے کے قریب تھی۔ میں نے عرض کیا تھوڑا سا کھانا میرے پاس ہے۔ پس آپ رسول اللہ ﷺ اٹھیں اور ساتھ ایک دو آدمی اور لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ کتنا ہے۔ میں نے ذکر کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا بہت ہے اور عمدہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بیوی کو جا کر کہو کہ ہنڈیا کو نیچے نہ اتارے اور روٹی کو تنور سے نہ نکالے جب تک میں نہ آجاؤں۔ پھر آپؐ نے فرمایا اٹھو چنانچہ مہاجرین و انصار کھڑے ہوئے۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور میں نے کہا خدا تیرا بھلا کرے۔ حضور بمع مہاجرین و انصار کے اور جو ان کے ساتھ ہیں تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے کہا کیا تم سے حضور نے پوچھا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا داخل ہو جاؤ اور تنگی مت کرو۔ پھر آنحضرت ﷺ روٹی کو توڑ کر اس پر گوشت رکھتے اور ہنڈیا اور تنور کو ڈھانپ دیتے جب اس سے روٹی اور سالن لے لیتے اور صحابہ کی طرف بھیج دیتے یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے اور اس میں سے کچھ بچ گیا۔ پھر فرمایا تو بھی اس میں سے کھا لے ہدیہ بھی بھیج دے لوگ بھوکے ہیں۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں۔ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے حضور ﷺ کو بھوک کی حالت میں پایا۔ پس میں اپنی بیوی کی طرف لوٹا اور اسکو کہا کہ کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ میں نے رسول اللہ کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے وہ میرے پاس ایک تھیلا نکال کر لائی جس میں جَو تھے ہمارے پاس بکری کا ایک پالتو بچہ تھا۔ پس میں نے اس کو ذبح کیا اور بیوی نے جَو پیس لئے میرے فارغ ہونے تک وہ بھی فارغ ہوگئی۔ میں نے گوشت کاٹ کر ہنڈیا میں ڈال دیا۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا چلتے ہوئے میری بیوی نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ کے کان میں بات کی۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ ہم نے ایک بکری کا چھوٹا سا بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع جَو پیسے ہیں۔ پس آپؐ اور کچھ آدمی آپؐ کے ساتھ آجائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرما دیا اے خندق والو جابر نے کھانا تیار کیا ہے۔ پس تم سب آؤ۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے فرمایا تم اپنی ہانڈی چولہے سے ہرگز نہ اتارنا اور آٹے سے روٹیاں نہ بنانا جب تک میں نہ آجاؤں۔ چنانچہ میں گھر آیا اور آنحضرت ﷺ لوگوں سے پہلے تشریف لائے یہاں تک کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا اس نے کہا یہ تو نے کیا کیا! میں نے کہا میں نے تو وہ کہا جو تم نے کہا۔ اس نے آٹا نکالا اور آنحضرت ﷺ نے اس میں لعاب دہن ملایا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپؐ ہماری ہنڈیا کی طرف تشریف لائے اس میں بھی لعاب دہن ملایا اور برکت کی دعا کی۔ پھر میری بیوی کو فرمایا تو ایک اور روٹی پکانے والی کو بلا لے تاکہ وہ تیرے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہنڈیا میں سے سالن

پیالے میں ڈالتی جاؤ اور ہنڈیا کو چولہے سے مت اتارو۔ صحابہ کی تعداد ایک ہزار تھی۔ مجھے اللہ کی قسم ہے ان سب نے کھایا یہاں تک کہ کھانا چھوڑ کر واپس چلے گئے اور ہماری ہنڈیا اسی طرح بھری ہوئی جوش مار رہی تھی اور ہمارا آٹا اس طرح تھا اور آٹے سے اس طرح روٹیاں بنائی جا رہی تھیں جس طرح وہ پہلے تھا۔

عَرَضَتْ كُدْيَةٌ: زمین کا سخت ٹکڑا جس میں کدال اثر نہ کرے۔

الْكَثِيبُ: اصل معنی ریت کا ٹیلہ یہاں مراد نرم مٹی اور اَهْيَلَ بھی یہی معنی ہے۔

الْأَثَافِيُّ: وہ پتھر جن پر ہنڈیا رکھی جاتی ہے۔

تَضَاغَطُوْا: کا معنی بھیڑ کرنا۔

الْمَجَاعَةُ: بھوک۔

الْخَمَصُ: بھوک۔

انْكَفَأْتُ: میں لوٹا۔

الْبُهَيْمَةُ: یہ بُهْمَة کی تصغیر ہے جس کا معنی بکری کا بچہ۔

الدَّاجِنُ: پالتو۔

السُّوْرُ: دعوت کا کھانا یہ فارسی کا لفظ ہے۔

حَيَّهَلًا: آؤ۔ بِكَ وَبِكَ: اس نے اس سے جھگڑا کیا اور سخت سست کہا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ جو اس کے پاس کھانا ہے وہ ان کو کافی نہ ہوگا اس لئے ان کو حیا آئی۔ مگر ان پر وہ چیز مخفی تھی جس معجزے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو عزت عنایت فرمائی۔ بَسَقَ: سین اور صاد دونوں کے ساتھ اور بَذَقَ تینوں کا معنی تھکارنا۔ عَمَدَ: اس نے ارادہ کیا۔ وَاقْدَحِيْ: چمچے سے ڈالو۔ الْمِقْدَحَةُ: چمچہ۔ تَغِطُّ: ہانڈی کے اُبلنے کی آواز۔ واللہ اعلم

**تشریح** ۞ یوم الخندق مابعد فعل کا ظرف ہے۔ خندق اس وقت سلمان فارسی کے اشارے پر کھودی گئی جب قریش نے کئی قبائل اور احابیش کو ملا لیا وہ دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ ۵ھ بقول ابن اسحاق شوال اور بقول ابن سعد ذوالقعدہ کا مہینہ تھا: "كدية شديدة" زمین کا سخت حصہ جس میں کدال کام نہ دیتے ہوں۔ سخت پتھریلا حصہ۔

(المصباح، فتح الباری)

**فجاء والى النبى ﷺ** جاء: زید میں زید آیا۔ یہ متعدی بنفسہ بھی ہے مثلاً: "جئت شيا حسنا" میں نے کارنامہ کیا: جئت زیدًا۔ میں زید کے پاس آیا۔ جئت به۔ میں نے اسے حاضر کیا۔ "جئت اليه" میں اس کی طرف گیا۔

**هذه كدية** یہ رسول ﷺ کے ساتھ لمبی گفتگو کے موقعہ کے لیے اس طرح کہا جیسا اس آیت میں: "اتوكاء عليها واهش بها على غنمى الاية" انا نازل" مسلمانوں کی ترغیب کے لیے بنفس نفیس تشریف لائے اسی لئے مسلمانوں نے مصار مشرکین سے پہلے اسے مکمل کرلیا: "بطنه معصوب" پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا: "لانذدق ذواقا" مصدر مطعوم کے معنی میں ہے۔ نحو: نحفو کے فاعل سے حال بن سکتا ہے۔ ② یہ جملہ معترضہ ہوسکتا ہے اس لئے لایا گیا تا کہ وضاحت کی جائے کہ ظاہری قوت کا سامان خوراک تو مفقود تھا۔ اس لئے یہ جو کچھ ہوا یہ معجزہ نبوت تھا حافظ نے اسی پر جزم کیا ہے اور پٹی کی وجہ بھی

یہی بتلائی ہے: "المعول كسی 'كدال' كيشا اهيل" یہ اسم بھی مروی ہے۔ زم ریت: "ائذن لي الى البيت" یہ فعل محذوف سے متعلق ہے ای انصرف ابونعیم نے فأذن لی سے روایت کی جس سے حذف معلوم ہوتا ہے: "لامراتي" اس کا نام سہیلہ بنت معوذ انصاریہ تھا: "شيا" سے بڑی چیز مراد ہے یعنی سخت بھوک: "مافي ذلك صبر" اسکے دور کرنے میں تاخیر نہیں کی جاسکتی: "فعندك شيء" ہمزہ استفہام کا مقدر: "اعندك ما تندفع به الحاجة" کیا تمہارے پاس ضرورت پوری کرنے والی کوئی چیز ہے: "شعير" ابن کثیر کی روایت میں ہے کہ ان کی مقدار ایک صاع ہے: "عناق" بکری کا مونث بچہ دوسری روایت میں: "بهيمه" کا لفظ بکری مونث و مذکر بچے کے لیے آتا ہے (ابن الفارس) بعض نے فرق کیا ہے۔

حتى جعلنا اللحم في البرمه: یہ مقدر کی غایت ہے: "استمريت غاتا عن الخندق حتى "انكسر" آٹے کا نرم اور روٹی کے قابل ہو جانا: "الاثافي" جمع: "اثفيه لفيت و اثفيت" ہنڈیا کو پتھر پر رکھنا: "تنضج" پکنا "طعيلالي" خیر و برکت کے لیے مکان پر تشریف آوری کی دعوت دی: "و ذكرت له ذلك" جس کا تذکرہ پہلے ہوا کیونکہ آپ ﷺ نے پہلے نہ سنا تھا اس لیے گویا وہ بعید کی طرح ہوگیا تو اشارہ بعید لائے: "كثير طيب" یہ جابر کو خبردار کرنے کے لیے کہ کثیر تعداد کو سیر دیکھیں تو سمجھ لیں کہ یہ معجزہ نبوت ہے: "لاتنزع البرمه" ہنڈیا سے گوشت ست نکالو: "فدخلت عليها" ان کے اٹھنے اور مکان پر آنے سے پہلے میں گھر میں پہنچ کر داخل ہوا: "ويحك" یہ رحمت و شفقت کا کلمہ ہے اور ویل ہلاکت کے لیے آتا ہے۔ نحو یہ فعل مضمر کا مفعول ہے: "الزمك الله ورسوله اعلم" ہم نے آپ کو جو کچھ تھا بتلا دیا اس بات سے میرا کافی غم غلط ہوگیا۔ اس سے سہلہ کی وفور عقل' کمال فضل کی دلیل ملتی ہے کہ آپ کو جب اطلاع دے دی تو دوسروں کو آپ دعوت دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سیر کرانے والے ہیں اس کو معدوم کے ایجاد کی طاقت ہے: "ادخلوا" کیونکہ دعوت تو آپ کی طرف سے تھی۔ جابر نے جس کی طرف بلایا تھا وہ ان کے لیے کافی نہ تھا: "ولا تضاغطوا" تم بھیڑ مت کرو: "بسق" یہ سین اور صاد دونوں سے آتا ہے خلیل نے اس کا انکار کیا بلکہ بزق کے لفظ بھی آتے ہیں تینوں ہم معنی ہیں۔ (نووی): "يكسر الخبز ويجعل عليه اللحم" شمائل میں اس کی نظیر موجود ہے: "اخذ كسرة من خبزا لشعير فوضع عليها تمرة فقال هذه ادام هذه واكل" ایک مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ روٹی سالن کا رکھنا جائز ہے جب کہ اس کو برا نہ سمجھا جاتا ہے۔ (کلام شراح) يخمر البرمه والتنورد" دونوں کو ڈھانپ دیتے: "حتى اذااخذمنه" جب گوشت لیتے تو ڈھکنا اٹھاتے: "ثم ينزع" پھر ہنڈیا سے گوشت لیتے: "يغرف البرمه" ہنڈیا سے چمچ کے ساتھ سالن نکالنا: "حتى شبعوا" کیونکہ آپ مسلسل ان کو تنور سے روٹی اور ہنڈیا سے گوشت تقسیم فرماتے رہے: "بقي منه" بقول کشاف بعض کے معنی میں ہونے کی وجہ سے فاعل ہے: "منه" کا مطلب یہ لوگوں کے سیر ہونے کے بعد بقیہ رہ گیا اور اس کو عظمت کے طور پر مبہم رکھا گیا۔

كلي هذا واهدي. شاید جابر کے گھر والوں کو خطاب کی وجہ یہ ہو کہ وہ روٹیاں پکانے میں مشغول رہی۔ ② براہ راست جابر سے بڑھ کر تکلیف اس نے اٹھائی اس لیے تسلی و شاباش کے طور پر فرمایا: "فان الناس اصابهم مجاعة" نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے اور اہدی کا بیان ہے ایک روایت میں یہ لفظ ہیں۔ ہم نے کھاتے اور ہدیہ بھیجتے دن گزارا۔ نحو اصاب فعل اور فاعل کے درمیان ضمیر منفصل آگئی اور پھر یہ تانیث بھی مجازی ہے فعل مذکر رہا جیسا: "قدجاء تكم موعظة" اور ایسے موقعہ کے لیے تانیث بھی وارد ہے: "كذلك اتتك آيا تنا" اس میں اختلاف نحویین کے باوجود افصح وہی بات ہے جس کی تائید

قرآن مجید کررہا ہے دمامینی نے اسی کو ترجیح دی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: خمصی: بشدت بھوک' یہ اس انداز سے کہا تا کہ اگر کوئی چیز چھپا رکھی ہو تو وہ ظاہر کر دیں جیسا عورتوں کی عادت ہوتی ہے: "صاع" ① صاع مدنی ۴۔مد ② یہ پانچ رطل اور ثلث بغدادی ہے۔ ③ عراقی ۸ رطل بقول خطابی عام لوگوں کے لیے حجاج نے جو کی وسعت کر دی تو صاع ۸ رطل کر دیا۔ ④ مکی صاع ۵ رطل وثلث صاع کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے: "ساررتہ" سرگوشی کرنا اس سے معلوم ہوا کہ مجمع میں سرگوشی درست ہے: "نفو" یہ دس سے کم تعداد کے لیے مستعمل ہے صاح خواہ خود آواز دی یا کسی کو آواز دینے کے لیے کہہ دیا: "داجن" گھر کا پالتو جانور: "ذبحنا" میں ضمیر کی جمع کی گئی کیونکہ میاں بیوی اس میں شریک تھے۔

**یا اہل الخندق ان جابرا قد صنع سؤدا فحیھلا:** تم جلدی سے چلو۔

**لا تنزلن برمتکم** یہ جابر اور ان کی بیوی کے لیے مذکر کو مؤنث پر غالب کر کے حکم فرمایا۔ **ولا تجنون عجینکم**۔ دوسری روایت میں **من عجینتکم** اور فعل مجہول لایا گیا ہے: "**حتی اجئی**' میری آمد تک رکے رہو۔ یہ غایت نہی ہے: "**فجئت وجاء النبی یقدم الناس**" عامل فعل کو دوبارہ لائے تا کہ آپ کے آنے کی کیفیت ذکر کریں: "**یقدم**" یہ جملہ محل حال میں ہے۔ یہ مستقل فعل اس لیے لائے جیسے صاحب دعوت لوگوں کو پیچھے لیے کر آتا ہے۔ یہ غایت اور مغیا کے درمیان جملہ معترضہ ہے: "**حتی جئت امرانی**" یہ غایت ہے اور اس کو اہل خندق کے آواز دینے کی اطلاع دی: "**فقالت بك وبك**" تجھے رسوائی و مذمت ملے گی یہ تجھ پر ذمہ داری ہے کہ تو نے آپ کو اطلاع دی یا نہ دی تو میں نے کہا: "**بك وبك**" "**ھذا برایك وبسببك**" گویا یہ مذمت کے کلمات ہیں جو کنایۃً کہے جاتے ہیں: "**فعلت الذی قلت**" میں نے وہی کیا جو تم نے کہا تو اس پر وہ پر سکون ہو گئیں: "**فبصق**" یہاں صاد کے ساتھ ہے معنی وہی ہے: "**ثم عمد الی برمتنا فبصق**" دعا برکت کے لیے وقت لگا بھی "**ثم**" لائے دونوں افعال کا متعلق حذف کر دیا کیونکہ پہلے جملہ کی دلالت موجود تھی: "**ثم قال**" بصق اور دعا کے بعد اس بات کی ضرورت سمجھ کر بلانے کا حکم دیا: "**اقدحی**" چمچ سے ڈالتی جاؤ: "**من برمتکه ولا تنزلوھا**" میاں بیوی کو جمع کے صیغے سے خطاب کیا تا کہ سرالٰہی قائم رہے اور فیض کے بادل متواتر برستے رہیں اور کسی کی نگاہ نہ پڑے۔ بسا اوقات اس سے برکت چلی جاتی ہے: "**وھم الف**" اس میں ایک ہزار ایک روایت میں آٹھ سو ایک میں تین سو: "**فاقسم باللہ لاکلوا**" یہ قسمیں استبعاد عقلی کو دور کرنے کے لیے اٹھائیں: "**تو کوہ**" ہ سے مراد آٹا اور گوشت **انحرفوا** "خندق کی طرف واپس لوٹ گئے: "**لتغط کماھی**" یہ تغط کا مفعول مطلق ہے: "**وان عجیننا لیخبز کما ھو**" یہ جملہ جملہ حالیہ پر عطف ہے۔

دو معجزے: ① تھوڑا کھانا زیادہ ہو گیا۔ ② آپ کو بتلا دیا گیا کہ یہ تھوڑا کھانا سب کے لیے کافی ہو جائے گا۔ اسی لئے سب کو دعوت دے دی حالانکہ وہ ایک صاع جو اور بکری کا چھوٹا بچہ تھا: "**واللہ علی کل شئی قدیر**"۔

**المجاعۃ** : یہ جوع کا مصدر ہے۔ **حیھلا**۔ یہ دو لفظ حی اور ہل سے مرکب ہے۔ صہ کی طرح امر کے موقعہ پر استعمال ہوا ہے۔ بعض نے ایک کلمہ قرار دے کر اس میں پندرہ لغات ذکر کی ہیں۔ (مرقاۃ الصعود للسیوطی)

**تخریج:** أخرجه البخاري (۳۰۷۰) ومسلم (۲۰۳۹)

**الفوائد:** ① معجزہ نبوت کا اظہار ہے چار پانچ نفوس کا کھانا ایک ہزار نفوس نے پیٹ بھر کر کھایا اور ان سے بچ گیا۔ ② صحابہ

کرام کو رسول ﷺ کی حالت کا کس قدر دھیان رہتا تھا۔ ③ صحابہ کا بھوک پر صبران کے درجات کو بڑھانے والا تھا۔

۵۲۱ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَیْمٍ : قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ضَعِیْفًا اَعْرِفُ فِیْہِ الْجُوْعَ فَھَلْ عِنْدَکِ مِنْ شَیْءٍ؟ فَقَالَتْ : نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِّنْ شَعِیْرٍ ثُمَّ اَخَذَتْ خِمَارًا لَّھَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِہٖ ثُمَّ دَسَّتْہُ تَحْتَ ثَوْبِیْ وَرَدَّتْنِیْ بِبَعْضِہٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَذَھَبْتُ بِہٖ فَوَجَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ جَالِسًا فِی الْمَسْجِدِ وَمَعَہُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَیْھِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "اَرْسَلَکَ اَبُوْ طَلْحَةَ؟" فَقُلْتُ : نَعَمْ ، فَقَالَ : "اَلِطَعَامٍ" فَقُلْتُ : نَعَمْ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "قُوْمُوْا فَانْطَلَقُوْا وَانْطَلَقْتُ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ حَتّٰی جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُہٗ ، فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ : یَا اُمَّ سُلَیْمٍ : قَدْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِالنَّاسِ وَلَیْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُھُمْ؟ فَقَالَتْ : اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ – فَانْطَلَقَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَتّٰی لَقِیَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَعَہٗ حَتّٰی دَخَلَا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "ھَلُمِّیْ مَا عِنْدَکِ یَا اُمَّ سُلَیْمٍ" فَاَتَتْ بِذٰلِکَ الْخُبْزِ ، فَاَمَرَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ عَلَیْہِ اُمُّ سُلَیْمٍ عُکَّةً فَاَدَمَتْہُ ثُمَّ قَالَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَّقُوْلَ : ثُمَّ قَالَ : "اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ" فَاَذِنَ لَھُمْ فَاَکَلُوْا حَتّٰی شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ، ثُمَّ قَالَ : "اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ" حَتّٰی اَکَلَ الْقَوْمُ کُلُّھُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا اَوْ ثَمَانُوْنَ – مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ – وَفِیْ رِوَایَةٍ فَمَا زَالَ یَدْخُلُ عَشَرَةٌ وَّیَخْرُجُ عَشَرَةٌ حَتّٰی لَمْ یَبْقَ مِنْھُمْ اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَ فَاَکَلَ حَتّٰی شَبِعَ ثُمَّ ھَیَّاَھَا فَاِذَا ھِیَ مِثْلُھَا حِیْنَ اَکَلُوْا مِنْھَا وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَکَلُوْا عَشَرَةً عَشَرَةً حَتّٰی فَعَلَ ذٰلِکَ بِثَمَانِیْنَ رَجُلًا ثُمَّ اَکَلَ النَّبِیُّ ﷺ بَعْدَ ذٰلِکَ وَاَھْلُ الْبَیْتِ وَتَرَکُوْا سُؤْرًا – وَفِیْ رِوَایَةٍ : ثُمَّ اَفْضَلُوْا مَا بَلَّغُوْا جِیْرَانَھُمْ – وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَوْمًا فَوَجَدْتُّہٗ جَالِسًا مَعَ اَصْحَابِہٖ وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَہٗ بِعِصَابَةٍ فَقُلْتُ لِبَعْضِ اَصْحَابِہٖ : لِمَ عَصَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَطْنَہٗ؟ فَقَالُوْا : مِنَ الْجُوْعِ ، فَذَھَبْتُ اِلٰی اَبِیْ طَلْحَةَ وَھُوَ زَوْجُ اُمِّ سُلَیْمٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَقُلْتُ یَا اَبَتَاہُ قَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَصَبَ بَطْنَہٗ بِعِصَابَةٍ فَسَاَلْتُ بَعْضَ اَصْحَابِہٖ فَقَالُوْا مِنَ الْجُوْعِ فَدَخَلَ اَبُوْ طَلْحَةَ عَلٰی اُمِّیْ فَقَالَ : ھَلْ مِنْ شَیْءٍ؟ قَالَتْ : نَعَمْ عِنْدِیْ کِسَرٌ مِّنْ خُبْزٍ وَّتَمَرَاتٌ ، فَاِنْ جَآءَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحْدَہٗ اَشْبَعْنَاہُ ، وَاِنْ جَآءَ اٰخَرُ مَعَہٗ قَلَّ عَنْھُمْ۔ وَذَکَرَ تَمَامَ الْحَدِیْثِ۔

۵۲۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا میں نے حضور ﷺ کی آواز میں کچھ کمزوری محسوس کی۔ میرا خیال ہے کہ بھوک کی وجہ سے تھی کیا تمہارے

پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں پھر اپنا ایک دوپٹہ لے کر ایک کنارے میں روٹی لپیٹی پھر اس کو میرے کپڑوں کے نیچے چھپا کر دوپٹے کا کچھ حصہ میرے اوپر ڈال دیا۔ پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ میں وہ لے کر گیا تو آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپؐ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے میں ان کے پاس جا کر کھڑے ہو گیا پس مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے میں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا کھانے کے لئے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اٹھو پس وہ سب چل دیئے اور میں ان کے آگے آگے چلتا رہا یہاں تک کہ میں ابوطلحہ کے پاس پہنچا اور اس کو اس کی اطلاع دی۔ ابوطلحہ نے کہا اے ابوسلیم حضور لوگوں کے ساتھ تشریف لے آئے اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں جو ہم ان سب کو کھلائیں۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ ابوطلحہ چلے یہاں تک کہ حضور ﷺ سے جا ملے۔ حضور ﷺ ان کے ساتھ تشریف لائے یہاں تک کہ گھر میں دونوں داخل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوسلیم جو تمہارے پاس ہے وہ میرے پاس لے آؤ وہ وہی روٹیاں لے کر آئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا ام سلیم نے اس پر گھی کی کپی نچوڑ دی اور اس کا سالن بنا دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں وہ کہا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ یعنی دعائے برکت فرمائی پھر فرمایا دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دو۔ پس ابوطلحہ نے ان کو اجازت دی۔ پس انہوں نے کھایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے پھر نکل گئے۔ پھر فرمایا دس اور کو اجازت دو۔ یہاں تک کہ تمام نے کھا لیا اور سیر ہو گئے۔ لوگوں کی تعداد ستر یا اسی تھی۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ دس دس داخل ہوتے اور نکلتے رہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایسا نہ رہا جو داخل نہ ہوا ہو اور اس نے کھایا اور سیر نہ ہوا ہو۔ پھر اس کھانے کو جمع کیا گیا تو وہ اسی طرح تھا جیسا کہ کھانے سے پہلے تھا اور ایک روایت میں ہے کہ دس دس نے کھایا یہاں تک کہ ایسا اسی آدمیوں نے کیا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے بعد میں تناول فرمایا اور گھر والوں نے کھایا اور بچا ہوا کھانا چھوڑا اور ایک روایت میں ہے کہ پھر انہوں نے اتنا کھانا بچایا کہ انہوں نے اپنے پڑوسیوں کو پہنچایا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپؐ کو اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھا ہوا پایا۔ آپؐ نے اپنے پیٹ کو ایک پٹی سے باندھ رکھا تھا۔ میں نے آپؐ کے بعض اصحاب سے کہا کہ آپؐ نے اپنے پیٹ پر کیونکر پٹی باندھی ہے؟ انہوں نے کہا بھوک کی وجہ سے۔ میں ابوطلحہ کے پاس گیا یہ اُم سلیم بنت ملحان کے خاوند ہیں۔ پس میں نے کہا ابا جان! میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ پٹی سے اپنے پیٹ کو باندھنے والے ہیں۔ پس میں نے آپؐ کے بعض صحابہ سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے بتلایا کہ بھوک کی وجہ سے پٹی باندھ رکھی ہے۔ پس ابوطلحہ میری والدہ کے پاس آئے اور فرمایا کیا کوئی چیز موجود ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ میرے پاس روٹی کے کچھ ٹکڑے اور کچھ کھجوریں ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس اکیلے تشریف لے آئیں تو ہم آپؐ کو سیر کر سکتے ہیں اور اگر آپؐ کے ساتھ دوسرے آجائیں تو ان سے کم رہ جائے گا اور باقی حدیث کا ذکر کیا۔

**تشریح** ۞ ابوطلحہؓ: ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے۔ ام سلیم یہ ان کی بیوی اور انس کی والدہ ہیں۔ ان کے نام میں

اختلاف ہے: سہلہ ' رمیلہ ' الغمیصاء ' رمیثہ ' رمیصاء " اور یہ بنت ملحان ہیں۔ غزالی نے ان کو انس کی دادی بتلایا یہ غلط ہے۔ (نووی) ضعیفا نحو یہ حال ہے۔ سمع ایک مفعول کو نصب دیتا ہے: "اعرف فیه الجوع" یہ قبل کی صفت کے صورت کیدکے لیے لائے۔ ② اس وہم کے ازالہ کے لیے ہے کہ انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں دی بلکہ خود محسوس کیا: "من شئ" کوئی چیز جو کھائی جاسکے یہ استغراق افراد کے لیے اس طرح لائے کہ جس پر شئی کا اطلاق ہو سکے: "فقالت نعم" میرے پاس چیز موجود ہے۔

فاخرجت اقراصًا من شعیر یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے جلدی سے ٹکڑے نکالے کیونکہ تاخیر کا موقعہ بالکل نہ تھا۔ ابو یعلی نے انس سے نقل کیا ہے کہ ابوطلحہ کو یہ اطلاع ملی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھانا نہیں: "فاجر نفسه بصاع من شعیر فعمل بقیة یومه ثم جاء به الحدیث (مگر ابوطلحہ خود مدینہ میں سب سے زیادہ باغات کے مالک تھے کئی روایات سے یہ بات ثابت ہے۔ فتدبر) (فتح الباری) خمارًا" وہ کپڑا جس سے عورت اپنا سر ڈھانپتی ہے (دوپٹہ) دسته "دس" دسًا " زبردستی کسی چیز میں داخل کرنا" ورد تنی ببعضه " یعنی اوڑھنی کے بعض حصے سے روٹی کو لپیٹ دیا اور باقی انس پر لپیٹ دیا: "فوجدت رسول ﷺ جالسًا" یہ وجد کے دونوں مفعول ہیں جیسے اس آیت میں: "تجدوہ عنداللہ ھو خیرًا" یہ علم کے معنی میں ہے: "فی المسجد" ① مفعول دوم کا متعلق ہے۔ ② وجدت کا متعلق ہے اور اس کے فاعل سے حال بھی بن سکتا ہے۔ ③ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حال ہے: "ومعه الناس" یہ قول بھی اس کے قریب قریب ہے۔ ① جملہ حالیہ ہے۔ ② دوسرے مفعول پر معطوف ہے: "ارسلك ابو طلحه" ہمزہ استفہام محذوف کیا تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا: "الطعام" ① یہ منصوب بنزع الخافض ہے: "ای بدعوالی الطعام" بخاری کی روایت میں بطعام ہے۔ ② جعل مقدر کا مفعول ہو اور الف لام جنس کا ہو: "فقلت نعم" ابن حجر کہتے ہیں ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ ابوطلحہ نے آپ کو اپنے گھر دعوت دی ہے اسی وجہ سے تمام موجودین کو اٹھنے کا حکم فرمایا۔ ابتداء کلام کا تقاضا ہے کہ ام سلیم اور ابوطلحہ نے انس کے ہاتھ روٹی اس لیے بھجوائی کہ آپ اکیلے نوش فرمالیں۔ شاید سب کو ملتی نہ ہو۔ مگر یہاں جب انس پہنچے اور لوگوں کی کثرت پائی تو ان کو حیاء آئی اور چاہا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلے مکان پر لے جائیں تاکہ آپ کو کھانا کھلانے کا مقصد حل ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بھیجنے والوں نے انس کو یہ کہہ دیا ہو: اکیلے پاؤ تو کھانا دیدو ورنہ آپ کو اکیلے بلالاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ دوسروں کو ساتھ ملا کر کھاتے اس لئے تمام کو دعوت دی۔

حتی جئت ابا طلحه ابن حجر کہتے ہیں ایک روایت میں انس کا بیان منقول ہے کہ میں لوگوں کی کثرت دیکھ کر غمزدہ تھا: "فاخبرته" میں نے آپ اور آپ کے ساتھیوں کی آمد کی اطلاع دی۔ یہ ماقبل کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا: "یا ام سلیم" مرد کو عورت کی کنیت کے ساتھ بطور اکرام بلانا چاہیے جیسا ابوطلحہ نے کہا: "جاء رسول ﷺ بالناس" الناس سے یہاں وہ حاضرین مجلس مراد ہیں: "ولیس عندنا مایطعمھم نحو" یہ جاء فاعل سے حال ہے اتنا کھانا جو ان کو کفایت کر سکے: "فقالت اللہ ورسوله اعلم" ام سلیم کی قوت ایمانی کا اندازہ فرمائیں انہوں نے پہچان لیا کہ آپ خود لوگوں کو بلا کر لائے ہیں تاکہ معجزہ کا اظہار ہو۔ مختلف روایات میں ابوطلحہ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ادخل فان اللہ سیبارك فیما عندك" انس کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: "قد خلت علی ام سلیم منه ھش" (غمگین) اور

دوسری روایت یہ لفظ ہیں: "یا انس فضحتنا" حتی دخلا فقال رسول ﷺ" هلمی یہ اسم فعل ہے۔اس کی مونث وجمع نہیں آتی ۔جیسا اس آیت میں فرمایا: "هلم شهدا کم" یہ مابعد کی طلب کے لیے آتا ہے۔(فتح الباری): "ففت وعصرت علیه" فت یہ فعل مجہول ہے۔علیہ کی ضمیر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی طرف لوٹتی ہے۔یہی قریبی مرجع ہے پھر: "ثم قال فیه ماشاء الله ان یقول" پھر دعا برکت فرمائی کچوری پر نچوڑنا زیادہ مناسب ہے تاکہ تری خوب ہو جائے: "عکة" گھی اور شہد کی کپی اور چھوٹی مشک۔(فتح الباری): "فادمته" اس سے نکلنے والے گھی کو ادام بنایا۔(اس سے ثابت ہوا کہ ادام وہ ہے جس کے ساتھ روٹی کھائی جائے)۔"قال فیه" یہ علیہ کے معنی میں ہے بماشاء الله ان یقول" ابوطلحہ کا بیان ہے۔اس کپی میں معمولی گھی تھا وہ لے کر آئیں تو دونوں اسے نچوڑنے لگے۔یہاں تک کہ اس میں سے کچھ گھی نکلا تو آپ نے اپنے کپڑے پر مل کر روٹی پر لگایا وہ پھول گئی آپ نے بسم اللہ پڑھی پھر اسی طرح کیا۔روٹی پھولتی رہی یہاں تک کہ بڑا تھال اس سے پر ہوگیا۔ایک روایت میں ہے: "فسحها رسول ﷺ ودعافیها بالبرکة" اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں میں کپی لایا آپ نے خود اس کا منہ کھولا پھر بسم اللہ پڑھ کر دعا فرمائی: "اللهم اعظم فیها البرکة" ان تمام روایات سے ماشاءاللہ ان یقول کی مراد متعین ہوگئی: "فاذن" پھر دس دس کو اجازت دی گئی نحو مجہول ومعروف دونوں طرح درست ہے: "ثم قال ائذن لعشرة فاذن لهم فاکلوا حتی شبعوا" اس عبارت سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ آپ گھر میں پہلے داخل ہوئے اور ابویعلی کی روایت: "قال لهم اقعدوا ودخل" ① گھر میں تمام کے برتن کے گرد بیٹھنے کی گنجائش نہ تھی۔ ② ممکن ہے وقت تنگ ہو (فتح الباری): "حتی اکل القوم کلهم" "کلهم" لا کر بتلایا کہ کوئی ایک بھی باقی نہ رہا: "شبعوا" سیر ہو کر کھایا یہ نادر معاملہ ہے جس شبع کی مذمت ہے وہ عادت وحرص والا ہے جیسا بارش شروع ہوئی تو آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا: "انه حدیث عهد بربه ای بتکوینه" جیسا ایوب سونے کی ٹڈیاں اترنے پر ان کو جمع کرنے لگے تو فرمایا گیا جو دیا گیا وہ کافی نہیں تو عرض کیا۔تیرے فضل سے کبھی استغناء نہیں: "سبعون رجلاً او ثمانون" اس روایت میں تو شک کے ساتھ ہے۔دوسری روایت میں تعیین کے ساتھ اسی ہے۔بلکہ ایک روایت میں: "بضعة وثمانون" بھی وارد ہے۔

ایک روایت میں ہے: "فما زال یدخل" کہ آپ دس دس کو داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرماتے رہے۔اسناد مجازی ہے۔جیسا سابقہ روایت میں ثابت ہے: "ثم هیاها" تمام کے کھانے کے بعد اس کو جمع فرمایا۔گھر والوں کے کھانے کے بعد یا فقط مہمانوں کے بعد: "فاذا هی ومثلها" وہ پیالہ طعام کے اعتبار سے پہلی مرتبہ رکھنے کی طرح تھا۔(ذرا کمی نہ آئی تھی نحو اذا مفاجات کے لیے ہے اور جملہ اسمیہ اس کے بعد اس کی طرف مضاف ہے۔مطلب یہ ہے اچانک یہ معجزہ پیش آیا اور وہ اسی آدمیوں کے سیر ہونے کے بعد بھی کھانے کا اسی مقدار میں بچ جانا ہے۔مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: "ثم اخذ ما بقی فجمعه ثم دعا فیه بالبرکة فعاد کما کان فقال 'دونکم هذا" ایک اور مسلم کی روایت میں ہے: "فاکلوا" اس میں جمع کی ضمیر روایت میں مذکور صحابہ کی طرف لوٹتی ہے یہ عبدالرحمن بن ابی لیلی انصاری کی روایت ہے: "عشرة عشرة" نحو: حال ہے اعراب تو ایک پر ہے دوسرے پر مناسبت سے آیا ہے: "ثم اکل النبی ﷺ بعد ذلك واهل البیت" اس سے معلوم ہوا کہ کھلانے اور تقسیم کرنے والے اور گھر والوں کو مہمانوں کی فراغت کے بعد کھانا کھانا مسنون ہے۔

ترکوا استوروا: تھوڑا کھانا کثیر تعداد کے کھالینے کے بعد بچ گیا (الحمدللہ علی تلك المعجزۃ) ایک اور روایت مسلم میں ہے: "لم افضلوا" باقی چھوڑا: "ما بلغوا جیرانهم" ایک روایت میں یہ عبارت ہے: "وفضلت فضله فا هدینا لجیراننا" ہم نے بچا ہوا کھانا پڑوس میں دیا۔ یہ عبداللہ بن ابی طلحہ کی روایت ہے۔ انسؓ کی روایت یہ ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے: "اهدت ام سیلم لجیرانها" نحو ما موصول ہے۔ ضمیر عائد محذوف ہے: "ای ما وصلوا به جیرانهم" وہ جو انہوں نے اپنے پڑوسیوں کو دیا۔ ② ضمیر عائد منصوب بھی ہو سکتی ہے جو انہوں نے اپنے پڑوسیوں تک پہنچایا: "جیران" یہ جار کی جمع ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں انسؓ سے سماع کے ساتھ یہ ثابت ہے جبت رسول ﷺ تا کہ آپ کی خدمت انجام دوں: "فوجدته حالسًا" ایک روایت میں: "فی المسجد ینقلب ظهرا لبطن" کی عبارت پائی جاتی ہے پھر روایت نقل کرتے ہو: "وقدعصب بطنه بعصابة" پیٹ پر پٹی باندھنے کا تذکرہ ہے۔ اسامہ کہتے ہیں پتھر کے متعلق مجھے شک ہے۔ پیچھے جابر کی روایت میں پتھر باندھنے کی حکمت مذکور ہو چکی۔ ایک روایت دوسرے کے خلاف نہیں دونوں چیزیں ممکن ہیں رواۃ نے ایک ایک کا تذکرہ کر دیا: "من الجوع" نحو: من تعلیلیہ ہے جیسا اس آیت میں: "مماخطیئا تهم اغرقوا" وہ اپنی غلطیوں کے سبب غرق کیے گیے: "فذ هبت الی ابی طلحه" یہ جملہ معترضہ ہے اور آنے کی وجہ بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہے: "یا اتباه" احتراماً والدہ کے خاوند کو والد کہا نحو: اس کے آخر میں وقف کے لیے ہا ساکنہ لگائی جاتی ہے۔ یہ جملہ ذہب کا معطوف ہے: "رایت رسول ﷺ رؤیت" عین مراد ہو تو "عصب بطنه" یہ حال ہے۔ ② رای علم کے معنی میں ہو تو مفعول ہے۔

فقالوا من الجوع: یہ پیٹ پر پٹی عادت نہ تھی بھوک کی وجہ سے باندھی تھی اس کا تذکرہ اس لیے کیا کہ انسؓ جلد اس کا ازالہ چاہتے تھے: "هال من شئی" عام بول کر خاص مراد ہے کیا تمہارے پاس کچھ ہے: "کسر" یہ کسرۃ کی جمع ہے روٹی کے ٹکڑے ثمرات معلوم ہوتا کھجوریں بہت تھوڑی مقدار تھیں جیسا ثلاثۃ قروء میں ہے: "اشبعناه" عام طور پر اتنی مقدار سے ایک آدمی سیر ہو جاتا ہے اگر زیادہ ہوں تو عادۃ کم پڑ جائے گا۔

مزاج صحابہ: آپ ﷺ کا کس قدر خیال تھا مصلحت کے مطابق کھانا مہیا کیا: "قوت لایموت" پر گزارا اور لذت و شہوات سے گریز و پرہیز۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (۴۲۲) ومسلم ۲۰۴۰) والترمذی (۳۶۳)

**الفوائد:** ① ہدیہ بھیجنا مستحب ہے خواہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ ② عالم کو وقتاً فوقتاً اپنے احباب کو تادیب کا وعظ کہنا چاہیے۔ ③ ام سلیم کے کمال ایمان کی شہادت ملتی ہے۔ ④ جب مہمان مدعو کو معلوم ہو کہ کسی اور کے ساتھ لانے سے داعی و میزبان ناراض نہ ہوگا۔ تو ساتھ لانے میں حرج نہیں۔

## ۵۷: بَابُ الْقَنَاعَةِ وَالْعَفَافِ وَالْاِقْتِصَادِ فِي الْمَعِيْشَةِ وَالْاِنْفَاقِ وَذَمِّ السُّؤَالِ

# مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ

## بَابٌ ۵۶: قناعت ومیانہ روی کا حکم اور بلاضرورت سوال کی مذمت

القناعه: تقسیم الٰہی پر راضی ہونا: "العفاف و الاقتصاد" عفاف پاک دامنی سوال نہ کرنا' اقتصاد یہ قصد سے باب افتعال ہے۔فضول خرچی اور بخل کے درمیان درجہ کو کہتے ہیں۔

فی المعشة والانفاق پاکیزہ مال کو اللہ تعالیٰ کی طاعات اور مباحات میں صرف کرنا انفاق کہلاتا ہے۔یعنی خرچ میں میانہ روی جیسا فرمایا:"ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها كل البسط الاية" نہ ہاتھ کو بالکل روک رو اور نہ بالکل کھول دو۔

ذم السوال: معمول کو حذف کر دیا تا کہ ہر قسم کے سوال کو شامل ہو مثلاً مال' طعام وغیرہ۔

من غیر ضرورة بلا حاجت ۔جیسا فرمایا گیا :"من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه" بے مقصد کاموں میں مشغولیت کی مذمت کی گئی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ [هود:٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"زمین پر چلنے والا جو بھی جانور ہے اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے"۔(ھود)

مِنْ دَآبَّةٍ مِنْ عموم کی نشاندہی کر رہا ہے۔ابن عطیہ کہتے ہیں دابہ زمین پر چلنے والے ہر حیوان کو کہتے ہیں۔تمام حیوانات جن کو رزق کی محتاجی ہے وہ اس میں شامل ہیں خواہ پرندے ہو یا کھڑے ہونے والے حیوانات ہوں ۔حدیث ابوعبیدہ میں وارد ہے: "فاذا دابة مثل الظرب" اس سے مراد سمندری جانور ہے۔

فِي الْاَرْضِ: کی قید اس لئے لگائی کہ یہ حس کے قریب تر ہے۔پرندے اور کھڑے ہونے والے جانور وہ بھی زمین میں ہیں کوئی حیوان اپنی غذا لیے بغیر نہیں مرتا اس کو ماں کے پیٹ میں غذا مل چکی :"الا علی اللہ رزقها" اللہ تعالیٰ پر تو کوئی چیز لازم نہیں اس نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے۔بیضاوی کہتے ہیں۔یہ رزق تک پہنچنے میں تخفیف کرنے اور توکل پر آمادہ کرنے کے لیے اس طرح فرمادیا۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ [البقرة:٢٧٣]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"یہ صدقہ ان فقراء کے لئے ہے جو اللہ کی راہ میں روکے گئے ہیں زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ۔ان کو

جاہل لوگ مالدار سمجھتے ہیں سوال نہ کرنے کی وجہ سے تو ان کو ان کے چہروں کے نشانات سے پہچانے گا وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کریں گے"۔ (بقرہ)

**لِلْفُقَرَآءِ**: صدقات کے یہ اولین حقدار ہیں اگر چہ دیگر مصارف پر بھی خرچ کرنا درست ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے: "**الذین احصروا فی سبیل اللہ**" یعنی ① انہوں نے اپنے نفوس کو جہاد کے لیے روک لیا۔ ② بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ اسلام قبول کر کے اور قصہ جہاد اور خوف اعداء کی وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو پابند کر لیا جب کہ کفار ان کے چاروں اطراف میں ہیں اس لئے دشمن کا خوف ان کے احصار کا عذر بن جائے گا۔ ③ بعض نے کہا اس سے مراد فقراء مہاجرین قریش وغیرہ قریش مراد ہیں۔ ④ بعض نے اصحاب صفہ مراد لیے جنہوں نے کلی طور پر اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے۔ ⑤ ابن عطیہ کہتے ہیں انتہاء زمانہ تک وہ لوگ اس میں شامل ہیں جو صفت فقراء سے متصف ہیں: "**فی سبیل اللہ**" یہ جہاد اور اسلام میں داخل ہونے دونوں کا احتمال رکھتا ہے: "**لا یستطیعون ضربا فی الارض**" جہاد میں مصروف ہونے یا غلبہ کفر کی وجہ سے تجارت میں مشغولیت کی وسعت نہیں پاتے۔

**یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف**: ان کے سوال سے بچنے کی وجہ سے ان کے ظاہر حال کو دیکھ کر جاہل ان کو مال دار خیال کرتے ہیں: "**تعرفھم بسیماھم**" "تم انہیں خشوع اور تنگدستی و مشقت کے اثرات کی وجہ سے پہچانو گے۔ ① بعض نے کہا سجدے کے اثرات سے پہچانو گے۔ ② ابن عطیہ کہتے ہیں یہ سب سے بہتر قول ہے کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو نماز کے لیے فارغ کر رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے ہیں سجدے کے آثار ہر وقت ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔

**لا یسألون الناس الحافا**: الحاف اصرار کو کہتے ہیں۔ جمہور کہتے ہیں کہ مقید کی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مطلقاً لوگوں سے سوال نہیں کرتے۔ ② اگر کبھی وہ سوال کرتے ہیں تو اس میں اصرار نہیں یعنی بہت کم سوال کرتے ہیں۔ اس احتمال سے صرف قید کی نفی ہوئی بقول سفاقسی کلام مقید میں اکثر قید کی نفی مقصود ہوتی ہے۔ مگر ثعالبی کہتے ہیں یہ بات غور کرنے سے آیت کے الفاظ سے بعید نظر آتی ہے فقیر محتاج کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے فقر میں سوال سے باز رہے اور اسی پر اکتفاء کرے کہ اس کا رب اسے جانتا ہے ③ عارف باللہ ابن جمرہؒ نے خوب کہا: "**من لم یرض بالیسیر فھو اسیر**" جو تھوڑے پر خوش نہیں وہ دولت کا قیدی ہے ④ حضرت علیؓ نے فرمایا: "**استغن عمن شئت تکن نظیرہ وتفضل علی من شئت تکن امیرہ واحتج الی من شئت تکن اسیرہ**" ① تو جس سے استغناء اختیار کرے گا تو اس جیسا ہو جائے گا۔ ② جس پر تو مہربانی کرے گا تو اس کا سردار بن جائے گا ③ جس کے سامنے تو احتیاج ظاہر کرے گا تو اس کا قیدی بن جائے گا۔

ابن عطیہ کہتے ہیں اس آیت میں اس آدمی کی بدحالی کا تذکرہ ہے جو لوگوں سے لپٹ کر مانگتا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾ [الفرقان: ٦٧]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل بلکہ ان کے درمیان ہے ان کا گزران"۔

(فرقان)

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا: ابن عطیہ کہتے کہ وہ طاعات میں خرچ کرتے ہیں کیونکہ دوسرے مقامات سے تو بچے ہوئے ہیں "لم یسرفوا" وہ افراط سے کام نہیں لیتے کہ کسی ضروری حق کو ضائع کردیں یا عیال وغیرہ جن کا حق لازم ہے اس میں کوتاہی اختیار کریں وغیرہ "ولم یقتروا" بخل میں افراط نہیں کرتے "وکان بین ذالك قواما "قوام درمیانے اور معتدل کو کہتے ہیں قوام کہنے کی وجہ دونوں اطراف کا یکتہ اور سیدھا ہونا ہے۔ جیسا کہ سواء کو سواط کہنے کی وجہ دونوں اطراف کی برابری ہے اور ہر ایک کے حق میں قوام اس کے عیال، ذمہ داری کے کم زیادہ ہونے اور صبر اور مضبوطی کسب یا ان کے برعکس کے ساتھ ہوگا اور سب سے بہتر درمیانہ درجہ ہے۔ نحو: قواما یہ دوسری خبر یا حال موکد ہے اور خبر بننا بھی درست ہے۔ بین یہ ظرف لغو ہے۔ بعض نے کہا یہ کان کا اسم ہے غیر متمکن کی اضافت کے لیے بنا اور کمزور ہے کیونکہ یہ قوام کے معنی میں ہے گویا "اخبار المثنی بنفسہ" کے مترادف ہے جو کہ درست نہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ﴾

[الذاریات: ۵۶، ۵۷]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا فرمایا کہ وہ میری عبادت کریں میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ کھلائیں"۔ (ذاریات)

لِيَعْبُدُوْنِ کی لام اجلیہ ہے ان کی خلقت اس طرح کی بنائی گئی ہے کہ ان سے عبادت انجام پذیر ہو اور ان کی عبادت کی طرف راہنمائی کردی گئی یہ انسانی خلقت کی غایت کمالیہ ہے اور بعض کے لیے غایت تک پہنچنا مشکل و تنگ ہو جاتا ہے تو یہ غایت کے غایت ہونے سے مانع نہیں ہے اب رہی "ما آیت ذرانا لجھنم الایۃ" اس میں لام عاقبت ہے جیسا محاورہ ہے "لدوا للموت" ② مگر یہ کہ ہم ان کو حکم دے دیں۔ ③ یہ کہ وہ طوعًا یا کرھًا میرا اقرار کرلیں۔ ④ اس سے خاص مؤمن مراد ہیں یعنی ایمان والے جن و انس کو عبادت کے لیے بنایا (اس آخری مفہوم کو آیت کا آخری حصہ انکار کرتا ہے۔ فتدبر)

ما ارید منهم من رزق وما ارید ان یطعمون یطعمون: اصل میں یطعمونی تھا۔ ① یعنی میرا معاملہ ان کے ساتھ اس طرح کا نہیں جیسا سرداروں کا اپنے غلاموں سے ہوا کرتا ہے۔ ② بعض نے کہا مطلب یہ کہ وہ اپنے کو رزق دیں یا میری کسی اور مخلوق کے لیے انتظام رزق کریں اطعام کا اسناد اپنی ذات کی طرف کر کے اشارہ کردیا "الخلق عیال اللہ" اور "اطعام العیال علی اللہ" حدیث قدسی میں یہ عبارت ہے "استطعمتك فلم تطعمنی" میں نے تجھ سے طعام طلب کیا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا یعنی میری مخلوق کو۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَتَقَدَّمَ مُعْظَمُهَا فِي الْبَابَيْنِ السَّابِقَيْنِ، وَمِمَّا لَمْ يَتَقَدَّمْ.

اس موضوع پر احادیث اکثر سابقہ بابوں میں گزریں جو پہلے نہیں آئیں وہ درج ہیں۔

گزشتہ ابواب میں اس عنوان سے متعلقہ بعض احادیث گزر چکی ہیں یہاں وہ روایات ذکر کی جائیں گی جو پہلے مذکور نہیں

ہوئیں۔

٥٢٢ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ : "لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"اَلْعَرَضُ" بِفَتْحِ الْعَیْنِ وَالرَّآءِ هُوَ الْمَالُ۔

۵۲۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مالداری کثرت سامان سے نہیں لیکن مالداری نفس کے غناء سے ہے''۔ (بخاری و مسلم)

اَلْعَرَضُ: مال۔

**تشریح** ۞ لیس الغنی :غناء جو اللہ تعالیٰ کو پسند اور قابل تعریف ہے وہ وہی ہے جو آخرت کا ثواب یا منافع یا عظمتیں حاصل کرنے کے لیے اختیار کیا جائے۔ یہ لفظ مدوقصر دونوں کے ساتھ مستعمل ہے ''عن کثرۃ العرض ''عن سببیہ ہے ''ولکن الغنی غنی النفس'' لکن اس وہم کے ازالہ کے لیے لایا گیا ہے کہ کثرت سامان قابل تعریف غناء کے خلاف ہے۔ جو جواب دیا اصل تو نفس کا غناء ہے۔ ابن بطال کہتے ہیں۔ حقیقت غنی یہ نہیں کہ کسی کے پاس مال کی کثرت ہو اس لئے کہ بہت سے وسعت والوں کا حال یہ ہے کہ جو مال ان کو ملا ہے اس سے نفع نہیں اٹھاتے وہ ہر وقت اس کوشش میں ہیں کہ مال بڑھ جائے خود وہ کہیں سے آئے۔ گویا شدت حرص کی وجہ سے وہ فقیر ہے غنی نہیں۔ غناء کی حقیقت تو نفس کا غنی ہونا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو آدمی اس پر استغناء اختیار کرے جو اس کو ملا ہوا اور اس پر قناعت کرلے اور راضی ہو جائے اور اضافہ کی حرص نہ کرے اور طلب میں اصرار نہ کرے۔

**قرطبی کا قول**: قابل تعریف نفس کا غناء ہے کیونکہ اس وقت وہ طمع کے مقامات سے رک جائے گا پس عزت و عظمت والا بن جائے گا اور اس کو اس سے وہ اقبال و شرف اور مدح و ثناء میسر آئے گی جو اس مالدار کو ملتی ہے جو حرص کی وجہ سے فقیر النفس ہو اس لئے کہ فقر نفس اس کو رذائل نفس اور خسیس اغراض میں مبتلا کر دیتا ہے کیونکہ اس کی وجہ اس کی ہمت کی کوتاہی اور بخل و حرص ہوتا ہے اور لوگوں کی اکثریت اس کی مذمت کرتی ہے اور اس کا مرتبہ لوگوں کی نگاہ میں گر جاتا ہے وہ ہر حقیر و ذلیل سے ذلیل تر شمار ہوتا ہے۔ (المفہم للقرطبی)

حاصل کلام یہ ہے کہ جس کو غناء نفس سے نواز دیا گیا وہ اسی پر قناعت اختیار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تقسیم کر رکھا ہے اور بلا ضرورت اس کے اضافہ کا طالب نہیں ہوتا اور نہ تلاش میں مصر ہے بلکہ اپنی قسمت پر نازاں ہے۔ گویا وہ ہمیشہ سب کچھ پانے والا ہے۔ فقر نفس میں مبتلا شخص اس کے بالکل برعکس ہے۔

غناء کیسے میسر ہو؟ غناء نفس کا راستہ رضا بالقضاء ہے اور اپنے کو مکمل طور پر اس کی ذات کے حوالے کرنا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے وہ اس طرح حرص و طلب سے اعراض کرتا ہے۔ طیبی کا قول: غناء نفس سے کمالات عالیہ کا حصول مراد ہے بقول شاعر

من ینفق الساعات فی جمع ماله ☆ مخافة فقر فالذی فعل الفقر

جو آدمی مال جمع کرنے میں فقر کے خطرے سے لگا ہوا ہے جو کچھ اس نے کیا وہ خود فقر ہے یعنی مناسب یہ ہے کہ غناء حقیقی میں اپنے اوقات کو صرف کرے اور وہ حصول کمالات ہے جمع مال نہیں اس لئے کہ مال کا جمع کرنا تو فقر ہے بعض نے کہا کہ یہ مطلب بھی درست ہے لیکن پہلا مطلب زیادہ ظاہر ہے ابن عسقلان کہتا ہے ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو۔ ہمیشہ کی غناء کثرت مال سے نہیں ہوتی کیونکہ مال تو زوال پذیر ہے۔ ہمیشہ کی غناء کمال نفسانی سے ملتی ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا

رضینا قسمة الجبار فینا ☆ لنا علم وللاعداء مال

فان المال یفنی عن قریب ☆ وان العلم کنز لا یزال

غناء نفس اس وقت میسر آتی ہے جب دل تمام امور میں رب تعالیٰ کا محتاج ہو اور اس بات کا یقین ہو کہ دینے والا اور روکنے والا وہی ہے۔ پس اس کے فیصلے پر راضی اور اس کی نعمتوں پر شاکر رہے اس طرح دل کی احتیاج اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے سے غیروں سے نفس کو غناء حاصل ہو جائے گی جو غناء اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وارد ہے: "ووجدك عائلا فاغنی" وہ ایسے نفس پر اترتی ہے جس میں غناء پایا جائے۔ یہ آیت مکی ہے اور کسی سے یہ ڈھکی چھپی بات نہیں کہ غنائم خیبر سے پہلے آپ کے ہاں اموال کی کس قدر قلت تھی؟ "عرض" دنیا کا سامان، مال مگر متکلمین کے ہاں جو بذات خود قائم نہ ہو اس کے قیام کے لئے کوئی محل ضروری ہے یہ جوہر کے برعکس ہے اس کی جمع عروض ہے جیسے: "فلس وفلوس" (المصباح) ابوعبید کہتے ہیں: "عرض" وہ سامان جو ماپ تول میں نہ آئے اور نہ وہ حیوان ہو نہ زمین۔ ابن فارس کہتے ہیں نقدی کے علاوہ ہر سامان کو "عروض" کہتے ہیں۔

تخریج: أخرجه أحمد (٣/٧٣٢٠) والبخاری (٦٤٤٦) ومسلم (١٠٥١) والحمیدی (١٢٠٧) وأبو نعیم فی "الحلیة" ٩٩/٤)

الفوائد: ① قابل مدح غنی غناء نفس ہے وہ قلت حرص سے میسر آتا ہے نہ کہ کثرت مال سے۔ ② جو موجود پر مستغنی نہیں اس کو غناء میسر نہیں آ سکتی۔

٥٢٣: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ کَفَافًا وَّقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

٥٢٣: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اسلام قبول کیا وہ کامیاب ہوا اور مناسب رزق دیا گیا اور اللہ نے جو کچھ اس کو دیا اس پر قناعت فرمائی۔ (مسلم)

تشریح ۞ قد فلح من اسلم: قد تحقیق کے لیے ہے فلاح کامیابی کو کہتے ہیں۔ اسلام کی وجہ سے آدمی آگ سے بچنے اور جنت میں داخلے کا حقدار بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز" الآیہ۔
ورزق کفافا: کفاف وہ ہے جو قناعت کے ساتھ سوال سے روک دے اور حاجت سے بھی نہ بڑھے۔ (ترغیب فی الزکاۃ)

کفاف وہ ہے جو کفایت سے نہ بچے۔ (فی الزہد) سعید بن عبدالعزیز نے کسی نے پوچھا کفاف رزق کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن کی سیری اور ایک دن کی بھوک۔ (ابن حبان)

قرطبی کہتے ہیں جو حاجات کو نہ روکے اور ضروریات کو پورا کر دے اور خوش حال لوگوں سے نہ ملائے۔ (المفہم للقرطبی)۔

یہ فلاح اس لئے تھا جب کہ اس نے کفایت کو اپنے اندر سمیٹ رکھا تھا اور اس کے قائم رکھنے پر کامیاب تھا اور غناء کے نقائص اور سوال کی ذلت سے بچا ہوا تھا پھر جو باب الزکوۃ میں مذکور ہے وہ ترغیب ہے۔

وقنعه الله بما آتاه ① کفایت وقناعت کا مفہوم مختلف ہونے کی وجہ سے آخر میں قناعت کا ذکر کر دیا۔ ② اہتمام اہمیت کی وجہ سے دوبارہ دوسرے پیرایہ میں ذکر کر دیا یہ حالت تکبر میں ڈالنے والی غناء اور مٹی میں ملا دینے والے فقر سے اعلیٰ ہے۔

**تخریج**: مسلم' احمد ۶۵۸۳/۲' ترمذی' ابن ماجه (جامع صغیر) ابن حبان ۶۷۰' بیهقی ۱۹۶/۴۔

**الفرائد**: ① قدر رحامت پر بلا شکایت راضی ہونے والا مبارک باد کا حقدار ہے۔ ② کفاف فقر وغناء سے اعلیٰ ہے۔

۵۲۴ : وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ ' ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ ' ثُمَّ قَالَ :"يَا حَكِيْمُ : إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى" قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى أُفَارِقَ الدُّنْيَا : فَكَانَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدْعُوْا حَكِيْمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ فَيَأْبٰى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا ' ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبٰى أَنْ يَقْبَلَهُ – فَقَالَ : يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ أُشْهِدُكُمْ عَلٰى حَكِيْمٍ أَنِّيْ أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِيْ قَسَمَهُ اللّٰهُ لَهُ فِيْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَأْبٰى أَنْ يَأْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ حَتّٰى تُوُفِّيَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"يَرْزَأُ" بِرَاءٍ ثُمَّ زَايٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ أَيْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ أَحَدٍ شَيْئًا ' وَأَصْلُ الرَّزْءِ : النُّقْصَانُ : أَيْ لَمْ يُنْقِصْ أَحَدًا شَيْئًا بِالْأَخْذِ مِنْهُ۔ "وَإِشْرَافُ النَّفْسِ" تَطَلُّعُهَا وَطَمَعُهَا بِالشَّيْءِ "وَسَخَاوَةُ النَّفْسِ" هِيَ عَدَمُ الْإِشْرَافِ إِلَى الشَّيْءِ وَالطَّمَعِ فِيْهِ وَالْمُبَالَاةِ بِهٖ وَالشَّرَهِ۔

۵۲۴: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپؐ نے مجھے دیا۔ میں نے پھر سوال کیا۔ پھر آپؐ نے مجھے دیا۔ پھر آپؐ سے میں نے سوال کیا آپؐ نے پھر مجھے عنایت فرمایا۔ پھر فرمایا اے حکیم یہ مال سرسبز' میٹھا اور شیریں ہے جس نے اس کو دل کی سخاوت کے ساتھ لیا۔ اس کے لئے اس میں برکت ڈال دی گئی اور جس نے اس کو نفس کی چاہت کے لئے لیا۔ اس میں برکت نہ دی گئی اور اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا میں آپؐ کے بعد کسی سے کوئی

چیز نہیں لوں گا یہاں تک کہ میں رخصت ہو جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حکیم کو ان کا عطیہ دینے کے لئے بلاتے مگر وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ پھر اسی طرح عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو عطیئے کے لئے بلایا۔ انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مسلمانو! میں تم کو حکیم کے بارے میں گواہ بناتا ہوں کہ میں ان کے سامنے ان کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو ان کو اس مال فئے میں اللہ نے دیا ہے وہ لینے سے انکار کر رہے ہیں۔ چنانچہ حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی وفات تک کسی سے کچھ نہ لیا۔ (بخاری و مسلم)

لَمْ یَرْزَأْ: وہ نہیں لیتے ہیں رُزْأ کا اصل معنی نقصان اور کمی ہے۔ یعنی لے کر کسی کی کوئی چیز کم نہیں کرتے۔

اِشْرَافُ النَّفْسِ: نفس کا کسی چیز کو جھانکنا اور اس کا طمع کرنا اور سخاوت نفس نہ کسی چیز کی طرف جھانکنا اور نہ کسی چیز کا طمع کرنا۔

**تشریح** ۞ حکیم بن حزامؓ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ اسدی قرشی مکیؓ ان کی ولادت عام الفیل سے تیرہ سال پہلے کعبہ کے اندر ہوئی اور کسی کے متعلق یہ بات معروف نہیں۔ علیؓ کے متعلق کعبہ میں ولادت کا قول ضعیف ہے۔

ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے اور ساٹھ سال اسلامی زندگی گزارے۔ اس بات میں صرف حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کے ہم سفر نظر آتے ہیں یعنی جب سے علی الاعلان اسلام لائے اس وقت سے لے کر ساٹھ سال گزارے۔ یہ جاہلیت و اسلام میں شرفاء قریش میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں جتنے اچھے کام کئے زمانہ اسلام میں اسی طرح کے کام کیے۔ باب الصدق میں حالات گزرے۔

سالت رسول ﷺ: میں نے دنیا کی جو چیز مانگی وہ مجھے عنایت فرما دی۔

**ثم سالته فاعطانی**: پھر اور مانگی تو عنایت فرما دی۔ **ثم قال** اس بات کو عطیئے سے اس لئے مؤخر کیا تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ مانگی ہوئی چیز کے سلسلے میں بخل کر رہے ہیں۔: **"یا حکیم"** نام سے آواز دینے سے مخاطب کو مزید خبردار کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ② اس میں متنبہ کیا کہ تم تو اسم با مسمٰی ہو زہد کے داعی اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے والے ہو۔: **"ان هذا المال خضر حلو"** یہ مال اس سبزے کی طرح ہے جو نظر کے لیے پرکشش اور نفس کو مانوس کرنے والا ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ مال صورت میں سرسبز و میٹھا ہے۔ اہل عرب ہر چمکدار کو نضر و خضر کہتے ہیں۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں یہ مال کی صفت نہیں بلکہ تشبیہ کے لیے ہے۔ ③ مال سے مراد یہاں دنیا ہے اور مال اس کی زینت ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **"المال والبنون زينة الحياة الدنيا الآية"** مال و اولاد دنیا کی زینت ہے۔: **"فمن اخذه بسخاوة نفس"** جس نے بغیر لالچ اور اصرار کے لیا۔ یہ تو لینے والے کے اعتبار سے ہے۔ ④ دینے والے کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے یعنی جس نے انشراح صدر سے دیا۔: **بورك له فيه** اس کا تھوڑا سا مال زیادہ کی جگہ کام دے گا: **"باشراف نفس"** جس نے انتظار و حرص سے لیا۔: **الذی یا کل ولا یشبع** وہ اس آدمی کی طرح ہے جو بیماری کی وجہ سے سیر نہیں ہوتا جوں جوں بیماری بڑھتی ہے اس کی بھوک میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

ابن ابی جمرہ کہتے ہیں حدیث میں : من جملہ یہ فوائد ہیں ۔ ① بسا اوقات مال لینے کے باوجود زہد ہوتا ہے نفس کی سخاوت بعینہ زہد ہے۔ تم کہو گے : "سخت بکذا" اس نے سخاوت کی اور سخت : عن کذا یعنی اس کی طرف توجہ نہیں کی۔
② سخاوت نفس کے ساتھ لینا ہو تو رزق میں زہد و برکت کا اجر حاصل ہوگا۔ اس سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ زہد سے دنیا وآخرت کی بھلائی ملتی ہے اس میں ایک ایسی مثال بیان کی گئی جو ... کئی مثالوں سے سمجھ نہیں سکتا۔ کیونکہ لوگوں کی اکثریت برکت کثیر چیز کو قرار دیتی ہے۔ اس مذکورہ مثال سے یہ بات کھل گئی کہ برکت اللہ تعالیٰ کی عادات میں سے ایک عادت ہے۔ لوگوں کو اسی چیز کی مثال دی جس کے وہ عادی ہیں پس کھانا سیر ہونے کے لیے ہوتا ہے۔ جب کھائے اور سیر نہ ہو یہ اس کے حق میں بلا فائدہ ایک مشقت و محنت ہے۔ اس سے وہ منافع میسر نہیں آ رہے۔ جب یہ بے فائدہ عمل اس کے سامنے بار بار ہو گا تو اس کا وجود و عدم اس کے ہاں برابر ہو گئے۔

**والید العلیا خیر من الید السفلیٰ**: بخاری میں یہ عبارت زائد : **فالید العلیا هی المنفقة والسفلیٰ هی السائلة** اور اوپر والا ہاتھ دینے والا اور نچلا ہاتھ یعنی لینے والا۔ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ نسائی میں طارق بن محارق کی روایت اس طرح ہے۔ "ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر کھڑے لوگوں کو خطبہ دیتے پایا" آپ فرما یا رہے تھے : "**ید المعطی العلیا**" دینے والا ہاتھ علیا ہے۔ (نسائی) ابن ابی شیبہ کی روایت ثعلبہ بن زہدم سے بھی اسی طرح ہے جمہور کے قول کے مطابق : **ید علیا** سے دینے والا اور : **ید سفلی** سے سوال والا ہاتھ مراد ہے۔ یہی مضبوط قول ہے جیسا دلائل روایات سے ثابت ہے۔ (فتح الباری)

**لاارزء احدا بعدك حتٰی فارق الدنیا** میں تا حیات کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں گا۔ یہ دوامی انکفاف سے کنایہ ہے : "ابو بکرؓ **یدعو حکیما یعطیه**" جب ابو بکر خلیفہ بنے تو غنیمت کا حق دینے کے لیے ان کو بلاتے وہ انکار کر دیتے : "**ثم ان عمر دعاه لیعطیه فابی**" پھر عمرؓ اپنے زمانے میں مال دینے کے لیے ان کو بلاتے تو وہ لینے سے انکار کرتے : **یا معشر المسلمین**۔ معشر، قوم ارہط اور نفر آدمیوں کی جماعت پر بولے جاتے ہیں عورتوں پر بولے نہیں جاتے۔ (المصباح)

وجہ ترک : ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ حکیم عطیہ لینے سے اس لئے باز رہے ان کو ڈر ہوا کہ وہ اگر کسی سے قبول کر لیں گے تو لینے کی عادت پڑ جائے گی پھر اس سے اس چیز کے لینے کی طرف تجاوز نہ ہو جائے جن کو وہ سرے سے لینا ہی نہیں چاہتے۔ گویا انہوں نے : "**دع مالا یریبك الی مالا یریبك**" عمرؓ نے ان پر اس لئے گواہ بنائے تا کہ جو آدمی اس اندرونی حقیقت سے واقف نہیں وہ الزام نہ دھرے کہ عمر نے حکیم کا حق روک لیا۔ (فتح الباری)۔

**فلم یرزا حکیم احدًا** : اسحاق بن راہویہ نے اپنی سند میں مرسل روایت نقل کی ہے کہ حکیم نے ابو بکر، عمر، عثمان اور معاویہؓ میں سے کسی سے قرض تک نہ لیا۔ یہاں تک کہ امارت امیر معاویہؓ کے دسویں سال ان کا انتقال ہو گیا۔ (فتح الباری) سیوطی کا قول یہ ہے کہ حکیم کے سوال کا باعث یہ تھا کہ آپ ﷺ نے ان کے اس کے علاوہ عنایت فرمایا۔ جو آپ نے اپنے دیگر صحابہ کو دیا۔ تو اس پر وہ کہنے لگے یا رسول ﷺ میں تو یہ خیال نہ کرتا تھا کہ آپ یہ مجھے ہی دیں گے اور لوگوں کو نہ دیں گے۔ انہوں نے اور مانگا آپ نے دے دیا۔ انہوں نے اور مانگا آپ نے اور بھی دے دیا یہاں تک کہ وہ خوش ہو گئے۔ اس پر آپ نے یہ بات فرمائی۔ (التوشیح لسیوطی)

الرزء: اصل نقصان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی میں کسی کا مالی نقصان نہ کروں گا۔ بلا عوض مفت دی جانے والی چیز کو کہتے ہیں: "اشراف" یہ شرف سے ہے اور وہ بلندی کو کہا جاتا ہے۔ اس کا اصل معنی آنکھ پر ہاتھ سے سایہ کر کے کسی چیز کو دیکھنا۔ گویا بلندی سے کسی چیز کو جھانکنا: "سخاوۃ یہ: سخایسخو ② :سخی یسخی (علم یعلم) ③ سخو یسخو قرب یقرب سے آتا ہے۔

**تخریج**: بخاری فی الوصایا والخمس والرقاق والزکاۃ ترمذی فی الزھد نسائی فی الزکاۃ والرقاق (اطراف) ابن حبان ۳۲۲۰ دارمی ۱/۳۸۸ عبد الرزاق ۲۰۰۴۱ طبرانی ۳۰۷۸ احمد ۱۵۳۲۱ ۵/ بیہقی ۴/۱۹۶۔

**الفوائد**: ① زہد کبھی لینے کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ زہد دنیا آخرت کی سعادتوں کو جمع کرنے والا ہے۔ ② حکیم بن حزام کی ولادت کعبہ میں ہوئی۔

**۵۲۵** : وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ غَزْوَةٍ وَّنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَیْنَنَا بَعِیْرٌ نَّعْتَقِبُهٗ فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمِیْ وَسَقَطَتْ اَظْفَارِیْ فَکُنَّا نَلُفُّ عَلٰی اَرْجُلِنَا مِنَ الْخِرَقِ فَسُمِّیَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا کُنَّا نَعْصِبُ عَلٰی اَرْجُلِنَا مِنَ الْخِرَقِ قَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ فَحَدَّثَ اَبُوْ مُوْسٰی بِهٰذَا الْحَدِیْثِ ثُمَّ کَرِهَ ذٰلِكَ وَقَالَ مَا کُنْتُ اَصْنَعُ بِاَنْ اَذْکُرَهٗ، قَالَ کَاَنَّهٗ کَرِهَ اَنْ یَّکُوْنَ شَیْئًا مِّنْ عَمَلِهٖ اَفْشَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

**۵۲۵** : حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے ہم چھ آدمی تھے اور ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے ہمارے قدم زخمی ہو گئے۔ میرا پاؤں بھی زخمی ہوا اور میرے ناخن گر گئے۔ ہم اپنے پاؤں پر کپڑے کے چیتھڑے لپیٹتے تھے۔ اس لئے اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع پڑ گیا۔ ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات بیان کی پھر ناپسند کیا اور کہا میں اس کو ذکر کرنا نہ چاہتا تھا۔ ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں گویا انہوں نے اپنے کسی بھی نیک عمل کو ظاہر ہونے کو ناپسند کیا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ ابو بردہ: ان کے نام سے متعلق تین قول ہیں۔ ① ہانی بن نیار بلوی مدنی۔ ② ابو بردہ تابعی ان کا نام عامر ہے یہ ابوموسیٰ اشعری کے بیٹے ہیں اپنے والد سے نقل کرتے ہیں اس لئے نووی نے کوئی قید نہیں لگائی حالانکہ مشتبہ مقامات پر نووی ایسا کرتے ہیں۔ جمہور کا قول یہی ہے۔ یہ کوفی تابعی ہیں یہ قضاء کوفہ کے والی بنے ان کو حجاج نے معزول کر کے ان کے بھائی ابوبکر کو قاضی بنادیا ان کی توثیق وجلالت پر اتفاق ہے۔ یہ ابوالحسن اشعری جو علم کلام کے ائمہ سے ہیں۔ ان کے دادا ہیں۔ بعض نے کہا ۱۰۳ھ بعض نے ۱۰۴ھ لکھا ہے۔ تابعی کے تذکرہ کی ضرورت اس لئے پڑی کہ اس حدیث: فحدث ابو موسٰی مذکور ہے۔ باب الاخلاص میں ابوموسیٰ اشعریؓ کے حالات میں گزرے: "فی غزاۃ غزا یغزو غزوۃ" غزوۃ ایک مرتبہ غزوہ میں جانا۔ غزاۃ اسم معلل ہے۔

التخریج: "ونحن ستة نفر" یہ خرج کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے بقول حافظ: مجھے ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے مگر میرے خیال میں یہ اشعری حضرات ہیں۔

"بیننا بعیر نعتقبه": یہ جملہ حالیہ متداخلہ ہے تعبیر کالفظ انسان کی طرح مذکر و مؤنث پر بولا جاتا ہے اور: "جمل رجل" کی طرح کے ساتھ خاص ہے اور: "الناقه مراة" کی طرح مؤنث کے لیے مستعمل ہے: "البکر البکرہ" جوان سال اونٹ اونٹنی کے لیے: "فتی" اور "فتاة" کی طرح مستعمل ہے اور قلوص جاریہ کی طرح مؤنث نوعمر اونٹنی کے لئے مستعمل ہے یہ ابن جنی ابن السکیت ازہری کا قول ہے۔(المصباح) یہ خاص اہل عرب جانتے ہیں۔

"نعتقبه" ایک ایک کر کے باری باری سوار ہونا۔جیسے کہتے: "دارت عقبه فلان فنقبت قدمی" دوسرے نسخہ میں: "اقدامنا" سے گھسنا سوراخ ہونا: "وسقطت اظفاری" ظفر کی جمع ہے اس کی جمع اظفر بھی آتی ہے جیسے رکن جمع ارکن (المصباح): "نعصب"۔

وجہ تسمیہ: وہ کپڑے کے چیتھڑے جو پاؤں پر لپیٹتے تھے۔② ابن ہشام کا قول۔جھنڈوں کو پیوند لگاتے اس لیے ذات الرقاع کہلایا۔③ بعض نے کہا وہاں ایک درخت کا نام ذات الرقاع ہے۔اس لئے یہ نام پڑا۔④ ایک قول یہ ہے کہ وہ سرزمین جہاں صحابہ اترے مختلف رنگ کی تھی اس لئے غزوے کا نام ذات الرقاع کہلایا۔⑤ ابو حیان نے کہا گھوڑوں کے رنگ سیاہ سفید تھے۔⑥ واقدی وہاں ایک پہاڑ ہے جس میں مختلف رنگ کے پتھر تھے یہ شاید ابو حیان کی طرف منسوب قول میں خیل کو جبل سے بدل دیا گیا۔

سہیلی کا قول: ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جو روایت میں فرمایا وہ راجح ہے۔نووی کا رجحان اسی طرف ہے۔البتہ یہ احتمال بھی ہے کہ تمام وجوہ پائی گئی ہوں۔

کب ہوا: اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ کب پیش آیا۔① بخاری کا میلان یہ ہے کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا۔② اور اہل سیر کا خیال یہ ہے کہ غزوہ خیبر سے پہلے کا واقعہ ہے۔③ ابن اسحاق کہتے ہیں یہ غزوہ بنی نضیر کے بعد اور خندق سے پہلے ۴ھ میں پیش آیا۔④ ابن سعد اور ابن حبان کہتے ہیں ۵ محرم میں ہوا۔⑤ ابو معشر کا قول یہ ہے یہ غزوہ بنو قریظہ اور خندق کے بعد پیش آیا۔⑥ موسیٰ بن عقبہ کا قول متردد ہے کہ یہ بدر سے پہلے یا بعد پیش آیا۔⑦ ابن حجر کہتے ہیں تردد فضول ہے قابل اعتماد بات یہ ہے کہ غزوہ بنی قریظہ کے بعد پیش آیا۔

ایک اور اختلاف: یہ ہے ایک غزوہ دو نام: کہ یہی غزوہ بنو محارب ہے یا اور ① جمہور نے اسی کو غزوہ بنو محارب قرار دیا۔② مگر ابن اسحاق نے کہا یہ غزوہ بنو محارب نہیں ہے۔③ واقدی یہ غزوہ بنو محارب اور ذات الرقاع ہے۔شرح السیرت الحلبیہ میں قطب حلبی نے یہی بات کہی۔(فتح الباری)۔ابو بردہ کہتے ہیں ابوموسیٰ نے یہ روایت بیان کی کیونکہ اس میں ان کے احوال کا تذکرہ تھا: "ثم کرہ ذلک" پھر اس میں اپنے صبر و ابتلاء کا تذکرہ ہونے کی وجہ سے ناپسند کیا کیونکہ مخفی نیکی ہے جو بندے اور رب کے درمیان ہے: "ما کنت اصنع بان اذکرہ" میں اس کا تذکرہ نہ کرنے والا تھا گویا وہ ناپسند کر رہے تھے۔

**النحو**: "کانه کرہ ان یکون شیئاً" کان کی خبر کسرہ ہے اور وہ اسم ہے۔ ① "شیئاً کان" کی خبر ہو اور اس کا اسم ضمیر مستتر ہو یعنی ان کے عمل میں سے جو چیز مذکور ہوئی۔ ② یہ فعل محذوف کا مفعول ہو اور جملہ: "یکون" کی خبر ہو: "یکون افشی شیئاً"

**افشاہ** یہ جملہ شیئا کی صفت ہے۔ ② جملہ مفرہ ہے۔ ③ خبر سے حال بھی بن سکتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاري (٤١٢٨) ومسلم (١٨١٦) وابن حبان (٤٧٣٤) والبيهقي ٥/٢٥٨)

**الفوائد**: حق کی راہ میں جن مشکلات کا سامنا ہوا انہیں کسی خاص مصلحت سے ظاہر کرنا درست ہے ورنہ اخفاء ہی چاہئے۔ صحابہ کرام اور بزرگان دین کے سامنے آنے والے واقعات اسی رنگ کو ظاہر کرتے ہیں۔

٥٢٦: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ بِفَتْحِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَإِسْكَانِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُتِيَ بِمَالٍ اَوْ سَبْيٍ فَقَسَّمَهُ فَاَعْطٰى رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا فَبَلَغَهُ اَنَّ الَّذِيْنَ تَرَكَ عَتَبُوْا، فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ "اَمَّا بَعْدُ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُعْطِي الرَّجُلَ وَاَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِيْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الَّذِيْ اُعْطِيْ وَلٰكِنِّيْ اِنَّمَا اُعْطِيْ اَقْوَامًا لِمَا اَرٰى فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِّنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَاَكِلُ اَقْوَامًا اِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِّنَ الْغِنٰى وَالْخَيْرِ، مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ" فَوَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"اَلْهَلَعُ" هُوَ اَشَدُّ الْجَزَعِ، وَقِيْلَ الضَّجَرُ۔

٥٢٦: حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مال اور قیدی لائے گئے جن کو آپ نے تقسیم کر دیا۔ آپ نے کچھ آدمیوں کو دیا اور کچھ آدمیوں کو چھوڑ دیا۔ پھر آپ کو یہ اطلاع ملی کہ جن کو آپ نے چھوڑ دیا ہے انہوں نے ناراضگی ظاہر کی ہے۔ پس آپ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا۔ اما بعد! اللہ کی قسم میں ایک آدمی کو دیتا ہوں اور دوسرے آدمی کو چھوڑتا ہوں اور وہ جس کو میں چھوڑتا ہوں وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں دیتا ہوں۔ لیکن میں کچھ لوگوں کو دیتا ہوں کیونکہ میں ان کے دلوں میں گھبراہٹ اور بے چینی پاتا ہوں اور دوسرے لوگوں کو میں اس غنا اور بھلائی کے سپرد کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں پیدا فرمائی ہے اور ان لوگوں میں عمرو بن تغلب بھی ہے۔ حضرت عمرو کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں یہ نہیں چاہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹ ملتے۔ (بخاری)

اَلْهَلَعُ: انتہائی گھبراہٹ' بعض نے کہا اکتاہٹ۔ اور بعض نے اس کے معنی تکلیف کے بھی کئے ہیں۔

**النحو**: عمرو بن تغلب: یہ غیر منصرف ہے یہ عبدالقیس سے ہیں اس لئے عبری کہلاتے ہیں ان کے نسب میں جو باتیں کہی گئیں ان سے ان کا نسب اسد بن ربیعہ تک پہنچتا ہے۔ یہ بالاتفاق ربعی ہیں ابن حجرؒ کہتے ہیں یہی نمری ہیں۔ یہ صحابی ہیں پھر بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ ان سے دو روایتیں بخاری نے لی ہیں۔ ان سے حسن بصری نے روایت نقل کی ہے۔ (فتح الباری)

(تہذیب نووی): "بمال او سبی" او شک رواۃ کے لیے ہے: "کشمیھنی" نے: "او شئی" نقل کیا اور یہ زیادہ وسیع المعنی ہے: "السبی" قیدی بنانا: "فقسمه" قیدی زیادہ ہونے کی وجہ سے تقسیم کیے: "الذین ترك عتبوا" عتب (ض) (ون)۔ ① ناراضگی سے ملامت کرنے کو عتاب کہتے ہیں۔ ② مقیدی خطاب (النہایہ) آپ کے فعل پر ناراضگی مراد نہیں کیونکہ وہ ایمان کے منافی ہے: فحمد الله تعالى: آپ نے حمد و ثناء کی۔ "امابعد انی لاعطی الرجل" اس میں الف لام جنس کا ہے اور اس سے مقصود تمثیل سے سمجھانا ہے۔ ورنہ اس حدیث نے جو افادہ حاصل ہو رہا ہے وہ عورتوں کے سلسلہ میں بھی جاری ہے جیسا مسلم کی روایت: "هند امرة ابی سفیان" سے ہے: "یا رسول الله ما کان اهل بیت ابغض الی من اهل بیتك والان والله ما اهل بیتٍ احب الی من اهل بیتك" یہاں قسم اور ان سے تاکید کی کیونکہ متروکین نے سمجھا شاید ہم میں کوئی دینی خلل یا محبت کی کمی تھی جس کی وجہ سے ہمیں چھوڑ دیا گیا تو اس کا ازالہ فرمایا۔

"وادع": ماقبل کی دلالت سے مفعول محذوف ہے: "والذی ادع" جس کو عطیہ میں ترک کر دیتا ہوں: "احب الی من الذی اعطی" اس آدمی کو عطیے کے لیے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ وہ جملہ اہل اسلام میں داخل ہو گیا اور مسلمانوں کی لڑی میں پرو دیا گیا تاکہ ایمان اس کے دل کی گہرائی میں پہنچ جائے اور جن کو چھوڑ دیتا ہوں وہ تو پہلے سے محبت کرنے والے ہیں: "اری فی قلوبھم" اری علم کے معنی میں ہے۔ اری کا مفعول اول ضمیر ہم اور دوسرا مفعول ظرف ہے: "من الجزع" غم اور خوف (النہایہ)(المصباح): "جزع الرجل ازتعب" جب مصیبت کو اٹھانے سے آدمی کمزور ہو جاتے اور صبر کی صورت نہ پاتے: "من" بیانیہ ہے: "والھلع" قلت صبر سخت گھبراہٹ ھلع اور جزع ایک ہی معنی رکھتے ہیں (المصباح) ضعف یقین اور تیز ھو میل۔

اکل افو اما الی ماجعل الله فی قلوبھم من الغناء اکل کا معنی حوالے کرنا۔ غناء سے کفایت مراد ہے: "بکلمه" یا بدلیت کے لیے ہے کلمہ سے یہاں لغوی معنی بول مراد ہے۔ یعنی مجھے اہل خیر میں داخل فرمانے والی بات بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے میں اس مذکورہ کلمہ کے بدلے سرخ اونٹ لینا پسند نہیں کرتا۔ ③ اگر اس کے بدلے سرخ اونٹ ہوتے وہ مجھے اتنے پسند نہ ہوتے جتنا یہ کلمہ مجھے پسند ہے: "حمر النعم" یہ نفیس اونٹ کے متعلق بطور تمثیل بولا جاتا ہے۔ عرب کہتے ہیں احمر کی جمع ہے اور اسماء جنس سے ہے۔

**تخریج:** اخرجه البخاری (۹۲۳)

**الفرائد:** ① طبع انسانی عطاء کی طرف فطری طور پر مائل ہے اس کے خلاف ہونے سے اس میں گرانی ہوتی ہے۔ ② بعض اوقات مال کے نہ ملنے میں ہی خیر ہوتی ہے۔

۵۲۷ : وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى ، وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى ، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ ، وَلَفْظُ مُسْلِمٍ اَخْصَرُ۔

۵۲۷ : حضرت حکیم بن حزامؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہت بہتر

ہے اور ان لوگوں سے خرچ کی ابتدا کرو جن کی کفالت تمہارے ذمہ ہے اور سب سے بہتر صدقہ وہ ہے جو ضروریات پوری کرنے کے بعد دیا جائے اور جو آدمی سوال سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو سوال سے بچاتے ہیں اور جو بے نیازی اختیار کرتا ہے اللہ اُسے بے نیاز کر دیتے ہیں (بخاری و مسلم) یہ بخاری کے لفظ ہیں مسلم کے لفظ اس سے مختصر ہیں۔

**تشریح** ۞ **وابدأ بمن تعول** اور خرچ کی ابتداء ان سے کرو جن کے خرچہ کے تم ذمہ دار ہو۔ مثلاً بیوی' خدام' ماں باپ: "**عال اهله** اس وقت کہتے ہیں جب ان کو خوراک کپڑے مہیا کر دے۔ اس جملے کو حکیم سے فقط طبرانی نے روایت کیا۔ بخاری' نسائی' ابوداؤد نے ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے: **خير الصدقة ما كان عن ظهر غنى و ابدأ بمن تعول**" ان کا حق مقدم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا حق واجب ہے اور باقی کا نفل ہے: "**وخير الصدقة ما كان عن ظهر غنى**" افضل صدقہ وہ ہے جس کے متعلق ضرورت نہ ہو کہ وہ اپنی ذات کے لیے خرچ کرے یا ان پر خرچ کرے جن کا خرچہ اس کے ذمہ لازم ہو: **ظهر** کا لفظ اشباع کلام کے لیے زائد ہے۔ یہ خطابی کا قول ہے۔ خطابی نے تمکینا کا لفظ اضافہ کرتے ہوئے کہا گویا کہ اس کے صدقے کو مال کی طاقت ور کمر کی پشت پناہی حاصل ہو۔ مطلب یہ ہے افضل صدقہ وہ جس کو انسان اس طرح نکالے کہ اپنے پاس بقدر کفایت باقی رہے۔

بغوی کہتے ہیں اس سے مراد ایسی غناء جس سے اترنے والے مصائب میں اپنے کو مضبوط رکھ سکے۔ عرب کہتے ہیں "**ركب من السلامة غنى**" کے لفظ میں تنکیر تعظیم کے لیے ہے حدیث میں یہی قابل اعتماد ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ بہتر صدقہ وہ جس سے تم سائل کو اس دن کے سوال سے مستغنی کر دو۔ ایک قول یہ ہے: "عن سببیہ ہے اور ظہر زائد ہے یعنی بہترین صدقہ وہ ہے جس کا سبب متصدق کا غناء ہے۔

**قرطبی کا قول:** خطابی کی تاویل کو ایثار والی روایات رد کرتی ہیں۔ جیسے حدیث ابوذر: "**افضل الصدقه جهد من مقل**" وغیرہ حدیث کا پسندیدہ معنی یہ ہے۔

**بہترین معنی:** افضل صدقہ وہ ہے جو حقوق نفس و عیال کی ادائیگی کے بعد اس حالت میں دیا جائے کہ صدقہ کرنے والے کو کسی کی محتاجی نہ ہو۔ پس حدیث میں غنی کا معنی ایسی چیز کا میسر آنا جس سے ضروری حاجت دور ہو جائے مثلاً تشویشناک بھوک کے وقت کھانا کہ جس بھوک پر صبر نہ ہو سکتا ہو۔ پس ایسی ضرورت جس سے اپنے نفس کو پہنچنے والی ایذاء کو دور کیا جائے اس میں ایثار جائز نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ اس ضرورت والی چیز کا ایثار نفس کو ہلاکت و اضطرار تک لے جائے گا۔

**ابن حجرؒ کا رجحان:** یا ایسی حاجت جس سے وہ اپنی ستر پوشی کرے گا۔ پس اس حاجت میں اپنے نفس کی رعایت اولیٰ ہے۔ جب یہ واجبات اس سے اتر جائیں تو اس وقت ایثار درست ہے اور ایسے وقت میں اس کا صدقہ کرنا افضل ہوگا کیونکہ وہ فقر کی تکالیف کو برداشت کرے گا اس سے تعارض روایات ختم ہو جاتا ہے۔ (فتح الباری)

**من يستعفف يعفه الله** جو لوگوں سے سوال کرنے سے بچے گا اللہ تعالیٰ اس کو سوال سے بچالیں گے: "**من يستغن يغنه الله**" جو لوگوں سے غناء ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیں گے۔

**النّحو:** یہ دونوں جملے شرط و جزاء میں حدیث کی تشریح باب الوصیۃ بالنساء میں ملاحظہ ہو۔

تخریج: أخرجه البخاری (۱٤۲۷) واللفظ له وأخرجه مسلم (۱۰۳٤)

**الفرائد**: افضل صدقہ وہ ہے جو احتیاج نفس کے بغیر ہو اور قدر کفایت محفوظ کر لینے کے بعد ہو۔

۵۲۸ : وَعَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ صَخْرِ ابْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا تُلْحِفُوْا فِي الْمَسْاَلَةِ ، فَوَاللّٰهِ لَا يَسْاَلُنِيْ اَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجَ لَهُ مَسْاَلَتُهُ مِنِّيْ شَيْئًا وَاَنَا لَهُ كَارِهٌ فَيُبَارَكَ لَهُ فِيْمَا اَعْطَيْتُهُ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۲۸ : حضرت ابوعبدالرحمٰن معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیچھے پڑ کر سوال مت کرو اللہ کی قسم جو شخص تم میں سے مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرے گا اور اس کا وہ سوال مجھ سے کوئی چیز نکلوائے گا جبکہ میں اس کو ناپسند کرنے والا ہوں گا تو یہ نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ اس کو میں نے دیا ہے اس میں برکت دی جائے۔ (مسلم)

**النَّحْو**: معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب۔ صخر یہ ابوسفیان کا عطف بیان ہے۔ ② بدل ہے ان کا سلسلہ نسب حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف من قصی القرشی الاموی یہ اور ان کے والد اور بھائی اور والدہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے اسی لئے نووی نے کہا کہ : "مؤلفة القلوب" میں تھے پھر ان کا اسلام پختہ رہا یہ رسول ﷺ کے کاتبین وحی میں سے ایک تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ۱۶۳ احادیث روایت کی ہیں چار بخاری و مسلم میں ہیں اور چار فقط بخاری نے اور ۵ مسلم نے انفرادی طور پر نقل کی ہیں انہوں نے بہت سے صحابہ سے روایت لی ان کے مناقب وفضائل بہت ہیں۔ ابن علان نے ان کے متعلق تصنیف کی ہے ان کی وفات شام میں ۲۲ رجب جمعرات کو ہوئی۔ بعض نے ۵۹ اور چھ ماہ کم ۶۰ ھ میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر ۸۲ سال یا ۸۸ سال ۸۶ سال تھی جب موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ ان کو اس قمیص میں کفن دیا جائے جو رسول ﷺ نے ان کو پہنائی تھی اور جسم کے ساتھ والی چادر وہی ہو ان کے پاس رسول ﷺ کے ناخن مبارک کے تراشے موجود تھے ان کے متعلق وصیت کی کہ وہ میری دونوں آنکھوں اور منہ پر رکھے جائیں ایسا کر کے پھر مجھے ارحم الراحمین کی بارگاہ میں چھوڑ دیں۔

**لا تلحفوا في المسألة** سوال میں اصرار مت کرو: "**فتخرج له مسالته مني شيئا**" یہ اخراج کی نسبت سبب کی طرف مجازی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اصرار کی وجہ سے وہ چیز مجھ سے حاصل کر پاتا ہے اس کی حرص حصول مطلوب میں اسے کامیاب کر دیتی ہے: **وانا كارهة** اس کے دینے کو میں ناپسند کر رہا ہوتا ہوں لیکن اس کی درشت بات سے بچتے ہوئے اس کو دے دیتا ہوں۔ **فيبارك له فيما اعطيته** تو اس کے عطیے میں برکت حاصل نہ ہوگی فقہاء نے لکھا جس نے کسی چیز کو اپنا مقصد ظاہر کر کے یہ جو واقعہ میں نہیں اس کا اس سے مواخذہ ہوگا اور اس چیز پر اس کا تصرف باطل ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں پر بہت سے اشراف احوال کی وجہ سے اور اصرار کے ساتھ لوگوں سے مال نکلوانے کی وجہ سے فاقہ غالب رہتا ہے اور برکت میسر نہیں آتی۔

تخریج: أخرجه مسلم (۱۰۳۸) والنسائي (۲۵۲۹)

**الفرائد** : جوصدقہ کسی کے منہ کی خاطر دیا جائے کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو وہ نہ دیتے یہ حرام ہے۔ (۲) سوال بلاضرورت حرام ہے اس پر سب کا اتفاق ہے۔

۵۲۹ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تِسْعَةً اَوْ ثَمَانِيَةً اَوْ سَبْعَةً فَقَالَ : "اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ" وَكُنَّا حَدِيْثِيْ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ فَقُلْنَا : قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ : "اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ" فَبَسَطْنَا اَيْدِيَنَا وَقُلْنَا : قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ؟ قَالَ : "اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّالصَّلَوَاتُ الْخَمْسِ وَتُطِيْعُوا اللّٰهَ " وَاَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيْفَةً "وَلَا تَسْاَلُوا النَّاسَ شَيْئًا" فَلَقَدْ رَاَيْتُ بَعْضَ اُولٰئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ اَحَدِهِمْ فَمَا يَسْاَلُ اَحَدًا يُّنَاوِلُهٗ اِيَّاهُ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۲۹ : حضرت ابوعبدالرحمٰن عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نو یا آٹھ یا سات افراد تھے اور ہم نے ابھی نئی نئی بیعت کی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم مجھ سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے عرض کیا ہم نے قریب ہی بیعت کی ہے۔ آپ نے پھر فرمایا کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرتے۔ ہم نے عرض کیا ہم تھوڑا عرصہ قبل آپ سے بیعت کر چکے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرتے ہو؟ عوف کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھ بیعت کے لئے پھیلا دیئے اور کہا ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں۔ پس اب کس بات پر بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا تم اللہ کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے اور پانچ نمازیں ادا کرو گے اور آپ کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرو گے۔ میں نے اس جماعت میں سے بعض افراد کو دیکھا کہ اگر کسی کا کوڑا بھی گر جاتا تو اس کے اٹھانے کے لئے بھی کسی سے سوال نہ کرتے۔ (مسلم)

**تشریح** : ابوعبدالرحمان: بعض نے ابوعمر ومزی نے اطراف میں انہی سے روایت کو شروع کیا۔ بعض نے ابوعبداللہ اور بعض نے ابو محمد اور بعض نے ابو حاتم کنیت نقل کی ہے: عوف یہ عطف بیان یا بدل ہے۔ ابن مالک بن ابی عوف اشجعی غطفانیؓ یہ فتح مکہ میں شامل ہوئے یہ اپنی قوم کا جھنڈا اٹھانے والے تھے دمشق میں سکونت اختیار کی ۷۳ھ میں وہاں مکان بنوایا ان کے متعلق خیبر میں قتل کی خبر محض غلط ہے خیبر میں اپنی تلوار کے مڑ کر لگنے سے شہید ہونے والے عامر بن اکوع ہیں (تہذیب نووی) انہوں نے ۶۷ احادیث رسول ﷺ سے روایت کی ہیں۔ ۹ بخاری و مسلم میں ہیں ایک میں بخاری منفرد اور باقی میں مسلم منفرد ہے۔ سنن اربعہ نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔ ان سے جبیر بن نفیر اور شعبی اور دیگر تابعین نے روایت لی ہے: "کنا جلوسا" جمع جالس ہے۔

**النحو** : یہ کان کی خبر ہے: "عند رسول ﷺ" (۱) ظرف لغو ہو اور فعل سے متعلق ہو کیونکہ فعل قوی تر ہے۔ (۲) ظرف مستقر ہو خبر کے بعد خبر ہو۔ (۳) کان کے اسم سے حال ہو۔ قسعه او ثمانیه او تسبعة۔ راوی کو ان کی تعداد میں شک ہے۔

کنا حدیث عھد بیعة ۔ یہ تابعون کے فاعل سے محل حال میں ہے حالانکہ ہمیں بیعت کیے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا ۔ بیعت: یہ اصل میں بیع سے ہے۔ جب بیعت کرتے اور کوئی عہد پختہ کرتے تو جس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں تاکید کے لیے اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دیتے ۔ جیسا بائع و مشتری کرتے ہیں ۔ یہ لیلۃ عقبہ والی بیعت ہے جو ہجرت و جہاد اور اس پر صبر کی بیعت سے پہلے تھی ۔ (مشارح کی بات سمجھ نہیں آتی جب یہ فتح مکہ کے قریب مسلمان ہوئے تو بیعت عقبہ میں شریک کیسے ہو گئے اس طرح کہنا مناسب ہے بیعت اسلام کے بعد اور اعمال پر بیعت سے پہلے کی بات ہے ۔ فتدبر)۔

"قد بایعناك یا رسول اللہ ثم قال الا تبایعون رسول اللہ ابوداؤد کی روایت میں یہ عبارت بھی ہے کہ آپ نے یہ ارشاد تین مرتبہ دہرایا ۔ ہم نے اپنے ہاتھ دراز کر دیے اور ساتھ عرض کیا یا رسول ﷺ ہم آپ سے پہلے بیعت (اسلام) کر چکے: "فعلام نبا یعك" اب کس بات پر دوسری بار بیعت کریں: مَا استفہامیہ ہے ۔ الف کو اس لئے حذف کیا کہ اس پر حرف جار آ گیا ۔ الف کے عوض ہائے سکتہ لگانا بھی درست ہے ۔ جیسا مسلم کی روایت علامۃ ہے: "قال ان تعبدوا اللہ" میں تم سے اللہ تعالیٰ کی عبادت پر بیعت لیتا ہوں۔

**اَلنَّحْو**: "وحدہ" یہ لفظ اللہ سے حال ہے ۔ یعنی تم اللہ وحدہ کی عبادت کرو گے: "ولا تشرکوا به شیئًا" شرک میں سے کوئی چیز اختیار نہ کرو گے ۔ ② اس کے ساتھ کسی بھی معبود کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے:

① یہ مفعول مطلق ہے ۔ ② مفعول بہ ہے: "والصلوات الخمس" اس پر بیعت کرو کہ تم پانچوں نمازیں ادا کرو گے ۔ جیسا ابوداؤد میں صراحت ہے: "وتسمعوا وتطیعوا" ولی الامر کی اطاعت کرو گے اور ان کی اطاعت کرو گے جن کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے واجب کیا بشرطیکہ معصیت نہ ہو: "واسر کلمة خفیه" اس بات کو آہستہ فرمایا ۔ کیونکہ پہلی عام نصیحتیں ہیں اور یہ خاص ہے: "کلمہ" کا لغوی معنی بات مراد ہے: ولا تسالوا الناس شیئًا قرطبی کہتے ہیں یہ آپ نے مکارم اخلاق کی تعلیم دی کہ مخلوق کے احسانات اٹھانے سے گریز کرو اور حاجات کی سختیوں کو برداشت کر لو ۔ عزت نفس کا خیال کرو اور لوگوں سے استغناء اختیار کرو۔

"بعض اولئك النفر": ① مجرور ہو تو صفت ہے ۔ ② اسم اشارہ کا عطف بیان ہے یا بدل ہے: "فما یسال احدًا یناوله ایاہ" صحابہ کرام کو منع تو سوال سے کیا گیا مگر انہوں نے نص کو عموم پر رکھتے ہوئے مطلقاً سوال قرار دے کر اپنی چیز کا سوال بھی شامل کر لیا ۔ معلوم ہوا کہ عموم سے استدلال درست ہے ۔ امام احمد نے ایک روایت میں نقل کیا جو ابوذر سے مروی ہے: لا تسالن احدًا شیئا وان سقط سوطك ولك تقبض امانة

**تخریج**: مسلم فی الزکاۃ ابو داؤد نسائی فی الصلاۃ ابن ماجه فی الجهاد ابن حبان ۳۳۸۵ طبرانی کبیر ۱۸/۶۷۔

**الفوائد**: ① عام سوال کو اس میں شامل کرنا یہ سد ذرائع کی قسم ہے ۔ ② صحابہ کرام کے اخلاق کی بلندی اور ترفع عن الاحسان اور عظمت صبر اور لوگوں سے استغناء ثابت ہوتا ہے۔

۵۳۰ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : " لَا تَزَالُ الْمَسْئَلَةُ بِاَحَدِکُمْ حَتّٰی

يَلْقَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْمُزْعَةُ" بِضَمِّ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الزَّايِ وَبِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ الْقِطْعَةُ۔

۵۳۰: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو آدمی سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جانے گا تو اس کے چہرہ پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

اَلْمُزْعَةُ: ٹکڑا۔

**تشریح:** ⊙ لا تزال المسالة اگر انسان کا مزاج مانگنے والا بن جائے تو کثرت کے لیے اس کا سوال کبھی زائل نہ ہوگا: "حتی یلقی اللہ" یہاں تک کہ موت آ جائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے یہ موت سے کنایہ ہے اور بعض روایات میں ہے: "ما یزال الرجل یسأل الناس حتی یأتی یوم القیامۃ ولیس فی وجھه مزعة" (مسلم)۔

**النحو:** "ولیس فی وجھه مزعه لحم" یہ یلقی کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے قاضی کہتے ہیں حدیث کا معنی یہ ہے وہ قیامت کے روز ذلیل و خوار آئے گا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی قدر نہ ہوگی۔ ⑵ وہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اس کے چہرے پر سزا کے طور پر گوشت نہ ہوگا اور یہ بدنی علامت ہوگی اور اس کے گناہ کا نشان ہوگا جب کہ اس نے سوال کیا اپنے چہرے کے سبب طلب کیا جیسا کہ دیگر روایات میں اعضاء سے متعلق وارد ہیں جن سے گناہ کیے جاتے ہیں یہ اس شخص کی بات ہے جس نے ممنوعہ سوال کثرت سے کیا جیسا کہ اس روایت سے ہم نے اشارہ کیا: "من یسأل الناس اموالھم تکثرا" الحدیث۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (۱۴۷۴) ومسلم ۱۰۴۰/۱۰۳ والنسائی (۲۵۸۴)

**الفرائد:** ① بلاضرورت سوال ممنوع ہے۔ ② جو زیادہ سوال کرے گا قیامت کے دن اس ذلت آمیز علامت سے پہچانا جائے گا۔

۵۳۱: وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْاَلَةِ: "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى– وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۳۱: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر یہ بات فرمائی۔ آپ نے صدقے کا ذکر کیا اور سوال سے بچنے کا اور فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ کیونکہ اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا اور نیچے والا ہاتھ سوال کرنے والا ہے۔ (بخاری و مسلم)

**النحو:** وھو علی المنبر یہ قال کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔

"وھو یذکر الصدقه و التعفف عن المسالة" یہ بھی فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ پس یہ حال مترادفہ ہے۔ ⑵ پہلے جملہ حالیہ سے حال ہے تو حال متداخلہ ہوا: "یذکر الصدقه" کا مطلب یعنی صدقے کے فضائل کا تذکرہ فرما رہے تھے یا سوال

سے بچنے کی فضیلت بیان فرما رہے تھے۔

"الید العلیا خیر من الید السفلی" ① یہ قول کا مقولہ ہے پس منصوب ہے۔② "الید العلیا ھی المنفقه" یہ مرفوع ہے: "والسفلی ھی السائلة" قرطبی کہتے ہیں ابو داؤد کی اس روایت سے غلط تاویل کرنے والوں کی نا سمجھی ظاہر ہوتی ہے۔ خطابی نے متعففہ والی روایت لی کیونکہ سوال کے تذکرہ میں تعفف چاہیے نووی نے: "المنفقه" لیا جو سائلہ سے بلند ہے اور: "متعففه" اس سے بھی زیادہ اعلیٰ ہے اور علو سے مراد فضل و مجد کی بلندی ہے۔

**تخریج**: بخاری ومسلم، مالك في الموطا، ابو داؤد، نسائي، ابن حبان ٣٣٦٤، بيهقي ١٩٧٤، احمد ٢/٤٤٧٤، دارمی ١/٣٨٩، الشهاب ٢٣١۔

**الفرائد**: ① دینے والا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب و پسندیدہ ہے۔② بلا ضرورت نفس کو سوال سے باز رکھنا چاہیے اور تعفف اختیار کرنا چاہیے۔

٥٣٢ : وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

**۵۳۲**: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے لوگوں سے سوال اپنا مال بڑھانے کے لئے کیا پس وہ انگارے کا سوال کرتا ہے۔ پس وہ تھوڑے طلب کرے یا زیادہ۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **من سال** یہ مذکور ماضی ہے مگر مسلم کے نسخوں میں مضارع ہے اور وہی درست ہے: "الناس تکثرا" تا کہ جو سوال سے وہ جمع کرے اس کی وجہ سے اس کے ہاں مال کی کثرت ہو جائے: "**فانما یسال جمرا**" قاضی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے اسے آگ سے سزا دی جائے گی۔② جو مال وہ لے رہا ہے وہ کوئلہ بن جائے گا اس سے لینے والے کو داغ دیا جائے گا جیسا مانعین زکوٰۃ کے لیے قرآن مجید سے ثابت ہے: "**فلیستقل او فلیستکثر**" یہ لام کو امر کی ہے اور جا تقریعیہ اور او تخییر کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے جب کم یا زیادہ طلب میں اس نے انجام معلوم کر لیا تو اپنے عذاب کو اپنے لئے کم تجویز کرے یا زیادہ یہ اس کی مرضی ہے۔

**تخریج**: اخرجه مسلم (١٠٤١) وابن ماجه (١٨٣٨)

**الفرائد**: ① مال بڑھانے کے لیے سوال کرنے والا کل عذاب الٰہی کا سامنا کرے گا۔② جس کے پاس قدر کفایت ہو اسے سوال نہ کرنا چاہیے۔③ اسلام گداگری سے روکتا ہے۔

٥٣٣ : وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "إِنَّ الْمَسْأَلَةَ كَدٌّ يَكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا أَوْ فِي أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

"اَلْکَدُّ": وَالْخَدْشُ وَنَحْوُهٗ۔

۵۳۳: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک سوال کرنا خراش ہے جس سے آدمی اپنے چہرے کو چھیلتا ہے مگر یہ کہ آدمی بادشاہ سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملے میں سوال کرے جس کے بغیر چارہ نہیں۔ (ترمذی)

اور اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اَلْکَدُّ: خراش

**تشریح** ۞ سمرہ بن جندبؓ: باب توقیر العلماء میں ان کے حالات ملاحظہ ہوں: "ان المسالة" یہ مفعلہ کے وزن پر سوال سے نکلا ہے یعنی لوگوں سے دنیا طلب کرنا: "کد" تھکا دینا۔ عرب کہتے ہیں: "یکد فی عمله اذا استعجل" جب کام میں عجلت کرے (النہایہ) عمل میں شدت اختیار کرنا (المصباح) تلاش میں خوب مشقت اٹھانا (المشارق) اصل معنی خراش ہے: "یکدبها الرجل" باسیہ الرجل کو بطور مثال ذکر کیا مرد و عورت دونوں کا حکم برابر ہے: "وجهه" چہرے کی رونق و بہار ابوداؤد کے لفظ یہ ہیں: "المسائل کدوح یکدح بها الرجل وجهه فمن شاء ابقیٰ علی وجهه ومن شاء ترك الدان یسأل" کسی عربی شاعر نے کہا۔

① جب تمہیں پیاس لگے تو کمینے سے بچو۔ قناعت تیری سیری اور سیرابی کے لیے کافی ہو جائے گی۔

② تو ایسا انسان بن جس کا قدم تحت الثری میں قائم ہو اور سر ہمت میں ثریا تک بلند ہو۔

زندگی کی عزت کو گنوانا یہ حیاء کے گرانے سے کم ہے۔

الان یسأل الرجل سلطانا بادشاہ سے زکوٰۃ، خمس یا بیت المال سے مدد طلب کر لے: "او فی امره بدمنه" یا کسی ایسے معاملے میں جس سے چھٹکارا ممکن نہ ہو۔

**تخریج**: صحيح الاسناده أخرجه أحمد (٧/٢٠٤٠) وأبو داود (١٧٣٩) والترمذى (٦٨١) واللفظ له والنسائي (٢٠٩٨) وابن حبان (٣٣٩٧) والطبراني (٦٧٦٧) والبيهقي (١٩٧/٤)

**الفرائد**: ① بلا ضرورت سوال کی مذمت ہے۔ ② اسلام پر گداگری کی تعلیم کا الزام لگانے والوں کو منہ میں لگام دینی چاہیے اسلام تو شدید ترین ضرورت کے علاوہ سوال کی اجازت نہیں دیتا۔

٥٣٤: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهٗ، وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ فَيُوْشِكُ اللّٰهُ لَهٗ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ اَوْ اٰجِلٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"يُوْشِكُ" بِكَسْرِ الشِّيْنِ: اَيْ يُسْرِعُ۔

۵۳۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو فاقہ پہنچے

اور وہ اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرے اس کا فاقہ ختم نہ ہوگا۔ جس نے اس کو اللہ کے سامنے رکھا تو اللہ عنقریب اس کو جلد یا بدیر رزق عنایت فرمائیں گے۔ (ابوداؤد' ترمذی)

اور اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

یُوْشِكُ: جلدی کرتا ہے۔

**تشریح** اصلبته فاقه فاقہ۔ حاجت (المصباح): "فانزلها بالناس" لوگوں کی طرف جھکا تاکہ اس کا ازالہ ہو جائے۔: "لن تسد فاقته" یہ فعل مجہول یعنی اس کا فاقہ دور نہ ہوگا۔ بلکہ یہ چیز اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی طرف دھکیل دے گی اور اس کی حاجت مندی ہمیشہ رہے گی اس لئے کہ اس نے اپنی حاجت اپنے جیسی عاجز مخلوق کے سامنے پیش کی اور تمام مخلوقات کی حاجات پوری کرنے والی ذات کو چھوڑ دیا تمام مخلوقات کی حاجات سے اس کی ملکیت میں ذرہ بھر کی کمی نہیں آتی۔

وہب بن منبہ اس آدمی سے کہنے لگے جو بادشاہ کے پاس آتا جاتا تھا۔ تم پر افسوس ہے تو اس کے پاس جاتا ہے جو تیرے سامنے دروازہ بند کر لیتا ہے اور اس کو چھوڑتا ہے جو تیرے لئے آدھی رات اور نصف النہار کو بھی دروازہ کھولے ہوئے ہے تو چھوڑنے والا ہے اور اس کی غنا تیری پشت پناہ ہوگی بندہ تو اپنے منافع حاصل کرنے اور نقصانات دور کرنے سے عاجز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اس میں اس کا کوئی مددگار نہیں۔

**النحو**: ومن انزلها: یہ حرف جر سے بھی اور مزید پرے جانے سے متعدی بن جاتا ہے: "امے نزلت 'انزلته وانزلت به ونزلته" میں نے اسے اتارا۔ مطلب یہ ہے جس نے اپنا فاقہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر پیش کیا کہ وہ اس کو دور کر دے: فیوشك الله له برزق عاجل" اللہ تعالیٰ عنقریب اس کے فاقہ کو دور کرنے کے لیے جلد رزق دے گا: "او آجل" یا جلد اس سے مصائب کو دفع کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وان یمسسك الله بضر فلا كاشف له الاهو" اور ارشاد ہے "واسالوا الله من فضله الایه" ترمذی میں روایت ہے: "من لم یسال الله یغضب علیه" جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا تو وہ ناراض ہوتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۱/۳۶۹۶) وأبو داود (۱٦٤٥) والترمذی (۲۳۳۳)

**الفرائد**: ① مسلمان کا توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی ہے۔ ② لوگوں کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے فاصلہ بڑھ جاتا ہے۔

۵۳۵: وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَكَفَّلَ لِيْ اَنْ لَّا يَسْاَلَ النَّاسَ شَيْئًا وَّاَتَكَفَّلَ لَهٗ بِالْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ: اَنَا، فَكَانَ لَا يَسْاَلُ اَحَدًا شَيْئًا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۵۳۵: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو مجھے یہ ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کوئی چیز نہیں مانگے گا میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں اس پر میں نے عرض کیا کہ میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے۔ (ابوداؤد)

**تشریح** ۞ ثوبان: یہ غضبان کے وزن پر ہے یہ رسول ﷺ کے غلام ہیں: "من تکفل" نسائی نے: "من صحن لی واحدة وله الجنة" کے لفظ ذکر کیے ہیں۔: "لی الابسأل الناس شیئاً" وہ چیز جس کی اسے حاجت نہیں: "اتکفل له بالجنة" یعنی جو مجھے ضمانت دے کہ وہ عدم سوال کو لازم کرے گا۔ تو میں اللہ تعالیٰ کے کرم پر اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں: "فقلت انا" ثوبان کہتے ہیں میں نے عرض کیا' میں اس کے لئے تیار ہوں۔ ابن ماجہ میں عبارت یہ ہے: "لا یسال الناس شیئاً": "احدًا شیئاً" وہ کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے ابن ماجہ نے نقل کیا کہ اگر ثوبان کا کوڑا گر جاتا تو وہ گھوڑے سے اتر کر خود اٹھاتے کسی کو اٹھانے کے لئے نہ کہتے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٨/٢٢٤٤٨) وأبو داود ١٦٤٣)أخرجه أحمد (٥/١٥٩١٦) ومسلم (١٠٤٤) وحبو داود (١٦٤٠) والنسائي (٢٥٧٨) والحميدى (٨١٩) والدارمي (١/٣٩٦) وابن حبان (٣٢٩١) وابن خزيمة (٢٣٥٩) وابن الجارود (٢٦٧) والطبراني (١٨/٩٤٧-٩٥٥) والدار قطني (٢/١١٩) والبيهقي (٦/٧٣)

**الفوائد**: جس نے اللہ تعالیٰ پر اپنے معاملات میں بھروسہ کیا اور سوال سے بچا رہا اور موت تک اس پر کاربند رہا رسول ﷺ نے اس کے دخول جنت کی ضمانت دی ہے۔

٥٣٦ : وَعَنْ اَبِیْ بِشْرٍ قَبِيْصَةَ ابْنِ الْمُخَارِقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَسْاَلُ فِيْهَا فَقَالَ : "اَقِمْ حَتّٰى تَاْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَاْمُرَ لَكَ بِهَا" ثُمَّ قَالَ: "يَا قَبِيْصَةُ اِنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلٰثَةٍ رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهٗ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ اَوْ قَالَ سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ ' وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰى يَقُوْلَ ثَلَاثَةٌ مِّنْ ذَوِی الْحِجٰی مِنْ قَوْمِهٖ لَقَدْ اَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ اَوْ قَالَ : سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ ' فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْاَلَةِ يَا قَبِيْصَةُ سُحْتٌ يَّاْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْحَمَالَةُ" بِفَتْحِ الْحَآءِ :اَنْ يَّقَعَ قِتَالٌ وَنَحْوُهٗ بَيْنَ فَرِيْقَيْنِ فَيُصْلِحُ اِنْسَانٌ بَيْنَهُمْ عَلٰی مَالٍ يَتَحَمَّلُهٗ وَيَلْتَزِمُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ – "وَالْجَآئِحَةُ" : اَلْاٰفَةُ تُصِيْبُ مَالَ الْاِنْسَانِ "وَالْقِوَامُ" بِكَسْرِ الْقَافِ وَفَتْحِهَا :هُوَ مَا يَقُوْمُ بِهٖ اَمْرُ الْاِنْسَانِ مِنْ مَّالٍ وَّنَحْوِهٖ –"وَالسِّدَادُ" بِكَسْرِ السِّيْنِ :مَا يَسُدُّ حَاجَةَ الْمُعْوِزِ وَيَكْفِيْهِ۔ "وَالْفَاقَةُ" :اَلْفَقْرُ ۔ "وَالْحِجٰی" :اَلْعَقْلُ۔

٥٣٦: حضرت ابو بشر قبیصہ بن مخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک ضمانت اٹھائی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں اس کے سوال کے لئے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ٹھہرو یہاں تک کہ ہمارے پاس صدقہ آ جائے اس میں سے تمہارے لئے حکم کر دوں گا۔ پھر فرمایا اے قبیصہ! سوال صرف تین آدمیوں کے لئے حلال ہے ایک وہ آدمی جس نے کوئی ضمانت اٹھائی۔ پس اس کے لئے سوال اس وقت تک حلال ہے جب

تک کہ ضرورت کو پالے پھر وہ رک جائے۔ دوم وہ آدمی جس کو کوئی حادثہ پہنچا جس سے اس کا مال جاتا رہا۔ اس کے لئے سوال درست ہے یہاں تک کہ اتنی مقدار پالے جس سے زندگی گزار سکے یا اس کی ضرورت کو پورا کر دے اور تیسرے نمبر پر وہ آدمی جس کو فاقہ پہنچ جائے۔ یہاں تک کہ اس کی قوم کے تین عقلمند لوگ کہہ دیں کہ فلاں فاقے کا شکار ہو گیا۔ اس کو اس وقت تک سوال جائز ہے یہاں تک کہ گزارے اوقات پانے یا حاجت کو پورا کر دے۔ اے قبیصہ اس کے علاوہ وہ سوال آگ ہے جس کو وہ سوال کرنے والا کھاتا ہے۔

اَلْحَمَالَةُ: دو فریقوں کے درمیان صلح کے لئے ضمانت۔

اَلْجَائِحَةُ: وہ مصیبت جو انسان کے مال کو پہنچے۔

اَلْقِوَامُ: جس سے آدمی کا معاملہ (کاروبار وغیرہ) قائم رہے۔ جیسے مال وغیرہ۔

اَلسِّدَادُ: جس سے تنگ دست کی ضرورت پوری ہو جائے اور اسے کافی ہو جائے۔

اَلْفَاقَةُ: الفقر۔

اَلْحِجیٰ: عقل۔

**تشریح** ⑤: ابو بشر قبیصہ بن المخارقؓ کا سلسلہ نسب یہ ہے بن عبداللہ بن شداد بن ربیعہ بن نہیک بن ہلال بن عامر بن صعصعۃ العامری الہلالی البصری۔ یہ اپنی قوم کے وفد کے ساتھ آئے اسلام لائے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے چھ روایات نقل کی ہیں ان میں سے ایک کو مسلم نے روایت کیا ابن حجر کہتے ہیں انہوں نے بصرہ کو جائے رہائش بنایا ان سے مسلم، ابوداؤد نسائی نے روایات لی ہیں (تقریب التہذیب)۔ "تحملت حمالة" باب تفعل سے لانے کی وجہ سے میں نے تکلف یہ ذمہ داری اٹھائی ہے۔ اَلنَّحْوُ: "اسأله فيها" یہاں فی لفظ کے فاعل کی جگہ ہے:

اَلنَّحْوُ: کی سببیہ بن سکتی ہے۔ یا ظرفیت مجازیہ بھی جیسا اس روایت میں: "عذبت امرأة في هرة" مطلب یہ ہوا میں اس چیز کی وجہ سے آپ سے سوال کرنے حاضر ہوا۔

فنأتينا الصدقة: صدقہ سے یہاں زکوۃ مراد ہے۔ الف لام عہد خارجی کا ہے اور معہود اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "انما الصدقات للفقراء" ۔

"فنأمر لك بها": فنأمر منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور جملہ مستانفہ کے طور پر مرفوع ہوگا۔ ھا سے سوال مراد ہے۔ تم مال یا قبیصة ان المسالة لا تحل الا الثلاثة: پھر آپ نے بطور ارشاد کے فرمایا کہ خاص ضرورت اور اہم کام کے علاوہ سوال جائز نہیں۔ یہاں صدقہ یعنی زکوۃ سے متعلق سوال مراد ہے۔ ①: "رجل تحمل حمالة فحلت له المسألة" وہ اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے زکاۃ مانگے پھر قرض پورا ہو جائے تو رک جائے۔ البتہ مزید کوئی اسی طرح کی ضرورت پیش آئے تو مانگ سکتا ہے: ②"ورجل اصابته جائحة اجتاحت ماله" جائحۃ اصل آسمانی آفت کے لیے ہے یہاں ارضی سماوی سب مراد ہے جس سے مال تمام تر ہلاک ہو جائے مال کھیتی، پھل سب مراد ہیں: "فحلت له المسألة" اسے اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے سوال درست ہے: "حتى يصيب قواما من عيش" یہاں تک کہ اس کی حوائج ضروریہ پوری ہونے لگیں: "من عيش" یہ قواما کا بیان ہے: "سدادا من عيش" یہ مترادف لفظ ہے۔ او شک راوی کے لیے ہے۔ ③:

"ورجل اصابته فاقة" شدید فقر جس کو سب جانتے ہیں: "حتی یقول ثلاثة من ذوی الحجی من قومه" حجی عقل کامل' قوم میں سے ہونے اس لئے ضروری ہیں تا کہ وہ اس کے احوال ظاہری' باطنی سے خوب مطلع ہوں جس سے دوسرے لوگ مطلع نہیں ہو سکتے ۔ تا کہ وہ دوسرے لوگوں کو کہہ سکیں: "لقد اصابت فلاناً فاقه" کہ فلان فاقہ زدہ ہے اور مسلم میں: "حتی یقوم" کے الفاظ ہیں کہ وہ اندازہ لگا کر لوگوں کو بتلائیں ۔ (ابن حجر فتح الالہ)

اگر اس کو ظاہری معنی پر رکھا جائے تب بھی درست ہے: "لقد اصابت" قول محذوف کا مقولہ ہے اور محذوف "یقوم" کے فاعل سے حال ہے کیونکہ اس " یقوم" سے متعلق نہیں ہو سکتا اور اس کے حالات کی پڑتال مزید سوال اور کف سوال کا باعث بنے گی تا کہ لوگوں کے سامنے اس کا فقر ظاہر ہو بعض نے: "یقوم" کو بشرط درستی وثبوت: "یقول" کے معنی میں لیا ہے ورنہ مقصود سوال سے روکنے میں مبالغہ مقصود ہے تا کہ اس کی سچائی ظاہر ہو اور وہ عموماً اس کی قوم کے تین افراد سے ظاہر ہو سکتی ہے یہ مطلب نہیں کہ سوال کی حلت کا دارومدار اس پر ہے: "محلت له المسألة" ان قرائن کے پائے جانے سے اس کو سوال درست ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعبیر میں دوسرے نمبر پر حاجت کا لفظ استعمال فرمایا اور تیسرے میں فاقہ کا لفظ اختیار فرمایا اور سوال سے باز رہنے میں اس بات کو غایت بنایا کہ اس کے حق میں قوم کے لوگ فقر کی گواہی دیں' گویا جب حال شدید احتیاج تک بلکہ اضطرار تک پہنچ جائے جو اکل میتہ کو جائز کرنے والا ہے: "قواماً او سداداً" میں سوال کے جواز کے بعد کثرت کا حکم نہیں دیا بلکہ اسی حد تک جو مضطر کے لیے سدرمق کا جواز مہیا کرتی ہے۔ اسی بات کو جائز نہیں کیا کہ مستقبل میں اسے سدرمق کی ضرورت ہو گی ۔ جب اس مقام پر لوگوں کی کثرت ہو جائے گی اور دوسرے زمانے میں قلیل ہو جائیں گے تو کثرت کے زمانہ میں قلت کے زمانہ کی حاجت کے لیے اسے سوال درست ہو: "فما سواهن من المسألة یا قبیصة سحت" ان تین اقسام کے علاوہ زکوۃ اور صدقے کا سوال حرام ہے جائز نہیں اس سے برکت مٹ جاتی ہے: "السحت" کا اصل معنی ہلاک کرنا:

اس کو مرفوع پڑھا گیا ۔ ⑵ سحتاً نصب کے ساتھ مسلم اور دیگر نے نقل کیا تقدیری عبارت اس طرح ہے: "اعتقده سحتاً یایؤکل سحتاً" (نووی): "یا کلها" یہ سحت کی صفت ہے اور اس کی تانیث ما کی خبر ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ مراد صدقہ ہے اور وہ مؤنث ہے صاحب اس کا فاعل ہے: "سحتا" یہ حال ہے: "ای حال کونها سحتاً" یعنی وہ خالص حرام ہے اس کے کھانے میں تاویل کی حاجت نہیں: "القوام" یہ قاف کے فتحہ وکسرہ کے ساتھ مستعمل ہے اس کا معنی ستون جس پر دارومدار ہو بعض نے کسرہ سے خوراک اور فتحہ سے عدل واعتدال مراد لیا ہے۔ نووی کہتے ہیں جس چیز سے ضرورت پوری ہو جائے اور وہ اس کے لیے کفایت کر جائے (نووی): "سداد" ہر وہ چیز جس سے کسی چیز کو روکا اور بند کیا جائے' سد' دیوار' ڈھکنا وغیرہ۔ (شرح نووی)

**تخریج** : مسلم فی الزکاۃ' ابوداؤد نسائی فی الزکاۃ' احمد ۵/۱۵۹۱۶' حمیدی ۸۱۹' دارمی ۱/۳۹۶' ابن حبان ۳۲۹۱' ابن خزیمہ ۲۳۵۹' ابن الجارود ۳۶۷' طبرانی کبیر ۱۸' دارقطنی ۲/۱۱۹' بیہقی ۶/۷۳۔

**الفوائد** : سوال کے حقدار تین آدمی ہیں۔ ⑴ چٹی میں مقروض ہونے والا ۔ ⑵ آفت سے جس کا مال تمام تر ہلاک ہو جائے ۔ ⑶ سیلاب میں اس کا سامان غرق ہو گیا اب ان کو سوال درست ہے۔

۵۳۷ : وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِی يَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِی لَا يَجِدُ غِنًی يُّغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ لَهٗ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْاَلَ النَّاسَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۵۳۷ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پاس چکر لگائے اور اس کو ایک دو لقمہ واپس کر دیں یا لوٹا دیں اور ایک دو کھجوریں اس کو لوٹا دیں لیکن مسکین وہ ہے جو اتنا مال نہیں پاتا جو اس کو بے نیاز کر دے اور نہ اس کی ظاہری حالت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس پر کوئی صدقہ کرے اور نہ وہ لوگوں سے سوال کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** : "لیس المسکین" کامل مسکین ۔ یہاں نفی کمال کی ہے اصل مسکنت کی نفی نہیں ۔ "الذی تردہ اللقمۃ واللقمتان" مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: "لیس المکسین بھذا الطواف الذی یطوف علی الناس فتردہ اللقمہ واللتمتان"۔

ولکن المسکین الذی لا یجد غنی یغنیہ" لکن سے اس خیال کی نفی ہے جو عام لوگوں کے ذہن میں پایا جاتا ہے کہ گھومنے والا مسکین ہے۔ جو اتنا مال نہیں پاتا جو اسے دوسرے سے مستغنی کر دے: "ولا یفطن لہ" اپنی حالت کو چھپانے اور صبر کرنے کی وجہ سے اس کو مسکین سمجھا نہیں جاتا: "فیتصدق علیہ" یہ جواب نفی ہے اور فعل مجہول ہے وہ لوگوں میں سوال کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوتا۔ مزید شرح باب مذمت اتیم میں ملاحظہ ہو۔

**تخریج** : بخاری فی التفسیر مسلم فی الزکاۃ نسائی فی الزکاۃ و التفسیر (اطراف مزی) موطا مالک ۱۷۱۳ احمد ۲/۹۱۲۲ ابو داؤد ابن حبان ۳۲۹۸ ابن خزیمہ ۲۳۶۳ بیہقی ۱۹۵/۴۔

**الفوائد** : ① مسکین کی پہچان کرنی چاہئے۔ وہ شکوہ قولی سے بھی باز رہتا ہے۔ مسکنت خود اس کو انتقال سے روکنے والی ہے۔ وہ مسکین اسی وجہ سے زمین میں چلنے سے عاجز ہے۔

## ۵۸ : بَابُ جَوَازِ الْاَخْذِ مِنْ غَيْرِ مَسْاَلَةٍ وَّلَا تَطَلُّعٍ اِلَيْهِ

## بَاب ۵۸ : بغیر سوال اور جھانک کے لینے کا جواز

خرچ کرنے والے سے مال بلا سوال اور بلا انتظار و اشراف جائز ہے۔

۵۳۸ : عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعْطِيْنِی الْعَطَآءَ فَاَقُوْلُ : اَعْطِهِ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ اِلَيْهِ مِنِّی – فَقَالَ : "خُذْهُ اِذَا جَآءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَیْءٌ وَّاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَآئِلٍ فَخُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ فَاِنْ شِئْتَ كُلْهُ وَاِنْ شِئْتَ

تَصَدَّقْ بِهٖ وَمَالَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ" قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَسْاَلُ اَحَدًا شَيْئًا وَّلَا يَرُدُّ شَيْئًا اُعْطِيَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"مُشْرِفٌ" بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ اَیْ مُتَطَلِّعٌ اِلَيْهِ۔

۵۳۸: حضرت سالم اپنے والد عبداللہ اور وہ اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جو کچھ دیتے تو میں عرض کرتا اس کو دے دیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے۔ اس پر آپ فرماتے کہ لے لو! جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے اور تمہیں اس کی طمع نہ ہو اور نہ تم سوال کرنے والے ہو تو اس کو لے لو اور اس کو اپنے مال میں شامل کر لو۔ چاہو تو اس کو کھا لو اور چاہو تو اس کو صدقہ کر دو اور جو مال اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے اپنے نفس کو مت لگاؤ۔ حضرت سالم کہتے ہیں کہ میرے والد عبداللہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کرتے اور جو چیز دی جاتی اس کا انکار نہیں کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

مُشْرِفٌ: جھانک رکھنے والا۔

**تشریح** ۞ سالم بن عبداللہ: ان کی کنیت ابوعمرو ہے۔ بعض نے ابوعبداللہ لکھی ہے یہ قرشی عدوی فقیہ زاہد عابد امام تابعی ہیں ان کے علو مرتبہ جلالت شان امامت وسیادت پر اتفاق ہے۔ امام مالک کہتے ہیں گزشتہ صالحین کے ساتھ زہد اقتصاد میں سالم سب سے مشابہ تھے۔ یہ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ دو درہم کا لباس زیب تن کرتے۔ بقول بخاری ان کی وفات ۱۰۶ھ اصمعی ۱۰۵ھ اور ہیثم ۱۰۸ھ میں ہوئی۔ نووی نے رضی اللہ عنہم میں جمع کا صیغہ تغلیباً استعمال کیا ہے جیسا کہ کیا جاتا ہے عبدالرحمن بن ابی بکر بن ابی قحافہ: "**العطاء**" سے غنائم مراد ہیں: "**افقر**" جو زیادہ ضرورت مند ہوں یہ بات اس لیے کہتے کہ عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا تھا دنیا کی کثرت طلب نہ کرے اور اس کی حرص نہ رکھے ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عنایت فرمایا تو انہوں نے کہا: "**اعطه من هو افقر همنی فقال النبی ﷺ خذه اذا جاء ك من هذاالمال شئی وانت غیر مشرف ولا سائل فخذه**" آپ نے فرمایا اس کو بطور ملک لے لو اور اس کو استعمال کرو جب کبھی اسی قسم کا مال قلیل و کثیر مل جائے جب کہ تم نہ اس کو جھانکنے والے ہو اور نہ سوال کرنے والے ہو تو اسے لے لو اور اس کو اپنی ضرورت میں صرف کر دو یا صدقہ کرو ہر طرح تمہیں اختیار ہے۔ فا اس پر تفریع کے لیے لائی گئی ہے: "**فان شئت کله**" اگر تم کھانا چاہو تو تمہاری مرضی ہے۔ جواب میں دلالت کی وجہ سے مفعول کو حذف کر دیا اس سے پہلے فا جواب میں مقدر ہے یہ نثر و شعر دونوں میں درست ہے جیسا اس آیت میں: "**ان ترك خیرا الوصیة للوالدین الایه**": "**ای فان ترك ومالا فلاتتبعه نفسك**" جو اشراف و سوال سے آئے اسے مت لو۔ سالم کہتے ہیں میرے والد کسی سے کوئی چیز نہ مانگتے تھے۔ عطیے کو رد نہ فرماتے اور ابن عمر سنن نبویہ پر شدت سے اتباع کرنے والے تھے۔

امام احمد فرماتے ہیں: دل میں اس طرح کہے فلاں میرے لئے یہ چیز بھیج دے اور اگر وہ بھیج دے تو اس پر رد کرنا گراں ہو۔ اس کو اشرار کہتے ہیں۔ (فتح الباری)

**تخريج**: أخرجه البخاری (۱٤۷۳) والنسائی (۲٦۰۳) وأحمد (۱/۱۰۰) والدارمی (۱٦٤۷) وابن خزیمة (۲۳٦٥) والبزار (۲٤٤)

الفوائد : ① عمرؓ کی بڑی منقبت' ایثار تعفف اور دنیا کی طرف عدم استشراف ظاہر ہوتا ہے۔② اعمال بر میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیے زائد مال کو صرف کر دینا چاہیے۔

# ۵۹ :بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْاَكْلِ مِنْ عَمَلِ يَدِه والتَّعَفف بِهٖ عَنِ السُّؤَالِ وَالتَّعرض لِلاعْطَاء

## بَابٌ: کما کر کھانے کی ترغیب اور سوال اور تعریض سے بچنے کی تاکید

الحث آمادہ کرنا۔:"من عمل يده" پیشے اور محنت کے ساتھ : "التعرض" یہ عن کے مجرور پر معطوف ہے ۔تعرض بتکلف تلاش کرنا اور ڈھونڈنا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾[الجمعة:١٠]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"جب نماز پوری ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے رزق کو تلاش کرو"۔(الجمعہ)

الصلاة: سے یہاں نماز جمعہ مراد ہے :"فانتشروا فى الارض" زمین میں اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پھیل جاؤ: "وابتغوا من فضل الله اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی تلاش کرو۔روکنے کے بعد یہ امر اباحت کے لیے ہے۔بعض سلف کہا کرتے تھے۔جمعہ کے بعد بیع وشراء کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ستر مرتبہ برکت دیتے ہیں۔

۵۳۹ :وَعَنْ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرِ ابْنِ الْعَوَّامِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ اَحْبُلَهٗ ثُمَّ يَاْتِىَ الْجَبَلَ فَيَاْتِىْ بِحُزْمَةٍ مِنْ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ۔

۵۳۹:حضرت ابو عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تم میں سے کوئی آدمی رسیوں کو لے کر پہاڑ پر جائے پھر وہاں سے اپنی پشت پر لکڑیوں کا گٹھا لا کر اس کو بیچے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کے چہرے کو ذلت سے بچائے گا۔یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اور وہ اس کو دے دیں یا انکار کر دیں۔

(بخاری)

تشریح ۞ ابو عبداللہ الزبیر بن العوام کا سلسلہ نسب یہ ہے۔بن خویلد القرشی الاسری المکی ثم المدنی یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں باب الامر باداء الامانۃ میں حالات ملاحظہ ہوں:"لان يا خذ احد كم احبله" لام کی تاکید سے ساتھ بات کو پختہ کیا گویا

اس طرح فرمایا: "واللہ لا خذاحد منکم" اللہ کی قسم تم میں سے کسی کا رسی لینا: "ثم یأتی الجبل" احبلہ جمع حبل ہے یہ جمع قلت ہے: جبل کا تذکرہ شاید اس لیے ہو کہ وادیوں کی نسبت پہاڑوں سے لانا مشکل ہے: "حطب علی ظہرہ خود اپنی پشت پر لائے یا جانور کی پشت پر۔ پہلا قول زیادہ موقعہ کے مناسب ہے: "فیبیعھا فیکف اللہ بھا وجھہ" پس اس سے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو دور فرمائیں گے۔ وجہ سے تعبیر کیا کیونکہ چہرہ جسم کے اعلیٰ ترین اجزاء سے ہے یا عموماً سوال اسی سے متعلق ہوتا ہے۔ پس جواب میں اسی کا تذکرہ فرمادیا: "خیر لہ من ان یسأل الناس" ابن حجرؒ کہتے ہیں یہاں خیر تفضیل کے معنی میں نہیں کیونکہ قدرت علی التکسب کی صورت میں سوال میں بالکل خیر نہیں۔ بلکہ حرمت کا قول امام شافعیؒ کے ہاں زیادہ اصح ہے۔ ② سائل کے اعتقاد کے مطابق اس کا نام رکھ دیا حالانکہ حقیقت میں وہ شر ہے: "اعطوہ او منعوہ" اکتساب کو تو سوال پر فضیلت حاصل ہے یہاں سوال کی دو قسمیں کر دیں اور حدیث میں اکتساب کی تاکید کے لیے قسم والا لام لایا گیا ہے اس سے گویا سوال سے بچنے پر مزید آمادہ کیا جا رہا ہے۔ کہ اگر آدمی طلب رزق کا قصد کرلے اور تکالیف اٹھائے اگر شریعت کی نگاہ میں سوال قابل مذمت نہ ہوتا تو ان تکالیف کو فضیلت نہ دی جاتی یہ اس وجہ سے کہ سائل پر مانگنے کی جو ذلت طاری ہوتی ہے اور رد کردینے سے جو ذلت و تنگی اس کے مال سے پیش آتی جب کہ اس کے پاس داخل بھی نہ ہو خواہ وہ ہر سائل کو دینے والا ہو۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (١٤٧٠) ومسلم (١٠٤٧) ومالك في "الموطأ" (١٨٨٣) والترمذی (٦٨٠) والنسائی (٢٥٨٨) والحمیدی (١٠٥٦) وابن حبان (٣٣٨٧) وابن أبي شيبة (٣/٢٠٩) وأحمد (١٠١٥٦/٣)

**الفرائد**: ① ذلت سوال سے حفاظت کے لیے محنت والے پیشے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ② جنگل سے لکڑیاں کاٹنا جائز ہے۔

**٥٤٠**: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَاَنْ يَّحْتَطِبَ اَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلٰى ظَهْرِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ اَحَدًا فَيُعْطِيَهٗ اَوْ يَمْنَعَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۴۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی آدمی لکڑیاں کاٹ کر اپنی پشت پر ایک گٹھا لائے وہ اس کیلئے بہتر ہے اس بات سے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے وہ اس کو دے دیں یا انکار کردیں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح**: حزمۃ علی ظہرہ پشت پر گٹھا اٹھا کر لائے اور اسے بیچ کر روزی کمائے اس سے اللہ تعالیٰ سوال کی ذلت سے اس کے چہرے کو بچالیں گے جیسا اوپر والی روایت میں گزرا۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں اس روایت سے یہ حذف کردیا کیونکہ سیاق کی دلالت کافی ہے: "خیر لہ من ان یسال احدًا یہ: "من ان یسال الناس میعطیہ او یمنعہ" کے ہم معنی ہے۔

**تخریج**: بخاری فی الزکاۃ، مسلم، ترمذی فی الزکاۃ، قول مالك ١٨٨٣، نسائی ٢٥٨٨، حمیدی ١٠٥٦، ابن حبان ٣٣٨٧، ابن ابی شیبہ ٣/٢٠٩، احمد ٣/١٠١٥٦۔

**الفرائد**: ① ہاتھ کی کمائی والی روزی بڑی فضیلت رکھتی ہے۔ ② جو کماسکتا ہو اسے سوال سے باز رہنا چاہیے۔

۵۴۱ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "كَانَ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۴۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ لا یا کل الا من عمل یدیہ ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ ہاتھ کا عمل زر ہیں تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔ زرہوں کو بیچ کر گزارا کرتے حالانکہ وہ وقت کے بڑے بادشاہ تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وشد دنا ملکہ" الایہ۔ وہ وسیع وعریض مملکت سے باوجود ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

**تخریج**: بخاری فی البیوع، طبرانی صغیر ص ۱۷، واوسط ۱۲۰۵، ابن حبان ۶۲۲۷۔

**الفوائد**: ① داؤد علیہ السلام خلیفہ وقت تھے انہوں نے بذات خود ہاتھ سے کام کو ترجیح دی کیونکہ یہ سب سے افضل طریق تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی اسی وجہ سے تذکرہ فرمایا۔

۵۴۲ : وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "كَانَ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ نَجَّارًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۴۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ کان زکریا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی پیغمبر پر انفرادا سلام بھیجنے میں کراہت نہیں۔ طبرانی میں روایت ہے: "صلوا علی سائر الانبیاء فانھم بعثوا کما بعثت" زکریا میں سات لغات ہیں جن کو ابن درید اور جوالیقی نے ذکر کیا ہے: "نجارا" بخاری کی روایت: "افضل ما اکل الرجل من عمل یدہ" اور مقدام والی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صنائع کا اختیار کرنا جائز ہے بخاری یہ مروءت کے خلاف نہیں۔ اس میں اس صنعت کی فضیلت اور زکریا علیہ اسلام کے ہاتھ سے کما کر کھانے کا تذکرہ ان کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۲۳۷۹) وأحمد (۳/۷۹۵۲) واللفظ له

**الفوائد**: ① کسب توکل ویقین کے خلاف نہیں۔ ② تجارت صناعات فاضلہ سے ہیں۔

۵۴۳ : وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ أَنْ يَّأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ ﷺ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۴۳: حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا نہیں کھایا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ "ما اکل احد طعامًا قط خیرًا من ان یاکل من عمل یدیہ قطٌ اسم ظرف استغراق ماضی کے لیے

آتا ہے بقیہ زمانے اسی پر قیاس کیے جائیں گے یہاں کھانے کا تذکرہ تو غالب حالت کے لحاظ سے ہے ورنہ استعمال کی تمام صورتیں اس میں شامل ہیں۔جیسا کہ اس ارشاد میں کھانے کا تذکرہ ہے: "ان الذین یأکلون اموال الیتامیٰ ظلمًا" یتیم کے مالکوکسی طریقہ سے استعمال کرنا مراد ہے۔یہاں بھی اسی طرح ہے۔عمل ید کمائی سے کنایہ ہے۔ہاتھ عمل کا سب سے افضل آلہ ہے اس کی تائید اس ارشاد سے ہوتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔کون سا عمل افضل ہے؟: **"فقال عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور"** ④ اعمال انہی سے انجام پاتے ہیں ورنہ مراد تو عام ہے۔مثلاً نگرانی کی کمائی' جتنے کی کمائی ۔سب اس کے ماتحت داخل ہیں۔پھر قواعد شرعیہ کے مطابق خالص حلال کمائی ہو جو ملاوٹ کی تمام وجوہ سے پاک ہو۔ابن حجرؒ کہتے ہیں۔عموم حدیث سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ اکتساب توکل ہے بہتر ہے اور توکل اس کمائی کے مخالف نہیں بلکہ یہ کمائی بعینہٖ توکل ہے جیسا کہ اس کی اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے: **"توکل مباشرة الاسباب مع شهود مسببها"** اور اکتساب مع شہود یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آسان کرنے سے حاصل ہوگا اور اس کے لطف وقدرت کے ساتھ دینے سے میسر آئے گا اور رزق کے ان دروازوں کا کھل جانا جن کی انسان کو ضرورت ہے' رزق کے نہ ہونے سے افضل ہے اور اس کا ترک نماز' روزے کے ترک کی طرح ہے۔سید الطائفہ شیخ جنید رحمۃ اللہ کے پاس عمدہ قسم کے گھوڑے چراتے تھے اور پردہ لٹکا کر ظہر و عصر کے درمیان ایک ہزار یا چار سو رکعت یا ایک سو رکعت نفل ادا کرتے۔یہ احباب نے اپنی اطلاع کے مطابق رکعات کی تعداد نقل کر دی اور ابن ادھم خوب کماتے اس میں سے اپنی ضرورت پوری کر کے باقی کو صدقہ کر دیتے۔ان کو سب سے زیادہ محبوب کام باغات کی نگرانی اور خدمت تھی۔اس میں ان کو مکمل خلوت میسر آتی اور نفس کا خوب مجاہدہ ہوتا اور انہوں نے اپنی نگرانی میں ایک پھل کھانا تو در کنار چکھا بھی نہیں اور بعض کسبوں کا ترک نفوس کی مکمل تہذیب و ریاضت کے بعد تھا۔

**تخریج**: أخرجه البخاري (۲۰۷۲)

**الفوائد**: ہاتھ سے کام کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس میں بے کار پن اور لہو ولعب سے بچت رہتی ہے اور ذلت سوال سے آدمی بچ جاتا ہے۔

## ۶۰ :بَابُ الْکَرَمِ وَالْجُوْدِ وَالْاِنْفَاقِ فِیْ وُجُوہِ الْخَیْرِ ثقة بالله تعالى

## بَابٌ: اللہ پر اعتماد کر کے بھلائی کے مقامات پر خرچ کرنا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ﴾ [سبا:۳۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جو کچھ بھی تم خرچ کرو وہ اس کو اس کا نائب بنا دے گا''۔(سبا)

**مَا اَنْفَقْتُمْ** یعنی رضائے الٰہی کے لیے جو کچھ تم خرچ کرو گے: **"فهو یخلفه"** وہ دارین میں اس کا عوض دیں گے یا ان دونوں میں سے ایک میں اس کی تفسیر باب الانفاق میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ [البقرة:۲۷۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جو تم مال میں سے خرچ کرو اس میں تمہارا اپنا فائدہ ہے اور تم نہیں خرچ کرو گے مگر اللہ کی رضا جوئی کے لئے۔ اور جو تم خرچ کرو مال میں سے وہ تم کو لوٹا دیا جائے گا اور تمہارے حق میں کمی نہیں کی جائے گی۔ (البقرة)

''وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ'' جو چیز تم اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے خرچ کرو گے اس کا ثواب تمہارے نفوس کو ملے گا۔ اس خرچ کا کسی پر احسان مت دھرو۔

**اَلنَّحْوُ** : ''وما تنفقون الا ابتغاء وجه الله'' ① واؤ حالیہ ہے۔ ② عاطفہ ہے یعنی مؤمن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہی خرچ کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ نفی نہی کے معنی میں ہے: ''عطاء خراسانی'' کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم نے رضاء الٰہی کے لیے دے دیا تو اب اس آدمی کا کیا عمل ہے اس سے تمہیں غرض نہیں۔ تمہارا ذاتی ثواب تو مل گیا۔ وہ سائل مستحق تھا یا غیر مستحق، نیک تھا یا برا تمہیں اس سے کیا غرض (تم نے جس کے لیے خرچ کیا تم بس اسی پر نظر رکھو): ''وما تنفقوا من خير يوف اليكم وانتم لا تظلمون'' وہ تمہاری صدقات کا ثواب کم نہ کریں گے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾[البقرة:۲۷۳]

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور جو تم خرچ کرو مال میں سے اللہ اس کو جاننے والے ہیں''۔ (البقرة)

''وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ'' اور مال میں سے جو بھی تم خرچ کرو اس حال میں کہ تم رضائے الٰہی کے طالب ہو تو: ''فان الله به عليم'' اللہ تعالیٰ اسے جانتے ہیں وہ اس کی مقدار سے بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

**تشریح** ۞ الجود و کرم: جس مال کو خرچ کرنا چاہئے اسے مناسب مقامات پر صرف کرنا۔ قاضی کہتے ہیں۔ کرم، جود، سخا، سماحت قریب المعنی الفاظ ہیں۔ بعض نے ان کے مابین فرق کیا ہے۔ مثلاً کرم: بطیب خاطر اس چیز پر خرچ کرنا جس کا فائدہ بہت بڑا ہو۔ اس کو حریت کا نام دیا جو کہ نذالت کی ضد ہے۔ نمبر۲: سماحت: دِل کی خوشی سے دوسرے پر جو حق بنتا ہو اس سے دست بردار ہونا۔ اس کی ضد شکایت ہے۔ نمبر۳: سخاء: ناپسند ذریعہ کمائی سے گریز کرنے اور آسان انداز سے خرچ کرنے کو کہتے ہیں اور جود بھی یہی ہے۔ یہ بخل کی ضد ہے۔ (الشفاء) جادیجو د جودسخاوت کرنا (المصباح): ''وجوه الخير'' مثلاً صدقہ، صلہ رحمی، مہمانی، نیک کاموں کے لیے وقف وغیرہ: ''ثقه بالله تعالى اللہ تعالیٰ پر یقین کرتے ہوئے کہ وہ دار القرار میں حسن جزاء ضرور عنایت فرمائے گا ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ان الله لا يظلم مثقال ذرة وان تك حسنة يضا عفها ويؤت من لدنه اجرًا عظيمًا '' اور ارشاد فرمایا: ''من جاء بالحسنة فله خير منها'' اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"الصدقه برهان" اس بات کی علامت ہے کہ خرچ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین ہے۔

٥٤٤ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَمَعْنَاهُ : يَنْبَغِيْ اَنْ لَّا يُغْبَطَ اَحَدٌ اِلَّا عَلٰى اِحْدٰى هَاتَيْنِ الْخَصْلَتَيْنِ۔

۵۴۴ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسد نہیں مگر ان دو آدمیوں میں: ① وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا ہو پھر اس کو اس کے حق کے راستے میں خرچ کرنے کی ہمت بھی دی ہو۔ ② وہ آدمی جس کو اللہ نے سمجھ دی ہو جس سے وہ فیصلے کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو (بخاری و مسلم) اس کا معنی یہ ہے کہ ان خصلتوں کے علاوہ اور کسی پر رشک کرنا درست نہیں۔

**تشریح** ۞ لا حسد یہاں حسد رشک کے معنی میں ہے غبطہ اور حسد میں یہی فرق ہے کہ حسد میں محسود سے زوال نعمت کی تمنا شامل ہوتی ہے اور اس میں صرف اس نعمت کے حصول کی تمنا ہوتی ہے اس سے زوال کی نہیں: "الافی اثنین" مگر دو باتوں میں: "رجل" مبتداء مضمر ہو تو یہ مرفوع ہے۔ ② مضاف محذوف ہو جیسا مسلم میں رجل مجرور آیا ہے: ای خصلتا رجل۔ ③ اثنتین : سے بدل اور مضاف مقدر ہو۔ "ای الافی ذی اثنین رجل" ابن حجرؒ نے اعنی مقدر سے منصوب اور استیناف کی صورت میں مرفوع مانا ہے (فتح الباری): "آتاہ اللہ مالا" یہ اعطی کے معنی میں ہے: "مالاً" کی تنوین عموم کو ظاہر کر رہی ہے گویا قلیل و کثیر سب کو شامل ہے۔

هلكته یہ: "هلك يهلك" از ضرب کا مصدر ہے یعنی خرچ کرنا۔: "في الحق" درست مقام پر نہ کہ غلط مقام پر یعنی قرب طاعات کے لئے۔

مَسْئَلَةٌ : اس میں اشارہ کر دیا کہ مال کو غلط مقام پر صرف کرنا بے کار ضائع کرنا ہے: "حکمة" حکمت سے یہاں علم مراد ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں اس سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ حدیث ابن عمرو میں وارد ہے۔ ② اس سے عام معنی مراد لیا جائے اور حکمت کا ضابطہ یہ ہے کہ جو جہل سے روکے اور قبیح سے زجر کا باعث بنے: "فهو يقضي بها" اس کے ذریعہ جھگڑنے والوں میں فیصلہ کرلے: "يعلمها" اور اگر اس کا کوئی طالب ہو تو وہ اسے سکھائے۔ سیوطی نے جامع کبیر میں ابن عمرؓ کی روایت نقل کی: "لا حسد الا فی اثنین! رجل آتاہ اللہ القرآن فهو يقوم به آناء الليل و آناء النهار' ورجل آتاہ ما لا فهو ينفقه آناء الليل و آناء النهار" احمد' ابن ماجہ' ابن حبان' بخاری نے ابو ہریرہؓ سے اس طرح نقل کی ہے: "لا حسد الا في اثنين لرجل علمه الله القرآن فهو يتلوه آناء الليل و آناء النهار فسمعه جار له! فقال ليتني اوتيت مثل ما اوتي فلان فعملت ما يعمل 'ورجل آتاہ الله ما لاً فهو يهلكه في الحق فقال رجل! ليتني اوتيت مثل ما اوتي فلان فعملت ما يعمل اور ابن عدی' بیہقی اور خطیب نے ان الفاظ سے نقل کی: "لا حسد الا علی اثنين: رجل آتاہ الله مالاً فصرفه في سبيل الخير' ورجل آتاه' الله علمًا فعلمه وعمل به" جامع کبیر سیوطی۔ پہلی اور آخری روایت ابن عمرؓ سے ہیں اور بخاری والی ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

مطلب یہ ہے دو آدمی صرف رشک کے قابل ہیں کیونکہ ان کا فائدہ بہت اور موقعہ شاندار ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲/۳۶۵۱) والبخاری (۷۳) ومسلم (۸۱٦) وابن ماجه (٤۲۰۸) وابن حبان (۹۰) والبیهقی (۱۰/۸۸)

**الفرائد**: قابل رشک یہ دو خصلتیں ہیں کیونکہ ان میں دنیا و آخرت کی بھلائی جمع ہے۔

٥٤٥ : وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ مَالِهٖ؟" قَالُوْا :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَیْهِ – قَالَ "فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۵۴۵ : حضرت ابن مسعودؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پسند ہو؟ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا آدمی نہیں مگر اس کو اپنا مال زیادہ پسند ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا مال وہی ہے جو اس نے آگے بھیجا اور پھر اس کے وارث کا مال وہ ہے جو اس نے پیچھے چھوڑا۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ احب الیه من ماله حافظ کہتے ہیں وہ مال جس کو انسان اپنی موت کے بعد چھوڑ جاتا ہے اگرچہ وہ فی الحال اسی کی طرف منسوب ہے مگر انتقال کے لحاظ سے وہ اس کے وارث کا مال ہے اور اسی کی طرف منسوب ہوگا۔ پس اس کی نسبت اس کی زندگی میں تو حقیقی ہے اور وارث کی مجازی ہے لیکن موت کے بعد وارث کی نسبت حقیقی ہو جائے گی۔ (فتح الباری)۔"ما منا احد" یہ مبتداء مؤخر ہے اور خبر مقدم منا ہے: "الا ما له احب الیا" ① یہ جملہ احد کی صفت ہے۔② تقدیم خبر کے ساتھ خاص ہو جانے کی وجہ سے یہ محل حال میں ہے اور مفضل علیہ کو سائل کے کلام میں مذکور ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔

"قال فان ماله ما قدم" آگے بھیجنے کا مطلب یہ ہے۔① صدقہ کر دیا۔② کھا لیا۔③ پہن لیا۔ جیسا روایت میں آ چکا: "لیس لك من دنیا ك الا ما اکلت فا فنیت او لبست فابلیت او تصدقت فابقیت" یا جیسا کہ فرمایا یہی وہ مال ہے جو زندگی اور موت کے بعد تیری طرف منسوب ہوگا اس مال کے برعکس جو پیچھے چھوڑ گیا۔

ابن بطال کا قول اس میں آمادہ کیا گیا کہ نیکی اور قرب الٰہی کی راہوں پر مال کو لگانا چاہیے۔ تاکہ آخرت میں اس سے فائدہ اٹھائے جو چھوڑ مرے گا وہ وارث کا ہوگا: "ومال وارثه مااخر" اگر اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کیا تو اس کا ثواب خاص طور پر میت کو ملے گا اور اگر اس کو معصیت میں لگایا تو پہلے مالک سے انتفاع میں بہت دور چلا گیا اگرچہ اس کی سزا سے بچا رہے گا۔

یہ روایت سعد بن ابی وقاص کی اس روایت کے خلاف نہیں ہے: "ان تذرورثتك اغنیاء خیر لك من ان تذرهم عالة" وہ ارشاد ان لوگوں سے متعلق ہے جو اپنا تمام صدقہ کر دیں یا اس کا بڑا حصہ ان کی بیماری میں صرف ہو جائے اور یہ روایت ان لوگوں سے متعلق ہے جو حالت صحت میں صدقہ کرے جب محمل الگ الگ ہوئے تو تعارض نہ رہا۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (٦٤٤۲) والنسائی (۳٦۱٤)

**الفرائد** : جس مال کے لیے خوب تھکا اس میں صرف جو گلے جہان کے لیے بھیجا وہ اس کا مال ہے جو پیچھے چھوڑ گیا وہ ورثاء کا

ہے اگر اس نے اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کی ہوگی تو ثواب اس کے لئے مخصوص ہوگا اور اگر معصیت کا ارتکاب کیا تو مال مالک سے دور چلا گیا اس سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اگر چہ وہ اس کے گناہ کی سزا سے بچا رہے گا۔

٥٤٦ : وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۴۶: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہو"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ اتقوا النار یعنی صدقے کو اپنے اور آگ کے درمیان ڈھال بنالو۔ خواہ وہ کوئی معمولی سے عمل صالح ہی کیوں نہ ہو: "لو بشق تمرة" بشق شین کے کسرہ کے ساتھ آدھے اور نصف کے معنی میں آتا ہے۔ باب الجوف میں اس پر مزید کلام ملاحظہ فرمائیں۔

**تخریج** : بخاری، مسلم، طبرانی کبیر ١٧/٢٠٧، طیالسی ١٠٣٦، نسائی ٢٥٥٢، ابن حبان ٤٧٢، احمد ٦/١٨٢٧٤۔

**الفوائد** : ① معمولی صدقے کو حقیر نہ قرار دینا چاہیے وہ صدقہ کرنے والے کے لیے آگ سے ڈھال بن جائے گا۔

٥٤٧ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۴۷: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اور آپؐ نے نہ کہا ہو۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ شیئاً قط تاکید استغراق کے لیے قط لائے اور شیئاً کی تنوین عموم کو ظاہر کر رہی ہے کہ مانگی ہوئی چیز قلیل و کثیر اور وجدان و فقدان کی تمام حالتیں شامل ہیں: "فقال لا" بلکہ اگر آپ کے پاس ہوتا عنایت فرما دیتے۔ ② نرم بات فرما کر اس کو سعادت مند بنا دیتے۔ ③ اس کے لیے دعا فرما دیتے جب چیز پاتے سخاوت فرماتے ورنہ وعدہ فرما لیتے اور وعدہ خلافی نہ فرماتے (جیسا روایت گزری) کہ ابو بکرؓ نے آپ کے وعدے وفات شریف کے بعد ایفاء کئے) یہ مراد نہیں کہ آپ سے یقیناً جو مانگا جاتا وہ دے دیتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ رد نہ فرمایا اگر مطلوبہ چیز ہوتی اور دینے کی گنجائش ہوتی تو دے دیتے ورنہ وعدہ فرما لیتے۔

آپ ﷺ کا ارشاد جو اشعری صحابہ کو فرمایا: "واللہ لا احملکم" اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ وہ چیز آپ کے پاس نہیں انہوں نے اسکے باوجود سوال کیا تو اس پر آپ نے ان کے سوال پر تادیب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔ اسی وجہ سے ان کی طمع کو توڑنے کے لیے قسم کے الفاظ فرمائے کہ قرض وغیرہ لے کر اس کو ہرگز پورا نہ کیا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

**تخریج**: أخرجه البخاري (٦٠٣٤) ومسلم (٢٣١١)

**الفوائد** : ① آپ ﷺ کی عظیم الشان سخاوت کا پتہ چلتا ہے جس کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ ② کسی چیز کو روکنے کے لیے لا نہیں فرماتے معذرت کے لیے کہا ہو تو الگ بات ہے۔ (شیخ عز الدین)

٥٤٨ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَا مِنْ يَّوْمٍ يُّصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا :"اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ :"اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۵۴۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس دن بندے صبح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو بہتر بدلہ عنایت فرما اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ بخیل کو ہلاکت دے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ⊙ **ما من یوم** من یوم میں استغراق کے معنی کے لیے لائے۔ ابوالدرداءؓ کی روایت میں اس طرح ہے: **"مامن یوم طلعت فیه الشمس الاوبجنبیها ملکان ینادیان یسمعهما خلق الله کلهم الا الثقلین ! یایها الناس هلموا الی ربکم 'ان ماقل وکفی خیر مما کثر والهی ولا غربت شمسه الاء بجنبیها ملکان ینادیان"** پھر اس روایت کی طرح بقیہ حصہ ذکر کیا: **"یصبح العباد فیه"** یہاں وہی دن مراد ہے جو لیل کے مقابل ہے: **"الا ملکان"** اوپر ابوالدرداء والی روایت **بجنبیها ملکان** کے الفاظ ہیں: **"جنب"** طرف و جانب کو کہتے ہیں اسکی دونوں اطراف میں دو فرشتے ہوتے ہیں: **"ینزلان"** یہ العباد سے یہ جملہ حال ہے: **"فیقول"** یہ فعل مرفوع ہے: **"اللهم اعط منفقًا"** اے اللہ فرائض میں خرچ کرنے والے کو عطاء فرما کیونکہ مال کے کچھ حقوق ہیں۔ احباب پر بھی خرچ کرنا درست ہے مگر مناسب طریقے سے۔

قرطبی کہتے ہیں اگرچہ یہ واجبات و مستحبات سب کو شامل ہے مگر مندوب پر خرچ نہ کرنے والا بددعا کا حقدار نہیں۔ سوائے اس صورت کے اس پر بخل غالب آجائے اور وہ حقوق واجبہ پر خرچ کے باوجود خرچ نہ کرنا چاہیے۔ (المفہم للقرطبی): **"خلفا"** ① دنیا میں بدلہ دے۔ ② آخرت میں بدلہ دے اس میں انفاق پر آمادہ کیا گیا ہے تاکہ فرشتے کی دعا کا حقدار بن جائے اس کی شہادت اس آیت سے ملتی ہے: **"وما انفقتم من شئی فهو یخلفه الایه"** اور معروف کا لحاظ رکھنے کے متعلق یہ آیت ہے: **"ولا تبسطها کل البسط"**۔

**"ویقول آلاخر اللهم اعط ممسکًا تلفا"** واجب خرچہ اور تیری راہ میں دینے سے بخل کرنے والے کے مال کو تلف کر دے۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں یہاں عطیہ سے تعبیر صرف مشاکلت کے لیے ہے کیونکہ تلف عطیہ نہیں تلف میں ایک احتمال یہ ہے کہ معینہ مال کی تباہی مراد ہو۔ ② مال والے کی ہلاکت مراد ہو وہ اس طرح کہ نیک اعمال سے محروم ہو جائے اور نامناسب کاموں میں مشغول کر دیا جائے اس روایت میں کلام کو دونوں فرشتوں پر الگ الگ تقسیم کر دیا گیا اور ابوالدرداءؓ کی روایت میں مجموعی نسبت ایک طرف کر دی گئی ہے۔ باب النفقۃ علی العیال میں تشریح ملاحظہ کریں۔

نووی کا قول: قابل تعریف خرچ وہ ہے جو طاعات میں ہو مثلاً اہل و عیال مہمان نیک کاموں پر۔

تخریج: أخرجه أحمد (١٠٥٠٥) والبخاری (٤٦٨٤) ومسلم (٩٩٣) والترمذی (٣٠٤٥) وابن ماجه (١٩٧) وابن حبان (٧٢٥)

الفوائد: سخی کے لیے فرشتے کی قبولیت دعا ہے جو بہت سی برکات کا سبب ہے اور بخیل کے لیے بددعا اس کی تباہی اعمال اور بے برکتی کا نشان ہے۔

٥٤٩ :وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : "اَنْفِقْ يَا ابْنَ اٰدَمَ يُنْفَقْ عَلَيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۴۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے آدم کے بیٹے خرچ کر تم پر خرچ کیا جائے گا"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: عن قال اللہ تعالیٰ: یہ احادیث قدسیہ میں سے ہے۔
انفق اے ایمان والے تم مال کو نیکی کے راستوں پر اس طرح خرچ کرو جس طرح اجازت دی گئی اور ان وعدوں پر ثواب کی پختہ امید سے خرچ کرو: "ینفق علیك" یہ فعل مجہول ہے۔ قائل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے معلوم ہونے کی وجہ سے مذکور نہیں۔ یہ شرط مقدر کا جواب ہے تقدیر عبارت یہ ہے: "ای ان تنفق ینفق "یعنی تم پر وسعت کی جائے گی اور جو خرچ کرو گے اس کا بدلہ دیا جائے گا بدلے کو بطور مشاکلت انفاق سے تعبیر فرمایا' بخاری کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: "ید اللہ ملاٰی لا یغیضها نفقة سحاء اللیل والنہار" اور یہ بھی ہے: "ارایتم ما انفق منذ خلق السماء والارض فانه یغض مانی یده وکان عرشه علی الماء"

تخریج: بخاری ومسلم ١ ترمذی' ابن ماجه' ابن حبان ٧٢٥' احمده ١٠٥٠٥/٢۔

الفوائد: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو وعدے کی صورت میں عظیم خوشخبری دی گئی۔ اللہ تعالیٰ دولت یقین سے مالا مال کرے۔

٥٥٠ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ : "تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۵۰: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کونسا اسلام بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا "تو کھانا کھلا اور واقف و ناواقف کو سلام کہہ"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: عبداللہ بن عمرو بن العاص: بعض نے سکون کی وجہ سے عاص کی یا حذف کی دوسروں نے عیس کو اصل مانا۔ زیادہ فصیح ناقص ہونا ہے۔
"ان رجلا" مسلم کی روایت میں ابوموسیٰ کہتے ہیں میں نے سوال کیا: "ای الاسلام خیر" اسلام سے حصائل اسلام مراد

ہیں۔ ④ خصائل والے مراد ہیں اس صورت میں مقدر مانا جائے گا: "تطعم الطعام" ① اس کا مابعد مضاف ہے: "ای ذو اطعام الطعام" کھانا کھلانے والا۔ کیونکہ فعل تطعم سے مراد مصدر ہے۔ ② ان مصدر یہ مقدر مانیں۔ ③ فعل کو مصدر کے قائم مقام مانیں: "تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ" کے قبیل سے دونوں وجوہ بنیں گی بعض نے حذف کو مطلقا مقیس بنایا اور کہا کہ یہ بات ظاہر ہے کہ اطعام سے وہ کھانا مراد ہے جو صدقہ ہدیہ یا ضیافت کے طور پر کھلایا جائے کیونکہ یہاں صیغہ عموم سے ذکر کیا گیا اس لئے تاویل کی ضرورت پڑی۔

"وتقرء السلام" زرکشی نے اوّل کا ضمہ اور ثالث کا کسرہ تسلیم کیا مگر بقیہ علماء نے اس کی تردید کی اور تا کا فتحہ ہی پڑھا ہے اور اس کو مقامات سوء کے لیے مخصوص قرار دیا جو یہاں مناسب نہیں کیونکہ یہاں تو افشاء سلام مراد ہے جو ہر ملنے والے کو کہا جائے گا: "علی من عرفت ومن لم تعرف" کھانا کھلانے اور سلام کرنے سے دلوں میں محبت والفت پیدا ہوتی ہے۔ یہاں انہی پر آمادہ کرنا مطلوب ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲/٦٥٩٢) والبخاری (۱۲) ومسلم (۳۹) وأبو داود (٥١٩٤) والنسائی (٥٠١٥) وابن ماجه (۳۲٥۳) وابن حبان (٥٠٥) وأخرجه البخاری فی "الأدب المفرد" وأبو نعیم فی "الحلیة" (۱/۲۸۷)

**الفوائد**: ① اجتماع ملت کے لئے الفت اہم ترین چیز ہے اور اس کو پیدا کرنے کے لئے سلام کا کثرت سے پھیلانا اور اطعام طعام بنیاد ہیں۔

٥٥١: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً اَعْلَاهَا مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ يَّعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا رَجَآءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا الْجَنَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ۔

۵۵۱: حضرت عبداللہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا چالیس خصلتیں ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ دودھ والی بکری کا عطیہ دینا ہے جو شخص بھی ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت کو اس نیت سے اپنائے گا کہ اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس میں کئے ہوئے وعدہ کی تصدیق ہو تو اللہ اسکی وجہ سے اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (بخاری) یہ روایت کثرہ طرق الخیر میں بیان ہو چکی ہے۔

**تشریح** ❁ اربعون خصلہ ① اربعون تخصیص بالعمل کی وجہ سے باوجود نکرہ کے مبتداء ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں امام احمد کی روایت میں: "اربعون حسنة" ہے۔

"اعلاها منيحة العنز": "منیحہ" دو قسم ہیں۔ ① ایک آدمی دوست کو بطور عطیہ بکری دے دے۔ ② دوست کو دودھ والی بکری یا اونٹنی دودھ استعمال کرنے کے لیے دے۔ پھر دودھ ختم ہونے پر واپس لے لے۔ یہاں یہی مطلوب ہے: "رجاء ثوابها" خلعت سے ایک ہی نیکی مراد ہے۔

**النّحو**: "رجاء": یہ مفعول لہ ہے۔ ② حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی اس حالت میں کہ وہ اس پر ثواب کا امید وار ہو۔

اہم اشارہ: اس میں اشارہ کر دیا کہ عمل صالح پر ثواب کا مرتب ہونا لازم نہیں۔ بلکہ: "مالك الملك" کا فضل واحسان محض ہے: "وتصديق موعودها" اس میں ادنیٰ تعلق کی وجہ سے اضافت کر دی: "اى الموعود به فيها" جن کا اس میں وعدہ دیا گیا ہے: "الا ادخله الله تعالٰی بها الجنة" ابن بطال کہتے ہیں آپ ﷺ کو وہ چالیس معلوم تھیں ان کو کسی مصلحت کی وجہ سے ذکر نہیں فرمایا، وہ مصلحت ان سے بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ کہیں لوگ انہی پر اکتفاء کر کے نہ بیٹھ جائیں اور ابواب بر سے منہ موڑ لیں۔ بعض لوگوں نے تعیین کی کوشش کی جن میں سے کئی: "منيحه" سے اعلیٰ تر اور بعض اس سے ادنیٰ ہیں۔ پس اس میں تعیین کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے۔ (فتح الباری) اللہ اعلم۔

**تخریج**: بخاری فی الهبه ابو داؤد فی الزکاۃ۔

* * *

۵۵۲: وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ ابْنِ عَجْلَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّكَ، وَاِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَّكَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی كَفَافٍ وَّابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۵۲: حضرت ابوامامہ صدی بن عجلانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے اگر تو ضرورت سے زائد کو خرچ کرے گا تو یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو اس کو روک کر رکھے گا تو یہ تیرے حق میں برا ہے اور گزارے کے موافق روزی پر تو قابل ملامت نہیں اور ان سے شروع کرو جن کی ذمہ داری تم پر ہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہت بہتر ہے۔ (مسلم)

**اللغات**: "یا بن آدم انك ان تبذل الفضل": ان مصدریہ: "ای بذلك الفضل" ان کے اسم سے بدل الاشتمال ہے۔ ② ان شرطیہ بھی کہا گیا ہے۔: "فضل" اہل وعیال اپنی ضرورت سے بڑھی ہوئی چیز: "خیر لك" یہ ان کی خبر ہے۔ ② فا کے ساتھ محذوف کی خبر: "ای فهو خیر لك" اصل عدم حذف ہے): "وان تمسکه شرلك" اس کا روک رکھنا تمہارے حق میں برا ہے کیونکہ کل تم نے اس کا حساب دینا ہے اور اس یہ تمہارے پاس نہ ہوگا: "ولا تلام علی کفاف" اور شرع کی طرف سے قدر کفاف پر کوئی ملامت نہیں کی جائے گی: "من تعول" بیوی، بچے، اقرباء، غلام، جانور ان کا حق لازم ہے جو مستحب سے ستر گنا زیادہ ہے: "والید العلیا" خرچ کرنے والا ہاتھ بعض نے کہا سوال سے بچنے والا ہاتھ: "الید السفلی" لینے والا ہاتھ، بعض نے کہا سوال کرنے والا ہاتھ۔

**تخریج**: احمد ۸/۲۲۲۲۸، مسلم، ترمذی۔

**الفوائد**: ① بخل کی مذمت کی گئی مگر کفاف قابل ملامت نہیں۔ ② اہل وعیال کے خرچے کو سب سے مقدم رکھا جائے گا۔ امور شرعیہ میں درجات کا لحاظ ضرور ہے۔

* * *

۵۵۳: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَی الْاِسْلَامِ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ،

وَلَقَدْ جَآءَهُ رَجُلٌ فَاَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَرَجَعَ اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَآءَ مَنْ لَّا يَخْشَى الْفَقْرَ ' وَاِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيْدُ اِلَّا الدُّنْيَا فَمَا يَلْبَثُ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى يَكُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۵۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے نام پر سوال نہیں کیا گیا مگر کہ آپ نے اس کو دے دیا اور آپ کی خدمت میں ایک آدمی آیا آپ نے اس کو دو پہاڑیوں کے درمیان جتنی بکریاں تھیں سب عنایت فرمادیں۔ پس وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گیا اور کہنے لگا۔ اے میری قوم! اسلام قبول کرلو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی طرح عطیہ دیتے ہیں جو فقر کا خطرہ ہی نہ رکھتا ہو۔ بے شک آدمی دنیا کی غرض سے اسلام لاتا مگر تھوڑے عرصہ بعد اس کا اسلام اس کو دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔ (مسلم)

**النَّحْوُ**: علی الاسلام: علیٰ تعلیلیہ ہے: "ای لاجل الاسلام" : "مسینا" یہ سُئل کا دوسرا مفعول ہے اس سے دنیا کی چیز مراد ہے خواہ بڑی ہو یا چھوٹی: "الا اعطاه" اسلام کی ترغیب کے لیے اور اس کو آگ سے محفوظ کرنے اور اس پر شفقت ورحمت فرماتے ہوئے : "رجل" نام معلوم نہیں ہو سکا شاید وہ مؤلفۃ القوب سے ہوں: "فاعطاه غنما بين جبلين" بہت سی بکریاں گویا ان سے دو پہاڑوں کی درمیانی وادی بھر جاتی تھی۔ یہ عطیہ اس آدمی کے سوال پر دیا یا ترغیب الی الاسلام کے لیے ابتداء عنایت فرمایا۔ اگر وہ مسلمان نہ ہو۔ ⑭ اگر وہ مسلمان تھا تو اسلام پر ثابت قدمی کے لیے عنایت فرمایا۔

نووی کہتے ہیں: "مؤلفة القلوب" کو زکوٰۃ اور بیت المال سے دیا جا سکتا ہے: "مؤلفة الكفار" کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ دوسری قدات کے متعلق اختلاف فقہاء ہے۔ ہمارے ہاں اصح یہ ہے کہ اسلام کو عزت مل جانے کی وجہ سے اب نہ دیا جائے گا (مگر جن علاقوں میں مسلمان مغلوب اور غلام ہیں وہاں دیا جانا ظاہر ہے کفر اسلام سے پھیرنے کے لیے بے شمار تدبیر کر رہا ہے۔ جہاں مسلمانوں کے ایمان کو کفر کے ڈالر کی چمک خراب کر رہی ہو وہاں انکو مسلمان ضرور دیں تا کہ ایمان بچ جائے): "فرجع الى قومه" وہ اپنی قوم کے پاس اسلام کا داعی بن کر گیا اور کہنے لگا: "يا قوم اسلموا" اے لوگو! اسلام قبول کرلو تا کہ مال غنیمت پاؤ۔

"فان محمداً ﷺ لعيطى عطاء من لا يخشى الفقر" بظاہر اس کا قول ان محمداً دلالت کر رہا ہے کہ وہ اس وقت تک انوار یقین سے فیضیاب نہ ہوا تھا۔ عطاء یہ مفعول مطلق ہے یہ اس آیت کی طرح ہے: "والله انبتكم من الارض نباتاً" تقدیر اس طرح ہے: "انبتكم فنبتم نباتاً" ممکن ہے انبت کی تاکید ہو اس کی امثلہ کلام عرب میں بہت ہیں۔ ابن ہشام نے مصدر مؤکد کہا ہے: "من لا يخشى" یہ عطاء کی صفت ہے۔ آپ سخاوت میں (ریح مرسلہ) تیز ہوا سے زیادہ تیز تھے اور آپ کو اپنے رب کے وسیع خزانوں پر یقین کامل تھا۔

"وان كان الرجل ليسلم مايريد الا الدنيا" ان یہ مخففہ: "من المثقله" ہے: "ای انه" یسلم کا معنی اسلام میں داخل ہوتا اور ان میں شمار ہوتا۔ اگر فقط دنیا کی غرض سے اسلام لاتا کیونکہ تالیف اسلام کے لیے آپ کی طرف سے مزید مال کا امیدوار ہوتا: "فما يلبث الا يسيرا حتى يكون الاسلام احب اليه من الدنيا وما عليها" تو زیادہ وقت نہ گزرتا کہ اس کے دل میں ایمان کی شعاعیں چمکنے لگتیں اور اس کے دل میں بشاشت ایمانی پہنچ جاتی اور اس کے دل پر قبضہ جمالیتی۔

یہ آپ کی کمال رحمت اور کمال معرفت تھی ہر بیماری کی دواء وہ ہے جو بیماری کا جڑ سے استیصال کردے تا کہ وہ تمام بیماری کے مادے اسباب صحت بن جائیں اللہ تعالیٰ کی لاتعداد رحمتیں اور سلامتیں لاتعداد وزنوں تک آپ پر برستی رہیں۔

ان لوگوں پر بھی عنایت الٰہی دیکھیں کہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے کو درجات علیہ کا حقیقی ذریعہ بنا کر اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمادیا۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (۵۸/۲۳۱۲)

**الفوائد:** ① نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جود و ایثار کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ ② اعلاء کلمہ اور سلام کے لیے کیا گیا تدابیر اختیار کی گئیں اس کمال شفقت سے دلوں کو کس طرح موہ لیا۔

۵۵۴ :وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَغَيْرُ هٰؤُلَاءِ كَانُوْا اَحَقَّ بِهٖ مِنْهُمْ؟ قَالَ : "اِنَّهُمْ خَيَّرُوْنِيْ اَنْ يَّسْاَلُوْنِيْ بِالْفُحْشِ فَاُعْطِيَهُمْ اَوْ يُبَخِّلُوْنِيْ وَلَسْتُ بِبَاخِلٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۵۴: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے کچھ مال تقسیم فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کے علاوہ لوگ ان سے زیادہ اس مال کے حق دار تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اختیار دیا کہ وہ مجھ سے سخت انداز سے سوال کریں اور پھر میں ان کو دوں یا مجھے بخیل قرار دیں حالانکہ میں بخیل نہیں ہوں۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ "قسما": جو مال تقسیم کیا جاتا ہے خواہ غنیمت ہو یا خراج یا دیگر کچھ۔ "فقلت" یہ مقدر پر معطوف ہے جیسا کہ دلالت کلام سے معلوم ہوتا ہے: "فاعطی انا ساوترک آخرین فقلت" یا رسول یغوھو لا ء ما نوا احق بہ ھو لآ سے جن کو عطیات دیے گئے وہ مراد ہیں: "احق" یہاں اولیٰ کے معنی میں ہے۔ ہ سے عطیہ مراد ہے یعنی عطایا کے لیے زیادہ مناسب تھے: "منھم" ان لوگوں سے جن کو دیا گیا: "لغیر" پر لام تاکید لا کر اپنے اس فہم کی تاکید کی کہ عطیات نبوت تو سابقیت اور فضیلت دینی کی وجہ سے ہیں: "قال۔ انھم خیرونی بین ان یسألونی بالفحش فاعطیھم" آپ نے ان کی تاکید سے اس کا ازالہ فرمایا: "بزبان" حال ان کا طرز عمل ظاہر کرتا ہے۔ کہ انہوں نے دو باتوں میں اختیار میرے سپرد کیا۔ ① کہ وہ مجھ سے فحش انداز سے سوال کریں اور میں ان کو دے دوں۔ ② یا پھر میں روک لوں اور بخل کروں اور میں بخیل نہیں اس بناء پر میں نے ان کو دے دیا۔

نووی کہتے ہیں: انہوں نے اپنے ضعف ایمان کی وجہ سے سوال میں فحش کی حد تک اصرار کیا پس میں نے ان کو دے دیا۔ ان کے اس انداز سوال پر نہ ملتا تو یہ میری نسبت بخل کی طرف کرنا چاہتے تھے حالانکہ میں بخل کرنے والا نہیں۔ شارح نے اس کو درست کہا۔

قاضی کہتے ہیں: وہ سوال میں حد سے آگے بڑھ گئے جس کا مقتضی یہ تھا کہ اگر آپ ان کی بات قبول کرتے ہیں تو بڑا عطیہ دیتے ہیں اور اگر روکتے ہیں تو وہ (زبان سے) آپ کو ایذاء پہنچائیں گے اور بخل آپ کی طرف منسوب کریں گے۔ پس آپ نے عطیہ دینا پسند کرلیا اس لیے کہ بخل آپ کے اخلاق سے بعید تر تھا اور یہ آپ نے تالیف قلوب اور خاطر و مدارات کے

طور پر کیا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "شر الناس من اتقاه الناس اتقاء لشره" وہ بہت برا انسان ہے جس سے لوگ اس کے شر سے بچنے کے لیے بچیں۔

جس طرح آپ ﷺ نے: "مؤلفة القلوب" کو دینے کا حکم فرمایا اس سے آپ کے خلق عظیم اور صبر و حلم اور جاہلوں کے طرز عمل سے اعراض کا سبق ملتا ہے۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (١٠٥٦)

**الفوائد:** آپ ﷺ کے صبر، حلم، خلق عظیم کا نمونہ ہے۔ ② صالح مسلمین کے لیے فاروق کی غیرت کا اندازہ کر لیں۔

٥٥٥ : وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : بَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَهُ الْأَعْرَابُ يَسْأَلُوْنَهُ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ إِلٰى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : "أَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ فَلَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذَّابًا وَّلَا جَبَانًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"مَقْفَلَهُ" : أَيْ فِيْ حَالِ رُجُوْعِهِ. "وَالسَّمُرَةُ" : شَجَرَةٌ۔ "وَالْعِضَاهُ" : شَجَرٌ لَهُ شَوْكٌ۔

۵۵۵: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ خود آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین سے واپسی پر چلے آ رہے تھے کہ کچھ دیہاتی آپ سے چمٹ کر سوال کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کو ایک کیکر کے درخت تک مجبور کر دیا۔ پس آپ کی چادر اس درخت سے اچٹ گئی۔ آپ رک گئے اور فرمایا میری چادر تو مجھے دے دو اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کے برابر چوپائے ہوتے تو میں یقیناً ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھے بخیل اور جھوٹا نہ پاتے اور نہ ہی بزدل۔ (بخاری)

مَقْفَلَهُ: لوٹنے کے وقت۔

السَّمُرَةُ: ایک درخت ہے۔

الْعِضَاهُ: کانٹے دار درخت۔

**تشریح** ۞ عن جبیر بن مطعم: ان کی کنیت ابو محمد یا ابو عدی ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی القرشی النوفلی المدنی فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ بعض نے اس سے پہلے اسلام لانا لکھا ہے۔ اسلام پر ثابت قدمی دکھائی یہ عقلمند باوقار رئیس تھے یہ لکھنا جانتے تھے۔ بقول ابن جوزی تقریباً ۱۳۰ احادیث مروی ہیں۔ جن میں ۶ متفق علیہ ۳ میں بخاری منفرد ہے۔ ایک میں مسلم منفرد ہے۔ سنن اربعہ نے ان سے روایت لی ہے ان کی وفات مدینہ میں ۸۵ھ یا ۹ھ میں ہوئی۔

**النحو** : "بینما" بین کو اضافت سے روکنے کے لیے ما لائے اس کے بعد والا جملہ اسمیہ مستانفہ ہے: "مقفله" اسم ظرف زمان ہے یعنی لوٹنے کے زمانے میں: "من حنین" یہ غزوہ شوال ۸ھ فتح کے بعد پیش آیا: "فعلق الاعراب"

بخاری کی روایت میں: "علقت" آیا ہے۔ یہ افعال شرع میں سے ہے طفق کے وزن پر آتا ہے۔ اعراب۔ یہ اسم جمع ہے۔ یہ سیبویہ کا قول ہے کیونکہ جنگل کے رہنے والوں سے خاص ہے اور عرب کا لفظ شہری دیہاتی سب کو شامل ہے: "یسالونہ" یہ جملہ علق کے لئے محل خبر میں ہے: "حتي اضطروه الى سمرة" یہاں تک کہ ایک کیکر کے درخت کی طرف دھکیل دیا: "سمرة" کو عضاۃ اور طلح بھی کہتے ہیں (خطابی داؤدی): "فخطفت رداءه" "خطف" از سمع تیزی سے کھینچنا اچکنا یہ ضرب سے بھی آتا ہے کتاب مکہ میں ابن شبہ نے اس طرح نقل کیا: "حتي عدلوا ناقته عن الطريق فهر بسمرات فانتهشن ظهره وانتز عن رداءه" یہاں تک کہ انہوں آپ کی اونٹنی کا رخ وہاں سے ہٹا دیا وہ کیکر کے درختوں میں سے ہو کر گزری جنہوں نے آپ کی کمر کو چھیل دیا اور آپ کی چادر کو چھین لیا۔ بقیہ روایت اسی طرح ہے: "فوقف النبی ﷺ" آپ اونٹنی کی مہار پکڑ کر کھڑے ہو گئے: "فقال اعطوني ردائي" رداء کا لفظ مذکر ہے اس کو تانیث قرار دینا درست نہیں (المصباح) اس کی تثنیہ رداءان یا رداوان اور جمع اردیہ اسلحہ کی طرح آتی ہے (ابن الانباری)۔

"فلو كان لي عد وهزه العضاة نعما": ① کان کا اسم اور نعما خبر ہے۔ ② کان کی خبر لی ہے۔ عدد اسم ہے: نعما: تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ ابوذر کی روایت میں۔ ③ "هذه العضاة كان" کا اسم مؤخر عدد نصب کے ساتھ مقدم ہے: "العضاة" کا واحد عضہ جیسے: "شفة" اور: "عضاه" جیسے: "شفاة" (فتح): لقسمته بينكم ابن منیر کہتے ہیں یہ تنبیہ ہے جب میں نے اپنے مال کے سلسلہ میں تم سے درگزر کی ہے تو تقسیم غنائم کے سلسلہ میں سخاوت کرنا بدرجہ اولیٰ ہے: "ثم لاتجدوني بخيلا ولا كذا باولا جبانا" پھر تم مجھے جھوٹا بخیل اور بزدل نہ پاؤ گے یہاں مراد اصل وصف کی نفی ہے۔ مبالغہ کی نفی نہیں۔

ایک لطیفہ: ابن منیر کہتے ہیں آپ نے ان صفات کو اس لئے جمع کیا کہ یہ آپس میں لازم ملزوم ہیں اسی طرح ان کی اضداد بھی باہمی لازم و ملزوم ہیں اور اصل معنی شجاعت ہے بہادر آدمی کو اپنے نفس پر یقین ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسب کا ضرور نتیجہ پائے گا پس وہ بخل نہیں کرتا اور جب عطیئے میں کچھ دیر سویر ہوتی ہے تو وہ وعدے کی خلاف ورزی کر کے جھوٹ نہیں بولتا کیونکہ وعدہ خلافی بخل سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر: "ثم" کا استعمال تقاضہ سخاوت کے مخالف نہیں اگرچہ کرم نفسی عطاء سے پہلے ہوتی ہے۔ لیکن لوگوں کو معلوم ہے کہ سخی کی سخاوت عطاء کے بعد ہوتی ہے: "ثم" سے اس بات پر دلالت مقصود نہیں کہ عطاء سے کرم کا علم مؤخر ہے یہاں وصف کے رتبہ کی بلندی میں تراخی مقصود ہے گویا اس طرح کہا گیا عطاء سے اعلیٰ بڑھ کر یہ ہے کہ جس کے قریب بھی پہنچا جا سکتا ہے کہ عطاء کرم کے سبب سے ہے بعض اوقات عطاء کرم نفسی کے بغیر ہوتی ہے جیسے بخیل سے زبردستی مال نکلوانا وغیرہ (: "دما ميني في المصباح)

ابن جو کہتے ہیں: اس حدیث میں منفی خصال کی مذمت پائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے مقتداء میں ان میں سے کوئی خصلت نہ ہونی چاہیے۔ ② اس میں یہ صفات ہونی چاہئیں جن پر آپ ﷺ قائم تھے حسن خلق، علم وسعت جود درشت مزاج لوگوں کی باتوں کو برداشت کرنا۔ ③ آدمی کو اپنی اچھی خصلتیں ظاہر کر دینی چاہئیں تاکہ جاہل بدگمان نہ ہو۔ یہ فخر قابل مذمت فخر میں شامل نہیں (فتح الباری)۔

**تخریج**: بخاری فی الجهاد والخمس، ابن ماجه، احمد ۱۶۷۵۶، ابن حبان ۴۸۲۰۔

**الفرائد:** ① بخل، کذب، بزدلی، سخت دلی قابل مذمت خصلتیں ہیں۔ ② علم، حسن خلق، سخاوت، صبر خصائل حمیدہ ہیں جو امام سے لے کر عامۃ المسلمین میں ہونی چاہئیں۔

٥٥٦ : وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۵۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی صدقہ کسی مال کو نہیں گھٹاتا اور مال ہی سے اللہ بندے کی عزت کو بڑھاتے ہیں اور جو کوئی اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ اس کو بلند کرتا ہے۔ (مسلم)

**تشریح:** صدقہ: اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے نکالا ہوا مال۔

دو وجوہ: ① صدقہ دینے سے بظاہرا جو مال کم ہوتا ہے مخفی برکت اور اس پر اترنے والے مفاسد سے بچاؤ کرنے کی وجہ سے صدقے سے مال میں کمی نہیں آتی۔ ② اگرچہ صورۃً مال میں کمی آئی آخرت میں ملنے والا اجر اس نقصان کو پورا کر دے گا۔

"وما زاد اللہ عبدا بعفوا لاعزا" یہاں بھی دو وجوہ ہیں۔ ① یہ اپنے ظاہر پر ہے جو آدمی عفو و درگزر کو پہچانتا ہے دلوں میں اس کی تعظیم و سیادت بڑھ جاتی ہے۔ کرامت و احترام میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ② آخرت کا اجر اور عزت مراد ہے: "وما تواضع احد الدرفع للّٰہ عزوجل" یہ بھی درست ہے کہ دنیا میں تواضع کی وجہ سے اس کی عظمت دلوں میں پختہ ہو جائے اور دونوں جہاں میں بھی ہو سکتی ہے۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (٢٥٨٨)

**الفرائد:** اللہ تعالیٰ کی خاطر صفح و درگزر اللہ تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ درجے کا ذریعہ ہے تواضع بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اذلة على المؤمنين الاية"

٥٥٧ : وَعَنْ أَبِي كَبْشَةَ عَمْرِو ابْنِ سَعْدٍ الْأَنْمَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ثَلَاثَةٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ، وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَّظْلِمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ قَالَ: إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ: عَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهُ وَيَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهُ وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ لَوْ أَنَّ لِيْ مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ، وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَخْبِطُ فِيْ مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهُ وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهُ وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا فَهٰذَا الْحَدِيْثِ بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٌ لَمْ يَرْزُقْهُ

اللّٰہُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا فَھُوَ یَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِیْہِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَھُوَ نِیَّتُہٗ فَوِزْرُھُمَا سَوَآءٌ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۵۵۷: حضرت ابو کبشہ عمرو بن سعد انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ تین باتیں ہیں جن پر میں قسم اٹھاتا ہوں اور ایک بات میں تمہیں بتاتا ہوں اس کو یاد کرلو۔ کسی بندے کا مال صدقے سے کم نہیں ہوتا اور جس مظلومیت پر بندہ صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں اور جو بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتے ہیں یا اسی طرح کی بات فرمائی اور میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں اس کو یاد کرلو۔ دنیا کے اعتبار سے لوگ چار قسم پر ہیں: ① وہ بندہ جس کو اللہ نے مال اور علم دیا وہ اس میں اپنے رب سے ڈرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے اور اللہ کا حق اس میں پہچانتا ہے۔ یہ سب سے اعلیٰ مرتبے والا ہے۔ (② وہ بندہ جس کو اللہ نے علم دیا لیکن مال نہیں دیا وہ سچی نیت رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں جیسے عمل کرتا تو اس کو اس کی نیت کا ثواب ملے گا اور دونوں کا بدلہ برابر ہے۔ (③ وہ بندہ جس کو اللہ نے مال دیا اور علم نہیں دیا وہ اپنے مال میں بغیر علم کے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور اپنے رب سے اس میں نہیں ڈرتا اور نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس میں اللہ کا حق پہچانتا ہے یہ بدترین مرتبے والا ہے یا وہ بندہ جس کو اللہ نے مال اور علم نہیں دیا لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں عمل کرتا پس اس کو اس کی نیت پر بدلہ ملے گا اور دونوں (پہلے اور تیسرے) کا گناہ برابر ہے۔ ترمذی اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ❂ ابو کبشہ :ان کا نام عمر بن سعد انماری ہے۔ یہ عرب کے مشہور قبیلہ انمار کی طرف نسبت ہے۔ نام میں اختلاف ہے بعض نے عمر بعض نے عمرو ابن اثیر' یحییٰ بن یونس عمرو کو ترجیح دیتے ہیں ۔نووی نے عمر ذکر کیا ہے۔ مزی نے ان کی نقل کردہ روایات چالیس لکھی ہیں ۔ بخاری میں کوئی روایت نہیں (الاطراف)۔

"ثلاثہ" :"ای من الوصال یا خصال ثلاثہ"

**النَّحْوُ** : جب معدود محذوف ہو تو عدد میں تا لا سکتے ہیں : "اقسم علیھن" ① سامعین کے اذہان میں تاکید کیلئے قسم اٹھائی۔ ② ان پر عمل کی زیادہ حرص ہو : "واحد منکم حدیثا فاحفظوہ" اسی ضمن میں میں ایک بات بھی بیان کرتا ہوں ۔ یہ دونوں جملے معترضہ ہیں۔ عاقولی نے تقدیم وتاخیر مانی ہے کہ میں تمہیں تین بھلائی کی خصلتوں کے سلسلہ میں ایک بات بیان کرتا ہوں اور ان میں تین خصال پر قسم اٹھاتا ہوں ۔پس :"ثلاثہ اقسم علیھن "کو اہتمام کے لیے مقدم کر دیا۔ بہتر وہ ہے جو میں نے اختیار کیا ہے تقدیم وتاخیر خلاف اصل ہے :"ما نقص مال عبد من صدقۃ" صدقے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ اس میں برکت پڑ جاتی ہے۔ ② خرچ کرنے والے کے لیے آخرت میں ثواب ملے گا یہ اس حسی کمی کا بدلہ ہوگا۔ ③ اس کا ثواب ناقص نہ ہوگا بلکہ کئی گنا اضافے کے ساتھ ملے گا۔

عز بن عبد السلام کہتے ہیں حدیث کا مطلب یہ ہے ابن آدم کی کوئی چیز ضائع نہ ہوگی جن چیزوں سے دنیا میں نفع نہیں اٹھا سکا آخرت میں ان سے نفع اٹھائے گا مثلاً جب آدمی کے دو گھر ہوں ان میں سے ایک سے مال کو دوسرے میں منتقل کرے تو اس منتقل شدہ مال کے متعلق یہ نہیں کہتے کہ اس سے اس کا مال کم ہو گیا ہے اسی لئے بعض سلف جب سائل کو دیکھتے تو مرحبا کہتے

کہ تم تو وہ شخص ہو جو ہمارے مال کو دنیا سے آخرت میں منتقل کرتے آئے ہو۔ حدیث کا یہی مطلب ہے یہ معنی نہیں کہ مال حسی طور پر کم نہیں ہوتا اور نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ آخرت میں لوٹانے والے ہیں ۔ یہ معنی غیر متعلق ہے۔(امالی عز بن عبدالسلام)۔

"ولا ظلم عبد مظلمه صبر عليها الا زاده الله عزا" مظلمه از ضرب لام مکسور ہے بعض نے زفتحہ نقل کیا مثلاً جوہری وغیرہ: "مظلمه" جو چیز ظالم سے طلب کی جاتی ہے اور جو ظالم نے تم سے لی ہے۔ فاعل کو حذف کیا گیا تا کہ قوی ضعیف کے ظلم کو شامل ہو جائے اور مظلمہ کو نکرہ لائے تا کہ نفس مال غرض ہر قسم کے ظلم کو شامل ہو: "صبر" یعنی ظالم سے انتقام نہیں لیا بلکہ تکلیف کو سہہ لیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ظلم میں سے کچھ حق چھوڑ دیا اور بعض میں نصف ونصف لے لیا پس جو ثواب کی خاطر چھوڑا اس پر ثواب پائے گا۔ ورنہ دنیا یا آخرت میں یا دونوں میں اس کی عزت میں اضافہ فرمائیں گے: "عزاً" اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں: "كما تدين تدان" اور یہ ارشاد نبوت: "اعمل ماشئت فانك مجزى به" آیت "ادفع بالتي هي احسن" کی تفسیر ابن عباسؓ نے اس طرح کی ہے غصے میں صبر زیادتی کے وقت درگزر کرنا۔ جب وہ اس طرح کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائیں گے اور ان کے دشمن کو ان کے سامنے جھکا دیں گے وہ اس طرح ہو جائے گا جیسے گہرا دوست ہے۔(بخاری فی التفسیر) اس اثر سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ عفو کا فائدہ دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے: "ولا فتح عبد باب مسالة الافتح الله عليه باب فقر" یعنی وہ اس لئے لوگوں سے سوال کرتا ہے تا کہ اس کے پاس کثیر مال جمع ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے مقصد کے برعکس معاملہ ہوتا ہے او کلمه نحوها "او" شک راوی کے لئے ہے کہ یہ بات کہی یا اس سے ملتا جلتا کوئی کلمہ کہا: "واحد ثكم حديثا فاحفظوه" ظاہر ہے کہ یہ تین سے زائد ہے اور شاید جن تین کے متعلق قسم اٹھائی اس پر اضافہ فرمایا اس لئے کہ تمام میں مناسبت پائی جاتی ہے کہ قرب الٰہی کے لیے مال خرچ کرنا چاہئے اور مال کو جمع کرنے میں حرص سے کام نہ لینا چاہیے ممکن ہے کہ یہ ابو کبشہ کا کلام ہو کہ جب انہوں نے ان کو تین باتیں بتلاویں تو آخر میں یہ جامع بات ذکر کر دی یہ تمام کا خلاصہ ہے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے: "قال انما الدنيا لاربعه نفر" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دنیا سے چار آدمیوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ نفر یہاں اربعہ کی تمیز ہے۔ یہ معنی کے لحاظ سے جمع ہے تین سے دس تک بولا جاتا ہے۔

**اَلنَّحْوُ**: "عبد" ① مبتدا محذوف کی خبر ہے ② عنی مقدر سے منصوب ہے۔ ③ بدل کی صورت میں جر ہے: "رزقه الله مالا وعلماً" اس سے معلوم ہوا علم بھی رزق ہے: "فهو يتقى فيه ربه" اس علم کو معصیت میں صرف کرنے کی بجائے مرضیات الٰہی کے لیے صرف کرتا ہے: "ويصل فيه رحمه ويعلم لله فيه حقا" اس میں وہ حق ① واجب معین ہو یا کفارہ ونذر کی صورت میں واجب کیا ہو۔ ② یا فرض کفایہ ہو مثلاً مجبور کی بھوک کا ازالہ کرے اور ننگے کو کپڑے دے کر۔ ③ یا وہ حق درجہ استحباب میں ہو۔ جیسا طاعات مالیہ میں صرف کرنا تا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو: "فهذا بافضل المنازل" یہ جنت کے اعلیٰ منازل میں ہوگا کیونکہ اس سے علم حاصل کیا اور اس پر عمل کیا اور واجب حقوق کو ادا کیا اور مندوب کا لحاظ رکھا اور حرام ومحظورات سے اپنے دامن کو بچا کر رکھا اس کے علم نے ان چیزوں میں اخلاص کی طرف اس کی راہنمائی کی اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیا۔

"وعبد رزقه الله علما" مال اوراس کے متعلقہ احکامات کاعلم دیا۔ ② عام علم بھی مراد لیا جا سکتا ہے جس میں یہ بھی شامل ہو اس کی تائید تنکیر کر رہی ہے۔ کیونکہ اصل عموم ہے: "ولم یرزقه مالاً فهو صادق النیة یقول لو ان لی مالا لعملت بعمل فلان ۔فهو نیته" اس کو علم نافع تو ملا اگر چہ مال نہیں ملا۔ وہ مالی سلسلہ میں صادق طلب رکھتا ہے کہ اگر اس کو قدرت ملتی تو وہ مال خرچ کر کے یہ ثواب حاصل کرتا۔ اپنی نیت کا اظہار زبان سے کرتے ہوئے کہتا کہ اگر فلاں آدمی جس کو علم و مال ملا ہے میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی اس سے رضا الٰہی کا طالب ہوتا۔ اسے اس کی نیت کا ثواب ملے گا۔

عاقولی کہتا ہے: ① فهو بنيته ای هو بسبب النية وبها اجره " ٢): "هو " مبتداء اور نیۃ مبتداء ثانی اس کی خبر محذوف یہ جملہ ھو کی خبر اس کی دلیل یہ قول ہے: "فاجر هما سواء" یعنی نیت اور صحیح قصد کے لحاظ سے دونوں کا اجر برابر ہے اور وہ پہلا آدمی مال کے خرچ کرنے کی وجہ سے اس سے بڑھا ہوا رہے گا: "وعبد رزقه الله ما لا ولم یرزقه علمًا فهو یخبط فی مال ا لله بغیر علم ولایتقی فیه ربه ولا یصل فیه رحمه ولا یعلم لله فیه حقًا" وہ جہالت کی وجہ سے شرعی خرچ کی حدود نہیں جانتا اور ممنوع کی پہچان نہیں رکھتا۔ وہ گناہ اور محارم پر خرچ کر کے مال ضائع کرتا ہے: "ولا یصل فیه رحمه" میں فی کو لاگے یہ اسی طرح ہے جیسے اس آیت میں: "لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة "الایة آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی خود نمونہ ہے۔ نہ کہ آپ میں اور کوئی چیز ہے جو نمونہ ہے۔ بالکل اسی طرح مال خود صلہ ہے نہ کہ مال میں کوئی اور چیز ہے جو صلہ ہے۔ یہ آدمی اپنی جہالت کی وجہ سے مال کا حق ادا نہیں کرتا خواہ وہ حق واجبہ سے ہو یا مندوبہ و مستحبہ میں سے کیونکہ سے ہر دت مال کو جمع کرنے اور اپنی لذات میں صرف کرنے کا نشہ ہے: "فهذ ا باخبث المنازل" کیونکہ اس نے ایسے گناہ ہیں جو اس نے مال کو ضائع کر کے کمائے ہیں وہ ان گناہوں کو اپنی جہالت و عدم علم کی وجہ سے جانتا بھی نہیں۔

"وعبد لم یرزقه ا لله مالا ولا علمًا فهو یقول لو ان لی مالًا لعملت فیه بعمل فهو فیته" تیسرے نمبر پر یہ بندہ ہے جو جہالت کی وجہ سے علم و مال سے محروم ہے۔ مگر اس کی تمنا (قارون کو دیکھنے والوں کی طرح) یہ ہے کہ اس کے پاس مال ہوتا تو وہ اسے عمدہ کپڑوں' گانا بجانا سننے' حرام لذات کے استعمال کرنے حرام ماکولات سے لذت اٹھانے میں صرف کرتا: "فهو بنیته" اس کو اس کی فاسد نیت کا گناہ ملے گا۔ فاسد ارادوں کا بوجھ سمیٹے گا: "فوزرهما سواء" کیونکہ یہ بھی حرام کا عزم رکھتا ہے۔ اختیار و اسباب مہیا نہ ہونے کی وجہ سے پا نہیں سکتا۔ یہ دونوں برابر ہیں۔ اگر چہ کرنے والا فعل کے گناہ کی وجہ سے آگے بڑھنے والا ہوگا۔

**تخریج:** أخرجه أحمد (٦/١٨٠٥٣) والترمذی (٢٣٣٢) واللفظ له

**الفوائد:** لوگوں کے درجات میں فرق ہے۔ ① جس نے اپنے مال و علم کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کیا۔ ② جس کو علم تو ملا مگر مال نہیں لیکن اس کے متعلق اچھی تمنا رکھتا ہے تو اس کی نیت پر ثواب ملے گا۔ تیسرا اور چوتھا درجہ اس کا الٹ ہے۔

٥٥٨ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَقِيَ مِنْهَا؟" قَالَتْ: مَا بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا ۔ قَالَ: "بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ

حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ -- وَمَعْنَاهُ :تَصَدَّقُوْا بِهَا اِلَّا كَتِفَهَا فَقَالَ بَقِيَتْ لَنَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا كَتِفَهَا۔

۵۵۸: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا کتنا حصہ باقی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دستی باقی ہے۔ آپ نے فرمایا دستی کے علاوہ باقی سب باقی۔ (ترمذی) اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ دستی کے علاوہ باقی سب صدقہ کر دیا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ ہمارے لئے آخرت میں دستی کے علاوہ باقی رہ گیا۔

**تشریح** : "انهم ذبحوا شاة" عائشہؓ کے رشتہ داروں نے یا نبی اکرم ﷺ کے گھر والوں نے ذبح کرائی اس کی ران کے علاوہ باقی گوشت صدقہ کر دیا: "ما بقی منها" جب آپ مکان پر واپس تشریف لائے تو کسی داعیہ کے پیش نظر آپ نے بقیہ گوشت کا سوال کیا حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ اس کا کچھ حصہ صدقہ کر دیا گیا۔ کہ تمہارے پاس کتنا باقی ہے: "قالت ما بقی منها الا كتفها" عائشہؓ نے جواب دیا ہمارے پاس ایک دستی باقی ہے۔ ہم نے بقیہ تمام خرچ کر لیا اور اس کے علاوہ صدقہ کر دیا ہے۔: "قال بقی كلها" تمام کا ثواب باقی ہے کیونکہ وہ تقرب الی اللہ کے لیے صدقہ کر دیا گیا اور وہ اس کا بدلہ دینے والے ہیں: "غير كتفها" سوائے دستی کے اس لئے کہ وہ کھانے کی وجہ سے فناء ہو جائے گی اگر قصد صحیح نہ ہو تو اس میں کوئی ثواب نہیں۔ اس میں صدقہ اور اس کے اہتمام پر آمادہ کیا گیا ہے۔ آدمیوں کو چاہئے کہ جو کچھ اس میں صرف کرے اس کو کثیر قرار دے اس لئے کہ اگر چہ وہ صورۃً فنا ہو گیا مگر وہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے ہاں باقی ہے اور قیامت کے دن جو حاجت و ضرورت اور فاقہ کا دن ہے وہ اس کے ثواب کو کئی گنا اضافے کے ساتھ پالے گا اس میں اس بات پر خوب آمادگی موجود ہے کہ انسان جو کچھ کھاتا ہے اس میں اس بات کا استحضار کرے کہ اس کا کچھ بھی ثواب نہیں جب کہ اس کی کوئی صحیح غرض نہ ہو اور جو وہ صدقہ کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں باقی رہے گا' یہی چیز اس کو معمولی سے معمولی چیز کے صدقہ پر آمادہ کرے گی۔ کتف کو باقی رہنے والا اس لئے کہا کہ گوشت کا بقیہ ٹکڑا کھانے سے فنا ہو جائے گا اور صدقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بقا پالے گا۔

**تخریج**: أخرجه الترمذی (۲٤۷۸) اسناده صحیح

**الفوائد** : اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی رضامندی کے لیے دیا جانے والا مال باقی رہنے والا اور محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ان الله لا يضيع اجر المحسنين" الآیۃ

۵۵۹ : وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ :قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تُوْكِيْ فَيُوْكِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ ' وَفِيْ رِوَايَةٍ "اَنْفِقِيْ اَوِ انْفَحِيْ اَوِ انْضِحِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ ' وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَانْفَحِيْ" بِالْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ ' وَهُوَ بِمَعْنٰى :"اَنْفِقِيْ" وَكَذٰلِكَ "انْضِحِيْ"۔

۵۵۹: اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا تو بندھن باندھ کر نہ رکھ ورنہ تم پر بھی بندھن باندھا جائے گا اور ایک روایت میں ہے تو خرچ کر اور تو گن گن کر نہ رکھ ورنہ اللہ بھی تمہیں گن گن کر دیں

گے اور جمع نہ کر پس اللہ بھی تمہارے لئے روک لیں گے۔ (بخاری و مسلم)

وَانْفَحِیْ ، اَنْفِقِیْ ، انْضَحِیْ: تو خرچ کر

**تشریح** ۞ اسماء بنت ابی بکرؓ: باب برالوالدین میں حالات ملاحظہ فرمائیں۔

"لا تو کی فیو کی اللہ علیك" ان کا معنی یہ ہے جو تمہارے پاس ہے اس کو باندھ کر اور ذخیرہ کر کے اور روک کر مت رکھو۔ اللہ تعالیٰ مادہ رزق کو تم سے منقطع کر دیں گے۔ گویا جنس عمل سے بدلہ ملے گا جیسا اس ارشاد میں ہے: "وما انفقتم من شئی فھو یخلفه"۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے: "انفقی او انفحی او انضحی" نفح اور نضح اعطی کے معنی میں ہیں: "لا تحصی فیحصی علیك" مال کو راہ مولیٰ میں روک کر مت رکھ۔ بخاری میں: "یحصی" معروف ہے اور فاعل لفظ جلالہ بھی مذکور ہے۔ احصاء کسی چیز کا تفصیل و اجمال کے ساتھ احاطہ کرنا اور اس میں ہلاکت ہے پس یہ اس فرشتے کی بددعا: "اعط کل ممسك تلفا" کے مطابق ہے۔ اس سے یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ بخیل کو ہلاکت مال کی سزا ملتی ہے اور اس سے مادہ رزق اور برکت اٹھالی جاتی ہے اور کل حساب میں مناقشہ بھی ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من نوقش الحساب عذب" یہ تغلیظ و تحقیر کے لیے زیادہ مناسب ہے: "ولا توعی" جو تم سے بچے اسے محتاج سے مت روک: "فیوعی اللہ علیك" ① اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر سخت حساب لے کر بدلہ دیں گے۔ ② اپنے فضل و سخا کا رخ تم سے پھیر دیں گے۔ یہ روایت بھی معنوی اعتبار سے پہلی روایت کی طرح ہے اس سے بھی انفاق پر ابھارنا مقصود ہے۔ بخاری میں ایک اور روایت ان الفاظ سے مروی ہے: "لا تو کی فیو کی علیك" اور بعض روایت کے ہاں یہ الفاظ ہیں: "لا تحصی فیحصی اللہ علیك" اور ایک حدیث میں اس طرح ہے: لا توعی فیوعی اللہ علیك النضحی ما استطعت" نفح اور نضح ایک معنی رکھتے ہیں (نووی)۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲٦۹۷۸) والبخاری (۱٤۳۳) ومسلم (۱۰۲۹) والنسائی (۲۵۵۰) وابن حبان (۳۲۰۹) وعبدالرزاق (۲۰۰۵٦) والطبرانی فی الکبیر (۳۳۷/۲٤) والبیھقی (۱۸٦/٤)

**الفرائد**: ① مال میں برکت اڑا دینے والی چیز مال کو ختم ہونے کے خوف سے خرچ نہ کرنا ہے۔ ② جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتے وقت بے حساب دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عطاء کرتے وقت بے حساب دیتے ہیں۔

۵٦۰: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَثَلُ الْبَخِیْلِ وَالْمُنْفِقِ کَمَثَلِ رَجُلَیْنِ عَلَیْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِیْدٍ مِّنْ ثُدِیِّهِمَا اِلٰی تَرَاقِیْهِمَا – فَاَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا یُنْفِقُ اِلَّا سَبَغَتْ اَوْ وَفَرَتْ عَلٰی جِلْدِهٖ حَتّٰی تُخْفِیَ بَنَانَهٗ وَتَعْفُوَ اَثَرَهٗ – وَاَمَّا الْبَخِیْلُ فَلَا یُرِیْدُ اَنْ یُّنْفِقَ شَیْئًا اِلَّا لَزِقَتْ کُلُّ حَلْقَةٍ مَکَانَهَا فَهُوَ یُوَسِّعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"وَالْجُنَّةُ": اَلدِّرْعُ ، وَمَعْنَاهُ اَلْمُنْفِقُ کُلَّمَا اَنْفَقَ سَبَغَتْ وَطَالَتْ حَتّٰی تَجُرَّ وَرَآءَهٗ وَتُخْفِیَ

رِجْلَيْهِ وَاَثَرَ مَشْيِهٖ وَخُطُوَاتِهٖ۔

۵۶۰: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں جیسی ہے جن پر سینے سے لے کر ہنسلی تک دو لوہے کی زرہیں ہیں۔ پس ان میں سے جو خرچ کرنے والا ہے وہ جب خرچ کرتا ہے تو زرہ اس کے جسم پر پوری آ جاتی ہے یا اس کے چمڑے پر آتی بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ اسکے پوروں کو چھپا لیتی ہے اور وہ اسکے قدموں کے نشانات کو مٹا دیتی ہے باقی رہا بخیل وہ اس میں سے کچھ بھی خرچ نہیں کرنا چاہتا تو زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر چمٹ جاتا ہے وہ اس کو وسیع کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ وسیع نہیں ہوتی۔ (بخاری و مسلم)

الْجُنَّةُ: زرہ۔ اس کا معنی یہ ہے جب خرچ کرنے والا خرچ کرتا ہے تو زرہ پوری اور لمبی ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کو پیچھے کھینچتی ہے اور اس کے دونوں پاؤں کے نشانات کو چھپا دیتی ہے۔

**تشریح** ۞ "مثل الخبيل و المنفق كمثل رجلين عليهما جبتان من حديد " مثل میم وثا مفتوح ہو۔ اس کا معنی حالت ہے۔ یہاں جبہ فرمایا زرہ کو جبہ نہیں کہتے اس سے اس طرف اشارہ کیا قبض و بخل جبلت انسانی ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا: "من يوق شح نفسه الايه" سخاوت یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور توفیق ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عنایت کرتا ہے اور طوق پر ڈھال کو ترجیح دی کیونکہ اس میں انبساط اور انقباض ہوتا ہے۔ جیسا عنقریب آئے گا۔ من ثديهما' ثدى فلس کی طرح ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ لفظ مرد کے لیے بولا جاتا ہے۔ فقط مرد کے لیے: "تعندوة" بولتے ہیں (پستان): "من" ابتدائیہ ہے: "الي تراقيهما" جمع ترقوة وہ ہڈی جو دونوں جانب سینے اور کندھے کی سرحد کے درمیان پائی جاتی ہے۔ بعض نے یہ کہا ہنسلی کی ہڈی فقط انسان میں ہوتی ہے: "سبغت" ڈھلیا اور دراز کرتا ہے: "اوفرت على جلده حتى تخفى بنات" انگلی کے پوروں تک کو زرہ نے چھپا لیا: "وتعفو اثره" اس کے نشانہائے قدم کو چھپا لیا وہ بھی ظاہر نہیں ہوتے:

**النَّحْوُ**: تعفو یہ تخفی پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے اور دونوں کی ضمیر جبہ کی طرف جاتی ہے۔ عفا کا لفظ لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں: "عفت الديار اى درست ": "عفا ها الريح " جب ہوا ان کو مٹا ڈالے ۔ اس حدیث میں متعدی ہے ابن حجرؒ کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ صدقہ خطایا کو اس طرح چھپا دیتا ہے جس طرح نشان ہائے قدم کو وہ کپڑا ڈھانپ لیتا ہے جس کو کپڑا پہننے والا زمین پر کھینچتا چلا جاتا ہے: "واما البخيل برقت "مسلم کی روایت میں انقبضت ہے اور ایک روایت میں عضت 'سکڑ نا' چمٹنا' کا نا: "كل حلقه مكا نها" تینوں الفاظ کا حاصل ایک ہے مگر پہلے میں تنگی کی صورت کو ذکر کیا اور دوسرے میں سبب کو بیان کیا۔

"فهو يوسعها" وہ خرچ کر کے اس کی وسعت چاہتا ہے مگر اس کا نفس بخل کرتا ہے اور اس کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

"ولا تتسع" کھلتا نہیں اس میں صدقہ کرنے والے کے ساتھ برکت' ستر عورت مصائب سے حفاظت کا وعدہ ہے لوہے کا جبہ صرف ستر کے کام ہی نہیں آتا ہے بلکہ آفت سے حفاظت کا کام بھی دیتا ہے یہ اسی طرح ہے جیسا حدیث میں فرمایا:

"الصدقة تدفع البلاء" اور بخیل کے لئے وہ جبہ اس کے برعکس کام کرتا ہے اس کے ستر کی حفاظت نہیں کرتا بلکہ ستر کو ظاہر کرتا اور مصائب کے تیروں کا وہ نشانہ بن جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ (مصابیح الجامع)

خطابی کہتے ہیں: یہ ایک مثال ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے بخیل وسخی کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ ان دونوں کو ایسے دو آدمیوں سے تشبیہ دی ہے جن میں سے ہر ایک نے دشمن کے ہتھیاروں سے بچنے کے لیے ایک ایک زرہ اپنے سر پر ڈالی اور زرہ سر سے سینے تک پہلے ڈالتے ہیں تاکہ اس کی آستینوں میں اپنے ہاتھوں کو داخل کر سکے۔ پس سخی زرہ پوش کی طرح ہوا جس نے پوری زرہ پہنی وہ لٹک کر اس کے تمام جسم کو ڈھانپنے والی بن گئی اور بخیل کا حال اس شخص کی طرح بن گیا جس کی زرہ نے اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ دیا۔ جب وہ اس کے پہننے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کی گردن پر اکٹھی ہو کر اس کی بغل سے چمٹ جاتی ہے روایت میں: "قلصت" کا یہی مطلب ہے اکٹھا اور جمع ہونا۔

مثال کا مقصد یہ ہے کہ سخی جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کا سینہ کھل جاتا اور نفس میں پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خوب خرچ کرتا ہے اور اس کے برعکس بخیل جب صدقے کا خیال کرتا ہے تو اس کا سینہ تنگ پڑ کر اس کے ہاتھ خرچ سے سکڑ جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "من یوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون" مہلب کہتے ہیں حدیث کی مراد یہ ہے کہ سخی کی اللہ تعالیٰ دارین میں ستر پوشی فرمائیں گے اور بخیل کو رسوا کریں گے: "یعفو اثرہ" کا مطلب گناہوں کا مٹانا ہے۔ مگر عیاض نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو مال کے نمو کو صدقہ سے اور بخیل کو اس کی ضد سے تعبیر فرمایا یہ اخبار نہیں (الشفاء) نووی نے ضمائر کے مراجع معنی کہہ کر ذکر کر دیے مگر مفہوم روایت سے سکوت اختیار کیا۔

**تخریج:** اخرجه احمد (٧٤٨٨) والبخاری (١٤٤٣) ومسلم (١٠١٢) والنسائی (٢٥٤٦) وابن حبان (٣٣١٣) والحمیدی (١٠٦٤) والبیهقی (١٨٦/٤)

**الفوائد:** سخی جب خرچ کرنے کا قصد کرتا ہے تو اس کا سینہ وسیع ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اس کی بات مانتے ہیں چنانچہ عطاء وبذل ہاتھ کھول دیتا ہے اور بخیل کا سینہ خرچ کے وقت تنگ ہو جاتا ہے اور نیک کاموں میں خرچ کرنے سے گھٹنے لگتا ہے۔

٥٦١: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّيْ أَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"الْفَلُوُّ" بِفَتْحِ الْفَاءِ وَضَمِّ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِ الْوَاوِ وَيُقَالُ أَيْضًا بِكَسْرِ الْفَاءِ وَإِسْكَانِ اللَّامِ وَتَخْفِيْفِ الْوَاوِ: وَهُوَ الْمُهْرُ۔

۵۶۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی پاکیزہ کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ تو پاکیزہ ہی کو قبول کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کر کے پھر اس کے مالک کے لئے اس کی تربیت کرتے ہیں۔ جس طرح کہ تم میں سے کوئی شخص

بچھیرے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اَلْفَلُوُّ: بچھیرا۔

**تشریح** ① من تصدق ' تمرہ عدل عین کے کسرہ سے بوجھ اور فتحہ سے مثال کھجور جیسی مثال ہے یہ جمہور کا قول ہے فراء کہتے ہیں فتحہ کے ساتھ غیر جنس سے جو مثال دی جائے۔ ② کسری کے ساتھ جو جنس سے مثال دیں بعض نے کہا فتحہ سے مراد جو قیمت میں مماثل ہو کسرہ کے ساتھ جسے کو کہتے ہیں۔ صاحب کشاف کہتے ہیں دونوں معنی میں یکساں ہیں جیسا کہ مثل کا لفظ اور اس روایت میں اکثریت نے فتحہ سے اعراب لکھا ہے۔ مسلم کے الفاظ یہ ہیں: "مانصدق احد بصدقة" "من کسب طیب" حلال کمائی جو دھوکے اور لوٹ سے پاک ہو۔

**النحو**: "ولا یقبل الله الا الطیب" یہ جملہ معترضہ ماقبل کی تقریر کے لیے لایا گیا ہے اور بخاری کی روایت اس طرح ہے: "ولا یصعدالی الله الاالطیب" قرطبی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ حرام کا صدقہ قبول نہیں کرتے کیونکہ وہ صدقہ کرنے والے کی ملکیت نہیں۔ اس پر تصرف ممنوع ہے اور صدقہ کرنا اس میں تصرف ہے اور اس کو قبول کرلیا جائے تو لازم آئے گا کہ ایک چیز ایک وجہ سے مامور بھی ہے اور ممنوع بھی حالانکہ یہ محال ہے: "فان الله یقبلها بیمینه" مسلم کی روایت میں: "الا اخذها الله بیمینه" اور دوسری روایت میں: "الا اخذ ها الرحمان" اور ایک روایت میں اخذ کی بجائے: "فیقبضها" ہے اور بزار کی عائشہؓ والی روایت میں: "فتلقاہ الرحمان بیدہ" ہے تمام روایات کا حاصل ایک ہے الفاظ کا معمولی فرق ہے: "ثم یربیها" مسلم میں ثم کی بجائے فا ہے: "کما یربی احد کم فلوہ" ایک روایت میں: "کما یربی احد کم مهرہ" اور بزار کی روایت میں "مهرہ او وصیفه او فصیله" کے الفاظ ہیں حاصل ایک ہے: "حتی تکون مثل الجبل" بڑھانے سے قلیل صدقہ پہاڑ جیسا بن جاتا ہے۔ ترمذی میں: "حتی ان اللقمة لتصیر مثل احد" ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ بڑھ جانے سے مراد یہ ہے کہ اس کی جامت بڑھائی جاتی ہے تاکہ میزان میں بوجھل ہو۔ ③ اور کثرت ثواب کی تعبیر بھی ہو سکتی ہے۔ نووی کا رجحان اسی طرف ہے علامہ مازری کہتے ہیں اس قسم کی تعبیرات ان کے خطابات میں استعمال ہوتی تھیں۔ تاکہ وہ بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ قبولیت صدقہ کے لیے دائیں ہاتھ کو کنایۃ استعمال کیا اور اجر کے بڑھانے کے لیے تربیہ فلو کو کفایت کے طور پر لائے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں: جب پسندیدہ چیز کو دائیں ہاتھ میں لیا جاتا ہے تو استعارہ کے لیے دایاں ہاتھ لائے اور قبولیت کے لیے استعارہ کیا۔ اس سے کام والا ہاتھ مراد نہیں۔ بعض نے کہا قبولیت والی جہت کو یمین سے تعبیر کیا کیونکہ بایاں ہاتھ عدم قبولیت کے لیے آتا ہے۔ بعض نے کہا یمین سے دینے والے کا ہاتھ مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی اضافت بادشاہ والی اضافت ہے اور اس صدقہ کے دائیں ہاتھ میں رکھنے کا مطلب اللہ تعالیٰ کے لیے لینا ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد جلد قبولیت بعض نے کہا اس کا حسن مراد ہے۔ زین ابن المنیر کہتے ہیں۔ یہ رضامندی اور قبولیت کو دائیں ہاتھ کے ساتھ لینے سے کفایہ کیا تاکہ عقلی باتیں ذہنوں میں پختہ ہو جائیں اور نفوس میں محسوسات کی طرح ثابت ہو جائیں۔ یعنی تمہیں قبولیت میں اس طرح شک نہ رہے جس طرح دائیں ہاتھ میں پکڑنے والی چیز کا معائنہ کرنے والا اس چیز میں شک نہیں کر سکتا' یہ مطلب نہیں کہ یہ کہنا کچھ انسانی مقررہ طرز کا ہے اور نہ ہی یہ مراد ہے کہ جس چیز کو لیا گیا ہے وہ جارحہ ہے۔

امام ترمذی کہتے ہیں ہمیں ان احادیث پر یقین ہے۔ مگر ان میں تشبیہ کا وہم بھی نہیں اور نہ ہی ہم کیفیت دریافت کرنے والے ہیں۔ یہ بات امام مالک اور ابن مبارک سے مروی ہے فرقہ جہمیہ نے ان روایات کا سرے سے انکار کر دیا۔ (ترمذی):
"فلو" بچھڑا اس کا نام رکھنے کی وجہ: "فلي من امه" وہ ماں سے الگ ہوا ہر کھر والے جانور کو فلو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا بڑھنا کے طور پر نظر آتا ہے کیونکہ صدقہ عمل کا نتیجہ ہے بچہ دودھ چھڑانے کے وقت تربیت کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ جب اس کی طرف توجہ رکھی جائے تو وہ کمال کی حد تک پہنچتا ہے اور اسی طرح ابن آدم کا عمل خاص طور پر صدقہ جب بندہ صدقہ کرتا ہے اور پاکیزہ کمائی سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم پڑتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس میں اس قدر اضافہ ہوتا ہے کہ جو نسبت کھجور کو پہاڑ سے ہے جیسے کھجور بڑھ کر برابر ہو جائے۔

**تخریج**: أخرجه البخاري (١٤١٠) ومسلم (١٠١٤) والترمذي (٦٦١) والنسائي (٢٥٢٤) وابن ماجه (١٨٤٢) والحميدي (١١٥٤) ومالك (١٨٧٤) وابن حبان (٢٧٠) والبيهقي (ص/٣٢٨) وأحمد (٣/٧٦٣٨) وابن خزيمة ص/ (٧١) وفي صحيحه (٢٤٢٦)

**الفوائد**: اخلاص سے دیا جانے والا صدقہ میزان میں پہاڑوں سے بڑھ جائے گا۔ پاکیزہ مال کا صدقہ بذات خود اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت بخشتے ہیں۔

٥٦٢ :وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِي بِفَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِيْ سَحَابَةٍ :اِسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحَّى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَآءَهُ فِيْ حَرَّةٍ فَاِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَآءَ كُلَّهُ فَتَتَبَّعَ الْمَآءَ فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِيْ حَدِيْقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَآءَ بِمِسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ :يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا اسْمُكَ؟ قَالَ فُلَانٌ لِلْاِسْمِ الَّذِيْ سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهُ :يَا عَبْدَ اللّٰهِ لِمَ تَسْاَلُنِيْ عَنِ اسْمِيْ؟ فَقَالَ :اِنِّيْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِيْ هٰذَا مَآءُهُ يَقُوْلُ :اِسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ لِاِسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيْهَا؟ فَقَالَ :اَمَّا اِذْ قُلْتَ هٰذَا فَاِنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَاٰكُلُ اَنَا وَعِيَالِيْ ثُلُثًا وَاَرُدُّ فِيْهَا ثُلُثَهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْحَرَّةُ" اَلْاَرْضُ الْمُلَبَّسَةُ حِجَارَةً سَوْدَآءَ۔ "وَالشَّرْجَةُ" بِفَتْحِ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْكَانِ الرَّآءِ وَبِالْجِيْمِ :هِيَ مَسِيْلُ الْمَآءِ۔

۵۶۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی صحرا میں جا رہا تھا اس نے ایک بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغیچے کو تو سیراب کر۔ وہ بادل علیحدہ ہوا اور ایک پتھریلی زمین میں اپنا پانی برسایا۔ پھر ایک نالے نے ان نالوں میں سے اس سارے پانی کو جمع کیا۔ یہ شخص اس پانی کے پیچھے چل دیا پس اچانک اس نے ایک آدمی کو اپنے باغ میں کھڑے دیکھا جو پانی کو اپنے کدال سے اپنے باغ میں لگا رہا تھا اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا فلاں۔ نام وہی تھا جو اس نے بادل سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ

اے اللہ کے بندے تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا میں نے بادل میں ایک آواز سنی جس بادل کا یہ پانی ہے کہ تو فلاں شخص کے باغ کو سیراب کردے جو تیرا ہی نام ہے۔ تُو بتلا اس میں کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا اب جب تُو نے یہ کہا۔ تو میں بتاتا ہوں کہ میں جو کچھ اس کی آمدنی ہے اس کو دیکھتا ہوں اور اس کے تیسرے حصے کو صدقہ کردیتا ہوں اور میں اور میرے گھر والے تیسرا حصہ کھاتے ہیں اور تیسرا حصہ باغ میں دوبارہ لگا دیتا ہوں۔

**اَلْحَرَّةُ:** سیاہ پتھروں والی زمین۔

**الشَّرْجَةُ:** پانی کا نام۔

**تشریح** ۞ بین مارجل یمشی بفلاۃ من الارض بین کے ساتھ ما زائد ہے۔ بعد والا جملہ مستانفہ ہے: فلاۃ وہ زمین جس میں پانی نہ ہو اس کی جمع فلا ہے جیسے: "حصاۃ وحصی" جمع الجمع افلاء جیسے حب واسباب (المصباح) من بیانیہ ہے گویا فلاۃ کی وضاحت ہے: "فسمع صوتا" شاید رعد فرشتہ موکل سحاب کی آواز تھی: "فی سحابۃ" اس کو سحاب کہنے کی وجہ ہواء کا کھینچنا اور گھسنا ہے۔ اس کی جمع سحاب اور جمع الجمع سحب ہے: "اسق حدیقہ فلان" حدیقہ فعیلہ بمعنی مفعولہ ہے جس باغ کے گرد دیوار ہو دیوار کے احاطہ کی وجہ سے حدیقہ کہتے ہیں پھر ہر باغ پر بولا جانے لگا۔ خواہ دیوار نہ بھی ہو۔ جمع حوائط۔ اب پارک پر بھی بولا جاتا ہے: "فتنحی ذلک السحاب مشار الیہ کی عظمت کی وجہ سے: "ذلک" بول دیا جیسا اس آیت میں: "ذلک الکتاب" الایہ۔ ⓶ بادل کو فہم ملا پھر اس سے حکم کی پیروی کی۔ ⓷ تکوینی حکم تھا: "فتنحی" کی فا اشارہ کررہی ہے کہ اس بادل نے تعمیل میں ذرا دیر نہ کی اور نہ سستی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "انما قولنا لشئی اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون" "فافرغ ماء ہ فی حرۃ" ماء کی اضافت بادل کی طرف ادنیٰ ملابست کی وجہ سے ہے: "حرہ" سیاہ پتھروں والی زمین جمع حرار جیسے کلاب آتی ہے فعل معروف ہے اور ضمیر فاعل کی سحاب کی طرف ہو تو اسناد مجازی ہے: "فاذاشرجہ من تلک الشراج" شرج جمع شراج۔ پانی کا نالا: "متتبع الماء" آواز سننے والا آدمی پانی کے پیچھے چل دیا۔

**النَّحْو:** "فاذارجل قائم فی حدیقتہ" فی حدیقتہ یہ دوسری خبر ہے۔ ⓶ خبر کی ضمیر سے حال ہو۔ ⓷ ظرف لغوا قائم سے متعلق ہو۔

"یا عبد اللہ" اس کو اس وصف سے آواز دی جو ہر انسان کی حقیقت ہے قرآن مجید میں فرمایا: "ان کل من فی السموت والارض الا آتی الرحمان عبدًا" الایہ: "ما اسمک" جو نام تم پر بولا جاتا ہے۔ ⓶ جس نام سے تیری پہچان ہوتی ہے یہ صفت ممیزہ وغیرہ۔

"قال فلان": یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے اور فلان کنایہ ہے مبہم انسان سے۔

"للاسم الذی سمع" یہ فلان سے حال ہے: "ای موافقًا للاسم" سمع کے ساتھ ضمیر مفعول محذوف ہے وہی نام جو اس سے بادل میں اس کا سنا تھا۔

"ولم تسألنی" واؤ عاطفہ ہے اور جملہ مقدر ہے: "ای اجبتک عن سئوالک واسألک "لم" لام جارہ کی وجہ سے۔ کا الف حذف کردیا جیسے: "عمّ یتساء لون" وبم یرجع المرسلون" الایہ السحاب الف لام عہد ذہنی کا ہے وہ بادل

مراد ہے جس سے اس نے آواز سنی تھی۔جنس کا بھی ہوسکتا ہے: "یقول اسق" یہ جملہ صوت سے محل حال میں واقع ہے اور مضاف محذوف ہے: "ای ذاصوت" اسق ہمزہ وصل ہے سقاہ واقساہ دونوں طرح مستعمل ہے: "فما تصنع فیھا"؟ خصوصی عنایت الٰہیہ کے متوجہ ہونے اور خوبصورت مقبول عمل کی دریافت کے متعلق سوال ہے: "اما اذا قلت ھذا" اما شرط کے معنی کو شامل ہے میں تمہیں وہ عمل بتلائے دیتا ہوں جس کی وجہ سے تو نے وہ سنا جس نے تمہیں سوال پر آمادہ کیا اور جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فضل میری طرف متوجہ ہوا۔

انظر الی مایخرج منھا فاتصدق بثلثه تمام غلہ اور پھل کا ثلث میں قرب الٰہی کے لیے صرف کرتا ہوں ورنہ ہماری شریعت میں عشر یا نصف عشر ہے (ممکن ہے شرائع اولیٰ میں زیادہ خرچ کرنا ہو): "وآکل انا وعیالی ثلثا" تہائی میں اور میرے بیوی بچے کھاتے ہیں: "وردو فیھا ثلثا" تیسرا ثلث زمین پر لگا دیتا ہوں۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (٢٩٨٤)

**الفوائد**: مساکین، مسافر پر صرف ہونے والے صدقے کی بارگاہ الٰہی میں قدر و قیمت۔

## ٦١: بَاب النَّهيِ عَنِ الْبُخْلِ وَالشُّحِّ

## بَاب: بخل کی ممانعت

البخل والشح "بخل و بخل بخل اسم ہے۔(المصباح) شرعی طور پر بخل واجب کو روک لینا۔عرب کے ہاں بخل۔ سائل سے وہ چیز روک لینا جو اس کے ہاں افضل ہو: "الشح" شدید بخل۔② بعض نے کہا بخل مع الحرص۔③ بعض نے کہا بخل انفرادی امور میں اور الشح عام ہے۔④ بخل مال کے ساتھ خاص ہے اور شح مال و معروف کے لیے آتا ہے۔⑤ الشح ایسی چیز کی حرص جو اس کے پاس نہ ہو اور بخل اس چیز کو روکنا جو اس کے پاس موجود ہو۔(نووی): "شح یشح شحا فھو شحیح الشح یہ اسم ہے عطف میں تغایر لفظ پر اکتفاء کیا جاتا ہے مثلاً: "انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ"

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی﴾ [اللّیل:١١]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"پھر جس نے بخل کیا اور بے پرواہی اختیار کی اور بھلی بات کو جھٹلا دیا ہم اس کے لئے تنگی کا سامان مہیا کریں گے اور اس کا مال اس کو کام نہ دے گا جب وہ ہلاک ہوگا"۔(اللیل)

بخل: یعنی بھلائی میں صرف کرنے سے باز رہا: "استغنی" یعنی آخرت سے بے پروائی اختیار کی اور دنیا کی طرف متوجہ رہا: "وکذب بالحسنیٰ فسنیسرہ" پس عنقریب اسے عسریٰ کی طرف آہستہ آہستہ لے جائیں گے یعنی خصلت کو اس کے لیے

آسان کر دیں گے جو آخرت میں شدت تک پہنچانے والی ہے اور دو اعمال سیئہ ہیں اسی لئے تو علماء نے کہا نیکی کا ایک ثواب اس کے بعد نیکی کا میسر آنا ہے اور برائی کی سزا اس کے بعد برائی کرنا ہے: "اذا تردی" اس کا مال کام نہ آئے گا جب وہ ہلاک ہوا اور جہنم میں جا گرا۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [التغابن: ١٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"جو آدمی نفس کے بخل سے بچالیا گیا پس وہ وہی کامیاب ہے"۔ (التغابن)

"مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ" جو شخص اس شدید حرص سے بچا جو ارتکاب محارم پر آمادہ کرتی ہے اور جن چیزوں کی ادائیگی اس پر واجب ہے ان سے ہاتھ کو روک لے۔ ابن عطیہ کہتے ہیں نفس کا بخل ایک ایسا فقر ہے جس کو مال کی غناء دور نہیں کر سکتی بلکہ اس میں اضافہ کر کے اس سے دکھ پہنچاتی ہے ابن جبیر وغیرہ کہتے ہیں جس نے ممنوعات میں سے کوئی چیز استعمال نہ کی اور فرض زکوۃ سے نہ روکا وہ بخل سے بری الزمہ ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں۔ نفس کا بخل یہ ہے کہ ناجائز ذرائع سے لوگوں کا مال کھایا جائے باقی انسان کا اپنے مال سے لوگوں کو روک لینا ہے یہ بخل تو ہے اور وہ بھی برا ہے لیکن وہ شح میں شامل نہیں۔

"فاولئك هم المفلحون" وہ اپنی تمناؤں کو پانے والے ہیں اس سے متعلقہ روایات باب الثناء علی الکرم میں گزر چکیں جب کرم کی تعریف کر دی تو اس کے عکس کی مذمت خود ہو گئی۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَتَقَدَّمَتْ جُمْلَةٌ مِنْهَا فِي الْبَابِ السَّابِقِ۔

احادیث تمام سابقہ باب میں گزری۔

٥٦٣ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : "اتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَآءَ هُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۶۳: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے اور بخل سے بچو۔ بخل نے تم سے پہلوں کو ہلاک کیا اور ان کو خون بہانے اور حرام کو حلال قرار دینے پر آمادہ کیا"۔ (مسلم)

**تشریح** : "اتقو الظلم" ظلم سے بچنے کے لیے انصاف کو ڈھال بناؤ۔ ظلم دوسرے کے حق میں غیر شرعی طریقے پر تصرف کرنا۔ بعض نے کہا کسی چیز کو اس کے مقام سے ہٹا کر دوسرے مقام پر رکھ دینا: "فان الظلم ظلمات" دنیا میں ظلم کل قیامت کے دن اندھیرے کی صورت میں ہوگا۔ اس کو حقیقت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ آخرت میں ظلم بن جائے گا: "واتقو الشح فان الشح اهلك من كان قبلكم" اس میں بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے: "حملهم على ان سفكو ادماءهم" یعنی انہوں نے خون بہائے اور ایک دوسرے کو قتل کیا جیسا اس آیت میں: "واذا اخذنا ميثاقكم

لا تسفکون دماء کم" مفسرین کہتے ہیں سفک دم کا مطلب ایک دوسرے کے قتل سے باز رہنا ہے: "واستحلوا محارمھم" ان پر چربی وغیرہ حرام تھی اس کو فروخت کیا اور مچھلی پکڑنے کے لیے گڑھے کھودے تا کہ ہفتے کے دن مچھلی ان میں داخل ہو جائے اگلے روز اس کو شکار کر کے فروخت کر لیں ان سب باتوں میں شح (حرص شدید) نے مبتلا کیا۔ باب التحریم الظلم میں تشریح دیکھ لی جائے۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (۲۵۷۸)

**الفوائد:** ظلم جس نوع کا ہو چھوٹا ہو یا بڑا اس کا انجام بہت برا ہے۔ بخل اور خون بہانا اور محرمات کو حلال قرار دینا بدترین انجام کا باعث ہے۔

## ۶۲: بَابُ الْاِیْثَارِ وَالْمُوَاسَاۃِ

## بَابٌ: ایثار و ہمدردی

ایثار: یہ اثر یوثر کا مصدر ہے: "المواساۃ" یہ تو اسی سے باب مفاعلہ ہے۔ عرب کہتے ہیں: "اساہ بمالہ لواساۃ" اس سے حاصل کیا اور اس میں ایک طریقہ مقرر کر دیا اور یہ مناسب گزر اوقات میں ہی ہو سکتا ہے۔ اگر وہ احسان کے طور پر ہو تو مواسات نہ بنے گا۔ (القاموس): "واسامو اساۃ" یہ درست لغت نہیں ہے (القاموس)۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [الحشر:۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور وہ دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو خود بھوک ہو''۔ (الحشر)

"یُؤْثِرُوْنَ" مقدم کرتے ہیں یعنی انصار و مہاجرین: "علی انفسھم" ان اموال میں جو ان کے پاس ہیں: "ولو کان بھم خصاصہ" خواہ اس چیز کی ضرورت ہو جو ان کے پاس ہے۔ یہ آیت انصاری صحابی کے سلسلہ میں اتری۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا﴾ [الانسان:۸] اِلٰۤی اٰخِرِ الْاٰیٰتِ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں'' (الانسان)...... آیات کے آخر تک۔

بہتر یہ ہے کہ طعام کی طرف ضمیر کا مرجع ہو تا کہ اس آیت مبارکہ کے مطابق ہو: "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون"۔ کیونکہ لوجہ اللہ کے الفاظ: "حب اللہ" کی طرف ضمیر لوٹانے سے بے نیاز کرنے والے ہیں: "مسکینا ویتما واسیرا" وہ مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں خواہ وہ اہل شرک ہی سے کیوں نہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے بدر کے دن قیدیوں کے اکرام کا حکم فرمایا حالانکہ قیدی تمام مشرک تھے' مسلمان قیدی تو اس میں بدرجہ اولیٰ داخل و شامل ہوگا اور وہی یہاں

مراد ہیں۔

"انما نطعمکم لوجه الله" ① وہ زبان حال سے ان کو کہہ رہے ہوتے ہیں۔ ② زبان قال سے فقراء کو کہتے ہیں یہ صدقہ ہے طلب بدلہ کے لئے تمہیں نہیں دے رہے۔ بلکہ خالص اس کی رضامندی کے لئے کھلا رہے ہیں اس میں کسی قسم کی معاوضہ نہیں۔

**لا نرید منکم جزاء ولا شکورا** یہ شکور:

**اَلنَّجُوْ**: قعود کی طرح مصدر ہے اور یہ جملہ نطعم فعل سے جملہ حالیہ ہے: **"انا نخاف من ربنا"** ہمیں اپنے رب کا ڈر ہے: یہ جملہ مستانفہ تعلیلیہ ہے: **"یوما عبوسا قمطریرا"** یوما مفعول بہ ہے: **"عبوس الاسد العبوس"** سے لیا گیا جو سخت حملہ کرنے والا اور نقصان پہنچانے والا ہو یعنی وہ دن بڑا سخت ہوگا۔ ② یہ شدید العبوس ہوگا یعنی: **"عبوسا فیه اهله"** اس دن میں موجود لوگ ترش رو ہونگے تو دن کو مجازاً عبوس کہا گیا۔: **"قمطریر"** شدید ترش روئی عکرمہ کا قول ہے کہ کافر اس قدر ترش روئی اختیار کرے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں سے تارکول کی طرح پسینہ جاری ہو جائے گا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں عبوس تنگی: **"قمطریر"** طویل و دراز معنی یہ ہوگا وہ طویل و دراز عرصہ تک تنگی میں مبتلا رہیں گے: **"وجزاهم بما صبروا"** یہ عنایت ان کے اس عمل کا بدلہ ہے کہ انہوں نے فرائض ادا کیے اور شہوات کو ترک کر دیا: **"جنة وحریرا الایه"** ان کو جنت دی جائے گی اور پہننے کو ریشم ملے گا ان آیات میں ایثار و مواسات کا تذکرہ ہے۔

**٥٦٤ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ : اِنِّیْ مَجْهُوْدٌ فَاَرْسَلَ اِلٰی بَعْضِ نِسَآئِهٖ فَقَالَتْ : وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلَّا مَآءٌ ، ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی اُخْرٰی فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ ، حَتّٰی قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِكَ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلَّا مَآءٌ — فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ "مَنْ یُّضِیْفُ هٰذَا اللَّیْلَةَ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ : اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰی رَحْلِهٖ فَقَالَ لِاِمْرَاَتِهٖ : اَكْرِمِیْ ضَیْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ لِاِمْرَاَتِهٖ : هَلْ عِنْدَكِ شَیْءٌ؟ قَالَتْ : لَا ، اِلَّا قُوْتَ صِبْیَانِیْ — قَالَ : فَعَلِّلِیْهِمْ بِشَیْءٍ وَاِذَا اَرَادُوا الْعَشَآءَ فَنَوِّمِیْهِمْ وَاِذَا دَخَلَ ضَیْفُنَا فَاَطْفِیءِ السِّرَاجَ وَاَرِیْهِ اَنَّا نَاْكُلُ فَقَعَدُوْا وَاَكَلَ الضَّیْفُ وَبَاتَا طَاوِیَیْنِ ، فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ : لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِیْعِكُمَا بِضَیْفِكُمَا اللَّیْلَةَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔**

۵۶۴: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں بھوک سے نڈھال ہوں۔ پس آپؐ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کے ہاں پیغام بھیجا انہوں نے جواب دیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ آپؐ نے دوسری بیوی کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے بھی اسی طرح کا جواب دیا۔ یہاں تک کہ تمام نے اسی طرح کا جواب دیا کہ جس ذات نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس پانی کے سوا اور کچھ نہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا اس مہمان کی آج مہمانی کون کرے گا؟ ایک

انصاری نے کہا میں یا رسول اللہ! پس وہ اس کو لے کر اپنے گھر گیا اور اپنی بیوی کو کہا رسول اللہ کے مہمان کا اکرام کرنا اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی بیوی کو کہا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا کچھ نہیں سوائے میرے بچوں کی خوراک کے۔ اس نے کہا ان کو کسی چیز سے بہلاؤ جب وہ رات کا کھانا مانگیں پھر ان کو سلا دو۔ جب ہمارا مہمان داخل ہو تو دیا گل کر دینا اور ظاہر یہ کرنا کہ ہم بھی کھانا کھا رہے ہیں۔ پس وہ بیٹھ گئے۔ مہمانوں نے کھانا کھالیا اور ان دونوں نے بھوکے رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور وہ نبی اکرمؐ کے پاس حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے مہمان کے ساتھ اس سلوک پر بہت خوش ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ **جاء رجل** شیخ زکریا کہتے ہیں یہ خود ابو ہریرہؓ ہیں ابن عطیہ کہتے ہیں یہ آنے والے مہاجری ہیں ابو ہریرہؓ نے نام نہیں لیا شاید یہ خود مراد ہیں: "**مجھود**" مجھے مشقت نے آلیا ہے۔ تنگدستی اور بھوک اور بدحالی نے گھیر لیا ہے: "**فارسل الی بعض ازواجه**" شاید ان کے ہاں سے شروع اس لئے فرمایا اس کے ہاں وہ چیز ملنے کی امید تھی جس سے اس آدمی کی ضرورت پوری ہو سکتی تھی۔ ② ان کا حجرہ سب سے قریب تر ہوگا: "**فقالت والذی بعثك بالحق**" جن زوجہ محترمہ کو پیغام بھیجا گیا تھا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق والا بنا کر بھیجا یا اس حال میں بھیجا کہ آپ حق لے کر آئے: "**ماعندی الاماء**" میرے پاس کھانے والی کوئی چیز نہیں پس یہ مستثنیٰ مفرغ ہے: "**ثم ارسل الی اخری مقالت مثل ذلك**" دوسرے نے بھی وہی بات کہی: "**حتی قلن کلهن مثل ذلك**" کلہن یہ ماقبل ضمیر کی تاکید ہے قلن کا فاعل نہیں البتہ: "**اکلونی البراغیث**" کے محاورے کے مطابق بن سکتا ہے۔ یہ روایت بالمعنی ہے: "**لا**" یہ لا نافیہ ہے بعد والے جملے کی نفی کرتا ہے: "**ای لا اجد له ماطلبت**" اور: "**والذی بعثك بالحق**" یہ جملہ اس بات کی تاکید کے لیے لایا گیا ہے کہ اس کے پاس مہمان کو کھلانے کے لیے مطلوبہ چیز نہیں ہے فقط پانی موجود ہے: "**فقال من یضیف هذا اللیله**" یضیف باب افعال سے ہے: "**هذا**" کا مشار الیہ وہ تنگدست آدمی ہے: "**اللیلة**" یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے مطلب یہ ہے آپ نے فرمایا اس آدمی کی آج رات کون مہمانی کرے گا: "**فقال رجل من الانصار**" مسلم نے **ابوطلحہ** نام بھی ذکر کیا ہے بعض نے ثابت بن قیس بن شماس بعض نے عبداللہ بن رواحہ کہا (التوشیح لسیوطی) کتاب مکی میں ہے کہ یہ **ابوطلحہ** ہیں (کذا ذکرہ ابن عطیہ) متوکل نے ثابت بن قیس کہا مہدوی نے خلط ملط کر دیا (ابن عطیہ) مسلم کی طرف اس نقل کی نسبت کہ انہوں نے ابو طلحہ لکھا ہے عجیب ہے: "**انایا رسول الله**" انا مبتداء اور فعل اس کی خبر محذوف جو سوال سے معلوم ہو رہی ہے: "**رحله**" سے مراد مکان ہے۔ یہ رحل کا لفظ اصل میں رحل الشخص مأواہ سے لیا گیا یہ مقیم کے لئے استعمال ہوتا تھا پھر مسافر کے سامان کے لیے استعمال ہونے لگا کیونکہ وہاں اس کا پڑاؤ ہوتا ہے: "**فقال لامراته**" اگر یہ ابوطلحہ ہیں تو امراۃ سے ام سلیم مراد ہیں: "**اکرمی ضیف رسول الله ﷺ**" یہ مہمان آپ کے ہاں آیا آپ کے گھروں میں اس کی ضیافت کے لیے کوئی چیز نہ تھی۔

**مسئلہ**: اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کی عزت دراصل اس کے میزبان کی عزت ہے۔

**مسلم کی روایت**: فا کے ساتھ ہے جس کا عطف فانطلق پر ہے: **فقال رجل من الانصار فقال انایارسول الله فانطلق به الی رحله فقال**" کہ وہ سے گھر لے گیا اور اپنے گھر والوں سے کہا: "**هل عندك شئی**" یہ الفاظ اس روایت میں اکرمی کی جگہ ہیں شاید اس نے پہلے پوچھا جب اس نے بتلا دیا: "**قالت لا الاقوت جبانی**" یعنی میرے پاس کوئی

چیز نہیں سوائے بچوں کی خوراک کے۔ یہ اسی مقدار سے استثناء ہے تو اس وقت اس نے کہا اکرمی۔ کہ مہمان رسول کا اکرام کرو:
"قال فعلليهم بشئی" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو کھانے کی اتنی ضرورت نہ تھی کہ جس کے نہ ہونے سے انکو نقصان پہنچے۔ البتہ کھانے کے لیے جیسے بطور عادت مانگتے ہیں یہی نوعیت تھے اس لئے کہ اگر بھوک کو نقصان دینے والی حالت ہوتی تو ان کو کھلانا مہمان سے پہلے واجب تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کی تعریف فرمائی تو اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے کوئی فرض ترک نہیں کیا بلکہ اچھا اور خوب تر کام کیا یہ نووی کا قول ہے۔ اس مفہوم قوت صبیانی سے مراد وہ خوارک ہوگی جس کے بچے عادت کے طور پر دلدادہ ہوتے ہیں اور بلا حاجت شدیدہ مانگتے ہیں تو مجاز بن جائے گا۔
واذا ارادو العشاء فنومیهم" تاکہ وہ مہمان کو کھانا کھاتے وقت تنگی میں نہ ڈالیں اور وہ اپنی ضرورت پوری نہ کر سکے:
"واذادخل ضيفنافاطفئی اسراج" ہمزہ وصلی ہوتو اطفی اور قطعی ہوتو اطفئ۔ یہ بجھانے کا معنی دیتا ہے: "واریه اناناکل" یہ اس بات سے کنایہ ہے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہنا اور منہ سے چبانے کا عمل ظاہر کرنا یہ بناوٹ نہیں بلکہ مہمان کی خاطر ایثار و مروّت ہے تاکہ وہ سیر ہو کر اطمینان سے کھالے: "فقعدوا" مہمان اور انصاری اور ان کے گھر والے بیٹھ گئے:
"طاوین" انہوں نے نہ کھایا تھا بلکہ ان کے پیٹ خالی تھے۔

**النحو**: بلکہ جملے میں عطف حالیت کا احتمال ہے: "فلما اصبح غدا علی النبی ﷺ جب صبح کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری دی: "فقال لقد عجب اللہ من ضیع بضیفکما اللیلة" قاضی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے تعجب کا معنی اس چیز سے راضی ہونا ہے۔ بعض نے کہا ثواب دینا مراد ہے۔ بعض نے کہا عظمت دینا۔ کبھی ملائکہ کا تعجب کرنا مراد ہوتا ہے اور تشریف کے لیے اس کی طرف نسبت کردی جاتی ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۳۷۹۸) ومسلم (۲۰۵٤) والنسائی (۱۱۵۸۲/٦) والترمذی (۳۳۰٤) وابن حبان (۵۲۸٦) والواحدی (ص/۲۸۱) والبیھقی (٤/۱۸۵)

**الفوائد**: مواسات میں مقتداء کو پہل کرنی چاہیے' اکرام مہمان میں حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے مشکل حالات میں ہمدردی مسلمان کا فریضہ ہے' انصاری اور اس کی زوجہ محترمہ کا بارگاہ الٰہی میں منقبت ظاہر ہوتی ہے۔

۵٦۵ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ ' وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ۔

۵٦۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کا کھانا تین کے لئے کافی ہے اور تین کا کھانا چار کے لئے کافی ہے۔ (بخاری و مسلم)
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک کا کھانا دو کے لئے کافی ہے اور دو کا کھانا چار کے لئے کافی ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لئے کافی ہے"۔

**تشریح**: "طعام الاثنین کافی الثلاثه وطعام لثلاثة کافی الاربعة:: مہلب کہتے ہیں اس حدیث کا مقصد

مکارم اخلاق کی تاکید اور کفایت پر قناعت سکھلاتا ہے کفایت کی کسی مقدار پر پابند کرتا نہیں اس سے مراد ہمدردی ہے یہ مناسب ہے کہ دو آدمی تیسرے کو اپنے کھانے میں شامل کر لیں اور تین چوتھے کو ماحضر کی مناسبت کا خیال رہے طبرانی کی روایت میں اس کی علت کی طرف راہنمائی ملتی ہے: "کلوا جمیعا و لا تفرقوا فان طعام الواحد یکفی الاثنین" اس سے یہ بات معلوم ہوتی کہ اجتماع کی برکت سے کفایت حاصل ہوگی اور اجتماع کے بڑھنے سے برکت بڑھتی ہے۔

ابن المنذر کہتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانے کو مل کر کھانا مستحب ہے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اکیلے اور تنہا کھا لینے میں قباحت نہیں۔ ① اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہمدردی سے برکت تمام حاضرین کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کے جو کچھ پاس ہو اس کے پیش کر دینے میں شرم نہ کرے اس لئے کہ بسا اوقات اس سے کفایت حاصل ہو جاتی ہے (ابن المنذر): "طعام الاثنین" یہ اگر چہ بظاہر خبر ہے مگر امر کے معنی میں ہے: "ای اطعموا طعام الاثنین بین الثلاثہ" ② یہ تنبیہ ہے دو کا کھانا تین کے لئے کافی ہو جائے گا اور یہ خبر اس لئے دے دی تا کہ آدمی گھبراہٹ کا شکار نہ ہو۔ پہلا قول راجح ہے کیونکہ دوسرا قول تو جانا پہچانا ہے: "فلاحاجۃ للمسیان (مالی شیخ عز بن عبدالسلام) نسائی وغیرہ نے جابرؓ سے روایت نقل کی ہے مسلم نے بھی انہی الفاظ سے روایت کیا ہے اس روایت کو دیکھ کر کوئی آدمی یہ نتیجہ نہ نکالے کہ ایک کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہے وہ اس طرح کہ مکررات کو ساقط کر دے اور مذکور شکل سے نتیجہ نکال لے یہ نتیجہ اس لئے غلط ہے کہ کلیت کبری کے نتیجہ دینے کی شرط یہاں مفقود ہوگی۔

**تخریج**: بخاری، مسلم عن ابی ہریرہ، ومسلم واحمد وترمذی، نسائی من جابر، احمد ۱۵۱۰۰۶/۵، ابن ماجہ، ابن حبان ۵۲۳۷، ابن ابی شیبہ ۳۶۲/۸۔

**الفوائد**: اجتماع کی برکت سے کفایت پیدا ہوتی ہے۔ آدمی کو معمولی چیز پیش کرنے میں پس و پیش نہ چاہئے۔

٥٦٦: وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ مَّعَ النَّبِیِّ ﷺ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَۃٍ لَّہٗ فَجَعَلَ یَصْرِفُ بَصَرَہٗ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: "مَنْ کَانَ مَعَہٗ فَضْلُ ظَھْرٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا ظَھْرَ لَہٗ، وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَضْلٌ مِّنْ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا زَادَ لَہٗ" فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَکَرَ حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّہٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۵۶۶: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ اچانک ایک آدمی اپنی سواری پر سوار ہو کر آیا اور اپنی نگاہ دائیں بائیں گھمانے لگا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس زائد سواری ہو اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس بچا ہوا توشہ ہو پس وہ اس کو زادراہ دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو پھر آپ نے مال کی مختلف اقسام کا جتنا تذکرہ فرمانا تھا کر دیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ زائد چیز میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ راحلہ لہ اونٹ نر و مادہ جو سواری کے لیے استعمال ہو۔ بعض نے اس اونٹنی کے ساتھ خاص کیا ہے

جو کجاوے کے لائق ہو۔ یہ ظرف ہے اور صفت فاعل کے مقام میں مستعمل ہے: "لہٗ" یہ راحلہ کی صفت ہے۔
فجعل یصرف بصرہ یمینا و شمالا وہ دائیں بائیں یہ دیکھنے کے لئے نگاہ دوڑانے لگا کہ کوئی شخص اس کی ضرورت پوری کرنے والا میسر ہو: "معہ فضل ظھر" ضرورت سے زائد سواری ہو یہاں صفت کی اضافت موصوف کی طرف کی گئی ہے: "ای ظھر" فاضل: "فلیعدبہ علی من لا ظھر لہ" یعد بہ صدقہ کردے۔ وہ محتاج جس کے پاس سواری نہیں۔ ومن کان معہ فضل من زاد فلیعد بہ علی من لا زاد لہ۔ جس کے پاس حاجت سے زائد زادِ سفر ہو وہ دوسرے ضرورت مند کو دے دے: "فذکر من اصناف المال ما ذکر" اصناف یہ صنف کی جمع ہے خلیل کہتے ہیں ہر چیز کا مجموعہ (ابن فارس) صنف قسم۔ یہ صاد کے کسرہ و فتحہ سے مستعمل ہے۔ اس کی جمع مکسر اصناف ہے جیسے حمل کی احمال اور صنوف بروزن فلوس (المصباح) مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مال کی بہت سی اقسام کا ذکر فرمایا اور ضرورت سے زائد کو محتاجوں پر خرچ کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ اموال کا ذکر کر کے محتاجوں پر خرچ کے لیے کہنا یہ مواسات ہے یہ اسی طرح ہے جیسا دوسری روایت میں وارد ہے: "انک یا بن آدم تبذل الفضل من مالک خیر لک وان تمسکہ شرلک" حتی مقدر کی غایت ہے۔ مقدر یہ ہے آپ نے ضرورت سے زائد محتاج پر لوٹانے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ: "رأینا انہ لا حق لاحد منا فی فضل" رأینا اگر رائی سے ہو تو ہم نے خیال کیا۔ ② علم کے معنی میں ہو: "احدمنا" سے تمام اولاد آدم۔ ③ مخاطبین اور ان کے ساتھ بقیہ امت بھی: "فضل" سے ضرورت سے بچا ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے اتنی تاکید فرمائی کہ ہم نے خیال کیا کہ ضرورت سے زائد پر ہمیں کوئی حق ہی نہیں۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (۱۷۲۸) وأبو داود (۱٦٦۳)

**الفرائد:** دوست احباب سے احسان و رفق کا معاملہ برتنا چاہئے دوستوں کے مصالح کا لحاظ رکھنا چاہئے اور محتاج سے ہمدردی کا معاملہ برتنا چاہئے۔

٥٦٧ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً جَآءَ تْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَّنْسُوْجَةٍ فَقَالَتْ : نَسَجْتُهَا بِيَدَيَّ لِاَكْسُوْكَهَا فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا فَخَرَجَ اِلَيْنَا وَاِنَّهَا اِزَارُهُ فَقَالَ فُلَانٌ : اكْسُنِيْهَا مَا اَحْسَنَهَا فَقَالَ: "نَعَمْ" فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ اَرْسَلَ بِهَا اِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ : مَا اَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا ثُمَّ سَاَلْتَهُ وَعَلِمْتَ اَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَآئِلًا! فَقَالَ : اِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا سَاَلْتُهُ لِاَلْبَسَهَا ، اِنَّمَا سَاَلْتُهُ لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ — قَالَ سَهْلٌ : فَكَانَتْ كَفَنَهُ ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵٦۷: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بنی ہوئی چادر لے کر حاضر ہوئی اور کہنے لگی یہ میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے تاکہ میں یہ آپؐ کو پہناؤں۔ آنحضرتؐ نے اس کو ضرورت

کی چیز سمجھ کر قبول فرمالیا۔ پھر آپؐ اس چادر کو ازار کے طور پر باندھ کر ہمارے پس تشریف لائے۔ ایک شخص نے کہا یہ چادر کس قدر خوبصورت ہے یہ آپؐ مجھے پہنا دیں۔ آپؐ نے فرمایا بہت اچھا! پھر آپ مجلس میں بیٹھ گئے اور پھر واپس تشریف لے گئے اور اس چادر کو اتار کر لپیٹا اور اس آدمی کی طرف بھیج دیا۔ اس شخص کو لوگوں نے کہا تو نے یہ اچھا نہیں کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کو اپنی ضرورت کے طور پر پہن رکھا تھا۔ پھر تو نے یہ جانتے ہوئے کہ آپؐ کسی سائل کو واپس نہیں کرتے آپ سے مانگ لیا۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! میں نے یہ اپنے پہننے کے لئے نہیں مانگی بلکہ میں نے اس لئے مانگی ہے تا کہ یہ میرا کفن بنے۔ حضرت سہل کہتے ہیں کہ پھر یہ چادر ان کے کفن ہی کے کام آئی۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ سہل بن سعد انصاری الساعدیؓ: "**امراۃ**" اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا (فتح الباری): "**ببردۃ**" اس کی جمع ابدر بردۃ دھاری دار چادر بعض نے کہا سیاہ مرجع جس کو دیہاتی استعمال کرتے تھے اس کی جمع برد ہے۔ بخاریؒ باب حسن الخلق "میں: "**البود**" مذکور ہے سہل نے اس کی اس طرح شرح فرمائی: "**شمله منسوجة فيها حاشيتها**۔ حاشیہ ڈورے کے معنی میں آتا ہے۔ حاشیہ دار لنگی۔ یہ تفسیر مرادی سب سے اولیٰ ہے۔ **بیدی لا کسو کها فاخذها النبی** ﷺ" اس کی دلجوئی کے لیے فوراً لے لی۔ تا کہ اس کا ہدیہ قبول ہو جائے۔

**مسئلہ**: اس سے معلوم ہوا ہدیہ جلد لے لینا چاہئے: "**محتاجا اليه**" یہ فعل سے حال ہے گویا برموقعہ ہدیہ پیش کیا۔ مگر آپ نے حاجت کی وجہ سے نہیں بلکہ ہدیہ کی وجہ سے قبول فرمایا: "**فخرج الينا وانها ازاره**" ازار کی جمع ازر باندھنے کی لنگی۔

**النحو**: یہ جملہ خرج کی ضمیر سے حال ہے: "**فقال فلان**" بقول محب طبری یہ عبدالرحمان بن عوف تھے (طبرانی) مگر یہ طبرانی کی کتاب میں روایت نہ مل سکی البتہ قتیبہ بن سعید نے سہل بن سعد سے نقل کیا کہ وہ سعد بن ابی وقاص تھے (طبرانی) زمعہ کی سند سے مذکور ہے کہ وہ سائل اعرابی تھا اگر زمعہ ضعیف راوی نہ ہوتا تو میں نفی کر دیتا کہ وہ عبدالرحمٰن بن عوف یا سعد بن ابی وقاص نہ تھے (فتح الباری) بعض نے تعدد واقعہ کی تاویل کی ہے: "**اكسنيها ما احسنها**" ما تعجب کے لئے ہے: "**فقال نعم**" یہ وعدہ شریفہ ہے کہ مجلس میں پہن لوں اس کے بعد تمہیں عنایت کر دی جائے گی: "**المجلس**" سے وہی مراد ہے جس میں چادر کا سوال ہوا تھا: "**ثم رجع**" پھر مجلس کے بعد مکان پر تشریف لے گئے: "**فطواها ثم ارسل بها اليه فقال له القوم**" القوم سے یہاں مراد خود سہل ہیں کہ میں نے ان سے کہا جب تمہیں آپ کی ضرورت معلوم تھی تو تم نے یہ چادر کیوں طلب کی۔ اس نے جواب دیا میں نے بھی یہی سمجھا کہ آپ کو اس کی ضرورت ہے لیکن میں نے چاہا کہ اسے محفوظ کر کے رکھ دوں تا کہ اپنے کفن میں استعمال کروں: "**ما احسنت سے لتكون كفني**" سائل اور سہل کی یہی گفتگو مذکور ہے: "**وعلمت**"۔ مذکور مقدر مانکر یہ جملہ حالیہ ہے: "**ای وقد علمت سائلا**" کا لفظ ابن ماجہ میں تو ہے بخاری میں نہیں مگر نووی نے وہم کی وجہ سے ذکر کر دیا (فتح الباری): "**لتكون كفني**" ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: "**رجوت بركته حين لبسه النبی** ﷺ۔

**فوائد**: آثار صالحین سے تبرک درست ہے۔ ضرورت سے پہلے چیز تیار کرنا جائز ہے۔ کفن پہلے تیار کرنا درست ہے جب کہ حلال ہونے کا یقین ہو یا اصلاح والے کا اس میں اثر ہو۔ ۞ نبی کریم ﷺ کے حسن اخلاق وسعت سخاوت قبولیت ہدیہ کا

ثبوت ملتا ہے۔

تخریج: أخرجه البخاري (١٢٧٧) وأحمد (٨/٢٢٨٨٨)

الفوائد: ① نئے بنے ہوئے کپڑے کا بغیر دھوئے استعمال درست ہے۔ ② ادب کے خلاف بات ہو تو مستعمر دکی جا سکتی ہے۔

٥٦٨ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ الْاَشْعَرِيِّيْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِي الْغَزْوِ اَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ جَمَعُوْا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَرْمَلُوْا" فَرَغَ زَادُهُمْ اَوْ قَارَبَ الْفَرَاغَ۔

۵۶۸: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اشعری لوگوں کا جب جہاد میں زادِ راہ ختم ہو جاتا ہے یا ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے یا مدینہ میں ان کے اہل وعیال کا کھانا کم ہو جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے ان کو ایک کپڑے میں جمع کر دیتے ہیں پھر ایک برتن کے ساتھ ان کو آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (بخاری و مسلم)

اَرْمَلُوْا: زادِ راہ ختم ہو جاتا ہے یا ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے۔

تشریح ۞ الاشعریون یہ اشعر کی طرف نسبت ہے اور وہ ثبت بن ادد بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہیں: "اذا رملوا" اصل میں رمل سے ہے گویا جب وہ ریت سے مل جاتے ہیں زادِ راہ کے کم ہو جانے سے کنایہ ہے جیسا کہ زامترب کہتے ہیں: "فی الغزو" جب وہ قتال کے لیے نکلتے ہیں: "او" راوی کے شک کے لئے ہے: "قل طعامهم في المدينة" مطلب یہ ہے سفر یا حضر میں وہ کرتے ہیں او تنویع کے لیے ہے تو مطلب یہ ہے کہ وہ سفر و حضر میں یہ کرتے ہیں۔ بخاری کے لفظ یہ ہیں: "او قل طعام عيالهم" بالسوية کا مطلب ضرورت کے مطابق لینا ہے: "انا منهم" کا مطلب: "فهم مني" وہ اخلاق وطرز عمل میں میری طرح ہیں۔: "و انا منهم" یہ دونوں کے طریقے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اتفاق کو ظاہر کرتا ہے۔ حافظ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ متصل ہیں۔ اس مِن کو اتصالیہ کہتے ہیں شیخ زکریا نے فرمایا: "لا انامن الدد و لا الددمني" بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے ان کا فعل میرا فعل ہے (نووی) کہتے ہیں اشعریین کی خصوصی ایثار و ہمدردی والی صفت ظاہر ہو رہی ہے۔

تخریج: أخرجه البخاري (٢٤٨٦) ومسلم (٢٥٠٠)

الفوائد: ① اشعری قبیلے کی سبقت و مدح عظیم ہے۔ مجہول کا ہبہ جائز ہے۔ باہمی مواسات اور اتحاد و اتفاق قابل تعریف صفات سے ہے۔

## ٦٣ : بَابُ التَّنَافُسِ فِيْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ وَالْاِسْتِكْثَارِ مِمَّا يُتَبَرَّكُ بِهٖ

## باب: آخرت کے معاملات میں باہمی مقابلہ اور متبرک چیزوں کو زیادہ طلب کرنا

التنافس یہ منافسۃ سے لیا گیا ہے کسی نفیس ترین چیز کے لیے انفرادی طور پر رغبت رکھنا (النہایۃ): "الاستکثار" کثرت طلب کرنا: "تبرك" متعلق ہونا۔ تبرک کے یہ اسباب ہیں۔ ① کسی چیز میں نیک اثر ہوتا ہے۔ ② کوئی نشانی اس میں ظاہر ہو۔ ③ عالم تکوین سے اس کا قریبی تعلق ہو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ [المطففين: ٢٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اور اس کے بارے میں چاہیے کہ رغبت کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کے مقابلے میں رغبت کریں" (مطففین)

فلیتنافس رغبت اختیار کریں: "المتنافسون" رغبت کے طالب ابن عطیہ کہتے ہیں۔ کسی نفیس چیز کی طلب میں دو آدمیوں کا اس طرح راغب ہونا کہ یوں محسوس ہو کہ اس کے حصول کے لیے دونوں مقابلہ کر رہے ہیں بعض نے کہا۔ یہ شئی نفیس سے لیا گیا گویا ہر ایک اس چیز کو بڑا قرار دیتا پھر دوسرا اس کی تعظیم کرتا ہے اور اس تعظیم میں وہ ایک دوسرے سے آگے نکلنے والے ہیں۔

٥٦٩: وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ وَّعَنْ يَسَارِهِ الْاَشْيَاخُ فَقَالَ لِلْغُلَامِ: "اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰؤُلَآءِ؟" فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا فَتَلَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"تَلَّهٗ" بِالتَّآءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ: اَيْ وَضَعَهٗ وَهٰذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

٥٦٩: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مشروب لایا گیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔ آپ کے دائیں طرف ایک لڑکا اور بائیں طرف بزرگ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کو فرمایا کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں ان کو دے دوں۔ لڑکے نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! آپ کی طرف سے ملنے والے حصے پر کسی اور کو ترجیح نہیں دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ میں پیالہ دے دیا۔ (بخاری و مسلم)

تَلَّهٗ: رکھ دیا۔ دے دیا۔

یہ بااعتماد لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

**تشریح** ❁ الشراب مائعات میں سے پی جانے والی کوئی چیز۔ بقول حافظ یہ حضرت میمونہ ام المومنینؓ کے مکان کا واقعہ ہے: "فشرب منه" اس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعض چیز کا استعمال درست ہے جب کہ دوسرے وہاں موجود ہوں۔ غلام یہ عبداللہ بن عباس تھے بعض نے فضل بن عباس کہا ہے (ابن بطال) پہلا درست

ہے۔(فتح): "اشیاخ" جمع شیخ یہ شائخ فی السن سے لیا گیا جب عمر بڑی ہو جائے یہ پچاس سال سے اوپر کے لیے آتا ہے۔ شیخ کے لفظ کا اطلاق علوم کے ماہر کے لیے ہوتا ہے خواہ اس کی عمر تھوڑی ہو غلام پر بھی بولا جائے گا۔ ابو حازم نے سہل سے روایت نقل کی ہے کہ آپ کے بائیں طور والے لوگوں میں ابو بکرؓ تھے۔ ابن عبداللہ البر نے اس کو ذکر کر کے غلط قرار دیا: "ان اعطی ھؤلاء" ترمذی کی روایت میں جو ابن عباس سے مروی ہے: "فقال لي الشربة لك فان شئت اثرت بها خالدًا" ابن الجوزی کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام سے اجازت طلب کی مگر دیہاتی سے اجازت طلب نہ کی جس کا تذکرہ حدیث انسؓ میں بدیں الفاظ ہے: "عن یمینه اعرابی و عن یسارہ ابو بکرؓ" کیونکہ اعرابی کو شرعی احکام کا علم نہ تھا۔ پس آپ نے تالیف قلب کے لیے استیذان ترک فرمایا بخلاف ابن عباسؓ کے وہ واقفیت رکھتے تھے۔(فتح الباری): "واللہ یا رسول لا اوثر بنصیبی منك احدًا" یہاں قسم اور نداء سے تاکید کی رسول اللہ کے لفظ سے اشارہ کیا کہ عدم ایثار کی وجہ اس کا مشروب ہونا نہیں مطاعم کا زیادہ اہتمام بہائم کی شان ہے۔ بلکہ اس میں آپ کی جھوٹے ہونے کی وجہ سے برکت کا اثر ہے اور اس چیز کو ارباب فہم ڈھونڈتے اور اس میں مقابلہ اور تسابق اختیار کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے تو: "بنصیبی منك" یعنی آپ کی برکت اور آپ کا منفرد فیض ہے: "احدًا" میں تنوین تنکیر کی ازکر قریب بعید شریف شرف والے تمام کو شامل کر دیا۔

اس میں ابن عباسؓ کی بیداری مغزی اور اعلیٰ سوچ معلوم رہی ہے کہ وہ اشیاء پھر ان کے درجہ کے مطابق نگاہ ڈالتے ہیں۔ اسی لئے عمرؓ گہرے امور میں ان کی روشن فکر سے معاونت طلب کرتے اور فرماتے: "عض یا غواص" کہ یہ معاملات کی گہرائی میں غوطہ زنی کرنے والا ہے۔

"فتله رسول اللہ ﷺ فی یدہ" تل قوت سے رکھنا۔ اصل معنی بہانا پھر استعارۃً ڈالنے کے لیے آیا عرب کہتے ہیں تل یتل (ن) بہنا' تل تیل (ض) گرنا۔ (نووی)۔

**تخریج:** بخاری فی المظالم والغصب والشرب مسلم فی الاشربه ونسائی فی الاشربه' احمد ۲۲۸۸۷/۸' ابن حبان ۵۳۳۵' طبرانی ۵۷۶۹' بیهقی ۲۸۶/۷۔

**الفوائد:** دائیں طرف کا لحاظ کرنا مسنون ہے۔ ② چھوٹے سے تلطف بڑے کا احترام۔ ③ ایثار ذاتی فوائد میں ہوتا ہے طاعات میں نہیں' صحابہ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت تھی۔

۵۷۰: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "بَیْنَا اَیُّوْبُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَغْتَسِلُ عُرْیَانًا فَخَرَّ عَلَیْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ اَیُّوْبُ یَحْثِیْ فِیْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ عَزَّوَجَلَّ: یَا اَیُّوْبُ اَلَمْ اَکُنْ اَغْنَیْتُكَ عَمَّا تَرٰی؟ قَالَ: بَلٰی وَعِزَّتِكَ وَلٰکِنْ لَّا غِنٰی بِیْ عَنْ بَرَکَتِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۵۷۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایوب علیہ السلام کپڑے اتار کر غسل فرما رہے تھے تو ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں۔ حضرت ایوب ان کو اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے ان کے رب نے ان کو آواز دی اے ایوب! کیا میں نے تجھے غنی نہیں کر دیا ان چیزوں سے جو تو دیکھ رہا ہے؟ عرض کیا کیوں نہیں آپ کی عزت کی قسم لیکن آپ کی برکت سے تو بے نیازی نہیں ہو سکتی۔ (بخاری)

**تشریح** ⊙ ایوب علیہ السلام ان کا سلسلہ نسب یہ ہے رزاح بن روم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام۔ "یغتسل عریانا" جمہور کا مذہب یہ ہے کہ پردے کے مقام میں خلوت کی حالت میں ننگے غسل جائز ہے۔ **فخر علیہ** خر گرنے کے معنی میں آتا ہے: "جراد من ذھب" معلوم ہوتا ہے۔ اوپر سے گرائی گئیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے جو اپنے بندوں سے وقتاً فوقتاً کرتا ہے یہ معجزہ نبوت ہے کیا یہ ذی روح مکڑی تھی بس جسم سونے کا تھا یا صورت مکڑی جیسی تھی اور اس میں روح نہ تھی۔ دوسرا قول زیادہ ظاہر ہے جوہری کہتے ہیں مکڑی کا تذکرہ مراد نہیں بلکہ وہ بقر بقرہ کی طرح اسم جنس ہے اس کے مذکر ہونے کا حق یہ ہے کہ اس کی مؤنث غیر لفظ سے آئے تا کہ واحد مذکر جمع کے ساتھ ملتبس نہ ہو: "**فجعل ایوب یحتثي في ثوبه**" تکوینیات کے عالم سے قریب ترین ہونے کی وجہ سے اور مزید حصول برکت کے لیے اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے: "**فنا داه ربه عزوجل**" اس نداء میں کیا مزہ ہے کہ تربیت کرنے والے اور کمال تک پہنچانے والے رب کی طرف سے کہا گیا۔ بقول عراقی اس میں فرشتے کا واسطہ تھا کیونکہ حضرت حق سے سماع ہمارے پیغمبر اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ ② الہام بھی ہو سکتا ہے۔ ③ موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھا۔ **الم اکن اغنیتك عما تری**۔ یہ قال مقدر کی حکایت ہے۔: "**اغنیتك**" سے غناء قلبی مراد ہو یا مال کی غناء مراد ہو۔ حضرت ایوب علیہ السلام غنی شاکر تھے اس لئے اس ارشاد کے خلاف نہیں: "**انا وجدناه صابرا**" کیونکہ صبر سے مصائب پر صبر مراد ہے۔ ② فقر پر صبر مراد ہو مگر واضح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے لیے دونوں مقام صبر علی الفقر اور شکر علی الغنی دونوں حالتوں کے لحاظ سے جمع فرما دیئے۔ وہ از مائش کے موقعہ پر فقیر صابر تھے اور ابتداء سے پہلے غنی شاکر تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**انا وجدناه صابرًا**" پھر فرمایا: "**نعم العبد**" اس میں ان کے غنی شاکر ہونے کی طرف اشارہ ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا: "**نعم العبد انه اوّاب**" اس کے ساتھ ساتھ وہ غنی شاکر تھے: **قال بلٰی** یہ: "**لکن لاغنی لی عن برکتك**" سے استدراک ہے۔ یعنی آپ نے مجھے تمام اطراف سے مال دے کر غنی کر دیا۔ لیکن میں اس کو حرص و لالچ سے نہیں لے رہا۔ بلکہ اس لئے لے رہا ہوں کہ وہ برکت ہے اس میں کئی وجوہ ہیں۔ ① یہ عالم تکوینیات سے قریب تر تھا جیسا ہمارے پیغمبر ﷺ نے بارش شروع ہوئی تو سر سے کپڑا اتار کر فرمایا: "**انه حدیث عهد بربه**" اسے تکوین رب سے۔ ② بعض نے کہا یہ خارق عادت نئی نعمت تھی۔ پس اس کو اسی طرح قبول کرنا چاہئے تھا اور یہی اس کا شکریہ اور اکرام تھا اس سے اعراض ناشکری تھی اس معنی میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: "**ان اللّٰه یحب ان توتی رخصه کما توتی عزائمه**" ③ بعض نے کہا یہ معجزہ تھا اور معجزہ سے پیدا ہونے والی ہر چیز برکت والی ہے۔ صحابہ کرام کا یہ قول اسی سلسلہ سے متعلق ہے: "**کنا نعد الایات برکه**"

**تخریج**: بخاری فی کتاب الانبیاء، احمد ۳/۸۱۶۵، نسائی، ابن حبان ۶۲۲۹، بیهقی فی الاسماء ۳۰۶/ص، طیالسی ۲۴۵۵۔

**الفوائد**: ① مصائب پر صبر بڑے درجات کا باعث ہے۔ ② جس کو شکر پر پختہ اعتماد ہو اسے حلال و تبرک چیز کے حصول میں حرص کرنی چاہئے۔

# ۶۴: بَابُ فَضْلِ الْغَنِيِّ الشَّاكِرِ وَهُوَ مَنْ اَخَذَ الْمَالَ مِنْ وَّجْهِهٖ وَصَرَفَهٗ فِيْ وُجُوْهِهِ الْمَأْمُوْرِ بِهَا

## باب: شکر گزار غنی کی فضیلت اور وہ وہ ہے جو مال کو جائز طریقے سے لے اور مناسب مقامات پر خرچ کرے

الشاکر وہ شخص ہے۔ جو مال میں (فعلاً اور ترکاً) کرنے اور چھوڑنے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم ہو: "اخذ المال من وجھہ" جس کے لینے کی شرعاً اجازت ہے جیسے تمام معاوضات جو صحیح شروط کے ساتھ ہوں ملاوٹ دھوکے سے بچے ہوئے ہوں مثلاً وراثت وصیۃ جن اکتسابات کی اجازت ہے جیسے لکڑیاں کاٹنا: "صرفه" اس کا خرچ کرنا: "فی وجوھه" اس کے راستوں پر: "المامور بھا" جو شرع کے لحاظ سے بعینہٖ واجب ہو مثلاً زکوۃ کفارات نذر کی ادائیگی۔ جو شرع کے لحاظ سے فرض کفائی ہو جیسے کھانے کپڑے سے محتاج کی حاجت پوری کرنا یا مندوب ہو جیسے نفلی کام۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی﴾ [اللیل:۵'۷]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"پھر جس شخص نے دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور بھلی بات کی تصدیق کی ہم اس کو آسانی کی طرف سہولت دے دیں گے"۔ (اللیل)

فاما من اعطٰی جس نے اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر خرچ کی: "واتقٰی" اور اس کے حرام کردہ چیزوں سے بچا: "وصدق بالحسنٰی" یعنی مجازات کی تصدیق کی اور اس نے یقین کیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیں گے۔
(۲): "حسنٰی" سے کلمہ حسنٰی مراد ہے یعنی کلمہ توحید: "فسنیسرہ" ہم ان کو دنیا میں مہیا کریں گے: "للیسرٰی" وہ خلت وخصلت جو اس کو یسریٰ تک پہنچانے والی ہے اور آخرت میں قرب نصیب ہو یعنی اعمال صالحہ۔ آیت باب النھی عن البخل میں ذکر ہو چکی۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی﴾ [اللیل:۱۷-۲۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"عنقریب وہ جہنم سے بچالیا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو کہ اپنا مال پاکیزگی کیلئے دیتا ہے اور کسی کا اس کے اوپر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہے صرف اپنے بزرگ رب کی رضامندی کو چاہنے کیلئے وہ خرچ کرتا ہے اور

عنقریب یقیناً وہ راضی ہو جائے گا"۔ (اللیل)

سیجنبھا یعنی آگ سے: "الاتقی" جو کہ شرک و معصیت سے بچا وہ قطعاً اس میں داخل نہ ہوگا پھر جو فقط شرک سے بچا ممکن ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائے۔ لیکن وہ داخل ہو کر ہمیشہ نہ رہے گا (بلکہ نکال لیا جائے گا: "الذی یؤتی مالہ" جو کہ مال دیتا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرتا ہے: "یتزکی" وہ اپنے نفس اور مال کے تزکیے کا طالب ہے۔

**اَلنَّحْوُ:** یہ بدل یا حال ہے پہلی صورت میں اس کا کوئی اعراب نہیں: "وما لا حد عندہ من نعمۃ تجزی" کہ اس کے کرنے سے اس کے بدلے کا طلب گار ہو: "الا ابتغاء وجہ ربہ الا علی" یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے۔ جمہور ابتغاء کو نصب دیتے ہیں یہ استثناء منقطع کی صورت میں ہے۔ ابن عطیہ کا قول بھی یہی ہے کوشی نے استثناء منقطع کہا اور مفعول لہ بنایا اس کو معنی پر محمول کیا گیا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: "لم یعط الشی الا ابتغاء وجھہ سبحانہ" ابتغاء کا معنی طلب ہے مگر رب اعلیٰ کی توجہ کو چاہنے کے لیے: "وسوف یرضی" وہ اپنے رب سے راضی ہو جائے گا جب وہ اس کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ بہت سے سلف نے بیان کیا کہ یہ سورۃ صدیق کے متعلق اتری وہی اتقی ہے۔ اس صورت میں حصر حقیقی نہ ہوگا اس اتقی کے علاوہ بالکلیہ غیر مجتنب نہیں (تفسیر مقوی) ابن عطیہ کہتے ہیں اہل تاویل کا اس میں اختلاف نہیں کہ آخر سورۃ تک ابوبکر مراد ہیں۔ پھر جس میں یہ صفات پائی جائیں وہ بھی اس میں داخل ہوگا۔

ابن کثیر کہتے ہیں بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ ابوبکر اتقی کے مفہوم میں داخل ہونے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ آیت کے الفاظ عموم پر دلالت کرتے ہیں: "وسیجنبھا الاتقی" لیکن ان اوصاف حمیدہ میں وہ امت میں سب سے مقدم ہیں۔ وہ صدیق، متقی، کریم، خوب خرچ کرنے والے سخی تھے انہوں نے رسول ﷺ کی معاونت کی۔ تفسیر کواشی میں لکھا ہے کہ اتقی سے مراد ابوبکر صدیق ہیں اس پر مفسرین کا اجماع ہے۔

ابن عطیہ اور ابن کثیر نے بیان کیا کہ آیت ان کو بھی شامل ہے جو ان صفات میں شامل ہو جائیں۔ حافظ سیوطی نے اس پر اتقان میں تنقید کرتے ہوئے کہا کہ عموم لفظ کا اعتبار ہے خصوصی سبب کا لحاظ نہیں۔

**تنبیہ:** یہ قاعدہ وہاں لازم ہے جہاں عموم ہو۔ رہی وہ آیت جو کسی معین اور مقرر کے متعلق اتری اس کے لفظوں میں عموم نہیں وہ قطعی طور پر اپنے مورد میں مقصور رہے گی۔ جیسے آیت: "سیجنبھا الاتقی" الخ یہ بالاجماع صدیق کے متعلق اتری۔ فخر رازی نے یہ استدلال کیا ہے اور ساتھ ہی: "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کی تفسیر میں لکھا کہ ابوبکر رسول ﷺ کے بعد تمام امت میں سب سے افضل ہیں۔ رہا جن لوگوں نے یہ وہم اس بات کے پیش نظر کیا کہ اعتبار عموم کا ہے۔ خصوصی اسباب کا نہیں۔ ان کا یہ وہم غلط ہے۔ (۱) اس لئے کہ آیت میں عموم کا کوئی صیغہ نہیں الف لام عموم کا فائدہ دیتا ہے مگر اس وقت جب موصولہ ہو جمع میں معرفہ ہو یا مفرد ہو مگر شرط یہ ہے کہ وہاں عہد نہ ہو: "الاتقی" میں الف لام موصولہ نہیں کیونکہ وہ الف لام اسم تفضیل بالاجماع پر داخل نہیں ہوتا اور الاتقی جمع نہیں بلکہ مفرد ہے۔ الف لام عہد کا ہو سکتا ہے۔ خصوصاً ان کے ساتھ افعل کا صیغہ سمیت ہے اور مشارکت کو منقطع کرنے والا ہے۔ پس عموم کا قول باطل ہوا اور خاص ہونا قطعی طور پر متعین ہو گیا اور جن کے متعلق اتری ہے اسی مفہوم میں بند رہے گی۔ (تفسیر رازی)۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ [البقرة:۲۷۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اگر تم صدقات کو ظاہر کر کے دو تو یہ بہت خوب ہے اور اگر تم ان کو چھپاؤ اور فقراء کو دے دو تو وہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے وہ تم سے تمہاری برائیاں مٹا دیں گے اور اللہ تمہارے عملوں کی خبر رکھتے ہیں''۔ (البقرۃ)

وان تبدوا الصدقات اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو تو یہ ظاہر کرنا بہت اچھی چیز ہے: ''وان تخفوها'' اگر چھپا کر دو: ''فهو خير لكم وہ چھپانا تمہارے لئے بہتر ہے بیہ آیت ہر صدقے کے لیے عام ہے لیکن ابن عباس کہتے ہیں نفلی صدقے کو مخفی رکھنا افضل ہے بعض نے ستر گنا زیادہ ثواب بتلایا اور فرضی صدقہ علانیہ ۲۵ گنا چھپا کر دینے سے افضل ہے۔

''ویکفر عنکم من سیاتکم اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری غلطیاں مٹا دیں گے۔ ② مخفی دینا تم سے تمہاری غلطیاں مٹا دے گا۔ اس میں اسناد مجازی ہے جنہوں نے جزم سے پڑھا انہوں نے جواب شرط کے محل پر عطف کیا ہے: ''من'' تبعیضیہ ہو تو کچھ غلطیاں مٹائیں گے۔ ② اور بیانیہ ہو تو نفس سیآت مٹا دیں گے: ''واللہ بما تعملون خبیر'' اللہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتے ہیں اس سے کچھ چھپا ہوا نہیں اس میں چھپانے کی ترغیب ہے کہ چھپا کر دو گے اسے خبر ہے دنیا کو بیشک خبر نہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾

[آل عمران:۹۲]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''ہرگز تم کمال نیکی کو نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ اس چیز کو خرچ نہ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو اور جو چیز بھی تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے''۔ (آل عمران)

البرّ سے جنت یا تقویٰ یا کمال خیر: ''حتی تنفقوا مما تحبون'' یعنی اس کا بعض حصہ اس سے مراد۔ ① زکاۃ دینا۔ ② سنت صدقہ دوسرے قول کی تائید صحابہ کرام کے اس عمل سے ہوتی ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت بہت سے صحابہ نے اپنی زمینیں صدقہ میں دیں اور بہت سے غلام آزاد کیے مطلب یہ ہے تم کمال نیکی اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اس حال میں خرچ نہ کرو کہ تم صحت مند ہو اور مال کو جمع میں حریص ہو۔

وما تنفقوا من شيء فان الله به عليم: وہ جانتے ہیں تمہیں اس کے مطابق بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

وَالْاٰيَاتُ فِي فَضْلِ الْاِنْفَاقِ فِي الطَّاعَاتِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

نیکی کے راستے میں خرچ کرنے کے متعلق آیات کریمہ بہت معروف ہیں۔

اس سلسلہ میں بہت سی آیات انفاق کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ چند پر اکتفاء کیا گیا۔

۵۷۱ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ — وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ قَرِيْبًا۔

۵۷۱: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کے بارے میں رشک کرنا جائز ہے: ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا اور پھر اس کو حق کے راستے میں خرچ کرنے پر لگا دیا اور دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ نے حکمت و سمجھ عنایت فرمائی۔ اس کے علاوہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم) اس کی تشریح قریب گزر چکی ہے۔

## روایت

لاحسد پسندیدہ رشک مراد ہے حسد تو سخت ممنوع ہے: "الافی اثنین" یعنی دو خصلتوں میں۔ ② دو خصلتوں والے انسانوں میں ان میں سے پہلی صورت میں مضاف مقدر ہے۔ رجل سے پہلے۔ یہ اصل میں مرفوع ہے اور مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ ای هما خصلتان: رجل ورجل مضاف کو حذف کر کے رجل کو اس کے قائم مقام لائے اس سے رجل مرفوع ہو گیا: "رجل اتاه الله مالا اتاه یہ اعطاء کے معنی میں ہے ایسے طریقے سے دیا ہو کہ اس کے بعد اس میں کوئی گناہ نہ ہو۔ حلال و جائز ذرائع سے ملا ہو۔ ورنہ حرام کا صدقہ بھی حرام ہے وہ نہ خود قابل رشک نہ اس کا صدقہ۔

فسلطه علي هلتكه وہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کی ذات و مرضات کے لیے صرف کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں باقی رکھنے والا ہے بذات خود مال کو خرچ و تلف کرنے والا ہے: "في الحق" یہ: هلكته" سے متعلق ہے درست راہ پر خرچ کرتا ہے: "ورجل آتاه الله حكمة فهو يقضي بها ويعلمها" حکمت کے متعلق دو تفسیریں علم اور قرآن دونوں روایت میں وارد ہیں اور سنت بھی مراد ہو سکتی ہے وہ قرآن سے الگ نہیں بلکہ اس کی تفسیر ہے۔ پہلا قول بہتر ہے۔ جب اس سے فیصلہ کرایا جائے تو وہ علم کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ جس طرح مال کا شکریہ اس کو طاعات میں صرف کرنا ہے اسی طرح علم کا شکریہ اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیم دینا ہے۔ باب فضل الکرم والجود میں تفصیل ملاحظہ ہو

**تخریج**: أخرجه أحمد (٢/٣٦٥٢) والبخاري ٢٤١٧)

**الفوائد**: رشک صفات محمودہ پر قابل رشک ہے۔ رشک کی ترغیب سے حسد کی مذمت خود ظاہر ہو گی۔

۵۷۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَالَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"الْاٰنَاءُ" السَّاعَاتُ۔

۵۷۲: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رشک دو آدمیوں کے بارے میں جائز ہے ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے قرآن دیا ہو۔ پس وہ اس کے ساتھ رات اور دن کی گھڑیوں میں قیام کرتا ہے یعنی تلاوت اور اس پر عمل کرتا ہے دوسرے نمبر پر وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا اور وہ اس کو دن رات کے اوقات میں خرچ کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اَلْآنَاءِ: اوقات۔

**تشریح** ۞ **لا حسد** رشک دو آدمیوں کے متعلق جائز ہے ان رشک کرنے والوں کا ثواب حسن تصرف کی وجہ سے کرنے والوں کی طرح ہوگا: "**رجل اتاه الله القرآن**" یہاں قرآن مجید جو کہ اشرف ہے مقدم کیا گیا۔ گویا اعلیٰ واشرف سے شریف کی طرف نزول کیا اور پہلے باب میں مال کی تقدم علی سبیل الترقی ہے۔ یا قرآن مجید پر آمادہ کرنے کے لیے پہلے مال کو مقدم کیا گویا جس کے لیے بات مناسب تھی اس کو برموقعہ مقدم کر دیا۔ ④ تعبیر میں تفنن اور چاشنی کے لیے اس طرح کیا اور یہاں قرآن مجید کو مقدم کیا جو کہ تمام علوم کا منبع' معدن' اصل ہے اور وہ اس کے لائق ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**ما فرطنا فی الکتاب من شیء**" اور دوسری آیت میں فرمایا: "**والکتاب المبین**" معمول کا حذف بتلا رہا ہے کہ ہر شرعی ضرورت کو وہ پورا کرنے والا ہے اور حکمت سے شرعی ضرورت ہی مراد ہے لوگوں کو اپنے معاش و معاد میں اسی اصل کی طرف رجوع کرنا ہے: "**فهو يقوم به**" وہ اپنی نماز میں قیام کرتا اور اس میں اس کی تلاوت کرتا ہے: "**آناء الليل و آناء النهار**" یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہیں اور مضاف آناء کا دوبارہ لانا اس وہم کو دور کرنے کے لیے ہے کہ مراد دونوں کے مجموعی اوقات انفرادی طور پر ہر ایک کے اوقات نہیں۔ ③ قیام سے: "**مداومت علی التلاوة**" مراد ہو سکتی ہے فقط نماز کی تلاوت مراد نہ ہوگی: "**ورجل آتاه الله مالا**" مال کو تعظیم کے لیے نکرہ لائے جیسا کہ قول دلالت کرتا ہے: "**فهو ينفقه آناء الليل و آناء النهار**" ④ ممکن ہے کہ قلیل و کثیر مال کو شامل کرنے کے لیے نکرہ لائے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما اتاه الله لا يكلف الله نفسا الا ما آتاها الايه**" کہ خوش حال اپنی حیثیت اور تنگ دست اپنی حیثیت سے خرچ کرے: "**اناء کا واحد انی ہے بروزن: "قنو و دلو انی" آنا ہے** (واحدی)۔ یہ فتحہ و کسرہ اور مد و قصر دونوں طرح مستعمل ہے۔

**تخریج**: مسلم۔

**الفوائد**: جس کو علم قرآن' مال حلال مل جائیں اور وہ ان کے حقوق کے مطابق ان میں عمل پیرا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مرتبے والا ہے۔

۵۷۳: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ ' فَقَالَ : "وَمَا ذَاكَ؟" فَقَالُوْا: يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّیْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَيُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَفَلَا

اُعَلِّمُکُمْ شَیْئًا تُدْرِکُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَکُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَکُمْ وَلَا یَکُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: "تُسَبِّحُوْنَ وَتُکَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِیْنَ مَرَّةً" فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا: سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ﴾ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ – وَهٰذَا لَفْظُ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ۔

"اَلدُّثُوْرُ" اَلْاَمْوَالُ الْکَثِیْرَةُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۵۷۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء ومہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہنے لگے۔ مال والے لوگ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا وہ کیسے؟ انہوں نے عرض کیا وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں۔ وہ روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں۔ وہ صدقہ کرتے ہیں ہم صدقہ نہیں کرتے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم غلام آزاد نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ سکھادوں جس سے تم اپنے لیے آگے جانے والوں کو پالو اور اپنے بعد والوں سے آگے سبقت کر جاؤ اور تم سے کوئی بھی زیادہ فضیلت والا نہ ہو مگر وہ شخص جو کرے جس طرح تم نے کیا۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر کہا کرو۔ پھر فقراء مہاجرین رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ ہمارے مال والے بھائیوں نے سن لیا جو ہم نے کیا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اسی طرح کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے وہ عنایت فرمائے۔ (بخاری ومسلم)

اَلدُّثُوْرُ: کثیر مال۔

**تشریح** ۞ ان فقراء المهاجرین قالوا' قال مقدر ماننے سے ان بالکسر ہوگا ورنہ ان آئے گا۔ فقراء کی اضافت: "اضافة الصفة الی الموصوف ہے: "المهاجرون الفقراء قالوا یعنی انہوں نے رشک اور افسوس سے کہا کہ ہمیں مال میسر نہیں کہ خرچ کریں: "زهب اهل الدثور بالدرجات العلا" با تعدیہ کے لیے ہے یعنی لے گئے ابن عطیہ کہتے ہیں درجات علا سے قرب الٰہی کے بلند درجات مراد ہیں: "دثور یہ: "دثر کی جمع ہے جیسا: "فلوس فلس کی اور واحد تثنیہ وجمع پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (النہایہ): "والنعیم المقیم" جنت کی نعمتیں جو ختم نہ ہونے والی ہیں: "فقال وماذاك" یہ استفہام اس بات کو دریافت کرنے کے لیے ہے جس کی وجہ سے انہوں نے کہا: "فازوالبزلك دنیا رعقبیٰ ولم یتد کو امنه للفقراء شیئًا" جیسا کہ سیاق یہی چاہتا ہے اور اس سوال کی اہمیت کے لیے آپ ﷺ نے اشارہ: "ذاك بعید" استعمال فرمایا جیسا کہ اس ارشاد میں: "تلك آیات الکتاب المبین" میں اس بناء پر کہ مشار الیہ حروف مقطعات ہیں جو سورتوں کی ابتداء میں آتے ہیں: "تلك آیا ففالو ایصلون کما نصلی" ما کافہ ہے اور جملہ فعلیہ پر آیا ہے۔ مضمون جملہ کو مضمون جملہ کے ساتھ مشابہت کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔ ② ما مصدریہ ہے یعنی: "کصلاتنا" ③ موصولہ ہے اس کی

مثل جو ہم پڑھتے ہیں: "ویصومون کما نصوم" یعنی وہ عبادات بدنیہ میں ہمارے مساوی و مماثل ہیں اور عبادات مالیہ میں ہم سے زائد ہیں اس پر ان کا یہ قول دلالت کرتا ہے: "ویتصدقون و لا نتصدق ویعتقون و لا نعتق" یعنی اس بات میں وہ ہم سے فوقیت لے جانے والے ہیں اس لئے کہ ہمارے پاس تو مال و غلام نہیں کہ ہم صدقہ کر سکیں: "افلا اعلمکم" کیا میں تم کو یونہی چھوڑ دوں پس میں نہ سکھلا دوں یعنی میں تمہیں اس حالت میں نہ چھوڑونگا بلکہ ضرور سکھلاؤں گا: "شیئا تدرکون به من سبقکم و تسبقون به من بعد کم" ایک ایسی عظیم چیز جس نے اپنے سے پہلے والوں کے بلند مراتب کو پالوگے اور بعد والوں سے رتبے میں آگے بڑھ جاؤ گے: "سبقکم" بلند مراتب میں سبقت یا پہلی امتوں کے مؤمنوں سے سبقت: "من بعد کم" سے جو مرتبہ میں تم سے بعد ہیں۔ ② مرتبہ میں تم سے کم ہیں۔ ③ جو زمانہ میں تمہارے بعد ہیں۔

"و لا یکون احدافضل منکم الامن صنع مثل ما صنعتم" اس میں استثناء منقطع ہے۔ یعنی جس نے اسی طرح کا کام کیا جیسا تم نے کیا تو اس سے تم سبقت نہ لے جاسکو گے اور نہ اس سے کوئی بازی لے جاسکتا ہے۔ جیسا کہ تم پر کوئی بازی نہیں لے جاسکتا: "قالوابلی یا رسول اللہ" یعنی اس کا سیکھنا ہمارا مقصود ہے تاکہ سبقت کرنے والوں سے جا ملیں اور بعد والوں سے سبقت کی فضیلت جمع کر لیں: "یا رسول" اس بات کی تحریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے بندوں پر رحم فرمایا اور یہ تعلیم بھی اسی کا حصہ ہے۔

**اللغات**: "قال تسبحون و تکبرون" فعل کو مکرر ظاہر کرنے کے لیے مضاعف لایا گیا: "دبر" پیچھے اور بعد کے معنی میں آتا ہے: "کل صلاۃ" فرضی نمازیں مراد ہیں جیسا کہ صراحۃ روایت میں وارد ہے۔

دبر ظرف کے متعلق دو فعلوں نے تنازعہ کیا: "ثلاثا و ثلاثین" یہ مفعولیت کی وجہ سے منصوب ہیں: "فرجع" اس کا عطف محذوف پر ہے جیسا کہ سیاق کی دلالت ہے: "ای فذھب فقراء المهاجرین بما علمهم رسول الله فعلمه الدغنیاء فعملو ابه وشارکو هم فیه کخیره من العبادات البدنیه فرجع" فقراء مہاجرین نے اس وظیفے کو اپنالیا تو اغنیاء نے سن کر انہوں نے بھی اپنالیا۔ اس پر فقراء واپس آ کر عرض کرنے لگے۔ اس لیے کہ ان کو وہ چیز فوت ہوتی نظر آتی جس سے ان کو اغنیاء پر ترجیح ملتی تھی اور ان کی مالی خیرات والی فضیلت میں شرکت ہی نہیں بلکہ سبقت مل جاتی تھی: "فقالو ا سمع اخواننا اهل الاموال" یہ: "دثور" کی تفسیر ہے جو ابتداء روایت میں مذکور ہے: "ما فعلنا" وہ عظیم فضیلت والا عمل آپ نے سکھایا: "ففعلوا مثله" اس کو اختیار کر کے ہمارے برابر ہو گئے۔ بلکہ مالی عمل کے لحاظ سے بڑھ گئے تو معاملہ پھر لوٹ کر اسی شکایت تک پہنچ گیا۔

"فقال رسول اللہ ﷺ ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء" یہ ثواب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس کو چاہئے وہ دے دے خواہ فقیر ہو یا غنی۔ ① ممکن ہے اس سے بلند مراتب مراد ہوں جن کا تذکرہ پہلے ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مرتبہ دیا اور ان سے خاص کر دیا۔ پس ان کے ساتھ دوسروں کو مشارکت کی کوئی راہ نہیں۔ ② اس پر ملنے والا ثواب یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اس کی مرضی ہے خواہ اس سے فقراء کو خاص کر دے۔ مالداروں کے کر لینے سے فقراء کی مساوات لازم نہیں۔ مطلب یہ ہے اس چیز میں ان کے شریک ہونے سے تمہارے سلسلہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پہلا قول ان علماء کا ہے جنہوں نے غنی شاکر کو افضل قرار دیا اور دوسرا قول ان کا ہے جنہوں نے فقیر صابر کو افضل جانا۔

فرق روایت: بخاری میں تسبیح وتکبیر وتحمید دس دس مرتبہ مذکور ہے اور اس میں فقراء مہاجرین کے رجوع کا تذکرہ نہیں ہے

**تخریج**: بخاری، مسلم، نسائی، عمل الیوم واللیلہ ١٤٦، ابو عوانہ ٢/٢٤٨، ابن حبان ٢٠١٤، بیہقی ٢/١٨٦۔

**الفوائد**: ① درجات عالیہ کے حصول کے لئے مسابقت کرنے چاہیئے۔ ② بسا اوقات آسان عمل کا بدلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مشکل ترین عمل کے برابر مل جاتا ہے۔ ③ نمازوں کے بعد ذکر بڑی فضیلت کا باعث ہے۔ ④ بعض اوقات کمزور وکوتاہ عمل متعدی اعمال کے برابر ہو جاتا ہے۔ ⑤ مال ودولت اور عبادت وریاضت مل جائیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے عظیم الشان درجات مل جاتے ہیں جب کہ مال وعبادت دونوں اپنی مقررہ شرائط کے مطابق ہوں۔

# ٦٥: ذِكْرِ الْمَوْتِ وَقَصْرِ الْأَمَلِ

## بَابٌ: موت کی یاد اور تمناؤں میں کمی

الموت اکثر نے موت کو وجودی چیز تسلیم کیا ہے۔ یہ وہ عرض ہے جو حیات کے متضاد ہے۔ کمزور قول یہ ہے کہ یہ عدمی چیز ہے یعنی جس کی حالت حیات والی ہونی چاہیئے اس میں حیات کا نہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کی وضاحت کر رہا ہے: ﴿خلق الموت﴾ یعنی اس کا اندازہ کیا۔ قصر الامل قصر کوتاہ کرنا۔ امل وہ امید جو نفس کی پسند ہو۔ ابن جوزیؒ کہتے ہیں امید لگانا لوگوں کے لئے قابل مذمت ہے۔ علماء کے لئے قابل مذمت نہیں اگر امید نہ ہوتی تو علماء تالیف وتصنیف نہ کرتے۔ امید کی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ [آل عمران:١٨٥]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے بے شک تمہیں قیامت کے دن پورا پورا اجر دیا جائے گا پس جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے''۔ (آل عمران)

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾ [لقمان:٣٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''کسی نفس کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کمائے گا اور نہ ہی یہ کسی نفس کو معلوم ہے کہ کس زمین میں اس کی موت آئے گی''۔ (لقمان)

وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ [الاعراف:٣٤]

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''جب ان کا وقت مقررہ آ جاتا ہے تو ایک گھڑی بھی اس سے نہ آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں''۔ (الاعراف)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [المنافقون:۹-۱۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا پس وہی نقصان اٹھانے والا ہے اور تم خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو رزق دیا۔ اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی ایک کو موت آئے اور یوں کہنے لگے کہ اے میرے رب تو نے مجھے کیوں نہ مہلت دی۔ قریب وقت کے لئے کہ میں صدقہ کر لیتا اور نیکوں میں سے بن جاتا۔ ہرگز اللہ تعالیٰ مہلت نہیں دیں گے کسی نفس کو بھی جب کہ اس کا وقت مقرر آ جائے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے''۔ (المنافقون)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ، فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ، فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ، وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ؟﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ؟ قَالُوْا : لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ قَالَ : اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ، اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ [المومنون ۹۹:۱۱۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''یہاں تک کہ ان میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب تو مجھے واپس کر دے تا کہ میں نیک اعمال کروں اس زندگی میں جس کو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز ایسا نہیں بے شک وہ ایک بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے برزخ ہے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک۔ پس جب صور میں پھونک ماردی جائے گی تو اس دن ان میں کوئی رشتہ دار نہیں رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کر سکیں گے۔ پس وہ شخص جس کے میزان بھاری ہوئے پس وہی کامیاب ہونے والا ہے اور وہ شخص جس کے میزان ہلکے ہوئے پس وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے

آپ کو خسارے میں ڈالا وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ آگ ان کے چہروں کو جھلس ڈالے گی اور وہ اس میں بدشکل ہو جائیں گے۔ کیا میری آیات تم پر نہ پڑھی جاتی تھیں کہ تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿کَمْ.....﴾ کہ تم کتنا عرصہ زمین میں ٹھہرے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں آپ گنتی کرنے والوں سے پوچھ لیں۔ اللہ فرمائیں گے تم واقعتاً تھوڑا ٹھہرے ہو کاش کہ تم اس کو جان لیتے۔ کیا تم نے یہ گمان کرلیا تھا کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس واپس نہیں لوٹائے جاؤ گے"۔ (المؤمنون)

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ [الحدید:۱٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"کہ کیا ایمان والوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کیلئے جھک پڑیں اور جو کچھ حق اللہ نے نازل فرمایا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ بن جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی۔ پس ان پر زمانہ طویل ہو گیا پھر ان کے دل سخت ہو گئے اور بہت سارے ان میں سے فاسق ہیں۔ (الحدید)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

آیات اس سلسلے کی بہت اور معروف ہیں۔

## الآیات

**ذائقة الموت** اس سے مراد مقدمات موت کی تکلیف اور سکرات والی حالت ہے۔ یہ مصدق کے لئے جہاں وعدہ ہے وہاں مکذب کے لئے وعید ہے۔

**انما توفون اجورکم** تمہیں تمہارے اعمال خواہ خیر ہوں یا شر پورا پورا بدلہ ملے گا۔

**یوم القیامة** اس لئے کہ عاملین کو دنیا میں کئے جانے والے اعمال کا اس دن بدلہ ملے گا۔

**فمن زحزح عن النار وادخل الجنة** یہ تصریح کی طرح ہے کیونکہ آگ سے دوری خود جنت میں داخلے کا نام ہے۔ ان کے درمیان کوئی چیز واسطہ نہیں۔

**فقد فاز** یہ فوز سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی مراد و مقصود کو پالینا ہے۔

**وما الحیاة الدنیا الامتاع الغرور** حیات دنیا سے دنیا کی زیب و زینت مراد ہے۔ **متاع الغرور** جس طرح خریدار کو ملمع سازی کر کے کوئی سامان خریداری کے لئے پیش کیا جاتا ہے اور وہ اسے خرید لیتا ہے۔ بالکل اسی طرح دنیا کو ترجیح دینے والے اور اسی کی وجہ سے دھوکا میں پڑنے والے کا حال یہی ہے۔

**ان اللہ عندہ علم الساعة...... وما تدری نفس ماذا** ماذا یہ ای شئی کے معنی میں ہے خواہ خیر ہو یا شر۔ **تکسب غدا** اس جملے کا عطف جملے پر کیا گیا ہے۔ اس میں انتہائی بلیغ انداز سے اس بات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کیا گیا کہ کل کیا ہو گا یہ

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور کس زمین پر اس کی موت ہوگی یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ جب اس کی یہ شان ان چیزوں کے معاملے میں ہے تو دوسری چیزوں کے متعلق اس کے علم وقدرت کا خود اندازہ کرلو۔

اجل سے مراد عمر کے اختتام کا وقت۔ لا یستاخرون ساعة و لا یستقدمون یعنی ان کو ذرہ بھر مہلت نہ دی جائے گی۔ وقت پر موت آئے گی۔

یایھا الذین امنوا لا تلھکم الایة آیت میں ذکر اللّٰہ سے مراد پانچوں نمازیں اور دیگر عبادات اصل مقصد مال واولاد میں بہت منہمک ہونے سے ممانعت کرنا ہے۔ ومن یفعل ذالك جو مال واولاد میں مشغول ہوگیا۔ فاولئك ھم الخاسرون وہ لوگ نقصان میں اس لئے ہیں کہ انہوں نے فانی کو باقی اور جلد ملنے والی کو ہمیشہ رہنے والی پر ترجیح دی۔ وانفقوا مما رزقنکم یہاں انفاق سے جمہور مفسرین نے زکاۃ مراد لی ہے۔ بعض نے ہر فرض ومستحب خرچ میں آیت کو عام قرار دیا ہے۔ من قبل ان یاتی احدکم الموت یہاں موت آنے سے علامت موت اور اس کی ادائیگی حالت مراد ہے۔ اخرتنی تاخیر کا مطلب واپس لوٹنے اور مہلت کا مطالبہ ہے۔ اجل قریب سے معمولی سا اور زمانہ مراد ہے۔ ابن عطیہ تحریر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس زمانے کو آنے والے کی وجہ سے قریب قرار دیا یا پھر اس لئے قریب کہا کہ مطالبہ کرنے والے نے اس کے متعلق تمنا ظاہر کی تا کہ وہ اس میں صرف اعمال صالحہ اختیار کرلے۔ ان حالات میں تو زندگی اور اس کی بہاروں کے لئے طویل وعریض امید ہو ہی نہیں سکتی۔ فاصدق یعنی میں صدقہ کروں۔

النحو: یہ جواب طلب میں ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

واکن من الصالحین تا کہ تدارک مامات کر کے میں صالحین سے ہو جاؤں۔ ہر مجرم جب قریب المرگ ہوتا ہے تو تدارک کے لئے مہلت کا طالب بنتا ہے۔

جمہور تواکن کو مجزوم مانتے ہیں زمخشری نے فاصدق کے محل پر عطف قرار دیا اور خلیل نے اس میں توہم شرط کی وجہ سے جزم مانا ہے۔

عطف موضع اور عطف کا فرق عطف میں حرف شرط موجود ہوتا اور تو ہم اثر موجود ہوتا ہے مگر حرف شرط مفقود ہوتا ہے۔ والن یوخر اللّٰہ اعمال صالحہ کی خاطر مسابقت پر آمادہ کیا گیا ہے۔ واللّٰہ خبیر یہ وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اچھے برے اعمال کا حساب لیں گے۔ ان سے تمہاری کوئی حالت مخفی نہیں ہے۔

حتی اذا جاء احدھم الموت الایة یہ یصفون ① جو ماقبل مذکور ہے اس سے متعلق ہے۔ درمیان میں جملہ معترضہ ہے تا کہ استعاذہ کا اہتمام کیا جائے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ لا یزالون علی سوء الذکر الی ان جاء احدھم الموت الخ وہ اس غلط بات پر قائم رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کی موت کا وقت آن پہنچتا ہے۔

ابن عطیہ کا قول ② یہ محذوف کلام کی غایت ہے۔ تقدیر یہ ہے فلا اکون کا الکفار الذین یھمزھم الشیاطن ویحرونھم حتی اذا جاء الایة میں ان کفار کی طرح نہ ہوں گا کہ جن کو شیاطین یہاں تک بہکاتے اور اغواء کرتے ہیں کہ ان کی موت کا حسرتناک وقت آجاتا ہے تو وہ یہ کہنے لگتا ہے......

ابن عطیہ نے اس کو جملہ ابتدائیہ قرار دیا اور اسی کو راجح کہا۔

قال رب ارجعون واؤ تعظیم مخاطب کے لئے لائی گئی ہے۔بعض نے کہا جمع کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ وہ ارجعنی ارجعنی بار بار کہے گا۔ابن عطیہ کہتے ہیں پہلے اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کیا۔پھر فرشتوں کو خطاب کر کے کہا ارجعون تم مجھے واپس دنیا میں لوٹا دو۔لعلي اعمل صالحا فيما تركت یعنی جس چیز کو میں نے ایمان میں سے چھوڑا شاید اس کو قبول کر کے میں اس میں کچھ نیک عمل کرلوں یا جس مال کو میں نے چھوڑا اسے درست مقام پر صرف کروں یا جس دنیا کو میں نے چھوڑا اس میں لوٹانے پر نیکیاں کمالوں۔

كلا انها كلمة هو قائلها کلا یہ ردع واستبعاد کے لئے آتا ہے۔① یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ② موت کو سامنے دیکھنے والے کا مقولہ ہے جو شرمندگی اور حسرت سے وہ اپنے آپ کو خطاب کر کے کہتا ہے۔انها یہ دوبارہ لوٹنے والی بات بس کہنے کی ایک بات ہے۔جس کو وہ حسرت کے طاری ہونے پر لامحالہ کہتا ہے۔ابن عطیہ کہتے ہیں ① یہ اس حالت کے آنے کی تاکیدی اطلاع ہے۔② مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے۔اس بات سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا خواہ کتنا واویلا کرے۔نہ اس کی فریاد رسی کی جائے گی اور اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے لو ردوا العادو اکہ اگر ان کو واپس کردیں تو یہ دنیا میں وہی کچھ کریں گے جو پہلے کرتے رہے۔تو گویا اس میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔صفوی کا قول یہ ردع کی علت ہے' تم باز آ جاؤ' تمہارا وعدہ عمل صالح کا ہے اگر تم وعدہ کی طرف فقط رجوع کرو تو اس کے حق کو پورا نہیں کر سکتے۔من ورائهم برزخ الى يوم يبعثون لوٹنے کے درمیان صرف ایک آڑ ہے جو ان کے آگے باقی ہے۔الى يوم يبعثون کہہ کر ان کو مکمل طور پر مایوس کر دیا کیونکہ یہ بات تو جانی پہچانی ہے کہ بعث کے دن دنیا کی طرف لوٹنا نہیں تو اس سے یہ خود ثابت ہوگیا کہ دنیا کی طرف قطعاً لوٹنا نہیں۔فاذا نفخ في الصور صور قرنا کو کہتے ہیں بعض نے اس کو صورۃ کی جمع کہا۔قاضی بیضاوی نے اسی کی حمایت کی ہے۔(مگر روایت میں وضاحت آنے کے بعد اس تاویل کی ضرورت نہیں مترجم) یہاں آخری نفخہ مراد ہے۔فلا انساب بينهم یعنی نسب کا فائدہ نہ ہوگا۔يومئذ ولا يتساءلون جیسا دنیا میں کرتے ہیں بلکہ اس دن اگر کسی قریبی کے ذمہ حق نکلے گا تو وہ اس سے وصول کرنے میں خوشی محسوس کرے گا۔خواہ باپ بیٹے کا ہو۔گویا لحاظ قطعاً نہ ہوگا۔يتساءلون یعنی کوئی گہرا قریبی دوست دوسرے دوست کو نہ پوچھے گا اور فاقبل بعضهم على بعض يتساءلون الایتوہ دوسرے موقف محاسبہ کی بات ہے اور اس آیت میں نفخہ کی کیفیت مذکور ہے۔② وہ داخلہ جنت کے بعد کی بات ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا كل سبب و نسب ينقطع يوم القيامة الاسببي ونسبي میرا نسبی تعلق اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔

فمن ثقلت موازينه یعنی اس کے نہ عقائد درست نہ اعمال موجود کہ جن سے میزان عمل وزنی ہو۔فاولئك الذين خسروا انفسهم وہ اس طرح کہ انہوں نے اپنی استعداد کو ضائع کر دیا۔موازین جمع موزون ہے اور وہ اعمال ہیں۔وزن کا مطلب عادت وعرف کے مطابق ان پر اتمام حجت اور قیام عدل ہے۔

کافر کے اعمال کی دو صورتیں ہیں ① اس کا کفر ایک پلڑے میں ہوگا دوسری طرف کوئی چیز نہ ہوگی۔② دوسرے پلڑے میں اس کا نیک عمل اور صلہ رحمی اور دیگر احسانات رکھے جائیں گے وہ کفر کے بالکل ہلکے ہوں گے۔

في جهنم خالدون ① یہ خسروا انفسهم کا بدل ہے اس کا محل اعراب نہیں کیونکہ مبدل منہ وہ صلہ ہے جس کا خود محل اعراب نہیں۔② یہ دوسری خبر ہے۔③ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔(والنہر) ظاہر قول یہ ہے یہ اولئك کی خبر ہے۔خالدون

دوسری خبر ہے اور فی جہنم اس کے متعلق ہے۔ تلفح وجوھھم النار وھم فیھا کالحون لفح جھلسنا 'کالح تیوری چڑھانا۔ یہاں جسم کے اعلیٰ حصے کو لفح کے لئے خاص کیا کیونکہ تمام بدن کی بنسبت انسان اس کی زیادہ حفاظت کرتا ہے۔ جب وہ جھلسے گا تو دوسرے جسم کا کیا ذکر ہے۔ (اعاذنا اللہ منہا) جب جھلسنے کا تذکرہ ہو تو چہرے کے ساتھ خاص چیز کلوح تر شروئی تذکرہ فرمایا۔ اس کی بدصورتی کا حال یہ ہوگا کہ اوپر والا ہونٹ سر تک پہنچے گا اور نیچے والا لٹک کر سینے پر آ جائے گا بلکہ ناف تک ڈھانپ لے گا۔ جیسا ترمذی کی مرفوع روایت میں ہے۔ الم تکن آیاتی تتلی علیکم انہیں کہہ جائے گا۔ کیا میری آیات تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں۔ شقوتنا یعنی بدحالی۔ ضالین یعنی راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے۔ فان عدنا آپ کی ناپسند کی طرف لوٹ کر گئے۔ اخسئوا فیہ ذلیل اور دور رہو۔ یہ کتوں کو دھتکارنے کے لئے آتا ہے۔ ولا تکلمون تم عذاب کو دور کرنے کے لئے بات بھی مت کرو۔ ② بالکل بات ہی نہ کرو۔ بعض سلف کہتے ہیں اس کے بعد وہ زفیر وشہیق اور بھونک میں مبتلا رہیں گے۔

انہ کان فریق من عبادی...... ہ ضمیر شان ہے۔ ابن عطیہ کہتے ہیں عبادی سے کمزور مومن مراد ہیں۔ اگر شان نزول صہیب' بلال وعمار رضی اللہ عنہما وغیرہ کے متعلق ہو مگر یہ عموم کے لحاظ سے قیامت تک ان کے سچے پیروں کو شامل ہے۔ فاتخذتموھم سخریا سخر یہ سین کے ضمہ وکسرہ کے ساتھ آتا ہے۔ اس کا معنی استہزاء ہے۔ ی نسبت مبالغہ کے لئے لائی گئی ہے۔ حتی انسوکم ذکری یہاں دوسرے فریق کی طرف بھلانے کی نسبت کی گئی ہے کیونکہ وہ سبب تھے۔ مطلب یہ ہے مسلمانوں کا مذاق اڑانے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ اپنے لئے آخرت کی فائدہ مند چیزوں کو بھلا بیٹھے۔ بما صبروا ان کے ایذائیں برداشت کرنے پر صبر کی وجہ سے ان کو آج بدلہ دیا گیا۔ انھم ھم الفائزون یہ جزیت کا مفعول ثانی ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔ الفائز امید کی غایت کو پانے والا۔ فوز اصل ہلاکت سے بچ کر نعمت پانا۔ قال کم لبثتم فی الارض عدد سنین ① اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ ② سوال کے لئے مقررہ فرشتہ کہے گا۔ تم نے زمین پر کتنی زندگی گزاری۔

عدد سنین یہ کم کی تمیز ہے۔ ① ان کو بتلانے کے لئے سوال ہوگا۔ ② وہ عذاب کی ہولناکی سے سب کچھ بھول جائیں تو یہ سوال ہوگا۔ قالوا لبثنا یوما۔ ابن عطیہ کہتے ہیں ان کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ ان کی قلیل عمروں نے طویل عذاب میں ڈال دیا۔ ② زمین میں مردہ رہنے کی مدت کے متعلق سوال کیا گیا ہے جمہور کا یہی قول ہے۔ ابن عطیہ نے اسی کو ترجیح دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے بعث بعد الموت کا انکار کیا۔ وہ اٹھنے کے قائل نہ تھے۔ جب وہ اسی مٹی سے اٹھیں گے تو انہیں کہا جائے گا۔ تم زمین میں کتنا عرصہ مردہ ہونے کی حالت میں رہے۔ فاسأل العادین ان سے آپ پوچھیں ان کو کتنی قدرت ہے۔ ہمیں تو اس حال میں گنتی کی قدرت نہیں ہے۔ عادین ملائکہ حفظہ مراد ہیں۔

قال ان لبثتم فرض کرو کہ اپنے ٹھہرنے کی مدت تمہیں معلوم بھی ہو جائے پھر بھی تھوڑا سا عرصہ دنیا میں رہے ہو۔

افحسبتم ...... عبثاً عبث بے فائدہ۔

یہ حال ہے یا مفعول لہ ہے۔ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ انکم الینا کا عطف پہلے انما پر ہے۔

الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم الایۃ۔ یأن یہ انی یانی سے قریب آنے کے معنی میں آتا ہے۔ ان تخشع قلوبھم یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کے وقت دلوں کے خشوع کا وقت نہیں آیا۔ ② اللہ تعالیٰ کے ذکر ونصیحت اور قرآن سن کر خشوع

قلب کا وقت نہیں آیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نزول قرآن کے تیرہ سال بعد اس آیت سے مسلمانوں کو جھنجوڑا گیا ہے۔ کسی نے ابن مبارک سے نقل کیا میں نے بجانے کے لئے باجا ہلایا تو اس سے یہ آیت پڑھنے کی آواز آئی۔ آن وقت باجے کو توڑ کر توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی توفیق خشوع کا عظیم الشان مقام عنایت فرمایا۔ خشوع اور اخبات اس حالت کو کہتے ہیں جب یہ دل میں پائی جائے تو اس کا اثر جوارح و اعضاء پر بھی معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے دل کو اوّل مرکز کی وجہ سے یہاں ذکر کیا۔

ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ اس میں اہل کتاب کی مماثلت سے ممانعت پائی جاتی ہے۔ اس میں صنعت التفات ہے۔

الامد ان کے اور انبیاء علیہم کا مابین زمانہ۔ فقست قلوبھم ان کے دل سخت ہو کر ان سے بھلائی جاتی رہی اور طاعات کی طرف جھکاؤ نایاب ہو گیا۔ ان کو گناہوں میں سکون آنے لگا اور آباء کی منقولہ چیزیں کرنے لگے۔ فاسقون فاسق دین سے نکلنے والے کو کہتے ہیں۔

**فوائد:** اس سلسلہ میں بہت سی آیات آئی ہیں۔ خوش نصیب کو ایک بھی کافی ہے اور احمق کو ہزار نصائح بیکار ہیں۔

## روایات

۵۷۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكِبِيْ فَقَالَ "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ ، وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَآءَ ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۷۴ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا کہ تو دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو ناواقف یا مسافر ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب تم صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو اور اپنی صحت میں سے بیماری کے لئے اور اپنی زندگی ہی سے موت کے لئے حصہ لے لو یعنی تیاری کر لو۔ (بخاری)

اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنکبی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشغولیت سے خبردار کرتے ہوئے بات کی طرف زیادہ توجہ کے لئے یہ انداز اختیار فرمایا۔ یہ فعل سے متنبہ فرمانا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں قول سے خبردار فرمایا: الا انبئکم بخیر اعمالکم دونوں کندھوں سے پکڑنے کا مقصد خوب متوجہ فرمانا تھا۔ منکبی یہ مفرد اور تثنیہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ مفرد بہتر ہے۔

کانک غریب یعنی دنیا کا سامان اور زینت اشیاء زیادہ مت اکٹھی کرو جیسا کہ مسافر بوجھل چیز نہیں اٹھاتا۔ بقول شاعر۔

القی الصحیفۃ کی یخفف رحلہ ☆ والزاد حتی نعلہ القاھا

یعنی اس نے اپنے کجاوے کو ہلکا کرنے کی غرض سے خطا اور جوتے تک اٹھا پھینکا۔
حقیقت میں انسان دنیا میں مسافر ہے کیونکہ حقیقی وطن جنت ہے۔ جیسا کہ بہت سے شارحین "حب الوطن من الایمان" میں وطن سے جنت مراد لی ہے۔ جنت وہ جگہ جہاں ہمارے ماں باپ کو پہلے پہل اتارا اور اسی کی طرف ان شاء اللہ ہم لوٹ کر جائیں گے اور انسان اس دنیا میں اسی طرح طرح جیسا کہ مسافر غیروطن میں سے گزر جاتا ہے کیونکہ وہ اس کی راہ گزر پر واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ اصل کی طرف لوٹنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ عابر سبیل جو کسی شہر میں گزرنے کے لئے داخل ہو۔ اور جس کا یہ حال ہوگا وہ ضروریات سفر مثلاً کھانے پینے کے علاوہ کوئی چیز نہ لے گا۔
ابن عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ اس بات کے تکملہ کے طور پر لوگوں کو ابھارنے کے لئے فرماتے جب تم شام کرو تو صبح کے منتظر مت رہو۔ صباح کا لفظ نصف میل سے زوال سے پہلے تک بولا جاتا ہے۔ زوال کے بعد اور نصف رات تک مساء بولتے ہیں۔ (الجمہر ابن درید) یہ لغوی معنی اور اطلاق ہے مگر اصطلاح شرع میں طلوع فجر سے طلوع شمس تک صباح ہے۔ مطلب یہ ہے جب شام میسر ہو تو نیک عمل اور توبہ کی طرف رجوع کرو اور اس بات پر مت رہو کہ تمہیں صبح تک موقعہ حیات میسر ہوگا' شاید یہ آخری لمحات ہوں جیسا تجربات شاہد ہیں۔ بقول شاعر

اذا امسیت فابتدر الفلاحا ☆ ولا تهمله تنتظر الصباحا

واذا اصبحت اپنی صحت کے وقت کو نیکیوں کے جمع کرنے میں صرف کرو۔ لموضك نیکیوں سے عاجزی کا وقت۔ من حیاتك جس میں تمہیں نیک اعمال کی قدرت حاصل ہے۔ لموتك ان میں نیکیاں جمع کرو کہ موت کے بعد قبر میں تمہیں مانوس کریں۔ باب فضل الزہد میں اس کی شرح گزری ہے۔

**تخریج** : احمد ٤٤٦٧/٢' بخاری' ترمذی' ابن ماجه' ابن حبان ٦٩٨' بيهقی ٣٦٩/٣۔

**الفرائد** : ① موت کی تیاری میں ایسی وصیت مرقوم ہو جس میں شاہدوں کی شہادت موجود ہوتا کہ وہ قابل عمل ہو سکے۔
② کتابت کا تذکرہ اظہار توثیق کے لئے ہے ورنہ وصیت پر شہداء کا موجود ہونا بھی کافی ہے۔ (کذا قال القرطبی)

٥٧٥ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَا حَقُّ امْرِىءٍ مُّسْلِمٍ لَّهٗ شَیْءٌ يُّوْصِیْ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَوَصِيَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ ' وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ "يَبِيْتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ" قَالَ ابْنُ عُمَرَ : مَا مَرَّتْ عَلَیَّ لَيْلَةٌ مُّنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ذٰلِكَ اِلَّا وَعِنْدِیْ وَصِيَّتِیْ۔

۵۷۵ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان شخص کے لئے کہ جس کے پاس کوئی وصیت کی چیز ہو یہ جائز نہیں کہ دو راتیں بھی وہ گزارے کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری و مسلم) بالفاظ بخاری۔ مسلم کی روایت میں ہے تین راتیں ایسی گزارے۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تو مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہیں گزری کہ میری وصیت میرے پاس موجود نہ ہو۔

ماحق مسلم مسلمان کی یہ شان نہیں کہ بطور احتیاط۔ مسلم کی قید سے غالب کے مقام پر کرنا مقصود ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں برانگیختہ کرنے کے لئے لائے تا کہ اس کو اپنانے میں جلدی کی جائے کیونکہ اس سے محسوس ہوتا ہے کہ اس کا چھوڑنے والا اسلام کو ترک کرنے والا ہے۔له شيء ایک روایت میں شئی کی جگہ مال کا لفظ ہے۔یوصی فیه یبیت گویا تقدیر عبارت بیانهٗ ہے اور یہ اس ارشاد کی طرح ہے ومن ایاته یریکم البرق یعنی احتیاط کے تقاضے سے اس کو اس طرح رات نہ گزارنی چاہئے شاید کہ وصیت سے پہلے اچانک اسے موت آ جائے۔ مومن کو کسی وقت موت کی یاد اور اس کی تیاری سے غافل نہ رہنا چاہئے۔

النَّحْو: مصدر مؤول امری کا بدل ہے۔② یبیت مسلم کی صفت ہے بقول طیبی یہ زیادہ درست ہے اور یوصی فیہ یہ شئی کی صفت ہے اور یبیت کا مفعول محذوف ہے ای آمناً او ذاکراً ابن التین کہتے ہیں یہ اصل موعکا تھا اور ما کی خبر مستثنیٰ ہے۔ (طیبی و کرمانی) ابن مالک نے کہا ان یبیت ما کی خبر ہے۔ ماقبل تقدیری عبارت کی ضرورت نہیں۔ ابن عبدالبر مسلم کی یہ صفت غالب کے لحاظ سے ہے پس اس کا کوئی مفہوم نہیں یا اس کی طرف جلدی کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے اور فی الجملہ کافر کا وصیت لکھنا بھی جائز ہے۔ لیلتین اکثر رواۃ نے اسی طرح نقل کیا۔ ابوعوانہ اور بیہقی نے لیلة او لیلتین لکھا ہے۔ دو راتوں کا تذکرہ تنگی کے ازالہ کے لئے ہے تا کہ ضروری کاموں میں مزاحمت کا باعث نہ ہو اور بقدر ضرورت نصیحت حاصل ہو جائے اور اختلاف روایات تقریب کو ظاہر کرتا ہے نہ کہ تحدید کو۔ حاصل یہ ہے کہ اس پر تھوڑا سا زمانہ بھی بلا وصیت نہ ۔ رے اور وصایا میں عموماً گواہ ہوتے ہیں۔ اس میں کتابت پر اعتماد کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

فرق روایت یہ بخاری کے لفظ ہیں۔ مسلم میں ثلاث لیال ہے۔ ثلاث کی قید زیادہ سے زیادہ تاخیر کی مدت جتلانے کے لئے ہے۔ اسی لئے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس بات کو سننے کے بعد میری وصیت ہر وقت میرے پاس ہوتی تھی۔ مسلم کی دوسری روایت میں ماحق امرئ مسلم تمر علیه ثلاث لیال الا عنده وصیته ما نافیہ اور تمر خبر ہے (شرح مشارق)

جمہور کا قول وصیت مستحب ہے لازم نہیں' مگر جبکہ اس پر حقوق لازمہ ہوں۔ روایت میں لیال له لایا گیا علیه نہیں یہ تمام بحث تو وصیت متبرعہ میں ہے اگر امانات اور حقوق واجبہ میں وصیت واجب و فرض ہے۔

ابن عمر کا طرز عمل: آپ کی فوری اقتداء و اتباع میں حرص کا حال یہ ہے اس گھڑی سے وصیت ہر وقت ساتھ لے لی۔ یہ کمال احتیاط اور کمال اتباع ہے۔ اللھم اجعلنا من اتباعھم۔

تخریج: اخرجه مالك في موطئه (١٤٩٢) واحمد ٢/٤٩٠٢ والبخاری ٢٧٣٨ ومسلم ١٦٢٧ وابوداؤد ٢٨٦٢ والترمذی ٩٧٤ والنسائی ٣٦١٨ وابن ماجه ٢٦٥٩٩ والطیالسی ١٨٤١ وابن حبان ٦٠٢٤ والبیھقی ٦/٢٧١'٢٧٢۔

الفوائد: ① امور واجبہ میں وصیت واجب ہے۔ ورنہ عمومی وصیت مستحب ہے (کذا قال البغوی) ② ابن عمر کا عمل بالسنہ ظاہر ہو رہا ہے' جس سے ان کی عظمت ٹپکتی ہے۔ ③ حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو سے وصیت متعلق ہونی چاہئے۔

٥٧٦ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَّ النَّبِيُّ ﷺ خُطُوْطًا فَقَالَ : "هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ جَآءَ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۷۶: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی لکیریں کھینچیں۔ پھر فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کا مقررہ وقت ہے پس وہ اسی دوران میں ہوتا ہے کہ سب سے قریب خط اس کے درمیان آ جاتا ہے۔ (بخاری)

خط النبی صلی اللہ علیہ وسلم شاید کہ یہ خط اسی انداز سے ہو جو روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں وارد ہے۔ اس کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ ھذہ املہ اس مربع خط سے نکلنے والی لکیر یہ بندے کی امیدیں ہیں۔

النحو: ھذہ کی تانیث مفہوم کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔ وھذا اجلہ خط مستطیل کو عرض میں قطع کرنے والی لکیر انسانی اجل ہے۔

لطیفہ: املہ میں ھذہ ہی شاید اس لئے لائے کہ مؤنث مذکر کے بالمقابل ناقص ہے اور یہ اس کی مذمت کی طرف اشارہ ہے۔ حالانکہ اسے چھوٹا ہونا چاہیے۔ تاکہ نیک اعمال اور گناہوں سے فوراً توبہ کر لے۔ فبینما ھو کذلک اذا جاء الخط الاقرب یعنی وہ امید کی ان بھول بھلیوں میں ہوتا ہے کہ اجل کا قریبی خط امیدوں کی رسی کاٹ ڈالتا ہے۔

**تخریج**: اخرجہ البخاری ٦٤١٨، واخرج احمد ١٢٢٤٠، عن انس رضی اللہ عنہ جمع اصابعہ فوضعہا علی الارض فقال "ھذا ابن آدم" ثم رفعہا خلف ذلک قلیلاً وقال ھذا اجلہ ثم رمی بیدہ امامہ قال وثم املہ واخرجہ الترمذی ٢٣٣٤، وابن حبان ٢٩٩٨ بلفظ قریب واسنادہ قوی۔

۵۷۷: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: خَطَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِی الْوَسْطِ خَارِجًا مِّنْہُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا اِلٰی ھٰذَا الَّذِیْ فِی الْوَسْطِ فَقَالَ: ھٰذَا الْاِنْسَانُ وَھٰذَا اَجَلُہٗ مُحِیْطًا بِہٖ — اَوْ قَدْ اَحَاطَ بِہٖ وَھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ خَارِجٌ اَمَلُہٗ، وَھٰذِہِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ، فَاِنْ اَخْطَاَہٗ ھٰذَا نَھَشَہٗ ھٰذَا وَاِنْ اَخْطَاَہٗ ھٰذَا نَھَشَہٗ ھٰذَا" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ — وَھٰذِہٖ صُوْرَتُہٗ۔

۵۷۷: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع شکل کا خط کھینچا اور اس کے درمیان میں ایک خط کھینچا جو اس مربع کے درمیان سے نکلنے والا تھا اور چھوٹے چھوٹے خط کھینچے جو اس وسط کے درمیان تھے پھر فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کا وقت مقررہ۔ اور یہ اس کا گھیراڈالا ہوا ہے اور یہ باہر نکلنے والی اس کی امید ہے اور یہ چھوٹے خط یہ حوادثات ہیں۔ اگر ایک حادثہ اس سے خطا کرتا ہے دوسرا آ کر دبوچ لیتا ہے اور اگر اس سے نکلتا ہے تو تیسرا آ کر دبوچ لیتا ہے۔ (بخاری)

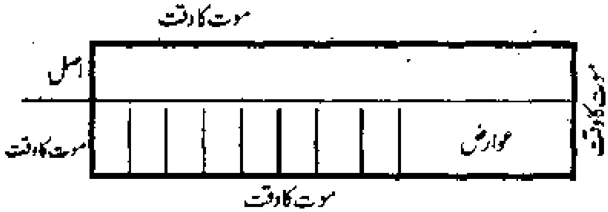
اس کی صورت یہ ہوگی۔

خارجا منہ: مربع خط سے باہر۔ خطا یہ خط کی جمع ہے۔ الی ھذا اس کا مشار الیہ الخط ہے۔

النحو: من جانبہ یہ خط کے متعلق ہے۔ دوسرا فی الوسط بھی اسی سے متعلق ہے۔ فقال ھذا الانسان ذہنوں میں بات بٹھانے کے لئے زبان نبوت نے کس قدر شاندار تمثیل سے معانی کو محسوسات میں بدل دیا

یہ مبتداء اور خبر ہیں۔

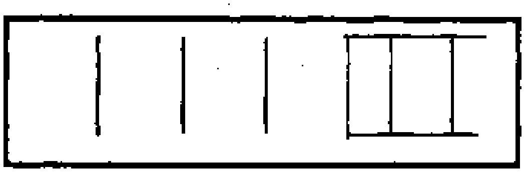
حاصل یہ ہے کہ خط بطور تمثیل انسان ہے۔ **هذا الذی هو خارج** یہ مربع خط سے باہر نکلنے والی انسان کی امید ہے۔ **اور محیط خط** اس کی اجل (موت) ہے جو اس کا گھیراؤ کرنے والی ہے۔ **هذه الخطط الصغار الاعراض** یہ چھوٹے خطوط انسانی عوارض ہیں خواہ وہ خیر کی قسم ہوں یا شر سے۔ **فان اخطاه هذا نهشه هذا** اگر ان تمام عوارض سے وہ بچ نکلا تو اسے یہ جھپٹ لیتی ہے۔ النہش: یہ اس ڈنگ سے استعارہ ہے جو بہت مہلک اور زہریلا ہے۔




ایک اشکال اشارات چار ہیں مگر خطوط تین ہیں۔

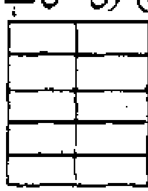
حل کرمانی رحمہ اللہ لمبا خط دو حیثیتیں رکھتا ہے ① اندرونی حصہ انسانی ② بیرونی حصہ امید ہے، عوارض سے مصائب مراد ہیں۔ اگر ان سے بچ نکلا تو موت سے چارا نہیں اور اگر کوئی مصیبت نہ بھی آئی پھر بھی اچانک موت تو آئے گی۔ حاصل یہ ہے جو تلوار سے نہ مرا وہ طبعی موت سے تو مرے گا۔ اس حدیث میں امید کو مختصر رکھنے کی ترغیب ہے اور اچانک پہنچ جانے والی موت کی تیاری کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ بخاری نے بھی اسی طرح خط کھینچا جیسا کرمانی نے ذکر کیا ہے۔ (بخاری کتاب الرقاق)

ابن التین نے اس طرح تصویر بنائی ہے۔



ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو ہم نے وہ قابل اعتماد ہے۔ حدیث کا سیاق اس کی تائید کرتا ہے۔ **هذا الانسان** سے داخلی نقطہ اور محیط خط سے اجل، خارج خط سے امید اور خطط سے مراد وہی خط جو مثال میں مذکور ہیں۔ اس سے معین تعداد مراد نہیں اور حدیث انس رضی اللہ عنہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ **اذا جاء الخط الاقرب** اس سے محیط خط مراد ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ محیط خط خارج خط سے زیادہ قریب ہے۔ (فتح الباری)

صاحب الفاتح کہتے ہیں تصویر اس طرح ہے ① درمیانہ خط انسان ہے ② مربع اجل ہے چھوٹے خطوط اعراض ہیں یعنی مصائب و آفات بیماری وغیرہ۔



یہ انسان سے متصل ہیں اور مربع سے نکلنے والی وہ امید ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کا خیال یہ ہے کہ وہ اپنی امید کو وقت مقررہ سے پہلے پالے گا حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ اجل تو امل سے قریب تر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ امید کے اس تک پہنچنے سے پہلے وہ مر

جائے۔

**تخریج**: اخرجه احمد ۲/۳۶۵۲ و البخاری ۶۳۱۷۔

**الفوائد**: ① اس حدیث میں اشارہ فرمادیا کہ امیدوں کو چھوٹا کرو۔ ② اچانک آنے والی موت کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ③ مؤمن کی آزمائش تو بہرحال ہوگی۔ ولنبلونکم بشیء ...... ایضا وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (العنکبوت)

۵۷۸: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ" سَبْعًا هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا ، اَوْ غِنًی مُطْغِيًا ، اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُفْنِدًا اَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا اَوِ الدَّجَّالِ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ ، اَوِ السَّاعَةَ فَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۵۷۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سات چیزوں سے پہلے اعمال میں جلدی کرو کیا تم بھلا دینے والے فقر کا انتظار کررہے ہو یا سرکشی میں ڈالنے والی مالداری کا یا بگاڑ دینے والی بیماری کا یا سٹھیا دینے بڑھاپے کا یا تیار موت کا یا دجال کا۔ پس وہ تو بدترین غائب چیز ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے یا قیامت کا۔ قیامت تو بہت بڑی مصیبت یا تلخ ہے۔ (ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

بادروا بالاعمال جن اعمال صالحہ کی قدرت پاؤ ان کو جلدی سے انجام دو۔ سبعاً ان مصائب یا کاموں سے پہلے پہلے اس کا مصدر محذوف ہے۔ هل تنتظرون الافقراً منسیاً عمل میں سرعت کو چھوڑ کر منتظر چیزوں میں سے ایک کے منتظر ہو۔ فقر کی طرف نسیان کی نسبت مجازی ہے کیونکہ وہ نسیان کا سبب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لو احتجت الی بصلة ما فهمت مسئلة" او غنی مطغیاً غنی کی نسبت طغیان کی ہرف مجازی ہے۔ اس سے وہ مالداری مراد ہے جو انسان اپنے مقام و مرتبہ سے نکال دے اور مخالفتوں کے گہرے گڑھے اور مشتبہات کے دلدل میں پھنس جائے۔ او مرضا مفسداً۔ ایسی بیماری جو اعضاء جسمانی کو بگاڑ ڈالے جس سے انسان عبادات کی طرف توجہ نہ کرسکے۔ وہ بیماری مراد نہیں جس سے وہ قرب الٰہی کی طرف قدم بڑھائے۔ اسی لئے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خذ من صحتك لمرضك او هوما مفنداً ایسا بڑھاپا جس کی کوئی دوا نہیں۔ جس میں ابتلائے کے بعد آدمی کو لوگ کم عقل کہتے ہیں۔ شدید بڑھاپے کبھی عقل کی کمی اور دیگر خرابیوں کا باعث بنتا ہے۔ او موتا مجهزاً۔ تیزی سے آنے والی۔ جیسے کہتے ہیں اجهز علی الجریح جب وہ جلدی سے قتل کر ڈالے (النہایہ)

**النحو**: او الدجال فشر غائب ینتظر مبتدا محذوف ہے۔ هو شر غائب کہ وہ غائب ہونے والا بڑا شر ہے کہ جس کی وجہ سے بندوں کی آزمائش ہوگی اس کے فتنہ سے وہی بچے گا جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ وہاں نیک عمل تو کیا کریں گے۔ او الساعة فالساعة ادهی وامر یعنی سب سے بڑی جو آنے والی ہے وہ قیامت ہے جس کا علاج نہیں۔ اس کے بالمقابل دنیا کے مصائب کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ حاصل روایت یہ ہے وہ آدمی جو صحت مند گزراوقات والا ہو پھر عبادات میں کوتاہی کا

مرتکب ہوا اور اپنے وقت کو اعمال صالحہ سے آباد نہ کرے وہ اپنے معاملات میں غبن کا مرتکب ہے اور اپنے تجارتی مال میں کل شرمندگی اٹھائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحة والفراغ** باب المبادرة الی الخیرات میں اس کی شرح گزر چکی ہے۔

**تخریج**: اخرجه الترمذی ۲۳۱۳، وفی اسناده محرز بن هارون قال البخاری منکر الحدیث و کذا قال النسائی الکامل فی الضعفاء لابن عدی ٦/۴۴۲، وذکر الذهبی فی المیزان ٦/۱، عن ابن القطان قوله قال البخاری کل من قلت فیه منکر الحدیث فلا تحل الروایة عنه اه۔ والحدیث اخرجه الحاکم ۴/۷۹۰٦ باسناد فیه انقطاع۔

**الفوائد**: ① بلایا اور مصائب کی آمد سے پہلے مسلمان کو اعمال صالحہ کر لینے چاہئیں۔ ② موت کے آثار سے پہلے پہلے خوب نیکیاں کما لے۔ ③ موت کے وقت کی ندامت بے فائدہ ہے۔

**۵۷۹ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ" يَعْنِي الْمَوْتَ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔**

**۵۷۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لذتوں کو لوٹانے والی یعنی موت کا کثرت سے انتظار کرو۔ (ترمذی)**

یہ حدیث حسن ہے۔

ھاذم قاطع کو کہتے ہیں (سیوطی) ابن حجر ہیثمی نے اس کو ھادم قرار دیا جس کا معنی جڑ سے اکھاڑنے والا اور ذال سے قاطع ہی مراد ہے۔ سہیلی نے بھی ابن حجر کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اس روایت میں استعارہ بالکنایہ ہے۔ پہلے لذات کے وجود کو پھر اس کے زوال کو موت کا تذکرہ کر کے بلند عمارت کے گرنے سے تشبیہ دی۔ جو جڑ سے اکھڑ جائے **یعنی الموت** یہ ھاذم لذات کی تفسیر ہے۔ مشکوۃ میں یہ لفظ مذکور نہیں مگر بظاہر یہ حدیث کا لفظ ہے۔ اس پر تینوں اعراب رفع نصب جر جائز ہے۔ جامع صغیر میں اس طرح ہے۔ اکثروا ذکر ھاذم اللذات بیہقی نے شعب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت اس طرح نقل کی "**اکثروا ذکر ھاذم اللذات فانه لم یذکره احد فی ضیق من العیش الا وسعه علیه، ولا ذکره فی سعة الا ضیقها علیه**" (بیہقی) علماء نے فرمایا ہر آدمی خواہ صحت مند ہو یا بیمار اسے موت کی یاد دل زبان سے کرنی چاہیے ورنہ دل سے تو ضرور ہو اور اس قدر زیادہ کرے کہ وہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہر وقت رہے۔ یہ چیز معصیت سے روکنے اور طاعت کو دعوت دینے کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ جیسا کہ یہ الفاظ بتلاتے ہیں **فانه لم یذکره احدٌ**"

**تخریج**: حسن الاسناد۔ اخرجه احمد ۳/۷۹۳۰، والترمذی ۲۳۱۴، والنسائی ۱۸۲۳، وابن ماجه ۴۲۵۸، وابن حبان ۲۹۹۲، و ۲۹۹۴، والقضاعی فی مسند الشهاب ٦٦۹، والحاکم فی الرقاق ۴/۷۹۰۹۔

**الفوائد**: ① موت کے احوال کا اکثر تذکرہ کرنا چاہئے تا کہ لقاء باری تعالیٰ کی مکمل تیاری ہو۔ ② موت کا کثرت سے تذکرہ غفلت کو دور کرتا ہے اور اتباع شہوات سے بچاتا ہے۔

۵۸۰: وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ : "يٰاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللّٰهَ ، جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ، جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ ، جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ" قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِيْ؟ فَقَالَ : "مَا شِئْتَ؟" قُلْتُ: الرُّبُعَ؟ قَالَ: "مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ" قُلْتُ : فَالنِّصْفَ؟ قَالَ: "مَا شِئْتَ ، فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ" قُلْتُ :فَالثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: "مَا شِئْتَ ، فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ" قُلْتُ: اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِيْ كُلَّهَا؟ قَالَ: "اِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۵۸۰: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جب رات کا تیسرا حصہ گزر جاتا تو آپ عبادت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے اے لوگو! اللہ کو یاد کرو۔لرزہ طاری کر دینے والی اور اس کے پیچھے آنے والا آ گیا۔ موت اپنی ساری ہولناکیوں سمیت آ گئی موت جو کچھ اس میں ہے وہ سب کے ساتھ آ گئی میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پر اکثر درود پڑھتا ہوں میں کتنا وقت درود کے لئے مقرر کروں؟ آپ نے فرمایا جتنا تو چاہتا ہے میں نے عرض کیا چوتھائی۔ پھر فرمایا جتنا تو چاہتا ہے اگر تو نے اضافہ کیا تو وہ تیرے لئے بہت بہتر ہے۔ میں نے کہا آدھا فرمایا جتنا تو چاہتا ہے اگر تو نے اس سے زیادہ اضافہ کیا تو وہ تیرے لئے بہت بہتر ہے میں نے کہا دو تہائی۔ فرمایا جتنا تو چاہتا ہے پس اگر تو نے بڑھا دیا تو تیرے لئے بہت بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ میں اپنا سارا وقت آپ پر درود پڑھنے کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ تیرے غموں کے لئے کافی ہوگا اور تیرے گناہوں کو بخش دیا جائے گا (ترمذی) اور اس نے کہا حدیث حسن ہے۔

اذا ذهب ثلث الليل ایک روایت میں ربع الليل ہے دونوں میں موافقت کی صورت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مبارک مختلف اوقات میں مختلف تھا کبھی مقدم کبھی رات کا موخر حصہ۔ قام یعنی نیند سے بیدار ہوتے اور فقال اور امت کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں پر ابھارنے کے لئے فرماتے۔ یایها الناس اذکروا اللّٰہ اللہ تعالیٰ کو زبان دل سے زیاد کرو تا کہ ذکر تمہیں نیک اعمال کی کثرت اور برائیوں کے ترک پر آمادہ کرے۔ جاءت الراجفه تتبعها الرادفة رجفہ قیامت پہلا زلزلہ جس سے پہاڑ مضطرب ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿یوم ترجف الارض والجبال﴾ رادفہ سے دوسرا نفخہ مراد ہے جو پہلے کے بعد آئے گا۔ ان کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔

النحو: یہ جملہ حال ہے۔

جاء الموت بما فيه موت کے وارد ہوتے وقت بڑے خوفناک واقعات پیش آئیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ انه صلی الله علیه وسلم كان يدخل يده فى علبة الماء او الركوة ويمسح وجهه ويقول ان للموت سكرات الحديث اور اسی طرح قبر کے فتنہ اور اس کے عذاب و اہوال سے پناہ طلب کرے۔

بما فيه سامعین کے سامنے بات کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے یہ انداز اختیار فرمایا۔

قلت يا رسول الله انى اكثر الصلاة عليك اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کو اپنے کسی اچھے عمل کا تذکرہ برا نہیں جبکہ خود

پسند یا کوئی اور فاسد غرض نہ ہو۔ یہاں حکم دریافت کرنے کے لئے ذکر کیا گیا ہے۔**فکم اجعل لك من صلاتی؟** یہاں صلاتی کا معنی دعا ہے۔اس کی دلیل دوسری روایت ہے:**قال رجل یا رسول اللہ ارید اجعل شطر دعائی لك** الحدیث ابن حجر کہتے ہیں اس روایت کے درست ہونے کی صورت میں اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ اس آدمی کو اسی طرح بات پیش آئی ہو جیسا ابوذر رضی اللہ عنہ کو پیش آئی۔**ما قدر ما اصرفہ فی الدعالك و الصلاۃ علیك؟ و اشتغل فیہ عن الدعا لنفسی؟**: کہ میں آپ کے لئے دعا میں مصروف ہو کر اپنے لئے دعا مانگنا بھول جاؤں۔ ⑦ صلاۃ کا حقیقی اصطلاحی معنی مراد ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا میں نفلی نماز کا کتنا ثواب آپ ﷺ کے لئے مقرر کروں ابن حجر نے اس کو غلط قرار دیا ہے۔سیاق بھی اس کے خلاف ہے کیونکہ فکم ماقبل پر متفرع ہے کیونکہ حقیقی معنی مراد لینے سے نامناسبت اور بڑھے گی اور دوسری بات یہ کہ ثواب ایک ایسی چیز ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔اسلئے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کی کوئی چیز لازم نہیں۔شوافع رحمہم اللہ کے ہاں عبادت بدنیہ نفلیہ میں بھی نیابت درست نہیں اور نہ اس کا ثواب ہدیہ کرنا درست ہے۔عندالاحناف ثواب ہدیہ کرنا درست ہے(مترجم)**فقال ما شئت** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحدید نہیں فرمائی بلکہ اس کی چاہت پر چھوڑ دیا تا کہ اگر وہ اپنی عبادت کا سارا وقت درود کے لئے وقف کرے تو یہ زیادہ مناسبت ہے اگر حد بندی کر دی جاتی تو مزید کی طلب کا دروازہ بند ہو جاتا۔**قلت الربع** یہ فعل محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔**قال ما شئت فان زدت** یہاں فا کے ساتھ ہے۔ایک روایت میں واؤ کے ساتھ ہے۔**فھو خیر لك** اضافہ بہتر کیونکہ اس سے ثواب میں اضافہ ہو جائے گا جیسا کہ اس آیت میں ہے ﴿**فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ**﴾ **قلت فالنصف** فا ماقبل پر عطف کر رہی ہے۔ای **اجعل لك النصف' قال ما شئت فان زدت**...... یہ جملہ خبر و استفہام دونوں طرح بن سکتا ہے۔یعنی **فاذا اجعل لك صلاتی کلھا** تین کی گنتی کے بعد وہ جملے کی طرف منتقل ہوا کہ معاملہ اس تک پہنچنے والا ہے۔مطلب یہ ہے کہ میں اپنی دعا کے تمام اوقات کو آپ پر درود شریف میں صرف کروں گا۔ ⑦ میرے تمام درود اور اس کا ثواب آپ ﷺ کے لئے ہوگا۔**قال اذن تکفی ھمك** ہم غم کو کہتے ہیں یہاں دونوں جہان کے غم مراد ہیں جیسا ایک حسن روایت میں ہے:**قال رجل یا رسول اللہ ارایت ان جعلت صلاتی کلھا علیك؟ قال اذن یکفیك اللہ امر دنیاك و اخرتك** اگر یہ روایت درست ہو تو کوئی مانع نہیں کہ واقع کئی مرتبہ پیش آیا ہو۔یہ ابی اور دیگر حضرات کو پیش آیا۔مھمات میں کفایت کی صورت یہ ہے کہ اس وقت کو درود شریف میں خرچ کیا جائے۔درود شریف اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور ان کے ذکر اور اس کے رسول کی تعظیم و تکریم پر مشتمل ہے۔ایک حدیث قدسی میں وارد ہے:**من شغلہ ذکری عن مسالتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین** حقیقت میں درود شریف پڑھنے والے کا کچھ نقصان نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنے نفس کے لئے جو مانگنا تھا اس نے اس سے بہت بڑھ کر ثناء اس کی بارگاہ میں پیش کی اور اس سے اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت فرشتوں کی دعائیں دس گناہ یا ستر گناہ مل گئیں یا ایک ہزار گنا مل گئیں جیسا کہ روایات میں وارد ہے اور اس کے ساتھ اسے وہ ثواب مل گیا جس کا مقابلہ کوئی دوسرا ثواب نہیں کر سکتا۔اب ان فوائد سے بڑھ کر اور کیا فوائد ہوں گے اور کب بندہ کو ایسی کامیابی ملتی ہے چہ جائیکہ کہ اس سے افضل ہو؟ اور اس کا اپنے لئے دعا کرنا ان فضائل کا مماثل کیسے بن سکتا ہے۔یہ آپ کی برکت کے باعث ہے۔**ویغفر لك ذنبك** وہ تمہارے گناہ بخش دے گا کیونکہ یہاں وہ اپنی برکات ایسے معزز ترین واسطے سے اتار رہے ہیں جو ہر بھلائی کے پہنچنے کا ذریعہ

ہے جب تم نے شکر کی افضل ترین راہ اپنائی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام کے اضافے کا ذریعہ بنی اور یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کو لازم کرنے والی ہیں اور جس سے رب تعالیٰ راضی ہو جائیں اس کو ہرگز عذاب نہ دیں گے۔

**تخریج** :اخرجه احمد ٢١٣٠٠/٨ مختصراً و الترمذی ٢٤٦٥ و اللفظ له۔ و اسناده حسن۔

**الفوائد** :① اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے محبت اور ان کے معاملے میں شدید اہتمام ظاہر ہوتا ہے۔② درود شریف کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے۔③ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے امت کو عمدہ نصیحت کی گئی ہے۔

## ٦٦ :بَابُ اسْتِحْبَابِ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ لِلرِّجَالِ وَمَا يَقُوْلُهُ الزَّائِرُ؟

## بَاب :مردوں کیلئے قبروں کی زیارت مستحب ہے اور زیارت کرنے والا کیا کہے؟

القبور جمع قبر۔ یہ وہ عظمت ہے جو بنی آدم کے حصہ میں آئی۔ جب قابیل نے اس زمین پر پہلا خون کیا تو اللہ تعالیٰ نے کوے کو بھیج کر یہ چیز سکھائی۔ ایک قول یہ ہے کہ دفن کا سلسلہ بنی اسرائیل میں شروع ہوا مگر یہ باطل قول ہے۔ (المصباح)

مردوں کے ساتھ عورتوں اور ہیجڑوں کا زیارت قبور کے لئے جانا مطلقاً مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فتنے اور رونے کے ساتھ ان کی آواز بلند ہوگی جو کہ ممنوع ہے۔ البتہ عورتوں کے لئے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت مسنون ہے۔ بعض نے دیگر انبیاء و اولیاء کے متعلق جبکہ فتنہ اور دیگر بدعات نہ ہوں تو درست کہا ہے مگر اوزاعی کہتے ہیں اگر یہ درست بھی ہو تو اقارب صالحین سے اولیٰ ہیں۔ درست تر بات یہ ہے کہ اس میں اس طرح فرق کیا جائے مثلاً حاضری کے مقامات پر جائے مثلاً مسجد میں نماز کے لئے جانا پس اس میں ان شرائط کا لحاظ رکھنا ہوگا ادھیڑ عمر ہو۔ خوشبو میں بسی ہوئی نہ ہو اور نہ زیورات میں اٹی ہو اور ٹھاٹھ باٹھ والے کپڑے زیب تن نہ ہوں اور پالکی اور باپردہ سواری میں جائے۔ اجانب سے مستورہ سکے اور اگرچہ جوان ہو اس کے لئے بھی یہ طریقہ ہے کیونکہ یہاں فتنے کا خطرہ نہیں اور اقارب و علماء کے درمیان فرق کیا جائے گا کیونکہ یہاں مقصد عظمت کا اظہار ہے کہ ان کے مقامات کو آباد رکھا جائے۔ ان مقامات کی زیارت اخروی بدلے کا باعث ہے۔ اس کا ان کو کوئی مجرم ہی کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس اقارب کا معاملہ ایسا نہیں (تحفۃ لابن حجر) وما یقوله الزائر۔ کیا دعا اور تحفہ سلام ان کو پیش کرے (آج کل جن قبیح محرمات کا ارتکاب صالحین کی قبور پر کائی جاتا ہے۔ الامان والحفیظ۔ ان سے جواز کی صورت نہ صرف ممنوع بلکہ عورتوں کے لئے بالکل ناجائز ہوگی۔

٥٨١ :عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ :"فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّزُوْرَ الْقُبُوْرَ فَلْيَزُرْ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُنَا الْاٰخِرَةَ"۔

۵۸۱: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا۔ پس اب تم ان کی زیارت کیا کرو (مسلم) ایک روایت میں ہے کہ جو آدمی قبروں کی زیارت کا ارادہ کرے وہ زیارت کرے۔ پس بے شک وہ آخرت کو یاد دلانے والی ہے۔

بریدة: ان کے والد کا نام حصیب بن حارث اسلمی ہے۔ یہ بدر سے پہلے اسلام لائے مگر بدر میں موجود نہ تھے۔ بعض نے کہا اس کے بعد اسلام لائے۔ یہ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے۔ انہوں نے ایک سو ستر روایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں۔ بخاری و مسلم میں ۱۴ ہیں جن میں سے ایک متفق علیہ ہے۔ دو روایتوں میں بخاری منفرد اور گیارہ میں مسلم منفرد ہیں۔ ان کے اپنے بیٹوں نے ان سے روایت نقل کی ہے اور شعبی اور ابوالملیح ہذلی نے ان سے روایت لی ہے۔ ابتداء میں مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کی پھر بصرہ چلے گئے پھر مقام مرو میں مقیم ہوئے۔ وہاں ۶۲ ۶۳ میں وفات پائی۔ خراسان میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔ ان کی اولاد وہیں رہی۔ کنت نھیتکم عن زیارة القبور کیونکہ زمانہ جاہلیت بالکل قریب تھا اور وہ کلمات قبیحہ جو قبور پر کہا کرتے تھے وہ گوشہ نسیان میں نہیں گئے تھے۔ فزوروھا جب قواعد پختہ ہوکر احکامات واضح ہو گئے اور نفع نقصان کا علم ہو گیا تو اس وقت وہ ممانعت ختم کر دی گئی اور یہ حکم فرمایا گیا۔ دوسری روایت میں اس کی علت بھی ذکر فرمائی کہ یہ آخرت کی یاد کا ذریعہ ہیں یعنی ان کے ذریعہ موت یاد آتی ہے جو دلوں میں رقت پیدا کرتی ہے اور موت اور حشر کی حالت سامنے آتی ہے اور اس سلسلے میں تاکید فرما دی کہ جاہلیت کی عادات کا وہاں ارتکاب ہرگز نہ کریں: الا یقولوا ھجراً۔ یعنی باطل قول نہ کہیں۔ یہ باطل اقوال تذکرۂ آخرت کے مخالف ہیں۔

اصولی قاعدہ یہ ہے کہ ممانعت کے بعد امر اباحت کو ثابت کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اموات کی قبور پر جا کر اس کو پختہ کر دیا۔ اجماع سے اس کی طلب کو مضبوط کر دیا بلکہ ابن عبدالبر نے بعض علماء سے اس کا وجوب نقل کیا ہے اور مسلمانوں کے بوسیدہ قبرستان میں جانے پر مردوں کے متعلق استحباب پر تمام کا اتفاق ہے کیونکہ دم کی ہڈی رہ جاتی ہے اور شوافع کے ہاں محل قبر میں روح بھی باقی رہتی ہے۔ علماء نے بانھا تذکرہ الآخرۃ وان علت سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ آخرت کی یاد اس شخص کے لئے ہے جو موت کے متعلق سوچ وبچار کرے اور دنیا کے انجام پر غور کرے کہ وہ کیا ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے لئے رحمت کی دعا اور استغفار کرے۔ دنیا میں جن کے ساتھ جان پہچان ہو ان کے لئے تو زیادہ موکد ہے۔

اقسام زیارت: ① فقط موت کی یاد مقصود ہو۔ اس کے لئے اہل قبور کو جاننے کی حاجت نہیں بس قبور کا دیکھنا کافی ہے۔ ② دعا کے لئے قبرستان جائے یہ ہر مسلمان کے لئے مسنون ہے۔ ③ حصول برکات کے لئے جائے یہ اہل خیر کی قبور سے متعلق ہے کیونکہ عالم برزخ میں بھی ان کی بہت برکات ہیں۔ ④ مسلمان کے حق کی ادائیگی مقصود ہو مثلاً دوست، والد جیسا ابونعیم نے روایت نقل کی ہے: من زار قبور والدیه او احدھما یوم الجمعة کان کحجة بیہقی کے الفاظ یہ ہیں: غفرله وکتب له براۃ ⑤ رحمت وانس کے لئے جیسا انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: ما یکون المیت فی قبرہ اذا رأی من کان یحبه فی الدنیا کسی نیک بزرگ کی قبر کی زیارت کے قصد سے سفر درست نہیں سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ رویانی کہتے ہیں جن کے متعلق استثناء ہے ان کے علاوہ سفر زیارت حرام ہے۔

بعض متعلقات: ابتداء میں زیارت قبور کی ممانعت تھی پھر یہی منسوخ ہو گئی اور اس کو مباح کر دیا گیا۔ جامع صغیر میں ہے: کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا القبور فانھا تزھد فی الدنیا وتذکر الآخرہ (ابن ماجه) اور حاکم کی روایت کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الافزورروھا فانھا ترق القلب وتدمع العین وتذکر الآخرہ ولا تقولوا ھجراً۔ (مستدرک)

تخریج :اخرجه مسلم ۹۷۷ باتم منه. واخرجه ابو داود ۳۲۳۵ والنسائی ۲۰۳۱ و ۴۴۴۱ و ۵۶۶۸ و ۵۶۶۹۔

الفوائد :① زیارتِ قبور مستحب ہے کیونکہ اس سے اپنی موت یاد آتی ہے ② موت کی یاد دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف راغب کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

۵۸۲ :وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ :"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ :اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۸۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آنحضرت ﷺ کی جب میرے ہاں باری ہوتی تو آپ رات کے آخری حصہ میں بقیع کی طرف نکل جاتے اور فرماتے :"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ :اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ" :اے مسلمان! گھر والو تمہیں سلام ہو تمہارے پاس آ گیا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا۔ کل جس کا وقت مقرر کیا گیا تھا اور بے شک اللہ نے چاہا تو ہم تمہیں ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔ (مسلم)

کلما ماوقتیہ ہے۔ اسی وجہ سے کل کا لفظ اس کے ساتھ ملا دیا گیا۔ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ کان لیلتھا تقسیم کے لحاظ سے ان کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کی رات ہوتی۔

اَللُّغَاتُ : من رسول اللّٰہ یہ لیلتھا سے متعلق ہے ② محذوف سے متعلق ہے :ای التی تخصھا منه جو اس کے لئے مخصوص فرماتے۔ یخرج من آخر اللیل الی ابقیع الغرقد یخرج یہ کلما کا جواب ہے اگرچہ ظرف ہے مگر اس میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ یہ حکایت کلام ہے۔ گویا اسطرح کہا کان عادته ان یخرج۔ بقیع یہ فعیل کے وزن پر ہے۔ غرقد یہ جعفر کے وزن پر ہے۔ غرقد یہ کانٹے دار درخت ہے۔ اس کا واحد غرقدۃ ہے (النہایہ) اسی وجہ سے مدینہ کے قبرستان کو بقیع غرقد کہا جاتا تھا کیونکہ وہاں غرقد کا درخت کثرت سے پایا جاتا اور کاٹا جاتا تھا اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے السلام علیکم دار قوم مؤمنین اتاکم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اے اللہ بقیع غرقد کے مکینوں کو بخش دے۔

تخریج :اخرجه مسلم ۹۷۴ والنسائی ۲۰۳۸ وفی عمل الیوم واللیله ۱۰۹۲ واحمد ۹/۳۱۷۲ وابن ماجه ۱۵۴۶ وابن حبان ۳۱۷۲ وعبدالرزاق ۶۷۲۲ والبیهقی ۷۹/۴۔

الفوائد :① قبور کی زیارت مستحب ہے۔ ② وہاں جا کر ان کے حق میں سلامتی اور رحمت کی دعا ان کا حق ہے۔ ③ اموات واحیاء پر سلام کا طریق علیکم کے خطاب سے یکساں معلوم ہوتا ہے۔

۵۸۳ :وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا

اِلَى الْمَقَابِرِ اَنْ يَّقُوْلَ قَائِلُهُمْ : "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ ' نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۵۸۳: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ لوگوں کو سکھاتے جب وہ قبروں کی طرف جاتے وہ اس طرح کہا کرتے : "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ......" اے مسلمان اور مؤمن گھر والو تم پر سلام ہو بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم تمہیں ملنے والے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ (مسلم)

المقابر یہ مقبرہ کی جمع ہے اس کا معنی قبرستان ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے قبور نقل کیا ہے۔

**اَللُّغَاتُ**: ان يقول قائلهم یعلمہم کا مفعول ہے۔ اذ اس کا ظرف ہے اور اس میں یہ ہے کہ وہ قبرستان جائیں اور اسطرح دعا کریں السلام عليكم اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نکرہ کی بجائے سلام کے لفظ کو معرفہ لانا افضل ہے اور ان لوگوں کی بھی تردید ہے جو مردوں کے لئے عليكم السلام تجویز کرتے ہیں کہ وہ اہل خطاب نہیں رہی وہ حدیث ان عليك السلام تحية الموتى اس میں تردید ہے کہ تقدم و تاخر میں کوئی فرق نہیں۔ مطلقاً میت اہل خطاب سے ہے اگرچہ اس کی روح علیین میں ہے مگر قبر سے ایک گونہ تعلق ہے اور خبر صحیح میں آیا ہے۔ ما من احد يمر بقبر اخيه المؤمن يعرفه في الدنيا فيسلم عليه الا عرفه ورد عليه السلام پس ان عليك والی روایت میں عادت جاہلیت کی تردید کی گئی ہے یا موتی سے کفار جاہلیت مراد ہیں کہ دلوں کے اعتبار سے مرے ہوئے ہیں ان کو سلام مت کرو۔ شارح کا ترجیحی جواب بن نہیں پڑا موتی کی تاویل بے فائدہ ہے' مترجم)

اهل الديار ① یہ منصوب ہے اختصاص کی وجہ سے یا نداء کی وجہ سے جیسا دوسری روایت میں یا اهل الديار آیا ہے یہ روایت نداء کے مراد ہونے کے لئے قرینہ ہے۔ یہی راجح ہے۔ ② کم سے بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ دیار سے یہاں قبور مراد ہیں۔ ان کو دیار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ وہاں اس طرح مجتمع ہیں جیسا زندہ لوگوں کی آبادیاں۔

من المؤمنين المسلمين یہ اہل دیار کا بیان ہے۔ زمانہ جاہلیت کے قبرستانوں میں ملت اسلام سے خارج لوگوں کو خارج کرنے کے لئے یہ الفاظ لائے گئے۔ وانا ان شاء اللہ آیت کی تعمیل میں الفاظ لائے گئے۔ لا تقولن لشئی انی فاعل ذلك غدا ② اس معین مکان کا لحاظ کرتے ہوئے اس میں ان کے ساتھ دفن ہونے سے معلق کرنا مقصود ہے۔ ③ اسلام پر موت آنے سے معلق کرنا مقصود ہے۔ ④ ان اذ کے معنی میں ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ہے۔ وخافون ان كنتم مؤمنين۔

**اَللُّغَاتُ**: بكم لاحقون نسال الله یہ جملہ مستانفہ علی اسلوب الحکیم ہے کہ جب انہوں نے ان کو سلام کیا اور ان کے لئے خیر کی دعا کر دی اور یہ بتلایا کہ وہ بھی ان سے ملنے والے ہیں انہوں نے گویا زبان حال سے کہا تم ہمارے پاس آئے مگر کوئی جامع دعا نہیں کی کہ جس میں تم اپنے آپ کو بھی شریک کرتے جیسا کہ سنت میں ہے؟ تو انہوں نے زبان حال سے کہا ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کے طالب ہیں۔ عافیہ ناپسند چیز سے مامون و محفوظ ہونے کو کہتے ہیں۔

**تخريج** : اخرجه احمد ٩/٢٣٠٤٦، وابن ابی شیبه ٣/٣٤٠، ومسلم ٩٧٥ واللفظ له. والنسائی ٢٠٣٩ وفی عمل اليوم والليله ١٠٩٠، وابن ماجه ١٥٤٧ وابن حبان ٣١٧٣ وابن السنی فی عمل اليوم والليله ٥٩٤ والبيهقی ٤/٧٩۔

**الفوائد**: ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو وہی چیزیں سکھائیں جو دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہوں۔ ② آپ اپنی امت پر ان کی دنیوی و اُخری زندگی کے سلسلہ میں شفقت کرنے والے ہیں۔ ③ ان شاء اللہ سے قرب اجل کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

۵۸۴ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ، اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۵۸۴: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی کچھ قبروں کے پاس سے گزرے آپ نے ان کی طرف چہرے کا رخ فرما کر کہا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ، اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ" سلام ہو اے قبروں والے تم پر اللہ ہمیں اور تمہیں بخش دے تم ہمارے آگے جانے والے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**فاقبل علیهم بوجهه** یہ مذکر کی ضمیر تغلیباً استعمال کی گئی ہے۔

**مسئلہ**: اس سے یہ معلوم ہوا قبر کی زیارت کے لئے آنے والا السلام علیکم کے وقت اس کے چہرے کی جانب کھڑا ہو۔ اور ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت دعا کے دوران رہے مگر ہمارے نزدیک سنت یہ ہے کہ دعا کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرے جیسا کہ مطلق دعا کی روایات سے معلوم ہوتا ہے اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سلام کے وقت صرف چہرے کی طرف رخ کرے۔

ہمارے علماء کہتے ہیں زیارت کے وقت بھی میت کے ساتھ ادب کا لحاظ کرے۔ جیسا وہ اس کی زندگی میں کرتا تھا۔ اگر چہ یہ فرض کرے کہ میں اس کا زمانہ پاتا تو ایسا ادب کرتا۔ **فقال السلام علی اهل القبور یغفر اللّٰه لنا ولکم** اپنے نفس کو اس اہتمام کے لئے مقدم کیا کہ داعی کو اپنی ذات کے لئے پہلے دعا کرنی چاہئے پھر دوسرے کے لئے دعا کرے جیسا کہ اس روایت میں ہے: ابداء **بنفسك** اپنی ذات سے ابتدا کرو۔ **انتم سلفنا** سلف کا لفظ سلف المال سے مجاز ہے گویا اس نے اس کو پہلے بھیج دیا اور اپنے صبر پر مٹنے والے اجر کی اسے قیمت قرار دیا۔ بعض نے کہا یہ حقیقت ہے انسان کے لئے وہ سلف ہے جو اس سے پہلے فوت ہو جائے اور اس کے ہاں معزز ہو۔ اسی لئے صدر اول کے مسلمان صحابہ تابعین اور تبع تابعین کو سلف صالح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے سلف کا لفظ تابعین سے خاص کیا انہوں نے بہت بعید بات کہی اور اصل سلف صالح تو قرون ثلاثہ کے لوگ ہیں جن کی خیریت کی گواہی خود زبان نبوت نے دی ان کا زمانہ تقریباً ۲۹۰ھ تک ہے۔

**ونحن بالاثر** یعنی ہم بھی عنقریب مرنے والے ہیں۔ ہر آنے والی چیز کو قریب کہتے ہیں۔ ترمذی کا حدیث کو حسن کہنا اس کی حجیت میں رکاوٹ نہیں۔

**تخریج**: اخرجه الترمذی ۱۰۵۵ وفی اسناده قابوس بن ابی ظبیان وفیه لین لکن یشهد له ما تقدم من حدیث السیدة عائشة رضی اللّٰه عنها وحدیث ابی بریدة رضی اللّٰه عنه فهو حسن بشواهده۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم۔

**الفوائد**: ① اموات کے لئے دعا زندوں کو بھی شامل ہے۔ ② اہل اصلاح اعمال میں ایک دوسرے کی اتباع کرتے ہیں۔ ③ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ یہ من المومن رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه کی طرح ہے۔

# ٦٧ :بَابُ كَرَاهَةِ تَمَنِّي الْمَوْتِ بِسَبَبِ ضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ وَلَا بَأْسَ بِهٖ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ فِي الدِّيْنِ

## بَابٌ: کسی جسمانی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا مکروہ ہے مگر دین میں فتنہ کے خوف سے کوئی حرج نہیں

کراهیة یہ کرہ کا مصدر ہے۔ ناپسند کرنا۔ تمنی الموت یہ کراہیۃ کا مفعول ہے اور یہ مصدر مضاف ہے۔ اس کا فاعل محذوف ہے ای کراهیة الشارع تمنی الموت ② مصدر فعل مجہول جیسا اس روایت میں ہے۔ امر بقتل الاسود ذی الطفیتین یعنی اس کو قتل کرے یہ نائب فاعل کی طرف مضاف ہے۔ بسبب ضر نزل به ضر فقر و فاقہ کے معنی میں اہم ہے۔ فتحہ کے ساتھ یہ مصدر ہے۔ ضره یضره از قتل جب کوئی ناپسند کام کرے۔ اس صورت میں موت کی تمنا کرنے کی کراہیت امراض و جراحات میں فقر و فاقہ پر قیاس کی جائے گی جیسا کہ ترجمۃ الباب میں وضاحت کی گئی ہے کیونکہ عدم صبر کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے تمام احکام میں فقر و فاقہ جمع کرنے والا ہے یعنی اس سے تمام احکام میں بے صبری پیدا ہو جاتی ہے۔

**النحو**: جملہ فعلیہ محل صفت میں واقع ہے اس طرح تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جس پر یہ حالت آ جائے وہ اس کے ازالہ کے لئے اپنے مولیٰ کی طرف رجوع کر لے۔ مصائب میں یہی چیز مطلوب ہے۔ ولا باس به یہ اباحت کو ثابت کرتا ہے بلکہ ایک جماعت نے کہا اس کو مستحب کہا اور امام شافعی اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے اس کو نقل کیا۔ لخوف الفتنة فی الدین۔ جنہوں نے اباحت کا قول نقل کیا ہے تو انہوں نے اس بات کا سہارا لیا کہ ایسی حالت میں اس کی تمنا کا حکم وارد نہیں ہوا۔ قصہ حدیبیہ میں اس مسلمان کو کفار کی طرف واپس کر دیا گیا کیونکہ معاہدے کی شرط یہ تھی کہ جو بھاگ کر مدینہ جائے گا اسے واپس کیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ بھاگنے والوں کو دین میں فتنے کا خطرہ ہی لاحق تھا۔ اگر تمنا مستحب ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس طرف راہنمائی کرتے۔

٥٨٥ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا يَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ يَزْدَادُ وَاِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهٗ يَسْتَعْتِبُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : لَا يَتَمَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَا يَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهٗ ؛ اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ ، وَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُهٗ اِلَّا خَيْرًا"۔

۵۸۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بھی موت

کی تمنا نہ کرے۔ اگر وہ نیک ہے تو شاید اس کی نیکیاں بڑھ جائیں اور اگر گناہگار ہے تو شاید وہ توبہ کر لے۔ (بخاری و مسلم)

یہ بخاری کے الفاظ ہیں مسلم کی روایت میں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے ہے اس میں فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی موت کی تمنا نہ کرے اور آنے سے پہلے اس کے لئے دعا بھی نہ کرے کیونکہ جب وہ مر جائے گا تو اس کا عمل منقطع ہو جائے گا اور مؤمن کے لئے اس کی عمر بھلائی کا ذریعہ ہے۔

**اللغات**: لا یتمنی احدکم الموت اا① یہ خبر ہے جو نہی کے معنی میں ہے۔ جیسا اس روایت میں ﴿لا یمسہ الا المطھرون﴾② یہ مجزوم ہے مگر حرف علت لغت مشہورہ کی وجہ سے باقی رکھا۔ پہلا زیادہ بلیغ ہے کیونکہ وہ بالکلیہ نفی پر دلالت کرتا ہے یعنی تم موت کی مت تمنا کرو اس جسمانی تکلیف کی وجہ سے جو پیش آتی ہے کیونکہ اما محسنا فلعلہ یزداد۔ یا تو وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع ہوگا اور عبودیت کے فرائض و مستحبات کو ادا کرنے والا ہوگا یا کم از کم فرائض کا پابند ہوگا۔ پس طویل عمر کی وجہ سے اس کے کمال میں اضافہ ہو جائے۔ اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ایسی چیز کی تمنا کرنے لگے جو اسے اعمال صالحہ اور آخرت کے زاد راہ کے بڑھانے سے رکاوٹ بن جائے اور اس کی رضامندیاں بڑھانے کی بجائے ان میں کمی کرنے والا بن جائے۔ حدیث شریف میں وارد ہے "تم میں سے وہ لوگ بہتر ہیں جن کی عمر لمبی اور عمل اچھے ہوں"۔ وہ تو اعمال خیر میں اضافہ کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب پا رہا ہے وہ اس کے انقطاع کی تمنا کیسے کر سکتا ہے۔ واما مسیئا فلعلہ یستعتب اور اگر وہ گناہ گار ہے تو شاید وہ توبہ کرے اور حقوق کو ادا کر کے سابقہ حالت کا تدارک کرے اور رضا الٰہی کا طالب بن جائے۔ فالعتبی اعتاب یہ راضی کرنے کا معنی دیتے ہیں۔ لعل کا استعمال یہاں مطلق امید کے لئے ہے خصوصاً جبکہ اسے کے ساتھ علت موجود ہو مثلاً ﴿واتقوا اللہ لعلکم تفلحون﴾ بخاری میں یہ روایت ابوعبید سعد بن عبید مولیٰ عبدالرحمان سے مروی ہے۔

روایت کا فرق۔ بخاری کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ لن یدخل احداً عملہ الجنۃ قالوا ولا انت یا رسول اللہ قال الا ان یتغمدنی اللہ بفضل ورحمۃ فسددوا وقاربوا ولا یتمنیٰ الحدیث کتاب المرض بخاری، مسلم کی ایک روایت احدکم یعنی تم میں سے کوئی ایک۔ یہ "احد" عموم کے الفاظ سے ہے جبکہ اس سے پہلے نفی یا اس کے ہم معنی کوئی چیز استعمال ہو۔ الموت یہ منصوب ہے۔ لا یتمنی فعل رفع و جزم کا احتمال رکھتا ہے۔ انشاء وخبر کا عطف مختار قول کے مطابق جائز ہے۔ ولا یدع میں اثبات و حذف دونوں درست ہیں۔

**النحو**: انہ جملہ تعلیلہ ہو تو فتحہ پڑھیں گے اور کسرہ کی صورت میں جملہ مستانفہ ہے۔ ضمیر کا مرجع یتمنی کا فاعل ہے۔ اذا مات انقطع عملہ عمل کی جگہ املہ بھی آیا ہے۔ دونوں قریب المعنی ہیں کیونکہ امل سے مراد ثواب عمل ہے جس کو وہ زیادہ مقدار میں کرنا چاہتا ہے۔ امید اچھی، بری دونوں طرح ہوتی ہے۔ بری امید جو تکبر اور نیک اعمال کے بگاڑ پر آمادہ کرے۔ عمرہ سے یہاں طوالت عمر مراد ہے خیرا سے کثرت بھلائی مراد ہے کیونکہ سچا ایمان آدمی کو آخری عمر میں خاص طور پر اعمال صالحہ پر ابھارتا ہے۔

**تخریج**: اخرجہ البخاری ۷۲۳۵ من حدیث سعد بن عبید مولی عبدالرحمن بن ازھر رضی اللہ عنہ ولیس من روایۃ ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ کما جاء فی نسخ ریاض الصالحین وغیرہ۔ فتبہ لذلک اخی الکریم رحمک اللہ تعالیٰ،

اخرجه مسلم ٢٦٨٢۔

**الفوائد:** ① موت کی تمنا دل سے کرنا یا زبان سے مانگنا دونوں مکروہ ہیں۔ اس لئے کہ ممکن ہے زائد عمر میں نیک اعمال میں اضافہ کرلے۔ ② مؤمن کی زائد عمر اس کے لئے بھلائی میں اضافہ کرنے والی ہے۔

٥٨٦ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ اَصَابَهُ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ : "اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ ' وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۵۸۶: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا کسی دنیاوی دکھ کی وجہ سے نہ کرے۔ اگر ایسا کرنا ضروری ہو جائے تو یوں کہے "اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ..." اے اللہ جب تک زندگی میں میرے لئے بہتری ہے تو مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لئے بہتر ہے تو مجھے موت دے دے۔ (بخاری و مسلم)

**لا یتمنین** جو نحوی جازم کے باوجود حرف علت کو باقی رکھتے ہیں ان کے مطابق یہ صیغہ سابقہ دونوں روایات میں جزم کی تائید کر رہا ہے۔

**لضر اصابه** دنیا میں جو اسکو تکلیف پہنچتی ہے۔ جسم میں پہنچنے والی تکلیف کو بھی اسی پر قیاس کیا جاتا ہے کہ اس میں بھی تمنا موت جائز نہیں' اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قضا الٰہی پر راضی نہیں۔ جب یہ نہ ہو پھر اس کے برعکس حالت ہے۔ **فان کان لا بد فاعلاً** اگر غلبہ نفس یا شدت دکھ کی وجہ سے وہ اس کے سوا کوئی راہ نہیں پاتا تو اس طرح کہے۔ **فلیقل اللهم احینی ما کانت الحیاة خیر الی**۔ اے اللہ! جتنی مدت تک موت کی بنسبت میرے لئے زندگی میں بہتری ہو وہ میسر فرما تا کہ میں بلا مشقت و فتنہ اس میں اعمال صالحہ کثرت سے انجام دے لوں۔ **و توفنی اذا کانت الوفاة خیراً لی**۔ اور فتنے کے خطرے کی وجہ سے جب موت بہتر ہو یا عمل میں پختہ نہ رہ سکنے کے خطرے سے موت بہتر ہو تو موت دے دے۔ یہ کہنا مسنون ہے تا کہ اس غفلت سے وہ جاگ جائے جو اسے تمنا موت پر آمادہ کر رہی ہے۔ کیونکہ تمام معاملات کے حقائق و عواقب کی اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ **لطیفه**: یہاں دونوں انداز میں واضح فرق کر رہا ہے کیونکہ حیات سے مراد وہ زمانہ ہے۔ جس کی مقدار وہ دنیا میں باقی رہے گا اور دوسرے جملے میں موت سے مراد اس زمانے کو منقطع کرنے والا وجود ہے۔ نیز موت اچانک آتی ہے اذا اس کے ساتھ لایا گیا۔

**تخریج** : اخرجه احمد ٤/١٢٠١٥ والبخاری ٢٦٧١ ومسلم ٢٦٨٠ والترمذی ٩٧١ والنسائی ١٨٢٠' وابوداود ٣١٠٨ وابن حبان ٢٩٦٦ والقضاعی فی مسند الشهاب ١٩٣٧ والبیهقی ٣/ بالفاظ متقاربة۔

**الفوائد:** ① مشقت' مرض' فاقہ کی وجہ سے موت کی ہرگز تمنا نہ کرے۔ اگر دین میں ضرر کا خطرہ ہو تو پھر حفاظت دین کے لئے درست ہے۔ ممکن ہے کہ صبر کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے۔

۵۸۷: وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَعُوْدُهٗ وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ فَقَالَ: اِنَّ اَصْحَابَنَا الَّذِيْنَ سَلَفُوْا مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا، وَاِنَّا اَصَبْنَا مَالًا لَا نَجِدُ لَهٗ مَوْضِعًا اِلَّا التُّرَابَ وَلَوْ لَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا اَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهٖ ثُمَّ اَتَيْنَاهُ مَرَّةً اُخْرٰى وَهُوَ يَبْنِيْ حَائِطًا لَّهٗ فَقَالَ: "اِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهٗ اِلَّا فِيْ شَيْءٍ يَّجْعَلُهٗ فِيْ هٰذَا التُّرَابِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

۵۸۷: حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت خباب بن الارت کی بیمار پرسی کے لئے ان کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے سات داغ لگوائے تھے حضرت خباب نے فرمایا کہ ہمارے وہ ساتھی جو گزر گئے اور چلے گئے دنیا نے ان کے اجر کو کم نہیں کیا اور ہم نے اتنی دولت پالی جس کے لئے ہم کوئی جگہ نہیں پاتے سوائے مٹی کے۔ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی دعا کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں ضرور موت کی دعا کرتا۔ پھر کچھ وقت کے بعد ہم دوسری مرتبہ حاضر ہوئے جب وہ اپنی دیوار تعمیر کر رہے تھے پس انہوں نے فرمایا کہ بے شک مسلمان کو ہر چیز کا اجر ملتا ہے جس کو وہ خرچ کرے مگر اس چیز میں جس کو وہ اس مٹی میں لگائے۔ (بخاری و مسلم) یہ بخاری کے لفظ ہیں۔

**قیس بن ابی حازم:** ان کا نام عبد بن عوف بن حارث ہے۔ بعض نے عوف احمسی بتلایا۔ یہ بجیلہ قبیلہ سے تعلق کی بنا پر بجلی کہلاتے ہیں کوفی تابعی الجلیل مخضرمی ہیں۔ انہوں نے جاہلیت و اسلام دونوں زمانے پائے۔ بیعت کے لئے روانہ ہوئے ابھی راستہ میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ ان کے والد صحابی ہیں انہوں نے عشرۂ مبشرہ سے روایت لی ہے۔ تمام تابعین ان کے علاوہ اور کوئی شخص نہیں جنہوں نے عشرۂ مبشرہ سے روایت لی ہو۔ ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں روی عما عدا ابن عوف منهم توفي سنة اربع وثمانين بعض نے ۸۴ کے بجائے ۸۷، ۸۸ بھی بتلایا ہے۔ (تہذیب نووی)

**خباب بن الارت رضی اللہ عنہ** کے حالات باب الصبر میں گزرے۔ ملاحظہ کر لیں۔

**النَّحْوُ:** **نعوده** یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ان کے پاس جانے کی وجہ بیان کرنے کے لئے آیا ہے۔ **قد اکتوی سبع کیات** آگ سے ان کے جسم کو سات مرتبہ داغ دیا گیا۔

یہ خباب سے جملہ حالیہ ہے۔ یہ داغ بعض امراض کے لئے بطور علاج کیا جاتا تھا۔ اس کی ممانعت جن روایات میں وارد ہے وہ نہی ارشاد ہے یا ان کے لئے ہے جو اس کو لازمی شفا قرار دیتے ہیں حدیث یہ ہے کہ متوکل لوگ **لا يسترقون ولا يكتوون**، **سلفوا** یعنی جو فوت ہو گئے اور بارگاہ الٰہی میں پہنچ گئے۔ **مضوا** دنیا سے رخصت ہو گئے۔ **ولم تنقصهم الدنیا** دنیا نے ان کے ان مراتب میں ذرا بھر کمی نہ کی جو ان کے لئے آخرت میں تیار کئے گئے کیونکہ انہوں نے لذات دنیا میں سے کسی ایسی چیز کی تمنا نہیں کی جو ان کی آخرت کی نعمتوں میں کمی کا باعث بنے۔ بلکہ انتقال کے وقت ان کے اجر و ثواب کامل و مکمل حالت میں تھے۔ دنیا کی طرف نقص نسبت مجازاً کی گئی ہے کیونکہ یہ سبب ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے کسی اجر کو کم نہیں کیا۔ **وانا اصبنا مالا لا نجد له موضعا الا التراب** انا سے خود ان کی ذات اور وہ صحابہ کرام مراد ہیں جنہوں نے غنائم و عطایا پائے۔ ترمذی کی روایت میں یہ لفظ **لقد رايتني مع رسول الله صلى الله عليه وسلم لا املك درهما وان في جانب بيتي الان اربعين الف درهم الحديث)** لا نجد یعنی مال ضرورت سے زائد ہے اور لوگوں سے

بچانے کے لئے اس کو دفن کے سوا کوئی حل نہیں پاتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مال سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر دیا جائے تو اسے دفن کرنا جائز ہے یا الا التراب سے مراد تعمیر ہے تحفہ میں اسی پر اکتفاء ہے۔ (تحفۃ القاری)

ولو لا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھانا ظاہری الفاظ سے عموم معلوم ہو رہا ہے خواہ دین میں فتنہ کا خطرہ ہی ہو۔ روایاتِ باب بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ داغ سے حاصل ہونے والی تکلیف کی طرف اشارہ ہو۔ لدعوت بہ تو میں ضرور دعا کرتا۔ یبنی حائطا یہاں دیوار مراد ہے (النہایہ) ان المسلم لیؤجر فی کل شئ ینفقہ مسلمان جو مال رضائے الٰہی کے لئے صرف کرے اس میں اجر ملتا ہے۔ الا فی شئی یہ مجرور سے بدل ہے۔ یہ معنوی لحاظ سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز وہ خرچ کرے اس میں اس کا ثواب کم نہیں ہوتا۔ مگر ایک چیز میں اگر یہ مفہوم نہ تسلیم کریں تو کلام تام سے جو مستثنیٰ آتا ہے اس پر نصب ضروری ہے اس میں بدل جائز نہیں۔ یجعلہ فی ھذا التراب تعمیر پر رقم لگانے کو جعل سے تعبیر کیا کیونکہ انفاق کا استعمال تو اس مال پر کیا جاتا ہے جو قرب کے لئے خرچ کیا جائے دوسرے موقع پر اس کا استعمال مجازی ہے۔ اس سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی اللہ تعالیٰ کے متعلق کمال معرفت ثابت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے نفس کو ناقص قرار دے کر اس کو متہم قرار دیا اور موجودہ حالت پر استدراج کا اندیشہ کیا۔ یہی تو محاسبہ نفس ہے جو شخص قبل از وقت نفس کا محاسبہ کر لیتا ہے وہ خوف کے وقت امن میں ہوگا۔

روایت کا فرق: یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں کہ لغو وکا جملہ اور ان اصحابنا کا جملہ التراب تک نہیں بقیہ روایت اسی طرح ہے اور ترمذی و احمد نے حارثہ بن مصرف سے اس طرح نقل کیا۔ دخلت علی خباب وقد اکتوی سبعا فقال لو لا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لا یتمنین احدکم الموت لتمنیتہ ولقد رایتنی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما املک درھما' وان فی جانب بیتی الان اربعین الف درھم ثم اتی بکفنہ فلما راہ بکی وقال لکن حمزۃ لم یوجد لہ کفن الا بردۃ ملحاء اذا جعلت علی راسہ قلصت عن قدمیہ ' وان جعلت علی قدمیہ قلصت عن راسہ حتی مدت علی راسہ وجعلت علی قدمیہ الاذخر ترمذی کی روایت میں ثم اُتی بکفنہ الخ نہیں اور ان کی (خباب) اسی طرح کی روایت بخاری سے گزری جس میں داغ اور تمنا موت کا تذکرہ نہیں (باب فضل الزہد فی الدنیا عن البخاری)

**تخریج**: بخاری' مسلم' نسائی' ابن حبان ۲۹۹۹' طبرانی کبیر ۳۶۳۲/٤' بیہقی ۳۷۷/۳' احمد ۳۲۲۳٤/۷' ترمذی' مسند شہاب ۱۰٤٦' حاکم ٥٦٦٦/۳۔

**الفوائد**: ① حاجت سے زائد عمارت قابل اجر نہیں۔ ② صحابہ کرامؓ نے اعلاء کلمۃ اللہ میں بڑی تکالیف برداشت کیں۔ جزاھم اللہ عنا و عن جمیع امۃ محمد ﷺ۔

## ٦٨ : بَابُ الْوَرَعِ وَتَرْكِ الشُّبُهَاتِ

## بَابٌ : پرہیزگاری اختیار کرنا اور شبہات کا چھوڑنا

ورع : علماء فرماتے ہیں کہ جس چیز میں حرج نہ ہو اس کو اس چیز کی خاطر چھوڑ دینا جس میں حرج ہو۔ شیخ زکریا کہتے ہیں شبہات چھوڑ دینا یہ مستحب ورع ہے۔ اس کا اطلاق محرمات کے چھوڑنے پر بھی آتا ہے۔ یہ ورع واجب ہے۔ **شبہات** : جمع شبۃ جیسا ظلمات جمع ظلمہ۔ **مشتبہ** : اس چیز کو کہتے ہیں جس کی حلت و حرمت واضح نہ ہو۔

**وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :**

**﴿وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾** [النور: ١٥]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''تم اس کو ہلکا سمجھتے ہو حالانکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بھاری چیز تھی''۔ (النور)

**وتحسبونه هينًا**۔ تم اس کو معمولی خیال کرتے تھے کہ اس میں گناہ نہیں۔ **هينًا**: معمولی۔ **عظیمٌ**: حالانکہ وہ جرم و گناہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑھی تھی۔

اگرچہ آیت افک کے سلسلہ میں اتری لیکن مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب کے لئے اس کو ذکر کر کے یہ بتلانے کی کوشش کی کہ تمام گناہ ایک دوسرے کے لحاظ سے چھوٹے بڑے ہیں مگر ان کے کرنے والے نے اللہ تعالیٰ کی حدود کے متعلق جرأت کا ارتکاب کیا ہے۔ اس وجہ سے گناہ کے لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑے ہیں۔ حدیث مرفوع میں وارد ہے: **لا احدًا غير من الله من اجل ذلك حرم الفواحش** اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت والے ہیں اسی لئے فواحش کو حرام کیا ہے۔

**وَقَالَ تَعَالٰی :**

**﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾** [الفجر: ١٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بے شک آپ کا رب البتہ گھات میں ہے''۔ (الفجر)

**مرصاد** مورچہ جس میں دشمن کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یہ درحقیقت ایک تمثیل ہے کیونکہ وہ بھلائی میں اپنے بندوں کی نگہبانی فرماتا ہے اور ادھر اُدھر ہٹنے نہیں دیتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مخلوق کے اعمال کی نگرانی فرماتا ہے۔

**٥٨٨ : وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : ''اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَّاِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَّبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَّا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ ، وَمَنْ وَّقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ ، كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ ، اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى ، اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ ، اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ : وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ : اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَرَوَيَاهُ مِنْ طُرُقٍ بِاَلْفَاظٍ مُتَقَارِبَةٍ۔**

۵۸۸ : حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا بے شک

حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں جن کو بہت سارے لوگ نہیں جانتے جو آدمی شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا۔ جس طرح کہ وہ چرواہا جو چراگاہ کے اردگرد جانور چراتا ہے قریب ہے کہ اس کا جانور اُس میں چرے۔ اچھی طرح سن لو؟ بے شک ہر بادشاہ کے لئے ایک چراگاہ ہے؟ بے شک اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ بے شک جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار وہ دل ہے۔ (بخاری و مسلم)

دونوں نے اس کو قریب قریب الفاظ سے روایت کیا۔

**نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے حالات باب المحافظہ علی السنہ میں ملاحظہ فرمائیں۔**

**ان الحلال بین** یعنی جو حلال ہے اس کے حلال ہونے پر نص وارد ہے یا اس میں ایسا قاعدہ بتلا دیا گیا جس سے جزئیات کی حلت و حرمت معلوم ہو سکتی ہے۔ جیسا ارشاد فرمایا ﴿ **خلق لکم ما فی الارض جمیعًا** ﴾ لکم میں لام نفع کے لئے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اشیاء میں اصل حلت ہے مگر جب اس کے معارض دلیل سے ثابت ہو جائے۔ **وان الحرام بین** جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا اس کی حرمت واضح ہے کہ یا تو اس کی حرمت پر واضح نص موجود ہے مثلاً فواحش، محرمات یا علامات سے اس کی حرمت ظاہر ہوتی ہے مثلاً اس پر حد یا سخت سزا کا ذکر کیا گیا ہے یا پھر ایسا قاعدہ بتلایا جس سے حرمت ظاہر ہو سکتی ہے۔ جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد **کل مسکر حرام** ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ **وبینھما مشتبھات** ان دونوں کے مابین مشتبہ اشیاء ہیں کیونکہ وہ دو اصلوں کے درمیان واقع ہیں اس کے افراد دونوں میں مشترک ہیں اور ایک جہت کے لحاظ سے ہر ایک کی طرف واقع ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک کا عدم واضح نہیں۔ **لا یعلمھن کثیر من الناس** کیونکہ دونوں نشانات میں تعارض پایا جاتا ہے۔

**اَلنَّحْوُ**: یہ جملہ مشتبہات کی صفت ہے یہاں کل الناس نہیں فرمایا کیونکہ وہ محقق علماء سے وہ مخفی نہیں، جب وہ چیزیں حلت و حرمت میں متردد ہیں اور کوئی نص یا اجماع بھی نہیں پایا جاتا جس سے کوئی مجتہد اجتہاد کر کے دلیل شرعی کے ذریعہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ شامل کر دے جب کوئی صورت باقی نہ رہی تو اب احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو ترک کر دے۔ علماء نے ان مشتبہات میں اختلاف کیا جن کے متعلق اس روایت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ بعض نے کہا وہ حرام ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **فمن اتقی الشبھات الخ** اور علماء نے کہا جس نے اپنی عزت و دین کی حفاظت نہ کی وہ حرام میں مبتلا ہو گیا۔ بعض نے کہا وہ اس قول سے حلال ہیں **کالراعی یرعی حول الحمی** اس میں دلالت کی گئی کہ وہ حرام کے ساتھ ملتبس ہے۔ جس کی طرف حمی کے لفظ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کا چھوڑ دینا نیکی ہے۔ ایک جماعت نے توقف اختیار کیا ہے۔ **فمن اتقی الشبھات فقد استبراء لدینہ وعرضہ** جس نے شبہات سے اپنی حفاظت کی اس نے اپنے دین کو شرعی مذمت سے بچا لیا یا بچانا چاہا اور اسی طرح اس نے اپنی عزت کو لوگوں کے اتہامات سے محفوظ کر لیا کیونکہ اس نے محظورات سے اس کو دور رکھا۔ بعض نے کہا کہ عرض سے بدن ہے یعنی اپنے دین اور بدن کو پاک رکھا بعض نے کہا انسان کے مدح و ذم کا مقام ہے خواہ وہ اس کی ذات میں ہو یا سامان میں۔ کیونکہ اس کا مقام نفس ہوتا ہے اس لئے اس پر محمول کر کے اطلاق المحل علی الحال کی جنس

سے بچے گا اور استبراء کا معنی دین وعیب سے بری ہونا ہے۔ گو علم بالحصول کو حصول قرار دیا یا طلب برأت مراد ہے۔ اول صورت میں سین تاکید کے لئے ہے نہ کہ طلب کے لئے کیونکہ طلب کے لئے حصول لازم نہیں اور دوسری صورت میں طلب کے لئے ہے۔ **ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام** کیونکہ جو آدمی اپنے نفس کو شبہ کا مرتکب بنا دیتا ہے اور یہ حالت آگے چل کر اس کو قطعی محرمات میں ڈال دیتی ہے یا محرمات کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ بسا اوقات جس کا وہ مرتکب ہوتا ہے وہ صریح حرام ہوتا ہے۔ پس وہ اسے اختیار کر لیتا ہے۔ **کالراعی یرعی حول الحمٰی** حمٰی وہ زمین جس کو جانوروں کے لئے چراگاہ کے طور پر محفوظ کر دیا جائے اور دوسروں کو داخلے سے روک دیا جائے یہ ناجائز ہے۔ سوائے اس کے کہ اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کر دیا ہو۔ جیسا حدیث میں وارد ہے: **لا حمٰی الا اللّٰہ و رسولہ** چراگاہ وہی جس کو اللہ اور اس کے رسول نے مقرر کر دیا ہو۔ **یوشك ان یرتع فیہ** قریب ہے کہ وہ حفاظت میں سستی اور چرنے میں جرأت کرتے ہوئے اس چراگاہ کے اندر منہ مار لیں۔ **الا** یہ ہمزہ استفہام اور حرف نفی سے مرکب ہے اور مابعد کے ثبوت پر متنبہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ ورنہ حروف تحقیق کے بعد آنے والا جملہ قسم سے شروع ہوتا ہے۔

**وان لکل ملك حمی** اس مقامات ہیں جن سے وہ لوگوں کو ہٹاتا ہے اور اس پر سزا دیتا ہے۔

① واو کا عطف انہ محذوف ہے جو الا سے سمجھ آ رہا ہے۔ ② کازرونی کہتے ہیں کہ الانباہ پر عطف ہے۔ اس طرح عطف درست ہو جائے گا جملہ کا عطف مفرد پر اس وقت درست ہے جب اس میں معنی فعل پایا جائے جیسا کہ ﴿فالق الاصباح وجعل اللیل﴾ ③ سب سے بہتر واؤ کو مستانفہ بنانا ہے۔ **الا وان حمی اللّٰہ محارمہ** محارم سے مراد گناہ ہیں جس نے ان کا ارتکاب کر لیا وہ سزا کا حقدار بن گیا۔ محارم کو بادشاہ کی چراگاہ سے مشابہت دی گئی ہے۔ تورع اور تہتک کا دارومدار دل کی سلامتی اور بگاڑ پر ہے تو اسی لئے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: **الا ان فی الجسد مضغۃ** مضغۃ گوشت کا اتنا ٹکڑا جو چبایا جا سکے۔ **اذا صلحت صلح الجسد کلہ** یہ صَلَح اور صَلُح لام کے ضمہ وفتحہ سے استعمال ہوتا ہے۔ درستی کا مطلب اس میں علم معرفت اور ایمان کا پایا جانا ہے۔ جب یہ پائے جائیں گے تو جسم اخلاق اعمال احوال کے لحاظ سے درست ہو گا کسی شاعر نے خوب کہا **اذا حلت العنایۃ قلبا۔ نشطت فی العبادۃ الاعضاء۔** جب اللہ تعالیٰ کی عنایت کسی دل میں آ جاتی ہے تو اعضاء عبادت میں نشاط محسوس کرتے ہیں۔ **واذا فسدت فسد الجسد کلہ** فسد یہ بھی سین کے ضمہ وفتحہ سے آتا ہے۔ فساد کا مطلب دل میں شک انکار ناشکری پائی جائے تو **فسد الجسد کلہ** تمام جسم فجور وعصیان سے بگڑ جائے گا۔ **الا وھی القلب** جس گوشت کے ٹکڑے میں وہ صفات پائی جاتی ہوں وہ دل ہے۔ جسم میں دل کا مقام بادشاہ اور اعضاء رعایا کی طرح ہیں۔

مرتبہ حدیث: یہ روایت ایک عظیم اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ابو داؤد سجستانی کہا کرتے تھے۔ اسلام کے احکام تو ان چار روایات میں سمٹ گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ روایت ہے۔ اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس روایت میں کثرت سے فوائد پائے جاتے ہیں اور موقعہ کے لحاظ سے بہت عظیم ہے۔

فرق روایت: تمام صحیحین سے ہوں یا سنن سے روایت کا مدار شعبی ہیں جنہوں نے نعمان سے نقل کی ہے۔ روایت اور پچھلی سند میں تھوڑا بہت اختلاف ہے۔ ان الفاظ سے **الحلال بین والحرام بین و بینھما امور مشتبھۃ فمن ترك ماشبہ علیہ من الاثم کان لما استبان اترك ومن اجترأ علی ما یشك فیہ من الاثم او شك ان یواقع ما استبان والمعاصی**

حمی اللّٰہ۔ من یرتع حول الحمی یوشك ان یوقعه اور مسلم نے کتاب البیوع میں شعبی سے روایت لی ہے۔

**تخریج** : احمد ۲/۶، ۱۸۴، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجه، دارمی ۲/۲۴۵، ابن حبان ۷۲۱، بیهقی ۵/۲۶۴۔

**الفوائد** : ① یہ روایت اُن جامع روایات سے ہے جو تمام دین کا خلاصہ ہے۔ بقول قرطبیؒ اس میں حلال و حرام کا تذکرہ اور اس بات کا ذکر ہے کہ تمام اعمال کا تعلق دِل سے ہے۔ ② دِل کا بڑا مقام ہے اس کی اصلاح کی طرف توجہ ہونی چاہئے۔ حلال کمائی کا اس میں خاص اثر ہے۔

۵۸۹ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَۃً فِی الطَّرِیْقِ فَقَالَ : "لَوْ لَا اَنِّیْ اَخَافُ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الصَّدَقَۃِ لَاَکَلْتُھَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۵۸۹: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں ایک کھجور پائی۔ پھر فرمایا کہ اگر مجھے اس کے صدقہ میں سے ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس کو ضرور کھا لیتا۔ (بخاری و مسلم)

فی الطریق ایک کھجور راستہ میں پڑی پائی۔ لو لا یہ استناعیہ ہے۔ ان تکون من الصدقة لا کلتها ان بتاویل مصدر مبتداء اور اس کی خبر محذوف ہے۔ ای خوفی من کونها من تمر الصدقة موجود لا کلتها اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقے کی کھجور ہوتی تو میں ضرور کھا لیتا۔ یہاں صدقہ سے مراد وہ جو آپ ﷺ کے لئے حلال نہ تھا۔ ورنہ بریرہؓ کے واقعہ میں ان کو صدقہ میں بکری دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: هو لها صدقة ولنا هدية وہ ان کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے صدقہ ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ واجب و مندوب صدقہ آپ ﷺ کے لئے حرام تھا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ لینے والے کی ذلت اور دینے والے کی عزت کو ظاہر کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الید العلیا یعنی دینے والا ہاتھ خیر من الید السفلی لینے والے ہاتھ سے بہت بہتر ہے۔

**مَسْئَلَۃٌ** : ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے معمولی چیز اگر کھانے والی گری پڑی پائے تو کھالے اور اس کا مالک بھی بن جائے گا اگر وہ صاحب علم ہے تو قرائن حالات سے یہ قطعی طور پر معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کے مالک نے اس سے اعراض کیا اور لینے سے درگزر کی ہے۔

اسی لئے عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ایک گرے پڑے انگور کا اعلان کر رہا تھا آپ نے اس کو درہ مار کر کہا ان من الورع ما یمقت اللّٰہ علیه بعض ورع ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے ہیں یعنی ایسے کرنے والے کی عمومی حالت ریا کاری اور دکھلاوا ہے اور لوگوں کے سامنے اپنی پاکدامنی دکھاتا ہے۔

② جس انسان کو کسی چیز کی اباحت میں شبہ ہو تو اسے نہ کرے۔ رہا یہ سوال کہ آیا ترک کرنا اس وقت واجب ہے یا مستحب؟ اس کے متعلق اختلاف حدیث نعمان میں گزرا۔ ہمارے ائمہ کا کلام اس سلسلے میں مصرح ہے کیونکہ اصل تو اباحت ہے اور اصل کے لحاظ سے بری قرار دیا جائے گا جب تک کہ حرام والی جانب معینہ چیز میں معلوم نہ ہو جائے اور اس کے زوال میں شک ہو۔ گویا اس کی مثال اسطرح ہے جیسے مباح ذبیحہ کی شروط میں شک پڑ جائے خواہ واقعہ میں وہ پایا جائے یا نہ کیونکہ ایسی

صورت میں اصل حرمت کا باقی رکھنا ہے۔ پس وہ چیز یقین کے علاوہ حلال قرار نہ پائے گی۔ پھر اس سلسلے میں قریب احتمال کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقے کی کھجور اس وقت موجود تھی باقی احتمال بعید کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ اسے اپنانے سے بے جا افراط اور احوال سلف سے خروج لازم آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر اور ایک جبہ پیش کیا گیا آپ نے پنیر کو کھایا اور جبہ کو استعمال فرمایا۔ مخالطت خنزیر کے احتمال کی طرف نہیں گئے اور نہ اس طرف گئے کہ یہ ذبیحہ کی اذن ہے یا مردہ کی اگر کوئی ان احتمالات کے پیچھے پڑے تو سطح زمین پر وہ کوئی حلال چیز نہ پائے گا۔ اسی لئے ہمارے علماء نے فرمایا یقینی طور پر حلال کا تصور تو اترنے والی بارش کے اس قطرے میں ہوسکتا ہے جو ہاتھ پر لے لیا جائے۔

**تخریج** : احمد ۱۲۱۹۱/٤، بخاری، مسلم، ابن ابی شیبه ۲۱٤/۲، بیهقی ۱۹۵/٦۔

**الفوائد** : (۱) جب قلیل مقدار کا صدقہ حرام ہے تو کثیر بدرجہ اولیٰ حرام ہوا۔ (۲) معمولی گری پڑی کھانے والی چیزوں کو اٹھا کر کھانے میں کوئی حرج نہیں وہ لقطہ نہیں۔ (فتدبر)

۵۹۰ : وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"حَاكَ" بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْكَافِ، اَيْ تَرَدَّدَ فِيْهِ۔

۵۹۰ : حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کامل نیکی اچھے اخلاق ہیں اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو ناپسند کرے کہ لوگ اس کے بارے میں مطلع ہوں۔ (مسلم)

حَاكَ : کھٹکے۔

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ اس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن خالد بن عمرو بن قرط بن عبداللہ بن ابی بکر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری کلابی رضی اللہ عنہ مسلم میں ان کو انصاری کہا گیا ہے مگر اسکی تاویل یہ ہے کہ ان کے حلیف ہیں۔ کیونکہ ان کے والد کو وفد کی صورت میں آمد کا تذکرہ ملتا ہے۔ مصنف نے انہی پر اکتفا کیا کیونکہ بقول ابن اثیر ان کے والد کا وفد میں آنا ضعیف قول ہے۔ ان کے والد جب آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی اور انہیں نعلین طور ہدیہ پیش کئے جن کو قبول کر لیا گیا۔ ان کی بہن کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس خلوت کے لئے تشریف لائے تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی آپ نے اس کو چھوڑ دیا وہ کلابیہ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی۔ متعوذہ کے متعلق بہت اختلاف ہے (اسد الغابہ) یہ روایت واضح ہے کہ متعوذہ نواس کی بہن تھی ہے۔ ابن حجر کی یہ بات نادرست ہوئی کہ نواس کی بہن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی اور متعوذہ وہی ہے (فتح المبین لابن حجر) یہ دوسری روایت کی بنا پر ہے۔ نواس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سترہ احادیث روایت کی ہیں۔ جن میں سے ۳ مسلم نے نقل کی ہیں۔ اصحاب سنن نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ کازرونی کا قول۔ یہ اصحاب صفہ میں سے تھے انہوں نے شام میں رہائش اختیار کر لی۔

البر یہ فجور کے بالمقابل لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو شرع نے وجوباً طلب کی ہو جیسا کہ نہی اس کو کہتے ہیں جس سے شریعت نے روکا ہو۔ خواہ وجوباً یا استحباباً روکا ہو۔ یہ بعض اوقات عقوق (قطع تعلقی) کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے۔ اس وقت اس سے مراد احسان ہوتا ہے جس طرح عقوق نافرمانی کو کہتے ہیں۔ یہ بررت سے کسرہ کے ساتھ برآتا ہے اور ابرہ برائز سے فتحہ کے ساتھ ہے۔ بر کی جمع ابرار اور برّ کی جمع بررۃ ہے۔ حسن الخلق بر کا بڑا حصہ عمدہ اخلاق ہیں۔ یعنی ان اخلاق کو اپنے اندر پیدا کرنا۔ پس حصر مجازی ہے جیسا اس ارشاد میں الحج عرفۃ" الدین النصیحۃ" معروف اخلاق سے مراد خوش طبعی ایذاء نہ دینا سخاوت کرنا۔ دوسروں کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے کو پسند ہو۔ یہ مفہوم بعض لوگوں کے اس قول کی طرح ہے کہ حسن اخلاق معاملے میں انصاف مجادلے میں نرمی احکام میں عدل خوشحالی میں احسان وسخاوت تنگ دستی میں ایثار وغیرہ اچھی صفات کا نام ہے۔ والاثم ما حاك في نفسك اثم گناہ کو کہتے ہیں۔ اس میں ہمزہ واؤ کے بدلے میں لائی گئی ہے۔ گویا یہ ضائع کر کے اعمال کو توڑ دیتا ہے۔ حاك تردد وحرکت کرنے کو کہتے ہیں۔ بعض اس کا معنی اثر کرنا اور جم جانے کا معنی کیا یعنی اضطراب وقلق اور نفرت وکراہیت کا اس طرح اثر پایا جائے کہ اس پر اطمینان حاصل نہ ہو۔ اسی وجہ سے تو اس پر اطلاع کو پسند نہیں کرتا جیسا فرمایا وکرھت ان یطلع علیه الناس۔ ناس سے سردار ومعزز مراد ہیں کیونکہ مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے اور کراہیت سے پختہ رہنے والی طرفی کراہیت مراد ہے۔ عادت میں آ جانے والی کراہیت مراد نہیں جیسا کوئی آدمی حیا سے ناپسند کرے کہ لوگ اسے کھاتا دیکھیں یا بخل سے ناپسند کرے کہ لوگ اس کو کھاتا دیکھیں پختہ وبرقرار نہ رہنے والی کراہیت مراد نہیں جیسا کوئی آدمی ناپسند کرے کہ تواضع کی وجہ سے وہ پیدلوں کے درمیان سوار نہ ہو اگر لوگ اس کو دیکھیں گے تو ناپسند نہ کریں گے۔ حاصل حدیث: حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کی دو علامتیں ہیں: ① اصل فطرت کے لحاظ سے نفس میں ایک ایسا شعور پایا جاتا ہے جو انجام کے لحاظ سے قابل تعریف اور قابل مذمت ہے لیکن غلبہ شہوت سے نفس نے اپنے لئے نقصان دہ پر اقدام کرنے کو لازم کر لیا۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اس سے یہ بات خود واضح ہوگئی کہ نفس میں اثر کو کیونکر علامت قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ اسی وقت صادر ہوتا ہے جب کہ وہ اس کے برے انجام کو سمجھ رہا ہوتا ہے اور لوگوں کی اطلاع کو گناہ کی دلیل بنانے کی وجہ یہ ہے۔ طبعی طور پر نفس میں یہ خواہش ہے کہ لوگوں کو اس کی نیکی اور بھلائی کی اطلاع ہو جائے اور بری اطلاع کو نفس ناپسند کرتا ہے۔ پس لوگوں کے مطلع ہونے کا خطرہ اس کے گناہ ہونے کی دلیل بن گئی۔ اب رہی یہ بات کہ ہر علامت گناہ کی مستقل علامت ہے اور دوسری علامت کی اس کو احتیاج نہیں یا کچھ اور؟ بلکہ یہاں تو ہر جز علامت ہے اور حقیقی علامت ان سے مرکب ہے اور ہر ایک کا احتمال ہے۔ اس صورت دونوں علامتیں اکٹھی نہ پائی گئیں مثلاً وہ قطعی گناہ ہو جیسے سود زنا دونوں علامات منتفی نہیں بلکہ لازم وملزوم ہیں کیونکہ نفس کی کراہت اطلاع کی کراہت اور اس کے عکس کو لازم ہے اور اس حدیث کا تعلق معصیت کے خیال سے متعلق ہے جب تک کہ اس پر عمل نہ ہو یا اس کے متعلق کلام نہ کرے۔

**تخریج** : مسلم، ترمذی، بخاری فی الادب لمفرد، ابن حبان ۳۹۷، دارمی ۲۷۸۹، احمد ۶/۱۷۶۵۰، حاکم ۲۱۷۲، بیہقی ۱۰/۱۹۲۔

**الفرائد** : ① یہ روایت جوامع الکلم میں مختصر ترین جوامع میں سے ہے کیونکہ بر ایسا جامع کلمہ ہے جو تمام افعال خیر نیک خصال پر بولا جاتا ہے اور اثم کا کلمہ تمام افعال شر پر بولا جاتا ہے۔ تمام چھوٹی بڑی قباحتیں اس میں شامل ہیں۔ اسی وجہ سے نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں تقابل فرمایا۔

۵۹۱ :وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ :"جِئْتَ تَسْاَلُ عَنِ الْبِرِّ؟" قُلْتُ :نَعَمْ – فَقَالَ :"اسْتَفْتِ قَلْبَكَ الْبِرُّ مَا اطْمَاَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَاَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ ، وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ وَاَفْتَوْكَ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ ، رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ فِي مُسْنَدَيْهِمَا۔

۵۹۱ :حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نیکی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ تو میں نے عرض کی جی ہاں ٗ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے دل سے پوچھ لو۔ نیکی وہ ہے جس سے دل مطمئن ہو اور نفس مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو نفس میں کھٹکے اور سینے میں اس کے متعلق تردد ہو۔ خواہ اس کے متعلق مجھے لوگ فتویٰ دیں اور فتویٰ دیں۔ حدیث حسن ہے۔(مسند احمد ٗ مسند دارمی)

وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے بن مالک بن عبید اسدی ان کا تعلق اسد بن خزیمہ سے (ابن عبدالبر) یہ اپنی قوم کے وفد کے ساتھ ۹ ھ میں حاضر خدمت ہوئے اسلام لا کر اپنے علاقے کی طرف لوٹے۔ پھر جزیرہ میں اترے اور رقہ (دمشق) میں رہائش اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔ ان کا مدفن جامع رقہ کے منارہ کے پاس ہوا۔ انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ روایات نقل کی ہیں۔ ان سے ان کے بیٹوں عمرو اور سالم اور شعبی نے روایت لی۔ ان میں رقت بہت تھی۔ ان کے آنسو رکتے نہ تھے۔ رقہ میں ان کی اولاد ہے۔ قال اتیت رسول اللہ...... یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ جئت تسال عن البر یہ ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ استفت قلبك اپنے دل سے فتویٰ طلب کرو۔ اس میں اشارہ ہے کہ مخاطب کا دل اصل فطرتی صفائی پر باقی تھا اور خواہشات کی میل سے ملوث نہ ہوا تھا۔ پھر اگلے جملے میں استفسار کا نتیجہ بتلایا گیا ہے اور ان کے سوال کا جواب ہے۔ فرمایا: البر ما اطمانت الیہ النفس و اطمان الیہ القلب النفس اس کا نفس ٗ قلب مراد ہے۔ جب کہ وہ مجتہد ہو۔ ورنہ وہ اس مجتہد سے پوچھے جس پر مطمئن ہو اور جس کی بات پر دل میں سکون ہوتا ہو۔ اگر ان میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے تو التباس والی چیز کو چھوڑ دے جس میں حلت و حرمت والی جانب معلوم نہ ہو۔ قلب وہ قوت جو اس صنوبری شکل کے جز میں رکھی گئی ہے جس کو قلب ہی کہتے ہیں۔ نفس لغت میں شے کی حقیقت کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں بدن میں وہ لطیف قوت جو روح و بدن کے ملاپ سے بنتی ہے اور ان دونوں سے اس کا بیک وقت تعلق ہوتا ہے۔ ما حاك فی النفس نفس سے یہاں مجتہد کا نفس مراد ہے۔ جس کا حلال ہونا اس کے ہاں پختہ طور پر واضح نہ ہو۔ تردد فی الصدر اور شرح صدر نہ ہو۔ وان افتاك الناس اگر چہ جہلاء اور بگڑے ہوئے لوگ اس کے جواز کا فتویٰ دیں اور کہیں وہ تیرا حق ہے تم ان کی بات کو مت اختیار کرو کیونکہ بسا اوقات یہ چیز غلطی میں مبتلا کرتی ہے اور مشتبہ چیز کھانے پر آمادہ کرتی ہے۔ یا الناس سے مطلق مراد ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ اگر مفتی ظاہری حکم شرعی کے لحاظ سے اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دے مگر احتیاط کا تقاضا اسے چھوڑنا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے اس آدمی سے معاملہ جس کا اکثر مال حرام ہو۔ اس سے کوئی چیز نہ لے اور نہ معاملہ

کرے۔ اگرچہ مفتی اس سے معاملے کو مباح قرار دے۔ کیونکہ جو اس سے لیتا ہے اس کا حرام ہونا متعین نہیں ہے مگر یہ احتیاط و ورع کے لحاظ سے اسے نہ لے اور نہ معاملہ کرے کیونکہ ممکن ہے وہ بالکل حرام ہو۔ کازرونی کا قول: فتویٰ تقویٰ سے الگ ہے۔ ان افتاك اس کا عطف مقدر پر ہے۔ یعنی خواہ لوگ تمہیں فتویٰ نہ دیں یا دیں۔ لا افتوك یہ تاکید کے لئے دوبارہ لائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان شبہات کو چھوڑ دینا چاہئے جن کے حاصل کرتے وقت نفس میں حرارت و جوش پیدا ہو۔ اس خطرے سے کہ کہیں وہ واقعہ میں حرام نہ ہوں پہلے بات گزر چکی اس شبہ کا محل قریب ہو۔ بعید شبہادت کی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ افراط فی الدین ہے۔

**تخریج** : احمد ۱۸۰۲۱، دارمی ۲۵۳۲، احمد ۱۷۷۵۷/۶۔

**الفوائد** : ① خاطر قلبی پر مطلع کرنا یہ علاماتِ نبوت سے ہے۔ ② دل کا اضطراب جبکہ دل صحیح ہو یہ اس کے صحیح و غلط ہونے کی علامت ہے۔ ہر فاسق و فاجر کا دل مراد نہیں جو گناہ کا عادی ہو۔

❁ ❁ ❁

۵۹۲ : وَعَنْ اَبِیْ سِرْوَعَةَ "بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِهَا" عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِیْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ : اِنِّیْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِیْ قَدْ تَزَوَّجَ بِهَا، فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ : مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِیْ وَلَا اَخْبَرْتِنِیْ فَرَكِبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ؟" فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔ "اِهَابٌ" بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ۔ "وَعَزِيْزٌ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَبِزَایٍ مُكَرَّرَةٍ۔

۵۹۲ : حضرت ابو سروعہ عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے عقبہ اور اس لڑکی کو جس سے اس نے شادی کی ہے دودھ پلایا ہے۔ تو عقبہ نے اس کو کہا مجھے معلوم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا اور نہ تو نے مجھے قبل ازیں اس کی خبر دی۔ پس وہ سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے اور اس کے بارے میں دریافت کیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ نکاح کیسے رہ سکتا ہے جبکہ اس کے بارے میں کہا جا چکا۔ پس عقبہ نے اس سے جدائی اختیار کی اور اس لڑکی نے کسی اور مرد سے شادی کر لی۔ (بخاری)

**اِهَابٌ۔ عزیز**

ابواہاب بن عزیز۔ بخاری نے کتاب الشہادات میں تحریر کیا کہ انہوں نے ام یحییٰ بنت ابی اہاب سے شادی کی۔ یہ اس کی کنیت ہے۔ اس کا نام غنیہ ہے (المؤتلف للدارقطنی) سیوطی نے کہا اس کی کنیت ام غنی ہے (التوشیح) حافظ زین الدین عراقی کہتے ہیں کہ شرح الفیہ میں ایک روایت عقبہ بن عامر کے نام سے وارد ہے جس میں زینب بن ابی اھاب سے ان کے نکاح کا تذکرہ ہے (مبہمات ابن زین) حافظ مزی نے اطراف میں اس کی نسبت بزاز کی طرف کی ہے۔ اسی میں زینب بن ابی اھاب سے نکاح کا ذکر ہے۔ فتح الباری میں حافظ نے کتاب الشہادات کے شروع میں لکھا ہے کہ میں نے باب العلم میں لکھا کہ ان کا نام غنیہ ہے۔ پھر نسائی میں ان کا نام زینب پایا۔ شاید غنیہ ان کا لقب ہو۔ اور پھر زینب سے بدلا گیا ہو جیسا اور کئی نام آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے تبدیل فرمائے۔ لونڈی کا نام بھی معلوم نہیں اور ابو اھاب کا نام مجھے کہیں نہیں ملا گویا کنیت ہی ان کا نام ہے۔ یہ عزیز کے بیٹے ہیں جن کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عزیز بن قیس بن سوید بن ربیعہ بن زید بن عبداللہ بن دارم تمیمی۔ یہ خلیفہ کا قول ہے جس کو اسد الغابہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بنو نوفل کے حلیف تھے۔ **فاتتہ امراۃ** بخاری کی روایت میں **امراۃ سوداء** ہے (بخاری کتاب البیوع الشہادت) میں **امۃ سواء** (کالی لونڈی) مذکور ہے۔ **فقالت انی قدار ضعت عقبۃ والتی قد تزوج بھا** حافظ لکھتے ہیں کہ دارقطنی نے اس طرح روایت کی **فدخلت علینا امراۃ سوداء فسالت فابطانا علیھا فقالت تصدقوا علی فو اللہ لقد ارضعت نکما جمیعًا** کہ سیاہ عورت نے قسم اٹھا کر دونوں کو دودھ پلانے کا دعویٰ کیا۔ اس روایت میں **ولا اخبرتنی** معنی کے لحاظ سے نفی ہے اس لئے ضی لائے اور اعلم مضارع ہے کیونکہ علم کی نفی حال میں موجود ہے۔ **فرکب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ**۔ وہ مکہ سے سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔

**النحو**: **بالمدینۃ**۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حال ہے رکب سے متعلق نہیں۔ **فسالہ** اس مسئلے کا جواب دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**کیف وقد قیل کیف** یہ ظرف ہے محذوف کی خبر ہے یعنی **کیف اجتماعکما بعد** اس کے بعد تمہارا اجتماع کیسے ممکن ہے۔ **قد قیل** یہ مقدر سے حال ہے۔ یعنی تمہارا اجتماع اس کے قول کی صورت میں کیسے ہو سکتا ہے تم رضائی بہن بھائی ہو۔ یہ مروت کے خلاف ہے۔ **ففارقھا عقبۃ**۔ ظاہری صورت میں اس سے جدائی اختیار کر لی یا احتیاطاً یا بطور ورع کے اس کو طلاق دے دی۔ اس میں رضاعت کا حکم ثابت نہیں اور نکاح ہونا فاسد نہیں۔ اس لئے کہ ایک عورت کا قول شہادت نہیں جس سے اس پر حکم لگ جائے۔ امام احمد نے اس کے ظاہر کو اختیار کیا کہ مرضعہ کی شہادت سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ مسئلہ کے لئے فتح الباری ملاحظہ کریں۔

**ونکحت زوجا غیرہ** اس حدیث میں شبہ کو چھوڑنے اور احتیاط کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

**تخریج**: بخاری فی العلم والبیوع والشھادات النکاح' ابو داؤد' ترمذی' نسائی' طبرانی کبیر ۱۷/۹۷٤' ابن حبان ٤٢١٦' دارقطنی ٤/١٧٧' حمیدی ٥٧٩' بیھقی ٧/٤٦٣۔

**الفوائد**: (۱) دایہ کی شہادت دودھ کے سلسلہ میں مقبول ہے۔ (۲) مشتبہ معاملات سے بچنا چاہئے۔

۵۹۳ : وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : "دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَالَا يُرِيْبُكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ' مَعْنَاهُ : اُتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِيْهِ وَخُذْ مَا لَا تَشُكُّ فِيْهِ۔

۵۹۳ : حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد ہے: "دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَالَا يُرِيْبُكَ" تم اس چیز کو چھوڑ دو جو شک میں ڈال دے اور اس کو اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے۔ (ترمذی) اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشکوک کو چھوڑ دو اور اس کو اختیار کرو جو غیر

مشکوک ہو۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہما بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ریحانۃ الدنیا فرمایا۔ ان کے حالات باب الصدق میں گزرے ملاحظہ کر لئے جائیں۔

دع یہ امر کا صیغہ ندب وارشاد کے لئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبہات سے بچتے ہوئے مکارم اخلاق کو اپناؤ۔ یہ امر واجب کو ثابت نہیں کرتا کہ جس کا چھوڑنے والا گناہ کا حقدار ہو۔ البتہ چھوڑنے والا فرمان ہو جائے گا۔ ما یریبك الی ما لا یریبك یریب یہ راب یریب سے ہے۔ جبکہ تم اس سے ایسی چیز دیکھو جو تمہیں ناپسند ہو اور شک میں مبتلا کرنے والی ہو۔ قبیلہ ہذیل اسے اراب پڑھتے ہیں باب الصدق میں اس حدیث میں اضافہ بھی موجود ہے۔ معنی روایت کا یہ ہے کہ جس معاملے حلت وحرمت کے دلائل میں تعارض آ جائے تو ایسی چیز کو اختیار کرلے جس کے حلال ہونے کے متعلق نص موجود ہو یا اس کے حلال ہونے کے متعلق مجتہد کا قول پایا جائے اور اس کو اس پر قیاس کریں گے جس کے حلال ہونے پر نص موجود ہو اور اس کو رد کے لئے معارض نص نہ ہو (کذا قال النووی)

**تخریج** : ترمذی' احمد ۱/۱۷۲۳' عبدالرزاق ۴۹۸۴' طبرانی کبیر ۲۷۱۱' ابو یعلی ۶۷۶۲' ابن حبان ۷۲۲' نسائی ۵۷۲۷' طیالسی ۱۱۷۸' حاکم ۲/۲۱۶۹' دارمی ۲۵۳۲۔

**الفوائد** : ① معاملے کی بنیاد مکلف کو تحقیق و یقین پر رکھنی چاہئے۔ ② شبہات بسا اوقات انسان کو حرام میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

۵۹۴ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ لِاَبِیْ بَكْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ غُلَامٌ یُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ یَاْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ فَجَآءَ یَوْمًا بِشَیْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْبَكْرٍ ' فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ : وَمَا هُوَ؟ فَقَالَ : كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِلْاِنْسَانِ فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَمَا اُحْسِنُ الْكِهَانَةَ اِلَّا اَنِّیْ خَدَعْتُهٗ فَلَقِیَنِیْ فَاَعْطَانِیْ لِذٰلِكَ هٰذَا الَّذِیْ اَكَلْتَ مِنْهُ ' فَاَدْخَلَ اَبُوْبَكْرٍ یَدَهٗ فَقَآءَ كُلَّ شَیْءٍ فِیْ بَطْنِهٖ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

"اَلْخَرَاجُ" شَیْءٌ یَجْعَلُهُ السَّیِّدُ عَلٰی عَبْدِهٖ یُؤَدِّیْهِ كُلَّ یَوْمٍ وَّبَاقِیْ كَسْبِهٖ یَكُوْنُ لِلْعَبْدِ۔

۵۹۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو کمائی کر کے لاتا اور آپ اس کی کمائی سے کھاتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا۔ آپ نے اس میں کچھ کھایا۔ غلام نے کہا کیا آپ کو معلوم ہے یہ کیا ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے جاہلیت کے زمانہ میں ایک نجومیوں والی پیشین گوئی کی تھی اور میں کہانت کو اچھی طرح نہ جانتا تھا صرف میں نے اسے دھوکہ دیا پس آج وہ مجھے ملا اور اس نے مجھے یہ دیا یہ وہی ہے جس سے آپ نے کھایا ہے۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ منہ میں داخل کر کے پیٹ میں جو کچھ تھا قے کر دیا۔ (بخاری)

اَلْخَرَاجُ: وہ رقم جو آقا اپنے غلام ماذون پر یومیہ مقرر کرتا ہے اور باقی غلام کا ہوتا ہے۔

کان لابی بکر الصدیق رضی الله عنه غلام ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ مجھے اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ایسا واقعہ نعمان بن عمرو۔ عبدالرزاق نے وہ واقعہ مرسل سند سے لکھا ہے۔ نعمان سمیت ایک چشمے کے پاس اترے۔ نعمان کہنے لگے ایسے ہوگا' ایسے ہوگا' وہ لوگ اس کے پاس کھانا لاتے وہ اپنے دوستوں کی طرف بھیج دیتا۔ یہ بات ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں نعمان کی کہانت کی کمائی آج کھا رہا ہوں۔ پھر اپنا ہاتھ اپنے حلق میں داخل کر کے قے کر دی۔ فتح الباری۔ امام احمد نے کتاب الورع میں ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ میں آج تک کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کھانے کی قے کی ہو۔ ان کے پاس کھانا لایا گیا انہوں نے کھا لیا۔ پھر ان سے کسی نے کہہ دیا یہ ابن نعمان لایا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے ابن نعمان کی کہانت کی کمائی کھلا دی؟ پھر قے کر دی۔ یہ روایت مرسل ہے اگر رواۃ ثقہ ہیں۔ مسند ابن ابی شیبہ میں اس کے علاوہ روایت مذکور ہے۔ یخرج له الخراج۔ خراج سے جو آمدنی کما کر وہ دیتا تھا۔ یہاں خراج سے مراد وہ مال ہے جو غلام پر کمانے کے لئے مقرر کر دیا جاتا ہے کہ وہ اتنی رقم کما کر یومیہ یا ماہانہ ادا کرے۔ وکان ابوبکر یاکل من خراجه آپ اس کی آمدنی سے تفتیش کے بعد کھا لیا کرتے تھے جیسا اسمٰعیلی کی روایت میں ہے۔ فاتاه فی لیلة بکسبه فاکله آپ نے دریافت کے بغیر کھا لیا پھر اس سے پوچھا۔ فقدری یہ اصل میں اتدری ہے کیا آپ کو معلوم ہے ما هذا جو آپ نے کھایا ہے۔ یعنی اس کو میں کہاں سے لایا ہوں۔ فقال ابوبکر وما هو۔ ما هو سے وصول کرنے کا موقعہ دریافت کیا۔ لا نسان اس کا نام معلوم نہیں ہوا (فتح الباری) فی الجاهلیة اسلام سے پہلے زمانے کا نام ہے۔ کثرت جہالت کی وجہ سے ان کا یہ نام پڑ گیا۔ وما احسن الکهانة الا انی خدعته گویا غلام نے کہانت کے ساتھ دھوکے کی دوسری برائی جمع کر لی۔ خداع اس چیز کی طمع دلانا جو اس کے اختیار میں نہیں۔ امام راغب نے کہا یعنی جس بات کے درپے ہیں اس کو اس کی بات سے ایسے طریقے سے ہٹانا کہ ہٹانے والا ظاہر کچھ اور کرے اور اس کے باطن میں اور چیز چھپی ہو۔ (مفردات) فلقینی فاعطانی اس نے آج اسلام کی حالت میں مجھے یہ مال دیا۔ لذلك یعنی میری کہانت کے معاوضے میں دی ہے۔ هذا الذی اکلت منه یوں محسوس ہوا گویا اس نے ان کو دھکا دے دیا ہے کیونکہ ان کو اس وقت اس کی بات کا مطلب معلوم ہوا۔

**اَلنَّحْوُ:** فادخل ابوبکر یده فقاء کل شیء فی بطنه فی بطنه یہ شئی کی صفت ہے۔ ابن التین کا قول: جاہلیت کی تمام باتیں من گھڑتے ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے بچنے کے لئے قے کر دی۔ اگر زمانہ اسلام میں کسی چیز کا مال ہو یا اس کی قیمت ہو تو پھر قے بھی کھانے والے کے لئے کافی نہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں میرے ہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قے کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کو پختہ طور پر یہ بات معلوم تھی کہ کاہن کی مٹھائی ممنوع ہے اور حلوان کاہن سے مراد وہ چیز ہے جو کہانت کے عوض میں وصول کرتا ہے۔ کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو بلا دلیل شرعی غیبی اطلاعات کا مدعی ہو۔ اسلام کی آمد سے پہلے جزیرۂ عرب میں یہ چیز شائع و ذائع تھی۔ خراج کی تعریف میں یوم کی قید غالب کے لحاظ سے ہے۔ اس مرد کی قید بھی ورنہ عورت اگر اپنے غلام پر سالانہ کمائی مقرر کر دے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ بقیہ کمائی غلام خود استعمال کرتا ہے۔ البتہ وہ اس کا مالک نہیں ہوتا اور وہ چیز آقا کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی۔ استعمال کی اجازت دے دینے کی وجہ سے وہ اپنے استعمال میں لا سکتا ہے اور جمع کر سکتا ہے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۳۸۴۲)

**الفوائد** : ① مشتبہ چیز کو کھانے سے بچنا چاہیے۔ ② جاہلیت کے ٹونے ٹوٹکے درست نہیں ہے۔ ③ شک والے قول و فعل سے بچنا چاہیے۔

**۵۹۵** : وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ أَرْبَعَةَ الْآفٍ وَّفَرَضَ لِابْنِهٖ ثَلَاثَةَ الْآفٍ وَّخَمْسَ مِائَةٍ ' فَقِيْلَ لَهٗ : هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهٗ؟ فَقَالَ : اِنَّمَا هَاجَرَ بِهٖ أَبُوْهُ يَقُوْلُ : لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهٖ ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۵۹۵ : حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین اولین کا وظیفہ چار ہزار درہم مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے کے لئے تین ہزار پانچ سو مقرر فرمایا۔ ان کو کہا گیا کہ وہ مہاجرین میں سے ہے تو آپ ان کا حصہ کیوں کم کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اس کے باپ نے اس کو ہجرت کروائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان کی طرح نہیں جنہوں نے بذات خود ہجرت کی۔ (بخاری)

نافع یہ جلیل القدر تابعی ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام ہیں۔ فرض مقرر کیا۔ للمهاجرين الاولين عطیات کے صیغہ سے ان میں سے ہر ایک کے لئے چار ہزار درہم مقرر کیے۔ فرض لابنه اور اپنے بیٹے عبداللہ کے لئے تین ہزار پانچ سو مقرر فرمائے حالانکہ وہ مہاجرین سے تھے اور یہ بطور احتیاط ایسا کیا قيل له هو من المهاجرين مناسب یہ ہے کہ ان کو بھی ہر مہاجر کے برابر ملے۔ فلم نقصته آپ نے پانچ سو کیوں کر دیے۔

**النحو** : نقص کا لفظ ایک مفعول لہ اور دو مفعول کے ساتھ آتا ہے۔ یہاں ایک مذکور اور دوسرا محذوف ہے مثلاً نقصت المال دیناراً۔ هاجرا به ابواه وہ حقیقت میں ہجرت کرنے والا نہیں اس کے والدین ہجرت کرنے والے تھے۔ وہ بھی ان کی معیت میں ہجرت کرنے والا تھا۔ ابواہ کا لفظ ماں باپ پر تغلیباً بول دیا جیسے سورج و چاند کو قمران کہتے ہیں۔ ليس هو كمن هاجر بنفسه گویا وہ اپنے والدین کے سایہ میں تھا وہ ان لوگوں کی طرح نہیں جنہوں نے بذات خود ہجرت کر کے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ واودی کی روایت میں آیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرے ماں باپ نے ہجرت کی ہے اس وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی۔ جنہوں نے اس سے زیادہ بتلائی وہ درست نہیں کیونکہ صحیح روایات میں وارد ہے کہ احد کے دن جب ان کو پیش کیا گیا تو ان کی عمر چودہ سال تھی اور احد کا معرکہ شوال ۳ھ میں پیش آیا۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۳۹۱۲)

**الفوائد** : ① مہاجرین اولین کی عظیم فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ ② عدل فاروقی اور اپنے اہل و عیال کو حلال چیز کھلانے کا اہتمام ظاہر ہو رہا ہے۔

**۵۹۶** : وَعَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَالَا بَأْسَ بِهٖ حَذَرًا مِّمَّا بِهٖ بَأْسٌ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۵۹۲: حضرت عطیہ بن عروہ سعدی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ پرہیزگاروں کے مرتبہ کو تبھی پہنچ سکتا ہے۔ جبکہ وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہ ہو۔ اس خطرے سے کہ وہ ان میں مبتلا ہو جن میں حرج ہو۔ (ترمذی)

یہ روایت حسن ہے۔

عطیہ بن عروۃ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے اطراف میں لکھا ہے کہ ان کو ابوعمرو بن عوف جمی کہا جاتا ہے اور بعض نے ابوسعد کہا ہے۔ سعدی ابن اثیر کہتے ہیں یہ سعد بن بکر اور مزی کہتے ہیں کہ یہ سعد بنی خیثم بن سعد بن بکر بن ہوازن سے ہیں (اسد الغابہ) یہ صحابی ہیں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین احادیث روایت کی ہیں۔ لا یبلغ نہیں پہنچ سکتا۔ من المتقین یعنی کمال تقویٰ والے۔ مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے۔ حتی یدع یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے وہ چیز چھوڑ دے۔ ما لا باس به ظاہری فتوے کے لحاظ سے اس میں حرج نہ ہو یا مطلقاً اس کے استعمال میں قباحت نہ ہو۔

اَلنَّحْوُ :حذراً ① یہ مفعول مطلق ہے اپنے فعل سمیت محل حال میں ہے ای حال کونه یحذر حذراً ② مفعول لہ ہے۔ لما به باس اس سے بچنے کی خاطر جس میں حرج و تنگی ہو۔ یہ اسی طرح ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فمن اتقی الشبهات فقد استبرأ لدینه و عرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام (ترمذی)

**تخریج**: اخرجه الترمذی (۲٤٥٩) و ابن ماجه (٤٢١٥)

**الفرائد** : مشتبہ چیز سے اس لئے بچا جائے تاکہ قابل مواخذہ چیز کو اختیار نہ کیا جائے۔

"تم الجزء الثاني : بحمد الله وعونه ويليه الجزء الثالث"

# دلیل الفالحین

شرح اردو

# ریاض الصّالحین

جلد سوم

تألیف

محمّد بن علّان الصّدیقی الشّافعی الأشعری المکّی

المتوفی سنة ۱۰۵۷ھ

تحقیق

عصام الدّین الصّبابطی

مترجم

مولانا شمس الدّین صاحب


ناشر

مکتبۃ العلم

# دلیل الفالحین

شرح اردو

# ریاض الصالحین

جلد سوم


تالیف: محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی

مترجم: مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: عصام الدین الصبابطی


اس ترجمہ کی چند نمایاں خصوصیات

★ تمام احادیث کا آسان و عام فہم ترجمہ ★ احادیث کے حل طلب مسائل کی بہترین و دلکش تشریح

★ دور جدید کے مسائل کا بہترین حل ★ حل اللغات نحو وغیرہ کے عنوانات سے آسان تشریح

★ ہر مسئلے پر فقہا کی آراء ★ آیات قرآنیہ مکمل حوالوں کے ساتھ ★ ہر حدیث کی مکمل و مدلل تخریج

★ "الفوائد" کے عنوان سے حدیث میں بیان کیے گئے ارشادات نبویہ ﷺ کا مختصر خلاصہ


ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان

Ph:7211788-7231788

نام کتاب ............ دلیل الفالحین شرح اردو ریاض الصالحین

تالیف: ............ محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی

مترجم ............ مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: ............ عصام الدین الصبابطی

طابع ............ خالد مقبول

مطبع ............ آر۔ آر۔ پرنٹرز

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ☎ 7224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور ☎ 7221395

❖ مکتبہ جویریہ ۱۸ - اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان ☎ 7211788

# فہرست

## کتاب آداب السفر

## ۷۹ : بَابُ اسْتِحْبَابِ الْعُزْلَةِ عِنْدَ فَسَادِ النَّاسِ وَالزَّمَانِ اَوِ الْخَوْفِ مِنْ فِتْنَةٍ فِي الدِّيْنِ وَوُقُوعٍ فِي حَرَامٍ وَّشُبُهَاتٍ وَنَحْوِهَا

## بَاب: لوگوں اور زمانے کے بگاڑ' دین میں فتنہ اور حرام میں مبتلا ہونے کے خوف کے وقت علیحدگی اختیار کرنا بہتر ہے

**العزلة** : اعتزل سے اسم مصدر ہے۔ اس کا معنی پرہیز کرنا' بچنا ہے (الصحاح) **عند فساد الزمان** جب زمانے کے حالات بگڑ جائیں تو عزلت عبادت قرار دی گئی ہے۔ زمانے کے بگڑنے کا مطلب اس میں اصلاح کے بعد فساد کا پیدا ہونا اور ریا کاری جھوٹ کا دور دورہ ہے۔ اسی طرح امانت کے بعد خیانت کا آ جانا ہے۔ **او عند الخوف من فتنة** یا کسی مشقت میں پڑ جانے کا خدشہ ہو۔ **في الدين** مثلاً کسی حرام پر اتفاق کر لیں یا منکرات سے پیدا ہو جائیں' منکرات پر اصرار کرنے لگیں' یہ اگرچہ زمانے کا بگاڑ نہ مگر بہت سے لوگ منکرات پر مجتمع ہو جائیں یعنی اجتماعی برائیاں پیدا ہو جائیں۔ **وقوع في حرام و شبهات ونحوها** یہ محنت پر معطوف ہے یہ عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے۔ دین میں شبہ کا واقع ہونا یا تو اس بناء پر ہوتا ہے کہ وہ چیز حقیقت میں حرام ہے اور اس میں واقع ہونا اس میں مبتلا ہونے کی طرح ہے جیسا گزرا من **وقع في الشبهات وقع في الحرام** عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر فتنے وغیرہ کا خطرہ نہ ہو اس وقت میل جول عزلت سے افضل ہے۔ نووی کہتے ہیں جس کو غالب گمان ہو کہ وہ مخالفت میں مبتلا نہ ہو گا اسے میل جول افضل ہے اور اگر اس کے لئے یہ گراں ہو تو عزلت بہتر ہے۔ عنقریب تفصیل سے تذکرہ آئے گا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ [الذاریات: ۵۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پس تم اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو بے شک میں تمہارے لئے کھلا ڈرانے والا ہوں''۔ (الذاریات)

**ففروا الى الله** اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب سے بھاگو۔ یہ اللہ پر ایمان اور اس کی اطاعت میں داخل ہونے کا امر ہے۔ یہاں امر کو فرار سے تعبیر فرما کر متنبہ کیا عذاب و عتاب لوگوں کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بھاگ جائیں گویا یہ لفظ بیک وقت تحذیر و استدعا دونوں کو شامل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اسی معنی پر خبردار کر رہا ہے۔ **لا ملجاء و لا منجي منك الا اليك الحديث** حسین بن فضل کہتے تھے جو غیر کی طرف بھاگا اس نے اپنے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچایا۔ **الي لكم منه نذير مبين** اسلئے مجھے خبردار کرنا اور ڈرانا ضروری یا میں اپنا منذر ہونا معجزات سے واضح کرنے والا ہوں۔

۵۹۷ : وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : ''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اَلْمُرَادُ "بِالْغَنِيِّ" غَنِيِّ النَّفْسِ كَمَا سَبَقَ فِي الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ۔

۵۹۷: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگار مخلوق سے بے نیاز اور پوشیدہ رہنے والے بندے کو پسند کرتا ہے"۔ (مسلم)

الْغَنِيّ سے یہاں مراد دل کے غنا والا ہے جیسے پچھلی صحیح حدیث میں گزرا ہے۔

سعد بن ابی وقاص ابووقاص کا نام مالک ہے۔ سعد عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان کے حالات پہلے گزرے۔ ان اللہ یحب العبد یہاں محبت کی غایت مراد ہے کیونکہ محبت بمعنی میلان نفس کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر درست نہیں اور وہ توفیق اطاعت ہے۔ ② یا بہترین فضل سے اس پر رجوع کرنا ③ یا ملائکہ کے ہاں اس کی تعریف کرنا جب کہ صفت فعل ہو اور اگر صفت ذات مراد ہو تو پھر ارادہ مراد ہے۔ العبد یہ انسان کی سب سے بلند صفت ہے۔ اس سے مراد مکلف ہے خواہ غلام ہو یا آزاد۔ التقی جو اوامر و نواہی کو بجالانے اور نواہی سے پرہیز کرنے والا ہو۔ الغنی وہ۔ لہٰذا شرع میں جس کو پسند کیا گیا ہے۔ الخفی وہ آدمی جو سب سے منقطع ہو کر عبادت اور طاعت الٰہی میں مشغول ہو۔ ایسے امور انجام دینے والا ہو جو دین و دنیا کے لحاظ سے شرعاً مطلوب ہوں۔ ② دوسرا قول یہ ہے جو لوگوں سے الگ تھلگ ہو اور اس کا مقام لوگوں سے مخفی ہو۔ اگر اس کو الحفی پڑھا جائے تو مراد صلہ رحمی کرنے والا ہو۔ رشتہ داروں سے نرمی برتنے والا اور دوسرے ضعفاء سے بھلا سلوک کرنے والا۔ زیادہ درست پہلا ہے۔ حاصل روایت۔ اس میں مخالطت سے علیحدگی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ خواہ مطلق مراد ہو یا خوف فتنہ کا موقعہ ہو۔ جیسا مصنف کا میلان ہے غنی سے غنی نفس مراد ہے حدیث میں بھی یہی مراد ہے اور غنی النفس کا معنی جو تکلف سے بچا ہوا ہو۔

**تخریج**: اخرجه مسلم ۲۹۶۵ واحمد ۱/۱۴٤۱ وابو یعلی ۷۳۷ والبیهقی فی شعب الایمان ۱۰۳۷۰ وابو نعیم فی الحلیة ۱/۹٤

**الفوائد**: ① اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں کی صفات ذکر کی گئی ہیں۔ ② تقویٰ غناء نفس اعلیٰ صفات ہیں۔ ③ نفلی عبادات کو لوگوں سے چھپا کر کرے تاکہ ریاکاری سے محفوظ رہیں۔

۵۹۸: وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ رَبَّهٗ" وَفِیْ رِوَایَةٍ "یَتَّقِی اللّٰهَ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۵۹۸: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا شخص افضل ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ مؤمن جو اللہ کی راہ میں اپنے نفس اور مال کے ساتھ جہاد کرنے والا ہے۔ عرض کی پھر کون؟ فرمایا وہ آدمی جو کسی گھاٹی میں الگ تھلگ رہ کر اپنے رب کی عبادت کر رہا ہو اور ایک روایت میں ہے وہ اللہ سے ڈرتا اور لوگوں کو اپنے شر سے بچاتا ہو"۔ (بخاری و مسلم)

قال رجل حافظ کہتے ہیں مجھے اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ جن لوگوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ مراد لیا ہے وہ درست نہیں کیونکہ بخاری کتاب الرقاق میں جاء اعرابی ہے اور ابوذر اعرابی نہیں۔ ای الناس افضل بخاری کی ایک روایت میں ای الناس خیر کے الفاظ ہیں۔ یا رسول اللہ یہ خطاب تلذذ کے لئے ہے بقول شاعر اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ..... هو المسلك ما کررته يتضوع اس خطاب سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ ایسی باتوں کا جواب تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اس کے زمین کے ذریعہ معلوم ہوسکتا ہے۔ قال یہاں فا اور ثم کے بغیر لائے تا کہ جملہ مستانفہ ہونا ظاہر ہو کیونکہ یہاں اصل مقصود سوال کا جواب لینا ہے۔

**اَلنَّحْوُ**: مومن یجاھد بنفسه وماله في سبيل الله یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی الافضل مؤمنٌ فی سبیل اللہ کا مطلب کفار سے جہاد کرنا اور دین کا غلبہ ہے یعنی وہ جان سے جہاد کرے اور مال سے اعانت کرے۔ بعض اوقات اسے مطلق اطاعت مراد ہوتی ہے۔ قال ثم من اس کے بعد کون؟ ثم کو لائے تا کہ ماقبل سے کم درجہ ہونے پر نص بن جائے یعنی ثم بعدہٗ۔ رجل معتزل في شعب من الشعاب مسلم میں رجل کی بجائے مؤمن کا لفظ ہے۔

یہ مبتداء ہے جس کی خبر محذوف ہے ماقبل کے برعکس۔ الشعب دو پہاڑوں میں کھلی جگہ اور پانی بہنے کا راستہ۔ و یعبد ربه مسلم کی روایت میں مقیم الصلاة ویؤتي الزكوة حتى ياتيه اليقين ليس من الناس الا في خير۔

یہ جملہ مستانفہ ہے۔ الگ تھلگ ہونے والے کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے لوگوں میں رہنے سے آدمی اس میں غفلت برتتا ہے۔ خلوت میں جلوت ہے۔

یہ دوسری خبر بھی بن سکتی ہے۔ یہ اس روایت کے خلاف نہیں "خیر کم من تعلم القرآن و علمهٗ" "خیر کم من طال عمرہ و حسن عملهٗ" اس جیسی دیگر روایات۔ کیونکہ خیریت کا یہ اختلاف اوقات و اقوام و احوال کے لحاظ سے ہے۔ حدیث بالا میں صرف عزلت کی فضیلت ذکر کی گئی اور بس۔ بقول ابن حجرؒ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کا زمانہ مراد ہے۔ بخاری کی روایت میں ثم مؤمن في شعب من الشعاب کے الفاظ ہیں۔ یتقی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ اس پر نگہبان اور محیط ہے۔ یدع الناس لوگوں کو چھوڑ دے۔ من شرہ ان سے متفرد الگ رہنے کی وجہ سے اس کی برائی ان تک نہیں پہنچتی۔ مصنف نے جو جملہ الگ روایت کی صورت میں ذکر کیا وہ اسی روایت کا حصہ ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد ٤/١٣٢٢ والبخاری ٢٧٨٦ ومسلم ١٨٨٨ واللفظ له والترمذی ٢٦٦٠ والنسائی ٣١٠٥ وابو داود ٢٤٨٥ وابن ماجه ٣٩٧٨ وابن حبان ٤٥٩٩ والبيهقی ١٥٩/٩۔

**الفرائد**: ① فتنوں کے زمانے میں لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنا تا کہ دین محفوظ رہے مستحسن ہے۔ ② نوافل کو چھپا کر ادا کرنا چاہیے۔

۵۹۹ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "يُوْشِكُ اَنْ يَكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتَتَبَّعُ بِهَا

شَعَفَ الْجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

وَ "شَعَفُ الْجِبَالِ": اَعْلَاهَا۔

۵۹۹: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے مقامات پر اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے جائے گا۔ (بخاری)

شَعَفُ الْجِبَالِ: پہاڑوں کی چوٹیاں۔

یوشك قریب ہے۔

النحو: ان یکون خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال ابن مالک کہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اور اس کا منصوب اور غنم نکرہ موصوفہ یہ یکون کا اسم ہے اور خیر مال المسلم یہ خبر ہے۔ المسلم جنس مسلم مراد ہے۔ الگ تھلگ رہنے کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے خبر کو مقدم کیا گیا اور اس لئے کہ کلام سے یہ مقصود ہے۔ غنم مقصود نہیں اسی لئے اس کو موخر لائے۔ ابن حجر کہتے ہیں اس کا عکس بھی درست ہے۔ غنم میں زیادہ مشہور رفع ہے۔ بعض نے دونوں اجزاء کو مرفوع قرار دے کر مبتدا و خبر بنایا ہے۔ یہ جملہ موضع نصب میں یکون کی خبر ہے اور اس کا اسم ضمیر شان ہے۔ کیونکہ یہ کلام تحذیر، تعظیم پر مشتمل ہے۔ خیر شان کو پہلے لانا اس کے معنی کی تاکید کے لئے ہے مگر یہ تکلف ہے (فتح الباری) شعف یہ شعفہ کی جمع ہے جیسے اکم و اکمۃ اور شعاف یعنی جمع ہے۔ مواقع القطر قطر بارش اور اس کے مواضع سے گھاس کے مقامات۔ و الغیث اور بادل کے مقامات کیونکہ جب کسی زمین پر بارش پڑتی ہے تو وہ سبزہ زار بن جاتی ہے۔

النحو: لغیر بدینه من الفتن یہ یتبع کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے: ② مسلم مضاف الیہ سے حال ہے یہ جز کی طرح ہو گیا ③ جملہ مستانفہ ہے یہ زیادہ بہتر ہے۔

تخریج: خرجه البخاري ۱۹ ومالك في موطئه ۱۸۱۱ والنسائي ۵۰۵۱ وابن ماجه ۳۹۸۰ وابو داود ۴۲۶۷۔

الفرائد: ① فتنہ کے وقت لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنے میں سلامتی ہے تاکہ دین محفوظ رہے۔ ② اگر لوگوں میں رہنے کی وجہ سے اس کا اور دوسرے لوگوں کا دین بچتا ہو تو پھر اسے علیحدگی اختیار نہ کرنی چاہیے۔

۶۰۰: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ" فَقَالَ اَصْحَابُهُ: وَاَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۶۰۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو بھی بھیجا اس نے بکریاں چرائیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا آپ نے بھی؟ آپ نے ارشاد فرمایا جی ہاں میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چرایا کرتا تھا۔ (بخاری)

نبیاً اس سے مراد مطلق ہو کہ جن کو نبوت ملی ہو اور شریعت کی وحی کی گئی خواہ اس کی تبلیغ کا حکم ہوا یا نہ۔ بعث کی تفسیر یہاں ایحاء سے کی گئی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد رسول ہوں۔ پھر یہ عام بول کر خاص مراد لے لیں کی جنس سے ہوگا اور اس کا قرینہ بعث کا لفظ موجود ہے۔ الا رعی الغنم بخاری سے اسم فاعل راعی ذکر کیا ہے۔ بکریاں چرانے کی وجہ یہ ہے تاکہ ان کو رعایا کے معاملات کی مشق ہو جائے بکریوں کے چرانے سے حلم و شفقت پیدا ہوتی ہے کیونکہ ان کے چرانے میں بڑے صبر سے کام لینا پڑتا ہے۔ ان کا منتشر ہونا پھر جمع کرنا' بار بار ادھر اُدھر بھاگنا۔ ایک چراگاہ سے دوسری کی طرف لے جانا۔ ان کو درندے' چور وغیرہ سے محفوظ کرنا۔ اسی طرح اس کی طبیعت کا اختلاف باوجود ضعف و احتیاج کے بہت زیادہ متفرق ہونا۔ ان سب باتوں سے امت پر صبر اور لوگوں کی عقول و طبائع کے فرق کو باوجود ان سے الفت اختیار کی اس کے ٹوٹنے والے کو جوڑا' کمزوروں سے نرم رویہ رکھا اور ان کی اچھے انداز سے نگرانی کی۔ اس طرح ان مشقتوں کا برداشت کرنا ان کے لئے بہت آسان ہو گیا۔ بنسبت اس کے کہ اگر پہلی مرتبہ ان کے کندھے پر یہ ذمہ داری ڈال دی جاتی۔ ان کو تدریجاً بکریاں چرانے سے یہ بات سکھائی۔ بکری کو اس لئے منتخب کیا کہ یہ دوسروں سے کمزور اور جلد مطیع ہونے والی ہے۔ شرارتوں میں بھی سب سے تیز تر ہے۔ **فقال اصحابه وانت** کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔ **فقال نعم كنت ارعاها على قراريط لاهل مكه** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم تواضع سے ذکر فرمایا حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ عزت والے تھے۔ اس میں جہاں اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ امت کو اس پر چلنے کے لئے آمادہ کیا۔ قیراط سے یہاں درہم یا دینار کا جزء مراد ہے۔ ابراہم جرمی کہتا ہے کہ قراریط مکہ کی چراگاہ کا نام ہے۔ چاندی کے قیراط مراد نہیں مگر یہ درست نہیں۔ مکہ میں اس نام کی کوئی جگہ معروف نہیں۔

**تخریج:** اخرجه البخاری ۲۲۶۲ وابن ماجه ۲۱٤۹ والبغوی فی المشکوة ۱۹۸۳۔

**الفوائد:** ① بکریاں چرانے سے انسان میں شفقت و حلم اور تحمل و صبر' وسعت ظرفی پیدا ہوتی ہے اور اس سے لوگوں کی صفات واقسام کے مختلف ہونے کے باوجود ان سے درست میل جول کا پتہ چلتا ہے اسی لئے انبیاء علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں۔ ② بکریاں چرانے والے عمل کی تحقیر نہ کرنی چاہئے۔

---

**۱۰۱ : وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ : "مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ رَجُلٌ مُّمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِى الْقَتْلَ اَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّهٗ ' اَوْ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ فِيْ رَاْسِ شَعَفَةٍ مِّنْ هٰذِهِ الشُّعَفِ اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِّنْ هٰذِهِ الْاَوْدِيَةِ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتِى الزَّكٰوةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِيْ خَيْرٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔**

"يَطِيْرُ" : اَىْ يُسْرِعُ "وَمَتْنُهٗ" : ظَهْرُهٗ۔ "وَالْهَيْعَةُ" الصَّوْتُ لِلْحَرْبِ۔ "وَالْفَزْعَةُ" :

نَحْوُهُ۔ "وَمَظَانُّ الشَّيْءِ" اَلْمَوَاضِعُ الَّتِي يَظُنُّ وُجُوْدَهُ فِيْهَا۔ "وَالْغُنَيْمَةُ" بِضَمِّ الْغَيْنِ۔ تَصْغِيْرُ الْغَنَمِ۔ "وَالشَّعَفَةُ" بِفَتْحِ الشِّيْنِ وَالْعَيْنِ: وَهِيَ اَعْلَى الْجَبَلِ۔

۱۰۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سب سے بہتر زندگی اس آدمی کی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام اللہ کی راہ میں تھامنے والا ہو اور اس کی پشت پر ہوا میں اڑتا ہو۔ جب بھی کوئی خوفناک آواز یا گھبراہٹ سنتا ہے تو اس پر اڑ کر قتل ہونے کے لئے وہاں پہنچ جاتا ہے یا موت کے مقامات کو تلاش کرتا ہے یا پھر وہ آدمی جو اپنی بکریوں میں کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں رہ کر نماز ادا کرتا، اور زکوۃ ادا کرتا ہے اور موت تک اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اور لوگوں میں سے وہ خیر یا بہتر حالت پر ہے۔ (مسلم)

يَطِيْرُ: وہ تیزی کرتا ہے۔ بَطْنَهُ: اس کی پشت۔

اَلْهَيْعَةُ: لڑائی کے لئے پکار۔

اَلْفَزْعَةُ: اس کا بھی وہی مطلب ہے۔

مَظَانُّ الشَّيْءِ: جہاں کسی چیز کے ملنے کا گمان ہو۔

اَلْغُنَيْمَةُ: یہ غنم کی تصغیر ہے تھوڑی بکریاں۔

شَعَفَةُ: پہاڑ کی چوٹی۔

معاش گزر اوقات کی چیز۔ الناس لھم ان کی زندگی بہتر احوال سے ہے۔

اَلنَّحْوُ: رجل ممسك عنان فرسه رجل کا مضاف محذوف ہو جانے کی وجہ سے یہ مرفوع ہو گیا۔

نحو في سبيل الله یہ رجل سے حال ہے کیونکہ وصف سے یہ خاص ہو گیا۔ یہاں مراد کفار سے جہاد کرنا ہے۔ يطير على متنه کلما یہ بغیر کا ظرف ہے۔ هيعه اور الفزعه ان کا ایک معنیٰ ہے۔ طار على فرسه فرس یہ نر و مادہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ يبتغي القتل او الموت وہ کفار کے ہاتھوں شہادت کا طالب ہے یا طبعی موت جو راہِ خدا میں آئے۔ مظانه جن میں اس کے پائے جانے کا گمان ہے۔ وہ شہادت کے طلب میں ان مقامات پر جاتا ہے۔

مَسْئَلَةٌ: اللہ تعالیٰ کی راہ میں آنے والی موت افضل ہے خواہ وہ دشمن کے ہاتھوں قتل نہ بھی ہو۔

اَلنَّحْوُ: يبتغي کا جملہ مستانفہ ہے جو اس لئے لایا گیا ہے تا کہ سواری کی غرض واضح ہو جائے۔ او ① یہ واؤ کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔ ② تنویع کے لئے بھی لے سکتے ہیں۔ رجل في غنيمة دنیا کی کثرت سے اعراض کو ظاہر کرنے کے لئے۔ غنيمة تصغیر کے ساتھ لایا گیا کہ دنیا بقدر ضرورت ہو۔ في رأس من هذه الشعف پہلا ظرف تو غنیمة کے لئے محل صفت میں واقع ہے اور دوسرا ظرف شعفہ کی صفت ہے۔ یعنی عوالی کے ان بلند پہاڑوں میں سے کسی کی چوٹی پر ٹھہرے۔ او بطن واد من هذه الاودية او یہاں تنویع کو ظاہر کر رہا ہے۔ وادی کی جمع قلت اودیہ ہے۔ دو پہاڑوں کے درمیان وسیع جگہ کو وادی کہتے ہیں جس میں پہاڑوں سے اترنے والا پانی بہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بکریوں والا جہاں گھاس پائے گا وہاں منتقل ہو جائے گا

خواہ دامن کوہ ہو یا پہاڑ کی چوٹی۔ یقیم الصلاۃ یہ رجل سے حال ہے۔ یا جملہ مستانفہ ہے جو اس وضاحت کے لئے لایا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ گزر اوقات بلند مرتبہ والا بن گیا اور اقامت صلاۃ کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے تمام ارکان و شرائط ادب سے ادا کرنے والا ہو۔ یؤتی الزکاۃ فرض زکوٰۃ ادا کرنے والا ہے۔ و یعبد ربہ یعنی مختلف طاعات کے کام کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہے۔ حتی یاتیہ الیقین یہاں تک کہ اسے یقینی چیز موت آ لے۔ لیس من الناس فی مشتی الا فی خیر اپنے امور و احوال کے اعتبار سے لوگوں میں سے کوئی اس سے بہتر نہیں کیونکہ وہ لوگوں سے الگ تھلگ بھی رہتا ہے۔ یہ جملہ یقیم کے فاعل سے محل حال میں ہے پس حال متداخلہ بنے گا۔ ② رجل سے حال ہے یہ حال مترادفہ بنے گا (رواہ مسلم) یطیر یہ تیزی کے معنی میں ہے۔ متنہ زمین کا تخت اور بلند حصہ۔ ھیعۃ دشمن کے حملہ آور ہو جانے پر جو آواز دی جاتی ہے۔ مظان جمع مظنہ جہاں ملنے کا امکان ہو۔

**تخریج**: اخرجہ مسلم ۱۸۸۹ و ابن ماجہ ۳۹۷۷۔

**الفوائد**: ① مسلمان جو بلند ہمتی رکھتا ہو اسے باطل کے خلاف ہر وقت سر بکف رہنا چاہیے۔ ② جو شخص اپنے میں کمزوری محسوس کرے اور باطل کا سامنا نہ کر سکتا ہو اسے یکطرف رہنا چاہیے تاکہ جو کچھ دین رکھتا ہو اس کو بھی ضائع نہ کر بیٹھے۔ ③ دنیا کی کثرت کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے۔

## ٧٠: بَابُ فَضْلِ الْاِخْتِلَاطِ بِالنَّاسِ وَحُضُوْرِ جُمَعِهِمْ وَجَمَاعَاتِهِمْ وَمَشَاهِدِ الْخَيْرِ، وَمَجَالِسِ الذِّكْرِ مَعَهُمْ، وَعِيَادَةِ مَرِيْضِهِمْ وَحُضُوْرِ جَنَائِزِهِمْ وَمُوَاسَاةِ مُحْتَاجِهِمْ، وَاِرْشَادِ جَاهِلِهِمْ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ مَّصَالِحِهِمْ، لِمَنْ قَدَرَ عَلَى الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَقَمَعَ نَفْسَهٗ عَنِ الْاِيْذَاءِ وَصَبَرَ عَلَى الْاَذٰى

**بَاب**: لوگوں کے ساتھ میل جول' جمعہ اور جماعتوں میں شرکت' ذکر اور بھلائی کے مقامات پر حاضری' بیماروں کی عیادت' جنازوں میں حاضر ہونا' محتاج کی خبر گیری' ناواقف کی راہنمائی اور دیگر بھلے کاموں میں شرکت کرنا جو آدمی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتا ہے اور ایذاء سے اپنے نفس کو روک سکتا اور دوسروں کی ایذاء پر

## صبر کرسکتا ہے ان سب کی فضیلت

اَعْلَمْ اَنَّ الْاِخْتِلَاطَ بِالنَّاسِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِیْ ذَکَرْتُهٗ هُوَ الْمُخْتَارُ الَّذِیْ کَانَ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَسَآئِرُ الْاَنْبِیَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِمْ وَکَذٰلِكَ الْخُلَفَآءُ الرَّاشِدُوْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنْ عُلَمَآءِ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَخْیَارِهِمْ ' وَهُوَ مَذْهَبُ اَکْثَرِ التَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَبِهٖ قَالَ الشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاَکْثَرُ الْفُقَهَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ میل جول اس طریقے سے جس کا میں نے ذکر کیا نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ سارے انبیاء علیہم الصلوات والسلام اور اسی طرح خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد تبع تابعین اور ان کے بعد علماء مسلمین اور ان کے نیک لوگ سب کے ہاں پسندیدہ ہے اور اکثر تابعین کا یہی مسلک ہے اور اس کو امام شافعی احمد اور اکثر فقہاء رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے۔

**فضل الاختلاط بالناس** جب گزشتہ باب میں مذکورہ چیزوں سے بچا ہوا ہو تو اس وقت میل جول بہتر ہے۔**الناس** یہ اسم جنس ہے جس پر الف لام آیا ہے۔اس سے عموم بھی مراد ہو سکتا ہے۔مگر سیاق کے پیش نظر کلام میں شرط وحدت مقدر ہوگی۔(۲) اس سے مراد خاص بھی ہو سکتی ہے۔یعنی وہ لوگ جن سے میل وجول مناسب ہو۔**جمعهم** یہ جمعہ (جیم کے ضمہ یا فتحہ کے ساتھ) کی جمع ہے۔**جماعاتهم** جمع جماعت یعنی فرض نمازیں۔**وشاهد الخير** یعنی عیدین وغیرہ۔**مجالس العلم** وعظ ونصیحت کی مجالس۔**مجالس الذكر معهم** ظرف حضور سے متعلق ہے یعنی اس کا ان کے ساتھ حاضر ہونا تاکہ ان میں شامل ہو جائے اور ثواب میں شریک ہو کر کامیاب کی برکات پالے۔**عيادة مريضهم** اس کا استحباب آئندہ مذکور ہوگا۔**وحضور جنائزهم** اگر بقدر کفایت حاصل ہو تو مستحب ہے اور اس کو بھی نماز جنازہ پڑھنے والے کے برابر یا کم وبیش ثواب ملے گا ہر دو کا احتمال ہے۔**مواسات محتاجهم** خوشحال لوگوں پر یہ فرض ہے۔**ارشاد جاهلهم** یہ بھی فرض کفایہ ہے۔اس خیر خواہی کو بجالاتے ہوئے جو مسلمانوں کے ایک دوسرے پر لازم ہیں۔**وغير ذلك من مصالحهم** اسی طرح دیگر مصالح مسلمین کے کام جن میں اس کو حاضری ممکن ہو۔**لمن قدر على** لام کے متعلق تمام مصادر مذکورہ خواہاں ہیں کہ وہ ان کا معمول بنے اور بہتر یہ ہے اور بصریین کے مطابق آخر کو معمول بنائیں گے۔گزشتہ عوامل کا معمول حذف کر دیا کیونکہ وہ زائد ہے اور اس مقام پر اس کا حذف حرف جائز ہے بلکہ واجب ہے اور پہلے کو معمول بناؤ تو اضمار لازم آتا ہے (ابن ہشام) اس سے معلوم ہوا کہ جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو علیحدگی افضل ہے اور بقول نووی اگر معاملہ اس پر مشکوک ہو جائے تو پھر بھی عزلت ہی اولی ہے۔تمہیں اچھی طرح علم ہونا چاہئے کہ لوگوں سے میل جول اس وقت درست ہے جب ان کی بھلائیوں میں شریک ہو اور ان کے شر سے بچا رہے۔**هو المختار الذى كان عليه** یہ آپ کا پسندیدہ جبکہ لوگوں کے ساتھ جمع ہو کر اعمال کو قائم کرلے اور ان کے سامنے احوال کو کھول کر رکھے۔**وسائر الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم** یہ عطف تغائر کے لئے ہو سکتا ہے یا جمع کے

لئے اور سائر کا خود معنی بھی تمام ہے۔ یہ عام کا عطف خاص پر کی جنس سے ہے۔ (ذکر الجوہری والجوار البقی فی شرح اداب الکتاب) تمام انبیا علیہم السلام پر سلام مستحب ہے عنقریب آئے گا۔ **و کذلك الخلفاء الراشدون** انبیا علیہم السلام کی طرح خلفاء اربعہ کا بھی یہی طریقہ تھا۔ یہاں خلفاء سے وہی مراد ہیں جن کے متعلق فرمایا **الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم تصیر ملکا عضوضًا**" **ومن بعدهم من الصحابه**۔ خلفاء اربعہ کا تذکرہ افضل ہونے کی وجہ سے کیا اور اس وجہ سے کہ وہ علم وعمل میں کامل تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل صحبت اٹھائی۔ باقی صحابہ رضی اللہ عنہم اس میں ان کے برابر نہیں۔ صحابہ کا لفظ جمع صاحب اس کی جمع صحب واصحاب آتی ہے (المصباح) بقول سیبویہ صحباً اسم جمع ہے جمع نہیں اور صاحب سے بھی یہاں صحابی مراد ہے۔ اس مومن کو کہتے ہیں جس کو زندگی میں آپ ﷺ کی صحبت ملی ہو خواہ لحظہ بھر کے لئے ہو اور اس کی وفات ایمان پر ہوئی ہو۔ والتابعین جمع تابعی جس کی ملاقات صحابی سے ہوئی۔ اس کی معمولی ملاقات کافی ہے یا زیادہ۔ دوسرا قول راجح ہے۔ اخیارهم جمع خیر یہ یا کی تخفیف وتشدید کے ساتھ مستعمل ہے جیسا میت جب یہ مشدد ہوگا تو اس کی جمع رباعی ہونے کی وجہ سے اموات آئے گی۔ **هو مذهب اکثر التابعین ومن بعدهم** بعدھم سے تبع تابعین مراد ہیں کیونکہ ان تین قرون کی خیریت کی گواہی دی گئی ہے۔ اس کو دوبارہ اس سے لئے ذکر کیا یہ مذہب دلیل کے مطابق ہے اور پہلی مراد اس لئے لائے کہ یہ ان سب کو شامل ہے۔ اکثر سے اشارہ کیا کہ بعض تابعین الگ رہنے کو افضل کہتے تھے۔ مگر وہ اس کے خلاف عمل کرتے تھے کیونکہ وقتی حکم یہی تھا۔ امام شافعی واحمد واکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔ اکثر فقہاء سے ائمہ مذاہب اربعہ مراد ہیں۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ مصنف کا مختار ہے۔ ان کے علاوہ اشخاص کے مختلف ہونے پر حکم کو مختلف مانتے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کے لئے دو میں سے ایک بات متعین ہے اور بعض ایک کو ترجیح دیتے ہیں اور کلام ان کے متعلق نہیں بلکہ جب دونوں برابر ہوں تو اوقات کے اختلاف سے مختلف ہو جائیں گے۔ چنانچہ بعض میل جول کو قطعی کہتے ہیں جبکہ ازالہ منکر کی اس کو طاقت حاصل ہو۔ پھر اس پر حال کے مطابق عینی یا کفائی وجوب ہوگا۔ بعض ترجیح دیتے ہیں ان کے متعلق جن کو غالب گمان ہو کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو انجام دیں گے تو ان کا اپنا نفس منکر سے بچا رہے گا۔ اور بعض برابر قرار دیتے ہیں جن کا خیال ہے کہ میں تو بچ جاؤں گا لیکن میری بات آگے تسلیم نہ کی جائے گی اور یہ بھی اس وقت ہے جب عام بگاڑ کا خطرہ نہ ہو۔ جب فتنہ برپا ہو تو اس وقت عزلت راجح ہے۔ کیونکہ اس میں عموماً محذورات کا ارتکاب پیدا ہو جاتا ہے اور کبھی وہ عقوبت کے حقدار بن جاتے ہیں اور اس کی لپیٹ میں وہ بھی آ جاتے ہیں جو ان سے نہیں ہوتے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصه**﴾ اور اس کی افضلیت کو حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ کی تائید حاصل ہے۔ **خیر الناس رجل جاهد بنفسه وماله و رجل فی شعب عن الشعاب یعبد ربه ویدع الناس من شره**"۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ [المائدة:٢]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو"۔

وَالْاٰيَاتُ فِيْ مَعْنٰى مَا ذَكَرْتُهٗ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ۔

اس سلسلہ کی آیات بہت زیادہ اور مشہور ہیں۔

وتعاونوا علی البر والتقوی اس میں نیکی پر تعاون کیلئے سب کو کہا گیا ہے۔ یعنی تم مامورات مثلاً جمعہ اور جماعت کی ادائیگی اور اقامت شریعت اور تقوی پر ایک دوسرے سے تعاون کرو اور بری چیزوں سے گریز۔ ہر چیز میں تعاون ضروری ہے اور اس سلسلہ میں اقامت حق میں معاونت کی آیات بہت ہیں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر﴾ اسی طرح فرمایا ﴿کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر﴾ اور ایک مقام پر فرمایا ﴿ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص﴾ ایک مقام پر فرمایا ﴿اصبروا و صابروا و رابطوا﴾

## ۷۱: بَابُ التَّوَاضُعِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

## بَاب ۷۱: تواضع اور مومنوں کے ساتھ نرمی کا سلوک

رسالہ قشیریہ میں اس کی تعریف اس طرح ہے۔ حق کے سامنے مکمل جھک جانا اور حکم پر اعتراض کو ترک کر دینا۔ شیخ زکریا کہتے ہیں یہ خشوع سے زیادہ عام ہے کیونکہ اس کا استعمال اس چیز میں ہوتا ہے جو بندوں کی باہمی اور بندوں اور رب تعالی کے درمیان ہے اور خشوع کا استعمال صرف دوسرے پہلو میں ہوتا ہے۔ اس طرح نہیں کہتے یخشع العبد لمثلہ بلکہ اس طرح کہتے ہیں تواضع لمثلہ (تحفۃ القاری)

ابن حجر تواضع یہ الضعۃ سے بنا ہے ذلت و عاجزی کو کہتے ہیں۔ تواضع سے مراد جس کی تعظیم کا ارادہ ہو اس کے سامنے اظہار عاجزی ہے۔ بعض نے کہا کسی بڑے کی فضیلت کو مان لینا۔

فضیل کہتے ہیں حق کے سامنے جھکنا اور مطیع ہونا اور جس نے حق کہا ہو اس کی طرف متوجہ ہونا۔

ابن عطا کہتے ہیں ہر حق کہنے والے سے حق کو قبول کر لینا۔

ابو یزید بسطامی کہتے ہیں جب آدمی اس طرح ہو جائے کہ اپنے نفس کا کچھ مقام نہ خیال کرے اور نہ کوئی حالت بلکہ تمام مخلوق سے اپنے کو کم درجہ خیال کرے۔ مزید تشریح آ رہی ہے۔

خفض الجناح نرمی کرنا اور رحم کھانا۔ اس کی اصل یہ ہے کہ جب پرندہ اپنے چوزوں کو اپنے ساتھ ملاتا ہے تو وہ اپنے پروں کو پھیلاتا ہے پھر پروں کو چوزوں پر بند کر لیتا ہے اور انسان کے لئے جناح سے مراد جانب و پہلو لیا جاتا ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ [الشعراء۲۱۵]

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

"تو اپنے بازو کو جھکا دے ان مومنوں کے لئے جو تیرے پیروکار ہیں"۔ (الشعراء)

واخفض جناحک ابن عطیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ نرمی والے پہلو سے استعارہ ہے۔ یعنی ان کے لئے نرم رویہ

اختیار کرو۔ جناح بازو کو کہتے ہیں اسی سے یہ بھی ہے "واضمم یدک الی جناحک" اس میں ان کی طرف میلان کا حکم فرمایا۔ الجنوح میلان (تفسیر ابن عطیہ) اس کے ہم معنی اور متعدد ہونے میں تضاد نہیں۔ صاحب النہر کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر نہایت شفقت تھی یہ آیت باب ضعفۃ المسلمین میں گزر چکی ہے۔

وَ قَالَ تَعَالٰی:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ [المائدة:٥٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائیں گے جن سے وہ محبت کریں گے وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ مؤمنوں کے ساتھ نرمی کرنے والے اور کافروں پر غالب اور زبردست ہوں گے"۔ (المائدہ)

یایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ من یرتد منکم عن دینہ کئی قبائل عرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام اور خلافت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں مرتد ہو گئے۔ فسوف یاتی اللہ بقوم قریب اللہ تعالیٰ ان کی جگہ اور ان کے بدلے ایسی قوم لائیں گے۔ یہاں سوف کا لفظ وعدے کی تحقیق کے لئے لایا گیا ہے۔ یحبھم یعنی ان کی رہنمائی فرمائیں گے اور ان کو ثابت قدم فرمائیں گے۔ و یحبونہ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے ہوں گے۔ اس سے مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ ② اس سے اشعری لوگ ہیں۔ مستدرک نے نقل کیا ہے جب یہ آیت اتری تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا وہ یہ لوگ ہیں۔ یہ سب سے صحیح قول ہے۔ زمانہ اسلام میں خوب کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کی عام فتوحات ان کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہوئیں۔ (النہر) اذلۃ علی المؤمنین ان کے لئے عاجزی کرنے والے ان پر شفقت برتنے والے اور اپنے پہلو ان کے لئے نرم رکھنے والے ہیں۔

النحو: اذلۃ جمع ذلیل ہے نہ ذلول کی جو کہ صعب کی ضد ہے کیونکہ اس کی جمع افعلۃ کے وزن پر نہیں آتی یہ ذلیل کی ہے اور علی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اسی سے اس کے معنی میں مہربانی کا معنی پایا ہے۔

اعزۃ علی الکافرین کافروں کے مقابلے میں سخت اور ان پر غلبہ پانے والے ہیں۔

صاحب النہر کہتے ہیں یہ صفت اسم کے ساتھ آئی ہے جس میں مبالغہ ہے کیونکہ اذلۃ اور اعزۃ ذلیل و عزیز کی جمع ہے اور یہ دونوں صیغہ ہائے مبالغہ ہیں اور اس سے پہلے صفت فعل کی صورت میں استعمال ہوئی ہے۔ یحبھم و یحبونہ کیونکہ اسم ثبوت کے لئے آتا ہے جب وہ صیغہ مبالغہ ہو تو تجدد نہ پایا جائے گا بلکہ ثابت کی طرح ہوگا اسی لئے صفت کو بصورت اسم لایا گیا۔ جب کہ صفت تجدد والی تھی کیونکہ وہ فعل ہے عادات اور اس پر مرتب ہونے والی اطاعات کا نام ہے۔ اسی وجہ سے فعل کی صورت میں صفت لائی گئی جو تجدد کو چاہتا ہے۔ جب مؤمن سے متعلق صفت زیادہ مکمل تھی اور موصوف کے لئے لازم ہونے والی تھی۔

اسی لئے کافر کی صفت سے مومن کی صفت کو مقدم کیا اور اس لئے بھی کہ مومن اعلیٰ ہے اور جب مومن اور اس کے رب کے مابین آنے والا وصف اس سے زیادہ موکد تھا جو مومنوں کے مابین ہوتا ہے تو **یحبھم ویحبونہ** کو مقدم کیا اور **اذلة علی المومنین** کو بعد میں لائے۔ اس سے اس قول کی تردید ہوگئی کہ جب وصف اسم و فعل کی صورت میں ہو تو فعل مقدم نہیں ہوتا سوائے ضروری شعری کے۔ یہ **اذلہ و اعزة** حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں یہ شاذ قول ہے۔ (النہر)

**وَ قَالَ تَعَالٰی :**

**﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾** [الحجرات: ۱۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والے اللہ کے ہاں وہ ہیں جو ان میں سب سے زیادہ متقی ہیں"۔ **(الحجرات)**

**ذکر و انثی** اس سے آدم و حوا مراد ہیں اس میں بتلایا کہ تم نسب پر فخر کیوں کرتے ہو جبکہ سب ایک ماں باپ کی اولاد ہو۔ **شعوباً** یہ شعب کی جمع ہے۔ قبائل کی جڑ اور پہلا طبقہ۔ جن سے قبائل شاخ در شاخ ہوں۔ **قبائل** یہ شعب سے کم ہے۔ مثلاً تمیم یہ مضر سے ہیں بعض نے کہا شعوب عجم کے لئے اور قبائل عرب کے لئے آیا ہے۔

**لتعارفوا** تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو نہ کہ فخر کرو۔ حدیث میں فرمایا: **لتعلموا من انسابکم ما تصلون بہ ارحامکم** صلہ رحمی وقت کے گزرنے سے بھلادی جاتی ہے۔ **ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم** اس میں اس خصلت کا تذکرہ جس کی وجہ سے باہمی فضیلت ہے۔

**وَ قَالَ تَعَالٰی :**

**﴿فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾** [النجم: ۳۲]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"پس اپنے آپ کو پاک مت قرار دو وہ خوب جانتا ہے اس کو جو بڑے تقویٰ والا ہے"۔ **(النجم)**

**فلا تزکوا انفسکم** ان کی زیادہ تعریف مت کرو اور پاکیزگی کی طرف ان کی نسبت مت کرو اور نہ نفس کے اعمال پر فخر کرو۔ ابن عطیہ کہتے ہیں اس کا ظاہر بتلا رہا ہے کہ آدمی کو اپنا تزکیہ نہیں کرنا چاہئے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ ایک دوسرے کو پاک قرار دینے کی ممانعت ہو۔ اس صورت میں ممانعت اس کی ہوگی جو دنیا کی غرض سے ہو یا کسی کے تزکیہ میں قطعی بات کہنا مراد ہے۔ البتہ اگر مقتدا یا امام کسی کو اس لئے صفائی دے کہ لوگ اسکی اقتدا کریں یا اس سے کسی بھلائی کی تکمیل ہوتی ہو یہ بالکل جائز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ مثلاً ابوبکر کا تزکیہ فرمایا۔ **ھو المسلم بمن اتقی** بعض اوقات لوگ کسی کی نسبت تقویٰ کی طرف کرتے ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا نہیں ہوتا۔ اسی لئے حدیث میں وارد ہے: **اذا کان احدکم**

ما دعاً صاحبه لا محالة فلیقل احسب فلاناً واللّٰہ حسیبه ولا ازکی علی اللّٰہ احداً احسبه کذا و کذا ان یعلم ذلك" اعلم یہ اسم تفضیل ہے بعض اس کو عالمٌ کے معنی میں قرار دیا مگر جمہور کا قول یہ ہے یہ اپنے معنی میں ہے یعنی وہ تمام موجودین سے زیادہ جانتے ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِیْمَاهُمْ قَالُوْا : مَا اَغْنٰی عَنْکُمْ جَمْعُکُمْ وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ ' اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ؟ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾ [الاعراف:۴۸'۴۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اعراف والے آواز دیں گے ان آدمیوں کو جن کو وہ ان کے نشانات سے پہچانتے ہوں گے کہیں گے تمہاری پارٹی نے تم کو کوئی فائدہ نہ دیا اور ان چیزوں سے جن پر تم تکبر کرتے تھے۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں اٹھاتے تھے۔ ان کو اللہ رحمت عنایت نہیں فرمائیں گے تم داخل ہو جاؤ جنت میں نہ تم پر کوئی خوف ہو گا اور نہ تم غمگین ہو گے''۔ (اعراف)

اصحاب الاعراف اعراف جنت و دوزخ کے درمیان حائل دیوار کا نام ہے۔ یعرفونهم بسیماهم ہم سے مراد روٴساء کفار جیسے ابوجہل وغیرہ جن کا نام لے کر وہ کہیں گے۔ قالوا ما اغنی عنکم تمہیں کچھ فائدہ نہ دیا اور یہ بھی جائز ہے کہ ما استفہامیہ ہو کس چیز نے تم کو فائدہ دیا؟ ابن عطیہ نے اسی کو زیادہ درست کہا۔ جمعکم تمہاری افراد کثرت اور مال جمع کرنے سے۔ وما کنتم تستکبرون تمہارے حق سے تکبر کرنے اور روگردانی اختیار کرنے کی وجہ سے۔ پھر اہل اعراف ان کفار کو کہیں گے۔ اهولاء الذین اقسمتم لاینالهم برحمة ھولاء کا مشار الیہ وہ کمزور مسلمان ہیں جن کو کفار حقیر قرار دیتے اور ان کا دنیا میں تمسخر اڑاتے بلکہ قسمیں کھاتے کہ اگر کوئی آخرت ہوئی تو اس میں بھی جنت میں ہم جائیں گے یہ نہ جائیں گے۔ رحمة سے یہاں جنت کا داخلہ بطور مجاز مرسل مراد لیا ہے اور بقول دمامینی رحمت کی تفسیر مختلف مقامات پر کئی مقامات پر احسان اور ارادہ احسان سے اس کی تفسیر بالکل درست نہیں۔

ادخلوا الجنة لا خوف علیکم کسی ناپسند چیز کا خطرہ نہ ہو گا تمہیں اس سے محفوظ کر دیا گیا۔ ولا انتم تحزنون اس وجہ سے کہ کوئی محبوب ترین چیز فوت ہو' ضمیر تاکید کے لئے ہے اور ادخلوا کا مخاطب ضعفاء موٴمنین ہو یعنی ان کو یہ بات کہی جائیگی۔ یا اہل اعراف ہوں یعنی ان کو یہ کہا جائے گا یا پھر بطور عار اہل اعراف اہل نار کو کہیں گے اور اہل نار ان کو کہیں گے۔ اگر یہ لوگ جنت میں چلے گئے تو قسم بخدا تم جنت میں نہ جاؤ گے یہ بطور عار کہیں گے۔ اس وقت فرشتے کہیں گے۔ کیا ان اہل اعراف کے متعلق تم قسمیں اٹھاتے ہو کہ ان کو اللہ تعالیٰ رحمت سے نہ نوازیں گے؟ پھر ملائکہ اہل اعراف کو جنت میں داخلے کا حکم جاری کریں گے۔

۶۰۲: وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ وَلَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۰۲: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ تم تواضع (عاجزی وانکساری) اختیار کرو۔ یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی دوسرے پر فخر نہ کرے نہ دوسرے پر زیادتی کرے۔ (مسلم)

عیاض بن الحمار کا لفظی معنی گدھا ہے۔ حمار کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن ناجیہ بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید بن مناۃ بن تمیم یہ مجاشعی تمیمی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض نے اور سلسلہ نسب بتلایا ہے۔ حضرت عیاض بصرہ میں مکین ہوئے یہ اہل بصرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تیس روایات نقل کی ہیں۔ مسلم میں دو نقل کی ہیں (تہذیب نووی)۔

اوحی الی اس سے وحی الہام مراد ہو یا وحی رسالت۔ ان تواضعوا تواضع اختیار کرو۔ حسن بصری کا قول گھر سے نکل کر جس مسلمان کو ملے اس کو اپنے سے افضل سمجھنا تواضع ہے۔ ابویزید کا قول جب تک آدمی کے دماغ میں یہ رہے کہ مخلوق میں اس سے اور کمتر آدمی ہے اس وقت تک اس میں تکبر پایا جاتا ہے۔ بعض نے کہا تواضع انکسار و تذلل کا نام ہے اس کی ضد تکبر و بڑائی ہے۔ قرطبی کا قول تواضع انکسار و تذلل کا نام ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی ایسی ذات ہو جس کے سامنے وہ تواضع کرنے والا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے تواضع کا حکم فرمایا مثلاً رسول امام حاکم عالم والد وغیرہ۔ یہی وہ قابل تعریف تواضع ہے جس سے دونوں جہاں میں اللہ تعالیٰ بلند کرتے ہیں۔ تمام لوگوں کے لئے تواضع میں اصل یہ ہے کہ وہ محمود و مستحب ہے اور اس کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے جبکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور جو متواضع ہو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اسے بلند کرتے ہیں اور لوگوں میں اس کا اچھا تذکرہ کیا جاتا ہے اور آخرت میں اس کا درجہ اونچا ہوگا۔

البتہ دنیاداروں کے سامنے تواضع کرنا اور ظلم کرنے والوں کے سامنے تذلل اختیار کرنا یہ ایسی ذلت ہے جس میں عزت کا نشان نہیں اور یہ ہونا کا بی ہے جس سے رفعت میسر نہیں آسکتی بلکہ آخرت کی ذلت دامن ہوتی ہے اور ہر معاملہ وہ نقصان میں پڑتا ہے اور وارد ہے کہ جس نے غنی کے لئے تواضع اختیار کی اس نے اپنے دین کے دو حصے ضائع کر دیئے۔ حتی عاجزی کی انتہاء یہ ہے کہ اپنے نفس کا بالکل دھیان نہ رہے۔ مطلب یہ ہے کہ تواضع کو اس طرح اختیار کرو کہ ایک دوسرے پر بالکل فخر نہ کرو۔ الفخو مصدر ہے اسم فخار اس سے اسم ہے سلام کی طرح ہے۔ یہ مکارم ومناقب کے متعلق حسب ونسب کے لحاظ سے فخر کرنا خواہ وہ مکارم اس میں پائے جائیں یا اس کے آباء میں۔ احد علی احد فخر سے ایک کو دوسرے پر بلند قرار دے۔ حالانکہ اصل کے لحاظ سے اس طرح نہیں کیونکہ تمام مخلوق ایک اصل سے ہے اور عارضی حالت کو دیکھ کر جو کہ زائل ہونے والی ہے کسی کو بڑا قرار دینا عقل کا تقاضا نہیں۔ ولا یبغی احد علی احد یہ یفخو پر عطف ہے یعنی یہاں تک کہ وہ نہ ظلم کرے اور نہ حد سے بڑھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نے انکساری اختیار کی اس نے اپنے اور ظلم وفساد اور اعتداء کے درمیان رکاوٹ

بنالی۔

**تخریج**: اخرجه مسلم ۲۷۶۵/۶۴۔

**الفوائد**: ① رسول، امام، حاکم، عالم، والد کے لئے تواضع واجب ہے۔ ② عام لوگوں سے تواضع مستحب اور اعلیٰ اخلاق سے ہے جب کہ رضاء الٰہی کے لئے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتے ہیں۔

۶۰۳: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۰۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی صدقہ مال کو کم نہیں کرتا اور جتنا بندہ درگزر کرتا ہے اللہ اس کی عزت بڑھاتے ہیں اور جس نے اللہ کے لئے تواضع کی اللہ نے اس کو بلند کر دیا۔ (مسلم)

**ما نقصت صدقة من مال**: صدقہ سے دنیا میں برکت ہوتی ہے اور اس کے مفاسد دور ہوتے ہیں یعنی جتنا مال بظاہر اکم ہوتا ہے صدقے کی برکت سے اتنا بڑھ کر اس کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں کئی گنا ملے گا اور ثواب بھی پائے گا۔ **ما زاد الله عبدًا بعفو الا عزا**۔ جو کسی کی ذات کو نقصان پہنچائے خواہ اس کی ذات یا عزت یا مال وغیرہ میں ہو دنیا و آخرت میں اس کی عزت بڑھے گی۔

**وما تواضع الله الا رفعه الله** اس میں دو قول ہیں ان تینوں چیزوں میں دونوں صورتیں درست ثابت ہو سکتی ہیں (نووی) باب الکرم والجود میں تشریح دیکھیں۔

**تخریج**: اخرجه مسلم ۲۵۸۸، واحمد ۹۰۱۸/۳، والترمذی ۲۰۳۶، وابن حبان ۳۲۴۸، وابن خزیمة ۲۴۳۸، والبیہقی ۱۸۷/۴، والدارمی ۳۹۶/۱، والبغوی فی المشکاة ۱۸۸۹۔

**الفوائد**: ① مسلمانوں میں الفت و محبت بڑھانے کے لئے اہل ایمان کے ساتھ تواضع اختیار کرنا لازم اخلاق کا حصہ ہے۔ ② تفاخر بالانساب سے بغض و کینہ پیدا ہوتا ہے۔ ③ صدقے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ برکت پڑتی ہے۔

۶۰۴: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَفْعَلُهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۰۴: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا گزر چند بچوں کے پاس سے ہوا جن کو انہوں نے سلام کیا اور فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

**عن انس** یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا واقعہ یہ ہے۔ **صبیان** یہ صبیہ کی جمع تفت ہے یعنی ان کی ممتاز جماعت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ **كان النبي صلى الله عليه وسلم يفعله**۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو اپناتے ہوا اور کسر نفس کے

لئے بچوں کو سلام کیا کیونکہ بڑے لوگ طبعی طور پر بچوں کے خطاب سے اپنے کو برا خیال کرتے ہیں ان سے گھل مل جانا یہ تو دور کی بات ہے۔ ابن بطال کا قول۔ اس میں بچوں کو تہذیب سکھانا اور تکبر کی چادر کو چاک کرنا اور نرم گوشہ اختیار کرنا ہے۔ کان کا استعمال محققین کے ہاں یہاں تاکید کا فائدہ نہیں دیتا۔ اسی روایت کو حمید نے اس طرح نقل کیا کہ **انا علام فی الغلمان فسلم علینا۔**

**تخریج** : اخرجه البخاری ۶۲۴۷ ومسلم ۲۱۶۸ وابو داود ۵۲۰۲ و ۵۲۰۳ والترمذی ۲۷۰۵ والنسائی فی عمل الیوم واللیلة ۳۳۱ وابن ماجه ۳۷۰۰ والدارمی ۲/۲۷٦ وابن حبان ۴۵۹ والبزار ۲۰۰۷ وابو نعیم فی الحلیة ٦/۲۹۱۔

**الفوائد:** ① بقول ابن بطالؒ بچوں کو سلام کرنے میں بچوں کو آداب شرع کی تعلیم و تہذیب مقصود ہے۔ ② تکبر ترک کر کے سب لوگوں کو سلام کرنا چاہئے۔ ③ جناب رسول اکرم ﷺ کی کمال تواضع ذکر کی گئی ہے۔

**۶۰۵ : وَعَنْهُ قَالَ: اِنْ كَانَتِ الْاَمَةُ مِنْ اِمَآءِ الْمَدِيْنَةِ لَتَاْخُذُ بِيَدِ النَّبِيِّ ﷺ فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَآءَتْ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔**

۶۰۵: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے کہ مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی آپؐ کو لے جاتی۔ (بخاری)

**ان كانت الامة** یہ ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ امہ لونڈی۔ **من اماء المدینة** یعنی اہل مدینہ کے کسی رہنے والے کی لونڈی۔ المدینہ اس سے دارالہجرت مراد ہے یہ اب علم بن گیا۔ قرآن نے اسی طرح استعمال فرمایا۔ **لتاخذ** یہ لام ظاہر کرتی ہے کہ ان مثقلہ ہے۔ **فتنطلق به حیث شاءت** یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال تواضع کا بیان ہے اس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں ① وہ لونڈی ہے با اثر انسانوں میں سے نہیں ② وہ آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتی ہے تو آپ ﷺ اس کے ساتھ چلے جاتے ہیں یہ کمال انقیاد ہے۔ ③ وہ اپنے کام کی غرض سے قریب و بعید جگہ لے جاتی ہے۔ یہ کمال شفقت ہے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری فی الادب ٦۰۷۲ تعلیقاً۔

**الفوائد:** ہر چھوٹے بڑے پر آپ ﷺ کی شفقت حقیقیہ ٹپک رہی ہے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور وہ سب سے زیادہ سچے ہیں ﴿وما ارسلناك الا رحمة للعالمين﴾

**۶۰۶ : وَعَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: سُئِلَتْ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ؟ قَالَتْ : كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ ، فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔**

۶۰۶: حضرت اسود بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا

کہ حضور ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ وہ کہنے لگیں کہ آپؐ گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے جب نماز کا وقت ہوتا تو آپؐ نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے۔ (بخاری)

عن الاسود بن یزید ان کی کنیت ابوعمرو یا ابوعبدالرحمان ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ یزید بن قیس بن عبداللہ بن مالک بن علقمہ بن سلامان بن کہیل النخعی کوفی تابعی رحمۃ اللہ علیہ۔ امام احمد کا قول۔ یہ بھلے آدمی ہیں اور ثقہ ہیں ان کی ثقاہت پر اتفاق ہے۔ قول میمون بن حمزہ اسود نے پیدل اسی حج اور عمرے کیے دونوں کو جمع نہ کیا (تہذیب نووی) یصنع یہ فعل کی نسبت خاص میں استعمال ہوتا ہے۔ فی بیته یعنی اپنے مکان میں۔ المهنة بعض نے اس کو کسرہ سے پڑھا اصمعی کہتے ہیں یہ فتحہ سے ہے اس کا معنی خدمت ہے۔ صاحب نہایہ نے کہا اس کا کسرہ بھی درست ہے (النہایہ) شفاء کے حاشیہ میں کسرہ کو غلط کہا گیا ہے۔ ابن اقبرس نے بھی دونوں لغت تسلیم کیے ہیں۔ تعنی خدمة اهله یہ اسود کے الفاظ ہو سکتے ہیں اور کسی اور کے بھی بخاری کے نسخوں میں یہ عبارت نہیں مؤلف لائے ہیں۔ الشفاء میں یہ الفاظ زائد ہیں کان فی بیته فی مهنة اهله یفلی ثوبه ویحلب شاته ویرقع ثوبه ویخصف نعله ویخدم نفسه ویعلف ناضحه ویقیم البیت ویعقل البعیر ویاکل مع الخادم ویعجن معها ویحمل بضاعته من السوق" یہ آپ ﷺ کا کمال تواضع ہے کہ سید القوم خادمہم۔ اس روایت سے ظاہر مراد یہ ہے اگر اس سے اہم کام نہ ہوتا تو گھریلو کاموں میں ہاتھ بٹانا آپ ﷺ عیب نہ سمجھتے۔ اگر اہم ترین کام ہوتا وہ انجام دیتے۔ فاذا حضرت الصلٰوة خرج الی الصلٰوة تا کہ نماز کو اس کے اول وقت میں ادا فرمائیں کیونکہ افضل ترین عمل ہے۔

**تخریج** :اخرجه البخاری ٦٧٦۔

**الفوائد**: ① ترک تکبر اور تلبس تواضع کی تعلیم دی گئی ہے۔ ② گھر کے کام کاج میں مرد کے لئے کمال تواضع ہے یہ خیر خلق اللہ کا عمل ہے۔

٧٠٢ :وَعَنْ اَبِیْ رِفَاعَةَ تَمِیْمِ بْنِ اُسَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :انْتَهَیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هُوَ یَخْطُبُ فَقُلْتُ :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَجُلٌ غَرِیْبٌ جَآءَ یَسْاَلُ عَنْ دِیْنِهٖ لَا یَدْرِیْ مَا دِیْنُهٗ؟ فَاَقْبَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتَرَكَ خُطْبَتَهٗ حَتّٰی انْتَهٰی اِلَیَّ ، فَاُتِیَ بِكُرْسِیٍّ فَقَعَدَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ یُعَلِّمُنِیْ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ اَتٰی خُطْبَتَهٗ فَاَتَمَّ اٰخِرَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

٧٠٢: حضرت ابورفاعہ تمیم بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہؐ کے پاس اس وقت پہنچا جب آپؐ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ایک مسافر آدمی اپنے دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہے اسے دین کا پتا نہیں۔ رسول اللہؐ میری طرف خطبہ چھوڑ کر متوجہ ہوئے یہاں تک کہ میرے پاس پہنچ گئے۔ آپؐ کے لئے ایک کرسی لائی گئی جس پر آپؐ تشریف فرما ہوئے اور مجھے وہ سکھلانے لگے جو اللہ نے آپؐ کو سکھلایا۔ پھر اپنے خطبے کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے آخری حصے کو مکمل فرمایا۔ (مسلم)

ابی رفاعہ ان کا نام تمیم ہے والد کا نام اسید۔ ہمزہ کے فتحہ اور ضمہ سے پڑھا گیا ہے۔ (تبصیر المنتبہ لابن حجر) سلسلہ نسب اس

ہے۔ اسید بن عبدالعزیٰ بن جعونہ بن عمرو بن القین بن ازاح بن عمرو بن سعد بن کعب بن عمرو الخزاعی رضی اللہ عنہ ابن اثیر کہتے ہیں یہ اسلام لائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کے حدود کے لئے نصب کردہ پتھروں کی تجدید کا حکم فرمایا یہ مکہ میں مقیم ہو گئے (اسد الغابہ) انہوں نے ۸ اروایات نقل کی ہیں جیسا ابن جوزی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے (استخراج التخریج) مسلم نے ان کی یہی روایت نقل کی ہے۔ بخاری میں کوئی روایت نہیں ہے۔ یخطب اس سے خطبہ جمعہ مراد ہے۔

**التشریح**: فقلت یا رسول اللہ رجل غریب جاء یسال عن دینہ یہ دونوں جملے یعنی رجل کی صفت بھی بن سکتے ہیں جیسا اس آیت میں ھذا ذکر مبارک انزلناہ اور حال بھی بن سکتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ کون سے دینی احکام اسے لازم ہیں۔ لا یدری ما دینہ یہ جملہ استفہامیہ ما قبل فعل سے متعلق ہے اس سے معلوم ہوا کہ سائل سے نرمی ہی بہتر ہے۔ فاقبل علی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرسی پیش کی گئی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے تاکہ دیگر حاضرین بھی بات کو سنیں اور زیارت کریں۔ وجعل یعلمنی کا علمہ اللہ یعنی مجھے اسلام میں داخل ہونے اور جو ایمان کے تقاضے تھے وہ سکھلانے لگے۔ ثم اتی خطبتہ فاتمہ یہ کمال شفقت ہے کہ منبر سے نیچے تشریف لا کر اس کو دین کے احکام سکھائے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معاملات میں سب سے اہم کو مقدم کرنا چاہئے اور ممکن ہے سائل عقائد معلوم کرنا چاہتا تھا۔ علماء کا اتفاق ہے کہ جو اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہو اسے فی الفور تعلیم دینی چاہئے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عام تقریر ہو جمعہ کا خطبہ نہ ہو اسی لئے اسے قطع کر دیا۔ یا اس مسافر کی کلام کا تعلق بھی خطبہ سے ہو۔ پس خطبے کا حصہ ہونے کی وجہ سے جگہ بدلنے سے انقطاع نہ ہوا۔

**تخریج**: اخرجہ مسلم ۸۷۶ والنسائی ۵۳۹۲۔

**الفوائد**: سائل کو جلد جواب دینا چاہئے اور مسائل میں اہم سے اہم تر کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۶۰۸ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ قَالَ وَقَالَ : "اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذٰى وَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ" وَاَمَرَ اَنْ تُسْلَتَ الْقَصْعَةُ قَالَ : فَاِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۰۸ : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو اس سے وہ مٹی کو دور کر کے اس کو کھا لے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور ہمیں حکم فرمایا کہ ہم پیالے کو چاٹ لیا کریں۔ ارشاد فرمایا تم نہیں جانتے ہو؟ کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔ (مسلم)

اذا اکل طعاما طعام سے یہاں وہ نرم چیز جو انگلیوں کو لگنے والی ہو۔ لعق اصابعہ الثلاثہ۔ تین انگلیوں سے مراد انگوٹھا، مسبحہ اور وسطی مراد ہے۔ چاٹنے کی ابتدا وسطی سے ہوتی کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر ملوث ہونے والی ہے وہ لمبائی کی وجہ سے کھانے

میں پہلے آتی ہے۔ پھر سبابہ پھر اس کے قریب والی جیسا طبرانی اوسط نے نقل کیا ہے: رأیتہ صلی اللہ علیہ وسلم یلعق اصابعہ الثلاث قبل ان یمسحھا الوسطی ثم التی تلیھا ثم الابھام شاید ابن حجر نے یا ساتھ ہی دوسری ثلاث کی نسبت کر دی۔ انگلیاں چاٹنے کو ناپسند کرنے والوں کی تردید ہے۔ بقول خطابی ایسے لوگوں نے اس خوشحالی کی وجہ سے بگڑ چکے ہیں۔ ان حمقا کو یہ نظر نہیں آتا کہ انگلیوں سے چمٹے ہوئے کھانے ہی کھانے کا جز ہے جو انہوں نے کھایا ہے۔ اگر تمام کھانا برا نہیں تھا تو انگلیوں والا اس طرح برا نہیں کیا جا سکتا۔ بسا اوقات آدمی اپنے منہ میں انگلی داخل کر کے اس کو چاٹتا ہے مگر اس کو منہ میں رکھنے کی وجہ سے برا نہیں سمجھتا (خطابی) اور برا انگلیوں چاٹنا اس لیے قبیح نظر آیا کہ ان انگلیوں منہ میں ڈال کر کھانے میں لعاب اور لقمہ کے اثرات انگلیوں کے ساتھ لگے ہونے کا احتمال ہے۔ اگر کسی وہم کی وجہ سے ناپسند کیا تو ترک سنت ہوگا اور اگر تحقیر کی وجہ سے ایسی کوئی خیال کیا تو مسئلہ [illegible] آپ کے کسی فعل مبارک کا استخفاف کر بیٹھا (اعاذنا اللہ الوسائل)

سقطت لقمۃ احدکم فلیمط: گرے ہوئے لقمے سے مٹی وغیرہ کو صاف کر کے کھا لو تاکہ کچھ بھی ضائع نہ ہو اور کسی چیز کا باقی سے جدا کرنا ممکن نہیں۔ عنھا الاذی جو گرنے سے اس کے ساتھ چمٹ گئی ہے۔ ولیا کلھا: نفس کی اس عادت کو توڑنے کے لیے کہ گری ہوئی چیز کو اٹھا کر کھانے اچھے نہیں سمجھتے اور عار محسوس کرتا ہے۔ لا یدعھا للشیطان اور شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ و امرنا ان نسلت القصعۃ پیالے کو چاٹ کر صاف کرنے۔ قصعۃ جس پیالے میں دس آدمی کھانا کھا سکیں اور صحفہ وہ پیالہ جس میں پانچ آدمیوں کا کھانا آئے۔ (الصحاح، المہذب) فانکم لا تدرون فی ای طعامکم البرکۃ تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے گرے ہوئے لقمے یا پیالے اور انگلیوں سے چمٹے ہوئے کھانے میں۔ وہ کونسا کھانا جس میں برکت اتری ہے وہ معلوم نہیں کہ اس کھانے میں جو کھا چکا یا جو بچا یا انگلیوں اور پیالے سے جو چمٹا ہوا ہے۔ یہی حصول برکت کے لیے تمام کی حفاظت کرے۔ برکت اصل میں اضافہ اور خیر کا دوام ہونا اور اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ یہاں اس سے مراد وہ کھانا جس سے غذا میسر ہو اور انجام کے لحاظ سے یہ اذیت سے محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہمت حاصل ہو۔

تخریج: اخرجہ احمد ۲/۲۳۲ و مسلم ۳/۱۶۰۷ و ابو داؤد ۳/۳۶۶ و الترمذی ۴/۲۶۲ و النسائی فی الکبریٰ و ابن حبان ۱۲/۲۶ وغیرھم۔

الفرائد: (۱) کھانے والے انگلی وغیرہ سے صاف کر کے کھا لینا مستحب ہے۔ (۲) تین انگلیوں سے کھانا مستحب ہے مگر جب کہ ضرورت ہو۔ (۳) انگلیوں اور پیالے کو چاٹنا مستحب ہے [illegible]

۲۸۱: وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما بعث اللہ نبیا الا رعی الغنم، قال اصحابہ: وانت؟ فقال: نعم، کنت ارعی علی قراریط لاھل مکۃ۔ رواہ البخاری۔

۶۰۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جس پیغمبر کو بھی بھیجا اس نے بکریاں چرائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور آپؐ بھی؟ آپؐ نے فرمایا جی ہاں۔ میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چراتا تھا۔ (بخاری)

بعث رسول و نبی بنانا۔ رعی الغنم تا کہ بکریوں کی نگرانی سے امت کی نگرانی کی مشق کرائی جائے جن کو دین حق کی دعوت پہنچانی ہے۔ قال اصحابه وانت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکریاں چرائی ہیں نبیا کی تنکیر سے یہ بات معلوم ہوتی تھی کہ اسی عموم میں آپ ﷺ بھی شامل ہیں اگر کلام مجازی ہو تو عام بول کر خاص مراد لیا گیا۔ قال نعم یعنی اس سلسلہ میں انہی سے ہوں۔ آگے اسکی وضاحت فرمائی کہ کنت ارعاها علی قراریط لاهل مکة۔ کامل کے کمال میں معاملہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا جب تک کہ کوئی مروت کے خلاف یا ممنوع چیز کا ارتکاب نہ ہو۔ قراریط یہ مکہ کی کسی جگہ کا نام ہے یا درہم و دینار کا ایک جزء۔ لاهل مکة۔ اس کو قراریط سے ظرف مستقر قرار دیں تو وہ جگہ کا نام بنے گا۔ باب استحباب العزلة میں مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

**تخریج** : بخاری' ابن ماجه' بغوی فی المشکاة ۲۹۸۳۔

۶۱۰: وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "لَوْ دُعِيْتُ اِلٰى كُرَاعٍ اَوْ ذِرَاعٍ لَاَجَبْتُ ' وَلَوْ اُهْدِيَ اِلَيَّ ذِرَاعٌ اَوْ كُرَاعٌ لِقَبِلْتُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۶۱۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے بکری کے پائے یا بازو کھانے کی دعوت دی جائے تو میں ضرور قبول کروں اور اگر میرے پاس پائے یا بازو ہدیۃً بھیجے گئے تو میں ضرور قبول کروں گا۔ (بخاری)

کراع گھٹنے سے پنڈلی تک کا حصہ۔ ترمذی کی یہ روایت اس کی تائید کرتی ہے لو اهدی الی کراع لقبلت اور طبرانی کی روایت جو ام حکیم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے یارسول اللہ یکره رد الظلف؟ قال ما اقبحه لو اهدی الی کراع لقبلت (طبرانی) کیا کھراوڑے کا واپس کرنا ناپسند ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت برا ہے اگر مجھے پنڈلی کی نلی ہدیہ کرے میں وہ بھی قبول کرلوں گا۔ او ذراع ابن حجرؒ کہتے ہیں ذراع اور کراع کو اس لئے لائے تا کہ تھوڑا اور زیادہ دونوں کو شامل ہو کیونکہ آپ ﷺ کو دستی کا گوشت محبوب تھا اور نلی اس کے بالمقابل بہت معمولی چیز ہے۔ مثل مشہور ہے: اعط العبد كراعا يطلب ذراعاً۔ ولو اهدی الی ذراع ابن بطال کہتے ہیں اس میں قبول ہدیہ پر آمادہ کیا گیا خواہ وہ معمولی چیز ہو تا کہ ہدیہ دینے والے کی تحقیر نہ ہو۔ بلکہ تالیف ہو جائے۔ دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنی چاہئے خواہ وہ معمولی چیز کیوں نہ ہو۔ اس میں تواضع کی تعلیم دی گئی اور باہمی الفت و محبت پیدا کرنے والے اعمال پر برانگیختہ کیا گیا ہے۔

**تخریج** : بخاری فی الهبة والنکاح' نسائی فی الولیمه' احمد ۳/۱۰۲۱۶' ابن حبان ۵۲۹۱' بیهقی ۶/۱۶۹' بغوی فی المشکاة ۱۸۲۷۔

الفرائد: ① دعوت و ہدیہ قبول کر لینا چاہیے خواہ وہ معمولی چیز ہو۔ ② سچی محبت اور سرور ہی کھانے کی دعوت کا ذریعہ ہے۔

۷۱۱: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَتْ نَاقَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ الْعَضْبَآءُ لَا تُسْبَقُ اَوْ لَا تَکَادُ تُسْبَقُ، فَجَآءَ اَعْرَابِیٌّ عَلٰی قَعُوْدٍ لَّہٗ فَسَبَقَھَا فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی عَرَفَہُ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ: "حَقٌّ عَلَی اللّٰہِ اَنْ لَّا یَرْتَفِعَ شَیْءٌ مِّنَ الدُّنْیَا اِلَّا وَضَعَہٗ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۷۱۱: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عضباء نامی اونٹنی تھی جس سے کوئی اونٹ سبقت نہیں کر سکتا تھا ایک دیہاتی اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اس سے آگے نکل گیا یہ بات مسلمانوں پر گراں گزری۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گرانی کو پہچان لیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ جو بھی چیز دنیا میں بلند ہے اس کو نیچا کر دے۔ (بخاری)

العضباء نووی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد اونٹنیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں: القصویٰ الجدعاء العضباء۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ عضباء آپ کی ناقہ کا نام ہے کسی جسمانی نقص کی وجہ سے یہ نام نہ تھا۔ مگر شیخ زکریا کہتے ہیں آپ ﷺ کی اونٹنی نہ عضباء اور نہ قصویٰ تھی یہ دونوں اس اونٹنی کے وصفی نام تھے (تحفۃ القاری و جوہری) قاضی عیاضؒ نے ناقہ سے متعلق روایات نقل کی ہیں ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی اونٹنی کے وصفی نام ہیں۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ یہ اس کا نام ہے اور یہ بات ثابت شدہ ہے القصویٰ الگ اونٹنی ہے۔

حربی کا قول۔ العضب اور الجدع۔ ناک کے سوراخ اور القضو المخضرمہ کان کا چرنا۔

ابن الاعرابی کا قول: القصویٰ جس کے کان کی ایک طرف کٹی ہو۔ اور الجدع کان کا کچھ حصہ کٹا ہو۔

اصمعی کا قول: القصویٰ کا اوپر والا معنی ہے۔ البتہ کان کے ہر کناؤ کو جدع کہتے ہیں اور جب کان کے چوتھائی حصہ سے بڑھ جائے تو یہ عضباء اور المخضرمہ جس کا کان جڑ سے کٹ گیا ہو اور العضباء جس کا نصف یا اس سے اوپر کان کٹا ہو۔

خلیل کہتے ہیں المخضرمہ کان کٹی ہوئی' العضباء کان چری ہوئی۔ حربی کہتے ہیں حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ العضباء نام ہے اگر اس کا کان چرا تھا تو پھر نام بن گیا (الشفاء لقاضی)

ابراہیم تیمی تابعی کہتے ہیں العضباء قصویٰ الجدعاء یہ ایک ہی اونٹنی کے نام ہیں۔

ابن حجر کا قول: اس میں اختلاف ہے کہ عضباء اور قصویٰ ایک اونٹنی ہے یا الگ۔ حربی کا قول یہ ہے کہ یہ ایک ہی اونٹنی کے نام ہیں (ابن سعد عن واقدی) دیگر علماء نے کہا کہ الجدعاء یہ سیاہی سفیدی ملے رنگ والی تھی۔ نزول وحی کا صرف یہ بوجھ برداشت کرتی اس کے علاوہ بھی آپ ﷺ کی اونٹنیاں تھیں۔ لا تسبق او لا تکاد تسبق یہ حمید راوی کی طرف سے شک ہے۔ باقی روایات میں لا تسبق ہی ہے۔ فجاء اعرابی اس کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ علی قعود لعوہ اونٹ جو سواری کے قابل ہو چکا ہو۔ جوہری کہتے ہیں جواں سال اونٹ کو کہتے ہیں سواری کے قابل ہونے تک یہی نام ہے۔ اس کی کم سے کم عمر دو سال ہوتی ہے جب۔ جب چھٹے سال تک پہنچ جائے تو جمل کہلاتا ہے۔ ازہری کہتے ہیں نر اونٹ کو قعود کہتے ہیں مادہ کو قلوص

کہتے ہیں۔ کسائی نے قعوص کے لئے قعودۃ استعمال کیا ہے مگر اکثریت نے تردید کی ہے۔ خلیل کہتے ہیں قعودہ وہ اونٹنی جس پر چرواہا اپنا سازوسامان رکھے اور سوار ہو۔ فشق ذلک: مسلمانوں پر یہ بات گراں گزری جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہروں پر ناراضگی اور آثار پریشانی دیکھے کہ عضباء سے دوڑ جیت لی گئی ہے۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غم و صدمے کو دور کرنے کے لئے فرمایا یہ دوڑ قضاء وقدر کے اس فیصلے کا حصہ ہے کہ جو دنیا میں اونچا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نیچا کر دیتے ہیں خواہ کوئی ہو۔ حق علی اللہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی قضاء میں یہ لازم کر لیا ہے کہ الا یرتفع شیء من الدنیا الا وضعہ کہ دنیا کی مال و جاہ میں سے جو چیز اونچی ہو اس کو نیچا کر دے۔ اس میں دنیا کی شان و شوکت سے نفرت اور دنیا سے بے رغبتی کی ترغیب دی گئی ہے کہ ایک وقت میں وہ اتنی بلند ہوتی ہے کہ اس کی طرف نگاہیں اٹھتی ہیں اور دوسرے وقت میں نگاہ اس کو دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔

ابن بطال کہتے ہیں اس سے دنیا کی حقارت ظاہر ہوتی ہے۔ دنیا کے معاملات کا ناقص ہونا معلوم ہوتا ہے۔ دنیا پر فخر و مباہات سے بچنا چاہیے۔ تکبر کی چادر کو اتار کر تواضع اختیار کرنی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کی جھلک ظاہر ہوتی ہے۔ آپ نے کس طرح ان کی دلجوئی کی اور دنیا کی جن چیزوں سے تقرب الی اللہ کا قصد کیا جاتا ہے۔ یہ ان میں سے نہیں۔ پس اس خبر کے تحت داخل نہیں۔ دنیا میں اتار چڑھاؤ رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم تواضع ثابت ہوتی ہے۔ اعرابی کی سبقت کو تسلیم فرمایا۔

**تخریج**: بخاری فی الجہاد، ابو داؤد فی الجہاد، احمد ۱۲۰۱۰، ۳/۸، نسائی ۳۵۹۰، ابن حبان ۷۰۳، البزار ۳۶۹٤، بیہقی ۱۰/۱۹، مسند شہاب ۱۰۶۹، ابو الشیخ ۱۶۳۔

**الفوائد**: بقول طبری تواضع دین و دنیا کے مصالح کو جامع ہے اگر لوگ اسکو اختیار کرلیں تو وہ فخر و مباہات کی مشقت سے چھوٹ جائیں۔

# ۷۲: بَابُ تَحْرِیْمِ الْکِبْرِ وَالْاِعْجَابِ

## بَابٌ: تکبر اور خود پسندی کی حرمت

الکبر دوسرے کو حقیر و ذلیل قرار دینا اور اللہ تعالیٰ کے متعلق تکبر اختیار کرنا کفر ہے۔ وہ اس طرح کہ نہ تو اس کی اطاعت کرے اور نہ اس کے حکم کو قبول کرے۔ پس جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑا یا معمولی قرار دے کر اس کی ممنوعات میں مبتلا ہوا وہ کافر ہے۔ البتہ اگر اس نے تحقیر شرع کے طور پر اس کو نہ چھوڑا ہو بلکہ غلبہ شہوت و غفلت سے چھوڑا ہوا تو چھوڑنے سے گناہ گار ہوگا کافر نہ ہوگا۔ علامہ مظہری کہتے ہیں اگر کسی نبی یا فرشتہ یا عالم کی تحقیر علم کی تحقیر کا عقیدہ رکھ کر کرے تو وہ کافر ہے۔

اعجاب اپنے آپ کو علم و صلاح میں عبوری کمال کی نگاہ سے دیکھنا۔ یا اسی طرح مال و جاہ میں اپنے کو کامل سمجھنا۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ [القصص:۸۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''یہ آخرت کا گھر انہی لوگوں کے لئے ہم مقرر کریں گے جو زمین میں بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد اور اچھا انجام متقین کا ہے''۔ (القصص)

تلك الدار اشارہ بعید سے آخرت کی عظمت کی طرف اشارہ کیا یعنی وہ آخرت جس کا تذکرہ تو نے سنا یا جس کے حالات بیان ہوئے وہی تو آخرت والا گھر ہے۔

اَلنَّحْو: نجعلھا یہ تلک کی خبر ہے اور دار اس کی صفت ہے ② الدار خبر اور جملہ مستانفہ ③ دوسری خبر ہے۔

للذین یہ الدار سے حال ہے اور اس کا عامل تلک والا ہے۔ علواً۔ تکبر یا بڑائی۔

في الارض ماقبل کی صفت ہو تو ظرف مستقر ہے۔ ② اور متعلق ہو تو لغو ہے۔

ولا فساداً معاصی پر عمل کرنا ① مخلوق کو شرک کی طرف لے جانا۔ والعاقبة: اچھا انجام۔ للمتقین: جو گناہوں سے بچنے والے ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا﴾ [الاسراء:۳۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''کہ زمین میں تو اکڑ کر مت چل'' (الاسراء)

اَلنَّحْو: جمہور کے ہاں مرحاً یہ مصدر ہے اور حال بن رہا ہے ② یا مضاف محذوف ہے ای ذا مرح ③ مفعول لہ ہے۔ یہ اس آیت کی طرح ہو جائے گا ﴿ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطراً ورئاء الناس﴾ یہ مفعول مطلق ہے جو اس معنی میں ہوگا لا تمرح مرحا ابوالحسن نے حال کو مبالغہ کی وجہ سے ترجیح دی ہے۔ اس آیت کو الگ سے ذکر کرنے کی وجہ

مصنف نے ظاہر نہیں کی اگلی خود اس مفہوم پر مزید معنی کے ساتھ دلالت کر رہی ہے اور اس میں نہی کے بعد نہی آ رہی ہے۔

وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾

[لقمان:۱۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور تو اپنے رخسار کو لوگوں کے لئے مت پھلا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ (لقمان)

**ولا تصعر** جب لوگ تم سے بات کریں تو تکبر کرتے ہوئے چہرے کو مت پھیرو۔ **لا یحب** یعنی توفیق عنایت نہیں فرماتے۔ **کل مختال فخور** یعنی جو لوگوں پر فخر کرتے ہوئے تکبر کرے اور تواضع اختیار نہ کرے۔

**النَّحْوُ**: ان اللّٰه ... نہی کے بعد جملہ مستانفہ لایا گیا ہے۔

نووی کا ارشاد: **ولا تصعر** کا معنی لا تمیلہ ہے یہ ماقبل کا عطف بیان یا بدل ہے تعرض یعنی لوگوں سے تکبر کے طور پر اعراض مت کرو جبکہ لوگ تم سے مخاطب ہو۔ تکبرا یہ مفعول لہ ہے۔ یہ اس وقت ہے جب اعراض تکبر کی وجہ سے ہو اور اگر مخاطبین کو ادب سکھانے کے لئے ہو اور اس بناء پر ہو کہ وہ منکر میں مبتلا ہوں یا کسی معروف کو ترک کر رہے ہوں تو ایسا اعراض عین ثواب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے موقعہ پر تین پیچھے رہنے والے صحابہ کرام سے اعراض فرمایا اور توبہ کرنا اعراض نے طوالت اختیار کی۔ حدیث میں وارد ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اور اللہ تعالیٰ کی خاطر غصہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے لئے دیا اور اللہ تعالیٰ کے لئے روکا۔ اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔ والمرح یہ مصدر ہے۔ التبختر یہ نفس کی خود پسندی اور لوگوں کو حقیر قرار دینے کی بناء پر ہے۔

وَمَعْنٰی : "تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ" : اَیْ تُمِيْلُهُ وَتُعْرِضُ بِهِ عَنِ النَّاسِ تَكَبُّرًا عَلَيْهِمْ۔ "وَالْمَرَحُ" التَّبَخْتُرُ۔

**تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ** : کا معنی ہے تکبر کی وجہ سے لوگوں سے چہرہ پھیرنا۔

**اَلْمَرَحُ** : اکڑنا اترانا۔

وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی فَبَغٰی عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَا اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی: ﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ﴾ [القصص:۷۶-۸۱] الْاٰيَاتِ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا۔ پس اس نے ان پر سرکشی کی ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے کہ جن کی چابیاں ایک طاقتور جماعت کو بوجھل کر دیتی تھیں۔ جب اس کو اس کی قوم نے کہا مت اتراؤ۔ بے شک اللہ تعالیٰ اکڑنے والے کو پسند نہیں کرتے'' ...... ''پس ہم نے اس کو گھر

سمیت دھنسا دیا''۔ (القصص)

قارون مشہور قول یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ابن عم تھا یہ ابن جریج وابراہیم نخعی کا قول ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں وہ ان کا چچا تھا۔ بعض نے ابن خالہ بتلایا ہے۔ بالاتفاق یہ بنی اسرائیل سے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور تورات یاد کی۔ پھر اس پر خود پسندی اور تکبر نے غلبہ پالیا۔

**النحو:** یہ لفظ غیر منصرف ہے۔

**فبغی علیھم** اس نے کئی قسم کی سرکشی اختیار کی ان میں سے ایک چیز موسیٰ علیہ السلام کا انکار اور ان کی توہین اور ان پر الزام بازی کرنا تھا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا اور بعض نے کہا یہ بنی اسرائیل سے بیگار کا کام لینے کے لئے فرعون کا افسر مجاز تھا۔ اس نے بنی اسرائیل پر سرکشی کر کے ظلم ڈھائے۔ بعض نے کہا بغاوت کی وجہ مال کی کثرت تھی۔ بعض نے کہا تکبر کی وجہ کبڑ الٹکا کر سرکشی کی۔ **واتیناہ من الکنوز ما ان مفاتحہ** مفاتحہ جمع مفتح (چابی) بعض نے خزانے معنی کیا ہے۔ ابن عطیہ اور اکثر مفسرین کہتے ہیں انجیل میں منقول ہے کہ قارون کی چابیاں اونٹ کی جلد سے بنی ہوئی تھیں۔ ہر چابی نصف سیر اور کل چابیوں کا وزن ستر اونٹوں یا خچروں کو بوجھل کر دیتا تھا۔ ہر خزانے کی ایک چابی تھی۔ اس کے قریب اوروں نے بھی کہا مگر یہ ضعیف ہے۔ صاحب نظر ان کو بعید قرار دیتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اس کا مفہوم اس طرف لوٹایا جائے کہ اس کے پاس اتنا مال تھا جو سہولت سے شمار اور گناہ نہ جا سکتا تھا۔ مگر اس صورت میں یہ مفاتیح یا کے ساتھ ہونی چاہئے اور اسی کے مشابہ یہ بھی ہے کہ چابیاں لوہے سے ہوں۔ صاحب النہر کہتے ہیں اس نے یوسف علیہ السلام کا خزانہ پالیا تھا۔ بعض کہتے ہیں اس کے مال کو کنز اس لئے فرمایا گیا کیونکہ اس کی زکوٰۃ نہ دی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے اس کی سب سے پہلی دشمنی موسیٰ علیہ السلام سے تھی (کیونکہ آپ ﷺ زکوٰۃ کا حکم فرماتے تھے) تفسیر کواشی میں ہے کثرت مال کی وجہ یہ تھی کہ اسے علم کیمیا تھا۔

ما موصولہ اور اس کا صلہ ان کا جملہ ہے۔ **ما اتینا** مامفعول دوم ہے۔

**لتنوء بالعصبۃ** بڑی جماعت۔ **اولی القوۃ** یہ عصبہ کی صفت ہے اور جملہ انّ کی خبر ہے۔ تنوء بوجھل کرنا۔ ابوحیان کا قول۔ تنوء کو باء نے متعدی بنا دیا جس سے معنی اس طرح بن گیا۔ یہ خزائن کثرت کی وجہ اور مختلف اقسام کی وجہ سے نگرانوں کو تھکا دیتے تھے (البحر المحیط) خلیل وسیبویہ رحمہما اللہ کا رجحان بھی یہی ہے ابن عطیہ کہتے ہیں یہ باب القلب سے ہے۔ اس طرح کہا جائے گا جماعت بوجھل ہو جاتی بھاری چابیوں کی وجہ سے۔ اکثر موولین نے یہی تاویل پسند کی ہے۔ یہ طرز قلب کلام عرب میں مستعمل ہے۔ پھر سیبویہ کا قول نقل کر کے ابن عطیہ فرماتے ہیں تنوء کا اسناد مفاتیح کی طرف مجازی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اٹھانے سے اٹھ جاتی ہے۔ جب کہ اٹھانے والا اسے لے کر اٹھے۔ **العصبہ** ابن عباس رضی اللہ عنہما تین آدمیوں کو کہتے ہیں قتادہؒ نے دس سے چالیس تک اور مجاہدؒ نے پندرہ تعداد ذکر کی ہے جبکہ بعض نے ۱۲ اور چالیس بھی کہا ہے۔ بیضاوی وکشاف نے اس کو تنوء سے منصوب تسلیم کیا مگر نہر میں اس کو ضعیف ترین قول قرار دیا۔ ابن عطیہ نے ① بغی سے متعلق کیا مگر ابوحیان نے اس کو ضعیف قرار دیا ② یہ محذوف فعل کا ظرف ہوا۔ **یبغی علیھم وقت قولھم لہ**۔ یعنی اس نے ان پر سرکشی کی جب انہوں نے اسے کہا۔ صاحب نہر کہتے ہیں مناسب تقدیر عبارت یہ ہے **واظھر التفاخر والفرح بما اوتی من الکنوز وقت قولھم لہ لا تفرح** اس نے تفاخر وتکبر کا اظہار کیا اس وجہ سے کہ اس کے پاس خزائن تھے اور اظہار اس وقت میں تھا جب انہوں نے

اسے لاتفرح کہا۔ فرح سے مراد وہ خوشی جو سرکشی کو پہنچنے والی ہو۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ نفس اس میں منہمک ہو کر بڑائی اور خود پسندی اختیار کرلے۔ دنیا کے سلسلہ میں یہ فرح اس لئے ممنوع ہے کہ اس کا نتیجہ دنیا پر راضی ہو کر اس کے زوال سے اعراض ہے اور اگر دنیا سے جانے کو جانتا ہو گا تو دنیا سے ہاتھ کھینچ کر رکھے گا۔ شاعر نے خوب کہا۔

اشد الغم عندی فی سرور ☆ تیقن عنہ صاحبہ انتقالا

میرے ہاں وہ خوشی غمناک بنانے والی ہے جس کا پانے والا اسے چھوڑنے والا ہے۔

ان اللّٰہ لا یحب الفرحین یہ نہی کی علت ہے کہ زخارف دنیا پر مرنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔ ابن عطیہ فرماتے ہیں: لا یحب یہاں فعل کی صفت ہے کیونکہ یہ امر بہرصورت واقع ہونے والا ہے۔ پس ارادہ کی طرف اس کا لوٹانا محال ہے اور وہ یہ ہے کہ ان پر اپنی برکات کو ظاہر نہیں فرماتے اور نہ ان پر رحمت کو عام کرتے ہیں۔ وابتغ فیما اتاك اللّٰہ اور اس مال میں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھا ہے آخرت ڈھونڈو۔ اس طور پر کہ اسے رضائے الٰہی میں صرف کرو۔ ولا تنس نصیبك من الدنیا یعنی دنیا میں سے وہ حصہ جو انجام کار تمہیں فائدہ دے اور وہ اعمال صالحہ ہی ہو سکتے ہیں۔ انسان دنیا میں جو عمر پاتا ہے اور اعمال صالحہ انجام دیتا ہے انسان کو عمر کا کوئی حصہ بے کار ضائع نہ کرنا چاہئے۔ بعض نے نصیب سے مراد بقدر کفایت روزی مراد لی ہے۔ واحسن اور دوسروں پر ان نعمتوں میں احسان کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں۔ کما احسن اللّٰہ الیك بعض نے کہا اس کا معنی شکر و طاعت سے احسان کرو جیسا اس نے انعام سے تم پر احسان فرمایا۔ ولا تبغ الفساد فی الارض اور زمین میں ایسے کام مت کرو جو ظلم و بغاوت کا سبب بنیں۔ بعض نے کہا فساد سے مراد مطلقاً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے کیونکہ ہر عاصی مفسد ہے۔ ان اللّٰہ..... ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کو پسند نہیں فرماتے۔ قال انما اوتیتہ علی علم عندی جب اس کی قوم نے اسے نصیحت کی کوشش کی تو وہ چراغ پا ہو گیا اور خود پسندی میں کہنے لگا کہ جو مال و دولت میرے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ نے میری اہلیت کی وجہ سے دیا ہے میری یہ عظمت دوسروں جیسی نہیں۔

یہ علم کیا ہے ① بعض نے کہا تورات اور اس کا یاد کرنا۔ علماء نے کہا یہ اس کی غلط فہمی تھی۔ ② تجارت کے طرق معلوم تھے۔ مطلب یہ ہو کہ یہ مال میں نے اپنی عقل اور تدبیر سے کمایا ہے ③ بعض نے علم کیمیا مراد لیا۔ بعض نے کہا اس کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اس کے ساتھ خاص کیا گیا ہے پس میرے مال پر کوئی چیز لازم نہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے اس کی ترکیب یہ ہے عندی مبتداء محذوف کی خبر ہے ای ہذا عندی۔ جیسا کہتے ہیں فی معتقدی ورأیی بہرطور قرآن مجید نے اس کے بڑا بننے کی غلطی کو واضح کیا۔ اولم یعلم اس کا مقدر پر عطف ہے ای عندہ مثل ذلك العلم الذی ادعی ولم یعلم اس کے پاس ایسا علم تھا جس کا وہ مدعی بنا اور اس نے یہ نہ سمجھا کہ ان اللّٰہ قد اھلك..... اس سے بڑے طاقتور اس سے پہلے ہلاک کر دیئے گئے پس کثرت مال اس بات کا ثبوت نہیں کہ یہ مالدار رضائے الٰہی کا مستحق ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے نفس کو مقامات ہلاکت سے بچائے گا۔ ولا یسال عن ذنوبھم المجرمون ① یعنی دریافت کے لئے ان سے سوال نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ ان کی حالت سے مطلع ہے۔ ② بطور عتاب فرمایا کہ ان کو اچانک پکڑ لیا جائے گا۔ پس یہ آیت ان آیات کے مخالف نہیں جن میں ان کے سوال کا تذکرہ ہے کیونکہ وہ سوالات توبیخ اور تبکیت کے لئے ہیں۔ فخرج علی قومہ ابن عطیہ کہتے ہیں زینت کے متعلق اکثر مفسرین نے جو بات کہی ہے وہ کوئی دلیل نہیں رکھتی۔ اسی سے میں نے بات مختصر کر دی۔

قال الذین...... جیسے مال کی رغبت میں عام لوگوں کی عادت ہوا کرتی ہے۔ یا لیت لنا...... ان لوگوں نے حسد سے بچتے ہوئے اس کے مثل مال کی تمنا کی۔ لذو حظ عظیم کہ وہ دنیا میں بڑے نصیب والا ہے۔ قال الذین اوتوا العلم یعنی علماء نے ان تمنا کرنے والوں کو کہا۔ ویلکم یہ بددعا کا کلمہ ہے جو بطور زجر استعمال ہوتا ہے۔ تمہارا استیاناس ہو۔ ثواب اللّٰہ خیر اللہ تعالیٰ کا ثواب قارون کی اس دولت سے بدر جہا بہتر ہے۔ لمن امن...... لا یلقاھا۔ ھا ضمیر کلمہ یا ثواب بمعنی مثوبہ کی طرف راجع ہے یا پھر جنت یا ایمان و عمل صالح جبکہ ان سے سیرت و طریقہ مراد لیا جائے۔ مگر ابن عطیہ کہتے ہیں اس ضمیر کا مرجع مذکور نہیں یہ ان آیات کی طرح ہے ﴿حتی توارت بالحجاب﴾ اور ﴿کل من علیھا فان﴾ الا الصابرون جو شہوات سے رک کر طاعات پر جمے رہنے والے ہیں یہ تمام بھلائیوں کی جڑ ہے۔ فخسفنا بہ قارون کو گھر سمیت موسیٰ علیہ اسلام کی بددعا سے زمین میں دھنسا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کا حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو اس سے پکڑ لیا۔ ان آیات میں بغاوت و تکبر کا بدترین انجام مذکور ہے۔ بقول شاعر والبغی مصرع مبتغیہ وخیم۔ سرکشی کی چراگاہ بدمزہ ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منھا۔

۶۱۲ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ" فَقَالَ رَجُلٌ: "اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّنَعْلُهٗ حَسَنَةً؟" قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"بَطَرُ الْحَقِّ": دَفْعُهٗ وَرَدُّهٗ عَلٰى قَائِلِهٖ۔ "وَغَمْطُ النَّاسِ" بِمَعْنٰى احْتِقَارُهُمْ۔

۶۱۲ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ایک ذرّے کے برابر تکبر ہو''۔ ایک شخص نے پوچھا بے شک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے خوبصورت ہوں اور اس کے جوتے خوبصورت ہوں۔ ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ جمال والے ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں۔ کِبْر حق کو ٹھکرانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے''۔ (مسلم)

بَطَرُ الْحَقِّ : حق کو رد کرنا۔

غَمْطُ النَّاسِ : لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

**تشریح** ⓵ لا یدخل الجنۃ وہ کبھی جنت میں نہ جائے گا جس نے حرام چیز کو حلال قرار دیا۔ یہاں مراد ایمان لانے سے تکبر اختیار کرنا ہے۔ ⓶ بعض نے ذو کا لفظ محذوف مانا ہے مطلب یہ ہوا جنت میں داخل ہونے کے وقت تکبر کا ایک ذرہ اس کے دل میں نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ونزعنا ما فی صدورھم من غل﴾ نووی کہتے ہیں یہ تاویل بھی خطائی سے مختلف نہیں۔ مگر اس طرح بات نہیں بنتی کیونکہ روایت میں کبر کی ممانعت وارد ہے۔ اس کا درست معنی قاضی عیاض رحمہ اللہ نے محققین سے نقل کیا ہے کہ وہ بغیر بدلہ لینے کے جنت میں داخل نہ ہوگا۔ بعض نے کہا اگر اس سے بدلہ چکایا جائے تو یہی اس کی

سزا ہے۔ بسا اوقات بغیر بدلے کے بھی داخل کر دیا جاتا ہے۔ تمام موحدین کا جنت میں داخل ہونا ضروری ہے۔ خواہ اوّلی داخلہ ہو یا تمام اصحاب کبائر جو بڑے گناہوں پر پختگی سے قائم تھے اور ان کی موت آ گئی جب ان کو رہائی ہے تو اس کو بھی رہائی مل جائے گی۔ پہلے ہی مرحلہ میں داخلہ نہ ہوگا۔ من فی قلبہ مثقال ذرة من ایمان یعنی چھوٹی چیونٹی کی مقدار کے برابر یا اڑنے والے ذرات میں سے ایک ذرے کی مقدار۔ فقال رجل اس سے مالک بن مرارہ رھاوی مراد ہیں جیسا کہ حافظ عبدالغنی مصری نے ذکر کیا ہے اور یہ کہ کہنے والے مالک ہیں اس کو ابن عبدالبر اور قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن بشکوال نے ان کے نام کے متعلق جتنے اقوال ہیں ان کو جمع کیا ہے: ① ابن اعرابی کہتے ہیں نام شمعون اور کنیت ابو ریحانہ ہے۔ ② علی ابن المدینی نے ربیعہ بن عامر بتلایا ہے (طبقات ابن المدینی) ③ ابن السکن کہتے ہیں ان کا نام سواد بن عمرو ہے۔ ابن ابی الدنیا نے کتاب الخمول والتواضع میں معاذ بن جبل بتلایا ہے۔ ④ ابوعبید نے مرارہ رھاوی لکھا ہے (غریب الحدیث) ⑤ عمر نے اپنی جامع میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہا ہے۔ ⑥ ابن بشکوال نے خریم بن فاتک بتلایا (شرح نووی للمسلم) ان الرجل یحب ان یکون ثوبہ حسنا ونعلہ حسنا قال ان اللہ جمیل یحب الجمال یعنی یہ کبر میں شامل نہیں بشرطیکہ فخر ومباہات کے لئے نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کے طور پر ہو جیسا ارشاد الٰہی ہے: ﴿واما بنعمة ربك فحدث﴾

ان اللہ جمیل کا معنی یہ ہے ① اس کے تمام حکم جمال والے ہیں اور اس کے اچھے نام اور بلند اوصاف ہیں۔ ② جمیل بمعنی مجمل جیسے کریم بمعنی مکرم ہے یعنی جمال دینے والے۔ ③ قشیری کہتے ہیں اس کا معنی جلال والے ہیں۔ ④ خطابی کہتے ہیں اس کا معنی نور و رونق والے یعنی اس کے مالک ہیں۔ ⑤ تمہارے افعال کے سلسلہ میں جمال والے اور تمہاری طرف نظر کرنے میں جمال والے ہیں کہ معمولی اور ہلکے پھلکے کا ذمہ دار بناتے اور بہت سے مستغنی کر دیتے ہیں۔ کثرت سے ثواب عنایت فرماتے اور اس کی قدر فرماتے ہیں۔

یہ نام اگرچہ اس حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے مگر یہ خبر واحد ہے اور اسماء حسنیٰ میں بھی وارد ہوا مگر اس روایت کی سند میں کلام ہے اور علماء کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ اس کا اطلاق باری تعالیٰ پر درست ہے اگرچہ بعض علماء نے منع کیا ہے۔ چنانچہ امام الحرمین کہتے ہیں شرع میں اللہ تعالیٰ کے جو اسماء وصفات وارد ہوئے ہیں ان کا اطلاق اس کی ذات پر درست ہے اور جن اسماء سے ممانعت کی گئی ان کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور جن کے متعلق اجازت وممانعت میں سے کوئی چیز وارد نہیں ہے۔ ان کے متعلق حلت وحرمت کا قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ احکام شریعت موارد شرع سے ہی لئے جائیں گے۔ اگر ہم تحلیل وتحریم کا فیصلہ دیتے ہیں تو بلا شرعی اجازت کے ہم حکم ثابت کرنے والے بنیں گے۔ البتہ جواز اطلاق کے لئے شرط نہیں کہ شریعت میں اس کے متعلق قطعی فیصلہ وارد ہو۔ لیکن اس سے اقتضاء عمل ثابت ہو جائے گا اگرچہ وجوب علم کے لئے یہ کافی نہیں۔ پس شرعی قیاسات عمل کے مقتضی ہوں گے۔ البتہ قیاسات سے اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات میں استدلال ہرگز درست نہ ہوگا۔ علمی تحقیق کے لحاظ سے امام کا یہ کلام بڑا بلند پایہ ہے قاضی عیاضؒ نے بھی ان کی ہمنوائی کی ہے۔ مگر خبر واحد سے عمل کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے پکارا اور اس سے اس کی تعریف کی جا سکتی ہے اور یہ اس ارشاد پر عمل کرنا ہے: ﴿وللہ الاسماء الحسنٰی فادعوہ بہا﴾

الکبر بطر الحق و غمط الناس بطر کا معنی اطاعت نہ کرنا۔ دھتکار دینا' باطل کرنا (نہایہ) دوسرے معنی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ ﴿فلا و ربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم﴾ معنی کو اس آیت میں ذکر کیا گیا جو منافقین کے متعلق وارد ہے: ﴿و اذا دعوا الی الله و رسوله لیحکم بینهم اذا فریق منهم معرضون﴾ الحق میں الف لام استغراقی ہو تو کافر کا تکبر مراد ہوگا اور کافر تو مطلق جنت میں نہ جائے گا اور حق سے الف لام عہد خارجی ہو تو ایمانیات کے علاوہ احکام شرع مراد ہوں گے۔ تو پھر یہ کبر کافر و مؤمن دونوں میں پایا جاتا ہے یہ اگرچہ انفرادی طور پر ممنوع ہے مگر ایمان سے خارج کرنے والا نہیں۔ اس لئے اس کا معنی نووی ردہ علی قائلہ کیا اور اسی معنی کو ترجیح دی ہے' گویا قائل میں بڑا چھوٹا' حقیر' عظمت والا سب شامل ہیں اور تردید کرنا بڑھائی سے صادر ہو یا حاکمانہ طور پر تو وہ تکبر میں شامل رہے گا۔ البتہ اگر اس معاملے کی حقیقت واضح نہ ہوئی تھی اور اس نے اسے نہیں مانا اور مسترد کر دیا مگر حق سے تکبر و ترفع کی بناء پر نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ حق اس کے سامنے ظاہر نہیں ہوا تو یہ تکبر میں شامل نہ ہوگا۔ باب التواضع میں گزرا ہے کہ اسکی حقیقت حق کو قبول کرنا اور قائل کی طرف نظر کرنے کے بغیر اس پر یقین کرنا ہے اور یہ اسکا عکس اور ضد ہے۔ غمط یہ غمط یغمط (ض س) کس کو حقیر قرار دینا۔

**تخریج:** مسلم کتاب الایمان' ابو داؤد کتاب اللباس' ترمذی باب البر و الصلة' نسائی ان تمام کی سند اعمش عن ابراہیم النخعی ہے (الاطراف للمزی) احمد ۲/۳۷۸۹' ابو داؤد ۴۰۹۱' ابن ماجہ ۴۱۷۳' طبرانی کبیر ۱۰/۹۲۔

**الفوائد:** اللہ تعالیٰ صفات کمالیہ والے ہیں نقائص عیوب سے متبراء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نظافت ثوب و بدن کے ساتھ ساتھ نظافت قلب بھی چاہتے ہیں۔ تکبر کی حقیقت لوگوں کو حقیر سمجھا اور حق کو مسترد کرنا ہے۔

٦١٣ : وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ : "كُلْ بِيَمِيْنِكَ" قَالَ : لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ : "لَا اسْتَطَعْتَ : مَا مَنَعَهُ اِلَّا الْكِبْرُ" قَالَ : فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۱۳: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا۔ آپؐ نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے کھا۔ اس نے کہا میں طاقت نہیں رکھتا۔ آپؐ نے فرمایا: خدا کرے کہ تو طاقت نہ رکھے۔ اس کو تکبر نے اس بات سے روکا تھا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پھر وہ اپنا دایاں ہاتھ منہ کی طرف نہیں اٹھا سکا۔ (مسلم)

رجلاً باب المحافظة علی السنة میں اس آدمی کا نام اور حدیث کی تشریح گزر چکی ہے۔ اکل عند رسول الله صلی الله علیه وسلم بشماله ممکن ہے کہ ابتدائی طور پر اس کا یہ فعل جہالت کی وجہ سے ہو۔ پھر جب اسے معلوم ہو چکا تو آپؐ نے اسے فرمایا۔ کل بیمینك جیسا کہ کھانے کے آداب مسنونہ میں وارد ہے تو اس میں خودنمائی آئی اور حق کو قبول نہ کرتے ہوئے اس نے کہا حالانکہ واقعہ میں یہ عذر نہ تھا۔ فقال لا استطیع میں اس سے نہ کھاؤں گا۔ اس بیماری کی وجہ سے جو اس ہاتھ کو کام میں لانے سے رکاوٹ ہے۔ فقال لا استطعت پہلی مرتبہ اس کا انکار تکبر پر دلالت کرتا تھا اس لئے اس کو سزا مل گئی۔ و ما منعه الا الکبر یہ جملہ مستانفہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کی علت ذکر کرنے کی بناء پر لایا گیا ہے حالانکہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم عفو ودرگزر اور رحمت میں اپنی مثال آپ تھے۔ مطلب یہ ہے کہ جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس کو میری بات پر عمل کرنے سے تکبر نے روکا ہے تو بددعا فرمائی۔

**مَسْئَلَۃ:** اس سے معلوم ہوا جو شریعت سے نکلنے کا قصد کرے تو اس کے حق میں بددعا جائز ہے۔ **فما رفعها الى فيه ومنه تک** اپنے اس ہاتھ کو نہ اٹھا سکا۔ دارمی کی تصریح کے مطابق یمینه کے الفاظ ہیں پہلے ہم ذکر کر آئے کہ یہ مومن تھا۔ قاضی عیاضؒ کا منافق قرار دینا درست نہیں۔

**تخریج:** مسلم باب الاطعمه' احمد ۱٦٤٩٩/٥' ابن حبان ٦٥١٢' طبرانی ٦٢٣٥' اصابه ۱۵۳/۱' دارمی ۹۷/۲' بیهقی ۲۷۷/۷' دلائل ۲۳۸/٦۔

**الفوائد:** شرع کے جو شخص مخالف ہو اس کے حق میں بددعا کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال امر بالمعروف اور عن المنکر اختیار کرنا چاہئے۔ کھانے کے آداب کی تعلیم مستحب ہے۔

٦١٤ : وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَكْبِرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ فِيْ بَابِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

٦١۴: حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ کیا میں تم کو آگ والوں کے بارے میں نہ بتلا دوں؟ ہر سرکش، بخیل، متکبر جہنمی ہے۔ (بخاری و مسلم) اس کی تشریح ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِيْنَ روایت نمبر ۲۵۲ میں گزر چکی۔

**تشریح:** حارثه ابن وهب رضى الله عنه۔ ان کا تعلق خزاعہ قبیلہ سے ہے۔ یہ عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے والدہ کی طرف سے بھائی ہیں۔ ان سے ابواسحاق سبیعی اور معبد بن خالد جہنی نے روایت نقل کی ہے۔ ان سے متکلم فیہ روایت نقل کی ہے (اسد الغابہ) **الا اخبركم باهل النار؟** یعنی جن کی اکثریت اہل نار سے ہوتی ہے۔ **كل عتل** درشت مزاج، خشک انداز والا۔ **جواظ** موٹا، روکنے والا، بعض نے متکبرانہ چال چلنے والا معنی کیا ہے۔ **مستكبر** باب استفعال اس باب کو ظاہر کرنے کے لئے کہ تکبر والی بیماری اس نے خود اپنے کو لگائی ہے وہ اس کا اہل نہیں۔ اسے عبودیت و عجز چاہئے۔ کبریائی تو کبریاء کے لائق ہے۔ اس کی تشریح باب ضعفۃ المسلمین میں گزر چکی ہے۔

**تخریج:** بخاری' مسلم' ترمذی' ابن ماجه۔

**الفوائد:** تکبر کو جہنم کا سبب قرار دیا گیا۔

٦١٥ : وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ : فِيَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ ' وَ قَالَتِ الْجَنَّةُ : فِيَّ ضُعَفَآءُ النَّاسِ وَمَسَاكِيْنُهُمْ –

فَقَضَى اللّٰهُ بَيْنَهُمَا : اِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِي اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ ، وَاِنَّكِ النَّارُ عَذَابِي اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۱۵: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ و جنت نے آپس میں جھگڑا کیا۔ آگ نے کہا میرے اندر سرکش اور متکبر لوگ ہیں۔ جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور مساکین ہوں گے۔ پھر اللہ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ اے جنت تو رحمت ہے تیرے ساتھ جس کو میں چاہوں گا رحم کروں گا اور آگ سے کہا کہ اے آگ تو میرا عذاب ہے۔ تیرے ساتھ جس کو میں چاہوں گا عذاب دوں گا اور تم دونوں کو بھرنا میری ذمہ داری ہے۔ (مسلم)

**تشریح** ✿ احتجت الجنة و النار یہ روایت اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں تمیز رکھی ہے جس سے وہ باہمی مقابلہ و مناظرہ کر سکتی ہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ تمیز ان میں ہمیشہ باقی رہے۔

فی الجبارون جبار جو انسان اپنے لئے زبردستی ایسی بات کا دعویدار ہو جس کا وہ حقدار نہیں' یہ وصف بطور مذمت بولا جاتا ہے۔ جیسا فرمایا: ﴿وخاب كل جبار عنيد﴾ اور غالب کو بھی جبار کہہ دیتے ہیں جیسے فرمایا ﴿وما انت عليهم بجبار﴾ (مفردات) ابن علان کہتا ہے کہ یہاں قرینے کے لحاظ سے پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔ المتکبرون ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اوثرت بالمتكبرين و المتجبرين ہے۔ دوسرے معنی کا احتمال ہے۔ اس وقت اس سے مراد جو آدمی دوسروں کو باطل پر لگانے میں زبردستی کرے پس اس صورت میں مذموم ہوگا۔ حق پر قائم رکھنے کے لئے قدرت والے کو جبر کرنا قابل تعریف ہے۔ باب تفعل کی تعبیر میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ بتکلف اپنے اندر وہ صفت ظاہر کرنا چاہتا ہے جو اس کے مناسب نہیں ہے۔ قالت الجنة في ضعفاء الناس ضعفاء یہ ضعیف کی جمع ہے۔ جھکنے اور عاجزی کرنے والے۔ مساكينهم جمع مسکین یعنی حاجت مند جیسے فقیر و مسکین۔ قول شافعی رحمہ اللہ علیہ جب دونوں اکٹھے استعمال ہوں تو ان کا معنی مختلف ہوتا ہے اور جب دونوں میں سے ایک آئے تو وہ دونوں معنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ فقضى الله بينهما ان کے درمیان اس طرح فیصلہ فرمایا۔

**النَّحْو**: انك الجنة رحمتي رحمتی یہ دوسری خبر ہے۔ ان کی خبر ہے۔ الجنۃ یہ نصب و رفع دونوں کے ساتھ ہے۔ خبر اول دوسری کے لئے بطور تمہید لائی گئی ہے۔ جیسا جاء زيد رجلا راكبا جاء بطور تمہید حال ہے اور اس کا قاعدہ یہ ہے ہر جامد کی صفت ایسی چیز سے لا سکتے ہیں جو ہیئت کو واضح کرے۔ ارحم بك من اشاء یہ جملہ مستانفہ جنت کو بنانے کی حکمت کے لئے لایا گیا ہے۔

ماقبل سے اسکا حال بنانا بھی درست ہے۔ وانك النار عذابي اعذب بها من اشاء جنت کو مقدم کرنے کی وجہ ظاہر ہے کہ رحمت و فضل عذاب و عتاب پر سبقت کرنے والے ہیں۔ ولكليكما علي ملؤها تم دونوں کو بھرمیں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔

فرق روایت: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کی ابتداء میں تحاجت النار والجنه فقالت النار اوثرت بالمتكبرين والمتجبرين فقالت الجنه ومالي لا يدخلني الاضعفاء الناس وسقطهم وعجزهم فقال الله للجنة' انت

رحمتي ارحم بك من اشاء من عبادي وقال للنار انت النار اعذب بك من اشاء من عبادي ولكل واحدة منكما ملؤها فاما النار فلا تمتلي فيضع قدمه عليها فتقول قط قط' فهنالك تمتلي ويزوى بعضها الى بعض ایک اور روایت میں قال اللّٰه للجنة انما انت رحمتي ارحم بك من اشاء من عبادي وقال للنار انما انت عذابي اعذب بك من اشاء من عبادي ولكل واحدة منكما ملؤها الحديث۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ سند مسلم والی ہی ہے پھر مسلم کی عثمان بن ابی شیبہ والی روایت میں اس طرح ہے: احتجت الجنة و النار ابو سعید نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح روایت نقل کی ہے۔ ولكليكما على ملوها تک مذکور بقیہ حصہ نہیں۔ مصنف نے اس روایت کے متعلق قطعاً ذکر نہیں کیا کہ یہ کس کی روایت ہے۔ اس سے اشارہ کر دیا کہ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح ہے۔ شاید دوسرے طرق سے ان کو یہ اطلاع ہوتی ہو۔ حافظ نے مسلم کی اس بات کی نشاندہی کی ہے واللہ اعلم۔

**تخریج** : مسلم' احمد ۱۱۷۴۰/۴۔

٦١٦ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۱۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو نہیں دیکھے گا جس نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر کو کھینچا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ لا ينظر رحمت کی نگاہ سے دیکھنا مراد ہے۔ الى من جر ازاره بطرًا۔ بطر نعمت کے حق کا اہتمام نہ کرنے اور اس کو دوسری جانب پھیرنے اور نعمت کے غلط استعمال سے پیش آنے والی دہشت کو کہا جاتا ہے۔ بطر کے قریب قریب طرب کا لفظ ہے۔ خوشی سے اکثر پیش آنے والی خفت کو کہتے ہیں اور کبھی غم میں پیش آنے والی خفت کو کہہ دیا جاتا ہے۔

(مفردات راغب)

**اَلنَّحْوُ** :بطرا کا لفظ حال یا علت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای ذا بطر یا بتاویل وصف بطراً یا وصف میں مبالغہ کے لئے ظاہر پر رکھیں گے گویا وہ بعینہٖ بطر ا ہے۔

فرق روایت: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں لا ينظر اللّٰه الى من جر ثوبه خيلاء الخيلہ' البطر' الزہو' الکبر' التبختر یہ تمام ہم معنی الفاظ ہیں بڑھائی حرام ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر اسبال ثوب تکبر کی وجہ سے ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے ازار نصف سے ذرا نیچے مستحب ہے۔ عمامہ و قمیص کا بھی یہی حکم ہے بطور تکبر لٹکانا حرام ہے۔ اور حدیث بیہقی از ابو سعید میں یہ الفاظ ہیں: ازرة المؤمن الى انصاف ساقيه لا جناح عليه فيما بينه و بين الكعبين ٹخنوں (ٹخنوں سے نیچے حرام ہے جب کہ تکبر کے طور پر ہو) وہ احادیث جن میں مطلق الفاظ آتے ہیں وہ خیلاء پر محمول ہیں کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما بخاری و مسلم کی روایت ہے مگر سیوطیؒ نے جامع الکبیر میں اس کی نسبت بیہقی کی طرف کی مگر مجھے بیہقی میں نہیں مل سکی۔ واللہ وعلمہ اتم۔

**تخریج** : اخرجه احمد ٩٠١٤/٤ والبخاری ٥٧٩١ ومسلم ٢٠٨٧ ومالك في موطئه ١٦٩٧۔

**الفوائد**: لباس اگر اظہار نعمت کے لئے ہو تو اس کے مباح ہونے میں شک نہیں اگر تکبر' خودنمائی دوسروں کی تحقیر کے لئے ہو تو قابل مذمت ہے۔

۶۱۷: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ وَّمَلِكٌ كَذَّابٌ ' وَعَائِلٌ مُّسْتَكْبِرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْعَائِلُ": اَلْفَقِيْرُ۔

۶۱۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائیں گے اور نہ انہیں پاک فرمائیں گے اور نہ ہی انہیں رحمت سے دیکھیں گے اوران کے لئے دردناک عذاب ہوگا: ① بوڑھا زانی' ② جھوٹا بادشاہ ③ متکبر فقیر۔ (مسلم)

اَلْعَائِلُ: فقیر۔

ثلاثة تین اقسام یا تین قسموں میں سے لوگ۔

**اَللُّغَاتُ**: وصف کی وجہ سے مبتداء بنایا۔ **لا یکلمھم اللّٰہ یوم القیامة** یہ غضب سے کنایہ ہے یا وہ گفتگو نہ فرمائیں جو ان کو خوش کرے۔ نووی کہتے ہیں ان سے اہل خیر والی کلام جو رضامندی پر دلالت کرنے والی ہو وہ نہ فرمائیں گے بلکہ ناراضگی والی کلام ہوگی۔ **ولا یزکیھم** یعنی ان کے اعمال مقبول نہ ہوں گے جو کہ قابل تعریف ہوں یا ان کو گناہوں سے پاک نہ کریں گے۔ **ولا ینظر الیھم** یعنی رحمت کی نگاہ نہ فرمائیں گے۔ **ولھم عذاب الیم** یہاں الیم مولم یعنی دکھ آمیز عذاب ہوگا۔ واحدی کہتے ہیں الیم وہ عذاب ہے جس کی تکلیف دل کی گہرائیوں میں پہنچ جائے۔ عذاب: ہر وہ چیز جو انسان کو عاجزی کر دے اور اس پر گراں ہو۔ یہ تمام معانی مولم اسم فاعل کی صورت میں ہوں گے۔ اسم مفعول کا معنی بھی ہوسکتا ہے۔ اس وقت عذاب کی شدت وسختی کی طرف اشارہ مقصود ہوگا کیونکہ جب دِل دُکھی ہوگا تو جس قالب میں دِل ہے اس کا کیا حال ہوگا۔ خبر کو اس لئے مقدم کیا تاکہ اس میں پائی جانے والی سختی سے خبردار کیا جائے۔ **شیخ زان** جس کی عمر زیادہ ہو جائے۔ یہ پچاس سال اور اس سے اوپر عمر والے کو کہا جاتا ہے۔ بڈھا زانی۔ **ملك كذاب** جھوٹ بولنے والا بادشاہ۔ **عامل مستکبر** قاضی عیاض کہتے ہیں ان لوگوں کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اس معصیت کو اختیار کیا حالانکہ ان کو ضرورت نہ تھی بلکہ ضرورت کے اسباب نہایت کمزور ہو چکے تھے اگرچہ گناہ کرنے میں کوئی کسی وقت معذور شمار نہیں ہوتا۔ لیکن جب ضرورت بھی نہیں تھی اور اس کے دواعی بھی نہایت کمزور تھے تو ان کا گناہ کرنا عناد اور اللہ تعالیٰ کے حق کی توہین کرنے اور اس کی معصیت کے قصد سے تھا کسی اور حاجت کی وجہ سے نہ تھا۔ شیخ کی عقل تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔ طویل تجربات سے اس کو خوب پہچان ہو جاتی ہے اور جماع اور عورتوں کی طرف شہوت کے اسباب کمزور پڑ جاتے ہیں اور اس میں حلال کے دواعی سے بھی جان چھڑانا اور اپنے باطن کو الگ کرنا چاہتا ہے چہ جائیکہ وہ حرام کا مرتکب ہو۔ حرام کے دواعی میں سے جوانی' حرارت غریزیہ کی کثرت' غلبہ شہوت' قلت معرفت وغیرہ ہیں کیونکہ اس وقت عقل صغرسنی کی وجہ سے کمزور ہوتی ہے۔ اسی طرح حاکم وقت کو اپنی رعایا میں سے کسی کا ڈر نہیں اسے مداہنت اختیار کرنے اور چاپلوسی کرنے کی ضرورت نہیں۔ انسان اس کے سامنے مداہنت و چاپلوسی کرتا

ہے جس سے کسی ایذاء کا خطرہ ہو یا عتاب کا ڈر ہو اور وہ چاپلوسی سے اس کے ہاں مرتبہ ومنفعت کا خواہاں ہو۔ اس اعتبار سے اس کو جھوٹ کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح وہ تنگ دست فقیر جس کے پاس مال نہ ہو۔ فخر وغرور' تکبر کا سبب مال کے ذریعہ برابر والے لوگوں سے بلندی حاصل کرنا ہوتا ہے تا کہ ان پر غلبہ میسر ہو اور وہ اس کے محتاج ہوں۔ جب اس کے پاس اسباب تکبر نہیں تو وہ تکبر کس لئے کرتا اور دوسروں کو حقیر قرار دیتا ہے؟ پس اس کی یہ حرکت اور شیخ زانی اور جھوٹے حاکم کا فعل اللہ تعالیٰ کے حق کی تحقیر ہی بن سکتا ہے۔ اس کی اور کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ العائل یہ العیلہ سے ہے فقر کو کہتے ہیں۔ عائل کی جمع عالۃ جیسے کافر اور کفرۃ (المصباح)

**تخریج**: مسلم کتاب الایمان' نسائی فی الرجم' طبرانی فی الکبیر ۱۸۴/۱۷' والصغیر ۲۱/۲' احمد ۹۶۰۰/۳۔

**الفرائد**: ان تینوں کو خصوصاً ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عدم ضرورت اور ضعف دواعی کے باوجود انہوں نے یہ حرکت کی ہے گویا ان کا گناہ شناعت میں دوسروں سے بڑھکر ہے اگرچہ قصداً گناہ میں تو کوئی بھی معذور نہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حق کی توہین کی ہے اس لئے سخت سزا کے حقدار ہوئے (کذا قال عیاض)

۶۱۸ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : "اَلْعِزُّ اِزَارِیْ ' وَالْكِبْرِيَآءُ رِدَآئِیْ – فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا فَقَدْ عَذَّبْتُهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۱۸ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں عزت میرا پہناوا ہے اور کبریائی میری چادر ہے۔ پس جو ان میں سے کسی ایک چیز کی مجھ سے کھینچا تانی کرے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ العز ازاری والکبریاء ردائی مظہری کہتے ہیں الکبریاء۔ انتہائی عظمت اور کسی کا مطیع ہونے سے بلند ہونا یا کسی وجہ کے لحاظ سے کسی چیز کی طرف جھکاؤ سے بالاتر ہونا اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے مناسب ہے۔ ازار ورداء دونوں ایک دوسرے کے مشابہہ ہیں۔ رداء آدمی کا وہ کپڑا جس کو سر' کندھے اور اس سے کچھ نیچے تک کے لئے استعمال کرتا ہے۔ ازار آدمی کا وہ کپڑا جس کو جسم کے وسطی حصے سے نیچے قدم تک کے لئے استعمال کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عزت وکبریائی یہ میری وہ مخصوص صفات ہیں جن میں میرا کوئی شریک نہیں جیسا آدمی کی چادر وازار کے پہناوے میں اس کا کوئی شریک نہیں ہوتا۔

فمن نازعنی عذبتہ عرب کہتے ہیں نازع جب کہ وہ کھینچے اور کسی چیز کو کچھ حصہ پکڑے اور وہ کچھ حصہ پکڑنے والا دوسرے سے کھینچے اور ہر ایک اس پر ملکیت کا دعویدار ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ دو ایسے حق ہیں کہ میرے سوا کوئی بھی ان کا مستحق نہیں۔ جس نے عزت وکبریائی کا دعویٰ کیا اس نے گویا مجھ سے مخاصمت کی اور مجھ سے مخاصمت کرنے والا کافر ہو گیا۔

فرق روایت: بزاز نے اس کو مختصراً روایت کیا ہے۔ علائی نے احادیث قدسیہ میں شمار کیا ہے۔ مسلم نے جو الفاظ نقل کئے۔ یہی تمام نے نقل کئے ہیں۔

**تخریج** : مسلم فی اللباس' ابو داؤد فی الزھد' ابن ماجہ فی السنن' بزاز ملخصاً' الاحادیث القدسیہ للعلائی۔

**الفرائد**: بڑھائی اور عظمت یہ صفات باری تعالیٰ ہیں ان کو اختیار کرنے والا عذاب الٰہی کا حقدار ہے۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی

صفات ہیں مخلوق کی صفت تو تواضع اور تذلل ہے (خطابی)

٦١٩ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِيْ حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ يَخْتَالُ فِيْ مِشْيَتِهِ اِذْ خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْاَرْضِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ" اَيْ مُمَشِّطُهُ ۔ "يَتَجَلْجَلُ" بِالْجِيْمَيْنِ : اَيْ يَغُوْصُ وَيَنْزِلُ۔

۶۱۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک آدمی اپنے ایک جوڑے میں چل رہا تھا اور اس کو اپنا آپ اچھا معلوم ہو رہا تھا اس کے سر پر کنگھی کی ہوئی تھی اپنی چال میں وہ اترا رہا تھا۔ اسی وقت اللہ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا۔ پس وہ زمین میں قیامت تک دھنستا رہے گا۔ (بخاری و مسلم)

مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ : بالوں پر کنگھی کی ہوئی۔

يَتَجَلْجَلُ : اُترتا جائے گا۔

**تشریح** ۞ بینما رجل یہ ہیزن نامی شخص ہے جو ترکی الفسل فارسی بدو ہے (دمامینی) جوہری کہتے ہیں یہ قارون ہے۔ صاحب خازن نے قارون ہی لکھا ہے۔ کہ وہ ہر روز قد انسانی کے برابر دھنستا ہے قیامت تک جہنم کی قعر میں نہ پہنچ سکے گا (الصحاح للجوہری)

**یمشی فی حلة** حلہ وہ کپڑا جس کا اوپر والا حصہ بھی ہو اور نیچے کی طرف الگ کپڑا ہو۔

**النحو** :**تعجبه** یہ جملہ مستانفہ ہے جو دھنسنے کا سبب بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے یا یمشی کی ضمیر سے حال ② دوسری خبر ہے۔

**مرجل راسه** بالوں کو کنگھی کی گئی تھی۔ **یختال** تکبر کرنا۔ **فی مشیته اذ خسف الله به** اذ یہاں مفاجات کے لئے ہے۔ ابن حجر ہیثمی۔ ابوحیان کہتے ہیں یہ ظرف ہے۔ یہ مفعول بہ بھی نہیں بنتا اور نہ تعلیل کا حرف ہے۔ مفاجات ظرف کے لئے بھی نہیں آتا۔ (البحر المحیط) **یتجلجل** یہ تدریجاً اس لئے کیا تاکہ عذاب دائمی ہو اور کبر کی وجہ سے اس کی اہانت و تذلیل ہو۔

فرق روایت: مسلم کے الفاظ یہ ہیں: **قد اعجبته جمته و برداه** ایک اور روایت میں **بینما رجل یتبختر یمشی فی بردیه قد اعجبته نفسه** اور ایک روایت میں **بینما رجل یتبختر یمشی فی بردین** ایک روایت میں **ان رجلا ممن کان قبلکم یبختر فی حلته** مجھے یہ الفاظ **یختال فی مشیته** کے بخاری و مسلم میں نہیں ملے واللہ اعلم۔ مرجل یہ کنگھی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اسم مفعول ہو تو کنگھی کیا ہوا زیادہ مناسب یہی ہے۔ **یتجلجل** دھنسنا۔ یہ خاء کے ساتھ بھی آتا ہے مگر قاضی نے اس کا بعید قرار دیا ہے۔ عرب کا مقولہ ہے **خلخلت العظم** جب ہڈی کے اوپر والا گوشت چھیل دیا جائے۔ بخاری و مسلم کے علاوہ دوسروں نے حاء سے روایت نقل کی ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد ٣/٩٠٧٥ والبخاری ٥٧٩٨ ومسلم ٢٠٨٨ و ٢٠٨٨/ ٥٠ وابن حبان ٥٦٨٤۔

**الفرائد** : خود پسند ممنوع ہے۔ جو تکبر سے باز نہ آئے گا عنقریب وہ زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

٦٢٠ : وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ حَتّٰى يُكْتَبَ فِي الْجَبَّارِيْنَ فَيُصِيْبُهٗ مَا اَصَابَهُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ — وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ" اَيْ يَرْتَفِعُ وَيَتَكَبَّرُ۔

۶۲۰: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی تکبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ سرکشوں میں لکھا جاتا ہے پس اس کو وہی سزا ملے گی جو ان کو ملی۔ (ترمذی)

اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ: برائی اور تکبر کرتا ہے۔

**تشریح** ۞ یذھب بنفسہ بقول عاقولیؒ با متعدی کے معنی کے لئے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو اونچا قرار دے لوگوں سے بلند مرتبہ سمجھے یا مصاحبت کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے موافقت کرنا اور ساتھ لینا اس طرح جیسا دوست دوست کو تمام عزت ومکرمات کے کام میں ساتھ رکھے یہاں تک کہ وہ متکبر بن جائے۔ کتاب اللباس میں لکھا ہے ذھب بہا اپنے ساتھ بھگانا۔ ذھب بہ الخیلاء یہ مجازی معنی میں ہے یعنی تکبر اختیار کرنا۔ حتی یکتب فی الجبارین ان کے گروہ سے شمار ہونے لگا۔ فیصیبہ ما اصابھم اصاب سے مراد عذاب ہے۔ ما موصولہ لا کر وعید کی شدت ظاہر کی گئی ہے۔ نووی نے یذھب بنفسہ کا ترجمہ تکبر کرنا کیا ہے۔

**تخریج** : ترمذی فی البر والصلة فی اسنادہ ضعف۔

**الفرائد** : غرور سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ تدریجاً انسان کو

## ۷۳ : بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ

## بَابٌ : اعلیٰ اخلاق

الخلق حسن اخلاق نفس کا وہ ملکہ اور قوت جس سے سہولت کے ساتھ اچھے افعال کرنے کی قدرت ہو۔ اس کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ غریزی قوت ہے یا کسبی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ [ن:٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور بے شک آپ (ﷺ) اعلیٰ اخلاق پر ہیں''۔ (نون)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے تو انہوں نے جواب دیا قرآن کے احکام و آداب آپ ﷺ کے اخلاق سے ٹپکتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ عظیم اخلاق قرآن کے آداب کا نام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اخلاق کی تعبیر دین وشریعت سے کی ہے اور لامحالہ دین وشریعت تمام اخلاق کی جڑ ہے اور اس کی تاکید کرنے والا ہے۔ ظاہراً آیت میں جس بات کی تعریف کی گئی ہے وہ شریفانہ عادات' طبیعت کی عمدگی' شاندار ملکہ اور عمدہ اطوار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: بعثت لاتمم مکارم الاخلاق اسی بات کی طرف مشیر ہے۔ جنیدؒ کہتے ہیں آپ ﷺ کے اخلاق کو عظیم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مقصود ذاتِ باری تعالیٰ تھی۔ آپ ﷺ مخلوق کے ساتھ سے رہن سہن رکھنے والے مگر دل سے مخلوق کو دور کرنے والے تھے۔ پس آپ ﷺ کا ظاہر تو لوگوں کے ساتھ تھا اور باطن اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ حکماء کا مقولہ ہے: علیك بالخلق مع الخلق وبالصدق مع الحق وحسن الخلق خیر کله مخلوق سے برتاؤ اخلاق کے ساتھ کرو۔ باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچائی والا رکھو' حسن خلق سب کا سب خیر ہی ہے۔ دوسرا قول آپ ﷺ کے اخلاق کو عظیم اس لئے کہا کہ آپ نرمی وسختی اپنے اپنے موقعہ پر استعمال فرماتے۔ ایمان والوں کے ساتھ رافت ورحمت سے پیش آتے اور کفار سے سختی وانتقام اللہ تعالیٰ کی خاطر لیتے تھے۔

وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ [آل عمران:١٣٤] الْاٰيَة۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اور وہ غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں"۔ (آل عمران)

الکاظم وہ شخص جو قدرت کے باوجود بدلہ نہ لے۔ العافین چھوڑ دینے والے۔ عن الناس یعنی وہ سزا جس کے وہ لوگ حقدار ہیں۔ واللّٰہ یحب اللہ تعالیٰ ثواب دیتے ہیں۔ المحسنین اس سے اشارہ کیا کہ یہ لوگ مقام احسان کو پانے والے ہیں۔

٦٢١ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۲۱: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** : احسن الناس خلقا کیونکر نہ ہو جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ادبنی ربی فاحسن تادیبی میرے رب نے مجھے بہترین ادب سکھایا' بخاری ومسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ہے: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجها واحسنهم خلقا الحدیث۔

**تخریج** : اخرجه احمد ۱۲۲۰۰/٤ والبخاری ٦١٢٩ وفی الادب المفرد ٢٦٩ واخرجه مسلم ٢١٤٤ والترمذی ٣٣٣ والنسائی فی عمل الیوم واللیلة ٣٣٤ وابن حبان ٢٣٠٨ والبیهقی ٥-٢٠٣ بالفاظ متقاربة وبعضهم یزید علی بعض۔

**الفرائد**: جس کے ہاں اولاد نہ ہو اسے بچے کی کنیت اختیار کرنا درست ہے۔ جس مزاح میں گناہ نہ ہو وہ درست ہے۔ بچوں کو چڑیا وغیرہ کے کھیلنا درست ہے۔ آپ ﷺ کا کمال خلق ظاہر ہوتا ہے۔

۶۲۲: وَعَنْهُ قَالَ: مَا مَسِسْتُ دِيبَاجًا وَّلَا حَرِيرًا أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَا شَمِمْتُ رَائِحَةً قَطُّ أَطْيَبَ مِنْ رَّائِحَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَقَدْ خَدَمْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِي قَطُّ، أُفٍّ، وَلَا قَالَ لِشَيْءٍ فَعَلْتُهُ: لِمَ فَعَلْتَهُ؟ وَلَا لِشَيْءٍ لَّمْ أَفْعَلْهُ: أَلَّا فَعَلْتَ كَذَا؟" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۲۲: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے میں نے کسی بڑے موٹے ریشم کو اور نہ باریک ریشم کو چھوا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کوئی خوشبو نہیں سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہو۔ میں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی۔ مجھے آپؐ نے کبھی بھی اُف تک نہیں فرمایا اور نہ ہی کسی کام کے متعلق جو میں نے کیا یہ فرمایا کہ یہ تم نے کیوں کیا؟ اور نہ ہی کسی کام کے بارے میں یہ فرمایا 'جو میں نے نہیں کیا کہ تو نے اس طرح کیوں نہ کیا؟

**تشریح**: ما مسست بلا حائل کسی چیز تک پہنچنا (المصباح) دیباجاً تانا بانا ریشم کا ہو۔ بعض نے اس کو معرب قرار دیا ہے۔ اس کی یا زائد کہا اور فیعال وزن بتایا۔ اس کی جمع دیابج ہے۔ بعض نے کہا اس کی اصل دبج مضاعف ہے۔ ایک با کو حرف علت سے بدل دیا۔ اسی وجہ سے اس کی جمع میں تردد ہے اور دبابیج بتلائی جاتی ہے۔ ولا حریراً ریشم کہتے ہیں یہاں علیٰ سبیل الترقی فرمایا کہ آپ کی ہتھیلی مبارک ریشم سے بڑھ کر نرم تھی۔ الین من کف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یہ وصف اس کے مخالف نہیں جو دیگر روایات میں شثن الکف والقدمین فرمایا گیا ہے۔ سیوطی شثن کہا اصمعی نے اس کا معنی سخت یعنی مضبوط اور موٹے' پھر اس پر یہ اعتراض وارد کیا بخاری میں تو منقول ہے انه لین الکف تو انہوں نے حلفاً کہا کہ یہ مطلقاً شثن کے لفظ کا معنی ہے۔ اس حدیث کی مراد نہیں بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے۔ بغیر کمی کوتاہی کے موٹے پن کی طرف میلان تھا ان میں کھردرا پن نہ تھا۔ یعنی آپ کے اعضاء مبارکہ پُرگوشت و مضبوط ضرور تھے مگر جلد مبارکہ میں کھردرا پن نہ تھا بلکہ نرمی تھی۔ مردوں کے لئے یہ قابل تعریف چیز ہے (النہایہ) کیونکہ کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑنے میں مددگار ہے۔ عورتوں میں یہ قابل تعریف نہیں یا لین کا مفہوم یہ ہو کہ اصل خلقت کے لحاظ سے نرم تھے اور ان میں کام کاج کرنے اور سفر کی وجہ سے وقتی خشونت آجاتی تھی۔ پس دونوں روایتوں میں الگ الگ حالت کو بیان کر دیا۔ الکف انگلیوں سمیت ہتھیلی کو کہتے ہیں۔ کف کہنے کی وجہ یہ ہے یہ بدن سے ایذاء کو دور کرتی ہے۔ یہ لفظ مونث ہے۔ ابن انباریؒ جن لوگوں نے اس کو مذکر قرار دیا وہ قابل اعتبار نہیں۔ کف مخضب یہ رنگین کلائی کو کہتے ہیں۔ ولا شممت یہ (س' ن) دونوں بابوں سے آتا ہے سونگھنا۔ قط زمانہ ماضی کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ اطیب من رائحة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کی خارجی وجہ کے بغیر آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارکہ سے خوشبو کبھی جدا نہ ہوتی تھی۔ عشر سنین مدینہ تشریف آوری کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے گھر میں خدمت کی ذمہ داری سنبھالی ہے جو کہ دس سال کا عرصہ ہے۔ اف یہ کلمہ اکتاہٹ اور ڈانٹ کے وقت استعمال ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انس رضی اللہ عنہ ممنوعہ اعمال سے بالکل بچنے والے تھے۔ ورنہ کسی ممنوعہ امر پر کبھی خاموش نہ رہتے۔ یہ لفظ کئی لغات کے ساتھ لکھا اور بولا جاتا ہے۔ گزشتہ اوراق میں ذکر کر آئے۔ **ولا قال لشی فعلتہ** شئی کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کوئی بھی چھوٹا بڑا کام۔ **لم فعلتہ**۔ لم سے سبب فعل کا سوال کیا جاتا ہے۔ الا یہ تعریض کے حروف سے ہے۔ **فعلت کذا** اس سے معلوم ہوا کہ ان کے افعال آپ کی نگاہ میں پسندیدہ تھے اور تقدیر کو اس قدر تسلیم فرمانے والے تھے کہ جو عالم شہادت میں ظہور پذیر نہیں ہوا۔ اس کے ظہور کا کوئی راستہ نہ تھا۔ پس سبب حال سے سوال بے فائدہ ہے۔ میل جول اگرچہ ایسی موقعہ پر سوال کو مقتضی ہے مگر یہ آپ کا حسن خلق تھا کہ اپنے خادم سے ایسے موقع پر بھی باز پرس نہ فرماتے تھے۔

**تخریج** : الروایة الاولی اخرجها البخاری ٣٥٦١ ومسلم ٢٣٣٠ والروایة الثانیة اخرجها احمد ٤/١٣٦٧٦ والبخاری ٢٧٦٨ ومسلم ٢٣٠٩ وابو داود ٤٧٧٣ والترمذی ٢٠١ وابن حبان ٢٨٩٣ والدارمی ١/٣١ وعبدالرزاق ١٧٩٤٦ والبخاری فی الادب المفرد ٢٧٧ وابن المبارک فی الزهد ٦١٦ وغیرهم من ائمة الحدیث الشریف بالفاظ متقاربة۔

**الفرائد** : خدام سے آپ کے برتاؤ کی عمدہ تصویر ہے۔ خدام کو ڈانٹ اور ڈپٹ مذمت سے متنفر نہ کرنا چاہئے۔ امور شرعیہ میں مصالحت نہ ہے نہ کی جائے گی کیونکہ وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے ہے۔

٦٢٣ : وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَهْدَيْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِمَارًا وَّحْشِيًّا فَرَدَّهٗ عَلَيَّ ' فَلَمَّا رَاٰى مَا فِيْ وَجْهِيْ قَالَ :"اِنَّا لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكَ اِلَّا لِاَنَّا حُرُمٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۲۳: حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک جنگلی گدھا ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔ آپؐ نے مجھے واپس کر دیا اور جب میرے چہرے پر اثرات دیکھے تو فرمایا ہم نے تیرا یہ ہدیہ اس لئے واپس کیا کہ ہم احرام باندھنے والے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : صعب بن جثامہ جثامہ کا اصل نام یزید بن قیس بن عبداللہ بن یعمر بن عوف بن عامر بن لیث یہ لیثی حجازی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی وفات خلافت صدیقی میں ہوئی (تہذیب نووی) انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سولہ روایات نقل کی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں ایک حدیث بخاری کی دو احادیث کو جمع کرنے والی ہے اس کے علاوہ باقی حصہ متفق علیہ ہے۔ (المستخرج الصحیح)

اهدیت حافظ کہتے ہیں یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے آپ کی خدمت میں ہدایا پیش کئے (فتح الباری) **فردہ علی** آپ ﷺ نے محرم ہونے کی وجہ سے واپس کر دیا کیونکہ احرام کی حالت میں شکار نہیں کیا جا سکتا۔ **فلما رای ما فی وجھی** جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ مسترد کئے جانے کا اثر میرے چہرے پر پایا۔ **قال انا لم نردہ علیک الا لانا حرم** رد یرد (ن) سے زیادہ فصیح ہے۔ حُرُمٌ یعنی ہم احرام باندھنے والے ہیں۔

فرق روایت: بخاری کی ایک روایت میں فی وجهی کو فا کے بغیر نقل کیا ہے۔

**تخریج:** بخاری و مسلم فی الحج والھبة' ترمذی' نسائی' ابن ماجه فی الحج' ابو داود ' ابن حبان ۱۳۶' عبدالرزاق ۸۳۲۲' الادب المفرد ۲۷۷' ابن المبارك فی الزھد ۶۱۶' طبرانی کبیر ۷۴۳۶' بیھقی ۵/۱۹۱' احمد ۱۶۶۸۷/۵۔

**الفرائد:** ہدیہ پیش کرنے والے کے ہدیہ کو قبول کرنے میں عذر ہو تو اسکی دلجوئی کر دینی چاہئے۔ محرم کو شکار ممنوع ہے جو ہاتھ میں ہو اسے آزاد کر دے۔

٦٢٤ : وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ فَقَالَ :"اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ ' وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۲۴: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی اچھے اخلاق کو کہتے ہیں اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تجھے ناپسند ہو کہ لوگ اس سے مطلع ہوں۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ نواس رضی اللہ عنہ کے حالات باب الورع وترک الشبہات میں گزر چکے ملاحظہ فرمالیں۔ البر یعنی طاعت و نیکی الاثم یعنی معصیت کیونکہ گناہ اس کا سبب ہے۔ البر حسن الخلق نیکی کا بڑا حصہ حسن اخلاق ہے کیونکہ اچھے اخلاق والا اچھے اخلاق کی قدرت رکھتا ہے اور برے اعمال سے بچ سکتا ہے شریعت کا انداز یہی ہے۔ حاك فی نفسك تیرے نفس میں جس کے کرنے اور چھوڑنے میں تردد پایا جائے۔ نفس اس کو اس لئے ناپسند کرے کیونکہ شریعت میں اس کا واضح جواز نہیں ہے۔ وکرھت ان یطلع علیه الناس لوگ اطلاع پاکر اس کے کرنے پر عار دلائیں گے کیونکہ نفس طبعی طور پر تعریف کو پسند اور مذمت کو ناپسند کرتا ہے۔

**تخریج:** مسلم فی البر والصلة' ترمذی الادب المفرد ۲۹۵' ابن حبان ۳۹۷' دارمی ۲۷۸۹' احمد ۶/۱۷۶۵۰' حاکم ۲۱۷۲' بیھقی ۱۰/۱۹۲۔

**الفرائد:** شرح گذر چکی ہے باب ۶۸ میں۔

٦٢٥ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا – وَّكَانَ يَقُوْلُ :"اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۲۵: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو فحش گو تھے اور نہ بتکلف فحش کہنے والے تھے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اخلاق میں

سب سے اچھے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** العاص ناقص کی یا برقرار رہتی ہے مگر اس میں تخفیفاً حذف کر دی گئی ہے۔ فاحشا ای ذا فحش یعنی اپنے اقوال و افعال میں فحش اختیار کرنے والے نہ تھے۔ الفحش وہ قول و فعل جس میں شدید برائی ہو۔ ولا متفحشا جان بوجھ کر بھی اس کا ارتکاب کرنے والے نہ تھے۔ ان من خیار کم بخاری نے من اخیر کم نقل کیا۔ اصل میں خیر و شر کے دونوں الفاظ میں الف پائی جاتی ہے مگر استعال سے حذف غالب ہے۔ احسنکم اخلاقا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن اخلاق کے داعی تھے تو داعی کو خیار و اخیار سے ہونا چاہیے۔ بعض نے تو کہا اگر چہ لفظ عام ہیں مگر مراد اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور عام رکھنا مناسب ہے کیونکہ اس سے اعلیٰ اخلاق کی طرف لوگوں کو ترغیب ملتی ہے۔

**تخریج** : بخاری باب الادب وصفه النبی صلی الله علیه وسلم، مسلم فی الفضائل، ترمذی فی البر، ابن حبان ٤٧٧، طیالسی ٢٢٤٦، ابن ابی شیبه ٨/٥١٤۔

**الفرائد**: تفحش و فحش دونوں ممنوع ہیں۔

٦٢٦ : وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَإِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

"اَلْبَذِيُّ" هُوَ الَّذِي يَتَكَلَّمُ بِالْفُحْشِ وَرَدِيءِ الْكَلَامِ۔

٦٢٦ : حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کے میزان میں قیامت کے دن حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی بھاری چیز نہ ہوگی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بدکلامی اور بے ہودہ گوئی کرنے والے کو ناپسند کرتے ہیں۔ (ترمذی)

حدیث حسن صحیح ہے۔

اَلْبَذِيُّ : بے ہودہ اور ردی باتیں کرنے والا۔ ایسا شخص جو ہر وقت بے حیائی پر کمربستہ رہے۔

**تشریح** ابو الدرداء رضی الله عنه ان کے حالات باب ملاطفۃ الیتیم میں گزرے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ ما من شئی ما نافیہ اور شئی نکرہ ما کا اسم ہے اور اثقل یہ خبر ہے۔

فی میزان العبد المؤمن اس روایت سے معلوم ہوتا ہے معانی کو جسم دیا جائے گا جیسا اس روایت میں یوتی بالموت فی صورۃ کبش الحدیث اختلاف اقوال: ① اعمال کا وزن ہوگا۔ ② نفس عمل تولا جائے گا۔ (مگر جدید ایجادات نے اس استبعاد کو زائل کر دیا) مؤمن کی قید سے ① اشارہ کر دیا کہ کافر کے اعمال کا وزن نہ کیا جائے گا کیونکہ کفر کے مقابلہ میں اس کی کوئی نیکی قابل وزن نہیں رہی۔ ② کافر بد اخلاق ہے اس نے سب سے بڑی بد اخلاقی یہ کی کہ ہر چیز کے خالق کی عبادت ترک کر کے مخلوق کی عبادت اختیار کر لی۔ یبغض یہ ابغاض سے ہے۔ مجرد سے نہیں آتا بغضہ تفعیل سے ہے مطلب یہ ہے کہ

عالم ملکوت میں اس کی بھلائی کے ساتھ اس کا تذکرہ نہیں ہوتا ⑵ اس کو ثواب نہ دیں گے ⑶ توفیق نہ دیں گے۔ البذی بداخلاق فحش کلامی کرنے والا (المصباح) جامع صغیر کے الفاظ یہ ہیں: ما من شئی اثقل فی المیزان من احسن الخلق۔

**تخریج** : ترمذی فی البر والصلۃ، رواہ احمد ۲۷۵۸۷/۱۰، ابو داود عن ابی الدرداء اس میں یہ لفظ زائد ہیں۔ وان صاحب الخلق الحسن لیبلغ به درجة صاحب الصوم والصلاۃ، ابن حبان ۴۸۱۔

**الفوائد**: فحش گوئی اور ردی کلام سے بچنا چاہئے۔ حسن اخلاق قیامت کے دن میزان کو بھرنے والے ہوں گے۔

۶۲۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَكْثَرِ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ ، قَالَ : "تَقْوَی اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ" وَسُئِلَ عَنْ اَكْثَرِ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ : "الْفَمُ وَالْفَرْجُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۶۲۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ لوگوں کو جنت میں لے جانے والے اعمال کیا ہیں؟ فرمایا: اللہ کا ڈر اور حسن اخلاق۔ پھر آپ سے پوچھا گیا کہ کونسی چیزیں لوگوں کو زیادہ آگ میں لے جانے والی ہیں؟ فرمایا: منہ اور شرم گاہ۔ (ترمذی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** : اکثر ما یدخل الناس الجنة ما سے مراد اقوال، احوال اعمال سب ہی ہیں۔ تقوی اللّٰہ وحسن الخلق ابن قیم لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ بندے اور رب کے مابین باہمی روابط کو درست کرتا ہے اور حسن اخلاق اس کے اور مخلوق کے معاملات کو درست رکھتا ہے۔ ما یدخل الناس النار منہ، شرمگاہ کو اس لئے آگ کا سبب بتایا کیونکہ منہ سے کفر، غیبت، چغلی الزام بازی، حق کی تردید، باطل کی ابتداء، تائید وغیرہ جیسا کہ دوسری روایت میں اهل یکب الناس فی النار علی وجوههم او قال علی مناخرهم الا حصائد السنتهم اور یہ ارشاد ان الرجل لیتکلم بالکلمة لا یلقی لها بالا تهوی به فی النار سبعین خریفا زبان کے نتیجہ میں جہنم میں پڑنا اور جہنم میں ستر خریف تک گرایا جانا معلوم ہوا اور شرمگاہ سے ہی زنا اور لواطت سرزد ہوتے ہیں۔

**تخریج** : ترمذی باب البر والصلۃ، احمد ۹۱۰۷، ابن ماجه ۴۲۴۶، حاکم ۳۲۴/۲، ابن حبان ۴۷۶۔

**الفوائد**: تقوی اللہ یہ اللہ تعالیٰ سے حسن معاملہ ہے اور حسن خلق یہ مخلوق سے حسن معاملہ ہے ان دو خصلتوں کو جمع کرنا سعادت ابدیہ کا باعث اور محرومی ابدی شقاوت ہے۔

۶۲۸ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا ، وَخِیَارُكُمْ خِیَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۶۲۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمنوں میں حسن اخلاق

والے کامل مؤمن نہیں اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے بارے میں سب سے بہتر ہیں۔ (ترمذی)
حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ احسنهم خلقا پہلے "البر حسن الخلق" روایت گزری۔ جوں جوں بندے کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں اس کے ایمان میں کمال پیدا ہوتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ ایمان میں کمی و زیادتی ہوتی ہے (باعتبار صفات کے) و خیارکم اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ۔ خیارکم نساء هم جو اپنی بیویوں سے بہتر سلوک کرنے والے ہیں یعنی بشاشت، ہنس مکھ، سخاوت، عورت کو ایذاء نہ دینا، اس کی ایذا پر صبر جیسے عمدہ اخلاق کو اختیار کرنے والے ہیں۔

فرق روایت: جامع صغیر سے "ان اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا و الطفهم باهله" کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ باب الوصیۃ بالنساء میں تشریح کے ساتھ روایت گزری ملاحظہ فرمالیں۔

**تخریج**: ترمذی، مستدرک، احمد ۷۴۰۶/۳، ابو داود، ابن حبان ۴۷۹، ابن ابی شیبہ ۵۱۵/۸، الحاکم فی الافتتاح۔

**الفوائد**: بہترین ایمان والے وہ ہیں جو بہترین معاشرت والے ہیں۔

٦٢٩ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ : إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔

۶۲۹ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا بے شک مؤمن اپنے حسن اخلاق سے ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور شب بیدار کا درجہ پالیتا ہے۔ (ابوداود)

**تشریح** ۞ بحسن خلقه عاقولی کہتے ہیں: ① خوش باش رہنا، سخاوت کرنا، ایذاء سے باز رہنے کو حسن اخلاق کہا جاتا ہے۔ ② بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کی خوب پہچان کی وجہ سے نہ وہ کسی سے لڑے اور نہ اس سے کوئی جھگڑا کرے۔ ③ سہل کہتے ہیں حسن اخلاق کا سب سے کم ترین درجہ یہ ہے برداشت کر کے بدلہ نہ لے، ظالم پر رحم کرے اور اس کے لئے استغفار کرے اور اس پر شفقت کرے، مطلب یہ ہے تاکہ دائمی حسن اخلاق کی وجہ سے محامد سے مزین اور افعال مذمومہ سے بیزار ہو جائے۔ درجة الصائم القائم یعنی اعلیٰ درجات پالیتا ہے۔ رات میں سب سے اعلیٰ درجہ پانے والا شخص وہ ہے جو تہجد میں قیام کرنے والا ہے اور دن کے درجات میں سب سے اعلیٰ سخت لو اور گرمی میں روزہ رکھنے والا ہے۔

**تخریج** : ابو داود، ابن حبان ۴۸۰، (جامع صغیر) احمد ۲۴۶۴۹/۹، حاکم ۱۹۹/۱۔

**الفوائد** : اعلیٰ اخلاق والا صالح اور ہر رولا قائم امین زاہد کا درجہ پالیتا ہے۔

٦٣٠ : وَعَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "أَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَآءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا ، وَبِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا ، وَبِبَيْتٍ فِيْ أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ، أَبُوْ دَاوُدَ۔

"الزَّعِیْمُ": الضَّامِنُ۔

۶۳۰: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص کے لئے' جس نے حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دیا' جنت کے اطراف میں ایک گھر کا ضامن ہوں اور اس شخص کے لئے بھی جنت کے درمیان میں گھر کا ضامن ہوں جس نے جھوٹ کو چھوڑ دیا خواہ مزاح کے طور پر ہی ہو اور اس شخص کے لئے بھی جنت کے بلند ترین مقام میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس نے اپنے اخلاق کو اچھا بنا لیا۔

(ابوداؤد) حدیث صحیح ہے۔

الزَّعِیْمُ: ضامن

**تشریح** ۞ ابو امامہ ان کا نام صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ ہے۔ ربض الجنہ جنت کا وہ حصہ جو اس کے گرداگرد باڑ کی صورت میں ہے۔ اس میں جنت کے بیرونی حصہ کو مکانات سے تشبیہ دی ہے۔ جو شہر کے گرداگرد اور قلعوں کے نیچے ہوتے ہیں (النہایہ) المراء یہ مصدر ہے اس کا معنی مجادلہ ہے اس کا دوسرا معنی کہنے والے کی تحقیر کے لئے اس کی بات میں طعنہ زنی کرنا۔ کہتے ہیں ما ریتہ جب یہ صورت پیش آئے تو اس وقت اس کو امراء کہیں گے اور جدال تو جدال ہی خواہ یہ صورت نہ پیش آئے (المصباح) وان کان محقا اگرچہ جس بات میں طعنہ زنی کر رہا ہے وہ درست ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اپنے مخالف کی راہنمائی اور اس کے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کے بعد اس کا یہ طعنہ بات کی پڑتال کے لئے نہیں بلکہ صرف تذلیل کے لئے۔ پس امراء کا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ سوائے اس بات کے کہ اپنا وقت ضائع کرنے کی وجہ سے عبث کا مرتکب ہوگا۔ فی وسط الجنۃ میں اس کے درمیان میں اس کے لئے مکان کا ضامن ہوں۔ یہ لفظ سین کے فتح و سکون دونوں طرح درست ہے۔ (المصباح)

**تشریح** ۞ لمن ترك الكذب کذب خلاف واقع کی اطلاع دینا۔ اس سے مراد کذب مذموم ہے۔ بعض اوقات دو آدمیوں کے درمیان صلح کے لئے خلاف واقعہ بات کہہ دی جاتی ہے یہ اس میں شامل نہیں۔ ایک کذب واجب ہے۔ بے گناہ کو کوئی جان سے مارنا چاہتا ہے۔ اس کی جان بچانے کے لئے اس کی اطلاع میں خلاف واقعہ کہہ دینا ضروری ہے۔ اس استثناء کا تذکرہ احادیث میں موجود ہے۔ وان کان مازحا یعنی اس خلاف واقع بات سے وقار والی بات مقصود نہ ہو اور نہ وہ تعریض کی غرض رکھتا ہو۔ یہ کذب نہیں جیسا ابراہیم علیہ السلام نے توریہ فرمایا: انی سقیم یعنی عنقریب بیمار پڑنے والا ہوں اور یہ بات بھی جو سارہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمائی کہ یہ میری بہن ہے یعنی اسلامی اعتبار سے۔ اس پر بعض احادیث میں کذب کا لفظ مشاکلت کی صورت میں استعمال ہوا ہے۔

اعلی الجنۃ اس سے مراد جنت کے درمیان میں۔ اس میں جھوٹ بولنے والے اور اچھے اخلاق اختیار کرنے والے کو پہلے پر بڑائی حاصل ہے۔ حسن خلقہ باب تفعیل سے لا کر اشارہ کیا کہ اس کو اپنانے اور نفس کو اس کا عادی بنانے کے لئے کتنی مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ ابوداؤد کی سند و متن دونوں کی تصحیح کی طرف مصنف اشارہ کر رہے ہیں۔ الزعیم ضامن کو کہتے ہیں جیسا اس آیت: ﴿انا به زعیم﴾

**تخریج**: اسناده صحيح اخرجه ابو داود ٤٨٠٠ وفي الباب عن انس رضي الله عنه الترمذي ١٩٩٤

وابن ماجه ۵۱۔

**الفوائد**: حق پر ہوتے ہوئے جھگڑے کو چھوڑنے والا اور مزاح میں بھی سچائی کو اپنانے والا اعلیٰ اخلاق والا ہے۔ موت تک حسن اخلاق اختیار کرتے رہنا چاہیے۔

❁ ❁ ❁

۶۳۱ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ وَاَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَحَاسِنَكُمْ اَخْلَاقًا ، وَاِنَّ مِنْ اَبْغَضِكُمْ اِلَيَّ وَاَبْعَدِكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ" قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ فَمَا الْمُتَفَيْهِقُوْنَ؟ قَالَ : "الْمُتَكَبِّرُوْنَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"وَالثَّرْثَارُ" هُوَ كَثِيْرُ الْكَلَامِ تَكَلُّفًا۔ "وَالْمُتَشَدِّقُ" الْمُتَطَاوِلُ عَلَى النَّاسِ بِكَلَامِهٖ وَيَتَكَلَّمُ بِمِلْءِ فِيْهِ تَفَاصُحًا وَّتَعْظِيْمًا بِكَلَامِهٖ۔ "وَالْمُتَفَيْهِقُ" اَصْلُهٗ مِنَ الْفَهْقِ وَهُوَ الْاِمْتِلَاءُ ، وَهُوَ الَّذِيْ يَمْلَأُ فَمَهٗ بِالْكَلَامِ وَيَتَوَسَّعُ فِيْهِ وَيُغْرِبُ بِهٖ تَكَبُّرًا وَّارْتِفَاعًا وَّاِظْهَارًا لِلْفَضِيْلَةِ عَلٰى غَيْرِهٖ۔ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْمُبَارَكِ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ تَفْسِيْرِ حُسْنِ الْخُلُقِ قَالَ : هُوَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ ، وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ وَكَفُّ الْاَذٰى۔

۶۳۱: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے قیامت کے دن مجھے سب سے زیادہ پیارا اور مجھ سے سب سے زیادہ قریب مجلس کے لحاظ سے وہ شخص ہوگا جو اخلاق میں سب سے اچھا ہوگا اور تم میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور زیادہ دُور وہ لوگ ہوں گے جو بہت زیادہ باتیں کرنے والے بناوٹ کرنے والے اور تکبر سے منہ کھول کر باتیں کرنے والے ہیں۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتونی اور بناوٹ والے لوگ تو ہم سمجھ گئے مُتَفَيْهِقُوْنَ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ متکبر ہیں۔ (ترمذی) اور اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

وَالثَّرْثَارُ: بہت تکلف سے بات کرنے والے۔

الْمُتَشَدِّقُ: اعلیٰ گفتگو کا حال ظاہر کرنے والا جو اپنے کلام کو منہ بھر کر اور لوگوں پر اپنے کلام کی بڑائی ظاہر کرنے والا ہو۔ الْمُتَفَيْهِق اس کی اصل الفهق ہے اور وہ منہ بھرنے کو کہتے ہیں یعنی جو منہ بھر کر کلام کرتا ہے اور منہ کو وسیع کرتا ہے اور دوسروں پر بڑائی اور بلندی ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لئے تکبر سے باتیں کرتا ہے (ترمذی) نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے حسن خلق کی تفسیر خندہ پیشانی، سخاوت سے کام لینا اور ایذاء نہ پہنچانا سے کی ہے۔

**تشریح** ۞ وان من احبکم الی تم میں میری سنت کے سب سے زیادہ تبع لوگ وہ ہیں۔ **معه اقربکم منی مجلسا یوم القیامة** یعنی جنت میں کیونکہ وہ راحت و آرام کی جگہ ہے۔ میدان حشر میں لوگ بارگاہ رب العالمین میں کھڑے ہوں گے

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بندوں کی شفاعت کے لئے کھڑے ہوں گے تا کہ ان کو اس کرب سے چھٹکارا مل سکے یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن دیا جائے گا۔

**اَللُّغَۃُ**: یوم کے لفظ کے متعلق احب اور اقرب دونوں تنازع کر رہے ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ تنازع کی قسم سے نہ ہو بلکہ اقرب کا معمول بنا لیا جائے۔ **احسانکم اخلاقا** یہاں اسم تفضیل کو جمع ذکر کیا گیا۔ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں مفرد لایا گیا ہے۔ معرفہ کی طرف اضافت میں دونوں صورتیں درست ہیں۔ اخلاق یہ خلق یا خلق کی جمع ہے۔ اس کی جمع خلائق بھی آتی ہے جیسا کہ حافظ نے (کتاب الانتقاض فی دفع الاعتراض) میں لکھا ہے۔

**وان من ابغضکم الی وابعدکم منی** یہاں ظرف کو ماقبل کی دلالت سے حذف کیا۔ (۲) معصیت کی شناعت وفضاعت کو بڑھانے کے لئے ظرف کو حذف کیا تا کہ مجلس وموقف سے بعد میں عموم پیدا ہو جائے کیونکہ معمول کا حذف اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ عاقولی کہتے ہیں اس روایت سے ایک اصول معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے لحاظ سے ایمان والے محبوب ہیں مگر ان میں صفات خیر اور شعب ایمان کی کمی زیادتی کی وجہ سے درجات میں تفاضل پایا جاتا ہے۔ محبت میں زائد ہونے کی وجہ سے فضیلت والا پہچانا جائے گا۔ بسا اوقات لوگ رذائل میں مختلف ہوتے ہیں رذالت کی وجہ سے مبغوض تو سب ہیں مگر صفات قبیحہ کے لحاظ سے ابغض وبغیض کا فرق ہوگا۔ بلکہ بعض اوقات تو ایک آدمی ایک اعتبار سے محبوب اور دوسرے لحاظ سے مبغوض ہے۔ اب اس قاعدہ کے لحاظ سے تمام مومنین سے بحیثیت مؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت ہے اور ان میں بہترین اخلاق والے سے زیادہ محبت ہے۔ اسی طرح نافرمانوں سے بحیثیت نافرمان بغض ونفرت ہے اور ان میں جو بڑا بداخلاق ہے اس سے اتنی نفرت شدید ہے۔ جیسا کہ معاملہ سے یہ بات ظاہر ہے بلکہ شعب الایمان میں بیہقی نے نقل کیا: **ان ابغضکم الی وابعدکم منی مساوئکم اخلاقا الثرثارون** مشکوٰۃ میں اس روایت کو ابو ثعلبہ خشنی کی سند سے نقل کیا گیا ہے۔ **الثرثارون** منہ پھٹ۔ **الثرثارون والمتشدقون والمتفیھقون**۔ صحابہ نے عرض کیا پہلے دو لفظ سمجھ میں آ گئے مگر یہ **المتفیھم** کون ہیں آپ نے فرمایا متکبر لوگ مراد ہیں۔ الثرثار جو تکلف سے بہت باتیں بنانے والے ہیں۔ مگر عاقولی نے کہا حق سے نکلنے والی باتوں، ثرثرہ کثرت کلام کو کہتے ہیں۔ **المتشدق** جو لوگوں پر اپنی فصاحت کا سکہ جمانے کے لئے منہ کھول کر بات کرے۔ ابن حاجب کہتے ہیں تفاعل تکلف کے لئے آتا ہے۔ یہاں بھی اس میں فصاحت نہیں مگر وہ بڑا ثابت کرنے کے لئے فصیح بن رہا ہے۔ عاقولی کہتے ہیں جو بلا احتیاط واحتراز بہت کلام کرنے والا ہو۔ انہوں نے کہا جو استہزاء کے طور پر اپنے منہ کو اِدھر اُدھر مروڑ کر بات کرے۔ **والمتفیھق** یہ فہق سے نکلا ہے اس کا معنی بھرنا ہے۔ عاقولی نے کہا پورے طور پر بھرنا۔ جو آدمی منہ بھر کر بات کرے اور فضول طوالت دے اور کلام میں غیر مانوس الفاظ لائے تا کہ دوسروں پر اس کی برتری ظاہر ہو۔ اس میں درحقیقت کبر پایا جاتا ہے۔ عبداللہ بن المبارکؒ نے **حسن خلق** کا معنی وہ خوشی جس کا چہرے پر اثر معلوم ہو۔ ہنس مکھ رہنا۔ **بذل المعروف** اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا، زبان سے خیر خواہی کی بات کہنا اور ہاتھ سے احسان کرنا۔ **کف الاذی** قول وفعل سے لوگوں کو دکھ نہ دینا۔ گویا سب کا حاصل یہ ہے کھلے چہرے کے ساتھ بھلی بات کہنا اور برے افعال واقوال سے رکنا اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کو حسن خلق کہا جاتا ہے۔ ایک جماعت نے کہا حسن خلق اس آیت میں جمع کر دیا گیا ﴿خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین﴾ بعض نے کہا اس ناپسند بات کو برداشت کرنا جس کی وجہ سے اسے

اپنا دنیوی حصہ چھوڑنا پڑے اور افراط و تفریط کے بغیر اسے ایذاء برداشت کرنی پڑے۔

ابن حجر کہتے ہیں فضائل کو اختیار کرنے اور رذائل کو چھوڑنے کا نام حسن اخلاق ہے۔

ابوالولید باجی کہتے ہیں پاس بیٹھنے والے یا میل جول رکھنے والے کے حق میں خوش طبعی حوصلہ تعلیم و محبت کے سلسلہ میں چھوٹے بڑے پر شفقت و صبر ظاہر ہونے کو حسن اخلاق کہا جاتا ہے (ذکرہ السیوطی)

**تخریج** : اخرجه الترمذی ٢٠٢٥ واسناده حسن وفی الباب عن ابی ثعلبة الخشنی رضی الله عنه عند احمد ٦/١٧٧٥٨ وابن ابی شيبة ٨/١٥ : و بن حبان ٤٨٢ وفی الباب ايضا عن ابی هريرة رضی الله عنه عند احمد ٢/٨٨٣٠ باسناد حسن وفی الباب ايضا عن ابن مسعود رضی الله عنه عند الطبرانی فی الكبير ١٠٤٢٣۔

**الفوائد** : تکلف سے کثرت کلام کی مذمت کی گئی ہے۔ اسی فصاحت و بلاغت کے اظہار کے لئے باچھیں کھول کر بات کرنے کو ناپسندیدہ حرکت قرار دیا گیا یہ تکبر کی علامت ہے۔

# ٧٤ : بَابُ الْحِلْمِ وَالْاَنَاةِ وَالرِّفْقِ

## بَاب ٧٤ : حوصلہ، نرمی اور سوچ سمجھ کر کام کرنا

الحلم درگزر۔ یہ حا کے ضمہ سے پراگندہ خیالات اور کسرہ سے درگزر چشم پوشی۔ جیسے کہتے ہیں حلمت میں نے اس کی نسبت حلم کی طرف کی۔ الاناۃ بروزن حصاۃ جلدبازی نہ کرنا۔ الرفق نرم روی۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [آل عمران:١٣٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور وہ غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔ (آل عمران)

غصہ پی جانے اور لوگوں کو معاف کر دینے والا عمل ان سے اسی بناء پر ظاہر ہوا کہ وہ حوصلہ والے تھے۔ واللہ یحب المحسنین اس میں احسان و درگزر پر آمادہ کیا گیا ہے۔ پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔

وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ [الاعراف:١٩٩]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''عفو و درگزر کو لازم پکڑو اور بھلائی کا حکم کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو''۔ (الاعراف)

حذ العفو یعنی لوگوں سے نرمی برتو اور ان کے اعذار کو قبول کرو۔ روایات میں وارد ہے کہ جب یہ آیت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا اس کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جو زیادتی کرے اسے معاف کر دیں' جو محروم رکھے اسے عنایت کریں جو قطع رحمی کرے اس سے صلہ رحمی کریں'۔

**وامر بالمعروف** عرف سے ہر وہ چیز جس کو شریعت معروف کہے۔ **واعرض عن الجاهلين** بیوقوف کا حماقت سے سامنا مت کرو۔ باب توقیر العلماء والکبار میں تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ﴾

[فصلت:٣٤-٣٥]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''نیکی اور برائی برابر نہیں۔ برائی کو اچھے طریقے سے ٹالو ہوسکتا ہے کہ وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گویا کہ وہ گہرا دوست ہے اور یہ توفیق انہی لوگوں کو ملتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں انہی کے حصے میں آتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں''۔ (فصلت)

**تشریح** ۞ **لا السيئة** یہ لا تاکید نفی کے لئے لایا گیا ہے۔ **ادفع بالتي هي احسن** احسن سے مراد حسنہ ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ میں کیا رویہ اختیار کروں تو جواب دیا گیا۔ بہت خوب سے جواب دو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت میں غصہ کے وقت صبر اور زیادتی کے وقت عفو کا حکم دیا گیا۔ بعض نے اس کا معنی یہ کیا کہ نیکیاں باہمی برابر نہیں بعض حسن ہیں تو دوسری احسن ہیں۔ اسی طرح برائیاں بھی۔ پس تم اس زیادتی کا دفاع اچھائی سے دو جو کہ اپنی مقابل سے خوب ہے مثلاً جو تمہارے ساتھ برسلوک کرے فقط اس کو معاف کرنے پر اکتفاء نہ کرو بلکہ اس پر احسان کرو۔ **فاذا الذی**..... جب تم ایسا کر گزرو گے تو دشمن مشفق دوست بن جائے گا۔ **وما يلقاها الا الذين صبروا** یہ بات ان کو میسر آتی ہے جو مخالفت نفس پر صبر کرنے والے ہیں۔ **وما يلقاها الا ذو حظ عظيم** اسی کو یہ میسر ہوتا ہے جو کمالات نفس میں بڑا نصیب ور ہے۔

وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ [الشوری:٤٣]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''البتہ جس نے صبر کیا اور بخش دیا یقیناً یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے''۔ (الشوری)

**صبر** ایذاء پر صبر کیا۔ **وغفر** اور بخش دیا بدلہ نہ لیا۔ **ان ذلك** اس میں اس صابر کے صبر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جس کا پہلے تذکرہ ہوا۔ مطلق صبر کا بیان نہیں کہ جس کے لئے ضمیر کی ضرورت ہو۔ **لمن عزم الامور** عزیمت کے قابل تعریف اور قابل قدر کام۔

۶۳۲ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ : "اِنَّ فِيْكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ": الْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۳۲ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اشج عبدالقیس سے فرمایا بے شک تم میں دو اچھی عادتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا: ایک حلم اور دوسرا سوچ سمجھ کر کام کرنا۔ (مسلم)

**تشریح** : **لاشج عبدالقیس** رضی اللہ عنہ ان کا اسم گرامی منذر بن عائذ (ابن عبدالبر اور اکثر کا قول) کلبی نے منذر بن حارث بن زیاد بن عصر بن عوف کہا ہے۔ بعض نے منذر بن عامر اور بعض نے منذر بن عبید نقل کیا ہے جبکہ دوسروں نے عائذ بن المنذر یا عبداللہ بن عوف بتلایا ہے (واللہ اعلم)

**یحبھما اللّٰہ** ان دونوں عادات کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور کرنے والے کی تعریف کرتے اور اس کو ثواب دیں گے۔ **الحلم** نووی نے اس کا معنی عقل کیا ہے۔ نہایہ میں ہے۔ معاملات میں پختگی اور حوصلہ مندی اختیار کرنا جو کہ عقلاء کی شان ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عقل لازم معنی ہے۔ حقیقی معنی وہی ہے جو المصباح کے حوالے سے گزرا۔ **الاناۃ** پختگی اور جلد بازی کو چھوڑنا۔ یہاں یہی مقصود ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا سبب و باعث ہے۔ جب قبیلہ عبدالقیس کا یہ وفد آیا تو وفد کے تمام افراد جلدی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ اشج کجاوں کے پاس ٹھہر گئے ان تمام کو جمع کیا پھر اپنی اونٹنی کو باندھا اور بہترین کپڑے زیب تن کر کے پھر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قریب بٹھایا پھر ان کو مخاطب کر کے فرمایا تم مجھ سے اپنے نفوس اور اپنی قوم کی طرف سے بیعت کرنے کو تیار ہو انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ اشج کہنے لگے یارسول اللہ! آپ آدمی کو اس کے سابقہ دین پر سب سے زیادہ گراں چیز پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اس لئے ہم اپنے لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتے ہیں اور قوم کے دیگر افراد کی طرف داعی بھیجتے ہیں۔ جس نے ہماری بات تسلیم کر لی وہ ہمارا جو انکار کرے ہم اس سے لڑائی کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے سچ کہا تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں (الحدیث) قاضی عیاض کہتے ہیں اناۃ کسی چیز کے مصالح پر نظر کرنے کے لئے انتظار کرنا اور جلدی نہ مچانا۔ یہ چیز اشج رضی اللہ عنہ کے گہری نگاہ والا ہونے کی علامت ہے۔ یہ روایت ابویعلیٰ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے خلاف نہیں جس میں یہ مذکور ہے: ان فیك خصلتین قال یا رسول الله اکان فی ام حدثا؟ قال بل قدیم قال قلت الحمدلله الذی جبلنی علی خلقین یحبهما الله یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ عادات مجھ میں پہلے سے ہیں یا نئی پیدا ہوئی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ میں یہ دو عادتیں پہلے سے چلی آ رہی ہیں۔ تو میں نے عرض کیا الحمدللہ الذی اس اللہ کا شکر ہے جس نے میری فطرت میں ایسی دو خصلتیں رکھ دی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

**تخریج** : اخرجه الترمذی ۲۰۱۲۔

**الفوائد** : جب آدمی کے غرور میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو تو اس کے سامنے اس کی تعریف درست ہے۔ حلم و اناءت صبر و عقل اور معاملات میں پختگی کی علامت ہے۔

٦٣٣ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۳۳: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نرم ہیں اور سارے معاملات میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔(بخاری و مسلم)

**تشریح** ان اللّٰہ رفیق رفق۔قول و فعل میں نرم رویہ اختیار کرنا۔اس کی ضد عنف ہے۔صاحب نہایہ ① رفیق یہ فعیل کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہے(النہایہ) ② عاقولی کہتے ہیں اس کا معنی اپنے بندوں پر نرمی کرنے والے ہیں۔ ③ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا معنی حلم ہے کہ وہ نافرمانوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتے بلکہ سعادت والے کو توبہ کا موقعہ دیتے ہیں اور ضدی کے گناہ بڑھاتے ہیں(ابن رسلان) ④ قرطبی یہ معنی روایت کے سب سے زیادہ مناسب ہیں کیونکہ سبب نزول حدیث یہی ہے۔البتہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کا اطلاق درست نہیں کیونکہ کسی بھی روایت میں اسماء حسنیٰ میں وارد نہیں ہے یہاں بعد والے حکم کی تمہید کے لئے بطور خبر استعمال کیا گیا ہے۔گویا اس طرح فرمایا ان **اللّٰہ یرفق بعبادہ فیعطیھم علی الرفق مالا یعطیھم علی سواہ** اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو رفق پر وہ بدلہ عنایت فرماتے ہیں جو اس کے علاوہ پر نہیں ملتا۔عاقولی کہتے ہیں یہ بطور مشاکلت استعمال ہوا ہے اور جو اس طرح وارد ہو اس کو علی الاطلاق استعمال کرنا درست نہیں ہے۔یحب یہ رضامندی کے معنی میں ہے۔**الرفق علی الامر کلہ** کیونکہ معاملے کی درستگی میں اور میل جول کا دارو مدار نرم رویے پر ہے۔

٦٣٤ : وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ ، وَيُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِيْ عَلٰى مَا سِوَاهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۳۴: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ نرمی کرنے والے اور نرمی کو پسند کرنے والے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ دیتے ہیں جو سختی پر نہیں دیتے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور چیز پر دیتے ہیں۔(مسلم)

**تشریح** **یحب الرفق** کیونکہ اس کے ذریعہ وہ عنایات فرماتے ہیں جو اس کی ضد سے ملنی ممکن نہیں۔**ویعطی علی الرفق** مثلاً دنیا میں اچھی تعریف اور آخرت میں اجر جزیل۔**العنف** شدت و مشقت' بلکہ جو رفق میں ہے عنف میں اس کا عکس ہے(النہایہ) بقول ابن رسلان عین کا ضمہ و فتحہ دونوں درست ہیں۔**وما لا یعطی** یہ طویل جملہ رفق پر آمادہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔(المفاتیح)

**تخریج** : مسلم' احمد ۲۴۱۱۶' بخاری' ترمذی' ابن ماجہ' دارمی ۲/۳۲۳' ابن حبان ۶۴۴۱' الادب المفرد ۳۱۱' بیھقی ۹/۲۰۳۔

**الفوائد** : آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال حلم' کمال اخلاق کو بتلایا گیا۔نرمی' صبر' حوصلہ مندی' لوگوں سے نرم سلوک اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

٦٣٥ : وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِنَّ الرِّفْقَ لَا یَكُوْنُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا زَانَهٗ ، وَلَا یُنْزَعُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۳۵: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اس کو مزین کر دیتی اور جس چیز سے نرمی نکال لی جاتی ہے اس کو عیب دار کر دیتی ہے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا نرمی کو لازم پکڑو اور فحش گوئی اور درشت روئی سے اپنے کو بچاؤ۔ لا یکون فی شیء اگر تکون کو تامہ مانیں تو فی شئ کے متعلق ہے اور اگر ناقصہ ہو تو یہ اس کی خبر ہے۔ الا زانہ یہ مستثنیٰ مفرغ ہے۔ یعنی لا یکون الرفق مستقراً فی شئی موصوف بصفة من الاوصاف الا بصفة الزینة۔ یعنی نرمی سے زینت ملتی ہے۔ شئ کا لفظ ذوات و اعراض دونوں کیلئے۔ لا ینزع یہ مبنی للمجہول ہے۔ من شیء ہر چھوٹی بڑی چیز مراد ہے۔ الا شانہ کا مطلب یہ ہے درشتی عیب ہے۔

**تخریج** : اخرجه مسلم ٢٥٩٤ والبخاری فی الادب المفرد ٤٦٩۔

**الفرائد** : تمام کاموں میں نرمی ان کی تکمیل کا باعث ہے اور اسکے برعکس درشتی عیب ونقص کا باعث بنے گی۔

٦٣٦ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَالَ اَعْرَابِیٌّ فِی الْمَسْجِدِ فَقَامَ النَّاسُ اِلَیْهِ لِیَقَعُوْا فِیْهِ ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : "دَعُوْهُ وَاَرِیْقُوْا عَلٰی بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنَ الْمَآءِ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّآءٍ ، فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

"اَلسَّجْلُ" بِفَتْحِ السِّیْنِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ الْجِیْمِ : وَهِیَ الدَّلْوُ الْمُمْتَلِئَةُ مَآءً ، وَكَذٰلِكَ الذَّنُوْبُ۔

۶۳۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اٹھے تاکہ اسے سزا دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ بے شک تم تو آسانی والے بنا کر بھیجے گئے ہو سختی والے بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو۔ (بخاری)

اَلسَّجْلُ : پانی سے بھرا ہوا ڈول

الذَّنُوْبُ کا بھی یہی معنی ہے۔

**تشریح** ۞ اعرابی اس کی جمع اعراب ہے۔ ابن دقیق العید کہتے ہیں یہاں جمع کو اسم منسوب بنایا کیونکہ یہ قبیلے کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ بعض نے کہا اگر واحد سے اسم منسوب بنائے تو عربی بن کر مختلط ہو جاتا۔ عربی اسماعیل علیہ السلام کی اولاد پر بولا جاتا ہے۔ خواہ دیہات میں رہتا ہو یا شہر میں اور یہ پہلے معنی سے مختلف ہے اس سے ثابت ہوا کہ اعراب عرب کی جمع ہے مگر مشہور اس کے خلاف ہے۔ جوہری عرب لوگوں کی ایک نسل کو کہتے ہیں اور اس سے اسم منسوب عربی ہے اور الاعراب دیہاتی

اس کا اسم منسوب اعرابی ہے۔ لفظ اس کا واحد موجود نہیں ہے اور یہ عرب کی جمع نہیں بلکہ عرب یہ اسم جنس ہے۔ عراقی میں مبہمات کی کسی قسم میں اعرابی کا نام نہیں پایا (التقریب) عبداللہ بن نافع کہتے ہیں یہ اعرابی اقرع بن حابس تمیمی ہے (غایۃ الاحکام) ابن الملقن کہتے ہیں مبہمات پر کلام کرنے والوں میں سے کسی نے اس کا نام نہیں لکھا۔ میں ابوموسیٰ مدینی کی کتاب معرفۃ الصحابہ میں اس کا نام معلوم کیا انہوں نے سلمان بن یسار سے نقل کیا کہ طلع ذوالخویصرہ الیمانی کہ ذوالخویصرہ یمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ یہ درشت مزاج آدمی تھا۔ اس کے متعلق ہے کہ اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ڈول ڈالنے کا حکم فرمایا۔ ابن رسلان کہتا ہے کہ اس سے قبل امام ذہبی نے بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو التجرید فی ترجمة ذی الخویصرہ الیمانی ابن حجر کہتے ہیں یہ ذوالخویصرہ تمیمی کے علاوہ آدمی ہے۔ اس تمیمی کا نام حرقوص بن زہیر ہے یہ خارجیوں کا لیڈر ہے (تخریج احادیث رافعی) اس سے معلوم ہو گیا ابن حجر ہیثمی کو شرح مشکوۃ میں لکھنے میں غلطی لگی ہے کہ انہوں نے ذوالخویصرہ تمیمی لکھ دیا ہے۔ فقام الیه الناس قاموا فاصلین الیه یعنی لوگ اس کی طرف اٹھے۔ لیقعوا فیه سخت سست کہنے لگے۔ وقع فلان فی فلان برا بھلا کہنا (المصباح) بخاری میں لتقعوا بہ اور ایک روایت میں فتناوله الناس کے الفاظ ہیں۔ جبکہ مسلم میں فصاح به الناس اور دوسری روایت میں قال اصحاب رسول اللہ مہ مہ کے الفاظ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ اس کو کچھ کہنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعوہ اس کو رہنے دو۔ کیونکہ وہ تھوڑی دیر پہلے اسلام لایا تھا۔

**فَوَائِد**: اس سے معلوم ہوا کہ جاہل کو تعلیم دیتے ہوئے نرمی و سہولت سے کام لینا چاہئے اور تنگی برتنی مناسب نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو فرما چکے تھے انما بعثتم میسرین لم تبعثوا معسرین تمہیں تنگی والے نہیں بلکہ سہولت بنا کر بھیجا گیا۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ دیہاتی نے بات سمجھ لینے کے بعد کہا بابی و امی صلی الله علیه وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مجھے گالی دی اور نہ برا بھلا کہا بلکہ فرمایا ان هذا المسجد لا یبال فیه انما بنی لذکر الله و الصلاة فیه یہ مساجد اللہ کی یاد اور نماز کے لئے بنی ہیں ان میں پیشاب کرنا نامناسب نہیں۔ واریقوا علی بوله سجلا۔ خشک ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیشاب کی جگہ پر ایک ڈول پانی بہانے کا حکم فرمایا۔ من ماء سے ڈول کی مزید وضاحت مقصود ہے۔ او کا لفظ شک راوی ہے کہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجل کا لفظ استعمال فرمایا یا دلو کا۔ حافظ عراقی کہتے ہیں ابوداؤد کی روایت اس کو واضح کر رہی ہے۔ وصبوا علیها سجلا من ماء او قال ذنوبا من ماء جب ان روایات میں اوشک کے ساتھ ہو تو ذنوبا کا لفظ متعین ہو جائے گا کیونکہ حدیث انس رضی اللہ عنہ میں ذنوبا اور دلوا کا لفظ وارد ہے۔ البتہ ابن ماجہ کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں بسجل من ماء آیا ہے۔ اس حدیث سے یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں: ① آدمی کا پیشاب ناپاک ہے مسجد کا پیشاب سے صاف ستھرا رکھنا ضروری ہے۔ ② نجس مقام پر پانی پڑنے سے وہ پاک ہو جائے۔ خواہ وہ زمین ابھی خشک نہ ہوئی ہو کیونکہ موقعہ بیان پر سکوت درست نہیں۔ ③ عین نجاست زائل ہو جائے تو محل پاک شمار ہوگا۔ فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین یہ ماقبل کی علت کی طرح ہے کہ تمہارا معاملہ اسی طرح کا ہے اس کو ڈانٹ ڈپٹ مت کرو یہ نیا نیا اسلام لایا ہے۔ اس کو احکام کی کچھ خبر نہیں۔ بلکہ وہ آسانی دینی چاہئے جس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا۔ السجل ڈول کو کہتے ہیں جو پانی سے پُر ہو۔ دلو کو بعض نے مذکور

اور دوسروں نے مونث کہا اور سجل کا بھی یہی معاملہ ہے۔ الذنوب بعض نے مطلق ڈول اور بعض نے بڑا ڈول معنی کیا ہے۔ بعض نے کہا جب اس میں پانی ہو تو ڈول کہلائے گا ورنہ نہیں۔

**تخریج** : اخرجه البخاری ۲۲۰۔

**الفرائد** : جاہل کی تعلیم میں درشتی سے احتراز کیا جائے۔ مسجد کو اقذار سے بچایا جائے۔ مفسدہ کا جلد ازالہ کیا جائے۔ نجاست سے بچاؤ کرنا صحابہ کرام کی فطرت میں داخل ہو چکا تھا امر بالمعروف و نہی المنکر ان کا مزاج تھا۔

٦٣٧ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۳۷: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آسانی کرو تنگی نہ کرو خوشخبری سناؤ اور نفرت مت دلاؤ۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یسروا و لا تعسروا العسر والیسر ایک دوسرے کی ضد ہیں دوسرے کو تاکید اذکر کیا گیا ورنہ ایک کے حکم سے ضد کی نفی خود سمجھی جاتی ہے۔ (۲) ایک پر اکتفاء کرنے سے یسر کا ایک مرتبہ اور عسر کو بعض اوقات میں پیش آنا معلوم ہوتا مگر جب و لا تعسروا کہہ دیا عسر کے تمام اوقات کی نفی کر دی کیونکہ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ﴿وما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ اور اس وجہ سے بھی کہ جب آیت ﴿و لا تحملنا ما لا طاقة لنا به﴾ نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ایسا کر دیا اور اس لئے بھی کہ حدیث میں وارد ہے بعثت بالحنیفیة السمحة السهلة میں نرم حنیفت لایا ہوں اور صحیح میں وارد ہے صل قائمًا فان لم تستطع فقاعداً لا یکلف اللّٰه نفسا الا وسعها۔ وبشروا و لا تنفروا خیر کی اطلاع کو بشارت کہتے ہیں اس کی ضد نذارت ہے۔ یہاں اس کا تقابل منافرت سے کیا کیونکہ نذارت کا مقصود منافرت ہوتی ہے۔ اس لئے مقصود کی صراحت کر دی تاکہ بچنا آسان ہو۔

**تخریج** : اخرجه البخاری ٦٩ ومسلم ١٧٣٢۔

**الفوائد** : امور تکلیفیہ میں تدریج سے کام لیا جائے تاکہ تنفر کا باعث نہ بنے۔ ولاۃ الامور یہ حکام کو اہم کاموں میں نرمی و اتفاق سے کام لینا چاہئے۔ خلیفہ کو اپنے حکام کو ہمیشہ وصیت و نصیحت کرتے رہنا چاہئے خواہ وہ اہل تفضیل و اہل اصلاح ہوں۔

٦٣٨ : وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ : "مَنْ يُّحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ كُلَّهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۳۸: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا : جو آدمی نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ بجلی الاحمسی ہیں جن کے حالات پہلے درج کر دیئے گئے باب ثواب من

سن سنة حسنة۔ من یحرم الرفق نرمی کی توفیق میسر نہ ہو بلکہ اس میں شدت وسختی پائی جائے۔ اس میں الف لام تعریف حقیقی کا ہے۔ یحرم الخیر اس میں الف لام عہد ذہنی کا ہے یعنی وہ خیر جو نرمی سے وجود میں آئے۔ یحرم میں حرمان سے مراد ماسبق تمام بھلائیوں سے محرومی مراد ہے۔ جو سابقہ روایت میں مذکور ہے کیونکہ نرمی پر دونوں جہانوں کی بھلائی کا اتصال ہے اور درشتی اس کی ضد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك﴾

**تخریج** : اخرجه احمد ۷/۱۹۳۷۲ ومسلم ۲۵۸۲ وابو داود ۴۸۰۹ واللفظ له واخرجه ابن ماجه ۳۶۸۷ والبخاري في الادب المفرد ۴۶۳ وابن حبان ۵۴۸ وابن ابی شيبة ۸/۵۱۰ والطبرانی فی الکبیر ۲۴۴۹۔

**الفرائد** : کام کو بہتر انداز اور آسان ترین راہ سے بنانا چاہئے۔ معاملات میں درشتی اسباب خیر سے محرومی کا باعث بن جاتی ہے۔

۶۳۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ ﷺ : اَوْصِنِیْ – قَالَ : "لَا تَغْضَبْ" فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ : "لَا تَغْضَبْ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۶۳۹ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا غصہ مت کیا کرو۔ اس نے سوال کئی مرتبہ دہرایا۔ آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کرو۔ (بخاری)

**تشریح** : ان رجلاً ① ابن بشکوال کہتے ہیں کہ یہ جاریہ بن قدامہ ہیں ابن ابی شیبہ (المؤتلف والمختلف للدارقطنی) میں بھی اسی طرح لکھا ہے ① اور فوائد ابوالفضل بن خیرون میں ابو درداء رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہے ③ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق فوائد بن صخر میں لکھا ہے کہ وہ مراد ہیں۔ اس نے اپنی سند سے نقل کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسی بات فرمائیں جس کو میں پلے باندھ لوں۔ آپ نے فرمایا غصہ مت کیا کرو۔ ابن صخر کہتے ہیں یہ روایت بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً منقول ہے۔ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح روایت میں سے ہے۔ اس کی سند مناسب ہے۔ ② انہی فوائد میں سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا گیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے نصیحت فرمائیں میرے بار بار سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا۔ **لا تغضب** (مصابیح د مائی اربعین سخاوی) ⑤ بیہقی اور ابن ابی الدنیا نے احنف بن قیس سے نقل کیا کہ میرے بھتیجے نے بیان کیا کہ یہ جاریہ بن قدامہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جاریہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسی بات فرما دیں جو میں سمجھ کر محفوظ کرلوں۔ آپ نے فرمایا: لا تغضب میرے بار بار سوال پر یہی جواب دیا۔ پھر عروہ سے نقل کیا کہ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جیسا مسند ابویعلیٰ میں ہے مگر بیہقی نے اس کو وہم قرار دیا اور روایت ولی عروہ عن ہیہ سے درست قرار دیا۔ جیسا ابن مندہ نے المعرفہ میں احمد و طبرانی سے اور ابن حبان، حاکم نے اپنی روایات میں نقل کیا ہے۔ روایت کے طرق میں تردد کی وجہ سے بعض ائمہ نے جاریہ کی صحابیت سے انکار کیا ہے۔ سخاوی لکھتے ہیں اس باب میں جابر، جاریہ، سفیان ثقفی، ابن عمر، ابن عمرو، ابی الدرداء، ابوسعید، ابوہریرہ اور عم جاریہ کے متعلق روایت وارد ہے۔ باب الصبر میں روایت گزر چکی۔ اوصنی ازہری کہتے ہیں

وصیت کا معنی ملانا ہے۔ مطلب یہ ہے مجھے ایسی چیز تک پہنچادیں جو دین و دنیا کے لحاظ سے مفید ہو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی میں کثرت غضب کے مرض کو پایا تو وہی علاج کیا۔ قال لا تغضب غضب دل کے خون کے جوش مارنے کو کہتے ہیں یا وہ عارضہ جو آدمی کو انتقام پر آمادہ کرے۔ یہ ایسا شیطانی وسوسہ ہے جو انسان کو حالت اعتدال سے نکال کر غلط گفتگو اور مذموم افعال پر آمادہ کرتا ہے جس سے وہ کینہ وبغض وغیرہ کا شکار بن جاتا ہے بلکہ کبھی تو کفر تک پہنچ جاتا ہے۔ فردد مراراً۔ اس آدمی نے اوصنی کا کلمہ بار بار دہرایا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس سے زیادہ بلیغ نصیحت چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار یہی جواب دیا کیونکہ اس کے لئے یہی نفع بخش دوا تھی۔ غصے کا علاج یہ ہے کہ آدمی یہ خیال کرے کہ اللہ کا غضب سب سے عظیم تر ہے اور اس کا فضل بہت بڑا ہے۔

**تخریج** : باب الصبر کے تحت گزر چکی۔

**الفرائد** :باب الصبر میں روایت گذری۔

۶۴۰ :وَعَنْ اَبِیْ یَعْلٰی شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ، فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَۃَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَۃَ، وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہٗ، وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَہٗ'' رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۶۴۰: حضرت ابویعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو اچھے انداز سے کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ پس جب تم دشمن کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب تم جانور کو ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور اپنی چھری کو خوب تیز کرلو اور اپنے ذبیحہ کو خوب راحت پہنچاؤ۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ابو یعلی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ان کے حالات ابابِ الرقیہ میں گزرے۔ یہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں۔ کتب وجوب وتقدیر کے معنی میں ہے۔ الاحسان کسی فعل کو پختگی سے کرنا یا فضل وانعام کرنا۔ کل شئی ① شئی جس چیز کا وجود ممکن ہو۔ اس صورت میں مستحیل پر نہیں بول سکتے۔ ② جس کا جان لینا یا اس کے متعلق خبر دینا درست ہو۔ اس کا اطلاق جوہر وعرض، قدیم وحادث، ممکن وممتنع سب پر درست ہے۔ دونوں اعتبار سے ذاتِ باری تعالیٰ پر بولا جاتا ہے۔ اس روایت میں اس سے ممکن مراد ہے کیونکہ ایمان کے ہر شعبہ اور ہر رکن کے ساتھ اس کے مناسب حال احسان ملا ہوا ہے اور کل شئی کا لفظ عام ہے۔ القتلۃ حالت قتل۔ یعنی مقتول حد وقصاص کو اچھے انداز سے قتل کرو۔ الذبحہ حالت ذبح۔ شفرتہ چوڑے پھل والا چاقو۔ ولیرح ذبیحتہ ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔ یعنی چھری جلد چلائے اور ٹھنڈا ہونے سے پہلے کھال نہ اتارے۔ حلقوم کی طرف سے ذبح کرے نہ کہ گدی کی طرف سے شدت سے نہ گرائے اور نہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف مت گھسیٹے، رخ قبلہ کی طرف کرے اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھے۔

**تخریج** : اخرجہ احمد ۶/۱۷۱۱۶ ومسلم ۱۹۵۵ وابو داود ۲۸۱۵ والترمذی ۱۴۰۹ والنسائی ۴۴۱۷ وابن ماجہ ۳۱۷۰۔

**الفرائد** :حد میں مقتول ہونے والے اور ذبیحہ کو بھی تعذیب نہ دینی چاہیے۔ ہر چیز کا احسن انداز اختیار کرنا مناسب ہے۔

۶۴۱ :وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ اَمْرَيْنِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ تَعَالٰى ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۴۱: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ؐ کو دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو آپؐ نے ان میں سے جو زیادہ آسان ہوا اُس کو اختیار فرمایا بشرطیکہ گناہ نہ ہو اور اگر وہ گناہ ہوتا تو سب لوگوں سے بڑھ کر اس سے دور ہوتے ۔ رسول اللہؐ نے اپنی ذات کی خاطر کسی سے بھی انتقام نہیں لیا مگر جب اللہ کی حرمت کو توڑا جائے تو آپؐ اللہ کی خاطر اس سے انتقام لیتے ۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ⊛ ما خیر یہ مجہول لایا گیا تاکہ عموم کا فائدہ دے مطلب جس کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو باتوں میں اختیار دیا۔ خواہ وہ دینی تھے یا دنیوی ۔ اخذ بعض نسخوں میں اختار کا لفظ وارد ہے یہاں "لینا" معنی ہے۔ ایسر ھما امت کی سہولت کے لئے اور اس لئے دین اسلام کی بنیاد آسانی پر ہے۔ یرید اللّٰہ بکم الیسر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان ھذا الدین یسر اللہ تعالیٰ جب آپ کو دو عقوبتوں میں اختیار دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے خفیف تر کو منتخب فرماتے ۔ ② قتال کفار اور جزیہ میں جزیہ کو اختیار فرماتے اسی طرح عبادت اور مجاہدہ میں امت کے لئے خفیف تر کو اختیار فرماتے ۔ ③ کفار و منافقین حرب و موادعت میں اختیار ملتا تو موادعت کو اختیار فرماتے ۔ جیسا کہ جبرئیل امین اور پہاڑوں کے فرشتے نے کہا اگر آپ پسند کرتے ہیں تو میں اخشبین کو ان پر گرائے دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے درگزر کرتے ہوئے فرمایا میں امید پر ان کو چھوڑتا ہوں کہ ان کی نسل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے پیدا ہوں۔ یہ اختیار فرشتے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا۔ ما لم یکن اثما جب تک آسان کام گناہ نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہ میں اختیار نہ دیا جاتا تھا اور اگر دوسرے لوگ آسان سمجھ کر کسی گناہ کے کام کو اختیار کر لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سب سے زیادہ ناپسند فرمانے والے تھے۔ نووی کہتے ہیں ناپسندیدہ فعل کو معصیت کی طرح منتخب نہ فرماتے اور اگر شرعی طور پر کسی فعل کا کرنا لازم ہوتا تو آپ واضح کر دیتے کہ اس کی ممانعت تحریم کے لئے نہیں بلکہ تنزیہ کے لئے ہے۔ لنفسہ فی شئی جس حق کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، مال یا عزت سے تھا اس کی خاطر کسی سے بدلہ نہیں لیا کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے وہ معرفت الٰہی کی وجہ سے ذاتی بدلے کا دروازہ بند کر لیتا ہے کیونکہ معرفت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ غیر معروف فعل میں حاضر ہی نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے کیسے بدلہ لے گا۔ جنہوں نے اپنے آپ کو مکمل طور پر سپرد کر دیا ہو کس طرح اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے بدلہ نہ دیں گے؟ وہ عزت کے مقامات اور بزرگی کے خیموں میں مقیم ہیں۔ وہ سب سے ان کی حفاظت کرتا ہے سوائے ان کے جو اس کو یاد کرے اور ہر ایک سے ان کو الگ رکھتا ہے۔ سوائے اپنی محبت کے۔ انبیاء علیہم السلام تو اس کے انوار کی کانیں ہیں اور اس نے خود ان کی مدد کی ذمہ داری لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے عزتی کرنے والے سے بھی انتقام نہیں لیا اگرچہ وہ بڑا گناہ لے کر لوٹا۔ کیونکہ انسانی حق صاحب حق کے معاف کرنے سے معاف ہوتا ہے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ کا حق

ہوتا۔ الا ان تنتهك حرمة الله اگر محرمات کا ارتکاب کر کے اللہ تعالیٰ کی حرمت کو گرایا جاتا تو اللہ تعالیٰ کی خاطر انتقام لیتے۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں اگر حرمت کو گرانے والا دین کی تذلیل کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دیتا تو یہ انتہاک حرمت تھا۔ اس میں معافی نہ تھی اور ان مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاف فرما دیتے جیسا غنائم خیبر کی تقسیم کے موقعہ پر کہا گیا هذه القسمة ما اريد بها وجه الله یہ بات دین میں طعن تھا مگر اس میں احتمال تھا کہ قائل نے حق سے پھرنے کا قصد نہ کیا ہو بلکہ یہ سمجھا کہ یہ ان دنیوی معاملات سے ہے جن میں خطاء جائز ہے۔ یا وہ مؤلفۃ القلوب سے تھا۔ بعض نے اس کو درست قرار دیا یا کہنے والے کی طبیعت و عادت اس طرح تھی جو سخت مزاجی کا حصہ ہے جیسا بدو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے گفتگو کی یا وہ شخص جس نے چادر پکڑ کر کھینچی اور کہنے لگا تم مجھے نہ اپنے مال سے دو گے نہ اپنے باپ کے مال سے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عطیہ دینے کا حکم فرمایا۔ فينتقم لله یہ شرط مقدر کا جواب ہے اگر حرمت الٰہیہ کی بے عزتی کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرتکب سے اللہ تعالیٰ کی خاطر انتقام لیتے۔ جیسا اکابر مسلمین کی حالت چلی آ رہی ہے۔ البتہ موسیٰ علیہ السلام کا غصہ قوم کی اس قبیح حرکت کو دیکھ کر تھا اور ہارون علیہ السلام قوم کے نگران تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے انتقام لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور کھجور کے پتوں کی نوک کی طرح کپڑے سے باہر نکل آتے۔ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث و آثار مروی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر حلیم، بہت زیادہ عفو و درگزر کرنے والے اور لوگوں کی باتیں برداشت کرنے والے تھے۔ حدیث میں آسانی و نرمی کو اختیار کرنے اور تکلیف و مشقت کو ترک کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دی جانے والی رخصتوں کو اختیار کرنا چاہیے۔ علماء کی اجتہادی رخصتیں اس وقت تک قابل عمل ہیں جب تک کہ اس کی خطا ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ ایسی رخصت قابل اعتبار نہیں جن سے تکلیف شرعی ختم ہو جائے۔ اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلم، صبر، قیام علی الحق اور دین میں پختگی والے تھے۔ یہی بہترین اخلاق کا تقاضہ ہے۔ اگر حق ہی کو ترک کر دیں تو یہ کمزوری، بزدلی، ذلت شمار ہوتی ہے اور اگر اس نے انتقام لیا تو یہ صبر و حوصلہ تو کیا ذاتی انتقام کہلائے گا۔ پس دونوں مذموم جانبیں آپ سے منتفی تھیں، اور بہترین کا مدار میانے ہیں۔

**تخریج** : اخرجه مالك في موطئه ١٦٧١ واحمد ٢٤٠٨٩/٩ والبخاري ٣٥٦٠ ومسلم ٢٣٢٧ وابو داود ٤٧٨٥ والدارمي ١٤٧/٢ وابن حبان ٤٨٨ والترمذي في الشمائل ٣٤١ والبيهقي ١٩٢/١٠۔

**الفوائد** : حرام و مکروہ میں مبتلا ہونے کے بغیر آسان و نرم بات کو اختیار کرنا چاہیے۔ حرام کا جو مرتکب ہو اس سے اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر بدلا لینا چاہیے۔ عفو حوصلہ سے کام لے کر ایذاء کو برداشت کرنا چاہیے۔

٦٤٢ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ؟ تَحْرُمُ عَلٰى كُلِّ قَرِيْبٍ هَيِّنٍ لَيِّنٍ سَهْلٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۶۴۲ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو میں ایسے

آدمیوں کے بارے میں خبر نہ دوں جو آگ پر حرام ہیں یا جن پر آگ حرام ہے۔ ہر وہ شخص جو قریب والا' آسانی کرنے والا' نرمی برتنے والا' نرم خو۔ اس پر آگ حرام ہے (ترمذی) کہا یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ الا یہ حرف تنبیہ ہے تاکہ مخاطب افکار کی وادیوں سے باہر نکل کر متوجہ ہو۔ بمن یحرم علی النار آگ پر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نار خلیل کی طرح ان کو ایذا پہنچانے سے جلانے کی قوت اس سے سلب کر لیں گے۔ اوشک راوی ہے کہ یہ لفظ فرمائے یالمن تحرم علیه النار کے لفظ فرمائے کہ وہ آگ کا مستحق نہ رہے گا۔ پہلا جملہ زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اگر وہ داخل ہوا تو آگ اس کو نقصان نہ دے گی۔ دوسرے کا مطلب تو آگ میں اس کو داخل ہی نہ کیا جائے گا۔ بقول عاقولی دونوں باتیں برابر ہیں۔ جب عدم نقصان کو ثابت کر دیا یا داخلے کی نفی کر دی۔ یہاں عاقولی نے واؤ ذکر کیا کہ یہ دو مختلف گروہوں کا تذکرہ ہے کہ پہلے دو اوصاف فریق اول کے اور دوسرے دو دوسرے گروہ سے متعلق ہیں۔ اوکی تائید جامع صغیر کی روایت سے ہوتی ہے۔ الا اخبرکم بمن تحرم علیه النار غداً علی کل هین لین قریب سهل' بلیٰ کا لفظ ان کے شوق کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ جلد جاننا چاہتے تھے۔ وہ خوش نصیب کون ہے۔ تو فرمایا: تحرم علی کل قریب جو حسن ملاطفت کے ساتھ لوگوں میں قریب تر ہو۔ هین لین یہ دونوں تشدید کے بغیر ہیں۔ یہ مدح کے لئے آتے ہیں اس سے مثقلین کی تردید مقصود ہوتی ہے (ابن الاعرابی) اگر تشدید سے پڑھیں تو یہ ہون سے ہوگا جس کا معنی سکون و وقار اور سہولت ہے۔ عین کلمہ واؤ ہے۔ شئی هین ولین اس چیز کو کہتے ہیں جو بہت آسان ہو۔ جس سے ان کی ضروریات بسہولت پوری ہوتی ہوں۔ نہایہ میں دونوں کو مترادف کہا گیا ہے۔ (النہایہ)

**تخریج** اخرجه احمد ۲/۳۹۳۸ والترمذی ۲۴۹۶ وفی اسناده عبد الله بن عمرو

**الفرائد** : لوگوں سے حسن معاشرت' خیر خواہی' کمزور پر رحم' غلطی کرنے والے کو معافی' خوش مزاجی سے پیش آنا چاہئے۔

## ۷۵ : بَابُ الْعَفْوِ وَالْإِعْرَاضِ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ

## بَابٌ : عفو اور جہلا سے درگزر

**العفو** گناہ و جرم کرنے والے کو معاف کرنا۔ **الاعراض** مواخذہ نہ کرنا۔ **الجاهلین** نادانوں سے جو قول و عمل صادر ہو اس پر مواخذہ نہ کرے۔

**قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :**

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ [الاعراف:۱۹۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''عفو کو لازم پکڑو' بھلائی کا حکم دو اور جہلاء سے اعراض کرو''۔ (الاعراف)

**خذ العفو** یہ ظالم کو معاف کرنے کو شامل ہے۔ **وامر بالعرف** جو شرعی طور پر بھلا کام ہو اس کا حکم دیں۔ **واعرض عن**

الجاهلین جاہل سے اعراض کرنے میں غصہ بجھ جاتا ہے۔ اس کی بھڑک مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قالوا سکت وقد خوصمت قلت لهم...... ان الجواب لباب الشر مفتاح حاصل یہ ہے۔ جھگڑے والے کو جواب دینا شر کی چابی ہے۔

وَ قَالَ تَعَالٰی:

﴿فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ﴾ [الحجر:۹۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''ان سے اچھا درگزر کرو''۔ (الحجر)

ان سے حلیم و درگزر کرنے والا معاملہ کرو۔

وَ قَالَ تَعَالٰی:

﴿وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾[النور:۲۲]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور چاہئے کہ وہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں معاف کرے''۔ (النور)

یہ آیت شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں اتری۔ کیونکہ واقعہ افک میں شرکت کی وجہ سے انہوں نے مسطح پر خرچ نہ کرنے کی قسم اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولیعفوا جوان سے ہوا اس سے درگزر کرو۔ ولیصفحوا اور چشم پوشی کرو۔ الا تحبون ان یغفر اللہ لکم؟ تمہارے لوگوں کو معاف کرنے اور درگزر کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے۔

وَ قَالَ تَعَالٰی:

﴿وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾[آل عمران:۱۳۴]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اور وہ لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرمانے والے ہیں''۔ (آل عمران)

العافین اللہ تعالیٰ رضامندی کے لئے سزا کے مستحق لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں۔ واللہ یحب المحسنین اس میں اشارہ کر دیا کہ آیت میں مذکورہ الصدر صفات محسن و مخلص لوگوں کی ہیں اور ان کو اختیار کرنے والا مقام احسان پر فائز ہے۔

وَ قَالَ تَعَالٰی:

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ [الشوری:۴۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے صبر کیا اور بخش دیا بے شک یہ عزیمت کے کاموں میں سے ہے''۔ (الشوری)

صبر دکھ پر صبر کیا۔ وغفر اور انتقام نہ لیا۔ ان ذلك اس کا یہ صبر۔ لمن عزم الامور عزیمت کے کاموں سے ہے۔ اس سلسلہ کی آیات بہت ہیں۔

وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ مَّعْلُوْمَۃٌ۔

آیات اس سلسلہ میں بہت اور معروف ہیں۔

۶۴۳ : وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّھَا قَالَتْ لِلنَّبِیِّ ﷺ ھَلْ اَتٰی عَلَیْکَ یَوْمٌ کَانَ اَشَدَّ مِنْ یَوْمِ اُحُدٍ؟ قَالَ : "لَقَدْ لَقِیْتُ مِنْ قَوْمِکِ ، وَکَانَ اَشَدُّ مَا لَقِیْتُہٗ مِنْھُمْ یَوْمَ الْعَقَبَۃِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِیْ عَلَی ابْنِ عَبْدِ یَالَیْلَ بْنِ عَبْدِ کُلَالٍ فَلَمْ یُجِبْنِیْ اِلٰی مَا اَرَدْتُ ، فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَھْمُوْمٌ عَلٰی وَجْھِیْ ، فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا وَاَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ ، فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ وَاِذَا اَنَا بِسَحَابَۃٍ قَدْ اَظَلَّتْنِیْ ، فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِیْھَا جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَنَادَانِیْ فَقَالَ : اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ لَکَ وَمَا رَدُّوْا عَلَیْکَ ، وَقَدْ بَعَثَ اِلَیْکَ مَلَکَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَہٗ بِمَا شِئْتَ فِیْھِمْ ، فَنَادَانِیْ مَلَکُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَیَّ ثُمَّ قَالَ : یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ لَکَ ، وَاَنَا مَلَکُ الْجِبَالِ ، وَقَدْ بَعَثَنِیْ رَبِّیْ اِلَیْکَ لِتَاْمُرَنِیْ بِاَمْرِکَ ، فَمَا شِئْتَ ، اِنْ شِئْتَ اَطْبَقْتُ عَلَیْھِمُ الْاَخْشَبَیْنِ ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "بَلْ اَرْجُوْ اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ مِنْ اَصْلَابِھِمْ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ وَحْدَہٗ لَا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

"اَلْاَخْشَبَانِ" اَلْجَبَلَانِ الْمُحِیْطَانِ بِمَکَّۃَ — وَالْاَخْشَبُ : ھُوَ الْجَبَلُ الْغَلِیْظُ۔

۶۴۳ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ کیا آپ پر یوم اُحد سے زیادہ سخت دن آیا؟ آپ نے فرمایا تمہاری قوم کی طرف سے تکالیف اٹھائیں اور ان میں سب سے زیادہ عقبہ والے دن پیش آئی جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا۔ اس نے میری دعوت کو جس طرح میں چاہتا تھا اس طرح قبول نہ کیا میں چل دیا اس حال میں کہ میں بہت غمگین تھا۔ مجھے اس غم سے افاقہ نہ ہوگا مگر اس وقت کہ جب میں قرن ثعالب کے مقام پر پہنچا پس میں نے جونہی سر اٹھایا تو ایک بادل کو اپنے اوپر سایہ فگن پایا۔ پھر میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبرائیل تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم کی بات کو سن لیا اور جو انہوں نے جواب دیا وہ بھی اور اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم ان کو جو چاہو ان کے متعلق حکم دو پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور سلام کیا۔ پھر کہا اے محمد ﷺ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم کی بات سن لی جو انہوں نے آپ کو کہی اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اور میرے رب نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے اپنے معاملے میں حکم دیں۔ پس آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں مکہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان ان کو پیس دیتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لیکن مجھے اُمید ہے کہ اللہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو پیدا فرمائیں گے جو اللہ تعالیٰ وحدہٗ کی عبادت کرتے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتے ہوں گے۔ (بخاری)

اَلْاَخْشَبَانِ : مکہ کے اردگرد والے دونوں پہاڑ۔

اَلْاَخْشَبُ : سخت اور بڑے پہاڑ کو کہتے ہیں۔

**ھل اتی** کیا گزرا؟ یوم سے یہاں مطلق وقت مراد ہے۔ احد یہ مدینہ منورہ کا معروف پہاڑ ہے جہاں غزوۂ احد پیش آیا۔ یہ ۳ھ کی بات ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا‘ سامنے کے رباعی دانتوں سے ایک دانت ٹوٹ گیا ابو عامر راہب کے کھودے ہوئے گڑھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گر گئے ستر سے زائد مسلمان شہید ہو گئے۔ **قومك** کفار قریش۔ **کان اشد ما لقیته منھم** یہ اس سے زیادہ سخت تھا۔

**اِذْ عَرَضْتُ** : یہ جملہ معترضہ ہے۔ **یوم العقبۃ** : اس گھاٹی سے عقبہ طائف مراد ہے کیونکہ بعد میں طائف کا واقعہ مذکور ہے۔ **اذا عرضت نفسی** ابن عبد یالیل سے میں نے اقامت دین کے لئے نصرت کرنے کو کہا۔ یالیل کا لام مکسور ہے یہ ابن عبد کلال کاف مضموم ہے اس کا اصل نام کنانہ تھا۔ مغازی میں حافظ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے والا خود عبد یالیل بن عمرو بن عمیر بن عوف تھا۔ بعض نے کہا عبد یالیل کا نام مسعود تھا اور ابن عبد یالیل طائف بنو ثقیف کے سرداروں سے تھا۔ موسیٰ بن عقبہ نے مغازیہ میں ذکر کیا ۱۰ھ وفد طائف کے آنے والوں میں عبد یلیل شامل تھا۔ ابن عبد البر نے صحابہ میں اس کا شمار کیا ہے مگر قاضی نے کہا کہ کنانہ کے علاوہ بقیہ وفد مسلمان ہو گیا یہ روم جا کر وہیں مر گیا واللہ اعلم) مغازی موسیٰ میں لکھا ہے کہ وفات ابو طالب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف گئے تاکہ وہ آپ کو پناہ میں لیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پیغام آزادی سے پہنچائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں تین بڑے سرداروں کی طرف گئے جو کہ تینوں بھائی تھے۔ عبد یالیل‘ حبیب‘ مسعود یہ تمام عمرو کے بیٹے تھے۔ آپ نے اپنا آپ پیش کیا اور اپنی قوم کے طرز عمل کی شکایت کی مگر انہوں نے بدترین جواب دیا۔ ابن اسحاق و ابن سعد نے بھی اسی طرح بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف جانا شوال ۱۰ نبوت میں پیش آیا جبکہ خواجہ ابو طالب اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا۔ **فلم یجبنی الی ما اردت** انہوں نے پیغام رسالت کے پہنچانے کے لئے پناہ کے سلسلہ میں میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ **انا مھموم** اس سے معلوم ہوا اعراض بشریہ ہم و غم انبیاء علیہم السلام کی عظمت کے منافی نہیں اور یہ غم تو پھر آخرت کے معاملے میں تھا۔ امور دنیا میں کے فوت ہونے پر حد سے زائد غم ممنوع ہے۔ **علی وجھی** اپنے سامنے۔ **فلم استفق** ان کے تائید نہ کرنے کے غم سے اس وقت تک افاقہ نہ ہوا یہاں تک کہ میں قرن ثعالب میں پہنچا۔ نووی کہتے ہیں مجھے اس غم کی وجہ سے یہ معلوم نہ ہوا کہ میں کدھر جا رہا ہوں یہاں تک کہ قرن ثعالب میں پہنچا۔ **قرن ثعالب** یہ اہل نجد کا میقات ہے۔ اس کو قرن منازل بھی کہتے ہیں۔ مکہ مکرمہ سے ۲۴ گھنٹے کے فاصلہ پر واقع ہے۔ قرن ہر وہ چھوٹا پہاڑ جس سے بڑا پہاڑ الگ ہونے والا ہو۔ راہ ساکن ہے۔ ابن سعد نے ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف میں دس روز قیام فرمایا۔ **فرفعت راسی** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر والی جانب کوئی چیز محسوس کر کے سر مبارک اٹھایا یا اچانک سر اٹھایا۔ **واذا انا بسحابۃ قد اظلتنی** بادل نے ڈھانپ لیا۔ **اذا فیھا** یہاں اور یہ اذا مفاجات کے لئے ہیں اس وقت جبرئیل علیہ السلام اپنی صورت میں نہ تھے کیونکہ وہ صرف دو مرتبہ پیش آیا۔ **فسلم علی** اس نے مجھے سلام کیا جیسے آنے والا سلام کرتا ہے۔ ثم شاید اس لئے لائے کہ جبرئیل خود یا دوسرا فرشتہ پہلے گفتگو میں مصروف تھے۔ **قول قومك** جن طائف والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت ایمان دی تھی۔ **ماردوا علیك** انہوں نے جو جواب دیا۔ **ملك الجبال** اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کی پہاڑوں پر ڈیوٹی

ہے۔لتامرہ بما شئت فیھم ما یہاں الذی کے معنی میں ہے۔ممکن ہے مصدر یہ ہو یعنی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت ہو۔ یہ زیادہ مناسب ہے۔لتامرنی بامرك مزا کا عموم ظاہر کرنے کے لئے اس طرح لائے۔ فناداني جبرئیل علیہ السلام کی گفتگو کے بعد مجھے آواز دی۔لتامرنی بامرك سنگ باری یا دونوں پہاڑوں کو ملانا۔فما شئت ما استفہامیہ محلاً مفعول بہ مقدم ہے۔ بخاری نے فیما شئت نقل کیا ہے (فتح الباری) ان شئت اس کا مفعول حذف کر دیا کیونکہ اطبقت علیہم میں دلالت موجود ہے۔فقال النبي صلي الله عليه وسلم ان کی سوءادبی پر سزا سے منع کرتے ہوئے فرمایا۔بل ارجوان یخرج الله من اصلابھم من یعبد الله وحده لا یشرك به شیئاً۔بل یہاں عطف کے لئے ہے۔جیسا کہ کلام دلالت کر رہی ہے۔یعنی لا امرك بما فیه ھلاکھم بل علماء کا قول اللہ اور رسول کے کلام میں لعل کا لفظ واقع ہونے والی بات کے لئے لایا جاتا ہے۔مگر بادشاہوں کی عادت کے مطابق یہ تعبیر کی گئی۔ بیضاوی کہتے ہیں عسیٰ، لعل، سوف وغیرہ الفاظ بادشاہوں کے کلام میں پختہ وعدوں کے لئے لائے جاتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اشارہ تصریح کی طرح ہے۔اللہ تعالیٰ کا وعدہ وعید ہر دو جاری ہونے والے ہیں۔اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت، مصائب پر صبر پایا جاتا ہے۔ جو کہ اس ارشاد خداوندی کے موافق ہے ﴿فبما رحمة من الله لنت لھم﴾ اور اس ارشاد کے ﴿وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمين﴾ الاخشبان بقول نووی یہ مکہ کے اردگرد کے پہاڑوں کے نام ہیں (النہایہ) مکہ کو گھیرنے والے پہاڑ ابوقبیس، جبل احمر یہ دونوں مکہ کے قریب ہیں اخشب کھردرا (النہایہ)

**تخریج** : اخرجه البخاري ۳۲۳۱ ومسلم ۱۷۹۵ وابن حبان ٦٥٦١ وابو نعيم في دلائل النبوة ۲۱۳ وابن خزيمة ی التو حيد والبيهقي في الاسماء و لصفات۔

**الفوائد** :اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر، حلم کے تذکرہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی خاطر بڑے بڑے مصائب برداشت کرنے اور ان کے ساتھ درگذر سے کام لینے کا تذکرہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما ارسلنات رحمة للعالمين۔

٦٤٤ :وَعَنْهَا قَالَتْ :مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا امْرَاَةً وَّلَا خَادِمًا اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَمَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمُ مِنْ صَاحِبِهٖ اِلَّا اَنْ يُّنْتَهَكَ شَيْءٌ مِّنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ تَعَالٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۴۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے کسی خادم و عورت کو کبھی نہیں مارا مگر آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے اور کبھی ایسا نہیں کہ آپ کو کسی کی طرف سے تکلیف پہنچی ہو اور آپ نے اس کا بدلہ اس تکلیف پہنچانے والے سے لیا ہو۔ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے محارم میں سے کسی چیز کی بے عزتی کی جاتی تو یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کی خاطر انتقام لیتے۔(مسلم)

**تشریح** ۞ شیئاً قط حیوانات وغیرہ میں سے کسی چیز کو کسی زمانہ میں نہیں مارا۔ولا امراۃ ولا خادماً خاص کا عام پر عطف کیا گیا ہے۔ان کی صراحت کی وجہ یہ ہے کہ عموماً ان کی مار پٹائی کی عادت ہے جب ان کو نہیں مارا تو دوسروں کی خود نفی ہو گئی۔الا ان یجاھد فی سبیل اللہ یہ عام سے استثناء ہے کہ بس اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے مارا۔وما نیل منه شئی ان کی

جہالتوں کی وجہ سے جو دکھ تکلیف پہنچا جیسے احد کے زخم اپنی ذات کی خاطر کسی سے انتقام نہیں لیا بلکہ آپ ﷺ عفو و درگزر سے کام لیتے اور احسان فرماتے اور اس غلطی کو معاف فرماتے اگر مطلق بخشش مانگتے تو وہ اس وقت قبول کی جاتی اور ان کی طرف سے عذر پیش فرماتے۔ الا ان ینتهك شئ ① یہ مستثنیٰ متصل ہو سکتا ہے۔ مگر یہ کہ جس میں محارم کی پاس داری نہ کی جاتی ہو۔ فینتقم للّٰه تعالٰی اس وقت اللہ تعالیٰ کے حق کی حفاظت کے لئے انتقام لیتے اور ان سے بدلہ نہ لیتے جنہوں نے آپ ﷺ کی تقسیم پر طعن کی تا کہ یہ پروپیگنڈا نہ کیا جائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ ② مستثنیٰ منقطع ہو۔ یہ زیادہ مناسب ہے۔ الا لکن کے معنی میں ہوگا کہ جب حرمات اللہ کی توہین کی جاتی تو توہین کرنے والا جو بھی ہوتا اس سے انتقام لیتے۔

**تخریج** : اخرجه احمد ۹/۲٤۰۸۹ ومسلم ۲۳۲۸ وابو داود ٤۷۸٦ والترمذی فی الشمائل ۳٤۲۔

**الفوائد** :۔ خادم، بیوی کو مار پیٹ درست ہے مگر اس کا ترک افضل ہے۔ عفو و درگذر سے کام لینا زیادہ مناسب ہے۔

٦٤٥ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ ، فَاَدْرَكَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهٗ بِرِدَآئِهٖ جَبْذَةً شَدِيْدَةً ، فَنَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ اَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهٖ ثُمَّ قَالَ : يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِيْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَ لَهٗ بِعَطَآءٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

٦٤٥: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ کے اوپر موٹے کناروں والی نجرانی چادر تھی۔ پس آپ کو ایک اعرابی ملا اور اس نے آپ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا۔ میں نے آنحضرت ﷺ کے کندھے کو دیکھا تو اس پر چادر کے موٹے کناروں کا نشان زیادہ کھینچنے کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔ پھر اس نے کہا اے محمد (ﷺ) میرے لئے اس مال کا حکم دو جو تمہارے پاس ہے۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر مسکرا دیئے پھر اس کے لئے عطیہ کا حکم فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

امشی مضارع لائے تا کہ واقعہ کا استحضار معلوم ہو جائے۔ برد نجرانی نجران اپنے بانی کی طرف منسوب ہے۔ نجران بن زید بن یشجب بن یعرب بن قحطان (المصباح) غلیظ الحاشیة موٹے کنارے والی۔ یہ اس لئے ذکر کیا تا کہ بعد والا اثر خوب منطبق ہو سکے۔ اعرابی اس کا نام معلوم نہیں۔ فجبذہ یہ جذب کی ایک لغت ہے یا قلوب ہے۔ جبذہ شدیدہ ایک روایت میں حتی اثرت حاشیة البرد فی صفحة عاتقه چادر کے کنارے کا اثر آپ ﷺ کے کندھے پر نظر آنے لگا۔ صفحہ کنارے کو کہتے ہیں۔ گردن اور کندھے کا درمیانی حصہ۔ من شدة جبذته یہ بے ادبی اور بدوؤں کی عادات سے ہے جیسا مشہور ہے من بداء جفا پھر اس نے اپنی عادت کے مطابق کہا۔ یا محمد بدوؤں کے آواز دینے کا انداز یہی تھا۔ مر لی من مال اللّٰه الذی عندك بیہقی میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ فانك لا تحمل لی من مالك ولا من مال ابیك اس پر آپ ﷺ خاموش رہے پھر فرمایا المال مال اللّٰه ونا عبده۔ فالتفت الیه فضحك یہ کمال اخلاق اور کمال شان و عقل کی دلیل ہے۔

ثم امر له بعطاء عطاء مال فئی یا غنیمت وخراج یا اوراث کا مال کو بیت المال میں جمع کر دیا جائے۔ یہاں کوئی سامال مراد ہے۔ یہ بھی روایت میں وارد ہے کہ اس کو ایک اونٹ جو اور دوسرا کھجور کا لاد دیا (شفاء لقاضی) آپ ﷺ نے اس کی زیادتی ہی معاف نہیں فرمائی بلکہ ہنس کھ سے عطیہ عنایت فرمایا۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

**بشاشة وجه المرء خير من القرى ☆ فكيف بمن يعطي القرى وهو يضحك**

**تخریج** : اخرجه البخاري ٣١٤٩ ومسلم ١٠٥٧ وابن ماجه ٣٥٥٣۔

**الفرائد** : سیئہ کو حسن سے دور کرنا چاہئے۔ غلطی کرنے والے سے معافی کا معاملہ کیا جائے۔ تالیف اسلام کے لئے تکلیف اور تجاوز کو برداشت کرنا اعلیٰ اخلاق نبوت سے ہے۔

٦٤٦ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَحْكِيْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَيَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۴۶: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک پیغمبر کا ذکر فرما رہے تھے کہ ان کی قوم نے ان کو مارا اور ان کو خون آلود کر دیا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتے جا رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے اے اللہ میری قوم کو بخش دے پس وہ نہیں جانتے۔ (بخاری و مسلم)

**انظر** گویا وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

**النحو** : **یحکی نبیا من الانبیاء صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہم** یہ رسول اللہ سے جملہ حالیہ ہے۔ **فادموہ** زخموں سے خون بہنے لگا۔ **وھو یمسح الدم عن وجھہ** یہ جملہ حالیہ ادموہ کی ضمیر سے حال متداخل ہے۔ ② نبیاء سے حال ہے۔ **ویقول** ان کو معاف کر دینے کے بعد اس غصہ دلانے والی حالت میں دعا کر رہے تھے۔ **اللھم اغفرلی لقومی** یعنی اس غلطی کو جو میرا خون بہا کر اور تکذیب کر کے کی ہے۔ **فانھم لا یعلمون** یہ سوال مغفرت کی گویا علت ہے۔ انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر معلوم نہیں کی' وہ اس کے مرتبے کی بلندی سے ناواقف ہیں۔ اگر وہ پہچانتے تو تکلیف نہ دیتے۔ اس میں معافی سے آگے بڑھ کر دعا مغفرت اور عدم علم کا عذر ان کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد ٣/٣٦١١ والبخاري ٣٤٧٧ ومسلم ١٧٩٢ وابن ماجه ٤٠٢٥ وابو يعلى ٥٢٠٥ وابن حبان ٦٥٧٦۔

**الفرائد** : انبیاء علیہم السلام کو عفو و صبر' شفقت اعلیٰ اخلاق کا وافر حصہ دیا جاتا ہے۔ لوگوں کی جنایت پر بھی وہ ہدایت و غفران کی دعائیں کرتے ہیں۔

٦٤٧ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۴۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آدمی مضبوط نہیں جو پچھاڑ دے۔ بے شک مضبوط وہ ہے جو اپنے نفس پر کنٹرول غصے کی حالت میں کرلے۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ لیس الشدید جس کی قوت شرعی طور پر قابل تعریف ہو۔ بالصرعة : جو لوگوں کو پچھاڑ کر غالب آجاتا ہو۔ ص کے ضمہ اور راء فتحہ سے پچھاڑنا معنی ہوگا اور اگر راء پر سکون پڑھیں تو جو لوگوں سے پچھڑ جائے۔ الشدید الذی یملك نفسه عند الغضب قابل تعریف مضبوط و پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت کنٹرول کرے۔ یعنی مغضوب کو دکھ نہ دے بلکہ غصہ پی جائے اور اس کو معاف کردے۔

**تخریج** : اخرجه احمد ٦/١٧٠٦٤ والبخاری ٩٠ ومسلم ٤٦٦ وابن ماجه ٩٨٤۔

**الفرائد** : باب ۳ الصبر ۴۷ ملاحظہ ہو۔

## ٧٦ : بَابُ اِحْتِمَالِ الْاَذٰی

## بَابٌ : تکالیف اٹھانا

یعنی اس باب میں ان لوگوں کی فضیلت ذکر کی جائے گی جو رضائے الٰہی کے لئے کسی تکلیف کو برداشت کرتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [آل عمران:١٣٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکیوں کو پسند فرماتے ہیں''۔ (آل عمران)

الکاظمین جو غصے کے مقصود یعنی انتقام سے اپنے کو روک لیں۔ والعافین یعنی اس غصہ پر مواخذہ نہ کریں۔ یحب ثواب عنایت فرمائیں گے۔ المحسنین اس سے اشارہ کردیا کہ جس میں یہ صفات ہوں وہ محسن ہے وہی ثواب کا حقدار ہے۔

وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ [الشوری:٤٣]

وَفِی الْبَابِ : الْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِی الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''البتہ جس نے صبر کیا اور بخش دیا بیشک یہ عزیمت کے کاموں میں سے ہے''۔ (الشوری)

**تشریح** ⊛ صبر ایذا پر صبر کیا۔ وغفر ایذا سے درگزر کی۔ **ذلك لمن عزم الامور** مشار الیہ مذکور سابق ہے۔ **عزم الامور** شرع میں جن کا عزم کیا جاتا ہے۔

اسی باب سے متعلق احادیث ماقبل باب صلۃ الارحام میں گزر چکی ہیں۔

٦٤٨: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِیْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ ، وَاُحْسِنُ اِلَیْهِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ ، وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَیَجْهَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ : "لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی ظَهِیْرٌ عَلَیْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهٗ فِیْ بَابِ صِلَةِ الْاَرْحَامِ۔

۶۴۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ میرے کچھ قرابت دار ہیں میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں۔ میں ان سے حسن سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان سے حوصلہ مندی سے پیش آتا ہوں وہ مجھ سے جاہلانہ برتاؤ کرتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا اگر ایسا ہی ہے جیسا تو نے کہا تو پھر گویا تو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈالتا ہے اور جب تک تو ایسا کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے لئے ایک مددگار رہے گا۔ (مسلم) اس کی شرح باب صلہ الارحام میں گزر چکی روایت ۳۱۸۔

**تشریح** ⊛ قرابۃ رشتہ دار۔ **اصلهم ویقطعونی** یہاں ایک نون پر اکتفاء ہے۔ جب محذوف نون وقایہ ہو۔ ② نون وقایہ موجود ہو اور فعل کا نون محذوف ہو اور تقابل حروف بھی کلام میں حسن پیدا کرتا ہے۔ جیسا اگلے جملے میں ہے: **واحسن الیهم ویسیئون الی واحلم عنهم ویجهلون علی** ہر ایک فعل کے متعلقات کو حذف کیا تا کہ نفس کی تعیین میں ہر راستے پر چلے اور ہر اس چیز کی قسم بھی شامل ہو جس پر شئے کا لفظ بولا جاتا ہے۔

**لئن كنت كما قلت** لام قسم مقدر پر دلالت کر رہی ہے۔ اس موقعہ پر ڈرانے کے لئے لائے کہ اچھائی کا مقابلہ برائی سے ہر گز نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**هل جزاء الاحسان الا الاحسان**﴾ مطلب یہ ہوا اللہ کی قسم اگر تیری بات واقعی درست ہے اور تو ان کی برائی کے مقابلہ میں احسان کر رہا ہے۔ **فكانما تسفهم الملّ** تو تم نے ان کو ایسے مقام پر لا کھڑا کیا کہ وہ گرم راکھ پھانک رہے ہیں یہ ابن مالک کا قول ہے۔ جمہور نے لام کو زائدہ کہا ہے۔ جیسا اس شعر میں

**لئن كنت ما حدثته الیوم صادقا ☆ اصم فی نهار القیظ للشمس بادیا**

بعض نے اس لام کو لام ضرورت کہا اور یہ بھی ممکن ہے اگر قسم موخر ہے مگر جملے کو جزا شرط بھی کہا جا سکتا ہے جبکہ اس سے قبل مبتدا کو مقدر مانیں اے **وانت واللّٰہ لئن كنت الخ** اس صورت کے تمام جواز کے قائل ہیں۔ ابن مالک وجوب کے قائل ہیں جیسے **زید واللّٰه ان یقم اقم ولا یزال معك من اللّٰه تعالٰی ظهیر**۔ ظہیر مددگار کو کہتے ہیں۔ **من اللّٰه** یہ من تجرید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد اس کے ساتھ ہوگی۔ **ما دمت علی ذلك** ایذا پر صبر کرنے کے لئے ابھارا کیونکہ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی خاص مدد ہوتی ہے۔

**تخریج** : مسلم

**الفوائد** :باب ۴۰ برالوالدین وصلة الارحام میں ملاحظہ فرمائیں

# ۷۷ :بَابُ الغَضَب اذَا انتُهِكَتْ حُرُمَاتِ الشَّرع وَالْاِنْتِصَار لِدِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى

## بَاب ۷۷ : دین کی بے حرمتی پر غصہ اور دین کی مدد وحمایت

حرمات جمع حرمہ۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے اخذ کیا گیا: وحرم اشیاء فلا تنتکھوها' الا وان حمی الله محارمه۔ الا انتصار لدين الله تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والا جو بھی ہو اور جس خاص شان کے ساتھ ہو۔ جب کسی آدمی کو حرام کام کے مطالبے پر ایذا دی جائے تو اسے حسب طاقت مدافعت کرنی چاہیے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ [الحج: ۳۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی معظم چیزوں کا احترام کرتا ہے۔ پس وہ اس کیلئے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے''۔ (محمد)

من یعظم اس کی تعظیم کا تقاضا اس کے پردے کو نہ پھاڑنا اور اس کی توہین سے بچنا اور حرمت والی چیزوں سے بچنا تا کہ محذورات میں مبتلا نہ ہو۔ فھو خیر له عند ربه کیونکہ اچھے عمل کرنے والے کے اجر کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيراً يره﴾

وَ قَالَ تَعَالٰى :

﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد: ۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے قدموں کو مضبوط کر دیں گے''۔

ان تنصروا اللہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کے سلسلہ میں (اللہ تعالیٰ) یعنی اس کے دین کی مدد کرو گے۔ ینصرکم تمہارے دشمن کے خلاف اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ جیسا فرمایا: ینصرن الله من ینصره اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿انهم لهم المنصورون وان جندنا لهم الغالبون﴾ ﴿ويثبت اقدامكم﴾ وہ جہاد وعبادت میں تمہارے قدم مضبوط کریں گے۔

وَفِي الْبَابِ حَدِيْثُ عَآئِشَةَ السَّابِقُ فِيْ بَابِ الْعَفْوِ۔

اس باب سے متعلق حدیث باب عفو میں بروایت ۶۴۴ عائشہ رضی اللہ عنہا گزری۔

٦٤٩ : وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ ابْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ : اِنِّیْ لَاَ تَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا فَمَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ غَضِبَ فِیْ مَوْعِظَةٍ قَطُّ اَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ یَوْمَئِذٍ ، فَقَالَ : "یٰاَیُّهَا النَّاسُ : اِنَّ مِنْکُمْ مُنَفِّرِیْنَ ، فَاَیُّکُمْ اَمَّ النَّاسَ فَلْیُوْجِزْ فَاِنَّ مِنْ وَّرَآئِهِ الْکَبِیْرَ وَالصَّغِیْرَ وَذَا الْحَاجَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۶۴۹: حضرت ابومسعود عقبہ بن عمر بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ فلاں آدمی کے لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے میں صبح کی نماز میں پیچھے رہ جاتا ہوں۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کسی وعظ میں اس قدر غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا جتنا اس وعظ میں اس دن دیکھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے لوگو بعض لوگ تم میں سے نفرت دلانے والے ہیں پس جو شخص تم میں سے لوگوں کی امامت کرائے وہ مختصر کرلے۔ اس لئے کہ اس کے پیچھے بوڑھے، بچے اور ضرورت مند لوگ ہوتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : ابی مسعود عقبہ بن عمرو ان کا سلسلہ نسب قبیلہ خزرج سے ملتا ہے۔ بدری یہ مقام بدر کی طرف نسبت ہے۔ یہ وہاں مقیم ہوگئے تھے۔ واقعہ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہ تھے۔ باب المجاہدہ میں حالات کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ جاء رجل بعض نے ان کا نام حزم بن ابی بن کعب بتلایا (ابوداؤد تاریخ بخاری کبیر) حافظ کہتے ہیں یہ وہم ہے۔ مجھے ان کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ بعض نے حرام بن ملحان بتلایا خطیب نے اسی پر اکتفاء کیا۔ ابن اثیر نے اسی کی موافقت کی ہے۔ بعض حازم بعض نے سلیمان بن الحارث (بخاری تاریخ کبیر) روایت بزاز میں مسلم بن علی بعض نے ملیکہ کہا۔ قاری نے کہا وہ کعب بن ابی حزہ بن ابی العین ہے حالانکہ یہ وہم ہے (غایۃ الاحکام) جاء یہ متعدی ہے۔ جیسا اس آیت میں فان جاء وك کبھی حرف جر الی سے متعدی ہوتا ہے۔ انی لا تاخر عن صلاۃ الصبح بخاری میں صلاۃ الغداۃ اور واللہ کا لفظ زائد ہے۔ مطلب کہنے والا کا یہ تھا کہ طوالت قرأت کی وجہ سے میں جماعت میں حاضر نہیں ہوتا۔ من اجل فلان بقول ابن حجر یہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں جیسا ابویعلیٰ کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے مگر ابن الملقن نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہا مگر حافظ نے اسے وہم قرار دیا۔ فلان کا لفظ سمجھدار، عقل، بالغ سے کنایہ ہے اگرچہ آدمی نے تو نام لے کر شکایت کی مگر راوی نے حسن ادب سے کنایۃً ذکر کردیا۔

**النَّحْو** : مما یطیل بنا اعادہ عامل سے ماقبل کا بدل ہے۔ یعنی اس کے نماز میں طویل قرأت کرنے کی وجہ سے۔

فما رایت النبی صلی الله علیه وسلم فی موعظة قط اشد مما غضب یومئذ اشد یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ غصے کی وجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوتی ہدایت کے یہ خلاف تھی اگر ثابت ہو جائے ② جو طریق تعلیم تھا اس میں کوتاہی تھی ③ یہ بھی ممکن ہے شدت اہتمام کی وجہ سے آپ ﷺ کے چہرہ پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے تاکہ پوری توجہ سے بات سنی جائے۔ ابن حجرؒ نے اس کو سب سے بہتر قرار دیا ہے۔ البتہ اشد کا لفظ پہلے دو میں سے کسی ایک احتمال کی تائید کرتا ہے۔ مما غضب کا ما مصدریہ ہے۔ آپ غصے میں بھی کوئی فیصلہ خلاف حق نہ فرماتے تھے کیونکہ آپ ﷺ معصوم تھے (برماوی) فقال

یایھا الناس..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ کے دوران فرمایا اور اخفاء کے لئے عام انداز اختیار فرمایا ما بال رجال یشترطون بعض لوگ ایسی شرائط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔ فایکم ام الناس بخاری میں فایکم ما صلی ہے' ما شرطیہ تاکید وتعمیم کے لئے ہے۔ فلیو جز یہ مسلم کے الفاظ ہیں بخاری نے فلیتجوز یعنی ارکان سنن کے اہتمام کے ساتھ مختصر کرے۔ او جز وجز و وجیز مختصر کرنے کو کہتے ہیں۔ فان من ورائه الکبیر و الصغیر اس کے مقتدیوں میں بوڑھے' بچے ہوتے ہیں (عمدہ الاحکام) و ذا الحاجۃ۔ ضرورت مند لوگ ہوتے ہیں زیادہ طوالت ان کی حاجات میں مانع بن جائے گی اور اس کی توجہ وخشوع جاتا رہے گا۔

**تخریج** : بخاری' مسلم' احمد' نسائی' ابن ماجه' ابن الجارود' ابن حبان' طبرانی' اسماعیلی' ابو عوانه' برقانی' ابو نعیم البیهقی (عمدۃ الاحکام قلقشندی)

**الفوائد** : نماز میں اس کے مقاصد وسنن کا لحاظ کر کے تخفیف جائز ہے۔ جب کسی دینی سلسلہ میں دین کی خلاف ورزی ہو تو وعظ ونصیحت میں غصے والا انداز بھی درست ہے۔

٦٥٠ :وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَت :قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ مِنْ سَفَرٍ وَّقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِّيْ بِقِرَامٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ ' فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَتَكَهٗ وَتَلَوَّنَ وَجْهُهٗ وَقَالَ "يَا عَآئِشَةُ:اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"السَّهْوَةُ" كَالصُّفَّةِ تَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيِ الْبَيْتِ۔ "وَالْقِرَامُ" بِكَسْرِ الْقَافِ : سِتْرٌ رَقِيْقٌ "وَهَتَكَهٗ" اَفْسَدَ الصُّوْرَةَ الَّتِيْ فِيْهِ۔

۶۵۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لائے اور میں نے گھر کے سامنے چبوترے پر ایک پردہ ڈال رکھا تھا۔ جس میں تصاویر تھیں جب آپؐ نے ان کو دیکھا تو ان کو بگاڑ دیا اور آپؐ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور فرمایا اے عائشہ قیامت کے دن لوگوں میں اللہ کے ہاں زیادہ عذاب والے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مشابہت اختیار کرنے والے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

السَّهْوَةُ : چبوترہ' ڈیوڑھی۔

الْقِرَامُ : باریک پردہ۔

هَتَكَهٗ : اس میں جو تصویر تھی اس کو بگاڑ دیا۔

من سفر حافظ سے بیہقی نے نقل کیا یہ غزوہ تبوک ہے۔ ابوداؤد' نسائی کی روایت میں غزوہ تبوک یا خیبر درج ہے۔ (فتح الباری)

**النحو** :قد سترت سهوة لی بقرام۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جملہ حالیہ ہے۔ سہوۃ کوٹھڑی زمین کے اندر کمرہ جس کی چھت بلند ہو۔ برآمدہ جس کی اور اندرونی کمرے کی چھت برابر بنائی جائے۔ گھر کے اندرون کو مخدع اور درمیانی حصہ

کوسھوۃ کہتے ہیں۔ القرام باریک پردہ۔ نرم اون کا ھودج میں بچھایا جانے والا کپڑا۔

**فیه تماثیل** یہ جملہ قرام کی صفت ہے۔ ② ظرف صفت ہے اور تماثیل اس کا فاعل ہے۔ جمع تمثال بنائی ہوئی تصویر یہ عام ہے وہ جھانکنے والی بنائی جائے یا نقش کی ہوئی ہو۔ چمڑے کی ہو یا کپڑے پر بنی ہو۔ ھتکہ اس کو پھاڑ دیا۔ بخاری کی روایت یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ پھاڑ ڈالوں تو میں نے اسے پھاڑ دیا۔ **وتلون وجهه** غصے سے آپ ﷺ کا چہرہ بدل گیا۔ **اشد الناس عذابا عند الله یوم القیامة** یہ اشد کا ظرف ہے۔

**الذین یضاھون بخلق الله** یہ اشد کی خبر ہے ای **الذین یشبھون ما یصنعونه بما یصنعه الله** البتہ بعض لوگوں کو اشکال ہوا کہ ﴿**ادخلوا آل فرعون اشد العذاب**﴾ اس آیت میں آل فرعون کو سخت ترین عذاب والے قرار دیا گیا۔ طبری نے یہ جواب دیا کہ اس سے وہ مصور مراد ہیں۔ غیر اللہ کی پوجا بھی کرتے ہیں۔ مگر دیگر علماء نے کہا یہ اصل میں **ان المصورین من اشد الناس عذابا** ہے۔ علامہ ابوالولید بن رشد نے کہا اگر حدیث کافر کے حق میں ہو تو کوئی اشکال نہیں وہ آل فرعون کے مشترک ہو جائے گا۔ اس سے ان کے کفر کی شدت ظاہر ہوتی ہے اور اگر یہ نافرمان کے حق میں ہے تو دوسرے نافرمانوں کے مقابلے میں سخت عذاب کا حقدار ہوگا۔ قرطبی نے لکھا ہے جب اشد کی اضافت الناس کی طرف ہو تو اس سے بعض افراد مراد ہوتے ہیں اور یہ جن کے ذریعہ ڈرایا گیا ہوتا ہے ان کے ساتھ عذاب میں شریک ہوتے ہیں پس فرعون کا عذاب ان لوگوں میں سب سے سخت ہوگا جنہوں نے دعویٰ الوہیت کیا اور جنہوں نے گمراہی میں اس کی پیروی کی' ان کو گمراہی کی پیروی کرنے والوں میں سب سے سخت عذاب ہوگا۔ جس نے ذی روح کی تصویر عبادت کے لئے بنائی اس کا عذاب ان سے سخت تر ہوگا جنہوں نے عبادت کے لئے تصویر نہیں بنائی۔ (المفہم للقرطبی)

حدیث کا ظاہر ابلیس اور قابیل کے متعلق بھی اشکال پیدا کر رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے اس حدیث کا حکم تو اولاد آدم کے لئے ہے۔ ابلیس اس میں داخل نہیں باقی ابن آدم کے متعلق ثابت ہے کہ ظلم سے قتل ہونے والوں کا بوجھ ہوگا اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ اس کے ساتھ اسی طرح کے عذاب میں وہ بھی شامل ہو جس نے زنا کی ابتداء کی۔ تمام زناۃ کا بوجھ اس پر ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کا بانی تھا اور شاید زناۃ کی کل تعداد قاتلین سے بہت زیادہ ہو۔

**تخریج** : اخرجه البخاری ٥٩٥٤ ومسلم ٩٢/٢١٠٧ والنسائی ٥٣٧١۔

**الفوائد** : جو آدمی تصاویر عبادت کے لئے بناتا ہے وہ کافر ہے۔ مجسمات تجارت کے لئے بنانا گناہ کبیرہ ہے۔ منکر کو خود بدلنے کی طاقت ہو تو فوراً بدل دینا چاہئے۔

٦٥١ : وَعَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا : مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ؟ فَقَالُوْا : مَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ ابْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى؟' ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ : "اِنَّمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ

فِيهِمُ الضَّعِيفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۵۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ قریش کو اس عورت کے معاملے نے پریشان کر دیا جس نے چوری کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کہا اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون کلام کرے گا؟ پھر کہنے لگے اس کی جرأت تو اسامہ بن زید جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ہیں وہی کر سکتے ہیں۔ پس اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ سے گفتگو کی تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کے متعلق سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ اُٹھے اور خطبہ دیا جس میں فرمایا تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی عام آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اور اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ **المرأة المخزومية** اخی۔ بقول عراقی یہ فاطمہ بنت اسد بنت ابی سلمہ بن عبدالاسد (عبدالغنی فی المبہمات) بعض نے کہا یہ ام عمرو بنت سفیان بن عبدالاسد ہے (عبدالرزاق) **التی سرقت** یہ فتح مکہ کے ایام کی بات ہے۔ **من يكلم فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم** یعنی کون سفارش کرے۔ امام تک بات پہنچ جانے کے بعد حدود میں سفارش منع ہے۔ بعض نے کہا امام تک پہنچانا مستحب ہے۔ البتہ اگر وہ مجرم موذی اور شرارتی ہو تو سفارش بالکل نہ کرے۔ **فقالوا من يجترى** کون بطور ناز کے جرأت کرے گا **حب رسول الله صلى الله عليه وسلم** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اسامہ۔ **فكلمه** انہوں نے اسامہ رضی اللہ عنہما سے بات کی انہوں نے رضامندی ظاہر کر دی۔ **تشفع في حد** مجھ تک بات پہنچنے کے بعد تو حدود میں سفارش کرتا ہے۔ **فاختطب** دوسرے نسخہ میں خطب ہے۔ باب افتعال سے لا کر اشارہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبے میں خوب مبالغہ کیا۔ **ثم قال** پھر وعظ' تخویف' تہدید کے بعد فرمایا۔ **من قبلكم** پہلے زمانے والی امتیں۔ **الشريف** مرتبے اور وجاہت والا۔ **تركوه** اس کے مرتبے اور وجاہت کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیتے۔ جملہ شرطیہ کان کی خبر ہے۔ **الضعيف** وجاہت نہ ہونے اور گمنامی کی وجہ سے اس کو ضعیف کہہ دیا۔ **ايم الله** یہ ایمن اللہ یا یمین اللہ سے ماخوذ ہے۔ بقول ابن ہاشم یہ یمن و برکت سے مشتق ہے۔ یہ یمین کی جمع نہیں اس میں بارہ لغات ہیں جن کو ابن مالک نے ان اشعار میں جمع کیا:

همزا ايم وايمن فافتح واكسرن ام قل ☆ او قل م او من بالتثليث قد شكلا

وايمن اختم له والله كلا اضعف ☆ اليه في قسم تستوف ما نقلا

اور سیوطی نے جمع الجوامع میں بیس لغات ذکر کی ہیں۔ **سرقت** یہ علی سبیل الفرض بطور مبالغہ فرمایا۔ تقی سبکی نے اس کے بعد حاشاھا من ذلک بطور ادب بڑھایا ہے۔ حالانکہ وہ اس امت کی تمام عورتوں میں زیادہ شرف والی ہیں۔

**مَسْئَلَة**: مجرم کا نسب حد کو ساقط نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام تمام انسانوں کے لئے برابر ہیں۔

**تخریج**: اخرجه البخاري ٣٤٧٥ ومسلم ١٦٨٨ وابوداود ٤٣٧٣ والترمذي ١٤٣٠ والنسائي ٤٩١٤ وابن ماجه ٢٥٤٧ وابن حبان ٤٤٠٢۔

**الفوائد**: حد کے معاملہ میں باہمی محبت کا لحاظ نہ ہوگا۔ کسی امر مقدر کی اطلاع دے دینی چاہئے جو کسی قطعی معاملے کے انقطاع کا باعث بنتا ہو۔ زجروڈانٹ میں مبالغہ کے لئے مثال بیان کرنا درست ہے۔

۱۵۲ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَاٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُؤِيَ فِي وَجْهِهٖ ، فَقَامَ فَحَكَّهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ : "اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهٖ فَاِنَّهٗ يُنَاجِي رَبَّهٗ وَاِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ ، فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ ، وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ" ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَآئِهٖ فَبَصَقَ فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ : "اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَالْاَمْرُ بِالْبُصَاقِ عَنْ يَّسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ هُوَ فِيْمَا اِذَا كَانَ فِي غَيْرِ الْمَسْجِدِ ، فَاَمَّا فِي الْمَسْجِدِ فَلَا يَبْصُقُ اِلَّا فِي ثَوْبِهٖ۔

۱۵۲ : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ والی (دیوار) میں تھوک دیکھا۔ ناراضگی کے آثار آپ کے چہرہ پر نمایاں ہوئے پس آپ کھڑے ہوئے اور اس کو اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا۔ پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے۔ اس لئے تم میں سے کوئی بھی ہرگز قبلہ کی جانب نہ تھوکے۔ البتہ اپنی بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوکنے میں حرج نہیں۔ پھر آپ نے اپنی چادر کا ایک کنارہ پکڑا اور اس میں تھوکا اور اس کے بعض حصے کو دوسرے سے ملا کر فرمایا یا پھر اس طرح کرے (بخاری و مسلم) امام نووی فرماتے ہیں کہ اپنے بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوکنے کا حکم مسجد کے علاوہ دوسرے مقامات پر ہے۔ جب مسجد میں ہو تو کپڑے میں ہی تھوکے۔

**تشریح** : رأی نخامۃ ن کا ضمہ ہے۔ ابن سیدہ نے محکم میں نخم الرجل سینے اور ناک سے کوئی چیز نکالی (المحکم) النخامہ رینٹھ (الصحاح والمجمل) ناک سے نکلنے والا مواد (مطرزی) نووی کہتے ہیں رینٹھ جیسی جو چیز انسان منہ یا ناک سے پھینکے۔ **في القبلة** ۔ وہ دیوار جس کی طرف قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے رخ کیا جاتا ہے۔ **فشق** گراں گزرا۔ **في جهه** اس سے مراد وہ غصہ ہے جو عظمت کی چیزوں کی بے ادبی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ظاہر ہوتا۔ **فقام فحکه** اطلاع کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس سے کھرچ دیا۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی تری ابھی باقی تھی تو اس کو پونچھ دیا اور اگر وہ خشک ہو چکا تھا تو اس کو زائل کر دیا۔ **بیده** یعنی لکڑی وغیرہ سے۔ **احدکم** تم میں سے کوئی ایک۔ **يناجي ربه** مناجات سے لازم معنی مراد ہے۔ ارادۂ خیر کیونکہ اصل معنی سرگوشی کرنا ہے۔ قرآن مجید اور از کار مناجات ہی ہے۔ **وان** یہ واؤ عطف کے لئے ہے بعض نسخوں میں ان اور ہے جو کہ شک راوی کے لئے ہے۔ **ربه بينه وبين القبلة**۔ خطابی کہتے ہیں قبلہ کی طرف توجہ کرنا رب قبلہ کی طرف پہنچانے والا ہے۔ اب تقدیر کلام یہ ہوگی ان **مقصوده بينه وبين قبلته** یعنی اس کا مقصود اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے۔ بعض نے مضاف مقدر مانا ای **عظمة الله** یا **ثوابه الله** بعض نے کہا یہ بات قبلہ کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے فرمائی۔ **فلا يبزقن** یہ یبصقن بھی پڑھا جاتا ہے۔ **قبل** جانب اور طرف کو کہتے ہیں۔ قبلہ کی طرف نہ تھوکنے کا حکم تعظیم

قبلہ کے لئے ہے۔ شیخ زکریا کہتے ہیں یہ نہی حرمت کے لئے ہے۔(تحفۃ القاری) یسارہ او تحت قدمہ ان دو اطراف میں تھوکے۔ پھر آپؐ نے کپڑے کی ایک جانب لے کر اس میں تھوک کر اس کی دونوں جانب کو مل دیا جس سے تھوک کا وجود ختم ہو گیا۔ او یفعل ھکذا اس میں او کا کلمہ بیان نوع کے لئے ہے۔ یہ بہتر بات ہے۔ دوسری روایت میں البصاق فی المسجد خطیئۃ و کفارتھا دفنھا الحدیث نووی کہتے ہیں بتدائی کفارہ تو توبہ یا فضل الٰہی ہے۔ اس کے گناہ کے دوام کا کفارہ اس کا دفن کرنا ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد ۵/۱۲۸۰۹ والبخاری ۲۴۱ ومسلم ۵۵۱ وعبدالرزاق ۱۶۹۲ وابن حبان ۲۲۶۷ وابن ابی شیبة ۲/۳٦٤ والحمیدی ۱۲۱۹ والبیهقی ۱/۲۵۵۔

**الفوائد**: تھوک، رینٹھ وغیرہ تکلیف دہ اشیاء کو مسجد سے زائل کر دینا ضروری ہے۔ نمازی کو دائیں اور سامنے تھوکنا منع ہے خواہ مسجد ہو یا دوسری جگہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

## ۷۸: بَابُ اَمْرِ وُلَاةِ الْاُمُوْرِ بَالرِفْقِ بِرَعَایَاھُمْ وَنَصِیْحَتِهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَیْهِمْ وَالنَّهْیِ عَنْ غَشِّهِمْ وَالتَّشْدِیْدِ عَلَیْهِمْ وَاِهْمَالِ مَصَالِحِهِمْ وَالْغَفْلَةِ عَنْهُمْ وَعَنْ حَوَآئِجِهِمْ

## بَابٌ: حکام کو رعایا پر شفقت و نرمی کرنی چاہئے' ان کی خیر خواہی مد نظر ہو' ان پر سختی' ان کے حقوق سے غفلت اور ان کے ساتھ فریب کاری نہ کرنی چاہئے

ولاۃ یہ قاض سے قضاۃ کی طرح والی کی جمع ہے۔ بالرفق برعایاھم جمع رعیۃ جیسے کخطیئۃ و خطایا رعیۃ یا ان کو کہا جاتا ہے جن کے معاملات کی اصلاح و نگرانی حکام کے ذمہ ہو۔ ونصیحتھم کا عطف رفق پر ہے۔ والشفقۃ علیھم امر پر معطوف ہے۔ عن غشھم ان کے لئے نقصان دہ چیزوں کو چھپائے۔ والتشدید علیھم احکام اور احوال میں واھمال مصالحھم ان کے مصالح کو چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ فوت ہو جائیں۔ والغفلۃ اس کا غش پر عطف ہے یعنی غفلت کی ممانعت ہے کیونکہ یہ چیز معاش و معاد کے لحاظ سے ان کو نقصان دیتی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ [الشعراء:۲۱۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''تم اپنے بازو کو اپنے پیروکار مسلمانوں کے لئے جھکا دو''۔(الشعراء)

ظرف محل حال میں موصول کا بیان ہے۔ آیت تشریح پہلے گزری۔ یہاں رفق کے سلسلہ میں اس کو نقل کیا گیا ہے۔

وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [النحل: ۹۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور رشتے دار کو دینے کا حکم دیتے ہیں اور بے حیائی اور منکرات اور سرکشی سے روکتے ہیں وہ تمہیں نصیحت کرتے ہیں تاکہ تم نصیحت پکڑو''۔ (النحل)

**ان اللّٰہ یامر بالعدل** اعتقادی و عملی اعتبار سے معاملات میں میانہ روی کا حکم دیتے ہیں۔ **والاحسان** لوگوں سے احسان کا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے العدل سے توحید اور الاحسان سے اخلاص فی التوحید مراد لیا ہے۔ **وایتاء ذی القربی** یعنی صلہ رحمی کرنا۔ **الفحشاء** سخت گناہ جیسے زنا **والمنکر** جس کو شرع نامناسب کہے۔ **والبغی** لوگوں پر زیادتی۔ **یعظکم لعلکم تذکرون** تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ کسی نے اس آیت کے متعلق خوب کہا اگر قرآن مجید میں صرف یہی آیت ہوتی تو پھر بھی قرآن پر تبیان لکل شی وھدیً ورحمۃً کے تمام القابات فٹ تھے۔ شاید نووی نے **وانزلنا علیك الكتاب** کے بعد اسی بات پر خبردار کرنے کے لئے اتاری ہو۔ **یعظکم** کا جملہ مستانفہ یا **یعظکم** کی ضمیر سے حال ہے۔ ترجمۃ الباب کے تمام مضامین پر آیت مشتمل ہے۔

۶۵۳ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِهٖ : اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِهٖ' وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِیْ اَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِهٖ' وَالْمَرْاَةُ رَاعِیَةٌ فِیْ بَیْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَّعِیَّتِهَا' وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِیْ مَالِ سَیِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِهٖ' وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۶۵۳ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ حاکم ذمہ دار ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے' مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں' عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں' خادم اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں اور ہر ایک تم میں سے ذمہ دار ہے اور اس کی ذمہ داری کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ **کلکم راع** یہ تشبیہ بلیغ ہے۔ راعی کی مثال ہے (عاقولی) خبر کو کل کے لفظ کی وجہ سے مفرد لائے جب یہ معرفہ کی طرف مضاف ہو تو لفظ معنی کا اعتبار درست ہے۔ **وکلکم مسئول عن رعیتہ** آیا اس نے اس حق کو ادا کیا یا نہیں۔

الامام خلیفہ اور دیگر ذمہ دار حکام۔ راع ومسئول عن رعیتہ① نحو خبر کا عطف خبر پر ہے مثلاً زید کاتب وشاعر ہے② جملے کا عطف جملے پر وھو مسئول' والرجل راع یعنی اپنے اہل واولاد اور خدام پر۔ اسی طرح عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا جو گھر سے متعلق ہیں کہ آیا اس نے ان کی حفاظت کی یا ضائع کر دیا اور اس اہل سے متعلق سوال ہوگا۔ آیا اس نے اپنی ذمہ داری ان کے متعلق پوری کی یا نہیں؟ والخادم راع فی مال سیدہ ومسئول عن رعیتہ خادم اپنے آقا کے مال میں مسئول ہو کہ اس نے مال کی حفاظت کی یا اسے ضائع کر دیا۔ یہ روایت باب حق الزوج علی امراتہ میں گزری ہے۔ ملاحظہ فرمالیں۔

**تخریج**: اخرجہ احمد ۲/٤٤٩٥ والبخاری ۸۹۳ ومسلم ۱۸۲۹ وابو داود ۲۹۲۸ والترمذی ۱۷۰۵ وابن حبان ٤٤٨۹ والبیهقی ۲۹۱/۷۔

**الفوائد**: غلام کو اپنے آقا کے مال میں اس کی اجازت سے تصرف درست ہے۔ ہر راعی کو اپنی رعایا سے عدل کا معاملہ کرنا چاہیے منصف لوگ قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے۔

٦٥٤ : وَعَنْ اَبِیْ یَعْلٰی مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : مَا مِنْ عَبْدٍ یَسْتَرْعِیْهِ اللّٰهُ رَعِیَّةً یَمُوْتُ یَوْمَ یَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِّرَعِیَّتِهٖ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ: "فَلَمْ یَحُطْهَا بِنُصْحِهٖ لَمْ یَجِدْ رَآئِحَةَ الْجَنَّةِ" وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ :"مَا مِنْ اَمِیْرٍ یَّلِیْ اُمُوْرَ الْمُسْلِمِیْنَ ثُمَّ لَا یَجْهَدُ لَهُمْ وَیَنْصَحُ لَهُمْ اِلَّا لَمْ یَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ"۔

۶۵۴: حضرت ابویعلیٰ معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ اپنی رعایا کا نگران بنا دے اور وہ اپنی رعایا کو دھوکہ دینے کی حالت میں ہی مر جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے اس نے ان کی خیر خواہی پوری نہیں کی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ جو امیر مسلمانوں کے معاملے کا ذمہ دار ہوا اور پھر ان کے لئے محنت نہ کرے اور خیر خواہی نہ برتے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

**تشریح** ۞ ابی یعلی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بعض نے ان کی کنیت ابوعبداللہ اور بعض نے ابو یسار لکھی ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے یسار بن معبر بن حراق بعض نے حسان کہا بن لای بن کعب بن ثور بن عدنان المزنی البصری۔ یہ بیعت رضوان میں حاضر تھے۔ بصرہ میں اقامت اختیار کر لی۔ وہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات ہوئی۔ بعض نے کہا یزید کے زمانہ میں وفات ہوئی۔ انہوں نے ۳۴ روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں۔ ایک حدیث متفق علیہ ہے اور ایک میں بخاری منفرد ہیں اور مسلم نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ احمد بن عبداللہ عجلی کا قول یہ ہے صحابہ کرام میں معقل بن یسار کے علاوہ کسی کی کنیت ابوعلی نہیں ہے مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ طلق بن علی کی کنیت بھی ابوعلی تھی۔ ابو یحییٰ احمد الحاکم

نے بیان کیا کہ قیس بن عاصم کی کنیت ابوعلی تھی۔ یہ معقل وہی ہیں جن کی طرف بصرہ کی نہر معقل منسوب ہے اور بصرہ کی کھجور جو معقلی کہلاتی ہے وہ انہی کی طرف منسوب ہے۔ **یسترعیه الله** رعیۃ رعایا کی نگرانی اس کے سپرد کرتے ہیں۔ یہاں الرعیہ مرعیہ کے معنی میں ہے یعنی جس کی نگرانی کی جائے۔ **یموت یوم یموت وھو غاش لرعیته** یہ عبد کی صفت ہے اور خبر محذوف ہے۔ یوم یہ دوسرے یموت کا ظرف مقدم ہے۔ یہاں یوم سے مراد جانکنی کا وقت ہے اور ما قبل سے وہ مراد جب توبہ کی قبولیت کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ غرغرہ موت کی توبہ قابل قبول نہیں۔ **ھو غاش** یہ پہلے یموت کی ضمیر سے حال ہے اور مقصود بالذکر وہی ہے' مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی خیر خواہی کے لئے حاکم بنایا اس لئے نہیں کہ ان سے دھوکا کرنے اور اسی طرح اس کی موت آئے۔ غاش یہاں خائن کے معنی میں ہے۔ **والا حرم الله علیه الجنة** کامیاب نجات پانے والوں کے ساتھ اس کا داخلہ روک لیا جاتا ہے۔ اگر دھوکے کو جائز سمجھ کر کیا تو مطلقاً اس پر جنت حرام ہے۔ ایک روایت بخاری جو باب من استرعی رعیة فلم ینصح لهم نووی کہتے ہیں مجھے مسلم میں یہ روایت میں نہیں ملی۔ **فلم یحطها** حاط کا معنی حفاظت کرنا۔ **بنصحه** جلب منفعت اور دفع مضرت۔ **لم یجد رائحة الجنة** بعض نے شروع حدیث کے ما کو نافیہ قرار دے کر الا کو لم یجد سے پہلے محذوف مانا اور بعض نے ما کو زائد قرار دیا۔ ابن حجر کہتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ لفظ ایک ہے مگر روات نے اس میں تصرف کیا ہے (فتح الباری) یجد کا مفعول رائحۃ الجنۃ ہے۔ یعنی وہ مطلقاً جنت کی ہوا سے محروم رہے گا یا ابتدائی طور پر محروم رہے گا۔ طبرانی نے یہ الفاظ زائد لکھے ہیں **عرفها یوجد یوم القیامة من مسیرة سبعین عاما** اور دوسری روایت طبرانی میں **مسیرة خمس مائة** اور الفردوس میں **الف** عام کے لفظ وارد ہیں۔ ان میں تطبیق کی صورت کہ مختلف اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہے۔ (ابن العربی) روایت مسلم میں **مامن امیر یلی امور المسلمین** اس ما کے عموم میں امیر المؤمنین سے لے کر عام ذمہ دار تک سب شامل ہیں۔ **ثم لا یجهد لهم** جہد (ف) انتہائی کوشش کرنا۔ **ینصح لهم** الا مقدر ہے جیسا روایت بخاری سے معلوم ہوتا ہے۔ **الا لم یدخل معهم الجنة** روایت کا معنی بھی تقدیر عبارت سے درست ہو سکتا ہے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری ۷۱۵۰ ومسلم ۱۴۲۔

**الفوائد** : والی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مصالح میں نصیحت وخیر خود ہی سے کام لے اور ایسے کام کرے جو ان کے دین ودنیا میں بھلائی والے ہوں۔ رعایا کے معاملے میں کوتاہی راعی کو جہنم کا ایندھن بنا دیتی ہے۔

٦٥٥ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ بَيْتِيْ هٰذَا: "اَللّٰهُمَّ مَنْ وَّلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ ' وَمَنْ وَّلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۵۵ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا : میرے اس گھر میں فرما رہے تھے۔ اے اللہ جو شخص بھی میری امت کا کسی معاملے کا ذمہ دار بنے اور وہ امت کو مشقت میں ڈالے تو تو بھی اس پر سختی فرما اور جو میری امت کے معاملات میں سے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے پھر ان میں سے کسی معاملے میں نرمی کرے تو تُو بھی اس پر نرمی فرما۔ (مسلم)

بیتی ھذا رہائش کی وجہ سے اپنی طرف نسبت کی ہے۔ ورنہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان ہے۔ چونکہ دیگر مکانات بھی تھے مزید وضاحت کے لئے یہ الفاظ فرمائے۔ یہی وہ مکان ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے صاحبین کا مدفن ہے۔

**اَلنَّحْو** : اللھم من ولی...... شیئاً۔ من بیانیہ اور شیًا کے لئے محل حال میں ہے۔ شیئًا میں تنوین تنکیر نے چھوٹے سے بڑے کام کو شامل کر دیا۔ فشق علیھم اور قول وفعل میں ان پر سختی کرے تو فاشقق علیہ اس کو مشقتوں میں ڈال دے یعنی اس پر دشمن وغیرہ مسلط فرما دے یا اور عذاب کی اقسام ہیں وہ مسلط کرے تا کہ جزاء جنس فعل سے ہو۔ یہاں ضمیر کی بجائے وضاحت فرمائے حکام کی عام حالت قلت علم کم فہمی ہوتی ہے کیونکہ امامت و سیاست کے کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے گہری باتوں کو نہیں سمجھتے۔ اتمام حجت کے لئے بات واضح فرمادی تا کہ کل مراد کے مخفی ہونے کا عذر نہ کر سکیں اور امیر کی جزاء اسی جنس سے ملے گی جس قسم کا نرمی سختی والا رویہ وہ رعایا سے برتے گا اور امراء اپنی سعی و کوشش سے اس بات کی اہلیت رکھتے ہیں کہ امت سے مصائب کو ہٹائیں (واللہ اعلم) فرفق بھم قول وفعل میں نرم رویہ رکھے۔ فارفق بہ تو دنیا و آخرت میں اس سے نرم سلوک فرما اور آثار میں وارد ہے کما تدین تدان۔

**تخریج** : اخرجہ مسلم ۱۸۲۸۔

**الفرائد** : رائی کو مسلمانوں پر رحم کھانا چاہئے اور ان کو تکلیف مالا یطاق نہ دینی چاہئے۔ لوگوں کو مشقت میں ڈالنے والا والی آپ ﷺ کی بددعا کا مستحق ہے۔

۶۵۶ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَآءُ کُلَّمَا هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهُ نَبِیٌّ، وَاِنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَكُوْنُ بَعْدِیْ خُلَفَآءَ فَیَكْثُرُوْنَ" قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ: "اَوْفُوْا بِبَیْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ، ثُمَّ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ وَاسْاَلُوا اللّٰهَ الَّذِیْ لَكُمْ، فَاِنَّ اللّٰهَ سَآئِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۶۵۶ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاست کیا کرتے تھے۔ جب کوئی پیغمبر فوت ہوتا تو دوسرا پیغمبر اس کا جانشین بنتا اور شان یہ ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں اور میرے بعد خلفاء ہوں گے اور وہ کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس بارے میں ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا تم سب سے پہلے کی بیعت کو پورا کرو اور پھر ان کا حق ان کو دو اور اپنے حقوق کا سوال اللہ سے کرو۔ اللہ تعالیٰ ان سے خود اس رعایا کے بارے میں پوچھ لیں گے جن کا ان کو والی بنایا گیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ بنو اسرائیل اسر کا معنی عبد اور ایل کا معنی اللہ یعنی عبداللہ۔ یہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کا نام ہے۔ یہ عبرانی لفظ ہے۔ کلما ھلک بنی خلفہ بنی آخر جب بنی اسرائیل میں فساد پیدا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان میں پیغمبر علیہ السلام کو بھیج دیتا جو تبدیل شدہ احکام تورات کو درست کرتا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رعایا کے لئے ایسے لوگ ضروری ہیں جو ان

کو درست راہ پر رکھیں اور ظالم سے مظلوم کو انصاف دلائیں۔ کلما کا جملہ یسوس کے فاعل سے حال ہے یعنی انبیاء علیہم السلام مسلسل اور ایک دوسرے کے بعد آتے وانه لا نبی بعدی اس کا عطف تانت بنواسرائیل پر ہے۔ ۂ ضمیر شان ان کا اسم ہے۔ دوسرے میں اثبات و تاکید کے لیے معطوف و معطوف علیہ کو مختلف لائے۔ اصل مقصود لا نبی بعدی یعنی وہ جو کچھ کرتے تھے شان یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا جائے گا۔ سیکون بعدی خلفاء بعدی کا لفظ صحیح نسخوں میں نہیں ملا فتح الباری ستکون خلفاء نقل کیا۔ شاید کسی نسخے میں موجود ہو۔ فیکثرون اس لفظ سے ان کے فعل کی تباحت بیان کرنا مقصود ہے۔ قالوا فماتامرنا ما یہ مبتدا اور فعل کا مفعول ضمیر صریح ہوگی یا حرف جر کے ساتھ ہوگی یعنی بہ اور فا شرط مقدر کا جواب ہے یعنی اذ اکثر بعدك الخلفاء فما تامرنا نفعل؟

اوفوا ببیعة الاول پہلے کی اطاعت کو پورا کرو اور بغاوت والے سے قتال کرو کیونکہ اس کی امامت منعقد ہو چکی۔ ثم اعطوهم حقهم پھر ان کے ساتھ رہو اور ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ یہ اوفوا کے لئے بدل کی طرح ہے۔ واسالوا الله الذی لکم اگر وہ تمہارے حقوق پورے نہ کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں باز پرس کے لئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے ان کی رعایا کے متعلق سوال کریں گے۔ اس سے یہ ثابت ہوا دنیا کے معاملات ہر دین پر مقدم ہیں۔ امیر کی اطاعت میں دین کی بلندی اور فتنہ و شر کی رکاوٹ ہے۔ آدمی کے ذاتی حق کے مطالبے کی تاخیر حق کو ساقط نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں تو حق پورا دلوا دینا ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد ۲/۷۹٦٥ والبخاری ۳٤٥٥ ومسلم ۱۸٤۲ وابن ماجه ۲۸۷۱ وابن حبان ۳٥٥٥ والبیهقی ۱٤٤/۸

**الفوائد**: بیعت اول کا لحاظ کرنا ضروری ہے جب تک وہ کھلے کفر کا ارتکاب نہ کرے ظالم حاکم کا بھی حق ادا کرے اور اسکے معاملے میں بارگاہ الٰہی میں گڑگڑائے (کذا قال القرطبی)

٦٥۷: وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ زِيَادٍ فَقَالَ لَهُ: اَىْ بُنَيَّ اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ فَاِيَّاكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

٦٥۷: حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس داخل ہوئے اور اس کو فرمایا اے بیٹے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: بے شک بدترین حاکم وہ ہیں جو رعایا پر ظلم کرنے والے ہوں تو اپنے آپ کو ان میں سے بچا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح**: عائذ بن عمرو باب الامر بالمعروف میں ان کے حالات گزرے۔ عبید اللہ بن زیاد یہ اپنے والد کے بعد کوفہ و بصرہ کا گورنر تھا۔ ای قریب نداء کا حرف ہے۔ شر الرعاء الحطمة رعاء اور رعاة دونوں راع کی جمعیں ہیں۔ الحُطمه اس چرواہے کو کہتے ہیں جو اونٹوں کو گھاٹ پر لاتے لے جاتے اور چراگاہ میں ان پر سختی کرے حطم کا معنی توڑنا ہے۔ مراد ظالم ہے جو ان پر ذرا نرمی نہ کرے۔ فایاك ان تکون منهم یہ عائذ رضی اللہ عنہ نے بطور نصیحت ارشاد فرمایا۔

**تخریج** : مسلم فی المغازی' احمد' مزی وسیوطی نے بخاری کا نام ذکر نہیں کیا' مختصر جامع الاصول میں دبیع نے مسلم کی طرف نسبت کی ہے۔پس متفق علیہ نہ ہوئی۔نووی سے قلم زد ہو گئی۔

**الفرائد** :باب ۲۳ فی الامر بالمعروف میں گزر چکے۔

۶۵۸ : وَعَنْ اَبِیْ مَرْیَمَ الْاَزْدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ :"مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ شَیْئًا مِّنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ : احْتَجَبَ اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقْرِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَجَعَلَ مُعَاوِیَةُ رَجُلًا عَلٰی حَوَآئِجِ النَّاسِ ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ۔

۶۵۸ :حضرت ابومریم ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی کا ذمہ دار بنا دے اور پھر وہ ان کی ضروریات اور حاجات اور فقر کے درمیان رکاوٹ ڈالے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی حاجات وضروریات اور محتاجی کے درمیان رکاوٹ ڈال دے گا۔پس اسی وقت حضرت امیر معاویہ نے ایک آدمی کو لوگوں کی حاجات کے لئے مقرر کر دیا۔(ابوداؤد' ترمذی)

**تشریح** ۞ ابی مریم الازدی رضی اللّٰہ عنہ حافظ کہتے ہیں اکثر نے ازد کی طرف نسبت سے ازدی کہا ہے(تبصیر المنتبہ )ابن اثیر یہ کندی ہیں ان کو ازدی کہا جاتا ہے۔یہ شامی صحابہ میں شمار ہوتے ہیں بعض نے کہا یہ ابومریم غسانی نہیں بعض نے کہا یہ ابومریم غسانی ہیں۔ابن مندہ نے ان کو ابومریم سلولی کے حالات میں ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا کہ میرے خیال میں یہی ابومریم عمرو بن مرہ جہنی ہیں۔علی بن حکم نسائی نے ابوالحسن جزری شامی سے نقل کیا کہ عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا پھر یہ واقعہ نقل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بھی مروی ہے:انہ قال لمعاویہ رضی اللہ عنہ ..... من ولاہ اللّٰہ شیئاً نکرہ سیاق نفی میں عموم کا فائدہ دے رہا ہے(کسی بھی چیز کا ذمہ دار بنائے )خلتھم خلہ حاجت و ضرورت (النہایہ ) یہ عطف مرادف یا عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے۔عاقولی کہتے ہیں حاجت' خلت' فقر میں فرق ہے۔حاجت جس چیز کا اہتمام کیا جائے اگرچہ وہ حد ضرورت کو نہ پہنچے کہ اگر وہ حاصل نہ ہو تو معاملے میں خلل واقع ہو۔خلت یہ خلل سے ماخوذ ہے جس کی وجہ سے معاملے میں خلل واقع ہو مگر حد اضطرار تک نہ پہنچے۔فقر مکمل اضطرار کو کہا جاتا ہے۔یہ فقار (ریڑھ کی ہڈی ) گویا اس نے اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑ ڈالی ہے(عاقولی ) حدیث میں تو مراد کے لحاظ سے ہے اور لفظ کی وضع کے لحاظ سے وہ ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا واللہ اعلم۔عاقولی کہتے ہیں احتجاب سے مراد یہ ہے کہ ضرورت مند لوگوں کو اپنی ضروریات کے لئے اس تک پہنچنا مشکل ہو جائے۔احتجب اللّٰہ دون حاجتہ یعنی اس کی نہ تو دعا قبول ہوتی ہے اور نہ امید پوری کی جاتی ہے۔یوم القیامۃ احتجب دوم کا ظرف ہے۔فجعل اس بات کو سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی مقرر کر دیا۔حوائج الناس تا کہ ان پر معاملہ مشکل نہ ہو۔ان تک لوگوں کی ضروریات پہنچ جائیں۔

**تخریج** : صحیح الاسناد اخرجه ابو داود ۲۹۴۸ والترمذی ۱۳۳۲ والحاکم ۴/۷۰۲۷ وفی الباب عن معاذ رضی اللہ عنه عند احمد وغیرہ۔

**الفوائد** :حکام کو اپنی رعایا کے معاملات کی خوب خبر گیری کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور رحمت سے دوری کا

## ۷۹ :بَابُ الْوَالِی الْعَادِلِ

## بَابٌ : عادل حکمران

والی والی کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا تا کہ ہر حاکم اس میں شامل ہو۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾[النحل:۹۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کا حکم فرماتے ہیں''۔(النحل)

اس آیت کے متعلق پہلے باب میں گفتگو ہو چکی وہاں دیکھ لی جائے۔

واقسطوا یہ اقساط سے ہے جس کا معنی عدل ہے۔ان اللہ یحب المقسطین عدل والوں کو ثواب و توفیق عنایت فرمانے والے ہیں۔

وَ قَالَ تَعَالٰی :

﴿وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ﴾ [الحجرات:۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''تم انصاف کرو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں''۔(الحجرات)

سبعۃ یعنی سات قسم کے لوگ ہیں۔

۶۵۹ :وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ :اِمَامٌ عَادِلٌ ' وَشَابٌّ نَشَاَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی ' وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ ' وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ اجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ وَرَجُلٌ دَعَتْہُ امْرَاَۃٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ ' وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَاَخْفَاھَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُہٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ ' وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۶۵۹ :حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا سات آدمیوں کو اللہ اپنے سایہ میں اس دن جگہ دے دیں

گے جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا: ① امام عادل ② اللہ کی عبادت میں پرورش پانے والا نوجوان ③ وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے ④ وہ دو آدمی جو اللہ کی خاطر آپس میں محبت کرتے، جمع ہوتے اور اسی خاطر جدا ہوتے ہیں۔ ⑤ وہ آدمی جس کو مرتبے اور خوبصورتی والی عورت گناہ کی طرف دعوت دے اور وہ یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں ⑥ وہ آدمی جس نے چھپا کر صدقہ دیا یہاں تک کہ اُس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں جو اس نے دائیں ہاتھ سے دیا ⑦ وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اُس سے اِس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔
(بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ یہ مبتدا ہے۔ **یظلهم اللّٰه** اس کی خبر ہے۔ یوم اس کا ظرف ہے۔ یوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ امام عادل یہ رفع کے ساتھ مبتداء کی خبر ہے۔ ای **هم** یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے اور من ہم؟ کا جواب۔ ت۔ امام کو عدل اور افضلیت کی وجہ سے پہلے لائے، دیگر تمام حکام کو بھی شامل ہے۔ جیسا عنوان باب سے معلوم ہوتا ہے۔ **شاب نشاء فی عبادة اللّٰه تعالٰی** اللہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص سے کرنے والا ہو۔ **رجل قلبه معلق بالمساجد** مسجد کا آباد کرنے والا۔ ہدایت کی خاطر حاضر باش، اس کا دل مسجد سے اٹکا ہو کہ کب نماز، اعتکاف کے لئے جائے۔ اسی لئے ماقبل سے اس کو ملا دیا۔ **ورجلان تحابا فی اللّٰه** فی علت بیان کرنے کے لئے لایا گیا۔ فقط اللہ تعالیٰ کی خاطر نہ سامان نہ دیگر کوئی غرض مطلوب ہو۔ دوسری روایت میں ہے "**افضل الحب الحب فی اللّٰه**"۔ **اجتمعا علیه** یہ جملہ نکرہ کی صفت ہے۔ ② وصف سے تخصیص کی وجہ سے نکرہ سے حال ہے۔ ذات منصب صاحب منصب ہوا سے مال کا لالچ نہ ہو۔ جمال اس سے اشارہ کہ موافقت کے دواعی موجود ہوں مگر اس کے باوجود اس نے اپنے کو روک لیا۔ **انی اخاف اللّٰه** سبب بول کر مسبب مراد ہے۔ اس کا خوف معصیت سے رکاوٹ بن گیا۔ **ورجل تصدق بصدقة** اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس نے محتاج کو بلا معاوضہ دیا ہو۔ **فاخفاها حتی لا تعلم** اس نے صدقہ اس قدر چھپا کر دیا کہ اگر اس کے پہلو میں انسان ہوتا اور وہ جاننا چاہتا تو نہ جان سکتا۔ **ورجل ذکر اللّٰه خالیا** اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تذکرہ کیا خالیا کی قید اس سے بڑھائی کہ یہ ریاکاری سے بعید تر ہے ورنہ تو خوف خدا کا رونا خلوت و جلوت دونوں میں ایک ہی حکم رکھتا ہے۔ **ففاضت عیناه** ۔ اللہ تعالیٰ کے جلال و ہیبت کی وجہ سے ② یا اس نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد کیا اور اپنی کوتاہی بھی سامنے آئی تو حیاء کی وجہ سے اس کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ باب فضل الحب فی اللہ میں اس کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

**تخریج** : اخرجه احمد ۲/۶۵۰۲ ومسلم ۱۸۲۷ والنسائی ۵۳۹۴ والحمیدی ۵۸۸ وابن حبان ٤٤٨٤ والحاکم ٤/۷۰۰٦ والبیهقی فی الکبری ۸۸/۸۷/۱۰ وفی الاسماء والصفات والآجری فی الشریعة۔

**الفرائد** : باب فضل الحب فی اللہ میں اس کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

٦٦٠ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُّوْرٍ : اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۶۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں نور کے منبروں پر ہوں گے۔ وہ لوگ جو اپنے فیصلے میں اور گھر کے معاملے میں اور جن کے وہ ذمہ دار ہیں انصاف برتتے ہیں۔ (مسلم)

عبداللہ بن عمرو ان کے حالات پہلے گزرے ملاحظہ فرمالیں باب ان المقسطین عند اللہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف و مرتبہ کے لحاظ سے عدل والے۔

**النحو**: یہ ان کی خبر بھی بن سکتی ہے۔ علی منا بر من نور ① خبر کے بعد دوسری خبر ہے ② وہ خبر ہے اور اس سے پہلا ظرف ضمیر مستقر سے حال ہے۔ من نور یہ منابر کی صفت ہے۔ من نور یہ منابر کی صفت بیان حقیقت کے لئے خاص کرنے والی ہے۔ یا حال متداخل ہے۔ عاقولی کہتے ہیں حقیقی معنی بھی درست ہے یہ منبر کی جمع ہے۔ بلندی کی وجہ سے اس کو منبر کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ بلند منازل سے کنایہ ہو۔ اس سے اصل مراد ان کا اکرام ہے اسی لئے عنداللہ فرمایا جو کہ معارج قدس میں ان کی شان کی بلندی کو ظاہر کرتا ہے۔

**النحو**: الذین یعدلون...... یہ مقسطین کی صفت ہے۔ ② محذوف کی خبر ہے۔ ای الممدوحون ③ امدح مقدر کا مفعول ہے۔ اور فی حکمھم یہ یعدلون کا صلہ اور فی اھلیھم یہ حکم کا صلہ ہے۔ یہ ظرف مستقر بھی بن سکتا ہے یعنی حال کون الحکم کائنافی اھلھم عاقولی کہتے ہیں یہ فضیلت اس انصاف کرنے والے کو ہوگی جس پر کوئی دنیوی جزوی یا کلی ذمہ داری خواہ اپنے اہل کے سلسلہ کی ہو یا دوسروں کے سلسلہ کی ہو۔ وہ اس پر ڈالی گئی۔ نسائی و احمد نے من نور کے بعد عن یمین الرحمان کا لفظ لکھا ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد ۹/۲۴۰۳۶ ومسلم ۱۸۵۵ وابن حبان ۴۵۸۹ والبیھقی ۱۵۸/۸۔

**الفرائد**: حاکم عادل کا بلند مرتبہ اور عدل کی فضیلت کا تذکرہ ہے۔ نیک حاکم کا بہترین بدلہ مذکور ہے۔

۶۶۱: وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ، وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ، وَشِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ، وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ" قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَانُنَابِذُهُمْ؟ قَالَ: "لَا" مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ، "لَا" مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ": تَدْعُوْنَ لَهُمْ۔

۶۶۱: حضرت عوف بن مالک سے روایت ہے کہ تمہارے سربراہوں میں وہ لوگ سب سے بہتر ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور جو تم سے محبت کرنے والے ہوں۔ تم ان کے لئے رحمت کی دعائیں کرنے والے ہوں اور وہ تمہارے لئے رحمت کی دعائیں کرنے والے ہیں۔ بدترین حکمران وہی ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے

ہوں اور تم ان پر لعنتیں کرتے اور وہ تم پر لعنتیں کرتے ہوں۔ عوف کہتے ہیں کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم ان کی بیعت نہ توڑ دیں؟ فرمایا نہیں جب تک کہ وہ نماز کو تم میں قائم کرتے رہیں۔ نہیں جب تک کہ وہ تم میں نماز کو قائم کرتے رہیں۔ (مسلم)

**تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ**: تم ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔

**تشریح** ❁ عوف بن مالك رضي الله عنه یہی اشجعی ہیں (اطراف مزی) خیار ائمتكم خیار یہ خیر کی جمع ہے۔ جو شر کی ضد ہے جیسے سهم و سهام اسی سے خیار المال عمدہ مال کو کہا جاتا ہے۔ ائمہ جمع امام یہ افعلة ائمة ہے۔ تحبو نهم ان کی عمدہ سیرت اور نرمی کی وجہ سے تم ان کو پسند کرتے ہو۔ ویحبو نکم محبت جانبین میں رابطہ کا کام دیتی ہے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بریرہ کے خاوند کو اس سے محبت اور بریرہ کو اس سے بغض دیکھ کر تعجب ہوا۔ تصلون علیهم ویصلون علیکم تم ان کے حق میں خیر کی دعا کرنے والے ہو۔ علی سے متعدی ہونے کی وجہ سے مہربانی و شفقت کے معنی کو شامل ہے۔ وہ تمہارے حق میں دعائیں کرتے ہیں کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے احکام ادا کرتے اور مناہی سے باز رہتے ہو اور تمہاری موت کے بعد تم بھی ان کے لئے دعا گو ہوگے اور وہ تمہارے حق میں۔ عاقولی کہتے ہیں دعا کا معنی خوب ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب الفت و قرب اور اتصاف ہو۔ ہر معنی دوسرے کو لازم ملزوم ہے اور ہر ایک کے لئے دوسرے معنی کا لزوم منع کے موقع پر ہے۔ شرار جمع شر کی ہے جو خیر کی ضد ہے۔ اللذین تبغضو نهم ان کی سختی اور نرمی نہ کرنے کی وجہ سے۔ وتلعنو نهم اور تم ان کی بد عملیوں کی وجہ سے ان کے حق میں بددعا کرتے ہوگے۔ اس سے لازم نہیں کہ نام متعین کر کے لعنت کرنا جائز ہے کیونکہ یہاں تو برے حکام کے متعلق لوگوں کی عادات کو بیان کیا جا رہا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ جائز ہے۔ ویلعنو نکم تمہارے ان کے ساتھ سلوک کی وجہ سے وہ تم پر لعنت کرتے ہیں۔ افلاننابذ هم کیا ان کی اطاعت چھوڑ کر ان کی مخالفت نہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی مخالفت مت کرو۔ ما اقاموا الصلوة ما مصدر یہ ہے۔ جب تک وہ نماز کو قائم کرتے رہیں۔ اس میں نماز کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور اس کا ترک واضح کفر کی طرح ہے۔ کیونکہ دوسرے ارشاد میں فرمایا: لا الا ان تروا کفراً بواحًا باب الامر بالمعروف میں یہ روایت گزری یا رسول الله الا نقاتلهم ؟ قال لا ما اقاموا فیکم الصلاة (مسلم) اس سے تنابذہم کی تفسیر اچھی طرح معلوم ہوگئی۔ نابذت کا ظاہر کرنا' کھولنا (المصباح)

**الفوائد**: معجزہ نبوت کا تذکرہ ہے۔ حکام کو اپنی رعایا پر شفقت سے کام لینا چاہئے اور ان پر اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ کرنا ان کا فرض ہے۔

٦٦٢: وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ، رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ، وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْ عِيَالٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

٦٦٢: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا

تین طرح کے آدمی جنتی ہیں: ① انصاف والا حکمران جس کو بھلائی کی توفیق ملی ہو۔ ② وہ مہربان آدمی جس کا دل ہر رشتہ دار اور مسلمان کے لئے نرم ہو۔ ③ وہ پاک دامن جو عیال دار ہونے کے باوجود سوال سے بچنے والا ہو۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ کے حالات باب فضل الاختلاط بالناس میں گزرے ملاحظہ فرمالیں۔ **ثلاثة** عدد مراد نہیں تین اقسام۔ **ذو سلطان** مسلمانوں کے معاملہ میں ذمہ دار بنایا جائے۔ **مقسط** انصاف کرنے والا۔ **موفق** اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرنے والا اور اس کے مناہی سے بچنے والا اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں وارد ہے کہ **ساعة من الملك العادل تعدل عبادة سبعين سنة من غيره** عادل بادشاہ کی ایک گھڑی دوسروں کی ستر سال کی (نفلی عبادت) کے برابر ہے۔ **التوفیق** اسباب کو مسببات کے مطابق بنانا۔ شرعی معنی بندے میں طاعت کی قدرت پیدا کر دینا بعض نے بالفعل کی قید پیدا کرنے میں بڑھائی ہے۔ **ورجل رحیم** مرحوم کی طرف روح کا میلان۔ **رقیق القلب** یہ رقت سے ہے جو درشتی اور سختی کے برعکس ہے۔ ان کی حاجت پر مہربان ہو۔ **لکل ذی قربی و مسلم** پہلے میں تو داعیہ قرابت موجود ہے اور مانع مفقود ہے گویا دوسرا ہی کہا کہ وہ صلہ رحمی کرنے والا ہے۔ سبب بول کر مسبب مراد لیا۔ **عفیف** اصل طبع کے لحاظ سے پاکدامن ہو۔ **متعفف** بتکلف پاکدامنی اختیار کرنے والا ہو۔ معلوم ہوا کہ اخلاق اپنانے سے بڑھتے اور قائم رہتے ہیں۔ **ذو عیال** کامل یقین اور مولا پر اعتماد کی وجہ سے کہ وہ ارزاق کا مالک ہے کسی اور سے سوال نہیں کرتا اگرچہ کثرت عیال کی وجہ سے داعیہ موجود ہے۔ ذو کا لفظ صاحب سے زیادہ بلیغ ہے۔

**تخریج**: جزء من حديث طويل اخرجه مسلم ٢٨٦٥۔

**الفوائد**: صلہ رحمی اور مکارم اخلاق اور انصاف کا معاملہ رعایا سے برتنا حکام کو فریضہ ہے۔ پاک دامنی اور سوال سے گریز اور صدی مال کی طلب ہونی چاہئے۔

# ٨٠: بَابُ وُجُوْبِ طَاعَةِ وُلَاةِ الْامر فِيْ غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيْمِ طَاعَتِهِمْ فِي الْمَعْصِيَةِ

## باب: جائز کاموں میں حکام کی اطاعت کا لازم ہونا اور گناہ میں ان کی اطاعت کا حرام ہونا

**ولاة لا امر** جمع کا مفہوم وجوب طاعت کی قید نہیں بلکہ مطلقاً والی مراد ہے۔ خواہ وہ امام ہو یا سلطان یا بادشاہ یا میر یا عامل۔ **فی غیر معصیة** معصیت میں طاعت نہیں تا کہ مسلمانوں کی بات ایک ہو۔ مخالفت دین و دنیا کے احوال میں بگاڑ کا باعث ہے۔ **وتحریم طاعتهم** ان میں سے ہر ایک کی طاعت حرام ہے۔ **فی المعصیة** وجوب والی شق میں واجب داخل ہے اور

استحباب ومباح اور مکروہ بھی پس ولی الامر کی اطاعت اس میں درجہ بدرجہ داخل ہے اور اطاعت کی تحریم میں صغیرہ وکبیرہ پر اکتفاء ہوگا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [النساء:٥٩]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو حکمران ہوں ان کی''۔ (النساء)

اطیعوا اللّٰہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو طاعت رسول کی تشریف وعظمت کے لئے ذکر فرمایا ہے اور اس سے یہ اشارہ فرمایا کہ رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

واولی الامر منکم لطیفہ: پہلے معطوف میں عامل کو دوبارہ لائے اور دوسرے میں نہیں لائے تاکہ اشارہ کر دیا جائے کہ طاعت رسول انتہائی ضروری ہے اس کے بغیر ایمان ہی نہ ہوگا جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم﴾ اطاعت اولی الامر اگرچہ واجب ضرور ہے مگر اس کو نہ ماننے سے ایمان میں خلل نہ آئے گا (کیونکہ اولی الامر میں وجوب بہت سی شرائط پر موقوف ہے۔ جن کا ہر ایک میں پایا جانا مشکل ہے)

٦٦٣: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ اِلَّا اَنْ يُّؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۶۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مرد پر سننا اور اطاعت کرنا ان سب باتوں میں ضروری ہے جو اس کو پسند ہو یا ناپسند ہو مگر یہ کہ گناہ کا حکم دیا جائے پس جب گناہ کا حکم دیا جائے گا پھر سننا اور ماننا لازم نہیں۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ علی المرء المسلم مسلمان پر واجب ہے۔ السمع و الطاعة والی کی بات کو ماننا اور قبول کرنا۔ **فیما احب و کرہ** خواہ اس کی مراد کے موافق ہو یا مخالف ہو۔

**النحو**: ما مصدریہ ہے اور مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہے۔ الا ان یؤمر بمعصیة جیسے حرام قتل۔ فان امر بمعصیة یہاں دفع التباس کے لئے ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لائے۔ فعل بھی مجہول ہے تاکہ ہر ولی امر والدین سمیت کو شامل ہو۔ فلا سمع ولا طاعة یہ نفی خبر کے معنی میں ہے ای فلا تسمعوا ولا تطیعوا یہ زیادہ بلیغ ہے۔ گویا اس نے اس بات کو مان لیا اور جس کے چھوڑنے کا حکم دیا اس کی نفی کر دی۔ پس اس کے متعلق وہ خبر دے دی جو نفی کرنے والے کے متعلق دی جاتی ہے۔

**تخریج**: اخرجه البخاری ٧١٤٤ ومسلم ١٨٣٩ وابو داود ٢٦٢٦ والترمذی ١٧١٣ والنسائی فی الکبری ٥/٨٧٢٠ وابن ماجه ٢٨٦٤۔

**الفوائد** :امیر کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں کی حدود میں ہے۔ حکام کو اپنی رعایا کے ساتھ ہمیشہ نرم روی سے پیش آنا چاہیے۔

٦٦٤ : وَعَنْهُ قَالَ : كُنَّا اِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا : "فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

٦٦٤ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی بیعت ہر بات سننے اور ماننے پر کرتے تو حضور ﷺ فرماتے جس میں تمہاری طاقت ہو۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ بایعنا باب مفاعلہ لائے کیونکہ انہوں نے اپنے نفوس و اموال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اللہ تعالیٰ کے لئے فروخت کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت کے انعامات کے بدلے دینے کا وعدہ کر دیا گیا تھا۔ علی السمع و الطاعة یعنی حکام کے لئے۔ فیما استطعتم بطور شفقت و رحمت فیما استطعنا کی تلقین فرماتے تا کہ وہ اعمال خارج ہو جائیں جو طاقت سے زائد ہیں۔ یہ اس ارشاد کی طرح ہے: "علیکم من الاعمال ما تطیقون" عاقولی کہتے ہیں مستثنیٰ منہ کے مکمل ہونے سے پہلے مستثنیٰ کے دل میں استثناء کا استحضار ہونا چاہئے۔ الجواب ان ہوں مبایعت کا اعادہ مقید کرنے کی غرض سے کیا۔

**تخریج** : بخاری فی الاحکام' مسلم فی المغازی' عن عبداللہ بن دینار' ترمذی فی السیر' نسائی فی السیر و البیعة (اطراف مزی)

**الفوائد** :امام عادل کی اطاعت و مبایعت سے نہ نکلنا چاہئے تا کہ جماعت کی شیرازہ بندی میں فرق نہ پڑے۔

٦٦٥ : وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ خَلَعَ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهٗ وَمَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ : "وَمَنْ مَّاتَ وَهُوَ مُفَارِقٌ لِلْجَمَاعَةِ فَاِنَّهٗ يَمُوْتُ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً"۔ "الْمِيْتَةُ" بِكَسْرِ الْمِيْمِ۔

٦٦٥ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو آدمی اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (مسلم) اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے جو آدمی اس حال میں فوت ہوا جو جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا ہے وہ جاہلیت کی موت مرا۔

المِيتَةُ: میم کی زیر کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ خلع یداً من طاعة امام کی اطاعت سے خروج اختیار کیا اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت ترک کی۔ خلع

یہ بول کر اس کا لازم معنی بیعت توڑنا مراد لیا۔ عاقولی کہتے ہیں خلع یدیہ وعدے کو توڑنے کے لئے آتا ہے کیونکہ معاہدہ کرنے والا عموماً معاہد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے۔ **لا حجة له** اس دن ترک طاعت کا اس کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا **فی عنقه بیعة** امیر کی اطاعت میں داخل ہو کر اس کی بات قبول کرنے کی بیعت۔

**النَّحْو**: مات کے فاعل سے یہ جملہ محل حال میں ہے۔ **میتة جاهلیه** یہ میتۃ کی صفت ہے۔ یعنی اس کی موت اسی طرح گمراہی پر ہوگی جس طرح اہل جاہلیت کی' کیونکہ وہ کسی امیر کی اطاعت قبول نہ کرتے تھے۔ بلکہ کمزور طاقتور کے لئے لوٹ مار کی جگہ تھا۔

مسلم کی ایک روایت: **هو مفارق للجماعة** یا تو بیعت میں شامل ہی نہیں ہوا یا بیعت میں داخل ہونے کے بعد توڑ دیا۔ یہاں جماعت سے امیر اور جیش اسلام مراد ہے اور یہ بھی درست ہے کہ نمازوں میں جدائی اختیار کرنا مراد ہو جیسے روافض وہ اپنی بدعات (بلکہ کفریہ عقائد) کی وجہ سے ائمہ حق کی طاعت داخلے کو اضطرار وتقیہ کے طور پر قبول کرتے ہیں۔ **میتة جاهلية** یعنی اس کی موت اہل جاہلیت کی طرح واقع ہوگی کہ زمانہ جاہلیت میں وہ کسی کی طاعت کو لازم قرار نہ دیتے تھے۔ **میتة**: موت کی ایک حالت اور قسم۔

**تخریج**: اخرجه البخاری ۷۲۰۲ ومسلم ۱۸۶۷ والترمذی ۱۵۹۳ والنسائی ۴۱۹۸۔

**الفوائد**:

❀ ❀ ❀

۶۶۶: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۶۶۶: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم حکام کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو خواہ تم پر کوئی حاکم حبشی غلام بنایا جائے جس کا سر کشمش کے برابر ہو۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ **اسمعوا** وہ بات جو تمہارے امراء فرمائیں۔ **واطیعوا** معصیت کے علاوہ ان کی اطاعت کرو۔ **وان استعمل علیکم** خواہ تمہارا امیر سریہ یا جیش یا عامل معمولی آدمی ہو۔ امامت عظمیٰ اول تو مراد نہیں اگر وہ مراد لی جائے تو یہ بات بطور مثال مبالغہ استعمال کی گئی ہے جیسا اس روایت میں **لو ان فاطمة بنت محمد سرقت** بطور فرض ہے وقوع مراد نہیں۔ ② وہ اگر زبردستی غالب آ جائے اور وہ امامت کو تمام شرائط نہ رکھتا۔

**النَّحْو**: جملہ کا عطف مقدر پر ہے ② محل حال میں واقع ہے **کان راسه زبیبة**۔ یہ عبد مخصوص سے محل حال میں ہے ② وصف مفرد کے وصف بالجملہ ہے۔ چھوٹے سر حقارت میں مبالغہ زبیبہ فرمایا۔

**تخریج**: بخاری کتاب الصلاۃ والاحکام' ابن ماجه فی الجهاد۔

**الفوائد**: حکم میں اطاعت کو بطور مبالغہ ایک مثال دیکر سمجھایا گیا اگرچہ ایسا حاکم شرعاً متصور نہیں (خطابی)

❀ ❀ ❀

۶۶۷: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "عَلَيْكَ السَّمْعَ وَالطَّاعَةَ

فِيْ عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَاَثَرَةٍ عَلَيْكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

٦٦٧: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم پر سننا اور اطاعت کرنا تمہاری تنگی اور خوشحالی میں بھی' خوشی اور ناپسندیدگی میں بھی اور تم پر دوسروں کو ترجیح کی صورت میں بھی تم پر (ہر حال میں) ضروری ہے۔ (مسلم)

**تشریح** : **علیك** یہ اسم فعل بمعنی الزم ہے یعنی امیر کی بات تم پر سننا لازم ہے۔ **والطاعة** جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو۔ **عسرك ویسرك** فقر و غنا دونوں حال میں **منشطك و مكرهك** بقول قرطبی یہ مصدر ہیں جس کو تم پسند کرتے ہو وہ تمہاری خوشی کے موافق ہے یا مخالف لیکن یہ اس وقت تک ہے جب تک کہ معصیت نہ ہو ورنہ اطاعت نہیں' کیونکہ احادیث صریحہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ **واثرة علیك** یہ ہمزہ کے ضمہ و فتحہ و کسرہ سے تین لغات ہیں۔ جس کا معنی دنیوی معاملات میں ترجیح دینا اور خاص کرنا۔

**تخریج** : اخرجه مسلم ١٨٣٦ والنسائي ٤١٦٦۔

**الفوائد** : کلمہ المسلمین کی اجتماعیت کے لئے تمام احوال میں سمع و طاعت کا حکم دیا گیا۔ دینی حالت کے بگڑ جانے کے وقت طاعت میں اختلاف ہے۔

٦٦٨ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا ' فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِبَآءَهُ وَمِنَّا مَنْ يَّنْتَضِلُ وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِيْ جَشَرِهٖ اِذْ نَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ – فَاجْتَمَعْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ يَّدُلَّ اُمَّتَهٗ عَلٰى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهٗ لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهٗ لَهُمْ ' وَاِنَّ اُمَّتَكُمْ هٰذِهٖ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِيْ اَوَّلِهَا وَسَيُصِيْبُ اٰخِرَهَا بَلَآءٌ وَّاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا ' وَتَجِيْءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ : هٰذِهٖ مُهْلِكَتِيْ' ثُمَّ تَنْكَشِفُ وَتَجِيْءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ : هٰذِهٖ هٰذِهٖ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَاْتِهٖ مَنِيَّتُهٗ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ' وَلْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُّؤْتٰى اِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ فَلْيُطِعْهُ اِنِ اسْتَطَاعَ ' فَاِنْ جَآءَ اٰخَرُ يُنَازِعُهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْاٰخَرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

قَوْلُهٗ "يَنْتَضِلُ" : اَيْ يُسَابِقُ بِالرَّمْيِ بِالنَّبْلِ وَالنُّشَّابِ۔ "وَالْجَشَرُ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالرَّآءِ : وَهِيَ الدَّوَابُّ الَّتِيْ تَرْعٰى وَتَبِيْتُ مَكَانَهَا۔ وَقَوْلُهٗ "يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا" : اَيْ يُصَيِّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا رَقِيْقًا : اَيْ خَفِيْفًا لِعِظَمِ مَا بَعْدَهٗ ' فَالثَّانِيْ يُرَقِّقُ الْاَوَّلَ – وَقِيْلَ مَعْنَاهُ – يُشَوِّقُ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ بِتَحْسِيْنِهَا وَتَسْوِيْلِهَا ' وَقِيْلَ يُشْبِهُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔

۶۶۸: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مقام پر قیام کیا ہم میں سے کچھ اپنے خیمے درست کر رہے تھے اور کچھ تیراندازی میں مقابلہ کر رہے تھے اور بعض مویشیوں میں مصروف تھے تو اچانک حضور ﷺ کے منادی نے آواز دی کہ نماز تیار ہے۔ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں اکٹھے ہو گئے۔ پس آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پہلے جو بھی پیغمبر ہوا اس پر لازم تھا کہ وہ اپنی امت کو ان سب بھلائی کے کاموں کو بتلاتے جن کو وہ جانتا تھا اور جن برائی کے کاموں کو ان کے متعلق وہ جانتا تھا ان سے ان کو ڈرائے۔ بے شک یہ ہماری امت اس کی عافیت اس کے ابتدائی حصے میں ہے اور اس امت کے آخری حصے کو آزمائش پہنچے گی اور ایسے حالات پیش آئیں گے جن کو تم عجیب سمجھتے ہو اور ایسے فتنے آئیں گے کہ ایک دوسرے کو ہلکا کر دے گا اور فتنہ آئے گا جس پر مؤمن کہے گا کہ اس میں میری ہلاکت ہے پھر وہ چھٹ جائے گا پھر دوسرا فتنہ آئے گا پس مؤمن کہے گا یہی ہلاکت ہے۔ پس جس آدمی کو پسند ہو کہ وہ آگ سے دور کر دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو اس کی موت ایسی حالت میں آنی چاہئے کہ وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ ایسا طرز عمل برتنے والا ہو جس کے بارے میں پسند کرتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ برتا جائے اور جو آدمی کسی حاکم کی بیعت کر لے تو وہ اس کو پورا کرے اور اپنے دل کے پھل اس کو دے اور اس حاکم کی جس حد تک ہو سکتا ہے اطاعت کرے۔ پھر اگر کوئی دوسرا آ کر اس کو تابع بنانے کے لئے جھگڑا کرے تو اس دوسرے کی گردن مار دے۔ (مسلم)

یَنْتَضِلُ: تیراندازی میں مقابلہ۔

الْجَشَرُ: جانوروں کو چرانا اور ان کے لئے راستہ کی جگہ بنانا۔

یُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا: بعد والا فتنہ پہلے فتنے کو ہلکا اور چھوٹا بنا دے گا اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی ایک فتنہ دوسرے کا شوق دلائے گا اور اس کے لئے دل میں تزئین پیدا کرے گا اور بعض نے کہا کہ ہر فتنہ ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہوگا (یا یہ کہ پے درپے فتنے آتے جائیں گے)

**تشریح** ۞ منزل اُترنے کا مقام (المصباح) خباء ہ اونٹ کے بالوں یا بکریوں کے بالوں یا بھیڑ کی اون سے بُنا ہوا خیمہ اس کی جمع اخبیہ جیسے کساء وا کسیۃ۔ اس کے دو یا تین ستون ہوتے ہیں۔ جس میں چار یا زیادہ ستون ہوں وہ بیت کہلاتا ہے (المصباح) ینتضل تیروں کی مشق کرنا۔ جشر ۃ اونٹ' گھوڑے کا ریوڑ۔

**النَّحْو**: الصلاۃ جامعۃ ① مبتداء خبر ہے ② اغراء یا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ نووی نے نصب کو ترجیح دی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں یا یہ خبر ہے جو امر کے معنی میں ہے ای اجتمعوا للصلاۃ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں مرفوع ہیں۔ اگر منصوب ہوں تو طلب کے معنی میں ہوں گے۔ قرطبی کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے نماز کا وقت تھا۔ انہوں نے آ کر نماز ادا کی۔ راوی نے بیان سے چھوڑ دیا۔ ورنہ یہ نہیں ہو سکتا کہ منادی نماز کی نداء دے اور وقت نماز ہوا اور نماز نہ ہو۔

**انه لم یکن نبی قبلی** لم یکن یہاں ناقص وتام دونوں ہو سکتا ہے۔ قبلی اسم کی صفت ہے اور خبر محذوف ہوگی۔ ای **متحلیا بشی من الاحوال** کسی پیغمبر پر کوئی سی حالت آتی۔ **الا کان حقا علیه** اس پر لازم تھا کہ وہ اپنی امت کو اس کی اطلاع دے۔ خیر کی بات سکھائے اور خطرے سے خبردار کرے۔ کیونکہ اس کے بھیجنے کی حکمت یہی ہے کہ بندوں کو نفع بخش چیزیں

بتلائیں اور ان کی طرف لائیں ضرر کو نصیحت سے دور کریں اور تبلیغ و بیان سے محنت کر کے ضرر کا ازالہ کریں۔
مستثنیٰ مفرغ ہے۔علیہ یہ خبر مقدم ہے اور اسم ان یدلّ کا جملہ ہے۔

امتکم ھذہ امت محمد یہ علی صاحبہا السلام۔جعل عافیتھا فی اولھا اس کا پہلا حصہ دین کے سلسلہ میں عافیت والا ہے۔قرطبی کہتے ہیں اس سے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم شہادت عثمان رضی اللہ عنہ تک کا زمانہ مراد ہے۔یہی زمانہ امت کی استقامت' عافیت دین کا کامل ترزمانہ تھا۔قتل عثمان رضی اللہ عنہ سے فتنے پھوٹ پڑے اور اس وقت سے اب تک چلے آ رہے ہیں۔وامور تنکرونھا اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خاص خطاب مقصود ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ ان میں سے بعض اس کو پائیں جس کا آپ ﷺ نے بعد میں نام لیا اور اسی طرح ہوا (المفہم للقرطبی) صدیقی کہتا ہے کہ پہلے زمانہ سے صحابہ و تابعین مراد ہو سکتے ہیں اور دوسرے زمانہ سے ان کے مابعد والا زمانہ اور اس کی دلیل یہ روایت ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم اور یہ روایت علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی عضو علیھا بالنواجذ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انوار رسالت کی شعاعیں اس وقت بدعت و ضلالت اور شکوک و فتن ردیہ کے اندھیروں کو ختم کرنے والی تھیں۔سیصیب آخرھا بلاءٌ سین تحقیق کے لئے ہے۔بلاء و ابتلاء کا ایک معنی ہے اور بلیہ کا معنی بھی مشقت ہی ہے (المصباح) تنکرونھا کیونکہ وہ افعال شریعت کے خلاف ہوں گے۔سیجئی کا عطف ان کی خبر پر ہے۔وتجئی فتن یہ جملہ ماقبل کی تاکید ہے۔۲ معطوف ہے۔الفتنۃ اس دین میں کسی بڑے فتنے کی خبر دی گئی ہے۔ھذہ مھلکتی یہ اسم فاعل ہے۔ہلاکت کی نسبت اس کی طرف مجازی ہے۔ثم تنکشف و تجئی الفتنۃ اس فتنے سے پہلے کے علاوہ فتنہ مراد ہے اور دو معرفہ والا قاعدہ اکثری ہے فافہم۔ھذہ ھذہ یہ یہ فتنہ تو بہت بڑا فتنہ ہے۔اسم اشارہ معاملے کی بڑائی کے لئے لائے۔ان یخرج نفسہ من النار جو آدمی اس سے جنت کی طرف بڑھے اور عدم دخول نار کا سبب قرار دے کر موت کو ترجیح دے۔فلتاتہ منیتہ وہ ایمان کی حالت میں مرنے والا ہے۔مات کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ موت تک ایمان پر قائم رہے۔اس کی نظیر یہ آیت ہے:﴿ولا تموتن الا وانتم مسلمون﴾ ولیأت الی الناس الذی یحب ان یوتی الیہ یُؤتی مجہول ہے۔اتی لازم و متعدی دونوں طرح آتا ہے۔وہ وہی افعال لوگوں سے اپنے لئے پسند کرتا ہے۔یہ جوامع الکلم سے ہے۔بقول قرطبی یہ اس ارشاد کی طرح ہے:لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ الناس سے مراد ائمہ و حکام ہیں اس کو ان کی اطاعت کرنی چاہئے اور ان کی خیر خواہی کا طالب ہو۔ایسی خیر خواہی اس کو چاہئے اگر یہ امیر ہوتا (المفہم) سابقہ کلام سے تو یہ تخصیص درست ہے اگر عموم پر رکھیں تو تب بھی مفہوم درست ہے۔نووی کا یہی قول ہے۔صفقۃ یدہ یہ بیعت کے لئے بمنزلہ بیان ہے جیسے کہتے ہیں توضا فغسل وجھہ عرب بیع کے مکمل ہونے پر ہاتھ پر ہاتھ مارتے یہ تکمیل بیع کی علامت تھی (المصباح) قرطبی کہتے ہیں یہ اصل ہتھیلی کو ہتھیلی پر مارنا دو انگلیوں کو ہتھیلی پر مارنا۔ثمرۃ قلبہ قرطبی کہتے ہیں بیعت میں زبان کا اقرار کافی نہیں بلکہ ہاتھ میں ہاتھ دینا ضروری ہے مگر یہ صرف مردوں کا حکم ہے جیسا اس آیت میں ﴿ید اللہ فوق ایدیھم﴾ ان استطاع جن کاموں میں طاعت ہے ان میں اطاعت کرے۔جیسا کہ پہلے گزرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے 'فیما استطعت" فان جاء آخر ینازعہ اگر اطاعت سے نکلا اور عہدے میں جھگڑا کیا۔فاضربوا عنق الآخر اگر وہ باز نہ آئے تو اس طرح کرو اور لڑو۔اس کے قاتل پر ضمان نہیں کیونکہ وہ اپنی لڑائی میں ظالم اور حد سے بڑھنے والا

ہے۔نبال و نشاب دونوں کا معنی تیراندازی ہے۔جشر چراگاہ میں رہنے والے جانور چراگاہ میں جانوروں کے ساتھ مقیم رہنا ہے۔ رقیق ہلکا پھلکا ونرم چلانا بعض نے کہا بہنا' چلانا۔ یہاں مومن کو اس تیرنے والے سے مشابہت دی جو ڈوب رہا ہو۔ ایک موج کو جھلک قرار دیتا ہے تو دوسری کو اس سے زیادہ۔مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ زائد ہیں' عبدالرحمان کہتے ہیں کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات میرے کانوں نے سنی اور دل نے محفوظ کی۔

**تخریج** : اخرجه مسلم ١٨٤٤ وابو داود ٤٢٤٨ والنسائي ٤٢٠٢ وابن ماجه ٣٩٥٦۔

**الفوائد** :انبیاء علیہم اسلام کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنی امتوں کے سلسلہ میں ہر خیر خواہی کا لحاظ رکھیں۔اگر کوئی موت تک ایمان پر ثابت قدم رہے گا تو فتنے اسے نقصان نہ دیں گے۔

٦٦٩ :وَعَنْ اَبِيْ هُنَيْدَةَ وَآئِلِ ابْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَاَلَ سَلَمَةُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُعْفِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ :يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا اُمَرَآءُ يَسْاَلُوْنَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا؟ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ' ثُمَّ سَاَلَهُ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۶۹ : حضرت ابوہنید ہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلمہ بن یزید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔اے اللہ کے نبی ﷺ آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں اگر ہم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں جو اپنا حق ہم سے مانگیں مگر ہمارا حق ادا نہ کریں؟ آپ نے اس سوال سے اعراض فرمایا۔اس نے دوبارہ سوال کیا۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔بیشک ان کے ذمہ اس کا بوجھ ان کو اٹھوایا گیا اور تمہارے ذمہ وہ ہے جو تم اٹھوائے گئے ہو۔(مسلم)

**تشریح** ۞ وعن ابی ھنیدۃ وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ ان کا سلسلہ نسب بن ربیعہ بن یعمر حضرمی ہے۔(ابن عبدالبر) ابن عساکر کہتے ہیں وائل بن حجر بن سعد بن مسروق بن وائل بن ضمعج بن وائل بن ربیعہ بن وائل بن نعمان بن زید اور اقوال بھی ہیں۔یہ حمیر کے بادشاہوں سے تھے۔ان کے ہاں بادشاہ کو قیل کہا جاتا ہے۔یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خود آئے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے متعلق فرمایا دور دراز علاقوں سے آل حمیر کے بادشاہوں میں بقیہ وائل بن حجر اللہ اور اس کے رسول کی طرف رغبت کرتے ہوئے آئے گا۔جب یہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مرحبا کہا' اپنے قریب بٹھایا' اپنی چادر اس کیلئے پھیلائی اور اس پر بٹھایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ وائل بن حجر اور اس کی اولاد میں برکت عنایت فرما۔اس کو منبر پر بٹھایا اور اس کی تعریف فرمائی اور اس کے علاقوں پر اس کو عامل بنایا اور ان کو ایک زمین عنایت فرمائی اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا کہ وہ زمین ان کو ماپ کر دے آؤ۔انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۷۱ روایات نقل کی ہیں۔چھ کو مسلم نے نقل کیا۔البتہ بخاری نے کوئی روایت نہیں لی۔یہ کوفہ میں مقیم ہوئے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔ان کے پاس آئے تو انہوں نے اپنے ساتھ

چار پائی پر بٹھایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین میں موجود تھے اہل حضر موت کا جھنڈا ان کے پاس تھا (تہذیب نووی) سلمة بن یزید بن مشجعہ بن مجمع بن مالک بن کعب بن سعد بن عوف بن حریم بن جعفی (ابن عبدالبر) جعفی اور اصحاب سماک کو ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے سلمہ بن یزید بعض نے یزید بن سلمہ کہا ہے۔ ارایت مجھے اطلاع دو۔ امراء یسالونا حقھم وہ امراء اپنا حق اطاعت وقبولیت مانگیں۔ ویمنعونا حقنا ہمارے حقوق ومصالح کا اہتمام نہ کریں۔ فما تامرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں۔ فاعرض منہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت کی وجہ سے یا انتظار وحی میں اس سے اعراض فرمایا۔ اس نے دوبارہ سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسمعوا واطیعوا ان کو ان کا حق دو اگرچہ وہ تمہیں تمہارا حق نہ دیں۔ فانما علیھم ما حملوا ان کے حق نہ ادا کرنے کے باوجود ان کا حق تم سے ساقط نہ ہوگا (جب تک نماز کو قائم کراتے رہیں) وعلیکم ما حملتم ان کی تفریط تمہارے لئے ان کے حق کی ادائیگی سے مانع نہیں۔

**تخریج**: اخرجہ مسلم ۱۸٤٦ والترمذی ۲۱۹۹۔

**الفرائد**: حکام اگر شریعت کے کسی حکم میں تبدیلی نہ کریں تو ان کوتاہیوں پر صبر سے کام لیا جائے گا ان کی بداعمالیوں کا بوجھ ان پر ہوگا اور تکالیف پر صبر کرنے والے کو اجر ملے گا۔ کوتاہی کے سبب ان کی اطاعت ساقط نہ ہوگی۔

٦٧٠ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّهَا سَتَكُوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةٌ وَّاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا "قَالُوْا" يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَاْمُرُ مَنْ اَدْرَكَ مِنَّا ذٰلِكَ؟ قَالَ تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِيْ عَلَيْكُمْ وَتَسْاَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

٦٧٠ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میرے بعد عنقریب اپنوں کو ترجیح ہوگی اور ایسے کام پیش آئیں گے جن کو تم اوپرا خیال کرو گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم میں سے جو اس حالت کو پائے آپ اس کو کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو تم پر ان کا حق بنے تم اس کو ادا کرو اور تمہارا حق جو ان کے ذمہ ہو اس کا سوال بارگاہِ الٰہی سے کرو۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ انھا ستکون...... ھا کی ضمیر قصہ ہے۔ اثرۃ فئی اور غنیمت کے سلسلہ میں دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ وامور تنکرونھا کیونکہ وہ امور شرعاً برے ہوں گے۔ یہ معجزہ نبوت ہے۔ جو اسی طرح پیش آیا۔ کیف تامرنا اس وقت ہمیں کیا کرنا ہوگا؟ تؤدون اس کا پہلا مفعول حذف کر دیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تم ان کا لازم حق جو تم پر بنتا ہے وہ ادا کرو یعنی اطاعت اور قبولیت۔ تسالون اللہ تعالیٰ سے تم یہ دعا کرو کہ وہ ان کو تمہارا حق ادا کرنے کی توفیق دے دے۔ ② یہ ایسا حکم دے دے جو تمہارے ساتھ انصاف کرنے والا ہو اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اگر حکام زیادتی کریں تو اللہ کے بدلے پر اکتفاء کرنا چاہئے۔

**تخریج** : بخاری فی علامات النبوۃ' مسلم فی المغازی' ترمذی فی الفتن۔

• **الفرائد**: معصیت کے علاوہ حکام کی اطاعت کا حکم ہے اس میں حکمت یہ ہے مسلمانوں میں انتشار نہ پھیلے۔

٦٧١ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ، وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ ، وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۷۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی پس اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی پس اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جو امیر کی اطاعت کرے گا پس اس نے گویا میری اطاعت کی اور جو امیر کی نافرمانی کرے گا پس گویا اس نے میری نافرمانی کی۔
(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ من اطاعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ گویا رسول اللہ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

من عصانی یعنی میری کہی ہوئی بات سے منہ موڑا اور میری منع کی ہوئی چیز کی مخالفت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جیسا کہ اس آیت میں فرمایا: ﴿ومن تولی فما ارسلنك﴾ یعنی جس نے اعراض کیا آپ کو اس کا نگہبان بنا کر نہیں مبعوث کیا آپ ﷺ کے ذمہ پہنچانا ہے۔ حساب ہم خود لے لیں گے۔

من یطع الامیر...... یعنی جس نے میرے مقرر کردہ حاکم کی بات مانی تو اس نے میری بات مانی جس نے امیر کی نافرمانی اس بات میں کی جو اللہ کی معصیت نہیں تو اس نے میری نافرمانی کی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی اطاعت کا حکم دیا اور کام اطاعت رسول کا ہے تو اس میں امیر کی اطاعت رسول کی اطاعت کی طرح ہے اور جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ ہونے کی حیثیت سے منع فرمایا تو اس کا کرنا رسول کی نافرمانی شمار ہوگا۔

**تخریج** : اخرجه احمد ٣/٨٥١٣ والبخاری ٧١٣٧ ومسلم ١٨٣٥ وابو داود ٢٦٢٤ والترمذی ١٧٦٢ والنسائی ٤٢٠٤ والطیالسی ٢٥٧٧ وابن حبان ٤٥٥٦ وابن ابی شیبة ٢١٢/١٢ وعبد الرزاق ٢٠٦٧٩ وابو عوانة ١٠٩/٢ والبیهقی ١٥٥/٨ وابن ماجه ٣۔

**الفوائد** : اس روایت میں اطاعت کی تاکید فرمائی گئی تا کہ امت مسلمہ انتشار و تشتت کا شکار نہ ہو۔

٦٧٢ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ كَرِهَ مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ ، فَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۷۲: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے حاکم کی کوئی بات ناپسند کرے پس وہ صبر کرے اس لئے کہ جو شخص بالشت کے برابر حاکم کی اطاعت سے نکلا وہ جاہلیت کی موت مرا۔
(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **شیئاً**...... خواہ وہ دنیاوی چیز تھی جیسے مالی معاملات میں دوسروں کو ترجیح دینا اور ظلم کرنا وغیرہ یا وہ دینی چیز تھی جیسے عادل ہونے کے ساتھ اس نے فسق اختیار کرلیا البتہ اگر فسق کفر تک پہنچ جائے جیسا کہ اس روایت میں ہے: **الا ان تروا کفرا بواحا۔**

اس کے علاوہ کسی ناپسند بات سے اس سے علیحدگی اختیار نہ کرے اور نہ ہی بغاوت کرے بلکہ ما **فلیصبر** صبر کرے جب تک کہ اجتماعیت کو نقصان نہ ہو اور اس کے خلاف خروج درست نہ ہو جائے۔

**فانہ**...... یہ صبر کی علت بیان کی گئی ہے ۂ ضمیر شان ہے خرج من السلطان اس کی اطاعت سے نکلنا ہے۔ **شبرا** اس سے مراد معمولی مقدار ہے۔ **میتة جاھلیة** یعنی ان کے ہاں جاہلیت کے زمانے میں کمزور آدمی بڑی لوٹ کا نشانہ تھا۔

**تخریج**: اخرجہ البخاری ۷۰۵۳ ومسلم ۱۸۴۹۔

**الفرائد**: زبردستی قابض حکمران کی اطاعت واجب ہے اور اس کے ساتھ مل کر کفار سے جہاد لازم ہے مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لئے خروج طاعت سے طاعت بہتر ہے (ابن حجر)

۶۷۳: وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ: "مَنْ اَھَانَ السُّلْطَانَ اَھَانَہُ اللّٰہُ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ - وَفِی الْبَابِ اَحَادِیْثُ کَثِیْرَةٌ فِی الصَّحِیْحِ وَقَدْ سَبَقَ بَعْضُھَا فِیْ اَبْوَابٍ۔

۶۷۳: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ جس نے بادشاہ کی توہین کی اللہ تعالیٰ اس کی توہین فرمائیں گے۔ (ترمذی) اور کہا حدیث حسن ہے۔

اس باب میں بہت سی احادیث صحیح ہیں۔ جن میں سے بعض مختلف ابواب میں گزریں۔

**تشریح** ۞ عن ابی بکر رضی اللہ عنہ ان کا نام نفیع بن حارث بن کلدہ ثقفی تھا۔ **اھان السلطان** اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی توہین کے طور پر بات نہ سننے والا اور اطاعت نہ کرنے والا ہو۔ اس کا الف لام استغراق کا ہے اس سے مسلمانوں کے معاملات بھر ذمہ دار مراد ہے۔ **اھانہ اللّٰہ**: یعنی دنیا میں اس کی کوشش کو بیکار کر کے اور آخرت میں ذلت اور عذاب دے کر اگر اللہ کی طرف سے معافی نہ دی جائے۔

**تخریج**: اخرجہ احمد ۷/۲۰۵٤٤ والترمذی ۲۲۳۱ واللفظ لہ۔ واسنادہ حسن۔

## ۸۱: بَابُ النَّهْيِ عَنْ سُؤَالِ الْإِمَارَةِ وَاخْتِيَارِ تَرْكِ الْوِلَايَاتِ إِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ عَلَيْهِ أَوْ تَدْعُ حَاجَةٌ إِلَيْهِ

## باب: عہدے کا سوال ممنوع ہے جب عہدہ اسکے لئے متعین نہ ہوتو عہدہ چھوڑ دینا چاہئے اسی طرح ضرورت کے وقت بھی عہدہ چھوڑ دینا چاہیے

سوال! یہ مصدر ہے مفعول کی طرف مضاف ہے۔ یعنی امام سے عہدہ مانگنا۔ اختیار الولایات اذا لم یتعین علیہ! اختیار کا عطف سوال پر ہے۔ جب کوئی اور اس سے بڑھ کر حقدار نہ ہوتو سوال و چناؤ ضروری ہے۔ حاجة! اگر اسے کام سے نہ تو رزق کا حصول مقصود ہو اور نہ مناسب کمائی کا ذریعہ ہوتو اس وقت اسے طلب کرنا چاہئے اگر ضرورت کو زائل کرنے کے لئے یہ متعین نہ بھی ہو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ [القصص:۸۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ آخرت والا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں بڑائی اور فساد نہیں چاہتے اور اچھا انجام تقویٰ والوں کا ہے''۔ (القصص)

تلك! عظمت کی وجہ سے اسم اشارہ بعید لایا گیا ہے۔ علوا! تکبر و بڑھائی۔ فسادا! معاصی کو اختیار کر کے۔ والعاقبة! اچھا انجام۔ للمتقین! جو معاصی سے بچنے والے ہیں۔

باب تحریم الکبر والا عجاب میں اس کی تفسیر گزری۔

۶۷۴: وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ: لَا تَسْاَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْاَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا، وَاِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ مَسْاَلَةٍ وُكِلْتَ اِلَيْهَا، وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَّكَفِّرْ عَنْ يَّمِيْنِكَ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۷۴: حضرت ابوسعید عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبدالرحمٰن بن سمرہ عہدے کا سوال مت کرو اور اگر تمہیں بلا سوال مل جائے تو اس پر تیری مدد کی جائے گی (اللہ کی طرف سے) اور اگر سوال سے ملا تو تمہیں عہدے کے حوالہ کر دیا جائے گا جب تم کسی بات کی قسم اٹھاؤ پھر تم کسی اور کام میں اس سے زیادہ بہتری پاؤ تو وہ کرو جو بہت بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: عبدالرحمن بن سمرہ! ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ سمرہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف (ابن عبدالبر

بخاری) مگر مصعب وزبیر نے ان کے نسب میں حبیب کے بعد ربیعہ کا ذکر کیا ہے۔ ابن عساکر نے پہلے کو درست قرار دیتے ہوئے کہا یہ قرشی عبشمی مکی پھر بصری ہیں۔ مکہ کی فتح کے روز اسلام لائے۔ ان کا پہلا نام عبدالکعبہ تھا بعض نے عبد کلال بتلایا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان نام تجویز فرمایا۔ بصرہ میں سکونت اختیار کر لی۔ خلافت عثمانی میں خراسان کے غزوہ میں شرکت کی اور ۳۳ھ میں بجستان کو فتح کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۴ روایات نقل کی ہیں۔ جن میں ایک متفق علیہ اور ۲ میں مسلم منفرد ہیں۔ انہوں نے ۵۰ھ بصرہ میں وفات پائی بعض نے ۵۱ھ لکھا ہے۔ بعض نے وفات کی جگہ مرو لکھی ہے۔ یہ پہلے صحابی ہیں جن کی تدفین مرو میں ہوئی مگر پہلی بات درست ہے۔ یہ بڑے متواضع تھے۔ جب بارش اترتی تو ٹوپی پہن کر پھاڑا لے کر راستہ صاف کرتے۔ لا تسئل الامارة: معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی عہدے کا سوال کیا تو اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی (۲) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے یہ اطلاع مل گئی کہ یہ اسی غرض سے آئے ہیں آپؐ نے یہ بات فرمائی۔ قرطبی کہتے ہیں ظاہراً ممانعت سے تحریم ہی معلوم ہوتی ہے اس کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: ((انا واللّٰہ لا نولی ھذا العمل احداً سالہ او حرص علیہ)) ترجمۃ الباب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ الامارۃ حکومت وسلطنت کو کہتے ہیں (المصباح) فانک ان اعطیتھا: یہ جملہ متانفہ ممانعت کی علت کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا کہ اگر تمہیں وہ عہدہ بغیر سوال کے مل جائے۔ اعنت علیھا: یعنی اللہ تعالیٰ اپنی توفیق اور تسدید سے تمہاری مدد فرمائیں گے بقول المہلب اعانت کی تفسیر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس تفسیر میں ہے: "من طلب القضاء واستعان علیہ بالشفعاء علیہ وکل الی نفسہ ومن اکرہ علیہ انزل اللہ لہ ملکا یسددہ" (ابن المنذر) ابن حجر کہتے ہیں کہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے البتہ اس کی سند میں جمہور نے کلام کیا کہ عبدالعلیٰ قوی نہیں ہے اور ابن معین نرم ہیں مہلب کہتے ہیں اکراہ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو جس عہدے کے لئے بلایا جائے تو خوف ہیبت کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھے تو ایسے آدمی کی اس عہدہ کو قبول کرنے کے بعد معاونت کی جائے گی اور اس میں اصل وہی ہے من تواضع للہ رفعہ اللہ۔ ان اعطیتھا عن مسالۃ و کلت الیھا: و کل الیہ: کا معنی ہلاک ہونا ہے اور وکل کا معنی حفاظت طلب کرنا اور سپرد کرنا ہے یعنی جس آدمی نے عہدے کو خود طلب کیا تو اس کی حرص کی وجہ سے اس کی مدد منقطع ہو جائے گی یہ بات ظاہر ہے چنانچہ ابن حجر لکھتے ہیں ہر ذمہ داری میں لازماً مشقت ہے جس آدمی کے ساتھ اللہ کی مدد نہ ہو تو وہ حیرت میں پڑا رہے گا اور دنیا اور آخرت کے گھاٹے میں بتلا رہے گا عقل مند تو اس کو لیتا ہی نہ چاہے گا بلکہ جب وہ بغیر سوال کے مخفی طور پر دے بھی دیا جائے تو اس کی اعانت کا سچا وعدہ ہے اور اس پر فضل ہونا کسی سے مخفی نہیں۔ واذا حلفت علی یمین: یہاں علیٰ باء کے معنی میں ہے یا اس سے مراد محلوف ہے۔ فرایت غیرھا خیراً منھا: یعنی دوسرے کا بہتر نتیجہ معلوم ہوا۔ فات الذی ھو خیر: تو اسی بہتر کو اختیار کر و خواہ اس کے چھوڑنے پر تم قسم اٹھا چکے ہو اور قسم کا حانث ہونے کی وجہ سے کفارہ دے دو یہ الفاظ مسلم کے ہیں بخاری میں الفاظ اس طرح ہیں "فکفر عن یمینک وائت الذی ھو خیر" شارحین نے لکھا ہے واؤ چونکہ ترتیب کے لئے نہیں آتی اس لئے کفارے کا پہلے تذکرہ درست ہے اگرچہ بعد میں بہتر ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے اس جملے کو ماقبل سے مستثنیٰ قرار دیا کیونکہ ممنوع عہدے میں کبھی ایسا موقع بھی آ جاتا ہے کہ آدمی کو اس کے قبول نہ کرنے پر قسم اٹھانی پڑتی ہے اگرچہ میں مصلحت بھی ہوتی ہے۔

**تخریج** : بخاری فی الایمان والاحکام' مسلم فی الایمان والنذور' ابو داؤد فی الاخراج مختصراً۔ ترمذی فی النذور والایمان' نسائی فی القضاء والسیر والایمان والنذور۔

**الفوائد** : کسی عہدے کا سوال کرنا مکروہ ہے ایسے آدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں ہوتی اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: ہم حرص ومطالبے پر عہدہ نہیں دیتے۔

٦٧٥ :وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"يَا اَبَا ذَرٍّ اِنِّیْ اَرَاكَ ضَعِيْفًا وَاِنِّیْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِیْ ' لَا تَأَمَّرَنَّ عَلٰی اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيْمٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۶۷۵ :حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھے کمزور پاتا ہوں اور میں تمہارے لئے وہ بات پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں ہرگز دو آدمیوں پر بھی حاکم مت بننا اور یتیم کے مال کا متولی نہ بننا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **یا ابا ذر انی ضعیفا!** ضعیف کا معنی یہاں حقوق کی رعایت کر کے معاملات کو نافذ کرنے سے عاجز ہونا ہے۔ **انی احب لك لنفسی!** یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بطور شفقت فرمایا گیا میں تمہارے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ **لا تتامون علی اثنین!** کہ دو آدمیوں پر بھی امیر مت بننا۔ **ولا تولین!** یہ ولی سے ہے جو قرب کے معنی میں ہے یعنی ہرگز قریب نہ آنا۔ **مال یتیم!** کسی یتیم کے مال کا خواہ قریبی یا دور کا رشتہ دار ہو خواہ مرد ہو یا عورت قریب آنے کی ممانعت متولی بننے کی ممانعت سے زیادہ بلیغ ہے۔

**تخریج** :اخرجه مسلم ١٨٢٦ وابو داود ٢٨٦٨ والنسائی ٣٦٦٩ وابن حبان ٥٥٦٤ والبیهقی ١٢٩/٣۔

**الفوائد** :① جو آدمی حکومت کے فرائض ادا نہ کر سکتا ہو اسے طلب ولایت نہ کرنی چاہئے۔ ② جو آدمی مصالح یتیم کا خیال نہیں رکھ سکتا اسے اس کا متولی نہیں بننا چاہئے۔

٦٧٦ :وَعَنْهُ قَالَ :قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ؟ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰی مَنْكِبِیْ ثُمَّ قَالَ :"يَا اَبَا ذَرٍّ اِنَّكَ ضَعِيْفٌ ' وَاِنَّهَا اَمَانَةٌ ' وَاِنَّهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خِزْیٌ وَّنَدَامَةٌ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَاَدَّی الَّذِیْ عَلَيْهِ فِيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۶۷۶ :حضرت ابوذرؓ سے ہی روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ مجھے کسی جگہ کا عامل مقرر کیوں نہیں فرماتے؟ آپؐ نے اپنا دست اقدس میرے کندھے پر مار کر فرمایا اے ابوذر! وہ عہدہ امانت ہے اور قیامت کے دن وہ شرمندگی اور رسوائی کا باعث بنے گا۔ البتہ وہ شخص جس نے اس کو اس کی ذمہ داری کے ساتھ لیا اور اس کے بارے میں جو ذمہ داری تھی اس کو پورا کیا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **تستعملنی!** یعنی آپؐ مجھے عامل کیوں نہیں مقرر فرماتے۔ اس کا استعمال یہاں استجر الطین کی طرح ہے۔ منکبی یہ مسجد کے وزن پر ہے کندھے کو کہتے ہیں اس کو منکب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر ٹیک لگائی جاتی ہے (المصباح) آپؐ

نے کندھے پر اس لئے ضرب لگائی تا کہ ان کو اپنی استعداد کا جو وہم ہو چلا ہے اس سے خبردار کریں۔ انك ضعيف! تم حکومت کے عہدے کی ذمہ داریاں اٹھانے سے کمزور ہو۔ قرطبی کہتے ہیں ان کے ضعف کی وجہ یہ تھی کہ ان پر زہد اور دنیا کی حقارت اور اس سے اعراض کا غلبہ تھا جو اس مزاج کا ہو وہ دنیا کی مصلحتیں اور ان کے اموال کی طرف توجہ نہیں دے سکتا حالانکہ ان کی رعایت سے دین کے مصالح اور امور منظم ہوتے ہیں ابوذر زہد میں اس حد تک پہنچ گئے کہ انہوں نے مطلقاً مال کے کرنے کو حرام قرار دیا اگرچہ اس کی زکوٰۃ ادا کر لی جائے جب آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو عہدے اور یتیم کے مال کا متولی بننے سے منع فرمایا۔ انها امانة! یعنی دنیا میں یہ ایک امانت ہے جس نے اس امانت کے حق میں نہ تو کوتاہی کی اور نہ خیانت کی تو وہ بری ذمہ ہو گیا اور جس نے الٹ کیا۔ انها يوم القيامة خزى! اس کے لئے امانت کا حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے رسوائی کا باعث بنے گی اور اس کو شرمندگی ہوگی کہ کوتاہی کے باوجود اس نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا اس میں انصاف نہ کرنے والے اور غیر اہل حکام کو تنبیہ کی گئی ہے البتہ عدل والوں کو بہت بڑے اجر اور بڑی فضیلتوں سے نوازا جائے گا اس کا حشر انعام یافتہ لوگوں میں ہوگا اور عرش الٰہی کے نیچے ان کو سایہ ملے گا اسی کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد کے آخری حصے میں اشارہ فرمایا۔ الا من اخذها بحقها! یعنی جس نے عدل کیا انصاف پھیلا ظلم سے بچا۔ عاقولی کہتے ہیں کہ یہ مستثناء منقطع ہے یعنی وہ ذلت و شرمندگی ہے لیکن جس نے اس کو اس کے حق کے ساتھ لیا اس کے لئے ذلت کا باعث نہ ہوگا۔ صدیقی کہتا ہے کہ یہ مستثناء متصل بھی بنتا ہے یعنی عہدہ ذلت ہے مگر جبکہ اس کا حق ادا کیا جائے۔ نووی کہتے ہیں عدل والے عہدے میں بلاشبہ فضیلت ہے لیکن اس میں خطرہ زیادہ ہے اسی لئے بہت سارے علماء سلف نے تکلیف برداشت کر لی مگر عہدہ منظور نہ کیا۔ عاقولی کہتے ہیں عہدے سے پرہیز کرنے کے سلسلے میں یہ حدیث بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ رکاوٹ کے ہوتے ہوئے وہ وصل میں پوری وفا نہیں کر سکتا۔

**تخریج** : اخرجه مسلم ۱۸۲۵

**الفرائد** : ① جو حکومتی ذمہ داری پوری نہ کر سکتا ہے اس کے لئے وہ رسوائی و ذلت کا باعث ہوگی۔ ② جس نے اہلیت رکھتے ہوئے عدل نہ کیا وہ قیامت کے دن رسوا ہوگا۔ ③ جس نے حکومت کا عہدہ اہلیت سے قبول کیا پھر عدل کیا تو اس کے بڑے درجات ہیں۔

٦٧٧ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْاِمَارَةِ ' وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۶۷۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک عنقریب تم حکومت اور امارت کی حرص کرو گے اور وہ قیامت کے دن شرمندگی کا باعث ہوگی۔ (بخاری)

**تشریح** : الامارة! یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے جس طرح خبر دی اسی طرح واقع ہوا یہاں تحرصون پر نون لگا گیا ہے جو کہ قسم کا مفہوم دے رہا ہے اور مضارع کا صیغہ لایا گیا گویا اس سے اشارہ فرمایا جا رہا تھا کہ اس وقت دنیا سے تمہارا اعراض اور زہد بہت زیادہ ہے کہ اس سے منکر سا معاملہ کرتے ہو۔ علی الامارة! اس سے بڑی امارت اور چھوٹا عہدہ ہر دو مراد ہیں۔ ستكون ندامة يوم القيامة! یعنی جو اس عہدے کی اہلیت نہیں رکھتا اور اس کے حق کو پورا نہیں کرتا اس کے لئے

ندامت ہے اگرچہ یہ مطلق ہے مگر مراد اس سے مقید ہے اور اس کو حذف کرنے کی وجہ اس سے دور رکھنا اور نفرت دلانا ہے۔

**تخریج** : الحدیث بتمامه اخرجه البخاری ۷۱۴۸ و کذا اخرجه احمد ۳/۹۷۹۸ والنسائی ۴۲۲۲ وابن حبان ۴۴۸۲ والبیهقی ۳/۱۲۹۔

**الفوائد** : یہ معجزہ نبوت ہے جو اسی طرح پیش آیا جیسے فرمایا۔ جو امارت کی حرص کرے اور اس کا بوجھ برداشت نہ کر سکے۔۔۔ قیامت کے دن حسرت وندامت سے اٹھایا جائے گا۔

## ۸۲ : حَثِّ السُّلْطَانِ وَالْقَاضِي وَغَيْرِهِمَا مِنْ وُّلَاةِ الْاُمُوْرِ عَلَى اتِّخَاذِ وَزِيْرٍ صَالِحٍ وَّتَحْذِيْرِهِمْ مِنْ قُرَنَاءِ السُّوْءِ وَالْقَبُوْلِ مِنْهُمْ

## بَابٌ : بادشاہ اور قضاۃ کو نیک وزیر مقرر کرنا چاہئے اور برے ہم مجلسوں سے بچنا چاہئے

الحث : آمادہ کرنا۔ السلطان والقاضی : بادشاہ اور حاکم اور لوگوں کے درمیان شرعی احکام کا فیصلہ کرنے والا۔ غیرھما : حکام سے متعلق لوگ۔ وزیر صالح : یہ وزر سے لیا گیا ہے جس کا معنی بوجھ ہے اس کی جمع وزراء ہے اس کو وزیر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ کی تدابیر کا بوجھ اٹھاتا ہے اور عدل کو قائم کرنے میں اس کا معاون ہوتا ہے۔ من قرناء السوء : برے ساتھیوں سے اس کو بچنے کا حکم دیا کیونکہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے کیونکہ برے لوگوں کے اشارات کو قبول کرنا گویا فساد پر آمادہ کرنا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾ [الزخرف: ۶۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

''دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے تقویٰ والے لوگوں کے''۔ (الزخرف: ۶۷)

الاخلاء : جمع خلیل ہے جیسے نبی سے انبیاء۔ یومئذ : اس سے مراد معاد و فصل کا دن ہے۔

**اَلنَّحْوُ** : یہ جملہ الاخلاء کی خبر ہے۔ الا المتقین : ان کی محبت باقی رہے گی زائل نہ ہوگی۔

۶۷۸ : وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ''مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَّبِيٍّ وَّلَا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِيْفَةٍ اِلَّا كَانَتْ لَهٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَحُضُّهٗ عَلَيْهِ وَبِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهٗ عَلَيْهِ وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ'' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۶۷۸ : حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو بھیجا اور ان کے بعد جس کو ان کا جانشین بنایا اس کے دو رازدار ساتھی ہوتے تھے۔ ایک رازدار

اس کو نیکی کا حکم دیتا اور اس پر اس کو آمادہ کرتا اور دوسرا راز دار اس کو برائی کا حکم دیتا اور اس پر آمادہ کرتا اور معصوم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ بچائے۔ (بخاری)

**تشریح** ❁ **ما بعث اللّٰہ من نبی:** من یہاں عموم کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ اسی من خلیفۃ کا من بھی کانت یہ وحدت کا معنی دیتا ہے۔ بطانتان ...... **عطیہ!** بطانہ سے مراد راز دار یہاں داعی مراد ہے۔ یہ مصدر ہے اور اسم کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ واحد اور مذکر اور ان کی فروعات پر بولا جاتا ہے (محب طبری) وہ راز دار اس کو عدل وانصاف کو قائم کرنے کے لئے شرعی طور پر مستحسن کاموں کا حکم دیتے ہیں۔ **وبطانۃ تامر بالشر علیہ!** کچھ راز دار برائی پر آمادہ کرتے ہیں۔ **والمعصوم من عصم اللّٰہ!** شیخ اکمل الدین فرماتے ہیں کہ معصوم سے آپ ﷺ کی ذات گرامی مراد ہے۔ جیسے روایت وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت فرمائی جس سے جن ساتھی مسلمان ہو گیا اب آپ ﷺ کو شر کی طرف دعوت دینے والا کوئی نہ رہا۔ صدیقی کہتا ہے کہ اگر عصمت سے مراد گناہ میں مبتلا ہونا محال ہونا ہے تو آپ ﷺ کی ذات مراد ہے اور اگر اس سے مراد مطلق گناہ سے حفاظت ہو تو پھر ہر وہ شخص مراد ہو سکتا ہے جو محفوظ رہے۔ خواہ ابتداً وساوس سے روک دیا جائے خواہ وہ شیطان اپنے کفر پر باقی ہو۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔ (۲) یا اس کے وسوسہ کا دل میں قائم نہ رہنا ہے۔ یہ بھی انہی کی طرح ہے جن سے مواخذہ نہیں جیسا اس ارشاد میں: **ان اللّٰہ تجاوز لامتی ما حدثت بہ انفسھا لم تتکلم او تعمل!** (۳) وسوسہ متقاضی عمل سے اپنے نفس کو پھیر لیا۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا جو اگلی سطور میں ہے وہ دوسری صورت کے قریب ہے۔ ابن التین کہتے ہیں یہ دونوں صورتیں مراد ہو سکتی ہیں کہ قرین و وزیر مراد ہو۔ (۲) وزیر اچھا و برا بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ کرمانی کہتے ہیں نفس امارہ مراد ہے اور دوسرا نفس لوامہ کو خیر پر آمادہ کرنے والا ہو کیونکہ ان دونوں میں قوت ملکیہ اور حیوانیہ دونوں پائی جاتی ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں تمام پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے اور یہ بھی درست ہے کہ بعض مراد ہوں نہ کہ دوسرے۔

**تخریج:** اخرجہ البخاری ٦٦١١ واحمد ٤/١١٣٤٢ والنسائی ٤٢١٣ وابن حبان ٦١٩٢ وابو یعلی ١٢٢٨ والبیھقی ١٠/١١١ واخرجہ فی الادب المفرد ٢٥٦ ضمن حدیث طویل۔ واخرجہ الترمذی ٢٣٦٩ وابن حبان ٦١٩١ بلفظ ما من نبی الا ولہ بطانتان بطانۃ تامرہ بالمعروف وتنھاہ عن المنکر وبطانۃ لا تالوہ خبالاً فمن وقی شرھا فقد وقی ومعنی لا تالوہ خبالاً ای لا تقصر فی افساد امرہ وھو اقتباس من قولہ تعالی لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالاً واللہ تعالی اعلم۔

**الفوائد:** ① اس میں حکام کو آمادہ کیا گیا کہ وہ رعایا کی نگہبانی کریں۔ ② وہی بچ سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ حفاظت کرے۔

٦٧٩ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِالْاَمِيْرِ خَيْرًا جَعَلَ لَهٗ وَزِيْرَ صِدْقٍ اِنْ نَّسِيَ ذَكَّرَهٗ وَاِنْ ذَكَرَ اَعَانَهٗ ، وَاِذَا اَرَادَ بِهٖ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهٗ وَزِيْرَ سُوْءٍ اِنْ نَّسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ وَاِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

٦٧٩: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی حاکم کے ساتھ

بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو راست باز وزیر عنایت فرماتے ہیں کہ اگر وہ بھول جاتا ہے تو وہ اس کو یاد دلاتا ہے اور اس کو نیک کام یاد ہوتا ہے تو اس کی مدد کرتا ہے اور جب کسی حاکم سے دوسری بات کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے برا وزیر مقرر فرما دیتے ہیں۔ اگر وہ بھول جائے تو اس کو یاد نہیں دلاتا اور اگر اس کو یاد ہوتا ہے تو اس کی مدد نہیں کرتا۔ ابوداؤد نے شرط مسلم پر عمدہ سند سے بیان کیا۔

**تشریح** ۞ اذا اراد اللّٰہ! کوان الفاظ سے ذکر کیا من ولی منکم عملاً فاراد اللّٰہ بہ خیرا!(فتح الباری) خیراً! میں تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ پس خاص و عام کو شامل ہے۔ جس کو یہ میسر ہو دارین کی بھلائیاں پانے والا ہے۔ خیر کی تفسیر جنت سے کی گئی ہے۔ وزیر صدق! صدق کی طرف اضافت اس وجہ سے ہے کیونکہ وہ دوستی کی بنیاد ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ قول و فعل اور ظاہر و باطن سب میں سچائی اختیار کرنے والا ہو۔ طیبی کہتے ہیں یہ اصل میں وزیر صادق پھر صفت میں مبالغہ کے لئے اس کے نفس صدق اور مزید خصوصیت کے لئے وزیر صدق کہہ دیا۔ وزیر سے مراد بوجھ اٹھانے والا۔ ان نسی ذکرہ! اگر کسی ضرورت کی چیز کو بھول گیا یا حکم شرعی سے ہٹ گیا یا مظلوم کا معاملہ تھا یا رعایا کی مصلحت کی بات تھی۔ تو اس کو یاد دلائے۔ اگر اس نے مان لیا تو رائے اور قول و فعل سے اس کی اعانت کرے۔ اس کے لئے ماوردی کی احکام السلطانیہ اور طرطوشی کی سراج السلوک ملاحظہ کریں۔

**اذا اراد بہ غیر ذلك!** خیر کے علاوہ شر ہی ہے۔ اشارہ سے اس کی تعبیر کر کے شر سے بہت زیادہ بچنے کی تاکید کر دی۔ اس کی شناعت کی وجہ سے اس کا نام بھی نہیں لیا اور اشارہ بعید سے خیر کی طرف اشارہ کہ وہ بہت بڑی چیز ہے اس کو حاصل کرنا چاہئے۔ وزیر سوء سے برا ساتھی ہے اگر وہ کوئی ضروری چیز چھوڑ جائے گا تو وہ اسے یاد نہ دلائے گا کیونکہ وہ خود قلبی نور سے محروم ہے جو خیر و شر میں امتیاز کرتی ہے اور اگر یاد دلائے گا تو اس کے کرنے میں اس کی معاونت نہ کرے گا بلکہ اس سے ہٹانے کی کوشش کرے گا کیونکہ اس کی طبع میں شرارت اور فعل میں برائی ہے۔

ایک اہم تنبیہ: ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن صلاح کے ہاں جید و صحیح برابر ہیں۔ بلقینی کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جید کو صحیح سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ مگر ماہرین نے کہا کہ صحیح سے جید کی طرف اسی وقت اترتے ہیں جب اس میں کوئی کمی پائی جائے مثلاً حسن لذاتہ سے اوپر ہو مگر صحیح کے درجہ کو پہنچنے میں تردد ہو تو اس وقت جید یا قوی کا لفظ بول دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے نووی نے سند میں علیٰ شرط مسلم کہا ہے۔ یعنی اس کی سند کے رجال مسلم والے ہیں ورنہ صحیحین کی کوئی شرط نہیں نہ ان میں سے کسی ایک کی کوئی شرط ہے جو انہوں نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہو۔ (شرح تقریب السیوطی)

**تخریج** : صحیح الاسناد اخرجہ ابو داود ۲۹۳۲ والنسائی ٤٢١٥ مختصراً۔

**الفوائد** : ① حکام کو ایسے نائب بنانے چاہئیں جو حسن سیرت و کردار سے مزین ہوں تاکہ ملک و رعایا میں خیر پھیلنے کا ذریعہ بنیں۔ ② برے وزراء بنانے سے سب کا بوجھ اسی پر ہو گا۔

## ۸۳: بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَوْلِيَةِ الْإِمَارَةِ وَالْقَضَاءِ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْوَلَايَاتِ لِمَنْ

# سَاَلَهَا اَوْ حَرَصَ عَلَيْهَا فَعَرَضَ بِهَا

## بَابٌ: کسی ایسے آدمی کوحکومت وقضاء کا عہدہ دینا ممنوع ہے جواس کے حصول کے لئے حرص رکھتا ہو یا تعریض کرے

الامارة! بندوں پر حاکم بننا۔ القضاء! مثلاً سپاہی تھا' سالار لشکر' کسی عمل کا عامل وغیرہ۔ لمن سألها! متولی بنادیا گیا اگرچہ اس پر حریص نہ تھا۔ او حرص عليها! اگرچہ ظاہر میں مانگا تو نہیں یعنی اسے اس سے بچنے کی راہ معلوم ہو۔ فعرّض! اس حرص کی وجہ سے تعریض کردی۔ یہ صورت تمنا و مدح حکومت میں شمار ہے۔

۶۸۰ : عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ اَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِیْ عَمِّیْ فَقَالَ اَحَدُهُمَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمِّرْنَا عَلٰی بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ' وَقَالَ الْاٰخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ ' فَقَالَ: اِنَّا وَاللّٰهِ لَا نُوَلِّیْ هٰذَا الْعَمَلَ اَحَدًا سَاَلَهٗ اَوْ اَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۸۰ : حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے دو چچا زاد بھائی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے جن علاقوں پر آپؐ کو والی بنایا ہے ان میں سے کسی پر ہمیں بھی حاکم بنادیں۔ دوسرے نے بھی اسی طرح کی بات کہی۔ پس آپؐ نے ارشاد فرمایا ہم اس کام کا والی کسی ایسے کو نہیں بناتے جو اس کا سوال کرے یا کسی ایسے کو جو اس کی حرص کرے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ و رجلان من بنی عمّی! اشعری لوگوں میں سے دو آدمی۔ ایک میری دائیں اور دوسرا میری بائیں جانب تھا۔ امرنا! ہمیں عامل بنادیں۔ مثل ذلك! اس نے بھی تقریباً پہلے والی بات کہی۔ فقال! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان جیسے لوگوں کو منع کرنے کے لئے فرمایا۔ انا واللّٰه لا نولی هذا العمل احداً ساله او احداً حرص علیه! ہم ان عہدوں پر حرص کرنے والوں کو ذمہ دار نہیں بناتے کیونکہ اس کا سوال ظاہر کرتا ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے فائدے کی ہمت نہیں رکھتا۔ وہ صرف اپنے نفسانی نفع کا خواستگار ہے۔ اس سے وہ دنیا کی کثرت چاہتا ہے اور اس سے لوگوں کا معاملہ بگڑ جائے گا۔ اور اس کے لئے بھی آخرت کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔

**تخریج** : اخرجه البخاری ۷۱۴۹ و مسلم ۱۷۳۳۔

**الفرائد** : غیر مستحق عہدے والا جو خوشحالی اور نعمتیں عہدے کی وجہ سے پاتا ہے اس سے بڑی تنگدستی اور ضرر کا شکار ہوگا خواہ دنیا میں معزول کر کے بے نام کردیا جائے گا یا آخرت میں پکڑا جائے گا جو کہ بڑی ذلت ہے (اعاذنا اللہ منہا)

# کتاب الأدب

## ۸۴: بَابُ الْحَيَاءِ وَفَضْلِهِ وَالْحَثِّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِهِ

## بَاب: حیاء اور اس کی فضیلت اور اسے اپنانے کی ترغیب

ادب! جو چیز قول وفعل میں قابل تعریف ہو۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں مکارم اخلاق کو اپنانے کا نام ادب ہے۔ بعض نے کہا قابل تحسین چیز کی اطلاع پانا بعض نے کہا بڑے کی تعظیم اور چھوٹے کے ساتھ نرمی کا نام ادب ہے۔ یہ مادبۃ سے لیا گیا۔ وہ کھانے کی دعوت کو کہتے ہیں۔ اس کا یہ نام اس لئے ہے کہ اس کو اس کی طرف بلایا جاتا ہے۔ امام بخاری نے اس سلسلہ میں ایک اچھی تالیف فرمائی ہے۔ باب الحیاء! میں حیاء کی تعریف فضیلت اور اس کو اختیار کرنے پر آمادہ کرنا بیان ہوگا۔

۶۸۱: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۸۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک انصاری شخص کے پاس سے ہوا جو اپنے بھائی کو حیاء کے متعلق نصیحت کر رہا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو چھوڑ دو! اس لئے کہ حیاء ایمان کا حصہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ❁ یعظ اخاہ فی الحیاء! وہ اپنے بھائی کو حیاء کی ملازمت پر ہونے والے نقصان کی نصیحت کر رہا تھا۔ اس کی وجہ کے متعلق بخاری نے باب الادب میں کہا کہ وہ اس کو کہہ رہا تھا تو اتنا زیادہ حیاء کرتا ہے یہ تجھے نقصان دے گا۔ ابن حجر کہتے ہیں مجھے اس انصاری کا نام معلوم نہیں ہوسکا اور نہ ہی ان کے بھائی کا۔ دعہ! حیاء سے اس کو منع مت کرو اور حیاء کرنے دو۔ یہ لفظ بخاری کی روایت میں ہے مسلم میں نہیں فان الحیاء من الایمان! حیاء تو ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ جیسا روایت ابوہریرہؓ میں ہے: والحیاء شعبۃ من الایمان! نووی کہتے ہیں اگرچہ یہ طبعی چیز ہے مگر اکتساب وتخلق سے دوسرے اعمال کی طرح حاصل ہو جاتا ہے لیکن قانون شریعت کے مطابق اس کا استعمال اکتساب نیت اور علم کا محتاج ہے۔ اس وجہ سے یہ ایمان کا شعبہ ہے اور اس وجہ سے بھی کہ یہ اعمال خیر پر ابھارنے اور معصیت سے روکنے کا ذریعہ ہے۔

**تخریج**: اخرجه مالك في موطئه ۱۶۷۹ واحمد ۵۰۰۴، ۲ والبخاري ۲۴ ومسلم ۳۶ وابو داود ۴۷۹۵ والترمذي ۲۶۱۵ وابن ماجه ۵۸ وابن حبان ۶۱۰ والحميدي ۶۲۵ والنسائي ۵۰۴۸ وابن منده في الايمان ۱۷۴ وغيرهم من ائمة الحديث الشريف۔

**الفرائد**: حیاء ایک عمدہ عادت ہے جس کو اختیار کرنا چاہئے یہ کمال ایمان کی علامت ہے۔

۶۸۲ : وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلْحَيَآءُ لَا يَأْتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : "اَلْحَيَآءُ خَيْرٌ كُلُّهُ" اَوْ قَالَ : "اَلْحَيَآءُ كُلُّهُ خَيْرٌ"۔

۶۸۲: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''حیاء خیر ہی لاتی ہے''۔ (بخاری ومسلم)

مسلم کی روایت میں ہے کہ حیاء ساری کی ساری خیر ہے یا فرمایا حیاء تمام کی تمام بھلائی ہے۔

**تشریح** ۞ الحیاء! یہ طلب حیاء کے معنی میں ہے۔ لا یاتی الا بخیر! یہ ہمیشہ کی مخالفت اور معصیت کے قصد سے نور ایمان کی وجہ سے مانع ہے۔

واحدی کہتے ہیں استحیاء یہ حیاء سے ہے۔ استحیاء یعنی شرم کرنا قوت حیات کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ وہ عیب کے مواقع کو خوب جانتا ہے اور حیاء قوت حس اور اس کے لطف اور قوت حیات سے حاصل ہوتا ہے۔

فرق روایت: مسلم میں الحیاء خیر کله! اور الحیاء کله خیر! پہلی صورت میں وہ خیر کی تاکید اور دوسری صورت میں وہ حیاء کی تاکید ہے۔ نووی کہتے ہیں بعض لوگوں کو اشکال ہوا کہ کبھی حیاء امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے رکنے کا باعث بنتا ہے اور بعض اوقات حقوق میں خلل کا سبب بن جاتا ہے۔ الجواب: ابن صلاح کہتے ہیں یہ حقیقی حیاء نہیں بلکہ یہ صورت حیاء ہے۔ اس کا عاجزی / بزدلی / ذلت ہے۔ بعض لوگ اسے حیاء کہتے ہیں جو کہ مجازی اطلاق ہے۔ حیاء کی حقیقت یہ ہے ایسا اخلاق ترک قبیح اور حق والے کے حق میں کوتاہی سے انسان کو روک دے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری ۶۱۱۷ ومسلم ۳۷ وابو داود ۴۷۹۶۔

**الفوائد** : جو حیاء نہی عن المنکر سے مانع بنے وہ مذموم ہے یہ بزدلی اور غیر اللہ کا خوف ہے حیاء نہیں۔ حیاء وہ کیفیت ہے جس کی وجہ سے انسان گناہ سے باز رہے۔

۶۸۳ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً ، فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْبِضْعُ" بِكَسْرِ الْبَاءِ وَيَجُوْزُ فَتْحُهَا وَهُوَ مِنَ الثَّلَاثَةِ اِلَى الْعَشَرَةِ۔ "وَالشُّعْبَةُ" : اَلْقِطْعَةُ وَالْخَصْلَةُ "وَالْاِمَاطَةُ" : اَلْاِزَالَةُ "وَالْاَذٰى" : مَا يُؤْذِيْ كَحَجَرٍ وَّشَوْكٍ وَّطِيْنٍ وَرَمَادٍ وَقَذَرٍ وَّنَحْوِ ذٰلِكَ۔

۶۸۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''ایمان کے ستر یا ساٹھ سے کچھ اوپر شعبے ہیں ان میں سب سے اعلیٰ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور سب سے کم راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے اور حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے''۔ (بخاری ومسلم)

اَلْبِضْعُ: تین سے دس تک بولا جاتا ہے۔

اَلشُّعْبَۃُ: ٹکڑا، عادت۔

اَلْاِمَاطَۃُ: ازالہ۔

اَلْاَذٰی: جو تکلیف دے مثلاً کانٹا، پتھر، مٹی، راکھ، گندگی اور اسی طرح کی چیزیں۔

**تشریح** ۞ بضع وسبعون او بضع وستون شعبة: او یہ بقول بیہقی سہل راوی کا شک ہے۔ یہ شعبہ جات باب الدلالۃ کثرت طرق الخیرات میں گزرے ملاحظہ فرمالیں۔ فافضلها: فا تفصیلیہ ہے۔ افضل سے مراد اللہ کے ہاں ثواب میں بڑھ کر یا مرتبے میں بلند تر۔ قول لا الله الا الله: بقول قاضی عیاض اس سے شہادتین مراد ہیں۔ (۲) فقط یہی کلمہ بھی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مفاد میں بڑھ کر اور شرف و مرتبے والا ہے اور نبوت کے بنانے کی حکمت یہی کلمہ ہے۔ ادناها: مرتبے میں کم یا ثواب میں کم۔ اماطه الاذی: اماطہ۔ دور کرنے کو کہتے ہیں اذیٰ سے مراد جو چیز گزرنے والوں کو ایذا دے خواہ وہ پتھر ہو یا کانٹا یا ہڈی وغیرہ کیونکہ راستے سے ہٹا دینے میں گزرنے والوں کو ضرر سے بچالینا ہے۔ الحياء شعبة من الايمان: ایمان کی ایک خصلت ہے۔ ایمان کی شرعی تعریف یہ زبان سے اقرار اور ان چیزوں کی دلی تصدیق جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ اس طرح کی روایات میں ایمان کا اطلاق اعمال پر کیا گیا ہے مطلب یہ ہے یہ کمال ایمان سے ہے کیونکہ طاعات سے ایمان یعنی تصدیق مکمل ہوتی ہے۔ پس ان طاعات کو لازم کرنا اور ان شعبہ ہائے ایمان کو ملانا یہ بھی من جملہ تصدیق سے ہے اور اس پر دلالت کرنے والے ہیں یہ اہل تصدیق کی عادات سے ہے۔ پس یہ ایمان شرعی، لغوی سے خارج نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار فرمایا کہ ان تمام شعبوں کا دارومدار توحید پر ہے۔ کوئی شعبہ بغیر توحید کے درست نہیں ہوتا۔ ان میں سب سے کم درجہ جس سے مسلمانوں کو ضرر پہنچتا ہے۔ وہ راستہ میں پڑا ہوا کنکر و کانٹا ہے۔ اس کا ہٹانا یہ ایمان کا شعبہ ہے۔ ان دونوں اطراف کے درمیان غلبہ ظن سے گنتی ممکن ہے۔ اصل تو حکم کی مراد چھوٹی سے چھوٹی صعوبت ہے۔ ان کو جاننا لازم نہیں اور ان سے ناواقفیت قادح نہیں کیونکہ اصول ایمان تو تحقیق سے معلوم و معروف ہے اور فی الجملہ اس عدد پر ایمان لازم ہے (کلام قاضی عیاض بواسطہ النووی) بضعه: تین سے دس تک۔ خلیل نے سات کہا۔ بعض نے رو سے دس تک کو کہا۔ شعبه: ٹکڑا اور خصلت۔ طین: کیچڑ وغیرہ۔ رماد: راکھ۔ قذر: جو پاک کو پلید کر دے۔ پیشاب، پاخانہ، پاک چیز کی میل ایذاء کا باعث بنتی ہے۔ نحو ذلك: ان میں منحصر نہیں۔ تمام ایذاء کن اشیاء کو شامل ہے۔

**تخریج** : بخاری، مسلم۔

**الفوائد**: حیاء اس وقت تک قابل تعریف ہے جب تک ضعف پیدا نہ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر حیاء دار تھے کہ ناپسندیدہ چیز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر تغیر آجاتا تھا۔

٦٨٤ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَشَدَّ حَيَآءً مِّنَ الْعَذْرَآءِ فِیْ خِدْرِهَا ، فَاِذَا رَاٰى شَيْئًا يَّكْرَهُهٗ عَرَفْنَاهُ فِیْ وَجْهِهٖ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَالَ الْعُلَمَآءُ : حَقِيْقَةُ الْحَيَآءِ خُلُقٌ يَّبْعَثُ عَلٰى تَرْكِ الْقَبِيْحِ وَيَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِيْرِ فِیْ حَقِّ ذِی

الْحَقِّ وَرَوَيْنَا عَنْ اَبِى الْقَاسِمِ الْجُنَيْدِ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ الْحَيَاءُ رُؤْيَةُ الْاٰلَاءِ "اَىِ النِّعَمِ" وَرُؤْيَةُ التَّقْصِيْرِ فَيَتَوَلَّدُ بَيْنَهُمَا حَالَةٌ تُسَمّٰى حَيَاءً" وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۶۸۴: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کنواری پردہ نشین لڑکی سے بڑھ کر حیاء دار تھے۔ اس لئے کہ جب کوئی ایسی چیز آپ دیکھتے جو ناپسند ہوتی تو ہم اس کے آثار آپ کے چہرہ مبارک سے پہچان لیتے۔ (بخاری و مسلم)

علماء نے فرمایا کہ حیاء ایک ایسی خصلت کو کہتے ہیں جو آدمی کو بری چیز کے ترک پر آمادہ کرے اور صاحب حق کے حق میں کوتاہی سے رکاوٹ بنے۔ ابوالقاسم جنید رحمہ اللہ سے ہم نے نقل کیا کہ حیاء اس حالت کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اپنے اوپر انعامات دیکھنے اور پھر ان میں اپنی کوتاہیوں پر نظر کرنے سے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

**تشریح** ۞ حیاء! یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ العذراء! باکرہ لڑکی۔ فی خدرھا! جب کہ وہ اپنے خاوند سے خلوت کرتی جس کو وہ پہلے سے نہیں پہچانتی۔ الگ پردہ میں ہونا مراد نہیں کیونکہ وہاں تو کوئی موجود ہی نہیں جس سے حیاء کرے (اس جدید دور میں باپردہ کنواری اور کھلے منہ پھرنے والی کنوریوں کے حیاء میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ اس حیاء کے مراد لینے میں بھی کوئی مانع نہیں) روایت کا فرق: بخاری کی روایت یہاں تک ہے۔ مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: فاذا رای شیئا یکرھہ عرفناہ فی وجھہ! جب کوئی معمولی ناپسندیدگی کی چیز پیش آتی تو ہم وہ کراہت آپ ﷺ کے چہرے سے معلوم کر لیتے۔

حیاء کی **حقیقت**: وہ عادت قبیح افعال' اقوال' اخلاق کے چھوڑنے پر آمادہ کرے اور اس عادت والے کو حق والے کے حق میں کمی سے روک دے۔ یہ بعث کی نسبت خلق کی طرف مجازی ہے۔ حاصل یہ ہے ایسا ملکہ جو نفس کو ادائیگی حقوق اور قطع تعلقی کے چھوڑنے پر آمادہ کرے۔

ابوالقاسم جنیدؒ فرماتے ہیں (یہ ابن محمد قواریری کے نام سے بھی معروف ہیں فقہ شافعی کے بڑے ائمہ سے ہیں یہ نہاوند کے رہنے والے تھے ان کی پیدائش عراق کی ہے بغداد میں ۲۹۷ھ میں ہفتہ کے دن وفات پائی) اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دیکھنا اور پھر اپنی کوتاہی پر نظر ڈال کر دل میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کو حیاء کہتے ہیں (نووی)

**تخریج**: اخرجه البخاری ۳۵٦۲ ومسلم ۲۳۲۰ وابن ماجه ٤١٨٠۔

# ۸۵: بَابُ حِفْظِ السِّرِّ

## بَاب: بھید کی حفاظت

السر! چھپے ہوئے معاملات۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ [الاسراء: ۳۴]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''تم وعدہ کو پورا کرو بے شک وعدے کے متعلق پوچھا جائے گا''۔ (الاسراء)

**مسئولا** : یعنی اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔ یہ باب حذف سے ہے۔ (۲) اسناد مجازی ہے۔ (۳) **مسئولاً هو هل وفی به ام لا؟** پس اس صورت میں یہ اس آیت کی طرح ہے: ﴿اذا المؤودة سئلت بای ذنب قتلت﴾ اس کے کرنے والے کو دلانے کے لئے پوچھا جائے گا۔ اس بات میں ذکر کی وجہ یہ ہے کہ اس کے چھپانے کی عادت لفظاً یا حالاً پائی جاتی ہے۔

۶۸۵ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''اِنَّ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الرَّجُلُ یُفْضِیْ اِلَی الْمَرْاَةِ وَتُفْضِیْ اِلَیْهِ ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّهَا'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۸۵ : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ میں بدتر وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی سے ملاپ کرے اور وہ اس سے ملاپ کرے پھر وہ مرد اس راز کو پھیلا دے''۔ (یعنی دوستوں میں مزے سے بیان کرے)۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ان من اشر الناس : یہ جملہ منزلۃ سے حال ہے۔ اصل میں صفت تھی مقدم ہونے کی وجہ سے حال کا اعراب دیا۔ یوم القیامۃ : یہ اشریت کا ظرف ہے۔ الرجل یفضی : الف جنس کا ہے۔ افضاء یہ جماع سے کنایہ ہے۔ ینشر سرّھا : مقدمات اور تفاصیل جماع دوسروں کے سامنے ذکر کردے۔

**مَسْئَلَۃ** : حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔

**تخریج** : اخرجه مسلم ۱۴۳۷ وابو داود ۴۸۷۰ وفی اسناده عمر بن حمزة العمری متکلم فیه۔

**الفوائد** : مرد و عورت کو اپنے باہمی قول و فعل کو ظاہر کرنا حرام ہے۔ البتہ جب عجز عن الطباع یا اعراض کا معاملہ پیش آئے تو فیصلہ کے لئے اظہار کیا جائے گا۔

۶۸۶ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حِیْنَ تَاَیَّمَتْ بِنْتُهٗ حَفْصَةُ قَالَ لَقِیْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعَرَضْتُ عَلَیْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ: اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ؟ قَالَ: سَاَنْظُرُ فِیْ اَمْرِیْ فَلَبِثْتُ لَیَالِیَ ثُمَّ لَقِیَنِیْ فَقَالَ: قَدْ بَدَا لِیْ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ یَوْمِیْ هٰذَا فَلَقِیْتُ اَبَابَكْرِ الصِّدِّیْقَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ: اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ یَرْجِعْ اِلَیَّ شَیْئًا فَكُنْتُ عَلَیْهِ اَوْجَدَ مِنِّیْ عَلٰی عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَیَالِیَ ثُمَّ خَطَبَهَا النَّبِیُّ ﷺ فَاَنْكَحْتُهَا اِیَّاهُ۔ فَلَقِیَنِیْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ:

لَعَلَّكَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَيْكَ شَيْئًا؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ فَقَالَ فَاِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ عَلِمْتُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَهَا فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَوْ تَرَكَهَا النَّبِيُّ ﷺ لَقَبِلْتُهَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"تَاَيَّمَتْ" اَيْ صَارَتْ بِلَا زَوْجٍ وَّكَانَ زَوْجُهَا تُوُفِّيَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "وَجَدْتَ": غَضِبْتَ۔

۶۸۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عمر کی صاحبزادی حفصہ بیوہ ہوگئیں تو عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا۔ پس میں نے ان کے سامنے حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا معاملہ پیش کیا۔ میں نے کہا اگر تم پسند کرو تو حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کا نکاح میں تم سے کر دیتا ہوں۔ عثمان نے کہا میں اپنے معاملہ میں غور کروں گا۔ پس میں چند راتیں رکا رہا پھر وہ مجھے ملے اور کہا کہ میرے سامنے یہی بات آئی ہے کہ میں ان دنوں میں شادی نہ کروں۔ پھر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا پس میں نے کہا اگر تم پسند کرو تو میں حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کا نکاح تم سے کر دیتا ہوں؟ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا پس میں عثمان رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت ان پر زیادہ رنجیدہ ہوا۔ پس میں کچھ راتیں ٹھہرا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اس کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجا میں نے آپ ؐ سے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے اور کہنے لگا شاید تم مجھ پر ناراض ہوتے ہو گے جبکہ تم نے نکاح حفصہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ مجھ پر پیش کیا تو میں نے تمہیں کوئی جواب نہ دیا؟ میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے کہا مجھے اس میں جواب دینے سے اور کسی چیز نے نہیں روکا مگر صرف اس بات نے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح کا ذکر فرمایا تھا اور میں حضور ﷺ کے راز کو افشاء کرنے والا نہ تھا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نکاح کا ارادہ ترک فرما دیتے تو میں اس کو قبول کر لیتا۔ (بخاری)

تَاَيَّمَتْ: بیوہ ہونا۔ وَجَدْتَ: تم ناراض ہوئے۔

**تشریح** ۞ حین تایمت بنته حفصة! حین یہ قال کا ظرف مقدم ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند کا نام خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ۔ ان کی وفات مدینہ میں ہوئی۔ یہ احد میں زخمی ہوئے۔ دارقطنی کا قول یہ ہے کہ انہوں نے طلاق دے دی تھی۔ یہی ابن النحوی کا قول ہے۔ اس قول کے مطابق روایت کا مطلب یہ ہوگا۔ انہوں نے ہجرت کے تیس ماہ بعد شادی کی اور پہلے قول کے مطابق انہوں نے بدر کے دو سال بعد شادی کی۔ خنیس کا سلسلہ نسب یہ تھا۔ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی قرشی سہمی' یہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں یہ سابقین فی الاسلام سے تھے۔ انہوں نے حبشہ کی طرف بھی ہجرت کی۔ لقیت عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنه! میں عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ملا۔ فعرضت علیه حفصه! اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی بیٹی کے سلسلہ میں نیک لوگوں سے نکاح کی پیش کش کر دے۔ ان شئت انکحتك! ای بنت عمر قبولیت آمادہ کرتے ہوئے لائے۔ ای اقبل بنت عمر۔ سا نظر فی امری! میں اپنے معلوم میں غور کر لوں آیا ابھی شادی کروں یا موخر کروں۔ ملبثت لیالی! میں نے کئی راتیں انتظار کیا۔

**اَلنَّحْوُ**: لیالی ظرف منصوب ہے۔ بدالی! مجھے یہ ظاہر ہوا۔ یومی ھذا! یوم سے مطلق زمانہ مراد ہے۔ اس سے تجاہل کا وہم دور کرنا مقصود ہے۔ فصمت! انہوں نے قصداً خاموشی اختیار کی یا کوئی داعیہ تھا۔

**فلم یرجع!** یہ متعدی ہے جیسا اس آیت میں ﴿فان رجعك الله﴾! یعنی مجھے واپسی جواب نہ دیا نہ قبول سے نہ اعراض نہ تعریض نہ تصریح سے۔ **فکنت اوجد علیه!** میں ان پر زیادہ ناراض تھا۔ **منی علی عثمان!** عثمان کی بنسبت کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب تو دے دیا خواہ نفی میں دیا۔ مگر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو بالکل چھوڑ دیا۔ **فانکحتها ایاہ!** یہ جملہ ہے جو عہد کی خلاف ورزی کے باب میں اس روایت کو ذکر کرنے کا باعث ہے۔ اور ابن عساکر نے مسند عمر میں بھی اسی لئے ذکر کیا (شرح بخاری لابن نحوی) **فلقینی ابوبکر فقال لعلك وجدت علی حین عرضت!** تکمیل نکاح کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور کہنے لگے شاید تم مجھ پر اس وقت سے ناراض ہو جب تم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مجھ پر پیش کیا۔ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ لعل یہاں شفقت کے لئے ہے۔ وجد! ناراضگی کرنا۔ حین! یہ جملہ کی طرف مضاف اور خود ظرف ہے۔ **نعم!** کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں نے بھی بغیر چھپائے بات صاف کہہ دی۔ ذکرھا! اس کے ساتھ نکاح کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ میں نے اس راز کو ظاہر کرنا پسند نہ کیا کیونکہ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور راز مجھے فرمائی تھی۔ **ولو ترکھا!** اگر آپ نکاح نہ فرماتے تو اس کو نکاح میں قبول کر لیتا۔

**مَسْئَلَۃ**: جس عورت سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا ارادہ ہو کسی دوسرے کو اسے پیغام نکاح دینا حرام ہے اور جس سے اعراض کر لیں تو اس سے نکاح حرام نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشاء کرنا حرام ہے۔ اس جملے کو مسند حمیدی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا۔ تایمت! بے خاوند ہونا۔ وجدت! وجد الضالہ گمشدہ کو پالا نا' وجد علیه ناراض ہونا (المصباح)

**تخریج**: اخرجه البخاری ۵۱۲۲۔

**الفوائد**: ① جہاں سے خیر ہی کی توقع ہو وہاں نکاح کے لئے پیشکش میں گناہ نہیں۔ ② راز کی حفاظت اس کو ضروری ہے جس کو ذمہ دار بنایا جائے۔

۶۸۷: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنَّ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَهُ فَاَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَمْشِيْ مَا تُخْطِیءُ مِشْيَتُهَا مِنْ مَشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا، فَلَمَّا رَاٰهَا رَحَّبَ بِهَا وَقَالَ: "مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِهٖ اَوْ عَنْ شِمَالِهٖ، ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا، فَلَمَّا رَاٰى جَزَعَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ - فَقُلْتُ لَهَا: خَصَّكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهٖ بِالسِّرَارِ ثُمَّ اَنْتِ تَبْكِيْنَ؟ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَاَلْتُهَا مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَتْ مَا كُنْتُ لِاُفْشِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ: عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِيْ عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَا حَدَّثْتِنِيْ مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: اَمَّا الْاٰنَ فَنَعَمْ اَمَّا حِيْنَ سَارَّنِيْ فِي الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ وَاَنَّهٗ عَارَضَهُ الْاٰنَ مَرَّتَيْنِ" وَاِنِّيْ

لَا اَرَى الْاَجَلَ اِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ فَاِنَّهٗ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَكِ" فَبَكَيْتُ بُكَائِيَ الَّذِيْ رَاَيْتِ، فَلَمَّا رَاٰى جَزَعِيْ سَارَّ فِي الثَّانِيَةِ فَقَالَ: "يَا فَاطِمَةُ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْ سَيِّدَةَ نِسَآءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ؟ فَضَحِكْتُ ضَحِكِيَ الَّذِيْ رَاَيْتِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

۶۸۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی ازواج آپ کے پاس تھیں جبکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ ان کی چال رسول اللہ ﷺ کی چال سے ذرہ بھر مختلف نہ تھی۔ جب ان کو آپ نے دیکھا تو خوش آمدید کہی اور فرمایا مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ۔ پھر ان کو اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھا لیا۔ پھر ان سے رازدارانہ باتیں کہیں پس وہ بہت روئیں۔ جب آپ نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو دوسری مرتبہ ان سے رازداری کی بات فرمائی تو وہ ہنس پڑیں۔ پھر میں نے ان کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں رازوں کے لئے اپنی بیویوں کے درمیان خاص کیا۔ پھر تم رو دیں۔ پس جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ تم سے رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے راز ظاہر کرنے والی نہیں ہوں۔ جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تمہیں اپنے حق کے حوالے سے قسم دیتی ہوں تم مجھے ضرور وہ بات بتلاؤ جو رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کہی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اب میں بتلاتی ہوں۔ پھر پہلی مرتبہ جب حضورؐ نے مجھے رازداری کی بات فرمائی کہ مجھے یہ خبر دی کہ جبرائیل میرے ساتھ قرآن پاک ہر سال میں ایک یا دو مرتبہ دور کرتے تھے اور انہوں نے اب دو مرتبہ کیا ہے اور میں نہیں خیال کرتا یہ کہ وقت مقررہ قریب آ گیا پس تو تقویٰ اختیار کرنا اور صبر کرنا۔ شان یہ ہے کہ میں تیرے لئے بہت اچھا پیش رو ہوں۔ پس میں رو پڑی جیسا کہ تم نے دیکھا۔ پھر جب آپ نے میری گھبراہٹ دیکھی تو مجھے دوسری مرتبہ رازدرانہ بات فرمائی اور فرمایا اے فاطمہ! کیا تو راضی نہیں کہ تو مومنوں کی عورتوں کی سردار بنے یا اس امت کی عورتوں کی سردار بنے۔ پس میں ہنس پڑی جیسا تم نے میرا ہنسنا دیکھا۔ (بخاری و مسلم) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

اَلنَّحْوُ: کن ازواج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم! یہ فعل فاعل اکلونی البراغیث! کے قبیل سے ہے۔ فاقبلت فاطمۃ رضی اللّٰہ عنہا تمشی! تمشی یہ جملہ حالیہ ہے جو فاعل سے حال ہے۔ ما تخطی شیئا! یہ حال متداخل ہے۔ (۲) اقبلت کے فاعل سے حال مترادف ہے۔ (۳) جملہ مستانفہ ہے اور چلنے کے انداز کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا۔ مشیۃ! ایک انداز کا چلنا۔ شیئا! مفعول مطلق یا مفعول بہ ہے۔ رحب ..... مرحبا با بنتی! جلدی مرحبا کہا' مرحبا یہ رحبت بلک الدار! سے لیا گیا ہے۔ اس کا مطلب نزلت مکانا رحبا واسعا بھا! ہے۔ تم وسیع جگہ میں اترے ہو۔ ثم اجلسھا...... او شمالہ! راوی کو دائیں یا بائیں جانب کی تعیین میں شک ہے۔ ثم سارھا! ثم ظاہر کر رہا ہے کہ پہلے ملاطفت کی اور باتیں فرمائیں پھر سرگوشی فرمائی۔ جو اور کسی کو معلوم نہ ہوئی۔ فبکت بکاء شدیدا! کیونکہ سرگوشی میں سب سے بڑی مصیبت کی اطلاع تھی۔

صبت علی مصائب لو انها ☆ صبت علی الایام صلان لیالیا

فلما رای جزعها! جزع الرجل اس وقت کہتے ہیں جب آدمی کی پشت کمر پر پڑے بوجھ سے عاجز آ جائے اور صبر کی طاقت نہ رہے (المصباح) سارھا الثانیۃ! یہ سر کے بعد جہر ہے۔ غم کے بعد دلجوئی فرمائی۔ فقلت لھا! آثار جزع کے متعلق سوال کیا۔ ثم انت تبکینی! تکرار اور تخصیص کا تقاضا ایسا تھا جس نے تمام مقتضیات بکاء سے ان کو مشغول کر دیا ورنہ اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوتا تو وہ ضرور اس سلسلہ میں ان کی معاونت کرتیں جیسے ام ایمن کے ہاں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کی۔ قام! سے مراد اس مجلس سے اٹھ جانا ہے۔ ما قال لك! ان تمام باتوں کا پوچھنا یا فقط سبب بکاء کا پوچھنا مقصود تھا۔ لا فشی! یہ امر جد ہے اور افشاء اظہار کو کہتے ہیں۔

السخو: سرہ! مفرد مضاف عموم کو ظاہر کرتا ہے یعنی کسی بھی راز کو۔

بمالی! با قسمیہ یا سببیہ۔ عزمت علیك من الحق! حق سے مراد یہ ہے۔ یہ امہات المؤمنین سے تھیں۔

عزمت علیك! یہ قسم سے استعارہ ہے۔ لما حدثنی! لام قسم کو ظاہر کرتی ہے اور ما مزید تاکید کے لئے ہے۔ اما الان! یہ محذوف کا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای سالتنی الان۔

حین سارنی! ظرف مقدر کا منصوب ہے۔ ای بکائی وقت سارنہ! ہر عرب ظرف کے مسئلہ میں بہت وسعت دیتے ہیں جو اور اسم کے متعلق نہیں۔ جبرئیل! یہ سریانی لفظ ہے۔ اس کا معنی عبداللہ ہے۔ عارضہ الان مرتین! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا دور ہر سال ایک مرتبہ ہوتا۔ دو مرتبہ ہونے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا۔ اری الاجل! میں گمان کرتا ہوں کہ عمر کا آخری زمانہ آن پہنچا۔ اری! یہاں الظن کے معنی میں ہے۔ فاتقی اللہ! جب یہ موقعہ آئے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور نوحہ گریبان پھاڑنا بال نوچنا وغیرہ تقدیر پر عدم رضا والے اعمال نہ کرنا۔ واصبری! اہتمام کے لئے صبر کو دوبارہ ذکر کیا کیونکہ اکتاہٹ کی وجہ سے طبع جزع کی طرف جھکتی ہے۔ فانہ نعم السلف انا لك! یہ جملہ مستانفہ ہے جو ماقبل کے لئے بطور علت لایا گیا ہے یعنی یہ گھبراہٹ فراق کا نعم البدل ہے۔ بکائی! یہ رونا گناہ سے خالی تھا ورنہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور منع فرماتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے رونے کو دیکھا۔ اما ترضین! اما مخاطب کو خبردار کرنے کے لئے لائے کیونکہ موقعہ کی بڑائی کا تقاضا یہ تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا صدمہ بڑا تھا تو صبر والوں کو اس پر عظیم تر ثواب ملنا چاہئے تو ان کو افضل نساء ھذہ الامۃ! بنا دیا گیا۔ ایک اور روایت میں اسی طرح وارد ہے۔ فضحکت! یہ ہنسی تکبر سے خالی تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کو تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر مان لیا۔ آنسو جاری ہوئے مگر بے صبری کے الفاظ جاری نہ ہوئے جیسا وفات ابراہیم علیہ السلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقك یا ابراھیم لمحزونون! اور جب بشارت ملی تو غرور پیدا نہ ہوا کیونکہ بشارت پر ان کو کامل یقین تھا۔ گویا یہ اسی طرح کی حالت تھی جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا: "انا اول من تنشق عنہ الارض یوم القیامۃ ولا فخر"۔

**تخریج**: بخاری باب علامات النبوۃ، مسلم باب الفضائل، نسائی فی الوفات، ابن ماجہ فی الجنائز۔

**الفوائد**: (۱) اس میں حضرت فاطمہؓ کی منقبت ظاہر ہوتی ہے ان کی آمد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور ان کا اکرام۔ (۲) حفاظت راز ضروری ہے۔ (۳) موت کے بعد راز ظاہر کرنے میں حرج نہیں۔

٦٨٨ : وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : اَتٰی عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَاَنَا اَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَسَلَّمَ عَلَیْنَا فَبَعَثَنِیْ فِیْ حَاجَتِہٖ فَاَبْطَاْتُ عَلٰی اُمِّیْ فَلَمَّا جِئْتُ قَالَتْ : مَا حَبَسَکَ؟ فَقُلْتُ : بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِحَاجَۃٍ ' قَالَتْ مَا حَاجَتُہٗ؟ قُلْتُ : اِنَّھَا سِرٌّ – قَالَتْ : لَا تُخْبِرَنَّ بِسِرِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَحَدًا۔ قَالَ اَنَسٌ : وَاللّٰہِ لَوْ حَدَّثْتُ بِہٖ اَحَدًا لَحَدَّثْتُکَ بِہٖ یَا ثَابِتُ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَرَوَی الْبُخَارِیُّ بَعْضَہٗ مُخْتَصَرًا۔

٦٨٨ : حضرت ثابت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا پس آپؐ نے ہمیں سلام کیا اور پھر مجھے اپنے کسی کام بھیج دیا جس سے مجھے اپنی والدہ کے پاس جانے میں دیر لگی۔ جب میں والدہ کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ تمہیں کس چیز نے روک دیا؟ میں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے اپنے کسی کام بھیجا۔ وہ کیا کام تھا؟ میں نے کہا وہ راز ہے۔ میری والدہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے راز کی خبر ہرگز کسی کو نہ دینا۔ حضرت انس نے فرمایا اللہ کی قسم اگر میں وہ راز کسی کو بیان کرتا تو اے ثابت میں تمہیں بیان کرتا۔ (مسلم) بخاری نے اس کا کچھ حصہ مختصراً بیان کیا ہے۔

**تشریح** ۞ **وعن ثابت!** یہ ثابت بنانی تابعی ہیں کثیر الروایات ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حالات گزرے۔ **اتی!** آنے کے معنی میں ہے۔ **وانا العب مع الغلمان!** علیٰ سے جملہ حالیہ ہے۔ **غلمان!** جمع غلام۔ اس سے مراہق کے کھیلنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ **فسلم علینا!** یہ آپ ﷺ کا حسن اخلاق اور شفقت تھی۔ **فبعثنی!** مجھے بھیجا۔ (المصباح)

**اَلنَّحْوُ** : بعث فعل با کے ساتھ اور متعدی بنفسہ ہے اور فارابی نے اس کا معنی **اھبہ و بعث بہ و جھہ!** کیا ہے۔ **حاجۃ!** بڑا کام یا چھوٹا کام دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ **فابطات علی امی!** میں نے والدہ کے ہاں جانے میں دیر کی۔ **ما حبسك؟!** (ض) کس چیز نے تمہیں روکا۔ **حاجه!** کی جمع حاجات اور حوائج، اصمعی کہتے ہیں اس کی جمع حاجات چاہئے۔ ابو عبید نے حوائج بھی درست قرار دیا ہے۔ **ما حاجته!** ضرورت کی تعیین کا سوال کیا۔ **سرّ!** جو چیز چھپائی جائے دوسرے پر ظاہر نہ کی جائے۔ **لا تخبرن!** الفاظ کا اضافہ زیادہ معنی کو چاہتا ہے۔ نہی کی تاکید ہے کہ ہرگز ظاہر نہ کرنا۔ **احدا!** سیاق نفی میں نکرہ عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔ کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ **واللہ لو حدثت بہ!** ثابت سے کمال شفقت کو ظاہر کرتے ہوئے راز کی حفاظت کو سمجھاتے ہوئے فرمایا۔ یہ انس کی وفا عہد اور کمال امانت ہے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری ٦٢٨٩ ومسلم ٢٤٨٢ واللفظ له۔

**الفوائد** : ① آپ کی تواضع کا عظیم نمونہ ہے کہ بچوں کو گزرتے سلام فرمایا۔ ② انس رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کے راز کی حفاظت کرنا ظاہر ہوتا ہے۔

# ۸۶: بَابُ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَاِنْجَازِ الْوَعْدِ

## باب: وعدہ وفا کرنا

الوفا! جب کسی بات کا عہد کرے تو اس کو پورا کرے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا﴾ [الاسراء: ۳۴]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور تم وعدے کو پورا کرو بے شک وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا''۔ (الاسراء)

اوفوا بالعهد! جو لوگوں سے معاہدے کرتے اور معاملات جو لوگوں سے باندھتے ہو۔ (۲) جو اللہ تعالیٰ نے تم سے تکلیفی وعدہ لا الہ کے ذریعہ لیا ہے۔ ان العهد كان مسئولا! عہد کے متعلق باز پرس ہوگی۔ (۲) عہد سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ اس کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ﴾ [النحل: ۹۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور تم وعدے کو پورا کرو جب تم وعدہ کرو''۔ (النحل)

(۲) واوفوا بعهد الله! جن تکالیف شرعیہ کا تم سے وعدہ لیا۔ (۲) جو تم نے اس سے اقرار کے ذریعہ لازم کیا یعنی توحید اور فرائض عبودیت ان کو پورا کرو۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ [المائدة: ۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اے ایمان والو! تم اپنے وعدوں کو پورا کرو''۔ (المائدہ)

(۳) يا يها الذين امنوا اوفوا بالعقود! یہاں عقود سے عہد مراد ہیں اور تمام قرآنی معاہدے اس عموم عقود میں شامل ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾

[الصف: ۲-۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے ہاں یہ ناراضگی کے لحاظ سے بہت بڑی بات ہے تم وہ بات کہو جو تم خود نہ کرو''۔ (الصف)

(۴) یاایھا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتاً عند اللّٰہ!مقت سخت ناراضگی کو کہتے ہیں۔ یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا فاعل جملہ ان تقولوا الخ! ہے۔ یہ اندازِ کلام خوب مبالغہ کو ظاہر کر رہا ہے۔ اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک جماعت نے کہا اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ افضل و محبوب ترین اعمال کیا ہیں تو ہم ان کو اپنا ئیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ محبوب ترین عمل جہاد ہے۔ جب وہ فرض کر دیا گیا تو بعض نے ناپسند کیا اور بعض یکسو ہو گئے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ (۲) اس وقت نازل ہوئی جب انہوں نے جہاد کو مانگا۔ جب آزمائے گئے تو پیٹھ پھیر گئے۔ (۳) منافقین کے متعلق اتری جو مؤمنین کی نصرت کا وعدہ کرتے مگر ایفاء نہ کرتے۔ غرض شانِ نزول جو بھی ہو۔ آیت میں وعدہ خلافی کرنے والے کے لئے سخت وعید ہے۔

٦٨٩ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اٰیَةُ الْمُنَافِقِ" ثَلَاثٌ :اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ زَادَ فِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ : "وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ"۔

۶۸۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب بات کرے جھوٹ بولے۔ (۲) جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔ (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں خواہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور خیال کرے کہ وہ مسلمان ہے۔

**تشریح** : آیۃ!علامت و نشانی۔ المنافق!(۱) اس سے مراد وہ منافقین ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے۔ وہ ایمان کی بات کرتے مگر عمل سے تکذیب کرتے۔ نصرت دین کا عہد کر کے اس کی خلاف ورزی کرتے امانت دین کی خیانت کرتے۔ (۲) اگر کسی مؤمن میں یہ صفات ہوں تو وہ اس کے حق میں نفاق والا جس کے ساتھ وہ یہ معاملات برتتا ہے۔ البتہ اسلام کا نفاق نہ ہوگا جو باطنی کفر کو کہا جاتا ہے۔ خطابی کہتے ہیں نفاق عملی مراد ہے نہ کہ اعتقادی۔ برماوی کہتے نفاق کی دو قسمیں ہیں (۱) نفاق شرعی جس کا معنی باطن میں کفر ظاہر میں ایمان (۲) عرفی نفاق اس کا اندرون اور اس کے ظاہر کے خلاف ہو اور وہی یہاں مراد ہے (اللامع الفصیح علی الجامع الصحیح)

ثلاث !جنس کا ارادہ کر کے اس کو آیت کی خبر بنایا گیا ہے یعنی ان میں سے ہر ایک نشانی ہے یا تینوں کا مجموعہ نشانی ہے۔ اذا حدث کذب !کذب خلاف واقع کو کہتے ہیں۔

**النحو** : جملہ خبریہ کو دوسری خبر کے طور پر لائے یا ما قبل کا بدل جبکہ وہ بات کرے۔ واذا وعد اخلف!وعدہ خلافی تو کذب میں داخل ہے مگر جب یہ بالفعل ہو تو کذب میں داخل نہ تھی اس لئے الگ لائے۔ (۲) وعدہ خلافی کو الگ حقیقت قرار دیا جو تحدیث سے خارج تھی۔ جیسا شاعر نے کہا:

فان تفق الانام وانت منهم ☆ فان المسك بعض دم الغزال

یہ گویا خاص کا عطف عام پر ہو کی جنس سے ہے (برماوی) وعدے کو خلف کہنے کی وجہ اس کا پورا نہ ہونا پایا جانا ہے۔ واذا

اوتمن خان! یعنی جب اس کو امین بنایا جائے۔ خیانت! خلافِ شرع تصرف کو کہا جاتا ہے۔ وجہ تخصیص یہ ہے ان تینوں کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نفاق کی بنیاد باطن کا ظاہر کے خلاف ہونا اس پر یہ تینوں مشتمل ہیں۔ فرق روایت: ان صام وصلی! ان وصلیہ ہے۔ اگر چہ وہ جو اس کے پاس ہے۔ اس کو ثابت کرنے والا ہو کہ وہ مسلمان ہے مگر یہ منافقین کی خصلتیں ہیں۔

**تخریج**: اخرجه احمد ۳/۹۱۶۹ والبخاری ۳۳ ومسلم ۵۹ والترمذی ۲۶۳۱ والنسائی ۵۰۲۶ وابن حبان ۲۵۷ وابن منده فی الایمان ۵۲۷ والبیهقی ۶/۲۸۸۔

**الفوائد**: دین کا دارومدار تین چیزوں پر ہے: (۱) قول (۲) عمل (۳) نیت۔ آپ ﷺ نے قول کی خرابی کو کذب سے، فعل کی خرابی کو خیانت سے اور نیت کے بگاڑ کو عہد کی خلاف ورزی سے تعبیر فرمایا۔ اگر کرنے کا پختہ عزم ہو مگر کسی عارضہ سے نہ پہنچ سکے تو یہ وعدہ کی خلاف ورزی وغیرہ میں نہیں آتی۔

۶۹۰: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: "اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۹۰: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ چار باتیں جس میں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں کوئی ایک خصلت پائی جائے تو اس میں منافقت کی ایک خصلت ہوگی جب تک وہ اس کو ترک نہ کرے: (۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (۴) اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح**: العاص! اگر چہ عاص سے ہو کسرہ پر اکتفاء سے یا کو حذف کر دیا۔ (۲) عیص سے تو اجوف ہے جیسا پہلے گزرا۔ اربع! یہ مبتداء اس کا مضاف الیہ محذوف ہے ای اربع خصال۔

**النحو**: خصله...... حتی یدعها! (۱) یہ مبتداء کی خبر ہے (۲) صفت ہے اور اذا اوتمن الخ! یہ خبر ہے (بربادی) دوسرا احتمال کمزور ہے۔ غدر! کسی انسان سے معاہدہ کر کے اس کی مخالفت کرنا۔ فجر! حق سے ہٹ کر باطل بات کہے۔ دیانت کا پردہ چاک کر دے۔ نووی کہتے ہیں پہلی اور اس روایت میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ ایک کبھی تو کئی چیزیں بن جاتی ہیں اور کبھی ایک ہی رہتی ہے۔ طیبی کہتے ہیں علامات کبھی ایک ایک کر کے گنی جاتی ہیں اور کبھی الگ الگ۔ زرکشی کہتے ہیں اس طرح کہنا چاہئے خاص عدد زائد و ناقص پر دلالت نہیں کرتا۔ صدیقی کہتا ہے مفہوم عدد حجت نہیں بعض نے حجت مانا ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد ۲/۶۷۸۲ والبخاری ۳۴ ومسلم ۵۸ والترمذی ۲۶۳۲ والنسائی ۵۰۲۳ وابن حبان ۲۵۴ وابن منده فی الایمان ۵۲۲ وابو عوانة ۱/۲۰ والبیهقی ۹/۲۳۰۔

**الفوائد**: یہ خصال منافقین کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں یہ معنی نہیں کہ وہ منافق ہے۔ انہی خصائل کی مذمت کی تاکہ ان کو ترک کر دیا جائے۔

۶۹۱ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ : "لَوْ قَدْ جَآءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا" فَلَمْ يَجِيْءُ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَلَمَّا جَآءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَمَرَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَنَادٰى : مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عِدَةٌ اَوْ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا۔ فَاَتَيْتُهُ وَقُلْتُ لَهُ : اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِيْ كَذَا وَكَذَا ، فَحَثٰى لِيْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا فَاِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ فَقَالَ لِيْ خُذْ مِثْلَيْهَا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۹۱: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تجھے اس طرح اور اس طرح اور اس طرح دوں گا۔ بحرین کا مال نہ آیا یہاں تک کہ حضور ﷺ وفات پا گئے۔ جب بحرین کا مال آیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکم دے کر اعلان فرمایا جس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وعدہ یا قرضہ ہو تو وہ ہمارے پاس آ جائے پس میں ان کی خدمت میں آیا اور میں نے ان سے کہا بے شک نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس طرح اور اس طرح فرمایا۔ پھر انہوں نے مجھے دونوں ہاتھ بھر کر مال دیا جس کو میں نے شمار کیا تو وہ پانچ سو تھے پھر مجھے فرمایا کہ اس سے دوگنا اور لے لو۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **لو !** اگر تمنی کے لئے ہو تو جواب کی ضرورت نہیں اگر شرطیہ ہو قد جاء کا جملہ اس کے اور شرط کے درمیان فاصل ہوگا۔ **اعطیتك هكذا و هكذا و هكذا !** یہ تین دفعہ لینے کی کیفیت سے کنایہ ہے۔ بخاری کی روایت میں **فبسط يديه ثلاث مرات !** کے لفظ وارد ہیں۔ **اعطيتك !** یہ لو کا جواب شرط ہے۔ باب فضل الزہد میں جابر کا آنا مذکور ہے مگر یہ آمد اس سے الگ ہے۔ وہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی آمد کے موقعہ پر ہے واللہ اعلم۔ وہ وہی موقعہ ہے جب عباس رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی کہ میں نے اپنا اور اپنے بھتیجوں کا فدیہ دیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے ان کو لینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ممکن ہے کہ وہ بحرین سے آنے والا کوئی اور مال ہو اور البحرین یہ اسماء منقولہ سے ہے اس لئے اس کو اس کا اعراب دیا جائے گا (تثنیہ نہ بنایا جائے گا) **فلم يجئ مال البحرين !** بحرین کے عامل علاء بن حضرمی تھے اور یہ مال جزیہ تھا۔ **حتي قبض النبي صلي الله عليه و سلم !** یہاں حذف ہے اس پر کلام دلالت کر رہی ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو گئے۔ **فلما جاء مال البحرين امر ابوبكر رضي الله فنادي !** جس کو حکم دیا تھا اس نے منادی کی۔ **من كان له عند رسول الله صلي الله عليه و سلم عدة !** یہ وعد کے معنی میں ہے۔ او یہ نوع کو بیان کرنے کے لئے لائے۔ **فلياتنا !** وہ مال حاصل کرنے کے لئے ہمارے ہاں آئے۔ **كذا و كذا !** یہ کنایہ کے لفظ ہیں۔ **فحثي لي حثية !** یہ حثوۃ بھی آتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دینے میں جلدی کی اس کی چند وجوہ ہیں: (۱) ابوبکر رضی اللہ عنہ جابر رضی اللہ عنہ کی دینداری کو جانتے تھے وہ مال کی خاطر غلط بیانی نہیں کر سکتے اس لئے فوراً دے دیا۔ (۲) ممکن ہے دلائل و شواہد قائم کئے ہوں کیونکہ عامۃ المسلمین کے مال میں تصرف درست نہیں خواہ مطالبہ کرنے والا کتنا نیک ہو۔ حافظ نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے۔ (۳) خود ان کو معلوم تھا۔ اپنے علم کی بنیاد پر حاکم دے سکتا ہے (فتح کتاب الشہادات) (۴) وہ وعدہ درحقیقت بیت المال کے مال پر تھے جس کی تقسیم رائے امام پر موقوف ہے۔

النحو: فاذا هي خمسمائة!ھی مبتدا خمس ما خبر ہے۔اذ مفاجات کے لئے ہے۔

تخریج: اخرجه البخاری ۲۲۹۶ و مسلم ۲۳۱٤۔

الفرائد: ① ابوبکر صدیقؓ نے جب خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو آپ کے وعدوں کی وفاء کو بھی لازم سمجھا اوران کو پورا کیا۔ ② ابوسفیانؓ نے بھی ہرقل کے سامنے نبوت کے خصائل میں وفا بالعہد کا ذکر کیا تو اس نے اس کو علامات نبوت سے قرار دیا۔

## ۸۷ :بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلٰى مَا اعْتَادَهُ مِنَ الْخَيْرِ

## بَابٌ: جس کارِ خیر کی عادت ہو اس کی پابندی کرنا

المحافظه! بہت حفاظت ۔اعتاده! عادت ہونا۔محافظہ میں مفاعلہ مبالغہ کے لئے ہے۔مغالبہ کے لئے نہیں ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ [الرعد: ۱۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ نعمتوں والے معاملے کو تبدیل نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ اس چیز کو تبدیل کر دیں جو ان کے دلوں میں ہے''۔(الرعد)

تشریح ۞ ما بقوم!سے مراد نعمت یا نقمت ہے۔ما بانفسهم! یعنی احوال جیلہ یا قبیحہ حدیث قدسی میں وارد ہے۔ وعزتي وارتفاعي فوق عرشي ما من اهل قرية ولا اهل بيت كانوا على ما كرهته من معصيتي ثم تحولوا عنها الى ما احببت لهم من طاعتي الا حولت بهم عما يكرهون من عذابي الى ما يحبون من رحمتي''! مجھے اپنی عزت و بلندی کی قسم جو عرش پر ہے۔جو بستی والا اور گھر والا میری نافرمانی پر تھا جو مجھے ناپسند ہے'پھر انہوں نے اپنے کو میری طاعت کی طرف بدل لیا تو میں اس عذاب کو جسے وہ ناپسند کرتے ہیں' اپنی پسندیدہ رحمت سے بدل دیتا ہوں اور یہ بھی ہے کہ جب غیر متعبد جس کو طاعت غیر اللہ کی عادت ہے۔اس سے باز آجاتا ہے تو اس کو کثرت سے ثواب دیتے ہیں۔حدیث میں فرمایا: فان الله لا يمل حتى تملوا! اللہ ثواب دیتے نہیں تھکتے تم کرتے کرتے تھک جاؤ گے۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا﴾ [النحل: ۹۲]

''وَالْاَنْكَاثُ'' جَمْعُ نِكْثٍ وَّهُوَ الْغَزْلُ الْمَنْقُوْضُ''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:''تم اس عورت کی طرح مت بنو جس نے اپنے سوت کو مضبوط کر لینے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا''۔

الْاَنْکَاثُ : جمع نِکْثٍ ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا دھاگہ۔

**تشریح** ۞ انکاث جمع نکث! ٹوٹے ہوئے دھاگے کے ٹکڑے۔ **ولا تکونوا!** قسم اور عہد توڑنے میں تم اس کی طرح مت بنو۔ **نقضت!** بگاڑ دیا۔ **غزلھا!** مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی دھاگہ۔ **من بعد قوۃ انکاثا!** انکاث جمع نکث ٹکڑا (المصباح) جیسے حمل واحمال۔ ٹوٹا ہوا دھاگہ۔ یہ مفعول مطلق ہے۔ یہ نقض عہد کی مثال ہے۔ منقول ہے کہ مکہ میں ایک پاگل عورت ایسا کرتی تھی۔

**وَقَالَ تَعَالٰی :**

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ﴾

[الحدید:١٦]

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور نہ وہ ان لوگوں کی طرح ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پس ان پر مدت دراز ہوگئی جس سے ان کے دل سخت ہو گئے''۔ (الحدید)

**ولا تکونوا کالذین!** یہ ان تخشع پر معطوف ہے۔ **من قبل!** سے یہود ونصاریٰ وغیرہ۔ **الامد!** ان کے اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان زمانہ طویل ہوگیا۔ **فقست قلوبھم!** وہ دنیا کی طرف جھک گئے اور اللہ تعالیٰ کے مواعظ سے منہ موڑ لیا۔

**وَقَالَ تَعَالٰی :**

﴿فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ [الحدید:٢٧]

اللہ ذوالجلال والاکرام نے ارشاد فرمایا:

''انہوں نے حق رعایت نہ کی جیسا رعایت کرنے کا حق تھا''۔ (الحدید)

**فما رعوھا حق رعایتھا!** کہ ان کو اسی طرح ادا کرتے جیسا اپنے اوپر لازم کرلیا اور اس کو قربت بھی خیال کیا۔

باب المحافظة علی السنة! میں ان دونوں آیات کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

٦٩٢ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

٦٩٢ : حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ تم فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا وہ رات کو قیام کرتا تھا پس اس نے رات کا قیام چھوڑ دیا۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ **فلان!** کے متعلق نام معلوم نہیں ہوسکا۔ محققین نے کہا جس کو مبہم رہنے دیا گیا اس کا نام تلاش نہ کرنا چاہیے۔ کوتاہی کرنے والوں کی پردہ پوشی چاہیے پھر نفرت دلانے کے لئے اچھے کام سے رکنے والے کی مثال دی۔ **کان یقوم اللیل!** وہ نماز تہجد پڑھا کرتا تھا۔ **فترک قیام اللیل!** اس بات کو آپ نے ناپسند فرمایا کیونکہ اس سے طاعت کے امور سے بے پرواہی

کی اگر وہ دل کی زندگی چاہتا تو ایسا نہ کرتا۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۱۱۵۲) و مسلم (۱۱۵۹/۱۸۵) والنسائی (۱۷۶۲) وابن ماجه (۱۳۳۱)

**الفرائد** : ① جس پہلے امام کی عادت ہو اس پر دوام اختیار کرنا چاہئے۔ ② اللہ تعالیٰ کو دین کا وہ عمل پسند ہے جس پر مداومت ہو۔

## ۸۸ : بَابُ اِسْتِحْبَابِ طِيْبِ الْكَلَامِ وَطلاقة الْوَجْهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

## بَاب : ملاقات کے وقت خوش کلامی اور خندہ پیشانی پسندیدہ ہے

طیب الکلام! نرمی اختیار کرنا اور درشتی کو چھوڑنا۔ طلاقة الوجه! شرح صدر سے چہرے کا کھلنا اور تبسم کرنا۔ شاعر نے اس سلسلہ میں خوب کہا

بشاشة وجه المرء خير من القرى ☆ فكيف بمن يقرى القرى وهو يضحك

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [الحجر:۸۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور تم اپنے بازوؤں کو مؤمنوں کے لئے جھکا دو''۔ (الحجر)

واخفض جناحك! تواضع اختیار کرو اور پہلو کو نرم رکھو۔ للمؤمنین! کفار سے نہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واغلظ علیهم! ان پر سختی برتیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [آل عمران:۱۵۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اگر آپ ﷺ تند مزاج' سخت دل ہوتے تو آپ کے گرد سے (لوگ) منتشر ہو جاتے''۔ (آل عمران)

ولو کنت فظا! بداخلاق۔ غلیظ القلب! سخت دل۔ لا نفضوا من حولك! وہ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔

۶۹۳ : وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۹۳ : حضرت عدیؓ بن حاتم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے سے ہی ہو۔ پس جو شخص یہ بھی نہ پائے تو وہ اچھی بات کے ذریعے سے بچے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ: ان کے حالات گزرے ملاحظہ فرمائیں۔ اتقوا النار: تم ایسی چیز بناؤ جو تمہیں آگ سے بچائے۔ ولو بشق تمرة: وہ بچنا خواہ نصف کھجور سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان اللہ لا یظلم مثقال ذرة وان تك حسنة یضاعفها: اور فرمایا فمن یعمل مثقال ذرة خیراً یره: اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت آیت ہے۔ جب کہ ان کے ہاں سائل آیا انہوں نے ایک انگور اس کو بطور صدقہ دیا۔ اس سائل نے اس کو حقیر قرار دیا تو انہوں نے فرمایا یہ کئی مثاقیل کے برابر ہے۔ فمن لم یجد بکلمه طیبة: جو آگ سے بچنے والا صدقہ نہ پائے۔ خواہ معمولی ہو۔ تو وہ اچھی بات کہہ دے اس کی عمدگی اس صدقے کے قائم مقام ہو جائے گی۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۹۴) والترمذی (۲۷۲۲) والحاکم (۷۷۱۶)

**الفوائد** : باب طرق الخیر میں گزر چکے۔

٦٩٤ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهُوَ بَعْضُ حَدِيْثٍ تَقَدَّمَ بِطُوْلِهِ۔

۶۹۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی بات صدقہ ہے (بخاری و مسلم)

اس طویل حدیث کا ایک حصہ روایت نمبر ۱۲۲ میں پہلے گزر چکا۔

والکلمة الطیبة: جیسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مخاطب سے نرم گفتگو کرنا۔ صدقة: یہ خبر ہے۔ صدقہ اگرچہ عموماً مال میں سمجھا جاتا ہے لیکن وہ مال کے علاوہ میں بھی ہے جیسے نرم بات۔ یہ طویل حدیث کا ایک حصہ ہے۔ طویل روایت باب بیان طرق الخیر میں گزر چکی۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (۴۸۳۹)

٦٩٥ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ ان تلقى اخاك بوجه طليق" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۶۹۵: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھلائی میں سے چھوٹی چیز کو بھی حقیر نہ سمجھو۔ خواہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات ہو۔ (مسلم)

**تشریح** ✿ المعروف: جو شرعاً اچھا قرار دیا جائے۔ ولو ان تلقى اخاك بوجه طليق: اگرچہ وہ بھلا کام کھلے چہرے اور تبسم و بشاشت سے اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات ہو کیونکہ ظاہر باطن کا عنوان ہے۔ اس کا اس طرح ملنا محبت کی علامت ہے اور اسی طرح تیرا اس کی ملاقات پر خوش ہونا۔ آپس میں محبت و چاہت یہ مسلمانوں میں مطلوب ہے۔

**تخریج** : مسلم۔

# ۸۹ :بَابُ اِسْتِحْبَابِ بَيَانِ الْكَلَامِ وَاِيْضَاحِهِ لِلْمُخَاطِبِ وَتَكْرِيْرِهِ لِيُفْهَمَ اِذَا لَمْ يُفْهَمْ اِلَّا بِذٰلِكَ

## باب: مخاطب کیلئے بات کی وضاحت اور تکرار تاکہ وہ بات سمجھ جائے' مستحب ہے

بیان الکلام! بات اس طرح ظاہر کرنا کہ مخاطب پر اس کا کوئی حرف مخفی نہ رہے۔ ایضاحہ! مراد کو ظاہر کرنے والے لفظ کو استعمال کرنا اور مخاطب کے لئے نامانوس الفاظ سے گریز کرنا تاکہ سمجھنے میں سہولت رہے۔ وتکریرہ! اس کے ظاہری الفاظ کو دہراتا اگرچہ بار بار لوٹانے سے ہو۔ اصل مقصود پختگی ہے اگر موقعہ ہو تو تکرار مطلوب ہے اور یہ ایک مرتبہ یا زیادہ سے بھی حاصل ہوسکتا ہے تاکہ وہ سمجھ جائے جبکہ وہ اسی طرح سمجھنے والا ہو۔

۶۹۶ : عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ ' وَاِذَا اَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۶۹۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب کوئی بات فرماتے تو آپ اس کو تین دفعہ دوہراتے تاکہ اچھی طرح سمجھ آ جائے۔ جب کسی قوم کے پاس تشریف لاتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے۔ (بخاری)

**تشریح** : کلمہ! لغوی معنی مراد ہے۔ اعادھا ثلاثا! جبکہ اعادے کا موقعہ ہوتا خواہ مزید توجہ کے لئے یا مخاطبین کی کثرت کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے۔ حتی تفھم عنہ! تاکہ سمجھ لیا جائے۔ حتی! یہاں تعلیلیہ ہے اگر غایت کے لئے ہوتا تو ثلاث سے مقید نہ ہوتا۔ سلم علیھم ثلاثا! تین مرتبہ سلام فرماتے اس کی وجہ (۱) مجمع کی کثرت کی وجہ سے ابتدا پھر درمیان پھر آخر میں سلام فرماتے۔ (۲) بعض کے نیند کی وجہ سے غفلت کے سبب۔ (۳) کسی اور مصروفیت کی وجہ سے (۴) اجازت کے وقت جیسا خطابی نے کہا۔ حدیث میں فرمایا: اذا استاذن احدکم ثلاثا فلم یوذن لہ فلیرجع! اگرچہ پہلے سلام سے اجازت مل جائے تو دوسرا اسلام سنت نہیں۔ برماوی نے کہا سب سے بہتر معنی یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کسی قوم کے پاس جاتے تو اجازت کے لئے سلام کرتے اور جب آپ ﷺ داخلے ہوتے تو داخلے کا سلام کرتے اور جب سلام کرتے تو الوداعی سلام کرتے تیسرا مسنون ہے۔ ابن بطال کہتے ہیں سلام' کلام میں تکرار اس وقت ہوتا جبکہ سمجھ میں نہ آئے یا سلام سنا نہ جائے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ سلام زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ اور وضاحت بھی اسی طرح۔

**تخریج** : اخرجہ البخاری (۹٤) والترمذی (۲۷۲۳) والحاکم (٤/۷۷۱٦)

**الفوائد** : سمجھانے کے لئے کلام کو تین مرتبہ دہرانا مناسب ہے۔ آپ تین مرتبہ اجازت طلب فرماتے اگر اجازت نہ ملتی تو واپس لوٹ جاتے۔ (کذا قال ابن قیم)

۶۹۷ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ

كُلُّ مَنْ يَسْمَعُهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

۶۹۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو جدا جدا ہوتی تھی جس کو ہر سننے والا سمجھ لیتا۔ (ابوداؤد)

**تشریح** ۞ کلام! جو گفتگو آپ فرماتے۔ کلاما فصلا! واضح وظاہر (۲) حق و باطل میں فیصلہ اس آیت میں یہی معنی ہے۔ انہ لقول فصل! فیصلہ کن۔ النہایہ اور پہلے قول کے لئے یہ جملہ مستانفہ مؤید ہے۔ یفھمہ کل من یسمعہ! سمجھنا ظاہر کرنے کے قریب تر ہے۔ مفرد کے ساتھ وصف کے بعد بھی یہ کلام کے لئے محل صفت میں ہے۔ (۲) محل حال میں ہو کیونکہ وہ وصف سے خاص ہو گیا ہے تو نکرہ اس کی صفت نہیں بن سکتا۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۱۲۱) و مسلم (٦٥) و النسائی (٤١٤٣) و ابن ماجه (٣٩٤٢)

## ۹۰: بَابُ اِصْغَاءِ الْجَلِيْسِ لِحَدِيْثِ جَلِيْسِهِ الَّذِیْ لَيْسَ بِحَرَامٍ وَ اسْتِنْصَاتِ الْعَالِمِ وَالْوَاعِظِ حَاضِرِیْ مَجْلِسِهٖ

## بَاب: ہم مجلس کی بات پر توجہ دینا جب تک کہ وہ حرام نہ ہو اور حاضرین مجلس کو عالم وواعظ کا خاموش کرانا

اصغاء! سیر کا مائل ہونا' کان لگانا۔ لیس بحرام! جو مباح ومطلوب ہو۔ استنصات! خاموش کرانا۔ الوعظ! جس میں اللہ تعالیٰ کا خوف یا ثواب کی ترغیب دلائی گئی ہو۔

۶۹۸ : عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ : "اسْتَنْصِتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ : "لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۶۹۸: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ لوگوں کو خاموش کراؤ۔ پھر فرمایا کہ میرے بعد تم کفر کی طرف مت لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ! ان کے حالات باب من سن سنۃ حسنۃ! میں گزرے ملاحظہ فرمائیں۔ حجۃ الوداع! (جس میں آپ ﷺ نے امت کو الوداع کہا) استنصت الناس! لوگوں کو خاموش کرادو۔ ثم قال! یہ فا کی جگہ لائے یا بڑا مجمع تھا خاموش کرنے میں وقت لگتا۔ لا ترجعوا بعدی کفارا! میرے بعد کافروں کی طرح نہ بن جانا (۲) انعامات آخرت کی ناشکری کرنے والے نہ بن جانا جو کہ شکر کی متقاضی ہیں (۳) کفر جو ایمان کی ضد ہے وہ نہ

اختیار کر لینا۔ یضرب! رفع اور جزم دونوں کے ساتھ آتا ہے جیسا سابقہ توجیہات سے ثابت ہوتا ہے۔ **بعضکم رقاب بعض!** اس سے مقصود ان اسباب کو اختیار کرنے کی ممانعت ہے جو قطع رحمی' قتال' حسد' بغض اور غیبت وغیرہ کو جنم دینے والے ہوں اور جن باتوں سے روکا گیا ہے ان میں ان کا پڑنا مقدر تھا آج امت اس میں مبتلا ہے **لا معقب لحکمہ**۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۱۲۱) و مسلم (۶۵) والنسائی (۴۱۴۲) وابن ماجه (۳۹۴۲)

**الفوائد**: ① متعلمین کو لازم ہے کہ وہ علماء کے سامنے خاموش ہوں کیونکہ علماء ورثۃ الانبیاء ہیں۔ ② مسلمانوں کو باہمی ایک دوسرے کو قتل سے خاص طور پر منع فرمایا۔

# ۹۱ : بَابُ الْوَعْظِ وَالْاِقْتِصَادُ فِيْهِ

## بَابٌ : وعظ و نصیحت میں میانہ روی

الوعظ! اطاعت کا حکم دینے اور اس کی نصیحت کرنے کو کہا جاتا ہے۔ **الاقتصاد فیہ!** اس میں میانہ روی اختیار کرنا کہ نہ تو اکتاہٹ میں ڈالنے والی تفصیل ہو اور نہ سمجھنے میں دقت پیدا کرنے والا اختصار ہو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ [النحل:۱۲۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اپنے رب کے راستے کی طرف بلاتے رہو دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ''۔ (النحل)

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین ہے جو کہ توحید اور اس کے اعمال ہیں۔

**بالحكمة!** یعنی قرآن۔ **والموعظة الحسنة!** (۱) نصائح قرآن (۲) بعض نے نرم بات جس میں سختی اور درشتی نہ ہو۔

۶۹۹ : وَعَنْ اَبِيْ وَآئِلٍ شَقِيْقِ ابْنِ سَلَمَةَ قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُذَكِّرُنَا فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ مَرَّةً – فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ فَقَالَ: اَمَا اِنَّهٗ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذٰلِكَ اَنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ اُمِلَّكُمْ وَاِنِّيْ اَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

''يَتَخَوَّلُنَا'' : يَتَعَهَّدُنَا۔

۶۹۹ : حضرت ابو وائل شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں ہر جمعرات کو نصیحتیں فرمایا کرتے تھے ان سے ایک شخص نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں ہر روز نصیحتیں فرمایا کریں تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ خبردار مجھے اس بات سے یہ چیز مانع ہے کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں تمہیں اکتاہٹ میں

ڈالوں۔ میں وعظ ونصیحت میں تمہارا اسی طرح خیال کرتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکتاہٹ کے ڈر سے ہمارا خیال فرماتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

یَتَخَوَّلُنَا: ہمارا خیال رکھتے۔

**تشریح** ۞ **شقیق بن سلمه** ! یہ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتے ہیں کوفہ میں مقیم ہوئے یہ مخضرمین میں شمار ہوتے ہیں۔ بقول حافظؒ ان کی وفات ۶۴ھ میں ہوئی۔ یذکرنا ! ثواب وعذاب کا تذکرہ کر کے نصیحت فرماتے۔ رجل ! اس کا نام معلوم نہیں۔ **ابو عبدالرحمان** ! یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔ **وددت** ! اس کا معنی واللہ میں پسند کرتا ہوں۔

**اَلْتَخَوّ** :: یہ قسم مقدر کا جواب ہے۔ انك تذكرنا كل يوم کیونکہ وعظ تذکیر کا نتیجہ اور پھل عمدہ ہے۔ اما انه يسعنى ! ان املکم با تاویل مفرد یمنع کا فاعل ہے۔ ای یمنعنی کراهة املالکم ! کیونکہ نفوس پسندیدہ چیز کے تسلسل سے اکتا جاتے ہیں۔ اما حرف استفتاح ہے۔ انی اتخولکم بالموعظة ! اتخول۔ رعایت کرنا۔ موعظ مصدر میمی وعظ کرنا۔ یعنی میں وعظ میں تمہاری اسی طرح رعایت کرتا ہوں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رعایت فرماتے تھے۔ **مخافة السامه علينا** ! مخافہ مفعول لہ بمعنی خوف۔ سامه ! اکتاہٹ ومشقت میں پڑنا۔ علینا سامہ سے متعلق ہو۔ (۲) وصف یا حال محذوف یا شفقۃ محذوف سے متعلق ہو۔ یتخولنا ! رعایت کرنا۔ درستی کرنا ابن حجر نے دوسرے معنی کی تصدیق کی یہ واؤ کی تشدید وتخفیف دونوں کے ساتھ آتا ہے۔ بعض نے خا کی بجائے حا نقل کی ہے۔ دیکھ بھال کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۲/٤٠٦٠) والبخاری (٦٨) و مسلم (٢٨٢١) والترمذی (٢٨٥٥) وابن حبان (٤٥٢٤)

**الفرائد** : آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن تعلیم کا تذکرہ ہے کہ ضجر واکتاہٹ سے بچاتے تاکہ نشاط سے حاصل کر کے شوق سے عمل پیرا ہوں۔ تدریجی تعلیم میں مشقت کم اور پختگی زیادہ ہوتی ہے اسی طرح نصیحت میں میانہ روی دلوں کو زیادہ اکتاہٹ سے محفوظ کرنے والے اور دلوں میں زیادہ اثر کرنے والی ہے۔

۷۰۰ : وَعَنْ اَبِی الْیَقْظَانِ عَمَّارِ ابْنِ یَاسِرٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : "اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهٖ – فَاَطِیْلُوا الصَّلٰوةَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"مَئِنَّةٌ" بِمِیْمٍ مَفْتُوْحَةٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ مَکْسُوْرَةٍ ثُمَّ نُوْنٍ مُشَدَّدَةٍ : اَیْ عَلَامَةٌ دَالَّةٌ عَلٰی فِقْهِهٖ۔

۷۰۰ : حضرت ابوالیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آدمی کا نماز کولمبا کرنا اور خطبے کو مختصر کرنا اس کی سمجھداری کی علامت ہے۔ پس تم نماز کو لمبا کرو اور خطبہ مختصر دو۔ (مسلم)

مَئِنَّةٌ: علامت۔ ایسی علامت جو اس کی سمجھداری پر دال ہو۔

**تشریح** ۞ **ابی الیقظان عمار بن یاسر**: ابوالیقظان کنیت ہے۔ باپ بیٹا صحابی ہیں' سابق الاسلام مہاجر بدری ہیں۔ یہ بنومخزوم کے غلام تھے۔ صفین میں علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک جنگ تھے۔ ۳۷ھ میں شہادت پائی۔ ان کی روایات کی تعداد ۶۲ ہے۔ نو متفق علیہ اور تین میں بخاری اور دو میں مسلم منفرد ہیں۔ امام احمد نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ائذنوا له مرحبا بالطیب المطیب! حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: اهتدوا بهدی عمار! مسند احمد میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے: من عادی عمارا عاداه الله ومن بغض عمارا ابغضه الله! اس روایت کی سند منقطع ہے۔ ان کے حالات پہلے گزر رہے۔

**طول صلاۃ الرجل**! خطبہ کی نسبت طویل ہونی چاہئے' اذا صلی احدکم بالناس فلیخفف! (یہ جماعت کرانے والے سے متعلق ہے) پس دونوں میں تضاد نہیں۔ **مئنة من فقهه**! کیونکہ فقیہ کو معلوم ہے کہ نماز مقصود اور خطبہ تمہید ہے تو وہ اہم تر کی طرف زیادہ توجہ دیتا ہے۔ نماز عبودیت کا اظہار ہے اس کی طوالت عبودیت میں مبالغہ ہے اور خطبے کا مقصود تذکیر ونصیحت ہے۔ تو تھوڑا مقصود کی طرف رہنمائی کرنے والا کلام طویل اکتاہٹ میں ڈالنے والے کلام سے بہتر ہے۔ **فاطیلوا الخطبة**! نماز کی نسبت طویل کرو۔ یہ مراد نہیں کہ اس کو اتنا مختصر کرے کہ نہی میں مبتلا ہو۔

**تخریج** : مسلم' جامع صغیر میں اس روایت کے ساتھ ان من البیان لسحرا کا اضافہ ہے۔ احمد

**الفوائد** : وعظ قلیل مگر مقصد کو مفید وہ طویل واکتاہٹ والے وعظ سے بہتر ہے۔ نماز میں وہ طوالت مراد ہے جو سنت کے موافق ہو۔

۷۰۱ : وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : "بَيْنَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذَا عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِيَ الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ! فَقُلْتُ : وَاثُكْلَ اُمِّيَاهُ مَا شَانُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَيَّ؟ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَاَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَبِاَبِيْ هُوَ وَاُمِّيْ مَا رَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ فَوَ اللّٰهِ مَا كَهَرَنِيْ وَلَا ضَرَبَنِيْ وَلَا شَتَمَنِيْ قَالَ : "اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَآءَةُ الْقُرْاٰنِ" اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ — قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَّقَدْ جَآءَ اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَّاْتُوْنَ الْكُهَّانَ قَالَ : "فَلَا تَاْتِهِمْ" قُلْتُ : وَمِنَّا رِجَالٌ يَّتَطَيَّرُوْنَ؟ قَالَ : "ذَاكَ شَيْءٌ يَّجِدُوْنَهٗ فِيْ صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ـ

"اَلثُّكْلُ" بِضَمِّ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ : اَلْمُصِيْبَةُ وَالْفَجِيْعَةُ — "مَا كَهَرَنِيْ" اَيْ مَا نَهَرَنِيْ ـ

۷۰۱ : حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا جب نمازیوں میں سے ایک شخص کو چھینک آئی پس میں نے یرحمک اللہ کہا۔ پھر نمازیوں نے مجھے گھور کر دیکھا اس

پر میں نے کہا تمہاری مائیں تم کوگم پائیں۔تم مجھے اس طرح کیوں گھور رہے ہو؟ پس وہ اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنے لگے۔پس جب میں نے ان کو دیکھا تو مجھے خاموش کرا رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہتر معلم نہ آپؐ سے پہلے دیکھا اور نہ ہی آپؐ کے بعد۔اللہ کی قسم نہ مجھے ڈانٹا اور نہ مجھے مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا۔بلکہ فرمایا بے شک یہ نماز ہے اس میں لوگوں کی کلام میں سے کوئی چیز مناسب نہیں۔بے شک وہ تسبیح وتقدیس اور قراءت قرآن کا نام ہے یا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا جاہلیت والا زمانہ قریب ہے اور اللہ نے مجھے اسلام دیا ہے اور ہم میں سے کچھ لوگ نجومیوں کے پاس جاتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے پاس مت جاؤ۔میں نے کہا ہم میں سے کچھ لوگ فال لیتے ہیں۔وہ ایسی چیز ہے جس کو وہ اپنے دلوں میں پاتے ہیں پس ہرگز وہ شگون ان کو ان کے کام سے نہ روکے۔(مسلم)

الثُکْلُ: ناگہانی مصیبت۔

مَا کَھَرَنِیْ: مجھے ڈانٹا نہیں۔

**تشریح** ۞ السلمی: یہ عرب کے مشہور قبیلہ بنوسلیم کی طرف نسبت ہے۔ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ صحابی ہیں انہوں نے مدینہ منورہ میں اقامت اختیار کی'نووی نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۳ روایات نقل کی ہیں جن میں مسلم منفرد ہیں اور ابوداؤد'نسائی سے بھی نقل کی ہیں۔بینا: یہ الف کے ساتھ آیا کیونکہ مابعد کی طرف اضافت نہیں ہو سکی۔انا اصلی: یہ جملہ مستانفہ ہے۔من القوم: یہاں نمازی مراد ہیں۔فقلت: ان کی حمد کے بعد جواب کے طور پر کہا۔یرحمک اللّٰہ: یہ لفظ خبر ہے اور معنی کے لحاظ سے انشاء ہے۔فرمانی القوم بابصارھم: انکار کے طور پر لوگوں نے گھور کر دیکھا کیونکہ اس میں آدمی کو خطاب ہے جو کہ نماز کو باطل کرنے والا ہے۔یہ غصے سے گھورنا التفات ممنوعہ میں داخل نہیں۔فقلت واثکل: ثا پر ضمہ اور فتحہ دونوں آسکتے ہیں۔جیسے بُخل۔امیاہ: قرطبی کہتے ہیں یہ ثکل کا مضاف الیہ ہے اور دونوں مندوب ہیں جیسے کہتے ہیں واامیر المؤمنیناہ: یہ اصل میں امی ہے اس پر الف نداء صوت کے لئے بڑھا دیا پھر ھاسکتہ اس پر لگائی جو وقف میں ثابت اور وصل میں حذف کر دی جاتی ہے (زہر الربا سیوطی) یعنی ہائے اس کا میرے لئے گم ہونا میں تو ہلاک ہو گیا۔

النَّحْوُ: ما شانکم تنظرون الی: یہ ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔بایدیھم علی افخاذھم: با زائدہ ہے۔یہ فعل انکار میں یصمتوننی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ایک مرتبہ سے زائد نہ تھا پس مبطل صلاۃ نہیں عمل کثیر سے نماز باطل ہوتی ہے۔ فلما رایتھم وننی: غصہ کے انداز سے میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں کیونکہ مجھے تو اپنی حرکت کا نتیجہ معلوم نہ تھا اور وہ اس کو شدت سے انکار کر رہے تھے۔لکنی سکت: ان کی بات مانتے ہوئے میں خاموش ہو گیا کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ علم رکھتے تھے اور میں اس کے مقتضیٰ سے ناواقف تھا۔فلما صلی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: لما کا جواب قال اِن ھذہ الصلاۃ الخ: ہے۔درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔فبابی ھو وامی: میرے ماں باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔(۲) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے ماں باپ قربان کرتا ہوں۔فا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی تحسین کے

لئے لائے۔ ما رایت معلماً الخ! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناواقفی کے عذر کے باوجود صحابہ کرام نے ممانعت میں مبالغہ کیا۔ اس لئے آپ کی تعلیم کی خوبی بتلائی۔ فو اللّٰہ ما کھرنی! اس کا معنی ڈانٹنا ہے (زہرالربا لسیوطی) بعض نے کہا کَھَرَ! ترش روئی سے ملنے کو کہتے ہیں۔ ولا ضربنی ولا تشتمنی! موقعہ مدح میں اطناب مناسب ہے اس لئے صراحت کی۔ الصلاۃ! اس سے مراد نماز فرض ونفل سب ہی ہے۔ ھذہ کا مشار الیہ ما فی الذھن! ہے۔ کلام الناس! کلام سے لغوی معنی مراد ہے۔ ہر وہ لفظ جو بولا جائے خواہ موضوع ہو یا مہمل۔ جب اس کو بول دیں اور اس کے اپنے کان سن لیں تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دینا تخصیص کی وجہ سے کلام الناس سے مستثنیٰ رہے گا۔ واللہ اعلم۔ سیوطی کہتے ہیں نماز میں کلام کی حرمت اس امت کی خصوصیت ہے۔ ابن العربی کہتے ہیں شریعت بنی اسرائیل میں نماز میں کلام مباح تھا روزے میں اجازت نہ تھی ہماری شریعت میں اس کا عکس ہے۔ ابن بطالؒ جریج کے نماز میں والدہ کا جواب نہ دینے کو عیب قرار دیا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی شرع میں کلام مباح تھا۔ انما ھی! یہ ضمیر بعض نسخوں میں مذکر ہے بعض میں مونث ہے۔ ظاہر لفظ یا مفہوم کا لحاظ کیا گیا۔ التسبیح! اس سے اللہ تعالیٰ کو پاک قرار دینا جو اس کے لائق نہیں اور جو اس کے کمال ذاتی پر دلالت کرتی ہیں وہ کہنا۔ کسی روایت میں منقول نہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو نماز کے لوٹانے کا حکم فرمایا ہو کیونکہ ان کو معلوم نہیں تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ سے معمولی کلام واقع ہوا جو مبطل نہ تھا۔ زیادہ کلام نماز کو باطل کر دیتا ہے اگر ناواقفی کے عذر کی وجہ سے گناہ نہ ہوگا اور راوی کو شک ہے کہ یہ لفظ فرمائے التسبیح والتھلیل والدعاء۔ بجاھلیۃ! کثرت جہالت کی وجہ سے اس کو زمانہ جاہلیت کہا جاتا ہے۔ یہ عذر انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ قد جاء اللّٰہ بالاسلام! زمانہ جاہلیت میں قریب ہونے کی وجہ سے مسائل معلوم نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزید سوالات پر ناراض نہ ہوں تا کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا حکم معلوم ہو جائے۔ یاتون الکھان! یہ کاہن کی جمع ہے۔ جو دل کی بات جاننے کا دعویٰ رکھتا ہو اور مستقبل کی خبر دیتا ہو خواہ جنات کی وجہ سے یا خیالات کی وجہ سے اس کو گمان گزرے کہ وہ علم غیب رکھتا ہے۔ عراف! اس کی نگاہ گمشدہ، سارق کے پہچاننے سے قاصر ہوتی ہے۔ قال فلا تاتھم! ان کے پاس جانے سے اس لئے روکا کہ یہ شریعت کے احکام کو لوگوں پر مشتبہ کر دیتے ہیں۔ خطابی کہتے ہیں ہر کاہن وعراف کے پاس جانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ یتطیرون! طیرۃ شگون لینا۔

صرف یہ ایک مصدر ہے۔ جو فعلۃٌ! کے وزن پر آتا ہے خیرۃ۔! پرندہ چھوڑ کر سفر کی اچھائی برائی معلوم کرنا۔ قال ذلک شئ یجدونہ فی صدورھم! یہ شگون درحقیقت ان کے فاسد وہم کا نتیجہ ہے جس کو وہ اپنے افعال کی طرف لوٹاتے ہیں۔ فلا یصدھم! حالانکہ یہ چیز ان کے نفع ونقصان میں سے کسی چیز کے لئے رکاوٹ نہیں۔ یہ نفس میں شیطانی تزیین کی وجہ سے ہے۔ پھر یہ افعال سے اعتقاد میں جاگزین ہو جاتی ہے تا کہ غیر اللہ کو موثر مان لیا جائے۔ یہ بالاجماع کفر ہے۔

قول علماء ان کو شگون کے علاء سے منع کیا گویا اس کے سبب سے اس کی مراد سے وہ باز آ جائیں گے کیونکہ وہ ان کی قدرت وکسب میں ہے اور یہ چیز ان کے دلوں میں ضرورۃً پائی جاتی تھی اس لئے ان پر عتاب نہیں فرمایا۔ بہت سی احادیث صحیحہ طیرہ اور تطیرہ (شگون اور شگون لینے) کی ممانعت میں وارد ہیں اس سے مراد ان کے مقتضیٰ پر عمل کرنا ہے۔ فقط دل میں پایا جانے والا وسوسہ مراد نہیں اس حدیث میں خط کھینچنے کی بھی نفی ہے۔ منا رجال یخطون قال کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطہ فذاک! اگر خط اس کے موافق ہوتا ہے تو کام ہو جاتا ہے۔ ورنہ نہیں اب اس کی موافقت مجہول ہونے کی وجہ

سے ممانعت ہی ثابت ہوگی۔ (واللہ اعلم)

**تخریج** : اخرجه مسلم (۵۳۷) و ابو داود (۹۳۰)

**الفوائد** : چھینک کا جواب یہ کلام ناس کی قسم سے ہے اس لئے نماز میں منع ہے۔ جاہل کو نرمی سے سمجھانا چاہئے۔ کاہنوں کے ہاں جانا منع ہے یہ گمراہ لوگ ہیں۔

۷۰۲ : وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَّجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ ' وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَقَدْ سَبَقَ بِكَمَالِهٖ فِيْ بَابِ الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ وَذَكَرْنَا اَنَّ التِّرْمِذِيَّ قَالَ : اِنَّهٗ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۷۰۲ : حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا عمدہ وعظ فرمایا کہ جس سے دل ڈر گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں اور حدیث کو انہوں نے ذکر کیا جو مکمل بَابُ الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ نمبر ۱۵۷ میں گزری۔ ہم نے ذکر کیا کہ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ ! ان کے حالات پہلے گزرے جہاں باب الامر بالمحافظة علی السنة ! میں اس روایت کی تشریح بھی گزری۔ موعظة ! عظیم الشان وعظ۔ وجلت ! ڈر جانا۔ القلوب ! انسانی سمجھ کا مقام ہیں۔ ذرفت منها العیون ! آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ یہاں مقصود یہ ہے کہ بہترین وعظ وہ ہے۔ جامع بلیغ 'نافع ہو۔

**تخریج** : باب فی الأمر بالمحافظة علی السنة و آدابها میں گزر چکی۔

# ۹۲ : بَابُ الْوَقَارِ وَالسَّكِيْنَةِ

## باب : وقار وسکینہ

الوقار ! یہ وقر کا مصدر ہے جیسے جمل جمالا۔ حوصلہ وحلم کو کہتے ہیں باب وعد سے یہ عظمت کے معنی میں آتا ہے (المصباح) السکینہ ! رعب وحوصلہ یہ کاف کی تشدید کے ساتھ بھی آتا ہے۔ اس کا عطف وقار پر عطف عام علی الخاص کی جنس سے ہے۔ یہ اس کے عموم میں داخل ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾

[الفرقان : ۶۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان کو جاہلوں سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ ان کو سلام

کہہ کر گزر جاتے ہیں۔(الفرقان)

ھونا:ہون و ہین سکون ووقار جس میں جبر وتکبر نہ ہو اور بیماروں کی چال بھی نہ ہو۔ وہ مکروہ ہے۔

**النحو** : عباد الرحمان مبتداء اس کی خبر الذین ہے یا یہ صفت ہے اور خبر اولئک یجزون! ہے۔ اذا خاطبھم الجاھلون! جب ان سے اس انداز سے بات کرتے ہیں جو ناپسندیدہ ہے۔ قالوا سلاماً! وہ ایسی درست بات کہتے ہیں جس میں گناہ سے بچتے ہیں۔ (۲) سلام تسلیم کے معنی میں ہے۔ ہم تمہاری بات مانتے ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی خیر و شر نہیں جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿واذا سمعوا اللغوا اعرضوا عنه وقالوا لنا اعمالنا ولكم اعمالكم سلام عليكم لا نبتغي الجاهلين﴾ اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ ان کو سلام کہتے ہیں یعنی سلام متارکت اور روایت حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔

۷۰۳ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى تُرٰى مِنْهُ لَهَوَاتُهُ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَللَّهَوَاتُ" جَمْعُ لَهَاةٍ وَهِيَ اللَّحْمَةُ الَّتِيْ هِيَ فِيْ أَقْصٰى سَقْفِ الْفَمِ۔

۷۰۳ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی قہقہہ مار کر ہنستے نہیں دیکھا کہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق کا کوا نظر آئے۔ بے شک آپ تبسم فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

اَللَّهَوَاتُ جمع لَهَاةٍ حلق کا کوا، گوشت کا وہ ٹکڑا جو انتہائی حلق میں ہوتا ہے۔

**تشریح** ۞ مستجمعاً! ہنسی میں مبالغہ کرنے والے کہ اس میں کوئی درجہ بھی نہ چھوٹنے پائے۔ ضاحکاً یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے اور اگر یہ مشتق ہو جیسے للّٰہ درہ فارساً! مطلب یہ ہوگا ما رأيته مستجمعا من جهة الضحك بحيث يضحك ضحكا تاماً مقبلا لكليه على الضحك! میں نے آپ کو نہیں ہنسی کے لحاظ سے مبالغہ کرنے والا کہ آپ اس طرح ہنسے ہوں کہ اپنے منہ کی دو طرفوں (باچھوں) کو ہنسی میں استعمال کرنے والے ہوں۔

**اہل لغت کا قول** تبسم یہ ہنسی کے مبادی سے ہے اور ضحک چہرہ اس طرح کھلنا کہ خوشی سے دانت ظاہر ہو جائیں۔ اگر اس میں آواز ہو جو دور سے سنی جائے تو وہ قہقہہ کہلائے گا۔ ورنہ ضحک اور اگر اس میں آواز نہ ہو تو تبسم کہلاتا ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمومی طرز عمل کی بات ہے ورنہ تو کئی احادیث وارد ہیں جن میں آیا ہے: ضحك حتى بدت نواجذه! وہ بھی کسی موقع کی بات ہے۔ اللھوات جمع لھاۃ! حلق کا کوا۔

**تخریج** : اخرجه البخاري (۲۸۲۸) و مسلم (۱۶/۸۹۹) و ابو داود (۵۰۹۸)

**الفوائد**: اللہ تعالیٰ نے آپ کی طبع مبارک میں کیا لطافت پیدا فرما رکھی تھی کہ اکثر ہنسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبسم کی صورت میں تھی ایسا نہ ہنستے تھے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت اور داڑھیں ظاہر ہوں۔

## ۹۳ : بَابُ النَّدْبِ اِلٰى اِتْيَانِ الصَّلَاةِ وَ نَحْوِهِمَا مِنَ الْعِبَادَاتِ

## بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

## بَابٌ ۷: نماز وعلم اور دیگر عبادات کی طرف وقار وسکون سے آنا

الندب! یہ (ن) باب سے ہے بلانے کے معنی میں آتا ہے۔ اتیان الصلاۃ! کا مطلب محل صلاۃ کی طرف آنا ہے۔
بالسکینہ و الوقار! اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں نفس کو سکون میسر آتا ہے چنانچہ وہ خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت میں داخل ہوگا اور اس کے برعکس اگر وہ راستے میں دوڑا تو اس کی وجہ سے وہ مضطرب ہوگا۔ اور نماز میں کامل سکون سے محروم رہے گا یا سرے سے سکون سے محروم رہے گا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ [الحج: ٣٢]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے ادب واحترام کے مقامات کی تعظیم کرتا ہے پس یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے''۔ (الحج)

فانھا! یعنی شعائر کی تعظیم۔ من تقوی القلوب! دلوں کے تقوی سے حاصل ہوتی ہے۔ (۲) یہ ان لوگوں کے اعمال سے ہے جو تقویٰ والے ہیں۔ آیت کے متعلق حرمات المسلمین میں گزری۔

٧٠٤ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَسْعَوْنَ وَاْتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَمْشُوْنَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. زَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ: فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا كَانَ يَعْمِدُ اِلَى الصَّلٰوةِ فَهُوَ فِيْ صَلٰوةٍ"۔

۷۰۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم اس کی طرف دوڑتے ہوئے مت آؤ بلکہ تم چلتے ہوئے آؤ اور تم پر سکون واطمینان لازم ہے پس جتنی نماز تم پا لو اس کو پڑھ لو اور جو تم سے رہ جائے پس اسے پورا کر لو۔ (بخاری ومسلم)

مسلم نے اپنی روایت میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز کا قصد کر لیتا ہے تو وہ نماز میں شمار ہوتا ہے۔

**تشریح** : اذا اقیمت الصلاۃ! اقامت کے کلمات کہے جا رہے ہوں وغیرہ بلکہ بہتر یہ ہے کہ جب جماعت کے کھڑے ہونے کا خدشہ ہو۔ بعض نے یہاں نماز جمعہ مراد لی ہے۔ امام بخاری نے اس کو باب المشي الى الجمعة! میں ذکر کیا ہے۔ لیکن عموم مراد لینا زیادہ بہتر ہے الا یہ کہا جا سکتا ہے کہ غیر جمعہ کی نماز قیاس سے بخوبی سمجھ آ سکتی ہے۔ **فلا تاتوھا وانتم تسعون**! تو بہتر یہ ہے کہ تم دوڑتے ہوئے اس کی طرف مت جاؤ۔ یہ اس آیت ﴿اذا نودی للصلاۃ من یوم الجمعة﴾ کے خلاف نہیں کیونکہ جس سعی سے حدیث میں روکا جا رہا ہے وہ دوڑنے کے معنی میں ہے اور مناسب رفتار سے

جانے کا حکم ہے۔ بخاری کی روایت وارد ہے۔فامشوا الی الصلاۃ و لا تسرعوا (الحدیث)۔ تواصا وانتم تمشون! مستحب یہ ہے کہ تم ایسی چال سے چل کر آؤ جس میں وقار کے خلاف والی تیزی نہ ہو۔ جیسا کہ جملہ حالیہ کی قید اس بات کو پختہ کر رہی ہے۔ وعلیکم بالسکینۃ والوقار! ان کو رفع سے پڑھیں تو مبتدا موخر ہے۔ (۲) قرطبی کہتے ہیں سکینۃ والوقار اغراء کی وجہ سے منصوب ہیں مگر یہ سیاق کے خلاف ہے۔ البتہ ایک روایت میں بالسکینۃ وارد ہے۔ جو نصب کی تائید کرتا ہے۔ یہ وقار وسکون اس لئے طلب کیا گیا تا کہ قدم زیادہ ہو جائیں جو کثرت ثواب کا باعث ہیں پھر اس کا موقعہ اس وقت تک ہے جب تک جملہ میں تاخیر کی وجہ سے مقصر شمار نہ ہو۔ اس طرح کہ اس کو جمعہ فوت کرنے والے کہا جائے۔ اگر ایسی صورت ہو تو پھر جلدی کرنا واجب ہے۔ اس کو وضاحت کے لئے عطف سے ذکر کیا قرطبی کا یہی قول ہے۔ یہ دونوں مترادف ہیں مگر بظاہر ان میں فرق ہے۔ سکینہ! حرکات میں تاخیر اور فضول سے گریز کو کہتے ہیں اور وقار ہیئت سے متعلق ہے مثلاً نگاہ کا نیچا کرنا' آواز ہلکی رکھنا' اِدھر اُدھر توجہ نہ کرنا۔

**النحو** : اور تاسیس تاکید سے بہتر ہے اور عطف میں اصل تغایر ہے۔ بعض شارحین جامع صغیر نے کہا دونوں کو یہاں مرادف قرار دیں گے اور دونوں میں فرق اس وقت ہے جب دونوں باہمی جمع ہوں۔ جب الگ استعمال ہو تو ایک دوسرے سے مستغنی ہوگا جیسے فقیر و مسکین کے الفاظ۔ فما ادرکتم فصلوا! امام کے ساتھ جو نماز کا حصہ رہ جائے وہ بعد میں ادا کرلو۔ حافظ نے فا کو جواب مانتے ہوئے یہ جملہ مقدر مانا اذا فعلتم ما امرتم بہ من السکینۃ وترك الاسراع فما ادرکتم فصلوا! یہ کرمانی کے قول کے جملے سے بہتر ہے اذا بینت لکم ما ھو اولٰی بکم فما ادرکتم فصلوا۔ وما فاتکم فاتموا! جو اس کے ساتھ رہ جائے اسے اکیلے پورا کرلو۔ ایک روایت میں فاقضوا! کے الفاظ ہیں ان میں منافات نہیں۔

**دلیل شوافع** : اتموا! سے شوافع نے استدلال کیا۔ امام کے ساتھ نماز کا جو حصہ پالیا وہ پہلا حصہ ہے اور بقیہ بقیہ ہے کیونکہ اتمام پچھلے حصے کا ہوتا ہے۔ (برماوی)

فاقضوا! والے الفاظ احناف کا مستدل ہیں قضاء ماسبق کی ہے۔

**تخریج** : بخاری و مسلم' دقار کا لفظ صراحۃً صرف بخاری میں آیا ہے۔ احمد

**الفوائد** : ① نماز میں دوڑ کر شامل ہونے کی ممانعت ہے۔ ② نماز کی طرف قصد کرنے والے کو نماز کے آداب کا پورے طریقے پر لحاظ کرنا چاہئے۔

٭٭٭

۷۰۵ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِيَّ وَرَآءَهٗ زَجْرًا شَدِيْدًا وَّضَرْبًا وَّصَوْتًا لِّلْاِبِلِ فَاَشَارَ بِسَوْطِهٖ اِلَيْهِمْ وَقَالَ: "اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَهٗ۔

"اَلْبِرُّ" : اَلطَّاعَةُ "وَالْاِيْضَاعُ" بِضَادٍ مُعْجَمَةٍ قَبْلَهَا يَآءٌ وَّهَمْزَةٌ مَكْسُوْرَةٌ وَهُوَ : اَلْاِسْرَاعُ۔

۷۰۵ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ عرفات کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آ رہے

تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ کی اپنے پیچھے آواز سنی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کوڑے سے ان کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ اے لوگو! سکون اختیار کرو نیکی تیزی میں نہیں۔ (بخاری)

مسلم نے کچھ حصہ روایت کیا۔

اَلْبِرُّ: نیکی۔

اَلْاِیْضَاعُ: تیزی

**تشریح** : دفع مع النبی ﷺ! اس طرح روانہ ہونا کہ وہ مصاحب شمار ہوں اور اس قافلے کی طرف نسبت کی جائے۔ یوم عرفۃ! حدیث جابرؓ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مغرب کے بعد کی مزدلفہ کی واپسی کا موقعہ تھا۔ زجرا شدیداً وضربا! آپ ﷺ نے ڈانٹ اور ضرب کی آواز سنی۔ وصوتا لابل!اونٹوں کے بلبلانے کی آوازیں سنیں۔ رغت الناقۃ! اونٹنی کا آواز نکالنا (المصباح) فاشار بسوطہ الیہم! تیزی چھوڑو۔ علیکم بالسکینۃ! تم پر سکون لازم ہے۔ علیکم اسم فعل بمعنی خذوا، سے متعدی بنایا گیا۔ فان البر لیس بالایضاع! ایضاع' تیزی۔ بلکہ خشوع وخضوع اور اسکی بارگاہ میں عاجزی سے حاصل ہوتی ہے جس پر کوئی حالت مخفی نہیں۔ تیزی بھی تزاحم ایذاء کے وقت ممنوع ہے۔ ولا وضعوا خلالکم! کا معنی یہ ہے کہ منافقین تمہاری سواریوں میں اپنی سواریاں گھساتے ہیں تاکہ تمہارے درمیان دشمنی پیدا کریں۔

**تخریج** : اخرجہ البخاری (١٦٧١) و مسلم (١٢٨٢) والنسائی (٣٠١٩)

## ٩٤: بَابُ اِكْرَامِ الضَّيْفِ

## باب: مہمان کا اکرام کرنا

الضیف! یہ مصدر ہے۔ ضاف ضیفا (ض) جب کسی کے ہاں مہمان بنے اور مطابقت بھی درست ہے۔ عرب کہتے ہیں ضیف' ضیفۃ' واضیاف' وضیفان 'د اضفتہ و ضیفتہ جب تم اس کو اپنے ہاں اتارو اور تم اس کی مہمانی کرو۔ ضیافت اسم ہے۔ بقول ثعلب ضفتہ! جب کسی کے ہاں مہمان بنے اور اضفتہ! جب وہ تیرے ہاں مہمان بنے اور تضیفنی فضیفتہ! اس نے مجھ سے مہمانی طلب کی میں نے اس کی مہمانی کی (المصباح)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ فَرَاغَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾

[الذاریات: ٢٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"کیا ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات تمہارے پاس آئی؟ جب وہ ان کے پاس داخل ہوئے۔ پس انہوں نے سلام

کیا۔ ابراہیم نے جواب میں سلام کہا۔ فرمایا اوپرے لوگ ہیں پھر وہ اپنے گھر کی طرف چلے گئے اور ایک موٹا بچھڑا لائے اور ان کے قریب کیا فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں؟'' (الذاریات)

ضیف ابراھیم المکرمین! ضیف کا لفظ مفرد ہے۔ وصف جمع ہے کیونکہ وہ مصدر ہے۔ مکرمین اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز یا ابراہیم علیہ السلام کے ہاں معزز۔ اذا دخلوا علیہ! یہ حدیث کا ظرف ہے یا اذکر محذوف کا۔ فعل ماضی کا ظرف نہیں کیونکہ خبر آنے اور دخول کے زمانے میں فرق ہے۔ سلاما! ہم آپ ﷺ کو سلام عرض کرتے ہیں۔ قال سلام! آپ ﷺ نے کہا تم پر بھی سلام ہو۔ سلام کو مرفوع پڑھیں تا کہ فحیوا باحسن منھا! پر عمل ہو (تفصیل فی شرح الاذکار) قوم منکرون! تم لوگ انجان ہو۔ فراغ الی اھلہ! آپ ﷺ خفیہ طور پر گھر گئے۔

**مسئلہ:** مہمان کا احترام یہ ہے کہ ضیافت کو مخفی رکھے۔ فجاء بعجل سمین! ایک بھنا ہوا بچھڑا لائے جیسا فرمایا: فجاء بعجل حنیذ۔ الا تاکلون! عبارت میں تلطف کے لئے عرض کے انداز سے ذکر کیا گیا۔

**وَقَالَ تَعَالٰی:**

﴿وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ﴾ [ھود:۷۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور ان کی قوم ان کے پاس تیزی سے دوڑتی ہوئی آئی اور اس سے پہلے وہ برے کام کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں پس اللہ سے تم ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں؟'' (ھود)

**تشریح:** جاءہ قومہ یھرعون الیہ! لوط علیہ السلام کے پاس ان کی قوم تیزی سے آئی تا کہ ان کے مہمانوں سے اپنا مطلب پورا کریں۔ ومن قبل! اس وقت سے پہلے۔ کانوا یعملون السیئات! قدیم زمانے سے ان کو لواطت کی عادت تھی۔ ھؤلاء بناتی! ان سے نکاح کرلو اور میرے مہمانوں کو چھوڑ دو۔ وہ اس سے پہلے ان سے طلب کرتے تھے مگر آپ نہ مانتے تھے اس وقت مسلمہ اور کافر کا نکاح درست تھا۔ (۲) یا بنات سے مراد وہ عورتیں جو ان کے گھروں میں تھیں یا کیونکہ امت کی عورتیں پیغمبر کی بیٹیاں ہیں۔ ھن اطھر لکم! وہ لواطت کی بجائے زیادہ پاکیزہ ہیں کیونکہ محل حدث ہیں۔ ولا تخزون فی ضیفی! میرے مہمانوں کی شان کے سلسلہ میں مجھے رسوا مت کرو۔ مہمان کی توہین خود میزبان کی توہین ہے۔

**مسئلہ:** مہمان کا اہتمام کرنا چاہئے اور اس سے ایذاء کا ازالہ کرنا چاہئے۔ اگرچہ اس کی وجہ سے میزبان کو کچھ تکلیف اٹھانی پڑے۔ الیس منکم رجل رشید! کیا تم میں کوئی سمجھدار نہیں جو میری بات کی حقیقت کو جانے۔

۷۰۶: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ''مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۷۰۶: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے بس اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے پس اسکو صلہ رحمی کرنی چاہئے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے پس چاہئے کہ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یومن باللّٰہ! یعنی کامل ایمان والا۔ فلیکرم ضیفہٗ! اکرام یہ ہے کہ بشاشت وجہ سے ملے۔ اس کی جلد مہمانی کرے۔ بذاتِ خود اس کی خدمت کرے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ "اکرم اضیافك فاعد لكل شاة مشوية"! ان کی طرف وحی کی گئی اکرام کرو۔ ابراہیم علیہ السلام نے بیل بھون دیا پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کی اکرام کرو انہوں نے اونٹ بھون دیا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر وحی کی اکرام کرو تو آپ حیران ہوئے اور سمجھ لیا کہ مہمانوں کا اکرام طعام کی کثرت میں نہیں بلکہ خود خدمت میں ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اب تم نے خدمت کی ہے (شرح مشارق لابن مالک) من کان یؤمن! اس کو دوبارہ لوٹایا تاکہ ظاہر ہو کہ ان کا جواب ہر سبب پر مستقل مرتب ہوتا ہے۔ (۲) اور یہ بھی احتمال ہے کہ مرتب علیہ تین امور کا مجموعہ ہے۔ پس مستقل لاکر یہ چیز دور کر دی۔ فلیصل رحمه! باب صلة الارحام! میں یہ بات گزری کہ صلہ رحمی مطلوب ہے اور اس کی بعض چیزیں تو واجب اور بعض مستحب ہیں۔ امر تو یہاں سب کو شامل ہے تو یہ حقیقت و مجاز کو جمع کرنا ہے جو ان کے جمع کو جائز مانتے ہیں یا عموم مجاز مراد ہو تو اس وقت مطلق طلب میں دونوں تو عین شامل ہیں۔ الیوم الآخر! اس سے قیامت کا دن مراد ہے۔ اس کے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اس دن کے بعد اور دن نہیں اور اس کو تینوں بار ذکر اس لئے کیا گیا کیونکہ وہ مجازات کی گھڑی ہے۔ اس کا تذکرہ عمل خیر کی کثرت کا باعث بنے گا اور دوسرے اعمال سے روک کا سبب ہوگا۔ گویا ان خصائل کو ترک کرنے والا گویا آخرت پر اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی نہیں رکھتا۔ فلیقل خیرا! امر بالمعروف ہو یا نہی عن المنکر یا کوئی اچھی بات کہے۔

**تخریج** : اخرجه حق الجار والوصية به کے تحت گزر چکی۔

**الفرائد** : باب حق الجار ۳۱۴ میں گزری

۷۰۷: وَعَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ خُوَيْلِدِ ابْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ جَائِزَتَهٗ" قَالُوْا : وَمَا جَائِزَتُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : "يَوْمُهٗ وَلَيْلَتُهٗ وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ فَمَا كَانَ وَرَآءَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ : اَنْ يُّقِيْمَ عِنْدَ اَخِيْهِ حَتّٰى يُؤْثِمَهٗ قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يُؤْثِمُهٗ؟ قَالَ : "يُقِيْمُ عِنْدَهٗ وَلَا شَيْءَ لَهٗ يَقْرِيْهِ بِهٖ"۔

۷۰۷: حضرت ابوشریح خویلد ابن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو پس چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور اس کا

جائزہ اس کو دے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جائزہ کیا ہے؟ فرمایا ایک دن اور رات اور تین دن اس کی مہمانی جو اس کے بعد ہے وہ صدقہ ہے۔ (بخاری ومسلم) مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے ہاں اتنا ٹھہر کر اسے گنہگار کرے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیسے اس کو گنہگار کرے؟ فرمایا اس کے پاس ٹھہرے اور کوئی چیز بھی اس کے پاس نہ رہے کہ اس کے ساتھ اس کی مہمانی کر سکے۔

**تشریح:** ابی شریح خویلد! خویلد یہ خالد بن عمرو (الخزاعی) الکعبی العدوی حلیف ہونے کے لحاظ سے ہیں۔ بعض نے کہا ان کا نام عبدالرحمان بن عمرو بعض نے ہانی اور بعض نے کعب کہا ہے۔ فتح مکہ میں حاضر تھے۔ بنی کعب کا ایک جھنڈا ان کے ہاتھ تھا۔ ایک جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔ بیس احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں بخاری ومسلم نے تین روایات نقل کی ہیں۔ دو متفق علیہ اور ایک میں بخاری منفرد ہیں ان سے نافع بن جبیر اور مقبری نے بھی روایت لی ہے۔ مدینہ منورہ میں ۶۸ھ میں وفات پائی۔ **فلیکرم ضیفه جائزته!** یہ بدل الاشتمال ہے جب منصوب ای **فلیکرم جائزة ضیفه۔ ما جائزته؟!** جائزہ سے مراد ایک دن رات کی مہمانی ہے۔ بخاری کے الفاظ رقاق اور ادب میں مختلف ہیں مگر مرفوع محذوف پر دلالت کرتا ہے۔ **والضیافة ثلاثة ایام!** اس کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا جائزہ اسی ست ہے اس سے زائد ہے۔ دامنی جائزہ کو تین سے زائد مانتے ہیں۔ **وما کان وراء ذلك!** تین دن سے اضافہ وصدقہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ جائزتہ خود ثلاثہ میں شامل ہے۔ علماء نے فرمایا اصل مقصد یہ ہے کہ پہلے دن رات میں مہمان کے اکرام میں مبالغہ کرے۔ بقیہ دودنوں میں معمول کے مطابق خدمت کرے۔ **حتی یؤثمه!** گناہ گار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مقیم ہو اور اس کے ہاں مہمانی کے لئے کچھ نہ ہو۔ اس کو قرضہ لینے کی ضرورت پڑے گی۔ وہ جھوٹ اور وعدے کی خلاف ورزی میں مبتلا ہوگا۔ جیسا حدیث میں آیا یا رسول اللہ ما اکثر ما تستعیذ به من المغرم فقال ان الرجل اذا غرم وعد فاخلف وحدث **فکذب۔!** جب آدمی مقروض ہو جاتا ہے تو وعدے کی خلاف ورزی کرتا اور باتوں میں جھوٹ بولتا ہے۔

**تخریج:** بخاری فی الادب' ابو داؤد فی الاطعمة' ترمذی فی البر' نسائی فی الرقاق' ابن ماجه فی الادب (اطراف مزی)

**الفرائد:** ایک دن رات مہمان کو خوب اکرام کرے تین سے زائد مہمانی صدقہ ہے۔ مہمان کو بھی تین دن رات سے زیادہ اقامت اختیار نہ کرنی چاہئے تاکہ میزبان تنگی میں مبتلا نہ ہو۔

## ۹۵: بَابُ اسْتِحْبَابِ التَّبْشِيْرِ وَالتَّهْنِئَةِ بِالْخَيْرِ

## بَابٌ: بھلائی پر مبارکباد و خوشخبری مستحب ہے

التبشیر! ایسی خبر دینا جو مخبر کو خوش کر دے۔ تبشیر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس کو خوشخبری دی گئی ہے اس کے چہرے پر اس سے سرور و خوشی ظاہر ہوتی ہے۔

**قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:**

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ﴾ [الزمر: ۱۶ ۱۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''پس تم میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دو جو بات کو سن کر اس میں سب سے بہتر کی پیروی کرے''۔ (الزمر)

فبشر عباد! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دیں جو میرے ساتھ نسبت عبودیت رکھتے ہیں۔ القول! سے قرآن مجید مراد ہیں۔ فیتبعون احسنۃ! اتباع احسن سے مراد مثلاً قرض خواہ کا تنگ دست کو چھوڑ دے' نصف مہر جس کے واپس کرنے میں اختیار ملا یہ تمام عورت کو دے دے۔ لطیفہ: مبشر بہ کو حذف کیا تا کہ عموم کا فائدہ ہو اور وہ اپنی تمام راہوں پر پیش قدمی کرے۔ فضل اللہ تو سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ﴾ [التوبۃ: ۲۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ان کا رب اپنی طرف سے رحمت' رضامندی اور ایسے باغات کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہوں''۔ (توبہ)

یبشرھم ربھم! لطافت تعبیر کے کیا کہنے۔ سابقہ عنایات والا رب ان کو خوشخبری دے رہا ہے۔ یہاں تک کہ ان کو اپنی اس رحمت تک پہنچا دیا جو اس کے علم میں طے ہو چکی۔ برحمۃ منہ! وہ رحمت اسی کی طرف سے ملنے والی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ عظیم کی طرف سے ملنے والی بھی عظیم ہوگی۔ ورضوان! اور یہ رضامندی ہار کے دو کناروں کو ملانے والی گرہ کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: ''ورضوان من اللہ اکبر''! تو نماز کے ہاروں کے درمیان اس موتی کو رکھ دیا۔ جنات! اس کی تنوین رحمت کی طرح ہے۔ لھم فیھا نعیم مقیم! مقام صفت میں یہ جملہ اسمیہ لائے۔ دونوں ظروف میں سے ایک خبر مقدم ہے جو اہتمام کو ظاہر کر رہی ہے اور دوسرا ظرف محل حال میں ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ [فصلت: ۳۰]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تمہیں اس جنت کی خوشخبری ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا''۔ (فصلت)

وابشروا! قیامت کے دن خاص مؤمنین کو یہ خوشخبری دی جائے گی۔ کنتم توعدون! یعنی انبیاء علیہم السلام کی زبانی۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴾ [الصافات: ۱۰۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''پس ہم نے ان کو حلم والے لڑکے کی خوشخبری دی''۔ (الصافات)

جمہور مفسرین حلیم سے اسماعیل علیہ السلام مراد لیتے ہیں بعض نے اسحاق کہا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى﴾ [هود: ٦٩]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تمہارے قاصد ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر آئے''۔(ھود)

رسلنا! اس سے ملائکہ اللہ مراد ہیں۔ بالبشری! اس سے بیٹے کی خوشخبری مراد ہے۔ اس وجہ سے اس کے لئے آیت اے میں ھا ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ یا قوم لوط کی ہلاکت کی بشارت۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾ [هود: ٧١]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور ان کی بیوی کھڑی تھی پس وہ ہنس پڑی۔ پس ہم نے اس کو اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی''۔(ھود)

امراتہ! ابراہیم کی زوجہ محترمہ سارہ سلام اللہ علیہا۔ قائمۃ! پردے کے پچھلی جانب یا مہمانوں کی خدمت کیلئے (جبکہ فرشتے ہونے کی اطلاع مل گئی) فضحکت! وہ اس معاملے کی خوشخبری سے ہنس دیں۔ (۲) تعجب سے ہنسیں اور کہنے لگیں ہم اپنے مہمانوں کی خود مہمان داری کرتے ہیں اور وہ کھانے کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ (۳) ابراہیم کے خوف زدہ ہونے پر متعجب ہو کر ہنسیں کہ اپنے خدم وحشم میں ہوتے ہوئے خوف چہ معنی دارد جبکہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل ہے۔ (۴) ضحکت حیض آنے کے معنی میں ہے یہ حیض کے دس معنی میں سے ہے۔ (۱) طمس (۲) طمث (۳) اعصار (۴) اکبار (۵) ضحك (۶) دراس (۷) عراك (۸) حیض (۹) نفاس (۱۰) فراك۔

قال اللّٰہ تعالٰی

﴿فنادته الملائكة وهو قائم يصلي في المحراب﴾ (آل عمران: ۳۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''پس اس کو فرشتوں نے آواز دی جبکہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تمہیں یحیٰی کی خوشخبری دیتے ہیں''۔(آل عمران)

فنادته۔ ہ! سے زکریا علیہ السلام مراد ہیں۔ ھو قائم! یہ نادی کے مفعول سے حال ہے اور ظرف یصلی کے فاعل سے حال ہے۔ محراب! نماز کے مقام کو محراب سے اس لئے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ وہ شیطان سے لڑائی کا مورچہ ہے۔ ان اللّٰہ! قائلین کو مضمر مانیں تو ان اور بلا اضمار یہ اَنَّ۔ یبشرك بیحیٰی! یہ صورت میں مضارع ہے عجمی زبان کا منقول ہو کر آیا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلَآئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ﴾ [آل عمران:۴۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے مریم بے شک اللہ تمہیں اپنے ایک کلمے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام مسیح ہے۔''

(آل عمران)

اذ کر (فعل کا یہ مفعول ہے۔ کلمہ! عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ ''کن'' سے بنائے گئے۔ کسی مذکر کا واسطہ نہ تھا۔ منہ! عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت وشان کی طرف اشارہ ہے۔

الْاٰيَةُ وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اس باب میں آیتیں بہت اور معروف ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا وَهِيَ مَشْهُوْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مِنْهَا:

اور جہاں تک احادیث کا تعلق ہے وہ بھی بہت اور مشہور ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

۷۰۸: عَنْ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَيُقَالُ اَبُوْ مُحَمَّدٍ وَّيُقَالُ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: بَشَّرَ خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

''الْقَصَبُ'' هُنَا: اللُّؤْلُؤُ الْمُجَوَّفُ۔ ''وَالصَّخَبُ'': الصِّيَاحُ وَاللَّغَطُ۔ ''وَالنَّصَبُ'': التَّعَبُ۔

۷۰۸: حضرت ابوابراہیم اور بعض نے کہا ابو محمد اور بعض نے کہا ابو معاویہ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں خالی موتیوں والے گھر کی خوشخبری دی کہ جس میں نہ شور ہوگا اور نہ تکان۔ (بخاری و مسلم)

الْقَصَبُ: سوراخ دار موتی۔

الصَّخَبُ: شور و غوغا۔

النَّصَبُ: تھکاوٹ۔

**تشریح** ❀ عبداللّٰہ بن ابی اوفی رضی اللّٰہ عنہما! ان کی کنیت میں اختلاف ہے بعض نے ابوابراہیم بعض نے ابو محمد اور بعض نے ابومعاویہ کہی ہے۔ نووی نے باب الصبر میں ابوابراہیم پر اکتفاء کیا ہے۔ ان کے حالات باب الصبر میں گزرے۔ باپ بیٹا صحابی ہیں۔ ببیت! عظیم الشان گھر اس لئے کہ مسلم کی روایت میں قصر کا لفظ وارد ہے۔ من قصب! (۱) حال بن سکتا ہے (۲) نکرہ کی صفت بھی بن سکتا ہے۔ قصب! صاحب نہایہ کہتے ہیں جو موتی لمبائی لئے ہوئے اندر سے خالی ہو۔ طبرانی کی روایت کے مطابق وہ قصب جس پر موتی اور یاقوت پروئے گئے ہوں۔ لا صخب فیہ و لا نصب! صخب شور وغل (س) نصب تھکاوٹ۔ جنت دار التکلیف نہیں بلکہ دار التشریف ہے۔

**النَّحْوُ**: ولا نصب! میں لاحول ولاقوۃ کی طرح وجوہ خمسہ جاری ہو سکتی ہیں۔

**تخریج**: بخاری فی فصل خدیجہ، مسلم فی الفضائل، نسائی فی المناقب۔

**الفوائد**: حضرت خدیجہؓ کی تمام ازواج پر فضیلت اور رب العالمین کی طرف سے جنت کی بشارت جیسا روایت بخاری ۳۸۲۰ میں موجود ہے۔ یہ آپ ﷺ کی وہ زوجہ محترمہ ہیں جن سے آپ ﷺ کی تمام اولاد سوائے ابراہیم سلام اللہ علیہ السلام کے سواء ہوئی۔

۷۰۹: وَعَنْ اَبِیْ مُوسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ فِیْ بَیْتِهٖ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: لَاَلْزَمَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَلَاَ كُوْنَنَّ مَعَهٗ یَوْمِیْ هٰذَا ، فَجَآءَ الْمَسْجِدَ فَسَاَلَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالُوْا: وَجَّهَ هٰهُنَا ، قَالَ فَخَرَجْتُ عَلٰی اَثَرِهٖ اَسْاَلُ عَنْهُ حَتّٰی دَخَلَ بِئْرَ اَرِیْسٍ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ حَتّٰی قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَاجَتَهٗ وَتَوَضَّاَ فَقُمْتُ اِلَیْهِ فَاِذَا هُوَ قَدْ جَلَسَ عَلٰی بِئْرِ اَرِیْسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَیْهِ وَدَلَّاهُمَا فِی الْبِئْرِ ، فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ: لَاَكُوْنَنَّ بَوَّابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْیَوْمَ فَجَآءَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: اَبُوْبَكْرٍ فَقُلْتُ: عَلٰی رِسْلِكَ ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ یَسْتَاْذِنُ فَقَالَ: "ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰی قُلْتُ لِاَبِیْ بَكْرٍ: ادْخُلْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ یُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ ، فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰی جَلَسَ عَنْ یَمِیْنِ النَّبِیِّ ﷺ مَعَهٗ فِی الْقُفِّ وَدَلّٰی رِجْلَیْهِ فِی الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَیْهِ ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ اَخِیْ یَتَوَضَّاُ وَیَلْحَقُنِیْ فَقُلْتُ: اِنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ یُرِیْدُ اَخَاهُ۔ خَیْرًا یَّاْتِ بِهٖ ، فَاِذَا اِنْسَانٌ یُّحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ عَلٰی رِسْلِكَ ، ثُمَّ جِئْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ وَقُلْتُ: هٰذَا عُمَرُ یَسْتَاْذِنُ؟ فَقَالَ: "ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ" فَجِئْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ: اَذِنَ وَیُبَشِّرُكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی الْقُفِّ عَنْ یَّسَارِهٖ وَدَلّٰی رِجْلَیْهِ فِی الْبِئْرِ ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ: اِنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَیْرًا یَعْنِیْ اَخَاهُ یَاْتِ بِهٖ ، فَجَآءَ اِنْسَانٌ فَحَرَّكَ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ، فَقُلْتُ: عَلٰی رِسْلِكَ ، وَجِئْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ: "ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰی تُصِیْبُهٗ" فَجِئْتُ فَقُلْتُ: ادْخُلْ وَیُبَشِّرُكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰی تُصِیْبُكَ ، فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِیَٔ فَجَلَسَ وِجَاهَهُمْ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ قَالَ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ فَاَوَّلْتُهَا قُبُوْرَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَزَادَ فِیْ رِوَایَةٍ: "وَاَمَرَنِیْ

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِحِفْظِ الْبَابِ۔ وَفِيْهَا اَنَّ عُثْمَانَ حِيْنَ بَشَّرَهُ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

قَوْلُهُ "وَجَّهَ" بِفَتْحِ الْوَاوِ وَتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ: اَیْ تَوَجَّهَ ' وَقَوْلُهُ "بِئْرِ اَرِيْسٍ" هُوَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الرَّآءِ وَبَعْدَهَا يَاءٌ مُثَنَّاةٌ مِنْ تَحْتُ سَاكِنَةٌ ثُمَّ سِيْنٌ مُهْمَلَةٌ وَهُوَ مَصْرُوْفٌ وَمِنْهُمْ مَنْ مَنَعَ صَرْفَهُ۔ "وَالْقُفُّ" بِضَمِّ الْقَافِ وَتَشْدِيْدِ الْفَآءِ : وَهُوَ الْمَبْنِيُّ حَوْلَ الْبِئْرِ قَوْلُهُ: "عَلٰى رِسْلِكَ" بِكَسْرِ الرَّآءِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَقِيْلَ بِفَتْحِهَا اَیْ اُرْفُقْ۔

۷۰۹: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک دن اپنے گھر سے وضو کر کے نکلے اور یہ کہا کہ ضرور بضرور میں آج رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہوں گا اور آج کا سارا دن میں آپ ؐ کے ساتھ رہوں گا۔ چنانچہ وہ مسجد میں آئے اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا یہاں سے آپ ؐ تشریف لے گئے۔ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ میں آپ ؐ کے پیچھے آپ ؐ کے بارے میں پوچھتا ہوا نکلا یہاں تک کہ آپ ؐ بیئر اریس کے اندر داخل ہوئے۔ میں دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر وضو کیا پھر میں اٹھ کر آپ ؐ کی طرف گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ آپ ؐ بئر اریس پر بیٹھے ہیں اور اس کی منڈیر کو درمیان میں کر لیا اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑے کو ہٹا کر کنوئیں میں لٹکایا ہوا ہے۔ میں نے آپ ؐ کو سلام کیا پھر میں واپس لوٹا اور دروازے کے پاس آ بیٹھا اور میں نے دل میں کہا کہ آج ضرور رسول اللہ ﷺ کا دربان بنوں گا۔ اسی دوران ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کہا کون ہیں؟ انہوں نے کہا ابوبکر۔ میں نے کہا ٹھہر جائیے۔ پھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اور کہا یارسول اللہ۔ یہ ابوبکر آنے کی اجازت مانگتے ہیں آپ ؐ نے فرمایا۔ ان کو اجازت دو اور جنت کی خوشخبری دے دو۔ میں نے واپس لوٹ کر ابوبکر کو کہا اور داخل ہو جاؤ رسول اللہ ﷺ تمہیں جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ پس ابوبکر داخل ہوئے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے دائیں جانب منڈیر پر بیٹھ گئے اور کنوئیں کے اندر اسی طرح پاؤں کو لٹکایا۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اور اپنی پنڈلیوں کو بھی ننگا کر دیا۔ پھر میں لوٹ گیا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے بھائی کو وضو کرتے چھوڑا تھا کہ وہ مجھے آ ملے گا۔ پس میں نے دل میں کہا کہ اگر فلاں کے ساتھ مراد میرا اپنا بھائی تھا بھلائی کا ارادہ اللہ نے کیا ہوگا تو اس کو لے آئے گا اسی لمحے ایک انسان دروازے کو حرکت دینے لگا۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ پس اس نے کہا عمر بن خطاب۔ میں نے کہا ٹھہر جائیے۔ پھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یہ عمر اجازت مانگ رہے ہیں۔ پس آپ ؐ نے فرمایا اس کو اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری دے دو۔ پس میں عمر کے پاس آیا اور کہا حضور ﷺ اجازت دیتے ہیں اور تم کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ پس وہ داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس منڈیر پر بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں کو کنوئیں میں لٹکا لیا پھر میں لوٹ کر بیٹھ گیا اور دل میں میں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے ساتھ یعنی میرے بھائی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہوگا تو اس کو لے آئے گا تو اسی لمحہ ایک انسان نے آ کر دروازے کو حرکت دی۔ پس

میں نے کہا یہ کون ہے؟ تو اس نے کہا عثمان ابن عفان۔ میں نے کہا ٹھہر جایئے۔ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ؐ کو اس کی اطلاع دی۔ پس آپ ؐ نے فرمایا ان کو اجازت دو اور جنت کی خوشخبری دے دو۔ ایک آزمائش کے ساتھ جوان کو پہنچے گی۔ پس میں آیا اور میں نے کہا تم داخل ہو جاؤ اور تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ اس ابتلاء کے ساتھ جو تمہیں پیش آئے گا۔ پس وہ داخل ہوئے اور منڈیر کو پُر پایا۔ پھر وہ ان کے سامنے دوسری جانب بیٹھ گئے۔ سعید ابن مسیب رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے اس کی تاویل ان کی قبروں سے کی۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خود مجھے دروازے کی دربانی کا حکم دیا اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ عثمان کو جب خوشخبری دی تو انہوں نے اللہ کی حمد کی اور پھر کہا کہ اللہ ہی اس قابل ہے کہ اس سے مدد طلب کی جائے۔

وَجَّهَ: متوجہ ہوئے۔

بِئْرِ اَرِيْسٍ: یہ اریس کا لفظ بعض منصرف اور بعض غیر منصرف پڑھتے ہیں یہ مدینہ منورہ کے ایک کنواں کا نام ہے۔

اَلْقُفُّ: کنویں کے اردگرد کی دیوار۔ عَلٰى رِسْلِكَ: ذرا رکو۔

**تشریح** ۞ ابو موسى اشعرى رضى الله عنه! ان کے حالات باب الاخلاص میں گزرے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ انه توضا في بيته! نماز کے لئے (۲) طہارت دائمہ کے لئے۔ لا كونن معه يومى هذا! یعنی میں دن کا کچھ حصہ چھوڑ کر بعض پر اکتفاء نہ کروں گا۔ وجه! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے ہیں۔ فخرجت على اثره! میں جلدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

**النَّحْوُ**: اسأل منه! خرج کے فاعل سے حال ہو تو مترادف بنے گا۔ (۲) ظرف سے حال ہو تو متداخل بنے گا۔ دخل بئر اريس! وہ احاطہ جس میں بئر اریس واقعہ تھا۔ حتى قضى رسول الله حاجته! حتی یہاں الی ان کے معنی میں ہے۔ حاجتہ سے مراد انسانی حاجت یعنی پیشاب پاخانہ ہے۔ فقمت اليه! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا۔

**النَّحْوُ**: فاذا هو قد جلس على بئر اريس! اذا مفاجات کے لئے ہے۔ ہو مبتدا جملہ اس کی خبر ہے۔ توسط وقيها: بلند زمین کنوئیں کے گرد اگرد دیوار اس کی جمع قفاف ہے۔ و كشف عن ساقيه! اس کی تصغیر سویقہ آتی ہے پنڈلی۔ (المصباح) دلا هما في البئر! پنڈلیاں کنوئیں میں لٹکا رکھی تھیں۔ فسلمت عليه! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ ؐ نے میرے سلام کا جواب دیا پھر میں واپس لوٹا۔ لا كونن بوابا للنبى صلى الله عليه وسلم اليوم! بعض روایات بخاری میں لم يامرنى بذلك! اور بعض میں یاابا موسى املك علّى الباب! اور ترمذی کی روایت بھی اس کے قریب قریب ہے۔ طبرانی کی بعض روایات میں بلال کا تذکرہ وہم ہے کیونکہ روایت کا مدار ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پر ہے۔ پس جن روایات میں بواب کی نفی ہے اس کا مقصد ہمیشہ کے دربان کی نفی ہے اور جہاں ثبوت ہے تو وہ کبھی کبھی کا معاملہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں حکم دیا تو وہ پیشاب و استنجاء کے وقت تک تھا۔ بعد والے وقت میں انہوں نے خود اختیاری طور پر دربانی کا کام ذمہ کر لیا آپ ﷺ نے منع نہ فرمایا۔ فجاء ابوبكر رضى الله عنه! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کسی کے اطلاع دینے سے جان لیا یا اتفاقی طور پر وہ معلوم کرتے کرتے ادھر نکل آئے۔ فقال ابو بكر! اس سے ثابت ہوا کہ جب دربان اجازت

لینے والے کا نام پوچھے تو اسے ذاتی پہچان کے لئے نام بتلانا چاہئے۔ علی رسلك! تم اپنی جگہ رک جاؤ۔ ثم ذھبت! پس میں ٹھہر کر گیا۔ ھذا ابوبکر یستاذن! (۱) جملہ مستانفہ (۲) جملہ حالیہ (۳) دوسری خبر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبشرك بالجنۃ! اس میں ادب کو اختیار کرنے کا بہترین بدلہ مذکور ہے۔ بخاری کی روایت میں فحمد اللہ! کے الفاظ منقول ہیں۔ فدخل ابوبکر! پس ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہو کر چلتے چلتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھ گئے کیونکہ وہ سب سے افضل جانب ہے۔ معہ فی القف! (۱) معہ یہ جلس کی ضمیر سے محل حال میں ہے۔ اسی طرف فی القف (۲) ایک ظرف لغو بھی بن سکتا ہے۔ دلی رجلیہ..... ساقیہ! انہوں نے کنوئیں میں اسی طرح پاؤں لٹکائے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکائے تھے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آرام دہ مجلس میں تشریف رہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو عین ممکن تھا کہ آپ ﷺ اس بیٹھک کو ترک فرمادیتے۔ ان کے اس عمل کا اثر یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ تشریف فرما رہے۔ ثم! شاید یہ اس لئے لائے کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کافی دیر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چیت اور کیفیت کو ملاحظہ فرماتے رہے اور فا کے معنی میں بھی مجازاً لیا جا سکتا ہے۔ ترکت اخی! یہ ابورہم اور بردہ بعض نے محمد نام لیا ہے۔ ان میں مشہور ابوبردہ ہیں جن کا نام عامر ہے۔ بفلان! یہ کنایہ کا لفظ ہے جو بھائی کے لئے استعمال کیا۔ یأت بہ! تا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خلوت کے وقت حاضر ہو شاید اس کو بھی جنت کی خوشخبری مل جائے جیسے پہلے آنے والے کو ملی۔ فاذا انسان یحرك الباب! تا کہ اجازت داخلہ حاصل کر لے۔ یہ اجازت کے لئے حسن ادب ہے۔ ابن التین نے کہا شاید یہ اجازت سے پہلے کی بات ہے۔ حافظ کہتے ہیں یہ اجازت حاصل کرنے والے نے اجازت کے وقت کیا۔ ابن التین کی بات درست نہیں کیونکہ بخاری کی دوسری روایت میں "فجاء رجل فاستاذن"! کے الفاظ ہیں یہ ویسے دھکیلنے والا نہ تھا کہ وہ بلا اجازت داخل ہو جائے۔ عمر بن الخطاب! اگر اجازت حاصل کرنے والے کے متعلق ابہام ہو تو نام بتلا کر اس کا ازالہ ضروری ہے۔ علی رسلك! تم اپنی جگہ اپنی حالت پر برقرار رہو۔ ثم جئت! تعبیر میں تفنن کے لئے لائے۔ ھذا عمر! مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں معلوم و معروف ہونے کی وجہ سے فقط نام پر اکتفاء ہے اور دوسرا ان کا ساتھی صدیق پہلے موجود ہے۔ بشرہ بالجنۃ! (۱) یہ بات سرور کی کیفیت کے جلد حصول کے لئے ہے ورنہ بشارت تو تاخیر سے بھی میسر ہو رہی تھی۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ ایک کی خبر مقبول ہے۔ (۳) یقین پر قدرت کے باوجود ظن پر عمل کرنا درست ہے۔ فجئت عمر! ضمیر کی بجائے نام کا تذکرہ استلذاذ محبت سے ہوا۔ اذن! یہ معروف ہے میں اجازت داخل دیتا ہوں۔ یبشرك! تعبیر کو تفنن کی خاطر بدل دیا اور صدیق رضی اللہ عنہ کے بلند مقام کی طرف اشارہ بھی کر دیا کیونکہ جملہ اسمیہ کی تعبیر دوام و استمرار اور مضارع تجدد و حدوث پر۔ واللہ اعلم۔ فی القف عن یسارہ! بائیں جانب بیٹھ گئے۔ دلی رجلیہ! یہ تفنن فی التعبیر کے لئے ہے۔ پاؤں کا لٹکانا' پنڈلیاں لٹکانے کو لازم و ملزوم ہے۔ میں پھر لوٹ آیا اور اپنے بھائی کے بارے میں تمنا کر رہا تھا۔ ایک انسان نے دروازے کو اجازت کے لئے حرکت دی۔ وجئت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتہ! (۱) یہاں عاطف کو بدل دیا۔ پہلے دونوں مواقع میں ثم اور یہاں واؤ۔ (۲) وہاں فعل جئت صرف ذکر کیا جو کہ حضرت کے معنی میں ہے اور یہاں مفعول کے ساتھ لائے جو کہ اتیت کے معنی میں ہے (۳) پہلے دو مواقع میں واقعہ کی تفصیل ذکر کی اور تیسرے موقعہ پر اجمال سے کام لیا۔ یہ لطائف بلاغت اور تفنن تعبیر ہے۔ فقال ائذن لہ! بخاری کی روایت میں "فسکت ھنیھۃ ثم قال ائذن لہ!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا ان کو داخلہ کی اجازت دے دو۔ مع بلوی! یہ بلیہ اور بلاء کی طرح مصدر ہے (المصباح)۔ فجلس وجاهھم! وجاههم کو تجاههم پڑھنا بھی درست ہے یعنی ان کے سامنے والی جگہ پر۔
بخاری میں ہے کہ وامرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ الباب! کے الفاظ ہیں۔ من الشق الآخر! منڈیر کے مقابل حصہ۔ بخاری کی روایت میں سعید بن المسیب کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ فاولتھا قبورھم! میں نے اس کی تعبیر نکالی کہ ان کی قبور اس طرح ہوں گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیداری کے معاملات کی بھی تعبیر ہوتی ہے اور اسی بات کا نام فراست ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ صاحبین کی قبور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گی اور عثمان جنت البقیع میں اکیلے ہوں گے۔ بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ فاولت ذلك انتباذ قبرہ من قبورھم! میں نے تعبیر کی کہ ان کی قبر الگ ہوگی۔ ایک روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے الفاظ واللہ المستعان بھی منقول ہیں۔ بئر اریس! یہ قباء کے قریب واقع تھا۔ اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انگلی سے گری تھی۔ بعض نے اس کو منصرف اور دوسروں نے غیر منصرف مانا ہے۔ علی رسلك! نہایہ میں راء کا فتحہ لکھ کر ارفق بنفسك! اپنے آپ کو سکون دو۔ معنی کیا ہے اور مطالع میں راء کا کسرہ ہے اس کا معنی آہستہ اور باوقار رہ۔

**تخریج** : بخاری فی الفضائل و الفتن' مسلم فی الفضائل' نسائی فی المناقب۔

**الفوائد** : (۱) صحابہ کرام آپ ﷺ کے احوال و آثار کا کس قدر شدید اہتمام کرنے والے تھے۔ (۲) ابوبکرؓ وعثمانؓ کی ہمت اور ابوموسیٰ اشعری کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ (۳) معجزہ نبوت جس کا معاملہ زمانہ عثمانؓ میں پیش آیا کا تذکرہ ہے۔ (۴) ان تینوں حضرات کے بعد نبوت پر قائم رہنے کا ثبوت ہے۔

٧١٠ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَنَا اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَاَ عَلَيْنَا وَخَشِيْنَا اَنْ يُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اَتَيْتُ حَائِطًا لِلْاَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا؟ فَلَمْ اَجِدْ فَاِذَا رَبِيْعٌ يَّدْخُلُ فِيْ جَوْفِ حَائِطٍ مِّنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ وَّالرَّبِيْعُ الْجَدْوَلُ الصَّغِيْرُ ' فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : اَبُوْهُرَيْرَةَ؟" فَقُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' قَالَ : "مَا شَانُكَ؟" قُلْتُ : كُنْتَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَاَبْطَاْتَ عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا اَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَاَتَيْتُ هٰذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰٓؤُلَاۗءِ النَّاسُ مِنْ وَّرَآئِيْ۔ فَقَالَ : "يَا اَبَا هُرَيْرَةَ" وَاَعْطَانِيْ نَعْلَيْهِ فَقَالَ : "اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيْتَ مِنْ وَّرَآءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ" وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔
"الرَّبِيْعُ" النَّهْرُ الصَّغِيْرُ وَهُوَ الْجَدْوَلُ۔ بِفَتْحِ الْجِيْمِ" كَمَا فَسَّرَهٗ فِي الْحَدِيْثِ۔ وَقَوْلُهٗ

"احْتَفَزْتُ" رُوِیَ بِالرَّاءِ وَبِالزَّايِ وَمَعْنَاهُ بِالزَّايِ تَضَامَمْتُ وَتَصَاغَرْتُ حَتّٰی اَمْكَنَنِي الدُّخُوْلُ۔

۱۰۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ کے اردگرد بیٹھے تھے اور اس جماعت میں ہمارے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھ گئے اور پھر آپؐ نے بہت دیر فرمائی۔ ہمیں خطرہ ہوا کہ ہماری غیر موجودگی میں کہیں آپؐ کو قتل نہ کر دیا گیا ہو اور ہم گھبرا گئے۔ پھر ہم اٹھے اور میں پہلا گھبرانے والا تھا۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لئے نکلا یہاں تک کہ میں بنی نجار کے ایک چار دیواری کے پاس آیا۔ میں اس کے اردگرد گھوما تا کہ اس کا کوئی دروازہ مل جائے لیکن میں نے نہ پایا۔ پھر اچانک میری نظر ایک نالی پر پڑی۔ جو احاطے کے درمیان میں بیرونی کنویں سے جاتی تھی۔ ربیع چھوٹی نالی کو کہتے ہیں۔ میں نے سکڑ کر یعنی سمٹ سمٹا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ آپؐ نے فرمایا: ابوہریرہ؟ تو میں نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو آپؐ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا آپؐ ہمارے درمیان تھے پھر آپؐ اٹھ کر چلے آئے پھر آپؐ نے واپسی میں بہت دیر کر دی۔ پس ہمیں خطرہ ہوا کہ ہماری غیر موجودگی میں آپؐ کو قتل نہ کر دیا ہو۔ پس ہم گھبرائے اور ان گھبرانے والوں میں میں سب سے پہلا تھا۔ پس میں اس احاطے کے پاس آیا اور میں اس طرح سمٹا جس طرح لومڑی سمٹتی ہے اور یہ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ پس آپؐ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! پھر آپؐ نے مجھے نعلین مبارک عنایت فرمائے اور فرمایا کہ ان کو لے جاؤ اور جو تمہیں اس دیوار کے پیچھے سے اس حال میں ملے کہ وہ دل کے یقین کے ساتھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی دیتا ہو۔ اس کو جنت کی خوشخبری دے دو اور حدیث کو طوالت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (رواہ مسلم)

الرَّبِیْعُ: چھوٹی نہر یا نالی جیسا حدیث میں اس کی تفصیل گزری ہے۔

اِحْتَفَزْتُ: میں سکڑا یہاں تک کہ داخلہ ممکن ہو گیا۔

**تشریح** ۞ باب الرجاء میں یہ روایت گزر چکی ہے۔ **قعودا!** یہ قاعد کی جمع ہے جس کا معنی بیٹھنا۔ **فعدنا حوله!** حول اور حوالیہ دونوں کا معنی "گرد" ہے۔ اس کا لام مکسور نہ ہوگا۔ **معنا!** یہ مصاحبت کے لئے ہے۔ اے بیٹھنے والو ہم من جملہ میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ ان دو کی تخصیص کی وجہ بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان کی افضلیت و عظمت ہے۔ **فی نفر!** معنا اور فی نفر یہ محل حال میں ہیں متداخل مانیں یا مترادف۔ (۲) ظرف لغو بھی بن سکتے ہیں۔ نفر کا لفظ تین سے دس یا سات پر بولا جاتا ہے۔ **من بین اظهرنا!** نووی کہتے ہیں یہ بین اظهرکم! اور ظهریکم! اور ظهرانیکم! استعمال ہوتا ہے۔ اس کا معنی ہمارے درمیان ہے۔ **فابطا علینا و خشینا ان یقتطع دوننا!** یعنی دشمن کی طرف سے پریشانی پہنچ جائے۔ یا قید یا کوئی اور صورت پیش آ گئی ہو۔ **من فزع!** قاضی کہتے ہیں فزع گھبراہٹ کو کہتے ہیں۔ کسی چیز کے لئے ڈرنا۔ (۲) اہتمام کرنا (۳) عنایت و توجہ کرنا۔ یہاں تینوں ہی درست ہو سکتے ہیں۔ جیسا عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کے رک جانے کی وجہ سے ہمیں خطرہ ہوا کہ ہمارے بے خبری میں آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ میں پہلا گھبرانے والا تھا۔ **فخرجت ابتغی!** تلاش کرنے نکلا اور چلتے چلتے **حتی اتیت حائطا!** ایک احاطہ کے پاس پہنچا۔ اس کو حائط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے کسی حصہ پر چھت نہیں ہوتی۔ **الانصار!** یہ اوس و خزرج کی اولاد کے لئے علم بن گیا۔ بنی نجار یہ اسی کا بدل ہے۔ **هل اجدله**

بابا! دروازہ معلوم کرنے کے لئے ارد گرد گھوما۔ فلم اجد! مگر جلدی میں دروازہ نہ ملا۔ فاذا ربیع! ربیع کی جمع اربعاء جیسے نبی و انبیاء چھوٹی پانی کی نالی۔ یدخل فی جوف حائط! نسبت مجازی اس کے ذریعہ سے پانی داخل ہوتا تھا۔ من بئر خارجۃ! بقول ابن صلاح یہ خارجہ بئر کی صفت ہے۔ ابوموسیٰ اصبہانی نے کہا اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) ایک مذکورہ بالا (۲) بئر پر تنوین اور خارجہ ضمیر حائط کی طرف مضاف ہو (۳) بئر کی اضافت خارجہ کی طرف ہو اور وہ اسم علم ہو۔ نووی نے پہلی کو ترجیح دی اور اکثر نے تیسری وجہ کو۔ وہ باغات کے نام کنووں سے رکھتے تھے جیسے بئر اریس بئر بضاعہ بئر حاء۔ حالانکہ یہ سب باغات ہیں۔ توافق کہتے ہیں اس تمام سے یا بعض سے ہم موافقت نہیں کرتے۔ احتفار اسکڑ نا۔ بعض نے زاء سے نقل کیا مگر وہ موقعہ سے زیادہ موافقت نہیں رکھتا۔ فقال ابو هريرة؟! کیا تم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہو؟ میں نے نعم سے جواب دیا۔ شان! یہ عظمت والے کاموں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ظهرانی! یہ تثنیہ کا صیغہ ہے۔ هؤلا الناس! جن کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ (۲) وہ اور دیگر جن کو واقعہ کی اطلاع ملی الف لام عہد یا جنس کا ہے۔ و اعطاني نعليه! گزشتہ قال کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ فقال! یہ پہلے کی تکرار کے لئے آیا ہے کیونکہ قول و مقولے میں کافی فاصلہ ہو گیا جیسا قرآن مجید میں وارد ہے۔ ﴿فلما جاء هم ما عرفوا اكفروا به﴾! آیت میں بقول محمد بن یزید لما تکدیر ہے۔ اس آیت میں بھی اسی طرح ہے: ﴿ايعدكم انكم اذا متم و كنتم ترابا وعظاماً انكم مخرجون﴾! انکم دوسرا اعادہ اول ہے۔ فمن لقيت! مرد و عورت سب کے لئے عام ہے۔ يشهد ان لا اله الا الله! یہ شہادتین سے کنایہ ہے اور حقیقتاً یشہد کے فاعل سے حال ہے۔ اصل قید سے منافقین نکل گئے۔

حاصل روایت یہ ہے عمر رضی اللہ عنہ نے اسی پر بھروسہ کر کے ترک عمل کا خطرہ ظاہر کیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موافقت فرمائی اور باب کے مقصد کے یہ خلاف نہیں اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گواہی دینا اس کے مطلوب ہونے کی علامت ہے اور کسی وجہ سے بشریہ کو چھوڑ دینا کسی امر کی وجہ سے ہے اس سے یہ فعل دوسروں کی طرف متعدی نہ ہو سکے گا۔

**تخریج**: اخرجه مسلم (۳۱)

**الفوائد**: ① صحابہ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کا کس قدر احساس تھا۔ ② سچے دل سے لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کو جنت کی خوشخبری دی گئی۔ ③ علامت خبر کو پختہ کرتی ہے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نعل مبارک عنایت فرمایا۔

۷۱۱: وَعَنِ ابْنِ شُمَاسَةَ قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ فِيْ سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَبَكٰى طَوِيْلًا وَحَوَّلَ وَجْهَهُ اِلَى الْجِدَارِ فَجَعَلَ ابْنُهٗ يَقُوْلُ: يَا اَبَتَاهُ اَمَا بَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِكَذَا؟ اَمَا بَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِكَذَا؟ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّ اَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اِنِّيْ قَدْ كُنْتُ عَلٰى اَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ: لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَمَا اَحَدٌ اَشَدَّ بُغْضًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنِّيْ وَلَا اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهٗ فَلَوْ مِتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ— فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ فِيْ قَلْبِيْ

اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَقُلْتُ : اِبْسُطْ یَمِیْنَکَ فَلَاُ بَایِعُکَ ' فَبَسَطَ یَمِیْنَہٗ فَقَبَضْتُ یَدِیْ فَقَالَ : "مَالَکَ یَا عَمْرُو؟" قُلْتُ : اَرَدْتُ اَنْ اَشْتَرِطَ قَالَ : تَشْتَرِطُ مَاذَا؟ "قُلْتُ : اَنْ یَّغْفِرَلِیْ ' قَالَ : "اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ وَاَنَّ الْھِجْرَۃَ تَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَھَا وَاَنَّ الْحَجَّ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ وَمَا کَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَلَا اَجَلَّ فِیْ عَیْنِیْ مِنْہُ ' وَمَا کُنْتُ اُطِیْقُ اَنْ اَمْلَاَ عَیْنِیْ مِنْہُ اِجْلَالًا لَّہٗ – وَلَوْ سُئِلْتُ اَنْ اَصِفَہٗ مَا اَطَقْتُ لِاَنِّیْ لَمْ اَکُنْ اَمْلَاُ عَیْنِیْ مِنْہُ وَلَوْ مُتُّ عَلٰی تِلْکَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ ' ثُمَّ وَلِیْنَا اَشْیَاءَ مَا اَدْرِیْ مَا حَالِیْ فِیْھَا؟ فَاِذَا اَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِیْ نَائِحَۃٌ وَّلَا نَارٌ ' فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِیْ فَشُنُّوْا عَلَیَّ التُّرَابَ شَنًّا ' ثُمَّ اَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَّیُقْسَمُ لَحْمُھَا حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِکُمْ وَاَنْظُرَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِہٖ رُسُلَ رَبِّیْ ' رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُہٗ "شُنُّوْا" رُوِیَ بِالشِّیْنِ الْمُعْجَمَۃِ وَبِالْمُھْمَلَۃِ : اَیْ صُبُّوْہُ قَلِیْلًا قَلِیْلًا ' وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ۔

۷۱۱: حضرت ابن شماسہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس ایسے وقت میں حاضر ہوئے جب وہ قریب المرگ تھے۔ پس وہ کافی دیر تک روتے رہے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف کر لیا۔ اس پر ان کا بیٹا کہنے لگا اے ابا جان! کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے اس اس طرح کی خوشخبری نہیں دی؟ کیا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یہ یہ خوشخبری نہیں دی؟ اس پر وہ متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ بیشک سب سے افضل چیز جس کو ہم شمار کرتے ہیں وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی ہے۔ مجھ پر تین حالتیں گزری ہیں: (۱) میں نے اپنے آپ کو اس حال میں پایا کہ مجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی بغض رکھنے والا نہ تھا۔ اور مجھے سب سے زیادہ محبوب یہ بات تھی کہ میں آپ پر قابو پا کر آپؐ کو قتل کر ڈالوں۔ اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو میں جہنم میں جاتا۔ (۲) پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو میرے دل میں ڈال دیا تو میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپؐ اپنا دایاں ہاتھ پھیلائیں تا کہ میں آپؐ کی بیعت کروں۔ پس آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلا دیا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا اے عمرو تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا میں شرط لگانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو کیا شرط لگانا چاہتا ہے۔ میں نے کہا یہ کہ مجھے بخش دیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام ماقبل کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت اپنے ماقبل کے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج اپنے ماقبل کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہ تھا اور نہ ہی آپؐ سے بڑھ کر عظمت والا میری نگاہ میں اور کوئی تھا اور آپؐ کے رعب کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا اور اگر مجھ سے آپؐ کے حلیہ مبارک بیان کرنے کو کہا جائے تو میں اس کی ہمت نہیں رکھتا کیونکہ میں نے آپؐ کو نظر بھر کر کبھی دیکھا ہی نہیں اگر اس حالت میں میری موت آ جاتی تو مجھے اُمید تھی کہ میں جنت میں جاتا پھر ہم بعض چیزوں پر نگران بنائے گئے مجھے معلوم نہیں کہ میرا حال ان میں کیا ہوگا۔ پس جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی عورت نہ ہو اور نہ ہی آگ

ہو۔ پھر جب تم دفن کر چکو اور مجھ پر تھوڑی تھوڑی کر کے مٹی ڈالنا۔ پھر میری قبر پر اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت بانٹا جاتا ہے تا کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور دیکھ لوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے قاصدوں کو میں کیا دیتا ہوں۔ (مسلم)

شُنُّوا: تھوڑی تھوڑی کر کے مٹی ڈالو۔

**تشریح** ⊙ ابی شماسه رضی الله عنه! ان کا نام عبدالرحمان بن شماسہ ہے۔ بعض نے کہا ان کا نام ابوعبداللہ المہری ہے۔ سیاق الموت! حضور موت کا وقت۔ یبکی طویلا! بہت دیر تک رونا۔

**النحو**: جملہ دوسری خبر ہے۔ (۲) ضمیر متقر سے حال ہے۔ بکذا! خوشخبری سے کنایہ ہے۔ ما نعد! جس کو ذخیرہ بناتے یا معادہ کے لئے شمار کرتے۔ ثلاثة اطباق! جمع طبق احوال۔ طبق کا ظاہر لفظ مذکر ہونے کی وجہ سے ثلاثۃ مونث لائے۔ اگر معنی کا لحاظ کیا جائے تو مونث لانا زیادہ فصیح ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں حال حسنة۔ ولقد رایتنی! فاعل و مفعول متحد ہیں اور مفعول ثانی محذوف ہے۔ وما احدٌ اشد! یہ ما کی خبر اور بغضاً یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ استمکنت! قابو پانا' باب استفعال مبالغہ کے لئے لائے۔

**النحو**: فقتلته! یہ جملہ ما کی خبر پر معطوف ہے حرف نفی کا اعادہ جتلاتا ہے کہ نفی ہر ایک کی طرف متوجہ ہے۔ مجموعہ کی طرف نہیں۔ فلو مت! یہ میم کے ضمہ و کسرہ دونوں سے درست ہے (ن'س) دونوں بابوں سے ہے۔ علی تلك الحال لكنت من اهل النار! جو ابدالآباد جہنم میں رہیں گے۔ تلك! اسم اشارہ بعید اس کے انتہائی قبیح ہونے کی طرف اشارے کیلئے لائے اور اس لئے بھی تا کہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان پر زیادہ سے زیادہ شکریہ ادا کریں جس نے ان کو بدترین حالت اور سب سے بڑے عیب (کفر) سے بچایا۔ اس حالت پر دوسری حالت کو بطور عطف لائے۔ فلما جعل الله الاسلام فی قلبی! جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو میرے دل میں محبوب بنا دیا۔ اتیت النبی صلی الله علیه وسلم! حدیبیہ کے بعد کی بات ہے۔

**النحو**: فلا بایعك! لام تعلیلیہ اور اس کے بعد والا فعل ان مضمرہ کی وجہ سے منصوب ہے اور کسرہ اور سکون بھی جائز ہے جبکہ لام امر تسلیم کریں۔ جیسا اس ارشاد نبوی میں "قوموا فلا صل لکم! اس بیعت سے دخول اسلام اور نصرت اسلام کی بیعت مراد ہے۔ فبسط یمینه فقبضت یدی! یدی کا دال مکسور یعنی اپنا دایاں ہاتھ کیونکہ اسی سے بیعت کی جاتی ہے۔ یدی پر اکتفاء تا کہ تکرار سے حفاظت ہو۔

مالك؟! یہ مبتداء و خبر ہے۔ بماذا؟! با زائدہ بھی ہوسکتی ہے (۲) ممکن ہے کہ یشترط سے بحاظ کا معنی متضمن ہونے کے لئے با لائے۔ ان یغفر لی! فاعل معلوم و متعین ہونے کی وجہ سے مجہول کے صیغہ سے لائے اور مطلوب کو عموم کے لئے حذف کیا۔ ما کان قبلها! جو اسلام ہجرت کے درمیان پیش آئیں۔ ما کان قبله! اس سے صغائر مراد ہیں اور وہ جو حقوق اللہ سے متعلق ہوں۔ کبائر تو بہ سے معاف ہوتے ہیں اور مظالم اہل حق یا فضل الٰہی سے معاف ہوں گے۔ باب کے لئے روایت کا یہ حصہ شاہد ہے۔ مقام کی دلالت سے یہاں کلام محذوف ہے۔ فا سلمت وبایعت۔ احب الی من رسول الله صلی الله علیه وسلم! کیونکہ ایمان اسی سے مکمل ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من اهله و نفسه والناس اجمعین"۔ ولا اجل فی عینی منه! یہ جلال سے ہے جو کہ عظمت و ہیبت

کے معنی میں ہے۔ان املاء عینی منه! منہ یہ املاء کے متعلق ہے۔اجلالاً له! یہ ماقبل کی علت ہے۔میرا چہرے انور کو آنکھ بھر کر نہ دیکھ سکنا یہ جلال نبوت کی وجہ سے تھا۔ولو سئلت ان اصفه ما اطقت! اگر مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلقی عادات کا سوال کیا جائے تو گہری نگاہ نہ ڈال سکنے کی وجہ سے میں ان کو بیان نہیں کر سکتا اور ان کو بیان کرنے کے لئے گہری نگاہ چاہئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں تو رعب وجلال نبوت بھی ٹکٹکی باندھ کر آپ ﷺ کی طرف دیکھنے سے مانع تھا۔ علي تلك الحالة! اشارہ بعید لاکر اس حالت کی عظمت بیان کر رہے ہیں۔ لرجوت ان اكون! اس سے معلوم ہوا کہ عارفین خواہ کتنی عبادت اور اعمال صالحہ کر لیں تب بھی خشیت ان کے قلب سے دور نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿والذين يؤتون ما اتوا وقلوبهم وجلة﴾! اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان اعمال صالحہ کی طرف نہیں جھکتا اور یہ تو اسے قطعی یقین ہے کہ یہ اہل جنت کے اعمال سے ہے اور وہ اہل جنت سے مگر اس نے اپنے دل پر اعتماد کیا اور اپنے بدن اور عقل سے اپنے مولی کی طرف اس امید سے متوجہ ہوا کہ وہ اس کو اپنے دوستوں کی لڑی میں پرو دیں گے۔ما ادري ما حالي فيها! یہ مزید تواضع کے لئے ہے ورنہ وہ علماء صحابہ میں سے ہیں صحابہ کرام تمام عادل ہیں۔نائحة! اوصاف شمار کرنے کے ساتھ اپنی آواز کو رونے میں بلند کرے مثلاً یاجبلاہ وغیرہ کہے وہ زبان نبوت سے ملعونہ ہے۔اس کا ساتھ جانا مناسب نہیں اور نوحہ بھی حرام ہے۔ولا نار! تا کہ نجات کے لئے اچھا شگون ہو۔میت کے ساتھ آگ کا لے جانا مکروہ ہے جیسا روایت میں وارد ہے۔ بعض نے کہا اس کی کراہیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ جاہلیت کے نشانات میں سے ہے۔ابن حبیب مالکی کہتے ہیں بطور تفاول مکروہ ہے۔ اگر اس کے لئے اور کوئی داعیہ شدت بدبو یا تعفن کا پایا جائے اور اس کی تیزی اٹھانے والوں کو پراگندہ نہ کرے مگر وہ جو منہ سے بدبو آتی ہے اس میں کراہیت نہیں۔ فسنوا علي التراب سنا! قبر پر مٹی ڈالی جائے مگر اس پر بیٹھا نہ جائے۔ جزور! نر و مادہ اونٹ اس کی جمع جزر ہے جیسے رسول سے رسل جمع الجمع الجزائر ہے۔ حتى استانس لكم! حتی کی کے معنی میں ہے۔ اراجع به رسل ربي! یعنی قبر کی پوچھ گچھ۔روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ قبر اور سوال ملائکہ برحق ہے۔دفن کے بعد استغفار و دعا کے لئے تھوڑا سا رکنا مستحب ہے۔میت (روح میت) قبر کے گرد تک ہے۔ یہ مسلک شوافع ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۶/۱۷۷۹۲) و مسلم (۱۲۱) و ابو عوانة (۷/۱) والبیهقی (۹۸/۹)

**الفرائد** : ① قریب المرگ آدمی کو باری تعالیٰ کے متعلق خوب حسن ظن ہونا چاہئے۔ ② نوحہ تو حرام ہے آگ کا نہ لے جانا بطور نیک گمان کے ہے۔ ③ دفن کے بعد استغفار کے لئے قبر کے پاس ٹھہرنا چاہئے تا کہ سوال جواب میں سہولت ہو۔

# ۹۶: بَابُ وَدَاعِ الصَّاحِبِ وَوَصِيَّتِهِ عِنْدَ فِرَاقِهِ لِسَفَرٍ وَغَيْرِهِ وَالدُّعَآءِ لَهُ وَطَلَبَ الدُّعَآءِ مِنْهُ

## بَاب: دوست کو الوداع کرنا اور سفر کیلئے جدائی کے وقت اس کیلئے دعا کرنا اور اس سے دعا کروانا

وداع! الوداع کہنا۔ الصاحب! مصدر ہے فاعل کی طرف مضاف ہے اور مفعول محذوف ہے ② اس کا عکس بھی درست ہے ای موادعة الشخص الصاحب۔ و وصیته عند فراقه! جو نیکی و تقویٰ کی وہ وصیت کرے۔ لسفره! یہ فراقها سے متعلق ہے۔ وغیرہ سے مراد ملاقات کا نہ ہونا یا موت کا آ جانا۔ والدعاء له وطلب الدعاء منه! دعا کا لام اور من سے مقید کرنے کا تعلق تمام متعاطفات سے ہوگا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿وَوَصّٰى بِهَا اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭيٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۭ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۗىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰــهًا وَّاحِدًا ښ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾

[البقرۃ: ۱۳۲، ۱۳۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور وصیت کی اس بات کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ نے بھی۔ اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے تمہارے لئے دین کو چن لیا پس ہرگز تمہیں موت نہ آئے مگر اسلام ہی کی حالت میں۔ کیا تم اس وقت موجود تھے جبکہ یعقوبؑ کو موت آ پہنچی اور جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں کو کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا ہم آپ اور آپکے باپ دادا ابراہیم، اسماعیل و اسحٰقؑ کے ایک ہی معبود کی عبادت کریں گے اور ہم اس ہی کے تابعدار ہیں''۔

ووصی بها! ھا سے ملت یا کلمہ اخلاص مراد ہے۔ ویعقوب! یعنی یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو وصیت کی ② اور اس کا عطف ابراہیم پر بھی ہوسکتا ہے اور مفعول محذوف ہو یعنی یعقوب نے اپنے اپنے بیٹوں کو وصیت کی۔ سفاقسی کہتے ہیں یہ پہلے قول سے زیادہ ظاہر ہے۔ یا بنی! قول کو مضمر مانیں گے۔ ③ وصی کا معمول بنائیں ① یہ قول کا مقولہ بنے اور یعقوب پر رفع پڑھیں اور ابراہیم پر عطف ہو۔ ② یعقوب کو مبتداء اور خبر محذوف یا بنی مقولہ بنے گا۔ یہ قرأت سبعہ کے مطابق ہے۔ قرأت شاذہ کے مطابق وصی کے مفعول پر عطف ہو اور یا بنی صرف ابراہیم کا قول بنے۔ الدین! سے مراد اسلام ہے۔ فلا تموتن! تم اسلام پر مداومت اختیار کرو اور موت کا سامنا بھی اسی حالت میں ہونا چاہئے۔ ام کنتم شهداء! یہ ام منقطعہ ہے جو کہ بل کے معنی میں ہے اور ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے یعنی تم موجود نہ تھے۔ یہ یہود کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یعقوب نے مرتے دم یہودیت کی وصیت کی۔ اذ حضر یعقوب الموت! یہ اذ کا ظرف شہداء کے متعلق ہے۔ اس مقام پر کلام تام ہو گیا۔ پھر اذ قال سے نیا کلام شروع ہوا گویا اس طرح کہا اذکر اذ قال ذلك الوقت! تا کہ یہود اس کا دعویٰ نہ کر سکیں۔ ۲ قالوا نعبد! کے متعلق ہے ۳ پہلے اذ سے بدل ہے (سفاقسی) ما تعبدون! معبود کی صفات کے متعلق سوال کیا گیا۔ الھاً واحداً! یہ الھًا! کا بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے (سفاقسی) ۴ حال ہے جس سے مقصود وصف ہے۔ اسم ذات کے ساتھ تمہید کے طور پر لائے (زمخشری) اختصاص کی وجہ سے نصب مردود ہے کیونکہ منصوبات نکرہ ہوتے ہیں سفاقسی نے کہا اس سے اختصاص معنوی مراد ہے نہ کہ صناعی۔ آباء میں اسماعیل علیہ السلام کو تغلیباً شامل کیا ہے۔ چچا کو مجازاً اب کہتے ہیں۔ ونحن له مسلمون! ۱ یہ نعبد کے مفعول سے حال ہے ۲ نعبد پر معطوف ہے۔ زمخشری اس کو جائز کہتے ہیں سفاقسی اس کی تردید کرتے ہیں کیونکہ یہ متلازم کلام میں آتا ہے اور یہ دو مستقل کلام ہیں۔ زمخشری کی مراد اعتراض بیانی ہے نہ کہ نحوی۔

۷۱۲: وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا حَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الَّذِيْ سَبَقَ فِيْ بَابِ اِكْرَامِ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْنَا خَطِيْبًا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ: "اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبَ وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ" فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ- ثُمَّ قَالَ: "وَاَهْلُ بَيْتِيْ" اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ۔

۷۱۲: احادیث میں سے ایک روایت وہ ہے جو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی سند سے باب اکرام اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے باب میں گزری۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور وعظ ونصیحت فرمائی۔ پھر فرمایا اما بعد! خبردار! اے لوگو بے شک میں ایک انسان ہوں۔ قریب ہے کہ اللہ کا قاصد میرے پاس آئے اور میں اس کا پیغام قبول کرلوں۔ میں تمہارے اندر دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں پہلی کتاب اللہ ہے اس میں ہدایت ونور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامو! اور آپ نے کتاب اللہ پر عمل کے لئے اُبھارا اور رغبت دلائی۔ پھر فرمایا دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں ان کے سلسلہ میں اللہ یاد دلاتا ہوں (کہ ان پر کوئی زیادتی نہ کرے)۔ (مسلم)

یہ روایت طوالت کے ساتھ گزری۔

**تشریح** ○ قام فینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خطیباً! معلوم ہوا کہ خطبہ کھڑے ہو کر دینا چاہیے۔ فحمد اللّٰہ واثنی علیہ! اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی۔ وعظ وذکر! ۱ یہ عطف عام علی الخاص کی قسم ہو ۲ عطف ردیف ہے۔ الا! انتباہ مخاطبین کے لایا گیا۔ اے لوگو! میری بات سننے کے لئے خبردار ہو جاؤ۔ وہ عظیم الشان بات ہے۔ انما انا بشر! اس

کا عطف ذلک پر ہے۔ یوشك! قریب آنا۔ رسول ربی! دنیا سے عالم بقاء کی طرف منتقل ہونے کا پیغام آ جائے اور دنیا و آخرت میں اختیار دیا جائے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ دنیا کو آپ ﷺ منتقل ہونے پر ترجیح نہیں دے سکتے (یہ اختیار تکریم و عظمت کے طور پر ہے) فاجیب! ماقبل پر عطف کی صورت میں منصوب ہے۔ ⓪ مبتداء مضمر کی خبر ہو۔ ثقلین! ان کو عظمت کی وجہ سے ثقلین کہا۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿انا سنلقي عليك قولا ثقيلاً﴾۔ واولهما كتاب الله! یعنی قرآن۔ فيه الهدى! اس میں اور ہدی للمتقین میں کوئی منافات نہیں کیونکہ جو حدیث میں ہے وہ باب تجرید سے ہے۔ جیسا اس آیت میں: ﴿لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة﴾! آپ ﷺ کی ذات گرامی خود اسوۂ حسنہ ہے لیکن مبالغہ کے لئے اسوہ کو لایا گیا۔ ① ہدی للمتقین بتاویل وصف ہے۔ ② مضاف مقدر ہے ③ مصدر مبالغہ لائے کیونکہ وہ ہدایت پر مشتمل ہے۔ گویا وہ بعینہ ہے۔ والنور! یعنی جہالت و ضلالت کے اندھیروں کیلئے روشنی ہے۔ فخذوا بكتاب الله! ضمیر کی بجائے اظہار شرف مضاف الیہ کی وجہ سے ہے۔ واستمسكوا به! ① یہ ماقبل کے معنی میں ہو ② پہلے جملے سے لینا اور حاصل کرنا مراد ہو اور دوسرے جملے سے دوام اور عدم انفکاک مراد ہو۔ فحث على كتاب الله! کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھام لینے پر آمادہ کیا۔ رغب فيه! اس کے ثواب اور انجام میں جو درجات ملیں گے ان کا ذکر فرمایا۔ واهل بيتي! یعنی ثقلین میں دوسرا میرے اہل بیت ہیں۔ اذكركم الله في اهل بيتي! یعنی ان سے محبت کرنا' ان کی مدد کرنا' ان کی محبت و مودت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا' صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ارقبوا محمداً صلى الله عليه وسلم في اهل بيته'' اس کی تشریح پہلے گزر ی۔

**تخریج** : باب في اكرام اهل بيت رسول الله ﷺ میں گزر چکی۔

٧١٣ : وَعَنْ اَبِیْ سُلَيْمَانَ مَالِكِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُّتَقَارِبُوْنَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِيْمًا رَفِيْقًا ، فَظَنَّ اَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا اَهْلَنَا فَسَاَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ اَهْلِنَا ، فَاَخْبَرْنَاهُ ، فَقَالَ : "ارْجِعُوْا اِلٰی اَهْلِيْكُمْ فَاَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَصَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِیْ حِيْنِ كَذَا وَصَلٰوةَ كَذَا فِیْ حِيْنِ كَذَا ، فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – زَادَ الْبُخَارِیُّ فِیْ رِوَايَةٍ لَّهٗ "وَصَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ"۔

قَوْلُهٗ : "رَحِيْمًا رَفِيْقًا" رُوِیَ بِفَآءٍ وَّقَافٍ ، وَّرُوِیَ بِقَافَيْنِ۔

۷۱۳ : حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم ایک جیسی عمر والے نوجوان تھے۔ پس ہم نے آپؐ کے ہاں بیس راتیں گزاریں۔ آپؐ بڑے مہربان اور نرم دل تھے۔ پس آپؐ نے خیال کیا کہ ہم اپنے گھر والوں کے مشتاق ہو گئے ہیں۔ اس لئے آپؐ نے ہم سے پیچھے چھوڑے ہوئے اہل و عیال کے متعلق دریافت فرمایا۔ پس ہم نے آپؐ کو اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤ اور انہیں میں قیام کرو اور ان کو تعلیم دو اور انہیں اچھی باتوں کا حکم دو اور فلاں فلاں نماز

وقت میں پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو۔ جب نماز کا وقت آئے تو ایک تم میں سے اذان دے اور تم میں سے بڑا نماز پڑھائے۔ (بخاری و مسلم) بخاری نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا۔

رَفِیقًا کا لفظ (فاء کے ساتھ) اور رَقِیقًا کا لفظ (دو قافوں کے ساتھ) بھی منقول ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

**تشریح** ۞ **عن ابی سلیمان مالک بن الحویرث رضی اللّٰہ عنہ!** بعض نے حارث اور شعبہ نے ابن حویرثہ بن اشیم ابن اثیر کہتے ہیں ان کے نسب میں لیث تک اختلاف ہے۔ اس سے آگے اختلاف نہیں۔ لیث بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ۔ یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ اپنی قوم کے جوانوں کے ساتھ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز سکھلائی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ روایات نقل کی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں۔ ایک میں بخاری منفرد ہے۔ ان کی وفات ۹۴ھ میں بصرہ میں ہوئی۔ **اتینا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم!** تاکہ احکام دین حاصل کریں۔ **نحن شببۃ!** یہ شاب کی جمع جیسے کاتب وکتبہ۔ **متقاربون!** یہ ماقبل کی صفت ہے۔ ② دوسری خبر ہے۔ **فاقمنا عندہ عشرین لیلۃ!** ہم بیس روز تعلیم حاصل کرتے رہے۔ **وکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رحیماً و رفیقاً!** یہ اقمنا کے فاعل سے محل حال میں ہے ② اس کے مرتبہ میں ہے ③ اضافت سے قبل اس کا معمول ہے۔ اس کی مثل یہ آیت ہے: ﴿وکان اللّٰہ غفوراً رحیماً﴾! استمرار کے لئے ہے۔ **فظن انا قد اشتقنا!** شوق مصدر ہے شاق شوقاً (نصر) مضاعف سے یہ متعدی بن جاتا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ **اھلنا!** کا نصب نزع خافض کی وجہ سے ہے۔ **من اھلنا!** یہ محل حال میں موصول کا بیان ہے۔ **فقال ارجعوا...... وعلموھم:** ارجعوا! پر عطف ہے۔ واو سے عطف لوٹنے کے بعد امتثال امر کے حصول کے لئے ہے۔ ② یا اس کے بعد و سروھم! گویا یہ **ماذا نعلمھم!** کا جواب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو طاعات سکھاؤ۔ امر تعلیم کو لازم کرنے والا ہے۔ **صلاۃ کذا!** سے پانچ نمازیں مراد ہیں۔ **من حین کذا!** وقت نماز سے کنایہ ہے۔ **صلاۃ کذا!** تفنن تعبیر کے لئے مختلف لائے۔ **فلیوذن!** لام امر کا ساکن ہونا جائز ہے۔ اصل مکسور ہوتا ہے۔ ایک اذان دے کیونکہ اس سے اصل مقصد وقت کے آنے کی اطلاع ہے جو کہ ایک سے حاصل ہو جائے گی۔ **ولیومکم!** برماوی کہتے ہیں میم کا فتحہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں۔ **اکبر کم!** بڑی عمر والا جب کہ دین کے احکام جاننے میں سب برابر ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مدت قیام بھی ایک ہو۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۵/۱۵٦٠١) والبخاری (٦٢٨) و مسلم (٦٧٤) و ابو داود (٥٨٩) والترمذی (٢٠٥) والنسائی (٦٣٣) وابن ماجه (٩٧٩)

**الفرائد** : ہجرت اور طلب علم کیلئے سفر بڑی فضیلت کا باعث ہے۔ مسافر کے لئے اذان و جماعت دونوں مشروع ہیں۔ سفر کرنے والے کو نصیحت کرنا مستحب ہے کیونکہ اس میں اسکے دنیا و دین و آخرت کا نفع ہے۔

۷۱٤ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْعُمْرَةِ فَأَذِنَ وَقَالَ : "لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ" فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا – وَفِي رِوَايَةٍ

قَالَ : "اَشْرِكْنَا يَا اُخَيَّ فِيْ دُعَآئِكَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ، وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۷۱۴: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضورﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی۔ پس آپؐ نے مجھے اجازت دے کر فرمایا کہ اے ہمارے چھوٹے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا۔ یہ آپؐ نے ایک ایسا کلمہ فرمایا جس پر مجھے اتنی خوشی ہے اگر اس کے بدلے میں مجھے ساری دنیا مل جائے تو اتنی خوشی نہیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اے میرے چھوٹے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا۔ (ابوداؤد، ترمذی) اور اس نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ استاذنت! میں نے عمرہ کی اجازت طلب کی۔ اس میں مزید یہ ادب ہے کہ ہر نیکی کا کام دریافت و اجازت سے کیا جا رہا ہے۔ **لا تنسنا!** اس میں ایک آپﷺ کی اور متبعین کی طرف ضمیر لوٹتی ہے۔ ② صرف آپﷺ کی ذات مراد ہو جو کہ سب سے اشرف و اعلیٰ ہے۔ **فقال كلمة!** اس سے مراد **لا تنسنا يا اخي من دعائك!** یہ ارشاد مراد ہے۔ **ما يسرني ان لي بها الدنيا!** بادلیت کے لئے (دنیا تحقیر کی وجہ سے) عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں اس طرح خسیس ہے کہ تمام دنیا بھی اس قول کے بدلے میں لینے کو تیار نہیں۔ اس سے عمر رضی اللہ عنہ کے مقام کی بلندی ظاہر ہوتی ہے اور ان کا مستجاب الدعوات ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے: **اشركنا يا اخي في دعائك!** اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اشرف تمام مسلمانوں کو اپنے حق میں دعا کیلئے کہہ سکتا ہے اور انبیاء علیہم السلام بھی دوسروں کی دعاؤں کے محتاج ہیں مختار کل نہیں۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٢/٤٥٢٤) والترمذي (٣٤٤٢) والنسائي (٥٠٦) وابن ماجه (٢٨٢٦) وابن حبان (٢٦٩٣) وابو داود (٢٦٠٠) والبيهقي (٩/١٧٣)

**الفوائد** : باب ۴۵۶۱ زیارۃ اہل الخیر میں گزری ۳۷۹

۷۱۵ : وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا : اُدْنُ مِنِّيْ حَتّٰى اُوَدِّعَكَ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوَدِّعُنَا فَيَقُوْلُ : اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۷۱۵: حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر اس آدمی سے جو سفر کا ارادہ کرتا فرماتے۔ میرے قریب آؤ تا کہ میں تمہیں الوداع کہوں جس طرح رسول اللہﷺ ہمیں الوداع فرمایا کرتے تھے۔ پھر فرماتے میں تیرے دین، تیری امانت اور تیرے عمل کے اختتام کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ ۔ (ترمذی)
حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ **سالم بن عبد الله!** یہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ ان کی کنیت ابو عمر ہے بعض نے ابو عبداللہ بتلائی ہے۔ یہ مدینہ

کے فقہاء سبعہ سے تھے۔ یہ عابد ثقہ اور پختہ کبار تابعین سے تھے۔ اذا اراد سفرا! یعنی اس کے لباس اور دیگر معاملات سے سفر کا ارادہ ظاہر ہوتا۔ ادن منی! تو میرے قریب آ۔ یو دعنا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بلند اور اونچے مرتبے کے باوجود الوداع کرتے۔ استودع اللہ دینك! میں تمہارے دین سمیت تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ دین کا تذکرہ اس لئے کیا کہ یہ اہم ترین ہے اور سفر کی صعوبتوں میں تساہل کا قوی امکان ہے اور مسافر کے لئے اسی وجہ سے عبادات میں رخصت دی گئی۔ وامانتك! جن تکالیف شرعیہ کے تم امین ہو۔ ② امانت سے حقوق انسانی مراد ہوں۔ و خواتیم عملك! یہ بطور اہتمام ذکر فرمایا کیونکہ اسی پر مدار ہے۔

**مَسْئَلۃ:** مسافر کو الوداع کہنا چاہئے۔

**تخریج** : اخرجه احمد

**الفرائد** : سفر میں مشیت و بیر شانی ہے تو اس میں استودع اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی گئی ہے۔ حفظ امانت اور اجتناب عن الخیانت کی دعا دی تاکہ دینی نقصان سے سالم لوٹ کر آئے

٧١٦ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُّوَدِّعَ الْجَيْشَ يَقُوْلُ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ ، وَاَمَانَتَكُمْ ، وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَغَيْرُهٗ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۷۱۶ : حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لشکر کو الوداع کرنے کا ارادہ فرماتے تو اس کو فرماتے : اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَاَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ "میں تمہارے دین تمہاری امانت اور تمہارے عمل کا انجام اللہ کے حوالے کرتا ہوں"۔

حدیث صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ عبداللہ بن یزید الخطمی الصحابی رضی اللہ عنہ! ان کے حالات گزرے چکے ملاحظہ کر لیں۔ الجیش! جہاد کے لئے جانے والی جماعت۔ استودع اللہ دینکم و امانتکم! پہلے دونوں مصدر ہیں اس لئے مفرد لائے۔ جیسے کہتے أمن و امانة! اصل میں یہ مفرد مذکر ہے اور آخری خواتیم کو جمع لائے تاکہ اسی طرف اشارہ ہو کہ موت کے اعمال صالحہ کی کثرت ہونی چاہئے تاکہ خاتمہ شاندار ہو واللہ اعلم۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (٢٦٠١) وابن السنی (٥٠٤)

**الفرائد** : امام کو چاہئے کہ وہ خود لشکروں کو روانہ کرے اور ان کے لئے دعا کرے۔ آپ ﷺ کی اپنی امت پر مشقت اور مجاہدین کے لئے خصوصی دعا کا ثبوت ملتا ہے۔

٧١٧ : وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ

أُرِيْدُ سَفَرًا فَزَوِّدْنِي ، فَقَالَ : "زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى" قَالَ : زِدْنِي ، قَالَ : "وَغَفَرَ ذَنْبَكَ" قَالَ : زِدْنِي ، قَالَ : "وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۷۱۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ میں سفر کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے زادِ راہ دیجئے۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہیں تقویٰ کا زادِ راہ دے۔ اُس نے عرض کیا میرے لئے کچھ اضافہ فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا اللہ تیرے گناہ کو بخشے۔ اس نے کہا اور اضافہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تیرے لئے خیر کو آسان فرما دے جہاں بھی تو ہو۔ (ترمذی) کہا حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ ارید سفراً فزودنی: اس کا عطف مقدر پر بھی ہو سکتا ہے۔ ای فائذن لی و زودنی: جیسا کہ گزشتہ باب کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اجازت تو پہلے حاصل کر لی پھر طلب دعا کے لئے حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے انداز سے معلوم کر لیا کہ وہ دعا چاہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زودك اللّٰه التقوىٰ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿تزودوا فان خير الزاد التقوىٰ﴾: یہ وہ زادِ راہ جس سے ناشکری کی گھاٹی بھی طے ہو جاتی ہے اور یوم مشہود کی حاضری کا سرمایہ بھی میسر ہو جاتا ہے۔ قال زدنی: اس نے عرض کیا کچھ اضافہ فرمائیں تو فرمایا۔ غفر ذنبك: جو گناہ تجھ سے گزشتہ زمانہ میں ہو چکے۔ قال زدنی قال ویسر لك الخیر: اللہ تمہیں دنیوی اور دینی خیر سے نوازے۔ حیثما کنت: تو جس جگہ بھی ہو۔

**تخریج**: اخرجه الترمذی (۳۴۴۴) والحاکم (۲/۲۴۷۷) والبزار (۳۲۰۱)

**الفرائد**: مسافر کے لئے مستحب ہے۔ جو سفر کرے اس صالحین سے دعا منگوانی چاہئے۔ یہ دعا دنیا میں زاد اور زجر آخرت میں زیادتی اجر کا باعث ہو

## ۹۷: بَابُ الْاِسْتِخَارَةِ وَالْمُشَاوَرَةِ

## بَاب: استخارہ اور مشورہ

استخارہ: دونوں میں زیادہ بہتر کو طلب کرنا اور اسی سے توفیق چاہنا۔ المشاورۃ: کسی کام کا ارادہ کرتے وقت دوسرے سے مشورہ طلب کرنا۔ دوسرے کی دلیل قرآن مجید میں ہونے کی وجہ سے ذکر کر دی اور پہلا بھی ضمناً اس میں شامل ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿وشاورهم في الامر﴾: یعنی جس میں مشورہ مناسب ہو۔ یہ مشورہ صحابہ کرام کے قلوب میں تسلی کے لئے تھا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ [آل عمران: ۱۵۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور ان سے معاملات میں مشورہ کریں"۔ (آل عمران)

الامر: سے وہی معاملات مراد ہیں جن میں مشورہ کیا جا سکتا تھا۔ وحی کے معاملات تو طے شدہ ہیں۔ ان میں مشورے کی چنداں

حاجت نہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ [الشورى:٣٨]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ان کے معاملات اپنے درمیان مشورے سے ہے"۔ (الشوریٰ)

شوریٰ اسم مصدر ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ معاملات میں باہمی مشورہ کرتے ہیں۔ مشورہ کو مقام مدح میں ذکر کر کے اس کا پسندیدہ ہونا ظاہر فرمایا۔

اَیْ يَتَشَاوَرُوْنَ بَيْنَهُمْ فِيْهِ۔

یعنی وہ آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔

٧١٨ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَالسُّوْرَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ : يَقُوْلُ : "اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ، ثُمَّ لِيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ ، وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ ، وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ : اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ" اَوْ قَالَ : عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ – وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ" اَوْ قَالَ : "عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ ، وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ، ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهٖ" قَالَ : وَيُسَمِّيْ حَاجَتَهٗ ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۷۱۸ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام معاملات میں استخارہ کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ فرماتے جب تم میں سے کوئی آدمی کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت نماز فرض کے علاوہ ادا کرے۔ پھر کہے اے اللہ میں آپ سے بھلائی کا طالب ہوں۔ آپ کے علم کے سبب اور آپ سے قدرت طلب کرتا ہوں آپ کی قدرت کے ذریعے اور آپ سے آپ کا بڑا فضل مانگتا ہوں۔ اس لئے کہ آپ قدرت رکھتے ہیں میں قدرت نہیں رکھتا اور آپ جانتے ہیں میں نہیں جانتا اور آپ پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔ اے اللہ اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام زیادہ بہتر ہے میرے لئے دین اور دنیا کا اعتبار سے اور میرے معاملے کے انجام کے اعتبار سے یا یوں کہا میرے معاملے کے جلدی کے اعتبار سے یا اس کے مقررہ وقت کے اعتبار سے اس کو میرے لئے مقدر فرما اور آسان فرما۔ پھر اس میں برکت فرما میرے لئے اور اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے لئے دین اور دنیا کے اعتبار سے برا ہے اور معاملے کے انجام کے اعتبار سے یا فرمایا یا میرے کام کی جلدی اور مقررہ وقت کے لحاظ سے۔ پس اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے پھیر دے اور میرے لئے بھلائی کو مقدر فرما جہاں ہوں۔ پھر مجھے اس پر راضی کر

لے پھر فرمایا کہ اپنی حاجت کا نام لے۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ استخارة! خیر کا طلب کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ اس میں نماز و دعا کا طریقہ بتلاتے۔ **فی الامور!** جن میں وہ اقدام کا ارادہ ظاہر کرتے وہ امور جو کہ مباح ہوتے۔ **کلها** ! یہ محل حال میں ہے ۞ **یعلمنا** کے مفعول کی صفت ہے۔ **کالسورة من القرآن!** اس کی تعلیم اسی اہتمام سے ہوتی جیسے سورت کی تعلیم دی جاتی۔ اس سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مجھے یہ بات پختہ طور پر یاد ہے۔ جیسا مشبہ بہ۔ **بالامر!** جس کام کا کرنا یا چھوڑنا جائز ہو۔ **فلیرکع رکعتین!** وہ دو رکعت پڑھے یہ سب سے کم مقدار ہے۔ **من غیر الفریضه!** شوافع رحمہم اللہ کے ہاں سنن رواتب اور فرائض میں بھی نیت کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ مگر احناف حدیث کے صریح الفاظ کی وجہ سے نوافل میں اس کی نیت کو درست قرار دیتے ہیں۔ فرائض میں نیت سے ثواب استخارہ حاصل ہونے کے متعلق خود علماء شوافع میں اختلاف ہے۔ **ثم لیقل!** یعنی جب نماز سے فارغ ہو تو قبلہ رو ہو کر حمد و صلاۃ کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرے۔ حمد و صلاۃ اور ہاتھ اٹھانا دعا کی سنن ہیں۔ **اللهم انی استخیرك بعلمك!** اے اللہ میں آپ ﷺ سے دونوں کاموں میں جو زیادہ بھلائی والا ہے۔ اس کے لئے میرے سینے کو کھول دے کیونکہ آپ امور کی کیفیت اور جزئیات کی حقیقت سے باخبر ہیں اور دونوں میں سے بہتر کی بہتری عالم الغیب ہی جانتا ہے اور وہ آپ ہی ہیں۔ با سببیہ یا قسم استعطافی کے لئے ہو سکتا ہے اور یہ دونوں احتمال **و استقدرك بقدرتك!** میں بھی پائے جاتے ہیں۔ یعنی میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ دونوں معاملات میں سے زیادہ بہتر کو میرے مقدر میں کر دے۔ مگر فتح الدلہ میں دونوں با استعانت کے لئے قرار دیئے گئے ہیں جیسا اس آیت میں ﴿بسم الله مجراها﴾ اگر یہ تکلف آیت اس سے مختلف ہے فتدبر۔ **فانك تقدر!** ہر ممکن پر قدرت رکھتے ہیں جس سے آپ کا ارادہ متعلق ہو۔ یہ جملہ ماقبل کی علت ہے۔ **ولا اقدر وتعلم ولا اعلم!** آپ تو ہر کل و جز کو جانتے اور مجھے بس اسی کا علم ہے جو آپ نے سکھایا ہے۔ **وانت علام الغیوب!** آپ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں مخلوق میں کسی کو کسی چیز کا پورا علم نہیں۔ سوائے اس کے کہ جس کی جزئیات کا علم آپ نے سکھلا دیا۔ علم کو مقدم کر کے عموم کی طرف اشارہ کیا اور دوسری بات یہ ہے کہ قدرت کو مقدم کیا کیونکہ وہ اس فعل کے زیادہ مناسب اور لائق ہے جو کہ دونوں امور میں سے خیر کے فعل پر ایک حد تک قدرت دیتا ہے۔ وانت علام الغیوب کے جملہ کے لئے مؤخر کیا اور وانت القادر علی کل شیٔ کو ترک کر دیا اور قدرت دینے کے سوال کو اس پر مرتب فرمایا۔ **اللهم ان کنت تعلم ان هذا الامر!** جس کا میں نے قصد کیا۔ **خیر لی فی دینی و معاشی!** تا کہ اس سے میرے دین و دنیا میں نقص نہ ہو۔ **وعاقبة امری او عاجل امری و آجله!** دین اور معاش کو شامل کرنے کے لئے جملے کو طویل کیا۔ نووی کہتے ہیں کہ او شک راوی کے لئے ہے اس لئے دونوں باتوں کو جمع کرے تا کہ جو کلمہ وارد ہوا ہے اس کا ذکر ثابت ہو جائے۔ البتہ دو مرتبہ دہرانے کی ضرورت نہیں۔ **فاقدره لی!** قاضی عیاض کہتے ہیں دال کا ضمہ و کسرہ دونوں جائز ہیں۔ یعنی اس کا میرے حق میں فیصلہ فرما اور میرے لئے مہیا فرما۔ **ویسره لی !** عطف تفسیری ہے یا اخص کا عطف ہے۔ بعض اوقات مقدر کرنا کبھی مشقت سے ہوتا ہے۔ **ثم بارك لی فیه!** جب یہ حاصل ہو جائے تو اس میں اضافہ فرما اور تمام قواطع سے اس کو محفوظ کر دے۔ ثم! اس لئے لائے اس کے حاصل ہونے میں کسی قدر تاخیر ہوتی ہے۔ **وان کنت تعلم ان هذا الامر شر لی فی دینی و معاشی و عاقبة امری او قال عاجل امری و آجله فاصرفه عنی واصرفنی عنه!** مبالغہ اور تاکید کے لئے صراحت سے ذکر کیا کیونکہ جب وہ

چیز تم سے ہٹادی جائے گی تو تو خود اس سے ہٹ گیا۔ ⊙ اور پیروی کے طور پر ہو کہ اصرفہ عنی کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اس کی قدرت ہی نہ دے اصرفنی عنہ کا مطلب میرے باطن کی مشغولیت اس سے ہٹا دے۔ ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں (ایضاح) یہاں ایک نقطہ یاد رکھو کہ خیر کے بعد تمام متعاطفات اپنے باب پر ہیں اور شر کے بعد جتنے متعاطفات ہیں وہ او کے معنی میں ہیں کیونکہ اصل مطلوب سہولت ہے۔ پس ضروری ہے تمام مذکورہ احوال دنیا اور دین کے لحاظ سے خیر ہوں اور جس کا پھیرنا مطلب ہے اس کے بعض احوال کا شر ہونا کافی ہے اور واؤ کو اپنے احوال پر رکھنے میں یہ وہم رہے گا کہ ان کا پھیرنا مطلوب نہیں مگر جب کہ اسکے تمام احوال شر ہوں حالانکہ یہ مرادنہیں ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے مگر یہ بات خود قابل توجہ ہے فتدبر (شرح اذکار میں ملاحظہ کریں) **واقدر لی الخیر** ! یعنی میرے لئے وہ بھلائی مقدر کر دے جس میں تیری طرف سے ثواب اور اس کے کرنے والے کو تیری رضامندی حاصل ہو۔ **حیث کان** ! اور اس کے کرنے کو میرے مقدر میں فرما دے جس مکان و زمان میں وہ حاصل ہو۔ **وبسرہ لی** ! کو چھوڑنے میں حکمت یہ ہے کہ خیر عام ہے اور اس کے حصول میں عموماً مشقت وتعب یا ہمیشہ مشقت ہوتی ہے۔ بخلاف ان کے جو گزریں وہ خاص ہیں اور اکثر اس میں مشقت نہیں۔ **ثم رضنی بہ** ! تاکہ میں آپ کے انعامات میں سے کسی چیز کو حقیر نہ قرار دوں اور نہ تیری مخلوق میں سے کسی سے حسد کروں تاکہ قابل تعریف لوگوں اور خوش ہونے والے لوگوں کی لڑی میں پرو دیا جاؤں' تیرے اس ارشاد کا مصداق بن جاؤں ﴿رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ﴾ ! نسائی کی روایت میں **ثم ارضنی بقضائک** ! کے الفاظ ہیں۔ **ویسمی حاجتہ** ! اس کا فلیقل پر عطف ہے کیونکہ یہ امر کے معنی میں اس کے فاعل سے حال ہے۔ ای **فیلقل ذلک مسمیا حاجتہ** ! اور کہے اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میرا فلاں کام اس وقت میں مثلاً۔

**تخریج** : بخاری ابواب صلاۃ اللیل والدعوات ' ابوداؤد فی الصلاۃ' ترمذی فی الصلاۃ' نسائی فی النکاح والنقوت فی الیوم واللیلۃ (اطراف)

**الفوائد** : جس بات پر استخارہ کے بعد اتفاق ہو جائے وہ کرے (کذا قال ابن عبد السلام)

## ۹۸ :بَابُ اسْتِحْبَابِ الذَّهَابِ اِلَى الْعِيْدِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَالْحَجِّ وَالْغَزْوِ وَالْجَنَازَةِ وَنَحْوِهَا مِنْ طَرِيْقٍ وَّالرُّجُوْعِ مِنْ طَرِيْقٍ آخَرَ لِتَكْثِيْرِ مَوَاضِعِ الْعِبَادَةِ

## بَابٌ: عید' عیادتِ مریض' حج' غزوہ وغیرہ کے لئے ایک راستے سے جانا اور دُوسرے سے لوٹنا تاکہ عبادت کے مواقع زیادہ ہوں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات کی طرف جاتے ہوئے ضب کے راستے سے گزرے اور واپسی میں مازمین کی راہ سے لوٹے۔ **ونحوھا** ! سے جمعہ کی طرف اور جماعت کے لئے جانا۔ **من طریق آخر** ! آخر یہ تاکید ہے ورنہ تو موصوف کا نکرہ آنا ماقبل سے مغایرت کے لئے کافی ہے۔ **لتکثیر مواضع العبادۃ** ! یہ راستے کے مختلف ہونے کی علت ہے اور عید کے سلسلے میں راستہ تبدیل کرنے کے متعلق ایک قول یہ ہے۔

۷۱۹ :وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

قَوْلُهُ "خَالَفَ الطَّرِيْقِ" :وَيَعْنِيْ ذَهَبَ فِي الطَّرِيْقِ ' وَرَجَعَ فِيْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ۔

۷۱۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کا دن ہوتا (تو عید گاہ تشریف لے جاتے وقت) راستہ بدلتے۔(بخاری)

خَالَفَ الطَّرِيْقَ :ایک راستے سے جاتے اور دوسرے راستے سے لوٹتے۔

**تشریح** ۞ خالف الطریق! یعنی ایک راہ سے آپ ﷺ تشریف لے جاتے اور دوسرے سے واپس تشریف لاتے۔ فتح الدلہ میں لکھا ہے کہ جانے کے وقت طویل راستہ اختیار کرے اس طرح کہ جماعت فوت نہ ہو۔ واپسی پر چھوٹا ہو کیونکہ کسی قربت کا قصد نہیں۔ رجوع کے متعلق اختلاف ہے۔ جانے کے لئے طویل تو کثرت ثواب کی خاطر ہے اور واپسی پر چھوٹا راستہ کیونکہ اس میں ثواب نہیں یا ثواب ہے مگر تھوڑا یا دونوں راستے گواہ بن جائیں یا دو راستوں کے لوگوں کو برکت حاصل ہو یا آپ کی برکت عام ہو یا اللہ تعالیٰ کے ذکر کو پھیلایا جائے یا فقراء فریقین کو فائدہ ہو یا جانے کے وقت صدقہ کی چیز ختم ہو گئی۔ اقارب کی قبور کی زیارت ہو جائے یا منافقین جلیں یا منافقین سے محتاط ہو جائیں یا حالت میں تبدیلی کا گمان لیا کہ مغفرت و رضا ملی یا رحمت کی خشیت کی وجہ سے یہ رمل اور اضطباع کی وجہ سے مستحب بتلایا گیا۔

**تخریج** :اخرجه البخاري (٩٨٦)

**الفوائد** :راستہ بدلنے سے مقصود تکثیر اجر ہے (رافعی)۔ ہر راستہ کل گواہی دے۔

۷۲۰ :وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ وَاِذَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۷۲۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طریق شجرہ سے نکلتے اور طریق معرس سے داخل ہوتے اور جب مکہ میں داخل ہوتے تو ثنیہ علیا کی طرف سے داخل ہو کر ثنیہ سفلیٰ کی طرف سے نکلتے۔(بخاری و مسلم)

کان یخرج! یعنی مدینہ منورہ سے۔ من طریق الشجرۃ! یعنی مسجد ذوالحلیفہ سے۔ من طریق المعرس! مسجد معرس والا راستہ۔ اذا داخل مکہ...... من الثنیۃ العلیا! وادی حجون ثانی سے۔ یخرج من الثنیۃ السفلی! ثنیہ یہ دو پہاڑوں میں تنگ راستہ۔ اس کا نام شبیکہ ہے۔ داخلے کے لئے دو راستوں کے استعمال کی حکمتیں اوپر ذکر ہوئیں اور بلند مقام سے داخل ہونے کا مقصد بلند مقام والی جگہ کا قصد ہونے کی وجہ سے ہے اور نکلنا اس کے برعکس ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے

لئے اس طرح دعا فرمائی تھی۔ فاجعل افئدة من الناس تهوی الیهم! یعنی بلندیوں پر جھکیں۔ کذا قال ابن عباس ذکرہ السہیلی۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۱۵۷۵) و مسلم (۱۲۵۷) و ابو داؤد (۱۸۶۸)

**الفرائد** : جو شخص آثار نبوی کو متبرک تعام کے طور پر اختیار کرے وہ نصیب ور ہے۔ وہ آثار نبوت کو بہت زیادہ جاننے والے تھے۔

## ۹۹ : بَابُ اسْتِحْبَابِ تَقْدِيْمِ الْيَمِيْنِ فِيْ كُلِّ مَا هُوَ مِنْ بَابِ التَّكْرِيْمِ

## بَاب : ہر معزز کام میں دائیں ہاتھ کو مقدم رکھنا

كَالْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ وَلُبْسِ الثَّوْبِ وَالنَّعْلِ وَالْخُفِّ وَالسَّرَاوِيْلِ وَدُخُوْلِ الْمَسْجِدِ ' وَالسِّوَاكِ وَالْاِكْتِحَالِ وَتَقْلِيْمِ الْاَظْفَارِ ' وَقَصِّ الشَّارِبِ ' وَنَتْفِ الْاِبِطِ وَحَلْقِ الرَّاْسِ وَالسَّلَامِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالْاَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالْمُصَافَحَةِ وَاسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ ' وَالْخُرُوْجِ مِنَ الْخَلَاءِ الْاَسْوَدِ ' وَالْخُرُوْجِ مِنَ الْخَلَاءِ وَالْاَخْذِ ' وَالْاِعْطَاءِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ فِيْ مَعْنَاهُ – وَيُسْتَحَبُّ تَقْدِيْمُ الْيَسَارِ فِيْ ضِدِّ ذٰلِكَ : كَالْاِمْتِخَاطِ وَالْبُصَاقِ عَنِ الْيَسَارِ وَدُخُوْلِ الْخَلَاءِ وَالْخُرُوْجِ مِنَ الْمَسْجِدِ وَخَلْعِ الْخُفِّ وَالنَّعْلِ وَالسَّرَاوِيْلِ وَالثَّوْبِ وَالْاِسْتِنْجَاءِ وَفِعْلِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ وَاَشْبَاهُ ذٰلِكَ –

مثلاً وضوء' غسل' تیمم' کپڑا' جوتا' موزہ' شلوار پہننے اور مسجد میں داخل ہونے' مسواک کرتے' سرمہ لگانے' ناخن کاٹنے' مونچھیں کاٹنے' بغل کے بال اکھاڑنے' سر کے بال منڈوانے اور اس طرح نماز میں سلام پھیرنے' کھانے اور پینے میں' مصافحہ کرنا' استلام حجر اسود کو بوسہ دینے' بیت الخلاء سے نکلنے' کسی سے کوئی چیز لینے اور کسی کو کوئی چیز دینے وغیرہ جو اس طرح کے کام ہیں ان میں دائیں طرف کو مقدم کرے اور ان کے برعکس کاموں میں بائیں کو مقدم رکھے مثلاً تھوکنے' ناک صاف کرنے' بیت الخلاء میں داخل ہونے' مسجد سے نکلنے' موزہ اور جوتا اتارنے' شلوار اور کپڑا اتارنے اور استنجا کرنا اور اسی طرح کی گندگی والے افعال کرنے میں بائیں کو مقدم کرنا مستحب ہے۔

کالوضوء! وضو کرتے ہوئے دائیں ہاتھ' دائیں پاؤں کو مقدم کریں گے۔ پیشانی' رخسار' دونوں کان' دونوں ہاتھوں و پاؤں میں دایاں مقدم ہوگا۔ والغسل! دائیں جانب بلکہ اس میں اگلی جانب اور بائیں جانب کا پچھلا حصہ' البتہ غسل میت میں سامنے کی جانب پھر بائیں بھی اسی طرح۔ پھر اسے بائیں جانب پھیرے اور پچھلی جانب دھوئے پھر اسے دائیں جانب پھیرے اور بائیں جانب دھوئے اور زندہ کا غسل اس سے مختلف ہوا کیونکہ بیک وقت دونوں دائیں جانبوں کا دھونا میت کے لئے مشکل ہے اور زندہ کے لئے آسان ہے۔ والتیمم! اس کا حکم وضو جیسا ہے۔ ولبس الثوب! اس کی دائیں آستین اپنا ہاتھ بائیں سے پہلے داخل کرے۔ والنعل والخف والسراویل! آدمی دائیں ہاتھ' پاؤں کو بائیں سے پہلے داخل کرے۔

سراویل بعض نے اس کو جمع کہا جس کا واحد نہیں۔ بعض نے کہا یہ سراولۃ کی جمع ہے۔ ودخول المسجد! جوتے بایاں پاؤں پہلے نکالے اور اس کو جوتے کے اوپر رکھے پھر دایاں نکالے اور مسجد میں اس کو پہلے رکھے پھر بایاں۔ والسواك! منہ کی دائیں جانب سے ابتداء کرے اور مسواک دائیں ہاتھ میں تھامے۔ والاکتحال! تین مرتبہ دائیں جانب پھر بائیں جانب تین بار (ابن حجر ہیثمی فی الاحداد) وتقلیم الاظفار وقص الشارب! شارب کو شارب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ پانی پیتے وقت یہ پانی میں جا لگتی ہے۔ وحلق الراس! ظاہر ہے حج کے علاوہ کو بھی شامل ہے۔ دائیں جانب سے ابتداء مسنون ہے۔ والسلام من الصلاۃ والاکل! دائیں ہاتھ سے کھائے بعض نے راغی البر کی وجہ سے اس کو واجب کہا ہے۔ والشرب! کسی بھی پینے والی چیز کو استعمال کرنا۔ دائیں ہاتھ میں پکڑ کر پیے یا اس میں سے ایک گھونٹ لے۔ والمصافحۃ و استلام الحجر الاسود! استلام سے بعض نے تو سلام مراد لیا ہے جبکہ دوسروں نے حجر اسود کو بوسہ دینا۔ والخروج من الخلاء! خلاء یا فضاء میں جہاں قضائے حاجت کرنا چاہتا ہو۔ خواہ خلا ہو یا فضاء میں ہو۔ والاخذ والعطاء! مستحب یہ ہے کہ لینا' دینا' دائیں ہاتھ سے ہو۔ اگرچہ اس میں کراہت واہانت نہیں ہے۔ فی معناہ! جو اس طرح کی مکرم چیزیں ہیں۔ تقدیم الیسریٰ فی ضد ذلك! کیونکہ وہ اہانت اور گندگی کے مقامات ہیں مثلاً ناک صاف کرنا' تھوکنا' بزق (ن) (المصباح) علی الیسار! یہ محذوف سے متعلق حال ہے۔ ای کائنین من جہتہ! اگر اس کے بائیں طرف کوئی محترم مقام یا کوئی شخص ہو تو سامنے تھوکے۔ دخول الخلاء! قضائے حاجت کے لئے۔ والخروج من المسجد! بایاں پاؤں نکالے اور اس کو جوتے کی پشت پر رکھے پھر دایاں پہلے اس کو پہنے پھر بایاں پہنے۔ خلع الخف... الثوب! کیونکہ عضو پر کپڑا رہنا کرامت ہے اور کرامت کا دایاں حقدار ہے اور بایاں اس سے کم درجہ ہے۔ والاستنجاء! خواہ پتھر سے ہو یا پانی سے۔ وفعل المستقذرات! جیسے بدن سے میل کا ازالہ بائیں سے ہو۔ اشباہ ذلك! گھر میں داخلہ اس میں بعض نے دایاں بعض نے بایاں اول راجح ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ﴾ [الحاقة : ۱۹] الْاٰیٰتُ –

رب ذوالجلال والاکرام نے ارشاد فرمایا:

"پھر وہ جو دائیں ہاتھ میں کتاب دیا جائے گا (سبحان اللہ) پس وہ کہے گا کہ آؤ اور میرا نامۂ عمل پڑھو"۔ (الحاقہ)

فاما من اوتی کتابہ بیمینہ! من میں تمام مؤمن داخل ہیں۔ خواہ گناہ گار ہوں۔ مگر عاصی کے آگ سے نکلنے کے بعد ہوگا (ابن عطیہ) تمام مکرمات دائیں سے حاصل ہوں گی۔ فیقول ھاؤم اقرء وا کتابیہ! ایک مرد کے لئے ھاء دو مردوں اور عورتوں کے لئے ھاؤما! جمع مردوں کے لئے۔ ھاؤم! جمع عورتوں ھاؤن! اور ایک عورت کے لئے ھاء۔ اس کا معنی خذوا! یعنی لو۔ یہاں بعض نے ھاؤم کو اور دوسروں نے اقراء وا کو۔ بقیہ آیات کے موضوع کا باب سے تعلق نہیں بس کتاب کے یمین میں ملنے کی وجہ سے اس باب میں ذکر کر دی گئیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ' وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾

[الواقعہ:۸-۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

دائیں ہاتھ والے کیا خوب ہیں دائیں ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے کیا برے ہیں بائیں ہاتھ والے''۔(الواقعہ)

اصحاب میمنہ! وہ لوگ ہیں عرش کے دائیں جانب ہوں گے ③ آدم علیہ السلام کی اولاد کو جب پشت سے نکالا تو وہ ان کے دائیں جانب تھے ④ جن کو دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملے گا ⊙ بلند مراتب والے لوگ ⑤ اصحاب الیمین ۔ما اصحاب المیمنہ! کتنے خوش نصیب ہیں اور کتنا عظیم الشان بدلہ پائیں گے۔ واصحاب المشئمۃ! میمنہ کے معانی کے بالمقابل صفات جن میں پائی جائیں گی۔ ما اصحاب المشأمہ! وہ کس قدر بدنصیب اور کس قدر سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

۷۲۱: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ: فِيْ طُهُوْرِهٖ، وَتَرَجُّلِهٖ، وَتَنَعُّلِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۷۲۱: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں جانب اپنے کاموں میں پسند تھی۔ (جیسے) وضو کرنے میں، کنگھی کرنے میں اور جوتے پہننے میں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یعجبه الیمن! دائیں ہاتھ کا استعمال پسند تھا۔ فی شانه کله! قابل اہتمام موقعہ پر کل یہ شان کا بدل ہے۔ فی طھورہ! یہ کل سے بدل البعض ہے۔ طھور! پاکیزگی کے لئے پانی کا استعمال کرنا۔ ''طھور'' پانی جس سے طہارت حاصل کی جاتی ہے پس اس صورت میں مضاف مقدر ہے۔ یہاں دائیں کی فضیلت بیان کرنا مطلوب ہے۔ ترجله! بالوں کو کنگھی کرتے ہوئے۔ وتنعله! جوتے میں پاؤں داخل کرتے ہوئے جتنی چیزیں روایت میں تکریم کی قسم سے ہیں ان میں اور انہی جیسی چیزوں میں دائیں کو اختیار کرنا مستحب ہے اور ان کے برعکس دوسری چیزوں میں بائیں کا استعمال ہوگا۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۹/۲۵٦۰۲) والبخاری (۱٦۸) و مسلم (٦۲۸) و ابو داود (٤١٤٠) والترمذی (٦٠٨) وابن ماجه (٤٠١) وابن حبان (٥٤٥٦)

**الفوائد** : روایات میں مذکورہ مقامات میں دائیں طرف سے ابتداء مستحب ہے۔ بیت الخلاء، خروج مسجد وغیرہ کے لئے بائیں کو مقدم کیا جائے اس سے دائیں کی بائیں پر تکریم مقصود ہے۔

۷۲۲: وَعَنْهَا قَالَتْ: كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهٖ وَطَعَامِهٖ وَكَانَتِ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهٖ وَمَا كَانَ مِنْ اَذًى حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَغَيْرُهٗ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۷۲۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کہا دایاں ہاتھ وضو اور کھانے کے لئے اور بایاں ہاتھ بیت الخلاء کے لئے اور جو بھی اسی طرح کے گندگی والے کام ہیں۔ (ابوداؤد حدیث صحیح ہے)

**النحو** : ید! کی تانیث مجازی ہے۔ لطھورہ! طا پر ضمہ ہے۔ حذف مضاف کی صورت میں طا پر فتحہ آئے گا۔ طعامه! کھانا

تناول کرنا۔ کانت یدہ الیسری لخلائه: استنجاء پتھروں کو پکڑنے اور بول و براز کے ازالہ کے لئے استعمال فرماتے اور اسی طرح کے دوسرے ایذاء والے کام مثلاً تھوک رینٹھ وغیرہ اور جوں وغیرہ کا دور کرنا۔

**الفرائد**: کھانے پینے میں اس کا استعمال اس کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔

۷۲۳ : وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُنَّ فِيْ غُسْلِ ابْنَتِهِ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : "اِبْدَاْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۷۲۳: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غسل کے سلسلے میں ہمیں فرمایا کہ اس کی ابتداء دائیں طرف سے کرنا اور اعضاء وضو سے کرنا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ ام عطیہ: ان کا نام نسیبۃ ہے۔ بعض نے مکبرہ قرار دیا۔ ان کے والد کا نام کعب بعض نے حارث بتلایا۔ یہ مدینہ منورہ میں مقیم تھیں پھر بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ یہ میتات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غسل دیا کرتی تھی۔ ان کے ساتھ نسب میں ام عمارہ نسیبہ بنت کعب الانصاریہ رضی اللہ عنہا بھی شریک ہیں۔ ام عمارہ کی کوئی روایت صحیحین میں نہیں۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس روایات نقل کی ہیں۔ جن میں سے ۹ بخاری و مسلم میں ہیں۔ سات متفق علیہ ہیں اور ایک میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ سنن اربعہ نے ان سے روایات لی ہیں۔ محمد و حفصہ سیرین کی اولاد اور عبدالملک بن عمیر نے روایت لی ہے۔ بخاری کی ایک روایت سے وہم ہوتا تھا کہ نسیبہ ام عطیہ نہیں مگر بخاری نے اس کی وضاحت کر کے وہم کو دور کر دیا کہ وہی ہیں۔ ابنته زینب: بعض نے ام کلثوم کہا۔ ابدان: ام عطیہ رضی اللہ عنہا اور دیگر جو عورتیں غسل میں معاون تھیں ان کو خطاب فرمایا۔ یہ امر استحبابی ہے۔ بمیامنها: جمع میمنہ اس سے معلوم ہوا کہ غسل میت کی ابتداء بھی دائیں جانب سے ہونی چاہئے جیسا کہ زندہ کے غسل کی ہوتی ہے۔ و مواضع الوضوء منها: کیونکہ اعضاء وضو دوسرے اعضاء سے زیادہ شرف والے ہیں۔

**تخریج**: اخرجه البخاری (۱۶۷) و مسلم (۲/۹۳۹) و ابن حبان (۳۰۳۲) و ابو داؤد (٤١٤٦)

**الفرائد**: میت کو غسل دیتے ہوئے دائیں کو ترجیح دی جائے گی۔ عورتوں کے نہ ہونے کی صورت مرد غسل دے سکتا ہے۔

۷۲۴ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَاْ بِالْيُمْنٰى وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَاْ بِالشِّمَالِ لِتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۷۲۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں طرف سے پہل کرے اور جب وہ اتارے تو بائیں طرف سے ابتداء کرے تاکہ دایاں پاؤں جوتا پہننے کے وقت پہلا ہو اور جوتا اتارتے وقت آخری ہو۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ اذا انتعل احدکم: جب تم میں سے کوئی جوتا پہننے کا ارادہ کرے۔ موزے کا بھی یہی حکم ہے۔ فلیبداء

بالیمین! دایاں پاؤں عظمت کی وجہ سے پہلے رکھتا ہے۔ واذا نزع! جب اتارنے لگے۔ فلیبداء بالشمال! کیونکہ جوتے کا پاؤں میں رہنا تقاضہ ادب ہے۔ پس دایاں بقاء کا مستحق ہے۔ لتکن الیمنی اولھما تنعل و آخرھما تنزع: اولھما! نصب کی صورت میں تنعل کا ظرف ہو کر تکون کی خبر ہے اور آخر تنزع کا ظرف ہے۔ یہاں خبر کا خبر اور ظرف کا ظرف عطف درست ہے۔ لتکن کا جملہ ماقبل کی تاکید ہے یا اجمال ہے۔

**تخریج** : اخرجه مالك (۱۷۰۱) واحمد (۳/۷۳۵۳) والبخاری (۵۸۵۶) و مسلم (۲۰۹۷) و ابو داؤد (۴۱۳۹) والترمذی (۱۷۷۹) وابن حبان (۵۴۵۵) والبیهقی (۲/۴۳۲)

**الفرائد** : دائیں طرف سے ابتداء تمام اعمال میں مشروع ہے اس کا درجہ استحباب کا ہے۔ دائیں کو پہننے میں مقدم اور اتارنے میں مؤخر کیا جائے کیونکہ وہ افضل ہے۔

۷۲۵ : وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَجْعَلُ يَمِيْنَهٗ لِطَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ وَثِيَابِهٖ ' وَيَجْعَلُ يَسَارَهٗ لِمَا سِوٰى ذٰلِكَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَغَيْرُهٗ۔

۷۲۵: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں کو کھانے پینے اور کپڑے پہننے کے لئے استعمال فرماتے اور بائیں کو ان کے علاوہ کاموں کے لئے استعمال فرماتے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

**تشریح** : حفصة رضی اللّٰه عنه! صحابیات میں چونکہ اس نام کی اور کوئی عورت نہیں اس لئے وضاحت کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ ان کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون ہے جو کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد تھے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ رضی اللہ عنہ دونوں حقیقی بہن بھائی ہیں۔ یہ مہاجرات سے تھیں پہلے خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ یہ بدری صحابی تھے۔ مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ۳ھ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بعد ان سے نکاح کیا۔ ان کو ایک طلاق دے دی پھر جبرائیل علیہ السلام کے کہنے پر رجوع فرمایا۔ انہوں نے کہا یہ قیام کرنے والی روزہ رکھنے والی اور جنت میں آپ کی زوجہ ہے ۴۱ھ میں جب حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی ان کی وفات ہوئی۔ (اسد الغابہ) یجعل یمینه لطعامه! یعنی اس سے آپ منہ تک کھانے اور پینے کی چیز پہنچاتے تھے۔ وثیابه! اپنا دایاں ہاتھ قمیص میں داخل فرماتے' اسی طرح شلوار میں دائیں ٹانگ داخل فرماتے پھر بائیں۔ و یجعل الیسریٰ لما سوی ذلك! یعنی وہ کام جن میں تکریم نہ ہو۔ گزشتہ روایت کے قریب قریب مفہوم ہے۔

**تخریج** : ابوداؤد' ترمذی' احمد کے حوالے سے جامع صغیر نے ذرا الفاظ کے اختلاف سے روایت نقل کی۔

**الفرائد** : دائیں ہاتھ کو گندگی کے مقامات میں استعمال نہ کیا جائے گا اس میں بائیں سے مدد لی جائے گی۔

۷۲۶ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِذَا لَبِسْتُمْ وَاِذَا تَوَضَّاْتُمْ فَابْدَءُوْا بِاَيَامِنِكُمْ ' حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۷۲۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کپڑا پہنو اور وضو کرو تو اپنی دائیں جانب سے ابتداء کرو۔

(ابوداؤد' ترمذی صحیح اسناد کے ساتھ) حدیث صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ اذا البستم! جب تم پہننے کا ارادہ کرو اور وضو کے اعمال کا ارادہ کرو۔ فابدءُ وا بایامنکم! یہ ایمن کی جمع ہے۔ جو ایسر کے برعکس ہے۔ دائیں بازو کو قمیص میں داخل کیا جائے گا اور اسی طرح ہاتھ پاؤں دھوتے ہوئے دائیں کو مقدم کریں گے۔ تمام اعمال وضو مراد نہیں۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۸۶۶۰/۳) و ابو داود (۴۱۴۱) وابن حبان (۱۰۹۰) وابن خزيمة (۱۷۶) وابن ماجه (۴۰۲)

**الفرائد**: اس میں دائیں سے ابتداء کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ دایاں افضل ہے۔

۷۲۷: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَتٰی مِنًی فَاَتَی الْجَمْرَۃَ فَرَمَاھَا ' ثُمَّ اَتٰی مَنْزِلَہٗ بِمِنًی وَّنَحَرَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ: "خُذْ" وَاَشَارَ اِلٰی جَانِبِہِ الْاَیْمَنِ ' ثُمَّ الْاَیْسَرِ ' ثُمَّ جَعَلَ یُعْطِیْہِ النَّاسَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ' وَ فِیْ رِوَایَۃٍ: "لَمَّا رَمَی الْجَمْرَۃَ ' وَنَحَرَ نُسُکَہٗ وَحَلَقَ ' نَاوَلَ الْحَلَّاقَ شِقَّہُ الْاَیْمَنَ فَحَلَقَہٗ ' ثُمَّ دَعَا اَبَا طَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَاَعْطَاہُ اِیَّاہُ ثُمَّ نَاوَلَہُ الشِّقَّ الْاَیْسَرَ فَقَالَ: "اِحْلِقْ" فَحَلَقَہٗ فَاَعْطَاہُ اَبَا طَلْحَۃَ فَقَالَ: "اِقْسِمْہُ بَیْنَ النَّاسِ"۔

۷۲۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب منیٰ میں تشریف لائے اور پھر جمرہ کے پاس آ کر اس کو کنکریاں ماریں۔ پھر منیٰ میں اپنے مقام پر واپس تشریف لائے اور قربانی کی پھر سر مونڈنے والے کو کہا لو اور اپنی دائیں جانب اشارہ کیا پھر بائیں جانب پھر وہ بال آپؐ لوگوں کو دینے لگے۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آپؐ نے جمرہ کی رمی کر لی تو اپنی قربانی ذبح کر دی اور بال منڈوانے لگے تو مونڈنے والے کو سر کی دائیں جانب اس کی طرف کی پس اس نے مونڈ دیا۔ پھر ابوطلحہ انصاری کو بلایا اور وہ بال ان کو دے دیے۔ پھر بائیں جانب اس کی طرف کی اور کہا کہ مونڈو۔ پس اس نے مونڈا وہ بھی آپؐ نے ابوطلحہ کو دے دیے اور فرمایا کہ اس کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔

**تشریح** ۞ اتی منی! مقام صرف میں آئے۔ منیٰ کا ذکر کر دیا مقام کی تعیین کی ضرورت نہ تھی۔ فاتی الجمرۃ! یہ جمرہ عقبہ ہے۔ منیٰ پہنچنے کے فوراً بعد کی بات ہے۔ اتی منزلہ بمنی! یہ مسجد خیف اور مذبح معروف کے درمیان تھا۔ عرفہ کی جانب دائیں چڑھائی کی طرف۔ للحلاق! ان کا نام معمر بن عبداللہ عدوی تھا۔ بعض نے خراش بن امیہ کلبی بتلایا۔ خذ! سر کو مونڈنے کے لئے لو۔ واشار الی جانبہ الایمن! اور سر کی دائیں جانب اشارہ کیا۔ جمہور کا یہی قول ہے۔ بعض نے کہا مونڈنے والے کا دایاں اور وہ سر کا بایاں بنتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا قول یہی ہے۔ ثم الایسر ثم جعل یعطیہ الناس! وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کو دیا۔ یہاں نسبت مجازی ہے۔ اس میں بعض تقسیم کر دوتا کہ برکت والی چیز ان میں باقی رہے۔ اس حج

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اشارہ فرمایا کہ وقت اجل قریب پہنچ چکا ہے۔ جیسے فرمایا: "**لعلکم لا تلقونی بعد عامکم هذا**"! نیز تریسٹھ اونٹ ذبح کرنے پر اکتفاء فرمایا۔ میں نے بھی ایک بال کی زیارت کی ہے جو بعد میں چوری کی وجہ سے گم ہو گیا۔

**روایت کا فرق:** نحر نسكه! اس سے مراد وہ قربانیاں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ لائے تھے۔ و حلق! نحر کے بعد حلق کرایا۔ ابو طلحه انصاری! ان کا نام زید بن سہل ہے۔ یہ ام سلیم کے خاوند ہیں۔ واعطاه اياه! کیونکہ ان کو مزید خصوصیت میسر تھی اور ان کے گھر والوں سب سے محبت تھی جو انصاری میں سے اور کسی کے ساتھ اس انداز کی نہ تھی اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی تدفین کا حکم فرمایا حالانکہ ان کے خاوند عثمان رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ ان کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انہوں نے آپ کی لحد کھودی اور کچی اینٹوں سے لحد کو بند کیا۔ ثم! ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عنایت کرنے کے بعد۔ فقال الحلق! بائیں جانب کے متعلق حلاق کو حکم دیا کہ وہ مونڈے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیئے تا کہ لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے درمیان تقسیم کئے جانے والے بال دائیں جانب والے تھے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بائیں جانب والے عنایت فرمائے۔ ممکن ہے کہ دینا تقسیم کے لئے ہو۔ اصل اختلاف تو دائیں بائیں جانب کا ہے۔ پہلی روایت میں ہے کہ انہوں نے دائیں کی طرح بائیں جانب والے بھی تقسیم کر دیئے اور دوسری روایت میں ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دے دیئے واللہ اعلم۔

**ایک توجیہ:** اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کی بات کو دیکھا جائے تو دونوں روایات میں کوئی اختلاف نہیں۔ حلاق کی دائیں جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں تھی وہ لوگوں میں تقسیم کروا دیئے اور حلاق کی بائیں جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب تھی وہ ابوطلحہ کو عنایت فرما دیئے (واللہ اعلم) مترجم۔

**تخریج**: اخرجه البخاری (۱۷۰) و مسلم (۱۳۰۵) و ابو داود (۱۹۸۱) والترمذی (۹۱۲)

**الفرائد** حلق میں بھی دائیں طرف سے ابتداء کی جائے گی۔ آدمی کے بال پاک ہیں۔ مواسات کے لئے مساوات ضروری نہیں۔ آپ کے بال مبارک سے تبرک درست ہے۔

# کتاب ادب الطعام

## ۱۰۰: بَابُ التَّسْمِيَةِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَالْحَمْدِ فِيْ آخِرِهٖ

## باب: کھانے کے آغاز میں بسم اللہ اور آخر میں الحمدللہ کہنا

**الطعام:** سے یہاں وہ مراد ہے جو مشروبات سے نہ ہو۔ ورنہ طعام کا لغوی معنی جس کو نگلا جائے (المصباح)

### باب التسمیہ فی اولہ

یعنی جب کھانا کھائے یا کوئی چیز پئے تو ابتداء میں تسمیہ اور انتہاء میں الحمدللہ کہے۔

۷۲۸: عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۷۲۸: حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم رب ذوالجلال والاکرام کا نام لو۔ اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ سم اللّٰہ! اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ اس میں سب سے پہلے افضل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ حافظ کہتے ہیں کسی روایت میں بسم اللہ کی صراحت نہیں۔ **و کل بیمینك!** یہ باب تکریم سے ہے وجوب کا اختلاف آئے گا۔ **و کل ممایلیك!** جبکہ کھانا ایک ہی قسم کا ہو۔ اگر کھانا کئی قسم کا ہو مختلف جوانب سے استعمال جائز ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۱۰/۲٦۱٤۸) وابو داود (۳۷٦۷) والترمذی (۱۸۰۸) والنسائی (٦/۱۰۱۱۲) وابن حبان (۵۲۱٤) والطیالسی (۱۵٦٦) والحاکم (٤/۷۰۸۷) والبیهقی (۷/۲۷٦)

**الفوائد**: کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ کا حکم دیا گیا ہے اگر درمیان میں کہے تو اس طرح کہے بسم اللہ اولہ واخرہ۔ آخری لقمہ کے وقت بھی یاد آ جائے تو بسم اللہ پڑھے۔

۷۲۹: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنْ نَسِيَ اَنْ يَّذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اَوَّلِهٖ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۷۲۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک کھانا کھانے لگے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا نام لینا شروع میں بھول جائے تو وہ اس طرح کہے: بِسْمِ اللّٰهِ

اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَہٗ کہ میں اللہ کے نام پر اس کی ابتداء اور انتہا کرتا ہوں۔ (ابوداؤد ترمذی) اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** اذا اکل احدکم! جب تم میں سے کوئی کھانا شروع کرے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اس کے آخر میں کہے بسم اللّٰہ علی اوّلہ و آخرہ۔! بعض شارحین نے علی کو زائد کہا ہے۔ فلیذکر اسم اللّٰہ تعالٰی! تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ ظاہر حدیث اس کو بھی شامل ہے کہ جب بھی کھانے کا ارادہ کرے یہ کہے جیسا اس ارشاد میں تنسون انفسکم! تم اپنے نفوس کو اس نیکی سے بھلاتے ہو جس کا دوسروں کو حکم کرتے ہو۔ فان نسی! یہ نسیان ممکن ہے عمد کے مقابلہ میں ہو۔ جان بوجھ کر چھوڑنے والا دوران میں نہ کہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ بھی کہہ لے۔ نسائی کے مقید کرنے کا کوئی معنی نہیں کیونکہ یہ تو غالب صورت کا ذکر ہے۔ مؤمن کی شان یہ نہیں کہ وہ قصداً اللہ تعالیٰ کا نام چھوڑے اور ترک کا احتمال بھی ہے جیسا اس ارشاد میں "و تنسون انفسکم" "تم اپنے نفوس کو اس نیکی سے دور رکھتے ہو۔ جس کا دوسروں کو حکم کرتے ہو۔ پس سب کو شامل ہوا۔ وان یذکر اسم اللّٰہ تعالٰی فی اوّلہ فلیقل بسم اللّٰہ اوّلہ و آخرہ! ابتداء میں مستحب ہے کہ اس طرح کہے۔ مراد یہ ہے کہ تمام اجزاء کو شامل ہو۔ اولہ و آخرہ یہ منصوب بنزع خافض ہیں۔ ابن رسلان نے فراغ کے بعد مراد لیا اور دیگر علماء نے دوران میں کہنے کو ترجیح دی ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (٥/١٤٧٣٥) و مسلم (٢٠١٨) و ابو داود (٣٧٦٥) وابن ماجه (٣٨٨٧)

**الفوائد**: کھانے کے درمیان میں یاد آئے تو بسم اللہ اولہ واخرہ کہے۔

٧٣٠: وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: "اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَیْتَہٗ فَذَکَرَ اللّٰہَ تَعَالٰی عِنْدَ دُخُوْلِہٖ وَعِنْدَ طَعَامِہٖ قَالَ الشَّیْطَانُ لِاَصْحَابِہٖ: لَا مَبِیْتَ لَکُمْ وَلَا عَشَآءَ، وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ یَذْکُرِ اللّٰہَ تَعَالٰی عِنْدَ دُخُوْلِہٖ قَالَ الشَّیْطَانُ اَدْرَکْتُمُ الْمَبِیْتَ، وَاِذَا لَمْ یَذْکُرِ اللّٰہَ تَعَالٰی، عِنْدَ طَعَامِہٖ قَالَ: اَدْرَکْتُمُ الْمَبِیْتَ وَالْعَشَآءَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

٧٣٠: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جب کوئی آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو داخل ہونے اور کھانا کھانے کے وقت بھی یاد کر لیتا ہے تو شیطان اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ نہ تمہارے لئے رات کا قیام ہے نہ ہی رات کا کھانا اور جب داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں رات کا قیام مل گیا جب کھانا کھانے کے وقت بھی اللہ کا نام نہیں لیتا تو وہ کہتا ہے کہ تم نے رات کا قیام اور کھانا دونوں پا لئے۔ (مسلم)

**تشریح** اذا دخل الرجل! آدمی افضل ہے باقی عورت کا بھی یہی حکم ہے۔ بیتہٗ! مکان۔ خواہ خیمہ ہو۔ مراد شام کے وقت داخلہ ہے۔ اس کی دلیل المبیت! اور العشاء! کے الفاظ ہیں کیونکہ پہلے اوقات کے لئے تو الغداء اور الفطور آتے ہیں۔ فذکر اللّٰہ تعالٰی! یعنی بسم اللہ کہا۔ عند دخولہ اس سے مراد ارادہ دخول ہے۔ قال الشیطان! شیطان اپنے چیلوں کو اطلاع دیتے ہوئے کہتا ہے۔ لا مبیت لکم ولا عشاء! ممکن ہے کہ یہ شیطان کی طرف سے گھر والوں اور داخل ہونے

والے کے متعلق بددعا ہو۔ خدا کرے تمہیں نہ رات کا رہنا نصیب ہو اور نہ شام کا کھانا ملے' مگر کفر کی بددعا کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے ﴿وما دعاء الکافرین الا فی ضلال﴾۔ ادرکتم المبیت! اس کا اطلاق ظاہر کرتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر چھوڑ دیا جائے تو شیطان کو رات گزارنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ خواہ داخلے کے وقت یا بعد میں بھی نہ کہے ورنہ تو بسم اللہ پر قیاس کرتے ہوئے ان کو کھانے میسر آنے کی کوئی صورت نہیں۔ عند طعامہ! کھانے کے وقت بھی اس نے چھوڑ دیا۔ قال ادرکتم المبیت و العشاء! مبیت' رات گزارنے کی جگہ یا مصدر ارائی ہو یعنی مکان۔

**تخریج** : مسلم فی الاطعمہ' ابو داؤد' ترمذی' نسائی عن ابی جریج عن ابن الزبیر عن جابر۔

**الفوائد** : گھر میں داخل ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر مستحب ہے' اسی طرح کھانے کے وقت بھی کیونکہ اس سے برکت ہوتی ہے اور شیطان بھاگ جاتا ہے۔

۷۳۱ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا إِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ أَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَيَضَعَ يَدَهُ ' وَإِنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ مَرَّةً طَعَامًا فَجَآءَتْ جَارِيَةٌ كَأَنَّهَا تُدْفَعُ فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ ' فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهَا ' ثُمَّ جَآءَ أَعْرَابِيٌّ كَأَنَّمَا يُدْفَعُ ' فَأَخَذَ بِيَدِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ ' وَإِنَّهُ جَآءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا ' فَجَآءَ بِهٰذَا الْأَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهِ فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنَّ يَدَهُ فِيْ يَدِيْ مَعَ يَدَيْهِمَا " ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَأَكَلَ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۷۳۱ : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں حاضر ہوتے تو کھانے میں ہم اُس وقت تک ہاتھ نہیں ڈالتے تھے جب تک رسول اللہ ﷺ ابتداء نہ فرماتے اور ہاتھ نہ رکھتے۔ ہم ایک مرتبہ آپ کے ساتھ ایک کھانے میں شامل ہوئے۔ ایک لڑکی اس تیزی سے آئی گویا اُس کو دھکیلا جا رہا ہے۔ وہ کھانے کے اندر اپنا ہاتھ ڈالنے لگی تو رسول اللہؐ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک دیہاتی اس تیزی سے آیا گویا اُس کو دھکیلا جا رہا ہے آپؐ نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ بے شک شیطان اس کھانے کو حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ وہ اس لڑکی کو لایا تاکہ اس کھانے کو اپنے لئے حلال کرے تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر وہ اس دیہاتی کو لایا تو میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک شیطان کا ہاتھ بھی ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں آیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور کھانا تناول فرمایا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ طعامًا! تھوڑے' زیادہ' معمولی' عمدہ سب کو شامل ہے۔ لم نضع ایدینا! ہم اس کو کھانا شروع نہ کرتے۔ حتی یبداء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیضع یدہ! یہ ادب اور برکت کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لا

تقدموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ﴾ ! عموم روایت سب کو شامل ہے۔ وانا حضرنا ! اس کا کنہ پر عطف ہے۔ فجاء ت جاریة ! جاریہ سے لونڈی مراد ہو سکتی ہے۔ خواہ نوعمر ہو یا بڑھیا اور جوان سال آزاد عورت بھی ہو سکتی ہے۔ کانھا تدفع ! تیزی سے آنے کی وجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کو پیچھے سے دھکیلا جا رہا ہے۔ فذھبت ! اس کا جاءت پر عطف ہے۔ لتضع یدھا فی الطعام ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کو شروع فرمانے سے پہلے۔ فاخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بیدھا ! تا کہ اس کو کھانے سے دور رکھا جائے تا کہ اس کے ہاتھ کے ذریعہ شیطان کھانے تک نہ پہنچ سکے۔ ثم جاء اعرابی ! جنگل کا رہنے والا۔ کانما یدفع فاخذہ بیدہ ! یہ تفنن تعبیر کے لئے اس طرح لائے۔ شیطان پر الف لام جنس کا بھی ہو سکتا ہے۔ تمام شیاطین کو شامل ہے اور عہد کا ہو تو ابلیس مراد ہے وہ ان کا بڑا ہے۔ پہلا قول زیادہ مناسب ہے۔ شیطان شاط بمعنی احترق یا شطن جو بعد کے معنی میں ہے وہ خیر سے دور ہے۔ یستحل الطعام ! تا کہ وہ کھانے کو اپنے لئے حلال کر لے اور اس پر قابو پا لے۔ ان لا یذکر اسم اللّٰہ تعالٰی علیہ ! یہ اس کے اپنے لئے حلال کرنے کی علت ہے اور اس سے پہلے حرف جر محذوف ہے۔ وانہ جاء بھذہ الجاریة... فاخذت بیدھا ! اس کے ارادے سے باز کرتے ہوئے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ناخذت بیدہ : میں نے اس کے ہاتھ کو بھی اسی غرض سے پکڑا ہے۔ والذی نفسی بیدہ ! ید سے قدرت مراد ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ سننے والے کے سامنے تاکید کے لئے قسم مستحب ہے۔ ان یدہ ! یعنی شیطان کا ہاتھ۔ مع یدیھما ! تثنیہ کی ضمیر جاریہ اور اعرابی کی طرف راجع ہے۔ تثنیہ والی روایت زیادہ درست ہے۔ مفرد کی ضمیر والی روایت کی تاویل یہ ہے کہ پہلے کے ہاتھ کو بیان کر دیا بعد والے ہاتھ کے پکڑنے کے یہ منافی نہیں فتدبر۔ ثم ذکر اسم اللّٰہ تعالٰی واکل ! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھی اور کھانا تناول فرمایا۔ واؤ عطف اس بات کو شامل ہے کہ پہلے بسم اللہ پڑھی پھر کھانا کھایا نہ کہ اس کا عکس۔

**تخریج** : اخرجہ مسلم (۲۰۱۷) و ابو داود (۳۷۶۶)

**الفوائد** : قوم میں سے بڑے کو کھانے کی ابتداء کرنی چاہئے۔ شیطان اپنے لئے وہ کھانا حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کا تذکرہ ہے۔ تمام کھانے والوں کو بسم اللہ پڑھنی چاہئے کسی ایک کی بسم اللہ کافی نہیں۔

۷۳۲ : وَعَنْ اُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسًا وَرَجُلٌ يَاْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهَ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهٖ اِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ : "مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَاْكُلُ مَعَهٗ ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَا فِيْ بَطْنِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

۷۳۲ : حضرت امیہ بن مخشی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی کھانا کھا رہا تھا۔ پس اس نے اللہ تعالیٰ کا نام اس وقت تک نہ لیا یہاں تک کہ اس کا کھانے کا صرف ایک لقمہ رہ گیا تو اس نے جب وہ لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھایا تو اس نے کہا: بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور

فرمایا۔شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا۔ جب اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا جو کچھ پیٹ میں تھا وہ سب کچھ اس نے قے کر دیا۔(ابوداؤد نسائی)

**تخریج** :اخرجه ابو داود (٣٧٦٨) والحاکم (٤/٧٠٨٩)

٧٣٣ :وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْكُلُ طَعَامًا فِيْ سِتَّةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَجَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَاَكَلَهٗ بِلُقْمَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَمَا اِنَّهٗ لَوْ سَمّٰى لَكَفَاكُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ، وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

٧٣٣: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے ایک دیہاتی آیا اور سارے کھانے کے دو لقمے کئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار! اگر وہ اللہ تعالیٰ کا نام لیتا تو وہ کھانا تم سب کے لئے کافی ہو جاتا (ترمذی) کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ فی ستة اصحابه! فی مع کے معنی میں ہے۔چھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے۔فجاء اعرابی! جبکہ آپ ﷺ کھانا تناول فرما چکے تھے اور بقیہ حضرات ابھی کھا رہے تھے تو اعرابی نے بقیہ تمام کھانا دو لقموں میں چٹ کر دیا۔انه! ضمیر اعرابی کی طرف لوٹتی ہے یا ضمیر شان ہے۔لو سمی لکفاکم! تو اس سمیت یہ تمہیں کافی ہو جاتا کہ اس میں برکت ڈال دی جاتی لیکن اس کے بسم اللہ ترک کرنے کی وجہ سے برکت ختم ہو گئی یہاں تک کہ دو لقموں میں ختم ہو گیا۔

**تخریج** :اخرجه الترمذی (١٨٥٨) وابن ماجه (٣٢٦٤) وابن حبان (٥٢١٤)

**الفوائد** :۔کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ برکت کا باعث اور شیطان کو رد کرنے کا ذریعہ ہے۔بسم اللہ زور سے پڑھے تاکہ دوسرے بھی خبردار ہو جائیں۔تمام مشروبات و ماکولات میں بسم اللہ کا یہی حکم ہے۔

٧٣٤ :وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا رَفَعَ مَآئِدَتَهٗ قَالَ :"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

٧٣٤: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ کا دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپؐ یہ دعا فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا ... تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔اس حال میں کہ وہ زیادہ پاکیزہ اور بابرکت ہے نہ اس سے کفایت کی گئی ہے اور نہ ہی یہ آخری کھانا ہے اور اے ہمارے رب اس سے بے نیازی بھی نہیں ہو سکتی۔(بخاری)

**تشریح** ۞ الحمد لله حمداً كثيراً! یہ مفعول مطلق ہے۔طیباً! ایسی جو ریا وسمعہ کی سے پاک ہو۔مبارکاً فيه! یہ اسم مفعول ہے فیہ اس کا نائب فاعل ہے۔برکت اضافے بڑھوتری کو کہتے ہیں۔غیر مکفی! یای مشدد سے ہے۔آخر میں ہمزہ نہیں۔ولا مستغنی عنه! یہ بھی اسم مفعول ہے۔ہ کی ضمیر کا مرجع طعام ہے (المطالع) حربی کہتے ہیں الفکی! وہ برتن جس کو ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے الٹ دیا جائے جیسا کہا غیر مستغنی عنہ یا نہ ہونے کی وجہ سے الٹ دیا جائے۔خطابی کہتے

ہیں اس تمام دعا میں ضمیر کا مرجع باری تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔ اب غیر مکفی کا معنی یہ ہے کہ وہ کھانا کھلاتا ہے۔ اس کو کھانا کھلایا نہیں جاتا۔ گویا اس کو کفایۃ سے لیا گیا ہے۔ اس حدیث کی تفسیر میں اسی طرف دوسرے شارحین گئے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی مددگار اور پشتی بان سے بے نیاز ہے۔ (۱) ربنا! یہ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے۔ (۲) مدح کی وجہ سے (۳) منادیٰ مضاف ہونے کی وجہ سے گویا اس طرح یاربنا اسمع حمدنا و دعاء نا! جنہوں نے مرفوع قرار دیا۔ انہوں نے الگ جملہ قرار دے کر خبر بنایا ای انت ربنا! اس کو بدلیت کی وجہ سے مجرور پڑھ سکتے ہیں ای للّٰہ ربنا۔! ابن اثیر نے نہایہ میں کہا یہ کلام حمد کی طرف بھی لوٹ سکتا ہے۔ ای حمداً کثیراً غیر مکفی و لا مستغنی عن هذا الحمد! کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار تعریفیں ہوں جن کے بغیر چارہ و کفایت نہیں (النہایہ) نووی)

تخر! دوسری روایات میں دعا اس طرح بھی آئی ہے۔ الحمد للّٰہ الذی کفانا و آوانا غیر مکفی و لا مکفور۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۸/۲۲۳٦٤) والبخاری (٥٤٥٨) و ابو داود (۳۸٤۹) والترمذی (۳٤٥٦)

**الفوائد**: بقول ابن بطالؒ کھانے کے بعد حمد پر تو اتفاق ہے مگر کوئی الفاظ متعین نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا'' لئن شکر لازیدلکم '' یہ رازق کا شکریہ ہے۔

۷۳۵ : وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ اَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۷۳۵: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جس نے کھانا کھا کر یہ کہا : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةَ (تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے یہ کھلایا اور مجھے میری طاقت و قوت کے بغیر رزق عنایت فرمایا) اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (ابوداؤد) ترمذی۔ حدیث حسن ہے۔

**تشریح**: من اکل طعاما! عموم تو ظاہر ہے کہ طعام اس کو بھی شامل ہے جو بطور دوائی کے لیا جائے۔ اگرچہ اس سے حنث تو نہ ہوگا کیونکہ وہ عرفاً وہ کھانا شمار نہیں ہوتا۔ فقال الحمدللّٰہ! فا سے معلوم ہوتا ہے کہ فراغت کے بعد اس نے کہا۔ رزقنیه کا اطعمنی! پر عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے۔ غیر حول منی! یعنی بلا حیلہ۔ ولا قوة! اس سے طعام کے حصول کی راہ کی طرف اشارہ کیا۔ طاقتور اپنی قوت سے حاصل کرتا ہے اور کمزور اس کے لئے مختلف ذرائع استعمال کرتا ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ کیا کہ اس کا حصول محض فضل سے ہے اس میں دوسرے کا کوئی دخل نہیں۔ غفر له! فعل مجہول ہے۔ ما تقدم من ذنبه! ظاہر سے تمام گناہ معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے مراد حقوق انسانی کے علاوہ صغیرہ گناہ مراد ہیں۔ جامع صغیر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جس نے کپڑا پہن کر یہ کہا الحمدللّٰہ الذی کسانی هذا ورزقنیه من غیر حول منی ولا قوة غفر اللّٰه له ما تقدم من ذنبه وما تاخر! (احمد)

**تخریج**: اخرجه الترمذی (۳٤٥۸) والحاکم (٤/۷٤۰۹) وابن ماجه (۳۲۸٥) واخرجه ابو داود (٤۰۲۳)

**الفوائد**: جس نے کھانے کے بعد اس انداز سے حمد کی اس کے گناہ صغیرہ بھی بخش دیئے گئے۔زاد المعاد ۲/ ۴۳۵ میں ان حمد کے کلمات کو ملاحظہ فرمائیں۔

## ۱۰۱: بَابُ لَا يَعِيْبُ الطَّعَامَ وَاسْتِحْبَابِ مَدْحِهٖ

## بَاب: کھانے کے عیب نہ نکالے بلکہ تعریف کرے

**یا یعیب الطعام**! یعنی مستحب یہ ہے کہ کھانے کے عیب نہ چنے۔ **استحباب مدحه**! اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے میں اگر چہ برائی تو نہیں کی مگر چاہئے کہ صانع حقیقی کے احسان یاد کرے تا کہ کھانا کھلانے والے کا دل نہ ٹوٹے اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہ بھی ہو جائے۔

۷۳۶: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَا عَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَعَامًا قَطُّ: اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهٗ وَاِنْ كَرِهَهٗ تَرَكَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۷۳۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا۔ اگر پسند ہوا تو کھالیا اور اگر ناپسند ہوتو چھوڑ دیا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **طعامًا قط**! کسی بھی زمانے میں' کیونکہ عیب جوئی رعونت اور خوشحالی سے ہوتی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ گوہ کے متعلق فرمایا: **انی اعافه**! کہ مجھے اس سے طبعی نفرت ہے۔ کھانے کی مذمت نہیں۔ **ان کرهه**! اگر طبعی طور پر ناپسند ہوتا تو بلا مذمت چھوڑ دیتے۔

**تخریج**: اخرجه البخاری (۳۵٦۳) و مسلم (۲۰٦٤) و ابو داود (۳۷٦۳) والترمذی (۲۰۳۱) وابن ماجه (۳۲۵۹) وابن حبان (٦٤۳٦)

**الفوائد**: اس میں آپ ﷺ کے اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ حسن ادب کا تذکرہ ہے۔ ہر وہ چیز جس کے کھانے کی اجازت ہے اس کے استعمال میں عیب نہیں۔

۷۳۷: وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَ اَهْلَهُ الْاُدْمَ فَقَالُوْا: مَا عِنْدَنَا اِلَّا خَلٌّ، فَدَعَا بِهٖ، فَجَعَلَ يَاْكُلُ وَ يَقُوْلُ: "نِعْمَ الْاُدْمُ الْخَلُّ نِعْمَ الْاُدْمُ الْخَلُّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۷۳۷: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں سے سالن طلب فرمایا تو انہوں نے کہا کہ سوا سرکہ کے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تو آپ نے سرکہ ہی طلب فرمایا آپ اس کو کھاتے جاتے اور فرماتے جاتے: "نِعْمَ الْاُدْمُ الْخَلُّ نِعْمَ الْاُدْمُ الْخَلُّ" سرکہ تو بہت اچھا کھانا ہے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **الادم**! جمع ادام بروزن کتاب۔ جس کو بطور سالن استعمال کیا جائے خواہ وہ مائع ہو یا جامد (المصباح) اس کو

سالن کرنا بھی جائز ہے ادم! جیسے قفل واقفال آپ ﷺ کے سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کے گھر والوں نے روٹی بھیجی مگر سالن ساتھ نہ تھا۔ فقالوا ما عندنا الاخل! یہ مستثنیٰ مفرغ ہے۔ ہمارے پاس کوئی سالن نہیں مگر صرف سرکہ ہے۔ فدعا به! آپ ﷺ نے اس کو منگوایا۔ فجعل یاکل ویقول نعم الادم الخل! روایت باب کے دوسرے حصہ کی دلیل ہے۔ نووی کہتے ہیں کھانے میں میانہ روی اختیار کرنی چاہئے۔ لذیذ کھانوں سے نفس کو روکنا چاہئے۔ کذا قول القاضی۔ مطلب یہ ہے سرکہ وغیرہ کو بطور سالن استعمال کرو اور اسی طرح کی اشیاء جن کی مشقت کم ہے اور شہوات میں ایک دوسرے سے مقابلہ مت کرو۔ یہ خطابی کا قول ہے۔ مگر زیادہ درست بات یہ ہے کہ سرکہ کی تعریف ہے۔ البتہ میانہ روی تو دوسرے دلائل سے ثابت ہے (نووی) ابن رسلان کہتا ہے کہ یہ بہتر قول تو کیا ہوتا ظاہر بھی نہیں کیونکہ پہلے میں شہوت کی ملاوٹ ہے اور دوسرے میں نعمت کی تحقیر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کھانے کی نہ مذمت فرماتے نہ تعریف مگر اس کو ظیر بنانا قابل توجہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدح نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو مدح میلان نفس سے پیدا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف ان کے دلوں کو رکھنے کے لئے فرمائی۔ واللہ اعلم۔

**تخریج**: اخرجه احمد (٥/١٤١٢٩) و مسلم (٢٠٥٢) وابو داؤد (٣٨٢١) والترمذی (١٨٣٩) وابن ماجه (٣٣١٧)

**الفوائد**: کھانے میں معمولی چیز پر اکتفاء کرنا چاہیے زیادہ لذت والی چیزوں کے پیچھے نہ پڑے۔ ایسی چیزیں سرکہ وغیرہ آسانی سے میسر آتی ہیں۔ اس میں سرکہ کی تعریف کی گئی ہے۔

## ۱۰۲ : بَابُ مَا يَقُوْلُهُ مَنْ حَضَرَ الطَّعَامَ وَهُوَ صَائِمٌ اِذَا لَمْ يُفْطِرْ

## بَاب: روزہ دار کے سامنے کھانا آئے اور وہ روزہ افطار نہ کرے تو کیا کہے؟

فرمان علماء فلیصل! کا معنی دعا کرے اور فلیطعم! کھانا کھالے۔

اذا لم یفطر! جب عذر سے افطار کیا تو واجب روزے کی قضا واجب ہے اگرچہ اس میں وسعت ہے۔ البتہ اس کا افطار کرنا حرام ہے اور افطار مستحب ہے تو افطار مستحب اگر مہمان کو گراں گزرے یا میزبان پر گراں ہو تو تب بھی مستحب ہے ورنہ جائز نہیں۔

٧٣٨ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ : "اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ : فَاِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ ، وَاِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيُطْعِمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
قَالَ الْعُلَمَاءُ : مَعْنٰى "فَلْيُصَلِّ" فَلْيَدْعُ – وَمَعْنٰى "فَلْيَطْعَمْ" فَلْيَاْكُلْ۔

٧٣٨ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو وہ اس کو قبول کرے۔ اگر وہ روزہ دار ہے تو پھر وہ دعا کرے اور اگر وہ روزہ سے نہ ہو تو وہ افطار کرے۔ (مسلم)

علماء نے فرمایا کہ فَلْيُصَلِّ کا معنی دعا کرنا اور فَلْيَطْعَمْ کا معنی ہے: چاہئے کہ کھالے۔

**تشریح** ۞ فليجب! واجب ہے اگر دعوت ولیمہ کا پہلا دن ہو اور دیگر اعذار ساقطہ بھی نہ ہوں ورنہ ولیمہ نکاح کا تیسرا دن ہو۔ **فان کان صائما فليصل!** تو اہل منزل کے لئے دعا کرنا مستحب ہے۔ **وان کان مفطراً فليطعم!** بظاہر تو امر وجوب کو ظاہر کرتا ہے۔ نووی اسی کے قائل ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ کھانا واجب نہیں نہ ولیمہ نکاح میں نہ دیگر۔ بعض نے **فليصل!** کا معنی مکان میں نفلی نماز ادا کرنا ہے۔

**تخریج** : اخرجه مسلم (١٤٣١)

**الفرائد** : دعوت دی جائے تو قبول کرنی چاہئے چیسے خواہ روزے سے ہو۔ وہاں جائے خواہ روزہ افطار کرے یا نہ کرے اہل ولیمہ کے لئے دعا کرے یا نوافل پڑھے اس سے مقصود حاصل ہوا کہ اس کی حاضری سے ان کو فائدہ حاصل گیا۔

## ۱۰۳ : بَابُ مَا يَقُوْلُهُ مَنْ دُعِيَ إِلٰى طَعَامٍ فَتَبِعَهُ غَيْرُهُ

## بَابٌ : جب مدعو کے ساتھ اور آدمی (بن بلائے) چلا جائے تو وہ کیا کہے؟

یہ بات ظاہر ہے کہ کھانا پر کوئی قید و پابندی نہیں اسی طرح جس کو مشورہ وغیرہ کے لئے بلایا گویا دوسرا اس کے ساتھ چلا یا تو آئندہ والا راستہ اپنائے۔

٧٣٩ : عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : دَعَا رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ لَهُ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ – فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : "اِنَّ هٰذَا تَبِعَنَا : فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَاْذَنَ ، وَاِنْ شِئْتَ رَجَعَ" قَالَ : بَلْ اٰذَنُ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

**٧٣٩** : حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جس میں چار آدمی آپ کے علاوہ تھے۔ پھر ایک آدمی ان کے پیچھے ہو لیا۔ جب دروازے پر پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ آدمی ہمارے ساتھ چلا آیا اگر تم چاہو تو اس کو اجازت دو اور اگر چاہو تو وہ لوٹ جائے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کو اجازت دیتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **ابی مسعود!** ان کا نام عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ مقام بدر کے ساکنین سے تھے۔ درنہ بدر میں یہ موجود نہ تھے۔ **دعا رجل!** اس کا نام ابو شعیب تھا۔ **لطعام صنعه!** انہوں نے اپنے غلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ **خامس خمسة!** کہ پانچ کی تعداد پوری ہوتی تھی۔ **فلما بلغ!** وہ آدمی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر پہنچے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مکان والا دروازے پر پہنچے۔ دوسرا معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ **قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم...... ان شئت رجع!** یہ بات اس روایت کے خلاف نہیں جس میں آیا ہے کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے انس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے لیا کیونکہ یہ روایت تو اس پر محمول ہے کہ آپ ﷺ کو گھر والے کی مقررہ تعداد اور اضافے پر رضامندی کا علم نہ تھا اور خیاط والی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی رضامندی معلوم تھی اس لئے انس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا۔ اذنت! یہ متکلم کا صیغہ ہے۔

**تخریج** : اخرجه مسلم (۲۰۳۶)

**الفوائد** : قصاب کی مزدوری جائز ہے۔ صحابہ کرامؓ تبرک کے لئے آپ ﷺ کے چہرہ پر نگاہ دیر تک ڈالے رکھتے تھے بعض حیاء کی وجہ سے نہ ڈال سکتے تھے۔ طفیلی کے لئے صاحب دعوت کو اجازت دینے اور مسترد کرنے کا اختیار ہے۔ یہاں آپ ﷺ نے صاحب دعوت کی دلجوئی اور باقی کو یہ ادب سکھانے کے لئے کیا۔

## ۱۰۴: بَابُ الْاَكْلِ مِمَّا يَلِيْهِ وَوَعْظِهٖ وَتَاْدِيْبِهٖ مَنْ يُّسِيْٓءُ اَكْلَهٗ

## بَاب: اپنے سامنے سے کھانا اور نامناسب انداز سے کھانے والے کو تادیب و نصیحت

مما يليه او كله! یہ دونوں ضمائر کھانے کی طرف لوٹتی ہیں جو الاکل سے سمجھ آ رہا ہے۔

۷۴۰ : عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنْتُ غُلَامًا فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ : "يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

قَوْلُهٗ : "تَطِيْشُ" بِكَسْرِ الطَّآءِ وَبَعْدَهَا يَآءٌ مُثَنَّاةٌ مِنْ تَحْتُ مَعْنَاهُ : تَتَحَرَّكُ وَتَمْتَدُّ اِلٰى نَوَاحِي الصَّحْفَةِ۔

۷۴۰: حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ کی پرورش میں بچہ تھا اور میرا ہاتھ پیالے میں گھومتا۔ مجھے رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے اللہ کا نام لو۔ اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (بخاری و مسلم)

تَطِیْشُ: پیالے کی اطراف میں حرکت کرنا یعنی برتن کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گھومنا۔

**تشریح** : غلاما! کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی والدہ سے جب نکاح کیا تو ان کی عمر چھ سال تھی۔ فی حجر! نگرانی۔ یدی! ایک ہاتھ۔ سم اللّٰہ تعالیٰ! کھانے کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ وکل بیمینك وكل مما يليك! اگر کھانا ایک قسم ہو تو پھر سامنے کھانا چاہئے ورنہ دوسرے ساتھی کے سامنے سے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ شاید یہ بائیں سے کھاتے ہوں یا کبھی ایک سے کبھی دوسرے سے۔ تطيش في الصحفة! پیالے کی اطراف میں میرا ہاتھ گردش کرتا دراز ہوتا۔ روایت باب التسمیہ علی الطعام! میں گزری۔

**تخریج** : بخاری و مسلم۔

۷۴۱ : وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ فَقَالَ : "كُلْ بِيَمِيْنِكَ" قَالَ : لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ : "لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهُ اِلَّا الْكِبْرُ! فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۷۴۱: حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہؐ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا تم اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ! اس نے جواباً کہا میں طاقت نہیں رکھتا۔ آپؐ نے کہا پھر خدا کرے طاقت نہ رکھے! اس کو تکبر نے آپؐ کا حکم ماننے سے روکا چنانچہ پھر وہ اپنے ہاتھ کو منہ کی طرف کبھی نہ اٹھا سکا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **فقال!** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد الٰہی الافضل فرمایا۔ **کل بیمینك!** امر استحباب کے لئے ہے۔ **قال!** اس آدمی نے خلاف واقع بات کہی۔ **لا استطیع قال!** حق کی اطاعت سے اس کو عناد و تکبر نے روکا۔ **لا استطعت!** تمہیں طاقت نہ رہے۔ **ما منعه الا الكبر!** یہ جملہ مستانفہ ہے۔ جس میں اس کے جواب اور آپ ﷺ کی بددعا کا مقتضیٰ مذکور ہے۔ چنانچہ فوراً دعا قبول ہوئی اور اس کا ہاتھ منہ کی طرف نہ اٹھا۔

**تخریج** ۞ مسلم فی الاشربہ۔

**الفرائد** : (جہاں بھی الفرائد تحریر نہیں وہ حدیث بعینہٖ قبل ازیں گزر چکی اس وجہ سے قاری کو تکرار کی کوفت سے بچانے کی خاطر کئی مقامات پر الفرائد تحریر نہیں کیے گئے)۔ (شمس الدین)

## ۱۰۵ : بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقِرَانِ بَيْنَ تَمْرَتَيْنِ وَنَحْوِهِمَا اِذَا اَكَلَ جَمَاعَةٌ اِلَّا بِاِذْنِ رُفْقَتِهٖ

## بَاب: اجتماعی کھانے میں دوسروں کی رضامندی کے بغیر دو کھجوروں وغیرہ کو ملا کر کھانا منع ہے

**القران!** دو کھجوروں کو ملا کر کھانا جبکہ ایک ایک کی عادت ہو۔ **الا باذن رفقته!** اگر شرکاء ملا کر کھانے میں رضامند ہوں تو کراہت کے باوجود جائز ہے کیونکہ ترجیح بلا مرجح ہے ورنہ حرام ہے۔

ابن بطال کہتے ہیں جمہور کے ہاں یہ نہی تادب کے طور پر ہے تحریم کے طور پر نہیں۔ جیسا اہل ظاہر نے کہا کیونکہ جو کھانا رضامندی سے سب کے کھانے کے لئے رکھا جاتا ہے۔ بخل اس میں مقصود نہیں ہوتا کیونکہ یہ تو ظاہر ہے لوگ کھانے میں مختلف ہیں۔ جب لوگ حد سے بڑھ کر ایک دوسرے پر ترجیح دینے لگیں تو نامناسب ہے۔ قابل تعریف نہیں مگر حرام نہیں (فتح الباری)

۷۴۲ : عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ : اَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ ، فَرُزِقْنَا تَمْرًا ، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَنَحْنُ نَاْكُلُ فَيَقُوْلُ : لَا تُقَارِنُوْا فَاِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْقِرَانِ ، ثُمَّ يَقُوْلُ "اِلَّا اَنْ يَّسْتَاْذِنَ الرَّجُلُ اَخَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۷۴۲ : حضرت جبلہ بن سحیم کہتے ہیں کہ ہم ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے زمانہ میں قحط سالی کا شکار ہو گئے ۔ پھر ہمیں چند کھجوریں ملیں ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہمارے پاس سے گزر رہے تھے اور کھجوریں کھا رہے تھے ۔ پس آپؓ فرمانے لگے دو دو کھجوریں ملا کر مت کھاؤ ۔ نبی اکرمؐ نے اس سے منع فرمایا پھر فرمایا اگر آدمی اپنے ساتھی کو اسکی اجازت دے دے تو پھر درست ہے ۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : جبلہ بن سحیم! یہ تابعین کے درمیانہ درجہ سے تعلق رکھتے ہیں کوفہ کے رہنے والے ہیں ۔ وفات ۱۲۵ھ میں ہوئی ۔ اصحاب ستہ نے ان سے روایت لی ہے ۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے ۔ بعض اہل عراق کے ساتھ ہم مدینہ میں تھے ہمیں بھوک نے آ لیا یہاں سے مراد مکہ مکرمہ ہے ۔ عام سنة! قحط سالی ۔ ارض سنهاء اصابتها السنة وهي الجدب (المصباح)! خشک سالی طویل ہوتی ہے ۔ اس لئے یہ لفظ طویل زمانے کے لئے بولا جاتا ہے ۔ ابن الزبیر! یعنی خلافت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ۔ فرزقنا تمرًا! اس میں احتمال ہے کہ اس کے علاوہ خوراک ختم ہو چکی تھی ۔ ⑨ اتفاقاً ان کے پاس اتنی میسر تھی ۔ لا تقارنوا! بخاری کی روایت لا تقرنوا! فعل میں مبالغہ کے لئے مفاعلہ لایا گیا ۔ دو ملا کر کھانے والا کام بالکل نہ کرنا ۔ نهي عن الاقران! اصل لفظ قران ہے ۔ الا ان يستاذن الرجل اخاه! یہ مقولہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہو تو مدرج فی الحدیث ہے اور اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ضمیر راجع ہو تو مستثنیٰ مرفوع ہوگا ۔ ابن حجر نے تفصیل سے بحث کی ہے ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غیر مرفوع نقل کرنے سے اس کا مرفوع نہ ہونا لازم نہیں ۔

**تخریج** : بخاری و مسلم فی الاطعمه' فی بخاری فی المظالم والشرکه' ابو داؤد' ترمذی' نسائی فی الولیمه' ابن ماجه فی الاطعمه' ترمذی ۔

**الفوائد**: دو کو ملا کر کھانے کی ممانعت اس لئے ہے کہ اس ساتھیوں کے حق کی غبن ہے ۔ لقمہ بڑا ہونے کی وجہ سے ان کو ادب سکھایا گیا ۔

## ۱۰۶ : بَابُ مَا يَقُوْلُهُ وَيَفْعَلُهُ مَنْ يَّاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ

## بَابٌ : جو کھا کر سیر نہ ہوتا ہو وہ کیا کہے اور کیا کرے؟

۷۴۳ : عَنْ وَحْشِيِّ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَاْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ؟ قَالَ : "فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ" قَالُوْا : نَعَمْ – قَالَ : "فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى

طَعَامِكُمْ ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ يُبَارِكْ لَكُمْ فِيهِ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔

۷۴۴: حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کھا کر سیر نہیں ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھانا مل کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ اللہ تعالیٰ برکت عنایت فرمائیں گے۔ (ابوداؤد)

وحشی بن حرب الحبشی رضی اللہ عنہ ان کی کنیت ابوسمہ ہے۔ نووی کہتے ہیں یہ اہل مکہ کے سیاہ لوگوں سے ہیں۔ ان کو حبشی کہا جاتا ہے۔ یہ طعیمہ بن عدی کے مولیٰ تھے۔ بعض نے جبیر بن مطعم بن نوفل بن عبد مناف کے موالی میں لکھا ہے۔ انہی نے احد کے دن حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور یہی ہیں جو مسیلمۃ الکذاب کے قاتلین میں سے ایک تھے۔ وہ کہا کرتے تھے میں نے زمانہ جاہلیت میں لوگوں میں بہترین آدمی کو قتل کیا اور اپنے اسلام لانے کے بعد لوگوں میں بدترین انسان کو مارا ہے۔ یہ صحابی ہیں۔ حمص میں اقامت اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔ ان سے بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ نے روایت نقل کی۔ ان سے چار احادیث مروی ہیں۔ بعض نے آٹھ کہی ہیں۔ بخاری نے ایک روایت قتل حمزہ کے سلسلہ میں ان سے نقل کی ہیں۔ نووی کہتے ہیں انہوں نے دمشق میں سکونت اختیار کی مگر پہلا قول صحیح ہے۔

النحو: انا ناكل ولا نشبع! دوسرے جملے کا عطف خبر والے جملے پر ہے اور دوسرے جملے کو حال والا اعراب بھی دے سکتے ہیں۔

فلعلكم! یہاں استفہام کے لئے ہے۔ جیسا اس آیت میں "وما يدريك لعله يزكى" یا استفہام حقیقی نہیں بلکہ تنبیہ کے لئے ہے اور سیر نہ ہونے کی علت کی طرف اشارہ کرنا بھی مقصود ہے۔ تفترقون! تم متفرق کھاتے ہو گے۔ قال فاجتمعوا على طعامكم! کیونکہ اجتماع میں برکت ہے۔ اسی وجہ سے جماعت مشروع کی گئی۔ واذكروا اسم الله! برکت تب ہوگی جب مل کر کھاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کا نام لو گے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۵/۶۰۷۸) و ابو داود (۳۷۶٤) وابن ماجه (۳۲۶۸) وابن حبان (۵۲۲٤)

الفرائد: اجتماعی طور پر بسم اللہ کہہ کر کھانے میں برکت پڑ جاتی ہے یہ مسلمانوں میں ربط و محبت کا ذریعہ۔ انفرادی طور پر کھانا مباح ہے مگر اس میں وہ برکت کہاں۔

## ۱۰۷: بَابُ الْأَمْرِ بِالْأَكْلِ مِنْ جَانِبِ الْقَصْعَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْأَكْلِ مِنْ وَسَطِهَا فِيهِ قَوْلُهُ ﷺ: "وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

بَابٌ: پیالے کی ایک طرف سے کھانا اور درمیان سے کھانے کی ممانعت اس باب

# میں ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ بخاری و مسلم کی روایت ۷۴۰ گزری ہے

وسط! اس چیز کو کہتے ہیں جو جہات سے اس چیز کو دوسروں سے الگ کر دے۔ کہتے ہیں ضربت وسط راسه (المصباح)! یہ لفظ فاعل' مفعول' مبتداء سب کچھ بن سکتا ہے اگر درمیان والا حرف ساکن ہو تو درمیان کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں جلست وسط القوم! میں قوم کے درمیان بیٹھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عمر بن ابی سلمہ کی روایت میں ہے۔ مما یلیك! درمیان کو چھوڑ کر جو تمہارے ساتھ کے قریب ہو اس کو چھوڑ کر۔

۷۴۴ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "اَلْبَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ فَكُلُوْا مِنْ حَافَتَيْهِ وَلَا تَاْكُلُوْا مِنْ وَسَطِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ' وَالتِّرْمِذِيُّ ' وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۷۴۴ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے پس تم اس کے دونوں کناروں سے کھاؤ۔ درمیان سے مت کھاؤ۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ حافتیه ولا تاکلوا من وسطه۔ البرکة! یعنی وہ برکت جو اللہ تعالیٰ نے اس کھانے میں رکھی ہے۔ تنزل وسط الطعام! تھالی وغیرہ کے درمیان سے نہ کھائے جبکہ کھانا جما ہوا ہو مثلاً ثرید' چاول وغیرہ یا مائع ہو جیسے شوربہ۔ بقول غزالی روٹی کے درمیان سے نہ کھائے بلکہ گولائی سے کھائے۔ جب روٹی کم رہ جائے تو اس کو توڑ ے۔ فکلوا من حافتیه! اطراف و جوانب۔ حافة! ہر چیز کی جانب یا جوانب ہے واؤ کو الف سے بدلا ہے۔ یہ تثنیہ مراد نہیں بلکہ تمام اطراف مراد ہیں۔ ولا تاکلوا من وسطه! یہ ممانعت تحریم کے لئے نہیں بلکہ تنزیہ کے لئے ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہی تحریم کے لئے ہے جبکہ اس کو پہلے اس بات کا علم ہو۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۱/۲۴۳۹) وابو داود (۳۷۷۲) والترمذی (۱۸۰۵) وابن ماجه (۳۲۷۷) وابن حبان (۵۲۴۵) الحاکم (۴/۷۱۱۸) والحمیدی (۵۲۹) والبیهقی (۶۳۲)

**الفوائد** : کھانے کے درمیان سے کھانا ممنوع ہے۔ روٹی کو بھی درمیان سے نہ کھایا جائے ایک جانب سے۔ اگر روٹی کم مقدار میں ہو تو روٹی کے ٹکڑے کر لیے جائیں۔

۷۴۵ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا الْغَرَّاءُ يَحْمِلُهَا اَرْبَعَةُ رِجَالٍ ' فَلَمَّا اَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحٰى اُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ ' يَعْنِي وَقَدْ ثُرِدَ

فِيهَا ، فَالْتَفُّوْا عَلَيْهَا ، فَلَمَّا كَثُرُوْا جَثَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ مَا هٰذِهِ الْجِلْسَةُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِيْ عَبْدًا كَرِيْمًا وَّلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا عَنِيْدًا" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : كُلُوْا مِنْ حَوَالَيْهَا وَدَعُوْا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ فِيْهَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ۔

"ذِرْوَتُهَا" اَعْلَاهَا : بِكَسْرِ الذَّالِ وَضَمِّهَا۔

۷۴۵: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جس کا نام الغراء تھا۔ اس کو چار آدمی اٹھا سکتے تھے۔ جب چاشت کا وقت ہوتا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم چاشت کی نماز پڑھ لیتے تو وہ پیالہ لایا جاتا۔ اس میں ثرید بنایا گیا ہوتا تھا۔ پس لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے جب بھی لوگ زیادہ ہو جاتے تو آپ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے۔ ایک دن ایک دیہاتی نے کہا یہ بیٹھنا کیسا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے مہربان بندہ بنایا ہے۔ مجھے جبار و سرکش نہیں بنایا۔ پھر فرمایا تم اس کے اطراف سے کھاؤ اور اس کی چوٹی کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیں گے۔ (ابوداؤد)

عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا۔

ذِرْوَتُهَا : اس کی چوٹی۔

**تشریح** ۞ عبداللہ بن بُسر المازنی رضی اللہ عنہ : یہ قبہ؟ قبلین کی طرف نماز پڑھنے والے لوگوں میں سے ہیں حالات گزرے۔ باب المجاہدہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ **قصعه**: اس کی جمع قصع جیسے بدر و بدر۔ الغراء: یہ اغر کی مونث ہے۔ غرہ سے نکلا ہے۔ اس کا معنی پیشانی کی سفیدی و روشنی۔ غرۃ کا معنی نفیس و مرغوب بھی آتا ہے۔ اس نام کی وجہ اس کی رغبت و نفاست ہے یا اس میں سمانے والی چیز وافر ہے۔ بقول منذری اس کو غرا سفیدی کی وجہ سے کہتے ہیں جو الیہ اور چربی کے سبب ہو یا اون کی وجہ سے جو سفیدی ہو یا دودھ کی وجہ سے جو سفیدی ہو۔ **يحملها اربعة رجال**: ممکن ہے اس کے چار حلقے ہوں جن کے ذریعے اطراف سے اٹھایا جاتا ہو۔ امام احمد نے انہی ابن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی۔ للنبی ﷺ جفنة لها اربع حلق: اور ممکن ہے کہ اس کے لئے بھی حلقے ہوں اور جو احمد والی روایت میں جس جفنہ کا ذکر ہے وہ غراء سے الگ ہو۔ **فلما اضحو**: جب چاشت کا وقت آیا۔ **وسجدوا الضحى**: جب چاشت کی نماز ادا کر چکتے۔ انتی بتلك القصعة وقد ثرد فيها: اس میں ثرید بنایا گیا ہوتا (ثرید گوشت کے شوربہ میں روٹی کے ٹکڑے بھگونا) **جثا رسول الله صلى الله عليه وسلم**: آپ ﷺ اپنے قدموں کے بل بیٹھ جاتے۔ مجلس کی تنگی کی وجہ سے اس طرح بیٹھنا مستحب ہے۔ نیز اس میں عاجزی کا اظہار ہے۔ **عبداً كريماً**: ایسا بندہ جس کو نبوت کا شرف بخشا۔ **جباراً عنيداً**: زبردست ظالم نہیں بنایا۔ جبر، دوسرے کو اپنی بات پر مجبور کرنا۔ عنید: وہ باغی جو حق کو مسترد کر دے اور جانتا بھی ہو کہ یہ حق ہے۔ **كلوا من حواليها**: موالی یعنی جوانب۔ جیسا ابن ماجہ میں وارد ہے۔ **دعوا ذروتها**: چوٹی چھوڑ دو۔ ذال کا کسرہ و ضمہ دونوں درست ہیں (المصباح)

**تخریج** : اخرجه ابو داود (۳۷۷۳) وابن ماجه (۳۲۶۳) والبيهقي (۷/۲۸۳)

## ۱۰۸: بَابُ كَرَاهَةِ الْأَكْلِ مُتَّكِئًا

## بَاب: ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے

المتکی: کسی چیز سے ٹیک لگانا جس سے ایک طرف کو جھکاؤ ہو۔

٧٤٦: عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ وَهْبِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا آكُلُ مُتَّكِئًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

قَالَ الْخَطَّابِيُّ: "الْمُتَّكِئُ هٰهُنَا: هُوَ الْجَالِسُ مُعْتَمِدًا عَلٰى وِطَاءٍ تَحْتَهُ قَالَ: وَأَرَادَ أَنَّهُ لَا يَقْعُدُ عَلَى الْوِطَاءِ وَالْوَسَائِدِ كَفِعْلِ مَنْ يُرِيْدُ الْإِكْثَارَ مِنَ الطَّعَامِ، بَلْ يَقْعُدُ مُسْتَوْفِزًا لَا مُسْتَوْطِنًا، وَيَأْكُلُ بُلْغَةً هٰذَا كَلَامُ الْخَطَّابِيِّ وَأَشَارَ غَيْرُهُ إِلٰى أَنَّ الْمُتَّكِئَ: هُوَ الْمَائِلُ عَلٰى جَنْبِهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

٧٤٦: حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ (بخاری)

امام خطابی نے فرمایا اَلْمُتَّكِئُ سے مراد وہ شخص ہے جو نیچے بچھائے ہوئے گدے پر ٹیک لگا کر بیٹھے۔ مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ یا گدا لگا کر نہ بیٹھتے جس طرح زیادہ کھانے والے بیٹھتے ہیں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرکت کر بیٹھتے۔ گدے پر ٹیک لگا کر نہ بیٹھتے اور بقدر ضرورت کھاتے۔ یہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا۔

دیگر علماء نے فرمایا: اَلْمُتَّكِئُ کا معنی پہلو کی طرف جھکنا ہے۔ واللہ اعلم

**تشریح** ⊙ ابی جحیفہ: ان کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے یہ سواء بن عامر بن صعصعہ کی طرف نسبت ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس وقت یہ قریب البلوغ تھے۔ ان کو علی رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا نگران بنایا تھا۔ لا اکل متکئا: بقول خطابی یہاں متکی سے مراد ٹیک لگا کر بیٹھنا ہے۔ وطاء والوسائد: کا فرق یہ ہے وطاء قالین اور دری وغیرہ وسائد تکیے۔ یہ ٹیک لگا کر کھانا ان لوگوں کا طرز عمل ہے جو پیٹ بھر کر کھانے والے ہیں۔ مستوفزا: جو غیر مطمئن ہو کر بیٹھے جیسے اٹھنے کے لئے تیار ہو۔ بلغه: جو کفایت کرے اور جس سے گزارا ہو جائے دیگر علماء نے متکی کا معنی پہلو پر مائل ہونے والا کیا ہے اور اس کو متکبر لوگوں کا طرز عمل بنایا اور اس لئے بھی کہ اس سے کھانا پیٹ میں درست نہیں اترتا۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۱۸۷۷۹ / ٦) والبخاری (٥٣٩٨) وابو داؤد (٣٧٦٩) والترمذی (١٨٣٠) وابن ماجه (٣٢٦٢) والحمیدی (٨٩٩) والدارمی (٢ / ١٠١) وابن حبان (٥٢٤٠) وابو یعلی (٨٨٨) والبیهقی (٧ / ٤٩)

**الفرائد**: ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے جس نے اس طرح کیا اس نے ہدایت نبوی کی مخالفت کی۔

٧٤٧: وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَالِسًا مُقْعِيًا يَأْكُلُ تَمْرًا، رَوَاهُ

مُسْلِمٌ۔"الْمُقْعِيْ" : هُوَ الَّذِيْ يُلْصِقُ اَلْيَتَيْهِ بِالْاَرْضِ وَيَنْصِبُ سَاقَيْهِ۔

۷۴۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں زانو کھڑے ہو کر کھجوریں تناول کرتے ہوئے دیکھا۔(مسلم) اَلْمُقْعِيْ : سرین کو زمین کے ساتھ ملا کر دونوں زانوں کو کھڑا رکھنا۔

**تشریح** ⊛ مقعیا یاکل تمرا! ترمذی نے شمائل میں وھو مقع من الجوع! کے لفظ بڑھائے ہیں۔ لاقعاء۔ الیتین! کو زمین ملا کر اور گھٹنوں کو کھڑا کر کے بیٹھنا۔(المصباح) جوہری نے کہا اس سے مراد احتباء ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی عادت شریفہ تھی۔نماز میں یہ ممنوع ہے کیونکہ اس میں تشبیہ بالکلاب لازم آتی ہے اور کھانے میں سکڑ کر کھانا بقدر ضرورت کھانے کو ظاہر کرنے کی صورت ہے اور غلاموں کی حالت کے قریب ہے جو کہ تواضع کی علامت ہے۔

**تخریج** : اخرجه مسلم (٢٠٤٤) و ابو داود (٣٧٧١)

**الفرائد** : جو جلدی میں ہو اس کے کھانے کی کیفیت بتلائی گئی ہے۔آپ ﷺ جس قدر کھاتے جس سے بھوک کا ازالہ ہو جائے تا کہ دینی امور انجام دے سکتیں۔

## ۱۰۹:بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاَكْلِ بِثَلَاثَةِ اَصَابِعَ وَاسْتِحْبَابُ لَعْقِ الْاَصَابِعِ ، وَكَرَاهَةِ مَسْحِهَا قَبْلَ لَعْقِهَا وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْقَصْعَةِ وَاَخْذِ اللُّقْمَةِ الَّتِيْ تَسْقُطُ مِنْهُ وَاَكْلِهَا وَجَوَازِ مَسْحِهَا بَعْدَ اللَّعْقِ بِالسَّاعِدِ وَالْقَدَمِ وَغَيْرِهِمَا

## بَابٌ: تین انگلیوں سے کھانا اور انگلیاں چاٹنا مستحب ہے اور چاٹنے سے پہلے پونچھنا مکروہ ہے گرے ہوئے لقمے کو صاف کر کے کھانا اور انگلیاں چاٹنے کے بعد کلائی وقدم پر ملنا

کھانے کی برکت کو پانے کے لئے کھانے کے آخر میں انگلیاں چاٹنی چاہئیں۔کھانے کے دوران ان کا چاٹنا مناسب نہیں کیونکہ اس کے تھوک کا اثر انگلی پر ہوگا جو اس کھانے میں مل جائے گا جو دوسروں کے لئے ایذاء کا باعث ہوگا۔**وکراھیة مسحھا!** ممکن ہے کہ بابرکت کھانا وہی ہو جو انگلیوں سے چمٹا ہے۔**لعق القصعة!** انگلی کے ذریعہ پیالے میں جو کھانا چمٹ گیا ہو اس کو چاٹنا۔یہ کسر نفسی اور تواضع کے قریب تر ہے۔**اخذ اللقمة!** جب تک نجس نہ ہو اور ان کا صاف کرنا ناممکن نہ ہو اگر ناممکن ہو پاک کرنے کا طریقہ حیوان کو کھلانا۔شیطان کے لئے اس کو نہ چھوڑے۔اگر صفائی ممکن ہو تو ستھرا کر کے کھالے۔**جواز مسحھا!** چاٹنے کے بعد پونچھنے کا جواز خواہ دوسرے ہاتھ پر یا پاؤں پر تری مل لے یا کپڑے وغیرہ سے صاف کر لے۔

۷۴۸ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَمْسَحْ أَصَابِعَهُ حَتّٰى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۷۴۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے وہ اپنی انگلیاں اس وقت تک نہ پونچھے یہاں تک کہ ان کو چاٹ لے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ⁂ اذا اکل احدکم! جب کہ انگلیوں کے ساتھ کھانے کی رطوبت لگی ہو۔ فلا یمسح! تو مستحب یہ ہے کہ رومال وغیرہ سے ہاتھ کو نہ پونچھے۔ حتی یلعقھا! جب تک چاٹ نہ لے یہ حصول برکت میں حرص کی وجہ سے ہے۔ او یلعقھا! یا بیٹے، شاگرد، مرید کو چٹا دے۔ جو اس کو ناپسند نہ کرتا ہو۔ بقول خطابی بعض لوگوں نے انگلیاں چاٹنے کو ناپسند کیا درحقیقت مالداری نے ان کی عقول کو خراب کر دیا۔ انگلیوں میں بقول ابن حجر سب سے درمیانی پھر قریب والی آخر میں انگوٹھا۔ اس کا راز یہ ہے کہ درمیانی انگلی سب سے پہلے کھانے میں ملوث ہوئی ہے۔ (فتح الباری)

**تخریج** : اخرجه البخاري (٥٤٥٦) و مسلم (٢٠٣١) وابن ماجه (٣٢٦٩) واحمد (١/١٩٢٤)

**الفرائد** : پونچھنے سے پہلے ہاتھ چاٹ لیا جائے۔ جو انگلیاں چاٹنے کو برا خیال کرتے ہیں ان کی عقل خراب ہے (خطابی) کھانے کے بعد ہاتھوں کو صاف کرنا مستحب ہے۔

۷۴۹ : وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ فَإِذَا فَرَغَ لَعِقَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۷۴۹: حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرما رہے تھے جب آپ فارغ ہوئے تو ان انگلیوں کو چاٹ لیا۔ (مسلم)

**تشریح** ⁂ یاکل بثلاث اصابع! تین انگلیوں سے کھانا مستحب ہے۔ چوتھی اور پانچویں کو بلا ضرورت ساتھ نہ ملائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات چار انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور دو انگلیوں سے تناول نہ فرماتے بلکہ ایک مرسل روایت میں ہے: ان الشیطان یاکل بھما! اور ابن شہاب کی مرسل روایت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اکل یخمس! کا مطلب ہے کہ کبھی کبھی ضرورت ہوتی تو پانچویں انگلی کو شامل فرمائے۔ جیسے کسی نرم مائع چیز کا استعمال ہو بعض اوقات کا عمل ہے عادت مبارکہ تین انگلیوں سے کھانے کی تھی۔ ایک انگلی جو متکبرین کا فعل ہے۔ اس میں آدمی کھانے کی لذت سے بھی محروم رہتا ہے اور دو انگلیوں سے کھانا شیطان کا فعل ہے اور طاق عدد کے خلاف جس کی رعایت میں برکت ہے اور پانچ سے کھانے کی رگ پر کھانے کا ہجوم ہوگا۔ بعض اوقات اچانک موت کا باعث بن جاتا ہے۔ فاذا فرغ لعقھا! جب کھانے سے فراغت پالیتے تو انگلیوں کو تخفیف میں مبالغہ کے لئے چاٹ لیتے۔

**تخریج** : مسلم في الاطعمة' ابو داؤد' ترمذي في الشمائل' نسائي في الوليمه۔

**الفرائد** : آپ ﷺ کے معمول کا بیان ہے کہ تین انگلیوں کو کھانے کے لئے استعمال فرماتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر

انگلیاں چاٹنے کا تذکرہ ہے۔

٧٥٠ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ ' وَقَالَ: "اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۷۵۰: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں اور پیالے کو چاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔ (مسلم)

**امر بلعق الاصابع والصحفة!** آپ ﷺ نے یہاں حکم فرمایا گزشتہ روایات میں عمل کا تذکرہ تھا۔ چاٹنے سے پہلے پونچھنے کی ممانعت خود چاٹنے کا حکم ثابت کرتی ہے۔

**النَّحْو : قال انكم لا تدرون فى اى طعامكم البركة!** ان کی صورت میں جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ لام تعلیل کو مقدر ماننے میں جملہ تعلیلیہ ہے۔ طعام سے جزء طعام مراد ہے کہ کھاتے ہوئے یا برتن وانگلی کے ساتھ چپٹے میں سے کسی میں برکت ہے یا گرے ہوئے لقمہ میں اور اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ کس غذا سے تم کو تقویت ملے گی اور طاعت کی توفیق حاصل ہوگی اور اس کی دوسری علت بھی بنائی درست ہے۔ کذا قال ابن حجرؒ والقاضیؒ کہ یہ اس لئے فرمایا تا کہ پیالے میں باقی ماندہ کھانے اور گرے ہوئے لقمے کے سلسلے میں مسلمان سستی نہ برتے۔ ابن دقیق فرماتے ہیں چاٹنے سے پہلے پونچھنا مزید تلویث کا باعث ہے اور فضول بھی ہے کیونکہ چاٹ لینا ہی اس سے مستغنی کرنے والا ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٥/١٤٩٤٣) و مسلم (٢٠٣٣/) والترمذى (١٨٠٢) وابن ماجه (٣٢٧٩) وابن حبان (٥٢٥٣) وابن ابى شيبة (٢٩٧/٨)

**الفرائد** : کھانے کی برکت مکمل طور پر اس وقت حاصل ہوگی جب انگلیاں چاٹ لی جائیں۔ برتن کا چاٹنا اور صاف کرنا بھی مسنون ہے۔

٧٥١ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى وَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ ' وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهُ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۷۵۱: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھالے اور اس کے ساتھ جو تکلیف دہ چیز لگ گئی اُسے دور کر کے اسے کھالے اور اسے شیطان کیلئے پڑا نہ رہنے دے اور اپنے ہاتھ رومال سے نہ پونچھے جب تک کہ اپنی انگلیوں کو چاٹ نہ لے۔ اس لئے کہ اس کو معلوم نہیں کہ اس کے کونسے کھانے میں برکت ہے۔ (مسلم)

**وقعت لقمة!** لقمہ جو ایک مرتبہ نگلا جائے۔ **فلياخذها فليمط!** استحباب یہ ہے کہ اس سے لے لے اور اس سے مٹی وغیرہ کو

دور کر دے۔ ماط، اماط (ابوعبیدہ) اصمعی اماط صرف آتا ہے ازالہ کرنا۔ ما کان بھا من اذی! من بیانیہ ازالہ ابہام کے لئے ہے۔ ایذاء سے غبار وغیرہ مراد ہے۔ ولیا کلھا! حصول برکت کی حرص کرتے ہوئے۔ شیطان کی مخالفت اور نفس میں تواضع پیدا کرنے کے لئے کھالے۔ ولا یدعھا للشیطان...... بالمندیل! مندیل یہ ندل سے نکلا ہے۔ منتقل کرنا یا ندل میل کچیل کہتے ہیں تندلت بالمندیل۔ جوہری نے کہا تمندلت بھی درست ہے۔ حتی یلعق اصابعہ! یہ اغلب کا لحاظ کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ آدمی عموماً خود ہی چاٹتا ہے۔

**تخریج** : مسلم فی الاطعمہ ابن ماجہ فی الاطعمہ بغیر ذلو المحق۔

**الفوائد** : گرنے والے لقمہ کو صاف کر کے کھالیا جائے۔ شیاطین بھی کھاتے پیتے ہیں۔ رومال سے ہاتھ صاف کیے جا سکتے ہیں مگر چاٹنے کے بعد مسنون ہے۔ تھوڑے کھانے کے سلسلے میں بھی سستی نہ کرنی چاہئے۔

۷۵۲ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : "اِنَّ الشَّیْطَانَ یَحْضُرُ اَحَدَکُمْ عِنْدَ کُلِّ شَیْءٍ مِّنْ شَاْنِہٖ ، حَتّٰی یَحْضُرَہٗ عِنْدَ طَعَامِہٖ فَاِذَا سَقَطَتْ لُقْمَۃُ اَحَدِکُمْ فَلْیَاْخُذْھَا فَلْیُمِطْ مَا کَانَ بِھَا مِنْ اَذًی ثُمَّ لِیَاْکُلْھَا وَلَا یَدَعْھَا لِلشَّیْطَانِ ، فَاِذَا فَرَغَ فَلْیَلْعَقْ لِلشَّیْطَانِ ، فَاِذَا فَرَغَ فَلْیَلْعَقْ اَصَابِعَہٗ ، فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ فِیْ اَیِّ طَعَامِہِ الْبَرَکَۃُ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۷۵۲ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کام کے وقت حاضر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ کھانے کے موقعہ پر بھی حاضر ہوتا ہے جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے پس وہ اس کو اٹھا کر اس کے ساتھ لگنے والے غبار وغیرہ کو دور کرے پھر اس کو کھالے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور جب کھانے سے فارغ ہو پس وہ اپنی انگلیاں چاٹ لے۔ اس لئے کہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے کونسے کھانے میں برکت ہے۔ (مسلم)

الشیطان! الف جنس یا عہد کا ہے۔ کوئی شیطان یا خود ابلیس لعین۔ یحضر احدکم! اس سے خبردار کیا کہ تمام اوقات میں بچنے کے لئے پورے طور پر تیار رہنا چاہئے کسی بھی وقت اس کی ملمع سازی میں گرفتار نہ ہو۔ حتی یحضرہ عنہ طعامہ! تاکہ کھانے سے پہلے اسے ذکر الٰہی سے غافل کر کے اسے اپنے لئے حلال کر لے اور اس کے ہاتھ کو ہلا کر لقمہ گرا دے تاکہ وہ لقمہ اس کا بن جائے۔

**النحو** : فاذا سقطت لقمہ احدکم فلیاخذھا فلیمط! پہلا فا تفریع کے لئے دوسرا جواب شرط کے لئے تیسرا عطف کے لئے۔ ثم لیا کلھا! ثم اس لئے لائے کیونکہ کھانے اور گرنے میں فاصلہ ہے۔ ولا یدعھا للشیطان فاذا فرغ! یعنی جب کھانے سے فارغ ہو۔ فلیلعق اصابعہ! کے بعد دیگر جیسا طبرانی کے حوالہ سے گزرا۔ فانہ لا یدری......! تاکہ حصول برکت میں کوئی اپنی طرف سے کمزوری نہ رہ جائے اور انسان اسی کا مکلف ہے۔

**تخریج** : اخرجہ مسلم (۲۰۳۳/۱۳۵)

**الفوائد**: شیطان سے احتیاط کرنے کا حکم ہے۔ شیطان انسانی اعمال میں شرکت کی کوشش کرتا ہے اس کی تزئین سے دھوکا نہ کھاتے۔

۷۵۳ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ وَقَالَ : "اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا وَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذٰى وَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ" وَاَمَرَنَا اَنْ نَسْلُتَ الْقَصْعَةَ وَقَالَ : "اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۷۵۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے اور فرماتے جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو وہ اس کو اٹھالے اور اس سے لگنے والی ایذا کو دور کرلے اور کھالے اور اس کو شیطان کے لئے پڑا نہ رہنے دے اور ہمیں حکم فرمایا کہ ہم برتن کو چاٹ لیا کریں اور فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے کونسے کھانے میں برکت ہے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ لعق اصابعه الثلاث! جیسا کہ آپ ﷺ کا غالب معمول تین انگلیوں سے کھانے کا تھا جب کوئی چکنی (مائع) چیز استعمال فرماتے تو پانچوں انگلیوں کو استعمال فرماتے پس ان کو چاٹ لیتے۔ فليمط عنها الاذى! تاکہ نفس اس کی طرف متوجہ ہو۔ وليا كلها و لا يدعها للشيطان و امرنا امرنا! اس کا عطف کان اور اس کے معمول پر ہے۔ ان نسلت! پونچھنا۔ یہ سلت الدم سے لیا گیا ہے۔

**النحو**: انكم لا تدرون! یہ جملہ مستانفہ بیانیہ امر کی علت ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (٤/١٢٨١٥) و مسلم (٢٠٣٤) والترمذی (١٨٠٣) وابو داود (٣٨٤٥) وابن حبان (٥٢٤٩) والدارمی (٢/٩٦) والنسائی (٤/٦٧٦٥)

**الفوائد**: برتن میں بقایا کھانے کو صاف کرلینا چاہئے۔ شیطان کی شراکت سے کنارہ رہے۔

۷۵٤ : وَعَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْحَارِثِ اَنَّهُ سَاَلَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَقَالَ : لَا ، قَدْ كُنَّا زَمَنَ النَّبِيِّ ﷺ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ الطَّعَامِ اِلَّا قَلِيْلًا ، فَاِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيْلُ اِلَّا اَكُفُّنَا وَسَوَاعِدُنَا وَاَقْدَامُنَا ، ثُمَّ نُصَلِّيْ وَلَا نَتَوَضَّاُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۷۵۴: حضرت سعید بن حارث سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آگ سے پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا وضو نہیں ٹوٹتا۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس جیسے کھانے بہت کم پاتے تھے جب ہم پاتے تو ہمارے پاس رومال نہ تھے بس ہتھیلیاں کلائیاں اور اپنے قدم (ان سے ہم ہاتھ پونچھ لیتے) پھر ہم نماز ادا کرتے اور وضو نہ کرتے تھے۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ سعید بن الحارث رضی اللہ عنہ! ان کے حالات پہلے مذکور ہو چکے۔ انه سأل جابرا! اس سے پہلے قال مقدر ہے یعنی کہ اس آدمی نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آگ سے پکی چیز کھا لینے پر وضو ہے مثلاً روٹی وغیرہ۔ فقال لا! وضو نہیں۔ پھر اس کے لئے حوالہ دیا۔ لا نجد مثل ذلك! کیونکہ ہم حظوظ نفس سے اعراض کرنے والے اور حقوق نفس کو ادا کرنے والے تھے۔ نحن وجدناه! پا لیتے۔ لم یکن لنا منادیل الا اکفنا! تو ہم ہاتھ صاف کرنے کے لئے رومال نہ رکھتے تھے۔ بس ہتھیلیاں کلائیاں اور قدم پر کھانے کی تری مل لیتے تھے۔ کف یہ مؤنث ہے۔ بعض نا قابل لوگوں نے اس کو مذکر شمار کیا مگر درست نہیں۔ اس کی جمع قلت اکف! بروزن افلس اور جمع کثرت کفوف مثل فلوس آتی ہے۔ ہتھیلی انگلیوں سمیت ہو تو کف کہلاتی ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ بدن سے ایذاء کے روکنے کا ذریعہ ہے۔ سواعد جمع ساعد کہنی اور ہتھیلی کے درمیان کا حصہ۔ اس کو ساعد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ کام و محنت میں یہ ہتھیلی کی مددگار ہے۔ الاقدام جمع قدم یہ مونث مشہور ہے ۔ بقیہ دو بھی مونث ہی ہیں (المصباح) ثم نصلی ولا نتوضاء! یہ مماست النار سے وضو والی روایات کی ناسخ ہے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۵٤۵۷)

**الفرائد** : اس سے معلوم ہوتا ہے دعوت دین کے پھیلانے میں مشغولیت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ شدید تنگ دستی میں مبتلا تھے۔

## ۱۱۰ : بَابُ تَكْثِيرِ الْاَيْدِي عَلَى الطَّعَامِ

## بَاب : کھانے پر ہاتھوں کا اضافہ

احادیث باب سے اس چیز کا مطلوب ہونا معلوم ہوتا ہے۔

۷۵۵ : عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : "طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۷۵۵ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمیوں کا کھانا تین کے لئے کافی ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار کے لئے کافی ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ طعام الاثنین کافی الثلاثة...... ! ابن مہلب کہتے ہیں اس روایت کا مقصد مکارم اخلاق پر آمادگی اور کفایت پر قناعت ہے۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ اتنی تعداد سے ہمدردی کی جائے زیادہ سے نہیں۔ یعنی مناسب یہ ہے کہ دو تیسرے اور تین چوتھے و شامل کر لیں۔ طبرانی کی روایت میں اس کی علت بتلائی گئی ہے۔ "کلوا جمیعًا ولا تفرقوا' طعام الواحد یکفی الاثنین" ! اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ کھانے میں کفایت کا ایک سبب اجتماعیت ہے اور جتنی اجتماعیت ہو گی برکت بڑھے گی۔ ابن منذر کہتے ہیں اکٹھا کھانا مستحب ہے ورنہ اکیلے کھاتے۔

**تخریج** : اخرجه مالك (۱۷۲٦) والبخاری (۵۳۹۲) و مسلم (۲۰۵۸)

**الفرائد** : جب مواسات حاصل ہو جائے تو اس سے برکت میسر آ جاتی ہے۔ اپنے پاس جو چیز ہو اس کو حقیر جان کر پیش کرنے

میں کوتاہی نہ کرنی چاہیے بعض اوقات قلیل کھانا ہی کافی ہو جاتا ہے کہ سدرمق کا کام دے جاتا ہے۔

٧٥٦ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ ، وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ ، وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۷۵۶: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایک کا کھانا دو کے لئے کافی ہے اور دو کا کھانا چار کے لئے کافی ہے اور چار کا کھانا آٹھ کیلئے کافی ہے۔ (مسلم)

**یکفی الاثنین و طعام الاثنین یکفی الاربعة طعام الاربعة یکفی الثمانیه!** پہلی روایات کو سامنے رکھ کر یہ مفہوم ہے کہ امت کو مکارم اخلاق اور کفایت کو اپنانا چاہیے۔ طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس میں یہ اضافہ نقل کیا **فاجتمعوا علیه ولا تفرقوا!** (جامع صغیر) مل کر کھاؤ نہ کہ الگ الگ۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٥/١٥١٠٦) و مسلم (٢٠٥٩) والترمذی (١٨٢٠) والدارمی (١٠٠/٢) وابن ماجه (٣٢٥٤) وابن حبان (٥٢٣٧) وابن ابی شیبة (٣٢٢/٨)

**الفوائد** : جماعت کے ساتھ کھانے میں برکت ہے مکارم اخلاق کا تقاضا یہی ہے۔

## ۱۱۱ : بَابُ اٰدَابِ الشُّرْبِ وَاسْتِحْبَابِ التَّنَفُّسِ ثَلَاثًا خَارِجَ الْاِنَاءِ وَكَرَاهَةِ التَّنَفُّسِ فِي الْاِنَاءِ وَاسْتِحْبَابِ اِدَارَةِ الْاِنَاءِ عَلَى الْاَيْمَنِ فَالْاَيْمَنِ بَعْدَ الْمُبْتَدِئِ

## بَاب: پینے کے آداب' برتن سے باہر تین مرتبہ سانس لینا مستحب ہے اور برتن میں سانس لینا مکروہ ہے اور برتن دائیں سے شروع کر کے دائیں ہی طرف بڑھاتے جانا

**الشرب!** پینا' مائع چیز کو پیٹ میں انڈیلنا۔ **للتنفس ثلاثا!** جمہور کے ہاں تین سانس مستحب ہے۔ اثرم کہتے ہیں سانسوں کی تعداد جواز پر دلالت کرتی ہے۔ امام مالک نے ایک سانس سے پینے کے جواز کو ثابت کیا بلکہ ابن ابی شیبہ نے سعید بن مسیب سے جواز نقل کیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا برتن کے اندر سانس لینے کی ممانعت ہے اگر برتن میں سانس نہ لے تو پانی ایک سانس سے پینا بھی درست ہے۔ حدیث ابو قتادہ میں ایک سانس سے پانی پینا مرفوعاً ثابت ہے (حاکم) اس کا مطلب سابقہ تفصیل کے مطابق ہے۔ **خارج الاناء!** منہ سے جدا کر کے سانس لے۔ **وکراهة التنفس فیه!** تا کہ کہیں بلغم جیسی چیز نکل کر

مشروب کو گندا نہ کر دے۔ ② برتن میں بد بو نہ پھیل جائے۔ الایمن فالایمن بعد المبتدیء! بعد المبتدی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد تیامن کو نہ دیکھا جائے گا اور یہ پہلے گزرا کہ اہل فضل کو مقدم کرنا چاہیے پھر ایمن۔ واللہ اعلم۔

۷۵۷ : عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَتَنَفَّسُ فِی الشَّرَابِ ثَلَاثًا ' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ - یَعْنِیْ یَتَنَفَّسُ خَارِجَ الْاِنَاءِ۔

۷۵۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پینے کے دوران تین مرتبہ سانس لیتے۔

(بخاری و مسلم)

یعنی برتن سے باہر سانس لیتے۔

**تشریح** ۞ کان یتنفس فی الشراب ثلاث! یتنفس کا مطلب برتن سے باہر سانس لیتے۔ بخاری نے الشربہ میں اس کو اس طرح نقل کیا "کان انس یتنفس فی الاناء مرتین او ثلاثا"! اور انس رضی اللہ عنہ نے یہ خیال کیا کہ تین مرتبہ سانس لیتے۔ نسائی کہتے ہیں کہ قتادہ نے کہا اس حدیث میں خطاء ہے (اطراف مزی) یتنفس خارج الا ناء اس تعارض کو دور کرنے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں: ① جس روایت میں سانس لینے کی ممانعت ہے اس سے مراد برتن میں سانس لینا ہے۔ ② جن روایات میں سانس لینے کا تذکرہ ہے پانی پینے کی حالت و کیفیت ذکر کی گئی ہے پانی پینے کے دوران یک بارگی پانی منہ میں نہ انڈ یلے بلکہ تین مرحلوں میں منہ میں ڈالے بقول قرطبی کہ بعض نے اس کو نہی کے متعارض کہا تو پھر یہ فقط بیان جواز کے لئے ہوئی اور نہی تنزیہ کے لئے نہ کہ تحریم کے لئے۔ بعض نے کہا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے کیونکہ آپ ﷺ کی کسی چیز میں بد بو نہ تھی۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٤/١٢١١٩٤) والبخاری (٥٦٣١) و مسلم (٢٠٢٨) والترمذی (١٨٩١) و ابو داود (٣٧٢٧) وابن ماجه (٣٤١٦) وابن حبان (٥٣٢٩) والبیهقی (٢٨٤/٧)

**الفوائد** : اس میں آپ کے پینے کی سنت ذکر کی گئی ہے کہ برتن سے باہر سانس لیتے تھے۔ یہ کمال ادب ہے۔

۷۵۸ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : لَا تَشْرَبُوْا وَاحِدًا کَشُرْبِ الْبَعِیْرِ وَلٰکِنِ اشْرَبُوْا مَثْنٰی وَثُلَاثَ ' وَسَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ " رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۷۵۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ہی سانس میں اونٹ کی طرح پانی مت پیو بلکہ دو اور تین سانس سے پیو اور جب تم پینے لگو تو اللہ تعالیٰ کا نام لو اور جب برتن بڑھاؤ تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرو۔ (ترمذی)

یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ واحدا! یہ شربا مصدر محذوف کی صفت ہے اور ایک بار کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کوئی سانس بھی نہ لو۔

کشرب البعیر !اونٹ کی طرح کیونکہ وہ پینے کے دوران سانس نہیں لیتا۔ اشربوا مثنی!دو سانسوں میں پیو۔ وثلاث! تین سانسوں میں اس قسم کی روایت کا مطلب برتن سے منہ ہٹا کر سانس لینا ہے اور جہاں اس کی ممانعت ہے اس سے مراد برتن کے اندر سانس نکالنا۔ یہ ایک مرتبہ پینے کی ممانعت نہی تنزیہ ہے (فتح الباری)

**النَّحْو:** ان انتم شربتم!ان شرطیہ ہے۔ ضمیر منفصل فعل شرط کا فاعل ہے۔

واحمد وان انتم رفعتم!اس جملہ شرطیہ کا بھی سابقہ جملے والا حال ہے یعنی اگر تم نے دو یا تین مرتبہ منہ ہٹایا تو الحمد للہ کہو۔

حرف شرط کو دوبارہ تفنن تعبیر کے لئے لائے۔

**تخریج** : ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے۔ مصنف سے حسن کا لفظ سہواً لکھا گیا ہے (کذا قال الحافظ فی الفتح)

**الفرائد** :اونٹ کی طرح پینے کی ممانعت فرمائی۔ دو یا تین مراحل میں پیئے اور ہر مرتبہ بسم اللہ کے ساتھ ابتداء کرے

۷۵۹ : وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی اَنْ یُّتَنَفَّسَ فِی الْاِنَآءِ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ' یَعْنِیْ یَتَنَفَّسَ فِیْ نَفْسِ الْاِنَاءِ۔

۷۵۹ : حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

یعنی پیتے وقت اسی برتن میں سانس لینا۔

**تشریح** ۞ نهی ان یتنفس فی الاناء! مہلب کہتے ہیں کہ پینے میں بھی سانس لینے کی ممانعت اس طرح ہے۔ جس طرح کھانے اور پینے کی چیز کو پھونک مارنا جبکہ اس میں تھوک کی چھینٹیں پڑنے کا احتمال ہوتا اور پینے والا اس کو ناپسند کرتا ہے اور عام لوگوں کی عادت ہے کہ ان چھینٹوں کو برا خیال کرتے ہیں۔ بقول حافظ اس میں کوئی فرق نہیں کہ آدمی اکیلا ہو یا کسی کے ساتھ ہو کیونکہ اس پر اطمینان نہیں کہ کوئی چیز بچ جائے یا خود برتن سے نفرت پیدا ہو جائے وغیرہ۔ ابن العربی کہتے ہیں کہ یہ بات مکارم اخلاق سے ہے۔ لیکن یہ بات حرام ہے کہ اپنے بھائی کو وہ چیز دے جس کو خود گندا قرار دیتا ہو۔ اگر اپنے طور پر ایسا کیا تو دوسرا شامل ہو تو اسے بتلا دے اگر وہ نہ بتلائے تو یہ دھوکا ہے اور وہ حرام ہے۔

قرطبی کہتے ہیں برتن میں سانس لینے کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ تھوک سے مشروب گندا نہ ہو یا پانی میں بدبو نہ پڑ جائے اور جب برتن سانس نہ لے تو ایک ہی مرحلہ میں تمام پانی پی سکتا ہے۔ بعض نے اس کو ممنوع قرار دیا کیونکہ یہ شیطان کا طریقہ ہے۔

**تخریج** :اخرجه احمد (۸/۲۲۷۱۰) وعبد الرزاق (۱۹۵۸٤) والبخاری (۱۵۳) و مسلم (۲٦۷) والترمذی (۱۸۸۹) والنسائی (٤۷) وابن حبان (۵۲۲۸) وابن ابی شیبة (۸) والبیهقی (۵)

**الفرائد** :یہ نظافت میں مبالغہ کرتے ہوئے ادب سکھایا گیا ہے یہ پینے والے کو تنبیہ کی قسم سے ہے۔ پانی میں پھونک مارنا ممنوع ہے۔

۷٦۰ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيْبَ بِمَآءٍ وَّعَنْ يَمِيْنِهٖ اَعْرَابِيٌّ وَّعَنْ يَّسَارِهٖ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ' فَشَرِبَ ' ثُمَّ اَعْطَى الْاَعْرَابِيَّ وَقَالَ :"الْاَيْمَنَ فَالْاَيْمَنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

قَوْلُهٗ "شِيْبَ" :اَيْ خُلِطَ۔

۷٦۰ :حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ لایا گیا جس میں پانی ملایا گیا تھا۔آپ کے دائیں جانب ایک دیہاتی تھا اور بائیں طرف ابوبکر رضی اللہ عنہ۔پس آپ نے پیا پھر دیہاتی کو دے دیا اور فرمایا دایاں اور پھر دایاں۔(بخاری و مسلم)

شِیْبَ :ملایا گیا۔

**تشریح** : اتی !اتی مجہول ہے۔قد شیب بماء!① وہ حلیب تھا اس کی حرارت کو برودت میں بدلنے کے لئے پانی ملایا۔② زیادہ کرنے کے لئے ملایا گیا۔دوسری روایت میں واضح تصد ہے کہ حلیب میں پانی ملایا گیا تھا۔ومن یسارہ ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ! یہ جملہ اولیٰ سے حال ہے۔ایک روایت ہے بائیں جانب ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سامنے عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے۔فضلہ! پینے کے بعد جو بچ گیا۔قال الایمن فالایمن! دوسری روایت میں وارد ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جب ان کو یہ خطرہ ہوا کہ آپ اس بدو کو دے دیں گے۔اعط ابابکر !دوسری روایت میں انہوں نے کہا ھذا ابو بکر !خطابی کہتے ہیں عرب جاہلیت کے بادشاہوں میں دائیں جانب سے پلانے کا رواج تھا۔عمر رضی اللہ عنہ کو خطرہ ہوا کہ اعرابی کو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مقدم کر دیا جائے گا۔پس انہوں نے خبردار کیا کیونکہ ان کو یہ احتمال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کر دیں گے پھر یہ طریقہ قرار پائے گا کہ افضل کو ایمن پر مقدم کیا جائے گا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے واضح فرمایا کہ دایاں پھر دایاں اصل طریقہ ہے اور وہی برقرار رہے گا۔اگرچہ بائیں طرف افضل ہی کیوں نہ ہو۔یہ مؤخر کرنا اس کے رتبے میں کمی کا باعث نہیں اور اس کی وجہ دائیں جانب کا بائیں جانب سے افضل ہونا ہے۔① ایمن کا مرفوع ہونا مبتدا کی بناء پر جائز ہے جبکہ اس کی خبر کو حذف مانیں ای الایمن احق فالایمن !② مبتدا محذوف کی خبر بنائیں ای المقدم الایمن !③ محذوف فعل کا فاعل بھی بن سکتا ہے ای یقدم الایمن !اگر فعل محذوف قدموا مان لیں تو منصوب ہوگا ای قدموا الایمن او اعطوا الایمن۔

ابن حجر کہتے ہیں ایمن کو مکرر لانے سے لازم آتا ہے کہ سنت طریقہ دائیں اور پھر دائیں کو دینا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے پیا مگر عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دینے والے تھے۔دودھ میں پانی ملانا اپنے پینے کے لئے درست ہے مگر فروخت کے لئے ایسا کرنا دھوکا اور ملاوٹ ہے جو کہ حرام ہے۔

**تخریج** :اخرجه مالك في موطه (۱۷۲۳) واحمد (۱۲۱۲۲/٤) والبخاري (۲۵۷۱) و مسلم (۲۰۲۹) و ابو داود (۳۷۲٦) والترمذي (۱۸۹۳) وابن ماجه (۳٤۲۵) وابن حبان (۵۳۳۳) والبيهقي (۲۸۵/۷)

**الفوائد**: جو مجلس میں پہلے وہ پہلے کسی بڑے سردار کے آنے سے اسے مجلس سے نہ رکھا جائے۔ حقدار کو اس کی چیز دینی چاہیے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا البتہ امام مجلس میں کسی کو جگہ سے اٹھنے کے لئے کہے تو اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ خدام کے گھر جا کر ان کے یوں کھانا کھایا جا سکتا ہے۔

٧٦١ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَّمِيْنِهِ غُلَامٌ وَّعَنْ يَّسَارِهِ اَشْيَاخٌ فَقَالَ لِلْغُلَامِ "اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟" فَقَالَ الْغُلَامُ :لَا وَاللّٰهِ ' لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا' فَتَلَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهٖ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهٗ "تَلَّهٗ" اَيْ وَضَعَهٗ ' هٰذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

۷۶۱ : حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشروب لایا گیا جس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا اور آپ کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف شیوخ و معمر لوگ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کو فرمایا کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں ان کو دے دوں۔ پس اس لڑکے نے کہا نہیں اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف سے ملنے والے حصے پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ (بخاری و مسلم) تَلَّہٗ : رکھ دیا۔

یہ لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

**فشرب منه**: اس سے کچھ نوش فرمایا۔ **اشیاخ**: زیادہ عمر والے۔ **ان اعطی هؤلاء**: ابن جوزی کہتے ہیں آپ ﷺ نے اعرابی سے تو اجازت طلب نہ فرمائی مگر لڑکے سے اجازت چاہی کیونکہ بدو شریعت سے ناواقف تھا۔ تالیف قلب کے لئے اجازت طلب فرمائی۔ لڑکا مسائل شریعت سے واقف تھا۔ نووی کہتے ہیں لڑکے سے اجازت اس لئے طلب کی تا کہ حکم کی وضاحت ہو جائے۔ بائیں طرف لڑکے کے دیگر رشتہ دار تھے۔ دائیں طرف والا لڑکا آپ ﷺ کا چچا زاد تھا تا کہ کسی کو ترجیح کا خیال نہ رہے۔ آپ ﷺ نے واضح کر دیا۔ دایاں پھر دایاں اور بعض سنن کی روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ باری تو تیری ہے لیکن اگر تو پسند کرے تو خالد کو ترجیح دو۔ احمد کی روایت میں ہے کہ اگر تم اپنے چچا کو ترجیح دے تو تمہاری مرضی ہے۔ معمر کو عرب عم سے تعبیر کرتے ہیں۔ شاید ان کی عمر عباس رضی اللہ عنہما جتنی تھی۔ اگر چہ ایک قرابت کے لحاظ سے وہ ہمجولیوں سے تھے کہ وہ ابن خالہ بنتے تھے اور خالد کی قیادت و سیادت کے باوجود وہ اسلام میں تاخیر سے داخل ہوئے اسی وجہ سے ان کے لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اجازت طلب کی۔ بخلاف ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ اسلام میں سب سے پہلے داخل ہونے والوں میں سے تھے۔ ان کی اسلام میں سبقت ان تمام افعال پر اطمینان کی متقاضی تھی جو آپ ﷺ کی طرف سے ہوں اور کسی بھی چیز سے کوئی متاثر نہ ہونے کو چاہتی تھی۔ ابن حجر کہتے ہیں اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما اجازت دے دیتے تو آپ ﷺ ضرور ان کو دے دیتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مواقع پر ایثار سے کام لینا چاہیے۔ البتہ یہ بات مشکل ہے کیونکہ قرابت کی وجہ سے ترجیح

کا ناپسند و مکروہ ہونا مشہور ہے (فتح الباری) میں نے کتاب فضل زمزم میں اس کا جواب لکھا ہے۔ **فقال الغلام لا** یعنی **لا اوثر به** میں اپنے سے ان کو ترجیح نہیں دیتا۔ **بنصیبی منك احدا** میں آپ ﷺ کی طرف سے ملنے والے عطیے پر کسی قریبی اور نہ کسی شیخ کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ یہ تو آپ ﷺ کا جھوٹا ہے۔ **تلہ** آپ ﷺ نے اس کو تھما دیا بقول خطابی اس کا اصل معنی تل یعنی ٹیلے پر رکھنا ہے۔ پھر عام رکھنے کے لئے استعمال ہونے لگا بعض نے اس کو تلتل بمعنی زور سختی سے ماخوذ مانا ہے۔ جیسا فرمایا: **وتله للجبين** ! ان کو گرا کر ان کو جبین کو زمین سے لگا دیا۔ مگر پہلی تفسیر بہتر ہے۔ بعض نے خطابی کی سختی والی قید کو توڑ دیا (فتح الباری) غلام سے ابن التین اور ابن حجر کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہما مراد ہیں (فتح الباری) مگر ابن بطال نے بیان کیا کہ وہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۲/۱۶۴۲) والبخاری (۵۶۲۵) و مسلم (۲۰۲۳) و ابو داود (۳۷۲۰) والترمذی (۱۸۹۰) و عبدالرزاق (۱۹۵۹۹) و ابن حبان (۵۳۱۷) والبیهقی (۷/۲۸۵)

## ۱۱۲ : بَابُ كَرَاهَةِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَنَحْوِهَا وَبَيَانُ اَنَّهٗ كَرَاهَةُ تَنْزِيْهٍ لَا كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ

## بَابٌ : مشک وغیرہ کو منہ لگا کر پینا مکروہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں

۷٦۲ : عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ اخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ يَعْنِيْ اَنْ تُكْسَرَ اَفْوَاهُهَا وَيُشْرَبَ مِنْهَا' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۷٦۲ : حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کے منہ کو موڑ کر اس سے پانی پینے کو منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : **اختناث الاسقية** یہ خناث سے لیا گیا ہے جس کا معنی کپڑے کی تہیں۔ یعنی کپڑا خوب لپیٹ دو۔ **الاسقيه** جمع سقاء چمڑے کی چھوٹی یا بڑی مشک۔ بعض نے کہا بڑی کو قربہ اور چھوٹی کو سقاء کہتے ہیں۔ **تکسر** دہرا کرنا۔ **اختناث** کا معنی مشک کے منہ کو دہرا کر کے تسمہ بندھے ہوئے مشک سے پانی پینا۔ یہ بقول خطابی زہری کا قول ہے۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں وارد ہے کہ شرب رجل من سقاء فانساب فی بطنه حیان فنهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اسماعیلی نے بھی اسی طرح تخریج کی ہے۔ **الافواه** جمع فم اس کی اصل اور تصغیر فویہ و افواہ ہے میم زائد لگی ہے۔ میم آخر میں کبھی اضافت کی صورت میں بھی لاتے ہیں جیسا یصبح ظمآن وفی البحر فمه۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۲٤٦٣) و مسلم (۱٦۰۹) واحمد (۳/۷۷۰٦) وابو داود (۳٦۳٤) والترمذی (۱۳۵۳) وابن ماجه (۲۳۳۵) وابن حبان (۵۱۵) والبیهقی (٦)

**الفوائد** : مشکیزہ کو منہ لگا کر پینے کی نہی تنزیہی یا تحریمی ہے اس میں مواقع کے لحاظ سے اختلاف ہے تاکہ مشکیزہ سے کوئی کیڑہ

مکوڑ واندر نہ چلا جائے۔

٧٦٣ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّشْرَبَ مِنْ فِي السِّقَاءِ اَوِ الْقِرْبَةِ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۷۶۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے چھوٹی مشک یا بڑی مشک کے ساتھ منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ السقاء والقربه! یہ لفظ میں سفیان راوی کو شک ہے۔ عبدالجبار کی روایت میں فی السقاء! کا لفظ ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں من فم القربه! ہے۔ (فتح الباری)

**تخریج:** اخرجه احمد (١٠/٢٧٥١٨) والحميدی (٣٥٤) والترمذی (١٨٩٩) وابن ماجه (٣٤٢٣) والطبرانی (٨/٢٥)

**الفوائد:** یہ نہی کراہت کے لئے تاکہ ایذاء سے مؤمن محفوظ رہے۔

٧٦٤ : وَعَنْ اُمِّ ثَابِتٍ كَبْشَةَ بِنْتِ ثَابِتٍ اُخْتِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَشَرِبَ مِنْ فِيْ قِرْبَةٍ مُّعَلَّقَةٍ قَائِمًا فَقُمْتُ اِلٰى فِيْهَا فَقَطَعْتُهٗ ' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ - وَاِنَّمَا قَطَعْتُهَا لِتَحْفَظَ مَوْضِعَ فَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ' وَتَتَبَرَّكَ بِهٖ وَتَصُوْنَهٗ عَنِ الْاِبْتِذَالِ - وَهٰذَا الْحَدِيْثُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى بَيَانِ الْجَوَازِ وَالْحَدِيْثَانِ السَّابِقَانِ لِبَيَانِ الْاَفْضَلِ وَالْاَكْمَلِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۷۶۴: ام ثابت کبشہ بن ثابت ہمشیرہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکی ہوئی مشک سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ پھر میں اٹھی اور مشک کے اس منہ کو کاٹ لیا (تبرک کے طور پر)...... (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت ام ثابت نے اس کو اس لئے کاٹا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے لگنے والی جگہ محفوظ رہے اور اس سے برکت حاصل کریں اور ہر وقت استعمال سے اس کو محفوظ کر لیں۔ یہ حدیث بیان جواز کو ثابت کرتی ہے۔ اور پہلی دونوں حدیثیں افضلیت اور کمال کو بیان کرتی ہیں۔ (واللہ اعلم)

**تشریح** ۞ ام ثابت کبشه! بقول ابن اثیران کو کبیشہ بھی کہا جاتا ہے یہ برصاء کے لقب سے معروف ہیں۔ یہ ثابت انصاریہ کی بیٹی ہیں جو حسان بن ثابت کی ہمشیرہ تھیں۔ عنہا! اس لئے کہا تا کہ ثابت کے صحابی ہونے کا وہم ختم ہو جائے۔ ثابت ان کے باپ ہیں۔ ام ثابت سے ایک حدیث مروی ہے۔ جس کو ابن جوزی نے ذکر کیا ہے۔ یہ حسان کی بہن اور عبدالرحمان بن ابی عمرہ کی جدہ ہیں۔ شارح نے اس پر یقین کرتے ہوئے کہا کہ وہی کبیشہ انصاریہ ہیں جو کہ قبیلہ بنی مالک بن نجار سے تھیں۔ فشرب من فی قربة معلقة قائمًا! اس عبارت کو اس لئے لائے تاکہ بتلائیں کہ کھڑے ہونے اور منہ لگا کر

پینے کی ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے یا وہاں بیٹھ کر پینا ممکن نہ تھا یعنی مجبوراً پیا۔ **فقمت الی فیہا فقطعتہ!** میں مشک کے منہ کا قصد کر کے اٹھی اور اس کو کاٹ لیا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک رکھنے کی جگہ کو محفوظ کراوں تا کہ اس کو اور کسی کے صرف میں نہ لایا جائے اور اس کو بطور برکت بھی رکھ لوں۔

**تخریج** : اخرجہ مالك (١٧١٨) واحمد (٤/١١٦٥٤) والترمذی (١٨٩٤) وابن حبان (٥٣٢٦) والحاکم (٤/٧٢٠٨) والدارمی (٢١٢١) وابن ابی شیبۃ (٨/٢٢٠)

**الفوائد** : ① مشک بلند ہو تو اس سے منہ لگا کر پینا جائز ہے۔ کھڑے ہو کر پینا سبیل وغیرہ سے جائز ہے۔ ② یہ پینا اباحت و جواز ثابت کرنے کے لئے ہے۔

## ١١٣ : بَابُ كَرَاهَةِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ

## بَاب : پانی میں پھونک مارنا مکروہ ہے

تا کہ مشروب تھوک کی چھینٹوں سے گندا نہ ہو جائے۔

٧٦٥ : عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ، فَقَالَ رَجُلٌ: اَلْقَذَاةُ اَرَاهَا فِي الْاِنَاءِ؟ فَقَالَ: "اَهْرِقْهَا" قَالَ اِنِّيْ لَا اَرْوٰى مِنْ نَّفَسٍ وَّاحِدٍ قَالَ: "فَاَبِنِ الْقَدَحَ اِذًا عَنْ فِيْكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ – وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

٧٦٥ : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے والی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! اگر میں برتن میں کوئی تنکا دیکھوں تو؟ اس پر آپ نے فرمایا اس کو انڈیل دو۔ اس نے عرض کیا میں ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا پھر پیالے کو اپنے منہ سے (ایک دو سانس کے بعد ہٹا لو)..... (ترمذی)

حدیث حسن صحیح ہے۔

**نهی عن النفخ فی المشراب!** یہ نہی تنزیہی ہے۔ **القذاة!** آنکھ یا پانی میں پڑنے والی چیز کو کہتے ہیں۔

**اَلنَّحْو** : القذاة! مبتداء اراھا خبر ہے۔ ② ارٰی محذوف فعل کا مفعول ہے اور اراھا اس کی تفسیر ہے۔ **اھرقھا!** اس کو بہا دو۔ **لا اروی عن تنفس!** شدت پیاس کی وجہ سے سانس لوں تو سیرابی نہیں ہوتی۔ **فابن!** پھر دور کر دو۔ **القدح اذا عن فیك!** اور پھر سانس لو تا کہ سانس سے کوئی چیز برتن میں نہ گر جائے اور اس کو گندا کر دے۔

**تخریج** : خرجہ الترمذی (١٨٩٥) و ابو داود (٣٧٢٨) واحمد (١/١٩٠٧) والحمیدی (٥٢٥) والدارمی (٢١٣٤) وابن ابی شیبۃ (٨) وابن ماجہ (٣٤٢٩) و ابو یعلی (٢٤٠٢) والبیهقی (٧/٢٨٤) فی شعب الایمان (٢٠٠٤)

**الفرائد:** ① پانی میں پھونک مارنا اور سانس لینا منع ہے۔ ② ایک سانس میں پانی پینا جائز ہے۔ ③ تنکے کو بہا دینا مناسب ہے۔

۷۶۶ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی اَنْ یُّتَنَفَّسَ فِی الْاِنَاءِ اَوْ یُنْفَخَ فِیْهِ – رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ – وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۷۶۶: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ (ترمذی)

حدیث حسن صحیح ہے۔

**ینتفس!** معروف ومجہول پڑھا جاسکتا ہے۔ **فی الاناء او ینفخ فیه!** گندے ہونے کے خطرے سے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۱/۱۸۳۸) والبخاری (۱۶۳۷) و مسلم (۲۰۲۷) والترمذی (۱۸۸۹) والنسائی (۲۹۶۴) وابن ماجه (۳۴۲۲) وابن حبان (۳۸۳۸) وابو یعلی (۲۴۰۶) والبیهقی (۵/۱۴۷)

**الفرائد:** ① برتن میں پھونک مارنے اور سانس لینے کی ممانعت ہے تا کہ اس سے ضرر حاصل نہ ہو۔ ② یہ اجتماعی صحت کے قوانین سے ہے کہ برتن میں پھونک مارنے والا ایذا کا شکار ہو جاتا ہے۔

## ۱۴ :بَابُ بَیَانِ جَوَازِ الشُّرْبِ قَائِمًا وَبَیَانِ اَنَّ الْاَکْمَلَ وَالْاَفْضَلَ الشُّرْبُ قَاعِدًا

## بَابٌ: کھڑے ہو کر پینا جائز ہے مگر بیٹھ کر پینا افضل ہے

فِیْهِ حَدِیْثُ کَبْشَةَ السَّابِقُ

اس میں ایک روایت نمبر ۷۶۴ کبشہ والی گزری۔

**جواز الشرب!** یعنی حرام نہیں کراہیت کا حامل ہے۔ افضل بیٹھ کر پینا جبکہ موقعہ ہو۔

۷۶۷ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَقَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ – مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۷۶۷: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم پلایا تو آپ نے کھڑے ہونے کی حالت میں پیا۔ (بخاری ومسلم)

**زمزم!** زمزم کا پانی ① زمزم نام ہے مضاف محذوف ہے۔ ② خود پانی کا نام زمزم ہے۔ **وھو قائم!** یہ جواز کو بیان کرنے کے لئے۔ ③ بیٹھنا مشکل تھا۔ وضاحت کے لئے (**در القلائد فیما یتعلق من الفوائد لصدیقی**)! کو ملاحظہ کریں۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۵۶۱۹) واحمد (۱/۵۸۳) والترمذی (۲۱۰) وابو داود (۳۷۱۸) وابن حبان

(۱۰۵۷) والبیہقی (۷۵/۱) والنسائی (۱۳۰)

**الفرائد** :ضرورت کے وقت کھڑے ہوکر پینا درست ہے۔

۷٦٨ : وَعَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :اَتٰى عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَابَ الرَّحْبَةِ فَشَرِبَ قَائِمًا وَّقَالَ :اِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ فَعَلْتُ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۷٦٨: حضرت نزال بن سبرہ سے روایت ہے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باب رحبہ پر پانی کے پاس آئے اور کھڑے ہوکر پانی پیا پھر فرمایا: بعض لوگ کھڑے ہوکر پانی پینے کو ناپسند کرتے ہیں بے شک میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا جیسے تم نے دیکھا۔(بخاری)

نزال بن سبرہ! ہلالی کوفی رحمۃ اللہ کبار تابعین سے ہیں۔بعض نے کہا یہ صحابی ہیں۔بخاری میں نزال کی صرف یہی روایت ہے۔الرحبہ! رحبہ المسجد سے لیا گیا وسعت کے معنی میں ہے۔صحن' آنگن وغیرہ اس سے رحبۃ کوفہ مراد ہے۔ابن حجر نے اس کو صحیح کہا ہے۔فشرب قائمًا! اپنے چہرہ' سر اور دونوں پاؤں دھونے کے بعد۔رایت! آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے۔کما رایتمونی فعلت! سے بقول حافظ کھڑے ہوکر پینا مراد ہے اور علی رضی اللہ عنہ یہ قول اس کا ثبوت ہے۔ان اشرب قائمًا فقد رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یشرب قائمًا۔ وان اشرب قاعداً فقد رایتہ یشرب قاعداً۔

**تخریج** : اخرجہ البخاری (٥٦١٩)

**الفرائد** :① عالم کا فرض ہے کہ جب لوگ کسی جائز سے گریز کر رہے ہوں وہ اس کی وضاحت کرے۔② جب کسی جائز کے حرام جاننے کا خطرہ ہو تو فوراً امام کو مطلع کرے تاکہ اس کو واضح کر دیا جائے۔

۷٦٩ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَاْكُلُ وَنَحْنُ نَمْشِيْ وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۷٦٩: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چلتے چلتے کھا لیتے اور کھڑے کھڑے پانی پی لیتے۔(ترمذی)

حدیث حسن صحیح ہے۔

**عہد!** زمانہ۔

**اَلنَّحْوُ** :نمشی! یہ ناکل کے فاعل سے حال ہے۔یہ عدم حرمت پر محمول ہے۔ممانعت والی روایات تنزیہ پر محمول کی جائیں گی۔قیام! یہ قائم کی جمع ہے۔جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿فاذکروا اللّٰہ قیاماً وقعوداً﴾! شرب واکل اور ذکر میں یہ حالت شاذ حالت پر محمول ہے۔اکثر کھانے پینے کا فعل بیٹھ کر ثابت ہے۔

**تخریج** : اخرجہ احمد (٢/٥٨٧٩) والترمذی (١٨٨٧) وابن ماجہ (٣٣٠١) وابن حبان (٥٣٢٢) وابن ابی

شیبة (۸) والدارمی (۲/ ۱۲۰)

**الفوائد** :① اگر خاص ضرورت پیش آ جائے تو چلتے ہوئے کھانا اور کھڑے ہو کر کھانا درست ہے (یہ ضرورت قانون نہیں جیسا آج کل لوگ شادیوں میں قصداً بلا ضرورت کرتے ہیں)۔

۷۷۰ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَشْرَبُ قَائِمًا وَّقَاعِدًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۷۷۰: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے اور بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا۔ (ترمذی)

حدیث حسن صحیح ہے۔

**عمرو بن شعیب**! یہ شعیب محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں۔ **عن ابیه عن جده**! کا مطلب اپنے والد کے جد یعنی عمرو بن العاص (مگر شعیب کے دادا مراد ہوں تو عبداللہ مراد ہیں وہ بھی صحابی ہیں فتدبر) **یشرب قائمًا**! جمہور کے ہاں یہ بیان جواز کے لئے ہے۔② بیٹھنے کا موقعہ نہ تھا۔ قاعداً! یہ اکثر واکمل وافضل ہے۔

**تخریج** : اخرجه الترمذی (۱۸۹۰) وابن ماجه (۳۳۰۱)

**الفوائد** :① کھڑے اور بیٹھے پینا جائز ہے۔ یہ فعل ثبوتِ جواز کے لئے ہے۔ اصل قاعدہ بیٹھ کر کھانا اور پینا ہے۔

۷۷۱ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ نَهٰى اَنْ يَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا – قَالَ قَتَادَةُ : فَقُلْنَا لِاَنَسٍ : فَالْاَكْلُ ؟ قَالَ : ذٰلِكَ اَشَرُّ – اَوْ اَخْبَثُ – رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا۔

۷۷۱: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے منع فرمایا کہ کوئی آدمی کھڑے ہو کر پانی پئے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس سے پوچھا پھر کھانے کا کیا حکم؟ تو انہوں نے فرمایا یہ اس سے بھی زیادہ برا اور بدتر عمل ہے۔ (مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے پر ڈانٹ پلائی۔

**تشریح** ۞ **نهی ان یشرب قائمًا**! یہ فعل سے پہلے کی بات ہے تابعی قتادہؒ کہتے ہیں ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کھانے کا حکم کیا ہے تو انہوں نے فرمایا وہ بہت برا ہے۔ **اشر**! یہ لفظ اکثر خیر کی طرح بغیر الف استعمال ہوتا ہے مگر اہل عرب کے ہاں استعمال میں درست ہے بقول حافظ اس کو اشر کہنے کی وجہ اس کے وقت کا طویل ہونا ہے۔ (فتح الباری)

مسلم کی ایک روایت میں **زجر عن الشرب قائمًا**! کا لفظ ہے۔① نہی سے تنزیہ مراد لی جائے گی ② ممانعت عمومی حکم ہے۔ پینا نادر پر محمول ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٨٦/١٢١٨٦/٤) و مسلم (٢٠٢٤) والترمذی (١٨٨٦) وابو داود (٣٧١٧) وابن ماجه (٣٤٢٤) والدارمی (٢/١٢٠) وابن حبان (٥٣٢١) والبیهقی (٧/٢٨١)

**الفرائد** :① کھڑے ہوکر بلا ضرورت کھانا پینا مکروہ ہے۔

۷۷۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ :"لَا یَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ قَائِمًا' فَمَنْ نَسِیَ فَلْیَسْتَقِیْٔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۷۷۲ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی تم میں سے کھڑے ہوکر ہرگز پانی نہ پیے جو بھول جائے وہ قے کر ڈالے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **لا یشربن احد منکم قائماً فمن نسی**! جس نے بھول کر پی لیا۔ عراقی کہتے ہیں اس نسی کی قید کا فائدہ نہیں۔ جان بوجھ کر کھڑے ہوکر پینے والے کا بھی یہی حکم ہے (مگر ممانعت میں شدت کے اظہار کے لئے نسیان کی قید فائدہ سے خالی نہیں کہ جب نسیان میں قے کا حکم ہے تو جان بوجھ کر کرنے میں بدرجہ اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔ مترجم) **فلیستقی**! وہ قے کر دے۔

فوائد: ① قید مومن کسی حکم کی خلاف ورزی جان بوجھ کر نہیں کر سکتا۔ ابن حجر کہتے ہیں نسیان بمعنی ترک ہے پس عمل کو بھی شامل ہے نووی کا انداز بھی یہی ہے۔ ابن رسلان کے ہاں بہتر یہ ہے کہ نہی تنزیہی مراد ہو اور کھڑے ہوکر پینا بیان جواز کے لئے ہو۔ جنہوں نے نسخ کا قول کیا ہے تو وہ اس وقت ہوتا ہے جب جمع ناممکن ہو یا تاریخ کا یقینی تعین ہو۔ پس آپ کے لئے تو اس میں کراہیت بھی نہ ہوگی کیونکہ بعض افعال آپ بیان جواز کے لئے ایک دو مرتبہ کرتے اور ان میں افضل پر مواظبت کرتے اور استقاء کو استحباب پر محمول کریں گے کیونکہ امر کا کم درجہ استحباب ہے۔ بقول عیاضؒ کھڑے ہوکر پینے والے کو قے کا حکم تمام اہل علم کے ہاں نہیں۔ مگر ان کی یہ بات مناسب نہیں روایت صحیح ثابت ہے بقول حافظ عیاضؒ نے قتادہ کی تدلیس کی وجہ سے روایت کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے مگر یہ اس روایت کے سلسلے میں درست نہیں یہاں تو قلنا لانس فالاکل! کے الفاظ تدلیس کی نفی کر رہے ہیں ان کا براہِ راست سماع ثابت ہے۔ واللہ اعلم (فتح الباری)

**تخریج** : اخرجه مسلم (٢٠٢٦)

**الفرائد** :اس میں بیٹھ کر کھانے پینے پر آمادہ کیا گیا ہے۔

## ۱۱۵ :بَابُ اسْتِحْبَابِ کَوْنِ سَاقِی الْقَوْمِ آخِرَهُمْ شُرْبًا

## بَابٌ: پلانے والا سب سے آخر میں پیئے

**ساقی القوم**! پلائی جانے والی چیز کو حذف کر کے اشارہ کر دیا کہ تمام مشروبات اس میں شامل ہیں۔

اَللّغَاتُ: اخرھم شربا! کون سابق سے مل کر ابتداء آخرھم خبر' شربا تمیز۔

۷۷۳ : عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "سَاقِی الْقَوْمِ اٰخِرُھُمْ" یَعْنِی شُرْبًا' رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۷۷۳: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قوم کا ساقی پینے میں سب سے آخر میں پیتا ہے۔(ترمذی)

حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ آخرھم شربا! اس روایت میں ابن ماجہ سے دوسری روایت کے ضمن میں اور ترمذی نے انہی الفاظ سے نقل کیا ہے۔ جامع صغیر میں بھی مذکور ہے۔ نووی کہتے ہیں دودھ' پانی وغیرہ کے پلانے میں ادب یہ ہے یا گوشت فروٹ' کھانا تقسیم کرنے والے آخر میں کھائیں۔ ابن رسلان کہتا ہے اس میں اشارہ ہے کہ متولی امور کو لوگوں کو مصلحت کا لحاظ کرنا چاہئے۔ کھانا کھلانے اور پانی پلانے کا بھی یہی حکم ہے۔ ابتداء بزرگ سے کی جائے۔ پھر اس کے قریب اور پھر باقی لوگ۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۸/۲۲٦٤۰) و مسلم (٦٨١) والترمذی (١٩٠١) وابو داود (٣٧٢٥) والنسائی (٤/٦٨٦٧) وابن حبان (٥٣٣٨) وابن ماجه (٣٤٣٤) وابن ابی شیبة (٨/٢٣١)

**الفوائد** : ① اسلام کے آداب میں سے ہے کہ میزبان اور ساقی آخر میں کھائے پیئے اس لئے کہ وہ خادم کے قائم مقام ہے۔ ② مہمانوں کی خدمت درست انداز سے ہو سکے اور اس کو یقین ہو جائے کہ وہ واقع سیر ہو گئے ہیں۔

## ۱۱۲ :بَابُ جَوَازِ الشُّرْبِ مِنْ جَمِیْعِ الْاَوَانِی الطَّاھِرَۃِ غَیْرَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَجَوَازِ الْکَرْعِ — وَھُوَ الشُّرْبُ بِالْفَمِ مِنَ النَّھْرِ وَغَیْرِہٖ — بِغَیْرِ اِنَاۤءٍ وَّلَا یَدٍ وَّتَحْرِیْمِ اسْتِعْمَالِ اِنَاۤءِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ فِی الشُّرْبِ وَالْاَکْلِ وَالطَّھَارَۃِ وَسَآئِرِ وُجُوْہِ الْاِسْتِعْمَالِ

## بَابٌ: تمام پاک برتنوں سے سوائے سونا چاندی کے پینا جائز ہے اور نہر وغیرہ سے بغیر برتن کے منہ لگا کر پینے کا جواز اور چاندی اور سونے کے برتن کھانے پینے اور طہارت میں استعمال کرنا بھی حرام ہے

جمیع الاوانی الطاھرۃ! تمام نفیس برتنوں سے پانی وغیرہ پینا درست ہے۔ خواہ وہ یاقوت کی طرح قیمتی ہوں۔ تعیش کے لئے

ان کا استعمال ناپسند ہے۔ مثلاً یاقوت' الماس' لکڑی کے برتن۔ غیر الذهب و الفضة! ان کا استعمال حرام ہے۔ وجواز الکرع! نہر یا ندی' دریا یا کنوئیں سے منہ کے ذریعہ پانی پینا' سونے چاندی کے برتن بلاضرورت ان کا استعمال حرام ہے اس طرح ان کے ملمع برتن بھی نادرست ہیں' سونے چاندی کا شبکہ بھی ممنوع الاستعمال ہے۔

۷۷٤ : عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ اِلٰى اَهْلِهٖ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ ' فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهٗ فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ – قَالُوْا :كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ :ثَمَانِيْنَ وَزِيَادَةً – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ– هٰذِهٖ رِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ وَلِمُسْلِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ ' فَاُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِّنْ مَّاءٍ ' فَوَضَعَ اَصَابِعَهٗ فِيْهِ –قَالَ اَنَسٌ : فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ' فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّاَ مَا بَيْنَ السَّبْعِيْنَ اِلَى الثَّمَانِيْنَ۔

۷۷۴: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نماز کا وقت ہو گیا قریب گھر والے تو اپنے گھروں میں چلے گئے اور کچھ لوگ باقی رہ گئے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے پاس پتھر کا ایک برتن لایا گیا جس میں ہتھیلی بھی نہیں پھیل سکتی تھی مگر سب لوگوں نے وضو کیا۔ لوگوں نے پوچھا تمہاری تعداد کتنی تھی؟ حضرت انس کہتے ہیں کہ اسّی (۸۰) یا اس سے زیادہ یہ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں اور دوسری تعلیم بخاری و مسلم کی روایت میں ہے نبی اکرم ﷺ نے پانی کا ایک برتن منگوایا۔ آپؐ کے پاس ایک ایسا پیالہ لایا گیا جس کا منہ کھلا ہوا تھا اور اس میں تھوڑا سا پانی تھا آپؐ نے اس میں اپنی انگلیاں مبارک رکھ دیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں پانی کی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ حضور ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا ہے پس میں نے وضو کرنے والوں کو شمار کیا تو وہ ستر اور اسّی کے درمیان تھے۔

**تشریح** ۞ حضرت الصلاة! نماز کا وقت ہو گیا۔ بقی قوم! دور گھروں والے آپ ﷺ کے پاس رہ گئے۔ ⓶ ہر وقت بیٹھنے والے رہ گئے۔ فاتی النبی صلی الله علیه وسلم بمخضب! اُتی مجہول ہے۔ مخضب: برتن جو پتھر کا بنا ہوا تھا۔ ان یبسط فیه کفه! انگلیوں کو جمع کر کے۔ ⓶ بعض انگلیوں کو پھیلا کر۔ فتوضا القوم کلھم! اس پانی سے جو معجزاتی طور پر آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے بہنے لگا۔ مجلس کے باقی لوگوں نے وضو کیا یا تمام لوگوں نے وضو کیا جیسا کہ کلھم! کا لفظ اشارہ کر رہا ہے۔ انہوں نے گھروں سے واپس آ کر دوبارہ وضو نور علیٰ النور حاصل کرنے اور تبرک بالمعجزہ کے لئے کیا اور کے اس ارشاد کو سامنے رکھ کر انه حدیث عهد بربه! کہ یہ تکوین الٰہی کا تازہ نمونہ ہے اور ممکن ہے انہوں نے تحیۃ الوضو پڑھ کر وضو کیا۔ اس صورت میں وضو مستحب ہے۔ شوافع رحمہم اللہ کے نزدیک تجدید طہارت کی نیت سے وضو درست ہے ورنہ نہیں۔ احناف کے ہاں وضو پر وضو نور علیٰ نور ہے۔ قالوا! یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا قول ہے کہ انہوں نے بات سن کر عرض کیا کہ آپ ﷺ کی اولاد کتنی تھی۔ تو انہوں نے کہا اسّی یا اس سے زائد۔

روایت کا فرق: مسلم میں اس طرح ہے۔ نووی نے خود نقل کیا۔ دعا! حکم فرمایا۔

**اَللُّغَۃ**: فاتی! یہ صیغہ مجہول ہے۔ رحراح! جو برتن کھلا ہو مگر گہرا کم ہو۔ شئی! معلوم ہوتا ہے پانی بہت معمولی مقدار میں تھا۔ فوضع اصابعہ فیہ! پانی میں رکھیں تا کہ سر الٰہی مخفی رہے ورنہ قدرت الٰہی بغیر پانی کے بھی پانی پیدا کر سکتی ہے۔
ینبع! یہ جملہ محل حال میں واقع ہے۔ من بین اصابعہ! یہ حال ہونے کی صورت میں ظرف مستقر ہے۔ فحزرت! اندازہ کرنا۔ ما بین السبعین! یہ پہلی روایت کے خلاف نہیں کیونکہ مخصوص گنتی مراد نہیں۔ ایک اندازہ ہے واللہ اعلم۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (١٦٩) و مسلم (٢٢٧٩) والترمذی (٣٦٣١) والنسائی (٧٦)

**الفرائد** :① بڑے پیالے یا ٹب سے وضو درست ہے۔② جس کے پاس زائد پانی ہو اس سے کسی کی ہمدردی کر دینی چاہئے۔③ قلیل پانی سے چلو بھرنے سے پانی مستعمل نہیں ہو جاتا۔④ برتن میں داہنا ہاتھ داخل کرنے سے پہلے اسے دھو لینا چاہئے۔

٧٧٥ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :اَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَاَخْرَجْنَا لَهُ مَآءً فِيْ تَوْرٍ مِّنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّاَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔
"الصُّفْرُ" بِضَمِّ الصَّادِ ' وَيَجُوْزُ كَسْرُهَا' وَهُوَ النُّحَاسُ "وَالتَّوْرُ" كَالْقَدَحِ ' وَهُوَ بِالتَّآءِ وَالْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقُ۔

٧٧٥: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے تانبے کے ایک پیالے میں پانی پیش کیا تو آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ (بخاری)

الصُّفْرُ: تانبا۔

التَّوْرُ: پیالے جیسا برتن۔

عبداللہ بن زید! ان کے حالات پہلے گزرے۔ تور من صفر فتوضاء! معلوم ہوتا ہے اس کے استعمال سے کوئی چیز مانع نہ تھی۔ صفر! یہ ص کے ضمہ و کسرہ سے آتا ہے اور تانبے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (المصباح) النور! پیالے جیسا برتن۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (١٩٧)

**الفرائد** :① تانبے کے برتن استعمال کرنا جائز ہے۔② ان برتنوں سے وضو بھی درست ہے۔

٧٧٦ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَهٗ صَاحِبٌ لَّهٗ – فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَآءٌ بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِيْ شَنَّةٍ وَّاِلَّا كَرَعْنَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔
"الشَّنُّ" :الْقِرْبَةُ۔

٧٧٦: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری آدمی کے پاس تشریف لائے

اور آپؐ کے ساتھ ایک اور ساتھی بھی تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تمہارے پاس رات کا باسی پانی مشکیزے میں ہو تو وہ ہمیں دو۔ ورنہ ہم منہ لگا کر پانی پی لیں گے۔ (بخاری)

الشَّنُّ: مشک۔

**تشریح** ✿ رجل من الانصار! تحفۃ القاری میں ان کا نام ابوالہیثم بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہما لکھا ہے۔ معه صاحب له! تحفہ میں لکھا ہے۔ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ ماء فی شنة! معلوم ہوتا ہے کہ یہ گرمی کا موسم تھا۔ رات کا پانی طلب کرنے کی حکمت اس کا ٹھنڈا اور ستھرا ہونا ہے۔ الشین! مشک۔ اس کا جواب فاسقنا! محذوف ہے۔ خود سمجھ آ رہا ہے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔ پرانی مشک، تو ہمیں پلاؤ۔ والا کرعنا! اگر وہ نہیں پایا جاتا۔ یہ ان شرطیہ اور لا ہے۔ الا نہیں ہے۔ جو استثناء کے لئے آتا ہے۔ کرع کا معنی منہ سے بغیر برتن پینا۔ یہ بیان جواز کے لئے اس کے متعلق نہی تنزیہ کے لئے ہے۔ الشن! کا معنی پرانی مشک سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں پانی زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۱۴۰۰۰/۵) والبخاری (۵۶۱۳) و ابو داود (۳۷۲۴) وابن ماجه (۳۴۳۲) والدارمی (۱۲۰/۲) وابن حبان (۵۳۱۴) وابن ابی شیبة (۸) والبیهقی (۲۸۴/۷)

**الفوائد**: ① پینے کے لئے پانی کا طلب کرنا جائز ہے۔ ② منہ لگا کر بھی بڑے برتن سے پانی پیا جا سکتا ہے جبکہ برتن نہ ہو۔

۷۷۷ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَالشُّرْبِ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَقَالَ: "هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهِيَ لَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۷۷۷: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موٹے اور باریک ریشم، سونے اور چاندی کے برتن میں پانی پینے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا یہ کافروں کے لئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں۔ (بخاری و مسلم)

**نهانا عن الحریر!** بالغ مرد مراد ہیں۔ ان کے پہننے کی ممانعت ہے۔ تجارت کی ممانعت نہیں عورتوں کے لئے اجازت ہے۔ دیباج اس کی جمع دیابج ہے۔ بعض نے اصل دباج۔ مضعف کو یا سے بدل دیا۔ اسی وجہ سے جمع دبابج آتی ہے (المصباح) **والشرب فی اناء الذهب والفضة!** کھانے پینے کے علاوہ بقیہ استعمالات کا بھی یہی حکم سواء تداوی وغیرہ کے وہ مستثنیٰ ہے۔ پس سرمہ دانی اور خلال بنانا بھی درست نہ ہوگا۔ من! تینوں چیزوں کی طرف ضمیر راجع ہے۔ یہ ضمیر دس سے کم کے لئے بھی آتی ہے جیسا اس ارشاد میں ﴿اربعة حرم فلا تظلموا فیهن انفسکم﴾ لهم! اس سے مراد کفار ہیں۔ شوافع کے ہاں کفار بھی احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں البتہ وہ نیکی نہ ہونے کی وجہ سے اس پر قائم نہیں تو گویا ان کے لئے مباح ہیں۔ دیگر علماء کے ہاں وہ مخاطب تو نہیں مگر بطور استدراج ان کو استعمال کی رخصت ہے واللہ اعلم۔ هی! یہ مفرد کی ضمیر تفنن تعبیر کے لئے لائے۔ (جنس استعمال چیز کی طرف راجع ہے) لکم فی الآخرة! کافر ذلت والے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ اس میں تقویٰ کا بہترین ثمرہ اور معصیت کا برا انجام بتلایا گیا۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۹/۲۳۴۲۴) والدارمی (۱۲۱/۲) والبخاری (۵۴۲۶) و مسلم (۲۰۶۷) وابو داود

(۳۷۲۳) والترمذی (۱۸۷۸) وابن حبان (۵۳۳۹) وعبد الرزاق (۱۹۹۲۸)

**الفوائد**: ① موٹے اور باریک ریشم کا استعمال مردوں کے لئے ناجائز ہے۔ ② اسی طرح سونے چاندی کے برتن مردوں عورتوں ہر دو کے لئے ناجائز ہیں' یہ اہل کفر کی عادات میں سے ہے۔

٧٧٨ : وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَلَّذِيْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : اِنَّ الَّذِيْ يَاْكُلُ اَوْ يَشْرَبُ فِيْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ" وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ : "مَنْ شَرِبَ فِيْ اِنَاءٍ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ فَاِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهٖ نَارًا مِّنْ جَهَنَّمَ۔

۷۷۸: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاندی کے برتن میں پانی پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں جو سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاتا اور پیتا ہے۔

اور مسلم کی دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جس نے سونے اور چاندی کے برتن سے پیا۔ پس بے شک وہ اپنے پیٹ میں جہنم سے آگ بھر رہا ہے۔

انیہ: برتن۔

**اَللُّغَاتُ**: یجر یجر فی بطنہ نار جھنم: نار یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ یجر جر: ڈالنا۔ یہ اس ارشاد کی مثل ہے: "انما یاکلون فی بطونھم نارا"۔ باب کی آخری روایت نارا فی جھنم اس کی مؤید ہے۔ ② یہ فعل کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ فعل کو مذکر لائے یہ تانیث معنوی ہے۔

روایت کا فرق: یاکل و یشرب: ان واؤ اپنے معنی میں ہو یا اَوْ کے معنی میں ہو۔ کھانے وغیرہ کا تذکرہ صرف ابن مسہر کی روایت میں ہے۔ روایة له: اسے مسلم کی ام سلمہ رضی اللہ عنہا والی روایت مراد ہے۔ حرمت میں دیگر اشیاء محرمات کا حکم انہی کی طرح ہے۔ اس سلسلہ میں ابن حجر ہیثمی نے زواجر میں روایات کا معاملہ ذکر کیا اور ان کو کبائر میں شمار کیا' باقی الضرورت تبیح المحظورات تو پیش نظر رہے گا۔ واللہ اعلم۔

**تخریج**: اخرجه مالك فی موطه (۱۷۱۷) واحمد (۲۶۶۳۰) والبخاری (۵۶۳٤) و مسلم (۲۰٦۵) والطیالسی (۱٦۰۱) والدارمی (۱۲۱/۲) وابن ماجه (٤۳۱۳) والطبرانی (۲۳) وابن حبان (۵۳٤۱) والبیهقی (۲۷/۱)

**الفوائد**: ① سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال سے خبردار کیا گیا ہے۔ ② ان کے استعمال سے آگ میں اس کا پیٹ آواز نکالے گا۔

## ۱۷ : بَابُ اِسْتِحْبَابِ الثَّوْبِ الْاَبْيَضِ وَجَوَازُ الْاَحْمَرِ وَالْاَخْضَرِ وَالْاَصْفَرِ

## وَالْاَسْوَدِ وَجَوَازِهٖ مِنْ قُطْنٍ وَّكَتَّانٍ وَّشَعْرٍ وَّصُوْفٍ وَّغَيْرِهَا اِلَّا الْحَرِيْرَ

## بَاب: سفید کپڑا مستحب ہے البتہ سرخ' سبز' زرد' سیاہ رنگ کے کپڑے جو کپاس' السی' بالوں اور اون وغیرہ کے ہوں جائز ہیں سوائے ریشم

اللباس! جس کو پہنا جائے۔ لباس الكعبة والهودج! یعنی غلاف۔ لباس یہ کتاب کی طرح جمع لبس! مثل کتب آتا ہے۔ اس میں حلت وحرمت کی روایات آئیں گی۔ الثواب الابيض! عید اور دیگر اجتماع کے مقامات میں سفید لباس اعلیٰ ہے۔ دیگر بھی پہن سکتے ہیں۔ جواز سے مراد اباحت ہے کہ ان کو پہنا جا سکتا ہے ان تمام رنگوں کا کپڑا درست ہے۔ مجن قطن! ہر ایک جواز میں برابر ہے۔ البتہ ریشم حرام ہے۔ خالص ریشم یا جس میں ریشم کا غلبہ ہو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾

[الاعراف:٢٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے اولاد آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہارے ستر کو چھپاتا اور زینت کا باعث ہے۔ اور تقویٰ کا لباس بہت زیادہ بہتر ہے''۔ (اعراف)

انزلنا عليكم! یعنی تمہارے لئے پیدا فرمایا۔ يوارى! جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے۔ سوءة! کو سوءہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا کھلنا برا لگتا ہے (جب تک کہ اس میں ضمیر اور انسانیت باقی ہو) وریشا! اور وہ اشیاء جو زینت کا باعث ہیں کیونکہ ان کی تخلیق کا حکم بندوں کے لئے امتیازی لباس کی طرح ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ﴾ [النحل:٨١]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور اس نے تمہارے لئے کچھ قمیص ایسے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں کچھ قمیص ایسے بنائے جو تمہیں لڑائی سے بچاتے ہیں۔

سرابيل! قمیص۔ تقيكم الحر! یعنی گرمی اور سردی ایک کو ذکر کرنے سے اس کا متضاد خود سمجھ میں آ گیا۔ باسكم! تمہاری لڑائی سے حفاظت کرتے ہیں۔ مراد نیزے' ضرب' کے لئے زرہیں خود وغیرہ۔

٧٧٩ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

٧٧٩ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سفید کپڑے

پہنا کرو وہ تمہارے بہترین کپڑوں میں سے ہیں اور اس میں اپنے مُردوں کو دفن کر دیا کرو۔ (ابوداؤد ترمذی)

یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ **ثیابکم البیاض!** مبالغہ کے لئے بیض کی بجائے خود سفیدی کو استعمال کیا کہ گویا سفیدی اس کا لباس ہے۔ **ثیابکم!** یہ لوگوں سے تکلیف کے ازالہ کے لئے جو سفید کپڑا نہیں پاتے اور یہ بھی اشارہ کر دیا کہ اس میں ستر عورت اور سر اجت ہے اور بہتری کی تفسیر اس طرح وارد ہے۔ **"فانها اطيب اظهر"!** کہ یہ خوب پاکیزہ اور زیادہ ظاہر کرنے والے ہیں۔ **و كفنوا فيها موتاكم!** یہ ماقبل امر کی علت ہے اور جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (١/٢٢١٩) و عبدالرزاق (٦٢٠٠) وابو داود (٣٨٧٨) والترمذی (٩٩٤) وابن ماجه (١٤٧٢) وابن حبان (٥٤٢٣) والبیهقی (٣/٢٤٥)

**فوائد**: ① سفید کپڑے دوسروں سے افضل ہیں۔ ② میت کو سفید کپڑوں میں کفن دینا مستحب ہے۔

۷۸۰ : **وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِلْبَسُوْا الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ" رَوَاهُ النِّسَآئِيُّ ، وَالْحَاكِمُ وَقَالَ :حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔**

۷۸۰ : حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم سفید کپڑے پہنا کرو۔ اس لئے کہ وہ پاکیزہ اور عمدہ ہے اور اس میں اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو۔ (نسائی' حاکم)

یہ حدیث صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ **سمرہ بن جندب!** رضی اللہ عنہ کے حالات گزر چکے باب توقیر العلماء میں ملاحظہ کریں۔ **البسوا البياض!** یعنی سفیدی والے۔ ضمیر بیاض سے موصوف کپڑوں کی طرف لوٹائی۔ البسوا کی دلالت پر اکتفاء کرتے ہوئے تخصیص صفت کی حاجت نہیں۔ **فانها اطهر!** کیونکہ صفائی کی وجہ سے میل کچیل کی قلیل مقدار بھی ان پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ جیسا شاعر نے کہا **ان البياض قليل الحمل ملانس۔ و الطيب!** رنگا رنگ کے کپڑوں میں جو تکبر و بڑائی ہوتی ہے یہ اس سے بچا ہوتا ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٧/٢٠٢٢١) والترمذی (٢٨١٩) والنسائی (١٨٩٥) وابن ماجه (٣٥٦٧) والحاكم (١/١٣٠٩)

**الفوائد**: ① سفید کپڑے پہننے پر آمادہ کیا گیا ہے۔ ② سفید کپڑے کفن کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔

۷۸۱ : **وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَرْبُوْعًا ، وَلَقَدْ رَاَيْتُهُ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔**

۷۸۱ : حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک میانہ تھا۔ میں نے

آپ ﷺ کو سرخ رنگ کے جوڑے میں دیکھا میں نے آپ ؐ سے زیادہ حسین کسی کو کبھی نہ دیکھا۔ (بخاری و مسلم)

براء بن عازب! رضی اللہ عنہ ان کے حالات پہلے گزرے۔

**تشریح** ⊙ مربوعًا! آپ ﷺ کا قد مبارک نہ بہت لانبا اور نہ بالکل چھوٹا بلکہ ان کے درمیان طوالت کے قریب تر تھا۔ ولقد رایتہ! یہ جملہ حالیہ ہے۔ ② کان کے مدخول پر معطوف ہے۔ فی حلۃ! جس کپڑے کے اندرون و بیرون ایک ہی کپڑے کا ہو۔ نووی فرماتے ہیں اہل لغت کہتے ہیں حلہ چادر اور ازار کو کہا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ کا یہی قول ہے۔ حمراء! کو واحد استعمال کی وجہ حلہ کے لفظ کا لحاظ ہے۔ ② یا ایک ہی کپڑے کی طرح ہے۔ کیونکہ بدن ڈھانپنے میں دونوں کی یکساں حاجت پڑتی ہے۔ ③ ایک جنس کی وجہ مفرد لائے۔ ابن حجر کہتے ہیں دھاری دار کپڑے کو کہا جاتا ہے۔ ہیثمی کہتے ہیں یہ روایت اپنے ظاہر پر ہے امام شافعی کے ہاں اسی لئے گہرا کپڑا پہننا بھی جائز ہے۔ احناف کے ہاں اس سے مراد سرخ دھاری دار ہے اور یہ آپ ﷺ کی خصوصیات سے ہے۔ ما رایت! یہاں علمت کے معنی میں ہے۔ احسن منہ! مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے محاسن میں تمام مخلوق سے منفرد تھے۔ تعبیر میں بالفرض کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ مفہوم یہ ہے نہ تو مجھے معلوم ہے اور نہ کسی اور کو۔

**تخریج** : بخاری باب اللباس، مسلم فی فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی۔

**الفوائد**: ① سرخ کپڑا زینت کے طور پر منع ہے البتہ گھروں اور مزدوری کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ ② بعض علماء مطلقاً جواز اور بعض مطلقاً ممانعت کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم (الفتح)

۷۸۲ : وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ وَهْبِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْاَبْطَحِ فِیْ قُبَّةٍ لَّهٗ حَمْرَآءَ مِنْ اَدَمٍ فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوْئِهٖ فَمِنْ نَّاضِحٍ وَّنَآئِلٍ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَآءُ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَیَاضِ سَاقَیْهِ ، فَتَوَضَّاَ وَاَذَّنَ بِلَالٌ ، فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا ، يَقُوْلُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا : حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ، ثُمَّ رُكِزَتْ لَهٗ عَنَزَةٌ ، فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ لَا يُمْنَعُ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْعَنَزَةُ" بِفَتْحِ النُّوْنِ نَحْوَ الْعُكَّازَةِ۔

۷۸۲ : حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو مکہ کے مقام ابطح میں سرخ چمڑے کے ایک خیمے میں دیکھا۔ حضرت بلال آپ ؐ کے وضو کا پانی لے کر باہر نکلے۔ پس کچھ لوگ تو وہ تھے جن کو چھینٹے مل سکے اور بعض کو پانی مل گیا۔ پس نبی اکرمؐ نکلے جبکہ آپ ؐ نے سرخ جوڑا پہنا ہوا تھا گویا اب بھی مجھے حضورؐ کی پنڈلیوں کی سفیدی نظر آ رہی ہے۔ پھر آپ ؐ نے وضو کیا اور حضرت بلالؓ نے اذان دی۔ میں حضرت بلال کے اِدھر اُدھر منہ کرنے کو خوب جانچ رہا تھا کہ وہ دائیں اور بائیں جانب کہہ رہے تھے: حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ پھر آپ ؐ کے لئے ایک چھوٹا نیزہ گاڑ دیا گیا پس آپ ؐ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ (آپ ؐ کے سامنے سے کتا اور

گدھا گزرتا رہا جنہیں روکا نہ گیا۔ (بخاری و مسلم)

اَلعَنَزَۃُ: چھوٹا نیزہ۔

**تشریح** ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ السوائی۔ رایت! یہاں البصرت کے معنی میں ہے۔ الابطح! یہ مقام محصب اور بطحاء کہلاتا ہے۔ فی قبة! یعنی خیمہ۔ آدم! یہ ادیم کی جمع ہے۔ رنگی ہوئی کھال کو کہتے ہیں۔ فخرج بلال بوضوئه! وضوء وہ پانی جو وضو کے لئے تیار کیا جائے۔ فمن ناضح! تری حاصل کرنے والے۔ نائل! یہ نیل سے لیا گیا۔ پانے والے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اعضاء مبارکہ تک پہنچنے کے بعد اس کو زمین پر گرنے سے پہلے اُچک کر مل لیتے۔ کانی انظر.....! یہ جملہ اپنے استحضار واقعہ کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ میں نے پورے یقین سے یہ چیز دیکھی ہے۔ فتوضاء! فا ترتیب خبر کے لئے ہے ترتیب مخبر کے لئے نہیں کیونکہ وضو تو پہلے آپ ﷺ فرما چکے تھے۔ فجعلت اتبع فاه اھھنا وھھنا! یعنی دائیں بائیں۔ یمین و شمال ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہیں۔ حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح! اس مقام پر نماز کا خصوصاً ذکر کر کے بتلایا کہ بلند چوٹی اسلام کی یہی ہے۔ جس نے اس کو خوبی سے ادا کیا اس کے لئے بلند چوٹی جائز ہو گئی اور اس نے انتہائی درجہ کو پالیا۔ یہ لف نشر مرتب ہے۔ حی علی الصلاۃ میں دائیں جانب اور حی علی الفلاح میں بائیں جانب منہ پھیرتے جبکہ سینہ قبلہ کی طرف رہے۔ ان میں خطاب کی وجہ سے دائیں بائیں چہرے کو پھیرا جاتا ہے۔ بقیہ کلمات میں تخاطب نہیں۔ ثم رکزت له عنزة فتقدم فصلی! ایک نیزہ آپ ﷺ کے سامنے گاڑ دیا گیا۔ یہ سترہ دائیں یا بائیں آبرو کے برابر ہونہ کہ سامنے تاکہ گزرنے والوں کو سہولت رہے اور گناہ نہ ہو۔ یمر بین یدیه! یعنی سترہ کے پچھلی جانب۔ لا یمنع! گزرنے والے کو اس وقت روکا جائے جب وہ سترے اور نمازی کے درمیان سے گزرے۔ غنزۃ! وہ لاٹھی جس کے پچھلی جانب کیل لگا ہو اس کی جمع عنز' عنزات ہے جیسے قصب و قصبات۔

**تخریج**: اخرجه احمد (٦/١٨٧٨٧) والبخاری (١٨٧) ومسلم (٥٠٣) وابو داود (٥٢٠) والترمذی (١٩٧) والنسائی (٣٩٥٣) وابن حبان (٢٣٩٤) وابن خزیمة (٣٨٧) والحاکم (١/٧٢٥) وعبدالرزاق (١٨٠٦)

**الفوائد**: آپ ﷺ کے فضل وطہور اور طعام و شراب' لباس سے تبرک درست ہے۔ (٢) پنڈلی ستر میں داخل نہیں۔ (٣) سفر میں اذان دی جائے گی۔ (۴) نمازی کے آگے سے گزر جانے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

٧٨٣ : وَعَنْ اَبِیْ رِمْثَةَ رِفَاعَةَ التَّیْمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَیْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ' وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

٧٨٣: حضرت ابورمثہ رفاعہ تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک پر دو سبز کپڑے تھے۔ (ابوداؤد' ترمذی)
صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ابی رمثة رفاعة بن یثربی رضی اللہ عنه! یثرب مدینہ کا پرانا نام ہے۔ تیمی الرباب مراد ہے۔ اس سے

مقصود تیم قریش سے الگ ثابت کرنا ہے۔ رِباب! یہ راء کے کسرہ سے ہے راء کا فتحہ درست نہیں۔ یہ پانچ قبائل ہیں۔ ضبہ ثور عکل، تیم، عدی انہوں نے رُبّ۔ میں ہاتھ داخل کر کے باہمی معاہدہ کیا کہ وہ ایک ہاتھ بن جائیں۔ ابورمثہ بلوی ہیں بعض نے تیمی اور بعض نے تمیمی کہا۔ بعض نے دونوں لکھے ہیں۔ بعض نے نام رفاعہ بن یثربی بعض نے برعکس بتلایا ہے۔ ان کو عمارہ بن یثربی اور حبان بن وہب اور بعض جندب بعض نے خشخاش کہا ہے۔ یہ صحابی ہیں افریقیہ میں وفات پائی (ابن سعد) ابو داؤد ترمذی نسائی نے ان سے روایت لی ہے۔ ابوداؤد نے ثوبان اخضران اور ترمذی سے بردان اخضران نقل کیا ہے۔ ابن بطال کہتے ہیں سبز لباس اہل جنت کا ہے۔ اس کے شرف کے لئے یہی کافی ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۲/۷۱۳۱) وابو داود (۴۲۰۶) والترمذی (۲۸۲۱) والنسائی (۱۵۷۱) وابن حبان (۵۹۹۵) وابن الجارود (۷۷۰) والدارمی (۲/۱۹۹) والطبرانی (۲۲) والبیهقی (۲۷/۸)

**الفوائد** : ① سبز رنگ سفید کے علاوہ دوسروں سے افضل ہے۔ ② یہ اہل جنت کا لباس ہے۔

۷۸۴ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۷۸۴ : حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ يوم فتح مكة! ترمذی نے اپنی روایت مفعول بہ مکہ کا صراحت ذکر کیا ہے۔ ظرف زمان کی دلالت سے یہاں حذف کر دیا گیا۔ عليه عمامة سوداء! یہ اس روایت کے خلاف نہیں جس میں مغفر کا تذکرہ ہے کیونکہ پگڑی پر مغفر پہنا جا سکتا ہے۔ ② پہلے مغفر پہنا ہوا تھا پھر عمامہ پہن لیا۔ اس سے اشارہ کر دیا کہ اس دین سے تبدیلی ہرگز نہ ہوگی۔ جیسا سیاہ رنگ اس کے برعکس دیگر رنگ بدلتے ہیں۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۵/۱۴۹۱۰) و مسلم (۱۳۵۸) و ابو داود (۴۰۷۶) والترمذی (۱۶۸۵) والنسائی (۵۳۶۰) وابن ماجه (۳۸۲۲) وابن حبان (۳۷۲۲) وابن ابی شیبة (۸/۴۲۲) والبیهقی (۵/۱۷۷)

**الفوائد** : سیاہ کپڑے پہننا جائز ہے اگرچہ سفید افضل ہے (جبکہ سیاہ لباس کسی کا شعار ہو تو اس وقت اُس سے بچنا ضروری ہے)۔

۷۸۵ : وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَمْرِو ابْنِ حُرَيْثٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ قَدْ اَرْخٰى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ ۔

۷۸۵ : حضرت ابوسعید عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ گویا میں اب بھی سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ نے سیاہ پگڑی پہن رکھی ہے اور اس کے دونوں کناروں کو اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا ہے۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اس حال میں کہ آپؐ نے سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا۔

**تشریح** ⊛ ابوسعید عمرو بن حریث ان کے والد کا نام عمر بن عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی المخزومی رضی اللہ عنہ۔ یہ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ ۸۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اصحاب ستہ نے ان سے روایت لی ہے۔ انہوں نے ۱۸ روایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ (التلقیح لابن جوزی) مسلم نے صرف ان کی روایات لی ہیں اور کل دو روایتیں نقل کی ہیں۔ میں نے وضاحت سے ان کے حالات (رجال الشمائل) میں لکھے ہیں۔ **قد ارخی طرفیھا!** یہاں دونوں اطراف کا ذکر ہے جبکہ شمائل میں ایک طرف وارد ہے قاضی نے اس کو درست کہا ہے۔ **بین کتفیه!** سیاہ عمامہ کا پہننا اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ اس کی ممانعت نہیں اس سے پگڑی کے پلڑے کو کندھوں کے درمیان لٹکانے کا استحباب معلوم ہوا۔ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے بجائے باب کعبہ میں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اسی لئے اس روایت کو صاحب مصابیح نے خطبہ جمعہ میں ذکر کیا ہے۔ ایک روایت میں "عمامة حرقانیه"! کے لفظ وارد ہیں۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٦/١٨٧٥٩) و مسلم (١٣٥٩) وابو داود (٤٠٧٧) والنسائی (٥٣٦١)

**الفوائد** : کندھوں کے مابین پلڑے لٹکانے کے متعلق علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کس بات میں فرشتے باتیں کرتے ہیں تو میں نے لاعلمی ظاہر کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست اقدس میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس سے آسمان و زمین کی اشیاء مجھ پر روشن ہو گئیں۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے پگڑی کے پلڑے کندھوں پر ڈالے واللہ اعلم (زادالمعاد ا/۸۳)

٧٨٦ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلسَّحُوْلِيَّةُ" بِفَتْحِ السِّيْنِ وَضَمِّهَا وَضَمِّ الْحَآءِ وَالْمُهْمَلَتَيْنِ: ثِيَابٌ تُنْسَبُ اِلٰى سَحُوْلٍ: قَرْيَةٌ بِالْيَمَنِ – "وَالْكُرْسُفُ": اَلْقُطْنُ۔

۷۸۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سحول مقام کے بنے ہوئے تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ان میں نہ قمیص تھی نہ پگڑی۔ (بخاری و مسلم)

اَلسَّحُوْلِیَّۃُ: یمن کی ایک بستی کا نام ہے اس کی طرف منسوب کپڑے کو کہتے ہیں۔

اَلْکُرْسُفُ: روئی۔

**تشریح** ⊛ **ثلاثة ثواب بیض!** جیسا کہ پہلے روایت میں فرمان گزرا "کفنوا فیھا موتاکم"۔ **لیس فیھا قمیص ولا عمامة!** یہ افضل کفن ہے۔ **قمیص ازار ولفافه!** تکفین میں وہ کپڑے استعمال کریں جو زندگی میں وہ پہنتا ہو۔ سحول!

یہ یمن کی بستی کی طرف نسبت ہے۔وہاں کے کپڑے مشہور تھے۔کرسف! روئی (المصباح)

**تخریج** : اخرجه احمد (۲۶۰۰۸/۱۰) والبخاری (۱۲۶٤) و مسلم (۹٤۱) و ابو داود (۳۱۵۱) والترمذی (۹۹٦) والنسائی (۱۸۹۸) وابن ماجه (۱٤٦۹) وابن حبان (۳۰۳۷) والطیالسی (۱٤۵۳) وابو یعلی (٤٤۹۵) و عبد الرزاق (٦۱۷۱) والبیهقی (۳)

**الفوائد** : ① میت کا کفن بالاجماع فرض ہے۔ ② سنت کفن میں تین کپڑے ہیں۔فرض ایک کپڑا ہے۔ ③ سفید کفن مستحب ہے۔

۷۸۷ : وَعَنْهَا قَالَتْ :خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ وَّعَلَيْهِ مِرْطٌ مُّرَحَّلٌ مِّنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْمِرْطُ" بِكَسْرِ الْمِيْمِ :وَهُوَ كِسَآءٌ ۔ "وَالْمُرَحَّلُ" بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ هُوَ الَّذِیْ فِيْهِ صُوْرَةُ رِحَالِ الْاِبِلِ ' وَهِيَ الْاَكْوَارُ۔

۷۸۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صبح گھر سے نکلے جبکہ آپ پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی کجاووں کی تصویر والی چادر تھی۔ (مسلم)

اَلْمِرْطُ : چادر۔

اَلْمُرَحَّلُ : کجاوے کی تصویر والی چادر۔یعنی اس کے اوپر اونٹ کے کجاوے (بیٹھنے کی جگہ) سفید لہریں بنی ہوئی تھیں۔

**تشریح** ۞ ذات غداۃ! صبح سویرے کے وقت۔مرط مرحل من شعر اسود! بالوں کی بنی ہوئی۔اس سے اون اور سیاہ رنگ کے پہننے کا ثبوت ہے۔مرط! پہننے والی چادر جمع مروط جیسے حمل وحمول (المصباح) المرحل! جس میں کجاوے کی تصویر ہو۔کور جمع اکوار کجاوہ سامان سمیت۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۲۵۰۳۰/۹) و مسلم (۲۰۸۱) وابو داود (٤۰۳۲) والترمذی (۲۸۱۳)

**الفوائد** : ① وہ کپڑا جس پر کجاوے وغیرہ' بے جان کی تصویر ہو اس کا پہننا درست ہے۔ ② خطوط والا کپڑا بھی درست ہے۔ ③ انسان وحیوان کی تصویر حرام ہے۔

۷۸۸ : وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ مَسِيْرِهٖ ' فَقَالَ لِیْ :"اَمَعَكَ مَآءٌ"؟ قُلْتُ: نَعَمْ' فَنَزَلَ عَنْ رَّاحِلَتِهٖ فَمَشٰى حَتّٰى تَوَارٰى فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَآءَ فَاَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ ' فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتّٰى اَخْرَجَهُمَا مِنْ اَسْفَلِ الْجُبَّةِ ' فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ

بِرَأْسِهِ ' ثُمَّ اَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ : "دَعْهُمَا فَاِنِّي اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ" وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا- مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ- وَفِي رِوَايَةٍ : "وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ" وَفِي رِوَايَةٍ اَنَّ هٰذِهِ الْقَضِيَّةَ كَانَتْ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ-

۷۸۸: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رات کے ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ پس آپ نے مجھے فرمایا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پھر آپ اپنی اونٹنی یا سواری سے اتر کر چلتے رہے یہاں تک کہ رات کی سیاہی میں چھپ گئے۔ پھر تشریف لائے پس میں نے برتن سے آپ پر پانی انڈیلا۔ جس سے آپ نے اپنا چہرۂ مبارک دھویا اس وقت آپ نے اون کا ایک جبہ پہنا ہوا تھا۔ آپ کے بازو اس میں سے نہ نکل سکے۔ پھر آپ نے جبہ کی نچلی جانب سے نکال کر اپنے دونوں بازوؤں کو دھویا اور سر کا مسح فرمایا پھر میں جھکا تاکہ آپ کے موزے اتاروں تو آپ نے فرمایا ان کو اسی طرح رہنے دو۔ اس لئے کہ میں نے پاکیزگی کی حالت میں ان میں پاؤں کو داخل کیا اور آپ نے ان دونوں پر مسح فرمایا۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تنگ آستینوں والا شامی جبہ پہنا ہوا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ یہ معاملہ غزوۂ تبوک میں پیش آیا۔

**تشریح** ۞ ذات لیلة! ذات کا لفظ اس لئے لائے تاکہ اشارہ کریں کہ اس سے مطلق زمانہ مراد نہیں بلکہ رات ہی مراد ہے۔ فی مسیر! ایک سفر میں جو غزوہ تبوک تھا۔

**اللغۃ** : امعك ماء! ماء مبتداء یا فاعل دونوں بن سکتا ہے۔ راحلته! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قصویٰ اونٹنی سے اترے۔ حتی تواری! یہاں تک کہ نظر سے غائب ہوگئے۔ فی سواد اللیل! دور چلے جانے کو اس طرح تعبیر کیا اور قضائے حاجت والے حاضرین سے دور جانا چاہئے یہاں تک کہ سایہ غائب ہو جائے یا جانے والے کو اطمینان ہو جائے۔ فافرغت علیه! پانی انڈیلنا اور وضو کرانا جائز ہے۔ افضل اس کا ترک ہے۔ اداوة جمع! اداوی لوٹا۔ علیه جبه! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبہ پہن رکھا تھا۔ جبہ یہ لباس کی ایک قسم ہے۔ فلم یستطع ان یخرج ذراعیه منها! کیونکہ وہ تنگ آستینوں والا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیچے کی طرف سے نکالا اور بازوؤں کو کہنیوں سمیت دھویا۔ مسح براسه! با تبعیض کو ظاہر کرتی ہے۔ ثم اهویت! میں موزے اتارنے کے لئے جھکا۔ دعهما! ان کو پہنے رہنے دو۔ ادخلتها! موزوں میں داخل کیا۔ طاهرتین! اس حال میں کہ وہ پاک تھے اور جس کی یہ حالت ہو اسے موزوں پر مسح جائز ہے۔ تثنیہ کی ضمیر خفین کی طرف لوٹ سکتی ہے مگر اس میں قلب کا قائل ہونا پڑے گا۔ مثلاً ادخلت العلنسوة راسی۔ مسح علیهما! دونوں موزوں پر مسح کیا۔ ایک روایت میں جبه شامیه! کے الفاظ ہیں۔ ان دنوں شام رومیوں کے ماتحت تھا۔ رومیہ کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔

ایک روایت میں غزوہ تبوک سے اس معاملے کو متعلق کیا گیا یہ بھی درست ہے۔ یہ آپ ﷺ کا آخری غزوہ ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٦/١٨٢١٤) والبخاری (١٨٢) و مسلم (٢٧٤) و ابو داود (١٥١) والنسائی (٨٢) وابن ماجه (٣٨٩)

**الفوائد** : ① اگر گھر میں بیت الخلاء نہ ہو تو قضائے حاجت کے لئے (رہائشی علاقے سے) دور جانا چاہئے۔ ② کفار کے بنے ہوئے کپڑوں میں نماز درست ہے البتہ نجس ہونے کا یقین ہو تو ان کو پاک کرنا ضروری ہے۔ ③ جب سفر و حرب دونوں

میں مسح علی الخفین جائز ہے ④ علماء کی خدمت کرنی چاہئے۔

## ۱۱۸: بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْقَمِيْصِ

## بَاب: قمیص کا پہننا مستحب ہے

قمیص! اس کی جمع قمصان اور قمص آتی ہے۔

۷۸۹ : عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ اَحَبَّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْقَمِيْصُ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۷۸۹: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کپڑوں میں محبوب کپڑا قمیص تھی۔ (ابوداؤد' ترمذی)

یہ حدیث حسن ہے۔

**اَللُّغَاتُ** : کان احب الثیاب! یہ خبر مقدم ہو اسم القمیص ہے۔ ② مرفوع ہو تو یہ اسم ہے۔ القمیص خبر ہے۔ بعض نے ان دونوں کو دو روایتیں قرار دیا ہے۔ ③ قمیص کا وصف ہو تو مرفوع ہے۔ القمیص! یہ روئی کا بنا ہوا۔ اون کے بنے ہوئے کو قمیص نہیں کہتے۔ دمیاطی نے نقل کیا کہ کان قمیص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قطنا قصیرا الطول والکمین! بعض نے وجہ یہ بیان کی کہ قمیص جسم کو ستر اور راحت کے لحاظ سے رداء سے بڑھ کر ہے اور اس استعمال میں کم تر ایذا ہو والا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا۔ رہی وہ روایت کان احب الثیاب الی رسول اللہ الحبرة! احبیت اضافی چیز ہے۔ چادروں میں حبر کو احبیت اور پہننے والے کپڑوں میں قمیص۔ کما ذکرہ القاری۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (٤٠٢٥) والترمذی (١٧٦٢)

**الفوائد** : ① قمیص دیگر لباسوں سے افضل ہے کیونکہ اس میں تکلف کم ہے۔ ② قمیص میں تواضع اور راحت جسم زائد ہے۔

## ۱۱۹ : بَابُ صِفَةِ طُوْلِ الْقَمِيْصِ وَالْكُمِّ وَالْاِزَارِ وَطَرْفِ الْعِمَامَةِ وَتَحْرِيْمِ اِسْبَالِ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ عَلٰى سَبِيْلِ الْخُيَلَاءِ وَكَرَاهَتِهٖ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءَ!

## بَاب: قمیص' آستین' چادر اور پگڑی کے کنارے کی لمبائی اور تکبر کے طور پر ان میں سے کسی بھی چیز کو لٹکانا حرام اور بغیر تکبر کے مکروہ

الازار! جو کپڑا بدن کے نچلے حصے کو ڈھانپے۔ طرف العمامه! اس کی جتنی لمبائی درست ہے۔ اسبال! لٹکانا خواہ قمیص ہو یا ازار۔ الخیلاء! تکبر و خود پسندی۔ من غیر خیلاء! یہ ارخاء شروع سے زائد ہونے کی وجہ سے کم از کم مکروہ ہے۔

۷۹۰ : عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الرُّسْغِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ' وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۷۹۰: حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیص کے آستین گٹوں تک تھے۔(ابوداؤد' ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ❁ اسماء بنت یزید الانصاریہ رضی اللہ عنہا ان کی کنیت ام سلمہ اور ام عامر ہے۔ ان کے حالات باب فضل الجوع میں گزرے ملاحظہ کرلیں۔ الی الرسغ! بیہقی نے اس کو صاد سے کہا۔ نووی نے سین سے ذکر کیا ہے۔ تورپشتی سے سین وصاد دونوں کو درست کہا۔ قاموس میں اس طرح ہے۔ رسغ! ہتھیلی اور کلائی کے جوڑ کو کہتے ہیں۔ ابن جزری کہتے ہیں اس میں دلیل ہے کہ رسغ سے قمیص آگے نہ بڑھے اور قمیص کے علاوہ انگلیوں کے پوروں سے تجاوز نہ کرنا چاہئے۔ البتہ وہ روایت جس کو ابن جوزی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس قميصا فوق الكعبين مستوى الكمين باطراف اصابعه"! اس روایت کو متعدد قمیصوں پر محمول کیا جائے گا۔ ② یہ روایت اندازے پر دلالت کرتی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت تعیین پر دلالت کرتی ہے۔

**تخریج** : باب فضل الجوع و خشونة العيش میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خوش عیشی اور تزین سے کوسوں دور تھے۔ ② وہ لوگ جو تکبر سے اپنے کپڑے لمبے کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو پسند نہیں۔

۷۹۱ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَآءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَكْرٍ :يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ' اِنَّ اِزَارِيْ يَسْتَرْخِيْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اِنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهٗ خُيَلَآءَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ' وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَهٗ۔

۷۹۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا جس نے تکبر سے اپنا کپڑا زمین میں گھسیٹا اللہ قیامت کے دن اس پر نظر نہ فرمائیں گے۔ اس پر ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یارسول اللہ میرا تہبند لٹک جاتا ہے سوائے اس کے کہ میں اس کا بہت خیال کرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا اے ابوبکر بے شک تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔ بخاری نے روایت کیا اور مسلم نے کچھ حصہ روایت کیا۔

**تشریح** ❁ من جر! جس نے سطح زمین پر طوالت کی وجہ سے چادر کو کھینچا۔ ثوبه! اس سے مراد تمام اقسام ہیں۔ عام کے بعض افراد کا تذکرہ اس کو خاص نہیں کرتا۔ اس وقت عموماً وہ لوگ ازار و رداء پہنتے تھے۔ جب قمیص کا استعمال شروع ہوا تو ان کا

استعمال چھوڑ دیا۔ اس لئے ان دونوں کا حکم ان دونوں کی طرح ہے۔ (طبری) خیلاء! یہ مفعول لہ ہے اور مفعول مطلق بھی بن سکتا ہے۔ ② حال بھی بن سکتا ہے ای ذا خیلاء۔ لم ینظر اللہ الیہ! یعنی اس کی طرف رضا و رحمت کی نگاہ نہ فرمائیں گے۔ یوم القیامہ! یہی یوم حساب ہے۔ ان ازاری یسترخی! یعنی میرے بدن کی کمزوری کے باعث۔ اتعاھد ذلک منہ! اونچا کر کے اور باندھ کر اس سے بچتا ہوں۔ کیا میں بھی اس وعید میں داخل ہوں۔ انك لست ممن یفعلہ! تو ایسا کرنے والوں سے نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ان کے بدلنے سے احکام بدل جائیں گے اور وعید ان لوگوں کے لئے ہے جو خود پسند ہیں یا متکبر ہیں' جن کا یہ قصد نہ ہو ان کا یہ حکم نہ ہوگا۔

**تخریج** : اخرجہ احمد (۲/۵۳۷۷) والبخاری (۳۶۶۵) و مسلم (۲۰۸۵) وابو داود (۴۰۸۵) والترمذی (۱۷۸۳) والنسائی (۵۳۴۲) وابن ماجہ (۳۵۷۲) وابن حبان (۵۴۴۴) والبیھقی (۲/۲۴۳)

**الفوائد** : ① احکام میں لوگوں کے احوال کا اعتبار ہے۔ ② صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ ③ اس روایت میں نفس انسانی کے لئے تمام تدابیر کو جمع کر دیا گیا۔ ④ اسراف جسم و معیشت ہر دو کے لئے نقصان دہ ہے۔ ⑤ خود پسندی گناہ کا باعث ہے جو آخرت کے لئے تباہ کن ہے۔

۷۹۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۷۹۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نظر نہیں فرمائیں گے جس نے اپنا تہبند تکبر کی وجہ سے لٹکایا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ لا ینظر اللہ! رضامندی کی نگاہ نہیں فرماتے۔ یوم القیامہ! قیامت کا خاص تذکرہ فرمایا کیونکہ وہاں کی رحمت دائمی ہوگی۔ دنیا میں تو حوادث کے پیش آنے سے رحمت ہوتی ہے اور (تکالیف) منہ پھیرتی ہیں۔ ② کیونکہ وہ قیامت کا دن بدلہ ملنے کا دن ہے اور اس کی حرکت تو دنیا و آخرت دونوں میں پسند نہیں پس آخرت میں اس کی طرف بالکل توجہ نہ فرمائیں گے۔ جر ازارہ بطرًا! بطر نعمت کی ناشکری اور انکار کو کہتے ہیں اور اس کا لازمہ خود پسندی اور تکبر ہے۔ پس یہ ماقبل کی تفسیر کی طرح ہے۔ مسلم میں من یجر ازارہ بطرًا! ہے۔

**تخریج** : اخرجہ احمد (۳/۹۰۱۴) والبخاری (۵۷۸۸) و مسلم (۲۰۸۷)

**الفوائد** : ① تکبر و طغیان سے کپڑا کھینچنے والا اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا حقدار ہے۔ ② تکبر و بڑائی انسان کے مناسب نہیں۔

۷۹۳ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :"مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فَفِی النَّارِ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۷۹۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ آگ میں ہوگا۔ (بخاری)

**اَلْغَرِیبُ** :ما اسفل من الکعبین! بقول حافظ یہ ما موصولہ ہے۔اور اس کا بعض صلہ محذوف ہے اور وہ کان ہے۔اسفل اس کی خبر ہے اور منصوب ہے۔② اسفل ظرف ہے صلہ واقع ہے۔③ ما اسفل کی وجہ سے نکرہ موصوفہ ہو۔اسفل اسم تفضیل اور فعل ماضی بھی بن سکتا ہے۔

خطابی کہتے ہیں مطلب یہ ہے جس کے ٹخنوں سے نیچے ازار ہوگی اس کا اتنا حصہ جہنم میں جلایا جائے گا۔ثوب یوں کر پہننے والے سے کنایہ ہے۔اس کو اصطلاح میں تسمیۃ الشیٔ باسم مجاورہ کہتے ہیں۔② بذات وہ شخص مراد ہونا بھی ممکن ہے یعنی ان ٹخنوں کا نچلا حصہ جس ازار سے لٹکتا ہے وہ آگ میں جلے گا۔③ تقدیر اس طرح ہے۔نچلا پہننے والا وہ شخص ہے جو کعبین سے نیچے ہو۔④ تقدیر عبارت اس طرح ہو۔اس کی یہ حرکت اہل نار کی حرکت ہے یا اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔**ما سفل من الازار من الکعبین فی النار**۔کعبین سے نیچے والا ازار کا حصہ آگ میں ہوگا۔یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جبکہ آگ میں ازار حقیقتاً نہ پایا جائے عبدالرزاق نے یہ روایت نقل کی کہ نافع سے پوچھا گیا کہ کپڑے کا کیا گناہ ہے؟ بلکہ وہ تو قدمین سے متعلق آیا ہے لیکن بذاتِ خود کپڑے کے آگ میں ڈالے جانے کا تقاضا کرتا ہے۔اس صورت میں روایت کو ظاہر رہا جائے گا اور اس آیت کی طرح معنی ہوگا: ﴿انکم وما تعبدون من دون اللّٰہ حصب جھنم﴾! وعید میں گویا اس چیز کا شامل ہونا جو ذریعہ بنی زیادہ مناسب ہے۔فا اس لئے لائی گئی کیونکہ ما میں شرط کا معنی ضمناً پایا جاتا تھا اور اس روایت کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ جو آدمی تکبر اور خودنمائی کے لئے چادر لٹکائے۔جب عذر کے بغیر کوئی آدمی چادر لٹکائے تو یہ مکروہ ہے ورنہ جس آدمی کے پاؤں پر زخم ہو اور مکھیوں سے حفاظت کے لئے اس کا چادر لٹکانا مکروہ نہ ہوگا (کذا قال العراقی فی شرح الترمذی) حافظ عراقی نے اس کی دلیل کے لئے ابن عوف رضی اللہ عنہ والی روایت کو پیش کیا کہ خارش کی وجہ سے ان کو ریشم استعمال کرنے کی اجازت دی گئی۔اس میں جامع بات یہی ہے کہ شدید ضرورت کے لئے کسی عذر کی بناء پر ہی ایسی چیز کے استعمال کی اجازت ملتی ہے اور حدیث کا تعلق مردوں سے ہے۔جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے۔

**تخریج** : اخرجہ احمد (۲/۲۹۹۴۱) والبخاری (۵۷۸۷)

**الفوائد** : ① ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا حرام ہے۔② جو تکبر سے اس طرح کرے گا وہ قیامت کے دن آگ میں ڈالا جائے گا۔

۷۹٤ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :"ثَلَاثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" قَالَ فَقَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَ مِرَارٍ – قَالَ اَبُوْذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا ، مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ؟ قَالَ :"اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ : "اَلْمُسْبِلُ اِزَارَهٗ"

۷۹۴: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ

قیامت کے دن نہ کلام فرمائیں گے اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے اور نہ ہی ان کو پاک فرمائیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ ابوذر کہتے ہیں کہ اس بات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دہرایا۔ ابوذر نے کہا یہ رسوا ہوئے اور نقصان میں پڑے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: چادر ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا' احسان جتلانے والا' جھوٹی قسم سے سامان بیچنے والا (مسلم) مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے اپنا تہبند لٹکانے والا۔

**تشریح** ⊙ **لا یکلمهم**: کلام نہ کرنے کے بارے میں بعض نے کہا ان سے اعراض فرمائیں گے۔ ② بعض رضامندی کا کلام نہ فرمائیں گے بلکہ ناراضگی کا کلام فرمائیں گے۔

**ولا ینظر الیهم**: ان سے اعراض فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نظر فرمانے کا مطلب اپنے بندے پر رحمت و لطف فرمانا ہے۔ **ولا یزکیهم**: ① ان کو گناہوں کی میل سے پاک نہ فرمائیں گے۔ ② ان کی تعریف نہ فرمائیں گے۔ **الیم**: ان کو دردناک عذاب ہوگا۔ بقول واحدی یہ عذاب ایسا ہوگا جس کی تکلیف دلوں پر چھا جائے گی۔ عذاب اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو عاجز کر دے اور اس پر گراں ہوں۔ **ثلاث مرار**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا تاکہ سامعین کے ذہن میں خوب پختہ ہو جائے۔ امرار میں میم مکسور ہے۔ یہ مرۃ کی جمع مکسر ہے۔ **من هم**: ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے وہ تو تباہ ہوں گے جن کو یہ وعید سنائی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعیین فرما دیں یا ان کے اوصاف کی وضاحت فرما دیں (تاکہ بچنا آسان ہو) **المسبل**: یہ اسبال سے ہے۔ تکبر سے کپڑا لٹکانا۔ **المنان**: جس پر احسان کیا ہو اس کے سامنے احسان کو اس طرح ذکر کرنا جیسے اس پر احسان چڑھا رہے ہوں گے۔ یہ کبائر سے ہے اور حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ولا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی﴾ **المنفق**: یہ انفاق سے فاعل کا صیغہ ہے۔ **سلعته بالحلف الکاذب**: سین مکسور ہے۔ جو آدمی اپنے سامان کو جھوٹی قسموں سے فروخت کرے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں **والله انها حسنه**: اللہ کی قسم یہ خوب ہے۔ نایاب ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (٨/٢١٣٧٦) و مسلم (١٠٦) وابو داؤد (٤٠٨٧) والترمذی (١٢١١) والنسائی (٢٥٦٢) وابن حبان (٤٩٠٧) والدارمی (٢/٢٦٧) والطیالسی (٤٦٧) وابو عوانة (١/٤٠)

**الفوائد**: ① تکبر سے کپڑا لٹکانے' احسان جتلانے' جھوٹی قسم سے سامان کی فروخت کرنا ان سب کی سزا بہت سخت ہے ② کپڑا لٹکانے والا تو متکبر ہے اور احسان جتلانے والا خود پسند ہے ③ اور قسم سے سامان فروخت کرنے والا اپنے آپ پر رشک کرنے والا ہے۔ اسی وجہ سے تینوں کو ایک لڑی میں پرو لیا گیا ہے۔ (طیبی)

٧٩٥ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "الْإِسْبَالُ فِي الْإِزَارِ وَالْقَمِيْصِ وَالْعِمَامَةِ مَنْ جَرَّ شَيْئًا خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

٧٩٥: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسبال (زیادہ کپڑا لٹکانا) تہبند' قمیص اور پگڑی میں ہے اور جس نے بھی کوئی چیز تکبر کے طور پر گھسیٹی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر نہیں فرمائیں گے۔ (ابوداؤد' نسائی) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ **الاسبال**: لٹکانا۔ **الازار**: جس کپڑے سے بدن کا نچلا حصہ ڈھانپا جائے۔ **القمیص**: ٹخنے سے نیچے لٹکانا۔ **والعمامہ**: پگڑی کا پلڑا کو زیادہ لمبا کرنا۔ **یوم القیامہ**: اگر توبہ تائب نہ ہوا البتہ بلا تکبر مکروہ ہے یا عذر کی وجہ سے کراہیت بھی نہیں جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزرا۔ زخمی کے لئے ایذا سے حفاظت کی خاطر بھی درست ہے۔

**تخریج**: اخرجه ابو داود (٤٠٩٤) والنسائی (٥٣٤٩) وابن ماجه (٣٥٧٦)

**الفوائد**: ① اسبال: قمیص، چادر، پگڑی سب میں ہوسکتا ہے۔ یہ تکبر کا جز تو مہ ہے۔ اسبال والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوگا۔

۷۹۶: وَعَنْ اَبِیْ جُرَیّ جَابِرِ بْنِ سُلَیْمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "رَاَیْتُ رَجُلًا یَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَاْیِهٖ۔ لَا یَقُوْلُ شَیْئًا اِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ۔ قُلْتُ: عَلَیْكَ السَّلَامُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَرَّتَیْنِ۔ قَالَ: "لَا تَقُلْ عَلَیْكَ السَّلَامُ، عَلَیْكَ السَّلَامُ تَحِیَّةُ الْمَوْتٰی۔ قُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ" قَالَ قُلْتُ: اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ: " اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِیْ اِذَا اَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهٗ كَشَفَهٗ عَنْكَ، وَاِذَا اَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهٗ اَنْبَتَهَا لَكَ وَاِذَا كُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍ اَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهٗ رَدَّهَا عَلَیْكَ" قَالَ: قُلْتُ: اعْهَدْ اِلَیَّ قَالَ: "لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا" قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهٗ حُرًّا، وَّلَا عَبْدًا، وَلَا بَعِیْرًا، وَلَا شَاةً "وَلَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا، وَاَنْ تُكَلِّمَ اَخَاكَ وَاَنْتَ مُنْبَسِطٌ اِلَیْهِ وَجْهُكَ، اِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ، وَارْفَعْ اِزَارَكَ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ، فَاِنْ اَبَیْتَ فَاِلَی الْكَعْبَیْنِ، وَاِیَّاكَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ، فَاِنَّهَا مِنَ الْمَخِیْلَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمَخِیْلَةَ، وَاِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ اَوْ عَیَّرَكَ بِمَا یَعْلَمُ فِیْكَ فَلَا تُعَیِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِیْهِ فَاِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَیْهِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۷۹۶: حضرت ابوجری جابر بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو کہ ایک آدمی کی رائے کی طرف لوٹتے ہیں اور جو کچھ بھی کہتا ہے وہ اس کو قبول کرتا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں نے کہا علیک السلام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مرتبہ میں نے کہا۔ آپؐ نے فرمایا علیک السلام مت کہو علیک السلام تو مُردوں کا سلام ہے یوں کہو۔ السلام علیکم۔ کہتے ہیں میں نے کہا کیا آپؐ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میں اس اللہ کا رسول ہوں جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اس کو پکارتے ہو وہ تکلیف کو دور کر دیتے ہیں اور جب تم کو کوئی قحط سالی پہنچتی ہے تو پھر تم اس کو پکارتے ہو تو وہ تمہاری فصلوں کو اُگا دیتا ہے اور جب تم کسی بیابان یا جنگل میں ہوتے ہو اور تمہاری اونٹنی گم ہو جاتی ہے۔ پھر اس کو تم پکارتے ہو تو وہ تمہیں واپس کر دیتا ہے۔ میں نے کہا مجھ سے کوئی وعدہ لے لیں یا مجھے کوئی نصیحت فرما دیں۔ فرمایا ہرگز کسی کو گالی مت دو۔

جابر کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے نہ کسی آزاد اور غلام کو گالی دی بلکہ کسی اونٹ اور بکری کو بھی برا بھلا نہیں کہا اور فرمایا کسی بھی نیکی کو ہرگز حقیر مت سمجھو خواہ وہ نیکی اپنے بھائی کے ساتھ تیرے کھلا چہرہ گفتگو کرنا ہو۔ بلاشبہ یہ بھی نیکی ہے اور فرمایا اپنی تہبند کو نصف پنڈلی تک اونچا رکھو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے ہو تو پھر ٹخنوں تک اور چادر لٹکانے سے اپنے آپ کو بچاؤ چونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تکبر کو پسند نہیں کرتے اور فرمایا اگر کوئی شخص تم کو گالی دے ایسی بات سے عار دلائے جو تیرے بارے میں جانتا ہو تو تُو اس کو مت عار دلا ایسی بات سے جو تُو اس کے بارے میں جانتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا وبال اسی پر ہے۔ (ابوداؤد)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** : ابی جری: جیم کا ضمہ اور راء کا فتحہ ہے (تبصیر المنتبہ) جابر بن سلیم: ابن اثیر نے اس کو درست کہا۔ مزی نے سلیم بن جابر بتلایا جو کہ غلط ہے۔ الجهمي: یہ جہیم بن عمرو بن تمیم کی طرف نسبت ہے۔ یہ اہل بصرہ سے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی روایات نقل کی ہیں اگرچہ بخاری و مسلم نے ان میں سے کوئی نقل نہیں کی۔ رایت رجلا : یہاں رایت آنکھوں سے دیکھنے کے معنی میں ہے۔ رجلا کی تنوین عظمت کے لئے ہے۔ یصدر الناس عن رایه: لوگ اس کی رائے کی طرف رجوع کرتے۔ صدروا عنه: اچھی طرح سن لینے کے بعد جس طرح گھاٹ پر وارد ہونے والے کو لوٹنے کے بعد دوسرا وارد ہو۔ ابن ملاک کہتے ہیں گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کنواں تھا جس کو صادر کہا جاتا تھا اور آپ ﷺ لوگوں کو سیراب کر کے اس سے لوٹاتے۔ رسول الله صلی الله علیه وسلم: سوال کی دلالت کی وجہ سے مبتداء کو حذف کر دیا۔ مرتین: ترمذی میں تین مرتبہ کا تذکرہ ہے۔ لا تقل علیك السلام: آپ ﷺ نے فرمایا یہ مردوں کا سلام ایسا مت کہو یعنی طریق جاہلیت کے شعار سے ہے۔ مردوں کا سلام بھی "السلام علیکم دار قوم مؤمنین" ہے۔ ⓶ مردوں سے کفار جاہلیت مراد ہیں۔ ابن رسلان کہتا ہے دعا کو ضمیر سے خیر میں مقدم کرنا چاہئے اور شر میں ضمیر کو پہلے لایا جائے گا۔ اسی وجہ سے ممانعت فرمائی۔ جیسا فرمایا: ان علیکم لعنتی' علیهم دائرة السوء: بعض اوقات بددعا بھی لعنت کو مقدم کر دیا جاتا ہے جیسا اس روایت میں العنك بلعنة الله۔ قل السلام علیك: ضمیر مخاطب مفرد اور ملکین کے خیال سے جمع بھی آ سکتی ہے۔ قلت انت رسول الله: یہاں ہمزہ استفہام مقدر ہے ای اانت رسول الله؟ ضر: (ن) جب کوئی ناپسند اور برا کام کرے فاقہ اور فقر کو کہتے ہیں۔ فدعوته کشفه: جب اس کو گڑگڑا کر پکارا تو اس نے اس تکلیف کو رفع فرما دیا۔ عام سنته: سختی اور بھوک کا سال۔ بقول منذری وہ سال جس میں کوئی چیز نہ اگائے خواہ بارش اترے یا نہ اترے۔ انبتها لك: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس میں آپ ﷺ کی دعا سے نشوونما پیدا کر دیا۔ واذا کنت بارض قفر فلاة فدعوته: قفر وہ سرزمین جہاں نہ لوگ ہوں نہ پانی اس کی جمع اقفار آتی ہے (المصباح) فلاة جہاں پانی نہ ہو اس کی جمع فلا جیسا حصاة و حصی ہے۔ فدعوته ردها علیك: وہ دعا جو قبولیت کی شرائط کو جامع ہو۔ جن میں ایک یہ ہے کہ وہ یہ یقین رکھتا ہو کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وسائط اسی کے تابع ہیں اور بیدار دل سے دعا کرے۔ قلت له: جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اسلام لانے کے بعد۔ اعهد الی: آپ ﷺ مجھے نصیحت فرما دیں تو آپ ﷺ

نے یہ نصائح ارشادفرمائیں۔ لا تسبن احداً: سب وشتم حرام ہے۔ اگر اسی طرح کی جوابی گالی دی تو بدلہ اتر گیا صرف ابتداء کا گناہ رہے گا اگر گالی قذف کی قسم ہو تو پھر حد بھی لگے گی۔

**النحو**: فما سبت .... ولا شاة: یہ جملہ معترضہ ہے۔ قال کا مقولہ لا تسبن ہے۔ یہ کمال اتباع و امتثال ہے کہ جانور تک کو بھی گالی نہیں دی۔ لا تحقرن من المعروف شيئاً: کسی نیکی کو حقیر مت قرار دو۔ خواہ چھوٹی ہو اس کا نفع قیامت تک ملنے والا ہے۔ وان تکلم اخاك: کھلے چہرے سے مومن بھائی کو ملو۔ اس نیکی کو بھی حقیر مت قرار دو۔ وارفع ازارك الى نصف الساق: ایک اور روایت میں ازرة المؤمن الى انصاف ساقيه: کے الفاظ ہیں کیونکہ اس سے ستر عورت اور تزئین دونوں مقصد حاصل ہو گئے۔ نیز اس میں خود پسندی سے اعراض اور تواضع کی شاندار طرز ہے۔ فان ابيت: عدم فعل کو اباء سے تعبیر کیا یعنی اعلیٰ درجہ یہ ہے۔ فالي الكعبين: ورنہ ٹخنوں اور نصف پنڈلی کے درمیان میں حرج نہیں۔ واياك واسبال الازار: یہاں پہلا فعل فاعل بھی حذف کر دیا پھر دوسرا بھی حذف کر دیا۔ ضمیر منفصل مجبوراً لائی گئی (ابن ہشام) گریز کرو۔ فانها من المخيلة۔ یہ حالت متکبرانہ ہے۔ اگر قصداً ہو تو ممانعت ہے۔ مخیلہ خود پسندی اور لوگوں کو حقیر سمجھنا اور تکبر کرنا۔ لا يحب: اس کی موافقت نہیں فرماتے یا راضی نہیں ہوتے۔ المخيلة: ایسے لوگ جن میں تکبر پایا جائے قیامت کے دن ان پر آثار نعمت ظاہر نہ ہوں گے۔ یہ متکبر کے لئے سخت وعید ہے۔

ان امرؤ شتمك: امرؤ کا فعل محذوف ہے شتمک اس کی تفسیر ہے اور جواب شرط دلالت کی وجہ سے محذوف ہے ای فلا تشتمهٗ: بدلہ لینا تو جائز ہے۔ نہی تنزیہ کے لئے ہے اگر قذف کی قسم سے ہو تو تحریم کے لئے ہے۔ يعلم فيك: گناہ اور افعال قبیحہ مراد ہیں۔ بما تعلم فيه: امام احمد نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من عير اخاه بذنب لم يمت حتى يعمله: عار یہ برائی کی طرف نسبت کرنا ہے۔ وبال ذلك: یہ وبل المرتع سے نکلا ہے چراگاہ کا بدمزہ ہونا۔ یہ برے انجام کے لئے استعمال ہونے لگا۔ مراد آخرت کا عذاب ہے۔ بسا اوقات دنیا میں جلدی مل سکتا ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۲۰۶۵۷) و ابو داود (٤٠٨٤) والترمذی (۲۷۲۱)

**الفرائد**: ① لوگوں کو دوسروں کی تکالیف کے ازالہ اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے طریقہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ ② حسن اخلاق اور حسن معاشرت پر آمادہ کیا گیا ہے۔ ③ نیکی کتنی چھوٹی ہو اسے کر ڈالنا چاہئے۔

۷۹۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُّصَلِّیْ مُسْبِلٌ اِزَارَهٗ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ" فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ: "اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ" فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَالَكَ اَمَرْتَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّأَ ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ؟ قَالَ: "اِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّیْ وَهُوَ مُسْبِلٌ اِزَارَهٗ، وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ صَلٰوةَ رَجُلٍ مُّسْبِلٍ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

۷۹۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا جاؤ اور وضو کرو وہ گیا اور وضو کیا۔ پھر آیا۔ آپ نے پھر فرمایا جاؤ اور وضو کرو۔ اس پر ایک آدمی

نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ اس کو وضو کرنے کا کیوں حکم دیتے ہیں؟ پھر آپؐ خاموش ہو جاتے ہیں۔
آپؐ نے فرمایا یہ تہبند لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ تہبند لگانے والے کی نماز کو قبول نہیں فرماتا۔ (ابوداؤد) صحیح علی شرط مسلم۔

**اللغات**: بینما رجل یصلی: رجل مبتداء جملہ فعلیہ خبر ہے۔ آدمی کا نام معلوم نہیں ہوا۔ مسبلا ازارہ: اسم فاعل ہے۔ ازار اس کا مفعول ہے۔ رجل سے حال ہے۔ اذھب فتوضاء: فا ظاہر کرتی ہے فوراً وضو کا حکم فرمایا۔ وہ وضو کر کے لوٹا۔ ثم جاء فقال اذھب فتوضاء: پھر وہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور وضو کرو۔ شاید وضو میں اسے دیر لگی تو آپ ﷺ نے ثم استعمال کیا۔ پھر دوسری مرتبہ وضو کا حکم فرمایا۔ فقال له رجل: اس آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ④ اس سائل نے کہا جو سبب دریافت کر رہا تھا کہ پہلی اور دوسری مرتبہ وضو کا حکم فرمایا اور آخر میں خاموشی فرمائی۔

یا رسول اللہ مالك امرته ان یتوضاء: مالک یہ مبتداء اور خبر ہے اور امرتہ یہ جملہ محل حال میں ہے۔ ثم سکت عنه: پھر تیسری مرتبہ حکم نہیں فرمایا۔ وھو مسبل ازارہ: وہ اپنے کپڑے کو طویل کر کے زمین تک تکبر و خود پسندی سے چھوڑنے والا تھا ممکن ہے دوبارہ وضو کا حکم اس کے گناہ کے کفارہ کے لئے ہو۔ روایت میں طہور کو مکفر سیئات فرمایا گیا ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت وارد ہے لا یسبغ عبد الوضو الاغفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر: پورا وضو کرنے والے کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ کپڑا لٹکانے کے گناہ کے کفارہ کیلئے وضو کا دوسری مرتبہ حکم فرمایا۔ نماز کے اعادہ کا حکم نہ فرمایا کیونکہ وہ درست تھی اگرچہ مقبول نہ تھی جیسا فرمایا: ان اللہ لا یقبل صلاة رجل مسبل: کہ جو آدمی چادر لٹکاتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی نماز قبول نہیں کرتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وضو کو لوٹانے کا حکم اسلئے دیا کہ اسکے اعضاء میں کوئی جگہ خشک تھی۔ اور لا یقبل: کا مطلب یہ ہے کہ اسکے گناہوں کا کفارہ نہیں بنی اور نہ گناہوں سے اسکے دل کو صاف کرتی اگرچہ اسے نماز لوٹانے کا حکم نہ ہوگا۔

**تخریج**: اخرجه ابو داود (٦٣٨)

**الفوائد**: ازار لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔ اسے توبہ کرنی چاہئے۔

٧٩٨ : وَعَنْ قَيْسِ بْنِ بِشْرٍ التَّغْلِبِيِّ قَالَ : اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ ۔ وَكَانَ جَلِيْسًا لِاَبِي الدَّرْدَآءِ ۔ قَالَ : كَانَ بِدِمَشْقَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهُ ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ ، وَكَانَ رَجُلًا مُّتَوَحِّدًا قَلَمَّا يُجَالِسُ النَّاسَ ، اِنَّمَا هُوَ صَلٰوةٌ فَاِذَا فَرَغَ فَاِنَّمَا هُوَ تَسْبِيْحٌ وَّ تَكْبِيْرٌ حَتّٰى يَاْتِيَ اَهْلَهٗ ، فَمَرَّ بِنَا وَنَحْنُ عِنْدَ اَبِي الدَّرْدَآءِ فَقَالَ لَهٗ اَبُو الدَّرْدَآءِ : كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ ، قَالَ : بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَرِيَّةً فَقَدِمَتْ ، فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَجَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ الَّذِيْ يَجْلِسُ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لِرَجُلٍ اِلٰى جَنْبِهٖ : لَوْ رَاَيْتَنَا حِيْنَ الْتَقَيْنَا نَحْنُ وَالْعَدُوُّ فَحَمَلَ فُلَانٌ وَّطَعَنَ فَقَالَ : خُذْهَا مِنِّيْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ ، كَيْفَ تَرٰى فِيْ قَوْلِهٖ ؟ فَقَالَ : مَا اُرَاهُ اِلَّا قَدْ بَطَلَ اَجْرُهٗ — فَسَمِعَ بِذٰلِكَ اٰخَرُ فَقَالَ : مَا اَرٰى بِذٰلِكَ بَاْسًا فَتَنَازَعَا حَتّٰى سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَقَالَ : "سُبْحَانَ اللّٰهِ! لَا بَأْسَ اَنْ يُّؤْجَرَ وَيُحْمَدَ" فَرَاَيْتُ اَبَا الدَّرْدَآءِ سُرَّ بِذٰلِكَ وَجَعَلَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ اِلَيْهِ وَيَقُوْلُ : اَاَنْتَ سَمِعْتَ ذٰلِكَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُوْلُ نَعَمْ - فَمَا زَالَ يُعِيْدُ عَلَيْهِ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَقُوْلُ لَيَبْرُكَنَّ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ قَالَ : فَمَرَّ بِنَا يَوْمًا اٰخَرَ فَقَالَ لَهٗ اَبُو الدَّرْدَآءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ : قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُنْفِقُ عَلَى الْخَيْلِ كَالْبَاسِطِ يَدَهٗ بِالصَّدَقَةِ لَا يَقْبِضُهَا" ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا اٰخَرَ ، فَقَالَ لَهٗ اَبُو الدَّرْدَآءِ : كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْاُسَيْدِيُّ! لَوْ لَا طُوْلُ جُمَّتِهٖ وَاِسْبَالُ اِزَارِهٖ" فَبَلَغَ ذٰلِكَ خُرَيْمًا فَعَجَّلَ : فَاَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهٗ اِلٰى اُذُنَيْهِ وَرَفَعَ اِزَارَهٗ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ ، وَرَفَعَ اِزَارَهٗ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ ، ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا اٰخَرَ ، فَقَالَ لَهٗ اَبُو الدَّرْدَآءِ : كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اِنَّكُمْ قَادِمُوْنَ عَلٰى اِخْوَانِكُمْ : فَاَصْلِحُوْا رِحَالَكُمْ وَاَصْلِحُوْا لِبَاسَكُمْ حَتّٰى تَكُوْنُوْا كَاَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ : فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ ، اِلَّا قَيْسَ بْنَ بِشْرٍ فَاخْتَلَفُوْا فِيْ تَوْثِيْقِهٖ وَتَضْعِيْفِهٖ وَقَدْ رَوٰى لَهٗ مُسْلِمٌ۔

۷۹۸: حضرت قیس ابن بشر تغلبی کہتے ہیں مجھے میرے والد جو حضرت ابودرداء کے ہم نشین تھے انہوں نے بتلایا کہ دمشق میں ایک آدمی حضرات صحابہ میں سے تھا جس کو سہل بن حنظلیہ کہا جاتا تھا وہ الگ تھلگ رہنے والا آدمی تھا وہ عام لوگوں کے ساتھ کم ہی بیٹھتا تھا۔ وہ تو نماز کی طرف ہی متوجہ رہتا تھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو جاتے تو پھر تسبیح اور تکبیریں۔ گھر آنے تک مصروف رہتے۔ ایک دن ان کا گزر ہمارے پاس سے اس وقت ہوا جبکہ ہم ابودرداء کے پاس بیٹھے تھے تو ان حضرت کو حضرت ابودرداء نے کہا ایک ایسی بات فرمائیں جو ہمیں نفع دے اور آپ کو نقصان نہ دے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا پس وہ لشکر واپس آیا تو ان میں ایک ایسا آدمی آیا جو اس مجلس میں بیٹھ گیا جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص کو کہا اگر تو ہمیں اس وقت دیکھتا جب ہم اور دشمن ایک دوسرے کے مقابل ہوئے (تو کیا خوب تھا) پھر فلاں آدمی نے حملہ کیا اور نیزہ اٹھایا اور کہا یہ مجھ سے لڑائی کا مزہ چکھ لو میں ایک غفاری لڑکا ہوں۔ تم بتلاؤ اس کہنے والے کی اس بات کا کیا حکم ہے؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ اس کا اجر باطل ہو گیا۔ اس بات کو دوسرے نے سن کر کہا پھر میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ پس دونوں نے آپس میں تنازعہ کیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے سن کر فرمایا سبحان اللہ کوئی حرج نہیں کہ اسے اجر بھی دیا جائے اور اس پر تعریف بھی کی جائے۔ میں نے ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ اس سے بڑے خوش ہوئے اور اس کی طرف سر اٹھا کر فرمانے لگے تم نے یہ بات واقعتاً رسول اللہ ﷺ سے سنی وہ کہنے لگے جی ہاں۔ حضرت ابودرداء اس بات کو لوٹاتے رہے یہاں تک کہ میں کہنے لگا ابن حنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیں گے۔ قیس کہتے ہیں کہ ایک دن پھر ابن حنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں ایک بات بتلایئے کہ

وہ ہمیں فائدہ دے اور آپ کو نقصان نہ دے۔ کہنے لگے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد کے گھوڑوں پر خرچ کرنے والا ایسا ہے جیسا صدقہ کے لئے ہاتھ کھولنے والا جو اس کو کبھی بند نہ کرے۔ پھر ایک اور دن ہمارے پاس سے ان کا گزر ہوا تو حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک بات فرمائیے جو ہمیں نفع دے اور آپ کو نقصان نہ دے۔ تو اس پر ابن حنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خریم اسدی بہت اچھا آدمی ہے اگر اس کے بال لمبے اور تہبند لٹکا ہوا نہ ہوتا۔ پس یہ بات خریم کو پہنچی تو انہوں نے جلدی سے ایک چھری لے کر اپنے بالوں کو اپنے کانوں تک کاٹ ڈالا اور چادر کو نصف پنڈلی تک اونچا کر لیا۔ پھر اسی طرح ایک دن کا ہمارے پاس سے گزر ہوا تو ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ ایک بات جو ہمیں نفع دے اور آپ کو نقصان نہ دے فرمائیں تو اس پر انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس جانے والے ہو۔ پس اپنے کجاووں کو درست کر لو اور اپنے لباسوں کو صحیح کر لو۔ تاکہ تم اس طرح ہو جاؤ جیسے وہ آدمی جو چہرے پر تل رکھتا ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بری ہیئت کو اور بتکلف بدصورتی کو ناپسند کرتے ہیں۔ (ابوداؤد) اچھی سند کے ساتھ البتہ قیس بن بشر کے بارے میں ثقہ اور ضعیف ہونے اختلاف ہے امام مسلم نے ان سے روایت لی ہے۔

**تشریح** ⊙ **قیس بن بشر**: انہوں نے صغار تابعین کا زمانہ پایا۔ ان سے ابوداؤد نے روایت لی ہے۔ **اخبرنی ابی**: ان کے والد کا نام بشر بن قیس تغلبی ہے۔ یہ اہل قنسرین (قاف کا کسرہ اور نون مشدد) سے تھے۔ کبار تابعین سے ہیں۔ ابوداؤد نے ان سے روایت لی ہے۔ **کان جلیسا لابی الدرداء**: ① اخبرنی پر معطوف ہے ② قد مضمر مانیں تو حالیہ ہے۔ **کان بدمشق**: (دال مکسور اور میم مفتوح) یہ شام کا دارالحکومت ہے۔ **اصحاب**: یہ صاحب کی جمع ہے اور صحابی کے معنی میں آتا ہے۔ یہ آدمی صحابی تھے۔ **سھل**: یہ سہل بن ربیع بن عمرو بن عدی ہیں۔ **ابن الحنظلیۃ**: یہ سہل کی والدہ ہیں۔ بعض نے دادا کی والدہ بتلایا ہے۔ یہ بنی حنظلہ بن تمیم سے تھیں اور خود سہل اوس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ اصحاب شجرہ سے ہیں۔ یہ بڑے زاہد عابد تھے دمشق میں مقیم ہو گئے۔ ابن اثیر کہتے ہیں ان کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہ تھی انہوں نے خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔ یہ فرماتے اگر میری اولاد ہوتی تو وہ مجھے ساری دنیا سے زیادہ پسندہ تھی۔ ابن حجر کہتے ہیں حنظلیہ ان کی والدہ ہیں یا نانیوں سے ہیں۔ ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔ **رجلا متوحد**: وہ لوگوں سے الگ تھلگ رہنا پسند کرتے۔ **قل ما یجلس الناس**: لوگوں کے پاس کم بیٹھتے۔

**اَلنَّحْوُ**: ما مصدریہ ہے اسی لئے فعل سے جدا ہے۔ **انما ھو صلاۃ**: ھو کا مرجع سہل ہیں یعنی وہ سہل نماز میں بہت مشغول رہنے والے تھے۔ **فاذا افرغ فانما ھو تسبیح و تکبیر**: جب نماز سے فارغ ہوتے تو پھر کثرت سے تسبیح و تکبیر پڑھتے۔ **حتی یاتی اھلہ**: یہ مقدر کی غایت ہے یعنی وہ اس میں مشغول رہتے یہاں تک گھر میں آتے تو گھر کے کام کاج اور ضروریات میں مشغول ہو جاتے۔ **نحن عند ابی الدرداء**: نحن کی خبر جلوس محذوف ہے۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں ان کا نام عویمر بن زید بن قیس انصاری ؓ ہے۔ بعض نے عامر نام بتلایا ہے۔ **کلمۃً**: اس کا فعل محذوف ہے **تکلم کلمۃً مفعول بہ**۔ **تنفعنا و لا تضرك**: جب اس پر ہم عمل پیرا ہوں گے تو وہ ہمیں فائدہ دیگا اور آپ کو نقصان نہ ہوگا۔ **سریۃ**: ان کو سریہ کہنے کی وجہ رات کو چلنا ہے ② سراۃ بمعنی نفیس یہ لشکر کا نفیس حصہ ہوتا ہے۔ **فقدمت**: وہ سریہ واپس لوٹا۔ **فجلس فی المجلس**:

مجلس کا ادب یہ ہے کہ اگر وہاں سے وقتی طور پر اٹھا تو واپسی کے بعد اس کا حق فائق ہے اور اگر بلا عذر گیا تو اسکی مجلس کا حق ساقط ہوگیا۔ رجل الی جنبه: ان صحابی رضی اللہ عنہم میں سے ایک آدمی جوانکے پہلو میں تھا۔ لو رایتنا: اگر تم ہمیں دیکھتے۔ حین التقینا نحن والعدو: اس کا عطف نا ضمیر متصل پر ہے کیونکہ ضمیر منفصل اس کی تاکید موجود ہے۔ فحمل فلان فطعن: فلاں نے نیزے سے دشمن پر حملہ کیا۔ فقال خذها منی: نیزے مارتے وقت یہ مجھ سے لو۔ انا الغلام الغفاری اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن پر رعب کیلئے بہادر اپنے قبیلے خاندان ذاتی نام کو بطور تعریف استعمال کرسکتا ہے۔ کیف تری؟ اس فخریہ قول کا کیا حکم ہے؟ قد ابطل عمله: کیونکہ قوم پر فخر کیا اور اپنے عمل کو ظاہر کردیا۔ فا اری باسا: کیونکہ دشمن کو ڈرانا مقصود ہے۔ فتنازعا حتی سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: مفعول محذوف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک تنازعہ پہنچا۔ سبحان اللہ لا باس ان یوجر ویحمد: تعجب کے موقعہ پر تسبیح استعمال ہوتی ہے۔ یوجر یحمد فعل مجہول ہے۔ آخرت میں اس پر اجر ملے گا۔ ایسا قول لڑائی میں دشمن کو ہراساں کرنے کے لئے قابل استحسان ہے۔ ابا الدرداء سُر بذالك: وہ اس لئے خوش ہوئے کہ دنیوی نفع آخرت کے لئے رکاوٹ نہیں اور جو اچھے عمل کرے اس کا عمل ضائع نہ ہوگا جیسا فرمایا: ﴿من عمل صالحاً من ذکر او انثی هو مومن﴾ اور فرمایا ﴿ولمن خاف مقام ربه جنتان﴾۔ وجعل یرفع راسه الیه: پہلا جھکا ہوا تھا۔ انت سمعت ذلك۔ أ انت سمعته: کیا تم نے سنا ہے۔ لیبر کن علی رکبتیه: یہ تواضع میں مبالغہ ہے جیسا کہ معلم کے سامنے متعلم کا حال ہوتا ہے۔ قال: اس کا فاعل بشر ہے۔ کلمة یعنی اذکر لنا کلمة: یعنی ہمارے سامنے ایک بات کا تذکرہ کرو۔ تنفعنا: نفع کی اسناد مجازی ہے۔ المنفق علی الخیل: یعنی اس کو چرانے' پانی پلانے' چارہ ڈالنے وغیرہ میں خرچ کرتا۔ یہاں جہاد کا گھوڑا مراد ہے۔ کالباسط یده بالصدقه: جو ہمیشہ صدقہ کے لئے اپنا ہاتھ کھولے رکھتا ہے۔ لا یقبضها: ہاتھ میں جو کچھ ہے اس کو نہیں روکتا۔ ابن حبان کے الفاظ یہ ہیں: المنفق علی الخیل کالمتکفف بالصدقة: متکفف جو اپنے ہاتھ سے دے۔ طبرانی کے الفاظ یہ ہیں: واھلها معانون علیها والمنفق علیها کالباسط یده فی الصدقة وارواثها لاهلها عند اللہ یوم القیامة من مسك الجنة۔ ثم مربنا یوماً: حصول علم اور اس میں اضافہ کی خواہش اور طلب کا انداز کہ ایک بات فرمادیں جس میں آپ کا نقصان مگر ہمارا فائدہ ہے۔ نعم الرجل خریم: یہ خریم بن فاتک ہیں جن کی کنیت ابویحیٰ ہے بعض نے ابوایمن لکھی ہے۔ بعض نے ان کا سلسلہ نسب اس طرح بتلایا خریم بن اخرم بن شداد بن عمرو بن الفاتک الاسیدی۔ بعض نے کہا فاتک کے والد اخرم کا لقب ہے۔ یہ اپنے بھائی سبرہ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ بعض نے کہا کہ خریم اور ان کا بیٹا ایمن فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ مگر بخاری نے ان کا بدری ہونا ثابت کیا ہے۔ یہ رقہ مقام میں مقیم ہوئے۔ جمعه: وہ بال جو کندھوں پر گرے ہوں۔ وضرہ: کان کی لو تک پہنچنے والے بال۔ لمه: جو کانوں سے نیچے کندھوں کو جھانکیں۔ اسبال ازارہ: اس سے ارشاد کیا کہ اسبال ازار دینی عظمت کو کم کرتا ہے اور تعریف کی راہ میں رکاوٹ ہے کیونکہ یہ حرام یا مکروہ ہیں۔ فعجل: پس انہوں نے اس نیک کام میں رکاوٹ آنے سے پہلے سبقت کی اور شفرۃ: چوڑی چھری لے کر بال کاٹ کر کانوں تک کرلئے۔ انصاف ساقیه: اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ثیابك فطهر﴾ کا یہی معنی بیان کیا گیا ہے کہ کپڑوں کو نصف پنڈلی تک کرو یہ بلندی اس کو میل کچیل سے صاف رکھے گی۔ پھر چوتھے دن ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کلمة: علم میں اضافے کا کس قدر شوق ہے۔ یقول: جب وہ غزوہ سے لوٹتے۔ انکم قادمون علی

قادمون علی اخوانکم: کل تم اپنے مؤمن بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو۔ رحالکم: جمع رحل' کجاوہ' جس پر سواری کی جائے۔ اصلحوا لباسکم: تم اپنی ازار ردداء رضی اللہ عنہ کو درست کرلو۔ یا عمامہ وغیرہ اس میں دوستوں کی ملاقات کے لئے بدن اور کپڑے کی تحسین ہے تا کہ ان کی نگاہیں اچھے منظر کو دیکھیں' ان کی نگاہیں ظاہر پر پڑیں گی نہ کہ باطن پر' یہ طریقہ ان کی مذمت و ملامت سے بچنے اور محتاط رہنے کا ہے اور ان کے دلوں میں توقیر و احترام کو بڑھانے کا ہے۔ یہ شریعت میں مطلب ہے۔ حدیث میں دلیل ہے آدمی کو چاہئے کہ وہ مذمت کے دکھ سے بچے اور دوستوں کی راحت کا طلبگار ہو اور ان کے دلوں کو اپنے سے مانوس کرنے کی کوشش کرے تا کہ وہ اس کو برا قرار نہ دیں اور نہ بوجھ خیال کریں۔ یہ ظاہری طور طریقے مباحات سے ہیں' تکبر میں شامل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کی قسم سے ہے۔

حتی تکونوا...... فی الناس: حتی تعلیلیہ ہے۔ شامة: خال۔ مطلب یہ ہے کہ تم اچھی ہیئت سے رہو تا کہ خال کی طرح معلوم ہو۔ فان اللہ لا یحب الفحش: فحش جس آدمی کی ہیئت ولباس اچھا نہ ہو یعنی اللہ تعالیٰ بری ہیئت والے کو پسند نہیں فرماتے۔
ولا التفحش: اور نہ اس آدمی کو جو تکلف فحش اختیار کرنے والا ہو۔

**تخریج**: اخرجه احمد (١٧٦٣٤) و ابوداود (٤٠٨٩)

**الفوائد**: ① اصحاب نبی ﷺ عبادات میں کس قدر محنت کرنے والے تھے۔ ② لمبے بال اور چادر لٹکانے والے کا اجر گھٹتا رہتا ہے۔ ③ جلد برائی کو ختم کرنا چاہئے۔ ④ فحش و تفحش سے کا انداز خوب ہونا چاہئے۔

٧٩٩ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِزْرَۃُ الْمُسْلِمِ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ ، وَلَا حَرَجَ اَوْ لَا جُنَاحَ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْکَعْبَیْنِ ، مَا کَانَ اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ فَھُوَ فِی النَّارِ ، وَمَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا لَّمْ یَنْظُرِ اللّٰہُ اِلَیْہِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

۷۹۹: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کا تہبند نصف پنڈلی تک اور کوئی حرج اور گناہ نہیں اگر نصف پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان ہو پس جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے اور جس آدمی نے اپنی چادر کو تکبر کی وجہ سے گھسیٹا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہ فرمائیں گے۔
صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ازرۃ المسلم: یہ جلسۃ کی طرح ہیئت کے معنی میں ہے مسلم کے چادر باندھنے کی ہیئت' ابن ماجہ نے مومن کا لفظ نقل کیا ہے۔ الی نصف الساق و لا حرج او لا جناح ..... الکعبین: یہ تواضع سے قریب تر اور تکبر سے دور حالت ہے اور نجاست تک پہنچنے سے دور ہے۔ جناح و حرج کے لفظ میں راوی کو شک ہے اگرچہ معنی دونوں کا ایک ہے اور اگر کعبین سے اوپر نصف ساق سے نیچے ازار میں گناہ و کراہت نہیں۔ وما کان اسفل الکعبین..... النار: کعبین سے نیچے ازار کھینچنے والا آگ کا حقدار ہے۔ فعل حرام دخول نار کا سبب ہے تو خود اسی کو آگ تعبیر کر دیا اور حرمت سے مراد تکبر و خود پسندی کے لئے لٹکانا ہے۔ عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

**النحو**: ومن جر ...... الیه: بطراً یہ مفعول لہ یا حال بن سکتا ہے۔ خبر صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ نظر رحمت سے محرومی قیامت کے دن ہوگی اور ممکن ہے دونوں جہان سے متعلق ہو۔

**تخریج**: اخرجه مالك (١٦٩٩) واحمد (٤/١١٠٢٨) و ابو داود (٤٠٩٣) وابن ماجه (٣٥٧٣) والطيالسي (٢٢٢٨)

**الفوائد**: ① چادر نصف ساق تا ٹخنوں سے اوپر تک ② تکبر سے ٹخنوں سے نیچے لٹکانا عذاب آخرت کا باعث ہے۔

٨٠٠ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَرَرْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَفِيْ اِزَارِيْ اسْتِرْخَآءٌ ، فَقَالَ : "يَا عَبْدَ اللّٰهِ ، ارْفَعْ اِزَارَكَ" فَرَفَعْتُهٗ ثُمَّ قَالَ : "زِدْ" فَزِدْتُّ ، فَمَا زِلْتُ اَتَحَرَّاهَا بَعْدُ ۔ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ : اِلٰى اِنْصَافِ السَّاقَيْنِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

٨٠٠: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میرا گزر رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہوا جبکہ میرا تہبند لٹکا ہوا تھا آپؐ نے فرمایا اے عبداللہ اپنے تہبند کو اونچا کرو۔ میں نے اونچا کیا فرمایا کچھ اور اونچا کرو تو میں نے کچھ اور اونچا کر دیا اس کے بعد میں نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا بعض لوگوں نے پوچھا تہبند کہاں تک ہونا چاہئے؟ تو عبداللہ نے کہا نصف پنڈلیوں تک۔ (مسلم)

**النحو**: في ازاري استرخاء: یہ جملہ اسمیہ محل حال میں ہے۔ اس حال میں گزرا کہ میرے ازار میں ڈھیلا پن تھا۔ فرفعته: میں نے کعبین یا اس کے قریب اٹھالیا۔ زد ..... انصاف الساقین: آپ ﷺ نے اور بلند کرنے کا حکم فرمایا کہ یہ زیادہ طہارت کا باعث ہے۔ نصف پنڈلی تک مامور بہ ہے۔ قاعدہ انصاف جمع کو تثنیہ کی طرف مضاف کیا تا کہ تکرار کے ثقل سے بچا جائے۔ اس ارشاد میں بھی اسی طرح ہے: ﴿فقد صغت قلوبكما﴾ یہ فصیح لغت ہے۔

**تخریج**: اخرجه مسلم (٢٠٨٦)

**الفوائد**: ① صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شریعت پر عمل میں کس قدر جلدی کرنے والے تھے سبحان اللہ ② چادر بلند کرنے کی مستحب مقدار یہ ہے کہ ٹخنوں سے اوپر نصف ساق کے مابین ہو۔

٨٠١ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَآءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ : فَكَيْفَ تَصْنَعُ النِّسَآءُ بِذُيُوْلِهِنَّ؟ قَالَ : "يُرْخِيْنَ شِبْرًا" قَالَتْ : اِذًا تَنْكَشِفُ اَقْدَامُهُنَّ ۔ قَالَ : "فَيُرْخِيْنَهٗ ذِرَاعًا لَّا يَزِدْنَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

٨٠١: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی روایت ہے جس نے اپنے کپڑے کو تکبر کی وجہ سے لٹکایا۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہیں فرمائیں گے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا۔ عورتیں اپنے دامنوں کے بارے میں کیا کریں؟ فرمایا کہ ایک بالشت ڈھیلا کریں۔ ام سلمہ نے عرض کیا کہ پھر تو ان کے قدم ننگے ہو جائیں گے

اس پر آپؐ نے فرمایا کہ وہ ایک ہاتھ لٹکائیں اس سے زائد نہ کریں۔(ابوداؤد، ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ⊙ **لم ینظر اللّٰہ الیہ**: حافظ عراقی کہتے ہیں اس معنی سے تعبیر کیا جو دیکھنے کے موقعہ پر پیش آتا ہے جو آدمی متواضع کو دیکھے تو اس پر رحم کرتا ہے اور متکبر کو دیکھے تو ناراضی پیدا ہوتی ہے۔ پس رحمت و ناراضگی یہ نظر کا نتیجہ ہے۔ کرمانی کہتے ہیں جس کی طرف نظر جائز ہو اس کی طرف نظر کی نسبت یہ کنایہ ہے کیونکہ جو کسی کو پسند کرتا ہے تو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے پھر اس لفظ کو کثرتِ استعمال میں احسان کے معنی میں لے لیا گیا ہے اگر چہ وہاں دیکھنا بالکل نہ پایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اس کا مجازی معنی احسان ہی مراد ہے۔ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعید کپڑے کو کھینچنے والے کے لئے ہے نہ کہ دراز کرنے والے کے لئے اگر چہ اس کے شامل ہونے کا احتمال بھی ہے۔ حافظ نے کہا کہ کھینچنے کی قید غالب حالت کے لحاظ سے ہے اور تکبر اور خودنمائی تو ہر حالت میں قابل مذمت ہے خواہ کپڑا کھینچے یا نہ کھینچے۔ **فقالت ام سلمۃ فکیف تصنع النساء بذیولھن**: اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو دامن ڈھیلے چھوڑنے کا حکم فرمایا جیسا کہ اس آیت میں ہے: ﴿**یا یھا النبی قل لازواجك ربنا تلك ونساء المؤمنین یدنین**﴾ بظاہر حدیث اس کے خلاف نظر آتی تھی مگر پیغمبر ﷺ نے خبر دار فرمایا کہ ایک تو اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو جائز حد سے بڑھنے والے ہیں اور عورتوں کا حکم ان سے الگ ہے جیسا اس آیت میں وارد ہے: ﴿**یرخین شبرًا**﴾ یعنی خنصر (چھوٹی انگلی) اور انگوٹھے کے درمیان جتنا فاصلہ ہے اس قدر ازار کو ڈھیلا کرے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ پھر پائنچری کے اٹھ جانے کی وجہ سے ان کے پاؤں تو کھل جائیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا: **فیرخینہ ذراعًا**: ظاہری مراد ذراع سے ہاتھ کا ذراع ہے جو کہ انگلی کے کنارے سے کہنی تک کا حصہ ہے جو کہ چھ درمیانی مٹھی بنتا ہے۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عورتوں کے لئے قمیص، ازار اور دوپٹہ کے دامن کو ایک ذراع تک لٹکانے کی اجازت ہے اور اس کی ابتدا زمین سے ہوگی۔ بعض نے ٹخنہ سے لے کر ایک ہاتھ مقدار بتائی ہے۔ **ولا یزدن علیہ**: اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ اس ممانعت میں حرمت اور کراہیت کا درجہ ہوگا۔ ابوداؤد کی عبارت میں صفیہ بنت عبید الثقفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور الفاظ **لا تزید علیہ**: اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: **رخص رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لامھات المؤمنین فی الذیل شبرًا ثم استزدنہ فزادھن ذراعًا فکن یرسلن الینا فنذرع لھن ذراعا**: مذکورہ بالا الفاظ نسائی کے ہیں مگر نووی نے ابوداؤد کی طرف معنی کے لحاظ سے منسوب کر دیئے۔

**تخریج**: اخرجہ مالك (۱۱۷۰۰) و احمد (۲٦٥٩٤/۱۰) و ابو داود (٤۱۱۷) والترمذی (۱۷۳۷) والنسائی (٥۳٥۱) وابن حبان (٥٤٥۱) والطبرانی (۲۳)

**الفوائد**: ① تکبر سے کپڑے کو کھینچنے والا مرد و عورت قابل مواخذہ ہیں۔ ② عورتوں کو نصف سے ایک ذراع نیچے لٹکانا چاہئے۔

## ۱۲۰: بَابُ اسْتِحْبَابِ تَرْكِ التَّرَفُّعِ فِي اللِّبَاسِ تَوَاضُعًا

## باب: تواضع کے طور پر اعلیٰ لباس چھوڑ دینا مستحب ہے

قَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ فَضْلِ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ جُمَلٌ تَتَعَلَّقُ بِهٰذَا الْبَابِ

باب فضل الجوع من الی اخرہ۔ اس باب کے متعلق کچھ باتیں گزر چکی ہیں۔

باب فضل الجوع خشونعة العیش میں روایت گزری ہیں

لباس میں رفعت کا مطلب کپڑے کا نفیس ہونا جیسے ریشمی کپڑا یا اس کی بناوٹ کا عمدہ ہونا ہے اس کو اگر آدمی تواضع کے طور پر چھوڑے نہ کہ بخل اور اظہار زہد کے لئے تو مناسب ہے: اس باب کے متعلق روایات پہلے ابواب میں بھی گزری مثلاً باب فضل الجوع میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ خشنی رضی اللہ عنہ کی روایات ہے۔

۸۰۲ : وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنْ اَيِّ حُلَلِ الْاِيْمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۸۰۲: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کے لئے ایسا لباس چھوڑا جس پر اسے قدرت حاصل ہے تو اللہ قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے بلائیں گے اور اس کو اختیار دیں گے کہ ایمان کے جوڑوں میں سے جس جوڑے کو وہ چاہے پہن لے۔ ترمذی نے اس کو روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

**ترك اللباس**: ترکِ لباس کا مطلب اس سے اعراض فرمانا ہے کیونکہ یہ دنیا کی رونق کی چیز ہے۔ **وھو یقدر علیه**: جو آدمی عاجز ہونے کی وجہ سے چھوڑے اس کو یہ بدلہ نہیں ملے گا بلکہ قدرت کے باوجود صرف تواضع کے لئے چھوڑنے والے کا یہ درجہ ہوگا۔ **حلل الایمان یشاء**: اس کو اس جگہ کئی قسم کی عظمتوں سے مشرف فرمایا جائے گا۔ یہاں تک کہ سب لوگوں کے سامنے اہل ایمان کو پہنائے جانے والے لباسوں میں چناؤ کرنے کا اسے اختیار دیا جائے گا کہ وہ اعلیٰ لباس کو پسند کر کے جنت کے شاندار اور اعلیٰ مقام پر اترے۔ **یلبسھا**: یہ جملہ مستانفہ جو کہ اس کے اختیار کو واضح کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۵/۱۵٦۳۱) والترمذی (۲٤۸۹) والحاکم (۷۳۷۲)

**الفوائد**: سزا جس عمل سے ہوتی ہے۔ قولی تواضع کی طرح فعلی تواضع بھی ضروری ہے کیونکہ اس کا دارومدار کرنے والے پر ہے۔ جو کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتے ہیں۔ دنیا کی زینت تواضع سے چھوڑنے والا قیامت کو مکرم ہو گیا۔

# ۱۲۱: بَابُ اسْتِحْبَابِ التَّوَسُّطِ فِي اللِّبَاسِ وَلَا يَقْتَصِرُ عَلٰى مَا يُزْرِيْ بِهٖ لِغَيْرِ حَاجَةٍ وَّلَا مَقْصُوْدٍ شَرْعِيٍّ

## بَاب: لباس میں میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہے مگر ایسا لباس جو بغیر کسی شرعی ضرورت کے نہ پہنے جو اس کو عیب دار کرے

التوسط: لباس میں میانہ روی اختیار کرنی چاہئے۔ بہت زیادہ قیمت والا شہرت کا باعث ہوگا اور انتہائی کم قیمت والا حقارت پیدا کرے گا جبکہ اس نے تواضع کی خاطر پہنا ہو۔ پس اعمال کا دار و مدار ان کے مقاصد کے لحاظ سے ہے۔ جب کوئی آدمی قیمتی لباس اظہارِ نعمت کے لئے اور فقراء کو بتلانے کے لئے کہ وہ اس کا قصد کر کے آئیں اور وہ ان پر احسان کرے اور اغنیاء کو خبردار کرنے کے لئے کہ مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں کہ میں اللہ کا محتاج ہوں تو یہ کپڑا پہننا جائز ہے۔ حضرت شاذلی نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ پیوند والا کپڑے پہنے ہوئے ہے تو آپ نے ناپسند فرمایا۔ آپ نے خود اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا او میاں میرے یہ کپڑے لوگوں کو کہہ رہے ہیں کہ الحمد للہ کہو اور تیرے کپڑے کہہ رہے ہیں کہ تم مجھے اپنا مال دو۔ تو صالحین نے نفیس کپڑے لوگوں کے مال سے غناء ظاہر کرنے کے لئے پہنے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں اپنے فقر کو ظاہر کیا ہے۔ اللہ ان کی برکات سے ہمیں بھی فائدہ دے۔ ازراء: جس بات کا لوگ مذاق اڑائیں۔

۸۰۳ : عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يَّرٰى اَثَرَ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۸۰۳: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ اپنے دادا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں کہ اس کی نعمت کا اثر دیکھا جائے۔ (ترمذی)

یہ حدیث حسن ہے۔

یحب: وہ پسند کرتے ہیں۔ اثر نعمته علي عبده: مطلب یہ ہے کہ وہ لذیذ چیزیں جن کا انجام اچھا ہے۔ ان کا اثر اللہ اپنے بندوں پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ کافر کو دنیا میں جو لذیذ چیزیں دی گئی ہیں وہ اخروی عذاب کا پیش خیمہ ہیں۔ حدیث تحدیثِ نعمت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ظاہر کرنا مقصود ہو۔ جیسے نیکی کے اعمال میں اقارب کے ساتھ صلہ رحمی بھوکے کو کھانا کھلانا' گرفتار شدہ کی گردن چھڑانا وغیرہ جبکہ ان میں بڑائی مقصود نہ ہو۔

**تخریج** : اخرجه الترمذی (۲۸۲۸)

**الفرائد** : بندے پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ظاہر ہونی چاہئے۔ انسان کو اپنے اور دوسروں پر وہ نعمتیں صرف کرنی چاہئیں جو اللہ تعالیٰ نے اسے دی ہیں۔

# ۱۲۲ : بَابُ تَحْرِيْمِ لِبَاسِ الْحَرِيْرِ عَلَى الرِّجَالِ وَتَحْرِيْمِ جُلُوْسِهِمْ عَلَيْهِ وَاسْتِنَادِهِمْ اِلَيْهِ وَجَوَازِ لُبْسِهِ لِلنِّسَآءِ

## بَابٌ: مردوں کو ریشمی لباس اور ریشم کے گدے اور بیٹھنا اور تکیہ لگانا حرام ہے البتہ عورتوں کے لئے جائز ہے

ریشم کا لباس مرد مکلفین کے لئے حرام ہے۔ بالغ ہونے سے پہلے بعض لوگوں نے بچے کے لئے اس کو درست کہا ہے۔ **جلوسهم عليه**: بیٹھنے کے گدے جبکہ اوپر سے ڈھکے ہوئے نہ ہوں تو ان پر بیٹھنا درست نہیں۔ اگر اسے روئی وغیرہ کے غلاف سے ڈھانپ دیا گیا تو عرف عام کے لحاظ سے بھی یہ ریشم کے استعمال میں نہیں آتا۔ اس پر ٹیک لگانا اور بیٹھنا دونوں جائز ہیں۔ **علت حرمت** : ریشم کے حرام ہونے کی علت میں اختلاف ہے۔ (۱) بعض نے تکبر اور بڑائی (۲) بعض نے خوش عیشی اور زینت جو کہ عورتوں کے لائق ہے وہ قرار دی ہے۔ (۳) ابن حجر نے مشرکین کے ساتھ مشابہت کو علت قرار دیا ہے۔ **جواز لباسه للنساء**: عورتوں کو اس کا پہننا اور ٹیک لگانا دونوں ہی درست ہیں۔

٨٠٤ : عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ، فَإِنَّ مَنْ لَبِسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۰۴: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ریشم مت پہنو۔ اس لئے کہ جس شخص نے اس کو دنیا میں پہنا وہ آخرت میں اس کو نہیں پہنے گا۔ (بخاری و مسلم)

**لا تلبسوا الحرير**: یہ خطاب مرد عاقل بالغ لوگوں کو ہے۔ **فان من لبسه في الدنيا لم يلبسه في الآخرة**: حدیث کا ابتدائی حصہ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی روایت ظاہر کرتی ہے کہ ریشم کے حرام ہونے کا علم ہونے کے باوجود جس نے اسے پہن لیا اور جان بوجھ کر اس کا ارتکاب کیا اور موت سے پہلے توبہ بھی نہ کی تو آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ نہ پہننے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں اس کی طلب ہی نہ رہے گی کیونکہ یہ چیز جنت کے احترام کے خلاف ہے۔ طلب کرے اور نہ دی جائے اسی طرح کا حکم اس شراب پینے والے کا ہے جو توبہ کے بغیر مر جائے وہ جنت کی شراب سے محروم کر دیا جائے گا۔ اس محروم کرنے کا بھی یہی مطلب ہے۔

**تخريج** : اخرجه البخاری (٥٨٢٨) و مسلم (٢٠٦٩) والترمذی (٢٨٢٦) والنسائی (٥٣٢٠)

**الفوائد** : مردوں کو ریشمی لباس حرام ہے جس نے اس کو پہنا اور توبہ کے بغیر مر گیا اس کے لئے یہ وعید ہے۔ آخرت میں وہ ریشمی لباس سے محروم ہوگا۔

۸۰۵ : وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "اِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ: "مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ"

قَوْلُهٗ "مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ" : اَيْ لَا نَصِيْبَ لَهٗ۔

۸۰۵: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ بے شک ریشم وہ پہنتا ہے جس کا کوئی حصہ نہ ہو (یعنی آخرت میں)۔ (بخاری و مسلم) اور بخاری کی روایت میں ہے جس کا کوئی حصہ آخرت میں نہ ہو۔

مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ: یعنی جس کا کوئی حصہ نہ ہو۔

**یلبس الحریر**: ریشم پہننے کا مطلب عرفِ عام میں اس کے کپڑے کا پہننا ہے۔ **من لا خلاق له**: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کو سزا ملی تو جنت میں نہ جا سکے گا اور اللہ کی مرضی ہے کہ وہ غیر مشرک گناہ گار کو بخش دے یا وہ داخل تو ہو مگر اس کی خواہش اس کے دل سے نکال دی جائے اور وہ اس کو نہ پہن سکے۔ خلاق کا لفظ حصہ کے معنی میں آتا ہے۔ گویا دنیا میں ریشم پہننے کی سزا آخرت میں یہی ہوگی۔

**روایت کا فرق**: بخاری کی ایک روایت میں **من لا خلاق له في الآخرہ** اور مسلم نے باب اللباس میں یہی لفظ نقل کئے ہیں۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۵۸۳۵) و مسلم (۲۰۶۸) و احمد (۲/۴۷۱۳) و ابو داود (۴۰۴۰) و ابن ماجه (۳۵۹۱) و ابن حبان (۵۴۳۹) و عبدالرزاق (۱۹۹۲۹) و البیهقی (۴۲۲/۲)

**الفرائد**: ریشمی لباس والا آخرت کے حریر و ریشم سے محروم ہوگا۔

۸۰۶ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۰۶: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (بخاری و مسلم)

**من لبس الحریر في الدنیا لم یلبسه فی الآخرہ**: نسائی کی روایت میں **من لم یلبس الحریر فی الآخرہ لم یدخل الجنة**: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ولباسهم فیها حریر**: یہ اضافی مدرج ہے مگر حاکم نے اس طرح نقل کیا **وان دخل الجنه لبسه اهل الجنة ولم یلبسه هو**: اس سے بھی مدرج کا احتمال پختہ ہوتا ہے (ابن حجر)

**تخریج** : اخرجه البخاری (۵۸۳۲) و مسلم (۲۰۷۳) و احمد (۴/۱۳۹۹۴) و ابو یعلی (۳۹۳۰) و ابن ابی شیبة (۳۴۵/۸) و ابن حبان (۵۴۲۹) و ابن ماجه (۳۵۸۸) و البیهقی (۴۲۲/۲)

۸۰۷ : وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَ حَرِيْرًا فَجَعَلَهٗ فِيْ يَمِيْنِهٖ وَذَهَبًا

فَجَعَلَهٗ فِیْ شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ :"اِنَّ هٰذَیْنِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۸۰۷: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونے کو پکڑ کر فرمایا یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

ابوداؤد نے سند حسن سے روایت کیا ہے۔

اخذ حریرا: یہ جملہ حالیہ ہے۔ اگر رؤیت علمیہ مراد ہو تو جملہ مفعول دوم بنے گا۔ فجعله فی شماله: یعنی ان دونوں کو دو ہاتھوں میں لیا۔ هذین: ان دونوں جنسوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ مراد اس سے ان کے استعمال کی حرمت ہے۔ حرام علی: سوائے مستثنیات کے جو کسی عذر سے استعمال کی جائیں مثلاً سونے کی ناک سونے کا دانت تزئین مصحف وغیرہ۔

**تخریج** : اخرجه احمد ۱/۹۳۵) و ابو داؤد (۴۰۵۷) والنسائی (۵۱۰۹) وابن ماجه (۳۵۹۵) وابن حبان (۵۴۳۴) و ابن ابی شیبة (۸/۳۵۶۱)

**الفرائد** : مردوں کو ریشم اور سونا حرام ہے اور عورتوں کو دونوں درست ہیں۔

۸۰۸ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِیْرِ وَالذَّهَبِ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ وَاُحِلَّ لِاِنَاثِهِمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۸۰۸: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ریشم اور سونے کا پہننا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور ان کی عورتوں کے لئے حلال کیا گیا ہے۔ (ترمذی)

حدیث حسن صحیح ہے۔

حرم : یہ فعل مجہول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ان کو حرام کیا ہے۔ لباس الحریر: لباس کی طرح بستر وغیرہ بھی اسی حکم میں ہے۔ اسی طرح تکیہ وغیرہ۔ الذهب: انگوٹھی و دیگر زیورات مکلف بالغ مردوں پر حرام ہیں۔ عورتوں کیلئے حلال ہیں۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۷/۱۹۶۶۴) والترمذی (۱۷۲۶) والنسائی (۵۱۶۳) والطیالسی (۵۰۶) والطحاوی (۴/۲۵۱) والبیهقی (۲۷۵/۳)

**الفرائد** : مسلمان مردوں کو ریشمی لباس اور سونا پہننا حرام ہے عورتوں کے لئے درست ہے۔

۸۰۹ : وَعَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهَانَا النَّبِیُّ ﷺ اَنْ نَّشْرَبَ فِیْ اٰنِیَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَاَنْ نَّاْکُلَ فِیْهَا ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ وَالدِّیْبَاجِ وَاَنْ نَّجْلِسَ عَلَیْهِ ، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۸۰۹: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے اور پینے سے منع فرمایا۔ موٹے اور باریک ریشم کے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (بخاری)

ان ناکل فیھا: کھانے پینے کو خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ عام استعمال کی یہی صورت ہے۔ اس کی نقدرقم بھی حرام ہے۔ لبس الحریر: لام کا ضمہ ہو لباس پہننا۔ لبس ہو تو اس کا معنی لباس۔ جمہور کہتے ہیں ریشم پر بیٹھنا بھی حرام ہے جبکہ ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔ بعض نے کہا بیٹھنے اور پہننے دونوں کی ممانعت ہے۔ فقط بیٹھنے کی نہیں۔ ابن بطال نے اس کو تحریم جلوس کے لئے نص قرار دیا مگر بظاہر ایسا نہیں اور تمام چیزوں کی نہی تحریم کے لئے ہے۔

**تخریج** : اخرجہ البخاری (٥٤٢٦)

**الفرائد** : سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا اور پینا حرام ہے۔ ریشم موٹا باریک ہردو پہننا اور ان پر بیٹھنا حرام ہے۔

## ۱۲۳ : بَابُ جَوَازِ لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِمَنْ بِهٖ حِكَّةٌ

## بَاب : خارش والے کو ریشم پہننا جائز ہے

حکۃ: بعض نے کہا خارش اور بعض خشک خارش کو کہتے ہیں۔ پہلا قول جوہری کا ہے۔

٨١٠ : عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِحِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۱۰: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خارش کی وجہ سے حضرت زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو ریشم پہننے کی اجازت دی۔ (بخاری ومسلم)

رخص: یہ رخصت سے لیا گیا ہے جس حکم کا تعلق سختی سے سہولت میں بدل دیا جائے جبکہ کوئی عذر پایا جائے البتہ حکم اصلی کے لئے سبب قائم رہے وہ ریشم پہننے کے علاوہ ہے۔ یہاں عذر خارش کی وجہ سے حرمت جواز میں بدل گئی اور اصل حرمت باقی رہی اور وہ تکبر کی وجہ سے حرمت ہے۔ فی لبس الحریر: یعنی یہ کہ اس کو وہ پہن لیں۔ لحکۃ: لام اجلیہ ہے۔ بھما : بخاری کی روایت میں ہے کہ انھما اشتکیا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القمل: بقول حافظ خارش جوں کے باعث تھی۔ حدیث میں اس حکم کے ساتھ گرمی وسردی کیلئے اسکی اباحت بھی شامل ہوگی۔ جبکہ اسکے علاوہ کوئی اور کپڑا نہ پایا جائے۔

**تخریج** : اخرجہ احمد (٤/١٢٨٦٣) والبخاری (٢٩١٩) و مسلم (٢٠٧٣) و ابو داود (٤٠٥٦) والترمذی (١٧٢٢) والنسائی (٥٣٢٥) وابن ماجہ (٣٥٨٨) وابن حبان (٥٤٣٠) وابن ابی شیبۃ (٣٤٥/٨) والطیالسی (١٩٧٢) وابو یعلی (٣٩٣٠) والبیھقی (٦٢٧/٣)

**الفرائد** : ریشم سفر وحضر میں اس کو استعمال کرنا درست جس کو شدید خارش ہو (یہ وعید شرعی ہے)۔

## ۱۲۴ : بَابُ النَّهْيِ عَنِ افْتِرَاشِ جُلُوْدِ النُّمُوْرِ وَالرُّكُوْبِ عَلَيْهَا

## بَاب : چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور اس پر سوار ہونے کی ممانعت

۸۱۱ : عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ وَلَا النِّمَارَ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَغَيْرُهُ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۸۱۱: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چیتے کی کھال اور ریشم پر مت بیٹھو۔ حدیث حسن ہے۔

ابوداؤد نے حسن کہا۔

**معاویہ:** رضی اللہ عنہ حالات گزرے۔ **الخز:** یہاں الخز سے مراد وہ کپڑے ہیں جو اون سے بنے ہوئے ہوں۔ اس زمانے میں وہ الخز دیئے کو ڈھانپنے کے لئے استعمال ہوتے تھے یہ مباح ہے۔ اس کو صحابہ اور تابعین نے استعمال کیا ہے۔ البتہ اس میں عجمیوں کی مشابہت ہے کیونکہ یہ متکبر خوشحال لوگوں کا طریقہ ہے اور اگر اس سے مراد معروف ریشم ہے تو وہ حرام ہے۔ یہ نمرۃ کی جمع ہے وہ کپڑا جس میں سفید اور سیاہ دھاریاں ہوں۔ اس معنی کے لحاظ سے باب سے اس کی مناسبت نہیں۔ بس اس طرح کہا جا سکتا ہے نمرہ درندہ ہے جس کی جمع نمور آتی ہے اور ان کی کھالیں متکبر لوگ استعمال کرتے ہیں۔ اس کی ممانعت عجمیوں کے لباس کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہی ہو سکتی ہے۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (٤١٢٩) وابن ماجه (٣٦٥٦)

**الفرائد** : ریشمی گدی اور چیتوں کی کھالوں پر بیٹھنا ممنوع ہے۔

۸۱۲ : وَعَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ ، رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ ، وَالنَّسَائِيُّ بِاَسَانِيْدَ صِحَاحٍ – وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ نَهٰى عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ اَنْ تُفْتَرَشَ۔

۸۱۲: حضرت ابو ملیح اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھالوں سے (استعمال سے) منع فرمایا۔ ابوداؤد' ترمذی' نسائی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

ترمذی کی روایت میں ہے کہ درندوں کی کھال پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

**ابو المليح:** ابوالملیح بعض نے ان کا نام عامر اور بعض نے عمیر بن اسامہ ہذلی بتایا ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے عمیر بن عامر بن اقیشر' اقیشر کا نام عمیر بن عبداللہ بن حبیب بن یسار بن ناجیہ بن عمرو بن حارث بن کثیر بن ہند بن طلحہ بن لحیان بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس الہذلی الکوفی ہے۔ نووی کہتے ہیں یہ صحابی ہیں ان سے روایت کرنے میں ان کا بیٹا منفرد ہے۔ سنن کی چاروں کتابوں نے ان سے روایت لی ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے کئی روایتیں بیان کی ہیں۔ **نهى عن جلود السباع:** درندوں کی کھالیں اور ان پر بیٹھنے سے آپ نے منع فرمایا۔ بیہقی کہتے ہیں کہ شاید ممانعت اس لئے کر دی گئی کہ ان پر بال باقی رہ گئے جس میں دباغت نہیں ہوتی۔ مگر دوسروں نے کہا کہ شاید ممانعت کی وجہ یہ ہو کہ یہ متکبر اور فضول خرچ لوگوں کی سواریاں ہیں یا ان کھالوں کی ممانعت ہو جن کی دباغت نہیں ہوتی۔ سعید کی سند سے یہ روایت ثابت ہے اس کی اور سند نہیں ہے۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (٤١٣٢) والترمذی (١٧٧٧)

**الفوائد** :درندوں کی کھالوں پر بیٹھنا ممنوع ہے خواہ اسکی وجہ عجم سے مشابہت ہو یا تکبر ہو۔

# ۱۲۵ :بَابُ مَا یَقُوْلُ اِذَا لَبِسَ جَدِیْدًا

## بَابٌ: جب نیا کپڑے پہنے تو کیا دعا پڑھے؟

اذا لبس: جب مکمل طور پر پہن چکے۔

۸۱۳ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بَاسْمِهٖ ، عِمَامَةً ، اَوْ قَمِیْصًا ، اَوْ رِدَآءً ، یَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِیْهِ ، اَسْاَلُكَ خَیْرَهٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۸۱۳: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے مثلاً پگڑی، قمیص، چادر اور پھر یہ دعا پڑھتے :"اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ ..." اے اللہ آپ کے لئے تمام تعریفیں ہیں آپ نے مجھے یہ کپڑا پہنایا میں آپ سے اس کی بھلائی اور جس مقصد کیلئے یہ بنایا گیا ہے اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور اس کے شر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں اور جس مقصد کے لئے یہ بنایا گیا اس کے شر سے بھی۔ (ابوداؤد' ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

اذا استجد ثوبا: ان کا اصل معنی نیا بنانا ہے اور یہاں مطلب یہ ہے جب آپ ﷺ نیا کپڑا پہنتے۔ سمّاہ :اس کپڑے کا نام لے کر فرماتے الحمد لله الذی رزقنی او کسانی هذه العمامة الخ۔ بعض نے کہا نام لینے کا معنی نام رکھنا ہے مثلاً آپ ﷺ کے ایک عمامہ کا نام "سحاب" تھا۔ پھر پہننے کے بعد مذکورہ دعا پڑھتے۔ نام لینے کی وجہ یہ ہے تا کہ حمد نعمت کے مقابل ہو حالانکہ حمد تو اس سے ستر گنا افضل ہے۔ بعض نے کہا

**النحو** : کسوتنیه: یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر اسالك خیره: ہے۔ اسالك خیره: یعنی جو کپڑا آپ ﷺ نے میری طاقت واختیار کے بغیر پہنایا اور اس کی خیر پہنچانے کا طالب ہوں۔ صنع له: جس کے لئے بنایا گیا یعنی اعضاء و جوارح اور قلب سے عطاء کرنے والے کا شکریہ۔ اعوذبك: اس کا عطف اسالک پر ہے۔ یعنی میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ من شر ما صنع له: یعنی ناشکری (طیبی)

**تخریج** : اخرجه احمد (۱۱۲۴۸) و ابو داود (۴۰۲۰) والترمذی (۱۷۷۳) والحاکم (۷۴۰۸) وابن حبان (۵۴۲۰)

**الفوائد** : ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنی چاہئے۔ نئے کپڑے کا ادب حمد نعمت باری ہے اور اللہ تعالیٰ سے برکت اور کپڑے کے شر سے پناہ طلب کرنا ہے۔

# ۱۲۶ :بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِبْتِدَآءِ بِالْیَمِیْنِ فِی اللِّبَاسِ

## بَاب: پہننے میں دائیں جانب مستحب ہے

اس باب کا مقصود گزر چکا' وہاں احادیث بھی ذکر کر دی گئیں۔

ابتداء بالیمین فی اللباس: کا مطلب یہ ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے پہلے آستین میں داخل کرے اور موزے شلوار جوتے میں یہی حکم ہے کیونکہ لباس عضو کی تکریم ہے اور دایاں کرامت کا زیادہ حقدار ہے۔ مقصودہ: دائیں جانب کا ہر چیز میں استحباب ثابت کرنا۔ سابقہ ابواب کی روایات کو دوبارہ لوٹانے کی حاجت نہیں۔

هٰذَا الْبَابُ قَدْ تَقَدَّمَ مَقْصُوْدُهٗ وَذَكَرْنَا الْاَحَادِيْثَ الصَّحِيْحَةَ فِيْهِ۔

اس باب کا مقصد و ماحصل گزر چکا وہاں صحیح احادیث ذکر کر دی گئی ہیں۔

## ۱۲۷: بَابُ آدَابِ النَّوْمِ وَالْاِضْطِجَاعِ وَالْقُعُوْدِ وَالْمَجْلِسِ وَالْجَلِيْسِ وَالرُّؤْيَا

## بَاب: سونے' لیٹنے' بیٹھنے' مجلس' ہم مجلس اور خواب کے آداب

النوم: ایک بھاری پردہ جو دل پر حملہ آور ہو کر اسے اشیاء کی پہچان سے منقطع کر دے۔ اسی لئے تو اس کو آفت کہا گیا کیونکہ نیند موت کے ہم قرین ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نیند قوت و عقل دونوں کو زائل کر دیتی ہے۔ بعض نے کہا دونوں کو ڈھانپنے والی ہے۔ فرق: اونگھ کا اثر صرف سر میں اور نعاس (ہلکی نیند) کا اثر آنکھ میں ہوتا ہے۔ بعض نے دونوں کو ایک ہی کہا ہے۔ بعض نے کہا اونگھ چہرے پر ظاہر ہونے والی نیند کی ہوا کو کہتے ہیں۔ پھر یہ وہاں سے دل کی طرف اٹھتی ہے۔ انسان کو اونگھ میں مبتلا کرتی ہے جس سے وہ سو جاتا ہے (المصباح) فقہاء کا ارشاد: جنون عقل کو زائل کرتا ہے اور سکر و اغماء دونوں عقل پر غلبہ پاتے ہیں۔ نیند صرف عقل کو ڈھانپتی ہے۔ نیند کی علامت خواب ہے اور نعاس کی علامت حاضرین کی بات کا سننا ہے اگرچہ معنی سمجھ میں نہ آئے۔ لا اضطجاع: یہ ضجع سے باب افتعال ہے۔ زمین پر پہلو کے رکھنے کو کہتے ہیں۔

٨١٤ : عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ نَامَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ ' وَوَجَّهْتُ وَجْهِىْ اِلَيْكَ ' وَفَوَّضْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ ' وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْكَ ' رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ ' لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ' اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ ' وَنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ ' رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ بِهٰذَا اللَّفْظِ فِىْ كِتَابِ الْاَدَبِ مِنْ صَحِيْحِهٖ۔

۸۱۴: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر سونے کے لئے تشریف لاتے تو دائیں جانب لیٹ کر یوں دعا کرتے: "اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِىَ

اِلَیْکَ ...... اے اللہ میں نے اپنے آپ کو آپ کے سپرد کر دیا اور اپنے چہرے کو آپ کی طرف متوجہ کیا اور اپنے معاملے کو آپ کے حوالے کیا اور رغبت وخوف کے ساتھ میں نے اپنی پشت کو آپ کی پناہ میں دیا۔ کوئی پناہ کی جگہ نہیں اور کوئی چھوٹنے کا مقام نہیں مگر تیری ہی طرف سے میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور اس پیغمبر پر جو تو نے بھیجا۔ بخاری نے ان الفاظ کے ساتھ کتاب الادب میں بیان کیا۔

آوی: ملنا۔ فراشہ: جو چیز سونے کے لئے بچھی ہو۔ شقه الایمن: یہ دل کے لئے زیادہ مفید اور جاگنے کے لئے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس میں دل لٹکا ہوا رہتا ہے وہ نیند میں ڈوبتا نہیں۔ ثم: یہ فا کی جگہ عاریۃ استعمال کیا یا کسی اور دعا کے بعد یہ دعا پڑھتے۔ اسلمت نفسی الیك: میں بلا تعرض اپنے نفس کو آپ کے حوالے کیا۔ جیسا کہ آقا کو اپنے بندے پر حق بنتا ہے۔ دل کے سچے ارادے سے یہ بات کہے ورنہ جھوٹ کی وجہ سے اس کے غضب کا حقدار ہوگا۔ وجھی الیك: چہرہ سب سے اعلیٰ عضو ہے۔ اس کو بول کر ذات مراد لی کیونکہ چہرہ صورت کا مقام جس سے جمال کا امتیاز ہوتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الصورة الرأس فاذا قطع الراس فلا صورة: (معجم اسماعیلی من حدیث ابن عباس) (جامع صغیر) فی الراس: کا مطلب اس کے قریب ہے۔ فوضت امری الیك: میں نے اپنے کو آپ کے سپرد کیا جو اپنے کو اپنے مولیٰ کے سپرد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہو جاتے ہیں۔ والجات: میں پشت کو آپ کی طرف لوٹایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکڑ سے بچنے کی جگہ آپ ہی کی بارگاہ ہے۔ رغبة: یہ مفعول لہ ہے۔ یعنی آپ کے ثواب کی طمع کرتے ہوئے۔ رھبة الیك: آپ کی سزا سے ڈر کر بعض نے اس کو رہبۃ کے متعلق کیا اور اس کا متعلق حذف مانا۔ (۲) دونوں اس مفعول کے متعلق تنازعہ کر رہے ہیں۔ مطلب یہ ہوا "ہم اپنی دونوں حالتوں میں آپ کی پناہ چاہتے ہیں نہ غیر کی۔ بعض نے لف نشر مرتب مانا) لا ملجاء و لا منجا: ان دونوں کو ہمزہ اور لین کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ لجاء جس پر ٹیک لگائی جائے۔ الا الیك: آپ سے پناہ ونجات کی جگہ آپ کی بارگاہ کے سوا کہیں نہیں۔

النحو: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ آمنت بکتابك: کتاب سے جنس کتاب مراد ہے اور معہود کتاب قرآن مجید ہے اور ایمان تصدیق کے معنی میں ہے۔ ایمان میں تمام کتابیں شامل ہیں۔ ونبیك الذی ارسلت: تمام خلق کی طرف بھیجے جانے والے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٦/٨٦١١) والبخاری (٤٢٧) و مسلم (٢٧١٠) و ابوداود (٥٠٤٦) والترمذی (٣٣٩٤) والنسائي (٧٧٣) وابن ماجه (٣٨٧٦) و أبو یعلی (١٦٦٨) وابن حبان (٥٥٢٧)

**الفوائد**: اَسْلَمْتُ کہہ کر بندے نے یہ ظاہر کیا کہ اس کے تمام اعضاء اس کے اوامر و نواہی کے مطیع ہیں اور وَجَّهْتُ وَجْهِي کہہ کر اپنے سے منافقت کی نفی کی فَوَّضْتُ اَمْرِي کہہ کر بتلایا کہ میرا مدبر اللہ تعالیٰ ہے۔

۸۱۵ : وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ وَقُلْ" وَذَكَرَ نَحْوَهُ وَفِيْهِ: "وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۱۵: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر لیٹنے لگو تو نماز کے وضو کی طرح وضو کرو اور پھر اپنی دائیں جانب یوں کہو اور پر والی دعا ذکر کی اور اس میں یہ بھی فرمایا ان کلمات کو اپنے آخری کلمات بناؤ۔ (بخاری و مسلم)

**مضجعك:** لیٹنے کی جگہ۔ **وضوء ك للصلاة:** شرعی وضو مراد ہے۔ **اجعلهن:** یعنی مذکورہ کلمات۔ **آخر ما تقول:** تا کہ سب سے اختتامی عمل یہی ہو۔ اگر اسی حالت میں موت آ گئی بلند مرتبہ مل جائے گا۔

۸۱۶ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَجِيْءَ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۱۶: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعتیں ادا فرماتے پھر جب صبح طلوع ہو جاتی دو ہلکی رکعتیں ادا فرماتے پھر اپنے دائیں پہلو پر اس وقت تک لیٹے رہتے یہاں تک کہ مؤذن آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز کی) اطلاع دیتا۔ (بخاری و مسلم)

**احدی عشرۃ رکعة:** ایک روایت میں آیا ہے کہ چھ الگ الگ ہوئیں۔ پانچ کے ساتھ طاق بناتے ان کے درمیان نہ بیٹھتے بس آخر میں بیٹھتے۔ **الفجر:** سے صبح صادق مراد ہے۔ **رکعتین خفیفتین:** یہ فجر کی دو سنتیں ہیں۔ پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تا کہ انسان کو قبر کا لیٹنا یاد رہے اور یہ چیز اسے دن میں اچھے اعمال پر آمادہ کرے۔ یہ لیٹنا ہر اس آدمی کے لئے سنت ہے جو قیام لیل کرنے والا ہو۔ **فیؤ ذنه:** یہ ایذان سے ہے جس کا معنی اطلاع دینا۔ یعنی تا کہ وہ آپ کو اطلاع کرے کہ لوگ نماز کے لئے آ چکے ہیں۔ آپ ﷺ اٹھ کر امامت کرائیں۔

**تخریج:** اخرجه احمد (۹/۲۵۰۶۳) والبخاری (۶۲۶) و مسلم (۷۳۶) والدارمی (۳۳۷/۱) و ابو داود (۱۳۳۵) والترمذی (۴۴۰) والنسائی (۱۷۶۹) و مالك فی موطه (۲۶۴) وابن حبان (۲۴۶۷) والبیهقی (۴۴/۳)

**الفوائد:** آپ ﷺ کی تہجد کی کیفیت ذکر کی گئی ہے۔ تہجد کے بعد دو سنتیں پڑھ کر آپ ﷺ کبھی لیٹ جاتے اور کبھی باتیں کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ معمول نہ تھا جیسا بعض جدید مجتہد کرتے ہیں۔

۸۱۷ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهٗ تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا" وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ : "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۸۱۷: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے جب حضورؐ اپنے بستر پر رات کے وقت لیٹتے تو اپنا ہاتھ اپنی رخسار کے نیچے رکھ کر یوں دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ ...... اے اللہ آپ کے نام کے ساتھ مرتا اور جیتا ہوں اور جب آپ بیدار ہوتے تو

یوں فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ...... تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی ہی کی طرف اٹھنا ہے۔ (بخاری)

**اخذ مضجعہ**: نیند کا ارادہ فرماتے۔ **وضع یدہ تحت خدہ**: ترمذی میں **کفہ الیمین خدہ الایمن**: ہے۔ آپ دائیں کو ہر کام میں پسند فرماتے نیز نیند موت کی ہم قرین ہے۔ یہ ہیئت نزع ہے اور قبر میں لیٹنے کی حالت ہوگی۔ اسی وجہ سے بیٹھ کر جو نماز سے عاجز ہو اس کو یہ حالت سب نماز کے لئے سب سے افضل ہے۔ **ثم یقول**: ترمذی میں واؤ کے ساتھ ہے گویا یہاں اسی معنی میں ہے۔ اس طرح فرماتے: **اللھم باسمك**: قرطبی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے آپ مجھے زندگی اور موت دینے والے ہیں پس میری موت وزندگی آپ کی قدرت سے ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں معنی یہ ہے: **بك احیاء و اموت**۔: آپ کی مدد سے میں زندہ رہتا اور مرتا ہوں۔ اسی طرح اسماء کا اضافہ کرنا نہیں پڑتا۔ قرطبی کہتے ہیں یہ معنی بھی ہوسکتا ہے۔ آپ کے محیی نام کی برکت سے میں زندہ ہوتا اور آپ کے ممیت اسم کی برکت سے میں مرتا ہوں۔ باسمك کی تقدیم اہتمام کے لئے ہے۔ **الذی احیانا**: یعنی وہ ذات جس نے ہمیں جگایا اس میں استعارہ تبعیہ ہے۔ اسی سے اماتنا میں ظاہری حال مجاز کا قرینہ ہے۔ طیبی کہتے ہیں جب دنیا کی زندگی سے انتفاع نیک اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے میں ہے اور سونے والے کا اس میں کچھ بھی حصہ نہیں تو وہ اس انتفاع میں میت کی طرح ہوگیا پس حمد یہ شکر یہ ہے تاکہ یہ نعمت پالے اور وہ انقطاع ختم ہو۔ اس طرح یہ جملہ **والیه النشور**: کے ساتھ بار بط بن جاتا ہے۔ نشور کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں اس نے جو کمایا اس کا ثواب پانے کے لئے اس کی بارگاہ میں لوٹنا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور کسی کا اس میں ذرہ بھر دخل نہیں۔

**تخریج** : بخاری فی الدعوات، سنن الاربعہ، ابو داؤد فی الادب والترمذی فی الدعوات والشمائل، نسائی فی الیوم واللیلہ، ابن ماجہ فی الدعاء۔

**الفوائد**: اس روایت میں آپ ﷺ کے بستر پر لیٹنے اور پھر نیند سے بیداری کے بعض افعال واحوال کا تذکرہ ہے۔

۸۱۸ : وَعَنْ يَعِيْشَ بْنِ طِخْفَةَ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ اَبِيْ : "بَيْنَمَا اَنَا مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى بَطْنِيْ اِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِيْ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ : "اِنَّ هٰذِهٖ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ" قَالَ : فَنَظَرْتُ ' فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۸۱۸: حضرت یعیش بن طخفہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد کہنے لگے اسی دوران میں کہ میں مسجد کے اندر پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ اچانک کوئی آدمی مجھے پاؤں سے حرکت دینے لگا۔ پھر فرمایا کہ یہ لیٹنا اللہ کو ناپسند ہے جونہی میری نگاہ پڑی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ (ابوداؤد)
صحیح سند کے ساتھ۔

**یعیش ابن طخفه**: یہ غفاری ہیں اور یہ شامی صحابی ہیں۔ **قال ابی**: اس سے ابوطخفہ مراد ہیں حافظ کہتے ہیں روایت طخفہ کی یہ حدیث نہیں۔ **مضطجع**: نیند میں چت لیٹنا (النہایہ) **یحرکنی برجلہ**: میرے بیدار ہونے کے بعد تاکہ اپنے حرکت

دینے کی حکمت وہ بیان کرے۔ ضجعة: ایک بار کا لیٹنا۔ یبغضها اللہ: نہی کو مجازاً تعبیر کیا کیونکہ جو افعال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں وہ ممنوع ہیں۔ فاذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا مفاجات کے لئے ہے۔ دوسرے جملے کی خبر محذوف ہے۔ (۲) مبتداء بھی محذوف ہو سکتا ہے اچانک میں نے دیکھا کہ مجھے جگانے والے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۱۵۵٤۳) و ابو داود (۵۰٤۰) و ابن ماجه (۳۷۲۲) و قد اخرجه احمد (۳/۷۸٦۷) والترمذی (۲۷۷۷) والحاکم (٤/۷۷۰۹) وابن حبان (۵۵٤۹)

**الفوائد**: راعی کو اپنے گلے کی ہر وقت دیکھ بھال رکھنی چاہیے۔ پیٹ کے بل لیٹنا ممنوع ہے یہ آگ والوں کا لیٹنا ہے۔

۸۱۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَّمْ یَذْکُرِ اللّٰهَ تَعَالٰی فِیْهِ کَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مُضْطَجَعًا لَّا یَذْکُرُ اللّٰهَ تَعَالٰی فِیْهِ کَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

"اَلتِّرَةُ" بِکَسْرِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقُ وَهِیَ :اَلنَّقْصُ ' وَقِیْلَ :اَلتَّبِعَةُ۔

۸۱۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی کسی جگہ بیٹھا اور وہاں اس نے اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وبال ہوگا اور جو آدمی کسی نیند کی جگہ لیٹا اور اس جگہ میں اللہ کو یاد نہ کیا تو اس پر بھی اللہ کا وبال ہے۔ (ابوداؤد)

حسن سند کے ساتھ۔

اَلتِّرَۃُ: کمی یا وبال یا کوتاہی اور حسرت کے معنی بھی ہیں۔

**اللغات**: مقعدًا: یہ مصدر میمی ہے یا اسم ظرف ہے یعنی ایسی جگہ۔ لم یذکر اللہ: یہ جملہ محل صفت میں ہے۔ کانت علیه من اللہ ترة: (۱) مرفوع ہو یہ کان کا اسم ہے اور ایک ظرف اس کی خبر ہے (۲) یہ نصب کی حالت میں حال ہے کان کی خبر بھی بن سکتا ہے اور اسم قعدہ کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے (۳) ترہ بمعنی نقص ہے اور ظرف اسی سے متعلق ہیں۔ ومن اضطجع: جو چت لیٹ گیا مگر اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کیا اس پر گناہ ہوگا۔ نفی کا لفظ دونوں جملوں پر الگ تفنن تعبیر کے لئے ہے۔ ترہ: جس کا کسی ظلم کے بدلے مطالبہ کیا جاتا ہے (المصباح) ابن اثیر نے نقص معنی کیا ہے (النہایہ)

**تخریج** : اخرجه الحمیدی (۱۱۵۸) و ابو داود (٤۸۵٦) واخرج احمد (۳/۹۸۵۰)

**الفوائد**: بندے کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے۔ اہل جنت کو اس گھڑی پر افسوس ہوگا جو ان کی دنیا میں بغیر ذکر گذری۔ ایمان والے اللہ کو ہر وقت یاد کرتے ہیں: الذین یذکرون اللہ قیاماً......۔

## ۱۲۸ : بَابُ جَوَازِ الْاِسْتِلْقَاءِ عَلَی الْقَفَا وَوَضْعِ اِحْدَی الرِّجْلَیْنِ عَلٰی

الْأُخْرٰى إِذَا لَمْ يَخَفِ انْكِشَافَ الْعَوْرَةِ وَجَوَازِ الْقُعُوْدِ مُتَرَبِّعًا وَّمُحْتَبِيًا

## بَابٌ: چت لیٹنا اور ٹانگ پر رکھنا ٹانگ بشرطیکہ ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو اور چوکڑی مار کر اور اکڑوں بیٹھ کر ٹانگوں کے گرد بازوؤں کا حلقہ بنا کر بیٹھنا جائز ہے

استلقاء: فقہاء نے اس کا معنی گدی پر لیٹنا کیا ہے۔ قفا: یہ اسی کی وضاحت ہے (المصباح) و وضع: استلقاء کی حالت میں ایک پاؤں کا دوسرے پر رکھنا۔ اس سلسلے میں ممانعت کی روایات کو ستر کھل جانے کی قید سے متعلق کریں گے۔ محتبیا: یہ دو بازوں سے اپنے گھٹنوں کو کھڑا کر کے یا عمامہ سے باندھ کر بیٹھنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اسی طرح بیٹھا کرتے تھے یہ تواضع سے قریب ترین حالت ہے۔ نماز میں مجبوری کے علاوہ یہ حالتیں درست نہیں۔ بعض نے اسی کو اقعاء کہہ دیا مگر یہ درست نہیں اقعاء کی صورت یہ ہے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو کھڑا کیا جائے اور ان کے پیچھے دونوں سرینوں کو رکھا جائے۔ یہ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت ہے۔ اگر چہ افتراش افضل ہے۔

۸۲۰ : عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۲۰: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے اس حالت میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھی تھی۔ (بخاری و مسلم)

عبداللہ بن زید: رضی اللہ عنہ کے حالات تفصیل سے گزرے۔ باب اباحۃ الشرب من الاوانی الطاہرۃ۔ مستلقیا فی المسجد: یہ جواز کی دلیل ہے۔

**تخریج** : بخاری فی الصلاۃ (۴۷۵) مسلم فی اللباس (۲۱۰۰) ابو داؤد فی الادب (۴۸۶۶) ترمذی فی الاستیذان (۲۷۶۵) نسائی فی الصلاۃ (۷۲۰) وابن حبان (۵۵۵۲) والدارمی (۲/۲۸۲) والحمیدی (۴۱۴)

۸۲۱ : وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِيْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ، رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَغَيْرُهٗ بِأَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ۔

۸۲۱: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا فرما لیتے تو سورج کے اچھی طرح طلوع ہونے تک اپنی جگہ پر چوکڑی مار کر بیٹھ جاتے۔ (ابوداؤد)
صحیح سند سے۔

تربع: اپنی نماز ادا کرنے کے بعد نماز کی جگہ میں چوکڑی مار کر بیٹھ جاتے اور طلوع شمس تک اللہ تعالیٰ کو یاد فرماتے رہتے۔ اس

میں چوکڑی مار کر بیٹھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ حسناء: خوب سفید۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (٤٨٥٠) و مسلم (٦٨٠)

**الفوائد** :مسجد میں ٹیک لگانا درست ہے اور استراحت کے لئے لیٹنا بھی درست ہے۔حدیث میں مذکورہ اجر چت لیٹنے والے کو بھی ملتا ہے۔نماز فجر کے بعد چوکڑی مار کر بیٹھنا جائز ہے۔

٨٢٢ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِفِنَآءِ الْكَعْبَةِ مُحْتَبِيًا بِيَدَيْهِ هٰكَذَا ' وَوَصَفَ بِيَدَيْهِ الْاِحْتِبَآءِ وَهُوَ الْقُرْفُصَآءُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۸۲۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے صحن میں احتباء کی حالت میں دیکھا اور پھر عبداللہ نے احتباء کی کیفیت ذکر کی اور قرفصاء بھی اسی حالت کا نام ہے۔(بخاری)

**بفناء الکعبة** :فناء جمع افنیہ۔صحن' دراز جانبیں۔**محتبیا**: یہ ہاتھ سے احتباء ہے۔اس کو قرفصاء بھی کہتے ہیں یعنی چوتڑ زمین پر رکھ کر رانوں کو پیٹ سے ملانا اور دونوں ہاتھوں کو پنڈلیوں کے گرد لپیٹنا (الجوہری) دونوں گھٹنوں پر جھک کر بیٹھنا پیٹ کو رانوں سے لگا کر دونوں ہتھیلیوں کو بغل میں دبانا۔دیہاتی اسی طرح بیٹھتے ہیں۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (٦٢٧٢)

**الفوائد** :مسجد میں اطباء جائز ہے جب کہ ستر کھلنے کا خطرہ نہ ہو۔

٨٢٣ : وَعَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَآءَ' فَلَمَّا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ اُرْعِدْتُّ مِنَ الْفَرَقِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ' وَالتِّرْمِذِيُّ۔

۸۲۳: حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرفصاء کی حالت میں بیٹھے دیکھا۔جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹھنے کی حالت انکساری والی دیکھی تو میں خوف سے کانپ اٹھی۔(ابوداؤد' ترمذی)

**قیلہ**: قاف مفتوح ہے۔بقول حافظ ان کا نام عنبریہ (کذا فی اسد الغابہ) بعض نے عنزیہ بعض نے عنویہ کہا ہے۔ان کو تمیمیہ کہا گیا ہے اور عنبر کا تعلق بنو تمیم سے ہے یہ صحابیہ ہیں۔ان کی طویل روایت ہے جس کو الیواقیت الفاخرہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کو ابن عبدالبر اور ابن مندہ اور ابونعیم نے بھی ذکر کیا۔حافظ کہتے ہیں یہ حبیب بن از ہر کی زوجہ تھیں اس سے بیٹیاں پیدا ہوئیں۔اس نے وفات پائی تو اس کی بیٹیاں عمر بن ایوب بن از ہر چھین کر لے گیا۔یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی شکایت لے گئیں۔**قرفصاء**: چوکڑی مار کر بیٹھنا۔**المتخشع فی الجلسة**: نصب کی صورت میں یہ رسول کی صفت ہے۔**ارعدت من الفرق** : **فرق یفرق** (ڈرنا)

**تخریج** : اخرجه ابو داود (٤٨٤٧) ابو داو (٣٠٧٠) والترمذی (٢٨٣٣)

**الفوائد:** (قرفصاء) بیٹھنے کی یہ کیفیت خشوع وخضوع والی ہے۔ آپ کے وقار ورعب کا تذکرہ ہے۔

۸۲۴ : وَعَنِ الشَّرِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا جَالِسٌ هٰكَذَا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرٰى خَلْفَ ظَهْرِيْ وَاتَّكَأْتُ عَلٰى اَلْيَةِ يَدِيْ فَقَالَ: "اَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ؟" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۸۲۴: حضرت شرید بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا جبکہ میں اس طرح بیٹھا تھا کہ میں نے بایاں ہاتھ پشت کے پیچھے رکھا ہوا تھا۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ یہ تو ان لوگوں کی طرح کا بیٹھنا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غصہ ہوا۔ (ابوداؤد)
صحیح سند کے ساتھ۔

شرید: شین مفتوح ہے۔ ان کے والد کا نام سوید ہے (سین مضموم ہے) یہ ثقفی حجازی ہیں۔ بعض نے حضرمی کہا ہے رضی اللہ عنہ۔ عامری کہتے ہیں ان کو ثقیف میں شمار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کے اخوال ہیں۔ بعض نے کہا ان کے ہاتھوں قوم کا ایک آدمی مارا گیا یہ مکے چلے گئے اور ثقیف سے علیحدگی اختیار کر لی۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر بیعت رضوان میں شامل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام شرید رکھا۔ مسلم نے ان کی دو حدیثیں بیان کیں اور ابوداؤد نسائی نے بھی ان سے روایت لی۔

**اللغات:** انا جالس هكذا: یہ مر کے فعل سے جملہ حالیہ ہے۔ الية يدى: انگوٹھے کی جڑ سے لے کر چھنگلیا کی جڑ تک کا حصہ (النہایہ) علامہ سیوطی کہتے ہیں انگوٹھے کی جڑ سے نیچے تک کا حصہ۔ قعدة: (قاف مکسور) کیا تم ان لوگوں کی طرح بیٹھتے ہو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ تشبیہ بالکفار ممنوع ہے۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (٤٨٤٨) والحاكم (٤/٧٧٠٣)

**الفوائد:** غیر معمول سے مشابہت کی ممانعت کی گئی ہے۔ نہی عن المنکر میں تاخیر نہ ہونی چاہیے۔

## ۱۲۹ : بَابُ آدَابِ الْمَجْلِسِ وَالْجَلِيْسِ

## بَابٌ: مجلس اور ہم مجلس کے آداب

جلیس: یہ جالس کے معنی میں ہے۔

۸۲۵ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا يُقِيْمَنَّ اَحَدُكُمْ رَجُلًا مِّنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ وَلٰكِنْ تَوَسَّعُوْا وَتَفَسَّحُوْا" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا قَامَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنْ مَّجْلِسِهٖ لَمْ يَجْلِسْ فِيْهِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۲۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص دوسرے کو ہرگز اس کی جگہ سے نہ اٹھائے کہ خود پھر وہاں بیٹھ جائے۔ لیکن تم مجلس میں وسعت و فراخی کر دو۔ جب ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس سے جب کوئی شخص اُٹھ جاتا تو آپ اس کی جگہ نہ بیٹھتے۔ (بخاری و مسلم)

**لا یقیمن احدکم**: یہ نہی نفی کے مشابہ ہے اس میں عموم ہے اور نہی تحریمی ہے۔ رجلاً: کوئی شخص بیٹھنے والا خواہ مرد ہو یا عورت مرد کا تذکرہ شرافت کی وجہ سے کیا۔ اس کا عموم اس بات کو بھی شامل ہے کہ جب آنے والا بیٹھنے والے سے علم یا اصلاح کی وجہ سے افضل ہو تب اس آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھانا جائز نہیں جو مباح جگہ میں پہلے بیٹھ چکا ہو۔ البتہ فقہاء نے مسجد میں تدریس کرنے والے کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا اگر اس کی جگہ کوئی دوسرا بیٹھ جائے تو مدرس اس کو اٹھا سکتا ہے اور بائع کا بھی یہی حکم ہے کہ جب بازار میں وہ کسی جگہ سے مانوس ہو جائے تو وہاں اور کسی کے بیٹھنے کی صورت میں وہ اسے اٹھا سکتا ہے۔ **ثم یجلس فیہ**: (۱) لا نافیہ کے مدخول پر عطف کر دیں تو یہ مجزوم ہوگا (۲) جملہ مستانفہ ہو تو مرفوع ہوگا یا مبتداء مقدر مانیں (۳) نصب کی صورت میں ان مضمر ہوگا کیونکہ یہ طلب کے جواب میں ہے اور ثم یہاں واؤ کی جگہ لائے۔ یہ صورتیں حدیث **لا یبولن احدکم فی الماء الراکد ثم یغتسل فیہ**۔ **لکن توسعوا**: مجلس میں آنے والے کے سلسلہ میں استدراک کیا کہ اس کے لئے وسعت میں ذرا تکلف کرلو۔ **وتفسحوا**: یہ عطف تفسیری ہے۔ **وکان ابن عمر**: جب ان کے لئے کوئی آدمی اپنی جگہ سے اٹھ جاتا تو تورعاً وہاں نہ بیٹھتے تاکہ شارع نے جس بات سے منع کیا وہ ان کی طرف منسوب نہ ہو۔

**تخریج**: اخرجہ احمد (۲/۵۶۲۹) والبخاری (۹۱۱) و مسلم (۲۱۷۷) والترمذی (۲۷۵۰) و عبد الرزاق (۱۹۸۰۶) و ابن حبان (۵۸۶) وابن ابی شیبۃ (۸/۵۸٤) والدارمی (۲/۲۸۱) والبخاری (۱۱٤۰) والبیہقی (۶/۱۵۰)

**الفوائد**: اس میں اسلام کا عظیم ادب سکھایا کہ دوسروں کے لئے مجلس کو وسیع کر دو۔ مجلس میں بیٹھنے والا اپنی جگہ کا زیادہ حقدار ہے جب تک مجلس قائم ہے۔

۸۲٦: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِّنْ مَّجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۸۲٦: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مجلس سے اٹھ جائے پھر وہ واپس لوٹ آئے تو وہ اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔ (مسلم)

**مجلس**: وہ وہاں نماز کے انتظار میں ٹھہرا ہو۔ پھر عذر کی وجہ سے وہ اٹھ جائے۔ **ثم رجع**: پھر واپس تشریف لے آئے۔ **فھوا حق بہ**: وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔ اسی طرح جب کوئی عالم اپنی مقرر جگہ سے اٹھ جائے تو واپس لوٹنے پر وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

**تخریج**: اخرجہ احمد (۳/۸۵۱۷) والدارمی (۲/۲۸۲) و مسلم (۲۱۷۹) و عبد الرزاق (۱۹۷۹۲) و ابو داود (٤۸۵۳) و ابن حبان (۵۸۸) و ابن ماجہ (۳۷۱۷) والبیہقی (۳/۲۳۳)

**الفوائد**: جو ضرورت سے مجلس سے جائے اسکی جگہ نہ بیٹھنا چاہئے۔ اگر وہ مستقل طور پر چلا جائے یا دوسری جگہ منتقل ہو تو پھر

وہاں بیٹھ سکتا ہے۔

۸۲۷ : وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا اِذَا اَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ اَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۸۲۷: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے تو ہم میں ہر ایک وہیں بیٹھ جاتا جہاں مجلس ختم ہوتی۔ (ابوداؤد' ترمذی) ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

حیث ینتھی: خواہ وہ درمیان ہو یا پچھلی جانب ہو۔ روایت میں وارد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں جہاں جگہ ملتی وہاں آپ ﷺ بیٹھ جاتے اور اس کی وجہ یہ ہے آنے والا اگر مخصوص جگہ کا طلبگار رہو کہ جہاں دوسرا پہلے بیٹھ چکا اگر یہ اسے اٹھا کر بیٹھے گا یا اس کو سرکشی سے تنگ کرے گا تو یہ مؤمن کی شان کے خلاف ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۷/۲۰۹۸۳) والطیالسی (۷۸۰) بخاری (۱۱۴۱) و ابو داود (۴۸۲۵) والترمذی (۲۷۲۴) وابن حبان (۶۴۳۳) والبیهقی (۲۳۱/۳)

**الفرائد** :علمی حلقوں میں آداب کا خیال رکھنا لازم ہے۔ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے۔

۸۲۸ : وَعَنْ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَّيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۸۲۸: حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس حد تک ہو سکتا ہے خوب پاکیزگی حاصل کر لے اور اپنے گھر میں میسر تیل اور خوشبو استعمال کرے۔ پھر گھر سے نکل کر جائے اور دو آدمیوں کے درمیان تفریق نہ ڈالے۔ پھر جو میسر ہو نماز ادا کرے اور جب امام کلام کرے تو وہ خاموش رہے تو اس کے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری)

سلمان الفارسی: رضی اللہ عنہ ان کو سلمان الخیر بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی سے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا تمہارا نسب کیا ہے تو فرمایا ابن اسلام۔ یہ فارس کے رہنے والے ہیں۔ اصبہان کی ایک بستی اس کا وطن مالوف تھا۔ بعض نے ان کو رام ہرمز کی نسل سے بتلایا۔ ابتداء میں اسلام لائے ان کے اسلام کا قصہ بہت طویل ہے۔ انہوں نے پہلے پہل غزوہ خندق میں شرکت کی۔ اس کے بعد پھر کسی غزوہ میں غیر حاضر نہ رہے۔ بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اور ابودرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ کروا دیا تھا۔ یہ عالم' زاہد' فاضل صحابہ میں سے

تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرابت والوں میں شامل فرمایا۔ ارشاد فرمایا: سلیمان منا اهل البیت: ان ہی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گروہوں کی آمد پر خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے عراق میں رہائش اختیار کی۔ یہ اپنے ہاتھ سے ٹوکریاں بناتے تھے اور اسی سے اپنا گزر اوقات کرتے۔ ان کی عمر بالاتفاق دو سو پچاس سال ہوئی۔ بعض نے ساڑھے تین سو سال لکھی ہے اور بعض نے تو یہ کہا ہے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے وصی سے ملاقات کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات انہوں نے نقل کی ہیں۔ جن میں سے تین متفق علیہ اور تین صرف مسلم نے نقل کی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے علی عمار سلیمان رضی اللہ عنہم اس کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔

جمعہ کے غسل کا وقت طلوع فجر سے شروع ہو جاتا ہے اور زوال کے قریب غسل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

**اَللُّغَاتُ**: ما استطاع: اس میں ما مصدریہ ہے اور مضاف یہاں محذوف ہے یعنی اپنی طاقت کی مقدار جو اچھی خوشبو میسر ہو یا جو اچھا تیل۔ ایک دوسری روایت میں آپ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں: من طيب بيته: یعنی خوشبو کی وہ قسمیں جو اس کو میسر آئیں پھر وہ نماز کا ارادہ کر کے اپنے گھر سے نکل جائے۔ فلا يفرق بين اثنين: دو آدمیوں کے درمیان جدائی نہ کرے جبکہ انہوں نے درمیان میں جگہ نہ چھوڑی ہو اگر جگہ چھوڑ دی گئی ہو پھر وہاں بیٹھنا ثواب کے حاصل ہونے میں نقصان نہیں دے گا۔ يصلي ما كتب له: نماز سے یہاں نفلی نماز مراد ہے اور خاموشی سے امام کے خطبہ شروع کرنے کے وقت خاموشی مراد ہے۔

الا غفر: یہ مجہول کا صیغہ ہے۔ دوسرے جملہ کے ثواب سے مراد تمام سابقہ نمازوں اور اس کے بعد والی مراد ہیں یعنی اسکا ثواب پورے ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ بن جائیگا۔ یہاں گناہوں سے مراد وہ صغیرہ گناہ ہیں جن کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہو۔

**تخریج**: اخرجه احمد (٧/٣٧٨٦) والبخاری (٨٨٣) والدارمی (١/٣٦٢) وابن ماجه (١٠٩٧) وابن حبان (٢٧٧٦) وابن خزيمة (١٧٦٣)

**الفوائد**: جمعہ کے دن غسل کرنا' خوشبو لگانا' اچھے کپڑے پہننا مستحب ہے۔ لوگوں کی گردنیں پھاند کر جانا درست نہیں۔ سکون وقار سے چلنے' لغویات کو ترک کرنے والے کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

٨٢٩ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ: "لَا يَجْلِسُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا"

۸۲۹: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی کے لئے درست نہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی مرضی کے بغیر جدائی ڈالے۔ (ترمذی' ابوداؤد) حدیث حسن ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آدمی کو دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھنا چاہئے۔

جدہ: ان کے والد کے دادا عبداللہ بن عمرو ہیں جیسا کہ پہلے گزرا۔ یہاں حلال نہ ہونے کا مطلب مباح یا جائز ہونا ہے۔ ان يفرق بين اثنين الا باذنهما: علقمی کہتے ہیں اگر دو آدمی آپس میں آہستہ بات کر رہے ہوں اور تیسرا آدمی اس جگہ ہو کہ جو ان کی کلام نہ سن رہا ہو وہ ان کا کلام سننے کے لئے آیا تو اس کو سننا جائز نہیں۔ ابن بر کہتے ہیں سرگوشی کے دوران تیسرے آدمی کو

ان کی سرگوشی میں داخل ہونا جائز نہیں بلکہ اسے نہ ان کے پاس بیٹھنا چاہئے اور نہ ہی ان سے دور بیٹھنا چاہئے مگر جبکہ وہ اجازت دیں۔ ان کا الگ بیٹھنا اس کی موجودگی سے نفرت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ بات اور بھی اس وقت پختہ ہو جاتی ہے جب دونوں میں سے ایک زوردار آواز والا ہو تو وہ موجودہ سے اپنی بات کو نہ چھپا سکے گا یا خود یہ موجود آدمی ایسی پختہ سمجھ رکھتا ہے کہ جو کچھ یہ سنے گا جس کے ذریعے سے باقی کلام پر مسلط ہو جائے گا تو ایسی چیز سے مومن کی حفاظت کرنا جو مومن کے لئے ایذا دینے والی ہو یہ بھی مطلوب ہے اگرچہ اس میں مراتب کا فرق ہوگا۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۲/۷۰۱۸) و ابو داود (٤٨٤٥) والترمذی (۲۷٦۹)

**الفوائد** : دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھنا ممنوع ہے۔ دو اکٹھے بیٹھنے والوں میں تفریق ممنوع ہے۔

۸۳۰ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الْحَلْقَةِ ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ ، وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ اَبِىْ مِجْلَزٍ اَنَّ رَجُلًا قَعَدَ وَسَطَ حَلْقَةٍ فَقَالَ حُذَيْفَةُ : مَلْعُوْنٌ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ – اَوْ لَعَنَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الْحَلْقَةِ۔ قَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۸۳۰ : حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی جو حلقہ کے درمیان بیٹھے۔ (ابوداؤد بسند حسن) اور ترمذی نے ابومجلز کی روایت سے نقل کیا کہ ایک شخص کسی حلقہ کے درمیان میں بیٹھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا حلقے کے درمیان میں بیٹھنے والا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے مطابق ملعون ہے یا اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس پر لعنت فرمائی ہے جو حلقہ کے درمیان میں بیٹھے۔ (ترمذی)

حدیث حسن صحیح ہے۔

**من جلس وسط الحلقة** : درمیان حلقہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی لوگوں کی گردنیں پھاند کر درمیان میں آکر بیٹھ جائے تو اس تکلیف دینے کی وجہ سے اس پر لعنت کی گئی ہے۔ اس کے بیٹھنے کی وجہ سے کئی آدمیوں کو نقصان پہنچا۔ کئی کے چہروں کے سامنے وہ رکاوٹ بن گیا۔ ترمذی نے ابومجلز اس کا نام لاحق بن حمید سدوسی بصری ہے کہ ایک آدمی ایک حلقے کے درمیان میں آ گھسا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ملعون ہے۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (٤٨٢٦) والترمذی (۲۷٦۲) و احمد (۲۳٤۳۲/۹)

**الفوائد** : حلقہ کے درمیان بیٹھنا ممنوع ہے۔ ایسا کرنا لعنت کا باعث ہے کہ یہ تکبر کی علامت ہے۔

۸۳۱ : وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "خَيْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُهَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ۔

۸۳۱: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: بہترین مجالس وہ ہیں جو فراخ ہوں۔ (رواہ ابوداؤد) صحیح سند سے شرط بخاری پر روایت کیا ہے۔

خیر المجالس: وسیع مجلس کو اس لئے بہتر کہا کہ اس میں بیٹھنے والے کو راحت مل جاتی ہے اور مجلس کی تنگی کی وجہ سے کینہ اور بغض پیدا ہونے کا امکان نہیں ہوتا۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۴/۱۱۳۷) والبخاري (۱۱۳۶) و ابو داود (۴۸۲۰) والحاكم (۴/۷۷۰)

**الفوائد**: مجلس کو وسعت کرنی چاہئے۔ دوسرے کے لئے جگہ دینا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

۸۳۲: **وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ جَلَسَ فِيْ مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِيْهِ لَغَطُهٗ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ مِنْ مَّجْلِسِهٖ ذٰلِكَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ، اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِيْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔**

۸۳۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں بہت ہی فضول باتیں اس سے ہوئیں پھر اس نے مجلس سے اٹھنے سے پہلے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ پڑھ لیا تو اس مجلس کے تمام گناہ اس کے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (ترمذی)

حدیث حسن صحیح ہے۔

**في مجلس**: مجلس سے مراد بیٹھنے کی جگہ ہے۔ لغط ایسی کلام کو کہتے ہیں جو ملی جلی ہو اور اس میں بات واضح نہ ہو۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ اس مجلس میں وہ بہت سی ایسی باتیں کرے گا جو اس کے لئے فائدہ مند نہیں یہ بات کہنا اس وقت اس کے لئے مفید ہوگا جبکہ وہ بات کہنے میں سچا ہو۔ سبحان اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کا ایسی چیزوں سے پاک قرار دینا ہے جو اس کے لائق نہیں ہے۔ **اللهم**: یعنی یا اللہ۔ جامع کبیر کی بعض روایات میں اللھم سے پہلے ربنا کا بھی اضافہ ہے۔ **سبحانك**: یعنی آپ کی حمد کے ساتھ میں آپ کی تعریف کرتا ہوں اور یہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ واؤ کو ملتبسا کے متعلق کہا جائے۔ اور اشہد کا مطلب میں جانتا ہوں اور ظاہر کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں نہ وجود میں نہ (مکان) میں۔

**النحو**: الا انت: یہ ضمیر لا کے محل سے بدل ہے یا لا کے اسم کے محل سے بدل ہے۔ **استغفرك**: یعنی آپ سے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں چاہے وہ گناہ ہوں جو میں نے اس سلسلے میں کئے ہیں۔ معفول کو عام کرنے کے لئے حذف کر دیا۔ **اتوب اليك**: مناسب یہ ہے کہ اس کا کلام کرنے والا اپنے دل سے قصد کرنے والا ہے جس پر کہ یہ دونوں جملے دلالت کر رہے ہیں ورنہ وہ آدمی جھوٹا ہے اور وہ اللہ کی ناراضگی کا حقدار ہے۔

اس کا عام ہونا کبیرہ گناہوں کے علاوہ کے لئے ہے کیونکہ وہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا اللہ کے فضل کی قید بڑھائی جانے اور اس میں بھی انسانی حقوق شامل نہ ہوں کیونکہ ان میں ملوث آدمی کے گناہ کا ساقط ہونا حق تعالیٰ کی رضامندی پر

موقوف ہے۔ یہ دوسری احادیث سے بات اخذ کی گئی ہے۔ ذالك: کا اسم اشارہ اس بات کی وضاحت کے لئے ہے کہ بہت ساری غلط باتوں کی وجہ سے وہ اس مقام پر پہنچ گیا کہ اس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور جب اس کے وہ گناہ معاف کر دیئے گئے تو اس کا ایسی حالت میں ہونا بدرجہ اولیٰ ہے اور اس ذکر پر وہی گناہ معاف ہوتے ہیں جو اس مجلس میں اس نے کمائے ہیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عیب والی باتوں سے تنزیہ ہے اور اس کے احسانات کے سبب اس کی تعریف ہے اور اس کی توحید کی شہادت اور پھر اس کی بارگاہ سے مغفرت کا سوال ہے۔ وہی ایسی ذات ہے کہ جس کے دروازے کا قصد کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٢/١٠٤٢٠) والترمذی (٣٤٤٤) وابن حبان (٥٩٤) والحاكم (١/١٩٦٩) وابن السنی (٤٤٧) و ابو داود (٤٨٥٨)

**الفرائد** : مجلس کے اختتام کی دعا کرنی چاہئے تاکہ غلطیاں معاف ہو جائیں۔ انسانوں کی پکڑ زبان کے اقوال پر ہوگی اور افعال پر بھی۔

٨٣٣ : وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ بِاٰخِرَةٍ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ : سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ " فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ لَتَقُوْلُ قَوْلًا مَّا كُنْتَ تَقُوْلُهٗ فِيْمَا مَضٰى؟ قَالَ :"ذٰلِكَ كَفَّارَةٌ لِّمَا يَكُوْنُ فِي الْمَجْلِسِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ '

وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ فِي الْمُسْتَدْرَكِ مِنْ رِّوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَقَالَ : صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ۔

٨٣٣: حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو آخر میں اس طرح فرماتے : سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اے اللہ تو پاک ہے اپنی تعریفوں کے ساتھ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں مگر تو ہی۔ میں آپ سے مغفرت طلب کرتا اور آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایسی بات فرمائی جو آپ نے پہلے نہیں فرمائی۔ آپ نے فرمایا یہ مجلس میں ہونے والی باتوں کا کفارہ ہے۔ (ابوداؤد)

حاکم نے اس کو مستدرک میں بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کر کے کہا یہ صحیح الاسناد ہے۔

ابو برزہ: رضی اللہ عنہ ان کے حالات باب الخوف میں گزر چکے۔ باخرة: یعنی اپنی آخری مجلس میں یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس کی عمر کے آخر میں ہو (النہایہ) ذلك: اشارہ بعید تفخیم شان کے لئے ہے۔ كفارة لمايكون: کفارہ یہ مبتداء بن سکتا ہے۔ یکون یوجد کے معنی میں ہے۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (٤٨٥٩) والدارمی (٢/٢٨٣) والحاكم (١/١٩٧١)

**الفرائد** : امت کی راہنمائی کیلئے یہ دعا سکھلائی آپ تو گناہوں سے پاک ہیں۔ آپ کا استغفار رفع درجات کے لئے ہے

٨٣٤ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْمُ مِنْ مَّجْلِسٍ حَتّٰى يَدْعُوَ بِهٰٓؤُلَآءِ الدَّعَوَاتِ اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَآئِبَ الدُّنْيَا: اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا ، وَاَبْصَارِنَا ، وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا ، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا ، وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا ، وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا ، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا ، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا ، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۸۳۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی مجلس سے اٹھتے تو دعائیہ کلمات ضرور پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ ...... اے اللہ ہمارے لئے اپنی خشیت کا وہ حصہ عنایت فرما جو ہمارے درمیان اور تیری معصیت کے درمیان حائل ہو جائے اور وہ اطاعت عنایت فرما جو ہمیں تیری جنت میں پہنچائے اور یقین میں سے وہ عنایت فرما جس سے مصائب دنیا آسان ہو جائیں۔ اے اللہ ہمیں ہمارے کانوں سے اور آنکھوں سے اور اپنی قوتوں سے فائدہ پہنچا جب تک ہماری زندگی ہے اور ان کو ہمارا وارث بنا اور جس نے ہم پر ظلم کیا تو اس سے بدلہ لے اور ہمارے ساتھ عداوت رکھنے والوں اور ہمارے ساتھ دشمنی کرنے والوں کے خلاف ہماری مدد فرما اور ہمارے دین میں کوئی مصیبت نہ ڈال اور نہ ہی دنیا کو ہمارا بڑا مقصد اور ہمارے علم کا مقصد نہ بنا اور ہم پر ان لوگوں کو مسلط نہ فرما جو ہم پر رحم نہ کرنے والے ہوں۔ (ترمذی) حدیث حسن۔

**قلما**: ما کافہ ہے۔ **من مجلس حتی**: حتی یہاں الا کے معنی میں ہے۔ **بھولاء الدعوات**: یہ عطف بیانی یا اللھم اقسم: سے بدل ہے۔ **من خشیتك**: جلال کی معرفت کے ساتھ ملا ہوا خوف' علماء نے اس لفظ کو ذاتِ باری کے لئے خاص کہا۔ **یخشی الله من عباد العلماء**: یہ خشیت عظمت ہے نہ کہ خشیت اذلال۔ علماء کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: **انا اعرفکم باللّٰہ واشد کم له خشیة**: کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا اور تم میں سب سے زیادہ خشیت والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے متعلق فرمایا: ﴿وھم من خشیته مشفقون﴾ کہ وہ اس کی خشیت سے ڈرنے والے ہیں۔ **ما یحول بیننا و بین معصیتك**: ما موصولہ یا موصوفہ ہے۔ **یحول**: تو نہ کرنا کی وجہ سے لائے۔ یہاں سبب کی طرف نسبت کی ہے ورنہ بندے اور معصیت کے درمیان حائل ہونے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ اس طرح کہ اس کے دل میں ایسی خشیت پیدا کردے جو اس کو برائی سے روک دے۔ **و من طاعتك ...... طاجنتك**: اس کا عطف ماقبل پر ہے اور یہ اقسم کے تحت ہے۔ باسببیت اور مصاحبت کی ہو سکتی ہے۔

**و من الیقین ..... الدنیا**: یقین قلبی مراد ہے۔ مصائب یہ مصیبت کی جمع ہے جو چیز انسان کو ایذاء دے جیسا روایت میں ہے

"کل شیٔ یوذی المؤمن فھولہ مصیبۃ": علیٰ فی کے معنی میں ہے۔لما اضافت لامی ہے کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ہماری آنکھ کھول دے کہ جس سے ہم جان لیں کہ جو کچھ پہنچا ہے یہ ارحم الراحمین کی طرف سے ہے اس طرح اسکو سہنا آسان ہو جائیگا۔

**اللھم متعنا ...... ما احییتنا**: اسماع سے مراد قوت سماعت ہے۔ ابصار سے بصارت۔ ما مصدریہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک زندگی باقی ہو ان قوتوں کو اپنے فضل سے باقی رکھ تا کہ کسی کی محتاجی نہ ہو۔

**واجعلہ الوارث**: اس کے دوام و استمرار کو وارث سے تشبیہ دی ہے۔ یہ تشبیہ بلیغ ہے۔ **واجعل ثارنا ...... عادانا**: ثار خون کا بدلہ لینا (النہایہ) یعنی تو ظالم سے ہمارا حق لے اور اس کے ظلم پر اس کو سزا دے اور ہمیں دشمنوں پر غلبہ عنایت فرما۔ عادیٰ یہ باب مفاعلہ سے بھی ہو سکتا ہے اور مغالبہ مراد بھی ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اغراض فانیہ کے لئے دشمنی جو کہ جائز نہیں یا تیرے افعال محرمہ کی وجہ سے وہ عداوت اختیار کرنے والا ہو۔ ایسے آدمی کی بددعا قابل قبول نہیں کیونکہ افعال الٰہی پر اعتراض بندے کو درست نہیں۔

**ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا**: دین میں مصیبت یہ ہے کہ ہم اس چیز کو ناپسند کریں جس کی ادائیگی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے (۲) یا ایسی چیز میں واقع ہوں جس میں مداخلت سے ہمیں روکا گیا ہے اور دینی مصیبت سب سے بڑی مصیبت ہے کیونکہ اس پر آخرت کی بدبختی مرتب ہوتی ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔ دنیا کی مصیبت تو صرف دنیا کے جانے کی حد تک ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ صبر الہام فرما دیتے ہیں اور اس پر ثواب بھی رکھا گیا ہے اگر دنیا یا مصیبت جائے تو اس پر ثواب نہ ملے گا۔

**ولا تجعل الدنیا ...... علمنا**: دنیا کو ہم بنانا یہ ہے کہ عبودیت کے فریضہ کی ادائیگی والے امور اور ان کو قائم کرنے میں کوتاہی کرنے لگے۔ دنیا کا مبلغ علم بنانا یہ ہے کہ ہم اس علم سے دنیا تو سنواریں مگر آخرت کی درستگی نہ کریں۔ کافر کا مبلغ علم دنیا ہے۔ وہ اسی میں مستغرق ہے اور شہوات دنیا کے سمندروں میں تیرتا ہے اور کہتا ہے: ﴿ان ھی الا حیاتنا الدنیا﴾ جو مؤمن عمارت دنیا میں مستغرق ہوا اور آخرت کی تعمیر سے غافل ہو گیا۔ یہ گویا ان خسارہ پانے والوں کے مشابہ بن گیا۔ اس سے پناہ مانگی گئی ہے۔

**ولا تسلط**: اس سے معلوم ہوتا ہے۔ حکام و عمال کا ظلم وہ اللہ تعالیٰ کے مسلط کرنے سے ہوتا ہے۔ جب ان کی طرف سے کوئی مصیبت آئے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع ہو اور اللہ کے ساتھ تعلق میں جو بگاڑ ہے اس کو درست کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کی نار عداوت کو بھسم کر دیں گے۔ یہ بہترین جامع دعا ہے جس میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں جمع ہیں۔

**تخریج**: اخرجہ الترمذی (۳۵۱۳) والنسائی (٤٠٤) والحاکم (١/١٩٣٤)

**الفوائد**: دنیوی و اُخروی معاملات میں آپ ﷺ کی توجہ ذات الٰہی کی طرف رہتی تھی۔ یہ توجہ اس حکم کی تعمیل تھی: فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔

۸۳۵ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَّجْلِسٍ لَّا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِّثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَّكَانَ لَهُمْ حَسْرَةً" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۸۳۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ کسی مجلس سے بغیر اللہ تعالیٰ کی یاد کے اٹھ جاتے ہیں تو ان کی مثال ایسی ہے جیسے وہ کسی مردار کے اوپر سے اٹھ کر آئے ہیں اور یہ مجلس ان کے لئے حسرت ہوگی۔ (ابوداؤد)

صحیح سند کے ساتھ۔

نحو: ما من قوم: نفی کے عموم کے لئے من کو صلہ میں لائے۔ قوم میں مرد و عورت دونوں ہی شامل ہیں۔ یقومون یہ ما کی خبر ہے۔

من مجلس: نیک و بد ہر دو مجلس مراد ہے۔

اَلْبَحْث: لا یذکرون اللّٰہ: یقومون کی ضمیر سے جملہ نافیہ حال ہے۔ جیفۃ الحمار: کو زیادہ نفرت دلانے کے لئے ذکر کیا اور اشارہ کر دیا مجلس میں یادِ الٰہی چھوڑنے والا گدھے کی طرح کودن ہے کیونکہ دنیا کے عیش میں پڑ کر سب سے شاندار عطیے کو چھوڑ دیا۔ سب سے نفیس کا ترک نری حسرت ہے کیونکہ زمانہ واپس نہ لوٹے گا۔ اس سے حسرت اور بڑھ گئی اور ضائع ہونے والے وقت کی قدر و قیمت جانے والا اس میں ذکر اللہ میں کی جانے والی کوتاہی کو بھڑک اٹھے گا ممکن ہے آخرت میں حسرت ہو کہ آخرت کا ثواب فوت ہو گیا اور کوتاہی نہ کرنے والے کو مل گیا طبرانی کے الفاظ یہ ہیں: "ما من قوم اجتمعوا فی مجلس وتفرقوا اولم یذکروا اللّٰہ الا کان ذلك المجلس حسرة علیھم یوم القیامة" اور احمد کی روایت میں: "ما من جلسوا مجلسا لا یذکرون اللّٰہ فیه الا رواہ حسرة یوم القیامة"۔

تخریج: ابو داود (٤٨٥٥) والحاکم (١٨٠٨) واحمد (٣/١٠٨٢٧)

الفوائد: ① جس مجلس میں بیٹھے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔ ② اللہ تعالیٰ کی یاد کے بغیر مجلس سے اٹھنا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا۔

٨٣٦ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ فِيْهِ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ فَإِنْ شَآءَ عَذَّبَهُمْ ' وَإِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۸۳۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے اور نہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں وہ مجلس ان کے لئے حسرت ہوگی۔ پس اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو ان کو عذاب دیں گے اور اگر چاہیں گے تو ان کو بخش دیں گے۔ (ترمذی) حدیث حسن۔

مجلسا: یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ لم یصلوا: سے صلاۃ و سلام دونوں مراد ہیں۔ فیه: یہ ظرف کے لئے بمنزلہ صفت ہے۔ الا کان: یہ ناقصہ ہو سکتا ہے۔ اسم کی ضمیر مجلس کی طرف راجع ہے۔ علیھم: یہ ظرف لغو خبر کان سے متعلق ہے۔ ترة: اس کا معنی نقص ہے اور یہ متعلق کے سلسلہ میں فعل کی طرح ہے (۲) بذاتِ خود فعل سے متعلق ہے (۳) محل حال میں ہے (اسم کان سے) (۴) کان تامہ ہو تو یہ اس کا فاعل ہے۔ اگلی روایت اس کی موید ہے۔ فان شاء عذبھم: اس کوتاہی کی سزا میں جو انہوں نے چھوڑ کر کی ہے۔ وان شاء غفر لھم: اس نقص کو معاف کر دے۔ معلوم ہوا کہ مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

پر درود ضروری ہے۔ جس میں آپ ﷺ کا تذکرہ ہو جیسا دیگر روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔

**تخریج** : اخرجه الترمذی (۳۳۹۱) و احمد (۳/۹۷۷۱)

**الفرائد** : ① مجلس میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور جناب رسول ﷺ پر درود بھیجنا چاہئے تاکہ مجلس بابرکت ہو۔ ② جہاں اللہ کا ذکر نہ ہو وہ مجلس باعث حسرت ہوگی کیونکہ انہوں سے اپنے اصل مال کو ضائع کر دیا۔

٨٣٧ : وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ ، مَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى تِرَةٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ – وَقَدْ سَبَقَ قَرِيْبًا ، وَشَرَحْنَا "التِّرَةَ" فِيْهِ۔

٨٣٧: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کیا تو وہ مجلس اللہ کی طرف سے اس کے لئے ندامت کا باعث ہوگی۔ (ابوداؤد)

ابھی قریب روایت گزری جس میں التِّرَة کی تشریح کر دی گئی یعنی حسرت وندامت۔

مقعداً: ظرف زبان ہونے کی وجہ سے منصوب ہے (۲) مصدر میمی ہے جو قعوداً کے معنی میں ہے۔ لم یذکر اللّٰہ تعالٰی فیه: اس سے ذکر لسانی مراد ہے۔ اس قدر کہ متکلم خود معتدل آواز سے سن لے۔ (۲) ذکر قلبی مراد ہو۔ اب خوف اور رجاء وغیرہ وہ بھی اس میں شامل ہوں گے۔ خواہ زبان سے ذکر نہ ہو۔ کانت علیه: فاعل کی وجہ سے فعل کو مونث لائے۔ دونوں ظرف کانت سے متعلق ہیں (۲) کان ناقصہ ہو تو ایک ظرف خبر مقدم اور ترہ اسم موخر (۳) کانت کی تانیث اس ضمیر کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ مقعداً کے مقصود قعدہ پر دلالت کرتی ہے۔

**تخریج** : ابو داؤد فی آداب النوم۔

**الفرائد** : روایت ۸۲۸ میں فرائد گزر چکے۔

# ۱۳۰ : بَابُ الرُّؤْيَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

## بَابٌ : خواب اور اس کے متعلقات

الرؤیا: یہ فعلی کے وزن پر ہے۔ الف تانیث مقصورہ سے غیر منصرف ہے۔ یتعلق بھا: سے مراد آداب ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ [الروم:۲۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی علامات میں تمہارا دن رات کا سونا ہے"۔ (الروم)

آیاته: سے دلائل واحدانیت والوہیت مراد ہیں۔ منامکم باللیل والنهار: نیند میں بھی شعور چلا جاتا ہے اور سونے والا میت کی طرح ہو جاتا ہے۔ جب اس سے بیدار ہوتا ہے تو شعور وادراک واپس لوٹتا ہے۔ گویا وہ اب تک باقی رہنے۔ یہ مار

قدرت کی دلیل ہے۔

۸۳۸: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَقُوْلُ: "لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ" قَالُوْا: "وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: "الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۸۳۸: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا نیک خواب۔ (بخاری)

لم یبق: دمامینی نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت سے کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے وحی منقطع ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسی چیز باقی نہ رہے گی جس سے مستقبل کی کسی چیز کا علم ہو۔ سوائے مبشرات کے۔ مقام کا تقاضہ یہ تھا کہ نفی بلن کے ساتھ ہوتی اور ایک روایت میں "لن یبقی بعدی من النبوة الا المبشرات" وارد ہے۔ (ابن التین) مہلب کہتے ہیں مبشرات کی تعبیر غلب کے لحاظ سے ہے کیونکہ بعض خوابیں تو ڈروانی ہوتی ہیں جو مومن کو ان تکلیف چیزوں سے پہلے دکھاتے ہیں تاکہ وہ ان کی تیاری کر لے۔ قالوا: حاضرین صحابہ کرام نے کہا۔ الرؤیا الصالحه: (۱) اس سے مراد جو ذاتی اعتبار سے نیک خواب ہوں (۲) تاویل کے لحاظ سے نیک ہوں۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۶۹۹۰)

**الفرائد**: ① نیک خواب نبوت کا جزء ہیں۔ ② اچھے خواب مؤمن کو جلد ملنے والی بشارت ہے۔

۸۳۹: وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: "اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ وَرُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ - وَفِیْ رِوَایَةٍ: اَصْدَقُكُمْ رُؤْیَا: اَصْدَقُكُمْ حَدِیْثًا۔

۸۳۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب زمانہ قریب (قیامت) ہو جائے گا تو مؤمن کا خواب کم وبیش ہی جھوٹا ہوگا اور مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (بخاری ومسلم) ایک روایت میں ہے تم میں ان کا خواب زیادہ سچا ہے جو بات میں بھی سب سے سچا ہے۔

اقترب الزمان: اس سے موسم ربیع مراد ہے جس میں دن رات برابر ہوتے ہیں۔ (۲) دنیا کی مدت کی انتہا مراد ہے۔ (۳) قرب سے مراد یہ ہے کہ سال مہینے کی طرح اور مہینہ ہفتے کی طرح اور ہفتہ دن کی طرح معلوم ہوگا اور دن ایک گھڑی کی طرح (طیبی) دوسرے قول کو طیبی اور اول کو ابن حجر نے ترجیح دی ہے۔ طیبی نے اپنی تائید میں یہ روایت پیش کی ہے "فی آخر الزمان لا تكاد رؤیا المؤمن تكذب"۔ سیوطی نے بھی اس کی تائید کی ہے کیونکہ اکثر علم کم ہو جائے گا دیانت کے نشانات مٹ جائیں گے۔ اس زمانے میں لوگ کسی ناصح کے محتاج ہوں گے اور مجدد کے ضرورت مند ہوں گے تاکہ دین کی باتوں کو وہ زندہ کرے۔ جیسا پہلے انبیاء علیہم السلام کرتے تھے لیکن ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں تو راہنمائی کے لئے رؤیا صادقہ بدلے میں عنایت ہوئے۔ عارف باللہ ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں مومن اس وقت اوپرا معلوم ہوگا اس کے

ساتھ انس والے کم ہوں گے۔ اس لئے مؤمن کو سچے خواب سے نوازا جائے گا۔ قاری نے کہا جب آدمی کی عمر بلوغت کو پہنچ جائے یا کہولت یا بڑھاپا تو اس کو خواب زیادہ سچا ہوتا ہے کیونکہ اس کی قوت نفسیہ حلم وحوصلہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ **لم تکد رؤیا المؤمن:** قریب نہیں کہ مومن کا خواب جھوٹ ہو۔ ایک روایت میں "لم تکد رؤیا الرجل المسلم" کے لفظ ہیں۔ طیبی کہتے ہیں کاد منفی کی خبر میں اختلاف ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی نافیہ ہے کیونکہ اس پر داخل ہونے والا حرف نفی ضرب حصول کی نفی کرتا ہے اور قرب شئی کی نفی کرنے والا تو نفی پر زیادہ دلالت کرنے والا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ﴿اذا اخرج یدہ لم یکد یراھا﴾

رؤیا یہاں رؤیت کے معنی میں ہے مگر یہ نیند سے خاص ہے بیداری میں نہیں پس فرق کے لئے تاء تانیث سے فرق کر دیا اور الف ممدودہ لے آئے (کشاف) واحدی کہتے ہیں الرؤیا مصدر ہے مگر جب یہ خیال کے لئے استعمال ہوا تو اسم کی جگہ بن گیا۔ صدیقی کہتے ہیں اس کا الف ممدودہ اور مقصورہ دونوں سے پڑھنا جائز ہے۔ کازری کہتے ہیں اہل سنت کے ہاں خواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے دل میں ایسے اعتقادات پیدا کر دیتے ہیں گویا ان اعتقادات کو دوسرے معاملات کے لئے بمنزل علم ہے جن کو اللہ تعالیٰ احوال کے دوران پیدا کرتے ہیں جو کہ کبھی مختلف ہوتے ہیں جیسے بادل علامت بارش ہے۔ کبھی اس سے بارش نہیں بھی ہوتی بعض اوقات وہ اعتقادات فرشتے کی موجودگی میں واقع ہوتے ہیں تو ہم خوش ہیں اور دوسرے شیطان کی موجودگی میں ہوتے ہیں تو ہم پریشان ہوتے ہیں۔ فتح الباری ملاحظہ فرمائیں۔

فرق: مسلم کی ایک روایت میں "اصدقھم رویا": سچی خواب دیکھنے والے اصدقھم حدیثاً۔ یہ غالب کے لحاظ سے ہے۔ بعض اوقات نیک بھی خیالات موہومہ دیکھتا ہے جب شیطان کی شرارت کا اس پر اثر پڑ جاتا ہے اور فاجر پر تو پہلے شیطان کا تسلط ہے۔ لوگوں کی اقسام: (۱) انبیاء علیہم السلام ان کے خواب بہر حال سچے ہوتے ہیں البتہ محتاج تعبیر ہوتے ہیں۔ (۲) صالح ان کے خواب عموماً سچے ہوتے ہیں۔ ان کے بعض خواب تعبیر اور بعض تعبیر کے محتاج نہیں ہوتے۔ (۳) عام لوگ ان کے خوابوں میں سچائی اور پراگندہ خیالات ملے جلے ہوتے ہیں۔ فاسق لوگوں کے زیادہ خواب پراگندہ خیالات ہوتے ہیں۔ (۴) کفار کے سچے خوابوں میں ان کو ڈرایا جاتا ہے۔

**تخریج:** اخرجه البخاری (۷۰۱۷) و مسلم (۲۲۶۳) و ابو داود (۵۰۱۹) والترمذی (۲۲۷۰)

**الفوائد:** ① خواب کی تاکید اور اس کا مرتبہ بتلایا گیا ہے۔ ② جو خالق ومخلوق کے ساتھ سچا ہو اس کا خواب سچا ہوتا ہے۔

۸۴۰ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَيَرَانِیْ فِی الْيَقْظَةِ اَوْ كَاَنَّمَا رَاٰنِیْ فِی الْيَقْظَةِ – لَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِیْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۸۴۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا۔ پس وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا یا گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا ہے۔ شیطان میری مثالی صورت نہیں بنا سکتا۔ (بخاری و مسلم)

**فسیرانی فی الیقظة:** کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کو بیداری میں آپ ﷺ کی زیارت ہوگی یہ اسی کی خوشخبری

ہے۔اس کو بیداری کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حقیقی بیداری یہی ہے اور یہ اس بات کے خلاف نہیں کہ اس کی تاویل دنیا و دین خبر کا ملنا ہو۔**او فکانما رانی فی الیقظۃ**: او شک راوی کے لئے ہے۔اس کا معنی یہ ہے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنا مثال ہے اور عالم حس میں دیکھنا حسی ہے تو خیال کو حس سے تشبیہ دی۔**ولا یتمثل فی الشیطان**: یہ جملہ مستانفہ ہے۔گویا کسی نے سوال کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے تو فرمایا اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔یہ وہ خواب ایسا نہیں کہ شیطان نے دیکھنے والے کے تخیل میں جس چیز کو چاہا ہو ڈال دیا ہو۔

ایک اہم سوال: کیا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے۔بعض نے کہا رؤیت باری' رؤیت الانبیاء' رؤیت ملائکہ' رؤیت شمس و قمر' نجوم اور وہ بادل جس میں بارش ہو۔ان میں کسی کی تمثیل شیطان نہیں بن سکتا۔

محققین کہتے ہیں یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے۔اس سلسلے میں علماء نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام احکام کے ذریعہ اسماء و صفات باری تعالیٰ جو تخلق و تحقق کے لحاظ سے ہیں ان کو ظاہر کر دیا ہے مگر مقامات رسالت اور دعوت الی الحق کے لحاظ سے حکم و سلطنت کے لحاظ سے صفات حق اور اسماء سے زیادہ ظاہر ہونے چاہئیں۔

صفت ہدایت اور اسم الہادی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسم الہادی کی صورت اور صفت للہادی کا مظہر ہیں اور شیطان اسم المضل کا مظہر صفت الضلالت کے ساتھ ظاہر ہونے والا ہے۔یہ دونوں ایسی ضدیں ہیں کہ ایک دوسرے کی صفت میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کے لئے پیدا فرمایا۔پس اگر ابلیس کو ان کی مثالی شکل بنانے کی اجازت ہو جائے تو جس کے سامنے آپ ﷺ جس حق کو ظاہر کرنے والے ہوں اس پر اعتماد ختم ہو جائے اور جس کے لئے اپنی ہدایت کو ظاہر کرنے والے ہوں اسی وجہ سے اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کی حفاظت فرمائی۔باری تعالیٰ نے اپنے بارے میں یہ منع نہیں فرمایا حالانکہ باری تعالیٰ تو عظمت و جلال کے لحاظ سے سب سے بڑے ہیں۔یہ بات پیش آئی کہ شیطان نے ایک قوم کو انا اللہ کہہ کر گمراہ کیا۔ان لوگوں نے خیال کیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور اس کا خطاب سنا ہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق کسی کا صورت بنانا ناممکن ہے (وہ لیس کمثلہ شیٔ ہے) تو ابلیس کے صورت بنانے سے التباس کا قطعاً خطرہ نہیں۔اس کے برعکس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو معروف و مشہور صورت ہے تو حکمت الہیہ نے اس بات کو اسی طرح چاہا اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ ہدایت دے اور گمراہ کرے (جو ہدایت کی طرف نہ آئے) اس کے برعکس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کے وصف کے پابند ہیں اور ہدایت کی صورت میں ظاہر ہونے والے ہیں۔اس لئے آپ ﷺ کی صورت کا معصوم و محفوظ کرنا ضروری تھا کہ شیطان اس میں ظاہر نہ ہوتا کہ اعتماد باقی رہے اور ہدایت کا حکم ان میں ظاہر ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا فیصلہ ہو۔

ابن حجرؒ لکھتے ہیں **فسیرانی فی الیقظۃ**: کے معنی میں اختلاف ہے۔(۱) سیدی: یہ مارای فی الیقظ کی تفسیر ہے کیونکہ یہ ایک غیب ہے جو اس کو القاء کیا گیا ہے (۲) مجھے قیامت میں دیکھے گا یعنی اس کو قرب والا دیدار میسر ہوگا (۳) خاص قسم کا قرب میسر ہوگا اور اس بات کے تسلیم کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ کچھ مدت کے لئے بعض گناہ گار مؤمنوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے روک دیا جائے۔

ابن التین کہتے ہیں اس سے مراد وہ شخص ہے جو آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ پر ایمان لایا اور آپ ﷺ کی ملاقات

دزیارت نہ کر سکا تو اس کو خوشخبری ہے کہ موت سے پہلے بیداری میں اس کو دیدار میسر ہوگا۔ بعض نے کہا یہ روایت اپنے ظاہر پر ہے اس کے متعلق جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سر کی آنکھوں سے ضرور دیکھے گا۔ بعض نے کہا دل کی آنکھوں سے دیکھے گا (کذا قال ابن العربی) پھر ابن عربی نے بعض کرامات کا ذکر کیا انہوں نے پہلے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پھر بیداری میں دیکھا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابات مرحمت فرمائے۔ اس قسم کی کرامات کا تذکرہ غزالی اور ابن عبدالسلام نے بھی کیا۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس جسم کو اس کرامت کی حالت میں دیکھا یہ کون سا جسم تھا۔ غزالی نے کہا یہ مثالی جسم ہے اور ابن عربی نے کہا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی صفات سے جو احادیث میں وارد ہیں دیکھا تو یہ ادراک حقیقت ہے ورنہ ادراک مثال ہے۔ حافظ نے بھی اسی قسم کو درست کہا۔ نووی نے حقیقت پر محمول کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

**تخریج**: اخرجہ البخاری (١١٠) و مسلم (٦٢٦٦) و ابو داود (٥٠٢٣) و ابن حبان (٦٠٥١) و احمد (٣/٧٥٥٦)

**الفوائد**: ① خواب میں دیکھنے والا آپ کو دیکھنے والا ہے یا عنقریب دیکھنے گا کیونکہ شیطان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ ② خواب میں مثالی چیزیں نظر آتی ہیں۔ بذات خود وہ چیزیں نہیں البتہ وہ مثالی چیز کبھی تو اس چیز کے ظاہری مطابقت رکھتی ہیں کبھی معنوی۔ ③ پہلی قسم میں سے آپ کا خواب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خواب میں دیکھا وہی بیداری میں دیکھا۔ ④ آپ کو خواب میں دیکھنے سے اس محبت والے کی تسکین مقصود ہے چنانچہ دوسری روایت فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ میں اسی طرف اشارہ ہے یا آپ کی معنوی صورت مراد ہو وہ دین وشریعت ہے اس کی تعبیر دیکھنے والے کے لحاظ سے کمی اور نقصان کے ساتھ ہوتی ہے۔ (قرطبی)

٨٤١ : وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا فَاِنَّمَا هِيَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا – وَفِيْ رِوَايَةٍ : فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ – وَاِذَا رَاٰى غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ فَاِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا وَلَا يَذْكُرْهَا لِاَحَدٍ فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَلَيْسَ هُوَ فِيْ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاِنَّمَا هُوَ عِنْدَهُ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ وَ اَبِيْ قَتَادَةَ۔

٨٤١ : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جس کو وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس چاہئے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور اس کو بیان کرے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو بالکل بیان نہ کرے مگر اس کو جس کو وہ پسند کرتا ہے اور جب ایسا خواب دیکھے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے پس وہ اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور کسی کے سامنے اس کا تذکرہ نہ کرے۔ پھر وہ خواب اس کے لئے نقصان دہ نہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

مسلم میں یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوقتادہ کی روایت سے آتی ہے۔

رؤیا یحبھا: اس کے ظاہر کے خوبصورت ہونے یا تاویل کے عمدہ ہونے کی وجہ سے۔ من اللّٰہ: وہ اچھائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے۔ فلیحمد اللّٰہ علیھا: (۱) اس سے حمد میں یا تو مبالغہ مراد ہے وہ اپنی کثرت کی وجہ سے منعم بہ پر غالب آ گئی۔ پس علوا پنے اصل معنی میں ہے اور روایت میں وارد ہے: "ما انعم اللّٰہ علی عبد بنعمۃ فقال الحمد للّٰہ الا کان ما اعطی خیراً مما اخذ"، اللہ تعالیٰ جب کسی بندے پر انعام کرتے اور وہ اس پر الحمدللہ کہتا ہے تو اس کو اس سے بڑھ کر مل جاتا ہے جتنا اس سے لیا گیا"۔ (۲) وہ تعلیلیہ بھی ہوسکتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ﴿ولتکبروا اللّٰہ ما ھداکم﴾ حدیث میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ جب نئی نعمت ملے تو اس وقت حمد بجالائے اور چیز دوام حمد کا سبب ہے۔ ولیحدث بھا: جس کو پسند کرتا ہو اسے بیان کرے اور مسلم کی ایک روایت میں فلا یحدث بہ: کہ وہ اس کو بیان نہ کرے۔ درست نسخے میں ضمیر بھا: مونث کی ہے۔ الا من یحب: اس کی وجہ یہ ہے کہ دشمن اس کا غلط محمل نکالے گا اور وہی واقع ہو جائے گا کیونکہ تعبیر کرنے تک یہ گھرانے والے اڑتے پرند کی طرح ہے۔ ترمذی میں الا لبیباً کے الفاظ وارد ہیں۔ مما یکرہ: جب ناپسند خواب دیکھے اس میں ما مصدریہ ہے (۲) ماموصولہ بھی ہوسکتا ہے۔ اس کی ضمیر عائد منصوب ہے۔ خواب کی کراہت اس کی تعبیر کے اعتبار سے یا ظاہر کے اعتبار سے ہے۔ فانما ھی من الشیطان: یہ خواب شیطانی ہے اس کو شیطان کی طرف منسوب کرنے کی وجہ تخیل شیطان سے اس خواب نے جنم لیا ہے اور اس خیال کی کوئی حیثیت نہیں۔ فلیستعذ باللّٰہ من شرھا: اس کے شر سے پناہ مانگے۔ عبدالرزاق نے اور ابن ابی شیبہ نے اثر ذکر کیا ہے۔ "اذا رای احدکم فی منامہ ما یکرہ فنیقل اذا استیقظ اعوذ باللّٰہ بما عاذت بہ ملائکۃ اللّٰہ ورسلہ من شر رؤیای ھذہ ان یصیبنی فیھا ما اکرھہ فی دینی و دنیای": اس سے ثابت ہوا کہ برے خواب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہئے۔ ولا یذکرھا: اگرچہ دوست ہو اس کے سامنے بھی ذکر نہ کرے اور ترمذی میں یہ روایت بھی ہے "اذا رأی الرؤیا القبیحۃ فلا یفسرھا ولا یخبربھا احداً": اس کا تذکرہ نہ کرنا اس لئے ہے کہ یہ بھی اس کے شر سے حفاظت کے اسباب سے ہے۔ اس طریقے سے اسے اس خواب کا ضرر نہ پہنچے گا۔ یہ سبب کی طرف نسبت کی گئی ہے۔

**تخریج** : اخرجہ البخاری (۶۹۸۵) والترمذی (۳۴۶۴) والنسائی (۸۹۹) و مسلم (۲۲۶۱/۴)

**الفرائد** : ① نیک خواب والے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنی چاہئے۔ ② اس پر خوش ہو اور اپنے پسند والوں کو بیان بھی کرے۔ ناپسند خواب سے پناہ طلب کرے کسی کو مت ذکر کرے پھر اس کو نقصان نہ پہنچے گا۔

۸۴۲ : وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: "اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ وَفِیْ رِوَایَةٍ الرُّؤْیَا الْحَسَنَةُ – مِنَ اللّٰهِ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّیْطَانِ فَمَنْ رَاٰی شَیْئًا یَکْرَهُهٗ فَلْیَنْفُثْ عَنْ شِمَالِهٖ ثَلَاثًا، وَلْیَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهٗ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"اَلنَّفْثُ" نَفْخٌ لَطِیْفٌ لَا رِیْقَ مَعَهٗ۔

۸۴۲: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نیک خواب اور ایک روایت میں

''اچھے خواب'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور خیالاتِ پریشان شیطان کی طرف سے ہیں۔ اگر کوئی ایسی چیز دیکھے جس کو ناپسند کرتا ہے تو بائیں طرف تین مرتبہ تھوکے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئے۔ پس وہ خواب اس کو نقصان نہ دے گا۔ (بخاری و مسلم)

النَّفْثُ: ایسی لطیف پھونک جس میں تھوک نہ ہو۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حالات باب تحریم الظلم میں گزرے ملاحظہ کریں۔ **الرؤیا الصالحة**: ایک روایت بخاری میں **الرؤیا الحسنة**: کے الفاظ ہیں مطلب ایک ہے۔ حسن صورت کے اعتبار سے اور صالحہ تاویل کے لحاظ سے۔ **والحلم من الشیطان**: جو خیر خواب میں دیکھتا ہے اس کو رؤیا کہا اور برے خواب کو حلم کہا مگر نہایہ میں ہے کہ جو چیز سونے والا نیند میں دیکھتا ہے۔ اسی کو رؤیا اور حلم کہتے ہیں مگر حلم کو شر سے اور رؤیا کو خیر سے صاحب شرع نے تعبیر فرمایا ہے۔ **فلینفث عن یسارہ**: یہ عمل اس لئے بتلایا گیا تاکہ شیطان کو بھگایا جائے جس کی شرارت سے یہ خواب آیا ہے اور اس کی خوب تذلیل و تحقیر ہو جائے۔ بائیں جانب محل گندگی ہے اس لئے اس کی طرف تھوکنے کا حکم فرمایا۔ ثلاثا: یہ ینفث کا مفعول ہے اور **لا یتعوذ من الشیطان** اور شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برے خواب کے وقت شیطان کی حاضری کو مقدر کیا ہے جب اس کی پناہ میں آ جائے گا اور شیطان بھاگ جائے گا تو برے خواب کا اثر بھی جاتا رہے گا۔ **فانها**: ھا کی ضمیر رؤیا کی طرف لوٹتی ہے۔ **النفث**: وہ پھونک جس میں تھوک نہ ہو۔

**تخریج**: اخرجه مالك (١٨٧٤) واحمد (٨/٢٢٦٤٦) والبخاری (٣٢٩٢) و مسلم (٢٢٦١) وابن حبان (٦٠٥٩) والدارمی (٢/١٢٤) والحمیدی (٤١٨) والبیهقی فی الادب (٩٨٧)

**الفوائد**: ① سچے خواب اللہ تعالیٰ کا کرم و احسان ہے۔ ② خیالات شیطانی چکر ہے جس کو خیال آئے وہ بیدار ہو کر بائیں طرف تھوک دے خواب کا نقصان نہ ہوگا تھوکنے سے وسوسہ جاتا رہے گا۔

٨٤٣ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَّسَارِهٖ ثَلَاثًا ' وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا ' وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِىْ كَانَ عَلَيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۸۴۳: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ناپسند خواب دیکھے تو اس کو چاہئے کہ وہ بائیں طرف تین مرتبہ تھوکے اور شیطان سے تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور جس پہلو پر ہے اس سے پھر جائے۔ (مسلم)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ ان کو چاہئے تھا کہ عنہما لکھتے۔ **اذا رأی احدکم**: یعنی جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے۔ **یکرھھا**: صورۃً ناپسند کرتا ہو یا تاویل کے لحاظ سے ناپسند کرتا ہو۔

**اَلنَّحْوُ**: یہ جملہ حال یا ماقبل کی صفت ہے جبکہ اس پر الف لام جنس کا مانیں۔ **فلیبصق**: صاد زاء کے بدلے میں ہے تھوک کو بزاق کہا جاتا ہے (المصباح) بائیں جانب ناپسند چیزوں کے لئے ہے تین مرتبہ کا حکم شیطان کی زیادہ تذلیل کے لئے

ہے۔ولیستعذ باللّٰہ: زبان ودل سے شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔ولیتحول عن جنبہ: جب اس کو برا خواب آئے تو تفاولاً وہ جانب بدل لے یہ اسی طرح ہے جیسا استسقاء میں امام کے لئے تقلیب رداء کا حکم ہے۔دوسری مرفوع روایت میں یہ حکم ہے:"اذا رأی احدکم ما یکرہ فلیقم فلیصل و لا یحدث بہ الناس": ناپسند خواب دیکھے تو اٹھ جائے اور نماز پڑھے اور خواب کسی کو نہ بتائے۔

**تخریج** : اخرجہ مسلم (۲۲٦۲) و ابو داود (۵۰۲۵) وابن حبان (۳۹۰۸)

**الفوائد**: جو برا خواب وہ پہلو بدل لے اور بائیں طرف تھوک دے۔اسی طرح نماز یا درود پڑھ دے تو من سب ہے۔

۸۴۴ :وَعَنْ اَبِی الْاَسْقَعِ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ "اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰی اَنْ یَّدَّعِیَ الرَّجُلُ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ ' اَوْ یُرِیَ عَیْنَہٗ مَا لَمْ تَرَ ' اَوْ یَقُوْلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ یَقُلْ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۸۴۴: حضرت ابو اسقع واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بڑا افتراء یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ اور کسی کی طرف نسبت کرے یا اپنی آنکھ کو وہ کچھ دیکھنے کی طرف منسوب کرے جو اس نے واقعہ میں نہ دیکھا ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ بات کہے جو آپ نے نہ فرمائی ہو۔(بخاری)

واثلہ بن الاسقع: بعض ابو الاسقع بعض نے ابوشداد بعض نے ابو محمد بعض نے ابوالخطاب بعض نے ابوقرصافہ (قاف کا کسرہ) کنیت ذکر کی ہے۔واثلہ:(واو مفتوح' ثاء مکسور) کے والد کا نام عبداللہ بن اسقع بن عبدالعزیٰ بن عبد یالیل بن ناشب بن غیرۃ بن سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ الکنانی اللیثی رضی اللہ عنہ ہے۔یہ اس وقت سلام لائے جب کہ آپ ﷺ تبوک کی طرف تیاری کر رہے تھے۔یہ فتح دمشق' حمص میں شریک تھے۔بعض کہتے ہیں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین سال خدمت کی یہ اہل صفہ میں شامل تھے ان سے ۵٦ روایات مروی ہیں۔ایک میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔یہ شام میں چلے گئے اور دمشق میں اقامت اختیار کی۔پھر انہوں نے بیت المقدس کے قریب بیت جبرین بارہ کو وطن بنایا۔بصرہ میں چلے گئے وہاں بھی ان کا مکان تھا۔انہوں نے دمشق میں ۸۵ھ میں ۷۸ سال کی عمر میں وفات پائی یہ ابو مسہر کا قول ہے نووی نے اسی کی تائید کی ہے (اگر اس کو درست مانیں تو پھر ان کی غزوہ تبوک میں شرکت ناممکن ہو جائے گی۔غزوہ تبوک ۱۰ھ میں پیش آیا ان کی عمر دو سال بنتی ہے فتدبر) سعد بن خالد کہتے ہیں ان کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی ان کی عمر ۱۰۵ سال تھی (یہ قول درست معلوم ہوتا ہے مترجم) الفری: یہ فریۃ کی جمع ہے بڑا جھوٹ۔ان یدعی الرجل: اس سے مراد اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف نسبت کرنا۔اس کو بڑا جھوٹ اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فلاں آدمی کے پانی سے پیدا کیا اور وہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتا کہ اس کو دوسرے کے پانی سے پیدا کیا۔او یری عینہ مالم تر: بخاری کے الفاظ مالم تریا ہے۔جھوٹا خواب بیان کرے۔یہ اس لئے بڑا جھوٹ ہے کہ خواب فرشتے کے دکھانے سے دیکھا اس نے فرشتے پر بہتان باندھا جو اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔من تحلم بحلم لم یرہ کلف ان یعقد بین شعیرتین

ولن یفعل: طبرانی کہتے ہیں خواب کے جھوٹ پر شدید وعید سنائی گئی اور بیداری کا جھوٹ تو اس سے بھی زیادہ فساد کا باعث ہوتا ہے حالانکہ بعض اوقات کسی کے قتل یا مال لینے کی گواہی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے جھوٹا خواب کہ اس نے فلاں چیز دیکھی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے نہیں دکھائی تو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ' مخلوق پر جھوٹ سے بڑا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں فرمایا: "الرؤیا الصالحة جزء من ستة واربعین جزءًا من النبوة": یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ او یقول علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کو جھوٹی روایت منسوب کرنے۔ حالانکہ متواتر ارشاد ہے: "من کذب علی متعمدًا فلیتبوا مقعدہ من النار"۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۱۶۰۰۸/۵) والبخاری (۳۵۰۹) وابن حبان (۳۲) والحاکم (۸۲۰۴/۴)

**الفوائد**: ① جھوٹا' غیر بات کی طرف نسبت کرنے والا' خواب دیکھنے کے بغیر خواب ظاہر کرنے والا' سخت گنہگار ہے ② اپنے نسب کی نفی حرام ہے اس میں علم تعلم' نسب' حالت' اصلاح' نعمت' حکومت کے جھوٹے دعوے شامل ہیں۔ ③ اس جھوٹ پر جو مفاسد مرتب ہوں گے اس کا گناہ بڑھتا جائے گا۔

## ۱۳۱: بَابُ فَضْلِ السَّلَامِ وَالْاَمْرِ بِاِفْشَائِهٖ

## بَاب: سلام کی فضیلت اور اس کے پھیلانے کا حکم

السلام: بعض نے کہا عرفہ کا تحفہ وسلام وقوف ہے اور منی کا رمی جمرہ عقبہ ہے اور مسجد کا سلام دو رکعتیں ہیں اور مسلم کا تحفہ سلام ہے۔ افشائه: سلام کو ظاہر کرنا اور اس کو پھیلانا اور اس کی اشاعت کرنا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَهْلِهَا﴾ [النور: ۲۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اے ایمان والو! تم دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ ان سے تم اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو"۔ (النور)

بیوتا: جس میں تمہاری رہائش ہو۔ تستانسوا: تم اجازت لے لو۔ وتسلموا: اس طرح کہو۔ السلام علیکم کیا میں آ سکتا ہوں؟ یہ تین مرتبہ کہے اگر اجازت مل جائے تو داخل ہو ورنہ لوٹ جائے۔ اگرچہ ماں یا اولاد کا گھر ہی کیوں نہ ہو۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً﴾ [النور: ٦١]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''پس جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے نفسوں کو سلام کرو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے مبارک اور پاکیزہ''۔(النور)

**بیوتا:** بیوت سے ذاتی گھر مراد ہیں۔ **علی انفسکم:** اگر گھر والے ہوں تو ان کو سلام کرے۔ بعض نے کہا بیوت سے ان لوگوں کے گھر مراد ہیں جن اقرباء کے گھروں میں کھانا کھانے کی اجازت ملی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم ان مذکورہ گھروں میں داخل ہو تو ان کے رہنے والوں کو سلام کہو۔ بعض نے یہ معنی کیا ہے جب تم خالی گھروں میں داخل ہو تو اس طرح کہو "السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین": نووی نے پہلا مطلب لیا ہے۔ اسی لئے کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ کسی مکان میں داخل ہونے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ سلام کرے خواہ گھر میں آدمی ہو یا نہ ہو۔ جیسا کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے اور ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "یا نبی اذا دخلت علی اهلك فسلم تكن بركة عليك وعلى اهل بيتك"۔ **تحیة:** یہ حال ہے مصدر کی وجہ سے منصوب ہے یہ تسلیم کے معنی میں ہے (۲) اور اس کا معنی یہ بھی درست ہے: "قولوا سلام اللّٰہ علیکم ورحمة وبرکاته": پس یہ حال بن جائے گا۔ **من عند اللّٰہ:** یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف سے ثابت ہے۔ **مبارکه:** اس سے اضافہ خیر کی امید کی جاتی ہے۔ **طیبة:** اس سے سننے والے کا دل خوش ہوگا۔

**وَقَالَ تَعَالٰی :**

﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا﴾ [النساء:٨٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''جب تمہیں تحفہ سلام دیا جائے تو تم اس کو سلام دو اس سے بہتر یا اسی کو لوٹا دو''۔

**اذا حییتم:** جب تمہیں سلام کیا جائے۔ **باحسن منها:** اس پر اضافے سے اگر کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو تم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو۔ **او ردوها:** بغیر اضافے کے اسی طرح جواب دے دو۔ اضافہ مسنون ہے اور جواب دینا واجب ہے۔ قتادہ کہتے ہیں اضافہ تو مسلمانوں کے لئے اور اسی طرح واپس کہنا اہل کتاب کے لئے ہے۔

**وَقَالَ تَعَالٰی :**

﴿هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا :سَلٰمًا ' قَالَ :سَلٰمٌ﴾

[الذاریات:٢٤-٢٥]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی جبکہ وہ ان کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا تو ابراہیم نے بھی سلام کہا (جواباً)''۔

**اتاك حدیث:** اس سے بات کی عظمت ظاہر فرمائی کہ یہ وحی سے معلوم ہوتی ہے۔ ضیف کا لفظ مصدر ہے اسی لئے واحد و جمع پر اس کا اطلاق آتا ہے۔ بعض نے کہا ان کی تعداد بارہ تھی۔ بعض نے کہا تین جبریل' میکائیل' اسرافیل تھے۔ ان کو مہمان اس لئے کہا کہ وہ انسانی شکل میں تھے۔ **المکرمین:** وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے تھے یا ابراہیم علیہ السلام کے ہاں عزت والے تھے کہ وہ اور ان کی بیوی خود ان کی خدمت کر رہے تھے۔ **اذا دخلوا علیه:** یہ حدیث یا ضیف یا مکرمین کا ظرف ہے۔

سلام: یعنی تم پر سلام ہو۔ مرفوع سے اس بات کی طرف عدول کیا تا کہ ان کا سلام ان کے سلام سے احسن ہو۔

۸۴۵ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ : "تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۴۵: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اسلام کی کونسی بات سب سے اچھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم کھانا کھلاؤ (بھوکے کو) اور دوسروں کو سلام کرو خواہ ان کو تم پہچانتے ہو یا نہ (بخاری ومسلم)

رجلاً: سیوطی نے کہا یہ ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں۔ الاسلام: سے مراد خصائل جو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ ثواب والے ہیں۔ تعطم الطعام: یہ ان تطعم ہے۔ اس میں چونکہ کلفت فقر وضع حاجت ہے اس لئے یہ افضل ہے۔ اس میں تھوڑا کھانا' زیادہ حقیر واعلیٰ سب شامل ہیں۔ تقرا السلام: ابو حاتم کہتے ہیں اس طرح کہنا چاہئے: اقرأ علیه السلام: نہ کہ اقراه السلام: جب خط لکھا جائے تو کہو اقرئه السلام۔ من: سے الذین مراد ہے۔

النّحو: لم تعرف: ضمیر محذوف ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (٢/٦٥٩٢) والبخاری (١٢) ومسلم (٣٩) و ابو داود (٥١٩٤) والنسائی (٥٠١٥) وابن ماجه (٣٢٥٣) وابن حبان (٥٠٥)

الفرائد: ① لوگوں کو کھانا کھلانا اور ان پر خوب سخاوت کرنی چاہئے جس سے عامۃ المسلمین کو فائدہ ہو۔ ② لوگوں کو ایک بات پر جمع کرنا اور ان میں باہمی الفت پیدا کرنا اور اس کے اسباب کو جمع کرنا چاہئے۔ الفت پیدا کرنے والی پہلی چیز اسلام علیکم کو پھیلانا اور عمل میں اخلاص پیدا کرنا ہے اس طرح تواضع کرنا اور استقامت کے شعار کو ظاہر کرنا ہے۔

۸۴۶ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ ﷺ قَالَ : اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى اُولٰئِكَ ، نَفَرٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوْسٍ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ فَاِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ – فَقَالَ :اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ، فَقَالُوْا :اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ، فَزَادُوْهُ :وَرَحْمَةُ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۴۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرمایا کہ جاؤ اور فرشتوں کی ان بیٹھی ہوئی جماعت کو سلام کرو۔ پھر غور سے سنو! جو وہ تمہیں جواب دیں وہ تیرا اور تیری اولاد کا سلام ہے۔ پس آدم علیہ السلام نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہا اس پر فرشتوں نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تو فرشتوں نے رَحْمَةُ اللّٰهِ کے لفظ کو زیادہ کیا۔ (بخاری ومسلم)

خلق اللّٰہ آدم: یعنی عدم سے وجود دیا۔ علی اولئك: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے دور بیٹھے تھے۔ نفر: میں رفع نصب و

جر تینوں جائز ہیں۔ ملائکہ کی تعیین نہیں۔ فاستمع: کشمیہنی کی روایت میں "فاسمع" ہے۔ بخاری میں یحیونك: ہے۔ فانھا: یعنی وہ کلمات جن سے جواب دیں گے۔ ذریتك من بعدك: یہ تمہارا شرعی سلام مقرر ہے (۲) ذریت سے مسلمان مراد ہوں۔ السلام علیکم: ممکن ہے کہ قسلم سے آدم علیہ السلام نے سمجھا۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے الہام کر دیا۔ جیسا چھینک کے وقت الحمد القاء کی۔ السلام علیك ورحمة اللہ: بخاری میں اسی طرح ہے مگر کشمیہنی نے وعلیك السلام ورحمة: نقل کیا۔ خطابی کا بھی یہی قول ہے۔

ایک فائدہ: اکثر کی روایت سے معلوم ہوا کہ ابتداء سلام سے جواب بھی درست ہے السلام علیک۔

ایک سوال: کیا اس کے جواب میں بھی البرکاتہ کا اضافہ اس میں درست ہے یا نہیں جمہور کہتے ہیں نہیں۔ امام مالک نے لکھا ہے کہ سلام کی انتہاء برکت پر ہوگی۔ بیہقی نے نقل کیا کہ ایک آدمی ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا۔ اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ کہا آپ ﷺ نے فرمایا: حسبك الی برکاته: تک کافی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشہور سلام برکاتہ تک ہے۔ دوسروں نے کہا فحیوا باحسن منھا: سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اضافہ درست ہے (مگر اثر صحابی اس قیاس محض سے اعلیٰ ہے۔ (فتدبر) یہ موقعہ قیاس نہیں)

**تخریج**: اخرجه احمد (۳/۸۱۷۷) و عبد الرزاق (۱۹۴۳۵) والبخاری (۳۳۲۶) و مسلم (۲۸٤۱) وابن حبان (٦١٦٢)

**الفوائد**: ① اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اسی صورت پر پیدا کیا جس پر پیدا کرنا تھا۔ آدم علیہ السلام ان تخلیقی مراحل سے نہیں گذرے جن سے ان کی اولاد گزرتی ہے۔ ② ملائکہ عربی بولتے ہیں ③ آپس میں اسلام کا کلمہ السلام علیکم استعمال کرتے ہیں ④ اہل علم سے علم حاصل کرنا چاہئے۔

۸٤۷ : وَعَنْ اَبِیْ عُمَارَةَ الْبَرَآءِ ابْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَبْعٍ : بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ ، وَنَصْرِ الضَّعِيْفِ ، وَعَوْنِ الْمَظْلُوْمِ ، وَاِفْشَآءِ السَّلَامِ ، وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸٤۷: حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کا حکم دیا: (۱) مریض کی عیادت (۲) جنازوں کے ساتھ جانا۔ (۳) چھینک کا جواب دینا (۴) کمزور کی مدد کرنا (۵) مظلوم کی اعانت (۶) سلام کو کھل کر کہنا (۷) قسم والے کی قسم کا پورا کرنا۔ (بخاری و مسلم)

یہ روایت تفصیل کے ساتھ باب تعظیم حرمات المسلمین میں گزری ملاحظہ فرمائیں۔ امرنا: یہاں امر سے وجوب و استحباب دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ لفظ حقیقی و مجازی معنی دونوں میں عند الشوافع استعمال ہو سکتا ہے اور عند الاحناف عموم مجاز مراد ہو سکتا ہے۔ بعیادة المریض: مریض کی زیارت کو جانا خواہ کوئی مرض ہو۔ اس کو بعض نے سنت اور بعض نے فرض کفایہ کہا ہے۔ واتباع الجنائز: جنازے کے ساتھ جانا۔ تشمیت: جبکہ وہ الحمد کہے۔ نصر الضعیف: مظلوم کی مدد کرنا کہ اس کے اور ظالم کے درمیان حائل ہو اور اس کی دلیل کو بلند کرے۔ عون المظلوم: قول و فعل سے دفاع کرے یہاں تک کہ ظالم باز

آ جائے۔ افشاء السلام: سلام پھیلانا۔ ابرار المقسم: قسم کھانے والے کی اعانت کرے تاکہ وہ قسم سے بری الذمہ ہو جائے اس کی قسم ٹوٹنے سے بچ جائے۔ ایک روایت میں القسم کا لفظ ہے یعنی قسم کا پورا کرنا۔

**تخریج** باب تعظیم حرمات المسلمین کے تحت تخریج آ چکی۔

**الفوائد**: ایضاً۔

٨٤٨ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۸۴۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تم ایمان والے نہیں جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلا دوں کہ جب تم اس کو اختیار کرو تو باہمی محبت پیدا ہو جائے۔ (اور وہ اہم بات یہ ہے کہ) اپنے درمیان سلام کو پھیلایا کرو۔ (مسلم)

لا تدخلوا الجنة: کافر پر جنت حرام ہے جیسا فرمایا: ﴿ان اللّٰه حرمهما على الكافرين﴾ ولا تؤمنوا: اس سے ایمان کامل مراد ہے۔ حتى تحابوا: اگرچہ محبت امر قہری ہے مگر اس کے اسباب اختیاری ہیں۔ اس لئے ان کی طرف راہنمائی فرمائی۔ اولا دلكم: واؤ عاطفہ ہے اور حرف استفہام معطوف سمیت اس پر داخل ہوا ہے۔ شئی: میں تنوین تعظیم اور تعلیل دونوں کی ہو سکتی ہے۔ افشوا: سلام کو ظاہر کرو کیونکہ اس کی اشاعت کو محبت باہمی کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔ یہ و کتنا: مقدر کا جواب ہے۔

**تخریج** : باب فضل الحب فی اللہ والحث علیہ کے تحت تخریج گزر چکی۔

**الفوائد**: ایضاً۔

٨٤٩ : وَعَنْ اَبِیْ يُوْسُفَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ ، وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ ، وَصِلُوا الْاَرْحَامَ ، وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۸۴۹: حضرت ابو یوسف عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ اور صلہ رحمی کرو۔ اس وقت نماز پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ تم جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ابو یوسف: یہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔ یہ اسرائیلی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ صحابی رضی اللہ عنہ ہیں ان کا نام حصین تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ ان کی کئی روایات مشہور ہیں ۔۴۳ھ مدینہ میں وفات پائی۔ (حافظ تقریب تہذیب نووی) یہ بنوخزرج کے حلیف تھے' یہ بنی نسقاع سے ہیں۔ یہ یوسف بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ان کے بیٹے کا نام یوسف تھا جن کی وجہ سے کنیت اختیار کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر اسلام لائے۔ ان کی شان میں یہ آیت اتری: ﴿شهد شاهد من بني اسرائيل﴾ اور یہ آیت: ﴿قل كفى بالله شهيدا﴾: ۲۵ پچیس روایات ان سے مروی ہیں۔ ایک متفق علیہ اور ایک میں بخاری منفرد ہیں۔ سمعت رسول الله: یہ پہلے اجتماع کا موقعہ تھا۔ افشوا: سلام پھیلاؤ۔ ابتداء سنت اور جواب واجب ہے۔ اطعموا الطعام: یعنی مہمانی وغیرہ محتاج کی ضرورت پوری کرنا فرض کفایہ ہے۔ صلوا بالليل: اس سے تہجد مراد ہے۔ یہ صلوا کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ تدخلوا الجنة بسلام: یہ مقدر سوال کا جواب ہے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم جنت میں آفات سے بچ کر داخل ہو جاؤ گے۔ جنت کو اسی لئے دارالسلام کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد نجات والوں کے ساتھ داخلہ ہے۔ ورنہ اہل ایمان کے ساتھ داخلہ اس وعدے کے مطابق واجب ہے جس میں تخلف نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے نجات والوں کے ساتھ مطلقاً داخلہ مراد ہو۔ اس صورت میں ان افعال کے کرنے والے کو اسلام پر موت کی بشارت دی گئی ہے تاکہ وہ جنت والوں سے ہو۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۹/۲۳۸٤٥) والترمذی (۲٤۹۳) وابن ماجه (۱۳۳٤) والحاكم (۳/٤۲۸۳) والدارمی (۱٤٦۰)

**الفرائد**: چار خصائل کی عظمت معلوم ہو رہی ہے۔ السلام علیکم' کھانا کھلانا' صلہ رحمی' رات کو نماز تہجد پڑھنا ان خصائل پر ثابت قدمی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔

۸۵۰ : وَعَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّهُ كَانَ يَاْتِيْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَيَغْدُوْا مَعَهُ اِلَى السُّوْقِ قَالَ : فَاِذَا غَدَوْنَا اِلَى السُّوْقِ لَمْ يَمُرَّ عَبْدُ اللّٰهِ عَلٰى سَقَّاطٍ وَّلَا صَاحِبِ بَيْعَةٍ وَّلَا مِسْكِيْنٍ وَّلَا صَاحِبِ بَيْعَةٍ وَّلَا مِسْكِيْنٍ وَّلَا اَحَدٍ اِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ ' قَالَ الطُّفَيْلُ : فَجِئْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَوْمًا فَاسْتَتْبَعَنِىْ اِلَى السُّوْقِ ' فَقُلْتُ لَهُ : مَا تَصْنَعُ بِالسُّوْقِ وَاَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ وَلَا تَسْاَلُ عَنِ السِّلَعِ وَلَا تَسُوْمُ بِهَا وَلَا تَجْلِسُ فِيْ مَجَالِسِ السُّوْقِ؟ وَاَقُوْلُ : اجْلِسْ بِنَا هٰهُنَا نَتَحَدَّثُ ' فَقَالَ : يَا اَبَا بَطْنٍ - وَكَانَ الطُّفَيْلُ ذَا بَطْنٍ - اِنَّمَا نَغْدُوْا مِنْ اَجْلِ السَّلَامِ نُسَلِّمُ عَلٰى مَنْ لَقِيْنَاهُ' رَوَاهُ مَالِكٌ فِى الْمُوَطَّا بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۸۵۰: حضرت طفیل بن ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آتا پھر سویرے ہی ان کے ساتھ بازار کی طرف نکلتا۔ جب ہم بازار جاتے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا گزر جس کسی کباڑیے اور تاجر یا مسکین یا کسی اور کے پاس سے ہوتا تو وہ سب کو سلام کرتے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں آیا تو انہوں نے مجھے

اپنے ساتھ بازار جانے کے لئے کہا۔ میں نے ان سے کہا آپ بازار کیا کریں گے؟ آپ نہ تو سودا فروخت کرنے والے کے پاس ٹھہرتے ہیں اور نہ ہی کسی سامان کے متعلق پوچھتے ہیں اور نہ اس کا بھاؤ کرتے ہیں اور نہ ہی بازار کی مجالس میں بیٹھتے ہیں۔ میں تو پھر یہی عرض کرتا ہوں کہ آپ یہیں تشریف فرما ہوں کہ ہم آپس میں گفتگو کریں۔ اس پر انہوں نے مجھے فرمایا اے ابو بطن (طفیل کا پیٹ کچھ بڑا تھا) ہم تو صرف سلام کی غرض سے جاتے ہیں تا کہ ہم جان پہچان والوں اور انجانے لوگوں کو سلام کریں۔ (موطا مالک)

صحیح سند سے۔

**طفیل**: یہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں یہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آتے تھے۔ **یاتی**: کسی غرض سے آتے۔ **فیغدو**: یہ نماز صبح اور طلوع شمس کے درمیانے وقت کو کہتے ہیں۔ یہ اصل معنی ہے پھر اس کا استعمال کسی وقت جانے کے لئے ہونے لگا۔ **الی السوق**: اس کو سوق کہنے کی وجہ سامان کا چلنا اور پنڈلی پر کھڑے ہونا' بازار کی بھیڑ کی وجہ سے سوق کہا جاتا ہے۔ **سقاط**: ردی سامان فروخت کرنے والے۔ **صاحب بیعۃ**: عمدہ سامان بیچنے والے۔ **مسکین**: حاجت مند۔ **فاستتبعنی**: مجھے فرماتے میرے پیچھے آؤ۔ **السلع**: جمع سلعۃ: جیسے قربہ وقرب۔ **فی مجالس السوق**: بازار کی اغراض میں سے کوئی چیز بھی آپ نہیں کرتے مثلاً سامان کی خریداری' سامان کی پہچان' خریداری کے پاس رکنا۔ سودا کرنا' سامان دیکھنے بیٹھنا وغیرہ جب ان میں سے کوئی کام بھی آپ نہیں کرتے تو بازار کس لئے جاتے۔ **واقول**: یہ ماضی کی حکایت کے لئے ہے۔ **ھاھنا**: ہمارے ساتھ اس جگہ تشریف فرما ہوں۔ **نتحدث**: یہ جواب امر ہے اور مرفوع پڑھیں تو جملہ مستانفہ ہے۔ **ابا بطن**: یہ ملاطفت کے الفاظ ہیں۔ اس سے ثابت ہوا ایسے الفاظ ملاطفت درست ہیں۔ طفیل کا پیٹ ذرا بڑھا ہوا تھا۔ **وکان الطفیل**: یہ جملہ معترضہ ہے یہ اس وضاحت کے لئے لائے بازار سے سامان کا مقصود تو عرضی ہے۔ اصل مقصود ذکر اللہ ہے کیونکہ یہ غفلت ولہو کا مقام ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ "**ذاکر اللّٰہ فی الغافلین بمنزلۃ الصابر فی لفارین**": غافل لوگوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا فرار ہونے والوں میں ثابت قدم رہنے والے مجاہد کی طرح ہے'' طبرانی عن ابن مسعود) **اجل السلام**: سلام کو پھیلانے کی غرض سے۔ **لقیناہ**: پہچان والا۔

**تخریج** : اخرجہ مالک (۱۷۹۳)

**الفرائد** : ابن عبداللہؓ کی جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت خود زندہ کرنے اور دوسروں میں زندہ کرنے کی شدید حرص ظاہر ہوتی ہے۔ خیر کی طلب' دوسروں کو نفع پہنچانا' نیکی عام کرنا' سلام کو پھیلانا اور مودت والفت پیدا کرنا عبداللہؓ کی طبیعت ثانیہ تھی۔

## ۱۳۲: بَابُ كَيْفِيَّةِ السَّلَامِ

## باب: سلام کی کیفیت

يُسْتَحَبُّ اَنْ يَّقُوْلَ الْمُبْتَدِئُ بِالسَّلَامِ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ – فَيَاْتِيْ

بِضَمِيرِ الْجَمْعِ وَإِنْ كَانَ الْمُسَلَّمُ عَلَيْهِ وَاحِدًا، وَيَقُولُ الْمُجِيبُ: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَيَأْتِي بِوَاوِ الْعَطْفِ فِي قَوْلِهِ: "وَعَلَيْكُمْ"۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلام کی ابتداء کرنے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ جمع کے الفاظ استعمال کرے اگرچہ جس کو سلام کیا جا رہا ہے وہ اکیلا ہو اور جواب دینے والا بھی وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ جمع کے الفاظ اور واو عاطفہ کے ساتھ کہے۔ جیسے: "وَعَلَيْكُمْ"

**المبتدی بالسلام:** خواہ ایک ہو یا زیادہ زیادہ کو سلام کرے یا ایک کو۔ قول کا لفظ بتلاتا ہے کہ سنت تب پوری ہوگی جب وہ بلند آواز سے کہے جس کو وہ سن پائیں۔ اگر ایک ہو تو وہ سن لے اگر زیادہ ہوں تو ان میں سے بعض سن لیں۔ **السلام علیکم:** علیکم رقیب یا مطلع سے متعلق خبر ہے۔ السلام مصدر یا اسم مصدر ہو عطف اسی پر دلالت کرتا ہے۔ **رحمة الله:** یعنی اس کی نعمت۔ برکاتہ اس کی وہ بھلائیاں جو ہمیشہ میسر آنے والی ہیں۔ پہلے سے مضاف الیہ کو حذف کیا کیونکہ دوسرے میں دلالت موجود ہے۔ استحباباً جمع کی ضمیر لائی جاتی ہے اگر ذکر کرنے والا ایک ہو خواہ مرد ہو یا عورت معزز ہو یا عامی۔ مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس میں موجود ین ملائک کی نیت کرے اور اگر اس نے ضمیر کو مفرد ذکر کیا تو یہ زیادہ درست ہے اور جمع کیلئے جمع کی ضمیر لائے۔

**ویقول المجیب وعلیکم السلام:** خواہ وہ اکیلا ہو یا زیادہ۔ واؤ اس دعا پر عطف کے لئے ہے جو ابتداء کرنے والے سے مانگی ہے اور جواب کی نیت سے اس سے بھی السلام علیکم تو کفایت کر جائے گا۔ برکاتہ کے کلمات سے اضافہ نہ کرے اور جواب دینے والا واؤ عاطفہ لائے نہ کہ متانفہ اور اس کی نیت یہ ہو کہ افشاء سلام میں وہ بھی ابتداء کرنے والے کے ساتھ شریک اور حصہ دار ہے۔

۸۵۱: عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "عَشْرٌ" ثُمَّ جَآءَ آخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: "عِشْرُونَ" ثُمَّ جَآءَ آخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: "ثَلَاثُونَ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

۸۵۱: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس اس نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دیا۔ پھر وہ مجلس میں بیٹھ گیا۔ تو آپ نے فرمایا دس نیکیاں۔ پھر دوسرا آیا تو اس نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہا۔ اس کو آپ نے جواب دیا پس وہ بیٹھ گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیس نیکیاں پھر تیسرا آیا تو اس نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب مرحمت فرمایا پس وہ بیٹھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیس نیکیاں۔ (ابوداؤد ترمذی) اور کہا حدیث حسن ہے۔

**عمران بن الحصین رضی اللہ عنہما:** والد کے نام میں الف لام اسی طرح مروی ہے۔ **فرد علیہ:** ایک آدمی نے

السلام علیکم کہا تو آپ ﷺ نے وعلیکم السلام سے اس کا جواب دیا۔ عشر: آپ ﷺ نے فرمایا: اس دعا پر دس نیکیاں مل گئیں۔ رحمة اللّٰہ فرد علیہ: ظاہر لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا تو آپ ﷺ نے اسی طرح جواب مرحمت فرمایا۔ (۲) ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رحمۃ اللہ کا اضافہ فرمایا ہو۔ وہ آدمی بیٹھ گیا تو فرمایا۔ عشرون: کہ اس کو سلام ورحمت پر بیس نیکیاں ملیں گی۔ رحمة اللّٰہ وبرکاتہ: آپ ﷺ نے تیسرے آدمی کو جس نے برکاتہ کے اضافے سے جواب دیا تھا۔ انہی کلمات سے جواب مرحمت فرمایا جب وہ بیٹھ گیا تو فرمایا اس کو تیس نیکیاں ملیں گی کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گناہ ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ ہر ایک کلمہ مستقل ہو اور اس پر دس دس نیکیاں ملیں۔ جب اس نے ایک کو ادا کیا تو دس نیکیاں ملیں، دو کو ادا کیا تو بیس اور تینوں کو ادا کرنے سے تیس ملیں مگر مظہری نے خوب بات کہی وہ اس سے زیادہ مناسب لگتی ہے کہ ابتداء کرنے والے کو بھی دس اور جواب دینے والے کو بھی دس۔ ابتداء میں افضل کلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور اس کا افضل جواب بھی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے اور سب سے کم درجہ جواب وعلیکم یا علیکم السلام کا کلمہ ہے۔

**تخریج**: اخرجه ابو داود (٥١٩٦) والترمذی (٢٦٨٩) والبخاری (٩٨٦) والترمذی (٢٧٠٦) والنسائی (١٠٢٠٠) والحمیدی (١١٦٢) وابن حبان (٤٠٣)

**الفوائد**: سلام کرنا ان خفیف عبادات میں سے ہے جن کا وزن میزان میں بہت ہے۔ پورا اجر کامل سلام سے ملے گا۔ گزرنے والا مجلس والے کو سلام کرے اور ان پر جواب لازم ہے۔ مجلس سے اٹھنے والا سلام کرے۔

٨٥٢ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ" قَالَتْ قُلْتُ : وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَهٰكَذَا وَقَعَ فِي بَعْضِ رِوَايَاتِ الصَّحِيْحَيْنِ : "وَبَرَكَاتُهُ" وَفِي بَعْضِهَا بِحَذْفِهَا – وَزِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ۔

٨٥٢: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرئیل تمہیں سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ کہا۔ (بخاری ومسلم)

بخاری ومسلم کی بعض روایات میں وَبَرَكَاتُهُ کا اضافہ سے وارد ہے۔
اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے۔

**هذا جبرئیل**: ان الفاظ اشارہ سے معلوم ہوتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام اس وقت وہاں موجود تھے۔ **یقراء علیك السلام**: یہ جملہ جبرئیل سے محل حال میں ہے۔ اس کا عامل انبہ ہے۔ (۲) دوسری خبر ہے (۳) یہ خبر ہے اور جبرئیل عطف بیان ہے۔ **قالت**: عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم: ﴿واذا حييتم بتحية فحيوا باحسن منها﴾ کی پیروی کرتے ہوئے۔ وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اور سلام پر رحمت وبرکت کا اضافہ کیا۔ ممکن ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

مراد یہ ہو کہ جبرئیل علیہ السلام تمہیں مکمل سلام دیتے ہیں۔ انہوں نے ابتداء افضل صیغے استعمال کیے ہیں تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مثل سے جواب دیا کیونکہ برکاتہ کے بعد اضافے کی گنجائش نہیں ہے۔ برکاتہ کا اضافہ ثقہ روایات میں وارد ہے ثقہ کا اضافہ مقبول ہوتا ہے۔ راوی نے بعض اوقات کم الفاظ اور دوسرے وقت مکمل الفاظ سے ذکر کیا۔ اجنبی مرد اجنبی عورت کو اس وقت سلام کر سکتا ہے جب شک کا شبہ نہ ہو۔

عینی کا سوال: جبرئیل نے مریم کی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کو خود سلام کیوں نہیں کیا۔

الجواب: وجود عیسیٰ بغیر باپ کی اطلاع کے لئے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجتا تھا تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ قدرت الٰہی سے ہوگا اور زمانہ حمل میں سکون کا باعث ہو۔ پھر ولادت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت غم کی کیفیت کے ازالہ کے لئے جبرئیل کو بھیجا اور پیغام دیا: "**لا تحزنی قد جعل ربك تحتك سريا**": تو فرشتے کا خطاب دونوں حالتوں میں تسکین کے لئے تھا۔ پس سامنے آ کر تسکین و تسلی زیادہ ملتی ہے۔ (۲) مریم کا کوئی خاوند نہ تھا ان کو براہِ راست خطاب کیا اور ام المؤمنین کے خاوند محترم سید الامت خود موجود تھے ان کے احترام کا تقاضا یہی تھا کہ ان کی وساطت سے پیغام ہو جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں قصر عمر رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں غیرت عمر کا احترام فرمایا۔ اس میں سیدہ رضی اللہ عنہا کا بڑا مقام ظاہر ہوتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام بھی ان کا احترام کرتے ہیں جن میں شہوت کا مادہ ہی نہیں تا کہ سیدامت کے دل کی حفاظت ہو تو ان کے متعلق اٹھایا جانے والا طوفان کس قدر بعید تر ہے۔ بخاری کی روایت میں یہ اضافہ موجود ہے کہ **یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تری ما لا نری یا رسول اللہ**۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۳۲۱۷) و مسلم (۲٤٤۷) و ابو داود (۵۲۳۲) والترمذی (۲٦۹۳) وابن ماجه (۳٦۹٦)

**الفوائد**: کسی کو سلام بھیجنا مستحب اور اس کا پہنچانا قاصد کو لازم ہے۔ اجنبی کا سلام عظمت والی صالحہ کو پہنچانا درست ہے جبکہ فتنہ کا خطرہ نہ ہو۔ سلام کا جواب علی الفور دینا چاہئے۔

۸۵۳ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰی تُفْهَمَ عَنْهُ ' وَاِذَا اَتٰی عَلٰی قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَیْهِمْ ثَلَاثًا ' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَهٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلٰی مَا اِذَا کَانَ الْجَمْعُ کَثِیْرًا۔

۸۵۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو تین مرتبہ دہراتے تا کہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے جب کسی قوم کے پاس آ کر سلام کرتے تو تین مرتبہ سلام کہتے (بخاری) یہ مجمع کی کثرت کی صورت میں حکم ہے۔

**بکلمة**: سے لغوی معنی مراد ہے۔ جو ایک جملہ اور کئی جملوں پر صادق آتا ہے یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جملے ارشاد فرماتے جو مشکل ہوتے تو اس کو تین مرتبہ دہراتے۔ اس کی علت **حتی تفهم**: بتلا رہی ہے کہ سمجھانے کے موقعہ پر اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دہراتے یہ عادت یا معمول نہ تھا۔ یہ کمال حسن خلق اور بندوں پر خصوصی رحمت کا تقاضا تھا کیونکہ فہم کے مراتب مختلف

ہیں کوئی اعلیٰ کوئی اوسط کوئی ادنیٰ تا کہ ہر ایک سمجھ جائے۔ باقی سلام کے تکرار کی روایت کا مطلب یہ ہے۔ لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی تو شروع درمیان اور آخر میں سلام کرتے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجمع کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہو تو سلام میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے۔ یہ مجمع کی دلجوئی کے لئے شفقت تھی ورنہ سلام تو ایک مرتبہ کرنے سے ادا ہو گیا۔ (رواہ احمد ترمذی)

**تخریج** : اخرجه البخاری (۹٤) والترمذی (۲۷۲۳)

**الفوائد** :بات کو سمجھانے کے لئے تین دفعہ دھرانا پڑے تو مناسب ہے یہ کم از کم ہے۔ اسی طرح سلام ان کو نہ پہنچے تو تین دفعہ کہے جب کہ مجمع زیادہ ہو۔

۸۵٤ :وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ قَالَ :كُنَّا نَرْفَعُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيْبَهُ مِنَ اللَّبَنِ فَيَجِيْءُ مِنَ اللَّيْلِ فَيُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا لَا يُوْقِظُ نَائِمًا وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ فَجَآءَ النَّبِيُّ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۸۵۴: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اپنی طویل حدیث میں ذکر کیا کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے لئے آپ کے حصہ کا دودھ اٹھا کر رکھ دیا کرتے تھے۔ پس آپ رات کو تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سوئے ہوئے کو بیدار نہ کرتے اور جاگنے والا سن لے۔ پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور اسی طرح سلام کیا جس طرح سلام فرمایا کرتے تھے۔ (مسلم)

**مقداد بن الاسود الکندی**: ان کے حالات کا شذرہ باب **اجزاء احکام الناس علی ظواھرھم** میں گزرا ملاحظہ فرما لیں۔ **کنا**: مقداد اور ان کے وہ دو ساتھی جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری عنایت فرمائی تھی تا کہ اس کے دودھ سے فائدہ اٹھائیں۔ **اللبن**: جو دودھ دھو کر رکھتے۔ **من اللیل**: دوران شب۔ **فیسلم تسلیما**: متوسط آواز سے سلام کرتے۔ **و لا یوقظ نائما**: کیونکہ زوردار آواز سے سونے والا بیدار ہو جاتا ہے۔ **ویسمع الیقظان**: کیونکہ اس میں کچھ جہر تو ہوتا ہے۔ سونے والوں کے پاس جانے والے کے لئے بہترین طرز عمل سامنے آ گیا۔ **فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم**: آپ ﷺ نے اپنی عادت شریفہ کے مطابق نماز پڑھ کر تشریف لائے۔ **فسلم**: مصنف نے بقیہ روایت کا حصہ جس میں اضافہ دودھ کا معجزہ مذکور ہے اس کو چھوڑ دیا کیونکہ باب سے متعلق نہ تھی۔

**تخریج** : اخرجه مسلم (۲۰۵۵) والترمذی (۲۷۱۹) والنسائی (۳۲۵)

**الفوائد** :جہاں کچھ لوگ ہوتے ہوں اور کچھ لوگ رہے ہوں تو اسطرح سلام کرے کہ جاگنے والے کو معلوم ہو جائے سونے والے کی نیند میں خلل نہ آئے۔

۸۵۵ :وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا وَعُصْبَةٌ مِّنَ النِّسَآءِ قُعُوْدٌ فَاَلْوٰى بِيَدِهٖ بِالتَّسْلِيْمِ— رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ—

وَهٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ اللَّفْظِ وَالْاِشَارَةِ ' وَيُؤَيِّدُهٗ اَنَّ فِي رِوَايَةِ اَبُوْدَاوٗدَ : فَسَلِّمْ عَلَيْنَا۔

۸۵۵: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں سے گزرے اور عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ پس آپؐ نے سلام کے لئے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے لفظ سلام اور اشارے دونوں کو جمع فرمایا اور اس کی تائید ابوداؤد کی روایت کے الفاظ فَسَلِّمْ عَلَيْنَا دلالت کرتے ہیں۔

یہ روایت کسی صحیح نسخہ میں نہیں ملی۔ ۱۳۵۷ھ کا نسخہ مصری جس کا مقابلہ ۸۴۷ سے کیا ہے اس میں بھی موجود نہیں۔

**اسماء بنت یزید:** ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن رافع بن امرء القیس بن زید بن عبد الاشہل بن جشم ہے۔ اسماء رضی اللہ عنہا کی کنیت ام سلمہ ہے۔ بعض نے ام عامر بتلائی ہے۔ ان کے حالات کتاب اللباس میں گزرے۔ **فی المسجد:** (۱) اس سے مسجد نبوی مراد ہے۔ (۲) ممکن ہے کوئی دوسری ہو۔ **عصبه:** دس آدمی دس سے چالیس تک' اس کی جمع عصب ہے (ابن فارس' المصباح) **من النساء:** یہ نکرہ کی صفت ہے۔ مبتداء ہے۔ قعود جمع قاعد یا قاعدہ۔ **فالوی بیده بالتسلیم:** آپ ﷺ نے اشارہ سے سلام فرمایا۔ یہ اس لئے کہ وہ فاصلہ پر تھیں اور مناسب زور سے سلام فرمایا۔ جس کی آواز ان تک پہنچنی ممکن نہ تھی۔ ترمذی کی ایک ضعیف روایت میں اشارہ بالاصابع کو یہود اور بالکف کو نصاریٰ کا سلام قرار دیا گیا ہے۔ تو اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے بھی سلام کیا اور دور والوں کو ظاہر کرنے کے لئے دست اقدس سے اشارہ فرمایا۔ (نووی)

**تخریج** : اخرجه ابو داود (٥٢٠٤) والترمذی (٢٦٩٧) و ابن ماجه (٣٧٠١) والبخاری (١٠٧٤)

**الفوائد** : جب فتنہ کا خطرہ نہ ہو تو مردوں کو جائز ہے کہ وہ عورتوں کو سلام علیکم کہیں۔ افضل ان کے لئے ہاتھ سے اشارہ ہے۔

۸۵۶ : وَعَنْ اَبِيْ جُرَيٍّ الْهُجَيْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ :"لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ ' فَاِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتٰى" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ' وَقَدْ سَبَقَ لَفْظُهٗ بِطُوْلِهٖ۔

۸۵۶: حضرت ابوجری ہجیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس میں نے کہا عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عَلَيْكَ السَّلَامُ مت کہو کیونکہ یہ تو مُردوں کا سلام ہے۔ (ابوداؤد' ترمذی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

پہلے گزر چکی۔

**ابو جری:** ان کے حالات کتاب اللباس میں گزرے ملاحظہ فرمالیں۔ **علیك السلام یا رسول اللّٰه:** میں نے پہنچ کر اس

طرح سلام کیا تو فرمایا تم اس طرح مت کرو۔ علیك السلام: یہ مردوں کا سلام ہے۔ زمانہ جاہلیت اور شعراء کی زبان پر اسی طرح جاری تھا۔ جیسے علیك السلام من امیر و بارکت: مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ مردوں کے لئے استعمال کرنا مناسب ہے اور زندوں کے سلام کی ابتداء السلام کے لفظ سے ہونی چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا یہ فرق نہیں کہ زندوں سے جواب کی توقع ہے اور مردوں سے جواب کی توقع نہیں وہ بھی فرق عادت کے طور پر اللہ چاہے تو جواب دے سکتے ہیں۔ ابن قیم کے بدائع الفوائد دیکھیں۔

**تخریج** : کتاب اللباس میں تخریج گزر چکی۔

**الفرائد** :ایضاً۔

## ۱۳۳: بَابُ آدَابِ السَّلَامِ

## بَابٌ: آداب سلام

یہ آداب سلام کرنے والے کے اعتبار سے ہیں۔

۸۵۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "یُسَلِّمُ الرَّاکِبُ عَلَى الْمَاشِیْ ، وَالْمَاشِیْ عَلَى الْقَاعِدِ ، وَالْقَلِیْلُ عَلَى الْکَثِیْرِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةِ الْبُخَارِیِّ : "وَالصَّغِیْرُ عَلَى الْکَبِیْرِ"۔

۸۵۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور پیدل بیٹھنے والے اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔ (بخاری و مسلم) اور بخاری کی روایت میں "چھوٹا بڑے کو سلام کرے" کے بھی الفاظ ہیں۔

یسلم الراکب علی الماشی: سیوطی کہتے ہیں یہ خبر امر کے معنی میں ہے۔ ای یسلم: اسے سلام کرنا چاہئے اور احمد کی روایت میں یہ صیغہ خود موجود ہے۔ الماشی: ابوداؤد میں المار ہے۔ ابن بطال نے مہلب سے نقل کیا کہ چلنے والے کا بیٹھنے والے کو سلام یہ گھر میں وارد ہونے والے کی طرح ہے اور سوار کا سلام پیدل کو اس لئے تا کہ وہ تکبر میں مبتلا نہ ہو اور تواضع اختیار کرے۔ کم تعداد والوں کا سلام زیادہ کے حق کے پیش نظر ہے۔ ابن العربی کہتے ہیں اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ مفضول جس قسم کا ہو وہ فاضل کو سلام میں ابتداء کرے۔ ایک روایت بخاری میں یسلم الصغیر علی الکبیر: ابن بطال کہتے ہیں کیونکہ چھوٹا بڑوں کی توقیر اور تواضع کے لئے مامور ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۱۰۶۲۹/۳) والبخاری (۶۲۳۱) و مسلم (۲۱۶۰) ابو داود (۵۱۹۸) والترمذی (۲۷۰۳) و ابن حبان (۴۹۷)

**الفرائد** : چھوٹے کا سلام بڑے کے حق کی ادائیگی کے لئے ہے کیونکہ اسے تواضع کا حکم ملا ہے۔ تھوڑے آدمیوں کا زیادہ کو

سلام ان کے حق کے زائد ہونے کی وجہ سے ہے۔ چلنے والے کا بیٹھنے والے کو سلام گھر میں داخل ہونے والے کی طرح ہے' سوار کا پیدل کو سلام تکبر کے ازالہ کے لئے ہے۔ (ابن بطال)

۸۵۸ : وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ ابْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَاَهُمْ بِالسَّلَامِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ' وَرَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قِیْلَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' الرَّجُلَانِ یَلْتَقِیَانِ اَیُّهُمَا یَبْدَاُ بِالسَّلَامِ؟ قَالَ : "اَوْلَاهُمَا بِاللّٰهِ تَعَالٰی" قَالَ التِّرْمِذِیُّ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۸۵۸ : حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ آدمی ہے جو سلام میں ابتداء کرے (ابوداؤد بسند جید) ترمذی نے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! جب دو آدمی ملیں تو کونسا سلام میں ابتداء کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

**صدی بن عجلان باهلی رضی اللّٰه عنه:** ان کے حالات گزر چکے۔ **اولی الناس باللّٰه:** اطاعت کے ذریعہ قرب کا زیادہ حقدار۔ **من بداء بالسلام:** اس میں ایک تو اطاعت کی طرف یہ شخص جلدی کرنے والا ہے اور جواب والے کو بھی اپنے ذریعہ نیکی پر آمادہ کر رہا ہے۔

دوسری روایت **یلتقیان:** خواہ ایک کا ملاقات کا ارادہ ہو یا ارادہ نہ ہو۔ **ایهما یبداء بالسلام:** بقول ابن رسلان معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں قریب تر وہ ہے جو ملاقات کے وقت اپنے بھائی کو پہلے سلام کرے کیونکہ وہ ذکر اللہ میں سبقت کرنے والا اور یاد دلانے والا ہے (ترمذی) بیہقی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا: "**اذا مر الرجل بالقوم فسلم علیهم فردوا علیه کان له علیهم فضل لانه ذکرهم السلام' وان لم یردوا علیه رد علیه ملا خیر منهم واطیب**"۔ قرطبی کہتے ہیں کہ سلام میں ابتداء اولیٰ ہے۔ مراتب دینیہ والے لوگوں کو احترام و توقیر کے طور پر پہلے سلام کیا جائے گا نہ کہ دنیاداروں کو۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (۵۱۹۷) الترمذی (۲۷۰۳)

**الفوائد** : اسلام میں ابتداء کرنے والا رحمت الٰہی کا پہلے حقدار ہے۔ جن مقامات پر سلام کرنا چاہئے وہ بے شمار ہیں البتہ اس سے جو مستثنیٰ ہیں ان کو یہاں ذکر کرتے ہیں۔ بول و براز میں مصروف' جماع میں مشغول ان کو سلام مکروہ تحریمی ہے سونے والے اونگھنے والا' نمازی' مؤذن' اقامت کہنے والا' غسل کرنا والا۔ سب مواقع میں مکروہ تنزیہی ہے اس طرح قراءت قرآن والے کو سلام مکروہ ہے۔ (کذا قال النووی)

# ۱۳۴: بَابُ اسْتِحْبَابِ اِعَادَةِ السَّلَامِ عَلٰی مَنْ تَکَرَّرَ لِقَاؤُهُ عَلٰی قُرْبٍ بِاَنْ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، ثُمَّ دَخَلَ فِی الْحَالِ، اَوْحَالَ بَیْنَهُمَا شَجَرَةٌ وَنَحْوُهَا

## بَابْ: سلام کا اعادہ کرنا اس پر جس کو ابھی مل کر اندر گیا پھر باہر آیا یا ان کے درمیان درخت حائل ہوا وغیرہ

تکرر لقاءہ: مثلاً وہ مکان میں داخل ہوا تو لوگوں سے اس کا پیٹھ پھیرنا ظاہر ہو پس اسے سلام کرنا چاہئے۔ ثم خرج: پھر فوراً ہی کسی ضرورت سے نکل آیا۔ دخل فی الحال: یہاں ثم فا کے معنی میں ہے جیسا کہ قرب وغیرہ کے لفظ دلالت کر رہے ہیں۔ شجرۃ: یعنی درخت وغیرہ کوئی ایسی شے جو ایک دوسرے کو دیکھنے سے مانع تھی۔ حائل ہونے والی چیز رقیق ہو تو پھر الگ ہونا شمار نہ ہوگا۔ نحوھا: سے دیوار پہاڑ وغیرہ مراد ہیں۔

۸۵۹ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِ الْمُسِیْٓءِ صَلَاتَهٗ اَنَّهٗ جَآءَ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ فَرَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ : "اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ" فَرَجَعَ فَصَلّٰی، ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ حَتّٰی فَعَلَ ذٰلِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۸۵۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں انہوں نے الْمُسِیْءِ صَلَاتَهٗ کا تذکرہ کیا کہ وہ آیا پھر نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا لوٹ جا اور نماز پڑھو۔ اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ پھر لوٹا اور نماز پڑھی پھر آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا یہاں تک کہ یہ تین مرتبہ کیا۔ (بخاری و مسلم)

المسیء صلاتہ: اس سے مراد رفع بن خلاد زرقی انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔

اَللُّغَاتُ: (۱) صلاتہ: منصوب ہے کیونکہ مفعول ہے۔ (۲) اسناد کی وجہ سے رفع بھی جائز ہے فاعل کو تانیث مجازی کی وجہ سے مونث نہیں لائے۔ ثم جاء الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: بقول زرکشی مسجد میں داخل ہونے والے کو مناسب ہے کہ وہ سلام کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں کے حق سے پہلے ہے۔ فرد علیہ السلام: اسی وقت آپ ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا۔ فانک لم تصل: شئی کی نفی اس کی صحت کی نفی کو ظاہر کرنے والی ہے۔ فصلی: اس نے پہلے کی طرح نماز پڑھی۔ ثم جاء: پھر اپنے جائے نماز سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور ستون کے فاصلہ کی وجہ سے اس نے سلام کیا آپ ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا اور ایسا تین مرتبہ ہوا۔ ثلاث مرات: اس کو پہلی دوسری بلکہ تیسری مرتبہ خلل کے باوجود کچھ نہیں فرمایا۔ یہ بیان میں موقعہ بیان سے تساہل نہیں۔ ممکن تھا وہ خود سمجھ جاتا جب اس نے ظاہر کیا کہ وہ اسی طرح نماز پڑھ سکتا ہے تو پھر مواقع خلل کی راہنمائی فرمائی۔ خود سمجھ لینے سے بات زیادہ پختہ ذہن میں بیٹھتی ہے۔

تخریج : اخرجه البخاری (۷۵۷) و مسلم (۳۹۷) و ابو داود (۸۵۶) والنسائی (۸۸۳) و ابن ماجه (۱۰۶۰)

والترمذی (۳۰۳) وابن حبان (۱۸۹۰) وابن خزیمۃ (۵۹۰) والبیھقی (۱۲۲/۲)

**الفوائد**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کہ جاہل متعلم کو کس انداز سے سمجھایا' ملاقات کے وقت سلام مستحب ہے خواہ بار بار ہو۔

۸۶۰ : وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِذَا لَقِيَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَاِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ اَوْ جِدَارٌ اَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۔

۸۶۰: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو ملے تو اس کو سلام کہے پھر اگر ان کے درمیان درخت حائل ہو جائے یا دیوار آ جائے یا پتھر۔ پھر اس سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے۔ (ابوداؤد)

**لقی احدکم**: یہاں عام معنی مراد ہے کیونکہ یہ سیاق شرط میں واقع ہے۔ **اخاہ**: اس سے اخوت ایمانی کو اجاگر فرمایا۔ **فلیسلم علیہ**: اس پر حق بنتا ہے کہ ابتداء سلام کرے ایک دوسرے کو دیکھنے سے رکاوٹ والی چیز درمیان میں آئے پھر ان کی قریبی وقت میں ملاقات ہو جائے تو دوبارہ سلام کرے کیونکہ یہ نئی ملاقات ہے۔ پہلا قریبی وقت والا سلام اس کے لئے مانع نہیں۔

**تخریج** : اخرجہ ابو داود (۵۲۰۰)

**الفوائد**: ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان سے ملتے ہوئے سلام میں پہل کرنی چاہیے۔

## ۱۳۵: بَابُ اسْتِحْبَابِ السَّلَامِ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهٗ

## باب: گھر میں داخلے کے وقت سلام مستحب ہے

**دخل بیتہ**: اگر گھر میں ایسے وقت داخل ہو تو عموم آیت کا تقاضا یہ ہے کہ سلام کرے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً﴾

[النور:٦١]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پس جب تم گھروں میں داخل ہو پس اپنے نفسوں کو سلام کرو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاکیزہ مبارک تحفہ ہے''۔ (النور)

۸٦١ : عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "يَا بُنَيَّ ' اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى اَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۸۶۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹے! جب تم اپنے گھر میں جاؤ تو سلام کرو۔ یہ تیرے لئے برکت کا باعث ہوگا اور تیرے گھر والوں کے لئے بھی برکت کا باعث ہوگا۔ (ترمذی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بنی: یہ با ضمہ اور نون کے فتحہ کے ساتھ آئے گا۔ اذا دخلت: جب داخل ہوتو ان کو سلام کہو۔ تمہارا یہ سلام برکت کا باعث بنے گی' مونث یکن: خبر کی رعایت سے لائے یا تحیہ کے معنی میں ہونے کی وجہ سے لائے۔ برکت یہ فاعل ہے اور کان تامہ ہے۔ وجد کے معنی میں ہے۔ گھر میں جب کوئی نہ ہوتو السلام علینا و عباد اللّٰہ الصالحین: کہے۔ اسی طرح مسجد یا دوسرے کے گھر میں جب کوئی نہ ہو اور یہ داخل ہوتو کہے السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین' السلام علیکم اهل البیت ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ۔

**تخریج** : اخرجه الترمذی (۲۷۰۷)

**الفرائد** : گھر میں سلام کی فضیلت۔ اس کی برکت تمام گھر میں پہنچے گی۔ اخلاق نبوت کو اپنانا چاہئے۔

## ۱۳۶ : بَابُ السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ

## بَاب : بچوں کو سلام

الصبیان: اس کا واحد صبی اور جمع صبیہ اور صبوان (القاموس) اس سے مراد قابل خطاب سمجھ بوجھ والے۔ البتہ دوسروں کے شامل ہونے کا احتمال ہے۔ جن میں کچھ ادراک پایا جائے۔ نووی نے صبیان ممیزین مراد لئے ہیں (شرح مسلم نووی)

۸۶۲ : عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۶۲ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بچوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا پس انہوں نے بچوں کو سلام کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

یفعله: کرمانی کہتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کے اخلاق عظیمہ سے تھا کہ بچوں کو سلام کرنے کی عادت مبارکہ تھی۔ اس میں ان کو سنت کی تعلیم کے لئے تدریب ہے تاکہ بلوغت کے وقت وہ آداب اسلامی کے حامل بنیں۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (٦٢٤٧) و مسلم (٢١٦٨) والترمذی (٢٧٠٥) والنسائی (٣٣٠) وابو داود (٥٢٠٢) وابن ماجه (٣٧٠٠) وابن حبان (٤٥٩) والدارمی (٢/٢٧٦)

**الفرائد** : بچوں کو سلام میں ان کو تعلیم دینا مقصود ہے۔ اگر بچے سلام میں پہل کرے تو اس کا جواب ضروری ہے۔

## ۱۳۷ : بَابُ سَلَامِ الرَّجُلِ عَلٰى زَوْجَتِهٖ وَالْمَرْاَةِ مِنْ مَّحَارِمِهٖ وَعَلٰى اَجْنَبِيَّةٍ وَّاَجْنَبِيَّاتٍ لَّا يَخَافُ الْفِتْنَةَ بِهِنَّ وَسَلَامِهِنَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ

## بَابٌ: بیوی اور محرم عورت کو سلام کرنا اور اجنبیہ کے متعلق فتنہ کا خطرہ نہ ہو تو سلام کرنا

**محارمہ:** جن سے ابدی طور پر نکاح حرام ہو خواہ نسب کی وجہ سے ہو یا رضاعت یا مصاہرت کی وجہ سے۔
**لا یخاف الفتنة بھن:** اجنبی زیادہ یا ایک عورت دونوں میں فتنہ سے حفاظت کی شرط ہے۔ نوجوان لڑکی کو غیر محرم کو سلام حرام ہے۔ ابتداء بھی اور جواب بھی اگر ایک جمع سلام کرے اور فتنہ کا خطرہ بھی نہ ہو تو پھر سلام میں ابتداء مکروہ نہیں۔ عورت کی جماعت یا بڑھیا کو سلام میں ابتداء مکروہ نہیں کیونکہ فتنہ کا خطرہ نہیں یہ تفصیل شوافع کے ہاں ہے۔ فتدبر۔

۸٦۳ : عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ وَفِي رِوَايَةٍ : كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ مِنْ أُصُولِ السِّلْقِ فَتَطْرَحُهُ فِي الْقِدْرِ وَتُكَرْكِرُ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ وَانْصَرَفْنَا نُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَدِّمُهُ إِلَيْنَا' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ'
قَوْلُهُ "تُكَرْكِرُ" :أَيْ تَطْحَنُ۔

۸٦۳: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے خاندان میں ایک عورت تھی اور ایک روایت میں ایک بڑھیا تھی۔ وہ چقندر کی جڑیں لے کر ان کو ہانڈی میں ڈالتی اور جَو کے کچھ دانے پیس کر (اس میں ڈالتی) پس جب ہم جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹتے۔ ہم اس کو سلام کرتے پس وہ یہ کھانا ہمیں پیش کرتی۔ (بخاری)
تُکَرْکِرُ: پیستی۔

امراۃ: بقول ابن حجر اس کے نام کا علم نہیں ہو سکا۔ عجوز: بوڑھی عورت اس میں عجوزہ بھی آتا ہے جمع عجائز اور عجز ہے (ابن الانباری) سلق فتطرحه فی القدر: ہنڈیاں میں پکائی۔ تکرکر: پیستی۔ حبات: تھوڑے سے دانے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۹۳۸) و أبو داود (۱۰۸٦) والترمذی (۵۲۵) وابن حبان (۵۳۰۷) وابن ابی شیبة (۱۰٦/۲) وابن ماجه (۱۰۹۹) والطبرانی (۵۷۸۷) والبیهقی (۲٤۱/۳)

۸٦٤ : وَعَنْ أُمِّ هَانِئٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهُوَ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ - وَذَكَرَتِ الْحَدِيْثَ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۸٦٤: حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح کے دن آئی جبکہ آپ غسل فرما رہے تھے اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کپڑے سے پردہ کیے ہوئے تھیں۔ پس میں نے سلام کیا اور روایت ذکر کی۔ (رواہ مسلم)

**صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم الفتح وھو یغتسل:** ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا یہ قرشیہ ہاشمیہ ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ بخاری و مسلم میں ان کی دو روایتیں ہیں۔ ایک متفق علیہ اور وہ صلاۃ الضحیٰ والی روایت ہے۔ دوسری بھی روایت ہے۔ ان کے بیٹے جعدہ اور پوتی جعدہ اور عودہ اور گروہ سے ان سے روایت کی ہے۔ ان کی وفات معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی۔ **یوم الفتح:** آپ ﷺ فتح کے دن اس وقت مقام ابطح میں تشریف فرما تھے۔ **ھو یغتسل:** یہ جملہ

حالیہ اتیت کے مفعول سے ہے۔ تستره: پردہ کرنا۔ فسلمت علیه: اگر اجنبیہ کا سلام حرام ہوتا تو آپ ﷺ ضرور اس کو بتلاتے۔ معلوم ہوا فتنہ سے امن کی صورت میں درست ہے۔ پھر پوری روایت ذکر کی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواز کو درست قرار دیا اور جو علی رضی اللہ عنہ اس کے خاوند کو قتل کرنا چاہتے تھے۔

**تخریج** : احمد (٢٦٩٦٢/١٠) والبخاری (٢٨٠) و مسلم (٣٣٦) والنسائی (٢٢٥) وابن ماجه (٤٦٠)

**الفوائد** : پہچان کے لئے کنیت رکھنا جائز ہے۔ اجازت کے لئے ایسا نام استعمال کرے جس سے اس کی پہچان ہو جائے۔ ملاقاتی کو مرحبا کہنا مستحب ہے۔

٨٦٥ : وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ فِيْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا – رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ – وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوُدَ ، وَلَفْظُ التِّرْمِذِيِّ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا وَّعُصْبَةٌ مِّنَ النِّسَآءِ قُعُوْدٌ فَاَلْوٰى بِيَدِهٖ بِالتَّسْلِيْمِ ۔

٨٦٥: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم عورتوں کے پاس سے گزر ہوا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا۔ (ابوداؤد) ترمذی یہ حدیث حسن ہے۔ یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔ ترمذی کے لفظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے ایک دن گزرے اور عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔

نسوة: اس کا واحد امراۃ من غیر لفظ ہے۔ عورتوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔ نسوان اور نساء میں بھی جمعیں آتی ہیں۔ فسلم علینا: آپ ﷺ نے بلا تاخیر ہمیں سلام فرمایا۔ هذا لفظ ابی داؤد سے اشارہ کر رہے ہیں کہ ترمذی کے الفاظ سابقہ باب میں گزرے یہ ابوداؤد کے الفاظ ہیں۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٧٦٢١) و مسلم (٢١٦٧) ابو دواد (٥٢٠٥) والترمذی (١٦٠٢) والبخاری (١١٠٣) وابن حبان (٥٠٠) و عبد الرزاق (١٩٤٥٧) البیهقی (٢٠٣/٩)

**الفوائد** : روایت ۸۶۴ میں ملاحظہ کریں۔

## ۱۳۸ : بَابُ تَحْرِيْمِ ابْتِدَآءِ الْكَافِرِ بِالسَّلَامِ وَكَيْفِيَّةِ الرَّدِّ عَلَيْهِمْ وَاسْتِحْبَابِ السَّلَامِ عَلٰى اَهْلِ مَجْلِسٍ فِيْهِمْ مُّسْلِمُوْنَ وَكُفَّارٌ

**بَابٌ** : کافر کو سلام میں ابتداء حرام ہے اس کو جواب دینے کا طریقہ اور مشترک

# مجلس کو سلام

تحریم ابتداء الکافر: کیونکہ اس سے اس کی محبت کا پہلو نکلتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ دوستی سے منع فرمایا ہے۔ ﴿لا تجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الآخر﴾ و کیفیة الرد علیھم: جب وہ سلام میں پہل کریں تو اس طرح جواب دیں کہ ایمان والوں کا قصد کر کے جواب دیں (اور اگر فقط کفار ہی ہوں تو وعلیکم صرف کہا جائے۔ مترجم)

۸۶۶ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا تَبْدَأُوا الْیَهُوْدَ وَلَا النَّصَارٰی بِالسَّلَامِ ، فَاِذَا لَقِیْتُمْ اَحَدَهُمْ فِیْ طَرِیْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ اِلٰی اَضْیَقِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۸۶۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو جب تم ان کے راستے میں ملو تو اسے راستہ کے تنگ حصہ کی طرف مجبور کر دو۔ (مسلم)

لا تبدء والیھود والاالنصاری بالسلام: یہ نہی حرمت کے لئے ہے۔ جمہور کے مذہب کی یہ آیت دلیل ہے کہ کفار کو سلام میں ابتداء نہ کرنی چاہیے۔ بعض لوگوں نے ابتداء کا جواز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے (ماوردی) وہ کہتے ہیں کہ السلام علیک کہا جائے علیکم نہ کہا جائے انہوں نے افشاء سلام کی احادیث کے عموم سے استدلال کیا مگر وہ دلیل درست نہیں۔ یہ حدیث اس حکم کو صاف ظاہر کر رہی ہے۔ نووی نے علقمہ کا قول نقل کیا کہ ان کو سلام میں ابتداء کرنا جائز ہے جبکہ کوئی ضرورت اور سبب ہو۔ البتہ نووی نے ابتداء کی تحریم کے قول کو درست قرار دے کر اسی کی تحسین کی ہے۔ فاذا لقیتم احدھم فی طریق فاضطروہ: اس کو تنگ راستہ پر مجبور کر دو یہ اس وقت ہے جبکہ بھیڑ ہو۔ مسلمانوں کو درمیان راہ میں چلنا چاہئے مگر یہ تنگی اس انداز سے ہو کہ دیوار یا کسی دوسری چیز سے ان کا ٹکراؤ نہ ہو۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۳/۷۶۲۱) و مسلم (۲۱۶۷) و ابو داود (۵۲۰۵) والترمذی (۱۶۰۲) والبخاری (۱۱۰۳) وابن حبان (۵۰۰) و عبد الرزاق (۱۹۴۵۷) البیهقی (۹/۲۰۳)

**الفوائد** : اہل کفر کو سلام میں ابتداء نہ کی جائے ان کا اکرام جائز نہیں۔ اہل کفر سے دوستی حرام و ناجائز ہے۔

۸۶۷ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا سَلَّمَ عَلَیْکُمْ اَهْلُ الْکِتَابِ فَقُوْلُوْا : وَعَلَیْکُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۸۶۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں اہل کتاب سلام کریں پس کہو وَعَلَیْکُمْ ۔ (بخاری و مسلم)

اھل الکتاب: یہ ذمی و حربی دونوں کو شامل ہے۔ فقولوا: نووی کہتے ہیں یہ وجوب کے لئے ہے۔ بعض لوگوں نے عدم وجوب کہا مگر وہ ضعیف قول ہے۔ وعلیکم: اس کی وجہ وہ ہے جو دوسری روایت میں وارد ہے: "ان الیھود اذا سلموا علیکم یقول احدھم السام علیکم فقل علیك": ایک روایت میں فقل وعلیك۔

نووی کہتے ہیں اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اہل کتاب جب سلام کریں تو ان کے جواب میں وعلیکم السلام مت کہو بلکہ وعلیکم

یا علیکم ہو۔ مسلم کی روایات میں واؤ موجود ہے۔ اس کی وجہ سے اس کے دو معنی ہیں: (۱) یہ اپنے ظاہر پر ہے جب انہوں نے علیکم کہا تو تم وعلیکم کہو کہ ہم اور تم اس میں برابر ہیں کہ سب پر موت آئے۔ (۲) واؤ مستانفہ ہو تو مطلب یہ ہے تم پر وہی ہے جس کے تم مستحق ہو۔ یعنی مذمت اور حذف واؤ کی صورت میں ان کے ہاں علیکم السلام تقدیر عبارت بنے گی۔ خطابی نے واؤ کے اثبات اور ابن حبیب سے حذف کی ترجیح دی ہے۔ ابن عیینہ نے حذف کو ترجیح دی تو ان کے بقول ان کا کلام بعینہٖ ان پر مردود ہوگا اور اگر واؤ کو قائم رکھو تو شرکت کا احتمال ثابت کرے گا۔ درست بات یہ ہے کہ واؤ کا اثبات و حذف دونوں جائز ہیں اور اس کے حذف سے کوئی بگاڑ لازم نہیں آتا (صدیقی)

**تخریج** : اخرجه البخاری (٦٢٥٨) و مسلم (٢١٦٣) و ابو داود (٥٢٠٧) والترمذی (٣٣٠١) وابن حبان (٥٠٣) والنسائی (٣٨٦) والطیالسی (٢٠٦٩) واحمد (٤/١١٩٤٨)

**الفرائد** : اہل کتاب کو علیکم کے لفظ سے فقط جواب دیا جائے۔

٨٦٨ : وَعَنْ اُسَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ مَرَّ عَلٰی مَجْلِسٍ فِیْهِ اَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُشْرِكِیْنَ – عَبْدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْیَهُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَیْهِمُ النَّبِیُّ – مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۸۶۸: حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک مجلس سے ہوا جس میں مسلمان اور مشرکین یہود ملے جلے تھے پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا۔ (بخاری و مسلم)

**مر علی مجلس فیه اخلاط**: یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اخلاط یہ خلط کی جمع ہے جیسے حمل و احمال۔ **من المسلمین**: یہ من بیانیہ ہے۔ **عبدة الاوثان**: جو انصار میں سے مسلمان نہ ہوئے تھے۔ وہ اسلام کی آمد سے قبل بت پرست تھے۔ **والیهود**: اس کا عطف عبدۃ الاوثان یا مشرکین پر عطف ہے۔ میں یہ مشرکین کے دو قسیم بن جائیں گے۔ بیضاوی نے ﴿ولا تنكحوا المشركات حتى یومن﴾: میں مشرکین کا اہل کتاب کے ساتھ شمول ثابت کیا اور مشرکہ عورتوں میں اہل کتاب کو بھی شامل کیا کیونکہ اہل کتاب بھی مشرک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ﴿قالت الیهود ... سبحانه عما یشركون﴾: میں مشرک فرمایا ہے۔ **فسلم علیهم النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم**: اس سے شبہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام مؤمنوں کی طرف متوجہ ہونے والا تھا کیونکہ ابتداء سلام سے آپ نے خود منع فرمایا ہے۔

**تخریج** : بخاری (٦٢٥٤) مسلم (١٧٩٨) نسائی فی المغازی، ترمذی فی الاستئذان (اطراف مزی)

**الفرائد** : مشترک مجمع میں مسلمانوں کا قصد کر کے سلام کیا جائے۔

## ۱۳۹ : بَابُ اسْتِحْبَابِ السَّلَامِ اِذَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ وَفَارَقَ جُلَسَآءَهٗ اَوْ جَلِیْسَهٗ

## باب: مجلس سے اٹھتے اور احباب سے جدائی کے وقت سلام

**جلساء:** جب کہ ان کی تعداد زیادہ ہو۔ **جلیسہ:** جب کہ وہ ایک ہو۔

٨٦٩ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا انْتَهٰی اَحَدُكُمْ اِلَی الْمَجْلِسِ فَلْیُسَلِّمْ ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّقُوْمَ فَلْیُسَلِّمْ ، فَلَیْسَتِ الْاُوْلٰی بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَةِ ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

٨٦٩ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مجلس میں پہنچے پس وہ سلام کرے۔ جب وہ ارادہ کرے مجلس سے اٹھنے کا تو سلام کرے۔ پس پہلا سلام دوسرے سے زیادہ فوقیت والا نہیں۔ (ابوداؤد' ترمذی)

حدیث حسن۔

**احدکم:** کوئی ایک۔ **المجلس:** سے وہ جہاں بیٹھنا چاہتا ہے۔ **فلیسلم:** وہ ظاہر میں سلام کرے اگر چہ وہاں کوئی نہ ہو۔ **ان یقوم فلیسلم:** جب مجلس سے جانا چاہے تو اٹھنے کے بعد سلام کہے جیسا ترمذی میں ہے: **ثم اذا قام فلیسلم**"۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ جب قیام کا ارادہ کرتے سلام کرے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں: ﴿**فاذا قرات القران**﴾: جب تم قرأت کا ارادہ کرو۔ **الاولیٰ** : سے پہلا تحریمہ مراد ہے۔ حلبی کہتے ہیں بعض نے کہا کہ پہلا سلام تو ان کے شر سے سلامتی کی خبر اور اطلاع ہے جب کہ وہ موجود ہوں۔ اسی طرح دوسرا سلام انکی سلامتی کی اطلاع ہے اسکے شر سے جب کہ وہ سامنے نہ ہوں انکا سامنے ہوتے ہوئے سلامت رہنا غیر موجودگی میں سلامتی سے بہتر نہیں کیونکہ غیر موجودگی میں سلامتی زیادہ بہتر ہے۔

**تخریج:** اخرجه احمد (٣/٧١٤٥) و ابو داود (٥٢٠٨) والترمذی (٢٧١٥) والنسائی (١٠٢٠٠) وابن حبان (٤٩٤)

**الفرائد:** مجلس میں آنے والا بھی سلام کرے اور جانے والا سلام کر کے جائے' یہ سلام زیادہ اولیٰ ہے۔ (کذا قال النووی)

## ١٤٠ : بَابُ الْاِسْتِئْذَانِ وَاٰدَابِهٖ

## باب: اجازت اور اس کے آداب

**الاستیذان:** گھر میں داخلے کی اجازت۔ **اداب:** یہ ادب کی جمع ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰی اَهْلِهَا﴾

[النور:٢٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ تم ان سے اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو''۔ (النور)

**تستانسوا:** اجازت حاصل کرنا۔ اس آیت کی تفسیر کتاب السلام میں گزری۔

**وَقَالَ تَعَالٰی :**

﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾[النور:۵۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب بچے تم میں سے بلوغت کو پہنچ جائیں تو چاہیے کہ وہ اجازت مانگ کر آئیں جس طرح ان سے پہلے لوگ اجازت مانگتے تھے''۔

**واذا بلغ الاطفال منکم:** آزاد مرد مراد ہیں۔ **الحلم:** بلوغت کے قریب ہو جائیں یعنی مراہق ہو جائیں۔ **فلیستاذنوا:** تمام اوقات داخلہ میں۔ **من قبلھم:** بالغ آزاد مردوں نے اجازت حاصل کی۔

۸۷۰ : عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''اَلْاِسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ ، فَاِنْ اُذِنَ لَكَ وَاِلَّا فَارْجِعْ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۷۰: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اجازت حاصل کرنا تین مرتبہ ہے۔ پس اگر تمہیں اجازت مل جائے (تو ٹھیک) ورنہ واپس لوٹ جاؤ''۔ (بخاری و مسلم)

**الاستئذان:** گھر والے سے اجازت حاصل کرنا۔ **ثلاث:** کیونکہ یہ تعداد کثرت کے لحاظ سے کم درجہ اور قلیل کے لحاظ سے اکثر ہے جو اتنی مرتبہ سے خبردار نہ ہو وہ خبردار ہوتا ہی نہیں۔ **فان اُذن لك:** یہ فعل مجہول ہے اور لک نائب فاعل ہے۔ جواب شرط فادخل محذوف ہے۔ **والا:** اگر اس کے بعد بھی اجازت نہ ہو۔ نووی رقمطراز ہیں اگر اس نے اجازت طلب کی اور اس کو اجازت نہ ملی یا اس نے خیال کیا کہ اس نے سنا نہیں تو اس میں تین مذاہب ہیں: (۱) وہ لوٹ جائے یا سب سے ظاہر بات ہے اور دوبارہ اجازت طلب نہ کرے۔ (۲) دوبارہ اجازت طلب کرے۔ (۳) اگر استیذان کے خاص الفاظ ہوں تو دوبارہ لوٹائے اور اگر وہ نہ ہوں تو اعادہ نہ کرے۔ جنہوں نے پہلے قول کو زیادہ بہتر کہا ان کی دلیل یہ ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی **والا فارجع:** جنہوں نے دوسرا قول اختیار کیا انہوں نے حدیث کو علم یا اس گمان پر محمول کیا کہ اس نے سنا ہے پس اجازت نہیں دی (نووی) بخاری نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت نقل کی ہے: **اذا استاذن احدکم ثلاثا فلم یوذن له فلیرجع۔**

**تخریج** : اخرجه مالك (۱۷۹۷) احمد (۴/۱۱۰۲۹) والبخاری (۶۲۴۵) و مسلم (۲۱۵۳) و ابو داود (۵۱۸۰) والترمذی (۲۶۹۹) وابن ماجه (۳۷۰۶) وابن حبان (۵۸۱۰) والطیالسی (۲۱۶۴) و عبد الرزاق (۱۹۴۲۳) والبیهقی (۳۳۹/۸)

**الفوائد** : اجازت تین مرتبہ طلب کی جائے ورنہ واپس لوٹ جائے۔ اجازت دینے والا دینی یا دنیوی مشغولیت میں عذر کرے تو واپس لوٹ آئے۔

٨٧١ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۷۱: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اجازت طلبی تو (غیر محرم پر) نگاہ نہ پڑنے کے لئے مقرر کی گئی۔ (بخاری و مسلم)

**الاستیذان:** اجازت نگاہ پڑنے کے خطرے کی وجہ سے مقرر کی گئی کیونکہ اجازت طلب کرنے والا اگر بلا اجازت داخل ہوگا تو جس کے ہاں وہ داخل ہو رہا ہے اس کی ایسی بعض چیزوں کی اطلاع وہ پالے گا جن کی اطلاع اس کو پسند نہیں۔ اس سلسلے میں بخاری میں واضح روایت موجود ہے جس کو ادب المفرد میں نقل کیا گیا ہے۔ ابوداؤد ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے کہ **لا یحل لامری مسلم ان ینظر الی جوف بیت حتی یستاذن فان فعل فقد دخل۔** وہ گویا داخل ہونے والے کے حکم میں ہے۔ ترمذی و ابوداؤد نے سند حسن سے نقل کیا کہ "**اذا دخل البصر فلا اذن**" بخاری نے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا: **من ملأ عینه من قاع بیت قبل ان یوذن له فقد فسق:** سبب ارشاد یہ ہے کہ ایک آدمی نے حجرہ میں ایک سوراخ سے دیکھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں بالوں کو برابر کرنے والا لوہے کی سلاخ تھی یا کنگھی تھی۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے: **لو اعلم انك تنظر لطعنت به في عينك:** تمہارے دیکھنے کا علم ہو جاتا تو میں تمہاری آنکھ میں یہ سلاخ مارتا۔ اجازت اسی لئے ضروری قرار دی گئی تا کہ نگاہ نہ پڑے۔ (روضہ)

**تخریج** : بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجه، عبدالرزاق ١٩٤٣١، دارمی ٢/١٩٧، ابن ابی شیبه ٧٥٦، بخاری ادب مفرد ١٠٧٠، طبرانی ٥٦٦٣، بیهقی ٨/٣٣٨۔

**الفوائد** : ① استیذان ضروری ہے وہ اس لئے مقرر ہوا تا کہ حرام پر نگاہ نہ ہو۔ ② گھر کے دروازے وغیرہ کے سوراخ سے دیکھنا جائز نہیں تا کہ حرام پر نگاہ نہ پڑے۔

٨٧٢ : وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ : حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ عَامِرٍ اَنَّهُ اسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِيْ بَيْتٍ فَقَالَ : اَ اَلِجُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِخَادِمِهٖ : اُخْرُجْ اِلٰى هٰذَا فَعَلِّمْهُ الْاِسْتِئْذَانَ فَقُلْ لَهٗ قُلْ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ، اَ اَدْخُلُ؟ فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ، اَ اَدْخُلُ؟ فَاَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَدَخَلَ - رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۸۷۲: حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں بنی عامر کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے اجازت طلب کی جبکہ آپ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے۔ اس نے کہا آلِجُ؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خادم کو فرمایا باہر نکل کر اس کو اجازت کا طریقہ سکھاؤ اور اس کو یوں کہو کہ وہ کہے: السلام علیکم اَ اَدْخُلُ؟ آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس گفتگو کو سن لیا۔ چنانچہ اس نے یہی کیا۔ اَ اَدْخُلُ؟ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ پس نبی

اکرم ﷺ نے اجازت دی پس وہ داخل ہوا۔ ابوداؤد سند صحیح کے ساتھ۔

ربعی: راء اور عین مکسور اور یا مشدد ہے۔ بن حراش: حا مکسور۔ یہ جلیل القدر تابعی ہیں ان کا عبسی قبیلہ سے تعلق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کرنے والے تھے کبھی جھوٹ نہ بولا تھا (الکاشف لذہبی) ان کی وفات ۱۰۰ھ میں ہوئی بعض نے اور اقوال نقل کئے (تقریب حافظ) رجل من بني عامر: تعیین سے ناواقفی نقصان دہ نہیں کیونکہ الصحابه کلهم عدول۔ خواہ میں فتنوں میں شامل رہے یا الگ رہے۔

اللغات: هو في بيت: یہ جملہ علی کے مجرور سے حال ہے۔ ھو کا مرجع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فقال الج: یہ ولوج سے ہے جس کا معنی داخل ہونا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سیوطی نے حاشیہ ابوداؤد میں روضہ نام ذکر کیا ہے۔ اخرج الى هذا: اجازت طلب کرنے والے کے پاس نکل کر جاؤ۔ فعلمه الاستيذان: اس کو اجازت کے الفاظ سکھاؤ یا لفظ بدل دو۔ اادخل: حافظ کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ کیا استیذان سلام کی شرط ہے یا نہیں (فتح الباری) نووی کہتے ہیں سلام و استیذان میں مقدم کون سا ہے یا صحیح وہی ہے کہ سلام مقدم ہے (۲) دوسروں نے استیذان کو مقدم مانا۔ تیسرا قول جس کو ماوردی نے اختیار کیا ہے کہ اگر اجازت طلب کرنے والے کی مکان والے پر نگاہ پڑ گئی تو سلام کو مقدم کرے ورنہ استیذان کو مقدم کرے۔ حالانکہ دو صحیح روایات تقدیم سلام کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ فسمعه: اس آدمی نے یہ ارشاد خود سن لیا تو اس نے جلدی سے کہا السلام عليكم أأدخل؟: آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ پہلے اجازت نہ دی چونکہ الفاظ درست نہ تھے۔ نیز آپ ﷺ نے تعلیم علم عمل پر آمادہ فرمایا۔

**تخریج**: اخرجه ابو داود (۵۱۷۷) و اسناده صحيح۔

**الفوائد**: سنت یہ ہے کہ اجازت اور سلام دونوں کیے جائیں۔ امت پر کس قدر شفقت فرمائی کہ دنیا و آخرت کی بھلائیوں والی باتیں بتلائیں۔

۸۷۳: وَعَنْ كِلْدَةَ بْنِ الْحَنْبَلِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ اُسَلِّمْ – فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ' ارْجِعْ فَقُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَاَدْخُلُ؟" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۸۷۳: حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے داخل ہوتے ہوئے سلام نہ کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ واپس جاؤ! اور کہو السلام علیکم کیا میں اندر داخل ہو سکتا ہوں؟ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

كلدة: اس کی کاف مکسور ہے اور دال مفتوح ہے۔ حافظ کہتے ان کو ابن عبداللہ بن الحنبل کہا جاتا ہے۔ مزی نے اطراف میں ابن ملک لکھا ہے۔ ملک کو ملیک بن عائذ بن کلدہ کہا جاتا ہے۔ یہ صفوان بن امیہ کے ماں جائے ہیں۔ بعض نے بھانجہ کہا۔ حافظ نے ماموں کہا اور تمیمی نے مکی صحابی کا اضافہ فرمایا۔ اتيت النبي صلى الله عليه و سلم: یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کو دودھ' چھوٹی ککڑی صفوان نے دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور اس وقت آپ ﷺ وادی کی

بالائی جانب تھے۔اس روایت کو ابوداؤ د ترمذی نے لیا ہے۔روایت کا بقیہ حصہ ترجمے سے غیر متعلق تھا اس لئے چھوڑ دیا۔

**تخریج**: صحیح الاسناد اخرجه احمد (۵/۱۵٤۲۵) و ابو داود (٥١٧٦) والترمذی (۲۷۱۹) والنسائی (٤/٦٧٣٥)

**الفوائد**: جو بلا اجازت داخل ہو اسے واپس کر دیا جائے۔جو لوگوں کے پاس جائے اسے سلام کرنا اور اجازت طلب کرنا چاہئے۔

## ۱۴۱: بَابُ بَيَانِ اَنَّ السُّنَّةَ اِذَا قِيْلَ لِلْمُسْتَاْذِنِ مَنْ اَنْتَ اَنْ يَقُوْلُ: فُلَانٌ فَيُسَمِّيْ نَفْسَهٗ بِمَا يُعْرَفُ بِهٖ مِنَ اسْمٍ اَوْ كُنْيَةٍ وَّكَرَاهَةِ قَوْلِهٖ "اَنَا" وَنَحْوِهَا!

## باب: اجازت لینے والے سے جب پوچھا جائے تو اس کو اپنا نام یا کنیت بتانی چاہیے

**السنة اذا قيل**: جب داخلے کے وقت مکان والا دریافت کرے۔**من انت**: کہ تم کون ہو تا کہ اسے مستاذن کا علم ہو جائے۔ **من**: کالفظ (۱) یہ ذوی العقول کے لئے ہے (۲) عام ہے (القاموس) فلان وفلانہ یہ نام سے کنایہ ہیں جب الف لام سے آئیں گے ہمارے علاوہ کے لئے مثلاً جب کسی انسان سے کنایہ کریں تو کہیں گے الفلان۔مگر یہ قول درست نہیں بغیر الف لام بھی دوسروں کے لئے لاتے ہیں۔یہ ہر علم مذکر ذی علم خواہ انسان ہو یا جن بلکہ فرشتے کے علم سے کنایہ کیا جاتا ہے اور علم مونث کے لئے بھی آتا ہے (شرح تسہیل) **اسم او كنية**: نام یا کنیت یا لقب یا نسبت یا وصف مثلاً امیر یا قاضی اس سے اس کا مقصد تعارف ہو بڑھائی ظاہر کرنا نہ ہو۔ **كراهة قوله انا**: یعنی میں یا ہم یا انسان یا شخص وغیرہ کیوں کہ اس سے سائل کی غرض ظاہر نہ ہو سکے گی۔

۸۷٤: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الْمَشْهُوْرِ فِي الْاِسْرَآءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "ثُمَّ صَعِدَ بِيْ جِبْرِيْلُ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ" "ثُمَّ صَعِدَ اِلَى السَّمَآءِ الثَّانِيَةِ فَاسْتَفْتَحَ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ" وَالثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ وَسَآئِرِهِنَّ وَيُقَالُ فِيْ بَابِ كُلِّ سَمَآءٍ: مَنْ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ: جِبْرِيْلُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۷۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ اسراء کے سلسلے میں اپنی مشہور حدیث میں ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر مجھے جب جبرائیل آسمانی دنیا کی طرف لے کر چڑھے۔دروازہ کھولنے کے لئے کہا گیا۔ان سے کہا گیا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا جبرائیل۔پھر کہا گیا تمہارے ساتھ کون؟ کہا گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔پھر دوسرے آسمان کی طرف لے کر چڑھے۔دروازہ کھولنے کے لئے کہا گیا۔ان سے کہا گیا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا

جبرائیل۔ پھر کہا گیا تمہارے ساتھ کون؟ کہا گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر تیسرے چوتھے اور تمام آسمانوں پر لے کر چڑھے اور ہر آسمان کے دروازے پر کہا گیا یہ کون ہے؟ جبرائیل جواب دیتے جبرائیل۔ (بخاری و مسلم)

اس روایت کے طرق کو سیوطی و شامی نے تخریج احادیث معراج میں ذکر کیا ہے۔ ثم: مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھانے کے بعد۔ **صعدبی**: یہ لغت قلیل الاستعمال ہے (المصباح) **فاستفتح**: دروازے پر مقرر اسماعیل فرشتے سے دروازہ کھولنے کو کہا گیا کیونکہ آسمان کا دروازہ بند تھا۔ پہلے اس لئے نہیں کھولا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس کو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی کھولا گیا ہے۔ اس کے کھلنے کی پہلے عادت نہیں۔ **فقیل**: سائل کو معین معلوم نہ تھا کہ آیا حفظ فرشتوں کا بڑا ہے یا اس کے خدام سے ہے۔ **من هذا قال جبرئیل**: جبرئیل نے اپنا فرشتوں میں مشہور نام لیا اور کسی فرشتے کا یہ نام نہیں۔ **من معك**: شاید سوال اس لئے ہو کہ مقررہ معاملات میں انہوں نے اترتے چڑھتے آج تک اجازت نہیں لی۔ انہوں نے اس سے معلوم کر لیا کہ ان کے ساتھ کوئی ہیں جن کے لئے وہ اجازت طلب کر رہے ہیں۔ (۲) کیونکہ آسمان شفاف ہیں ان کے پیچھے کی چیز نظر آتی ہے اور اس کی تائید اس سوال سے بھی ہوتی ہے و **من معك**: کہا **امعك احد**: نہیں کہا۔ **قال محمد**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معروف نام کو ذکر کیا۔ **ثم صعد**: ثم کو واؤ کی جگہ استعمال کیا ہے کیونکہ اصل مقصود استیذان کے وقت نام کا تذکرہ ثابت کرنا ہے۔ **و سائرهن**: باقی آسمانوں میں۔ سائر کا لفظ باقی کا معنی دیتا ہے خواہ کم ہو یا زیادہ (الازہری) صغانی نے بھی باقی کا معنی کیا ہے (المصباح) نووی کہتے ہیں اس کا معنی باقی بھی آتا ہے اور تمام بھی۔ جیسا منصور جوالیقی نے ذکر کیا (نووی) **من هذا؟**: جبرئیل کو ہر آسمان پر یہ سوال ہوا تو جواب میں انہوں نے کہا جبرئیل۔

ایک سوال: فرشتے تو مکلف نہیں پھر ان کے فعل سے استدلال کیسے؟

الجواب: ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا تو بیان تقریر بن گیا۔

**تخریج**: اخرجه احمد (٦/١٧٨٥٠) والبخاری (٣٢٠٧) و مسلم (١٦٤) والنسائي (٧٧٤) وابن حبان (٤٨) و ابو عوانة (١/١٢٠) والبیهقی (٢/٣٧٧)

**الفرائد**: اس میں اجازت طلب کرنے کا ادب بتلایا گیا ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔

٨٧٥ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْتُ لَیْلَةً مِّنَ اللَّیَالِیْ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَمْشِیْ وَحْدَهٗ ، فَجَعَلْتُ اَمْشِیْ فِیْ ظِلِّ الْقَمَرِ ، فَالْتَفَتَ فَرَاٰنِیْ فَقَالَ : "مَنْ هٰذَا؟" فَقُلْتُ اَبُوْذَرٍّ ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۸۷۵: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک رات باہر نکلا۔ اچانک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلے چلتے ہوئے دیکھا پس میں چاند کے سائے میں چلنے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متوجہ ہو کر مجھے دیکھ لیا اور فرمایا۔ یہ کون ہے؟ میں نے کہا ابوذر! (بخاری و مسلم)

**فاذا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یمشی وحده**: اذا مفاجات کے لئے ہے۔ **وحده**: اکیلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی نہ تھا۔

نحو: یہ جملہ فعلیہ مبتداء کی خبر ہے (۲) خبر محذوف مان کر حال بن سکتا ہے۔ جملہ اسمیہ محل جر میں واقع ہے۔
**فجعلت امشی**: تا کہ ظل قمر میں میرا سایہ نظر نہ آئے اور آپ ﷺ کو میرا وجود معلوم نہ ہو۔ **من هذا؟**: شاید آپ ﷺ نے اعداء دین اور منافقین کا خطرہ محسوس کر کے پوچھا تم کون؟ **فقلت ابو ذر**: اپنی معروف کنیت ذکر کی نام نہیں لیا۔

**تخریج**: بخاری فی الاستقراض والاستیذان' مسلم فی الزکاۃ' ترمذی فی الایمان' نسائی فی الیوم واللیلہ۔

**الفرائد**: صحابہ کرام کو جناب رسول ﷺ کو سلام کرنے میں کس قدر حرص تھی۔ اجازت طلب کرنے والے کو اپنا نام بتانا چاہئے تا کہ پہچان ہو۔

۸۷۶: وَعَنْ اُمِّ هَانِیْءٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَهُوَ یَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ فَقَالَ: "مَنْ هٰذِهٖ؟" فَقُلْتُ: اَنَا اُمُّ هَانِیْءٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۸۷۶: حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما رہے تھے اور فاطمہ پردہ کئے ہوئے تھیں۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا ام ہانی ہوں۔ (بخاری و مسلم)

...ل: یعنی جیسا باب السلام میں گزرا کہ میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا **من هذه**: جس نے سلام سے ابتداء کی ہے۔
...لت **ام هانی**: انہوں نے بھی اپنا لقب معروف بتلایا نام ذکر نہیں کیا اگر اس میں غلطی ہوتی تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ...وکتے۔

**تخریج**: احمد (۲۶۹۶۲/۱۰) والبخاری (۲۸۰) و مسلم (۳۳۶) والنسائی (۲۲۵) وابن ماجه (۴۶۰)
**الفرائد**: روایت ۸۷۳ میں الفرائد گزر چکے۔

۸۷۷: وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ: "مَنْ هٰذَا؟" فَقُلْتُ: اَنَا، فَقَالَ: "اَنَا اَنَا؟" كَاَنَّهٗ كَرِهَهَا، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۸۷۷: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس میں نے دروازہ کھٹکھٹایا جس پر آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا میں۔ آپ نے فرمایا: انا انا گویا آپ نے انا کے لفظ کو ناپسند فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

...یت النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ترمذی میں اس میں یہ اضافہ فرمایا **فی دین کان علی ابی**: کے الفاظ زائد ہیں۔
**فدققت الباب**: بعض نسخوں میں الباب پر با بھی ہے۔ دروازہ کھٹکھٹانا بھی طلب اجازت کے قائم مقام ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ﷺ ضرور ٹوکتے۔ **من ذا؟**: آنے والا کون؟ **فقلت انا فقال انا۔انا**: آپ ﷺ نے انکار کے طور پر فرمایا تو انا انا کہہ رہے ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو ناپسند کیا کیونکہ اجازت والے سے پوچھنے کا مقصد پہچان ہے جو انا سے حاصل نہ ہوئی۔ آواز میں تو

ایک دوسرے کو مشابہہ ہوتی ہیں۔لفظ انا ناپسندیدہ نہیں موقعہ استعمال ناپسندیدہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:﴿انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا﴾: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"انا سید ولد آدم" بہت سی احادیث انا کے لفظ سے شروع ہوتی ہیں۔بعض کا یہ وہم غلط ہے کہ فرعون اور ابلیس نے اپنے لئے استعمال انا کیا اس لئے نامناسب ہے۔یہ بے دلیل بات ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (١٤٤٤٦/٥) والبخاری (٦٢٥٠) و مسلم (٢١٥٥) و ابو داود (٥١٨٧) والترمذی (٢٧١١) والنسائی (١٦٠، ٦/١٠١) وابن ماجه (٣٧٠٩) وابن حبان (٥٨٠٨) والبیهقی (٣٤٠/٨)

**الفوائد** :فقط (انا) کہنے میں پوری پہچان نہیں نام بتلانا چاہئے (خطابی) انا میں بڑائی کی بو آتی ہے تواضع سے نام بتلاتے۔

## ۱۴۲ :بَابُ اسْتِحْبَابِ تَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ اِذَا حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَكَرَاهِيَةِ تَشْمِيْتِهٖ اِذَا لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ تَعَالٰى وَبَيَانِ آدَابِ التَّشْمِيْتِ وَالْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ

## باب : چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ کہنا اور چھینک و جمائی کے آداب

التشمیت: چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا یا دعا دینا (تخیر الموشین) اس میں شین کی جگہ سین بھی درست ہے (حاشیہ ابی داؤد وسیوطی) التسمیت: برکت کی دعا کرنا' یہ سمعت سے ہے۔شمت الابل میں اونٹوں کو جمع کیا۔ شمته: میں نے اس کے لئے اجتماعیت حال کی دعا کی (۲) یا شماتت سے ہے دشمن کی برائی پر خوش ہونا' گویا جب اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی تو شیطان کی مذمت کی (۳) یا الشوامت جمع شامتة۔قائم رہنے والی۔ کہتے ہیں لا ترك اللّٰه له شامتة: اللہ اس کو پختگی دے۔(الفزاری) ابن العربی کہتے ہیں جب چھینک پر وہ یرحمک اللہ کہتا ہے تو گویا یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے اور سر اور اس سے متصل گردن کے ہر عضو کو اپنی حالت پر لائے جو چھینک سے پہلے تھی۔گویا اس کا رجع کل عضوا الی سمته الذی کان علیه: ہر عضو اپنے مقام پر لوٹ آیا اور اگر تسمیت ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے قوائم کی حفاظت کرے جن پر بدن کے اعتدال کا دارومدار ہے۔اذا لم یحمد: جب وہ حمد نہ کرے تو الحمدللہ نہ کہا جائے۔العطاس و التثاؤب: چھینک اور جمائی لینا تثاب میں ہمزہ و مدو ولغتیں ہیں۔

٨٧٨ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ ، فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى كَانَ حَقًّا عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهٗ اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ — وَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطٰنِ ، فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهٗ مَا اسْتَطَاعَ ، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۸۷۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چھینک کو

پسند کرتے ہیں اور جمائی کو ناپسند اگر تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اس پر اللہ کی حمد کرے تو ہر اس مسلمان پر جو اس کو سنے یہ حق بن جاتا ہے کہ وہ اس کے لئے یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے لیکن جمائی تو شیطان کی طرف سے ہے۔ جب کسی کو جمائی آئے جہاں تک ہو سکے وہ اس کو روکے پس جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔ (بخاری)

**یحب العطاس**: کرامت ومحبت سبب کی طرف راجع ہیں کیونکہ چھینک خفت بدن اور مسام کے کھلنے انتہائی پیٹ نہ بھرنے کا نتیجہ ہے اور جمائی امتلا اور کھانے پینے کے بوجھ کی وجہ سے ہے۔ پہلے سے عبادت میں نشاط پیدا ہوئی اور دوسرے سے سستی (خطابی) محبت سے اس کی غایت یعنی رضا وقبولیت اور ثواب وارادہ مراد ہے (شرح الاذکار) **فاذا اعطس**: یہ (ض) کے باب سے ہے (ن) سے بھی آتی ہے۔

**اَللُّغَۃُ**: **وحمد الله**: فعل شرط پر عطف بھی ہو سکتا ہے (۲) قد مضمر کی صورت میں حال ہے۔

**ایک حکمت**: حلیمی کہتے ہیں دماغ سے فاسد مواد کو چھینک نکالتی ہے۔ قوت فکر کو بڑھاتی اور اعصاب کو طاقتور بناتی ہے جس سے اعضاء سلامت رہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عظیم نعمت ہے اس کے مقابل حمد مناسب ہے۔ خواہ جس صیغہ سے ہو۔ احمد کی روایت میں ہے: "**اذا عطس احدکم فلیقل الحمدللّٰہ علی کل حال**" کہے یا الحمدللہ رب العالمین کہے۔ (احمد، نسائی) نووی نے ابن جریر سے نقل کیا کہ الحمدللہ یا الحمدللہ رب العالمین یا الحمدللہ علی کل حال یہی صحیح ہے۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ چھینک پر الحمدللہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ متقی نے روایت نقل کی ہے: "**اذا عطس احدکم فقال الحمدلله قالت الملائکه رب العالمین فاذا قال رب العالمین قالت الملائکة یرحمك اللّٰه**": جب یہ الحمدللہ کہتا ہے تو فرشتے رب العالمین کہتے ہیں یہ رب العالمین کہتا تو وہ یرحمک اللہ سے دعا کرتے ہیں (طبرانی) (منتخب للمتقی) ابن حجر کہتے ہیں کہ بعض لوگ رب العالمین کے بعد سورۃ فاتحہ مکمل پڑھتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں اسی طرح **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ**: کہنا یا الحمد سے اس کو مقدم کرنا مکروہ ہے (بدعت ہے) **حقا**: سنت مؤکدہ ہے۔ **مسلم**: اسلام والا مراد ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔ **سمعه**: تمام مصائب وآفات گناہوں کی پکڑ ہیں۔ جب بندے کو رحمت آئے گی اور گناہ بخشا جائے گا تو مواخذہ سے بچ جائے گا۔ پس یرحمک اللہ کا معنی اللہ اپنی رحمت تجھ پر ہمیشہ رکھے تاکہ تو سلامت رہے۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ چھینکنے والے کو رحمت وتوبہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اس وجہ سے اس کا جواب یغفر اللہ لنا ولکم سے مقرر ہے۔ ابن دقیق کہتے ہیں مخاطب کے صیغے سے سنت ادا ہوتی ہے۔ یہ حرکت جو لوگوں میں مروج ہے کہ امراء کے لئے یرحم اللہ سیدنا کہتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ شوافع کے ہاں تشمیت علی الکفایہ ہے۔ ہر مسلمان کو ظاہر حدیث کے مطابق یرحمک اللہ کہنا چاہئے۔ اصحاب مالک میں اختلاف ہے کسی نے ہر ایک پر لازم کیا ابن عربی نے حمد کے نہ سننے پر اس کو لازم نہیں کیا۔ امام مالک کا نووی نے ایسا قول نقل کیا ہے۔

**التثاؤب**: وہ سانس جو بخارات کے ازالہ کے لئے منہ کھول کر لیا جائے (عینی) ابن بطال کہتے ہیں اسکی نسبت شیطان کی طرف ہے۔ اس سے مراد ارادہ اور رضامندی ہے۔ یعنی اس کو پسند کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی صورت کے بدلنے کا انداز ہوتا ہے۔ جس کو دیکھ کر شیطان ہنستا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ جمائی لیتا ہے۔ ابن عربی کہتے ہیں ہر برے فعل کی نسبت شیطان کی طرف اور اچھے کی فرشتے کی طرف کی جاتی ہے کیونکہ وہ اس کا واسطہ ہیں۔ جمائی سستی سے آتی ہے اس سے کسل پیدا ہوتی ہے

اور یہ شیطان کے واسطہ سے ہے اور چھینک قلت غذا سے ہوتی ہے۔فرشتہ کے واسطہ سے ہوتی ہے اس سے نشاط پیدا ہوتی ہے۔

نووی کا قول: جمائی کی نسبت شیطان کی طرف اس لئے ہے کہ وہ شہوات کی طرف بلاتا ہے اور شہوت ثقل بدن' استرخاء امتلاء سے ہوتی ہے۔مقصد یہ ہے اس سبب سے بچو جس سے وہ پیدا ہوتی ہے۔وہ کھانے کی کثرت ہے۔

عظیم فائدہ: بخاری نے تاریخ اور ابن ابی شیبہ نے مرسل روایت نقل کی: "ما تثاوب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قط":
خطابی نے مسلمہ سے روایت نقل کی ما تثاوب نبي قط: مسلمہ نے بعض صحابہ کرام کو پایا اور وہ صدوق راوی ہیں (سیوطی) یہ تاب اور تثاوب دونوں طرح ہے (سیوطی) فلیرده: یہ حرکات ثلاثہ سے ہے۔ما استطاع: استطاعت کی حد تک۔اگر مجبور ہو تو منہ پر ہاتھ رکھے۔ضحك الشیطان منه: شیطان تبدیلی صورت سے خوش ہوتا ہے اور اس کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ابن بطال کہتے ہیں شیطان اس کے پیٹ کے اندر سے ہنستا ہے۔کرمانی نے یہ نقل کیا ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۳/۷۶۰۲) والبخاری (۳۲۸۹) و ابو داود (۵۰۲۸) والنسائی (۲۱۴) وابن حبان (۵۹۸) والطیالسی (۲۳۱۵) والبخاری (۹۲۸) والحاکم (۴/۷۶۸۳)

**الفرائد:** اکتائی کی مذمت اور چھینک کی تعریف ہے جب چھینک آئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہئے اکتائی سے شیطان ہنستا ہے۔

۸۷۹ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ :اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ' وَلْيَقُلْ لَهٗ اَخُوْهُ اَوْ صَاحِبُهٗ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَاِذَا قَالَ لَهٗ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ' فَلْيَقُلْ : يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۸۷۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ اگر تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ الحمدللہ کہے اور اس کا مسلمان بھائی یا ساتھی یرحمک اللہ کہے۔پس جب وہ یرحمک اللہ کہے تو چھینکنے والا یَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ کہے یعنی اللہ ہدایت دے اور تمہاری حالت کو درست فرمائے۔(بخاری)

فلیقل الحمد للّٰه: وہ شکر نے کے طور پر الحمدللہ کہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔اخوہ او صاحبه: راوی کو شک ہے۔ایک سے تعبیر الحمدللہ کہنے پر ابھارنے کے لئے ہے۔یرحمك اللّٰه: قاضی کہتے ہیں۔الحمد کا حکم اس لئے ہو کہ چھینک سے اس کے دماغی بخارات خارج ہو گئے۔فاذا قال له: جب اس کا ساتھی یرحمک اللہ کہے تو یہ بھی اسی طرح کی دعا دے۔احسان کا بدلہ احسان یعنی یهدیکم اللّٰه: اپنی رضا مندیوں تک پہنچنے کے لئے تمہاری راہنمائی کرے۔یرحمك اللّٰه: کا جملہ خبریہ ہے مگر دعا کے معنی میں انشاء ہے۔ویصلح بالکم: تمہارے دل کی درستگی کرے دعا کے کلمات کو مفرد اور خطاب کو جمع میں لانے کی حکمت یہ ہے کہ چھینک جس کو آئی اور یرحمک کا جواب میں انفرادی ملا۔رحمت سے اس کے اعصاب کھلے اگر رحمت نہ ہوتی وہ بخارات نقصان دیتے اب اس رحمت و ہدایت کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ تمام مؤمنین کو اس میں شامل کر لیا جائے۔ واللہ اعلم۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۶۲۲۴)

الفرائد : چھینک کی برکت سے اللہ تعالیٰ دماغ کی بڑی تکلیف سے نجات دیتا اس لئے اس پر حمد کی جارہی ہے حمد دعا اور قابل ثواب ہے۔ ذرا سے لمحہ میں اتنی نعمت عنایت کردی۔

۸۸۰ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتُوْهُ، فَاِنْ لَّمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۸۸۰: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے پھر وہ اس پر اللہ کی حمد کرے تو تم اس کے لئے خیر کی دعا کرو۔ اگر اس نے اللہ کی حمد نہیں کی تو مت اس کا جواب دو۔ (مسلم)

فشمتوه: اس سے مفہوم کی وضاحت کہ سب سے الحمد للہ کا جواب دیا۔ فلا تشمتوه: حدیث کے ظاہر سے یہی حکم معلوم ہوتا ہے کہ حمد کی صورت میں جواب ہے اگر وہ نہ سنے۔ مگر نووی نے کہا کہ اگر وہ حمد کو نہ سنے تب بھی جواب دینا ضروری نہیں۔ امام مالک کا قول یہی ہے اور الفاظ بھی ہیں: فان رایت من یلیه شمته فشمته": اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب چھینک والے کی حمد کا یقین ہو جائے تو جواب دے خواہ اس نے حمد کو نہ سنا ہو۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۷/۱۹۷۱۶) و مسلم (۲۹۹۲)

**الفرائد** : جب چھینک والا حمد کرے تو اس کا جواب دیا جائے اگر وہ حمد نہ کرے تو جواب نہ دیا جائے۔ حمد نہ کرنے سے دعا مسلمین سے محروم ہو گیا۔

۸۸۱ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَشَمَّتَ اَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْاٰخَرَ، فَقَالَ الَّذِیْ لَمْ يُشَمِّتْهُ: عَطَسَ فُلَانٌ فَشَمَّتَّهُ وَعَطَسْتُ فَلَمْ تُشَمِّتْنِیْ؟ فَقَالَ: "هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ، وَاِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللّٰهَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۸۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی تو ان میں سے ایک کو آپ نے چھینک کا جواب دیا اور دوسرے کو نہ دیا۔ پس جس کو چھینک کا جواب نہ دیا اس نے کہا کہ فلاں کو چھینک آئی تو آپ نے اس کا جواب دیا اور مجھے چھینک آئی مگر آپ نے اس کا جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا اس نے اللہ کی حمد کی اور تو نے اللہ کی حمد نہیں کی۔ (بخاری و مسلم)

عطس رجلان: سیوطی کہتے ہیں یہ عامر بن طفیل تھا اس نے الحمد للہ نہ کہا۔ ان کے بھی نے حمد کی۔ فشمت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھینک کا جواب دیا۔ پہلے گزرا کہ سمت: سین کے ساتھ اس کا معنی لوٹنا ہے۔ چھینک سے مسام کھل گئے اور ہر عضو سر اور گردن اپنے مقام کی طرف لوٹا اور شمت: جو شوامت جمع شامتہ اللہ تعالیٰ نے تیرے اعضاء کی حفاظت کی چیز تیرے بدن کا دارومدار ہے۔ ولم یشمت الآخر: ایک نے الحمد للہ کہا دوسرے نے نہ کہا تو جس کا آپ ﷺ نے جواب نہ دیا اس نے کہا

فلاں کے چھینک کا آپ ﷺ نے جواب دیا اور میری چھینک کا نہ دیا۔ **عطست فلم تشمتني**: ایک کی چھینک پر جواب چھوڑے اور دوسرے کی چھینک پر جواب دینے کی وہ حکمت دریافت کرنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا **هذا حمد الله**: اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی پس دعا کا حقدار بنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس سے غفلت نہ کی۔ **و انك لم تحمد الله**: تو نے حمد کو چھوڑ تو حق یہ تھا کہ تیرے لئے دعا چھوڑ دی جائے۔ بدلہ جنس عمل سے ہے آپ ﷺ نے اس سے واضح فرما دیا انکار میری طرف سے نہیں بلکہ بات اہلیت اور عدم اہلیت کی ہے اور اہلیت حمد سے ہوتی ہے۔

نقطہ: بعض اوقات تاکید کے لئے غیر منکر کو منکر کی جگہ لے آتے ہیں۔

حاصل روایت: یہ ہے کہ اس بات کی تصریح ہوگئی اللہ تعالیٰ کی حمد نہ کرنے والے کا جواب نہ دیا جائے گا۔ اگر اس سے تسبیح، حمد، لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

خطابی کا قول: ایک آدمی نے اوزاعی رحمۃ اللہ کی مجلس میں الحمد للہ نہ کہا۔ اوزاعی نے کہا جب چھینک آئے تو کیا کہتے ہیں اس نے کہا الحمد للہ کہتے ہیں اس پر آپ نے یرحمک اللہ کہا۔ اوزاعیؒ نے اپنے عمل سے اس سے حمد کہلوا کر اس کو رحمت کا مستحق قرار دیا اور روایت میں بھی اسی طرح ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٤/١١٩٦٢) والبخاري (٦٢٢١) و مسلم (٢٩٩١) و ابو داود (٥٠٣٩) وابن حبان (٦٠٠) والطيالسي (٢٠٥٦) وابن ماجه (٣٧١٣) و عبد الرزاق (١٩٦٧٨) والدارمي (٢/٢٨٣) والحميدي (١٢٠٨)

**الفوائد** : ابن عبدالبر نے ایک لطیفہ لکھا کہ ابوداؤد کشتی میں سوار ہوئے ادھر کنارے پر کسی نے چھینک ماری۔ الحمد للہ کہا۔ یہ چھوٹی کشتی میں کنارے پر ایک درہم سے واپس لوٹے اور اس کا جواب یرحمک اللہ سے دیا اور پھر واپس کشتی میں سوار ہوگئے۔ کسی نے کہا یہ کیا کیا تو انہوں نے کہا شاید یہ آدمی مستجاب الدعوات ہے۔ جب تمام کنارے پر سوتے تو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا: ابوداؤد نے ایک درہم میں جنت خرید لی۔ (فتح الباری)

٨٨٢ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا عَطَسَ وَضَعَ يَدَهٗ اَوْ ثَوْبَهٗ عَلٰى فِيْهِ وَخَفَضَ – اَوْ غَضَّ – بِهَا صَوْتَهٗ شَكَّ الرَّاوِیْ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۸۸۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو چھینک آتی تو آپ اپنے ہاتھ کا کپڑا اپنے منہ پر رکھ لیتے اور اس کے ذریعہ اپنی آواز ہلکا یا پست کرتے۔ راوی کو شک ہے کہ کونسا لفظ حضرت انس نے استعمال کیا۔ (ابوداؤد و ترمذی) اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**اذا عطس وضع یدہ او ثوبه علی فیه**: او یہ شک راوی کے لئے بھی ہوتا ہے (۲) تنویع کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔ کبھی ہاتھ منہ پر رکھ لے اور کبھی کپڑے کو منہ میں ڈال لے تاکہ اس سے تھوک یا بلغم نہ نکلے اور منہ پر اس لئے بھی ہاتھ رکھے تاکہ ظاہر ہونے والی چیز سے اپنے جلیس کو ایذاء نہ پہنچے اگر اس نے اپنی گردن اپنے ساتھی کی حفاظت کے لئے جھکائی تو اس کے التواء یقین نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ بار ہا اس کا مشاہدہ کیا۔ **و خفض او غض بها صوته**: ابن عربی کہتے ہیں چھینک میں آواز کم

کرنے میں حکمت یہ ہے کہ تمام اعضاء جھنجھناہٹ سے بچ جاتے ہیں۔ عبادہ بن صاحب ور شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں وارد ہے: "اذا تجشی احدکم او عطس فلا یرفع صوته بهما فان الشیطان یحب ان یرفع بهما الصوت"۔ (جامع صغیر) اوشک راوی کے لئے ہے کہ کون سے الفاظ فرمائے۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (۵۰۲۹) والترمذی (۲۷۴۵) و اسناده حسن۔

**الفرائد** : ① جب کوئی چھینکنے لگے تو کپڑے یا ہاتھ سے منہ کو ڈھانپ لے ② چھینک میں آپ کی آواز مبارک نہایت ہلکی ہوتی۔

۸۸۳ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ الْيَهُوْدُ يَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَرْجُوْنَ اَنْ يَّقُوْلَ لَهُمْ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ: "يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۸۸۳ : حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تکلف سے چھینکتے اور اس بات کے امیدوار ہوتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو یَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ فرمائیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ فرماتے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**یتعاطسون** : باب تفعل بظاہر تکلف کے لئے ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ یہودی ایسی آواز ظاہر کرتے جو چھینک کے مشابہ تھی۔ (۲) یا کوئی ایسا کام کرتے مثلاً سر کا ننگا کر دینا جو چھینکوں کا باعث بن جائے۔ **یرجون** : یہ جملہ حالیہ ہے اس کا معنی امید کرنا ہے۔ **ان یقول لهم** : تاکہ آپ ﷺ ان کو یرحمکم اللہ کہیں اور آپ ﷺ کی دعا کی برکت ان کو حاصل ہو کیونکہ باطنی طور پر وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اگر چاہے ظاہراً عناد کی وجہ سے اس کا انکار کرتے تھے۔ **فیقول لهم** : آپ ﷺ مزید مہربانی فرماتے ہوئے ان کو حاضری کی برکت سے محروم نہ فرماتے بلکہ چھینکنے کے ثمرہ کے طور پر یہ دعا دیتے۔ **یهدیکم الله** : کہ اللہ تعالیٰ تمہیں راہِ حق پر لگا دے۔ **یصلح بالکم** : اور تمہارے دلوں کی اصلاح فرمائے کہ تمہیں دین کے معاملات کا اہتمام ہو اور اسلام کی طرف تمہیں راستہ مل جائے اور اس کی توفیق تمہیں حاصل ہو جائے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۶/۱۹۶۰۳) و ابو داود (۵۰۳۸) والترمذی (۲۷۳۹) والنسائی (۲۳۳)

**الفرائد** : کافر کی چھینک پر "يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" کہے یہ اُس وقت ہے جبکہ وہ حمد کریں ورنہ جواب کی ضرورت نہیں۔

۸۸۴ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهٖ عَلٰى فِيْهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۸۸۴: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنے ہاتھ سے منہ کو بند کرلے اس لئے کہ شیطان اندر داخل ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

**اذا تثاوب احدکم:** پہلے گزر چکا کہ مسلم کے ہاں یہ تثاوب ہی ہے۔ منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم اس لئے فرمایا گیا ہے تاکہ بری شکل نہ بنے جو شیطان کو پسند ہے اور اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ شیطان منہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ ہاتھ رکھ کر گویا اس کا راستہ بند کر دیا۔ درحقیقت ممانعت میں مبالغہ مقصود ہے۔

**تخریج:** مسلم (۲۹۹۵)' احمد (۱۱۸۸۹/۴)' ابو داؤد مگر اس میں الفاظ کا ذرا سا فرق ہے' ابن ماجہ۔

**فرق:** فان الشيطان يدخل مع التثاوب (ابو داود): ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: اذا تثاوب احدكم فليضع يده على فيه ولا يعوى فان الشيطان يضحك منه۔

**الفوائد:** حتی الامکان اُبکائی کو روکا جائے اور اُبکائی میں مُنہ ڈھانپ لیا جائے یا مُنہ پر ہاتھ رکھ لے تاکہ شیطان نہ گھس جائے۔

## ۱۴۳ : بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمُصَافَحَةِ عِنْدَ اللِّقَآءِ وَبَشَاشَةِ الْوَجْهِ وَتَقْبِيلِ يَدِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ وَتَقْبِيلِ وَلَدِهِ شَفَقَةً وَمُعَانَقَةِ الْقَادِمِ مِنْ سَفَرٍ وَكَرَاهِيَةِ الْاِنْحِنَآءِ

## باب: ملاقات کے وقت مصافحہ اور خندہ پیشانی سے پیش آنا' نیک آدمی کے ہاتھ کو بوسہ دینا' بچے کو چومنا اور سفر سے آنے والے سے معانقہ' جھک کر ملنے کی کراہت

**المصافحة:** سیوطی کہتے ہیں کہ ید صفحۃ سے باب مفاعلہ ہے اور اس سے مراد ہتھیلی کا دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی تک پہنچانا بقول کرمانی یہ محبت کو پختہ کرنے والی چیز ہے۔ **بشاشة:** ملاقات میں بشاشت کا مطلب اس چیز سے خوش ہونا ہے جس کو دیکھے اور اس سے انس اور وسعت کا اظہار ہے۔ **عند اللقاء:** اس کو ماقبل دونوں مصدروں میں سے ہر ایک کا ظرف بنا سکتے ہیں۔ **تقبیل:** اس کی نیکی کا احترام کرتے ہوئے ہاتھوں کو بوسہ دیا جائے نہ کہ دنیاوی غرض سے اور بیٹے کو بوسہ دینا اس پر شفقت و مہربانی کے طور پر ہے۔ یہاں شفقت مفعول لہ ہے۔ **معانقہ:** سفر سے آنے والے کا معانقہ مستحب ہے جبکہ وہ خوبصورت امرد (بچہ) نہ ہو۔ **کراهة الانحناء:** ملاقات کے وقت جھکنا مکروہ ہے۔

۸۸۵ : عَنْ اَبِي الْخَطَّابِ قَتَادَةَ قَالَ : قُلْتُ لِاَنَسٍ : اَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِي اَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ : نَعَمْ - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۸۸۵: ابو خطاب قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا مصافحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ (بخاری)

ابو الخطاب: ان کا نام قتادة بن امامہ ہے۔ یہ سدوس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ابوالخطاب بصری کے لقب سے معروف ہیں۔ اکانت المصافحۃ: فی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ ظرف مستقر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ مصافحہ ان میں موجود تھا اور یہی اس کے جائز ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اجماع سکوتی حجت ہے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۲۶۶۳)

**الفوائد** : صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بھی مصافحہ تھا۔

۸۸۶ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا جَآءَ اَهْلُ الْيَمَنِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : قَدْ جَآءَكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ ، وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ جَآءَ بِالْمُصَافَحَةِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۸۸۶ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یمن کے لوگ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پاس یمن کے لوگ آئے ہیں اور یہ پہلے لوگ ہیں جو تمہارے پاس مصافحہ لائے ہیں۔ (ابوداؤد) سند صحیح کے ساتھ۔

اھل الیمن: شاید اس سے مراد ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ بخاری نے ادب مفرد میں اس طرح روایت نقل کی ہے: اول من اظھر المصافحۃ: (جامع ابن وھب)

**تخریج** : اخرجه ابو داود (۵۲۱۳)

**الفوائد** : اہل یمن نے مصافحہ کی ابتداء کی۔

۸۸۷ : وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَا مِنْ مُّسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَّفْتَرِقَا" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔

۸۸۷ : حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دو مسلمان باہمی ملاقات میں مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد)

"ما": یہ ما خواہ حجازی ہو جو تاکید کے لئے آئے یا تمیمی بہرصورت جملہ فعلیہ اس کی خبر ہے۔ فیتصافحان: یعنی ملاقات کے فوراً بعد وہ مصافحہ کریں "فا" اسی پر دلالت کر رہی ہے۔ الا غفر لھما: یہ فعل مجہول ہے اور لھما اس کا نائب فاعل ہے اور غفران سے مراد وہ چھوٹے گناہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حق سے متعلق ہوں۔ قبل ان یتفرقا: اس میں مصافحہ کی تاکید کی گئی اور اس پر آمادہ کیا گیا ہے البتہ اجنبی عورت اور خوبصورت بچے کا مصافحہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ جامع کبیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۶/۱۸۵۷۲) و ابو داود (۵۲۱۲) و الترمذی (۲۷۲۷) و ابن ماجه (۳۷۰۳)

**الفوائد** : مسلمانوں کو باہمی طور پر مصافحہ کرنا چاہئے۔ یہ محبت بڑھانے والا اور صغائر کو دور کرنے والا ہے۔

۸۸۸ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرَّجُلُ مِنَّا یَلْقٰی اَخَاهُ اَوْ صَدِیْقَهٗ اَیَنْحَنِیْ لَهٗ؟ قَالَ : "لَا" قَالَ : اَفَیَلْتَزِمُهٗ وَیُقَبِّلُهٗ؟ قَالَ : "لَا" قَالَ : فَیَاْخُذُ بِیَدِهٖ وَیُصَافِحُهٗ؟ قَالَ : "نَعَمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۸۸۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی آدمی جب اپنے بھائی یا دوست کو ملے تو کیا وہ اس کے لئے جھکے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا کیا وہ اس کو لپٹ جائے اور بوسہ دے؟ فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرے۔ فرمایا ہاں۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

رجل: اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ **اخاہ**: اس سے مراد مؤمن بھائی ہیں۔ **صدیقه**: قریبی رشتہ دار یا جان پہچان والے۔ **اینحنی له**؟: ملاقات کے وقت رکوع کی طرح جھکنا بدعت اور حرام ہے۔ ابن الصلاح کہتے ہیں مخلوق کے سامنے بطور تعظیم سجدہ حرام ہے اگرچہ اس سے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کا قصد کیا ہو اور سورۂ یوسف میں ﴿خروا له سجدًا﴾ میں تذکرہ یہ پہلی شرائع کا حکم ہے اگر گزشتہ شرائع کا کوئی حکم بصورت ہماری شریعت میں موجود ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ **افیلتزمه ویقبله قال لا**: جھکنے کو چھوڑ کر اس سے معانقہ کرے اور اس کے جسم پر بوسہ دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ درست نہیں البتہ معانقہ درست ہے اور وہ بھی اجنبی عورت اور امرد جمیل اس سے مستثنیٰ ہیں۔ **فیاخذ بیده ویصافحه قال نعم**: ہمزہ استفہام دلالت کی وجہ سے محذوف ہے کہ مذکورہ بالا سب کو چھوڑ کر اس کا ہاتھ پکڑے مصافحہ کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں۔

**تخریج**: اخرجه احمد (٦/١٨١١٤) والترمذی (٢٧٤٢) والنسائی (٤٠٨٩) وابن ماجه (٣٧٠٥)

**الفرائد**: (۱) غیر اللہ کے سامنے جھکنا حرام ہے (۲) ہر ملاقات میں معانقہ اور ضروری نہیں۔ جب سفر وغیرہ سے واپسی ہو تو معانقہ کیا جائے اور ماتھے کو بوسہ دیا جائے۔

۸۸۹ : وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ یَهُوْدِیٌّ لِصَاحِبِهٖ : اِذْهَبْ بِنَا اِلٰی هٰذَا النَّبِیِّ فَاَتَیَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَسَاَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آیَاتٍ بَیِّنَاتٍ ' فَذَكَرَ الْحَدِیْثَ اِلٰی قَوْلِهٖ : فَقَبَّلَا یَدَهٗ وَرِجْلَهٗ وَقَالَا : نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِیٌّ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُهٗ بِاَسَانِیْدَ صَحِیْحَةٍ۔

۸۸۹: حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی کو کہا کہ مجھے اس نبی (ﷺ) کے پاس لے چلو! پس وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ سے نو "واضح آیات" نشانیوں کے متعلق پوچھا۔ پس حدیث کو فَقَبَّلَا یَدَہٗ تک بیان کیا کہ "ان دونوں نے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور پاؤں کو بوسہ دیا اور دونوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم نبی ہو۔ (ترمذی) اور دوسروں نے سند صحیح سے روایت کیا۔

**صفوان ابن عسال رضی اللّٰه عنه**: یہ تجاریعض بن زاہر بن عامر بن عوشان بن مراد رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ کوفہ میں رہائش اختیار کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی۔ ان سے ابن مسعودؓ زر بن حبیش نے پچھلے لوگوں میں

روایت لی ہے (اسد الغابہ) باب التوبہ میں ان کے مفصل حالات گزرے۔ قال یھودی: اس کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ اذھب بنا: تاکہ آپ ﷺ کی نبوت کے بعض معجزات کو دیکھیں۔ وہ دونوں بغرض سوال آئے اور سوال کیا۔ عن تسع آیات بینات: طیبی کہتے ہیں یہود کے ہاں اس سے دس کلمات مراد ہیں جن میں سے نو ان میں اور مسلمانوں میں مشترک ہیں اور ایک ان کے ساتھ مخصوص ہے انہوں نے نو مشترکہ کے متعلق سوال کیا اور ایک کو دل میں رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جوابات مرحمت فرمائے اور وہ بھی بتلایا جو انہوں نے مخفی رکھا تھا۔ فذکرہ: پھر انہوں نے روایت کا تذکرہ کیا۔ ترمذی کے الفاظ یہ ہیں: "فقال لھم لا تشرکوا باللہ شیئاً ولا تسرفوا ولا تزنوا ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا تمشوا ببری ء الی ذی سلطان لیقتلہ ولا تسحروا ولا تاکلوا الربا ولا تقذفوا محصنۃ، ولا تولوا الفرار یوم الزحف، وعلیکم خاصہ ایھا الیھود الا تعدوا فی السبت" الی: صفوان نے یہاں تک حدیث ذکر کی۔ فقبلوا یدہ ورجلہ: وہ سائل یہودی آپ ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے۔

**تخریج**: اخرجہ احمد (۲/۵۹۰۲) ابو داود (۶۲۴۷) والترمذی (۱۷۲۲) وابن ماجہ (۳۷۰۴) والبیھقی (۱۰۱/۷)

**الفوائد**: ① اس میں اہل کتاب کو اسلام کی دعوت دی گئی اس سے ان کی دنیا و آخرت کی بھلائی تھی۔ ② نصاریٰ آپ کے ہاتھ پاؤں چومے مگر ایمان نہ لائے۔

۸۹۰ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قِصَّةٌ قَالَ فِيْهَا ' فَدَنَوْنَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَبَّلْنَا يَدَهُ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

۸۹۰ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے قصہ منقول ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوئے اور ہم نے آپ کے دست اقدس کو بوسہ دیا۔ (ابوداؤد)

**اللغات**: قصۃ: احکایت نصب آئے گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم سریہ میں گئے تھے۔ فحاص الناس حیصۃ فکنت ممن حاص، فلما برزنا قلنا کیف نصنع وقد فررنا من الزحف وبؤنا بالغضب؟ فقلنا ندخل المدینۃ فنتسل منھا لنذھب فلا یرانا احدٌ قال فدخلنا فقلنا لو عرضنا انفسنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا کانت لنا توبۃ اقمنا وان کان غیر ذلک ذھبنا، قال فجلسنا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل صلاۃ الفجر فلما خرج قمنا الیہ فقلنا نحن الفارون فاقبل الینا فقال بل انتم الکارون": بقیہ حصہ مصنف نے ذکر کیا ہے۔ فقبلنا یدہ: ہم پوری جماعت نے آپ ﷺ کی دست بوسی کی۔

**تخریج**: اخرجہ احمد (۲/۵۹۰۲) والترمذی (۱۷۲۲) وابن ماجہ (۳۷۰۴) والبیھقی (۱۰۱/۷)

**الفوائد**: ① ہاتھوں کو بوسہ اگر کسی دینی وجہ سے ہو تو درست ہے۔ ② اگر اس کے عہدے، مال جان کی وجہ سے ہو تو مکروہ تحریمی بلکہ ناجائز ہے۔

۸۹۱ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ

بَيْتِي فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ يَجُرُّ ثَوْبَهُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۸۹۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ زید بن حارثہ مدینہ میں آئے اور رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے۔ پس انہوں نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو نبی اکرم ﷺ جلدی سے اس کی طرف اٹھے اس حال میں کہ اپنے کپڑے کو کھینچ رہے تھے اور ان کو گلے لگالیا اور ان کا بوسہ لیا۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**اَللُّغَاتِ:** ورسول الله فی بیتی: یہ جملہ حالیہ ہے۔ فاتاہ فقرع الباب: ضمیر مستتر زید اور بارز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ زید آپ ﷺ کی طرف آئے اس سے معلوم ہوا کہ پہلے اس کو ملنا چاہئے جس سے برکت حاصل کی جاتی ہے اور اجازت کے لئے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوداؤد نے استیذان میں قرع کو سنت قرار دیا ہے۔ فقام الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: وحی یا الہام سے معلوم ہونے کے بعد یا فراست صادقہ سے معلوم ہوا کہ زید آئے ہیں۔

**اَللُّغَاتِ:** یجر ثوبہ: یہ جملہ محل حال میں ہے۔ اس سے اشارہ کیا کہ محب کی عادت ہے کہ وہ محبوب کی طرف جلدی جاتا ہے۔ بدن پر کپڑا ڈالنے کی فرصت بھی نہ پائی۔ فاعتنقہ و قبلہ: آنے والے کو بوسہ جائز و مسنون ہے جبکہ فتنہ کا خدشہ نہ ہو جب کہ وہ امرد یا اجنبی عورت نہ ہو۔

**تخریج** : اخرجہ الترمذی (۲۷۴۱) اسناد ضعیف ہیں۔

**الفوائد** :سفر سے واپس آنے پر معانقہ مسلمان سے درست ہے۔

۸۹۲ :وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۸۹۲: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ہرگز کسی نیکی کو حقیر مت سمجھو خواہ تم اپنے بھائی کو کھلے چہرے سے ملو۔ (یعنی اس نیکی سے اس وجہ سے اعراض نہ کرنا کہ یہ معمولی نیکی ہے بلکہ یہ بہت بڑی نیکی بن سکتی ہے)۔ (مسلم)

لا تحقرن: یہ واحد کو حکم ہے مگر امت کے تمام افراد شامل ہیں جیسا فرمایا: "حکمی علی الواحد من امتی حکمی علی الجماعۃ"۔ جب کہ کوئی مخصوص دلیل نہ ہو۔ جیسے ابو بردہ کو بکری کا چھوٹا بچہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو زور سے رونے کی اجازت دی ان کا حکم متعدی نہ ہوگا" فتدبر۔ شیئا: خواہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ ولو ان تلقی: یہ محل فاعل میں ہے۔ ای وجد لقاؤك اخاك بوجه طليق: یہ روایت تشریح کے ساتھ باب استحباب طیب الکلام میں گزری۔

**تخریج** : باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر میں تخریج گزر چکی۔

**الفوائد** :① بشاشت سے ملنے کی ترغیب ہے ② چھوٹی نیکی کو بھی چھوٹا نہ سمجھا جائے۔

۸۹۳: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ النَّبِیُّ ﷺ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ: اِنَّ لِیْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا – فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ لَّا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۸۹۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما (نواسۂ رسولؐ) کو بوسہ دیا۔ اس پر اقرع بن حابس نے کہا: میرے دس بیٹے ہیں۔ میں نے ان میں کسی کا آج تک بوسہ نہیں لیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔ اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (بخاری و مسلم)

**قبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم:** اس سے ثابت ہوا کہ شفقت و رحمت سے بچوں کو چومنا مستحب ہے۔ **عشرا:** سے مراد دس نفوس۔ **من الولد:** ولا کالفظ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس کی جمع اولاد ہے یہ فعل بمعنی مفعول ہے (المصباح) **ما قبلت منہم احدا:** یہ بدویت کے اثرات سے ہے۔ جیسا دوسری روایت میں وارد ہے: "من بدء فقد جفا" **لا یرحم:** پہلا معروف اور یہ فعل مجہول ہے۔ رحم نہ کرنا دلیل ہے کہ دل سخت ہے۔ جب مخلوق کے متعلق رحمت سے وہ خالی ہے تو رحمت الٰہی بھی اس سے اٹھ گئی جزائے عمل اس کی جنس سے ہے۔ یہ روایت باب تعظیم حرمات المسلمین میں گزری ملاحظہ فرمائیں۔

**تخریج:** اخرجہ البخاری (۵۹۹۷) و مسلم (۲۳۱۸) و ابو داود (۵۲۱۸) والترمذی (۱۹۱۸)

**الفوائد:** ① کمزوروں پر آپؐ کی شفقت کا تذکرہ ہے۔ ② چھوٹے بچے کو چومنا جائز ہے۔ ③ بدلہ جنس عمل سے ہوتا ہے۔

# ۴۴ : کِتَابُ عِیَادَةِ الْمَرِیْضِ وَتَشْیِیْعِ الْمَیِّتِ وَالصَّلَاةِ عَلَیْهِ وَحُضُوْرِ دَفْنِهٖ وَالْمُکْثِ عِنْدَ قَبْرِهٖ بَعْدَ دَفْنِهٖ

## باب: مریض کی عیادت کرنا جنازے کے ساتھ جانا' اس کی نمازِ جنازہ ادا کرنا اور اس کے دفن میں شرکت اور دفن کے بعد اس کی قبر پر کچھ دیر رکنا

**عیادۃ المریض:** عاد یہ اجوف واوی ہے۔ عدت المریض یعنی میں مریض کی ملاقات کو گیا۔ عیادت کرنے والے کو عائد اور جمع عواد آتی ہے۔ واؤ کو یا سے بدل دیا جیسے صام وقام۔ عیادت مطلقاً ملاقات کے لئے آتا ہے مگر مریض کے لئے استعمال ہو کر اس قدر معروف ہو گیا گویا اسی سے مختص ہے (الدر للسیوطی) **تشییع المیت:** جنازہ کے ساتھ جانا۔ یہ میت کے احترام اور وداع کے لئے ہے' جیسا کہ مہمان کے ساتھ مشایعت الوداع کہنے کے لئے ہے قاموس میں ہے مات یموت ویمات' **فھو میت ضدحی او المیت او المائت:** جو ابھی فوت نہ ہوا ہو اس کی جمع اموات وموتی آتی ہے اور میتون بھی آتی ہے جیسی بعض نے کہا:

تسائلنی تفسیر میت ومیت ☆ فھاك صحیح القول ان کنت تعقل

فمن كان ذا روح فذلك ميت ☆ وما الميت الا من الى القبر ينقل

**والصلوٰة علیه:** صلاۃ کا اس پر اطلاق یہ استعارہ مصرحہ ہے( ) یا اطلاق مشترک ہے ورنہ صلاۃ کا شرعی معنی معروف وہ اقوال وافعال جس کی ابتداء تکبیر سے ہو اور سلام سے اختتام ہو۔ اس میں وہ افعال کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ تعریف یہاں فٹ نہیں بیٹھتی۔ **وحضور دفنه والمكث:** مکث ٹھہرنا اور رکنا۔ **عند قبره:** قبر جمع قبور مدفن کو کہتے ہیں۔ **قبره و يقبره:** جبکہ قبر میں رکھ دیا جائے۔ **بعد دفنه:** تاکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے سوال قبر کے موقعہ پر ثابت قدمی کی دعا کریں۔

۸۹٤ : عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ ' وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ ' وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ ' وَاِفْشَآءِ السَّلَامِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۸۹۴: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مریض کی عیادت کرنے' جنازے کے ساتھ جانے' چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینے' قسم کو پورا کرنے' مظلوم کی مدد کرنے اور دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنے اور سلام کو پھیلانے کا حکم فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

**امرنا:** مامور سے کسی چیز کے کرنے کا مطالبہ کرنا واجب و مستحب ہر دو کو شامل ہے۔ **بعيادة المريض:** یہ سنت کفایہ ہے بعض نے فرض کفایہ کہا۔ پس یہ ہر بیماری اور ہر وقت میں مسنون ہے۔ خاص دنوں کا مقرر کرنا مکروہ ہے اسکی کوئی اصل نہیں' بیماری کے علم کے بعد جانا اگرچہ ملاقات کو زیادہ وقت نہ گزرا ہو۔ اس میں مشہور و غیر مشہور کا فرق نہیں۔ رہی وہ روایت: "لا تزر من لا يزورك"۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو صحت مند لوگوں کی ملاقات سے متعلق حکم اس میں ذکر کیا گیا اور مریضوں کی عیادت میں تو بہت سی احادیث مروی ہیں۔ باقی صحت مند کے متعلق تو جس کو معرض دیکھو بطور سزا تم بھی اعراض کرو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

زن من وزنك وزن ☆ ك وما وزنك به فزنه

من جاء اليك فرح اليه ☆ او جفاك فصد عنه

عیادت کے آداب میں سے یہ ہے کہ زیادہ دیر اس کے ہاں نہ بیٹھے مگر جبکہ معلوم ہو کہ وہ اس کے گراں خیال نہ کرے گا بلکہ مانوس ہو گا (۲) مریض کے قریب بیٹھ کر اس کے جسم پر ہاتھ رکھے اس سے حالت پوچھے (۳) اور زندگی کے متعلق وہ بات کہے جو اسے خوش کرے (۴) صبر کی تلقین کرے' اور اس کو یاد دلائے کہ اگر وہ صبر کرے گا تو بڑا بدلہ ملے گا۔ (۵) اور اسے دعا کے لئے کہے اس کی دعا مقبول ہے (اداب المرضی لابن حجر ہیثمی) **الجنائز:** یہ جنازہ کی جمع ہے جب جیم کو مکسور پڑھیں تو چارپائی پر پڑی میت کو کہا جائے گا۔ بعض نے بالعکس ذکر کیا ہے۔ بعض نے اس کو جنزه ای ستره: ڈھانپنے کے معنی میں لیا ہے۔ **تشميت العاطس المقسم:** یہ اسم فاعل ہے۔ ایسا آدمی جو کوئی ایسی قسم اٹھائے جس کو پورا کرنے کی قدرت نہ ہو۔ یہ اس میں اس کی معاونت کرے تاکہ قسم پوری ہو جائے۔ تورپشتی کہتے ہیں بخاری نے یہی لفظ نقل کئے بعض رواۃ نے ابرار القسم بھی لکھا ہے دونوں درست ہیں۔ صحیح میں واقع کے باوجود تمریض کے صیغے سمجھ سے باہر ہیں۔ **ونصر المظلوم:** ظالم سے ظلم کو روکنا۔ **اجابة الداعي:** مثلاً ولیمہ وغیرہ کی پہلے روز دعوت' تیسرے روز کی دعوت ولیمہ میں شرکت مکروہ ہے۔ **وافشاء السلام:** سلام کو ظاہر کرنا۔ پہلے روایت باب السلام میں گزری۔

**تخریج** : تعظیم حرمات المسلمین و بیان حقوقهم میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۸۹۵ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ : رَدُّ السَّلَامِ، وَعِیَادَةُ الْمَرِیْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۸۹۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (۱) سلام کا جواب دینا' (۲) مریض کی عیادت کرنا' (۳) جنازوں کے پیچھے جانے' (۴) دعوت کا قبول کرنا اور (۵) چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا۔

**حق المسلم**: امرتاکید کے لئے ہے خمس میں حذف تا خصال مراد لینے کی وجہ سے کیا گیا۔ احمد و مسلم کی روایت میں ہے: "**واذا استضحك فانصح له**" نیز ست کا عدد ہے مگر مفہوم عدد معتبر نہیں۔ **رد السلام**: اگر ایک مسلمان ہو تو علیک السلام کہے اور اسی بلند آواز سے کہ ابتداء کرنے والا سن سکے اور زیادہ ہو پھر جواب فرض کفایہ ہے۔ **عیادة المریض** **الدعوة**: یہ دعوت الناس سے اسم ہے جب تم ان کو کھانے کے لئے بلاؤ۔ کہتے ہیں: **نحن فی دعوة فلان' مدعاته** کا بھی یہی معنی ہے (المصباح) تشمیت: جبکہ وہ الحمد للہ کہے۔ احمد و مسلم کی روایت میں ہے: "**واذا عطس فحمد الله فشمته**": امام مالکؒ کے ہاں یہ سب وجوب پر محمول ہیں (۲) عند الشافعی عیادت و تشمیت سنت اور اتباع جنازہ اگر دفن کا یہ ذمہ دار ہو تو فرض کفایہ۔ دعوت اول یوم کی واجب' یہ روایت باب تعظیم حرمات المسلمین میں گزری۔

**تخریج** : باب المتقدم الذکر کے تحت گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۸۹۶ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ : یَابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ! قَالَ : یَا رَبِّ کَیْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ؟ قَالَ : اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِیْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ! اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَهٗ لَوَجَدْتَنِیْ عِنْدَهٗ؟ یَابْنَ اٰدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ! قَالَ : یَا رَبِّ کَیْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ؟ قَالَ : اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ! اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِیْ؟ یَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَیْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِیْ! قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اَسْقِیْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ؟ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهٖ! اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ سَقَیْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ! رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۸۹۶: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی۔ وہ کہے گا۔ اے میرے رب میں آپ کی کس طرح عیادت کرتا' جبکہ آپ رب العالمین ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا۔ تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو تُو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا۔ تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا' وہ کہے گا۔ اے میرے رب میں تجھے کیسے کھلاتا جبکہ آپ رب العالمین ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا۔ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو یقیناً اسے میرے ہاں پالیتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ وہ کہے گا۔ اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا تُو تو تمام جہانوں کا رب ہے؟ اللہ فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں فلاں بندے نے پانی مانگا تو نے اس کو پانی نہیں پلایا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اگر تو اس کو پانی پلاتا تو یقیناً اس کو میرے ہاں پالیتا۔ (مسلم)

ان اللّٰہ عزوجل یقول: یہ حدیث قدسی کا ایک انداز ہے۔ دوسری کیفیت اس طرح ہے: عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیما یرویہ عن ربہ: جیسا باب المجاہدہ میں گزرا۔ وہاں تفصیلی احکام گزر چکے۔ یا ابن آدم: آدم یہ عربی لفظ ہے۔ الف ہمزہ سے بدل کر آئی ہے۔ بعض نے عجمہ کہا ہے۔ اس صورت میں خاتم کے وزن پر الف اصلی ہے۔ مرضت: جو بندے سے انجام پاتا ہے تشریف کے طور پر اس کی نسبت بندے کی طرف کر دی جیسے "یخادعون اللّٰہ"؛ ایمان والوں کے دھوکا دینے کو رب العالمین نے اپنے مخادعہ سے تعبیر کیا۔ فلم تعدنی: یہ عیادت سے ہے۔ ابن آدم کہے گا۔ یا رب کیف اعودك: آپ ﷺ تو مرض سے منزہ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ انت رب العالمین: جو پروردگار ہو وہ تو امراض سے پاک ہے پھر اس کی عیادت کیسی۔ فقال: اللہ تعالیٰ وضاحت کرتے ہوئے فرمائیں گے یہاں مرض کی طرف نسبت تو مجاز عقلی ہے کیونکہ یہ ارادہ ابھی سے ہے۔ اس میں بندے کو مشرف بار فرمایا گیا ہے۔ اما علمت: یہ صرف استفہام تنبیہ مخاطب کے لئے آتا ہے۔ عبدی سے مطلق بندہ مراد ہو سکتا ہے جبکہ الف لام عہد کا ہو۔ مرض فلم تعدہ: یہاں حرف تنبیہ کو دوبارہ لوٹایا کیونکہ اصل مقصود خبردار کرنا ہی ہے اور اس کا ماقبل وسیلہ کی طرح ہے۔ لو جدتنی: وجود معنوی مراد ہے۔ جیسا فرمایا: ﴿ما یکون من نجوی ثلاثۃ﴾: اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم تمام مکنونات کو حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ حلول و مکانیت سے پاک ہے۔ اسی طرح اتحاد سے بھی۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ محسن کو بیدار ہونا چاہئے تاکہ اس سے چمکدار نور کی روشنی ملے اور اچھی ثناء پائے واللہ الموفق۔ یا ابن آدم: اس کو الگ خطاب سے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا حکم الگ ہے اور اس کا تارک قابل توبیخ ہے۔ استطعمتك: یہ بھی اسناد مجازی ہے۔ قال: اس کا قائل مخاطب بندہ ہے۔ ماضی سے اس لئے تعبیر کیا کہ اس کا وقوع یقینی ہے۔ (۲) اس سے پہلے گزرنے والوں کی اطلاع دی اس لئے ماضی سے تعبیر کیا۔ جیسے اس ارشاد میں: "ونفخ فی الصور": قطعی وقوع کی وجہ سے ماضی سے تعبیر فرمایا۔ یا رب یا رب...... وانت......: یہ واؤ عاطفہ ہے جو ماقبل استبعاد پر عطف کے لئے لایا گیا۔ موقف کی دہشت نے اس کو حق تعالیٰ نے جوڑ کر فرمایا اس سے غافل کر دیا تو اس نے سخت تعجب سے کہا جو کہا: انہ یہ ضمیر شان ہے۔ استطعمك عبدی: میرے بندے

فلاں نے کھانا مانگا تو نے اسے نہ دیا اس سے روکنا گویا طالب سے حقیقتاً روکنا ہے۔ اسی طرف تعریض فرمائی۔ جیسا اس ارشاد میں ہے:﴿ویطعمون الطعام علی حبه﴾ انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندی: ثواب کے لحاظ سے میرے ہاں پا لیتا۔ کئی گنا زیادہ ملتا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوه عند الله﴾: یعنی اس کا ثواب اس کے ہاں سے مل جائے گا وہ کسی عامل کے عمل کو ضائع نہیں فرماتے اس نے خود فرمادیا ہے:﴿ان الله لا یظلم مثقال ذرة وان تك حسنة یضاعفها ویؤت من لدنه اجراً عظیما﴾۔ یابن آدم استسقیتك: میں نے اپنے بندے کی زبان سے تجھ سے پانی طلب کیا۔ فلم تسقنی: میرے سائل بندے کو تو نے نہ پلایا۔ یا رب کیف اسقیك: یہ تفنن فی التعبیر کے لئے الگ انداز سے ذکر فرمایا۔ وانت ..... لوجدت ذلك: اس سے مراد اس کا ثواب ہے۔ عندی: اس میں دلیل ہے کہ نیکیاں ضائع نہیں ہوتیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا ایک مقام ہے۔

**تخریج** : اخرجه مسلم (۲۵٦۹)

**الفوائد**: ① مریض کی عیادت' کھانا کھلانا بڑی سعادت کی بات ہے ② اللہ تعالیٰ کا علم کلیات و جزئیات پر حاوی ہے کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں' اس لئے نیکی میں بخل نہ کرے۔

۸۹۷ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "عُوْدُوا الْمَرِیْضَ وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ ' وَفُكُّوا الْعَانِیَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔ "اَلْعَانِیْ" :الْاَسِیْرُ۔

۸۹۷: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مریض کی عیادت کرو اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو رہائی دلاؤ"۔ (بخاری)

اَلْعَانِیْ :قیدی۔

عودوا المریض :الف لام استغراق کے لئے ہے۔ ہر قسم کا مریض مراد ہے اور کسی وقت بھی عیادت ہو۔ واطعموا الجائع محتاج کی حاجت کا پورا کرنا خوشحال مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اور اگر اکیلا ہو تو وہ خود متعین ہوگیا۔ فکوا العانی: کفار کے ہاں قیدی ہو یا قرض میں پھنسا ہو۔ بیہقی میں :"واتبعوا الجنازة تذکرهکم الآخرة" کے الفاظ زائد ہیں۔ مسند عثمان میں بغوی کے الفاظ یہ ہیں۔ واتبعوا الجنائز :عیادت ٹھہر کر کی جائے۔ اگر مغلوب ہو تو عیادت نہیں ہوسکتی۔ تعزیت صرف ایک مرتبہ ہے (جامع صغیر) العانی: یہ عنا یعنوا اس کی جمع عناة ہے ایک لغت میں سمع سے عنی آتا ہے۔ عورت کو محبوس عند الزوج کی وجہ سے عانیہ کہا جاتا ہے جمع عوان ہے۔ پہلے باب الوصیة بالنساء میں یہ روایت گزری :"استوصوا بالنساء فانهن عوان عندکم"۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۵٦٤۹)

**الفوائد**: ① اس میں تین باتوں کا حکم دیا گیا۔ ۱) بھوکے کو کھلانا ۲) قیدی کو رہائی دلانا ۳) مریض کی عیادت کرنا۔

۸۹۸ :وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :"اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ

يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ :"جَنَاهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۸۹۸: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے۔ وہ واپس لوٹنے تک جنت کے تازہ پھلوں کے چننے میں مصروف رہتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ: خِرْفَةُ الْجَنَّةِ کیا چیز ہے؟ تو ارشاد فرمایا: اس کے تازہ پھل چننا!۔ (مسلم)

ثوبان رضی اللّٰہ عنہ: یہ موالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے حالات پہلے گزرے ملاحظہ کر لئے جائیں باب المجاہدۃ۔ اخاہ: اخوت اسلامی مراد ہے تو وہ خرفہ جنت میں رہے گا۔ خرفہ: چنا ہوا میوہ۔ صحابہ کرام نے سوال کیا: ما خرفة الجنة: ما سے اس وقت تک سوال ہوتا ہے جب تک پہچان نہیں ہوتی جب پہچان ہو جاتی ہے تو من سے ذات کا سوال ہوتا ہے اور اگر وصف کا سوال کرنا ہو تو پھر ما استعمال کرتے ہیں: ما زيد افقيه ام طبيب: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں بیضاوی نے لکھا: ادع لنا ربك يبين لنا ماهي: یعنی حالها و ما صفتها: حالانکہ ان کو کہنا چاہئے تھا ای بقرة هي او كيف هي! کیونکہ ما سے تو عموماً جنس کا سوال ہوتا ہے لیکن جب انہوں نے اس چیز کو جس کا حکم ملا تھا ایک ایسی حالت میں پایا کہ اس کے ساتھ اس جنس کی کوئی چیز نہ تھی تو اس کو ایسے انداز سے ذکر کیا کہ گویا وہ اس کی حقیقت سے واقفیت ہی نہیں رکھتے اور نہ اس جیسی وہ دیکھ پائے ہیں (بیضاوی ج ۱) اسی طرح خرفہ کا معنی صحابہ کرامؓ کو معلوم تھا مگر اس کی اضافت جنت کی طرف کی گئی تو اس کی مراد سے ناواقف ہو گئے اسی لئے انہوں نے ما سے سوال کیا۔ نووی نے اس کا معنی جنی جمع اجن جیسے عصا واعص سے کیا ہے۔ تورپشتی کہتے ہیں یہ شخص عیادت مریض کے لئے کوشش کرنے کی بنا پر جنت اور اس کے میووں کا حقدار ہوگا۔ عیادۃ چونکہ اس کا ذریعہ ہے اسی وجہ سے اس کا نام رکھ دیا گیا۔ ایک روایت میں "كان له خريف في الجنة": اور خرافہ میں خروف مخروج اور مخارف کے الفاظ بھی آئے ہیں خریف مخروف کے معنی میں ہے (چنا ہوا پھل)

**تخریج**: اخرجه احمد (۲۲٤۳٦) و مسلم (۲٥٦۸) والترمذی (۹٦۹)

**الفرائد**: ① مریض کی عیادت کرنے والا جنت کے پھل چنتا ہے جب تک کہ مریض کی عیادت کرتا رہتا ہے۔

۸۹۹ :وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ ، وَاِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ ، وَكَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"اَلْخَرِيْفُ" :اَلثَّمَرُ الْمَخْرُوْفُ :اَيِ الْمُجْتَنٰى۔

۸۹۹: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ مسلمان جب صبح کے وقت مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور اگر شام کے

وقت اس کی عیادت کرتا تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں چنے ہوئے پھل ہوں گے۔ (ترمذی) اور اس نے کہا حدیث حسن ہے۔

اَلْخَرِیْفُ: چنے ہوئے پھل۔

مامن: من کا صلہ میں استغراق کے لئے لائے۔ غدوہ: نماز صبح اور طلوع شمس کا درمیانی وقت۔ اس کی جمع غدا ہے جیسے مدیہ و مدی۔ صلى عليه: اس کے لئے فرشتے جن کی تعداد ستر ہزار ہے دعا رحمت کرتے ہیں۔ حتى يمسي: ماءزوال سے نصف لیل تک کا وقت۔ عشية: دن کا پچھلا حصہ۔ بعض نے زوال سے غروب تک کا وقت بتلایا ہے۔ ابن الانباری کہتے ہیں العيشة: یہ عشی کی تانیث ہے۔ بس اوقات اس کو بالعش کے معنی میں مذکر شمار کرتے ہیں بعض نے اس کو واحد اور عشی کو جمع بتلایا (المصباح) حتى يصبح: وہ صبح میں داخل ہو جائے۔

اَلنَّحْوُ: حتی کی غایت مقدر ہے جیسا سیاق سے معلوم ہوتا ہے پھر اگر ان ما کے معنی میں مانیں تو الا مقدر ہو گا ورنہ محذوف۔ اس وقت واؤ عاطفہ یا مستانفہ ہو گی (۲) اور اگر ان شرطیہ ہو تو تقدیر کی حاجت نہیں جملہ جواب شرط بنے گا۔ كان له خريف: کان تامہ ہو تو خریف فاعل ہے اور ظرف مقدم اسے حال ہے اور مؤخر ظرف صفت ہے (۲) کان ناقصہ اور مرفوع اسم ایک طرف خبر اور دوسرا حال یا صفت اور روابط محذوف۔ ای بسببه۔ خریف بروزن ربیع بمعنی مفعول ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (٦١٢) و ابو داود (٣٠٩٩) والترمذی (٩٧١) وابن ماجه (١٤٤٢) والنسائی (٧٤٩٤) وابن حبان (٢٩٥٨) وابو يعلى (٢٦٢) وابن ابی شيبة (٢٣٤/٣) والبزار (٦٢٠) والحاكم (١/١٢٦٤) والبيهقی ٣٨٠/٣)

**الفرائد**: مریض کی عیادت پر دنیا و آخرت میں عظیم اجر ہے۔ ساعت ملاقات جنت کے خریف کے برابر ہے۔

٩٠٠ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ : "اَسْلِمْ" فَنَظَرَ اِلٰى اَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ؟ فَقَالَ: اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ ' فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ : "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

٩٠٠: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا آنحضرت ﷺ کی خدمت کرتا تھا' وہ بیمار ہو گیا۔ نبی اکرمؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور اس کے سر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا "تو مسلمان ہو جا" اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو وہیں موجود تھا۔ اس نے کہہ دیا تو ابو القاسم ﷺ کی بات مان لے چنانچہ وہ اسلام لے آیا۔ جب آپؐ باہر تشریف لائے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے: "تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اس کو آگ سے بچا لیا"۔ (بخاری)

غلام يهودی: مبہمات بخاری میں جلال بلقینی نے عبدالقدوس نام لکھا ہے۔ یعودہ: کافر کی عیادت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ فقعد عند رأسه: آپ ﷺ نے بیٹھنے کے بعد فرمایا۔ آپ ﷺ نے فوراً اس کے حال کے متعلق سوال کیا کیونکہ وہ سب سے

اہم مقدم تھا۔آپ ﷺ نے یہ اس خطرہ سے کیا کہ کہیں اسلام لانے سے پہلے موت واقع نہ ہو جائے اور ممکن ہے کہ اس سے سوال کرنے کے بعد آپ ﷺ نے کیا۔ ہر چیز کی تعقیب اس کے حال کے مطابق ہو۔**هو عنده**: الیٰ کے مجرور سے جملہ حالیہ ہے یعنی مشورہ حاصل کرنے والے کی طرح۔**فاسلم**: انوار نبوت سے اس کا تانبا سونے میں بدل گیا۔**الحمد لله الذی**: صالحین کی صحبت کی برکت کا پھل دنیا و آخرت میں ظاہر ہوتا ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۴/۱۳۹۷۹) والبخاری (۱۳۵۶) و ابو داود (۳۰۹۵) وابن حبان (۲۹۶۰) والبیهقی (۳/۳۸۳)

**الفوائد** : ① شرک کی عیادت درست ہے ② موت سے پہلے اس پر اسلام کو پیش کرنا درست ہے ③ مریض کی عیادت کا طریقہ اس کے سر کے پاس بیٹھنا ہے ④ اس کے اسلام قبول کرنے پر آپ کی فرحت نا قابل دید تھی۔

## ۱۴۵ : بَابُ مَا يُدْعٰى بِهٖ لِلْمَرِيْضِ

## بَابٌ: مریض کے لئے دُعا کی جائے

**يدعى** : مجہول ہے۔اس میں مریض کا اپنے لئے اور دوسرے کا اس کے لئے دعا کرنا دونوں شامل ہیں۔

۹۰۱ : عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اشْتَكَى الْاِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ اَوْ كَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ اَوْ جُرْحٌ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِاِصْبَعِهٖ هٰكَذَا وَوَضَعَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الرَّاوِيْ سَبَّابَتَهٗ بِالْاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا وَقَالَ : "بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا" بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا ' يُشْفٰى بِهٖ سَقِيْمُنَا' بِاِذْنِ رَبِّنَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۰۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ سے جب کوئی بیماری کی شکایت کرتا یا اس کو پھوڑا یا زخم ہوتا تو نبی اکرمؐ اپنی انگلی مبارک سے اس طرح کرتے۔سفیان بن عیینہ نے اپنی شہادت والی انگلی کو زمین پر رکھا۔ پھر اٹھایا (یعنی عمل کر کے دکھایا) حضور ﷺ فرماتے :"بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا" اللہ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی ہمارے بعض کے لعاب سے مل کر ہمارے رب کے حکم سے ہمارے مریض کو شفا کا ذریعہ بنے گی"۔(بخاری مسلم)

**اشتكى الانسان الشي منه**: تا افتعال مبالغہ کے لئے ہے۔الشی سے عضو یا درد مراد ہے۔**قرحة**: زخم۔**او**: یہ راوی کے شک کے لئے ہے کہ کون سا لفظ کہا۔**قال النبی صلی الله علیه وسلم باصبعه**: یہاں فعل کو قول سے تعبیر کیا۔ **سبابته**: اس کو مسبحہ کہتے ہیں۔اس سے اشارہ تسبیح کیا جاتا ہے اور سبابہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ گالی کے وقت اس سے اشارہ کیا جاتا تھا۔**بالارض**: یہ وضع سے متعلق ہے۔**ثم رفعها** : کچھ دیر رکھنے کے بعد اٹھایا۔یا یہ تا معنی میں ہے۔**قال باسم الله**: باسم یہ الف اور بلا الف دونوں طرح لکھا جاتا ہے (خطابی اعراب الغیر) **تربه ارضنا**: یہ ہذہ مبتداء کی خبر ہے۔**بريقة**: یہ بائے مصاحبت ہے۔ای ممزوجة معها۔**یشفی به**: سقیمنا یہ نائب فاعل ہے۔**باذن ربنا**: یہ خبر سے محل حال میں واقع ہے۔

ملب یہ ہے کہ شفاء اللہ تعالیٰ کے اذن سے حاصل ہوتی ہے۔ان کی لغۃً وضاحت کر دی کیونکہ ان کا مقصد پڑھ کر برکت و شفاعت حاصل کرنا ہے۔بعض اوقات ادباء بعض معانی کو دیکھ کر سوءِ ادب کی طرف نکل جاتے ہیں (اعاذ نا اللہ منہ) ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں انگوٹھے میں پوری کو تھوک سے تر کر کے اس کو زمین پر رکھتے تا کہ اس سے مٹی چمٹ جائے پھر اس کو اٹھا کر مریض کی طرف اشارہ فرماتے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب باصبعہ: سے یہی ہے۔مگر اس روایت میں اس کا انگشت شہادت ہونا واضح ہے۔لفظ تربة : سے انسان کی فطرت اولیٰ کی طرف اشارہ۔ریقہ بعضنا: سے نطفہ انسانی کی طرف اشارہ ہے جس سے انسان کو پیدا کیا گیا۔گویا انسان زبان حال سے گڑگڑا کر یہ پیش کر رہا ہے۔تو نے اصل کو مٹی سے ایجاد کیا پھر اس کی نسل کو ذلیل پانی سے بنایا تیرے لئے یہ بالکل آسان ہے کہ اس کو شفاء بخشے جس کی فطرت یہ ہو اور تو اس پر عافیت کا احسان فرمادے۔جس کی بادشاہت میں اس کی موت و حیات دونوں برابر ہیں۔

ایک سوال: تربت و فطرت میں تو تھوڑی بہت مناسبت ثابت ہوگئی مگر نطفہ و تھوک میں کیا مناسبت ہے۔

الجواب: یہ دونوں فضلات انسانی سے ہونے کی بنا پر مشابہ ہوگئے۔اس قسم کی چیزوں میں آپ کنایات سے کام لیتے تھے۔اس کی نظیر بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ والی روایت ہے:"انه صلی الله علیه و سلم بصق علی کفه ثم وضع لیه اصبعه ثم قال یقول الله عزوجل۔ ابن آدم اتعجزنی وقد خلقتك من مثل هذا؟ واراد بها النطفه"۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۹/۲٤۸۷۱) والبخاری (۵۷٤۵) و مسلم (۲۱۹٤) وابو داود (۳۸۹۵) وابن ماجه (۳۵۲۱) وابن حبان (۲۹۷۳)

**الفوائد**: ① اس ایک نبوی رقیہ کا بیان ہے ② امت کو اللہ تعالیٰ پر یقین کی تعلیم دی ③ رقیہ یا دوائی ان سے اس وقت فائدہ ہوتا ہے جب اللہ چاہے۔

**۹۰۲ : وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعُوْدُ بَعْضَ اَهْلِهٖ یَمْسَحُ بِیَدِهِ الْیُمْنٰی وَیَقُوْلُ :"اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، اَذْهِبِ الْبَاْسَ، اشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ، لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآؤُكَ، شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔**

۹۰۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض گھر والوں کی بیمار پرسی کرتے تو اپنا دائیاں ہاتھ اس پر پھیرتے اور یوں فرماتے: "اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ" اے اللہ جو لوگوں کا رب ہے تو اس کی تکلیف کو دور فرما یا اور تو اس کو شفا عنایت فرما۔تو شفا دینے والا ہے تیری ہی شفا اصل شفا ہے۔ایسی شفا دے جو بیماری کو بالکل ختم کر دے۔(بخاری، مسلم)

**کان یعود بعض اهله**: اپنے گھر میں کسی کے بیمار ہونے پر اس کی عیادت فرماتے اور دائیں ہاتھ سے اس کو چھوتے پس نیک آدمی کو اس طرح کرنا مستحب ہے۔اللهم رب الناس: رب یہ منادی و زم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔اللہم کی وجہ سے منصوب نہیں ہوسکتا۔اللہم یعنی اے نعمتوں سے ان کی تربیت کرنے والے اور عدم سے وجود دینے والے۔الباس: عذاب و

حرب میں تحقیق۔ لا شفاء: ہمزہ منصوب ہے۔ الا شفاؤك: رفع کی صورت میں لا محذوف کی خبر کا بدل ہے (۲) اس کی ضمیر کا بدل ہے (۳) محل لا سے بدل ہے۔ لا شفاء: یہ جملہ معترضہ ہے جو علت کی طرح ہے۔ (۴) شفاء: یہ اشف کا مفعول ہو تو منصوب ہے اور مبتدا محذوف کی خبر ہو تو مرفوع ہے۔ اس صورت میں اس سے پہلا جملہ متانفہ ہے۔ لا یغادر سقماً: جو کوئی مرض نہ چھوڑے۔ اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ بعض دفعہ اس مرض سے تو شفاء میسر آ جاتی ہے مگر دوسرا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ گویا اس میں ایسی شفاء جو مطلق ہو کی دعا کر رہا ہے۔ نہ مطلق شفاء کی۔

**تخریج** : اخرجہ احمد (۹/۲۵۰۰۰) و البخاری (۵۷۴٤) و مسلم (۲۱۹۱) و ابن حبان (۲۹۷۲)

**الفوائد** : ① درد کی جگہ کو دائیں ہاتھ سے چھونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دم کرنا ثابت ہو رہا ہے۔

۹۰۳ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِثَابِتٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ : "اَلَا اَرْقِیْكَ بِرُقْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ بَلٰی ' قَالَ : اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاْسِ ' اشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ ' لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ ' شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۹۰۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ثابت رحمۃ اللہ سے کہا کیا میں تم کو رسول کا بتایا ہوا دم نہ کروں۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ تو حضرت انسؓ نے اس طرح پڑھا: اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ۔ اے اللہ جو لوگوں کا رب ہے دکھ کو دور کرنے والا ہے تو شفاء دینے والا ہے۔ شفا عنایت فرما۔ تیرے سوا اور کوئی شفاء دینے والا نہیں۔ ایسی شفاء دے کہ بیماری کو بالکل ختم کر دے۔ (بخاری)

ثابت: یہ ثابت بنانی ہیں جلیل القدر تابعی ہیں رحمۃ اللہ علیہ۔ رحمۃ اللہ علیہ یہ جملہ دعائیہ معترضہ ہے۔ برقیۃ: اس کی جمع رقی جیسے مدیۃ کی مدی آتی ہے استرقاء رقیہ طلب کرنا۔ قرطبی کہتے ہیں تمام تکالیف میں دم کی اجازت اس سے ثابت ہوتی ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں رقیہ کے جواز پر تمام علماء کا اتفاق ہے مگر اس میں تین شرائط ہیں: (۱) کلام اللہ سے ہو یا اسماء باری تعالیٰ یا صفات باری تعالیٰ سے ہو (۲) عربی زبان میں یا ایسی زبان میں جس کا معنی سمجھ میں آتا ہو (۳) رقیہ کا ذاتی اثر نہیں تقدیر الٰہی موثر بالذات ہے ان شرائط کا لحاظ ضروری ہے (فتح الباری) ربیع کہتے ہیں میں نے شافعیؒ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کتاب اللہ یا معروف ذکر اللہ سے کوئی حرج نہیں پھر میں نے کہا کیا اہل کتاب مسلمانوں کو دم کر سکتے ہیں؟ تو جواب فرمایا جب وہ کتاب اللہ اور ذکر اللہ سے دم کریں۔ امام مالک سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ ابن عبدالسلام سے حروف مقطعات کے متعلق پوچھا تو فرمایا: جن کا معنی معلوم نہیں ان سے منع ہے تاکہ کفر نہ ہو جائے۔ رب الناس: ماقبل کی طرح منادی بن سکتا ہے (۲) رب کی صفت بھی بن سکتی ہے۔ رب صفت مشبہ ہو تو یہ اضافت لفظیہ ہوگی (۳) اگر مصدر تو مذہب دوام و ثبوت کے معنی میں ہوگا۔ پس اس کی اضافت معنوی بنے گی۔ (۴) ماقبل کے مطابق بدل بھی بن سکتا ہے۔ اشف الا انت الشافی: یہ جملے معترضے ہیں۔

**تخریج** : اخرجہ البخاری (۵۷٤۲) وابو داود (۳۸۹۰) والترمذی (۹۷۵) والنسائی (٤٠٢)

**الفوائد** : آپ صلی اللہ علیہ وسلم دم کرتے اور دم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

۹۰۴: وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: عَادَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۰۴: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ عیادت کے لئے تشریف لائے تو اس طرح فرمایا: اے اللہ! تو سعد کو شفا عطا فرما۔ اے اللہ تو سعد کو شفا عطا فرما۔ اے اللہ! تو سعد کو شفا عطا فرما۔ (مسلم)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: ابو وقاص یہ مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب القرشی الزہری کی کنیت ہے۔ ان کے حالات باب الاخلاص میں گزرے۔ ثلاث مرات: یہ قال کا ظرف ہے ای کررہ ثلاثا: اس سے مزید اہتمام مقصود ہے۔ آپ بوقت حاجت کلام میں کلمات کو تین تین مرتبہ دہراتے اور حدیث میں وارد ہے کہ "ان اللہ یحب الملحین فی الدعا"۔

**تخریج**: بخاری (۵۶۵۹) و مسلم (۸/۱۶۲۸) و ابن حبان (۴۲۴۹)

**الفوائد**: اس میں رقیہ کی دوسری قسم کا بیان ہے۔ آپ کی رحمت و شفقت کا تذکرہ ہے۔

۹۰۵: وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عُثْمَانَ ابْنِ اَبِی الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ شَكَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجَعًا یَّجِدُهٗ فِیْ جَسَدِهٖ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "ضَعْ یَدَكَ عَلَی الَّذِیْ یَاْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا - وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ: اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ، مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۰۵: حضرت ابو عبداللہ عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے جسم میں پائی جانے والی درد کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ہاتھ کو اپنے جسم کے درد والے مقام پر رکھو اور تین مرتبہ بسم اللہ اور سات مرتبہ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ...... پڑھو۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور پناہ میں آتا ہوں۔ اس برائی سے جو میں پاتا اور جس کا خطرہ رکھتا ہوں۔ (مسلم)

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ: یہ ثقفی طائفی مشہور صحابی ہیں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف پر عامل بنایا۔ ان کی وفات خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بصرہ میں ہوئی۔ ان سے مسلم اور سنن اربعہ نے روایت لی ہیں۔ نووی کہتے ہیں کہ صدیق و عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو طائف کا امیر بنائے رکھا۔ یہ وفد ثقیف میں مسلمان ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۹ روایات نقل ہیں جن میں سے تین کی تخریج مسلم نے کی ہے۔ ان کو عمر رضی اللہ عنہ نے عمان و بحرین کا عامل بنایا پھر بصرہ میں اقامت اختیار کی۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں ان کو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار جریب زمین دی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جریب کی پیمائش ۱۰ ہزار ہاتھ ہے اور عبداللہ کاتب کہتے ہیں ۳۶۰۰ سوذراع اور کھانے کا جریب چار قفیز کا ہوتا ہے (الازہری) یجدہ: یہ وجدان سے ہے۔ جس کو جسم میں محسوس فرماتے تھے۔ ضع یدك: اس کو تکلیف کی جگہ پر رکھو۔ من جسدك: یہ ماقبل کا بیان ہے۔ ظل: تمہارے جسم کا وہ حصہ جس میں تکلیف ہے اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہو۔ وقل باسم اللہ

ثلاثا: رکھنے کے ساتھ یا بعد متصل یہ کہو اور یہ ہاتھ رکھنا پورے دلی دھیان اور ماسوا کو بھلا کر ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ شفاء کا طالب ہوں۔

**النحو**: ثلاثا یہ قل کا ظرف ہے۔ **وقل سبع مرات**: یہ پہلے قل کا معطوف ہے۔ **مرة**: بار کے معنی میں ہے۔ **اعوذ بعزة اللّٰہ و قدرته**: میں اللہ تعالیٰ کے غلبے کی پناہ لیتا ہوں اور اس کی اس ازلی صفت سے جس کے ساتھ وہ ہر ممکن پر قدرت رکھتا ہے۔ **ما اجد**: سے درد اور احاذر: احذر (ڈرنا) کے معنی میں ہے اور یہ ذکر اس لئے کیا جائے گا تاکہ اس کا اثر اعضاء میں سرایت کرے۔ طیبی کہتے ہیں اس میں نامناسب چیخ اور درد جس میں وہ مبتلا ہے اور مستقبل میں جس خوف و حزن کے پہنچنے کی توقع ہے اس سے پناہ مانگی گئی ہے۔ احتیاطاً اس میں ہے کہ خوف سے بچے۔

**تخریج** : اخرجه مالك (١٧٥٤) و مسلم (٢٢٠٢) ابوداود (٣٨٩١) والترمذی (٢٠٨٧) والطبرانی (٨٣٤٠/٩) وابن ماجه (٣٥٢٢) وابن حبان (٢٩٦٤)

**الفوائد**: ① اس میں ایک اور قسم کا دم مذکور ہے ② جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اس کا مطلوب حاصل ہو جائے گا جیسا فرمایا: عند ظن عبدی فابی......۔

٩٠٦ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَمْ يَحْضُرْ اَجَلُهٗ فَقَالَ عِنْدَهٗ سَبْعَ مَرَّاتٍ : اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ، اَنْ يَّشْفِيَكَ : اِلَّا عَافَاهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَضِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ ، وَقَالَ الْحَاكِمُ : حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ۔

٩٠٦: حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی ایسے مریض کی تیمارداری کرے۔ جس کی موت کا وقت نہ آیا ہو۔ اس کے پاس سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے: "اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ" میں اللہ سے سوال کرتا ہوں جو عظمتوں والا اور عظمت والے عرش کا مالک ہے کہ وہ تم کو شفاء دے۔ ان کلمات کے کہنے سے اللہ تعالیٰ اس مرض سے اُس کو شفا دیں گے۔ (ابوداؤد' ترمذی) اور انہوں نے کہا یہ روایت صحیح ہے اور بخاری کی شرط پر ہے۔

**لم يحضر اجله**: یعنی اس کی مدت عمر ختم نہ ہوئی۔ **عنده سبع مرات**: یہ دونوں قال کے ظرف ہیں۔ **اسال اللّٰه العظيم**: اس کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی عظمت کی وجہ سے کوئی چیز بھی بڑی نہیں ہو سکتی۔

**النحو**: **رب العرش العظيم**: جر کے ساتھ یہ عرش کی صفت ہے۔

**ان يشفيك**: یہ اسال کا دوسرا مفعول ہے۔ **الا عافاه اللّٰه**: یہ من شرطیہ سے استثناء ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ جس نے کسی مریض کی عیادت کے وقت یہ کہا وہ صحت یاب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو عافیت تامہ عنایت فرمائی۔ **من ذلك المرض**: اس وعدے میں وہ بھی شامل ہے جو اس سے پیدا ہو۔ اس میں اس کی عافیت ہے۔ جس کے ہاں اس کی اس مرض میں جس میں وہ

مبتلا ہے اور جو اس کے سبب سے پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اسی پر رکھنے والی ہو بجائے اس کے جو اس سے پیدا ہوتی ہو۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۱/۲۱۳۷) وابو داود (۳۱۰٦) والترمذی (۲۰۹۰) والحاکم (۳۴۳/۱) والبخاری (۵۳٦) وابن حبان (۲۹۷۵)

**الفوائد**: ① اس میں آپ ﷺ کے ایک اور رقیہ کا بیان ہے ② بندہ جس قدر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ اسی طرح کر دینے والے ہیں۔

۹۰۷: وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى عَرَبِيٍّ يَعُوْدُهُ ' وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلٰى مَنْ يَعُوْدُهُ قَالَ: لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۹۰۷: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ ایک دیہاتی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپؐ جب بھی کسی مریض کی تیمارداری کے لئے جاتے تو فرماتے: ''کوئی بات نہیں اللہ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے''۔ (بخاری)

اعرابی: یہ اعراب سے اسم منسوب ہے۔ دیہاتی کو کہا جاتا ہے۔ شیخ زکریا نے اس کا نام قیس بن ابی حازم لکھا ہے (تحفہ) طھور: طا کا فتحہ اور ضمہ دونوں جائز ہیں۔ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے: ای مرضك مطھر لذنبك' مكفر لعیبك: اس پر اکتفاء کیا کیونکہ یہ اکثر واقع ہوتا ہے ورنہ آخرت میں بلندی درجات کا سبب ہے۔ یا دنیا میں بلند مقامات کا سبب ہے کیونکہ ریاضتیں حالات وکشوفات پر منتج ہوتی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ: اگر اس کی تطہیر سے اس کی مشیت متعلق ہوئی۔ وکان کا جملہ دخل کے فاعل سے حال ہے اور جملہ شرطیہ محل نصب میں کان کی خبر ہے۔ ابن جوزی نے روایت کی تخریج میں بخاری ونسائی کی طرف نسبت کی ہے۔ یہ بخاری باب العیادۃ میں ہے' شاید نسائی نے بھی ذکر کی ہے۔

**تخریج**: اخرجه البخاری (۳٦۱٦)

**الفوائد**: ① امام اگر مریض کی عیادت کرے تو اسکی شان کم نہیں ہوتی ② اسی طرح عالم کی شان میں کمی نہیں آتی ③ عیادت سے اسے صبر کا حکم دیگا اور درد پر تسلی دیگا ④ اس طرح گھر والوں کو تسلی ہوگی ⑤ مریض کو نصیحت قبول کرنی چاہئے۔

۹۰۸: وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ جِبْرِيْلَ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: "يَا مُحَمَّدُ اشْتَكَيْتَ؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيْكَ ' وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ ' اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ' بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۰۸: حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہا ''اے محمدؐ! کیا آپؐ بیمار ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! جبریل علیہ السلام نے کہا میں تمہیں دم کرتا ہوں اور

اس چیز سے جو تمہیں تکلیف دینے والی ہے اور ہر نفس کے شر سے اور ہر حاسد کی آنکھ سے اللہ آپ ﷺ کو شفا دے۔ میں اللہ کا نام لے کر آپ ﷺ کو دم کرتا ہوں۔ (مسلم)

**فقال یا محمد**: اس خطاب جبریلی سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت: ﴿**لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضًا**﴾: کا خطاب جن انس کے لئے ہے۔ اشتکیت: باب افتعال کا استعمال تکلیف میں شدت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ **قال نعم**: اس سے معلوم ہوتا ہے بلا ضجر و اکتاہٹ اپنی بیماری کی اطلاع دی جا سکتی ہے۔ **قال باسم اللّٰہ**: اس کو متعلق ارقیك: سے پہلے لا کر اہتمام و تخصیص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جیسا اس آیت میں: ﴿**بسم اللّٰہ مجراھا**﴾: اور من کل شئي یوذیك: یعنی ہر وہ چیز جو ناپسند چیز تک پہنچائے اور سابقہ کے ساتھ اس کو بھی معلق کیا گیا ہے۔ **من شر کل نفس**: یہ شئی کے لفظ میں جو ابہام تھا اس کو زائل کیا۔ نفس سے وہ خبث نفس جو برائی کی طرف جھکنے والا ہو وہ مراد ہے۔ یہ اس آیت کے مخالف نہیں: ﴿**واللّٰہ یعصمك من الناس**﴾: کیونکہ اس آیت میں جس سے حفاظت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ایسی چیز ہے جو ازہاق روح کا باعث ہے مطلق ایذاء مراد نہیں لیکن تھوڑی بہت ایذائیں۔ آپ ﷺ کو آخر تک پہنچتی رہیں تا کہ آپ کے درجات کو بلند کیا جائے اور تا کہ آپ کی راہ پر چلنے والوں کے لئے اعلیٰ طریقہ بن جائے۔ او: یہاں واؤ کے معنی میں ہے۔ ان دو کا تذکرہ کیا گیا حالانکہ مراد عام ہے اور اگر اپنے ہی معنی میں ہو تو ایذاء کی خاص کو بیان کرنا مقصود ہے۔ **عین حاسد**: یہاں وہ حاسد مراد ہے۔ نظر لگانے والا ہو کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ تمام حاسد نظر لگانے والے ہوں۔ اس سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ حاسد کی نگاہ اس وقت تک اثر انداز نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اپنے خبیث نفس میں اس چیز کو خوبصورت سمجھ کر حسد نہ کرنے لگے۔ نووی کہتے ہیں ممکن ہے کہ نفس سے آدمی کا نفس مراد ہو (۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد عین ہو۔ نفس کا اس پر اطلاق ہوتا رہتا ہے اور عین حاسد: پھر اس کی تاکید بن جائے۔ جو دو مختلف الفاظ سے لائی گئی او شک راوی کے لئے (شرح مسلم) (۱) یہ بھی ممکن ہے کہ ظرف من کل شئی سے بدل البعض ہو (۲) ممکن ہے کہ یوذیك سے متعلق ہو۔ اس صورت میں من ابتدائیہ ہوگا۔ **اللّٰہ یشفیك**: اس کو تاکیداً دوبارہ لائے تا کہ ظاہر کر دیا جائے کہ دم اسماء و صفات باری تعالیٰ سے ہی ہونا چاہئے۔ ان کی برکت سے ضرور رفع ہو جائے گا۔

**تخریج**: اخرجه مسلم (۲۱۸٦) والترمذی (۹۷٤) وابن ماجه (۳۵۲۳)

**الفوائد**: ① جبرئیل علیہ السلام کی آپ ﷺ پر شفقت ② فاضل کو مفعول کا رقیہ جائز ہے۔

۹۰۹: وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ وَاَبُوْھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّھُمَا شَھِدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ: "مَنْ قَالَ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" صَدَّقَهٗ رَبُّهٗ فَقَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا وَاَنَا اَکْبَرُ – وَاِذَا قَالَ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، قَالَ یَقُوْلُ: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا وَحْدِیْ لَا شَرِیْكَ لِیْ – وَاِذَا قَالَ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَالَ: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا لِیَ الْحَمْدُ وَلِیَ الْمُلْكُ – وَاِذَا قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، قَالَ: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِیْ - وَكَانَ يَقُوْلُ مَنْ قَالَهَا فِيْ مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۹۰۹: حضرت ابو سعید الخدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دونوں حضور ﷺ کے متعلق گواہی دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہا تو اس کا رب اس کی تصدیق فرماتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں' میں ہی بڑا ہوں اور جب وہ بندہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کہتا ہے تو اللہ فرماتے ہیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' میں اکیلا ہوں۔ میرا کوئی شریک نہیں اور جب وہ یوں کہتا ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کیلئے بادشاہی اور اسی کیلئے ہی تعریفیں ہیں تو اللہ فرماتے ہیں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے لئے بادشاہی ہے اور میرے ہی لئے تمام تعریفیں۔ جب بندہ کہتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں گناہوں سے ہٹانے اور نیکی کرنے کی طاقت اسی کی مدد سے ہے تو اللہ فرماتے ہیں میرے سوا کوئی معبود نہیں اور گناہوں سے ہٹانا اور نیکی کرنے کی طاقت دینا میرے ہی قبضہ میں ہے۔ آپ فرماتے جس نے بھی بیماری میں یہ کلمات کہہ لئے اور پھر وہ اسی بیماری میں مرگیا تو اس کو جہنم کی آگ نہ کھائے گی۔ (ترمذی) اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

صدقة ربه: لا الله کے عطف بیان سے تصدیق کی کیفیت واضح کر دی' مطلب یہ ہے کہ وہ بندے کی اس بات کی تصدیق فرماتے ہیں۔ اذا قال: جب وہ بندہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے یعنی یہ اقرار کرتا ہے وہ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے اور اس کی ملک اور افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں تو اللہ تعالیٰ لا اله الا انا...... الا الله له الملك له الحمد: فرماتے ہیں۔ کائنات کا متصرف وقاہر وہی ہے اور کوئی نہیں۔ تمام اشیاء کا وہی موجد ہے۔ اشیاء تو اس کے فعل کا مظہر ہیں۔ پس تمام کی حمد پھر اسی کی طرف لوٹ کر جاتی ہے اور اسی پر بند ہے۔ قال: تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: الا اله الا انا...... الا باللّٰه۔ لا حول کو لا الہ پر عطف سے ذکر کیا کیونکہ دونوں کا مضمون ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ممکن کے لئے موجد چاہئے اور حول وقوۃ والا موجد باری تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ پس اس سے لازم آیا کہ قوت واختیار کلی اسی ہی کے پاس ہے۔ قال لا الله الا انا......ابی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قوت اور اختیار میرے ہی پاس ہے۔ وکان یقول: وہ دونوں فرماتے ہیں جس نے اپنی مرض میں یہ کلمات کہے پھر مرگیا تو لا تعامه النار: یہ عدم دخول نار سے کنایہ ہے۔ اب اس دخول سے ہمیشگی کا دخول مراد ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ حسن خاتمہ کا سبب بن جائے تو ان کا کہنے والا فائزین کے ساتھ جنت میں جائے گا۔ متن حدیث کے یہ مطلب زیادہ موافق ہے۔

**تخریج**: اخرجه الترمذي (٣٤٤١) والنسائي (٣٥٠) وابن ماجه (٣٧٩٤)

**الفوائد**: جس نے مرض الموت میں یہ دعا پڑھی اس کو آگ نہ چھوئے گی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت وتوحید کا اقرار ہے اور اپنے حول وقوۃ سے بیزاری ہے۔

## ۱۴۶: بَابُ اسْتِحْبَابِ سُؤَالِ اَهْلِ الْمَرِيْضِ عَنْ حَالِهٖ

## بَابٌ: مریض کے گھر والوں سے مریض کے متعلق پوچھنا مستحب ہے

۹۱۰ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَقَالَ النَّاسُ : يَا اَبَا الْحَسَنِ كَيْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا – رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۹۱۰ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اس بیماری کے دوران باہر نکلے جس میں آپؐ نے وفات پائی۔ ان سے لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن! رسول اللہؐ نے کیسی صبح کی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ نے اللہ کے فضل سے تندرستی میں صبح کی۔ (بخاری)

**کیف اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**: اس سے ثابت ہوا کہ مریض کے پاس جب پہنچنا کسی عارضہ سے مشکل ہو تو اس کی حالت دریافت کرنا درست ہے مثلاً غلبہ مرض یا دوائی کا استعمال وغیرہ۔ یہ مسنون ہے کیونکہ اس سے مریض کو خوشی ہوگی (یشی) **اصبح بحمد اللہ**: اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے ساتھ صبح کی ہے۔ **بارئًا**: یہ البرء سے صحت یار ہونا (۱) دوسری خبر ہے (۲) اصبح کی ضمیر سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے صحت یاب ہونے کو ہیں (۲) تفاولاً کہا (۳) اس سے مراد یہ ہے کہ مریض کو جو اضطراب و غفلت پیش آتی ہے اس سے صحت پا گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مریض کے متعلق ایسا جواب دے جس سے معلوم ہو کہ وہ جس حالت میں ہے رضاء الٰہی کا طلب گار ہے اور حمد و ثناء میں مصروف اور شکر یہ میں رطب اللسان ہے۔ شدت مرض نے اس میں تبدیلی نہیں کی اور اس کا مرض خفیف ہوتا نظر آ رہا ہے اور عافیت حاصل ہونے کو ہے۔ یہ بالکل واضح ہے۔ حضرت عباس کا قول یہ تھا کہ **واللہ انی لاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیتوفی من وجعہ ھذا، وانی لا عرف وجوہ بنی عبدالمطلب عند الموت**"۔ (بخاری فی المغازی)

**تخریج** : اخرجہ البخاری (۴۴۴۷)۔

**الفوائد** : ① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپ ﷺ پر شفقت اور آپ ﷺ کے متعلق سوال کا تذکرہ ہے ② مریض کے گھر والوں سے اس کے متعلق سوال کرنا مستحب ہے۔

## ۱۴۷ : بَابُ مَا يَقُوْلُهُ مَنْ اَيِسَ مِنْ حَيَاتِهٖ!

## بَابٌ: زندگی سے مایوسی کیا دُعا پڑھے؟

آیس: جب کوئی شخص اپنی زندگی سے ظہور علامات کے ذریعے مایوس ہو جائے۔ وہ علامات جو عادۃً علامات موت ہوتی ہیں۔

۹۱۱ : عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلَيَّ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ

اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۹۱۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس حال میں سنا کہ آپ میری طرف سے سہارا لگائے ہوئے تھے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے۔ (بخاری، مسلم)

**وھو مستند الی**: یہ سمعت کے مفعول سے جملہ حالیہ ہے اور یقول والا جملہ اس سے حال ہو یہ حال متداخلہ بنے گا اور الی کے مجرور سے حال بنے تو حال مترادفہ بن جائے گا۔ **اللھم اغفرلی**: یہ آپ ﷺ کی طرف سے مقام ربوبیت کے سامنے اظہار خشوع ہے ورنہ آپ ﷺ تو سب ذنوب سے معصوم ہیں۔ (۲) امت کو سکھانے کے لئے اور تعلیم کے لئے فرمایا اور اس بات پر خبردار کیا کہ بندے کو کسی وقت غفلت نہ برتنی چاہئے کیونکہ یہ ارتحال وانتقال کی گھڑی ہے۔ **وارحمنی**: ہر چیز کی رحمت اس کے مناسب حال ہوتی ہے۔ بڑی رحمت یہی ہے جو اس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائی ہے۔ جس کو بیان میں لایا نہیں جا سکتا اور اس میں رحمت مجاز مرسل ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی قسم سے ہے: ﴿**اذا قمتم الی الصلاۃ**﴾: جب تم قیام کا ارادہ کرو تو ارادہ کو مجازاً قیام فرمایا۔ **والحقنی بالرفیق الاعلی**: اس سے مراد ملائکہ مقربین اور ارواح صالحین یہ زیادہ درست قول ہے اس لئے کہ یوسف علیہ السلام کے ارشاد میں وارد ہے: "**توفنی مسلما والحقنی بالصالحین**": ابن ہمام نے السلاح میں لکھا کہ اس سے انبیاء علیہم السلام صدیقین، شہداء وصالحین مراد ہیں۔ جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے: ﴿**وحسن اولئک رفیقا**﴾: اور اس کی تائید حدیث صحیحہ ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔ "**فجعل یقول مع الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین**": حدیث ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہے۔ ملا علی قاریؒ نے کہا یہی قابل اعتماد ہے اور ان کے رفیق ہونے کا مطلب یہ ہے ان کا اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر باقی رہنا اور ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانا اور اس کلمہ کو مفرد اس لئے لائے تاکہ اس طرف اشارہ ہو کہ اہل جنت ایک آدمی کے دل کی طرح ہوں گے (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ الرفیق اسماء باری تعالیٰ سے ہے اور اعلیٰ باعتبار مرتبہ نہ کہ اعلیٰ باعتبار جگہ۔ حرز میں اس کو آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کے مطابق دے کر زیادہ مناسب قول قرار دیا گیا۔ آپ ﷺ کی آخری خواہش مولیٰ کی طلب تھی۔ جیسا کہ عالم ارواح میں سب سے پہلے آپ نے جواب دیا۔

**تخریج**: اخرجہ مالک (۵٦۲) واحمد (۱۰/٦۲۰۰٦) والبخاری (٤٤٤۰) و مسلم (۲٤٤٤) والترمذی (۳٤۹٦) والنسائی (۱۰۹۵) وابن حبان (٦٦۱۸) والبیھقی (۲۰۹/۷)

**الفوائد**: ① اس کلمہ سے آپ نے کلام کو اس لئے ختم فرمایا کیونکہ یہ توحید اور ذکر قلبی پر مشتمل ہے ② اس سے یہ بھی حاصل ہوا کہ اگر دل اللہ کی یاد سے آباد ہو تو ذکر لسانی کی اس وقت ضرورت نہیں۔

۹۱۲: وَعَنْھَا قَالَتْ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ بِالْمَوْتِ عِنْدَہٗ قَدَحٌ فِیْہِ مَآءٌ وَھُوَ یُدْخِلُ یَدَہٗ فِی الْقَدَحِ ثُمَّ یَمْسَحُ وَجْھَہٗ بِالْمَآءِ ثُمَّ یَقُوْلُ: "اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ

وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

۹۱۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو موت کے وقت دیکھا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک پیالہ جس میں پانی تھا۔ اس میں اپنا ہاتھ داخل فرما کر اس پانی کو چہرے پر ملتے اور فرماتے: "اے اللہ! موت کی سختیوں اور بے ہوشیوں میں میری مدد فرما۔" (ترمذی)

هو بالموت: مقدمات موت میں مبتلا ہو۔

[illegible] وعنده قدح: یہ دونوں جملے حال ہیں اور فيه ماء: یہ مبتداء کی صفت [illegible] خبر مقدم مانیں تو ماء مبتداء موخر ہے اور اگر ظرف کو صفت مانیں تو ماء اس کا فاعل ہے [illegible] هو يدخل يده في القدح [illegible] بالماء: پیالے کے پانی کو چہرہ مبارک پر ملتے تھے [illegible] کی وجہ [illegible] حرارت تھی۔ غمرات الموت: موت کی وہ سختیاں جو اپنی شدت کی وجہ چھانے والی تھیں۔ چھانے کی طرح تھیں۔ سکرات: موت کے وہ مقدمات جو روح پر قوت پا کر اس کا ادراک ختم کر دیتے ہیں۔ صحیح روایات میں وارد ہے کہ مرض موت کی وجہ سے آپ پر بیہوشی طاری تھی۔ شیخ محمد بکری نے ایک رسالہ مستقل اسی موضوع پر لکھا ہے القول الاجل في حكمة كرب المصطفى عند حلول الاجل: اس کا خلاصہ شرح الاذکار میں ملاحظہ ہو۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۹/۲٤٤١٠) والترمذی (۹۸۰) وابن ماجه (۱٦۲۳) والذهبی (۱۸/٤٦٦)

**الفوائد**: ① وفات کے وقت کی حالت کا بیان ہے۔ محتضر کو اللہ تعالیٰ سے اعانت طلب کرنی چاہیے اور منہ پر ٹھنڈا پانی ملنا اس تکلیف میں تخفیف کیلئے ہے۔

## ۱۴۸: بَابُ اسْتِحْبَابِ وَصِيَّةِ اَهْلِ الْمَرِيْضِ وَمَنْ يَّخْدِمُهُ بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ وَاحْتِمَالِهِ وَالصَّبْرِ عَلٰى مَا يَشُقُّ مِنْ اَمْرِهٖ وَكَذَا الْوَصِيَّةُ بِمَنْ قَرُبَ سَبَبُ مَوْتِهٖ بِحَدٍّ اَوْ قِصَاصٍ وَنَحْوِهِمَا

## باب: بیمار کے گھر والوں اور خدام کو مریض کے اس احسان اور تکلیفوں پر اس کے صبر کرنے کی نصیحت کرنا اور اس طرح قصاص وغیرہ میں قتل والے کا حکم

وصية: مریض کو نصیحت کریں۔ بالاحسان اليه: خادم اس سے نرم گفتگو کرے مطلوبہ چیز اس کو دے اور اس کی سخت سست بات برداشت کرے۔ بحد: سے حد زنا مراد ہے۔

۹۱۳: عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلَى مِنَ الزِّنَا فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا فَقَالَ: "أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِي بِهَا" فَفَعَلَ، فَأَمَرَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۱۳: حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جہینہ قبیلہ کی ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں اس حالت میں حاضر ہوئی کہ وہ زنا سے حاملہ تھی۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں حد کی مستحق ہو چکی ہوں پس وہ مجھ پر قائم فرمائیں۔ اس پر رسول اللہؐ نے اس کے ولی کو بلا کر کہا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ جب وضع حمل ہو جائے تو میرے پاس لے آؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ نبی اکرمؐ نے اس عورت کے بارے میں حکم دیا کہ اس کے کپڑوں کو اس پر مضبوطی سے باندھ دو پھر اس کی سنگساری کا حکم دیا۔ پس اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ پھر آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی۔ (مسلم)

**عمران بن حصين رضي الله عنهما:** ان کے حالات تفصیل سے گزرے۔ **امراة:** اس کی جمع نساء آتی ہے۔ **من جهينة:** یہ ایک عرب کا قبیلہ ہے۔ مسلم میں **من غامد:** کا لفظ بھی ہے یہ جہینہ کی ایک شاخ ہے۔ **من الزنا:** یہ ابتدائیہ یا تعلیلیہ ہے۔ **اصبت حدا:** جس کا مقتضی حد ہے۔ یہ مجاز مرسل ہے۔ **اقمه علي:** اس نے اپنے نفس کو انتہائی طور پر پاک کرنا چاہا ورنہ توبہ سے تطہیر کافی تھی۔ **وليها:** اس کا قریبی رشتہ دار جو اس کی نگرانی کرے۔ **احسن اليها:** اس پر خطرہ محسوس کیا کیونکہ اقارب کو غیرت آئے گی اور عار کے ڈر سے وہ اس کو ایذاء پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ پس اس خطرے کی وجہ سے اس کے متعلق وصیت فرمائی تا کہ مزید مہربانی کریں کیونکہ لوگوں کے دلوں میں ایسی چیزوں سے نفرت ہوتی ہے۔ وہ اس کو ایذاء کن باتیں سنانے کی کوشش کریں گے۔ ان سب باتوں سے روک دیا۔ **فائتني بها:** یہ بات اس لئے فرمائی تا کہ وہ حفاظت کا اہتمام کرے اور اس سے مہلکات کا ازالہ کرے۔ **فامربها:** بچے کے اس سے بے نیاز ہو جانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔ **فشدت:** نسائی کی روایت میں **فشکت** ہے۔ کپڑے اس سے باندھ گئے تا کہ سنگ باری کے وقت اس کا جسم ننگا نہ ہو۔ **فرجمت:** نسائی میں فرجمہا۔ دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء فرمائی پھر دوسرے لوگوں نے تکمیل کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لئے امام کی اقتداء کریں۔ **ثم صلي عليها:** مسلم کی روایت میں ہے: **لقد تابت لوبة علي اهل المدينه لو سعتهم وهل وجدت افضل من ان جاء ت بنفسها الحديث:** اس سے ثابت ہوا کہ حدود پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی حد نے اس کو پاک کر دیا ہے۔ یہ روایت باب التوبہ میں گزری ہے۔

**تخریج:** اخرجه احمد (٤/١٩٩٧ ٧) و مسلم (١٦٩٦) و ابو داود (٤٤٤٠) والترمذی (١٤٣٥) والنسائی (١٩٥٦)

**الفوائد:** حدوقصاص میں قتل ہو اس کے متعلق بھی احسان کی نصیحت کرنی چاہئے۔

## ۱۲۹ :بَابُ جَوَازِ قَوْلِ الْمَرِيْضِ :اَنَا وَجِعٌ ' اَوْ شَدِيْدُ الْوَجَعِ اَوْ مَوْعُوْكٌ اَوْ "وَارَاْسَاهُ" وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَبَيَانِ اَنَّهٗ لَا كَرَاهَةَ فِيْ ذٰلِكَ اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى التَّسَخُّطِ وَاِظْهَارِ الْجَزَعِ

**بَاب:** مریض کو یہ کہنا بغیر کراہت کے جائز ہے کہ میں تکلیف میں ہوں' سخت درد یا بخار ہے' ہائے میرا سر وغیرہ بشرطیکہ یہ بے صبری اور تقدیر پر ناراضگی کے طور پر نہ ہو

**التسخط واظهار الجزع:** وجع یہ وجع سے اسم فاعل ہے۔ **شديد الوجع:** صفت کی اضافت موصوف کی طرف کی گئی ہے۔ **موعوك:** بخار میں مبتلا۔ **وا راساه:** یہ مندوب ہے۔ جس منادی کو آواز دی جائے مثلاً واعمراہ یا جس پر اظہار دکھ کیا جائے۔ **التسخط:** تکلف ناراضی کا اظہار کرنے والا نہ ہو اور جو اس سے بُغض کی بناء پر کیا وہ گویا تکلف ہے۔ **اظهار الجزع:** انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان پر جو تکلیف آئے افضل و اعلیٰ یہ ہے کہ اس پر ابتداً صبر کرے اور اس کو ظاہر نہ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز اور احکام کی تشریح کے لئے کیا۔ جیسا تراوی کا حکم ہے۔ اس کا چھوڑنا اعلیٰ ہے۔

٩١٤ :عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُوْعَكُ فَمَسِسْتُهٗ فَقُلْتُ :اِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا – فَقَالَ :اَجَلْ اِنِّيْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۱۴: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کے پاس اس حال میں حاضر ہوا کہ آپ کو بخار تھا۔ میں نے آپ کے جسم مبارک پر ہاتھ لگایا اور کہا: آپ کو سخت بخار ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں مجھے اتنا بخار ہوتا ہے۔ جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔ (بخاری' مسلم)

**يوعك:** یہ وعک سے ہے بخار آنا۔ **فمسسته:** میں نے آپ ﷺ کے جسم کو چھوا اور کہا۔ **لتوعك:** آپ ﷺ کو سخت بخار ہے۔ **اجل:** تصدیق کے لئے یہ نعم سے بہتر ہے اور استفہام میں نعم اس سے بہتر ہے۔ **كما يوعك رجلان:** یہ بلندی مرتبہ کی وجہ سے تھا۔ میں نے عرض کیا آپ ﷺ کو دو اجر ملتے ہوں گے آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! یہ تصریح دوسری روایت میں ہے یہاں درج نہیں۔ باب الصبر فی روایت گزری ہے۔

**تخريج** : اخرجه احمد (۳/۳٦۱۸) والبخاری (۵٦٤۷) و مسلم (۲۵۷۱) وابن حبان (۲۹۳۷) والدارمی (۳۱٦/۲) والبیهقی (۳۷۲/۳)

**الفوائد:** ① مریض کو مانوس کرنے کے لئے اس پر ہاتھ رکھا جائے ② مریض کو اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی تکلیف کا تذکرہ درست ہے ③ موت کی تکلیف جبلی چیز ہے ④ اس کا ازالہ انسان سے ممکن نہیں۔ تکلیف کی حالت میں آہ آہ کا چھوٹنا ممکن

نہیں۔البتہ جزع فزع نہ کرے جو صبر کے خلاف ہے اور زبان سے اللہ کا شکوہ بھی نہ کرے جس کو لوگ تقدیر سے اکتاہٹ پر تعبیر کریں۔

۹۱۵ :وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :جَآءَ نِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَعُوْدُنِیْ مِنْ وَّجَعٍ اشْتَدَّ بِیْ ' فَقُلْتُ :بَلَغَ بِیْ مَا تَرٰی ' وَاَنَا ذُوْ مَالٍ ' وَلَا یَرِثُنِیْ اِلَّا ابْنَتِیْ ' وَذَکَرَ الْحَدِیْثَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

**۹۱۵:** حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔رسول اللہ ﷺ آپ میرے پاس سخت درد کے موقع پر میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔میں نے کہا درد اس حد تک پہنچ گیا ہے۔جو آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں اور میں مالدار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے۔پھر حدیث بیان کی۔(بخاری،مسلم)

**سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰه عنه:** باب الاخلاص میں حالات گزرے ملاحظہ کر لئے جائیں۔**وجع اشتدبی:** ابواب ہجرت میں وضاحت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر مکہ میں یہ معاملہ پیش آیا۔**بلغ بی ما تری:** ما یہ بلغ کا فاعل بن سکتا ہے مفعول کو حذف مانیں گے۔(۲)بلغ کا مفعول ہو تو فاعل ضمیر ہوگی۔**ذو مال:** صاحب کی بنسبت ذو کی اضافت زیادہ شاندار ہے۔**ابنتی:** شاید اس سے ان کی بیٹی عائشہ مراد ہیں۔جن کا تذکرہ بخاری باب المرضیٰ میں موجود ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضی اللہ عنہ کو ان کے اقرار پر قائم رکھا اگر اس میں غلطی ہوتی تو آپ ﷺ نشاندہی فرماتے۔جب کہ ان کے ساتھی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کیا۔آپ ﷺ نے خود گواہی سے انکار فرمایا۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (٥٦٦٨) و مسلم (١٦٢٨)

**الفرائد** :① بیماری کی تکلیف بیان کرنا درست ہے ② خواہ طبیب کو بتائے یا دوستوں کو ③ میری تکلیف وہاں تک پہنچی جو آپ کے سامنے ہے۔

۹۱۶ :وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ :قَالَتْ عَآئِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا :وَارَاْسَاهُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ "بَلْ اَنَا وَارَاْسَاهُ" وَذَکَرَ الْحَدِیْثَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

**۹۱۶:** قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔"ہائے!میرے سر کا درد۔"اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ میں کہتا ہوں۔"ہائے!میرے سر کا درد۔"اور حدیث ذکر کی ہے۔(بخاری)

**قاسم بن محمد:** یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔قریش کی شاخ بنو تیم سے ہیں۔یہ مدینہ کے بڑے فقہاء سے تھے۔ایوب کہتے ہیں اس سے بڑا افاضل میں نے نہیں دیکھا۔یہ کبار تابعین سے ہیں۔ان کی وفات ۱۰۶ھ میں ہوئی۔ان سے اصحاب ستہ نے روایت لی ہے۔فقہاء سبعہ یہ ہیں:(۱)عبیداللہ (۲)خارجہ (۳)عروہ (۴)ابوبکر (۵)سعید (۶)سالم (۷)سلیمان۔روایت کے الفاظ ترجمہ کے عین مطابق ہیں۔

تخریج : اخرجه احمد (۱۰/۲۵۹٦٦) والبخاری (٥٦٦٦) وابن ماجه (۱٤٦٥)

الفرائد: ① عورت کی فطرت میں غیرت ہے ② تذکرہ درد شکوہ نہیں ③ کتنے خاموش دل سے ناراض اور کتنے زبان سے ظاہر کرنے والے دل سے راضی ہیں۔

## ۱۵۰ :بَابُ تَلْقِيْنِ الْمُحْتَضَرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

## بَاب: فوت ہونے والے کو لَا اِلٰهَ کی تلقین کرنا

المحتضر: قریب المرگ۔ لا الہ الا اللّٰہ: تاکہ اس کا یہ آخری کلام ہو اور وہ اس وعدہ حق سے کامیابی پائے۔ استحباب کے لئے روایات کی تصریح کافی ہے۔

۹۱۷ :عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ :صَحِيْحُ الْاَسْنَادِ۔

۹۱۷: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا آخری کلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ابوداؤد و حاکم)

یہ صحیح سند کی حامل ہے۔

اَلنَّحْو: كان آخر كلامه: یہ خبر مقدم ہے اور لا الہ یہ اسم مؤخر ہے۔ لفظ لا الہ مراد ہے۔ پس کلمہ بن کر اسم بن گیا۔ دخل الجنة: سزا کے بعد اگر عذاب دیا گیا۔ اس میں لا الہ کہنے والے کی اسلام پر موت کی گواہی ہے۔ اس میں ممکن ہے کہ ابتداء اور اس کو خلد ہو اور ابویعلیٰ کی آئندہ روایت اس کی موعد ہے۔ قاضی عیاض نے اسی کو پختہ کہا ہے۔ طبرانی نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہے کہ من كان آخر كلامه عند الموت لا اله الا الله وحده لا شريك له هدمت ما كان قبلها من الذنوب والخطايا: صحابی راوی مذکور نہیں۔

تخریج : اخرجه احمد (۸/۲۲۰۹٥۰) وابو داود (۳۱۱٦) والحاکم (۱/۱۲۹۹)

الفرائد: جس کا آخری کلام الا اللہ ہو اس کی فضیلت ذکر کی گئی ہے کہ وہ جنتی ہے خواہ اس کو کتنی تکلیف پہنچی ہو۔

۹۱۸ :وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۱۸: حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مرنے والے کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کرو۔ (مسلم)

موتاكم: قریب المرگ۔ مجازاً موتا فرمایا گیا۔ (۲) یہ اموات کے حکم میں ہو چکے (تورپشتی) اور اقرء وا علی موتاکم یس: کو اسی پر محمول کیا ہے اور دوسرے مفہوم کے مطابق موت کے بعد گھر اور مدفن پر لا الہ الا اللہ۔ بعض نے لفظ کو اپنے حقیقی

معنی میں رکھ کر موت کے بعد تلقین کا جواز لکھا ہے۔ حافظ عراقی نے لقنوا موتاکم: کے بارے میں لکھا کہ آیا اس سے قریب المرگ مراد ہے جو کہ مجاز ہے یا حقیقی میت مراد ہے تو تلقین بعد میں ہوگی۔ ابن حبان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "من کان آخر کلامه لا الٰه الا الله دخل الجنة": یہ روایت پہلے قول کی تائید کرتی ہے۔ شوافع کے ہاں مختار مسلک تلقین میت بعد الموت ہے۔ اس کو سخاوی ابن عربی اور دیگر ائمہ شوافع نے پسند کیا۔ مالکیہ کا رجحان اسی کی طرف معلوم ہوتا ہے مگر احناف اور حنابلہ کے ہاں یہ صریح روایت قرینہ صارفہ ہے جو حقیقت سے مجاز کی طرف پھیرنے والا ہے (اور یہ زیادہ پختہ ہے) واللہ اعلم۔ ابن حبان میں کلامہ عند الموت کے لفظ صراحت وارد ہیں۔

**تخریج** ۞ مسلم۔

**الفرائد:** ① قریب المرگ کو خبردار کرنے کے لئے اس کے پاس لا الٰہ الا اللہ کہا جائے گا تا کہ وہ آخر کلام لا الٰہ اللہ والوں میں شامل ہو جائے۔ ② ایک مرتبہ کہنا کافی ہے۔ ③ قریب المرگ کے پاس تلقین اور آنکھیں بلند کرنے کے لئے ٹھہرنا چاہئے تا کہ مسلمان کے حق کی ادائیگی ہو۔

## ۱۵۱: بَابُ مَا يَقُوْلُهُ عِنْدَ تَغْمِيْضِ الْمَيِّتِ

## بَابٌ: مرنے والے کی آنکھیں بند کرتے وقت کیا کہے؟

۹۱۹: وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی اَبِیْ سَلَمَةَ وَقَدْ شُقَّ بَصَرُهٗ فَاَغْمَضَهٗ ثُمَّ قَالَ: "اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ" فَضَجَّ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ: لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ، فَاِنَّ الْمَلَآئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ" ثُمَّ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِی الْمَهْدِيِّيْنَ، وَاخْلُفْهُ فِیْ عَقِبِهٖ فِی الْغَابِرِيْنَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ، وَافْسَحْ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۱۹: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو سلمہ کے پاس تشریف لائے۔ جبکہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں کو بند کر دیا۔ پھر فرمایا: "جب روح قبض کی جاتی ہے۔ تو نگاہ اس کا پیچھا کرتی ہے۔" پس ان کے گھر والوں میں سے کچھ لوگ زور سے رونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے نفسوں کے بارے میں خیر کی دعا کرو۔ بے شک فرشتے جو کچھ تم کہتے ہو اس پر آمین کہتے ہیں۔" پھر فرمایا: "اے اللہ! ابی سلمہ کو بخش دے اور ہدایت والوں میں اس کا درجہ بلند فرما اور پسماندگان میں اس کے پیچھے خلیفہ بن جا اور اے رب العالمین ہمیں اور ان کو بخش دے اور ان کی قبر کو وسیع فرما اور ان کی قبر میں روشنی فرما۔ (مسلم)

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ: ان کا نام عبد اللہ بن عبد الاسد المخزومی ہے۔ یہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ وقد شق بصرہ: نظر کا

پتھرا جانا۔ ابن سکیت کہتے ہیں یہ کہنا درست ہے:شق بصر المیت و لا یقال شق المیت بصرہ: کہنا درست نہیں سکر دوسروں نے دونوں کو درست قرار دیا ہے۔فاغمضہ: تا کہ اس کے منظر کو برا خیال نہ کریں۔قبض تبعہ البصر :جب روح جسم سے پرواز کرتی ہے تو نگاہ اسے دیکھنے کے لئے کدھر جاتی ہے اس کا پیچھا کرتی ہے۔ابن حجر کہتے ہیں اس مقام پر اشکال یہ ہے کہ نگاہ تو اس وقت دیکھتی ہے جب تک روح جسم میں رہتی ہے۔جب اس سے معطل ہو جاتی ہے تو حس و نگاہ سب معطل ہو جاتے ہیں۔ مجھ اس کا جواب یہ سمجھ آیا کہ جسم کے اکثر حصہ سے روح جب نکل چکتی ہے اور ابھی سر اور آنکھوں میں باقی ہوتی ہے جب منہ سے نکلی اور باقی نہیں نکلتی تو نگاہ نکلنے والی مقدار کو دیکھتی ہے۔پس اذا قبض کا معنی ''جب قبض ہونا شروع ہوتی ہے'' اور ابھی تک مکمل طور پر نکلی نہیں ہوتی (۲) بہت سے علماء نے ذکر کیا کہ روح کا جسم سے اتصال ہے اور اگر اس سے نکل جاتی ہے تو وہ دیکھتی اور سنتی اور سلام کا جواب دیتی ہے۔ پس یہ روایت اس کی قوی دلیل ہوگی۔مگر دونوں باتوں میں قسم ہے: (۱) پہلا معنی مجازی ہے اور (۲) دوسرے میں حاسہ بصر کا ادراک خروج روح کے بعد ماننا پڑتا ہے اور کلام بھی اسی سلسلہ میں ہو رہی ہے۔ابن حجر ہیثمی نے ایک جواب نقل کیا۔تبعہ البصر :سے مراد یہ ہو کہ قوت باصرہ خروج روح کے بعد ختم ہوتی ہے۔ اس وقت آنکھ جم جاتی ہے اور اس کا منظر بھدا معلوم ہوتا ہے: (۲) خروج روح کے بعد حاسہ بصرہ میں حرارت غریزی کی جھلک باقی ہو جس سے وہ روح کی طرف دیکھتا ہو کہ وہ کہاں اور اس میں کوئی استبعاد نہیں کیونکہ اس وقت کی حرکت حرکت مذبوحی کے مشابہہ ہے اور وہ حرکت کچھ دیر طاری رہے اس کے ساتھ ساتھ کہ اس پر مردوں کے تمام احکام بھی لاگو ہوں (شرح المنہاج) پہلی وجہ زیادہ بہتر ہے تورپشتی نے بھی یہی بات کہی ہے(شرح المصابیح)اور آنکھیں بند کرنے دینے کی ایک اور وجہ ذکر کی کہ اسی وجہ سے اس کی آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں کہ روح کے چلے جانے سے ان کے کھلنے کا فائدہ جاتا رہا۔(۲) جو آدمی قریب المرگ ہو وہ اپنی روح کی طرف پھٹی نظروں سے دیکھتا ہے اس سے اپنی نگاہ نہیں ہٹاتا یہاں تک کہ بقیہ قوت مضمحل نہ ہو جائے۔اس روح انسانی کے جسم سے جدا ہونے کے بعد جس روح سے ادراک وتمیز حاصل ہوتی ہے۔اس سے وہ روح حیوانی مراد نہیں جس سے حس وحرکت ہوتی ہے اور قدرت باری تعالیٰ کے لئے کوئی بعید نہیں کہ وہ اس وقت اس پردے کو ہٹا دے جس سے وہ اس چیز کو دیکھے جس کو وہ پہلے نہ دیکھ پاتا تھا۔حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں یہ وجہ ظاہر کی گئی ہے۔مسلم شریف میں وارد ہے:''الم تروا ان الانسان اذا مات شخص بصرہ قال بلی؟ قال فذلك حین یتبع بصرہ نفسہ''۔ فضج :اس بات کو سن کر ڈر کی وجہ سے ان کے گھر والوں کے منہ زور سے رونے کی آواز اور ساتھ ہی اپنے متعلق بد دعا کے کلمات نکلے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:لا تدعوا علی انفسکم :اس طرح مت کہو و یلی' الویل وغیرہ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے اگر میت کے متعلق وہ باتیں کہو گے جو اس کو پسند نہ تھیں تو اس کا گناہ تم پر لوٹے گا۔مگر پہلا معنی درست ہے کیونکہ اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:فان الملائکۃ :(جو موجود ہوتے ہیں)یومنون :قبولیت کے لئے آمین کہتے ہیں اور ان کی دعا مقبول ہے۔کیونکہ وہ قرب کے اعلیٰ مراتب میں ہیں۔پس وہ بات کہو جس کے مقبول ہونے کو پسند کرتے ہو۔ثم قال اللھم اغفر: پھر آپ ﷺ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی۔دعا کی شاندار ترتیب ہے کہ اول مغفرت سے صفائی ہو اور پھر درجات بلند سے مرتبہ مل جائے اور ان لوگوں میں مرتبہ ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں سبقت عنایت فرمائی اور سطر الانام کی طرف ہجرت کی ہمت دی۔فی المھدیین: کا ظرف محل حال میں واقع ہے۔ای ارفع درجتہ حال کونہ منغمراً

فی عداد المهديين المشرفين بالاهتداء: یعنی ان ہدایت والوں میں ان کو شمار فرما جن کو تیری طرف سے دی جانے والی ہدایت سے مشرف کیا گیا ہے۔ واخلفه فی عقبه: ان کی بقیہ اولاد میں بہتر خلیفہ عنایت فرمایا۔
النحو: یہ ماقبل سے حال بھی بن سکتا ہے۔ واغفرلنا: یہ مقام ربوبیت کے سامنے اظہار خضوع ہے۔ (۲) علو مرتبہ سے یہ مجاز ہے۔ لازم کو ذکر کر کے ملزوم مراد لیا۔ یا رب العالمین: صفات باری تعالیٰ میں سے موقعہ کے مناسب صفت ذکر فرمائی کہ تو عالم کا موجد اور ان کے امور کا مالک و مصلح ہے اور اس سے یہ چیز طلب کی جاسکتی ہے۔ العالمین: یہ اسم جمع ہے عالم کی جمع نہیں۔ اس سے انسان، جن، ملک مراد ہیں البتہ عالم ماسوی اللہ سبھی کو شامل ہے اور جمع اپنے مفرد سے اخص نہیں ہوئی۔ بعض نے اس کو جمع قرار دیا اور کہا کہ مراد عموم ہے۔ عقلاء کو شرف کی وجہ سے غلبہ دیا گیا ہے۔ وافسح: تو وسعت عنایت فرما۔ وسعت عنایت فرمایہ فسحت لہ: جگہ کو وسیع کرنا (المصباح) نور له فیه: عظیم نور عنایت فرما۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۴/۱۰۹۹۳) و مسلم (۹۱۶) و ابو داود (۳۱۱۷) والترمذی (۹۷۸) والنسائی (۱۸۲۵) وابن ماجه (۱۴۴۵) وابن حبان (۳۰۰۳) وابن ابی شیبة (۳/۲۳۸) والبیهقی (۳/۳۸۳)

**الفوائد**: ① موت کے وقت میت کے لئے دعاء مستحب ہے اسی طرح اس کے اہل وعیال کے لئے جو امور دنیا و آخرت سے متعلق ہوں ② موت فنا نہیں بلکہ انتقال ہے۔ ③ محتضر کے پاس بددعا نہ کرے فرشتے آمین کہہ رہے ہوتے ہیں۔

## ۱۵۲: بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ الْمَيِّتِ وَمَا يَقُوْلُهُ مَنْ مَّاتَ لَهٗ مَيِّتٌ

## باب: میت کے پاس کیا کہا جائے اور میت کے گھر والا کیا کہے؟

ما یقال: میت کے پاس ہر آنے والا کیا کہے اور جن کے ہاں میت ہو جائے وہ کیا کہے۔

۹۲۰: عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ اَوِ الْمَيِّتَ فَقُوْلُوْا خَيْرًا فَاِنَّ الْمَلَآئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ قَالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اَبَا سَلَمَةَ قَدْ مَاتَ، قَالَ: "قُوْلِيْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلَهٗ وَاَعْقِبْنِيْ مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً" فَقُلْتُ، فَاَعْقَبَنِيَ اللّٰهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لِّيْ مِنْهُ: مُحَمَّدًا ﷺ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا: "اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ اَوِ الْمَيِّتَ" عَلَى الشَّكِّ، وَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَغَيْرُهٗ. "الْمَيِّتَ" بِلَاشَكٍّ۔

۹۲۰: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم بیمار یا میت کے پاس جاؤ تو اچھی بات کہو کیونکہ فرشتے جو تم کہتے ہو اس پر آمین کہتے ہیں۔ ام سلمہ کہتی ہیں۔ جب ابو سلمہ فوت ہوئے تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ابو سلمہ فوت ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یوں دعا کیا کروں: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ کہ اے اللہ مجھے بھی بخش اور اس کو بھی بخش اور مجھے اس سے بہتر بدل

عنایت فرما۔ میں یہ کلمات پڑھتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بدل محمد ﷺ عنایت فرما دیئے۔ (مسلم)
مسلم نے اس کو اس طرح روایت کیا ہے جب تم مریض یا میت کے پاس جاؤ۔ شک کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا اور ابوداؤد نے شک کے الفاظ کے بغیر روایت کی ہے۔

''المیت'': بلاشک۔

المریض: سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قریب المرگ مراد ہے۔ او: راوی کو شک ہے کہ المیت کا لفظ فرمایا یا المریض کا۔ میت وہ ہے جس کے جسم سے روح جدا ہو جائے۔ فتح الدلہ میں حافظ نے کہا کہ اس سے مراد پہلا ہے۔ اس کی دلیل دوسری روایت میں ہے: لقنوا موتاکم: یہ مجاز ہے۔ فقولوا خیر: لا الٰہ الا اللہ کہو اور میت کو دعا دو یا اس سے دعا کے لئے کہو جیسا باب العیادت میں گزرا۔ فان الملائکۃ: وہ ملائکہ جو ایمان کے لئے استغفار پر مقرر ہیں وہ ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں یا جو تم دعائیں کرتے ہو ان پر دعا کرتے ہیں۔ فلمامات ابو سلمہ: یہ ۳ھ کی بات ہے۔ باقی ابن عبداللہ کا یہ قول کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ۲ھ میں شادی کی۔ اس کو ابومحمد عبداللہ بن علی نے وہم شفیع قرار دیا اور کہا کہ ابوسلمہ احد میں حاضر ہوئے اور یہ ۳ھ کا واقعہ ہے۔ اسی میں زخمی ہوئے ان کے زخم مندمل ہو کر پھر پھوٹ پڑے جن کی وجہ سے ۴ھ جمادی کے تین دن باقی تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اس کو استیعاب میں ابن عبدالبر نے ذکر کیا (المفہم للقرطبی)
قدمات: ام سلمہ رضی اللہ عنہا بلا اتصال وانفصال ان کی موت کی اطلاع دی اور اللھم اغفرلی: اس سے معلوم ہوا دعا میں اپنے سے ابتداء کرنی چاہئے۔ واعقبنی: اس کا بدلہ عنایت فرما جو بہتر بدل ہو۔ میں نے آپ کی بات پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے من ھو خیر لی منہ: ان سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم عنایت فرما دیئے۔

فرق روایت: مسلم نے او کے ساتھ نقل کی ہے خواہ دونوں لفظوں میں تعیین کا شک ہو یا میت کا مجازی معنی مراد ہو قریب المرگ پھر او تنویع کے لئے ہے (کذا قال الحافظ)

**تخریج**: اخرجه احمد (٦/٢٦٦، ٢٦٠/١٠) و مسلم (٩٢٠) و ابو داود (٣١١٨) و ابن ماجه (١٤٥٤) والبيهقي (٦٣/٤)

**الفوائد**: مسلمان تکلیف کے وقت عمدہ عوض کی دعا کرتا ہے۔

٩٢١ : وَعَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ : اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ : اَللّٰهُمَّ اَوْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا : اِلَّا اٰجَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مُصِيْبَتِهٖ وَاَخْلَفَ لَهٗ خَيْرًا مِّنْهَا قَالَتْ : فَلَمَّا تُوُفِّيَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ كَمَا اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ خَيْرًا مِّنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۲۱: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یوں کہے: اِنَّا لِلّٰہِ..... کہ بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ میری مصیبت میں مجھے اجر دے اور اس سے بہتر بدل میری مصیبت میں مجھے عنایت فرما۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی

مصیبت میں اجر دیتے ہیں اور اس سے بہتر بدل عنایت فرماتے ہیں۔ اُم سلمہ کہتی ہیں جب ابو سلمہ کی وفات ہوئی۔ تو میں نے اسی طرح کہا۔ جیسا رسول اللہ ﷺ نے کہا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بدل رسول اللہ ﷺ عنایت فرمادیئے۔ (مسلم)

**ما من عبد تصیبه مصیبة:** مِن زائد جو تاکید کے لئے لایا گیا ہے عبد سے مسلم مراد ہے جیسا مشکات میں صراحت ہے۔ مصیبت میں چھوٹی بڑی سب شامل ہے کیونکہ نفی میں عموم کے لئے مفید ہے۔ **فیقول:** دوسری روایت "**ما امر الله به**": کے الفاظ زائد ہیں۔ اس سے کہنے والے کی مدح کی طرف اشارہ فرمایا۔ **انا:** سے ہماری ذات اور جو ہماری طرف منسوب ہو مراد ہے۔ **ﷲ:** ہم خلق و ملک و تصرف میں اسی کے تابع وہ جیسے چاہے تصرف کرنے والا ہے۔ **الیه راجعون:** مصائب میں ہم پر صبر لازم ہے۔ اس آیت کے حقائق کو سامنے رکھا جائے تاکہ مصیبت کو سہنے میں آسانی ہو۔ فقط زبان سے دہرانے کا فائدہ نہیں۔ اس میں تدبر سے فائدہ میسر ہوگا۔ یہ کمال صبر رضا پر آمادہ کرنے کی کامل دعا ہے۔ **اللهم:** یہ دعا بھی منجملہ ان میں ہے جن پر اگلا اجر میسر ہوگا۔ **اوجرنی:** اس کا معنی مجھے اجر عنایت فرما۔ ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں ہمزہ سے بھی اور اس کے بغیر بھی آتا ہے۔ **فی مصیبتی:** یہ فی سببیہ ہے۔ مصیبت انسان پر اترنے والی ہر تکلیف دہ چیز کو کہا جاتا ہے یعنی مجھے تکلیف سے متصل اجر و ثواب عنایت فرما۔ **واخلف لی:** اجر یہ ثواب کے معنی میں آتا ہے جیسے کہتے ہیں آجرہ اللہ۔ یہ مد سے بھی آتا ہے۔ **اخلف لی خیرًا منها:** کیونکہ اس نے قضاء و قدر کے فیصلے کو مان لیا اور جو کچھ اس کی طرف سے آیا اس پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ صابر کے اجر کو ضائع نہیں فرماتے نیکی والے کو اس سے بہتر ملے گا۔ **فلما توفی:** ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ابو سلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ یہ سب سے پہلا خاندان ہے جس نے آپ کی طرف ہجرت کی پھر میں نے ارشاد کے مطابق یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بہتر آپ ﷺ کی ذات عنایت فرمادی۔

**النحو:** رسول اللہ: یہ عطف بیان یا اخلف کے مفعول کا بدل ہے۔

**تخریج:** اخرجه مسلم (۱۹۱۸)

**الفرائد:** ① مصیبت کے وقت صبر کے لئے بہترین دعا ہے جو اس دعا کو کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بہترین بدلہ عنایت فرماتے ہیں جیسا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو زوجیت رسول اللہ ﷺ مل گئی۔

۹۲۲: وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِمَلَائِکَتِہٖ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَیَقُوْلُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِہٖ؟ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ۔ فَیَقُوْلُ: فَمَا ذَا قَالَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ، فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی: ابْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَابْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَسَمُّوْہُ بَیْتَ الْحَمْدِ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۹۲۲: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی بندے کا بیٹا فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں۔ تم نے میرے بندے کے بیٹے کو قبض کیا۔ تو وہ کہتے ہیں۔ جی

ہاں! پھر اللہ فرماتے ہیں۔ تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کیا۔ وہ کہتے ہیں۔ جی ہاں! اللہ فرماتے ہیں میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں تیری تعریف کی اور اِنَّا لِلّٰہِ کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کے لئے ایک گھر بناؤ جنت میں اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھ دو۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**ولد العبد**: شرعاً تو مکلف کو کہا جاتا ہے خواہ آزاد ہو یا غلام اور عموم چھوٹے بڑے سب کو شامل ہے۔ **قبضة**: یہاں ہمزہ استفہام تقریری کا محذوف ہے تاکہ خبر کی اہمیت ہو۔ ولد کا لفظ واؤ لام کے فتحہ اور واؤ کے ضمہ اور لام کے سکون سے استعمال ہوتا ہے۔ عبدی میں نسبت تشریفی ہے تاکہ مصیبت پر صبر کرنے کی وجہ سے اس کے دل پر مرہم لگ جائے۔ **فیقول قبضتم**: بندے کے عظیم صبر پر فرشتوں کو خبردار کرنے کے لئے۔ **ثمرة فواده**: نسبت کیونکہ دل وہ لطیف مرکز ہے جو اللہ تعالیٰ نے قالب انسانی میں رکھا ہے۔ جو ان کمالات وعلوم کا ادراک کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پیدا کئے اور ان سے مشرف فرمایا۔ لڑکے کی طرف یہ لطیفہ قلب بہت مائل تھا اس وجہ سے اسے ثمرہ اور مقصود قلب کہہ دیا۔ اس جملے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ مصیبت بھی بہت بڑی اور اس پر صبر بھی بہت بڑے اجر کا باعث ہے۔ **فیقولون نعم**: بندے نے مقام صبر سے ترقی کر کے مقام رضا پر فائز ہو کر الحمد للہ کہا ہے اور انا للہ بھی کہا ہے۔ **فیقول اللّٰہ**: یہ فا تفریعیہ ہے۔ اس سے اشارہ کیا کہ یہ ایک طرف اگر مصیبت ہے تو دوسری طرف سے عطیہ ہے جس پر اس نے حمد کی ہے۔ پس حمد کرنے کے بالمقابل اس مکان کا نام بیت الحمد رکھنا مناسب ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۷/۱۹۷٤٦) والترمذی (۱۰۲۳) والطیالسی (۵۰۸) وابن حبان (۲۹٤۹)

**الفوائد**: اس میں حمد واسترجاع کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ جنت میں اس کو حمد کا ایک محل ملے گا۔ یہ محل حمد کی وجہ سے ملا ہے۔

۹۲۳ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی مَا لِعَبْدِی الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَآءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

**۹۲۳**: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے اس بندے کے لئے میرے ہاں یہی بدلہ ہے جس کی میں دنیا کی سب سے زیادہ پسندیدہ چیز لے لوں۔ پھر وہ اس پر ثواب کی نیت کرے کہ میں اس کو جنت دوں۔ (بخاری)

**عندی**: یہ جزاء کا ظرف ہے۔ وہ مبتداء ہے اور اس کی خبر ماقبل مجرور ہے اور عندیت سے شرف مرتبہ مراد ہے نہ مکان۔ **اذا قبضت**: یہ ظرفیہ جملہ ہے (۲) ممکن ہے کہ شرط کا معنی پایا جائے اور جزاء محذوف ہو۔ **الصفی**: خالص محبت والا۔ اَلنَّجِیُّ یہ فعیل بمعنی فاعل یا مفعول ہے۔

**من اهل الدنیا**: یہ حال ہے جو بیان واقع کے لئے لائے ہیں۔ **ثم احتسبه**: اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کا امیدوار ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ذخیرہ کرنے والا ہو اور یہ اس کے مزید تسلیم وصبر کی خبر دی گئی ہے۔

**الا الجنة**: یہ مستثنیٰ ہو تو منصوب ہے اور اگر مبتداء سے بدل ہو تو مرفوع ہے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (٦٤٢٤)

**الفرائد** : ① صفی بیٹا بھی ہوسکتا ہے اور دوسرا بھی ② ثواب کو اس بات پر مرتب کیا کہ ثواب کے یقین پر اس کی موت آئی ③ مرنے والا بیٹا جنت کے ہر دروازے پر ملے گا۔

٩٢٤ : وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَرْسَلَتْ إِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَيْهِ تَدْعُوْهُ وَتُخْبِرُهُ أَنَّ صَبِيًّا لَهَا – أَوِ ابْنًا – فِي الْمَوْتِ فَقَالَ لِلرَّسُوْلِ : ارْجِعْ إِلَيْهَا فَأَخْبِرْهَا أَنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى فَمُرْهَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ" وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۲۴: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹیوں میں سے ایک نے پیغام بھیج کر بلوایا اور آپ کو اطلاع دی کہ ان کا بچہ یا بیٹا فوت کی حالت میں ہے۔ آپ ﷺ نے پیغام لانے والے کو فرمایا: تم اس کے پاس واپس جاؤ اور ان کو یوں کہو: " أَنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى ... الاسمہ کہ بے شک اللہ ہی کے لئے ہے جو اس نے لیا اور اسی کے لئے ہے جو اس نے دیا۔ ہر ایک چیز کا اسی کے ہاں ایک وقت مقررہ ہے پھر اس کو یہ بھی کہہ دو کہ وہ صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے اور پوری روایت ذکر کی۔ (بخاری و مسلم)

احدی بنات: ابن ابی شیبہ کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ صبیا او ابنا: یہ امامہ بنت ابی العاص تھیں۔ مگر اس پر اشکال یہ ہے صبی کا اطلاق اس پر کیسے۔ راجح بات یہ ہے کہ دونوں بیٹے بیٹی میں سے ایک بیمار تھا۔ بیٹے کا نام علی تھا اور حدیث میں انہی کی طرف اشارہ ہے اور دوسری بیٹی تھی اور مراد نہیں کیونکہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد یہی دو بچے تھے۔ پھر امامہ سے تفسیر اس کے منافی نہیں کیونکہ امامہ تو زندہ رہیں اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا کیونکہ روایت میں فی الموت: سے قریب الموت مراد ہے۔ ان للّٰہ ما اخذ: یہ دعا اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿انا للّٰہ﴾ سے ماخوذ ہے۔ کل شیء: اجل و رزق میں سے ہر چیز جو وہ لے اور باقی رکھے وہ اس کی مرضی پر ہے۔ عندہ: علم کے اعتبار سے پاس ہونا مراد ہے۔ یا ملائکہ کے پاس ہونا مراد ہے کیونکہ جو فرشتوں کے پاس ہے بطور شرف اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا جیسا اس ارشاد میں: "واللّٰہ یدعوا الی دار السلام": یعنی اللہ تعالیٰ کے اولیاء جنت کی طرف دعوت دیتے ہیں تو ان کی دعوت کو بطور شرف اپنی دعوت قرار دیا جیسا بیضاوی نے کہا۔ باجل مسمی: وقت مقرر ہے جو نہ آگے ہوسکتا ہے نہ پیچھے پس بے جا گھبراہٹ کا کوئی فائدہ نہیں اسی وجہ سے فرمایا۔ فلتصبر: گھبراہٹ کی کسی نوع کا اظہار کئے بغیر اسے اس کی گمشدگی پر ثواب کی امید سے صبر کرنا چاہئے۔ ولتحتسب: اس کے گم ہوجانے کا ثواب ذخیرہ بنائے اور اس پر صبر کرے۔ یہ شخص کا اعتبار کر کے تذکیر اور سیاق سے اور سیاق کے لحاظ سے مونث ہے۔ اس میں مصیبت کے وقت صبر کی وصیت کی گئی ہے تاکہ آدمی اس کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھے۔ باب الصبر میں روایت گزری۔

**تخریج** : فی اول کتاب الصبر کے تحت گزر چکی۔

الفرائد: ایضاً۔

## ۱۵۳: بَابُ جَوَازِ الْبُكَآءِ عَلَى الْمَيِّتِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَّلَا نِيَاحَةٍ

## باب: میّت پر رونے کا جواز مگر اس میں نوحہ و بین نہ ہو

اَمَّا النِّيَاحَةُ حَرَامٌ وَسَيَاتِي فِيهَا بَابٌ فِي كِتَابِ النَّهْيِ ' اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى – وَاَمَّا الْبُكَآءُ فَجَآءَتْ اَحَادِيْثُ بِالنَّهْيِ عَنْهُ وَاَنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَآءِ اَهْلِهِ ' وَهِيَ مُتَاَوَّلَةٌ اَوْ مَحْمُوْلَةٌ عَلٰى مَنْ اَوْصٰى بِهِ ' وَالنَّهْيُ اِنَّمَا هُوَ عَنِ الْبُكَآءِ الَّذِيْ فِيْهِ نَدْبٌ اَوْ نِيَاحَةٌ وَالدَّلِيْلُ عَلٰى جَوَازِ الْبُكَآءِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَّلَا نِيَاحَةٍ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا:

امام نووی فرماتے ہیں کہ نوحہ حرام ہے۔ کتاب النہی میں باب آئے گا ان شاء اللہ۔ رونے کی ممانعت میں احادیث وارد ہیں اور میت کو اس پر رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ ایسی روایت کی تاویل کی گئی ہے اور ان کو میّت کی پسندیدگی پر محمول کیا۔ واقعتہً ممانعت اس رونے کے متعلق ہے جس میں بین یا نوحہ ہو اور رونے کا جواز ان دونوں باتوں سے خالی ہونے کی صورت میں ہے۔ اس پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

**النیاحۃ:** نوحہ حرام ہے۔ جیسا باب النہی میں آئے گا۔ رونا درست ہے اور گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہے۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ جب اس نے وصیت کی ہو یا وہ زندگی میں اس پر راضی تھا۔ یہ وہ رونا ہے جس میں ندبہ اور نوحہ ہو۔ اس کے علاوہ رونا درست ہے۔ **ندب:** میت کے محاسن کو شمار کرنا۔ **نیاحۃ:** محاسن میت کے وقت آواز کو بلند کرنا۔ رونے میں بھی زیادہ چیخنا درست نہیں (فتح الدلہ) **ان المیت یعذب:** اس کے متعلق باب النہی میں یہ روایت بھی لائے ہیں: "**المیت یعذب فی قبرہ بما نیح علیہ**": اسی طرح نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر بے ہوشی طاری ہوئی تو ان کی بہن رو رو کر کہنے لگی: **واجبلاہ واکذا**: جب ان کو افاقہ ہوا تو انہوں نے بہن کو مخاطب کر کے کہا جب تم نے واجبلاہ وغیرہ کہا تو مجھے ہر دفعہ پوچھا گیا تو اس طرح ہے؟ جب ان کی شہادت ہوئی پھر ان کی بہن ان پر نہ روئی (بخاری) ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا مکہ میں انتقال ہوا۔ ہم بھی گئے وہاں ابن عمرؓ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عمرو بن عثمان کو کہا تم رونے سے کیوں منع نہیں کرتے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان المیت لیعذب فی قبرہ ببکاہ اھلہ**: چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے جب عمر رضی اللہ عنہ کو زخم پہنچا تو صہیب رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے **وا اخاہ**: عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کیا تم مجھ پر روتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ**": ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جب عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو میں نے یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ذکر کی تو وہ کہنے لگیں۔ **رحم اللہ عمر واللہ ما حدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیعذب المؤمن ببکاہ اھلہ علیہ**: بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان اللہ لیزید الکافر عذابا ببکاء اھلہ**

علیہ: اور پھر کہنے لگیں تمہارے لئے قرآن مجید کافی ہے۔ ﴿ولا تزر وازرة وزر اخرى﴾: یہ بات سن کر ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک بات بھی نہیں کہی (متفق علیہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ان المیت یعذب لا بحدیث: ذکر کیا گیا کہ وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہتے ہیں تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن کی مغفرت کرے اس نے تو جھوٹ نہیں بولا مگر وہ بھول گئے یا ان کو غلطی لگی۔ واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک یہودیہ کے پاس سے ہوا جس پر وہ لوگ رو رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا: "انهم لیبکون علیها وانها لتعذب في قبرها"۔ (بخاری، مسلم) اور ایک روایت میں ہے: "انه لیعذب بخطیئته او بذنبه وان اهله لیبکون علیه الان"۔ اس کو گناہوں اور غلطیوں سے عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر ابھی رو رہے ہیں۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ما من میت یموت فیقوم باکیهم فیقول واجبلاه واسیداه ونحو ذلك الا وكل الله به ملكين يلهز انه اهكذا انت؟" (ترمذی) لهز: یعنی یہ دونوں ہاتھوں سے ضرب لگانا۔ ابن جریر نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ عذاب دینے سے مراد وہ رقت ہے جو ان کی بکاء سن کر اس پر طاری ہوتی ہے۔ قاضی عیاض نے اس کو بہتر قول کہا اور دلیل میں یہ روایت پیش کی۔ ان النبي صلي الله عليه وسلم زجر امراة علي البكاء علي ابنها وقال ان احدكم اذا بكي استعبر له صو يحبه فيا عباد الله لا تعذبوا اخوانكم"۔ یا جس طرح عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "ان الكافر او غيره من اصحاب الذنوب يعذب في حال بكاء اهله عليه بذنبه لا ببكائهم او بانهم كانوا ينوحون علي الميت ويندبونه بتعديد شمائله ومدحه في زعمهم"۔ شریعت یہ وہ قبائح ہیں جن کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے جیسا کہا کرتے تھے: یامر مل النسوان ومخرب العمران میتم الولدان: وغیرہ جو باتیں بطور فخر اور شجاعت سمجھ کر وہ کہتے تھے۔ یہ سب حرام ہیں۔ او محموله علی: اس نے وصیت کی ہو۔ یہ تاویل نووی نے جمہور سے نقل کی یا اس نے وصیت میں سستی کی اس کے سستی کرنے پر اس کو عذاب ہوتا ہے یا بالکل وصیت نہیں کی تو ترک کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور اگر کسی نے ترک کی وصیت کی مگر لوگوں نے پھر بھی لوگوں نے ندبہ کیا تو اس کو اس سے عذاب نہ ہوگا کیونکہ اس کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے ندبہ کے چھوڑنے کی وصیت واجب ہے اور جس نے اس سے سستی کی یا نہ کرنے کی وصیت کی اس کو عذاب ہوگا۔ والنهي: اس بات پر اتفاق ہے کہ جب رونے سے عذاب ہوتا ہے وہ مندرجہ بالا شرائط سے مشروط ہے اور وہ تو حبہ ہے مطلقاً آنسو بہانا اس میں داخل نہیں بلکہ اس کا جواز بہت سی روایات سے ثابت ہے۔

۹۲۵: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَادَ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ وَمَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَكَوْا – فَقَالَ: "اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُّعَذِّبُ بِهٰذَا اَوْ يَرْحَمُ" وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۲۵: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن عبادہ کی عیادت کی۔ جب کہ آپ ﷺ کے ساتھ عبدالرحمن بن عوف' سعد بن ابی وقاص' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تھے' پس رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے رونے کو دیکھا۔ تو وہ بھی رو دیئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اچھی طرح سنو۔ بے شک اللہ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم سے عذاب نہیں دیتے لیکن اس کی وجہ سے عذاب دیتے یا رحم کرتے ہیں اور اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ (بخاری' مسلم)

**سعد بن عبادہ رضی اللّٰہ عنہ**: یہ ہجرت کے ابتدائی زمانے کا واقعہ ہے جیسا کہ عبداللہ بن ابی کا قبیح کلام اس سلسلہ میں موجود ہے۔ **ومعہ عبدالرحمان**: (۱) ممکن ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ساتھ ہوں کیونکہ ان کی مفارقت تو کم و بیش ہی ہوتی تھی۔ (۲) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ عیادت ان کی غیر موجودگی میں پیش آتا۔

**اَلنَّحْوُ**: یہ جملہ حالیہ ہے۔ **فبکی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سعد رضی اللہ عنہ کی یہ حالت دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے اور یہ رحمت و شفقت کے آنسو تھے۔ **فلما رای القوم**: جب حاضرین نے آپ ﷺ کا رونا دیکھا تو اقتداء پیروی میں وہ بھی رو دیئے۔ پھر فرمایا: **الا تسمعون ان اللّٰہ لا یعذب**: آنکھ کے رونے یا دل کے غم سے عذاب نہیں دیتے خواہ دونوں ہوں۔ **ولکن یعذب بھذا**: یعنی جب وہ چیزیں اختیار کرے جن کو شرع نے حرام قرار دیا مثلاً ندبہ' نوحہ رونے میں چیخنا' اسی طرح دل سے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اکتاہٹ کا اظہار کرنا اور اس کی دلیل وہ ہے جو آپ ﷺ کی زبان سے صادر ہو رہا ہے کیونکہ آپ اپنی حالت بیان فرما رہے ہیں۔ بہذا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔ یعنی اگر بندے نے زبان سے نافرمانی کے کلمات نہ کہے بلکہ صبر کیا اور انا للہ پڑھی اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کی تو اس پر رحم کیا جاتا ہے ورنہ بے صبری و نافرمانی پر عذاب ہوتا ہے۔

**تخریج**: اخرجہ البخاری (۱۳۰۴) ومسلم (۹۲۴) وابن حبان (۳۱۵۹) والبیهقی (۶۹/۴)

**الفوائد**: ① مریض کی عیادت مستحب ہے ② فاضل مفضول کی عیادت کر سکتا ہے۔ امام' قاضی عالم رعایا کی عیادت کریں تو شان کم نہیں ہوتی۔ ③ موت سے پہلے اور بعد رونا درست ہے ④ دل کا غمگین ہونا بھی درست ہے ⑤ میت پر نوحہ حرام ہے جس سے اس کو سزا ملتی ہے۔

۹۲۶: وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رُفِعَ إِلَيْهِ ابْنُ ابْنَتِهٖ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: مَا هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۲۶: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کا نواسہ لایا گیا جو موت کے قریب تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس پر سعد نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رحمت ہے۔ جس کو اللہ نے اپنے بندوں کے دل میں رکھا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

رفع: یہ معروف ومجہول دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ ابنتہ: سے مراد زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ فی الموت: سے مقدمات موت مراد ہیں۔ یہ اس کے خلاف نہیں کہ اس واقعہ کے بعد انہوں نے طویل عرصہ زندگی پائی۔ ففاضت عینا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو تیزی سے بہنے لگے۔ فاض یفیض: آنسو بہنا' پانی کا وادی میں بہنا۔ سعد: یہ ابن عبادہ ہیں نہ کہ ابن معاذ' ابن وقاص رضی اللہ عنہما۔ ما ھذا: اس سے سبب وحکمت اور کیفیت دریافت کرنا مقصود ہے نہ کہ حقیقت اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رحمت کے آنسو ہیں۔ جیسا باب الصبر میں گزرا۔ جعل: یہ صبر کے معنی میں ہے۔ جیسا باب الصبر کی روایت میں ہے۔ انما یرحم اللّٰہ: اس سے رحمت کاملہ مراد ہے۔ حرف لانے کا یہی فائدہ ہے۔ الرحماء: رحیم کی جمع ہے جیسے کرماء اور کریم۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۸/۲۱۸۳۸) والبخاری (۱۲۸۴) و مسلم (۹۲۳) والطیالسی (٦۳٦) و عبدالرزاق (٦٦۷۰) وابن حبان (۳۱۵۸) وابن ابی شیبة (۳/۳۹۲)

**الفوائد**: ① نوحہ وندبہ کے بغیر میت پر رونا درست ہے ② اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے ساتھ ہے جو مخلوق پر رحمت کرنے والا ہے ③ فضیلت والے لوگوں کو محتضر کے پاس ہونا چاہئے تاکہ ان کی برکت حاصل ہو ④ تعزیت وعیادت کے لئے چل کر جانا درست ہے ⑤ سلام کلام سے مقدم ہے ⑥ بچے اور مفعوں کی بھی عیادت کی جائے گی ⑦ ''یارسول'' کے لفظ کو مقدم کیا تاکہ حسن ادب ظاہر ہو۔

۹۲۷ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ دَخَلَ عَلٰی ابْنِہٖ اِبْرَاھِیْمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَھُوَ یَجُوْدُ بِنَفْسِہٖ' فَجَعَلَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ تَذْرِفَانِ ' فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ : وَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ فَقَالَ :''یَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّھَا رَحْمَۃٌ'' ثُمَّ اَتْبَعَھَا بِاُخْرٰی' فَقَالَ :''اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ ' وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یُرْضِیْ رَبَّنَا' وَاِنَّا لِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ''۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ' وَرَوٰی بَعْضَہٗ مُسْلِمٌ -- وَالْاَحَادِیْثُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ فِی الصَّحِیْحِ مَشْھُوْرَۃٌ ' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

۹۲۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے ابراہیمؑ کے پاس تشریف لائے۔ جب کہ وہ جاں کنی کی حالت میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (روتے ہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے ابن عوف! یہ رحمت ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری مرتبہ رو پڑے اور فرمایا'' بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے جس سے دل غمگین ہوتا ہے اور ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ بے شک تیری جدائی پر اے ابراہیمؑ! ہم غمزدہ ہیں۔ (بخاری) اور مسلم نے اس کا بعض حصہ روایت کیا ہے۔

اور اس سلسلے میں بہت سی احادیث صحیح ہیں جو مشہور ہیں۔

علی ابنه ابراهیم رضی اللہ عنه: عوالی مدینہ میں ابوسیف کے گھر یہ دودھ پیتے تھے۔ **یجود بنفسه**: جہاد بالمال: مال صرف کرنا۔ ابن حجر کہتے ہیں اس کا معنی جان کو حوالے کر رہے تھے۔ جیسا آدمی مال کی سخاوت کے وقت حوالے کرتا ہے۔ یہ ۱۰ھ کی بات ہے۔ ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی۔ ان کی ولادت ۸ھ ذی الحجہ میں ہوئی تھی۔ ان کی وفات ۲۰ ربیع الاول ۱۰ھ میں ہوئی (تہذیب نووی) یہ واقدی کا قول ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں آپ ﷺ کی وفات سے تین ماہ قبل وفات پائی۔ اس بات پر تمام کا اتفاق ہے کہ ان کی ولادت ذی الحجہ ۸ھ میں ہوئی۔

**اَلنَّحْوُ** : فجعلت عینا رسول اللہ تذرفان: جب اصل فعل پر جعل وغیرہ آ جائے تو استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ تذرفان: آنسو ٹپکانا۔ وانت یا رسول اللہ: طیبی کہتے ہیں اس میں تعجب کا معنی ہے اور واؤ عاطفہ کا عطف مقدر پر ہے۔ لوگ صبر نہیں کرتے اور آپ ﷺ انہی کی طرح کر رہے ہیں گویا اس پر تعجب کرتے ہوئے کہا کیونکہ وہ آپ ﷺ کی طرف سے صبر کی تاکید اور جزع سے ممانعت کو بار بار سن چکے تھے۔ **یابن عوف**: اے ابن عوف یہ حالت جس کا تم نے مشاہدہ کیا۔ یہ جزع کے نہیں بلکہ بیٹے پر رحمت کے آنسو ہیں۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ۔ فقلت یا رسول اللہ تبکی؟ او لم تنه عن البکاء: اور یہ بھی اضافہ ہے: انما نهیت رصوت عند مصیبة خمش وجوه وشق جیوب ورنة شیطان۔ **انما هذه رحمه ومن لا یرحم لا یرحم**۔ ثم اتبعها باخری: اس کا ایک معنی یہ ہے کہ پھر مزید آنسو آنے لگے۔ (۲) دوسرا معنی یہ ہے کہ اس کلمہ کے بعد دوسری بات فرمائی۔

ان العین ... والقلب یحزن: دمامینی کہتے ہیں قلب کو رفع، نصب سے پڑھ سکتے ہیں۔ ابن منیر کہتے ہیں یہ چیز قدرت میں نہیں انسان اپنی حد تک مکلف ہے۔ اسی وجہ سے فعل کی اضافت جوارح کی طرف کی گئی ہے۔ گویا انہوں نے اس کو روک ڈال دی اور وہ خود فاعل بن گئے۔ اسی لئے فرمایا: ولا نقول الا ... **لمحزونون**: یہاں مفعول کا صیغہ لائے فاعل نہیں یعنی حزن ہمارے فعل کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسروں کی طرف سے آیا ہے اور ہم دوسروں کے فعل کے ذمہ دار نہیں۔ حدیث انس رضی اللہ عنہ میں ہے یکید بنفسه: اس کا معنی یسوق بنفسه: (فتح الباری)

**تخریج** : اخرجه احمد (۱۳۰۱۳/۵) والبخاری (۱۳۰۳) ومسلم (۲۳۱۵) وابو داود (۳۱۲۶) وابن حبان (۲۹۰۲) والبیهقی (۶۹/۴)

**الفرائد** : ① اس سے اپنے بال بچوں پر آپ کی انتہائی شفقت ظاہر ہو رہی ہے کہ آپ انہیں پر غم ہو گئیں ② ضبط نفس کے ساتھ بکاء و حزن جائز نہیں۔

## ۱۵۴ : بَابُ الْكَفِّ عَنْ مِمَّا يَرٰى مِنَ الْمَيِّتِ مِنْ مَّكْرُوْهٍ

## بَابٌ : میت کی ناپسندیدہ چیز دیکھ کر زبان کو اس کے بیان سے روکنا

مکروہ: مثلاً رنگ بدلنا، صورت میں بگاڑ البتہ اگر کسی بدعتی میں یہ حالت پیش آئے تو ظاہر کرنا درست ہے تاکہ لوگوں کو اس کی

بدعت سے محفوظ کریں۔ البتہ اگر کسی میت میں چمک چہرے کی رونق دیکھیں تو اس کا تذکرہ لوگوں میں کریں۔ البتہ اگر کسی بدعتی میں دیکھیں تو لوگوں کے بدعت میں مبتلا ہونے کے خطرے سے اس کا تذکرہ نہ کیا جائے۔

۹۲۸ :عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ اَسْلَمَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : "مَنْ غَسَّلَ مَیِّتًا فَکَتَمَ عَلَیْہِ غَفَرَہُ اللّٰہُ لَہٗ اَرْبَعِیْنَ مَرَّۃً" رَوَاہُ الْحَاکِمُ وَقَالَ : صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

۹۲۸: حضرت ابورافع اسلم جو رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی میت کو غسل دیا پھر اس کے کسی عیب کو چھپایا تو اللہ تعالیٰ اس کو چالیس مرتبہ معاف فرمائیں گے۔ حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور کہا مسلم کی شرط پر یہ صحیح ہے۔

ابو رافع اسلم: یہ قبطی ہیں ان کا نام بعض نے ابراہیم بعض نے ثابت بعض نے ابو ہرمز بتلایا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی سے ہیں۔ احد خندق اور بعد والے تمام غزوات میں حاضر رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی لونڈی سلمیٰ سے کر دیا۔ جن سے یہ عبداللہ بن رافع پیدا ہوئے۔ ابورافع فتح مصر میں موجود تھے۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں عثمانؓ سے پہلے اور بعض نے کہا بعد میں وفات پائی۔ ابورافع یہ عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے انہوں نے رسول اللہؐ کو ہبہ کر دیا۔ جب عباسؓ مسلمان ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا (تہذیب نووی) انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۶۸ روایات نقل کی ہیں۔ ابن جوزیؒ نے برقی سے نقل کیا کہ انہوں نے ۱۱۸ احادیث روایت کی ہیں۔ بخاری نے ایک اور مسلم نے تین نقل کی ہیں۔ فکتم علیہ: اس کا مقدر پر عطف ہے۔ و رای منه سوءً فکتم علیه۔ اربعین مرۃ: اس کو چالیس مرتبہ بخشا جاتا ہے۔ طبرانی نے جامع کبیر میں روایت نقل کی ہے من غسل میتا فستره ستره اللّٰہ من الذنوب: (طبرانی) دوسری روایت میں ہے: من غسل میتاً فکتم علیه طهره اللّٰہ من ذنوبه فان هو کفنه کساه اللّٰہ من السندس: اور ابویعلیٰ اور بیہقی کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح ہے: من غسل میتا فادی فیه الامانة ولم یفش علیه ما یکون منه عند ذلك خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه لیله اقربکم منه ان کان یعلم فان لم یعلم فمن ترون عنده حظا من ورع وامانة": اور جامع کبیر میں بھی ہے اور ابن ماجہ نے علیؓ سے نقل کی ہے۔ من غسل میتا وکفنه وحنطه وحمله وصلی علیه ولم یفش علیه ما رأی منه خرج من خطیئته کیوم ولدته امه"۔

**تخریج** : اخرجه الحاکم (۴/۱۳۰۷)

**الفوائد** : جس نے میت کو غسل دیا اور اس کی ستر پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کو اس سے ستاری کا معاملہ فرمائیں گے۔

## ۱۵۵ :بَابُ الصَّلَاۃِ عَلَی الْمَیِّتِ وَتَشْیِیْعِہٖ وَحُضُوْرِ دَفْنِہٖ وَکَرَاھَۃِ اتِّبَاعِ النِّسَآءِ الْجَنَائِزَ وَقَدْ سَبَقَ فَضْلُ التَّشْیِیْعِ

## باب ۱۷: میّت پر نماز پڑھنا اور اس کے جنازے کے ساتھ چلنا' اس کی فضیلت پہلے گزری اور عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانے کی کراہت جنازہ کے ساتھ چلنے کی فضیلت کا بیان گزر گیا ہے۔

اتباع: یہ تشدید و تخفیف دونوں طرح درست ہے۔ اتبعہ اس وقت کہتے ہیں جب وہ سبقت کرے اور یہ اس کو مل جائے۔ اگر تخفیف پڑھیں تو دوسرے کو ساتھ ملانا (القاموس) عورتوں کا جنازہ کے پیچھے جانا۔ کتاب عیادت المریض میں براء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "امرنا بسبع"۔ ان کی گنتی میں "اتباع الجنائز" کا بھی ذکر فرمایا اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں مسلمانوں کے حقوق میں من جملہ اتباع جنائز کا بھی ذکر ہے۔

۹۲۹: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْهَا فَلَهٗ قِیْرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰی تُدْفَنَ فَلَهٗ قِیْرَاطَانِ" قِیْلَ: وَمَا الْقِیْرَاطَانِ؟ قَالَ: "مِثْلُ الْجَبَلَیْنِ الْعَظِیْمَیْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۹۲۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو آدمی جنازے پر اس کی نماز پڑھے جانے تک حاضر رہا۔ اس کے لئے ایک قیراط اجر ہے اور جو دفن تک موجود رہا اس کے لئے دو قیراط"۔ آپ سے عرض کیا گیا قیراط کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔" (بخاری' مسلم)

یصلی: یہ فعل مجہول ہے۔ علیها فله قیراط: اس کا نائب فاعل ہے۔ قیراط: اس کی جمع قراریط اور تصغیر قریریط ہے۔ ہیثمی کہتے ہیں۔ یہ قیراط ثواب تب ملے گا جب گھر سے اس کے ساتھ چلے گا۔ ابن حجر کہتے ہیں جو بات مجھے سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ فقط جنازہ پڑھنے والے کو بھی یہ ثواب مل جائے گا کیونکہ نماز سے ماقبل جو کچھ بھی ہے وہ نماز کا ذریعہ ہے۔ لیکن مشایعت کرنے اور نماز پڑھنے والے کا قیراط فقط نماز والے کے قیراط سے بڑھ جائے گا (فتح الباری) اور اگر ایک بار کئی جنازے ادا کیے تو ثواب کئی قیراط ملے گا۔ ومن شهدها حتى تدفن: دفن کے اختتام تک کا وقت مراد ہے۔ امام شافعیؒ کا صحیح قول یہی ہے اور یہ قول ہی درست ہے کیونکہ مسلم کے الفاظ یہ ہیں: "حتى يفرغ منها"۔ اور آئندہ روایت میں بھی: ویفرغ من دفنها"۔ کے الفاظ ہیں۔ فله قیراطان: ایک نماز کا قیراط جیسا حدیث طبرانی میں ہے: من تبع جنازة حتى يقضى دفنها كتبت له ثلاث قراريط"۔ پہلا نماز سے پہلے گھر سے آنے کا اور دوسرا جنازے اور تیسرا ساتھ چلنے کا ہوگا۔ ابن حجر کہتے ہیں اس سے اس اجر کی مقدار کی طرف اشارہ ہے جو غسل' تجہیز اور تمام متعلقات کو ادا کرنے سے ملے گا۔ جنازہ پڑھنے والے کو ایک قیراط ملے گا اور دفن میں شریک کو ایک قیراط اور قیراط کا تذکرہ سمجھانے کے لئے ہے کیونکہ آدمی قیراط کے مقابلے میں کام کرتا ہے۔ معروف چیز سے وعدہ کیا گیا اور معلوم سے اس کے لئے مثال بیان کی گئی۔ اس کو ابن جوزی سے عن ابن عقیل نقل کیا گیا ہے اور یہ قول بعید از قیاس نہیں۔ طبرانی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کی کہ: "من اتى جنازة في اهلها فله قيراط'

فان اتبعها فله قیراط' فان صلی علیها فله قیراط": اور اگر قیراط کی مقدریں مختلف ہوں خاص طور پر عمل میں مشقت اور سہولت کا بھی فرق ہوگا۔ پس اس طرح کہا جائے گا کہ نماز اور دفن کے دو قیراط تو مقرر ہیں کیونکہ یہ دونوں مقصود ہیں۔ بقیہ چیزیں وسائل ہیں مگر یہ بات بخاری کتاب الایمان کی روایت کے خلاف ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: "ان لمن کان معها حتی یصلی علیها ویفرغ من دفنها قیراطین": اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مذکورہ قیراط اس کے لئے ہے جو دونوں موقعوں پر موجود ہو اور جس کا تذکرہ ابن عقیل نے کیا وہ اس کے متعلق ہے جس نے وہ کام انجام دیئے جن کی میت کے سلسلے میں ضرورت ہے (غسل' کفن وغیرہ) پس دونوں الگ الگ ہو گئے۔ نووی کہتے ہیں دونوں اعمال میں قیراط کے تذکرے سے برابر لازم نہیں آتی کیونکہ شریعت نیکی کی عظمت مقابل کے لحاظ سے ہے۔ قیل ما القیراطان: قیراط کے مبہم ہونے کی وجہ سے ان کی تعیین کے متعلق سوال کیا گیا۔ مسلم میں اس طرح الفاظ ہیں: وما القیراطان یا رسول اللّٰہ" اور دوسری روایت میں "سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن القیراط" کے الفاظ ہیں۔ بقول ابوعوانہ یہ پوچھنے والے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ قال مثل الجبلین العظیمین: بخاری کی روایت "مثل احد": اور نسائی میں "کل واحد منهما اعظم من احد": اور مسلم کی روایت میں "اصغرها مثل احد": اور واثلہ عن ابن عدی سے اس طرح نقل کیا: "کتب له قیراطان من اجر اخفهما فی میزانه یوم القیامة اثقل من جبل احد": ابن المنیر کہتے ہیں اصل بات ثواب کی عظمت بیان کرنا مقصود ہے۔ اسی لئے اس کی مثال دو عظیم پہاڑوں سے دی ہے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۱۳۲۵) و مسلم (۹۴۵) والنسائی (۱۹۹٤) واحمد (۳/۹۲۱۹) وابن حبان (۳۰۷۸) والبیهقی (۳/۴۱۲) والترمذی (۱۰۴۲)

**الفوائد**: ① نمازِ جنازہ اور دفن میت میں حاضری کی فضیلت ذکر کی گئی ② اعمال کا اندازہ فہم کے قریب کرنے کیلئے ارزاق کی نسبت سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ قیراط تین دانے کے برابر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑھا کر احد پہاڑ کے برابر کر دیا۔

۹۳۰ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : "مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهُ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ ' وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ۔

۹۳۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ ایمان اور ثواب کی نیت سے جائے گا اور نماز پڑھنے اور دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہے گا۔ اس کو دو قیراط اجر ملے گا۔ ہر قیراط احد کے برابر ہے اور جس نے نماز پڑھی اور دفن سے پہلے لوٹ آیا۔ تو وہ ایک قیراط لے کر لوٹا۔ (بخاری)

ایمانا: اس وعدے کو سچا قرار دیتے ہوئے جو اس سلسلے میں کیا گیا ہے۔

**اَللُّغَاتِ**: کان معه: ہ کی ضمیر مضاف الیہ کی طرف لوٹتی ہے۔ اس وجہ سے مذکر ہے۔ یفرغ من دفنها: قبر پر مٹی کے برابر کئے جانے تک۔ من الاجر بقیراطین: ایک مشایعت اور دوسرا اس پر نماز اور تکمیل دفن تک رکھنے کا۔ مثل احد: طیبی کہتے ہیں۔

یہ کلام کے مقصد کی تفسیر ہے کیونکہ قیراط دو لحاظ سے مبہم ہے۔ پس من الاجر کہہ کر موزون کو بیان کیا اور مقدار کو مثل احد کہہ کر ذکر کیا۔ علامہ ابن المنیر کہتے ہیں اس میں ثواب کو بڑا کر کے ظاہر کرنا مقصود ہے۔ پس اس کی مثال خلقت کے اعتبار سے بڑے اور ایمان والوں کے محبوب پہاڑ سے دی۔ احد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "احد جبل یحبنا و نحبه" اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مخاطبین کے قریب تر ہے اکثریت اس کو جانتی ہے اور قیراط کا خصوصاً کیونکہ قلیل ترین اوزان میں سے تھا۔ جو اس زمانے میں مستعمل تھے یا عادت کے مطابق تعلیل عمل کو تقلیل اجر کے ساتھ ذکر کیا۔ **علیها:** (۱) جنازہ کے لفظ کا لحاظ کر کے ضمیر لوٹائی۔ خواہ میت ہو یا نعش کے لحاظ سے ہو تو پھر تانیث نفس کی تاویل سے ہوگی۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۳/۹۵۵۵) والبخاری (۴۷) وابن حبان (۳۰۸۰) النسائی (۱۹۹۵)

**الفوائد** : ① میت کے لئے جمع ہونے اور اس کے معاملات انجام دینے کا حکم ہے ② جو موت کے بعد کفن دفن کا انتظام کرے اللہ تعالیٰ اس کو بہت ثواب عنایت فرمائیں گے۔

۹۳۱ : وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: نُهِيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَمَعْنَاهُ" :وَلَمْ يُشَدَّدْ فِي النَّهْيِ كَمَا يُشَدَّدُ فِي الْمُحَرَّمَاتِ۔

۹۳۱: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے روکا گیا لیکن ہم پر اس سلسلے میں سختی نہیں کی گئی۔ (بخاری' مسلم) مراد اس سے یہ ہے کہ یہ ممانعت اس شدت سے نہیں کی گئی جس طرح کہ محرمات سے روکنے میں کی جاتی ہے۔

**لم یعزم:** کا معنی ممانعت میں محرمات کی طرح سختی نہیں کی گئی۔ **نهینا:** ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے روکا گیا اور اس کی وجہ ان کے لئے ستر کا حکم ہے اور اتباع جنائز کا تقاضا ستر کا ظاہر ہونا ہے۔ **لم یعزم:** تاکید نہیں کی گئی۔ جیسا کہ دیگر ممنوعات میں کیا گیا۔ گویا ام عطیہ اس ممانعت کو غیر محرم قرار دیتی ہیں۔ قرطبی کہتے ہیں جمہور کا قول ممانعت تنزیہی ہے۔ طبری کہتے ہیں لم یعزم کا معنی یہ ہے کہ ہمیں قیراط وغیرہ کے ثواب سے زور سے ترغیب نہیں دی گئی۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۳۱۳) و مسلم (۹۳۸) وابن ماجه (۱۵۷۷)

**الفوائد** : عورتوں کا جنائز کے لئے نہ نکلنا افضل ہے کیونکہ ممانعت موجود ہے اور موجودہ زمانے میں مفاسد کی کثرت ہے۔

## ۱۵۶ : بَابُ اسْتِحْبَابِ تَكْثِيرِ الْمُصَلِّيْنَ عَلٰى جَنَازَةٍ وَجَعْلِ صُفُوْفِهِمْ ثَلَاثَةً فَاَكْثَرَ

## بَاب: جنازہ پڑھنے والوں کا زیادہ تعداد میں ہونا مستحب ہے اور ان کی صفوں کا

## تین یا تین سے زیادہ ہونے کی پسندیدگی

تکثر المصلین: کیونکہ وہ سفارشی بنیں گے۔ صفوفهم ثلاثة: یہ جعل کا دوسرا مفعول ہے وہ اپنے مفعول اول کی طرف مضاف ہے۔او: یہ بل کے معنی میں ہے۔

۹۳۲ : عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَت :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهُ إِلَّا شُفِّعُوا فِيهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۳۲:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جس مسلمان میت کا مسلمانوں کی اتنی تعداد جو سو تک پہنچ جائے۔ وہ نماز ادا کریں اور اس کے لئے سفارش کریں۔ تو ان کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔

مامن: من نفی کی تاکید کے لئے لائے۔میت: مسلم میت مراد ہے۔

النحو :امة من المسلمين: جملہ فعلیہ ماقبل کی صفت ہےاورظرف امت کی صفت ہےاورمن بیانیہ ہےاور يبلغون یہ جملہ يصلي کے فاعل سے محل حال میں واقع ہے۔ کلهم يشفعون له:(۱) کلهم مبتداءاور يشفعون خبر(۲)يبلغون کے فاعل کی تاکید معنوی اور يشفعون اس سے حال ہے یا امت سے حال ہے۔پس وہ حال متداخلہ یا متداوفہ بنے گا۔ (۳) جملہ مستانفہ بیانیہ ہوگا۔الا شفعوا: یہ مجہول ہے۔یہ مستثنیٰ مفرغ ہے۔مطلب یہ ہے جس میت کا بھی مذکورہ حال ہوگا اس کے لئے مسلمانوں کی سفارش ہوگی۔

تخریج : اخرجه احمد (۹/۲٤۰۹۳) و مسلم (۹٤۷) والترمذی (۱۰۳۱) والنسائی (۱۹۹۰) وابن حبان (۳۰۸۱) والطیالسی (۱۵۲٦) وابن ابی شیبة (۳/۳۲۱) ۔

الفوائد :① اللہ تعالیٰ کا ایمان والوں پر کس قدر احسان ہے کہ سو آدمی جنازہ پڑھنے والے ہوں تو اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔ الحمدللہ۔

۹۳۳ :وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۳۳:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے جنازہ پر چالیس آدمی ایسے ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول فرماتے ہیں۔ (مسلم)

من رجل: رجل کی تخصیص اشرف ہونے کی وجہ سے ہے۔

النحو :يموت: یہ جملہ رجل کی صفت ہے۔اربعون رجلا: اس پر نماز جنازہ میں استشفاع کریں۔ لا يشركون بالله شيئاً: ذرہ بھر کسی کو بھی معبود بنانے والے نہ ہوں۔ پہلی روایت اور اس روایت میں کوئی مخالفت نہیں۔ پہلے مائۃ کی خبر دی گئی پھر

فضل میں اضافہ فرما کر چالیس کر دی گئی۔ (۲) عدد خاص کا اعتبار نہیں۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۱/۲۵۰۹) و مسلم (۹۴۸) و ابو داود (۳۱۷۰) وابن ماجه (۱٤۸۹) وابن حبان (۳۰۸۲) والبیهقی (۳۰/٤)

**الفوائد** : چالیس مؤمن جنازوں میں سفارش کر دیں تو اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔ یہ مؤمن بندوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے۔

۹۳٤ : وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ : كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا جَزَّاَهُمْ عَلَيْهَا ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ ثُمَّ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ فَقَدْ اَوْجَبَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۹۳۴: حضرت مرثد بن عبداللہ الیزنی کہتے ہیں کہ مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی میت پر نماز ادا کرنے لگتے۔ پھر لوگوں کو تھوڑی تعداد میں پاتے تو ان کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔ پھر کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کے جنازہ میں تین صفیں بن جائیں تو اس نے خود پر جنت کو واجب کر لیا۔ (ابوداؤد، ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**مرثد بن عبداللّٰہ الیزنی**: یہ کبار تابعین سے ہیں ابوالخیر مصری ان کا لقب ہے۔ ان کی وفات ۹۰ھ میں ہوئی۔ اصحاب ستہ نے ان سے روایت لی ہے۔ (تقریب حافظ) **مالک بن ھبیرہ رضی اللّٰہ عنہ**: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: بن خالد بن مسلم سکونی کندی۔ بقول حافظ یہ حمص و مصر میں ٹھہرے۔ مروان کے زمانہ میں وفات پائی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار روایات نقل کی ہیں (مختصر التلقیح) بقول برقی ان کی روایتیں دو ہیں۔ **فتقال**: ان کی تعداد کم ہو۔ **علیها**: یہ ظرف ہے اس کا متعلق محذوف ہے ای **مصلین**۔ **جزاهم ثلاثة اجزاء**: ان کو تین حصوں میں بانٹ دو اور ہر ایک ایک حرف بن جائے گی۔ **صفوف**: یہ قرؤ کی طرح جمع قلت ہے۔ **اوجب**: لسان نبوت سے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے میں تخلف نہیں۔

**تخریج**: اخرجه احمد (٥/١٦٧٢٤) وابو داود (٣١٦٦) والترمذی (١٠٣٠) ابن ماجه (١٤٩٠) والحاكم (١/١٣٤١)

**الفوائد** : مسلمانوں کی تین صفیں جس پر جنازہ پڑھیں خواہ وہ قلیل ہوں یا کثیر اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔

# ١٥٧ : بَابُ مَا يُقْرَاُ فِيْ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ

## بَاب: نمازِ جنازہ میں کیا پڑھا جائے؟

يُكَبِّرُ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ : يَتَعَوَّذُ بَعْدَ الْاُوْلٰى ' ثُمَّ يَقْرَاُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ ' ثُمَّ يُكَبِّرُ الثَّانِيَةَ ' ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ـ وَالْاَفْضَلُ اَنْ يُتِمَّهٗ بِقَوْلِهٖ : كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ـ اِلٰى قَوْلِهٖ ـ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ـ وَلَا يَقُوْلُ مَا يَفْعَلُهٗ كَثِيْرٌ مِّنَ الْعَوَامِّ مِنْ قِرَآءَتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ الْاٰيَةَ ـ فَاِنَّهٗ لَا تَصِحُّ صَلٰوتُهٗ اِذَا اقْتَصَرَ عَلَيْهِ ' ثُمَّ يُكَبِّرُ الثَّالِثَةَ وَيَدْعُوْا لِلْمَيِّتِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ بِمَا سَنَذْكُرُهٗ مِنَ الْاَحَادِيْثِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ' ثُمَّ يُكَبِّرُ الرَّابِعَةَ وَيَدْعُوْا ـ وَمِنْ اَحْسَنِهٖ ' اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ ' وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ وَالْمُخْتَارُ اَنَّهٗ يُطَوِّلُ الدُّعَآءَ فِي الرَّابِعَةِ خِلَافَ مَا يَعْتَادُهٗ اَكْثَرُ النَّاسِ : لِحَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى الَّذِيْ سَنَذْكُرُهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ـ وَاَمَّا الْاَدْعِيَةُ الْمَاْثُوْرَةُ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الثَّالِثَةِ فَمِنْهَا :

جنازہ میں چار تکبیرات کہے۔ پہلی تکبیر کے بعد اعوذ باللہ پڑھے پھر فاتحہ الکتاب پڑھے۔ پھر دوسری تکبیر کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اس طرح پڑھے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ افضل یہ ہے کہ تکمل حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ تک پڑھے اور اس طرح نہ کہے جس طرح عوام کی اکثریت کرتی یعنی ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ نہ پڑھے۔ اگر اس نے اس آیت پر اکتفاء کیا تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ پھر تیسری تکبیر کہے اور میّت کے لئے دعا کرے اور مسلمانوں کے لئے جس کے سلسلہ کی احادیث ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر چوتھی تکبیر کہے اور یہ دعا کرے۔ بہتر دعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ ' وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ اور بہتر بات یہ ہے کہ چوتھی تکبیر میں لمبی دعا کرے۔ جیسا کہ حدیث ابن ابی اوفیٰ جو باب میں آ رہی ہے' ان شاء اللہ ہم اس کو ذکر کریں گے۔ عام لوگوں کی طرح نہ کرے۔ تیسری تکبیر کے بعد مسنون دعائیں جو منقول ہیں۔ ان میں سے بعض ہم ذکر کر رہے ہیں۔ (دعا تیسری تکبیر کے بعد ہے نہ کہ چوتھی کے بعد جیسا کہ احادیث آ رہی ہیں)۔

یقرأ: یہ مجہول ہے۔ یکبر: پھر نمازی کندھوں کے برابر اپنے ہاتھ بلند کرے جیسے تکبیر تحریمہ میں کیا جاتا ہے۔ اربع تکبیرات: یہ مفعول مطلق ہے۔ یتعوذ بعد الاولی: اور تکبیر تحریمہ کے بعد اعوذ باللہ پڑھے۔ ثم یقرأ: پھر سبحانک اللہ کے بغیر سورہ فاتحہ پڑھے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ تکبیر اولیٰ کے بعد ہو۔ اس سے الگ پڑھنا بھی جائز ہے اور تکبیر دوم کے یا دعا کے ساتھ تیسری تکبیر کے بعد بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ ثم یکبر الثانیہ: پھر دوسری مرتبہ ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہے۔ ثم یصلی: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یہ واجب ہے اور مکمل پڑھے جو کہ انك حميد مجيد: ہے اور عوام کی طرح ﴿ان اللّٰه و ملائكته﴾ نہ پڑھے کیونکہ یہ خبر ہے اور صلاۃ واجب نہیں ہے اور خود اپنی طرف سے تجویز کردہ ہے۔ ویکبر الثالثه: اور میت کے لئے دعا کرے۔ اس میں کم از کم اللهم اغفرله: ہے۔ وللمسلمین: مسلمانوں کے لئے دعا مستحب ہے کیونکہ ایک مسلمان کی کمی ہوگئی۔ اللهم لا تحرمنا: اے اللہ تو اس کا اجر ہم سے نہ روک۔ اجره: وہ جو مصیبت پر صبر سے ملنے والا ہے۔ ولا تفتنا: تو ہمیں امتحان میں مت ڈال۔ بعده: اس کی وفات کے بعد۔ انه يطول الدعاء: چوتھی تکبیر میں میت کے لئے طویل دعا کرے نہ کہ مختصر۔ جیسا

عبداللہ بن ابی اوفی کی روایت ہم ذکر کریں گے۔

۹۳۵ : عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَآئِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ ، وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ، وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهٖ ، وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ ، وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ حَتّٰی تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتَ ـ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۳۵: حضرت ابوعبدالرحمٰن بن عوف ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی۔ مجھے آپ کی وہ دعا یاد ہے کہ آپ اسی طرح فرمارہے تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ ...... وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ '' کہ ''اے اللہ! اس کو بخش دے' اس پر رحم فرما' اس کو عذاب سے امن دے' معاف فرما' اس کی اچھی مہمانی فرما' اس کے داخلے کی جگہ وسیع فرما اور اس کو پانی' برف اور اولوں سے صاف کر دے۔اس کو غلطیوں سے پاک فرما جس طرح سفید کپڑے کو تو میل کچیل سے صاف کرتا ہے اور اس کے گھر سے بہتر گھر اس کو عنایت فرما اور گھر والوں سے بہتر گھر والے عنایت فرما اور بیوی سے بہتر بیوی عنایت فرمایا اور اس کو جنت میں داخل فرما اور عذاب قبر سے پناہ میں رکھ اور آگ کے عذاب سے بچا۔'' میں نے یہ تمنا کی کہ میں ہی وہ میت ہوتا۔(مسلم)

**عوف بن مالك:** ان کی کنیت ابوعبدالرحمان بعض نے ابوعمرو بعض نے ابوعبداللہ بعض نے ابومحمد بعض نے ابوحماد نقل کی ہے۔ ان کے حالات باب القناعت میں گزرے۔**صلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم علی جنازة:** سے شاید آپ ﷺ نے جہراً دعا پڑھی۔اسی وجہ سے انہوں نے یاد کر لی۔**اللهم اغفر له:** مفعول کو تعمیم کے لئے حذف کیا گیا۔**وارحمه:** اپنے جس خاص فیض سے اس کو ملے گا اس پر رحم فرما۔**وعافه:** اس کو قبر کی وحشت' ظلمت' عذاب اور فتنے سے محفوظ فرما۔**واعف عنه:** اور جو اس سے تقصیر ہوئی اس کو معاف فرما۔عفو گناہ کے مٹانے اور عافیہ بیماریوں اور مصائب سے بچنے کو کہتے ہیں۔**نزله:** مہمان کو پیش کیا جانے والا کھانا یعنی جنت میں اس کا حصہ عمدہ عنایت فرما۔اصل تو مہمان کی مہمانی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہاں اجر و ثواب اور مغفرت کے ساتھ اکرام کی دعا ہے۔**مدخله:** اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں بھی اسی طرح پڑھا گیا ہے: ﴿**مدخلا کریما**﴾: ابن الجزری کہتے ہیں اس سے قبر مراد ہے جہاں اسے داخل کیا جائے گا۔عموماً مفتوح پڑھتے ہیں۔ صاحب صحاح کہتے ہیں المدخل داخل ہونا اور داخل ہونے کی جگہ پر بولتے ہیں۔ جیسے کہو **دخلت مدخلا وادخلته مدخل صدق:** (الصحاح للجوہری) داخلے کی جگہ (الحرز) **واغسله:** اس کے گناہ دھو کر اس کو گناہوں سے پاک کر دے۔**بالماء:** اس سے اصل مقصد رحمت و مغفرت میں تعمیم ہے جو کہ معصیت و غفلت کی اصناف کے مقابل ہو۔**نقه:** اس کو پاک کر دے۔**من الخطایا:** یعنی غلطیوں کے اثرات سے۔یہ خطیئة کی جمع ہے اس کا وزن فعائل ہے۔**الدنس:** میل کچیل۔ابن جزری کہتے ہیں کہ اصل مقصود تطہیر میں مبالغہ ہے۔**وابدله:** عوض عنایت فرمایا۔ **دارا:** قصور جنت یا وسعت قبور۔**من داره:** سے دنیا کا فانی

گھر۔ واھلاً: اولاد و خدام۔ خیراً من اھلہ: تاکہ وہ ان سے مانوس ہو اور وحشت دور ہو۔ زوجاً: جنت میں دنیا والی بیوی یا حور عین۔ خیراً من زوجہ: جو دنیا میں تھی اگر میت عورت ہو۔ دنیا کا خاوند جو حقیقت و حکم کے لحاظ سے اس سے بہتر ہو۔ ادخلہ الجنۃ: ابتدائی طور پر کامیاب ہو کر نجات پانے والے۔ واعذہ: اس کو چھٹکارا عنایت فرما۔ یہ اعاذہ سے ہے۔ عذاب القبر: عالم برزخ میں فتنہ قبر سے پیدا ہوتا ہے۔ من النار: بعث کے بعد ابتداً اس سے بچا کر (۲) خلود نار سے بچا کر۔ حتی تمنیت: عوف بن مالک کہتے ہیں کاش میں ان مقبول و مستجاب دعاؤں کو پانے والا ہوتا۔

**تخریج**: اخرجہ احمد (۹/۲۴۰۳۰) و مسلم (۹۶۳) والترمذی (۱۰۲۵) والنسائی (۶۲) وابن ماجہ (۱۵۰۰) وابن حبان (۳۰۷۵) وابن الجارود (۵۳۸) والطیالسی (۹۹۹) والطبرانی (۱۸/۷۸) والبیہقی (۴/۴۰) والنسائی (۶/۱۰۹۲۶)

**الفوائد**: ① میت کے لئے مخلصانہ دعا ہو خیر کے تمام معانی کو شامل ہو۔ میت کے حوال کی درستی والی ہو ② امت کے لئے زندگی و موت دونوں حالتوں میں آپ کی شفقت ہے ③ مسنون دعائیں اولیٰ ہیں۔

۹۳۶ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ قَتَادَةَ وَاَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ الْاَشْهَلِیِّ عَنْ اَبِیْهِ – وَاَبُوْهُ صَحَابِیٌّ – رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ فَقَالَ : "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا ، وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا ، وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا ، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا ، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ ، وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ مِنْ رِّوَایَةِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَالْاَشْهَلِیِّ ، وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ مِنْ رِّوَایَةِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ قَتَادَةَ – قَالَ الْحَاکِمُ : حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ ، قَالَ التِّرْمِذِیُّ : قَالَ الْبُخَارِیُّ : اَصَحُّ رِوَایَاتِ هٰذَا الْحَدِیْثِ رِوَایَةُ الْاَشْهَلِیِّ – قَالَ الْبُخَارِیُّ : وَاَصَحُّ شَیْءٍ فِیْ هٰذَا الْبَابِ حَدِیْثُ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ۔

۹۳۶: حضرت ابو ہریرہ اور ابو قتادہ اور ابو ابراہیم الاشہلی نے اپنے والد سے بیان کیا اور ان کے والد صحابی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک جنازے پر نماز پڑھی اور یوں دعا کی: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا ، وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا ، وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا ، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا ، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ ، وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔ "اے اللہ ہمارے زندہ اور مردہ کو بخش دے' چھوٹے اور بڑے مرد و عورت' موجود اور غائب' سب کو بخش دے' اے اللہ جس کو تو ہم میں سے زندہ رکھ اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو تو ہم میں سے وفات دے۔ اس کو ایمان پر فوت فرما' اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ فرما اور اس کے بعد آزمائش میں نہ ڈال۔ ترمذی نے ابو ہریرہ اور الاشہلی کی روایت سے اور ابو داؤد نے ابو ہریرہ اور ابو قتادہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ حاکم نے کہا کہ ابو ہریرہ والی روایت بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ ترمذی نے کہا کہ امام بخاری

نے کہا کہ اس حدیث کی صحیح روایت الاشہلی والی ہے اور کہا کہ اس باب میں سب سے زیادہ صحیح حدیث عوف بن مالک کی ہے۔

**رضی اللہ عنہ۔ ابو قتادہ**: ان کا نام ربعی بن النعمان ہے۔ **ابو ابراهیم الاشهلی**: یہ کبار تابعین سے ہیں (تقریب حافظ) بعض نے کہا یہ عبداللہ بن ابی قتادہ ہیں مگر یہ درست نہیں ہے۔ ترمذی نے اس کو غلط قرار دیا ہے۔ ابوابراہیم یہ بنی عبدالاشہل سے ہیں اور ابوقتادہ بنوسلمہ سے ہیں یا اشہلی یہ عبدالاشہل کی طرف نسبت ہے جو انصار کا ایک خاندان ہے۔ ابراہیم کے والد کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ صحابی کے نام سے ناواقفیت مضر نہیں وہ سب کے سب عدول ہیں۔ **اللهم اغفر لحينا**: ہمارے تمام زندوں اور تمام مسلمان مردوں کو بخش دے۔ **شاهدنا**: موجودین کو بخش دے۔

تورپشتی کا قول۔ چھوٹے بچوں کے: استغفار کا مطلب طحاوی نے ذکر کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ ان کے اس گناہ کو بخش دے جسے وہ بڑے ہونے کے بعد کریں گے۔ پس قول کے مطابق **صغيرنا**: عام نہیں بلکہ اس سے وہ مراد ہیں جو بڑے ہوں گے۔ بعض نے کہا صغار سے جوان اور کبار سے بوڑھے لئے جائیں گے۔ یہ بات واضح ہے۔ برک کا قول یہ ہے: ترکیب کے مفردات کو دیکھ کر اور قرائن اربعہ کو دیکھ کر حدیث سے شمول واستیعاب معلوم ہوتا ہے پس تخصیص نہ کی جائے گی۔ گویا مطلب یہ ہوا اے اللہ تو تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ یہ رموز ہیں جن پر جمع دلالت کرتی ہے **من احييه منا**: الحرز میں بھی عموم کو بے غبار کہا گیا۔ **على الاسلام**: ترمذی میں ایمان کے لفظ ہیں۔ **من توفيته**: سے مراد قبض روح ہے۔ پہلے اسلام اور پھر وفات کے ساتھ ایمان کا تذکرہ زیادہ اوفق روایت ہے۔ **اجره**: اس میں جو مصیبت پہنچی اس کا اجر۔ **ولا تفتنا**: دوسری روایت میں **تضلنا**: ہے۔ **بعده** سے موت کے بعد مراد ہے۔

**تخريج**: اخرجه احمد (۳/۸۸۱۷) وابو داود (۳۲۰۱) والترمذي (۱۰۲۶) وابن ماجه (۱۴۹۸) وابن حبان (۳۰۷۰) والحاكم (۱/۱۳۲۶) والنسائي (۱۰۹۱۸/۶)

**الفرائد**: یہ دعا تمام مسلمانوں کو شامل ہے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے مذکر ہوں یا مؤنث حاضر ہوں یا غائب۔

۹۳۷: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ.

۹۳۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: "جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے اخلاص سے دعا کرو۔" (ابوداؤد)

**فاخلصوا له الدعاء**: اخلاص فی الدعاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور کم سے کم درجہ اس کی بارگاہ میں مغفرت طلب کی۔ اگرچہ بچہ ہو اس کے لئے دعا کرے۔ (علقمی)

**تخريج**: اخرجه ابو داود (۳۱۹۹) وابن ماجه (۱۴۹۷) وابن حبان (۳۰۷۶) والبيهقي (۴/۴۰)

**الفرائد**: میت کے لئے مخلصانہ دعا کا حکم ہے اور رحمت وثواب کی دعا کرے۔

۹۳۸ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا ، وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا ، وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ ، وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا ، وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا ، وَقَدْ جِئْنَاكَ شُفَعَآءَ لَهٗ فَاغْفِرْ لَهٗ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۔

۹۳۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جنازہ کی نماز میں یہ دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا ...... فَاغْفِرْ لَهٗ "اے اللہ تو سب کا رب ہے تو نے اس کو پیدا فرمایا' تو نے اسے اسلام میں ہدایت دی' تو نے ہی اس کی روح قبض کی' تو ہی اس کی پوشیدہ اور ظاہر حالت کو جانتا ہے' ہم اس کے سفارشی بن کے آئے ہیں۔ پس تو اس کو بخش دے۔ (ابوداؤد)

علی الجنازہ سے مراد نماز جنازہ ادا کرتے وقت۔ اللهم انت ربها: اے اللہ تو اس کا مربی ہے کہ تم عدم سے وجود اور پھر وجود غذا کی نعمتوں سے عنایت کیا۔ خلقتها: مضاف' مضاف الیہ کے شرف سے مشرف ہوگی۔ هديتها الى الاسلام: اسلام تک پہنچا دیا اگر تیرا ارادہ شامل حال نہ ہوتا تو راہ نہ پا سکتا تھا۔ قبضت روحها: ملائکہ مؤکلین کے ذریعہ اس کو جسم سے نکالا اور پھر فرشتے نے تیری بارگاہ میں پیش کر دیا۔ انت اعلم بسرها: جو وہ اعتقاد و نیت دل سے چھپ ئے ہوئے تھا۔ علانيتها: جو وہ ظاہر کرتا تھا یہ جملہ ماقبل پر معطوف ہے۔ یہ ہدیت کے فاعل سے حال بھی بن سکتا ہے مطلب یہ ہوگا ہم نے اس کی ہدایت کا حکم اسی کے مطابق لگایا جو وہ ہمارے سامنے ظاہر کرتا تھا۔ اس کے اندرون کا معاملہ تیرے حوالے ہے۔ جئنا شفعاء: ہم سفارشی بن کر حاضر ہوئے ہیں۔ فاغفر له: آپ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیں۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (۳۲۰۰) والنسائی (۶/۱، ۹۱۵)

**الفرائد** : اس میں جنازہ اور نوع کی دعا ہے۔

۹۳۹ : وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ ، وَعَذَابَ النَّارِ ، وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَآءِ وَالْحَمْدِ ، اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۔

۹۳۹: حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا: اَللّٰهُمَّ اِنَّ ...... الرَّحِيْمُ "اے اللہ! فلاں ابن فلاں تیری ذمہ داری میں ہے اور تیرے پڑوس کی پناہ میں ہے۔ پس اس کی قبر کو آزمائش اور آگ کے عذاب سے بچا لے۔ آپ وعدے کو پورا کرنے والے اور تعریفوں والے ہیں۔ اے اللہ! اس کو بخش دے اور رحم فرما۔ بے شک آپ بخشنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔ (ابوداؤد)

واثلة بن اسقع رضی الله عنه: ان کے حالات باب الرؤیا میں گزرے۔ فلان بن فلان: یہ اس آدمی کے نام سے کنایہ

ہے۔ فی ذمتك: تیرے اس عہد میں شامل ہے جس کا اس ارشاد میں ذکر ہے: ﴿واوفوا بعهدی اوف بعهدکم﴾ حبل جوارك: تیری امان کے کڑے میں ہے جیسا فرمایا: ﴿واعتصموا بحبل اللّٰه﴾ بقول طیبی حبل سے عہد وامان اور ذمہ داری مراد ہے یعنی وہ تیری حفاظت کے خیمے اور طاعت کے عہد میں ہے۔ ابن الجزری کہتے ہیں وہ تیری ذمہ داری میں ہے تجھ سے بخشش کا طالب ہے۔ عربوں کی عادت تھی کہ جب وہ سفر کا ارادہ کرتے تو ہر قبیلے کے سردار سے عہد کرتے اور جب تک اس کی حدود میں رہتے اسی کے ذریعہ امن حاصل کرتے یہاں تک کہ دوسرے کے پاس پہنچتے تو اس کی پناہ میں آتے۔ یہ حبل الجوار ہے یعنی جب تک اس کی سرزمین کے پڑوس میں مقیم رہا اور یہ اجارہ سے ماخوذ ہو سکتا ہے۔ اس وقت اس کا معنی امان ونصرت ہوگا۔ فقه: اس کی حفاظت فرما۔ من فتنة القبر: یعنی قبر کے امتحان یا عذاب قبر سے۔ وعذابه: یہ عطف ردیف یا عطف المسبب علی السبب سے ہے۔ یعنی فتنہ قبر جو عذاب کا سبب ہے۔ وانت اهل الوفاء: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اوف بعهدکم﴾ تو آپ کو آپ ہی کا عہد یاد دلاتا ہوں۔ والحمد: آپ ہی حمد وثناء اور تزکیہ اور شکر کے حقدار ہیں اور اس کو بدلہ عنایت کرنے والے ہیں جو ایمان پر ثابت قدم رہے اور قرآن کے حق کو پورا کرنے والا ہو۔

النحو: یہ جملہ قد کے فعل سے حال ہے۔ یا مستانفہ ہے۔ اللهم فاغفرله: فا سببیہ اس لئے لائے کہ جو ذات قابل تعریف اور وفا والا ہے۔ اسی ہی سے مغفرت اور گناہوں کے مٹانے کا سوال کیا جا رہا ہے۔ وارحمه: اس کے درجات کو بلند کر کے رحم فرما۔ انك انت: اس سے پہلے لام تعلیلیہ مقدار ہے یہ ماقبل کے لئے بمنزلہ دلیل ہے کہ سوال مغفرت اس لئے ہے کیونکہ آپ مغفرت ورحمت والے ہیں دونوں صفات کا تذکرہ اس کی رحمتوں کی وسعت اور مغفرت وعظمت کے شمول کی وجہ سے کیا۔

**تخریج**: اخرجه احمد (٥/١٦٠١٨) وابو داود (٣٢٠٢) وابن ماجه (١٤٩٩) وابن حبان (٣٠٧٤)

**الفوائد**: میت کے لئے خالص دعا ہو۔ دوسروں کے لئے بالکل نہ ہو۔

٩٤٠ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ کَبَّرَ عَلٰی جَنَازَةِ ابْنَةٍ لَّهٗ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ کَقَدْرِ مَا بَیْنَ التَّکْبِیْرَتَیْنِ یَسْتَغْفِرُلَهَا وَیَدْعُوْا ثُمَّ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَصْنَعُ هٰکَذَا ' وَفِیْ رِوَایَةٍ : "کَبَّرَ اَرْبَعًا فَمَکَثَ سَاعَةً حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَیُکَبِّرُ خَمْسًا ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ – فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا لَهٗ : مَا هٰذَا؟ فَقَالَ : اِنِّیْ لَا اَزِیْدُکُمْ عَلٰی مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَصْنَعُ ' اَوْ هٰکَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ – رَوَاهُ الْحَاکِمُ وَقَالَ : حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔

٩٤٠: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں چوتھی تکبیر کے بعد اتنی دیر کی کہ جتنا دو تکبیروں کے درمیان رکتے ہیں اور بیٹی کے لئے استغفار اور دعا کرتے رہے پھر نماز کے بعد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں

نے چار تکبیریں کہیں پھر تھوڑی دیر کے لئے رکے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پانچویں تکبیر کہیں گے۔ پھر انہوں نے اپنی دائیں اور بائیں سلام کیا۔ پھر جب واپس لوٹے' ہم نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا میں تمہارے سامنے اس میں اضافہ نہیں کرتا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا' یا اس طرح کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

**عبداللہ بن ابی اوفی:** رضی اللہ عنہ ان کا نام علقمہ بن خالد بن حارث اسلمی رضی اللہ عنہ ہے۔

**اَللُّغَۃ:** **ابنة له:** یہ عبداللہ سے بدل الاشتمال ہے۔

**اربع تکبیرات:** یہ کبر کا مفعول مطلق ہے۔ **مابین التکبیرتین:** چوتھی تکبیر کے بعد اتنی دیر ٹھہرے' جتنی دیر ثالثہ واربعہ کے درمیان ٹھہرے۔ **یستغفرلها ویدعوا:** اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے مغفرت کا سوال کرتے رہے اور مراتب جنت پانے کی دعا کرتے رہے۔ **یصنع هکذا:** جیسا میں چوتھی تکبیر کے بعد وقفہ کیا۔ دوسری روایت میں ہے۔ **ساعة:** کچھ دیر رکے جس سے ہم نے گمان کیا کہ وہ پانچویں تکبیر کہیں گے۔ **ثم سلم:** پھر انہوں نے نماز سے پھرنے کی طرح دائیں بائیں سلام پھیرا۔ **قلنا له ما هذا:** میں اس سے اضافہ نہیں کرتا جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۷/۱۹٤۳٤) وابن ماجه (۱۵۰۳) حاکم' رافعی نے احمد کی طرف نسبت کی ہے۔

**الفوائد** : سلام سے قبل طویل دعا میت کے حق میں کی جائے۔

## ۱۵۸ : بَابُ الْاِسْرَاعِ بِالْجَنَازَۃِ

## بَابٌ: جنازہ کو جلد لے جانا

**الاسراع:** امام شافعی فرماتے ہیں عام چلنے میں جو چال اختیار کی جاتی ہے اس سے کچھ تیز چلیں گے (بیہقی) ابن منذر اور ابن بطال نے نقل کیا کہ عادت والی چال چلیں گے۔ عراقی کہتے ہیں پہلا قول زیادہ درست ہے۔ رافعی ونووی کہتے ہیں تیز چلنے کا مطلب عام چال سے زیادہ مگر دوڑ سے کم ہو۔ اس طرح چلیں کہ میت کو حرکت نہ آئے۔ کذا فی الہدایہ۔

۹٤۱ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَۃِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَۃً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَیْهِ ' وَاِنْ تَكُ سِوٰی ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ' وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ : "فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا عَلَیْهِ".

۹٤۱ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جنازہ میں جلدی کرو' اس لئے کہ اگر وہ نیک ہوگا تو ایک نیکی ہے جس کی طرف تم اس کو بڑھا رہے ہو اور اگر وہ اس کے علاوہ ہے تو ایک برائی ہے جس کو تم اپنی گردنوں سے اتار لو گے۔ (بخاری و مسلم)

**اسرعوا:** قبر کی طرف اس طرح جلدی لے جائیں کہ جس میں گرنے کا خطرہ نہ ہو اور نہ میت کے پھٹنے کا خطرہ ہو۔

اَلْنَّحْوُ : فخير تقدمونها اليه: خیر یہ مبتداء محذوف ھو کی خبر ہے اور خیر کو خیر مطلوب کی طرف جلد پہنچانا چاہئے۔ وان تك:اور اگر وہ جنازہ اس کے علاوہ ہے۔ ذلك: یہ مذکر اشارہ میت کے لحاظ سے لایا گیا۔ فشر کی ترکیب ایسے فهو شرٌ۔ :مسلم کی روایت میں فخير تقدمونها عليه:اس کو تم خیر کی طرف لے جانے والے ہوتا کہ وہ اپنے لئے تیار کی جانے والی نعمتیں پا لے اور مؤخر کرنے سے وہ فوت نہ ہو جائے۔

**تخریج** : اخرجه مالك (٥٧٤) والبخاری (١٣١٥) و مسلم (٩٤٤) والترمذی (١٠١٥) وابو داود (٣١٨١) والنسائی (١٩٠٨) وابن ماجه (١٢٧٧) والحمیدی (١٠٢٢) وابن الجارود (٥٢٧) وابن حبان (٣٠٤٢) والبیهقی (٢١/٤)

**الفوائد** :① میت کو جلد دفن کرنا مستحب ہے ② وہ جس چیز کا منتظر اور حقدار ہے اسے پالے ③ اس میں اشارہ کردیا کہ اہل معاصی سے بچا جائے۔

٩٤٢ : وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ :"اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ ، وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا :يَا وَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانُ ، وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۹۴۲: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''جب چارپائی رکھ دی جائے اور لوگ اس کو اپنی گردنوں پر اٹھالیں'' اگر وہ میت نیک ہے تو یوں کہتی ہے: مجھے آگے بڑھاؤ اور اگر وہ بری ہے تو کہتی ہے: ہائے افسوس! تم مجھے کہاں لے جارہے ہو۔ اس کی آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔ اگر انسان سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں۔ (بخاری)

وضعت: یہ فعل مجہول ہے۔ الجنازة: اس کا نائب فاعل ہے۔ جیم کے فتحہ سے میت اور کسرہ جیم سے چارپائی یا اس کا عکس۔ (۲) کسرہ سے چارپائی بمع میت (شرح مشارق القاموس) اعناقهم: کندھوں پر اٹھائیں' محاورت کی وجہ سے اعناق کہہ دیا گیا۔ فان كانت صالحة :اگر وہ اپنی زندگی میں اوامر کو پورا کرنے والا اور نواہی سے بچنے والا تھا یا ایسا نہ تھا مگر موت سے پہلے پہلے تائب ہوگیا۔ قالت قدمونی: مقدم الیہ کو حذف کردیا کیونکہ عبارت اس کے بیان سے قاصر ہے۔ یاویلها: ممکن ہے کہ وہ یا ویلی کہتا ہو مگر تعبیر میں ضمیر غائب لائی گئی کیونکہ حالت قبیح کی تعبیر اہل عرب اسی طرح کرتے تھے۔ جیسا اس روایت کو ملاحظہ کرو: "فکان آخر ما قال!هو على ملة عبد المطلب' وقعة وفات ابى طالب): یہ اس لئے تاکہ قباحت کے بیان میں صورت لفظ تو قبیح نہ ہو۔ (۲) عذاب خوف کے وقت اسی طرح کہا جاتا ہے یا ویلها۔ :بقول ابن مالک اگر جنازہ سے چارپائی مراد ہو تو یاویلہا کی ضمیر اپنے مقام پر ہوگی دو مقام پر مجاز ماننا پڑے گا۔ اس لئے میت مراد لینا ہی بہتر ہے اور یہ زبان حال کی حکایت ہو کر استعارہ بنے گا یعنی گویا وہ زبان حال سے اس طرح کہہ رہا ہوتا ہے۔ اہل مکاشفہ کہتے ہیں یہ حقیقت

پر محمول ہوگا اگر انسانوں کو سنائی نہ دے۔ روایت کے اگلے الفاظ اسی کی تائید کر رہے ہیں۔ جب تک کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو۔ ظاہر سے نہ پھیرا جائے گا۔ لصعق: ان پر غشی طاری ہو جاتی بعض نے کہا اس کا معنی مر جانا ہے۔ اسی آواز کو لوگوں سے روک دیا گیا تا کہ یہ جہاں رنگ و بو بگڑ نہ جائے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۴/۱۱۵۵۲) والبخاری (۱۳۱۴) والنسائی (۱۹۰۷) وابن حبان (۳۰۳۸) و عبدالرزاق (۶۲۵۰) والبیهقی (۴/۲۱)

**الفوائد**: ① جنازہ کو مرد اٹھائیں ② میت کو اپنا انجام معلوم ہوتا ہے ③ وہ قابل مبارکباد ہے جس کے عمل صالح سنے پہلے جانے والے ہوں۔

## ۱۵۹: بَابُ تَعْجِيلِ قَضَاءِ الدَّيْنِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالْمُبَادَرَةِ إِلٰى تَجْهِيزِهِ إِلَّا أَنْ يَّمُوْتَ "فَجْاءَةً" فَيُتْرَكَ حَتّٰى يُتَيَقَّنَ مَوْتَهُ

## بَاب: میّت کے قرض کی ادائیگی میں جلدی کرنا اور اس کے کفن دفن میں عجلت کرنا مگر یہ کہ اس کی موت اچانک ہوئی ہو تو موت کا یقین ہونے تک چھوڑ دیں گے

**تعجیل قضاء**: جلدی اس لئے کی جائے تا کہ وہ بلند مقام تک پہنچ جائے۔ **المبادرة**: اس سے کفن نماز جنازہ اور دفن مراد ہے کہ اس میں جلدی کی جائے۔ **الا ان یموت**: یہ مستثنیٰ مفرغ ہے کہ اچانک موت میں موت کے یقین تک انتظار کیا جائے گا وہ تاخیر میں شامل نہ ہوگا۔ باقی موت کی کیفیت سے بدن میں خصوصی تغیرات خود موت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔

۹۴۳: عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۹۴۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مؤمن کی جان اس کے قرضے کے سبب لٹکی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کو اس کی طرف سے ادا نہ کر دیا جائے۔" ترمذی یہ حدیث حسن ہے۔

**معلقة**: سیوطی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو معزز مقام سے روک لیا جاتا ہے۔ عراقی کہتے ہیں اس کے معاملے کو موقوف کر دیا جاتا ہے نہ نجات کا فیصلہ نہ ہلاکت کا اور قرض کی ادائیگی تک انتظار کیا جاتا ہے۔ **حتی یقضی عنه**: خواہ میت نے قرض کی ادائیگی کے لئے کوئی چیز چھوڑی ہو یا نہ چھوڑی ہو۔ جیسا کہ فقہاء نے وضاحت کی۔ عموم روایت اس کی تائید کرتا ہے مگر ماوردی نے کہا روایت ان لوگوں کے لئے ہے جس نے قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ چھوڑا ہو۔ مگر ظاہر روایت یہ ہے کہ جس نے قرض لینے کا گناہ کیا یا ادائیگی میں کوتاہی کی یہ اس کا حال ہے۔ باقی بارگاہِ الٰہی میں عفو کی امید اور قرض خواہ کو راضی کرنے کی امید ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۳/۱۰۱۶۰) والدارمی (۳۵۹۱) والترمذی (۱۰۸۰) وابن حبان (۳۰۶۱) وابن ماجه (۲۴۱۳) والطیالسی (۲۳۹۰) والحاکم (۲۲۱۹) والبیهقی (۶/۷۶)

**الفرائد** : ① موت سے قبل جلد قرض ادا کر دینا چاہئے ② قرضہ انتہائی مجبوری کے علاوہ نہ لیا جائے ③ قرض کی کراہیت ثابت ہوتی ہے۔

۹۴۴ : وَعَنْ حُصَیْنِ بْنِ وَحْوَحٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرِضَ، فَاَتَاهُ النَّبِیُّ ﷺ یَعُوْدُهُ فَقَالَ : اِنِّیْ لَا اُرٰی طَلْحَةَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ فِیْهِ الْمَوْتُ فَاٰذِنُوْنِیْ بِهٖ وَعَجِّلُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ لَا یَنْبَغِیْ لِجِیْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَیْنَ ظَهْرَانَیْ اَهْلِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

۹۴۴: حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ طلحہ بن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا: میرا خیال یہ ہے کہ طلحہ میں موت کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ پس مجھے ان کی اطلاع دینا اور ان کو جلد دفن کا کہا۔ اس لئے کہ کسی مسلمان میت کے لئے مناسب نہیں کہ اس کو اس کے گھر والوں کے درمیان روکا جائے۔ (ابوداؤد)

حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ: واؤ مفتوح ہے۔ یہ انصاری مدنی ہیں۔ ابن کلبی نے ذکر کیا۔ یہ قادسیہ میں حاضر تھے۔ ان سے ابوداؤد نے روایت نقل کی ہے (تقریب حافظ) **طلحه بن البراء رضی الله عنه**: بن عمیر بن وبرہ بن ثعلبہ بن غنم بن سری (سین مضموم اور راء مفتوح) بن سلمہ بن اسد بلوی انصاری رضی اللہ عنہ۔ **فقال**: انہوں نے اپنے گھر والوں کو کہا جیسا کہ ابن اثیر کی روایت میں ہے۔ اس کی تخریج ابن عبدالبر اور مدینی اور ابونعیم۔ **اری** : یہ اظن کے معنی میں ہے۔ **حدث فیه الموت**: یعنی نزع کا وقت شروع ہو چکا اور ابن اثیر والی روایت میں "**انی اری طلحة**": ہے۔ **فاذنونی**: ابن اثیر کی روایت میں : "**فاذا مات فاذنونی**": یعنی مجھے موت کی اطلاع دے دینا۔ ابن اثیر کی روایت میں "**اصلی علیه**"۔ **لا ینبغی لجیفه مسلم**: مناسب نہیں کہ اس کو زیادہ دیر رکھا جائے۔ ابن اثیر کی روایت میں ہے کہ **انه توفی لیلاً فقال (قبل الموت) ادفنونی لیلا والحقونی بربی ولا تدعو رسول الله صلی الله علیه وسلم فانی اخاف علیه من الیهود ان یصاب فی سببی فاخبر رسول الله صلی الله علیه وسلم حین اصبح فجاء حتی وقف علی قبره وصف الناس معه ثم رفع یدیه وقال اللهم الق طلحة وانت تضحك الیه وهو یضحك الیك**": اور طلحہ بن براء رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

**النحو** : اخرجه الثلاثة: تحبس کی ضمیر مضاف کی طرف لوٹنے کی وجہ سے مونث ہے اور اهله کی ضمیر مذکر مضاف الیہ کی طرف راجع ہونے کی وجہ سے مذکور ہے۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (۳۱۵۹)

الفوائد: ① آپ اپنے اصحاب کے احوال کی خبر گیری رکھتے تھے ② میت کے کفن دفن کا فوراً انتظام کرنا چاہئے۔

## ۱۶۰: بَابُ الْمَوْعِظَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ

## بَابٌ: قبر کے پاس نصیحت

الموعظه: یہ مصدر میمی ہے اور وعظ کے معنی میں آتا ہے۔ اس کا معنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ذریعہ نصیحت کرنا جو اس کی مخالفت سے روکنے والی ہو اور ثواب کے سبب اس کی طاعت پر آمادہ کرنے والی ہو۔ عند القبر: کیونکہ اس وقت یہ زیادہ کامیاب ہوگی کیونکہ میت کو دیکھنا اور موت کا تذکرہ دل کی سختی کا ازالہ کرتا اور اس کو نرم کرتا ہے۔

۹٤٥ : عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَاَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَسَ وَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ - ثُمَّ قَالَ : "مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ" فَقَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا؟ فَقَالَ : "اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهُ" وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۴۵: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بقیع الغرقد کے قبرستان میں ایک جنازے کے ساتھ شریک تھے۔ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے سر جھکایا اور چھڑی سے زمین کو کریدنے لگے۔ پھر فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے دوزخ یا جنت کا ٹھکانہ لکھا جا چکا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کر لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں عمل کئے جاؤ ہر ایک کو وہی عمل میسر ہوگا جس کے لئے وہ پیدا ہوا اور پوری حدیث بیان کی۔ (بخاری ومسلم)

الغرقد: یہ جعفر کے وزن پر ہے۔ غرقد ایک کانٹے دار درخت کو کہتے ہیں اس کا واحد غرقدۃ ہے۔ یہ مدینہ منورہ کا معروف قبرستان ہے اس کا نام غرقد اسی درخت کی وجہ سے ہے۔ جسے کاٹ کر قبرستان کے لئے اس زمین کو استعمال کیا گیا (النہایہ) مخصرة: میم مکسورہ اس لاٹھی کو کہتے ہیں جس کو پکڑنے کے لئے آدمی مٹھی بنا لیتا ہے۔ (النہایہ) فنكس وجعل ينكت بمخصرته: آپ ﷺ نے سر مبارک جھکایا زمین پر اس کے ایک جانب کو مارنے اور چھونے لگے۔ جیسا کہ غمزدہ وسوچ وبچار والا آدمی کرتا ہے۔ ما منكم من احد الا وقد كتب مقعده: من تاکید کے لئے زائد ہے۔ کتب فعل مجہول ہے۔ من النار: ٹھکانے کا ذکر پہلے کر دیا کیونکہ موقعہ نصیحت ہے۔ ڈرانا بشارت سے زیادہ کامیاب اور فائدہ مند ہوتا ہے۔ اس وجہ سے آگ کے تذکرے کو مقدم کیا گیا۔ ومقعده من الجنة۔ مطلب یہ ہے۔ اہل جنت واہل دوزخ کا مقام ازل سے لکھا ہے۔ یہ مقام دلالت کر رہا ہے کہ الا کے مابعد جملہ محل حال میں ہے یہ عام احوال سے مستثنیٰ مفرغ ہے۔ یعنی تم میں سے کوئی آدمی کسی بھی حال میں نہیں ہوتا مگر اس حال میں کہ اس کا جہنم و جنت کا ٹھکانہ ازل میں لکھا ہوتا ہے۔ افلا نتكل: امتکال اعتماد کو کہتے

ہیں یعنی کیا اس کے باوجود ہم عمل کریں اور بھروسہ نہ کریں۔ علی کتابنا : جو کہ ہماری سعادت وشقاوت پر سبقت کر چکی ہے۔ شیخ زکریا کہتے ہیں کہ یہ کہنے والے سراقہ بن جعشم یا ابوبکر یا عمر یا علی رضی اللہ عنہم تھے۔ ان تمام کے سوال سے بھی کوئی چیز مانع نہیں کیونکہ روایت میں قالوا : کا لفظ جمع آ رہا ہے۔ **فقال اعملوا** : ارشاد فرمایا جن کاموں کا حکم مادہ کرتے جاؤ۔ **لما خلق له** : ہر ایک سعادت وشقاوت کے مطابق عمل میسر ہوتا ہے۔ اہل سعادت کو اچھا اور بدبختوں کو برا کام آسان ہوتا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی : ﴿**فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی**﴾ یہاں تک کہ : ﴿**فسنیسرہ للعسری**﴾ تک تلاوت فرمائی۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۲۰۲) والبخاری (۱۳۶۲) و مسلم (۲۶۴۷) والترمذی (۲۱۳۶) والنسائی (۱۱۶۷۸) وابن ماجه (۷۸) وابن ابی عاصم (۷۸) وابن حبان (۳۳۴) والبزار (۵۸۴) والبیهقی (ص ۸۶ و ۸۷)

**الفوائد** : ① قبرستان میں یہ نصیحت فرمائی کیونکہ اس میں نصیحت نفوس پر زیادہ مؤثر ہے ② سعادت وشقاء اللہ تعالیٰ کی تقدیر و تقدیم سے ہیں۔ ﴿وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا﴾ [الاحزاب : ۳۸]

## ۱۶۱ : بَابُ الدُّعَآءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ دَفْنِهٖ وَالْقُعُوْدِ عِنْدَ قَبْرِهٖ سَاعَةً لِّلدُّعَآءِ لَهٗ وَالْاِسْتِغْفَارِ وَالْقِرَاءَ ةِ

## بَاب : دفن کے بعد میّت کے لئے دُعا کرنا اور اس کی قبر کے پاس دُعا واستغفار و قراءت کے لئے کچھ دیر بیٹھنا

یہ دعا اس لئے ہے کیونکہ وہ دنیا سے نیا جدا ہو کر ایک ایسی منزل پر پہنچا جہاں سے مانوس نہیں اور نہ اس کو جانتا ہے۔ اس کے لئے معافی ومغفرت اور ثابت قدمی اور خوف کے دور ہونے کی دعا مناسب ہے۔ **القعود** : دفن کے بعد اس کی قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا جس میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم ہوتا ہے دعا واستغفار و قراءت کی جائے۔ قرآن مجید کی قراءت کے وقت برکت اترتی اور اس کی عام برکت کا اثر اس کو بھی پہنچتا ہے۔

۹۴۶ : عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو — وَقِيْلَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقِيْلَ اَبُوْ لَيْلٰى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ وَقَالَ : "اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَسَلُوْا لَهُ التَّثْبِيْتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْاَلُ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ۔

۹۴۶ : حضرت ابو عمرو بعض نے کہا ابو عبداللہ بعض نے کہا ابو لیلیٰ۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن سے فارغ ہو جاتے' قبر پر ٹھہر جاتے اور فرماتے : "اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور ثابت قدمی کی دعا کرو پس اس سے سوال ہوگا۔" (ابوداؤد)

عثمان بن عفان: رضی اللہ عنہ ان کی کنیت ابو عمرو، ابو عبد اللہ، ابو لیلیٰ بیان کی جاتی ہے۔ عبد اللہ ان کے بیٹے ہیں جو رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے پیدا ہوئے۔ بلوغت کے قریب پہنچے تھے کہ مرغ نے آنکھ میں چونچ ماری جس سے ان کی وفات ہوئی۔ باب فضل الزہد میں ان کے حالات گزرے۔ فرغ: یہ معروف کا صیغہ ہے۔ استغفروا: اللہ تعالیٰ سے اس کے گناہوں کی معافی طلب کرو۔ لاخیکم: دعا کے سبب کی طرف اشارہ ہے کہ وہ تمہارا مسلمان بھائی ہے اور بھائی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کا اہتمام کرتا ہے۔ التثبیت: یعنی اللہ تعالیٰ نکیرین کے سوال کے وقت اس کو ثابت قدمی عنایت فرمائے۔ الان یسال: الان ظرف مقدم ہے۔ یسال فعل مجہول ہے ثابت قدمی کی دعا سے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو فتنہ قبر اور جواب کے لئے دلیل بنا دے۔

**تخریج** : ابو داؤد۔

**الفوائد** :دفن کے بعد میت کے لئے استغفار کیا جائے اور ثابت قدمی کی دعا کی جائے۔

۹۴۷ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِذَا دَفَنْتُمُوْنِيْ فَاَقِيْمُوْا حَوْلَ قَبْرِيْ قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَّيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتّٰى اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ وَاَعْلَمَ مَا ذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّيْ – رَوَاهُ مُسْلِمٌ –

وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقْرَاَ عِنْدَهٗ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَاِنْ خَتَمُوا الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ كَانَ حَسَنًا۔

۹۴۷: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرو جتنی دیر میں ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ تاکہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اللہ کے قاصدوں کو کیا جواب دوں۔ (مسلم)

یہ حدیث تفصیل کے ساتھ گذری۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قبر کے پاس قرآن کا کچھ حصہ پڑھا جائے۔ یا سارا قرآن پڑھے تو مناسب ہے۔

فاقیموا: ٹھہرو۔ ینحر جزور: یہ فعل مجہول ہے۔ جزور ذبح شدہ اونٹ خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ ویقسم لحمھا: یہ بھی فعل مجہول ہے۔ حتی استانس بکم: یہ حتی تعلیلیہ۔ ما اراجع: ما الذی کے معنی میں ہے۔ قبر کے پاس ٹھہرنے میں حکمت یہ ہے کہ انسان انسان سے مانوس ہوتا ہے خواہ دیوار کے پیچھے ہی ہو۔ جب انس حاصل ہو تو دل پرسکون اور نفس مطمئن ہوتا ہے تو ایسی حالت میں پوچھا جائے وہ اس میں پختگی ظاہر کرے گا۔ اس کے برخلاف جب وحشت اور اضطراب اور خوف تو جواب میں اکھڑ جاتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے اس کے پاس کچھ قرآن مجید پڑھیں اور اگر تمام پڑھیں تو مناسب ہے۔

**تخریج** : کتاب الادب میں یہ تخریج گزر چکی۔

**الفوائد** :امت احمد کے ہاں قراءت علی المیت بدعت ہے۔ (ابو جمرہ من المالکیہ) ملا علی القاریؒ کہتے ہیں قبور کے

پاس قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ یہی مالک' شافعی' ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔ کوئی روایت اس میں وارد نہیں۔

## ۱۶۲ : بَابُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالدُّعَاءِ لَهُ

## بَابٌ: میّت کی طرف سے صدقہ کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ : رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾

[الحشر: ۱۰]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وہ جو لوگ جو ان کے بعد آئے' وہ کہتے ہیں: اے رب ہمارے ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جنہوں نے ایمان میں ہم سے پہل کی''۔ (حشر)

والذین: اس کا عطف فقراء یا والذین تبوء وا پر ہے یعنی مال فئی ان تین جماعتوں مہاجرین' انصار اور جو ان کے بعد آئے یعنی تابعین کے لئے۔ سبقونا بالایمان: یہ جملہ حالیہ ہے اور فئی کے مستحقین کا ذکر کیا گیا۔ اسی وجہ سے امام مالک کہا کرتے تھے۔ جو شخص صحابہ کرام کو گالیاں بکتے ہیں ان کا مال فئی میں کوئی حصہ نہیں۔ یہ دلیل ہے کہ میت کے لئے دعا مانگنی چاہئے اسی لئے اس کو صدقہ پر قیاس کیا جائے گا۔ جب دعا پر مدح کی گئی تو صدقہ پر بدرجہ اولیٰ مدح کے قابل ہوں گے۔

۹٤۸ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : اِنَّ اُمِّيَ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ ' فَهَلْ لَّنَا مِنْ اَجْرٍ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ : "نَعَمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۴۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ '' بے شک میری والدہ اچانک وفات پا گئی میرا خیال ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو صدقہ کرتیں۔ کیا اس کو اجر ملے گا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں؟ فرمایا ''ہاں''۔ (بخاری و مسلم)

رجلاً: اس سے مراد سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ افتلتت نفسہا: اچانک فوت ہو جانا۔ لو تکلمت : یہ جملہ شرطیہ رأی کا دوسرا مفعول ہے۔ ان تصدقت؟: اس سوال کی وجہ یہ ارشاد باری تعالیٰ تھا: ﴿وان لیس للانسان الا ما سعی﴾: جو عمل خود کرے اسی کا فائدہ ہے جو عمل اس کے لئے کیا جائے وہ اس تک پہنچنے سے قاصر ہے۔ جواب محذوف ہے۔ کیا اس کو فائدہ پہنچے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قال نعم: اس کو فائدہ ہوگا۔

آیت بعض نے کہا یہ کافر سے متعلق ہے۔ اگر چہ انسان کا لفظ عام ہے مگر مراد خاص ہے اور اگر مومن سے متعلق ہو تو معنی یہ ہے کہ مومن کے لئے عدل کے لحاظ سے تو اس کے عمل کا بدلہ ہے مگر فضل کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کریم ہیں۔ اس کی سیئات سے تجاوز فرما کر نیکی کو کئی گنا کر دیں گے اور اس کا ثواب بھی دیں گے جو نیکی کے کام اس کی طرف سے کئے جائیں گے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (١٣٨٨) و مسلم (١٠٠٤) وابن ماجه (٢٧١٧) وابن حبان (٣٣٥٣) وابن خزیمة (٢٤٩٩)

**الفوائد** :① میت کی طرف سے صدقہ اس لئے فائدہ مند ہے ② قضاء دین بھی اس کی طرف سے درست ہے۔

٩٤٩ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ :صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ ' اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ ' اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْ لَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۴۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا: "جب کوئی انسان مرجاتا ہے تو اس کے سارے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین: (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہو (۳) نیک لڑکا (اولاد) جو اس کے لئے دعا کرتا ہو"۔ (مسلم)

**انقطع عمله**: کیونکہ موت کے سبب اس کا مکلّف ہونا ختم ہو گیا اور وہ عالم تکلیف سے عالم برزخ میں منتقل ہو گیا چونکہ محل عمل نہیں یہاں مراد لازم عمل ہے یعنی انسان کے لئے اس کی موت کے ساتھ اپنے نفس کے لئے ثواب کی تحصیل مکمل ہو جاتی ہے۔ **الا من ثلاث**: اس روایت اور ابن ماجہ کی روایت میں منافات نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان مما یلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موته علما نشره وولدًا صالحًا ترکه ومصحفا ورثه ومسجدًا بناه وبیتا لابن السبیل بناه ونهراً اجراه وصدقة اخرجها من ماله فی صحته وحیاته تلحقه من بعد موته**"۔ کیونکہ عدد حجت نہیں۔ (۲) پہلے وہ اطلاع دی پھر یہ بعد میں اطلاع دی۔ سیوطی کہتے ہیں حدیث ابن ماجہ میں سات خصلتوں کا تذکرہ ہے۔ میں نے شمار سے تین مزید کا اضافہ کیا ہے۔ (۸) کنواں کھودوا دیا۔ (۹) سرحد اسلام کی حفاظت کی۔ (۱۰) ذکر کے لئے مکان بنایا۔ نووی نے ایک کا اضافہ کیا: (۱۱) تعلیم قرآن کا انتظام کر دیا۔ **صدقة جاریة**: وقف کیا یا فقیر کے لئے وصیت کی۔ علم شرعی علوم یا اس کے ذرائع۔ **ینتفع به**: اس نے تالیفات کی ہیں یا کتابیں وقف کی ہیں یا طلباء کو علوم پڑھا کر فارغ کیا یا علم حاصل کر کے اس پر عمل کیا جا رہا ہے۔ **ولد صالح**: نیک مسلمان بیٹا۔ **یدعو له**: کیونکہ وہ گویا اس کی کمائی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے کہ اولاد کی نیکیاں تو والدین کے نامۂ عمل میں لکھ دیں مگر گناہ درج نہیں کئے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٣/٨٨٥٣) و مسلم (١٦٣١) و ابو داود (٢٨٨٠) والترمذی (١٣٨١) والنسائی (٥٦٥٣) وابن حبان (٣٠١٦) والبیهقی (٦/٢٧٨)

**الفوائد** :① وقف کا عظیم ثواب ہے نیز علم کی فضیلت بھی بہت زیادہ ہے ② علم کی وراثت چھوڑے ③ نیک اولاد کے لئے شادی کرے ④ اولاد کی اسلام پر تربیت کرلے۔

## ۱۶۳ :بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَی الْمَیِّتِ

# بَابٌ: لوگوں کا میّت کی تعریف کرنا

الثناء: اگر چہ ثناء تو اچھی تعریف کو کہا جاتا ہے مگر یہاں عام ہے۔

۹۵۰ : عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : "وَجَبَتْ" ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : "وَجَبَتْ" فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : مَا وَجَبَتْ؟ فَقَالَ : "هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ، وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ ، اَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۵۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کا گذر ایک جنازے کے پاس سے ہوا۔ انہوں نے اس کی اچھی تعریف کی۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی'' پھر دوسرے جنازے کے پاس سے ان کا گذر ہوا۔ انہوں نے (لوگوں نے) اس کی بری تعریف کی۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی'' عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپؐ نے فرمایا جس کی تم نے اچھی تعریف کی تو اس کے لئے جنت اور جس کی تم نے بری تعریف کی تو اس کے لئے جہنم واجب ہوئی تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

مروا بجنازہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ خیرا: یہ بغیر تھا منصوب بنزع خافض ہے۔ (۲) مفعول مطلق ہے مضاف کو حذف کر دیا گیا۔ ای ثناء خیر یا خیر بھی ثناء کی ایک قسم ہے پس قعدت جلوسا کی طرح ہوگیا۔ فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: آپ ﷺ نے ان کی تعریف سن کر فرمایا۔ وجبت: اس کی ضمیر جنت کی طرف راجع ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ فقط آپ ﷺ کے پاس سے گزرا اور صحابہ کرام نے اس کی تعریف کی۔ ثم مروا باخری: دوسرا جنازہ مراد ہے۔ فاثنوا علیھا شرا: یہ روایت ابن عبدالسلام کی مؤید معلوم ہوتی ہے کہ ثناء خیر و شر میں حقیقت ہے۔ جمہور فرماتے ہیں ثناء فقط خیر میں حقیقت ہے پس ان کے مطلق مجاز مرسل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بری تعریف پر اس کو برقرار رکھا حالانکہ میت کے گناہوں کے تذکرہ کی ممانعت کی گئی ہے۔ کہ یہ ممانعت کافر اور منافق متجاہر الفسق کے علاوہ میں ہے اور صحابہ کرام کی یہ بات ان تینوں میں سے ایک تھی۔ فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وجبت: اس کی ضمیر بھی نار کی طرف راجع ہے۔ خفاء کی تعیین ہونی چاہئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا۔ ما وجبت: اس کا مطلب کیا ہے۔ ھذا اثنیتم: زبانوں سے اچھی تعریف وجوب جنت کی علامت ہے اور دوسرے کے لئے جہنم اور اگر یہ بد تعریفی غرض و ہوئی سے ہو تو پھر ایسا نہیں۔ انتم: اس سے خاص صحابہ مراد ہوں یا عام مؤمنین مراد ہوں دوسرے قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں المؤمنون کا لفظ وارد ہے۔ شھداء اللّٰہ: جب تمہاری زبانوں پر خیر و شر کی تعریف جاری ہوتی تو وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ اس کے مطابق ہے۔ عموماً باری تعالیٰ زبانوں کو ہر انسان کے متعلق آزاد چھوڑتے ہیں جس سے اس کے راز معلوم ہو جاتے ہیں جس کی اطلاع دوسروں کو نہیں اور جو کچھ اس انسان کے اعمال صالحہ یا سایئہ ظاہر ہوتے ہیں۔ گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو کے متعلق قطعی طور پر جنت و نار کا استنباط فرمایا۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے وحی سے بتلا دیا یہ دونوں باطنی طور پر اسی طرح ہیں جیسے لوگوں نے تعریف کی ہے۔ پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ جو جنت کے لئے پیدا ہوا وہ ان کے کہنے

سے جہنمی بن جائے گا اور اسی طرح اس کا عکس بلکہ کبھی ثناء خیر و شر باطن کے خلاف بھی واقع ہوگی۔ پس مراد یہ ہوئی کہ علامت مطابقی ہے اور ایسی علت ہے جو غالب حالات میں پیش آنے والی حالت پر دلالت کرنے والی ہے۔ جیسا کہ ترتیب سے ظاہر ہوتا ہے۔ علامت بننے والی تعریف پر واجب کرنا دلیل ہے کہ ثناء علت ہے۔ اسی لئے اعلیٰ تعریف کرنے والوں کو شہداء اللہ الصادقین کا لقب دیا کہ ان کی زبان پر وہ بات جاری ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہونے والے معاملات کے ساتھ غالب حالت میں مطابق ہوگئی۔ اس سے امت کی بڑی فضیلت نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر جب کوئی بات جاری فرماتے ہیں تو وہ اغلباً واقع کے مطابق ہوتی ہے۔ جیسے دعا' شفاعت' اس کے اس وعدے کے مطابق جس میں تخلف نہیں یا اترنے والوں کی عادت کو واجب الوقوع کے قائم مقام اتارا گیا۔ اسی لئے ثناء پر وجوب کو مرتب فرمایا اور یہاں واجب کا یہی معنی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ پر تو کوئی چیز واجب نہیں نہ عمل نہ شہادت اور نہ اور کچھ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٤/١٢٩٣٧) والبخاري (١٣٦٧) و مسلم (٩٤٩) والترمذي (١٠٥٨) والنسائي (١٩٣١) والطيالسي (٢٠٦٢) وابن حبان (٣٠٢٣) والبيهقي (٤/٧٤) والحاكم (١/١٣٩٧)

**الفوائد** : ① سیرت بھی اچھی اور باطن بھی صاف ② اہل ایمان زمین پر اللہ کے گواہ ہیں ③ معاشرت اچھی رکھے اور ایمان والوں سے نرمی کرے۔

٩٥١ : وَعَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ قَالَ : قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَجَلَسْتُ اِلٰى عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ : وَجَبَتْ ' ثُمَّ مُرَّ بِاُخْرٰى فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ عُمَرُ : وَجَبَتْ ' ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَاُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ عُمَرُ : وَجَبَتْ ' قَالَ اَبُو الْاَسْوَدِ : فَقُلْتُ : وَمَا وَجَبَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ : قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : "اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهٗ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ" فَقُلْنَا : وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ : "وَثَلَاثَةٌ" فَقُلْنَا : وَاثْنَانِ؟ قَالَ : "وَاثْنَانِ" ثُمَّ لَمْ نَسْاَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

**٩٥١** : ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ پس ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں کی طرف سے اس کے متعلق اچھے کلمات کہے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا واجب ہوگئی۔ پھر دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی بری تعریف کی۔ پس عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: واجب ہوگئی۔ پھر تیسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی مذمت کی۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہوگئی۔ ابوالاسود کہتے ہیں میں نے کہا: اے امیر المؤمنین کیا چیز واجب ہوئی؟ فرمایا: میں نے اسی طرح کہا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کے متعلق چار آدمی بھلائی کی گواہی دیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرما دیتے ہیں۔ پھر ہم نے کہا اور تین؟ تو فرمایا تین بھی۔ پھر ہم نے کہا اور دو؟ تو فرمایا دو بھی۔ پھر ہم نے ایک کے متعلق سوال نہ کیا۔ (بخاری)

ابو الاسود دیلی: ان کو دؤلی (دال کا ضمہ) کہا جاتا ہے۔ یہ بصرہ کے باشندے ہیں۔ ان کا نام ظالم بن عمرو بن سفیان ہے۔ بعض نے ظالم بن عمر کہا اور بعض نے عمیر بن ظلیم اور بعض نے عمرو بن عثمان بن عمر۔ یہ فاضل ثقہ ہیں مخضرمی ہیں۔ ۶۹ ھ میں وفات پائی۔ سب نے ان سے روایت لی (تقریب للحافظ) فاثني علی صاحبها: یہ فعل مجہول ہے۔ صاحب سے وفات پانے والا مراد ہے۔ فقال ابو الاسود: ابو الاسود نے وجبت کا مطلب دریافت کیا تو انہوں نے کہا میں نے اسی طرح کہا جیسا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی موقعہ پر فرمایا کہ جنہوں نے ایک کی تعریف کی تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جس کی بدتعریفی کی گئی اسکے لئے جہنم واجب ہوئی۔ پس اس کے مطابق مشبہ فاروق رضی اللہ عنہ کا قول اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مشبہ بہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مشبہ بہ وہ ہے جس پر ایما مسلم اور شهد له: ہو۔ یہ دونوں جملے شرط و جواب اپنے مدلول کے لحاظ سے اس کے لئے جنت کو واجب کررہے ہیں جس کے متعلق اچھی تعریف کی گئی ہے اور اپنے مفہوم کے لحاظ سے اس کے لئے آگ کو لازم کررہے ہیں جس کے متعلق بدتعریفی نکلی ہے۔ احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: تشهد له اربعة ابیات من جیرانه الادنین الاقال اللّٰه تعالٰی قد قبلت علمهم فیه وغفرت له ما لا یعلمون"۔ فقلنا وثلاثة: ہم نے عرض کیا جس کے لئے تین گواہی دیں تو آپ نے فرمایا اور تین جس کے لئے گواہی دیں اور پھر ہم نے کہا اور فقلنا واثنان۔ ثم لم نسأله عن الواحد: ایک کے متعلق ہم نے سوال نہیں کیا یہ معاملہ توقیفی ہے اس میں رائے کو دخل نہیں ہے۔ حافظ لکھتے ہیں مسلمان کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان کے لئے فضل و رحمت کے بہت مظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے ہاں کی بھلائیاں کسی ادنیٰ سبب یا دعا یا شفاعت سے عنایت فرما دیتے ہیں اسی لئے علماء نے فرمایا جب کسی مسلمان کے پاس سے جنازہ گزرے تو وہ اس کی اچھی تعریف کرے اگر میت اس کی اہلیت رکھتی ہو مگر اس میں بڑھائی نہ ہو۔ (فتح الدلہ)

**تخریج**: اخرجه احمد (۱/۱۳۹) والبخاری (۱۳۶۸) والترمذی (۱۰۶۱) والطیالسی (۲۲) و ابو یعلی (۱۴۵) وابن حبان (۳۰۲۸) والبیهقی (۴/۷۵)

**الفوائد**: ① ظاہر پر حکم لگائیں گے ② برے آدمی کا خیر و شر کا تذکرہ ضرورۃً درست ہے ③ یہاں ثناء کا استعمال شر میں مواخاۃ و مشاکلت کی وجہ سے ہے ورنہ وہ تو خیر میں ہے۔

## ۱۶۴: بَابُ فَضْلِ مَنْ مَّاتَ لَهٗ اَوْلَادٌ صِغَارٌ

## باب: اس شخص کی فضیلت جس کے چھوٹے بچے فوت ہو جائیں

صغار: یہ صغیر کی جمع ہے اس سے مراد نابالغ اولاد خواہ مذکر ہو یا مونث۔

۹۵۲: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَمُوْتُ لَهٗ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۵۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس مسلمان کے تین

نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ان بچوں کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائے گا''۔ (بخاری، مسلم)

**ثلاثة لم یبلغوا الحنث**: الحنث حاء کے کسرہ سے تمام رواۃ نے نقل کیا۔ داؤدی نے الخبث ذکر کیا اور اس کی تفسیر عدم بلوغ اور عدم علم معاصی سے کی مگر دوسروں نے یہ ذکر نہیں کیا۔ پہلا محفوظ ہے خلیل کہتے ہیں: **بلغ الغلام الحنث ای جری علیه القلم**: تقدیر کا قلم چل چکا۔ حنث گناہ کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**و کانوا یصرون علی الحنث العظیم**﴾: راغب کہتے ہیں بلوغت کو حنث سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے انسان گناہ کے ارتکاب پر ماخوذ ہوتا ہے مگر اس سے پہلے نہیں اور گناہ کا خاص طور پر تذکرہ کیا کیونکہ عموماً بلوغ سے یہ پیش آتا ہے اور کبھی بچہ اس کا ارتکاب کرتا ہے۔ صغیر کو اس سے خاص کیا کیونکہ اس پر شفقت زیادہ اور اس کی محبت سخت ہوتی ہے اور اس پر اور اس کے لئے مہربانی وافر مقدار میں ہوتی ہے اور یہ ثواب اس کو ملے گا جو بلوغت کو پہنچا اور جو نہ پہنچا اس کو ثواب نہ ملے گا۔ اگرچہ لڑکے کے فوت ہونے پر فی الجملہ اجر ضرور ہوگا اور بہت سے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے اور بالغ اور نابالغ میں تفریق کی ہے کہ اسی سے نافرمانی کا تصور ہے جو عدم رحمت کا مقتضی ہے۔ برخلاف صغیر کے اس سے اس بات کا تصور بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مخاطب ہی نہیں۔ ابن المنیر نے کہا بلکہ بڑا تو اس میں بذاتِ خود داخل ہوگا کیونکہ یہ چیزیں اس بچے کے متعلق ثابت ہیں جو اپنے والدین پر بوجھ ہے تو بڑے کے متعلق آخر کیوں نہ ہوگا جو والد کے ساتھ کوشش میں شریک ہے اور والد کو اس سے نفع بھی پہنچ رہا ہے اور خطاب کی وجہ سے وہ حقوق کا مخاطب بھی بن چکا ہے۔ ابن حجر نے پہلے قول کی تائید کی ہے اور کہا کہ **الا ادخله الله الجنة ... بفضل رحمته ایاهم**: کا قول اس کی تائید کر رہا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ رحمت چھوٹوں پر زیادہ ہوتی ہے کیونکہ ان سے گناہ صادر نہیں ہوتا۔ ایک اشکال یہ ہے کہ جو چھوٹے بچے جنون کی حالت میں بلوغت کو پہنچے اور پھر اسی حالت میں ان کا انتقال ہوا وہ اس میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ اس میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر عدم گناہ کو دیکھیں تو شامل ہونا چاہئے اور ان کی آزمائش ان کی موت کی وجہ سے مزید ہلکی ہوگئی اس کی مقتضی یہ ہے کہ وہ اس میں داخل نہ ہوں اور حدیث کی تمام اسناد میں شدت محبت اور عدم شدت کی کوئی قید نہیں ہے اور قیاس اس کا تقاضا کرتا ہے اس لئے کہ ضیق الحال لوگوں میں ایسے بچوں کے متعلق کراہت و بیزاری پائی جاتی ہے لیکن جب کہ لڑکا کی محبت و شفقت کا مقام ہے تو حکم کا مدار اسی پر رہا۔ اگرچہ بعض افراد میں محبت کا فقدان ہو اور ابن ماجہ میں عقبہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے۔ جس میں یہ اضافہ ہے: ''**الا تلقوه من ابواب الجنة الثمانية من ایها شاء دخل**'': اور اس کی شاہد نسائی کی وہ روایت ہے جو معاویہ بن قرہ نے اپنے والد سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ اس میں فرمایا: ''**اما یسرك انك لا تاتی بابا من ابواب الجنة الا وجدته عنده یسعی یفتح لك؟**'' اور ''**بفضل رحمته ایاهم**'' میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ ای **بفضل رحمة الله للاولاد**: اور ابن التین کہتے ہیں یہ ضمیر ''الاب'' کی طرف لوٹتی ہے کہ کیونکہ والد دنیا میں ان پر رحمت کرتا تھا تو اس کو آخرت کی رحمت سے بدلہ دیا گیا۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں پہلا قول بہترین ہے۔ اس کی مؤید ابن ماجہ کی روایت ہے: ''**من هذا الوجه یفضل رحمة الله ایاهم**'': اور نسائی میں حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ ''**الا غفر الله لهما بفضل رحمته**'': اور **ایاهم**: کی ضمیر اولاد کی طرف راجع ہے۔ کرمانی کو اس میں وہم ہوا۔ انہوں نے مسلم کی طرف لوٹائی ہے۔ رہا اشکال جمع کا تو اس کا جواب یہ ہے جمع عموم کے اعتبار سے ہے کیونکہ سیاق نفی میں واقع ہے۔ سیوطی نے فقط بخاری کی طرف نسبت کی شاید لفظ کے اعتبار سے کی ہو۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۱۲۵۳۷/۴) والبخاری (۱۲۴۸) والنسائی (۱۸۷۲) وابن ماجه (۱۶۰۵) وابن حبان (۲۹۴۳) والبیهقی (۷۶/۴)

**الفرائد** : ① جس کے تین بچے فوت ہو جائیں اور اس نے اس پر صبر کیا اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کی وجہ سے اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

۹۵۳ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا یَمُوْتُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَا تَمَسُّهُ النَّارُ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"وَتَحِلَّةُ الْقَسَمِ" قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی : "وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا" وَالْوُرُوْدُ : هُوَ الْعُبُوْرُ عَلَى الصِّرَاطِ ، وَهُوَ جِسْرٌ مَّنْصُوْبٌ عَلٰی ظَهْرِ جَهَنَّمَ عَافَانَا اللّٰهُ مِنْهَا۔

۹۵۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مؤمن کے تین بچے فوت ہو جائیں تو اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ مگر صرف قسم پوری کرنے کے لئے۔ (بخاری، مسلم)

تَحِلَّةُ الْقَسَمِ: مراد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾۔

وُرُوْدُ: پل صراط سے گزرنے کو کہتے ہیں۔ یہ پل جہنم پر رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے عافیت میں رکھے۔

**من الولد**: یہ اسم جنس ہے واحد و جمع پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس سے مطلقاً تین مراد ہوں یا جو بالغ نہ ہوئے ہوں وہ مراد ہوں۔ **لا تمسه النار**: کرمانی کہتے ہیں یہ **لا یموت** سے بدل کے حکم میں ہے۔ گویا اس طرح عبارت ہے: **لا تمس النار من مات له ثلاث من الاولاد من المسلمین**"۔ **تحلة القسم**: مگر اتنی مقدار جس سے قسم پوری ہو۔ **حلل الیمین** کا مطلب کفارہ دینا ہے۔ تحلة القسم اس وقت بولتے ہیں جب کوئی فعل اتنی مقدار میں کیا جائے جس سے قسم پوری ہو۔ مبالغہ نہ ہو۔ اس سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿وان منکم الا واردها﴾ کرمانی کہتے ہیں۔ اس قسم کی مراد میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا یہ غیر معین ہے۔ جمہور کہتے ہیں اس سے مراد یہی آیت والی قسم ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد ورود کے زمانے کی قلت بیان کرنا ہے۔ عرب کا محاورہ ہے: **ما نام فلان الا تحلة الالية**" یعنی وہ معمولی مقدار میں سویا۔ بعض نے کہا استثناء واؤ کے معنی میں ہے کہ اس کو بالکل آگ نہ چھوئے گی اور نہ قسم ٹوٹے گی۔ اخفش و فراء نے واؤ کو اسی معنی میں درست قرار دیا ہے مگر پہلا جمہور کا قول ہے۔ ابو عبیدہ نے اسی پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ خطابی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آگ میں داخل نہ ہوگا کہ اس سے اس کو سزا دی جائے بلکہ گزرگاہ کے طور پر اس میں داخل ہوگا یا گزرنا اتنی دیر میں ہوگا جس سے قسم پوری ہو اور اس کی دلیل عبدالرزاق کی وہ روایت ہے جس کے آخر میں "**الا تحلة القسم**" یعنی الورود کے الفاظ ہیں اور سعد بن منصور کی سنن میں وارد ہے کہ سفیان بن عیینہ نے پھر یہ آیت پڑھی: ﴿وان منکم الا واردها"﴾: زمعہ کی روایت میں ہے: "**قیل وما تحلة القسم؟ قال قوله تعالٰی ان منکم الا واردها**": امام مالک نے بھی اس حدیث کی تفسیر اسی طرح فرمائی اور طبرانی میں عبدالرحمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے: "**من مات له ثلاثة من الولد لم**

یبلغوا الحنث لم یرد النار الاعابر سبیل": پل صراط پر گزرتے ہوئے۔ آیت میں قسم کے مقام کے متعلق اختلاف ہے۔ (۱) قسم مقدر ہے: واللّٰہ ان منکم الا واردھا: (۲) پہلی آیت میں قسم پر اس کا عطف ہے: فوربك لنحشرنھم: (۳) حتما مقضیاً: یعنی قسماً واجباً سے ماخوذ ہے۔ کذارواہ الطبرانی وغیرہ۔

طیبی کہتے ہیں ممکن ہے کہ قسم سے مراد وہ چیز ہو جو قطعیت پر دلالت کرنے والی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿کان علی ربك حتما مقضیا﴾: یہ "وان منکم الا واردھا" کی تقریر اور تتمہ ہے اور وہ بمنزلہ قسم بلکہ اس سے بلیغ تر ہے کیونکہ استثناء نفی و اثبات کے ساتھ آیا ہے۔

ورود کا مطلب: نووی کہتے ہیں پل صراط سے گزرنے کو کہا گیا۔ اس قول کو طبرانی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کعب بن حبار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے اور یہ اضافہ بھی ہے کہ اس کی پشت پر تمام سوار ہو جائیں گے تو ایک منادی اعلان کرے گا تو اپنے دوستوں کو روک اور میرے دوستوں کو چھوڑ پس مسلمان اس حالت میں نکال لئے جائیں گے کہ ان کے جسم تر ہوں گے (۲) اس کا معنی داخلہ ہے۔ نسائی و حاکم نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے: "الورود الدخول لا یبقی بر ولا فاجر الا دخلھا فتکون علی المؤمنین برداً و سلاماً": اور ترمذی اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا: یردونھا او یلجونھا ثم یصدرون عنھا باعمالھم": عبدالرحمان بن مہدی کہتے ہیں میں نے شعبہ سے کہا کہ اس روایت کو اسرائیل اس کو مرفوعاً بیان کرتے ہیں تو کہنے لگے اس نے سچ کہا میں تو عمداً اس کو ترک کرتا ہوں۔ پھر ترمذی نے اسرائیل مرفوعاً روایت نقل کی چنانچہ فتح الباری میں حافظ لکھتے ہیں کہ یہ دونوں قول اس سلسلے میں سب سے زیادہ درست ہیں اور ان میں کوئی منافات نہیں کیونکہ جس نے داخل ہونے سے تعبیر کیا تو اس نے مرور سے اس کو مجاز کے طور پر ذکر کیا اور اس کی وجہ یہ ہے کیونکہ جہنم پر گزرنے والا پل کے اوپر ہے اور اس میں داخلے کا یہی معنی ہے لیکن گزرنے والوں کے حالات اعمال کے لحاظ سے مختلف ہوں گے سب سے اونچا درجہ اس کا ہوگا جو برق رفتاری سے گزرے گا اور پہلے قول کی تائید مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا جبکہ آپ ﷺ نے فرمایا: لا یدخل احد ممن شھدا الحدیبیۃ النار": کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿وان منکم الا واردھا﴾: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿ثم ننجی الذین اتقوا﴾: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا قول کمزور ہے جنہوں نے کہا ورود کفار کے ساتھ خاص ہے اور جنہوں نے کہا اس کا معنی دنو و قرب ہے اور جنہوں نے کہا اس کا معنی جھانکنا ہے اور جنہوں نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے:" ما یصیب المؤمن من الحمی فی الدنیا": جس طرح کسی مومن کو دنیا میں بخار ہوتا ہے۔ یہ آخری قول بعید نہیں اور بقیہ احادیث کے خلاف بھی نہیں (کیونکہ اس میں ورود کی کیفیت مذکور ہے)

**تخریج**: اخرجہ احمد (۴/۱۱۲۹۶) والبخاری (۱۰۱)

**الفرائد**: ① مسلمانوں کی اولاد جوان سے پہلے فوت ہو جائے وہ جنت میں جائے گی ② اہل جنت کی قسم پوری کرنے کے لئے جہنم کے گھاٹ پر اتارا جائے گا یا اس میں سے گزریں گے۔

۹۵۴: وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: جَآءَتِ امْرَاَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّٰی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيْثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيْكَ فِيْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ، قَالَ: "اجْتَمِعْنَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا" فَاجْتَمَعْنَ، فَأَتَاهُنَّ النَّبِيُّ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُنَّ مِنِ امْرَاَةٍ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِّنَ الْوَلَدِ اِلَّا كَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ: وَاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "وَاثْنَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۵۴: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد تو آپ کی باتیں لے گئے۔ پس آپ اپنی ذات کا ایک دن ہمارے لئے مقرر فرما دیں۔ جس میں آپ ہمیں تعلیم دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم دی۔ آپ نے فرمایا: تم فلاں فلاں دن جمع ہو جاؤ۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو وہ علم سکھایا' جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا تھا۔ پھر فرمایا: تم میں سے جس عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں۔ وہ اس کے لئے آگ کے درمیان پردہ بن جائیں گے۔ ایک عورت نے عرض کیا۔ دو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اور دو بھی۔

(بخاری ومسلم)

جاء ت امراة: حافظ کہتے ہیں یہ انصاری عورتوں میں تھیں (فتح الباری) ذھب الرجل بحدیثك: صرف مرد ہی آپ کی باتوں سے کیلئے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ من نفسك یوما: اس میں تجرید ہے یا مضاف محذوف ہے: ای اوقات نفسك: اپنے ان اوقات سے جو آپ ﷺ اپنی ذات کے لئے ان سے الگ تھلگ مقرر فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ شمائل کی روایت کے مطابق اپنے اوقات کو تین حصوں میں بانٹتے تھے۔ ناتیك ...: یوم سے مراد مطلق وقت ہے۔ دونوں جملوں کو الگ لائے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان میں سے ہر ایک طلب میں کفایت کرنے والا اور مستقل ہے۔

اَلنَّحْوُ: یہ جملے مستانفہ ہیں۔ اجتمعن یوم: دن مقرر فرمایا تا کہ اس کے لئے تیاری کر لیں اور طلب سے جو نصیحت حاصل ہو وہ دل کو زیادہ متاثر کرتی ہے۔ اس نصیحت کی بنسبت جو بلا مشقت حاصل ہو۔ فعلمھن: ان کی ضرورت کے احکامات سکھائے۔ ثم قال ما منکن: پھر ان کے مطلب پر بطور خوشخبری اضافہ فرمایا۔ ما منکن من امراة: سے مراد مسلمان عورتوں میں سے کوئی ایک عورت ہے۔ من الولد: یہ مفرد و جمع مذکر و مونث سب کو شامل ہے۔ الا کانوا: بعض روات بخاری میں کن کا لفظ ذکر کر دیا وہ باعتبار نفس یا نسمہ کے ہے۔ لھا حجابا من النار: پہلا ظرف کان سے متعلق لغو ہے اور حجابا سے حال بھی بن سکتا ہے۔ یہ اس کا وصف تھا مقدم ہونے کی وجہ سے حال کا اعراب دیا گیا۔ (۲) دوسرا ظرف محل صفت میں ہے۔

قرطبی کا قول: تین سے خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کثرت کا یہ پہلا مرتبہ ہے۔ جتنی مصیبت بڑی اتنا اجر زیادہ اور اگر اس سے زیادہ ہوں گے تو عادت کی طرح ہونے سے مصیبت آسان ہو جائے گی۔ مگر ابن حجرؒ نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا تین کی موت پر کلام کو بند کرنا درست نہیں جس کے چار یا پانچ مر گئے تین تو اس کے ضرور فوت ہوئے۔ جب تین پر اجر ثابت ہے تو چوتھے کی موت اگر اجر کو نہ بڑھائے تو کم تو نہ کرے گی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تین سے اوپر والے تو بدرجہ شامل ہیں۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ انہوں نے چار یا اس سے زائد کا سوال نہیں کیا کیونکہ وہ معلوم و معروف کی طرح ہے۔ فقالت امراة

و اثنین: یہ عورت ام سلیم والدہ انس رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسا طبرانی کی روایت میں ہے کہ جس نے دو کے متعلق دریافت کیا اور ام مبشر انصاریہ کی طرف سے بھی یہ سوال مذکور ہے وہ بھی طبرانی نے نقل کیا ہے اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ام ایمن کا تذکرہ بھی ملتا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے سوال منقول ہے اور ابن بشکوال نے نقل کیا کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا بھی سوال کرنے والیوں میں شامل ہیں۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں ممکن ہے کہ سب نے سوال کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ مواقع و واقعات متعدد ہوں کیونکہ جب آپ ﷺ سے تین کے بعد دو کا سوال ہوتو آپ ﷺ نے دو کا ذکر کیا اور ظاہر یہ ہے کہ یہ وحی کے ذریعہ تھا۔ ابن بطال نے اس کو زیادہ پختہ بات قرار دیا۔ اگر یہ اسی طرح ہوتو پھر تین پر اکتفاء بعید بات ہے کیونکہ مفہوم تو دو کو بھی خارج کر رہا ہے اور یہ بات ان کے ہاں ہے جو مفہوم عدد کو معتبر قرار دیتے ہیں۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں وارد ہے کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے اس کے متعلق سوال کیا' اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ بھی اور ان کی روایت حاکم و بزار نے نقل کی ہے۔ اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ واقعات کئی ہوں کیونکہ عورتوں کے خطاب کا علم ضروری نہیں کہ مردوں کو بھی ہو۔ اثنین کا لفظ مسلم میں وارد ہے بخاری میں: ثنان ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: و ما حکم اثنین؟ ای اذا مات اثنان ما الحکم؟ یہ اس بناء پر جبکہ مفہوم کا عدد کا اعتبار نہ کیا جائے اگر اس کا اعتبار ہوتو تین کے علاوہ کا حکم اٹھ جائے گا لیکن اس نے اس کو جائز قرار دے کر سوال کیا (کذا قالہ العیاض) مگر ابن حجرؒ نے اس کی تردید کی کہ ظاہر کلام سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مفہوم عدد کا اعتبار کیا اگر اعتبار نہ کرتیں تو دو کا سوال نہ کرتیں مگر درست بات یہ ہے کہ مفہوم عدد کی دلالت قطعی نہیں بلکہ محتمل ہے۔ اسی وجہ سے اس نے یہ سوال کیا۔ فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم و اثنین: یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ دو کا حکم بھی اس طرح ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے: اذا مات اثنان فالحکم کذلک یہ ثلاثۃ اور اثنین کے حکم میں برابری کو ظاہر کرتا ہے۔ ابن بطال کی یہ بات پہلے گزری کہ اس وقت یہ آپ ﷺ کو وحی کی گئی اور وحی کا ہونا کچھ بعید نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کو پہلے معلوم ہو لیکن آپ ﷺ نے ان کے بھروسہ کر لینے کے خطرہ سے ان کو واضح نہ فرمایا کیونکہ تین کی بجائے دو کی موت تو کثرت سے پائی جاتی ہے۔ جیسا حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں شہادت بالتوحید کے سلسلہ میں واقع ہوا۔ پھر جب آپ ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے بتلا دیا۔ (فتح الباری)

**تخریج**: اخرجه احمد (٤/١١٢٩٦) والبخاری (١٠١) و مسلم (٢٦٣٤) وابن حبان (٢٩٤٤) والبیهقی (٦٧/٤)

**الفوائد**: ① بعض سبق عورتوں سے مخصوص ہیں ② جس عورت کے تین چھوٹے بچے مرجائیں اس کی عظیم فضیلت بشرطیکہ ثواب کی نیت اور صبر کرنے والی ہو۔

## ۱۲۵: بَابُ الْبُكَآءِ وَالْخَوْفِ عِنْدَ الْمُرُوْرِ بِقُبُوْرِ الظَّالِمِيْنَ مَصَارِعِهِمْ وَاِظْهَارِ الْاِفْتِقَارِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَالتَّحْذِيْرِ مِنَ الْغَفْلَةِ عَنْ ذٰلِكَ

## بَابٌ: ظالموں کی قبور اور ان کے تباہ شدہ مقامات سے گزرتے ہوئے رونے اور خوف کی کیفیت اور اس سے غفلت میں مبتلا ہونے سے پرہیز کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کا اظہار

**مصارعهم**: جہاں ان پر عذاب اترا۔ یعنی دل میں خوف ہو اور اس کے آثار ظاہری بدن پر خضوع و بکاء کی صورت میں ہو۔ **الافتقار**: انتہائی محتاجی کو ظاہر کرنا۔ **التحذیر**: غفلت سے بچنا۔

۹۵۵ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ – يَعْنِيْ لَمَّا وَصَلُوا الْحِجْرَ : دِيَارَ ثَمُوْدَ – "لَا تَدْخُلُوا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ لَا يُصِيْبُكُمْ مَّا اَصَابَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ : لَمَّا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْحِجْرِ قَالَ : "لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ" ثُمَّ قَنَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَاْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى اَجَازَ الْوَادِيَ۔

۹۵۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرمایا: جب کہ وہ حجر کے مقام پر پہنچے۔ "یہ قوم ثمود کا علاقہ ہے"۔ "تم ان معذب قوموں کے علاقوں میں داخل نہ ہو۔ مگر یہ کہ تم رو رہے ہو۔ اگر تم رونے والے نہ ہو تو ان پر مت داخل ہو۔ کہیں تم کو وہ عذاب نہ پہنچ جائے جو ان کو پہنچا۔ (بخاری و مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مقام حجر سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تم ان لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہو۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ مگر یہ کہ تم رونے والے ہو۔ پھر آپ نے سر ڈھانپ لیا اور اونٹنی کی رفتار کو تیز کر دیا۔ یہاں تک کہ وادی کو عبور کر لیا۔

**وصلوا الحجر دیار ثمود**: الحجر کا عطف بیان ہے۔ یہ قوم صالح کا وطن ہے جو کہ مدینہ اور شام کے درمیان میں واقع ہے۔ یہ ۹ھ سفر تبوک کا موقعہ تھا۔ **لا تدخلوا**: ان کے مکانات میں یا ان کے قبرستانوں میں۔ **الا ان تکونوا**: کا استثناء عام احوال سے ہے یعنی تم کسی حال میں بھی داخل مت ہو مگر یہ کہ تم رو رہے ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسی پر اکتفاء کرو بلکہ داخلے کے ہر جزو میں یہ حالت طاری رہنی چاہئے اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ وہاں بالکل نہ اترے۔ ان میں داخلے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کے نزول کے مقامات ہیں۔ **لا یصیکم**: یہ لان لا یصیکم ہے تا کہ کہیں تمہیں وہ عذاب نہ پہنچ جائے۔ جیسا ان کو پہنچا۔ (۲) یہ نہی بمعنی خبر بھی ہو سکتی ہے اور بخاری نے کتاب التفسیر اور الانبیاء

میں ان یصیبکم: کے الفاظ نقل کئے ہیں: ای خشیة ان یصیبکم: اس سے وجہ اول کی تائید ہوتی ہے۔ وجہ خشیت یہ ہے کہ ابتداء میں رونا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس کی وجہ تفکر وعبرت حاصل ہوگی گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان احوال میں تفکر و سوچ و بچار کا حکم دیا جو تقدیر الٰہی سے یکاء کو لازم کرنے والے ہیں کہ ان لوگوں کو زمین میں اقتدار ملا طویل مدت مہلت میسر آئی پھر ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نوٹ پڑا۔ اللہ تعالیٰ دلوں کو پلٹنے والے ہیں پس اس سے بے خوف نہ ہونا چاہئے جیسے کہ اس کا انجام بھی انہی کی طرح ہو جائے۔ جو آدمی وہاں سے گزرا اور اس بات کو نہ سوچا جو رونے کو لازم کرنے والی ہے اور ان کے حال سے عبرت نہ پکڑی تو وہ بے پروائی میں ان جیسا ہو گیا کیونکہ یہ چیز اس کی سخت دلی اور عدم خشوع پر دلالت کرتی ہے۔ بس کیا معلوم کہ یہ چیز اس کو ان جیسے عمل کی طرف کھینچ لے جائے اور وہ انہی جیسے عذاب کا حقدار بن جائے۔ پس اب یہ اعتراض بالکل ختم ہو گیا کہ جو ظالم نہیں اس کو ظالموں والا عذاب کس طرح پہنچ سکتا ہے کیونکہ اس طرح وہ بے خوف نہیں کہ ظالم قرار پائے اور اس پر اس کو عذاب پیش آ جائے۔ (فتح الباری)

روایت کا فرق: ظلموا انفسھم: یعنی اللہ تعالیٰ کا انکار اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کر کے انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ انہوں نے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تو گویا سب انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا کیونکہ ان کی دعوت و پیغام ایک ہے۔ شرائع میں اختلاف نقصان دہ نہیں۔ ثم قنع راسه واسرع السير حتى اجاز الوادی: آپ ﷺ نے سر مبارک کو ڈھانپ لیا اور رفتار کو تیز کر لیا۔ یہاں تک کہ وادی کو عبور کر لیا۔ اس میں اس بات کی ممانعت فرمائی کہ عبرت کے علاوہ معذب مقامات پر آدمی داخل ہو اور اگر گزرنا پڑے تو جلدی سے گزر جائے۔ وادی کی جمع اودیہ ہے دو ٹیلوں اور پہاڑوں کے درمیان راستہ اور پانی کی گزرگاہ۔

**تخریج:** اخرجه احمد (۵۲۲۵/۲) و لبخاری (۳۳۸۰) و مسلم (۲۹۸۰) و ابن حبان (۶۱۹۹) والبیھقی (۴۵۱/۲)

**الفوائد:** ① ظالموں کے علاقہ سے گزرتے ہوئے ان کے عذاب کا مراقبہ کر لے اس مقام سے ڈرتا اور روتا ہوا گزرے ② اگر ان پر شفقت یا عذاب سے رونے والا نہ ہوگا تو قاسی القلب ہے۔ (خطابی)

# کتاب آداب السفر

## ۱۶۶: بَابُ اسْتِحْبَابِ الْخُرُوْجِ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَاسْتِحْبَابِهٖ اَوَّلَ النَّهَارِ

## بَابٌ: جمعرات کے دن نکلنا مستحب ہے اور سفر بھی دن کے شروع میں کرنا

السفر: یہ سافر کا اسم مصدر ہے قطع مسافت کو کہتے ہیں۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب انسان کوچ کرے یا دور کی مسافت سے زیادہ کا قصد رکھتا ہو۔ عرف عام میں گھر دوڑ کی مسافت کو سفر نہیں کہتے (المصباح) اس کو سفر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کے اخلاق سے پردہ اٹھاتا ہے۔ سفر اصل تو ایک دن کا ہے گویا یہ اس آیت سے لیا گیا: ﴿ربنا باعد بين اسفارنا﴾ تفسیر میں ہے کہ ان کا قلیل ترین سفر ایک دن کا تھا ایک مقام میں قیلولہ اور دوسرے مقام پر رات گزارتے اور زادِ راہ کی ضرورت نہ پڑتی

اس کی جمع اسفار ہے۔

الخمیس: اس کو خمیس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ہفتے کا پانچواں روز ہے۔ اول النهار: اگر وہ نکلے تو صبح سویرے ورنہ جس دن اور جس وقت نکلے درست ہے۔

٩٥٦ : وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ ' وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ' وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ ' لَقَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْرُجُ اِلَّا فِيْ يَوْمِ الْخَمِيْسِ۔

٩٥٦: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے جمعرات کے دن روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن ہی سفر پسند فرمانے لگے۔ (بخاری، مسلم)

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ بہت کم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے علاوہ کسی اور دن میں سفر فرماتے۔

**و کان یحب**: یہ جملہ حالیہ ہے۔ آپ نے چونکہ اسی دن سفر شروع کیا اسلئے افضل یہ ہے کہ اسی دن نکلے پھر سوموار پھر ہفتہ۔ دوسری روایت: **فلما**: یہ ما کافہ ہے تاکہ وہ جملہ فعلیہ پر داخل ہو سکے۔ **الا یوم الخمیس**: یہ پہلی روایت کے بعد اس لئے لائے تاکہ یہ ثابت کریں کہ جمعرات کے دن نکلنا مستحب ہے اور محبت نبوی کا تقاضا ہے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (٢٩٥٠) و ابو داود (٢٦٠٥)

**الفوائد**: ① جمعرات کو سفر مستحب ہے۔ بقول تورپشتی اس دن کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ اس دن اعمال عباد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور آپ کے تمام اسفار اللہ تعالیٰ کے لئے تھے اور اسی کی طرف تھے۔ پس اس میں عمل کا اٹھایا جانا پسندیدہ بات ہے ② ہفتہ کے دنوں کا تکمیل دن ہے ③ خمیس اچھے اسماء میں سے ہے آپ اسماء سے اچھا گمان لیتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی حفاظت بقول قاضی عیاض اس سے آپ دشمن پر غلبہ کا تفاؤل لیتے تھے یا اس میں غنیمت کا خمس لیا جاتا ہے۔

٩٥٧ : وَعَنْ صَخْرِ ابْنِ وَدَاعَةَ الْغَامِدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا" وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْجَيْشًا بَعَثَهُمْ مِّنْ اَوَّلِ النَّهَارِ – وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا' وَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهٗ اَوَّلَ النَّهَارِ فَاَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهٗ – رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ ۔

٩٥٧: حضرت صخر بن وداعۃ الغامدی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: "کہ اے اللہ! میری امت کے صبح سویرے میں برکت عنایت فرما۔" جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چھوٹے لشکر یا بڑے لشکر کو بھیجتے تو ان کو دن کے پہلے حصے میں روانہ فرماتے۔ یہ حضرت صخر تاجر تھے۔ یہ بھی اپنے مال تجارت کو دن کے پہلے حصے میں بھیجتے۔ (اس کی برکت سے) مالدار ہوگئے اور ان کا مال بہت بڑھ گیا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

یہ حدیث حسن ہے۔

**صخر بن وداعه غامدی**: رضی اللہ عنہ یہ غامد کی طرف نسبت ہے جو کہ ازد کا ایک قبیلہ ہے۔ اس کا نام عمرو بن کعب بن حارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نضر بن ازد ہے۔ بعض نے کہا کہ انہی کو غامد کہا جاتا ہے کیونکہ قوم میں اختلاف تھا اس نے ان میں صلح کرادی اور وہ آپس میں جڑ گئے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں۔ یہ صخر حجازی ہیں طائف میں اقامت اختیار کر لی۔ ان سے عمارہ بن حدید سے ہی روایت نقل کی ہے۔ سنن اربعہ نے ان سے روایت لی ہے۔ ان سے دو احادیث مروی ہیں (مختصر التلقیح) برقی نے کہا ان کی صرف ایک روایت ہے۔ ان کا عام وفات معلوم نہیں۔ **اللهم بارك**: اے اللہ عظیم و کثیر برکت نازل فرما۔ **بکورها**: بکر بکورا اور غدا غدوا یہ ابتداء دن کے لئے استعمال ہوتے ہیں (المصباح) اس کا صلہ علیٰ الیٰ فی کے ساتھ جس صورت میں آئے معنی ایک ہے۔ **اتاه بكرة**: کہ وہ صبح سویرے آیا۔ بکرہ و غدوہ میں ضمہ اول آتا ہے۔ **يبعث تجارته**: حصولِ برکت کے لئے تجارتی قافلہ صبح سویرے روانہ کرتے۔ **فاثرى**: وہ مالدار ہو گئے۔

ایک تعقیب: ترمذی نے تو یہ کہہ دیا ان کی اور کوئی روایت معروف نہیں مگر ابن حجر کہتے ہیں طبرانی نے روایت نقل کی جس کے آخر میں ہے: "**لا تسبوا الاموات**"۔

**تخریج**: ترمذی، احمد، نسائی فی السیر، ابن ماجہ فی التجارات، یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بھی ترمذی نے نقل کی ہے (اطراف)

**الفوائد**: ① خیر کی راہوں مثلاً علم، کسب، سفر، سفر اول دن میں تلاش کرنا چاہئے کیونکہ وہ برکت کا وقت ہے ② دن کے شروع میں آپ لشکر روانہ فرماتے ③ جس نے اس مبارک طریقہ کو پایا اس نے خیر کو پالیا۔

# ۱۶۷: بَابُ اسْتِحْبَابِ طَلَبِ الرُّفْقَةِ وَتَأْمِيرِهِمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَاحِدًا يُطِيعُوْنَهُ

## بَاب: رفقاءِ سفر کا تلاش کرنا اور اپنے میں سے ایک کو امیر سفر مقرر کرنے کا استحباب

**طلب الرفقة**: مسافر ساتھی تلاش کرے جس کے ساتھ سفر کر سکے رفقہ کو رفقہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے دوسروں کو سہولت ملتی ہے۔ **تاميرهم**: اس کو امیر بنانا بہتر ہے جو سفر کے معاملات سے واقف ہو اور سمجھ دار ہو۔ **يطيعونه**: امیر بنانے کی حکمت کے لئے یہ جملہ مستانفہ لایا گیا ہے۔ یہ جملہ واحد کی صفت بھی بن سکتا ہے۔ یعنی مناسب یہ ہے امیر وہ ہو جو اپنی ہیبت و جلال کی وجہ سے مطاع ہو۔

۹۵۸: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَوْ اَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ۔

**۹۵۸**: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر لوگ اکیلے سفر کرنے کا

نقصان اتنا جان لیتے جتنا میں جانتا ہوں کبھی کوئی سوار رات کو اکیلا سفر نہ کرتا۔ (بخاری)

**الوحدة:** یعنی اکیلے سفر اختیار کرنا۔ **ما اعلم:** جو چیز میں جانتا ہوں۔ (۲) جہاں مجھے علم ہے۔ اس عبارت میں اکیلے سفر کرنے کے متعلق کس قدر احتیاط بتلائی گئی ہے۔ وہ بیان میں نہیں آ سکتیں۔ ان اپنے مدخول کے ساتھ فعل شرط کا فاعل ہے۔ ای **لو لبت علم الناس ما اعلم من ضرر الوحدة الدنیوی و الدینی کحرمانه من الصلوٰة بالجماعة و عدم من یعینه فی حوائجه:** اگر لوگوں کو وہ دینی دنیوی ضرر معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو کبھی اکیلے سفر نہ کریں۔ جیسے جماعت سے محرومی ضروریات میں مددگار کا میسر نہ ہونا اور راستے میں بسا اوقات بیمار پڑ جانا۔ پھر وہاں اس کی تیمارداری والا کوئی نہیں اگر فوت ہو جائے تو اس کے معاملات وراثت کا کون ذمہ دار ہو جو سامان اس کے گھر والوں تک پہنچائے۔ اگرچہ یہ باتیں دوسرے ساتھی سے حاصل ہو جاتی ہیں مگر تین بہتر ہیں۔ حدیث میں فرمایا: "الثلاثة رکب"۔ **سار راکب بلیل:** رات کی قید اضافہ ضرر کی وجہ سے لگائی گئی کہ ایک تو اکیلا ہے اور دوسرا رات کا اندھیرا بھی اپنے ضرر کے ساتھ شامل ہے۔ **وحدہ:** یہ راکب سے حال ہے حال چونکہ نکرہ آتا ہے تو ضمیر کی طرف اضافت کی وجہ سے اس میں تعریف نہیں آتی۔ یہ جمہور کا قول ہے۔ بعض نے لیل کے لفظ سے یہ مفہوم لیا کہ اکیلے سفر رات کو درست نہیں دن کو درست ہے۔ حدیث میں عم معرفت کے معنی میں ہے (شرح للمشارق مثال)

**تخریج** : اخرجه احمد (۲/۴۷۷۰) والبخاری (۲۹۹۸) والترمذی (۱۶۷۹) والدارمی (۲/۲۸۷) وابن حبان (۲۷۰۴) وابن خزیمة (۲۵۶۹) والنسائی (۸۸۵۱) والحاکم (۲۴۹۳) والبیهقی (۵/۲۵۷) وابن ماجه (۳۷۶۸) وابن ابی شیبة (۹/۳۸)

**الفوائد** : اکیلے رات کو سفر میں ہلاکت کا خدشہ ہے کیونکہ مسافر کو خوف و وحشت پیش آتا ہے۔

۹۵۹ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ ، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ ، وَالنَّسَآئِيُّ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ ، وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ ۔

۹۵۹: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اکیلا سوار ایک شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار ایک قافلہ ہے۔ (ابوداؤد ترمذی نسائی نے صحیح سندوں سے روایت کیا ہے۔

ترمذی نے کہا یہ روایت حسن ہے۔

**جدہ:** سے شعیب کے دادا عبداللہ بن عمرو مراد ہیں۔ **الراکب الشیطان:** راکب کا یہاں مفہوم مقصود نہیں جیسا ذکورت کا مفہوم مقصود نہیں۔ عورت چلنے والا سب یہی حکم رکھتے ہیں۔ **یقول عراقی:** معنی یہ ہے کہ سوار کے ساتھ ایک شیطان ہے یا شیطان سے تشبیہ مقصود ہے کیونکہ اس کی عادت وادیوں اور غسل خانوں طہارت خانوں میں الگ رہنے کی ہے۔ خطابی کہتے ہیں اکیلے سفر شیطانی حرکت ہے اور اس پر شیطان آمادہ کرتا ہے۔ اسی لئے اس کے کرنے والے کو شیطان کہہ دیا۔ اسی طرح دو جن

کے ساتھ تیسرا نہ ہو۔ والثلاثة رکب: جب تین ہوں گے تو مصائب سفر پر ایک دوسرے کے معاون ہونگے اور ایک دوسرے کی تکلیف کا ازالہ کرینگے۔ اصل میں رکب اونٹ والوں کو کہتے ہیں۔ اونٹ گھوڑے اور خچر والوں کا ایک ہی حکم ہے۔

**تخریج** : اخرجه مالك (۱۸۳۱) واحمد (۲/۲۷۶۰) و ابو داود (۲۶۰۷) و نسائی (۸۸۴۹/۵) والحاکم (۲/۲۴۹۶)

**الفوائد** : تین جماعت ہے اور برکت ان کے ساتھ ہے۔

۹۶۰ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْٓا اَحَدَهُمْ حَدِیْثٌ حَسَنٌ ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۹۶۰: حضرت ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تین آدمی سفر پر جائیں تو ایک کو وہ امیر بنالیں۔" حدیث حسن ہے۔

ابوداؤد نے احسن سند سے روایت کی ہے۔

ابوسعید رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس لئے مقدم کیا کہ وہ پہلے اسلام لائے۔ اگر چہ روایات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زیادہ ہیں۔ اذا خرج ثلاثة: ظاہر حدیث سے مفہوم عدد کا اعتبار معلوم ہوتا ہے۔ بعض نے اس کو لازم قرار دیا ہے۔ بعض نے کہا کہ دو کو تین پر قیاس کرنا بعید نہیں اور اس بات کے منافی نہیں کہ وہ دونوں دو شیطان ہوں یعنی اس کی طرح ہوں۔ فی سفر: اگرچہ کراہیت والا سفر ہو۔ فلیؤمروا: انہیں اسباب سفر مہیا کرنے کو کہا جائے گا وہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں اگر وہ فاسق ہو کیونکہ یہ امارت دونوں ساتھیوں کی رضا سے ہے۔ فاسق فلا یت شرعیہ میں مستحق ولایت نہیں اور بوقت ضرورت اس کی ولایت ختم نہ ہوگی۔ اگر چہ افضل کی ولایت زیادہ بہتر ہے۔ جس کی رائے بھی اچھی ہو۔ جب تعارض ہو تو ذی رائے کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ سفر میں امارت کا مقصد مصائب سفر سے حفاظت ہے۔ یہ امیر انقطاع سفر سے معزول ہو جائے گا یا کسی شدید غلطی سے بھی معزول ہو جائے گا یا اقامت اختیار کرنے سے بھی معزول ہو جائے گا۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (۲۶۰۸)

**الفوائد** : تین ہوں گے تو ان پر ایک امیر بنایا جائے گا۔

۹۶۱ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "خَیْرُ الصَّحَابَةِ اَرْبَعَةٌ وَخَیْرُ السَّرَایَا اَرْبَعُ مِائَةٍ ' وَخَیْرُ الْجُیُوْشِ اَرْبَعَةُ اٰلَافٍ ' وَلَنْ یُّغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِّنْ قِلَّةٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۹۶۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بہترین ساتھی چار ہیں، بہترین چھوٹا لشکر چار سو کا ہے، بہترین بڑا لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کا لشکر محض تعداد کی کمی سے ہرگز مغلوب

نہ ہوگا۔'' (ابوداؤد)

ترمذی نے کہا حدیث احسن ہے۔

**الصحابة:** یہ صاحب کی جمع ہے اس کی جمع صحب' اصحاب' صحابہ آتی ہے (المصباح) ازہری کہتے ہیں صاحب اور صحب اس کو کہتے ہیں جس کو مجلس میسر ہو۔ **اربعة:** غزالی کہتے ہیں کہ یہ چیز بلاعیب وریب ہے کہ چار کی تخصیص کا فائدہ یہ ہے کہ مسافر کو محافظ اور معاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر تین ہوں گے تو آنے جانے والا سفر میں اکیلا آئے جائے گا۔ پس وہ دلی تنگی سے تو محفوظ نہیں رہ سکتا اور اگر دو چلے جائیں تو سامان کے پاس اکیلا رہ جائے گا۔ یہ بات بھی خطرے سے خالی نہیں اور دلی تنگی سے بچا ہوا نہیں۔ چار سے کم میں مطلب پورا نہیں ہوتا اور اس نے زائد تو ضرورت سے زائد ہیں اور جو اس سے استغناء اختیار کرتا' ہمت اس کا رخ نہیں کرتی پس بہترین ساتھی چار ہیں اور ابن رسلان کہتا ہے کہ الف لام عہد کا بھی ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سب سے بہتر چار ہیں۔ اس سے مراد خلفاء راشدین ہوں مگر پہلا مطلب راجح ہے۔ عاقولی نے خلفاء ہی مراد لئے ہیں اور ان چار کی برکت چار ساتھیوں میں سرایت کرے گی۔ پس مطلق چار بھی خیریت والے ہوں گے واللہ اعلم۔ **خیر السرایا:** یہ سریہ کی جمع لشکر کا چھوٹا حصہ یہ لشکر سے نکل کر اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ ابراہیم حربی کہتے ہیں سریہ چار سو سواروں کا دستہ۔ اس کو خیر السرایا فرمایا گیا۔ سری۔ یسری رات کو چلنا۔ یہ فعیلہ بمعنی فاعلہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کو سریہ کہتے ہیں مگر ابن اثیر نے اس کو ضعیف قرار دیا اور کہا کہ ان کو اس لئے سریہ کہتے کیونکہ یہ لشکر کا خلاصہ ہوتا ہے۔ السری۔ نفس' سردار۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے تحدید عدد مقصود نہیں اہل بدر خیر السرایا اور اصحاب طالوت خیر السرایا۔ ان کی تعداد تین سو سے چار سو اور پانچ سو تک ہے۔ (ابن رسلان) مگر مقصود سے یہ بات بعید ہے بس اس قدر کہا جائے گا کہ سریہ کی تعداد کا بہترین مرتبہ یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے کم ہو تو مقصد حاصل نہیں اور زیادہ تو حالت سے زائد ہے اور اس کی فضیلت امور خارجیہ کی وجہ سے ہے جو کہ تحدید کے خلاف نہیں۔ **اربعة الآف:** کو خاص کرنے کی وجہ بھی وہی ہے جو اربعہ مائہ میں ذکر کی گئی اور لشکر کے یہ اجزاء ماقبل کی مناسبت سے ہیں۔ **من قلة:** یہ من تعلیلیہ ہے۔ یہ قلت تعداد سے مغلوب نہیں ہوسکتے۔ البتہ اور وجہ مغلوبیت کی ہوسکتی ہے مثلاً خود پسندی' تزئین شیطان وغیرہ عسکری کی روایت میں خیر الطلائع اربعون کے الفاظ بھی ہیں۔

**تخریج** : اخرجه احمد (١/٢٦٨٢) و ابو داود (٢٦١١) والترمذی (١٥٦١) وابن حبان (٤٧١٧) وابن خزيمة (٢٥٣٨) والحاكم (٢/٢٤٨٩) و ابو يعلى (٢٥٨٧)

**الفوائد:** ① خیریت اس امت کی کثرت میں ہے اور اس کے اللہ تعالیٰ کی محبت پر جمع ہونے میں ہے ② اگر بارہ ہزار لڑنے والے جمع ہو جائیں تو وہ قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں اور کوئی وجہ مغلوبیت کی بن جائے تو الگ بات ہے۔ مثلاً جیسا کہ منافقت وغیرہ۔

## ۱۲۸: بَابُ آدَابِ السَّيْرِ وَالنُّزُوْلِ وَالْمُبِيْتِ وَالنَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَاسْتِحْبَابِ

## السُّرٰی وَالرِّفْقِ بِالدَّوَابِّ وَمُرَاعَاةِ مَصْلَحَتِهَا وَجَوَازِ الْاِرْدَافِ عَلَی الدَّآبَّةِ اِذَا کَانَتْ تُطِیْقُ وَاَمْرِ مَنْ قَصَّرَ فِیْ حَقِّهَا بِالْقِیَامِ بِحَقِّهَا

## بَابٌ: سفر میں چلنے‘ ستانے‘ رات گزارنے اور سفر میں سونے کے آداب اور رات کو چلنے اور جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے اور ان کے آرام وراحت کا خیال رکھنے کا استحباب اور جب جانور میں طاقت ہو تو پیچھے سواری بٹھا لینے کا جواز اور اس کا معاملہ جو جانور کے حقوق میں کوتاہی کرے

**المبیت:** رات گزارنا یہ مصدر میمی ہے۔ **فی السفر:** ظرف کائنات فیہ سے متعلق ہے۔ **السری:** رات کو سفر کرنا۔ **الرفق بالدواب:** طاقت سے زیادہ نہ ان پر بوجھ ڈالیں اور نہ طاقت سے زیادہ تیز چلائیں۔ **مصلحتھا:** جو اس کے لئے مناسب ہوں۔ **بالقیام بحقھا:** واجب حق میں کوتاہی ہو وہ جو پورا کریں اور استحبابی امر میں کوتاہی تو استحباباً پورا کریں۔ **الارداف:** ضرورت کے وقت رضائے الٰہی کے لئے دوسرے کو پیچھے سوار کریں۔ **تطیق بہ:** اگر جانور طاقت رکھتا ہو ورنہ نہ بٹھائیں۔

۹۶۲ : عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: "اِذَا سَافَرْتُمْ فِی الْخِصْبِ فَاَعْطُوا الْاِبِلَ حَظَّھَا مِنَ الْاَرْضِ، وَاِذَا سَافَرْتُمْ فِی الْجَدْبِ فَاَسْرِعُوْا عَلَیْھَا السَّیْرَ وَبَادِرُوْا بِھَا نِقْیَھَا، وَاِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِیْقَ فَاِنَّھَا طُرُقُ الدَّوَآبِّ وَمَاْوَی الْھَوَآمِّ بِاللَّیْلِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

مَعْنٰی "اَعْطُوا الْاِبِلَ حَظَّھَا مِنَ الْاَرْضِ" اَیْ اَرْفُقُوْا بِھَا فِی السَّیْرِ لِتَرْعٰی فِیْ حَالِ سَیْرِھَا۔ وَقَوْلُہٗ: "نِقْیَھَا" ھُوَ بِکَسْرِ النُّوْنِ وَاِسْکَانِ الْقَافِ وَبِالْیَآءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتِ وَھُوَ: الْمُخُّ، مَعْنَاہُ اَسْرِعُوْا بِھَا حَتّٰی تَصِلُوا الْمَقْصِدَ قَبْلَ اَنْ یَّذْھَبَ مُخُّھَا مِنْ ضَنْکِ السَّیْرِ۔

"وَالتَّعْرِیْسُ" اَلنُّزُوْلُ فِی اللَّیْلِ۔

۹۶۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم خوشحالی کے زمانے میں سفر کرو تو اونٹ کو زمین میں چلنے کا موقع دو اور جب خشک سالی میں سفر کرو تو اس پر تیزی سے سفر کرو اور اس کا گودہ ختم ہونے سے پہلے منزل تک پہنچنے میں جلدی کرو اور جب تم رات کو ٹھہرو تو راستے سے ہٹ کر ٹھہرو۔ کیونکہ وہ جانوروں کے راستے ہیں اور رات کیڑوں مکوڑوں کا ٹھکانہ ہے۔ (مسلم)

اَعْطُوا الْاِبِلَ حَظَّھَا: چلنے میں اس کے ساتھ نرمی کرو۔ تاکہ سفر کے دوران چر سکے۔

نِقْیَهَا: مغز اور گودہ یہ نون کے ساتھ اور ق کے سکون اور اس کے بعد یا کے ساتھ ہے۔

مفہوم ان کا یہ ہے کہ ان کو تیز لے جاؤ تا کہ تم منزل تک ان کا گودہ ختم ہونے سے پہلے وہاں پہنچ جاؤ جو کہ راستے میں تنگی کی وجہ سے ختم ہوتا ہے۔

تَعْرِیْس: رات کو پڑاؤ ڈالنے اور آرام کرنے کو کہتے ہیں۔

الخصب: یہ سمع باب سے ہے۔ وہ مکان جہاں گھاس وغیرہ خوب ہو۔ حظها من الارض: ان کو وقتاً فوقتاً چرنے دو۔ الجدب: خشک زمین۔ فاجتنبوا الطریق: راہ سے ہٹ کر اترو۔ آگے فانها: سے اس کی علت بیان کی گئی ہے کیونکہ ان کو بنے ہوئے راستہ پر چلنے میں سہولت ہے۔ بسا اوقات اترنے والے کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ ماوی: وہ کیڑوں کے ٹھہرنے کی جگہ وہ فطرتاً اس کے قریب بیٹھتے ہیں تا کہ گری پڑی خوراک کو حاصل کریں پس اس کی تلاش میں حملہ آور ہوتے ہیں۔ ارفقوا بها: کا مطلب ان سے نرمی کرو چرنے میں رکاوٹ نہ کرو تا کہ چلتے چلتے وہ خوراک وسفر پورا کرلیں۔ نقیها: کا معنی مخ والی ہڈی یعنی قحط زدہ سرزمین تیزی سے سفر کرو تا کہ اونٹوں کا مخ برقرار رہتے ہوئے وہ اسے عبور کرلیں۔ نزول فی اللیل: سے نیند یا استراحت یا کسی بھی وقت میں نزول۔

**تخریج**: اخرجه مالك (۱۸۳٤) و مسلم (۱۹۲٦) وابو داود (۲۵٦۹) والترمذی (۲۸۵۸) وابن حبان (۲۷۰۳) وابن خزیمة (۲۵۵۰) والبیهقی (۲۵٦/۵) واحمد (۳/۸٤۵۰)

**الفرائد**: ① جانوروں سے بھی نرمی اور ان کی خبر گیری کرنی چاہئے ② راستہ میں پڑاؤ نہ ڈالے تا کہ اس کو تکلیف وایذاء نہ پہنچ جائے۔

**۹٦۳: وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَ فِیْ سَفَرٍ فَعَرَّسَ بِلَیْلٍ اضْطَجَعَ عَلٰی یَمِیْنِهٖ وَاِذَا عَرَّسَ قُبَیْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ وَوَضَعَ رَاْسَهٗ عَلٰی كَفِّهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔**

**قَالَ الْعُلَمَآءُ: اِنَّمَا نَصَبَ ذِرَاعَهٗ لِئَلَّا یَسْتَغْرِقَ فِی النَّوْمِ فَتَفُوْتَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ عَنْ وَقْتِهَا اَوْ عَنْ اَوَّلِ وَقْتِهَا۔**

۹٦۳: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور کسی جگہ رات کو ٹھہرتے وہیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح سے تھوڑی دیر پہلے ٹھہرتے تو اپنا دایاں بازو کھڑا کر لیتے اور اپنا سر مبارک ہتھیلی پر رکھ لیتے۔ (مسلم)

علماء نے فرمایا کہ بازو کو کھڑا کرنا یعنی صراز کرنا اس لئے تھا تا کہ دین میں استغراق نہ ہو۔ جس سے صبح کی نماز اپنے وقت یا اصل وقت سے رہ جائے۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے نام سے متعلق اختلاف ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ ان کا نام حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ ہے۔ **فعرس**

بلیل: لیل کا تذکرہ کیا تا کہ معلوم ہو کہ رات کا کچھ حصہ باقی رہتے ہوئے تعریس فرماتے۔ **اضطجع علی یمینہ**: کیونکہ نفس اپنا نیند والا حق بقاء لیل کی صورت میں کرسکتا ہے۔ دائیں جانب بہترین جانب ہے جس پر سویا جاتا ہے۔ اس جانب دل معلق ہونے کی وجہ سے نیند میں مستغرق نہیں ہوتا پس نیند میں ڈوبتا نہیں۔ **قبیل الصبح**: جب رات کا صرف اتنا حصہ باقی ہوتا جس سے بدن کا نیند والا حصہ پورا نہ ہوسکتا تھا۔ **نصب ذراعہ**: اپنے دائیں بازو کو کھڑا کر کے سر مبارک اپنی ہتھیلی پر رکھتے۔ علماء کا قول نوم استغراق سے بچنے کے لئے یہ تدابیر اختیار فرماتے اور اس لئے بھی تا کہ نماز صبح فوت نہ ہو اگر کوئی بیدار کرنے والا ہو تو اس وقت سونا ممنوع نہیں اسی طرح نیند کا شدید غلبہ ہو کہ جس سے احساس ہی غائب ہے تو سو سکتا ہے یا اس کی عادت مسترہ پہلے جیسی ہو یا اسے کوئی بیدار کرنے والا ہو۔

**تخریج** : اخرجہ مسلم (٦٨٣) والحاکم (١/١٦٣١)

**الفرائد**: اس روایت میں آپ ﷺ کے شروع رات اور آخر رات سفر میں آرام کی کیفیت ذکر کی گئی ہے۔

٩٦٤ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ ، فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

"الدُّلْجَةُ" السَّيْرُ فِي اللَّيْلِ۔

۹۶۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم رات کو سفر کرو، اس لئے کہ زمین رات کو لپیٹ دی جاتی ہے"۔ (ابوداؤد)

صحیح سند سے۔

الدُّلْجَةُ: رات کو سفر کرنا۔

بالدلجۃ: رات کو سحری تک یا اس کے علاوہ ہو چلنا۔ **تطوی باللیل**: یہ فعل مجہول ہے۔ بائی کے معنی میں ہے یا سببیہ ہے۔ لپٹنا حقیقت میں ہے۔ اس کے بعض حصے بعض میں داخل ہو جاتے ہیں اور یہ ارشاد بھی وارد ہے: "**علیکم بالدلجۃ فان للہ ملائکہ یطوون الارض للمسافر کم تطوی القراطیس**" (طبرانی): بعض نے کہا یہ مجاز ہے کہ اس میں جانور جتنا سفر کرتے ہیں دن میں اتنا طے نہیں کرتے کیونکہ رات کی ٹھنڈک کی وجہ سے وہ چستی میں ہوتے ہیں۔ خصوصاً رات کا آخری حصہ کہ جس میں کی جانے والی عبادات اور مباحات میں بہت برکت ہوتی ہے کیونکہ یہ تجلیات الٰہیہ کا وقت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**ما سر باھلك بقطع من اللیل**": ساری رات کی سیاہی میں چلنا جبکہ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی ہو۔ ابن رواحہ کہتے ہیں:

عند الصباح یحمد القوم السری ☆ وتنجلی عنھم غیابات السکری

حاصل: رات چلنے کی لوگ صبح تعریف کرتے ہیں اور نیند کے نشے ان سے چھٹ جاتے ہیں۔

پھر رات کے اول حصہ میں چلنے کی ممانعت وارد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**لا ترسلوا مواشیکم وصبیانکم اذا غابت الشمس حتی تذھب فحمۃ العشاء**": یہ صحیح کی روایت ہے۔ بیہقی نے رات کے اول حصہ میں

سفر کو مکروہ قرار دیا ہے۔ مگر نووی کہتے ہیں مطلق کراہت تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ بہتر قول یہ ہے کہ کراہت نہیں۔ شیخ عبدالرؤف مکی نے کہا مواشی چھوڑنے کے کراہت سے بلا محافظ چھوڑنا مراد ہے۔

**تخریج**: اخرجه ابو داود (۲۵۷۱) والحاکم (۱/۱۶۳۰)

**الفوائد**: ① رات کو سفر کرنا چاہئے کیونکہ رات کو زمین مسافر کے لئے سمیٹ لی جاتی ہے ② تضیع وقت اور مشقت سے کافی قدر بچ جاتا ہے۔

۹۶۵: وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ اِذَا نَزَلُوْا مَنْزِلًا تَفَرَّقُوْا فِي الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ – فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِيْ هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ اِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِّنَ الشَّيْطَانِ؟ فَلَمْ يَنْزِلُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلًا اِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۹۶۵: حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ کسی مقام پر اترتے ہیں تو وہ گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارا یہ وادیوں اور گھاٹیوں میں بکھرنا شیطان کی شرارت ہے۔''

اس کے بعد جس مقام پر بھی اترے تو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہے۔ (ابوداؤد)
صحیح سند کے ساتھ۔

**ابو ثعلبہ خشنی**: رضی اللہ عنہ یہ اپنی کنیت سے معروف ہیں ان کا نام بعض نے جرثوم بعض نے جرثومہ بعض نے جرثم یا جرہم یا لاشر یا لاش یا لاسومۃ یا ناسب یا یاسر یا عروق یا سواء یا زید یا اسود ہے۔ ان کے والد کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ ان کی وفات ۷۵ھ میں ہوئی۔ بعض نے اس سے بہت پہلے خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ۴۰ھ میں انتقال کیا۔ صحاح ستہ نے ان کی روایت ذکر کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس روایات نقل کی ہیں۔ جن میں بخاری و مسلم میں چار ہیں تین متفق علیہ اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ **نزلوا منزلا**: منازل سفر میں سے کسی جگہ اترتے۔ **تفرقوا فی اشعاب**: جمع شیعب۔ پہاڑ میں گزرگاہ کو کہا جاتا ہے (المصباح) **اودیہ**: یہ وادی کی جمع ہے۔ دو پہاڑوں میں کھلی جگہ۔ ٹیلوں میں پانی بہنے کا راستہ۔ **ان تفرقکم فی هذه الشعاب**: یہ ظرف لغو مصدر سے متعلق ہے یا ظرف مستقر ہو تو حال یا صفت ہے یعنی تمہارا بکھرنا جب کہ وہ واقع ہو۔ اضافت تعریف جنس کو ظاہر کرتی ہے۔ **انما ذلکم**: ظرف کی وجہ سے فاصل زیادہ ہو گیا تو دوبارہ کم ضمیر لائے جیسا اس ارشاد میں: ﴿ایعدکم انکم اذا متم و کنتم ترابا و عظاما انکم مخرجون﴾: مشارالیہ تفرق ہے کم خطاب کا جمع مخاطبین کے لئے ہے اور من الشیطان یہ اس کی خبر ہے۔ یہ شیطان کے وسوسے اور اغواء کی وجہ سے ہے کیونکہ رفاقت کا مقصد تو سفر سواری نہ ہونے کی وجہ سے اور یا دوسرے مصائب پیش آ جاتے ہیں ان میں مدد کی خاطر ہے اور منتشر ہونا اس سے مانع ہے۔ **فلم ینزلوا**: اس کے بعد آپ ﷺ کے حکم کی اطاعت میں اکٹھے اترتے اور شیطان کی شرارت سے بھی محفوظ ہو گئے اور

رحمان کے حکم کی تعمیل بھی ہوگئی۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۶/۱۷۷۵۱) وأبو داود (۲۶۲۸) وابن حبان (۲۶۹۰) والحاکم (۲۵٤۰) والبیهقی (۱۵۲/۹)

**الفرائد** :سفر میں اجتماعیت کو برقرار رکھنے میں بے شمار فائدے ہیں۔سفر میں تفرق شیطانی حرکت ہے۔

۹۶۶ :وَعَنْ سَهْلِ بْنِ عَمْرٍو – وَقِيْلَ سَهْلِ بْنِ الرَّبِيْعِ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ ، وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ فَقَالَ: اتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَآئِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَّكُلُوْهَا صَالِحَةً رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۹۶۶: حضرت سہل بن عمرو اور بعض نے سہل بن الربیع بن عمرو انصاری جو ابن الحنظلیہ کے نام سے مشہور تھے اور وہ بیت رضوان والوں میں سے ہیں (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسے اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پشت پیٹھ سے لگی ہوئی تھی۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:''تم ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان پر سواری کرو اس حال میں کہ یہ ٹھیک ہوں اور ان کا گوشت کھاؤ۔اس حال میں کہ یہ تندرست ہوں۔ابوداؤد صحیح سند کے ساتھ۔

**سهل بن عمرو** :بعض نے سہل بن الربیع بن عمرو بن عدی بن زید انصاری بتلایا۔یہ خاندان اوس کی شاخ بنوحارثہ سے ہیں۔ **ابن الحنظلیه**: یہ ان کی والدہ کا نام ہے یا دادیوں میں سے کسی کا نام ہے۔اسد الغابہ میں یہ لقب ذکر کیا مگر والد کے متعلق اختلاف ذکر نہیں کیا۔(اسد الغابہ) **هو من اهل بیعة الرضوان**: یہ بیعت حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے پیش آئی۔یہ لوگوں سے الگ تھلگ رہنے والے ذکر و نماز کثرت سے کرنے والے تھے۔جب تک مسجد میں رہتے نفل پڑھتے رہتے۔جب واپس ہوتے تو تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے یہاں تک کہ گھر پہنچتے۔دمشق میں سکونت اختیار کی خلافت معاویہ کی ابتداء میں وفات پائی۔کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ابن حجر نے ان کے والد کا نام ربیع ذکر کیا بعض نے عبید اور بعض نے عقیب بن عمرو اور بعض نے عدی لکھا ہے۔یہ زیادہ مشہور ہے۔یہ عدی بن عمرو بن مالک بن اوس انصاری اوسی ہیں۔ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ حنظلیہ ان کی والدہ ہیں بعض نے دادی بتلائی ہے۔بعض نے کہا عمرو ان کی ام جدہ کا بیٹا ہے۔ابن سعد کہتے ہیں حنظلیہ یہ عمرو بن عدی کی والدہ ہے اور اس کا نام ام ایاس بن دارم تمیمیہ ہے۔چنانچہ عمرو کی تمام اولاد کو ابن حنظلیہ کہا جاتا ہے۔ان کے اولاد نہ تھی۔یہ بدر کے علاوہ تمام مشاہد میں موجود تھے (ابن سعد) مزی کہتے ہیں ان کو حنظلیہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی دادی بنی حنظلہ سے تھی جو کہ تمیم قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔اطراف میں ان کی پانچ احادیث مذکور ہیں بخاری و مسلم میں ان کی کوئی روایت نہیں۔ابن جوزی نے مختصر التلقیح میں ان کو ان لوگوں میں شامل کیا جن سے تقی بن مخلد کی مسند میں ۱۹ احادیث روایت کی گئی ہیں۔(التلقیح) **بعیر**: یہ لفظ انسان کی طرح ہے نر و مادہ دونوں کے لئے آتا ہے اور جمل مذکر کے ساتھ خاص ہے اور ناقہ مونث کے لئے مخصوص

ہے(المصباح)الحق ظهره ببطنه: بھوک اور مشقت کی وجہ سے اس کا پیٹ کمر سے لگا ہوا تھا۔اتقوا الله: تقویٰ تو ہر ہر موقعہ پر لازم ہے۔مگر یہاں خصوصاً بہائم کے سلسلہ میں تاکید فرمائی کہ ان کو تمہاری سواریاں بنایا گیا۔بھائم: یہ بہیمہ کی جمع ہے کیونکہ وہ بات نہیں کر سکتے اور جو انسان اپنی بات پوری واضح نہ کر سکے اس کو اعجم مجم و مستعجم کہتے ہیں(دمیری)۔فار کبوھا: یہ امر اباحت کے لئے ہے کہ جب یہ سواری کے لائق ہوں تو ان پر سواری کرو۔

اَللُّغَۃُ :صالحۃً: یہ ضمیر مفعولی سے حال ہے۔وکلوھا: جب شرعی تذکیہ کر لو۔صلاح اشارہ کیا جو اسباب کے تحت کھائے جانے کے لائق ہوں۔البتہ وہ وقتی طور پر مستثنیٰ رہیں گے جو ہدی و نذر کے جانور ہوں وہ ہدی بھیجنے والے کو کھانے درست نہیں۔یہاں دو عام فائدے ذکر فرمائے سواری اور کھانا یا صلاحیت کے یہ دو نشان بتلائے جو کہ اہم ترین ہیں۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٢/١٧٦٤٢) و ابو داود (٢٥٤٨) وابن حبان (٥٤٥)

**الفرائد** :① جانوروں کی نگہبانی کرو تاکہ وہ سفر میں تمہارے کام آ سکیں ② اگر سفر کے لئے سوار ہو جاؤ تو ایسی حالت میں سواری کرو کہ وہ چلنے کے قابل ہوں۔اگر چارہ کھانے کے لئے چھوڑنا چاہتے ہو تو دوڑاؤ تاکہ کھانے کے لائق ہو جائے۔

٩٦٧ :وَعَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ' قَالَ :اَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهُ وَاَسَرَّ اِلَيَّ حَدِيْثًا لَّا اُحَدِّثُ بِهٖ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ ' وَكَانَ اَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِحَاجَتِهٖ هَدَفٌ اَوْ حَآئِشُ نَخْلٍ – يَعْنِيْ حَآئِطَ نَخْلٍ – رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا مُخْتَصِرًا ' وَزَادَ فِيْهِ الْبَرْقَانِيُّ بِاِسْنَادِ مُسْلِمٍ هٰذَا بَعْدَ قَوْلِهٖ :حَآئِشُ نَخْلٍ – فَدَخَلَ حَآئِطًا لِّرَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا فِيْهِ جَمَلٌ ' فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ ' فَاَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَمَسَحَ سَرَاتَهٗ – اَيْ سَنَامَهٗ – وَذِفْرَاهُ فَسَكَنَ ' فَقَالَ :"مَنْ رَّبُّ هٰذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟" فَجَآءَ فَتًى مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ :هٰذَا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ – قَالَ :"اَفَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِيْ مَلَّكَكَ اللّٰهُ اِيَّاهَا؟ فَاِنَّهٗ يَشْكُوْا اِلَيَّ اَنَّكَ تُجِيْعُهٗ وَتُدْئِبُهٗ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ كَرِوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ۔

قَوْلُهٗ "ذِفْرَاهُ" هُوَ بِكَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْكَانِ الْفَآءِ ' وَهُوَ لَفْظٌ مُفْرَدٌ مُؤَنَّثٌ – قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ :الذِّفْرٰى :الْمَوْضِعُ الَّذِيْ يَعْرَقُ مِنَ الْبَعِيْرِ خَلْفَ الْاُذُنِ – وَقَوْلُهٗ "تُدْئِبُهٗ" اَيْ تُتْعِبُهٗ۔

٩٦٧: حضرت ابو جعفر عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور میرے ساتھ رازداری سے ایک بات کی۔جو میں لوگوں میں سے کسی سے بیان نہیں کرتا۔رسول اللہ ﷺ کو اپنی قضائے حاجت کے لئے کسی بلند چیز یا کھجور کے جھنڈ سے پردہ کرنا سب سے زیادہ پسند تھا۔مسلم نے اس کو مختصراً روایت کیا ہے۔اس طرح روایت کیا ہے علامہ برقانی نے مسلم کی روایت میں حَآئِشُ نَخْلٍ کے لفظ

فَدَخَلَ حدیث کے آخر تک یہ الفاظ نقل کئے۔ پھر آپ انصاری کے باغ میں داخل ہو گئے۔ جس میں ایک اونٹ تھا۔ جب اس اونٹ نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا تو گڑگڑایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ نبی اکرم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اس کی کوہان اور کان کے پچھلے حصے پر ہاتھ پھیرا تو وہ پرسکون ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے" اسی وقت ایک انصاری نوجوان آیا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا اونٹ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جانور کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھے مالک بنایا ہے۔ کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ وہ مجھے شکایت کر رہا ہے کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے اور اس کو تھکاتا ہے۔ ابو داؤد نے برقانی جیسی روایت کی ہے۔

" ذِفْرَاهُ ": یہ لفظ ذال کے کسرہ اور فا کے سکون کے ساتھ ہے۔ یہ لفظ مفرد مؤنث ہے۔

اہل لغت نے کہا کہ یہ اونٹ کے کان کے اس حصے کو کہتے ہیں جہاں پر اس کو پسینہ آتا ہے۔

تُدْئِبُهُ: تھکا دینا۔

**ابو جعفر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما:** یہ قریشی ہاشمی ہیں ان کی والدہ اسماء بنت عمیس خثعمیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ اپنے والد کے ساتھ حدیبیہ سے مدینہ آئے۔ یہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور یحییٰ بن علی بن ابی طالب کے بھی بھائی ہیں کیونکہ ان کی والدہ یہی اسماء تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پچیس روایات بیان کی ہیں' دو متفق علیہ ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو ان کی عمر دس سال تھی۔ ان کی وفات ۸۵ھ میں ہوئی ان کی عمر ۸۰ سال تھی (تقریب حافظ) **اردفنی** : مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے سوار کیا۔ **ذات** : کا لفظ نفس شئی پر بولا جاتا ہے۔ صفات و اخلاق پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ اصل میں اسم اشارہ مؤنث ہے کبھی اس کو مستقل اسم بنا لیتے ہیں مثلاً ذات الشئی۔ (مقدمہ فتح الباری) **خلفه** : یہ اردف کی تاکید ہے اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے لائے کہ اردف سے مطلقاً سوار کرنا نہیں۔ **اسر الی حدیث** : میرے کان میں خفیہ بات کہی جو میں کسی کے سامنے ظاہر نہ کروں گا۔ **کان احب** : یہ کان کی خبر مقدم ہے۔ **ما استتر به** : قضاء حاجت کے لئے لوگوں کی آنکھ سے جہاں چھپا جا سکے۔ **هدف** : بڑا بلند ٹیلہ جمع اهداف (ابن فارس' المصباح) **حائش نخل** : کھجوروں کا احاطہ۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ درختوں کا احاطہ کر لیتی ہے۔ **جر جر** : آواز نکالی اور آپ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یہ معجزہ نبوت ہے۔ **مسح سرته** : آپ نے اس کی کوہان پر تھپکی دی تو اس سے آواز بلند کر دی اور فرمایا: **من رب هذا الجمل** : اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رب کا لفظ اضافت کے ساتھ دوسروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ البتہ جب اس پر الف لام ہو تو پھر یہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر بولا جاتا ہے۔ **لمن هذا الجمل** : شاید آپ نے سوال کا اعادہ فرمایا کہ اس اونٹ نے آپ کو پہچان لیا اور آپ کو اس کی حالت پر بہت رحم آیا۔ **فجاء فتی من الانصار** : احمد کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا دیکھو! یہ کس کا اونٹ ہے وہ کہتے ہیں میں نکلا اور اس کے مالک کو تلاش کرنے لگا۔ چنانچہ ایک انصاری جو اس کا مالک تھا وہ مل گیا' میں اس کو بلا لایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے اس اونٹ کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا: اس کا کیا حال ہے' مجھے معلوم نہیں۔ اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں اس کا کیا حال ہے۔ ہم نے اس سے کام لیا اور اس پر پانی لاد کر لاتے' یہاں تک کہ اس سے عاجز آ گیا۔ گزشتہ رات ہم نے مشورہ کیا کہ اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت بانٹ لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

ایسا مت کرو۔ ابن رسلان کہتے ہیں اس روایت میں تصریح ہے کہ جب اونٹ بوڑھا ہو جائے اور کام کے قابل نہ رہے تو اس کو ذبح نہ کیا جائے سوائے اس کے کہ اس کا گوشت کھانا ہو مگر شوافع سے اس کا ثبوت نہیں ملا۔ فقال هذا ابی: آپ نے فرمایا اس کی خدمت کے سلسلہ میں کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ از ہری کہتے ہیں بهيمة کا معنی عقل وتمیز سے مبہم ہو۔ مطلب یہ ہوا کیا بے زبان کے متعلق تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ وہ اپنی زبان سے بھوک پیاس کی شکایت پیش نہیں کر سکتا۔ یہ آتی رتکہ سے زیادہ بلیغ ہے۔ التي ملككك الله اياها: ضمیر کی بجائے اظہار تقوی پر مزید آمادگی کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا معصیت کی بجائے شکریئے واحسان سے سامنا کرو تاکہ انعام باقی رہے۔ اس نے مجھے شکایت کی ہے (یہ معجزۂ نبوت ہے) کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس سے خوب مشقت لیتے ہو۔ تدئبه: کام میں تھکاتے ہو۔ احمد کی روایت میں اس سے چارے کی قلت اور عمل کی کثرت کی شکایت کی۔ ذفارہ: کان کا پچھلا حصہ جہاں اسے پسینہ آتا ہے۔ یہ لفظ مفرد مؤنث ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (١/١٧٤٥) و مسلم (٣٤٢) و ابو داود (٢٥٤٩) وابن ماجه (٣٤٠) وابن ابی شيبة (١١/٤٩٣) و ابو يعلى (٦٧٨٧) وابن حبان (١٤١١) وابن خزيمة (٥٣) والدارمي (٦٦٣) والحاكم (٢/٢٤٨٥) والبيهقي (١/٩٤)

**الفوائد**: ① یہ معجزۂ نبوت ہے۔ اونٹ کی شکایت کو سن کر اس کی سفارش کی ② بہائم پر آپ کی شفقت کا یہ نمونہ ہے ③ قضاء حاجت کے وقت دو دو چھپ کر ضرورت پوری کرے ④ پیچھے بٹھانا جائز ہے۔

٩٦٨: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا اِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا لَّا نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

وَقَوْلُهٗ "لَا نُسَبِّحُ": اَيْ لَا نُصَلِّي النَّافِلَةَ، وَمَعْنَاهُ اَنَّا مَعَ حِرْصِنَا عَلَى الصَّلٰوةِ لَا نُقَدِّمُهَا عَلٰى حَطِّ الرِّحَالِ وَاِرَاحَةِ الدَّوَابِّ۔

۹۶۸: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب کسی مقام پر تو ہم اس وقت تک نفلی نماز نہ پڑھتے جب تک اونٹوں کے پالان نہ اتار لیتے۔ ابوداؤد نے سند اور شرط مسلم کے ساتھ بیان کیا۔

لَا نُسَبِّحُ: ہم نفلی نماز ادا نہ کرتے۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کا اتنا شوق رکھنے کے باوجود ہم اس کو کجاووں اور جانوروں کو آرام پہنچانے پر مقدم نہ کرتے۔

كنا اذا نزلنا: جماعت صحابہؓ کہتے ہیں جب سفر میں ہم کہیں اترتے ہیں۔ لا نسبح: نفلی نماز پڑھنا۔ نحل الرحال: جمع رحل۔ ہر وہ چیز سفر کے لئے تیار کی جاتی ہے (المصباح) مطلب یہ ہے کہ اونٹوں کو راحت پہنچانے کو نفلی نماز سے مقدم کرتے ہیں۔ سفر میں مطلق نفل مستحب ہیں۔ یہ عہد نبوی کے ساتھ خاص نہیں۔

**تخریج**: اخرجه ابو داود (٢٥٥١)

**الفوائد**: یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جانوروں پر رحمت کا نمونہ ہے۔ ان کو کس طرح وہ راحت پہنچاتے اور ان کی خبر گیری کرتے تھے۔

# ۱۶۹: بَابُ اِعَانَةِ الرَّفِيْقِ

## باب: رفیق سفر کی معاونت

فِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ تَقَدَّمَتْ كَحَدِيْثِ :"وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ" وَحَدِيْثِ :"كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ وَّاَشْبَاهِهِمَا :

اس سلسلہ میں بہت سی احادیث پہلے گزر چکی ہیں
مثلاً وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ (الحدیث) اور حدیث "ہر نیکی صدقہ ہے"۔
اور اسی طرح دیگر روایات۔

اعانت رفیق سے مراد ساتھ والے ساتھی کی معاونت کرنا اور سفری ساتھی کی اعانت کرنا۔ ما كان العبد: جتنی مدت یہ اپنے بھائی کی اعانت کرتا رہا۔ معروف: جو مطلوب ہو اور شرعاً معروف ہو۔ اس باب میں واللّٰہ فی عون العبد: اور کل معروف صدقة: جیسی بہت سی روایات ہیں۔

۹۶۹ :وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :بَيْنَمَا نَحْنُ فِيْ سَفَرٍ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ عَلٰى رَاحِلَةٍ لَّهٗ ، فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهٗ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ كَانَ مَعَهٗ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا ظَهْرَ لَهٗ ، وَمَنْ كَانَ لَهٗ فَضْلُ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا زَادَ لَهٗ" فَذَكَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَهٗ حَتّٰى رَاَيْنَا اَنَّهٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِيْ فَضْلٍ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۶۹: حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے جبکہ ایک سوار آیا اور دائیں بائیں اپنی نگاہ پھیرنے لگا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ جس کے پاس بچا ہوا سفرخرچ ہے وہ اس کو دے دے جس کے پاس سفرخرچ نہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی کئی قسموں کا ذکر کیا۔ یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ کسی بھی بچی ہوئی چیز میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ (مسلم)

نحن في سفر: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک سفر میں تھے۔ يصرف بصره: دائیں بائیں نظر دوڑانے لگے جو مدد کے خواہش مند ہوں۔ فضل ظهر: اپنی ضرورت سے زائد سواری۔ فليعد به: یعنی وہ ضرورت مند کو سوار کر کے ہمدردی کرے۔ اگر یہ عود سے ہو تو اپنی سواری کو لوٹا کر دوسرے کو سوار کرے۔ فضل زاد: ضرورت سے زائد زادِراہ ہو۔ اس سے مراد بطور احسان اس کو زادِراہ میں شریک کرنا ہے۔ اصناف المال: یعنی جس کے پاس مال ہو وہ اس کو دے جس کے پاس نہ ہو۔ للاحق لاحدمنا: بچے ہوئے مال وغیرہ میں ہمارا حق نہیں رہ جاتا سے محتاج کو دینا واجب ہو جاتا ہے۔

**تخریج** : مسلم، احمد، ابو داود، ابو یعلی، ابن حبان (جامع کبیر)

**الفوائد**: باب الایثار والمواساۃ پر فوائد گزر چکے۔

۹۷۰ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ اَرَادَ اَنْ يَّغْزُوَ فَقَالَ : يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ ' اِنَّ مِنْ اِخْوَانِكُمْ قَوْمًا لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ وَّلَا عَشِيْرَةٌ فَلْيَضُمَّ اَحَدُكُمْ اِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ اَوِ الثَّلَاثَةَ ' فَمَا لِاَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَّحْمِلُهُ اِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ يَعْنِيْ اَحَدِهِمْ قَالَ : فَضَمَمْتُ اِلَيَّ اثْنَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً مَالِيْ اِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ اَحَدِهِمْ مِّنْ جَمَلِيْ - رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۔

۹۷۰: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوے کا ارادہ کرتے تو فرماتے: "اے مہاجرین وانصار کی جماعت تمہارے بھائیوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں' جن کے پاس نہ مال ہے نہ خاندان ہیں تم میں سے کوئی ایک ایک' دو دو یا تین تین اپنے ساتھ ملا لے۔ چنانچہ ہم میں سے جس کے پاس سواری تھی۔ وہ بھی اس پر باری سے سوار ہوتا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اپنے ساتھ دو یا تین آدمیوں کو ملا لیا۔ میرے اونٹ پر میری باری بھی اسی طرح تھی جیسے ان میں سے کسی ایک کی تھی۔ (ابوداؤد)

**یا معشر**: معشر' قوم' رہط' نفر' جماعت مردوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں عورتوں کے لئے نہیں۔ اس کی جمع معاشر ہے۔ **المهاجرين و الانصار**: اس کو سبقت فی الاسلام کی فضیلت کی وجہ سے مقدم کیا گیا۔ **عشيرة**: اس کا معنی قبیلہ ہے اس کا واحد لفظاً نہیں آتا' جمع عشیرات وعشائر آتی ہے۔ **فليضم احدكم اليه**: تنگی ووسعت کے حساب سے۔ **لاحدنا**: وہ مالدار جن کے پاس سواریاں پائی جاتی تھیں۔ **عقبه احدهم**: یعنی مالک ومسکین باری میں برابر ہوتے ہیں۔ **وما لى الا**: یہ جملہ ضممت کے فاعل سے حال ہے۔ **من جملى**: سے مراد اونٹ پر سواری ہے۔

**تخريج** : أخرجه اخرجه ابو داود (٢٥٣٤)

**الفوائد**: تنگ دست لوگوں کی معاونت کی شاندار صورت اور صحابہ کرام کی تعمیل کا عمدہ نمونہ ہے۔

۹۷۱ : وَعَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيْرِ فَيُزْجِي الضَّعِيْفَ وَيُرْدِفُ وَيَدْعُوْ لَهُ - رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۹۷۱: حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران پیچھے رہتے اور کمزور کو چلاتے یا اپنے پیچھے بٹھاتے اور اس کے لئے دعا فرماتے۔ (ابوداؤد)
صحیح سند کے ساتھ۔

**المسير**: یہ مصدر میمی ہے مراد سفر میں چلنا۔ **فيزجي الضعيف**: کمزور کو چلاتے۔ **ويردف**: اور پیچھے سوار ہو جاتے اور برکت دعوت کے ذریعہ اس کی مدد کرتے۔

**تخريج** : أخرجه ابو داود (٢٦٣٩) والحاكم (٢/٢٥٤١)

الفوائد: اس کمزور وضعیف پر آپ کی شفقت ومہربانی کا تذکرہ ہے۔

## ۱۷۰: بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَكِبَ الدَّابَّةَ لِلسَّفَرِ!

## بَاب: سواری پر سوار ہوتے وقت کیا کہے؟

اذا رکب: سفر کے لئے سواری پر سوار ہوتے ہوئے۔ سفر سے ہر سفر مراد ہے خواہ وہ کسی بھی نیت سے کیا جائے اور سفر کے علاوہ میں یہ دعائیں نہ پڑھی جائیں مگر آیت کا تقاضا یہ ہے۔ اس وقت بھی ذکر کرنا چاہئے اور سفر کا تذکرہ تو غالب جہت کے لحاظ سے ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ - لِتَسْتَوُوْا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا: سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ [الزخرف: ۱۲-۱۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے تاکہ تم ان کی پشتوں پر سوار ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کو یاد کرو۔ جب تم ان پر ٹھیک ہو کر بیٹھ جاؤ اور کہو پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے تابع کر دیا ان کو ہم ان کو تابع بنانے والے نہ تھے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

جعل: یہاں خلق کے معنی میں ہے۔ ما ترکبون: خواہ کشتیاں ہوں یا چوپائے۔ انعام کا واحد نعم ہے۔ اونٹ' گائے' بکریاں سب کو شامل ہے مگر یہاں اونٹ مراد ہیں۔ ما الذی کے معنی میں ہے ضمیر محذوف ہے۔ ظهوره: جمع ظہر۔ لفظ جمع لائے اور ضمیر مفرد تو معنی کے لحاظ سے لائے۔ نعمة ربکم: اس کا وہ انعام جو اس نے تم پر کیا۔ اذا استویتم علیه: یہ تذکروا کا ظرف ہے اسے وقت استوائکم علیه۔ تقولوا سبحان الذی: سوار ہوتے وقت کہو وہ ذات ان سب چیزوں سے پاک ہے جو حوادث سے متعلق ہیں یعنی سواری پر سوار ہونے اور شئی پر استقرار اختیار کرنے سے۔ لہٗ: ان چوپایوں کی تسخیر پر طاقت نہ رکھتے تھے۔ لمنقلبون: یہ غافل کو متنبہ کرنے کے لئے ذکر کیا کہ موت تو کبھی جانور سے گرنے اور جانور کے پھسلنے سے بھی پیش آجاتی ہے۔ موت کی یہ یاد اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور تمام مخلوقوں میں توبہ پر آمادہ کرے گی۔

۹۷۲: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اسْتَوٰى عَلٰى بَعِيْرِهٖ خَارِجًا اِلٰى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: "سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ' وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ - اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِىْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى ' وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى -

اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ – اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ" وَاِذَا رَجَعَ قَالَ هُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ : "اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

مَعْنٰى "مُقْرِنِيْنَ" مُطِيْقِيْنَ – "وَالْوَعْثَاءُ" بِفَتْحِ الْوَاوِ وَاِسْكَانِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَبِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَبِالْمَدِّ وَهِيَ :الشِّدَّةُ۔ وَالْكَآبَةُ بِالْمَدِّ وَهِيَ :تَغَيُّرُ النَّفْسِ مِنْ حُزْنٍ وَّنَحْوِهٖ۔ "وَالْمُنْقَلَبُ" : الْمَرْجِعُ۔

۹۷۲: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اونٹ پر سفر کے لئے سیدھا بیٹھ جاتے ۔ پھر تین دفعہ اللہ اکبر کہتے پھر کہتے ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا ... لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ پاک ہے وہ ذات جس نے ان جانوروں کو ہمارے تابع کر دیا' ہم ان کو تابع کرنے والے نہ تھے' بے شک ہم نے اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اے اللہ' ہم آپ سے اس سفر کی بھلائی اور تقویٰ مانگتے ہیں اور وہ عمل جس کو آپ پسند کرتے ہیں۔ اے اللہ ہم پر ہمارے سفروں کو آسان فرما اور اس کی مسافت کو لپیٹ دے۔ اے اللہ تو اس سفر کا ساتھی ہے اور اہل کا تو ہی خلیفہ ہے۔ اے اللہ سفر کی مشقت سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں' منظر کی پریشانی سے' مال میں بری تبدیلی سے' اہل اور اولاد میں بری تبدیلی سے۔ جب واپس لوٹتے تو انہیں کلمات کو دہراتے اور کچھ اضافہ فرماتے۔ ''ہم سفر سے لوٹنے والے توبہ کرنے والے' اپنے رب کی عبادت اور تعریف کرنے والے ہیں''۔ (مسلم)

مُقْرِنِيْنَ :طاقت رکھنے والے اور وَالْوَعْثَاءِ واؤ پر زبر' عین پر سکون اور اس کے بعد ثا اور الف مدہ ہے یہ سختی کو کہتے ہیں اور الْكَآبَةُ مد کے ساتھ۔ غم کی وجہ سے نفس میں تبدیلی کو کہتے ہیں۔

مُنْقَلَبُ :لوٹنا۔

علی بعیرہ: یہ مقید کرنے کے لئے نہیں بلکہ ہر سواری پر سوار ہوتے ہوئے یہی پڑھنے کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ السفر: جو سفر بھی ہو مراد ہے۔ کبر: سے تین مرتبہ اللہ اکبر کہنا مراد ہے۔

النَّحْوُ: وما کنا له مقرنین: یہ ضمیر مجرور سے جملہ حالیہ ہے۔

وانا الی ربنا لمنقلبون: یہ اسم کان سے جملہ حالیہ ہے یا اس کی خبر کی ضمیر سے۔ پہلی صورت میں حال مترادف اور دوسری میں متداخل ہے۔ البر: خیر و فضل۔ طاعت والا عمل۔ والتقوی: یہ عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے جبکہ اس سے مراد فعل طاعت اور مخالفت سے باز رہنا ہو اور اگر اس سے مراد معصیت سے رکنا ہو تو پھر عطف مغایر کی قسم سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے اس لئے سوال کیا جا رہا ہے کہ سفر میں عموماً بر و تقویٰ چھوٹ جاتا ہے اگر اس کی توفیق شامل حال ہو تو یہ چیز برقرار رہ سکتی ہے۔ ما ترضی: جس کو آپ ﷺ پسند فرماتے اور قبول کرنے والے ہیں۔ ضمیر عائد محذوف ہے۔ هون علینا السفر: یعنی سفر کی

مشقت کو آسان فرما۔ اطوعنا بعدہ: اس کی دوری کو حقیقتاً یا حکماً رفع فرما۔ انت الصاحب: آپ حفظ و عنایت سے ہماری مصاحبت فرما اور سفر کے مصائب میں حفاظت کو شامل حال کر دے۔ ہیثمی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر صاحب کا اطلاق فی السفر کی قید کے ساتھ درست ہے۔ اس کے علاوہ نہیں کیونکہ اسماء حسنیٰ تمام تر توقیفی ہیں اور ان تمام کا حکم بھی یہی ہے جو قید کے ساتھ وارد ہوتے ہیں۔ والخلیفة: جس پر معاملات میں اعتماد و بھروسہ کیا جائے۔ فی الاهل: اللہ تعالیٰ پر صاحب و خلیفہ کا اطلاق بلا قید درست نہیں۔ تورپشتی کہتے ہیں خلیفہ جو اصل کا نائب ہو مطلب یہ ہے کہ آپ ہی وہ ذات ہیں جس پر بھروسہ کرتا اور گھر سے غیر موجودگی میں جس پر امید رکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گندگی کا ازالہ فرمائیں گے اور ان کے بیمار کا علاج فرمائیں گے اور ان کے دین و امانت کی حفاظت فرمائیں گے۔ اعوذبك من وعثاء السفر وكابة المنظر: اس میں ہر ایسے منظر سے پناہ طلب کی گئی ہے جس کے نتیجہ میں اکتاہٹ پیش آئے۔ گویا یہ اضافت مسبب الی السبب کی قسم سے ہے۔ سوء المنقلب: منقلب یہ مصدر میمی ہے۔ یعنی سفر سے پلٹنا اور وطن کی طرف آنا۔ اس بات سے پناہ طلب کی گئی کہ میں وطن واپس لوٹ کر کوئی برا منظر سامنے نہ دیکھوں۔ الاهل: اس سے مراد بیوی، خدام، نوکر وغیرہ۔ میرک کہتے ہیں اس میں اس بات سے پناہ مانگی گئی ہے کہ وہ اپنے وطن کی طرف اس حال میں لوٹے کہ وہاں اس چیز کا سامنا ہو جس سے وہ تکلیف کی وجہ سے پریشان ہو جو اسے سفر میں پہنچی یا پیش آنے والی ہے مثلاً سفر سے اس کا مقصود حاصل نہ ہو یا اس کے مال میں آفت پہنچے یا اپنے گھر میں آئے اور ان کو بیمار پائے یا بعض کو گم پائے (فوت شدہ) الحرز میں کہا گیا کہ یہ بھی اس میں شامل ہے کہ بعض کو معصیت میں مبتلا پائے۔ واذا رجع قالهن: جب لوٹنے لگے تو ان کلمات کو کہے اور اس کے شروع یا آخر میں یہ الفاظ بڑھائے۔ آئبون: یعنی ہم ساتھی لوٹ رہے ہیں۔

یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ تائبون: گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ غفلت سے ہم توبہ کرتے ہیں۔ اواب یہ انبیاء علیہم السلام کی صفات سے ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿انه اواب﴾ اور ایمان والوں کی صفات میں فرمایا: ﴿انه كان للاوابين غفورا﴾ عابدون لربنا: ظرف ماقبل عوامل کا تابع ہے۔ (۲) مابعد سے متعلق ہو سکتا۔ الوعثاء: شدت و سختی، کابة سخت رنج۔

**تخریج** : أخرجه احمد (۲/۶۳۱۹) و مسلم (۱۳۴۲) و ابو داود (۲۵۹۹) والترمذی (۳۴۵۸) وابن حبان (۳۶۹۵) والبیهقی (۲/۲۵۱)

**الفوائد**: یہ ابتداء انتہاء سفر کی دعا ہے۔ سفر میں برو تقویٰ کی طلب کی گئی۔ سفر کی صعوبتوں سے پناہ مانگی گئی۔

۹۷۳ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ ، وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ ، وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ ، وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ ، وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ – رَوَاهُ مُسْلِمٌ – هٰكَذَا هُوَ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ : "الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ" بِالنُّوْنِ ، وَكَذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ : وَيُرْوٰى "الْكَوْرِ" بِالرَّآءِ وَكِلَاهُمَا لَهٗ وَجْهٌ – قَالَ الْعُلَمَآءُ :

وَمَعْنَاهُ بِالنُّوْنِ وَالرَّآءِ جَمِيْعًا: الرُّجُوْعُ مِنَ الْاِسْتِقَامَةِ اَوِ الزِّيَادَةِ اِلَى النَّقْصِ. قَالُوْا: وَرِوَايَةُ الرَّآءِ مَاْخُوْذَةٌ مِنْ تَكْوِيْرِ الْعِمَامَةِ، هُوَ كَفُّهَا وَجَمْعُهَا، وَرِوَايَةُ النُّوْنِ مِنَ الْكَوْنِ، مَصْدَرُ كَانَ يَكُوْنُ كَوْنًا: اِذَا وُجِدَ وَاسْتَقَرَّ۔

۹۷۳: حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے تو سفر کی سختی، ناپسندیدہ واپسی، کمال کے بعد زوال، مظلوم کی بددعا، اہل وعیال اور مال میں برے منظر سے پناہ مانگتے تھے۔ (مسلم)

صحیح مسلم میں اسی طرح ہے۔ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ ترمذی اور نسائی میں اسی طرح ہے۔
ترمذی نے کہا یہ الْكَوْرِ کے ساتھ بھی ہے اور دونوں کا معنی ایک ہے۔
علماء نے فرمایا دونوں کا معنی استقامت یا اضافے سے کمی کی طرف ہے۔
علماء نے فرمایا کہ راء والا لفظ تَكْوِيْرِ الْعِمَامَةِ سے لیا گیا جس کا معنی لپیٹنا اور جمع کرنا ہے۔
نون والی روایت میں وہ الْكَوْنِ کا مصدر ہے جس کا معنی پانا اور قرار پکڑنا ہے۔

**عبداللہ بن سرجس**: رضی اللہ عنہ یہ نرجس کے وزن پر ہے اس کا منصرف وغیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ یہ بصرہ میں مقیم صحابی ہیں ان کی روایت ائمہ ستہ نے لی ہے۔ **المزنی**: قبیلہ مزینہ کی طرف نسبت ہے۔ یہ بنو مخزوم کے حلیف تھے (تقریب) بقول ابن حزم وابن جوزی انہوں نے سترہ روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں۔ مسلم نے منفرد تین روایات بیان کی ہیں۔ **اذا سافر**: (۱) ارادہ سفر مراد ہو (۲) سفر کا حقیقت میں شروع کرنا مراد ہو۔ **الحور**: بلندی کے بعد پستی سے اس لئے پناہ طلب کی کیونکہ بسا اوقات یہ جانور پر ظلم کرنے سے پیدا ہوتی ہے وہ اس طرح کہ اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ لاد دیا پھر اس کو مارا پیٹا۔ یا قدرت سے بڑھ کر اس کو تیز چلنے پر آمادہ کیا یا اونٹ والے یا نوکروں کو مزدوری سے محروم کر دیا یا طے کر کے کم دی یا پھر اس وجہ سے استعاذہ کیا کہ اس مظلوم مسافر کی بددعا جو مددگار نہ پائے اور نہ فریاد کے وقت قریبی وقت اجابت پائے۔ **وسوء المنظر**: یعنی میں وہ دیکھوں جو مجھے برا معلوم ہو۔ **فی الاھل**: بیماری، موت یا اللہ کی معصیت میں مبتلا ہونا۔ **کون**: یہ لفظ کور بھی منقول ہے۔ معنی ایک ہے۔ مطلب اقبال سے ادبار ہی ہے اور کور تکویر عمامہ سے لیا گیا جماعت سے الگ ہونا، درستی کے بعد بگاڑ، کثرت کے بعد قلت یا ایمان سے کفر کی طرف رجوع یا طاعت سے معصیت یا حضور سے غفلت مراد ہو کیونکہ جس نے پگڑی کو بل دیا وہ سر پر جمع رہے گی اگر بل کھل گیا تو وہ بکھر جائے گی۔ تورپشتی نے کہا کور کا لفظ تو عام جماعت کے لئے نہیں آتا بلکہ صرف اونٹوں کے لئے آتا ہے مگر صاحب الحرز نے کہا استعارات کو ایک بات میں بند نہیں کیا جا سکتا مثلاً عطن کا لفظ اونٹ کے ساتھ خاص ہے مگر تنگی اخلاق سے کنایہ کے لئے آتا ہے اور کون استقرار کے معنی میں ہے اور کان تامہ ہے۔ صاحب فائق نے کہا اس کا معنی اچھی حالت سے خراب کی طرف لوٹنا ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۱۳۴۳) والترمذی (۳۴۵۰) والنسائی (۵۵۱۳) وابن ماجه (۳۸۸۸)

**الفوائد**: یہ سفر کے شروع کرنے کی دعا ہے۔اس میں بتلایا گیا کہ اپنی تمام حاجات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

٩٧٤ : وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ : شَهِدْتُّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِيَ بِدَآبَّةٍ لِيَرْكَبَهَا ' فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ ' وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ' ثُمَّ قَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ' ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُ اَكْبَرُ – ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ' ثُمَّ قَالَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ فَقِيْلَ : يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ' مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ : رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ : "اِنَّ رَبَّكَ سُبْحَانَهُ يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ : اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ ' يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَيْرِيْ – رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ' وَالتِّرْمِذِيُّ ' وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ – وَفِيْ بَعْضِ النُّسَخِ : حَسَنٌ صَحِيْحٌ ' وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوُدَ۔

۹۷۴: حضرت علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب آپ کے پاس سواری کا جانور لایا گیا۔آپ نے رکاب میں پاؤں رکھ کر کہا۔بسم اللہ۔جب اس کی پشت پر سیدھے بیٹھ گئے تو کہا الحمد للہ۔پھر کہا ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ ۔''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمارے لئے اس کو مسخر کیا اور ہم اس کو فرمانبردار بنانے والے نہ تھے بے شک ہم پروردگار کی طرف جانے والے ہیں''۔پھر الحمد للہ تین مرتبہ کہا۔پھر اللہ اکبر تین مرتبہ کہا۔پھر یہ دعا پڑھی سُبْحَانَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ ...... اِلَّا اَنْتَ۔ اے اللہ تو پاک ہے میں نے اپنے پر ظلم کیا۔بس تو مجھے بخش دے۔تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخشنے والا نہیں۔پھر آپ ہنسے۔آپ سے عرض کیا اے امیرالمؤمنین آپ کیوں ہنسے؟ انہوں نے کہا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا جیسا کہ میں نے کیا۔پھر آپ ہنسے تو میں نے عرض کیا۔یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں ہنسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' بے شک تمہارا رب اپنے بندے پر خوش ہوتا ہے۔جب وہ یوں کہتا ہے کہ''اے اللہ میرے گناہ مجھے بخش دے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا بندہ جانتا ہے گناہوں کو میرے سوا اور کوئی نہیں بخشے گا۔(ابوداؤد' ترمذی) اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں حسن صحیح کہا۔یہ ابوداؤد کے الفاظ ہیں۔

**علی بن ربیعہ**: ان کے والد کا نام نضلہ والبی ابوالمغیرہ ان کا لقب ہے یہ کوفہ کے باشندے ہیں ثقہ تابعین سے ہیں۔
**شهدت**: موجود ہونے کے معنی میں ہے۔**الدابة**: یہ اصل میں تو زمین پر رینگنے والے کے لئے تھا پھر عرف نے چار ٹانگوں والے کے ساتھ مخصوص کر دیا۔پس حمار' فرس' جمل کے لئے بولا جانے لگا۔**استوی**: جب اس کی پشت پر جم کر بیٹھ گئے تو اس

نعمت کے شکریہ ادا کرتے ہوئے الحمد للہ کہا کہ جس نے اس کو مطیع بنایا اور اس کے شر سے بچا کر کامل مطیع کر دیا۔ **سخر لنا**: جس نے ہمارے لئے تابع کر دیا۔ لام اجلیہ ہے۔ **له مقرنين**: ہم اس کو مسخر کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ **ثم قال**: اس انعام پر حمد و ثناء کے بعد کہا الحمد للہ۔ یہ حمد غیر مقید ذکر کی تا کہ یہ ظاہر ہو کہ حمد کے مقابلے میں نعمت ضروری نہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے حمد کے حقدار ہیں اور اس کی تاکید کے لئے تین مرتبہ دہرایا تا کہ ظاہر فرما دیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا بس وہ تو حسب طاقت اطاعت پہ مامور ہے۔ بعض نے کہا کہ تکرار اس لئے فرمایا پہلی مرتبہ الحمد للہ تو حصول نعمت پر دوسری مرتبہ دفع عذاب پر اور تیسری مرتبہ عام عطیے پر۔ **ثم قال**: مکان میں استقرار اور رکوب ان چیزوں سے اس کی تنزیہ کرتے ہوئے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ پہلی بار سے اس کی کبریائی و عظمت ذاتی کی طرف اشارہ کیا اور دوسری مرتبہ کبریائی و عظمت صفاتی ثابت کی اور تیسری بار کہہ کر ظاہر کیا کہ وہ استواء مکانی سے منزہ و پاک ہے اور "**الرحمان على العرش استوى**" اس کا ظاہری معنی تو بالا جماع مراد نہیں سلف میں امام مالک نے فرمایا استواء تو برحق کیفیت نامعلوم اور اس کے متعلق سوال بدعت ہے۔ متاخرین نے اس کی تاویل کی ہے۔ **سبحانك**: ای اقدسك تقديسا مطلقًا: میں آپ کی تقدیس مطلق کرتا ہوں یعنی جو چیزیں اس کی ذات کے لائق نہیں وہ اس سے بلند و بالا ہے۔ اسی طرح جوانب حوادث سے بھی۔ **ظلمت نفسی**: تیرے حق کو ادا نہ کر کے میں نے اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ میں اس بڑی نعمت کے شکریہ میں کوتاہی میں مبتلا ہوں خواہ وہ کوتاہی غفلت کی بناء پر ہو یا وسوسے کی وجہ سے یا سوچ وفکر کی وجہ سے۔ **فاغفرلي**: تو میرے گناہوں کو سزا نہ مواخذہ نہ کر کے ڈھانپ دے۔ **انه لا يغفر**: یہ جملہ مستانفہ غفران کی علت کو بیان کرنے کے لئے ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ کے انعام تو کثرت سے ہیں۔ میں اس میں شکریے کی تقصیر کا معترف ہوں۔ **ثم ضحك**: پھر آپ ہنس دیئے تو میں نے سوال کیا آپ اے امیر المؤمنین کیوں ہنسے۔ (امیر المؤمنین سے اشارہ ہے کہ یہ واقعہ ایام خلافت مرتضوی کا ہے) تو آپؓ نے فرمایا میں نے آپ کو اس طرح کرتے دیکھا۔ **قال ان ربك سبحانه يعجب**: ترمذی نے لیعجب نقل کیا۔ اس سے مراد غایت ہے یعنی رضا جو کہ ثواب کو لازم کرنے والی ہے۔ یہی رضامندی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات یاد آئی اس پر مزید شکریہ واجب ہو جس سے وہ خوشخبری کے حقدار بنے اور ہنسے اور اگر غیر اختیاری تقلید کے طور پر ہنسی ہو تو وہ بھی اتباع نبوت کی وجہ سے قابل اجر ہے۔

تعجب کا معنی: کسی چیز کو بڑا سمجھنا اس کے ساتھ ساتھ کہ اس کا سبب مخفی ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے اغفرلی کہنے پر راضی ہوتے ہیں جبکہ بندہ یہ جانتے ہوئے کہتا ہے: اے اللہ مجھے بخش دے۔

**تخريج**: أخرجه احمد (١/٧٥٣) و ابو داود (٢٦٠٢) والترمذی (٣٤٥٧) وابن حبان (٢٦٩٨) والطیالسی (١٣٢) والحاكم (٢/٢٤٨٢)

**الفوائد**: ① اللہ تعالیٰ بندے سے استغفار اور اپنی رحمت کی طلب چاہیے خواہ اس سے کتنے گناہ ہوئے ہوں ② اس دعا کے بعد آپ کا ہنسنا بھی مذکور ہے ③ سوار ہوتے وقت کی دعا ہے۔

# ۱۷۱ : بَابُ تَكْبِيرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا وَشِبْهَهَا وَتَسْبِيحِهِ إِذَا هَبَطَ الْأَوْدِيَةَ وَنَحْوَهَا وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُبَالَغَةِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيرِ وَنَحْوِهِ

## بَاب: مسافر کو بلندی پر چڑھتے' تکبیر اور گھاٹیوں وغیرہ سے اُترتے ہوئے تسبیح کرنا اور تکبیر و تسبیح میں آواز کو بلند کرنے کی ممانعت

الثنایا: جمع ثنیۃ گھاٹی۔ شبهها: اس کے مشابہ ٹیلے ہے تاکہ بلندی سے عظمت الٰہی کو یاد کرے اور اس کی بلندی تو معنوی ہے جو اس کی ذات کے مناسب ہے اور اس کی ذات کے غیر مناسب سب چیزوں سے پاک ہے۔ وتسبیحه: سبحان اللہ کہنا۔ هبط: جب اترے تاکہ پستی سے اس کی ذات کے پاک ہونے کا اعتراف کرے۔ نحوها: غار اور گہرے مقامات۔ والنهي: بہت زور سے آواز بلند کرنا ممنوع ہے مگر جن مقامات پر حکم ہے یا جہاں ایذاء کی وجہ سے ممانعت ہے نمازی' نائم کے پاس۔

۹۷۵ : عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا ' وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۹۷۵: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ پڑھتے۔ (بخاری)

كبر: اللہ اکبر کہتے یا اللہ تعالیٰ کی کبریائی و عظمت کی شہادت دیتے تاکہ علو حسی سے علو معنوی کی طرف منتقل ہوں۔ سبحنا: سبحان اللہ کہتے یا اس کی ان چیزوں سے پاکیزگی کی گواہی دیتے جو اس کے لائق نہیں۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (۲۹۹۳)

**الفرائد** : ① وادیوں میں تسبیح عظمت الٰہی کے مناظر پر لفظ پڑھنے کی وجہ سے کی ② وادیاں گہری جگہیں ہیں وہ ذات عیوب سے پاک ہے اور بلند مقامات پر اس کی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ ہر چیز سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جہالت علو کی نسبت معنی کے لحاظ سے ہے۔

۹۷۶ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَجُيُوْشُهُ إِذَا عَلَوُا الثَّنَايَا كَبَّرُوْا ' فَإِذَا هَبَطُوْا سَبَّحُوْا - رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ۔

۹۷۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے لشکر جب پہاڑیوں پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

جيوشه: یہ جیش کی جمع ہے' لشکر۔ اذا علوا الثنايا: ثنایا فاعل ہے اس کو حرکت مجانسہ دی ہے۔ كبروا واذا اهبطوا: جب

اس مقام سے اترتے یا مطاف اللہ اکبر کہتے۔

**تخریج** : أخرجه ابو داود (۲۵۹۹)

**الفوائد** : ① تاکہ کل قیامت کے دن ہر بلندی و پستی گواہی دے ② بلندی و پستی کا خالق ایک ذات ہے اور یہ سب اس کی قدرت کے نظارے ہیں۔

۹۷۷ : وَعَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ كُلَّمَا أَوْفَى عَلَى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ، ثُمَّ قَالَ : "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : إِذَا قَفَلَ مِنَ الْجُيُوْشِ أَوِ السَّرَايَا أَوِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ ۔

قَوْلُهُ : "أَوْفٰى" : أَيِ ارْتَفَعَ وَقَوْلُهُ "فَدْفَدٍ" هُوَ بِفَتْحِ الْفَاءَيْنِ بَيْنَهُمَا دَالٌ مُهْمَلَةٌ سَاكِنَةٌ وَآخِرُهُ دَالٌ أُخْرٰى وَهُوَ : الْغَلِيْظُ الْمُرْتَفِعُ مِنَ الْأَرْضِ۔

۹۷۷ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حج یا عمرے سے واپس لوٹتے' جب بھی کسی پہاڑی یا اونچی جگہ پر چڑھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے۔ پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ... وَحْدَهٗ تک پڑھتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے بادشاہی اور سب تعریفیں ہیں۔ وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ ہم لوٹ کر آنے والے ہیں اور توبہ کرنے والے' عبادت کرنے والے' سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی حمد بیان کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام گروہوں کو اس اکیلے نے شکست دی۔ (بخاری و مسلم)

مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں۔ جب لشکر کے چھوٹے دستوں یا حج یا عمرے سے لوٹتے۔

اَوْفٰی : بلند ہونا۔ فَدْ فَدٍ دونوں فا پر زبر اور دال ساکن ہے۔ اونچی زمین اس کا معنی ہے۔

قفل : جب لوٹتے۔ او : ممکن ہے یہ شک راوی کے لئے ہو۔ یا تنویع کے لئے حج وعمرہ کی قسم کا سفر ہو یا کوئی سفر ہو۔ جیسا مسلم کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔ کلما : یہ کبر کا ظرف ہے۔ او فی : بلند ہوتے۔ ثنیۃ : صاحب المغرب کہتے ہیں ثنیہ گھاٹی کو کہتے ہیں کیونکہ یہ راستے میں پہلے سامنے آتی ہے یا اس وجہ سے کہ یہ چلنے والے کو پھیرتی اور موڑتی ہے۔ لا الٰہ الا اللہ : یہ توحید ذات ہے۔ وحدہ : یہ توحید صفات ہے۔ لا شریک الا : یہ جملہ حالیہ ہے اور توحید افعال ہے یعنی ایجاد مصنوعات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ لہ الملک ولہ الحمد : وہ ملک و حمد میں منفرد ہے۔ جیسا کہ جار مجرور کا مقدم ہونا اشارہ کر رہا ہے۔ شئی : سے مراد ممکنات ہیں۔ قدیر : قدرت کا واجب و مستحیل سے تعلق نہیں رکھتی۔ آئبون ..... لربنا : یہ چاروں میں سے کی

طرح ظرف بن سکتا ہے۔یا آخری کا متعلق ہے اور دوسروں کا متعلق ولالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔ وعدہ: جو وعدہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے اور جو ایمان والوں سے کئے۔ یہ مصدر مضاف الی الفاعل ہے۔ ونصر عبدہ: یہ اضافت تشریفی یعنی عبدِ کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے ارتباط کے بغیر مثلاً کثرت عدد' عدد مدد فرمائی۔ جیسا بدر' احد' خندق۔ ھزم الاحزاب وحدہٗ: جنہوں نے کفار قریش کے ساتھ مل کر جتھا بندی کی یہود احابیش وغیرہ۔ ان کے مکر کو ان پر واپس کر دیا۔ وہ صباء کی ہوا تھی۔ مخلوق کا اس میں ذرہ بھی دخل نہیں۔ فدفد: یہ سخت اور بلند زمین کو کہتے ہیں۔ حدیث میں یہی مراد ہے مگر لغت میں جنگل اور برابر سخت زمین کو بھی کہتے ہیں (القاموس)

**تخریج**: أخرجه مالك (٩٦٠) واحمد (٢/٥٢٩٥) والبخاری (١٧٩٧) و مسلم (١٣٤٤) و ابو داود (٢٧٧٠) والترمذی (٩٥٢) وابن حبان (٢٧٠٧) وابن ابی شیبة (١٠/٣٦١) و عبدالرزاق (٩٢٣٥) والبیھقی (٥/٢٥٩)

**الفرائد**: حج' عمرہ یا غزوہ سے ہر بلندی و پستی پر اس دعا کو آپ پڑھتے تھے۔

٩٧٨ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ :یا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُسَافِرَ فَاَوْصِنِیْ ' قَالَ : "عَلَیْكَ بِتَقْوَی اللّٰهِ ' وَالتَّكْبِیْرِ عَلٰی كُلِّ شَرَفٍ" فَلَمَّا وَلَّی الرَّجُلُ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ الْبُعْدَ ' وَهَوِّنْ عَلَیْهِ السَّفَرَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ ۔

٩٧٨: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کا تقویٰ لازم پکڑو اور ہر اونچی جگہ پر اللہ اکبر کہو۔" جب آدمی پیٹھ پھیر کر چل دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ "اے اللہ اس کے لئے فاصلے کو سمیٹ دے اور سفر آسان کر دے۔ (ترمذی) اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

فاوصنی: اس سے اس بات کا استحباب معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص سفر میں جائے وہ صالح و متبرک شخصیت کے ہاں جا کر اپنے ارادے کا اظہار کرے تاکہ وہ ضروری مشورہ و نصائح کرے۔ علیك بتقوی اللّٰه: تقویٰ لازم کرو یہ سفر و حضر میں محفوظ قلعہ ہے۔ کل مشرف: ہر بلند مقام پر اللہ اکبر کہو۔ اترنے کے وقت تسبیح کا حکم شاید اس کے جاننے کی وجہ سے ترک فرمایا یا آپ نے تذکرہ فرمایا اور راوی سے اس کا تذکرہ رہ گیا۔ اللھم اطوله البعید: آپ نے دعا فرمائی اے اللہ اس کے لئے مسافت کو سمیٹ دے۔ حسی سمٹنا ہو یا معنوی کہ مشکلات سفر آسان ہوں۔ اچھی سواری' اچھے ساتھی میسر ہو جائیں۔ وھون علیه السفر: سفر کی ایذاؤں اور غموں کو دور کر دے۔

**تخریج** : أخرجه احمد (٢/٨٣١٧) والترمذی (٣٤٥٦) وابن ماجه (٢٧٧١) والحاکم (٢/٢٤٨١) وابن ابی شیبة (١٢/٥١٧) وابن حبان (٢٦٩٢) والنسائی فی الکبری (٦/١٠٣٣٩) والبیھقی (٥/٢٥١)

**الفرائد**: ① جو سفر کا ارادہ رکھتا ہو اسے تقویٰ والے لوگوں سے دعا طلب کرنی چاہئے ② مسافر کی غیر موجودگی میں مانگی

جانے والی دعا ہے وہ سفر کے لیے دعا کا زیادہ محتاج ہے۔

۹۷۹ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ سَفَرٍ ' فَکُنَّا اِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰی وَادٍ هَلَّلْنَا وَکَبَّرْنَا وَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا ' فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : یَا اَیُّهَا النَّاسُ : اَرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا ' اِنَّهٗ مَعَکُمْ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"اِرْبَعُوْا" بِفَتْحِ الْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ : اَیِ ارْفُقُوْا بِاَنْفُسِکُمْ۔

۹۷۹ : حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ جب ہم کسی وادی پر چڑھتے تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہتے اور ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! اپنے آپ کو آسانی دو' تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے' بے شک وہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ ہر بات کو سننے والا اور قریب ہے۔" (بخاری و مسلم)

اَرْبَعُوْا : با کے زبر کے ساتھ ہے۔ جس کے معنی اپنے آپ کو آرام پہنچانا۔

صلی اللہ علیہ وسلم۔ هللنا و کبرنا: لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے تا کہ زمین کے وہ حصے گواہی دیں۔

**النحو** : جملہ شرطیہ اور اس کا جواب کان کی خبر ہے اور ارتفعت اصواتنا: یہ هللنا کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے (۲) یا جملہ مستانفہ (۳) اذا کا جواب (۴) هللنا: جملہ شرطیہ سے بدل یا حال ہے۔ اربعوا علی انفسکم: زیادہ آواز بلند کرنے پر فرمایا کہ اس کا فائدہ نہیں اور اس کی علت فانکم لا تدعون: سے ذکر فرمائی کہ تم تو اس کو پکارتے ہو جو شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ انه معکم: اگر اس پر لام تعلیلیہ لائیں تو جملے کا حصہ بن جائے گا۔ معیت سے معنوی معیت مراد ہے۔

**تخریج** : أخرجه احمد (۷/۱۹۶۱۶) والبخاری (۲۹۹۲) و مسلم (۲۷۰٤) و ابو داود (۱۵۲٦) والترمذی (۳۳۸۵) وابن ماجه (۳۸۲٤)

**الفوائد** : چیخ کر دعا و ذکر کرنا مکروہ ہے۔ (طبری) دعا کی عظمت و توقیر کا تقاضا یہ ہے کہ ہلکی آواز سے ہو۔ فرض نماز سے فراغت کے بعد صحابہ کرامؓ اللہ اکبر بلند آواز سے کہتے۔

## ۱۷۲ : بَابُ اسْتِحْبَابِ الدُّعَآءِ فِی السَّفَرِ

## بَابٌ : سفر میں دعا کا استحباب

۹۸۰ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِیْهِنَّ : دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ ' وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ ' وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِهٖ"

رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ – وَلَيْسَ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ : "عَلٰى وَلَدِهٖ"۔

۹۸۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''تین دعائیں ایسی ہیں جن کی قبولیت میں شک نہیں: (۱) مظلوم کی دعا' (۲) مسافر کی دعا' (۳) والد کی دعا بیٹے کے خلاف ۔''(ابوداؤد' ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

ابوداؤد کی روایت میں عَلٰى وَلَدِهٖ کے الفاظ ہیں۔

**لاشك فيهن**: یعنی ان کی قبولیت میں شک نہیں۔ **دعوة المظلوم**: مظلوم کی بددعا۔ یہاں مفرد لانے کا یہ مقصد نہیں کہ ایک دعا قبول ہوتی ہے بلکہ جنس ظلم کی سب دعاؤں کا یہی حکم ہے۔ مفرد اضاف عموم کے لئے مفید ہے۔ بزاز کی روایت کے مطابق غلبہ پانے تک قبول ہوتی رہتی ہے۔ **دعوة المسافر**: مباح سفر مراد ہے۔ یہ دعا کی قبولیت' سفر کی مشقتوں سے حفاظت کا صلہ ہے۔ بزار کی روایت میں حتی یرجع کے لفظ بھی ہیں کہ واپسی تک یہ سلسلہ قائم رہتا ہے۔ **و دعوة الوالد علی ولدہ**: جب کہ اس نے اس پر زیادتی کی ہو اور ماقبل پر عطف یہ عطف خاص علی العام کی جنس سے ہے اور اس کے خصوصی اہتمام کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ بزار کی روایت میں **والصائم حتی یفطر**: اور ابن ماجہ میں **"دعوة الوالد لولدہ"**: کے الفاظ وارد ہیں۔ دعائیں دعا کرنے والے اور اوقات دعا اور مقامات دعا کے اعتبار سے قبول ہوتی ہیں۔ سیوطی نے اس میں ایک عمدہ رسالہ لکھا ہے۔ **"سهام الاصابه فی الدعوات المجابه"**۔

**تخریج** : أخرجه احمد (۳/۷۵۱۳) و ابو داود (۱۵۳۶) والترمذی (۱۹۱۲) وابن ماجه (۳۸۶۲) والبخاری (۳۲) وابن حبان (۲۶۹۹) والطیالسی (۲۵۱۷) والقضاعی (۳۰۶)

**الفرائد** : مظلوم کی بددعا سے بچنے کا حکم فرمایا۔ اسی طرح مسافر کی بددعا اور والد کی بیٹے کے خلاف دعا ان سب سے بچنا چاہئے ان سے دعا کروانی چاہئے۔

## ۱۷۳ : بَابُ مَا يَدْعُوْ اِذَا خَافَ نَاسًا اَوْ غَيْرَهُمْ

## بَابٌ : جب لوگوں سے خطرہ ہو تو کیا دُعا کرے

**غیرھم**: درندہ وغیرہ اصل تو دعا روایت میں لوگوں سے متعلق ہے۔ دوسرے دشمنوں کو ان پر قیاس کیا گیا ہے اور مسافر کی مشکلات میں یہ شامل ہے۔

۹۸۱ : عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ' وَالنَّسَآئِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۹۸۱: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم کی طرف سے خطرہ ہوتا تو یہ دعا پڑھتے: "اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ ...... شُرُوْرِھِمْ" تک اے اللہ! ہم تجھے ان کے سامنے کرتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ (ابوداؤد' نسائی) صحیح سند کے ساتھ۔

**کان اذ اخاف قوماً:** خوف امر طبعی ہے اس میں کوئی چیز خلاف نبوت نہیں۔ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے متعلق وارد ہے: ﴿قالا ربنا اننا نخاف ان یفرط﴾ **نجعلك:** ہم آپ کا بچاوا لیتے ہیں۔ **نحورھم:** ان کی تدابیر ہم سے ہٹا کر ان کے سینوں میں لوٹا دے۔ **ونعوذ بك من شرورھم:** ان کے شرور سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ دعا میں آخری حروف کا متوازن ہونے میں حرج نہیں۔ ہاں تکلف منع ہے یا جو سجع خشوع میں رکاوٹ ہو وہ ممنوع ہے۔ اس میں جو آدمی حسد کے سانپوں اور باغیوں کے تیروں کا شکار ہو اس کا معالجہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو تھام لے اور دل کو اسی کی طرف جھکائے۔

**تخریج** : أخرجه احمد (۷/۱۹۷٤۰) وابو داود (۱۵۳۷) والنسائی (٦۰۱) وابن حبان (٤۷٦۵) والحاکم (۲/۲٦۲۹) والبیهقی (۵/۲۵۳)

**الفرائد:** ① ہر شر جو مسلمان کو پہنچ سکتا ہے اس سے پناہ طلب کی گئی ہے ② اس میں اللہ تعالیٰ کی بندوں پر عظیم رحمت ہے کہ تکلیف کا خالق وہی ہے تو اس کی پناہ میں آجانے سے تکلیف کی کیا مجال کہ اس تک پہنچ جاتے۔

## ۱۷۴: بَابُ مَا یَقُوْلُ اِذَا نَزَلَ مَنْزِلاً

## بَابٌ: جب کسی مقام پر اترے تو کیا کہے؟

**منزلا:** سفر کا ذکر اس لئے کیا کیونکہ سفر میں عموماً مقامات بدلتے ہیں البتہ یہ سفر و حضر میں کسی جگہ اترے تو یہ دعا کرے۔

۹۸۲: عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيْمٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ نَزَلَ مَنْزِلاً ثُمَّ قَالَ: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ: لَمْ يَضُرُّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَّنْزِلِهٖ ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۸۲: خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا جو کسی مقام پر اترا۔ پھر یہ دعا پڑھ لی: "اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" کہ میں اللہ کے کامل کلمات سے مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔" تو اس کو اس مقام پر کوئی چیز کوچ کرنے تک نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (مسلم)

**خوله بنت حکیم:** یہ امیہ کی بیٹی ہیں یہ سلمیہ ہیں۔ ان کا لقب ام شریک تھا یہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں۔ بعض نے خویلہ کہا بعض نے ذکر کیا کہ انہوں نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ ان کی روایت مسلم نے ذکر کی اور سنن اربعہ نے بھی۔ انہوں نے پندرہ روایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں۔ مسلم ان کی روایات میں منفرد ہیں۔ ثم

قال: یعنی اترنے کے کچھ وقت بعد۔ اعوذ بکلمات اللّٰہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی ازلی اور اس کے ساتھ قائم صفت کے ساتھ۔ صفت ازلی میں تعدد نہیں متعلق کے متعدد ہونے سے جمع لائے۔ التامات: جو حوادث کے سبب نقص کے اترنے سے پاک ہے۔ ما خلق: سے یہاں شر والی مخلوق مراد ہے ورنہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام وہ شر سے بالکل پاک ہیں۔ ما عام مخصوص البعض ہے۔ شئی: اس میں تمام اندرونی' خارجی' نفسانی شیطانی ضرر سب شامل ہیں۔

**تخریج** : أخرجه احمد (۲۷۱۹۰ / ۱۰) و مسلم (۲۷۰۸) والترمذی (۳٤٤۸) والنسائی (٥٦۰) وابن حبان (۲۷۰۰) والدارمی (۲/۲۸۷) و مالك (۱۸۳۰) وابن ماجه (۳٥٤۷) وابن خزيمة (۲٥٦٦) والبيهقی (٥/۲٥۳)

**الفوائد** : ہر شر سے پناہ طلب کی گئی جس سے مسلمان کو ایذاء پہنچ سکتی ہے۔

۹۸۳ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَافَرَ فَاَقْبَلَ اللَّيْلُ قَالَ: "يَا اَرْضُ رَبِّي وَرَبُّكِ اللّٰهُ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ، وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ اَسَدٍ وَّاَسْوَدٍ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ، وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ، وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

"وَالْاَسْوَدُ" : الشَّخْصُ – قَالَ الْخَطَّابِيُّ: "وَسَاكِنُ الْبَلَدِ" : هُمُ الْجِنُّ الَّذِيْنَ هُمْ سُكَّانُ الْاَرْضِ – قَالَ: وَالْبَلَدُ مِنَ الْاَرْضِ مَا كَانَ مَاْوَى الْحَيَوَانِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ بِنَاءٌ وَّمَنَازِلُ: قَالَ: وَيَحْتَمِلُ اَنَّ الْمُرَادَ: "بِالْوَالِدِ" اِبْلِيْسُ: "وَمَا وَلَدَ" الشَّيَاطِيْنُ۔

۹۸۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر ہوتے اور رات آ جاتی تو یوں دعا فرماتے: "يَا اَرْضُ ...... مَا وَلَدَ" "کہ اے زمین میرا اور تیرا رب اللہ ہے' تیرے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور ان چیزوں کے شر سے جو تجھ میں ہیں اور ان کے شر سے جو تجھ میں پیدا کی گئی ہیں اور ان کے شر سے جو تجھ پر چلتی ہیں' میں شیر اور سانپ کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور سانپ اور بچھو اور علاقے کے رہنے والے اور والد اور اس کی اولاد سے پناہ مانگتا ہوں۔" (ابوداؤد)

الْاَسْوَدُ : سے مراد شخص ہے۔

خطابی نے کہا سَاكِنُ الْبَلَدِ سے مراد وہ جن ہیں جو زمین پر رہتے ہیں اور بَلَدُ زمین کے اس حصے کو کہتے ہیں جہاں حیوان ہوں خواہ وہاں تعمیر اور مکانات نہ ہوں اور ممکن ہے وَالِدِ سے مراد ابلیس اور وَلَدَ سے مراد شیاطین ہوں۔

سافر: سفر شروع فرماتے۔ یا ارض ربی وربك اللّٰہ: زمین میں عین ممکن ہے معجزاتی طور پر اللہ تعالیٰ آپ کی کلام سننے کا ادراک پیدا فرما دیتے ہوں۔ صاحب الحرز کہتے ہیں معلوم ہے زمین داعی کے کلام کو سننے کا ادراک پایا جاتا ہے اور جس کا رب

ایک ہوتو اسے ایک دوسرے کو تکلیف نہ دینی چاہئے یا اس کو اس لئے ذکر کیا کہ جو استعاذہ کرے اسے اس کی ربوبیت پر اس طرح یقین ہونا چاہئے۔ شرك: اس سے مراد وہ شر جو زمین سے متصل ہے۔ مثلاً گہرے کھڈ میں گر پڑے یا کسی بلند چیز سے لڑھک جائے۔ مافیك: موذی دینے والا حشرات وغیرہ۔ ما خلق فیك: مثلاً پہ زہ ملیے درخت کھائیاں جن سے انسان کا ٹکراؤ ہوتا ہے۔ ما یدب: زمین پر حرکت کرنے والے۔ ابن جوزی کہتے ہیں اس سے مراد جو زمین پر چلتے خواہ دابہ ہو یا دبیب۔ اعوذبك: استعاذہ کو عظمت کے لئے لوٹایا۔ اسود: یہ اسم جنس ہے نہ کہ صفت۔ یہ غیر منصرف ہے۔ بڑا سیاہ سانپ بعض نے سیاہ شخص مراد لیا ہے۔ من الحیة والعقرب: عموم کے اندر تمام شامل ہیں مگر یہ خصوصاً نقصان دینے والے ہیں اس لئے ان کا ذکر کر دیا۔ اولا لشیاطین: بقول خطابی اس سے معلوم ہوا کہ ابلیس کی اولاد ہے اور وہ شیاطین ہیں۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۲/۶۱۶۹) وابو داؤد (۲۶۰۳) والحاکم (۲/۲۴۸۷) تهذیب الکمال (۶/۲۹۲)

**الفوائد**: مخلوق کے شر سے پناہ کے لئے رات آنے پر مسافر کو یہ دعا سکھائی گئی۔

## ۱۷۵: بَابُ اسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ الْمُسَافِرِ الرُّجُوْعِ إِلٰى أَهْلِهِ إِذَا قَضٰى حَاجَتَهٗ

## باب: مسافر کو اپنی ضرورت پوری کر کے جلدی لوٹنا مستحب ہے

اھلہ: یہ قید غالب کے اعتبار سے ہے ورنہ مراد وطن لوٹنا ہے۔ خواہ اہل ہوں یا نہ ہوں۔ جب اس کا مقصد پورا ہو جائے۔

۹۸۴: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ: يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهٗ، وَشَرَابَهٗ، وَنَوْمَهٗ فَإِذَا قَضٰى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهٗ مِنْ سَفَرِهٖ فَلْيُعَجِّلْ إِلٰى أَهْلِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"نَهْمَتَهٗ" "نَهْمَتَهٗ" مَقْصُوْدَهٗ۔

۹۸۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سفر عذاب کا ٹکڑا ہے' سفر کرنے والے کو وہ کھانے پینے اور نیند سے روکتا ہے۔" جب تم میں کوئی اپنے سفر کا مقصد پورا کر لے چاہئے کہ وہ اپنے گھر جلدی لوٹے۔ (بخاری' مسلم)

"نَهْمَتَهٗ": مقصد۔

**السفر قطعة من العذاب**: (۱) یہ حقیقت ہو کیونکہ اس میں جسم کو دکھ پہنچتا اور نفس تھکتا ہے (۲) ممکن ہے تشبیہ بلیغ ہو۔

ایک لطیفہ: امام الحرمین سے ان کے والد کی وفات کے بعد کسی نے پوچھا سفر کیونکر قطعہ عذاب ہے تو انہوں نے برجستہ فرمایا کیونکہ اس میں فراق احباب ہے۔

**یمنع احدکم**: یہ عذاب کے لئے بطور علت ذکر فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ نفس کی سہولیات سے یہ مانع ہے کیونکہ اس میں مشقت' تعب' گرمی' سردی کو برداشت کرنا' وطن' اہل سے علیحدگی' درشت زندگی سب کچھ ہوتا ہے۔ **فلیعجل الی**

**اھلہ:** حدیث کا مقصد یہ ہے کہ ضرورت کے پورے ہونے پر لوٹنا مستحب ہے۔ باقی جوان پریشانیوں میں نہ ہو وہ تو خیر کر سکتا ہے۔ نھمة: مقصود و حاجت کو کہا جاتا ہے۔

**تخریج** : احمد (۳/۷۲۲۹) والبخاری (۱۸۰٤) و مسلم (۱۹۲۷) و بن ماجه (۲۸۸۲) وابن حبان (۲۷۰۸) والدارمی (۲/۲۸٤) والبیهقی (۵/۲۵۹)

**لطیفہ** :امام حرمین جب والد کے قائم مقام بنے تو کسی نے سوال کیا: لم کان السفر قطعة فی العذاب؟ تو انہوں نے برجستہ کہا: لان فیه فرق الاحباب۔

**الفرائد** :① اس سے بلاضرورت سفر کی کراہت ظاہر ہوتی ہے ② اسی وجہ سے جلد واپسی کا حکم ہے ③ گھر میں قیام راحت دینی و دنیوی کا باعث ہے۔

## ۱۷٦ :بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقُدُوْمِ عَلٰى اَهْلِهٖ نَهَارًا وَّكَرَاهَتِهٖ فِى اللَّيْلِ لِغَيْرِ حَاجَتِهٖ

## بَابٌ: اپنے گھر میں سفر سے دن میں واپس لوٹنا چاہئے رات کو بلاضرورت گھر آنے کی کراہت

**اھلہ:** بیوی مراد ہے۔ **کراهته فی اللیل:** جبکہ اس کی آمد کی اطلاع نہ ہو۔ ورنہ اطلاع بھیجی ہو تو رات پہنچنے میں حرج نہیں اسی وجہ سے لغیر حاجت کی قید لگائی گئی ہے اگر رات کو داخل ہونے سے دفع ضرر وغیرہ مقصود ہو تو کوئی حرج نہیں۔

۹۸۵ : عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِذَا اَطَالَ اَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقَنَّ اَهْلَهٗ لَيْلًا" وَفِىْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى اَنْ يَّطْرُقَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ لَيْلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۸۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو گھر سے غائب ہوئے عرصہ گزر جائے تو وہ اپنے گھر والوں کے پاس رات کو نہ آئے۔" ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ رات کو آدمی اپنے گھر والوں کے پاس آئے۔ (بخاری، مسلم)

**الغیبة:** روایت ہذا اور پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سفر مختصر ہو تو تب بھی رات کے وقت آنے میں کراہت نہیں اور اسی طرح گھر کے لوگ اگر آمد کے منتظر ہوں تو تب بھی حرج نہیں۔ **فلا یطرقن:** وہ رات کو نہ آئے۔ یہ رات کے ابتدائی اور آخری حصے دونوں کو شامل ہے۔ دن کو آئے تا کہ زوجہ کنگھی وغیرہ کر لے۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۵۲٤٤) و مسلم (۷۱۵) و ابو داود (۲۷۷۷) و مسلم (۷۱۵) واحمد

(۵/۱۵۲۸۵) والترمذی (۲۷۱۲) وابن حبان (۱۲۷۱۳) و ابو داود (۲۷۷۶) والطیالسی (وابن ابی شیبة (۵۲۳/۱۲) والبیهقی (۲۶۰/۵)

**الفوائد:** جو آدمی زیادہ دن گھر سے غائب رہنے پر لوٹے اسے گھر میں اطلاع دے کر دن کے وقت آنا چاہئے۔

۹۸۶ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَطْرُقُ اَھْلَہٗ لَیْلًا ، وَکَانَ یَاْتِیْھِمْ غُدْوَۃً اَوْعَشِیَّۃً ، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

"اَلطُّرُوْقُ" : اَلْمَجِیْءُ فِی اللَّیْلِ۔

۹۸۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں رات کو نہیں آتے تھے بلکہ صبح کے وقت یا شام کے وقت تشریف لاتے۔ (بخاری و مسلم)

الطُّرُوْقُ : رات کو آنا۔

**فلا یطرق اھلہ لیلًا:** جب وہ سفر سے واپس لوٹے۔ **غدوہ او عشیة:** دن کے ابتدائی یا آخری حصہ میں آئے۔ طروق میں لیل کی قیدرات کے تمام اجزاء میں کراہیت کے ثبوت کے لئے ہے۔

**تخریج :** أخرجه البخاری (۱۸۰۰) و مسلم (۱۹۲۸)

**الفوائد:** اس میں آپ کے عظیم اخلاق کا تذکرہ ہے جس میں زوجین کے مابین باہمی محبت وکشش کے پہلو کو برقرار رکھا گیا تاکہ زندگی راحت سے گزرے اور ایک دوسرے کے عیب کی اطلاع نہ ہو۔

## ۱۷۷ : بَابُ مَا یَقُوْلُ اِذَا رَجَعَ وَاِذَا رَاٰی بَلْدَتَہٗ

## بَابٌ: جب واپس لوٹے اور شہر کو دیکھے تو کیا پڑھے؟

فِیْہِ حَدِیْثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ فِیْ بَابِ تَکْبِیْرِ الْمُسَافِرِ اِذَا صَعِدَ الثَّنَایَا۔

اس میں ایک تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث ہے جو باب تَکْبِیْرِ الْمُسَافِرِ اِذَا صَعِدَ الثَّنَایَا میں گزری۔

اس باب سے گزشتہ باب کی روایت اذا صعد الثنایا: بھی مناسبت رکھتی ہے۔ اسی طرح حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی مزید روایت آتی ہے۔

۹۸۷ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِظَھْرِ الْمَدِیْنَۃِ قَالَ : "اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ ، لِرَبِّنَا حٰمِدُوْنَ" فَلَمْ یَزَلْ یَقُوْلُ ذٰلِکَ حَتّٰی قَدِمْنَا الْمَدِیْنَۃَ ، رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۹۸۷: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم حضورؐ کی معیت میں سفر سے لوٹے جب ہم مدینہ کے نواح میں پہنچے تو آپؐ نے یہ دعا فرمائی: ''ہم سفر سے واپس آنے والے ہیں توبہ کرنے اور توبہ کرانے والے ہیں' عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں'' آپ یہ فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔ (مسلم)

**المدینه:** اس سے مراد وہ مقام جہاں سے مدینہ منورہ نظر آتا تھا۔ آیبون: اس میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا حسب طاقت احتیاط سے تقابل کیا گیا ہے۔ آیاب سے ابتداء کی گئی ہے۔ مخ فت سے لوٹنا یہ تخلیہ کی طرح ہے اور پھر صالح اعمال کی توجہ کرنا اور رجوع کرنا ہے پھر اس کی حمد کرنا اس کے توفیق دینے اور آسانی فرمانے سے ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ولو لا فضل الله عليكم ورحمته ما زكى منكم﴾: آپ ﷺ کی زبان پر یہ الفاظ رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ میں پہنچ گئے۔ ترجمۃ الباب کا تعلق آخر جزء سے ہے۔

**تخريج** : اخرجه مسلم (١٣٤٥)

**الفوائد** : وطن واپسی کی دعا ہے کہ جب مغازی پر نگاہ پڑے تو یہ دعا پڑھتا ہوا شہر میں داخل ہو۔

## ۱۷۸ : بَابُ اسْتِحْبَابِ ابْتِدَآءِ الْقَادِمِ بِالْمَسْجِدِ الَّذِىْ فِىْ جَوَارِهٖ وَصَلَاتِهٖ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ

## بَاب: سفر سے آنے والے کو قریبی مسجد میں آنا اور اس میں دو رکعت پڑھنے کا استحباب

گھر میں داخلے سے پہلے قریبی مسجد میں کم از کم دو رکعت پڑھی جائیں۔

۹۸۸ : عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۸۸: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ سفر سے تشریف لاتے تو مسجد سے ابتداء کرتے اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

**كان اذا قدم من سفر:** کسی بھی سفر سے۔ **بالمسجد:** کیونکہ مسجد سب سے زیادہ شرف والا قطعہ ارضی ہے۔ **ركعتين:** یہ تحیۃ المسجد ہیں۔

**الفوائد** : سفر سے آنے والا سب سے پہلے مسجد میں آئے اور دو رکعت نماز ادا کرے تاکہ اس کے لئے اور گھر کے لئے برکت کا باعث ہو۔

## ۱۷۹: بَابُ تَحْرِيمِ سَفَرِ الْمَرْاةِ وَحْدَهَا

## باب: عورت کے اکیلے سفر کرنے کی حرمت

خواہ وہ سفر میل دو فرسخ ہو۔ یہ تحریم غیر فرضی سفر میں ہے۔ شوافع کے ہاں سفر حج و عمرہ عورت اکیلی کر سکتی ہے (احناف کے ہاں بلا محرم درست نہیں۔ مترجم)

۹۸۹: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ عَلَيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۸۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی عورت کے لئے حلال نہیں۔ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ ایک دن رات کا سفر بغیر محرم کے کرے۔ (بخاری و مسلم)

**ولا یحل**: کا معنی کہ جائز نہیں۔ واؤ عاطفہ سے اشارہ کیا کہ یہ حدیث کا ایک جزء ہے۔ **لامراۃ**: ایمان کی قید اس لئے لگائی کہ وہی احکام کی پابند ہے اور ان پر عمل پیرا ہونے والی ہے۔ شوافع کی تحقیق یہ ہے کہ کفار بھی فروغ شریعت کے مخاطب ہیں۔ **تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ**: مگر وہ سفر جس پر اجماع ہے۔ **یوم ولیلہ**: کی غالب کے اعتبار سے ہے۔ محرم فاسق بھی تب بھی اس کے ساتھ سفر جائز ہے کیونکہ مانع طبعی موجود ہے۔

**تخریج**: أخرجه مالك (١٨٣٣) واحمد (٣/٧٢٢٦) والبخاری (١٠٨٨) ومسلم (١٣٣٩) وابو داود (١٧٢٤) والترمذی (١١٧٠) وابن حبان (٢٧٢٥) وابن خزيمة (٢٥٢٣) وابن ماجه (٢٨٩٩) والبيهقی (١٣٩/٣)

**الفرائد**: عورت کو چوبیس گھنٹے کا سفر بلا محرم نہ کرنا چاہئے ورنہ مصیبت کا باعث ہوگا۔

۹۹۰: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ يَقُوْلُ: "لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ" فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ امْرَاَتِیْ خَرَجَتْ حَاجَّةً، وَاِنِّیْ اكْتُتِبْتُ فِیْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: "انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَاَتِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۹۹۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: "ہرگز کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ علیحدگی میں نہ بیٹھے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو اور کوئی عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کا محرم ہو۔" ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا کہ میری عورت حج کو جا رہی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا جا چکا ہے؟ فرمایا: "تو جا اور اپنی عورت کے ساتھ حج کر۔" (بخاری و مسلم)

لا یخلون رجل بامرأة: کیونکہ یہ شک کا مقام اور برائی کا وسیلہ ہے۔ ومعھا ذو محرم: یہ جملہ حالیہ عام احوال سے مستثنیٰ ہے۔ یہ درحقیقت ماقبل کی تاکید ہے کیونکہ جب محرم موجود ہوگا تو خلوت اجنبیہ حاصل نہ ہوگی۔ ولا تسافر المرأة: سفر سے وہ مراد ہے جس کو سفر کہا جاتا ہے۔ لیل ونہار سے مخصوص نہیں وہ تو اس کے بعض افراد کے تذکرہ کی قسم سے ہیں۔ ذی محرم: خاوند، امانت دار غلام۔ حاجة: حج ادا کرنے چلی ہے۔ فحج مع امرأتك: معلوم ہوتا ہے اس پر حج فرض تھا یا اس کے ساتھ دوسرا کوئی محرم تھا ورنہ اس کے پانے تک تاخیر کا حکم فرمایا جاتا۔ وہ بلا محرم نہ نکلی تھی ورنہ اس کی حرمت بیان فرما دی جاتی۔ موقعہ بیان پر ترک بیان ثبوت کی دلیل ہے۔

**تخریج** : أخرجه احمد (١٩٣٤) والبخاری (١٨٦٢) و مسلم (١٣٤١) وابن ماجه (٢٩٠٠) وابن حبان (٢٧٣١) وابن خزيمة (٢٥٢٩) والطيالسى (٢٧٣٢) والحميدى (٤٦٨) وابن ابى شيبة (٦/٤) والبيهقى (١٣٩/٣)

**الفوائد**: ① اجنبیہ سے خلوت اس کے محرم کی موجودگی کے بغیر حرام ہے ② عورت کا سفر بھی محرم کے بغیر ناجائز ہے۔

## ۱۸۰ :بَابُ فَضْلِ قِرَآءَةِ الْقُرْآنِ

## بَابٌ: قرآن مجید پڑھنے کی فضیلت

فضائل: جمع فضیلة یہ نقیصہ کا الٹ ہے۔ بھلائی کو کہا جاتا ہے۔ فتح الالہ میں اس کو فاضلہ کے معنی میں کہا گیا ہے۔ یہ صفت ہے جو کہ عموماً اچھی صفت کے لئے بولا جاتا ہے (القاموس) فضل کی جمع فضول ہے۔ فضل میں بلند مرتبے کو فضیلت کہتے ہیں اور فاضل اس سے اسم ہے۔ فواضل بڑے احسانات یا شاندار احسانات کو کہتے ہیں۔ (القاموس)

قرأة: اس سے تلاوت مراد ہے۔

۹۹۱ : عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : "اقْرَءُوْا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ شَفِیْعًا لِاَصْحَابِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۹۱: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''تم قرآن پڑھو اس لئے کہ قرآن قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارشی بن کر آئے گا''۔ (مسلم)

ابی امامة: ان کا نام صدی بن عجلان ہے۔ اقرؤا: اگرچہ یہ مخاطبین کو خطاب ہے مگر اس سے مراد تمام امت ہے۔ یاتی یوم القیامة: علقمی کہتے ہیں قرآن مجید کو قیامت کے دن شکل دی جائے گی۔ تبھی تو وہ آئے گا۔ جیسے میزان کے لئے خیر و شر کے اعمال کو صورت دی جائے گی۔ شفیعاً لاصحابہ: ان لوگوں کے لئے سفارش کرے گا جو اس کو پڑھنے والے اور اس کے امر و نہی کو پورا کرنے والے ہیں۔

**تخریج** : أخرجه احمد (٨/٢٢٢٥٥) و مسلم (٨٠٤) وابن حبان (١١٦) والحاكم (١/٢٠٧١) والطبرانى

(۷۵۴۳) والبیهقی (۲/۳۹۵)

**الفوائد** :قرآن مجید کی تعلیم و قراءت اور اس پر قائم رہنے کی تاکید کی گئی ہے جو شخص قرآن کے لئے یہ امور انجام دے گا وہ قرآن اس کے لئے شفاعت و مدافعت کرنے والا ہوگا۔

۹۹۲ :وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"يُؤْتٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا تَقْدُمُهُ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلِ عِمْرَانَ ، تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

۹۹۲: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ’’قیامت کے دن قرآن اور وہ قرآن والے جو اس پر عمل کرتے تھے ان کو لایا جائے گا۔ سورۂ بقرہ اور آل عمران پیش پیش ہوں گی اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی‘‘۔ (مسلم)

**نواس بن سمعان**: رضی اللہ عنہ یہ مشہور صحابی ہیں حالات پہلے گزر رے ملاحظہ ہوں۔ **یوتی بالقرآن**: فعل مجہول ہے اور قرآن اس کا نائب فاعل ہے۔ **واھلہ الذین**: جو اس کے حکموں کو مانتے اور اس کی ممنوعات سے بچتے ہیں۔ سورۂ بقرہ و آل عمران آگے آگے ہوں گی۔ **سورۃ البقرۃ**: مضاف الیہ پر عطف کر کے مضاف ایک ہی ذکر کیا گیا تاکہ ثقل نہ ہو۔ **تحاجان**: محاجات جھگڑے کو کہتے ہیں اصل مقصود پڑھنے والے کی طرف سے اصرار سے دفاع ہے۔ صاحب سے وہ شخص مراد ہے جو ان میں تدبر کرنے والا اور ان کے امرونہی پر چلنے والا ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۸۰۵) والترمذی (۲۸۹۲)

**الفوائد** :قیامت کے دن بقرہ و آل عمران اپنے پڑھنے عمل کرنے اور حفاظت کرنے والوں کے لئے سفارشی ہوں گی۔

۹۹۳ :وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

۹۹۳: حضرت عثمان عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن پڑھا اور اس کو پڑھایا‘‘۔ (بخاری)

**خیرکم**: اے گروہ قراء تم میں سب سے بہتر۔ **من تعلم القرآن**: بعض بھی مراد ہو سکتے ہیں جو قرآن مجید میں سے ایک آیت بھی پاتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جس کے پاس نہیں ہے۔ **وعلمہ**: تعلیم و تعلم میں اخلاص برتنے والا اور رضائے الٰہی کا متلاشی ہو اور اس کے احکام اخلاق و آداب پر عمل پیرا ہو۔ ان کی خیریت کی وجہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں موجود ہے: ((من قرء القرآن فقد استدرج النبوۃ بین جنبیه غیر انه لا یوجی الیه)): جب اس نے سب سے بہتر کلام کو اپنے سینے میں جمع کیا تو یہ بات اس بات کا سبب بنی کہ دوسرے لوگ اس کی طرح ہوں۔ اس نے اس انبیاء علیہم السلام کے بعض درجات کا

حصہ پایا۔ وہ ان صدیقین میں شمار ہونے لگا جو حقوق اللہ کو ادا کرنے والے ہیں اور انتہائی اطاعت کرتے ہوئے بندوں کے حقوق کو پورا کرنے والے اور کامل اتباع والے ہیں۔ تعلیم و تعلم سے یہ بات بداہۃً ثابت ہوگئی کہ قرآن سے مراد وہ لفظ ہیں جس کی تلاوت کو عبادت کے طور پر کیا جاتا ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہوا ہے اور اپنے اعجاز سے اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت دنیا کو چیلنج دے رہی ہے۔ بخاری کی روایت اس طرح ہے: **افضلکم من تعلم القرآن و علمه**: ان الفاظ میں جو متن میں مذکور ہیں بخاری میں موجود نہیں۔ یہ قلم کی سبقت ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۱/۴۱۲) والبخاری (۵۰۲۷) والترمذی (۲۹۱۶) وابو داود (۱۴۵۲) والدارمی (۳۳۳۷) وابن ماجه (۲۱۲) وابن حبان (۱۱۸) وعبدالرزاق (۵۹۹۵) والطیالسی (۷۳)

**الفوائد**: قرآن مجید کی تعلیم کی بڑی عظمت بتلائی گئی ہے تاکہ تعلیم کی طرف مسلمان کے لئے یہ نہ منقطع ہونے والا عمل ہے۔

٩٩٤ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَلَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ ' وَالَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَیَتَتَعْتَعُ فِیْهِ وَهُوَ عَلَیْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۹۹۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ قرآن مجید پڑھنے کا ماہر ہے۔ وہ بزرگ نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اس کے پڑھنے میں اسے مشقت ہوتی ہے۔ اس کو دوگنا اجر ملے گا۔ (بخاری و مسلم)

**وهو ماهر به**: یہ جملہ حالیہ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے وہ الفاظ تلاوت کو عمدہ انداز سے ادا کرنے والا ہو نہ قرأت میں رکے اور نہ تشابہ لگتا ہو۔ **السفرة**: ملائکہ قاصد مراد ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات رسولوں تک پہنچانے والے ہیں۔ وہ لکھنے والے کاتب مراد ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان لکھنے والے ہیں۔ **السفرہ** جمع سافر ہے۔ ملائکہ اعمال کو شمار کرتے ہیں۔ **الکرام**: وہ گناہوں کی گندگی سے معصوم ہیں اس لئے وہ معزز ہیں۔ **البرارة**: وہ طاعت و احسان کرنے والے ہیں۔ قیامت کے دن وہ ان کے مکانات میں ان کے ساتھ ہوں گے کیونکہ وہ محل کتاب اللہ میں ان کی طرح ہیں۔ (۲) جیسا حفظ و برکت میں ان کے ساتھ ہیں ان کے قرآن سننے سے اور راہنمائی سے مسلمانوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ **یتتعتع فیه**: قرأت کو دہراتا ہے۔ **وهو علیه شاق**: حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے وہ اس کی زبان پر جاری نہیں ہوتا۔ **له اجران**: قرأت کا اجر اور اٹکنے کا اجر۔ پہلا شخص تو کامل ہے جیسے کہ معیت اس پر دلالت کر رہی ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کی طرف زیادہ توجہ دینے والا ان کے حروف میں پختگی حاصل کر کے ماہر بن گیا ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۹/۲۴۷۲۱) والبخاری (۴۹۳۷) و مسلم (۷۹۸) وابو داود (۱۴۵۴) والترمذی (۲۹۱۳) وابن ماجه (۳۷۷۹) وعبدالرزاق (۴۱۹۴) وابن حبان (۷۶۷) والطیالسی (۳/۲/۲) والدارمی (۳۳۶۸)

**الفوائد:** ① قرآن مجید کی تلاوت، تعلیم، فہم اور عمل کی طرف خصوصی توجہ ضروری ہے۔ عامل قرآن قیامت کے دن معزز سفراء کے ساتھ ہوگا اور ان میں شمار ہوگا ② جو تکلیف سے پڑھتا ہے وہ دوہرے اجر کا حقدار ہوگا۔

۹۹۵ :وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ :رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَّطَعْمُهَا طَیِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ: لَا رِیْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَأُ كَمَثَلِ الرَّیْحَانَةِ: رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ:لَیْسَ لَهَا رِیْحٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ"، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

**۹۹۵:** حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید پڑھنے والے مؤمن کی مثال ترنجن جیسی ہے کہ اس کی خوشبو اچھی اور ذائقہ عمدہ ہے اور اس مؤمن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا کھجور جیسی ہے کہ ان کی خوشبو تو نہیں مگر ذائقہ میٹھا ہے اور منافق کی مثال جو کہ قرآن پڑھتا ہے' نیاز بو (خوشبودار پودا) جیسی ہے کہ خوشبو اچھی اور ذائقہ کڑوا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا۔ اندرائن (تمہ) جیسی ہے کہ نہ اس کی خوشبو ہے اور ذائقہ کڑوا ہے۔ (بخاری ومسلم)

**مثل المؤمن الذی یقراء القرآن:** اس کی عجیب حالت جو دلی پاکیزگی کی وجہ سے عظیم الشان ہے کیونکہ وہ ایمان پر ثابت قدم ہے اور قرآن مجید کی تلاوت سے اس کو خود راحت حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کو اس کی آواز سے راحت ملتی ہے اور اس کی تلاوت کے سننے میں ان کو ثواب ملتا اور اس سے سیکھنے میں اجر ملتا ہے اور یقراء سے اس کی اس حالت کو اس لئے تعبیر کیا کہ اس کو دہرانے سے اس کو خود بھی فائدہ پہنچتا ہے اور اس نے قرأت پر ہمیشگی اختیار کی جس کی وجہ سے یہ اس کی عادت ثانیہ بن گئی جیسے کہتے ہیں فلان یقری الضیف: ہے۔ **مثل الا ترجۃ:** لوگ اس کے ذائقہ سے لذت پاتے اور اس کی خوشبو سے راحت پاتے ہیں بعض نے کہا اس سے مثال دینے کی وجہ یہ ہے کہ شہروں میں پائے جانے والے پھلوں میں بہترین ہے جن سے خوشبو اور تفکر دونوں فوائد حاصل ہوں ویسے تو انگور و کھجور بہترین میوے ہیں۔ ان کی افضلیت میں اختلاف ہے حالانکہ ظاہر میں یہ خوبصورت کھانے میں عمدہ' چھونے میں نرم' آنکھوں کو اس سے رونق ملتی ہے اور دیگر کئی اور خواص پائے جاتے ہیں۔ جیسا آیت میں فرمایا: ﴿فاقع لونها تسر الناظرین﴾ نفس طعام سے پہلے طبیعت اس کی خواہشمند ہوتی ہے اور اس سے لذت حاصل کرنے کے بعد عمدہ مہک' دباغت معدہ اور قوتِ ہضم میں مفید ہے تو حواس اربعہ اس کے ذریعہ حفاظت میں شریک ہیں یعنی سونگھنا' دیکھنا' چکھنا' چھونا۔ یہ اپنے اجزاء کے ساتھ طبائع کی طرح منقسم ہے۔ اس کا چھلکا گرم خشک گودا گرم تر اور کھٹائی ٹھنڈک خشک' بیج گرم خشک اس کے فوائد طب کی کتب میں مذکور ہیں۔ **مثل المؤمن الذی:** ایمان پر ثبات کی وجہ سے مگر اس سے کوئی خوشبو نہیں نکلتی۔ اس سے مراد واجب کے علاوہ قرأت کی نفی ہے۔ **کمثل التمرۃ:** ایمان پر مشتمل ہونا ایسا ہے جیسا کھجور مٹھاس پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے باوجود کہ ان میں ہر ایک باطنی معاملہ ہے اور اس کی خوشبو ظاہر نہیں ہوتی کہ جس کو

سونگھنے سے لوگوں کو راحت ملے اسی طرح اس آدمی کی قرأت ظاہر نہیں کہ جس کو سن کر لوگ راحت پائیں۔ مثل المنافق: یہ اس اعتبار سے مثال دی کہ منافق کا باطن ایمان سے خالی ہے مگر لوگوں کو اس کی قرأت سے استراحت مل رہی ہے۔ مثل الریحانة: نیاز بو کو خوشبو عمدگی میں قرأت کی مانند ہے اور ذائقے کی کڑواہٹ وہ کفر سے مشابہت رکھتی ہے۔ مثل المنافق الذی: اس لحاظ سے کہ اس کا باطن ایمان سے خالی ہے اور اس کا ظاہر دیگر منافع سے معطل ہے گویا اس نے ضرر کا لباس پہن رکھا ہے۔ کمثل الحنظلة: اس میں خوشبو کا نہ ہونا منافق میں قرأت کی خوشبو کے نہ ہونے کے مشابہ ہے اور مٹھاس کا نہ ہونا سلب ایمان کے مشابہ ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (٧/١٩٥٦٦) والبخاری (٥٠٢٠) و مسلم (٧٩٧) و ابو داود (٤٨٣٠) والترمذی (٢٨٧٤) والنسائی (٥٠٥٣) وابن ماجه (٢١٤) وابن حبان (٧٧٠) وعبدالرزاق (٢٠٩٣٣) والطیالسی ٢/٢)

**الفوائد**: ① قرآن کے حاملین اور دعائیوں کی عظیم بشارت ہے ② دارمی ۳۳۲۴ میں ایمان کا لفظ وارد ہے: ۱) ایمان ملا قرآن نہ ملا کھجور جیسا' ۲) قرآن ملا ایمان نہ ملا نیاز بو جیسا' ۳) قرآن ملا ایمان ملا ترنج جیسا' ۴) ایمان ملا نہ قرآن سوہ حنظل جیسا۔

٩٩٦ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۹۹۶: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو سر بلند فرمائے گا اور دوسروں کو ذلیل کرے گا''۔ (مسلم)

ان اللّٰہ یرفع: اس رفعت سے مراد معنوی رفعت ہے۔ بھذا الکتاب اقواما: الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور اقواماً سے وہ لوگ مراد ہیں جو اس پر ایمان لائے اور انہوں نے دنیا کی راہنمائی کی۔ ویضع به اخرین: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن پر ایمان نہ لائے یا اس پر عمل پیرا نہ ہوئے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (١/٢٣٢) و مسلم (٨١٧) وابن ماجه (٢١٨) وابن حبان (٧٧٢) والبزار (٢٤٩) وعبدالرزاق (٢٠٩٤٤) والدارمی (٣٣٦٥)

**الفوائد**: جس نے قرآن کو مقتداء بنایا اس کے لئے دنیا و آخرت میں عزت کا باعث ہوگا اور اس کو چھوڑنے والا ذلت اور غضب الٰہی کا حقدار ہے۔

٩٩٧ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْآنَاءِ": اَلسَّاعَاتُ۔

۹۹۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "رشک دو آدمیوں پر جائز ہے۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے قرآن دیا اور وہ رات کو اور دن کی گھڑیوں میں قیام کرتا ہو۔ دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو۔ جسے وہ دن اور رات کی گھڑیوں میں خرچ کرتا ہو"۔ (بخاری و مسلم)

"اَلْآنَاءِ": گھڑیاں، اوقات۔

**لاحسد الا فی اثنتین:** یعنی ان دو خصلتوں میں رشک جائز ہے کیونکہ اللہ کے ہاں یہ دونوں بڑی شرف والی ہیں۔ **اتاہ اللّٰہ القرآن:** اس کو قرآن کا علم دیا کہ یاد کرنا آسان کر دیا۔ **آناء اللیل:** یہ آنی کی جمع ہے۔ یا انی بروزن لحی۔ یا انو: بروزن قنو۔ دونوں اوقات کے ذکر کرنے کا مقصد تلاوت سے تفکر و تدبر و امتثال اس کا مشغول ہونا ہے۔ **و رجل آتاہ اللّٰہ:** مال سے قلیل و کثیر سب مراد ہے۔ دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے سے مقصود پاکیزہ مال کی طرف اشارہ کرنا ہے جس میں حرام کی تلویث نہ ہو۔ **فھو ینفق:** وہ اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کر کے اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کے قرب کے لئے صرف کرنے والا ہے۔ باب الکرم والجود میں یہ روایت گزر چکی۔

**تخریج** : بخاری، مسلم۔

**الفوائد** : بمع شرح باب فضل الغنی الشاکر پر گزر چکے۔

۹۹۸: وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ وَعِنْدَهُ فَرَسٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ، فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْا، وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ مِنْهَا – فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ: تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"الشَّطَنُ" بِفَتْحِ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالطَّاءِ الْمُهْمَلَةِ: اَلْحَبْلُ۔

۹۹۸: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی سورہ کہف پڑھتا تھا اور ان کے پاس گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس شخص کو ایک بادل نے ڈھانپ لیا اور وہ بادل اس سے قریب تر ہونے لگا تو اس کا گھوڑا اس سے بدکنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس بات کا تذکرہ کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ سکینت تھی جو قرآن کی وجہ سے اتری"۔ (بخاری و مسلم)

اَلشَّطَنُ: شین کا فتحہ اور طا نقطہ کے بغیر، رسی۔

**کان رجل:** تحفۃ القاری کے بیان کے مطابق یہ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ **فغشیتہ سحابۃ:** ان پر بادل چھا گیا۔ **تدنوا:** اترنا اور قریب ہونا۔ **فرسہ:** فرس مذکر و مونث گھوڑے پر بولا جاتا ہے۔ **منھا:** بادل سے یا بادل کے سبب سے۔ **ذلک:** جو چیز انہوں نے دیکھی تھی۔ **تنزلت للقرآن:** فعل مضاعف کلام میں مبالغہ کے لئے لائے۔ لام اجلیہ یا سببیہ ہے۔ **الشطن:** اس کی جمع شطان ہے۔ اسی کو کہتے ہیں۔

**تخریج** : أخرجه احمد (۶/۱۸۶۱۵) والبخاری (۳۶۱۴) و مسلم (۷۹۵) والترمذی (۲۸۹٤) وابن حبان (۷۶۹) والطیالسی (۲/۳)

**الفرائد** : ① عمدہ تلاوت حسن ترتیل مع حضورِ قلب عظمت ذکر کی گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اورنزولِ ملائکہ کا ذریعہ ہے ② امتی کو فرشتہ نظر آ سکتا ہے

۹۹۹ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ حَسَنَةٌ ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ : الٓمّٓ حَرْفٌ ، وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَّلَامٌ حَرْفٌ ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۹۹۹: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کتاب اللہ کا ایک حروف تلاوت کیا۔ اس کو ایک نیکی ملے گی اور نیکی کا بدلہ کم از کم دس گناہ ہے۔ میں نہیں کہتا کہ ﴿الم﴾ ایک حرف لیکن الف ایک حرف' لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف ہے"۔ (ترمذی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**من كتاب الله**: اس سے مراد قرآن مجید ہے جو کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ **فله حسنة**: پڑھے ہوئے حرف کے بدلے۔ **الحسنه بعشر امثالها**: یعنی قاری کو حرف واحد کا دس نیکیوں سے بدلہ ملے گا۔ **الم حرف**: حرف ثلاثہ از مجموعہ حرف نہیں بلکہ یہ تین حروف ہیں۔ پڑھنے والے کو اس پر تیس نیکیاں ملیں گی۔ اس بیہقی کی روایت **بکل حرف منه عشرون حسنة**: سے کوئی اشکال نہیں کیونکہ اس سے مراد دس نیکیاں زائد ہوں جو ضبط و اتقان پر ملتی ہوں۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (۲۹۱۹) والدارمی (۳۳۰۸) والحاکم (۱/۲۰٤۰)

**الفرائد** : قرآن مجید کے ہر حرف میں دس نیکیاں ملتی ہیں اور اخلاص و توجہ جس قدر زیادہ ہوگی ثواب بڑھتا جائے اور اللہ تعالیٰ کا قرب میسر ہوگا۔

۱۰۰۰ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ، وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۰۰۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک وہ آدمی جس کے دل میں قرآن کا کچھ حصہ نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے"۔ (ترمذی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**ليس في جوفه**: قلب کو جوف سے تعبیر کر دیا اور اس کا تذکرہ اس لئے بھی کر دیا تا کہ خراب مکان سے اس کی مشابہت مکمل ہو جائے گی۔ شاندار تشبیہ ہے کیونکہ اگر جوف میں تمام یا بعض لفظ ہوگا تو اتنا حصہ آباد ہوگا اور جب جوف خالی ہوگا تو وہ بے آباد

اور سامان سے خالی گھر کی طرح ہوگا۔ حالانکہ گھر کی رونق تو ان چیزوں سے ہے۔ اس میں قرآن مجید کے حفظ کی تاکید ثابت ہوتی ہے۔

**تخریج** : أخرجه احمد (۱/۱۹٤۷) والترمذی (۲۹۲۲) والدارمی (۳۳۰٦) والحاکم (۱/۲۰۳۷) والطبرانی (۱۲٦۱۹)

**الفوائد** : ① قرآن مجید کے حفظ اور قرآن سے دل کو آباد کرنے کا حکم اور اعراض کی ممانعت کی گئی ہے ② اس کو یاد رکھنے میں کوتاہی نہ برتی جائے۔

۱۰۰۱ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ : اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا ، فَاِنَّ مَنْزِلَتَکَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَةٍ تَقْرَؤُھَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۰۰۱: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: ”قرآن والے کو کہا جائے گا۔ پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح تو دنیا میں پڑھتا تھا۔ تیرا مرتبہ اس آخری آیت پر ہے جس کو تو پڑھے گا“۔ (ابوداؤد ترمذی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

یقال: یہ صیغہ مجہول ہے۔ یہ داخلہ جنت کے وقت کی بات ہے تاکہ عاملین اپنے اپنے اعمال کے مطابق مراتب کی طرف متوجہ ہوں۔ صاحب القرآن: تمام کو یاد کرنے والا یا بعض کو حفظ کرنے والا اور اس میں تدبر و تادب اختیار کرنے والا۔ اقرء وارتق: جنت کے اتنے درجات میں چڑھو جتنی آیات تم نے یاد کی ہیں۔ بیہقی کی روایت میں دخل الجنة من اهل القرآن فلیس فوقه درجة' عدد درج الجنة' عدد آی القرآن: یہ الفاظ روایت کے شاذ ہیں اور جنت میں حقیقتاً چلا گیا تو مقصد حاصل ورنہ تاویل یہ ہے کہ غیر حافظ کے لئے اس سے اوپر کوئی درجہ نہیں۔ ایک حدیث میں جو نسائی کی روایت میں ہے اس کے راوی درست نہیں۔ ”مقدار درج الجنة علی قدر ای القرآن بکل آیة درجة' فتلك سته آلاف آیة ومئتا آیه وستة عشر آیة بین کل درجتین مقدار ما بین السماء والارض“: متن والی روایت اور حاکم والی روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس نے قرآن مجید کی تمام آیت کی قرأت کی وہ ارتقاء کے درجات میں انتہائی درجے کو پائے گا اور جو تھوڑی قرأت کرے گا وہ اسی قدر درجات پائے گا۔ یہ تمام صورتیں اس وقت ہوں گی جب صاحب سے وہ مراد ہو جو ہم نے ذکر کیا۔ ورتل کما کنت: جنت میں قرأت نہ صرف لذت و شہود کے لئے ہوگی۔ جیسا فرشتوں کی عبادت ہے کیونکہ جنت میں نہ تکلیف ہے اور نہ عمل ہے۔ البتہ یہ ثواب اسی کو ملے گا جو قرآن مجید کو یاد کر کے عمدہ ادائیگی اور قرأت کرنے والا ہے۔ ترتیل: طریقہ کے مطابق آہستہ قرأت کو کہا جاتا ہے۔ جو قرأت کو حسن و زینت اور خوب رونق دے دے اور صاحب سے مراد حافظ ہے نہ غیر۔ عموماً قاری اسی پر بولا جاتا ہے جو قرآن سے جدا نہ ہو اور وہ حافظ ہی ہے۔ بعض روایات بھی اسی مراد کی تائید

کرتی ہیں (فتح الدلہ) فان منزلتك عند آخر آية: یہ حفظ کی ترغیب کے لئے علت ذکر کی کہ تیرا مرتبہ آخری آیت پر ہوگا۔ (۲) بعض نے کہا صاحب سے عامل قرآن مراد ہے جو اس میں تدبر کرنے والا ہو وہ ترتیل والے حافظ سے افضل ہے اور درجات سے وہ درجات ہیں جو عمل کے ذریعہ اس نے حاصل کئے۔ جنت میں تو وہی پڑھ سکے گا جو اس کے احکامات کو پورا کرتا رہا ہو۔ (۳) بعض نے کہا اس سے مراد حافظ مرتل عالم عامل مراد ہے۔ پس اس کی قرأت کے مطابق درجات ہوں گے وہ بے نہایت درجات پر پہنچے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب﴾

**تنبیہ**: ان احادیث سے کثرت تلاوت اور تدبر' تفکر و تامل کی ترغیب ملتی ہے۔ اگر وہ ہر دن رات میں ختم کر سکے یا کئی ختم کرے۔ سات سے کم دنوں میں ختم کی ممانعت اس کے لئے جو ایسی مشغولیت رکھتا ہو جو اس سے مانع بنے یا تدبر میں رکاوٹ ہو جیسا باب الاقتصاد میں گزرا۔ نووی کہتے ہیں اس میں مختلف لوگوں کے لحاظ سے مختلف درجات ہیں جو لطائف' معارف ذکا لتا ہو اس کو اتنی مقدار چاہئے۔ جس میں کمال فہم میسر رہے۔ اسی طرح جو علم کے پھیلانے میں مصروف ہو یا مسلمانوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتا ہو یا دین کے دیگر اہم کام اور مصالح مسلمین میں مصروف ہو تو جس سے کمال بھی فوت نہ ہو اور تلاوت بھی قائم رہے۔ یہ کثرت اکتاہٹ کی حدود کے اندر اندر ہونی چاہئے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (٢/٦٨١٣) وابو داود (١٤٦٤) والترمذی (٢٩١٤) وابن حبان (٧٦٦) وابن ابی شیبة (١٠/٤٩٨)

**الفوائد**: جو تدبر سے قرآن مجید کی تلاوت' حفظ اور عمل کا اہتمام کرے گا وہ ان شاء اللہ بڑے درجات پائے گا۔

## ۱۸۱: بَابُ الْاَمْرِ بِتَعَهُّدِ الْقُرْآنِ وَالتَّحْذِيْرِ مِنْ تَعْرِيْضِهِ لِلنِّسْيَانِ

## بَابٌ: قرآن مجید کی دیکھ بھال کرنے اور بھلا دینے سے ڈرانے کا بیان

النسیان: نسی' نساوہ' نسوۃ' نسیۃ یہ تمام مصادر ہیں ان کا معنی بھولنا ہے۔

۱۰۰۲: عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: "تَعَاهَدُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ فَوَ الَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۰۰۲: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''اس قرآن کی حفاظت کرو' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے وہ نکل جانے میں اونٹ سے زیادہ تیز ہے جو رسی میں بندھا ہو (اور کھل جائے)''۔ (بخاری و مسلم)

تعاهدوا القرآن: اس کی قرأت کی حفاظت کرو اور تلاوت پر مداومت اختیار کرو۔ تفلتا: چھوٹنا۔ عقلها: جمع عقال وہ رسی جس سے اونٹ کے ذراع کے درمیان سے باندھا جاتا ہے۔ طیبی کہتے ہیں قرآن مجید کی زبانی حفاظت کو ان اونٹوں سے تشبیہ دی ہے جو بھاگنے والے ہوں اور ان کو عقال سے باندھا گیا ہو۔ بندے اور قرآن مجید کے درمیان کوئی قریبی مناسبت نہیں

کیونکہ بندہ حادث اور قرآن مجید قدیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے الفاظ سے ان کو یہ نعمت عنایت فرمائی۔ پس بندے کو چاہیے کہ حفظ و مواظبت سے اس کی حفاظت کرے۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (٥٠٣٣) و مسلم (٧٩١)

**الفوائد**: ① قرآن مجید کی تلاوت پر دوام اختیار کر کے اس کی خبر گیری پر آمادہ کیا گیا ہے ② مقاصد کی وضاحت کے لئے امثلہ بیان کی جا سکتی ہیں ③ پختگی میں اضافہ کے لئے قسم بھی کھائی جا سکتی ہے۔

١٠٠٣ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۰۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن والے کی مثال رسّی سے بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے۔ اگر اس نے اس کی نگہبانی کی تو اس کو روک لیا اور اگر اس کو چھوڑ دیا تو وہ چلا گیا''۔ (بخاری و مسلم)

**صاحب القرآن**: اس سے مراد حافظ ہے۔ **الابل المعقلة**: عقال سے باندھے گئے اونٹوں جیسی ہے۔ **ان عاهد عليها**: یہ درجہ شبہ بیان فرمائی اگر صاحب قرآن نے تلاوت میں ہمیشگی کی تو محفوظ رہے گا اور اگر چھوڑ دیا تو بھاگ جائے گا اور واپس لوٹانا انتہائی مشقت و کلفت سے ہوگا۔ صاحب قرآن کو صاحب اونٹ سے تشبیہ دینے اور قرآن کو اونٹ سے تشبیہ دینے میں کوئی منافات نہیں کیونکہ قرآن جس طرح اونٹ سے مشابہ ہے اسی طرح صاحب ابل سے بھی مشابہت رکھتا ہے۔ دونوں میں نگہبانی اور حفاظت کی ضرورت ہے یہی وجہ شبہ ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٤٧٢) واحمد (٢/٤٦٦٥) والبخاري (٥٠٣١) و مسلم (٧٨٩) والنسائي (٩٤١) وابن حبان (٧٦٤) و عبد الرزاق (٥٩٧١) وابن ابي شيبة (٢/٥٠٠) وابن ماجه (٣٧٨٣) والبيهقي (٢/٣٦٥)

**الفوائد**: ① قرآن مجید کو یاد رکھنے کے لئے اس کی تلاوت اور استذکار کو لازم کرنا چاہیے ② جس نے قرآن کو مصاحب بنا لیا اس کے ہاں وہ قائم رہے گا ورنہ اس کے سینے سے نکل جائے گا اور اس کا لوٹانا مشکل ہوگا۔

## ١٨٢ : بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِيْنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ وَطَلَبِ الْقِرَاءَةِ مِنْ حُسْنِ الصَّوْتِ وَالْاِسْتِمَاعِ لَهَا

## بَابٌ: قرآن مجید کو خوش آواز پڑھنے کا استحباب اور عمدہ آواز سے قرآن مجید سنانے کی درخواست اور توجہ سے سننا

اس کے لئے مسواک وغیرہ کرنا جس سے حلق میں قراءت کے حسن کے لئے مخل چیزیں نہ رہیں۔ اسی طرح آواز کو

باریک و نرم کرے اور خوبصورت بنائے کیونکہ یہ دلوں میں اثر کرنے والی ہے۔ طلب القراۃ: تا کہ سامع کو زیادہ فائدہ دے اور اس کی طرف خوب کان لگائے۔

۱۰۰۴ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَّا اَذِنَ لِنَبِیٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ یَجْهَرُ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

مَعْنٰی "اَذِنَ اللّٰهُ" : اَیِ اسْتَمَعَ وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلَی الرِّضَاءِ وَالْقُبُوْلِ۔

۱۰۰۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ”اللہ تعالیٰ اس طرح کسی چیز کی طرف کان نہیں لگاتا جس طرح اس خوش آواز پیغمبر کی طرف کان لگاتا ہے جو قرآن کو بآوازِ بلند پڑھتا ہو“۔ (بخاری و مسلم)

اَذِنَ اللّٰهُ : کان لگانا اشارہ قبولیت و رضامندی کی طرف ہے۔

ما اذن: یہ ما مصدریہ ہے۔ بخاری ما اذن اللّٰه لشئی کاذنه: کے الفاظ ہیں۔ یتغنی بالقرآن: قرآن مصدر ہے اور قراءت کے معنی میں ہے۔ یہاں اس سے مراد کتب منزلہ ہیں۔ تغنیہ سے مراد واضح الفاظ سے پڑھنا بعض نے بلند کرنا معنی لیا ہے۔ اَلنَّبِیُّ : یہ جملہ نبی کی صفت ہے۔ یجهر به: یہ اس کی تفسیر ہے کلاز بازی کہتے ہیں تغنیہ سے مراد دل کی رقت اور خشیت سے قراءت۔ بعض نے کہا اس سے مراد غم کا کھولنا ہے کیونکہ جب آدمی غم زدہ ہوتا ہے تو اس کے ازالے کے لئے شعر زبان پر لاتا ہے اور اس میں ازالہ محسوس کرتا ہے صدیقین کے غموم کا ازالہ کلام رب کے ذکر سے ہوسکتا ہے کیونکہ ان کے دلوں میں تنگی اس چیز سے ہوتی ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ سے مشغول کرنے والی ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمایا: ”من لم یتغن بالقرآن فلیس منا“: جو اپنے غموں کا ازالہ قرآن کی قراءت و تدبر سے نہیں کرتا وہ ہم سے نہیں یعنی ہمارے اخلاق عادات والا نہیں۔ بعض نے کہا اس کا معنی جو قرآن پر استغناء اختیار نہ کرے یہ استغناء قراءت کے وقت چاہئے اگر کوئی تمام اوقات اس میں مشغول ہو تو کوئی مانع نہیں (ابن مالک) جمہور کہتے ہیں تغنی سے تحسین صوت مراد ہے جب تک کہ وہ حرف کے اضافہ و نقص تک پہنچانے والی نہ ہو (عجمی گانوں کی مشابہت نہ ہو) اذن: سے مراد رضاء و قبول ہے یا کثرت سے ثواب کا عنایت کرنا ہے (شرح مشارق)

**تخریج** : أخرجه البخاری (٥٠٢٣) ومسلم (٧٩٢) و ابو داود (١٤٧٣) والنسائی (١٠١٦) واحمد (٣/٧٦٧٤) والحمیدی (٩٤٩) وابن حبان (٧٥١) والدارمی (١/٣٥٠)

**الفرائد** : قاری کو چاہئے کہ قرآن مجید کو اس کی ترتیل، تحسین، تطییب، حسن صورت کے حقوق سے ادا کرے۔

۱۰۰۵ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَقَدْ اُوْتِیْتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهٗ : "لَوْ رَاَیْتَنِیْ وَاَنَا اَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِكَ الْبَارِحَةَ"۔

۱۰۰۵: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمہیں داؤد علیہ السلام کے سُروں میں سے ایک سُر ملی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مجھے گزشتہ رات اپنی قراءت سنتے ہوئے دیکھ لیتے۔ (تو بہت خوش ہوتے)۔

خوش ہو کر فرمایا تمہیں مزامیر داؤد میں ایک مزمار ملا ہے کیونکہ داؤد علیہ السلام کی یہ خصوصیت تھی کہ ان کو حسن صوت سے اللہ تعالیٰ نے مزین فرمایا تھا۔

**روایت کا تفاوت:** مسلم میں ہے **لو رأیت:** یہ ابصرت کے معنی میں ہے۔ **انا استمع:** یہ جملہ حالیہ ہے اور لو کا جواب محذوف ہے۔ ای **لسرك ذلك:** انہوں نے عرض کیا اگر مجھے معلوم ہوتا آپ میری قرأت سنتے ہیں تو میں اور خوب انداز سے پڑھتا۔ **البارحه:** گزشتہ رات اور زوال کے وقت پھر بولا جاتا ہے۔ یہ حقیقی معنی ہے۔ گزشتہ رات پر مجازاً استعمال کیا جاتا ہے جیسا اس روایت میں: "هل رأى احد منكم البارحة رؤيا"۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (٥٠٤٨) ومسلم (٧٩٣) والترمذی (٣٨٨١) وابن حبان (٧١٩٧) والحاكم (٣/٥٩٦٦) والبیهقی (١٠)

**الفوائد:** قرآن مجید کی تلاوت میں عمدگی حروف ادا آواز میں پیدا کرنی چاہئے۔ اس بات کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا۔

۱۰۰۶ : وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ فِي الْعِشَآءِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۰۶: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء میں ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھتے ہوئے سنا۔ پس میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز والا کبھی نہیں سنا۔ (بخاری و مسلم)

**قراء فی العشاء:** براء رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ **فما سمعت احدًا:** ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: **ما بعث الله نبيًا الاحسن الوجه حسن الصوت و كان نبيكم احسنهم وجهًا واحسنهم صوتًا۔**

**تخریج:** أخرجه مالك (١٧٦) واحمد (٦/١٨٥٢٩) والبخاری (٧٦٧) و مسلم (٤٦٤) و ابو داود (١٢٢١) والترمذی (٣١٠) والنسائی (٩٩٩) وابن ماجه (٨٣٤) وابن حبان (١٨٣٨) وابن خزیمة (٥٢٢) والطیالسی (٧٣٣) و عبدالرزاق (٦/٢٧٠) و ابو عوانة (٢/١٥٥) والحمیدی (٧٢٦) وابن ابی شیبة (١/٣٥٩) والبیهقی (٢/٣٩٣)

**الفوائد:** ① قرآن مجید کی حسن تلاوت اور تجوید کا اہتمام کرنا چاہئے ② مطلب یہ ہے کہ اس کا فعل ہمارے فعل کی طرح

نہیں۔(ابن حبان)

۱۰۰۷ : وَعَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ بَشِیْرِ ابْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَیْسَ مِنَّا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ۔

مَعْنٰی "یَتَغَنّٰی" یُحَسِّنُ صَوْتَهٗ بِالْقُرْآنِ۔

۱۰۰۷: حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جوقرآن کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔" (ابوداؤد)

عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا۔

یَتَغَنّٰی: قرآن کو خوش آوازی سے پڑھنا۔

بشیر بن عبدالمنذر: یہ اوس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں پھران کی شاخ بنی عمرو بن عوف سے ہیں جو بنی امیہ بن زید سے تھے۔ بعض نے کہا ان کا نام رفاعہ تھا اور اپنی کنیت سے زیدہ معروف تھے۔ان کی وفات عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پہلے ہوئی۔ انہوں نے پندرہ روایات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں۔فلیس منا: یعنی وہ ہمارے طریقے اور طرز عمل پر نہیں۔ حاکم وطبرانی نے: "حسنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسناً":عبدالرزاق کی روایت میں حلیۃ القرآن الصوت الحسن قالوا فان لم یکن حسن الصوت؟ قال حسنه ما استطاع۔

**تخریج:** اخرجه ابو داود (۱۴۷۱) (۱/۱۴۷۶) وغیرہ۔ البخاری (۵۰۵۵)

**الفوائد** : قرآن مجید کی تلاوت میں عمدگی حروف' ادا آواز میں پیدا کرنی چاہئے۔اس بات کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا۔

۱۰۰۸ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : "اِقْرَاْ عَلَیَّ الْقُرْآنَ" فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَاُ عَلَیْكَ وَعَلَیْكَ اُنْزِلَ؟ قَالَ : "اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَیْرِیْ" فَقَرَاْتُ عَلَیْهِ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰی جِئْتُ اِلٰی هٰذِهِ الْاٰیَةِ : "فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا" قَالَ : "حَسْبُكَ الْاٰنَ" فَالْتَفَتُّ اِلَیْهِ فَاِذَا عَیْنَاهُ تَذْرِفَانِ – مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۰۰۸: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے نبی اکرمؐ نے فرمایا" مجھے تم قرآن پڑھ کر سناؤ۔" میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں آپ کو پڑھ کر سناؤ حالانکہ آپ پر قرآن اترا؟ فرمایا" میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔" چنانچہ میں نے سورۃ النساء شروع کی۔ یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا۔﴿فکیف ... شھیدًا﴾

پس اس وقت کیا حال ہوگا؟ جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان سب پر آپؐ کو گواہ بنائیں گے۔"
آپؐ نے فرمایا "اب تم بس کرو"۔ جب میں نے آپ کی طرف نگاہ دوڑائی۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (بخاری و مسلم)

اقرأ علی القرآن: اس سے معلوم ہوا حسن صوت والے سے قراءت طلب کرنی چاہئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "من احب ان یقرأ القرآن غضا طریا فلیقرأ بقرأۃ ابن ام عبد"۔ اقرء: یہ مضارع کا صیغہ ہے اور ایک ہمزہ محذوف ہے۔ و علیك انزل: یہ جملہ حالیہ ضمیر مجرور سے ہے۔ ان اسمعه: ان مصدریہ ہے یا فعل کو بمنزلہ مصدر استعمال کیا۔ من غیری: اس سے حسن صوت والے سے تلاوت کا استحباب نکلتا ہے۔ سورۃ النساء: ممکن ہے تازہ اتری ہو یا اس میں تقویٰ کا حکم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسانات کا تذکرہ ہے۔ حسبك: تمہاری قراءت اتنی کافی ہے۔ سننے سے میری غرض پوری ہوگئی۔ عیناہ تذرفان: امت پر رحمت کی وجہ سے آنسو جاری تھے۔ شاہد کوئی چیز نہیں چھپاتا۔ جب وہ گواہی دیں گے تو کمال ہی ظاہر ہوگا۔ شہادت کے لوازمات سے ہے کہ ان کے نقائص بھی سامنے آئیں جس سے خطرہ ہو شہادت کی وجہ سے ان پر عذاب اتر پڑے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر خوف وحزن سے نرم ہوگیا یہاں تک کہ شفقت سے آنسو جاری ہوگئے اور شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقعہ پر سفارش بھی فرماتے ہوں تو یہ رونا ان پر رقت و رحمت کی وجہ سے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لقد جاء کم رسول من انفسکم﴾: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر شفقت سب سے بڑھ کر تھی۔ اسی لئے جب ہر پیغمبر کو مستجاب دعوت ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مستجاب دعا امت کے لئے محفوظ کر لی۔ نووی کہتے ہیں اس روایت سے دوسرے سے قراءت کا استحباب اور اس کی طرف کان لگانا اور قراءت میں تدبر کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ اہل علم کی تواضع اور ان کے مرتبے کی بلندی ثابت ہوتی ہے۔ فتح الدلہ میں تو یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر خشوع و تدبر زیادہ ہو تو سننا تلاوت سے افضل ہے۔ باب فضل البکاء من خشیۃ اللہ تعالیٰ۔

**تخریج:** اخرجه بخاری و مسلم۔

# ۱۸۳: بَابُ فِی الْحَثِّ عَلٰی سُوَرٍ وَّاٰیَاتٍ مَّخْصُوْصَةٍ

## بَاب: خاص آیات وسورہ پر آمادہ کرنا

السور: قرآن مجید کی کچھ آیات کا یہ توقیفی نام ہے۔ یہ سورۃ البناء سے لیا گیا ہے اس کا ٹکڑا کیونکہ وہ ایک کے بعد دوسرا مکان دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔ (۲) سور المدینہ جس طرح دیوار شہر کو گھیرنے والی ہوتی ہے۔ یہ اپنی آیات سے احاطہ کرنے والی اور گھروں کے اجتماع کی طرح ہے۔ (۳) کنگن کو سوار کہتے ہیں وہ کلائی کو گھیرتا ہے۔ (۴) یہ کلام اللہ ہے اور بلندی والا ہے۔ سورۃ بلند مکان کی طرح ہے۔ (۵) یہ تسور سے جس کا معنی چڑھنا آتا ہے۔ آیات ایک دوسری پر بلند ہیں جیسا اذ تسور والمحراب: میں ہے۔ آیات: جمع آیت یہ شجر کے وزن پر آییہ ہے۔ کلمات کا ایک مجموع جو فصل کی وجہ سے دوسروں سے

الگ ہو۔

۱۰۰۹ : عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَافِعِ بْنِ الْمُعَلّٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "اَلَا اُعَلِّمُکَ اَعْظَمَ سُوْرَۃٍ فِی الْقُرْآنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ فَاَخَذَ بِیَدِیْ ، فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَّخْرُجَ قُلْتُ :یا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّکَ اَعْظَمَ سُوْرَۃٍ فِی الْقُرْآنِ؟ قَالَ :"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ھِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُوْتِیْتُہٗ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۰۰۹: حضرت ابوسعید رافع بن المعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تم کو مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن مجید کی عظیم الشان سورۃ نہ سکھا دوں؟'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا۔ جب ہم نکلنے لگے۔ میں نے کہا'' یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا تھا کہ کیا میں تم کو قرآن کی ان عظیم الشان سورتوں کو نہ سکھا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ ہے یہ سات دہرائی جانے والی آیات اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا''۔ (بخاری)

**ابو سعید رافع بن المعلی رضی اللہ عنہ:** بعض نے ان کا نام حارث بتلایا ابن عبدالبر نے اسی کو صحیح کہا اور رافع نام کی تغلیط کی ہے کیونکہ رافع بن المعلی تو بدر میں قتل ہوا۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ حارث بن نفیع بن المعلی بن لوذان بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ بن عدی بن مالک بن زید بن مناۃ بن حبیب بن عبد حارث بن مالک بن غضب الانصاری زرقی ہے۔ ان کی والدہ کا نام آمنہ بنت قرط بن خنساء ہے جو بنی سلمہ سے تعلق رکھتی تھیں اور یہ حبیب بن عبد حارثہ یہ زمرق کا بھائی ہے اور ابو سعید زرقی کے لئے بولا جاتا ہے کیونکہ اہل عرب اکثر اپنے مشہور بھائی کی طرف بھتیجے کی نسبت کر دیتے تھے۔ یہ اہل حجاز میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو روایتیں نقل کی ہیں۔ بخاری اس روایت کی نقل میں منفرد ہیں۔

**اعظم سورۃ:** یہ پوری توجہ دلانے اور قبولیت کے لئے مکمل طور پر اپنے کو فارغ کرنے کے لئے کہا۔ **فاخذ بیدی:** یہ فرمانے کے بعد آپ چلتے رہے۔ **قلت یا رسول اللّٰہ:** یہ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے تو روایت بالمعنی ہے۔ **اعظم** سورت یہ سورۃ فاتحہ ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کے تمام مقاصد کو جمع کرنے والی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو ام القرآن کہتے ہیں۔ سورۃ بقرہ کو دوسری روایت میں اعظم سورۃ دوسرے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ اس میں دلائل و حجج کے ساتھ مسائل و احکام کو ذکر فرمایا اسی وجہ سے اس کو فسطاط القرآن اسی وجہ سے اس کے احکام کی تعلیم عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے نے آٹھ سال میں کی (الموطا لمالک) سورۃ فاتحہ کے اعظم ہونے کی وجہ خود روایت میں مذکور ہے۔ **ھی السبع المثانی:** یہ جمع مثناۃ جو کہ تثنیہ ہے۔ یہ ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے یا دوسری سورت کے ساتھ ملائی جاتی ہے یا مکہ میں اور پھر مدینہ میں اتری پس یہ مکی اور مدنی ہونے کو جمع کرنے والی ہے۔ اسی طرح سورۃ النحل کی اختتامی آیات اور سورۂ روم کی ابتداء اور آیت الروح بھی۔ یہ ثناء و دعا دونوں چیزوں پر مشتمل ہے۔ اس میں فصاحت مبانی اور بلاغت معانی دونوں مجتمع ہیں۔ مرور زمانہ پر یہ دہرائی جاتی رہے گی مگر نہ مٹے گی نہ پرانی ہوگی۔ اس کے فوائد نئے نئے سامنے آتے ہیں ان کی انتہا نہیں۔ مثناۃ کی جمع ہے جس کا معنی ثناء ہے یہ اللہ تعالیٰ کی ثناء پر مشتمل ہے گویا اس سے اللہ تعالیٰ کی شفاء اس کے اسماء و صفات سے کی جاتی ہے۔ یہ اپنے براعت نظم اور کثرت

معانی کے سبب ہمیشہ ہر شخص کو اپنی تعریف کی طرف دعوت دیتی ہے۔ پھر اس کی تعریف کی طرف جو اس کو یاد کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس امت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ اس بات میں اور سبعاً من المثانی میں کوئی منافات نہیں کیونکہ من بیانیہ یا تبعیضیہ ہے اور تمام قرآن کو مثانی کہنے میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں۔ والقرآن العظیم: اس کا نام قرآن عظیم ہے۔ اس کا نام قرآن عظیم رکھنے کے متعلق علماء نے فرمایا۔ حسن بصری اللہ تعالیٰ نے سابقہ کتب کا خلاصہ قرآن مجید میں اور قرآن مجید کے علوم فاتحہ میں رکھ دیئے۔ اس کی تفسیر سیکھنے والا گویا قرآن مجید کی تفسیر سیکھنے والا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر اس کی تفسیر ۷۰ اونٹوں پر لادوں تو وہ بوجھل ہو جائیں۔ اس کے احکام وعقائد کی تفاصیل کے لئے عمر نوح چاہئے۔

**تخریج:** أخرجه البخاري (٤٤٧٤) وابو داود (١٤٥٨) والنسائي (٩١٢) وابن ماجه (٣٧٨٥)

**الفوائد:** (۱) فاتحہ کو قرآن مجید کی اعظم سورۃ فرمایا گیا ہے (۲) یہ شفقت نبوت ہے سب سے آسان اور مختصر سورت کو اعظم قرار دے کر امت کو دین ودنیا میں نفع بخش چیز عنایت کر دی گئی۔

١٠١٠ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِیْ قِرَآءَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ : "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ " وَفِیْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ : "اَیَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ بِثُلُثِ الْقُرْآنِ فِیْ لَيْلَةٍ" فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ وَ قَالُوْا : اَيُّنَا يُطِيْقُ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ : "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ : اَللّٰهُ الصَّمَدُ: ثُلُثُ الْقُرْآنِ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۰۱۰: حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ کے بارے میں فرمایا: "بے شک یہ قرآن کے تیسرے حصے کے برابر ہے"۔ ایک اور حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "کیا تم میں سے کوئی آدمی اس بات سے عاجز ہے کہ وہ قرآن کا تیسرا حصہ ایک رات کو پڑھے"۔ یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم پر گراں گزری تو انہوں نے کہا: "ہم میں کون یا رسول اللہ ﷺ اس کی طاقت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ قرآن کے تیسرے حصے کے برابر ہے"۔ (بخاری)

قال محال قل هو الله احد: یعنی سورۃ اخلاص کے متعلق فرمایا۔ والذی نفس بیده: خیر پر ابھارنے کے لئے قسم کھانا مستحب ہے۔ ید سے قدرت مراد ہے۔ ل متعدل ثلث القرآن: ثواب قرأت کے اعتبار سے قرآن کے ثلث کے برابر ہے۔ دوسری روایت میں ایک رات میں ثلث قرآن پڑھنے کا فرمایا تو فشق ذلك علیهم: اس کو انہوں نے مشکل سمجھا تو عرض کیا۔ اینا یطیق: قرأت کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ہم میں اس کی کس کو طاقت ہے۔ حضرت اس کی تخفیف کا سوال چاہتے تو فرمایا اس میں کوئی مشقت نہیں وہ تو قل ہو اللہ ہے۔ مسلم میں ابو درداء رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ہے: ایعجز احدكم ان یقرا فی لیلة ثلث القرآن؟ قالوا و كیف نقرأ ثلث القرآن قال قل هو الله تعدل ثلث القرآن۔

**تخریج:** أخرجه البخاري (٥٠١٣)

**الفوائد**: اس سے قل ھواللہ کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت' رزاقیت' معبودیت کو ذکر فرمایا گیا ہے۔

۱۰۱۱ : وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلاً سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَاُ : "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" يُرَدِّدُهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ جَآءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ وَكَانَ الرَّجُلُ يَتَقَالُّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ" رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ۔

۱۰۱۱: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کو ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ پڑھتے اور بار بار دہراتے سنا۔ جب صبح ہوئی اس نے آ کر اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے ذکر کیا۔ وہ آدمی اس کو قلیل سمجھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " مجھے اس ذات کی قسم ہے' جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بے شک یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔" (بخاری)

ان رجلاً: تحفہ میں ہے کہ یہ ابوسعید ہیں۔ سمع رجلاً: اس سے مراد قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہیں (تحفہ)

**اَللُّغَاتُ**: یقراء یردوھا یہ یقراء کے فاعل سے جملہ حالیہ یا قرأت کی کیفیت بیان کرنے کے لئے مستانفہ ہے۔ فذکر ذلک لہ: آدمی کی قرأت اور اس کا بار بار دہرانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا۔ یتقالھا: یعنی اس کو عمل میں قلیل خیال کر رہا تھا۔

یہ جملہ کان کی خبر ہے اور تمام جملہ حالیہ ہے۔ یہی وہ روایت ہے جس کا بعض حصہ پہلے ذکر کیا اور مکمل یہاں ذکر کر دی حالانکہ مکمل کا تذکرہ بعض کے تذکرے سے مستغنی کرنے والا ہے۔ فتدبر۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۴/۱۱۰۵۳) والبخاری (۵۰۱۵)

**الفوائد**: سورۃ اخلاص کو ہر رات میں تین مرتبہ پڑھنے پر آمادہ کیا گیا تا کہ کم محنت سے عظیم شرف وفضیلت مل جائے قرآن مجید میں ۱) قصص ۲) احکام ۲) صفاتِ باری تعالیٰ کا ذکر ہے اور قل ھو اللہ میں صفات باری تعالیٰ ہیں اس لئے یہ ثلث قرآن ہے۔ (طیبی)

۱۰۱۲ : وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِىْ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ: "اِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۱۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ کے بارے میں فرمایا: "یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔" (مسلم)

انھا: یہ ابتدائیہ ہے اور جواب قسم مقدر بھی بن سکتا ہے کیونکہ پہلی روایت میں صراحت موجود ہے۔ ثلث قرآن: اس کے معنی کے متعلق چند اقوال ہیں: (۱) اس کی قرأت ثلث قرآن کے برابر ہے بغیر کئی گنا کرنے کے (۲) قرآن مجید کی تین قسمیں

ہیں: (۱) قصص (۲) احکام (۳) صفات باری تعالیٰ۔ یہ خالص صفات کو بیان کرتی ہے پس یہ ثلث قرآن کے برابر ہے (ماوردی) پہلی صورت میں اس کو تیس مرتبہ دہرانے سے پورے قرآن کے ختم کا ثواب ملتا ہے۔ دوسری صورت میں نہیں اور اس کو تیس مرتبہ پڑھنے سے یہ لازم آیا کہ جیسے کسی نے قرآن مجید کو ۱۰ دس گناہ کے ساتھ پڑھا کیونکہ ہر تین مرتبہ ایک قرآن کے برابر ہوا جس نے تیس مرتبہ پڑھا گویا اس نے قرآن مجید کو دس مرتبہ پڑھا اور یہ قرآن کی قرأت بمع اضافہ ایک مرتبہ پڑھنے کی طرح ہے۔

(۳) قرآن مجید کے معارف مہمہ تین ہیں: (۱) توحید کی معرفت (۲) صراط مستقیم کی پہچان (۳) آخرت کی پہچان اور اس میں پہلا مضمون ہے۔ پس تیسرا حصہ بن گئی۔

(۴) براہین قاطعہ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والے ہیں وہ صفات حقیقیہ ہیں باقی صفات فعلیہ اور صفات حکمیہ ہیں۔ یہ سورۃ صفات حقیقیہ پر مشتمل ہے۔

(۵) قرآن مجید کے بڑے مطالب تین ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے رسول کی پہچان اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات۔ اس سورۃ میں پہلا مضمون ہے۔ ان تمام اقوال میں راجح قول یہ ہے ثلث قرآن کے برابر اجر کے اعتبار سے برابر ہوتا ہے اور اس پر اس حدیث سے اعتراض نہیں ہوسکتا: "من قرء القرآن اعطی بکل حرف عشر حسنات"۔ کیونکہ تیسرا حصہ قرآن کے اس ثواب کے برابر ہے جس میں اضافہ نہ ہو یا اس سمیت برابر ہے اور اس میں کوئی انوکھی بات نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ تھوڑے حروف پر کثیر اجر عنایت فرما دیں۔ اس کی نظیر مکہ مکرمہ میں نماز تمام مساجد کے مقابلے میں ایک کروڑ گناہ اور مسجد نبوی میں دس لاکھ اور مسجد قدس میں ایک لاکھ کا ثواب رکھتی ہے۔ ابن عبدالبر نے امام احمد کی طرح سکوت کو افضل قرار دیا۔ پس اصل مقصد تعلیم پر تحریص کے لئے یہ فرمایا یہ مطلب نہیں تین مرتبہ پڑھنے سے قرآن کے برابر ثواب ملتا ہے۔ یہ درست نہیں اس کو دو سو مرتبہ پڑھنے سے بھی پورے قرآن کے برابر ثواب نہیں ملتا۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۵۰۱۳)

**الفوائد**: قل ھو اللہ کو ثلث قرآن کے برابر قرار دیا گیا۔ یہ بہت شان و عظمت ہے۔

۱۰۱۳: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُحِبُّ ھٰذِہِ السُّوْرَۃِ: "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" قَالَ: "اِنَّ حُبَّھَا اَدْخَلَکَ الْجَنَّۃَ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ - وَرَوَاہُ الْبُخَارِیُّ فِیْ صَحِیْحِہٖ تَعْلِیْقًا۔

۱۰۱۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میں سورۃ ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ﴾ کو پسند کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "بے شک اس کی محبت جنت میں لے جائے گی۔" (ترمذی)

یہ حدیث حسن ہے۔

بخاری نے تعلیقاً روایت کی ہے۔

هذه السورة: اس پر عطف بیان کے طور پر قل هو الله احد: لائے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید تقدیس اور تعظیم پر مشتمل ہے۔ یہ ہر صاحب ایمان کو اس کی قرأت استمداد حاصل کرنے کی طرف دعوت دیتی ہے۔ ادخلك الجنة: اس کے اعلیٰ درجات میسر کئے ہیں۔ یہ تاویل اس لئے کی ہے تا کہ ان دونوں روایتوں میں موافقت ہو جائے: لن یدخل احد منکم الجنة بعمله۔

**تخریج**: أخرجه بخاری (۷۷٤) وابن حبان (۷۹۲) والدارمی (۳٤۳٥)

**الفوائد**: سورۃ اخلاص سے محبت کی فضیلت بیان کی گئی کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدت صمدیت کا اقرار ہے۔ اس کا تکرار اور محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا باعث ہے اور جنت کے داخلہ کا ذریعہ ہے۔ اللّٰھم اجعلنا منھم آمین

۱۰۱٤: وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "أَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ؟ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۱۴: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کیا تم نے ان آیات میں غور نہیں کیا جو اس رات اُتریں کہ ان جیسی پہلے معلوم نہیں؟'' کہو پناہ مانگتا ہوں میں صبح کے رب کی''۔ اور'' کہو پناہ مانگتا ہوں میں آسمانوں کے رب کی''۔ (مسلم)

عقبہ بن عامر: یہ جہینہ قبیلہ کی شاخ قضاعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں یہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ امیر شریف فصیح اور قاری فرائض کے ماہر شاعر ہیں۔ ان کو غزوات البحر کا امیر مقرر کیا گیا۔ ابن حجر کہتے ہیں ان کی کنیت کے متعلق سات اقوال ہیں۔ ان میں زیادہ مشہور ابوحماد ہیں۔ یہ فاضل و نبیل صحابہ کرام سے تھے۔ فتوح شام میں شریک رہے جب احتیاط کرتے تو ثابت قدمی ظاہر کرتے۔ فاروق اعظم کے پاس دمشق کی خوشخبری لے کر گئے۔ مدینہ منورہ سات دن میں پہنچ گئے۔ وہاں سے دمشق ڈھائی دن میں واپس لوٹے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس دعا کی اے اللہ تو میری مسافت کو سمیٹ دے۔ پہلے دمشق پھر وہاں مصر میں مقیم ہوئے یہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ۵۴ھ میں مصر کے حکمران بنے۔ وہیں ۵۸ھ میں وفات پائی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۵۵ روایات نقل کی ہیں۔ سات متفق علیہ ہیں۔ ایک میں بخاری منفرد اور نو میں مسلم منفرد ہیں۔ الم تر: کیا تم نے دیکھی نہیں۔ مثلھن: تعوذ کے سلسلہ میں ان جیسی آیات کبھی نہیں اتریں۔ قل اعوذ بورب الفلق: جب لبید بن اعصم نے سحر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ حفاظت فرمائی۔ ان کے قرآن مجید میں سے ہونے پر اجماع امت ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (٦/١٧٣٠٥) و مسلم (٨١٤) و ابو داود (١٤٦٢) والترمذی (٢٩١١) والنسائی (٩٥٣) والدارمی (٣٤٤١) واخرجه احمد (١٧٣٣٦) والنسائی (٩٥٢)

**الفوائد**: ان دو سورتوں میں جو تعوذات ہیں وہ اور کسی جگہ جمع نہیں ملتے تا نکہ بعض علماء نے کہا کہ آپ نے جو معوذات سکھائے ہیں وہ ان سورتوں کے نزول سے پہلے کے ہیں۔

۱۰۱۵ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَآنِّ وَعَیْنِ الْاِنْسَانِ حَتّٰی نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ ' فَلَمَّا نَزَلَتَا اَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۰۱۵: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور انسانی آنکھ سے پناہ مانگتے۔ یہاں تک کہ معوذتین (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) اتریں جب یہ دونوں اتریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لے لیا اور ان کے علاوہ کو چھوڑ دیا۔ (ترمذی)

یہ حدیث حسن ہے۔

**یتعوذ من الجان وعین الانسان**: کیونکہ ان کا ضرر شدید ہے اور اس طرح فرماتے: "اللھم انی اعوذبك من الجان وعین الانسان"۔ **فلما نزلتا**: جب یہ دونوں سورتیں نازل ہو چکیں تو پھر تعوذ کے لئے ان کو اختیار کیا گیا۔ دیگر معوذات کو چھوڑ دیا گیا۔

**وجہ تخصیص**: یہ دونوں سورتیں مستعاذ بہ اور مستعاذ منہ کے لحاظ سے جامع ہیں۔ پہلا فلق' رب فلق سے اس کی ابتداء کی جو فیض ربانی کے طلب کا کھلا اعلان ہے۔ جس سے ہر ظلمت اعتقاد وعمل مال زائل ہوتی ہے کیونکہ پو پھوٹنے سے انوار پھیلتے اور برکات اترنا شروع ہوتی ہیں اور ارزاق تقسیم ہوتے ہیں اور یہ مستعاذ منہ کے زیادہ مناسب ہے۔ سورۃ الناس میں عام مستعاذ منہ کا تذکرہ ہے اور وہ ہر زندہ و جماد مخلوق کا شر ہے۔ خواہ وہ شر بدن میں ہو یا مال یا دنیا سے متعلق ہو یا دین سے تعلق ہو مثلاً آگ کا جلانا' زہر کا قتل کرنا۔ پھر خاص شر سے پناہ مانگی گئی ہے کیونکہ اس کا معاملہ مخفی ہے۔ وہ انسان کو اس طرح آلیتا ہے کہ وہ جانتا بھی نہیں۔ گویا اس کو وہ دھوکا میں ڈالتا ہے اور وہ چاند ہے جبکہ غائب ہو جائے کیونکہ اس کے بعد پیش آنے والی ظلمت شر کا سبب ہے۔ پھر روح میں سحر کے اثر کو داخل کرنے کے لئے گرہوں پر دم کرنے والیوں کے شر سے پناہ طلب کی گئی۔ یہ شر پہلے سے سخت ہے۔ پھر حاسد کی نار حسد کے بھڑکنے کے وقت' وہ نفس کو ہلاک کرنے والے بہت سے مکاید سے کام لیتا ہے اور اسی طرح دین کو نقصان دینے والے مکائد سے پناہ مانگی گئی ہے۔ یہ دوسرے سے بھی زیادہ دقیق اور بڑا شر ہے۔ پھر دوسری سورت میں وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ چاہی گئی کیونکہ اس کا شر ان تمام شرور کے برابر ہے کیونکہ پناہ طلب کرنے والے کے دل میں ان سے تمام کفریات و بدعات و ضلالتیں جنم لیتی ہیں۔ اس وجہ سے اس کی خصوصی تاکید کی گئی اور مستعاذ بہ کی جانب اس وجہ سے مبالغہ کیا گیا کہ مستعاذ منہ بہت بڑا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا: میں لوگوں میں وسوسہ پھیلانے والے کے شر سے اس کی پناہ لیتا ہوں جو لوگوں کا مربی ہے اور اپنے قہر وقوت سے سب کا مالک ہے اور وہی ان کا الٰہ اور معبود ہے۔ جس کی وہ دوسروں سے پناہ طلب کرتے اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کی پناہ گاہ وہی ہے اور اسی پر ختم کیا کیونکہ یہ باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور باقی دو کا کبھی کبھی اطلاق دوسروں پر بھی ہوتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه الترمذی (۲۰٦٥) والنسائی (۵۵۰۹) وابن ماجه (۳۵۱۱)

الفوائد: آپ ﷺ نے ان معوذات کے نزول پر دیگر معوذات ترک فرما دیے کیونکہ ان کی تاثیر عظیم تر ہے۔

١٠١٦ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مِنَ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةٌ ثَلَاثُوْنَ اٰيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهٗ ' وَهِیَ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ ' وَفِیْ رِوَايَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ :"تَشْفَعُ"۔

۱۰۱۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن میں تیس آیات والی ایک سورۃ ہے جس نے ایک آدمی کی شفاعت کی۔ یہاں تک کہ اس کو بخش دیا گیا اور وہ سورۃ ﴿تَبَارَكَ الَّذِیْ﴾ (یعنی سورۃ الملک) ہے۔ (ابوداؤد' ترمذی) یہ حدیث حسن ہے اور ابوداؤد کی روایت میں تَشْفَعُ ہے یعنی سفارش کرے گی۔

سورہ ثلاثون آیه: یہ سورت کی صفت یا مبتداء محذوف کی خبر ہے: ﴿ای ھی ثلاثون﴾ شفعت: یہ بھی صفت یا حال یا خبر ثانی ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔ حتی غفر له: ابہام کے بعد تفصیل دل میں گہری اثر انداز ہوتی ہے یا تو یہ واقعہ پیش آیا یا وحی الٰہی کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی گئی تا کہ امت کو اس کی طرف رغبت ہو۔ پس رجل آپ ﷺ کے عمل کی نسبت سے نکرہ ہوگا اور امت کو علی سبیل الابہام خبر دی گئی یا امت کے لیے کہ آپ کو بتلا دیا اور آپ ﷺ نے کسی وجہ سے نہ بتلایا ور کسی مصلحت کی وجہ سے ظاہر کرنا مناسب خیال نہ فرمایا یا یہ کہ قیامت کے دن شفاعت ایک مخصوص انداز سے ہوگی جیسا کہ اس آیت میں: ﴿ونادی اصحاب الجنة﴾ پس رجل سے مراد جنس قاری ہے اور قرآن کے لئے شفاعت کا ثبوت ہے کہ اس کو جسم دیا جائے گا اور وہ شفاعت کرے گا۔

تخریج: أخرجه احمد (۳/۷۹۸۰) و ابو داود (۱۴۰۰) والترمذی (۲۹۰۰) وابن ماجه (۳۷۸۶) وابن حبان (۷۸۷)

روایت ابوداؤد کا فرق: شفعت کی جگہ تشفع ہے۔ اس سورت کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ابتداء زندگی کے پیدا کرنے اور اس کا اختتام پانی پر فرمایا جو مادۂ حیات ہے پس اس کا نتیجہ وہ شفاعت بنی جو مشفوع کے لئے کامل حیات کا باعث ہے۔ نیز سورت کی ابتداء قدرت کے عظیم کاموں اور عظمتوں اور صنعت کی پختگی میں ہے۔ پھر ان لوگوں کی مذمت کی جو اس سلسلے میں جھگڑتے ہیں یا اعراض کرنے والے' پھر ان کی سزا کا ذکر کیا اور وہ جو ان پر نعمتیں ہیں ان کو ذکر کیا۔ پھر خصوصیت سے جاری پانی کا ذکر کیا جو کہ سبب حیات ہے۔ پھر اس سورت کے پڑھنے والے کی غلطیوں کی سزا کے لئے سفارشی قرار دیا اس کو عذاب سے چھڑانے والا قرار دیا۔

الفوائد: سورۃ تبارک الذی کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ جو اس کو بار بار پڑھے گا اس کے لئے مغفرت اور قبر میں شفاعت کا باعث ہوگی۔

١٠١٧ : وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ "قَالَ مَنْ قَرَاَ بِالْاٰيَتَيْنِ مِنْ

اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِیْ لَیْلَةٍ کَفَتَاهُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

قِیْلَ : کَفَتَاهُ الْمَکْرُوْهَ تِلْكَ اللَّیْلَةَ ، وَقِیْلَ کَفَتَاهُ مِنْ قِیَامِ اللَّیْلِ۔

۱۰۱۷: حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جس نے سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات رات کو پڑھی تو یہ اس کے لئے رات بھر کفایت کریں گی''۔ (بخاری و مسلم)

بعض نے اس رات کی ناپسندیدہ چیزوں کیلئے کافی ہو جائیں گی۔ بعض نے کہا تہجد کیلئے کافی ہو جائیں گی۔

البدری: یہ مقام بدر کے ساکنین سے تھے۔ بعض نے کہا بدر میں شرکت کی۔ بالآیتین: یہ با تاکید کے لئے بڑھائی گئی ہے۔ روایت کا فرق: دوسری روایت میں کفتاہ المکروہ تلک اللیلۃ: یعنی اس سے جن وانس کے شر کو ہٹاتی ہیں۔ اس اضافے کی تاکید حاکم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:''ان اللّٰہ کتب کتابا قبل ان یخلق السموات والارض بالفی عام وانزل منہ آیتین ختم بھما سورۃ البقرۃ ولا تقرآن فی دار فیقربھا شیطان ثلاث لیال''۔ بعض کا قول یہ ہے اس کو قیام لیل کی طرف سے کافی ہو جائیں گی۔ یہاں تک شیطان نہ تو اس کے کانوں میں پیشاب کرتا اور نہ اس کی پیشانی پر بیٹھے گا۔ گویا ان کی قرأت ان چیزوں سے روکنے کے لئے کفایت کرتی ہے مگر یہ ایک احتمال ہے اور ایسی باتیں احتمال سے ثابت نہیں ہوتیں۔ بعض نے کہا کفایت بمعنی اجزاء ہے یعنی سورۂ کہف کی آیات کے فوائد کی جگہ کام دے جائیں گی۔ اسی طرح آیت الکرسی سوتے وقت پڑھنے والا مامون ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا تجدید ایمان کے لئے کافی ہو جائیں گی کیونکہ ان کی ابتداء میں غور کرنے والے کو ایمان وایقان میں بڑا رسوخ حاصل ہو جائے گا کیونکہ یہ قضا وقدر کے فیصلوں کے سامنے مکمل تفویض وتسلیم کو ظاہر کرتی ہیں کیونکہ جو آدمی ان کاملین کے اس قول پر غور کرتا ہے:''سمعنا و اطعنا'': تو اس کو پیروی کا شوق اٹھتا ہے اور یہ بات اس کو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت تواضع اور نفس کو مٹنے پر آمادہ کرتی ہے کہ میں تو کچھ بھی نہیں اور بسا اوقات یہ بھی ان کی پیروی میں قدم بڑھاتا ہے اور موت کا بہت تذکرہ کرتا اور بعث بعد الموت کا استحضار کرتا ہے اور یہ دونوں چیزیں کثرت عمل اور تقلیل امید کی طرف لے جاتی ہیں اور وہ حقوق خلق سے بری الذمہ ہونا چاہتا ہے۔ اس لئے کہ جو بارگاہِ الٰہی میں حاضری پر غور کرتا ہے تو اپنے کو جلد بری الذمہ کرنا چاہتا اور مناقشہ حساب سے چھڑانا چاہتا ہے۔ بعض نے کہا کفایت سے مراد یہ ہے بہت سی دعاؤں سے اس کو مستغنی کر دیتی ہے کیونکہ یہ دنیا وآخرت کی بھلائی کی کفیل ہیں۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۱۷۰۹٤) والبخاری (۵۰۰۸) و مسلم (۸۰۷) و ابو داود (۱۳۹۷) والترمذی (۲۸) والنسائی (۷۱۸) وابن ماجه (۱۳٦۹) والدارمی (۳٤۰/۱) وابن حبان (۸۷۱) والطیالسی (۲/۱۰)

**الفرائد**: ان دونوں آیات کی عظیم فضیلت ذکر کی گئی جو ان کو پڑھے گا اس رات اس کے لئے کفایت ہوگی۔

۱۰۱۸ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :''لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ تُقْرَاُ فِیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۱۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' اپنے گھروں کو

قبرستان مت بناؤ بے شک شیطان اس گھر سے دور بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے"۔ (مسلم)

مقابر: یہ مقبرۃ کی جمع ہے یعنی گھروں کو عدم اشتغال صلاۃ وقراءت میں قبرستان مت بناؤ اور تم خود ذکر الٰہی چھوڑنے میں مردوں کی طرح مت بنو۔ ینفر: ہٹ جاتا اور مکمل اعراض کرتا ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جہاں بقرہ کے علاوہ قرآن پڑھا جائے وہاں سے نہیں بھاگتا۔ تقرا فیہ سورۃ البقرۃ: کیونکہ شیطان ان کے اغواء و اضلال سے اس سورت کی برکت سے مایوس ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں تمام قسم کے احکام وعقائد' معجزات' قصص' امثال' براہین حق' منتخب بندوں کی کامرانی اور شیطان کی رسوائی کا تذکرہ ہے اور تسویل شیطانی کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے بعض نے کہا کہ اس میں ایک ہزار اوامر اور ایک ہزار مناہی' ایک ہزار احکام اور ایک ہزار اخبار ہیں۔

**تخریج:** أخرجه احمد (٣/٧٨٢٦) و مسلم (٧٨٠) والترمذی (٢٨٨٦) وابن حبان (٧٨٢)

**الفرائد:** جس گھر میں بقرہ پڑھی جائے اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ مجرب ومعروف ہے۔

**١٠١٩ : وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ اَعْظَمُ؟ قُلْتُ : اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ، فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ : "لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ اَبَا الْمُنْذِرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔**

١٠١٩: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوالمنذر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تیرے پاس اللہ کی کتاب میں کون سی آیت سب سے بڑی ہے؟ میں نے کہا ﴿اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ (یعنی آیت الکرسی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابوالمنذر! تمہیں علم مبارک ہو"۔ (مسلم)

ابی بن کعب رضی اللّٰہ عنہ انصاری: یہ بدری صحابی ہیں ان کے تفصیلی حالات گزرے ملاحظہ کر لئے جائیں باب البکاء۔ ابو المنذر: یہ ان کی کنیت ہے۔ اتدری: یعنی کتاب اللہ کی کون سی بڑی آیت تمہارے ساتھ ہے۔ یہ ان حفاظ میں سے ہیں جنہوں نے زمانۂ نبوت میں مکمل قرآن یاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ﷺ کعب کو سورۃ لم یکن الذین: سنائیں۔ اسی طرح کے بہت سے فضائل ان میں پائے جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اللّٰہ لا الٰہ: مکمل آیت الکرسی۔ مسلم کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ پہلے جواب میں اللہ ورسولہ اعلم کہا' پھر دوبارہ سوال پر انہوں نے آیت الکرسی کا نام لیا۔ یا اولاً تفویض سے جواب دیا پھر دوسرا جواب معلوم نہ تھا مگر انوار نبوت سے وہ جواب ان کے دل میں آ گیا جواب بالکل درست تھا تو آپ نے شاباش کے طور پر۔ فضرب فی صدری: اور فرمایا: لیھنك العلم ھنانی الطعام وھنات بہ وتھنات بہ: جو چیز بلا مشقت مل جائے۔ اصل مقصد علم میں سہولت اور رسوخ کی دعا دینا ہے اور آپ کی دعا سے وہ راسخین فی العلم میں تھے اور علم بطور بشارت ومنّت ان کو میسر ہو گیا۔ یہ ابی بن کعب کی بڑی منقبت ہے اور آپ ﷺ کے ان پر احسان کو دیکھو کہ امداد الٰہیہ سے ان کو خاص فرمایا جو ان کے نظراء کو میسر نہ تھی۔ کنیت سے نوازا۔

مَسْئَلَۃٌ: جب خود پسندی کا خطرہ نہ ہو تو آدمی کے علم وتقویٰ کی سامنے تعریف کی جاسکتی ہے۔اس میں مصلحت یہ ہے کہ لوگ ان سے خوب علم حاصل کریں۔فائدہ اٹھائیں۔جمہور کے مسلک کی تائید کہ قرآن مجید کی بعض آیات دوسری سے افضل ہیں یہ بلاریب حق ہے۔جنہوں نے اعظیم کی تاویل عظیم سے کی ہے وہ درست نہیں کیونکہ یہاں تاویل نہیں چلتی البتہ "وھوا ھون علیہ": میں تعین سے تاویل لازم ہے کیونکہ تمام مکفونات الٰہیہ قدرت الٰہیہ کے سامنے برابر ہیں:"ھو اعلم بکم": میں عقل تاویل کو جائز کرتی ہے کیونکہ علم الٰہی کے لئے سب برابر ہیں مگر حدیث مذکورہ میں عقل ظاہر مراد لینے کے خلاف نہیں یہ اعظم آیت اس لئے کہ اس میں ذاتِ باری تعالیٰ کا اثبات اور اس کی صفات وافعال کا تذکرہ ہے اوران کی پہچان علوم کی چوٹی ہے بقیہ اس کے تابع ہیں "اللہ" کے لفظ سے ذات اور القیوم سے اس کے جلال کی طرف اشارہ ہے۔قیوم وہ ذات مراد ہے جو بذاتِ خود قائم اور دوسرے تمام اس کے قائم کرنے سے قائم ہے یہ بڑی عظمت وجلال ہے۔لا تاخذہ سنۃ: صفات حوادث جواس کی ذات کے لئے محال ہیں ان سے اس کی تنزیہ وتقدیس بیان کی۔لہ ما فی السموات: اشارہ ہے کہ تمام افعال اسی سے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔من ذا الذی: اس سے اشارہ ہے کہ بادشاہی حکومت اختیار میں وہ منفرد ہے۔ سفارش وہی کرے گا جس کو وہ مشرف فرمائے گا اور اجازت دے گا۔اس نے بادشاہی اختیار میں شرکت کی نفی کردی۔یعلم ما بین: صفت علم کی طرف اشارہ فرمایا یہ کہ اس کا علم منفرد ہے۔باقی جس کے پاس علم ہے وہ اس کی مشیت وارادے سے عطاء کیا ہوا ہے۔وسع: عظیم ملک اور کمالِ قدرت کی طرف اشارہ ہے۔ولا یودوہٗ: عزت وکمال کی صفت ذکر کی اور ضعف ونقص سے اس کا بے عیب ہونا بتلایا۔وھو العلی العظیم: یہ تمام صفات اور کسی آیت میں نہیں ہیں۔شھد اللہ: میں اگرتوحید ہے تو قل اللھم: اس میں توحید افعال ہے اور اخلاص میں توحید تقدیس فاتحہ میں مذکور ہے مگر تشریح سے نہیں۔البتہ سورۂ حشر کی آیات ان کے کچھ مشابہ ہیں اور حدید کی ابتدائی آیات اس کے مشابہ ہیں مگر وہ آیات ہیں اور یہ ایک آیت ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم الحی القیوم پایا جاتا ہے۔اس کی فضیلت میں کہا گیا ہے کہ اس میں سولہ مقام پر اللہ تعالیٰ کا نام لفظاً اور ضمیر کی صورت میں ذکر ہوا بلکہ اگر الحی القیوم اور العلی العظیم کے احتمال اور فاعل حفظھما میں مقدر ہونا جو کہ اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے تو اکیس بن جاتی ہیں۔اس آیت کو سورۃ آی القرآن کہا گیا ہے۔اس کے لئے اعظمیت وافضلیت کے دونوں الفاظ آئے ہیں۔اسی لئے غزالی نے کہا جو فضل کی بہت سے انواع کو جامع ہو اس کو افضل کہا جاتا ہے۔فضل اضافے اور افضل بہت اضافے کو کہتے ہیں۔باقی ستودہ یہ ہے کہ جس میں شرف ومرتبہ کا مقصود راسخ ہو جائے اور شرف وبرتری کا معنی جو مقتدیٰ بننے کا تقاضا کرے اور پیروی سے انکاری ہو اور بہت سے معانی ومعارف پر مشتمل ہے پس وہ افضل ہے اور آیت کرسی معرفت عظمیٰ پر مشتمل ہے۔سارے معارف جس کے تابع ہیں پس یہ سید کہلانے کی حقدار ہے (فتح الالہ)

**تخریج**: أخرجه مسلم (٨١٠)

**الفرائد**: ① اس میں آیت الکرسی کی فضیلت ذکر کی گئی کہ یہ قرآن مجید اعظم آیت ہے ② عالم کو متعلمین سے مسائل سکھانے کے لئے پوچھنے چاہئیں۔ابی بن کعب کی فضیلت ظاہر ہوئی ہے۔

١٠٢٠ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَكَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ ،

فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ یَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ : لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ : اِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَّعَلَیَّ عِیَالٌ ، وَبِیْ حَاجَةٌ شَدِیْدَةٌ - فَخَلَّیْتُ عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "یَا اَبَا هُرَیْرَةَ ، مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ شَكَا حَاجَةً وَّعِیَالًا فَرَحِمْتُهٗ وَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ - فَقَالَ : "اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَسَیَعُوْدُ" فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ سَیَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَرَصَدْتُهٗ - فَجَآءَ یَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ دَعْنِیْ فَاِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَّعَلَیَّ عِیَالٌ لَا اَعُوْدُ فَرَحِمْتُ وَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ - فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً وَّعِیَالًا فَرَحِمْتُ وَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ فَقَالَ : فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ - فَجَآءَ یَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهٰذَا اٰخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ اِنَّكَ تَزْعُمُ اَنَّكَ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ! فَقَالَ : دَعْنِیْ فَاِنِّیْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ یَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا ، قُلْتُ : مَا هُنَّ؟ قَالَ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِكَ فَاقْرَاْ اٰیَةَ الْكُرْسِیِّ فَاِنَّهٗ لَنْ یَّزَالَ عَلَیْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ ، وَلَا یَقْرَبُكَ شَیْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ ، فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ فَاَصْبَحْتُ ، فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ الْبَارِحَةَ؟" فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ اَنَّهٗ یُعَلِّمُنِیْ كَلِمَاتٍ یَنْفَعُنِی اللّٰهُ بِهَا فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ فَقَالَ : مَا هِیَ؟ " فَقُلْتُ : قَالَ لِیْ : اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِكَ فَاقْرَاْ اٰیَةَ الْكُرْسِیِّ مِنْ اَوَّلِهَا حَتّٰی تَخْتِمَ الْاٰیَةَ : "اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" وَقَالَ لِیْ : لَا یَزَالُ عَلَیْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ ، وَلَنْ یَّقْرَبَكَ شَیْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ - فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : "اَمَا اِنَّهٗ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثٍ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ؟ قُلْتُ : لَا - قَالَ : "ذَاكَ شَیْطَانٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۰۲۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی زکوٰۃ یعنی صدقہ فطر کا نگران بنایا۔ میرے پاس ایک آنے والا آیا اور کھانے کے چلو بھرنے لگا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا میں تمہیں ضرور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا۔ اس نے کہا میں ضرورت مند اور عیال دار ہوں' مجھے سخت ضرورت تھی' میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب حضور ﷺ کی خدمت میں صبح کی تو آپ نے فرمایا: "اے ابو ہریرہ تیرے رات والے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے کہا رسول اللہ ﷺ اس نے ضرورت اور عیال داری کا عذر کیا لہٰذا میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا "اس نے تم سے جھوٹ بولا" وہ عنقریب واپس آئے گا۔ میں نے جان لیا کہ وہ واپس لوٹے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیا تھا۔ پس میں نے اس کا انتظار کیا چنانچہ وہ آیا اور دونوں ہاتھوں سے غلہ لینے لگا۔ میں نے کہا میں تمہیں ضرور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں محتاج اور عیال دار ہوں۔ پھر دوبارہ نہیں آؤں گا' مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے اس کو جانے دیا۔ میں صبح حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے ابو ہریرہ تیرے رات والے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس

نے ضرورت اور عیال داری کی شکایت کی۔ جس پر مجھے رحم آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ''اس نے تجھ سے جھوٹ بولا اور عنقریب لوٹے گا۔'' پس میں نے اس کا تیسری مرتبہ انتظار کیا تو وہ آ کر دونوں ہاتھوں سے غلہ لینے لگا۔ پس میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا ضرور میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس پیش کروں گا۔ یہ آخری اور تیسری مرتبہ ہے تو کہتا ہے کہ واپس نہیں لوٹے گا؟ پھر لوٹتا ہے اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جس سے اللہ تمہیں فائدہ دیں گے۔ میں نے کہا وہ کیا؟ اس نے کہا جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھو۔ بے شک تم پر اللہ کی طرف سے نگران مقرر رہوگا اور شیطان صبح تک تیرے قریب بھی نہیں آئے گا۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو مجھے حضور ﷺ نے فرمایا: ''تیرے رات والے قیدی کا کیا بنا؟'' میں نے کہا رسول اللہ ﷺ اس کا خیال یہ ہے کہ وہ مجھے کچھ کلمات سکھائے گا جس سے اللہ مجھے فائدہ دے گا۔ اس لئے کہ میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے کہا اس نے یہ بتایا کہ جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو آیۃ الکرسی شروع سے آخر تک پڑھو۔ پھر مجھے کہا کہ تم پر اللہ کی طرف سے ایک نگران مقرر رہوگا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب ہرگز نہیں آئے گا تو نبی اکرم نے فرمایا: ''اچھی طرح سنو بے شک اس نے تم سے سچ کہا حالانکہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے'' اے ابو ہریرہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تین راتوں سے تمہارا مخاطب کون رہا؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شیطان تھا۔ (بخاری)

زکاۃ رمضان: یعنی صدقۃ الفطر۔ اس کو رمضان کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رمضان کا ایک جزء پالینا اس کے لازم ہونے کی شرط ہے اور رمضان المبارک میں ہونے والی کوتاہیوں کا ازالہ کرتا ہے۔ اس لئے رمضان کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے۔ فجعل یحثو: نسائی میں ہے کھجور اس طرح معلوم ہوئی اس میں سے کچھ کم کیا گیا ہے۔ برتن یا کپڑے میں ہتھیلی بھر کر ڈالا۔ فاخذته۔ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ سیوطی نے توشیح میں نسائی سے ذکر کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اس کو پکڑنا چاہتے ہو تو کہو سبحان من سخرك لمحمد۔ جب میں نے یہ الفاظ کہے وہ میرے سامنے کھڑا ہو گیا میں نے اسے پکڑ لیا۔ لارفعنك: میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا تاکہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں اس ذمہ داری کی ادائیگی کا ذکر کروں جو آپ نے حفاظت کی صورت میں تفویض فرمائی تھی اور خائن وسارق اور اچکے سے بچانے کا حکم دیا تھا۔ یا اس کے ظاہر کے مطابق اس کو ملامت کریں اور ڈانٹ ڈپٹ کریں۔ محتاج: میں حاجت مند ہوں۔ علی عیال: میرے عیال ہیں جن کے خرچ کا میں ذمہ دار ہوں۔ ولی حاجة شدیدة: یہ ماقبل کی تاکید ہے یا تاسیس ہے کہ میں محتاج اس طور پر ہوں کہ میں فقیر ہوں اور عیال کی حاجت مجھ سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ وہ زیادہ ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اتنی بات ذکر کی کہ اس نے شدت ضرورت کی شکایت کی۔ فخلیت عنه: میں نے یہ سمجھ کر کہ کھانا ضرورت مندوں کے لئے ہے محتاج ہے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔ حفاظت تو غیر محتاج سے ہے۔ افعل اسیرك: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے دی اور فرمایا کہ وہ عنقریب لوٹے گا۔ قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: میں نے اسے فقر کی وجہ سے آزاد کر دیا۔ وسیعود: اس نے جھوٹ بولا پھر لوٹے گا۔ فجاء

یحثوا: حال مقدرہ ہے کیونکہ حثو آنے کے بعد ہی ہے (۲) یہ بھی بن سکتا ہے: فجاء و جعل یحثو۔ دعنی: تم مجھے چھوڑ دو اوراس نے پہلی بات میں اضافہ کیا کیونکہ اپنے سابقہ معاملے کی وجہ سے چھٹکارا چاہتا تھا۔ پہلے اپنی حاجت کا ذکر کیا یہاں اہل وعیال کی حاجت کا ذکر کیا اور کہنے لگا اللہ کی قسم میں دوبارہ لوٹ کر نہ آؤں گا۔ فخلیت سبیلہ: آپ ﷺ کے اس ارشاد: "انه قد کذبك": کے باوجود اس گمان سے چھوڑ دیا کہ پہلی مرتبہ کے چھوڑنے پر تائید فرمادی تھی کہ وہ پھر لوٹے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کا جھوٹ اس کی محرومی کا سبب یا یہ کہ اس نے ساری بات ہی جھوٹی بنائی یا اس نے اپنے جھوٹ سے توبہ کر لی۔ ما فعل وسیرك: تمہارے قیدی کا کیا ہوا۔ گزشتہ رات نہیں فرمایا کیونکہ پہلے کی خلاف ورزی کر کے دوسری بات میں زیادہ وقت نہ گزرا تھا۔ اور جہاں "بارحه": کی قید لگائی جاتی ہے اس کا مقصد اس وہم کا ازالہ ہوتا ہے کہ عمر کے کسی حصہ میں واقعہ پیش آیا۔ وسیعود: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مطلقاً برقرار رکھا حالانکہ اس کا جھوٹ ظاہر ہو چکا۔ اس کے گمان سے جانا کہ وہ معذور ہے یا کوئی اور وجہ تھی۔ فرصدته: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسی بات کہی جو چھوٹنے کی طمع کو منقطع کرنے والی تھی۔ اس نے کہا میں چھوٹنے کی راہ نہ پائی تو کہنے لگا تیسری بار ہے مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں کلمات سکھاتا ہوں۔ عامل کی تنشیط کے لئے کلمات کہا۔ اللہ تعالیٰ ان سے تمہیں فائدہ دیں گے۔ جب بستر پر لیٹ جاؤ تو آیت الکرسی پڑھو۔ اللہ کی طرف سے تم پر محافظ مقرر کر دیا جائے گا۔ من: یہ ابتدائیہ یا سببیہ ہے جیسا اس آیت میں ﴿یحفظونه من امر اللّٰه﴾ لا یقربك شیطان: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ضمن یہ بات پہلے جملے میں آ چکی مگر ضرر شیطانی کی بڑھائی کو ظاہر کرنے کے لئے یہ جملہ لائے۔ حتی تصبح: یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ خواہ آیت پڑھنے والا نہ جاگے تب بھی حفاظت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے یا اس سے اس لئے تعبیر کیا کہ عموماً جاگنے کا یہ وقت ہے۔ فخلیت سبیله: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نیکی کے اعمال میں خوب رغبت تھی۔ اس کی اطلاع اور جھوٹی توبہ پر اعتبار کر لیا اور اس وجہ سے بھی کہ ان کو اس مال تک پہنچنے سے روکنے والی چیز کا علم ہو گیا۔ فاصبحت فقال لی: معطوف علیہ جملہ مقدر ہے کہ میں صبح کو خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ما فعل اسیرك البارحه: تو میں نے عرض کیا کہ اس کا خیال یہ تھا کہ وہ مجھے نفع بخش کلمات سکھائے گا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ زعم کا لفظ اس لئے لائے کہ آپ ﷺ فرما چکے تھے فقد کذبك: وہ تم سے نہ آنے کا جھوٹا وعدہ کر گیا ہے۔

اَلنَّحْوُ: قال لی لا یزال: لا نفی میں لن کی طرح ہے اگرچہ اس میں تابید و تاکید نہیں ہوتی اگر یہ نفی کا فائدہ نہ دیتا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کو یہاں استعمال نہ کرتے۔

علیك من اللّٰه حافظ: ایک ظرف یزال کی خبر ہے اور دوسرا ظرف حافظ سے محل حال میں ہے۔ اما: یہ حرف استفتاح ہے مخاطب کو خبردار کرنے کے لئے آتا ہے۔ صدقك: اس سے تمہیں واقع کے مطابق بات کہی حالانکہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے۔ هو کذوب: گزشتہ جملے سے مدح کا گمان تھا یہ جملہ حالیہ مذمت کے لئے لائے۔ تعلم: ہمزہ استفہامیہ اس سے پہلے محذوف ہے۔ ثلاث سے راتیں مراد ہیں۔

تخریج: أخرجه البخاری (۲۳۱۱)

الفرائد: ① شیطان کو مؤمن کی نفع بخش چیزوں کا علم ہے اسی لئے اس کو گناہ میں ڈالتا ہے تاکہ ان سے نفع نہ اٹھا سکے

④ شیطان کئی اشکال بدل سکتا ہے ⑤ جنات بھی انسانی کھانے کھاتے ہیں۔

۱۰۲۱ : وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ :"مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آیَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ سُوْرَۃِ الْکَھْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ" وَفِیْ رِوَایَۃٍ :"مِنْ اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْکَھْفِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۲۱: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۃ الکہف کی دس پہلی آیات یاد کر لیں وہ دجال سے محفوظ رہے گا۔

ایک روایت میں ہے سورۃ الکہف کی آخری آیات ۔دونوں کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

**من حفظ** : زبانی یاد کر لیں۔ **الدجال**: دجل سے ہے ملمع ساز یہ سیف مدجل جس پر سونا مل دیا جائے۔ ابن درید دجل ڈھانپنے کو کہتے ہیں۔ یہ اسی سے لیا گیا ہے کیونکہ وہ زمین کو کثیر مجمع سے ڈھانپ لے گا۔ اس کی جمع دجالون ہے (المصباح) دجال آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ اس کے ہاتھوں سے بطور استدراج بارش کا اترنا اور فصل کا اگانا ظاہر ہوگا۔ اس لئے اس کو عظیم ترین فتنہ کہا گیا۔ ہر پیغمبر علیہ السلام نے اس کے فتنے سے قوم کو خبردار کیا جو ان آیات کو پڑھے گا اگر اس زمانہ میں ہو تو فتنہ سے بچا لیا جائے گا یہ بھی ممکن ہے کہ کذاب و تلبیس کرنے والا عام ہو جیسے دوسری روایت میں فرمایا:"**لا تقوم الساعة حتی یخرج ثلاثون دجالا**"۔ ایک روایت میں:"**یکون فی آخر الزمان دجالون**": کا لفظ وارد ہے۔

**روایت کا فرق**: ان آیات کی اس فتنہ سے بچنے میں خصوصیت یہ ہے کہ یہ آیات عجائبات قدرت پر مشتمل ہیں۔ جن پر تدبر و غور انسان کو فتنے سے بچاتا ہے۔ نیز ان نوجوانوں کا تذکرہ ہے جن کو فتنے سے محض رحمت الٰہیہ سے نجات ملی۔ ابن مردویہ نے اس طرح نقل کیا:"**من حفظ عشر آیات من اول سورة الکهف کانت له نوراً یوم القیامة**"۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۸۰۹) و ابو داود (۴۳۲۳) والترمذی (۲۸۹۵) والنسائی (۸۰۲۵)

**الفوائد**: سورۃ کہف اور خاص طور پر اس کی دس اولی اور آخری آیات کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ ان کو تلاوت کرنے والا دجال کے فتنوں سے بچا رہے گا۔

۱۰۲۲ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ :بَیْنَمَا جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ سَمِعَ نَقِیْضًا مِّنْ فَوْقِہٖ فَرَفَعَ رَاْسَہٗ فَقَالَ :ھٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْیَوْمَ وَلَمْ یُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَنَزَلَ مِنْہُ مَلَکٌ فَقَالَ :ھٰذَا مَلَکٌ نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ لَمْ یَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ :اَبْشِرْ بِنُوْرَیْنِ اُوْتِیْتَھُمَا لَمْ یُؤْتَھُمَا نَبِیٌّ قَبْلَکَ :فَاتِحَۃُ الْکِتَابِ ، وَخَوَاتِیْمُ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ ، لَنْ تَقْرَاَ بِحَرْفٍ مِّنْھَا اِلَّا اُعْطِیْتَہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

"النَّقِیْضُ" :الصَّوْتُ۔

۱۰۲۲: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اسی دوران حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنے اوپر سے ایک آواز سنی تو اپنا سر اوپر اٹھایا اور کہا۔ "یہ آسمان کا وہ دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ اس سے ایک فرشتہ اترا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ وہ فرشتہ زمین پر اترا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں اُترا چنانچہ اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ان دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کو دیے گئے اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے: ۱) سورۃ الفاتحہ ۲) اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات۔ آپ ان میں سے جو بھی حرف پڑھیں گے وہ آپ کو عطا کر دی جائے گی۔

النَّقِیْضُ :آواز

**بینما:** یہ ما کافہ ہے۔ **نقیضا:** دروازے کی آواز۔ **فرفع راسہ:** یہ جبریل علیہ السلام کی طرف ضمائر لوٹتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے بتلائی یا انہوں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور دروازے کی آواز سنی۔ **من السماء:** آسمان دنیا مراد ہے اور بیت العزۃ آسمان دنیا میں ہے۔ **لم یفتح قط:** یہ فعل مجہول ہے یہ دروازہ پہلے کبھی نہیں کھلا یہ تخصیص ظاہر کرنے کے لئے فرمایا۔ دروازے کا کھلنا اور فرشتے کا اترنا یہ دو سعادتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کی گئیں۔ **ابشر:** یہ (س) سے آتا ہے عام تفعیل میں اس کو متعدی بناتے ہیں (ن) سے بھی آتا ہے خوشخبری دینا۔ **بشرت و ابشرتہ:** پانی کا پھیلنا (مفردات) **بنورین اوتیتھما:** ان کو نور اس لئے کہا کہ پڑھنے والے کے لئے قیامت کے دن نور ہوں گی اور اس کے آگے آگے ہوں گی یا دنیا میں نور ہیں ان کے معانی پر غور کرنے والا صراط مستقیم پر ہے۔ **لم یوتھما نبی:** تمام قرآن مجید ایسا ہی ہے۔ ان کو خاص کرنے کی وجہ ان کی شان کی بلندی ہے کیونکہ یہ جامع معانی پر مشتمل ہے۔ الفاظ مختصر شاندار انداز معانی کا سمندر۔ **فاتحۃ الکتاب:** یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ فتح الدالہ میں امن الرسول: کی بجائے للّٰہ ما فی السموات: سے ابتداء کا قول ہے۔ **لن تقرا:** بظاہر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر امت کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے خطاب ہے۔ بحرف کی با الصاق و استعانت دونوں کی ہو سکتی ہے۔ **الا اعطیتہ:** وہ غرض کیوں کر پوری نہ ہو جبکہ فاتحہ کافیہ ہے۔ خواتیم رات کے لئے کافیہ ہیں مطلب یہ ہے ان کا ثواب اس قدر عظیم الشان ملتا ہے جو ان کی نظیر سے بڑھ کر ہے یا حرف سے مراد جملہ مستقلہ ہے خواہ ثناء و تمجید پر مشتمل ہو۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٨٠٦) والنسائي (٩١١) وابن حبان (٧٧٨) والحاكم (١/٢٠٥٢) والطبراني (١٢٢٥٥)

**الفوائد** :اس میں سورۂ فاتحہ، سورہ بقرہ کی آخر آیات کی فضیلت ذکر کر کے ان کی کثرت اور یاد کرنے اور رکھنے پر آمادہ کیا۔

## ۱۸۴: بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِجْتِمَاعِ عَلَى الْقِرَآءَةِ

## باب: قراءت کے لئے جمع ہونے کا استحباب

کیونکہ اس میں قرآن مجید کی تعظیم و تکریم ہے۔

۱۰۲۳: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ، اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَآئِکَةُ، وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۲۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو لوگ اللہ کے گھر میں سے کسی گھروں میں قرآن کی تلاوت کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں اور آپس میں اس کی تکرار (اعادہ) کرتے ہیں تو ان پر تسکین اترتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کا اپنے پاس والوں میں ذکر فرماتے ہیں۔ (مسلم)

**اجتمع قوم:** مردوں اور عورتوں سب کو شامل ہے یا خاص مرد مراد ہیں کیونکہ آداب مجلس کا یہ زیادہ لحاظ کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی عقل کامل ہے۔ **بیوت اللّٰه:** مساجد مراد ہیں۔ عظمت کے لئے ذکر کیا۔ **یتلون کتاب اللّٰه:** یہ فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ **یتدارسونه:** دور کرنا۔ **السکینة:** یہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جس سے بندوں کو طمانیت ملتی ہے۔ ملائکہ بھی اسی سے ہیں۔ واللہ اعلم۔ **غشیتهم:** چھا جانا۔ ہر طرف سے ڈھانپ لینا۔ **الرحمه:** ارادہ رحمت یا فضل و احسان مراد ہے۔ **حفتهم:** ان کو گھیر لینا۔ **الملائکة:** یہ تعظیم و تشریف کے لئے ہے کیونکہ انہوں نے تلاوت کو سنا۔ **فیمن عنده:** عندیت رتبی مراد ہے۔ مراد اس سے ملائکہ ہیں۔ **ولذکر اللّٰه اکبر:** ہر بات پہلی سے علی سبیل الترقی ہے۔ ملائکہ کی آمد احاطہ ملائکہ نزول سکینہ واللہ اعلم۔

**تخریج:** أخرجه مسلم۔

## ۱۸۵: بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ

## باب: وضو کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ ...... اِلٰی قَوْلِهٖ ...... مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ، وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ﴾ [المائدة: ٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! جب نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہرے کو دھوؤ..... آیت کے آخر تک..... اللہ نہیں

چاہتے کہ تمہیں تنگی میں ڈالے لیکن اللہ چاہتے ہیں کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کرے تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ"۔(المائدہ)

الوضوء: یہ وضاءت سے لیا گیا۔ وہ حسن و نظافت کو کہتے ہیں شرعی طور پر وضو اعضاء مخصوصہ پر خاص نیت سے پانی کے استعمال کرنے کو کہا جاتا ہے۔ معراج کی رات نماز کی فرضیت کے ساتھ فرض ہوا (راجح قول یہ ہے کہ ابتداء نماز سے ہی فرض ہوا۔ مترجم) اذا قمتم: جب تم قیام کا ارادہ کرو۔ الی الصلاۃ: نماز کے لئے۔ اس کے بعد حذف مانا گیا وانتم محدثون۔(قول زید بن اسلم) تقدیر عبارت یہ ہے: اذا قمتم الی الصلاۃ من النوم: جب تم نیند سے بیدار ہو کر نماز کا ارادہ کرو یا قضائے حاجت سے فارغ ہوتے ہو یا تم نے جماع کیا ہو تو غسل کرو اور اگر جناب کی حالت میں ہو تو غسل سے طہارت حاصل کرو۔ اور اگر تم بیمار یا سفر کی حالت میں ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تیمم کرو۔ تقدیر کو بعض نے توفیقی مانا ہے۔ البتہ تقدیر کے بغیر چارۂ کار نہیں شیخ زکریا کہتے ہیں جنب کو مقدر مانیں تو تکلف کی حاجت نہیں: ﴿وان کنتم مرضی او علی سفر وانتم جنب﴾: دوسرے علماء نے کہا آیت اپنے عموم سے محدث کو بطور ایجاب و متطہر کو بر سبیل استحباب شامل ہے۔ بعض نے کہا یہ آیت اس بات کو بتلانے کے لئے اتری کہ وضو نماز کا ارادہ کرتے وقت لازم اور کسی عمل کے لئے نہیں کیونکہ دیگر اعمال کے لئے حدث رکاوٹ نہیں۔ عز بن عبدالسلام کہتے ہیں ہر نماز کے لئے وضو کا وجوب ظاہر آیت سے ثابت ہو رہا ہے خواہ حدث ہو یا نہ مگر صحیح مسلم میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو فرماتے۔ جب فتح مکہ ہوا تو پانچوں نمازیں ایک وضو سے ادا فرمائیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ﷺ نے آج ایسا عمل کیا جو پہلے نہ کرتے تھے تو فرمایا اے عمر میں نے جان بوجھ کر کیا۔ علامہ خطابی نے کہا کہ وضو محدث پر واجب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کا عمل فضیلت پر محمول ہے۔ اس روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواز ثابت کیا ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قیام کے وقت فعل وضو شرط نہیں۔ اگر وقت سے مقدم و موخر کر لیا تو درست ہے۔ اگر چہ آیت کے ظاہر سے یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ فاغسلوا: جمہور مرفقین کو غسل میں داخل مانتے ہیں۔ وامسحوا بروسکم: با الصاق یا تبعیض کے لئے ہے۔ وارجلکم الی الکعبین: وجوہ پر عطف سے لفظ منصوب پڑھا گیا اور جر کو جوار کے لئے مانا گیا۔ کسی ایک پر عطف کی وجہ سے محلاً منصوب ہے یا رؤس پر عطف کی وجہ سے لفظاً و محلاً جر ہے مگر اس کو موزے پہننے پر محمول کریں گے یا غسل خفیف پر۔ اس آیت کریمہ میں وضو کے ارکان اربعہ مذکور ہیں۔ جو دیگر ارکان کو بھی واجب مانتے ہیں مثلاً نیت و ترتیب ان کے لئے مسئلہ بنے گا اور وہ انہوں نے دوسرے دلائل سے لیا ہے۔ نیت کو اس روایت: انما الاعمال بالنیات: ترتیب کو آیت سے اخذ کیا ہے۔ راس ممسوح سے ہاتھ اور پاؤں میں فاصلہ کیا گیا جو کہ دونوں مغسول ہیں اور متجانسین میں کسی چیز کو نکتہ کی وجہ سے داخل کرتے ہیں اور وہ ترتیب ہے جو مستحب نہیں بلکہ فرض ہے کیونکہ آیت فرائض کے بیان کے لئے ہے اور بسم اللہ بعض کے ہاں اور نیند سے بیدار ہونے پر دونوں ہتھیلیوں کا دھونا اور مضمضہ، استنشاق بعض چیزوں میں بعض نے وجوب کا قول کیا ہے۔ دلائل موجود ہیں۔ وان کنتم جنباً فاطھروا: تو غسل کرو۔ وان کنتم مرضی: لامستم عستم کے معنی میں ہے اور یہاں اجنبیات کی قید لگانی پڑے گی (اگر ملامست کو محاورہ عرب کے مطابق لیں تو کسی قید کی ضرورت نہیں "اور تم نے اپنی بیویوں سے قربت کی ہو"۔ فلم تجدوا ماء: تو مٹی کا قصد کرو جو پاک ہو۔ ایدیکم منہ: یعنی کہنیوں سمیت مل لو کیونکہ پانی تو میسر نہیں۔ ما یرید اللّٰہ: اللہ تعالیٰ نے

وضو غسل و تیمم کو تنگی کے لئے لازم نہیں کیا بلکہ وہ احداث وذنوب سے تمہیں پاک کرنا چاہتے ہیں۔ **ولیتم نعمته علیکم**: اسی لئے اس نے قلوب و ابدان کو گناہوں اور احداث سے پاک کرنے والی چیزیں بیان فرما دیں۔ **لعلکم تشکرون**: تا کہ تم میری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو اور میں اور اضافہ کروں۔

**١٠٢٤ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : "اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَهٗ فَلْیَفْعَلْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔**

۱۰۲۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا "میری اُمت قیامت کے دن وضو کے نشانات کی وجہ سے سفید ہاتھ پاؤں سے بلائی جائے گی جو آدمی تم میں سے اپنی روشنی کو طویل کرسکتا ہو تو وہ ضرور ایسا کرے۔ (بخاری و مسلم)

**امتی یدعون**: امت اجابت مراد ہے۔ غر یہ اغر کی جمع ہے۔ جیسے حمر و احمر یہ اسم تفضیل نہیں اگر یہ اسم تفضیل ہوتی تو وجوب افراد کی وجہ سے جمع نہ ہوتی۔ اسم تفضیل کی تذکیر نکرہ چاہئے۔ **غرا**: یہ یدعون کا دوسرا مفعول ہے یعنی اس نام سے پکارے جائیں گے۔ **محجلین**: یہ ضمیر سے حال ہو یا دونوں حال ہوں اسی قیامت کے اس حال میں کہ وہ اس میں پنج کلیان سفید ہوں گے یا یدعون ینادون کے معنی میں ہے ان کو اسی حالت میں آواز دی جائے گی اگر یہ کہا جائے یہ صفت منتقلہ نہیں پھر حال کس طرح بنے گا۔ جواب یہ ہے کہ یہ یہاں منتقل ہونے والوں سے ہے کیونکہ تمام مخلوق غیر محجل ہوگی جب اس امت سے خاص کیا تو منتقلہ صفات کے حکم میں کر دیا۔ بعض نے کہا کہ موقف میں ان کی یہ علامت ہوگی پھر حوض کے پاس پھر داخلہ کے وقت ان سے منتقل ہو جائے گی۔ منتقل کا یہی معنی ہے۔ **العزة**: چہرے کا جتنا حصہ دھونا فرض ہے۔ اسی طرح کانوں سے اسی طرح۔ **التحجیل**: واجب سے اوپر ہاتھ و پاؤں کو دھونا' اس کی غایت عضد وساق سے استیعاب ہے۔ **آثار الوضو**: من تعلیلیہ یا ابتدائیہ بن سکتا ہے۔ اثار یہ اثر کی جمع ہے نشان کے معنی میں ہے۔ ترمذی میں وارد ہے: **امتی یوم القیامة غرمن السجود محجلون فی الوضو**: اس میں اور اس میں تعارض نہیں کیونکہ چہرے کے نور کے دو سبب ہیں وضو و سجدہ' ظرف کے متعلق یدعون' غرا اور محجلین کا تنازع ہے۔ جیسا اس آیت میں: ﴿اذا دعاکم دعوة من الارض﴾: من الارض فعل سے متعلق ہے۔ واللہ اعلم۔ **فمن استطاع منکم**: غرہ سے یہاں وادوہ ہے جو تحجیل والا ہو یا تقابل کی وجہ سے حذف کر دیا۔ ظرف فعل سے متعلق ہے۔ من بیانیہ تجنیس ہے۔ ان یطیل مفعول ہے۔ یہاں مطلوب نفس فعل ہے ہیئتہ نہیں۔ مگر سہیلی نفس فعل کو اسی طرح مانتے ہیں اس مثال میں کرهت ان خرجت۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (١٣٦) و مسلم (٢٤٦) واحمد (٣/٩٢٠٦) وابن حبان (١٠٤٩) والبیهقی (١/٥٧)

**الفوائد**: (۱) وضو کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ یہ قیامت کے دن صاحب وضو کے لئے نور کا باعث ہوگا (۲) کامل وضو کرے تا کہ نور میں اضافہ ہو۔

۱۰۲۵ : وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ خَلِيْلِي ﷺ يَقُوْلُ : "تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوْءُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۲۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے اپنے خلیل ﷺ کو یہ فرماتے سنا "مؤمن کا زیور (جنت میں) وہاں تک ہوگا جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا۔" (مسلم)

**سمعت خليلي صلى الله عليه وسلم:** یہ فعیل بمعنی مفعول ہے۔ خلیل اس دوست کو کہتے ہیں جس کی محبت دل میں اتر جائے اور باطن میں پہنچ جائے۔ خلیل کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض نے صاحب اور بعض نے دوستی میں خالص۔ بعض نے کہا وہ جس کی دوستی میں خلل نہ ہو۔ بعض نے کہا جو موالات و معادات کرنے والا ہو۔ بعض نے اور باتیں کہی ہیں۔ اس کے اشتقاق میں اختلاف ہے۔ بعض نے اس کو خلت بمعنی حاجت سے لیا اور بعض نے خلت سے لیا جس کی محبت دل میں مل گئی۔ بعض نے خلت سے لیا یہ ایک پودا ہے جس کو صرف اونٹ استعمال کرتے ہیں اور کتاب کے شروع میں گزرا کہ محبت وخلت میں کون سا مقام بلند ہے اور اس میں منافات نہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "لو كنت متخذا خليلاً غير ربي" کیونکہ مقطع تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مولیٰ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو خلیل بنانا ہے کسی دوسرے کے آپ ﷺ کو خلیل بنانے کی ممانعت نہیں۔ **الحلیہ:** بعض نے کہا کہ حلیہ سے اہل جنت کا زیور مراد ہے کیونکہ ابن حبان نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: "تبلغ حلية اهل الجنة مبلغ الوضو من المؤمن"۔ بعض نے کہا جنت میں مومن کے زیور مراد ہے اور وہ وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ اس روایت میں غرہ اور تحجیل کو بڑھانے پر آمادہ کیا گیا ہے۔

**ایک روایت:** بخاری نے کتاب اللباس میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے جس میں مذکور ہے: **ثم دعا بتور من ماء فغسل يديه حتى بلغ ابطيه فقال يا اباهريره الشئ سمعتهُ من النبى صلى الله عليه وسلم ؟ قال منتهى الملحية**"۔

**تخريج:** أخرجه مسلم (۲٤٥) و ابو عوانة (۱/۲۲۹)

**الفوائد:** (۱) کامل وضو کرنا چاہیے (۲) مؤمن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک وضو کا پانی پہنچا۔

۱۰۲٦ : وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۲٦: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اچھے طریقہ سے وضو کیا اسکے گناہ اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی"۔ (مسلم)

**من توضا:** جو وضو آداب و سنن پر مشتمل ہو۔ نووی کہتے ہیں اس میں آداب و سنن و شروط وضو پر آمادہ کیا گیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس طرح وضو ہو کہ سب کے ہاں جو وضو ہو جائے مثلاً بسم اللہ نیت و مضمضہ استنشاق ناک میں پانی ڈالنا وغیرہ سب کو انجام دے۔ **خطایاہ:** اس سے صغائر مراد ہیں۔ خروج سے مجاز مراد ہے (مگر مجاز کی ضرورت نہیں وہ لطیف اجسام رکھتے ہیں۔

حتی: یہ غایت کے لئے ہے۔ تمام جسم سے نکلتے ہیں جیسا مسلم کی روایت میں ہے۔ تخرج من تحت اظفارہ: اس سے تاکید مراد ہے تاکہ یہ وہم نہ رہے کہ جہاں پانی نہ پہنچ کیا وہاں سے بھی نکلتے ہیں یا نہیں۔ اگر مسلم کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت: "اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن" کو دیکھیں تو وہ دلالت کرتی ہے کہ اعضاء وضو کے گناہ صرف بخشے جاتے ہیں۔ دوسروں کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' جواب یہ ہے بقیہ جسم کے گناہوں کی بخشش بسم اللہ وغیرہ ہیں اور احسن الوضو میں اسی طرف اشارہ ہے۔ عبدالرزاق کی مرسل روایت من ذکر اللہ اول وضوئہ لم یہ جسدہ کلہ' وان لم یذکر اللہ لم یطھر الاموا ضع الوضو"۔

**تخریج**: أخرجه مسلم۔

**الفوائد**: ① وضو کو خوب عمدہ انداز سے کرے تاکہ کل قیامت کو مغفرت کا ذریعہ ہو ② اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ کی یہ خصوصی رحمت و برکت ہے۔

۱۰۲۷ : وَعَنْهُ قَالَ : رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ هٰكَذَا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ وَمَشْیُهٗ اِلَی الْمَسْجِدِ نَافِلَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۲۷: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا جس طرح میں نے وضو کیا۔ پھر کہا جس نے اس طرح وضو کیا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کی نماز اور مسجد کی طرف چلنے کا ثواب ظاہر ہے۔ (مسلم)

قال: انہوں نے مکمل وضو کیا اور پھر کہنے لگے۔ توضا مثل وضوئی ھذا: اگر رایت علمت کے معنی میں ہو تو جملہ اس کا مفعول ہے۔ (۴) اور اگر ابصرت کے معنی میں ہو تو جملہ محل حال میں ہے۔ ایک روایت میں: "من توضا نحو وضوئی ھذا": مثلیت میں غالب کا اعتبار ہوتا ہے (فتح الباری) ما تقدم: سے مراد صغیرہ ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو۔ وکانت صلاتہ: اس کا عطف جملہ جواب پر ہے۔

فرق روایت: مسلم کی روایت میں "ثم صلی رکعتین لا یحدث فیھما نفسہ": کے الفاظ زائد ہیں۔

**تخریج**: اخرجه مسلم (۲۲۹) ' بخاری' ابو داؤد' نسائی' ابن خزیمه' طبرانی' بزار' اسماعیلی' ابو عوانه' دارقطنی' برقانی' ابو نعیم' بیهقی (شرح عمدة الاحکام)

**الفوائد**: ① وضو کو اسی انداز سے کرے جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ② وضو مستقل طور پر کفارہ سیئات ہے۔

۱۰۲۸ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ" اَوِ الْمُؤْمِنُ – فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَّجْهِهٖ كُلُّ خَطِیْئَةٍ نَظَرَ اِلَیْهَا بِعَیْنَیْهِ مَعَ الْمَآءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ' فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَیْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِیْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ

مَعَ الْمَآءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ، حَتّٰی یَخْرُجَ نَقِیًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۲۸: حضرت ابو ہریرہؓ روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جب مسلم یا مؤمن بندہ وضو کے دوران اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے کا ہر گناہ، جس کی طرف اس نے آنکھوں سے دیکھا، پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطروں کے ساتھ نکل جاتا ہے۔ جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اسکے دونوں ہاتھوں کا ہر گناہ، جو اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے کیا ہوتا ہے، پانی یا اسکے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتا ہے۔ جب وہ اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ گناہ، جس کی طرف چل کر گیا، پانی کے ساتھ یا اسکے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتا ہے یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو کر نکلتا ہے۔ (مسلم)

**اذا توضا العبد:** مکلف، آزاد، مذکر ہو یا مونث مراد ہے۔ **خرج من وجهه:** یہ بخشش سے کنایہ ہے۔ **نظر اليها بعينيه:** یہ تاکید کے لئے ذکر فرمایا اور مراد کبائر وحقوق العباد کے علاوہ ہیں۔ **او:** یہ شک راوی کے لئے ہے۔ **قطر:** یہ قطرہ کی جمع ہے اس کی جمع قطرات بھی آتی ہے۔ آنکھ کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دل کا جاسوس ہے۔ اس لئے دوسروں کی ضرورت نہ رہی۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے: "فاذا غسل وجهه خرجت الخطايا من وجهه حتى تخرج من تحت اشفاء عينيه"۔ مگر صاحب فتح الدلہ نے کہا کہ آنکھوں کے ذکر کی وجہ یہ نہیں کہ وہ کفیل ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ منہ ناک ہر ایک کے لئے مطہر موجود ہے اور آنکھ کے لئے سوائے چہرے کے دھونے کے کوئی مطہر نہیں۔ اس لئے چہرے کے دھونے سے اس کے گناہ بھی ساتھ اتر گئے۔ گویا یہ اپنی صفائی میں چہرے کی محتاج بن گئی۔ واللہ اعلم۔ **حتى يخرج نقيا:** صاف ستھرا۔ **الذنوب:** وہ صغائر جو حقوق اللہ سے متعلق ہیں۔

**تخریج:** أخرجه احمد (۲/۸۰۲٦) و مسلم (٢٤٤) والترمذی (۲) وابن خزیمة (٤) والدارمی (۷۱۸) والبیهقی (۱/۸۱)

**الفوائد:** (۱) وضو گناہ کو اسی طرح صاف کرتا ہے جیسے پانی میل کچیل کو (۲) جب وضو کیا جاتا ہے تو اس کے جسم کے اعضاء سے گناہ ڈھل جاتے ہیں وہ زمین پر پاک ہو کر چلتا ہے۔

۱۰۲۹: وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتَى الْمَقْبُرَةَ فَقَالَ: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، وَدِدْتُّ اَنَّا قَدْ رَاَيْنَا اِخْوَانَنَا" قَالُوْا: اَوَلَسْنَا اِخْوَانَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "اَنْتُمْ اَصْحَابِيْ، وَاِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ لَمْ يَاْتُوْا بَعْدُ" قَالُوْا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَّمْ يَاْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: "اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَّهٗ خَيْلٌ غُرٌّ مُّحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ اَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهٗ؟" قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "فَاِنَّهُمْ يَاْتُوْنَ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ، وَاَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۲۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبرستان میں پہنچ کر فرمایا: "سلام ہو تم پر اے

مؤمن گھر والو! بے شک ہم اگر اللہ نے چاہا تو تمہیں ملنے والے ہیں' میں پسند کرتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ ہم آپ کے بھائی نہیں؟ فرمایا: ''تم میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) ہو اور میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی نہیں آئے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ آپ اُن لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو آپ کی امت میں ابھی تک نہیں آئے۔ فرمایا ''تمہارا کیا خیال ہے اگر کسی آدمی کے سیاہ گھوڑوں میں پانچ کلیان گھوڑے ہوں' کیا وہ اپنے ان گھوڑوں کو نہیں پہچانے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''وہ وضو کی وجہ سے سفید ہاتھ پاؤں کے ساتھ میدانِ محشر میں آئیں گے اور میں ان کا حوض پر استقبالی ہوں گا۔'' (مسلم)

اتی المقبرة: اس سے مراد البقیع ہے۔ دار قوم مؤمنین: یہ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے: ای اخص دار قوم مؤمنین۔ انا ان شاء اللّٰه: یہاں تبرک باسم اللہ کے لئے ہے۔ جیسا اس آیت میں: ﴿ولا تقولن لشئی انی فاعل﴾: (۲) تحسین کلام کے لئے ہے۔ انا قد راینا احوانا: زندگی میں' ان کو دیکھ لیا۔ عیاض کہتے ہیں بقول بعض موت کے بعد ان کی ملاقات کی تمنا ہے۔ اس میں تمنا کا جواز خصوصاً جب کہ فضیلت والے لوگوں سے ملاقات ہو۔ قالوا: وہ صحابہ جو اس وقت ساتھ تھے۔ اولسنا اخوانك: اس کا عطف جملہ مقدر پر ہے: اتتمنی لقاء اخوانك اولسنا اخوانك"۔ قال انتم اصحابی: تم میرے صحابہ ہو اور میرے اخوان وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے۔ نووی کہتے ہیں بقول باجی یہ ان سے اخوت کی نفی نہیں بلکہ صحابیت کی وجہ سے انکی برتری ذکر کی۔ ای فانتم اخوة صحابة: اور جو بعد میں آئیں گے وہ صحابہ تو نہ ہوں گے صرف اخوۃ ہوں گے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿انما المؤمنون اخوة﴾:

عبدالبر کا منفرد قول: اس روایت اور بعض دوسری احادیث جن میں آخری زمانہ والوں کی فضیلت ذکر کی گئی ہے ثابت ہوتا ہے۔ صحابہ کے بعد آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو من جملہ صحابہ سے افضل ہوں گے۔ رہی ''خیر کم قرنی'': والی روایت کا معنی خیر الناس قرنی: یعنی سابقون الاولون خواہ مہاجرین سے ہوں یا انصار سے ہوں اور جو ان کی راہ پر چلنے والا ہو وہ افضل امت ہیں اور حدیث سے وہی مراد ہیں۔ باقی جو آپ ﷺ کے زمانے میں ملے جلے لوگ ہیں خواہ انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا اور صحبت اختیار کی مگر ان کو سابقیت فی الاسلام نہیں اور نہ دین ان کا کوئی واضح کام ہے تو بعد والے زمانوں میں ایسے لوگ آئیں گے جو ان سے افضل ہوں گے۔ جیسا کہ آثار سے معلوم ہوتا ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں ان کی اس رائے کو بعض متکلمین نے دیگر معانی کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ مگر امت کے اکثر علماء کی رائے اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی اور عمر میں ایک مرتبہ ایمان سے دیدار کیا اس کو صحبت کی وجہ سے وہ مقام مل گیا کہ بعد میں آنے والے تمام لوگوں سے وہ افضل ہو گیا اور افضلیت صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں۔ یہ فضل خداوندی ہے جس کو چاہے دے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو بنیاد بنایا: "لو انفق احد منکم مثل احد ذهبا ما بلغ مداحدهم ولا نصيفه"۔ من امتك: یہ لم یات کے متعلق ہے۔ ارایت: تم مجھے بتلاؤ۔ خيل غر محجلة: جس گھوڑے کے ماتھے پر سفیدی ہو۔ التحجيل: پاؤں کی سفید نصف پنڈلی تک پہنچ جائے (المصباح) بين ظهري: یہ ظہرانی بھی استعمال

ہوتا ہے۔ دھم: جمع ادھم۔ الدھمۃ۔ سیاہی۔ بھم البھیم: وہ گھوڑا جس کا ایک رنگ ہو دوسرے کی ملاوٹ نہ ہو خواہ سفید ہو یا سرخ۔ الا یعرف خیلہ: کیا وہ آدمی اپنے گھوڑے کو دوسرے سے نہ پہچانے گا۔

اَللُّغَاتُ: غر المحجلین: یہ یاتی کے فاعل سے حال مترادف ہیں یا متداخل ہیں۔ من الوضوء: من تعلیلیہ ہے۔ انا فرطھم الی الحوض: آگے جانے والا تاکہ ان کے لئے پانی وغیرہ کا انتظام کرے۔ یہ وہی حوض کوثر ہے جو ایک عرصات قیامت میں ہوگا۔ اس سے پینے والا کبھی پیاسا نہ ہوگا' دوسرے جنت کے اندر حوض ہوگا۔ وہ کس قدر خوش نصیب ہے جس کے استقبالی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اللھم اجعلنا منھم۔

**تخریج**: أخرجه مالك (٦٠) وأحمد (٣/٧٩٩٩) و مسلم (٢٤٩) و ابو داود (٣٣٧) والنسائي (١٥٠) وابن ماجه (٤٣٠٦) وابن حبان (١٠٤٦)

الفوائد: ① وضو کی علامت سے آپ اپنی امت کو پہچانیں گے ② سنت کی مخالفت سے گریز کرنا ضروری ہے ③ دین میں احداث پر شدید وعید ہے۔

۱۰۳۰: وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا' وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟" قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ قَالَ: "اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ' وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ' وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ' فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ' فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۳۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں ایسی بات نہ بتلا دوں جس سے اللہ غلطیاں مٹاتے ہیں اور درجات بلند کرتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وضو کو مکمل کرنا ناپسندیدگی (وقت اور موسم کی رکاوٹ) کے باوجود' مسجد کی طرف دور سے چل کر آنا اور ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار کرنا۔ پس یہی رباط ہے۔" (مسلم)

الا: یہ حرف تنبیہ ہے۔ مایمحوا اللہ بہ الخطایا: (۱) معافی سے کاتبوں کے دفاتر سے مٹاتا ہے یہ بخشش کی دلیل بن جاتی ہے۔ عفو کو مسبب بنایا' مٹنے والے گناہ صغائر ہیں کیونکہ طاعات سے انہی کا کفارہ ہوتا ہے۔ جب گناہوں سے الگ ہو گیا تو تب رفع درجات ہے۔ یہ مترتب ہوتا ہے۔ یہ بڑی سعادت والی بات ہے اگرچہ فقط گناہ کی بخشش نہیں بلکہ بلندی درجات بھی ساتھ ہے۔ یہ شوق دلانے کے لئے لائے۔ چنانچہ انہوں نے کہا: قالوا بلی: آپ ﷺ ہماری راہنمائی فرمائیں اور رسول کی شان یہی ہے کہ وہ اپنی امت کو فائدہ پہنچانے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ اسباغ الوضو: مکمل وضو کرنا۔ المکارہ: مثلاً سردی کی مشقت۔ الی المساجد: یہ اس وقت ہے جب گھر دور ہو۔ اور بار بار آنا جانا ہو۔ بخاری میں روایت کے بنوسلمہ نے اپنے محلے سے منتقل ہو کر مسجد کے قریب اپنے مکانات بنانے کا ارادہ کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیارکم تکتب اثارکم: تم اپنے گھروں کو لازم پکڑو۔ تمہارے قدموں پر ثواب لکھا جاتا ہے۔ انتظار الصلاۃ: یہ دونوں میں

مشترک وقت کے سلسلہ میں ہے۔ ان کے علاوہ میں لوگوں کا عمل نہ تھا (ولید باقی) نووی کہتے ہیں تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔
**فذلکم الرباط**: رباط یہی ہے جس کی ترغیب دلائی جارہی ہے۔ اصل ربط اپنے کو روکنا۔ گویا اس آدمی نے مسجد میں رک کر اپنے کو اس طاعت پر روک دیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ان سے افضل ہو۔ دوسری روایت میں اس کا تکرار وہ عظمت و تاکید کے لئے ہے۔ بعض نے کہا یہ تکرار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کے مطابق ہے بعض اوقات ایک بات کو ضرورۃً دو دو تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دہراتے تھے تاکہ سامعین خوب سمجھ لیں۔ باب بیان طرق الخیر میں روایت گزری۔
**تخریج**: باب بیان کثر طرق الخیر میں گزر چکی۔
**الفرائد**: ایضاً۔

۱۰۳۱: وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ فِیْ بَابِ الصَّبْرِ – وَفِی الْبَابِ حَدِیْثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ السَّابِقُ فِیْ اٰخِرِ بَابِ الرَّجَآءِ، وَهُوَ حَدِیْثٌ عَظِیْمٌ، مُشْتَمِلٌ عَلٰی جُمَلٍ مِّنَ الْخَیْرَاتِ۔

۱۰۳۱: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" طہارت (یعنی پاکیزگی) ایمان کا حصہ ہے۔" (مسلم)
یہ روایت تفصیل سے باب الصبر میں گزری اور اس باب الرجا کے آخر میں حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت ہے اور وہ بڑی عظیم روایت ہے جو بہت سے کاموں پر مشتمل ہے۔
**الطهور شطر الایمان**: جب طا کا ضمہ ہو تو تطہیر کے معنی میں ہے اور طا کے فتحہ سے حذف مضاف کے ساتھ ہے یعنی استعمال **الطهور حالة الطهارة**: یعنی پانی کے معنی میں ہے۔ شطر: جزء کو کہتے ہیں۔ اس کو جزء ایمان قرار دینے سے اسکی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔
**نوٹ**: باب الصبر میں یہ روایت گزری اس باب میں حدیث عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ ہے جو عظیم الشان مضامین پر مشتمل ہے۔ حافظ علائی نے اس روایت کی تفصیل خوب لکھی ہے۔
**تخریج**: باب الصبر میں گزر چکی۔
**الفرائد**: ایضاً۔

۱۰۳۲: وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ یَتَوَضَّأُ فَیُبْلِغُ – اَوْ فَیُسْبِغُ الْوُضُوْءَ – ثُمَّ قَالَ: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ – وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِیَةُ یَدْخُلُ

مِنْ اَیِّهَا شَاءَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَزَادَ التِّرْمِذِیُّ "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ"۔

۱۰۳۲: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں جو آدمی وضو کرے مکمل وضو کرے پھر کہے: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ ... آخر تک۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس سے چاہے وہ داخل ہو۔" (مسلم)

ترمذی میں یہ الفاظ زائد ذکر کئے: "اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور خوب پاکیزگی حاصل کرنے والوں میں سے بنا دے"۔

**اللغات**: مامنکم من احد: منکم خبر مقدم ہے من مبتداء پر تاکید کے لئے لائے۔ یتوضاء: یہ مبتداء کی صفت یا حال من الخبر ہے اور پہلا ظرف مبتداء سے حال ہے یا اس کی خبر جملہ میں ہے۔ **فیبلغ**: یہ ابلاغ سے ہے یعنی وضو کو واجبات سمیت ادا کرنے والا ہے اور مندوبات کے شامل ہونے کا بھی احتمال ہے۔ او یہ شک راوی کے لئے ہے۔ **فیسبغ**: یہ ابلاغ کے معنی میں ہے اور مندوبات کے شامل ہونے کے احتمال کی تائید ہے۔ **لا الٰه الا الله**: یہ توحید ذات ہے اور وحدہ یہ توحید صفات ہے۔ **لا شریك له**: یہ توحید افعال ہے۔ **عبده و رسوله**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت رسالت سے افضل ہے۔ جیسا کہ اشرف مواطن میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی سے تعریف فرمائی ہے۔ مثلاً ﴿سبحان الله اسری بعبده﴾ ﴿ما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان﴾ **له**: یہ ظرف رابطہ کے لئے ہے جیسے کہتے ہیں: "حفظت لزید ماله"۔ **یدخل**: طہارت کرنے والی کی حالت کو بیان کرنے کے لئے جملہ مستانفہ لائے یا حال مقدرہ ہے۔ اس روایت اور صائمون والی روایت میں تضاد نہیں کیونکہ اس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے کیونکہ باب تو یہ بتلا رہی ہے کہ اس کو تمام دروازوں سے بلایا جائے گا کیونکہ اس نے عظیم عمل کیا پھر داخلہ اسی دروازے سے ہوگا جس قسم کی نیکیاں غالب ہوں گی۔ اس روایت میں جو اضافہ اس کے لئے ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت شاہد ہے: "من توضا فای حسن الوضوء ثم قال عند فراغه لا اله الا الله وحده لا شریك له اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطهرین فتح الله له ثمانیة ابواب الجنة یدخل من ایها شاء"۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۱۶/۱۷۳۱۶) و مسلم (۲۳۴) و ابو داود (۱۶۹) والترمذی (۵۵) وابن ماجه (۴۷۰)

**الفوائد**: ① وضو کے بعد دعا کی فضیلت مذکور ہے ② جو اس پر مداومت کرے گا قیامت کے دن آٹھوں دروازوں سے بلوایا جائے گا۔

# ۱۸۶ : بَابُ فَضْلِ الْاَذَانِ

## بَابٌ: اذان کی فضیلت

الاذان! اذان تاذین لغت میں اعلان کو کہا جاتا ہے۔ شرع میں مخصوص کلمات کو اعلان جس سے وقت نماز کا علم ہوتا ہے۔ اس میں اجماع سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿اذا نودی للصلاة من یوم الجمعة﴾ اور ﴿اذا نادیتم الی الصلٰوة﴾ اور اسی طرح عبداللہ بن زید بن عبدربہ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت جس کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔

۱۰۳۳ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ یَجِدُوْا اِلَّا اَنْ یَّسْتَهِمُوْا عَلَیْهِ لَاسْتَهَمُوْا عَلَیْهِ، وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی التَّهْجِیْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَیْهِ، وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَافِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"اَلْاِسْتِهَامُ" : اَلْاِقْتِرَاعُ۔ "وَالتَّهْجِیْرُ" : اَلتَّبْکِیْرُ اِلَی الصَّلٰوةِ۔

۱۰۳۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر لوگ جان لیں اس فضیلت کو جو اذان دینے اور پہلی صف میں ہے تو پھر وہ کوئی چارہ نہ پائیں سوائے اس کے کہ وہ قرعہ اندازی کریں۔ اگر لوگ جان لیں جو کچھ اوّل وقت میں فضیلت ہے تو ضرور اس کی طرف دوڑ کر آئیں اور اگر لوگ جان لیں جو عشاء اور صبح کی نماز کی فضیلت ہے تو ضرور ان دونوں میں آئیں خواہ ان کو گھٹنوں کے بل ہی چل کر آنا پڑے۔ (بخاری و مسلم)

اَلْاِسْتِهَامُ: قرعہ اندازی۔

التَّهْجِیْرُ: نماز کی طرف جلدی آنا۔

لو یعلم الناس! طیبی کہتے ہیں۔ یہاں ماضی کی بجائے مضارع لائے تا کہ اس کو اس چیز کے قائم مقام رکھیں جس کی طرف وہ بلاتا ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر لوگ ایک دوسرے سے بڑھنے کی دوڑ لگائیں تو ان پر واجب ہو جائے گی اور استمرار علم کا فائدہ دے پس مناسب ہے کہ وہ ایک حالت پر رہے۔ ما فی النداء! اذان مراد ہے۔ من بیانیہ ما کی وجہ سے حذف کر دیا۔ الصف الاول! سے امام سے قریب صف اول اگر چہ وہ کعبہ کے قریب کھڑے لوگوں کی بنسبت دور ہو اگر امام والی جانب مقتدی کعبہ کے قریب ہو جائے تو اس کی نماز ختم ہو جائے گی (تحفۃ ہیثمی و ایضا ہدایہ) بقول ہیثمی تو صف اول کی فضیلت قرآن مجید سننے اور قرأت پر تامین کے لئے ہے اور جب امام کو خلیفہ کی ضرورت ہو تو وہ امام کی خلافت کر سکے اور نماز کی حالت کو نقل کرے اور لوگ اس کو مان لیں اور پھر تیسری سے دوسری صف افضل ہے۔ ثم! یہ تراخی مرتبہ کے لئے ہے۔ استہام قرعہ ڈالنے کو کہا جاتا ہے۔ اذان وصف اول کی فضیلت کی حاصل کرنے کے لئے قرعہ ڈالتے۔ علیہ کی مفرد ضمیر ما کی طرف راجع ہے۔ ایک واقعہ برماوی نے نقل کیا کہ جنگ قادسیہ میں جب فتح ہوئی مسلمان کفار کو دھکیلتے چلے گئے یہاں تک کہ تکمیل فتح تک ظہر کا وقت ہو گیا۔

اذان ظہر کے لئے ہر ایک تیار تھا۔ تلواریں نکل آئیں۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قرعہ اندازی کرائی جس کا نام آیا اس کو اذان کا حکم فرمایا۔ **ولو یعلمون!** اس میں قرعہ کی ضرورت اس لئے نہیں کہ وقت میں وسعت ہے اور اس میں طاعت کی مسارعت کا ثواب ہے۔ **العتمۃ!** یہ غروب شفق کے بعد آخر ثلاث اول تک کا وقت ہے اور رات کا عتمہ اس وقت ہے جب شفق کی روشنی ختم ہو کر رات کا پہلا اندھیرا چھا جائے۔ یہاں نماز عشاء مراد ہے۔

ایک اشکال: اس لفظ کی ممانعت سے پہلے کی روایت ہے یا نہی تنزیہ کے لئے تحریم نہیں یا اس وہم کو دور کرنے کے لئے مغرب کو عشاء نہ خیال کر لیں اور مطلوب فوت ہو جائیں۔ پس بڑے مفسدہ سے بچانے کے لئے خفیف کو اختیار کیا۔ **لا توھما!** یعنی اگر لوگوں کو ان اوقات کی نمازوں کا علم ہوتا تو ہر ممکن طریقہ سے وہ آتے۔ **ولو حبوا!** ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلنا یا گھسٹ کر چلنا۔ **التھجیر!** نماز میں جلدی کرنا۔

**تخریج:** أخرجه مالك (١٥١) واحمد (٣/٧٢٣٠) والبخاری (٦١٥) و مسلم (٤٣٧) والنسائي (٥٣٩) وابن حبان (١٦٥٩) وابو عوانة (١/٣٣٢) وابن خزيمة (٣٩١) والبيهقي (١/٤٢٨) و عبدالرزاق (٢٠٠٧)

**الفوائد:** ① اذان کا فائدہ اور عظیم ثواب ذکر کیا گیا ہے اسی طرح مؤذن' صف اول' تکبیر اولیٰ' جماعت کی حاضری کی فضیلت کا مذکور ہے ② نماز صبح' مغرب وعشاء کی خاص فضیلت ذکر کی گئی تا کہ ان میں سستی نہ ہو۔ یہ نمازیں خصوصاً لوگوں پر گراں ہیں۔

١٠٣٤ : وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "الْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۳۴: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''اذان دینے والوں (یعنی موذن) کی قیامت کے دن سب سے زیادہ لمبی گردنیں ہوں گی''۔ (مسلم)

**اطول الناس اعناقا!** یہ عنق کی جمع ہے۔ اس کا معنی یہ ہے: (۱) تمام لوگوں کی نسبت رحمت الٰہی کی طرف زیادہ جھانکنے والے ہوں گے پس مطلب یہ ہوا کہ اذان کا کثیر ثواب دیکھیں گے (۲) نضر بن شمیل کہتے ہیں جب لوگ پسینے کی لگام ڈالے جائیں گے تو ان کی گردنوں کو لمبا کر دیا جائے گا تا کہ پسینے کے دکھ سے بچ جائیں۔ (۳) وہ سردار ہوں گے اہل عرب سردار کو طویل العنق کہتے ہیں۔ (۴) متبعین کے لحاظ سے زیادہ ہوں گے۔ (۵) ابن الاعرابی کہتے ہیں اعمال کے لحاظ سے بڑھے ہوں گے۔ (۶) ابوبکر بن داؤد نے کہا قیامت کے دن لوگوں کو پیاس لگے گی اور پیاسے کی گردن پھٹ جاتی ہے۔ مگر موذنین کو پیاس ہی نہ لگے گی۔ ان کی گردنیں بلند رہیں گی۔ قاضی عیاض کہتے ہیں تیز چلنے کو سیر العنق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (٣٨٧) وابن ماجه (٧٢٥)

**الفوائد:** ① مؤذن جس کا مقصود رضاء الٰہی ہو وہ قیامت کے دن خوف سے محفوظ کر دیا جائے گا۔

۱۰۳۵ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ صَعْصَعَةَ اَنَّ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَهٗ : "اِنِّیْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِیَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِیْ غَنَمِكَ اَوْ بَادِیَتِكَ۔ فَاَذَّنْتَ لِلصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَآءِ فَاِنَّهٗ لَا یَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ" وَلَا اِنْسٌ ، وَلَا شَیْءٌ ، اِلَّا شَهِدَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ اَبُوْسَعِیْدٍ :سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ - رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۰۳۵: حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے کہا:" میں تمہیں دیکھتا ہوں تم بکریاں اور جنگل پسند کرتے ہو لہٰذا جب تم اپنی بکریوں میں ہو اور نماز کے لئے اذان دو تو اذان میں اپنی آواز کو بلند کرلو موذن کی آواز کی حد تک ۔ جو بھی جن' انسان یا کوئی اور چیز اس کو سنے گی تو قیامت کے دن اُس کی گواہی دیں گے۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ۔ (بخاری)

عبداللہ بن عبدالرحمان! یہ مازن قبیلہ سے متعلق ہیں ۔ان سے ان کے بیٹے عبدالرحمان' محمد سے روایت لی ہے۔ بخاری' ابو داؤد' ابن ماجہ نے ان کی روایت کی تخریج کی ۔حافظ نے ان کو مدنی انصاری' کبار تابعین میں شمار کیا ( تقریب )البادیہ!اس سے خلاف قیاس پر ہی اسم منسوب بنے گا ۔جمع بوادِ ہے۔ فاذنت للصلاۃ!اذان کا ارادہ کرے۔ فارفع صوتک!اتنی جس سے تمہارے گلے کو ضرر نہ پہنچے ۔مدی!انتہا و غایت ۔تورپشتی کہتے ہیں بلندی آواز میں حکمت یہ ہے کہ جہاں تک آواز پہنچے گی تو ہر چیز گواہی دے گی۔ بلند آواز کرنے میں پوری کوشش صرف کرے۔ جب آخری چیز گواہی دے گی تو قریب والی تو بدرجہ اولی دے گی۔ جن ولا انس!ان پر اکتفاء اس لئے کیا کہ دونوں مکلف ہیں ۔ ولا شئی!اس سے مراد فرشتہ ہے یا عاقل و غیر عاقل ہر چیز مراد ہے۔ حیوانات و جمادات یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے۔ الا شھد له یوم القیامة! شہادت کا فائدہ فضیلت موذن کو پھیلانا اور اس کے بلند درجے کو ظاہر کرنا ہے۔ ابن حجرؒ نے لکھا کہ اس شہادت میں راز یہ ہے وہ گواہی عالم الغیب والشہادۃ کی بارگاہ میں ہوگی۔ آخرت کے احکام اسی طرح جاری ہوتے ہیں جس طرح دنیا میں مخلوق کے احکام چلتے ہیں مثلاً دعویٰ کا پیش ہونا جواب دعویٰ پھر شہادت (ابن المنیر )سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم!اس سے کون سا کلام مراد ہے۔ بعض نے انه لا یسمع! تا آخر مراد لیا اور تذکرہ غنم کو موقوف قرار دیا۔غزالی اور رافعی نے تمام مرفوع قرار دیا حافظ کا اشارہ اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه مالك (١٢٥) وأحمد (٣/١١٣٠٥) والبخاری (٦٠٩) والنسائی (٦٤٣) وابن حبان (١٦٦١) وابن خزیمة (٣٨٩) والحمیدی (٧٣) و عبدالرزاق (١٨٦٥)

**الفوائد** : ① اذان میں خوب آواز کو بلند کرنا چاہیے کہ نمازی کثرت سے آئیں ② دیہات میں علم کی روشنی کے ساتھ جبکہ شہر فتن سے پر ہو رہنا درست ہے ③ اکیلے آدمی کو بھی اذان دے دینی چاہیے تا کہ فرشتے شریک جماعت ہوں۔

۱۰۳۶ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اِذَا نُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَا یَسْمَعَ التَّاْذِیْنَ ، فَاِذَا قُضِیَ النِّدَآءُ اَقْبَلَ حَتّٰی اِذَا ثُوِّبَ

بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ حَتّٰى اِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ يَقُوْلُ : اُذْكُرْ كَذَا - وَذْكُرْ كَذَا - لِمَا لَمْ يَذْكُرْ مِنْ قَبْلُ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ مَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلتَّثْوِيْبُ" اَلْاِقَامَةُ۔

۱۰۳۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور اس کی ہوا خارج ہوتی ہے تا کہ وہ اذان نہ سنے۔ جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو واپس لوٹتا ہے یہاں تک کہ تکبیر پوری ہوتی ہے تو پھر واپس لوٹتا ہے تا کہ آدمی اور اُس کے دل میں وسوسہ ڈالے۔ وہ یوں کہتا ہے: فلاں چیز کو یاد کرو فلاں چیز کو یاد کرو جو اس سے پہلے اس کو یاد نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ آدمی کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھیں؟ (بخاری و مسلم)

"التثویب": اقامت۔

**اذا نودی بالصلاۃ!** یہ مسلم و نسائی کے الفاظ ہیں بخاری میں ما کی بجائے لازم ذکر کیا ہے۔ دونوں ہم معنی ہیں۔ **ادبر الشیطان!** یہ جملہ اسمیہ حالیہ ہے جیسا یہ ارشاد: ﴿اهبطوا بعضكم لبعض عدو﴾ **ضراط!** عیاض کہتے ہیں یہ ظاہر پر ہے کیونکہ وہ بھی غذاء والا جسم نامی ہے۔ مگر اصمعی نے تیز دوڑنے سے کنایہ قرار دیا۔ طیبی کہتے ہیں شیطان کے اذان سن کر مدہوش ہونے کی کیفیت کو ذکر کیا کہ اس کے کانوں اور کسی چیز کو سنتے ہی نہیں پھر قباحت کے لئے اس کو ضراط سے تعبیر کیا۔ ظاہر سے معلوم ہوتا ہے یہ ابلیس ہے اور ممکن ہے ہر شیطان متمرد مراد ہو۔ **حتی لا یسمع التاذین!** اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ (۱) وہ جان بوجھ کر ضراط نکالتا (جیسا گدھا ڈر سے بھاگتے وقت) ہے تا کہ اذان کی آواز نہ سنائی دے یا (۲) اذان کی توہین کے لئے کرتا ہے جیسا بیوقوف کرتے ہیں۔ (۳) وہ جان بوجھ کر کرتا ہے مگر اذان سے اس پر شدت خوف طاری ہوتا ہے جس کے سبب یہ آواز پیدا ہوتی ہے۔ (۴) وہ قصداً کرتا ہے تا کہ نماز کے مناسب طہارت کا مقابلہ حدث سے کرے۔ حدیث مسلم میں اس کے لئے حصاص کا لفظ بھی آیا ہے۔ اصمعی کا قول تائید کرتا ہے۔ روایت مسلم میں دور بھاگنے کو مقام روحاء جو ۳۶ میل ہے سے تعبیر کیا۔ حافظ نے اس کو ابن راہویہ کی بنسبت معتمد قرار دیا۔ **حتی یخطر!** اس کا معنی وسوسہ ڈالنا یہ فطر البعیر سے ہے جب اونٹ اپنی دم رانوں پر مارے۔

برماوی کا قول: شیطان کے اذان سے بھاگنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کلمہ توحید پر لوگوں کا اتفاق اسی عقائد اور اقامت شعائر دیکھ کر بھاگتا ہے۔ نماز شروع ہونے پر واپس لوٹتا ہے کیونکہ اس کا غالب حصہ پوشیدہ اور مناجات ہیں۔ اس لئے اس کے کرنے والے کو بگاڑنے کے لئے راہ پالیتا ہے یا کم از کم اس کے خشوع کو بگاڑ دیتا ہے۔ بعض نے کہا اذان کے وقت وہ اس لئے بھاگتا ہے تا کہ ابن آدم کے حق میں گواہی پر مجبور نہ کیا جائے۔ **بین المرء و نفسه!** موقعہ کا تقاضا یہ ہے کہ نفس مرء سے الگ ہو۔ پس مراد یہ ہوگی **بینه و بین قلبه!** جیسا دوسرے مقام پر **ان الله یحول بین المرء و قلبه۔!** بخاری میں اسی طرح ہے۔ **من قبل!** نماز میں شروع ہونے سے پہلے۔ **حتی یظل الرجل!** یہ یصیر کے معنی میں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اسے بھلاتا ہے۔ روایت میں حتیٰ

کا لفظ پانچ مرتبہ آیا ہے۔ پہلا' چوتھا' پانچواں توکی کے معنی میں ہے۔

**اَللُّغَوِیَّۃ**: جملہ شرطیہ پر ما داخل ہو تو علت کو بیان کرتا ہے۔ **تثویب**: سے مراد یہاں اقامت ہے۔ خطابی نے اسی کو راجح کہا ہے اگر اذان واقامت کے درمیان تثویب مکروہ ہے۔ ائمہ احناف بھی اس کو درست قرار نہیں دیتے۔

**تخریج**: أخرجه مالك (١٥٤) واحمد (٣/٨١٤٥) والبخاری (٦٠٨) و مسلم (٣٨٩) والنسائی (٦٦٩) وابن حبان (١٦) و ابو داود (٥١٦) و ابو عوانة (١/٣٣٤) والطیالسی (٢٣٤٥) والدارقطنی (١/٣٧٣) وابن ابی شیبة (١/٢٢٩) والبیهقی (٢/٣٢١)

**الفوائد**: ① اذان کی خصوصی فضیلت صرف اذان سے ہی مل سکتی ہے ② اذان سے شیطان پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے کیونکہ اذان دیتے ہوئے وہ وسوسہ نہیں ڈال سکتا پس بھاگ جاتا ہے۔

١٠٣٧ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :"اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا' ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ' فَمَنْ سَاَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ – رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١٠٣٧: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم مؤذن کو سنو (اذان دیتے ہوئے) تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو اس لئے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لئے وسیلے کا سوال کرو' یہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ میں ہی وہ بندہ ہوں۔ پس جس نے میرے لئے وسیلے کا سوال کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ (مسلم)

**فقولوا مثل ما یقول**: جواب کا تعلق اذان سننے پر ہے۔ دوسرے پر جواب لازم نہیں۔ قلقشندی نے کہا یہ قید غالب کے اعتبار سے ہے۔ پہلے مؤذن کی اذان کا جواب مختار ہے کیونکہ امر تکرار کا مقتضی نہیں۔ باقی افضل متابعت میں ہے۔ اس میں تخصیص اوّل کے متعلق مذکور نہیں۔ ابن عبدالسلام کہتے ہیں سبب متعدد ہیں ہر ایک کو جواب دے۔ البتہ پہلے کی اجابت افضل ہے مگر صبح و جمعہ میں۔ ابن سیدالناس مؤذن کی فراغت کے بعد کہے۔ مگر روایات ساتھ ساتھ ادا کرنے کا کہتی ہیں۔ کرمانی نے یہاں مثل ما یقول کہا گیا ہے مثل ما قال نہیں کہا کیونکہ وہ ہر کلمہ کے بعد اسی جیسے کلمے سے جواب دے رہا ہے۔ عام علماء شوافع ہر کلمہ کے بعد کلمہ کو مستحب کہتے ہیں کیونکہ فا تعقیب وارد ہے مگر یہ حدیث ظاہر کرتی ہے یہ کلمات مؤذن کی حکایت ہے۔ حنابلہ کا قول یہی ہے جمہور و شافعیؒ کہتے ہیں کہ سننے والا حی علی الصلاح و الفلاح کے وقت لاحول ولاقوۃ پڑھے کیونکہ حدیث معاویہ اور ابن عمر

رضی اللہ عنہما میں خاف مذکور ہے جو اس کو خاص کرتا ہے۔ البتہ اگر وہی الفاظ کہہ دیتے تو ثواب حاصل ہو جائے گا۔ حی علی الصلوٰۃ میں مؤذن کا نماز کی دعوت دینے والا عمل اسی سے خاص ہے جو موقلہ سے مؤذن کے لئے تو چھوٹ جائے گا۔ قولوا کے الفاظ سے طحاوی، خطابی اور عیاض وجوب جواب کے قائل ہیں۔ ثم صلوا علی! عرفی اجابت کے بعد یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ من صلی علی! جو صیغہ احادیث میں وارد ہوئے۔ صلی اللہ علیہ بھا عشرا! دس مرتبہ رحمت سے بدلہ دیتے ہیں۔ اس سے درود شریف کا شرف ثابت ہوتا ہے۔ اس کا بدلہ ذکر الٰہی کی طرح قرار دیا۔ فرمایا: ﴿فاذکرونی اذکرکم﴾! حدیث قدسی میں ہے: انا عند ظن عبدی بی ان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاءٍ خیر منہ! یہ مقدار اس سے زائد ہے جو اس آیت سے ثابت ہے: ﴿من جاء بالحسنہ فلہ عشر امثالھا﴾! ہر فرد کو شامل ہے۔ ثم سلوا اللہ! ثم سے اشارہ کیا دعا کو ثناء باری تعالیٰ سے شروع کرنا اور پھر درود شریف اور دعا خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو۔ الوسیلہ! یہ جنت کا بلند مقام ہے۔ الا لعبد! عبودیت میں کامل بندہ۔ تنوین عظمت کے لئے ہے۔ ارجوا ان اکون انا! کتاب سنت میں رجاء کے الفاظ وجوب وقوع کو ثابت کرتے ہیں اس میں تخلف نہیں۔ سال اللہ! یعنی میرے لئے دعا وسیلہ کی وہ میری شفاعت کا حقدار بن گیا۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۲/۶۵۷۹) و مسلم (۳۸۴) و ابو داود (۵۲۳) والترمذی (۳۶۱۴) والنسائی (۶۷۷) وابن حبان (۱۶۹۰) وابن خزیمة (۴۱۸) وابن ابی شیبة (۱/۲۲۶) و ابو عوانة (۱/۳۳۶) والبیهقی (۱/۴۰۹)

**الفوائد**: ① مؤذن کا انہی کلمات سے جواب مستحب ہے۔ فراغت کے بعد درود شریف اور پھر دعائے وسیلہ ② جو دعا کرتا رہے گا وہ شفاعت کا حقدار ہو جائے گا۔

۱۰۳۸ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ''اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا کَمَا یَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

**۱۰۳۸**: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

النداء! اذان، اقامت دونوں کا حکم یکساں ہے۔ کما یقول المؤذن! مؤذن کے قول کی طرح۔ مؤذن کا لفظ مدرج نہیں جیسا ابن وضاح کو وہم ہوا۔

**تخریج**: أخرجه مالك (۱۵۰) واحمد (۴/۱۱۸۶۰) والبخاری (۶۱۱) و مسلم (۳۸۳) و ابو داود (۵۲۲) والترمذی (۲۰۸) والنسائی (۶۷۲) وابن ماجه (۷۲۰) وابن حبان (۱۶۸۶) والدارمی (۱/۲۷۲) وابن خزیمة (۴۱۱) و عبدالرزاق (۱۸۴۲) وابن ابی شیبة (۱/۲۲۷) و ابو عوانة (۱/۳۳۷)

**الفوائد**: ① اذان کے انہی کلمات کو دہرانا مسنون ہے البتہ حی علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح پر لاحول ولا قوۃ پڑھا جائے۔

۱۰۳۹ :وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَآءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِيْلَةَ ، وَالْفَضِيْلَةَ ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ، حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۰۳۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اذان سن کر یہ دعا کی: "اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ ......" "اے اللہ! جو اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کا رب ہے تو محمد (ﷺ) کو مقام وسیلہ اور فضیلت عنایت فرما اور ان کو مقام محمود پر مقرر فرما جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے۔" اس کو میری شفاعت قیامت کے دن حلال ہوگی۔ (بخاری)

یسمع النداء! یہ تسمع بالمعیدی خیر من ان وتراہ کے قبیل سے ہے اور اجابت اذان اس کے کہنے کے بعد ہوگی نہ کہ پہلے۔ اللھم رب! رب ماقبل کا بدل ہے وصف نہیں (۲) اہتمام کے لئے نداء کو دوبارہ لائے۔ الدعوۃ! سے اذان واقامت مراد ہے۔ التامہ! نقص کے سرایت کرنے سے محفوظ ہے کیونکہ وہ فوائد کو جامع ہے۔ (۲) کمال وتمام کے اعتبار سے وہی تام کہلانے کی حقدار ہے ورنہ دنیا تو نقص وفساد کا نشانہ ہے۔ (۳) وہ تغیر سے محفوظ ہے اور قیام تک باقی رہنے والی۔ رب هذه الدعوة! کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس وصف کا حقدار ہے۔ والصلاة القائمه! وہ جو کہ عنقریب قائم ہوگی۔ (۲) جو باقی رہنے والی ہے اس میں تبدیلی نہیں اور نہ نسخ ہے۔ آت! یہ اعط کے معنی میں ہے دو۔ الوسیلہ! جس سے قرب حاصل کیا جائے۔ یہاں اس سے مراد حدیث مسلم میں جو مذکور ہے وہ ہے۔ بیضاوی نے کہا وہ اس ارشاد میں مذکور ہے: ﴿یایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰه وابتغوا الیه الوسیلة﴾ الوسیلة! یعنی جس کے ذریعہ تم اس کے ثواب تک پہنچتے اور اس کا قرب فعل طاعات اور ترک معاصی سے کرتے ہو اور حدیث میں ہے کہ وسیلہ جنت کے ایک مقام کا نام ہے۔ الفضیلة! مخلوق سے زائد مرتبہ۔ وابعثه! یہ اعط کے معنی میں ہے۔ مقاماً محمود یہ مفعول بہ یا مفعول فیہ بن سکتا ہے۔ (۲) یہ صاف کشاف ظرف کی وجہ سے نصب مانا ہے ای فیقیمك مقاماً یا یبعثك! میں یقیمك! کا معنی متضمن ہے یا حال ہے ای ذا مقام محمودا! اس کو نکرہ تو تفخیم کے لئے لایا گیا ہے۔ الذی وعدته! اپنے اس ارشاد سے: ﴿عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا﴾! مفسرین کا اس پر اجماع ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عسی وجوب کے لئے ہے۔ اسم موصول الذی ماقبل سے بدل ہے۔ حلت له شفاعتی! اس کو خاص طور پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔ اس میں کہنے والے کو اسلام پر موت کی خوشخبری دی گئی ہے کیونکہ ایمان پر موت کے بغیر شفاعت نہیں۔

**تخریج** : أخرجه احمد (۵/۱۴۸۲۳) والبخاری (۶۱۴) و ابو داود (۵۲۹) والترمذی (۲۱۱) وابن حبان (۱۶۸۹) وابن خزیمة (۴۲۰) والبیهقی (۱/۴۱۰)

**الفوائد** : ① اذان کے بعد یہی دعا افضل ہے جو یقین سے کرتا رہے اس پر شفاعت کا وعدہ ہے ② اذان کا وقت قبولیت دعا کے اوقات سے ہے اسی پر آمادہ کیا گیا۔

۱۰۴۰ :وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ :"مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ' رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا ' غُفِرَ لَهٗ ذَنْبُهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۴۰: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جس نے مؤذن سے اذان سن کر یہ کلمات کہے: "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ......''۔''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں' میں اللہ کے رب ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔'' اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔(مسلم)

**وقاص!** یہ مالک کی کنیت ہے۔**انه قال!** یہ ان ہوتو **عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم!** سے بدل الاشتمال ہے(۲) اگر کسرہ ہو تو تقدیر عبارت یہ ہے۔**قال سعد بیانا لقوله عن النبی انه قال۔ من قال!**(۱) یہ موذن کا مقولہ ہوتو یقول مقدر کا مفعول ہوگا یہ کثیر الاستعمال ہے۔(۲) موذن کا سامع جو کہتا ہے اس قسم سے ہو۔نووی کہتے ہیں یہ موذن کے قول کے جواب میں یہ کلمات کہے جائیں۔ پھر کہے :**رضیت باللّٰه ربًا۔**!ربا یہ مفعول بہ سے تبدیل شدہ تمیز ہے اور رسولاً بھی اسی طرح۔ایک روایت میں رسولاً کی بجائے نبیاً ہے احتیاط دونوں کو جمع کر لیا جائے۔جیسا دعا عرفہ میں ظلماً کثیراً کبیراً۔**غفر له ذنبه!** اس سے صغائر ہی مراد ہیں۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۱/۱۵۶۵) و مسلم (۳۸۶) و ابو داود (۵۲۵) والترمذی (۲۱۰) والنسائی (۶۷۸) وابن ماجه (۷۲۱) وابن حبان (۱۶۹۳) وابن ابی شیبة (۱۰/۲۲۶) وابو عوانة (۱/۳۴۰) وابن خزیمة (۴۲۱) والبیهقی (۱/۴۱۰) والبزار (۱۱۳۰) و ابو یعلی (۷۲۲)

**الفوائد**: ① دعاوسیلہ شفاعت والوں میں شمار کا ذریعہ ہے ② مغفرت گناہ کا باعث ہے۔

۱۰۴۱ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَلدُّعَآءُ لَا یُرَدُّ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۰۴۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔''(ابوداؤد' ترمذی)

یہ حدیث حسن ہے۔

**لا یرد:** یہ فعل مجہول ہے دعا رد نہیں کی جاتی۔ **بین الاذان والاقامۃ:** یہ ظرف ہے جو محل حال میں واقع ہے۔ مزید اہتمام کے لئے مقدم لائے اور اس کے کرنے پر ابھارا گیا ہے۔ ترمذی نے نقل کیا اس وقت یہ اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت مانگنی چاہئے۔ کتاب الدعوت ترمذی یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے مگر کثرت طرق نے ضعف میں کمی آ گئی۔

**تخریج** : أخرجه احمد (١٢٣٥٦) و ابو داود (٥٢١) والترمذى (٢١٢) وابن حبان (١٦٩٦) وابن خزيمة (٤٢٧) وابن ابى شيبة (١٠/٢٢٦) و عبدالرزاق (١٩٠٩) والبيهقى (١/٤١٠) والنسائى (٩٨٩٦)

**الفوائد** : ① اذان و اقامت کے درمیان دعا کی قبولیت کا وقت ہے دعا کرنی چاہئے ② یہ دعا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے لوٹائی جائے گی۔

# دلیل الفالحین

شرح اردو

# ریاض الصالحین

جلد چہارم

تالیف

محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی

المتوفی سنة ١٠٥٧ھ


تحقیق

عصام الدین الصبابطی

مترجم

مولانا شمس الدین صاحب



ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸- اردو بازار لاہور پاکستان

# دليل الفالحين

شرح اردو

# رياض الصالحين

جلد چہارم


تالیف: محمد بن علان الصدیقی الشافعی الأشعری المکی

مترجم: مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: عصام الدین الصبابطی


اس ترجمہ کی چند نمایاں خصوصیات

★ تمام احادیث کا آسان و عام فہم ترجمہ ★ احادیث کے حل طلب مسائل کی بہترین و دلکش تشریح

★ دور جدید کے مسائل کا بہترین حل ★ حل اللغات' نحو وغیرہ کے عنوانات سے آسان تشریح

★ ہر مسئلے پر فقہا کی آراء ★ آیات قرآنیہ مکمل حوالوں کے ساتھ ★ ہر حدیث کی مکمل و مدلل تخریج

★ "الفوائد" کے عنوان سے حدیث میں بیان کیے گئے ارشادات نبویہ ﷺ کا مختصر خلاصہ


ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان

Ph:7211788-7231788

نام کتاب ............ دَلِيْلُ الْفَالِحِيْن شرح اردو رِيَاضُ الصّٰلِحِيْن

تالیف: ............ مُحَمَّد بن عَلَّان الصِّدِّيقِي الشَّافِعِي الأَشْعَرِي المَكِّي

مترجم ............ مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: ............ عِصَامُ الدِّين الصَّبَابطِي

طابع ............ خالد مقبول

مطبع ............ آر۔ آر۔ پرنٹرز

**ملنے کے پتے**

❖ ... مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ☎ 7224228

❖ ... مکتبہ علوم اسلامیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور ☎ 7221395

❖ ... مکتبہ جویریہ ۱۸- اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان ☎ 7211788

# فہرست

## کتاب الاعتکاف

### اعتکاف کی فضیلت

## کتاب الاعتکاف

## کتاب الحج

## کتاب الجهاد



## کتاب العلم



## کتاب حمد الله تعالٰی و شکره



## کتاب الصلوٰة



## کتاب الاذکار

## كتاب الدعوات

# ۱۸۷ :بَابُ فَضْلِ الصَّلَوَاةِ

## بَاب: نمازوں کی فضیلت

الصلاۃ! فرض۔نفل موقت اورذی السبب اور مطلق مؤکد سب کو شامل ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [العنكبوت:٤٥]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔'' (العنکبوت)

الفحشاء! سخت قسم کی معصیت۔ المنکر! جو شرعی اعتبار سے منکر ہو۔ نماز کا یہ اثر اس وقت ہے جب اس کی مواظبت کرے تو یہ ترک معصیت پر آمادہ کرتی ہے (۲) جب تک آدمی نماز میں مصروف ہو۔ حدیث میں ہے فرمایا: جس کی نماز نے اس کو منکر و فحشاء سے نہ روکا تو وہ اللہ تعالیٰ سے دوری کا ذریعہ بنے گی۔ (۳) نماز کی رعایت فحشاء ومنکر سے روکنے کی طرف کھینچتی ہے جیسا حدیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی گئی کہ ان فلانا یصلی اللیل فاذا اصبح سرق فاسینھا ما تقول۔

۱۰۴۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : ''اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ؟'' قَالُوْا : لَا يَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ قَالَ: ''فَذٰلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۴۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر کسی کے دروازے پر نہر ہو' جس سے وہ پانچ مرتبہ دن میں غسل کرتا ہو' کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہ جائے گی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اس کے جسم پر کوئی میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی حال پانچ نمازوں کا ہے' اللہ تعالیٰ ان سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ ارایتم! یعنی مجھے بتلاؤ۔ لو ان نھرًا! یعنی اگر ثابت ہو کہ ایک نہر کیونکہ لو فعل پر داخل ہوتا ہے اس کا جواب محذوف ہے۔ لما بقی من درنہ شی۔ نھر! کی جمع انہار ہے جیسے شعر جمع اشعار' سبب جمع اسباب وغیرہ (المصباح) خمس مرات! یہ یغتسل کا مفعول مطلق ہے: ای خمس اغتسالات! (۲) مقدر ہو خمس مرات من الاغتسال۔ لا یبقی من درنہ شئی! حذف کی بجائے جواب کو مزید توضیح کے لئے صراحۃً ذکر کیا۔ فکذلک مثل الصلوات الخمس! پانی میں گھسنے والے کی جس طرح میل اتر جاتی ہے اسی طرح پانچوں نمازیں معنوی میل کو اتار دیتی ہیں۔ یمحو اللّٰہ بھن! یہ وجہ شبہ ہے کہ ان کے سبب سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتے ہیں۔ یہ تمثیل تاکید کے لئے ہے۔ گویا معقول کو محسوس کر کے دکھایا۔ خطایا!

سے مراد صغائر ہیں اور یہ دران کی تشبیہ سے بھی واضح ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۳/۸۹۳۳) والبخاری (۵۲۸) ومسلم (۶۶۷) والترمذی (۴۶۷۷) والنسائی (۴۶۱) والدارمی (۱/۲۶۸) وابن حبان (۱۷۲۶) وأبو عوانة (۲/۲۰) والبیهقی (۱/۳۶۱)

**الفوائد** : ① نماز سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ان کی مواظبت تمام گناہوں اور غموں سے نجات دلاتی ہے۔ ② اس میں ایسی سعادت ہے کہ اور کوئی عبادت اس کے ہم پلہ نہیں ③ تقریب فہم کے لئے امثلہ بیان کرنی چاہئے ④ نہر کی مثال انتہائی شاندار مثال ہے۔

۱۰۴۳ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ غَمْرٍ جَارٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
"اَلْغَمْرُ" بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ : اَلْكَثِيْرُ۔

۱۰۴۳: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانچ نمازوں کی مثال اس جاری گہری نہر کی طرح ہے' جو تم میں سے کسی ایک کے دروازے پر ہو اور وہ اس سے ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔" (مسلم)

اَلْغَمْرُ: غین کی زبر کے ساتھ اس کا معنی زیادہ اور گہری ہے۔

**تشریح** ۞ قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم! نماز کا شرف واضح کرتے ہوئے فرمایا۔ مثل الصلوات! نمازوں کی حالت اپنی عظمت وغرابت کی وجہ سے اس واقعہ کی طرح ہے جس کو بیان کیا جائے۔ کمثل نهر! گزشتہ روایت میں وجہ شبہ ذکر کر دی گئی نمازیں اور ڈ یکی میل کا ازالہ کرتی ہیں۔ الغمر! کثیر پانی' آ گے بڑھنے والا گھوڑا۔ سخی آدمی۔ اگر غین کا کسرہ ہو تو کینہ پیاس اور ضمہ سے نو آزمودہ آدمی کو بھی کہتے ہیں۔ باب الرجاء میں مزید شرح دیکھیں۔

**تخریج** :اخرجه أحمد (۳/۹۵۱۰) مسلم (۶۶۸) والدارمی (۱/۲۶۷) وأبو عوانة (۲/۲۱) وابن أبی شیبة (۳۸۹) وابن حبان (۱۷۲۵)

**الفوائد** : ① پانچ نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں۔ صغائر سے نمازی اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسا پانچ وقت غسل کرنے والا۔

۱۰۴۴ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنَ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى : "اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ، اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" فَقَالَ الرَّجُلُ : اِلَيَّ هٰذَا؟ قَالَ : "لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۴۴: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی آدمی نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس کی اطلاع دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿أَقِمِ الصَّلٰوةَ ...... ﴾ آخر تک۔ اور تم نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ اوقات میں بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کرنے والی ہیں۔'' اس آدمی نے کہا: کیا فقط یہ میرے لئے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری تمام امت کے لئے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ان رجلاً! ایک آدمی نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ یہ صغیرہ گناہ ہے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿اقم الصلاة طرفي النهار﴾ طرفی النہار سے صبح و شام۔ زلفاً من اللیل! رات کی گھڑیاں۔ بعض نے عشاء یا مغرب و عشاء مراد لی ہیں۔ پانچ نمازوں کے وجوب سے پہلے فجر و عصر کی نماز لازم تھی اور رات کا قیام بھی پھر یہ منسوخ ہو گیا۔ ان الحسنات! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلطی کے بعد نیکی کرو وہ اس گناہ کو مٹا دے گی۔ دوسری روایت میں فرمایا: "اذا عملت سيئة فاتبعها حسنة تمحها"۔ ای هذا! کیا یہ میرے تک بس ہے۔ لجميع امتى كلهم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام امت شامل ہے یہ حکم عام ہے۔

**تخریج** : فی باب الرجاء میں تخریج گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۰۴۵ : وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۴۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک' یہ درمیان کے لئے کفارہ ہے۔ جب تک کہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔'' (مسلم)

كفارة ما بينهن! درمیان والے اوقات کے صغائر کو مٹانے والے ہیں۔ یہ کثرت کو ظاہر کرتے ہیں۔

**النحو** : ركب الناس دوابهم' ای كل انسان ركب دابته! یعنی ہر ایک ایک گھوڑے پر سوار ہوا۔ جمع السلامۃ سے مفرد کا معاملہ کیا جا سکتا ہے۔ فعل کو مفرد و جمع دونوں لا سکتے ہیں۔ ما لم تغش الكبائر! جب اس دوران میں کبائر کا ارتکاب اور ان سے توبہ صادقہ نہ ہو۔ یہ جمہور کی واضح دلیل ہے۔ کبائر بلا توبہ معاف نہیں ہوتے باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٢٣٣) والترمذی (٢١٤) والطيالسی (٢٤٧٠) وأحمد (٨٧٢٣)

**الفرائد** : ① پانچوں نمازوں' جمعہ سے جمعہ اور رمضان سے دوسرے رمضان تک کی فضیلت ذکر کی یہ تمام صغائر کا کفارہ ہے۔

١٠٤٦ : وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "مَا

مِنْ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُہٗ صَلٰوۃٌ مَکْتُوْبَۃٌ فَیُحْسِنُ وُضُوْءَ ھَا، وَخُشُوْعَھَا، وَرُکُوْعَھَا، اِلَّا کَانَتْ کَفَّارَۃً لِّمَا قَبْلَھَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَالَمْ تُؤْتَ کَبِیْرَۃٌ وَذٰلِکَ الدَّھْرَ کُلَّہٗ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۴۶: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جس مسلمان پر فرض نماز کا وقت آ جائے پھر وہ اچھے طریقہ (اعضاء کو عمدہ طریقے سے مکمل دھونا) سے وضو کرے اور خشوع (دلی آمادگی) کے ساتھ رکوع کرے تو وہ نماز اس کے لئے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی جب تک کہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے اور یہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہر زمانہ میں رہتا ہے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **مامن!** من سے صلہ عموم کی تاکید کے لئے ہے۔ **امری مسلم!** مسلمان عورت کا بھی یہی حکم ہے۔ **فیحسن وضوء ھا!** جواب نفی کی وجہ منصوب ہے۔ جب کہ وضو کی قدرت ہو۔ **وخشوعھا!** یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو اور کمال کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یہ اضافت کی ہے کیونکہ عمدہ وضو وہی ہے جو فرائض وسنن وآداب کا لحاظ کیا جائے۔ **الذنوب!** یہاں صغائر مراد ہیں۔ **ذلک الدھر کلہ!** اس کو اس لئے لائے تاکہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ طاعات صغائر کو مٹانے والی ہیں اور ہر زمانے میں مٹانے والی ہیں۔ اشرف ازمنہ زمانہ نبوت یا صحابہ رضی اللہ عنہم ہی مراد نہیں تمام زمانوں کو شامل ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۲۸) وابن حبان (۱۰٤٤)

**الفرائد** : ① نماز باجماعت میں جلدی کرنی چاہیے۔ ② وضو بھی اہتمام سے کیا جائے اور نماز کی ادائیگی انتہائی خوب انداز سے ہو تو ایسی نماز کفارہ بن جائے گی۔

# ۱۸۸: بَابُ فَضْلِ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ!

## بَابٌ: نمازِ صبح (فجر) اور عصر کی فضیلت

**الصبح والعصر!** یہ پانچوں میں افضل ترین نمازیں ہیں اور جمعہ کے دن کی خصوصاً دوسرے دنوں سے اور افضل ہیں۔

۱۰۴۷: عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

"اَلْبَرْدَانِ": اَلصُّبْحُ وَالْعَصْرُ۔

۱۰۴۷: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (سرد) پڑھیں وہ جنت میں جائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

اَلْبَرْدَانِ: صبح اور عصر کی نماز۔

**تشریح** ۞ **البردین دخل الجنة!** بردان سے صبح وعصر مراد ہیں اور دخولِ جنت سے ابتداء نجات پانے والے مراد ہوں

اورعدم ارتکاب کبائر کی قید کا بھی لحاظ کیا جائے یا کبیرہ ہو مگر توبہ کرلی یا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بخش دیا۔ (۲) بدلہ کے بعد داخلہ مراد ہو۔ اس میں حسن خاتمہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جنت میں مسلمان ہی داخل ہوگا۔ باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں ذکر ہوئی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱٦٧٣٠/٥) والبخاری (٥٧٤) ومسلم (٦٣٥) والدارمی (۳۲۲/۳۳/۱) وابن حبان (۱۷۳۹) والبیهقی (٤٦٦/۱)

**الفوائد** : ① نماز فجر وعصر کی مواظبت سعادت مندی کی بات ہے ② جو ان دونوں نمازوں کے اوقات کی خبر گیری کر کے ان کو اہتمام سے پڑھتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔

۱۰٤۸ : وَعَنْ أَبِي زُهَيْرٍ عُمَارَةَ ابْنِ رُوَيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "لَنْ يَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا" يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۴۸: حضرت ابوزہیر عمارہ ابن رویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "ہرگز ایسا شخص آگ میں داخل نہ ہوگا جس نے سورج کے طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے نماز ادا کی یعنی فجر اور عصر کی۔" (مسلم)

**تشریح** ۞ صلی اللہ علیہ وسلم۔ زهیر! یہ زہر کی تصغیر ہے۔ یہ ثقفی ہیں ان کا تعلق ثقیف کی شاخ بنوخثیم بن ثقیف سے ہے۔ ان سے ان کے بیٹے ابوبکر اور ابواسحاق سبیعی نے نقل کیا۔ یہ کوفہ میں مقیم ہوئے۔ ۷۰ھ کے بعد تک رہے۔ ان سے مسلم ابوداؤد ترمذی ونسائی نے روایت نقل کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۹ روایات نقل کی ہیں (شرح مشارق لکازرونی) مسلم نے دو روایتیں اور بخاری سے منفرد روایت ذکر کی ہے۔ لن یلج النار! (۱) ہمیشہ کے لئے داخلہ نہ ہوگا یا بالکل داخل نہ ہوگا۔ آگ سے گزرنا اس کے منافی نہیں کیونکہ وہ ورود ہے نہ کہ دخول۔ یہ تاویل کرنے کی وجہ وہ روایت ہے ان من المسلمین من یاتی یوم القیامة وله صلوات وصیام وغیرهما وعلیه ظلامات الناس فیاخذون ذلك منه! بعض نے روزے کے علاوہ کی قید لگائی ہے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے۔ مسلم کی روایت بھی اسی طرح سے مذکور ہے کہ روزہ بھی دوسری عبادات کی طرح ہے۔ لوگوں کے حقوق وصول کیے جائیں گے۔ اگر وہ پورے نہ ہوں گے تو ان کے معاملات کے بدلے اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ پس روزے کے استثناء والا قول کمزور ہے۔ الفجر و العصر! ان دو کو خاص کرنے کی یہ وجہ نہیں کہ پانچوں کے علاوہ جو آدمی ان کو ادا کرے گا وہ آگ میں داخل نہ ہوگا کیونکہ یہ بات تو نص کے خلاف ہے کیونکہ نجات کے لئے ان سمیت بقیہ کو انجام دینا ضروری ہے اور حقوق العباد کی قید وہاں بھی لگائی جائے گی۔ دونوں نمازوں کی ذکر کی اصل وجہ یہ ہے۔ صبح کا وقت نیند ولذت کا ہوتا ہے اور عصر کا وقت دن کے اعمال کی تکمیل کا ہوتا ہے۔ ان دونوں نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام خلوص نفس کی دلیل اور عبادت سے محبت کا ثبوت ہے اور اس سے پانچوں نمازوں کی محافظت لازم آتی ہے۔

جب وہ ان دونوں کو ادا کرنے والا ہے تو بقیہ کی بدرجہ اولیٰ محافظت کرنے والا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نیند اور اس لذت چھوڑنے والے کی تعریف فرمائی۔ ﴿رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله﴾ ﴿كانوا قليلا من الليل ما يهجعون﴾ اور جو اس طرح ہو وہ کبیرہ کا ارتکاب کرے گا نہ صغیرہ کا اور نہ کسی آدمی کا حق تلف کرے گا۔ پس اس صورت میں تو وہ بالکل آگ میں نہ جائے گا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١٧٢٢٠) وابن حبان (١٧٣٨) وابن خزيمة (٣١٨) وابن أبي شيبة (٢/٣٨٦) والبيهقي (١/٤٦٦)

**الفوائد** : ① نمازِ فجر و عصر کی اچھی طرح حفاظت کرنے والا آگ میں نہ جائے گا بشرطیکہ آگ کو واجب کرنے والی حرکات کا ارتکاب نہ کرے۔

۱۰۴۹ : وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَانْظُرْ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَا يَطْلُبَنَّكَ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۴۹ : حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہے پس دیکھ لے اے ابن آدم کہ اللہ تجھ سے ہرگز اپنے ذمہ میں جو چیز ہے اس کے بارے میں باز پرس نہ کرے"۔ (مسلم)

**تشریح** : یہاں راوی نے دادا کی طرف نسبت کر دی۔ باب التحذير من ايذاء الصالحين! میں اس کو ابن جندب بن عبداللہ ذکر کیا۔ حالات ذکر کر آئے ملاحظہ کر لیں۔ من صلى الصبح! دوسری روایت کے مطابق جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی۔ ذمة الله! اس کی حفاظت و نگرانی میں۔ فانظر ابن آدم! اے ابن آدم غور کر لو۔ ایسے شخص پر تعرض نہ کرنا۔ لا يطلبنك الله من ذمته بشي! جواب شرط مقدر ہے۔ اسی لئے تاکید سے لائے۔ شئی کے لفظ سے تعرض سے مزید تحذیر کرنا مقصود ہے۔

**تخریج** : في باب تعظيم حرمات المسلمين۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۰۵۰ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ ، وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْاَلُهُمُ اللّٰهُ – وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ – كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ" وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۵۰ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں رات اور

دن کے فرشتے باری باری آتے جاتے ہیں اور صبح اور عصر کی نماز میں وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر تم میں وہ رات گزارنے والے اوپر چڑھ جاتے ہیں جن سے اللہ پوچھتے ہیں حالانکہ وہ ان کو خوب جانتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں ہم نے ان کو نماز پڑھتے چھوڑا اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ (بخاری و مسلم)

**یتعاقبون فیکم** !ایک جماعت کے پیچھے دوسری جماعت آتی ہے۔

**اَلنَّحْوُ** : جب فعل پہلے آئے تو تثنیہ اور جمع کی ضمیر ظاہر کی جا سکتی ہے جیسا اس روایت میں ہے اور آیت: ﴿فاسروا النجوی﴾ میں بھی اسی طرح۔ دوسروں نے بعد والے اسم کو ضمیر بنایا ہے۔ پہلا قول زیادہ بہتر ہے (الاقتراح السیوطی) واللہ اعلم۔ **ویجتمعون فی صلاۃ الفجر** !فرشتوں کا ان دونوں میں جمع ہونا یہ ایمان والوں کی تکریم ہے کہ ملائکہ کا اجتماع اوقات عبادت وطاعت میں کیا تا کہ وہ خیر کے شاہد بن جائیں۔ **یعوج الذین** !عروج چڑھنے کے معنی میں ہے۔ عیاض کہتے ہیں اکثر مفسرین کا قول زیادہ ظاہر ہے کہ یہ حفظہ الکتاب ہیں۔ بعض نے کہا جملہ ملائکہ سے ہیں۔ **ھم یصلون** !یعنی نماز فجر اور دوسرے **یصلون** سے نماز عصر مراد ہے۔

**تخریج** : اخرجه مالك (٤١٣) واحمد (٣/١٠٣١٣) والبخاری (٥٥٥) و مسلم (٦٣٢) والنسائی (٤٨٤) وابن حبان (١٧٣٦)

**الفوائد** : ① دونوں نمازوں اور ان کے اوقات کے شرف کو ظاہر کیا گیا۔ بعض روایات سے صبح رزق کی تقسیم اور شام کو اعمال کا چڑھنا معلوم ہوتا ہے جو اس وقت عبادت میں مشغول ہوگا اس کے رزق میں برکت پڑ جائے گی ② یہ اخبار غیب سے بھی ہے۔ ہمیں اپنے احوال کو خوب جانچنا چاہئے اور اوامر ونواہی کے سلسلہ میں بیدار مغزی سے کام لینا چاہئے کہ ہمارے رب کے قاصد اس کی بارگاہ میں ہمارے متعلق کیا تذکرہ کریں گے ③ ہمیں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے محبت کرنی چاہئے تا کہ اس سے قرب الٰہی میں اضافہ ہو۔

١٠٥١ : وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ : اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ ، فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ : "فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ"

۱۰۵۱: حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرمؐ کے ساتھ تھے کہ آپؐ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: "بے شک تم عنقریب اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اس کے دیکھنے میں کوئی دقت اور مشقت نہیں۔ اگر تم طاقت رکھتے ہو تو سورج طلوع ہونے سے پہلے کی نماز اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز کے بارے میں مغلوب نہ ہو تو تم ضرور (ادا) کرو۔" (بخاری و مسلم) ایک روایت

ہے کہ چودہ تاریخ کے چاند کی طرف آپ ﷺ نے دیکھا۔

**تشریح** ⊙ کنا! سے مراد جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔ لیلة البدر! چودھویں کی رات یہ نام اس لئے ہے کہ چاند غروب کے کچھ دیر بعد ہی طلوع ہو جاتا ہے۔ سترون ربکم! سین یہاں وعدے کی تاکید کے لئے ہے۔ یہ رؤیت جو اس کی ذات کے لائق ہے وہ مراد ہے۔ کما ترون! تشبیہ صرف رؤیت وانجلاء میں ہے نہ کہ ہر اعتبار سے کیونکہ وہ تو لیس کمثله شيء ہے۔ کفار اس رؤیت سے محروم ہوں گے منافقین بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ لا تضامون! اس کا معنی تمہیں کوئی مشقت وتعب پیش نہیں آتی۔ ضیم مشقت کو کہتے ہیں۔ صلاة قبل طلوع الشمس! نماز صبح۔ قبل غروبها! نماز عصر۔ فافعلوا! کا مطلب صلوا۔ فان استطعتم! کا اشارہ ظاہر کرتا ہے ان دو نمازوں کی پابندی سے رؤیت کے پالینے کی امید ہے۔

فرق روایت: بخاری ومسلم کی روایت میں الفاظ کا معمولی فرق ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (١٩٢١١) والبخاری (٥٥٤) ومسلم (٦٣٣) وأبو داود (٤٧٢٩) والترمذی (٢٥٥١) والنسائی (١١٣٣٠/٦) وابن حبان (٧٤٤٢) وابن خزیمة (ص/١٦٧/١٦٨) ابن منده (٧٩٨) والطبرانی (٢٢٢٧)

**الفوائد**: ① قیامت کے دن اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا اور جس طرح چودہویں رات کے چاند کو دیکھنے میں شبہ نہیں ہوتا اسی طرح دیدار باری تعالیٰ بھی قطعی اور یقینی ہے ② نماز فجر وعصر کو خصوصاً اور پانچوں نمازوں کی پابندی پر قرب الٰہی کا باعث ہے جو کہ دیدار کا سبب ہے۔

١٠٥٢: وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۰۵۲: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے عصر کی نماز کو چھوڑا تحقیق اس کے عمل برباد ہو گئے۔ (بخاری)

**تشریح** ⊙ حبط عمله! حبط سے ثواب کا بطلان مراد ہے یا مراد یہ ہے کہ انہوں نے حلال سمجھ کر چھوڑا یا ان کے وجوب کا انکار کر دیا یا بقول احمد تارک صلاۃ معتمد کافر ہے اور اس کی دلیل یہ روایت ذکر کی: من ترك الصلاة متعمداً فقد كفر جهاراً! اور طبرانی نے نقل کیا: "يحبط عمله بسبب كفره! یا اس سے مراد دنیا کا وہ کام ہے کہ اس سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس دن کے عمل کا نقصان مراد ہے۔ بطور تغلیظ فرمایا گیا کہ گویا اس کے اعمال حبط ہوں گے جیسا اس روایت میں: کانما وتر اهله وماله! (اللامع الصبیح لبرماوی)

**تخریج**: أخرجه أحمد (٩/٢٣٠١٨) والبخاری (٥٥٣) عند أحمد (١٠/٢٧٥٦٢) عند احمد (٢/٤٨٠٥) ومسلم (٦٢٦) والنسائی (٥١١)

**الفوائد**: ① نماز عصر کی فضیلت ذکر کی اور اس سے اس کی اچھی طرح نگہبانی کی تعلیم دی ② جو جان بوجھ کر چھوڑے گا

اس کے اعمال حبط ہو جائیں گے۔

## ۱۸۹: بَابُ فَضْلِ الْمَشْيِ إِلَى الْمَسَاجِدِ

## باب: مساجد کی طرف جانے کی فضیلت

١٠٥٣: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۵۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو صبح سویرے یا شام کو مسجد میں آیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مہمانی تیار کرتے ہیں۔ جب بھی صبح یا شام کو وہ جائے۔''

(بخاری و مسلم)

**تشریح**: غدا: غدو یہ زوال سے پہلے جانے کے لئے آتا ہے۔ اور راح: اتوسیع کے لئے ہے اور زوال کے بعد چلنے کو راح کہا جاتا ہے۔ وہ مسجد کی طرف ان اوقات میں گیا تاکہ نماز یا اعتکاف یا قرأت قرآن یا حصول علم وغیرہ کرے۔ اعدا اللّٰہ: نزل احترام مہمان میں تیار کئے جانے والا کھانا۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت تمام اسماء صفات کی طرف بھی اشارہ ہو گیا۔

شرح مشارق لاکمل الدین میں لکھا کہ لوگوں کی عادت آنے والے کو پہلے کھانا پیش کیا جاتا ہے۔ مساجد بیوت اللہ اس لئے ہیں ان میں داخل ہونے والے کو جنت کی مہمانی کی خوشخبری دی: ﴿إن الله لا يضيع اجر المحسنين﴾

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۱۰٦۱۳) والبخاري (٦٦٢) ومسلم (٦٦٩) وابن حبان (۲۰۳۷) ابن خزيمة (١٤٩٦) والبيهقي (٦٢/٣)

**الفوائد**: ① مساجد اور ان کی طرف جانے کی فضیلت ذکر فرمائی گویا وہ اللہ تعالیٰ کی مہمانی میں ہے ② مساجد کی طرف قدم اٹھانا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

١٠٥٤: وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ مَضَى إِلَى بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ لِيَقْضِيَ فَرِيْضَةً مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ كَانَتْ خُطُوَاتُهُ إِحْدَاهَا تَحُطُّ خَطِيْئَةً وَّالْأُخْرٰى تَرْفَعُ دَرَجَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۵۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر اللہ کے گھروں میں سے ایک گھر میں گیا تاکہ اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کو پورا کرے اس کے قدموں میں سے ہر قدم گناہوں کو مٹاتا اور دوسرا قدم درجے کو بلند کرتا ہے۔'' (مسلم)

**تشریح**: تطهر في بيته: یہ طہارت کی تمام اقسام کو شامل ہے۔ یہاں تک کہ عاجزی حسی یا شرعی کے لئے تیمم وغیرہ

بھی۔ من بیوت اللہ! اس سے مراد مساجد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسم ذات کی طرف نسبت عظمت و تکریم کے لئے کافی ہے۔ لیقضی فریضۃ! تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ فرائض میں سے کسی کو ادا کرے۔ پانچ نمازیں۔ نذر والی طاعات۔ کانت خطواتہ! جمع خطوۃ اصل میں چلنے کے لئے قدم اٹھانے کو کہتے ہیں۔ خطیئۃ! سے مراد جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو۔ وہ ایک قدم پر معاف کر دیئے جاتے ہیں اور دوسرے سے درجات کی بلندی ہوتی ہے۔ بقیہ اقدام سے درجات کی بلندی اس کے لئے ہے جس کے کبائر نہ ہوں اور کبائر والے اسی قدر گناہوں کی معافی کی امید کی جاتی ہے اور اگر بالکل گناہ نہ ہو یا صغائر والا تھا تو اس کے درجات بڑھاتے جائیں گے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٦٦٦) ابن حبان (٢٠٤٤) وأبو عوانة (١/ ٣٩٠) والبيهقي (٣/ ٦٢)

**الفرائد:** ① گھر میں وضو کر کے مسجد کی طرف جانے والے کے لئے ہر قدم پر درجہ بڑھایا جاتا ہے اور غلطیاں مٹائی جاتی ہیں۔

١٠٥٥ : وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ ' وَكَانَتْ لَهُ تُخْطِئُهُ صَلٰوةٌ فَقِيْلَ لَهُ : لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا لِتَرْكَبَهُ فِي الظَّلْمَآءِ وَفِي الرَّمْضَآءِ قَالَ : مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ مَنْزِلِيْ اِلٰى جَنْبِ الْمَسْجِدِ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ يُكْتَبَ لِيْ مَمْشَايَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَرَجُوْعِيْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰى اَهْلِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ : "قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١٠٥٥: حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی تھا مجھے معلوم نہیں کہ کسی کا گھر مسجد سے اتنا دور ہو جتنا اُس کا' مگر اس کی ایک نماز بھی نہیں رہتی تھی۔ اس کو کہا گیا کہ اگر تو ایک گدھا خرید لے جس پر سوار ہو کر اندھیرے اور سخت گرمی میں آ سکے (تو بہت مناسب ہے)۔ اس نے کہا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو میں یہ چاہتا ہوں کہ مسجد کی طرف میرا چلنا اور میرا اپنے گھر کی طرف لوٹنا لکھا جائے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تحقیق اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے یہ سب جمع فرما دیا ہے۔" (مسلم)

**تشریح** ابعد من المسجد منہ! مکان کے اعتبار سے۔ لا تخطئہ صلاۃ! مسجد میں اس کی کوئی نماز جماعت سے فوت نہ ہوتی تھی۔ فقیل لہ! حدیث مسلم میں ہے کہ یہ کہنے والے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔ او! شک راوی کے لئے ہے۔ لو اشتریت! اگر گدھا خرید لیتے تو اندھیرے میں پھیلنے سے حشرات سے حفاظت کرتا۔ فمامر مضاء! وہ گرمی سے حرارت سے محفوظ کر دیتا کیونکہ عموماً وہ لوگ ننگے پاؤں تھے۔ ما یسرنی! مجھے یہ بات خوش نہیں کرتی کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو۔ انی ارید! یہ جملہ مستانفہ تعیین مقصود کے لئے ذکر کیا کہ میرا مسجد کی طرف جانا آنا لکھا جائے تا کہ اجر دوگنا ملے۔ یکتب یہ فعل مجہول ہے نائب فاعل محذوف ہے۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو فرمایا۔ قد جمع اللہ لک ذلک کلہ! تیرے لئے اجر جمع کر دیا گیا۔ یہاں ذلک اسم اشارہ اسی طرح ہے جیسے اس ارشاد میں:

﴿لا فارض ولا بکر عوانٌ بین ذلك﴾ دونوں اجور کے جمع کرنے کو قد اور پھر کلمہ سے مؤکد کر دیا تا کہ کسی قسم کا وہم نہ رہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد(۱۰۲۷۰۱) ومسلم(۶۶۳) وابن أبي شيبة(۲/۲۰۷/۲۰۸) وأبو داود(۵۵۷) والدارمي (۱/۲۹٤) وابن ماجه (۷۸۳) وابن حبان(۲۰٤۰) وابن خزيمة(۱۵۰۰) وأبو عوانة (۱/۳۸۹/۳۹۰) والبيهقي (۳/٦٤)

**الفرائد** : ① مسجد کی طرف جتنا دور سے چل کر جایا جائے اتنا ہی درجات بڑھتے ہیں۔ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں درجات میں ترقی دی جاتی ہے۔

۱۰۵۶ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَأَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ أَنْ يَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَهُمْ :"بَلَغَنِيْ أَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ قَالُوْا : نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ أَرَدْنَا ذٰلِكَ فَقَالَ : " بَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ" فَقَالُوْا : مَا يَسُرُّنَا أَنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ مِنْ رِوَايَةِ أَنَسٍ۔

۱۰۵۶: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد کے گرد زمین کے کچھ ٹکڑے خالی ہوئے تو بنوسلمہ نے چاہا کہ وہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: "مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ رکھتے ہو۔" انہوں نے کہا: جی ہاں یارسول اللہ ﷺ ہم اس کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "اے بنوسلمہ! تم اپنے گھروں کو لازم پکڑو تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔" انہوں نے عرض کیا' پھر ہمیں پسند نہیں کہ ہم منتقل ہوں۔ (مسلم)

بخاری نے اسی مفہوم کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔

خلت البقاع: یہ بقعہ کی جمع ہے۔ زمین کا قطعہ۔ (المصباح)

**النحو** : حول المسجد : یہ خلت کا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یا بقاع کی صفت ہے۔ بنو سلمه! عبدالبر کہتے ہیں خزرج کی نسل سے نجار ہیں اور نجار میں کئی خاندان ہیں۔ ان میں ایک سلمہ بن سعد بن الخزرج ہے۔ ان ینتقلوا! وہ جگہ جہاں منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ فقال لھم بلغني! ان کے جواب کی حکایت مقصود تھی اس لئے حرف عطف کو حذف کر دیا اور وہ جواب والا جملہ تصریح اقرار کے لئے ذکر کر دیا ورنہ نعم بھی کافی تھا وہ جملہ یہ ہے: "قد اردنا ذلك"۔ بني سلمه! اس سے پہلے حرف نداء کو حذف کر دیا۔

دیارکم تکتب اثارکم! دیارکم تو اغراء کی وجہ سے منصوب ہے اور تکتب فعل مجہول جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔ آثار مسجد کی طرف اٹھنے والے قدم۔ انا کنا تحولنا! مسجد کا قرب حاصل کرنے کے لئے قریب منتقل نہ ہو کیونکہ اس سے قرب مکان کی وجہ سے ثواب میں کمی آ جاتی۔

روایت کا فرق بعض روایات میں لا تحتسبون اثار کم فاقاموا کے الفاظ ہیں۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٥/١٤٥٧٢) ومسلم (٦٦٥) وابن حبان (٢٠٤٢) وأبو عوانة (١/٣٨٨) وعبدالرزاق (١٩٨٢) والبيهقي (٣/٦٤) عندالبخاري (٦٥٥)

**الفوائد**: ① اگر اعمال میں خلوص ہو تو اس کے لئے اٹھنے جانے والے قدم بھی عبادت میں شمار ہوتے ہیں ② مسجد کے قریب رہائش مستحب ہے مگر یہ کہ وہ شخص تکثیر اجر کا خواہش مند ہو۔ بنو سلمہ کے وہاں سے منتقل ہونے میں مدینہ کی وہ جانب منافقین کے لئے خالی ہو جاتی تھی۔ اس لئے ان کا وہیں رہنا ضروری تھا۔ اسی وجہ سے ان کے نشانہائے قدم پر نیکیوں کی بشارتیں دی گئیں۔

١٠٥٧ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اَعْظَمَ النَّاسِ اَجْرًا فِی الصَّلٰوۃِ اَبْعَدُھُمْ اِلَیْھَا مَمْشًی فَاَبْعَدُھُمْ – وَالَّذِیْ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی یُصَلِّیَھَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنَ الَّذِیْ یُصَلِّیْھَا ثُمَّ یَنَامُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

١٠٥٧ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " بے شک نماز کے اجر میں وہ آدمی سب سے بڑھ کر ہے جو نماز کے لئے دور سے چل کر آتا ہے پھر وہ جو اس سے بھی زیادہ دور سے چل کر آتا ہے اور وہ آدمی جو نماز کا جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لئے انتظار کرتا ہے وہ اس سے اجر میں بہت بڑھ کر ہے جو نماز پڑھتے پھر سو جائے۔ (بخاری و مسلم)

اجراً ایہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔

**النَّحْو**: فی الصلاۃ ایہ فی تعلیلیہ ہے۔

**ممشی** اسم ظرف مکان ہے۔ مصدر میمی بن سکتا ہے۔ **فابعد هم** جتنی دوری زیادہ ہوگی مشقت وقدم اتنے زیادہ ہوں گے اور اجر زیادہ ملے گا۔ **حتی یصلیها مع الامام** انتہائی انتظار ہے۔ حتی تعلیلیہ ہے۔ **اجراً** سے ثواب مراد ہے۔ **یصلیها** با جماعت پڑھنا۔ اول وقت میں جو پڑھ کر سو رہتا ہے۔ اس سے جماعت کی وجہ سے بہتر ہوں۔

**تخریج**: أخرجه البخاري (٦٥١) ومسلم (٦٦٢) وابن خزيمة (١٥٠١) وأبو عوانة (١/٣٨٨) والبيهقي (٤/٦٣)

**الفوائد**: ① دور سے مسجد میں آنے والا بڑے اجر کا مالک ہوگا ② نماز عشاء کے امام کے ساتھ ادا کرنے کے لئے امام کا انتظار بڑے اجر کا باعث ہے۔

١٠٥٨ : وَعَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "بَشِّرُوا الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ ۔

١٠٥٨ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اندھیروں میں

مسجدوں کی طرف چل کر آنے والوں کو قیامت کے دن کامل روشنی کی خوشخبری دے دو۔'' (ابوداؤد ترمذی)

**تشریح** ۞ **بشروا:** یہ تبشیر سے امر ہے۔ خوش خبر خبر کو کہتے ہیں یہ جمع واحد دونوں صیغے آتے ہیں۔ **الظلم:** جمع ظلمہ یہ عشاء و فجر کے اندھیروں کو جامع ہے۔ طبرانی میں ابوامامہ سے المدلجین الی المساجد کے لفظ آئے ہیں اور یہ رات کے چلنے پر دلالت کرتا ہے۔ خواہ جانور پر سوار ہو کر آتا ہو۔ بالنور التام: تمام اطراف سے نور ہوگا کیونکہ اعمال کی بقدر نور ہوگا۔ یوم القیامہ: پل صراط مراد ہے۔ ممکن ہے منابر نور مراد ہوں جیسا طبرانی میں ہے: ''بشر المدلجین الی المساجد فی الظلم بمنابر من نور یوم القیامۃ یفزع الناس ولا یفزعون'' اس میں مسجد کی طرف چلنے کی فضیلت ذکر فرمائی۔ خواہ وہ چلنا طویل ہو یا قصیر، جماعت کی طرف آنے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

**تخریج** اخرجه ابو داود (٥٦١) والترمذی (٢٢٣) وابن ماجه (٧٨١) وعند الحاكم (١/٧٦٩) عن انس ايضا (١/٧٦٨)

**الفرائد:** ① مسجد کی طرف اندھیرے میں چلنا قیامت کے اندھیروں کو روشن کرنے کا باعث ہوگا ② قیامت کو ان کو کامل روشنی میسر ہوگی یہ جنس عمل سے بدلہ ہے یا بدلہ اضداد کی جنس سے دیا تاکہ قدر زیادہ ہو۔

۱۰۵۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ''اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَا یَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَایَا ، وَیَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟'' قَالُوْا : بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ — قَالَ : ''اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَكَارِهِ ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ ، وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ '' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۵۹: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ''کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیاں مٹا دیں اور درجات بلند کر دیں گے؟'' صحابہ نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ؟ آپؐ نے فرمایا: ''مشقتوں کے باوجود وضو کرنا' مسجدوں کی طرف کثرت سے قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا' پس یہی رباط ہے۔ پس یہی رباط ہے۔ (مسلم) اِسْبَاغُ وُضُو دھونے والے اعضا کو مکمل دھونا' مسح پورا کرنا' وضو کے تمام آداب اور معاملات کا خیال کرنا۔ عَلٰی کا لفظ یہاں مع کے معنی میں ہے۔

**تشریح** ۞ **ادلکم علی ما:** الا تنبیہ کے لئے اور ما الذی یا شئی کے معنی میں ہے۔ **یمحو اللّٰہ بہ:** حفظہ کے رجسٹر سے ان کو دور کر دیا جائے۔ (۲) آخرت میں ان پر مواخذہ نہ لیا جائے اور خطایا سے صغائر مراد ہیں بالسبیہ ہے۔ **یرفع الدرجات:** یعنی جنت میں بلند مقامات دے گا اور اس سے فرق مراتب ظاہر ہوگا۔ یہ باب تخلیہ و تحلیہ سے ہیں۔ پہلا افضل ہے۔ اسباغ الوضوء: غسل و مسح میں اعضاء کا احاطہ کرنا اور آداب و مکملات کا لحاظ کرنا۔ **علی المکارہ:** علی مع کے معنی میں ہے مکارہ مکرہٌ کی جمع ہے مشقت کو کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک پانی کو ثمن مثل سے خریدنا یہ بھی نفس پر گراں ہے۔ **کثرۃ الخطا الی المساجد:** خطا جمع خطوۃ ہے۔ اس میں مسجد سے دور مکان کی فضیلت بتلائی ہے اور یہ اس روایت کے مخالف نہیں:

"من شنوم الدار بعدها من المسجد"! یہ شئوم وفضیلت اعتباری چیزیں ہیں۔ بسا اوقات نماز کے فوت ہونے کے سبب کے لحاظ سے شئوم ہے اور وقت پر مسجد میں پہنچ جانے کے لحاظ سے فضیلت والی ہے۔ وانتظار الصلاة بعد الصلاة! پہلے عمل کے منفرداً ختم ہونے کے بعد انتظار جماعت میں بیٹھنا ہے اس کی وجہ نماز کی فکر اور دل کا نماز کی طرف لگے رہنا یہ حضور کے لئے مراقبہ ہے جو بدنی عبادات میں بڑی فضیلت والی چیز ہے۔ فذالکم! اسم اشارہ بعید عظمت ومنزلت کی وجہ سے لائے۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے: ﴿ذلك الكتاب لا ريب فيه﴾ الرباط! مطلب یہ ہے کہ یہ تین باتیں اس کی حقدار ہیں کہ اس کو رباط کا نام دیا جائے اور اس کے علاوہ وہ رباط حقیقی ہے یعنی سرحد اسلام کی حفاظت کرنا۔ ان تینوں میں نفس امارہ جو کہ بڑا دشمن ہے اس کی مخالفت اور اس کے جوش کا قلع قمع اور شیطانی تدابیر کو ناکام بنانا ہے۔ یہ پہلے دشمنوں سے سخت دشمن ہے۔ پس اس سے اس روایت کی تائید ہوگئی: "رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر" یعنی جہاد نفس امارہ یہ اعمال شیطانی راہوں کو بند کرتے اور خواہشات نفسانی کو دبا تے قبول وساوس سے اس کو روک کر رکھتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کا شکر دشمن خدا شیطان پر غالب آتا ہے پس یہی مرابطہ حقیقیہ ہے۔ جہاد اکبر جہاد کفار ہے۔ اگرچہ نفس اولاد اموال سب سے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر سب سے علیحدگی اختیار کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مالوفات ولذائذ سے علیحدگی اختیار کرنے سے نفوس کی تکمیل بھی ہوتی ہے مگر اس کا زمانہ مختصر ہے پھر وہ ختم ہو جاتا ہے۔

**تخریج** : فی باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۰۶۰ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ "اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهٗ بِالْاِیْمَانِ" قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : "اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ" الْاٰیَةَ ' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۰۶۰: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی شخص کو مسجد میں آتا جاتا دیکھو اس کے ایمان کی گواہی دو۔" کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: "بے شک مسجدوں کو وہ آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔" (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** : رأیتم! یہ علمتم کے مقابلے میں لایا گیا ہے۔ یعتاد المساجد! ایک روایت میں یتعاهد المساجد! آیا ہے اور اس سے مراد مساجد کی عادت ہے کہ اس سے نکلنے کے بعد دل میں واپس لوٹنے کی طلب ہو۔ سیوطی کہتے ہیں اس سے مسجد کی محبت مراد ہے اور اس میں جماعت کے ساتھ شریک ہونا ہے اس کا معنی مسجد میں ہمیشہ بیٹھے رہنا نہیں ہے۔ تورپشتی کہتے ہیں یہ نگرانی اور تحفظ کے معنی میں ہے اور اس کے ساتھ عہد میں تجدید کرتے رہنا اور یتعاهد کی روایت ہو تو اس کا معنی نماز کی اقامت کے لئے بار بار مسجد کی طرف آنا جانا ہے۔ طیبی کہتے ہیں یتعاهد کا لفظ دوسرے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں مسجد کی آبادی تعمیر اور نماز کے لئے بار بار آنا سب شامل ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح آیت استشہاد کیا ہے۔ صاحب کاسف کہتے ہیں عمارۃ کا لفظ مرمت اور اس کو صاف ستھرا رکھنا مصابیح سے روشن کرنا اور اس کا احترام اور

بار بار آنا جانا۔ اس میں ذکر و تلاوت کرنا۔ فاشھدو ! بالایمان! اس کو قطعی مؤمن سمجھو کیونکہ شہادت اس وقت ہوتی ہے جب دل زبان کے ساتھ مکمل موافقت کرنے والا ہے (الکوکب المنیر ) آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان صفات سے متصف مؤمن ہی مساجد کو آباد کرنے والا ہے۔ ارشاد میں ہے: ﴿واقام الصلاۃ واتی الزکوۃ ولم یخش الا اللّٰہ﴾ الایت! کا لفظ منصوب پڑھیں تو اقرء کا مفعول ہے اور مرفوع تو مبتداء الحتلو کی خبر ہے۔ من المھتدین! اس سے اشارہ فرمایا کہ طاعات ہدایت کی علامات ہیں۔ پس ان سے ابتداء کی امید کی جاسکتی ہے۔ یہ قطعی علامات نہیں۔

**تخریج:** اخرجه احمد (۴/۱۱۶۵۱) والترمذی (۲۶۲۶) وابن حبان (۱۷۲۱) وابن خریمة (۱۵۰۲) والحاکم (۲/۳۲۸۰)

**الفوائد:** ① مسجد کی نگہبانی اور تعمیر و ترقی میں کوشش کرنی چاہئے' جو مسجد سے متعلق ہو اس کے ایمان کی مسجد گواہ ہے ② وہ مسجد کے رائدین سے ہے۔ رائد (شکر کا منتظم)

# ۱۹۰ : بَابُ فَضْلِ اِنْتِظَارِ الصَّلٰوةِ

## بَاب: انتظار نماز کی فضیلت

انتظار ! سے مراد انتظار میں بیٹھنا ہے۔

۱۰۶۱ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا یَزَالُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَّا دَامَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ لَا یَمْنَعُهٗ اَنْ یَّنْقَلِبَ اِلٰی اَهْلِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۰۶۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی اس وقت تک نماز میں رہتا ہے جب تک نماز اس کو گھر والوں کی طرف لوٹنے سے روکتی ہے''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** ✿ فی الصلاۃ! یعنی ثواب کی حیثیت سے وہ نماز میں ہے نہ کہ تمام احکام کے لحاظ سے۔ ما مصدر یہ ظرفیہ ہے۔ اس کا صلہ دامت الصلاۃ تحبسہ ! ہے۔ تحبسہ! کا حاجات کی طرف لوٹنے سے روکے رکھنا۔ لا یمنعہ! یہ جملہ عامل کے مضمون کی تائید ہے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۶۵۹) و مسلم (۲۷۵/۶۴۹)

**الفوائد** : ① ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار نماز کے ثواب میں لکھا جاتا ہے ② جب تک نماز کی وجہ سے وہ مسجد میں رکے گا وہ نماز میں شمار کیا جائے گا۔

۱۰۶۲ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَلْمَلَآئِکَةُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَّا دَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ مَا لَمْ یُحْدِثْ ، تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۰۶۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے اس وقت تک اس آدمی کے لئے دعا کرتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر رہتا ہے اور جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو وہ یوں کہتے ہیں: ''اے اللہ اس کو بخش دے اے اللہ اس پر رحم فرما''۔ (بخاری)

**تشریح** الملائكة تصلي! استغفار اور طلب رحمت کے معنی میں ہے۔ علي احدكم! تم میں سے ایک۔ اس کو علی سے متعدی کیا کیونکہ اس میں مشقت کا معنی ہے۔ (۲) علو رحمت کی طرف اشارہ ہے۔ مصلاة! نماز کی جگہ مراد ہے۔ صلى فيه! عام مفہوم میں نفل و فرض دونوں شامل ہیں۔ ما لم يحدث! ما مصدریہ ظرفیہ ہے۔ حدث سے مراد وضو توڑنے والی چیز کا ارتکاب (۲) دنیا کی بات نہ کی۔ اللهم اغفر له! یہ ملائکہ کی دعا ہے۔ یہ تمام کبائر کی معافی کی دعا ہے کیونکہ بخشش بار سے سوال ہے۔ يغفر ما دون ذالك لمن يشاء۔

**تخریج** : البخاری (۶۵۹) و مسلم (۶۴۹) و ابو داود (۵۵۹) و ابن ماجه (۷۸۶)

**الفرائد** : ① جو نماز پڑھ کر با وضو اس جگہ بیٹھے گا تو فرشتے اس کے لئے دعائیں اور استغفار کرتے رہیں گے ② جب تک نمازی کسی دوسرے کو ایذاء دے گا وہ فرشتوں کی دعاؤں کا حقدار ہے۔

۱۰۶۳ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَّرَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَآءِ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ بَعْدَ مَا صَلّٰى فَقَالَ: "صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا وَلَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مُّنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۰۶۳: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کی پھر ہماری طرف نماز کے بعد متوجہ ہو کر فرمایا: ''لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے اور تم اس وقت سے نماز میں ہو جس وقت سے نماز کا انتظار کر رہے ہو''۔ (بخاری)

**تشریح** شطر الليل! اس سے نصف رات مراد ہے۔ بعد ما صلى فقال! تاخیر کی فضیلت پانے والوں کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا۔ اس مسجد کے علاوہ لوگ نماز پڑھ کر سو رہے ہیں۔ ولم تزالوا في صلاة! تم ثواب کے لحاظ سے نماز میں ہو جب سے تم انتظار کر رہے ہو۔ ثم لا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اتمام صلاۃ سے یہ حکم زائل ہو گیا۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۵۷۲)

**الفرائد** : ① نمازِ عشاء کا اصل وقت نصف لیل تک ہے ② امام کو سلام پھیر کر نمازیوں کی طرف منہ کر لینا چاہئے ③ ان کو چاندی کی انگوٹھی بقدر ماشہ جائز ہے ④ نماز کا انتظار کرنا چاہئے ⑤ عشاء کے بعد دینی باتوں میں حرج نہیں مگر اس کی عادت نہ بنا لے۔

# ۱۹۱: بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ

## بَاب: باجماعت نماز کی فضیلت

صلاۃ الجماعۃ! اس میں اختلاف ہے کہ یہ فرض ہے یا سنت پھر یہ فرض عین ہے یا کفایہ ہے۔ امام شافعی کے ہاں تو جمعہ کے علاوہ یہ فرض کفایہ ہے ان لوگوں پر جو آزاد مقیم ہیں۔ جمعہ فرض عین ہے کیونکہ اس کی صحت کی شرط جماعت ہے۔ جمعہ کے علاوہ کم از کم تعداد ایک امام اور ایک مقتدی ہے۔ (امام ابوحنیفہؒ کے ہاں سنت مؤکدہ قریب الواجب ہے۔ ہدایہ)

۱۰۶۴: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۶۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جماعت سے نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ ہے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح**: صلاۃ الجماعۃ! اس میں اضافت فی کے معنی میں ہے اور ظرفیہ مجازی ہے (۲) اضافت لامی ہے۔ افضل! ثواب میں بڑھ کر کے معنی میں ہے۔ الفذ! اس کی جمع فذوذ ہے اور ایک کو کہا جاتا ہے۔ **سبع و عشرین درجہ!** دوسری روایت میں پچیس کا تذکرہ ہے۔ عدد قلیل کثیر میں داخل ہے۔ (۲) پہلے پچیس تھا پھر اضافہ کر کے ستائیس کر دیا گیا (۳) یہ نمازیوں کی کامل و ناقص نماز کے لحاظ سے ہے اور نماز کے خشوع، کثرت جماعت مقام جماعت کے اعتبار سے ہے۔ حافظ کہتے ہیں میرے سامنے ایک بات آئی کم ترین جماعت ایک امام و نمازی ہے اگر امام نہ ہوتا مقتدی نہ ہوتا اور بالعکس بھی جب اللہ تعالیٰ جماعت میں پچیس کا ثواب رکھ دیا تو پچیس والی روایت کو فضل زائد اور ستائیس والی کو اصل و فضل پر محمول کریں گے۔ (فتح الباری) برماوی کہتے ہیں دن رات کے فرائض سترہ رکعت ہیں اور روایت دس ہیں پس جماعت کا اجر اس اعتبار سے ستائیس ہے۔ وتر کا کوئی دخل نہیں وہ بعد میں شروع ہوئے۔ بلقینی کہتے ہیں جماعت میں کم از کم تین آدمیوں نے نماز پڑھی ہر ایک کی نماز والی ایک نیکی دس گنا ثواب کی حقدار بنی تو تینوں کی جماعت سے تیس نیکیاں ملیں۔ یہاں تین کی تعداد جو جماعت کے لئے اصل تھی اس کو چھوڑ دیا اور بقیہ ستائیس جو فضل سے ملیں ان کا ذکر کر دیا۔ (ان تمام میں حافظ کی بات سب سے خوبصورت ہے۔ مترجم)

**تخریج**: اخرجه البخاري (٦٤٥) و مسلم (٦٥٠) والنسائي (٨٣٦)

**الفوائد**: ① جماعت سے نماز ادا کرنا افضل ہے ② ۲۷ درجہ جماعت کا ثواب زیادہ ہے۔

۱۰۶۵: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ جَمَاعَةٍ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَفِيْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا، وَذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا

رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ ، فَإِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلَآئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ تَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ – وَلَا يَزَالُ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

۱۰۶۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کی جماعت سے نماز اس کے گھر میں اور بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جب آدمی نے اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد کی طرف گیا۔ اس کو نماز کے سوا کسی چیز نے نہیں نکالا تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کا ایک درجہ بلند کرتے اور ایک غلطی معاف فرماتے ہیں۔ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی نماز کی جگہ پر رہے اور جب تک بے وضو نہ ہو فرشتے کہتے رہتے ہیں: ''اے اللہ اس پر رحمت نازل فرما' اے اللہ اس پر مہربانی فرما''۔ اور اس وقت تک وہ نماز میں رہتا ہے جب تک وہ نماز کا انتظار کرتا ہے۔'' (بخاری و مسلم) اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

**اَللُّغَاتُ** : في الجماعة! یہ ظرف محل حال میں ہے (۲) رجل کی صفت ہے کیونکہ وہ ال جنسیہ سے محلی ہے۔ (۳) ظرف لغو ہے جو صلاۃ سے متعلق ہے۔ علی صلاته! انفرادی نماز مراد ہے جیسا کہ جماعت کی نماز کے تقابل سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اغلباً بازار اور گھر میں انفرادی نماز پڑھی جاتی ہے۔ خمساً و عشرین ضعفا! یہ مفعول مطلق ہے اس کی نظیر یہ آیت ہے: ﴿فاجلدوهم ثمانين جلدة﴾! برماوی کہتے ہیں اعداد میں راز مخفی ہے اس کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ واقف ہیں۔ ہم بطور احتمال عرض کرتے ہیں کہ دن کی نمازیں پانچ ہیں۔ جب پانچ کو پانچ سے ضرب دیں تو پچیس بنتا ہے۔ انفرادی نماز پر جماعت کی نماز کے ثواب کو بڑھانا مراد ہے کیونکہ اصل میں تو جنس ایک ہے۔ جب دس بنایا جاتا ہے تو واحد' اثنان' ثلاثۃ' اربعہ کہتے ہیں یہ دس بن گئے۔ عشرات مات اور مات سے آلاف بنتے ہیں تمام مراتب کی اصل تو عدد ہے۔ پھر بھی اس پر ایک کا اضافہ مبالغہ ہے۔ پھر پانچ نماز کے بعد ایک اور مبالغہ کے لئے بڑھایا۔ ذلك! اس کا مشار الیہ فضل صلاۃ الجماعۃ علی صلاۃ الفذ ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مسجد کی جماعت سے متعلق ہو۔ قرطبی کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ فضل کی اضافت جماعت کی طرف ہے یا جماعت مسجد کی طرف ہے کیونکہ مسجد کی طرف اٹھنے والے اقدام پر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور گناہ مٹتے ہیں۔ انه اذا توضا! ضمیر شان ہے۔ احسن وضو جس میں سنن وآداب کا مکمل لحاظ رکھا جائے۔ الی المسجد! مسجد کا قصد کرے۔ لا یخرجه الا الصلاة! یہ جملہ حالیہ ہے اور اس ثواب کو مسجد کی طرف جانے سے مقید کر رہا ہے اگر کسی اور دنیوی مقصد سے نکل کر جائے گا تو ثواب سے محروم ہوگا۔ البتہ قرآن قرآن علم کا حصول وغیرہ ہوگا تو یہ نیکی سے نیکی ملانا ہے۔

رفعت بها درجة! فعل مجہول ہے اور درجہ اس کا نائب فاعل ہے یہ دونوں ظرف لغو ہیں (۲) مستقر ہوں تو درجہ سے حال بن جائیں گے۔ وحط عنه بها خطيئة! وہ صغائر جو حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ قرطبی کہتے ہیں جماعت میں فضیلت ذاتی ہے جس پر حکم معلق ہے۔ حافظ کہتے ہیں یہ امور مذکورہ اضافے کی علت ہیں گویا یوں کہا کہ تضعیف کا سبب یہ ہے اور جب اسی طرح ہے تو جو چیز متعدد موضوعات پر مرتب ہوگی تو وہ بعض کے پائے جانے سے نہ پائی جائے گی مگر اسی صورت میں جبکہ کوئی واضح دلیل میسر ہو جو غیر معتبر کے لغو ہونے پر دلالت کرے کیونکہ وہ چیزیں مقصود بالذات تو نہیں۔ یہ اضافہ ایسا جس کا مطلب

عقل میں آتا ہے۔ پس ان کو اختیار کر جہت کو متعین کرتا ہے۔ جبکہ روایات مطلق ہوں وہ اس کے منافی نہیں بلکہ مطلق کو مقید پر محمول کریں گے۔ تصلي عليه! دعارحمت واستغفار کرتے ہیں۔ مادام في مصلاة! وہاں بیٹھا رہے۔ (۲) وہاں ٹھہرا رہے خواہ لیٹا ہو اور بے وضو نہ ہو۔ گزشتہ میں امر متقضی سے ذکر کیا اور اس میں امر مستقبل سے یزال کا اسم مستتر اور خبر فی صلاۃ ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۷۴۳۴) والبخاری (۱۷۶) ومسلم (۶۴۹) وأبو داود (۵۵۹) والترمذی (۶۰۳) وابن ماجه (۲۸۱) وابن حبان (۲۰۴۳) والطیالسی (۲۴۱۲) وابن خزیمة (۱۴۹۰) وأبو عوانة (۱/۳۸۸) والبیهقی (۳/۶۱)

**الفوائد**: ① جماعت میں حاضر ہونا چاہئے اور نماز کا انتظار کرنا چاہئے ② مسجد کا مقام بلند ہے اس کی طرف نماز کے ارادہ سے چل کر جانا بھی ثواب سے خالی نہیں ③ مسجد میں جو نماز کے لئے اپنے آپ کو روک لے ملائکہ اس کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

۱۰۶۶ : وَعَنْهُ قَالَ : اَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ اَعْمٰى فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' لَيْسَ لِيْ قَائِدٌ يَقُوْدُنِيْ اِلَى الْمَسْجِدِ ' فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُرَخِّصَ لَهٗ فَيُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِهٖ ' فَرَخَّصَ لَهٗ ' فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ : "هَلْ تَسْمَعُ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ : "فَاَجِبْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۶۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک نابینا آدمی آیا اور کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس کوئی قائد نہیں جو مجھے مسجد تک لائے۔ اس نے رسول اللہؐ سے سوال کیا کہ اس کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت مل جائے۔ حضور ﷺ نے اس کو اجازت دے دی۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا تو آپؐ نے اس کو بلا کر فرمایا: ''کیا تو نماز کی اذان سنتا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا پھر اس کو قبول کر۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ رجل اعمی! نووی وسیوطی کہتے ہیں کہ یہ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسا ابوداؤد میں ہے۔ مگر ابن حجر کہتے ہیں اگر واقعات متعدد ہوں تو پھر احتمال ہے ورنہ یہ محل نظر ہے۔ ان یرخص له! یعنی جماعت چھوڑنے کی۔ فرخص له! رخصت دے دی گئی۔ رخصت حکم کو صعوبت سے سہولت کی طرف لے جانا۔ ان کے عذر کی وجہ سے باوجود حکم اصلی کا سبب موجود ہونے کے رخصت دی گئی۔ هل تسمع النداء وبالصلاة! یہاں تو باسے متعدی کیا گیا اور آیت میں الی سے متعدی کیا: "واذا نادتیم الی الصلاة"! اس نے ہاں سے جواب دیا۔ فاجب! اگر کمال فضیلت مقصود ہو تو پھر رخصت نہیں جو کہ حدیث ابن ام مکتوم میں مذکور ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبان رضی اللہ عنہ کو ضعف بصر کے عذر سے نماز کی اجازت مرحمت فرمائی تو احادیث کو جمع کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ حیث امکن سے تاویل کی جائے مگر ابن حجر کہتے ہیں ان کی رخصت خاص سبب سے متعلق ہے کہ جب سیلاب وغیرہ ہو اور حدیث باب کا اس رخصت سے تعلق نہیں (فتح الدلہ) حدیث میں جماعت کی تاکید کی گئی ہے اور اس کے حصول میں معمولی تھکاوٹ کو برداشت کرنے کا حکم ہے۔ مسجد کے

قریب ہونے کی وجہ سے راستے کی اونچ نیچ سے وہ واقف ہوگا اور عمومی ضرر سے بچ جائے گا۔ رخصت میں اجتہاد کا احتمال ہے اور اگر جماعت کو سنت مؤکدہ قریب الوجوب مان لیں تو ایسی کسی تاویل کی حاجت نہیں رہتی۔ مترجم)

**تخریج** : أخرجه مسلم (٦٥٣) والنسائي (٨٤٩)

**الفرائد** : ① ہر اذان سننے والے کو مسجد میں حاضری ضروری ہے' معذور اس سے مستثنیٰ ہے' معمولی اعذار کی کوئی حیثیت نہیں ② نابینا کو اولاً رخصت کی وجہ سے اجازت ہے پھر اس کو افضل پر آمادہ کیا گیا۔

١٠٦٧ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ – وَقِيْلَ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ أُمِّ مَكْتُوْمٍ الْمُؤَذِّنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ فَحَيَّهَلًا" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ – بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔ وَمَعْنٰى "حَيَّهَلًا" تَعَالَ۔

١٠٦٧: حضرت عبداللہ بعض نے کہا عمرو بن قیس' جو کہ ابن ام مکتوم مؤذن رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں' سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں کیڑے مکوڑے اور درندے بہت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تو حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ (یعنی آ ؤ نماز کی طرف) اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ (یعنی آ ؤ فلاح کی طرف) سنتا ہے پس تو مسجد کی طرف آ۔" (ابوداؤد) سند حسن کے ساتھ۔

حَيَّهَلًا: تو آ۔

**تشریح** ۞ عن عبداللّٰہ! ان کا نام عبداللہ بن زائدہ بعض نے عامر بن زائد بعض نے عمر بن قیس بن زائدہ ابن زائدہ کو زیاد بن الاصم کہتے ہیں اور اصم یہی جندب بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد ابن بغیض بن عامر بن لوی بن غالب القرشی العامری ہے۔ یہ ابن ام مکتوم مؤذن کے نام سے معروف ہیں۔ نووی کہتے ہیں ان کا صحیح نام عمرو ہے۔ مسلم میں ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہی نام لیا ہے۔ فاطمہ بنت قیس کی روایت میں وارد ہے کہ جب ان کے خاوند نے ان کو طلاق دی تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے ابن عم عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاں عدت گزارو۔ ابن اثیر نے نقل کیا کہ اکثر ان کا نام عمرو ہی مانتے ہیں یہ مصعب بن زبیر کا قول ہے۔ ام مکتوم کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم ہے یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں کے بیٹے ہیں کیونکہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم ہے۔ ابن ام مکتوم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے ہجرت کی ان کے بعد مصعب بن عمیر نے ہجرت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تیرہ مرتبہ غزوات کے موقعہ پر مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ یہ فتح قادسیہ میں موجود تھے وہیں جھنڈا اٹھائے شہید ہوئے یہ مشہور ہے۔ ابن قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے یہ قادسیہ میں شریک ہوئے۔ پھر مدینہ واپس آئے اور یہیں وفات پائی۔ ابن اثیر نے واقدی سے نقل کیا یہ نابینا تھے۔ ان کا تذکرہ سورۂ عبس میں ہے۔ بقول ابن جوزی انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین روایات نقل کی ہیں مگر برقانی کہتے ہیں دو روایات ہیں۔ المدینہ! مدینہ دارالہجرت کا نام بن گیا۔

الھوام! جمع ہامۃ زمین کے کیڑے مکوڑے سانپ بچھو سب کو شامل ہے۔ المسباع! جمع سبع دونوں لغات ہیں۔ اس آیت میں بھی اسی طرح پڑھا گیا ہے "وما اکل المسبع"! یہ حسن بصری اور بعض نے ابن کثیر قاری سے نقل کیا ہے اس کی جمع سباع رجال کی طرح اور اسبع جیسے فلس وافلس اور سبع واضبع آتی ہے (المصباح۔ ابن السکیب) یہ لفظ ذی ناب پر بولا جاتا ہے خواہ مفترس نہ ہو مثلاً لومڑی (ازہری) ابن ام مکتوم کا مقصد گھر میں نماز کی رخصت چاہنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تسمع حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح! یعنی جواذان سنتا ہے۔ ان دو کواس لئے ذکر کیا کہ یہ حاضری کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت مشکوۃ کے مطابق "لم یرخص لہ"۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود(٥٥٣) والنسائي(٨٥٠) والحاكم(١/٩٠١) وأخرج أحمد(١٥٤٩١/٥) أخرجه الحاكم(١/٩٠٢) ابن حبان(٢٠٦٣)

**الفوائد** : ① اذان کے سننے والے کو جماعت کے لئے مسجد میں حاضری ضروری ہے جب تک کہ کوئی شرعی عذر نہ ہو جو جماعت کو ساقط کر دے۔

١٠٦٨ : وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْتَطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

١٠٦٨: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ لکڑیاں لانے والے کو حکم دوں جو اکٹھی کی جائیں۔ پھر نماز کا حکم دوں جس کے لئے اذان کہی جائے۔ پھر میں ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو امامت کروائے اور میں ان آدمیوں کی طرف جاؤں (جو جماعت میں نہیں آتے) پس میں ان سمیت ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ والذی نفسی بیدہ! باقی کی تاکید کے لئے قسم اٹھائی۔ ید سے مراد قدرت ہے۔ لقد هممت! قصد کرنا۔ فیحتطب! یہ مجہول کا صیغہ کلفت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لائے کہ اگرچہ یہ تکلیف دہ چیز ہے۔ فیؤذن بھا! یہاں اقامت مشروعہ مراد ہے۔ ثم آمر رجلاً! تا کہ وہ امامت کرائے۔ اخلاف! جانے کے معنی میں ہے یعنی پھر ان کے گھروں میں جاؤں۔ رجال! خالف الی کذا اس وقت بولتے ہیں جب وہ قصد کرنے والا ہو اور تم اعراض کرنے والے ہو۔ اس آیت میں یہی معنی ہے: ﴿وما ارید ان اخالفکم الی ما انھاکم عنه﴾! رجال سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نماز کے لئے مسجد میں نہیں آتے۔ احرق علیھم بیوتھم! جو فرضیت جماعت کے قائل ہیں یہ روایت ظاہر میں ان کی تائید کر رہی ہے۔ بعض منافقین عشاء وصبح میں حاضر نہ ہوتے تھے۔ اس لئے یہ بات فرمائی اور ایک ارشاد میں فرمایا: "ان اثقل الصلاۃ علی المنافقین صلاۃ العشاء والفجر"! اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح موجود ہے: "لقد رایتنا وما یتخلف عنھا الا منافق معلوم النفاق"! پھر کسی ادنیٰ صحابی کے متعلق یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ دنیاوی غرض سے جماعت کو چھوڑتا

ہو۔ (۲) آپ ﷺ نے جلانے کا ارادہ اس لئے فرمایا کہ منافقین جماعت کی تحقیر کرتے تھے فقط چھوڑ دینا باعث نہ تھا۔ (۳) اس سے مراد جمعہ ہے۔ (۴) کئی لوگوں نے نفس نماز کو چھوڑا نہ کہ جماعت کو (مگر روایت کے الفاظ اس تاویل کا ساتھ نہیں دیتے۔ مترجم) جلانے کا جواز حکم تحریم مثلہ سے پہلے تھا اور آپ ﷺ نے اس ارادے کو ترک اجتہاداً فرمایا یا وحی سے روک دیا گیا یا اجتہاد میں تبدیلی آ گئی (ان تاویلات کی ضرورت نہیں روایات میں عورتیں اور بچے جن پر جماعت لازم نہیں ان کا سبب ممانعت ہونا خود مذکور ہے۔ مترجم)

**تخریج**: أخرجه مالك (۲۹۲) و أحمد (۳/۷۳۳۲) و البخاري (٦٤٤) و مسلم (٦٥١) و ابو داؤد (٥٤٩) و الترمذي (۲۱۷) و النسائي (۸٤۷) و ابن ماجه (۷۹۱) و ابن حبان (۲۰۹٦) و ابن خزيمة (۱٤۸۱) و الدارمي (۱/۲۹۲) و أبو عوانة (۲/٥) و عبدالرزاق (۱۹۸٤) و الحميدي (۹۰٦) و البيهقي (۳/٥٥/٥٦)

**الفرائد**: ① اوّل وعید پھر سزا ② اہل جرائم کو اچانک پکڑنا جائز ہے۔ اس لئے یہ وقت مقرر فرما دیا ③ جس پر کوئی حق ہو اور وہ نہ دے تو اس کو گھر سے نکلنے پر مجبور کیا جائے تا کہ اس سے زبردستی حق لیا جائے۔ (الفتح)

۱۰٦۹ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : "مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى غَدًا مُّسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ ، فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ ، لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ ، وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ قَالَ : "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى ، وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلٰوةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ۔

۱۰٦۹: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ کل اللہ سے فرمانبرداری کی حالت میں ملے تو اسے چاہئے کہ ان نمازوں کی نگہبانی کرے جب ان کے لئے اذان دی جائے۔ بے شک اللہ نے تمہارے پیغمبر کے لئے ہدایت کے طریقے مقرر کئے اور بے شک وہ نمازیں ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں۔ اگر تم اسی طرح اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو جس طرح پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں پڑھتا ہے تو تم نے اپنے پیغمبر کے طریقے کو چھوڑ دیا اور اگر تم اپنے پیغمبرؐ کے طریقے کو چھوڑ دو گے تو یقیناً گمراہ ہو جاؤ گے۔ ہم نے اپنے زمانے کے لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے کوئی بھی جماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا سوائے اس منافق کے جس کا نفاق مشہور ہو۔ تحقیق آدمی کو لایا جاتا جبکہ دو آدمی اس کو سہارا دیئے ہوئے ہوتے یہاں تک کہ اس کو صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔" (مسلم) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہدایت کے طریقے سکھائے اور ان ہدایت کے طریقوں میں ایک اس مسجد میں نماز ادا کرنا ہے جس میں اذان دی جاتی ہو۔

غدا! اس سے قیامت کا دن (۲) زمانہ مستقبل مراد ہو۔

اَلنَّحْو: مسلمًا! یہ یلقی کے فاعل سے حال ہے۔ فلیحافظ! وہ نمازوں کی پورے فرائض وواجبات سے محافظت کرے۔ حیث ینادی بھن! وہ مقام جن سے جمع ہونے کا اعلان ہو سکے۔ فان اللّٰہ شرع! اللہ تعالیٰ نے تمہارے پیغمبر کا طریقہ بنا دیا۔ یہ نماز ہدایت کے ان مشروعہ طرق سے ہیں۔ ولو انکم! اگر طریقہ نبوی کو ترک کر کے انفرادی طور پر گھروں میں نمازیں شروع کر دو گے اس سے شعار اسلام ظاہر نہ ہوگا جس طرح یہ پیچھے رہنے والا کر رہا ہے۔ تو تم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو چھوڑنے والے۔ لو ترکتم..... نبیکم! طریقہ نبوت چھوڑنے والا گمراہی میں پڑنے والا ہے۔

ولقد رایتنا! منافق معلوم النفاق یہ رأی کے فاعل سے محل حال میں ہے یا اس کا مفعول ہے اور ولقد کان! یہ جملہ مستانفہ ہے۔ یھادی! یہ فعل مجہول ہے یعنی وہ دو آدمیوں کے درمیان حائل ہوتا جن پر ٹیک لگائے ہوتا۔ حتی یقام فی الصف! اس میں سہارا دے کر لانے کی غایت کو ذکر کیا۔

**نکتہ:** اس روایت میں جماعت میں حاضری کی تخت تاکید ثابت ہو رہی ہے۔

سنن الھدیٰ! صواب وکمال کے طریقے۔ الصلاۃ! سے یہاں جماعت کی نماز مراد ہے۔ سیاق سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ فی المسجد! کیونکہ جماعت تو مسجد کا نشان ہے۔ اس سے گھر ہو یا مساجد حکم سے خارج ہو گئیں کیونکہ ان میں باقاعدہ جماعت نہیں ہوتی۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (٦٥٤/٢٥٧) وأبو داود (٥٥٠) والنسائی (٨٤٨) وأحمد (٢/٣٦٢٣)

**الفوائد:** ① جماعت سے نماز والا اللہ تعالیٰ سے مطمئن ہو کر ملے گا ② جماعت کی نماز سنن ہدیٰ سے ہے ان کو چھوڑنے والا گمراہ ہے ③ مسجد کی جماعت کا صحابہ کرام کس قدر اہتمام فرماتے کہ کوئی منافق یا معذور ہی پیچھے رہتا ④ مریض مشقت برداشت کر سکتا ہو تو وہ بھی جماعت سے نماز ادا کرے۔

١٠٧٠ : وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ :"مَا مِنْ ثَلَاثَۃٍ فِیْ قَرْیَۃٍ وَّلَا بَدْوٍ وَّلَا تُقَامُ فِیْھِمُ الصَّلٰوۃُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطَانُ – فَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ ، فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِیَۃَ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۱۰۷۰: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''کسی بستی میں یا جنگل میں تین آدمی اگر رہتے ہوں اور ان میں جماعت نہ قائم کی جاتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ پس تم جماعت کو لازم کر لیں بے شک بھیڑیا دور والی بکری (جو اپنے گلہ سے علیحدہ ہو کر بھٹکی جائے) کو کھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد) عمدہ سند کے ساتھ۔

**تشریح:** مامن! استغراق نفی کی تاکید کے لئے من کو لائے۔ فی قریۃ! جہاں مکانات متصل ہوں اور اس کو مسکن بنایا جائے۔ اس کا اطلاق شہر پر بھی ہوتا ہے (المصباح) ولا بدو! یہ حضر کے برعکس ہے۔ الصلاۃ! سے یہاں جماعت کی نماز مراد

ہے۔ استحوذ! غلبہ پانا۔ مسلط ہونا۔ یعنی شیطان سے تسلط کر کے ان کو اس عظیم ثواب سے محروم کر دیا۔ فعلیکم الجماعة! یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ اس کا معنی جماعت کو لازم کرو۔ الغنم القاصیة! وہ بکری جو دوسری بکریوں سے دور ہو۔ شیطان کے تسلط کو الگ ریوڑ سے الگ رہ جانے والی بکری سے دیا۔ یہ استعارہ مکنیہ اور تخیلیہ ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۸/۲۱۷٦۹) وأبو داود (۵٤۷) والنسائي (۸٤٦) وابن حبان (۲۱۰۱) والحاكم (۹٦۵) وابن خزيمة (۱٤۷٦) والبيهقي (۵٤/۳)

**الفوائد** : ① جماعت سے نماز چھوڑ دینے سے انسان شیطان کا شکار بن جاتا ہے ② بھیڑیا دور والی بکری کو کھا جاتا ہے۔ جماعت سے ہٹنے والا دور ہونے والا ہے۔

## ۱۹۲ : بَابُ الْحَثِّ عَلٰى حُضُوْرِ الْجَمَاعَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْعِشَآءِ

## بَابٌ : صبح وعشاء کی جماعت میں حاضری کی ترغیب

المصبح والعشاء! ان دو کا خصوصیت سے تذکرہ اس لئے کیا کیونکہ عموماً نفوس پر یہ بھاری معلوم ہوتی ہیں کیونکہ صبح کا وقت تو نیند کی لذت کا ہے۔ اسی وجہ سے تو مؤذن کو اذان میں "الصلاة خير من النوم"! کہنے کا حکم دیا گیا اور عشاء کا وقت تو اندھیرے کا ہے اندھیرا اپنے شر ور سمیت چھایا ہوتا ہے۔ اسی لئے خصوصی تاکید فرمائی۔

۱۰۷۱ : عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "مَنْ صَلَّى الْعِشَآءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ شَهِدَ الْعِشَآءَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ قِيَامُ نِصْفِ لَيْلَةٍ ، وَمَنْ شَهِدَ الْعِشَآءَ وَالْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ" قَالَ التِّرْمِذِيُّ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۰۷۱: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جس نے عشاء کی نماز جماعت سے ادا کی اس نے گویا آدھی رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی تو گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی"۔ (مسلم) ترمذی کی روایت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو آدمی عشاء کی نماز میں حاضر ہوا تو اس کو آدھی رات کے قیام کا ثواب ہے اور جس نے عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کی اس کے لئے پوری رات کے قیام کا ثواب ہے۔" (ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ في جماعة! یہ کثیر و قلیل فاضل و مفضول سب کو شامل ہے۔ نصف الليل! تہجد کی نماز میں آدھی رات

گزارنے والے کی طرح ہے کیونکہ عرف شرع قیام لیل سے تہجد مراد ہوتی ہے۔ اس سے جماعت نماز عشاء کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ **ومن صلی الصبح**! ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کی جماعت پانے والا تمام رات کے قیام کو پانے والا ہے۔ ہر نماز کو جماعت سے پڑھنا آدھی آدھی رات کے قیام کے برابر ہے۔

روایت کا فرق: **کقیام نصف لیلة**! اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا نصف لیل قیام کرنے کا ہے۔ یہ ثواب اضافی نہیں مستقل ہے۔ **کان له کقیام لیلة**! یہ حدیث پہلی روایت کی وضاحت کر رہی ہے کہ رات بھر کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك(۲۹۷) وأحمد(۱/٤۹۱/٤۰۹/٤۰۸) ومسلم(٥٦٥) وأبو داود(٥٥٥) والترمذی (۲۲۱) وعبدالرزاق(۲۰۰۸) وابن حبان(۲۰٥۸) وابن خزیمة(۱٤۷۳) والبزار(٤۰۳) وأبو عوانة(٤/۲) رواه البیهقی (٤٦۳/۱)

**الفوائد** : جماعت کے ساتھ فجر وعشاء کی نماز کی بڑی فضیلت ذکر کی گئی۔ مسجد میں ان کو ادا کرنے کا حکم ہوا۔ فجر کی نماز جماعت سے عشاء سے افضل ہے۔

۱۰۷۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ۔

۱۰۷۲: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "اگر لوگوں کو عشاء اور صبح کی نماز کا علم ہو جاتا کہ اس میں کیا ثواب ہے؟ تو ان دونوں نمازوں کے لئے اگر گھٹنوں کے بل آنا پڑتا تو بھی آتے۔" (بخاری و مسلم) مفصل روایت ۱۰۳۳ میں گزری۔

**تشریح** : **ولو یعلمون**! لوگ اگر جان لیں۔ **ما فی العتمه والصبح**! ان دونوں نمازوں کی جماعت میں حاضری بڑی فضیلت کا باعث ہے جیسا کہ پہلی دونوں روایات شاہد ہیں۔ عتمہ یہ ممانعت سے پہلے کی بات ہے یا ممانعت تنزیہی ہے۔ **ولو حبوا**! کہہ کر جماعت پر آمادہ کرنا مقصود ہے کہ خواہ کتنی مشقت اٹھانا پڑتی برداشت کر لیتے۔ شروع میں واو لا کر اشارہ کر دیا کہ طویل روایت کا ٹکڑا ہے۔

**تخریج** : باب فضل الأذن میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۰۷۳ : وَعَنْ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَیْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَالْعِشَاۤءِ لَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِیْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۰۷۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "عشاء اور فجر سے بڑھ کر کوئی نماز منافقین پر بھاری نہیں، اگر وہ جان لیں کہ ان دونوں نمازوں میں کیا ثواب ہے؟ تو ان میں ضرور حاضر ہوں خواہ

گھٹنوں کے بل''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** : صلاۃ الفجر والعشاء : جماعت کی نماز یا انفرادی نماز مراد ہے۔ صبح کا وقت تو میٹھی نیند کا اور عشاء کا وقت عموماً تو دن کے کام سمیٹنے کا ہے اور منافقین کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں وہ نمازیں دکھلاوے کے لئے پڑھتے ہیں۔ یہ دو نمازیں ان پر بہت گراں ہیں کیونکہ ایک تو اندھیرے کی وجہ سے ان کا مقصود دریا کاری حاصل نہیں ہوتا اور دوسری بات لذت نوم سے محرومی اور تھکاوٹ نہاری کا بہانہ سامنے ہوتا ہے۔ مؤمن کے لئے یہ گرانیاں ضرور ہیں مگر وہ حصول رضا الٰہی اور ثواب آخرت کے لئے اس تکلیف کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ما فیھما! اس سے عظیم ثواب کی طرف اشارہ فرمایا کہ الفاظ میں ثواب کو بیان سے قاصر ہے۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (۶۵۷) ومسلم (۶۵۱/۲۵۲) برقم (۱۰۸۰)

**الفوائد** : ① فجر وعشاء میں حاضری پر آمادہ کیا گیا کیونکہ ان سے طبع پر گرانی اور ادھر ثواب میں فراوانی ہے۔

## ۱۹۳ : بَابُ الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ وَالنَّهْيِ الْاَكِيْدِ وَالْوَعِيْدِ الشَّدِيْدِ فِيْ تَرْكِهِنَّ

## بَابٌ : فرض نمازوں کی حفاظت کا حکم اور ان کے چھوڑنے میں سخت وعید و تاکید

الصلوات المکتوبات : بندوں پر فرض کی جانے والی پنج وقتہ نمازیں۔ الاکید : بہت ہی تاکید والی۔ الوعید : یہ وعد کے برعکس ہے یہ شر پر کی جاتی ہے جبکہ وعدہ خیر پر ہوتا ہے۔ ترکھن : تمام کو یا کسی ایک کو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ [البقرة : ۲۳۸]

اللہ ذوالجلال والاکرام نے ارشاد فرمایا : ''تم نمازوں کی حفاظت کرو خاص طور پر درمیانی نماز میں۔'' (البقرہ)

حافظوا : مداومت اختیار کرو۔ علی الصلوات : فرائض یومیہ۔ محافظت میں ان کی ارکان و شرائط سے ادائیگی بھی آتی ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ [التوبة : ۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : ''اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔'' (التوبہ)

تابوا : کفر سے تائب ہو جائیں۔ واقاموا الصلاۃ : نماز کو درستگی سے ادا کریں یعنی وہ تمام ارکان درست ہوں جن پر نماز کی صحت کا دارومدار ہے۔ اتوا الزکاۃ : فرض زکوٰۃ ادا کریں۔ فخلوا سبیلھم : جیسے کہ عام مؤمنین کا حکم ہے وہی ان کا ہو جائے گا۔ اس آیت اور حدیث ابن عمر ''امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ویقیموا الصلاۃ ویوتوا الزکاۃ فاذا فعلوا عصموا منی دماء ھم واموالھم الا بحقھا'' اس سے امام شافعی نے

استدلال فرمایا کہ جو نماز کو سستی سے چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کو وقت ضرورت سے نکال دے اگر وہ توبہ کرے تو حد میں قتل کیا جائے گا۔ دیگر ائمہ نے اس کو تغلیظ پر محمول کیا ہے۔

۱۰۷٤ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ :"اَلصَّلٰوةُ عَلٰي وَقْتِهَا" قُلْتُ :ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ :"بِرُّ الْوَالِدَيْنِ" قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۷۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سوال کیا' کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''وقت پر نماز۔'' میں نے پوچھا پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: ''والدین کے ساتھ اچھا سلوک'' میں نے کہا پھر کونسا؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد۔'' (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ ای الاعمال افضل! اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ ثواب کا باعث ہیں۔ الصلاۃ علی وقتھا! وقت پر نماز کی ادائیگی کرنا۔ اعلیٰ کا بتلایا کہ اس کا عظیم حق وقت پر ادا کرنا ہے بلا عذر وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں۔ بر الوالدین! حتی الامکان والدین سے نرمی برتنا۔ الجھاد فی سبیل اللّٰہ! اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار سے قتال۔ یہ حدیث والدین کی خدمت کے جہاد پر مقدم ہونے میں صریح ہے۔ مسلم کی دوسری روایت اس سے زیادہ صریح ہے: "ان رجلاً جاء الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یستاذنہ فی الجھاد' فقال احی والداک؟ قال نعم قال ففیھما فجاھد"! تفصیلی حدیث باب برالوالدین میں مع شرح گزر ری ملاحظہ کرلیں۔

**تخریج** : باب برالوالدین وصلۃ الأرحام میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۰۷٥ :وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰي خَمْسٍ : شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ' وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ' وَحَجِّ الْبَيْتِ ' وَصَوْمِ رَمَضَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۷۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱) اس بات کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ (۲) نماز کا قائم کرنا' (۳) زکوٰۃ ادا کرنا' (۴) بیت اللہ کا حج کرنا' (۴) رمضان کے روزے رکھنا۔

(بخاری و مسلم)

بنی الاسلام علی خمس! پانچ سے پانچ ستون مراد ہیں۔ مسلم کی روایت میں خمسۃ کے لفظ ہیں۔ ضمیر محذوف ہو تو دونوں طرح جائز ہے۔ نووی نے من صام رمضان وستا من شوال! میں یہ بات نقل کی ہے جنہوں نے اسلام کو قول' فعل' اعتقاد قرار دیا ان کے ہاں یہاں علیٰ با کے معنی میں ہے تاکہ مبنیٰ غیر مبنیٰ نہ بن جائے۔ (۲) من کے معنی میں ہے جیسا اس آیت میں:

﴿الا علی ازواجھم﴾ ای الا من ازواجھم ارے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اسلام تصدیق کا نام ہے اور اس کی بنیاد چار چیزوں پر ظاہر ہے اور شہادت اس کا وہ درمیانی کھونٹا ہے جس پر اسلام کی ساری چکی گھومتی ہے۔ اس صورت میں یہ استعارہ تمثیلیہ ہے کہ اسلام کو ایک ایسے خیمے کے مشابہ کہا جو پانچ ستونوں پر کھڑا ہوتا ہے۔ مرکزی ستون شہادت لا الہ ہے اور بقیہ اوتاد کی طرح ہیں اور اس مرکزی ستون کی ان چاروں سے مغایرت خیمے کے ستونوں والی ہے (کازرونی) مگر دلجی نے کہا کہ استعارہ مکنیہ ہے۔ یہاں پانچ کی تشبیہ پانچ ستونوں سے ہے۔ ورنہ یہ الذین ینقضون عھد اللّٰہ کی طرح تحقیقیہ ہے۔ ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں بناء کا استعمال معانی کے لئے یہ مجاز ہے جو علاقہ مشابہت رکھتا ہے۔ اسلام کو عظیم عمارت سے تشبیہ دی ہے۔ اس کے یہ ارکان محکم بنیاد سے منسلک ہیں۔ جو اس کو عمارت کو اٹھانے والی ہے۔ عمارت سے اسلام کی مشابہت یہ استعارہ مکنیہ ہے اور اس کے لئے بناء کا اثبات یہ استعارہ ترشیحیہ ہے (الفتح المبین) شھادة ان لا الہ الا اللّٰہ! (۱) جر سے یہ عطف بیان ہے (۲) بدل کل من الکل اگر سابقہ بدل پر عطف کو معتبر مانیں (۳) بدل بعض ہے اگر عطف اس سے متاخر ہو۔ ایتاء! اعطاء کے معنی میں ہے۔ حج البیت! فتحہ و کسرہ دونوں کے ساتھ یہ مصدر ہیں۔ صوم رمضان! بعض روایات میں یہ حج سے پہلے مذکور ہے اور واؤ ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی ورنہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ روزہ حج سے پہلے فرض ہوا یہ روایت ارکان دین کی معرفت میں عظیم اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔

**تخریج:** أخرجه أحمد(۲/۶۳۰۹) والبخاری(۸) ومسلم(۱۶) والترمذی(۲۶۰۹) والنسائی(۵۰۱۶) والحمیدی (۷۰۳) وابن حبان(۱۵۸) والطبرانی(۱۳۲۰۳) وابن خزیمة(۳۰۹) والبیهقی(۳/۳۶۷)

**الفوائد:** ① اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ درمیانہ ستون مرکزی ستون ہے وہ لا الہ الا اللہ ہے۔ درمیانہ ستون گرنے سے تو گھر کا نام ختم ہو جائے گا۔ دیکھنے میں گھر مجموعہ ہے اور افراد بھی ہیں۔ بنیادیں اصل ہیں اور ارکان اس کے تابع ہیں اس کے بقاء کی صورت سب کو قائم رکھنا ہے۔

۱۰۷۶ : وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ' وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ ' فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَآءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۷۶: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم ہے۔ یہاں تک کہ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دیں' نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کرنے لگیں تو انہوں نے اپنے خون اور مال مجھ سے محفوظ فرما لئے۔ مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح:** ۞ امرت! یہ فعل مجہول ہے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے۔ ان اقاتل الناس! اہل کتاب اور ان کے ساتھ جو ملحق ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان یشھدوا لا الہ! اسلام کا اقرار کرلیں اور زبان سے اس کے مضمون کو ادا

کریں۔یوتوا الزکاۃ! فرض زکوۃ ادا کریں۔اہل کتاب سے اسلام لانے یا جزیہ تک لڑا جائے گا تیسری صورت نہیں۔
**عصموا مني دماء هم!** انہوں نے اپنے آپ کو قتل سے محفوظ کرلیا ان کا قتل جائز نہیں اوران کے اموال کو لینا بھی جائز نہیں۔
**الا بحق الاسلام!** اسلام کے حق تین ہیں قصاص میں قتل' شادی شدہ زنا کرے' مسلمان مرتد ہوجائے اور اموال کے حقوق زکاۃ' کفارات' نفقات واجبہ ہیں جوان کی موت کی وجہ سے لازم آتے ہیں۔ **حسابهم علي الله!** ظاہر احکام کے نفاذ کا حکم دیا گیا ان کے باطن کا معاملہ عالم السرائر کے سپرد کیا گیا۔باب اجراء احکام الناس میں روایت گزری۔
**تخریج** : باب اجراء أحكام الناس علی الظاهر میں گزر چکی۔
**الفرائد** : ایضاً۔

۱۰۷۷ : **وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ : "اِنَّكَ تَاْتِيْ قَوْمًا مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ' فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ' فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآءِ هِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ ' فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَآئِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔**

۱۰۷۷: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا اور فرمایا: "جو اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) ہیں پس ان کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی دعوت دینا' اگر وہ اس کو تسلیم کرلیں توان کو اس بات کی طرف دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔اگر وہ اس کو بھی تسلیم کرلیں توان کو اس بات کی طرف دعوت دینا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لے کران کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی اور اگر وہ اس بات کو بھی تسلیم کرلیں تو ان کے عمدہ مال (بطور زکوۃ) لینے سے خود کو روکے رکھنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔" (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ **بعثني النبي صلی الله علیه و سلم!** معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا عامل مقرر فرمایا۔**من اهل الكتاب!** یہاں یہود مراد ہیں۔**فادعهم الی شهادة!** وہ اسلام کا اقرار کرلیں جو تصدیق قلبی سے متصل ہو۔یہ تمام اعمال کی اساس ہے۔**اطاعوا!** تمہاری بات مان لیں۔**فاعلمهم!** باب افتعال کی تعبیر مزید تاکید کو ظاہر کرتی ہے۔اس لئے اس کا خوب اہتمام کرنا چاہئے۔**اطاعوا لذلك!** یہاں تصدیق کے ساتھ نمازوں کو عمل میں لانا بھی مراد ہے۔**صدقة!** یہاں زکوۃ اموال وابدال مراد ہے۔**فترد علی فقرائهم!** یہ صدقہ کے لئے محل صفت میں ہے (۲) تقدیم ظرف کے سبب یہ حال ہے جیسا اس روایت میں "وصلی وراء ہ رجال قیاما"! (۳) جملہ مستانفہ گویا اس طرح

فرمایا۔ وہ اس صدقہ کا کیا کرے تو جواب دیا: تو خذ۔ فان اطاعوا لذلك! اس سے مراد مان لینا اور مال کو ان مصارف میں ادا کرنے لگیں۔ کرائم اموالهم! کرائم جمع کریمہ۔ نفیس چیز۔ درمیانہ مال لیا جائے تاکہ اعلیٰ نہ لیا جائے تاکہ مالک کو نقصان نہ ہو اور نہ حقیر لیا جائے تاکہ فقراء کو نقصان نہ ہو۔ اتق دعوة المظلوم! اس کی مسلسل بددعاؤں سے بچو۔ لیس بينها! یہ جلد قبولیت سے کنایہ ہے اور اس کے ظہور اثر کا بیان ہے۔ باب تحریم الظلم میں روایت گزر ی۔

**تخریج** : باب تحریم الظلم میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۰۷۸ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۷۸: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ’’بے شک آدمی اور شرک و کفر کے درمیان (فاصل) نماز کا چھوڑنا ہے۔‘‘ (مسلم)

ان بين الرجل! مرد و عورت اس میں برابر ہیں مرد کا تذکرہ تخصیص کے لئے نہیں۔ بين الشرك والكفر! عطف عام علی الخاص ہے۔ شرک اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو ذات و صفات میں شریک ماننا اور کفریہ اعمال و افعال کرنا۔ ترك الصلاة! اسلام و کفر کے درمیان نماز حد فاصل ہے جو شخص اسلام کی صفت سے متصف ہو اور نماز نہیں پڑھتا تو اس کے کفر سے متصف ہونے کے درمیان کوئی روک نہیں کیونکہ اہل سنت کے ہاں ان دونوں اوصاف میں کوئی واسطہ نہیں اور ترک نماز اس روک کو گرانا جو تمہارے اور تمہارے دشمن کے درمیان پائی جاتی ہے۔ وہ دشمن اس دیوار کے ٹوٹنے سے ہی تم پر قابو پالے گا۔ عرب کہتے ہیں "بین و بین لقاء عدوی هذا الحاجز"! اسی طرح یہاں یہ کہنا بالکل درست ہے۔ بين الاسلام والاتصاف بالكفر هدم الحاجز المانع له منه وهو الصلاة' وهدمها : تركها! (فتح الدلیلہ لابن حجر) یعنی اسلام اور کفر سے متصف ہونے کے درمیان ایک دیوار ہے جو کفر سے رکاوٹ ہے اور وہ نماز ہے اور اس کا گرانا نماز کا چھوڑ دینا ہے۔ یہ سب سے بہتر قول ہے بقیہ میں بلاوجہ تکلفات ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد(٥/١٥١٨٥) ومسلم(٨٢) وأبو داود(٤٦٧٨) والترمذی(٢٦٢٧) والنسائی(٤٦٣) وابن حبان(٤٦٣) والدارمی(١/٢٨٠) ابن شيبة(١١/٣٤) والطبرانی(٢/١٤) والبيهقی(٣/٣٦٦)

**الفرائد** : ① تارکِ صلوٰۃ کے لئے شدید زجر ہے اور کفر کی وعید سنائی گئی ہے ② تارکِ صلوٰۃ کا خاتمہ اچھا نہیں ③ اگر انکار سے چھوڑا تو کافر ہو گیا۔

۱۰۷۹ : وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ؟ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۰۷۹: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا: ''وہ عہد جو ہمارے اور کافروں کے درمیان ہے وہ نماز ہے۔ جس نے نماز کو ترک کیا پس اس نے کفر کیا۔'' (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** : العهد الذی بیننا و بینهم! بقول بیضاوی یہ ضمیر منافقین کی طرف راجع ہے۔ جو چیز ان کے بقاء اور خون کی حفاظت کرنے والی ہے اس کو اس عہد سے تشبیہ دی جو معاہدے کے بقاء کا مقتضی ہو اور ان سے ہاتھ روکنے کا ذریعہ ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ ان پر اسلام کے احکامات کے جاری ہونے کی وجہ مسلمانوں سے مشابہت ہے کہ وہ نمازوں میں آتے اور جماعتوں میں حاضری دیتے اور احکامِ ظاہرہ کی اطاعت کرتے ہیں۔ جب وہ چیزیں ترک کر دیں تو ان کا اور دیگر کفار کا حکم برابر ہو جاتا ہے۔ طیبی کہتے ہیں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ضمیر تمام مسلمانوں کی طرف راجع ہے۔ خواہ اس میں خالص مؤمن ہو یا منافق ہو۔ فقد كفر! اس ارشاد میں نماز کی عظمت ظاہر ہو رہی ہے۔ اس کے کرنے اور لازم کرنے پر ابھارا جا رہا ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٩/٢٢٩٩٨) والترمذی (٢٦٣٠) والنسائی (٤٦٢) وابن ماجه (١٠٧٩) والحاكم (١/١١) وابن حبان (١٤٥٤) وابن شيبة (١١/٣٤) والدار قطنی (٢/٥٢) والبيهقی (٣/٣٦٦)

**الفوائد**: ① مسلم و کافر میں امتیازی میثاق نماز ہے۔ جس نے سستی سے یا غفلت سے چھوڑا اس سے کافروں والی حرکت کی۔ اگر اس پر اصرار کرے تو اس کا خون حلال ہے۔

۱۰۸۰: وَعَنْ شَقِيْقِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ التَّابِعِيِّ الْمُتَّفَقِ عَلٰى جَلَالَتِهٖ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهٗ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ – رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِي كِتَابِ الْاِيْمَانِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۰۸۰: حضرت شقیق بن عبداللہ رحمۃ اللہ جلیل القدر تابعی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے (ترک) نماز کے۔'' (ترمذی) کتاب الایمان میں صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

**تشریح** : اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم! اصحاب یہ صاحب کی جمع ہے بمعنی صحابی۔ اس سے مراد اکثریت ہے۔ (۱) لا يرون شيئا من الاعمال! یرون یہ رائی سے ظرف ماقبل کے لئے محل صفت میں واقع ہے۔ اسی طرح تركه كفر! بھی۔ (۲) یرون کا مفعول ثانی ہے۔ غير الصلاة! ترک کے مضاف الیہ کی ضمیر سے مستثنیٰ ہے۔ (۳) شیئاً کی دوسری صفت ہے۔

**اختلافِ علماء اور اس کی وضاحت**: اس سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث اور آثار سے بعض علماء نے کہا کہ (۱) ان پانچوں میں سے جس نے کسی ایک کو سستی سے چھوڑا تو اس نے حقیقتاً کفر کیا اس پر مرتد کے احکام مرتب ہوں گے۔ (۲) مگر اکثریت نے کہا یہ کفر نہیں اور اس کی تاویل کی کہ تاویل کر کے چھوڑنے والا مراد ہو۔ (۳) اس کی پیدائش دور دراز علاقہ میں

ہوئی ہو۔ جہاں علماء سے اس کی ملاقات نہ ہوئی ہو۔ (۴) اس کا ترک کفر تک پہنچانے والا ہے کیونکہ معاصی کفر کا ڈاکیہ ہیں۔ (۵) یہ زجر و تغلیظ کے طور پر فرمایا۔ اسی وجہ سے امام شافعیؒ کسل سے ترک کرنے والے کے متعلق قتل کے قائل ہوئے زہری اور جماعت علماء حبس و ضرب کی قائل ہوئی یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے۔ (۶) کفر سے مراد کفر نعمت ہے کیونکہ اصل عبودیت ہے رب تعالیٰ کے سامنے جھکے اور اس کی ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکریہ ادا کرے اور کفر سے حقیقت میں متصف ہونے والا۔ وہ اس سے نفرت کرنے والا ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ نماز شکریے کی چوٹی اور قوام ہے۔ گویا اس طرح فرمایا: "الفرق بین المؤمن والکافر ترك اداء شکر المنعم الحقیقی' فمن اقامها فهو المؤمن الکامل ومن ترکها فهو الکافر لنعم مولاه المقصر فی شکرها"! مؤمن و کافر میں فرق منعم حقیقی کے شکریے کی ادائیگی کو ترک کرنے میں ہے جس نے نماز کو قائم کیا وہ کامل مؤمن ہے اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ اپنے مولیٰ کا ناشکرا اور اس کے شکریے میں کوتاہی برتنے والا ہے۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (۲٦٣١) والحاکم (۱/۱۲)

**الفوائد** : ① تابعی رحمہ اللہ کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نماز کا کس قدر اہتمام کرنے والے تھے اور وہ اس کے قصداً تارک کو مسلمان نہ سمجھتے تھے۔

۱۰۸۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ' فَاِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ' فَاِنِ انْتُقِصَ مِنْ فَرِیْضَتِهٖ شَیْءٌ قَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُکَمَّلُ بِهَا مَا انْتُقِصَ مِنَ الْفَرِیْضَةِ؟ ثُمَّ تَکُوْنُ سَائِرَ اَعْمَالِهٖ عَلٰی هٰذَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۰۸۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے پہلا عمل جس کا قیامت کے دن حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر وہ درست ہوئی تو وہ کامیاب و کامران ہوا اور اگر وہ خراب ہوئی تو وہ ناکام و نامراد ہوا۔ اگر اس کے فرائض میں سے کوئی چیز کم ہوئی تو رب ذوالجلال والاکرام فرمائیں گے:" دیکھو میرے بندے کے (کچھ) نوافل (بھی) ہیں پس فرضوں کی کمی کو نوافل سے بھر دیا جائے گا؟" پھر اس کے سارے اعمال کا اسی طرح حساب ہوگا۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ **اول ما یحاسب** ...... **من عمله**! وہ اعمال جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ **صلحت**! تمام درستگی والی صفات سے متصف ہو اور مفسدات سے محفوظ ہو۔ **فقد افلح وانجح**! وہ کامیاب ہوا اور اس نے اپنے مطلوب کو پالیا۔ **وان فسدت**! کسی رکن کے نہ ہونے یا شرط کے نہ پائے جانے یا اس چیز کے پائے جانے سے جو نماز کو فاسد کرنے والی ہو خواہ قول ہو یا عمل۔ **فقد خاب و خسر**! وہ تجارت اخرویہ میں ناکام ہوا اور ہلاک ہوا اور اس نے درست عمل پر مرتب ہونے والا

ثواب نہ پایا اور اس سے محروم ہو گیا۔ فان انتقص من! اگر اس کے فریضہ میں کمی رہی اگر چہ وہ غیر مفسد تھی۔ قال الرب عزوجل! رب کی صفت ذکر فرمائی تا کہ انسان کے مرتبے کی طرف توجہ دلائی جائے کہ گندگی سے کیا کمال دیا۔ انظروا! موکل فرشتوں کو فرمائیں گے۔ ھل لعبدی! یہ تدنیس کے ازالہ کے لئے اضافت تشریفی ہے۔ لطوع! نفلی نماز وغیرہ۔ فیکمل بھا! اس نفل سے فریضہ کو مکمل کر لیا جائے گا۔ سائر اعمال! یعنی روزہ حج وغیرہ ان تمام کے نقائص کو نوافل سے پورا کیا جائے گا۔

ایک تطبیق: اس روایت میں "اول ما یقضی فیه یوم القیامه بین العباد الدماء"! میں منافات نہیں کیونکہ وہ حقوق عباد کی نسبت سے ہے اور یہ حقوق اللہ کی نسبت سے ہے۔ اس روایت میں فرائض کی پابندی اور نوافل کی ترغیب دلائی گئی ہے تا کہ کل اس کے فرائض کے جابر بن جائیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد(٩٤٩٩/٣) وأبو داود(٨٦٤) والترمذي(٤١٣) وابن ماجه(١٤٢٥) ابو داود(٨٦٦) وابن ماجه(١٤٢٦)

**الفرائد** : ① اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نماز کی عظیم فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ اس کی تکمیل پر فوز و نجاح کو مرتب کیا گیا ② نفل فرائض کے نقص کا ازالہ کرنے والے ہیں ③ نوافل سے اللہ تعالیٰ کے ہاں بندے کا مرتبہ بڑھتا ہے۔

# ۱۹۴ : بَابُ فَضْلِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ وَالْاَمْرِ بِاِتْمَامِ الصُّفُوْفِ الْاُوَّلِ وَتَسْوِيَتِهَا وَالتَّرَاصِ فِيْهَا

## بَاب: صف اوّل کی فضیلت' پہلی صف کے اہتمام کا حکم اور صفوں کی برابری اور مل کر کھڑے ہونا

الصف الاول! اس سے وہ صف مراد ہے جو امام کے قریب ہو اور اگر چہ اس کے درمیان منبر سے فاصلہ یا کمرہ امام سے فاصلہ ہو اور اگر اس کے ساتھی پیچھے ہوں اور وہ مسجد حرام میں محل طواف کے حاشیہ میں ہو۔ وہ پہلی صف نہ بنے گی امام بنسبت کعبہ سے قریب ہو بلکہ مقتدی اگر غیر جہت میں بھی امام سے مقدم ہو تو اس میں کراہیت ہے اور فضیلت جماعت میں یہ چیز مخل ہے (کما فی التحفہ لابن حجر) بعض نے کہا پہلی وہ صف ہے جب تک اس میں رکاوٹ نہ ہو اگر چہ اس کے ساتھ متاخر ہوں۔ بعض نے کہا اول سے مراد پہلے آنے والا ہے خواہ وہ پچھلی صف میں نماز پڑھے۔ مگر نووی کہتے ہیں یہ آخری دونوں قول محض غلط ہیں۔ اگر چہ پہلے کو غزالی نے اختیار کیا ہے۔ والامر باتمام! دوسری صف پہلی کو مکمل کر کے بنائیں اور تیسری دوسری کو مکمل کر کے۔ تسوتیھا! ایک دوسرے سے صف میں مقدم ہونا۔ والترص فیھا! ان کے درمیان فاصلہ نہ رہے جہاں نمازی کھڑا ہو سکتا ہو۔

۱۰۸۲ : عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : "اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَآئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟" فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَآئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ : يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوَّلَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۰۸۲: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر (نماز سے) ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "تم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے ہو جس طرح فرشتے اپنے رب کے ہاں بناتے ہیں؟" ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتے اپنے رب کی بارگاہ میں کس طرح صف بناتے ہیں؟ فرمایا: "وہ پہلے پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔" (مسلم)

**تشریح** ○ الا تصفون! الا یہ حرف تنبیہ ہے یعنی تم نماز کے لئے اپنی صفوف کو فرشتوں کی طرح درست کیوں نہیں کرتے ۔ عند ربها! یعنی جب وہ طاعت کے لئے قیام کرتے ہیں ۔ یتمون الصفوف الاول! وہ دوسری صف شروع نہیں کرتے جب تک پہلی کو مکمل نہیں کر لیتے ۔ جو صفوف کو درست نہیں کرتا ثواب جماعت اس سے فوت ہو جاتا ہے ۔ یتراصون! تراص اجتماع اور انتظام کو کہا جاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كانهم بنيان مرصوص﴾! یعنی صف میں اس طرح کھڑے ہوں کہ فاصلہ باقی نہ رہے یہ بھی سنت مؤکدہ ہے اس کا ترک بھی ثواب جماعت کو زائل کرنے والا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲۰۹۱٦) ومسلم (٤٣٠) وأبو داود (٤٨٢٣) والنسائي (٨١٥) وابن ماجه (٩٩٢) وابن أبي شيبة (٤٨٦/٢) والطبراني (٢٢٣/٢) والبيهقي (٢٨٠/٢)

**الفوائد** : ① اس روایت صفوف کو مکمل کرنے اور درست کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ روایت بخاری میں ہے ہم میں سے ہر ایک اپنا کندھا دوسرے کندھے سے ملاتے اور قدموں کو بھی ملاتے ۔

۱۰۸۳ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۸۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان اور صف اول کا کیا ثواب ہے پھر وہ نہ پائیں مگر اسی صورت میں کہ وہ قرعہ اندازی کریں ضرور وہ قرعہ اندازی کریں ۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** ○ لو يعلم الناس ما فى النداء والصف الاول! اگر لوگ اذان اور صف اول کا ثواب جان لیں اور وہ شرف جس کے بیان سے الفاظ عاجز ہیں اس وجہ سے حذف کر دیا۔ ان يستهموا عليه! تو اس پر قرعہ ڈالتے کیونکہ صف اول تمام کو سمانہ سکتی اور ایک وقت میں تمام کی اذان ممکن نہیں وہ ضرور قرعہ ڈالتے کیونکہ ان کی فضیلت بہت بڑی ہے ۔ باب فضل الاذان میں روایت گزری ملاحظہ کر لیں ۔

**تخریج** : باب فضل الأذان میں گزر چکی ۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۰۸۴ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا ' وَشَرُّهَا وَاٰخِرُهَا- وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَآءِ اٰخِرُهَا' وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا' رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۰۸۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مردوں کی صف میں سے سب سے بہتر صف پہلی اور سب سے بری صف آخری ہے۔ عورتوں کی صفوں میں سب سے آخری سب سے بہتر ہے اور سب سے بری پہلی ہے۔ (مسلم)

**تشریح** خیر صفوف الرجال اولها! امام کے قریب' قرأت کے استماع اور اس کے حالات کا مشاہدہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول اور ملائکہ کے نزول کی وجہ سے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے اور اس کے قریب قریب دوسرا پھر تیسرا اور اسی طرح۔ صف اول میں فضیلت ہے حتیٰ کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ میں بھی اسی طرح ہے۔ جہت امام سے مختلف جانب اگر لوگ کعبہ کے امام سے زیادہ قریب ہوں تو اس میں اختلاف ہے کہ ان کی نماز باطل ہوگی یا نہیں۔ امام کی اتباع کی فضیلت کی وجہ سے صف ثانی میں جو کئی گنا ثواب ملا ہے یہ ثواب بڑھ جائے گا مثلاً جو آدمی روضہ شریف میں کھڑا ہے۔ اسی وجہ سے مسجد مکہ اور مدینہ میں پڑھے جانے والے نفل سے گھر میں پڑھے جانے والے نفل کی افضلیت اتباع کی وجہ سے بڑھ جائے گی اگر جو مسجد کا کئی گنا بڑھ کر ثواب ہے وہ فوت ہو جائے گا۔ وشرها اخرها! کیونکہ وہ پہلی صف کی وجہ سے حاصل ہونے والے فضائل سے محروم ہوا بلکہ عورتوں کے قریب ہونے کی وجہ سے ان کے فتنے میں مبتلا ہونے کا خطرہ بڑھ گیا۔ وخیر صفوف النساء آخرها! کیونکہ مردوں سے دوری کی وجہ سے وہ فتنہ سے غالباً محفوظ رہیں گی اور اس لئے بھی کہ اس نے اس زائد پردے کا لحاظ کیا جس کا حکم ملا ہے اور اس کے قریب وہ ہے جو ان سے پہلے ہے۔ وشرها اولها! کیونکہ وہ مردوں کے قریب تر ہے جو کہ فتنے کا باعث بن سکتا ہے ان دونوں موقعوں پر خیر و شر نسبتی چیزیں ہیں جن میں ثواب کی قلت و کثرت کا لحاظ ہے اور کمال سے پیچھے رہنا باوجودیکہ آدمی اس کو حاصل کر سکتا ہو یہ مرتبے مٹانا اور کم ہمتی اور حقیر امور پر رضا مندی کے مترادف ہے اور بلند مراتب میں حصہ نہ لینے کی طرح ہے۔ پس اس کو شر کہنا بعید از قیاس نہیں کیونکہ یہ شر کا ذریعہ ہے اور "لا یزال قوم یتاخرون" میں یہ بات آئے گی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۱۰۲۹٤) ومسلم (٤٤٠) وأبو داود (٦٧٨) والترمذي (٢٢٤) والنسائي (٨١٩) وابن ماجه (١٠٠٠) وابن حبان (٢١٧٩) والبيهقي (٩٨٠٣)

الفرائد : ① پہلی صف میں اجر و ثواب کی زیادتی کی وجہ سے شمولیت پر ابھارا گیا ہے۔ صف اول عورتوں کی صفوف سے دور ہوگی جو کل خشوع بن سکتی ہے۔ آخری صف میں آنا سستی کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۰۸۵ : وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَاٰى فِيْ اَصْحَابِهٖ

تَاَخُّرًا، فَقَالَ لَهُمْ: "تَقَدَّمُوْا فَأْتَمُّوْا بِیْ، وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۸۵: حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا صفوں میں پیچھے ہٹنا دیکھا تو فرمایا: "آگے بڑھو اور میری اقتدا کرو اور جو بعد والے ہیں وہ تمہارے اقتداء کریں اور لوگ پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ ان کو پیچھے ہٹا دے گا۔" (مسلم)

**تشریح** ۞ تاخرا: نماز کی صفوف یا حصول علم میں۔ فاتموا: میری اقتداء کرو۔ ولیاتم بکم من بعد کم: یعنی تم زیادہ پیچھے ہٹنے کی بجائے ذرا قریب کھڑے ہو۔ اسی طرح ہر صف کے درمیان میں اور جس میں فضیلت و اصلاح والے لوگ ہوں پھر ان سے پیچھے وہ ہوں جو ان سے کم درجہ ہوں۔ اسی طرح پیچھے تک اور ہر صف کے دوسری صف کی پیروی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی حرکات میں اس کی پیروی کرے کیونکہ ان کو امام کے انتقالات کا ان کی بنسبت زیادہ علم ہے اور دوسری صورت میں میرے اس لئے قریب ہوں تا کہ ہر ایک علوم ظاہرہ و باطنہ سیکھ لے اور تابعین تم سے سیکھ لیں۔ اسی طرح آخری زمانے تک۔ لا یزال قوم یتاخرون: فضائل کمانے اور رذائل سے پرہیز میں پیچھے ہٹتے رہیں گے۔ حتی یوخرھم اللہ: یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت اور عظیم ثواب اور فضل اور اونچے مرتبہ جو قرب والوں کو ملتا ہے مؤخر کر دیں گے۔ بالآخر ان کا انجام آگ ہوگا جیسا ایک روایت میں ہے۔ اس میں بلند کاموں اور بلند اخلاق کی طرف آگے بڑھنے کی ترغیب دی گئی اور فاہیت اور خوش عیشی سے بلیغ انداز میں ڈانٹ پلائی گئی ہے اور خوب عمدہ انداز میں خبردار کر دیا کہ یہ بعد اور غضب کے گھونٹ نگلنے تک پہنچا دے گا۔ اعاذ اللہ من ذلک۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۱۱۲۹۲/۴) ومسلم (۴۳۸) وأبو داود (۶۸۰) والنسائی (۷۹۴) وابن ماجه (۹۷۸) والطبرانی (۱۸۷/۱) والبیهقی (۱۰۳/۳)

**الفوائد**: طاعات میں سبقت کرنے کا حکم دیا اور فعل طاعات میں تاخیر سے بچنے کی تاکید کی کیونکہ جیسا کرو گے بدلہ اسی جنس سے ملے گا۔

۱۰۸۶: وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِی الصَّلٰوةِ وَيَقُوْلُ: "اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ لِيَلِيَنِیْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۸۶: حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے کاندھوں کو چھو کر فرماتے: "برابر ہو جاؤ، آگے پیچھے مت ہو ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے اور تم میں سے میرے قریب وہ لوگ ہوں جو عقل و سمجھ والے ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں اور پھر وہ جو ان سے قریب ہیں۔" (مسلم)

یمسح مناکبنا فی الصلاۃ: اپنے دست اقدس سے ہمارے کندھوں کو درست فرماتے تا کہ کوئی صف سے آگے پیچھے نہ ہو۔

و یقول ! کندھوں کو برابر کرنے کے دوران فرماتے۔

اَللُّغَاتِ : یہ ماقبل جملہ خبریہ پر عطف بھی ہوسکتا ہے۔ استووا و لا تختلفوا ! صف بندی میں ایک دوسرے سے کندھے آگے پیچھے نہ ہوں۔ فتختلف قلوبکم ! فالائے اور یہ منصوب ہے کیونکہ جواب نہی میں آیا ہے۔ یعنی دلوں کے ارادے اور تمنائیں مختلف ہو جائیں گی۔ لیلینی ! یہ نون تاکید خفیفہ کا صیغہ ہے یعنی مجھ سے ضرور قریب ہوں۔ منکم اولوا الاحلام ! جمع حلم کسی معاملے میں حوصلہ اور پختگی اختیار کرتا یہ عقلاء کا شعار ہے۔ والنھی ! نون کا ضمہ ہے عقل کو کہتے ہیں کیونکہ یہ انسان کو قبائح سے باز رکھتی ہے (نووی) بعض نے کہا یہاں بالغ مراد ہیں۔ پہلی صورت میں دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے اور تاکید ہے اور دوسری صورت میں عقل مند بالغ۔ جمع میں فضیلت عقل میں کامل کو کہا جاتا ہے۔ ثم الذین یلونھم ! قریب البلوغ بچے۔ پھر خنثیٰ اور عورتیں بھی آخر میں ہوں گی اور ماقبل کے وزن کا لحاظ کر کے مذکر صیغہ لائے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۴۳۲) وأبو داود (۶۷۴) والنسائی (۸۰۶) وابن ماجه (۹۷۶) وأحمد (۶/۱۸۴۵۴) وابن خزیمة (۱۵۴۲) وابن شیبة (۱/۳۵۱) والطیالسی (۶۱۲) وابن حبان (۲/۲۱۷۲) وابن الجارود (۳۱۵) وأبو عوانة (۲/۴۱) والطبرانی (۱۷/۵۸۷) والبیهقی (۳/۹۷) والحمیدی (۴۵۶) وعبدالرزاق (۲۴۳۰) والدارمی (۱/۲۹۰)

**الفوائد** : افضل لوگوں کو آگے ہونا چاہیے تاکہ لوگ علم، دین، عقل و شرف اور عمر و کفایت اپنے اپنے مراتب پر ہوں اور امام کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے۔

۱۰۸۷ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ : "فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ"۔

۱۰۸۷ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی صفوں کو درست کرو بے شک صفوں کی درستگی نماز کی تکمیل میں سے ہے۔'' (بخاری و مسلم) بخاری ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ صفوں کی درستی نماز کے قائم کرنے کا ایک حصہ ہے۔

**تشریح** : سووا صفوفکم ! ایک دوسرے سے آگے پیچھے ہونا چھوڑ دو۔ قشیری کہتے ہیں کھڑے ہونے والوں کو ایک سمت میں اعتدال سے کھڑے ہونے کو اعتدال کہا جاتا ہے اور بعض اوقات تسویہ صف میں جگہ پُر کرنے پر بھی بولا جاتا ہے یہ تسویہ معنوی اعتبار سے ہے۔ یہاں تسویہ پہلے معنی کے لحاظ سے اگر دوسرا بھی مطلوب ہے۔ تسویة الصف ! دوسری روایت میں صفوف آیا ہے اس لئے مفرد کو جنس پر محمول کریں گے۔ من اقامة الصلاة ! ایک روایت میں "تمام الصلاة" ! فرمایا ہے اور ایک روایت میں اس کو "حسن الصلاة" ! قرار دیا گیا۔

روایت کا فرق : بخاری میں اقامة الصلاة ! ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/۱۲۸۱۴) والبخاری (۷۲۳) ومسلم (۴۳۳) وأبو داود (۶۶۸) وابن ماجه (۹۹۳)

وابن حبان (۲۱۷۱) وابن خزیمة (۱۵۴۳) وعبدالرزاق (۲۴۲۶) والدارمی (۱/۲۸۹) وأبو یعلی (۲۹۹۷) والبیهقی (۳/۹۹/۱۰۰)

**الفوائد** : جماعت میں صفوف کو برابر کرنا چاہئے کیونکہ یہ تکمیل نماز کا حصہ ہے۔

۱۰۸۸ : وَعَنْهُ قَالَ : اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ : "اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِلَفْظِهٖ ' وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ : "وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ"۔

۱۰۸۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے۔ جماعت کھڑی ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: ''اپنی صفوں کو درست کرو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ بے شک میں تم کو اپنی پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔'' (بخاری) بخاری کے الفاظ کے ساتھ مسلم نے اسی معنی کی روایت کی۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے ہم میں سے ہر ایک اپنا کندھا دوسرے کے کندھے سے اور اپنا قدم دوسرے کے قدم سے ملاتا تھا۔''

**تشریح** : اقیمت الصلاۃ! مشکوۃ میں الصفوف کا لفظ مذکور ہے۔ یہاں بھی مراد یہی ہے۔ بوجهه! یہ تاکید کے لئے لائے ورنہ رخ تو چہرے ہی سے ہوتا ہے۔ اقیموا صفوفکم! ان کی ہمیشہ درستگی کرو اور اس کا خوب اہتمام کرو کیونکہ اس کی غایت اعلیٰ ہے۔ یہ اس وقت ہے جب اقامت کے بعد یہ معاملہ پیش آیا ہو اور اگر پہلے پیش آئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صفوں کو اسی طرح بنایا کرو۔ تراصوا! کندھوں کو آپس میں ملاؤ تاکہ تمہارے درمیان فاصلہ نہ رہے۔ فانی اراکم من وراء ظهری! حقیقت بطور معجزہ تمہاری حرکات وسکنات کو دیکھتا ہوں۔ پس جو تم سے ہوتا ہے اس کو جالیتا ہوں۔ یہ روایت اس کے منافی نہیں کہ لا اعلم ماوراء جداری! کیونکہ اس روایت میں جو مذکور ہے اس کا تعلق خاص نماز کی حالت سے اور بطور معجزہ ہے کیونکہ نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس میں قرب کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ فیضان ہوتا ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک صاف آئینے کی طرح ہو جاتا ہے اور جو چیزیں آپ ﷺ کے پیچھے ہیں ان سے حجاب رکاوٹ نہیں رہتی۔ بعض نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جانبوں میں سوئی کے ناکے کے برابر دو آنکھیں تھیں جن کے لئے کپڑے حجاب نہ تھے مگر اس تکلف کی ضرورت نہیں پہلا جواب مناسب ہے۔

فرق روایت: بخاری میں یلزق منکبه! کندھے بازو اور سر کا جمع ہونا۔ بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه! یہ ساتھ ملنے میں مبالغہ ہے جس کا حکم تھا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۱۲۰۱۱) والبخاری (۷۱۸) ومسلم (۸۳۴) والنسائی (۸۱۲) وابن حبان ۲۱۷۳) وأبو یعلی (۳۲۹۱) وأبو عوانة (۲/۳۹) وابن أبی شیبة (۱/۳۵۱) وعبدالرزاق (۲۴۲۷) والبیهقی (۳/۱۰۰)

**الفوائد** : اس سے صحابہ کرام کی اطاعت شعاری کا نمونہ سامنے آتا ہے۔ ضرورت ہو تو امام نماز میں داخل ہونے سے اور

اقامت کے درمیان بات کر سکتا ہے۔

۱۰۸۹ : وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّيْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ – ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ يُكَبِّرُ فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهٗ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ "عِبَادَ اللّٰهِ ، لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ۔

۱۰۸۹ : حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''تم ضرور اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ اللہ تمہارے چہروں میں اختلاف پیدا کر دے گا۔'' (بخاری ومسلم) مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہؐ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرمایا کرتے تھے گویا کہ آپؐ اس کے ساتھ تیروں کو سیدھا کریں گے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اندازہ فرمایا کہ ہم اس بات کو سمجھ گئے ہیں۔ پھر ایک دن آپ تشریف لائے اور کھڑے ہو گئے۔ جب تکبیر کہی جانے والی تھی کہ ایک آدمی کو صف میں سینہ نکالے دیکھا تو فرمایا: ''اللہ کے بندو! تم ضرور اپنی صفوں کو درست کر لو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان بڑا اختلاف ڈال دیں گے۔''

**تشریح** ۞ لتسون صفوفکم! یہ فعل معروف ہے۔ ایک دوسرے سے صف میں آگے نہ ہو۔ پہلی صف کو پہلے مکمل کر کے پھر دوسری شروع کر دیں۔ او لیخافن اللّٰہ بین وجوھکم! او تنویع کے لئے ہے۔ دو میں سے ایک بات ہو گی۔ صفوف کی درستگی یا چہروں کو پشت کی طرف پھیر دیا جائے گا یا صورت حیوانی میں بدل دیا جائے گا یا وجوہ سے قلوب مراد ہوں گے تو مطلوب یہ ہوگا کہ دلوں کے ارادوں میں اختلاف پڑ جائے گا۔ اس وقت فتنے برپا ہو کر یک جہتی ختم ہو جائے گی اور اسلام کی شوکت اجڑ جائے گی ان پر دشمنی کا تسلط ہوگا برائیاں پھیل جائیں گی عبادات کم ہو جائیں گی۔

روایت کا باہمی فرق: کان یسوی صفوفنا...... القداح۔ قدح! تیر اس سے پہلے کہ اس کو پھل پر چڑھایا جائے۔ یہ مبالغہ استواء مراد ہے کیونکہ قدح تو قابل استعمال ہی اس وقت ہوتا ہے جب بالکل برابر ہو۔ صفوف کے مقابلہ میں اس کو جمع کر دیا۔ ہر صف کو تیر سے درست کرتے۔ قد عقلنا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم درستگی کرتے رہے یہاں تک کہ صفوف بالکل برابر کرنے لگے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد وعمل سے سیکھ لیا۔ کاد یکبر! تکبیر تحریمہ کہنے جانے والی تھی۔ بادیا صدرہ من الصف! اس کا سینہ صف سے آگے نکلا جا رہا تھا۔ بادیاً یہ رجل کی صفت ہے اور وہ مفعول ہے۔ عباد اللّٰہ! عادت کریمہ کے مطابق عام بات فرمائی تاکہ اس کی غلطی کی پردہ پوشی بھی ہو جائے اور تنبیہ بھی ہو جائے گی۔ لتسون! یہ لام قسم کے معنی کو ظاہر کر رہی ہے۔ لیخالفن اللّٰہ! اللہ کی قسم دو میں سے ایک بات ضرور ہوگی۔ اس میں توبیخ تہدید غایت درجہ کی پائی جاتی ہے اور صفوف کی درستگی میں انتہائی تاکید ہے اور مخالفت پر شدید زجر ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٦/١٨٤٦٢) والبخاری (٧١٧) ومسلم (٤٣٦) وأبو داود (٦٦٣) والترمذی(٢٢٧)

وابن ماجه (٩٩٤) والطيالسي (٧٩١) وأحمد (١٨٤٥٧) والنسائي (٨٠٩) وعبدالرزاق (٢٤٢٩) وأبو عوانة (٢/٤٠) وابن أبي شيبة (١/٣٥١) وابن حبان (٢١٦٥) والبيهقي (٣/١٠٠)

**الفوائد:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شفقت ظاہر ہو رہی ہے اور صفوف کے درست نہ کرنے کا خوفناک نتیجہ بتلایا گیا ہے۔

١٠٩٠ : وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلٰى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ صُدُوْرَنَا وَمَنَاكِبَنَا وَ يَقُوْلُ : "لَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ" وَكَانَ يَقُوْلُ : "إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصُّفُوْفِ الْاُوَلِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۱۰۹۰: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کے (درمیان) ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھرتے اور ہمارے سینوں اور کندھوں کو چھو کر ارشاد فرماتے: "آگے پیچھے مت ہو ورنہ تمہارے دل مختلف (ٹیڑھے) ہو جائیں گے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے: "اللہ اور اس کے فرشتے بھی پہلی صفوں پر رحمتیں بھیجتے ہیں"۔ (ابوداؤد) حسن سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ **یتخلل الصف**: صف کے فاصلے کو دور فرماتے۔ **من ناحیہ الی ناحیہ**: اور کندھے آگے بڑھتے ہوئے نہ ہوں اور فرماتے صف میں آگے پیچھے مت کھڑے ہو۔ **فتختلف قلوبکم**: صف کی خرابی بے شمار مفاسد کو جنم دیتی ہے اور اس پر آمادہ کرتے ہوئے فرماتے۔ **ان اللّٰہ و ملائکتہ**: پہلی اور آخری صف کی درمیانی صفوف کو مجازاً پہلی صف کہا کیونکہ وہ پچھلی کے لحاظ سے ہر آگے والی پہلی ہے۔ اس میں صف اول پھر دوم کی تکمیل کی تاکید کی گئی ہے۔ مردوں کی پہلی صف سب سے بہتر اور عورتوں کی آخری صف۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٨٦٤٤) وأبو داود (٦٦٤) وابن ماجه (٩٩٧) وابن حبان (٢١٥٧) وابن الجارود (٣١٦) وابن خزيمة (١٥٥١) والدارمي (١/٢٨٩) والطيالسي (٧٤١) وابن ابي شيبة (١/٣٧٨) والبيهقي (٣/١٠٣)

**الفوائد** : آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفوف کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے اور پہلی صفیں پچھلی صفوں سے فضیلت میں بڑھ کر ہیں۔

١٠٩١ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ، وَحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِيْنُوْا بِاَيْدِيْ اِخْوَانِكُمْ، وَلَا تَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ، وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۰۹۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی صفوں کو سیدھا رکھا کروں اور کندھوں میں برابری کرو اور صفوں کے خلاء کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے بارے میں نرم ہو جاؤ (ان سے تعاون کرو) اور شیطان کے لئے درمیان میں جگہ مت چھوڑو جس نے کسی صف کو ملایا اللہ اس کو ملائے گا اور جس نے کسی صف کو قطع (توڑا) تو اللہ تعالیٰ اس کو کاٹیں گے۔'' ابوداؤد صحیح سند سے۔

**تشریح** ۞ **اقیموا الصفوف**! سیدھا کرو۔ جیسا دوسری روایت میں سووا! کا لفظ ہے۔ حاذوا! یہ اس وقت ہوگا جبکہ صف میں برابر ہوں گے۔ وسدوا الخلل! صفوف کے فاصلہ کو ختم کرو اور ان دونوں لفظوں میں فرق یہ ہے کہ فرجا ظاہری خلاء کو کہتے ہیں۔ شعه! اگر کوئی شخص اس میں کھڑا ہونا چاہے تو اس کو کفایت کر جائے اور کسی کو مشقت نہ ہو۔ ولینوا بایدی اخوانکم! یعنی جب وہ آگے بڑھانے کے لئے پکڑیں یا پیچھے کرنے کے لئے ہٹائیں تا کہ نیکی وتقویٰ میں معاونت کی فضیلت تم سب کو میسر ہو جائے (۲) اس کے لئے ہاتھ کو نرم کر دو جو تمہیں صف سے کھینچے۔ اس کی موافقت کرو تا کہ تم اس سے الگ رہ جانے کی خرابی دور کر سکو جو نماز میں مفاسد کا باعث ہے۔ ولا تذروا فرجات! یہ فرجۃ کی جمع ہے شیطان کی طرف نسبت کی وجہ یہ ہے کہ اغواء کا ذریعہ ہے۔ من وصل صفا وصله اللّٰه! اپنی رحمتوں اور نعمتوں کے جھونکے عنایت فرمائیں گے۔

**النَّحْوُ**: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ من قطع صفا قطعه اللّٰه! اس کو بھلائی مواسم اور حقیقی نیکیوں سے محروم کر دیں گے۔ اس میں بلیغ انداز میں صفوف کے باہمی فاصلے کو ملانے اور ان کی تکمیل کا حکم ہے۔ صف کو توڑنے پر زجر ہے خواہ اگلی صف میں جگہ ہو یا وہ صف ناقص ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت میں کس کو شبہ ہے۔ جو ذرہ بھر ایمان رکھتا ہے وہ صف کو ملانے کی کوشش کرے گا اور صف کو توڑنے سے فرار اختیار کرے گا۔

**روایت کا فرق**: احمد کی روایت میں سدوا الخلل کے بعد فان الشیطان یدخل بینکم بمنزله الحذف! (بکری کا چھوٹا بچہ) کے الفاظ بھی ہیں۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۲/۵۷۲۸) وأبو داود (٦٦٦) والنسائي (٨١٧) ابن خزيمة (١٥٤٩) والحاكم (١/٧٧٤)

**الفوائد**: صفوف میں پائے جانے والے فاصلہ کو دور کر دینا چاہئے۔ صف کو ملانے والے کی فضیلت اور منقطع کرنے والے کی مذمت ظاہر ہو رہی ہے۔

۱۰۹۲: وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ، وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا، وَحَاذُوْا بِالْأَعْنَاقِ: فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنِّيْ لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

"الْحَذَفُ" بِحَاءٍ مُّهْمَلَةٍ وَذَالٍ مُّعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَتَيْنِ ثُمَّ فَاءٌ وَهِيَ: غَنَمٌ سُوْدٌ صِغَارٌ تَكُوْنُ بِالْيَمَنِ۔

۱۰۹۲: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی صفوں کو چونا گچ

کرو اور قریب قریب کھڑے ہو اور گردنوں میں برابری کرو۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں شیطان کو صف کے خلا میں داخل ہوتا دیکھتا ہوں گویا کہ وہ بکری کا بچہ ہے۔" (ابوداؤد)

شرط مسلم پر حدیث صحیح ہے۔

الحَذَفُ حائے مہملہ اور ذال معجمہ دونوں زبر کے ساتھ پھر فاء چھوٹی سیاہ بکری کو کہتے ہیں جو (عموماً) یمن میں پائی جاتی ہے۔

**تشریح** رصوا صفوفکم! یہاں تک کہ فاصلہ نہ رہے۔ قاربوا بینھا! دونوں صفوف میں تین ذراع کا فاصلہ ہونا چاہیے اگر زیادہ فاصلہ ہوتو فضیلت جماعت جاتی رہے گی گرمی و سردی کا کوئی عذر قبول نہیں البتہ عورتوں کا فاصلہ کافی ہونا چاہیے۔ حاذوا بالاعناق! یہ محاذات فی المناکب کے معنی میں ہے کیونکہ گردنوں کی برابری کندھوں کی برابری کو لازم ہے۔ فوالذی نفسی بیدہ! یہاں تک کہ صفوف میں دوری اور خلل نہ رہے۔ الحذف! اس عظیم قسم کے ساتھ ساتھ علت کی تحت تاکید کردی جس کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ نماز شیطانی وسواس اور دخل اندازی سے بچ جائے گی اور روح نماز خشوع سے برقرار رہے گا اور شیطان کے مکروفریب کو بھگانے کے لیے نیت دل سے صادر ہونے والا ذکر سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

**النَّحَوِيّ** اور شیطان کی طرف جمع میں تانیث اور لفظ کے لحاظ سے تذکیر کی ضمیر لوٹائی جاسکتی ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٤/ ١٣٧٣٢) وأبو داود (٦٦٧) والنسائي (٨١٤) وابن حبان (٢١٦٦) وابن خزيمة (١٥٤٥) والبيهقي (٣/ ١٠٠)

**الفوائد**: صفوف میں فاصلے کی ممانعت کی گئی کیونکہ اس سے شیاطین گھس کر نماز میں وسواس ڈالتے ہیں۔

٭ ٭ ٭

١٠٩٣: وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْهِ فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۱۰۹۳: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم پہلی صف کو پورا کرو پھر وہ جو اس کے قریب ہو جو کمی کی ہو وہ پچھلی صف میں ہونی چاہیے۔" (ابوداؤد) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** الصف المقدم! یعنی سب سے پہلی۔ یہ صف میں پائے جانے والے فضائل کو تمام کرنے والی ہوگی۔ ثم الذی یلیہ! اس کی تکمیل کے بعد دوسری پھر اسی طرح پیچھے کی طرف۔ المؤخر! آخری صف۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٢/ ٥٧٢٨) وأبو داود (٦٧١) والنسائي (٨١٧) وأبو داود (٦٧١) والنسائي (٨١٧) وأبو يعلى (١٥٥) وابن حبان (٢١٥٥) وابن خزيمة (١٥٤٦) والبيهقي (٣/ ١٠٢)

**الفوائد**: صفوف کو اوّل و بعد کی ترکیب سے مکمل کرنا چاہیے۔

٭ ٭ ٭

١٠٩٤: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَفِيْهِ رَجُلٌ

مُخْتَلَفٌ فِیْ تَوْثِیْقِہٖ۔

۱۰۹۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے صفوں کے دائیں حصوں میں رحمت بھیجتے ہیں۔" (ابوداؤد) سند کے ساتھ مسلم کی شرط پر۔ ان میں سے ایک راوی ایسا ہے جس کے پختہ ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے۔

**تشریح** ۞ میامن الصفوف: یعنی صفوف کے وہ حصے جو امام کے دائیں جانب ہوں امام کے پیچھے کھڑے ہونے کی فضیلت کے یہ خلاف نہیں۔ دائیں جانب کھڑا ہونا افضل ہے۔ امام جب دائیں جانب اور بائیں جانب خلل پائے تو پہلے دائیں جانب کا خلل پُر کیا جائے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ آنے کی جانب وہی ہو۔ اصل سنت کو صفوف اول پھر ثانی وغیرہ سے پُر کرنا ہے۔

**تخریج**: أخرجه أبو داود (٦٧٦) وابن ماجه (١٠٠٥) وابن حبان (١٢٦٠) والبيهقي (١٠٣/٣)

**الفوائد**: صفوف میں دائیں طرف والے لوگوں کے لئے فرشتے دعاء واستغفار کرتے ہیں یہ ان کی خصوصی فضیلت ہے۔

۱۰۹۵: وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَّكُوْنَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ: يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ: "رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ – اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۹۵: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے' ہم پسند کرتے کہ ہم آپ کے دائیں طرف ہوں اور آپ ﷺ ہماری طرف اپنے چہرہ مبارک سے متوجہ ہوں۔ میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا: "اے میرے رب! تو اپنے عذاب سے مجھے بچا جس دن کہ تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا یا جمع کرے گا۔" (مسلم)

**تشریح** ۞ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مقتدی کو امام سے مؤخر ہونا چاہئے اگر برابر ہوں تب بھی نماز باطل نہ ہوگی البتہ بڑھ جانے سے باطل ہو جائے گی۔ عن یمینہ: ہم آپ ﷺ کے دائیں جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تھے۔ یقبل علینا بوجھہ: یہ جملہ مستانفہ ہے اور پسند کرنے کی علت کو ظاہر کر رہا ہے اور ابن ماجہ کی روایت "من عمر میسرۃ المسجد کتب لہ کفلان من الاجر"۔ کیونکہ ان زمانہ الگ الگ ہے کیونکہ جب دائیں جانب کی طرف ابھارا تو وہ خوب آباد ہوگئی اور بائیں طرف رجحان بہت کم ہوگیا تو آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی (دمیری فی الدیباجہ) رب قنی عذابك: بارگاہ رب العالمین میں خضوع اور دامت کی عزت بڑھانے کے لئے یہ دعا فرمائی اور سکھائی۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (٧٠٩) أبو داود (٦١٥) والنسائي (٨٢١) وابن ماجه (١٠٠٦)

**الفوائد**: صف کی دائیں جانب کھڑا ہونا مستحب ہے۔ نماز سے امام کو نمازیوں کی طرف منہ کرنا اور نماز کے لئے دعا کرانا مستحب ہے۔

۱۰۹۶: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "وَسِّطُوا الْاِمَامَ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ۔

۱۰۹۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "امام کو درمیان میں رکھو اور خلا کو بند کرو۔" (ابوداؤد)

**تشریح:** وسطوا الامام! مصلی درمیان میں ہوتا کہ امام کے دائیں اور بائیں نمازی کھڑے ہوسکیں۔ سدوا الخلل! درمیان میں فاصلہ نہ رہنے پائے جہاں سے شیطان مداخلت کر سکے۔

**تخریج:** أخرجه أبو داود (۶۸۱) والبیہقی (۱۰۴/۳)

**الفرائد:** امام کو نمازیوں کے درمیان میں کھڑا ہونا چاہئے۔ گویا صف دونوں طرف سے برابر مکمل کی جائے۔

## ۱۹۵: بَابُ فَضْلِ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِ مَعَ الْفَرَآئِضِ وَبَيَانِ اَقَلِّهَا وَاَكْمَلِهَا وَمَا بَيْنَهُمَا!

## باب: فرائض سمیت سنن راتبہ (موکدہ) کی فضیلت اوران میں سے تھوڑی اور کامل اور جوان کے درمیان ہو اس کا بیان

السنن الراتبہ! جو سنن نماز کے فرائض کے تابع ہیں خواہ پہلے ہوں یا بعد۔ اقلھا واکملھا! اور عدد کے لحاظ سے کم اور کامل یا ثواب کے لحاظ سے مراد ہوں۔ وما بینھما! جو ان کے مابین گنتی کے لحاظ سے یا فضیلت کے لحاظ سے ہیں۔

۱۰۹۷: عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَمْلَةَ بِنْتِ اَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِيْ كُلِّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ الْفَرِيْضَةِ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، اَوْ اِلَّا بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۰۹۷: حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر روز فرض کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناتے ہیں یا جنت میں اس کے لئے ایک محل بن جاتا ہے۔" (مسلم)

**تشریح:** ان کا لقب ام حبیبہ، نام رملہ بعض نے ہند بتلایا ہے۔ پہلا قول اصح اور معروف ہے۔ یہ ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشیہ اموبیہ مکیہ ثم الحبشیہ ثم المدنیہ (رضی اللہ عنہا) ہیں۔ ضمیر تثنیہ کی لائی جاتی

چاہئے کیونکہ صحابیہ بنت صحابی ہیں اور واحد کی ضمیر والی ام حبیبہ بنت عبیداللہ بن جحش ہیں۔ یہ اسلام میں سبقت کرنے والی عورتوں سے تھیں۔ انہوں نے اپنے خاوند عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کی وفات ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ بعض نے ۷ھ نقل کیا ہے میں نکاح کیا۔ انہوں نے ۴۴ھ میں بعض نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک سال پہلے وفات پائی مگر یہ درست نہیں ان کی وفات مدینہ منورہ میں ۴۲ھ میں ہوئی۔ بعض نے ۴۴ھ لکھا ہے۔ نجاشی نے ان کا مہر چار ہزار درہم ادا کیا اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ ابونعیم کہتے ہیں نجاشی نے ۴سو سرخ دینار ان کا مہر ادا کیا۔ مدینہ منورہ آمد کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال سے زائد تھی (تہذیب نووی) انہوں نے ۶۵ روایات نقل کی ہیں۔ چار بخاری و مسلم میں جن میں دو متفق علیہ اور دو میں مسلم منفرد ہیں۔
يصلي لله! خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے۔ تطوعا غير فريضة! یہ تطوع کی صفت ہے۔ لغت میں اضافے کو کہا جاتا ہے اور شرع میں فرائض کے علاوہ کو کہا جاتا ہے۔ الا بنى الله له بيتاً في الجنة! اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وعید فرائض ورواتب دونوں سے متعلق ہے بلکہ چاشت اور نماز اشراق بھی اس میں شامل ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢٦٨٣٧-١٠٠) ومسلم (٧٢٨) وأبو داود (١٢٥٠) وابن حبان (٢٤٥١) ابن خزيمة (١١٨٥) وأبو عوانة (٢/٢٦١/٢٦٢) الترمذي (٤١٥) والنسائي (١٨٠٠) وابن ماجه (١١٤١)

**الفوائد** : سنن راتبہ کو ادا کرنے والا جزاء بدلے کے طور پر جنت کے محل کا حقدار ہے۔ (سبحان اللہ)

١٠٩٨ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۰۹۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں نماز ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں اس کے بعد اور دو رکعتیں جمعۃ المبارک کے بعد اور دو رکعتیں نماز مغرب کے بعد اور دو رکعتیں نماز عشاء کے بعد پڑھیں۔'' (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ ركعتين قبل الظهر و ركعتين بعدها! ظہر سے پہلے دو بعد میں دو سنن مؤکدہ ہیں اور ان سے پہلے دو اور بعد میں دو سنن غیر مؤکدہ ہے اور یہ سنن جمعہ کے دن کے لئے بھی ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو کچھ دیکھا اس کو ذکر کیا کہ وركعتين بعد الجمعة! اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی طرح دیکھا۔ و ركعتين بعد المغرب و ركعتين بعد العشاء! اور بخاری و مسلم میں "في بيته"! کا اضافہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں یہ نماز ادا کرنا خبر صحیح کے مطابق ہے اور "افضل صلاة المرء في بيته الا المكتوبة"! کے مطابق ہے۔ یہاں صبح کو دو رکعت مذکور نہیں۔ دوسری روایت جو حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اس میں مذکور ہے: "كان يركع ركعتين خفيفتين بعد ما يطلع الفجر و كانت ساعة لا ادخل على النبي صلى الله عليه وسلم فيها"! اس کے مطابق سنن مؤکدہ دس بنتی ہیں دو فجر، دو قبل و بعد الظہر، دو بعد المغرب و دو بعد العشاء، مسلم کی روایت میں بارہ کا تذکرہ ہے (وہ چار قبل الظہر دو بعد الظہر دو فجر، دو بعد المغرب، دو بعد العشاء۔

نہیں کی)۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٤٠٠) وأحمد (٢/٤٥٠٦) والبخارى (٩٣٧) ومسلم (٧٢٩) وأبو داود (١٢٥٢) والترمذی (٤٢٥) الشمائل (٢٧٧) والنسائی (٨٧٢) وابن حبان (٢٤٥٤) وابن خزیمة (١١٩٧) وأبو عوانة (٢/٢٦٣) وعبدالرزاق (٤٨١١) والبيهقى (٢/٤٧١)

**الفرائد** : اس روایت میں سنن رواتب کا تذکرہ ہے۔ مسلم کی روایت میں بارہ رکعات کا تذکرہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کی توفیق دے۔

۱۰۹۹ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ، وَبَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اَلْمُرَادُ بِالْاَذَانَيْنِ : اَلْاَذَانُ وَالْاِقَامَةُ۔

۱۰۹۹: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے اور تیسری مرتبہ یہ فرمایا: ''اُس کے لئے جو چاہے۔'' (بخاری ومسلم)

دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے۔

**تشریح** : عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ : کے حالات باب المحافظۃ علی السنۃ میں گزرے۔ کل اذانین : شرف کی وجہ تغلیباً اقامت کو بھی اذان سے تعبیر کر دیا۔ صلاۃ : نفلی نماز۔ پھر دوسری مرتبہ دہرانیکا مقصد تاکید اور ترغیب ہے۔ ظہر عصر میں دو دو رکعتوں کا اضافہ کرے۔ لمن شاء : تیسری مرتبہ فرمایا کہ لازم نہیں بلکہ بطور استحباب و ندب ہے اگر کوئی درجات وثواب کی کثرت چاہتا ہو تو ان کو ادا کرے ورنہ ترک میں گناہ ہرگز نہ ہوگا۔ علماء شوافع نے فرمایا اگر کوئی سنن مؤکدات کی مداومت ترک کر دے تو اس کی شہادت ساقط الاعتبار ہوگی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٧/٢٠٥٦٧) والبخارى (٦٢٤) ومسلم (٨٣٨) وأبو داود (١٢٨٣) والترمذى (١٨٥) والنسائى (٦٨٠) وابن ماجه (١١٦٢) وأبو عوانة (٢/٣١) والدارقطنى (١/٢٦٦) والبيهقى (٢/٤٧٤)

**الفرائد** : اذان واقامت کے مابین پڑھے جانے والے نوافل خاص طور پر قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔

## ۱۹۶ : بَابُ تَاكِيْدِ رَكْعَتَيْ سُنَّةِ الصُّبْحِ

## بَابٌ : فجر کی دو سنتوں کی تاکید

۱۱۰۰ : عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ـ

۱۱۰۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور دو رکعتیں صبح سے پہلے نہیں چھوڑتے تھے۔'' (بخاری)

**تشریح** ۞ **الایدع**! اس قدر اہتمام فرماتے کہ ان کو قطعاً ترک نہ فرماتے۔ **اربعًا قبل الظهر**! افضل یہ ہے کہ ایک سلام سے ہوں یہ امر تاکید کو ثابت کر رہا ہے۔ گزشتہ باب کی روایت میں دو مذکور ہے۔ اس روایت کے سنن رواتب کی بارہ والی روایت کی ترجیح ثابت ہوئی۔ **رکعتین قبل الغداء**! صبح سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (۱۱۸۲) وأبو داود (۱۲۵۳) والنسائي (۸۷۲)

**الفرائد** : اس روایت سے فجر کی دو سنتوں کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ آپ ان کو کبھی ترک نہ فرماتے' اسی طرح سنن ظہر بھی۔

۱۱۰۱ : وَعَنْهَا قَالَتْ : لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ـ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ـ

۱۱۰۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں کسی چیز کا اتنا اہتمام نہ فرماتے۔ جتنا فجر کی دو رکعتوں کا۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ **اشد تعاهدًا**! ایک روایت میں **معاهدةً**! ہے۔ اس کا معنی اہتمام کرنا ہے عرب کہتے ہیں **تعاهده و تعهده و اعتهده**! اس کی تجدید کرتا رہا' نگہبانی کرتا رہا۔ **منه علي ركعتي الفجر**! فجر کی دو رکعت ہیں۔ ایک روایت میں فرمایا: **لا تدعوا ركعتي الفجر ولو طردتكم الخيل**! (فتح الباری)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۹/۲۴۳۲۵) والبخاري (۱۱۶۹) ومسلم (۷۲۴) وأبو داود (۱۲۵۴) وابن حبان (۲۴۵۶) ابن خزيمة (۱۱۰۹) والبيهقي (۲/۴۷۰)

**الفرائد** : یہ روایت فجر کی دو سنتوں کی عظمت کو پوری تاکید سے ثابت کرتی ہے۔

۱۱۰۲ : وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ـ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ : "اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيْعًا" ـ

۱۱۰۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''فجر کی دو رکعتیں' دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ان سب سے بہتر ہیں اور ان دونوں کی ایک روایت میں یہ ہے کہ مجھے تمام دنیا سے وہ دو رکعتیں زیادہ محبوب ہیں۔'' (مسلم)

**تشریح** ۞ **وما فيها**! یعنی جمادات اور اس کی طرح جتنی چیزیں ہیں اگر اسم تفضیل کا ہو تو پھر اس کا تقابل ذکر وغیرہ

سے ہوگا اور اگر اصل فعل کے معنی میں ہو تو پھر اعراض دنیا سے تقابل ہوگا۔ ایک روایت میں احب الی! کے الفاظ ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ محبوب ہیں کیونکہ محبوبِ خدا اسی کو محبوب رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو۔ نسائی کی روایت میں "رکعتان قبل الفجر خیر من الدنیا جمیعًا"! کے الفاظ ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٩/٢٤٢٩٦) ومسلم (٧٢٥) والترمذي (٤١٦) والنسائي (١٧٥٨) وابن حبان (٢٤٥٨) وابن خزيمة (١١٠٧) وأبو عوانة (٢/٢٧٣) والحاكم (١/١١٥١) وابن أبي شيبة (٢/٢٤١) والبيهقي (٢/٤٧٠) الطيالسي (١٤٩٨)

**الفرائد** : فجر کی سنتیں تمام دنیا اور اس کے سارے لوازمات سے زیادہ آپ کو محبوب تھیں۔ ہمیں ان کا خوب اہتمام کرنا چاہئے۔

١١٠٣ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بِلَالِ ابْنِ رَبَاحٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مُؤَذِّنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ' اَنَّهٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُؤْذِنَهٗ بِصَلٰوةِ الْغَدَاةِ ' فَشَغَلَتْ عَآئِشَةُ بِلَالًا بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ حَتّٰی اَصْبَحَ جِدًّا ' فَقَامَ بِلَالٌ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَتَابَعَ اَذَانَهٗ ' فَلَمْ یَخْرُجْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ' فَلَمَّا خَرَجَ صَلّٰی بِالنَّاسِ ' فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ عَآئِشَةَ شَغَلَتْهُ بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ حَتّٰی اَصْبَحَ جِدًّا ' وَاَنَّهٗ اَبْطَاَ عَلَیْهِ بِالْخُرُوْجِ ' فَقَالَ ۔ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔ : "اِنِّیْ کُنْتُ رَکَعْتُ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ" فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ اَصْبَحْتَ جِدًّا؟ فَقَالَ : "لَوْ اَصْبَحْتُ اَکْثَرَ مِمَّا اَصْبَحْتُ لَرَکَعْتُهُمَا' وَاَحْسَنْتُهُمَا ' وَاَجْمَلْتُهُمَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

١١٠٣: حضرت ابو عبداللہ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ مؤذن رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے تا کہ آپ ﷺ کو صبح کی نماز کی اطلاع دیں تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے بلال رضی اللہ عنہ کو کسی ایسے کام میں مشغول کیا جو ان سے پوچھنا تھا یہاں تک کہ خوب صبح ہوگئی۔ پھر بلال کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کو نماز کی اطلاع دی اور بار بار اطلاع دی' مگر رسول اللہ ﷺ نہ نکلے' جب آپ نکلے تو لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پس بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بتلایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو کسی ایسے کام میں مشغول کر دیا جو اس سے پوچھنا تھا یہاں تک کہ زیادہ سفیدی ہوگئی اور آپ نے بھی نکلنے میں دیر کر دی۔ پس آپ نے فرمایا: ''میں فجر کی دو رکعتیں پڑھ رہا تھا۔'' پھر بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تو زیادہ صبح کر دی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور بھی زیادہ اگر میں صبح کر دیتا جتنی میں نے کی تو میں ان دو رکعتوں کو ضرور پڑھتا اور اچھے طریقے سے پڑھتا اور بہترین طریقے سے پڑھتا۔'' (ابوداؤد) حسن سند کے ساتھ۔

**تشریح** ابو عبداللہ! ان کی کنیت بعض نے ابو عبدالکریم بعض نے ابو عبدالرحمان بعض نے ابو عبید نقل کی ہے۔ بلال

بن رباح! یہ حبشی ہیں موالات کے لحاظ سے تیمی ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ ان کی والدہ حمامہ رضی اللہ عنہا بنو حمامہ کی لونڈی تھیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن ہیں۔ حضرت بلال قدیم الاسلام لوگوں سے تھے۔ ہجرت میں سابقین سے تھے۔ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حاضر رہے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ کی خاطر بہت تکالیف دی گئیں۔ امیہ بن خلف ملعون ان کو مسلسل عذاب دیتا۔ تقدیر الٰہی کا فیصلہ یہ ہوا کہ بدر میں وہ بلال کے ہاتھوں مارا گیا۔ یہ ابتداء میں اسلام لانے والے اور اسلام کو ظاہر کرنے والے تھے۔ کفار ان کو گھسیٹتے اور ایذاء دیتے۔ ان کی ولادت مکہ میں ہوئی تھی۔ بعض نے کہا غلام پیدا ہونے والوں سے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو پانچ اوقیہ سونے کے بدلے خرید ا بعض نے سات اور بعض نے ۹ نقل کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی خاطر آزاد کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کر دی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے مؤذن تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں اذان دی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو یہ شام چلے گئے اور جہاد میں مصروف ہو گئے۔ وفات تک وہیں قیام پذیر رہے' بعض نے کہا انہوں نے زمانہ خلافت صدیقی میں اذان دی اور عمر رضی اللہ عنہ کے لئے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ اذان دی جب کہ یہ شام سے واپس لوٹے۔ اس دن سے زیادہ کسی نے اذان پر رونے والی آنکھیں نہ دیکھیں۔ یہ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ بعض صحابہ کرام نے اذان کے لئے کہا اذان شروع کی مگر مکمل نہ کر سکے۔ ان سے صحابہ کرام کی بڑی جماعت نے روایت لی ہے۔ جن میں ابوبکر و عمر' علی رضی اللہ عنہم جیسے اکابر ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے "ابو بکر سیدنا و اعتق سیدنا"! ان کے فضائل بہت اور معروف ہیں۔ ۲۰ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ بعض نے ۲۱ھ نقل کیا جبکہ بعض نے ۱۸ھ لکھا ہے۔ اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال تھی۔ بعض نے اور ذکر کی ہے۔ ان کی تدفین دمشق باب الصغیر میں ہوئی۔ بعض نے اور اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ ابن سمعانی کہتے ہیں کہ مدینہ میں ان کی تدفین کا قول غلط ہے درست وہی ہے جو اوپر نقل ہوا (تہذیب نووی) ان سے ۴۴ احادیث مروی ہیں۔ برقی کہتے ہیں کہ ان سے چار روایات آئی ہیں ایک کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے دو میں بخاری منفرد اور مسلم ایک حدیث میں منفرد ہیں۔

**لیو ذنه بصلاة الغداة!** نماز صبح کی اطلاع کے لئے آئے۔ طبرانی کہتے ہیں یہ اطلاع کے وقت اس طرح کہتے: "السلام علیك ایها النبي ورحمة الله وبركاته رحمك الله"! معجم کبیر میں طبرانی نے نقل کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مؤذن آتا تو کہتا: "مرحبا بالقائلین عدلا وبالصلاة مرحبا واهلاً"! مگر قتادہ کا سماع عثمان رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں پس منقطع روایت ہے۔ **سالته عنه!** اس سے ثابت ہوا کہ عورت اپنے والد کے آزاد کردہ غلام سے بات کر سکتی ہے اور انہوں نے اسی چیز کے متعلق پوچھا جس کی ان کو ضرورت تھی اور بات طویل ہوگئی اگر چہ وہ ان کے خاوند کی خدمت میں آئے تھے ان کی عظمت کی وجہ سے انکار بھی نہ کر سکے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اس سے مشغول کر دیا جس کی وجہ سے وہ آئے تھے۔ نمازی مسجد میں نماز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ **حتی اصبح!** یہاں تک کہ سپیدا ہو گیا۔ **فقام بلال فاذنه!** آپ کو اطلاع دی اور آپ کی اطلاع کے الفاظ کو بار بار دہرایا کیونکہ وہ سپیدا دیکھ رہے تھے۔ **فلم یخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم!** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ نکلے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے نکل کر لوگوں کو نماز پڑھائی تو

بلال رضی اللہ عنہ نے معذرت کی۔ فاخبرہ ان عائشۃ شغلتہ! اطلاع کی تاخیر کی وجہ بتلائی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک کام کہہ دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیر سے باہر تشریف لائے۔ میں نے بار بار اطلاع کے الفاظ دہرائے۔ فقال انی کنت رکعت رکعتی الفجر! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں فجر کی دو رکعتوں میں مصروف تھا۔ فقال انك اصبحت جداً! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ صبح کر دی اگر دیر فرائض کے اہتمام کی وجہ سے نوافل کو چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ قال لو اصبحت! اگر تو اس سے بھی زیادہ صبح کر دیتا میں تب بھی ان کو چھوڑنے والا نہ تھا۔ لو کعتھما و احسنتھما و اجملتھما! میں ان کو اچھے انداز خوب آداب سے ادا کرتا۔ کسی شرعی امر کی خاطر اول وقت سے نماز کو موخر کرنا درست ہے۔ البتہ دنیا کے شغل کی خاطر اسے موخر کرنا مناسب نہیں اگر موخر کیا تو اس فعل پر شرمندہ ہو اور سلف میں اس پر صدقہ وغیرہ بھی چلا آتا ہے عدم اہتمام سے لوگ آج کل نمازوں کو موخر کرنے کی عادت ڈالے ہوئے ہیں۔ اس قرأت کی کوتاہی ترک اذکار ترک طمانیت وغیرہ اور ایسے وقت میں ادا کرتے ہیں جو بالکل منافق کی نماز کی طرح بن جاتی ہے: "وینقر فیھا اربع نقرات لا یذکر اللّٰہ الا قلیلاً"۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (١٢٥٧) وأحمد (٩/٢٣٩٦٦) تهذيب التهذيب (١٤/٧)

**الفوائد** : وقت پر تھوڑی بہت تاخیر کے باوجود آپ کا اہتمام ان دونوں رکعات کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔

# ١٩٧ : بَابُ تَخْفِيْفِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَبَيَانِ مَا يُقْرَأُ فِيْهِمَا وَبَيَانِ وَقْتِهِمَا

## بَاب: فجر کی سنتوں کی تخفیف اور ان کی قراءت اور وقت کا بیان

قرأت و ارکان کے لحاظ سے تخفیف کرے تاکہ ادائے فرض میں مسارعت ہو کہ ان دو رکعتوں میں قرأت کیا ہوگی اور وقت کیا ہوگا۔

١١٠٤ : عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَآءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُخَفِّفُهُمَا حَتّٰى اَقُوْلَ هَلْ قَرَاَ فِيْهِمَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَيُخَفِّفُهُمَا – وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ۔

۱۱۰۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت میں اذان اور اقامت کے درمیان دو مختصر رکعتیں پڑھتے تھے۔" (بخاری و مسلم) اور صحیحین کی روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتیں پڑھتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اطلاع سنتے تو ان دونوں (رکعتوں) کو اتنا مختصر کرتے کہ میں کہتی کیا ان دونوں میں سورۃ فاتحہ بھی پڑھی ہے یا کہ نہیں؟ مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ فجر کی دو رکعتیں پڑھتے جبکہ آپ اذان سنتے اور دونوں کو مختصر فرماتے۔ ایک روایت میں ہے جب فجر طلوع ہو جاتی۔

**تشریح** : رکعتین خفیفتین! دو ہلکی رکعت ادا فرماتے جن میں صرف جواز پر اکتفاء فرماتے یا اذان و اقامت کے

درمیان پڑھی جاتیں۔ صلاة الصبح! یہ ان دو رکعتوں کا وقت بیان کیا گیا ہے۔
فرق روایت: فیخففهما! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہلکا پھلکا پڑھتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی عادت طویل پڑھنے کی تھی۔
حتی اقول! میں ان کی انتہائی تخفیف کی وجہ سے کہتی کہ آپ نے ان میں فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہیں یہ درحقیقت تخفیف کو اس انداز سے مبالغۃً ذکر فرمایا۔ ام القرآن! فاتحہ کا یہ نام اس لئے ہے کہ اس میں کلیات معانی قرآن توحید' معاش یعنی عبادت اور معاد کا تذکرہ ہے۔ ایک روایت میں كان يصلي ركعتي الفجر اذا سمع الاذان ويخففهما! کے الفاظ ہیں۔ اذان سے مراد اذان کے بعد اور ان کو ہلکا پڑھتے اور فرض کی نسبت ان کو مختصر پڑھتے۔ ایک روایت میں اذا طلع الفجر! کے الفاظ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ صبح صادق کے طلوع کے بعد ان کو ادا فرماتے اس سے ان دو رکعات کی جلد ادائیگی اور اہتمام بھی خاص طور پر معلوم ہوتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۱۱۷۰) ومسلم (۷۲٤) وقد تقدم تخريجه (۱۱۱۲)

**الفرائد** : فجر کی سنتوں کا وقت طلوع صبح صادق سے ہوتا ہے ان کو مختصر قراءت سے پڑھنا اور جلد پڑھنا مستحب ہے۔

۱۱۰۵ : وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّيْ اِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔

۱۱۰۵: حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب مؤذن صبح کی اذان دیتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خفیف رکعتیں ادا فرماتے۔'' (بخاری و مسلم)
مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع ہو جاتی تو کوئی نماز نہ پڑھتے' سوائے دو خفیف (ہلکی) رکعتوں کے۔''

**تشریح** : اذا اذن المؤذن للصبح وبدا الصبح! یہ جملہ حالیہ ہے اور قد مقدر ہے۔ یہ اس بات کے ازالہ کے لئے لائے کہ یہ دو رکعت دخول وقت سے پہلے تو ادا نہیں کر لیتے تھے اور صبح سے یہاں مراد صبح صادق ہے اور یہی ہے جو افق مشرق پر چوڑائی میں ظاہر ہوتی ہے۔
روایت کا فرق: مسلم کی روایت میں طلع الفجر کے الفاظ ہیں۔ یعنی صبح صادق کا یقین ہو جائے۔ لا يصلي الا ركعتين خفيفتين! کے الفاظ ہیں کہ کوئی نفل نماز نہ پڑھتے صرف دو رکعت سنت فجر پڑھتے اور ہلکی پھلکی پڑھتے تاکہ فرض کے لئے وسیع وقت بچ جائے۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (٦١٨) ومسلم (٧٢٣) والترمذی (٤٣٣) والنسائی (٥٨٢) والنسائي (٥٨٢) وابن ماجه (١١٤٥)

**الفرائد** : طلوع صبح صادق کے بعد آپ صرف یہی دو رکعت ادا فرماتے اور کوئی نفل نہ پڑھتے تھے' یہی اکمل و احسن ہے۔

١١٠٦ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ ، وَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ ، وَكَاَنَّ الْاَذَانَ بِاُذُنَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۰۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعتیں پڑھتے اور رات کے آخری حصے میں ایک رکعت سے وتر بناتے اور دو رکعتیں صبح کی نماز (فجر) سے پہلے پڑھتے' گویا کہ تکبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں ہے۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یصلي من اللیل! من فی کے معنی میں ہے یا تہجد پڑھتے۔ اس میں اشارہ ہے کہ رات کا بعض حصہ قیام فرماتے تاکہ بدن و نفس کو ان کا حصہ مل جائے کچھ حصہ آرام فرماتے۔ مثنی! دو بار تاکید کے لئے لائے۔ یہ غیر منصرف ہے یعنی دو دو رکعتیں کر کے ادا فرماتے۔ پھر رات کی نماز میں اسی طرح کرنا زیادہ افضل ہے۔ یوتر بر کعة! ایک رکعت کو ملا کر وتر بنا لیتے۔ ائمہ ثلاثہ کے ہاں وتر ایک کے لئے یہ روایت ہے۔ امام ابوحنیفہ تین وتر' ایک سلام سے مانتے ہیں اور تین وتر کی بہت روایات ثابت ہیں۔ صلاۃ الغداۃ! سے صبح کی نماز فجر مراد ہے۔ کان الاذان باذنیه! یہاں مراد اقامت ہے مطلب یہ ہے کہ فجر کی دو رکعتیں اس طرح جلد ادا فرماتے گویا ابھی اقامت نماز سن رہے ہیں تاکہ نماز اول وقت میں میسر ہو۔ ایک روایت میں ہے: "کان یصلی الرکعتین قبل الغداۃ"! اور دوسرے مقام پر فرمایا: "کان یصلی من اللیل مثنی مثنی ویوتر بر کعة"۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۹۹۵) ومسلم (۱۵۷/۷٤۹) والترمذی (٤٦٠) وابن ماجه (۱۱٤٤)

**الفوائد** : اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات والی نماز کی تفصیل ذکر کی گئی کہ عموماً وہ دو دو ہوتی تھی اور صبح کی سنتیں طلوع فجر سے متصل ادا فرما لیتے تھے۔

١١٠٧ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقْرَاُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْاُوْلٰى مِنْهُمَا : "قُوْلُوْآ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا" الْاٰيَةَ الَّتِيْ فِي الْبَقَرَةِ وَفِي الْاٰخِرَةِ مِنْهُمَا "اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ" وَفِيْ رِوَايَةٍ :وَفِي الْاٰخِرَةِ الَّتِيْ فِي اٰلِ عِمْرَانَ" تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ" رَوَاهُمَا مُسْلِمٌ۔

۱۱۰۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں یہ آیت پڑھتے۔ ﴿قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ (البقرہ) اور دوسری رکعت میں ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران) پڑھتے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ دوسری رکعت میں آل عمران کی آیت ۶۴ ﴿تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ پڑھتے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ کان یقرا! ابوداؤد میں ہے کہ "انه کثیرًا ما کان یقرا"! کہ فجر کی دو رکعتوں میں اکثر پڑھتے۔ في رکعتی

الفجر! یہ ماقبل اجمال کی تفصیل ہے۔ عامل کا اعادہ کیا۔ ﴿قولوا آمنا﴾! آیت کے آخر تک۔ اس سے مقصود آل عمران کی آیت قل آمنا باللہ! سے احتراز کرنا ہے۔ ابن رسلان کہتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قولوا آمنا باللہ! پڑھے اور دوسری رکعت میں آمنا باللہ! اور دونوں میں نحن له مسلمون! پر ختم کرے کیونکہ دونوں کا اختتام ایک جیسا ہے۔ باقی آل عمران میں آمنا باللہ! کا اختتام بقرہ میں آمنا باللہ! کے اختتام کی طرح ہے البتہ واشهد بانا مسلمون! یہ آل عمران میں اور آیت کا آخری حصہ ہے اور وہ تعالوا الی کلمة! ہے۔ دراصل ایک آیت کی ابتداء ذکر کر دی اور دوسری اختتام اس سے بھول کر لگا دیا یا راوی کی غفلت سے لگ گیا واللہ اعلم۔ دوسری روایت میں تعالوا الی کلمۃ سواء! ا یہ صاف مذکور ہے اس کو مسلم نے روایت کیا۔ پس پہلی روایت کو اسی پر محمول کیا جائے۔ ابوداؤد کی روایت جس کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا وہ اس طرح ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی رکعت میں آمنا باللہ و ما انزل الینا! پڑھتے اور دوسری میں قل آمنا باللہ! آخر آیت تک پڑھتے سنا۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (٧٢٧) وأبو داود (١٢٥٦) والنسائي (٩٤٣) وابن ماجه (١١٤٨)

**الفرائد**: ① اس میں آپ ﷺ کی سنن فجر کی قراءت بتلائی گئی ہے۔ کبھی ان آیات کو اور کبھی دیگر آیات کو تلاوت فرماتے جیسا اگلی روایت میں ہے۔

١١٠٨ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَاَ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ : قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۱۰۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعتوں میں ﴿قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھی"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی دو سنتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قل یایها الکافرون! اور قل هو الله احد! پڑھتے تھے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (٧٢٦) وأبو داود (١٢٥٦) والنسائي (٩٤٤) وابن ماجه (١١٤٨)

١١٠٩ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَمَقْتُ النَّبِيَّ ﷺ شَهْرًا يَقْرَاُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ : قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ ۔

۱۱۰۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مہینہ توجہ سے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں میں ﴿قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے"۔

(ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ رمقت: رمق دیر تک دیکھنا۔ یہاں مراد خوب جانچنا ہے۔ یقرأ فی الرکعتین قبل الفجر! اس سے فجر

کے فرضوں سے پہلے والی دو رکعت مراد ہیں۔ کبھی کبھی وہ آیات پڑھتے اور اکثر یہ سورتیں پڑھتے جیسا کہ مہینے کے معمول سے ظاہر ہو رہا ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲/۵٦٩۵) والترمذی (٤١٧) والنسائی (۹۹۱) وابن ماجه (١١٤٩) وعبدالرزاق (٤٧٩٠)

**الفوائد**: ان دونوں روایات سے آپ کی سنن فجر میں عمومی قراءت معلوم ہوتی ہے۔ ہمیں اس کا اہتمام کرنا چاہئے اور کبھی کبھی دوسری آیات بھی تلاوت کر لینی چاہئیں جیسا کہ شروع کی روایت سے ظاہر ہے۔

## ١٩٨ : بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِضْطِجَاعِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ سَوَآءٌ كَانَ تَهَجَّدَ بِاللَّيْلِ اَمْ لَا

## بَابٌ: فجر کی دو رکعتوں کے بعد دائیں جانب لیٹنے کا استحباب خواہ اس نے تہجد پڑھی ہو یا نہ

مسجد یا گھر میں جیسا نووی نے باب میں کوئی قید نہیں لگائی۔ جنبه الایمن! تاکہ قبر کا لیٹنا یاد آ جائے اور یہ چیز دل کو خشوع پر آمادہ کرے جو کہ عبادت کا نچوڑ ہے۔ اگر دائیں پر نہ لیٹ سکتا ہو تو بائیں پر لیٹ جائے مگر ابن حزم وغیرہ نے اس سے منع کیا کیونکہ کسی نقل سے ثابت نہیں۔ والحث علیه! یہ فجر کی دونوں رکعتوں اور نماز صبح میں فاصلے کے لئے ہے امام شافعی فرماتے ہیں یہ سنت ہر اس چیز سے ادا ہو جاتی ہے جس سے فصل ثابت ہو مثلاً چلنا' گفتگو کرنا وغیرہ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسجد کی طرف چلنے سے فاصلہ فصل کے لئے کافی نہیں۔ ابن العربی یہ تہجد پڑھنے کے لئے جیسا عبدالرزاق نے نقل کیا: "ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لم یکن یضطجع لسنته ولکنه کان یداب لیلته فیستریح"! اس سے معلوم ہوا کہ یہ راحت کے لئے ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: "انه کان یحصب من یفعله فی المسجد"! (ابن ابی شیبہ) معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھر سے متعلق ہے۔ (فتح الباری)

١١١٠ : عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

١١١٠: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعتیں ادا فرما لیتے تو اپنی دائیں جانب پر لیٹ جاتے۔" (بخاری)

**تشریح**: شقه الایمن! اس لئے کہ یہ شرف والی جانب ہے اور انسان قبر میں اسی پہلو لیٹے گا۔ اسی حالت کو یاد دلانے کے لئے لیٹا جاتا ہے تاکہ خشوع پیدا ہو۔ حافظ کہتے ہیں اس میں حکمت یہ ہے دل بائیں جانب ہے اگر اس طرف لیٹے گا تو نیند میں مستغرق ہو جائے گا کیونکہ اس طرف لیٹنے سے راحت بھی زیادہ ملتی ہے۔ دائیں طرف سے دل معلق رہتا ہے اور نیند میں

نہیں ڈوبتا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۶/۶۳، ۵۰۹) والبخاری (۶۲۲) ومسلم (۷۳۶) وأبو داود (۱۳۳۵) والترمذی (۴۴۰) والنسائی (۱۷۶۱) والدارمی (۳۳۷/۱) وابن حبان (۲۴۶۷) والبیہقی (۳/۴۴)

**الفرائد** : سنن فجر کے بعد دائیں کروٹ لیٹنے والا عمل گھر میں تھا اور یہ بھی اس کے لئے سنت ہے جو صلوٰۃ میں پڑھ کر تھک گیا ہو۔ مسجد میں یہ ہرگز مسنون نہیں ہے۔

۱۱۱۱ : وَعَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ اَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ ، فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَجَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ هٰكَذَا حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ ـ

قَوْلُهَا : "يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ" هٰكَذَا هُوَ فِيْ مُسْلِمٍ وَمَعْنَاهُ : بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ ـ

۱۱۱۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے : ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء سے فراغت کے بعد فجر تک گیارہ رکعتیں ادا فرماتے اور دو دو رکعتوں میں سلام پھیرتے اور ایک کو ساتھ ملا کر وتر بناتے۔ جب مؤذن فجر کی اذان سے خاموش ہو جاتا اور فجر واضح ہو جاتی اور مؤذن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر دو خفیف (مختصر) رکعتیں ادا فرماتے۔ پھر دائیں پہلو پر مؤذن کے اقامت کی اطلاع تک لیٹ جاتے۔''

(مسلم)

''یُسَلِّمُ بَیْنَ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ'' مسلم کے الفاظ میں معنی اس کا یہ ہے کہ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے۔

**تشریح** : يصلي فيما : یعنی اس وقت میں جو ان کے درمیان ہے۔ من صلاة العشاء الى الفجر : نماز عشاء اور طلوع فجر کے درمیان۔ احدى عشرة ركعة : ایک روایت میں ما كان يزيد في رمضان ولا غيره على احدى عشرة ركعة : یہ صلاۃ اللیل یا صلاۃ تہجد ہے۔

**النحو** : یسلم : (۱) یہ یصلی کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ (۲) جملہ مستانفہ ہے۔

من صلاة الفجر : نماز فجر کی اذان سے فارغ ہو جاتا۔ تبين له الفجر : صبح صادق ظاہر ہو جاتی۔ اس سے فجر کی اول اذان جو تہجد کے لئے یا ڈیوٹی پر مقرر صحابہ کے منتقل ہونے کے لئے تھی احتراز مقصود ہے۔ وجاء ہ المؤذن : تاکہ وقت پر نماز کی اطلاع دے۔ قام فركع ركعتين : تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے اور دو ہلکی رکعتیں ادا فرماتے۔ ان کی تخفیف فرض کی ادائیگی میں مسارعت کے لئے تھی۔ ثم اضطجع : دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد دائیں جانب لیٹے رہتے۔ حتى ياتيه المؤذن للاقامة : نماز کے لئے لوگوں کے جمع ہونے کی اطلاع دیتا۔

روایت کا فرق : دوسری روایت میں ہے : یسلم بین کل رکعتین : اس سے غالباً تہجد مراد ہے۔

بعد کل رکعتین : سے رات کی نماز کی دو رکعتیں مراد ہیں جیسا فرمایا : صلاۃ اللیل مثنی مثنی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۹/۲۴۵۱۵) ومسلم (۹/۷۳۶) وأبو داود (۱۳۳۶) والنسائي (۶۸۴)

**الفرائد** : سنت فجر کے بعد آپ ذرا ستانے کے لئے گھر میں لیٹ جاتے۔ مسجد میں یہ لیٹنا ثابت نہیں۔

۱۱۱۲ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ قَالَ التِّرْمِذِيُّ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۱۱۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعتیں پڑھ لے وہ اپنی دائیں جانب پر لیٹ جائے۔" (ابوداؤد)

اور ترمذی نے صحیح سندوں کے ساتھ۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** : فليضطجع ! ان کی ادائیگی کے بعد۔ على يمينه ! دائیں جانب۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۹۳۷۹) وأبو داود (۱۲۶۱) والترمذي (۴۲۰) وابن حبان (۲۴۶۸) وابن خزيمة (۱۱۲۰) والبيهقي (۳/۴۵)

**الفرائد** : ابن عربی کہتے ہیں دائیں جانب سنن فجر کے بعد لیٹنا استحباب کے درجہ میں ہے۔ جو لوگ اس کو واجب قرار دیتے ہیں وہ عقل سے پیدل ہیں۔

## ۱۹۹ : بَابُ سُنَّةِ الظُّهْرِ !

## بَاب : ظہر کی سنتیں

۱۱۱۳ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۱۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر کے بعد پڑھیں۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** : ظہر سے پہلے چار رکعت والی روایت مذکر ہو چکی ہے۔ یہ روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو آگے مذکور ہے وہ صریح ہے۔ بعض نے پہلے والی رکعات کو جمعہ کے ساتھ خاص کیا ہے یا ظہر سے پہلے سنن رواتب دو تسلیم کی ہیں۔

**تخریج** : تقدم شرحه و تخريجه قبل قليل برقم (۱۱۰۹)

**الفرائد** : ایضاً۔

١١١٤ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۱۱۴: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت نہ چھوڑتے تھے"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ لا یدع! ترک نہ فرماتے تھے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ موکدہ ہوں۔ دو کا پڑھنا بھی مذکور ہے۔ وہ یا تو تسہیل پر دلالت کرتا ہے یا مسجد میں اگر یہ پڑھی گئیں تو تحیۃ المسجد ہوں اور موکدہ وہی جو بخاری والی مذکورہ بالا روایت میں ہے وہ چار ہوں۔ بشرطیکہ مذکور کا تعلق محذوف یا شرط یا استثناء سے نہ ہو۔

**تخریج** : تقدم شرحه و تخريجه قبل قليل برقم (١١١١)

**الفرائد** : ایضاً۔

١١١٥ : وَعَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي بَيْتِي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ - وَكَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَيُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ - وَيَدْخُلُ بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

۱۱۱۵: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے قبل چار رکعت ادا فرماتے، پھر نکل کر اور لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ پھر داخل ہو کر دو رکعت ادا فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مغرب کی تین رکعت پڑھاتے، پھر میرے گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعت ادا فرماتے اور لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے پھر داخل ہو کر میرے گھر میں دو رکعت ادا فرماتے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ فی بیتی! اپنی نسبت کرنے کی وجہ سے وہ انہی کا مسکن تھا۔ قبل الظھر اربعًا! ظہر سے پہلے چار ادا فرماتے۔ ثم اس لئے لائے تاکہ لوگ نماز کے لئے جمع ہوں۔ فیصلی بالناس! فرض نماز پڑھاتے۔ ثم یدخل! شریعت کی تبلیغ اور مختلف امور کے لئے مسجد میں رک جاتے یا باہر تشریف لے جاتے۔ فیصلی رکعتین! داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا فرماتے فا اسی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یصلی بالناس العشاء ویدخل بیتی! واو ممکن ہے عشاء کے بعد گفتگو کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ کے لئے ہو۔ البتہ اچھی باتیں کر سکتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٩/٢٤٠٧٤) ومسلم (٧٣٠) وأبو داود (١٢٥١) والترمذي (٣٧٥) وابن حبان (٢٤٧٥)

**الفرائد** : سنن راتبہ گھر میں ادا کرنا مستحب ہے۔ گھر میں داخل ہونے کے فوراً بعد ادا کرے تاکہ گھر کی مشغولیت میں رہ نہ جائیں۔

١١١٦ : وَعَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ حَافَظَ عَلٰى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

١١١٦: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ظہر سے پہلے کی چار رکعت اور اس کے بعد کی چار رکعتوں کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو حرام فرما دیں گے۔''

(ابوداؤد اور ترمذی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ من حافظ! جس نے حفاظت کا اہتمام کیا اور اس میں مبالغہ کیا۔ حرمه الله! ایک روایت میں "حرم الله لحمه"! کے الفاظ ہیں۔ علی النار! اس میں عظیم الشان بشارت ہے کہ اس کی موت اسلام پر ہوگی۔ بعض موحدین کا تھوڑی زیادہ تحذیب میں مبتلا ہونا اس کے منافی نہیں۔ البتہ "لم تمسه النار"! پر یہ تاویل نہیں چلتی۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جب عنبسہ پر موت کا وقت آیا تو گھبراہٹ میں تھے۔ ان سے کہا گیا کیا تم نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے "انه من رکع اربع رکعات"! والی روایت نہیں سنی اور تم نے اس پر عمل میں ہمیشگی اختیار کی۔ اسی طرح محمد بن ابی سفیان سے روایت ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ان پر سخت پریشانی طاری ہوئی تو کہنے لگے حدثتنی اختی ام حبیبه قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حافظ علی اربعه رکعات قبل الظهر و اربع بعدها حرمه الله علی النار! (ابو داؤد)

**تخریج** : أخرجه أبو داود (١٢٦٩) والترمذی (٤٢٧) والنسائی (١٨١١) والحاكم (١/١١٧٥) وابن ماجه (١١٦١)

**الفوائد** : ظہر سے قبل چار رکعات اور بعد میں چار رکعات سنت ادا کرنے والے کو آگ سے نجات کا پروانہ دیا گیا ہے۔ (سبحان اللہ!)

١١١٧ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ: "إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ فَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِيْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

١١١٧: حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے تھے اور فرماتے: ''یہ ایک ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا اس میں کوئی نیک عمل اوپر چڑھے۔'' (ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ عبد الله بن السائب! رضی اللہ عنہ سائب کا نام صیفی بن عائذ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم تھا اور ان کی

کنیت ابو عبدالرحمان المخز ومی تھی یہ اہل مکہ کے قاری تھے۔ یہ صحابی ہیں انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پڑھا اور ان سے مجاہد' عطاء نے روایت لی ہے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے وقت ان کی وفات ہوئی۔ ان سے سنن اربعہ اور مسلم نے روایت لی ہے۔ بخاری نے ان سے کوئی روایت نہیں لی۔ (تلقیح لابن الجوزی)

**یصلی اربعًا بعد ان تزول الشمس!** زوال سے وقت ظہر داخل ہو جاتا ہے اور ظہر سے قبل بھی پڑھتے۔ **تفتح فیھا ابواب السماء!** کیونکہ اس وقت زمین سے لوگوں کے اعمال چڑھنے کا وقت ہو گیا۔ اس کی طرف اس ارشاد میں ہے: "**فاحب ان یصعد لی فیھا عمل صالح**"۔ **عمل صالح!** سب سے بہتر عمل نماز ہے۔ جیسا فرمایا: "**واعلموا ان خیر اعمالکم الصلاۃ**"! اور یہ بھی ممکن ہے دروازے کا کھلنا زمین پر فیوضات کے نزول کے لئے ہو اور ان فیوضات کے سامنے یہی عمل خیر آئیں تا کہ وہ ان پر مرتب ہوں۔ جیسے مسبب سبب پر مرتب ہوتا ہے۔ علماء شوافع نے فرمایا کہ زوال کے بعد چار رکعت اور کم سے کم دو رکعت پڑھے اس روایت میں مذکور ہے۔ "**راقبوا زوال الشمس فاذا زالت فصلوا رکعتین' فلکم اجر بعدد کل کافر کافرۃ!**" کفار کو خاص کرنے کی وجہ شاید یہ ہو یہ نماز جہنم کے بھڑکانے کے وقت کے فوراً بعد ہے یا ظہر کے وقت کی آمد اور زوال شمس پر اللہ تعالیٰ کے احسان پر شکریہ ہے۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (٤٧٧) أخرجه أحمد (٩/٢٣٦١٠) وأبو داود (١٢٧٠) وابن ماجه (١١٥٧)

**الفرائد** : ظہر سے پہلے چار رکعات کی مداومت ظاہر ہوتی ہے۔ طلبگارانِ رحمت کو ان کی طرف سبقت کرنی چاہئے۔

۱۱۱۸ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا ' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۱۱۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ظہر سے پہلے چار رکعتیں نہ پڑھ سکتے تو ظہر کے بعد ان کو پڑھ لیتے۔ (ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ **قبل الظھر صلاھن بعدھا!** یہ مزید اہتمام کی دلیل ہے اور یہ بھی روایات میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کے بعد بھی چار ادا فرمائی ہیں اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں مذکور ہے کہ ان کی محافظت کا حکم فرمایا۔ اسی طور پر ہمارے علماء نے فرمایا رواتب میں چار ظہر سے پہلے اور چار اس کے بعد ہیں اور روایت عائشہ رضی اللہ عنہا میں پہلے والی چار کی طرف زیادہ توجہ ظاہر ہوتی ہے کہ اگر وہ رہ جائیں تو آپ ﷺ کا تدارک ظہر کے فرض کے بعد چار کی ادائیگی سے فرماتے اور روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما میں آپ ﷺ نے فرمایا: "**رحم اللّٰہ امرأ صلی قبل الظھر اربعًا**"! (احمد' ترمذی) رحمت والے معاملات میں یہ بس ہے خلود نار سے حفاظت ہو جائے اور اسلام پر موت آ جائے اللہ ہمارے لئے ایسا ہی کر دے۔ آمین۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (٤٢٦) وابن ماجه (١١٥٨)

**الفرائد** : جس آدمی سے سنن رواتب رہ جائیں۔ اسے دوسرا وقت پاتے ہی ان کی جگہ اتنی رکعات نفل ادا کر لینے سے

التزام باقی رہے گا اور شیطان کی سستی اثر انداز نہ ہوگی۔ بارگاہِ الٰہی سے عظیم اجر کا حقدار ہوگا۔

## ۲۰۰ :بَابُ سُنَّةِ الْعَصْرِ

## بَابٌ : عصر کی سنتیں

یہ سنن غیر مؤکدہ ہیں۔

۱۱۱۹ :عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۱۱۹: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے تھے اور ان کے درمیان مقرب فرشتوں اور جو ان کے پیروکار مؤمن اور مسلمان ہیں ان پر سلام کے ساتھ فاصلہ (علیحدگی) فرماتے۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**یصلي قبل العصر اربع رکعات!** فرض عصر سے پہلے۔

**اَلنَّحْوُ** : اربع یہاں مفعول مطلق ہے جیسا اس آیت میں ﴿فاجلدوهم ثمانین جلدة﴾ ثمانین مفعول مطلق ہے۔ **یفصل بینهن بالتسلیم!** یہ یصلي کے فاعل سے جملہ حالیہ (۲) دوسری خبر ہے (۳) جملہ مستانفہ ہے۔ **بینهن!** سے مراد دو رکعتوں کے بعد سلام کے ذریعہ فاصلہ نہ فرماتے۔ **ومن تبعهم!** جو سچے دین کے پیروکار ہیں۔ **من المسلمین والمؤمنین!** یہ عطف تساوی ہے کیونکہ ایمان و اسلام ایک دوسرے پر صادق آتے رہتے ہیں۔ سنن غیر موکدات میں اسی طرح سلام سے فاصلہ درست ہے اور افضل ہے۔

**تخريج** : أخرجه أحمد (١/٦٥٠) والترمذي (٤٢٩) وابن ماجه (١١٦١) وأبو يعلى (٦٢٢)

**الفوائد** : عصر سے پہلے سنن کو ادا کرنے کا انداز معلوم ہو رہا ہے کہ آپ دو دو کر کے ادا فرماتے۔

۱۱۲۰ :وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ ، وَ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۱۲۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں۔'' (ابوداؤد' ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

**تشریح** : رحم اللہ امرأ! اللہ تعالیٰ اس پر انعام و احسان فرمائے۔ (۲) ہر ایک کے لئے دعا عام ہو۔ صلی قبل

العصر اربعا! یہ ایک سلام اور دو سلام سے ہر طرح جائز ہے۔ یہ جملہ دعائیہ ہے جیسا: غفر اللّٰہ لک۔! اس میں عظیم بشارت ہے کہ اس آدمی کی موت اسلام پر ہوگی کیونکہ یہ سب سے عظیم اور بلند رحمتوں سے ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲/۵۹۸۷) وأبو داود (۱۲۷۱) والترمذی (۴۳۰) وابن حبان (۲۴۵۳) وابن خزیمة (۱۱۹۳) والطیالسی (۱۹۳۶) والبیهقی (۲/۴۷۳)

**الفرائد**: عصر سے قبل سنن کو ادا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کا حقدار ہے۔

۱۱۲۱ : وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۱۲۱: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے۔ (ابوداؤد)

صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ یصلی قبل العصر رکعتین! پہلی روایت میں چار کا ذکر ہے اور اس میں دو کا تذکرہ ہے یا عدد کا مفہوم حجت نہیں یا پہلے دو رکعت تھیں پھر چار ہوئیں یا سہولت امت کے لئے آپ کا معمول مبارک کبھی دو اور کبھی چار کا تھا اور بعض نے اس روایت کو ان کے مؤکدہ ہونے کے لئے پیش کیا مگر یہ کچھ قوی استدلال نہیں۔

**تخریج**: أخرجه أبو داود (۱۲۷۲)

**الفرائد**: عصر سے قبل دو اور چار رکعت ہر ایک کا معمول ملتا ہے جو چاہے ادا کرے اجر کا مستحق ہوگا۔

## ۲۰۱ : بَابُ سُنَّةِ الْمَغْرِبِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا

## باب ۲۰۱: مغرب کے بعد اور پہلے والی سنتیں

تَقَدَّمَ فِيْ هٰذِهِ الْاَبْوَابِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ وَحَدِيْثُ عَائِشَةَ ' وَهُمَا صَحِيْحَانِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ۔

ان ابواب میں حدیث ابن عمر اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہم گزری وہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مغرب کے بعد دو رکعت ادا فرماتے۔

**تشریح** ۞ پہلے روایات گزریں جیسے روایت ابن عمر، عائشہ رضی اللہ عنہما کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد دو رکعت ادا فرماتے۔ بعدھا و قبلھا! یہ دونوں ظروف لائے کیونکہ پہلے والی رکعات میں اختلاف ہے بعد میں رکعات میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ سنن رواتب سے ہیں۔ مندرجہ ذیل روایات کے اشارات بھی ان کے غیر مؤکدہ ہونے کی طرف مشیر ہیں۔

۱۱۲۲ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ" قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ : "لِمَنْ شَآءَ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔

۱۱۲۲: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "تم مغرب سے پہلے نماز (نفل) پڑھو اور پھر تیسری مرتبہ فرمایا جو آدمی چاہے (ان نفلوں کو ادا کرے)۔" (بخاری)

**تشریح** ❁ **صلوا قبل المغرب!** نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھو' تین مرتبہ دہرایا اہتمام کے لئے مگر تیسری دفعہ لمن شاء! کا لفظ فرما کر اختیار دے دیا تا کہ اس کو سنت مؤکدہ نہ قرار دے لیں۔ امر کے صیغے کو مشیت سے مقید کرنا اس کے استحباب کی علامت ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۷/۲۰۵۷۵) والبخاری (۱۱۸۳) وابو داود (۱۲۸۱)

**الفوائد** : مغرب سے پہلے دو رکعت کی فضیلت وشان ظاہر ہے۔

۱۱۲۳ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : لَقَدْ رَاَیْتُ کِبَارَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِیَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔

۱۱۲۳: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا کہ وہ مغرب کے وقت ستونوں کی طرف جلدی (دو سنتوں کو ادا کرنے کے لئے) کرتے ہیں۔ (بخاری)

رایت! یہاں دیکھنے کے معنی میں ہے۔ **کبار اصحاب!** کبار یہ کبیر کی جمع ہے۔ بڑے کے معنی میں آتا ہے۔

**اَلنَّحْوُ** : **یبتدرون!** (۱) یہ رایت کے مفعول سے جملہ حالیہ ہے (۲) اور اگر رایت علمت کے معنی میں ہو تو یہ مفعول ثانی ہے۔ اس کا معنی سبقت کرنا' جلدی کرنا ہے۔ **السواری!** جمع ساریہ یہ جاریہ جواری کی طرح ہے "ستون" مسجد نبوی کے ستون کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعت ادا کرتے تا کہ گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو یہ ستون عہد عثمانی تک کھجور کے تنوں کے تھے۔ دوسری روایت میں: **یبتدرون السواری حتی یخرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھی کذلك!** کے الفاظ ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١٢٩٨٥) والبخاری (٥٠٣) ومسلم (٨٣٧) والدارمی (٣٣٦/١) وابن حبان (٢٤٨٩) ابن خزیمة (١٢٠٦) والنسائی (٢٨١) والبیهقی (٤٧٥/٢)

**الفوائد** : مسجد میں کسی ستون یا دیوار یا اوٹ میں نماز مستحب ہے تا کہ گزرنے والے کو دقت وتکلیف نہ ہو۔ اذان واقامت کے مابین قبولیت دعا کا وقت ہے۔

۱۱۲٤ : وَعَنْہُ قَالَ : کُنَّا نُصَلِّیْ عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقِيْلَ : اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَّاهَا؟ قَالَ : كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيْهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۱۲۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج کے غروب ہونے کے بعد اور مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا؟ کیا رسول اللہ نے بھی ان کو ادا فرمایا؟ فرمایا حضور ﷺ ہمیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے لیکن آپ نے نہ تو ہمیں حکم دیا اور نہ ہی ہمیں منع فرمایا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ کنا نصلی! اس سے مراد صحابہ کرام کی جماعت ہے اور عہد سے زمانہ نبوت مراد ہے۔ **غروب الشمس!** سے سورج کا مکمل غروب ہونا مراد ہے۔ قبل المغرب! سے نماز مغرب مراد ہے۔ اکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ﷺ نے ہمیں پڑھتے دیکھا منع نہ فرمایا۔ یہ بھی قول کی طرح سکوت بھی تقریر ہے۔ یہ استحباب کی دلیل ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۸۳۶) وأبو داود (۱۲۸۲)

**الفوائد** : آپ ﷺ کا مغرب سے قبل نفل پڑھنا ثابت نہیں البتہ صحابہ کرام کا آپ ﷺ کے سامنے ادا کرنا اس کی تصدیق کو ظاہر کرتا ہے۔ صحابہ کرام کا عمل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں مقبول و پسندیدہ ہے۔

۱۱۲۵ : وَعَنْهُ قَالَ : كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ ابْتَدَرُوا السَّوَارِيَ فَرَكَعُوْا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى اِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ اَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُصَلِّيْهِمَا ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۲۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ہم مدینہ میں تھے۔ جب مؤذن مغرب کی نماز کے لئے جلدی کرتے اور دو رکعتیں پڑھتے یہاں تک کہ ناواقف آدمی مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یہ خیال کرتا کہ نماز پڑھی جا چکی ہے۔ اس لئے کہ کثرت سے لوگ یہ دو رکعتیں (قبل از نماز) پڑھ رہے ہوتے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اذن المؤذن! یعنی جب اذان مکمل کر لیتا۔ ابتدروا! ستونوں کی طرف جلدی سے جاتے۔ **قبل فرضها!** فرائض مغرب سے پہلے۔ حتی الرجل الغریب! اس قدر کثرت سے پڑھنے والے ہوتے تھے کہ مسجد مدینہ میں پہلی مرتبہ باہر سے آنے والا خیال کرتا کہ نماز مغرب ادا کی جا چکی اور بقیہ نماز ادا کر رہے ہیں کیونکہ پڑھنے والے کثیر تعداد سے ہوتے۔ یہ رکعات آپ ﷺ نے خود ادا نہیں فرمائیں یہ علامت استحباب ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۸۳۷)

**الفوائد** : مغرب سے قبل اذان کے بعد دو رکعت نفل درجہ استحباب میں ہے۔

## ۲۰۲ : بَابُ سُنَّةِ الْعِشَآءِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا!

## باب: عشاء سے پہلے اور بعد کی سنتیں

فِیْہِ حَدِیْثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ ' وَحَدِیْثُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ ' بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ ' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ کَمَا سَبَقَ۔

اس میں حدیث گزشتہ ابن عمر رضی اللہ عنہ والی ہے۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دو رکعتیں عشاء کے بعد ادا کیں' حدیث عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ والی ہے کہ ہر تکبیر اور اذان کے درمیان نماز ہے۔" (بخاری و مسلم) جیسا پہلے گزر ا تھا۔

اس سلسلہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایات گزریں جو کہ متفق علیہ ہیں۔ **بعدھا وقبلھا!** یہاں دو ظروف کی وجہ ظاہر نہیں (وجہ تو ظاہر ہے کیونکہ ابن عمرؓ اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہما کی روایت سے پہلے اور بعد دونوں ثابت ہو رہی ہیں' شارح کی یہ بات خود عجیب ہے)

**حدیث ابن عمر!** یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ باب فضل الرواتب میں گزری اس میں "**صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین بعد العشاء**"! یہ ترجمہ کی ترجمانی کر رہی ہے اور **بین کل اذانین صلاۃ!** یہ پہلے والی رکعتوں کی دلیل ہے۔ مصنف لف نشر غیر مرتب کے طور پر دلیل بعد میں ذکر کی ہے۔ بعد والی آپ ﷺ کے فعل مبارک سے ثابت ہیں اور پہلی آپ ﷺ کے قولی اشارہ سے۔ یہ روایت مسلم میں بھی اگرچہ نووی نے بخاری کا اشارہ دیا ہے سچ ہے ہر ہر بات کے علم بڑے بڑے بھی قاصر ہیں (یہاں مزید روایت لانے کی مصنف نے ضرورت نہیں سمجھی مگر خبردار کرنے کے لئے عنوان الگ قائم فرما دیا۔ مترجم)

## ۲۰۳ : بَابُ سُنَّۃِ الْجُمُعَۃِ

## بَابٌ : جمعہ کی سنتیں

۱۱۲۶ : فِیْہِ حَدِیْثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ اَنَّہٗ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ ﷺ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ ' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۱۲۶: اس میں حدیث گزشتہ ابن عمر رضی اللہ عنہما والی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں جمعہ کے بعد ادا فرمائیں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ اس میں ابن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعت ادا فرماتے۔ جمعہ کے سلسلہ میں سنن مؤکدہ وغیر مؤکدہ ہر دو پائی جاتی ہیں یہ اس روایت کو بالمعنی نقل کر دیا تاکہ تعبیر میں تفنن رہے۔ اس سے اشارہ کر دیا کہ روایت بالمعنی بھی جائز ہے۔

۱۱۲۷ : وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیُصَلِّ بَعْدَھَا اَرْبَعًا" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۲۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے

کوئی جمعہ پڑھے تو اس کے بعد چار رکعت پڑھے۔'' (مسلم)

**تشریح** ۞ فليصل بعدها اربعًا! یہاں امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب کے لئے ہے۔ دوسری روایت میں فليصل ركعتين ى المسجد وركعتين اذا رجعت! گویا دو پہلے دو بعد میں یا چار اور دو بعد میں اور دو پہلے تا کہ دونوں روایات کے ظاہر پر عمل ہو جائے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۳/۱۰٤۹۱) ومسلم (۸۸۱) وابو داود (۱۱۳۱) والنسائی (۱٤۲۵) ابن حبان (۲٤۷۷) والبيهقي (۲۳۹/۳) وأخرجه ابن حبان (۲٤۸۵)

**الفوائد**: جمعہ کے بعد چار رکعت اور دو رکعت کا ثبوت بھی احادیث میں موجود ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہر دو احادیث پر عمل کرتے ہوئے چھ رکعت ادا کرے۔

۱۱۲۸ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۲۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ واپس لوٹتے۔ پھر دو رکعت اپنے گھر میں ادا فرماتے۔ (مسلم)

لا يصلي بعد الجمعه! یعنی روایت میں ہے جمعہ کے بعد مسجد میں کوئی نماز ادا نہ فرماتے۔ حتی ينصرف! مسجد سے گھر لوٹتے پھر گھر پر دو رکعت ادا فرماتے۔ ترمذی' ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ابن عمر مکہ میں پہلے دو رکعت فرض جمعہ ادا فرماتے پھر کچھ دیر بعد چار رکعت ادا فرماتے اور مدینہ منورہ میں نماز جمعہ پڑھ کر گھر لوٹتے اور دو رکعت نماز گھر میں ادا کرتے مسجد میں کچھ نہ ادا کرتے اور کہتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۷۱/۸۸۲) والترمذي (۵۲۲) وابن ماجه (۱۱۳۰) وابن حبان (۲٤۷۹)

**الفوائد**: اس روایت سے سنن کا گھر میں پڑھنا اور جمعہ کے بعد دو رکعت کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ تطبیق اوپر ذکر کر دی گئی۔

## ۲۰۴ : بَابُ اسْتِحْبَابِ جَعْلِ النَّوَافِلِ فِي الْبَيْتِ سَوَآءٌ الرَّاتِبَةُ وَغَيْرُهَا وَالْاَمْرِ بِالتَّحَوُّلِ لِلنَّافِلَةِ مِنْ مَّوْضِعِ الْفَرِيْضَةِ اَوِ الْفَصْلِ بَيْنَهُمَا بِكَلَامٍ!

## باب: سنن راتبہ اور غیر راتبہ کی گھر میں ادائیگی کا استحباب اور نوافل کے لئے فرائض کی جگہ بدل لینے یا کلام سے فاصلہ کرنا

جعل النوافل! یہاں قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ نوافل گھر میں ادا کئے جائیں تا کہ یہ ریاء سے دور رہیں اور اس سے گھر کو خالی

رکھنا گھر کو قبرستان بنانا ہے۔نوافل سے گھر اور گھر والوں میں برکت ہوگی۔سواء الراتبہ! جب تک کہ فرض میں تاخیر یا فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ والامر بالتحول! یہاں امر استحباب کے معنی میں ہے۔موضع سے وہ مقام جہاں فرض ادا کیا ہوتا کہ مواضع طاعت کثرت سے ہو جائیں اور گواہی دیں اور فرض و نفل میں ظاہراً بھی امتیاز ہو جائے۔ او الفصل! اس کا عطف تحول پر ہے۔

۱۱۲۹ : عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"صَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ' فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۲۹: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو' بے شک افضل ترین نماز آدمی کی نمازوں میں سے وہ ہے جو اپنے گھر میں ادا کی جائے' سوائے فرض نماز کے۔"
(بخاری' مسلم)

**تشریح** ❁ زید بن ثابت! ابن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عوف بن غنم بن مالک بن النجار انصاری نجاری المدنی یہ عالم فرائض اور کاتب وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کاتب مصحف الامام رضی اللہ عنہ ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی۔انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل سولہ سورتیں حفظ کر لی تھیں' ان کی عمر جب چھ سال تھی تو ان کے باپ قتل ہو گئے تھے۔بدر میں ان کی عمر تھوڑی تھی ان کو واپس کر دیا گیا' احد میں شریک ہوئے۔بعض نے کہا یہ احد میں بھی حاضر نہ تھے۔خندق اور اس کے بعد والے غزوات میں شرکت کی۔ تبوک کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنی نجار کا جھنڈا عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا: "القرآن مقدم و زید اکثر اخذاً للقرآن"! قرآن سب سے مقدم ہے اور زید کو سب سے زیادہ قرآن یاد ہے۔ یہ وحی نبوت لکھتے اور آپ ﷺ کے خطوط تحریک کرتے۔ انہوں نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں بھی کتابت کا فریضہ انجام دیا۔ یہ ان تین اصحاب میں سے تھے جنہوں نے قرآن مجید جمع کیا۔ان کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے حکم فرمایا۔عمر و عثمان رضی اللہ عنہما جب حج کو جاتے تو ان کو مدینہ پر نائب مقرر کرتے۔ان کو یمامہ کے دن ایک تیر لگا مگر اس سے ان کو کچھ تکلیف نہ پہنچی۔یرموک کے غنائم کی تقسیم ان کے ذمہ کی گئی۔ابن ابی داؤد کا قول ہے کہ زید علم فرائض میں سب سے بڑے ماہر تھے کیونکہ فرمان نبوت ہے: "افرضکم زید"! یہ ان لوگوں سے تھے جو علم میں رسوخ رکھتے ہیں۔یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیت المال کے نگران تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۹۲ روایات نقل کی ہیں پانچ متفق علیہ ہیں ایک میں بخاری منفرد اور ایک میں مسلم منفرد ہے۔ان سے ابن عمر' ابن عباس' انس' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم جیسے عالم صحابہ کرامؓ نے روایت کی ہے اور تابعین کی کثیر تعداد نے ان سے روایت لی جنہیں سعید بن المسیب اور سلیمان اور عطاء بن یسار اور دوسرے لوگ شامل ہیں۔ان کی وفات ۴۲ھ مدینہ منورہ میں ہوئی بعض نے ۵۶ھ لکھی ہے بلکہ بعض نے ۴۰ھ لکھی۔امام بخاری نے بخاری میں ابو عمار سے نقل کیا کہ جب ان کی وفات ہوئی تو ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے۔علماء جا رہے ہیں۔آج ہم نے اتنا' اتنا دفن کر دیا۔
(تہذیب نووی)

دمیری کا لطیفہ:

دمیری کا لطیفہ:

لطیفة قواعد الوراثه ☆ مرجعها للاحرف الثلاثه*

فالزای للاصول والنسوان ☆ والیاء لاهل الفرض والذکران

والدال اسباب ورتبة العدد ☆ هبادیز اصحاب فرض بالمدد

* اس سے لفظ "زید" کی طرف اشارہ کیا۔

صلوا ایها الناس! یہ خطاب تو مذکر و مؤنث سب کے لئے ہے مگر شرف کی وجہ سے مردوں کو غلبہ دیا اور واؤ جمع مذکر کی لائے۔

فان افضل صلاة صلاة المرء! مساجد میں مردوں کا ادا کرنا افضل ہے اور نفلی نماز مردوں کو گھر میں ادا کرنا جوف کعبہ میں نماز سے افضل ہے اور اصل درجہ اتباع میں ہے اگر مضاعف ثواب کعبہ میں ملے گا۔

**تخریج:** أخرجه أحمد (۸/۲۱٦٣٨) والبخاری (۷۳۱) ومسلم (۷۸۱) وأبو داود (۱٤٤۷) والترمذی (٤٥۰) والنسائی (۱٥٩٨) وابن حبان (۲٤٩۱) وابن خزیمة (۱۲۰۳) والبیهقی (۳/۱۰٩)

**الفوائد:** ① امت کی مصلحتوں کا کس قدر اہتمام تھا کہ گھر میں خیر و برکت کے لئے مستقل نفلی نماز رکھی گئی تاکہ برکت سے کسی جگہ محروم نہ رہیں۔

۱۱۳۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "اجْعَلُوْا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۳۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنی نمازوں کا کچھ حصہ (نفلی) اپنے گھروں میں مقرر کرو اور ان کو قبریں مت بناؤ۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ من صلاتکم! اس بعض سے مراد نفلی نماز ہے۔ فی بیوتکم! تاکہ نماز سے ان میں برکت ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا تتخذوها قبورا"! یعنی گھروں کو اس طرح مت بناؤ جیسا قبروں میں کوئی عمل بر نہیں کیا جاتا۔ نماز وغیرہ نہیں پڑھی جاتی۔ یہ بڑی تبلیغ تنبیہ ہے بلکہ نسائی میں فرمایا: "لا تترکوا النوافل فیها"! کے الفاظ بھی موجود ہیں اور ضیاء القدسی نے "صلوا فی بیوتکم ولا تتخذوها قبورًا" کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔

**تخریج:** أخرجه البخاری (٤۳۲) ومسلم (۷۷۷) وأبو داود (۱۰٤۳) وابن ماجه (۱۳۷۷) وأحمد (۲/٤٦٥۳) ومالك (٤۰٤) وابن خزیمة (۱۲۰٥)

**الفوائد:** گھر میں نماز کا جہاں یہ فائدہ ہے کہ اس سے خیر و برکت آتی ہے وہاں عورتوں اور بچوں میں نماز کی اہمیت اور اہتمام بھی پیدا ہوتا ہے۔

۱۱۳۱: وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ صَلَاتَهٗ فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيْبًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ" فَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلَاتِهٖ خَيْرًا"

رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔

۱۱۳۱: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز ادا کر لے تو وہ اپنے گھر کے لئے اپنی نماز (نفلی) کا کچھ حصہ رکھے بے شک اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں نماز سے خیر و برکت عنایت فرمانے والے ہیں۔'' (مسلم)

**تشریح** ۞ اقضی! یہ ادا کے معنی میں استعمال ہے۔ صلاتہ! یہاں فرض نماز مراد ہے۔ فلیجعل لبیتہ نصیباً! تنوین یہاں تقلیل کی لیں تو مراد یہ ہے کہ نفل کا درجہ فرض سے کم ہے اور اگر تعظیم کی لیں تو مراد یہ ہے کہ کثرت سے گھروں میں نفل پڑھا کرو۔ فان اللہ جاعل! یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ ماضی میں لا کر دوام کی طرف اشارہ کر دیا۔ من صلاتہ خیراً! من سببیہ اور خیراً کی تنوین تعظیم کے لئے ہے یعنی اس سے بڑی عظیم الشان برکت حاصل ہوگی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۱۵٦۷/٤) ومسلم (۷۷۸) وابن ماجه (۱۳۷٦) وابن حبان (۲٤۹۰) وابن خزيمة (۱۲۰٦) والبيهقي (۱۸۹/۲)

**الفوائد** : اس میں اُس آدمی کے لئے بڑی بشارت ہے جو گھر میں نوافل کا اہتمام کرتا ہے کہ اس سے اللہ ضرور گھر والوں کو نفع پہنچائے گا۔

۱۱۳۲ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَآءٍ اَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهٗ اِلَى السَّآئِبِ ابْنِ اُخْتِ نَمِرٍ يَسْاَلُهٗ عَنْ شَيْءٍ رَاٰهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ :نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ فَصَلَّيْتُ ، فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقَالَ :لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ :اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تَتَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَنَا بِذٰلِكَ اَنْ لَّا نُوْصِلَ صَلٰوةً بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ اَوْ نَخْرُجَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

۱۱۳۲: حضرت عمر بن عطاء کہتے ہیں کہ نافع ابن جبیر نے مجھے سائب بن اخت نمر کے پاس کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کرنے کے لئے بھیجا جو ان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز میں دیکھی تھی تو انہوں نے فرمایا: ''ہاں۔ میں نے ان کے ساتھ مقصورہ (حجرہ) میں جمعہ کی نماز ادا کی' جب امام نے سلام پھیرا' میں اپنی جگہ کھڑا ہوا اور میں نے نماز پڑھی۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے تو میری طرف پیغام بھیج کر فرمایا' جو تم نے کیا دوبارہ نہ کرنا۔ جب تم جمعہ پڑھ لو' اس کے ساتھ اور کوئی نماز مت ملاؤ یہاں تک کہ تم کلام کر دیا اس جگہ سے ہٹ جاؤ۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم دیا کہ ہم کسی نماز کو نہ ملائیں۔ جب تک کہ ہم کلام نہ کر لیں یا وہاں سے نکل نہ جائیں۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ عمرو بن عطاء! ان سے مسلم' ابوداؤد نے روایت لی ہے۔ نافع بن جبیر! یہ ابن مطعم ہیں۔ یہ شریف سردار ہیں صاحب الفقہاء تھے۔ ان کی وفات ۹۹ھ میں ہوئی۔ ان سے اصحاب ستہ نے روایت لی ہے (الکاشف) سائب

بن یزید! یہ غر رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے ان کی وفات ۹۱ھ میں ہوئی۔ بعض نے ۸۷ھ لکھا ہے۔ تمام نے ان سے روایت لی ہے (تہذیب نووی) ان کو اسدی اور لیثی کہا جاتا ہے۔ بعض نے ہذلی بھی کہا ہے۔ سائب کے والد صحابی تھے۔ یہ بنو عبد شمس کے حلیف تھے سائب کی پیدائش ۳ھ میں ہوئی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ احادیث روایت کی ہیں۔ ایک پر بخاری و مسلم متفق ہیں چار میں بخاری منفرد ہیں۔ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہیں اور خود ان سے عبداللہ بن عمر' زہری' یحییٰ بن سعید نے روایت لی ہے۔ یسأله! (۱) ضمیر مستتر عمرو کی طرف اور بارز سائب کی طرف لوٹتی ہے اور اگر مستتر (۲) نافع کی طرف لوٹائیں اور مراد یہ لیں کہ وہ عمرو کے واسطہ سے پوچھنے والے ہیں تو درست ہوسکتا ہے۔ عن شئ راہ منه معاویه! سے ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ في الصلاة! نماز کے سلسلہ میں جو چیز دیکھی اس کی وضاحت چاہتے تھے۔ المقصورة! مقصورة الدار گھر کا حجرہ اور مقصورۃ المسجد مسجد کا کمرہ (المصباح) یہ کمرہ سب سے پہلے معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنوایا جب کہ خارج نے ان پر حملہ کیا۔ اس کو ابن عمر' شعبی' احمد' اسحاق نے مکروہ قرار دیا اور حسن بصری' قاسم' سالم وغیرہ نے جائز قرار دیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز سے پہلے مقصورہ میں ہوتے تو نماز کے وقت مسجد کی طرف نکل جاتے اور وہاں نماز ادا کرتے۔ قمت في مقامي! میں نے اسی جگہ کھڑے ہو کر سنن راتبہ ادا کیں جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو میری طرف پیغام بھیجا۔ اس سے اہل علم وفضل کا ادب ثابت ہوتا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں جس نے اپنے ساتھی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کی اس نے اس کو مزین کر دیا اور جس نے سر عام نصیحت کی اس نے اس کو عیب دار کر دیا۔ لا تعد لما فعلت! یہ نہی استحباب کے لئے ہے کہ تم نے نوافل کو فرائض سے متصل پڑھا ایسا نہ کرو جو ہوا سو ہوا کیونکہ اذا صلیت! جب جمعہ ادا کرلو تو یا تو اس جگہ سے ہٹ جاؤ یا کوئی ضروری بات کرلو۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم فرمایا کہ ہم ایک نماز کو دوسری سے نہ ملائیں یہاں تک کہ وہاں سے نکل جائیں یا کلام کرلیں تاکہ تمام مقامات شاہد بن جائیں۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۸۸۳) وأبو داود (۱۱۲۹)

**الفرائد** : ظاہر صورت میں فرض ونفل کے درمیان فصلہ کے لئے' فرائض ادا کرنے والے کو اپنی جگہ بدل لینی مناسب ہے تاکہ ہر دو جگہ کل قیامت کو گواہ بن جائیں۔

## ۲۰۵: بَابُ الْحَثِّ عَلٰی صَلَاةِ الْوِتْرِ وَبَيَانِ اَنَّهٗ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ وَبَيَانِ وَقْتِهٖ!

## بَابٌ: نماز وتر کی ترغیب اور اس بات کا بیان کہ وہ سنت مؤکدہ ہے اور وقت کا بیان

**تشریح** ۞ الوتر! حجازی وتمیمی واؤ کے کسرہ اور باقی فتحہ سے پڑھتے ہیں۔ اس کا وقت فرض عشاء اور طلوع صبح صادق کے درمیان ہے۔ کم تعداد ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعت ہے یہ شوافع کے ہاں ہے۔ احناف کے ہاں وتر کی تعداد تین ہے جیسا کہ کثیر روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ بعض ائمہ اس کی سنیت اور بعض اس کے وجوب کے قائل ہیں۔

۱۱۳۳ :عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :اَلْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ ' وَلٰكِنْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ ' فَاَوْتِرُوْا يَاَهْلَ الْقُرْآنِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۱۳۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وتر قطعی نہیں' جس طرح کہ فرض نماز' لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کو مکرر فرمایا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے' پس اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو۔" (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ الوتر: نماز وتر مراد ہے۔ لیس بحتم: یعنی فرض نہیں ہیں۔ بلکہ یہ سنت ہیں یعنی سنت سے ثابت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض نمازوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ بتلائیں۔ اس نے سوال کیا کیا میرے ذمہ ان کے علاوہ بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل نماز ادا کرے۔ ولکن سن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: سن ماضی ہے۔ پس ضمیر عائد محذوف ہے۔ اس کو مصدر محذوف قرار دیا گیا اور یہ مفعول ہے مضاف الی مرفوعہ ہے۔ اللّٰه وتر: اللہ تعالیٰ ذات وصفات میں یکتا ہے۔ یحب الوتر: اسی وجہ سے طواف' سعی' رمی' تسبیحات نماز' نماز وتر وغیرہ طاق ہیں۔ فاوتروا یا اهل القرآن: خطابی کہتے ہیں اہل قرآن یعنی قراء کو حکم فرمایا گیا یہ وجوب نہ ہونے کی علامت ہے تو سب کو حکم ہوتا۔

**تخریج**: اخرجه أحمد (۱/۸۷۷) وأبو داود (۱٤۱٦) والترمذی (٤٥٣) والنسائی (١٦٧٤) وابن ماجه (١١٦٩) والدارمی (١٥٨٠)

**الفرائد**: ① وتر کا اہتمام کرنے والوں کو عظیم خطاب دیا گیا کہ وہ اہل اللہ اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں سے ہیں ② وتروں پر مداومت اللہ تعالیٰ کو بہت پسندیدہ ہے۔

۱۱۳٤ :وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَمِنْ اَوْسَطِهٖ وَمِنْ اٰخِرِهٖ– وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ اِلَى السَّحَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۳٤: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصے میں وتر کی نماز پڑھی' شروع رات' درمیانی رات اور آخری رات (رات کا پچھلا حصہ) اور آپ کی وتر نماز سحر تک پہنچی۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ من کل: یہ من تبعیض کے لئے ہے۔ اوتر: رات کے تمام حصوں اول' وسط' آخر میں سحر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز ادا فرمائی۔ (۲) من ابتدائیہ بیانیہ ہے۔ (۳) ظرفیہ بھی ہوسکتا ہے اور وتر عموماً سحر کے قریب ادا فرماتے ہیں جیسا روایات احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور آخرہٖ کے مفہوم کی وضاحت کے لئے ہم نے بات کہی ہے۔

**تخریج**: اخرجه أحمد (۱۰/۲۵۷۵۲) والبخاری (۹۹٦) ومسلم (۷٤٥) وأبو داود (۱٤۳٥) والترمذی

(٤٥٦) والنسائی (١٦٨٠) وابن ماجه (١١٨٥) وابن حبان (٢٤٤٣) وابن أبی شیبة (٢٨٦/٢) والحمیدی (١٨٨) وعبدالرزاق (٤٦٢٤) والدارمی (١٥٨٧) والبیهقی (٣٥/٣)

الفرائد: ① وتروں کا وقت نمازِ عشاء کے بعد اور اذانِ فجر سے پہلے تک ہے ② عموماً آخر سحری کے وقت وتر ادا فرماتے تھے۔

١١٣٥ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

١١٣٥: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات کو تم اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔'' (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **آخر صلاتکم!** اس سے کم کرنا مسنون ہے۔ البتہ رات کی نماز کے بعد زیادہ کامل ہے۔ جس کو رات کے طور پر ادا کر رہا ہے یا تراویح یا تہجد یا نفل مطلق ہوں اور اس کی حکمت یہ ہے کہ وتر تمام نمازوں سے افضل ہے۔ مستحب یہ ہے کہ عمل کا اختتام افضل پر ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جو رات وارد ہے وہ بیان جواز پر محمول ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٧٥١) والنسائی (١٦٨١)

الفرائد: ① اس روایت میں قیام اللیل کی طرف لطیف اشارہ فرمایا گیا ہے ② قیام اللیل کے آخر میں وتر مستحب ہے۔

١١٣٦ : وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١١٣٦: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صبح سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔'' (مسلم)

**تشریح** ۞ واضح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم صبح سے پہلے وتر پڑھو۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١١٠٩٧) ومسلم (٧٥٤) والترمذی (٤٦٨) والنسائی (١٦٨٢) وابن ماجه (١١٨٩) والحاکم (١١٢٢) وعبدالرزاق (٤٥٨٩) وابن خزیمة (١٠٨٩) والبیهقی (٤٧٨/٢) والطیالسی (٢١٦٣) ابن حبان (٢٤٠٨) وأخرجه الدارمی (١٥٨٨)

**الفرائد** : وتر اذانِ صبح سے پہلے پڑھ لینے چاہئیں تاکہ وہ اپنے وقت پر ادا ہو جائیں۔

١١٣٧ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ صَلٰوتَهٗ بِاللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ اَيْقَظَهَا فَاَوْتَرَتْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ فَاِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ قَالَ : قُوْمِيْ فَاَوْتِرِيْ يَا عَآئِشَةُ۔

۱۱۳۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب رات کو نماز پڑھتے میں آپ کے سامنے لیٹی ہوتی، جب وتر باقی رہ جاتے تو مجھے جگا دیتے پس میں وتر پڑھ لیتی۔" مسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ جب وتر باقی رہ جاتے تو آپ ﷺ فرماتے: اے عائشہ! اٹھ اور وتر پڑھ۔"

**تشریح** ۞ **کان یصلی صلاته باللیل** اس سے تہجد کی نماز مراد ہے۔ تہجد اور وتر کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ وتر نیند کے بعد دو باتوں کو جامع ہے اور نیند سے پہلے وتر ہیں اور نہیں۔ سونے کے بعد نفل تہجد ہی ہیں۔ **وھی معترضه بین یدیه**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قبلہ کے درمیان۔ **فاذا بقی الوتر ایقظھا**: رات کی نماز میں سے صرف وتر رہ جاتے تو مجھے جگاتے۔ ایک روایت میں ہے: **قال قومی**: یہ **ایقظھا** کی تفصیل ہے کیونکہ زبانی اٹھانے کا بھی احتمال ہے مثلاً ہلانا۔ **فاوتری یا عائشه**: اس میں وتروں میں جلدی کرنے کی طرف اشارہ ہے تاکہ نیند کی وجہ سے سستی ہو کر فوت نہ ہو جائیں۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۹/۵۲۳۹) ومسلم (۷٤٤) وعبدالرزاق (٤٦١٤)

**الفرائد**: ① سونے والے کی طرح رخ کر کے نماز درست ہے ② آپ کے حجرات بہت کشادہ نہ تھے ③ گھر والوں کے مصالح کا لحاظ کرنا عظیم الشان اخلاق کا متقاضی ہے۔

۱۱۳۸: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: "بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۱۳۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صبح سے پہلے وتر میں جلدی کرنا۔" (ابوداؤد' ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ پچھلی روایت سے معلوم ہوتا تھا کہ نوافل سے وتروں کو مؤخر کرنا چاہیے۔ اس میں خبردار کیا کہ اس میں قدرتاً تاخیر نہ کر دی جائے کہ فجر طلوع ہو جائے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲/٤۹۵۲) ومسلم (۷۵۰) وأبو داود (۱٤۳٦) والترمذی (٤٦٦) وابن حبان (۲٤٤۵) وابن خزیمة (۱۰۸۸) والطبرانی (۱۳۳٦۲) وأبو عوانة (۲/۳۳۲) والحاکم (۱۱۲٤) والبیهقی (۲/٤۷۸)

**الفرائد**: ① اذانِ فجر سے پہلے وتر ادا کر لینے چاہئیں ② اس میں پالتو جانوروں میں مرغ کی فضیلت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

۱۱۳۹: وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: "مَنْ خَافَ اَنْ لَّا یَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَہٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ یَّقُوْمَ اٰخِرَہٗ فَلْیُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّیْلِ فَاِنَّ صَلٰوۃَ اٰخِرِ اللَّیْلِ مَشْھُوْدَۃٌ، وَذٰلِکَ اَفْضَلُ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۳۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو خطرہ ہو کہ رات کے آخری حصے میں اٹھ نہ سکے گا' اسے رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھ لینا چاہئے اور جس کو طمع ہو کہ رات کے پچھلے حصے میں جاگے' پس اس کو رات کے آخری حصے میں وتر پڑھنے چاہئے اس لئے کہ رات کے آخری حصے کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ زیادہ افضل ہے۔'' (مسلم)

**تشریح** ❁ من خاف! یعنی گمان کیا یا وہم و خیال کیا۔ لا یقوم! نیند سے بیدار نہ ہوگا۔ من آخر الليل! رات کے دوران یا بیداری سے ابتداء کرتے۔ فليوتر اوله! عبادت کی ادائیگی میں جلدی ہو جائے اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے۔ ومن طمع! یعنی عادت کے مطابق یا جو بیدار کرنے والا موجود تھا۔ ان يقوم آخره! رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا چاہا۔ مشهودة! باری پر مقرر فرشتے اس کی گواہی دیتے ہیں اور وہ فرشتے بھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیوضات ربانیہ اور عنایت کے جھونکے لے کر اترتے ہیں۔ اس کی دلیل وہ ارشاد ہے: ''اذا ابقي ثلث الليل ينزل ربنا'' تو گویا یہ نزولِ رحمت کی گھڑیاں ہیں۔ ذلك افضل! یہ افضل وقت ہے۔ پس اس میں کیا جانے والا عمل باقی اوقات کے کئے جانے والے عمل سے بہتر ہے۔ شوافع کے نزدیک رمضان المبارک میں وتروں کو جماعت کی بجائے آخر رات میں پڑھنا افضل ہے (مگر احناف کے ہاں رمضان المبارک میں وتروں کو جماعت سے ادا کرنا افضل ہے)۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۷۵۵) والترمذي (۴۵۵) وابن ماجه (۱۱۸۷)

**الفوائد**: ① جو آدمی جاگنے کی پختہ عادت رکھتا ہو اسے وتر رات کے آخری حصہ میں ادا کرنے چاہئیں جس کو اپنے اوپر وثوق نہ ہو اسے رات کے اول حصہ میں پڑھنا افضل ہے۔

## ۲۰۶: بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الضُّحٰى وَبَيَانِ اَقَلِّهَا وَاَكْثَرِهَا وَاَوْسَطِهَا وَالْحَثِّ عَلَى الْمُحَافَظَةِ عَلَيْهَا!

## باب: نماز چاشت کی فضیلت اور اس میں قلیل و کثیر اور اوسط کی وضاحت اور اس کی محافظت پر ترغیب

الضحى! (۱) عراقی کہتے ہیں یہ اسم مقصود ہے ضاد پر ضمہ ہے۔ (۲) الضحا۔ طلوع شمس کے بعد دن کی روشنی کا پھیلنا۔ جنہوں نے اسے مؤنث مانا انہوں نے ضحوۃ کی جمع قرار دیا اور جنہوں نے مذکر کہا انہوں نے فعل صرد و لفر غیر متمکن قرار دیا جیسے سحر تم کہو گے لقیتہٗ ضحًا! اور جب آج کے دن کی چاشت مراد ہوگی تو تنوین نہ پڑھیں گے پھر الضحی ، ممدودہ مذکر ہے جبکہ دن خوب بلند ہو جائے (الصحاح) (۳) الضحو' الضحوة! یہ عشیہ کی طرح ہے ''دن کے بلند ہونے کو کہتے ہیں اور الضحا ، اس سے تھوڑا سا اوپر ہونا اور اس کی تصغیر بغیر ہا کے آتی ہے تا کہ یہ ضحوۃ اور الضحاء کے ساتھ ملتبس نہ ہو۔ وہ دن کے دراز ہونے اور

نصف سے قریب پہنچنے کو کہتے ہیں (المحکم) (۴) الضحو ۃ دن کا کچھ بلند ہونا اور الضحاء اور الضحی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور اسی سے صلاۃ الضحا والضحاء نام رکھتے ہیں جب کہ سورج آسمان کے ربع اور اس سے کچھ بلند ہو (النہایہ) (۵) الضحی ءممدود و مقصور آتے ہیں۔ (۶) بعض نے تو کہا یہ دونوں اضحی النہار اس وقت بولتے ہیں جب اس کی روشنی چمکنے لگے۔ (۷) بعض نے کہا ضاد کے ضمہ کے ساتھ اور مقصور سورج کا شروع دن میں بلند ہونا اور ممدود گرمی سے لے کر نصف النہار کے قریب تک۔ (۸) بعض نے کہا مقصور اس وقت کو کہتے ہیں جب سورج طلوع ہوا اور ممدود اس وقت کو کہا جاتا ہے جب سورج بلند ہو جائے۔ (۹) ابن عربی کا قول الضحا ضمہ اور قصر کے ساتھ ہو تو طلوع آفتاب اور فتح کے ساتھ اور ممدود ہو سورج کا چمکنا اور روشنی خوب کرنا اور سفید ہونا ہے۔ اقلھا: سے دو رکعت اور اکثرھا: سے آٹھ رکعتیں مراد ہیں یہ اکثر کی تحقیق ہے اور اسی کی طرف میلان ہے۔ بعض نے ۱۲ رکعت کہی ہیں مگر اس کا مدار ایک ضعیف روایت پر ہے۔ اس پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ اوسطھا: وہ چار رکعت ہیں۔ المحافظة علیها: کیونکہ اس کا خود بہت ثواب ہے اور مزید بھی ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ چاشت کی نماز پڑھنے والا نابینا ہو جاتا ہے دراصل یہ ثواب سے محروم کرنے کے لئے شیطانی چال ہے (کذا قال العراقی)

۱۱۴۰ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بِصِیَامِ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِّنْ کُلِّ شَهْرٍ ' وَرَکْعَتَیِ الضُّحٰی ' وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَرْقُدَ ' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَالْاِیْتَارُ قَبْلَ النَّوْمِ اِنَّمَا یُسْتَحَبُّ لِمَنْ لَّا یَثِقُ بِالْاِسْتِیْقَاظِ اٰخِرَ اللَّیْلِ فَاِنْ وَثِقَ فَاٰخِرُ اللَّیْلِ اَفْضَلُ۔

۱۱۴۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنے' چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی نصیحت فرمائی۔'' (بخاری و مسلم)

اور سونے سے پہلے اس کے لئے مستحب ہے جس کو رات کے پچھلے حصے میں جاگنے کے بارے میں اعتماد نہ ہو' اگر اعتماد ہو تو رات کے پچھلے حصے میں زیادہ افضل ہے۔

**تشریح** ◌ اوصانی خلیلی: خلیلی کی تعبیر اس نماز کی شان کو بیان کرنے کے لئے ہے کیونکہ گہرا دوست ایسی چیز بتاتا ہے جو دوست کو نفع دیتی ہے۔ اس تعبیر کے خلاف وہ روایت ہرگز نہیں جس میں وارد ہے کہ لو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لا تخذت ابا بکر خلیلا: کیونکہ روایت میں تو اس بات کی ممانعت بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سواء اور کسی کو خلیل بنانے والے نہیں۔ یہ روایت اس بات کو ظاہر رہی ہے کہ کسی صحابی نے آپ کو خلیل بنایا یہ دوسری بات ہے۔ من کل شهر: تا کہ یہ ہمیشہ روزہ رکھنے کی طرح ہو جائے۔ جیسا حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں وارد ہے کہ ایام بیض یہ وہ ایام ہوں جن کے روزے مستحب ہیں۔ ورکعتی الضحا: یہ کم سے کم تعداد ہے جس سے چاشت کی نماز ادا ہو جائے گی۔ وان اوتر: میں وتر ادا کروں۔ تفنن تعبیر کے لئے وتر کی تعداد مذکور نہیں۔ قبل ان ارقد: یہ احتیاط کی بات ہے کیونکہ بعض اوقات وہ اٹھ نہیں سکتا اور نماز قنوت فوت ہو جاتی ہے یہ روایت اس کے منافی نہیں "اجعلوا آخر صلاتکم باللیل وترًا" کیونکہ جس کی عادت بیداری کی ہو وہ اس پر عمل کرے یا کوئی جگانے والا ہو تب بھی مؤخر کرنے میں حرج نہیں ورنہ

افضل آخر اللیل میں پڑھنا ہے۔ وہ افضل وقت ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۹۹۲٤) والبخاری (۱۱۷۸) ومسلم (۷۱۲) والنسائی (۱٦۷۷) والترمذی (۷٦۰) والدارمی (۱۷٤٥) وابن حبان (۲٥۳٦) وابن خزیمة (۱۲۲۲) والطیالسی (۲۳۹۲) والبیهقی (۳٦/۳) وأخرجه أبو داود (۱٤۳۲)

**الفوائد**: ① اہل خیر وفضل کو اپنے ماتحتوں کو نصیحت کرتے رہنا چاہیے ② آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے کمزوروں پر شفقت و رحمت واضح ہوتی ہے۔

۱۱٤۱ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ: "یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ: فَکُلُّ تَسْبِیْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَکُلُّ تَحْمِیْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَکُلُّ تَهْلِیْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَکُلُّ تَکْبِیْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَةٌ، وَیُجْزِیُٔ مِنْ ذٰلِكَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱٤۱: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں ہر آدمی اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے ہر ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے پس ہر تسبیح صدقہ ہے ہر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ صدقہ ہے ہر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ صدقہ ہے ہر بھلی بات کا حکم دینا صدقہ ہے ہر برائی سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعتیں ان سب کی طرف سے کافی ہیں جس کو آدمی ادا کرے۔'' (مسلم)

**تشریح** ۞ **یصبح**! یہ صبح کے معنی میں لیا جائے تب بھی درست ہے اور اگر صار کے معنی میں ہو تو وہ بھی صحیح ہے۔ **سلامی**! یہ الف مقصورہ سے ہے۔ اس کا معنی ''جوڑ'' ہے۔ **من احدکم**! وہ اکیلا جو آفات سے محفوظ ہو۔ **صدقة**! بڑا صدقہ اس کے اس احسان پر لازم ہے کہ تمام اعضاء کو سلامت رکھا۔ **کل تسبیحه**! ایک مرتبہ تسبیح خواہ وہ تسبیح کے کسی بھی صیغہ سے ہو۔ **کل تحمیدة**! حمد کے جن کلمات سے ہو۔

**کل تهلیلة صدقة**! ہر لا الٰہ الا اللہ کا قول صدقہ ہے۔ **کل تکبیرة صدقه**! اس سے اشارہ مقصود ہے کہ صدقہ کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی ادائیگی مال سے ہو بلکہ مال، اقوال، اعمال سب سے ادا ہو جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور اس امت کے لئے تخفیف ہے۔ **وامر بالمعروف صدقة**! واؤ عطف کے ساتھ لائے (تاکہ تغایر اور نوع آخر ہونا ظاہر کر دیئے جائے اور اس کے بعد ماقبل کے درمیان نوع کے مختلف ہونے کی وجہ سے مغایرت کی کیونکہ پہلے کا ثواب ثناء اور تقدیس کی وجہ سے ہے اور اس کا ثمرہ کی وجہ سے ہے۔ معروف وہ کام جو شرعاً واجب یا مستحب ہو۔ **نهی عن المنکر صدقة**! منکر وہ جانا پہچانا نہ ہو حرام و مکروہ بھی اسی طرح ہیں۔ ان مذکورہ چیزوں کا رتبہ میں برابر ہونا ضروری نہیں بلکہ ثمرات کے لحاظ سے تفاوت ہوگا یا مدلول کے لحاظ سے فرق ہوگا۔ پس لا الٰہ الا اللہ کا مدلول سبحان اللہ سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے وہ مدلول کے لحاظ سے بڑھ جائے گا۔ **یجزی من ذلك**! الجزاء یہ کفایت کے معنی میں ہے۔ متعدد جوڑوں کے متعدد صدقات کی طرف سے دو

رکعتیں کفایت کر جائیں گی۔ رکعتان یرکعھما من الضحی! جو چاشت کے وقت یا سبب سے ادا کرے۔

**تخریج** : باب (۱۔۱۳)

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۱۴۲ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الضُّحٰى اَرْبَعًا وَيَزِيْدُ مَا شَآءَ اللّٰهُ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۴۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعتیں ادا فرماتے اور جتنا چاہتے اضافہ فرماتے۔'' (مسلم)

**تشریح** ⊙ **یصلی الضحی اربعاً**! چاشت کے وقت چار ادا فرماتے۔ ترمذی کی روایت میں بھی چار ہیں۔ **یزید ما شاء اللہ**! اس سے معلوم ہوتا ہے زیادہ میں حصر نہیں لیکن احادیث صحیحہ اور ضعیفہ کو سامنے رکھ کر آٹھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ کا ثبوت ملتا ہے۔ اس روایت میں آپ ﷺ کا پڑھنا ثابت دوسری روایت میں نفی ہے تو تطبیق یہ ہے کہ بعض اوقات پڑھتے اور دوسرے موقعہ پر ترک فرماتے تا کہ فرض نہ ہو۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٦/٢٥٢٩) و مسلم (٧١٩) والترمذی (٤٨٢) والنسائی (١/٤٧٩) وابن ماجه (١٣٨١) وابن حبان (٢٥٢٩) وعبدالرزاق (٤٨٥٣) والطيالسي (١٥٧١) وأبو عوانة (٢/٢٦٧) والبيهقي (٣/٤٧)

۱۱۴۳ : وَعَنْ اُمِّ هَانِيْءٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهٗ يَغْتَسِلُ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ صَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ وَّذٰلِكَ ضُحًى'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَهٰذَا مُخْتَصَرُ لَفْظِ اِحْدٰى رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ۔

۱۱۴۳: حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں فتح والے سال حاضر ہوئی۔ اس وقت آپ غسل فرما رہے تھے جب آپ اپنے غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی اور یہی چاشت کی نماز ہے۔'' (بخاری و مسلم) مسلم کی روایات میں سے ایک روایت کے مختصر لفظ یہ ہیں۔

**تشریح** ⊙ **ام امانی فاختہ بنت ابی طالب**! ام ہانی کنیت فاختہ نام ہے۔ خا مکسور ہے۔ **عام الفتح**! یہ فتح مکہ کا زمانہ تھا۔ یہ بیس رمضان ۸ھ کی بات ہے۔ ان کے جانے کا مقصد اپنی پناہ کو نافذ و پختہ کروانا تھا۔ **فوجدتہ یغتسل**! میں نے آپ ﷺ کو غسل کرتے پایا اور فاطمہ کپڑے سے پردہ کرنے والی تھیں۔ **من غسلہ**! جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل مبارک سے فارغ ہوئے۔ غسل اسم مصدر ہے۔ **صلی ثمانی رکعات**! ابن خزیمہ نے یہ لفظ زائد کئے ہیں: "**یسلم من کل رکعتین**"۔ **ذلك ضحًا**! یہ غسل اور نماز کا فعل چاشت کے وقت میں تھا۔ ضحا یہ ظرف ہے خبر محذوف کا ظرف ہے۔ صلاۃ ضحیٰ پر استدلال میں قباحت نہیں کیونکہ ابو داؤد میں تصریح موجود ہے کہ یہ چاشت کی نماز تھی: "**صلی سبحة الضحی ثمانی**

رکعات یسلم من کل رکعتین"! مسلم کی روایت میں زائد لفظ یہ ہیں: ذهبت فسلمت فقال من هذه فقلت ام هانی بنت ابی طالب فقال مرحبا یا ام هانی فلما فرغ من غسله قام فصلی ثمانی رکعات ملتحفا فی ثوب واحد فلما انصرف قلت یا رسول اللّٰه زعم ابن امی علی بن ابی طالب انه قاتل رجلاً اجرته فلان ابن هبیرة فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قد اجرنا من اجرت یا ام هانی قالت ام هانی وذلک ضحا"۔

**تخريج** : أخرجه البخاري (٢٨٠) ومسلم (٣٣٦)

**الفوائد** : ① اس روایت میں چاشت کی آٹھ رکعات ثابت ہو رہی ہیں ممکن ہے کہ یہ صلوٰۃ فتح ہو۔

## ٢٠٧ :بَابُ تَجُوْزُ صَلٰوةُ الضُّحٰى مِنَ ارْتِفَاعِ الشَّمْسِ اِلٰى زَوَالِهَا وَالْاَفْضَلُ اَنْ تُصَلّٰى عِنْدَ اشْتِدَادِ الْحَرِّ وَارْتِفَاعِ الضُّحٰى

## بَابٌ: چاشت کی نماز سورج کے بلند ہونے سے زوال تک جائز ہے مگر افضل دھوپ کے تیز ہونے اور خوب دو پہر ہونے کے وقت ہے

ارتفاع الشمس! دیکھنے میں نیزے کے برابر نظر آئے۔ زوالھا! درمیان آسمان سے مغرب کی جانب میلان کو زوال کہا جاتا ہے۔ اس کے عموم میں استواء کا وقت بھی شامل ہے اس میں بھی پڑھنا جائز ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ اس وقت اس کا قصد کرے جبکہ تاخیر کا قصد نہ ہوگا کیونکہ یہ شارع کے حکم کے خلاف ہے کیونکہ قضاء نماز اس میں جائز نہیں لیکن ان کا کلام نماز کے درست ہونے میں صریح ہے خواہ تاخیر کے قصد سے ہو۔ خواہ اس بناء پر کہ یہ اس کا وقت ہے اور قضاء شدہ نمازیں اس طرح نہیں ان کا مقصد مکروہ اوقات سے موخر کرنا ہے۔ والافضل! زیادہ ثواب اس میں ہے کہ سورج کے اونچا ہونے پر اور دھوپ کے بلند ہونے پر ادا کرے۔

١١٤٤ : عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ رَاٰى قَوْمًا يُصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰى فَقَالَ :اَمَا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوةَ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ!اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"تَرْمَضُ" بِفَتْحِ التَّاءِ وَالْمِيْمِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ يَعْنِيْ شِدَّةَ الْحَرِّ۔ "وَالْفِصَالُ" جَمْعُ فَصِيْلٍ وَهُوَ :الصَّغِيْرُ مِنَ الْاِبِلِ۔

١١٤٤: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: ''ان لوگوں کو معلوم ہے کہ نماز اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں افضل ہے۔'' بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رجوع کرنے والوں کی نماز اس وقت ہے جب اونٹ کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔'' (مسلم)

تَرْمَضُ: میم پر زبر ہے سخت گرمی کو کہتے ہیں۔ اَلْفِصَالُ: فصیل کی جمع ہے اونٹ کا بچہ

**تشریح** ۞ **یصلون من الضحا!** کس وقت میں (۲) چاشت کے وقت میں (۳) چاشت کی خاطر مطلب یہ ہے اول وقت میں نماز ادا کرتے ہیں۔ **اما لقد علموا ان الصلاۃ!** اما خوف استفتاح تنبیہ کے لئے لائے جیسا کہ لام قسم اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ **ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم!** یہ جملہ متانفہ بیانیہ ہے۔ **اوابین** غفلت سے بیداری اور گناہ سے توبہ کی طرف رجوع کرنے والے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی تعریف کرنا اس کی فضیلت کا شاہد ہے۔ **ترمض الفصال**: جب اونٹوں کے بچوں کے پاؤں حرارت آفتاب سے جلنے لگیں۔ دھوپ کی گرمی سے اونٹوں کے بچوں کے پاؤں جلنا مشاہدہ کی بات ہے اور یہی نماز چاشت کا وقت ہے۔ فِصال، جمع فصیل اونٹ کا بچہ اس کی جمع فصلان آتی ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۱۹۲۸٤) ومسلم (۷٤۸) وابن حبان (۲۵۳۹) وابن خزيمة (۱۲۲۷) والطيالسي (٦۸۷) والطبراني (۱۵۵) الكبير (۵۱۰۸/۵۱۱۳) وأبو عوانة (۲۷۱/۲) والبيهقي (٤۹/۳)

**الفرائد**: ① چاشت کی نماز گرمی کے تیز ہونے کے وقت پڑھی جاتی ہے ② اس نماز کا ہمیشہ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے اوابین میں لکھا جاتا ہے جو انبیاء علیہم السلام کی صفات سے ہے۔

## ۲۰۸: بَابُ الْحَثِّ عَلٰی صَلَاةِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ وَكَرَاهَةِ الْجُلُوْسِ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ اَيِّ وَقْتٍ دَخَلَ وَسَوَآءٌ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ بِنِيَّةِ التَّحِيَّةِ اَوْ صَلٰوةِ فَرِيْضَةٍ اَوْ سُنَّةٍ رَاتِبَةٍ اَوْ غَيْرِهَا!

## بَاب: تحیۃ المسجد، دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے کے بغیر بیٹھنا مکروہ قرار دیا گیا خواہ اس نے تحیۃ کی نیت سے پڑھی ہوں یا فرائض و سنن ادا کئے ہوں

**رکعتین!** یہ کم سے کم مقدار ہے۔ جو بیٹھنے سے پہلے ادا کرلے۔ **ای وقت دخل!** بیٹھا ایک عام معمول کی بات ہے اس کو ذکر کیا ورنہ لیٹنا اور بیٹھنا برابر ہیں۔ اسی طرح کافی دیر کھڑے رہنے کی ہمت ہو تو وہ کھڑا ہو جائے۔ **سواء صلی!** دو رکعتیں پڑھنا بھی کراہیت کے ازالہ کے لئے کافی ہے۔ **صلاۃ فریضۃ!** کیونکہ ان کے اختیار کرنے میں منہی عنہ سے التباس نہ ہوگا۔ البتہ اس پر ثواب اور تحیۃ المسجد کا ثواب مل جانے میں اختلاف علماء ہے۔ کیا اس کی نیت پر دارومدار ہوگا یا نہیں۔ پہلا قول ابن حجر ہیثمی کا ہے اور دوسرا رملی اور شربینی کا ہے۔

۱۱٤۵: عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰی يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۴۵: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے

کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** فلا یجلس! غالب عادت لوگوں کی بیٹھنے کی ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کا ذکر کیا ورنہ تو مسجد میں داخل ہونے والے کو ترک تحیہ مکروہ ہے اگرچہ وہ اس میں سے گزر رہا ہو۔ اسی طرح جو اس میں سو جائے اس کو بھی ترک تحیہ مکروہ ہے۔ حتی یصلی رکعتین! یہ وہ قلیل مقدار ہے جس کی وجہ سے کراہیت سے نکل جائے گا آخری حد نہیں اگر سو رکعت بھی پڑھ لی اور ایک سلام سے پڑھی تو درست ہے اور یہ اس طرح ہے جیسے کوئی بکری کی قربانی کی جگہ اونٹ ذبح کر دے۔ بیہقی کی روایت میں اضافہ ہے: "اذا دخل احدکم بیته فلا یجلس حتی یرکع رکعتین فان الله جاعل له من رکعتیه فی بیته خیراً۔ جامع صغیر عن بیہقی۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٣٨٨) وأحمد (٢٢٥٨٦/٨) والبخاري (٤٤٤) ومسلم (٧١٤) وأبو داود (٤٦٧) والترمذي (٣١٦) والنسائي (٧٢٩) وابن ماجه (١٠١٣) وعبد الرزاق (١٦٧٣) وابن حبان (٢٤٩٥) وابن خزيمة (١٨٢٧)

**الفرائد** : ① دو رکعت تحیۃ المسجد مستحب ہیں ② یہ فرض نہیں کیونکہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق طلحہ بن عبید اللہ کی روایت واضح ہے کہ پانچوں نماز کے علاوہ کوئی فرض نماز نہیں ③ امام مالک فرماتے ہیں مکہ مکرمہ میں طواف تحیۃ المسجد سے افضل ہے اور مسجد مدینہ میں حاضری سے قبل تحیۃ المسجد پڑھے ④ جو کام کاج کے لئے مسجد میں داخل ہوتے ہیں ان کے لئے پہلی مرتبہ ہے پھر ساقط ہے۔

١١٤٦ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ : "صَلِّ رَكْعَتَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۴۶: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "دو رکعتیں پڑھ لو۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** واو لا کر اشارہ کیا کہ یہ حدیث بیع الجمل کا ٹکڑا ہے۔ اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کی قیمت حاصل کروں۔ وھو فی المسجد! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں مصالح امت کے لئے تشریف فرما تھے۔ صلی رکعتین! یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ مامور کے حاصل ہونے اور انکار کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے دو رکعت کافی ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١٤١٩٩/٥) والبخاري (٤٤٣) ومسلم (٧١٥) وابن ابي شيبة (٣٧٥/١) وأبو داود (٣٣٤٧) والنسائي (٤٦٠٤)

**الفرائد** : تحیۃ المسجد کا استحباب اور بھولنے والے کو یاد دلانے کا استحباب ثابت ہو رہا ہے۔

## ۲۰۹ : بَابُ اسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ

## بَابٌ : وضو کے بعد دو رکعتوں کا استحباب

وضو کے فوراً بعد پڑھنے سے ادائیگی ہوگی۔ متاخرین میں اختلاف ہے کہ زیادہ دیر گزرنے سے فوت ہو جائیں گی یا نہیں۔ بعض نے فوت ہونے کا فتویٰ دیا جبکہ دوسروں نے حدث کی قید سے فوت ہونے کا کہا۔ بعض نے کہا فوت نہیں ہوتیں۔ البتہ جلدی کرنا بہتر ہے بعض شیوخ نے تو مکروہ اوقات میں وضو کرنے والے کے متعلق بھی لکھ دیا ہے کہ وہ ادا کرے اور حدیث بلال رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا (مگر اوقات مکروہ میں ممانعت کی روایات نہ پڑھنے کو ثابت کرتی ہیں۔ واللہ اعلم)

١١٤٧ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِبِلَالٍ : "يَا بِلَالُ حَدِّثْنِيْ بِاَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِي الْاِسْلَامِ ' فَاِنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ : مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰى عِنْدِيْ مِنْ اَنِّيْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِيْ سَاعَةٍ مِّنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ اِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِيْ اَنْ اُصَلِّيَ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ' وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

"اَلدَّفُّ" بِالْفَاءِ : صَوْتُ نَعْلٍ وَحَرَكَتُهٗ عَلَى الْاَرْضِ ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

۱۱۴۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: "اے بلال! تم مجھے اپنا سب سے زیادہ اُمیدوالا عمل بتاؤ جو تم نے اسلام میں کیا؟ اس لئے کہ میں نے تمہارے جوتوں کی آواز اپنے آگے جنت میں سنی۔ انہوں نے عرض کیا۔ میں نے کوئی ایسا عمل جو میرے ہاں زیادہ امیدوالا ہو نہیں کیا کہ میں نے دن یا رات کسی گھڑی میں جب بھی وضو کیا تو میں نے اس وضو کی نماز ادا کی' جتنی نماز میرے مقدر میں تھی۔ (بخاری و مسلم) یہ بخاری کے لفظ ہیں۔

الدّف: جوتے کی آواز اور زمین پر اس کی حرکت اور اللہ خوب جانتا ہے۔

**تشریح** ۞ قال! بلال رضی اللہ عنہ کو نماز فجر کے وقت فرمایا جیسا دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ **ارجی عمل**! وہ عمل جس پر ثواب ملنے کی زیادہ امید ہو اور سوال کی حکمت اس طرح ذکر فرمائی۔ **سمعت دف**! دوسری روایت میں **ما دخلت الجنة قط الاسمعت خشخشتك امامي**"! میں نے جوتوں کی کھٹ کھٹ سنی۔ بعض نے اس کا معنی جوتوں کی حرکت کیا اور دوسروں نے جوتوں کی آواز کہا۔ پھر **خشفة**! اسی کا ہم معنی ہے۔ وہ شین کے سکون و حرکت سے آتا ہے بعض نے دونوں صورتوں میں ایک معنی کیا جبکہ دوسروں نے حرکت کے ساتھ "حرکت" اور سکون کے ساتھ "آواز" معنی کیا ہے۔ **بین یدی فی الجنة**! یہ اس حدیث کے منافی نہیں: "**آتی باب الجنة فاستفتح فیقول الخازن من انت؟ فاقول محمد فیقول: بك امرت ان لا افتح لاحد قبلك**"! کیونکہ خدام کا آگے بڑھنا مخدوم کا آگے بڑھنا ہے جیسا شاعر نے کہا

ان سار عبدك اولاً او اخرا ☆ من ظل مجدك ما تعدی الواجبا
فاذا تاخر كان خلفك خادما ☆ واذا تقدم كان دونك حاجبا

**خلاصہ:** پیچھے چلے تو تب بھی خادم اور آگے چلے تو مضر اشیاء سے حاجب بنے گا۔ جنت کو کھولا تو مخدوم کے لئے گیا اگر خادم اس سے آگے رامت مخدوم میں چلے تو کوئی قباحت نہیں۔

ابن عربی کا قول: **خشخشك** یعنی میں نے تمہیں اپنے سامنے ڈنڈا بردار پہرے والا پایا جیسا بادشاہوں کے سامنے ہوتے ہیں (فتوحات مکیہ) شعراوی نے بھی یہ کہا۔ **لم اتطهر طهوراً**! دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر طہارت مراد ہے: "ما احدثت الا توضات وصليت ركعتين"! اس سے معلوم ہوتا ہے وہ جب بھی طہارت میں تجدید کرتے تو اگر وقت مکروہ نہ ہوتا تو نوافل ادا فرماتے اور میں اس طہارت کے ساتھ فرضی نماز ادا کرتا ہوں۔

**روایت کا فرق:** مسلم کی روایت "**فانی سمعت الليلة خشف نعليك**"! اور "**انی لا اتطهر طهوراً تاماً**"۔

**تخریج:** أخرجه أحمد (٣/٨٤١١) والبخاری (١١٤٩) ومسلم (٢٤٥٨) والنسائی (١٣٢) وابن حبان (٧٠٨٥)

**الفرائد:** ① ابن جوزی کہتے ہیں کہ وضو کے بعد نوافل پڑھ لینے اس لئے مناسب ہیں تاکہ مقصود سے خالی نہ رہے ② طالب علم کو اپنے شیخ سے عمل صالح کا سوال کرنا چاہئے تاکہ نیکی کی رغبت ہو ③ جو نیک عمل بندہ خوش دلی سے کرے اللہ تعالیٰ اس پر خوب بدلہ دیتا ہے

## ٢١٠ :بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَ وُجُوْبِهَا وَالْاِغْتِسَالِ لَهَا وَالتَّطَيُّبِ وَالتَّبْكِيْرِ اِلَيْهَا وَالدُّعَآءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيْهِ وَبَيَانِ سَاعَةِ الْاِجَابَةِ وَاسْتِحْبَابِ اِكْثَارِ ذِكْرِ اللّٰهِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

## بَاب: جمعہ کی فضیلت اور اس کا وجوب اور اس کے لئے غسل کرنا اور خوشبو لگانا اور جلد ہی جمعہ کے لئے جانا اور جمعہ کے دن دُعا اور پیغمبر ﷺ پر درود اور قبولیتِ دُعا کی گھڑی اور نماز جمعہ کے بعد کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا

الجمعۃ! جیم کا ضمہ جیم کو ساکن و مفتوح ہمزہ الہمزہ کی طرح کثرت استعمال کی وجہ سے درست ہے (الفراء والواحدی) جمعہ کا نام اس لئے جمعہ ہے کیونکہ لوگ اس میں جمع ہوتے ہیں جاہلیت میں اس کا نام "عروبہ" تھا۔ ایام کے نام یہ تھے: "الاحد الاول' الاثنین اھون' الثلاثا جبار' الاربعاء دبار' الخمیس مونس' والسبت شبار' شاعر نے کہا ہے:

اومل ان اعيش وان يومي ☆ باول او باهون او جبارا
او التالي دبار فان افته ☆ فمونس او عروبة او شبار

جمعہ کے فضائل پر علامہ سیوطیؒ ابن ابی الصیف حافظ نسائی نے کتابیں لکھی ہیں۔

**ووجوبها والاغتسال لها!** نووی نے واجب قرار دیا مگر شارح اس کو مندوب ثابت کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں (امام شافعیؒ کا صحیح مذہب استحباب کا ہی ہے۔ احناف بھی یہی کہتے ہیں) **والتطيب!** خوشبو لگانا اور مسجد میں جلد پہنچنا۔ **والصلاة!** اگر صرف درود و سلام کے بغیر ہو تب بھی درست ہے اس میں کراہیت نہیں عبدالرزاق کی واعظ نے اسی طرح ذکر کیا۔ **ساعة الاجابه!** قبولیت والی گھڑی کا وقت اس میں متعین ہے۔ **بعد الجمعه!** نماز جمعہ کے بعد ذکر میں کثرت مستحب ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [الجمعة : ١٠]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جب نماز (جمعہ) پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' (الجمعہ)

**قضيت الصلاة!** نماز جمعہ سے جب تم فارغ ہو چکو۔ **فانتشروا!** ضروریات کے لئے تم زمین میں پھیل جاؤ۔ **فضل الله!** اس سے رزق مراد ہے اور یہ امر اباحت کے لئے ہے۔ بعض سلف نے ذکر کیا کہ جس نے جمعہ کے بعد خرید و فروخت کی۔ اللہ تعالیٰ اس کو ستر مرتبہ برکت عنایت فرماتے ہیں۔ **واذكروا الله!** صراحت کے ساتھ ذکر کو بیان کیا تاکہ دنیا کے کام میں مشغولیت سے ذکر کو نہ بھول جائے۔ **لعلكم تفلحون!** کامیابی کی امید میں یہ کام کرو۔ اس میں اشارہ ہے کہ ایک حالت پر اعتماد کر کے نہ بیٹھ جائے یا ایک جگہ پر اعتماد نہ کر بیٹھے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا اور اس سے اچھی امید کرنی چاہئے۔

۱۱۴۸ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ : فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ ، وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۴۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ وہ جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم (علیہ السلام) پیدا کئے گئے اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن اس میں سے نکالے گئے۔'' (مسلم)

**تشریح** **طلعت عليه الشمس!** یہ بیان واقع کے لئے ہے کہ سورج تو ہر دن طلوع ہوتا ہے۔ **يوم الجمعه!** یہ ہفتہ کے دنوں میں سید الایام ہے۔ سال کے دنوں میں سید الایام عرفہ کا دن ہے۔ مگر علقمہ نے جمعہ کو عرفہ سے افضل قرار دیا ہے۔ **فيه خلق آدم!** آدم علیہ السلام کی پیدائش اس دن ہوئی اس وجہ سے اس کو فضیلت ملی یا قاضی عیاض کہتے ہیں یہ ان چیزوں کا تذکرہ جمعہ کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لئے نہیں کیونکہ خروج جنت اور قیام ساعت یہ اس دن پیش آئیں گے تاکہ بندہ اعمال صالحہ سے اس دن تیاری کر لے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پالے اور ناراضگی کو دفع کرے (نقل علمی عن سیوطی) مگر ابوبکر ابن العربی کہتے ہیں یہ تمام فضائل ہیں۔ آدم علیہ السلام یہ دنیا میں ذریت آدم کے آنے کا ذریعہ اور انبیاء و مرسلین اور اولیاء صالحین کا سبب ہے۔ وہاں سے دھتکار کر ان کو نکالا نہیں گیا بلکہ حاجات کو پورا کرنے اور پھر لوٹنے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا اور قیامت کی آمد تو انبیاء و صالحین و صدیقین کو جلد جزاء دینے کیلئے ہے (احوذی شرح ترمذی لابن عربی) ایک روایت میں اس سے اضافہ

ہے۔"وفیہ اھبط وفیہ تیب علیہ وفیہ قبض وفیہ تقوم الساعۃ"!اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ولا تقوم الساعۃ الا فی یوم الجمعہ!(احمد'ترمذی)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۹۲۱۸) ومسلم (۸۵٤) والترمذی (٤٨٨) والنسائی (۱۲۷۱) وأخرجه مالك (۲٤۳) وأحمد (۱۰۳۷) وأبو داود (۱۰٤٦) والترمذی (٤٩۱) وابن حبان (۲۷۷۲)

**الفوائد** : ① جمعہ کے دن پیش آنے والے عظیم اعمال کا تذکرہ ہے تا کہ اس دن اعمال صالحہ کی خوب کوشش کی جائے اور اس سے فضیلت حاصل کی جائے۔

۱۱٤۹ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ ، غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱٤۹: حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جس نے عمدہ وضو کیا' پھر جمعہ کے لئے آیا' پس غور سے (خطبہ) سنا اور خاموش رہا تو اس کے جو گناہ پچھلے جمعہ اور اس جمعہ کے درمیان ہوئے' وہ بخش دیئے جاتے ہیں اور تین دن زائد کے بھی اور جس نے کنکریوں کو چھوا (خطبہ کے وقت) پس اس نے لغو کام کیا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ فاحسن الوضو !وضو کو آداب وسنن کے ساتھ انجام دینا۔ثم اتی الجمعۃ!ثم لا کر اشارہ کیا وضو کے بعد وہ ذکر وصلاۃ تحیہ میں مصروف ہوگا پھر جمعہ کی طرف آئے گا۔فاستمع و انصت! مسجد میں پہنچ کر بات کو غور سے سنا اور خود زبان سے گفتگو نہ کی۔بین الجمعۃ! نماز جمعہ اور اس کے خطبہ سے لے کر اگلے جمعہ کے اسی وقت تک تا کہ سات دن بلا کم و کاست ہو جائیں۔بین! کو دوبارہ لائے حالانکہ یہ متعدد کی طرف مضاف ہوتا ہے مثلاً الود بین زید و عمرو یا تقدیراً! جیسے اس آیت میں ﴿لا نفرق بین احد من رسلہ﴾! اعادہ جار کے بغیر اس کا عطف ضمیر مجرور پر ممنوع ہے۔ زیادۃُ ! مرفوع پڑھیں تو اس کا عطف موصول مرفوع پر ہے۔نووی نے اس کو ظرفیت کی وجہ سے منصوب کہا ہے ای غفر لہ مدۃ مابین الجمعۃ وزیادۃ ثلاثہ ایام! مضاف کو حذف کر کے ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہوا۔ پہلا قول زیادہ بہتر ہے۔ثلاثہ ایام! یعنی اس کے دس دنوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔صغائر مراد ہیں جن کا حقوق اللہ سے تعلق ہے۔کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔ (۲) فضل باری تعالیٰ ہے۔حقوق العباد تو بندوں کے معاف کرنے سے مٹتے ہیں۔نووی کہتے ہیں علماء کا قول یہ ہے دس دن کے گناہ معاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیکی کا صلہ دس گنا ملتا ہے تو جمعہ کے دن عمل کا بدلہ دس گنا ملا۔فقد لغا! اس میں خطبہ کے وقت کنکریوں سے کھیلنے کی ممانعت کی اور اس طرف اشارہ کیا کہ آدمی کو دل اور جوارح سے خطبہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔لغو سے یہاں باطل مذموم مردود عمل مراد ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۹٤۸۹) ومسلم (۸۵۷) وأبو داود (۱۰۵۰) والترمذی (٤۹۸) وابن ماجه (۱۰۹۰) وابن حبان (۲۷۷۹)

**الفوائد** : ① گھر میں وضو کرنا افضل ہے ② خطبہ جمعہ کو خوب کان لگا کر سننا ضروری ہے ③ خطبہ کے وقت کنکریوں یا

کسی غفلت والے کام میں مشغول رہنے والے بے ادب شمار ہوگا۔

۱۱۵۰ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ ، مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۵۰: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "پانچوں نمازیں اور جمعہ اگلے جمعہ تک اور رمضان اگلے رمضان تک ان گناہوں کو جو ان کے درمیان پیش آتے ہیں۔ ان کو بخشنے والے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔" (مسلم)

**تشریح** : والجمعة الی الجمعة و رمضان! کلام کو ظاہر پر رکھنے میں چنداں استبعاد نہیں کیونکہ جمعہ ہو یا رمضان یہ افعال حسنہ کے مقامات ہیں تو گویا یہ ایسی نیکی بن گئے جو گناہوں کو مٹانے والی ہے اور (۲) ممکن ہے کلام میں تقدیر عبارت ہو۔ ای صلاة الجمعه الی صلاتها و صوم رمضان الی صوم مثله۔ مكفرات! ان میں سے ہر ایک ان صغائر کا کفارہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اگر اس کے صغائر نہ ہوں تو اس کے درجات کو بلندی بخشنے والے ہیں۔ اگر چہ فقط کبائر پائے جائیں تو ہمیں امید ہے کہ صغائر کی مقدار ان سے مٹا دیا جائے گا۔ علقمی کہتے ہیں کہ شیخ زکریا نے فرمایا صغائر کو مکفرہ اجتناب کبائر کے ساتھ قرار دینا دو سببوں کو ایک مسبب پر جمع کرنا ہے اور یہ درست نہیں۔ الجواب: اسباب معروضہ میں اس سے کوئی چیز مانع نہیں کیونکہ یہ علامات ہیں موثرات نہیں جیسا کہ حدث میں کئی اسباب جمع ہوں۔ یہاں اسی طرح ہے۔ وما بینھن! یہ ماقبل وصف کا مفعول ہے اسی وجہ سے بعض روایات میں مکفرات لما بینھن! وارد ہے ورنہ پھر مضاف الیہ ہے۔ اذا اجتنبت الکبائر! نووی کہتے ہیں یہ مؤول ہے کہ عمل صالح کبائر کی تکفیر نہیں کرتے۔ اگر چہ ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ اجتناب کبائر۔ تکفیر سیئات کی شرط نہیں پس مراد بھی نہ ہوگا اگر چہ بعض کا قول ہے۔

**تخریج** : نیچے بیان کی گئی روایت میں ملاحظہ کیجئے۔

**الفرائد** : کثرت طرق خیر میں روایت گزری ہے اس کی طرف رجوع کریں۔

۱۱۵۱ : وَعَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَلٰى اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ :"لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَلٰى وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۵۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے سنا: "کچھ لوگ جو جمعہ چھوڑتے ہیں' وہ اپنے جمعہ چھوڑنے میں باز آ جائیں' ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دیں گے پھر وہ ضرور غافلوں میں شمار ہوں گے۔" (مسلم)

**النحو** : انهما سمعا رسول الله صلى الله عليه وسلم! یقول یہ جملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محل حال

میں ہے۔
علی اعواد منبرہ! یقول کی ضمیر سے محل حال میں ہے۔ لینتھین اقوام! یہاں اقوام کو جمع کی حاجت نہ تھی مگر چھوڑنے والے کے تنوع کی طرف اشارہ کے لئے جمع لائے منافقین اور ان کے قبائل وغیرہ۔ ودعھم الجمعات! ودع' ترک کے معنی میں آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دو میں سے ایک بات ضرور ہوگی (۱) وہ جمعہ ترک کرنا چھوڑ دیں۔ (۲) ورنہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی جائے گی۔ دلوں پر مہر یہ ہے کہ ان میں قبولیت ہدایت کی اہلیت ختم ہو جاتی ہے اور انوار کا فیض حاصل کرنے سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ ثم لیکونن فی الغافلین! پھر وہ غافلین میں سے ہو جائیں گے۔ نووی کہتے ہیں طبع' ختم' تغطیہ کا ایک معنی ہے۔ بعض نے اول ذہن پھر طبع پھر اقفال قرار دیا اور یہ سب سے اوپر درجہ ہے۔ قاضی کہتے ہیں متکلمین کا اس میں بہت اختلاف ہے۔ (۱) بعض نے کہا مہربانی اور اسباب خیر کا ختم کر دیا جانا (۲) ان کے سینوں میں یہ کفر کا خلیفہ ہے۔ یہ اکثر متکلمین اہلسنت کا قول ہے دوسروں نے کہا یہ ان کے خلاف گواہی ہے۔ بعض نے کہا ان کے دلوں میں یہ علامت رکھی گئی تا کہ فرشتے ان کی پہچان کر سکیں کہ کون قابل تعریف اور کون قابل مذمت ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢١٣٢) ومسلم (٨٦٥) والنسائي (١٣٦٩) وابن ماجه (٧٩٤) وابن حبان (٢٧٨٥) وابن خزيمة (١٨٥٥)

**الفرائد** : جمعہ فرض ہے جو بلا عذر جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کے برے انجام کا خطرہ ہے اگر توبہ نہ کرے۔

۱۱۵۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۵۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آئے تو چاہئے کہ وہ غسل کرے۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ جاء احدکم الجمعة! جب تم میں کوئی جمعہ کے لئے جانے کا ارادہ کرے جیسا دوسری روایت میں وارد ہے۔ فلیغتسل! اہل ظاہر اور بعض دیگر ائمہ نے واجب قرار دیا۔ ابن منذر نے مالکؒ سے یہ نقل کیا۔ (۲) جمہور علماء نے مستحب کہا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں اس حدیث سے مالک اور ان کے اصحاب نے دلیل لی ہے جمہور نے دیگر احادیث سے مثلاً (۱) سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت من توضا یوم الجمعه الحدیث! (۲) حدیث عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ نے جمعہ میں دیر سے آنے والے کو فرمایا: "ما هو الا ان سمعت النداء فتوضات فقال عمرو الوضو ايضًا وقد علمت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يامرنا بالغسل؟! ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ وہ استحباب متاکد ہے تا کہ احادیث جمع ہو جائیں۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٢٣١) وأحمد ٢/٤٤٢٦ والبخاري (٨٧٧) ومسلم (٨٤٤) وأبو داود (٣٤٠) والترمذي (٤٩٢) والنسائي (١٣٧٥) وابن ماجه (١٠٨٨) والدارمي (١٥٣٦)

**الفرائد** : جمعہ کا غسل مستحب ہے اور نماز سے قبل ہے نہ کہ بعد میں۔

۱۱۵۳ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "غُسْلُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُحْتَلِمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اَلْمُرَادُ بِالْمُحْتَلِمِ : اَلْبَالِغُ وَالْمُرَادُ بِالْوُجُوْبِ : وُجُوْبُ اخْتِيَارٍ كَقَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهٖ حَقُّكَ وَاجِبٌ عَلَيَّ ' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۱۱۵۳: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے"۔ (بخاری و مسلم)

بِالْمُحْتَلِمِ سے مراد بالغ ہے اور بِالْوُجُوْبِ سے مراد اختیار ہے' جیسے کوئی آدمی اپنے دوست کو کہے' تیرا حق مجھ پر لازم ہے۔

**تشریح** ✿ **غسل الجمعه**! ایک روایت میں **غسل یوم الجمعه** وارد ہے۔ رافعی نے اس کو ان الفاظ سے ذکر کیا: "**غسل یوم الجمعه واجب کوجوب غسل الجنابة**"! البالغ سے زیادہ عمر والی عورت بھی شامل ہے۔ خاص بول کر عام مراد لیا گیا۔ وجوب سے یہاں وجوب اختیار مراد ہے یعنی اس کا فعل اس طرح کیا جائے گا جیسے واجب انجام دیتے ہیں اگر دونوں جدا ہوں تو ترک واجب سے گناہ گار ہوگا۔ یہاں واجب سے تاکید والا امر مراد ہے فرض مراد نہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١٥٧٨) ومالك (٢٣٠) والبخارى (٨٥٨) ومسلم (٨٤٦) وأبو داود (٣٤١) والنسائى (١٣٧٦) وابن ماجه (١٠٨٩) وابن حبان (١٢٢٨) وابن خزيمة (١٧٤٢) والدارمى (١٥٣٧) وابن الجارود (٢٨٤) وابن أبى شيبة (٩٢/٢) وعبد الرزاق (٥٣٠٧) والحميدى (٧٣٦) والبيهقى (٢٩٤/١)

**الفرائد** : ہر بالغ کو جمعہ کے دن غسل مسنون و مستحب ہے۔

۱۱۵۴ : وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ تَوَضَّاَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ' وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۱۵۴: حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے جمعہ کے دن وضو کیا' اچھا اور خوب کیا اور جس نے غسل کیا' تو غسل بہت فضیلت والا ہے"۔ (ابوداؤد' ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ✿ **فبها ونعمت**! سیاق رلالوں رخصت پر دلالت کر رہا ہے۔ مخصوص المدح وضو محذوف ہے اس پر توضأ دلالت کر رہا ہے۔ **فالغسل افضل**! اس سے معلوم ہوا کہ غسل جمعہ واجب نہیں۔ نووی کہتے ہیں یہاں دو باتیں ذکر فرمائیں: (۱) وضو کرنے والے کی مدح کی اگر غسل واجب ہوتا تو تارک واجب قابل مدح نہیں ہوتا اس کی مدح کیوں کی

جاتی۔(۲) غسل کو افضل کہا یہ استحباب کی علامت ہے اور وضو کے مقابلے میں افضل کی دلیل ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۲۰۱۱۰) وأبو داود (۳۵۴) والترمذی (۴۹۷) والنسائی (۱۳۷۹) الکبری (۹/۱۶۸۴) وابن ماجه (۱۰۸۳) والدارمی (۱۵۴۰) وابن خزیمة (۱۷۵۷)

**الفرائد** : ① غسل جمعہ کی رغبت دلائی گئی ہے تا کہ اس کی فضیلت کو کامل طور پر حاصل کر سکے ② غسل کی جگہ وضو بھی کفایت کر جائے گا۔

۱۱۵۵ :وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ ، اَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهِ ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ، ثُمَّ يُصَلِّیْ مَا كُتِبَ لَهٗ ، ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ ، اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۱۵۵: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اور جس حد تک ہو سکتا ہے' پاکیزگی اختیار کرتا ہے اور اپنے تیل کو لگاتا ہے اور اپنے گھر کی خوشبو استعمال کرتا ہے۔ پھر نکلتا ہے اور دو کے درمیان جدائی نہیں کرتا' پھر جو فرض نماز ہے وہ ادا کرتا ہے۔ وہ خاموش رہتا ہے۔ پھر اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان ہونے والے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔'' (بخاری)

**تشریح** ۞ **لایغتسل رجل یوم الجمعة**! اگر وہ جماعت میں حاضر ہونا چاہتی ہو تو عورت کا بھی یہی حکم ہے۔ **ویتطهر** !من طہر۔ تنوین تنکیر ناخن کاٹنا' زیر ناف صاف کرنا' کپڑے ستھرے کرنا۔ یہ تمام اس میں شامل ہو جائیں۔ (برماوی) بخاری میں **الطهر** ہے۔ **یدهن** ! تیل یا گھریلو خوشبو استعمال کرے۔ اس سے خوشبو کا گھر میں رکھنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔ تطہیر میں تخلیہ اور تیل لگانے میں تحلیہ ہے اس سے اس کو مقدم اور اسے مؤخر کیا۔ ابوداؤد میں "**ویلبس من صالح ثیابه**"! کا اضافہ بھی ہے۔ **ثم یخرج**! ابن خزیمہ میں **الی المسجد**! کے الفاظ زائد ہیں۔ احمد نے "**ثم یمشی وعلیه السکینه**! بھی نقل کیا۔ **بین اثنین**! ابوداؤد میں **لم یتخط رقاب الناس**! کے الفاظ زائد ہیں۔ برماوی کہتے ہیں **لا یفرق** ! یہ جلدی آنے سے کنایہ ہے۔ جب جلدی آئے گا تو لوگوں کی گردنیں پھاندنی نہ پڑیں گی۔ **ما کتب له** !نماز جمعہ کے فرائض مراد ہیں یا جو نماز فرض و نفل مقدر میں ہو۔ **ینصت**! **نصت**' **انتصت**' **نصت** برابر ہیں۔ تمام کا معنی ایک ہے یہ متعدی و لازم آتا ہے۔ قاضی کی تقیید بے جا ہے۔ **اذا تکلم الامام**! یعنی خطبہ دے ابن حبان سے "**حتی یقضی صلاته**" کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ **الا غفر له**! جمعہ گزشتہ اور مستقبلہ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ مغفرت مستقبل سے متعلق ہوتی ہے۔ بلکہ ابن خزیمہ کی روایت میں یہی منقول ہے اور ابن حبان نے کہا "**زیادة ثلاثه ایام من التی بعدها**"! ابن ماجہ میں **مالم تغش الکبائر** ! کے الفاظ ہیں۔

**تخریج** : تقدم شرحه وتخریجه فی باب آداب المجلس والجلیس۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۱۵۶ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً ، وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً ، وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا اَقْرَنَ ، وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً ، وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً ، فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهُ "غُسْلَ الْجَنَابَةِ" اَیْ غُسْلًا كَغُسْلِ الْجَنَابَةِ فِی الصِّفَةِ۔

۱۱۵۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کیا پھر جمعہ کی طرف گیا تو گویا اس نے ایک اونٹ قربان کیا اور جو دوسری گھڑی میں گیا پس گویا اس نے ایک گائے قربان کی۔ جو تیسری گھڑی میں گیا تو گویا اس نے ایک دنبہ سینگوں والا قربان کیا اور جو چوتھی گھڑی میں گیا تو گویا اس نے مرغی بطور تقرب دی اور جو پانچویں گھڑی میں تو گویا اس نے انڈا بطور قرب کے دیا۔ جب امام خطبہ کے لئے (حجرے سے) نکل آتا ہے تو (مسجد میں) حاضر ہو کر خطبہ کی طرف کان لگاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

غُسْلَ الْجَنَابَةِ: ایسا غسل کیا جو غسل جنابت کی طرح عمدہ اور صفائی والا ہو۔

**تشریح** ۞ **اغتسل یوم الجمعه**! طلوع فجر سے وقت شروع ہو جاتا ہے۔ نماز سے قریبی وقت میں ادا کرنا اولیٰ ہے۔ اگر دونوں میں تعارض ہو غسل کو مقدم کرے۔ **غسل الجنابة** ! یہ سلمت سلاماً کی طرح مفعول مطلق ہے اور عبدالرزاق کی روایت اس کی تائید کرتی ہے: "**كما يغتسل من الجنابة**"! اس کو بظاہر لانے کی وجہ یہ تا کہ غسل شرعی مراد لیا جائے۔ **ثم راح**! موطا میں "**فی الساعة الاولی**"! کے الفاظ زائد ہیں۔ راح کا لفظ ذہب کے معنی میں تمام اوقات کے لئے آتا ہے۔ (ازہری) **قرب بدنه**! اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے اونٹ دیا۔ بدنہ نر و مادہ اونٹ پر بولا جاتا ہے۔ ۃ وحدت کی ہے تانیث کے لئے نہیں ہے۔ اس کو بدنہ کہنے کی وجہ جسامت کا بڑا ہونا ہی ہے۔ جوہری کہتے ہیں بدنہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عرب کے لوگ اونٹ' گائے کو بدنہ بولتے تھے۔ **فی الساعة الثانیه**! مراد دن کی گھڑی۔ **قرب بقره**! یہ نام اس لئے پڑا کہ گائے زمین کو ہل سے پھاڑتی ہے۔ **کبشا اقرن**! یہ صفت ساتھ ذکر کرنے کی وجہ اس کا خوبصورت ہونا ہے اور سینگ سے فائدہ بھی اٹھایا جاتا ہے۔ **دجاجه**! دال کا فتحہ' کسرہ' ضمہ جائز ہے فتحہ زیادہ فصیح ہے۔ یہاں صدقہ مراد ہے۔ سیوطی کہتے ہیں یہاں پانچ گھڑیاں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ نسائی نے چھ کا ذکر کیا۔ دجاجہ' بیضہ کے درمیان چڑیا کا تذکرہ کیا ہے۔ دوسری روایت میں اس کی بجائے شاۃ اور دجاجہ کے درمیان بطخ کا تذکرہ ہے۔ (برماوی)

**ساعات سے مراد**: اس میں جلدی آنے والوں کے درجات ذکر کئے اور وارد ہے کہ وہ فرق میں اس سے بہت بڑھ کر ہیں۔ اس سے راہنمائی ہوئی کہ اس سے مراد ساعات کی حقیقت ہے پھر بعض نے کہا وہ لطیف گھڑیاں ہیں ان کی ابتداء زوال آفتاب

سے ہوتی ہے اور انتہائی خطیب کے منبر پر بیٹھنے سے ہوتی ہے۔ امام مالک کا یہ قول ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد ابتداء دن ہے اور اس سے ساعات زمانہ مراد ہیں جو دن کے چھوٹے بڑے ہونے سے مختلف ہوتی ہیں۔ دن کے بارہ گھنٹے ہیں خواہ طویل ہوں یا قصیر مگر اس پر یہ اعتراض آتا ہے کہ اس سے دونوں اطراف میں برابری لازم آتی ہے اور جواب میں بدنہ نام رکھنے میں تساوی ہے البتہ ان کی صفات میں فرق ہے۔ نوح علیہ السلام نے رات دن کی مقدار کو کشتی میں بارہ بارہ گھنٹوں میں تقسیم فرمایا۔ اس روایت کی سند کمزور ہے۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جن کا کام جمعہ کی حاضری لگانا ہے۔ عنقریب ان سے متعلق روایت آ رہی ہے۔ یستمعون الذکر! مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں: "اذا جلس الامام طووا الصحف وجاء وا یستمعون الذکر"! اور ابن خزیمہ کی روایت میں "علی کل باب من ابواب المسجد ملکان یکتبان الاول فالاول"! حلیہ ابو نعیم کی روایت میں ہے "اذا کان یوم الجمعہ بعث اللّٰہ ملائکتہ بصحف من نور واقلام من نور"! اور ابن خزیمہ میں ہے: "فیقول بعض الملائکہ لبعض ماحبس فلانا؟ فیقول اللھم ان کان ضالاً فاھدہ وان کان فقیراً فاغنہ وان کان مریضاً فعافہ"! فرشتے مسجد کے دروازوں پر پہلے اور بعد میں آنے والے کو لکھتے رہتے ہیں اور رک جانے والے کے متعلق دعائیں کرتے ہیں کہ اس کو ہدایت سے نواز اگر وہ فقیر ہے تو اس کو غنی بنا دے اگر بیمار ہے تو صحت یاب کر دے۔ نووی کہتے ہیں غسل جنابت میں اگر کوئی غسل جمعہ کی نیت نہ کرے تو ادا نہ ہوگا مگر رافعی کہتے ہیں اگرچہ نیت نہ بھی کرے تب بھی ادا ہو جائے گا کیونکہ واجب' واجب سے ادا ہو جائے گا۔

**تخریج** : اخرجہ مالک (۲۲۷) واحمد (۳/۹۹۲۳) والبخاری (۸۸۱) ومسلم (۸۵۰) وابو داود (۵۳۱) والترمذی (۴۹۹) والنسائی (۱۳۸۶) وابن حبان (۲۷۷۵)

**الفرائد** : ① جمعہ کے لئے جلد جانا چاہئے ② قربانی کا لفظ چھوٹے بڑے ہر صدقہ پر بولا جاتا ہے ③ اونٹ کو مقدم کرنے سے اشارہ ملتا ہے کہ اس کی قربانی گائے سے افضل ہے۔

۱۱۵۷ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ : "فِيْهَا سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَّهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ يَسْاَلُ اللّٰهَ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ" وَاَشَارَ بِيَدِهٖ يُقَلِّلُهَا ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۵۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کا تذکرہ فرمایا: "اس میں ایک گھڑی ایسی ہے جو مسلمان بندہ اس گھڑی کو پالے اس حال میں کہ نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ عنایت فرما دیتے ہیں اور آپ نے اس کے قلیل ہونے کا اشارہ فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

جمعہ کے فضائل بیان فرماتے۔ لایوافقھا! اس کا سامنا نہیں کرتا۔

**النحو** : وھو قائم! یہ وافق کی ضمیر مستتر سے جملہ حالیہ ہے غالب کے اعتبار سے لائے ہیں۔

یصلی! یہ قائم کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے یا تفسیریہ۔ یسال! یہ حال متداخلہ یا مترادفہ ہے۔ بخاری میں خیراً اور ابن ماجہ میں یسال حراماً! کے الفاظ ہیں جبکہ احمد نے "مالم یسال اثما او قطیعۃ رحم"! اشارہ کا فاعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ یقللها: یہ وضاحت فرمائی کہ بڑا خفیف سا لحظہ ہے۔ مسلم نے "هي ساعة خفيفة" کے الفاظ ذکر کئے۔

**ایک سوال:** صحابہؓ و تابعینؒ کا اس بارے میں اختلاف ہوا کہ یہ ساعت زمانہ نبوت کے ساتھ خاص ہے اور اٹھالی گئی یا باقی ہے اگر باقی ہے تو پھر ہر جمعہ میں ہے یا ہر سال کے کسی ایک جمعہ میں ہے۔ پھر باقی رہنے کی صورت میں دن کے معین وقت میں ہے یا مبہم ہے۔ تعیین سے وقت کا احاطہ کریں گے یا ابہام کی صورت میں رکھیں گے اور ابہام کی صورت اس کی ابتداء اور انتہاء کیا ہوگی؟ پھر یہ ایک حالت پر ہمیشہ ہے یا منتقل ہوتی رہتی ہے۔ منتقل ہو تو تمام وقت پر محیط ہوگی یا بعض وقت میں ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس کے متعلق ۴۵ اقوال ہیں۔ تفصیل کیلئے فتح الباری، شرح موطا والسیوطی اور سطوع البدر فی فضائل لیلۃ القدر ملاحظہ کریں۔

**تخریج:** أخرجه مالك (٢٤٢) وأحمد (١٠٣٠٦) والبخاری (٩٣٥) ومسلم (٨٥٢) والنسائي (١٤٣١) وابن ماجه (١١٣٧) ابن حبان (٢٧٧٣) وعبد الرزاق (٥٥٧١)

**الفوائد:** ① جمعہ کی فضیلت کے لئے اور فضائل کے علاوہ اس مستجاب الدعوات گھڑی کا وجود کافی ہے ورنہ نماز جمعہ اور خطبہ تو اس کی فضیلت چار چاند لگانے والے ہیں۔

۱۱۵۸ : وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَسَمِعْتَ اَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ شَاْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ : قُلْتُ : نَعَمْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ : هِيَ مَا بَيْنَ اَنْ يَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰى اَنْ تُقْضَى الصَّلٰوةُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۵۸: حضرت ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے کہا کہ کیا تم نے اپنے والد سے جمعہ کی گھڑی کے متعلق کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے سنا؟ میں نے جواباً کہا جی ہاں۔ میں نے ان سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز کے مکمل ہونے کے درمیان ہے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس ہے اور ابو بردہ کا اصل نام حارث یا عامر بتلایا جاتا ہے۔ یہ کوفہ کے قاضی تھے اپنے والد سے روایات نقل کرتے اسی طرح انہوں نے علی ؓ زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے اور ان سے ان کے بیٹے عبداللہ یوسف سعید بلال رحمہم اللہ نے اور اسی طرح ان کے پوتے برید بن عبداللہ نے روایت لی ہے۔ یہ بڑے ماہر علماء سے تھے۔ ان کی وفات ۱۰۴ھ میں ہوئی۔ بعض اور اقوال نقل کئے ہیں۔ ان کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ ہوئی۔ (کاشف ذہبی تقریب حافظ) یحدث: یہ اباک سے جملہ حالیہ ہے۔ قلت نعم: کیا تم اپنے والد سے جمعہ کی اس گھڑی کے متعلق کچھ سنا تو انہوں نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا: هي: وہ اس میں قبولیت والی گھڑی ہے۔ ما بين ان يجلس الامام: وہ وقت امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز مکمل کرنے تک ہے۔ اس روایت کے سلسلہ میں دارقطنی وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ

روایت متصل نہیں مگر درست یہ ہے کہ یہ روایت ثقہ ہے اور مرفوع ہے۔ بقول محب طبری اس میں سب سے صحیح روایت ابوموسیٰ والی ہے اور مشہور قول عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا ہے کہ یہ جمعہ کے دن عصر کے بعد ہے۔ ان اقوال کثیرہ کا مطلب یہ نہیں کہ یہ تمام اس کے اوقات ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ گھڑی اسی دوران میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اقدس سے قلیل بتلانا اور مبہم رکھنا اسی بناء پر ہے تاکہ لوگ اس پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں بلکہ تمام اوقات کو یادالٰہی سے زندہ کریں جیسا لیلۃ القدر میں۔ اس ساعت کا منتظر اسی کو پانے والا شمار ہوگا۔ (التوشیح)

**تخریج** : أخرجه مسلم (٨٥٣) وأبو داود (١٠٤٩) وابن خزيمة (١٧٧٩) التهذيب (٦٤/٦٣/١٠)

**الفرائد** : اللہ تعالیٰ کی اس امت پر خصوصی رحمت ملاحظہ ہو کہ استجابت کی گھڑی بھی بتلادی گئی تاکہ اس کی رحمت خوب خوب حاصل کریں۔

١١٥٩ : وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ ، فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۱۵۹: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے دنوں میں سے سب سے زیادہ افضل دن جمعہ کا ہے۔ اس میں مجھ پر زیادہ درود بھیجا کرو۔ پس بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ ابوداؤد نے صحیح سند سے بیان کیا۔

**تشریح** : اوس بن اوس یہ ثقفی ہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ اوس بن اوس ہیں ان کو اوس بن ابی اوس بھی کہا جاتا ہے۔ بخاری اوس بن اوس اور اوس بن ابی اوس اور اوس بن حذیفہ یہ تینوں نام نقل کئے ہیں۔ مگر ابن حجر کہتے ہیں یہ اوس بن اوس ثقفی صحابی ہیں دمشق میں رہائش اختیار کی اور اوس بن ابی اوس اور یہ ابی اوس حذیفہ ثقفی بھی صحابی ہیں اور یہ ان کے علاوہ ہیں صحیح قول یہی ہے (تقریب ابن حجر) نووی کہتے ہیں یہ اوس دمشق میں مقیم ہوئے ان کی مسجد اور گھر درب العلیٰ میں ہے اور قبر بھی وہیں ہے۔ انہوں نے جمعہ سے متعلق دو روایتیں روایت کی ہیں (۱) "من غسل واغتسل"! اور دوسری "اکثروا الصلاۃ علي"! اور ایک روایت صیام کے سلسلہ میں روایت کی ہے۔ (تہذیب نووی) حافظ کہتے ہیں ان سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت نقل کی ہے (تقریب) اوس بن اوس کی ۲۴ روایات ہیں۔ ان افضل ایامکم !اس میں دلیل ہے کہ یہ ہفتہ کے دنوں میں افضل ہے اور عرفہ ایام سنہ میں سب سے افضل ہے۔ فاکثروا علي من الصلاۃ فیه تاکہ ثواب بڑھے اور ان کی فضلیتیں ترقی پائیں کیونکہ عمل صالح ایام کے مشرف ہونے سے مرتبے میں بڑھتے ہیں۔ معروضة علي! اس سے خاص قسم کی عرض مراد ہو۔ ورنہ امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں اور ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم درود شریف خود کانوں سے سنتے ہیں اگر کوئی وہاں پڑھے اور دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچا دیتے ہیں۔ حدیث کا تتمہ کتاب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے گا (عرض اعمال کی کیفیت کے متعلق صراحت کسی روایت

میں موجود نہیں اس جہاں کے معاملات کو دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی کیفیت معلوم ہے)

**تخریج** : أخرجه أحمد (٥/١٦١٦٢) وأبو داود (١٠٤٧) والنسائي (١٣٧٣) وابن ماجه (١٠٨٥) والحاكم (١/١٠٢٩) وابن حبان (٩١٠) والدارمي (١٥٧٢) ابن خزيمة (١٧٣٣) والطبراني (٥٨٩) وابن أبي شيبة (٢/٥١٦) والبيهقي (٣/٢٤٨)

**الفوائد** : ① جمعہ کے دن میں جو خصوصیات ہیں وہ دوسرے دنوں میں نہیں ہیں ② جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا چاہیے وہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے خواہ جہاں بھی پڑھا جائے۔

## ۲۱۱ :بَابُ اسْتِحْبَابِ سُجُوْدِ الشُّكْرِ عِنْدَ حُصُوْلِ نِعْمَةٍ ظَاهِرَةٍ اَوِ انْدِفَاعِ بَلِيَّةٍ ظَاهِرَةٍ

## بَابٌ: ظاہری نعمت کے ملنے یا ظاہری تکلیف کے ازالہ پر سجدۂ شکر کا استحباب

سجدۂ شکر یہ ایک سجدہ ہے جو نماز سے باہر کیا جائے گا اس کے لئے نماز والی شرائط ہیں۔ اس کے ارکان نیت' تکبیر احرام' ارکان سجود' سلام۔ عند حصول : بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نعمت میسر ہو پر کیا جائے گا متوقعہ پر نہیں خواہ نعمت خاص ہو یا عام۔ اندفاع بلیہ : اگر اس نے صدقہ کر دیا یا شکرانے کی نماز ادا کی تو بہت بہتر ہے۔ (تہذیب نووی) الیضاح میں کہا گیا ہے کہ یہ سجود کے ساتھ کرے۔ خوارزمی نے اس کو بدل سمجھا اس لئے صدقہ اور نماز کو اس کی بجائے بہتر قرار دیا۔

١١٦٠ : عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ مَّكَّةَ نُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْبًا مِنْ عَزْوَرَآءِ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللّٰهَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا ، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا – فَعَلَهُ ثَلَاثًا – وَقَالَ : "اِنِّيْ سَاَلْتُ رَبِّيْ وَشَفَعْتُ لِاُمَّتِيْ فَاَعْطَانِيْ ثُلُثَ اُمَّتِيْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِيْ فَسَاَلْتُ رَبِّيْ لِاُمَّتِيْ فَاَعْطَانِيْ ثُلُثَ اُمَّتِيْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ شُكْرًا۔ ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِيْ فَسَاَلْتُ رَبِّيْ لِاُمَّتِيْ فَاَعْطَانِي الثُّلُثَ الْاٰخَرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔

۱۱۶۰ : حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ مکہ سے مدینہ جانے کے لئے نکلے۔ پس جب ہم مقام عزوراء کے قریب پہنچے تو آپ سواری سے اترے۔ پھر اپنے ہاتھ مبارک اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے کچھ دیر دعا کی۔ پھر سجدے میں پڑ گئے۔ پس کافی دیر سجدہ کیا۔ پھر قیام کیا اور اپنے ہاتھوں کو کچھ دیر کے لئے اٹھایا' پھر سجدہ ریز ہوئے۔ یہ تین مرتبہ کیا اور فرمایا: "میں نے اپنے رب سے سوال کیا اور اپنی امت کے لئے شفاعت کی تو اللہ تعالیٰ نے

میری شفاعت قبول فرمائی اور میری امت کا تیسرا حصہ مجھے دے دیا۔ میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنی امت کے لئے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے امت کے تیسرے حصے کے متعلق میری شفاعت قبول فرمائی۔ پس میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنی امت کے متعلق سوال کیا تو اللہ نے مجھے میری امت کا بقیہ ثلث بھی دے دیا پس میں نے اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ کیا (ابوداؤد)

**تشریح** ۞ نريد المدينة! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جملہ حال ہے جبکہ یریدنا ہو اور ترید ہو تو خرجنا کی ضمیر سے حال ہے۔ عزوزاء! یہ مکہ و مدینہ کے درمیان جگہ کا نام ہے۔ بعض نے اسے عزوزاء کہا ہے۔ نزل! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی سے اترے پھر ثم رفع يديه فدعا الله! معلوم ہوا دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ ثم خر ساجداً! پھر زمین پر سجدہ ریز ہوئے سجدہ خضوع کا انتہائی مقام ہے۔ ساجداً! یہ حال ہے۔ فمكث! پس کافی دیر سجدہ میں رہے (ن) اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ شکر و سجدۂ سہو تلاوت طویل کرنا چاہئے۔ ثم قام! پھر سجدہ سے اٹھے اور سلام پھیر دیا پھر دعا کے لئے ہاتھ بلند فرمائے۔ یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ سجدہ شکر سے فارغ ہو کر دعا کے لئے آپ ﷺ اٹھے۔ سجدۂ شکر سے فراغت کے بعد قیام مستحب ہے۔ ثم خر ساجداً فعله ثلاثا! پھر سجدہ میں گر گئے ایسا تین مرتبہ کیا اور کہنے لگے میں نے اپنے رب سے سوال کیا عموم کے لئے مفعول کو حذف کیا یا شفعت سے وہی سوال مراد ہے۔ اس روایت پر اس حدیث سے اشکال نہیں کیا جا سکتا "لكل نبي دعوة مستجابة واني اختبات دعوتي شفاعة لامتي"! کیونکہ یہ دعا دنیا میں واقع ہوئی ہے اور وہ خاص شفاعت کی دعا ہے جو خاص ہے۔ اس کو ایسی دعوت بنایا جس کی قبولیت یقینی ہے۔ اس سے امت پر مزید شفقت و رافت اور عنایت ظاہر ہوتی ہے کہ ان کی اہم مصالح کا لحاظ فرماتے ہیں۔ فاعطاني! پہلی دعا سے ثلث امت کو جنت میں داخلہ کی اجازت ملی پھر میں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ شكراً! یہ مفعول لہ یا حال بھی بن سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی تو یہ عظیم الشان نعمت ہے تو اس کی وجہ سے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تازہ نعمت ملے تو سجدۂ شکر ادا کرنا چاہئے۔ ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز کے بغیر تھا نماز میں یہ مشروع نہیں۔ ثم رفعت راسي! پھر سجدۂ شکر سے میں نے سر اٹھایا۔ لامتي! اس میں کثرت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مسئول کو حذف کیا۔ اس سوال ثانی کا مقصد پہلے سوال پر جو حاصل ہوا اس پر اضافہ مراد تھا۔ فاعطاني! دوسری مرتبہ ثلث ثانی کے جنت میں داخلے کا وعدہ فرمایا تو میں نے سجدۂ شکر ادا کیا پھر دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا۔ فسالت ربي! تو امت کے ثلث آخر کے لئے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی وہ عنایت فرمایا۔ پس میں تیسری مرتبہ سجدۂ شکر میں سجدہ ریز ہوگیا۔

**تخریج**: أخرجه أبو داود (۲۷۷۵) والبيهقي (۲/۳۷۰) أخرجه أحمد (۷/۲۰۴۷۷) والترمذي (۱۵۷۸) وابن ماجه (۱۳۹٤) زاد المعاد (۱/۲۷۰/۲۷۱)

**الفوائد**: اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو جب کوئی نئی خوشی میسر آتی آپ بارگاہِ الٰہی میں شکریہ ادا کرتے یعنی نماز ادا فرماتے 'جزء بول کر کل مراد ہے۔

# ۲۱۲ : بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ!

## باب: قیام اللیل کی فضیلت

قیام لیل سے تہجد مراد ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ [الاسراء:۷۹]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور رات کو تہجد ادا کرو یہ زائد ہے آپؐ کے لئے۔ امید ہے کہ آپؐ کا رب آپؐ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔'' (الاسراء)

ومن اللیل! من تبعیض کے لئے ہے رات کا کچھ حصہ۔ فتھجد به! ھجو د نیند کو کہا جاتا ہے یعنی نماز کے لئے نیند کو ترک کرو۔ نافلة لك! اپنے اگلے پچھلے ذنب بخش دیئے گئے۔ پس آپ ﷺ کے تمام نوافل رفع درجات کا باعث ہیں۔ (۲) یہ زائد فریضہ آپ ﷺ کے ذمہ ہے جو فرض نمازوں کے علاوہ ہے۔ اکثر سلف تہجد کو آپ ﷺ پر فرض قرار دیتے ہیں۔ اس کا نصب فرضہا فریضۃً کی وجہ سے (۲) بہ کی ضمیر سے حال ہے۔

النحو: مقامًا محمودًا! فی مقام یا فیقیمك مقامًا محمودًا! منصوب نزع خافض یا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے۔ مقام محمود وہ مقام ہے جہاں اولین و آخرین آپ ﷺ کی تعریف کریں گے۔ اس آیت سے اشارہ کر دیا کہ مقام محمود کی وہ بندیاں وہ قیام لیل کے نتائج ہیں۔ وارث کے لئے اپنے مورث کے سمندروں کے گھاٹ ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ [السجدة:١٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ان کے پہلو خوابگاہوں سے الگ رہتے ہیں۔'' (السجدہ)

تتجافی! بلند اور دور رہتے ہیں۔ المضاجع! بستر اور سونے کے مقامات۔ یدعون ربهم! وہ اپنے رب کو اس کے عقاب کے خوف اور ثواب کی طمع میں پکارتے ہیں۔ ینفقون! مصارف خیر میں خرچ کرتے ہیں۔ اس آیت سے مراد تہجد اور قیام لیل ہے۔ بعض نے نماز عشاء و صبح مراد لی ہے۔ دوسروں نے کہا اس سے عشائین کے درمیان پڑھے جانے والے نوافل اوابین مراد ہیں۔ بعض نے نماز عشاء کا انتظار مراد لیا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ [الذاریات:۱۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ رات میں تھوڑا آرام کرتے ہیں۔''

النحو: ما! زائدہ ہے اور ھجوع سونے کے معنی میں ہے۔ یھجعون! کان کی خبر ہے۔ قلیلاً ظرف ای زماناً قلیلاً! اور من اللیل یا تو صفت ہے یا یھجعون! سے متعلق ہے یا مفعول مطلق ہے۔ ای ھجوعاً قلیلاً! (۲) ما مصدریہ۔ ما یھجعون

قلیلاً! کا فعل ہے اور من اللیل! اس کا بیان ہے یا مصدر سے حال ہے (۳) ما نافیہ مطلب یہ ہوگا ان کی عادت تمام رات نیند نہ کرنے کی ہے اور تمام راتیں وہ تہجد پڑھتے ایک پوری رات سونا بھی ممکن نہیں (جامع البیان صفوی)

۱۱۶۱ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ ، فَقُلْتُ لَهُ : لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ : اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ نَحْوَهُ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۶۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قیام فرماتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پھٹ جاتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں"۔ (بخاری و مسلم) حضرت مغیرہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔

**تشریح** ۞ **یقوم من اللیل**! بعض حصہ قیام فرماتے۔ امت پر تخفیف کے لئے پوری رات قیام نہ فرماتے۔ **تنفطر قدماہ**! طول قیام سے آپ ﷺ کے قدمین پھٹ جاتے آپ ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی۔ **لم تصنع ھذا**! یہ اس عادت کی حکمت دریافت کرنے کے لئے عرض کیا۔ **قد غفر**! یہ اتباع آیت میں ذکر کر دیا یہ مطلب نہیں کہ کوئی گناہ تھے جو بخشے گئے بلکہ اس سے مراد وجوب عصمت ہے جیسا تمام انبیاء علیہم السلام۔ **افلان اکون**! تو کیا میں اس کے اعلان مغفرت سے اپنی نماز چھوڑ دوں کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ بقول کشاف فاعاطفہ ہے کہ سائل کا گمان یہ ہوا کہ خوف ذنب سخت طاعت کا باعث ہے یا رجاء عفو تو آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ ان میں سے کوئی سبب نہیں بلکہ وہ سبب اس سے اعلیٰ و اکمل ہے اور وہ شکر ہے جو کثرت نعمت اور اہلیت مغفرت سمیت ہو۔

**شکر کی حقیقت**: اعتراف نعمت اور قیام خدمت کو کہتے ہیں اور ایسے بندے کم ہیں اور اس منصب پر صرف انبیاء علیہم السلام پورے اتر سکتے ہیں اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سردار ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے عبادت میں خوب محنت کو لازم پکڑا کیونکہ بلا سابقہ استحقاق کے ان کو اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتوں کا کامل علم تھا۔

یہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: "ان کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیقوم او لیصلی حتی ترم قدماہ او ساقاہ فیقال لہ فیقول افلا اکون عبداً شکوراً"! ترمذی نے شمائل میں اس طرح نقل کیا: "صلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی انتفخت قدماہ فقیل لہ اتتکلف ھذا وقد غفر اللّٰہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر؟ قال افلا اکون عبداً شکوراً؟"! باب المجاہدہ میں روایت گزری ہے۔

**الفوائد**: ① زبان کی طرح عمل سے شکر ہے ② عبادت کے لئے ہم امتیوں کو خوب مشقت اٹھانی چاہئے جبکہ آخرت کے ہر قسم کے ضرر سے مامون ہستی اس لئے خوب مشقت اٹھاتی تھی۔

۱۱۶۲: وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ لَيْلًا فَقَالَ: "اَلَا تُصَلِّيَانِ؟" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"طَرَقَهُ": اَتَاهُ لَيْلًا۔

۱۱۶۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ میرے اور فاطمہ کے پاس رات کو تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم دونوں تہجد نہیں پڑھتے؟ (بخاری و مسلم)

طَرَقَه: رات کو آنا۔

**تشریح** ۞ طرقه وفاطمة! ۂ ضمیر پر عطف کی وجہ سے فاطمۃ منصوب ہے۔ لیلۃ! سے رات کا کوئی حصہ مراد ہے۔ جیسا اس آیت میں ﴿سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً﴾! اسراء رات کو ہوتا ہے اور لیلاً نکرہ تقلیل مدت کے لئے لایا گیا ہے۔ الا تصلیان! کلمہ عرض سے طلب قیام مقصود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت جانا ان کو جگانے کے لئے تھا۔ یا اس نماز کی عظمت پر متنبہ کرنے کے لئے تھا۔

ابن جریر کا استدلال: اگر صلاۃ لیل کی عظیم فضیلت نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی اور داماد کو اس وقت بیدار نہ کرتے جو مخلوق کے سکون کے لئے بنایا گیا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اس فضیلت کو اس سکون و آرام پر ترجیح دی۔

یہاں مصنف نے علی رضی اللہ عنہ کے جواب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کو ذکر نہیں کیا کیونکہ ترجمۃ الباب سے اس کا تعلق نہ تھا۔ واؤ لا کر اس کے جزو روایت ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۹/۵۷۱) والبخاری (۱۱۲۷) ومسلم (۷۷۵) والنسائی (۱۶۱۰۱۱) وابن حبان (۲۵۶۶) ابن خزیمة (۱۱۳۹) والبزار (۵۰۳) وأبو عوانة (۲/۲۹۲) والبیهقی (۲/۵۰۰)

**الفوائد**: قیام لیل وہ عظیم الشان عمل ہے جس کی ترغیب و تحریص آپ ﷺ کے قول و عمل سے ثابت ہے۔ صحابہؓ کی مداومت اس پر گواہ ہے۔

۱۱۶۳: وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ" قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّا قَلِيْلًا - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۶۳: حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عبداللہ بہت خوب آدمی ہیں کاش کہ وہ رات کو نماز بھی پڑھتا ہوتا"۔ سالم کہتے ہیں کہ اس کے بعد عبداللہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ سالم! رحمۃ اللہ علیہ یہ عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں ان کی کنیت ابو عمر یا ابو عبداللہ المدنی ہے۔ مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ سے ہیں۔ یہ بڑے فاضل و عابد تھے۔ طرز عمل اور راہنمائی میں اپنے ابا عبداللہ کی طرح تھے۔ یہ جلیل القدر تابعین

سے تھے ان کی وفات ۱۰۶ھ میں ہوئی (تقریب حافظ) ان کے والد اور دادا دونوں صحابی ہیں اس لئے رضی اللہ عنہم تغلیباً لکھ دیا گیا ہے۔ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مرسل صحابی ہے کیونکہ یہ اپنی ہمشیرہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کرتے ہیں۔ جب حفصہ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ کے متعلق اپنے خواب کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعم الرجل عبداللّٰہ! قرطبی کہتے ہیں شارع نے عبداللہ کے خواب کی تعبیر ذکر فرمائی جو کہ اچھی تھی کیونکہ وہ آگ پر پیش کئے گئے پھر اس سے بچا لئے گئے۔ ان کو کہا گیا خوف کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ نیک تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس کی تعریف منہ پر کر سکتے ہیں جس کے متعلق خود پسندی کا خطرہ نہ ہو۔ لو کان یصلی من اللیل! برماوی کہتے ہیں۔ لوتمنی کے لئے آتا ہے یہ شرطیہ نہیں۔ مہلب کہتے ہیں قیام لیل سے اس کی تعبیر فرمائی کیونکہ فرائض میں ان کی کسی غفلت کی اطلاع نہ تھی اور ان کا رات کو مسجد میں قیام بھی معلوم تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ اس کو قیام لیل کے سلسلے میں خبردار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس حدیث سے اشارہ فرمایا گیا کہ قیام لیل آگ سے نجات کا ذریعہ ہے اور اس سے یہ بھی اشارہ ہے کہ خیر کی تمنا کرنی چاہئے۔ فکان عبداللّٰہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تمنا کے بعد رات کچھ حصہ سوتے۔ قلیلاً سے نوما قلیلاً یا بعضًا قلیلاً! مراد ہے۔ اس سے یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ ان کا دل خدمت کی طرف متوجہ اور اس میں مستغرق تھا اور اگر چہ ان کی آنکھ سوتی مگر ان کا دل اس میں مستغرق نہ ہوتا تھا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٢/٦٣٣٨) والبخارى (١١٢١) ومسلم (٢٤٧٩) وابن حبان (٧٠٧٠) والترمذى (١٢٧/٢) والبيهقى (٥٠١/٢) وابن ماجه (٣٩١٩).

**الفوائد**: قیام لیل کی توفیق ان کو میسر ہوتی ہے جن پر رحمت باری کا ہاتھ ہوتا ہے۔

١١٦٤ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ ! كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۶۴: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عبداللہ تو فلاں کی طرح نہ بن وہ رات کو قیام کرتا تھا۔ پھر اس نے رات کا قیام چھوڑ دیا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یا عبداللّٰہ لا تکن مثل فلان! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا تم فلاں کی مماثلت اور مشابہت مت اختیار کرو۔ کان یقوم اللیل! یہ تہجد سے کنایہ ہے۔ بخاری میں من اللیل ہے۔ فترك قیام اللیل! اس میں اس بات کی مذمت ہے کہ انسان اگر کوئی نیک کام کرتا ہو تو چند دن بعد اس کو ترک کر دے۔ اسی وجہ سے فرمایا انسان کو وہی نیکی اختیار کرنی چاہئے جس پر مداومت ہو سکتی ہو۔

باب المحافظة میں روایت گزری ملاحظہ کریں۔

**تخریج**: أخرجه البخارى (١١٥٢) ومسلم (١٨٥/١١٥٩) والنسائى (١٧٦٢) وابن ماجه (١٣٣١)

**الفوائد**: عیوب اگر ضرورۃً بیان کرنے ہوں تو اشارہ کنایہ سے کرے۔ عبادت میں ہمت اور تمام حقوق کا لحاظ ضروری ہے۔ اس میں تعمق ممنوع ہے۔

١١٦٥ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتّٰى اَصْبَحَ! قَالَ: "ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنَيْهِ - اَوْ قَالَ اُذُنِهٖ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۶۵: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کا ذکر ہوا جو رات سے صبح تک سوتا رہا۔ آپؐ نے فرمایا: "وہ ایسا آدمی ہے کہ شیطان نے جس کے کانوں میں یا کان میں پیشاب کر دیا ہے۔" (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ ذکر! یہ فعل مجہول ہے۔ رجل! مبہم لائے تاکہ ستر کا کام دے۔ حتی اصبح! صبح تک سوتا رہا' تہجد نہ پڑھی۔ فی اذنیہ او اذنہ! اور راوی کے شک کے لئے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کان فرمائے یا ایک۔

روایت کا مفہوم: (۱) یہ اپنے ظاہر پر ہے شیاطین پیشاب کرتے ہیں اور رویت بول ضروری نہیں یا اس کا رنگ و بدبو ضروری نہیں کہ نظر آئے کیونکہ اذن ظرف بن سکتا ہے اور جب اصل طہارت ثابت ہے تو جس کا نجس ہونا یقینی طور پر ظاہر نہ ہو اس سے تطہیر واجب نہیں (العہود المحمد یہ لشعراوی) میں نے اہل زاویہ کے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فجر تک سورہا تھا اور پیشاب اس کے کان سے بہہ رہا تھا۔ وہ آدمی اس روایت کی تکذیب کرتا تھا۔ پس مناسب یہ ہے کہ جو مشاکلت والی چیز ہو اس پر ایمان لائے۔ (۲) یہ کنایہ ہے یا استعارہ ہے اس سے مراد شیطان کا اس پر مکمل تسلط ہے کہ وہ اس پر اس طرح قابو پانیوالا ہے جیسا قضائے حاجت والا اپنی قضائے حاجت کے مقام پر قابو پانے والا ہوتا ہے۔ (۳) اس کا معنی بگاڑنا ہے جیسے کہتے ہیں بال فی کذا اس کو بگاڑ دیا۔ (۴) اس کی تذلیل وتحقیر کی۔ عرب لوگ کہتے ہیں بال فی اذنہ جبکہ اس کو دھوکا دیا اور اس کی تحقیر کی ہو اور اصل یہ جانور سے متعلق ہے جو شیر کی تذلیل کے لئے اس طرح کرے۔ (۵) غلبہ پانا اور تمسخر کرنا مراد ہے۔

**فائدہ**: اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سستی کا نتیجہ یہ ہے کہ شیطان کو انسان پر پورا قابو مل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢/٤٠٥٩) والبخاري (١١٤٤) ومسلم (٧٧٤) والنسائي (١٦٠٨) وابن ماجه (١٣٣٠) وابن حبان (٢٠٦٢) والبيهقي (٣/١٥)

**الفرائد**: ① تمام رات نماز سے غافل سونے والے کے کان میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے ② عشاء کی نماز کے تارک کے خون اور جسم میں شیطان گھسنے والا ہے۔

١١٦٦ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ - يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ، فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقَدُهٗ كُلُّهَا فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ"

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"قَافِيَةُ الرَّأْسِ" : اٰخِرُهٗ۔

۱۱۶۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شیطان تم میں سے ہر ایک کی گدی پر سونے کے وقت تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر ایک گرہ پر یہ دم پڑھتا ہے عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ اگر اس نے بیدار ہو کر اللہ کو یاد کر لیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اس نے وضو کر لیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اس نے نماز پڑھ لی تو اس کی تمام گرہیں کھل جاتی ہے اور وہ خوش باش پاکیزہ نفس کے ساتھ صبح کرتا ہے ورنہ اس کی صبح بدحالی اور سستی کے ساتھ ہوتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

"قَافِيَةُ الرَّأْسِ" : سر کا پچھلا حصہ یعنی گدی۔

**تشریح** ۞ **یعقد الشیطان**! خود ابلیس لعین یا اس کا چیلا۔ بعض نے عقد شیطان کو نیند سے بوجھل و گراں کرنے سے کنایہ قرار دیا۔ (۲) قیام لیل سے بوجھل کرنا مراد ہے۔ (۳) نیند میں بوجھل کرنا اور نیند کا طویل کرنا گویا اس پر گرہ لگا دی گئی ہے۔ (۴) یہ اپنے ظاہر پر ہے۔ ابن ماجہ کے ہاں رسی میں گرہ مارنے کی طرح ہے۔ یہ سحر کرنے والیوں کے پھونک مار کر گرہ لگانے کی قسم سے ہے۔ وہ اس طرح کہ وہ دھاگہ لے کر سحر کے کلمات پڑتی ہیں پھر دھاگے پر گرہ لگا دیتی ہیں۔ جس سے مسحور مرض کے ساتھ متاثر ہو جاتا ہے یا حرکتِ قلبی یا اور اسی طرح کی تکلیف سے متاثر ہو جاتا ہے۔

نووی کا قول: یہ حقیقی گرہ ہے جو ساحروں کی انسانوں کے لئے ہوتی ہے اور اس کو نماز کے لئے کھڑے ہونے سے روک دیتی ہے۔ شیطان سونے والے پر کلمات پڑھ کر گرہ لگاتا ہے جس سے سونے والے پر اسی طرح اثر ہوتا ہے جیسا سحر سے ہوتا ہے اور (۲) یہ بھی احتمال ہے کہ وہ کوئی ایسا عمل کرتا ہو جو گرہوں پر پھونکیں مارنے والیوں کے عمل کے مشابہ ہو۔ (۳) دل پر گرہ لگانا مراد ہے اس کو پختہ کرنا مراد ہے گویا وہ وسوسہ ڈال کر کہتا ہے رات بہت طویل ہے تو سو جا۔ پس وہ اٹھنے میں تاخیر کر دیتا ہے۔ **اذا ہو نام**! جب وہ نیند میں مشغول ہوتا یا ارادہ کرتا ہے۔ **ثلاث عقد**! بیضاوی کہتے ہیں تین تاکید کے لئے کہا یا یہ کہ یہ تینوں ذکر و وضو و نماز میں سے کسی ایک سے کھل جاتی ہے۔ گدی کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہم کا مقام ہے اور اس کے استعمال کا میدان ہے یہ تمام قوی میں شیطان کا سب سے زیادہ مطیع اور اس کی دعوت کو جلد قبول کرنے والا ہے۔ **علیك لیل طویل**! ہر گرہ لگاتے ہوئے وہ یہ کہتا ہے۔

**النحو**: **لیل طویل مبتداء مؤخر علیك** !خبر مقدم ہے۔ (۲) فعل محذوف کا فاعل ہے ای **بقی علیك لیل**۔! (۳) **علیك لیلا طویلاً**! عام نسخوں کی طرح مان لیں تو یہ منصوب علی الاغراء ہے۔ برماوی کہتے ہیں رفع والی روایت زیادہ درست ہے۔ **فارقد**! یہ امر ہے۔ پہلی دونوں تراکیب پر اس کا فائدہ ظاہر ہے۔

ابن بطال کا قول: جب سونے والا بیدار ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے۔ یہ عقد کی تفسیر ہے۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ شیطان سونے کے وقت یہ کہتا ہے تاکہ اسے استغراق نوم پر آمادہ کرے۔ وہ قیام کے فوت ہونے پر مضطرب نہ ہو۔ **فان استیقظ فذکر اللہ تعالٰی**! کوئی سا ذکر مراد ہے۔ **انحلت عقدۃ** !ایک گرہ کھل جاتی ہے اور وضو سے اس کی باقی دونوں گرہ کھل جاتی

ہیں یہ اس طرح ہے جیسا اس ارشاد میں ﴿قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین ... فی اربعة ایام﴾! یعنی یہ کل چار دن ہوئے۔ اسی طرح اس روایت میں "من صلّٰی علٰی جنازة فله قیراط' ومن اتبعها حتّٰی توضع فی القبر فقیراطان"! یہ مسلم کی ایک روایت ہے بخاری نے اس کے ہم معنی روایت کی ہے۔ قیراطان کا مطلب اس کو کل ثواب دو قیراط ملتا ہے۔ حدیث مسلم میں بھی اسی طرح معنی ہے:"من صلی العشاء فی جماعة فکانما قام نصف اللیل' ومن صلی الصبح فی جماعة فکانما قام اللیل کله"۔ فان صلی انحلت عقدة! اگر دو رکعت نماز پڑھ لی تو گرہ کھل جاتی ہے۔ بقول برماوی تمام گرہیں کھل جاتی ہیں۔ بخاری کی روایت میں جو بدء الخلق میں واقع ہے وہ اس کی تصدیق کرتی ہے۔ فاصبح نشیطا ! کیونکہ وہ توفیق الٰہی کی راہ چلا۔ طیب لنفس! اس عمدہ عمل سے اللہ تعالیٰ نے اس کی جان میں برکت عنایت فرمائی۔ والا! اگر ان امور ثلاثہ میں سے کوئی بھی نہ ہو تو اس کا حال یہ ہوتا ہے۔ اصبح خبیث النفس! ترک عادت یا فعل خیر جس کی نیت کر چکا اس کو چھوڑ کر یہ روایت اس حدیث کے مخالف نہیں جس میں وارد ہے "لا یقل احدکم خبثت نفسی"! کیونکہ ممانعت تو کہنے کی ہے۔ یہاں تو اس فعل کے ترک کی وجہ سے دوسرے کی طرف سے نفس کی اس حالت کی خبر دی گئی ہے۔ کسلان! کیونکہ شیطان کی شرارت کا اثر اور اس کی کوتاہی کی نحوست اور شیطان کے قیام لیل کو فوت کر کے بہت سا حصہ پانے کا اثر موجود ہوتا ہے۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ نماز اور اس جیسی قرب کی چیزیں اس کے لئے آسان ہوں۔ اس کو دوبارہ لانے سے معلوم ہوتا ہے اس کی صبح اسی طرح رہتی ہے جب تک کہ وہ نماز ادا نہ کر لے خواہ اس سے پہلے والی تمام چیزیں کر لے۔

قافیه الراس! اس سے سر کا پچھلا حصہ مراد ہے۔ شعر کا قافیہ بھی اس کا پچھلا حصہ ہے۔
زرکشی کہتے ہیں قافیہ سے قفا مراد ہے جو کہ گردن کا پچھلا حصہ ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٤٢٦) وأحمد (٣/٧٣١٢) والبخاري (١١٤٢) ومسلم (٧٧٦) وأبو داود (١٣٠٦) والنسائي (١٦٠٦) وابن حبان (٢٥٥٣) وابن خزيمة (١١٣١) والبيهقي (٣/١٥/١٦)

**الفرائد** : ① وضو اور نماز سے شیطان کی لگائی ہوئی گرہیں کھلتی ہیں ② مسلمان کو اپنے نفس کی طرف برے کلمات کی نسبت بھی منع ہے کہنا تو بجائے خود رہا۔

١١٦٧ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ ' وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ' تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۱۶۷: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! السلام علیکم کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور رات کو نماز پڑھو اس حال میں کہ لوگ سو رہے ہوں۔ تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی)

حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** : عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حالات باب السلام میں گزر رہے۔ ایھا الناس! متوجہ کرنے کے لئے یہ لفظ لاتے ہیں' مختصر کرتے ہوئے حرف ندا کو حذف کر دیا۔ افشوا السلام! سلام کو اپنے مابین خوب پھیلاؤ۔ صلوا باللیل! نماز تہجد مراد ہے یا مطلق رات میں نماز ادا کرنا مراد ہے جیسے کئی صحابہ کرام تمام تمام رات قیام کرتے۔ والناس نیام! کیونکہ نمازی اپنے کو نرم بستر' لذت نوم سے محروم کر کے اپنے رب تعالیٰ کی طاعت میں مصروف کرتا ہے۔ تدخلوا الجنہ بسلام! محض فضل سے یہ انعام دیا گیا کہ عذاب سے محفوظ کر کے اسے جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ اس میں ان تمام کاموں کے کرنے والے کو ابتداءً دخولِ جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ دوسرے تمام مصنفین نے "صلوا ارحامکم"! بھی اضافہ کیا ہے۔

**تخریج** : تقدم شرحه و تخریجه فی باب فضل السلام۔

**الفرائد** : ایضاً۔

١١٦٨ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ ' وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِیْضَةِ صَلٰوةُ اللَّیْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١١٦٨: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "رمضان کے بعد سے زیادہ افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی ہے۔ (مسلم)

**تشریح** : افضل الصیام! مطلق نفل روزے مراد ہیں۔ شہر اللہ المحرم! یعنی محرم کا روزہ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت تشریف کے لئے کی گئی ہے۔ اس کی عظمت اہل نبی کے فعل سے برقرار رہی۔ اسی لئے اس کو اسلامی نام کہا جاتا ہے۔ صلاۃ اللیل! نفلی نمازوں میں سب سے افضل اس لئے ہے کہ یہ سکون' خشوع و خضوع' ریاء سے بعد کا وقت ہے۔ سنن اربعہ وغیرہ کی روایت "جوف اللیل"! کا لفظ وارد ہے۔

**ایک اشکال کا ازالہ**: ترمذی و بیہقی کی روایت اس کے خلاف نہیں "افضل الصوم بعد رمضان شعبان"! کیونکہ عظمت کے اسباب مختلف ہیں۔ محرم اپنی ذات کے لحاظ سے فضیلت والا ہے اور شعبان کی عظمت دوسرے کی وجہ سے ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢/٨٥٤٢) ومسلم (١١٦٣) وأبو داود (٢٤٢٩) والترمذی (٤٣٨) والنسائی (١٦١٢) وابن ماجة (١٦٤٢) وابن حبان (٣٦٣٦) وابن خزیمة (٢٠٧٦) والدارمی (١٧٠٧) والبیهقی (٤/٢٩٠/٢٩١)

**الفرائد** : ① فرائض کے بعد نفلی نمازوں میں سب سے افضل نماز قیام لیل ہے ② محرم کے روزے کی ترغیب دلائی گئی اس کو شہر اللہ کہا گیا۔

۱۱۶۹ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى ، فَاِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۶۹: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رات کی نماز (یعنی تہجد) دو دو رکعتیں ہیں جب تمہیں صبح کا خطرہ ہو تو ایک تیسری رکعت ملا کر وتر بنا لو۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ صلاة الليل مثنى مثنى! یہ اثنین اثنین سے عدل ہے۔ یعنی دو دو رکعت کر کے۔ فاذا اخفت الصبح! جب صبح کاذب ظاہر ہو جائے یا صبح صادق کا قرب اور علامت سے ظاہر ہو جائے۔ فاوتر بواحدة! تو ایک رکعت ملا کر وتر بنا لے جیسا دوسری روایت میں "توتر له ما صلى" ! اور وتر کی تعریف میں فرمایا: "فان الله وتر يحب الوتر"! عدد طاق اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٢٧٩) والبخاری (٩٩٠) ومسلم (١٤٧/٧٤٩) وأبو داود (١٣٢٦) والنسائى (١٦٩٣) وابن ماجه (١٣٢٠) والحميدى (٦٣١) وابن حبان (٢٤٢٦) والبيهقى (٢٢/٢١/٣)

**الفرائد** : رات کی نماز کا طریقہ سکھایا کہ دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے۔

۱۱۷۰ : وَعَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى ، وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۷۰: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رات کی نماز دو دو رکعتیں کر کے ادا فرماتے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر بنا لیتے۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ يصلى من الليل! نماز تہجد مراد ہے۔ تہجد وتر اور نفل کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے۔ ہر اس نفل سے جو نیند کے بعد کیا جائے (مگر جو تمام رات قیام کرنے والے ہیں ان کو بھی تہجد یقیناً ملتی ہے۔ نیند کی قید غالب کے لحاظ سے ہے) یہ روایت باب تخفیف رکعتی الفجر میں روایت گزر چکی ہے۔

**تخریج** : في باب تخفيف ركعتى الفجر ۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۱۷۱ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ ، وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا ، وَكَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهُ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهُ — رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۱۷۱: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ کسی مہینے میں روزہ نہ رکھتے۔ یہاں تک کہ ہم گمان کرتے کہ آپ اس مہینے میں روزہ ہی نہ رکھیں گے اور کبھی اس طرح مسلسل روزے رکھتے کہ گمان ہوتا کہ اس مہینے میں کوئی روزہ چھوڑیں

گے ہی نہیں اور تم نہ چاہتے تھے کہ آپ کو رات کے وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں مگر دیکھ لیتے اور اگر تم نہ چاہتے ہو کہ آپ کو سوتا ہوا دیکھیں مگر سوتا ہوا دیکھ لیتے۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ یفطر من الشھر! مہینے کے بعض ایام اور بعض اوقات مکمل مہینہ افطار ہی فرماتے یہاں تک کہ طویل افطار سے گمان ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں روزہ نہ رکھیں گے۔ ویصوم! پھر روزہ اس تسلسل سے رکھتے کہ گمان ہوتا افطار نہ فرمائیں گے۔ سابقہ جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل روزے اس وقت سمجھے جاتے جب ایام افطار سے زیادہ رکھتے۔ لا تشاء! کوئی زمانہ نہیں کہ جس کو تو پسند کرے۔ الا رایته! مگر وہ زمانہ جس میں وہ آپ ﷺ کو دیکھے۔ ولا نائمًا الا رایته! قسطلانی ؒ الیس کے معنی میں ہے یا پھر لم کے معنی میں ہے ای لست تشاء یا لم تکن تشاء۔! یا تقدیر عبارت یہ ہے لا زمن تشاء! پہلی صورت میں یہ باب استثناء سے اور تقدیر کی صورت میں اثبات بنے گا اگر تم آپ کو تہجد میں دیکھنا چاہو تو تم تہجد پڑھتے ہوئے پاتے اور اگر تم سوتے ہوئے دیکھنا چاہو تو آپ ﷺ کو سوتا ہوئے پاتے۔ آپ ﷺ کے معاملات میں انتہائی میانہ روی ہوتی جو افراط تفریط سے بالکل پاک ہوتی۔ بعض نے کہا اس میں حصر اضافی ہے۔ ان دونوں حالتوں کے لوٹنے کی وجہ سے تہجد کا نیند پر غلبہ اور کبھی اس کا عکس پیش آتا اور حکم غالب کے لحاظ سے ہے پس حصر درست ہے۔ مطلب یہ ہے آپ ﷺ رات کا بعض حصہ نیند کے لئے متعین نہ فرماتے اور بعض حصہ نماز کے لئے جیسے ورد والے لوگ کرتے ہیں۔ روزے میں بھی یہی معمول مبارک تھا۔ آپ ﷺ مختلف اوقات میں کرتے تاکہ نفس پر گراں ہوں کیونکہ کچھ مدت روزہ رکھنے سے عادت بن کر نفس پر آسان ہو جاتا ہے اور نفس مطمئن ہو جاتا ہے اور جب افطار کرتا ہے تو وہ نفس پر گراں گزرتا ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں آپ ﷺ کے تہجد کا کوئی وقت مقرر نہ تھا جتنا قیام جس وقت میسر ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرما لیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول اس کے خلاف نہیں "کان اذا سمع الصارخ قام"! کیونکہ وہ صلاۃ لیل کے علاوہ وقت کی بات ہے اور یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد پر محمول ہے۔ اسی طرح عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی اس کے خلاف نہیں "کان اذا صلی صلاۃ داوم علیھا"! اور یہ قول "کان عمله دیمة"! کیونکہ اس سے مراد جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم راتبہ نفلوں میں لے آتے، مطلق نفل کی بات نہیں۔

حدیث انس رضی اللہ عنہ میں جس طریق عبادت کی طرف اشارہ کیا گیا وہ عبادت کا سب سے اعلیٰ طریقہ ہے۔ بہترین امور اوسط ہوتے ہیں۔ بعض نے نفس پر بہت سختی کی اور بعض نے بہت نرمی برتی ہے۔ اصل یہی ہے کہ نفس کو اس کا حق دیا جائے اس کے ساتھ ساتھ اس کے رب کی خدمت میں اسے لگایا جائے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١٢٠١٢) والبخاري (١١٤١) والترمذي (٧٦٩) الشمائل (٢٩٢) والنسائي (١٦٢٦) وابن حبان (٢٦١٧) والبيهقي (١٧/٣)

**الفوائد** : نوافل میں اپنی ہمت وطاقت کا لحاظ کرے۔ تاکہ اکتا کر بالکل تارک نہ بنے۔ اللہ تعالیٰ قلیل دائمی عمل کو پسند فرماتے ہیں۔

۱۱۷۲ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : كَانَ يُصَلِّيْ إِحْدٰى عَشْرَةَ

رَكْعَةً – تَعْنِي فِي اللَّيْلِ – يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ ' وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ ' ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ' حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُنَادِيْ لِلصَّلٰوةِ ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۱۷۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں گیارہ رکعت نماز ادا فرماتے اور اس میں اتنا طویل سجدہ ادا فرماتے جتنی دیر میں تم سے کوئی ایک پچاس آیتیں تلاوت کرتا ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے سر اٹھائیں اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں ادا فرماتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں کروٹ لیٹ جاتے' یہاں تک کہ نماز کی اطلاع دینے والا آتا۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ كان يصلى! سے تہجد و وتر مراد ہیں۔ تعنى! عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان گیارہ رکعات سے تہجد کی رکعات مراد لیتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے ساتھ تہجد ادا فرماتے۔ ان رکعات کی طوالت کو بتلانے کے لئے یہ جملہ يسجد نے مستانفہ لایا گیا یا اس کو يصلى کی ضمیر سے حال بنائیں۔ يركع ركعتين' یہ تفنن فی التعبیر کے لئے اس کے بدلے یہ عبارت لائے۔ یہ مجاز مرسل ہے۔ جز و بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔ صلاة الفجر! طلوع فجر کے بعد فجر سے پہلے کی دو سنت ادا فرماتے۔ ثم يضطجع! یہ خشوع اور قبر کے لیٹنے کو یاد دلانے کے لئے تھا۔ المنادى! سے بلال رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ للصلاة! جبکہ نمازی جمع ہو چکتے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم طویل تہجد کے بعد تھکاوٹ کے ازالہ اور تراویح کے لئے لیٹ جاتے۔ اپنے گھروں سے آنے والے صحابہ کرام میں سے کسی کا مسجد میں آ کر لیٹ جانا روایات میں نایاب ہے۔ واللہ اعلم)

**تخریج** : أخرجه أحمد (٩/٢٥٠٦٣) والبخاري (٦٢٦) ومسلم (٧٣٦) وأبو داود (١٣٣٥) والترمذي (٤٤٠) ومالك (٢٦٤) والدارمي (٣٣٧/١) وابن حبان (٢٤٦٧) والبيهقي (٤٤/٣)

**الفرائد** : ① رات کی نماز عموماً آپ وتر سمیت گیارہ رکعت پڑھتے۔ سجدہ رکوع پچاس آیات پڑھنے کی مقدار ہوتا تھا ② رات کے طویل قیام کے بعد سنت فجر سے فارغ ہو کر یہ لیٹنا استراحت کے لئے گھر میں تھا نہ کہ مسجد میں۔

۱۱۷۳: وَعَنْهَا قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ – فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ – عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً: يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ: "يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۷۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کی نماز میں گیارہ رکعت سے اضافہ نہ فرماتے۔ آپ چار رکعتیں پڑھتے اور ان کے حسن و طوالت کا مت پوچھو۔ پھر آپ چار رکعت ادا فرماتے' ان کے بھی حسن و طوالت کا مت پوچھو' پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عائشہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں' لیکن میرا

دل نہیں سوتا۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یزید! طاق رکعتیں جو قیام لیل میں آپ ﷺ ادا فرماتے۔ احدی عشرۃ رکعۃ! یہ زیادہ کی تعداد ہے۔ بعض روایات میں تیرہ کی تعداد مذکور ہے۔ راوی نے اس میں ان دو رکعتوں کو بھی شامل فرمایا جو کسل نوم کے ازالہ کے لئے ادا فرماتے تھے۔ تفصیل اس طرح ہے۔ یصلی اربعًا! چار رکعت ادا فرماتے۔ فلا تسال عن حسنهن! کیونکہ وہ طوالت اور کامل ادا پر مشتمل ہوتی تھیں اور یہ نماز میں داخل کے بعد تا کہ نشاط زیادہ ہو۔ بقول فقہاء پہلی دو رکعتوں میں سورۃ طویل پڑھے۔ بعض روایات سے آخری میں بھی ثابت ہے۔ ثم یصلی اربعًا! یہ الفاظ دوبارہ لائے تا کہ پہلی سے کم کا وہم نہ ہو۔ ثم یصلی ثلاثا! پھر اسی طرح تین (وتر) ادا فرماتے اور یہ بھی حسن وخوبی میں پہلے کی طرح ہوتے۔ اتنام قبل ان توتر! نیند سے پہلے وتر نہ پڑھنے کی حکمت میں نے دریافت کی کیونکہ دوسرے سونے والوں پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور دوسروں کے فرق کو اس طرح بیان فرمایا۔ یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی! نووی کہتے ہیں یہ خصائص نبوت سے ہے۔ اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا۔ بستہ وادی والے واقعہ میں جو نیند کا قصہ ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ طلوع فجر اور طلوع شمس کا تعلق ظاہری آنکھوں سے ہے اور وہ تو سوئی ہوئی تھی دل سے ان کا تعلق نہیں اور حدث کا تعلق قلب سے ہے۔ بعض نے کہا کبھی دل سوتا اور کبھی نہ سوتا اور وادی والا قصہ دل کے سونے میں پیش آیا مگر پہلا قول درست ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٢٦٥) وأحمد (٩/٢٤١٢٨) والبخاري (١١٤٧) ومسلم (٧٣٨) وأبو داود (١٣٤١) والترمذي (٤٣٩) والبيهقي (١٢٢/٢) الدلائل (١/٣٧١/٣٧٢)

**الفوائد**: اس میں آپ ﷺ کے قیام لیل کی فضیلت ذکر کی گئی۔ رمضان، غیر رمضان کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تراویح کے علاوہ اور اس سے پہلے کا طرز عمل ہے۔

١١٧٤ : وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَنَامُ اَوَّلَ اللَّیْلِ وَیَقُوْمُ اٰخِرَہٗ فَیُصَلِّیْ – مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۱۷۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رات کے پہلے حصے میں سوتے اور پچھلے حصے میں اٹھ کر نماز ادا فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ ینام اول اللیل! نفس اور عین کا حق ادا کرنے کے لئے رات کے شروع میں آرام فرماتے۔ مسلسل اعمال سے جسم میں تھکاوٹ پہنچ جاتی ہے۔ ویقوم آخرہ! آخر لیل میں قیام فرماتے اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت گزری کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قیام فرماتے جب "صرخ الصارخ" مرغ اذان دیتا اور وہ آدھی رات کے بعد اٹھتا ہے۔ فیصلی! قیام سے مقصود نماز کی ادائیگی کرنا ہوتا اور افضل قیام کا وقت یہی ہے۔ اس سے عقد کھل جاتے ہیں اگر مجرد قیام کرے گا اور اس سے ذکر متصل ہوگا تو تمام گرہیں نہ کھلیں گی۔ ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "کان ینام اول اللیل ویحیی آخرہ"۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢٦٢١٦) والبخاري (١١٤٦) ومسلم (٧٣٩) وابن ماجه (١٣٦٥) والنسائي

(۱۶۳۹) وابن حبان (۲۵۸۹)

**الفرائد** : ① شروع رات میں مرجاتے تاکہ رات کے پچھلے پہر قیام لیل کے لئے نشاط سے اٹھ سکے وہ وقت اپنے فضائل میں اپنی مثال آپ ہے۔

۱۱۷۵ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سَوْءٍ ' قِيْلَ : مَا هَمَمْتَ؟ قَالَ : هَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدَعَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۷۵: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپؐ نے مسلسل قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ میں نے برے کام کا ارادہ کیا۔ آپ سے پوچھا گیا کس چیز کا ارادہ کیا؟ فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ کو قیام کی حالت میں چھوڑ دوں۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** : صليت مع النبي صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اس سے مطلقاً جواز جماعت نفل ثابت ہو رہا ہے (جو بلا تداعی ہو اور اتفاقاً ہو) فلم يزل قائمًا! آپ ﷺ قیام میں رہے۔ حتی هممت بامر سوءٍ! هم قصد کے معنی میں ہے۔ با سے متعدد ہوا ہے۔ یہ سوء کا لفظ مسرۃ کے بالمقابل ہے۔ ایک نسخہ میں بامر سوء ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ ناخوشی والی بات کیا تھی تو انہوں نے جواب دیا۔ ان اجلس وادعه! مطلب یہ ہے کہ بیٹھ جاؤں اور نماز کو منفرد طور پر مکمل کر لوں۔ وہ مراد نہیں جو قسطلانی نے گمان کیا کہ نماز کو منقطع کر دوں یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جلالت شان کے لائق نہیں۔ پس ترک اقتداء اور جماعت میں مداومت کے ترک کو امر سوء فرمایا۔ حدیث میں امام کا تطویل جماعت کرنے کا جواز ہے وہ مجمع کے پسند کرنے پر محمول ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/۳٦٤٦) والبخاري (۱۱۳۵) ومسلم (۷۷۳) وابن ماجه (۱٤۱۸)

**الفرائد** : ① ائمہ اور بڑوں کے قول وفعل کی مخالفت نہ کرنی چاہئے جب تک کہ شرع کے خلاف نہ ہو ② صلوٰۃ الیل میں طویل قیام افضل ہے۔

۱۱۷٦ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ ' فَقُلْتُ : يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ' ثُمَّ مَضٰى ' فَقُلْتُ : يُصَلِّيْ بِهَا فِيْ رَكْعَةٍ ' فَمَضٰى ' فَقُلْتُ : يَرْكَعُ بِهَا ' ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَآءَ فَقَرَاَهَا ' ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَاَهَا يَقْرَاُ مُتَرَسِّلًا اِذَا مَرَّ بِاٰيَةٍ فِيْهَا تَسْبِيْحٌ سَبَّحَ ' وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ ' وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ' ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ : سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ' فَكَانَ رُكُوْعُهٗ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهٖ ' ثُمَّ قَالَ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ' ثُمَّ قَامَ طَوِيْلًا قَرِيْبًا مِّمَّا رَكَعَ ' ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ : سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى فَكَانَ سُجُوْدُهٗ قَرِيْبًا مِّنْ قِيَامِهٖ — رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۷۶: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پس آپؐ نے سورۃ بقرہ شروع کی۔ میں نے دل میں کہا کہ سو آیت پر رکوع فرمائیں گے مگر آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ میں نے دل میں کہا کہ سورۃ بقرہ کو ایک رکعت میں پڑھیں گے مگر آپؐ نے قراءت جاری رکھی۔ میں نے دل میں کہا اس کے اختتام پر رکوع کریں گے' پھر آپؐ نے (سورۂ) نساء شروع فرمائی پس اس کو پڑھا۔ پھر آل عمران شروع کی اور اس کو پڑھا۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے۔ جب کسی تسبیح کی آیت سے گزرتے تو تسبیح فرماتے اور جب سوال والی آیت کو پڑھتے تو سوال کرتے اور جب تعوذ والی آیت پر گزر ہوتا تو تعوذ کرتے۔ پھر رکوع کیا اور اس میں یوں پڑھنے لگے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ آپؐ کا رکوع قیام کے برابر تھا۔ پھر سَمِعَ اللّٰهُ ..... کہا پھر ایک طویل قومہ فرمایا جو رکوع کے قریب تھا۔ پھر سجدہ کیا اور یہ پڑھا : سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى اور آپ کا سجدہ بھی قیام کے قریب قریب تھا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم! تہجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے۔ **فافتتح البقرة** !یعنی فاتحہ کے بعد بقرہ کو شروع فرمایا۔ فاتحہ کے تذکرہ کی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ وہ تو قرأت سورت سے پہلے بہرصورت پڑھی جاتی ہے۔ **عند المائة**! یہ مایہ کی الف کو خط میں دفع التباس بمنہ لکھا جاتا ہے۔ **في ركعة**! سورت کے مکمل ہونے پر رکوع فرمائیں گے۔ **ثم افتتح آل عمران فقرانها**! یہ مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترتیب تھی یا پہلے ترتیب اسی طرح ہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آل عمران کی تقدیم کا حکم فرمایا۔ نووی کہتے ہیں اس سے ان لوگوں کی دلیل نکلتی ہے جو ترتیب کو اجتہادی مانتے ہیں اور توقیفی نہیں مانتے یہی مالک اور جمہور بقلانی کا قول ہے اور اس کو احتمال کے باوجود زیادہ درست قول کہا گیا۔ نووی کہتے ہیں جنہوں نے توقیفی قرار دیا انہوں نے اس کو مصحف عثمانی کی ترتیب میں درست قرار دیا۔ توقیف اور آخری دور والی بات پہنچنے سے پہلے مصاحف ترتیب میں مختلف تھے۔ پس مصاحف سورۂ نساء' پھر آل عمران کی قرأت پر مشتمل تھے۔ توقیف سے پہلے یہی ترتیب تھی اور یہ دونوں سورتیں مصحف ابی میں بھی اسی طرح تھیں۔ نووی کہتے ہیں اس میں اختلاف نہیں کہ نمازی کے لئے یہ درست ہے کہ وہ دوسری رکعت میں اس سے پہلے والی سورت پڑھے یہ ایک رکعت میں مکروہ ہے اور نماز سے باہر اس طرح کرنا مکروہ ہے دیگر علماء نے اس کو مباح قرار دیا اور بالت پڑھنا اس کو قرار دیا کہ آیات کو آخر سے شروع کی طرف پڑھا جائے اور یہ بات اجماعی ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے۔ یہ قاضی عیاض سے نقل کیا گیا ہے۔

**يقرا مترسلاً**! یہ جملہ مستانفہ یا حالیہ ہے جو کیفیت قرأت کو ذکر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ ترسل حروف کو ترتیل اور صحیح ادائیگی سے پڑھنا۔ **اذا مربآية تسبيح**! جس طرح ﴿سبحوه بكرة واصيلاً﴾ !آیت میں ﴿واسالوا الله من فضله﴾ **يتعوذ**! پناہ مانگنے والی آیت جیسے ﴿واني اعيذها بك وذريتها من الشيطان الرجيم﴾! طلب والی آیت کی مثال ﴿فاما ينزغنك من الشيطان نزغ فاستعذ بالله﴾! تفنن تعبیر کے لئے تعوذ کا لفظ استعمال کیا۔ **ثم ركع**! قرأت کو مکمل فرما کر رکوع میں گئے۔ **فكان ركوعه نحواً من قيامه**! تسبیح رکوع کو بار بار دہراتے رہے اور قیام کے برابر رکوع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رکوع میں طوالت کرنی چاہئے۔ **ثم قال سمع الله**! رکوع سے سر مبارک اٹھا کر سمع اللہ کہا پھر قومہ کو رکوع کی طرح

طویل فرمایا۔نووی کہتے ہیں قومہ کے طویل کرنے کا جواز ثابت ہوتا جبکہ شوافع ابطال صلاۃ کا قول کرتے ہیں۔ثم سجد! پھر سجدہ سبحان ربی العظیم پڑھتے رہے۔جب ﴿سبح اسم ربك العظیم﴾ اتری تو آپ ﷺ نے اس کو رکوع میں پڑھنے کا حکم دیا اور جب ﴿فسبح باسم ربك الاعلی﴾ اتری تو اس کو سجدہ میں پڑھنے کا فرمایا سجدے میں بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔سجدہ کی تسبیح کو الاعلیٰ سے خاص کیا گیا مطلب یہ ہے کہ وہ جہات' مسافات سے بلند و بالا ہے تا کہ اقربیت کا اشیاء دنیا والا وہم نہ پیدا ہو۔اعلیٰ کا لفظ العظیم سے زیادہ بلیغ ہے اور سجدہ تواضع میں سب سے زیادہ بلیغ ہے تو ابلغ کو ابلغ کے مناسب فرمایا گیا۔

باب المجاہدہ میں روایت گزری۔

**تخریج** : باب فی المجاهدة میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

١١٧٧ :وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "طُوْلُ الْقُنُوْتِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اَلْمُرَادُ بِالْقُنُوْتِ :الْقِیَامُ۔

١١٧٧: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ''کون سی نماز افضل ہے؟'' فرمایا: طویل قیام والی۔(مسلم)

قنوت سے مراد قیام ہے۔

**تشریح** ۞ سئل ! یہ ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔الصلاۃ! نماز کے اعمال میں سے کون سا عمل زیادہ محبوب ہے۔طول القنوت! یہاں قنوت سے قیام مراد ہے۔

نووی کا قول: اس میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو طویل قیام کو کثرت رکوع اور طویل سجدوں پر فضیلت دیتے ہیں۔شوافع کے ہاں اسی طرح ہے کیونکہ قراءت' تسبیح اور قرآن افضل ہے اور اس لئے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قیام فرمایا۔ جو بعض نے کہا طویل قیام رات کو افضل اور دن میں رکوع' السجود دن کو افضل ہیں۔بعض نے کہا طوالت سجدہ مراد ہے اور تکثیر رکوع افضل ہے۔بعض نے دونوں کو برابر قرار دیا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٥/١٤٣٧٥) ومسلم (٧٥٦) والترمذی (٣٨٧) وابن ماجه (١٤١٢) والطیالسی (١٧٧٧) والحمیدی (١٢٧٦) وابن حبان (١٧٥٨) والبیهقی (٣/٨) وأبو داود (١٣٢٥)

**الفرائد** : اللہ تعالیٰ کو طول قیام و قراءت بہت پسند ہے۔

١١٧٨ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :

"اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ ' وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ : كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۷۸: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب نماز (نفلی نمازوں میں) داؤد علیہ السلام کی ہے اور روزوں میں سب سے محبوب روزے (بھی) حضرت داؤد علیہ السلام کے ہی ہیں۔ وہ نصف رات سوتے اور ثلث قیام کرتے اور چھٹا حصہ سوتے۔ (اور روزوں میں ان کا معمول یہ تھا کہ) ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : **احب الصلاة**! یہ اس وقت فرمایا جب ان کو صوم کی مداومت اور قیام کے متعلق فرمایا کہ وہ روزے رکھے اور افطار کرے اور سوئے بھی اور اس کے ساتھ ساتھ تہجد پڑھے۔ احب سے ثواب میں بڑھ کر اور اللہ تعالیٰ کو پسند۔ **احب الصيام**: مطلق نفلی روزے مراد ہیں۔ **كان ينام نصف الليل**! یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ جسم اور آنکھ کو ان کا حق دینے کے لئے ثلث لیل میں تہجد ادا فرماتے۔ **ينام سدسه**! جسم کو اس کی راحت مل جائے۔ اس سے نیک عمل کو چھپانے اور دوسروں سے مخفی رکھنے کا ثبوت ملتا ہے تاکہ اخلاص کے قریب تر ہو کیونکہ جو اس طرح قیام کرے گا اور سوئے گا گویا لوگوں کی نگاہ میں اس نے قیام نہیں کیا کیونکہ بیداری کی تھکاوٹ ساتھ ساتھ اترتی رہی اور تہجد بھی مخفی رہی۔ بخلاف اس کے جو فجر تک بیدار رہے۔ اس پر تو اثر ظاہر ہوگا اور اس کا رات والا عمل سامنے آ جائے گا۔ **يصوم يومًا ويفطر يومًا**! اس میں اختلاف ہے کہ یہ صوم دہر سے افضل ہے اور ہر ایک کے لئے ہے یا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ خاص ہے۔ جمہور اس کو ہر ایک کے لئے مانتے ہیں کیونکہ اس میں نفس کے حق کی ادائیگی اور نفس پر مشقت دونوں آ گئیں۔ افطار کے دن جسم کو وہ قوت مل جائے گی جو روزے سے پیدا ہوئی۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٢/٦٥٠١) والبخاري (١١٣١) ومسلم (١٨٩/١١٥٩) وأبو داود (٢٤٤٨) والنسائي (١٦٢٩) وابن ماجه (١٧١٢) وابن حبان (٣٥٢) وعبد الرزاق (٧٨٦٤) والدارمي (٢/٢٠) والبيهقي (٤/٢٩٥/٢٩٦)

**الفرائد** : ① رات میں ثلث لیل کا قیام اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے داؤد علیہ السلام کا عمل تھا ② ایک دن روزہ دوسرے دن افطار یہ نفلی روزوں میں افضل ترین روزے ہیں یہ بھی داؤد علیہ السلام کا عمل تھا۔

۱۱۷۹ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"اِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى خَيْرًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۷۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا کہ رات میں ایک ایسی گھڑی ہے۔ جو مسلمان اس گھڑی کو پالیتا ہے اور اس میں دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو

عنایت فرمادیتے ہیں اور یہ ہر رات میں ہے۔ (مسلم)

**تشریح** ⊙ ان فی اللیل !ان کی تاکیدات سے لانے کی وجہ وہ استبعاد ہے کہ رات تو سکون کی گھڑی ہے تو محل فیض الٰہی کیسے بنی تو فرمایا رات دن کے اوقات میں جس وقت کو اللہ تعالیٰ اپنی تجلیات کا مرکز بنا دے۔ رجل مسلم کی قید غالب کے اعتبار سے ہے ورنہ مسلمان عورتیں بھی اس میں شامل ہیں۔

یسال اللہ خیراً: (۱) اگر یہ مفعول مطلق ہو تو سوال خیر اصل ہوگا اور اضافت کی وجہ یہ ہے کہ اسی کا اثر اور اسی سے حاصل ہونے والا ہے۔ (۲) مفعول بہ ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کے کمال کرم کی طرف اشارہ ہے کہ سائل کے شر کو قبول کرنے کا وعدہ نہیں۔ اس صورت میں اس سے دنیا و آخرت کی بھلائی جیسے دونوں جہاں کی عافیت اور دنیا میں حصول توفیق اور آخرت میں جنت کا حصول مراد ہوگا۔ الا اعطاہ ایاہ! اس میں آمادہ کیا کہ رات کو دعا مانگے۔ اس گھڑی کو مبہم رکھا تا کہ اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ ہو کر غفلت سے ہٹ کر مانگے توجہ قلبی آنکھ و جوارح کی نیند کے منافی نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ مطلق گھڑی دوسری روایت کے مطابق ثلث لیل گزرنے کے بعد ہو اور ایک روایت کے مطابق وہ نصف اخیر لیل میں ہے اور ایک اور روایت میں وہ رات کے وہ ثلث اخیر میں ہے۔ ان روایات میں منافات نہیں وہ اس طرح کہ وہ گھڑی کبھی نصف اخیر میں ہو اور کبھی نصف اخیر قبل الثلث میں ہو اور کبھی ثلث اخیر میں ہو یعنی بدلتی رہتی ہو۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے خبر دی کہ وہ ثلث اخیر میں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ وہ نصف لیل میں ہے۔ پھر خبر دی گئی کہ وہ ثلث اول میں ہے تو گویا اس مبارک متبرک گھڑی کے زمانہ کو وسیع کیا گیا جیسا کہ فضل اللہ علی هذه الامه! بخلاف جمعہ والے دن والی گھڑی کے وہ مقرر ہے۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ساعت جمعہ کی تنگی کی طرف اشارہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست اقدس سے اس کی قلت کو ظاہر فرما رہے تھے۔ رات کی گھڑی میں یہ بات کسی روایت میں مذکور نہیں۔ ذلك! سائل جو مانگے وہ مل جاتا ہے۔

کل لیلة! نصب کی صورت میں ظرف ہے اور خبر اس کا متعلق ہے۔ ای کائن فیها۔

**ایک اشارہ**: رات دن سے افضل ہے کیونکہ تجلیات الٰہیہ ہر رات ہوتی ہیں کسی ایک رات کے ساتھ خاص نہیں۔ بخلاف دن کے کہ اس کی تجلیات جمعہ کے دن سے خاص ہیں۔ نووی کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہر رات اجابت کی گھڑی ہے۔ رات کی تمام گھڑیوں میں دعا کرنی چاہیے تا کہ وہ گھڑی میسر آ جائے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٥/١٤٣٦١) ومسلم (٧٥٧) وأبو عوانة (٢/٢٨٩) وابن حبان (٢٥٦١) وأبو يعلى (١٩١١)

**الفوائد**: ① دعا و طلب میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خوب عاجزی کرنی چاہیے۔ ② ہر رات کو قبولیت کی ایک گھڑی ضرور ہے۔

١١٨٠ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ :"اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحِ الصَّلٰوةَ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۸۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں کوئی رات کے کسی حصہ میں بیدار ہو تو اس کو نماز کا افتتاح دو خفیف (مختصر) رکعتوں سے کرنا چاہئے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اذا قام! رات کے قیام یا رات میں قیام کے لئے۔ فلیفتتح الصلاۃ! تا کہ نیند کا اثر جاتا رہے اور اعصاب وقویٰ میں نشاط پیدا ہو جائے اور کمال توجہ پیدا ہو جائے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/٧٧٥٢) ومسلم (٧٦٨) وأبو داود (١٣٢٣) والترمذی (٢٦٥) وابن حبان (٢٦٠٦) وأبو عوانة (٢/٣٠٤) وابن أبی شيبة (٢/٢٧٣) والبيهقی (٣/٦)

**الفرائد** : قیام لیل کو دو ہلکی پھلکی رکعات سے شروع کرے تا کہ نفس پر گراں نہ ہو۔

۱۱۸۱ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلٰوتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۸۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوتے تو اپنی نماز کو دو ہلکی پھلکی رکعتوں سے شروع فرماتے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اذا قام! تہجد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے۔ افتتح صلاتہ! نیند کے اثر کو زائل کرنے اور کمال نشاط کے ساتھ نماز میں داخل ہونے اور طبیعت پر فتور کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے تاکہ عوارض و امراض کی وجہ سے کمی نہ رہ جائے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٩/٢٤٠٧٢) ومسلم (٧٦٧)

**الفرائد** : رات کی نماز دو خفیف رکعات سے شروع کی جائے۔

۱۱۸۲ : وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنْ وَجَعٍ اَوْ غَيْرِهِ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۸۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نماز کسی درد یا عذر کی وجہ سے رہ جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت بارہ رکعت ادا فرماتے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ الصلاۃ من اللیل! اس سے نماز تہجد مراد ہے۔ من تعلیلیہ ہے۔ وجع او غیرہ! اس سے زیادہ اہم کام میں مشغولیت یا کسی تکلیف کی وجہ سے۔ صلی من النھار! من فی کے معنی میں ہے۔ دن میں ادا فرماتے۔ ثنتی عشرۃ رکعۃ! (۱) ممکن ہے کہ بطور قضاء پڑھتے ہوں۔ اس سے نوافل قضاء کا استحباب ثابت ہوا۔ (۲) رات کو جو نوافل فوت ہوتے ان کا ثواب حاصل کرنے کے لئے۔ ابن حجر کا یہی قول ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٧٤٦/١٤٠) وأبو داود (١٣٤٢) والترمذی (٤٤٥) والنسائی (١٧٨٨) وابن حبان

(۲۴۲۹) ابن خزیمة (۱۱۶۹) وعبد الرزاق (۴۷۱۴) وأبو عوانة (۳۲۱/۲)

**الفرائد** : رات کی نماز اگر کسی عذر کی وجہ سے رہ جاتی تو اتنی رکعات دن میں آپ پوری کر لیتے تا کہ عمل میں دوام کا استحباب امت کو بتلا دیا جائے۔

۱۱۸۳ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَقَرَاَهٗ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَاَهٗ مِنَ اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۸۳: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے وظیفے یا اس میں سے کسی چیز سے رہ جائے۔ پھر وہ نمازِ فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لے تو اس کے متعلق لکھ دیا جاتا ہے کہ گویا اس نے وہ رات کو ہی پڑھا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ حزبه! قرأت یا نماز کا جو حصہ آدمی ورد کی طرح لازم کرے۔ اصل معنی پانی کے گھاٹ پر وارد ہونے کی باری۔ شيء! سے یہاں معمولی چیز مراد ہے۔ فيما! دوران یہ ما موصولہ بھی ہو سکتا ہے اور محذوف کی صفت بن جائے گا۔ ای في الوقت الذي بين الوقت المذكور۔ كانما قرأة من الليل! نفل مؤقت کا تدارک کرنا مستحب ہے اور جو عذر سے چھوٹ جائے گا وہ فضل سے لکھا جائے گا۔ کاف تشبیہ سے لا کر اشارہ کر دیا کہ قضاء کا ثواب ادا سے کم ہے خواہ عذر کی وجہ سے ہو۔ باب المحافظ علی الاعمال میں روایت گزری۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۷۴۷) وابن حبان (۲۶۴۳) والترمذی (۵۸۱) والنسائی (۱۷۸۹) وابن ماجه (۱۳۴۳) وابن حبان (۲۶۴۳) وأبو عوانة (۲۷۱/۲) والدارمی (۳۴۶/۱) والبیهقی (۴۸۴/۲)

**الفرائد** : کوئی دوامی عمل اگر رات کو رہ جائے تو دن کو پورا کر لیا جائے اور اگر دن کا عمل رہ جائے تو رات کو پورا کر لیا جائے کیا معلوم وہ دنیا کے آخری لمحات ہوں۔

۱۱۸۴ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَاَيْقَظَ امْرَاَتَهٗ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَآءَ ' رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَاَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَاِنْ اَبٰى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَآءَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۱۸۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرتا ہے جو رات کو اٹھا پھر نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو بھی جگایا اگر اُس نے انکار کیا تو اس نے اُس کے چہرے پر پانی چھڑک دیا۔ اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس عورت پر جو رات کو بیدار ہوئی اور اس نے اپنے خاوند کو بھی جگایا۔ اگر اس نے انکار کیا تو

اس نے اُس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔‘‘ (ابوداوٗد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ رحم اللّٰہ! یہ بظاہر اجملہ خبریہ مگر انشائیہ دعائیہ ہے۔ خبریہ کی طرف اس لئے موڑا گیا تا کہ حاصل شدہ کی طرح ہو اس میں کسی اچھے کام کرنے پر دعا کے لئے آمادہ کیا گیا۔ **ایقظ امراتہ للصلاۃ**! اس میں بر و تقویٰ میں تعاون اور امر الٰہی کی اتباع میں خواہشات نفسانی پر ایثار معلوم ہو رہا ہے۔ **فان ابت**! (۱) اگر اس نے قیام سے ممانعت کی تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک دیا تا کہ غلبہ نیند جاتا رہے۔ **من اللیل**! سے یہاں بھی قیام تہجد مراد ہے۔ **فان ابی**! اگر اس نے اٹھنے سے انکار کیا تو اس نے چہرے پر جگانے کے لئے پانی چھڑک دیا۔ طبرانی نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کی روایت کی ہے۔ اس میں "**فیذکر ان اللّٰہ عزوجل ساعۃ من اللیل الا غفر لھما**"! کے الفاظ زائد ہیں۔ اس حدیث سے مطلق ذکر خواہ نماز میں ہو یا باہر ہو اس کا تذکرہ ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/٧٤١٤) وأبو داود (١٣٠٨) والنسائي (١٦٠٩) وابن ماجه (١٣٣٦) وابن حبان (٢٥٦٧) ابن خزيمه (١١٤٨) والحاكم (١/١١٦٤) والبيهقي (٢/١٠٥٠)

**الفوائد** : طاعات میں اپنے بیوی بچوں کو بھی تلطف سے شریک کرنا چاہیے تا کہ وہ محروم نہ رہیں۔

۱۱۸۵ : وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "اِذَا اَیْقَظَ الرَّجُلُ اَھْلَہٗ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّیَا – اَوْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ جَمِیْعًا کُتِبَ فِی الذَّاکِرِیْنَ وَالذَّاکِرَاتِ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

۱۱۸۵: حضرت ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب آدمی اپنے گھر والوں کو بیدار کرے اور پھر وہ دونوں نمازیں پڑھیں یا اکٹھی دو رکعتیں وہ پڑھیں تو ان کو ذَاکِرِیْنَ اور ذَاکِرَاتِ میں لکھ دیا جاتا ہے۔‘‘ (ابوداوٗد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ **اذا ایقظ الرجل اھلہ**! یہاں بیوی بچے سب مراد ہیں۔ اس میں اس بات کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا کہ آدمی کو اپنے گھر والوں کو نفلی کام اسی طرح حکم دینا چاہیے جیسے فرائض کا دیتا ہے۔ **فصلیا**! دونوں نے اکٹھی نماز پڑھی۔ نسائی میں **جمیعًا** کا لفظ بھی مذکور ہے۔ بیوی اپنے خاوند کی اقتداء نوافل میں کر سکتی ہے۔ جماعت میں استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ **جمیعًا** کا لفظ منفرد اور جمع دونوں پر بولا جاتا ہے۔ **او صلی**! او شک راوی کے لئے ہے۔ ہر ایک نے دو رکعت نماز ادا کر لی تو وہ ذاکرین و ذاکرات میں لکھے جاتے ہیں۔ **او صلی** میں فعل کو مفرد لا کر اس طرف اشارہ کیا مرد نے اس کو جگایا عورت نے نماز پڑھی یا نہیں پڑھی ثواب میں شریک بن جائے گی۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (١٣٠٩) وابن ماجه (١٣٣٥) وابن حبان (٢٥٦٨) وأبو يعلى (١١١٢) والحاكم (١/١١٨٩) والنسائي (١/١٣١٠) والبيهقي (٢/٥٠١)

**الفوائد** : ① اگر میاں بیوی ایک دوسرے کو قیام لیل کے لئے جگائیں تو وہ ذاکرین میں شمار ہوتے ہیں ② جو پہل

کرے گا وہ اجر میں سبقت لے جائے گا۔

۱۱۸۶ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ''اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبَّ نَفْسَهُ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۸۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو بھی نماز میں اونگھ آ جائے اسے چاہئے کہ وہ سو جائے یہاں تک کہ اس کی نیند دور ہو جائے اور جب تم میں سے ایک اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھے گا تو شاید وہ استغفار کر رہا ہو مگر اس کی بجائے اپنے آپ کو گالی دینے لگے۔'' (بخاری و مسلم)

**تشریح** : اذا نعس احدکم!النعاس۔ نیند کے بغیر فقط اونگھ۔ نعس (ن) فقہاء فرماتے ہیں کہ اونگھ کی علامت یہ ہے حاضرین کی کلام تو سنے مگر اس کو نہ سمجھے۔ فی الصلاۃ! رات کو جب نماز کے لئے کھڑا ہو۔ فلیرقد حتی یذھب! اس سے بہتر ہے۔ سو جائے یہاں تک نیند دور ہو کر نشاط پیدا ہو جائے اور وہ سستی سے چھوٹ جائے۔ فان احدکم اذا صلٰی! یہ فلیرقد کی علت ہے۔ وھو ناعس! یہ صلی کے فاعل سے حال ہے۔ لعلہ یذھب! یہ جملہ ان کی خبر کی جگہ ہے۔ یستغفر کا معنی قاضی نے دعا کرنا کیا ہے۔ فیسب نفسه! اونگھ کے غلبہ اور زبان کے لڑکھڑانے کی وجہ سے شاید وہ اپنے لئے بددعا کر دے۔

**تخریج**: أخرجه مالك (۲۵۹) وأحمد (۱۰/۲۵۷۱۹) والبخاری (۲۱۲) ومسلم (۷۸٦) والدارمی (۱/۳۲۱) وأبو عوانة (۲/۲۹۷) والحمیدی (۱۸۵) وعبدالرزاق (۴۲۲۲) والدارمی (۱/۳۲۱) والبیهقی (۳/۱٦)

**الفوائد** : نماز کی طرف فراغت قلبی اور نشاط سے متوجہ ہونا چاہئے بعض نے فرض و نفل میں اس کو عام کہا مگر امام مالک اس کو صلوۃ لیل کے ساتھ خاص کہتے ہیں کہ عام نیند کے غلبہ کا وہی وقت ہے۔

۱۱۸۷ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى لِسَانِهٖ فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ فَلْيَضْطَجِعْ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۸۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی ایک رات کو بیدار ہو جائے۔ پھر اس کی زبان پر مشکل ہو گیا اور اس نے نہ جانا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اس کو چاہئے کہ وہ لیٹ جائے۔ (مسلم)

**تشریح** : اذا قام! اس سے نماز تہجد مراد ہے۔ فاستعجم القرآن! اونگھ کی وجہ سے قرآن مجید اس کی زبان پر ملتبس ہو جائے اور اسے معلوم نہ ہو کہ وہ ذکر و قرآن میں سے کیا کہہ رہا ہے۔ فلیضطجع! تو وہ لیٹ جائے قرآن غلبہ اونگھ اسے تدبر قرآن اور توجہ سے روک دے گا۔ اس سے مطلع کیا کہ قیام کی فضیلت اس وقت ہے جب یہ حالت نہ ہو۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۲۳۸) ومسلم (۷۸۷) وأبو داود (۱۳۱۱) وابن ماجه (۱۳۷۲) وابن حبان (۲۵۹۰) وعبدالرزاق (٤۲۲۱) وأبو عوانة (۲/۲۹۷) والبیهقی (۳/۱٦)

**الفرائد** : ایسا شخص جو رات کو اٹھے مگر اس پر اونگھ کا غلبہ ہو اسے سو جانا چاہئے تا آنکہ نیند کے اثرات ختم ہو جائیں۔

## ۲۱۳ : بَابُ اسْتِحْبَابِ قِيَامِ رَمَضَانَ وَهُوَ التَّرَاوِيْحُ

## بَاب : قیام رمضان کا استحباب اور وہ تراویح ہے

قیام رمضان! یہ وہی قیام ہے جس پر حدیث صحیح میں مغفرت کا وعدہ ہے۔ التراویح! یہ اہل مدینہ کے علاوہ دوسروں کے لئے بیس رکعات دس سلام سے ہیں۔ جیسا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس پر اتفاق ہو گیا۔ خواہ تراویح کی نیت کرے یا قیام رمضان کی آخر میں تین وتر ادا کرتے تھے۔ بیس کا راز یہ ہے رواتب غیر رمضان میں دس ہیں اس کو دوگنا کر دیا گیا کیونکہ رمضان عبادت میں محنت و کوشش کا مہینہ ہے۔ اہل مدینہ کے لئے شرف مدینہ ۳٦ رکعات ہیں اور یہ سولہ کا اضافہ اہل مکہ کے طواف کے بدلہ میں ہے۔ ہر دو ترویحتین کے درمیان چار مرتبہ سات چکر یہ قرن اول کے اواخر میں ہوا پھر مشہور ہوا اور اس پر کسی نے نکیر نہیں کی یہ بمنزلہ اجماع سکوتی بن گیا۔ اسی وجہ سے امام شافعیؒ نے فرمایا بیس مجھے محبوب ہیں۔ حلیمی کہتے ہیں بیس میں ۳٦ والی قرأت والی کی جائے گی کیونکہ طول قیام کثر رکعات سے افضل ہے۔ اس کا وقت وتر اور نماز عشاء کے درمیان ہے خواہ جمع تقدیم ہو۔ صبح صادق تک وقت رہتا ہے۔ تراویح کا نام اس لئے پڑا۔ طویل قیام کی وجہ سے دو سلام کے بعد وہ استراحت کرتے تھے۔

۱۱۸۸ : عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۸۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے رمضان کا قیام ایمان اور ثواب کی نیت سے کیا اس کے اگلے (پچھلے) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

من قام رمضان! عبادت سے جس نے رمضان کی راتوں کو قیام کیا یا تراویح پڑھی۔ ایمانا! اس کے ثواب کو سچا جانتے ہوئے۔ واحتسابا! اخلاص کے ساتھ۔

**النحو** : یہ حال یا مفعول لہ ہے۔

غفر له! حقوق اللہ میں سے صغائر مراد ہیں۔

**تخریج** : أخرجه مالك (۲۵۱) وأحمد (۳/۸۵۸٤) والبخاری (۲۰۰۹) وأطرافه (۳۵) ومسلم (۷۵۹) وأبو داود (۱۳۷۱) والترمذی (۸۰۸) والنسائی (۱٦۰۱) وابن ماجه (۱۳۲٦) وابن حبان (۲۵٤٦) ابن خزیمة (۲۲۰۳) والدارمی (۲/۲٦) والبیهقی (۲/٤۹۲)

**الفوائد** : ① اعمال میں ریاء سے بچا اور خلوصِ نیت سے کام لینا چاہیے ② رمضان کی عظمت کی وجہ سے قیام رمضان بڑی شان رکھتا ہے۔

۱۱۸۹ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُوْلُ : "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۸۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے قیام کی رغبت دلاتے تھے بغیر اس کے کہ ان کو لازم طور پر حکم دیں۔ چنانچہ فرماتے جس نے رمضان میں قیام کیا' پختہ یقین اور اخلاص کے ساتھ اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ یرغب ! ترغیب دلاتے یعنی ثواب کا تذکرہ فرماتے۔ فی قیام رمضان ! کہ اس کی راتوں کو جاگیں اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت امت پر بہت تھی۔ اس لئے آپ فضیلت کے مواقع کی نشان دہی فرماتے رہتے۔ فیقول ! اس کا عطف یرغب ! پر ہو تو مرفوع ہوگا۔ من قام ! قیام رمضان دوسرے نوافل' عیدین' کسوفین' رواتب ان سے افضل ہے کیونکہ رواتب پر تو آپ ﷺ کا تسلسل ثابت ہے اور اس کو تین دن ادا فرمایا پھر خوف فرضیت سے ترک فرمایا۔ حدیث اسراء میں فرضیت کی نفی کا مطلب وہ فرض جو حکرر ہو۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۷۵۹/۱۷٤)

**الفوائد** : قیام رمضان نیکی کے افضل ترین اعمال سے ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر ترغیب و تحریص دلائی ہے۔

## ۲۱۴ : بَابُ فَضْلِ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَبَيَانِ اَرْجٰى لَيَالِيْهَا!

## بَابٌ : لیلۃ القدر کی فضیلت اور اُس کا سب سے زیادہ اُمید والی رات ہونا

لیلۃ القدر ! یہ وہ رات ہے جس میں ہر حکمت والے معاملے کا فیصلہ ہوتا ہے اور اندازہ کیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا اس کا معنی شرف ہے۔ پھر اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا ہے۔ بعض نے کہا جو آدمی شرف نہ رکھتا ہو اگر اس کو میسر آ جائے تو وہ قدر و شرف والا بن جاتا ہے اور بھی اقوال ہیں (سطوع البدر فی فضل لیلۃ القدر) میں ملاحظہ کریں۔ ارجی لیالیھا ! اس کی کون سی راتوں میں زیادہ امید ہے۔ اس میں چالیس اقوال ہیں۔ ابن حجرؒ نے لکھا کہ یہ رات باقی ہے اور ہر رمضان میں ہے آخری عشرہ میں ہے۔ البتہ کبھی ۲۱ اور کبھی دوسری راتوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ نووی کہتے ہیں تعارض کے ختم کا یہ آسان راستہ ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر: ۱] اِلٰی اٰخِرِ السُّوْرَةِ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں اتارا'' (القدر)

انزلناہ! قرآن مجید مراد ہے۔ فی لیلة القدر! یہ نزول مکمل طور پر اس رات میں لوح محفوظ سے بیت العزۃ کی طرف ہوا۔ یہ مقام آسمان دنیا میں ہے۔ اس کے بعد مواقع کے مطابق اترتا رہا۔ وما ادراك! اس رات کی عظمت شان کو بتلانے کے لئے یہ انداز اختیار فرمایا۔ من الف شهر! یعنی وہ ہزار مہینے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو یعنی اس رات کا عمل ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے بڑھ کر ہے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو۔ یہ آیت اس وقت اتری جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جس نے ایک ہزار ماہ تک جہاد کیا۔ صحابہ کرام کو اس پر تعجب ہوا اور اپنے اعمال ان کو چھوٹے معلوم ہوئے تو ان کو یہ رات دے دی گئی۔ جس کی عبادت ایک ہزار ماہ سے بڑھ کر تھی۔ یہ اس امت کی خصوصیات سے ہے۔ الروح! جبرئیل امین مراد ہیں یا کوئی مخصوص فرشتہ ہے۔ باذن ربهم! برکت و رحمت کے ساتھ اترتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس رات میں کنکریوں کی تعداد سے زیادہ فرشتے زمین پر ہوتے ہیں۔ کعب احبار کہتے ہیں زمین کا کوئی بقعہ ایسا نہیں ہوتا جہاں مؤمن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرنے والا فرشتہ نہ ہو۔ سوائے کفار کے عبادت خانوں اور بت پرستوں کی پوجا کے مقامات یا نجاست وہ گندگی کے ٹھکانے یا نشہ اور گھنٹی کی جگہ کے۔ جبرئیل امین سب سے مصافحہ کرتے ہیں پس جس کے رونگٹے دعا کے وقت کھڑے ہو جائیں اور دل نرم پڑ جائے اور آنکھیں آنسو بہائیں وہ اس مصافحے کا اثر ہے۔

من كل امر سلام! من اجلیہ ہے اس سال میں ہر تقدیر والے حکم کے ساتھ۔ وہ رات نری سلامتی ہے اس میں شر و بلا کا نشان نہیں یا شیطان اس میں برائی نہیں کر سکتا یا رات نری سلامتی بن جاتی ہے کیونکہ فرشتے کثرت سے سلام کرتے ہیں۔

مجاہد کہتے ہیں وہ ہر خط سے اہل مساجد کو محفوظ رات ہے۔ حتی مطلع الفجر! سلامتی کے عموم کو ذکر کیا کہ اس کی یہ غایت ہے یا ہر لیلۃ القدر کی رات سلامتی طلوع صبح صادق تک رہتی ہے۔ المطلع! یہ مصدر ہے یا اسم ظرف ہے مگر خلاف قاعدہ ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ [الدخان: ۳] الْاٰیَاتِ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک ہم نے اس کو مبارک رات میں اتارا'' (الدخان)

انزلناہ! اس سے قرآن مجید مراد ہے۔ لیلة مبارکة! یہ لیلۃ القدر ہے۔ انا كنا منذرین! کتاب اتار کر ڈرانے والے ہیں۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ جو کہ فائدہ انزال بیان کرنے کیلئے لایا گیا۔ فیها! یعنی اس رات میں۔ یفرق! فیصلے کئے جاتے ہیں اور لکھے جاتے ہیں۔ كل امر حكيم! حکیم یہ محکم کے معنی میں ہے یعنی جس میں تبدیلی نہ ہو مثلاً رزق، اجل، تمام سال کے معاملات۔

امرًا من عندنا! یہ اعنی کی وجہ سے منصوب ہے ای اعنی به امرا حاصلاً من عندنا! (۲) یہ کل سے حال ہے (۳) حکیم کی ضمیر سے حال ہے۔

انا كنا مرسلین! ہم لوگوں کی طرف رسول بھیجنے والے ہیں جو ان کو ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہ انا كنا منذرین! سے بدل ہے۔ یعنی ہم نے اس کو اتارا ہے کیونکہ رسول بھیجنا یہ ہماری عادت ہے۔ رحمة من ربك! یہ مفعول لہ ہے۔ (۲) ان

کنایہ یفرق کی علت ہے اور رحمت اس کا مفعول بہ ہے یعنی اس میں ہم امور کا فیصلہ کرتے ہیں کیونکہ ہماری شان یہ ہے کہ ہم رحمت بھیجیں اور امور کا فیصلہ بھی من جملہ رحمت کے ہے۔ انہ هو السمیع العلیم! وہ تمام اقوال و افعال کو سننے جاننے والا ہے اور رب وہی ہوسکتا ہے جس میں یہ صفات ہوں۔

۱۱۹۰ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۱۹۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے یقین اور اخلاص کے ساتھ لیلۃ القدر میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ قام! عبادت سے رات کا زندہ کرنا۔ لیلۃ القدر! نماز عشاء جماعت کے ساتھ حاصل ہو جائے تو یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی جبکہ نماز صبح کا بھی پختہ عزم ہو۔ ایماناً و احتساباً! یقین کرنے والا اور ثواب کی امید رکھنے والا ہو۔ غفر له! نووی کہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ قیام رمضان اور لیلۃ القدر کا قیام ایک دوسرے سے مستغنی ہیں۔ جواب یہ ہے کہ قیام رمضان بغیر موافقت لیلۃ القدر کے غفران ذنوب کا سبب ہے اور قیام لیلۃ القدر اس کے لئے جس کو یہ رات میسر آ جائے اور وہ اس کو پہچان لے۔ اس کے لئے غفران کا سبب ہے اگرچہ بقیہ رمضان قیام نہ کیا ہو۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۳۵) و مسلم (۷٦۰)

**الفوائد** : لیلۃ القدر کے قیام پر ابھارا گیا ہے۔ قیام کرنے والے کو عظیم الشان خوشخبری دی گئی ہے کہ اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

۱۱۹۱ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ اُرُوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْمَنَامِ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَرٰی رُؤْیَاکُمْ قَدْ تَوَاطَاَتْ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّیْهَا فَلْیَتَحَرَّهَا فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۱۹۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خواب میں لیلۃ القدر آخر سات راتوں میں دکھائی گئی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ تم سب کا خواب آخری سات راتوں کے بارے میں متفق ہو گیا جو تم میں سے اس کو تلاش کرے تو اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرنا چاہئے۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ اروا لیلۃ القدر! بعض صحابہ کرام کو یہ رات خواب میں دکھائی گئی۔ ان کو کہا گیا یہ مہینے کے آخری سات ایام میں ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد ۲۲ ویں رات سے لے کر ۲۸ ویں کی رات تک راتیں مراد ہیں۔ دمامینی کہتے ہیں۔

**النحو** : اواخر یہ آخرۃ ہی کی جمع ہے یہ اُخری کی جمع نہیں کیونکہ اس میں وجود میں جو دوسرا ہو اس معنی کے لئے دلالت نہیں ہے۔ پس یہ مغایرت چاہتا ہے جیسے مرات بامراۃ حسنۃ واخری یعنی اس کے مغایر یہ ترکیب مغایرت سابق ولاحق دونوں کی

صورت میں درست ہے اور یہ عشر اول کا عکس ہے کیونکہ وہ اولی کی جمع ہے۔ اس کی جمع اوائل درست نہیں کیونکہ وہ تو اول کی جمع اور عشر کا ایک "لیلۃ" ہے اور وہ مونث ہے اس کی صفت مذکر نہیں آ سکتی۔ (المصابیح)

اری رؤیا کم! اس سے مراد جمع ہے کیونکہ ایک خواب نہیں کئی خواب تھے مگر دمامینی کہتے ہیں یہ اہل عرب سے اسی طرح سنا ہے۔ اس میں مفرد جمع کی جگہ آ جاتے ہیں۔ سفاقسی کہتے ہیں یہ روایت میں مفرد واقع ہوا ہے یہ مصدر ہونے کی وجہ سے درست ہے اور جمع رؤاکم زیادہ فصیح ہے تاکہ جمع کے مقابلہ میں جمع ہو مگر یہاں بدلا نہ جائے گا کیونکہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اگرچہ یہ معنیٰ اس کی مثل ہے۔ صدیقی کہتا ہے یہ مفرد جو عموم کے لئے مضاف کیا جائے وہ جمع مضاف کی طرح ہے۔

تواطات! موافقت کرنا۔ اس کا اصل معنی آدمی دوسرے آدمی کے پاؤں کی جگہ پاؤں رکھے۔ مسلم میں یہ تواطت ہے یہ ہمزہ کی قرأت کے ساتھ ہے جیسا اس آیت میں ﴿لیواطئوا عدة ما حرم اللّٰه﴾ متحریها! جو اس کو پانے کا متلاشی ہو۔ مسلم کی روایت میں مرفوعاً "فمن كان ملتمسها فليلتمسها في العشر الاواخر" مذکور ہے اور یہ الفاظ بھی ہیں "التمسوها في العشر الاواخر' فان ضعف احدكم او عجز فلا يغلبن على السبع البواقي" اس روایت سے پہلی تاویل کی تائید ملتی ہے (فتح الباری) ابن حجر کہتے ہیں کہ خواب سے استدلال درست ہے بشرطیکہ قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (١١٥٨) ومسلم (١١٦٥)

**الفرائد** : ① لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں یا سات آخری راتوں میں ہے ② جن صحابہ کرامؓ نے خواب میں لیلۃ القدر دیکھی یہ ان کی کرامت ہے۔

١١٩٢ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُوْلُ: "تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۹۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے اور ارشاد فرماتے "لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یجاور! اعتکاف فرماتے۔ فی العشر الاواخر! اکیس سے لے کر اختتام رمضان تک۔ تحروا! علماء شوافع نے ایک لطیفہ نقل کیا اگر کسی نے اپنی بیوی کی طلاق کو لیلۃ القدر سے معلق کیا اگر یہ بات ۲۱ کی رات سے پہلے کہی تو اکیسویں ختم ہوتے ہی طلاق ہو جائے گی اور اگر یہ ۲۱ ویں کے دن میں کہی یا بعد میں سال گزرنے پر بھی طلاق واقع نہ ہوگی البتہ اگلے سال ۲۱ ویں آتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (٢٠١٧) ومسلم (١١٦٩)

**الفرائد** : آخری عشرہ رمضان کا آپ خود اعتکاف فرماتے اور لیلۃ القدر کی تلاش پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو ابھارتے۔

۱۱۹۳ : وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : "تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۱۹۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔" (بخاری)

**تشریح** ۞ تحروا لیلۃ القدر! تحری۔ طب میں قصد سے خوب محنت کرنا اور قول وفعل کے ساتھ کسی شے کے خاص کرنے کا عزم کرنا۔ فی الوتر! یہ طاق و جفت کو شامل ہے کیونکہ اس سے پہلے والی روایت مطلق ہے۔

فی العشر الاخیر! یہ وتر کے لئے حال ہے۔ (۲) محل صفت میں ہے۔ من رمضان! اس میں احتمال ہے کہ طاق راتیں مراد ہوں اور ایک قول اس کی راتوں میں منتقل ہونے کا بھی ہے۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۲۰۲۰)

**الفوائد** : لیلۃ القدر کی رات بندے کو طلب دعا میں خوب حرص کرنی چاہئے۔

۱۱۹٤ : وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ اَحْيَا اللَّيْلَ كُلَّهٗ ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۹٤: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان کا آخری عشرہ ہوتا تو تمام رات جاگتے اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے خوب کوشش کرتے اور کمر کس لیتے۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ احیا اللیل! (۱) مختلف عبادات مثلاً نماز، ذکر، فکر اختیار فرماتے۔ (۲) جاگ کر رات کو زندہ کرتے کیونکہ نیند اخت الموت ہے۔ رات کی طرف اس کی اضافت اتساعاً ہے کیونکہ سونے والا جب بیداری سے زندہ ہوا تو اپنی زندگی سے اس نے رات کو زندہ کر دیا۔ وایقظ اھلہ! ان کو جگا کر خیر کے وقت کے متعلق خبردار فرماتے کہ وہ ان رحمتوں کو حاصل کریں۔ ترمذی کے الفاظ یہ ہیں: "لم یکن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا بقی من رمضان عشرۃ ایام یدع احداً من اھلہ یطیق القیام الا اقامہ"۔

وجد! اطاعت کی ادائیگی میں اپنی ہمت صرف فرماتے۔ شد المئزر! میزر یہ ازار کو کہتے ہیں۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں یہ عورتوں سے علیحدہ اختیار کرنے میں شدت سے کنایہ ہے۔ (۲) عبادت کے لئے اپنے کو مکمل تیار کرنا مراد ہے۔ عرب کہتے ہیں شددت لھذا الامر منزری یعنی پورا تیار ہو گیا۔ قرطبی کہتے ہیں عورتوں سے علیحدگی تو اعتکاف سے ہو جاتی تھی مگر یہ بات محل نظر ہے اس روایت میں ہے کہ گھر والوں کو جگاتے جس سے گھر میں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اعتکاف تو مسجد میں ہوتا ہے۔ وہاں تفرازواج سے میں کوئی ساتھ نہ ہوتا تھا۔ مگر یہ بھی محل نظر ہے کیونکہ روایت میں انہ اعتکف مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم امراۃ من ازواجہ! اور اعتکاف کا نہ ہونا ثابت بھی ہو جائے تب بھی اپنے مقام سے ان کو جگاتے۔ ضرورت انسانی کے لئے گھر میں داخل ہوتے ہوتے جگا دیتے ہوں۔ کسی کے ذریعہ جگا دیتے ہوں۔

خطابی کہتے ہیں اس سے مراد عبادت میں کوشش کرنا ہے۔ جیسے کہتے ہیں شد مئزرہ۔ (۲) عورتوں سے علیحدگی سے کنایہ ہو۔ (۳) حقیقت ومجاز دونوں مراد ہوں۔ عورتوں سے الگ بھی رہتے ہوں اور خوب عبادت بھی کرتے ہوں۔ ایک روایت وارد ہے: شد مئزرہ واعتزل النساء! یہاں واو سے عطف مغایرت کو ظاہر کرتا ہے (مگر عطف تفسیری بھی ہوسکتی ہے۔ مترجم) اواخر کا لفظ بعض روایات میں وارد ہے بعض میں موجود نہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۹/۲٤۱۸٦) والبخاری (۲۰۲٤) ومسلم (۱۱۷٤) وأبو داؤد (۱۳۷٦) والنسائی (۱٦۳۸) وابن ماجه (۱۷٦۸) وابن حبان (۳٤۳۷) وابن خزیمة (۲۲۱٤) والبیهقی (٤/۳۱۳)

**الفرائد** : آخری عشرہ میں عبادت میں اضافہ' گھر والوں کو اعمال میں شریک کرنا' عشرہ کی راتوں کا قیام یہ تمام مستحب اعمال ہیں۔

۱۱۹۵ : وَعَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِيْ رَمَضَانَ مَالَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ ' وَفِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۹۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں اتنی محنت کرتے جتنی کسی اور مہینہ میں نہ کرتے اور اس کے آخری عشرہ میں اتنی محنت کرتے جو اس کے علاوہ دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔" (مسلم)

**تشریح** ۞ یجتهد فی رمضان! کیونکہ اس مہینے کو دوسروں پر شرف حاصل ہے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کو سید الشہور شہر رمضان فرمایا گیا۔ (بیہقی)

فی العشر الاواخر! کیونکہ اخیر عشرہ میں لیلۃ القدر ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۰/۲٦۲٤۸) ومسلم (۱۱۷۵) والترمذی (۷۹٦) وابن ماجه (۱۷٦۷)

**الفرائد** : اپنے خاتمہ کو عمدہ بنانے کے لئے رمضان المبارک کے اخیری ایام میں قیام اور طاعات میں خوب کوشش کرنی چاہیے۔

۱۱۹٦ : وَعَنْهَا قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیَّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ : "قُوْلِیْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۱۹٦: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فرمائیں اگر مجھے لیلۃ القدر کے بارے میں علم ہو جائے کہ وہ کون سی رات ہے تو میں اس میں کیا دعا کروں؟ ارشاد فرمایا؟" تم یوں کہو اے اللہ تو معاف کرنے والا' معافی کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف فرما۔" (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

ارایت! مجھے اطلاع دو، بتلاؤ۔

**اَلنَّحْو:** ان علمت ای لیلة لیلة القدر! یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر لیلة القدر ہے جملہ محلاً منصوب ہے۔ ما یہ ای شئی کے معنی میں مبتداء ہے ضمیر رابطہ محذوف ہے۔ ای اقولہ۔ (۲) منصوب ہے اقول فیہا کا مفعول مقدم ہے۔ انك عفو! یہ فعول کے وزن پر مبالغہ ہے۔ وہ شرک کے علاوہ کبائر کو معاف کرنے والا ہے اور کفر سے اسلام لائے تو کفر بھی معاف کر دیتا ہے۔ تحب العفو! یہ دوسری خبر ہے۔ (۲) پہلی خبر کی ضمیر سے حال ہے۔ (۳) جملہ مستانفہ ہے۔ فاعف عنی! اس میں اشارہ کر دیا کہ اہم چیز تو یہ ہے کہ آدمی گناہوں کی سزا سے بچ جائے اور عیبوں کی گندگی سے پاک ہو جائے۔ ان سے طہارت اس کو اللہ تعالیٰ کی کامیاب جماعت میں شامل کر دیتی ہے۔ علامات لیلة القدر! معتدل سورج اس صبح کو سفید طلوع ہوتا ہے اس کی بڑی شعاعیں نہیں ہوتیں۔ اس دن کو جان کر اس میں بھی اللہ تعالیٰ سے مانگ لے وہ طالبین کو محروم نہیں فرماتے۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (٣٥٢٤) وابن ماجه (٣٨٥٠) والنسائی (٨٧٨)

**الفرائد** : لیلة القدر کی بہترین دعاؤں میں سے یہ ایک دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ رات ہمارے نصیب میں کر دے آمین۔

# ۲۱۵ : بَابُ فَضْلِ السِّوَاكِ وَخِصَالِ الْفِطْرَةِ

## بَابٌ: مسواک اور فطرت کے خصائل

السواك! اہل لغت کہتے ہیں یہ سین کے کسرہ سے آتا ہے۔ مسواک کرنے اور مسواک کی لکڑی دونوں پر بولا جاتا ہے یہ لفظ مذکر ہے لیث کہتے ہیں عرب اس کو مؤنث بھی استعمال کرتے ہیں۔

ازہری کا قول: یہ لیث کی غلطی ہے مگر صاحب محکم نے اس کو مذکر و مؤنث ہونے کا قول نقل کیا ہے۔ ساك یسوك سواکا! اس کی جمع سونٌ! آتی ہے جیسے کتب صاحب محکم کہتے ہیں سوک مہموز بھی جائز ہے۔ بعض نے کہا یہ ساک سے لیا جس کا معنی ملنا ہے۔ بعض نے کہا یہ جاء ت الابل تساوك! سے لیا گیا یعنی کمزوری سے ادھر ادھر اونٹ کا مائل ہونا۔ اصطلاح میں لکڑی کا استعمال کرنا تاکہ دانتوں سے لگی ہوئی میل اتر جائے۔ یہ سعد و اشنان کی بھی ہو سکتی ہے البتہ مبرد اور ایمان کی ایذاء دینے والی لکڑی سے ناپسند ہے۔ زہریلی چیز سے حرام ہے۔ اگر صفائی سنت پوری ہو جائے گی کراہت و حرمت تو خارجی چیزیں ہیں۔ لکڑی سب سے بہتر ہے خوشبودار لکڑی 'پیلو' کھجور کی درست ہے کیونکہ آخری مسواک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ٹہنی کا کیا۔ بعض نے پیلو کی روایت نقل کی ہے مگر پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ پھر زیتون طبرانی نے نقل کیا: نعم السواك الزیتون من شجرة مبارکة تطیب الفم وتذهب بالحفر! دوسری روایت هو سواکی وسواك الانبیاء قبلی! خشک یا تر کی ہوئی اگر عرق گلاب میں تر کر لی جائے تو بہتر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خشک جس کو تر کر کے استعمال کریں وہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ وہ ازالہ میل میں خوب ہے (تحفہ ابن حجر) مسواک بالاجماع سنت ہے واجب نہیں۔ خصال الفطرة! فطر یفطر فطراً ابتداء اور ایجاد کو کہتے ہیں۔ بعض نے اس کا معنی بلا مثال پیدا کرنا۔ قلقشندی کہتے ہیں یہاں فطرت سے سنت مراد ہے۔

خطابی نے بھی یہی نقل کیا نووی نے اسی کو درست کہا۔ ماوردی' ابو اسحاق وغیرہ سے اسی کی تائید کی (شرح العمدہ) بعض نے فطرت کو جبلت کے معنی میں لیا ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا گیا ہے۔ عبداللہ قزاز نے غریب البخاری میں اس کو راجح کہا۔ بیضاوی نے کہا اس سنت قدیمہ جو انبیاء علیہم السلام سے چلی آ رہی ہے وہ مراد ہے کیونکہ تمام شرائع اس پر متفق ہیں اور وہ امر جبلی کی طرح ہے۔ (شرح العمدہ)

۱۱۹۷ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِيْ - اَوْ عَلَى النَّاسِ - لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۱۹۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میری امت ...... یا لوگوں پر...... شاق نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔'' (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ لولا ان اشق! یہاں کراہت یا مخافت محذوف ہے یعنی امت پر مشقت کے خطرے سے مسواک کو ہر نماز کے ساتھ لازم نہیں کیا گیا۔ اس سے مراد امت دعوت ہے کیونکہ راوی او شک کا کلمہ لائے۔ لامرتھم! وجوب کا حکم دیتا۔ مندوب بھی مامورات میں شامل ہے۔ بالسواك! مسواک کرنا مراد ہو تو حذف کی حاجت نہیں اور (۲) کہ مسواک مراد لیں تو مضاف مقدر ہوگا۔ ای استعمال السواك۔ مع كل صلاة! ارادہ نماز کے وقت۔ شہاب الدین رملی وغیرہ نے اگر رہ جائے تو نماز میں بھی کرنے کا قول دیا مگر ابن حجر نے اس کی تردید فرمائی کہ یہ سکون نماز کے خلاف ہے۔ حاکم نے ان الفاظ سے نقل کی لفرضت علیهم السواك عند كل صلاة كما فرضت عليهم الوضوء۔! نووی کہتے ہیں اس حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثبوت اجتہاد ملتا ہے جہاں نص نہ ہو۔ تمام فقہاء کا مختار قول یہی ہے۔ ام الدرداء رضی اللہ عنہا کی مرفوع روایت ہے رکعتان بسواك افضل من سبعين ركعة بلا سواك! (دیلمی فی الفردوس)

حافظ عراقی کہتے ہیں مسواک کی ہر نماز کے لئے حکم دینے میں حکمت یہ ہے کہ ہمیں ہر گھڑی تقرب الٰہی کے کام کرنے چاہئیں تاکہ عبادت کا مزید شرف و کمال ظاہر ہو اور عبادت کا تعلق فرشتے سے ہے اور وہ پڑھنے والے کے منہ سے منہ لگاتا ہے اگر بدبو پائے تو نفرت کرتا ہے۔ اسی وجہ سے مسواک کا حکم دیا گیا نیز بلغم کا ازالہ ہو کر خوش آوازی سے قرأت کر سکے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (١٤٧) وأحمد (٣/٧٣٤٣) والبخاری (٨٨٧) ومسلم (٢٥٢) وأبو داود (٤٦) والترمذی (٢٢) والنسائی (٥٣٣) وابن ماجه (٦٩٠) وابن حبان (١٠٦٨) وأبو عوانة (١/١٩١) والدارمی (٦٨٣)

**الفوائد** : ① اس سے آپ کی امت پر عظیم شفقت ظاہر ہو رہی ہے ② ہر نماز کے وقت فضیلت بتلائی گئی ہے۔

۱۱۹۸ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا قَامَ مِنَ النَّوْمِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلشَّوْصُ" : اَلدَّلْكُ۔

۱۱۹۸: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے' تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔ (بخاری و مسلم)

"الشَّوْصُ": ملنا۔

**تشریح** ○ اذا قام: بیدار ہوتے۔ من النوم: بعض روایات میں من اللیل کا لفظ کہ رات کو نیند سے اٹھتے۔ یشوص: تا کرامت کے ئے نمونہ ہو نیند سے منہ میں کیا تغیر آتا ہے۔ مسواک سے وہ اثر جاتا رہے گا۔ الشوص ملنے کو کہتے ہیں۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (١٠/٢٣٤٧٥) والبخاري (٢٤٥) ومسلم (٢٥٥) وأبو داود (٥٥) والنسائي (١٦٢٠) وابن ماجه (٢٨٦) والدارمي (٦٨٥) وابن حبان (١٠٧٢) وابن خزيمة (١٣٦) وابن أبي شيبة (١/١٦٨) والطيالسي (١/٤٨) والبيهقي (١/٣٨)

**الفوائد**: نماز کے لئے قیام ہو تب بھی اور ویسے نیند سے بیدار ہو تب بھی مسواک بہر حال مستحب ہے۔ (ابن دقیق العید)

۱۱۹۹: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سِوَاكَهُ وَطَهُوْرَهُ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ اَنْ يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۹۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لئے آپ کی مسواک اور وضو کا پانی تیار کرتی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو رات میں جب چاہتا اٹھا دیتا۔ آپ مسواک کرتے اور پھر وضو فرما کر نماز پڑھتے۔" (مسلم)

لغد: یہ اعداد سے ہے۔ تیار کرنا۔ سواکہ: مسواک کرنے والی لکڑی۔ فیبعثہ اللّٰہ: نیند سے بیدار کرے۔

**النحو**: من اللیل: مفعول بہ کی ضمیر سے حال ہے۔ فیتسوك: بیدار ہونے کے بعد فا اسی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یتوضا: پہلے والی مسواک پر اکتفاء فرماتے یا اور مسواک لائی جاتی۔ ویصلی: رات کی نماز ادا فرماتے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٩/٢٤٣٢٣) ومسلم (٧٤٦) وأبو داود (١٣٤٢) وابن حبان (٢٤٤١) وابن خزيمة (١٠٧٨) وأبو عوانة (٢/٣٢٣/٣٢٤)

**الفوائد**: ① نیند سے بیدار ہو تو مسواک مستحب ہے ② امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کی خدمت کے لئے کس قدر مستعد رہتی تھیں۔

۱۲۰۰: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۲۰۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمہیں مسواک کے سلسلے میں بہت زیادہ تاکید کی ہے۔" (بخاری)

**تشریح** ۞ اکثرت! دوسری روایت لقد اکثرت کے الفاظ ہیں۔ مسواک کے سلسلہ میں خوب مبالغہ کیا۔ ابن الحسین کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے میں نے مسواک کا بہت کہا جو اس لائق ہے کہ میں اس کو اختیار کروں اور تمہارے سامنے کے لائق ہے۔ کرمانی کہتے ہیں اس کا معنی اس کے مطالبے پر میں نے مبالغہ کی حد تک کام لیا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۲٤٦۱/٤) والبخاري (۸۸۸) والنسائي (٦) والدارمي (۹٦۸۱) وابن حبان (۱۰٦۷) والبيهقي (۳٥/۱)

**الفرائد** : مسواک میں دنیا و آخرت کے فوائد مضمر ہیں۔

۱۲۰۱ : وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِي ءٍ قَالَ : قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : بِاَيِّ شَيْ ءٍ كَانَ يَبْدَاُ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ : بِالسِّوَاكِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۰۱: شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: "جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلا کون سا کام کرتے؟" انہوں نے جواب دیا: "مسواک کرتے۔" (بخاری)

**تشریح** ۞ شريح بن هاني! ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابن زید الحارثی المذحجی ابی المقدام۔ تقریب میں کہا یہ کوفی مخضرمی ہیں۔ یہ ابن ابی بکر کے ساتھ بجستان میں قتل ہوئے (تقریب نووی) بای شیء! وہ کون سی خصلتیں ہیں جو اختیار کرنی چاہئیں۔ بالسواك! گھر میں داخلے کے وقت مستحب ہے تا کہ کثرت کلام سے عادت جو خرابیاں پائی گئیں ان کا ازالہ ہو۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲٤۸٤۹/۹) ومسلم (۲٥۳) وأبو داود (٥۱) والنسائي (۸) وابن ماجه (۲۹۰) وابن حبان (۱۰۷٤) وابن خزيمة (۱۳٤) وابن أبي شيبة (۱٦۸/۱) والبيهقي (۳٤/۱)

**الفرائد** : مسواک کا خوب اہتمام کرنا چاہئے۔

۱۲۰۲ : وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلٰى لِسَانِهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

۱۲۰۲: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ اس حال میں کہ مسواک کا کنارہ آپ ﷺ کی زبان پر تھا۔ (بخاری و مسلم) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تشریح** ۞ ابو موسٰی رضی الله عنه : ان کا نام عبداللہ بن قیس تھا۔ صحابہ کرام میں یہ منفرد کنیت والے تھے۔ دخلت علي النبي صلى الله عليه وسلم! اس سے بڑوں کے پاس جانے کا جواز ثابت ہوا جبکہ وہ مسواک کر رہے ہوں۔ روایت مسلم میں اس طرح ہے: فكاني انظر الى سواكه تحت شفته وقد قلصت! معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی موقعہ ہے۔ مسواک طرف لسان یا تحت الشفہ دیکھا ہے۔ یا دونوں کا زمانہ مختلف ہے۔ عمدۃ الاحکام میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں۔ وهو يقول أع اع والسواك في فيه كانه يتهوع۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۱۹۷۵۸) والبخاری (۲٤٤) ومسلم (۲۰٤) وأبو داود (٤۹) والنسائی (۳) وابن حبان (۱۰۷۳) وابن خزیمة (۱٤۱) والبیهقی (۱/۳۵)

**الفوائد** : ① مسواک کوزبان پرطول میں دانتوں پرعرضاً کرنا چاہیے ② آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے ان کوتعلیم دینے کے لئے مسواک کی۔

۱۲۰۳ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ" رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ، وَابْنُ خُزَيْمَةَ فِيْ صَحِيْحِهٖ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ۔

۱۲۰۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مسواک منہ کو پاک کرنے والی اور رب کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔'' (نسائی)

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں عمدہ سند کے ساتھ نقل کیا۔

**تشریح** ۞ **السواك مطهرة للفم!** مطہرۃ میم کے فتح وکسرہ کے ساتھ (ابن السکیت) ہر وہ آلہ جو مسواک کی طرح منہ کو صاف کرے۔ الطہارت نظافت کو کہتے ہیں۔ حافظ عراقی کہتے ہیں مطہرہ مرضاہ دونوں میم کے فتح سے ہیں۔ یہ مصدر ہیں جو کہ فاعل کے معنی میں آتے ہیں ای **مطهر ومرض!** (۲) مصدری معنی باقی ہے سبب طہارت ورضاء میں۔ (۳) مرضاہ مفعول کے معنی میں بھی درست ہے۔ ای **مرضية للرب۔!** اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز ہیں۔ کرمانی کہتے ہیں (۱) یہ مصدر میمی ہیں جو کہ اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ (۲) آلہ کے معنی میں ہے اگر کہا جائے یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب کس طرح ہیں؟ جواب یہ ہے اس استحباب کوانجام دینے کی وجہ سے ثواب لازم ہوا (۲) یہ نماز کا مقدمہ ہے اور نماز رب تعالیٰ سے مناجات ہے۔ عمدہ خوشبو عمدہ مناجات کا تقاضا کرتی ہے۔

طیبی کہتے ہیں یہ اس مثال کی طرح ہے۔ **الولد مبخلة مجبنة!** یعنی مسواک طہارت ورضا کا مقام ہیں مطلب یہ ہے مسواک آدمی کو طہارت منہ اور رضا رب پر ابھارتی ہے۔ مرضاۃ کا عطف ترتیب کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ طہارت رضا الٰہی کی علت ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں بلندی میں برابر ہوں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۹/۲٤۲۵۸) والبخاری (۲۷) النسائی (۵) وابن ماجه (۲۸۹) وابن حبان (۱۰٦۷) وابن خزیمة (۱۳۵) والدارمی (٦۸٤) والبیهقی (۱/۳٤)

**الفوائد** : ① مسواک منہ کوصاف کرتی ہے ② مسواک اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے۔

۱۲۰٤ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ – اَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ : اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ ، وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ ، وَقَصُّ الشَّارِبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْاِسْتِحْدَادُ : حَلْقُ الْعَانَةِ وَهُوَ حَلْقُ الشَّعْرِ الَّذِیْ حَوْلَ الْفَرْجِ۔

۱۲۰۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "فطرت کے اعمال پانچ ہیں یا پانچ چیزیں فطرت سے ہیں: (۱) ختنہ (۲) زیر ناف بال صاف کرنا (۳) ناخن کاٹنا (۴) بغل کے بال اکھاڑنا (۵) مونچھوں کے بال کتوانا"۔ (بخاری و مسلم)

"اَلْاِسْتِحْدَادُ: زیر ناف بال صاف کرنا اور یہ وہ بال ہیں جو شرمگاہ کے ارد گرد ہوتے ہیں۔

**تشریح** خمس من الفطرة: پہلی روایت کو اس پر محمول کیا جائے گا۔ دوسری روایت جس کو امام احمد نے نقل کیا اس میں اس طرح ہے۔ "من الفطرة خمس"! مالک کے الفاظ متن والے ہیں۔ یہاں حصر مراد نہیں۔ اس طرح لانے میں نکتہ یہ ہے کہ دلالت کا مفہوم حجت نہیں ہے یا پہلے پانچ کے متعلق بتلایا گیا جیسا "الدین النصیحة! دین کا بڑا حصہ نصیحت ہے۔ اس پر ترمذی، نسائی کی روایت جو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی وہ شاہد ہے "من لم یاخذ من شاربه فلیس منا"! اسی طرح کے الفاظ حلق عانه تقلیم اظفار! کے نہ کرنے کے متعلق وارد ہوئے ہیں دوسری روایت کو تقدیر مضاف سے شروع کیا گیا ای خصال الفطرة خمس ای خمس خصال! (۲) موصوف محذوف ہے خصل خمس۔ (۳) یہ جملہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی المشروع لکم خمس من الفطرة! پہلی روایت کی تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ خصال الفطرة خمس! مضاف کو حذف کر دیا (غایة الاحکام)

یہاں فطرت سے مراد طریقہ ہے جیسا کہ الماوردی نے نقل کیا ہے سنت مراد نہیں ہے کیونکہ عند الشوافع ختنہ واجب ہے اور مضمضہ اور استنشاق بعض ائمہ کے ہاں واجب ہے۔ الختان! یہ ختن کا مصدر ہے۔ اس کا معنی کاٹنا ہے۔ قیاس یہ ہے کہ مصدر ختن ہونا چاہئے اور وہ عضو مخصوص سے ایک جز کے کاٹنے کو کہتے ہیں۔

الاستحداد! زیر ناف بالوں کے لئے لوہے کا استعمال کرنا اور اس مقام کو صاف کرنا ہے جہاں مرد و عورت کے اعضائے مخصوصہ کے گرد بال ہوتے ہیں۔ تقلیم الاظفار! یہ قلم سے تفعیل کے وزن پر ہے۔ اس کا معنی کاٹنا کہتے ہیں قلمت ظفری۔ تشدید مبالغہ کے لئے ہے۔ اظفار یہ ظفر کی جمع ہے۔ ظا پر ضمہ ہے۔ بعض نے کسرہ نقل کیا ہے یہ اظفور بروزن عصفور بھی نقل کیا ہے۔ یہاں مقصود ناخن کے اس حصے کو کاٹنا ہے جو گوشت سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ اس کے نیچے میل جمع ہو جاتی ہے اور بعض اوقات تو غسل طہارت میں جسم تک پانی کے پہنچنے میں یہ رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اس کی مشہور ترتیب اس طرح ہے۔ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے ابتداء کرے پھر درمیانی پھر ختم کر کے انگوٹھے کو آخر میں پھر دوسرے ہاتھ کی چھنگلیا سے انگوٹھے کی طرف آئے اور پاؤں میں دائیں انگوٹھے سے چھنگلیا کی طرف اور بائیں میں چھنگلیا سے انگوٹھے کی طرف آئے۔

ونتف الابط: بغل میں اگنے والے بالوں کو اکھاڑنا۔ یہ بالاتفاق سنت ہے۔ اس میں دائیں طرف سے ابتداء مستحب ہے اس کو مونڈنا اور چونے سے صاف کرنا بھی جائز ہے کیونکہ مقصود حاصل ہے۔ ابن دقیق العید کہتے ہیں لفظوں کو دیکھیں تو صرف اکھاڑنے کا عمل ہے اور مقصد کو دیکھیں تو ہر مزیل سے ازالہ درست ہے مگر اصل مقصد اکھاڑنا ہے۔ مونڈنے سے بال زیادہ ہوں گے۔ اکھاڑنے سے ختم ہوتے جائیں گے اور بدبو بھی کمزور ہو جائے گی۔ ابط کا لفظ مذکر و مونث مستعمل ہے تابط الشئ اس وقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو بغل میں دبائے۔ قص الشارب! اس سے وہ بال مراد ہیں اوپر والے ہونٹ کے اوپر

ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا الا طار اُس کو کہتے ہیں جو مشروب کے ساتھ مل جائے۔ اس کے کاٹنے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں مجوس کی مخالفت ہے جیسا حدیث میں وارد ہے۔ (۲) کھانے کے وقت کھائی ہوئی چیز کے اس میں پھنس جانے سے بھی حفاظت رہتی ہے اور نظافت و ستھرائی بھی اسی میں ہے۔

ابن العربی کہتے ہیں ان کا کاٹنا بھی درست ہے کیونکہ ناک سے بہنے والا پانی ان سے چمٹ جاتا ہے۔ غسل کے وقت اس کا ازالہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اس سے سونگھنے میں دقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی تخفیف میں خوبصورتی بھی ہے۔ مستحب یہ ہے کہ دائیں جانب سے پہلے خود کاٹے یا دوسرے سے کٹوائے اس میں عزت کی کمی کے بغیر مقصود حاصل ہو جاتا ہے بخلاف بغل و زیر ناف کے قینچی سے کاٹنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

ابن شریح نے عانہ سے مراد حلقہ دبر کے گرد اگنے والے بالوں کو قرار دیا۔ نووی نے کہا مناسب یہ ہے کہ دبر و قبل کے گرد اگنے والے بالوں کو صاف کرے۔

**ایک اہم فائدہ:** یہ خصال وہ کلمات ہیں جن سے ابراہیم علیہم السلام کی آزمائش کی گئی۔ آپ ان میں پورے اترے اللہ تعالیٰ نے ان کو امام و مقتدیٰ بنایا اور ان کے طریقے اپنانے کا حکم فرمایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ پہلے پیغمبر علیہ السلام ہیں جن کو ان کا حکم ہوا۔

**خطابی کا قول:** یہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرض اور ہمارے لئے سنت ہیں۔ (بخاری و مسلم)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۷۱۴۲) والبخاری (۵۹۹۸) ومسلم (۲۵۷) وأبو داود (۴۱۹۸) والترمذی (۲۷۵۶) والنسائی (۹) وابن ماجه (۲۹۵) وابن حبان (۵۴۷۹) وأبو عوانة (۱/۱۹۰) والبیهقی (۱/۱۹۴)

**الفوائد** : ان خصال میں ظاہری و باطنی ہر دو نظافتیں مجتمع ہیں۔

۱۲۰۵ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَآءِ، وَقَصُّ الْاَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْاِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَآءِ" قَالَ الرَّاوِيْ: وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةَ قَالَ وَكِيْعٌ وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهِ – اِنْتِقَاصُ الْمَآءِ: يَعْنِي الْاِسْتِنْجَاءَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"الْبَرَاجِمُ" بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالْجِيْمِ – وَهِيَ: عُقَدُ الْاَصَابِعِ "اِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ" مَعْنَاهُ: لَا يَقُصُّ مِنْهَا شَيْئًا۔

۱۲۰۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دس چیزیں فطرت میں سے ہیں: (۱) مونچھوں کا کاٹنا' (۲) داڑھی کا بڑھانا' (۳) مسواک کرنا' (۴) ناک میں پانی ڈالنا' (۵) ناخن کاٹنا' (۶) جوڑوں کو دھونا' (۷) بغل کے بال اکھاڑنا' (۸) زیر ناف بال مونڈھنا' (۹) استنجا کرنا' راوی نے کہا میں

دسویں بھول گیا ہوں۔ شاید کہ وہ کلی ہو۔
وکیع جو اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں اِنْتِقَاصُ الْمَاءِ کا معنی استنجا کرنا ہے۔ (مسلم)
اَلْبَرَاجِمُ: با کی زبر اور جیم کی زیر کے ساتھ ہے انگلیوں کے جوڑوں کو کہتے ہیں۔
اِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ: اس میں سے کچھ بھی نہیں کاٹتے تھے۔

**تشریح** ۞ عشر من الفطرة: یعنی دس خصلتیں۔ سبالین میں اختلاف ہے کہ ان کو کاٹنا چاہئے یا نہیں یعنی مونچھوں کی اطراف۔

**اعفاء اللحية**: داڑھی سے کوئی بال نہ کاٹنا۔

نووی کہتے ہیں داڑھی کے سلسلے میں پانچ چیزیں سخت قبیح ہیں (۱) سیاہ خضاب (صرف مجاہد کے لئے درست ہے) زرد خضاب نیک لوگوں کی مشابہت میں لگائے سنت کی اتباع کے طور پر نہیں۔ (۲) گندھک سے اس کو سفید کرنا تا کہ سرداری ملے یا تعظیم کروائے اور مشائخ سے ملنے کا لوگوں میں وہم پیدا ہو۔ (۳) جب ظاہر ہو تو اس کا نوچنا تا کہ امردین اور حسن صورت قائم رہے۔ (۴) سفید بال چنے جائیں۔ (۵) بناوٹ کے لئے چڑھانا تا کہ عورتوں کے ہاں حسین معلوم ہو۔ تصفیف میں اضافہ کرنا اور اس میں کمی کرنا رخساروں کے بالوں میں کنپٹیوں سے اضافہ کر کے ساتھ ملانا۔ رخسار کے کچھ حصہ کو سر کے ساتھ مونڈ دینا۔ ڈاڑھی بچہ کو مونڈنا۔ (۶) بناوٹ اور لوگوں کو دکھانے کے لئے کنگھی کرنا۔ (۷) زہد ظاہر کرنے کے لئے پراگندہ چھوڑ دینا۔ (۸) بذات خود اس کی پرواہ نہ کرنا۔ (۹) اس کے سیاہ یا سفید ہونے کی طرف خود پسندی اور تکبر سے نگاہ ڈالنا۔ (۱۰) جوانی کے غرور کے لئے اس کی سیاہی کا خیال کرنا۔ (۱۱) بڑھاپے پر فخر کے لئے اس کی سفیدی کا خیال کرنا۔ (۱۲) جوانی کی طوالت کو ظاہر کرنے کے لئے سیاہ بالوں کو دکھانا، گرہ باندھنا، مینڈھیاں بنانا۔ (۱۳) مونڈنا البتہ عورت مونڈ دینی چاہئے۔ **استنشاق الماء**! ناک میں پانی چڑھانا۔ یہ وضو و غسل میں مطلوب ہے۔ **قص الاظفار**! تا کہ ان کے نیچے جمع ہونے والا میل دور ہو جائے۔ **غسل البراجم**! تا کہ ان کے نیچے جو میل وغیرہ جمع ہو وہ ختم ہو جائے۔ اندرون کان جو میل جمع ہو وہ بھی اس میں شامل ہے اس کا ازالہ بھی چاہئے کیونکہ اس کی کثرت سننے میں نقصان دیتی ہے۔ اسی طرح ناک میں جو میل جمع ہو جائے یا اور کسی بھی مقام پر جو میل اکٹھی ہو خواہ پسینہ بدن کی وجہ سے ہو یا غبار سے ہو اس کا ازالہ کرے۔ **قال الراوی**! راوی کا نام مصعب بن شیبہ ہے جیسا مسلم نے تصریح کی ہے۔ **الا ان تکون**! راوی نے اپنا شک بیان کیا اور مضمضہ بتلایا قاضی کا خیال یہ ہے کہ یہ ختان ہے اور یہ بہتر ہے پہلے روایت میں آ چکا۔ **انتقاص الماء**! یعنی استنجاء مراد ہے۔ پیشاب اس کی جگہ۔ جمہور کہتے ہیں انتضاح تو فرج سے پانی کے جھاڑنے کا نام ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (٢٦١) وأبو داود (٥٣) والترمذي (٢٧٦٦) والنسائي (٥٠٥٥) وابن ماجه (٢٩٣) وأحمد (٩/٢٥١١٤)

**الفرائد**: یہ خصال متعدد دینی اور دنیوی مصالح کو جامع ہیں ان کی نگہبانی آدمی کے اعمال و اخلاص میں نکھار پیدا کرتی ہے۔

۱۲۰٦: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللِّحٰی" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۰٦: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مونچھیں کٹواؤ اور داڑھی بڑھاؤ"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** احفوا الشوارب: یہ ہونٹوں پر جو لمبے ہو جائیں ان کو کاٹو۔ اعفوا: بڑھاؤ۔ اللحی: جمع اللحیۃ۔ لحی کی لام کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ دو لغات ہیں۔ بخاری و مسلم کی روایات میں یہ الفاظ وارد ہیں (۱) اعفوا (۲) اوفوا (۳) اوارخوا (۴) وارجوا و فر دا کے الفاظ وارد ہیں سب کا معنی ایک ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے ظاہری الفاظ سے یہ مفہوم لیا کہ اسے حال پر چھوڑا جائے بخاری نے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں "خالفوا المشرکین" اور "انھکوا الشوارب واعفوا اللحی" سیوطی کہتے ہیں ابن عدی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت میں اور طحاوی نے انس رضی اللہ عنہ سے آخر میں "لا تشبھوا بالیھود" اور بیہقی نے "ولا تشبھوا" کی جگہ وانتوفوا الشعر الذی فی الانان کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲/٥۱۳٥) والبخاری (٥۸۹۲) وأخرجه مالك (۱۷٦٤) وأبو داود (٤۱۹۹) والترمذی (۲۷۷۳) وابن حبان (٥٤۷٥) وأبو عوانة (۱۸۹۱)

**الفوائد**: اکثر اہل تحقیق نے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کو واجب قرار دیا ہے۔ آپ کے حکم کی مخالفت اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب کا باعث بن سکتی ہے۔

## ۲۱۹: بَابُ تَاْكِيْدِ وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ وَبَيَانِ فَضْلِهَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

## باب: زکوۃ کے فرض ہونے کی تاکید اور اس کی فضیلت اور اس کے متعلقات

الزکاۃ: لغت میں نمو اور پاکیزگی کو کہا جاتا ہے۔ شرعی لحاظ سے وہ مخصوص مال جس کو مخصوص انداز سے نکالا جائے۔ بیان فضلھا: اس کا تاکید پر عطف ہے۔ ما یتعلق بھا: سے مراد ان بعض چیزوں کا تذکرہ جن میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اور جن میں لازم نہیں۔

## آیات

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ [البقرة:٤۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"نماز کو قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو"۔ (البقرۃ)

اقیموا! یہ اقمت العود سے لیا گیا ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب لکڑی کے ٹیڑھ کو دور کر دیا جائے۔ و آتوا! اعطاء کرنے اور دینے کے معنی میں ہے۔

**فَائِدَة**: نماز کی اقامت سے اس کو چھوڑ کر اس کی تاکید مزید پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

**وَقَالَ تَعَالٰی**:

﴿وَمَا اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ [البينة: ٥]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور نہیں ان کو حکم دیا گیا' مگر اس بات کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' اس کے لئے پکار کو خالص کرتے ہوئے یکسو ہو کر اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ یہی مضبوط دین ہے۔'' (البینۃ)

**تشریح** ۞ لیعبدوا! وہ اپنی انتہائی عاجزی' انتہائی تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کریں۔ مخلصین له الدین! (۱) اس طرح کہ نہ تو وہ شرکِ جلی کا ارتکاب کریں جیسا مشرکین کرتے ہیں۔ (۲) اور نہ ہی شرکِ خفی یعنی دکھلاوے میں مبتلا ہوں۔ (۳) یا سمعہ و شہرت کا شکار ہو جائیں۔ اس میں پہلی چیز تو سرے سے ایمان کے خلاف ہے اور دوسری چیز اعمال کے ثواب میں رکاوٹ ہے۔ حنفاء! ہر باطل دین سے الگ ہو کر۔ ویقیموا الصلوة ویوتوا الزكاة! آتی یہ اعطی کے معنی میں ہے۔ ذلك! اس سے مخلصانہ ایمان اور اقامت الصلوٰۃ اور ایتاء الزکوٰۃ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ دین القیمه! یعنی ملت کا دین ہے یا شریعت مستقیمہ ہے۔ بعض نے قیمہ کو قیم کی جمع قرار دیا۔ وہ امت جو اللہ تعالیٰ کے لئے قائم رہنے والی ہے۔

**وَقَالَ تَعَالٰی**: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ [التوبة: ١٠٣]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' تم ان کے مالوں میں سے صدقہ لو' اور ان کو پاک کرو اور اس کے ذریعے ان کا تزکیہ کرو۔'' (التوبۃ)

اموالهم! ھم کی ضمیر کا مرجع ایمان والے ہیں۔ تطهرهم! تطہیر سے مراد گناہوں اور رذائل بخل سے پاک کرنا ہے۔ تزکیهم بها! ان کو صدقہ کے ذریعہ ان کو تصدیق کرنے والے مخلص بندوں کے درجات کی طرف بلند کرنے والے ہیں۔ حدیث میں صدقے کو برہان کہا گیا ہے۔

۱۲۰۷ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ : شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ' وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ ' وَحَجِّ الْبَيْتِ ' وَصَوْمِ رَمَضَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۰۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں: (۱) اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (۲) نماز کا قائم کرنا۔ (۳) زکوٰۃ ادا کرنا۔ (۴) بیت اللہ کا حج کرنا۔ (۵) رمضان المبارک کے روزے

رکھنا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** خمس : سے مراد پانچ خصلتیں ہیں۔ **شہادۃ ان لا الٰہ** ...! شہادۃ کے لفظ پر تینوں اعراب پڑھ سکتے ہیں۔ اس میں مصادر کو (۱) معروف ، نیں تو مفعول کی طرف مضاف ہوں گے یعنی مکلف کا گواہی دینا اور اس کا نماز کو قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا اور حج و روزہ ادا کرنا۔ (۲) اگر مجہول مانیں شہادتین کا اقرار کیا جانا اور نماز کی ادائیگی۔ **باب الامر بالمحافظة علی الصلوات** میں وضاحت گزری۔

**تخریج** : باب الامر بالمحافظة میں گزری۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۲۰۸ : وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّاْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا هُوَ يَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِى الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ " قَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ : "لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ" قَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ؟ قَالَ : "لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ" قَالَ وَذَكَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الزَّكٰوةَ فَقَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ : "لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ" فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ : وَاللّٰهِ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۰۸ : حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اہل نجد میں سے آیا جس کے بال پراگندہ تھے۔ ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ تو سنتے تھے مگر ہم نہیں سمجھتے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا۔ پس وہ آپ سے اسلام کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔ پس آپ نے فرمایا: "دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ اس نے کہا کیا مجھ پر ان کے علاوہ بھی ہے۔ آپ نے فرمایا: "نہیں مگر یہ کہ تو نفلی نماز پڑھے۔" پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رمضان کے مہینے کے روزے"۔ پھر اس نے کہا کیا مجھ پر ان کے علاوہ بھی ہے؟ فرمایا نہیں۔ مگر یہ کہ تو نفلی روزے رکھے اور اس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کا ذکر کیا' اس نے کہا کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں' مگر یہ کہ تو نفلی صدقہ کرے۔ وہ آدمی یہ کہتے ہوئے واپس مڑا۔ اللہ کی قسم میں اس سے نہ اضافہ کروں گا اور نہ ان میں کمی کروں گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر اس نے سچ کہا تو وہ کامیاب ہو گیا"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** **طلحہ رضی اللہ عنہ** کا سلسلہ نسب بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ القرشی التیمی ہے ان کی کنیت ابو محمد المکی المدنی ہے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ یہ ان پانچ آدمیوں سے ہیں جو پہلے پہل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ یہ شوریٰ کے ان چھ آدمیوں سے ہیں' وفات کے وقت جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وفات کے وقت راضی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام طلحۃ الخیر اور طلحۃ الجود رکھا۔ یہ مہاجرین اولین سے ہیں۔ بدر میں موجود نہ تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں ان کو حصہ عنایت فرمایا اور ان کا اجر حاضرین بدر کی طرح ہوگا۔ یہ احد اور اس کے مابعد تمام معرکوں میں شریک رہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب احد کا تذکرہ فرماتے تو فرماتے وہ دن تمام کا تمام طلحہ کا تھا۔ ان کے فضائل بے شمار ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۸ روایات نقل کی ہیں۔ ان میں دو تو بخاری و مسلم نے نقل کی ہیں۔ دو میں بخاری منفرد اور تین میں مسلم منفرد ہیں۔ یہ جنگ جمل ۲۰ جمادی الاولی ۳۶ھ میں شہید کئے گئے۔ ان کی عمر میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۶۴ اور بعض نے ۵۸ سال بعض نے ۶۲' دوسروں نے ۶۰ سال بتلائی ہے۔ ان کی قبر کوفہ میں آج بھی موجود ہے۔ ان کی فضیلت میں عائشہ کا ارشاد ہے طلحہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق قرآن کا ارشاد: ﴿منهم من قضى نحبه﴾ کہ انہوں نے اپنا حصہ پورا کیا اور ذرہ بھر نہیں بدلے۔ احد کے روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اپنے ہاتھ کی ڈھال سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیروں سے حفاظت کی۔ جناب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا: او جب طلحة! طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کر لی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کرادی (تہذیب نووی) جاء رجل! قاضی عیاض کہتے ہیں یہ ضمام بن ثعلبہ ہیں جو بنو سعد بن بکر کے بھائی ہیں۔ ابن بطال کا بھی یہی قول ہے مگر یہ محل نظر ہے کیونکہ ضمام کا تذکرہ حدیث انس رضی اللہ عنہ میں ہے مگر حدیث طلحہ میں ان کا تذکرہ نہیں پایا جاتا۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوگی کہ یہ دونوں ایک قصے ہیں اس لئے کہ ان کے الفاظ میں تباین پایا جاتا ہے۔ قرطبی نے اسی طرح کہا ہے۔ (مبہمات البخاری بقلینی) سیوطی نے اس کو تمریض کے قول سے نقل کیا (التوشیح)

**اَلنَّحْو**: ثائر الراس! رفع کی صورت میں رجل کی صفت ہے۔ (۲) حال ہونے کی وجہ سے نصب جائز ہے۔ اس کا معنی اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ نسمع دوی صوته! دوی یہ دال کے فتحہ سے ہے بعض نے ضمہ نقل کیا۔ تیز آواز جو سمجھ نہ آئے۔

خطابی کا قول: بلند مکرر آواز جو دوری کی وجہ سے سمجھ نہ آئے۔ حتی دنا! یعنی وہ چلتا رہا یہاں تک کہ قریب پہنچا۔

هو! یہ مبتدا ہے اس کی خبر یسال عن الاسلام! ہے یعنی وہ احکام کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ بقول بخاری وہ فرض نمازوں کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں' اسی طرح زکوۃ اس سے سوال و جواب میں مطابقت ظاہر ہورہی ہے۔ (التوشیح) خمس صلوات! دن رات میں ہر مکلف پر پانچ نمازیں فریض ہیں۔ حائض عورت اور نفاس والی اور مجنون اس سے مستثنیٰ ہیں۔ علی غیرها! پانچ کے علاوہ فرض نماز میرے ذمہ ہے۔ آپ ﷺ نے نفی میں جواب مرحمت فرمایا۔ الا ان تطوع! (۱) یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ یعنی تم پر اس کے علاوہ کوئی چیز واجب نہیں لیکن نفلی نماز مستحب ہے۔ اصحاب شوافع نے اسی سے وتر کی سنیت پر استدلال کیا ہے۔ (۲) بعض علماء نے مستثنیٰ مان کر کہا کہ نفل نماز و روزہ شروع کر لینے سے اس کی تکمیل واجب ہو جاتی ہے مگر شوافع کے ہاں واجب نہیں ہوتی۔ و صیام شهر! اس کا خمس پر عطف ہے دراصل شرعی لحاظ سے جو واجب ہے اس کو ذکر کرنا مقصود ہے ورنہ نذر یا کفارے کے روزے اور نماز تو واجب ادا ہوتے ہیں۔ لا الا ان تطوع! زکوۃ کا تذکرہ فرمایا پھر نفلی صدقے کا ذکر فرمایا۔ دمیری کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سائل مدینہ میں حاضر ہوا اور کم از کم

ھ میں آیا اور اس زمانے تک قتل' زنا' حقوق والدین' ظلم' سرقہ جیسے امور کی ممانعت ہو چکی تھی۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ نماز و زکوٰۃ و روزہ کے علاوہ بھی فرائض اس کے ذمہ تھے۔

ابن منیر کا قول: (۱) یہ ہے کہ موقعہ کے مطابق جس بات کی ضروری ہوتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی تعلیم فرماتے اور اہم ترین پھر اہم اہم کی ترتیب پیش نظر رہتی کیونکہ مکمل احکامات تو ایک لحہ میں بیان نہیں ہو سکتے۔ خصوصاً اس آدمی کے لئے جو نیا نیا اسلام لایا ہو۔

(۲) رواۃ نے اس کا بعض حصہ ذکر کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

**النّحو**: فادبر الرجل! یہ جملہ حالیہ یا معطوفہ ہے۔ واللّٰہ لا ازید! اس کا سب سے بہتر معنی یہ ہے یہ باتیں میں اپنی قوم کو بلا اضافہ و نقص پہنچادوں گا کیونکہ وہ سیکھنے اور سکھانے کے لئے وفد و نمائندہ کی حیثیت سے آتا تھا۔ (ابن المنیر)

دمامینی کا قول: یہ ہے کہ بخاری نے کتاب الصوم میں **والذی اکرمك بالحق لا اتطوع شیئا ولا انقص مما فرض اللّٰہ علی شیئا**! یہ دونوں باہم مخالف نہیں کیونکہ حدیث انس رضی اللہ عنہ اور حدیث طلحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ جدا جدا ہے۔ (قرطبی)

**افلح ان صدق**! ابن عربی کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ بات اس لئے فرمائی تا کہ اس کا دل مطمئن ہو جائے کیونکہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا تھا۔ اس کے علاوہ احکام وہ آئندہ ترغیب سے قبول کرے گا۔

نووی کا قول: اس کو مفلح اس لئے قرار دیا کیونکہ اس نے اپنے فرائض کے بارے انجام دہی کا قصد اور اس کے علاوہ سے احتراز کا پختہ ارادہ ظاہر کیا جب وہ فرائض کے اعتبار سے کامیاب ہوگا تو تطوعات میں یقیناً کامیاب ہوگا۔

**سوال**: اس حدیث میں جب تمام فرائض جمع نہیں تو پھر 'لا ازید' کا کلمہ کیسے درست ہوگا؟

**جواب**: بخاری کی دوسری روایت میں وضاحت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرائع اسلام کی اطلاع دی تو اس نے کہا: **لا انقص مما فرض اللّٰہ علی شیئا**! اب رہا نوافل کا سلسلہ تو اس کے متعلق یہ ممکن ہے کہ ان کی مشروعیت سے پہلے کی بات ہو اور فرائض کی پابندی کرنے والا مفلح ہے اگر چہ ترک سنن کا فعل قابل مذمت ہے اور اس کی شہادت بھی رد کی جا سکتی ہے۔ (۲) جب قصہ مختلف ہو تو اس جواب کی ضرورت نہیں۔

**تخریج**: أخرجه مالك (٤٢٥) وأحمد (١/١٣٩٠) والبخاری (٤٦) ومسلم (١١) وأبو داود (٣٩١) والنسائی (٤٥٧) وابن حبان (١٧٢٤) وابن خزيمة (٣٠٦) وابن الجارود (١٤٤) والدارمی (١٥٧٨) والبيهقی (٢/٤٦٦)

**الفوائد**: جس شخص نے فریضہ الٰہی کو ادا کیا۔ اس مال و اجر میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا۔ مالک نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے۔

١٢٠ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ : "اُدْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ' فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ' فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآئِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى

فُقَرَآئِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۰۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا: ''تم ان کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی دعوت دو۔ اگر وہ تیری بات مان لیں تو پھر ان کو اس کی دعوت دو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس بات کو بھی تسلیم کر لیں تو ان کو اس بات کی دعوت دو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر انہی کے غرباء کو لوٹا دی جائے گی۔'' (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ معاذ! یہ معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے کچھ علاقہ پر عامل بنا کر روانہ فرمایا۔ مکمل روایت باب **الامر بالمحافظه علی الصلوات** میں گزری۔ **ادعهم!** یعنی جن کی طرف تمہیں بھیجا جا رہا ہے ان اہل کتاب کو ایمان کی دعوت دو۔ **الی شهادة!** اس کی طرف پہلے دعوت اس لئے دی کیونکہ یہ تمام طاعات کی بنیاد ہے۔ **فان هم اطاعوا!** اس پر یقین کر لیں اور اس کا اقرار کر لیں۔ **افترض!** باب افتعال کا صیغہ مجرد کی بجائے اہتمام کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ **فان هم اطاعوا!** ان کے واجب ہونے کی تصدیق کریں اور ان کو لازم پکڑیں۔ **فاعلمهم!** شہادتین کے اقرار کے بعد ہی نماز لازم ہوتی ہے۔

**س:** نماز کو شہادتین پر موقوف کرنا تو بجا مگر زکوٰۃ کو نماز پر کیوں موقوف کیا؟

**ج:** مطلب یہ ہے کہ اگر نماز کی فرضیت کا اعتقاد قائم کر لیں تو ان کے سامنے زکوٰۃ کا تذکرہ کرو اور اصل مقصود اس سے تدریج ہے تاکہ کثرت احکام سے تنفر پیدا نہ ہو جائے اور نماز زیادہ اہمیت کی وجہ سے مقدم ہے۔ یہ عبادت بدنیہ ہے زکوٰۃ سے زیادہ آسان ہے کیونکہ مال کا خرچ کرنا گراں گزرتا ہے۔ **توخذ من اغنيائهم!** یہ چھوٹے کو بھی شامل ہے پس اس کے مال میں زکوٰۃ ہوگی۔ **وترد علی فقرائهم!** یہاں فقراء کا تذکرہ اصناف کی طرف اشارہ کے لئے کیا گیا۔ ﴿انما الصدقات﴾ (سورۃ التوبہ: ۶۰) نماز و زکوٰۃ کا تذکرہ زیادہ اہمیت کے پیش نظر فرمایا اس لئے ان کا قرآن مجید میں بار بار تذکرہ فرمایا گیا ہے (من جملہ احکام میں سے اس موقعہ نصیحت پر بطور اختصار ان دو کا تذکرہ فرمایا۔ مترجم)

**تخریج** : باب تحریم الظلم میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۲۱۰ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَآءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۱۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم ہوا کہ میں لوگوں سے

لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ ایسا کرلیں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو محفوظ کرلیا مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ امرت ! یہ ماضی مجہول ہے۔ حکم دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ الناس ! سے یہاں غیر کتابی کفار مراد ہیں۔ حتی یشهدوا ! تارک صلوٰۃ اگر توبہ نہ کرے تو امام شافعیؒ کے ہاں اس کو قتل کیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں اس کو قید میں توبہ تک ڈالا جائے گا اور تارکین زکوٰۃ سے امام قتال کرے گا۔ ذلك ! اس سے شہادتین اور ان کے بعد والے احکام مراد ہیں۔ یہاں فعل کو قول پر غلبہ دیا گیا ہے۔ عصموا منی دماء هم ! انہوں نے اپنے خون کو مجھ سے محفوظ کرلیا پھر ان کا قتل قصاص یا احصان زانی یا ارتداد کی صورت میں صرف ہوسکتا ہے۔ و امو الهم ! البتہ کفارے اور بدل تلف کی صورت میں لیا جاسکتا ہے۔ و حسابهم علی الله ! اسلام کے احکام ظاہر پر چلتے ہیں باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ البتہ کتابی اور ان کے ساتھ ملحقہ کفار سے اس وقت تک قتال کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں یا پھر جزیہ دیں۔

**تخریج** : باب اجراء أحکام الناس علی الظاهر میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۲۱۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ – وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : کَفَرَ مَنْ کَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : کَیْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ : وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ ، فَاِنَّ الزَّکٰوةَ حَقُّ الْمَالِ – وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالًا کَانُوْا یُؤَدُّوْنَهٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰی مَنْعِهٖ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : فَوَ اللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَاَیْتُ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۲۱۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو عرب کے بعض قبیلے کافر ہو گئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کیسے ان لوگوں سے لڑیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں جس نے یہ کہہ دیا اس نے اپنا مال اور اپنی جان مجھ سے محفوظ کرلی مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا "اللہ کی قسم میں ضرور ان لوگوں سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔ بیشک زکوٰۃ مالی حق ہے۔ اللہ کی قسم اگر وہ اونٹ کو باندھنے والی رسی جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیتے تھے وہ بھی روکیں گے تو اس کے روکنے پر میں ان سے جہاد کروں گا۔" عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: "اللہ کی قسم زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا

کہ میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کو قتال کے لئے کھول دیا ہے' پس میں نے جان لیا کہ وہی حق ہے۔'' (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **لما توفی**! یہ صیغہ مجہول ہے۔ فاعل معلوم العام ہے۔ **کان ابو بکر رضی اللّٰہ عنہ**! خبر محذوف ہے یا مضاف کو حذف کیا گیا ہے اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام لائے۔ **کفر**! یہاں ارتداد کے معنی میں ہے۔ سوائے اہل حرمین اور باقی کچھ لوگوں کے ہر جگہ ارتداد پھیل گیا۔ تارکین زکوٰۃ کو تغلیباً کفار میں شامل کیا یا جن سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا ان میں کچھ تو مرتدین تھے جیسے مسیلمہ' اسود عنسی اور طلیحہ وغیرہ کے ساتھی اور کچھ نے زکوٰۃ کا انکار کر کے بغاوت کی۔ (انکار زکوٰۃ خود کفر ہے) اس لئے تمام پر کفر کا اطلاق کیا گیا۔ یہ عظیم فتنہ تھا اور اہل بغاوت سے قتال کی یہ ابتداء تھی۔ ان کا معاملہ دیگر منکرین سے الگ تھ۔ ایک طرف ان کا زمانہ اسلام بالکل قریب تھا اور وہ جہالت کی وجہ سے شریعت سے ناواقف تھے۔ ان کے دلوں میں اشتباہ داخل ہوا جس سے انہوں نے غداری کی اور وہ باغی کہلائے اور اسی وجہ سے صحابہ کرام کے مابین مانعین زکوٰۃ کے متعلق گفتگو چلی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کا حکم فرمایا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: **کیف نقاتل الناس۔ امرت ان اقاتل**: یہ آپ کے مکمل ارشاد کی طرف اشارہ کیا۔ اگرچہ یہاں امرت سے شروع کیا کہ ان کا کہے اور کرنے والے کا مال و جان محفوظ ہے۔ **من قالها**: اس میں مخلص و منافق دونوں عموم کے اندر شامل ہیں اور "**حسابه علی اللّٰه**" اس پر دلالت کر رہا ہے اگر وہ سچا ہوگا تو آخرت میں بدلہ پائے گا ورنہ مجرم ہوگا۔ **واللّٰه لا قاتلن** ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مال زکوٰۃ کو روکنے والے کا اقرار اس کی جان کو معصوم نہیں بنا سکتا۔ اللہ کی قسم میں نماز و زکوٰۃ میں تفریق کرنے والے کے خلاف قتال کروں گا۔ اگر ایک کو لازم حق تسلیم کرتا ہے تو دوسرے کے انکار کے سبب شہادتین اس کی جان کو معصوم بن بناتیں۔ پس الا بحقہ میں شامل ہے۔ **عقالا**! وہ رسّی جس کے ساتھ اونٹ کو باندھا جاتا ہے۔ اونٹ کو اسی کے ذریعہ قابو کیا جاتا ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حقوق صدقہ وزکوٰۃ سے جو معمولی عقال کے برابر کمی کرے گا میں اس سے بھی لڑائی کروں گا۔ بعض نے کہا جب صدقہ لینے والا عامل صدقہ کے اونٹ وصول کرتا ہے تو کہتے ہیں اخذ عقالا! کہ اس نے اونٹ وصول کر لئے اور اگر نقدی لے تو کہتے ہیں اخذ نقدا۔! بعض نے کہا عقال سے عام صدقہ مراد ہے۔ جیسے کہتے ہیں اخذ **المصدق عقال هذا العام**۔! جبکہ صدقہ وصول کر لے۔ ابوعبیدہ کا یہی قول ہے۔ خطابی کہتے ہیں اہل عرب قلیل چیز کی تمثیل کے لئے اس کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ محاورہ عرب میں ایک سال کے صدقہ کے لئے استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے عناق اور جدی کا لفظ آتا ہے۔ **یودونه**! ادا کرنا۔

**علی منعه**! علی لام اجلیہ کے معنی میں ہے۔ **قال عمر**! ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد برحق ہے۔ بقول بر ماوی پہلے عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث کی ابتداء کو دیکھا آخر کو نہیں دیکھا مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو حق مالی سمجھتے ہوئے نماز پر قیاس کیا اور نماز کا امتناع تو بالاجماع قتال کا باعث تھا تو گویا مختلف فیہ کو متفق علیہ کی طرف لوٹایا اور دوسری روایت میں تو زکوٰۃ کی تصریح پائی جاتی ہے وہ ابن عمرؓ والی روایت ہے جو پہلے گزری۔ یہاں اختصار کرتے ہوئے صرف شیخین کی گفتگو نقل کی ہے۔ یا جو اصل غرض تھی اسے ذکر کیا۔ خطابی کہتے ہیں قرآن مجید میں خطاب تین طریق سے وارد ہوا ہے: (۱) خطاب عام جیسے ﴿**اذا قمتم الی الصلاة**﴾ (۲) خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب مثلاً ﴿**فتهجد به نافلة لك**﴾ (۳) جس میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اور امت کو خطاب فرمایا گیا مثلاً ﴿خذ من اموالهم صدقة﴾ پس جو آدمی امت کا ذمہ دار ہوا سے آپ کی راہ اپنانی چاہئے۔ تطہیر و تزکیہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور دعا امام کی طرف سے ہوگی۔ ان اعمال کو کرنے والا ان تمام چیزوں کے ثواب کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کی طاعت ورسول کی طاعت سے پالیتا ہے اور ہر وہ عمل جس کا مقررہ ثواب ہے وہ اس وقت میں باقی ہے۔ پس حاکم کو چاہئے کہ وہ صدقہ کرنے والے کے لئے دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ثواب کا امیدوار رہے ناامید نہ ہو۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (١٣٩٩) ومسلم (٢٠) وأبو داود (١٥٥٦) والترمذي (٢٦٠٧) والنسائي (٢٤٤٢)

**الفوائد** : شریعت کا حکم جس طرح نماز ہے اسی طرح زکوٰۃ بھی۔ اس لحاظ سے ان میں کچھ فرق نہیں۔ لوگوں کے ظاہر کے مطابق ان سے معاملہ کیا جائے گا۔

١٢١٢ : وَعَنْ اَبِي اَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ : "تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا ، وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۱۲: حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "مجھے ایسا عمل بتلائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے"۔ آپؐ نے فرمایا: "تو اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر نماز کو قائم کر زکوٰۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر"۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** : ابو ایوب: ان کا نام خالد بن زید انصاری تھا بقول دمامیؒ نے والا سائل بنو منتفق کا تھا اور ابن قتیبہ نے غریب الحدیث میں ابوایوب کا اپنا نام لکھا ہے (غریب الحدیث ابن قتیبہ) یدخلنی الجنة: سبب کی طرف داخلے کی اسناد مجازی ہے۔ تعبد اللّٰه: (۱) اس سے پہلے ان محذوف ہے۔ (۲) باقی معطوفات کا بھی یہی حکم ہے۔ ولا تشرك به شيئاً: یہ پہلے فعل کے فاعل سے حال ہے۔ وتقيم الصلاة: تمام ارکان و شرائط کے ساتھ ادا کرو۔ وتوتي الزكاة: فقراء اور باقی مستحقین کو دو۔ مخاطب کے علم پر اکتفاء کرتے ہوئے کہ یہ بھی ارکان میں اسی طرح شامل ہیں۔ (۲) مخاطب کی ضرورت جس حد تک تھی ذکر فرمادی گئی یا راوی نے بیان میں ذکر نہ کیا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٩/٢٣٦٠٩) والبخاري (١٣٩٦) ومسلم (١٣) والنسائي (٤٦٧) وابن حبان (٣٢٤٥) والطبراني (٣٩٢٤)

**الفوائد** : اس امت کے ساتھ کس قدر نرمی کا معاملہ فرمایا گیا کہ اللہ کی عبادت ظاہری احکام کی پابندی کی اس کو جنتی قرار دیا گیا۔

١٢١٣ : وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ: "تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ" قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا – فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۱۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتلا دیں کہ جسے میں جب کرلوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: "تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا اور تو نماز کو قائم کر اور فرض زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔ اس نے کہا" مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں اس پر اضافہ نہ کروں گا۔" جب وہ مڑ کر چل دیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو پسند کرے کہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس کو دیکھ لے"۔

(بخاری و مسلم)

**تشریح** اعرابیا: دیہات کے رہنے والے کو اعرابی کہا جاتا ہے بقول بلقینی ان کا نام عبداللہ بن الاحزم رضی اللہ عنہ ہے۔ دلنی علی عمل: اس انداز سے اس سے لئے تعبیر کیا کیونکہ توفیق الٰہی پر اسے اعتماد تھا کیونکہ حصول نتیجہ پر اس کو قطعی یقین تھا۔ ولا تشرك به شيئا: ذرہ بھر بھی شرک مت کرنا۔ (۲) کسی بھی معبود کو اس کا شریک مت بنانا۔ یہ جملہ حال ہے۔ رابط ضمیر ہے۔

الزكاة المفروضة: یہ مفروضہ کی قید نفلی صدقے سے الگ کرنے کے لئے لگائی گئی ہے۔ تصوم رمضان: یہاں بھی حج جہاد کا تذکرہ نہیں فرمایا کیونکہ سائل کی طلب اتنی ہی تھی۔ (۲) آپ کو معلوم تھا کہ یہ ان دونوں چیزوں کے ثواب اور اعلیٰ مرتبے سے واقف ہے۔ نفسی بیدہ: ید سے یہاں قدرت مراد ہے۔ لا ازید علی هذا: مسلم نے انقص منه کے الفاظ بھی ذکر کئے ہیں۔

طبرانی کا قول: یہ جو دیہاتی لوگ قریب الاسلام ان کو مخاطب کیا جاتا تا کہ وہ اسلام کے قائل ہوں۔ جب ان کے دل اسلام کے لئے کھل جائیں گے تو تمام احکام کو اپنا لیں گے اور مستحباب کے ثواب کو حاصل کرنے کی طرف بڑھیں گے (التوشیح) ولی: واپس مڑنا۔ رجل من اهل الجنة: بر ماوی کہتے ہیں جن کو جنت کی بشارت ملی وہ دس سے بھی زائد ہیں۔ جیسا ازواج النبی اور بنات سید الکائنات اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم روایات وارد ہیں۔ پس عشرہ والی روایات بشارت کا مطلب یہ ہے کہ یکبارگی ان کو بشارت دی گئی۔ (۲) ایک لفظ سے جنت کی بشارت دی گئی۔ (۳) عدد زائد کے شامل ہونے سے مانع نہیں۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۱۳۹۷) ومسلم (۱٤) .

**الفوائد**: توحید پر قائم رہنے والا اور نماز و زکوٰۃ کا پابند رمضان کے روزے ادا کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر میں اپنی ہمت کے مطابق پابندی کرنے والا ناجی و کامیاب ہے۔

۱۲۱۴ : وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۱۴: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت نماز کے قائم کرنے' زکوۃ کے ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر کی۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : جریر بن عبداللہ : یہ بجیلہ قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اَشتری جس طرح امیر کی بیعت کرتا ہے اسی قسم سے ہے۔ اقام الصلوۃ: مصدر کی اضافت کی گئی ہے۔ النصح لکل مسلم: نصح خیر خواہی کے معنی میں ہے۔ مسلم سے مراد ہر مسلمان مرد و عورت مراد ہے۔

**تخریج** : باب فی النصیحۃ میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۲۱۵ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهٗ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَاُحْمِيَ عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهٗ ' وَجَبِيْنُهٗ وَظَهْرُهٗ كُلَّمَا بَرَدَتْ اُعِيْدَتْ لَهٗ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهٗ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ" قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْاِبِلُ؟ قَالَ :"وَلَا صَاحِبِ اِبِلٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا كَانَتْ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيْلًا وَاحِدًا تَطَؤُهٗ بِاَخْفَافِهَا ' وَتَعَضُّهٗ بِاَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرَاهَا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهٗ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ" قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ :"وَلَا صَاحِبِ بَقَرٍ وَّلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيْهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ وَلَا عَضْبَاءُ تَنْطَحُهٗ بِقُرُوْنِهَا وَتَطَؤُهٗ بِاَظْلَافِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرَاهَا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهٗ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ" قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْخَيْلُ؟ قَالَ :"اَلْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ :هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ ' وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ ' وَهِيَ لِرَجُلٍ اَجْرٌ – فَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهٗ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءً وَّفَخْرًا وَّنِوَاءً عَلٰى اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِيَ لَهٗ وِزْرٌ ' وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهٗ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ ظُهُوْرِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَهِيَ لَهٗ سِتْرٌ ' وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهٗ اَجْرٌ

فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فِيْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ فَمَا اَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدُ مَا اَكَلَتْ حَسَنَاتٍ وَّكُتِبَ لَهُ عَدَدَ اَرْوَاثِهَا اَبْوَالِهَا حَسَنَاتٍ ، وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَ آثَارِهَا وَاَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ ، وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلٰى نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيْدُ اَنْ يَّسْقِيَهَا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ؟ قَالَ:''مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

۱۲۱۵: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جو سونے چاندی کا مالک ہے اور اس کا حق ادا نہیں کرتا تو قیامت کا دن سونے اور چاندی کے آگ کے تختے بنا کر ان کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اُس کے ساتھ اس کے پہلو، پیشانی اور پشت کو داغا جائے گا۔ جب وہ ٹھنڈی ہو جائیں گی تو انہیں دوبارہ لوٹا کر جہنم میں گرم کیا جائے گا ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے پھر وہ جنت یا جہنم کا راستہ دیکھ لے گا۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ اونٹوں کے بارے میں فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: اونٹوں کا مالک جو ان میں سے ان کا حق ادا نہیں کرتا۔ ان کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ پانی کے گھاٹ پر باری کے دن ان کا دودھ دوھ کر ضرورت مندوں میں بانٹ دیا جائے۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو چٹیل میدان میں اس کو منہ کے بل لٹا دیا جائے گا اور وہ اپنے اونٹوں میں سے ایک کو بھی گم نہ پائے گا اور وہ اپنے پاؤں سے اس کو روندیں گے اور منہ سے اس کو کاٹیں گے۔ جب ان کا پہلا حصہ گزر جائے گا تو پچھلوں کو اس پر لوٹایا جاتا رہے گا ایک ایسے دن میں کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ پھر وہ اپنا جنت یا جہنم کی طرف کا راستہ دیکھ لے گا۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ گائے اور بکریوں کے بارے میں؟ فرمایا: ''جو بکریوں اور گایوں کا حق ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن ایک چٹیل میدان میں اس کو منہ کے بل گرا دیا جائے گا اور وہ ان میں سے کسی ایک کو بھی گم نہ پائے گا اور ان میں کوئی بھی نہ مڑے ہوئے سینگوں والی ہوگی نہ بے سینگ اور نہ ٹوٹے ہوئے سینگوں والی ہوگی (بلکہ سب سینگوں والی ہوں گی) وہ اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گی اور اپنے کھروں سے اس کو روندیں گی۔ جب ان کا پہلا گروہ گزر جائے گا تو آخر تک اس کو لوٹایا (یعنی بار بار) جاتا رہے گا ایک ایسے دن میں کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا۔ پھر وہ جنت یا دوزخ کی طرف اپنا راستہ دیکھ لے گا۔'' عرض کیا گیا یارسول اللہ گھوڑوں کے بارے میں فرمائیں؟ فرمایا ''گھوڑے تین قسم کے ہیں (۱) جو آدمی پر بوجھ ہیں۔ (۲) جو آدمی کیلئے پردہ ہیں (۳) جو آدمی کیلئے اجر ہیں۔ ان میں سے بوجھ وہ ہیں جن کو اس نے دکھاوے اور فخر اور اہل اسلام کو تکلیف پہنچانے کیلئے باندھا ہے۔ (۲) وہ گھوڑے اس کیلئے پردہ ہیں جن کو اس نے اللہ کی راہ میں باندھا۔ پھر اللہ کا حق اُن کے متعلق نہ بھلایا وہ سواری کے طور پر اس کیلئے پردہ ہیں (۳) اور وہ

گھوڑے اجر ہیں جو اس نے مسلمانوں کیلئے کسی چراگاہ یا باغ میں باندھ رکھے ہیں۔ وہ اس چراگاہ یا باغ میں سے جو چیز بھی کھاتے ہے تو ان کے کھانے کی تعداد کے برابر اور اس کیلئے ان کے گوبر اور پیشاب کی گنتی کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور وہ اپنی رسّی نہیں تڑاتے کہ جس سے کسی ایک ٹیلے یا دو ٹیلوں پر وہ چڑھیں تو اس کے بدلے میں بھی اللہ ان کے قدموں کے نشانات اور گوبر کی مقدار کے برابر نیکیاں لکھ دیتے ہیں اور اس کا مالک جس نہر کے پاس سے لے کر ان کو گزرتا ہے اور وہ ان کا پانی پیتے ہیں۔ خواہ مالک ان کو نہ پلانا چاہے تو اللہ اس کے بدلے میں بھی نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ گدھے کے بارے؟ فرمایا: ''گدھے کے متعلق کوئی حکم مجھ پر نہیں اتارا گیا مگر یہ کہ یہ خاص آیت جو جامع ہے کہ جو آدمی کوئی ذرہ بھر نیکی کرتا ہے وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرتا ہے وہ اس کو دیکھ لے گا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** مامن: من استغراق کے لئے ہے۔ **صاحب ذھب و لا فضة**: یہاں سونے اور چاندی سے وہ مراد ہے جس میں زکوٰۃ لازم ہوتی وعید کا اسی سے تعلق ہے۔ ابن حجرؒ کے قول **لا ليفقني منه احد**! کا بھی یہی مطلب ہے کہ جن پر واجب الذمہ ہے۔ **حقها**: فرض حصہ زکوٰۃ۔ ھا کی قصہ کی طرف لوٹائیں یا سونے چاندی سے دنانیر و دراہم مراد لیں تو پھر اس آیت کی طرح ہوگی۔ ﴿**والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها**﴾ (التوبہ: ۳۴) **الا**: عام احوال سے یہ استثناء ہے۔ یعنی **لا يحصل له حال من الاحوال الا حالة واحدة صفحت له صفائح**: یہ مرفوع ہے۔ (۲) مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ضمیر سونے چاندی کی طرف مفرد لانا مناسب ہے۔ **تصفیح**: چوڑا کرنا۔ پترے۔ خواہ لوہے یا کسی بھی دھات سے بنے ہوں۔ **فاحمی علیھا**! یہ گرم کرنا ان کو آگ کی طرف بنانا ہے کہ دیکھنے میں وہ آگ معلوم ہوں گے۔ اس روایت اور آیت میں احماء کا لفظ استعمال ہوا۔ اس کا معنی کسی چیز کا اس طرح گرم کرنا کہ وہ جلانے لگے۔ ظرف کی طرف مبالغہ کر دیا گیا ہے کیونکہ **محماۃ** کہنے سے **یحمٰی علیھا یا احمی علیھا**! کہنا زیادہ بلیغ ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ وہ پترے آگ کی طرف بار بار لوٹائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی گرمی اور لپٹ میں انتہاء کو پہنچ جائیں گے تو اس سے ان کے اجسام کو داغ لگائے جائیں گے۔ عرب احمیت علی الحدید نہیں بولتے بلکہ احمیت الحدید و حمیتہ کہتے ہیں (فتح الدلہ) معلوم ہوا کہ یہ پترے آگ کے نہ ہوں گے بلکہ اموال کے ہوں گے خواہ اس مال سے سزا دی جائے یا اس کو آگ کی طرح بنا کر سزا دی جائے وہ سخت گرم ہونے کی وجہ سے آگ کہلانے کا حقدار ہے۔ **فیکوی بھا جبینه**: ان تین اطراف کا خصوصیت سے اس لئے ذکر فرمایا کیونکہ واجب زکوٰۃ کی ادائیگی سے باز رہنے کی وجہ وجاہت اور کھانوں سے پیٹ کا پُر کرنا پشت کو لباس سے ڈھانپنا ہے۔ (۲) اس نے اپنے چہرے کو فقیر سے پھیرا اور اس سے پہلوتہی اختیار کر کے پیٹھ پھیر کر چلایا۔ (۳) ظاہری اعضاء میں یہ تینوں سب سے اعلیٰ ہیں کیونکہ یہ اعضاء رئیسہ دل، دماغ، جگر پر مشتمل ہیں۔ (۴) اس بدن کی چہار جہت مراد ہیں۔ آگے، پیچھے اور دائیں بائیں۔ **کلما بردت**: جب وہ ٹھنڈی ہو جائے گی دوبارہ آگ کی طرف گرم کرنے کے لئے لوٹا دی جائے گی۔ **اعیدت له**: پہلے سے گرم اور سخت ہوگی۔ قرطبی کہتے ہیں اس سے مراد ہمیشہ عذاب میں مبتلا کرنا ہے اور ان گرم چادروں میں مسلسل حرارت کی شدت برقرار رہے گی جیسا گرم لوہے کو گرم حالت میں بھٹی میں موٹا دیا جاتا ہے اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد مسلسل نکالا جاتا ہے۔ **في يوم**: اس کی درازی کفار و فساق اور حقوق اللہ سے روکنے والوں کے لئے

ہوگی۔البتہ مومنین کے لئے فجر کی دو رکعت کے برابر معلوم ہوگی اور بعض پر دنیا کے نصف دن کی طرح ہوگی جیسا ارشادالٰہی میں اشارہ ہے:﴿احسن مقیلا﴾!(الفرقان:۲۴)اس طویل زمانے میں وہ مجرم اس عذاب میں مبتلا رہے گا۔

**النحو** :فیری سبیله ! کا ضمہ وفتحہ دونوں درست ہیں (طیبی) اور سبیل نائب فاعل یا مفعول بہ ہے۔سبیل کا لفظ طریق کی طرح مذکر ومؤنث استعمال ہوتا ہے۔

الی الجنة!یہ ظرف محل حال میں ہے۔اگر مومن ہوگا تو جنت میں جائے گا۔الی النار !اگر ترک زکوۃ کو حلال قرار دینے والا ہوگا تو کفر کی وجہ سے جہنم میں جائے گا۔فالابل !فقتعو کا تو یہ حال ہوگا اونٹ کا مسئلہ کیا ہوگا۔ حقها! جو اونٹوں کی واجب زکاۃ نہیں دیتا۔حلبها یوم وردها !پانی پلانے کے دن گھاٹ پر آنے والوں کو نہیں پلایا اس کی نظیر پھلوں کو دن کے وقت توڑنا تاکہ غرباء ومحتاجین حاضر ہوں۔عموماً ایسے مواقع پر غربا جمع ہوجاتے ہیں۔بطح !اس کو منہ کے بل گرایا جائے گا اور بخاری کی روایت میں تخبط وجهه باخفا فها!اس سے یہ ثابت ہوا کہ بطح میں چہرے کے بل لوٹانا ضروری نہیں بلکہ لغت میں کھینچنا اور پھیلانا اس کا معنی ہے اور یہ انسان کے لئے چہرے اور پشت کے بل ہوتا ہے۔اسی وجہ سے مکہ کو بطحاء کہا جاتا ہے کیونکہ یہ پھیلا ہوا ہے۔لها !ضمیر جنس کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔بقاع قرقر !یہ قاع کی صفت کاشفہ ہے۔برابر میدان (فتح الدلہ) صفت موکدہ بھی کہلاسکتی ہے۔تورپشتی کہتے ہیں مبالغہ کے لئے دولفظوں سے تعبیر کیا معنی ایک ہی ہے اور بعض روایات میں یہ فرق بھی آیا ہے۔اوفر !زیادہ موٹا ما کانت جب زندہ ہو اس وقت جس قدر روندنے میں زیادہ بوجھل ہوسکے۔اس کا نصب ظرفیت کی وجہ سے ہے۔ای وقت اوفر کوانها۔ لا یفقد منها ! کان تامہ کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ضمیر ابل کی طرف راجع ہے۔فصیلاً واحداً !یا جملہ متانفہ بیانیہ ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے کہ وہ بھاری ہوکر کیوں کر روندے گا۔

وتعضه بافواهها مر علیها !مسلم میں کلما مر علیه اخراها رد علیه اولاها!نووی نے اس کو بہتر قرار دیا کیونکہ اس سے کلام کا بہتر ربط ظاہر ہوتا ہے۔فتح القدیر میں تورپشتی نے کہا دونوں عبارتوں کا مقصود ان کا تسلسل سے آنا اور گزرنا ہے۔

فالبقر !یہ اسم جنس نر و مادہ دونوں کو شامل ہے۔اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمین کو ہل سے پھاڑتا ہے۔ولا غنم !جن بکریوں میں زکوۃ واجب ہو اور اس کی زکوۃ ادا نہ کی جائے۔عقصاء!وہ بکری جس کے سینگ مڑے ہوں۔عضباء!جس کے سینگ ٹوٹے ہوں۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ ان کے سینگ انتہائی مضبوط کردیے جائیں گے تاکہ زکوۃ نہ دینے والے کو خوب ایذاء پہنچائیں۔تنطحه !طا مکسورہ ومفتوح دونوں طرح درست ہے (جوہری) نووی نے کسرہ کو ترجیح دی ہے۔بقرونها و تطؤه باظلافها !ظلف گائے 'بکری ہرن کے لئے آتا ہے جس کا پاؤں پھٹا ہوا ہو۔اس کے لئے مستعمل ہے۔الخف!اونٹ کے لئے اور آدمی کے لئے قدم استعمال ہوتا ہے۔اسی طرح گدھا' خچر گھوڑے کے لئے حافر۔حتی یقضی بین العباد!یہ فعل مجہول ہے۔فاعل ذات باری تعالیٰ ہی ہے۔فالخیل!یہ مونث ہے لفظاً اس کا خود نہیں ہے اس کو خیل کہنے کی وجہ اس کا متکبرانہ چال چلنا ہے۔سائل نے ان کی زکوۃ کے متعلق سوال کیا۔طیبی کہتے ہیں یہاں حکیمانہ انداز سے بات کہی گئی ہے۔مذہب امام شافعیؒ کے نزدیک تقدیر عبارت یہ ہے دع السوال عن الوجوب فلیس حق واجب ولکن سل عن اقتنائها وعما یرجع الی صاحبها من النفع او المضرة۔یعنی وجوب کا سوال چھوڑ دو اس کے جمع کرنے اور اس کے کرنے والے کے نفع ونقصان کا پوچھو۔لرجل وزر! سے یہاں سبب وزر مراد ہے۔لرجل ستر !یعنی جس فقر وتنگدستی میں ہے وہ

اس کے لئے پردہ پوشی کرے۔ لرجل اجر: اجر کا باعث ہے۔ مسلم کے بعض نسخوں میں "ھی لہ" کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں۔ ریاء فخرا: یہ حال یا علت ہے کہ اس نے ریاکاری وفخر کے لئے گھوڑا پالا ہو۔ و نواء: دشمنی اور عداوت کے لئے۔ فھی لہ وزر: یہ جملہ تاکید یہ ہے جو اس لئے آپ نے فرمایا تاکہ اس سے مکمل طور پر بچا جائے۔ ھی لہ ستر: اظہار حاجت کی راہ میں پردہ ہے۔ فی سبیل اللہ: اس سے طاعت الٰہی مراد ہے عموماً اور خاص طور پر جہاد کے لئے۔ ایک روایت میں اس کے بدلے "فرجل ربطھا تغنیا و تعففا" تاکہ اسے سواری کے لئے لوگوں سے سوال نہ کرنا پڑے۔ یہ جوانمردی اور سخاوت والوں کے اخلاق اور وقار والے لوگوں کا طرز عمل ہے۔ ثم لم ینس: اللہ تعالیٰ کی طاعت کو انجام دینے اور ضروریات کے لئے گھوڑے کو سواری میں استعمال کیا۔ ولا رقابھا فھی لہ ستر: گھوڑے کے نفع نقصان کا خیال رکھا۔ یہ گھوڑا لوگوں کے سامنے محتاجی سے اس کے لئے حجاب ہے۔ فی سبیل اللہ: جہاد اور اعانت جہاد کے لئے اس سے باندھ رکھا ہو۔ مرج: چراگاہ۔ اس پر روضہ کا عطف عطف الخاص علی العام کی قسم سے ہے۔ من شیء: من تاکید کے لئے آیا ہے۔ شیٔ نکرہ ہے جو سیاق نفی میں واقع ہے۔ ما: یہاں الذی کے معنی میں ہے۔

کتب لہ: عدد مفعول مطلق ہے۔ ابوال وغیرہ کا تذکرہ انتہائی مبالغہ کے لئے کیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان کے بدلے میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں تو اس کے بدلہ میں بدرجہ اولیٰ لکھی جائیں گی اور یہ چارہ بھی گوبر بننے سے پہلے مالک کا مال ہے۔ ولا تقطع طولھا: طول وہ لمبی رسی جو گھوڑے کے پاؤں میں باندھی جاتی ہے جس سے چراگاہ میں وہ دور تک بندھا ہوا چر سکتا ہے اور ادھر اُدھر جا سکتا ہے۔ فاستنت: وہ اپنی چراگاہ اونچی زمین پر دوڑ لگا کر چڑھا پھر چراگاہ کی طرف دوڑا تو ان تمام قدموں کا ثواب ملے گا اور جو چرتے وقت گوبر کیا اس کا بھی پیشاب کا تذکرہ معلوم ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ نیکیاں ملیں گی۔ صاحب: مالک مراد لینا زیادہ بہتر ہے اگرچہ نگران بھی مراد ہو سکتا ہے۔ فشربت: پینے کا تذکرہ غالب کے لحاظ سے کر دیا۔ ولا یرید ان: یہ صاحب سے جملہ حالیہ ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ جب بلا قصد پانی پینے کا بدلہ ہے تو بالقصد پانی پلانے کا بدرجہ اولیٰ صلہ ملے گا کیونکہ اس میں بھی اس کی چارہ کھلانے والی کوشش کا دخل ہے جس کی وجہ سے جانور کو پیاس لگی اور اس سے پانی پیا۔ یا رسول اللہ فالحمر: گدھوں کا کیا حکم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے متعلق مجھ پر کوئی چیز نازل نہیں ہوئی البتہ یہ منفرد جامع آیت ہے جو تمام طاعات کو شامل ہے۔ الفاذہ: یہ فذا الرجل عن اصحابہ سے لیا گیا ہے جبکہ وہ ساتھیوں سے الگ رہ جائے۔ مثال ذرۃ: چھوٹی چیونٹی یا غبار کے جز کی مقدار۔ خیر یرہ: ایک مؤمن ہے تو دارین میں اس کی جزا پالے گا اور اگر کافر ہے تو دنیا میں اس کا بدلہ پالے گا۔ ممکن ہے عذاب میں کسی قدر تخفیف کا باعث بن جائے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٣/٧٥٦٦) والبخاري (٢٣٧١) ومسلم (٩٨٧) وأخرجه أبو داود (١٦٥٨) والنسائي (٢٤٤١) وابن حبان (٣٢٥٣) وابن خزيمة (٢٢٥٢) والبيهقي (٤/٨١)

**الفوائد**: ① اموال ظاہرہ اور باطنہ میں زکوۃ لازم ہے ② گھوڑوں میں خیر وبرکت ہے جبکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت کے لئے امور خیر میں استعمال کرے ورنہ مذموم ہیں ③ جیسا عمل ویسی جزاء خیر کی خیر شر کی شر۔

# ۲۱۷ : بَابُ وُجُوْبِ صَوْمِ رَمَضَانَ وَبَيَانِ فَضْلِ الصِّيَامِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ

## بَاب: رمضان کے روزے کی فرضیت اور روزوں کی فضیلت اور اس کے متعلقات کا بیان

صوم رمضان: دوسری مرتبہ صیام سے تعبیر تفنن تعبیر کے لئے کی۔ اس کا اصل صوام ہے واؤ کو یا سے بدل دیا۔ یتعلق بہ: سے مراد اعتکاف' کثرت اعمال پر۔ صوم اور صیام یہ دونوں مصدر ہیں۔ یہ رک جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿انی نذرت للرحمان صوماً﴾ یعنی کلام سے اپنی زبان کو روک لیا۔ شرعی لحاظ سے مخصوص زمانہ میں مطفرات مخصوصہ سے رک جانا۔ روزے کی فرضیت کتب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور دین میں معروف ومشہور ہے۔ اس کے منکر کو جبکہ وہ معذور نہ ہو مثلاً نیا مسلمان ہوا کافر کہا جائے گا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ ' وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ' وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا ' اَوْ عَلٰى سَفَرٍ ' فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ [البقرة:۱۸۳] اَلْاٰيَةَ.

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے۔ جس طرح کہ ان لوگوں پر فرض ہوئے جو تم سے پہلے ہوئے ...... الی قولہ تعالیٰ ...... رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن مجید اتارا گیا ہے۔ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کے دلائل اور معجزات پس جو شخص تم میں سے رمضان پالے۔ پس چاہئے کہ وہ اس کا روزہ رکھے اور جو بیماری یا سفر کی حالت میں ہو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لے''۔

یایھا الذین امنوا: سب سے اعلیٰ وصف سے ان کا تذکرہ اور پھر خطاب کا شرف بخشا۔ الصیام: بعض نے کہا اس سے رمضان کے روزے مراد ہیں۔ بعض نے اس سے ہر ماہ کے تین اور عاشوراء کا روزہ مراد لیا۔ پھر منسوخ ہوئے (مگر اس کی ناسخ کوئی نص نہیں اس لئے یہ قول ضعیف ترین ہے) کما کتب: اس لئے فرمایا تاکہ مشکل امر کا اٹھانا آسان ہو۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا اصل روزے میں تشبیہ ہے یا خاص رمضان سے متعلق ہے۔ پہلا قول درست ہے کیونکہ رمضان المبارک تو اس امت کی خصوصیات سے ہے۔ تتقون: یعنی معاصی سے بچو۔ اس لئے کہ روزہ شیطانی راہوں کو تنگ کرتا ہے۔ ایاماً معدودات: تقدیر عبارت یہ ہے صوموا ایاماً: جمع قلت لائے تاکہ رمضان میں آدمی شوق سے داخل ہو۔ پھر چند دن مشق کے بعد خود آسانی ہو جائے گی۔ ممن کان منکم: یعنی اس کے ذمہ دوسرے دنوں کے روزے ضروری ہیں جو کہ مرض وسفر کی گنتی کے مطابق ہوں گے جبکہ اس نے افطار کیا۔ قرینہ کی وجہ سے شرط ومضاف کو حذف کر دیا۔ علی الذین یطیقونہ: جو

صحیح مقیم ہوں۔ **فدیه طعام مسکین** !اگر وہ افطار کریں ابتداء اسلام میں روزے اور اطعام میں اختیار تھا پھر منسوخ ہوا۔ (۲) آیت میں شیخ ہرم مراد ہے اسی طرح بڑھیا۔ پس معنی سبب طاقت ہوگا روزہ کی طاقت ان سے منسوب ہو اور ''یطوقونہ! کی قرأت اس کی موید ہے۔ **تطوع خیراً** !ہر مسکین کے کھانے سے زیادہ دیا۔ **ان تصوموا** !صاحب طاقت کو روزہ ہی رکھنا چاہئے۔ **تعلمون** !اگر تمہیں فضائل صوم سے واقفیت ہو۔

**النحو**: **شھر رمضان** !یہ مبتداء مابعد خبر ہے۔ (۲) مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

**انزل فیه القرآن** !یہ شہر کی خبر یا صفت ہے۔ لوح محفوظ سے بیت العزت میں لیلۃ القدر کی رات قرآن مجید مکمل طور پر اتارا گیا وہی نزول مراد ہے۔ پھر **ھدی للناس** !قرآن مجید یہ ہادی ور اہنما ہے۔ **بینات** !واضح آیات مراد ہیں۔ **من الھدیٰ** ! وہ احکام جو حق کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔ **الفرقان** !حق و باطل میں فرق کرنے والے۔ **فمن شھد** !جو مسافر نہ ہو بلکہ موجود ہو۔ **فلیصمه** !یعنی اس میں روزہ رکھے۔ **مریضا** !ایسا مرض جس کے ساتھ روزہ گراں ہو۔ **فعدہ من** !پہلی آیت میں مریض، مسافر، مقیم ہر تین کو اختیار تھا اور اس میں مسافر و مریض مراد ہیں مقیم شامل نہیں۔ اس سے پہلے حکم کا نسخ معلوم ہوا۔ **یرید الله بکم** !اسی لئے اس سے مسافر و مریض کے لئے افطار کی اجازت دی۔

**ولتکملوا** !اس کا عطف الیسر پر ہے۔ جیسا اس آیت میں **یریدو لطیفئوا** !یا پھر تقدیر عبارت یہ ہے۔ **شرع لکم ذلك!** یعنی تمام احکام صوم مشروع کئے تا کہ مرض وسفر سے جو تم نے قضا کر لئے۔ **ولتکبروا الله** !تا کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرو۔ یہاں تکبروا سے تکبیرات لیلۃ الفطر مراد ہیں۔ **تشکرون** !تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے انعامات پر اس کا شکریہ ادا کرو یا رخصت افطار پر شکر ادا کرو۔ (جامع البیان)

**من ایام اخر** ! رفع کے ساتھ یہ مبتداء ہے اس کی خبر محذوف ہے۔ ای **معروفة** !اور نصب کی صورت میں تقدیر یہ ہے اتمھا! جو ضعیف قول ہے۔

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَقَدْ تَقَدَّمَتْ فِی الْبَابِ الَّذِیْ قَبْلَهٗ۔

احادیث کچھ سابقہ باب میں گزر چکی ہوں۔

۱۲۱۶ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ''كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ – وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ: اِنِّیْ صَآئِمٌ – وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّیْحِ الْمِسْكِ – لِلصَّآئِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ ، وَاِذَا لَقِیَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ – وَهٰذَا لَفْظُ رِوَایَةِ الْبُخَارِیِّ – وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ : ''یَتْرُكُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ ، وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِیْ ، اَلصِّیَامُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ – قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ''اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ: یَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ – لِلصَّآئِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ

"وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ وَلَخُلُوْفُ فِيْهِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّيْحِ الْمِسْكِ"

۱۲۱۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ جل شانہ فرماتے ہیں آدم کے بیٹے کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزے کے۔ پس وہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا۔ روزے ڈھال ہیں۔ جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو وہ جماع کی باتیں نہ کرے اور نہ شور مچائے۔ اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو اسے کہہ دے۔ بے شک میں روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم ہے کہ محمد (ﷺ) کی جان جس کے قبضہ میں ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے: ایک روزہ افطار کے وقت اور جب اپنے رب سے ملے گا تو خوش ہو گا۔ (بخاری و مسلم) یہ بخاری کے لفظ ہیں اس کی دوسری روایت ہے میں یہ الفاظ ہیں کہ روزہ دار اپنا کھانا' پینا اور خواہش میری خاطر چھوڑتا ہے۔ روزہ میرے لئے ہیں اور میں اس کا بدلہ دوں گا۔ اور نیکی کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مگر روزہ پس یہ میرے لئے ہیں اور میں اس کا بدلہ دوں گا۔ روزہ دار نے اپنی شہوت اور کھانا میری خاطر چھوڑا۔ روزہ دار کو دو خوشیاں میسر ہوتی ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی۔ البتہ اس میں منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

**تشریح** ۞ **قال اللّٰہ تعالٰی** ! یہ احادیث قدسیہ سے ہے۔ **کل عمل** ! خطابی کہتے ہیں بندے کے ہر عمل میں لوگوں کو اطلاع ہونے کی وجہ سے مداخلت و حصہ ہے۔ بندہ لوگوں سے اس کا جلد بدلہ چاہتا ہے اور اس کے بدلے دنیا کی تعظیم و جاہ پاتا ہے۔ **الا الصیام فانہ لی** ! وہ خالص میرے لئے ہے اس کی کسی کو اطلاع نہیں اور اس میں نفس کا کوئی حصہ اور مداخلت نہیں یہ نفس کو توڑتا ہے اور بدن کو کمی پر پیش کرتا ہے اور پیاس کی گرامی اور بھوک کی کڑواہٹ پر صبر کی طرف لے جاتا ہے۔

خطابی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ روزہ ایسی عبادت ہے جس پر ریاکاری اور دکھلاوا مسلط نہیں ہو سکتا لیکن یہ ایک ایسا نیک عمل ہے جس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو اطلاع نہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسا روایت میں وارد ہے: "**نیۃ المومن خیر من عملہ**"! کیونکہ اس کا محل دل ہے۔ غیر اللہ کو اس کی اطلاع نہیں۔ منفرد نیت اس عمل سے بہتر ہے جو نیت سے خالی ہے جیسا اس آیت میں ہے: ﴿**لیلۃ القدر خیر من الف شھر**﴾! ایک ہزار ایسی راتوں سے بہتر ہے جس میں لیلۃ القدر نہ ہو۔ بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کھانے پینے سے بے نیازی یہ خاصہ خداوندی ہے۔ وہ کھلاتا ہے کھاتا نہیں۔ گویا اس طرح فرمایا: روزہ دار مرا قرب ایسی صفت سے حاصل کرتا ہے جو میری صفات سے ہے اگر صفاتِ باری تعالیٰ کے مشابہہ کوئی چیز نہیں۔ بعض نے کہا یہ اضافت تشریفی ہے جیسے بیت اللہ۔ **وانا اجزی بہ** ! اس سے معلوم ہوا کہ اس کا معنی بلا حد و شمار اس کا بدلہ کئی گنا زیادہ ہوگا کیونکہ سخی کا عطیہ اس کی وسعت عطا کی دلیل ہوتی ہے۔ **والصیام جنۃ** ! روزہ ڈھال ہے وہ آگ یا گناہوں کی راہ میں ڈھال بن جائے گا جیسا کہ ڈھال تیر سے رکاوٹ بنتی ہے کیونکہ روزہ شہوت کو توڑتا اور قوت کو کم کرتا ہے۔

احمد و حصن کی روایت میں "**من النار**"! اور نسائی میں "**کجنۃ احد کم من القتال**"! اور احمد کی دوسری روایت میں **مالم یخرقھا**! کے الفاظ زائد ہیں۔ ابن العربی کہتے ہیں یہ آگ سے ڈھال بنیں گے اور آگ شہوات سے ڈھکی ہوئی ہے اور آگ سے تبھی بچے گا جب شہوات سے اپنے آپ کو روکے گا۔

فاذا کان !! کان یہاں وجد کے معنی میں ہے اور رفث فحش گفتگو کو کہا جا تا ہے۔ ولا یصخب !! شور وشغب نہ کرے۔ فان سابہ !! مبالغہ کے لئے باب مفاعلہ سے لائے۔ عموماً گالی دینے والے کو گالی دی جاتی ہے الا ماشاء اللہ (حق کی وجہ سے جو گالی دی جاتی ہے وہ ایک چیز ہے) قاتلہ !! اگر اس سے جھگڑا کیا جائے۔ فلیقل انی صائم !! دل میں کہے یا مخاطب کو کہہ دے شاید وہ اس زجر سے شرمندہ ہو کر اپنی حرکت چھوڑ دے۔ حقیقت ومجاز دونوں پر محمول کر سکتے ہیں اگر اس سے خصوصی طور پر اسے مخاطب نہیں تو پھر یہ لازماً بیان کرے۔ والذی نفس !! مخاطب کو تاکید کے لئے قسم کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ خلوف !! خا کا ضمہ ہوگا۔ فتحہ درست نہیں (سیبویہ) اضافت کے باوجود فم کی میم کو باقی رکھنا درست ہے۔ اس سے مراد روزے کی وجہ سے منہ میں پیدا ہونے والی مہک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے خصائص میں ذکر فرمایا کہ جب شام کا وقت ہوگا تو روزہ داروں کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہوگی۔ ابن صلاح اور جمہور کے نزدیک یہ دنیا میں ہے۔ ابن عبدالسلام کہتے ہیں شہید کے خون کی طرح یہ مہک آخرت میں ہوگی۔ اطیب عند اللّٰہ !! (۱) زری کہتے ہیں یہ روزے کے بارگاہ الٰہی سے قریب ہونے سے مجاز ہے کیونکہ عمدہ خوشبو سے قرب ہماری عادات سے ہے۔ پس وہ روزہ کے لئے بطور استعارہ استعمال کیا کیونکہ روزہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب کے درجات والا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے جتنی کستوری کی خوشبو تمہیں پیاری ہے۔ ابن عبدالبر کا قول بھی یہی ہے۔ (۲) بعض نے کہا خلوف ومشک کا حکم تمہارے ہاں جو اس کا مفہوم ہے اس سے یہ الٹ ہے یہ قول پہلے قول کے قریب ہے۔ (۳) بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں بدلہ عنایت فرمائیں گے اس کی مہک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہوگی۔ جیسا کہ شہداء کے زخم لائے جائیں گے ان کی خوشبو کستوری کی طرح مہک رہی ہوگی۔ (۴) مطلب یہ ہے اس کا مالک وہ ثواب پائے گا کستوری کی خوشبو سے زیادہ افضل ہوگا۔ خاص طور پر خلوف کی نسبت سے یہ عیاض کا قول ہے۔ (۵) داودی اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ مجالس ذکر میں کستوری کا اتنا ثواب نہیں جتنا کہ خلوف کا ہوگا نووی کا قول یہی ہے قبول ورضا تو مراد نہیں ہو سکتی اس لئے خوشبو کا معنی لیں گے۔ قاضی حسین کہتے ہیں طاعات کی خوشبو قیامت میں مہک رہی ہوگی۔ پس روزے کی خوشبو عبادات میں کستوری جیسی ہوگی۔ بیضاوی کہتے ہیں اس میں روزہ داری کی اس چیز کی فضیلت ذکر فرمائی جس کو لوگ ناپسند کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی پاکیزہ ترین جنس ہوگی جس سے لوگ لذت حاصل کرتے ہیں اور وہ کستوری ہے۔ اس سے اعلیٰ روزے کے آثار کا پھر کیا کہنا ہے (بیضاوی) بعض نے کہا حذف مجاز کی قسم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں فرشتوں کے ہاں منہ کی بو اس سے زیادہ خوشبودار ہے جتنی ان کے ہاں کستوری کی مہک ہوتی ہے۔ یفرحھما !! یہ اصل میں یفرح بہما ہے جیسا اس ارشاد باری میں ﴿فلیصمہ﴾ !! (آیت: ۱۸۵) ای فلیصم فیہ !! یا یہ مفعول مطلق ہے ای یفرح الفرحتین ! تصریح کے بدلے ضمیر لائے جیسے عبداللّٰہ بطنہ منطلقًا۔ فرح بفطرہ !! کیونکہ اس کا روزہ مکمل ہوا اور مفسدات خالی رہا۔ (۲) کھانے کے لئے کھانا میسر ہوا۔ او القی ربہ فرح بصومہ !! اپنے رب کی ملاقات پر۔ (۲) روزے کا ثواب پا کر۔ ہر صورت روزے کی قبولیت سے خوش ہوگا۔

روایات کا فرق: بخاری باب فضل الصوم میں یہ الفاظ ہیں: یترك طعامہ وشرابہ شھوتہ ! یعنی جماع اور مقدمات جماع "من اجلی" !! یہ من اجلیہ ہے۔ الصیام لی۔ اس کے ذریعہ میرے علاوہ دوسرے کی عبادت نہیں کی جاتی اگرچہ تمام عبادات اللہ

تعالیٰ کیلئے ہیں۔ کفار مکہ اپنے معبودوں کے لئے سجدہ صدقہ تو کرتے تھے مگر روزے کا رواج نہ تھا۔ انا اجزی به!: اس روزے کی عظیم جزاء اور شرف کا ذکر کیا یعنی میں خود اس کے بدلے کا ذمہ دار ہوں۔ والحسنة بعشر امثالها!: یہ کم سے کم اضافہ ہے۔ یہ حدیث مرفوع ہے قدسی نہیں۔ یضاعفها!: بڑھانے سے ثواب کا بڑھانا مراد ہے۔ الحسنة!: والا جملہ مستانفہ بیانیہ ہے کہ نیکی میں دس گنا اضافہ عمومی طور پر ہوتا ہے کبھی کبھی سات سو گنا تک بھی ہوتا ہے جیسا فرمایا: ﴿مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة﴾! (البقرہ: ۲۶۱) الا الصوم!: اس کو کئی گنا بڑھانے سے مستثنیٰ فرمایا۔ فانه لی!: یہ جملہ مستانفہ علت کی طرز پر لایا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے خود اس کے بدلے کی ذمہ داری لی ہے تو پھر اس کا بدلہ غیر محصور ہو گیا جیسا صبر کے متعلق فرمایا: ﴿انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب﴾! (الزمر: ۱۰) شهوته!: وہ چیز جس کی طرف نفس کی چاہت ہو۔ طعامه!: اس سے ہر وہ چیز مراد ہے جو کھانے میں کام آئے پس مشروب کو شامل ہے۔ من اجلی!: میرے سبب سے ہے۔ فرحتان!: کیونکہ عبادت تکمیل کو پہنچی۔ فرحة عند فطره۔!: بتدا کو نکرہ لائے اور تفصیل کے نئے لائے یہ اسی طرح ہے جیسے فیوم لنا و یوم علینا۔ عند لقاء ربه!: ملاقات کے سبب اور بڑے ثواب کو دیکھ کر۔ ولخلوف!: یہ لام جواب قسم کے نئے جو اطیب! کے حکم کو بعید سمجھنے والوں کے لئے لایا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کہ وہ لوگوں کے ہاں ناپسند ہے کیونکہ روزے کی وجہ سے مغز تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے زوال سے پہلے تبدیلی دوسرے انداز کی ہے پس وہ خالص روزے ہی کا اثر ہے۔ اطیب عند الله!: یہ جملہ روزے کے شرف و مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

**تخریج**: اخرجه أحمد (۳/۳٤۹۳) والبخاري (۱۸۹٤) ومسلم (۱۱۵۱) والنسائي (۲۲۱۵) وابن ماجه (۱٦۳۸) وابن حبان (۳٤۲۲) وابن خزيمة (۱۸۹٦) والطيالسي (۲٤۸۵) وعبدالرزاق (۷۸۹۱) ومالك (٦۹۸) والبيهقي (٤/۳۰٤)

**الفوائد**: ① روزے میں فحش گوئی سے پرہیز کی ضرورت ہے ② روزے کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا درجہ ہے اس کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسند ہے۔

۱۲۱۷ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نُوْدِیَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلٰی مَنْ دُعِیَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعٰی اَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ وَاَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۱۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کرے گا اس کو جنت کے دروازوں سے آواز دی جائے گی۔ اے اللہ کے بندے! یہ بہتر

ہے۔پس جو نماز والوں میں سے ہوگا اس کو نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا اور جو اہل جہاد سے ہوگا اس کو جہاد کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ جو روزہ داروں میں سے ہوگا اس کو باب ریان سے بلایا جائے گا جو صدقہ والوں میں سے ہوگا اس کو صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جس کو ان دروازوں میں سے کسی سے پکارا جائے' اس کو تو کچھ نقصان نہیں۔ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! مجھے امید ہے کہ تو انہیں میں سے ہے۔''

(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ زوجین: بعض روایات میں دریافت کیا گیا کہ زوجان کیا ہے؟ فرمایا: دو گھوڑے' دو بچھڑے' دو اونٹ۔ ابن عرفہ کا قول یہ ہے ہر وہ چیز جس کو دوسرے کے ساتھ ملایا جائے وہ زوج ہے۔ بعض نے کہا ممکن ہے کہ یہ روایت تمام اعمال بر کو شامل ہو خواہ دو نمازیں ہوں یا دو روزے یا ایک صدقہ دوسرے کے ساتھ ملایا اور حدیث کے یہ الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں: ''**فمن کان من اھل الصلاۃ و من کان من اھل الصیام**''۔

زوج کا معنی صنف بھی آتا ہے جیسا اس ارشاد میں ﴿**و کنتم ازواجا ثلاثۃ**......﴾! **فی سبیل اللہ**: بھلائی کے تمام کام مراد ہیں۔ بعض نے جہاد مراد لیا ہے مگر عموم بہتر ہے نووی کا یہی قول ہے۔ **لفر دی من**: خیر کے لفظ کو اسم کہا گیا یعنی ثواب و رشک کی چیز ہے کیونکہ اس میں نعمتیں اور ثواب بہت پس تو جس میں چاہے داخل ہو جائے۔ نووی نے تقدیر عبارت یہ لکھی: **ان کان منا یعتقد ان ذلک الباب افضل من غیرہ**''! ہمارے خیال میں یہ دروازہ دوسروں سے **افضل** ہے۔

حافظ کا قول: یہ فاضل کے معنی میں ہے نہ کہ افضل کے معنی میں اگرچہ الفاظ میں اس طرف ذہن جاتا ہے اور انداز کا فائدہ یہ ہے تاکہ سامع کو داخلہ جنت کی خوب ترغیب ہو (فتح الباری) **فمن کان**: جس کے نفلی اعمال میں جو غالب ہوگا فرائض مراد نہیں کیونکہ اس میں سب برابر ہیں (قرطبی) اور ظاہراً یہ روزے اور صدقہ سے متعلق ہے۔ **باب الریان**: یہ عطشان کے مقابلے میں ہے جو کہ روزہ دار ہے۔ اس میں اشارہ فرمایا کہ اس کو جنت میں ہمیشہ کی سیرابی میسر ہوگی اور وہ اسی دروازے سے داخل ہوگا۔ **باب الصدقہ**: ارکان اسلام میں صرف حج باقی رہ گیا جس کا تذکرہ نہیں یقیناً اس کا ایک دروازہ ہے اور باقی تین دروازے ہیں ایک دروازہ **باب الکاظمین الغیظ و العافین عن الناس**! کے لئے ہے امام احمد کی مرسل روایت ہے۔ **ان للہ بابا فی الجنۃ لا یدخلہ الا من عفا عن مظلمۃ**! ایک دروازہ الباب الایمن ہے۔ یہ متوکلین کا دروازہ ہے جس میں بلاحساب و عذاب لوگ داخل ہوں گے۔ (۳) شاید یہ باب الذکر ہو۔ ترمذی کا اشارہ اسی طرف معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ باب العلم ہو اور یہ بھی احتمال ہے۔ ان دروازوں سے جنت کے دروازوں کے اندرونی دروازے مراد ہوں کیونکہ اعمال کی تعداد آٹھ سے بہت زیادہ ہے (فتح الباری) سیوطی نے قاضی سے نقل کیا کہ بقیہ ابواب کا تذکرہ احادیث میں موجود ہے۔ **باب التوبہ' باب الکاظمین الغیظ و العافین عن الناس' باب الراغبین' الباب الایمن یدخل منہ بلاحساب**! (الدیباج لسیوطی) حافظ نے فتح الباری میں لکھا انفاق صدقہ' جہاد' صم' حج میں تو ظاہر اس کے علاوہ میں مشکل ہے۔ ممکن ہے کہ نماز میں خرچ سے مراد اس کے لئے استعمال ہونے والے آلات میں جو مال خرچ ہو مثلاً پانی' لوٹا' کپڑا وغیرہ اور (۲) روزے میں خرچ سے وہ اشیاء مراد ہوں جو روزے کو مضبوط کرنے والے ہوں مثلاً سحور و فطور اور لوگوں کو معاف کرنے

میں صرف کرنا۔ یہ ہے کہ وہ ان حقوق کو چھوڑ دے جو اس پر بنتے ہیں۔(۴) توکل میں انفاق کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ایسی بیماری جس میں خرچ کرے جس اس کو طلب معاش سے روک دے اس حال میں کہ یہ معصیت سے رکا ہوا ہو یا ایسے آدمی پر ثواب کے لئے خرچ کرے جو اس مصیبت میں مبتلا ہو۔اور ذکر میں انفاق بھی اسی طرح ہے اور احتمال یہ بھی ہے کہ نماز اور روزے میں خرچ سے مراد دونوں میں اپنے نفس کو لگانا ہے۔اس لئے کہ اہل عرب جس چیز میں اپنے نفس کو لگاتے ہیں اس کو نفقہ سے تعبیر کرتے ہیں۔وہ جس صنعت کو سیکھیں اس کے متعلق یہی کہتے ہیں میں نے اس میں اپنی عمر خرچ کی پس روزے اور نماز میں جسم کو تھکانا یہی انفاق ہے (الدیباج لسیوطی) بابی انت و امی !یعنی میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔من تلك الابواب !ان میں سے کسی ایک سے۔من ضرورة !بغیر کسی اور نقصان کے۔فهل يدعى احد !اس سے یہ اشارہ کیا کہ وہ بہت کم لوگ ہوں گے اور تمام دروازوں سے آواز دیا جانا اس کے لئے باعث شرف و عظمت ہے۔البتہ وہ داخل تو ایک ہی دروازے سے ہوگا۔شاید یہ غالب عمل والا دروازہ ہو۔مسلم کی روایت سے اس پر اعتراض نہیں آتا "من توضا فتح له ابواب الجنة الثمانية يدخل من ايها شاء)! کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اکرام کے لئے سب دروازے کھولے جائیں گے مگر وہ اسی دروازہ سے داخل ہوگا جس عمل کا اس پر غلبہ ہوگا۔

زرکشی کا قول :ممکن ہے کہ جنت قطعہ کی مانند ہو جس کی دیواریں ایک دوسرے کی پیچھے ہوں اور ہر دیوار کا دروازہ ہو۔چنانچہ ان میں سے بعض لوگ تو فقط پہلے دروازے سے بلائے جائیں اور بعض لوگ اندرونی دروازوں سے بھی بلائے جائیں اور اسی طرح۔نعم دار جوا !علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہاں رجاء کے صیغے استعمال ہوتے ہیں وہ یقین ہی کے لئے ہیں۔نووی کہتے ہیں کہ اس روایت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بلند مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔نیز جب کسی انسان کے خود پسندی میں ابتلا کا خطرہ نہ ہو تو اس کی منہ پر تعریف بھی درست ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (١٠٢١) وأحمد (٣/٨٧٩٨) والبخاري (١٨٩٧) ومسلم (١٠٢٧) والترمذي (٣٦٧٤) والنسائي (٢٢٣٧) وابن حبان (٣٤٢٠) وابن أبي شيبة (٥/٣) والبيهقي (٣٠٥/٤)

**الفوائد** : ① ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بلند مرتبہ و شان ظاہر ہوتی ہے ② جو جتنے کثرت سے اعمال خیر کرے گا آخرت میں اتنا اونچا مقام پائے گا ③ تمام ابواب جنت سے بلائے جانے والے لوگ بہت کم ہوں گے۔

١٢١٨ :وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّآئِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَإِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۱۸:حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریّان کہا جاتا ہے اس سے روزہ دار قیامت کے دن داخل ہوں گے۔ان کے سوا اس سے کوئی داخل نہ ہوگا۔ پس جب وہ داخل ہو چکیں گے تو اس کو بند کر دیا جائے گا اور ان کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا۔(بخاری و مسلم)

**تشریح** ان فی الجنہ: یہاں فی لام کے معنی میں ہے (التوشیح) ابن منیر کہتے ہیں کہ لام کی بجائے فی کا استعمال تشویق میں اضافہ کے لئے ہے کہ دروازے جنت میں وہ راحت ونعمت ہے جو کہ جنت میں ہے۔ **الریان**: یہ الری سے فعلان کا وزن ہے یہ روزہ داروں کے مناسب بدلہ ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ یہاں سیرابی پر اکتفاء کیا گیا کیونکہ یہ پیٹ بھر جانے کی علامت ہے۔ **یوم القیامۃ**: جنت میں داخلہ ہی قیامت کے دن ہوگا۔ اس لئے یہ بیان واقعہ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ارواح شہداء اور مؤمنین کے داخلہ سے احتراز مقصود ہو۔ پس اس صورت میں روزہ داروں کے ساتھ خاص نہ ہوگا۔ **غیرھم**: اس دن روزہ داروں کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہ ہوگا۔ **فاذا داخلوا**: مسلم میں اس کی بجائے **فاذا دخل آخرھم** اور بعض نسخوں میں **فاذا دخل اولھم الی آخرہ** وارد ہے مگر قاضی کہتے ہیں پہلا قول درست ہے دوسرا قول وہم ہے۔ **لم یدخل منہ احد** دوسروں کے داخلہ کی نفی کے لئے دوبارہ لائے لم یدخل کا عطف اغلق پر ہے ای **لم یدخل منہ غیر من دخل** یہ روایت مسلم کے پہلے الفاظ سے ابن ابی شیبہ، مستخرج ابونعیم، ابن خزیمہ اور نسائی نے نقل کی ہے البتہ یہ الفاظ زائد ہیں: **من دخلہ لم یظماء ابدًا** اور نسائی سے ابوحازم عن سہل کی سند سے موقوفاً نقل کی ہے مگر حافظ رقمطراز ہیں کہ یہ قطعاً مرفوع ہے اس میں رائے کی مجال نہیں۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۱۸۹۶) ومسلم (۱۱۵۲) والترمذی (۷۶۵) والنسائی (۲۲۳۵) ابن حبان (۳۴۲۰) وابن أبی شیبة (۳/۵) والبیهقی (۴/۳۰۵)

**الفوائد**: ① روزہ داروں کے انعام واکرام کا تذکرہ ② ان کو باب الریان سے جنت میں داخلہ ملے گا جن کی عبادات میں روزوں کا غلبہ تھا۔

۱۲۱۹: وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا مِنْ عَبْدٍ یَصُوْمُ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْیَوْمِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا" - مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۲۱۹: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس دن کے بدلے میں اس کو آگ سے ستر خریف (سال) دور کر دیتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ما من: من کا اضافہ نفی میں استغراق کا معنی پیدا کرنے کے لئے ہے۔ عبد سے یہاں مکلف مراد ہے نہ کہ غلام ولونڈی اور اس کا استعمال شرف کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ مسلم کی روایت میں وضاحت ہے۔ **من صام یوما فی سبیل اللہ باعد اللہ وجھہ عن النار سبعین خریفا۔ فی سبیل اللہ**: کفار سے جہاد، اللہ تعالیٰ کی طاعت۔
**باعد اللہ**: یہ ابعد کے معنی میں ہے۔ مبالغہ کے لئے باب مفاعلہ سے لایا گیا ہے۔ خریفا: ستر خریف کی مدت۔ خریف سے تعبیر میں کنایہ ہے کہ خریف کا موسم سال میں معتدل موسم ہے۔ اس موسم میں درختوں کی ٹہنیوں میں زندگی رواں ہوتی ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۱۱۴۰۶) والبخاری (۲۸۴۰) والترمذی (۱۶۲۲) والنسائی (۲۲۴۷) وابن ماجه

(۱۷۱۷) وابن حبان (۳٤۱۷) والطیالسی (۲۱۸٦) والبیهقی (٤/۲۹٦)

**الفرائد** : ① روزہ جہاد میں جو آدمی نباہ سکے اس کو اجازت ہے ② خریف ستر سال کا ہوتا ہے۔

۱۲۲۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۲۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے رمضان کا روزہ پختہ یقین اور اخلاص کے ساتھ رکھا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ ۱) ایمانا : اس کا جو ثواب وارد ہوا اس کی تصدیق کرنے والا ہو۔

**النحو** : علت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ احتسابا: اس سے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا قصد کرنے والا ہو۔ **ما تقدم من ذنبه** : نسائی واحمد میں ما تاخر کے الفاظ بھی نقل کیے گئے ہیں۔ گناہوں سے مغفرت کا ذریعہ طاعات ہیں اور اس سے وہ صغائر مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حق سے متعلق ہوں۔ بخاری میں روایت میں یہ الفاظ ہیں: **من قام ليلة القدر ايمانا و احتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه و من صام رمضان**۔ مصنف کو مناسب تھا کہ یہ ذکر کر دیتے کہ یہ طویل حدیث کا بعض حصہ ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۷۱۷۳) والبخاری (۱۹۰۱) و مسلم (۷٦۰) وابن حبان (۳٤۲۲) والنسائی (۲۲۰۲)

**الفرائد** : روزہ اگر ارتکاب کبائر سے پاک ہو تو یقیناً یہ فضیلت رکھتا ہے۔

۱۲۲۱ : وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا جَآءَ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ ' وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۲۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **فتحت** : یہ فعل ماضی مجہول ہے۔ کرنے والی ذات تو سب کو معلوم ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ اس کے لئے جو رمضان میں فوت ہو حقیقۃً دروازے کھل جاتے ہیں یا جس نے کوئی ایسا عمل کیا ہو جو برباد نہ ہوا ہو۔ بعض نے کہا یہ مجاز ہے اس کا مطلب یہ ہے اس میں کیا جانے والا عمل اس تک پہنچا تا ہے یا کثرتِ رحمت و مغفرت مراد ہے۔ اس کی دلیل میں مسلم کی یہ روایت ہے: **فتحت ابواب الرحمة** ۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ **الرحمت**: یہ جنت کا ایک نام ہے۔ **وغلقت ابواب النار** : اس کے متعلق پہلے احتمالات جو نقل کیے گئے ان کو سامنے رکھیں۔ ایک احتمال یہ بھی ہے روزہ داروں فواحش کی گندگی سے اپنے نفوس کو پاک رکھنے سے کنایہ ہے اور اسی طرح گناہوں پر ابھارنے والی چیزوں سے روزہ دار

کو چھٹکارا حاصل کرنے اور شہوات کے قلع قمع کرنے سے کنایہ ہے۔

**طیبی کا قول** : اس کھولنے اور بند کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ روزہ داروں کے فعل پر فرشتے ان کی تعریف کریں اور روزہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مرتبہ والا ہے اور مکلّف جب یہ سچی خبروں سے بات معلوم کر لے گا تو اس کے نشاط میں اضافہ ہوگا۔ صفدت : شیاطین کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے اس میں بھی ماقبل کی طرح اگر حقیقت ہو تو ظاہر ہے یا مجاز پر تو اس کا مطلب ایمان والوں کو کثرت ایذاء سے ان کو روک دیا جاتا ہے۔ ان کو ڈرانے سے منع کر دیا جاتا ہے وہ ایذاء نہ دینے میں مسلمانوں کی طرح ہو جاتے ہیں یا مکلّفین کو قابل نفرت چیزوں سے روکنے کی مخالفت سے باز رہتے ہیں۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۹۲۱۵) والبخاری (۱۸۹۸) و مسلم (۱۰۷۹) والنسائی (۲۰۹۶) وابن حبان (۳۴۳۴) وابن خزیمة (۱۸۸۲) والدارمی (۱۷۷۵)

**الفوائد** : ① روزہ دار اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قریب ہے اور اس کے عتاب سے دور ہے ② شیاطین کی غوایت سے ان کی حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے۔

۱۲۲۲ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ ، فَاِنْ غَبِيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ — وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ: "فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُوْمُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا۔

۱۲۲۲ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو۔ اگر تم پر مخفی ہو تو شعبان کی گنتی ۳۰ پوری کرو۔ (بخاری و مسلم) یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور مسلم کی روایت میں ہے۔ پس اگر تم پر بادل چھا جائے۔ تو تیس دن کے روزے رکھو۔

**تشریح** ۞ صوموا لرویته : ہلال رمضان کے لئے ایک شاہد عدل کی گواہی بھی کافی ہے جس نے چاند دیکھا ہو۔ وافطروا لرویته : اس سے ہلال عید الفطر مراد ہے۔ لرؤیته : میں لام عند کے معنی میں ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اقم الصلٰوة لدلوك الشمس﴾ اور اس وجہ سے بھی کہ وہ لام تعلیلہ ہے۔ غبی : بخاری میں غدر علیك ہے یعنی تمہارے اور چاند کے درمیان بادل حائل ہو جائے۔ جیسے کہتے ہیں: غم اغمی غمی اور غبی دونوں درست ہیں۔ فاکملوا : علماء شوافع کہتے ہیں جو آدمی تیس شعبان کا روزہ اپنے ذمہ واجب کر لے اسے اس کی مخالفت سے نکلنا لازم نہیں۔ جب رؤیت ہلال سے بادل مانع ہو کیونکہ اختلاف سے نکلنا اس وقت ضروری ہے جب اس کے معارض سنت صحیحہ موجود ہو اور اس میں زیادہ ضعف بھی نہ ہو اور اس سے نکل کر کسی اور خلاف میں نہ گر پڑے۔

**روایت کا فرق** : غم علیکم فصوموا ثلاثین یومًا : یہ مسلم کے الفاظ ہیں کہ اگر شوال کو چاند بادل کی وجہ سے نظر نہ آئے اور گنتی تیس دن پوری کر لی تو افطار صوم واجب ہو گیا۔ خواہ رمضان المبارک کا چاند ایک آدمی کی رؤیت سے ثابت ہوا ہو یا زیادہ سے اور اسی طرح حکم ہے کہ گنتی کا پورا ہونا حجت شرعیہ ہے اور رہی یہ بات کہ یہ تو شوال کا ثبوت ایک کی شہادت سے لازم آ رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات چیزیں ضمناً اس طرح ثابت ہوتی ہیں کہ مستقلاً اس طرح

ثابت نہیں ہو سکتیں۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۹۸٦۰) والبخاری (۱۹۰۹) و مسلم (۱۰۸۱) والنسائی (۲۱۱٦) وابن حبان (۳٤٤۲) والدارمی (۱٦۸۵) والطیالسی (۲٤۸۱) وابن الجارود (۳۷٦) والدارقطنی (۲۱۵۳) والبیهقی (٤/۲۰۵)

**الفوائد** : ① اگر چاند انتیس کو نظر نہ آئے تو تیس کی گنتی مکمل کرنا ہوگی ② رمضان کے چاند کی پڑتال کرنی چاہئے اس سے پہلے رمضان کی نیت سے روزہ نہ رکھنا چاہئے۔

## ۲۱۸ : بَابُ الْجُوْدِ وَفِعْلِ الْمَعْرُوْفِ وَالْاِكْثَارِ مِنَ الْخَيْرِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَالزِّيَادَةِ مِنْ ذٰلِكَ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ

## بَابٌ : رمضان المبارک میں سخاوت اور نیک اعمال کی کثرت اور آخری عشرہ میں مزید اضافہ

**الجود** : لغت میں سخاوت کو کہتے ہیں۔ اس کی شرعی تعریف اعطاء ما ینبغی لمن ینبغی : جس چیز کا جس کو دینا مناسب ہو اسے دینا۔ یہ صدقہ سے عام ہے۔

**فعل المعروف** : جو شرعی طور پر جانا پہچانا ہو خواہ واجب ہو یا مستحب۔ **والاکثار من الخیر** : تاکہ شرف زمانہ سے اس کا ثواب بڑھ جائے۔ **فی شهر رمضان** : مستحب یہ ہے کہ وہ رمضان المبارک میں ہو کیونکہ وہ سال کے مہینوں میں سب سے زیادہ شرف والا مہینہ ہے۔ اس سے اس کا زندہ کرنا مستحب ہے تاکہ ثواب عمل بڑھ جائے۔ **فی العشر الاواخر** : آخری عشرہ کی ابتداء ۲۱ رمضان سے اور انتہاء مکمل و ناقص رمضان پر ہوگی (۲۹ یا ۳۰) پس اُنتیس پر تمام کا اطلاق تغلیباً ہے۔

### روایات

۱۲۲۳ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَجْوَدَ النَّاسِ ، وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ ، وَكَانَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ ، فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ يَلْقَاهُ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۲۳ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے بڑھ کر سخی تھے اور جب جبرئیل آپ ﷺ کو آ کر ملتے تو اور بھی زیادہ سخاوت کرنے والے ہو جاتے اور رمضان کی ہر رات میں جبرئیل

علیہ السلام کی آپؐ سے ملاقات ہوتی اور وہ آپؐ سے قرآن کا دور کرتے۔ پس رسول اللہ ﷺ جبرئیل علیہ السلام سے ملتے تو تیز ہوا سے بھی زیادہ آپؐ بھلائی کی سخاوت کرنے والے ہوتے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ❁ اجود الناس: سخاوت میں سب سے بڑھ کر تھے۔ آپ ﷺ کے متعلق سخاوت کی وہ باتیں منقول ہیں جو اور کسی کے متعلق نہیں۔ وکان اجود۔

**النحو**: ۱) اجود اسم اور فی رمضان خبر ہے۔ ۲) اسم کان سے بدل اشتمال ہے۔ ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہے۔ ۳) اجود کان کی خبر اور اسم ضمیر، مصدر یہ ظرفیہ یعنی وہ انتہائی سے متصف تھے جب تک رمضان میں رہتے حالانکہ آپ تو ویسے بھی سب سے زیادہ سخی تھے۔ درحقیقت رمضان اور غیر رمضان کی حالتوں میں باہمی فضیلت دینا مقصود ہے۔

دمامینی کا قول: نصب کی صورت میں ما موصوفہ نکرہ یکون صفت فی رمضان کان سے متعلق ہے جبکہ یہ حدیث پر دلالت کرے گا اسم ضمیر عائد الی النبی ﷺ ہے۔ یا آپ کی طرف جود کی طرف لوٹے جو ماسبق سے سمجھ آ رہی ہے۔ ای کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رمضان میں سب سے زیادہ سخی ہوتے تھے یا آپ کی سخاوت رمضان میں سب سے عمدہ ہوتی تھی۔ جود کو مجازاً اجود کہا جیسا شاعر کا قول ہے۔ حافظ کا قول: ۱) جود کان کا اسم ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ جیسے کہتے ہیں: اخطب ما یکون الامیر فی یوم الجمعۃ۔ ۲) یہ مبتداء الا فی رمضان خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: اجود ما یکون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان۔ بخاری کا میلان بھی یہی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس صورت میں جملہ کان کی خبر ہے۔ (فتح) نووی نے رفع کو زیادہ صحیح کہا ہے۔ ابن مالک و ابن حاجب کا بھی قول یہی ہے۔ مطلب یہ ہے وہ زمانہ جو اس وقت حاصل ہونے والا ہے۔ وہ بہتر زمانوں سے ہے۔ پس یہ اخطب ما یکون الامیر کی قسم سے نہ ہوا۔ (فتح الباری) مزید تفصیل دیکھ لیں۔

حین یلقاہ جبرئیل: ان کی جبرئیل سے ملاقات کے وقت۔ وکان جبرئیل: یہ جملہ فعلیہ سابقہ پر عطف ہے یا مستانفہ ہے۔ اس لئے لائے تا کہ جبرئیل سے مسلسل ملاقات کو ثابت کیا جا سکے۔ فیدارسہ القرآن: قرآن مجید کا دور کرنا غنائے نفس میسر کر دیتا تھا غنا ہی جود کا سبب ہے۔ پس رمضان المبارک خیرات کا موسم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات بندوں میں اس ماہ میں دوسرے مہینوں سے زائد ہوتے ہیں۔ پس آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے طریقے کی پیروی کو ترجیح دیتے۔ پس یہ تمام چیزیں ''وقت'' اترنے اولاً قرآن اور جس مقصد کے لئے اتارا گیا اور مذاکرہ یہ سخاوت وجود سے ہی میسر آیا' واللہ اعلم۔ فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' فا سببیہ لام ابتدائیہ ہے جو کہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ یہ قسم مقدر کا جواب ہے۔ المرسلہ: مطلق ہوا جو ہمیشہ رحمتوں کے ساتھ چلتی ہے۔ اس سے آپ کی سخاوت کے عمومی نفع کی طرف اشارہ کیا اور آپ کی سخاوت کو اس میں بھی جلد اثر کرنے والا قرار دیا۔ امام احمد کی روایت میں مذکور ہے کہ جو چیز آپ سے مانگی جاتی آپ عنایت فرما دیتے۔ نووی فرماتے ہیں: ۱) اس حدیث میں ہر وقت سخاوت پر آمادہ کیا گیا۔ ۲) اور اچھے لوگوں کے ساتھ جمع ہونے کے وقت اضافہ کرنا چاہئے' ۳) نیک لوگوں سے ملاقات کرنی چاہئے جبکہ بزرگ ناپسند نہ کرے' ۴) رمضان المبارک میں کثرت سے قراءت کو معمول بنانا چاہئے' ۵) یہ سب سے افضل ذکر ہے۔ اگر اس سے زیادہ افضل کوئی ذکر ہوتا تو آپ ضرور کرتے' ۶) قرآن مجید کا عمدہ پڑھنا مطلوب ہے۔ جب حفظ یاد ہو تو چند مجالس سے یہ غرض حاصل ہو جاتی ہے۔

**تخریج**: اخرجه احمد (۱/۲۶۱۶) والبخاری (٦) و مسلم (۲۳۰۸) و ابن حبان (۶۳۷۰) والبیهقی (۳۲٦/۱)

**الفوائد**: ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے سخی تھے' رمضان میں آپ ﷺ کی اس صفت میں اوراضافہ ہو جاتا ② نیک لوگوں سے ملاقات کے تاثر کا تقاضا خیر میں اضافہ ہے ③ قرآن مجید کا دور مستحب ہے۔

۱۲۲۴ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَشَدَّ الْمِئْزَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۲۴: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ کے داخل ہوتے ہی رات کو جاگتے اور اپنے گھر والوں کو جگاتے اور کمر کس لیتے ۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **العشر**: الف لام عہد ذہنی کا ہے۔ اس عشرہ اخیرہ مراد ہے۔ **احیاء اللیل**: اس میں قیام فرماتے ۔ **وایقظ اهله**: بھلائی کے موقع کی راہنمائی فرماتے اور اس کے حاصل کرنے میں معاونت کے لئے اس کو جگاتے ۔ **وشد المئزر**: یہ محنت عمل خیر میں مبالغہ کے اظہار کے لئے فرمایا گیا۔ پہلے روایت گزری ہے۔

**تخریج**: تخریجه فی الباب فضل قیام لیلة القدر۔

**الفوائد**: ایضاً۔

## ۲۱۹ : بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَقَدُّمِ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ بَعْدَ نِصْفِ شَعْبَانَ إِلَّا لِمَنْ وَصَلَهُ بِمَا قَبْلَهُ أَوْ وَافَقَ عَادَةً لَهُ بِأَنْ كَانَ عَادَتُهُ صَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَوَافَقَهُ

## باب: نصف شعبان کے بعد رمضان سے پہلے روزے کی عادت نہ رکھنے والے کو روزے کی ممانعت

**تشریح** ۞ یہ ممانعت بطور تحریم ہے۔ **بصوم**: ایک دن ہو یا زیادہ۔ نصف شعبان یہ ۱۶ شعبان کے بعد ۱۴ دن ہوں۔ **لمن وصله**: پندرہ کا روزہ ملائے۔ **وافق عادة له**: کہ وہ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتا ہو اور یہ انتیس شعبان یا اس سے پہلے دن کے موافق ہو جائیں۔ تو وہ عادت کے مطابق رکھے۔ احناف کے ہاں شعبان کے آخری دن کا روزہ مکروہ ہے۔

### روایات

۱۲۲۵ : عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۲۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ہرگز رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے۔ البتہ اگر ایسا آدمی ہو کہ وہ پہلے ان دنوں کا روزہ رکھتا رکھا ہو تو وہ اپنے اس دن کا روزہ رکھ لے''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ❂ یہ نصف ثانی سے متعلق ہے۔ اس کے لئے دلیل بعد والی روایت ہے۔ ابن علان کہتے ہیں دونوں دنوں کو اس لئے لائے تاکہ ان لوگوں پر قیاس نہ کرلیا جائے جن کی کراہیت ایک اور دن ملانے سے ختم ہو جاتی ہے مثلاً جمعہ ہفتہ اور اتوار کا روزہ ایک دن اور ملانے سے کراہت ختم ہو جائے گی۔ **الا** : یہ عام احوال سے استثناء ہے۔ ای **لا تصومن فی حال من الاحوال الا حال کون الرجل صومه**: **یصوم صومه** :اس کی عادت روزہ رکھنے کی تھی۔ بخاری میں اس طرح ہے۔ **الا ان یکون رجل کان یصوم صومه فلیصم ذلك الیوم**: یعنی اگر اس کی عادت پہلے سے رکھنے کی چلی آرہی ہو کیونکہ عرف میں اس کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ یہ رمضان سے پہلے روزہ رکھنے والا ہے۔ یہی حکم اس کا بھی ہے جس پر قضاء رمضان کے روزے ہوں اور اس کا ارادہ مؤخر کرنے کا نہ ہو۔ روزے اوقاتِ مکروہ میں نماز کے مؤخر کرنے پر قیاس نہ کیا جائے گا۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۷۲۰٤) والبخاری (۱۹۱٤) و مسلم (۱۰۸۲) وابو داود (۲۳۳۵) والترمذی (٦٨٥) والنسائی (۲۱۷۱) وابن ماجه (۱٦٥۰) وابن حبان (۳٥٨٦) و عبدالرزاق (۷۳۱٥) والدارمی (۱٦٨٩) وابن ابی شیبة (۲۳/۳) والطیالسی (۲۳٦۱) والبیهقی (۲۰۷/٤)

**الفوائد** : جس آدمی کی عادت نفلی روزے کی نہ ہو اسے رمضان سے ایک دو روز پہلے روزہ نہ رکھنا چاہئے۔

۱۲۲٦ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تَصُوْمُوْا قَبْلَ رَمَضَانَ ، صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ ، فَاِنْ حَالَتْ دُوْنَهٗ غَيَايَةٌ فَاَكْمِلُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ،

"الْغَيَايَةُ" بِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتِ الْمُكَرَّرَةِ وَهِيَ :السَّحَابَةُ۔

۱۲۲٦: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رمضان سے قبل روزے نہ رکھو۔ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔ اگر بادل حائل ہو جائیں تو تمیں دن کی گنتی مکمل کرو۔
(ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
الْغَيَايَةُ :غین مفتوح ہے۔ بادل

**تشریح** ❂ **قبل رمضان** :اس سے نصف اخیر مراد ہے۔ جیسا اگلی روایت میں وارد ہے۔ **صوموا لرؤیته** : ہلال رمضان کو دیکھ کر۔ یہاں لام عند کے معنی میں ہے۔ **افطروا لرؤیته** :شوال کا چاند مراد ہے۔ سیاق کی وجہ سے ہ کی ضمیر لوٹائی گئی ہے۔ ۲) پہلی ضمیر کا لوٹانا بھی درست ہے اس میں مضاف کو مقدر ماننا پڑے گا۔ ای **لرویة هلاله** ۔

فان حالت : اگر بادل نے چاند کی رؤیت کو روک دیا۔ فاکملوا : تو پھر شعبان کے تیس دن پورے ہونے تک روزہ مت رکھو۔ اسی طرح رمضان کی گنتی پوری ہو جائے تب بھی یہی حکم ہے۔ الغیایہ یا الغیابہ: بادل کو کہتے ہیں دونوں کا ایک معنی ہے۔

**تخریج** : اخرجه الترمذی (٦٨٨) وابو داود (٢٣٢٧) والنسائی (٢١٢٨) واحمد (١٩٨٥) والطیالسی (٢٦٧١) وابن ابی شیبة (٣/٢٠) وابن حبان (٣٥٩٠) وابن خزیمة (١٩١٢) والدارمی (١٠٦٨٦)

**الفوائد** : چاند دیکھ کر رمضان کا قطعی نیت سے روزہ رکھنا اور چاند دیکھ کر افطار کرنا چاہئے۔

١٢٢٧ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا بَقِیَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُوْمُوْا" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ ۔

۱۲۲۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نصف شعبان رہ جائے تو روزے مت رکھو۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** : فلا تصوموا : اس سے آخری پندرہ دن مراد ہیں جیسا اوپر روایت میں تصریح آ چکی۔ نہی میں اصل تحریم ہے۔ عبادات میں اصل یہ ہے جب عدم انعقاد کا مطالبہ نہ ہو۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٩٧١٣) و ابو داود (٢٣٣٧) والترمذی (٧٣٨) واخرجه ابن ماجه (١٦٥١) وابن حبان (٣٥٨٩) و عبدالرزاق (٧٣٢٥) وابن ابی شیبة (٣/٢١) والبیهقی (٤/٢٠٩) والدارمی (١٧٤٠)

**الفوائد** : احتیاطی رمضان کے طور پر اواخر شعبان میں روزہ ممنوع ہے۔

١٢٢٨ : وَعَنْ اَبِی الْیَقْظَانِ عَمَّارِ ابْنِ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَنْ صَامَ الْیَوْمَ الَّذِیْ یُشَكُّ فِیْهِ فَقَدْ عَصٰی اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ ۔

۱۲۲۸: حضرت ابوالیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے شک کے دن کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** : ابو الیقظان : یہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے مگر حکماً مرفوع ہے کیونکہ اس میں رائے کا دخل نہیں ہے۔ الیوم الذی : اس سے شعبان مراد ہے یا رمضان اور اس کے علاوہ ۳۰ شعبان کا دن ہے۔ جبکہ لوگ اس کے دیکھنے کی بات کریں یا وہ آدمی گواہی دے جس کی گواہی سے چاند ثابت نہیں ہوتا مثلاً غلام' فاسق' سمجھدار بچی۔ فقد عصی ابا القاسم : اس تحریم میں نافرمانی کی جن میں شعبان کے نصف اخیر کے دن ہوں خواہ بادل والی رات ہو یا نہ۔ امام احمد نے اس کو اس رات سے خاص کیا جس میں بادل نہ ہو اور اس قسم کے دن کے روزے کو احتیاطاً رکھنے کو اختیار کیا ہے۔ صلہ بن زفر کی وجہ سے اس روایت پر تنقید کی گئی مگر امام بخاری نے صلہ کی صحت پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ بیہقی نے بھی اس کو صحیح

الاسناد کہا ہے۔ (المعرفہ للبیہقی)

**تخریج** : اخرجه البخاری تعلیقًا فی الصوم باب (٩١١ وابو داود (٢٣٣٤) والترمذی (٦٨٦) وابن حبان (٣٥٨٥) وابن خزیمة (١٩١٤) والدارمی (١٦٨٢) والدارقطنی (١٥٧/٢)

**الفرائد** : ① یوم شک کا روزہ مکروہ ہے ② احتیاطی رمضان کا روزہ شعبان کے آخر میں ممنوع ہے۔

## ۲۲۰ :بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ!

## بَابٌ: چاند دیکھنے کی دُعا

**تشریح** ۞ ما یقال :یعنی اذکار و دعوات۔ الهلال : خاص حالت کے چاند کو کہتے ہیں۔ (المصباح) ازہری کہتے ہیں پہلی دوراتوں کے چاند کو ہلال کہیں گے۔ اسی طرح ۲۶ اور اس کے بعد کی راتوں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔ اس کے درمیان قمر کہلائے گا۔ فارابی کہتے ہیں پہلی تین راتوں کے چاند کو ہلال اور اس کے بعد قمر کہلائے گا۔ اس کی جمع اہلۃ ہے جیسے سلاح و اسلحہ۔

١٢٢٩ :وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا رَاَى الْهِلَالَ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ ، وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ، رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ ، هِلَالُ رُشْدٍ وَّخَيْرٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۲۲۹: حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو یوں دعا فرماتے: "اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ ، وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ ......" اے اللہ اس کو طلوع فرما ہم پر امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ یہ ہدایت اور خیر کا چاند ہو۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ طلحہ رضی اللہ عنہ: یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ رای الهلال :تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رو ہو کر یہ دعا پڑھتے۔ قبلہ اشرف الجہات ہے۔ **اللهم اهله** :اے اللہ! دینی اور دنیوی خوفناک چیزوں سے حفاظت فرما۔ **والایمان** :ایمان پر دوام و ثابت قدمی نصیب فرما اور اس چیز کو دور رکھ جو ایمان میں ٹیڑھ پیدا کرنے والی ہو۔ **والسلامة** :یہ خاص پر عام کے عطف کی قسم سے ہے کیونکہ یہ تمام امراض و اعراض بدنیہ اور احباب کی جدائی سب کو شامل ہے۔ **والاسلام** :یہ اولاً و ثانیاً جنس اشتقاق سے ہے۔ **ربی و ربک الله**: ہم دونوں مربوب ہیں اور اس کا امر ہم پر نافذ ہونے والا ہے۔ یہ اس لئے فرمایا تا کہ چاند کے نفع و ضرر کا وہم ختم ہو جائے اور جتلا دیا جائے کہ یہ نظام ربوبیت میں جکڑا ہوا ہے جیسا کہ دوسری کائنات کا حال ہے۔ **هلال رشد** : یہ ہدایت کا چاند ہے۔ رشد یہ غیٌّ کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے۔ خیر : یہ مصدر ہے اسم تفضیل نہیں۔ ہیثمی نے **ولا حول ولا قوة الا بالله' اللهم انی اسألك خير هذا الشهر' واعوذبك من شر القدر و شر المحشر' هلال رشد و**

خیر تین مرتبہ پڑھیں' پھر کہیں: الحمد لله الذی اذهب شهر كذا و جاء بشهر كذا ۔ نقل کیا اور ابن ہمام کی السلاح لا ابن الجزری کی حصن کا حوالہ دیا ہے۔(الامداد الحبشی)

**تخریج** : أخرجه احمد (١/١٣٩٧) والترمذی (٣٤٦٢) والدارمی (١٦٨٨) و عبد بن حميد (١٠٣) والبخاری (٢/١٠٩) وابو يعلى (٦٦١) والحاكم (٧٧٦٧)

**الفرائد** : چاند دیکھنے اور کسوف وخوف' آندھی وغیرہ دیکھنے کے وقت دعا مسنون طرز عمل ہے۔

## ۲۲۱ : بَابُ فَضْلِ السُّحُوْرِ وَتَاْخِيْرِهٖ مَا لَمْ يُخْشَ طُلُوْعُ الْفَجْرِ

## باب : سحری کی فضیلت اور اس کی تاخیر جب تک طلوع فجر کا خطرہ نہ ہو

**تشریح** ۞ السحور : سین مفتوح ہے۔صبح سحری کا کھانا۔ضمہ کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔تاخیرہ: یعنی کھانا کھانے کو مؤخر کیا جائے۔

**النحو** : مضاف محذوف ہے۔مالم یخش طلوع الفجر : یہ ما مصدریہ ظرفیہ ہے۔تاخیر کی یہ قید ہے۔

١٢٣٠ : عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۳۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سحری کھایا کرو پس بے شک سحور میں برکت ہے''۔(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ تسحروا : یہ امر استحباب کے لئے ہے۔معمولی کھانا کھانے سے بھی اصل سنت ادا ہو جائے گی خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہو۔عبداللہ بن سراقہ کی مرفوع روایت میں ہے: تسحروا ولو بجرعة من ماء (ابن عساکر) یا زیادہ ہو۔ فان في السحور : یہاں سحور ضمہ کے ساتھ ہے کیونکہ اجر' برکت' ثواب' سحری کے کھانا کھانے میں ہے۔ بذات خود سحور میں نہیں۔باقی اکثر روایات فتحہ کے ساتھ ہیں تو اس میں مضاف مقدر ہے یا مجازاً مشئی کی تعریف اس کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیز سے کی گئی ہے۔حافظ نے کہا کہ یہ ضمہ وفتحہ دونوں سے استعمال ہو رہا ہے کیونکہ اگر اس کا معنی اجر وثواب ہو تو سحور مناسب ہے کیونکہ وہ مصدر بمعنی تسحر ہے یا روزے کو قوت دینے والا اور اس میں نشاط پیدا کرنے والا ہے اور اس سے مشقت کم ہو جاتی ہے۔پس فتحہ مناسب ہے۔بعض نے کہا برکت کا مطلب سحر کے عبادت و دعا کے لئے چستی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ برکت ایسی چیز ہے جو متعدد جہات سے حاصل ہوتی ہے: ۱) سنت کی اتباع اور یہود و نصاری کی مخالفت سے۔ ۲) عبادت میں قوت و طاقت میسر آتی ہے اور ذکر کا سبب بنتی ہے۔۳) اجابت کے مواقع میں دعا میسر آتی ہے۔۴) جو سونے سے پہلے اس سے غفلت اختیار کرتا وہ نیت روزہ کو چھوڑنے والا ہے۔

**تخریج** : أخرجه احمد (٤/١١٩٥٠) والبخاری (١٩٢٣) و مسلم (١٠٩٥) والترمذی (٧٠٨) والنسائی

(۲۱۴۳) والدارمی (۱۶۹۶) وابن حبان (۳٤٦٦) وابن الجارود (۳۸۳) وبن خزیمۃ (۱۹۳۷) وابن ماجہ (۱۶۹۲) ابو یعلی (٤٨٤٨) وعبد الرزاق (۷۵۹۸) وبن ابی شیبۃ (۸/۳) والبزار (۹۷٦) والطبرانی (٦٠) والبیھقی (٤/۲۳٦)

**الفرائد:** ① سحور میں برکت اور سنت کی ادائیگی ہے ② اور اس کی وجہ سے روزے میں قوت حاصل ہوتی ہے۔

۱۲۳۱ : وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ قِيْلَ : كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ : خَمْسُوْنَ اٰيَةً ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۳۱: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر ہم نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں کتنا فاصلہ تھا۔ فرمایا پچاس آیت (کی تلاوت) کی مقدار۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ❀ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ: ان کے حالات باب استحباب جعل النوافل فی البیت میں گزرے۔
**تسحرنا مع**: انتہائی ادب پر دلالت کرنے والے الفاظ ہیں تاکہ اتباع کو ظاہر کریں۔ **الصلوٰۃ**: یہاں نماز صبح مراد ہے۔ **کم کان بینھما**: بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے والے انس ہیں اور امام احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے ان کے شاگرد قتادہ نے بھی سوال کیا اور یہ بھی مذکور ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے خود زید رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ **خمسون ایۃ**: درمیانی آیات نہ بہت طویل ہیں نہ بہت چھوٹی۔ نہ تیز پڑھے نہ بہت آہستہ۔

**النحو**: ۱) رفع کی روایت میں یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ ۲) کان مبتداء کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جو جواب زید میں ہے۔ انس کے سوال میں جو مذکور ہے اس کی خبر نہیں۔

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اعمال بدنیہ سے اوقات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور اہل عرب کے ہاں یہ بات رائج تھی مثلاً کہتے: حلب' شاۃ۔ اس سے اس طرف اشارہ کیا گیا کہ یہ تلاوت سے عبادت کا وقت ہے اور اگر عمل کے علاوہ سے اس کی تعبیر ہوتی تو اس طرح کہتے: ثلاث درجات او اربع۔

**ابن حجر کا قول**: صحابہ کرامؓ اپنے اوقات کو عبادت میں صرف کرتے۔ حدیث میں سحور کی تاخیر کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ مقصود کے لئے زیادہ عمدہ مند ہے۔ آپ ﷺ امت کے لئے زیادہ سہولت والے کام کو پسند فرماتے کیونکہ یہ مقصود کے لئے زیادہ بلیغ ہے۔ اگر آپ سحری نہ کرتے تو ان لوگوں پر مشقت ہوتی تو جن پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور بسا اوقات ان سے سحری چھوٹ جاتی یا سحری کے نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف میں پڑ جاتے۔

**تخریج**: اخرجہ البخاری (۵۷۵) و مسلم (۱۰۹۷) والترمذی (۷۰۳) والنسائی (۲۱۵٤) وابن ماجہ (۱٦۹٤)

**الفرائد:** ① علامہ قرطبی کہتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سحور سے فراغت طلوع فجر سے پہلے ہو جاتی تھی ② فضیلت والے صحابہ کرام کو اپنے ساتھ کھلانا موانست کے لئے تھا۔

۱۲۳۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُؤَذِّنَانِ ، بِلَالٌ ، وَابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ" قَالَ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا اِلَّا اَنْ يَّنْزِلَ هٰذَا وَيَرْقٰى هٰذَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۳۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے۔ ایک بلال اور دوسرا اُم مکتوم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' بلال رات کو اذان دیتے ہیں۔ پس تم کھاتے اور پیتے رہو یہاں تک کہ ام مکتوم اذان دیں۔ کہتے ہیں کہ ان کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہوتا تھا۔ بس اتنا کہ ایک اُترتا اور دوسرا چڑھتا۔

(بخاری و مسلم)

**تشریح** ❂ **مؤذنان** : یہاں دو مؤذنوں کا ذکر ہے اور بیہقی کی روایت جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ اس کے مخالف نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے تین مؤذن تھے : بلال، ابومحذورہ اور ابن امّ مکتوم ۔ روایت بالکل درست ہے۔

حافظ عراقی کہتے ہیں کہ دراصل ''مؤذنان'' سے مراد مدینہ منورہ میں آپ کے مؤذن ہیں اور تین مؤذن سے مراد جن کو آپ کے حکم سے مکہ مکرمہ میں مؤذن مقرر کیا گیا اور آپ ﷺ کے ایک اور مؤذن سعد القرظ رضی اللہ عنہ بھی ہے۔ جو قباء میں آپ ﷺ کے فرمان پر مؤذن تھے۔ پھر نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد مسجد نبوی کے مؤذن مقرر ہوئے اور بلال ؓ کے شام تشریف لے جانے پر زیاد بن الحارث صدائی بھی مسجد نبوی کے مؤذن مقرر رہوئے اور ان کا آپ ﷺ کے سامنے اذان دینا بھی روایت ابوداؤد سے ثابت ہے جب بلالؓ وہاں نہیں تھے تو انہوں نے اذان دی۔ تکبیر کے وقت تک بلالؓ بھی پہنچ گئے ۔ تکبیر کہنے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **انا اخا صداء اذن و من اذن فهو يقيم**۔ رواہ ابوداؤد وغیرہ لیکن وہ ہر روز کے مؤذن نہ تھے اس لئے تین شمار کئے گئے۔

**قول شافعی رحمہ اللہ** : اگر دو مؤذنوں پر اکتفاء کیا جائے تو مجھے یہ پسند ہے کیونکہ یہ تو بالکل محفوظ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے اور اگر اس سے زیادہ ہو جائیں تو اس میں کوئی تنگی نہیں۔ ابن ام مکتوم : یہ نابینا صحابی ہیں اس سے نابینا کا مؤذن بننا ثابت ہوا جبکہ اسے اوقات کی پہچان ہو خواہ وہ دوسرے کے بتلانے سے ہو۔

**یوذن بلیل** : یہ رات کے نصف اخیر کی اذان ہے۔ اس سے شوافع حضرات اذان صبح کا وقت سے پہلے دینے کا جواز ثابت کرتے ہیں (جب دیگر روایات سے اس اذان کا بہرے وغیرہ پر مقررہ حضرات کی ڈیوٹی تبدیل کرنے کے لئے ہونا ثابت ہے) اس کا فائدہ یہ ہے تا کہ نماز کے لئے جنابت والا غسل کر کے فارغ ہو جائے۔ **فکلوا او اشربوا** : کیونکہ ابھی رات باقی ہے جس میں کھانا درست ہے۔ ابن امّ مکتوم : اس سے ثابت ہوا کہ ماں کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔ **ولم يكن بين هما ينزل هذا و يرقى هذا** ۔ علماء فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ بلالؓ فجر کے طلوع سے پہلے اذان دیتے اور اذان کے بعد دعا کے لئے انتظار کرتے۔ پھر وہیں بیٹھ کر فجر کا انتظار کرتے رہتے جب طلوع کا وقت ہو جاتا تو منذنہ سے اتر کر ان کو اطلاع دیتے وہ اذان کی تیاری کے لئے وضو کرتے۔ پھر منذنہ پر چڑھتے اور فجر طلوع ہوتے ہی اذان شروع فرماتے۔ ابن حبان کی روایت میں وارد ہے جو کہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن ام مکتوم رات کو اذان دیتے ہیں۔ پس کھاتے پیتے رہو حتی **یؤذن بلال** ۔ اور نسائی کی روایت جو انیسہ بنت حبیب سے ہے: **اذا اذن ابن ام مكتوم فكلوا واشربوا**

واذا اذن بلال فلا تأکلوا ولا تشربوا ۔حافظ عراقی کہتے ہیں یہ دونوں روایتیں روایت مشہورہ کے معارض ہیں۔ابن عبدالبر کہتے ہیں درست پہلی روایت ہی ہے۔ابن خزیمہ نے دوسری راہ اپنائی۔ممکن ہے کہ ان کی باری مقرر ہو اور ابن حبان نے دونوں روایات کو اسی طرح جمع کیا ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۲/٤٥٥١) والبخاری (٦١٧) و مسلم (١٠٩٢) والترمذی (٢٠٣) والنسائی۔

**الفوائد** : ① طلوع فجر سے پہلے دی جانے والی اذان مختلف ناقوں پر مقررہ اصحاب کو اطلاع کے لئے تھی ② طلوع فجر کے بعد روزہ دار کو کھانا پینا درست نہیں۔

۱۲۳۳ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۳۳: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔(مسلم)

**تشریح** : عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: ان کے حالات باب کثرة طرق الخیر میں گزرے۔نووی نے تہذیب میں لکھا ہے ۷ھ کی ابتداء میں خیبر والے سال اسلام لائے۔بعض نے ان کا سن اسلام ۸ھ صفر ذکر کیا ہے جو کہ فتح مکہ سے چھ ماہ پہلے کا عرصہ بنتا ہے۔بعض نے اور اقوال بھی نقل کئے ہیں۔یہ خود اور خالد بن الولید اور عثمان بن طلحہ تینوں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔نبی اکرم ﷺ نے ان کو سریہ ذات السلاسل میں امیر بنایا۔سترہواں سریہ ہے۔ان کی ماتحتی میں مجاہدین کی تعداد تین سو تھی پھر ان کو اس لشکر کا امیر بنایا جس میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور ان کے امیر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔پھر عمان کا حاکم بنایا۔یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی۔پھر ان کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف امیر بنا کر بھیجا وہ شام کی لڑائی میں شریک رہے اور فلسطین پر ان کو امیر بنایا گیا اور فلسطین کی امارت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی بات ہے۔پھر ان کو عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر دے کر مصر کی طرف بھیجا انہوں نے اس کو فتح کیا اور اس کے والی بنا دیئے گئے یہاں تک کہ عمر رضی اللہ نے وفات پائی۔پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو پہلے چار سال امیر برقرار رکھا پھر معزول کر دیا۔انہوں نے معزولی کے بعد فلسطین میں اقامت اختیار کی یہ کبھی کبھی مدینہ منورہ آتے جاتے تھے۔پھر ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر کا عامل بنایا یہ وفات تک والیٔ مصر رہے اور وفات پا کر وہیں دفن ہوئے۔ان کی وفات عید الفطر کی رات ۴۳ھ میں ہوئی۔ان کی عمر اس وقت ستر سال تھی۔ان کی نمازِ جنازہ عبداللہ بن عمرو کے بیٹے نے پڑھائی۔یہ عرب کے بہادروں اور فہیم ترین لوگوں سے تھے۔یہ صاحب رائے اور فیصلہ کن رائے کے مالک تھے۔جب ان کی وفات کا وقت آیا تو کہنے لگا: **اللھم امرتنی فلم أئتمر و نھیتنی فلم انزجر ولست قویا فانتصر ولا بریئاً فاعتذر ولا مستکبرًا بل مستغفرًا لا الٰہ الا انت**۔وفات تک یہ کلمات دہراتے رہے۔ان کی وفات کے وقت ایک عجیب روایت کتاب الایمان صحیح مسلم میں وارد ہے۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ستر اور روایات نقل کی ہیں جن میں تین متفق علیہ ہیں اور دو مسلم کی اور بخاری نے ایک حدیث کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔**فصل** : یہ فاصل کے معنی میں ہے۔**مابین صیامنا و صیام اھل الکتاب** : ما موصولہ ہے اور اہل

کتاب سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں۔ اکلۃ السحو : ایک مرتبہ کا کھانا جو سحری کے وقت کھایا جاتا ہے۔
النحو: فصل کو ما کی طرف مضاف کیا جیسے موصوف کو صفت کی طرف مضاف کریں۔
نووی کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ سحور اس امت کی خصوصیات سے ہے یہ امت امتیازی رخصتوں سے ہے۔ جب تک اس سے دوسری امتوں پر فضیلت نہ جتلائی جائے۔

**تخریج** : أخرجه احمد (٦/١٧٨١٧) و مسلم (١٠٩٦) والترمذی (٧٠٩) والنسائی (٢١٦٥) والدارمی (١٦٩٧) وابن حبان (٣٤٧٧) وابن خزیمة (١٩٤٠) وابن ابی شیبة (٨/٣) وابو داود (٢٣٤٣)

**الفوائد** : ① ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کا امتیاز سحری ہے ② سحری کھانا مستحب ہے خواہ چند لقمے ہوں۔

## ۲۲۲ : بَابُ فَضْلِ تَعْجِيْلِ الْفِطْرِ وَمَا يُفْطَرُ عَلَيْهِ وَمَا يَقُوْلُهُ بَعْدَ اِفْطَارِهٖ

## بَاب: جلد افطار کی فضیلت اور افطار کے بعد کی دعا اور اشیاء افطار

**تشریح** ۞ تعجیل الفطر : جب غروب کا یقین ہو جائے یا اجتہاد صحیح سے گمان غالب ہو جائے تو افطار جائز ہے مگر یقین تک مؤخر کرنا افضل ہے۔ وما یفطر علیه وما یقوله : یعنی ان میں سے ہر ایک بیان کیا جائے گا۔
النحو: اس کا عطف فضل پر ہے اس کے مدخول تعجیل الفطر پر نہیں۔

### روایات

١٢٣٤ : عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۳۴ : حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ لا یزال الناس بخیر : ایک روایت میں لا یزال الدین ظاهرًا کے الفاظ ہیں اور دین کا غلبہ خیر کو لازم ہے۔ ما عجلوا الفطر : احمد نے اپنی ابوذر والی روایت میں اضافہ کیا ہے: "واخروا السحور" ما مصدریہ ظرفیہ ہے سنت کی اتباع میں جب تک وہ کرتے رہیں گے۔ اس کی حدود سے مطلع ہونے والے اور ایسی چیز نہ نکالیں گے جس سے وہ دین کے عقائد کو بدل ڈالیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: لان الیهود والنصاریٰ یؤخرون۔ اسے ابوداؤد و ابن خزیمہ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اہل کتاب کی تاخیر ستاروں کے ظہور تک ہوتی تھی اور انہی سہل کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: لا تزال امتی علی سنتی مالم تنتظر بفطرها النجوم' رواہ ابن حبان والحاکم۔ اس میں اس سلسلہ کی غایت کو ذکر کیا گیا ہے۔ مہلب کہتے ہیں: ۱) اس کی حکمت یہ ہے کہ دن میں رات کا حصہ ڈال کر اضافہ نہ کرے۔ ۲) اور اس وجہ سے بھی کہ روزہ دار کے لئے

یہ ثابت زیادہ مناسب ہے اور عبادت میں زیادہ تقویت کا باعث ہے۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے اس کا موقعہ یہ کہ جب غروبِ آفتاب کا یقین ہو جائے یا دو عادل اس کی اطلاع دیں زیادہ راجح بات یہ ہے کہ ایک عدل بھی کافی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ نے کتاب الام میں افطار میں جلدی کرنے کو مستحب لکھا ہے۔ جان بوجھ کر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح اس کے لئے بھی مکروہ ہے جو اس کو افضل قرار دے۔ حافظ قرطبی رقمطراز ہیں کہ ایک بدعت یہ ہے کہ دوسری اذان کو فجر سے تقریباً ثلث ساعہ پہلے پڑھا جائے اور لوگ عبادت میں احتیاط کی خاطر ایسا کرتے ہیں حالانکہ اس کا علم اکا دکا لوگوں کو ہے اور مغرب کی اذان مؤخر کر کے دیتے ہیں تا کہ ان کے خیال میں پوری طرح وقت ہو جائے۔ پس انہوں نے سحور کو جلدی کر دیا اور افطار کو مؤخر کر دیا۔ سنت کی مخالفت کی ان میں خیر نہ ہونے کے برابر ہے اور شر کی کثرت ہے۔ واللہ المستعان۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٦٣٨) واحمد (٨/٢٢٨٦٨) والبخاری (١٩٥٧) و مسلم (١٠٩٨) والترمذی (٦٩٩) وابن ماجه (١٦٩٧) وابن حبان (٣٥٠٢) والطبرانی (٥٩٨١) والبیهقی (٤/٢٣٧) والدارمی (١٦٩٩)

**الفوائد** : ① افطار میں عجلت عافیت امت کی علامت ہے کیونکہ عبادات میں اضافہ قطعاً درست نہیں ② یہود ستاروں کے خوب ظاہر ہونے پر افطار کرتے ہیں رافضی بھی اسی طرح کرتے ہیں۔

۱۲۳۵ : وَعَنْ اَبِیْ عَطِیَّةَ قَالَ : دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰی عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ لَهَا مَسْرُوْقٌ : رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ، كِلَاهُمَا لَا يَأْلُوْ عَنِ الْخَيْرِ : اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ ، وَالْاٰخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ؟ فَقَالَتْ : مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ؟ قَالَ : عَبْدُ اللّٰهِ – يَعْنِی ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَتْ : هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصْنَعُ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهٗ "لَا يَأْلُوْ" : اَیْ لَا يُقَصِّرُ فِی الْخَيْرِ۔

۱۲۳۵ : حضرت ابوعطیہ کہتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ محمد ﷺ کے اصحاب میں سے دو آدمی ہیں اور دونوں ہی بھلائی میں کمی کرنے والے نہیں۔ ایک ان میں سے مغرب اور افطار میں جلدی کرتا ہے اور دوسرا مغرب اور افطار دیر سے کرتا ہے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "کون مغرب میں جلدی کرتا ہے؟ مسروق نے کہا۔ عبداللہ بن مسعود۔ تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔ (مسلم)

لَا یَأْلُوْ : بھلائی میں کمی نہیں کرتا۔

**تشریح** : ابوعطیہ : یہ وداعی ہمدانی ہیں۔ ابوموسیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ان سے ابو اسحٰق الاعمش رحمہما اللہ جیسے کبار تابعین سے روایت لی ہے۔ حافظ لکھتے ہیں کہ اس کا نام مالک بن عامر یا ابن ابی عامر یا ابن عوف یا ابن حمزہ یا ابن ابی حمزہ ہے ان کی وفات ۷۰ھ کے لگ بھگ ہوئی۔ ان سے بخاری، مسلم ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے روایت لی ہے۔ مسروق ان کے والد کا نام ابن اجدع بن مالک ہمدانی وداعی ان کی کنیت ابوعائشہ الکوفی یہ پختہ فقیہ عبادت گزار

ہیں۔انہوں نے جاہلیت واسلام دونوں زمانے ائے۔ان سے اصحاب سنن نے روایت نقل کی ہے۔رجلان من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کلاهما ۔ یہ دونوں مبتداء ہیں لا یالو یہ خبر ہے۔جیسا اس ارشا میں: ﴿کلتا الجنتین اتت اکلها﴾ الایۃ تثنیہ معنی کے اعتبار سے جائز ہے۔جیسا کہ شاعر کے اس قول میں

کلاهما حین جد السیر بینهما ☆ قد أقلعا وکلا أنفیهما رابعی

احدهما یعجل المغرب والافطار :یعنی غروب یقینی ہو جاتا ہے تو نماز مغرب اور افطار کو جلد کر لیتا ہے۔ والآخر یؤخر المغرب والافطار۔ یہاں اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ لائے تا کہ استفسار میں اضافہ ہو۔من یعجل المغرب والافطار: جلدی والے کے متعلق دریافت کیا دوسرے سے متعلق نہیں کیونکہ یہ فعل قابل مدح تھا۔پس اس کا نام جاننا پسند کیا باقی دوسرے کے فعل کا مقصود خود اس سے حاصل ہو جاتا ہے۔جب کہ ایک کی تعریف کر دی تو دوسرے کی حیثیت خود معلوم ہو گئی کیونکہ عبداللہ نام کے بہت آدمی ہیں مگر جب حدیث کوفیین میں عبداللہ آئے تو اس سے ابن مسعود ہی مراد ہوتے ہیں اور حجازیین کی روایت میں مطلق عبداللہ کا نام ابن عمر رضی اللہ عنہما پر بولا جاتا ہے۔یصنع: یہاں تعبیر میں ابن مسعودؓ کے فعل کی تصویب کے ساتھ ساتھ صنع کا صیغہ اہتمام کے لئے لائے کیونکہ صنعت اس عمل کو کہا جاتا ہے کہ تدریب و مشق کے بعد صادر ہو اور اس عمل کو خوب شاندار انداز سے ادائیگی ہو۔ابو کریب کی روایت میں ابوموسیٰ کا اضافہ موجود ہے۔لا یالوا۔کوتاہی نہ کرنا۔اس کا اصل منع کرنا اور روکنا ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۱۰۹۹) وابو داود (۲۳۵٤) والترمذی (۷۰۲) والنسائی (۲۱۵۷)

**الفرائد** : مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کرنا پیغمبر ﷺ کی سنن ہدی سے ہے۔الحمد للہ اہلسنت کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اتباع کی توفیق ارزانی فرمائی ہے۔

۱۲۳٦ :وَعَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :أَحَبُّ عِبَادِیْ إِلَیَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا'' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۲۳٦: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ بندوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو افطار میں جلدی کرنے والے ہیں''۔(ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ احب عبادی :یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ اور اس کی بارگاہ سے سب سے قریب جیسے اپنے حبیب کے قریب ہوتا ہے۔عبادی کی نسبت میں بندوں کو کیا عظمت و شرف بخش دیا۔اعجلهم فطرا کیونکہ وہ سنت کے سب سے زیادہ پیروکار ہیں۔

**تخریج** : أخرجه احمد (۳/۸۳٦۸) والترمذی (۷۰۰) وابن حبان (۳۵۰۷) والبیهقی (٤/۲۳۷)

**الفرائد** : ① علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ تعجیل افطار میں حکمت ہے یہ ہے ② قوت کی حفاظت ③ مشقت کا ازالہ ④ غلو و

بدعت سے دوری ⑤ دونوں اوقات کا فرق کھل کر سامنے آ جائے۔

۱۲۳۷ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۳۷: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رات ادھر سے آ جائے اور دن اُدھر سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو یقیناً روزہ دار نے روزہ افطار کر لیا''۔

(بخاری ومسلم)

**تشریح** ⊙ من ھاھنا : یعنی مشرقی افق سے۔ وادبر النھار: مغربی افق سے دونوں کو تاکید کے لئے جمع کیا ورنہ ایک کا تذکرہ دوسرے کے لئے کفایت کرتا ہے۔ و غربت الشمس : یہ بھی لازم ہے کہ مکمل ٹکیہ غائب ہو جائے افق پر روشنی کا بقاء اس کے لئے مضر نہیں۔نووی کہتے ہیں ان کو جمع اس وجہ سے کیا کہ بعض اوقات انسان ایسی وادی میں ہوتا ہے جہاں غروب کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا تو وہاں اندھیرا چھا جانے اور روشنی چلا جانے پر اعتماد کیا جائے گا۔ فقد افطر الصائم : وہ شرعاً افطار کرنے والا بن گیا اگر چہ اس نے کوئی چیز نہ کھائی ہو اس لئے کہ روزے کا وقت دن ہے اور وہ جا چکا پس عبادت و نیکی خیال کر کے غروب کے بعد رک جانا اسی طرح ہے جیسا عید کے دن کا روزہ رکھنا بعض علماء کا قول یہ ہے کہ اس کا مطلب افطار کا وقت آ گیا کیونکہ حدیث میں وارد ہوا کہ روزے میں مواصلت درست ہے۔

**تخریج** : أخرجه احمد (۱۹۲) والبخاری (۱۹۵٤) و مسلم (۱۱۰۰) وابو داود (۲۳۵۱) والترمذی (٦۹۸) والنسائی (۳۳۱۰) والدارمی (۱۷۰۰) وابن حبان (۳۵۱۳) وابن خزیمة (۲۰۵۸) وابن الجارود (۳۹۳) والحمیدی (۲۰) وابن ابی شیبة (۱۱/۳) و عبدالرزاق (۷۵۹۵) والبیهقی (۲۱٦/٤)

**الفوائد** : ① غروب آفتاب سے وقت افطار شروع ہو گیا اور روزہ دار حکماً افطار والا ہو چکا ② افطار کے وقت میں شرعی روزہ ناممکن ہے۔

۱۲۳۸ : وَعَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ صَآئِمٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ : "يَا فُلَانُ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا" فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمْسَيْتَ؟ قَالَ : "انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا" قَالَ : اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا ، قَالَ "انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا" قَالَ: فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ : "اِذَا رَاَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ" وَاَشَارَ بِيَدِهٖ قِبَلَ الْمَشْرِقِ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهٗ "اَجْدَحْ" بِجِيْمٍ ثُمَّ دَالٍ ثُمَّ حَآءٍ مُهْمَلَتَيْنِ : اَیْ اَخْلِطِ السَّوِيْقَ بِالْمَآءِ۔

۱۲۳۸: حضرت ابوابراہیم عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

سفر میں تھے اور آپؐ روزہ سے تھے۔ جب سورج غروب ہوا تو آپؐ نے لوگوں میں سے کسی سے فرمایا' اے فلاں! اُترو اور ستو ہمارے لئے تیار کرو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام تو ہو جائے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اُترو اور ستو تیار کرو۔'' اس نے کہا ابھی تو دن ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اترو اور ستو تیار کرو''۔ چنانچہ وہ اُترے اور آپؐ کے لئے ستو تیار کیے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمائے اور فرمایا: ''رات کو اِدھر سے آتا ہوا دیکھو تو پس یقیناً روزہ دار کا روزہ افطار ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا۔

(بخاری و مسلم)

اَجْدَحْ :ستو رتیار کرو۔

**تشریح** ۞ ان کی کنیت ابراہیم اور نام عبداللہ ہے ان کے والد کی کنیت ابو اوفی اور نام علقمہ بن خالد بن حارث اسلمی ہے۔ باب الصبر میں ان کے حالات گزرے۔ یہ خود اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں۔ **وهو صائم**۔ شاید یہ فتح مکہ کا واقعہ ہو۔ آپ رمضان المبارک ۸ھ میں غزوۂ فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ **فلما غربت الشمس** : جب اس کی ٹکیہ مکمل غائب ہوگئی۔ **یا فلان** :بعض نے کہا اس سے مراد بلال رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں اس طرح ہے: **فقال یا بلال!** اس روایت کو اسماعلی اور ابو نعیم نے بھی عبدالواحد کی سند سے نقل کیا ہے۔ ابن زیاد مسدد کے شیخ ہیں۔ دونوں روایتیں یا فلان پر جمع ہو جاتی ہیں۔ حافظ نے کہا شاید یہ تصحیف ہو کیونکہ ابن خزیمہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: **یا اذا اقبل اللیل**...... احتمال ہے کہ یا فلان! کے مخاطب عمر ہو اس لئے کہ روایت ایک ہے۔ جب ان کو اولاً **اذا اقبل اللیل** فرمایا تو انہی کو پہلے اجدح کہا گیا ہو لیکن دوسری طرف امام احمد نے شعبہ سے نقل کیا کہ آپ ﷺ اپنے پانی کے ذمہ دار کو فرمایا اور بلال اس خدمت کے لئے معروف ہیں۔ (فتح الباری) **فاجدح لنا** : اترو اور ہمارے مدہانی سے ستو ملاؤ۔ **لو امسیت**: لو کا جواب محذوف ہے۔ اگر آپ شام کر لیتے تو مناسب تھا۔ **قال ان علیکم نهاراً** : انہوں نے روشنی دیکھ کر گمان کیا سورج ابھی غروب نہیں ہوا بلکہ پہاڑ یا ٹیلے سے وہ روپوش ہو گیا ہے یا بادل وادل ہوگا جس سے اس کا غروب یقینی نہیں ہو رہا تھا۔ باقی قد غربت الشمس یہ واقعہ کی اطلاع ہے اگر ان صحابی کو یقین ہوتا تو وہ توقف نہ کرتے۔ **قال** : یہاں خود عبداللہ مراد ہیں۔ **فنزل فجدح** : آپ ﷺ نے نوش فرمائے اور ہم نے بھی نوش کئے۔ **ثم قال اذا رأیتم اللیل** ۔

**اَلنَّحْوُ** : یہاں لیل مفعول اول ہے۔ قد اقبل کا جملہ مفعول ثانی کے قائم مقام ہے۔ اگر رؤیت سے رؤیت بصر مراد ہو تو پھر مفعول سے جملہ حال ہوگا۔ **فقد افطر الصائم** : آپ نے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا تا کہ مکان کی وضاحت ہو جائے۔ داودی کو غلطی لگی کہ اس نے اجدح کا معنی دودھ دوھنا کیا۔

**تخریج** : أخرجه احمد (۱۹۴۱۲) والبخاري (۱۹۴۱) و مسلم (۱۱۰۱) وابوداود (۲۳۵۲) وابن حبان (۳۵۱۱) وعبدالرزاق (۷۵۹۴) وابن ابی شیبة (۳/۱۱) والبیهقی (۴/۲۱۶)

**الفرائد** : ① امر شرعی حسی سے زیادہ بلیغ ہے' عقل شرع پر حاکم نہیں ② کھجور سے افطار مستحب ہے واجب نہیں ③ غروبِ آفتاب سے روزہ ختم ہو جاتا ہے۔

۱۲۳۹ : وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَآءٍ فَإِنَّهُ طَهُورٌ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

۱۲۳۹: حضرت سلمان بن عامر ضبی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور سے افطار کرے۔ اگر وہ نہ پائے تو پانی سے افطار کرے پس بے شک پانی بہت پاکیزہ ہے۔(ابوداؤد' ترمذی)

یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** : سلمان بن عامر بن اوس بن حجر بن عثمان بن عمرو بن حارث ضبی یہ ضبہ بن داؤد بن طالجہ بن الیاس بن مضر کی طرف نسبت ہے۔(ابن اثیر) یہ صحابی ہیں انہوں نے بصرہ میں اقامت اختیار کی ان سے بخاری اور سنن اربعہ نے روایت لی ہے۔انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرہ روایات نقل کی ہیں۔(مختصراً تلقیح) بخاری نے ان سے ایک روایت اور مسلم نے کوئی روایت نہیں لی۔مسلم بن حجاج کہا کرتے تھے کہ ضبہ میں ان کے علاوہ کوئی صحابی نہیں۔(اسد الغابہ) **اذا افطر الصائم فليفطر على تمر** : ترمذی میں برکتہ کا لفظ زائد ہے۔اگر تازہ کھجور ہو ورنہ خشک۔اس سے حصول سنت ہو جائے گا اگرچہ ایک ہی ہو مگر بعد والی روایت میں تین کی تعداد بتائی گئی اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر معدہ میں فضلہ پایا گیا تو تب بھی اس کا کھانا مناسب ہوا کہ وہ خارج ہو جائے گا اور اگر فضلہ نہ ہو تو یہ غذا بن گئی۔۲) آنکھ کی روشنی جو روزے کی وجہ سے متفرق ہو جاتی ہے یہ اس کو جمع کرتی ہے اس کا کثرت سے استعمال آنکھ کو کمزور کرتا ہے مگر یہ بات تجربہ کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔عرب ممالک کے لوگوں کی نگاہیں ہمارے ملک کی نسبت کمزور ہیں حالانکہ وہ کھجور کو کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔باقی اگر معمولی ضرر ہو تو بھی وہ اس کے فوائد کے لئے مانع نہیں جیسے سقمونیا کا زیادہ استعمال معدے کو تباہی کرتا ہے جبکہ مناسب استعمال معدے کے فاسد مواد کو خارج کرتا ہے۔**فان لم يجز فليفطر على ماء** : اگر آسانی سے میسر نہ ہو تو پھر پانی کو رجوع کریں گے۔معلوم ہوا کہ پانی کی طرف رجوع اس کے فقدان کی صورت میں ہے۔جس نے پانی کو مقدم قرار دیا اس کا قول سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام مکہ کے دوران روزے رکھے مگر زمزم کے موجود ہونے کے باوجود کھجور سے افطار فرمایا اگر اس عادت کی خلاف ورزی ہوتی تو ضرور منقول ہوتی۔**فانه طهور** : معنوی اور حسی طہارت کا فائدہ دیتا ہے۔اس وجہ سے اس کو دوسری چیزوں پر ترجیح دی جائے گی۔یہ ترتیب کمال سنت کو بیان کرنے کے لئے ہے۔یہ اصل سنت افطار جو پاکیزہ پانی سے ہو اس صورت میں ادا ہو جائے گی جبکہ کھجور ہونے کے باوجود اس سے پانی سے افطار کرلیا۔

**تخریج** : أخرجه احمد (١٦٢٢٥) و ابو داود (٢٣٥٥) والترمذي (٦٥٨) والنسائي (٣٣١٩) وابن ماجه (١٦٩٩) وابن حبان (٣٥١٤) والدارمي (٧/٢) وابن خزيمة (٢٠٦٧) وعبد الرزاق (٧٥٨٧) والصائمي (١١٨١) والحميدي (٨٢٣) وابن ابي شيبة (١٠٧/٢) والطبراني (٦١٩٣) والحاكم (١٥٧٤) والبيهقي (٤)

**الفوائد** : ① کھجور سے روزہ افطار کرنا سب سے افضل ہے ② اگر وہ میسر نہ ہو تو سادہ پانی کے گھونٹ سے۔

۱۲۴۰ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَّاءٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۲۴۰: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے سے پہلے چند تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے۔ اگر تر کھجوریں مہیا نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں۔ اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے چند گھونٹ سے روزہ افطار فرماتے۔ (ابوداؤد' ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ قبل ان یصلی : اس سے صلوۃ مغرب مراد ہے۔ فان لم تکن : تین چھوہارے اگر تر کھجور میسر نہ ہوتی تو فتمیرات یہ تصغیر اور جمع قلت ہے۔ پس کم از کم تین پر دلالت کرتی ہے۔ فان لم تکن تمیرات : جیسا ذکر کیا گیا اگر خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو حسا حسوات یہ حسوۃ کی جمع ہے ایک مرتبہ پانی پینے کو کہتے ہیں۔ یہ حا کے فتحہ سے ہے۔ الحسوۃ : منہ کی ان پی جانے والی چیز کی مقدار اس کی جمع بھی حسوات اور حسی آتی ہے جس طرح مزیہ و مزی و ھدیات (المصباح) من ماء : یہ حسوات سے متعلق ہے۔ یا ظرف مستقر ہو کر حسوات کی صفت ہے۔ علماء شوافع رحمہم اللہ نے اسی وجہ سے لکھا ہے کہ اگر تین تر کھجور میسر ہوں تو ان سے افطار کرے اور اگر وہ مشکل ہوں تو تین خشک کھجوریں اور اگر وہ بھی نہ مل سکیں تو تین چلو پانی خواہ موسم گرما ہو یا سرما۔ بعض نے کہا سردی میں کھجور کو مقدم کیا جائے گا اور گرمیوں میں پانی کو کیونکہ اس کے متعلق روایت موجود ہے اور موقعہ کی مناسبت کا تقاضا ہے۔ ترتیب و تثلیث کمال سنت کے لئے ہے۔ ورنہ اصل سنت تو ایک سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ مؤخر کو مقدم کرنے کی نظیر گزر رہی۔

**نوٹ** : باب کے مکمل عنوان کے مطابق روایات نہیں لاتے صرف افطار اور تعجیل افطار کے متعلق روایات لائے۔ ادعیہ کا تذکرہ بالکل نہیں آیا۔

**تخریج** : أخرجه احمد (٤/١٢٦٧٦) وابو داود (٢٣٥٦) والترمذی (٦٩٦) والحاكم (١٥٧٦) والدارقطنی (١٨٥/٢) والبيهقی (٢٣٩/٤)

**الفوائد** : ① نماز سے قبل آپ افطار فرماتے تھے پھر نماز ادا فرماتے ② افطار میں جلدی نماز کے لئے اپنے دل کو فارغ کر لینا اور دونوں عبادات میں مناسب فاصلہ کرنا۔ (ابن عربی)

# ۲۲۳: بَابُ اَمْرِ الصَّآئِمِ بِحِفْظِ لِسَانِهٖ وَجَوَارِحِهٖ عَنِ الْمُخَالِفَاتِ وَالْمُشَاتَمَةِ وَنَحْوِهَا

## بَابٌ: روزہ دار کو اپنے اعضاء اور زبان گالی گلوچ اور خلاف شرع باتوں سے روکے رکھنا

**تشریح** ۞ حفظ لسان: حرام چیزوں سے زبان کی حفاظت واجب ہے اور مکروہات میں مستحب ہے۔ بری باتیں نہ کہے اور نہ حرام افعال کا ارتکاب کرے۔ المشاتمة: غیبت، چغلی، جھوٹ سے گریز کرے۔ ان باتوں سے بچنے کا حکم روزہ نہ رکھنے والے کو بھی ہے مگر روزہ دار کو بدرجہ اولیٰ چاہئے۔

### روایات

۱۲۴۱: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ: اِنِّیْ صَآئِمٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۴۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو وہ جماع کی باتیں نہ کرے اور نہ شور و شغب کرے۔ اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو اسے اس طرح کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ کان وجد کے معنی میں ہے اور یوم اس کا فاعل ہے۔ روزے کی حالت میں فحش باتیں اور شور و شغب نہ کرے کیونکہ دونوں کے مطلوب میں منافات ہے۔ روزے میں سکون و سکوت سے نفس کا قلع قمع کرے۔ فاسابه احد او قاتله: او یہاں تنویع کے لئے۔ قاتل سے مار پٹائی اور طعن و تشنیع ہے۔ انی صائم: مخالف سے زبان کو روکے اور اللہ تعالیٰ کا مظلوم بندہ بن جائے، ظالم نہ بنے۔

**تخریج**: باب وجوب صوم رمضان میں گزر چکی۔

**الفرائد**: ایضاً۔

۱۲۴۲: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: "مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۲۴۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے جھوٹی بات

نہ چھوڑی اور اس پر عمل کرنا بھی ترک نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑ دے"۔

(بخاری)

**تشریح** ⊛ **لم یدع قول الزور** :جس نے جھوٹ نہ چھوڑا۔ **فلیس للہ حاجہ فی ان یدع** :ابن بطال کہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو کھانے پینے کی اجازت دے دی جائے گی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ اور اس کے متعلقات سے بچے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا یہ ارشاد: **من باع الخمر فلیشقص الخنازیر** جو شراب بیچتا ہے وہ خنازیر ذبح کرے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو خنازیر کے ذبح کا حکم دیا گیا ہے بلکہ شراب فروخت کرنے کے فعل کو حرمت میں خنزیر ذبح کرنے کے مترادف قرار دیا گیا۔ **حاجه** سے مراد ارادہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کی حاجت نہیں۔ بعض نے کہا یہ عدم قبولیت سے کنایہ ہے۔ جیسا کسی کے ہدیئے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں: **لاحاجة لی فی هدیتك**۔ یعنی تیرا ہدیہ تیری طرف واپس کرتا ہوں۔ ابن عربی کہتے ہیں اس حدیث کا مقتضی کہ جس نے مذکورہ حرکت کی اس کو کوئی ثواب نہ ملے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ نووی نے بھی اسی کی موافقت کی ہے۔ اوزعی کا قول یہ ہے کہ اس کا روزہ باطل ہو جائے گا۔ یہ دراصل امام احمد کے اس قول پر قیاس ہے جو انہوں نے مغصوب مقام پر نماز کے ابطال کے سلسلہ میں نقل فرمایا ہے۔ البتہ وہ روایت **خمس یفطرون الصائم' الغیبة والنمیمه والکذب والقبله والیمین الفاجرة**۔ یہ روایت اوّل تو درست نہیں اور اگر درست ثابت ہو جائے تو اس کا مطلب اجر کا باطل ہونا ہے نہ کہ روزہ۔ دمامنی کا قول ہے کہ اگر سرے سے روزہ باطل ہوتا تو شارع قضاء کا حکم فرماتے۔ اس سے دراصل اعمال کے ضائع کرنے سے تخویف مقصود ہے۔

ابوبکر محاربی نے اسی مفہوم کو سامنے رکھ کر کہا:

اذا لم یکن فی السمع منی تصاون ☆ وفی بصری غض و فی منطقی صمت

فحظی اذن من صومی الجوع والظماء ☆ وان قلت انی صمت یوما' فما صمت

**تخریج** : أخرجه احمد (۳/۹۸٤٦) والبخاری (۱۹۰۳) وابو داود (۲۳٦۲) والترمذی (۷۰۷) والنسائی (۳۲٤٥) وابن ماجه (۱٦۸۹) وابن حبان (۳٤۸۰) وابن خزیمة (۲۷۰/٤)

**الفوائد** : ① جھوٹ سے روزے کو محفوظ کرنا چاہیے ② برے اعمال روزے کی قبولیت میں مانع ہیں۔

## ۲۲۴ :بَابُ فِیْ مَسَآئِلِ مِنَ الصَّوْمِ

## بَاب: روزے کے مسائل

**مَسْئَلَۃ** :روزے سے متعلق مسائل کی احادیث ذکر کی جائیں گی۔

## روایات

۱۲۴۳ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "اِذَا نَسِيَ اَحَدُكُمْ فَاَكَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۴۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی بھول کر کھا پی لے۔ پس اس کو اپنا روزہ پورا کرنا چاہئے۔ بے شک اس کو اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **اذا نسی**: اذا لا کر اشارہ کیا کہ انسان پر نسیان کا غلبہ ہے کیونکہ یہ طبعی چیز ہے اور ایک نسخہ میں اذا نس الصائم کے الفاظ ہیں۔

**النحو**: پہلی صورت میں مفعول محذوف ہے۔ حافظ کہتے ہیں کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم و دارقطنی نے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت نقل کی۔ "**من افطر فی شهر رمضان ناسیا فلا قضاء علیه و لا کفارة**" اس میں رمضان کی تصریح ہے کہ نہ قضاء ہے نہ کفارہ اور وہ روزہ مقبول ہے۔ (فتح الباری) **فلیتم صومه**۔ ترمذی میں **فلا یفطر** کے الفاظ ہیں۔ البتہ روایات کھانے پینے پر اکتفا کیا گیا کیونکہ انہی کا غلبہ ہے۔ ویسے تمام خطرات کا یہی حکم ہے۔ قلیل و کثیر کا فرق نہیں۔ البتہ نماز کی حالت یاد دلانے والی ہونے کی وجہ سے اس میں بھول کر کھا لینے سے بھی وہ قائم نہیں رہتی مگر روزہ اس طرح نہیں **فانما اطعمه الله**۔ ترمذی کی روایت میں **فانما هو رزق رزقه الله** اور دارقطنی میں "**فانما هو رزق ساقه الله تعالی علیه**" قاضی زکریا سے شرح اسلام میں لکھا ہے کہ حدیث کا مقتضی چاہتا ہے کہ قضاء بھی نہ ہو۔ دارقطنی کی روایت میں و قضاء علیہ کے الفاظ موجود ہیں۔ (شرح الاعلام لقاضی زکریا)

**ایک لطیفہ**: عمرو بن دینار نے ذکر کیا کہ ایک آدمی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: **اصبحت صائما**۔ پھر میرے پاس ایک آدمی آیا پھر میں نے بھول کر کھا لیا۔ انہوں نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ وہ کہنے لگا پھر میں دوسرے آدمی کے ہاں گیا میں پھر بھول گیا اور میں نے کھا پی لیا' انہوں نے فرمایا تم پر کچھ حرج نہیں وہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کھلایا پلایا' وہ کہنے لگا پھر میں ایک اور آدمی کے ہاں گیا پھر میں بھول گیا اور میں نے کھا پی لیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے تو ایسا انسان ہے کہ تو روزے کی عادت ہی نہیں رکھتا۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۳/۱۰۳۵۲) والبخاری (۱۹۳۳) و مسلم (۱۱۵۵) وابو داود (۲۳۹۸) والترمذی (۷۲۱) وابن ماجه (۱۶۷۳) وابن حبان (۳۵۱۹) وابن خزیمة (۱۹۸۹) وابن الجارود (۳۹۰) والدارقطنی (۱۷۹/۲) والبیهقی (۲۲۹/٤)

**الفوائد**: اللہ تعالیٰ کا اس امت پر کتنا بڑا انعام ہے کہ بھول کر کھا پی لینے سے روزے کا کچھ نہ بگڑے گا۔

۱۲۴٤ : وَعَنْ لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْوُضُوْءِ قَالَ: "اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْاَصَابِعِ، وَبَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ

صَائِمًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۲۴۴: حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وضو کے متعلق بتلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وضو کو مکمل طور پر کرو اور انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو مگر یہ کہ تم روزہ سے ہو''۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ✿ صبرة: تقریب میں حافظ رقمطراز ہیں کہ یہ ان کے دادا ہیں ان کے والد کا نام عامر ہے۔ یہ مشہور صحابی ہیں۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں ان کو لقیط بن صبرہ اور لقیط بن عامر اور لقیط بن المشفق بھی کہا جاتا ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ محدثین نے لکھا ہے کہ لقیط بن صبرہ وہی لقیط بن عامر ہے اور مسلم نے ان دونوں کو طبقات میں دو قرار دیا ہے۔ جیسا دارمی نے بھی یہی کہا۔ اور ان سے ان کے بھتیجے وکیع بن عدس نے روایت کی اور ابن بغدی اور عاصم بن لقیط اور عمرو بن اوس وغیر ہم نے کہا کیا وہ مسائل کو ناپسند کرتا تھا جب اس سے ابورزین نے پوچھا تو اس کو اس کا سوال پسند آیا۔ (دارمی) رضی اللہ عنہ لفظاً جمع خبر یہ معنیً دعائیہ ہے۔ اخبرنی عن الوضو یعنی وضو کی تکمیل چیزیں بتلائیں اس کی دلیل اسبغ الوضو کے الفاظ ہیں۔ اسبغ الوضو: فرائض سے زائد کو دھو کر وضو کو مکمل کرو چوٹی سے قدم تک۔ خلل بین الاصابع اور اس کا طریقہ ہاتھوں کی انگلیاں ڈال کر اور پاؤں کی انگلیوں میں جس کیفیت سے بھی ہو۔ ابن حجر فرماتے ہیں افضل یہ ہے کہ ہاتھوں میں بائیں ہاتھ کی خنصر سے ابتداء کرا اور پاؤں میں دائیں پاؤں کی خنصر سے ابتداء ہو اور دونوں میں سے بائیں پاؤں کی خنصر پر ختم کرے کیونکہ ہاتھوں اور پاؤں دونوں کے خلال کا حکم ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں پاؤں کی انگلیاں خنصر سے ملتے تھے اور سنن کا محل تب ہیں جبکہ پانی کا پہنچنا اس پر موقوف نہ ہو۔ ورنہ جڑی ہوئی انگلیوں کی طرح ہیں جبکہ ان کے اندرون پانی پہنچنے کی کوئی صورت نہ ہو تو تب فرض ہے۔ مثلاً انگوٹھی ہو تو اس کو حرکت دے تاکہ اس کے نیچے پانی پہنچ جائے۔ ملے ہوئے گوشت کا چیرنا حرام ہے۔ بالغ فی الاستنشاق: ناک کی جڑ میں خوب پانی پہنچائے۔ بائیں انگلی ناک میں داخل کر کے اوپر سانس کھینچے اور ناک میں جو رینٹھ ہو اس کو دور کرے اس میں انتہاء نہ کرے کیونکہ یہ سعوط ہے استنشاق نہیں۔ اس سے اصل سنت حاصل ہو جائے گی۔ اسی طرح بے روز مضمضمہ میں مبالغہ کرے۔ مستحب یہ ہے کہ پانی کوّے کے دو اطراف اور آخری مسوڑھوں تک پہنچ جائے۔ مسوڑھوں پر بائیں انگلی گھمانا اور پانی کو منہ میں پھیرنا چاہیے۔

الا ان تکون صائمًا: اگر روزہ سے ہو تو مبالغہ ہرگز نہ کرے کہیں پانی حلق میں نہ پہنچ جائے یا دماغ میں داخل نہ ہو جائے جس سے روزہ جاتا رہے۔ شہوت کو ابھارنے والا بوسہ حرام ہے کیونکہ اس کی اصل غیر مستحب ہے اور معمولی سا بوسہ کثیر کو دعوت دینے والا ہے اور اس شہوت سے انزال پیدا ہوتا ہے جس کے دفاع کی پھر کوئی صورت نہیں۔ البتہ پانی کا منہ میں پھیرنا اور کلی کرنا درست ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۱۳۶۸۰) وابو داود (۲۳۶۶) والترمذی (۷۸۸) والنسائی (۸۷) وابن ماجه (۴۰۷) وابن ابی شیبة (۱) والطیالسی (۱/۵۲) وعبد الرزاق (۷۹) وابن خزیمة (۱۵۰) والبیهقی (۱/۷۶)

**الفرائد**: ① مکمل طور پر اعضاء کو دھونا چاہیے ② تخلیل اصابع اور اچھی طرح ناک جھاڑنا چاہیے البتہ روزے کی

حالت میں اس میں مبالغہ سے باز رہے۔

١٢٤٥ : وَعَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتَا : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ ثُمَّ يَصُوْمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۴۶: حضرت عائشہ اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خواب کے بغیر جنابت سے ہوتے۔ پھر روزہ رکھ لیتے (اور بعد میں غسل فرماتے)......(بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ جنبا من غير حلم : یہ وصف تقییدی ہے یعنی صفت کاشفہ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں یقتلون النبیین بغیر الحق ... میں بغیر الحق کی قید ہے۔ اس لئے کہ آپ کی جنابت احتلام سے نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ شیطان کی شرارت سے ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ ہیں یا احتلام کی دو قسمیں ہیں: ۱) احتلام بدنی یہ عوارض بشریہ سے ہے جو مادہ منویہ کے زیادہ ہونے وجہ سے طبعاً خارج ہوتا ہے۔ یہ آپ کے حق میں جائز اور درست ہے۔ ۲) شیطان کی شرارت سے جو احتلام ہو اس سے تمام انبیاء علیہم السلام محفوظ ہیں۔ ثم یصوم : اس سے روزے کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ کیا جیسا ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نساء كم﴾ اس آیت سے لازم آتا ہے کہ جماع رات کے اخیری جزء تک حلال و درست ہو اور اس پر فجر کے طلوع کا وقت جنابت کی حالت میں آئے۔ پس اس کے روزہ کی درستی اشارۃ النص سے ثابت ہوئی۔

**تخریج** : أخرجه احمد (٦٤٣) والبخاری (١٩٢٥) و مسلم (١١٠٩) وابو داود (٢٣٨٨) والترمذی (٧٧٩) واحمد (١٠/٢٥٨٦٩)

**الفرائد** : جنابت روزے کی صحت پر اثر انداز نہیں۔

## ٢٢٥ : بَابُ بَيَانِ فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ وَشَعْبَانَ وَالْأَشْهُرِ الْحُرُمِ

## باب: محرم وشعبان اور حرمت والے مہینوں کے روزے کی فضیلت

**تشریح** ✿ المحرم : یہ نام دیگر اشہر حرم کی بجائے اس مہینے کا بطور شرف رکھا گیا۔ بعض نے اور وجوہ بھی بیان کی ہیں (فتح الكريم القادر في متعلقات عاشوراء) شعبان کی فضیلت کی شاید وجہ یہ ہو کہ آپ ﷺ اس ماہ میں کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ البتہ شعبان کے روزے کی فضیلت محرم سے کم ہے۔ الاشهر الحرم : ذیقعد، ذوالحجہ مراد ہیں، ان میں نفلی روزے سال کے دوسرے دنوں کی نسبت فضیلت رکھتے ہیں خصوصاً عشرہ ذی الحجہ۔

## روایات

۱۲۴۷ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: "اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ: شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ، وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِیْضَةِ صَلٰوةُ اللَّیْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۴۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور افضل ترنماز فرائض کے بعد تہجد کی نماز ہے۔(مسلم)

**تشریح** ۞ **افضل الصیام**: رمضان المبارک کے فرضی روزوں کے بعد مطلق نفلی روزوں میں فضیلت والے روزے۔ **شهر الله المحرم**: وہ محرم کے روزے ہیں۔محرم کو شہر اللہ کی اضافت سے نوازا گیا یہ اضافت تشریفی ہے جیسے کہتے ہیں: الکعبة بیت الله اور ناقة الله' **افضل الصلوٰة** مطلقاً نفلی نماز۔ **صلوٰة الیل**: اس سے تہجد مراد ہے کیونکہ وہ ریا سے دور اور اخلاص سے قریب تر ہے اور بارگاہِ الٰہی میں اس سے حضوری حاصل ہوتی ہے کیونکہ کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی اور یہ تجلیاتِ الٰہیہ کا وقت ہے اور اس وقت فیوضاتِ ربانیہ بانٹے جاتے ہیں۔ **باب فضل قیام اللیل** میں روایت گزر چکی۔

**تخریج** : باب فضل قیام اللیل میں تخریج گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۲۴۸ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمْ یَكُنِ النَّبِیُّ ﷺ یَصُوْمُ مِنْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فَاِنَّهُ كَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ وَفِیْ رِوَایَةٍ: كَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِیْلًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۲۴۸: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے جتنے کہ شعبان میں رکھتے۔آپ تمام شعبان روزے رکھتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ تھوڑے دنوں کے سوا پورا شعبان روزے رکھتے۔(بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ **یصوم من شهر**: یہاں صوم نفل مراد ہیں اور من ا) فی کے معنی میں ۲) بعض کے معنی میں آیا ہے۔ **اکثر من شعبان**: پہلی روایت میں محرم کے روزے کی فضیلت گزری' مگر اس میں آپ کا کثرت سے روزہ رکھنا ثابت ہے۔اس کی وجہ دوسری روایت میں وارد ہے کہ اس ماہ میں اعمال بلند ہوتے ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اس حالت میں اٹھا کر پیش ہوں کہ میں روزہ سے ہوں اور ایک دوسری روایت میں وارد ہے کہ اس ماہ میں وقت مقررہ کی دستاویزات لکھی جاتی ہیں۔آپ نے فرمایا میری چاہت یہ ہے کہ میری دستاویز روزے کی حالت میں لکھی جائے۔ایک اور روایت میں وارد ہے کہ جب رمضان کے درمیان لوگ اس میں غفلت کا شکار رہتے ہیں۔پس میں چاہتا ہوں کہ میں اس ماہ کو زندہ کروں۔۲) محرم کے روزے کی فضیلت عمر کے آخری ایام میں معلوم کرائی گئی' ۳) محرم کے روزہ کو آپ رکھ نہیں سکے کیونکہ یہ پہلا پہلا سال تھا اور آپ کفار کے خلاف دن رات لڑائی اور اس کی تیاریوں میں مصروف تھے۔البتہ محرم کے روزہ اس سے افضل ہے۔ **کله**: اکثر شعبان مراد ہے اور مسلم کی روایت میں **کان یصوم شعبان الا قلیلاً** کے الفاظ ہیں اور بخاری میں **ما رأیته اکثر صیاماً**

منه في شعبان کے الفاظ وارد ہیں۔ یہ پہلے الفاظ کی تفسیر و وضاحت ہے اور کل سے مراد غالب اکثریت ہے۔ بعض نے کہا کبھی تمام شعبان کے روزے رکھ لیتے اور اگلے سال کچھ دنوں کے رکھتے گویا معمول مختلف تھا۔ یہ زیادہ بہتر ہے۔

نووی کا قول: کامل شعبان کے روزے اس لئے نہ رکھتے کہ لوگ اس کو فرض نہ سمجھیں۔

ایک اور قول یہ ہے کہ کل سے مراد ابتداء درمیان اور آخر میں روزہ رکھتے تھے۔ کسی حصے کو خاص نہ کرتے بلکہ عمومی اعتبار سے روزے رکھتے۔

دمامینی نے مصابیح میں اس کی تین وجوہ سے تردید کی ہے: ۱) کل کا اطلاق اکثر پر جبکہ وہ تاکید کے لئے ہو عربوں میں جانا پہچانا نہیں ہے۔ حافظ عراقی نے دمامینی کا جواب دیتے ہوئے ترمذی سے ابن مبارک کا قول نقل کیا ہے کہ اہل عرب کے ہاں یہ درست ہے جبکہ کوئی آدمی مہینے کا اکثر حصہ روزہ رکھے اور اکثر راتیں قیام کرے تو وہ کہتے ہیں: صام الشهر كله و قام ليلة اجمع۔ شاید کہ اس نے عشاء کا کھانا کھایا اور اپنے کسی کام میں مشغول ہو گئے۔

۲) دمامینی کہتے ہیں شعبان کے روزے کے متعلق یہ عبارت كان يصوم شعبان عادةً اس فعل کے تکرار کا متقاضی ہے جیسا کہ اس جیسی عبارت میں یہی مطلب ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو مصنف نے اختیار کر کے اکثر کا قول قرار دیا یہ تو عرف کا تقاضا ہے۔

۳) دمامینی کہتے ہیں جب شہر کی اضافت کے بغیر مہینوں کے نام ذکر کئے جائیں تو ان میں مذکور عمل عام ہوگا۔ اس طرح نہیں کہہ سکتے۔ سرت المحرم حالانکہ وہ اس کے کسی حصہ میں چلا اور اگر شہر کی اضافت سے مہینہ استعمال ہو تو پھر عمل کا عام ہونا لازم نہیں۔ یہ سیبویہ کا قول ہے اور اس کی مخالفت صرف زجاج نحوی نے کی ہے۔ باقی نووی کا قول في رواية اور وہ روایت وما رأيته اكثر صياما منه في شعبان۔ یہ شعبان کے تمام روزوں کے مخالف نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے مہینوں کی بنسبت اس میں زیادہ روزے رکھے اور یہ یصومہ کلہ پر صادق آتا ہے کیونکہ جب آپ تمام میں روزہ رکھتے تو یہ صادق آتا ہے کہ جو روزے اس میں رکھے وہ ان روزوں سے زائد تھے جو دوسروں میں رکھتے تھے اور ضرورۃً یہ مراد لیا جائے جائے گا کیونکہ اور مہینوں میں روزے نہیں رکھے سوائے رمضان کامل کے اور روایت میں لم يستكمل الا رمضان۔ اس میں حذف ہے۔ ای وشعبان' دوسری جانب کی دلیل سے وہ کان یصوم شعبان کلہ ہے۔ پس معطوف و عاطف دونوں کو حذف کر دیا اور عرب کے کلام میں یہ بات کثرت سے پائی جاتی ہے۔ البتہ ایک اور راہ سے جمع ممکن ہے وہ یہ ہے: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول: كان يصوم شعبان كله۔ اس میں صرف استثناء محذوف ہے۔ ای الا قليلاً منه۔ اس کی دلیل عبدالرزاق کی یہ روایت ہے: ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثر منه صياماً في شعبان فانه كان يصومه كله الا قليلاً۔ (قسطلانی علی البخاری)

**تخریج**: اخرجه البخاری (۱۹۶۹) و مسلم (۷۸۲) والترمذی (۷۶۸) والنسائی (۲۱۷۵)

**الفوائد** ①: تمام سال نفلی روزوں کے لئے مباح ہے سوائے ایام ممنوعہ اور رمضان کے ان میں نفلی روزہ نہیں رکھا جا سکتا۔

۱۲۴۹ : وَعَنْ مُجِيْبَةَ الْبَاهِلِيَّةِ عَنْ اَبِيْهَا اَوْ عَمِّهَا اَنَّهُ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ انْطَلَقَ فَاَتَاهُ بَعْدَ

سَنَةٍ – وَقَدْ تَغَيَّرَتْ حَالُهُ وَهَيْئَتُهُ فَقَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا تَعْرِفُنِي؟ قَالَ :"وَمَنْ اَنْتَ؟" قَالَ :اَنَا الْبَاهِلِيُّ الَّذِيْ جِئْتُكَ عَامَ الْاَوَّلِ – قَالَ :"فَمَا غَيَّرَكَ وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ" قَالَ : مَا اَكَلْتُ طَعَامًا مُنْذُ فَارَقْتُكَ اِلَّا بِلَيْلٍ – فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"عَذَّبْتَ نَفْسَكَ؟" ثُمَّ قَالَ : "صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ، وَيَوْمًا مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ" قَالَ:"زِدْنِي فَاِنَّ بِيْ قُوَّةً" قَالَ :"صُمْ يَوْمَيْنِ" قَالَ : زِدْنِي قَالَ :"صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ" قَالَ :زِدْنِي – قَالَ :"صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ" وَقَالَ بِاَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ فَضَمَّهَا ثُمَّ اَرْسَلَهَا۔

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ

"شَهْرُ الصَّبْرِ" :رَمَضَانُ۔

۱۲۴۹: حضرت مجیبہ باہلیہ اپنے والد اور چچا سے روایت کرتی ہے کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر واپس چلے آئے۔ پھر ایک سال گزرنے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو ان کی حالت بدلی ہوئی تھی۔ پس کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ آپ نے فرمایا: "تو کون ہے؟" اس نے کہا۔ میں وہی باہلی ہوں جو آپ کی خدمت میں گزشتہ سال آیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے بدل دیا۔ تیری بہت اچھی صحت تھی۔ اس نے کہا میں جب سے آپ سے جدا ہوا میں نے کھانا نہیں کھایا مگر رات ہی کو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے اپنے آپ کو تکلیف دی۔ پھر فرمایا: "تو صبر کے مہینے کے روزے رکھ اور ہر مہینے میں سے ایک۔ اس نے کہا اس میں کچھ اضافہ فرمائیں کیونکہ مجھ میں ہمت ہے۔ آپ نے فرمایا: حرمت والے مہینوں میں بعض دنوں کے روزے رکھو اور چھوڑ دو۔ پھر حرمت والے مہینوں کے بعض دنوں کے روزے رکھو اور چھوڑ دو۔ پھر حرمت والے مہینے کے بعض دنوں میں روزے رکھو اور پھر چھوڑ دو اور اپنی تین انگلیوں کو ملایا اور پھر انہیں چھوڑ دیا۔ (ابوداؤد)

"شَهْرُ الصَّبْرِ" :رمضان المبارک۔

**تشریح** ۞ یہ صحابیات سے ہیں (تقریب للحافظ) ان کے والد کا نام عبداللہ بن الحارث الباہلی ہے اور چچا کا نام ابو موسیٰ نے کہا معلوم نہیں۔ اتی: یہ وفد کی صورت میں آنے کا تذکرہ ہے۔ ثم انطلق: پھر اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔ وقد تغیرت حالہ: ایک سال کے بعد لوٹے کہ ان کی حالت بدل چکی تھی۔ حال کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ وھیئتہ اس کو حال پر عطف کیا۔ یہ عطف العام علی العام کی قسم سے ہے۔ حال عام حالت اور معیشت خاص حالت کو کہتے ہیں۔ فقال: اس کا عطف مقدر پر ہے: ای فلم یعرفہ فقال: یا رسول اللہ! اما یہ استفتاح کے حروف سے ہے۔ عام الاول: یہ اضافت موصوف الی الصفۃ کی قسم سے ہے یعنی پہلے سال۔ فما غیرک وقد کنت حسن الھیئہ۔ غیر کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ منذ فارقتک: یہ ما اکلت کا ظرف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں یہاں سے جانے کے بعد سے متواتر ایام ممنوعہ کے علاوہ روزے رکھتا چلا آ رہا ہوں اور ممکن ہے ان ممنوعہ ایام کی تحریم کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ان کا بھی روزہ رکھا ہو

کیونکہ حرام وحلال کے پورے احکام ان کے سامنے واضح نہیں فرمانے تھے۔ **عذبت نفسك**: تم نے اپنے نفس کو مالوفات و معتاد چیزوں سے ممانعت کر کے تکلیف پہنچائی حالانکہ وہ میدان فضل میں پہنچنے کی سواری ہے۔ **ثم قال صم**: اس واجب و ندب دونوں کو شامل فرمایا۔ **شهر صبر**: رمضان المبارک۔ **يوما من كل شهر**: اس سے ہر ماہ کا نفلی روزہ مراد ہے۔ انہوں نے زیادہ کی اجازت مانگی تو فرمایا: **صم يومين**: ہر ماہ دو روزے رکھ لیا کرو پھر اور اضافے کا مطالبہ کیا تو فرمایا: **صم ثلاثة ايام**۔ تین دن کے روازے صیام دہر کی طرح ہیں کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے پھر اور اضافہ کی درخواست پر فرمایا: **صم من الحرم**۔ حرمت والے مہینوں رجب' ذیقعدہ' ذی الحجہ محرم کے روازے رکھو پھر ان کی وضاحت فرمائی: **صم من الحرم واترك**۔ بار بار تاکید کے لئے اور ان مہینوں کے شرف کے لئے فرمایا کہ تین دن کے روزے رکھو پھر تین دن چھوڑ دو پھر اس طرح۔ تین انگلیوں کو کھولنے کے بعد ملانے میں حکمت یہ تھی تین دن چھوڑ دینا۔ پہلے دنوں کے روزے سے حاصل ہونے والی کمزوری کا ازالہ کریں گے۔ جب آدمی کسی نیکی کا عادی ہو جائے تو نفس کو اس سے الفت پیدا ہو جاتی ہے اور مشقت کم ہو جاتی ہے۔ اس طرح چھوڑنے اور رکھنے سے کلفت اور راحت دونوں کا مزہ ملے گا اور ثواب میں بھی اضافہ ہوگا۔

رمضان کو شہر صبر اس لئے کہا کہ اس میں نفس کو کھانے اور عورتوں کے ساتھ وطی سے دن کے وقت روک لیا جاتا ہے اور مطلقاً صبر کا معنی رکنا ہے۔ (خطابی)

**تخريج** : أخرجه ابو داود (٢٤٢٨)

**الفوائد** : اسلام عبادت میں شدت کا حامی نہیں۔ جس نے عبادت میں غلو اختیار کیا اس نے اپنے آپ کو مشقت میں مبتلا کیا۔

## ٢٢٦ : بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ وَغَيْرِهٖ فِي الْعَشْرِ الْاُوَلِ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ

## بَابٌ : ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں روزے کی فضیلت

**تشریح** ۞ ذی الحجہ کے عشرہ اول میں نیک اعمال اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں ان میں کا آخری دن یوم عرفہ ہے کیونکہ دسویں کا روزہ حرام ہے' جائز ہی نہیں۔ پس بقیہ ایام کے روزے مراد ہیں۔ حاجی کے علاوہ کے لئے عرفہ کا روزہ بہت بڑے ثواب واجر کا باعث ہے۔

### روایات

١٢٥٠ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا مِنْ اَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ" يَعْنِيْ اَيَّامَ الْعَشْرِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۲۵۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی ایسے دن نہیں کہ عمل صالح جن میں اتنا اللہ تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہو جتنا ان دنوں میں یعنی عشرہ ذی الحجہ میں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ اور نہ جہاد فی سبیل اللہ۔ آپؐ نے فرمایا ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی مگر وہ نمازی جو اپنی جان اور مال لے کر نکلے۔ پھر اس میں کوئی چیز واپس نہیں لایا۔ (یعنی شہید ہوا یہ یقیناً سب سے افضل ہے)

**تشریح** ۞ ما من: من یہ استغراق نفی کے لئے لایا گیا ہے۔ **ایام العمل الصالح فیھا۔**
**النحو**: **فیھا** خبر جبکہ **احب الی اللہ** سے متعلق ہو۔ **اضافی مبتداء** ہے۔ یا **فیھا** محل حال میں ہے وصف ہے۔ الفاظ کے مختلف ہونے کی وجہ سے متعلقات کا متعدد ہونا خبر سے مانع نہیں۔ **ھذہ الایام**: اس سے ایام عشرہ کی طرف اشارہ مراد ہے جو کہ ذی الحجہ کے ابتدائی نو دن ہیں۔ یعنی ان دنوں میں کیا جانے والا عمل دوسرے دنوں کے اعمال صالحہ سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ **ولا الجھاد فی سبیل اللہ**: یعنی کوئی عمل صالح ان دنوں کے عمل پر فوقیت لے جانے والا نہیں۔ **الا رجل**: یہ استثناء متصل ہے یعنی مگر اس آدمی کا عمل جو اپنی جان و مال لے کر جہاد کے لئے نکلا اور دونوں کو راہِ خدا میں لٹا دیا' وہ ان اعمال سے افضل ہے۔ بعض نے مستثنیٰ منقطع بنایا ہے یعنی لکن کے معنی میں ہے۔ دمامینی کہتے ہیں بنو تمیم کے قول پر منقطع درست بنے گا ورنہ اہل حجاز کے ہاں تو منقطع واجب النصب ہے۔
**یخاطر بنفسہ و مالہ**: وہ دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے نکلا۔ اگر اس نے یہ فرض ادا کر دیا اور دونوں میں سے کسی چیز کو واپس نہیں لوٹایا یعنی اس کو شہادت مل گئی۔ ابو عوانہ کی روایت میں **الا من رجع بنفسہ و لا حالہ** اور دوسری روایت میں **الا ان لا یرجع** اور ایک روایت میں **الا من عقر جوادہ واھریق دمہ** اور ابن عمرؓ والی روایت میں **فاکثروا فیھن من التھلیل والتکبیر فان صیام یوم منھا یعدل صیام سنۃ والعمل فیھا بسبعمائۃ ضعفٌ**۔ اور ترمذی کی ابو ہریرہؓ والی روایت **صیام کل یوم لیلۃ منھا بصیام سنۃ و قیام کل لیلۃ منھا بقیام لیلۃ القدر**۔

ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ ان دنوں کے روزے ایک سال کے روزے کے برابر اور اس کا ثواب سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے اور رات کا قیام بھی بڑی شان والا ہے۔ ان روایات کے پیش نظر **افضل الصیام بعد شھر رمضان شھر اللہ المحرم**۔ والی روایت خاص ہو گئی۔ مطلب یہ ہوا کہ ذی الحجہ کے علاوہ نفلی روزوں میں محرم کا روزہ افضل ہے۔
(ابن علان)

**تخریج**: أخرجه احمد (۱/۱۹۶۸) والبخاری (۹۶۹) وابو داود (۲۴۳۸) والترمذی (۷۵۷) وابن ماجه (۱۷۲۷) والدارمی (۲/۲۵) وابن حبان (۴۲۴) والطیالسی (۲۶۳۱) والبیهقی (۴/۲۸۴)

**الفوائد**: ① بعض زمانے اور مقامات ایک دوسرے سے کم زیادہ فضیلت والے ہیں ② ذی الحجہ کے نو دن کے روزے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی فضیلت والے ہیں۔

# ۲۲۷ :بَابُ فَضْلِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُوْرَآءَ وَتَاسُوْعَآءَ

## بَابٌ: یوم عرفہ عاشوراء اور نویں محرم کے روزے کی فضیلت

**تشریح** عاشوراء واسوعاء یہ دونوں فاعولا کے وزن پر ہیں۔عاشوراء یہ محرم کا دسواں دن اور تاسوعاء۔نویں کا دن ہے۔

## روایات

۱۲۵۱ :عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ قَالَ : "يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۵۱:حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ کے روزہ کے متعلق دریافت کیا گیا۔آپؐ نے فرمایا:"وہ گزشتہ اور آئندہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے"۔(مسلم)

**تشریح** یعنی یوم عرفہ کی کیا فضیلت ہے تو فرمایا: یکفر السنة الماضیة ۔گزشتہ ذی الحجہ تک کے گناہ کا کفارہ ہے۔والباقیہ: آئندہ سال کا کفارہ ہے۔سال کا متعارف معنی تو محرم سے ذی الحجہ ہے اور جن گناہوں کا کفارہ ہے وہ صغائر ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔آئندہ کے گناہوں سے مغفرت کا مطلب ان گناہوں کے ارتکاب سے حفاظت یا اگر وہ ہو جائیں تو ان کی بخشش ہو جائے گی۔یہ روزہ حجاج کے علاوہ کے لئے ہے۔حجاج کو افضل آپ کے طریقہ کی اتباع میں روزہ نہ رکھنا ہے۔اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ حجاج کے لئے یہ روزہ مکروہ ہے یا خلاف اولیٰ ہے اور حدیث نہی ثابت ہے یا نہیں۔

**تخریج** : مسلم (۱۱۶۲) و ابو داود (۲٤۲٥) والترمذی (۷٤۹) والنسائی (۲۳۸۲) وابن ماجه (۱۷۱۳) واحمد (۸/۲۲٦۸٤) و عبدالرزاق (۷۸۲٦) وابن حبان (۳٦۳۱) وابن خزیمة (۲۰۸۷) والبیهقی (٤/۲۸٦)

**الفوائد** : حجاج کے علاوہ دوسرے لوگوں کا عرفہ کا روزہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

۱۲۵۲ :وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَامَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۵۲:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم فرمایا۔(بخاری ومسلم)

**تشریح** آپ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا۔ایک نسخہ میں یوم کا لفظ زائد ہے۔یعنی ایک دن رکھا۔امر بصیامہ: اب یہ حکم فرضیت رمضان سے پہلے بر سبیل وجوب تھا یا بطور استحباب۔جمہور کے ہاں بر سبیل استحباب مؤکد تھا اور رمضان کی فرضیت کے بعد اصل تاکد باقی رہا اور آپ روزہ رکھتے رہے اور نویں کا روزہ ساتھ ملانے کا قصد بھی ظاہر فرمایا(مگر آئندہ سال آپ کی وفات ہوگئی اور یہ موقع نہ آیا' مترجم)

**تخریج** : أخرجه احمد (١/١٦٤٤) والبخاری (٢٠٠٤) و مسلم (١١٣٠) وابو داود (٢٤٤٤) وابن ماجه (١٧٣٤) والدارمی (٢/٢٢) وابن حبان (٣٦٢٥) و عبدالرزاق (٧٨٤٣) وابن ابی شیبة (٣/٥٦) والطبرانی (١٢٣٦٢) والبیهقی (٤/٢٨٦)

**الفرائد** : ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عاشوراء کا روزہ رکھا اور حکم بھی فرمایا اس لئے یہ نہایت فضیلت والا روزہ ہے ② عاشوراء یہ عاشرہ سے مبالغہ معدول ہو کر بنا ہے۔ اصل میں یہ دسویں رات کو کہتے ہیں پھر دسویں دن کا نام بن گیا۔ (الاستاذ القرطبی)

١٢٥٣ : وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صِیَامِ یَوْمِ عَاشُوْرَآءِ فَقَالَ : "یُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِیَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۵۳: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشوراء کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک سال گزشتہ کے گناہوں کا کفارہ ہے"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **عاشوراء** : یعنی دس محرم کے روزے کی فضیلت دریافت کی تو فرمایا: **یکفر السنة الماضیة** : گزشتہ سال کے گناہوں کو مٹانے والا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ گزشتہ سال کے اس دن سے لے کر آئندہ سال کے اس دن تک۔ آخر ذی الحجہ مراد نہیں تاکہ مکفر اور مکفر میں فاصلہ نہ آئے (مگر زبان عرب میں اکثر کا محاورہ اکثر استعمال ہوتا ہے چند دن کا سلسلہ اس میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ فتفکر) عرفہ کے دن سے دو سال کے گناہوں کی معافی ملتی ہے کیونکہ وہ محمدی دن ہے اور عاشورہ موسوی دن ہے۔ نیز یوم عرفہ سید الایام ہے۔ پس اس میں کیا جانے والے عمل باقی پر فضیلت کا متقاضی ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (١١٦٢/١٩٧)

**الفرائد** : اس کا روزہ گزشتہ ایک سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔

١٢٥٤ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَئِنْ بَقِیْتُ اِلٰی قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۵۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو میں ضرور نویں محرم کا روزہ رکھوں گا"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **الی قابل لا صومن التاسع** : اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود ونصاریٰ کی مخالفت کا حکم تھا۔ ان کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ سال نویں کے روزے کا قصد ظاہر فرمایا۔ اس حدیث سے نویں کے روزے کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور ایک دوسری روایت ہے: **خالفوا اهل الکتاب وصوموا یومًا قبله و یومًا بعده۔**

**تخریج** : أخرجه مسلم (١١٣٤) وأبو داود (٢٤٤٥)

**الفوائد** : محرم کی دسویں کے ساتھ نو دیں کا روزہ بھی رکھنا چاہیے۔

## ۲۲۸ : بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ

## بَابٌ : شوال کے چھ روزوں کا استحباب

**تشریح** ۞ شوال: یہ شالت الابل اذنابها سے اخذ کیا گیا جبکہ وہ اپنی دموں کو بلند کریں۔ اہل عرب اس ماہ میں ہتھیاروں کو بلند کرتے کیونکہ حرمت والے مہینوں کی آمد آمد ہوتی تھی۔ (عنقریب بڑائی رک جائے گی)

### روایات

۱۲۵۵ : عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۵۵ : حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے رمضان کے روزے رکھے۔ پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھ لیے تو اس نے گویا ہمیشہ روزے رکھے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ثم اتبعه ستا من شوال : یعنی شوال کے چھ دنوں کے روزے رکھے۔ ثم سے اس طرف اشارہ کیا چھ دن کے رکھے گا تو یہ فضیلت حاصل ہوگی۔ کان کصیام الدھر : یعنی جیسے اس نے سارا زمانہ فرضی روزے رکھے مراد ہیں ورنہ وجہ تخصیص ظاہر نہ ہوگی کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔ ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے نہ رکھے یا بعض نہ رکھے پھر شوال میں قضاء کئے اسے یہ فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ جامع صغیر میں شوال کے ساتھ اربعاء خمیس کا روزہ بھی مذکور ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۹/۲۳۵۹۲) ومسلم (۱۱٦٤) وأبو داود (۲٤۳۳) والترمذي (۷۵۹) وبن ماجه (۱۷۱٦) والطيالسي (۵۹٤) وبن حبان (۳٦۳٤) وابن خزيمة (۲۱۱٤) وعبد الرزاق (۷۹۱۸) وابن أبي شيبة (۷۹/۳)

**الفوائد** : ہر چیز کا بدلہ دس گنا ملتا ہے تو یہ چھ روزے ساٹھ کے قائم مقام ہوئے اور رمضان کے تیس روزے تین دن کے برابر ہوئے گویا اس نے یہ چھ رکھ کر پورے سال کے روزے رکھ لیے۔

## ۲۲۹ : بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ

## بَابٌ : سوموار اور جمعرات کے روزے کا استحباب

تشریح ۞ الاثنین :اس کا نام اثنین اس لئے رکھا گیا کیونکہ ہفتے کا پہلا روز احد ہے۔

## روایات

۱۲۵۶ :عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ فَقَالَ : "ذٰلِکَ یَوْمٌ وُلِدْتُ فِیْہِ وَیَوْمٌ بُعِثْتُ اَوْ اُنْزِلَ عَلَیَّ فِیْہِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۵۶: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں میری پیدائش ہوئی اور اسی دن نبوت ملی اور اس دن وحی اتری۔ (مسلم)

تشریح ۞ یعنی ہفتہ کے بقیہ دنوں میں اس کے روزہ کے لئے ترجیح دینے میں کیا حکمت ہے۔ فقال ذلک یوم : ذلک کا اسم اشارہ عظمت کے لئے لائے جیسا کہ ذلک الکتب..... میں اسی طرح یوم کی تنوین بھی تعظیم کو ظاہر کرتی ہے جیسا کہ اس کے اوصاف اس طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ولدت فیہ و یوم بعث۔ یعنی اس دن کو فضیلت بعثت ولادت کی وجہ سے ملی۔ او :شک راوی ہے کہ آپ ﷺ نے بعثت کے لفظ فرمائے یا انزل علی فیہ: الوحی نائب فاعل مستتر ہے یا یہ ظرف ہے۔ ای وجد الانزال علی فیہ۔ آپ کی ولادت کے دن میں وہ اعمال طلب نہیں کئے گئے جو جمعہ کے دن میں طلب کئے گئے۔ آپ کی پیدائش مبارکہ کی وجہ سے اس میں برکت آگئی اس لئے اعمال میں تخفیف کر دی گئی۔

تخریج : أخرجه مسلم (١١٦٢/١٩٧)

الفرائد : سوموار کے دن روزہ رکھنے پر ابھارا گیا کہ اس دن ہمارے پیغمبر ﷺ کی ولادت کا احسان اس امت پر ہوا۔

۱۲۵۷ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : "تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَاُحِبُّ اَنْ یُّعْرَضَ عَمَلِیْ وَاَنَا صَآئِمٌ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ بِغَیْرِ ذِکْرِ صَوْمٍ۔

۱۲۵۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سوموار اور جمعرات کو اعمال (بارگاہ الٰہی میں) پیش ہوتے ہیں۔ پس میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں پیش ہو کہ میں روزے سے ہوں۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔ مسلم نے روایت کیا مگر روزے کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح ۞ یعنی حفظہ فرشتے پیش کرتے ہیں یا ان کے علاوہ فرشتے پیش کرتے ہیں۔ یوم الاثنین :ہفتہ کے مجموعی اعمال اس کے بعد بعد کہ یوم الاثنین اس سے پہلے دنوں کے پیش ہوتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ خمیس کے دن پیش کیا جانا پہلی پیشی کے علاوہ دنوں سے متعلق ہو اور پہلے والے سوموار کے دن ہی پیش ہوں۔ وانا صائم :یہ جملہ عملی کے مضاف الیہ سے حال ہے کیونکہ وہ مضاف' مضاف الیہ کا بعض حصہ ہوتا ہے جیسا ارشادِ الٰہی ہے:ان اتبع ملة ابراهيم حنيفًا (النحل) مسلم نے اس روایت کو ان الفاظ کے فرق سے روایت کیا ہے:فیغفر لکل عبد مؤمن الا عبدًا بینه بین اخیه شحناء' فیقال اترکوا هذین حتی یفیئا۔اور روزے کا تذکرہ مطلقاً نہیں۔طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:تعرض

الاعمال علی اللہ تعالی یوم الاثنین والخمیس فیغفر اللہ الا ما کان من متشاحنین او قاطع رحمہ اور حاکم کے الفاظ یہ ہیں: تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ و تعرض علی الانبیاء و علی الاباء والامہات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتھم و تزداد وجوھھم بیاضا و اشراقا۔

حاصل ان روایات کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوموار و جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اللہ بغض رکھنے والوں اور قطع رحمی والوں کے علاوہ سب کو بخش دیتا ہے اور بقول حاکم جمعہ کے دن یہ اعمال انبیاء اور ماں باپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں وہ ان کے حسنات پر خوش ہوتے ہیں۔ نیکیوں سے ان کے چہرے چمک اٹھتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مرنے والوں کو ایذاء مت پہنچاؤ۔

**تخریج** : أخرجه الترمذي (٧٤٧) أحمد (٨/٢١٨٠٣) النسائي (٢٣٦٥) مسلم (٢٥٦٥)

**الفرائد** : ① ان دو دنوں میں اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں ② روزے کی حالت والا عمل اللہ تعالیٰ کو بڑا پسند ہے۔

۱۲۵۸ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَحَرّٰى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۲۵۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوموار اور جمعرات کے روزے کو بڑے اہتمام سے رکھتے تھے۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ سوموار اور جمعرات کے روزہ کا انتظار فرماتے کیونکہ ان کی بڑی فضیلت ہے۔

**تخریج** : أخرجه لترمذي (٧٤٥) والنسائي (٢١٨٦) وابن ماجه (١٧٣٩) وابن حبان (٣٦٤٣) وأحمد (٢٤٥٦٢)

**الفرائد** : ہفتہ کے میں ان دونوں دنوں (سوموار و جمعرات) کے روزہ کا آپ ﷺ اہتمام فرماتے تھے۔

## ۲۳۰ : بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ

## باب: ہر مہینے میں تین دن کے روزے کا استحباب

**تشریح** ۞ ثلاثۃ ایام خواہ وہ ایام بیض ہوں یا ایام سود ہوں۔ ایام البیض: یہ اضافت موصوف الی الصفۃ کی قسم سے ہے۔ ان کا نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ دن سورج سے روشن اور رات چاند سے روشن ہوتی ہے۔ یہ وہی الثالث عشر دونوں جزو پر مبنی ہیں اور بعد والے اعداد کا حال بھی یہی ہے۔ اس سے ذوالحجہ مستثنیٰ ہے۔ پس اس کی تیرہویں کا روزہ حرام ہے۔ اب اس کی بجائے سولہویں کا روزہ رکھا جائے گا یا نہیں؟ ناشری کہتے ہیں: ابن عبدالسلام کہتے ہیں اس کے بدلے میں سولہویں کا روزہ

رکھے۔ بعض نے بارہ' تیرہ' چودہ کا بتلایا مگر پہلا قول درست اور مشہور ہے۔ بقول ماوردی اور بغوی وغیرہ بارہویں کا بھی احتیاطاً رکھ لے مگر یہ غریب قول ہے۔

وَالْاَفْضَلُ صَوْمُهَا فِيْ اَيَّامِ الْبِيْضِ وَهِيَ الثَّالِثَ عَشَرَ وَالرَّابِعَ عَشَرَ وَالْخَامِسَ عَشَرَ – وَقِيْلَ الثَّانِيْ عَشَرَ وَالثَّالِثَ عَشَرَ وَالرَّابِعَ عَشَرَ وَالصَّحِيْحُ الْمَشْهُوْرُ هُوَ الْاَوَّلُ:

افضل یہ ہے کہ ایام بیض کے تین روزے (اور وہ تیرہ' چودہ اور پندرہ ہے) رکھے جائیں۔ بعض نے کہا بارہ' تیرہ اور چودہ مگر صحیح اور مشہور پہلا قول ہے۔

## روایات

۱۲۵۹: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ ﷺ بِثَلَاثٍ: صِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى، وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۵۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی: (۱) ہر مہینے میں تین روزے رکھنا' (۲) چاشت کی دو رکعتیں' (۳) سونے سے پہلے وتر ادا کیا کروں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یہ خلت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے۔ دوسری روایت میں آپ ﷺ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلت کا تذکرہ ہے۔ پس وہ اس روایت کے خلاف نہیں۔ **ثلاث**: مراد تین خصلتیں ہیں۔ **صیام ثلاثة**: خواہ وہ ایام بیض ہوں یا سود ہوں تاکہ صیام الدہر کا ثواب میسر ہو۔ **ور کعتی الضحی**: یہ نماز چاشت کی سب سے کم تعداد ہے۔ اس کی مکمل آٹھ رکعتیں ہیں۔ ۳) **ان اوتر قبل ان انام**: احتیاط کا تقاضا یہی ہے تاکہ غلبہ نیند کی وجہ سے وتر فوت نہ ہو جائیں۔ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کی عادت صبح جاگنے کی نہ ہو ورنہ افضل تاخیر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **اجعلوا اخر صلاتکم باللیل وترًا۔ باب فصل صلاة الضحی** میں روایت گزری صرف "انام" کی جگہ "ارقد" کا فرق ہے۔

**تخریج**: باب بیان فضل صلاة الضحی میں گزر چکی۔

**الفرائد**: ایضاً۔

۱۲۶۰: وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِيْ حَبِيْبِيْ بِثَلَاثٍ لَنْ اَدَعَهُنَّ مَا عِشْتُ: بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلٰوةِ الضُّحٰى، وَبِاَنْ لَّا اَنَامَ حَتّٰى اُوْتِرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۶۰: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی جن کو میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا: (۱) ہر مہینے میں تین دن کے روزے' (۲) چاشت کی نماز' (۳) سونے سے پہلے وتر ادا کروں۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تعبیر بہت زیادہ لازم پکڑنے کی وجہ سے خلت سے تعبیر کی اور انہوں نے حبیب

سے تعبیر کی۔ ہر گل را رنگ بوئے دیگر است۔ لن ادعھن ما عشت : میں پوری زندگی ان تین باتوں کو ترک نہ کروں گا۔ یہ مداومت سے کنایہ ہے کیونکہ جب تک زندگی ہے انسان مکلف ہے۔ بصیام ثلاثۃ ایام : ثلاثۃ کا دوبارہ تذکرہ صرف جر کے اعادہ سے کیا گیا ہے۔ ہر مہینہ میں ایام بیض افضل ہے۔ ۲) نماز چاشت ۳) سونے سے پہلے وتر کی ادائیگی۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۷۲۲) وأبو داود (۱٤۳۳)

**الفرائد** : ① جو صبح جلد بیدار نہ ہوسکتا ہو اسے رات کو وتر پڑھ لینے چاہئیں ② ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو روزے کی وصیت یہ ان روزوں کی فضیلت کو ظاہر کرتی ہے اور چاشت کی نماز کی فضیلت بھی اس سے معلوم ہوئی۔

١٢٦١ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۶۱ : حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھنا ایسا ہے گویا اس نے سارا سال روزے رکھے''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ صوم الدھر : ہمیشہ روزہ رکھنے کی طرح ہے کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملتا ہے۔ روایت ابو ہریرہ میں صوم شھر الصبر و ثلاثۃ ایام من کل شھر : صوم الدھر آیا ہے۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۱۱۳۱) ومسلم (۱۱۵۹)

**الفرائد** : مثلیث میں ہر اعتبار سے برابر ضروری نہیں۔ کرنے والے کے فعل کو مجاز اً صائم الدھر فرمایا گیا ہے۔

١٢٦٢ : وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ؟ قَالَتْ : نَعَمْ۔ فَقُلْتُ : مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ؟ قَالَتْ : لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ يَصُوْمُ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۶۲ : حضرت معاذہ عدویہ کہتی ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں تین دن کے روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ پھر میں نے کہا آپ کون سے مہینے کے روزے رکھتے؟ جواب میں فرمایا۔ کہ اس بات کی کوئی پرواہ نہ تھی کہ کون سے مہینے کے آپ روزے رکھ رہے ہیں۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ معاذہ : یہ عبداللہ کی بیٹی ہیں۔ بنو عدی سے تعلق رکھتی ہیں ان کی کنیت ام الصہباء اجر یہ ہے۔ یہ اوساط تابعین میں سے ہیں اور یہ ثقہ ہیں۔ ان سے اصحاب ستہ نے روایت لی ہے۔ انھا اگر ان ہو تو قال کو مضمر مانیں گے۔ ۲) اور اگر اَن ہو تو یہ معاذہ سے بدل اور اشتمال بنے گا۔ من کل شھر ۱) تبعیضیہ ہے ۲) فی کے معنی میں ہے۔ لم یکن یبالی من ای الشھر یصوم : یہ تین دن کی عدم تخصیص سے کنایہ ہے اور اس میں اشارہ کر دیا کہ اصل مقصود تو حصول ثواب اور یہ ہر ماہ کے

جونسے دن ہوں حاصل ہو جائے گا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٩/٢٥١٨١) ومسلم (١١٦٠) وأبو داود (٢٤٥٣) والترمذی (٧٦٣) وابن ماجه (١٧٠٩) وابن حبان (٣٦٥٤) وابن خزيمة (٢١٣٠) والطيالسي (١٥٧٢) والبيهقي (٤/٢٩٥)

**الفرائد** : آپ ﷺ ہر ماہ تین دن کے روزے رکھتے مگر یہ ایام مختلف مواقع میں مختلف تھے تاکہ مخصوص دنوں سے امت مشقت میں نہ پڑے۔

١٢٦٣ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثًا فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۲۶۳: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تو ہر ماہ میں تین روزے رکھنا چاہے تو تیرہ چودہ پندرہ کا روزہ رکھ۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ الشهر ثلاثا : یعنی جب تم تین دن روزے کا ارادہ کرو۔ اذا سے لا کر مخاطب کی شدت سے حرص ظاہر کرنا ہے۔ فصم ثالث عشره : بعض نسخوں میں ثلاث عشر ہے۔ ہر دو روایتیں درست ہیں۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (٧٦١) والنسائي (٢٤٢٣) وابن حبان (٣٦٥٥) وعبدالرزاق (٧٨٧٤) وأحمد (٨/٢١٤٠٨) والبيهقي (٤/٢٩٤)

**الفرائد** : ایام بیض کے روزے خاص فضیلت رکھتے ہیں۔ آپ ان کو رکھنے کے لئے صحابہ کرام ؓ کو ابھارتے تھے۔

١٢٦٤ : وَعَنْ قَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْمُرُنَا بِصِيَامِ اَيَّامِ الْبِيْضِ : ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

۱۲۶۴: حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایام بیض کے روزوں کا حکم فرماتے اور وہ تیرہ چودہ پندرہ ہیں۔ (ابوداؤد)

**تشریح** ۞ قتادہ بن ملحان بن قیس بن ثعلبہ: ان کے سر پر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ پھیرا (اسد الغابہ) انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دو روایتیں نقل کی ہیں (سیرۃ لابن حزم) ایام البیض ثلاث عشرة : دونوں جزء لفظاً مبنی ہیں۔ ایام بیض کے متعلق لوگوں نے شاذ قول نقل کیے جو غزالی نے ذکر کیے۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (٢٤٤٩) والنسائي (٢٤٢٩) وابن ماجه (١٧٠٧) وابن حبان (٣٦٥١) والطيالسي (١٢٢٥) والطبراني (١٩/٢٣) وأحمد (٨٠٣٣٨) والبيهقي (٤/٢٩٤)

**الفرائد** : ایام بیض کے روزوں کو صوم دھر کی طرح قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اجر کو جتنا چاہے بڑھا دے۔

۱۲۶۵ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَا يُفْطِرُ اَيَّامَ الْبِيْضِ فِيْ حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ" رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۱۲۶۵ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے سفر و حضر میں نہ چھوڑتے تھے۔ (نسائی) صحیح سند۔

**تشریح** : مطلب یہ ہے کہ ان کے روزے لازم کرنے والے تھے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ چاند انتہاء پر ہوتا ہے اور وہ اشیاء میں رطوبت کو بڑھاتا ہے۔ پس روزے کا حکم دیا تا کہ وہ رطوبت مضرہ ختم ہو جائے۔ بعض نے کہا روزے کی حکمت یہ ہے کہ جب ان راتوں میں نور عام ہوا تو عبادت کو عام کرنا مناسب ہوا۔ بعض نے کہا ان میں عموماً کسوف ہوتا ہے اور اس موقعہ پر ایسے اعمال کا حکم دیا گیا جن سے تقرب الی اللہ حاصل ہو۔ واللہ اعلم۔

**تخریج** : أخرجه النسائي (٢٣٤٤)

**الفوائد** : ایام بیض کے روزے سفر و حضر میں ان کا اہتمام فرماتے۔

## ۲۳۱ : بَابُ فَضْلِ مَنْ فَطَّرَ صَآئِمًا وَّفَضْلِ الصَّآئِمِ الَّذِيْ يُؤْكَلُ عِنْدَهٗ وَدُعَآءِ الْاٰكِلِ لِلْمَاْكُوْلِ عِنْدَهٗ

## باب : جس نے روزے دار کا روزہ افطار کرایا' اور اس روزہ دار کی فضیلت جس کے پاس کھایا جائے اور کھانے والے کی اس کے حق میں دُعا جس کے پاس کھایا جائے

**تشریح** : دعاء الاکل : یہ صیغہ اسم فاعل ہے۔ اگر چہ وہ روزہ دار نہ ہو۔ للماکول عندہ : کھانے کا مالک۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد کھانے والے کی دعا روزی کے لئے مراد ہو۔ پہلی بات حدیث باب کے زیادہ مناسب ہے۔

۱۲۶۶ : عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "مَنْ فَطَّرَ صَآئِمًا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الصَّآئِمِ شَيْءٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۲۶۶ : حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کسی روزہ دار کا روزہ کھلوایا' اس کو اس کے برابر اجر ملے گا۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کا اجر کچھ بھی کم ہو۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** : جہنی یہ جہینہ قبیلہ کی طرف نسبت ہے۔ ان کے حالات پہلے گزرے ملاحظہ ہو باب التعاون علی البر والتقوی۔ من فطر صائما کان له مثل اجره۔

**النحو**: مرفوع ہو تو کان کا اسم ہے اور ظرف خبر مقدم ہے۔۲)اور نصب کی صورت میں خبر ہے اور اسم تفطیر کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے۔ جیسا اس آیت میں: اعدلوا هو اقرب للتقوٰی..... اور ظرف حال بن جائے گا۔ غیر انه: یہ استدراک ہے کہ کہیں اس کا ثواب تو کم نہ ہوگا اس کا ثواب روزہ دار کے برابر ہوگا کیونکہ دونوں کے ثواب کی جہت مختلف ہے۔ جس طرح ہدایت کی طرف راہنمائی کرنے والے کا ثواب کم نہیں ہوتا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٦/١٧٠٣٠) والترمذی (٨٠٧) وابن ماجه (١٧٤٦) وابن حبان (٢٤٢٩) وابن خزيمة (٢٠٦٤) وعبد الرزاق (٧٩٠٥) والدارمی (١٧٠٢) والطبرانی (٥٢٧٣)

**الفوائد**: روزہ افطار کرنے والے کو روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کا اجر بھی کچھ کم نہیں ہوتا۔

١٢٦٧ : وَعَنْ اُمِّ عُمَارَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَدَّمَتْ اِلَيْهِ طَعَامًا فَقَالَ : "كُلِيْ" فَقَالَتْ : اِنِّيْ صَآئِمَةٌ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمَلَآئِكَةُ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهُ حَتّٰى يَفْرُغُوْا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ - وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۲۶۷: حضرت ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میں نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: "تم بھی کھاؤ"۔ میں نے کہا میں روزے سے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "روزہ دار کے لئے فرشتے دعائیں کرتے ہیں جب اس کے پاس کھایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ کھانے سے فارغ ہوں۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح**: ام عمارۃ انصاریہ: اس کنیت والی دو انصاری عورتیں ہیں:

① نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مندول بن عمرو بن مازن۔

② ان کا نام بقول اسد الغابہ معلوم نہیں اور مزی کہتے ہیں یہ حبیب بن زید کی دادی ہیں۔ بعض نے اس کا نام نسیبہ بنت کعب بن عمرو بتلایا اور نجار تک نسب شمار کیا۔ ترمذی کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلی ہیں اور ابن عبد البر نے ان کو ایک قرار دیا ہے اور ابن اثیر سے نقل کیا اور کہا کہ ابن ہندہ اور ابونعیم نے ان کو دو بتلایا۔ مگر حافظ نے تقریب میں ان کو ایک قرار دیا جیسا کہ ابن عبد البر اور مزی کا قول ہے۔ مصنف کا رجحان یہی معلوم ہوتا ہے بقول دمیری یہ بیعت عقبہ میں ستر افراد کے ساتھ تھیں احد میں حاضر رہیں اور لڑائی میں حصہ لیا یہ خود اور ان کا بیٹا عبداللہ بن زید خاوند زید بن عاصم بیعت رضوان اور جنگ یمامہ میں حاضر تھیں۔ ان کو اس دن گیارہ زخم لگے۔ ان کا ہاتھ کٹ گیا۔ ان سے اصحاب سنن نے تین روایات نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ طعامًا: اس سے مہمانی کے طور پر دیا جانے والا کھانا مراد ہے۔ **فقال کلی**: آپ نے اسے خود پہلے کھانے کا حکم فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر صاحب منزل پہلے کھائے تو مہمان نشاط سے کھانا کھائے گا۔ **ان الصائم تصلی**: روزہ فرض ہو یا نفل جب اس کے رکھنے والے کے سامنے کھایا جائے۔ روزہ دار کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ جب تک کھانا کھانے والے فارغ نہ ہو لیں۔ **یفرغوا**: جمع کا صیغہ تعدد کی علامت ہے۔ **حتی یشبعوا**: ضمیر کا مرجع

اقرب نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ مشکوٰۃ میں انہی الفاظ سے لائے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان میں الفاظ کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ پہلے الفاظ اکثر اور دوسرے قلیل استعمال ہوتے ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١٠/٢٧٥٤٢) والترمذی (٧٨٤) والنسائی (٢/٢٦٧) وابن حبان (٣٤٣٠) وعبد الرزاق (٧٩١١) والدارمی (١٧٣٨) وابن أبی شیبة (٣/٧٦)

**الفوائد** : جب روزہ دار کے پاس کوئی کھائے تو ملائکہ روزہ دار کے لئے دعا اور استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ مہمان کھانا کھاتا رہے۔

١٢٦٨ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَآءَ اِلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَآءَ بِخُبْزٍ وَّزَيْتٍ فَاَكَلَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّآئِمُوْنَ ' وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَآئِكَةُ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

١٢٦٨: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے۔ انہوں نے آپؐ کی خدمت میں زیتون اور روٹی پیش کی۔ پس آپؐ نے اس میں سے کھایا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: ''تمہارے ہاں روزہ دار روزہ افطار کریں اور تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور فرشتے تم پر رحمتیں بھیجیں''۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** : سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ: یہ خزرج کے سردار ہیں۔ فجاء بخبز و زیت : جو اس وقت میسر تھا لے آئے۔ یہ اس بات کے منافی نہیں کہ یہ اجواد العرب سے تھے۔ ثم قال النبی صلی الله علیه و سلم: پھر کھانے کی تکمیل کے بعد آپ نے فرمایا: افطر عند کم الصائمون و اکل طعامکم الابرار و صلت علیکم الملائکة.... یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں روزہ افطار کرنے والوں کے برابر ثواب دے۔

**النحو** : یہ جملہ دعائیہ ہے الابرار یہ بر کی جمع ہے متقی کو کہتے ہیں۔ صلت کا معنی استغفار کرنا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١٢٤٠٩) وأبو داود (٣٨٥٤) وعبد الرزاق (١٩٤٥٢) والبیهقی (٢٨٧/٧) وابن السنی (٤٨٢) والنسائی (٢٩٦) وأخرجه ابن السنی (٤٨٣) ابن ماجه (١٧٤٧) وابن حبان (٥٢٩٦)

**الفوائد** : جس کے ہاں لوگ روزہ افطار کریں ملائکہ اس آدمی کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔

# کتاب الاعتکاف

## اعتکاف کی فضیلت

## بَابُ فِیْ فَضْلُ الْاِعْتِکَافِ

**تشریح** ۞ الاعتکاف :لغت میں شی کا لازم کرنا اگرچہ شر کے ساتھ ہو شرعی طور پر مخصوص مقام پر مخصوص طریقے سے ٹھہرنے کو کہا جاتا ہے۔ اس میں اصل کتاب وسنت واجماع ہے۔ یہ ان احکامات میں سے ہے جو قدیم شرائع میں بھی موجود تھے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اللہ سے اس کی سند پیش نہیں فرمائی شاید بھول گئے۔ مثلاً والمسجد الحرام الذی جعلناہ للناس سواء العاکف فیہ والباد..... (الحج)

۱۲۶۹ :عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: کَانَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ – مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۲۶۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ آپ ﷺ رمضان المبارک میں اعتکاف فرماتے تھے۔

**النَّحْو** :رمضان منصوب علی الظرف ہے۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۲۰۲۵) ومسلم (۱۱۷۱) وأبو داود (۲۴۶۵) وابن ماجه (۱۷۷۳)

**الفرائد** : ① آپ ﷺ بھلائی کے کاموں کے لئے فرصت کے متلاشی رہتے عشرہ اخیرہ رمضان کو اعتکاف سے خالی نہ رہنے دیتے تھے۔

۱۲۷۰ :وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۲۷۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے وفات پائی۔ پھر آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی اعتکاف کیا۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ عشرہ واخر سے مراد آخری عشرہ ہے۔ خواہ وہ نو دن کا ہو یا دس دن کا۔ حتی سے غایت ذکر کی جو دوام کو ثابت کرنے کے لئے لائی گئی ہے۔ پھر آپ کی ازواج نے آپ کی وفات کے بعد اسی عشرہ کا اعتکاف فرمایا۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۲۰۲٦) ومسلم (۱۱۷۲/۵) وأبو داود (۲٤٦۲)

**الفرائد** : ① عشرہ اواخر رمضان کا اعتکاف تسلسل کے ساتھ آپ سے ثابت ہے ② ازواجِ مطہرات کا اعتکاف بھی اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۲۷۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَعْتَكِفُ فِیْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ اَیَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْهِ اعْتَكَفَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۲۷۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس روز اعتکاف فرماتے تھے۔ جب وہ سال آیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دنوں کا اعتکاف فرمایا۔ (بخاری)

**تشریح** : اولاً آپ ﷺ نے پہلے دونوں عشروں میں قیام فرمایا پھر معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے تو اس میں قیام فرمایا۔ جیسا کہ بخاری باب الاعتکاف روایت ابوسعید میں موجود ہے۔ **فلما کان عام الذی قبض فیه** : عبادت میں خوب محنت کے لئے اور اجل کے قرب کی وجہ سے بیس روز اعتکاف فرمایا۔ آپ ﷺ نے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اس کی اطلاع بھی دی اور جبرئیل علیہ السلام کے قرآن مجید کے دو مرتبہ دَور کرنے سے بھی آپ ﷺ نے یہ معلوم کرلیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت میں خوب محنت کرنی چاہئے اور عمر کے اختتام پر دنیا سے اعراض اور آخرت کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ روزہ اعتکاف کے ساتھ ہونا ضروری ہے اور وقت بھی طویل ہونا مناسب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں جس کو بعث کہا جا سکے اتنی دیر بھی اعتکاف ہو سکتا ہے۔ روزہ ضروری نہیں۔ احناف کے ہاں سنت علی الکفایہ اعتکاف کے لئے روزہ اور مسجد دونوں شرط ہیں۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۲۰٤٤)

**الفرائد** : ① عمر جتنی زیادہ ہو اعمالِ خیر میں اتنا اضافہ ہونا چاہئے ② رمضان میں آپ ﷺ کی عبادت میں اور اضافہ ہو جاتا۔

# کتاب الحج

**تشریح** الحج : حا کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ قصد یا کثرت سے جانا اس چیز کی طرف جس کی تعظیم کی جاتی ہے۔ شرعی طور پر مخصوص اعمال کے ساتھ بیت اللہ کا قصد کرنا۔ اس میں اصل کتاب وسنت اور اجماع ہے۔ یہ قدیم شرائع میں بھی پایا جاتا ہے۔ مروی ہے کہ آدم علیہ السلام نے چالیس سال ہند سے پیدل چل کر بیت اللہ کا حج کیا اور جبرئیل علیہ السلام نے ان کو بتلایا کہ اس گھر کا طواف تم سے پہلے ملائکہ سات ہزار سال سے کر رہے ہیں ابن اسحٰق نے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو ابراہیم علیہ السلام کے بعد بھیجا اس نے حج کیا اور دوسرے علماء نے فرمایا کہ ہر پیغمبر نے حج کیا۔ بعض نے ہود وصالح علیہما السلام کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اس کے وجوب میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا صحیح یہ ہے کہ یہ ہم پر ہی واجب ہوا اور اس نے یہ انوکھی بات کہی۔ صحیح یہ ہے کہ افضل ترین عبادات سے ہے۔ قاضی حسین کا اس میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ عبادات میں اس لئے افضل ہے کیونکہ مال وبدن دونوں کے اعمال پر مشتمل ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [آل عمران : ۹۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور اللہ کا حق لوگوں کے ذمہ اس کے گھر کا حج ہے جو ان میں سے اس کی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہو اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہیں''۔ (آل عمران)

**تشریح** الناس : یہ نوس سے بنا ہے جس کا معنی حرکت کرنا ہے۔ حج کے اس حکم میں جنات بھی داخل ہیں اور مادہ نوس کی وجہ سے وہ بھی اس میں داخل ہو گئے۔ (عجاب اللغۃ)

علامہ سبکی نے صراحت سے لکھا ہے کہ صاحب استطاعت پر حج فرض ہے۔ البیت : کعبہ کو بطور علم تعظیماً البیت کہا جاتا ہے۔ من استطاع الیه سبیلاً : یعنی زاد وراحلہ سے اس کی تفسیر مستدرک میں مرفوعاً منقول ہے۔

**النحو** : من اس میں مصدر مضاف للمفعول کا فاعل ہے۔ یعنی و الله علی الناس ان یحج البیت المستطیع منهم۔ اگر استطاعت والے حج نہ کریں تو تمام لوگ گنہگار ہوں گے۔ ۲) ان میں سے بدل البعض ہے اور ضمیر رابط مقدر ہے۔ ای منهم۔ بیضاوی کا یہی قول ہے۔ ۳) مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ من موصولہ یعنی شرط متضمن ہے یا من شرطیہ خبر اور جواب محذوف ہے اور مبتداء والے قول کی تائید اس قول سے ہوتی ہے : و من کفر فان الله۔

و من کفر فان الله غنی عنی العالمین : بیضاوی کہتے ہیں من لم یحج کی بجائے من کفر فرما کر وجوب حج کی تاکید اور تاکید پر شدید وعید کردی۔ اس وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: من مات و لم یحج فلیمت ان شاء الله یهودیاً او نصرانیاً ۔ حج نہ کرنے والا یہودی یا نصرانی ہو کر مرے یعنی اس سے تعلق نہیں۔ حج کے وجوب پر کئی وجوہ سے روشنی ڈالی: ۱) صورت خبر میں لائے اور جملہ اسمیہ صورت میں ظاہر کیا ۲) اس انداز سے اس کو ذکر کیا جس سے یہ معلوم ہوا کہ لوگوں کی گردن

میں یہ اللہ تعالیٰ کا واجب حق ہے' ۳) پہلے حکم کو عام پھر تخصیص کے انداز میں ذکر کیا یہ اسی طرح ہے جیسا ابہام کے بعد وضاحت کی ہو اور مراد پر تنبیہ اور مراد کو دوبارہ بیان کیا جائے اور حج کے چھوڑنے کو کفر سے تعبیر کیا کیونکہ یہ کفار کا فعل ہے اور استغناء کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور بندے کی رسوائی کو ظاہر کرتا ہے۔ عن العالمین: یہ اس سے بدل ہے کیونکہ اس سے تعمیم میں مبالغہ اور استغناء پر بطور برہان کے ذکر کیا اور اس پر مطلع کیا کہ اللہ تعالیٰ کا غصہ شدید ہے کیونکہ حج نفس کو ذلیل کرنے' بدن کو تھکانے' مال خرچ کرنے اور شہوات سے الگ ہو جانے اور مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا نام روایات میں وارد ہے کہ جب آیت کا پہلا حصہ اترا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارباب ملل کو جمع کر کے خطبہ دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر حج کو فرض کیا پس تم حج کرو ایک مذہب والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لی بقیہ پانچ مذاہب والوں نے انکار کر دیا' تو یہ آیت اتری: ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔

۱۲۷۲: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۷۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے: (۱) اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں' (۲) نماز قائم کرنا' (۳) زکوٰۃ ادا کرنا' (۴) بیت اللہ کا حج کرنا' (۵) رمضان کے روزے رکھنا"۔ (متفق علیہ)

**تشریح** ✿ ایک نسخہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں: بنی الاسلام علی خمس: الصلوٰۃ والزکوٰۃ میں الف لام عہد کا ہے۔ حج البیت: جو اس کی طرف جانے کی طاقت رکھتا ہو جیسا دوسری روایات میں وارد ہے مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا (مگر ہر جگہ نہیں)۔

**تخریج**: باب الأمر بالمحافظة على الصلوة میں گزر چکی۔

**الفوائد**: ایضاً۔

۱۲۷۳: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: "يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا" فَقَالَ رَجُلٌ: "اَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا – فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: "لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَّا اسْتَطَعْتُمْ" ثُمَّ قَالَ: "ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ، فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ، وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِيَآئِهِمْ فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۷۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا۔ پس تم حج کرو۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کیا ہر سال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اس نے یہ سوال تین مرتبہ دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' اگر میں نَعَمْ کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور تم طاقت نہ رکھتے۔ پھر فرمایا: '' جو بات میں چھوڑ دوں تم بھی مجھے چھوڑ دو (سوال نہ کرو) بلاشبہ تم سے پہلے لوگ کثرتِ سوال اور اپنے انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو حتی الامکان انجام دو اور جب کسی بات سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔'' (مسلم)

**تشریح** ۞ **خطبنا** : یہ علی سے متعدی ہوتا ہے اور اس کے بغیر بھی (المصباح) فقال **فا** تفسیر یہ ہے۔ **فحجوا** : تم اس واجب کو ادا کرو۔ **رجل** : ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں اس سے اقرع بن حابس مراد ہیں۔ جیسا روایت احمد' نسائی' دارمی میں متعین طور پر وارد ہے۔ **اکل عامہ**۔ یہ نصب کے ساتھ فرض مقدر کا ظرف ہے۔ **فسکت** : آپ ﷺ نے جواب سے خاموشی اختیار فرمائی۔ **حتی قالھا ثلاثا** : اس نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی مگر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ یہ خاموشی اس لئے تھی تاکہ اس کے غیر واقعی سوال پر ڈانٹ پلائیں۔ اس کی چند وجوہ تھیں: ۱) امر کی دلالت خود مدت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس سے زائد کے لئے خارجی دلیل کی ضرورت ہے۔ پس اس کے سوال کی کوئی وجہ نہ تھی۔ ۲) سوال میں تعنت کا اشتباہ ہوتا تھا کیونکہ غیر ضروری بات کا سوال تھا۔ ۳) آپ ﷺ کو احکام کی وضاحت و بیان سے تبلیغ کا امر تھا۔ اگر تکرار لازم ہوتا تو آپ صراحۃ بتلاتے اگرچہ سوال نہ بھی ہوتا پس اس صورت میں سوال بیکار تھا۔ ۴) اگر بات کو دھرانے سے آپ دیکھتے کہ مخاطب خبردار نہیں ہوا تو پھر جواب پر قناعت نہ کرتے بلکہ توبیخ فرماتے۔ **وقلت نعم لوجبت** : اگر نعم کہہ دیتا تو ہر سال حج لازم ہو جاتا۔ **ولما استطعتم** : کیونکہ اس میں تکلیف مالایطاق ہے۔ اسی وجہ سے کلام کو آیا جو انتفائے ثانی کے لئے آتا ہے۔ پہلے کے انتفاء کی وجہ سے۔ گویا وہ اصل کے اعتبار سے ہر سال لازم نہیں۔ پس قضاء و نذر سے وجوب کے منافی نہ ہوا' ۲) امر وجوب کے لئے ہے اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا اور احکام تو سہولت کے لئے ہیں' صعوبت کے لئے نہیں۔ عاقل کو مناسب ہے کہ وہ تکلیف مالایطاق کا سامنا نہ کرے اور ایسی بات نہ پوچھے کہ اگر اس کو ظاہر کر دیا جائے تو اسے برا معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لا تسالوا عن اشیاء ان تبدلکم تسوکم** (المائدۃ)

**ذرونی ما ترکتکم** : یہ سائل کو بطور زجر فرمایا کہ میں شریعت کی وہی بات بتلاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلائی جاتی ہے۔ میں جس چیز کی وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے بقدر ضرور بیان کر دیتا ہوں۔ اس میں کوئی کمی نہیں رہنے دیتا جس بات کو میں وضاحت کے بغیر چھوڑ دوں اسے اسی طرح چھوڑ دو۔ **بکثرۃ سؤالھم** : پہلی امتیں اپنے انبیاء سے تعنت وتکذیب کے طور پر بے جا سوال کرنے کی وجہ سے ہلاکت کا شکار بنیں۔ **واختلافھم عمل انبیائھم**۔ انبیاء علیہم السلام کے متعلق وہ باتیں کہہ دیتے جو انہوں نے نہ کہی ہوتیں اور جو کہی ہوتیں ان میں اپنی خواہشات کی خاطر تحریف کر دیتے۔ اتباع رسل سے کمزوری دکھاتے۔ **فاذا امرتکم بشی** : جیسے جو آدمی طہارت کے بعض اعمال سے عاجز ہو جائے یا نماز کے کسی رکن یا شرط کو ادا نہ کر سکتا ہو اپنی ہمت میں جو کچھ ہے اس کو ادا کرے۔ وہ نہیں جس سے عاجز ہوا ہے۔ **واذا نھیتکم** : اس سے یہ بات معلوم ہوتی کہ اوامر میں استطاعت کی قید ہے۔ نواہی میں نہیں کیونکہ سب سے بہتر تو جلب منافع ہے اور نواہی تو مفاسد کا دفاع ہے اور مفاسد کی روک تھام جلب منافع سے مقدم ہے۔ ان میں درگزر کی جائے گی جب تک ان میں تسامح نہ برتا جائے۔ یہ روایت

سلام کے عظیم الشان قواعد پر مشتمل ہے۔ اس میں بے شمار احکامات ہیں یہ جوامع الکلم سے ہے۔ باب محافظۃ السنۃ میں پہلے گزر چکی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/١٠٦١٢) ومسلم (١٣٣٧) والنسائي (٢٦١٨) وابن حبان (٣٧٠٤) والدارقطني (٢٨١/٢) والبخاري (٧٢٨٨) وابن حبان (١٨-٢١)

**الفوائد** : ① حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے ② فضول سوالات سے گریز کرنا چاہئے ③ حسب استطاعت دین کے کاموں پر مواظبت اختیار کرنی چاہئے۔

١٢٧٤ : وَعَنْهُ قَالَ :سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ :"اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" قِيْلَ :ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ :"اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" قِيْلَ :ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ :"حَجٌّ مَبْرُوْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْمَبْرُوْرُ" هُوَ الَّذِيْ لَا يَرْتَكِبُ صَاحِبُهٗ فِيْهِ مَعْصِيَةً۔

١٢٧٤: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا '' اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔'' پھر کہا گیا۔ اس کے بعد کون سا؟ فرمایا:'' اللہ کی راہ میں جہاد۔'' سوال کیا گیا پھر کون سا؟ فرمایا:''مقبول حج۔''(بخاری و مسلم)

"المبرور" : وہ حج جس میں حج کرنے والا کسی معصیت کا ارتکاب نہ کرے۔

**تشریح** : یہ سائل ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (التوشیح) **ای العمل افضل** : اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ ثواب کا باعث ہیں۔ ایمان باللہ : یہ دل کا عمل ہے کیونکہ اس کا مطلب جو کچھ رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اس سب کی تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار بھی لازم ہے اس سے تمام احکامات اس پر لاگو ہوں گے۔ **الجهاد فی سبیل الله** توشیح میں سیوطی لکھتے ہیں : جہاد کو افضل فرمایا شاید یہ مخاطب کے لحاظ سے فرمایا کیونکہ اس وقت کفار کی شوکت کو توڑنے کی ضرورت تھی۔ پس اسلامی حکومت کے قیام کے لئے جہاد ضروری ہے۔ یہاں تک کہ اس لحاظ سے وہ نماز سے بھی افضل ہے۔ پس یہ بات اس حدیث کے خلاف نہیں۔ اسلام کی بنیاد کا مضبوط کرنا نماز سے بہتر ہے۔ پس **خیر اعمالکم الصلوٰة** کے خلاف نہیں اور نہ اس روایت کے مخالف ہے کہ **افضل عمل الصلوٰة علی میقاتها**۔ پھر میں نے عرض کیا پھر کونسا آپ نے فرمایا والدین سے احسان کرنا۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا (بخاری ومسلم) یہاں ایمان کے بعد حج اور جہاد کا ذکر فرمایا ہے اور حدیث ابوذر میں حج کے بدلے غلام آزاد کرنا اور حدیث ابوموسیٰ میں زبان و ہاتھ سے سلامی اور حدیث ابن مسعود میں **الصلوٰة ثم البر ثم الجهاد** کا تذکرہ ہے۔ نووی کہتے ہیں اصل جوابات کا اختلاف سائلین کے حالات کے اختلاف اور مخاطبین کی ضروریات کے لحاظ سے ہے اور اس بات کا تذکرہ فرمایا گیا جس کو سائل نہ جانتا تھا اور جس کو جانتا تھا اس کو ترک کر دیا گیا۔ **قیل ثم ماذا!! قال حج مبرور** : مبرور یہ اسم مفعول ہے۔ طاعت کو کہتے ہیں۔ ایسے حج کو کہا جاتا ہے جس میں کسی چھوٹے گناہ سے بھی بچا جائے۔ احرام سے حلال ہونے تک بعض نے کہا حج مقبول جس کی علامت یہ ہے کہ جن

باتوں سے پہلے غافل تھا اب اس کا عامل بن جائے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/٧٦٩٣) والبخاری (٢٦) ومسلم (٨٣) والترمذی (١٦٥٨) والنسائی (٥٠٠١) والدارقطنی (٢/٢٠١) وابن حبان (١٥٣) وأبو عوانة (١/٦١/٦٢) والبیهقی (٩/١٥٧)

**الفرائد** : ① ایمان اعمالِ بدنیہ سے ہے کیونکہ اعمالِ بدنیہ ایمان کو مکمل کرنے والے ہیں ② اسی طرح جہاد اور حج مبرور کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔

١٢٧٥ : وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۷۵: حضرت ابوہریرہؓ نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں: "جس نے حج کیا اور اس نے کوئی فحش گوئی اور فسق و فجور نہ کیا تو وہ اس طرح لوٹا جیسے کہ آج ہی اس کی ماں نے اسکو جنم دیا۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** : جس نے حج ادا کیا۔ **لم یرفث** : اس میں لغویت کا ارتکاب نہ کیا۔ **ولم یفس**: نہ صغیرہ پر اصرار کیا اور نہ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔ **رجع**: وہ اپنے حج سے ایسے حال میں لوٹے گا۔ **کیوم ولدته امه**۔ اللہ تعالیٰ حج سے اس کے وہ تمام صغائر معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ پہلے ہم لکھ آئے۔ ترمذی میں بعض الفاظ کا فرق ہے: **غفرله ما تقدم من ذنبه**۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٧١٣٩) والبخاری (١٥٢١) ومسلم (١٣٥٠) والترمذی (٨١١) والدارمی (١٧٩٦) والحمیدی (١٠٠٤) والطیالسی (٢٥١٩) وابن حبان (٣٧٩٤) وابن خزیمة (٢٥١٤) والدارقطنی (٢/٢٨٤) والبیهقی (٥/٢٦٢)

**الفرائد** : اگر حج خالص رضاءِ الٰہی کے لئے کیا جائے تو وہ گناہوں کی مغفرت کا باعث ہے۔

١٢٧٦ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا ، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۷۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیان والے گناہوں کو مٹانے والا ہے اور حج مبرور کا بدلہ تو سوائے جنت کے اور کوئی چیز نہیں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : **کفارہ**: یعنی گناہوں کا کفارہ بننے والے ہیں مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے صغائر جو حقوق اللہ سے متعلق ہیں وہ مراد ہیں۔ ذنوب اور خطایا سے یہی مراد ہے۔ **والحج المبرور ولیس له جزاء الا الجنة**: اس میں احتمال ہے کہ اس آدمی کو ہر گناہ سے توبہ کی توفیق ہو جائے اور باقی عمرہ گناہوں سے بچ جاتے تو جنت کے فائزین سے بن جائے گا۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٧٧٦) وأحمد (٩٩٥٥) والبخاری (١٧٧٣) ومسلم (١٣٤٩) والترمذی (٩٣٣)

والنسائي (٢٦٢٨) وابن ماجه (٢٨٨٨) وابن حبان (٣٦٩٦) وابن خزيمة (٢٥١٣) وعبد الرزاق (٨٧٩٩) والبيهقي (٤/٣٤٣) .

**الفرائد** : کثرت سے عمرے اور حج مبرور تکفیر ذنوب اور دخول جنت کا سبب ہے۔

١٢٧٧ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَى الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاهِدُ؟ فَقَالَ: "لٰكِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ: حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۲۷۷: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم جہاد کو افضل ترین خیال کرتی ہیں۔ کیا ہم جہاد نہ کریں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''افضل جہاد حج مبرور ہے''۔ (بخاری)

**تشریح** ✿ نری: اعتقاد رکھنے کے معنی میں ہے۔ افلا نجاهد: تاکہ جہاد کا ثواب حاصل کریں۔ لکن افضل الجهاد و حج مبرور: لکن حال ہے اور افضل مبتداء اور حج اس کی خبر ہے۔ دمامینی کا قول درست ترکیب یہ ہے لیکن یہ خبر ہے اور حج اس کا بدل یا محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت ھو حج مبرور ہے۔ ضمیر افضل الجہاد مبتداء کی طرف راجع ہے۔۲) اگر یہ لکن ھھو افضل اس کا اسم اور حج خبر تیئن مستدرک مقدر ہونا چاہئے اور استدراک کے بعد ظرف کی ضرورت ہے۔ افضل یہ نکن حج مبرور یہ اس آیت کی طرح ہے: وقرن فی بیوتکن ... (۳۳) گھروں کو لازم پکڑنے کی وجہ سے یہ فرض کے لئے نہیں۔ ایک اور روایت میں استأذنت النبي صلى الله عليه وسلم في الجهاد فقال جهاد كن الحج۔ نسائی، ابن ماجہ اور نسائی میں یہ الفاظ زائد بھی ہیں: قلت يا رسول الله افلا نخرج فنجاهد معك۔ اس میں حج کو جہاد سے تعبیر کرنے میں بڑی منقبت ہے۔ عورتوں کو خصوصاً اس کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٩/٢٤٤٧٦) والبخاري (١٥٢٠) والنسائي (٢٦٢٧) وابن ماجه (٢٩٠١) وابن حبان (٣٧٠٢) وعبد الرزاق (٨٨١١) والبيهقي (٤/٣٢١)

**الفرائد** : عورتوں کے لئے حج کو افضل جہاد قرار دیا گیا ہے۔

١٢٧٨ : وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا مِنْ يَّوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ يُّعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۷۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی ایسا دن نہیں جس میں اللہ تعالیٰ اتنے بندوں کو آگ سے آزاد فرماتے ہیں۔ جتنے اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن فرماتا ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ✿ ما پر من کا اضافہ استغراق نفی کے لئے۔ اکثر منصوب ہو یا یہ ما کی خبر ہے۔ من النار یہ یعتق سے متعلق ہے۔ من یوم عرفۃ۔ یہ اکثر سے متعلق ہے۔ اس عرفہ کے دن کی حاضری کی فضیلت ذکر فرمائی گئی ہے کہ وہ آزادی نار کا دن

ہے۔اس حدیث کا آخری حصہ اس طرح ہے: **وانہ لیدنو ثم یباھی الملائکۃ فیقول ما اراد ھؤلاء۔**

**تخریج** : أخرجه مسلم (١٣٤٨) والنسائي (٣٠٠٣) وابن ماجه (٣٠١٤) وابن خزيمة (٢٨٢٧) والحاكم (١/١٧٠٥) والدارقطني (٢٧٦٦)

**الفرائد**: یوم عرفہ کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔فرشتوں پر مباہات گویا **انی اعلم مالا تعلمون** کا اظہار ہے۔

١٢٧٩ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً – اَوْ حَجَّةً مَعِيَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۷۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:"رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے یا میرے ساتھ حج کے برابر ہے"۔(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ خواہ اس کا احرام رمضان میں باندھا گیا ہو اور اعمال شوال میں ادا کرے۔**تعدل**: برابری کرنا۔او : راوی کو شک ہے حجۃ صرف کہا یا حجۃ معی فرمایا۔طبرانی نے انس رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ نقل کئے **عمرۃ فی رمضان کحجۃ معی**۔(جامع صغیر) اس میں کوئی فرق نہیں کہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھا گیا ہو یا تنعیم سے اور اس میں یہ بھی تخصیص نہیں کہ یہ تو ایک عورت کے بارے میں ارشاد ہوا جو آپ ﷺ کے ساتھ حج نہ کر سکی تھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اعتمری ان عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ معی**...... کیونکہ خصوصی سبب کا اعتبار نہیں عموم لفظ کا اعتبار ہے اور تعدل کا وہی معنی ہے جو اس ارشاد میں ہے: **ان قراۃ الاخلاص تعدل ثلث القران** کہ قلیل میں کثیر میں اضافے کے بغیر برابر ثواب مل جائے تاکہ قلیل و کثیر میں برابری لازم نہ آئے تاکہ لوگوں کے کثیر سے اعراض کا باعث بنے۔طیبی نے اسے مبالغے پر محمول کیا اور کہا ناقص کو کامل کے ساتھ بطور ترغیب ملایا گیا ہے اور اس پر ابھارا گیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کمزوری عاجز بندوں پر احسان فرمایا جو کثیر سے عاجز ہیں تاکہ وہ اقویا مراتب کو پاسکیں۔جن کو کثیر کی قدرت ہے۔اس سے نہ تو کثیر سے اعراض لازم آتا ہے کیونکہ ان کا فرق بتلا دیا گیا۔حدیث میں فرمایا گیا ہے:"**ان ثواب العمل القلیل یزید بزیادہ شرف الوقت**" جیسا کہ کثیر کا ثواب مزید حضور اور دوام شہود دونوں چیزیں جن کے ذریعے آدمی ایسے بڑے مقام پر پہنچ جاتا ہے جو ان کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک رمضان والی یہ فضیلت ذی القعدہ میں بھی مل جاتی ہے اور ذوالقعدہ کے عمرہ کے اس سے کم درجہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ وہ مصلحت کی خاطر تھا۔مصلحت یہ تھی کہ جاہلیت میں اشہر حج میں عمرے کو بڑا گناہ خیال کیا جاتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس فعل سے اس رسم کو باطل کیا اور آپ ﷺ نے اس کو دوبارہ بھی اسی ماہ میں کیا تاکہ لوگوں کے دلوں میں جمی ہوئی بات کو نکال باہر کیا جائے اور رمضان میں مکہ میں حاضری کے باوجود آپ کا عمرہ نہ کرنا۔اہل مکہ کے مصالح میں مصروفیت کی وجہ سے اور پھر فوراً ہی حنین و طائف کے غزوات کی تیاری کی وجہ سے آپ ﷺ عمرہ نہ کرسکے۔اس روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارشاد آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے بعد فرمایا اور اس کے بعد اگلا رمضان آیا ہی نہیں کہ آپ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۱/۲۰۲۵) والبخاری (۱۷۸۲) وابن حبان (۳۷۰۰) وابن خزیمة (۳۰۷۷) والطبرانی (۱۲۹۱۱)

**الفرائد**: رمضان کے عمرہ کی عظیم فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے برابر ہے۔

۱۲۸۰ : وَعَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِى الْحَجِّ اَدْرَكَتْ اَبِىْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ : "نَعَمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۸۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندوں پر فرائض میں سے فریضہ حج نے میرے باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا ہے۔ وہ سواری پر سوار ہونے کے قابل نہیں۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں۔" (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ امراة: یہ قبیلہ خثعم کی عورت ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں موجود ہے۔ ادرکت ابی۔ مجاز عقلی ہے سبب کی طرف نسبت ہے۔ لا یثبت علی الراحلہ: یہ جملہ محل صفت یا حال میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اس پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا۔ افا حج عنہ: کیا اس پر حج واجب ہے کیا میں اس کی نیابت میں اس کی طرف سے کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! اس سے معلوم ہوا معذور لئے کی طرف سے حج کیا جائے۔

نسائی کے الفاظ اس طرح ہیں: ان امراة سالت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن امها ماتت ولم تحج قال، حجی عن أمك۔ مگر یہ روایت مرسل صحابی ہے۔

**تخریج**: أخرجه مالك (۸۰٦) وأحمد (۳۲۳۸) والبخاری (۱۵۱۳) ومسلم (۱۳۳٤) وأبو داود (۱۸۰۹) والترمذی (۹۲۸) والنسائی (۲٦۳۳) والدارمی (۱۸۳۱) وابن حبان (۳۹۸۹) وابن خزیمة (۳۰۳۱) وابن ماجه (۲۹۰۹) والطبرانی (۱۸/۷۲۳۱)

**الفرائد**: ① دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا درست ہے ② والدین کے سلسلے میں خوب توجہ واہتمام کرنا چاہئے اور ان کے مصالح جو امور دین و دنیا سے متعلق ہوں ان کا پورا لحاظ کرنا چاہئے۔

۱۲۸۱ : وَعَنْ لَقِيْطِ بْنِ عَامِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ اَتَى النَّبِىَّ ﷺ فَقَالَ : اِنَّ اَبِىْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ ، وَلَا الْعُمْرَةَ ، وَلَا الظَّعْنَ قَالَ : "حُجَّ عَنْ اَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِىُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

۱۲۸۱: حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں۔ وہ حج کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ عمرہ کر سکتے ہیں نہ ہی سواری پر سفر کر سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے والد کی طرف سے حج کرو اور عمرہ بھی کرو"۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ❁ لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن صبرہ بن عبداللہ بن المنتفق بن عامر بن عقیل بن کعب بن عامر بن صعصعہ ابورزین العقیلی۔ ابن مندہ کہتے ہیں یہ صحابی ہیں وفد کی صورت میں آتے تھے۔ ابوعمرو کہتے ہیں لقیط بن عامر العقیلی ہیں ان کی کنیت ابورزین ہے۔ ان کی کنیت غالب آگئی۔ ان کو لقیط بن صبرہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کو لقیط بن المنتفق بھی کہا جاتا ہے۔ جنہوں نے ابن صبرہ کہا انہوں نے دادا کی طرف نسبت کی۔ صبرہ بن عبداللہ بن المنتفق یہ بنو المنتفق کی طرف سے آنے والے وفد میں تھے۔ بعض نے کہا کہ لقیط بن عامر لقیط بن صبرہ کے علاوہ ہیں مگر یہ غلط ہے۔ ان سے ان کے بیٹے عاصم بن لقیط سے اور ان کے بھتیجے وکیع بن عدس اور عمرو بن اوس وغیرہم نے روایت کی ہے۔ ترمذی نے العلل میں ذکر کیا کہ میں نے محمد بن اسمٰعیل بخاری کو کہتے سنا کہ ابورزین العقیلی ہی لقیط بن عامر ہیں اور وہی میرے نزدیک لقیط بن صبرہ ہیں۔ میں نے سوال کیا کیا ابورزین وہی لقیط بن صبرہ ہیں تو انہوں نے نعم میں جواب دیا۔ ترمذی کہتے ہیں اکثر محدثین ابن صبرہ کو ابن عامر مانتے ہیں۔ میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی سے سوال کیا تو انہوں نے ابن صبرہ کو ابن عامر ماننے سے انکار کر دیا۔ امام مسلم نے بھی ان دونوں کو الگ الگ قرار دیا ہے۔ (العلل الترمذی، اسد الغابہ) مذی نے اطراف بھی ان کو الگ الگ قرار دیا ہے اور ہر ایک کے حالات لکھے ہیں: باب مسائل من الصوم میں لقیط بن صبری کے حالات گزارے۔ **لا یستطیع** یعنی بذاتِ خود حج کی قدرت نہیں رکھتا۔ نہ پیدل اور نہ کجاوے پر۔ **قال حج**: اس میں دلیل ہے کہ اپاہج کی طرف سے حج کیا جائے۔ صرف فرائض حج میں نائبت ہوگی۔

**تخریج**: اخرجه احمد (١٦١٨٤) و ابو داود (١٨١٠) والترمذی (٩٣١) النسائی (٢٦٣٦) وابن ماجه (٢٩٠٦) وابن حبان (٣٩٩١) وابن خزيمة (٣٠٤٠) والحاكم (١/١٧٦٨) والطبرانی (١٩/٤٥٧) وابن لاجارود (٥٠٠) والبيهقی (٤/٣٢٩)

**الفرائد**: ① اگر والدین بعض اعلیٰ اعمال سے عاجز ہوں تو ان کی نیابت کی جا سکتی ہے۔

١٢٨٢ : وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :"حُجَّ بِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِیْنَ " رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۲۸۲: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرایا گیا جبکہ میری عمر سات سال تھی۔ (بخاری)

**تشریح** ❁ سائب بن یزید: یہ سرکندی کے بھانجے ہیں ان کے حالات باب **استحباب جعل النوافل في البيت** میں گزرے۔ **حج**: بینی للفاعل ہے۔ **الوداع**: یہ مصدر ہے کیونکہ اس میں لوگوں سے آپ جدا ہوئے۔ داؤ کے فتحہ سے یہ اسم مصدر ہے۔ **انا ابن سبع سنین**: اس میں چھوٹے بچے کے حج کا ثبوت ہے۔ جب سمجھدار ہو نسک بھی انجام دے گا۔ پھر بلوغ کے بعد دوبارہ حج کرے گا۔ بخاری میں الفاظ کا اختلاف ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (١٨٥٨) والترمذی (٩٢٦)

**الفرائد**: ① چھوٹے بچے کا حج درست ہے مگر جب بالغ ہوگا تو اسے فرض حج کرنا ہوگا ② بچوں کی دینی تربیت کے لئے

ان کو چھوٹی عمر میں نیک کاموں پر لگانا چاہیے۔

۱۲۸۳ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ : "مَنِ الْقَوْمِ؟" قَالُوْا : الْمُسْلِمُوْنَ قَالُوْا : مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ "رَسُوْلُ اللّٰهِ" فَرَفَعَتِ امْرَاَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ: اَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ : "نَعَمْ وَلَكِ اَجْرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۸۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مقام روحاء میں ایک قافلے کو ملے۔ آپؐ نے فرمایا: "تم کون ہو؟" انہوں نے کہا مسلمان ہیں۔ انہوں نے پوچھا آپؐ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس وقت ایک عورت نے ان میں سے ایک بچے کو بلند کر کے پوچھا کیا اس کا حج ہے۔؟ فرمایا جی ہاں اور اجر تمہیں ملے گا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ رکبا : جمع راکب یا اسم جمع ہے جیسا صحب صاحب راکب کی جمع رکبانا بھی آتی ہے۔ الروحاء : یہ مدینہ منورہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر الفرع کا ایک قصبہ ہے۔ مسلم نے باب الاذان میں لکھا ہے۔ صاحب مطالع نے چالیس میل کا فاصلہ بتلایا۔ ابن ابی شیبہ نے تیس میل۔ (تہذیب النووی) المسلمون ای نحن المسلمون : ہم مسلمان ہیں۔ من انت : ابوداؤد میں انتم کا لفظ ہے۔ **فرفعت امراۃ صبیاً۔** ابوداؤد میں **ففزعت امراۃ فاخذت بعضد صبی واخرجته من محفتها۔** بچے کو بازو سے پکڑا اور پالکی سے باہر نکالا۔ الھذا حج : کیا اس کی طرف سے احرام باندھنے میں ثواب ملے گا۔ اگر اس کو ناسمجھ خیال کیا جائے۔ جیسا کہ الفاظ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ **نعم ولك أجر** : اس کو اٹھانے اور احرام کے خلاف چیزوں سے بچنے پر اجر ملے گا یا اس کی طرف سے احرام باندھنے پر اجر ملے گا اگر والد کی طرف سے وصیت ہوگی تو پھر اس کا اذن واجازت وصی کے لئے ضروری ہوگی کیونکہ احرام مال کے ولی کے لئے درس ہے خواہ وہ باپ ہو یا دادا یا ان کا ماذون۔ علماء شوافع کہتے ہیں بچے کی نیکیوں کا ثواب لکھا جائے گا اور بالا جماع اس کا گناہ نہ لکھا جائے گا۔ اسی طرح اصل کے لئے فرع کے عمل کا ثواب تو لکھا جاتا ہے۔ مگر اس کی سیئات کا گناہ اس کے ذمہ نہیں پڑتا۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٩٦١) وأحمد (١٨٩٨) ومسلم (١٣٣٦) وأبو داود (١٧٣٦) والترمزی (٩٢٥) والنسائی (٢٦٤٦) وابن حبان (١٤٤) وابن خزيمة (٣٠٤٩) وابن الجارود (٤١١) والطيالسی (٢٧٠٧) والحميدی (٥٠٤) وأبو يعلی (٢٤٠٠) والبيهقی (١٥٥/٥)

**الفوائد** : ① بچے کو اس کے حج کا اور اس کے والدین کو بھی اس کا ثواب ملے گا۔

۱۲۸٤ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ وَّكَانَتْ زَامِلَتَهٗ – رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۲۸۴: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کجاوہ پر حج کیا اور یہی

آپ ﷺ کی سواری تھی۔ (بخاری)

**تشریح** : اس حج سے حجۃ الوداع ہی مراد ہے۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے یہی حج کیا۔ رحل : کجاوہ یہ آپ نے محمل و پالکی کے بغیر کجاوے پر حج فرمایا۔ زاملتہ۔ زاصل وہ اونٹ جس پر سامان کھانا لادا جاتا ہے۔ زمل : بوجھ کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے آپ کے ساتھ کوئی سامان اٹھانے والا الگ اونٹ نہ تھا بلکہ جو کچھ سامان تھا وہ اسی اونٹنی پر ساتھ لدا ہوا تھا۔ وہی آپ کی راحلہ وزاملہ تھی۔ عدوہ کہتے ہیں کہ لوگ جب حج کرتے تو ان کے ساتھ زادِراہ کے اونٹ ہوتے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے زادِراہ کے اونٹوں کے بغیر حج کیا۔ روایت ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: **حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رحل رث و قطیفة خلقة تسوی اربعة دراھم ولا تسوی، ثم قال اللھم اجعلہ حجًا لاریاءٌ فیہ ولا سمعةٌ۔**

**تخریج** : اخرجہ البخاری (۱۵۱۷)

**الفرائد** : آپ ﷺ کی انتہائی تواضع اور مظاہر ریا و دکھلاوے سے کوسوں دُور رہنا ثابت ہو رہا ہے۔

**۱۲۸۵ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَتْ عُكَاظٌ، وَمَجَنَّةُ، وَذُو الْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَاَثَّمُوْا اَنْ يَّتَجِرُوْا فِي الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔**

۱۲۸۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عکاظ مجنۃ ذوالمجاز یہ جاہلیت کے زمانہ میں بازار لگتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حج کے ایام میں تجارت کو گناہ خیال کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فِيْ......﴾ کہ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو یعنی مواسم حج۔ (بخاری)

**تشریح** : **عکاظ** : یہ غراب کے وزن پر ہے۔ جاہلیت کے مشہور بازاروں سے ہے جو کہ قرن منازل سے بالائی جانب طائف کے علاقہ یمن کی راہ پر لگا کرتا تھا۔ ابوعبید کہتے یہ برابر صحراء ہے جہاں پہاڑ و ٹیلہ نہیں۔ یہ نجد و طائف کے درمیان واقع ہے۔ ذی القعدہ میں یہاں پندرہ دن تک ایک بازار لگتا تھا۔ پھر وہاں سے مکہ کی طرف ایک نچلی جگہ میں وہ بازار آ جاتا۔ اس مقام کو سوق مجنہ کہتے تھے۔ وہاں ذوالقعدہ کے بقیہ دنوں میں بازار لگتا۔ پھر وہاں کے قریبی علاقہ میں وہ بازار منتقل ہو جاتا۔ اسے ذوالمجاز کہا جاتا تھا۔ وہاں آٹھویں ذی الحجہ تک بازار لگتا۔ پھر وہاں سے وہ منیٰ میں آ جاتے۔

وہب کو اہل حجاز مؤنث اور بنو تمیم مذکر مانتے ہیں۔

**اسواقا فی الجاھلیة** : یہ جن کا اوپر تذکرہ ہوا زمانہ جاہلیت کے منعقدہ بازار تھے۔ جاہلیت کا زمانہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں سے بہت سی جہالتیں رسمیں صادر ہوئیں۔ **فتاثموا من یتجروا فی المواسم** : حج کے موقعہ پر تجارت کو انہوں نے

گناہ سمجھا تو یہ آیت نازل ہوئی: **لیس علیکم جناح** یعنی گناہ **ان تبتغوا ای فی ان تبتغوا**۔ اس میں کہ تم تلاش کرو کماؤ۔ **فضلاً**: اس سے مراد تجارت ہے۔ **فی موسم الحج**: یہ تفسیر راوی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ تجارت صحت حج کے منافی نہیں۔ اگرچہ کامل توجہ الی اللہ کا تقاضا یہ ہے کہ حجاج اس سے فارغ ہوں۔ اگر دینی مقصد ہو تو ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے عموم سے لیا جائے گا: **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ**۔ یہ ہر اس عمل کا حکم ہے جس میں دینی و دنیوی قصد شامل ہو۔

**تخریج**: اخرجه البخاری (۱۷۷۰)

**الفرائد**: حج میں تجارت کرنا ممنوع نہیں مگر افضل یہ ہے کہ دل تمام شہوات دُنیا سے بالکل پاک ہو۔

# کتاب الجہاد

## ۲۴۳: بَابُ فَضْلِ الْجِهَاد

## بَابٌ: جہاد کی فضیلت

**تشریح** ○ الجہاد: دین کی سربلندی کے لئے کفار سے لڑنے کو جہاد کہتے ہیں۔

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ [التوبة:٣٦] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ، وَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ، وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرة:٢١٦] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [التوبة:٤١] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ، وَالْقُرْآنِ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ، وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [التوبة:١١١] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً، وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی، وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء:٩٥] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ؟ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ، ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ، يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ، وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَّبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

[الصف:١٠-١٣]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور تم تمام مشرکین سے قتال کرو جس طرح وہ تم سے پورے (اکٹھے) لڑتے ہیں اور یقین کرلو بے شک اللہ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے۔ (التوبہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم پر لڑائی فرض ہے۔ حالانکہ وہ تمہیں ناپسند ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔ (البقرہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تم اللہ کی راہ میں نکلو خواہ تم ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں سے اس کی راہ میں جہاد کرو۔ (التوبہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے اس طرح کہ اس کے بدلے میں ان کے لئے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔ یہ وعدہ سچا کیا گیا ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں۔ کون ہے جو اپنے وعدے کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ پورا کرنے والا ہو۔ پس تم اپنے اس سودے پر جو تم نے اس کے ساتھ کیا۔ خوش ہو جاؤ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (التوبہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ مؤمن جو بغیر عذر کے گھر میں بیٹھ رہنے والے ہیں وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے والے ہیں۔ دونوں برابر نہیں۔ ان کو بیٹھے رہنے والوں پر درجہ حاصل ہے۔ سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور مجاہدین کو بیٹھے رہنے والوں پر بڑے اجر کے لحاظ سے فضیلت دی اور اپنی طرف سے درجات، بخشش، رحمت بھی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔ (النساء) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتلاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دینے والی ہو؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے ہو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل فرمائے گا۔ جن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں اور ہمیشہ کی جنتوں میں پاکیزہ مکانات، یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور دوسری چیز جس کو تم پسند کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور قریبی فتح ہے اور ایمان والوں کو آپ خوشخبری دے دیں۔

**وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَشْهُورَةٌ.**

آیات اس سلسلے میں بہت معروف ہیں۔

**وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فِيْ فَضْلِ الْجِهَادِ فَاَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصَرَ فَمِنْ ذٰلِكَ.**

جہاد کی فضیلت میں احادیث بھی شمار سے باہر ہیں۔

**تشریح** ۞ ۱) کافہ: اکٹھے۔ کما یقاتلونکم کافہ۔ یہ اہل کتاب میں سے ذمیوں کے علاوہ کفار سے متعلق ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ (الی) ید ھم صاغرون [التوبہ: ۲۹] اس آیت میں اشارہ فرمایا کفار سے قتل کے دواعی کو دواعی طبع پر مقدم رکھا جائے گا۔ جیسے قرب، دوستی اور کفار کی مصاحبت کے خیال سے قتال ترک کرنا۔ جب کفار تمہارے معاملے میں اس بات کا لحاظ نہیں کرتے اور وہ کفر کی راہ میں نبرد آزما ہیں تو تم اس بات کے زیادہ حقدار ہو کہ تم ان کی رعایت نہ کرو۔ واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ جو لوگ شرک سے بچنے والے ہیں ان کی نصرت واعانت فرماتا ہے۔ اس سے کفار پر اقدام کرنے کے لئے ابھارا گیا ہے۔ خواہ ان کے عساکر کی تعداد کتنی زیادہ ہو، جس کے اللہ تعالیٰ مددگار

ہوں اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۲) **کتب علیکم القتال** : تم پر کفار سے لڑنا فرض کر دیا گیا۔ **وھو کرہ لکم** : یہ جملہ فاعل سے محل حال میں ہے۔ یعنی وہ طبعی لحاظ سے تمہیں ناپسند ہے۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کرنا پڑتا ہے۔ **و عسی ان تکرھوا** ' **عسی** : ترجی کے لئے ہے اس کو یا اور کسی چیز اور وہ ناپسندیدہ چیز حقیقت میں تمہارے لئے بہتر ہے۔ **عسی ان تحبوا شیئاً**۔ یہ عسٰی شفقت کے لئے ہے۔ ہو سکتا ہے طبعی لحاظ سے تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور حقیقت میں وہ چیز تمہارے لئے بری ہو۔ **راتیہ یعلم وانتم لا تعلمون**۔ نفع بخش اور نقصان دہ کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں یہ جملہ اسمیہ ہے یا حالیہ ہے۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو اور نقد وقدر پر راضی ہو۔ خواہ وہ طبع کے مناسب اور نفس کی چاہت کے مطابق نہ ہو۔ پس خیر اس میں ہے جو واقع ہونے والی ہے۔

۳) **انفروا و اخفافاً و ثقالاً** : تم جہاد کے لئے نکلو خواہ جوان ہو یا بوڑھے نشاط کی حالت ہو یا غیر نشاط کی یا سوار ہو یا پیدل۔ فقیر ہو یا غنی تھوڑے سے مال ہوں یا زیادہ۔ کم اسلحہ ہو یا زیادہ اسلحہ ہو' صحت مند ہو یا بیمار یا استعداد کے بعد تیزی کرنے والے ہو۔ تم اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں آلاتِ حرب و ضرب خرید کر اور نفوس کو دین کی عزت کے لئے خرچ کرنے والے ہو۔

۴) **انفسھم** : جن کو اسی ہی نے پیدا فرمایا ہے۔ **و اموالھم** : جو اسی ہی نے عنایت فرمائے ہیں۔ **بان لھم الجنۃ**: بعض نے کہا یہ تمثیل ہے کہ بذل نفس و مال کا جو بدلہ ملے گا تو گویا وہ جنت ہی کا بدل میں خرچ ہے۔ **یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون** :وہ دشمنوں کو قتل کرتے ہیں۔ **و یقتلون** اور میدانِ حرب میں قتل ہوتے ہیں۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جو اس چیز کے بیان کیے لئے لایا گیا جس کی خاطر یہ خرید و فرخت ہے۔ **و عدًا علیہ حقًا** ۔ یہ دونوں مصدر مؤکد ہیں۔ جنت کے بدلے میں فروخت اس کو لازم کرنے والی ہے۔

**فی التوراۃ والانجیل والقرآن** : یہ وعدہ گزشتہ کتب میں بھی ثابت شدہ ہے جیسا کہ وہ قرآن مجید میں ثابت ہے۔ بعض نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم جہاد تمام شرائع میں موجود تھا۔ بعض نے کہا اس بات کا بیان پہلی شرائع میں بطور یادداشت کے موجود تھا کہ امت محمدیہ کے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے بیچنے والے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں بھی ثابت ہے۔ **و من اوفی بعھدہ من اللہ**: اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر وعدہ وفا کرنے والا کون ہے۔ **فاستبشروا ببیعکم الذی بالیعتم بہ**: خوب خوش ہو جاؤ۔ یہ ہمیشہ ہمیش کی خوشی کا باعث ہے۔ **و ذلک ھو الفوز العظیم**۔ یہ اس وقت نازل ہوئی جب عبداللہ بن رواحہ اور ان کے اصحاب نے بیعۃ عقبہ کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ آپ اپنی ذات اور ربِ تعالیٰ کی طرف سے جو شرط چاہیں لگالیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لئے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے اور اپنی ذات کے لئے یہ شرط لگاتا ہوں۔ ان چیزوں سے میرا دفاع کرو گا جن سے اپنے نفوس و اموال کا دفاع کرتے ہو۔ انہوں نے سوال کیا' پھر ہمیں اس پر کیا ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: **الجنہ**! انہوں نے کہا ہمیں یہ سودا منظور ہے۔ ہم نہ اقالہ کریں گے اور نہ اقالہ کا مطالبہ کریں گے۔

۱۵: **لا یستوی القاعدون** :یعنی جو جہاد سے بیٹھ رہنے والے ہیں وہ اور مجاہد برابر نہیں۔ **غیر اولی الضرر** :۱) رفع ہو تو یہ

قاعدوں کی صفت ہے اس سے کوئی مخصوص لوگ مراد نہیں یہ نکرہ کی طرح ہے یا بدل ہے (۲) نصب کی صورت میں حال یا استثناء ہے (۴) جر کی صورت المؤمنین کی صفت یا بدل ہے۔ جب آیت کا شروع حصہ نازل ہوا تو عبداللہ بن ام مکتوم نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے حال کیا ہوگا جب ہم جہاد کی طاقت نہیں رکھتے۔ آپ پر اسی وقت وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ پھر اس سے افاقہ ہوا تو آپ نے آیت تلاوت فرمائی: **لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر۔ والمجاهدون فی سبیل الله:** یعنی ان کے درمیان لڑائی سے بیٹھ رہنے والوں میں درجات کے لحاظ سے برابری نہیں سوائے معذورین کے۔ مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے درجات میں فضیلت عنایت فرمائی ہے۔

**النَّحْوُ:** فضل الله کا جملہ استواء کی نفی کو واضح کر رہا ہے۔ **درجة** کا (۱) نصب نزع جار نفض کی وجہ سے ای **بدرجة عظیمة تندرج تحتها الدرجات** (۲) مصدر ہے اور تفضیل کے معنی کو متضمن ہے تو مفعول مطلق بن گیا۔ **وکلا وعد الله الحسنیٰ:** غیر معذور قاعدین اور مجاہدین میں سب سے جنت اور جزائے کثیر کا وعدہ کر رہا ہے۔ **درجات منه و مغفرة و رحمة:** ان میں سے ہر ایک اجر سے بدل ہے یا مجاہدین کی فضیلت کی وجہ سے دوبارہ لے آئے اور جہد کی عظمت کے لئے اجمال و تفصیل سے مبالغہ مقصود ہے تا کہ ترغیب و شوق دلایا جائے۔

بعض نے کہا درجہ سے مراد دنیا میں ان کا بدلہ غنیمت' کامیابی اور اچھا تذکرہ اور آخرت میں ان کے لئے بنایا جو بنایا وہ مراد ہے۔ بعض نے کہا درجہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ کی بلندی اور درجات سے مراد منازل جنت۔ بعض مفسرین اس طرف گئے۔ القاعدون (۱) وہ ہیں جو معذور ہیں مجاہدین ان سے بھی ایک درجہ زیادہ افضل ہیں کیونکہ معذورین کی قدرتی مجبوری کی وجہ سے صرف نیت جہاد تو ہے اور مجاہدین نیت و عمل دونوں رکھتے ہیں اور القاعدون (۲) جو کہ غیر معذور ہیں ان کے اور مجاہدین کے درمیان بے شمار درجات کا فاصل ہے۔ یہ اختلاف پہلے مذکور ہوا۔

۲) **عذاب الیم:** سے مطلق عذاب الٰہی مراد ہے۔ **تومنون بالله:** یہ جملہ مستانفہ اس تجارت کی وضاحت کے لئے لایا گیا ہے گویا انہوں نے تجارت کا تذکرہ سن کر کہا وہ تجارت بتلائیں۔ اے ہمارے رب! اس کی وضاحت فرمائیں تو فرمایا **تؤمنون بالله ...۔ ذلکم:** یہ ایمان اور جہاد **ان کنتم لا تعلمون** اگر تم ناواقف نہیں ہو۔ **یغفرلکم:** یہ شرط مقدر کا جواب ہے کیونکہ یہ امر مذکور کا خبر کی صورت میں جواب ہے جو مبالغۃً اس طرح لایا گیا۔ مطلب یہ ہوگا تم ایمان لاؤ اور جہاد کرو پس اگر تم ایمان لاؤ گے اور جہاد کرو گے تو وہ تمہیں بخش دیں گے۔ جنت کا نام معدن اس لئے رکھا کیونکہ مؤمن اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ عرب کہتے ہیں **عدن بالمکان ای اقام فیه۔**

**واخری تحبونها** یعنی **ولکم نعمة اخری** تمہیں دوسری نعمت میسر آئے گی کیونکہ جلد ملنے والی چیز نفس کو محبوب ہے۔ اسی لئے فرمایا اس نعمت کو پسند بھی کرتے ہو۔ **نصر من الله و فتح قریب۔ نصر** یہ بدل یا عطف بیان ہے۔ قریب کا معنی جلد ملنے والی ہے۔ **و بشر المؤمنین:** اے محمد ﷺ ایمان والوں کو ثواب دارین کی خوشخبری سنا دو۔

**النَّحْوُ:** اس کا عطف تومنون پر ہے اور وہ امنوا کے معنی میں ہے اور سوال مقدر کا جواب بن جائے گا۔ گویا انہوں نے اس طرح عرض کیا اے ہمارے رب! ہمیں بتلائیں تو جواب ملا۔ **امنوا یکن لکم کذا و بشرهم یا محمد بثبوته** ۔۲) اور قل کا عطف محذوف پر ہے۔ **ای قل یایها الذین امنوا او بشر۔**

سلسلہ جہاد کی آیات مشہور اور کثرت سے ہیں۔

اور احادیث بھی کثیر تعداد میں وارد ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند یہاں مذکور ہیں۔

۱۲۸۶ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ "اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" قِیْلَ : ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ : "اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" قِیْلَ : ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ : "حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۲۸۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا۔ کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا پھر کون سا؟ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا''۔ پوچھا گیا' پھر کیا؟ فرمایا: ''حج مبرور''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یعنی ثواب میں بڑھ کر یا اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ نفیس ہے کہ جس کو اپنایا جائے تو فرمایا: **قال ایمان باللہ**۔ تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ اس سے مراد سچا ایمان ہے۔ **قیل ثم ماذا**۔ پھر اس کے بعد کونسی چیز افضل ہے۔

**النحو** : گویا یہ خبر محذوف ہے۔ **الجهاد فی سبیل اللہ**: جہاد فی سبیل اللہ عرض کیا گیا پھر فرمایا مقبول حج۔ کتاب الحج میں روایت گزری۔

**تخریج** : باب بر الوالدین وصلة الأرحام میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۲۸۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی؟ قَالَ : "اَلصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا" قُلْتُ : ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ : "بِرُّ الْوَالِدَیْنِ" قُلْتُ : ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ : "اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۲۸۷: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''وقت پر نماز ادا کرنا''۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: ''ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا''۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ کونسی نیکی۔ **احب الی اللہ**۔ یہ رضائے الٰہی سے کنایہ ہے اور کرنے والے کی ثناء یا کثرت ثواب مراد ہے۔ **علی وقتها**: یہاں علی فی کے معنی میں ہے۔ **ثم ای**۔ یہ مبتداء محذوف الجر ہے۔۲) ای محذوف کی خبر ہے۔ ای افضل؟ اور ثم ای الافضل۔ **بر الوالدین**۔ والدین کے ساتھ ہر اصل بھی ان کے بعد ان کی مثل ہے۔ اگر چہ ان کے علاوہ موجود ہوں۔ **الجهاد فی سبیل اللہ**: قرطبی کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان تین کو خصوصاً ذکر فرمایا کیونکہ یہ دیگر طاعات کے لئے عنوان کی حیثیت رکھتے ہیں جو شخص نماز کو ضائع کرنے والا ہو حالانکہ نماز کی مشقت بھی کم ہے اور درجہ بھی بہت ہے تو وہ

دیگر چیزوں کا زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ اسی طرح جو اپنے والدین سے بھلائی نہیں کرتے کہ جن کا بہت بڑا حق ہے تو دوسرے اس کا نیک سلوک نایاب ہوگا۔ اسی طرح جہاد کو چھوڑنے والا حالانکہ وہ دین کے بڑے دشمن ہیں تو اور فساق سے سے کیا جہاد کرے گا۔ (المفہم للقرطبی)

**تخریج** : باب بر الوالدین وصلة الأرحام میں گزر چکے۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۲۸۸ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۸۸: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کون سا عمل افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ الف لام جنس کا ہے جو جمع کا معنی باطل کر دیتا ہے اور واحد کی طرح بنا دیتا ہے اور اس پر الا یمان باللہ دلالت کر رہا ہے۔ ایمان باللہ: اللہ اور رسول پھر ایمان میں سے ایک کا تذکرہ دوسرے کے تذکرہ سے مستغنی کر دیتا ہے کیونکہ دونوں میں تلازم ہے۔

**والجهاد فی سبیله** : ان اعمال کے تذکرہ سے یہ مطلب نہیں کہ مذکورہ اعمال باہمی درجہ میں برابر ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں افضل علماء البلد زید وعمر۔ اگرچہ ان کے درجہ میں کتنا تفاوت ہو۔ جوابات میں فرق دراصل سائلین کے احوال کے لحاظ سے ہے یا موقعہ کے اعتبار سے ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۸/۲۱۳۸۹) والبخاری (۲۵۱۸) ومسلم (۸٤) والدارمی (۲/۳۰۷) وابن حبان (۱۵۲) وعبد الرزاق (۲۰۲۹۹) وابن الجارود (۹٦۹) والنسائی (۳۱۲۹) والبیهقی (٦/۸۱)

**الفوائد** : ایمان باللہ کے بعد سب سے افضل عمل جہاد ہے اور وہ اسلام کی چوٹی ہے۔

۱۲۸۹ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :لَغَدْوَةٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۸۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "صبح سویرے تھوڑی دیر اللہ کی راہ میں جانا یا شام کے وقت تھوڑی دیر اللہ کی راہ میں جانا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **لغدوة** :ایک مرتبہ صبح کو جانا۔ لام تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔ عینی کہتے ہیں یہ لام تاکید ہے نہ کہ لام قسم۔ فی سبیل اللہ۔ یہ ظرف لغو ہے جو غدوۃ سے متعلق ہے یا مستقر ہو تو اس کی صفت ہے اور یہ تنویع کے لئے ہے شک کے لئے نہیں ہے۔ روحه: یہ روح سے ایک بار کے لئے آتا ہے۔ (عینی) خیر من الدنیا : یہ اس ملنے والے ثواب کی وجہ سے

ہے۔ یہ روایات میں وارد ہے کہ کم درجہ کے جنتی کو دنیا سے دس گنا بڑھ کر دیا جائے گا۔ درمیانے درجے کے جنتی کا کیا کہنا اور جو اعلیٰ ہیں وہ تو اعلیٰ ہیں۔ باقی دنیا حقیر اور آخرت کے ثواب کی تو کوئی مناسبت ہی نہیں۔ وہ باقی یہ فانی۔ ہمیں مانوس کرنے کے لئے یہ خطاب فرمایا۔ ۲) ممکن ہے کہ ثواب کی مقدار اس ثواب سے بہتر ہو جس کو دنیا ملی ہو اور اس نے اس دنیا کو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں لگا دیا۔ سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۴/۱۲۳۵۲) والبخاری (۲۷۹۲) ومسلم (۱۸۸۰) وابن ماجه (۲۷۵۷) وابن حبان (۴۶۰۲)

**الفرائد** : اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے صبح یا شام کا تھوڑا سا وقت تمام دُنیا اور اس کے اسباب سے بہتر ہے۔

۱۲۹۰ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :اَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ :اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ قَالَ :مُؤْمِنٌ یُّجَاھِدُ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ :ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ :ثُمَّ مُؤْمِنٌ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ اللّٰہَ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّہٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۲۹۰: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا: "وہ مؤمن جو اپنے نفس اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے۔ اس نے دوبارہ پوچھا پھر کون؟ فرمایا: "وہ مؤمن جو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھنے والا ہو"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ حافظ کہتے ہیں مجھے اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ پہلے گزرا یہ سائل ابوذر غفاری تھے۔ ای الناس افضل: یعنی کن لوگوں کو سب سے بڑھ کر ثواب ملے گا۔ قال تومن یجاھد بنفسہ۔ وہ مؤمن جو کفار سے جہاد کرتا ہے یعنی اپنی جان و مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں رضا مندی کی خاطر خرچ کرتا ہے۔ بقول عینی لوگوں میں افضل مؤمن مجاہد ہے۔ علماء نے فرمایا یہ عام مخصوص ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: من افضل الناس ۔ لوگوں میں افضل کون ہے؟ ورنہ علماءِ صدیقین افضل ہیں جیسا روایات اس پر دلالت کرتی ہیں اور نسائی کی بعض روایات میں یہ الفاظ موجود ہیں: "ان من خیر الناس رجلاً عمل فی سبیل اللہ علی ظھر فرسہ" (عینی)

مؤمن فی شعب : مبتداء نکرہ ہے کیونکہ وہ تنویع کے لئے ہے جیسے کہتے ہیں: فیوم لنا و یوم علینا' شعب سنین کے کسرہ سے ہے۔ بعض نے مطلق راستہ بعض نے پہاڑوں میں راستہ معنی کیا ہے۔ جمع شعاب ہے۔ یہ عام عادت کے لئے خلوت میں مثال کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جو بھی الگ تھلگ ہو مراد ہے۔ لیعبد اللہ۔ پہلے مفرد سے خبر لائی گئی یہ جملہ کے ساتھ خبر ہے۔ ۲) ظرف میں مستقر ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ ۳) جملہ مستانفہ ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: ماذا یعمل فیہ' باب العزلہ میں ان الفاظ سے گزر چکی ہے: رجل یعتزل فی شب من الشعاب یعبد ربہ اور ایک روایت اس طرح ہے: یتقی اللہ ویدع الناس من شرہ۔

**تخریج** : باب استحباب العزلۃ عند فسا الناس والزمان میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۲۹۱ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۹۱: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن سرحد پر پہرہ دینا' دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سب سے بہتر ہے اور شام کو تھوڑی دیر اللہ کی راہ میں چلنا یا صبح کے وقت تھوڑی دیر چلنا' دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اُس سب سے بہتر ہے''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ راء مکسور ہو تو یہ مرابطہ کی طرح مصدر ہے اور یوم کی طرف اس کی اضافت اسی طرح ہے جیسی اس آیت میں تربص اربعة اشهر۔ **في سبيل الله**۔ یہ رباط کے لئے صفت کے مقام پر ہے۔ سبیل کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے وارد ہے۔ ہر خالص عمل کے لئے بولا جاتا تھا مگر اب جہاد کا معنی غالب آیا اور اس کے متعلق حقیقت شرعیہ کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ خیر من الدنیا : پہلی روایت **مافیها** اور یہاں **ما علیها** سے تعبیر کیا گیا۔ یہ تفنن فی التعبیر ہے اور ممکن ہے کہ فی علی اور علی فی کے معنی میں آنے کی قسم سے ہو۔ عینی کہتے ہیں یہاں علی اس لئے لائے کیونکہ استعلاء کا معنی ظرفیت زیادہ قوی ہے۔ پس زیادہ مبالغہ کے لئے اس کو لے آئے۔ **موضع سوط**۔ معمولی مقدار کو بیان کرنے کے لئے لائے۔ **وما فيها**: جو اس میں خواہشات اور رونقیں اور لذات ہیں کیونکہ ان میں بقاء کا نشان نہیں۔ **في سبيل الله**: اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ جنت کے بدلے بیچ کر اس کی راہ میں سفر کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اس کو مقصود ہے۔ **والغدوة** :صفت واقع ہونے والے جملہ کو حذف کر دیا اور اسی طرح اکتفاء کیا کہ اس کی مثل جملہ گزرا۔۲) حال واقع ہے۔ خیر من الدنیا: یہ دونوں کی خبر ہے مفرد اس لئے لائے کہ اسم تفضیل الف لام سے خالی ہے۔ اس میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ دنیا کا طویل زمانہ اور بڑی جگہ آخرت کی چھوٹی سی جگہ اور تھوڑے سے وقت کے مقابلے میں حقیر ہے۔ اس سے دنیا میں زہد کی طرف ترغیب دلانا اور دنیا کی حقارت بیان کرنا مقصود ہے اور جہاد کی طرف ابھارنا مقصود ہے کہ اس تھوڑی سی محنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں دنیا سے بھی زیادہ افضل عنایت فرمائیں گے۔ تو جس شخص نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی خاطر خوب تھکایا ہوگا اور اپنا مال اس کی راہ میں لگایا ہوگا اس کا تو کیا کہنا۔

قرطبی کہتے ہیں: ایک مرتبہ جہاد میں جانے پر ملنے والا ثواب دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بڑھ کر ہوگا۔ اگر چہ دنیا کو اس کے تمام سامانوں سمیت جمع کر لیا جائے۔ اس سے مراد اپنے شہر سے آنا جانا مراد نہیں اس سے مراد غزوہ کی راہ میں ہر صبح وشام کو کیا جانے والا سفر مراد ہے۔ خواہ وہ معمولی ہو۔ نووی کہتے ہیں' اسی طرح میدان قتال میں صبح وشام کے چند قدم مراد ہیں۔

کیونکہ تمام پر غزوہ وروحہ کے اطلاق ہوتا ہے۔

**فائدہ**: رباط سرحد کی حفاظت کو کہتے ہیں۔ یہ روایت اسی سلسلہ میں وارد ہوئی ہے۔ عینی فرماتے ہیں رباط ومرابطہ ایک چیز ہے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں رباط اصل میں گھوڑے باندھنے کو کہا جاتا ہے جو کہ سرحد پر ہوں اور ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق درست ہے۔ مگر ابن التین نے غیر وطن کی قید لگائی ہے اور حبیب بن مالک سے یہ بات نقل کی ہے۔ عینی نے اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھا یہ کبھی تو اپنے وطن میں دشمن کے وفاع میں پیش آتی ہے (جیسے احد' خندق تو مدینہ میں ہوئے) عرب کہتے ہیں: الرباط المرابطه في نحوار العدو و حفظ ثغور الاسلام۔ یعنی دشمنانِ اسلام سے سرحد اسلام کی حفاظت تاکہ وہ مسلمانوں کی پناہ گاہ میں دخیل نہ ہوں۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۸/۲۲۹۳۵) والبخاری (۲۷۹٤) ومسلم (۱۸۸۱) والترمذی (۱٦٥٤)

**الفوائد**: ① جہاد میں سرحد اسلام کی نگرانی ایک عظیم الشان عمل ہے ② اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھوڑا سا وقت دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

۱۲۹۲: وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "رِبَاطُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّقِيَامِهٖ ' وَاِنْ مَّاتَ فِيْهِ اُجْرِيَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ وَاُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ ' وَاَمِنَ الْفَتَّانَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۲۹۲: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "ایک دن رات اللہ کی راہ میں سرحد پر پہرہ دینا ایک مہینے کے روزے اور ان کے قیام سے بہتر ہے اور اگر اس کو اسی راستہ میں موت آ گئی تو اس کے عمل کو جاری کر دیا جائے گا جو وہ کرتا تھا اور اس کا (جنت کا) رزق جاری کر دیا جائے گا اور وہ فتنہ (قبر) سے محفوظ کر دیا جائے گا۔" (مسلم)

**تشریح** ۞ یہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ یہ رباط کی اضافت یوم کی طرف فی معنی میں ہے۔ (ابن مالک) یا ادنیٰ ملابست کی وجہ سے اضافت کر دی۔ خیر من: کیونکہ رباط کا نفع متعدی ہے اور دوسرا اس کا صرف ذات کو پہنچنے والا ہے۔ وان مات: اگر اس کی وفات ہوگئی تو رباط کی حالت میں جو کام کرتا تھا وہ جاری رہے گا اور اس کا ثواب ملتا رہے گا۔ (قرطبی) رزقه: یہاں جنت کا رزق مراد ہے۔ جیسے شہداء کو ملتا ہے۔ (نووی)

او من الفتان: یہ فعل مجہول ہے۔ علقمی سیوطی سے اس کو معروف بھی نقل کیا ہے۔ فتان سے قبر کی آزمائش ابوداؤد میں "من فی فتانی القبر" کے الفاظ ہیں کیونکہ الف لام جنس واحد پر صادق آتا ہے۔ یہ فتن کی جمع ہے۔ قرطبی کہتے ہیں الف لام جنس کا ہے ہر فتنہ میں مبتلا مراد ہے۔ علقمی کہتے ہیں فتنہ قبر مراد ہے۔ جمع کا اطلاق دو پر کیا گیا ہے یا قبر کا فتنہ ایک دوسرے سے زائد ہے۔ بعض نے تین' چار نقل کئے ہیں۔ بہت سے علماء نے استدلال کیا کہ رباط والے کو شہید کی طرح سوال سے بچا لیا جاتا ہے۔ علامہ عراقی کہتے ہیں اس منکر نکیر کا سوال مراد ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس کے ہاں نہیں آتے نہ اس کا امتحان لیتے

ہیں۔اس کا رباط میں مرجانا کفایت کر جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اسے مانوس کرتے ہیں۔اس کو نہ ڈرائیں گے نہ ان کی آمد سے آزمائش ہوگی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢٣٧٨٨) ومسلم (١٩١٣) والترمذي (١٦٧١) والنسائي (٣١٦٧) وابن حبان (٤٦٢٣) والحاكم (٢٤٢٢) والطبراني (٦٠٧٧) والبيهقي (٣٨/٩)

**الفوائد** : سرحد کی حفاظت کرنے والے کا عمل موت کے بعد جاری رہنے والا ہے۔

١٢٩٣ :وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ اِلَّا الْمُرَابِطَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يُنَمّٰى لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَيُؤَمَّنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۲۹۳:حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہر میت کے عمل کو مہر لگا کر بند کر دیا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحد پر پہرہ دینے والا۔اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہے گا اور قبر کی آزمائش سے اس کو محفوظ کر دیا جائے گا''۔(ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ عبید یہ عبد کی تصغیر ہے۔سلسلہ نسب یہ ہے: بن نافذ بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ۔ یہ پہلا غزوہ جس میں شامل ہوئے' احد ہے۔بعد والے تمام غزوات میں شرکت کی۔جن میں بیعت رضوان فتح مصر میں موجود تھے۔پھر دمشق میں اقامت اختیار کی۔حضرت امیر معاویہ کی طرف سے وہاں کے قاضی رہے۔۵۸ھ میں وفات پائی۔بعض نے اس سے پہلے لکھا ہے(تقریب حافظ) بخاری نے تاریخ اور مسلم نے روایات نقل کی ہیں۔سنن اربعہ نے پچاس روایات نقل کیں۔مسلم نے ان میں سے دو روایات ذکر کی ہیں۔۵۳ھ دمشق کے باب الصغیر میں مدفون ہوئے۔بعض نے ۶۹ کہا مگر درست پہلا ہے۔امیر معاویہ جب ان کی چارپائی کو اٹھا رہے تھے تو ان کے بیٹے سے فرما رہے تھے: اے بیٹے! میری اٹھانے میں معاونت کرو تم ان کے بعد اس جیسی نعش نہ اٹھاؤ گے۔امیر معاویہ کی وفات ۶۰ھ میں ہوئی۔(تہذیب نووی)

**يختم على عمله** :اس کے ذاتی ثواب وعتاب میں اضافہ نہیں ہوتا۔ **الا المرابط**: سوائے اس کے جو مرابط ہو۔ **فانه ينمي له عمله** :روایت ابوداؤد میں ینمو ہے مگر فصیح وہی ہے جو اوپر نقل ہوا۔اس کا معنی بڑھنا ہے(سیوطی فی قوت المغتذی) اس کا ثواب بڑھے گا اور اس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ **ويومن من فتنة القبر**: فتنہ قبر سے بچا رہے گا اس کے ایمان کی علامت رباط بن جائے گا۔طبرانی وحلیہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں **كل عمل منقطع من صاحب اذا مات' الا المرابط في سبيل الله فانه ينمى له عمله و يجرى عليه رزقه الى يوم القيامة**۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٩/٢٤٠٠٦) وأبو داود (٢٥٠٠) والترمذي (١٧٢٧) وابن حبان (٤٦٢٤) والحاكم (٢/٢٦٣٧) والطبراني (٨٠١/١٨) وابن المبارك (١٧٤) أحمد (١٧٣٦٣)

**الفوائد** : سرحد اسلام کی حفاظت کرنے والا فتنہ قبر سے مامون ومحفوظ رہے گا یہ فضیلت صرف شہید اور محافظ کو میسر ہوگی۔

۱۲۹۴ : وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ـ

۱۲۹۴: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر پہرہ دینا اس کے علاوہ دوسری جگہ میں ایک ہزار دن پہرہ دینے سے بہتر ہے۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ حافظ کہتے ہیں کہ اس روایت اور اس حدیث میں "خیر من صیام شھر" کوئی منافات نہیں کیونکہ اس میں پہلے پر ثواب کے اضافے کا اعلان کیا گیا ہے یا عمل کرنے والے لوگوں کے لحاظ سے فرق ہے۔ علقمی کہتے ہیں عمل کے قلیل و کثیر کے لحاظ سے فرق ہے۔ بیہقی کہتے ہیں اس قسم کی روایات سے دوسروں سے مرابط کے عمل کا دوگنا ہونا ثابت ہوتا ہے اور لوگوں کی حالت نیت و اخلاص کے اعتبار سے مختلف ہونے کے لحاظ سے مختلف ہے اور اقامت کے لحاظ سے مختلف ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱/٤٤۲) والترمذی (۱٦۷۳) والنسائی (۳۱٦۹) والدارمی (۲/۲۱۱) وابن حبان (٤٦۰۹) والحاکم (۲۳۸۱)

**الفرائد** : حفاظت سرحد اسلام جہاد کی اعلیٰ اقسام سے ہے کیونکہ اس میں مجاہدہ نفس و عدو دونوں پائے جاتے ہیں۔

۱۲۹۵ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِيْ وَاِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ فَهُوَ ضَامِنٌ اَنْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ، اَوْ اَرْجِعَهٗ اِلٰى مَنْزِلِهِ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ ، اَوْ غَنِيْمَةٍ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ كُلِمَ : لَوْنُهٗ لَوْنُ دَمٍ ، وَرِيْحُهٗ رِيْحُ مِسْكٍ – وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ لَا اَنْ يَّشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَبَدًا وَلٰكِنْ لَّا اَجِدُ سَعَةً فَاَحْمِلَهُمْ وَلَا يَجِدُوْنَ سَعَةً وَّيَشُقُّ عَلَيْهِمْ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ – وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاُقْتَلَ ثُمَّ اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ ثُمَّ اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهٗ۔

"الْكَلْمُ" الْجُرْحُ۔

۱۲۹۵: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی ذمہ داری لے لیتا ہے جو فقط اس کی راہ میں جہاد کے نکلا اور رسولوں پر ایمان اور ان کی تصدیق ہی۔ وہ میری ضمان میں ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں یا اس کے

اس مکان پر واپس لوٹاؤں جہاں سے وہ نکلا اس اجر یا غنیمت کے ساتھ جو اس نے پایا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو زخم اٹھایا وہ قیامت کے دن اسی حالت میں آئے گا۔ جس حالت میں زخم ہوا۔ اس کا ظاہری رنگ تو خون جیسا ہوگا' مگر اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔ اگر مسلمانوں پر گراں نہ ہوتا تو میں کسی ایک سریہ سے بھی کبھی پیچھے نہ رہتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے لیکن میں ان کے لئے سواری کی گنجائش نہیں رکھتا اور ان کے پاس اتنی گنجائش ہے اور لوگوں پر یہ بات گراں گزرتی ہے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں یہاں تک کہ قتل کیا جاؤں۔ پھر جہاد کروں' پس قتل کیا جاؤں' پھر جہاد کروں یہاں تک کہ قتل کیا جاؤں۔ مسلم' بخاری سے کچھ حصہ روایت کیا۔ الْكَلِمُ : زخم۔

**تشریح** ۞ **تضمن الله** : اس پر لازماً فضل و احسان فرماتے ہیں۔ **ایمان بی**: یعنی میرے وعدوں پر ایمان۔ **تصدیق برسل**: یعنی ان کی اطلاعات اور ان کی نبوت و رسالت کی تصدیق۔

**النَّحْوُ**: **لا یخرجه** کا جملہ خرج کے فاعل سے حال ہے۔ **فهو ضامن**: اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے فضل و کرم کو لازم کرنے والے ہیں جو ان صفات والا ہو۔ **ان ادخله الجنة** : سابقہ عذاب کے بغیر شروع میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اگر وہ جنگ میں شہید ہوا یا **ارجعه الی منزله** : یہ **فان رجعك الله**...... : کے معنی میں متعدی ہے' لوٹائے یا **خرج منه** : جہاں سے وہ جہاد کے لئے نکلا۔ **بما نال** : اجر اخری اور مال غنیمت' دونوں ساتھ لایا۔ ۱) **ضامن**: کا لفظ مضمون کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے جیسا دافق بمعنی درفوق۔ ۲) یا دو ضمان جیسے لابن اور تامر۔ ان دونوں صورتوں میں ضمیر غاز کی طرف راجع ہے۔ اوتقسیم کے لئے ہے۔ فقط اجر کے ساتھ لوٹا اور کبھی فقط غنیمت کے ساتھ۔ عینی کہتے ہیں۔ بات اس طرح نہیں اس کو ہر صورت اجر ملے گا خواہ غنیمت ملے یا نہ ملے۔ ابن بطال کا قول بھی یہی ہے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت اس کے اجر پر مطلقاً دلالت کرتی ہے۔ روایت یہ ہے: "**مامن غازية تغزو في سبيل الله فيصيبون الغنيمة الا تعجلوا ثلثي اجرهم من الآخرة وبقي لهم الثلث فان لم يصيبوا غنيمة ثم لهم اجرهم**"۔ یہ روایت دلالت کر رہی ہے کہ وہ بلا اجر نہیں لوٹتا' لیکن ان کا اجر کم ہو جاتا ہے جو غنیمت پاتے ہیں۔ حمید بن ہانی کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا۔ مگر نسائی نے اس کی توثیق کی ہے' واللہ اعلم۔ بخاری کی روایت جو ابو ہریرہؓ سے منقول ہے وہ اس طرح ہے: **وتوكل الله للمجاهد في سبيله بان يتوفاه ان يدخله الجنة او يرجعه سالما مع اجره او غنيمة** : عینی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی موت کے ساتھ اس کو جنت میں داخلے کے ضامن بن جاتے ہیں اور عدم توفی کی صورت میں اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹنے کے ضامن ہو جاتے ہیں۔ کرمانی وہ شہادت یا سلامتی میں سے ایک چیز پاتا ہے۔ پہلی صورت میں اسی وقت جنت میں اور دوسری صورت میں اجر یا غنیمت سے خالی نہیں رہتا۔ دونوں جمع بھی ہوسکتی ہیں مگر یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ دونوں ہی نہ ملیں۔ باقی الضمان' التکفل' التوکیل اور انتداب کے الفاظ جو حدیث میں وارد ہوئے یہ وعدے کے بطور فضل ثبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کو مذکورہ الفاظ میں ذکر فرمایا جو لوگوں کی عادات کے مطابق معروف ہیں تاکہ نفوس انسانی مطمئن ہو کر دل اس کی طرف مائل ہوں۔ **والذی نفس محمد بیده** : فخامت شان کے لئے ضمیر کی بجائے اسم گرامی ذکر کیا۔ جیسے خلیفہ کہے:

الخلیفة فع کذا دون فعلت' یہ سے قدرت مراد ہے۔ سامع کی یقین دہانی کے لئے قسم مستحب ہے۔ مامن کلیم یکلم فی سبیل الله : کلیم' زخم چھوٹے بڑے کو شامل ہے۔ یکلم: یہ فعل مجہول ہے۔ فی سبیل اللہ یہ ظرف مستقر محل حال میں واقع ہے اور اس سے مراد جہاد ہے۔ اسی پر وہ زخم جو اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر ہو اور اپنے حق کے دفاع کے لئے ہو وہ اس میں شامل ہے۔ الدجاء یوم القیامة : وہ اسی حال میں آئے گا جو دنیا کی حالت کے مماثل ہوگا۔ لونه لون دهر : بخاری کی روایت میں یہ جملہ اس طرح روایت ابو ہریرہ میں مذکور ہے: "ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال والذی نفسی بیده یکلم احد فی سبیل الله والله اعلم بمن یکلم فی سبیله الا جاء یوم القیامة واللون لون دم والریح ریح المسلك۔ یہ جملہ حالیہ ہے اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ شہید جس حالت میں قبض کیا گیا اسی پر اٹھایا جائے گا۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی طاعت میں جو نفس کی قربانی دی تھی اس کی منزلت کا مشاہدہ کرے اور اپنے اوپر ظلم کرنے والے کا انجام دیکھے اور خوشبو کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی فضیلت اہل موقف پر ظاہر ہو۔ والذی نفس محمد بیده : جملہ قسمیہ کو دوبارہ کیونکہ دوسری مرتبہ مقسم علیہ مختلف ہے۔ لالو ان اشق علی المسلمین: وہ لوگ جو جہاد میں نکلنے سے عاجز ہیں۔ ما قعدت خلاف سریه : مسلم کی روایت میں خلاف کی بجائے خلف کا لفظ ہے۔ تو میں کسی سریے سے پیچھے نہ رہتا۔ سریہ: لشکر کی ایک گروہ جس کی تعداد چار سو تک ہوتی ہے۔ اس کی جمع سرایا ہے۔ نام کی وجہ یہ ہے کہ وہ لشکر کا خلاصہ اور عمدہ حصہ ہوتا ہے۔ السری : نفیس دسردار کو کہتے ہیں۔ تغزو : یہ سریہ کی صفت ہے۔ ابتدًا : کسی زمانہ میں۔ ولکن لا احد سعة : ایسی وسعت نہیں جس سے تمام مسلمانوں کا انتظام ہو سکے اور وہ بذاتِ خود نکلیں۔ ویشق علیهم : اور مجھ سے پیچھے رہنا بھی ان پر گراں گزرے گا کہ میری صحبت سے محروم اور غزوہ سے بھی محروم فاقتل: اگر ان اغزو پر عطف ڈالیں تو منصوب ہے۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں: سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول والذی نفسی بیده لولا ان رجالاً من المؤمنین لا تطیب انفسهم ان یتخلفوا عنی ولا اجد ما احملهم علیه' ما تخلفت عن سریة تغزو فی سبیل الله والذی نفسی بیده لو ددت انی اقتل فی سبیل الله ثم احیا ثم اقتل ثم احیا ثم اقتل ثم احیا ثم اقتل۔ عینی کہتے ہیں بعض لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی اس قسم کے متعلق اشکال ہوا۔ اس جاننے کے باوجود کہ وہ قتل نہ ہوگا۔ ابن المنیر نے کہا شاید اس آیت کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔ والله یعصمك من الناس: اور اس جواب پر اعتراض یہ ہے کہ یہ تو مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد اتری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے آپ ﷺ سے سننے کی تصریح کی ہے اور ان کی مدینہ آمد ۷ھ کے اوائل میں تھی۔ ۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ خیر و فضیلت کی تمنا اس کے وقوع کو لازم نہیں کرتی۔ عینی نے کہا: جہاد کی فضیلت کو بطور مبالغہ بیان کرنے کے لئے اس طرح فرمایا۔ انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں شہید کے متعلق موجود ہے کہ وہ دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا کرے گا تا کہ وہ دس مرتبہ قتل ہو جب وہ اپنا اعزاز دیکھے گا (مسلم) حاکم نے جابر کی سند سے بیان کیا: کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا ذکر اصحابه الذین استشهدوا فی احد قال والله لوددت انی غودرت مع اصحابی بفحص الجبل و فحص الجبل ما بسط منه و کشف من نواحیه۔ (حاکم)

**تخریج** : أخرجه مالك (۹۷۳) وأحمد (۳/۷۱۶۰) والبخاری (۳۶) ومسلم (۱۸۷۶) والنسائی (۵۰۴۵)

وابن ماجه (٢٧٥٣) وابن حبان (٤٦١٠) والبيهقي (٩/٣٩) وأبي داود (٢٤٩٤)

**الفوائد** : اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے والا قتل ہو یا واپس لوٹے اجر وغنیمت کا حقدار ہے۔ جہاد ومجاہد اور شہید کی عظیم فضیلت مذکور ہے۔

١٢٩٦ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا مِنْ مَّكْلُوْمٍ يُّكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَكَلْمُهٗ يَدْمِيْ : اَللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرِّيْحُ رِيْحُ مِسْكٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۹۶: حضرت ابوہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جو آدمی اللہ کی راہ میں زخم کھانے والا ہوگا وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون ٹپک رہا ہوگا۔ اس کا رنگ تو خون جیسا ہوگا مگر خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ **مکلوم** : زخمی۔ **یکلم** : یہ مجہول لایا گیا تا کہ کفار کی طرف سے ہر قسم کا زخم شامل ہو خواہ تلوار' نیزے' پتھر' لکڑی سے ہو۔ **یدمی** : یہ جملہ حالیہ ہے۔ اصل وھو ہے۔ **اللون** : یہ یدمی کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔ سوال مقدر کا جواب ہے کہ اس کی رنگت کیسی ہوگی۔

**تخریج**: أخرجه مالك (١٠٠١) وأحمد (٣/٧٣٠٦) والبخاري (٢٣٧) ومسلم (١٨٧٦) وابن حبان (٤٦٥٢) والترمذي (١٦٦٣) والنسائي (٣١٤٧) والبيهقي (٩/١٦٤)

**الفوائد** : شہید کا زخم قیامت کے دن اس کی شہادت کا گواہ ہوگا۔

١٢٩٧ : وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَ : "مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ رَّجُلٍ مُّسْلِمٍ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ، وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَغْزَرِ مَا كَانَتْ : لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ وَرِيْحُهَا كَالْمِسْكِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۲۹۷: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس مسلمان نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنی دیر جہاد کیا جتنا اونٹنی کو دوبارہ دوھنے کا وقفہ ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوا یا اس کو خراش آئی تو وہ قیامت کے دن زیادہ گہری ہو کر آئے گی۔ اس کا رنگ زعفرانی اور خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ من بیانیہ ہے جو من کے ابہام کو دور کرنے کے لئے لائے ہیں۔ **فواق ناقه**۔ یہ تھوڑے جہاد سے کنایہ ہے۔ **وجبت له الجنة** : اس میں اس آدمی کے لئے خوشخبری ہے جو رضائے الٰہی کے لئے جہاد کرنے والا ہے جبکہ اسلام پر موت ہو۔ **من جرح** : یہ فعل مجہول ہوگا۔ **جرحًا** ۱) جرح کا ظرف لغو ہے۔ ۲) ظرف مستقر ہو تو مصدر کی صفت ہے۔ یہ

اسی آیت کی طرح ہے: اذا دعاکم دعوۃ من الارض : یہاں ظرف فعل سے متعلق ہے۔لطیفہ ہے:اذا جاء نہر اللہ بطل نھر معقل ۔ او نکب ' نکبۃ۔نون مضموم ہے۔اس کا معنی حادثہ ہے(ابن اثیر)نکبۃ جمع نکبات (جوہری) جرح پر اس کو عطف کیا یہ عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے۔ھا ضمیر قرب کی وجہ سے اسی ظرف لوٹتی ہے۔
اغزر ما کانت: ای اغزر ما کابنائی غیر ذلک الوقت :وقت مقدر ہے۔غزر یغزر۔بہت کثیر ہوگا۔ریحھا کاعسك۔رنگت کا سرخ اور خوشبو کا کستوری کی طرح ہونا متضاد نہیں۔نیز سرخی' زردی جمع ہو سکتی ہے۔۲) دونوں کا تذکرہ تقریب کے لئے کیا گیا ہے۔جامع کبیر میں یہ روایت اس طرح ہے: من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقۃ وجبت لہ الجنۃ ومن سال اللہ القتل من نفسہ صادقا ثم مات او قتل فانہ لہ اجر شھید اور اس کے آخر میں ریحھا ریح المسك اور ان الفاظ کا بھی اضافہ ہے۔ ومن خرج بہ خراج فی سبیل اللہ کان علیہ طابع الشھداء ابن حبان' ابوداود' ترمذی' نسائی' زنجویہ عن عمرو بن عنبسہ ۔یہ لفظ نقل کیے۔ من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقۃ حرم اللہ علی وجھہ النار۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٨/٢٢٠٧٥) وأبو داود (٢٥٤١ و٩) والترمذی (١٦٦٢) والنسائی (٣١٤١) وابن ماجه (٢٧٩٢) وابن حبان (٤٦١٨) والدارمی (٢٠١/٢) وعبد الرزاق (٩٥٤٣) والطبرانی (٢٠٣-٢٠) والبیهقی (٢٠١/٩)

الفوائد : ① اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل' مجروح' زخمی ہونے کی عظیم فضیلت ہے ② اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اور امت کی حفاظت کے لئے مشقتوں کا اٹھانا بڑے اجر کا باعث ہے۔

١٢٩٨ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِشِعْبٍ فِیْهِ عُیَیْنَةٌ مِّنْ مَّآءٍ عَذْبَةٌ فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ: لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِیْ هٰذَا الشِّعْبِ وَلَنْ اَفْعَلَ حَتّٰی اَسْتَاْذِنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، فَذَکَرَ ذٰلِكَ ، لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ مُقَامَ اَحَدِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ سَبْعِیْنَ عَامًا' اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَکُمْ ، وَیُدْخِلَکُمُ الْجَنَّةَ؟ اغْزُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ، مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔
وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔
"وَالْفُوَاقُ" :مَا بَیْنَ الْحَلْبَتَیْنِ۔

١٢٩٨: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک کا گزر ایک گھاٹی کے پاس سے ہوا جہاں میٹھے پانی کا چشمہ تھا۔وہ ان کو پسند آیا تو کہنے لگے اگر میں لوگوں سے الگ ہو کر یہاں قیام کر لوں تو مناسب ہے مگر جب تک رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے لوں اس وقت تک ایسا نہ کروں گا۔چنانچہ اس نے

رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ؐ نے فرمایا: ''تم ایسا مت کرو۔ تمہارا اللہ کی راہ میں اقامت اختیار کرنا' تمہارے اپنے گھر میں ستر سال کی نمازوں سے بہتر ہے۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے اور تمہیں جنت میں داخل فرما دے؟ تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جس نے اللہ کی راہ میں اتنا جہاد کیا جتنی دیر میں اونٹنی کو دوبارہ دوھا جاتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہے۔ (ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

**الفُوَاقُ**: دومرتبہ دوہنے کے درمیان وقفہ

**تشریح** ⊙ رجل : نام معلوم نہیں ہوا۔ بشعب : پہاڑی راستہ ہے۔ عيينة من ماء عذبه: میٹھے پانی کا چشمہ۔ فاعجبته: اس کو چشمہ پسند آیا۔ لو اعتزلت الناس : اس لئے اس کا جواب لائے۔۲) شرطیہ بھی ہوسکتا ہے پھر جواب محذوف ہوگا۔ اعتزال :میل جول ترک کر دینا۔ فاقمت :اکیلا یہاں عبادت کروں۔ یہ جملہ اعتزلت پر عطف ہے۔ ولن افعل :اقامت وعلیحدگی میں سے کوئی کام ہرگز نہ کروگا جب تک اجازت نہ لے لوں۔ یہ جملہ لو کے مدخول پر عطف کیا گیا ہے۔ اس سے صحابہ کرامؓ کے دل میں آپ کا اکرام واحترام ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بات آپ کے سامنے میں ضرور پیش کروں گا۔ آپ نے منع فرما دیا۔ لا تفعل : یہ نہی تنزیہی ہے۔ اس کے برعکس کرنے کا حکم فرمایا۔ فان مقام احدکم: مقام مصدر میمی ہے۔ افضل من صلاته في بيته: جب جہاد ابتداء امر میں لازم تھا اب بھی جب کفار کے ملک پر استیلاء اور ہجوم کا خطرہ ہو اس وقت مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنا افضل سے افضل ہے کیونکہ جہاد کا نفع متعدی اور نفل کا نفع اس کے ساتھ لازم ہے اور جب معاملہ اس انتہاء تک نہ ہو تو پھر بدنی عبادات میں سب سے افضل نماز ہے۔ کذا قالہ الجمہور۔ الا تحبون :الا یہ حروف عرض سے ہے۔ تعمیم کی طرف اشارہ کے لئے مفعول کو حذف کر دیا۔ و يدخلكم الجنه :وہ دوستوں کا گھر لاکرامت کی جگہ ہے۔ اغزوا في سبيل الله : ثواب کا تذکرہ کر کے آمادہ کیا پھر حکم فرمایا اور علت بیان کر دی۔ وجبت له الجنه: داخلہ جنت کے لئے اسلام پر موت ضروری ہے۔ خواہ ناجیین کے ساتھ ہو یا کچھ وقت بعد۔ محبوب کا وعدہ بھی محبوب ہے۔ جیسا شاعر کا قول

عديني بوصل واصطلي بنجاره ☆ فعندي اذا صح الهوى حسن المطل.

فواق ناقه : دومرتبہ دودھ نکالنے کا درمیانی فاصلہ دودھ دوھنے کے بعد دودھ کا تھنوں میں واپس لوٹنا۔

(المصباح' ابن الفارس)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۱۰۷۹۰) والترمذی (۱٦٥٦)

**الفوائد** : ① عزلت والی عبادت سے امور جہاد میں مداومت اور ثابت قدمی بڑے اجر کا باعث ہے ② گناہوں کی بخشش اور استحقاق جنت جہاد کے بعد ملتے ہیں۔

۱۲۹۹ : وَعَنْهُ قَالَ قِيْلَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ : "لَا تَسْتَطِيْعُوْنَهُ" فَاَعَادُوْا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ : "لَا تَسْتَطِيْعُوْنَهُ" ثُمَّ قَالَ: مَثَلُ

الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّآئِمِ الْقَآئِمِ الْقَانِتِ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَفْتُرُ : مِنْ صَلٰوةٍ ، وَّلَا صِيَامٍ ، حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ ، اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ؟ قَالَ : "لَا اَجِدُهٗ ثُمَّ قَالَ : هَلْ تَسْتَطِيْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ ، وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ؟" فَقَالَ : وَمَنْ يَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ؟

۱۲۹۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ جہاد کے برابر کون سی چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''تم اس کی طاقت نہیں رکھتے''۔ انہوں نے سوال کو دو تین مرتبہ لوٹایا تو آپؐ نے ہر مرتبہ فرمایا: ''تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔'' پھر فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس روزے دار' شب خیز' اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرنے والے کی ہے جو نماز' روزے سے تھکتا نہیں۔ یہاں تک کہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ واپس گھر لوٹے''۔ (بخاری و مسلم) یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔ بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتلائیں جو جہاد کے برابر ہو۔ آپؐ نے فرمایا: ''میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا۔ پھر آپؐ نے فرمایا:'' کیا تم طاقت رکھتے ہو کہ مجاہد جہاد کے لئے نکلے تو تو اپنی مسجد میں داخل ہو کر قیام کرے اور اس سے نہ تھکے اور روزہ رکھے اور افطار نہ کرے۔ اس نے کہا کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟

**تشریح** ۞ **قیل** : یہ فعل مجہول ہے سوال کرنے والے کئی افراد تھے۔ **ما یعدل**: اس کے برابر کونسی چیز ہے۔ **لکا تستطیعونہ**: حذف نون کا نسخہ بھی ہے اور اثبات والا بھی۔ **فاعادوا علیہ**: یہ سوال دو تین مرتبہ دہرایا گیا۔ مرتین وثلاثا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہیں۔ مبتداء ہے کہ آپ نے پھر فرمایا تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے۔ **مثل المجاھد فی سبیل اللہ**: اس کی وہ عظیم الشان حالت جو ایک مثال بننے کے لائق ہے۔ **القائم** : خوب محنت کرنے والا۔ **القانت**: مطیع۔ **بایات اللہ**: باء سببیہ ہے۔ اخیر کی علت کے طور پر لائے۔ یہ قائم و قانت ہر ایک سے متعلق بن سکتا ہے۔ جب اس روایت میں افضل الصلوٰۃ' طول القنوت' قنوت سے قراءت مراد ہے یہاں بھی ان صفات سے قاری مراد ہے یا قیام کو طویل کرنے والا بقول عاقولی۔ قنوت طویل قیام اور مطلق قیام دونوں پر بولا جاتا ہے۔ **لا یفتر** : غافل نہیں ہوتا۔ **المجاھد** : اس کے بعد طرف کو اطناب کے لئے لائے۔

**فرق روایت**: مسلم میں ہے **دلنی علی عملٍ** : عمل کی تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ **لا اجد** : ثواب کے لحاظ سے کوئی عمل اس کے برابر نہیں پاتا۔ یہ سوال کا جواب پھر آپ نے سائل کو فرمایا کیا تم طاقت رکھتے ہو۔ **خروج** : اس سے مراد جہاد کے لئے نکلنا ہے۔ **ولا تفتر**: تیزی سے تھک جاتے۔ **ومن یستطیع ذلک** : یہ استفہام انکاری ہے۔ یہ مانوس عادت بشریہ کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ ارباب مجاہدات کے ہاں امکان کے تحت داخل ہے۔

سیوطی کا قول کہ ایام عشرہ کے اعمال کو سب سے اعلیٰ قرار دیا گیا ہے تو جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے وہ خاص ہے یا جو حدیث کے اختتام ہے وہ مراد ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۹۹۲۷) والبخاری (۲۷۸۵) ومسلم (۱۸۷۸) والنسائی (۳۱۲۸) وابن حبان (٤٦٣٧) والبيهقی (۹/۱۵۸)

**الفوائد** : جہاد تمام اعمال میں اس لحاظ سے افضل ترین عمل ہے کیونکہ یہ دین کے اعلان، نشر اور کفر کے مٹانے اور بچھانے کا ذریعہ ہے۔ اس کی فضیلت اصل کا وسیلہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ (ابن دقیق العید)

۱۳۰۰ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلٰى مَتْنِهٖ يَبْتَغِي الْقَتْلَ اَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّهٗ اَوْ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ اَوْ شَعَفَةٍ مِّنْ هٰذَا الشَّعَفِ اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِّنْ هٰذَا الْاَوْدِيَةِ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِيْ خَيْرٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۰۰: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: "لوگوں میں سب سے بہتر زندگی والا وہ ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام اللہ کی راہ میں تھامنے والا ہو۔ جب بھی کوئی جنگی آواز یا گھبراہٹ آمیز آواز سنتا ہے تو اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اڑنے لگتا ہے اور موت یا قتل کے مقامات کو تلاش کرتا ہے یا پھر وہ آدمی جو کچھ بکریاں لے کر یا ان چوٹیوں میں سے کسی چوٹی یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں جائے۔ اقامت اختیار کرتا ہے، نماز قائم کرتا ہے، زکوٰۃ ادا کرتا ہے، اپنے رب کی عبادت میں موت آنے تک مصروف و مشغول رہتا ہے اور لوگوں کے ساتھ اس کا صرف خیر و بھلائی کا ہی تعلق ہے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ معاش الناس : جس پر لوگوں کی زندگی گزارنے کا دارومدار ہے۔ **لهم** : پہلا ظرف من خیر۔ رجل ممسك کے لئے محل خبر میں واقع ہے۔ رجل کا مضاف مقدر ہے اور **لهم** : یہ محل حال میں واقع ہے اور فی سبیل اللہ ممسک کی ضمیر سے حال ہے۔

**يطير على متنه**: یہ سرعت سے کنایہ ہے۔ **هيعه** : لڑائی کی آواز۔ او: یہ شک راوی کے لئے ہے۔ **فزعة** : خوفناک و گھبراہٹ کی چیز۔ **يبتغي القتل او الموت**: او سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی کو دونوں الفاظ میں شک ہے کہ کونسا استعمال کیا۔ اس سے یہ اشارہ کر دیا کہ لڑائی میں موت بڑی عظمت رکھتی ہے۔ خواہ بلاقتل ہو۔ **مظانةً** : یہ منصوب علی الظرفیت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ موت کو ان مقامات میں تلاش کرتا ہے جہاں موت کا گمان ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے وہ اپنی جان پیش کر دے۔ **ورجل** : یہ مبتداء ہے بر تقدیر اضافت سے معطوف ہے۔ **في غنيمة** : یہ ماقبل کی صفت ہے۔ ۲) اگر مصدر مانیں تو معاش مقدر کے متعلق ہے۔ یہ غنم کی تصغیر ہے۔ یہ مؤنث معنوی ہے۔ اسی وجہ سے تصغیر میں یا پائی جاتی ہے۔ **في رأس شعفة**: **في هذه الشعف** یہ شعفہ کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کی چوٹی پر۔ **او في بطن واد**: یہ او تنویع کے لئے ہے۔ یہ وادی میں اس لئے چلا گیا تاکہ خلوت میسر ہو جائے۔ **يؤتي الزكوة**

یعبد ربه : یہ عام کے خاص پر عطف کی قسم ہے۔ حتی یاتیه الیقین' یقین : موت کے معنی میں ہے۔
النجوۃ : اور یہ ظرف وصفی میں ضمیر سے یہ جملے محل حال میں ہیں۔ لیس من الناس الا فی خیر : وہ لوگوں کی بھلائی والی حالت کے علاوہ اور کسی میں شریک نہیں۔
فی خیر ای حال خیر: مضاف مقدر کے ساتھ یہ مستثنیٰ متصل ہے۔ باب استحباب العزله میں گزر چکی۔
**تخریج** : اخرجه مسلم (۱۸۸۹)
**الفرائد** : ① موت تک امورِ دین پر قائم رہنا چاہئے ② فساد کے وقت فتنوں سے الگ تھلگ رہنا افضل ہے ③ جہاد' رباط اور حرص شہادت افضل اعمال ہیں۔

۱۳۰۱ :وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ' مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۳۰۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہاد میں سو درجات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ ہر دو درجات میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے''۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ جملہ فعلیہ ظرفی خبر کے بعد دوسری خبر ہو۔ خبر میں ضمیر سے حال ہو تو قد مقدر ہوگا اور جملہ مستانفہ بھی بن سکتا ہے۔ اس میں مجاہد پر اللہ تعالیٰ کی عظیم عنایات اور مجاہد کی بڑی فضیلت مذکور ہے۔ جہاد کی عظمت ثابت کرنے کے لئے اللہ کا لفظ ظاہر لایا گیا حالانکہ ضمیر بھی کافی تھی کیونکہ اسم ذات کی طرف اضافت شان کو بڑھانے والی ہے۔
ما بین الدرجتین : دونوں میں ما موصولہ ہے اور صلے دونوں ظرف ہیں اور اس سے ان کے مقامات و منازل کی جنت میں بلندی مراد ہے۔
**تخریج** : اخرجه البخاری (۲۷۹۰) واحمد (۳/۸۴۲۷) وابن حبان (۴۶۱۱)
**الفرائد** : جہاد کے لئے نفیس ترین چیز کو صرف کر دینا چاہئے اس کے لئے مقابلہ کرنے والوں کو حصولِ خیر میں مقابلہ کرنا چاہئے۔

۱۳۰۲ :وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا ' وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا ' وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا ' وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ" فَعَجِبَ لَهَا اَبُوْسَعِيْدٍ فَقَالَ :اَعِدْهَا عَلَيَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' فَاَعَادَهَا عَلَيْهِ ' ثُمَّ قَالَ :"وَاُخْرٰى يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ ' مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمْ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" قَالَ :وَمَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ' اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۰۲: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے' اسلام کے دین ہونے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے پر راضی ہوگیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔'' اس پر ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب ہوا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کا اعادہ فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اعادہ فرمادیا۔ پھر فرمایا: ''دوسری چیز جس سے اللہ تعالیٰ بندے کے درجات سوگنا جنت میں بڑھا دیتے ہیں حالانکہ دو درجات میں آسمان و زمین کے برابر فاصلہ ہے۔ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد' اللہ کی راہ میں جہاد۔'' (مسلم)

**تشریح** ۞ **وجبت له الجنة**: خواہ ابتداءً نجات پانے والوں میں اسے داخلہ مل جائے یا آگ میں کچھ وقت ٹھہرنے کے بعد۔ اس میں اشارہ کیا کہ موت اسلام پر آنی ضروری ہے۔ **فعجب لها**: یہ لازم تعلیلیہ ہے۔ یا رسول اللہ ان محبوب چیزوں کو دوبارہ تذکرہ فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعادہ فرمانے کے بعد فرمایا: **اخرى يرفع الله**: **اى خصلة اخرى۔ في الجنة** یہ یرفع کے متعلق ہے۔ **درجتين**: یعنی ان سو میں سے ہر دو درجوں کے درمیان۔ **كما بين السماء والارض**: یہ جملہ اسمیہ مجاہد کی عظمت اور اس کے اعلیٰ مرتبہ کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا۔

**سیوطی کا قول**: قاضی کہتے ہیں شاید یہ اپنے ظاہر پر ہو اور درجات سے وہ مکانات مراد ہوں جو ایک دوسرے سے بلند ہیں اور یہ منازل جنت کی تعریف ہو جیسا کہ ان کے بالا خانوں کے متعلق وارد ہے کہ وہ چمکدار ستاروں کی طرح نظر پڑیں گے۔ ۲) یا معنوی بلندی مراد ہو کہ ان میں بے شمار نعمتیں ہوں اور وہ احسانات ہوں جن کا خیال بھی کسی انسان کے دل میں نہیں آیا اور جو مخلوق کے بیان سے باہر ہیں اور ان پر اکرام و احسان بہت ہی بڑھ کر ہوگا اور فضیلت میں باہمی فاصلہ آسمان و زمین کے برابر ہوگا۔ مگر اول معنی زیادہ ظاہر ہے۔ نووی کہتے ہیں اسی طرح درست معلوم ہوتا ہے' واللہ اعلم۔

**قرطبی کا قول**: **درجه**: بلند مقام کو کہتے ہیں۔ اس سے جنت کے بالا خانے ہیں۔ جن میں سب سے اعلیٰ جنت الفردوس ہے اور اس سے یہ گمان کرنا غلط ہے کہ جنت کے درجات اس عدد میں محصور ہیں بلکہ ان کی گنتی اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کو معلوم نہیں۔ کیا دوسری روایت میں صاحب قرآن کے متعلق یہ موجود نہیں کہ پڑھتے جاؤ اور تیرا آخری ٹھکانہ آخری آیت پر ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں درجات آیات قرآن مجید کے مطابق چھ ہزار سے زائد ہیں جب کسی کو قرآن مجید کے ساتھ جہاد بھی میسر آ گیا تو اسے وہ تمام درجات مل جائیں گے۔ اسی طرح وہ آدمی جس کے اعمال زائد ہوں۔ پھر ابوسعید رضی اللہ عنہ میں خصلت کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ جہاد ہے۔

**الجهاد في سبيل الله**: ابھارنے اور عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے دوبارہ لائے۔

**النحو**: یہ مرفوع ہو تو مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ **اى هو الجهاد**۔ سوال کے ذکر پر اکتفاء کیا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٤/١١١٠٢) ومسلم (٤٦١٢) والنسائي (٣١٣١) وابن حبان (٤٦١٢) والبيهقي (١٥٨/٩)

**الفوائد**: ① ایمان پر موت جنت کا باعث ہے ② مجاہدین کے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مختلف درجات ہوں گے۔

۱۳۰۳ : وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَھُوَ بِحَضْرَۃِ الْعَدُوِّ یَقُوْلُ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :"اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ" فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْھَیْئَۃِ فَقَالَ :یَا اَبَا مُوْسٰی آاَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ ھٰذَا؟ قَالَ : نَعَمْ فَرَجَعَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ فَقَالَ :اِقْرَاُ عَلَیْکُمُ السَّلَامَ" ثُمَّ کَسَرَ جَفْنَ سَیْفِہٖ فَاَلْقَاہُ ' ثُمَّ مَشٰی بِسَیْفِہٖ اِلَی الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِہٖ حَتّٰی قُتِلَ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۰۳: حضرت ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سنا۔ جب کہ وہ دشمن کے سامنے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں کے نیچے ہیں" اس پر ایک آدمی کھڑا ہوا' جس کی ظاہری حالت پراگندہ تھی' اس نے کہا اے ابوموسیٰ کیا تم نے واقعی رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پس وہ اپنے دوستوں کے پاس لوٹ کر گیا اور کہا میں تمہیں آخری سلام کہتا ہوں اور پھر اس نے اپنی تلوار کی نیام توڑ کر پھینک دی پھر اپنی تلوار لے کر دشمن کی طرف چل دیا اور دشمن پر اس سے حملہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ خود شہید ہو گیا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ قرطبی کہتے ہیں یہ انتہائی بدیع کلام ہے۔ اس سے جہاں جہاد پر ابھارا گیا وہاں اس پر ملنے والے ثواب کی بھی خبر دی گئی ہے اور دشمن سے قریب ہو کر لڑنے پر ابھارا گیا۔ تلواروں کے استعمال اور ان پر اعتماد کی طرف اشارہ کیا گیا اور اس میں بتلایا گیا کہ لڑنے والے مڈبھیڑ کے وقت' ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوتے ہیں تاکہ ان کی تلوار دشمن پر بلند ہوں اور اس طرح بلند ہوں گویا تلواروں نے ضاربین پر سایہ ڈال دیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تلوار سے لڑنے والے مجاہد کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے۔ باب الصبر میں بھی پہلے یہ روایت گزری۔ رث الھیئۃ : پھٹے کپڑوں والا۔ آانت سمعت: اس استفہام سے خبر کی تحقیق مقصود ہے کیونکہ ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان اور واسطہ نہ تھا۔ یہ وسائط جتنے بڑھتے ہیں خبر میں غلطی اور سہو کا گمان پیدا ہوتا جاتا ہے۔ ورنہ صحابی کی مرسل تو حجت ہے۔ اس کو تابعین کی مرسل کے ساتھ ملانا درست نہیں۔ **فرجع الی اصحابہ** : اس آدمی نے نعم میں جواب سن کر اپنے ساتھیوں کو الوداعی وصیت کی اور کہنے لگا: **السلام علیکم۔ ثم کسر جفن سیفہ** : جفن: تلوار کا غلاف۔ پھر تلوار کا غلاف توڑ ڈالا۔ جفن کی جمع جفون اور جفان بھی ہے۔ پلک کو بھی کہتے ہیں۔ **فالقاہ** : اس کو پھینک دیا کیونکہ دنیا کی زندگی سے اس نے امید ختم کر دی اور واپسی کا خیال ترک کر دیا۔ **الی العدو** : کفار جنگجوؤں کی طرف بڑھا اور لڑ کر جام شہادت نوش کر دیا۔ **حتی** : اسم مقدر کے لئے غایت ہے۔

**تخریج** : اخرجہ احمد (۷/۱۹۵۵۵) ومسلم (۱۹۰۲) والترمذی (۱۶۶۵) وابن حبان (۴۶۱۷) والحاکم (۲/۲۳۸۸) وأبو نعیم (۲/۳۱۷) والبیھقی (۹/۴۴)

**الفرائد** : ① الجنۃ تحت ...... یہ جوامع الکلم سے ہے۔ گویا دشمن کے مجمع میں گھس کر اپنی جان لڑا دے ② اخلاص سے شہادت کی نیت کرنے والا کیونکہ علائق دنیا سے الگ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیت پر اس کو ثواب دے دیتے ہیں۔

١٣٠٤ : وَعَنْ اَبِیْ عَبْسٍ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ جُبَیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۳۰۴: حضرت ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ کی راہ میں ایک بندے کے قدم غبار آلود ہوں اور اس کو جہنم کی آگ چھولے''۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبیر بن زید بن جشم انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض نے ان کا نام عبداللہ اور بعض نے معد بتلایا۔ (تقریب لحافظ) یہ صحابی ہیں اور بدر اور مابعد کے معارک میں شریک رہے۔ ان کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال تھی۔ ان کی روایات بخاری، ترمذی، نسائی نے ذکر کی ہیں۔ یہ روایت انہی نے نقل کی ہے۔ **ما اغبرت قدما۔ فتمسہ** : یہ ان کی وجہ سے منصوب ہے چونکہ جواب نفی میں آیا ہے۔ اس میں مجاہد کے لئے عظیم الشان شہادت ہے کہ اسے آگ سے نجات ملے گی اور اگر سبیل اللہ کو عموم پر محمول کریں تو پھر بشارت ہر طاعت کے متعلق عام ہو جائے گی۔ نسائی اور ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: **ولا اغبرت قدم فی عمل یبتغی بہ درجات الآخرۃ بعد الصلوۃ المفروضۃ کجھاد فی سبیل اللہ۔** (احمد، بزار، ترغیب منذری)

**تخریج** : أخرجه أحمد (٥/١٥٩٣٥) والبخاری (٩٠٧) والترمذی (١٦٣٨) والنسائی (٣١١٦) وابن حبان (٤٦٠٥) والبیهقی (٩/١٦٢)

**الفرائد** : جس آدمی نے اپنی انتہائی کوشش راہِ الٰہی میں صرف کی اور اس کے قدم غبار آلود ہوئے تو اُن پر آگ حرام ہو جاتی ہے۔

١٣٠٥ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ ، وَلَا یَجْتَمِعُ عَلٰی عَبْدٍ غُبَارٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۳۰۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ آدمی آگ میں داخل نہیں ہوسکتا جو اللہ کے خوف سے رویا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے۔ ایک بندے پر دو باتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں''۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ ۱) ممکن ہے کہ اصل داخلے کی نفی پر ہو پھر اس سے نجات کی بشارت ہو اس کی تائید سے یہ عرش والی روایت سے ہوتی ہے۔ اس میں مذکور ہے: **ورجل ذکر اللہ ففاضت عیناہ** (ابن عساکر) اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: **وعین بکت من خشیۃ اللہ** (بیہقی) اور ممکن ہے کہ ہمیشہ ہمیش کے داخلہ کی نفی ہو۔ **حتی یعود اللبن**: یہ تعلیق بالمحال کر کے اس کے لئے آگ کے داخلے کا محال ہونا ثابت کیا۔ **ولا یجتمع علی عبد** : یہ عبدالرحمٰن بن جبیر والی روایت کی طرح ہے اور پہلے احتمال کی مؤید ہے۔

**تخریج** : باب فضل البکاء من خشیة اللہ میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۳۰۶ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۰۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: "دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو آگ نہیں چھوئے گی: ایک وہ جو اللہ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری"۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ یعنی دو شخص مراد ہیں۔ جزء بول کر کل مراد لیا گیا۔ ایک بعید احتمال یہ ہے کہ اگر وہ آگ میں داخل ہوا تو آنکھ کو آگ کا اثر نہ پہنچے گا۔ **من خشیة اللہ**: ۱) من تعلیلیہ۔ لام کے معنی میں ہے ۲) ابتدائیہ بھی درست ہے۔ خشیت: وہ خوف جو تعظیم و معرفت سے پیدا ہو۔ اس وجہ سے اس کو علماء کے ساتھ خاص کیا گیا ہے: ﴿**انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء**﴾ **وعین باتت تحرس فی سبیل اللہ**۔ یہ ان لوگوں کو شامل ہے جو دشمن سے لشکر کی حفاظت کرنے والے ہوں اور اسی طرح جو سرحد پر حفاظت کرتے ہوں طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: **عینان تریان النار ابداً عین بکت فی جوف اللیل من خشیة اللہ و عین باتت تکلأ فی سبیل اللہ**۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (۱٦٤٥) والنسائی (٦/١٥) والدارمی (٢/٢٠٣) والحاکم (٢/٨٣)

**الفوائد** : اس روایت میں پہرہ اور خشیت سے رونے کی بڑی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔

۱۳۰۷ : وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۰۷: حضرت زید بن خالدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے سامان دیا گویا اس نے خود غزوہ کیا اور جو آدمی کسی غازی کے اہل و عیال پر بھلائی کے ساتھ نگران رہا اس نے بھی یقیناً جہاد کیا"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ جہز کا مطلب آلاتِ حرب اور زادِ سفر اور خرچہ رکاب وغیرہ میں اس کی معاونت کی۔ **فقد غزا**: اس کی وضاحت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ **سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول من جهز غازیا حتی یستقل کان له مثل اجره حتی یموت او یرجع**۔ ظاہر الفاظ مکمل سامانِ دنیا معلوم ہوتا ہے مگر اسی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضروری نہیں۔ کثیر و قلیل سب کو شامل ہے اور ابن ماجہ والی روایات ضعیف ہے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی

روایت میں اسی طرح ہے۔من جهز غازیا او خلفه فی اهله بخیر فانه معنا۔اورطبرانی کی زید بن ثابت والی روایت اس طرح ہے: من جهز غازیا فله مثل اجره ومن خلف غازیا فی اهله بخیر او انفق علی اهله فله مثل اجره۔

من خلف : یہ لام کی تخفیف سے ہے۔ بخیر: اس کا مطلب ان کی تمام یا بعض ضروریات کو پورا کیا۔خلف نائب بننے کے معنی میں آتا ہے۔ فقد غزا: وہ اجر میں اس کے مماثل ہے اگرچہ اس نے حقیقۃً میں غزوہ میں شمولیت اختیار نہیں کی۔ (ابن حبان) طبرانی کہتے ہیں: یہ روایت بتلا رہی ہے کہ جو شخص کسی مؤمن کی کسی عمل خیر میں معاونت کرے گا تو اس معاونت کرنے والے کو غازی جیسا اجر ملے گا۔اسی طرح جو گناہ میں کسی کا معاون ہوگا تو مددگار پر عامل کی طرح بوجھ ہوگا۔قرطبی کہتے ہیں بعض علماء کہتے ہیں یہ بدلہ بلا تضعیف ہے کیونکہ یہ دوسرے افعال واعمال پر بھی جمع ہو جاتے ہیں اور دلالت کرنے والے کے پاس تو فقط نیت ہی ہے اور یہ کہا گیا کہ جس آدمی نے کسی دوسرے آدمی کو اپنے اہل وعیال اور مال کا نگران بنایا اور اس نے خیر سے نائبیت کے فرائض انجام دیئے تو اس کو جانے والے کا نصف اجر ملے گا۔یہ بھی کہا گیا کہ ہر دو میں سے ایک جائے اجر ان کے مابین تقسیم ہوگا۔اس روایت کو مسلم نے ذکر کیا مگر اس حدیث میں اس سلسلہ کی کوئی دلیل نہیں۔ وجہ اول: یہ روایت عمل نزاع کو شامل نہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر اس سے خیر کی نیت کی تو گویا اسے کرنے والے کے برابر بلا اضافہ اجر ملے گا یا تضعیف کے ساتھ ملے گا۔ یہ روایت عمل مضاعف میں مشارکت کو چاہتی ہے۔پس دونوں کا حکم الگ ہوا۔ وجہ دوم: غازی کے مال اور اہل کا نگران عمل میں اس کا نائب ہے اگرچہ یہ وہی عمل نہیں۔گویا وہ بذات خود غزوہ میں شریک ہے۔وہ فقط نیت پر اکتفاء کرنے والا نہیں بلکہ وہ غزوہ کے لئے کام کرنے والا ہے۔جب وہ ایسا ہے تو اس کو غازی کی طرح کامل ثواب ملے گا اور کئی گنا وافر بھی ملے گا اور اسی حیثیت سے کہ جب اس کو غازی کے اجر کی طرف منسوب کیا جائے تو نصف ہوگا۔اس طرح سے یہ روایت اس روایت من خلف غازیا بخیر فقد غزا اور دوسری روایت: فله مثل نصف اجر الغازی و یبقی للغازی النصف میں موافقت پیدا ہوگئی۔غازی نے اس پر دو چیز نہیں ڈالی جو اس کے ثواب کی کمی کو لازم کرنے والی ہو۔یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا: من فطر صائمًا کان له مثل اجر الصائم لا ینقص من اجر شیء۔ اب اس کے مطابق نصف کا کلمہ مثل اور اجر کے درمیان گھسنے والا ہے۔گویا لفظ لانے والے تھے روایت بالمعنی میں یہ لفظ لاتے ہوئے تسامح ہوگیا۔اس کی دلیل دوسری روایت میں والاجر بینهما ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا اس کا عجز ثابت ہوگیا اور نیت درست رہی۔پس مناسب نہیں کہ اس بارے میں اختلاف کیا جائے کہ اس کا اجر خود عامل کی طرح کئی گنا بڑھایا جائے گا (عینی) ابن ماجہ نے ان الفاظ سے من جهز غازیا فی سبیل الله کان له مثل اجره من غیر ان ینقص من اجر الغازی شیئًا۔ اور دوسری روایت میں من جهز غازیًا حتی یستقل کان له مثل اجره حتی یموت او یرجع کے الفاظ سے نقل کی ہے۔احمد طبرانی نے معاذ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا: من جهز غازیا او خلفه فی اهله بخیر فانه معنا۔

**تخریج** : باب فی التعاون علی البر والتقوی میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۳۰۸ : وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَنِیْحَةُ خَادِمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ' اَوْ طَرُوْقَةُ فَحْلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ " رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۳۰۸: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''صدقات میں سب سے افضل صدقہ اللہ کی راہ میں سایہ کے لئے خیمہ دینا اور اللہ کی راہ میں کوئی خادم عنایت کرتا ہے یا پھر جوان اونٹنی کو اللہ کی راہ میں دینا ہے''۔(ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ **فی سبیل**: ظرف محل صفت میں واقع ہے۔ فسطاط بروزن فعلال۔ فا کا ضمہ و کسرہ دونوں درست ہیں۔اس وزن پر آنے والے الفاظ خلاف قیاس ہیں۔مثلاً انقسطاس القرطاس او ضحه خادم ۔ غازی کو خادم دیا۔ **او طروقة فحل** : اس کا مضاف محذوف ہے ای **منحة طروقة** : اس سے مراد وہ اونٹنی ہے جس کی طرف نر کا میلان ہو۔اگرچہ بالفعل ایسا نہ ہوا ہو۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (۱٦٣٢)

**الفرائد** : صدقات کی اعلیٰ قسم کا تذکرہ کر کے حاصل کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے۔

۱۳۰۹ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ فَتًی مِّنْ اَسْلَمَ قَالَ :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْغَزْوَ وَلَیْسَ مَعِیَ مَا اَتَجَهَّزُ بِهٖ قَالَ :"اِئْتِ فُلَانًا فَاِنَّهٗ قَدْ کَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ" فَاَتَاهُ فَقَالَ :اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَ یَقُوْلُ :اَعْطِنِی الَّذِیْ تَجَهَّزْتَ بِهٖ قَالَ :یَا فُلَانَةُ اَعْطِیْهِ الَّذِیْ کُنْتُ تَجَهَّزْتُ بِهٖ ' وَلَا تَحْبِسِیْ مِنْهُ شَیْئًا فَوَ اللّٰهِ لَا تَحْبِسِیْنَ مِنْهُ شَیْئًا فَیُبَارَكَ لَكِ فِیْهِ – رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۰۹: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس سامانِ جہاد نہیں۔فرمایا: تو فلاں کے پاس جا اس نے جہاد کا سامان تیار کیا پھر بیمار ہو گیا۔چنانچہ وہ اس کے پاس گیا اور کہا بے شک اللہ کے رسول تمہیں سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں وہ سامان مجھے دے دو جو تم نے جہاد کے لئے تیار کیا اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ اے فلانی اس کو وہ سارا سامان دے دو جو میں نے جہاد کے لئے تیار کیا تھا اور اس میں سے کچھ بھی روک نہ رکھنا۔اللہ کی قسم تو اس میں سے کوئی چیز بھی روک کر نہ رکھنا پس تمہیں اس میں برکت ڈال دی جائے گی۔(مسلم)

**تشریح** ۞ یہ قبیلہ ہے جن کا سلسلہ نسب یہ ہے: اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن ازد (لب اللباب الاصبہانی) **ما اتجهز به** : ارید کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ **قد تجهز**: یعنی اس نے غزوہ کے لیے سامان تیار کیا پھر بیمار ہو گیا۔ **فاتاه**: وہ اسلمی مریض کے پاس آیا۔ **اعطنی الذی کنت تجهزت به**:

یہ روایت بالمعنی ہے ممکن ہے آپ نے یہ لفظ بھی فرمائے ہوں۔ اصل مقصود اس چیز کا حاصل کرنا تھا جو جواب میں پائی جاتی ہے یا فلانۃ : خادمہ یا گھر والی کو کہا کوئی چیز بھی اس میں سے روک کر مت رکھو۔ فیبارك لك فیه: دونوں ظرف فعل کے معمول پر پہلا اس کا نائب اور دوسرا مفعول ہے۔

**تخریج** : باب فی الدلالة علی خیر میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۳۱۰ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ اِلٰی بَنِیْ لَحْیَانَ فَقَالَ : "لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَهُمَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهُ : "لِیَخْرُجْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ رَجُلٌ" ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ: "اَیُّکُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِیْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ بِخَیْرٍ کَانَ لَهٗ مِثْلُ نِصْفِ اَجْرِ الْخَارِجِ"۔

۱۳۱۰: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی طرف ایک دستہ بھیجا اور فرمایا ہر دو آدمیوں میں سے ایک جائے اور اجر دونوں میں مشترک ہوگا۔ (مسلم) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک نکلے۔ پھر بیٹھنے والے کو کہا جو تم میں سے نکلنے والے کے اہل وعیال کی بھلائی سے نگرانی کرے گا تو اس کو نکلنے والے کے اجر کے برابر آدھا ملے گا۔

**تشریح** ۞ یہ ہزیل قبیلہ کی شاخ ہے۔ اس وقت بنو لحیان کافر تھے۔ ان سے لڑائی کے لئے ایک جماعت کو روانہ فرمایا۔ ینبعث من کل: آدھے یہاں رہیں اور آدھے جہاں کے لئے جائیں والاجر بینهما : یہ اس وقت ہوگا جب یہ غازی کا خیر سے قائم مقام بنے۔ جیسا دیگر احادیث میں وارد ہے اور زید بن خالد جہنی کی روایت میں بتایا جا چکا کہ نصف کا لفظ مشکل اور اجر میں داخل کیا ہوا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١١٣٠١) ومسلم (١٨٩٦) وأبو داود (٢٥٠١) وابن حبان (٤٧٢٩) والطیالسی (٢٢٠٤) والبیهقی (٩/٤٠)

**الفوائد** : جہاد فی سبیل اللہ افضل ترین عمل ہے اور جہاد میں جانے والے کے مال و اولاد کی نگہبانی بھی اتنے ہی اجر کا مستحق بنتی ہے۔

۱۳۱۱ : وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَی النَّبِیَّ ﷺ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ؟ فَقَالَ : "اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ – فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "عَمِلَ قَلِیْلًا وَّاُجِرَ کَثِیْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ – وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ۔

۱۳۱۱: حضرت براء سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی جنگی ہتھیاروں سے ڈھکا ہوا آیا اور عرض کی

یا رسول اللہ کیا میں قتال کروں یا اسلام لاؤں؟ آپ نے فرمایا: ''اسلام لاؤ پھر لڑو''۔ پس وہ اسلام لے آیا اور پھر اس نے قتال کیا۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے عمل تھوڑا سا کیا اور اجر بہت زیادہ پالیا''۔ (بخاری و مسلم) یہ بخاری کے لفظ ہیں۔

**تشریح** ۞ **مقنع بالحدید**: اسلحہ سے ڈھنپا ہوا۔ بعض نے کہا جس کے سر پر خود ہو کیونکہ اوڑھنی کی جگہ سر ہی ہے۔ عینی کا قول یہ ہے کہ یہ اصرم بن عبد عبد الاشہل ہیں۔ (کرمانی) آپ ﷺ نے ان کا نام بدل دیا اور زرعہ نام رکھا دیا۔ (فتح الباری) **اسلم ثم قاتل**: کیونکہ اعمالِ صالحہ ایمان کے بعد قابل قبول ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**وما منعهم ان تقبل منهم نفقاتهم الا انهم كفروا بالله و برسوله**﴾ [التوبہ] **فاسلمه ثم قاتل** فا سے اشرہ کیا وہ اسی وقت ایمان لے آیا پھر اسے آپ ﷺ نے لڑنے کا حکم دیا اور توقف در خصت کا حکم نہ فرمایا۔ ثم سے اشارہ ملتا ہے کہ لڑائی سے تھوڑا توقف کیا۔ یا ثمؔ فا کی جگہ آیا ہے۔ **عمل تليلدوا اجرًا لغيرًا**: یعنی ایمان و قتال۔ ایمان اور اس کے بعد قتل کیا۔ اگر چہ قتل تاخیر سے تھا۔ اجرا کثیرا۔ یہ موصوف محذوف کی صفت ہے۔

**مسلم کی روایت کا فرق**: یہ ہے کہ بنی نبیت کا ایک شخص آیا جو کہ نصار کا ایک خاندان ہے اور کہنے لگا: **اشهد ان لا اله الا الله و انك عبده و رسوله ثم تقدم و قاتل حتى قتل فقال النبى صلى الله عليه وسلم عمل هذا يسيرًا و اجرًا كثيرًا**۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (۲۸۰۸) ومسلم (۱۹۰۰) وابن حبان (٤٦٠١)

**الفوائد**: بعض اوقات بظاہر معمولی عمل سے اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے عظیم بدلہ مل جاتا ہے۔

۱۳۱۲: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ''مَا اَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَلَهٗ مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا الشَّهِيْدُ يَتَمَنّٰى اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ'' وَفِيْ رِوَايَةٍ ''لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۱۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں کہ جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا کرے خواہ اس کو ساری زمین پر جو کچھ ہے وہ دے دیا جائے مگر شہید تمنا کرے گا کہ وہ دنیا کی طرف لوٹ جائے پھر دس مرتبہ قتل ہو۔ اس اعزاز کی وجہ سے جو شہادت پر اس نے دیکھا اور ایک روایت میں ہے اس لئے کہ وہ شہادت کی بزرگی دیکھے گا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یہ جملہ احد کی صفت ہے۔ **ان يرجع الى الدنيا**: کیونکہ دنیا آخرت کے مقابلے میں حقیر ہے۔ **و ان له ما على الارض من شئ**: پہلا ظرف خبر ما ہے اور ظرف ثانی ما کا بیان ہے اور محل حال میں ہے اور جملہ اسمیہ یحب کے فاعل سے حال ہے۔ **الا الشهيد**: یہ مرفوع حالت میں احد کا بدل ہے۔ **يتمنى**: جنت میں داخل ہونے کے بعد تمنا کرے گا کہ وہ دنیا کی طرف لوٹ کر جائے کیونکہ وہ شہید کا عظیم آرام دیکھ چکا۔ اس خواہش در جوع کو تمنا سے تعبیر اس لئے کیا

کیونکہ یہ محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی ہے۔

**النحو** : یتمنی : ۱) کا جملہ مستانفہ ہے جو کہ استثناء کی حکمت بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ ۲) اور شہید مبتداء ہو تو یہ اس کی خبر ہے اور پھر یہ جملہ مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہوگا یا ما کے اسم کا بدل ہوگا تو مرفوع ہوگا۔ لما یری من فضل الشهادة : وہ اس بات کو اس لئے چاہے گا کہ اگر وہ دنیا کی طرف دوبارہ لوٹ کر پھر شہید ہوا تو اس کا اکرام اور بڑھ جائے گا۔

**روایت کا فرق** : بخاری کی دوسری روایت میں "ما من عبد يكون له عند الله خير يسره ان يرجع الى الدنيا وان له الدنيا وما فيها الا الشهيد لما يرى من فضل الشهادة فانه يسره ان يرجع الى الدنيا وان له الدنيا وما فيها الا الشهيد لما يرى من فضل الشهادة فانه يسره ان يرجع الى الدنيا فيقتل مرة اخرى" اور مسلم کی ایک روایت میں "غير الشهيد فانه يتمنى" اور دوسری روایت میں اس طرح ہے: ما من نفس تموت لها عند الله خير لسيدها انها ترجع الى الدنيا و لان لها الدنيا وما فيها۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١٢٢٧٥) والبخاري (٢٧٩٥) ومسلم (١٨٧٧) والترمذي (١٦٤٦) والنسائي (٣١٥١) وابن حبان (٤٦٦٢)

**الفرائد** : مجاہد ہی ایسا دنیا سے جانے والا انسان ہے جو مر کر بھی دنیا میں لوٹ کر پھر مرنے کی تمنا کرتا ہے۔

۱۳۱۳ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلشَّهِيْدِ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ : "اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ"۔

۱۳۱۳: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ شہید کو ہر چیز معاف فرما دیں گے مگر قرضہ (معاف نہیں فرمائیں گے)"۔ (مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں ہے اللہ کی راہ میں شہادت قرضے کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ بن جاتی ہے۔

**تشریح** : الا الدين : ایک روایت میں ہے اور امام احمد نے اس روایت کو ہی لیا ہے اور دوسری روایت میں الا القتل کا لفظ ہے اس کو طبرانی نے معجم کبیر اور حلیہ میں نقل کیا گیا ہے۔ ابو نعیم کی ابن مسعود والی روایت میں اس طرح ہے: "القتل فى سبيل الله يكفر الذنوب كلها الا الامانة والامانة فى الصلوٰة والامانة فى الصوم والامانة فى الحديث و اشد ذلك الودائع" (جامع صغیر)

**تخریج** : أخرجه مسلم (١٨٨٦)

**الفرائد** : شہادت سے گناہ بخش دیے جاتے ہیں مگر انسانی حقوق باقی رہتے ہے انسانی حقوق کی ادائیگی کا خوب اہتمام کرنا چاہیے۔

۱۳۱۴ :وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَامَ فِیْھِمْ فَذَکَرَ اَنَّ الْجِھَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰہِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ :یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :"نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَیْفَ قُلْتَ؟ قَالَ : اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :"نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ ' مُحْتَسِبٌ ' مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ ' اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ ذٰلِکَ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۱۴: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ کا تذکرہ فرمایا کہ یہ اعمال میں سب سے افضل ہیں۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یارسول اللہ کیا حکم ہے اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو جاؤں تو کیا میرے گناہ مٹا دیے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا :"جی ہاں اگر تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جائے اس حالت میں کہ تو جم کر لڑنے والا' ثواب کی امید رکھنے والا! آگے بڑھنے والا نہ کہ پیچھے ہٹنے والا ہو۔ پھر رسول اللہؐ نے فرمایا تو نے کیا سوال کیا؟ اس نے عرض کیا: کیا حکم ہے اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہ مٹا دیے جائیں گے؟ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا:"جی ہاں جب کہ تو صبر کرنے والا' ثواب کا امیدوار' اقدام (خالص نیت سے لڑنا) کرنے والا ہو نہ کہ پیٹھ پھیرنے والا مگر قرضہ (معاف نہیں ہوگا) پس جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ بتلایا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **فیھم** سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ **الجھاد فی سبیل اللہ** : اس کو افضل ترین سے پہلے لا کر اس کی اہمیت واہتمام کی طرف اشارہ فرمادیا۔ **والایمان باللہ** : ۱) مجموعہ افضل ہے جیسا عطف کا تقاضا ہے۔ ۲) ہر ایک ان میں سے افضل الاعمال ہے اور یہ جہاد کی ضرورت کے پیش نظر ہے۔

**النحو** :اسم تفضیل جب معرفہ کی طرف مضاف ہو تو یہ اس کی مطابقت اور عدم مطابقت دونوں درست ہیں۔ **الرایت** : یہ اخبرنی کے معنی میں ہے۔ **تکفر** : مٹا دیے جائیں گے۔ **خطایای** : یہ خطیۃ کی جمع ہے۔ اس کی تعلیل معروف ہے خطیہ بروزن فعیلہ گناہ کو کہتے ہیں (شرح العمدۃ قلقشندی) آپ ﷺ نے اس کو ہاں میں جواب دیا اور فرمایا **وانت صابر محتسب** : جبکہ تو اللہ کی راہ میں ہو اور تو اس کے ثواب کا طالب ہو۔ **مقبل غیر مدبر** : جبکہ میدان سے فرار اختیار کرنے والا نہ ہو۔ اگر دشمن پر مڑ کر حملہ کے لئے پیچھے ہٹے یا لڑنے والوں کی تعداد معمولی رہ گئی اور یہ وہاں ٹھہرے تو جان کو تلف کرنے کے سواء فائدہ نہیں تو ایسا لوٹنا اس حکم میں شامل نہ ہوگا اور اجر کی کمی میں بھی یہ چیز مؤثر نہ ہوگی۔ ۲) ممکن ہے کہ عدم تکفیر میں مؤثر ہو جائے۔ اگرچہ یہ ایسے لوٹنے کی وجہ سے گنہگار نہ ہو۔ نووی کا یہ قول اس کی تائید کرتا ہے کہ اس شرط کا جواب محذوف ہے۔ **ای تکفر عنك خطایاك** اور لدلالة ما قبله علیه اور **قتلت** کی ضمیر مرفوع سے جملہ اسمیہ حالیہ بنے گا۔

**زملکانی کا قول** : ۱) احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد ہو کہ وہ آگے بڑھنے والا ہو کسی وقت بھی پیچھے ہٹنے والا نہ ہو۔ بسا اوقات

آدمی آگے بڑھتا ہے پھر پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔۲) یہ تاکید بھی بن سکتی ہے۔۳) یہ بھی ممکن ہے کہ تحسینہ کے مراد بینے سے بچانے کے لئے معنی کو پختہ کرنے کے لئے لایا گیا ہو جیسا اس ارشاد میں ﴿اموات غیر احیا ......﴾ [النحل] ۴) ممکن ہے ایک کو جوارح پر محمول کریں اور دوسرے کو قلوب پر اور اس کا برعکس بھی ہو سکتا ہے (فوت المغتذی للسیوطی)

**کیف قلت**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سوال دہرانے کا فرمایا تاکہ جواب کا اعادہ کرنے سے قرض کے معاملے کی عظمت میں خوب مبالغہ ہو جائے کیونکہ جب اسے معلوم ہو کہ شہید کا اجر قرضے کی شرط سے خالی ہے تو وہ بہت خوش ہوا لیکن قرضے والا حکم اس پر وارد کیا گیا کہ قرضہ اس سے مستثنیٰ ہے تو یہ اس طرح ہو گیا جیسا کہ نیند سے کسی کو جگا دیا جائے اور غفلت سے اس کو بیدار کر دیا جائے۔ یہ اعلان کے لحاظ سے زیادہ مؤثر ہے جو اس حالت میں ہو کہ نیند و غفلت نہ پائی جائے۔ (عاقوں)

**انت صابر محتسب مقبل غیر مدبر**: یہ خبر کے بعد خبر ہے۔ **الا الدین**: یہ استثناء منقطع ہے یا متصل یعنی وہ قرضہ جس کی ادائیگی کا ارادہ نہ ہو اور اس سے مراد انسانوں کے وہ حقوق ہیں جو اس کے ذمہ ہوں۔

**فان جبرئیل قال لی ذلک**: جبریل علیہ السلام وحی الٰہی سے یہ بات مجھے بتلائی ہے۔

**نووی کا قول**: اس میں مجاہد کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ اس کے تمام گناہ مٹا دیے جاتے ہیں سوائے حقوق العباد کے۔ ان کا کفارہ مذکورہ شرائط سے ہوگا اور وہ یہ ہیں: ۱) وہ صبر ثواب سے آگے بڑھنے والا ہو۔ پیچھے ہٹنے والا نہ ہو۔ ۲) بلا اخلاص اعمال کا فائدہ نہیں۔

**قرطبی کا قول**: حقوقِ انسانی کا معاف نہ ہونا اس شرط سے ہے کہ وہ ادائیگی سے باز رہا اس کا ارادہ بھی نہیں حالانکہ اس کو قدرت ہے۔ جب مجبور ہو تو کرم الٰہی سے امید ہو۔ اس کے سچے ارادے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے حقوق والوں کو راضی کر دیں گے جیسا کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں وارد ہے۔

**تخریج**: أخرجه مالك ۱۰۰۳) وأحمد (۸/۲۲٦٤۸) ومسلم (۱۸۸۵) والترمذی (۱۷۱۲) والنسائی (۳۱۵٦) والدارمی (۲/۲۰۷) وابن حبان (٤٦٥٤) وسعيد بن منصور (۲۵۵۳)

**الفوائد**: ① اعمال بلا نیت و اخلاص غیر مفید ہیں ② شہادت جیسا عمل بھی انسانی حقوق کو نہیں بخشوا سکتا۔

۱۳۱۵: وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: اَيْنَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ قُتِلْتُ؟ قَالَ: "فِي الْجَنَّةِ" فَاَلْقٰى تَمَرَاتٍ كُنَّ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۱۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا۔ اگر میں شہید ہو جاؤں تو میں کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: "جنت میں" چنانچہ اس نے وہ کھجوریں پھینک دیں جو اس کے ہاتھ میں تھیں۔ پھر کفار سے لڑتا رہا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ (مسلم)

**تشریح**: **قلت**: یہ اُحد کے میدان کا واقعہ ہے۔ اس آدمی کے نام کی اطلاع نہیں ہو سکی۔ (مسلم) شرط کا جواب حذف کر دیا گیا کیونکہ ما قابل میں دلالت پائی جاتی ہے۔ **فی الجنة**: جہاد میں اس کا اخلاص جانتے ہوئے آپ نے فیصلہ کن جواب دیا کہ تو بلاشبہ جنت میں جائے گا۔ **تمرات**: یہ تمرة کی جمع ہے۔ **فی یدہ**: اس نے ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں

اور ان کو کھانے تک کا وقفہ جنت میں داخل ہونے کے لئے طویل معلوم ہوا۔ (سبحان اللہ)

**تخریج** : أخرجه أحمد (٥/١٤٣١٨) والبخاری (٤٠٤٦) ومسلم (١٨٩٩) والنسائی (٣١٥٤) وابن حبان (٤٦٥٣) والبیهقی (٩/٤٣)

**الفوائد** : ① اعمالِ خیر میں زیادہ سے زیادہ آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے ② صحابہ کرام نصرتِ اسلام در غبت شہادت میں بہت آگے تھے۔

١٣١٦ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَصْحَابُهُ حَتّٰى سَبَقُوا الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى بَدْرٍ وَجَآءَ الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا يُقْدِمَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلٰى شَيْءٍ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا دُوْنَهُ" فَدَنَا الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "قُوْمُوْا اِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ قَالَ يَقُوْلُ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ : بَخٍ بَخٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا رَجَآءَ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِهَا قَالَ : "فَاِنَّكَ مِنْ اَهْلِهَا" فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِّنْ قَرَنِهٖ فَجَعَلَ يَاْكُلُ مِنْهُنَّ ثُمَّ قَالَ : لَئِنْ اَنَا حَيِيْتُ حَتّٰى اٰكُلَ تَمَرَاتِيْ هٰذِهٖ اِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيْلَةٌ فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهٗ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْقَرَنُ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَالرَّآءِ : هُوَ جَعْبَةُ النُّشَّابِ۔

١٣١٦: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چلے۔ یہاں تک کہ بدر میں مشرکین سے پہلے پہنچ گئے اور مشرکین آئے۔ (بعد میں) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں کوئی شخص کسی چیز میں کوئی قدم نہ اٹھائے جب تک کہ میں نہ کروں یا کہوں۔" چنانچہ مشرکین قریب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اٹھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔ عمیر بن ہمام کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔ آپ نے فرمایا: "جی ہاں۔" انہوں نے کہا خوب خوب! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں اس خوب خوب کی بات پر کس نے آمادہ کیا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم اس میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ میں جنت والوں میں سے ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک تو جنت والوں میں سے ہے پھر انہوں نے چند کھجوریں اپنے ترکش سے نکالیں اور انہیں کھانے لگے پھر کہا اگر میں زندہ رہوں تو ان کھجوروں کے کھانے تک بے شک یہ تو بڑی لمبی زندگی ہے! پس انہوں نے اپنے پاس جو کھجوریں تھیں انہیں پھینک دیا پھر کفار سے لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (مسلم) اَلْقَرَنُ : تیر رکھنے کا تھیلا۔

**تشریح** ۞ **الی بدر** : یہ کفارِ قریش کے ساتھ پہلی مڈبھیڑ کا واقعہ ہے جو بدرِ کبریٰ کے نام سے موسوم ہے۔ **لا یقد من احد ......... حتی اکون انا دونہ** : کسی بھی اقدام کی ممانعت فرما دی۔

**اَلنَّحْوُ** : انا : یہ اکون کی مستتر ضمیر کی تاکید ہے۔ دون یہ ظرف ہونے کی وجہ عمل کے متعلق ہے۔ **ای حتی اکون انا اقرب منہ الیہ** : مراد کسی بھی عمل کا ارتکاب ہے۔

**فدنا المشرکون** : یعنی لڑائی کے لئے صفیں بنا کر مشرکین مسلمانوں کے سامنے آئے۔

**السمٰوٰت والارض** : آسمان کی جمع لائے کیونکہ علویات اصل وذات کے لحاظ سے مختلف ہیں اور الارض کو مفرد رکھا کیونکہ سفلیات اصل کے اعتبار سے ایک ہیں (بیضاوی دقاضی)

**اَلنَّحْوُ** : جملہ اسمیہ جنت کی صفت ہے۔ **قولوا** : میں مسارعت کا معنی پائے جانے کی وجہ سے الی سے اس کو متعدی کیا گیا ہے۔

جنت کا عرض بیان کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس کی طوالت تو طوالت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے: ﴿**ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ**﴾ عمیر بن الحمام بن جموح بن عمرو الانصاری۔ آپ ﷺ نے ان کے اور ابوعبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کے درمیان مواخاۃ کرادی تھی۔ یہ دونوں بدر میں شہید ہوئے۔ بقول عاقولی عمیر کو خالد بن اعلم نے قتل کیا۔ **یا رسول اللہ جنۃ عرضھا** : یہ استفہام تقریری ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! تو انہوں نے کہا: بخ بخ۔ یہ خا کے کسرہ وفتحہ دونوں سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ معاملے کی تفخیم وتعظیم پر دلالت کرتا ہے۔ (نووی) بقول عاقولی یہ مبنی علی السکون ہے۔ وصل کی صورت میں مکسور آئے گا۔ مؤنث ہے۔ **یا یحملک** : تم نے یہ خوف سے کہا یا امید جنت میں تاکہ تم بھی اہل جنت سے ہو جاؤ۔ **لا واللہ** : نفی لامحذوف مقدر کی وجہ سے ہے اور مستثنیٰ مفرغ ہے یعنی میں نے یہ کسی علت کی وجہ سے نہیں کہا۔ فقط اہل جنت میں سے بن جانے کی امید میں کہا۔ **فانک من اھلھا** : یہ معجزۂ نبوت ہے کہ ایک امرِ غیبی کی بذریعہ وحی اطلاع دی اور اسی طرح ہوا۔ **فجعل یاکل منھن** : بھوک میں حصول طاقت کے لئے۔ ۲) اس خوش کن خبر سے اپنے آپ کو راحت پہنچانے کے لئے جیسا خوش کن خبر کے وقت لذیذ اشیاء کھائی جاتی ہیں۔ **لئن انا حییت** : لام تمہید قسم کے لئے ہے۔ ان شرطیہ ہے۔ انا ضمیر غمیر مستقر کی تاکید ہے جو کہ فاعل ہے اور مابعد اس کی تفسیر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: **لئن حییت انا** : یہ فعل شرط مضمر ہے۔ یعنی اگر میں زندہ رہا زندہ۔ **ھذہ** : زندگی غایت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ یہ کھجوریں کھانے کا واقعہ۔ **انھا لحیاۃ طویلہ**۔

**اَلنَّحْوُ** : جواب قسم کا جملہ ہے اور اس کو لا کر جواب قسم کو ذکر نہیں کیا اسی پر اکتفاء کر لیا۔ عاقولی: تخصیص کے لئے ضمیر منفصل کو اہل معانی کے ہاں مقدم کرنا درست ہے جیسا **قل لو انتم تملکون** : یہاں بھی اس نے گویا اپنے نفس کو اس حالت میں پایا کہ وہ اس زندگی کو شہادت پر ترجیح دے رہا ہے۔ اس نے نفس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور جس کی طرف نبی اکرم ﷺ آمادہ کر رہے تھے۔ **قوموا الی جنۃ......** : اس میں نفس کی سلامتی پر چند کھجوریں جو دس سے کم تھیں ان کے کھانے تک کی زندگی بڑی لمبی ہے جنت کی راہ میں حائل ہو رہی ہے۔ تمرات: جمع قلت۔ چند کی طرف ہے۔ قرن: قری۔ کھجور کا تھیلا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١٢٤٠١) ومسلم (١٩٠١) وأبو داود (٢٦١٨)

**الفرائد** : ① صحابہ کرام کو کلام نبوت پر کس قدر یقین تھا ② نصرت دین اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں صحابہ ہر وقت سرشار تھے۔

١٣١٧ : وَعَنْهُ قَالَ جَآءَ نَاسٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ ابْعَثْ مَعَنَا رِجَالًا يُعَلِّمُوْنَا الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَّةَ ، فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ سَبْعِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّآءُ فِيْهِمْ خَالِيْ حَرَامٌ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بِاللَّيْلِ يَتَعَلَّمُوْنَ وَكَانُوْا بِالنَّهَارِ يَجِيْئُوْنَ بِالْمَآءِ فَيَضَعُوْنَهُ فِي الْمَسْجِدِ وَيَحْتَطِبُوْنَ فَيَبِيْعُوْنَهُ وَيَشْتَرُوْنَ بِهِ الطَّعَامَ لِاَهْلِ الصُّفَّةِ وَلِلْفُقَرَآءِ ، فَبَعَثَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَعَرَضُوْا لَهُمْ فَقَتَلُوْهُمْ قَبْلَ اَنْ يَبْلُغُوا الْمَكَانَ فَقَالُوْا : اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا وَاَتٰى رَجُلٌ حَرَامًا خَالَ اَنَسٍ مِنْ خَلْفِهِ فَطَعَنَهُ بِرُمْحٍ حَتّٰى اَنْفَذَهُ فَقَالَ حَرَامٌ : فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اِخْوَانَكُمْ قَدْ قُتِلُوْا وَاِنَّهُمْ قَالُوْا : اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

۱۳۱۷: حضرت انسؓ سے ہی روایت ہے کہ کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ کچھ لوگ ہمارے ساتھ بھیج دیں جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں۔ آپؐ نے ان کی طرف ستر انصاری بھیجے جن کا لقب قراء تھا۔ ان میں میرے ماموں حرام بھی تھے یہ سب لوگ دن کو قرآن مجید پڑھتے' رات کو اس کا ورد کرتے اور سیکھتے سکھاتے' دن کے وقت میں پانی لا کر مسجد میں رکھتے اور لکڑیاں کاٹ کر ان کو فروخت کر کے اس کے بدلے میں اہل صفہ کے لئے اور فقراء کے لئے کھانا خریدتے۔ پس رسول اللہؐ نے ان کو بھیج دیا پھر لے جانے والے ان کے دشمن ہو گئے اور ان کو اصل مقام تک پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا۔ (انہوں نے قتل سے پہلے) دعا کی اے اللہ! ہماری طرف سے اپنے پیغمبر کو یہ بات پہنچا دے کہ ہماری ملاقات ہو گئی اور ہم اس سے راضی ہو گئے اور وہ ہم سے راضی ہو گیا۔ ایک آدمی حضرت انس کے ماموں حرام پر پیچھے سے حملہ آور ہوا اور ان کو اس طرح نیزہ مارا کہ ان کے آر پار ہو گیا اس پر حضرت حرام نے کہا: رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تمہارے بھائیوں کو قتل کر دیا گیا اور انہوں نے یہ کہا اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے پیغمبر کو یہ بات پہنچا دے کہ ہم اپنے رب کو مل گئے ہیں وہ ہم پر راضی ہو گیا اور ہم اس پر راضی ہو گئے۔ (بخاری و مسلم) یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔

**تشریح** ۞ ناس : یہ اہل نجد کے لوگ تھے جن کے سردار کا نام ابو براء بن ملاعب الاسنہ تھا۔ **یعلمونا**: دوسری نون محذوف ہے اور یہ نا ضمیر ہے۔ **بعث سبعین رجلاً من الانصار** : **بعث**: بھیجنے کے معنی میں ہے۔ انصار میں سے جو اہل صفہ تھے وہ مراد ہیں۔ انصار۔ یہ اسلامی نام اولا د اوس وخزرج کے لئے استعمال ہوا کیونکہ انہوں نے اسلام کی نصرت کا حق ادا کیا۔ **القراء** : جمع قاری کی ہے۔ **فیھم خالی حرام**: یہ انس کے ماموں ابن ملحان بن خالد بن زید بن حرام انصاری

بنی لحیان میں۔

**اَلْلُّغَات** : یہ جملہ القراء کی صفت یا حال ہے۔ ظرف کو اہتمام کے لئے مقدم کیا گیا ہے۔ **یتدار سونه باللیل یتعلمون** : یہ جملہ مستانفہ ہے جو ان کی مدح کے لئے لایا گیا ہے اور ظرف کا تعلق دوسرے فعل سے ہے۔ پہلے سے دلالت پر اکتفاء کرتے ہوئے حذف کر دیا۔ **یجیئون بالماء** : تاکہ مسلمان اس پانی سے فائدہ حاصل کریں اور وضوء اور دیگر ضروریات میں استعمال کر سکیں۔ دن کو وہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرے اور رات کو قیام تلاوت اور قرآن مجید پڑھنے پڑھانے میں صرف کرتے۔ **یحتطبون** : جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور اسے بیچ کر کھانے پینے کی اشیاء حاصل کرتے۔ باب افتعال کو استعمال کیا تا کہ لکڑیوں والے عمل میں مزاولت کی ضرورت ہے اس پر دلالت کرے۔ **الطعام** : میں الف لام عہد ذہنی کا ہو تو بازار میں میسر آنے والا کھانا اور جنس کا ہو تو جس پر کھانے کا اطلاق کیا جا سکے وہ مراد ہوگا جیسا اس ارشاد میں **لئن اکله الذئب** بھیڑیے کی جنس میں سے کوئی۔ **لاهل الصفه** : یہ فقراء غرباء تھے جن کا کوئی گھر نہ تھا۔ مسجد کے پچھلے حصہ بنائے جانے والے چبوترے میں اس کا قیام تھا۔ باب فضل الزہد میں ان کے حالات گزر رہے۔ **وللفقراء** : یہ خاص پر عام کے عطف کی قسم سے ہے تا کہ تعمیم ہو۔ **فبعثهم** : آپ ﷺ نے ان کو ان کفار کی طرف ایمان کی دعوت اور قرآن مجید کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ **فعرضوا لهم** : دشمن خدا عامر بن طفیل ان کے آڑے آیا اور خط لے جانے والے صحابی حرام بن ملحان کے سر پر نیزے سے وار کیا۔ جب خون ان کے ہاتھ پر بہنے لگا تو اس کو چہرے پر چھڑکا اور کہنے لگے **فزت و رب الكعبة** : بنی عامر کو ان پر حملہ کی دعوت دی انہوں نے انکار کر دیا اور کہا ہم ابو براء کے عہد کو نہیں توڑتے۔ اس نے مسلمانوں کے خلاف عصیہ سلیم رعل کو ابھارا تو انہوں نے اس کی بات پر لبیک کہی اور مسلمانوں کو دیکھ کر تلواروں سے ان پر پل پڑے۔ **فقتلوهم** : اور اسی میدان میں ان کو شہید کر ڈالا ابھی وہ ابوالبراء کے مکان تک نہ پہنچنے پائے تھے۔ **فقالوا** : جب دشمن نے ان کا گھیراؤ کر لیا تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔ **اللهم انا لا نجد من یبلغ رسولك منا السلام غیر فاقرئه منا السلام**۔ چنانچہ آپ کو جبرئیل علیہ السلام نے یہ اطلاع دی۔ **فرضينا عنك** : لقاء سے مراد شہادت کی موت پا کر تیرے عظیم فضل کی وجہ سے تجھ پر راضی ہو گئے۔ **ورضيت عنا** کہ تو نے ثواب والا وعدہ پورا کر دیا۔ ممکن ہے کہ موت کے بعد بارگاہِ الٰہی میں یہ کہا ہو۔ پہلی صورت میں معنی رضا یہ ہے کہ قضاء وقدر کے فیصلے پر ہم راضی ہیں اور تیری رضاء کی علامت یہ ہے کہ اپنی قضاء وقدر کے فیصلے پر ہمارے دل خوش کر دیئے۔ **من خلفه** : پچھلی جانب سے سر پر نیزہ مارا۔ **انفذه** : نیزہ سرسے پار کر دیا۔ **فقال حرام** : جبکہ خون سر اور چہرے پر پھوٹ نے لگا۔ **فزت** : میں شہادت سے کامیاب ہوا جو سعادت کا سبب ہے۔ **ان اخوانكم قد قتلوا** : تمہارے دوستوں کو دشمنوں نے قتل کر دیا ہے اور انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ ہمارے متعلق ہمارے پیغمبر کو اطلاع پہنچا دے کہ **قد لقيناك** : تیری راہ میں قتل ہو کر تجھے مل گئے۔ **فرضينا عنك** : اس لئے کہ ہم نے وہ دیکھ لیا جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا۔ **ورضيت عنا** : ہماری اس طاعت پر بے حساب ثواب عنایت فرمایا ہے۔

**نووی کا قول** : علماء کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا خیر احسان اور رحمت پہنچانا پس اس صورت میں یہ صفات افعال سے ہوں گے اور ارادہ کے معنی میں ہو تو صفات ذات سے ہوگا۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۱۰۰۱) ومسلم (۳/۱۵۱۱)

**الفوائد** : ① صحابہ کرام کی دین حق کے بلند کرنے کے لئے عظیم الشان قربانی کا تذکرہ ہے ② شہداء کا بارگاہ الٰہی میں اکرام یہ ہے کہ وہ یقیناً کامیاب ہونے والے ہیں ③ پیغمبر ﷺ کے معجزے کا ذکر ہے۔

۱۳۱۸ : وَعَنْهُ قَالَ :غَابَ عَمِّي اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ ' لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰٓؤُلَآءِ يَعْنِيْ اَصْحَابَهٗ وَاَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰٓؤُلَآءِ يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ – ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ :يَا سَعْدُ ابْنَ مُعَاذٍ الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ قَالَ سَعْدٌ : فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ! قَالَ اَنَسٌ :فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ ' اَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ اَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ ' وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ قَالَ اَنَسٌ : كُنَّا نَرٰى–اَوْ نَظُنُّ – اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَشْبَاهِهٖ "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ اِلٰى اٰخِرِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ' وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ الْمُجَاهَدَةِ۔

۱۳۱۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں حاضر نہ تھے۔ اس لئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس پہلی لڑائی سے جو آپ نے مشرکین کے خلاف لڑی غائب رہا۔ اگر اللہ نے مجھے مشرکین کے ساتھ لڑائی میں حاضری کا موقع دیا تو ضرور اللہ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں۔ جب اُحد کا دن آیا اور مسلمان بکھر گئے تو انہوں نے کہا اے اللہ میں تیری بارگاہ میں معذرت کرتا ہوں جو انہوں نے کیا یعنی ان کے ساتھیوں نے اور تیری بارگاہ میں بے زاری کا اظہار کرتا ہوں اس سے جو انہوں نے کیا یعنی مشرکین نے۔ پھر آگے بڑھے تو ان کا سامنا سعد بن معاذ سے ہو گیا تو کہنے لگے اے سعد بن معاذ! ربّ نضر کی قسم جنت یہ ہے۔ بے شک میں اس کی خوشبو اُحد سے ادھر پا رہا ہوں۔ پس سعد فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں وہ نہ کر سکا جو انہوں نے کیا۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے جسم پر اسّی سے کچھ زائد تلوار کے وار یا نیزے کے زخم یا تیر کے نشان پائے اور ہم نے ان کو اس حال میں پایا کہ وہ شہید ہو چکے اور مشرکین نے ان کا مثلہ کیا پس ان کو سوائے ان کی ہمشیرہ کے اور کسی نے نہ پہچانا۔ انہوں نے بھی انگلیوں کے پوروں سے ان کی پہچان کی۔ انس کہتے ہیں کہ ہمارا خیال یا گمان یہ تھا کہ یہ آیت ان کے اور ان ہی جیسے لوگوں کے بارے میں اُتری: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ ... مُؤْمِنُوْنَ﴾ سے کچھ ایسے مرد ہیں جنہوں نے اس وعدے کو پورا دیا جو اللہ تعالیٰ سے کیا۔ (بخاری و مسلم) باب مجاہدہ میں یہ روایت گزری۔

**تشریح** ❁ یہ انصاری خزرجی صحابی ہیں۔ قتالِ بدر میں موجود نہ تھے جو کہ ۱۷ رمضان ۲ھ میں پیش آیا۔ **فقال** : تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ ہونے پر افسوس کیا۔ **قاتلت المشرکین** : اس کے بعد فیہ محذوف ہے تاکہ جملے کا موصوف سے رابطہ ہو جائے اور یہ تذکرہ حسرت کے لئے ہے جیسے اس ارشاد میں ﴿رب انی وضعتها انثی والله اعلم بما وضعت وليس الذكر كالانثى﴾ [آل عمران: ٣٦]:

**ليرين الله ما اصنع**: لام اس قسم کو بتلانے کے لئے ہے جو مقدر ہے جس کا جواب یہ جملہ ہے۔ جواب شرط پر اکتفاء کیا۔ اسم ذاتِ کریم فعل شرط محذوف کا فاعل ہے۔ مفسر کے موجود ہونے کی وجہ سے اس پر اکتفاء کیا گیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو کرنا تھا اس کو متعین نہیں کیا تاکہ اس بتلائے ہوئے عاجز آنے کی صورت میں وعدہ خلافی میں ابتلاء کا شائبہ نہ ہو۔ اس لئے مجمل طور پر سچی بات کہی جوان کے جہاد میں محنت سے معلوم ہو رہی تھی۔ **فلما كان يوم احد**: ۳ھ میں جب معرکہ احد پیش آیا اور آخر میں تیر اندازوں کے مورچہ چھوڑ دینے کی وجہ سے جبکہ ان کو حکم آنے تک اپنی جگہ پر جمے رہنے کا تھا تو آخر کے لحاظ سے جو پیش آنا تھا وہ پیش آیا۔ اس وقت انس رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ کہے: **اللهم انی اعتذر** : اس سے ان اور اس کا فعل یعنی اپنی جگہ سے ہٹنا مراد تھا۔ **وابرأ اليك** : مشرکین کا فعل اللہ اور اس کے رسول کا انکار اور اس کے پیغمبر سے لڑائی والا فعل' اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر دشمن کی طرف بڑھے۔ سعد بن معاذ یہ منصوب ہے **الجنة و رب النضر**: جملہ قسمیہ ہے جو مبتداء اور خبر انی اجد کے درمیان حائل ہے۔ **انی اجد ريحها من دون احد**: کلام کو حقیقت پر محمول کرنا بھی درست ہے کہ ان ہوں نے اس کی خوشبو سونگھ لی تاکہ ان کو جہاد پر آمادہ کیا جائے اور وہ اس خوشبو کو پالیں۔ ۲) ان کے سامنے وہ جنت کردی گئی جو شہید کے لئے تیار کی جاتی ہے اور انہوں نے اس کو اس جگہ میں تصور کیا جہاں وہ لڑ رہے تھے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ جنت یہاں کمائی جاتی ہے اور میں اس کا شوق مند ہوں۔ **ان اصنع ما صنع** : یارسول اللہ! میں جہاد میں ان جیسا اقدام نہیں کر سکا کہ اپنے آپ کو دشمنوں میں پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر اس سے نکل گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکابر و اشراف کے حسن عمل کی گواہی دینی چاہئے۔ **بعضًا** : یہ تین سے نو تک بولا جاتا ہے اور مؤنث و مذکر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور صاحب مصباح کہتے ہیں یہ تیرہ سے انیس تک بھی استعمال ہوتا ہے مگر اس میں مذکر کے ساتھ ة قائم رہتی ہے اور مؤنث کے ساتھ حذف کی جاتی ہے۔ بیس سے زائد میں اس کا استعمال نہیں ہوتا۔ ابو زید وغیرہ نے اوپر کے اعداد میں بھی اجازت دی ہے۔ اس کا معنی مبہم غیر محدود ٹکڑا۔ حدیث باب میں بھی بیس سے اوپر اس کا استعمال ثابت ہو رہا ہے۔ (المصباح) **بالسيف** : تلوار کو معرفہ لائے **بقع** کو نکرہ لائے تاکہ تعبیر میں خوبصورتی ہو جائے۔ **قد قتل وقد مثل به** : اول مجہول ہے۔ مثل ناک' کان' ہونٹ کاٹنا تاکہ عبرت بن جائے۔ **الا اخته**: اس کا نام ربیع رضی اللہ عنہا ہے یہی ہے جن کے ہاتھ سے کسی عورت کا دانت ٹوٹا اور انہوں نے قصاص کا مطالبہ کیا۔ **ببنانه**: انگلیاں۔ بعض نے کہا اس کا واحد بنانۃ اور پورے۔ بعض کہتے ہیں اس کا بنانہ کہنے کی وجہ اس سے ان احوال کی درستگی ہوتی ہے جن سے انسان درست ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں: **فلان ابن بالمكان**: جبکہ اس مقام میں قرار اختیار کرے۔ (المصباح) **او**: شک راوی کے لئے کہ نوئی لفظ فرمایا یا نطن کا۔ **اشباهه** : یہ شبہ کی جمع ہے۔ جیسے حمل و احمال یا شبیہ کی جمع جیسے شریف و اشراف یا شبہ جیسے جمل و اجمال۔ اس کا معنی مشابہت ہے۔ **من المؤمنين**: الی آخر الایۃ میں یہ جملہ آیت پر عطف بیان ہے۔ باب المجاہدہ میں روایت

گزری۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی طلب شہادت میں دشمن سے قتال کا مطالبہ کرے خواہ اسے معلوم ہو کہ وہ قتل ہو جائے گا بہت سے صحابہ کرام وصالحین سے یہ ثابت ہے کیونکہ اگر وہ ہلاک ہو تو اس کا کما نڈر کے لئے مناسب نہیں کیونکہ اس کی ہلاکت سے پورے دستے کی ہلاکت ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی کراہت بھی منقول ہے۔ لان اموت علی فراشی احب الی من ان اقتل بین یدی صف یعنی یستقتل ۔ بعض نے اس کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف قرار دیا۔ قرطبی کہتے ہیں یہ درست نہیں کیونکہ ہلاکت میں ڈالنا نہیں۔ہلاکت تو اعراض من القتال نہیں ہے۔

**تخریج** : باب فی المجاهدة میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۳۱۹ : وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ لَمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا قَالَا : اَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ" – رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَهُوَ بَعْضٌ مِنْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِيْهِ اَنْوَاعٌ مِّنَ الْعِلْمِ سَيَاتِيْ فِيْ بَابِ تَحْرِيْمِ الْكَذِبِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

۱۳۱۹: حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" میں نے رات کو دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔وہ مجھے لے کر درخت پر چڑھے پھر مجھے انہوں نے ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو بہت خوبصورت اور اعلیٰ تھا کہ میں نے اس سے زیادہ شاندار گھر کبھی نہیں دیکھا۔دونوں نے کہا یہ گھر شہداء کا ہے۔ (بخاری) یہ طویل روایت کا حصہ ہے جس میں علم کی کئی قسمیں ہیں۔وہ "بَابِ تَحْرِيْمِ الْكَذِبِ" میں ان شاء اللہ آئے گا۔

**تشریح** ۞ رایت اللیلة : میں نے خواب دیکھا۔لیلہ میں یہ ظرف زمان مفعول ہے۔ رجلین : بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جبرئیل ومیکائیل علیہم السلام ہیں۔ فصعدا بی الشجرة : گھر کی عظمت وتفخیم شان کے لئے۔جس سے وہ زیادہ افضل تھا اس کو حذف کیا گیا۔ لم ار بالبناء : میں نے آج تک ایسی خوبصورت عمارت نہ دیکھی تھی۔قط ' ظرف زمان ہے۔ماضی کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ فدار الشهداء : یہ حدیث کا بعض حصہ ہے۔مصنف نے سابقہ عادت کے مطابق روایت کا کچھ حصہ ذکر کر دیا۔اس کی وضاحت باب تحریم الکذب میں آئے گی' ان شاء اللہ۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (١٢٨٦) وأخرجه أحمد (٧/٢٠١١٥) وابن حبان (٦٥٥) والطبرانی (٦٩٨٦) والترمذی (٢٢٩٥) والبیهقی (١٨٧/٢)

**الفرائد** : ① شہید کے لئے تیار کئے جانے والے بعض انعامات کو ذکر کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے زمرے میں شامل فرمائے۔

۱۳۲۰ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اُمَّ الرُّبَیِّعِ بِنْتَ الْبَرَآءِ وَهِیَ اُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ ، اَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَتْ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تُحَدِّثُنِیْ عَنْ حَارِثَةَ ، وَكَانَ قُتِلَ یَوْمَ بَدْرٍ ، فَاِنْ كَانَ فِی الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَاِنْ كَانَ غَیْرَ ذٰلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَیْهِ فِی الْبُكَآءِ؟ فَقَالَ :"یَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جِنَانٌ فِی الْجَنَّةِ وَاِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۳۲۰: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اُم ربیع بنت براء' یہ حارثہ بن سراقہ کی والدہ ہیں' خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حارثہ کے بارے نہیں بتلاتے۔ یہ حارثہ بدر میں شہید ہوئے تھے کہ اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کروں اور اگر کوئی دوسری بات ہے تو پھر میں اس پر خوب روؤں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے حارثہ کی والدہ! بے شک جنت میں بہت سے باغات ہیں اور یقیناً تیرا بیٹا تو فردوسِ اعلیٰ میں پہنچ چکا''۔ (بخاری)

**تشریح** : تصغیر ہے یا مشدد ہے۔ حارثہ بن سراقہ کا سلسلہ نسب یہ ہے: ابن حارث بن عدی یہ بنی عدی بن النجار سے ہیں۔ (ابن اسحٰق) ان کی کنیت ام حارثہ اور ام تبیع ہے۔ اس کو براء کی بیٹی قرار دینا بخاری کا وہم ہے کذا قال دمیاطی یہ ربیع بنت النضر ہیں جو کہ انس بن مالک کی پھوپھی ہیں اور اس کے بھائی کی بھتیجی براء ہیں۔ ترمذی اور ابن خزیمہ کی روایت میں اسی طرح ہے۔ گویا حدیث میں عمۃ البراء تھا۔ رواۃ نے اس کو بدل کر ام کر دیا۔ **الا** یہ حرف ہے جو عرض کے لئے آتا ہے۔ **كان قتل یوم بدر** : ان کو کسی نامعلوم آدمی نے تیر مارا۔ اس کو سہم غرب کہتے تھے اور اگر تیر مارنے والا معلوم ہو تو وہ سہم غرب وعرض نہیں بعض کہتے ہیں ان کو حبان بن عرقہ نے قتل کیا۔ اس نے تیر مارا جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ پس اس تیر کو غرب وعرض کا نام نہیں لیا جا سکتا۔ (عینی)

**ابن قتیبہ کا قول**: زیادہ فصیح لفظ غرب ہے۔ ابوزید کہتے ہیں اگر تیر مارنے والے معلوم نہ ہو تو غرب اور اگر معلوم ہو لیکن نشانے کے علاوہ دوسرے کو لگا ہو تو غرب ہے۔ ازہری فتحہ کو ترجیح دی حارثہ منظر دیکھنے نکلے قتال کے لئے نکلے تھے۔ جیسا احمد' نسائی نے روایت کیا ہے۔ **فان كان فی الجنة صبرت** : پھر اس کا اعلیٰ مقام کو پالینا مجھے تسلی بخش دے گا۔ **وان كان غیر ذلك** : اگر وہ آگ میں ہے تو میں اس پر خوب روؤں۔ اس لئے کہ وہاں ان دو کے علاوہ تیسرا مقام نہیں۔ بعض نے اس سے نوحہ کا جواز لینے کی کوشش کی مگر (روایت میں اس پر کوئی دلالت نہیں۔ احد کے بعد نوحہ کو حرام کیا گیا اور یہ بدر کے بعد کا واقعہ ہے۔ بخاری کتاب الزکوٰۃ کے الفاظ یہ ہیں: **فان كان فی الجنه لم ربك علیه۔ جنان فی الجنة** : اے ام حارثہ وہ جنت کے باغات میں ہے۔ **الفردوس الاعلی** : ہر چیز کو جامع باغ' بعض نے کہا۔ جس میں انگور ہوں یہ جنت کا مخصوص مقام ہے۔ اسے بعض نے قبطی' بعض نے سریانی' بعض نے رومی لفظ قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **اذا سالتم الله فاسألوه الفردوس انها اوسط الجنة واعلی الجنة واراه فوقه عرش الرحمٰن و منه تفجر انهار الجنة** (بخاری) : **اوسط** سے مراد بہترین' افضل وادسع پس اعلیٰ ہونے میں اشکال نہ رہا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢١٢٢٥٤) والبخاری (٢٨٠٩) والحاكم (٣/٤٩٣٠) وابن حبان (٩٥٨) وابن سعد

(۵۱۰/۳)

**الفوائد** : ① تمام شہداء میں اہل بدر کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے ② جتنے مشکل ترین حالات میں جو قربانی دے گا اتنا ہی اس کا مرتبہ بلند ہوگا۔

۱۳۲۱ : وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: جِيْءَ بِأَبِيْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَدْ مُثِّلَ بِهِ، فَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهِ فَنَهَانِيْ قَوْمٌ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۲۱: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے والد (عبداللہ) کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت پیش کیا گیا' اس حال میں کہ ان کا مثلہ کیا گیا تھا' ان کو آپ کے سامنے رکھ دیا گیا تو میں ان کے چہرے سے کپڑا ہٹانے لگا تو بعض لوگوں نے مجھے منع کیا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا فرشتے عبداللہ کو اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں"۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ یہ احد کے دن کی بات ہے۔

**اَلنَّحْوُ** : یہ جملہ ابی سے حال ہے۔ فوضع کا عطف جئ پر ہے۔ **اکشف عن وجهه** : کفار کے مثلہ کی وجہ سے ان پر غم کو ظاہر کرتے ہوئے ان کے چہرے سے کپڑا اتارنے لگا۔ کچھ لوگوں نے اس سے روکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **تازالت الملائكة** : ان کے شرف ومرتبہ کی وجہ سے فرشتے پروں سے ان پر سایہ کرنے والے ہیں۔ بخاری میں **"حتى رفع"** کا لفظ بھی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۵/۱۴۱۹۰) والبخاری (۱۲۴۴) ومسلم (۲۴۷۱) والنسائی (۱۸۴۱) وعبد الرزاق (۶۶۹۳) وابن سعد (۵۶۱/۳) وابن حبان ۷۰۲۱) والطیالسی (۱۷۱۱) والبیهقی (۴۰۷/۳)

**الفوائد** : ① اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والا اللہ تعالیٰ کی امان میں ہے ② عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا مرتبہ حاصل ہے۔

۱۳۲۲ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ تَعَالَى الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ وَإِنْ مَّاتَ عَلٰى فِرَاشِهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۲۲: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس نے سچی نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کی اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے مقامات میں پہنچا دیں گے۔ خواہ وہ بستر پر فوت ہو"۔ (مسلم)

**تشریح** ⊙ اس کے لئے کوشش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شہید بنا دیں بشرطیکہ صدقِ نیت سے ہو تو اللہ تعالیٰ صدقِ نیت کی وجہ سے شہداء کا درجہ عنایت فرما دے گا۔

**تخریج** : باب الصدق میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۳۲۳ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا اُعْطِیَهَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۲۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے سچائی سے شہادت طلب کی وہ اس کو دے دی جاتی ہے خواہ وہ شہادت نہ پائے"۔ (مسلم)

**تشریح** ⊙ اس کو نیت کا ثواب مل جاتا ہے۔ **ولو لم تصبه** : اگرچہ شہادت کی موت نہ آئے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۱۹۰۸)

**الفرائد** : ① اخلاصِ نیت سے طالبِ شہادت کو ثوابِ شہادت مل جاتا ہے اگرچہ ظاہر میں شہادت نہ بھی پائے۔

۱۳۲٤ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا یَجِدُ الشَّهِیْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا یَجِدُ اَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۳۲۴: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شہید قتل سے اتنی (معمولی) تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی تم میں سے کوئی چیونٹی کے کاٹنے سے محسوس کرتا ہے"۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ⊙ **من مس** : یعنی تکلیف۔ **القتل** : قتل اور اس کی تکالیف۔ **القرصة** : ہر تکلیف وہ چیز میں سے ہلکی تکلیف جو جلد ختم ہو جائے اور کسی مرض و بیماری کا باعث نہ ہو۔ **قرص**: انگلیوں کے اطراف سے پکڑنا اس پر حرفِ حصر لا کر اس کے الم کا اسم سے معمولی ہونا ظاہر کیا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۷۹۵۸) والترمذی (۱۶۷٤) والنسائی (۳۱۶۱) وابن ماجه (۲۸۰۲) والدارمی (۲٤۰۸) وابن حبان (٤٦٥٥) وأبو نعیم (۸/۲٦٤)

**الفرائد** : شہید سے شدت و سکراتِ موت ہٹا دیے جاتے ہیں اور اسے موت کے وقت اس طرح محسوس ہوتا ہے جیسے چیونٹی نے کاٹا ہے۔

۱۳۲٥ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِیْ بَعْضِ اَیَّامِهِ الَّتِیْ

لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ :"اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ ، وَاسْاَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ ، فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا ، وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ" ثُمَّ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتٰبِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۲۵: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی معرکہ میں جو دشمن کے ساتھ پیش آیا' سورج کے ڈھلنے کا انتظار فرمایا۔ پھر خطبہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔ مگر جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو صبر کرو اور یقین سے جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: ''اے اللہ تو کتاب کا اتارنے والا' بادلوں کا چلانے والا' گروہوں کو شکست دینے والا ہے۔ دشمن کو ہزیمت دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : **العدو** : مقاتل کفار مراد ہیں۔ **انتظر** : یہ بطور تفاؤل کے فرمایا۔ دکھ سے کشادگی اسی طرح میسر آئے۔ **لا تتمنوا القاء العدو** : اس سے اس لئے منع فرمایا کیونکہ اس میں اپنی قوت نفس پر بھروسہ اور اس کی طرف جھکاؤ ہے اور یہ بزدلی کا باعث بن جاتا ہے۔ جیسا فرمایا: ﴿ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً﴾ [توبہ : ۲۵] **واسألوا الله العافية** : دنیا و آخرت میں دکھ دینے والی تمام چیزوں سے سلامتی مانگو کیونکہ سلامتی میں راحت اور مشقتوں سے بچت اور پریشانیوں سے نجات ہے۔ **فاذا لقيتموهم** : جب بلاطلب ان سے سامنا ہو جائے تو **فاصبروا** : تم مت بھاگو بلکہ لڑائی میں ثابت قدمی دکھاؤ۔ **واعلموا ان الجنة تحت ظلال السيوف** : یہ جملہ تعلیلہ جو امر بالصبر کی علت کو ظاہر کر رہا ہے۔ باب الصبر میں اس کی تشریح گزری۔ پھر آپ نے ان کے صبر میں اضافہ کیلئے دعا فرمائی۔ **اللهم منزل الكتب** : یہ انزال سے اسم فاعل اور الکتاب الف لام جنس کا ہے تمام کتب مراد ہیں۔ اگر عہد خارجی کا ہو تو قرآن مجید مراد ہے۔ **مجری السحاب** : ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف لے جانا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی میں ہے۔ ﴿والسحاب المسخر بين السماء والارض﴾ [البقرۃ : ۱۶۴] **وهازم الاحزاب** : اگر الف لام عہد کا ہو تو ۵ھ خندق کے موقعہ پر بھاگنے والے کفار مراد ہوں گے جس کی تعداد دس ہزار بتلائی جاتی ہے اور اگر جنس کا مراد ہو تو تمام کفار کے لشکر مراد ہیں جو شکست خوردہ تھے اور ہو رہے ہیں اور اللہ کا لشکر وہ غلبہ پانے والا ہے۔ اوّل ظاہر ہے کیونکہ یہ ایک احسان تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمایا۔ آپ اپنی دعاؤں میں فرماتے: **هزم الاحزاب وحده**۔ **اهزمهم** : اے اللہ اس وقت ہمارا سامنا کرنے والے دشمنوں کو شکست عنایت فرمایا۔ باب الصبر میں روایت گزری۔

**تخريج** : باب الصبر میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ① ایضاً۔

۱۳۲۶ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ : اَلدُّعَآءُ عِنْدَ النِّدَآءِ وَعِنْدَ الْبَاْسِ حِيْنَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۳۲۶: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دعائیں ایسی ہیں جو رد نہیں کی جاتیں: (۱) اذان کے وقت کی دعا۔ (۲) لڑائی کے وقت کی دعا جب کہ آپس میں رن پڑ (یعنی دونوں فریقوں کے درمیان لڑائی شروع ہو چکی ہو) چکا ہو"۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ❁ **دعوتان** : یہ دعوۃ کی تثنیہ ہے ایک مرتبہ کی دعا۔ **لا تردان** : او شک راوی کو ظاہر کرتا ہے کہ لا تردان فرمایا یا قلما تردان فرمایا۔ قلما میں ما کا ضمہ ہے اور اگر قلت سے کنایہ ہو تو پھر دونوں روایتیں جمع ہو جاتی ہیں اور اپنے موضوع پر ان کے باقی رہنے کا احتمال ہے۔ پس مطلب یہ ہوگا کہ ان دو موقعوں پر دعا مسترد نہیں کی جاتی مگر کبھی کبھی۔ **الدعاء عند النداء** : اذان و اقامت کے وقت کی دعا۔ **و عند البأس** : لڑائی کے وقت کی دعا۔ **یلحم** : یہ جیم کے ساتھ بھی ہے۔ قریب ہونا مراد ہے کہ ایک کا گوشت دوسرے سے مل رہا ہے اور جیم سے گویا ہر ایک دوسرے کو ہتھیاروں سے لگام دے رہا ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (١٥٥) وأبو داود (٢٥٤٠) والدارمي (١٢٠٠) وابن حبان (١٧٢٠) والحاكم (١/٧١٢) والطبراني (٥٧٥٦) وابن الجارود (١٠٦٥) وابن أبي شيبة (١٠/٢٢٤) والبيهقي (١/٤١٠)

**الفرائد** : ① اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اسی طرح میدان جہاد میں مجاہد کی صف قتال میں دعا بھی مقبول ہے۔

۱۳۲۷ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا غَزَا قَالَ : اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِيْ وَنَصِيْرِيْ ، بِكَ اَحُوْلُ ، وَبِكَ اَصُوْلُ ، وَبِكَ اُقَاتِلُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۲۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو یوں دعا کرتے: "اے اللہ تو ہی میرا بازو اور مددگار ہے تیری مدد سے میں پھرتا اور تیری معاونت سے حملہ آور ہوتا ہوں اور تیری مدد کے ساتھ دشمن سے لڑتا ہوں"۔ (ابوداؤد، ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ❁ یعنی جب غزوہ کا ارادہ فرماتے تو مالک الملک کی سپرداری میں اپنے کو دیتے۔ **عضدی** : آپ میرے کامل و مکمل مددگار ہیں۔ **و نصیری** : یہ عطف تفسیری ہے آپ اکیلے ہی مددگار ہیں۔ **بك احول** : آپ کی مدد سے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک حالت سے دوسری میں منتقل ہوتا ہوں۔ **وبك احول** : اور دین کے دشمنوں پر آپ کی مدد سے حملہ آور ہوتا ہوں۔ صال القرن یعنی اس سے مقابل پر حملہ کیا۔ **وبك اقاتل** : اس میں مدد حاصل ہونے کے طریقہ کی طرف تعریض ہے۔ یہ اپنے نفس سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے اعتماد میں داخل ہونا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١٢٩٠٨) وأبو داود (٢٦٣٢) والترمذي (٣٥٨٤) والنسائي (٢٠٤) وابن حبان

(٤٧٦١)

**الفرائد:** ① جب آپ ﷺ غزوہ کی طرف جانے کا ارادہ فرماتے تو اللہ تعالیٰ سے نصرت و مدد طلب کرتے کیونکہ وما النصر الا من عند الله العزيز الحكيم۔

۱۳۲۸ : وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۳۲۸: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب کسی قوم سے خطرہ محسوس فرماتے تو یہ دعا فرماتے: اے اللہ ہم آپ کو ان کا مدمقابل قرار دیتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں''۔(ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ یعنی آپ کے حکم اور امر کو مقرر کرتے ہیں۔ **في نحورهم** : کہ وہ ان کے ارادوں کو دور کرنے والا بن جائے۔ **ونعوذ بك** : اور ان کے شرور سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اس میں اسماء باری تعالیٰ سے ان چیزوں میں پناہ مانگی جو انسان پر گراں گزرتی ہیں اور یہ چیز توکل کے خلاف تو کیا عین مطابق ہے۔

**تخریج** : باب ما يدعو اذا خالف ناساًاو غیرھم میں گزر چکی۔

**الفرائد:** ① ایضاً۔

۱۳۲۹ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۲۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی قیامت تک کے لئے باندھ دی گئی ہے''۔(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ خیل کا لفظ مؤنث ہے۔ اس کا واحد لفظاً موجود نہیں۔ اس کی جمع خیول ہے کیونکہ یہ مٹک کر چلتے ہیں' عرب کہتے ہیں: اختال الرجل' اختال به خيلاء ۔ **خيل** : غازی کا گھوڑا۔ اس کی دلیل سابقہ روایت ہے جس میں گھوڑے کی تین قسمیں بتلائیں اور ابن منذر کہتے ہیں ہر اعتبار سے وہ مراد نہیں اور حافظ کہتے ہیں جنس خیل بھی مراد لے سکتے ہیں یعنی وہ اس مقام پر ہیں کہ ان میں خیر ہو لیکن جس نے گھوڑے کو ناپسند عمل کے لئے باندھا اس عارضی معاملے کی وجہ سے اس کو گناہ ہوگا۔ **معقود في نواصيها الخير** : نواصی یہ ناصیۃ کی جمع ہے۔ پیشانی کے بالوں کا گچھا' پیشانی پر لٹکے ہوئے بال۔ ان کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عرب کہتے ہیں: **فلان مبارك الناصية** : ان کو بول کر انسان سے کنایہ کیا جاتا ہے (عینی) اس میں اشارہ ہے کہ تمام گھوڑوں سے یہ کنایہ کیا گیا ہے۔ مگر حافظ نے اس کو بعید قرار دیا اور اس کو ظاہر پر باقی رکھنا پسند کیا اور ممکن ہے کہ ناصیہ کو خاص اس لئے کیا ہو کہ یہ اس کا اگلا حصہ ہے۔ پس اس سے دشمن پر اقدام کرنے والے کی فضیلت

کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو۔ پچھلے حصے کا ذکر نہیں کیونکہ اس سے پیٹھ پھیرنا مراد ہوتا ہے۔ **الخیر** : خواہ جلد ملنے والی ہو یا بدیر۔ **الی یوم القیامۃ** : جب تک دین باقی ہے اور یہ دنیا کے آخر تک کا وقت ہے جبکہ تمام زمین پر کفر عام ہو جائے گا۔

**تخریج** : أخرجه مالك (١٠١٦) وأحمد (٢/٤٦١٦) والبخاري (٢٨٤٩) ومسلم (١٨٧١) والنسائي (٣٥٧٥) وابن ماجه (٢٧٨٧) وابن حبان (٤٦٦٨) والطيالسي (١٨٤٤) وأبو يعلى (٢٦٤٢) والقضاعي (٢٢١) والبيهقي (٦/٣٩٢)

**الفوائد** : ① جہاد قیامت تک باقی ہے۔ اس کے لئے گھوڑے پالنے اور اس کی تیاری کا ہر زمانہ کے مطابق سامان مہیا کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں اعزاز کا باعث ہے۔

١٣٣٠ : وَعَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ : الْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

**۱۳۳۰** : حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت تک کے لئے بھلائی گھوڑوں کی پیشانیوں میں باندھ دی گئیں ہیں یعنی اجر (ثواب) اور (مال) غنیمت''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ یہ عروہ بارقی رضی اللہ عنہ ہیں ان کو جعد بھی کہا جاتا ہے۔ بعض نے ابن ابی الجعد کہا۔ بعض نے کہا ان کے والد کا نام عیاض ہے۔ البارقی : یہ قبیلہ ازد کی ایک شاخ ہے۔ بارق بن عدی بن حارثہ بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن الازد بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان البتہ ان کو بارقی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بارق نامی پہاڑ کے پاس اترے اسی کی طرف منسوب ہو گئے۔ بعض نے اور بھی کہا ہے بعض نے کہا یمن کی ایک بستی مدار کے ایک پانی کا نام ہے۔ وہاں ازد کا قبیلہ عدی بن حارثہ بن عمرو مقیم ہوا اور اسی سے ان کا نام پڑ گیا۔ ان میں سعد بن عدی بھی ہیں جن کو بارق کہا جاتا تھا۔ دمیاطی کا خیال یہ ہے کہ یہ ذی بارق کی طرف نسبت ہے جو کہ ذی رعین کا ایک قبیلہ ہے۔ حافظ کہتے ہیں انہوں نے تیرہ روایات نقل کی ہیں۔ ایک حدیث متفق علیہ ہے۔ یہ سرحد پر مقیم تھے ان کے پاس کئی گھوڑے تھے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے تیار کئے جاتے تھے۔ ان میں ایک گھوڑے کو انہوں نے دس ہزار درہم میں خریدا تھا۔ شبیب بن غرقد کہتے ہیں میں نے ان کے گھر میں ۷۰ گھوڑے دیکھے جو سب جہاد کے لئے تھے۔ انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی۔ یہ وہاں پہلے قاضی ہیں ان کی احادیث کو تمام نے نکالا ہے۔ (تقریب تہذیب نووی)

**الخیل** ...... **الاجر** : ان کے رکھنے کا ثواب وہ عنقریب حاصل ہونے والی خیر ہے۔ **المغنم** : کفار سے حاصل کیا ہوا مال۔ یہ جلد ملنے والا بدلہ ہے۔

**النحو** : الاجر اور المغنم یہ دونوں الخیر سے بدل یا عطف بیان ہیں۔

طیبی کا قول : ممکن ہے کہ خیر کی تفسیر اجر سے کریں اور غنیمت ظہور و ملازمت سے استعارہ ہے۔ ناصیہ کا تذکرہ اس کے مرتبہ کی بلندی کی وجہ سے کیا۔ گویا اس کو ایک محسوس چیز سے تشبیہ دی جس کو ایک بلند جگہ پر رکھا گیا ہو۔ پس خیر کی نسبت مشبہ بہ کے لازم کی طرف کی گئی۔ ناصیہ کا تذکرہ استعارہ کو خالص کرنے کے لئے کیا۔ (فتح الباری) طبرانی نے اوسط میں جابر بن عبداللہ سے

اسی طرح روایت نقل کی ہے۔ الخيل معقود في بنواصيها الخير والنيل الى يوم القيامة واهلها معانون عليها قلد وها ولا تقلدوها الاوتار۔ احمد کی روایت معانون کے بعد فامسحوا بنواصيها وادعوالها بالبركه وقلدوها ولا تقلدوها الاوتار اور طبرانی نے کبیر میں الخیر کے بعد یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ والنيل الى يوم القيامة واهلها معانون عليها والمنفق عليها كالباسط يده في الصدقة وابوالها وارواثها لاهلها عند الله يوم القيامة من مسك الجنة۔ (جامع صغیر)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۱۹۳۷۲) البخاري (۲۸۵۰) ومسلم (۱۸۷۳) والترمذي (۱٦۹٤) والنسائي (۳۵۷٦) وابن ماجه (۲۳۰۵) والدارمي (۲٤۲٦)

**الفوائد** : ① مسلمانوں کے قیامت تک باقی رہنے کی بشارت ہے ② بہترین مال وہ ہے جو جہاد کے گھوڑوں کے ذریعہ حاصل ہو۔ (خطابی) ③ گھوڑا یا لتو جانوروں میں فضیلت والا ہے۔

۱۳۳۱ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، اِيْمَانًا بِاللّٰهِ ، وَتَصْدِيْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبَعَهٗ ، وَرِيَّهٗ ، وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِيْ مِيْزَانِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۳۳۱ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے اللہ کی ذات پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا۔ پس اس کا سیراب ہونا اور اس کی گھاس اور گوبر اور پیشاب قیامت کے دن اس کے میزان عمل میں ہوگی"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ یہ حبس کے معنی میں ہے۔ عینی رقمطراز ہیں: احتبس على الشيء واحتسبه : متعدی و لازم دونوں طرح مستعمل ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس کو اس لئے روکا ہوا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ سرحد میں کوئی نقص و بگاڑ پیدا ہو۔ ايمانا بالله : ایمان باللہ پر اخلاص اور اس کے حکم کی مکمل اتباع کرتے ہوئے۔ وتصديقا بوعده : اس پر مرتب ہونے والے ثواب کے وعدے پر یقین کرتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے روکنے اور پالنے پر وعدہ فرمایا پس جس نے گھوڑا باندھ کر رکھا گویا اس نے عمل سے یہ کہا اے میرے اللہ آپ نے میرے ساتھ سچا وعدہ فرمایا ہے۔ شبعه : چارہ وغیرہ جس سے وہ سیر ہوتا ہے۔ وريه : اس کی سیرابی۔ یہ روایت الماء سے لیا گیا ہے۔ في ميزانه : اس کے لئے میزان میں نیکیاں بنیں گی۔ عینی کہتے ہیں روث سے ثواب مراد ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ گوبر کا وزن کیا جائے گا۔ اسماء بنت یزید کی روایت میں وارد ہے کہ من ربطها رياء سمعته۔ ان میں یہ مذکور ہے۔ فان شبعها وريها الى آخره خسران في موازينه (احمد) جامع کبیر میں ہے کہ نیت پر اجر مرتب ہوگا اور اس میں یہ ہے کہ یہ نیکیاں گھوڑے والے کی طرف سے قبول کی جائیں گی کیونکہ شارع نے فرمایا کہ یہ اس کے میزان میں ہوگی۔ بخلاف اور نیکیوں کے وہ نہ مقبول ہوں گی اور نہ میزان میں داخل کی جائیں گی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۸۷۵) والبخاري (۲۸۵۳) والنسائي (۳۵۸٤) وابن حبان (٤٦۷۳) والحاكم

(٢/٢٤٥٦) والبيهقي (١٦/١٠)

**الفرائد** : اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جولوازمات بھی جمع کئے جائیں وہ عظیم الشان نیکیاں ہیں۔

١٣٣٢ :وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِيِّ ﷺ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ: هٰذِهٖ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سَبْعُ مِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۳۲: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مہار والی اونٹنی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے لئے اس کے بدلے میں سات سو اونٹنیاں ہوں گی جو تمام مہار والی ہوں گی (یعنی سواری کے لئے تیار)۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اس کی جمع خطم جیسے کتاب اور کتب مہر جانور کی ناک اور منہ کا اگلا حصہ اور پرندے کی چونچ کا ناک والا حصہ اور اونٹ کو نکیل اسی جگہ ڈالی جاتی ہے اس لئے اس کو خطام کہتے ہیں۔ **هذه في سبيل الله** یہ نکیل سمیت اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کرتا ہوں **لك بها** : بابدلیت کے لئے ہے۔ تجھے اس کے بدلے ہے **سبع مائة ناقة** جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروانے کی حالت ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿**مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة**﴾ [البقرة] **كلها مخطومة** کیونکہ اس کی نکیل پکڑ کر اس کا مالک جو چاہے اس سے کام لے سکتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٧٠٩٣) ومسلم (١٨٩٢) والنسائي (٣١٨٧) وابن حبان (٤٦٤٩) والحاكم (٦/٢٤٤٩) وأبو نعيم (١١٦/٨) والدارمي (٢٤٠٢)

**الفرائد** : ① صحابہ کرامؓ جانی قربانیوں کے علاوہ مالی قربانیوں میں کس قدر دلیر تھے ② صدقہ کرنے والے کا اجر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔

١٣٣٣ :وَعَنْ اَبِیْ حَمَّادٍ وَيُقَالُ اَبُوْ سُعَادَ وَيُقَالُ اَبُوْ اُسَيْدٍ وَيُقَالُ اَبُوْ عَامِرٍ وَيُقَالُ اَبُوْ عَمْرٍو وَيُقَالُ اَبُو الْاَسْوَدِ وَيُقَالُ اَبُوْ عَبْسٍ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ : "وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ ' اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ ' اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ ' اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۳۳: حضرت ابی حماد بعض نے کہا ابو سعاد یا کہا جاتا ہے ابو اسد اور یہ بھی کہا جاتا ہے ابو عامر اور کہا جاتا ہے ابو عمرو اور کہا جاتا ہے ابو الاسود اور کہا جاتا ہے ابو عبس عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بر سر منبر یہ فرماتے سنا: ''تم ان دشمنوں کے لئے تیاری کرو جس حد تک طاقت ہے خبردار! سن لو طاقت

تیراندازی ہے سن لو طاقت تیر اندازی ہے سن لو طاقت تیر اندازی ہے"۔ (مسلم)

**تشریح** ❁ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کی کئی کنیتیں ہیں حافظ نے تقریب ابوحماد کو ترجیح دی اور نووی نے ابوسعاد ابوسعید ابو عامر ابو عمرو ابوالسود ابوعبس ابوسید تہذیب میں ذکر کی ہیں۔ ان کے حالات پہلے کتاب الفضائل میں گزرے۔ **واعدوا لهم ما استطعتم** طاقت کے مطابق کفار کے مقابلہ میں تیاری کرو۔ **من قوة** قول کا بیان ہے۔ **ان القوة الرمي**۔ لڑائی انتہاء کی فائدہ مند تیر اندازی ہے یہ حصہ اسی طرح ہے جیسے: **الحج عرفة والبر حسن الخلق** جب حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو کمان کی فضیلت معلوم ہوئی تو ستر کمانیں جہاد کے لئے تیار کیں۔

**تخریج** : ١٣٤٤ أخرجه أحمد (٦/١٧٤٣٧) ومسلم (١٩١٧) وأبو داود ((٢٥١٤) وابن ماجه (٢٨١٣) والدارمي (٢٤٠٤) وابن حبان (٤٧٠٩) والطبراني (١١٢٧٢٢٥) والحاكم (٢/٣٢٦٧) والبيهقي (١٠/١٣)

**الفرائد** : ① ہر زمانے کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف آلاتِ حرب و ضرب مہیا کرنے چاہئیں تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی شوکت باقی رہے۔

❁ ❁ ❁

١٣٣٤ : وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ "سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ اَرَضُوْنَ وَيَكْفِيْكُمُ اللّٰهُ، فَلَا يَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۳۴: عقبہ بن عامر جہنیؓ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "عنقریب تم پر زمینوں کے فتح کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اللہ تمہارے لئے کافی ہو جائے گا۔ پس تم میں کوئی شخص بھی تیروں کے بارے میں کوتاہی کا شکار نہ ہو"۔ (مسلم)

**تشریح** ❁ راء کے فتحہ سے ارض کی جمع تکسیر ہے جس کو جمع مذکر سالم والا اعراب دیا گیا ہے۔ **ویکفیکم الله**۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے دشمنوں کے خلاف لڑائی کے لئے کافی ہو جائیں گے۔ **ان یلهو باسهمه** یہ سہام کی جمع علت ہے اور اس کی جمع کثرت سہام کے وزن پر آتی ہے نووی کہتے ہیں اس سے تیر اندازی کی مشق پر آمادہ کرنا مقصود ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١٧٤٣٨) ومسلم (١٩١٨) والترمذي (٣٠٩٤) وابن حبان (٤٦٩٧) والطبراني (١٧/٩١٢) والبيهقي (١٠/١٣)

**الفرائد** : ① اگر مسلمان اپنی مسلمانی پر قائم رہیں تو ان کے لئے غلبہ کی بشارت ہے۔ اے اللہ! مسلمانوں کو صحیح مسلمان بنا آمین۔

❁ ❁ ❁

١٣٣٥ : وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ عُلِّمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا اَوْ فَقَدْ عَصٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۳۵: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے تیر اندازی سیکھ کر اس کو

چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں یا اس نے نافرمانی کی"۔ (مسلم)

**تشریح** ⊙ وہ ہمارے طریقہ کو اپنانے والوں سے نہیں۔ او یہ شک راوی کے لئے ہے **فقد عصى** نووی کہتے ہیں تیر اندازی سیکھنے کے بعد بھولنے والے کے لئے بڑی وعید ہے جو بلا عذر اس کو چھوڑے کراہت شدیدہ میں مبتلا ہونے والا ہے ان دونوں روایات کو خطیب نے اس طرح ذکر کیا: "من علم الرمي ونسيه فهي نعمة جحدها"

**تخریج** : أخرجه مسلم (۱۹۱۹) أخرجه أحمد (۶/۱۷۳۳۹)

**الفرائد** : ① فنونِ حرب کو حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ کفر کے خلاف اس کو موقعہ بموقعہ استعمال کیا جا سکے۔

۱۳۳۶ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ : صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِيْ صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ ' وَالرَّامِيْ بِهٖ ' وَمُنْبِلَهٗ- وَارْمُوْا وَارْكَبُوْا وَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ تَرْكَبُوْا – وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عُلِّمَهٗ رَغْبَةً عَنْهُ فَاِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا اَوْ قَالَ – كَفَرَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔

۱۳۳۶: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "اللہ تعالی ایک تیر سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں۔ اس کا بنانے والا جو اس کے بنانے میں بھلائی کی نیت کرنے والا ہو۔ تیر چلانے والے اور اس کو تیر نکال کر دینے والا۔ تم تیر اندازی کرو' گھڑ سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا سواری سیکھنے سے زیادہ محبوب ہے۔ جس نے تیر اندازی کو سیکھنے کے بعد بے رغبتی سے چھوڑ دیا۔ اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا یا اُس نے نعمت کی ناشکری کی"۔ (ابوداؤد)

**تشریح** ⊙ یعنی ایک تیر تین آدمیوں کے جنت میں داخلے کا سبب بنتا ہے صانعه (ا) ثلاثہ کا تابع ہونے کی وجہ سے منصوب یا اعنی کا مفعول بننے کی وجہ سے منصوب ہے (۲) ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے: یحتسب فی صنعه جو بنانے میں قربِ الٰہی طالب ہو۔ الرامي به ومنبله منبل اسم فاعل ہے وہ شخص جو تیر اٹھا اٹھا کر تیر انداز کو دے عرب کہتے ہیں: نبلته اذا ناولته اسهم سير في به العدو (النهاية) اس کی دو صورتیں ہیں (ا) تیر انداز پہلو میں یا پیچھے کھڑا ہو کر اس کو ایک ایک تیر دے۔ (۲) اس کی طرف پھینکے جانے والے تیر اکٹھے کر کے اسے دے۔ تاکہ وہ تیر اندازی کرے۔ بقول منذری جو صحابہ کے لئے اپنے مال سے تیر تیار کر کے مہیا کرے اور اسکو تقویت پہنچائے۔ بیہقی کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان الله عزوجل يدخل بالسهم الواحد ثلاثة نفر الجنة صانعه الذي يحتسب في صنعته الخير والذي يجهز به في سبيل الله والذي يرمي به في سبيل الله (منذری) ابن رسلان کہتا ہے کہ یحتسب سے پہلے جملہ کو مقید کیا گیا ہے اس قید کا لحاظ اس کے قرین میں بھی ہوگا۔ ارموا الدواب لڑائی کے جانوروں پر سواری کی تدریب و عادت ڈالو اور تیر اندازی کی بھی۔ احب الي کیونکہ شہسواری سے اس کا فائدہ بڑھ کر ہے من ترك الرمي جس سے تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس سے اعراض کر کے نہ کسی عذر کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ سابقہ روایت میں بھی اس قید کا لحاظ ہے۔ فانها

نعمۃ۔ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو وہ طاق نسیان میں نہ رکھے۔ ترکھا کفر۔ اس کا چھوڑنا ناشکری ہے۔ حاکم نے نعمۃ کفرھا کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ شارح کا قول جس نے تیراندازی سیکھی اس کو دفاعِ دین کا ایک طریقہ ہاتھ آ گیا اور دشمن پر ضرب لگانے کی راہ معلوم ہوگئی اور جہاد کا وہ اہل بن گیا اس کو ترک کر کے اس نے جہاد میں کوتاہی کی ہے۔ ماوردی کا قول ہے کہ اگر اس کو حاصل کرنے کا مقصد غلط نہ ہو تو مباح ہے اگر اس نے ڈاکہ زنی کے لئے سیکھا تو یہ حرام ہے (ماوردی) لیس من اللھو۔ یہ تین چیزیں سہو میں شمار نہ ہوں گی (۱) گھوڑے کو سکھانا (۲) اپنے اہل سے کھیل کی باتیں کرنا (۳) کمان سے بطور مشق تیراندازی۔ یہ روایت کا حصہ اکتفاء کی وجہ سے چھوٹ گیا غرض باب سے تو اس کو بھی پہلے حصے کی طرح تعلق ہے (مترجم)

**تخریج** : أخرجه أحمد (١٧٣٣٧) وأبو داود (٢٥١٣) والحاكم (٢/٢٤٦٧) والنسائي (٣١٤٦) وابن ماجه (٢٨١١) والدارمي (٢٤٠٥)

**الفوائد** : ① نشانہ بازی کی فضیلت ظاہر ہو رہی ہے۔ اس سے دوسرے تمام اسلحہ کے استعمال کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

١٣٣٧ : وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى نَفَرٍ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ : "اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۳۳۷: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا گزر ایک جماعت کے پاس سے ہوا جو تیراندازی میں مقابلہ کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "اے اسمٰعیل کی اولاد! تم تیراندازی کرو۔ بے شک تمہارا باپ تیرانداز تھا۔" (بخاری)

**تشریح** ۞ یہ دادا کی طرف نسبت ہے۔ اس کا سلسلہ نسب اس طرح ہے سلمہ بن عمرو بن الاکوع ؓ جلیل القدر صحابی ہیں۔ نفر: یہ تین سے نو تک بولا جاتا ہے یہ لوگ قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے جیسی احادیث میں موجود ہے ینتضلون: جو تیر اندازی میں مقابلہ کر رہے تھے۔ انتضل و تناضل: یعنی تیراندازی میں مقابلہ کیا۔ ناضلہ اذا راماہ عن فلان اذا رمیٰ عنہ [النہایہ] فان اباکم کان رامیًا۔ عینی نے لکھا کہ "کل العرب من ولد اسماعیل بن ابراھیم علیھما السلام" (ابن سعد) مکحول سے نقل کیا گیا: "العرب کلھا بنو اسماعیل الا اربع قبائل السلف' الاوزاع' و حضر موت و ثقیف" (کتاب الزبیر) ابن صاعد نے کتاب النصوص میں یہی بات لکھی ہے جس سے اہل نسب نے کہا کہ اہل یمن بھی اولادِ اسماعیل سے ہیں۔ حافظ نے اس استدلال کو کمزور قرار دیا اسلم قبیلہ قحطانی ہے اس روایت سے ثبوت ملتا ہے کہ دادا کو "اب" کہا جا سکتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٥/١٦٥٢٨) والبخاري (٢٨٩٩) وابن ماجه (٢٨١٥) والطبراني (٦٩٩١) والحاكم (٢٤٦٥) وابن حبان (٤٦٩٣) والبزار (١٧٠٢) والبيهقي (١٠/١٧)

**الفوائد** : ① جدِ اعلیٰ بھی جد ہی کہلاتا ہے ② صاحبِ فن کا تذکرہ اس کی عظمت اور بعد والوں کی ترغیب کے لئے درست ہے ③ بزدل کو اچھی خصلتیں اپنانی چاہئیں۔

۱۳۳۸ :وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهُ عَدْلُ مُحَرَّرَةٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۳۸: حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر پھینکا اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے"۔ (ابوداؤد' ترمذی) دونوں نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ان کے حالات باب الرجاء میں ملاحظہ کریں من رمیٰ بسھم فی سبیل اللہ۔ عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ خواہ وہ تیر دشمن کو لگے یا نہ لگے اس کو ثواب ملے گا صراحۃً اس حدیث میں ہے: "من رمی بسھم فی سبیل اللہ فبلغ سھمه العدو اصاب او اخطاء فعدل رقبة" (طبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک عن ابن عمر) عدل غیر جنس سے بدل عدل جنس بدل۔ بعض نے برعکس کہا۔ النہایہ۔ محررۃ: آزاد کردہ گردن۔ اس کے موصوف کو حذف کر دیا۔ طبرانی نے عمر انصاریؓ سے اسی طرح روایت کی من رمی بسھم فی سبیل اللہ فقصر او بلغ کان ذلك له نورًا یوم القیامة" اور حاکم نے ابی نجیح کی روایت اسی طرح نقل کیا ہے:۔ "من رمیٰ بسھم فی سبیل اللہ کان کمن اعتق رقبة" جامع کبیر ملاحظہ ہو۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٧) والترمذی (١٦٤٤) وأبو داود (٣٩٦٥) والنسائی (٣١٤٢) وابن ماجه (٢٨١٢) والحاکم (٢٤٦٩) وابن حبان (٤٦١٥) والبیهقی (١٠/٢٧٢)

**الفرائد** : ① اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر پھینکنے سے اتنا بڑا درجہ ملتا تھا کہ دو درجوں کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔

۱۳۳۹ :وَعَنْ اَبِيْ يَحْيٰى خُرَيْمِ ابْنِ فَاتِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَ لَهُ سَبْعُ مِائَةِ ضِعْفٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۳۹: حضرت ابویحییٰ خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اللہ کی راہ میں کچھ بھی خرچ کیا اس کے لئے سات سو گنا لکھا جاتا ہے"۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** خریم صیغہ تصغیر ہے اس کا سلسلہ نسب یہ ہے خریم بن اخرم بن شداد بن عمرو بن فاتک۔ یہ بنو اسد سے تعلق رکھتے ہیں ان کی نسبت دادا کی طرف ہے ان کے دادا حدیبیہ میں موجود تھا۔ ان کے متعلق بدر میں حاضر ہونا معلوم نہیں۔ انہوں نے خلافت معاویہؓ کے دوران مقام رقہ میں وفات پائی۔ اصحاب سنن اربعہ نے ان سے روایت لی ہے اور بدر میں حاضری درست قرار دیا بخاری اور اکثر علماء نے ان کو شامیین میں شمار کیا اور بعض نے کوفیین میں (تہذیب نووی) انہوں نے دس روایات نبی اکرم سے نقل کی ہیں۔ (مختصراً تلقیح) من انفق: خرچ کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ صحیفہ اعمال یا عالم ملکوت میں

سات سو گنا اجر لکھتے ہیں آیات اسکی شہادت دیتی ہیں مستدرک میں خریم بن فاتک سے اس طرح نقل کیا: ''من انفق نفقة فاضلة في سبيل الله فبسبع مائة ضعف' ومن انفق على نفسه او على اهله او عاد مريضا او اماط اذى عن الطريق فهي حسنة بعشر امثالها' والصوم جنة مالم يخرقها ومن ابتلاء الله في جسده فهو له حطة۔

(طبرانی'احمد'ابن منیع' دارمی'ابویعلی' شاشی'ابن خزیمہ'حاکم فی المستدرک'بیہقی فی الشعب والدارقطنی وابویعلی الموصلی عن ابی عبیدہ بن الجراح)

(جامع کبیر)

**تخریج** : أخرجه أحمد (١٩٠٥٨) والترمذي (١٦٣١) والنسائي (٣١٨٦) الكبرى (٣/٤٣٩٥) وابن حبان (٤٦٤٧) والحاكم (٢/٢٤٤١) والطبراني (٤١٥٥)

**الفوائد** : ① اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو سات سو گنا زیادہ بدلہ ملے گا۔

۱۳۴۰ : وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُوْمُ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۴۰: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو بندہ اللہ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس دن کے بدلے میں اس کے چہرے کو آگ سے ستر خریف (سال) دور کر دیتے ہیں''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** : عبد سے مذکر و مؤنث جو مکلف ہو وہ مراد ہے مرد کے لئے طاعت پر قائم رہنے کی وجہ سے ذکر کیا۔ ورنہ خصوصیت نہیں۔ **یصوم یوما**۔ اللہ تعالیٰ اس کے روزے کی وجہ سے اسکے چہرے یعنی ذات کو جیسا اس آیت میں فرمایا: **ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام** ﴾ سو فرمایا: **کل شیء هالك الا وجهه**۔ حدیث میں مجاز مرسل مانیں یا ظاہر عمل کریں چہرے کے پھیرنے سے تمام جسم کا پھیرنا مراد ہے احمد و ترمذی میں اسی طرح کی روایت موجود ہے جس میں زحزح کی بجائے باعد کے لفظ ہیں اور نسائی نے ابو سعید کے خریف کی بجائے عاما کا لفظ نقل کیا ہے۔

**تخریج** : باب وجوب صوم رمضان میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۳۴۱ : وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۴۱: حضرت ابوامامہ ؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''جس نے اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے اور آگ کے درمیان آسمان اور زمین کے برابر خندق ڈال دیتے ہیں''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ یہ جعفر کے وزن پر ہے۔ شہر کی دیواروں کی حفاظت کے لئے کھودی جانے والی کھائی (القاموس) یہ بعد سے کنایہ ہے کما بین السماء والارض سیوطی نے ابن راہویہ اور بزار کے حوالے سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ما بین السماء والارض مسیرۃ خمسمائۃ عام" اسی طرح ابن ماجہ ابن ابی عاصم فی السنۃ وابو یعلی وابن خزیمہ و طبرانی وحاکم عن عباس بن عبدالمطلب قال کنا عند النبی ﷺ فقال اتدرون کم بین السماء والارض؟ قلنا اللہ اعلم ورسولہ قال بینھما مسیرۃ خمس مائۃ سنۃ" پس ابوامامہ کی روایت نے ثواب اضافے کا اسی طرح فائدہ دیا جو روایت ابی سعید میں وارد ہوا۔ اسی طرح عقبہ بن عامر والی روایت "من صام یومًا فی سبیل اللہ باعد اللہ منہ جھنم مسیرۃ مائۃ عام" اس روایت کو نسائی' ابو یعلی' طبرانی نے نقل کیا۔ البتہ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کم ثواب کی اطلاع ملی پھر ثواب میں اضافہ کر دیا گیا جس کی خبر حدیث عقبہ بن عامر میں دی گئی ہے۔ پھر اور اضافے کی اطلاع دی گئی جس کو حدیث ابوسعید میں ذکر کیا گیا (۲) عدد کا مفہوم کوئی نہیں اضافہ مطلقہ مراد ہے اور مافوق کی نفی نہیں۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (١٦٣٠)

**الفرائد** : ① کبھی اللہ تعالیٰ بندے کو جنس عمل سے بدلہ بھی عنایت فرماتے ہیں یہ اسی قسم سے ہے۔

۱۳٤۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَهٗ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِّنْ نِفَاقٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۴۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اس حالت میں مرا کہ اس نے (کبھی) غزوہ نہ کیا اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کی بات آئی اس کی موت منافقت کی ایک خصلت پر ہوئی"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ شعبہ من نفاق: یعنی خصلت نفاق پر اس کی موت آئی۔ قرطبی کا قول اگر کسی نیک کام کی قدرت نہ ہو تو کم از کم اس کے کرنے کا ارادہ ہونا چاہئے کہ اگر موقعہ ملا تو ضرور کرے گا تا کہ نیت اس کے فعل کا بدل بن جاتے اور اگر نیت و فعل دونوں سے خالی ہو تو یہ منافق کی علامت ہے جو کہ نہ بھلائی کے کام کرتا ہے اور نہ اس کی نیت کرتا ہے خصوصاً جس سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی ہے یہاں تک کہ تمام دونوں پر غالب ہوا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/٨٨٧٤) ومسلم (١٩١٠) وأبو داود (٢٥٠٢) والنسائي (٣٠٩٧)

**الفرائد** : ① ترک جہاد اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والا ہے تو نفرت جہاد کو غضب الٰہی کا شکار بنانے والا ہے۔ اعاذ اللہ منہ۔

۱۳٤۳ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاةٍ فَقَالَ : "اِنَّ بِالْمَدِیْنَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِیْرًا ' وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ : حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ"

وَفِیْ رِوَایَۃٍ :اِلَّا شَرَکُوْکُمْ فِی الْاَجْرِ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ مِنْ رِوَایَۃِ اَنَسٍ ، وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَایَۃِ جَابِرٍ وَّاللَّفْظُ لَہٗ۔

۱۳۴۳: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوہ میں حضورؐ کے ساتھ تھے تو آپؐ نے فرمایا: "بے شک مدینہ میں کچھ آدمی ایسے (رہ گئے) ہیں کہ تم نے جو سفر طے کیا یا کسی وادی کو عبور کیا مگر وہ تمہارے ساتھ (ثواب میں شریک) ہیں ان کو بیماری نے روک دیا ایک اور روایت میں ہے کہ ان کو ایک عذر نے روک لیا ایک اور روایت میں ہے کہ وہ اجر میں تمہارے ساتھ شریک ہیں"۔ بخاری نے حضرت انسؓ اور مسلم نے جابرؓ سے روایت کیا اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

**تشریح** ۞ اس سے مراد غزوہ تبوک ہے جیسا کہ باب اخلاص میں گذرا۔ بالمدینہ :یعنی مدینہ طیبہ میں۔ مسیرا: جو سفر کرتے ہو یا سفر میں وادیاً یہ اس آیت طرف اشارہ ہے وہ ﴿یقطعون وادیاً﴾ [التوبہ ۱۲۱] الا کانوا معکم ثواب میں عزم جہاد کی وجہ سے تمہارے ساتھ شریک ہیں اگر وہ معذور نہ ہوتے تو وہ ضرور شمولیت اختیار کرتے حبسھم المرض۔ یہ جملہ مستانفہ ہے گویا بیان سبب کے لئے لایا گیا ہے۔ العذر وہ معاملہ جو مکلف کو پیش آ جائے تو اسے تخفیف درست ہو ماقبل کے لحاظ سے یہ عام ہونا چاہیے۔ اور مراد اس سے خاص ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد عام ہو فقر یا سفر کی سہولیات کا میسر نہ ہونا۔ شرکوکم فی الاجر۔ شرک از باب علم ہے تمہارے ساتھ اجر میں شریک ہیں کیونکہ اس کا قصد درست تھا۔ عینی کا قول جس آدمی کو اچھے اعمال سانع بن جاتے اگر اس کی نیت ہو تو وہ عمل کرنے والی کے ساتھ اجر میں شریک ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ آدمی جو غلبہ نیند کی وجہ سے نماز کے لئے نہ آ سکا فرمایا: "ان لہ اجر صلاتہ و کان نومہ علیہ صدقۃ"۔

**تخریج** : باب الاخلاص و حضار النیۃ میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۳۴۴ :وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ :یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ الرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ ، وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُذْکَرَ ، وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُرٰی مَکَانُہٗ؟ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یُقَاتِلُ شُجَاعَۃً ، وَیُقَاتِلُ حَمِیَّۃً وَفِیْ رِوَایَۃٍ یُقَاتِلُ غَضَبًا ، فَمَنْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :"مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۳۴۴: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایک آدمی غنیمت حاصل کرنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی شہرت کے لئے اور ایک آدمی اس لئے لڑتا ہے تا کہ اس کا مقام معلوم ہو جائے اور ایک روایت میں ہے کہ بہادری اور غیرت کے لئے لڑتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ غصہ کی خاطر لڑتا ہے۔ ان میں کون سا اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے؟ پس اس پر رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: ''جس نے اس لئے لڑائی کی تا کہ اللہ کی بات ہی بلند ہو۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے''۔

**تشریح** : دیہاتی خواہ عربی ہو یا غیر عربی۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں: **جاء الی النبی ﷺ۔** بعض نے کہا کہ اس اعرابی کی تفسیر ضمیرہ باہلی سے کی گئی ہے۔ عفیر بن سعدان کہتے ہیں: ''**وفدت علی النبی ﷺ فسالته عن الرجل یلتمس الاجر والذکر فقال لا شیٔ له**'' بیہقی نے اس کو ضعیف قرار دیا۔ **الرجل یقاتل للمغنم والرجل لقاتل لذکر والرجل یقامل لیری مکانه۔** مغنم میں لام اجلیہ ہے یعنی وہ غنیمت کی خاطر قتال کرتا ہے۔ یذکر تا کہ لوگوں میں اس کا تذکرہ اور مشہوری ہو اور تیری بہادری میں اس کا مرتبہ معلوم ہو۔ ایک روایت میں شجاعة کا لفظ موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بہادری مقابل کے ساتھ مقابلہ پر آمادہ کرتی ہے۔ **ویقاتل حمیة۔** غیرت اور قبیلے کی طرف سے دفاع یا مشہوری۔ **لقاتل غضبا۔** تا کہ سابقہ ناراضگی کا بدلہ لے۔ **فمن فی سبیل الله۔** موعود ثواب ان شمار کردہ اقسام میں کسی کو ملے گا تو فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کیا۔ وہ نہیں ہو کسی دینوی غرض یعنی حصول غنیمت یا شہرت یا حمیت یا دکھلاوے کی خاطر قتال کیا۔ حاصل یہ ہے کہ ثواب اس کو ملے گا جس نے کفار سے ایمان کی خاطر کی لڑائی کی۔ کسی بھی دینوی غرض کی خاطر لڑنے والے کو ثواب نہ ملے گا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۱۹۱۰۰) والبخاری (۱۲۳) ومسلم (۱۹۰٤) وأبو داود (۲۵۱۷) والترمذی (۱٦۵۲) والنسائی (۳۱۳٦) وابن ماجه (۲۷۸۳) وابن حبان (٤٦۳٦) والطیالسی (٤۸۷) والبیهقی (۹/۱٦۷)

**الفوائد** : ① اعمال پر ثواب نیت کے لحاظ سے مرتب ہوتا ہے ② تمام اجور کا حقدار فقط مجاہد فی سبیل اللہ ہی ہے۔

۱۳٤۵ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''مَا مِنْ غَازِيَةٍ ' اَوْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فَتَغْنَمَ وَتَسْلَمَ اِلَّا كَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَيْ اُجُوْرِهِمْ ' وَمَا مِنْ غَازِيَةٍ اَوْ سَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ اِلَّا تَمَّ لَهُمْ اُجُوْرُهُمْ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳٤۵: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لڑنے والا گروہ یا دستہ جہاد کرے پھر غنیمت پائے اور صحیح سالم واپس آ جائے۔ تو انہوں نے اپنے اجر کا دو تہائی دنیا میں جلد پا لیا اور جو لڑنے والا گروہ یا دستہ شہید ہو جائے یا زخمی کیا جائے تو ان کا اجر پورا رہتا ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اس کی موصوف محذوف ہے اِی طائفہ غازیہ۔ او یہ شک رداِی کے لئے یا تنویع کے لئے ہو۔ سریہ لشکر ایک حصہ اس کو سریہ رات کو مخفی چلنے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ جمع سرایا وسریات جیسے عطیہ وعطایا وعطیات۔ یہ السری سے بھی ہو سکتا جس کا معنی زبردست ہے۔ **تغزو فتغنم** یہ جواب نفی میں ہے۔ **تعجلوا ثلثی اجورهم۔** ایک روایت میں ہے: **من الاخرة و تبقی لهم الثلث** کا اضافہ پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ جامع کبیر وصغیر میں موجود ہے۔ نووی کا قول اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اجر ان سے کم ہوتا ہے جو نہیں بچتے یا بچ جاتے ہیں مگر غنیمت نہیں پاتے۔ لڑائی میں شرکت سے ملنے والے اجر کے ایک جزو کے بدلے میں غنیمت ہے جب غنیمت پالی تو اجر کے دو حصے اس نے پالیے۔ یہ روایت پہلی روایت کے خلاف نہیں

کہ اس میں اجر وغنیمت دونوں کا ذکر ہے۔ اس نقص اجر کا کچھ تذکرہ نہیں اور نہ یہ مذکور ہے کہ اس کا اجر اس کی طرح ہے جس نے غنیمت نہ پائی بلکہ وہ روایت ومطلب ہے اور یہ مقید ہے پس مطلق کو مقید پر محمول کریں گے (اور اگر دونوں کو آدمیوں کے احوال کے اعتبار سے رکھا جائے کہ مطلق کو اطلاق پر اور مقید کو تقیید پر تب بھی جمع ممکن ہے۔ واللہ اعلم) **تخفق**۔ غزوہ تو کریں گے مگر غنیمت نہ پائیں اسی طرح اخفاق پر طالب حاجت جب اپنا مقصد نہ پائے تو اس کو اخفاق کہا جاتا ہے مثلاً: **اخفق الصعائد** کہتے ہیں جب اس کو شکار نہ ملے۔ **وتصاب الا تم لهم اجورهم**۔ موت یا زخم پہنچا تو ان کو پورا اجر ملے گا۔ نووی کہتے ہیں حدیث کا مفہوم یہی درست ہے کہ نمازی جب سلامت رہیں اور غنیمت پائیں تو ان کا اجر ان سے کم ہوگا جو نہ بچے یا بچے مگر غنیمت نہ پائی۔ یہ مشہور روایات کے موافق بات ہے۔ جیسے کہتے ہیں: **ومنا من اینعت له ثمرته فهو یهدبها۔ یجتنبها**: یعنی وہ اپنا پھل چنتا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ قاضی عیاض نے اسی مطلب کو ترجیح دی ہے اس میں احتمال یہ بھی ہے کہ یہ لوگ جو مال غنیمت سے محروم رہیں ان کا اجر دوسروں سے ابتلاء کے زائد ہونے کی وجہ سے زائد ہونا چاہئے اور غنیمت و فتح دونوں ہی اس کے ہاتھ سے گئیں (صدیقی) مگر یہ تاویل بعید ہے کیونکہ کامل وہ ہے جس نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قتال کیا وہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی خاطر خرچ کرنے والا ہے وہ نہ کسی سامان کا خواہاں اور نہ کوئی اور غرض اسکے پیش نظر ہے۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۲/۶۵۵۸۸) ومسلم (۱۹۰۶) وأبو داود (۲۴۹۷) والنسائی (۳۱۲۵) وابن ماجه (۲۷۸۵)

**الفوائد**: ① جس آدمی نے غزوہ میں غنیمت کو پالیا اس نے اپنے اجر کے دو ثلث پالئے ایک ثلث آخرت میں ملے گا اور شہید ہونے والے کو کامل اجر وہیں ملے گا۔

۱۳۴۶: وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِیْ فِی السِّیَاحَةِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ سِیَاحَةَ اُمَّتِی الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ۔

۱۳۴۶: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سیاحت کی اجازت دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کی سیر وسیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے''۔ (ابوداؤد) سند جید کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ **السیاحه** سے مراد وطن سے دور جانا اور کسی ناواقف سرزمین میں جا بسنا۔ **السیح**: سطح زمین پر پھیل کر چلنے والا پانی' گویا اس نے اپنے وطن کو اس لئے چھوڑنے کی اجازت مانگی تا کہ لذات اور مباحات کو ترک کر کے اپنے نفس پر زبردستی قابو پائے۔ آپ ﷺ نے اس کے مطالبہ کو مسترد فرما دیا۔ تبتل: عورتوں سے علیحدگی عبادت الٰہی کے لئے نکاح کو چھوڑ دینا۔ **قال سیاحة امتي**۔ شاید سائل کی غرض سے جہاد کے زمانے کی تعیین تھی اور سائل بہادر انسان تھا۔ ابتہ جنگلوں کی سیر بلند ہمت لوگوں کی صفات کو دیکھنے کے لئے تا کہ نفس اپنی رعونتوں سے الگ ہو جائے اور اوطان کی فرقت اور قرابت داروں اور رشتہ داروں سے جدائی پر صبر کرنا تا کہ اللہ تعالیٰ سے مشغول کر دینے والی چیز میں ختم ہو جائیں بشرطیکہ اولاد ازواج کے حقوق کا ضیاع نہ ہونے پائے ایسا سفر تو مامورات سے ہے۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (٢٤٨٦) والحاكم (١/٢٣٩٨)

**الفرائد** : ① مسلمان کی سیاحت اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سفر ہے ② ترویح نفس کے لئے گھومنا کسی ثواب کا حقدار نہیں بنتا۔

١٣٤٧ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : قَالَ "قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ۔

"اَلْقَفْلَةُ" : الرُّجُوْعُ – وَالْمُرَادُ : الرُّجُوْعُ مِنَ الْغَزْوِ بَعْدَ فَرَاغِهٖ – وَمَعْنَاهُ اَنَّهٗ يُثَابُ فِيْ رُجُوْعِهٖ بَعْدَ فَرَاغِهٖ مِنَ الْغَزْوِ۔

۱۳۴۷: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جہاد سے لوٹنا جہاد کرنے کی طرح ہے"۔ (ابوداؤد) سند جید کے ساتھ۔

اَلْقَفْلَةُ : لوٹنا مراد فراغت کے بعد واپس لوٹنا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ فراغت کے بعد واپس لوٹنے میں بھی برابر ثواب ملتا ہے۔

**تشریح** ۞ غزوہ سے لوٹنا۔ کغزوۃ: مطلب یہ ہے کہ غزوہ کے بعد مجاہد کا اپنے وطن کی طرف لوٹنے کا اجر اتنا ہی ہے جتنا جہاد کی طرف جانے کا کیونکہ واپسی میں جہاد کے لیے قوت اور اہل وعیال کے حق کی ادائیگی ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد دشمن کا سامنا کرنے کے بعد دوسری مرتبہ لوٹنا ہے اور بعض اوقات اس طرح معاملہ پیش آتا ہے جبکہ ان میں دوسری مرتبہ لوٹنا ہے اور بعض اوقات اس طرح معاملہ پیش آتا ہے جبکہ ان دو میں سے ایک بات ہو (۱) دشمن ان کے لوٹنے کی وجہ سے مطمئن ہو جاتے ہیں اس پر حملہ آور ہوں اور اس سے فرصت پالیں۔ (۲) جب وہ غلبہ پا کر لوٹیں گے تو اس کا خطرہ موجود ہے کہ دشمن اس کا پیچھا کریں اور ان کے لوٹ ڈالنے کی حالت میں ان کو ہلاک کر دیں بعض اوقات لشکر یا اس کا بعض حصہ واپس لوٹنے پر معاون بن جاتا ہے اگر دشمن ان کی تلاش میں ہوگا تو یہ ان سے مقابلہ کے لئے پہلے تیار ہوں گے ورنہ وہ محفوظ ہوتے اور غنیمت کو بچالیا۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی قوم سے ہوں جو دشمن کے زیادہ ہونے کی وجہ سے مکمل طور پر ہلاکت کا خطرہ رکھتے ہوں اور وہ لوٹے تاکہ اپنے مجاہدوں کی اور تعداد بڑھا سکیں۔ پھر انہوں نے دشمن پر مڑ کر حملہ نہ کیا تو یہ بھی غزوہ سے لوٹنے والے پر پہلا مغنی اصل میں مذکور ہے۔ نووی کہتے ہیں حدیث کا مطلب یہی ہے کہ غزوہ سے واپس ہوٹنے میں بھی اس کو ثواب ملتا ہے جیسا کہ جانے میں ملتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢/٦٦٣٦) وأبو داود (٢٤٨٧) والحاكم (٢/٢٣٩٩)

**الفرائد** : ① غزوہ کے لئے جانے کا جو اجر ہے وہی لوٹنے پر ملتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مؤمن بندوں پر خصوصی فضل و احسان ہے۔

۱۳۴۸ : وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ فَلَقِيْتُهُ مَعَ الصِّبْيَانِ عَلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ بِهٰذَا اللَّفْظِ، وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ: ذَهَبْنَا نَتَلَقّٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ مَعَ الصِّبْيَانِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ۔

۱۳۴۸: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس لوٹے تو لوگ ان کو ملے۔ پس میں نے بھی بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع پر آپؐ سے ملاقات کی۔ ابوداؤد نے ان الفاظ کو صحیح سند سے روایت کیا۔ بخاری کی روایت میں ہے ہم بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔

**تشریح** ۞ یہ غیر منصرف ہے تانیث وعلیت کی وجہ سے۔ تلقاہ الناس۔ جو مدینہ منورہ پیچھے رہ گئے تھے خواہ منافقین تھے یا دیگر۔ الصبیان۔ جمع صبی میں بلوغت سے پہلے بچے پر بولا جاتا ہے۔ ثنیۃ الوداع۔ مسافر کی مشایعت کیلئے اس مقام پر لوگ آتے تھے (القاموس) الوداع: یہ ودع کا مصدر ہے دوسرے فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے۔

**روایت کا فرق:** بخاری کے الفاظ یہ ہیں ''ذھبنا نتلقی رسول اللہ ﷺ مع الصبیان الی ثنیۃ الوداع'' عینی کہتے ہیں یہاں اس سے مراد تبوک والی جانب کی گھاٹی ہے اور ممکن ہے کہ یہ گھاٹی مدینہ منورہ کے تمام اطراف سے ملتی ہو گھاٹی کے راستہ کو ثنیہ کہتے ہیں صاحب محکم کہتے ہیں سوراخ کی طرح پہاڑ میں راستہ ثنیہ کہلاتا ہے بعض نے کہا پہاڑ تنگ راستہ بعض نے کہا گھاٹی بعض نے کہا بذات خود پہاڑ مراد ہے۔ رواوی کا قول ثنیۃ الوداع مکہ کو تبوک کی جہت میں اسی طرح ہے جیسے مشرق مغرب کے مقابل ہوتا ہے ورنہ تو اس جانب کی دوسری گھاٹی مراد ثنیہ پہاڑی راستہ ہے۔ صاحب توضیح نے پہاڑی راستہ کو ثنیہ ماننے سے انکار کیا بلکہ کہا زمین سے بلند ٹیلہ کو کہتے ہیں گویا ان کو صاحب محکم کی بات کا علم نہیں ہوا اس لئے تردید کر دی۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (۳۰۸۳) وأبو داود (۲۷۷۹) والترمذي (۱۷۲٤)

**الفرائد** : ① استقبال مجاہد سنت نبوی ہے ② مجاہد کی مشایعت میں بھی اسی طرح کا اجر کا باعث ہے اس سے محبت و اخوت کے جذبات ابھرتے ہیں۔

۱۳۴۹ : وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ''مَنْ لَّمْ يَغْزُ، اَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا اَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ بِخَيْرٍ اَصَابَهُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ'' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۳۴۹: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جہاد نہ کیا یا کسی غازی کو سامان نہ تیار کر کے دیا یا بھلائی کے ساتھ کسی غازی کے اہل کی نگہبانی نہ کی تو قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ اس پر بڑی مصیبت ڈالیں گے''۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ لم یغز۔ یعنی غزوہ کے لئے نہیں نکلا۔ یجھز غازیا۔ یا اس کے لئے اسباب سفر مہیا نہ کیے۔

او یخنف۔ گھر والوں کے معاملات کا ذمہ دار نہ بنا۔ قارعۃ۔ ہلا دینے والی مصیبت جو اسے اکھاڑ پھینکے گی۔ قبل یوم القیامہ۔ جلد پہنچنے کی طرف اشارہ کیا۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (۲۵۰۳) وابن ماجه (۲۷٦۲) والدارمی (۲٤۱۸)

**الفرائد** : ① جہاد میں تعاون سے پیچھے نہ ہٹنا چاہئے' اس سے منہ موڑنے والا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا منتظر ہے۔

۱۳۵۰ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۳۵۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں' جانوں اور زبانوں سے جہاد کرو''۔ ابوداؤد صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ یعنی اموال کی لڑائی کی تیاری' اس کے آمدات و اسلحہ کے لئے خرچ کرو وانفسکم۔ بذات خود لڑو۔ والسنتکم۔ انکے شرک وکفر پر خبردار کرے یا ان کی گمراہی پر دلائل قائم کرو اور ان کے اعمال کے برباد ہونے کے متعلق وضاحت کرو۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/۱۳٦۳۹) وأبو داود (۲۵۰٤) والنسائی (۳۰۹٦) وابن حبان (٤۷۰۸) والدارمی (۲٤۳۱) والحاکم (۲/۲٤۲۷) والبیهقی (۹/۲۰)

**الفرائد** : ① مذاہب باطلہ سے مال ونفس اور جان تینوں طرح سے موقعہ کے مطابق جہاد لازم ہے کیونکہ مسلمان تو اپنا مال وجان اللہ تعالیٰ کو فروخت کر چکا ہے۔

۱۳۵۱ : وَعَنْ اَبِيْ عَمْرٍو – وَيُقَالُ اَبُوْحَكِيْمٍ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : شَهِدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ وَيَنْزِلَ النَّصْرُ ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ' وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۵۱: حضرت ابوعمرو بعض نے کہا ابوحکیم نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (لڑائیوں میں) حاضر رہا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے اوّل حصہ میں لڑائی کا آغاز نہ فرماتے تو پھر زوال تک لڑائی کو مؤخر فرماتے۔ ہواؤں کے چلنے تک اور مدد کے اترنے تک تاخیر فرماتے۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ نعمان بن مقرنؓ بن عائذالمزنیؓ یہ ان سات بھائیوں سے ہیں جنہوں نے اکٹھے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ واقعہ نہاوند میں ۲۱ھ میں شہید ہوئے جنہوں نے ان کے سلسلہ نسب میں نعمان بن عمرو بن مقرن کہا انہوں نے غلطی کی ہے کیونکہ وہ ان کے بھتیجے ہیں اور تابعی ہیں' اور یہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ اصحاب ستہ نے ان سے روائی کی ہے (تقریب

حافظ )انہوں نے چھ روایات نقل کی ہیں بخاری و مسلم ایک ایک روایت میں منفرد ہیں۔ لم یقاتل من اول النھار۔ جبکہ صبح ٹھنڈی ہوتی اس کے جھونکے چل رہے ہوتے۔ حتی تزول الشمس۔ جب سورج ڈھل جاتا۔ وتھب الریاح وینزل النصر۔ تاکہ ٹھنڈا وقت آ جائے اور ہتھیاروں کا پہننا آسان ہو جائے اور گھوڑوں کے لئے بھاگنا اور لڑنا حملہ کرنا آسان ہو جائے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد بھی آ جائے۔ ابن رسلان کہتے ہیں "نصرت بالصبا و اھلکت عاد بالدبور" اور دوسری روایت میں "یحضر الصلوات اوقاتھا فاوقاتھا افضل الاوقات ویستجاب فیھا الدعاء"۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٧/٢٣٨٠٥) وأبو داود (٢٦٥٥) والترمذي (١٦١٩) وابن حبان (٤٧٥٧) وابن أبي شيبة (١٢/٣٦٨) والبيهقي (٩/١٥٣) أخرجه البخاري (٣١٦٠)

**الفرائد** : ① دشمن کے قتال کا بہترین وقت صبح ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اترتی ہے۔ اسی طرح زوال کے بعد رحمت کی ہوائیں چلتی ہیں اور مدد اترتی ہے۔

١٣٥٢ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ فَاِذَا لَقِيْتُمْ فَاصْبِرُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۵۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دشمن سے لڑنے کی تمنا مت کرو مگر جب ان سے آمنا سامنا ہو جائے تو صبر (ثابت قدمی) کرو" (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ العدو : تاکہ ان کی لڑائی کے وقت کہیں تو آزمائش میں نہ ڈال دیے جاؤ۔ فاصبروا اس وقت تمہاری امداد کی جائے گی کیونکہ تم ابتلاء میں ہوا سکے قریب ہی اس روایت کا معنی ہے: "لا تطلب الامارۃ فانک ان طبتھا او کلت الیھا وان طلبت لھا اعنت علیھا" حدیث عبداللہ بن ابی اوفی میں اس کا مطلب گذر چکا۔

**تخریج** : باب الصبر میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

## ۲۳۵: بَابُ بَيَانِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الشُّهَدَآءِ فِيْ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَيُغَسَّلُوْنَ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِمْ بِخِلَافِ الْقَتِيْلِ فِيْ حَرْبِ الْكُفَّارِ

## باب : آخرت کے ثواب میں شہداء کی ایک جماعت جن کو غسل دیا جائے گا اور ان پر نمازِ جنازہ پڑھی جائیگی بخلاف ان لوگوں کے جو کفار کے ساتھ میدان میں قتل ہوں

**تشریح** ۞ الشھداء : جمع شہید جیسے شریف وشرفاء۔ اس کو شہید کہنے کی وجوہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

نے اس کے متعلق جنت کی گواہی دی (۲) اس کو اٹھایا جائے گا اور اس کے قتل کا شاہد ہوگا' (۳) رحمت کے فرشتے اس کی موت کے وقت حاضر ہو کر اس کی روح کو قبض کرتے ہیں۔ (اسنی المطالب) ثواب الآخرۃ۔ وہ ثواب جو خصوصاً شہید کے لئے تیار کیا گیا۔ یصلی علیھم۔ عام مسلمان مرنے والوں کی طرح۔ بخلاف القتیل۔ خواہ کفار کے اسلحہ سے یا اپنے اسلحہ سے یا گھوڑے سے گر کر یا دیگر ذرائع سے' اسکو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ اس کی نماز جنازہ ہوگی پھر اگر اس کے جہاد کے رضا الٰہی مراد ہو اور دین کی مدد اسکی غرض تھی تو وہ آخرت کے اعتبار سے بھی شہید ہوگا ورنہ وہ شہید دنیا ہے' آخرت میں حصہ نہیں۔

۱۳۵۳ : وَعَنْهُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ قَالَ: "اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۳۵۳: حضرت ابوہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''لڑائی (جنگ) ایک چال ہے''۔

(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ الحرب خدعة۔ یہ خا کے ضمہ فتحہ و کسرہ تینوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ لڑائی میں ہر ممکن حیلہ اختیار کرنا چاہئے۔ ابن المنیر کا قول: مکمل لڑائی مخادعہ ہے مواجہت نہیں کیونکہ آمنے سامنے میں خطرات ہیں اور مخادعت میں بے خطر کامیابی ہے عینی کا قول: فتحہ کے ساتھ سب سے زیادہ فصیح ہے۔ خدعه۔ ایک مرتبہ کا دھوکا۔ مطلب یہ ہے جس نے اس میں ایک مرتبہ دھوکا کیا وہ ہلاک ہوا پھر واپس نہ ہوگا۔ ابن سیدہ کا قول: جس نے خدعه کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل عرب کو وہ دھوکا میں ڈالے۔ خدعه کامیابی و غلبہ کی تمنا کرنا پھر اسکو پورا نہ نباہنا خدعه جیسے کہتے ہیں اہل لغت جو بہت لعنت کرنے کا عادی ہو جب ایک فریق دوسرے کو دھوکا دے تو وہ گویا (خدعہ) ایک دھوکا ہے۔ ابن عبدالواحد خدعة مطرز کہتے ہیں تا نصف قریش فتحہ سے ہے وہ افضل ہے۔ ابن درستویہ: یہ کسی قوم کی لغت نہیں فتحہ سے ایک مرتبہ کا دھوکا۔ ابو بکر بن طلحہ کہتے ہیں یہ مختصر الفاظ کثیر المعانی لفظ ہے مطلب یہ ہے کہ لڑائی میں ممکن حد تک حیلہ کرو۔ جب حیلہ نہ رہے تو لڑو اسی لئے آپ ﷺ اس کو اختیار فرماتے مثلاً توریہ کمین گاہیں' وعدے کا الٹ بعض اوقات انسانی جان کی حفاظت کے لئے کذب کا استعمال بالاجماع درست ہے۔ مہلب کا قول: لڑائی میں خداع ہر ممکن صورت میں جائز ہے البتہ قسم' عہد' صراحۃً امن کی صورت میں کسی طور پر حلال نہیں۔ بعض اہل سیر نے کہا کہ یہ ارشاد نبی اکرم ﷺ نے خاص نعیم بن مسعود اشجعی کے لئے فرمایا۔

**تخریج** : ۱۳٦۳ أخرجه أحمد (۵/۱٤۱۸۱) والبخاری (۳۰۳۰) ومسلم (۱۷۳۹) وأبو داود (۲٦۳٦) أبو داود (۲٦۳٦) والترمذی (۱٦۸۱) وابن حبان (٤۷٦۳) والطيالسي (۱٦۹۸) وابن أبي شيبة (۱۲/۵۳۰) والحميدی (۱٦۸۱) وأبو يعلى (۱۸۲٦) والبيهقی (۷/٤۰)

**الفوائد** : ① جنگ میں پوری احتیاط کرنی ضروری ہے اور دشمن کے خلاف مختلف خفیہ تدابیر بھی اختیار کرنی چاہئے کا ثبوت مل رہا ہے۔

۱۳٥٤ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَلشُّهَدَآءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ، وَالْغَرِيْقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۵۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شہید پانچ ہیں (۱) طاعون سے مرنے والا (۲) پیٹ کی بیماری سے مرنے والا (۳) ڈوب کر مرنے والا (۴) نیچے دب کر مرنے والا (۵) اللہ کی راہ میں شہادت پانے والا''۔ (بخاری ومسلم)

**تخریج**: أخرجه مالك (۲۹۵) وأحمد (۳/۱۰۸۹۸) والبخاری (٦٥٢) ومسلم (۱۹۱٤) والترمذی (۱۰٦٥) وابن ماجه (۲٦۸۲) والحميدی (۱۱۳٤) وابن حبان (٥۳٦)

**الفوائد**: ① یہ اس امت کی سعادت مندی ہے کہ ان تمام اقسام اموات کو فہرست شہداء میں شمار فرمایا یہ اقسام موات اُن کے گناہوں کے ازالہ کا ذریعہ ہیں۔

۱۳۵۵: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا تَعُدُّوْنَ الشُّهَدَآءَ فِيْكُمْ؟" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ - قَالَ؟ "اِنَّ شُهَدَآءَ اُمَّتِيْ اِذًا لَقَلِيْلٌ" قَالُوْا: فَمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - قَالَ: "مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَّاتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَّاتَ فِي الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَّاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۵۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے میں کن لوگوں کو شہید کہتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے۔ فرمایا پھر تو میری امت میں شہید بہت کم ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا پھر یارسول اللہ شہید کون ہے؟ فرمایا: ''جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے شہید ہے' جو اللہ کی راہ میں فوت ہو جائے وہ بھی شہید ہے' جو طاعون سے مر جائے وہ بھی شہید ہے' جو پیٹ کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے' جو ڈوب جائے وہ بھی شہید ہے''۔ (مسلم)

**تشریح**: تعدون الشہداء فیکم: جو شخص ایمان واحتساب کی خاطر معرکہ میں کام آیا۔ زرکشی کہتے ہیں اذا کی دو قسمیں ہیں (۱) یہ جملہ جواب کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اس کا ماقبل سے تعلق ہے یا ایسے مسبب کے سبب پر خبردار کرنے کے لئے لایا گیا جو فی الحال حاصل ہوا اور وہ فی الحال غیر حاصل ہے کیونکہ مؤکدات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور عامل انہی پر اعتماد کرتا ہے اور یہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور اس کا درمیان اور آخر میں لانا درست ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [البقرۃ: ۱۴۵] (۲) پس جواب کی تاکید کیلئے لائے' ماقبل سے ربط دینے والا ہے بعض متاخرین سے تیسرا معنی بھی بتلایا ہے یہ اذا ظرف زمان ہے ماضی کے معنی کے لئے ہے اور اس کے بعد جملہ تحقیقی یا تقدیری طور پر آتا ہے لیکن جملے کی تخفیفی طور پر حذف کر دیا اور اس کے بدلے میں تنوین لایا جیسا کہ حینئذ میں اور یہ ناصبہ مضارع کو ناصبہ کے ساتھ خاص کرنے کے لئے ہے اور تنوین پر داخل ہوتا ہے جیسے: ﴿اِذًا

لَاَمْسَکْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ﴾ [الاسراء: ۱۰۰] اور اسم پر بھی جیسے ﴿وَاِنَّکُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ﴾ [الشعراء: ۴۲] اور ان کنت ظالماً اذا حکمك فی نافه اور اس معنی کو نحاۃ نے ذکر نہیں کیا لیکن نحاۃ کا یہ کہنا: انه یحذف المضاف الیها اذ ویعوض عنها التنوین کیومئذٍ اگرچہ اذا سے حذف جملہ کا ذکر نہیں اور اسکے عوض تنوین مذکور نہیں لیکن زرکشی نے قاضی عیاض سے نقل کیا کہ اذا کو مضارع کے نواصب سے قرار دینا اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کو اذن اصلیہ پر محمول کیا جائے گا۔ اذن پر نہیں اور یہ اس جملہ کی طرف مضاف ہوگا جس سے تنوین کو حذف کیا گیا ہے اور اس کے بعد مضارع کو رفع آئے گا ۔حاصل کلام یہ ہے جس سلسلہ میں اذا استعمال ہوا ہے یہ یا تو شہید کی قلت پر خبردار کرنے کے لئے لایا گیا وہ شہادت ان مذکورہ صفات میں بند ہے یا یہ اس اذا کی تنوین کی قسم سے ہے جو جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے تنوین کی بجائے اور اصل اس طرح ہے اذا کان شهداء امتی من ذکرتم فقط۔ اصل اس طرح ہے کہ میری امت کے شہداء فقط وہ ہیں جن کا تم نے ذکر کیا۔ قالوا فمن یا رسول الله یعنی اس کے سبب جیسا حدیث میں گزرا یہ سببیت میں اسی طرح ہے جیسا اس حدیث میں "دخلت النار امراة فی هرة حبستها" الحدیث۔ فهو شهید۔ فی دونوں میں علت کے لئے ہے۔ البطن۔ پیٹ کی تمام بیماریاں اس میں شامل ہیں۔ الغریق شهید اور غریق بھی شہید ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۱۰۷۶۶) ومسلم (۱۹۱۵) وعبد الرزاق (۹۵۷۴) وابن ماجه (۲۸۰۴) وابن أبی شیبة (۵/۳۳۲) وابن حبان (۳۱۸۶)

**الفرائد**: ① ان تمام اقسام امراض کے مرضاء کو شہداء کا سا اجر ملتا ہے۔

۱۳۵۶: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۳۵۶: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جو اپنے مال کے دفاع میں قتل ہو جائے وہ بھی شہید ہے۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح**: من قتل دون ماله فهو شهید: دون کا لفظ اپنی اصل کے لحاظ سے تحت کے معنی میں ظرف مکان ہے اور مجازاً خبردار کرنے کے لئے آتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اپنے مال سے دفاع کرتا ہے وہ اس کو اپنے پیچھے رکھتا ہے یا اپنے نیچے رکھتا ہے اور پھر اس کی خاطر لڑتا ہے۔ (کذا قال القرطبی) فهو شهید۔ ابن منذر کہتے ہیں ہر آدمی کو مال سے دفاع ضروری ہے یا کوئی چیز اس سے ظلماً بلا ترجیح کے لی جائے۔ البتہ بادشاہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس کے ظلم سے متعلق صبر کی روایات وارد ہیں اور اس کے خلاف بغاوت نہ کرے۔ (فتح الباری)

فرق روایت: بخاری نے مقبری سے فهو شهید اور دحیم ابن ابی عمرو اور ابن سلام کی مقبری سے روایت میں "فله الجنة" کا لفظ نقل کیا اور بخاری نے ذکر نہیں کیا معلوم ہوتا ہے یہ اس نے اپنے حافظہ میں محفوظ روایت سے نقل کیا ہے اور ابو نعیم کی روایت میں: من قتل دون ماله مظلوماً۔ (عینی)

بخاری میں مختصر ہے مگر مسلم نے ان الفاظ سے اس کی تخریج کی ہے مگر سند مختلف ہے نسائی کے الفاظ بخاری سے یہ ہیں
**من قتل دون ماله مظلوماً فله الجنة**" دوسری روایت میں **فهو شهيد** اور ایک روایت میں بخاری جیسے الفاظ ہیں مگر
نسائی نے کہا کہ یہ درست نہیں درست وہی ہے جو ترمذی کے الفاظ سے نقل کیا ہے اور اس باب میں علی ابو ہریرہ ابن عباس رضی
اللہ عنہم اور دیگر حضرات سے روایات ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢/٦٥٣٣) والبخارى (٢٤٨٠) ومسلم (١٤١) وأبو داود (٤٧٧١) والترمزى
(١٤٢٤) والنسائى (٤٠٩٥)

**الفوائد** : ① مال قلیل ہو یا کثیر اس کی حفاظت میں مقتول ہونے والا بھی شہداء کا اجر پائے گا۔ (جمہور علماء کا قول)

١٣٥٧ : وَعَنْ اَبِى الْاَعْوَرِ سَعِيْدِ ابْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ ، اَحَدِ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ ، وَمَنْ قُتِلَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِىُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۵۷: حضرت ابوالاعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل جو عشرہ مبشرہ (وہ دس صحابہ جن کو دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری دی گئی) میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جو اپنے مال کے دفاع میں قتل ہو وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے خون کو بچانے کے لئے قتل ہو وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت کی خاطر قتل ہو وہ بھی شہید ہے"۔ (ابوداؤد، ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** : حضرت سعید بن زید کا سلسلۂ نسب یہ ہے: زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن کرز بن عدی بن کعب بن لوئ بن غالب القرشی العدوی المدنی یہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ آپ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ اللہ ان سے راضی تھا۔ یہ عمرؓ سے پہلے اسلام لائے۔ اور یہ چیز عمر کے اسلام کا باعث بنی سعید شروع میں اسلام لائے یہ مہاجرین اولین سے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور ابی بن کعب کے درمیان مواخات کرادی۔ یہ بدر کے بعد تمام معارکہ میں شریک ہوئے بدر میں ان کی حاضری کے متعلق اختلاف ہے اکثریت نے کہا کہ یہ عذر کی وجہ سے حاضر نہ ہوئے یہ مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حصہ مال غنیمت میں لگایا اور عنایت فرمایا۔ ایک جماعت نے کہا کہ یہ خود شریک ہوئے۔ بخاری نے بدر میں شریک لوگوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے یہ جنگ یرموک اور محاصرہ دمشق میں موجود تھے یہ مستجاب الدعوات تھے اروی کے ساتھ اس کا واقعہ باب الکرامات میں آئے گا۔ انہوں نے ۴۸ روایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں جن میں دو روایات پر بخاری و مسلم متفق ہیں اور ایک حدیث میں بخاری منفرد ہیں۔ مقام عقیق میں ان کی وفات ہوئی بعض نے کہا کہ مدینہ میں ان کی وفات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۰ سے زائد تھی ابن عمرؓ نے ان کو غسل دیا۔ بعض نے سعد بن ابی

وقاص کو نامزد کیا ہے۔ ابن عمر نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور سعد اور ابن عمر ان کی قبر میں اترے۔ (تہذیب نووی) من قتل دون ماله اس پر کسی حملہ آور نے حملہ کیا اس نے دفاع کیا اور قتل ہو گیا تو شہید ہے۔ ومن قتل دون دینه۔ انہوں نے اس سے ارتداد و بدعت کا مطالبہ کیا اس نے انکار کیا اور قتل کر دیا گیا۔ فرق روایت: نسائی نے دین کے تذکرہ کے بغیر روایت ذکر کی۔ عینی نے کہا کہ اس باب میں علی ابن عمر ابوہریرہ جابر سعد بن ابی وقاص عبداللہ بن مسعود بریدہ ابن حصین سوید بن مقرن انس بن مالک عبداللہ بن زبیر عبداللہ بن عامر بن کریز قہید بن مخارق مخارق بن سلیم رضی اللہ عنہم سے روایات پائی جاتی ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١٦٥٢/١) وأبو داود (٤٧٧٢) والترمذي (١٤٢٦) والنسائي (٤٠٩٢) وابن ماجه (٢٥٨٠) والطيالسي (٢٣٣) وابن حبان (٣١٩٤) وأبو يعلى (٩٤٩) والطبراني (٣٥١) والبيهقي (٢٦٦/٣)

**الفوائد** : ① مال اہل نفس دین کے دفاع میں مارا جانے والا شہداء میں شمار ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و اکرام ہے۔

١٣٥٨ : وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ أَخْذَ مَالِي؟ قَالَ: "فَلَا تُعْطِهِ مَالَكَ" قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلَنِي؟ قَالَ: "قَاتِلْهُ" قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِي؟ قَالَ: "فَأَنْتَ شَهِيْدٌ" قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُهُ؟ قَالَ: "هُوَ فِي النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١٣٥٨ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا حکم ہے اس بات کا کہ اگر کوئی آدمی میرا مال لینے کے ارادے سے آئے؟ فرمایا اس کو اپنا مال مت لینے دو۔ عرض کیا اگر وہ مجھ سے لڑے تو پھر کیا حکم ہے؟ فرمایا اس سے لڑو۔ اس نے پھر سوال کیا اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ جواب میں فرمایا: تو شہید ہے۔ اس نے پھر سوال کیا؟ اگر میں اس کو قتل کر دوں۔ فرمایا: "وہ جہنمی ہے"۔ (مسلم)

**تشریح** : أرأيت اس کا معنی مجھے بتلائیں۔ يريد اخذ مالي ناحق میرا مال لینا چاہتا ہے تو میں کیا کروں۔ فلا تعطه مالك۔ یہ جواب شرط ہے آرأیت ان قاتلني اگر مال وصول کرنے کے لئے وہ مجھ سے قتال کرے۔ قاتله اس سے لڑ جاؤ۔ (اباحت کے لئے) ان قتلني: کہ لڑائی میں اس نے مجھے قتل کر دیا۔ فانت شهيد: تم آخرت کے شہداء سے ہو؛ غسل اور نماز پڑھی جائے گی۔ فهو في النار: اگر اس نے قتل حلال سمجھ کر کیا تو ہمیشہ ورنہ سزا کے طور پر داخل ہوگا۔

## آخرت کے شہدا

(۱) ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنے والا (۲) علوم دین میں مشغول فوت ہوا (۳) عید کے لئے وضو کر کے سویا

اور موت آ گئی (۴) اچانک آگ میں جل گیا (۵) ڈوب مرا (۶) سانپ نے ڈس لیا (۷) جادو سے مر گیا (۸) زہر دیا گیا (۹) پیاسا' بھوکا' دکھوں میں پھنسا مر گیا (۱۰) درندے نے کھالیا (۱۱) عاشق مجنون (۱۲) نفاس والی عورت (۱۳) انتہائی بڑھا (۱۴) پیٹ کی بیماری میں مبتلا (۱۵) فالج زدہ (۱۶) ظلماً قتل کر دیا گیا (۱۷) دفاع مال میں مارا گیا (۱۸) دفاع جان میں مارا گیا (۱۹) دین کی وجہ سے قتل کیا گیا (۲۰) میدانِ جنگ میں مارا گیا (۲۱) لڑائی کے زخموں سے مر گیا (۲۲) اللہ تعالیٰ کی خاطر اذان دینے والا (۲۳) ہر روز کے بھاؤ سے سودا بیچنے والا (۲۴) طاعون سے وطن میں مرا (۲۵) سفر کی حالت میں مر گیا (۲۶) اواخر حشر کی آیات تلاوت کرنے والا (۲۷) ہمیشہ قصر پڑھنے والا (۲۸) ہمیشہ چاشت کی نماز پڑھنے اور اپنا یومیہ ورد پڑھنے والا (۲۹) ہمیشہ روزہ رکھنے والا (۳۰) تیسرے ہفتہ میں زوال کے وقت دسواں رکوع پڑھنے والا (۳۱) فاتحہ کے بعد آیت الکرسی و سورہ اخلاص ہمیشہ پڑھنے والا (۳۲) جس نے موت کی آمد پر مبارک کہا۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے اخلاص سے شہادۃ کا طالب ہو وہ اسے پالے گا۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۱۹۰۹)

**الفوائد** : ① ناحق مال لینے والے کو قتل کرنا جائز ہے ② دوسروں پر ظلم کرتے ہوئے قتل ہونے والا جہنمی ہے کیونکہ وہ حقوق اللہ میں زیادتی کرنے والا ہے۔

# ۲۳۶ :بَابُ فَضْلِ الْعِتْقِ

## بَابٌ: آزادی کی فضیلت

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۔ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۔ فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ [البلد: ۱۱-۱۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پس نہ داخل ہوا گھاٹی میں اور تمہیں کیا معلوم وہ گھاٹی کیا ہے وہ گردن کا آزاد کرنا ہے''۔ (البلد)

**تشریح** : العتق۔ سابقہ عقت کی وجہ سے کسی آدمی سے حق کا زائل کرنا یا کسی نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اتلاف طلب کیا یہ آدمی پرندہ یا جانور کو لے کر نکالا تو اس کا حق درست نہ ہوگا۔ ابن صلاح کہتے ہیں اختلاف تو اس کے متعلق ہے جو شکار کے ذریعہ مالک بنے۔ بہائم کو آزاد کرنا یہ اسی طرح ہے جیسے اہل جاہلیت بحیرہ وسائبہ چھوڑتے تھے جو کہ قطعی طور پر باطل ہے ابونعیم کی وہ روایت جو ابوالدرداء کی راویت ہے: قال اللہ تعالیٰ اقتحم العقبہ۔ اقتحام تنگی و زبردستی داخل ہونا تا اس میں اعمال صالحہ کو گھاٹی قرار دیا اور اس پر عمل کو گھاٹی سے گزرنے سے تعبیر کیا اس میں نفس کا مجاہدہ ہے مطلب یہ ہوا کہ اس نے اس احسان کا شکریہ ادا نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا ہے۔ وما ادراک ما العقبہ۔ اس کی تکلیف و ثواب کو نہیں جانا فک رقبہ۔ گردن کو آزاد کرنا ہے اور اطعام۔ پس عقبہ گردن کو آزاد کرنا اور کھانا کھلانا اور صبر کی تلقین اور رحمت کی تاکید کرنا ہے بعض نے کہا کہ ثم اس لئے لائے کہ ایمان کا مرتبہ عتق واطعام سے بہت اونچا ہے پس عقبہ کی عتق واطعام سے تفسیر کی اور دونوں کی اس لئے خاص کیا کیونکہ اس کا نفع متعدی ہے۔

۱۳۵۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهَا عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ حَتّٰی فَرْجَهٗ بِفَرْجِهٖ'' ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

۱۳۵۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے ایک مسلمان کی گردن آزاد کی اللہ اس کے بدلے میں اس کے ہر عضو کو آگ سے آزاد فرما دیں گے۔ یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کو شرمگاہ کے بدلے میں''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** : من اعتق رقبہ مسلمۃ۔ جس مسلمان نے کسی مذکر یا مونث شخص کی گردن کو آزاد کیا۔ بکل عضو منہ۔ اس آزاد کردہ غلام کے ہر عضو کے بدلے اس کا ہر عضو آگ سے آزاد ہو جائے گا۔ یہ آزادی کا بدلہ ہے حتی فرجہ۔ حتی عطف کے لئے ہے کہ آزاد کرنے والے کی شرمگاہ کی شرمگاہ کے بدلے آزاد کرنے کی وجہ سے آگ سے آزادی ملے گی۔ یہ رقبہ مذکر کے ساتھ خاص ہے کیونکہ عذر کی اس میں حاجت نہیں۔ یہ ابن المنیر کا قول ہے۔ ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آزادی کامل ہونی چاہئے تاکہ اس کا مکمل ثواب حاصل ہو۔

**خطابی کا قول:** وہ نقص جو فائدہ سے متعلق ہو مثلاً خصی کرنا غیر خصی سے فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو بعتبر مانا جائے گا حافظ کا قول۔ جو ممانعت کے موقعہ پر کہا گیا ہے اس کا نووی نے انکار کیا ہے اس میں شبہ نہیں کہ خصی کو آزاد کرنے میں ثواب ہے لیکن کامل اولیٰ ہے اور روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام و لونڈی کی آزادی میں ثواب کا فرق نہیں لیکن صحیح روایت میں وارد ہے کہ "**ایما امری مسلم اعتق امرا مسلما کان فکاکه من النار و ایما امرئ مسلم اعتق امراتین مسلمتین کانتا فداء له من النار**" پس اسکے مطابق فیصلہ یہ ہے کہ مرد کو آزاد کرنا عورت کے آزاد کرنے سے افضل ہے اور کثرت سے غلاموں کو آزاد کرنا چاہئے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے تین ہزار غلام آزاد کئے اور ان کے متعلق دوسری روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن میں آٹھ ہزار غلام آزاد فرمائے۔ (شرح المنہاج ابن حجر)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۹۷۸۰) والبخاری (۲۵۱۷) ومسلم (۱۵۰۹) والترمذی (۱۵٤٦) والنسائی (٤۸۷٤) وابن حبان (٤۳۰۸) وابن الجارود (۹٦۸) والبیهقی (۱۰/۲۷۱)

**الفوائد** : ① غلام کی آزادی سے نارِ جہنم سے آزادی ملتی ہے بشرطیکہ رضائے الٰہی کے لئے ہو۔

۱۳٦۰ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ ، وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ " قَالَ قُلْتُ : اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا ، وَاَكْثَرُهَا ثَمَنًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳٦۰: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعمال میں کون سا عمل افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ پر ایمان اور اس کی راہ میں جہاد"۔ میں نے عرض کیا کون سی گردن افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو گردن کہ مالکوں کے ہاں نفیس اور قیمت میں زیادہ ہو۔" (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **الایمان بالله والجهاد فی سبیله** دونوں ملا کر ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں یہ رتبہ میں ایمان کے برابر ہے بلکہ عطف تو صرف افضلیت میں دونوں شریک ہیں اگرچہ دونوں میں باہمی فرق ہے۔ **ای الرقاب افضل** یعنی آزاد کرنے کے لحاظ سے کونسا غلام افضل ہے۔ **انفسها**۔ جو مالک کے ہاں عمدہ ہو نووی کہتے ہیں روایت سے مراد یہ ہے کہ جب اس کے پاس ایک غلام ہو پھر زیادہ قیمت والا اور اس کی نگاہ میں پسندیدہ ہو آزاد کرنا افضل ہے اور اگر اس کے پاس ایک ہزار درہم ہوں تو اس سے دو غلام خرید کر آزاد کرنا ایک نفیس غلام کی بنسبت افضل ہے۔ البتہ قربانی میں موٹی بکری دو کم موٹی بکریوں سے افضل ہے۔ امام شافعیؒ قربانی میں زیادہ قیمت' زیادہ تعداد سے افضل اور غلاموں میں زیادہ تعداد نفیس غلام سے میرے ہاں افضل ہے۔ کیونکہ قربانی سے مقصود غرباء تک گوشت کا پہنچانا ہے اور موٹے میں گوشت زیادہ اور عمدہ ہوتا ہے۔ غلام میں اسکی گردن کو آزادی دلوانا ہے (تہذیب نووی) حافظ کہتے ہیں اس میں ضابطہ یہ ہے جس کا فائدہ زیادہ ہو وہ افضل ہے قلیل و کثیر

کی بات نہیں اور انہوں اس کی دلیل میں امام مالک کی روایت کو دلیل بنایا' کہ کافرہ گردن اگر اعلیٰ ہو تو مسلمہ گردن کے آزاد کرنے سے افضل ہے۔ مگر اصبغ وغیرہ نے ان سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان گردن کے اعلیٰ ہونے کی قید حدیث میں موجود ہے۔

**تخریج** : باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی۔

**الفرائد** :ایضاً۔

# ۲۳۷ : بَابُ فَضْلِ الْإِحْسَانِ إِلَى الْمَمْلُوْكِ

## بَابُ: غلاموں سے حسن سلوک

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ، وَّبِذِي الْقُرْبٰى ، وَالْيَتٰمٰى ، وَالْمَسَاكِيْنِ ، وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى ، وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ، وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ [النساء : ٣٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: " تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ' والدین کے ساتھ احسان کرو' قرابت والوں' یتیموں' مساکین' قرابت والے پڑوسی' اجنبی پڑوسی' پاس بیٹھنے والے' مسافر کے ساتھ اور جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں اچھا سلوک کرو"۔ (النساء)

**تشریح**: یہ احسنوا کا مفعول ہے اور اس کا عطف اعبدوا پر ہے وبذی القربی۔ اس میں ذوی الارحام بھی شامل ہیں۔ والیتامی۔ جمع یتیم جس کا باپ فوت ہو جائے۔ والمساکین۔ جمع مسکین جو محتاج ہو۔ والجار ذی القربی۔ جو پڑوسی اور قرابتدار ہوں یا قریبی پڑوسی یا پڑوسی جو ایمان میں شریک ہو۔ والجار الجنب۔ اجنبی پڑوسی یا وہ پڑوسی جو گھر کے اعتبار سے دور ہو یا اہل کتاب میں سے جو پڑوسی ہو۔ والصاحب بالجنب۔ عورت یا رفیق سفر یا فی الوقت موجود۔ وابن السبیل۔ مسافر یا مہمان۔ وما ملکت ایمانکم۔ غلام لونڈیاں وغیرہ باب حق الجار میں تفسیر گزری۔

١٣٦١ : وَعَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ : رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَّعَلٰى غُلَامِهٖ مِثْلُهَا ، فَسَأَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ ، فَذَكَرَ أَنَّهٗ سَابَّ رَجُلًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَيَّرَهٗ بِأُمِّهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ" هُمْ إِخْوَانُكُمْ وَخَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

١٣٦١ : حضرت معرور بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے ابوذرؓ کو دیکھا کہ ان پر ایک عمدہ جوڑا تھا اور ان کے غلام کے جسم پر بھی ویسا ہی تھا۔ میں نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص کو برا بھلا کہا اور اس کی ماں کی نسبت سے عار دلائی۔ اس پر نبی اکرمؐ نے فرمایا: "تو ایسا آدمی ہے کہ تجھ پر جاہلیت کا اثر ہے۔ وہ تمہارے بھائی اور خدمت گزار ہیں اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا۔ پس جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے"۔ مزید یہ بھی فرمایا: "تم ان کو ایسی تکلیف نہ دو کہ جس کی ان میں طاقت نہ ہو اگر تم ان کو ایسا کام سپرد کرو تو پھر ان کی مدد کرو"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **المعرور** یہ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتے ہیں ابوامیہ ان کی کنیت ہے کوفہ میں مقیم لوگوں سے ہیں ثقہ کبار تابعین میں شمار ہوتے ہیں اس کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔ صحاح ستہ کے رواۃ نے ان سے روایت لی ہے۔ **حلہ**۔ اس کی جمع حلل ہے جیسے غرفہ وغرف۔ یہ موٹا کپڑا ہے جس کا اوپر والا اور اندرون کپڑا ایک جنس کا ہوتا ہے۔ **مثلها**۔ سے مراد ایسا حلہ جوان کے اپنے حلہ کی طرح تھا۔ **عن ذلك**۔ سے مراد یہ ہے کہ غلام کو اپنے جیسا لباس کیوں پہنایا حالانکہ عام عادات میں تو فرق رکھا جاتا ہے۔ **رجلاً علی عهد**۔ اس سے مراد بلالؓ ہیں ان کو میں نے زمانہ نبوت میں یا ابن اسودہ کہہ کر عار دلائی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: **انك امرؤ**۔ تاکید کے لئے خالی الذہن منکر کے قائم رکھ کر ان لایا گیا ہے جیسا شاعر نے کہا۔

**جاء فلان عارضا رمحه ☆ ان بنی عمك فيهم رماح**

مخاطب جب وہ نیزہ اٹھا کر آیا تو منکر کی طرح ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اے ابوذر تم میں جاہلیت کے اخلاق میں ایک چیز پائی جاتی ہے۔ **هم اخوانكم**۔ وہ غلام اولاد آدم ونوح علیہما السلام ہونے کی وجہ تمہارے جنس شریک بھائی ہیں یا اسلامی بھائی ہیں۔ کافر غلام تابع ہونے کی حیثیت مراد ہوگا یا صرف مؤمن غلام مراد ہوگا نوکر و چاکر ہیں ان کو خول کہتے کی وجہ سے یہ ہے کیونکہ یہ معاملات اسی وجہ سے باغبان کو ''خولی'' کہتے ہیں (فتح الباری) جعل کے ساتھ ضمیر مفعول کو تاکیداً مقدم کیا۔ **تحت ايديكم**۔ یہ قدرت و مسلک سے مجاز ہے۔ **اخواه**۔ یہاں شفقت واحسان پر ابھارنے کے لئے اخوہ سے تعبیر فرمایا۔ **فليطعمه**۔ جمہور کے ہاں دونوں امر استحباب پر محمول ہیں اور مقصود ان کی ضروریات کو پورا کرنا ہے خواہ وہ کھانے سے متعلق ہوں یا پہننے سے۔ خصوصی آقا کے مطعومات وابستہ مراد نہیں موطا امام مالک اور مسلم میں ابوہریرہؓ کی روایت موجود ہے: ''**للمملوك طعامه و كسوته بالمعروف ولا يكلف من العمل مالا يطيق**'' اس سے معلوم ہوا کہ مراد مناسب ہے۔ البتہ جو اس سے بڑھائے وہ متطوع شمار ہوگا۔ جیسا ابوذرؓ نے کہا: **لا تكلفوهم ما يغلبهم**۔ ان کو ایسے عمل کی تکلیف نہ دو جس سے وہ عاجز ہوں اور اس کی قوت نہ رکھتے ہوں۔ **فان كلفتموهم**۔ اگر کوئی سخت کام ان کے ذمہ لگاؤ ان کی مشقت کم کرنے کے لئے ان کی اعانت کرو۔ ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: **اخوانكم جعلهم الله تحت ايديكم**۔ حافظ کہتے ہیں اجیر کا حکم بھی غلام جیسا ہے۔

**تخريج**: أخرجه أحمد (٨/٢١٤٨٨) والبخاري (٣٠) ومسلم (١٦٦١) وأبو داود (٥١٧٥) والترمذي (١٩٥٢) وابن ماجه (٣٦٩٠)

**الفوائد**: ① عاداتِ جاہلیت ترک کر دینے کے قابل ہیں ② عار دلانا اور ماں باپ کا طعنہ دینا ناجائز ہے ③ غلام اور ماتحت کے ساتھ حسن سلوک سے پیش ہونا چاہئے۔

١٣٦٢: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ''اِذَا اَتٰی اَحَدَكُمْ خَادِمُهٗ بِطَعَامِهٖ فَاِنْ لَّمْ يُجْلِسْهُ مَعَهٗ فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً اَوْ لُقْمَتَيْنِ اَوْ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَيْنِ فَاِنَّهٗ وَلِیَ عِلَاجَهٗ'' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

"اَلْاُکْلَۃُ" بِضَمِّ الْھَمْزَۃِ وَھِیَ اللُّقْمَۃُ۔

۱۳۶۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لئے کھانا تیار کر لائے تو اگر اس کو اپنے ساتھ نہ بٹھا سکے تو چاہئے کہ اس کو ایک یا دو لقمے ضرور دے کیونکہ اس نے اس کے (پکانے) کی تکلیف برداشت کی"۔ (بخاری)

اَلْاُکْلَۃُ: ہمزہ کی پیش کے ساتھ لقمہ کو کہتے ہیں۔

**تشریح** ⊛ اذا اتی احد کم۔ مفعول کو مقدم کیا تا کہ ضمیر لوٹانے کی ضرورت نہ رہے۔ یہ غلام، مزدور، کام عقد اجارہ ہو یا بر سبیل تبرع ہو تمام اس حکم میں شامل ہیں۔ فان لم یجلسه معه۔ تواضع و افضیلت کا تقاضا تو ساتھ بٹھانا ہے۔ فلیناوله۔ ایک دو لقمے اسے کھلائے۔ یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ فانه ولی علاجه۔ یہ علت امر مندوب ہے۔ صاحب نہایہ نے اس کا معنی عمل لکھا ہے اور دیگر نے کھانے کے اسباب و آلات کو مہیا کرنا اور اس کا پکانا ہے جیسا کتاب الاطعمہ میں بخاری نے لکھا: "فقد کفاه دخانه و علاجه فلیجلسه معه فان لم یجلسه معه فلیناوله اکلة او اکلتین"۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۷۸۱۰) والبخاری (۲۵۵۷) ومسلم (۱۶۶۲) وأبو داود (۳۸۴۶)

**الفوائد**: ① مکارم اخلاق میں سے مواسات بھی ہے ② کھانا تیار کرنے والے کو اس میں کھلانا حسن اخلاق سے ہے۔

## ۲۳۸: باب فَضْلِ الْمَمْلُوْكِ الَّذِیْ یُؤَدِّی حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِیْهِ!

## بَابٌ: اس غلام کی فضیلت جو اللہ کا حق اور اپنے آقاؤں کا حق ادا کرے

١٣٦٣: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا نَصَحَ لِسَیِّدِهٖ، وَاَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ، فَلَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَیْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۳۶۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غلام جب اپنے آقا سے اخلاص برتتا ہے اور اللہ کی عبادت اچھے طریقے سے کرتا ہے۔ تو اس کو دو مرتبہ اجر ملے گا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **العبد**۔ اس سے مراد لونڈی و غلام ہر ایک ہے۔ **اذا نصح لسیدہ**۔ **نصح** کا صلہ لام استعمال ہوتا ہے جیسا اس روایت میں: ان اردت ان انصح لکم [ھود] اس کے بغیر بھی متعدی ہوتا ہے **نصحته**۔ اس کا معنی اخلاص اور عمل و مشورہ میں خیر خواہی کی بات کرنا ہے (المصباح) یعنی اس نے بقدر استطاعت خدمت انجام دی۔ **احسن عبادة الله**۔ تمام ارکان و شروط و آداب کے ساتھ انجام دینا۔ **فله اجره مرتین**۔ کیونکہ اس نے اپنے رب کی عبادت کی اور اپنے آقا کی خدمت کی۔ (ابن عبدالبر) حافظ کہتے ہیں اس کو دوگنا اجر ملنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ غلام ہے اور اس پر مشقت بھی آن پڑی ورنہ جہت عمل کے لحاظ سے دوگن اجر میں تو دوسرے بھی شریک ہیں (فتح) حافظ سیوطی نے دو مرتبہ اجر والوں کی تعداد میں لکھی ہے۔ (مطلع البدرین)

**تخریج**: أخرجه البخاری (٢٥٤٦) ومسلم (١٦٦٤) وأبو داود (٥١٦٩)

**الفرائد**: ① غلام اچھا وہ ہے جو آقا کا خیر خواہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو اس کو قیامت کے دن تاج ملے گا کیونکہ اس نے دونوں کے حقوق کی ادائیگی میں کسر نہ اٹھا رکھی۔

١٣٦٤: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الْمُصْلِحِ اَجْرَانِ" وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ بِیَدِهٖ لَوْ لَا الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَالْحَجُّ وَبِرُّ اُمِّیْ لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَمُوْتَ وَاَنَا مَمْلُوْكٌ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۳۶۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس غلام کے لئے جو اپنے آقا کا خیر خواہ ہو دو اجر ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں ابو ہریرہ کی جان ہے۔ اگر جہاد فی سبیل اللہ حج اور اپنی والدہ سے حسن سلوک کا معاملہ نہ ہوتا تو میں پسند کرتا کہ میری موت غلامی کی حالت میں آئے''۔

(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **المصلح**۔ بقول حافظ صلاح سے مراد عبادۃ' خدمت مولیٰ کو شامل ہے۔ **بیدہ**۔ اس سے قدرت مراد ہے۔اشعری کہتے ہیں یہ اور وجہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ ہیں' ذہن میں ہر ایک کے متعلق جو متبادر چیز آتی ہے اس کی ذات اس سے وراء الوراء ہے۔ **و برامی**۔ بعض نے ان کی والدہ کا نام امیمہ اور بعض نے میمونہ بتلایا ہے یہ صحابیہ ہیں اس کا مہمان ہونا مسلم میں مذکور ہے۔ بخاری نے "**والذی نفسی بیدہ**" کے الفاظ لکھے ہیں۔ خطابی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء واصفیاء کا بعض اوقات مملوکیت سے امتحان لیتے ہیں۔ جیسا یوسف علیہ السلام کا امتحان فرمایا (خطابی) داؤدی کہتے ہیں یہ قول ابو ہریرہؓ ہے جو مدرج فی الحدیث ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی اس وقت کوئی والدہ نہ تھی جس سے حسن سلوک فرماتے۔ (کرمانی) حافظ کہتے ہیں مدرج ہونے کی دلیل نمبر ا اسماعیل نے نقل کیا "**والذی نفس ابی ہریرہ بیدہ**" مسلم مروزی' ادب المفرد میں بخاری نے اور ابوعوانہ نے ذکر کیا اور مسلم کے بعض طرق میں یہ بات مذکور ہے "**بلغنا ان ابا ہریرہ لم یکن یحج حتی ماتت امہ لصحبتھا**" اسی طرح احمد نے ابو ہریرہؓ سے نقل کیا: **لو لا امر ان لا جبت ان اکون عبداً** کیونکہ میں نے رسول ﷺ سے خود سنا: **ما خلق اللہ عبداً یودی حق اللہ علیہ و حق سیدہ الا و فاہ اللہ اجرہ مرتین**" اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ ابو ہریرہؓ کا استنباط ہے جو روایت مرفوعہ سے استثناء جہاد کے لئے اختیار کیا۔ بعض اوقات یہ اجازت کا محتاج ہے اسی طرح بعض اوقات احسان بقیہ عبادات بدنیہ وہ محتاج اجازت نہیں اور مالی عبادات کا تذکرہ نہیں خواہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس اتنا مال نہ تھا جو ضرورت سے زائد ہو اور اس کو دیگر قربات میں خرچ کریں یا ان کی رائے یہ تھی کہ اجازت کے بغیر غلام کو آقا کے مال میں تصرف درست ہے۔ (فتح الباری)

**تخریج** : أخرجه البخاري (٥٢٤٨) ومسلم (١٦٦٥)

**الفوائد** : ① ابوہریرہ کی والدہ کا نام امیمہ یا میمونہ ہے ② نیک صالح غلام کی فضیلت ذکر کی گئی اس سے غلام کے کثرت اجر کی طرف اشارہ ہے' مملوکیت کی پسندیدگی نہیں۔

١٣٦٥ : وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَلْمَمْلُوْكُ الَّذِيْ يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهٖ ' وَيُؤَدِّيْ اِلٰى سَيِّدِهِ الَّذِيْ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ ' وَالنَّصِيْحَةِ' وَالطَّاعَةِ ' لَهٗ اَجْرَانِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

١٣٦٥: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو غلام اچھے طریقے سے اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ خیر خواہی اور اطاعت سے پیش آتا ہے تو اس کے لئے دو اجر ہیں"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ **المملوك الذی**۔ **یؤدی** دینے کے معنی میں آتا ہے **الذی علیہ**۔ جو آقا کا حق اس پر لازم ہے۔ **من الحق وله اجران**۔ یہ الذی کے ابہام کی وضاحت ہے۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (٢٥٥١)

**الفرائد**: ① غلام کو خیر پر آمادہ کیا گیا ہے۔ وہ اگر آقا اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں تو دوہرے اجر کے حقدار ہیں۔

١٣٦٦ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "ثَلَاثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ : رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ ، وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ ، وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهٗ اَمَةٌ فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ اَجْرَانِ" ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۳۶۶: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین ایسے آدمی ہیں جن کو دو اجر ملیں گے: (۱) اہل کتاب کا وہ آدمی جو اپنے پیغمبر پر ایمان لایا اور حضرت محمد ﷺ پر (بھی) ایمان لایا (۲) وہ مملوک غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کرے (۳) وہ آدمی کہ جس کی لونڈی ہو وہ اس کو عمدہ ادب سکھائے اور اچھی اور اعلیٰ ترین تعلیم دلائے پھر آزاد کر کے اُس کے ساتھ شادی کرے اُس کے لئے دو اجر ہیں"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح**: ثلاثہ ۔ یہاں تین پر اکتفا کیا کیونکہ موقعہ کا تقاضا یہی ہے اور اس کے خلاف نہیں کہ دو مرتبہ اجر ملنے والوں کی تعداد بہت ہو۔ سیوطی نے ان کو جمع کیا:

(۱) آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن (۲) جو اپنی بیوی یا خاوند یا قریبی رشتہ دار کو صدقہ دے (۳) جس نے اجتہاد کیا اور درست اجتہاد نکلا (۴) دوسری مرتبہ وضو کیا (۵) کتابی جو مسلمان ہو (۶) غلام جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ اپنے آقا کا حق ادا کرے (۷) رات کو چلنے اور سفر کرنے والا غازی (۸) غنی جو متقی ہو (۹) لونڈی کو خرید کرنے کی کی تعلیم دی پھر اس سے آزاد کر کے نکاح کر لیا (۱۰) کسی نیک طریقہ کی بنیاد رکھے (۱۱) اپنی نماز کو لوٹائے (۱۲) بزدل آدمی جب دشمن سے جہاد کرلے (۱۳) سمندر میں ڈوب کر مر جائے (۱۴) جس کو یہود و نصاریٰ قتل کریں (۱۵) سمجھدار دینی طالب علم (۱۶) سردی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے والا (۱۷) خطبہ کی طرف کان لگانے والا جب کہ وہ قریب ہو (۱۸) صف اول کو مکمل کرنے والا (۱۹) امام و مؤذن کے ساتھ عصر کی نماز کی پابندی کی (۲۰) فساد کے وقت رک جانے والا (۲۱) خفیہ طور پر خوش ہونے والا ہو (۲۲) جمعہ کے دن غسل جنابت کرنے والا (۲۳) کسی خیر کی خوشخبری ملی تو چہرے پر خوشی کے آثار میں اضافہ ہوا (۲۷) جس کی موت اپنا ہتھیار لگنے سے آ گئی (۲۸) جنازہ کے ساتھ چلے (۲۹) کھانے کے بعد جو ہاتھ دھوئے (۳۰) مجاہد جو مضطرب ہو (۳۱) اہل میت سے حیاء کر کے میت کے پیچھے جانے والا (۳۲) تقویٰ کی روایات کو غور سے سننے والا (۳۳) جو قرآن کو دیکھ کر پڑھے (۳۴) معنیٰ سمجھ کر ظاہر کر کے قراءت کرے۔

مہلب کا قول: نص میں ان تین کا تذکرہ ہے تاکہ اس سے تمام اعمال میں بھلائی کا عمل کرنے والوں کے متعلق خبردار کیا جائے۔ اجل من اهل الکتاب۔ خواہ یہودی ہو یا نصرانی جیسا سیوطی نے طیبی سے نقل کیا اور حافظ نے اس کی اتباع کی ہے اور کہا کہ مرد و عورت کا ایک حکم ہے۔ آپ ﷺ پر وہ ایمان لے آیا مشرک کافر اس ثواب کا حقدار نہ ہوگا جبکہ وہ مسلمان ہو۔

البتہ داؤدی کا اس میں اختلاف ہے۔ حافظ کہتے ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کو بھی اجر ومتعدد ملیں کیونکہ اس نے عناد اختیار نہیں کیا جیسا کہ دیگر گمراہ لوگ کرتے ہیں پس اس کو اپنے نفس کے خلاف اس مجاہدہ پر کہ اس نے اپنے نفس کو اپنے ہم مثل لوگوں کے برخلاف حق پر آمادہ کیا۔ اذا أدى حق الله کہ جس کو کرنا لازم تھا اس کو اختیار کیا اور جس سے بچنا ضروری تھا اس سے بچ گیا۔ وحق مواليه۔ اگر اس پر یہ کہا جائے کہ مالک کا اجر دوگنا ہوگا۔ کرمانی کہتے ہیں اس میں کوئی ممانعت نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرے اعتبارات سے آقا کو دوگنا اجر ملے یا اس سے مراد غلام کے ان کاموں پر اجر کا ملنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت کے لئے کرتا ہے اور اپنے آقا کی تابعداری میں کرتا ہے تو گویا ایک عمل پر وہ دو اعتبار سے حقدار بنا۔ ورجل كانت له امة فادبها۔ اس نے لونڈی کو دینی تعلیم دی اور معاش ومعاد کی ضروریات اسے سکھلا دیں پھر آزاد کر کے شادی کر لی یعنی آزادی کی رقم کے علاوہ مہر جدید سے نکاح کیا جیسا کہ ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے "اعتقها ثم أصدقها" یہ دوبارہ لائے تاکہ بات کی اہمیت وپختگی ظاہر ہو۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (٢٥٤٤) ومسلم (١٥٤) وأبو داود (٢٠٥٣) والترمذی (١١١٩) والنسائی (٣٣٤٤) وابن ماجه (١٩٦٥) والطبرانی (٤٤/١) والبيهقی (١٢٨/٧)

**الفوائد**: ① جو اہل کتاب ہمارے پیغمبر ﷺ پر ایمان لائے وہ دوگنے اجر کا حقدار ہے ② لونڈی کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لینے کا اجر مذکور ہے۔ یہ رجوع فی الصدقہ نہیں بلکہ احسان در احسان ہے۔

## ۲۳۹ :بَابُ فَضْلِ الْعِبَادَةِ فِي الْهَرْجِ وَهُوَ الْإِخْتِلَاطُ وَالْفِتَنُ وَنَحْوُهَا

## بَاب: جنگ وجدال اور فتنوں کے زمانے میں عبادت کی فضیلت کا بیان

۱۳۶۷ : عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۶۷: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شدید فتنے کے وقت عبادت کرنا اس طرح ہے جیسے میری طرف (مدینہ) ہجرت کرنا"۔ (مسلم)

**تشریح**: ان کے حالات باب امرولاۃ الامور میں گذر چکے۔ **في الهرج** ۔ یہ ظرف لغو ہے ظرف متقرد ہوتو حال یا صفت ہے۔ **كهجرة الي**۔ اس کی فضیلت زیادہ اس لئے ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں اور اس کے لئے کم افراد فارغ ہیں۔

اس موقعہ پر عبادت کرنے والا اور لوگوں سے الگ تھلگ ہونے والے کا اجر نبی اکرم ﷺ کی طرف ہجرت کرنے والے کی طرح ہے کیونکہ ان میں مناسبت یہ ہے کہ مہاجر اپنے دین کی حفاظت کے لئے مدینہ ہجرت کر کے گیا ہے اور یہ آدمی لوگوں سے الگ ہوا تا کہ اپنے رب کی عبادت کر لے وہ حقیقت میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا اور تمام مخلوق سے بغاوت کرنے والا ہے۔

**تخريج** : أخرجه أحمد (۷/۲۰۳۲۰) ومسلم (۲۹٤۸) والترمذی (۲۲۰۸) وابن ماجه (۳۹۸۵) والطبرانی (۲۰/٤۸۸) وابن حبان (۵۹۵۷) والطيالسی (۹۳۲) وابن أبی شيبة (۱۹۱٤٦)

**الفوائد** : ① فتنوں کے زمانے میں عبادت کا اُجر بہت بڑھ جاتا ہے

## ۲۴۰ : بَابُ فَضْلِ السَّمَاحَةِ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَآءِ وَالْاَخْذِ وَالْعَطَآءِ وَحُسْنِ الْقَضَآءِ وَالتَّقَاضِيْ وَاِرْجَاحِ الْمِكْيَالِ وَالْمِيْزَانِ وَالنَّهْيِ عَنِ التَّطْفِيْفِ وَفَضْلِ اِنْظَارِ الْمُوْسِرِ وَالْمُعْسِرِ وَالْوَضْعِ عَنْهُ!

**باب:** خرید وفروخت' لینے دینے میں نرمی اختیار کرنے کی فضیلت اور ادائیگی اور مطالبہ میں اچھا رویہ اختیار کرنے اور ناپ تول میں زیادہ دینے کی فضیلت اور کم دینے سے ممانعت اور مالدار اور تنگدست کو مہلت دینے اور اس کو معاف کر دینے کی فضیلت کا بیان

**تشریح:** اسماحة۔ سمع سماحة : دینا اور سخاوت کرنا اور مراد سے موافقت کرنا حافظ کہتے ہیں سخاوت معنی ہے سمع بکذا ۔ یہاں مقصود باہمی سہولت پیدا کرنا اور دینا ہے۔ في البيع والشراء مشتری کے لئے پیسے میں اور بائع کے بدلے دوسرے میں کوئی چیز چھوڑ دے (۲) اپنے ساتھی کی موافقت کرے۔ والاخذ والعطاء بغیر بیع وشراء کے معاوضے کے ۔وحسن القضاء اس حق کی ادائیگی کامل طور پر۔ والتقاضي کچھ معاف کرے اور کچھ سے درگزر کرے۔ ارجاح دیتے وقت جھکتا ہوا تولے۔ والنهي عن التطفيف: یعنی اچھے وزن اور ماپ سے دے۔ انظار الموسر مقروض کو مہلت دینا۔ والوضع قرض کو بالکل ساقط کر دینا جب کہ وہ تنگ دست ہو۔

### الایات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ [البقرة: ۲۱۵] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ﴾ [هود: ۸۵] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [المطففين: ۱-۶]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "تم جو بھی بھلائی کرو۔ پس بے شک اللہ اس کو جاننے والے ہیں"۔ (البقرۃ) اللہ تعالیٰ نے

ارشاد فرمایا: ''اے میری قوم ماپ تول کو انصاف سے پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو''۔ (ھود) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو ماپ تول میں کمی کرنے والے ہیں وہ جو کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ماپ کر دیتے ہیں یا وزن کر تے ہیں تو وہ کمی کرنے والے ہیں کیا ان کو یقین نہیں کہ ان کو اٹھایا جائے گا ایک بڑے دن میں جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے''۔ (المطففین)

**تشریح:** ۱) وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ تمہارے اچھے عمل پر خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، چھوٹا ہو یا بڑا اس پر بدلہ دیں گے۔ ۲) وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کے خطاب کی حکایت ہے کہ اے لوگو! تم کیل و وزن کو عدل و تسویہ سے پورا کر و لوگوں کو ماپ کر دینے میں کمی نہ کرو۔ ہر چیز کے دینے میں کمی سے روکا گیا ہے۔ ۳) وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ: ماپ اور وزن میں کمی کرنے کو کہا جاتا ہے۔ وَيْل: غم، ہلاکت اور عذاب سے مشقت مراد ہے تطفیف۔ ماپ اور وزن میں کمی کرنے کو کہا جاتا ہے: اِكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ: اس سے اپنا حق وصول کرتے ہیں۔ يَسْتَوْفُوْنَ: اس کو پورا پورا وصول کرتے ہیں لوگوں کے حق کو علی سے متعدی کیا گیا۔ فرّاء کا قول من اور علی ایسے مقام پر ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ كَالُوْهُمْ: انکو ماپ کر دیتے ہیں۔ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ: یہ وزنوا کے بعد حرف جار کو حذف کیا گیا اور فعل کو مفعول کے ساتھ ملایا گیا ہے بعض نے کہا: مضاف محذوف ای مکیلھم او موزونھم یخسرون لوگوں سے حق کے لینے میں ان کی عادت کا تذکرہ فرمایا کہ وہ کم کرتے ہیں خواہ میزان کو پکڑ کر یا سرقہ کر کے یا ہلا کر تا کہ کم چیز جائے اور جب لیتے ہیں خواہ ماپ ہو یا تول تو چونکہ دونوں چیزوں پر ان کو قدرت ہے اس لئے ایک کا ذکر کیا اور دوسرے کو سمجھ آنے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ اَلَا يَظُنُّ: قیامت کا یقین ہی اس قسم کی حرکات کو روک سکتا ہے۔ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ: اس میں بڑے معاملات پیش آئیں گے۔ یوم یہ اعنی کی وجہ سے منصوب ہے (۲) مَبْعُوْثُوْنَ کی وجہ سے (۳) بدل ہے اس صورت میں مجرور ہے۔

۱۲۶۸: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ فَاَغْلَظَ لَهٗ فَهَمَّ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا'' ثُمَّ قَالَ: ''اَعْطُوْهُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّهٖ'' قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا نَجِدُ اِلَّا اَمْثَلَ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ: ''اَعْطُوْهُ فَاِنَّ خَيْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۲۶۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر تقاضا کرنے لگا اور آپ سے درشت رویہ اختیار کیا۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو سزا دینا چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو چھوڑ دو اس لئے کہ حق والے کو بات کرنے کا حق حاصل ہے۔'' پھر فرمایا: ''اس کو اتنی عمر کا اونٹ دے دو جتنا اس کا تھا''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم تو اس کے جانور کی عمر سے بہتر والا پاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اس کو وہی دے دو تم میں بہتر وہ ہے جو ادائیگی میں بہتر ہو''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** (۱) شاید اس سے مراد زید بن شعبہ کنانی ہوں یہ بعد میں اسلام لائے شفاء میں ان کی بات محبت کے سلسلہ میں مذکور ہے۔ احمد کی روایت میں ہے: "جاء اعرابی یتقاضی النبی ﷺ بعیرًا له" یتقاضاه۔ آپ ﷺ سے مال کا تقاضا کر رہا تھا۔ فاغلظ۔ اس نے اعراب کی عادت کے مطابق درشتی اختیار کی۔ فهم به۔ صحابہؓ نے سختی کی سزا دینے کا ارادہ کیا۔ دعوه۔ آپ ﷺ نے اسے اس کے حال پر چھوڑنے کا حکم فرمایا۔ فان لصاحب الحق مقالا۔ خاص بات کرنے کا حق ہے اور وہ مدیون پر غلبہ والی بات ہے۔ سنا مثل سنه۔ فیصلہ میں مماثلت کا تقاضا یہ تھا حافظ کہتے ہیں اس سے آپ ﷺ نے ابورافع مولیٰ کو خطاب فرمایا جیسا کہ مسلم کی روایت میں موجود ہے۔ لا نجد الا أمثل۔ ہمارے پاس اس سے اعلیٰ عمر والا ہے آپ ﷺ نے اعلیٰ دینے کا حکم فرمایا۔ فان خیر کم احسنکم قضاء نحو۔ قضاء کا لفظ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ ایک روایت میں ہے: "فان من خیر کم او خیر کم" یعنی معاملہ میں بہتر۔ ایک روایت میں فان افضلکم احسنکم قضاءً اور ایک روایت میں "خیارکم" ہے اس سے مفرد یا جمع مراد ہو درست ہے تم میں پسندیدہ احسنکم میں جب اضافہ مراد ہوا تو مفرد لانا درست ہے۔ اس روایت کا مدار سلمہ بن کہیل پر ہے۔ ترمذی کے الفاظ اس طرح ہیں: "استقرض النبی ﷺ سنًا" یہ روایت بخاری و مسلم کے غرائب سے ہے۔ (فتح)

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۹۳۹۹) والبخاری (۲۳۰۵) ومسلم (۱۶۰۱) والترمذی (۱۳۲۰) والنسائی (٤٦٣٢) وابن ماجه (۲٤۲۳)

**الفوائد**: ① حیوان کی ادھار بیع جائز ہے ② قرض کا مطالبہ مناسب طریقے سے درست ہے ③ آپ ﷺ کے عظیم اخلاق اور حلم کا اظہار ہے ④ نیکی اور طاعت کے کاموں کے لیے قرض درست ہے۔

۱۳٦۹ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ "رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰی، وَاِذَا اقْتَضٰی" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔

۱۳۶۹: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو فروخت، خرید اور رقم کے تقاضے کے وقت درگزر (مہلت) کرنے والا ہو"۔ (بخاری)

**تشریح** رحم الله۔ یہ جملہ خبریہ دعائیہ ہے۔ حافظ کہتے ہیں ترمذی کے الفاظ یہ ہیں: "غفر الله لرجل کان قبلکم کان سهلاً اذ باع" اس سے معلوم ہوتا ہے معین آدمی مقصود ہے کرمانی کہتے ہیں بظاہر تو یہ حق آدمی کو اطلاع ہے۔ یہ دعا بھی بن سکتی ہے تقدیر اس طرح ہوگی: رحم الله عبداً۔ شرط سے مقید کرنے میں عموم معلوم ہوتا ہے۔ رجلاً سمحًا۔ یہ صفت مشبہ ہے جو ثبوت و قیام پر دلالت کرتی ہے اسی وجہ سے بیع شراء اور تقاضی کے احوال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اذا اقتضی۔ سہولت سے اپنے حق کی ادائیگی طلب کرے اور مسماحة سے تنگ نہ کرنا مراد ہے روک لینا مراد نہیں۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۱٤٦٦٤) والبخاری (۲۰۷٦) والترمذی (۱۳۲٤) وابن ماجه (۲۲۰۳) وابن حبان (٤۹۰۳) والطبرانی (٦۷۲) والبیهقی (۵/۳۵۷)

الفرائد : ① معاملات میں حتی الامکان درگزر سے کام لینا چاہئے ② مطالبہ میں دوسرے کو زیادہ تنگ نہ کرنا چاہئے بلکہ عفو کو سامنے رکھا جائے۔

۱۳۷۰ : وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّنَجِّيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۷۰: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جو یہ پسند کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن دکھوں سے نجات دے تو اسے چاہئے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا مقروض کو معاف کرے"۔ (مسلم)

تشریح : سره : خوش کرنا۔ ان ینجیه۔ اس کو نجات والا بنادیں۔ کرب ۔جمع کربه۔ وہ شدید غم جو نفس پر طاری ہو جائے بقول جوہری کربہ مصیبت کے معنی میں ہے۔ فلینفس عن معسر ۔وہ تنگدست سے قرض کا مطالبہ مؤخر کرے۔ بعض نے کہا اس سے مطالبہ ختم کردے۔ او یضع عنه۔ اس کو قرضہ معاف کردے یہ اس آیت سے لیا گیا: ﴿وان کان ذو عسرة فنظرة الی میسره وان تصدقوا خیرلکم﴾ الایه۔ طبرانی نے روایت کو ان الفاظ سے ذکر کیا ہے "من سره ان یامن من غم یوم القیامة فلینظر معسراً او لیضع عنه"۔

احمد نے ابن عباسؓ سے اسی طرح نقل کیا اور یہ کہا: وقاه الله من فیح جهنم"۔

تخریج : أخرجه مسلم (۱۵۶۳) والبیهقی (۳۵۷/۵)

الفرائد : ① مسلمان بھائی کے دکھ کا ازالہ کرنے کی وجہ سے قیامت کی ہولناکیوں سے بچالیا جائے گا۔

۱۳۷۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ وَكَانَ يَقُوْلُ لِفَتَاهُ اِذَا اَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا ، فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۷۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک آدمی لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور وہ اپنے غلام کو ہدایت کرتا کہ جب کسی تنگ دست کے پاس جاؤ تو درگزر کرنا۔ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر کرے۔ پس جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرمایا"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح : یداین۔ یہ مبالغہ کے لئے ہے بہت قرض دیتا تھا۔ معسراً ۔تنگ دست کے ہاں مطالبہ قرض کے لئے نہ جاؤ۔ فتجاوز عنه۔ تجاوز میں مہلت ختم کردینا' اچھے انداز سے تقاضا سب شامل ہیں۔ ان یتجاوز عنا۔ اس لئے کہ بدلہ جنس عمل سے ہوتا ہے۔ فلقی الله ۔اسے موت آ گئی۔ یہ موت سے کنایہ ہے یا وہ بعد الموت سے کنایہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس

کومعاف فرمادیا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۷۰۸۲) والبخاری (۲۰۷۸) ومسلم (۱۵٦۲) والنسائی (٤۷۰۹) وابن حبان (٥۰٤۲) وابن أبی شيبة (۱۹٦/۸) والبيهقی (۳٥٦/٥)

**الفوائد** : ① اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جانے والا چھوٹا سا عمل بھی بہت بڑے اجر کا باعث ہے ② تنگ دست کو تمام یا کچھ قرض معاف کرنا تجاوز عن السیات کا ذریعہ ہے۔

۱۳۷۲ : وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : حُوْسِبَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَلَمْ یُوْجَدْ لَهٗ مِنَ الْخَیْرِ شَیْءٌ اِلَّا كَانَ لَهٗ یُخَالِطُ النَّاسَ وَكَانَ مُوْسِرًا ، وَكَانَ یَاْمُرُ غِلْمَانَهٗ اَنْ یَّتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُعْسِرِ – قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : "نَحْنُ اَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْهُ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۷۲: حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کا حساب لیا گیا۔ اس کے نامۂ اعمال میں کوئی بھلائی نہ پائی گئی سوائے اس بات کے کہ وہ لوگوں سے میل جول رکھتا اور صاحب خیر (بھلائی میں تعاون کرنے والا) تھا۔ اس نے اپنے غلاموں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ تنگ دست سے درگزر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اس سے (بھلائی میں) تجاوز کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس کے گناہوں سے درگزر کرو"۔ (مسلم)

**تشریح** ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا نام عقبہ بن عامر ہے۔ بدر میں رہائش کی وجہ سے بدری کہلاتے ہیں غزوہ بدر میں شامل نہ تھے جیسے ان کے حالات میں گزرا۔ قبلكم ۔ اس سے پہلی امت کے لوگ مراد ہیں۔ یخالط الناس: قرضہ اور بیع وشراء کے معاملات کرتا تھا۔ کان موسرًا ۔

**النحو** : یخالط کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ غلمانه ۔ جمع غلام ۔ مسلم کی روایت میں فتیامه ہے۔ ان یتجاوزوا۔ مہلت دو یا بالکل نہ لو۔ احق۔ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں یہ بات تقریب اذہان کے لئے فرمائی ورنہ خالق ومخلوق میں کوئی مشارکت نہیں جیسا کہ تفضیل ثابت ہو۔ تجاوز وا منه۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے معاملے میں سہولت فرمائی جیسا اس نے مخلوق سے حسن سلوک کیا تھا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/۱۷۰۸۲) ومسلم (۱٥٦۱) والترمذی (۱۳۰۷) وابن حبان (٥۰٤۷) والطبرانی (۳۷/۱۷) والبيهقی (۳٥٦/٥) والحاكم (۲/۲۲۲٦)

**الفوائد** : ① قلیل عمل سے اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے ② تجارتی اعمال میں وکالت درست ہے۔

۱۳۷۳ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اُتِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِهٖ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ لَهٗ : مَا ذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا : قَالَ : يَا رَبِّ اٰتَيْتَنِيْ مَالَكَ فَكُنْتُ : اُبَايِعُ النَّاسَ ' وَكَانَ مِنْ خُلُقِي الْجَوَازُ ' فَكُنْتُ اَتَيَسَّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ ' وَاُنْظِرُ الْمُعْسِرَ – فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : " اَنَا اَحَقُّ بِذَا مِنْكَ تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِيْ" فَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ ' وَاَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : هٰكَذَا سَمِعْنَاهُ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۷۳: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ جس کو اللہ نے مال عنایت فرمایا تھا اسے فرمایا تو نے دنیا میں کیا کیا؟ اس پر حضرت حذیفہ نے یہ آیت پڑھی کہ ﴿وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾ کہ وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ وہ بندہ پھر جواب دے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اپنا مال دیا تھا جس کی میں نے لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا اور میری عادت درگزر کرنے کی تھی۔ چنانچہ میں خوشحال پر آسانی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا اللہ فرمائیں گے میں اس بات کا تم سے زیادہ حق دار ہوں۔ اللہ فرشتوں کو فرمائیں گے تم میرے اس بندے سے درگزر کرو اس پر حضرت عقبہ بن عامر اور ابو مسعود انصاریؓ نے کہا اسی طرح ہم نے بھی رسول اللہؐ کے منہ سے یہ بات سنی''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اتاہ ۔عطاء کے معنی میں ہے۔ولا یکتمون اللہ حدیثا ۔ یہ جملہ معترضہ ہے موقف کی حقانیت کی دلیل ہے۔یارب۔ یہ جملہ تلفظاً ذکر کرے گا ورنہ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ کنت ابایع۔ خلقی نفس میں ایسا مل کر جس کی وجہ سے فعل سہولت سے صادر ہو۔ الجواز۔ تنگ دست سے رک جاتا اور خوشحال سے قبول کر لیتا۔ خواہ اس میں کچھ کمی ہو اسی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے : فکنت اتیسر علی الموسر: یعنی جس میں تھوڑا بہت عیب ہوتا اس کو قبول کر لیتا۔ وانظر المعسر ۔تنگدست وسعت کو آنے تک مہلت دیتا۔ انا أحق بذا۔ بعید کو تفخیم شان کے لئے استعمال کیا جس طرح ذلك الكتب لاریب...... میں ہے۔ عبدی۔ یہ نسبت تشریفی ہے اور تجاوز کی حکمت کی طرف اشارہ ہے۔ عقبہ بن عامر اور عقبہ بن عمرو بدریؓ نے کہا ہم نے اسی طرح رسول ﷺ سے سنا ہے۔ اگرچہ یہ روایت حذیفہؓ سے موقوف ہے مگر اس کا حکم مرفوع والا ہے کیونکہ ایسی بات لانے سے نہیں کہی جا سکتی۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۹/۱۵٦۰) وأخرجه أحمد (۹/۲۳٤٤٤) والبخاری (۲۰۷۷) وابن ماجه (۲٤۲۰)

**الفرائد** : ① تنگ دست کو سہولت سے اجر ملتا ہے ② یہ قیامت میں اس کے گناہوں سے تجاوز کا ذریعہ بنے گا ③ تنگدست کو معاف کرنے سے قیامت کے دن عرشِ الٰہی کا سایہ ملے گا۔

۱۳۷٤ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا ' اَوْ وَضَعَ لَهٗ ' اَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ

حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۷۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرضہ معاف کر دیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ عنایت فرمائیں گے جس دن کہ اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** انظر: مطالبہ میں مہلت دی۔ وضع له۔ اس سے مطالبہ ختم کر دیا یا اس کی خاطر ختم کر دیا۔ اظله الله۔ اس سورج کی گرمی سے اسے قیامت کو سایہ ملے گا جس کی حرارت ایک میل کی مسافت سے ہوگی۔ ظله۔ یہ انتہائی تشریف کے لئے سایہ کی نسبت فرمائی۔ جن کو عرش کا سایہ ملے گا وہ ۷۹ قسم کے افراد ہوں گے۔ باب فضل الحب في الله میں گذر چکا۔

**تخريج**: أخرجه أحمد (۳/۸۷۱۹) والترمذی (۱۳۱۰)

**الفرائد**: ① تنگ دست کو معاف کرنے پر ابھارا گیا ہے۔

۱۳۷۵: وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرٰى مِنْهُ بَعِيْرًا فَوَزَنَ لَهُ فَاَرْجَحَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۷۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے ایک اونٹ خریدا تو ان کو وزن کر کے دیا تو جھکتی ہوئی تول سے دیا (یعنی مقررہ رقم سے زیادہ دیا)۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** بعیرًا۔ یہ غزوہ ذات الرقاع سے واپسی کی بات ہے (فتح) فوزن له فارجح۔ ان کو مقررہ وزن چاندی یا سونا دے دو اور جھکتے ہوئے تول سے ادا کرو۔ آپ ﷺ نے ایک قیراط جو زائد عنایت فرمایا وہ میں نے اپنے ہاں محفوظ کر لیا یوم حرۃ کو وہ شامی لشکر کے لوگوں نے چھین لیا۔ حافظ و قرطبی کہتے ہیں کہ ثمن جمل میں اختلاف اس طرح سے ہے کہ موافقت ممکن نہیں۔ پس حاصل یہ ہے کہ ثمن معلوم سے وہ اونٹ خریدا گیا تھا۔ (فتح الملہم)

**تخريج**: أخرجه البخاری (٤٤٣) ومسلم (٧١٥) وأحمد (٥/١٤١٩٩) وأبو داود (٣٥٠٥) والترمذی (١٢٥٣) والنسائی (٤٦٥١)

**الفرائد**: ① قرضہ کی ادائیگی میں پلڑا جھکا کر تولا جائے تاکہ کوئی کمی نہ رہ جائے ② اگر پہلے باہمی معاملہ ہوتا رہتا ہو تو زیادہ دے سکتا ہے۔

۱۳۷۶: وَعَنْ اَبِيْ صَفْوَانَ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَلَبْتُ اَنَا وَمَخْرَمَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِنْ هَجَرَ، فَجَآءَ نَا النَّبِيُّ ﷺ فَسَاوَمَنَا سَرَاوِيْلَ وَعِنْدِيْ وَزَّانٌ يَزِنُ بِالْاَجْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْوَزَّانِ: ''زِنْ وَاَرْجِحْ'' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۷۶: حضرت ابی صفوان سوید ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور مخرمہ عبدی مقام ہجر سے کچھ کپڑا بیچنے کے لئے لائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے ایک پاجامے کا سودا کیا۔ میرے پاس ایک وزن کرنے والا تھا جو معاوضے پر وزن کرتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وزن کرنے والے کو فرمایا: ''تول اور جھکتا ہوا تول''۔(ابوداؤد و ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ **جلبت انا و مخرمة العبدی** : ان کی نسبت عبدالقیس بن ربیعہ بن نزار کی طرف ہے۔ ان کے حالات معلوم نہیں ہوسکے۔ اسد الغابہ اور تقریب میں ان کا تذکرہ موجود نہیں۔ بزا: کپڑوں کی تجارت۔ **من هجر** : یہ بحرین کا قصبہ ہے اور حازمی کہتے ہیں ہجر اور بحرین کے درمیان سات دن کا فاصلہ ہے۔ **سراویل**: غیر منصرف ہے۔ **بالاجر** : جو مزدوری پر وزن کرتا تھا **للوزان** : اسے معلوم ہوتا ہے کہ کپڑے بھی وزن کر کے فروخت ہوتے تھے۔

**دمیری کا قول**: اس حدیث میں یہ دلالت نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو پہنا ہو لیکن ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ پہننے کے لئے خریدا ہے۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ میں نے سوال کیا **اتلبس السراویل**؟ آپ نے فرمایا: **اجل فی السفر والحضر وبالليل والنهار فانی امرت بالستر فلم اجد شيئاً استر منه** (ابویعلی موصلی، طبرانی فی المعجم الاوسط) لیکن سراویل کا وجود آپ کی متروکہ اشیاء میں نہیں ملتا جیسا کہ عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ کی روایت ہے یہ حضرت ام جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ **ما ترك ﷺ الاسلاحه و بغلته** اور احیاء میں مذکور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو ان کی طرف وحی فرمائی کہ زمین سے اپنے ستر کو چھپاؤ' وہ ہر چیز میں سے سراویل کو لیتے تھے۔ انہوں نے دو سراویل بنوائے۔ جب غسل فرماتے تو ایک کو پہن لیتے تاکہ ہر حالت میں ان کا ستر چھپا رہے۔ (الاحیاء) ابونعیم نے تاریخ اصفہان میں مالک بن عتاہیہ کی مرفوع روایت لکھی ہے کہ پہننے سے زمین نمازی کے لئے استغفار کرتی ہے اور امام احمد نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ **قلنا یا رسول الله اهل الکتاب یتسرولون ولا یاتزرون؟ قال تسرولوا او اتزروا و خالفوا اهل الکتاب**۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۱۹۱۲۰) وأبو داود (۳۳۳٦) والترمذی (۱۳۰۹) والنسائی (٤٦٠٦) والدارمی (۲۵۸۵) والحاکم (۲۲۳۰) وابن حبان (۵۱٤۸) وابن الجارود (۵۵۹) والطیالسی (۱۱۹۲) والطبرانی (۷٤۰۲) وابن ماجه (۲۲۲۰) والبیهقی (۳۲/٦)

**الفوائد**: ① مشتری کی دلجوئی کے لئے جھکتے ہوئے وزن سے دینا اس کے حق کی کامل ادائیگی ہے ② پیدل چل کر تشریف لانا کسر نفسی ہے۔

# کتاب العلم

## ۲۴۰ :بَابُ فَضْلُ الْعِلْمِ

## بَابْ: علم کی فضیلت

العلم: یہاں علم سے شرعی علوم حدیث، تفسیر فقہ اوران کے ذرائع مراد ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا﴾ [طه:۱۱٤] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [الزمر:۹] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْكُمْ دَرَجَاتٍ﴾ [المجادلة:۱۱]
وَقَالَ تَعَالٰی :﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ﴾ [فاطر:۲۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: ''اور کہہ دیجئے اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔'' (طٰہٰ) اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: ''فرمادیجئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں''۔ (الزمر) اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: ''اللہ تعالیٰ تم میں سے بلند کرتے ہیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو علم دیئے گئے درجات کے لحاظ سے''۔ (المجادلہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں علماء ہی ڈرنے والے ہیں''۔ (فاطر)

**تشریح** ۞ ۱) ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا﴾ : یہ آیت علم کی فضیلت وعظمت کے عظیم ترین دلائل سے ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سے جس چیز کے اضافے کے سوال کا حکم دیا وہ علم ہے۔ ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: ''اللهم انفعني بما علمتني و علمني ما ينفعني' والحمد لله علي كل حال۔ ترمذی نے دوسرے واسطے سے نقل کیا: واعوذ بالله من حال اهل النار۔

۲) ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ یعنی علم والے اور بے علم برابر نہیں۔
اَلنَّحْوُ: یہ استفہام انکاری ہے جو نفی کے معنی میں ہے۔

۳) ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْكُمْ دَرَجَاتٍ﴾ یہ رفعت طاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ خاص طور پر علماء کے درجات کو بلند کرنے والے ہیں۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے علم وعمل،

کو جمع کر رکھا ہے۔

**النَّحْوُ:** ۱) درجات کی حالت نصبی وَالَّذِينَ أُوْتُوا الْعِلْمَ کے بدل ہونے کی وجہ سے ہے۔۲) تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ (جامع البیان)

## روایات

۱۳۷۷: وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۷۷: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ خیراً: اس میں تنوین تعظیم کے لئے آئی ہے۔ یفقهه فی الدین: اس کو احکام شرعیہ کا عالم بنا دیتے ہیں اور اس میں بصیرت عنایت کرتے ہیں کہ تھوڑے الفاظ سے بہت سے معانی نکال لیتا ہے۔ حلیہ میں ابونعیم نے ان الفاظ کا اضافہ کیا: ویلهمه رشدة اور احمد کی روایت میں جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے: وانما انا قاسم والله یعطی کا اضافہ ہے۔

**تخریج:** أخرجه مالك (١٦٦٧) وأحمد (١٦٨٤٢/٦) والبخاري (٧١) ومسلم (١٠٣٧) والترمذي (٢٦٤٧) وابن ماجه (٢٢٠) والدارمي (٢٢٤) وابن حبان (٨٩) والطبراني (١٨/٢) الكبير (٧٢٩/١٩) والقضاعي (٣٤٦)

**الفرائد:** ① علم تقویٰ کا بدی خواں ہے اس کے حصول کی خوب کوشش کرنی چاہئے۔

۱۳۷۸: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
وَالْمُرَادُ بِالْحَسَدِ الْغِبْطَةُ وَهُوَ أَنْ يَّتَمَنّٰى مِثْلَهٗ۔

۱۳۷۸: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رشک دو آدمیوں کے بارے میں جائز ہے: ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا پھر حق کے راستے میں اس کو خرچ کرنے کی ہمت دی۔ دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ نے سمجھ عنایت فرمائی پس وہ اس کے ساتھ فیصلے کرتا اور لوگوں کو تعلیم دیتا ہے"۔ (بخاری و مسلم)
حسد سے مراد رشک ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اس کی مثل تمنا کرے۔

**تشریح** ۞ یہاں حسد سے رشک مراد ہے جو کہ پسندیدہ چیز ہے۔ فی اثنتین: یعنی دو خصائل میں جائز ہے کیونکہ وہ

شرف والی خصلتیں ہیں ان میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ رجل۔

**اثنتین** ۱) تقدیر مضاف سے یہ بدل ہے۔۲) اور منصوب ہو تو اعنی کا مفعول ہے۔۳) مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ **آتاہ** : یہ اعطاء کے معنی میں ہے۔ **مالاً** : تنوین تعظیم کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ **فسلطه علی هلکته** : ۱) **قسلط** کا لفظ اس کے کرنے کا مقتضی ہے۔۲) **هلکه** اس کے بالکل فناء کو ظاہر کرتا یعنی وہ تمام کو خرچ کر ڈالتا ہے۔ یہ دونوں باتیں مبالغے کو ظاہر کر رہی ہیں۔ **فی الحق** : جن قرب کے مقامات پر مال خرچ کرنے کا حق ہے۔ **الحکمة** : علم نافع مراد ہے۔ **فهو یقضی بها** : دو جھگڑنے والوں میں قاضی کی حیثیت سے فیصلہ کرنا یا فتویٰ طلب کرنے والوں کو فتویٰ دیتا ہے۔ **و یعلمها** : اور لوگوں کو سکھاتا ہے تاکہ ہر حاصل کرنے والے کے لئے عام ہو جائے۔ یہاں حسد کا حقیقی معنی نہیں یعنی **محسود** کی نعمت کا زوال چاہنا کیونکہ وہ تو حرام اور کبیرہ گناہ ہے بلکہ رشک مراد ہے۔ باب الکرم والجود میں روایت گزری۔

**تخریج** : باب فضل الغنی الشاکر میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۳۷۹ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : «مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَصَابَ اَرْضًا، فَکَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَیِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاَ، وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ، وَکَانَ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ طَائِفَةٌ مِنْهَا اُخْرٰی اِنَّمَا هِیَ قِیْعَانٌ: لَا تُمْسِکُ مَآءً وَّلَا تُنْبِتُ کَلَاً، فَذٰلِکَ مَثَلُ مَا فَقُهَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَاْسًا، وَلَمْ یَقْبَلْ هُدَی اللّٰهِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ» مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۳۷۹: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت اور علم دیا اس کی مثال اس بادل جیسی ہے جو ایک زمین پر برسا پھر اس زمین کا ایک حصہ عمدہ ہے جس نے پانی کو قبول کر لیا اور گھاس اگائی اور بہت زیادہ جڑی بوٹیاں اور اس میں سے ایک حصہ زمین کا سخت تھا جس نے پانی کو روک لیا جس سے اللہ نے لوگوں کو فائدہ دیا پس انہوں نے خود بھی پانی پیا اور پلایا اور کھیتوں کو دیا اور ایک حصہ زمین کا وہ ہے جو چٹیل میدان تھا نہ وہ پانی کو روکتا اور نہ گھاس اگاتا پس یہی مثال اس کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور جو اللہ نے دے کر مجھے بھیجا ہے اس سے اللہ نے اس کو نفع دیا پس اس نے خود اس دین کو سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور اس کی حالت کہ جس نے اس کی طرف سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور اللہ کی اس ہدایت کو جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں اس کو قبول نہ کیا"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : **مثل** : مثال۔ **الهدی** : یہ ضلال کی ضد ہے۔ یہ رشد و رشاد کی طرح ہے۔ **والعلم** : یہ وہ صفت ہے جو

انسان کو امتیاز بخشتی ہے جس میں کمی کا احتمال بھی نہیں۔ یہ صفت غرابت کی وجہ سے قصہ کی طرح بن جاتی ہے۔ **فکانت منها طائفة** : عامل کو فاصلہ کی وجہ سے مؤنث لائے۔ تذکیر بھی جائز ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ﴿قد جاء تکم موعظة﴾ [یونس: ۵۷] اور فرمایا: ﴿من بعد ما جاء هم البینات﴾ [آلِ عمران: ۱۰۵] **قبلت الماء** : پانی کو جذب کیا۔ **الکلاء** : گھاس و چارا۔ موسم ربیع میں اُگنے والا گھاس۔ (المصباح) **الکثیر** : عموم پر دلالت کے لئے یہ صفت لائے یا یہ اسم جنس ہے جس پر الف لام لایا گیا ہے۔ **اجاب** : وہ زمین جو گھاس نہ اُگائے بعض نے کہا جو پانی کو روک لے اور جلد خشک نہ ہونے دے۔ **بها** : یہ باسببیہ ہے۔ **زرعوا** : یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ مسلم میں **رعوا** ہے دونوں درست ہیں۔ **انما هي قیعان**: یہ قوعان ہے۔ واؤ یا کر کے ما قابل کسرہ دیا۔ اس کو الگ جنس کے طور پر ذکر کیا گویا اس حصہ زمین سے قطعاً کوئی فائدہ نہیں یہ اور قسم کی زمین ہے۔ یہ پانی نہیں روکتی کیونکہ ریتلی ہے۔ **فقه في دین الله** : شرعی مسائل کا علم حاصل کر لیا۔ **ما بعثني الله** سے شریعت محمد یہ مراد ہے۔

**نووی کہتے ہیں**: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زمین تین قسم کی ہے۔ اسی طرح لوگ بھی تین قسم کے ہیں:

① وہ زمین جو بنجر بھی پر پانی سے آباد ہوئی اس سے انسانوں اور جانوروں کے فائدہ کی اشیاء اُگائیں۔ لوگوں نے پانی پیا اور کھیتوں سے نفع اٹھایا۔ اسی طرح لوگوں کو پہلی قسم کو جب ہدایت و علم پہنچا تو اس نے اس کی حفاظت کر کے اپنے دل کو زندہ کیا وہ اس پر عمل کرتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔ اسے خود بھی علم سے فائدہ ہوا اور دوسروں کو بھی پہنچایا۔

② زمین کی دوسری قسم وہ ہے جس نے ذاتی طور پر نفع کو قبول نہیں کیا لیکن اس میں پانی کے رک جانے کی وجہ سے جوہڑ بن گیا جس سے لوگوں کو اور جانوروں کو فائدہ پہنچا۔ بالکل اسی طرح لوگوں کی دوسری قسم وہ ہے جن کے دِل حق کو قبول کرنے والے ہیں لیکن ان کو وہ سمجھتے نہیں اور نہ ان کو علم میں رسوخ رکھتے ہیں کہ جس کی وجہ سے معانی و احکام سے استنباط کریں اور وہ اطاعت میں بھی خوب کوشش نہیں کرتے مگر وہ ان باتوں کو محفوظ کرنے والے ہیں جب کوئی طالب آ جائے تو وہ ان سے نفع اٹھاتا ہے۔

③ زمین کی تیسری قسم وہ ہے کہ جو کچھ بھی نہیں اگاتی وہ پانی کو خود بھی نہیں روکتی کسی دوسرے کو اس سے فائدہ پہنچے بھی نہیں دیتی اور نہ پانی اس میں رکتا ہے کہ خود زمین میں کچھ اُگے۔ لوگوں کی تیسری قسم وہ ہے کہ نہ تو ان کا دِل کسی چیز کو یاد کرنے والا ہے اور نہ سمجھ بوجھ ہے جب وہ کوئی علم کی بات سنتا ہے تو نہ اس سے خود فائدہ اٹھاتا ہے اور نہ اس کی حفاظت کرتا ہے کہ غیر کو نفع دے۔ **باب الامر بالمحافظة علی السنه** میں گزر چکا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۷/۱۹۰۹۰) والبخاري (۷۹) ومسلم (۲۲۸۲) والنسائي (۳/۵۸۴۳) وابن حبان (٤) ترمزی (ص/۲٤) والبیهقي (۱/۳٦۸)

**الفرائد** : ① علم سے اعراض بڑی محرومی ہے ② علم کی شاندار تمثیل ہے۔

۱۳۸۰ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ :"فَوَ اللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۸۰: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے یہ سرخ اونٹوں سے بدر جہا بہتر ہے''۔(بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ جب علی رضی اللہ عنہ کو خیبر جھنڈا دے کر لڑائی کے لئے روانہ فرمایا تو ان کو حکم فرمایا کہ پہلے ان کو اسلام کی طرف دعوت دیں۔ رجلا واحدا : واحد کا لفظ اس وہم کو دور کرنے کے لئے لائے کہ رجل سے مراد جنس ہے جیسا کہ تمرة خیر من جرادة : میں ہے بلکہ ایک آدمی مراد ہے۔ حمر النعم :یعنی سرخ اونٹ۔ان کا تذکرہ اس لئے کیا کیونکہ عربوں کے ہاں یہ اعلیٰ ترین مال ہے۔اہل دنیا کے محاورہ کے لحاظ سے فضیلت وشرف کا ذکر کیا گیا ورنہ باقی وفانی میں کوئی مناسبت ہی کیا ہے۔خطبہ میں روایت گزری۔

**تخریج** : باب فی الدلالة علی خیر الدعاء الی هدی أو ضلالة میں گزر چکی۔

**الفرائد** :ایضاً۔

۱۳۸۱ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً ، وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا حَرَجَ ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۳۸۱: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' میری طرف سے پہنچا دو اگر چہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ بنی اسرائیل سے باتیں بیان کرو کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں مگر جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے''۔(بخاری)

**تشریح** ۞ بلغوا : یہ واجب علی الکفایہ ہے۔ ولو آیة : بیضاوی نے ایک نکتہ لکھا۔یہاں حدیث نہیں فرمایا کیونکہ حدیث کو پہنچانے کا حکم یہاں سے بطریق اولیٰ معلوم ہو رہا ہے۔آیات تو پھیلی ہوئی ہیں اوران کے یاد کرنے والے بھی کثرت سے ہیں اوراللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اورضائع ہونے اورتحریف سے بچانے کا وعدہ ہے جب ان کی تبلیغ واجب ہے تو احادیث جن کے متعلق ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں ان کی تبلیغ بدرجہ اولیٰ واجب ہے۔(بیضاوی)

اسرائیل : یہ یعقوب علیہ السلام کا سریانی زبان میں نام ہے۔ ولا حرج : علماء فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے۔ان کو روایت کرنے میں تم پر تنگی نہیں کیونکہ پہلے ان کے متعلق ان کی کتابوں میں سے مضامین لینے کی ممانعت تھی۔اب وسعت مل گئی۔بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے سینوں میں ان کی عجیب باتوں پر تنگی محسوس نہ کرو۔ان میں بہت سے عجیب

واقعات گزرے ہیں۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان سے باتیں بیان نہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ حدثوا: امر کا صیغہ وجوب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس لا حرج کہہ کر عدم وجوب کی طرف اشارہ کر دیا۔ پس امر اباحت کے لئے ہے۔ ان کی طرف سے باتیں بیان کر چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بے تکے الفاظ کی حکایت کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسے: ﴿اذهب انت و ربك فقاتلا﴾ [المائدة: ٢٤] بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی طرف سے قصہ کی جو صورت ہو وہ بیان کر دو۔ خواہ وہ منقطع ہو یا بلاغی ہے کیونکہ اتصال ناممکن ہے۔ بخلاف اسلامی احکام کے کہ ان میں حدیث کو بیان کرتے ہوئے اتصال اصل ہے۔ قرب زمانہ کی وجہ سے مشکل بھی نہیں۔

امام شافعی کا قول: یہ بات تو ظاہر ہے کہ آپ ﷺ جھوٹی بات کو بیان کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ جس بات کے متعلق معلوم ہو کہ یہ جھوٹ نہیں اس کے بیان میں حرج نہیں اور یہی وہ بات ہے جو تمہارے ہاں تو جائز ہو اور ان کی طرف سے بیان میں کوئی حرج نہیں۔ وہ اس حدیث کی مثال ہے: ''اذا حدثكم اهل الكتاب فلا تصدقوهم و لا تكذبوهم'' ومن كذب علي..... اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے متعلق جھوٹی بات کہنا کبائر سے ہے بلکہ امام الحرمین کے والد نے یہاں تک لکھا ہے کہ ایسا آدمی خلود فی النار کا مستحق ہے۔ مگر ان کی اس بات کا مطلب حلال سمجھ کر اس طرح کرنا ہے یا امام حرمین کی لغزش قلم ہے۔ فليتبوا: کا جملہ لفظا طلبیہ مگر ہے معنی کے لحاظ سے خبر یہ ہے۔ ای فقد هيأ مقعده من النار: یعنی اس نے اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالیا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٦٤٩٦) والبخاري (٣٤٧١) والترمذي (٢٦٧٨) وابن حبان (٦٢٥٦) وابن أبي شيبة (٨/٧٦٠) والقضاعي (٦٦٢) والبيهقي (١١٩٠)

**الفرائد**: ① جناب نبی اکرم ﷺ کے دین کو اپنی طاقت واستطاعت کے مطابق پہنچانا چاہیے ② آپ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے کی سزا سیدھا جہنم ہے۔

١٣٨٢ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :''وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۸۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی کسی ایسے راستے پر چلا جس سے علم طلب کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں''۔ (مسلم)

**تشریح**: ومن سلك: واؤ عاطفہ شروع میں لا کر اشارہ کر دیا کہ یہ روایت کا کچھ حصہ ہے۔ يلتمس: یہ طلب سے استعارہ ہے۔ (النہایہ) فيه علمًا: اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے۔ طريقًا الى الجنة: کیونکہ حرام علوم کے حاصل کرنے پر وعید وارد ہے۔ یہ روایت تمام علوم دینیہ کو شامل ہے۔ ایک روایت میں "سلك الله به": کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو راہ جنت کی طرف توفیق عنایت فرما دیتے ہیں۔ سلك یہ سهل کے معنی میں ہے

اور ضمیر مَن محذوف کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ علم کی وجہ سے اللہ جنت کی راہوں میں سے ایک راہ آسان کر دیتے ہیں۔ سلك 'السلك' سے لیا گیا۔ مفعول محذوف ہے جیسا کہ اس آیت میں: ﴿یسلکه عذابا صعدًا﴾ [الجن: ۱۷] بعض نے عذاب کو مفعول ثانی کہا۔ ہر صورت سلك کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ بطور مشاکلہ ہے۔

**تخریج** : باب قضاء حوائج المسلمین میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً

۱۳۸۳ : وَعَنْهُ اَیْضًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۸۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی ہدایت کی بات کی طرف دعوت دی اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا کہ ان کو ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان کے اجر میں سے کچھ بھی کم نہ کیا جائے گا"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ یہ کلمہ ان دو چیزوں کے درمیان لایا جاتا ہے جو معنی کے لحاظ سے متفق ہوں اور ان میں سے ایک کو دوسری سے چارۂ کار نہ ہو۔ یہ نصب کی حالت میں حال ہے۔ ای اخبر عنه راجعًا الی الاخبار عنه۔

۲) مفعول مطلق ہوتا ہے یہ عربی کلمہ ہے۔ (شرح الاذکار)

**الی هدی** : حق کے ظاہر کرنے کی وجہ سے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ مثل اجور۔

**النحو** : یہ ضمہ کے ساتھ کان کا اسم اور من الاجر خبر ہے اور لہ حال ہے۔

**ولا ینقص** : یہ جملہ مستانفہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل اور کامل کرم کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ اس سے عامل کا ثواب کم نہیں ہوتا کیونکہ ثواب کی جوانب مختلف ہیں: ۱) دعوت کے لحاظ سے اور عامل کے عمل کے اعتبار سے۔ باب الدلالہ علی الخیر میں ملاحظہ کر لیں۔ مسلم کی روایت کے آخر میں: "ومن دعا الی ضلالة کان علیه من الاثم مثل آثام من تبعه لا ینقص ذلك من اثامهم شیئاً" یہ جملہ اس آیت کے معنی میں ہے: ﴿لیحملوا اوزارهم کاملة یوم القیامة ومن اوزار الذین یضلونهم بغیر علم﴾ [النحل: ۲۵] ﴿ولا تزر وازرة وزر اخریٰ﴾ کیونکہ گمراہی کی طرف دعوت دینے والا اس گمراہی پر عمل کرنے کی وجہ سے مجرم ہے اور دوسرے کی راہنمائی کی وجہ سے بھی مجرم ہے تو خود اس پر چلنا اور دلالت کرنا دونوں اس کے اپنے عمل ہیں۔ پس اس پر سزا ہونی چاہئے' واللہ اعلم۔

**تخریج** : باب فی الدلالة علی خیر ...... میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۳۸۴ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ، اَوْ عِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهٖ ، اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْا لَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۸۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب آدم کا بیٹا مر جاتا ہے تو اس کے تمام عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین: (۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جا رہا ہو (۳) نیک لڑکا جو اس کے لئے دعا گو ہو"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **انقطع عمله** : یعنی جدید عمل پر ملنے والا ثواب منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ وہ عمل تب جدید ہوگا جب وہ سبب جدید ہوگا جس پر وہ مرتب ہوتا ہے اور یہ حکمت الٰہیہ سے مرتب ہوتا ہے۔ موت سے جب عمل رک گیا تو اس پر مرتب ہونے والا ثواب رک گیا۔ **الا من ثلاثة** : اس کا ثواب عامل کے لئے ان کی موت کے بعد بھی قائم رہتا ہے کیونکہ ان کا اثر دائمی ہے۔ پس ثواب دائمی ہے۔ اعمال کے مذکر ہونے کی وجہ سے ثلاثہ میں تا ہوتی ہے۔

**صدقة جاريه** : اس سے مراد وقف ہے۔ **علم ينتفع به** : اس سے تعلیم و تصنیف مراد ہیں۔ دوسرا قول زیادہ قوی ہے کیونکہ زمانہ گزرنے پر بھی وہ باقی رہتی ہے۔ (کذا قال السبکی) **صالح** : سے مسلم بیٹا مراد ہے۔ **يدعوا له** : مغفرت کی یا عام دعا کرتا ہوں۔

سیوطی نے کہا کہ طبرانی کی روایت میں چار کا تذکرہ ہے۔ چوتھا اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحد کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اور بزار کی روایت میں سات کا تذکرہ ہے: ۱) تعلیم دی ۲) نہر جاری کی ۳) کنواں لگوایا ۴) کھجور لگائی ۵) مسجد بنوائی ۶) قرآن مجید وراثت میں چھوڑا ۷) موت کے بعد استغفار والی اولاد چھوڑی۔ ابن خزیمہ کی روایت میں مسافر خانہ بنوایا اور مال سے صدقہ کیا کا اضافہ ہے۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے: **من علم آية من كتاب الله' او بابا من علم أنمى الله اجره الى يوم القيامة**"۔ اس طرح یہ گیارہ بن گئے۔ خلاصہ اشعار یہ ہے۔

۱) مسجد کی حفاظت ۲) قرآن مجید وراثت میں چھوڑا ۳) علم پڑھایا ۴) کھجور لگوائی ۵) کنواں بنوایا ۶) نہر جاری کی ۷) مسافر خانہ بنوایا ۸) کنواں بنوایا ۹) مسجد یا اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے مکان بنوایا ۱۰) حج کو مکمل طور پر ادا کیا ۱۱) قرض مکمل ادا کیا۔

**تخريج** : باب من خرج في طلب العلم میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۳۸۵ : وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ ، مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى ، وَمَا وَالَاهُ ، وَعَالِمًا ، اَوْ مُتَعَلِّمًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

قَوْلُهٗ "وَمَا وَالَاهُ" اَیْ طَاعَةُ اللّٰهِ۔

۱۳۸۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''دنیا ملعون ہے اور اس میں سب کچھ ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے ساتھ وابستگی کے اور عالم یا علم حاصل کرنے والے''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

مَاوَالَاهُ: اللہ تعالیٰ کی اطاعت۔

**تشریح** ۞ آخرت کو چھوڑ کر تمام اعراض و جواہر عاجلہ اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والے ہیں۔ **ملعون مافیها** : اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والے ہیں کیونکہ دنیا ہر غلطی کی جڑ ہے۔ **الا ذکر الله** : طاعات اور اصفیاء انبیاء اولیاء اس دنیا سے خارج ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والی ہے۔ مذمت سے مراد جو اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث ہو اور جو چیزیں اس سے مستثنیٰ ہیں وہ قربِ الٰہی کا باعث ہیں۔ یہ استثناء متصل ہے کیونکہ ظاہر کے لحاظ سے یہ اشیاء بھی دنیا میں شامل ہیں۔ **وما والاه**: سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت مراد ہے۔

**تخریج** : باب فضل الزهد في الدنيا میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۳۸٦ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۸٦: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو علم کی تلاش میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے جب تک کہ لوٹے''۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ **طلب العلم** : اس سے علم شریعت مراد ہے۔ **فی سبیل الله** : اللہ تعالیٰ کی طاعت میں مصروف ہے۔ **حتی یرجع** : یعنی اپنے مکان کی طرف۔

مظہری کہتے ہیں: طلب علم کو جہاد سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی احیاء دین میں ہے اور اس سے شیطان ذلیل ہوتا ہے اور نفس تھکتا اور اس کی خواہشات ولذات ٹوٹتی ہیں۔

**تخریج** : أخرجه الترمذي (٢٦٥٦) ابن ماجه (٢٢٧)

**الفرائد** : ① طلب علم سے مجاہد کے برابر ثواب ملتا ہے اور وطن واپسی تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ملنے والا ثواب پاتا ہے۔

۱۳۸۷ : وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ : ''لَنْ يَّشْبَعَ مُؤْمِنٌ مِّنْ خَيْرٍ حَتّٰى يَكُوْنَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۸۷: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن کبھی خیر سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی انتہاء جنت ہے''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** مؤمن یعنی جو اللہ تعالیٰ کے مقرر بندے ہیں۔ **حتی یکون منتهاه** : ۱) حتی محتملہ ہے یہ سیر ہونے کی غایت ہے۔ یعنی وہ خیر سے موت تک الگ نہیں۔ جب مرجاتا ہے تو جنت میں جاپہنچتا ہے جنت میں اعمال کا بدلہ پالیتا ہے ۲) حتی تعلیلیہ ہے تاکہ تھوڑی سی طاعت پر قناعت لازم نہ آئے بلکہ اس کا ٹھکانہ جنت ہو۔ جنت کی منازل مختلف ہیں۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (۲٦٩٥) ابن حبان (۹۰۲)

**الفرائد** : ① ہمیشہ علم کی طلب چاہیے یہاں تک کہ اپنے مقصود جنت تک پہنچ جائے ② محسوسات کی نعمتوں کی غایت جنت ہے اور معقولات کے انعامات کی غایت رؤیت باری تعالیٰ ہے۔ (ابن العربی)

۱۳۸۸ : وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِیْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ'' ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتّٰى النَّمْلَةَ فِیْ جُحْرِهَا وَحَتّٰى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِی النَّاسِ الْخَيْرَ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۸۸: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے سب سے کم درجہ کے مقابلے میں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور اہل سماء اور اہل ارض یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں اور مچھلیاں (اپنے پانی) میں لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لئے دعا کرتی ہیں''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** وہ عالم جو فرض عبادات پر اکتفاء کرنے والا ہو اور اپنے باقی اوقات کو علم میں صرف کرے۔ **علی العابد** : دین کی جو باتیں حاصل کرنا ضروری ہیں فقط ان پر اکتفاء کرے اور بقیہ اوقات عبادت میں گزارے۔ **كفضلی علی ادناكم**: اس میں علماء کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ بقول زملکانی علم کے ساتھ فضیلت کا حقدار وہ عالم ہے جس نے وہ علم حاصل کیا جو دنیا و آخرت میں نفع بخش ہو اور علم کے حق عمل کو بھی ادا کرنے والا ہو۔ اسی طرح ہدایت و راہنمائی جو علم کے حقوق ہیں ان کی انجام دہی کرنے والا ہو۔ (تحقیق الاولی لزملکانی)

**ملائكته و اهل السموٰت**: اگر ملائکہ سے تمام ملائکہ مراد ہوں تو عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے ۲) اور اگر ملائکہ مقربین مراد ہوں تو اہل السماوات پر عطف تغایر کا متقاضی ہوگا۔ **حتی النملة** : یہ قلت و صغر میں ماقبل کے لئے غایت کی طرح ہے تاکہ نیکی کے ثواب کا استیعاب ہو جائے ۳) ابن حجر نے اس کو جارہ بھی لکھا ہے۔ (فتح الالہ) **و حتی الحوت** :

داو کے ساتھ لائے تا کہ اس کو بدل نہ سمجھ لیا جائے بلکہ یہ غایت ہے جس سے تمام سمندری جانوروں کا استیعاب مقصود ہے۔
**لیصلون** : جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بولا جائے تو اس سے وہ رحمت مراد ہوتی ہے جو عظمت سے ملی ہوتی ہے اور ملائکہ کے لئے اس کا استعمال استغفار کے معنی میں آتا ہے اور ایمان والوں کے لئے جب آئے تو دعا اور تضرع اور حیوانات کے لئے بھی دعا و تضرع جو ان کے مناسب ہے اس کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
**علی معلمی الناس الخیر** : عالم جو سیاق سے معلوم ہو رہا پھر ان الفاظ سے اسی طرف عدول کیا تا کہ عابد پر عالم کی فضیلت خوب واضح ہو جائے۔ اس لئے اس کا نفع عام اور متعدی ہے۔
**تخریج** : أخرجه الترمذی (٢٦٩٤)
**الفوائد** : ① علم کا نفع متعدی ہے اس وجہ سے اس کو تجرد للعبادۃ پر فضیلت دی گئی ہے ② علم ذاتی اعتبار سے بھی فرض ہے۔

۱۳۸۹ : وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ : "مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَبْتَغِیْ فِیْہِ عِلْمًا سَہَّلَ اللّٰہُ لَہٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ ، وَاِنَّ الْمَلَآئِکَۃَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَہَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا صَنَعَ ، وَاِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ حَتَّی الْحِیْتَانُ فِی الْمَآءِ ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ ، وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ ، وَاِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ ، فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ ، وَالتِّرْمِذِیُّ ۔

۱۳۸۹: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: ''جو شخص کسی راستہ پر علم طلب کرنے کیلئے چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں اور بے شک فرشتے طالب علم کے اس فعل پر خوش ہو کر اپنے پر بچھاتے ہیں۔ بے شک عالم کے لئے تمام آسمان اور زمین والے یہاں تک کہ مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد (ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کرنے والا) پر اس طرح ہے جس طرح چاند (اپنی روشنی و نور کے باعث) کو دیگر ستاروں پر ہے۔ بے شک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اور بلا شبہ انبیاء علیہم السلام کسی درہم و دینار کو وارث نہیں بناتے بلکہ وہ علم ہی کو ورثہ میں چھوڑ کر جاتے ہیں۔ پس جو شخص علم حاصل کرے تو اس نے اس (ورثہ) میں سے عظیم حصہ حاصل کر لیا۔ (ابوداؤد' ترمذی)

**تشریح** ۞ **یبتغی فیہ** : دوسری روایت میں یطلب فیہ ہے۔ **علم** سے علوم شرعیہ یا جو اس کا ذریعہ ہوں وہ مراد ہیں۔ **طریقا الی الجنہ** : اس سے اعمال صالحہ مراد ہیں جو جنت تک پہنچانے والے ہیں۔ اس کو اضافہ علم کی سہولت میسر ہو

جائے کیونکہ یہ بھی جنت تک لے جانے والے اسباب سے ہے بلکہ اس کا بلند ترین ذریعہ ہے کیونکہ اعمال کی صحت وقبولیت کا دارومدار علم پر ہے۔ **وان الملائكة** : ملائکہ رحمت اور جو مصالح امت کے کوشاں فرشتے ہیں وہ مراد ہیں۔تمام فرشتے ہوں جو بھی ہیں درست ہے۔ **لتضع اجنحتها** : حقیقت مقدم پر رکھتے خواہ ہم نہ دیکھیں۔اس وقت وہ اڑنے سے رک کر علم کی باتیں سننے بیٹھ جاتے ہیں کیونکہ وہ سب سے اعلیٰ ذکر ہے۔مجاز مراد ہو تو پھر تواضع مراد لی جائے گی جیسا اس آیت میں : ﴿**واخفض جناحك**﴾ [شعراء : ۲۱۵] یا طلب علم میں سہولت واعانت کرنا۔ **لطالب العلم رضا** : رضا۔مفعول لہٗ ہے اس رضا کی خاطر جو اس سے حاصل ہونے والی ہے۔اس رضامندی کے لئے جو اس کے اعمال پر حاصل ہوئی کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت کو اس نے جمع کرلیا اور بلند ترین راہوں پر چلا۔ **وان العالم ليستغفر له** :علم کا وصف عالم کے لئے ثابت کیا اور پھر اس کے حاصل کرنے کی فضیلت ثابت کی کہ فرشتے اس کے لئے پر بچھاتے ہیں اب اس میں بطور ترقی فرمایا کہ فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ **حتى الحيتان** : غایت بنایا تاکہ تمام بحری حیوانات کو شامل ہو۔بحری حیوانات کی تعداد بری سے بہت زیادہ ہے۔خشکی کے حیوانات کی اگر چار سو اقسام ہیں تو بحری حیوانات کی اقسام سات سو ہیں۔علماء کے لئے ان موجودات کے استغفار کے عام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں یہ ان گناہوں کی میل کچیل سے پاک ہوں جو ان کے مقام کے لئے مناسب نہیں تاکہ ان کے علم وعمل کی برکت تمام کو پہنچے کیونکہ نظام عالم علم کی وجہ سے قائم ہے۔اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ غیر عقلاء اور مجاز حقیقت میں کلام واستغفار کریں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ﴿**وان من شئ الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم**﴾ [الاسراء : ٤٤] **وفضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر الكواكب**۔

**النَّحْوُ** :فضل کو مفتوح پڑھیں تو ان کے اسم کا معطوف بنے گا اور ایک روایت میں ان فضل کا لفظ بھی وارد ہے۔اس روایت میں ليلة البدر کا اضافہ بھی پایا جاتا ہے۔(مشکوۃ) اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت کا نور اور کمال عابد کی ذات کی حد تک ہے جیسے ستاروں کا نور اور علم کا نور اور اس کے کمالات کا نور وہ دوسروں کو بھی روشن کرتا ہے۔اس کی مثال چودھویں کے چاند جیسی ہے لیکن یہ ساری علم کی روشنی نور نبوت سے مستفاد ہے۔اس لئے وہ چاند کی روشنی کی طرح نور شمس سے مستفاد ہے اور یہ کلام اسی عالم سے متعلق ہے جو واجبات میں خلل ڈالنے والا نہ ہو۔ورنہ وہ انتہائی قابل مذمت ہے۔ **ورثة الانبياء**:علم عمل کمالات تکمیں کے لحاظ سے وارث ہیں اور یہ باتیں اسی کے لئے پوری ہوں گی جس کے مصادر علم وعمل اور موارد ہوئی و ہوس سے بچے ہوئے ہوں۔یہاں تک کہ کلمات اللہ اس کی مدد کرتے ہیں جو فنا نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ راسخین سے بن جاتا ہے اور اعمال کی انہی اصلی صورتوں پر عمل پیرا ہونے والا ہو جاتا ہے۔اس لئے وہ درکات کی طرف لے جانے والا دنائتوں سے محفوظ ہوتا ہے۔ **دینارًا ولا درهمًا** : مال کی اقسام میں درہم و دینار کا تذکرہ غلبہ استعمال کی وجہ سے ہے۔انبیاء علیہم السلام نے ان کی نفی کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ وہ رذیل دنیا سے بقدر ضرورت لیتے ہیں اور اس میں سے کوئی چیز بطور وراثت نہیں چھوڑتے تاکہ اس کی طرف میلان کا وہم نہ ہو۔ **انما ورثوا العلم** : احوال ظاہرہ و باطنہ اور تباین اجناس واختلاف انواع کے لحاظ سے جن کی ان امتوں کو ضرورت وحاجت تھی۔ **فمن اخذه اخذ بحظ وافر** : ان اسباب کو سامنے رکھتے ہوئے

جس نے علم کو حاصل کیا اس نے کمال کا بڑا حصہ پایا جس کی کوئی نہایت نہیں۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول: آج کے دن میں طلب علم سے زیادہ افضل کوئی چیز نہیں جانتا۔ کسی نے ان سے سوال کیا کہ اس کی تو وہ نیت نہیں تو فرمایا' اس کا طلب کرنا خود نیت ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول: جس نے علم اس لئے حاصل کیا تا کہ اس سے وہ حاصل کرے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے تو یہ اس کے لئے ان سب چیزوں سے بڑھ کر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کا قول: آپ نے اس آدمی کو فرمایا (جو جلدی سے (نفل) نماز کی طرف جانا چاہتا تھا اور علم کی مجلس چھوڑ رہا تھا) جس کی طرف وہ جا رہا ہے وہ اس سے بہتر نہیں جس کو وہ چھوڑ رہا ہے بشرطیکہ اس کی نیت درست ہو۔

قول شافعی رحمہ اللہ: طلب علم نفلی نماز سے بہتر ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۸/۲۱۷۷٤) وأبو داود (۳٦٤۱) والترمذی (۲٦۹۱) وابن ماجه (۲۲۳) والدارمی (۳٤۲) وابن حبان (۸۸) الفتح (۱/ ۱٦۰)

**الفرائد** : ① علماء انبیاء علیہم السلام کے وراثت علمی میں وارث ہیں اور یہ علم دین ہی ہے۔ اس کو پانے والا دونوں جہان کی بھلائیاں سمیٹنے والا ہے۔

۱۳۹۰ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۳۹۰: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز و شاداب کرے جس نے ہم سے کوئی بات سن کر پھر اس کو اسی طرح پہنچا دیا جس طرح اس نے سنا۔ بسا اوقات وہ لوگ جن کو بات پہنچائی جاتی ہے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ نضر الله امرأ : نضره' وأنضره' ونضره۔ اصل میں یہ چہرے کی خوبصورتی اور چمک کے لئے آتا ہے اور یہاں مراد حسن خلق اور مرتبہ و مقام ہے۔ (النہایہ) بعض نے کہا نضرة : سے مراد قبولیت دعا ہے۔ سمع منا : بلا توسط یا صحابہ کرامؓ کے واسطہ سے سنا یا علماء سے سنا اور جس طرح سنا اسی طرح بلاکم و کاست پہنچا دیا۔ فبلغه كما سمعه : یعنی اس کے مفہوم کو پہنچا دیا' اس کی شروط کے ساتھ۔۲) بعینہ الفاظ کا پہنچانا بھی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مزید توجہ اور کامل اعتناء کی دلیل ہے کہ اس نے الفاظ کو بھی یاد اور محفوظ رکھا۔ فرب مبلغ اوعى من سامع : رُبّ: یہ حقیقت میں کثرت کے لئے آتا ہے۔ مبلغ : یہاں اسم مفعول ہے جس کو بات پہنچائی جائے۔ وعی : کالفظ لائے تا کہ معانی کے نفائس و نفیس مقاصد

کی طرف اشارہ ہو۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ضابط' حافظ الفاظ سنت' راوی الفاظ سنت کے لئے دعا فرمائی۔ مذکور کا یہی حکم ہے کیونکہ سنت کی حفاظت اور اسی طرح اس کا آگے پہنچا دینا اس کی قعر و تازگی اور تحسین کی کوشش ہے۔ گویا اس نے معنی کو بالکل تر و تازہ اور سرسبز و شاداب کر دیا اور اگر کسی نے بدل دیا خواہ مرادف الفاظ استعمال کئے تو اس نے اس کو مؤید کر دیا۔ کیا تم غور نہیں کرتے اگر نضر کی بجائے حسن بولا جائے تو نضر کے اندر جو باریکی ہے وہ فوت ہو جاتی ہے۔ اس پر باقی کو قیاس کر لو۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے: من سامع کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تابعین میں ایسے ممتاز لوگ ہوں گے جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ افقہ اور افہم ہوں گے اور یہ انوکھی بات نہیں۔ مفضول میں بعض اوقات ایسی خوبیاں ہوتی ہیں جو فاضل میں نہیں ہوتیں۔

بیہقی کے الفاظ یہ ہیں: **نضر الله عبدًا سمع مقالتي فحفظها و وعاها فرب حامل فقه غير فقيه و رب حامل فقه الى من هو أفقه منه**۔ اس کو احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی اور ضیاء نے زید بن ثابت سے نقل کیا۔

**ابن حجر کا نکتہ**: روایت بالا جو ترمذی نے نقل کی اور دوسری روایت جس کو ترمذی اور دیگر نے نقل کیا ان میں الفاظ کی تبدیلی' معنی کی وحدت کے ساتھ یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ سب کچھ اس لئے لایا گیا تاکہ جو کچھ آیا اس سے سنا گیا ہے وہ بغیر کسی ادنیٰ تعبیر کے پہنچ جائے اور اس روایت بالمعنی کا جواز اس شخص کے لئے ثابت ہوتا ہے جو الفاظ کے معانی و مراد سے خوب واقفیت رکھتا ہو اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اصل مقصود تو معنی اصلی ہے وہ محسنات کلام جو آپ کی بلاغت کاملہ سے ظاہر ہوتے تھے ان کو کوئی دوسرا پہننا تو درکنار اس کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتا پس ان محسنات و بدائع کی رعایت متعذر ہے۔ اس سے روایت بالمعنی کی مطلقاً ممانعت ہو جانے سے سنت کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ پس تقاضا مصلحت عامہ یہ ہوا کہ لوگوں کو طرق روایت میں وسعت دی جائے۔ البتہ مقصودِ اصلی کا بہر صورت لحاظ رکھنا لازم ہے۔ اس کا لحاظ کئے بغیر روایت بالمعنی کی ہرگز اجازت نہیں۔ (فتح)

**تخریج**: أخرجه أحمد (٢/٤١٥٧) والترمذي (٢٦٦٦) وابن ماجه (٢٣٢) وابن حبان (٦٦) وأبو نعيم (٣٣١/٧)

**الفوائد**: ① جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو بلا کم و کاست پہنچانے والے کو اگر اور کچھ بدلہ نہ ملتا تو یہ دعا نبوت بدلہ کے طور پر کافی ہے۔

١٣٩١ : وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهٗ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِىُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

١٣٩١: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی پھر اس نے چھپا لی قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام دے دی جائے گی''۔ (ابو

داؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ **عن علم** : وہ شرعی علم جس کی اس وقت ضرورت ہو۔ **فکتمه** : سائل کو واضح نہ کیا۔ **الجم** : یہ فعل مجہول **بلجام من نار** : شرعی علم کے کتمان کی شدید وعید ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۷۵۷۴) والترمذی (۲۶۵۸) وأبو داود (۳۶۵۸) وابن ماجه (۲۶۶)

**الفرائد** : ① علم و تعلیم کو پھیلانا چاہیے ② اس کو چھپانا قیامت کے دن عذاب کا باعث بنے گا۔

۱۳۹۲ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَعْنِىْ رِيْحَهَا – رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۳۹۲ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کوئی علم سیکھا (یعنی) جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے (لیکن) اُس نے اِس علم کو دُنیا کی غرض سے حاصل کیا تو وہ روز قیامت جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا'' ۔ (ابوداؤد) عمدہ سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ **مما یبتغی** : یہ فعل مجہول ہے۔ طلب کیا جانا۔

**النحو** : **مما یبتغی** سے تمام جملہ ممکن ہے' صفت کاشفہ ہے کیونکہ قابل تعریف علم تو رضائے الٰہی کے لئے ہوتا ہے اور اس سے ان علوم سے احتراز بھی مقصود ہے جو یا تو واجب نہیں جیسے علم و عرض یا پھر حرام ہیں جیسے علم جعفر و سحر۔ **لا یعلمه**۔ یہ فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ مفعول سے جملہ حالیہ ہے کیونکہ وصف کے ساتھ مخصوص ہے۔

**الا لیصیب به عرضًا** : یہ عام علل سے استثناء ہے۔ اس کو فقط دنیاوی غرض سے حاصل کرتا ہے۔ اس میں مقید کیا گیا تا کہ آئندہ عتاب اس پر مرتب ہو یا مطلب یہ ہے کہ جس نے دنیا کو مقصد بنایا اس کے ساتھ آخرت کا قصد نہیں رکھتا۔ **عرف الجنه** : یعنی اس کی ہوا بھی نہ پائے گا۔ یہ دوری سے کنایہ ہے۔ طبرانی کی روایت میں وارد ہے: "**وان عرضها لیوجد من مسیرة خمس مائة عام**" کہ پانچ سو سال کے فاصلہ سے اس کی خوشبو پہنچ جاتی ہے۔۲) یہ عدم دخول سے کنایہ ہے۔ اگر اس نے حلال سمجھ کر ایسا کیا کیونکہ اس کا حرام بالاتفاق ہے اور دین میں معروف ہے۔۳) وہ نجات اولی پانے والوں میں داخل نہ ہو سکے گا۔۴) اس کی خوشبو میدانِ محشر میں نہ پائے گا۔ اگر اس نے حلال سمجھ کر ایسا نہ کیا ہو۔۵) حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ طلب علم میں جس کا مقصد شرعی ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی خوشبوؤں سے امداد پہنچائیں گے جو اس کے لئے تقویت قلب اور ازالہ دکھ کا ذریعہ بنے گی۔ اس کے بالمقابل جو اس طرح نہ ہو وہ بیمار دل کی وجہ سے قیامت میں ماؤف الدماغ ہوگا جس کی خوشبو نہیں آتی۔۶) اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جس کا مقصد درست ہو پھر دنیا بلا طلب آ جائے اس لئے وہ مضر نہیں۔ ترمذی کے الفاظ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ: " **من تعلم علمًا لغیر الله فلیتبوا مقعدة من**

النار" ۔ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کی ہے: "من تعلم العلم لیباھی به العلماء او یماری به السفهاء او یصرف به وجوه الناس الیه ادخله الله جهنم" : اس سلسلہ کی احادیث کا مفہوم روایت الباب کے مطابق ہوگا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸٤۷٥) وأبو داود (۳٦٦٤) وابن ماجه (۲٥۲) وابن حبان (۷۸) والحاکم (۱/۲۸۸)

**الفرائد** : ① علم دین کو دنیا کی خاطر حاصل کرنے پر شدید توبیخ ہے ② حسن بصریؒ نے ایک آدمی کو اس کے اوپر چلتے دیکھا تو فرمایا یہ آدمی ہمارے ان لوگوں سے بہتر ہے جو دین سے دنیا کماتے ہیں کیونکہ یہ دنیا سے دنیا کما رہا ہے۔اللہ تعالیٰ اس بدنیت سے محفوظ فرمائے' آمین

۱۳۹۳ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَآءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا ' فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ ' فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۳۹۳: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا: "بے شک اللہ علم کو سینوں سے اسی طرح قبض نہ کریں گے کہ اس کو ان کے سینوں سے کھینچ لیں لیکن علم کو علماء کی وفات سے قبض کریں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ کوئی عالم باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے پس ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : لا یقبض العلم انتزاعًا : علم کو آخر زمانہ میں زمین سے اس طرح قبض نہ کیا جائے گا کہ اس کو اٹھا لیا جائے کہ لوگوں کے دلوں سے کھینچ لیا جائے کیونکہ وہ کریم ہیں اور یہ چیز اس کے کرم کے خلاف ہے۔ انتزاعًا۔

**النحو** :مفعول مطلق ہے' قبض انزاع' ۲) تمیز ہے' ۳) حال ای منتزعًا۔ لکن یقبص ..... یہ ماقبل سے استدراک ہے۔ بالکلیہ انتزاع نہیں البتہ علماء کو قبض کر کے اس کو کھینچے گا۔اس تعبیر سے اشارہ کر دیا۔علماء وہ خزائن ہیں جو مخلوق کے فائدے کے لئے زمین میں محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ان خزائن کو اٹھانا چاہے گا تو علماء کو موت دے گا۔ لم یبق : یہ ابقاء سے ہے یعنی باقی رہنا۔ رؤسا : یہ راس کی جمع ہے یا رئیس کی جمع ہے۔ جهالًا : یہ جاہل کی جمع ہے۔ جیسے سارد سراء وغاز و غزاء۔ فسئلوا : یہ فعل ماضی مجہول ہے۔ فضلوا : وہ خود اللہ تعالیٰ پر افتراء کی وجہ سے گمراہ ہوں گے۔ واضلوا : جن کو فتویٰ دیں گے۔ان کو غلط فتویٰ دے کر گمراہ کریں گے۔

ابن حجر کہتے ہیں: اس میں اہل علم کو بڑی خوشخبری دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو دیا ہے وہ ان سے چھینیں گے اور فتویٰ میں انتہائی احتیاط برتنے کی طرف اشارہ کر دیا اور بغیر علم کے فتویٰ دینے پر وعید فرمائی اور بے علم فتویٰ دینے والے کو ضال و مضل فرمایا اور جاہل سے استفتاء کی ممانعت نکلتی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/٦٥٢١) والبخاری (۱۰۰) ومسلم (۲٦۷۳) والترمذی (۲٦٦۱) وابن ماجه (۵۲) والدارمي (۲۳۹) والحمیدی (۵۸۱) وابن حبان ٤٥۷۱) والطیالسی (۲۲۹۲)

**الفرائد** : ① جہلا کو سردار بنانے کی ممانعت ہے ② اصل سرداری تو فتویٰ ہے ③ بلا علم فتویٰ حماقت در حماقت ہے ④ قبض علم سے مراد علماء کا فوت ہونا ہے نہ کہ سینے سے علم کا مٹنا۔

# کتاب حمد اللّٰہ تعالیٰ و شکرہ

## ۲۴۲: بَابُ فَضْلِ الْحَمْدِ وَالشُّكْرِ

## باب: اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے شکر کا بیان

**تشریح** حمد اللہ: لغت میں تو اختیاری اچھے افعال پر بطور تعظیم زبان سے تعریف کرنا اور عرف عام میں حمد ایسا فعل کہ منعم کی عظمت کو ظاہر کرے اس لئے کہ وہ تعریف کرنے والے پر انعام و احسان کرنے والا یا دوسرے پر احسان کرنے والے ہیں۔ (ابا ءواصحاب) اور ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے۔ **و شکرہ**: اس کو حمد پر معطوف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حمد سے لغوی حمد مراد ہے ورنہ عرفی حمد تو شکر ہی کا نام ہے۔ ۲) شکر سے عرفی معنی مراد ہو۔ بندے کا ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے بندے پر انعام فرمائی ہیں اسی کے لئے استعمال کرنا جس کے لئے وہ پیدا کی گئی ہیں مثلاً شنوائی کو آیات و نیک باتیں سننے کے لئے نگاہ کو مصنوعات میں غور و فکر کرنے کے لئے اور یہ بھی درست ہے کہ ان سے ایسا معنی مراد لیں جو لغوی و عرفی دونوں کو شامل ہو اور بندہ دونوں کو انجام دینے والا ہو کیونکہ ان میں کا ہر ایک مطلوب ہے۔ اگرچہ دونوں قریب المعنی ہیں۔

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾ [البقرة: ۱۵۲] وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾ [ابراهيم: ۷] وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [یونس: ۱۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم شکر ادا کرو تو ضرور بضرور تمہیں نعمتیں زیادہ دوں گا''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کہہ دیجئے تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں''۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ان کی آخری پکار یہی ہوگی کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔''

فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ: تم اطاعت سے مجھے یاد کرو ۲) خوشحالی میں مجھے یاد کرو۔ اَذْكُرْكُمْ: میں تمہیں بخش دوں

گا۔ سختی وتنگدستی کی حالت میں مہربان ہوں گا۔ حدیث میں فرمایا: ((من اطاع الله فقد ذكره وان لم يذكره بلسانه' ومن عصى الله فقد نسيه وان ذكره بلسانه)) (الوسیط للواحدی)

وَاشْكُرُوْا لِيْ ...... تم میری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ ...... اگر تم نے میری نعمتوں کا شکریہ ادا کیا اور میری فرمانبرداری کی لَاَزِيْدَنَّكُمْ: میں نعمت میں اضافہ کروں گا۔ اگرچہ ظاہراً خطاب تو بنی اسرائیل کو ہے مگر یہ امت شکریے کی زیادہ حقدار ہے کیونکہ ان سے زیادہ افضل ہے۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ...... آپ الحمد للہ کہیں۔ اس میں حمد کرنے کا خود باقی تعالیٰ نے حکم فرمایا۔ دوسرے حصہ آیت کو ترجمۃ الباب سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ...... جنت میں اہل جنت کی دعا کا اختتام الحمد للہ رب العالمین پر ہوگا۔ بہت سے سلفؒ نے نقل کیا کہ جب اہلِ جنت کو کسی چیز کی طلب ہوگی تو کہیں گے: سبحانك اللهم۔ اس وقت فرشتے ان کی پسندیدہ چیز لے کر حاضر ہو جائیں گے اور ان کو سلام کریں گے۔ یہ جواب دیں گے اور اسی کا تذکرہ اس آیت میں ہے: ﴿تحيتهم فيها سلام﴾ [ابراهيم : ۲۳] جب وہ اس نعمت کو کھائیں گے تو اللہ تعالیٰ حمد وثناء کرتے ہوئے اس طرح کہیں گے جو اس آیت میں مذکور ہے: ﴿وَاٰخِرُ دَعْوٰاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [يونس : ۱۰]

۱۳۹٤: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اُتِيَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَّلَبَنٍ فَنَظَرَ اِلَيْهِمَا فَاَخَذَ اللَّبَنَ — فَقَالَ جِبْرِيْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۹۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس معراج کی رات دو پیالے (ایک) شراب اور (ایک) دودھ کے لائے گئے پس آپؐ نے ان دونوں کی طرف دیکھا پھر دودھ لے لیا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا: "اس اللہ کا شکر ہے جس نے آپؐ کی راہنمائی فطرت کی طرف کی۔ اگر آپؐ شراب والا (پیالہ) لے لیتے تو آپؐ کی امت گمراہ ہو جاتی"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اتى : یہ جبرئیل امین آپ کے پاس آئے۔ ليلة اسرى به : اس سے لیلۃ المعراج مراد ہے۔ یہ ہجرت سے پہلے کی بات ہے۔ ایک قول کے مطابق اٹھارہ ماہ قبل الہجرۃ بعض نے بعض معراج کا لفظ بیت المقدس تک کا سفر یا سدرۃ المنتہیٰ تک کا سفر اس کے متعلق متعدد روایات آئی ہیں وہ آپ کے اکرام کی رات تھی۔

بقد حين : ایک شراب اور دوسرا دودھ سے بھرا تھا۔ ان سے تعبیر مراد ظاہر ہونے کی وجہ سے ہے۔ فنظر اليهما : آپ کو چناؤ کا اختیار دیا گیا پھر دودھ کے انتخاب کا الہام ہوا۔ هداك للفطرة : فطرت کی تفسیر اسلام واستقامت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ میں نے اسلام واستقامت کی علامت کو پسند کیا۔ دودھ کو اس کی علامت بنایا گیا کیونکہ یہ نرم پاکیزہ گلے میں اترنے والا مزیدار اور عمدہ انجام والا ہے اور شراب امّ الخبائث اور حال ومآل میں قسماقسم کے شرور کو جمع کرنے والی ہے۔

غوث امتك: اس میں اچھے خیال سے تفاول لینے کے درست ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۱۰۶۵۲) والبخاري (۳۳۹٤) ومسلم (۱٦۸) والترمذي (۳۱٤۱) والنسائي (٥٦۷۳) وابن حبان (٥۲) وابن منده (۷۲۸) وأبو عوانة (۱/۱۲۹) وعبدالرزاق (۹۷۱۹) والبيهقي (۲/۳۸۷)

**الفرائد** : ① اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ پر کتنا عظیم فضل ہے کہ جس میں آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کی امت کی خیر تھی اس کی طرف راہنمائی فرمائی ② قابل تعریف چیز ملے تو اس پر حمد و ثناء کرنی چاہئے۔

۱۳۹۵ : وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيْهِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَغَيْرُهُ۔

۱۳۹۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ہر وہ کام جو اہمیت والا ہو اس کو اللہ کی تعریف کے ساتھ شروع نہ کیا جائے تو وہ بے برکت ہے۔ (ابوداؤد وغیرہ) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ ذی بال : وہ شان والا کام جو شرعاً اہتمام کے قابل ہو۔ لا یبداء فیه بالحمد۔

**النحو** : ۱) الحمد کو مرفوع پڑھیں گے تو مراد خاص یہ جملہ ہوگا۔ یہ حکایۃً ہوگا۔ ۲) اگر مجرور ہو تو اس سے ابتداء کرنا جس میں حمد کا معنی پایا جائے خواہ جس صیغہ سے ہو۔

فهو اقطع : اس میں برکت ناقص ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۷۲۰) وأبو داود (٤۸٤۰) والنسائي (٤۹٤) وابن ماجه (۱۸۹٤) وابن حبان (۱) والبيهقي (۳/۲۰۸) والدارقطني (۱/۲۲۹)

**الفرائد** : ① تمام اہم کام شروع کرنے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے آغاز کرنا چاہئے تاکہ خیر و برکت کا باعث ہو۔

۱۳۹٦ : وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَلَآئِكَتِهِ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ - فَيَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ۔ فَيَقُوْلُ: فَمَا ذَا قَالَ عَبْدِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِبْنُوْا لِعَبْدِيْ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۹٦: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب کسی کا بیٹا فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو فرماتے ہیں تم نے میرے بندے کے بیٹے (کی روح) کو قبض کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں جی ہاں پھر اللہ فرماتے ہیں تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں جی ہاں۔ اس پر اللہ فرماتے ہیں کہ

پھر میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں تیری تعریف کی اور انا للہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بنادو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو'۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ **ولد العبد** : اس میں بالغ و نابالغ 'مذکر و مؤنث سب کو شامل ہے۔ **قبضتم**۔

**النحو**: ۱) یہ استفہام تقریری ہے۔ ۲) اپنے ظاہر پر ہے تاکہ صابر کے ثواب کی فضیلت ظاہر کی جاتی 'ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم تو ہر چیز پر محیط ہے۔

**نعم** : یہ حرف جواب استفہام کے لئے آتا ہے۔ **ثمرۃ فؤادہ** : یہ بیٹے سے کنایہ ہے کیونکہ دل بدن کا خلاصہ ہے اور اس کا خلاصہ وہ لطیفہ الٰہیہ ہے جو اس میں بطور امانت رکھا گیا ہے جس سے وہ ادارک کرتا اور وہ علوم حاصل کرتا ہے جس کے لئے اس کو بنایا گیا اور اس شرف سے مشرف کیا گیا۔ اس لطیفہ کے اولاد میں بہت زیادہ مشغول ہونے کی وجہ سے وہ اولاد اسی طرح بن گئی جیسے وہ اس کا مقصود و ثمرہ ہے۔ یہ وہ بلند چیز ہے جس سے اس کی تکلیف کی عظمت کو ظاہر کیا اور اس کے ساتھ ساتھ اس پر صبر کی عظمت کو بیان کیا بلکہ صبر سے بھی بڑھ کر مقام حمد کو بیان کیا۔ **استرجع** : اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ پس وہ آدمی جو اس سے آگے نہ بڑھے بلکہ ایک اعتبار سے مصیبت ہے اس لئے استرجاع کیا۔ ایک لحاظ سے نعمت ہے تو اس نے حمد کی تاکہ موقعہ محل کے لحاظ سے وہ حمد کے مقابل ہو۔

**نکتہ** : بیٹے کی گمشدگی پر صبر کرنے کی فضیلت ذکر کی گئی ہے اور ایک روایت میں فرمایا: **ما لعبدی المؤمن اذا قبضت صفیہ عن الدنیا فاحتسب الا الجنۃ**۔

**تخریج** : باب مایقال عند المیت... میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

❁ ❁ ❁

۱۳۹۷ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اِنَّ اللّٰہَ لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ یَاْکُلُ الْاَکْلَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا ' وَیَشْرَبُ الشَّرْبَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۹۷: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ اس بندے سے خوش ہوتے ہیں جو کھانا کھا کر اس کی حمد کرتا ہے اور پی کر اس پر بھی حمد کرتا ہے"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ یہ روایت باب بیان طرق الخیر میں بھی گزر چکی۔ **الاکلۃ** : سے مراد صبح و شام کا کھانا۔ اصل معنی لقمہ ہے۔ (المصباح) **فیحمدہ علیھا** ' **علی** یہاں لام اجلیہ کے معنی میں ہے جیسا اس آیت میں : ﴿ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم﴾ [البقرۃ] :

**تخریج** : باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

# کتاب الصلوٰة

## ۲۴۳ :بَابُ فَضْلُ الصَّلَاةِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

## بَابٌ :رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ [الاحزاب:٥٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر رحمت وسلام بھیجا کرو۔'' (الاحزاب)

**تشریح** : الصلاة : یہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔اسی طرح خضر والیاس'لقمان'مریم ان پر بھی بولا جائے گا۔اگرچہ ان کی نبوت کا قول نہ کیا جائے۔ان کے علاوہ تابع کی حیثیت سے استعمال درست ہے کیونکہ عرف عام میں یہ تذکرہ رسل کے لئے بطور شعار وعلامت استعمال ہوتا ہے اور اسی لئے محمد عزوجل کہنا مکروہ ہے اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب مخلوق میں سب سے زیادہ عزت وعظمت والے ہیں۔

**بیضاوی کا قول** : وہ روایت : **ان الله و ملائكته يصلون على اصحاب العمائم البيض يوم الجمعة** اور یہ روایت: **اللهم صل على آل ابى اوفى** جبکہ وہ زکوٰۃ لے کر آئے۔اس کا جواب یہ ہے کہ کراہت تو ہمارے لحاظ سے ہے۔البتہ آپ کی نسبت سے اور ملائکہ کی نسبت سے وہ ان کے ساتھ خاص ہے جس کے لئے استعمال کریں اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سلام بھیجا جائے گا۔اس کی دلیل یہ روایت ہے جس کو ابن ابی عمر اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور خطیب نے انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کیا ہے: '' **صلوا على انبياء الله و رسله فان الله بعثهم كما بعثنى**'' : انبیاء علیہم السلام اور رسولوں پر سلام بھیجو ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے میری طرح مبعوث فرمایا ہے۔شاشی اور ابن عساکر نے وائل بن حجر نے مرفوعاً نقل کیا ہے: **صلوا على انبياء الله اذا ذكرتمونى فانهم قد بعثوا كما بعثت**۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر درود بھیجو جب میرا ذکر کرو کیونکہ ان کو بھی اسی طرح مبعوث کیا گیا جیسا مجھے مبعوث کیا گیا۔

① اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ...... یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف وتعظیم کو ظاہر کرنے کا اہتمام فرماتے ہیں۔ابن ہشام نے اشارہ کیا کہ صلوٰۃ کا معنی یہاں مہربانی لی جائے اور مہربانی کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو رحمت اور

ملائکہ کی طرف ہو تو استغفار اور غیروں کی طرف ہو تو دعا۔ ان کا اسم لفظ اللہ اور اس کی خبر محذوف ہے **یصلی۔ ملائکۃ یصلون**۔ یہ اسی طرح ہوگا جیسا شاعر نے کہا۔

نحن بما عندنا و أنت بما ☆ عندك راض والرای مختلف

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...... تم بھی اس کا اہتمام کرو تم پر پہلے حق بنتا ہے اور اس طرح کہو: **اللھم صل علی محمد۔ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا**۔ تم کہو ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و رحمت ہو۔ ۲) آپ کے اوامر کو تسلیم کرو۔ یہ آیت شعبان میں اتری اسی وجہ سے اس کو درود کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا یہ ہجرت کے دوسرے سال اتری۔ بعض نے کہا لیلۃ الاسراء میں اتری مگر پہلی بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مؤمن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم دیا اور اس سے پہلے تمہید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور پھر ملائکہ کا تذکرہ فرمایا۔ وہ صلوٰۃ و سلام میں دوام کرنے والے ہیں اور اس کی تجدید و قتاً فوقتاً ہوتی ہے جیسا جملہ اسمیہ اس بات کا متقاضی ہے اور جملہ اسمیہ کے شروع میں مضارع ہے اور مضارعت کے معنی سے بجز کی وجہ سے یہ جملہ دو حیثیتوں والا ہے: ۱) ایمان والوں کو اس بات پر ابھارا گیا کہ وہ اس حکم کو بجالائیں اور اس کی طرف خوب متوجہ ہوں۔ ۲) ان کو اس کے دوام استمرار پر ابھارا گیا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب پاسکیں اور ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ و معاونت کا تحفہ بھی میسر آجائے۔ سلام کو مصدر سے مؤکد کر کے لائے تاکہ یہ جملہ بھی جملہ اول کا تاکید میں معادل ہو۔ اس لئے کہ وہ ان سے شروع کیا گیا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلے سے رحمتیں بھیجتے ہیں اور ہمارے لئے تو صرف سلام کا اضافہ کیا گیا کیونکہ یہ تحفہ اور اطاعت کے معنی میں ہے۔

اگر یہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے لئے استعمال ہوتا حالانکہ انقیاد اللہ تعالیٰ کے لئے ممنوع اور فرشتوں کے لئے اس موقعہ پر غیر مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کے منافی نہیں۔ ﴿سلام علی ابراهيم﴾ اور اسی طرح یہ ارشاد: ﴿والملٰٓئکة يدخلون عليهم من كل باب سلام عليكم﴾

پھر صلوٰۃ کا فائدہ اس پر اضافہ سمیت آپ کو ملتا ہے اور پڑھنے والے کو ثواب و معاونت ملتی ہے اور کامل کمال کو قبول کرتا ہے۔ (فتح الالہ)

## روایات

۱۳۹۸ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۳۹۸: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا

ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **صلی علی** : اس کے منقولہ صیغہ میں سے کسی صیغہ کے ساتھ۔ **صلاۃ** : ایک مرتبہ جیسا کہ اس کے واحد لانے سے اشارہ ہو رہا ہے۔ **بھا عشرًا** : اس کے سبب سے اس پر دس مرتبہ رحمت اترتی ہے اور یہ اضافی ہے اس سے جس کا تذکرہ اس آیت میں آ رہا ہے: ﴿من جاء بالحسنة فله عشر امثالها﴾ [انعام: ۱۶۰] کیونکہ اس میں تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رحمت سے تذکرہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا بندے کو یاد کرنا زیادہ بڑا ہے۔ طبرانی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ لفظ بھی ذکر کئے: ((صلی الله علیه عشر صلوات' وحط عنه عشر خطیئات' ورفع له عشر درجات)) (روایت کی مزید شرح احمد' ادب المفرد' ابوداؤد' شرح الاذکار میں ملاحظہ کریں)

**تخریج** : أخرجه مسلم (۳۸٤) وأبو داود (۲۵۳) والترمذی (۳٦۱٤) والنسائی (٦۷۷) وانظر (۱۰٤۹)

**الفرائد** : ① اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلہ عموماً اسی جنس سے عنایت ہوتا ہے۔ کثرتِ درود سے اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے۔

١٣٩٩ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۳۹۹: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں میں قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہو''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ **اولی الناس** : ۱) قرب کا زیادہ حقدار۔ ۲) شفاعت کا زیادہ حقدار۔ اولی یہ ولی سے ہے جس کا معنی قرب ہے۔ باء سے متعدی کیا خاص الخاص کا معنی پیدا ہو گیا اور انس کی روایت میں: ((ان اقربکم منی یوم القیامة فی کل موطن اکثرهم علی صلاة فی الدنیا)) (بیہقی بسند ضعیف)

**تخریج** : أخرجه الترمذی (٤۸٤) والبخاری (۵/۱۷۷) وابن حبان (٦/٤۳٤۲) والبیهقی (۳/۲٤۹)

**الفرائد** : ① کثرتِ درود شریف کی وجہ سے قیامت کی گھبراہٹ سے بچ جائے گا' اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں شامل فرمائے۔
② ابن حبان کہتے ہیں محدثین کے عظیم مرتبہ کی طرف اشارہ نکل رہا ہے۔

١٤٠٠ : وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ ' فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ ' قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرَمْتَ قَالَ يَقُوْلُ :بَلِيْتَ قَالَ :"اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ

عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

۱۴۰۰: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے سب سے زیادہ فضیلت والے دنوں میں جمعہ کا دن ہے پس اس دن مجھ پر زیادہ درود پڑھو۔ پس تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے"۔ صحابہ نے کہا یارسول اللہ کس طرح ہمارا درود آپ پر پیش کیا جاتا ہے جب کہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا آپ نے ارشاد فرمایا: "بے شک اللہ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو حرام کر دیا"۔ (ابوداؤد)

**تشریح** ۞ ان کے حالا باب فضل الجمعہ میں گزرے۔ **افضل ایامکم یوم الجمعة** ۔ من لا کر متنبہ کیا کہ سال کے دنوں کے لحاظ سے افضل دن تو عرفہ ہے کیونکہ اس کو سید الایام فرمایا اور ہفتے کے دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے اور مہینوں کے حیثیت سے رمضان کا مہینہ ہے۔ **فاکثروا علی** : جمعہ کے دن پر یہ مسئلہ مرتب فرمایا تا کہ ثواب عمل زمان ومکان کے شرف سے اور بڑھ جائے۔ **معروضه علی** : اس کو وہ فرشتے پیش کرتے ہیں جو اس بات پر مقرر ہیں جیسا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت مرفوعہ میں مذکور ہے: **ان الله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني من امتي السلام**۔ احمد ابوداؤد بیہقی فی الدعوات الکبیر۔ یہ اس کے لئے حکم ہے جو دور سے درود بھیجے البتہ جو قبر شریف کے پاس درود پڑھا جائے وہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق سنتے ہیں۔ "**من صلي علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيا بلغته**" بیہقی فی الشعب۔ **کیف تعرض** ۔ **ارمت** : یہ رم المیت اذا بلی سے لیا گیا ہے۔ یہ لفظ میم کی تشدید سے ہونا چاہئے۔ (ترغیب منذری) **قال ان الله حرم علي الارض اجساد الانبياء** : نسائی کی روایت میں ان تاکل کے الفاظ بھی ہیں۔ زمین کے اجساد مطہرہ کو نقصان پہنچانے سے محفوظ کر دیا گیا کیونکہ وہ اپنی قبور میں اس جہاں کی زندگی سے زندہ ہیں۔ اسی سے ان کے مقابر میں نماز کی کراہیت نہیں کیونکہ علت کراہت ہے۔ ابوحاتم نے اس روایات کو منکر اور ابن العربی نے عدم ثبوت کا حکم لگایا۔ مگر ابن حجر نے ان کی بات کی تردید فرمائی۔ (فتح الباری)

**تخریج** : باب فضل یوم الجمعة میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۴۰۱: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَیَّ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۰۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے ہاں میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے"۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ **رغم** : مٹی سے چمٹ جائے۔ یہ ذلت وحقارت سے کنایہ ہے۔ **فلم یصل علی** : اس سے بعض احناف اور دیگر علماء نے آپ ﷺ پر جب بھی آپ ﷺ کا تذکرہ ہو درود کو واجب قرار دیا۔ مگر جمہور اس کو مستحب قرار دیتے

ہیں۔حدیث کا تکمیلی حصہ اس طرح ہے: "ورغم انف رجل دخل علیه رمضان ثم انسلخ قبل ان یغفر له' ورغم أنف رجل ادرك عنده ابواه الكبر فلم یدخلاه الجنة"۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/۸۵۶۵) والترمذی (۳۵۵۶) وابن حبان (۹۰۸)

**الفوائد** : ① اُس آدمی کے لئے ذلت ورسوائی کی خبر دی گئی ہے جو درود شریف پڑھنے میں بخل کرنے والا ہو۔

۱۴۰۲ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۴۰۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری قبر کو عید مت بنائیو اور مجھ پر درود بھیجو بے شک تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے جہاں تم ہو''۔(ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ① اس کا معنی یہ ہے: ''اس عید کی طرح کا اجتماع آپ ﷺ کی زیارت کے لئے کرنے سے ممانعت کی گئی ہے۔اس لئے کہ عید کے دن زینت اور کھیل کی اجازت ہے اور لوگ تفریح اور اظہارِ خوشی کے لئے باہر ٹہلنے نکلتے ہیں۔اہل کتاب انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے سلسلہ میں اسی راہ پر تھے (جیسے قبور اولیاء پر اعراس کا حال ہے) یہاں تک کہ ان کے دلوں پر غفلت کا پردہ ڈال دیا گیا۔انہوں نے بتوں کی زیارت کے لئے جانے والے بت پرستوں کی اتباع کی۔اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللهم لا تجعل قبری و ثناء یعبد' اشتد غضب الله علی قوم اتخذوا قبور انبیائهم مساجد"۲) اگر اس کو اعتیاد سے اسم بنائیں اور عید سے مراد وہ ارادہ ذکر وغیرہ ہو جو تمہاری عادت ہو مطلب یہ ہوا۔اس کو عادت کا مقام مت بناؤ جہاں تم بطورِ عادت جاتے ہو۔۳) ان کو اس وجہ سے منع کیا جو پہلی صورت میں مذکور ہوا۔تاکہ وہ عبادت میں عادت کی راہ اختیار نہ کریں۔اس وجہ سے وہ اپنے دین کی بہتر اور اہم باتیں چھوڑ بیٹھیں کیونکہ یہ عادت اکثریت کو ضیاءِ وقت اور بے ادبی کی طرف لے جاتی ہے اور ایسے موڑ تک پہنچاتی ہے جس سے عظمت کا پردہ سامنے سے گر جاتا ہے۔یہ دو تاویلیں بعد والی عبارت سے زیادہ مناسبت رکھتی ہیں۔ تبلغنی حیث کنتم: بار بار جانے اور لوٹنے کا تکلف مت کرو درود کی وجہ سے تم اس سے مستغنی کر دیئے گئے ہو۔حاصل کلام یہ ہے کہ صورتِ اوّل میں اس بات کی ممانعت ہے کہ قبر کے پاس زینت' رقص اور لہو و طرب وغیرہ کے لئے جمع ہوں جو حرام کام لوگ عیدوں کے مواقع میں کرتے ہیں۔دوسری صورت میں ممانعت اس بات سے ہے کہ اس طرح بار بار لوٹنا جو حرمت وعظمت میں مخل بن جائے یا اکتاہٹ یا بےادبی وغیرہ۔

دیگر علماء کا قول: اس کو عید کی طرح مت بنالو کہ جیسے عید کے لئے سال میں دو مرتبہ ہی آتے ہیں۔اس صورت میں بار بار آنے پر آمادہ کیا گیا ہے اور مخاطبت اور محارثت کی طرف میلان دلایا جارہا ہے مگر اس انداز سے کہ یہ اکتاہٹ نہ لی جائے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۸۱۲) وأبو داود (۲۰۴۲)

**الفرائد :** ① گھروں میں نوافل کی تاکید ظاہر ہے ② آپ ﷺ کی قبر مبارک کی تعظیم میں مبالغہ کی ممانعت کی گئی ہے ③ آپ ﷺ کی تعظیم کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ پر درود بھیجا جائے جو فرشتوں کے ذریعہ آپ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے۔

۱۴۰۳ :وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۴۰۳: انہی راوی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں''۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ⊙ کوئی مکلف جو جنات سے ہو یا انسانوں سے۔ **رد الله علي روحي** : یعنی نطق لوٹاتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ قبر میں اس جہاں کے مطابق زندگی سے زندہ ہیں۔ **حتي ارد عليه السلام** : ہم نے روح کو لوٹانے سے نطق مجازاً مراد لیا کیونکہ ان میں تلازم ہے۔ ایک کے وجود سے دوسرے کا وجود ثابت ہوتا ہے اور اگر اس کا عکس ہو تو بالقوۃ دائماً اور بالفعل غالب حالات میں۔

سبکی کا قول: رد سے معنوی طور پر لوٹانا مراد ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کی روح شریفہ حضرت الٰہیہ اور ملاءِ اعلیٰ میں شہود کے نظاروں میں مصروف رہتی ہے۔ اس عالم کی طرف متوجہ نہیں ہوتی جب سلام کیا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ کی روح اس عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

**سوال** : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی روح شریفہ تو ہر وقت سلام بھیجنے والوں میں مستغرق رہتی ہے۔ پھر حضرت الٰہیہ میں اشتغال کا کونسا وقت بچا۔

**جواب** : آخرت کے معاملات کا ادراک عقل سے نہیں کیا جا سکتا۔ احوالِ برزخ' احوالِ آخرت کی طرح ہیں۔ پس حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح شریفہ حضرت شہود میں مستغرق رہتی ہے لیکن سلام کے وقت اس حالت سے ہٹ کر سلام کرنے والے کی طرف بھی متوجہ ہوتی ہے۔ بغیر اس بات کے کہ شہود میں کوئی فرق آئے۔ دُنیا میں بھی آپ ﷺ کے بعض احوال قرب الٰہی کے عجیب تھے اور وہ تو پھر عالم برزخ ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۰۸۲۷) وأبو داود (۲۰٤۱)

**الفرائد :** ① ردِ سلام کی کیفیت کسی صحیح روایت میں مذکور نہیں۔ جو ہمارا کام ہے درود و سلام بھیجنا وہ ہمیں کرنا چاہیے۔

۱٤۰٤ :وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۴۰۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''وہ آدمی بخیل ہے کہ جس کے ہاں میرا تذکرہ ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے''۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ البخیل: کامل بخیل مراد ہے جیسا دوسری روایت میں ہے: البخیل کل البخیل۔ فلم یصل علی: اس نے درود نہ پڑھ کر بخل کیا اور اپنے اوپر لازم حق کو ادا نہ کیا جو اسے کرنا چاہئے تھا۔ اس عمل میں جزوی طور پر اس ہستی کی خدمت میں بدلہ پیش کرنا ہے جو سعادت ابدیہ کا ذریعہ بنے ہیں بلکہ فی الحقیقت اس نے اپنے سلسلے میں بخل کیا ہے اور اپنے نفس کو عظیم عطیئے سے محروم کرلیا ہے جو بلا حساب اور بلا کم وکاست ملنا تھا۔ اس بخل سے وہ اس خزانے سے فوت ہوگئے۔ اگر وہ بخل نہ ہوتا تو ان خزائن کو پورے کیل سے وہ ماپتا اور اس میں کوئی مشقت بھی نہ ہوتی۔ پس اس آدمی سے بڑا کوئی بخیل نہ ہوا جیسا کہ اس روایت میں ہے: لیس البخیل من یبخل بمال نفسه ولكن البخيل من يبخل بمال غيره: اور اس سے زیادہ بلیغ یہ ہے: من ابغض الجود حتى يجب ان لا يجاد عليه۔ جس کو سخاوت بغض نہ ہو وہ وہی ہے جو یہ چاہتے کہ اس پر سخاوت نہ کی جائے۔ بعض روایات میں بحسب امرى من البخل ان اذكر عنده فلم يصل على اور ایک روایت میں كفى شحا ان اذكر عند رجل فلا يصلي عني۔ بخل کی تعریف یہ ہے کہ مستحق چیز سے روک لینا۔ آپ کا امت پر حق ہے کہ وہ آپ ﷺ پر درود بھیجیں جو اس سے رکا تو وہ بخلاء میں سب سے بدترین ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور بدبختی میں پڑنے کا خطرہ ہے۔ اجارنا اللہ من ذلک۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۱/۱۷۳۶) والترمذي (۳۵۵۷) والنسائي (۸۱۰۰) ابن حبان (۹۰۹) وأبو يعلى (۶۷۷۶) والبيهقي (۱۵۶۵)

**الفرائد**: ① کثرتِ درود پر امت کو ابھارا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی وافر توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین

۱۴۰۵ : وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا يَدْعُوْا فِي صَلٰوتِهٖ لَمْ يُمَجِّدِ اللّٰهُ تَعَالٰى ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ : "عَجِلَ هٰذَا" ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ — اَوْ لِغَيْرِهٖ — :"اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيْدِ رَبِّهٖ سُبْحَانَهٗ ، وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ، ثُمَّ يَدْعُوْ بَعْدُ بِمَا شَآءَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔

۱۴۰۵: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اپنی نماز میں اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا کہ اس نے اللہ کی حمد کی نہ اس نے حضور پر درود بھیجا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' اس آدمی نے جلدی کی ہے پھر اسی کو یا دوسرے کو بلا کر فرمایا جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اپنے رب کی حمد وثناء سے ابتداء کرے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

بھیجے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے"۔ (ابوداؤد، ترمذی) دونوں نے کہا حدیث صحیح ہے۔

**تشریح** ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: ابن نافذ بن قیس انصاری اوسی رضی اللہ عنہ ان کے حالات کتاب الجہاد میں گزرے۔ **یدعو فی صلاته** : ارکان والی نماز۔ وہ نماز میں دعا کر رہا تھا یا اس کے بعد دعا کر رہا تھا۔ دوسری روایت میں دعا کی تعیین وارد ہے۔ **اللهم اغفرلي وارحمني**۔ (ترمذی) **ولم يحمد الله**۔

**النحو** :یدعو سے یہ جملہ حالیہ ہے اور دوسرا معطوفہ ہے۔ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ دعا کی ابتداء حمد وصلوٰۃ سے چاہئے۔ جب یہ پسندیدہ فعل ہوا تو اس کا ترک منکر بن گیا۔ **عجل هذا** : اس نے جلد بازی کی ہے۔ پھر آپ نے اس کو یا کسی دوسرے کو فرمایا: **اذا صلى احدكم** : جب تم میں سے کوئی دعا کرنے لگے۔ **فليبداء بتحميد**: حمد کی بجائے تحمید مبالغہ اور کثرت کے لئے لائے۔ حمد ثبوتی صفات سے تعریف اور ثناء تنزیہ والی صفات سے ذکر کرنا۔ **ثم يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم** : رفع سے یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے اور جملہ ماقبل پر معطوف ہے اور لفظوں میں فرق ثناء اور دعا میں فرق کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ **بعدُ** : یعنی حمد وصلوٰۃ کے بعد منقولہ صیغوں میں سے جس صیغہ سے ہو۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۹/۲۳۹۹۲) وأبو داود (۱۴۸۱) والترمذی (۳۴۸۷) وابن حبان (۱۹۶۰) وابن خزيمة (۷۰۹) والحاكم (۱/۸٤۰) والطبرانى (۱۸/۷۹۱)

**الفوائد** : ① قبولیت دعا کے لئے حمد وثناء کے بعد درود شریف پڑھنا اور پھر دعا کرنا ہے ② مستجاب دعا کے لئے مطعم و ملبس کا حلال ہونا بھی شرط ہے۔

۱٤۰٦ : وَعَنْ اَبِىْ مُحَمَّدٍ كَعْبِ ابْنِ عُجْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ عَلِمْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ : قُوْلُوْا : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ : اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱٤۰٦: حضرت ابو محمد کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ (گھر سے) نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم نے یہ تو جان لیا کہ ہم کس طرح آپؐ پر سلام بھیجیں مگر آپؐ پر درود کس طرح بھیجیں۔ آپؐ نے فرمایا: "تم کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ...... حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ: اے اللہ محمدؐ اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح آپؐ نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی بے شک آپ تعریف و بزرگی والے ہیں۔ اے اللہ محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح آپ نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی۔ بے شک آپ توصیفوں والے بزرگی والے ہیں"۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** اس کا سلسلہ نسب یہ ہے: عجرہ بن امیہ بن عدی بن عبید بن الحارث بن عمرو بن عوف بن غنم بن سواد بن مری

بن اراشہ بن عامر بن عیلہ بن قسمیل بن قراد بن علی۔ یہ انصار کے حلیف تھے۔ ان کی کنیت میں کئی اقوال ہیں: ۱) ابو محمد' ۲) ابو عبداللہ' ۳) ابواسحٰق۔ یہ دیر سے اسلام لائے اور بیعت رضوان میں حاضر تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۴۷ روایات نقل کی ہیں۔ دو بخاری و مسلم نے نقل کی ہیں ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ کوفہ میں رہائش اختیار کی۔ مدینہ میں ۵۲' ۵۳ھ میں وفات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۷ سال تھی' بعض نے ۷۵ سال نقل کی ہے۔

**قد علمنا** : ہم نے پہچان لیا۔ **نسلم علیک** : یعنی تشہد والاسلام **السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللھم صلی علی محمد**۔ آپ پر ایسی رحمت نازل فرما جو آپ کے مقام اور عظمت کے مناسب ہو جس کو آپ ہی جانتے ہیں۔ **وعلی آل محمد** : آل سے ۱) وہ جن پر صدقہ حرام ہے' بنی ہاشم بنی مطلب کے مؤمن لوگ مراد ہیں۔ ۲) امت جابت مراد ہو۔ پہلا سیاق کے مناسب تر ہے اور دوسرا عموم کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ **کما صلیت علی ابراھیم**۔ اس کی بیس توجیہات ہیں ملاحظہ ہو شرح الاذکار لابن علان۔ مگر سب سے قریب تر یہ ہے۔ یہ فضل کے ذریعہ فضل تک پہنچنے کے باب سے متعلق ہے۔ تو اپنے حبیب و خلیل پر تفضل فرما جیسا اپنے خلیل پر فرمایا۔ اس میں کلام نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام پر تفضل عام شہادۃ میں سبقت کرنے والا ہے۔ اس تفضل سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پر کرنا ہے۔ **انک حمید مجید**: اس سے پہلے لام تعلیلیہ ہے **لانک** : کیونکہ آپ ذاتی طور پر حمد و مجد والے ہیں۔ **اللھم بارک** : برکت' اضافہ' نمو کو کہتے ہیں۔ **کما بارکت علی ابراھیم** : ایک نسخہ میں علیٰ کے بعد آل کا لفظ بھی پایا جاتا ہے۔ **انک** : اس جملہ دعائیہ کو پہلے سے الگ ذکر کیا تا کہ یہ بتلایا جائے کہ ہر ایک مقصود لذاتہ اور مطلوب ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٨١٢٧) والبخاری (٣٣٧٠) ومسلم (٤٠٦) وأبو داود (٩٧٦) والترمذی (٤٨٣) والنسائی (١٢٨٧) وابن ماجه (٤٠٩) والحمیدی (٧١١) وابن حبان (٩١٢) وابن الجارود (٢٠٦) والطیالسی (١٠٦١) وابن أبی شیبة (٢/٥٠٧) والدارمی (١٣٤٢)

**الفوائد** : ① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس درود کی کس قدر تلاش تھی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کا باعث بن جائے۔ وہ تلاش کر لیا کہ درود ابراہیمی ہے۔

**١٤٠٧ : وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ فِیْ مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ بَشِیْرُ بْنُ سَعْدٍ : اَمَرَنَا اللّٰهُ اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ؟ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی تَمَنَّیْنَا اَنَّهٗ لَمْ یَسْاَلْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُوْلُوْا : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ' وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ**

۱۴۰۷: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ہمارے پاس اس حالت میں تشریف لائے کہ ہم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے آپ سے بشیر بن سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں اللہ نے آپ پر درود بھیجنے کا حکم فرمایا۔ پس کس طرح ہم آپ پر درود بھیجیں؟ اس پر رسول اللہ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہمارے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ وہ آپ سے سوال نہ کرتے۔ پھر آپ نے فرمایا تم کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ ...... حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ: ''اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح آپ نے ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور برکت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جس طرح آپ نے ابراہیم پر برکت نازل فرمائی بے شک آپ تعریفوں والے بزرگی والے ہیں اور سلام اسی طرح ہوگا جس طرح تم جان چکے ہو''۔ (مسلم)

**تشریح** ⊙ یہ اتی کے مفعول سے جملہ حالیہ ہے۔ بشیر: یہ سعد انصاری خزرجی کے بیٹے ہیں۔ **فکیف نصلی علیك**: جس کے ذریعہ ہم واجب کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جائیں۔ **حتی تمنینا**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے تمنا کی کہ کاش ہم سوال نہ کرتے اور یہ تمنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت اور سکوت کو ملاحظہ کر کے بطور شفقت کی۔ ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سکوت انتظار وحی میں تھا یا اجتہاد کے لئے۔ **قولوا اللھم**: وجوہ تشبیہ میں قریب ترین یہ ہے۔ ال سے صلاۃ کی تشبیہ ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ سے ہے۔ پس اس کے مطابق مشبہ بہ مشبہ سے وجہ تشبیہ میں اعلیٰ ہوگا۔ آل ابراہیم سے مراد اسماعیل اسحق اور ان کی اولاد ہے۔ حمید: یہ محمود کے معنی میں ہے اور مبالغہ کے لئے اس کو استعمال کیا گیا ہے۔ **والسلام** اور **سلموا تسلیمًا** کے مطابق السلام علیک سے ہے جیسا کہ حدیث کعب بن عجرہ میں "**قد علمنا کیف نسلم علیك**" کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٨/٢٢٤١٥) ومسلم (٤٠٥) وأبو داود (٩٨٠) والترمذي (٣٢٣١) والنسائي (١٢٨٤) الکبری (٦/١١٤٢٣) والليلة (٤٨)

**الفرائد**: ① اگر کسی چیز میں اشکال ہو تو اہل علم سے استثناء کرنا چاہئے ② آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وشفقت کا تقاضہ عجیب ہے کہ جلد جواب نہ ملنے پر سوال پر تحرا اختیار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی انتظار وحی میں تھی۔

۱۴۰۸: وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ: "قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۰۸: حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح آپ پر درود بھیجیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کہو: ''اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور

آپ کی ازواج اور ذریت پر رحمت نازل فرما جس طرح آپ نے ابراہیم پر نازل فرمائی بے شک آپ تعریف و بزرگی والے ہیں''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : ساعدہ: یہ انصار کے ایک خاندان کا نام ہے۔ ان کے حالات گزرے۔ ملاحظہ ہو باب تحریم الظلم۔ **کیف نصلی** : اس سے اس صیغہ کا سوال کیا گیا ہے جس سے اجازت صلوٰۃ ہے۔ **علی ازواجہ** : جمع زوج یہ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ تا۔ آخر میں علم فرائض میں لگاتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ؓ گیارہ تھیں۔ وفات شریفہ کے وقت نو موجود تھیں۔ **و ذریتہ** : یہ اولاد اور بنات اور ان کی اولاد کو شامل ہے۔ آپ کی بیٹیوں کی اولاد میں سے صرف فاطمۃ الزہراؓ کی اولاد باقی رہی اور اس میں حال کی طرف انتساب میں داخل ہو جائیں گی۔ اگر احکام مخصوصہ باپوں کی طرف سے اتصال کی صورت میں ہوں گے۔

**وبارک علی ازواجہ** : پہلے کے بعد یہ دوسرا جملہ تعمیم کے بعد تخصیص کے لئے لائے کیونکہ وہ رحمت جو تعظیم سے ملی ہو وہ پہلے جملے میں مطلب ہے۔ جس سے مراد تفضل و احسان ہے یا بعینہ وہ مراد ہے جو پہلے ہے اور برکت بھی اس کے اندر شامل ہو گئی۔ لیکن خصوصی طور پر اہتمام کے لئے اس کو ذکر کر دیا اور اس دعا کے اثرات تو بالکل ظاہر ہو رہے ہیں۔ **فللہ الحمد والمنۃ**۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٩/٢٣٦٦١) والبخاري (٣٣٦٩) ومسلم (٤٠٧) وأبو داود (٩٧٩) والنسائي (١٨٨) وابن ماجه (٩٠٥) وابن أبي شيبة (٢/٥٠٧) والبيهقي (٢/١٥١)

**الفوائد** : ① ازواج النبی ﷺ اہل بیت سے ہیں ② انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی شخص و فرد کے لئے الگ صلوٰۃ کا لفظ بطور شعار کے درست نہیں یہ روافض کا فعل ہے البتہ تبعاً اور اجمالاً ان کے لئے یہ لفظ لا سکتے ہیں۔ (ابن قیم) ③ **اللھم صل علی آل ابی اوفی** : جیسے احادیث کے الفاظ وہ آپ کی خصوصیت اور **صل علیھم ان صلاتك سكن لهم** کی تعمیل ہے۔

# کتاب الاذکار

## ۲۴۴ :بَابُ فَضْلِ الذِّكْرِ وَالْحَثُّ عَلَيْهِ!

## بَاب: ذکر کرنے کی فضیلت اور اس پر رغبت دلانے کا ذکر

**تشریح** ۞ **الحث علیه** : ذکر پر ابھارنا' آمادہ کرنا۔ یہاں ذکر سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کو کثرت سے پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ بعض نے کہا شرعی طور پر ذکر سے مراد وہ قول ہے جو ثناء یا دعا کے لئے لایا جائے۔ کبھی ہر اس قول پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے جس کے پڑھنے والے کو ثواب ملے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کا قول: ذکر سے مراد ایسے عمل پر مواظبت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لازم کیا ہو یا مستحب قرار دیا ہو۔

رازی رحمہ اللہ کا قول: ذکر لسانی سے مراد ایسے الفاظ ہیں جو تسبیح' تحمید' تمجید پر مشتمل ہوں۔ ذکر قلبی ذات وصفات کے دلالت پر غور وفکر کرنا۔ اسی طرح مکلّف کو جو امر ونہی کے احکام دیئے گئے ان کے دلائل پر غور کرنا تا کہ ان کے احکام کی اطلاع ہو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے اسرار پر غور کرنا۔ ذکر بالجوارح یہ ہے کہ ان تمام جوارح کو طاعات میں مصروف رکھے۔

**قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾** [العنكبوت:٤٥] **وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ﴾** [البقرة:١٥٢] **وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ﴾** [الاعراف:٢٠٥] **وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾** [الجمعة:١٠] **وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ** ......... **اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى** ......... **وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾** [الاحزاب:٣٥] **وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾** [الاحزاب:٤١] **الْاٰيَةَ۔**

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔'' (العنکبوت) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔'' (البقرۃ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اپنے رب کو اپنے دل میں صبح وشام گڑگڑا کر اور ڈرتے ہوئے یاد کرو۔ زبان سے زور سے بول کر نہیں اور غافلوں سے مت بنو۔''

(الاعراف) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو تم بہت زیادہ یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ''۔ (الجمعۃ)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک مسلمان مرد اور عورتیں' اللہ تعالیٰ کے اس قول تک اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

(الاحزاب) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔'' (الاحزاب)

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ : یعنی بندے کا اپنے رب کو یاد کرنا ہر چیز سے افضل ہے اور جب نماز اس کے ذکر پر مشتمل ہے تو اسی لئے یہ دوسری طاعات سے افضل ہے۔ بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو رحمت کے ساتھ یاد کرنا بندوں کے اس کی طاعت کرنے سے افضل ہے۔ یہ بہت سے اسلاف سے منقول ہے۔ تورپشتی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر کا مطلب حسن قبولیت اور نیکی پر بندے کو بدلہ عنایت کرنا ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْ : ۱) تم مجھے طاعات سے یاد کرو۔ ۲) خوشحالی میں یاد رکھو۔ اَذْكُرْكُمْ : مغفرت سے تمہیں یاد کروں گا۔ ۳) سختی میں تم پر رحمت کروں گا۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ : یعنی پوشیدہ طور پر۔ تَضَرُّعًا : یعنی گڑگڑا کر۔ وَّخِيْفَةً : یعنی اس سے ڈرتے ہوئے۔ اَلنَّجْوٰى : یہ علت کی وجہ سے منصوب ہے اور حال بھی بن سکتا ہے۔ ای متضرعًا و خائفًا : وَّدُوْنَ الْجَهْرِ من القول : یعنی ان دونوں کے درمیان درمیان۔ یہ اسی طرح ہے جیسا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان تسمع نفسك دون غيرك : کہ تو خود سنے نہ کہ دوسرا۔ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ : ان کے اوائل و اواخر میں۔ ان دو اوقات کو خاص طور پر اس لئے لائے ۱) کیونکہ یہ افضل وقت ہے ۲) دن کی ابتداء اور اختتام نیکی اور عمل صالح سے ہوتا کہ ان کے مابین ہونے والے گناہوں کی معافی مل جائے۔ الْغٰفِلِيْنَ : یعنی یادِ الٰہی سے غفلت کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ: اذکروا کے فاعل سے جملہ ترجیہ حال ہے یعنی تم نیکی کے کام اس امید پر کرو کہ اللہ تعالیٰ سے فلاح و کامیابی کی امید ہو کیونکہ اعمال تو ظنی علامات ہیں قطعی دلالت نہیں ہیں۔

**نکتہ** :اس میں اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بندے کو اپنے عمل پر اعتماد نہ کر بیٹھنا چاہئے اور اس بات پر متنبہ کیا گیا کہ نیکی کے اعمال میں ظاہر پر نگاہ رکھی جائے گی قلب کی طرف نہ دیکھا جائے گا (کیونکہ اس کے اندر کی بات تو اسی کو معلوم ہے)۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ......... اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى ......... اَجْرًا عَظِيْمًا : ابتداء کو ذکر کر دیا تا کہ ظاہر ہو جائے کہ :وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ وَالذّٰكِرٰتِ : یہ اس کا ایک حصہ ہے جس پر ثواب مذکور مرتب ہوا ہے' وہ یہ ہے: اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ : ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے بڑے گناہوں کی مغفرت اور مزید عنایت و کمال رعایت کا وعدہ کر لیا ہے۔ اس کی طرف اعد کی نسبت اپنی طرف فرما کر اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اَجْرًا عَظِيْمًا اور طاعات پر ان کو بڑا اجر دیا جائے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی نے اپنے اہل کو رات کے وقت جگایا اور دونوں نے نماز پڑھی یا دو رکعتیں اکٹھی پڑھیں وہ کثیر ذکر کرنے

والوں میں لکھ دیے جاتے ہیں۔ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' ایک روایت میں فرمایا اللہ تعالیٰ کو اس کثرت سے یاد کرو کہ لوگ تمہیں مجنون کہیں۔منافق یا ظاہر پر نگاہ رکھنے والے۔

**ابن الصلاح رحمہ اللہ کا قول:** ان سے دریافت کیا گیا کہ بندہ کب کثرت سے ذکر کرنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔کہنے لگے جب وہ صبح وشام کے اذکار مسنونہ پر مواظبت اختیار کرے۔اسی طرح دن ورات کے مختلف اوقات والے ذکر کرنے لگے جو کہ عمل الیوم واللیلہ میں مذکور ہیں۔

**سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول:** ہر وہ شخص جو طاعات کو اوڑھنا' بچھونا بنالے وہ ذاکرین اللہ کثیراً میں شمار ہوتا ہے۔

**وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا:** اللہ تعالیٰ کو اس کی شان کے نامناسب باتوں سے منزہ قرار دو اور صبح و دن کے آخر میں اس کی تسبیح کرو۔اس میں بعد والی آیات کی طرف اشارہ کیا جو ذکر کی طرف رغبت دلانے والے ہیں۔جن اذکار پر وہ مشتمل ہیں وہ ان کے لئے بمنزلہ علت ہیں۔ **هو الذى يصلى :** اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرتے اور اس کے فرشتے شفقت کرتے ہیں۔ **الظلمات:** کفر ومعاصی کے اندھیروں سے نکال کر **الى النور :** ایمان وطاعت کے نمو کی طرف لاتے ہیں۔ **يوم يلقونه :** موت کے وقت یا جنت میں۔ **سلام :** ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔ **واعدلهم اجرًا كريمًا :** ان آیات سے ماقبل کے افعال پر ابھارا گیا تا کہ جو ان میں مذکور ہے اس کو پا سکے اور نیک عمل میں کوشش کرے۔معلوم ہوتا ہے کہ ال جنس کے لئے ہے۔پس واحد سے اوپر پر بھی صادق آتا ہے۔

**وَالْاٰيَاتُ فِى الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔**

اس سلسلہ میں آیات بہت اور معلوم ہیں۔

## روایات

**۱۴۰۹ : وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ، ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَانِ ، حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔**

۱۴۰۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" دو کلمے جو زبان پر ہلکے پھلکے ہیں۔میزان میں بہت بھاری ہیں' ور رحمان کو بہت محبوب ہیں وہ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ہیں۔"اللہ پاک ہے اپنی تعریفوں کے ساتھ اور اللہ پاک ہے عظمتوں والا" ۔(بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ **کلمتان :** ۱) کا یہاں لغوی معنی مراد ہے۔یہ جملہ مفیدہ ہے۔یہ مجاز مرسل ہے۔اس میں جزئیت وکلیت کا علاقہ ہے۔۲) استعارہ مصرحہ ہے۔کلام کو تشبیہ اس لئے دی ہے کہ اس کے بعض کو بعض سے ربط ہے اور اس کا معنی تبھی معلوم ہو سکتا ہے جب اس کے تمام حروف ذکر کئے جائیں۔یہاں مشبہ بہ کا اطلاق مشبہ پر کیا گیا ہے اور وہ خبر مقدم ہے اور اس کا

مبتداء بنا بھی جائز ہے۔ اسی وجہ سے اس کی صفات ذکر کی گئی ہیں۔ جیسا اس شعر میں ؎

ثلاثة تشرق الدنیا ببهجتها ☆ شمس الضحاء و ابو اسحق والقمر

**خفیفتان علی اللسان** : خفت کو سہولت کے لئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کلام کے سہولت سے زبان پر جاری ہونے کی اس چیز سے تشبیہ دی جو اٹھائی جانے والی چیزوں میں سے اٹھانے والے پر آسان ہو اور گراں نہ ہو۔ پس مشتبہ بہ کو ذکر کر کے مشبہ مراد لیا گیا ہے۔

**ثقیلتان فی المیزان** : ثقل اپنے حقیقی معنی میں ہے کیونکہ اعمال کو میزان کے وقت جسم دیا جائے گا اور میزان سے مراد وہ ترازو ہے جس سے قیامت کے دن اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ صحیح ترین قول کے مطابق وہ محسوس جسم ہے جس کی لسان اور دو پلڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قدرت والے ہیں خواہ وہ اعمال کو اعیان موزونہ کی طرح بنیادیں یا اعمال کی صحت کو تولا جائے۔ بعض نے کہا پوچھا کہ انسان کے لئے حسنہ کے ثقل کا کیا سبب ہے اور برائی کے خفیف ہونے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا اچھائی کی کڑواہٹ موجود ہے اور حلاوت غائب ہوگئی' اس لئے وہ انسان پر ثقیل ہوئی۔ اس کا بوجھ تمہیں اس کے چھوڑنے پر آمادہ نہ کرے اور برائی میں مٹھاس موجود ہے اور اس کی کڑواہٹ غائب ہے۔ پس وہ ہلکی ہوگئی۔ پس اس کی خفت تمہیں اس کے ارتکاب پر آمادہ نہ کرے۔ **حبیبتان الی الرحمن** : یعنی اس کا کہنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ہے۔ یہاں صفت رحمٰن کا تذکرہ کیا کیونکہ یہاں مقصود بندوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت ہے۔ وہ تھوڑے سے عمل پر بہت بڑا ثواب عنایت دیتا ہے۔

عینی رحمہ اللہ کا قول : یہ بھی درست ہے کہ یہ سجع کی خاطر ہو جو کہ محسنات کلام سے ہے۔ وہ سجع جو کاہن بناتے ہیں' باطل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ **سبحان الله وبحمده** : واؤ حالیہ ہے۔ معنی یہ ہے : **اسبحه متلبسا بحمدی له من اجل توفیقه لی** ۔ میں اس کی تسبیح کرتا ہوں اس حال میں کہ وہ میری حمد کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس لئے کہ اس نے مجھے اس کی توفیق دی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عاطفہ ہے۔ **اتلبس بحمده** : تسبیح کو پہلے لائے کیونکہ یہ بات تخلیہ سے ہے اور حمد باب تحلیہ سے ہے۔

کرمانی رحمہ اللہ کا قول : تسبیح سے صفاتِ سلبیہ اور حمد سے صفاتِ وجودیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ **سبحان الله العظیم** ۔ تسبیح کو دوبارہ شانِ تنزیہہ کے اہتمام کی غرض سے ذکر کیا کیونکہ بہت سے لوگ وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کرتے ہیں جو اس کے لائق نہیں۔ بخلاف صفت کمال کے کہ اس کے اس کی ذات کے لئے ثبوت میں کسی کو اختلاف نہیں۔ سبحان دونوں مواقع میں منصوب ہے۔ فعل مضمر ہے کہ جو واجب الحذف ہے۔ یہاں تجدد وحدوث پر دلالت کرنے کے لئے دوام وقدوم کا مقصد حاصل کرنے کے لئے جو تجدد وحدوث کے لئے وضع کیا گیا تھا اس کو حذف کیا۔ پھر وہ تسبیح کے لئے علم جنس بن گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی اضافت کر کے مراد ولفظ سبحان اللہ لیا گیا۔ اس لئے دو ابتدائیں ہوئیں۔

دمامینی کا قول : اگر یہ کہا جائے کہ مبتداء مرفوع ہے اور سبحان تو منصوب ہے تو مبتداء کیونکر بن گیا۔ جواب یہ ہے' مراد بطور حکایت لفظ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ خبر تثنیہ اور مخبر عنہ ضرورۃً غیر متعدد ہیں۔ یہاں ان کو جمع کرنے والا کوئی حرف عطف نہیں۔

اس طرح کہنا درست نہیں زید عمرو قائمان۔ جواب یہ ہے کہ یہاں عاطف محذوف ہے۔ سبحان الله وبحمده و سبحان الله العظيم كلمتان ......۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۷۱۷۰) والبخاری (٦٤٠٦) ومسلم (٢٦٩٤) والترمذی (٣٤٧٩) والنسائی (٨٣٠) وابن ماجه (٣٨٠٦) وابن أبی شيبة (١٠/٢٨٨) وابن حبان (٨٣١) والبيهقی (ص/٤٩٩)

**الفوائد** : ① بلا تکلف دعا میں موزوں کلمات کا جمع کرنا درست ہے ② اسلوب روایت میں عجیب لطافت ہے' اللہ تعالیٰ کی محبت پڑھنے والے کے پڑھنے سے پہلے اس کو آ لینے والی ہے ③ یہ سبح بحمد ربک کی تعمیل ظاہری کی وجہ سے ہے' تسبیح وتحمید وحمد ملائکہ کی موافقت کرنے والی ہے۔

**١٤١٠** : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَاَنْ اَقُوْلَ :سُبْحَانَ اللّٰهِ' وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ' وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ' اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۱۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں یہ کلمات کہوں : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ...... '' اللہ پاک ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑے ہیں تو یہ کلمات کہنا مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ لان کی لام قسم مقدر کو بتلا رہا ہے تاکہ سامع کے ہاں مابعد مؤکد ہو جائے کیونکہ مقام تاکید کا متقاضی ہے کیونکہ دنیا کی عظمت طباع میں پختہ ہو چکی پس ان کلمات کے افضل ہونے کو بعید قرار دیتا ہے۔ سبحان اللہ : اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے جو اس کی ذات کے لائق نہیں۔ والحمد للہ۔ کمال کی صفات سے اس کی تعریف ہے۔ ولا الہ : کوئی الہ اس سے مستغنی نہیں جو اس کے ماسواء ہے اور اسی کا محتاج ہے جو اس کے علاوہ ہے۔ الا اللہ۔ یہ مرفوع پڑھا جائے تو یہ محل سے بدل ہے اپنے اسم سمیت کا بدل نہیں۔ سیبویہ کے ہاں یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ واللہ اکبر : وہ اس سے بڑا ہے کہ اس کی صفت ان چیزوں سے کی جائے جو اس کی ذات کے لائق نہیں۔ **مما طلعت عليه الشمس** : یہ دنیا سے کنایہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آخرت کے اعمال سے ہے اور نیک عمل باقی رہنے والے ہیں۔ ان کا ثواب برباد نہیں ہوتا اور اجر منقطع نہیں ہوتا اور دنیا فناء و زوال کی جگہ ہے اور تغیر و انتقال کا مقام ہے۔ سابقہ علت کی بنیاد پر ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا سے زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ وہ دائمی ہے اور دنیا منقطع ہونے والی ہے اور حدیث اس کے خلاف نہیں کیونکہ متعدد امور کا اثبات اس بات کے منافی نہیں کہ وہ اس کے تمام افراد کے لئے ثابت ہو۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٢٦٩٥) والترمذی (٣٦٠٨) والنسائی (٨٣٥) وابن حبان (٨٣٤) وابن أبی شيبة (١٠/٢٩٥)

**الفوائد** : ① بلا تکلف دعا میں موزوں کلمات کا جمع کرنا درست ہے ② اسلوبِ روایت میں عجیب لطافت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پڑھنے والے کے پڑھنے سے پہلے اس کو آ لینے والی ہے ③ یہ سبح بحمد ربک کی تعمیل ظاہری کی وجہ سے تسبیح وحمد ملائکہ کی موافقت کرنے والی ہے۔

١٤١١ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ" فِیْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عِدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ ، وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ ، وَلَمْ يَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ ، وَقَالَ : مَنْ قَالَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ، فِیْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۱۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ ...... "اللہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت والے ہیں"۔ یہ کلمات دن میں ایک سو مرتبہ پڑھے تو اس کو دس گردنیں آزاد کرنے کا ثواب ملے گا' سو نیکیاں لکھی جائیں' سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور وہ اس کے لئے شام تک شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بن جائے گا اور کوئی بھی اس سے زیادہ افضل کام نہ لائے گا مگر وہ شخص جس نے اس سے زیادہ کیا ہو اور آپ نے فرمایا جس نے : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ایک دن میں سو مرتبہ کہا اس کی غلطیاں مٹا دی جاتی ہیں خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور معرفہ ہونے کی باوجود یہ جائز ہے کیونکہ بتاویل مفرد یہ حال ہے۔ **لا شریك له** : یہ جملہ حالیہ ہے۔ اس کا معمول محذوف ہے تاکہ وہ عام ہو جائے۔ یعنی اس کا کوئی شریک اس کی کسی صفت کی کسی چیز میں اور نہ ذرہ بھر اس کے افعال اور نہ ذرہ بھر اس کی ملک میں۔ **له الملك** : سلطنت اور دبدبہ اسی کو حاصل ہے نہ غیروں کو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وهو القاهر فوق عباده** [انعام ٦١] **وله الحمد** : حمد حقیقت میں تمام کی تمام اسی کی ذات سے خاص ہے۔ اس کا کوئی فرد بھی اس کے سواء کے لئے نہیں مگر ظاہری معاملے کے لحاظ سے اس لئے کہ حمد مثنیٰ علیہ کے تابع ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ **وهو علی کل شیٔ قدیر** : صفت مشبہ کے معمول کو اس پر مقدم کیا گیا کیونکہ وہ ظرف ہے اور اس کا مقدم کرنا نحویوں کے ہاں درست نہیں۔ جب اس کا عمل صفت مشبہ ہونے کی وجہ سے ہو اور اس کا عمل ظرف میں ہو تو اس وقت وہ اس کے لئے نہ ہوگی بلکہ فعل کا معنی متضمن ہونے کی وجہ سے ہوگی۔ **فی یوم مائة مرة** : شرعی یوم تو طلوع صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک ہے۔ **مائة** : میں الف لکھی جاتی ہے تاکہ مِن جارہ سے مشابہ نہ ہو جائے۔ اس کے اطلاق کا ظہار اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ثواب کے مرتب ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ خواہ پے در پے ادا کرے یا جدا جدا

پڑھے۔ کانت له عدل عشرة رقاب: یعنی ان کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔
ابن التین کا قول: عدل میں عین مفتوح ہے۔ صاحب مصباح کہتے ہیں عین مکسور ہے۔ اس کا معنی جنس و مقدار میں مثل ہونا ہے۔
ابن فارس کا قول: عدل جو وزن و مقدار میں برابر ہو اور عدل غیر جنس سے جو اس کا قائم مقام ہو جیسا اس ارشادِ باری تعالیٰ میں ہے: ﴿او عدل ذلك صياماً﴾ [المائدة: ۹۵] یہ دراصل مصدر ہے۔ جیسے کہتے ہیں: عدلت هذا بهذا عدلاً۔ از ضرب۔ جبکہ تم اس کی مثل سے اس کا قائم مقام بنادو۔
وکتبت له مائة حسنة: اگر اس کو منصوب مانیں تو یہ کعب مجہول کا دوسرا مفعول ہے کیونکہ یہ جعل کے معنی کو متضمن ہے اور مفعول اول ضمیر ہے جو فعل میں محذوف ہے یہاں مذکور کی روایت بھی ہے۔
عینی کا قول: ۱) مذکورہ قول کی طرح ہے۔ ۲) اور اگر اس کو مرفوع پڑھیں تو یہ خود نائب فاعل بن جائے گا اور اگلے جملے کے مناسب ہوگا۔ ومحيت عنه مائة سيئة: یعنی فرشتوں کے دیوان سے مٹا دیئے جاتے ہیں یا مؤاخذہ سے مٹا دیئے جاتے ہیں۔ وكانت له حرزاً من الشيطان' حرز 'حفاظت کو کہا جاتا ہے۔ حتى يمسى: یعنی جب تک دن باقی ہے وہ شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔ ولم يأت احد' بأفضل مما جاء به: یعنی مسنون اذکار الا رجل یہ احد سے بدل ہے۔ عمل اكثر منه: اس نے سو سے زائد مرتبہ پڑھا۔ جب بھی بڑھائے گا ثواب بڑھ جائے گا۔ اس کو عمل اس لئے کہا کہ یہ زبان کا عمل ہے۔ مائة مرة: یہ مفعول مطلق ہے جیسا اس ارشادِ باری تعالیٰ میں ہے: ﴿فاجلدوهم ثمانين جلدة﴾ [النور: ٤] حطت خطاياه: یہ فعل مجہول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس پر کسی کو قدرت نہیں جیسے آیت: ﴿وغيض الماء﴾ [هود: ٤٤]: اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ عقل اس کا فاعل تصور ہی نہیں کر سکتی۔ الزبد: جھاگ۔ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ تسبیح تہلیل سے افضل ہے کیونکہ تہلیل سے سو گناہوں کی معافی کا تذکرہ آیا اور تسبیح سے تمام غلطیوں کی معافی کو ذکر کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تہلیل کے ثواب میں صرف اسی عدد مقررہ پر اکتفاء نہیں جیسا کہ تسبیح کے ثواب میں اکتفاء کیا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ دس گردنیں آزاد کرنے کا ثواب ملایا گیا ہے اور یہ بات پہلے گزری کہ ایک گردن کی آزادی تمام گناہوں کی معافی کا باعث ہے۔ ارشاد فرمایا: "من اعتق رقبة مسلمة اعتق الله بكل عضو منه عضواً من النار" پس عتق رقبہ کا ثواب ہی تسبیح کے ثواب کے برابر ہوگا اور بقیہ جو مذکور ہوا وہ تو اس سے اضافی ہے' واللہ اعلم۔

**تخریج**: أخرجه مالك (٤٨٦) وأحمد (٣/٨٠١٤) والبخاري (٣٢٩٣) ومسلم (٢٦٩١) والترمذي (٣٤٧٩) والنسائي (٢٥) وابن ماجه (٣٧٩٨) وابن حبان (٣/٨٤٩)

**الفوائد**: ① اس ذکر سے جہاں درجات ملتے ہیں وہاں گناہوں کی معافی اور شیطان سے حفاظت بھی حاصل ہوتی ہے۔

١٤١٢: وَعَنْ اَبِي اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "مَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا

اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ' وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ' عَشْرَ مَرَّاتٍ ' كَانَ كَمَنْ اَعْتَقَ اَرْبَعَةَ اَنْفُسٍ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۱۲: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے یہ کلمات: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ دس مرتبہ پڑھا اس کا یہ عمل اس آدمی کے عمل کی طرح ہے جس نے اولاد اسماعیل میں سے چار گردنیں آزاد کیں''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ ان کا نام خالد بن زید بن کلیب ہے۔ یہ بدر میں موجود تھے۔ مدینہ تشریف آوری پر ان کو میزبانی کا شرف ملا۔ رومیوں کے ساتھ لڑائی میں ۵۰ھ میں قسطنطنیہ کے محاصرہ کے دوران وفات پائی۔ ان کی روایت اصحاب ستہ نے نقل کی ہے۔

**من قال لا الہ**: ان اس کو اتنا اجر ملے گا جیسے: **کمن اعتق**: گناہوں کے نتائج سے پاکیزگی میں مبالغہ کرنا مقصود ہے۔ اولادِ اسمٰعیل کا خصوصیت سے اس لئے تذکرہ فرمایا کہ ان کو بڑا اشرف وعظمت حاصل ہے۔

**مسئلہ**: اس سے ثابت ہوا کہ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام کا کافر اسی طرح غلام بن سکتا ہے جیسے دوسرے کفار۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۹/۲۳۶۰۵) والبخاری (۶٤۰٤) ومسلم (۲٦۹۳) والترمذی (۳٥٦٤)

**الفوائد**: ① ان کلمات کثیر الاجر کو کوئی جاہل وست ہی چھوڑ سکتا ہے۔ طالب خیر تو ان کو اپنے سے جدا نہ کرے گا۔

۱٤۱۳: وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَلَا اُخْبِرُكَ بِاَحَبِّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ؟ اِنَّ اَحَبَّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۱۳: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تجھے ایسا کلام نہ بتلاؤں جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین کلام: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ان کا نام جندب بن جنادہ غفاری رضی اللہ عنہ ہے۔ **الا اخبرك**: اگرچہ خطاب تو انہی کو فرمایا مگر حکم ان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ **باحب الکلام**: جو اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں۔ یہاں کلام سے مراد اذکار مسنون ہیں۔

**نووی کا قول**: یہ آدمیوں کے کلام پر محمول ہے۔ ورنہ قرآن مجید اس سے افضل ہے۔ (بیضاوی) حدیث میں وارد ہے کہ: "**احب الکلام الی اللہ تعالیٰ اربع کلمات' سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ' واللہ اکبر**" اس میں کوئی فرق نہیں کہ جس سے تم ابتداء کرو۔ اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کلام سے مراد کلامِ بشر ہے۔ پہلے تینوں اگرچہ قرآن

مجید میں ہیں مگر چوتھا تو قرآن مجید میں نہیں ہے اور جو قرآن مجید میں نہیں ہے وہ قرآن مجید والے کلام کا مقابل نہیں ہوسکتا۔
**ان احب الکلام...... وبحمدہ** کیونکہ یہ تقدیس' تنزیہ' ثناء پر بڑے خوبصورت انداز سے مشتمل جو لفظ ان معانی میں زیادہ بلیغ ہوگا وہ زیادہ محبوب اور اعلیٰ ہوگا۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۶۳۱/۸۵) والترمذی (۳۶۰۴)

**الفوائد** : ① یہ کلمات ذکر آسان تر ہونے کے ساتھ اعلیٰ ترین اجر کا ذریعہ ہیں ② یہ کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔

۱۴۱۴ : وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَلطَّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِیْزَانَ ، وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ – اَوْ تَمْلَاُ – مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۱۴: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''طہارت ایمان کا حصہ ہے اور **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** میزان کو بھر دیتا ہے اور **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ** یہ دونوں اس خلاء کو بھر دیتے ہیں جو آسمان و زمین کے درمیان ہے''۔(مسلم)

**تشریح** ۞ یہ روایت قبل ازیں باب الصبر میں گزر چکی۔ **الطهور** : طاء کا ضمہ ہو تو پاکیزگی اختیار کرنا۔ **الطهور**' طاء کا فتحہ ہو تو ''پانی'' **''شطر الایمان''** نماز کی شرط ہے' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿**وما كان الله ليضيع ايمانكم**﴾ [البقرۃ : ۱۴۳] ایمان سے اس آیت میں نماز مراد ہے۔۲) ایمان سے شرعی ایمان یعنی ان تمام باتوں کی دل سے تصدیق کرنا جن کو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اور زبان سے اقرار کرنا اور طہارت کے شطر ایمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان کی اہم چیز ہے۔ پس یہ اس ارشاد کی طرح ہوگی: **''الحج عرفة''** و**الحمد لله تملا الميزان** : ثواب کے لحاظ سے اس کا ثواب اتنا بڑھا دیا جائے گا جس سے میزان کا پلڑا بھر جائے گا کیونکہ اس کا مدلول عظیم الشان ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ ہیں۔ **سبحان الله والحمد لله تملان** : یہ دونوں یا ان میں سے ہر ایک انفرادی طور پر عظمت مدلول کی وجہ سے دونوں میزان کو بھر دیں بلکہ ایک ہی بھر دے' اس لئے کہ ان کلمات کا مقام و مرتبہ بہت بڑا ہے۔

**تخریج** : باب الصبر میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۴۱۵ : وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : عَلِّمْنِیْ كَلَامًا اَقُوْلُهٗ – قَالَ : "قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِیْرًا ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ"

قَالَ : فَهٰؤُلَاءِ لِرَبِّيْ فَمَا لِيْ؟ قَالَ : قُلِ : اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ، وَارْحَمْنِيْ ، وَاهْدِنِيْ ، وَارْزُقْنِيْ "۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۴۱۵: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا مجھے ایسا کلام سکھلائیں جو میں کہا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہا کرو: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ" اس نے عرض کیا یہ تو میرے رب کے لئے ہے پس میرے لئے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "تم اس طرح کہو: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ ، وَاهْدِنِيْ ..... آخر تک اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عنایت فرما"۔ (مسلم)

**تشریح** : سعد بن ابی وقاص: ابو وقاص یہ مالک بن اھیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب الزہری کی کنیت ہے۔ **اعرابی** : دیہات کے باشندے کو کہتے ہیں۔ خواہ وہ عربی ہوں یا غیر عربی۔ **علمنی کلاما اقوله** : جملہ کلام کی صفت ہے۔ قول کو حال اور زمانے سے مقید نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اصل مطلوب تو ایسا قول ہے جو عموم کی شان رکھتا ہے۔ **قل لا الله الا الله** : اس کو اس لئے مقدم کیا کیونکہ یہ سب سے اعلیٰ ایمان کا قرینہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کو کلمہ اسلام اور جنت کی چابی قرار دیا۔ مضمون توحید اور تاکید کے اضافہ کے لئے حال مفردہ کا اضافہ کیا پھر جملہ کا۔ **الله اکبر کبیرا** ۔ اس جملہ کو ماقبل سے ملایا کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ اوصافِ کمال سے متصف ہے اور چونکہ ان صفاتِ کمال میں باری تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اس کلام کے درمیان میں فاصلہ لائے۔ **کبیرا کثیرا** : صفت جناس کا لحاظ کر کے لائے۔ جیسے اس روایت میں: " ارفع ازارك فانه انقى و ابقى واتقى۔ **رب العلمین** : جمع عالم۔ یہ عقلاء یعنی جن وانس ملائک کے ساتھ خاص ہے اور ماسوی اللہ تمام اجناس سے اس کو بھی عالم کہتے ہیں اور جمع اپنے مفرد سے زیادہ خاص نہیں ہوتا۔ الرب خالق و مالک کو کہتے ہیں۔ **ولا حول** : معصیت سے پھرا نہیں جاسکتا۔ **ولا قوة** : اور طاعت کی طاقت نہیں مگر اس اللہ کی مدد سے جو اپنی مراد میں مغلوب نہیں اور حکمت بالغہ کے مطابق اشیاء کو ان کے موقعہ پر رکھنے والا ہے۔ آخر میں **العزیز الحکیم** : یہ دو صفات لائے تا کہ اس گمان کی تردید ہو جائے کہ العلی العظیم والی صفات سے احول کا اختتام ضروری نہیں۔ ان دو صفات کا حوقلہ سے تعلق ظاہر ہے کیونکہ جو ذات عزیز حکیم ہو اس سے جو خیر بھی صادر ہوگی اور جو شر دفع ہوگا وہ اس کی قوت سے ہوگا۔ **فهؤلاء لربی** : یہ کلمات تو میرے رب کے لئے ہوئے کیونکہ ان میں ثناء اور وحدانیت کا ثبوت اور اخیر جملوں میں اس کی تنزیہ ہے۔ **فمالی** : یعنی میں کیا دعا کروں جس کا دینی اور دنیوی نفع مجھے ملے۔ **قل اللهم اغفرلی** : یہ تخلیہ سے ہے اس لئے اس سے ابتداء کی اور بعد والا باب تحلیہ سے ہے اور اس کو اسی طرح مقدم کیا جاتا ہے جیسا تسبیح کو تحمید پر مقدم کرتے ہیں اور اس روایت میں اس کو تسبیح پر مقدم کیا کیونکہ اثباتِ کمال میں وہ تکبیر کے ساتھ شریک ہے۔ اسی وجہ سے اس کے جملے کو جملہ تکبیر پر عطف کیا اس کے قرین کے اقتضاء پر۔ پس تسبیح کو اس سے متاخر لائے۔ **وارحمنی** : یہاں عطف میں عطف خاص علی العام کا لحاظ کیا کیونکہ رحمت

سے مراد اس کی غایت یعنی ارادہ تفضل یا خود تفضل مراد ہے اور رحمت وہدایت دونوں کو خاص طور پر لائے کیونکہ یہ دین کی اہم بات ہدایت پر مشتمل ہے۔ ہدایت رضاء الٰہی تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اور دنیا کی اہم چیز رزق ہے جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بدن کے قوام کا دارومدار اسی پر ہے اور اس کے مل جانے سے آدمی کی عزت دوسرے کے سامنے ذلت سے بچ جاتی ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٢٦٩٦)

**الفرائد** : ① یہ آپ ﷺ کی عظیم شفقت ہے کہ ہر آنے والے کو اس کے سوال کے مطابق جواب دیتے ہیں۔ اس دعا کی عمدہ ترتیب اللہ تعالیٰ کی توحید، تنزیہ، تمجید، تعظیم، حمد اور پھر اپنی طاقت وقوت سے براءۃ کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی حول وقوت کے حوالے کیا گیا ہے۔

١٤١٦ : وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا ، وَقَالَ : "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ ، وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" قِيْلَ لِلْاَوْزَاعِيِّ ، وَهُوَ اَحَدُ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ ، كَيْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ : يَقُوْلُ : اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۱۶ : حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا پڑھتے : اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ ..... کہ "اے اللہ تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری طرف سے سلامتی مل سکتی ہے اے جلال واکرام والے"۔ امام اوزاعی جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں ان سے پوچھا گیا کہ استغفار کا طریقہ کیا تھا؟ انہوں نے بتلایا کہ آپ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہا کرتے تھے"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **انصرف** : نماز سے سلام پھیر کر فارغ ہونا۔ **استغفر الله** : اس میں اشارہ کیا کہ بندے کو اپنی عبادت پر نظر نہ رکھنی چاہئے اور یہ چیز قبولیت کے قریب تر ہے اور تین مرتبہ تکرار اس بات کو ظاہر کرتا ہے اس کو اپنی عبادت میں بہت کمی معلوم ہو رہی ہے اور اسی وجہ سے پے در پے استغفار کی ضرورت ہے تا کہ اس سے کچھ کوتاہی دور ہو جائے۔ **السلام** : آپ ان سب باتوں سے جو آپ کی ذات کے لائق نہیں اور صفات کمال وجلال کے مناسب نہیں سلامتی والے ہیں۔ (۲) بندوں میں سے جو سلامتی چاہے اس کو سلامتی عنایت کرنے والے ہیں۔ **ومنك السلام تبارکت** : برکت خیر وثابت قدمی کو کہتے ہیں۔ یعنی بلند اوصاف آپ کے لئے ثابت ہیں اور آپ کی صفات اچھی ہیں۔ **یا ذالجلال والاکرام** : اے جبر وقہر والے اوصاف اور فیض وانعام والے اوصاف کے مالک۔ صفات جلال میں سے الجبار، القہار، العزیز ہیں اور صفات جمال سے الرحمٰن، الرحیم، الرزاق، الغفار اور کمال دونوں قسم کے اوصاف سے متصف ہوتا ہے اور الملک المتعال کے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں۔

اسی لئے کہا جاتا ہے: "الكمال لله دون من سواه"۔ امام اوزاعی کا نام عبدالرحمن بن عمرو اور کنیت ابوعمرو ہے۔ اوزاع دمشق کی ایک بستی ہے جو باب الفرادیس سے باہر تھی۔ ان کی وفات ۱۵۷ھ میں ہوئی۔ شیخ عزالدین کہتے ہیں اصل اوزاع ذی الکلاع قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔ یہ یمنی قبیلہ ہے۔ بعض نے کہا یہ ہمدان کے ایک خاندان کا نام ہے۔ جنہوں نے شام کی بستی اوزاع میں سکونت اختیار کی جس کی طرف ان کی نسبت ہے۔ یہ سند کے ایک راوی ہیں۔ ان سے دریافت کیا گیا استغفار کی کیفیت کیا ہوگی؟ انہوں نے فرمایا: استغفر اللہ استغفر اللہ۔ دو مرتبہ ذکر کر کے اشارہ کیا کہ اس کی کثرت کرنی چاہئے جتنی مقدار بتلائی اسی پر اکتفاء نہ کرے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٨/٢٢٤٢٨) ومسلم (٥٩١) وأبو داود (١٥١٣) والترمذی (٣٠٠) والنسائی (١٣٣٦) وابن ماجه (٩٢٨) والدارمی (١٣٤٨) وابن حبان (٢٠٠٣) وابن خزیمة (٧٣٧) وأبو عوانة (٢/٢٤٢) والبیهقی (٢/١٨٣)

**الفوائد** : ① نماز سے سلام پھیر کر آپ ﷺ کا عمل اس دعا کو پڑھنا اور تین مرتبہ استغفار کرنا تھا۔

١٤١٧ : وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَسَلَّمَ قَالَ : " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ : اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ ، وَلَا مُعْطِيَ ، لِمَا مَنَعْتَ ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۱۷: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیر لیتے تو یہ کلمات فرماتے ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اسی کے لئے اور تمام تعریفیں اسی ہی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ اس کو کوئی روکنے والا نہیں جو آپ دیتے ہیں اور جو آپ روک لیتے ہیں اس کا کوئی دینے والا نہیں اور کسی مالدار کو اس کی مالداری فائدہ نہیں دے سکتی''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یہ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے ہیں۔ **سلم** : اس سے پہلی روایت اور فرغ کا مفہوم سامنے آ گیا کہ اس سے مراد سلام پھیرنا ہے۔ **وحدہ** : یہ حال مفردہ ہے بعد والا جملہ بطور اطناف لایا گیا۔ **له الملك وله الحمد**۔ ماسوا اللہ سے الوہیت کی نفی اور اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنے کے بعد لازم آیا کہ اور کسی کے لئے نہ ملک ہے اور نہ حمد کیونکہ اس کے علاوہ تمام اس کی عاجز مخلوق ہے جو اس کے دبدبے اور قہاریت کے سامنے مغلوب ہے اور طبعاً خواہشات کی طرف جھکاؤ رکھنے والی ہے۔ پس اور کسی کی نہ ملک ہے اور نہ کوئی حمد کے لائق ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد مخلوق کے شامل حال نہ ہو جو نقص سے نکلنے اور بعض کمالات کے زیور سے آراستہ کرنے میں ان کی معاون نہ ہوتی تو جن کی تعریف کی جاتی ہے ان کی تعریف نہ کی جاتی۔ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ولو لا فضل الله علیه و رحمته ما زکی منکم من احد ابدًا.....﴾ [النور: ۲۱]: اگر اس کا مالک بنانا نہ ہوتا جس کو کہ اس نے کسی چیز کا مالک بنایا تو کوئی ایک بھی ملکیت والا نہ ہوتا۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہے: "یا عبادی کلکم جائع الا من اطعمته فاستطعمونی اطعمکم یا عبادی کلکم عار الا من کسوته فاستکسونی اکسکم": اے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں پس تم مجھ سے طعام طلب کرو۔ میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم ننگے ہو مگر جس کو میں پہناؤں پس تم مجھ سے لباس طلب کرو میں تمہیں پہناؤں گا۔ وهو علی کل شیٔ قدیر۔ یہ کلمہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے الوہیت کو محصور کرتا ہے۔ اس لئے کہ اگر کسی کو کسی بھی چیز پر ذرا سی قدرت ہوتی تو وہ قدرت میں منفرد نہ رہنے کی وجہ سے الٰہ نہ بن سکتا اور قطعی دلیل سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ اس کے سواء کوئی الٰہ نہیں پس اس کے سواء اور کوئی بھی کسی چیز پر قادر نہیں۔

اللهم لا مانع لما اعطیت: اعطیت کو اہل یمن اور بنو سعد انطیت پڑھتے ہیں۔ (زمخشری) لما منعت: دونوں جملوں کے ظروف کا تعلق لا کے اسم سے ہے۔ اس صورت میں یہ مضاف کے مشابہ ہو گئے۔ جیسا کہ لا تثریب علیکم الیوم میں علیکم اور لا عاصم الیوم من امر الله میں من امر الله اسم لا سے متعلق ہیں۔ (زمخشری) ترک تنوین اولیٰ ہے۔ دمامینی، زرکشی اور ابن ہشام نے یہی طریق اختیار کیا ہے۔ (المصابیح لدمامینی)

مگر بصری علماء کہتے ہیں کہ مانع لا کا اسم اور خبر محذوف ہے۔ ای لا مانع ' مانع لما اعطیت: لام تقویت کے لئے ہے۔ اب اس کو متعلق و غیر متعلق دونوں کہہ سکتے ہیں۔ اس میں حذف جائز ہے اور تکرار کا دور کرنا اس کا حسن ہے۔ پس تنوین ممتنع ہوئی۔ شاید تنوین سے عدول اس لئے کیا تاکہ معنی استغراق کے لئے نص کا کام دے۔ بعض نے ایک اور راہ اپنائی کہ ماء سے یہ اس وقت مخصوص ہوگا جب اس کا اسم من استغرافیہ کے معنی کو متضمن ہو اور اطلاق کو تسلیم کرتے ہوئے یہ مبنی ہوا تاکہ استغراق پر نص بن سکے کیونکہ تنوین کے ہوتے ہوئے فعل محذوف سے منصوب ہونے کا احتمال ہے۔ یعنی لا تجد او لا نری مانعًا و لا معطیًا: اس احتمال سے بچتے ہوئے مبنی رکھا گیا۔ دوسرا قول پہلے سے زیادہ اقرب ہے اور وہ اسم سے متعلق بھی نہیں پس وہ مفرد ہوا' واللہ اعلم۔

و لا ینفع ذا الجد: جد نصب اور غنی کو کہا جاتا ہے۔ منك الجد: اس کی غنا کو تیری عنایت مفید بناتی ہے۔ اسی طرح جو اعمال صالحہ اس نے آگے بھیجے ہیں ان کو بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی الله بقلب سلیم﴾ [الشعراء: ۸۸] الجد: جیم مکسور ہو تو طاعت میں کوشش مراد ہوگی یعنی کسی محنت کرنے والے کو کسی کی محنت فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ دراصل تیری رحمت اس کو فائدہ پہنچاتی ہے جیسا روایت میں وارد ہے: "لن ینجی احدًا عمله' قالوا ولا انت یا رسول الله؟ قال ولا انا الا ان یتغمدنی الله برحمته" کسی کو بھی اس کا عمل نجات نہیں دے گا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٦/١٨١٨٢) والبخاري (٨٤٤) ومسلم (٥٩٣) وأبو داود (١٥٠٥) والنسائي (١٣٤٠) والدارمي (١٣٤٩) وأبو عوانة (٢/٢٤٤) وابن حبان (٢٠٠٥) وعبد الرزاق (٤٢٢٤) والطبراني (٩٠٦١/٢٠) وابن أبي شيبة (٢٣١/١٠)

**الفوائد:** ① اس دعا میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور افعال و منع اور اعطاء کی نسبت ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت کا ذکر ہے ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی دشمن کو جلد اپنانا چاہئے۔

۱۴۱۸ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ' حِيْنَ يُسَلِّمُ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ' وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ – لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ' وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ ' لَهُ النِّعْمَةُ وَالْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ' مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ' قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ : وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۱۸: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد جب سلام پھیر لیتے تو یہ کلمات کہتے: لَا اِلٰهَ ...... ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہی اسی کے لئے ہے اور تمام تعریفوں کا حقدار وہی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ پھرنا اور طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم خاص اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ نعمتیں اسی ہی کے لئے ہیں اور فضل بھی اسی کے لئے ہے۔ اسی کی اچھی تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم پکار کو اسی کے لئے خاص کرنے والے ہیں' اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔'' ابن زبیر کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی عظمت ہر نماز کے بعد فرماتے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **دبر** : یہ ظرفِ مکان ہے۔ یہ خلف کے مشابہ ہے۔ **حین یسلم۔**

**النحو** : یہ ماقبل ظرف سے بدل ہے۔ **ای عقب السلام۔**

**ولا حول** : اس جملے کو ماقبل سے الگ کیا کیونکہ یہ ثنا کی الگ قسم ہے۔ اگرچہ اس کا مدلول بھی وہی ہے۔

**ولا نعبد الا ایاہ** : یہ مقدر سے جملہ حالیہ ہے۔ **ای اقولها حال کوننا غیر عابدین غیرہ** : ہم لا الٰہ کہنے والے ہیں۔ اس حال میں کہ ہم اس کے سواء کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔

**النحو** : ضمیر ایاہ کو فاصل لاتے۔ تاکہ حصر پر دلالت ہو کہ متصل ضمیر الا کے بعد نہیں آتی۔ **له النعمة** : نون مکسور ہے۔ خوشحالی آرام اور مال۔ اس کی جمع نعم انعم ہے۔ **التنعم** : عیش پرستی۔ نعمت کی تعریف۔ قابل لذت اچھے انجام کو کہتے ہیں۔ یہ اس ارشادِ باری تعالیٰ سے لیا گیا ہے: **وما بکم من نعمة۔**

**وله الفضل** : یہ نقص کی ضد ہے۔ کمال مطلق اس کو حاصل ہے۔ اس کو کبھی کسی طور پر نقص پیش نہیں آتا۔ **وله الثناء الحسن** : ثناء تو فی الحقیقت ہوتی ہی حسن ہے۔ یہ صرف اطناب کلام کے لئے لائے۔ **له الدین** : ہم اس کے سواء کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ **ولو کرہ الکافرون** : واؤ مقدر پر عطف ہے یا حالیہ ہے۔ **تفتا** : زالی نے دوسرے کو ترجیح

دی ہے۔

**یھلل بھن** : لا الٰہ کو باقی پر تغلیب دی گئی۔ اس وجہ سے کہ یہ سب سے اعلیٰ ہے یا مقصود اصلی ہے اور باقی قید کی طرح ہیں۔ **کل صلاۃ** : فرض نماز مراد ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٥/١٦١٠٥) ومسلم (٥٩٤) وأبو داود (١٥٠٧) والنسائی (١٣٣٨) وابن حبان (٢٠٠٨) وابن خزيمة (٧٤١) وأبوعوانة (٢٤٥.٢) ابن أبی شيبة (١٠/٣٣٢) والبيهقی (٢/١٨٥)

**الفرائد** : ① اس دعا میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعتراف اپنی عبودیت کا اقرار اور اس کی قدرت کا اعتراف کہ منعم و متفضل حقیقی وہی ہے ② وہ اللہ ہر وصف جمیل کا حقدار ہے۔

۱۴۱۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا: ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى، وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ : يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّیْ، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَلَهُمْ فَضْلٌ مِّنْ اَمْوَالٍ: يَحُجُّوْنَ، وَيَعْتَمِرُوْنَ، وَيُجَاهِدُوْنَ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ فَقَالَ : "اَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَتَسْبِقُوْنَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟" قَالُوْا : بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ : "تُسَبِّحُوْنَ، وَتَحْمَدُوْنَ، وَتُكَبِّرُوْنَ، خَلْفَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ" قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ الرَّاوِیْ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ لَمَّا سُئِلَ عَنْ كَيْفِيَّةِ ذِكْرِهِنَّ قَالَ : يَقُوْلُ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلُّهُنَّ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَزَادَ مُسْلِمٌ فِیْ رِوَايَتِهٖ فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ"۔

"اَلدُّثُوْرُ" جَمْعُ دَثْرٍ "بِفَتْحِ الدَّالِ وَاِسْكَانِ الثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ" هُوَ : اَلْمَالُ الْكَثِيْرُ۔

۱۴۱۹ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فقرائے مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے : مالوں والے بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں لے گئے۔ وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں جس طرح ہم روزہ رکھتے ہیں اور ان کو مالوں کی زائد فضیلت حاصل ہے وہ حج کرتے اور عمرہ کرتے اور جہاد اور صدقات کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا میں ایسی چیز تم کو نہ سکھلا دوں جس سے تم پہلوں کو پالو گے اور بعد والوں سے آگے بڑھ جاؤ گے اور تم سے کوئی افضل نہ ہوگا مگر وہ جس نے اسی طرح کیا جس طرح تم نے عمل کیا؟'' انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں یا

رسول اللہ ﷺ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس (۳۳'۳۳'۳۳) مرتبہ کہا کرو۔ ابو صالح' جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ہیں' کہتے ہیں کہ جب ان کے ذکر کیفیت دریافت کی گئی تو ابو صالح نے کہا: سُبْحَانَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھتے رہو۔ یہاں تک کہ ہر کلمہ تینتیس (۳۳) مرتبہ ہو جائے۔ (بخاری و مسلم) مسلم نے اپنی روایت میں یہ اضافہ ذکر کیا ہے کہ اس پر فقرائے مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹ کر گئے اور کہا کہ ہمارے مال والے بھائیوں نے بھی وہ سنا جو ہم نے کیا پس انہوں نے بھی اسی طرح کیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے وہ عنایت فرمائے۔

دُثُوْرٌ: جمع دَثر کی ہے دال کی زبر کے ساتھ زیادہ مال کو کہتے ہیں۔

**تشریح** ۞ **فقراء المهاجرين** : صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔ **اهل الدثور** : جمع دثر۔ بہت زیادہ مال۔ **العلاء** : جمع علیا۔ **والنعيم المقيم** : جو منقطع نہ ہوں گی اور اس کی وجہ جملہ مستانفہ بیانیہ کے طور پر لائے۔ **كما نصلی** ۔۱) ما مصدریہ ہے' تشبیہ فعل میں ہے۔۲) ما موصولہ اسمیہ ہے تشبیہ مفعول میں ہے۔ **يصومون** : وہ ان دونوں عبادات پر مرتب ہونے والے اجر میں برابر ہیں۔ **فضل** : وہ اجر میں بڑھنے والے ہیں۔ یہ مبتداء ہے۔ **من الاحوال** : من ابتدائیہ تعلیلیہ جیسے اس آیت میں: **مما خطيئاتهم اغرقوا۔ يحجون** : یہ تمام کام مال پر موقوف ہے اور وہ ہمارے ہاں مفقود ہے۔

**الا اعلمكم** : ان کلمات سے تم اجر میں ان لوگوں کو پالو گے جو تم سے اجر کی طرف سبقت کر چکے ایسا نیکی کا کام کر کے جس سے تم عاجز رہے۔ **وتسبقون به من بعدكم** : اور ان سے عمل میں فوقیت لے جاؤ گے' جنہوں نے یہ عمل نہیں کیا۔ **ولا يكون احدٌ** : اس ذکر پر مرتب ہونے والے ثواب کے عظیم ہونے کی وجہ سے کوئی تم سے افضل نہ ہوگا۔ **الا من صنع** : یہ مستثنیٰ منقطع ہے جو لکن کے معنی میں ہے لیکن وہ آدمی جس نے تمہارے جیسا عمل کیا ہو اس کا اجر تمہاری طرح ہوگا۔ خبر کو مقید کرنے والا محذوف ہے اور اس کو ذکر اس لئے کیا تاکہ اس طرف اشارہ ہو کہ یہ کام اجر کے سبب ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو علت بنایا ہے اور حکم کا مدار علت ہے اور اس میں اس وہم کا بھی ازالہ کیا گیا کہ اجر مذکور کوئی انہی سے مخصوص نہیں بلکہ تمام کام کرنے والوں کو یہ اجر ملے گا۔

**تسبحون** : یعنی تمام سبحان اللہ کہو۔ **وتحمدون** : تم الحمدللہ کہو۔ **وتكبرون الله** : تم اللہ اکبر کہو۔ **خلف كل صلاة** : صلاۃ اگرچہ نکرہ ہے مگر اس سے فرض نماز مراد ہے۔ **ثلاثاء ثلاثين** : تین افعال نے دو ظروف دُبر' ثلاثہ و ثلاثین میں تنازع کیا۔ آخری فعل کو دونوں کا عامل بنا دیا اور پہلے دونوں نے ان کی ضمائر میں عمل کیا۔ ضمیروں کو حذف کیا گیا کیونکہ وہ دونوں فضلہ ہیں۔ (الشفاء)

**برماوی کا قول**: ان اذکار کے خاص ہونے کی حکمت یہ ہے کہ تسبیح نقائص سے پاک ہونے کا نام ہے اور تحمید کی مدت کے ثابت کرنے اور تکبیر اس بات کو ثابت کرنے کا نام ہے کہ اس کی ذات اس سے بالاتر ہے کہ اس کو اوہام پا سکیں یا افہام اس کا

احاطہ کرسکیں۔ یعنی ان میں سے ہر ایک ۳۳ بار یا مجموعہ ۳۳ بار اس صورت میں یہ مقدر کا معمول ہے۔ ای تقول مجموع ذلك ثلاثا و ثلاثین مگر یہ مناسب نہیں۔ اکثر روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تسبیح ۳۳ مرتبہ ہے۔ اسی طرح تحمید و تکبیر بھی اور سوویں بار لا الٰہ الا اللہ لاشریک لہ اور ایک روایت میں ہے کہ پہلے دونوں ۳۳ مرتبہ اور تکبیر ۳۴ مرتبہ البتہ گیارہ والی بھی ایک روایت ہے۔ بعض نے اس طرح جمع کیا کہ اصل سنت وہ ہے اور کمال سنت یہ ہے۔ ابوصالح: یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ہیں ان کا نام ذکوان ہے ان کو سمان الزیات کہتے ہیں۔ ان سے جب دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا اس طرح کہے: سبحان الله و الحمد لله و الله اکبر۔ ابن حجر کہتے ہیں ان کی بات سمجھ نہیں آتی۔ قاضی عیاض کہتے ہیں ان کو الگ الگ پڑھا جائے جیسے بعض روایات میں وارد ہے اور یہ ابوصالح کی تاویل سے بہتر ہے۔ کلهن ثلاثا و ثلاثين: یہ کلام ابوصالح کا تتمہ ہے کہ مرکب ۳۳ مرتبہ ہو جائے یہ ان کے کلام کا قریب ترین مطلب ہے۔

روایت کا فرق: مسلم کی روایت میں بما فعلنا کے الفاظ ہیں۔ قول پر فعل کا اطلاق کیا گیا ہے۔ ففعلوا مثله : وہ تو اس عبادت میں برابر ہو گئے جس کی وجہ سے آپ نے ہمیں فوقیت دی تھی اور عبادت مالیہ سے تو وہ پہلے بھی فوقیت والے ہیں۔

ذلك فضل الله : فضل سے مراد وہ طریقہ سبقت ہے جس کی آپ نے تلقین فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ فضل اللہ تعالیٰ کے قبضہ اختیار میں ہے۔ اس کی مرضی ہے کہ جس کو چاہے دوسرے کی نسبت خاص کرے۔ اگر وہ قول میں شریک ہو گئے تو تم پر کچھ بھی حرج نہیں۔ یہ ثواب تو فقراء کے لئے خاص ہے۔ البتہ دونوں کو جمع کرنے والوں کو بدنی و مالی عبادت کو جمع کرنے کی وجہ سے فضیلت ہے۔

جمہور کا قول: فقیر صابر کے مقابلے میں غنی صابر کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ان کا نفع متعدی ہے اور پہلے کے نفع میں کمی ہے۔ الدثور: جمع دثر، کثیر مال۔

**تخریج** : باب فضل الغنی الشاکر... میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۴۲۰ : وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ ، وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ ، وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ ، وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ، غُفِرَتْ خَطَايَاهُ ، وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۲۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۳ مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھا اور پھر سو کے عدد کو پورا کرنے کے لئے ایک مرتبہ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ... الی اخرہ: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ

اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اسی کی ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں''۔ (مسلم)

**تشریح** : ملاحظہ کیجئے حدیث ۱۴۱۹ کی تشریح (جو کہ بعینہ ہے)۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۸٤۲) مسلم (۵۹۷) والنسائی (۱٤۳) وابن حبان (۲۰۱۳) وابن خزیمة (۵۷۰) وأبو عوانة (۲/۲٤۷) والبیهقی (۲/۱۸۷)

**۱٤۲۱ : وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ – اَوْ فَاعِلُهُنَّ – دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَسْبِيْحَةً ، وَثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَحْمِيْدَةً وَّاَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ تَكْبِيْرَةً'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔**

۱۴۲۱ : حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز کے بعد پڑھے جانے والے کچھ کلمات ہیں جن کا کہنے والا یا کرنے والا نامراد نہیں ہوتا۔ ہر فرض نماز کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ تینتیس (۳۳) مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے''۔ (مسلم)

**تشریح** : ان کے حالات باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ میں گزرے ہیں۔ **معقبات**: بقول شمر اس سے مراد وہ تسبیحات ہیں جو نمازوں کے بعد کی جاتی ہیں۔ ان کو معقبات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ کی جاتی ہیں۔
**عاقولی کا قول**: یہ صفت ہے جو مبتداء موصوف محذوف کے قائم مقام لائی گئی ہے۔ اس کی خبر **لایخیب قائلھن** ہے۔
**خیبة**: محرومی اور خسارے کو کہتے ہیں۔ **فاعلھن** : قول بھی زبان کا فعل ہے۔ اس وجہ سے اس پر فعل کا اطلاق درست ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ قول میں استمرار و پختگی ثابت ہو جائے اور فعل کی طرح جم جائے۔
**النّحو**: ممکن ہے کہ یہ جملہ معقبات کی صفت ہو اور **دُبر کل صلاۃ** : یہ دوسری صفت یا دوسری خبر بن جائے یا **قائلھن** سے متعلق ہو۔ **تسبیحة** : یہ **قائلھن** کا مفعول مطلق ہے جیسے **ضربته مائه ضربة** اور مرفوع ہونے کی صورت میں یہ معقبات کی دوسری خبر ہے یا اس کا مبتداء **هُن** محذوف ہے۔
**روایت کے الفاظ کا فرق**: اس روایت میں **اربعا و ثلاثین تکبیرہ** اور دوسری روایت مسلم جو بحوالہ جامع صغیر ہے اس میں **ثلاث و ثلاثون تکبیرۃ** اور جامع کبیر میں **اربع و ثلاثون تکبیرۃ فی دبر کل صلاۃ مکتوبة** کے الفاظ ہیں۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۵۹٦) والبخاری (٦۲۲) والترمذی (۳٤۲۳) والنسائی (۱۳٤۸) ابن حبان (۲۰۱۹) وابن أبی شیبة (۱۰/۲۲۸) والطیالسی (۱۰٦۰) وأبو عوانة (۲/۲٤۷) والطبرانی (۱۹/۲۵۹) والبیهقی (۲/۱۸۷)

**الفوائد** : ① اس تسبیح و تحمید پر مداومت کرنے والے کے لئے جنت کا وعدہ دیا گیا۔ کتنے خوش نصیب ہیں جو اس کو بجا

لاتے ہیں۔

۱۴۲۲ : وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَتَعَوَّذُ دُبُرَ الصَّلَوَاتِ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ :"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ ' وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا' وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۴۲۲: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ساتھ پناہ مانگا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ ''اے اللہ بزدلی اور بخل سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ میں رزیل عمر (جس میں انسان اپنی ضروریات کے لئے دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے) کی طرف لوٹایا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنے سے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔ (بخاری)

**تشریح** : **كان يتعوذ** : یہ تعلیم امت اور تشریف کے لئے تھا۔ **بهؤلا الكلمات** : اس کے عطف بیان کے طور پر اللهم انی اعوذبك ..... لایا گیا۔ **الجبن والبخل** : جبن' شجاعت کی ضد ہے۔ ضعف قلب کو کہتے ہیں۔ (المصباح) بخل' سائل کو بچے ہوئے سے روکنا۔ شرعاً' واجب سے سائل کو روکنا۔ **ارذل العمر** : عمر کا خسیس حصہ' شدید بڑھاپا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ ۷۵ سال کی عمر ہے۔ اس میں قوی کمزور پڑ جاتے ہیں اور حافظہ میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ علم میں کمی آ جاتی ہے۔ **فتنة الدنيا** : کہ مالداری یا ایسے فقر میں مبتلا ہو جو اللہ تعالیٰ سے مشغول کر کے اس کے فضل و رحمت سے دور ہٹانے والا ہو۔ **فتنة القبر** : قبر کا سوال و جواب جس میں مؤمن ثابت رہتا ہے یا ور کافر و منافق ناکام ہو جاتا ہے۔

**تخريج** : أخرجه أحمد (١/١٥٨٥) والبخاري (٢٨٢٢) والترمذي (٣٥٧٨) والنسائي (٥٤٦٠) وابن حبان (١٠٠٤) وابن أبي شيبة (١٠/١٨٨) والبزار (١١٢١) وابن خزيمة (٧٤٦) الطبراني (٦٦١) وأبو يعلى (٧١٦)

**الفوائد** : ① عذاب قبر برحق ہے ② معوذات دنیا و آخرت کے مصائب سے بچانے کے لئے پڑھے جاتے ہیں۔

۱۴۲۳ :وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَ بِيَدِهٖ ' وَقَالَ :"يَا مُعَاذُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ" فَقَالَ :"اُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ :اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ' وَشُكْرِكَ 'وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ"

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۴۲۳: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''اے معاذ

اللہ کی قسم بے شک مجھے تم سے محبت ہے پھر فرمایا اے معاذ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو ہرگز نہ چھوڑنا: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ: اے اللہ! اپنے ذکر اور شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما''۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** اخذ بیدہ : تاکہ جو بات جائے اس کے متعلق خبردار ہو جائیں اور اس کے بالکل قریب بات یہ ہے کہ رات کی نماز میں آپ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کان پکڑا اور ان کو بائیں سے دائیں طرف گھمایا۔ واللہ انی لاحبك : تاکید کے لئے قسم اٹھائی۔ اس سے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں معلوم ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنا محبوب بتا رہے ہیں۔ یہ جملہ اس لئے لایا گیا تاکہ آئندہ بات کو خوب اہتمام کریں۔

**دُبر** : نماز وغیرہ کے آخر کے اوقات۔ ابن الاعرابی کا قول بھی یہی ہے۔ **صلاۃ** : فرض نماز مراد ہے۔ **تقول** : فعل بمنزلہ مصدر آیا یا ان مقدر ہے۔ **لا تدعن اللهم** : یہ آخر تک وصیت کا بیان ہے۔ **اعنی علی ذکرك** : تاکہ غفلت کی نیند سے بیدار ہوں اور ہمیشہ شہود اور خروج عن الوجود میسر رہے۔ **وشکرك** : ہر مشغولیت سے فارغ ہو کر عبودیت پر قائم رہوں۔ **وحسن عبادتك** : عبادت کے طرق کی حفاظت اور اس کے ظاہری و باطنی آداب بجالاؤں۔ (فتح الالہ) اس سے مقام احسان کی طرف اشارہ ہے جیسا اس روایت میں "ان تعبد الله کانك تراہ" پہلی چیز سے غیروں سے مکمل فراغت میسر آتی ہے اور دوسری سے عبادات واذکار میں دوامی فراغت ملتی ہے جو کہ ملاوٹوں اور عیبوں سے پاک وصاف ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے دنیا و آخرت کے مطالب جمع فرما دیئے۔ اس کی دلیل وہ آیت ہے: ﴿لئن شکرتم لا زیدنکم﴾ [ابراھیم: ۷] یعنی دونوں جہاں کی نعمتیں بڑھائیں گے۔

**نکتہ** : اس روایت میں حسن عبادت اور ذکر کو مبتداء و منتہیٰ میں ذکر کیا کیونکہ یہ دونوں چیزیں جب مصالح اخرویہ اور معارف ربانیہ کے لئے خالص ہیں تو وہ دونوں اس بات کے لائق ہیں کہ ان میں سے ایک سے ابتداء ہو تو دوسرے سے اختتام اور اس سے یہ بھی اشارہ کیا کہ آخرت اور اسکا مشہود اور جو چیز آخرت کی طرف پہنچانے والی ہو وہ ابتداء و انتہاء کے لحاظ سے مقصود ہے۔ **حسن عبادتك** کو شکر پر عطف کیا۔ یہ عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے کیونکہ شکر عبودیت کی ادائیگی کا نام ہے جو پہلے گزر چکا۔

**شکر** : شکر یہ ہے کہ جس چیز کے لئے جس چیز کو بنایا اس چیز کو اسی طرف لگانا اور پھیرنا لیکن ان میں کچھ وہ ہیں جو حسن اور خوب ہیں اور وہ ہیں حضور، خشوع و خضوع سے ملے ہوئے ہیں پس وہ قبولیت کے قریب تر ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو اس طرح نہ ہوں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۸/۲۲۱۸۰) وأبو داود (۱۵۲۲) والنسائي (۱۳۰۲) والحاكم (۱۰۱۰) والطبراني (۲۰) وابن حبان (۲۰۲۰) وابن خزيمة (۷۵۱)

**الفرائد** : ① مخلص دوست کو ایسی نصیحت کرنی چاہیے جس میں دنیا و آخرت کی خیر ہو ② حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے

ساتھ خصوصی محبت وشفقت ظاہر ہو رہی ہے۔

١٤٢٤ : وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : إِذَا تَشَهَّدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ أَرْبَعٍ ، يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۲۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی ایک تشہد پڑھ لے تو اسے ان چار کلمات کے ساتھ اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ...... اے اللہ جہنم کے عذاب اور قبر کے عذاب اور موت اور زندگی کے فتنے اور مسیح دجال کے شر سے میں پناہ مانگتا ہوں''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اذا تشهد سے مراد تکمیل تشہد ہے۔ تشہد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کا نام تشہد رکھا گیا ہے۔ **فلیستعذ باللہ** ۔ جمہور کے ہاں یہ امر استحباب کے لئے من اربع تا کو حذف کیا کیونکہ معدود محذوف ہے اور اصل اربعہ اشیاء ہے۔ اصل میں وہ پانچ ہیں مگر فتنہ الحیاۃ والموت کو تقابل کی وجہ سے ایک شمار کیا۔ اسی سے ممات کے ساتھ فتنہ کا لفظ دوبارہ نہیں لائے۔

جہنم: یہ عجمیہ غیر منصرف ہے یا عربی لفظ ہے جو بئر جہنام سے مشتق ہے وہ کنواں جو بہت گہرا ہو۔ پس علم وتانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ یہ آگ کے طبقات کے لئے مشترک ہے اور تمام طبقات کے لئے عام ہے اور مراد آخری طبقہ ہے۔

**عذاب القبر** : جو اس شخص کے لئے ہوگا جو منکرین کے سوال کے وقت ثابت قدم نہ رہا۔ **ومن فتنة المحيا والممات** : یعنی وہ تمام مشقتیں اور مصائب جو زندگی میں واقع ہونے والی ہیں جن سے بدل کو نقصان پہنچتا ہے یا دین و دنیا میں داعی کو جو تکالیف آتی ہیں یا اس کے لئے جس کو اس سے تعلق ہو۔ خاص طور پر جبکہ صبر نہ ہو اور موت کے وقت شیطان کفر کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ پھر سوال نکیرین اور خوف اور قبر کے کپکپا دینے والے احوال و شدائد۔

**فتنة المسيح** : اس کی ایک آنکھ ممسوح ہوگی یا وہ تمام زمین پر سوائے سرزمین حرمین پر لے گا اور بہت تھوڑے وقت میں پھرے گا اور حرمین کی حفاظت محض ان کی عظمت کی وجہ سے ہوگی۔ **الدجال** : وہ جو اپنے احیاء واماتت کے جھوٹے دعووں میں مبالغہ کرنے والا ہوگا۔ جس کو ہر عاقل سمجھ لے گا مگر جب بعض جمادات کو اس کے لئے مسخر کیا جائے گا تو اس کا فتنہ سخت ہو جائے گا اور اس کے فتنے کی شدت کی وجہ سے ہر پیغمبر نے اپنی امت کو اس سے خبردار کیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے استعاذہ کا ہمیں حکم فرمایا۔ اس سے بہت شاذ و نادر آدمی بچے گا۔ عذاب قبر کو اس سے مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عرصہ طویل ہوگا اور وہ اس سے زیادہ خوفناک اور رسوا کن ہوگا اور اس کی سزا اور ذلت شدید ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ مانگی تاکہ امت کو اس پر آمادہ فرمائیں ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان تمام سے مامون و محفوظ ہیں۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۷۲٤۱) ومسلم (۵۸۸) وأبو داود (۹۸۳) والنسائی (۱۳۰۹) وابن ماجه (۹۰۹) والدارمی (۱۳٤٤) وابن حبان (۱۹٦۷) وابن الجارود (۲۰۷) وأبو عوانة (۲/۲۳۵) وابن خزیمة (۷۲۱) والبیهقی (۲/۱۵٤)

**الفوائد**: ① یہ دعا تشہد کے بعد پڑھنی مناسب ہے کہ اس میں زندگی اور موت کے فتنوں سے پناہ طلب کی گئی ہے۔

۱٤۲۵: وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ يَكُوْنُ مِنْ اٰخِرِ مَا يَقُوْلُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيْمِ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَسْرَفْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ: اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۲۵: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو نماز کے آخر میں تشہد اور سلام کے درمیان اس طرح فرماتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ۔۔۔ آخر تک۔ اے اللہ مجھے بخش دے جو میں نے (گناہ) آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا اور جو میں نے چھپ کر کیا اور جو علانیہ کیا اور وہ بھی جس کو تم مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ آپ (بھلائی کی توفیق دے کر) آگے بڑھانے والے اور (محروم کر کے) پیچھے ہٹانے والے ہیں۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ یکون من آخر: بعض آخری حصہ مراد ہے۔ یہ درود شریف کے بعد پڑھی جائے گی۔ وہ بھی نماز کا حصہ ہے۔ ما اسررت: جو میں چھپاتا ہوں۔ اعلنت: یہ عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے۔ وما انت اعلم به منی: یہ بارگاہِ الٰہی میں انتہائی خضوع اور مقام عبودیت کے حق کی ادائیگی ہے۔ اس میں امت کو استغفار پر آمادہ کیا گیا ہے۔ اس میں اطعاب کیا گیا اور اس ہستی کی زبان سے یہ بات ادا ہوئی جس سے گناہ کا صدور محال ہے تو جو شخص گناہوں کا مرکز بنا ہوا ہے تو علی الدوام اسے حرزِ جان بنانا چاہیے اور اس کا التزام کرنا چاہیے۔

انت المقدم وانت المؤخر: بیہقی کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ جس کو آپ چاہتے ہیں اپنی توفیق سے مقدم کرتے ہیں اور سابقین کے مقام تک پہنچاتے ہیں اور جن کو چاہتا ہے تو ان کی توقعات سے مؤخر کرتا ہے کیونکہ ان کے انجام کی حکمت سے تو باخبر ہے اور جن کو چاہتا ہے ان کے مراتب سے مؤخر کرتا اور مشقتوں کے باوجود روک دیتا ہے۔ بعض نے کہا: اولیاء میں سے جن کو پسند کرتا ہے مقدم کر دیتا ہے اور دشمنوں کو مؤخر کر دیتا ہے۔ جن کو آپ مؤخر کر دیں ان کو مقدم کوئی نہیں کر سکتا اور جن کو آپ مقدم کر دیں ان کو کوئی مؤخر نہیں کر سکتا۔ اس صورت میں یہ ہادی و فضل کے معنی میں ہوگا۔ اپنے فضل سے جس کو چاہتا ہے سعادت کے لئے طاعت سے مقدم کر دیتا ہے اور قضاء و قدر شقاوت کے لئے جس کو چاہتا ہے پیچھے ہٹا دیتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۷۷۱) والترمذی (۳٤۲۳) وابن حبان (۱۹٦٦) وأبو عوانة (۲/۲۳۵) والبیهقی (۲/۳۲)

الفرائد : ① مستحب یہ ہے کہ اس مختصر جامع دعا پر اپنی نماز کو ختم کرے۔

۱۴۲۶ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَت: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۲۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے رکوع اور سجود میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ...... آخر تک۔ "اے اللہ تو پاک ہے اے ہمارے رب اور تمام خوبیاں تیرے لئے ہیں اے اللہ مجھے بخش دے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ① ان یقول: حرف جار مقدر ہے ای من قول۔ اللهم ربنا : رب یہ حرف نداء کے کلاف سے منادیٰ مضاف ہے۔ اللهم کی صفت نہیں ہے۔ کئی کہتے ہیں کیونکہ اس کے آخر میں تغیر آ گیا ہے۔ بقول ابوالبقاء میم اس سے مانع ہے۔ سفاقسی کا قول :(۱) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مراد لیا جائے کیونکہ صفت و موصوف کی یہ فاصلہ ہے (۲) اس لئے کہ اس نے اسے بدل دیا ہے جیسا کہ نے کہا مبرد و زجاج نے اس کے وصف کو جائز قرار دیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ربنا کا قول اللهم کی صفت ہو۔ اغفرلی : معمول کو عموم کے لئے حذف کر دیا۔

یتاول القرآن : یعنی قرآن مجید کی خوب مراد واضح کرتا ہے۔ فسبح بحمد ربك واستغفره : اگرچہ وہ کسی حالت سے مقید نہیں لیکن آپ ﷺ نے اس کو افضل ترین حالت میں مقرر فرمایا اور وہ نماز ہے تاکہ حکم کی اطاعت میں خوب مبالغہ ہو جائے اور تعظیم و تکریم میں یہ زیادہ ظاہر ہو۔ نووی کہتے ہیں وبحمدک کا معنی یہ ہے کہ آپ نے مجھے توفیق عنایت کی اور آپ کی ہدایت اور فضل سے میں نے آپ کی تسبیح کی ہے اپنی ہمت و طاقت سے نہیں۔ اس میں اس نعمت کا اعتراف اور اس پر شکریے کا تذکرہ ہے اور بارگاہ الٰہی میں اپنے آپ کو مکمل سپرد کرنا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۹/۲٤۲۱۸) والبخاري (۷۹٤) ومسلم (٤٨٤) وأبو داود (۸۷۷) والنسائي (۱۰٤٦) وابن ماجه (۸۸۹) وابن حبان (۱۹۲۹) وابن خزيمة (٦۰٥) وأبو عوانة (۱۸٦/۲) والبيهقي (۸٦/۲)

الفرائد : ① جس آدمی کی موت قریب ہو اسے خاص طور پر اس دعا کو زبان زد رکھنا چاہئے اور رکوع وسجدہ میں بھی پڑھ سکتا ہے۔

۱۴۲۷ : وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ: فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ "سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۲۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ اپنے رکوع اور سجود میں یہ کلمات پڑھتے تھے: "سُبُّوْحٌ ...... " بہت ہی پاک اور پاکیزگی والا ہے۔ فرشتوں اور روح کا رب ہے"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **سبوح قدوس** : یہ دو اسم ہیں جو نزاہت و طہارت میں مبالغہ کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ ان باتوں سے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور افضال کے لائق نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ میرا رکوع اور سجود اس ذات کے لئے ہے جو کہ نزاہت و طہارت میں اعلیٰ ترین مقام پر ہیں۔ **رب الملائکہ** : جو تمام عوام میں بڑے اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ مطیع اور اس کی عبادت پر ہمیشگی اختیار کرنے والے ہیں۔ اسی وجہ سے تربیت کی اضافت اس کی طرف کی گئی ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ فرشتے بنی آدم سے بھی افضل ہیں (کیونکہ عظمت بنی آدم کے دیگر دلائل موجود ہیں)۔

**والروح** : اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿نزل به الروح الامين﴾ [الشعراء: ۱۹۳]۔ یا پھر فرشتوں میں خلقت کے لحاظ سے سب سے بڑا فرشتہ یا حاجب فرشتہ جو قیامت کے دن اس کے سامنے کھڑا ہوگا۔ وہ تمام فرشتوں میں سب سے بڑا ہے۔ اگر وہ منہ کھولے تو تمام ملائکہ کے لئے کافی ہو جائے۔ مخلوق خوف کی وجہ سے اس کی طرف دیکھے گی۔ مگر ہیبت سے نگاہ بلند نہ کر سکیں گے یا دس ہزار پروں والا فرشتہ ہے۔ دو پر مشرق و مغرب میں ہیں اس کے ہزار چہرے اور ہر چہرے میں ایک ہزار زبانیں اور آنکھیں اور ہونٹ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قیامت تک تعریف کرنے والا ہے۔ اس سلسلہ میں اور اقوال بھی ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۹/۲۵۶۶۳) و مسلم (٤٨٧) وأبو داود (۸۷۲) والنسائی (۱۰٤٧) وابن حبان (۱۸۹۹) و بن خزیمة (٦٠٦) وأبو داود (۲/۱٦٧) والبیهقی (۲/۸۷)

**الفوائد** : ① رکوع و سجدہ میں اس دعا کو کہہ سکتے ہیں۔

۱٤٢٨ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "فَاَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَآءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۲۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' پس تم رکوع میں اللہ کی عظمت کے کلمات کہا کرو اور رہا سجدہ تو اس میں دعا کی خوب کوشش کرو۔ پس زیادہ امید ہے کہ وہ دعا ئیں قبول ہوں''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ رکوع مبتداء اور **فعظموا فيه الرب**: اس کی خبر ہے۔ یعنی اس کی ثناء اور تنزیہہ و تقدیس کرو ان میں افضل سبحان ربي العظيم وبحمده ہے۔ اس کا کم ترین درجہ ایک مرتبہ اور کامل ترین تین مرتبہ پڑھنا ہے اور اکمل درجہ گیارہ مرتبہ ہے۔ تین تسبیحات افضل ہیں۔ **قمن** : یہ مصدر ہے اس میں تثنیہ و جمع تذکیر و تانیث نہیں۔ یہ میم کے کسرہ سے تثنیہ جمع و مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ اس کا معنی لائق اور مناسب ہے۔ **ان يستجاب** : اس میں قرب معنوی ہے۔ اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے: "**اقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد**" اسی وجہ سے آپ ﷺ اس میں کثرت سے دعا فرماتے تھے۔ **نووی کا قول**: یہ حدیث اس باب میں مقصود ہے۔ رکوع میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے والے سے کلمات کہے جا سکتے ہیں مگر افضل

اذکار وارادہ کا کرنا ہے۔ دوسرے پر گراں نہ ہونا چاہئے۔ اوقات میں ادل بدل کر بھی کر سکتا ہے اور تمام بھی کر لئے جائیں تو حرج نہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱/۱۹۰۰) ومسلم (٤٧٩) وأبو داود (٨٧٦) والنسائي (١٠٤٤) الكبرى (٧٦٢٣) وابن ماجه (٣٨٩٩) وابن حبان (١٨٩٦) ابن خزيمة (٥٤٨) وعبد الرزاق (٢٨٣٩) والحميدي (٤٨٩) وأبو يعلى (٢٣٨٧) وأبو عوانة (٢/١٧٠) وابن أبي شيبة (١/٢٤٨) والدارمي (١٣٢٥) والبيهقي (٢/٨٧)

**الفرائد** : ① سجدہ میں دعا و تسبیح دونوں کو جمع کرنا مستحب ہے یہ قبولیت کا ذریعہ ہے۔

١٤٢٩ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَاَكْثِرُوا الدُّعَآءَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۲۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بندہ اپنے رب سے سجدہ کی حالت میں سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اسلئے تم سجدہ میں بہت دعا کیا کرو"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اقرب ما یکون العبد من ربہ : اقرب مبتداء اور خبر وجوبا محذوف ہے۔ یعنی بندہ اپنے رب سے قرب معنوی اس وقت رکھتا ہے جب وہ حالت سجدہ میں ہوتی ہے۔ وھو ساجد : یہ جملہ حالیہ ہے۔ خبر محذوف کے قائم مقام لایا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا حذف واجب ہے۔ یہ خبر نہیں ہے اسی وجہ سے اس میں واؤ نہیں ہے۔ فاکثروا الدعاء: کیونکہ یہ مواقع قبولیت سے ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ پہلے ذکر جو کہ کامل درجہ میں تین مرتبہ اور اکمل گیارہ مرتبہ ہے اور اس کے بعد اللھم لک سجدت وغیرہ کہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٩٤٥٢) ومسلم (٤٨٢) وأبو داود (٨٧٥)

**الفرائد** : ① سجدہ کی حالت بندہ کو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب کر دیتی ہے اس لئے اس میں دعا قبولیت کی زیادہ حقدار ہے۔

١٤٣٠ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِیْ سُجُوْدِهٖ : "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ كُلَّهٗ : دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۳۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سجدہ میں یہ دعا فرماتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ...... اے اللہ! میرے تمام گناہ معاف فرما خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے پہلے ہوں یا پچھلے علانیہ ہوں یا پوشیدہ"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ فی سجودہ : امت کے لئے تاکہ مشروع ہو جائے۔ ذنبی کلہ : یہ تاکید اور شمول کے لئے آیا ہے۔

دفه : مراد صغیرہ ہے۔تدریج کی طرف اشارہ کیا یا اشارہ کیا کہ کبائر صغائر سے پیدا ہوتے ہیں یا صغائر پر اصرار اور ان کی پرواہ نہ کرنا ان کے بڑھنے کا ذریعہ ہے۔ وجله : بڑے۔ علانیته : یہ علن کا اسم مصدر ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٤٨٣) وأبو داود (٨٧٨) وابن حبان (١٩٣١) وأبو عوانة (١٨٥/٢) والطحاوی (٢٣٤/١)

**الفرائد** : ① یہ مختصر اور جامع ترین دعا ہے۔

١٤٣١ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : افْتَقَدْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَتَحَسَّسْتُ فَإِذَا هُوَ رَاكِعٌ اَوْ سَاجِدٌ يَقُوْلُ : "سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ" وَفِيْ رِوَايَةٍ ' فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ وَهُوَ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ ' وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ ' وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ ' لَا اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١٤٣١ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات حضور ﷺ کو تلاش کیا تو پایا کہ آپ رکوع یا سجدہ میں فرما رہے ہیں: سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اور ایک روایت میں ہے کہ میرا ہاتھ ٹٹولتے ہوئے آپ کے قدموں کے تلووں کو لگا۔ اس حال میں کہ آپ کے پاؤں کھڑے تھے اور آپ سجدہ میں تھے اور زبان پر یہ دعا تھی: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ ...... آخر تک "اے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری عافیت کی پناہ میں آتا ہوں اور تیرے قہر سے تیری ذات کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں تیری تعریف کا شمار اس طرح نہیں کر سکتا جس طرح تو نے اپنی تعریف فرمائی ہے"۔ (مسلم)

**تشریح** : افتقدت یہ فقدت کے معنی میں ہے۔مبالغہ کے لئے باب افتعال لایا گیا۔ ذات لیلة : شاید اس سے پندرہ شعبان کی رات مراد ہو جیسا ابن الاخضر نے فضائل شعبان میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ای لیلة هذه : یہ کونسی رات ہے؟ انہوں نے عرض کیا: الله و رسوله اعلم۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ پندرہ شعبان کی رات ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ اٹھے اور نماز ادا فرمائی۔ان رکعات میں خفیف قیام و قراءت فرمائی اور نصف رات تک سجدہ ریز رہے۔پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اس میں پہلی رکعت جیسی قراءت فرمائی اور فجر تک سجدہ ریز رہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں کبھی ایک قدم پر کھڑی ہوتی اور کبھی دوسرے پر۔ جب وقفہ بہت طویل ہو گیا تو میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی روح قبض کر لی ہے۔میں آپ ﷺ کے قریب ہوئی یہاں تک کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے قدموں کی تلیوں تک پہنچا۔آپ ﷺ نے ذرا حرکت فرمائی میں نے آپ کو سجدہ میں یہ کہتے سنا: اعوذ

**بعفوك من عقوبتك و برضاك من سخطك**..... میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ ﷺ کو سجدہ میں ایسی چیز پڑھتے سنا جو پہلے نہیں سنا۔ فرمایا کیا تمہیں وہ الفاظ معلوم ہو گئے؟ میں نے **نعم** میں جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو سیکھو اور سکھاؤ۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا ہے کہ میں ان کو سجدہ میں بار بار دھراؤں۔ ابن حبان نے اس روایت کو ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ **فتحسست** : میں نے آپ کو تلاش کیا۔ **فاذا هو راكع او ساجد يقول** ۔ ایک سجدہ یا رکوع میں کہہ رہے تھے۔ **سبحانك وبحمده لا اله الا انت** اور مسلم کی ایک روایت میں "**فوقعت يدى على بطن قدميه**" ۔ **وهو منصوبتان** : اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قدمین کا سجدہ میں کھڑا رکھنا مسنون ہے اور انگلیوں کے پوروں کو قبلہ رخ ہونا چاہئے۔ **اعوذ برضاك** : میں آپ کی رضا کے ذریعہ اعتصام و تحفظ چاہتا ہوں۔ اس بات سے کہ آپ کی ناراضگی میں مبتلا ہوں۔ **بمعافاتك** : آپ کے عفو کے ذریعہ آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ پہلے جملہ میں یہ مفہوم موجود ہونے کے باوجود صراحۃً ذکر کیا کیونکہ اطناب مقام دعا میں قابل تحسین ہے اور دلالت مطابقت تضمن سے قوی تر ہے کیونکہ بسا اوقات مصلحت کی وجہ سے یا دوسرے کے حق کے لئے سزا دیتا ہے۔ پس تصریح ضروری ہوئی۔ **من عقوبتك** : یہ صفات ذات سے صفات افعال کی طرف تدلی کی قسم سے ہے یا صفات ذات جلیل القدر شان والی ہیں۔ صفات رحمت سے استعاذہ کیا کیونکہ رحمت سبقت کرنے والی ہے اور اس کا ظہور صفات غضب سے ہے۔ یہاں تک کہ کوئی چیز اس کے آثار میں اس کو پہنچ نہیں سکتی۔ پھر یقین کے بڑھ جانے کی وجہ سے ہر نوع سے صرف نظر کر لی اور اس کی نگاہ ذاتِ اعلیٰ پر رک گئی۔ پس اس نے ترقی کر کے اس کے دامن کو تھام لیا تا کہ کہیں تجلیاتِ قہریہ اس پر نہ اتر پڑیں جو اس کے جبروت سے متعلق ہیں اور اس کو بھسم و منعدم نہ کر دیں۔ چنانچہ وہ کہہ اٹھا: **اعوذبك منك** : اس لئے کہ آپ کے ساتھ کوئی ذرہ بھر کا مالک نہیں۔ پس آپ سے کوئی آپ کے سواء پناہ نہیں دے سکتا۔ پھر جب بندے کا قرب شہود ذات سے مکمل ہوا تو اس کو اس مقام پر باطن میں کپکپی پیدا کرنے اور باطن کو ظاہر کرنے والی شورش کے ساتھ آنے میں حیاء آئی۔ پس وہ معمولی قصور و عجز کا اعتراف کرتے ہوئے ثناء کی طرف مائل ہوا اور کہنے لگا۔

**لا احصى ثناء عليك** : مجھ میں طاقت نہیں کہ ثناء کے ادنیٰ فرد کو بھی گن سکوں یا شمار کر سکوں جو ثناء واجب کے میرے ذمہ ہر لحظہ آتی ہے۔ اس لئے کہ کوئی لحہ ایسا نہیں جس میں آپ کے احسانات ہر ذرے تک نہ پہنچتے ہوں اگر میں اس کے تہہ میں لپٹی نعمتوں کو شمار کرنے لگوں تو کثرت کی وجہ سے شمار سے عاجز رہوں۔ جیسا فرمایا: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ [ابراهيم : ٣٤] "میں تیری نعمتوں کے شکریے میں کوتاہی کرنے والا اور تیرے حق میں سے کسی بھی چیز کو قائم کرنے سے عاجز ہوں۔ پس میں آپ کی رضاء کا طالب ہوں۔ **انت كما اثنيت على نفسك** : آپ ہمیشہ ان جلیل القدر و بلند اوصاف والے ہیں جن سے آپ نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔ جیسے فرمایا: ﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [الجاثيه : ٣٦ ' ٣٧] اسی طرح دیگر آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ عالیہ کی تعریف فرمائی ہے۔

**ابن عبدالسلام کا قول**: کاف تشبیہ کے لئے ہے اور حدیث میں مضاف مقدر ہے۔ **اى ثناؤك المستحق كثنائك على**

نفسك : مبتداء سے مضاف کو حذف کر دیا۔ ضمیر منفصل اس کے قائم مقام ہو کر مرفوع نہیں ہوئی۔ (شرح اذ کار ملاحظہ ہو)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۹/۲۵۲۳۳) ومسلم (٤٨٥) والنسائي (۱۱۳۰)

**الفوائد** : ① اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا رکوع و سجود خصوصاً تہجد کی نماز میں قبولیت کے قریب تر ہے ② مس مرأۃ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ③ خیر و شر کا خالق ہونے کے لحاظ سے ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف درست ہے۔

١٤٣٢ : وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ : "اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّكْسِبَ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَاَلَهٗ سَآئِلٌ مِنْ جُلَسَآئِهٖ كَيْفَ يَكْسِبُ اَلْفَ حَسَنَةٍ؟ قَالَ : "يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيْحَةٍ فَيُكْتَبَ لَهٗ اَلْفُ حَسَنَةٍ ، اَوْ يُحَطُّ عَنْهُ اَلْفَ خَطِيْئَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ – قَالَ الْحُمَيْدِیُّ : كَذَا هُوَ فِیْ كِتَابِ مُسْلِمٍ : "اَوْ يُحَطُّ قَالَ الْبَرْقَانِیُّ : وَرَوَاهُ شُعْبَةُ ، وَاَبُوْ عَوَانَةَ ، وَيَحْيَى الْقَطَّانُ ، عَنْ مُوْسَى الَّذِیْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ جِهَتِهٖ فَقَالُوْا : "وَيُحَطُّ" بِغَيْرِ اَلِفٍ۔

۱۴۳۲ : حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی شخص ہر روز ایک ہزار نیکیاں کرنے سے عاجز ہے؟'' اس پر پاس بیٹھنے والوں سے میں سے ایک نے کہا ایک ہزار نیکیاں کیسے کما سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے تو اس کی ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک ہزار غلطیاں مٹائی جاتی ہیں''۔ (مسلم) امام حمیدی کہتے ہیں کہ امام مسلم کی کتاب میں اَوْ یُحَطُّ کا لفظ ہے۔ علامہ برقانی نے کہا کہ شعبہ اور ابو عوانہ اور یحییٰ قطان نے اس موسیٰ سے جس سے مسلم نے روایت کی ہے۔ اَوْ کی بجائے وَیُحَطُّ کا لفظ بغیر الف نقل کیا ہے۔

**تشریح** ۞ **یسبح مائة تسبیحة** : گویا سو مرتبہ سبحان اللہ کہے۔ **فیکتب** : یہ تکتب بھی آیا ہے اور دونوں طرح درست ہے۔ **له** : لام نفع کے لئے ہے جس طرح اس آیت میں : ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ [حم السجدة : ٤٦] اَلنَّحْوُ : ظرف محل حال میں مقدم ہے۔ **الف حسنة** : یہ نائب فاعل ہے۔ **او** : یہ واؤ کے معنی میں ہے جیسا شاعر کے اس قول ۔

جاء الخلافة أو كانت له قدرًا

میں اور ممکن ہے کہ یہ تنویع کے لئے ہے۔ ایک قسم کو سو مرتبہ پڑھنے کا ہزار نیکیاں ملتی ہیں کیونکہ وہ ایک نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ [انعام : ١٦٠] اور دوسرے سے ایک ہزار صغیرہ گناہ مٹائے جاتے ہیں وہ صغائر جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور او شک راوی کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔

الحمیدی: یہ حافظ ابوعبداللہ محمد بن نصر ہیں یہ جد اعلیٰ اندلسی کی طرف نسبت ہے۔انہوں نے صحیحین کو جمع کیا۔البرقانی: خوارزم کے اطراف میں برقان نامی بستی تھی۔(کذا فی لب اللباب) اس نے صحیحین کو اسماء صحابہ پر جمع کیا۔حمیدی کا رجوع جمع میں اسی کی طرف ہے۔شعبہ: ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا جاتا ہے۔یحییٰ بن سعید القطان: بقول بندار یہ اپنے زمانے کے شیخ ہیں۔میں بیس سال ان کی خدمت میں جاتا رہا۔نووی: کی رائے یہ ہے کہ یہ او شک کے لئے نہیں ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١/١٤٩٦) ومسلم (٢٦٩٨) والترمذی (٣٤٧٤) والنسائی (١٥٢) وابن حبان (٨٢٥) والطبرانی (٧٠٢) والحمیدی (٨٠) وأبو یعلی (٨٢٩) وابن أبی شیبة (١٠/٢٩٤) وعبد بن حمید (١٣٤) وأبو نعیم ٥٣٧ أصبهان (١/٨٣)

**الفرائد** : ① سبحان اللہ کے کلمہ کی عجیب خصوصیت یہ ہے کہ اس سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس گناہ مٹتے ہیں تو سو مرتبہ پڑھنے والے کو ایک ہزار نیکیاں حاصل ہوئیں اور ایک ہزار گناہ معاف ہوئے۔اللہ تعالیٰ جس پر چاہے آسان کر دے۔

١٤٣٣ :وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ ، فَکُلُّ تَسْبِیْحَةٍ صَدَقَةٌ ، وَکُلُّ تَکْبِیْرَةٍ صَدَقَةٌ ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ ، وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَةٌ وَیُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰی رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۳۳: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر صبح کو تم میں سے ہر ایک پر اس کے ہر جوڑ کا ایک صدقہ لازم ہے پس تسبیح صدقہ ہے اور ہر تکبیر صدقہ ہے اور امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی المنکر صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے چاشت کی دو رکعت کافی ہے"۔(مسلم)

**تشریح** ۞ سلامٰی : عضو۔صدقہ۔اللہ تعالیٰ کے سلامتی والے عظیم احسان کی وجہ سے بہت بڑا صدقہ لازم آتا ہے۔ تحمیدہ : اللہ تعالیٰ کے بلند اوصاف سے ان کی تعریف مثلاً الحمد للہ۔ تهلیلة : لا الٰہ الا اللہ کہنا۔ کل تکبیرة : اللہ اکبر کہنا۔ امر بالمعروف : جو واجب و مستحب شرع نے بتلایا ہو۔ المنکر : اس سے حرام و مکروہ مراد ہے۔ من ذٰلك : قول و عمل کے بدلے میں منعم کا وہ شکریہ ادا کرنے کے لئے جو ہر جوڑ پر لازم ہے۔چاشت کی دو رکعت کافی ہیں۔ الضحی : نمازِ چاشت کی عظیم فضیلت ثابت ہوئی کہ تمام اعضاء کی سلامتی کا شکریہ اس سے ادا ہو جاتا ہے۔یہ روایت باب فضل صلوٰۃ الضحیٰ میں گزر چکی۔

**تخریج** : باب فی بیان کثرة طرق الخیر میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

١٤٣٤ :وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ جُوَیْرِیَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ مِنْ

عِنْدِهَا بُكْرَةً حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْحَى وَهِيَ جَالِسَةٌ فَقَالَ: مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟" قَالَتْ: نَعَمْ – فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ" وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ: أَلَا أُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُولِينَهَا؟ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ۔

۱۴۳۴: حضرت ام المؤمنین جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے ان کے پاس سے (باہر) تشریف لے گئے۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ادا فرمائی اور وہ (جویریہ) اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھی تھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے بعد لوٹے اور وہ اسی جگہ بیٹھنے والی تھیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اسی حال میں ہے جس میں میں تجھ سے جدا ہوا؟ انہوں نے کہا۔ جی ہاں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے تمہارے (پاس سے جانے کے) بعد چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں۔ اگر اس کا وزن کیا جائے تو جو تم نے آج کے دن کلمات کہے ہیں تو ان سے وزن میں بڑھ جائیں۔ (کلمات یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ "اللہ کی تسبیح و حمد کرتے ہیں اس کی مخلوق کی گنتی کے برابر اور اس کی ذات کی رضامندی کے برابر اور اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر"۔

مسلم کی ایک روایت میں سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ کے الفاظ ہیں اور ترمذی روایت میں ہے کہ "کیا میں تم کو ایسے کلمات نہ سکھلا دوں جو تم پڑھتی رہو؟ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ، تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ تین مرتبہ پڑھو۔

**تشریح** ۞ یہ قبیلہ خزاعہ کی شاخ بنو مصطلق سے تعلق رکھتی ہیں۔ **بكرة**: ایک صبح معین بھی مراد ہو سکتی ہے۔ **مسجدها**: یہ خرج کے فاعل سے حال ہے۔ اس سے مراد نماز کی جگہ ہے۔ **اضحی**: چاشت کا وقت آ چکا۔ **بعدك**: تم تمہارے ہاں سے جانے کے بعد۔ **لو وزنت**: مقابلہ کرنا مراد ہے۔ **اليوم**: مقررہ دن مراد ہے۔

**النَّحْوُ**: مبتداء کی خبر ہونے کی وجہ سے رفع جائز ہے۔ **لوزنتهن**: اجر میں ان کے مقابل و مساوی نکلیں۔ **عدد خلقه**: قدر کو مقدر مان کر اس کا مفعول فیہ ہے۔ یہ ظرف منصوب علی الظرفیت ہے۔ بعض نے مصدریت کی وجہ سے نصب مانا ہے۔

ای تسبیحًا عدد خلقه۔ مداد کلماته : مداد یہ مد کی طرح مصدر ہے بعد المدد کے معنی میں ہے۔ایسی چیز جس سے کسی چیز میں اضافہ ہو۔جیسے کہتے ہیں: مددت الشیٔ امده۔۲) مد کی جمع ہے جو کہ مشہور پیمانہ ہے۔کلمات اللہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم مراد ہو جو کہ کلام حادث کے اوصاف سے پاک ہو۔بعض نے کہا علم مراد ہے۔بعض نے کہا قرآن مراد ہے۔ پھر اس کا معنی یہ ہوگا کہ گنتی میں اس کی مثل۔۳) اندگنتی نہ ہو سکنے میں اس کی مثل۔۳) کثرت میں اس کی مثل یعنی تسبیح اور جو اس کے ساتھ ہے وہ اسی مقدار سے ہے یا اس کی گنتی کے مطابق ہوگی اگر محصور شمار کریں۔پس مقدار اور عدد کا تذکرہ کثرت میں مبالغہ سے مجاز ہے۔ورنہ اس کے کلمات تو نہ گنے جا سکتے ہیں اور نہ شمار ہو سکتے ہیں۔اسی لئے اس کو اس انداز سے ختم کر کے اشارہ کیا کہ اس کی تسبیح وتحمید میں ان کی حد بندی نہیں کی جا سکتی اور نہ ان کی مقدار مقرر ہو سکتی ہے۔بعض نے کہا اس میں ترقی ہے۔لیکن یہ تمام میں مکمل نہیں ہوتی کیونکہ رضاء نفس وزن عرش سے زیادہ بلیغ ہے۔شاید کہ نووی کی مراد المبالغة فی الکثرة ہو کیونکہ اولاً تو یہ ذکر ہے جس کو مخلوق کی گنتی عدد کثیر میں شمار کرتی ہے پھر اس کی طرف ترقی کی جو اس سے بھی اعظم تر ہے اور وہ رضا نفس ہے پھر زنة العرش پھر اس سے ترقی کر کے اور اعظم کی طرف رجوع کیا اور وہ مداد کلماتہ کی تعبیر ہے یعنی اس کو کوئی عدد شمار نہیں کر سکتا جیسا کہ کلمات اللہ کو کوئی شمار نہیں کر سکتا پہلے میں عدد کی تصریح کی اور تیسرے میں وزن کی۔آخری دونوں میں کسی چیز کے ساتھ تصریح نہیں کی۔اس سے یہ اطلاع کرنا مقصود ہے کہ یہ دونوں جنس معدود اور موزوں میں داخل نہیں ہو سکتے اور نہ مقدار ان کو حقیقةً اور نہ مجازاً گن سکتی ہے۔پس عدد خلق سے رضاء نفس کی طرف ترقی حاصل ہوئی وزن عرش سے مراد کلمات کی طرف۔

جلال الدین محلی رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ کا قول: کیا یہ تھوڑے دیر کی تسبیح طویل زمانہ تسبیح سے بڑھ جائے گی۔۱) روایت کے الفاظ تو اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔اسی وجہ سے قلیل الفاظ پر یہ اطلاق کیا گیا کہ وہ الفاظ کثیر سے افضل ہے۔۲) یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا سبب یہ ہو کہ لفظ قلیل ایسے عدد پر مشتمل ہے جس کا گننا ممکن نہیں۔پس جو ذکر اس میں سے ہوگا وہ اس کی نسبت سے جو خبر میں ذکر کیا بہت ہی قلیل ہے۔پس اس حیثیت سے افضل ہے' مزید تفصیل شرح اذکار میں ملاحظہ ہو۔ رضا نفسه : اس میں نفس کا استعمال بلا مشاکلت ذات باری تعالیٰ کے لئے آیا ہے۔جو علماء اس اطلاق کو ممنوع کہتے ہیں وہ کہتے ہیں اس لئے لایا گیا تا کہ یہ وہم پیدا ہو کہ یہ اس نفس سے ماخوذ ہے جو ذات باری تعالیٰ کے لئے محال ہے۔جو اس کو جائز قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ نفیس شئی سے ماخوذ ہے۔

**نکتہ** :اس میں اس ذکر کا شریف ذکر کیا گیا ہے کہ مذکورہ صیغوں میں سے جس مذکورہ صیغہ کے ساتھ ہو یا جو ان کے قائم مقام بن سکے اس کا اجر حصہ کی مقدار سے نہیں بلکہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ قلیل پر کثیر اجر عنایت فرما دیتے ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۰/۲۶۸۲۰) ومسلم (۲۷۲۶) والترمذی (۳۵۷۷) وأبو داود (۱۵۰۳) والنسائی (۱۳۵۱) الیوم واللیلة (۱۶۱) وابن ماجه (۳۸۰۸) وابن حبان (۸۲۸)

**الفرائد** : ① بعض اذکار دوسرے اذکار سے اپنے عموم شمول اور تمام اوصاف سلبیہ' ذاتیہ' نعمیہ پر مشتمل ہونے کی وجہ

سے افضل ہوتے ہیں اس لئے ان کی قلیل مقدار دوسرے اذکار کی کثرت سے افضل ہے۔ (عزالدین الشیخ)

۱۴۳۵ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ فَقَالَ : "مَثَلُ الْبَیْتِ الَّذِیْ لَا یَذْکَرُ اللّٰہُ فِیْہِ وَالْبَیْتِ الَّذِیْ لَا یَذْکَرُ اللّٰہُ فِیْہِ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔

۱۴۳۵: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اس کی جو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ جیسی ہے۔ بخاری، مسلم کی روایت میں ہے۔ اس گھر کی مثال جس میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہو اور وہ گھر جس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کیا جاتا ہو۔ زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔

**تشریح** ۞ مثل : یعنی عجیب حالات کا تذکرہ اپنی غرابت میں قریب ہے کہ مثل کی طرح ہو جائے۔ اس تعبیر میں ذکر پر کس خوبی سے ابھارا گیا اور اس کے ترک پر مذمت کی گئی جیسا کہ فرمایا: **مثل الحی والمیت**۔ پس اول کا ظاہر زندگی اور عمل سے مزین ہے اور اس کا باطن سر سے بھرا ہوا ہے۔

دوسرے کا ظاہر ذکر سے معطل ہونا اور باطن باطل ہے۔

عینی کا قول: ذکر اور زندہ کے درمیان وجہ شبہ اعتراذ نفع اور تروتازگی وغیرہ اور تارک ذکر اور المیت کے درمیان وجہ شبہ ظاہر میں تعطل اور باطن میں بطلان۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (٦٤٠٧) ومسلم (٧٧٩) وأخرجه ابن حبان (٨٥٤)

**الفرائد** : ① اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت گھر اور باہر کرنی چاہئے ② اطاعت والی طویل عمر باعث فضیلت ہے کیونکہ زندہ کی طاعات بڑھ رہی ہیں۔

۱۴۳۶ : وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : "یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی : اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ ، وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ : فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ ، وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۴۳۶: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اپنے بندے کے گمان پر ہوں جس طرح کا گمان وہ میرے بارے میں رکھے۔ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ⊙ **انا عند ظن عبدی بی** : تورپشتی کہتے ہیں یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے۔ میں بندے کے اس یقین پر ہوں جو وہ میرے وعدے پر پختہ یقین کرنے اور میرے عذاب سے ڈرانے اور جو میرے پاس ہے اس کی طرف رغبت کرنے میں مجھ پر ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: وہ میرے متعلق خیر کا گمان رکھتا ہے۔ پس میں اس کو اس کے لئے ثابت کر دیتا ہوں اور وہ میرے متعلق برا گمان نہیں کرتا۔ اس میں اس کی کوتاہی کی وجہ سے میں اس کے لئے اس بات کو ثابت کر دیتا ہوں کیونکہ میری رحمت میرے غضب سے سبقت کرنے والی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے جیسا کہ اس کے عذاب سے مطمئن ہو کر بیٹھ جانا بھی یہی حکم رکھتا ہے۔ **وانا معہ** : میں شیطان اور اس کے لشکر سے حفاظت میں اس کے ساتھ ہوں' ۲) توفیق و اعانت میں اس کے ساتھ ہوں۔ **اذا ذکرنی** : جبکہ وہ مجھے زبان یا دل سے یاد کرتا ہے۔ پھر اسی پر تفریع کے طور پر وہ بات فرمائی جس سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاکر کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ اپنے دل میں یاد کرے یا دوسرے کے ساتھ مل کر یاد کرے۔ پس فرمایا: **فان ذکرنی فی نفسہ** : پوشیدہ طور پر اخلاص سے یاد کرتا ہے اور ریاکاری کے مقامات سے دور ہٹ کر یاد کرتا ہے۔ **ذکرتہ فی نفسی** : ظرفیت کے استحالہ کے باوجود اس کا ذکر کیا اور نفس کا لفظ ذاتِ باری تعالیٰ پر ایک حد تک بطور مشاکلت استعمال ہوا۔ ﴿**تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک**﴾ تورپشتی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ذکر کا معنی حسن قبولیت اور اچھائی سے اس کا بدلہ عنایت کرنا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو اس کو سراً یاد کرنے والا ہے اسی انداز سے بدلہ عنایت فرماتے ہیں اور یہ اس کے فرشتوں سے بھی مخفی رہتی ہے اور اس بندے کا ثواب مخلوق کے حوالے کرنے کی بجائے خود عنایت فرماتے ہیں اور پوشیدگی میں اس کا ذکر کا فائدہ اس کا چناؤ اور دوسروں پر ترجیح دیا جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی چیز کے علم کو پوشیدہ مقام پر اس کو ترجیح دیتے اور چناؤ کرتے ہوئے رکھ دیتے ہیں۔ اس میں بتلایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کے راز کو ملاء اعلیٰ کو اطلاع دینے سے محفوظ کر دیتے ہیں اور اس کے عمل کو اس سے بچاتے ہیں کہ مخلوق کو اس کے ثواب کی حقیقت کا احاطہ ہو سکے۔

اس کی نظیر اس حدیث میں ہے: "**الصوم لی وانا اجزی بہ**" **فی ملاء** : اس سے مراد ذاکرین ہیں۔ **فی ملاء خیر منھم** : اس سے مراد ملائکہ ہیں۔ اس میں فرشتوں کے انسانوں سے مطلقاً افضل ہونے کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ خواص بشر یعنی انبیاء و مرسلین علیہم السلام خواص ملائک سے افضل ہیں اور جبرئیل' میکائیل اور کروبیین یہ عوام بشر سے افضل ہیں اور فرمانبردار مسلمان عوام ملک سے افضل ہیں اور ان کے عوام گنہگاروں سے افضل ہیں۔

تورپشتی کہتے ہیں: بندے کا اللہ تعالیٰ کو اس ذاکرین کی جماعت میں یاد کرنا ہے یہ ملائکہ پر فضیلت دینے والی باتوں میں سے ایک ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ذکر تمام پر فضیلت رکھتا ہے۔ اس امر کی مقدار سے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے افضل ترین فرشتوں میں ہے۔ پس وہ من جملہ ان مجالس میں سے بن گئی۔ ان کے ماننے کی وجہ سے یہ مجلس پہلی سے زیادہ بہتر بن گئی۔ پھر خیریت میں احتمال ہے کہ وہ اس طرف راجع ہو کہ جس کا مصدر ذکر ہو یعنی وہ گروہ بہت تیز ہے اس مجلس سے جس میں اس نے ذکر کیا ہے کیونکہ وہ فرشتے قرب کے مقامات میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور قدس کی ابدیت اس سے بھی ثابت

ہوتی ہے کہ وہ مؤمنین کیلئے ہمیشہ دعا کرتے ہیں جیسا اس آیت میں ہے۔ ﴿وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [المؤمن : ۷]

**تخریج** : أخرجه البخاری (۷٤۰۵) ومسلم (۲٦۷۵) والترمذی (۳٦۱٤) وابن ماجه (۳۸۲۲) وابن حبان (۸۱۱) وأحمد (۳/۷٤۲٦)

**الفوائد** : ① بندے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے۔ خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہونا چاہیے۔

۱٤۳۷ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ " قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : "الذّٰكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرَاتِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

رُوِیَ : "الْمُفَرِّدُوْنَ " بِتَشْدِيْدِ الرَّآءِ وَتَخْفِيْفِهَا وَالْمَشْهُوْرُ الَّذِیْ قَالَهُ الْجَمْهُوْرُ التَّشْدِيْدُ۔

۱٤۳۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مُفَرِّدُوْنَ سبقت لے گئے''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مُفَرِّدُوْنَ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور عورتیں''۔ (مسلم)

اَلْمُفَرِّدُوْنَ: راء کے شد سے جمہور نے نقل کیا۔ اَلْمُفَرِدُوْنَ بھی منقول ہے۔

**تشریح** ۞ المفردون : جو مرضاتِ الٰہی اور بلند درجات اور شہر واکمل کی طرف اور افضل حالت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

ما المفردون : ایسا سوال کیا جس سے مسؤل عنہ کے وصف میں نرمی ہو۔ جیسا اس آیت میں فرعون نے کہا: ﴿وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [الشعراء : ۲۳]

ابن علان کہتا ہے یہ سوال صفت ربوبیت کا تھا مگر بیضاوی کہتے ہیں ذات کی حقیقت کا سوال کیا تھا۔ (فتدبر) یا رسول اللہ! ان کی تعریف کیا ہے؟ تاکہ ہم ان کی راہ اپنائیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ الذاکرون الله کثیرًا جو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں۔ المفردون : خواہ تشدید سے ہو یا تخفیف سے ہر دو قریب المعنی ہیں۔ مراد وہ لوگ جو عبادتِ الٰہی میں مخلص ہیں۔ لوگوں سے الگ ہو کر اس کو یاد کرنے والے ہیں اور اس میں تبتل اختیار کرنے والے ہیں۔ ذکر نے جن کے بوجھ ہلکے کر دیے۔ انہوں نے احبان واسباب کو چھوڑ دیا اور مخلوق سے اپنے کو الگ کر لیا۔ یا ہجولیوں سے الگ کیا اور لذات سے اپنے آپ کو بچایا اور شہوات کی پیروی نہیں کی اس لئے کہ بندے کے لئے یہ بالکل درست نہیں کہ وہ توحید کی راہوں پر چل سکے اور فردانیت کے خیمے میں ٹھکانہ نہ لے سکے جب تک کہ وہ ٹھیک طور پر اللہ تعالیٰ کے لئے منقطع نہ ہو جائے اور یہی وہ مقام تفرید ہے جس کی طرف اس ارشاد میں اشارہ کیا گیا ہے: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴾ [المزمل : ۸] اس سے خبردار کر دیا کہ دائمی ذکر وہ اس وقت میسر آتا ہے جب بندہ اچھے انداز سے سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائے اور غیر اللہ سے نفس کو کاٹ لے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۲۹۷) ومسلم (۲۶۷۶) والحاكم (۱/۱۸۲۳) وابن حبان (۸۵۸) والبیهقی (۱/۳۱٤)

**الفرائد** : ① ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کی فضیلت ذکر کی گئی کہ وہ بہت سے اہل برتر مطاعات سے سبقت کرنے والے ہیں ② ذکر ایک ایسی عبادت ہے جس کی کثرت کا حکم ہے۔

۱٤۳۸ :وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۳۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: " اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہ سب سے افضل ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ یہاں ایک مرتبہ کہنا مراد ہے۔ نخلة في الجنة :۱) حقیقی معنی ہو ۲) مجازی معنی ہو۔ اجر کا ملنا اور حلاوت۔ پہلا قول مناسب ہے۔ حدیث اسراء سے اس کی موید ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "ان الجنه قيعان وان غراسها سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر" (رواه ابن مسعود)

**تشریح** ۞ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول: باب کے شروع میں روایت گزری: "كانت له عدل عشر رقاب و كتبت له مائة حسنة و محبت عنه مائة مسيئة....." قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تسبیح تہلیل سے افضل ہے کیونکہ عدد زبد البحر سو سے بہت زائد ہے۔ تہلیل کے متعلق گزر چکا لم يات احد بافضل مما جاء به۔ پس اس سے لا الہ کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس سے رفع درجات اور کتابت حسنات کا اضافہ ہے۔ اس کے ساتھ دس گردنوں کی آزادی جو تسبیح کی فضیلت اور تمام خطایا کی تکفیر کو ظاہر کرتی ہیں کیونکہ روایت میں وارد ہے :"من اعتق رقبة اعتق الله بكل عضو منها عضوًا منه من النار" پس اس آزادی سے عمومی طور پر تمام غلطیوں کی معافی حاصل ہوتی ہے۔ خصوصاً اس عدد کے بعد جو بتلایا گیا اور اس کے ساتھ درجات کی بلندی بھی ہے اور اس کی تائید اس حدیث افضل الذکر لا الہ الا اللہ سے ہوتی ہے کیونکہ یہ ان میں سب سے افضل ہے جو انبیاء علیہم السلام نے فرمایا۔ یہ کلمہ توحید و اخلاص ہے۔ بعض نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے اور لا الہ کی افضلیت والی روایت کے حدیث ابی ذر معارض نہیں: "قلت يا رسول الله اخبرني الكلام الى الله؟ قال ان احب الكلام الى الله سبحان الله وبحمده" (مسلم) اور ایک روایت مسلم میں ہے: "اى الكلام افضل؟ قال ما اصطفاه الله ملائكته سبحان الله وبحمده"۔

طیبی رحمہ اللہ کا قول: ممکن ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ یہ چاروں کلمات سے مختصر ہو کیونکہ سبحان اللہ اس سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں اور اس کی صفات نقائص سے مقدس قرار دینا ہے پس اس میں لا الہ الا اللہ کا معنی مندرج ہے اور وبحمدہ۔ الحمد للہ کے معنی میں تو صریح ہے کیونکہ اضافت فیوی ہے اور بحمدہ میں لام کے معنی میں ہے اور اللہ اکبر کا معنی یہی ہے کیونکہ جب

تمام فضل وافضال اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور اسی سے ہے: "لا من شئ غیرہ فلا اکبر منہ" ان سب کے باوجود تسبیح کی تہلیل پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ لا الہ کے قول میں الوہیت کی نفی ان سب چیزوں کی نفی ہے جو اس کے ضمن میں پائی جاتی ہیں یعنی خلق، رزق، ثواب، عقوبت اور الا اللہ کا قول۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ان کو ثابت کرتا ہے اور اس سے اس کے متضاد و مخالف کی نقیض سے نفی لازم آتی ہے۔ پس سبحان اللہ کا منطوق تو تنزیہہ ہے اور اس کا مفہوم توحید باری تعالیٰ ہے اور لا الہ الا اللہ کا منطوق توحید اور اس کا مفہوم تنزیہ ہے۔ پس لا الہ الا اللہ افضل ہوا کیونکہ توحید افضل ہے اور تنزیہہ اس سے پیدا ہوتی ہے اور قرطبی نے اس طرح جمع کیا کہ ان اذکار کا جب ایک دوسرے پر اطلاق ہو تو یہ افضل ہیں یا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں۔ پس اس سے مراد ان کے ہم مثلوں سے ملانا ہے۔ اس کی دلیل سمرہ رضی اللہ عنہ والی روایت ہے جو مسلم نے نقل کی ہے: "احب الکلام الی اللہ تعالی اربع لا یضرك بایھن بدأت" ممکن ہے کہ اس میں معنی پر اکتفاء کیا جائے۔ پس اس صورت میں جس نے بعض پر اکتفاء کیا تو اس کے لئے کافی ہے کیونکہ ان کا حاصل تعظیم و تنزیہ ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی اس نے تنزیہہ کی اور جس نے تنزیہہ کی اس نے تعظیم کی۔

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ممکن ہے کہ افضل الذکر لا الہ الا اللہ میں من مضمر ہو اور ان احب الکلام الی اللہ سبحان اللہ اس بنیاد پر ہو کہ افضل واحب کے لفظ برابر ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ لا الہ الا اللہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس کی فضیلت صریح نص ہے اور محبوب ہونے کی وجہ سے دوسرے اخوات کے ساتھ ذکر کیا گیا تو اس کو نص اور انضمام دونوں لحاظ سے فضیلت حاصل ہوگئی۔ (فتح الباری)

طیبی کا قول: بعض محققین کہتے ہیں لا الہ کو افضل الذکر فرمایا کیونکہ تطہیر باطن عن الاوصاف الذمیمہ جن کی ظاہر میں پوجا کی جاتی ہے ان سے پاکیزگی کے لئے اس کا خاص اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ﴾ [جاثیہ: ۲۳]
پس لا الہ الا اللہ سے عموم الوہیت کی نفی کا فائدہ حاصل ہوا اور الا اللہ سے وحدانیت کا اثبات اور ذکر ظاہری زبان سے دل میں پہنچ کر متمکن ہوگیا اور جوارح پر غالب آ گیا اور اس کی حلاوت وہی پاسکتا ہے جس نے اس کو چکھا ہو۔ (اللھم اجعلنا منھم)

**تخریج**: اخرجہ الترمذی (۳۳۹٤) والنسائی (۸۳۷) وابن ماجہ (۳۸۰۰) وابن حبان (۸٤٦) والحاکم (۱/۱۸۵۲) والبیھقی (ص/۱۰۵) شعب الایمان (۲/۱۲۸)

**الفرائد**: ① تسبیح وتحمید کے جامع کلمات ہیں ان کے ایک مرتبہ کہنے سے جنت کا ایک درخت لگ جاتا ہے۔

۱٤۳۹: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَآئِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ: "لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱٤۳۹: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام کے احکام تو مجھ پر بہت زیادہ ہو گئے۔ آپؐ مجھے ایک ایسی چیز بتلا دیں جو کہ میں مضبوطی سے تھام لوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''تیری زبان اللہ کی یاد سے ہر وقت تر رہنی چاہئے۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ یہ حمص میں مقیم ہوئے۔ ان سے جریر بن عثمانؒ حسان بن نوح نے روایت لی۔ انہوں نے ۹۴ سال عمر پائی۔ ان کی روایات اصحاب ستہ نے نقل کی ہیں۔ ان رجلا : ایک روایت میں **ان اعرابیا سأل ای الاعمال افضل؟ فقال ان تفارق الدنیا و لسانك رطب من ذکر الله** (سیوطی) **شرائع الاسلام** شریعۃ کی جمع ہے۔ یعنی مشروعات جن کا تعلق واجب سے ہو یا مستحبات سے۔ **قد کثرت علی** مجھ پر غالب آ گئے ہیں یہاں تک کہ میں اپنی کمزوری اور کوشش کی قلت کی وجہ سے عاجز آ گیا ہوں۔ **اتشبث** : میں ان کو مضبوطی سے تھام لوں اور اس پر پختگی سے عمل پیرا ہو جاؤں تا کہ وہ نوافل کی طرف سے میرے لئے کفایت کر جائیں۔

**النحو** : **اتشبث** : مرفوع ہے اور جملہ شئی کی صفت ہے۔۲) مجزوم پڑھنے کی ضرورت میں یہ شرط مقدر کا جواب ہے کیونکہ جواب طلب میں واقع ہے۔ **رطبا من ذکر الله**۔ طیبی کہتے ہیں رطوبت لعان کا مطلب یہ ہے کہ زبان پر سہولت سے جاری ہو۔ جیسا اس کا خشک ہونا مشکل کی تعبیر ہے اور جریان لسان یہ مداومت ذکر کی تعبیر ہے۔ گویا آپ نے فرمایا تو ذکر پر مداومت اختیار کرو۔ یہ اس آیت کے اسلوب میں ہے: ﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران : ١٠٢] : عاقولی کہتے ہیں یہ اس آیت کے مشابہ ہے: ﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ ......﴾

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٧٧١٤) والترمذی (٣٣٨٦) وابن ماجه (٣٧٩٣) وابن حبان (٨١٤) والحاکم (١/١٨٢٢)

**الفرائد** : ① لا الہ الا اللہ کی کثرت کرنی چاہئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کے بول پر مشتمل ہے۔

١٤٤٠ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ''مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۴۰: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہا جنت میں اس کے لئے کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔'' (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ گزشتہ حدیث کی تشریح کفایت کرتی ہے۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (٣٤٧٥) والنسائی (٨٢٧) والحاکم (١/١٨٤٧) وابن حبان (٨٢٦) وابن أبی شیبة (١٠/١٩٠) أحمد (١٥٦٤٥) ابن أبی شیبة (١٠/٢٩٦) الترمذی (٣٤٧٣)

**الفرائد** : ① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر وقت خیر کے اضافہ کے حریص تھے۔ جو شخص بعض سنن سے عاجز رہا اس کی یہی مداومت

ذکر سے پوری ہو سکتی ہے۔

۱۴۴۱ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "لَقِیْتُ اِبْرَاھِیْمَ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ فَقَالَ : یَا مُحَمَّدُ اَقْرِئْ اُمَّتَکَ مِنِّی السَّلَامَ ، وَاَخْبِرْھُمْ اَنَّ الْجَنَّۃَ طَیِّبَۃُ التُّرْبَۃِ عَذْبَۃُ الْمَآءِ ، وَاَنَّھَا قِیْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَھَا : سُبْحَانَ اللّٰہِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ، وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۴۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اسراء (معراج) کی رات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملا۔ انہوں نے فرمایا اے محمد ﷺ میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا اور ان کو بتلانا کہ جنت کی زمین بہت عمدہ ہے اور اس کا پانی بہت میٹھا ہے اور وہ چٹیل میدان ہے۔ اس کے درخت سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ اور وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہیں۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ❁ لقیت ابراهیم : زندگی کی حالت میں جس کیفیت سے تھے۔ انبیاء علیہم السلام اپنی مخصوصہ سے زندہ ہیں۔ زمین ان کے اجساد کو کھا نہیں سکتی۔ روح سے ملاقات والا مفہوم لینے کی حاجت نہیں (مگر یہ معراج کی راج ملاقات آسمان پر ہوئی پس مثالی جسم ماننا پڑے گا تاکہ روایت سے مطابقت رہے) ہر پیغمبر پر درود بھیجنا مستحب ہے۔ جیسے پہلے بحث گزری۔ لیلة اسری بی ۔ بیت المعمور کے پاس۔ اقرای امتك : یہ فعل متعدی بنفسہ ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں جوان الفاظ کو سنے اسے وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا چاہیے۔ طیبة التربة : کیونکہ اس کی مٹی خشک زعفران اوران سے بڑھ کر کوئی چیز خوشبودار نہیں ۔ عذبة الماء : جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَنْھٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ﴾ [محمد : ۱۵] وہ پانی کسی چیز سے تغیر پذیر نہیں ہے۔

جب زمین عمدہ اور پانی میٹھا ہو تو فصل بہترین اور شاندار ہوتی ہے کیونکہ وہ درستی اور نمو میں انتہا کو پہنچنے والی ہوگی ۔ وانها قیعان : یہ قاع کی جمع ہے۔ وسیع برابر میدان کو کہتے ہیں۔ ایغراس جمع غرس۔ جو چیز زمین کی مٹی میں چھپ جائے مثلاً بیج وغیرہ تاکہ اُگ جائے۔ سبحان اللہ! ان کو بتلایا کہ یہ ایسے کلمات ہیں کہ ان کا کہنے والا جنت میں داخل ہوگا اور کثرتِ اشجار یہ اس کے مکافات ہیں کیونکہ جوں جوں وہ کثرت کرے گا اس تعداد سے ہم درخت اگاتے جائیں گے۔ اس روایت اور جنت عدن ﴿تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ﴾ میں کوئی فرق نہیں۔ جنت درختوں سے بالکل خالی نہیں اس کو جنت کہنے کی وجہ یہی ہے کہ اس میں گھنے درخت ہیں اور ان کی ٹہنیاں لپٹی ہیں۔ جنت کا لفظ ڈھانپنے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ روایت جنت کے بالکلیہ درختوں' محلات سے خالی ہونے کی کوئی دلالت نہیں۔ قیعان کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ اکثر حصہ درختوں والا اور کچھ وسیع قطعات خالی ہیں تاکہ ان کلمات سے مؤمن درخت لگائے اور دونوں درختوں کا الگ الگ امتیاز ہو اور ان کو دیکھ کر قسما قسم کا

شکر زبان سے نکلے اور اس کو ان نعمتوں سے الگ الگ لذت میسر ہو۔ جو شخص کھیتی جان مار کر لگاتا ہے اس کو کھیتی پر عجیب لذت حاصل ہوتی ہے۔ بخلاف اس انسان کے جس کو بلا محنت حاصل ہو جائے۔

**عاقولی کا قول:** جنت کے کچھ حصے خالی میدان ہیں اور کچھ حصے درختوں والے ہیں۔ جو خالی ہیں ان کی کھیتی سبحان اللہ وغیرہ کلمات ہیں۔

**تخریج** : أخرجه الترمذي (٣٤٧٣)

**الفرائد** : ① کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے لئے یہ خصوصی انعام کا اعلان ہے۔ اللھم اجعلنا من اھلیھم۔

١٤٤٢ : وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ ، وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ ، وَاَرْفَعِهَا فِيْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ؟" قَالُوْا : بَلٰى ، قَالَ : "ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ، قَالَ الْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ : اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

۱۴۴۲: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نہ بتلا دوں اور وہ عمل نہ بتلا دوں جو تمہارے بادشاہ کے ہاں سب سے پاکیزہ اور تمہارے درجات میں سب سے بلند ہو اور تمہارے لئے سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہو۔ نیز اس سے بھی بہتر ہو کہ تم دشمنوں کا سامنا کر کے ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ذکر۔'' (ترمذی) حاکم نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ **بخیر اعمالکم** : عز بن سلام کہتے ہیں: یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ تمام عبادات میں ثواب تکلیف کی مقدار سے مرتب نہیں ہوتا بلکہ کبھی اللہ تعالیٰ قلیل پر اتنا عنایت فرماتے ہیں جو کثیر پر ملتا ہے۔ جب شرف میں مراتب کے لحاظ سے ثواب مرتب ہو۔ **ازکاھا** : وہ جو ثواب میں زیادہ اور پاکیزہ ہو۔ **عند ملیکك** : یہ لفظ اس آیت سے لیا گیا ہے۔ ﴿عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ [القمر : ٥٥] **ارفعھا** : زیادہ بڑھانے والی ہے۔ **خیر لکم من انفاق**: معنی یہ ہے کہ کیا میں مال و جان خرچ کرنے سے بہتر چیز نہ بتلا دوں۔ **عدوکم** : میدانِ جنگ میں مقابل کفار۔ جن کی گردنیں اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کاٹی جائیں۔

**عاقولی کا قول:** ثواب کا دارومدار اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر ہے۔ ۲) ذکر اللہ سے مراد ظاہر و باطن میں اس پر مداومت ہے۔ پس تمام عمر اس میں صرف کرنا مناسب ہے۔ جب اکثر اس طرح ہوگا تو یہ انفاق مال سے زیادہ اجر والا ہوگا۔ مال تو ختم ہونے والا

ہے اور جہاد سے تھوڑی دیر میں فراغت مل جاتی ہے' قتل کی کڑواہٹ ایک لحہ کے لئے برداشت کی جاتی ہے اور حضوری کے ساتھ طویل عرصہ ذکر میں گزارنا بڑا مشکل ہے۔

**ابن حجر رحمہ اللہ کا قول:** جمع اس لئے لائی گئی تا کہ ظاہر ہو کہ ذکر کامل تمام اعمال سے افضل ہے اور یہ وہ چیز ہے جس میں زبان' دل اور معنی پر غور و فکر اور عظمت الٰہی کا استحضار حاصل ہوتا ہے۔ پس جس کو یہ حالت میسر ہو وہ اس مجاہد سے افضل ہے جو استحضار کے بغیر ہے۔ جہاد کی افضلیت فقط زبان کے ذکر کے لحاظ سے ہے۔ جس میں ذکر قلبی' لسانی اور استحضار عظمت ہر حال میں میسر ہوں اور وہ کفار سے قتال بھی کرنے والا ہو وہ تو اعلیٰ ترین درجے کو پانے والا ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ (فتح الباری)

فتح الالہ میں لکھا ہے کہ دونوں کو اس طرح بھی جمع کرنا ممکن ہے۔ خیریت کا مطلب یہ لیا جائے کہ دل ذکر سے پر ہوں جس سے شیطان بھاگتا ہے۔ جب شیطان دل کے میدان سے بھاگ جائے گا اور دل کی اصلاح و طہارت سے بدن بھی درست رہتا ہے۔ پس ذکر کا اتنا بڑا اثر ہے جو انفاق اور بذل نفس میں نہیں' پس اس حیثیت سے یہ بہتر ہے۔ اگرچہ دوسری تمام حیثیات سے وہ اس سے افضل ہیں۔ پس حیثیت کی قید منافات کو ختم کر دیتی ہے۔ فتامل تدبر۔ ابن عبدالسلام نے ظاہر حدیث کو اختیار فرمایا ہے۔ کما مر۔

**تخریج:** أخرجه أحمد (۱۰/۲۷۵۹۵) والترمذی (۳۳۸۸) وابن ماجه (۳۷۹۰) والحاكم (۱/۱۸۲۵)

**الفوائد:** ① ذکر کے جو درست کلمات احادیث میں وارد ہیں ہر ایک اپنی مثال آپ ہے۔ اصل تو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا چاہئے۔

۱٤٤۳: وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی امْرَاَةٍ وَبَیْنَ یَدَیْهَا نَوًی – اَوْ حَصًی – تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ: "اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَیْسَرُ عَلَیْكِ مِنْ هٰذَا – اَوْ اَفْضَلُ" فَقَالَ: "سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَآءِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ' وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِكَ' وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَالِقٌ' وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ' وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ' وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ' وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱٤٤۳: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک عورت کے پاس داخل ہوئے جس کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی تو آپ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلا دوں جو تمہارے لئے اس سے آسان تر یا اس سے افضل ہو۔ پھر فرمایا: "سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا ...." اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس تعداد کے مطابق جو اس نے آسمان میں بنائی اور پاکیزگی بیان کرتا ہوں جو اس نے زمین میں پیدا کی اور پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس گنتی

کے مطابق جو اس کے درمیان مخلوق ہے اور پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس کے مطابق جو وہ پیدا کرنے والے ہیں۔'' اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ ' اَلْحَمْدُلِلّٰهِ ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ' وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بھی ساتھ ملا کر اسی طرح پڑھیں۔(ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ⊙ امراۃ: ممکن ہے کہ یہ صفیہ بنت حیی ہوں۔جیسا ترمذی کی روایت سے اشارہ ملتا ہے اور ممکن ہے کہ جویریہ ہوں۔ ممکن ہے کوئی اور ہوں اور وہ سعد کے محارم سے ہوں یا یہ معاملہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے۔آپ ﷺ کے لئے اجانب محارم کی طرح ہیں۔آپ کے معصوم ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے فتنے سے امن ہے۔ نوی جمع نواۃ۔اس کی جمع نوایات' انواء بھی ہے۔(المصباح) حصٰی جمع حصاۃ۔من ھذا۔گٹھلیوں اور کنکروں کے ذریعہ تسبیح او یہ واؤ کے معنی میں ہے یعنی اس سے افضل ہو کیونکہ عدد ما خلق جیسا سابقہ روایت میں گزرا اس سے بے شمار ثواب لکھا جائے گا اور کنکریوں کی گنتی اس کی بنسبت بہت کم تعداد ہے۔ عدد ما خلق : ماء عام ہے جو عاقل وغیر عاقل تمام کو شامل ہے۔ وسبحان اللہ مقدر یہ کے مختلف ہونے کی وجہ سے حرف عطف نئے سرے سے لائے۔ ما بین ذلك: یعنی آسمان وزمین کے مابین یا جوان میں پیدا کیا گیا۔اس کے مابین۔ ما ھو خالق :جس کو ابتدا تخلیق سے انتہا تک پیدا کرنے والے ہیں۔

عاقولی کا قول: تفصیل کے بعد اجمال کی وجہ یہ ہے کہ جب اسم فاعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے زمان و مکان کی قید کے بغیر استمرار پیدا ہوتا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کا قول: خلق سے تقابل کا مطلب یہ ہے کہ عدد ما خلق سے مراد اس ذکر کے کلام سے پہلے کا زمانہ ہے اور ما ھو خالق سے بے نہایت زمانہ۔یہ اولیٰ ہے۔(فتح الالہ)

**تخریج** : اخرجه ابو داود (۱۵۰۰) والترمذی (۳۵۷۹) وابن حبان (۷۳۸) والحاکم (۱/۲۰۰۹)

**الفرائد** : ① آپ ﷺ کی اپنی امت پر شفقت ورحمت کا اندازہ فرمائیں کہ کبھی گنتی سے کبھی دو کلمات' کبھی تین کلمات کبھی بغیر عدد مختلف انداز سے ذکر سکھایا تاکہ کسی طرح عادت پڑ جائے۔

۱۴۴۴ :وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی كَنْزٍ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ؟'' فَقُلْتُ :بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ :''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۴۴: حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:'' کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کے بارے میں مطلع نہ کردوں''۔میں نے کہا: کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ فرمایا:'' لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' برائی سے پھرنے کی ہمت نہیں اور نیکی پر آنے کی طاقت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے''۔(بخاری ومسلم)

**تشریح** ⊙ کنز : ۱)جنت کے ذخائر میں سے کوئی ذخیرہ۔۲)جنت کی نفیس اشیاء۔

نووی رحمہ اللہ کا قول: ان کلمات کا کہنے والا عمدہ ونفیس ثواب جنت میں جمع کرے گا۔ لاحول ... : اللہ تعالیٰ کی معصیت سے بندہ نہیں پھر سکتا اور اللہ تعالیٰ کی طاعت پر قوت نہیں مل سکتی سوائے توفیق الٰہی کے۔یہ تفویض وتسلیم کا کلمہ ہے۔بندے کو اپنے

معاملے کا اختیار نہیں۔ ارادۂ الٰہی کے بغیر نہ جلب منفعت کر سکتا ہے اور نہ دفع مضرت۔ مستدرک سے اس طرح نقل کیا: **الا ادلك على كلمة من تحت العرش من كنز الجنة تقول لا حول ولا قوة الا بالله' اسلم عبدى واستسلم۔**

**تخریج**: أخرجه أحمد (٧/١٩٦١٦) والبخاری (٤٢٠٥) ومسلم (٢٧٠٤) وأبو داود (١٥٢٦) والنسائی (٥٣٨) وابن ماجه (٣٨٢٤) وابن حبان ـ ٨٠٤)

**الفرائد**: یہ جنت کا خزانہ ہے۔ اس میں تمام طاقت وقوت کو بارگاہِ الٰہی کے سپرد کر دینا ہے اور اس کی طاقت وقوت کا اعتراف ہے۔

## ۲۴۵: بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَائِمًا وَّقَاعِدًا وَّمُضْطَجِعًا وَمُحْدِثًا وَّجُنُبًا وَّحَائِضًا اِلَّا الْقُرْآنَ فَلَا يَحِلُّ لِجُنُبٍ وَلَا حَائِضٍ

بَابٌ: اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے ہونے' بیٹھنے' لیٹنے' بلا وضو' جنابت کی حالت میں اور حیض کی حالت میں درست ہے مگر تلاوتِ قرآن جنبی اور حائضہ کیلئے جائز نہیں

**تشریح** ۞ **قائمًا** : یہ حال ہے۔ بندے کا قیام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ **مضطجعًا** : اس سے مراد لیٹنا جس میں چت لیٹنا بھی شامل ہے۔ **محدثا** : حدث اصغر کی حالت میں۔ **حائضا** : حیض و نفاس کا حکم طہارت کے لحاظ سے ایک ہے۔ البتہ قرآن مجید کا ایک حرف بھی بقصد تلاوت جائز نہیں البتہ اذکار اپنے مواقع پر درست ہیں' کھانے کھاتے وقت بسم اللہ' مصیبت کے وقت استرجاع۔

### الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾ [آل عمران: ۱۹۰]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: '' بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے آنے جانے میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے' بیٹھے اور پہلو پر لیٹے یاد کرتے ہیں''۔ (آل عمران)

**تشریح** ۞ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ...... **السَّمٰوٰت** : آسمانوں کو بلا ستون بلند کر دیا اور **اَلْاَرْض** : زمین کو جسے پانی پر بچھا دیا۔ **اَخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ** : ۱) دن کو روشن اور رات کو اندھیرا بنا دیا۔ ۲) ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا' ۳) ایک کو دوسرے پر لپیٹ دیا' ۴) ایک دوسرے میں داخل کر دیا' ۵) طول و قصر میں متعارض بنایا کبھی ایک لمبی ہے تو دوسرے کو چھوٹا کر دیا اسی طرح بالعکس۔ **لَاٰيٰت** : ۱) اللہ تعالیٰ کے وجود' وحدت اور علم و قدرت پر دلالت ہیں جو عقل والوں سے صرف متعلق ہیں۔ یہ عزیز و علیم کے اندازے ہیں' ۲) اختلاف کا عطف خلق کے مدخول پر درست ہو اور مراد تقدیر لیا جائے۔ ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو ان پڑھے مگر ان میں غور نہ کرے۔ **قِيَامًا وَّقُعُوْدًا** : وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں اگر اس کی طاقت نہیں ہوتی تو بیٹھ کر اور اگر یہ بھی نہ ہو تو پہلو کے بل' ۲) مراد مداومت ذکر ہے کیونکہ عموماً انسان کی یہی تین حالتیں

ہوتی ہیں کھڑا بیٹھا پہلو کے بل لیٹا ہو۔ ترجمہ سے مناسبت دوسرے مطلب کو زیادہ ہے۔

۱۴۴۵ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۴۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرتے تھے۔ (مسلم)

**تشریح** : علی کل احیانہ : تمام اوقات میں۔ سوائے ان اوقات کے جن میں احداث سے طہارت میں مشغول ہوتے۔ ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت حدث اس سے مراد ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس وقت میں کلام سے ناراض ہوتے ہیں اور یہ بھی وارد ہے کہ جماع کے وقت کلام ممنوع ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۰/۲٦٤٣٦) وأبو داود (۱۸) والترمذی (۳۳۹۵) وابن ماجه (۳۰۲) وابن حبان (۸۰۱) وأبو عوانة (۲۱۷/۱) وابن خزيمة (۲۰۷) والبيهقی (۹۰/۱)

**الفرائد** : ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی خیر فوت نہ ہوتی تھی۔ آپ دائم الذکر تھے۔ اللہ تعالیٰ اتباع کی توفیق دے آمین۔

۱۴۴٦ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتٰى أَهْلَهُ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا، فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۴٦: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر تم میں سے کوئی ایک جب اپنی گھر والی سے صحبت کرنے لگے تو اس طرح دعا کرے بِسْمِ اللّٰهِ ... "اللہ کے نام سے اے اللہ ہم کو شیطان سے اور شیطان کو ہم سے دور رکھ اور جو اولاد ہمیں عنایت کریں" پس اگر اس حمل میں کوئی اولاد مقدر ہوئی تو شیطان اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : لو ان احدکم : تو فعل پر داخل ہوتا ہے۔ ای لو ثبت ان احدکم۔ اتی اھلہ : ارادہ جماع کرے۔ باسم اللہ : اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ میں۔ شیطان کے قریب سے پناہ چاہتا ہوں۔ یہاں الف کو ذکر کیا بسم اللہ میں کثرت استعمال سے حذف کر دیا گیا۔ جنبنا الشیطان : اس کو ہم سے دور فرما۔ محفوظ و منتقل میں معنی ایک ہے۔ (المصباح)

جنبت الرجل الشر : میں نے اس کو شر سے دور کر دیا۔ جنب تفعیل میں مبالغہ ہے۔ ما رزقتنا : رزق اس چیز کو

کہتے ہیں جس سے انسان کو فائدہ پہنچے۔ جماع سے موادِ مفسد بدن سے دور ہو جاتا ہے۔ پس جماع بھی اس میں داخل ہے۔

**لم یضرہ** : یعنی شیطان اس کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ عموم کے معنی کے لئے معمول کو حذف کیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ ضرر جو شیطان کے تسلط سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً صرع، وسوسہ وغیرہ تو اس سے ارادۂ جماع کے وقت یہ وسوسہ ختم ہو جاتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١/١٨٦٧) والبخاري (١٤١) ومسلم (١٤٣٤) وأبو داود (٢١٦١) والنسائي (٦/١١٠) وابن ماجه (١٩١٩) والطبراني (١٢١٩٥) الدعاء) (٩٤١) وابن حبان (٩٨٣) والطيالسي (٢٧٠٥) وابن أبي شيبة (١٠/٣٩٤)

**الفوائد** : ① بلا وضو ذکر جائز ہے۔ لذات کے اوقات میں اس دعا کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شیطان کی دست برد سے وہ اولاد مامون ہوگی۔

# ۲۴۶ :بَابُ مَا یَقُوْلُهُ عِنْدَ نَوْمِهٖ وَاسْتِیْقَاظِهٖ

## بَاب: نیند کے وقت اور اس سے بیداری کی وقت کیا کہے؟

**عند نومه** : جب سونے کا ارادہ کرے۔ **نوم** : معدہ سے چڑھنے والی رطوبات کے ذریعہ دماغ کے اعصاب میں ڈھیلا پن پیدا ہو کر شعور کا زوال نوم کہلاتا ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ سنہ اور چیز ہے جیسا کہ آیت الکرسی میں عطف ظاہر کرتا ہے اور نعاس بھی اور چیز ہے۔ نیند کی علامت خواب ہے اور نعاس کی علامت حاضرین کے کلام کو سننا خواہ اس کو نہ سمجھے۔

۱۴۴۷ :وَعَنْ حُذَیْفَةَ ' وَاَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِهٖ قَالَ : "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْیَا وَاَمُوْتُ" ۔ وَاِذَا اسْتَیْقَظَ قَالَ : "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۴۴۷: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر آرام فرماتے تو یہ دعا پڑھتے "تیرے نام سے اے اللہ میں مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں" اور جب آپ بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف سب نے جمع ہونا ہے"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ **اوی** : ۱) بستر میں داخل ہوتے ۲) اس کی طرف مائل ہوتے۔ **باسمك** : یعنی تیرا نام لے کر۔ **احیا**: جب تک میں زندہ ہوں۔ **اموت**: موتِ حقیقی یا موتِ مجازی۔ نیند اور موت دونوں میں حرکت اختیاریہ ختم ہو جاتی ہے۔ اس میں اشارہ فرمایا کہ مقصود زندگی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اس کی اس عبادت کو انجام دے کر جو سونے والے کے میت سے مل جانے کی وجہ سے فوت ہو گئی تھی۔ پس نیند پر اس کا اطلاق کر دیا گیا۔

عینی کا قول: ممکن ہے کہ اسم کا لفظ ویسے داخل کیا گیا ہو جیسا اس ارشاد میں **ثم اسم السلام علیکما**۔ **استیقظ** : بیدار ہو۔ **احیانا** : ہمیں جگا دیا جو کہ مرضیاتِ الٰہی کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ **اماتنا** : اس نیند سے جو کہ موت کی ہم نشین ہے۔

قول کرمانی: موت کی تعریف بدن سے روح کے تعلق کا منقطع ہو جانا اور کبھی یہ ظاہراً ہوتا ہے اس کو نیند کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کو اخوالموت کہتے ہیں اور اگر یہ انقطاع ظاہر و باطن کے لحاظ سے ہو تو اس کو موت متعارف کہتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ موت ان دونوں کے درمیان مشترک ہے۔ اس صورت میں اطلاق حقیقی ہوگا۔

زجاج کا قول: وہ نفس جو انسان سے نیند کے وقت جدا ہوتا ہے وہ جو تمیز کے لئے ہے اور جو نفس موت کے وقت جدا ہوتا ہے وہ وہی ہے جو حیات و زندگی ہے جس کے زوال سے نفس زائل ہو جاتا ہے۔ **والیه النشور** : موت کے بعد والی زندگی۔ نشر بشر بارگاہِ الٰہی میں جانا تا کہ عاملین کو عمل کے مطابق بدلہ خیر یا شر میسر ہو اور اس کو اس لئے ذکر کیا گیا تا کہ اس کا استحضار انسان

کو نیند و بیداری میں مولیٰ کی طرف متوجہ رہنے کے لئے خبردار کردے۔ پس اس کی نینداس کو ان کاموں میں سست نہ کردے یا طالبات میں کوتاہی کرنے والا نہ بنادے اور نہ اس کی بیداری دوامی مراقبہ حضور سے اس کو غافل کردے۔ روایت کا متن آپ ﷺ سے بالاتفاق مروی ہے۔ باب آداب النوم میں روایت گزر چکی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۹/۲۳٤۲۹) والبخاری (٦۳۱۲) وأبو داود (٥۰۹٤) والترمذی (۳٤۱۷) والنسائی (۸٤۷) وابن ماجه (۳۸۸۰) وابن حبان (٥۵۳۲) وأبو شیخ (ص/۱٦۷) وابن أبی شیبة (۹/۷۱)

**الفوائد** : ① اس دعا میں بندہ اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ میری حرکت و سکون تیری عنایت سے ہے۔ یہ سونے اور جاگنے کی دعا ہے۔

# ۲۴۷ :بَابُ فَضْلِ حَلْقِ الذِّكْرِ وَالنُّدْبَ عَلٰى مُلَازِمَتِهَا وَالنَّهْيِ عَنْ مُفَارِقَتِهَا لِغَيْرِ عُذْرٍ!

## بَابٌ: ذکر کے حلقوں کو لازم کرنے اور ان سے بلا وجہ جدائی اختیار کرنے کی ممانعت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ﴾ [كہف:۲۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک کر رکھ جو اپنے رب کو صبح اور شام پکارتے ہیں اور اسی ہی کی رضامندی چاہتے ہیں اور آپ کی آنکھیں ان سے تجاوز نہ کریں''۔ (کہف)

حلق : یہ حلقہ کی جمع ہے جیسے قصعه و قصع ۔(ازہری) حلق جیسے قصبه و قصب۔ بعض نے دونوں کو ذکر کیا۔(المصباح) الندب : ان کی طرف لوگوں کو فضیلت ذکر کر کے بلانا۔ والنهی : نہی تنزیہی ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ .... اَصْبِرْ : روک کر رکھو۔ غَدَاةِ وَالْعَشِيِّ سے صبح و شام جو دن کے دونوں اطراف ہیں وہ مراد ہیں۔ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ : وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ارادہ کرنے والے ہیں۔ دنیا کی غرض نہیں۔

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ : اپنی نگاہ ان سے ہٹا کر مالداروں یا مرتبہ والے کفار قریش کی طرف مت کریں۔ قریش مکہ نے بار بار آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ فقراء صحابہ ؓ کو اپنے پاس سے اٹھا دو تو آپ ﷺ کی بات سنیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یہ عن سے متعدی کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ تو متعدی بنفسہ ہے کیونکہ یہ نبوة کے معنی کو متضمن ہے۔ کہتے ہیں نبت عنه عينه! جب تو اس کو حقیر قرار دے کر نظر کو اس سے معلق نہ کرے۔

۱۴۴۸ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ''اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَلَآئِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ ' فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ تَنَادَوْا : هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا ' فَيَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ – وَهُوَ اَعْلَمُ – : مَا يَقُوْلُ عِبَادِيْ؟ قَالَ :يَقُوْلُوْنَ :يُسَبِّحُوْنَكَ ' وَيُكَبِّرُوْنَكَ ' وَيَحْمَدُوْنَكَ' وَيُمَجِّدُوْنَكَ : فَيَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ :لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ – فَيَقُوْلُ : كَيْفَ لَوْ رَاَوْنِيْ؟ يَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً ' وَاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا ' وَاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحًا فَيَقُوْلُ: فَمَا ذَا يَسْاَلُوْنَ؟ قَالَ :يَقُوْلُوْنَ :يَسْاَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ قَالَ :يَقُوْلُ :وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ :يَقُوْلُوْنَ :لَا وَاللّٰهِ

يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا – قَالَ: يَقُوْلُ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوْا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا، وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَأَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً – قَالَ: فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ النَّارِ، قَالَ: فَيَقُوْلُ وَهَلْ رَأَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللّٰهِ مَا رَأَوْهَا – فَيَقُوْلُ: كَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَأَوْهَا كَانُوْا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً – قَالَ: فَيَقُوْلُ: فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ – قَالَ: يَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ: فِيْهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ، إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضَلَاءَ يَتَتَبَّعُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ، وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَئُوْا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا إِلَى السَّمَاءِ فَيَسْأَلُهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ – وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَّكَ فِي الْأَرْضِ: يُسَبِّحُوْنَكَ، وَيُكَبِّرُوْنَكَ، وَيُهَلِّلُوْنَكَ، وَيَحْمَدُوْنَكَ، وَيَسْأَلُوْنَكَ – قَالَ: وَمَا ذَا يَسْأَلُوْنِيْ؟ قَالُوْا: يَسْأَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ – قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِيْ؟ قَالُوْا: لَا أَيْ رَبِّ: قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِيْ؟ قَالُوْا: وَيَسْتَجِيْرُوْنَكَ قَالَ: وَمِمَّ يَسْتَجِيْرُوْنِيْ؟ قَالُوْا: مِنْ نَارِكَ يَا رَبِّ – قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا نَارِيْ؟ قَالُوْا: لَا' قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِيْ؟ قَالُوْا: وَيَسْتَغْفِرُوْنَكَ؟ فَيَقُوْلُ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، وَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوْا، وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا – قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: رَبِّ فِيْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ إِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ – فَيَقُوْلُ: وَلَهُ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ"۔

۱۴۴۸: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''بے شک اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں پر گھوم پھر کر ذکر والوں کو تلاش کرتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی جماعت کو اللہ کی یاد میں پا لیتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ ادھر آؤ۔ یہاں تمہاری حاجت ہے۔ پس وہ ان کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں (جب وہ وہاں سے فارغ ہو کر بارگاہ خداوندی میں جاتے ہیں) تو ان کا ربّ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کی حالت سے واقف ہے۔ میرے بندے کیا کہتے تھے؟ جواب دیتے ہیں کہ وہ تیری تسبیح و تکبیر اور بڑائی بیان کر رہے تھے اس پر اللہ فرماتے ہیں کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں نہیں اللہ کی قسم انہیں دیکھا۔ پھر اللہ فرماتے ہیں اگر دیکھ لیں تو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں تو اس سے بھی زیادہ تیری عبادت، بزرگی اور تسبیح کریں۔ پس اللہ فرماتے ہیں وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ جواب دیتے ہیں کہ آپ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ جواب دیتے ہیں نہیں! اللہ کی قسم اے ربّ نہیں دیکھا۔ اللہ فرماتے

ہیں اگر وہ جنت کو دیکھ لیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں' تو جنت کی حرص بہت بڑھ جائے اور اس کی طلب اور تیز تر ہو جائے اور رغبت میں پہلے کی نسبت بہت اضافہ ہو جائے۔ اللہ پوچھتے ہیں وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں وہ آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس پر اللہ فرماتے ہیں کیا انہوں نے آگ کو دیکھا ہے؟ فرشتے جواباً عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ فرماتے ہیں اگر وہ آگ کو دیکھ لیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں تو اس سے اور زیادہ دور بھاگیں اور خوف کھائیں۔ اللہ فرماتے ہیں: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی ان میں سے نہ تھا' وہ اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا۔ اللہ فرمائیں گے وہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے والا بھی بدنصیب نہیں رہ سکتا''۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت جو حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے' میں یہ الفاظ ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''بے شک اللہ کے کچھ فرشتے جو حفاظتی فرشتوں کے علاوہ ہیں' زمین میں گھوم پھر کر ذکر کی مجالس تلاش کرتے ہیں۔ جب وہ کوئی ذکر کی مجلس پا لیتے ہیں تو اس میں ان کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں اور ان کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے' یہاں تک کہ اپنے سامنے اور آسمان و زمین کے درمیان جگہ کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ پھر جب لوگ منتشر ہو جاتے ہیں تو یہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ پس اللہ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کی حالت سے خوب واقف ہے کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ عرض کرتے ہیں کہ ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین میں تیری تسبیح و بڑائی' وحدانیت' عظمت اور حمد و ثناء بیان کر رہے تھے اور تجھ سے سوال کرتے تھے۔ اللہ فرشتوں سے پوچھتے ہیں وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے تھے؟ عرض کرتے ہیں تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے اللہ پوچھتے ہیں کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں اے پروردگار! اللہ فرماتے ہیں۔ اگر دیکھ لیں تو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اور وہ تجھ سے پناہ بھی مانگ رہے تھے۔ اللہ پوچھتے ہیں کہ وہ کس چیز کی بابت مجھ سے پناہ طلب کر رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اے پروردگار! تیری آگ سے۔ اللہ پوچھتے ہیں کیا انہوں نے میری آگ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ اللہ فرماتے ہیں اگر دیکھ لیں تو پھر؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے بخشش بھی مانگ رہے تھے۔ اللہ فرماتے ہیں میں نے ان کو بخش دیا اور جس چیز کا وہ سوال کر رہے تھے وہ عطا کیا اور جس چیز سے پناہ طلب کر رہے تھے میں نے اس سے پناہ دے دی۔ پھر فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب! ان میں تیرا فلاں خطا کار بندہ بھی تھا جو وہاں سے صرف گزر رہا تھا اور ان کے ساتھ (چند لمحے) بیٹھ گیا۔ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اس کو بھی بخش دیا کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

**تشریح** ۞ **یلتمسون اھل الذکر** : ۱) یہ یطوفون کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ ۲) یا دوسری صفت ہے۔ **الذکر**: اس میں نماز' قراءت قرآن' خیر دارین کی دعا' تلاوت حدیث' دراسہ علوم' مناظرہ علماء جو احقاق حق کے لئے ہو۔

**ابن حجر** رحمہ اللہ **کا قول**: اس سے مراد تسبیح و تکبیر وغیرہ کی مجالس ہیں اور تلاوت کافی ہے۔ اگرچہ قراءت حدیث' دراسہ علم' مناظرہ من جملہ ذکر اللہ کے ماتحت داخل ہو۔ **وجدوا قوما** : مسلم میں **وجدوا مجلسا** ہے۔ **تنادوا**: مطلوب پر

راہنمائی کے لئے وہ ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں۔ **هلموا:** یہ بنوتمیم کی لغت کا لفظ ہے۔ اہل حجاز اس کو لفظ واحد کے ساتھ جمع میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کا اصل یہ ہے: **هل لك في كذا امه؟ اي اقصده** ۲) **هلم۔ اي اقصد** ۳) **ها لم۔ حاجتكم :** بعض روایات میں **بغيتكم** ہے۔ ہر دو کا معنی ایک ہی ہے۔ **فيحفونهم :** وہ چکر لگاتے اور ان کے گرد گھومتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذاکرین کے گرد اپنے پر جھکاتے ہیں۔ **فيسالهم ربهم :** صورۃ سوال ہے۔ حقیقی سوال مراد نہیں کیونکہ وہ تو سائل اپنی ناواقفی سے پردہ اٹھانے کے لئے کرتا ہے۔ **وهو اعلم بهم:** یہ جملہ حالیہ یا معترضہ ہے۔ گویا فرشتوں کا یہ اقرار کہ ان میں تسبیح کرنے والے حمد کرنے والے ہیں۔ **اتجعل فيها من يفسد فيها** ..... کیلئے بمنزلہ استدراک ہے۔ **ما يقول عبادي :** یہ **فيسالهم ربهم** کا بیان ہے۔ ۲) قول مقدر کا مفعول ہے۔ **اي قائلاً۔ يسبحونك :** اسماعیلی کی روایت میں **مررنا بهم وهم يذكرونك و يهللونك و يحمدونك و يسألونك** کے الفاظ ہیں اور بزاز کی روایت میں جوانس سے مروی ہے۔ "**يعظمون آلاء ك و يتلون كتابك و يصلون على نبيك و يسألونك لاخرتهم و دنياهم والمجد والعز والشرف**" راوی کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ **لا والله :** یہ لفظ جلالہ کے ساتھ تمام نسخوں میں موجود ہے۔ دوسروں نے ساقط کر دیا۔ **اشد لك عبادة :** یہاں **اشد** کا لفظ مصدر کے ساتھ معنی تفضیل کے لئے "**اشد تمجيداً**" کی مناسبت کے لئے لایا گیا ہے۔ ورنہ اس سے اسم تفضیل اعبد استعمال میں آتا ہے۔ **فيقول فما يسألون :** بخاری کی روایت ابوذر میں فا موجود بقیہ حذف کر دی گئی اور **يسألون** کو **ماذا يسألوني؟ يا باي شئ يطلبون؟** کے الفاظ ہیں۔ **يسألونك الجنة :** فرشتے بتلائیں گے کہ وہ جنت کا سوال کرتے ہیں۔ خواہ فرشتوں نے مسلمانوں سے یہ خود سنا ہو یا یہ بات ظاہر ہے کہ مکلّف تو اپنے ربّ سے نعمتوں والا افضل اور جہنم سے کفایت چاہتا ہے۔ **راوها:** مسلم میں **هل راوا جنتي** کے الفاظ ہیں کہ کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا ہے۔ **والله يارب :** یہ طوالت کلام تلذذ فی الکلام کے لئے لائے۔ **فكيف لو رأوها ۔** فا کا مقدر پر عطف ہے۔ **اي هذا طلبهم لها وما رأوها فكيف طلبهم لها لو اروها؟** یعنی یہ ان کی جنت کی طلب ہے حالانکہ انہوں نے اسے دیکھا نہیں۔ پس ان کی طلب کا کیا حال ہو اگر وہ جنت دیکھ پائیں۔

**لو انهم۔ اي لو ثبت انهم۔** فعل پر لو داخل ہوتا ہے۔

**اعظم فيها رغبة ۔ فيها :** اعظم سے متعلق ہے۔ **رغبةً :** مؤخر سے نہیں۔ **فم اي فمن اي شئ يتعوذون :** ذکر کی پناہ لیتے اور اس کو مضبوطی سے تھامتے ہیں۔ **يتعوذون** سے پہلے **يقولون** محذوف ہے اور قال کا فاعل نبی اکرم ﷺ ہیں وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ وہ ذکر کی پناہ لینے اور مضبوطی سے تھامنے والے ہیں۔ یہاں **يقولون** محذوف ہے۔ اس کا فاعل ملائکہ ہیں۔ خلاف دلالت مقام کی وجہ سے ہے۔ **لا والله ما لاوها۔** دلالت کے باوجود تصریح کلام میں طوالت کے لئے ہے۔ **اشهد لها مخافة۔ مخافه۔** خوف کے معنی میں ہے۔ معنی میں اضافہ اور تفخیم کے لئے خوف کی بجائے مخافہ لایا گیا۔ **فاشهدكم :** اس کا عطف مقدر پر ہے۔ **اي فاعذتهم فاشهدكم۔ غفرت لهم :** مفعول کو عموم کے لئے حذف کیا گیا ہے۔ **فيهم فلان ليس منهم :** یعنی ان تمام میں فلاں آدمی ایسا ہے۔ فلان کا لفظ نامعلوم اسماء سے کنایہ کے لئے لایا جاتا ہے۔ **ليس منهم۔**

**اَلنَّحْوُ**: ۱) ماقبل کے لئے صفت ہے۔ ۲) حال ہے۔ تقدیم خبر کی وجہ سے یہ خاص ہو گیا۔ **لحاجة** : وہ ذکر کی نیت سے شامل نہ ہوا تھا۔ **هم الجلساء** : یعنی کامل و مکمل لوگ ہیں۔ **لا يشقى جليسهم** ۱) یہ صفت ہے۔ ۲) خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ ۳) حال ہے۔ ۴) مقتضی کے بیان کے لئے جملہ مستانفہ ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ اس عبارۃ میں ذاکرین کے ہم مجلس سے شقاوت کی نفی میں مبالغہ ہے۔ اگر **يسعد بهم جليهم** کہہ دیا جاتا تو انتہائی فضل کا تذکرہ تو ہو جاتا لیکن جملے میں وہ بدغت کی روح نہ ہوتی جو اس انداز میں ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے اثر میں بھی اس کے قریب قریب منقول ہے۔ **بينما قوم يذكرون الله اذاتاهم رجل فقعد اليهم قال فنزلت الرحمة ثم ارتفعت فقالوا ربنا فيهم عبدك فلان قال غشوهم رحمتي هم القوم لا يشقى بهم جليسهم۔** (فتح الباری)

روایت **مسلم**: **ملائكه سيارة** : زمین میں چلنے پھرنے والے۔ تمام روایات کو سامنے رکھتے ہوئے معنی یہ بنے گا کہ فرشتے حفظہ کے علاوہ ہیں۔ ان کا کام صرف ذکر و وعظ کے حلقہ جات میں حاضری ہے۔ **تبعون** : طلب و تلاش کے معنی میں ہے۔ **قد دامعهم** تمام نسخوں میں اسی طرح ہے۔ اس سے مقصود حلقہ ہائے ذکر میں حاضری اور شمولیت کی ترغیب مقصود ہے۔ قاضی عیاض نے حف کو حث ذکر کیا ہے و معنی یہ بیان کیا کہ وہ ایک دوسرے کو اترنے کی ترغیب دیتے ہیں اور بخاری کا قول "**هلموا الى حاجتكم**" اور "**يحفونهم باجنحتهم**" اس کی تائید کرتا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ وہ حلقہ باندھ کر ان کو اطراف سے گھیر لیتے ہیں اور ایک دوسرے کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ **يملأوا ما بينهم** ۔ ان کی تعداد مجلس میں اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ ایک دوسرے پر بلند ہو کر مجلس سے آسمان کا فاصلہ بھر دیتے ہیں۔ **صعدوا** : یہ بات علم سے آتا ہے۔ **عبادلك في الارض** : یہ دونوں ظرف عباد کی صفت ہیں حال نہیں۔ اسی طرح **يسبحونك تايسألونك** یہ احوال مترادفہ ہیں۔ مفعول محذوف سے احوال متداخلہ بھی بن سکتے ہیں۔ یہ اس آیت کے حذف کی طرح ہے: ﴿وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَى﴾ [طہ: ۱۸] **لا اى رب** ۔ ضمیر متکلم محذوف کے ساتھ ہے کیونکہ کسرہ کی دلالت موجود ہے۔ **لو راوا جنتي** ۔ روایت مسلم میں راوی نے بھول کر جواب چھوڑ دیا۔ بخاری میں موجود ہے۔ **ويستجيرونك** : آپ سے امان کے طالب ہیں۔ **مما يه من اى شي** کے معنی میں ہے۔ **يستجيرونى** : یہ نون وقایہ ہے۔ کما قالہ ابن ہشام۔ **من نارك** : سوال میں متعلق کی دلالت پائے جانے کی وجہ سے جواب میں حذف کیا گیا۔ **يارب** : حرف ندا و بعید کو تفخیم شان کے لئے لایا گیا ہے۔ (التوضیح) **هل راو انارى** ۔ اضمار کی جائے نار کو دونوں جملوں میں تہویل و تعظیم کے لئے لائے۔ **يستغفرونك** : ایک واؤ محذوف ہے۔ جس طرح دوسرے جملے یہ **فكيف لو راوا نارى**؟ کا جواب نہیں ہے۔ اس سے شروع کیا تاکہ مطلوب و مخروب کو خوب ظاہر کرنے والا ہو۔ اسی وجہ سے **فاعطيتهم** وغیرہ جملوں کو بطور تفریع لایا گیا ہے۔ **ماسألوا** اس سے جنت کا سوال مراد ہے۔ **اجرت** : یہ پناہ دینے کا معنی دیتا ہے۔ **عبد خطاء** : بہت خطائیں کرنے والا۔ ابن حجر کہتے ہیں اس روایت میں ذکر اور ذاکرین کی فضیلت ذکر فرمائی اور اس ضمن میں فرمایا اس کے پاس بلانیت بیٹھنے والا بھی ان میں شمار کر لیا جاتا ہے۔ یہ ان کے اکرام کی خاطر ہے اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے بنی آدم سے محبت کرتے ہیں اور ان کے اعمال کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئول عنہ سے زیادہ علم والا بھی سوال کر لیتا ہے تاکہ مسئول عنہ کی غایت ظاہر ہو اور اس کے مرتبہ و شرف کا اظہار ہو۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا جہراً دعویٰ کیا ہے وہ

زندیق ہیں بقیہ مسلم کی روایت جو ابوامامہ سے منقول ہے اس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں: "واعملوا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا"۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷۴۲۸) والبخاري (۷۴۰۸) ومسلم (۲۶۸۹) والترمذي (ضط۳۶) وابن حبان (۸۵۶) والحاكم (۱/۱۸۲۱)

**الفرائد** : ① ذکر اور اہل ذکر کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ان کا ہم مجلس بھی محروم نہیں ہوتا۔ ② ملائکۃ اللہ کو بنی آدم سے محبت ہے تبھی وہ ان کی طرف خصوصی توجہ کرتے اور دعاؤں میں شریک کرتے ہیں۔ ③ رغبت وطلب تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مگر اس میں مبالغہ کرنا یا اسباب حصول سے ہے۔

۱۴۴۹ : وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۴۹: حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں تو ان کو فرشتے آ کر گھیر لیتے' رحمت الٰہی ان پر سایہ فگن ہو جاتی اور سکینت ان پر اُترتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان لوگوں میں فرماتے ہیں جو اس کی بارگاہ میں ہیں"۔ (مسلم)

**تشریح** : **لایقعد قوم** : قعود کی قید غالب عادت کے لحاظ سے ہے۔ پس اجتماع ذکر کے لئے جس ترتیب سے ہو وہ اس میں شامل ہے۔ سابقہ روایت اس کی مؤید ہے: "ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللّٰه یتلون کتاب اللّٰه" باب قضاء حوائج المسلمین۔ **حفتهم الملائكة** : ان کے شرف وعظمت کے لئے ان پر منڈلاتے اور ان کو گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ **غشیتهم الرحمة** : اس سے رحمت کے آثار فیض وفضل مراد ہیں۔ **السكينه** : یہ فعلیہ کے وزن پر ہے۔ وہ چیز جس سے ان کے نفوس کو سکون ملے۔

تورپشتی کا قول: ایسی حالت جس سے دل مطمئن ہوں اور شہوات کی طرف میلان سے محفوظ رہے اور رعب سے بچ کر اس میں وقار باقی رہے۔ بعض نے کہا: ایسا ملکہ جس سے مؤمن کے دل کو سکون ملتا ہو اور یقین میسر آتا ہے۔ **فیمن عنده** : اس مرتبہ میں عندیت مراد ہے کیونکہ وہ مکان سے پاک ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۷۰۰) والترمذي (۳۳۸۹) وابن ماجه (۳۷۹۱) وأحمد (۴/۱۱۸۷۵)

**الفرائد** : ① تلاوت قرآن اور ذکر کے لئے جمع ہونے کی فضیلت وعظمت ظاہر ہوتی ہے۔

۱۴۵۰ : وَعَنْ اَبِی واقِدِ الْحَارِثِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَیْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ اِذْ اَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ – فَاَقْبَلَ اثْنَانِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَذَهَبَ وَاحِدٌ : فَوَقَفَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ – فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَرَاٰی فُرْجَةً فِی الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِیْهَا ' وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ ' وَاَمَّا الثَّالِثُ فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا – فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَلَا اُخْبِرُکُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ : اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰی اِلَی اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ ' وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْیٰی فَاسْتَحْیَی اللّٰهُ مِنْهُ ' وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۴۵۰: حضرت ابو واقد حارث بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ تین آدمی آئے دو ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آ گئے اور ایک چلا گیا۔ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے حلقہ درس میں جگہ پائی تو وہ اس میں بیٹھ گیا اور دوسرا ان کے پیچھے بیٹھ گیا اور رہا تیسرا شخص وہ وہاں سے پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں تمہیں افراد کے متعلق بتلاؤں! ''ان میں سے ایک نے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں پناہ لی تو اس کو پناہ مل گئی اور دوسرے نے حیا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرمائی اور تیسرے نے اعراض (منہ پھیرا) کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض فرمایا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : یہ لیثی صحابی ہیں کنیت سے مشہور ہیں۔ ان کا خاندان لیث بن بکر بن عبد مناۃ سے ہے جو کہ کنانہ بن خزیمہ کی شاخ ہے۔ بعض نے اس کا نام عوف بن حارث بعض نے حارث بن مالک بتلایا ہے۔ بعض نے کہا بدر میں موجود تھے۔ فتح مکہ کے دن ان کو بنی مرہ بنی لیث اور بنی سعد بکر بن عبد مناۃ کا جھنڈا عنایت کیا گیا۔ بعض نے کہا یہ فتح مکہ کے دن اسلام لانے والوں سے ہیں۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ صحیح قول یہی ہے کہ فتح مکہ کے مجاہدین میں شامل تھے ان کا شمار اہل مدینہ سے ہوتا ہے۔ شام کی لڑائیوں میں جنگ یرموک میں شریک تھے ایک سال مکہ میں مقیم رہے وہیں وفات پائی اور مقبرہ مہاجرین میں مقام فخ میں ۶۸ ھ میں مدفون ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۷۵ سال تھی بعض نے ۸۵ سال بتلائی ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۴ روایات نقل کی ہیں۔ بقول برقی ان کی صرف سات روایات ہیں مختصر التلقیح میں لکھا ہے کہ ان کی ۲۱ روایات بخاری و مسلم میں ہیں جن میں گیارہ متفق علیہ اور دو میں بخاری منفرد اور آٹھ کو صرف مسلم نے نقل کیا ہے۔ والناس معه۔

**النحو** : یہ جملہ حالیہ ہے۔ ثلاثة نفر نفر ما قبل کی تمیز ہے یہ ثلاثہ کی نوع بیان کرنے کے لئے نہیں کہ نو شمار کیے جائیں۔ یہ ثلاثہ رجال کی طرح ہے آدمیوں کے تین گروپ مراد نہیں نفر کا اطلاق تین سے نو تک آتا رہتا ہے۔ مااقبل اثنان۔ اس کی تقدیر عبارت یہ ہے فاقبل اثنان منهم اور یا اس طرح ہے کہ تینوں کی توجہ مجلس کی طرف تھی یا آپ کی جانب تھے۔ یعنی واقبال الاثنین الی رسول ﷺ ..... فرأى۔ آنکھوں سے دیکھنے کے معنی میں آتا ہے یہ فتبسم ضاحکا کے قبیل سے ہے یعنی

حال مؤکدہ ہے۔ **فلما فرغ رسول اللہ ﷺ** خطبہ یا تعلیم ذکر سے فارغ ہوئے۔ **الا**۔ یہ حرف تنبیہ ہے۔ **فاوی**۔ رجوع کے معنی میں ہے۔ اس میں قصر وقد دونوں درست ہیں اس سے مراد خیر کو پہنچانے کا ارادہ اور عقاب وتذلیل کا ترک مراد ہے یہ اور اس قسم کے الفاظ مشاکلت اور مقابلہ کے لئے لائے جاتے ہیں (سعد مع الجمیع) **فاستحیاء**: یعنی مزاحمت سے حیاء کی اور دوسروں کو تنگی دینے سے باز رہا حیاء محمود و مذموم دو قسم ہے یہاں قابل تعریف تھا اس لئے اس کو بخش دیا گیا۔ **فاعرض**: اس نے مجلس علم سے اعراض کیا بلاوجہ مجلس علم سے اعراض کی مذمت پر تعریض کی گئی ہے کیونکہ بسا اوقات یہ محرومی کے علاوہ غضب الٰہی کا باعث بھی بن جاتی ہے صاحب الکمال کا یہ کہنا کہ ابو واقد کی کوئی روایت بخاری میں نہیں یہ وہم ہے۔

**تخریج**: أخرجه مالك (۱۷۹۱) وأحمد (۸/۲۱۹٦٦) والبخارى (٦٦) ومسلم (۲۱۷٦) والترمذی (۲۷۲۳) والنسائی (۵۹۰۰، ۵/۵۹۰۰) وابن حبان (۸٦)

**الفرائد**: ① عالم کو کھلی مجلس میں بیٹھنا چاہئے تاکہ استفادہ آسان ہو۔ علم وذکر کے حلقوں میں شرکت کرنی چاہئے۔ غلط کام کھلے طور پر کیا جائے تو اس کی طرف نسبت درست ہے۔

۱٤۵۱: وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِیَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰی حَلْقَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ: مَا اَجْلَسَكُمْ؟ قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ، قَالَ آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ؟ قَالُوْا: مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ، قَالَ: اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ، وَمَا كَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِیْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اَقَلَّ عَنْهُ حَدِیْثًا مِّنِّیْ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ: "مَا اَجْلَسَكُمْ؟" قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَنَحْمَدُهٗ، عَلٰی مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِهٖ عَلَیْنَا — قَالَ: "آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ؟" قَالُوْا آللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ — قَالَ: "اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ، وَلٰكِنَّهٗ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰهَ یُبَاهِیْ بِكُمُ الْمَلَآئِكَةَ" ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۴۵۱: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں ایک حلقہ میں تشریف لائے اور کہا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کہا کیا قسم دے کر کہتے ہو کہ تمہیں اس چیز نے ہی بٹھایا ہے۔ آپؓ نے فرمایا ہمیں تو اسی چیز نے ہی بٹھایا ہے۔ آپؓ نے فرمایا اچھی طرح سنو! میں نے تم سے قسم کسی بے اعتمادی کی وجہ سے نہیں اٹھوائی۔ رسول اللہ ﷺ سے قریب کا تعلق ہونے کے باوجود کوئی شخص ایسا بھی نہ ملے گا جو مجھ سے کم روایات بیان کرنے والا ہو۔ (بیان حدیث میں شدید احتیاط کا ذکر کیا) بے شک رسول اللہ ﷺ مسجد میں اپنے صحابہ کے ایک حلقہ میں تشریف لائے اور فرمایا: ''تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور اس کی حمد وثناء کرنے کے لئے بیٹھے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور ہم پر احسان فرمایا۔'' آپؐ نے

فرمایا: ''کیا اللہ کی قسم دے کر تم کہتے ہو کہ تمہیں اسی چیز نے بٹھایا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''سنو! میں نے تم سے قسم اس بناء پر نہیں لی کہ تم پر بے اعتمادی ہے لیکن میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں''۔ (مسلم)

**تشریح** ہر وہ گولائی جس کا درمیان خالی ہو۔ فحر لام سے تلیین الاستعمال ہے۔ جلسنا ذکر اللّٰہ قال آللّٰہ: جلس کو زیادہ وضاحت کے لئے دوبارہ لایا گیا ہے آللّٰہ پہلا ہمزہ استفہام اور دوسرا ال کا ہمزہ ہے۔ دوسرے ہمزہ کو مدہ سے بدلنے کی وجہ سے مکسور پڑھا یا حرف قسم مقدر کی وجہ سے (ابن ہشام) ذلك کا مشار الیہ ذکر ہے اور تشریف کے لئے اشارہ بعیدہ لایا گیا ہے جیسا: الم ذلك الکتاب...... میں ہے۔ قالوا : ما اجلسنا الا ذلك۔ یہ جملہ جواب قسم ہے مقسم بہ کو سوال میں مذکور ہونے کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے اس کی دلیل 'انی لم استحلفکم'' کے الفاظ ہیں۔ تھمہ یہ وہم سے ہے شک وریب کے معنی میں۔ بمنزلتی : مرتبہ و مقام قرب اس لئے کہ ان کی ہمشیرہ ام المؤمنین تھیں اور ان میں عزیمت کی علامات تھیں۔ ظرف منزلتی سے متعلق ہے۔ اقل منه حدیثا منی: اقل نصب کے ساتھ کان کی خبر ہے حدیثاً: یہ تمیز ہے مطلب یہ ہے کہ ایسا کوئی آدمی نہ تھا جو قرب میں میرے مماثل ہو پھر آپ ﷺ سے بہت کم باتیں نقل کرے۔ یہ دراصل شاگردوں کو کمال احتیاط کی طرف متوجہ کیا اور مخاطبین کی طرف کمال عنایت کو بھی ظاہر کیا قلیل الاحادیث کے باوجود میں تمہیں یہ اہم بات بتلا رہا ہوں۔ ما اجلسکم: کیونکہ وہ ایسے وقت میں بیٹھے تھے جس میں عام طور پر مسجد میں بیٹھا نہیں جاتا۔ نذکر اللّٰہ و نحمدہ۔

**النّحو** ۱) یہ عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے جبکہ ذکر عام اقسام مراد ہوں۔ ۲) اور اگر خاص افراد مراد ہوا اور حمد سے صفات ثبوتیہ سے تعریف مراد ہو تو پھر یہ عطف مغایر کی قدم سے ہے۔ علی ما ھدانا للاسلام: علی بیان تعلیل کے لئے اور ما مصدریہ ہے یعنی اس لئے آپ ﷺ کی تعریف کرتے ہیں جب نعمت کے مقابلہ میں حمد کی جائے گی تو اس پر واجب کا ثواب ملے گا جو کہ نفل کے مقابلہ میں ۷۰ گنا زیادہ ہے۔ ومنّ به علینا: احسان کو حذف کر کے اشارہ کر دیا کہ وہ تو بے شمار ہیں اور عبادت میں کمی بھی احاطہ سے باہر ہے جیسا فرمایا: ﴿وان تعدوا نعمة اللّٰہ لا تحصوھا﴾۔ ذلك: اس سے اسی غرض کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ مسلم میں بھی موجود ہے ''قالوا واللّٰہ ما أجلسنا الا ذلك''۔ یباھی: یہ فخر و عظمت بیان کرنے کے معنی میں ہے لکن سے استدراک اس لئے کیا کیونکہ بسا اوقات اس سے مقتضی الاستحلاف کی نفی اخذ کی جاتی ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۷۰۱) والترمذی (۳۳۹۰) والنسائی (۵۴۴۱)

**الفوائد** : ① اہل ذکر کے ساتھ بیٹھنا بھلائی سے خالی نہیں یہ وہ مجلس ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کے سامنے مباہات کی جاتی ہے۔

# ۲۴۸ :بَابُ الذِّكْرِ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَآءِ

## بَابٌ : صبح اور شام کو اللہ کا ذکر کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾ [الاعراف:٢٠٥]

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ "الْاٰصَالُ" جَمْعُ اَصِيْلٍ وَّهُوَ مَا بَيْنَ الْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَ قَالَ تَعَالٰى :

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا﴾ [طه:١٣٠]

وَ قَالَ تَعَالٰى :

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ﴾ [غافر:٥٥]

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ :اَلْعَشِيُّ مَا بَيْنَ زَوَالِ الشَّمْسِ وَغُرُوْبِهَا۔وَ قَالَ تَعَالٰى :

﴿فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ...... ﴾ [النور:٣٦]

وَ قَالَ تَعَالٰى :

﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ [ص:١٨]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو گڑگڑاتے ہوئے نہ کہ اونچی آواز سے (اعتدال کے ساتھ) صبح و شام اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو''۔(الاعراف) اہل لغت نے فرمایا اصَالِ یہ اَصِیْل کی جمع ہے۔یہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور اپنے رب کی تسبیح کرو اس کی حمد کے ساتھ سورج کے طلوع و غروب ہونے سے پہلے''۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''صبح و شام اپنے رب کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ بیان کرو''۔اہل لغت نے فرمایا عَشِیٌّ زوال شمس اور غروب کے درمیان کے وقت کو کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''(وہ نور) ایسے گھروں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بلند کرنے کا حکم دیا اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے۔ان میں صبح و شام تسبیح کرتے ہیں ایسے مرد جن کو کوئی تجارت اور بیع (خرید و

فروخت) اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی"۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع کر دیا وہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح ان کے ساتھ کرتے تھے"۔

**تشریح** ۞ **الصباح**: بقول ابن درید نصف میں سے زوال تک کا وقت (**الجمهرة**)۔ **المساء**: زوال سے نصف میل تک کا وقت۔ یہ منفرد قول ہے۔ شرعی صبح طلوع فجر صادق سے طلوع آفتاب تک کا وقت پھر الضحیٰ پھر استواء پھر زوال اور مساء اسی سے ہے۔

## الآیات

(۱) تضرع کا معنی تذلل وخضوع ہے۔خیفۃ ماقبل کسرہ کی وجہ سے واؤ کو یاء کر دیا۔بالغدو والاصال۔ہروقت کی حالت اوردن کے کناروں میں (ابن عطیہ) ولا تکن من الغافلین یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت برتنے والوں میں مت بنو۔علماءلغت کہتے ہیں کہ اعراض واصوات کوتمام اقوام اپنے مقصد کے مطابق تعبیر کرتے ہیں۔الاصال جمع اصیل ہے یہ فعیل کے وازن پر ہے جیسے ایمان جمع یمین اس کی جمع اصل' اصلان' المصائل سے بھی آتی ہے(القاموس) یہ عصر ومغرب کے درمیان کاوقت ہے جمہوراس کواصیل کی جمع مانتے ہیں ابن عطیہ نے اصل کا بھی ذکر کیا اورآصال کی جمع اصائل یہ جمع الجمع ہے۔

(۲) تسبیح سے بعض نے نماز اور بعض نے تسبیح ہی مراد لی ہے۔ظرف اوّل محل حال میں ہے۔

(۳) عشی ابکار سے دن کے اوائل واواخر مراد ہیں۔العشی۔اہل لغت کہتے ہیں زوال آفتاب اورغروب کے درمیان کا وقت اسی وجہ سے ظہروعصر کو صلاتا العشی کہا(الصباح) جاتا ہے بعض نے عشی اورعشاء نماز مغرب سے خوب اندھیرے تک ابن فارس کہتے ہیں اسی وجہ سے العشاءان مغرب وعشاء کی نماز کوکہا جاتا ہے۔

(۴) اذن اللہ :اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ان ترفع :ان کی تعظیم وقدر کی جائے اور میل اورلغویات سے ان کو پاک رکھا جائے اور ہرایسی چیز سے بچایا جائے جوان کے مناسب نہیں۔رجال۔یہ یسبح کا فاعل ہے اوردوسری قراءت میں نائب فاعل ہے اور فعل محذوف کا فاعل ہے گویا کہا گیا کون تسبیح کرلے تو جواب ملا۔یسبح رجال۔تجارۃ نفع بخش معاملہ یا تجاوزخریداری مراد ہے یاسامان کوایک شہر سے دوسرے شہرتجارت کے لئے لئے جانا۔یہ آیت الابصار تک۔کیونکہ اس میں انہی ایمان والوں کا تزکرہ ہےاوران کے عظیم الشان بدلے کابیان ہے۔

(۵) داؤدعلیہ اسلام کے ساتھ پہاڑ بھی تسبیح قالی کرتے تھے۔اشراق سے مراد چاشت اوقت ہے دن کی ابتداء واختتام کوذکر سے اس لئے خاص کیا گیا تا کہ ابتداء واختتام طاعت اوردینی عمل سے ہو۔اوردن کے بقیہ اوقات میں ہونے والی کوتاہیوں کا کفارہ بن جائے۔

۱۴۵۲ : وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ "مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ وَحِیْنَ یُمْسِیْ ' سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ مِائَۃَ مَرَّۃٍ لَمْ یَاْتِ اَحَدٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِہٖ اِلَّا اَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ اَوْ زَادَ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۵۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جس نے صبح

کے وقت اور شام کے وقت سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہہ لیا۔ قیامت کے دن اس سے زیادہ افضل عمل کوئی نہیں لائے گا مگر وہ شخص جس نے اس کلمہ کو اتنی مرتبہ یا اس سے زائد مرتبہ کہا ہو''۔ (مسلم)

(۱) حین یصبح۔ جب وہ صائع شرعی میں داخل ہوتا ہے کیونکہ الفاظ شرعیہ کو عرف شرع پر محمول کرتے ہیں جب تک کہ کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو۔ حین یمسی۔ شام میں داخل ہونا مراد ہے پس دونوں فعل تام ہیں جیسا کہ اس آیت میں: ﴿فسبحان الله حین تمسون و حین تصبحون﴾ [الروم ۱۷۰] لم یأت نہیں آیا۔ مما جاء ہے۔ تو راذکار کے الفاظ ہیں۔ مثل ما قال' أو زاد اس کے قول جیسے قول نمبر۲ جس طرح اس نے کہا یا بڑھایا۔ یہ اس وقت ہے جب او کو شک کی بجائے تنویع کے لئے تسلیم کریں مستثنیٰ کو منقطع قرار دیں۔ نمبر۲۔ اگر شک کے لئے ہو تو مستثنیٰ متصل ہے۔ بہرصورت اس میں کثرت اللہ تعالیٰ کو پسند و محبوب ہے اس کی کوئی حد نہیں جیسا کہ معقبات جو کہ مکتوبات کے بعد پڑھے جاتے ہیں ابوداؤد میں سبحان الله العظيم و بحمده ہے اور حاکم میں سبحان الله و بحمده ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۲۶۹۲) وأبو داود (۵۰۹۱) والترمذي (۳۴۸۰) والنسائي (۵۷۳) وأحمد (۳/۸۸۴۴)

**الفوائد**: ① ان کلمات کو ہر دن میں کم سے کم سو مرتبہ پڑھنے پر آمادہ کیا جس سے مزید کی توفیق بھی مل گی تا کہ اتنے اجر سے تو کوئی بھی محروم نہ ہو

۱۴۵۳ : وَعَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَقِيْتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِي الْبَارِحَةَ قَالَ : اَمَا لَوْ قُلْتَ حِيْنَ اَمْسَيْتَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۵۳: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کی خدمت میں عرض کیا رات مجھے بچھو کے کاٹنے کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچی۔ فرمایا: ''اگر تو نے شام کے وقت یہ کلمات کہے ہوتے تو وہ تجھے تکلیف نہ پہنچا سکتا۔ اَعُوْذُ ..... اللہ تعالیٰ کی کامل صفات کی برکت کے ساتھ میں مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں''۔ (مسلم)

**تشریح**: مالقیت: بڑی تکلیف مجھے پہنچی کہ ایک بچھو نے پر مجھے ڈس لیا۔ البارحة: گذشتہ رات۔ اس تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو شدید تکلیف پہنچی تھی۔ امسیت۔ شام کے وقت میں داخل ہونا۔ اعوذ بکلمات الله۔ میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور افعال کی پناہ لیتا ہوں وہ کلمات جو تام ہیں ہر عیب سے اس کو پاک قرار دینے والے ہیں۔ من شر ما خلق۔ یہ اعوذ سے متعلق ہے ما خلق: میں مخلوقات میں ایذاء دینے والی تمام اشیاء داخل ہیں ان میں سے خواہشات و

شہوات ہیں۔لم تضرك۔اس پر تینوں حرکات درست ہیں۔ضمہ، فتحہ کسرہ، فک ادغام۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۸۸۹) ومسلم (۲۷۰۹) وأبو داود (۳۸۹۸۹۸) وابن ماجه (۳۵۱۸)

**الفرائد** : شام کے وقت ان کلمات کو کہنے والا اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں داخل ہو گیا۔کیڑے مکوڑوں سے ڈسنے سے صبح تک محفوظ کر لیا گیا۔

۱٤٥٤ :وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا اَصْبَحَ :"اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا ، وَبِكَ اَمْسَيْنَا ، وَبِكَ نَحْيَا ، وَبِكَ نَمُوْتُ ، وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ" وَاِذَا اَمْسٰى قَالَ :"اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوْتُ ، وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۵۴: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ صبح کے وقت یہ کلمات پڑھتے : اَللّٰهُمَّ بِكَ ...
"اے اللہ ہم نے تیری مدد سے صبح و شام کی اور تیری قدرت سے ہم زندہ ہوتے اور مرتے ہیں اور اٹھ کر تیری بارگاہ میں پہنچنا ہے۔" اور جب شام ہوتی تو یہ کلمات پڑھتے: اَللّٰهُمَّ بِكَ ..... "اے اللہ تیری مدد سے ہم نے شام کی اور تیری قدرت سے ہم زندہ ہوتے اور مرتے ہیں اور تیری طرف لوٹ کر جانا ہے۔"
(ابوداؤد، ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** : اللهم بك۔تیری زبردست قدرت کی مدد سے۔اصبحنا۔ہم صبح میں داخل ہوئے۔بك امسينا۔جب ضد کا ذکر کیا تو ذہن میں مستحضر تھی اس لئے ذکر کر دیا۔النشور : تیری طرف لوٹنا ہے۔اذا امسى ماضی پر اذا مستقبل کا معنی دیتا ہے۔امسينا۔شام میں داخل ہوئے۔طیبی نے دونوں کو ناقص فعل قرار دے کر باکو خبر محذوف سے متعلق کیا اس صورت میں مضاف مقدر ضروری ہے :اى اصبحنا اور مسينا متلبسين بنعمتك۔یعنی آپ کے احاطہ اور حفاظت سے یا آپ ﷺ کا نام لینے کی برکت سے۔واليك المصير۔مصیر لوٹنے کی جگہ جیسے کہتے ہیں صسرت و اصير صيرًا یہ ضعدف قیاس ہے قیاس وصار جیسے معاش بنتا ہے (النہایہ) باب اداب النوم میں اس کی وضاحت کر چکے۔یہاں ممکن ہے مضاف مقدر ہو یا تقدیر عبارت یہ ہو قدرتك او ارادتك استمرار کیلئے مضارع سے تعبیر کیا ضمیر متکلم تاکید و تفخیم کیلئے لائے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۱۰۷٦۷) والبخاری (۱۱۹۹) وأبو داود (۵۰٦۸) والترمذی (۳٤۰۲) والنسائی (۵٦٤) وأبن ماجه (۳۸٦۸) وابن حبان (۹٦٤) وابن أبي شيبة (۱۰/۲٤٤)

**الفرائد** : ① بندے کو صبح و شام اللہ تعالیٰ سے دعا و تفویض کرنی چاہئے۔اتباع نبوی ﷺ کا یہ تقاضا ہے۔

۱۴۵۵ : وَعَنْهُ اَنَّ اَبَابَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِىْ بِكَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَيْتَ - قَالَ : "قُلِ : اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَىْءٍ وَمَلِيْكَهُ ' اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ' اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِىْ ' وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ" قَالَ :قُلْهَا اِذَا اَصْبَحْتَ ' وَاِذَا اَمْسَيْتَ ' وَاِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ' وَالتِّرْمِذِىُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۴۵۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسے کلمات سکھلا دیں جو میں صبح شام کہہ لیا کروں۔ آپؐ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ... ''اے اللہ تو آسمان اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ آپ عالم الغیب والشہادہ ہیں۔ آپ ہر چیز کے رب اور ان کے مالک ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ میں اپنے نفس کی شرارت سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور شیطان کی شرارت سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔ آپؐ نے فرمایا یہ کلمات صبح و شام اور بستر پر لیٹتے ہوئے پڑھو۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** : بکلمات تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ اذا اصبحت۔ تاکہ ان کے عظیم مدلول کی وجہ سے ان کو ان اشرف اوقات میں کہوں۔ فاطر السمٰوت۔ حرف نداء مقدر ہے یا خالقهما و مبدعهما۔ عالم الغيب و الشهادة۔ غائب و مشاہد میں سے کوئی چیز اس کے علم سے مخفی نہیں۔ رب مالک' خالق' مربی' مصلح کو کہتے ہیں۔ کل شیء :کائنات کی ہر چیز۔ و مليكه :اس کا مالک۔ اشهد میں جاننا' ظاہر کرنا اور تصدیق کرتا ہوں۔ لا الٰه :اس کے ماسواء مستغنی نہیں اور اس کے سوا ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ الا انت : لا کے داخل ہونے سے پہلے لا کے اسم کے مقام میں ہے۔ شر الشیطان : اس کے وساوس اور تسویلات مراد ہیں۔ شرکه :مشرک وغیرہ یعنی جس کی طرف مشرک دعوت ہے وہ چیزیں جن کی وجہ سے وہ شیطان کے جال میں پھنس جائیں۔

**النّحو** : پہلی صورت جب کہ شین مکسور ہو تو اضافۃ المصدر لمعولہ کی قسم سے ہے۔ دوسری صورت میں جامد کی طرف اضافت کی قسم سے ہے۔ مضجعك :لیٹنے کی جگہ۔ یہ سوال سے زائد بات زائد فوائد کے لئے بتائی ترمذی کے الفاظ یہ ہیں' ان نقترف على انفسنا سوءً او نجره الى مسلم"

**تخريج** : أخرجه أحمد (١/ ٥١) والبخارى (١٢٠٢) وأبو داود (٥٠٦٧) والترمذى (٣٤٠٣) والنسائى

(۷٦۹۱) والدارمی (۲٦۸۹) والحاکم (۱/۱۸۹۲) وابن حبان (۹٦۲) والطیالیس (۱/۲۵۱) وبن أبی شیبة (۱۰/۲۳۷)

**الفوائد :** ① یہ دعا صبح' شام اور سوتے وقت مانگنی چاہیے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کتنی شفقت تھی کہ ان کی نیکیوں میں اضافے اور مرتبے بلندی کے لئے ہر وقت اچھے اعمال کی تلقین فرماتے۔

١٤٥٦ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اَمْسٰى قَالَ : "اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ" قَالَ الرَّاوِیُ :اُرَاهُ قَالَ فِيْهِنَّ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ، رَبِّ اَسْئَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا ، رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ اَيْضًا "اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۵٦: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ شام کرتے تو اس طرح دعا فرماتے: اَمْسَيْنَا ...... " کہ ہم نے شام کی اور اللہ کے ملک نے شام کی اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اس کے سواء کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں۔راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ لفظ بھی فرمائے بادشاہی اسی ہی کے لئے ہے۔اور تعریفیں اسی ہی کے لئے ہیں۔اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔اے میرے رب میں آپ سے اس رات کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور بعد والی رات کی بھلائی چاہتا ہوں اور اس رات اور بعد والی رات میں پائے جانے والے شر سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔اے میرے ربّ میں تیری پناہ میں آتا ہوں سستی اور بڑھاپے کی برائی سے اور آگ کے عذاب اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جب صبح کرتے تو پھر یہ کلمات کہتے۔ہم نے صبح کی اور اللہ کے ملک نے صبح کی''۔(مسلم)

**تشریح** ۞ **الملك لله**۔یہ ظرف ہر ماقبل فعل کا ظرف بن سکتا ہے جبکہ وہ فعل ناقص ہوں۔اور اگر اول تام بمعنی دخلنا **فی المساء** تو پھر یہ ظرف جرثانی بن جائے گا۔**ملك** قہر و عظمت کو کہتے ہیں یہ **ملك** سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ ہر **ملك** تو مالک ہے مگر ہر مالک ملک نہیں۔پہلے کے مناسب الواجب القہار ہے۔یہ ملک کی شان ہے۔**والحمد لله** یہ محل حال میں ہو یا ماقبل پر معطوف ہو اس صورت میں دو معمول کا عامل ایک ہے۔یہ عطف عام علی الخاص سے ہے کیونکہ بادشاہی من جملہ ان اوصاف کمال سے ہے جن کے ذریعہ حمد کے ساتھ اس کی تعریف کی جاتی ہے۔

**سوال**: امسٰی الملك لله؟ کا کیا مطلب ہے؟

**جواب**: یہ قائل کی حالت کا بیان ہے مطلب یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ بادشاہ بھی تو اور تمام تعریفیں بھی تیرے لائق ہیں نہ کہ کسی اور کے لئے۔ پس ہم اس بادشاہی پناہ لی اور اس کے ذریعہ دوسروں سے مستغنی ہو گئے اور ہم اسی بادشاہ کو عبادۃ وثناء اور شکریے کے لئے مخصوص کر لیا۔ **وحده** اس حال میں کہ وہ منفرد ہے اس کی ذات میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ **لاشریك له**: اس کی کسی صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کے افعال میں سے کسی فعل میں اور نہ اس کی مملوکات میں سے کسی ملک میں۔ **لا الله** کو الگ ذکر کیا تا کہ ماقبل سے اس کی افضلیت ثابت ہو جائے اور مفضولیت کے بعد لانے سے جو وہم پیدا ہوتا ہے وہ دفع ہو جائے باب الذکر میں دلیل ملاحظہ ہو۔ اراہ میں ضمیر بارز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے اور ابن مسعود کی طرف آخری سے متصل فرمایا۔ **له الملك وله الحمد** غیر کی مملکت وملکیت عارضی اور غیروں کی حمد صوری ہے **وهو علي كل شيء قدير** یعنی ہر ممکن جس سے اس کا ارادہ متعلق ہو۔ وہ شئی ہے۔ **قدير**: اس کو کوئی شئی دوسری شئی سے عاجز نہیں کر سکتی۔ **خير ما في هذه الليله**۔ خیر کی اضافت ما کی طرف خیر دنیوی واخروی پر دلالت کے لئے کی گئی ہے۔ **خير ما بعدها۔ هذه الليله** سے تخصیص کا وہم تھا اس کا ازالہ کر دیا۔ اور اصالۃً وہ مطلوب ہے شر عارضی ہے اس کی طرف نفس اس کے رفع ودفع کے لئے ہی متوجہ ہوتا ہے۔ **الكسل**۔ یہ قاف اور سین کے فتحہ سے ہے۔ **الكبر**۔ باساکن ہو تکبر اور مفتوح ہو حزن وشدید بڑھاپا مظہری نے فتحہ کو اصح کہا۔ **عذاب في النار**: عذاب کی تنوین استعاذہ کے موقعہ پر کثرت کے لئے ہے۔ **عذاب في القبر** ای **مدة المقام في البرزخ**: برزخ میں قیام کے زمانہ میں۔ اس دعا میں صرف **امسينا وامسي الملك لله** کی جگہ **اصبحنا واصبح الملك لله** آ رہا ہے باقی روایت برابر ہے۔ مسلم کی روایت میں "**اللهم اني اعوذبك من الكسل وسوء الكبر و فتنة الدنيا و عذاب القبر**" کے الفاظ ہیں۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٢/٤١٩٢) ومسلم (٢٧٢٣) وأبو داود (٥٠٧١) والترمذي (٣٤٠١) والنسائي (٢٣).

**الفرائد**: ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استعاذہ اللہ تعالیٰ کے خوف اس کی عظمت اور اس کی بارگاہ میں اپنی محتاجی کو ظاہر کرتا ہے تا کہ امت کو اقتداء کی توفیق ہو۔

١٤٥٧: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خُبَيْبٍ "بِضَمِّ الْخَاءِ وَالْمُعْجَمَةِ" رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اقْرَأْ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُمْسِي وَحِيْنَ تُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۴۵۷: حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ تم قُلْ هُوَ اللّٰهُ (یعنی سورۂ اخلاص) اور معوذتین یعنی (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) صبح و شام تین مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ ہر چیز کے لئے تمہیں کافی ہیں۔'' (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ یہ انصار کے حلیف ہیں یہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں (اسد الغابہ بلکہ اہل مدینہ میں شمار ہوتے ہیں انہوں نے تین روایات آپ ﷺ سے نقل کی ہیں۔ **المعوذتین**۔ ان دو سورتوں کی طرف تعویذ کی نسبت مجازی ہے کیونکہ ذریعہ یہی ہیں۔ **ثلاث مسرات**۔

**النَّحو**: یہ امر سابق کی جزاء نہیں ہے یا سلامت رہے گی۔ **من کل شئ**۔ من (۱) ابتدائیہ ہے (۲) یا زائدہ۔

**الفرائد**: ① **قل ھو اللّٰہ** اور معوذتین کے صبح و شام پڑھ لینے سے ہر چیز سے کفایت ہو جاتی ہے۔

**تخریج**: أخرجه أبو داود (٥٠٨٢) والترمذي (٣٥٨٦) والنسائي (٣

۱۴۵۸ : وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ا : "مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ فِيْ صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَّمَسَآءِ كُلِّ لَيْلَةٍ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اِلَّا لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْءٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۴۵۸: حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: '' جو بندہ یہ کلمات ہر صبح و شام کہہ لیا کرے اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ''اس اللہ کے نام کی برکت سے شروع کرتا ہوں جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز آسمان و زمین میں نقصان نہیں دے سکتی اور وہ سننے والے اور جاننے والے ہیں''۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ **من عبد**۔ استغراق عموم کے لئے من نکرہ پر لائے۔ **باسم اللّٰہ**۔ میں پناہ مانگتا اس زبردست ذات کے نام سے جس کے نام سے ہر چیز کے شر سے پناہ مانگی جاتی ہے خواہ ہماری آنکھ ہو یا جانور یا جن یا شیطان یا حیوان عاقل ہو یا غیر عاقل وہ کائنات تمام احوال کو سننے والا اور تمام زمانوں میں جو کچھ ہے اس کو جاننے والا پس کائنات میں کوئی چیز ازلی فیصلے کے بغیر واقع نہیں ہو سکتی۔ **الالم یضرہ شئی**۔ عام احوال سے یہ مستثنیٰ مفرغ ہے یعنی جو بندہ یہ کہے اور احوال میں سے خواہ کسی بھی حال میں ہو مگر کہ وہ عدم ضرر کی حال میں ہوگا۔

ایک لطیفہ:

حاکم نے نقل کیا کہ جب ابان بن عثمان نے یہ روایت اپنے والد کی سند سے نقل کی تو اس وقت وہ ایک طرف سے فالج زدہ تھے تو آدمی ان کی طرف دیکھنے لگا تو ابان کہنے لگے۔ حدیث اسی طرح ہے جیسی میں نے بیان کر دی لیکن میں نے اس دن یہ دعا نہ پڑھی تھی تا کہ تقدیر الٰہی اپنے انداز سے جاری ہو۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (١/٤٤٦) وأبو داود (٥٠٨٨) والترمذي (٣٣٩٩) وابن ماجه (٣٨٦٩) وابن حبان (٨٥٢) والحاكم (١/١٨٩٥) وابن أبي شيبة (١٠/٢٣٨) والبزار (٣٥٧) وابن السني (٤٤)

**الفوائد**: کلمات پڑھنے والے سے ہر قسم کے ضرر کو دفع کرنے والے ہیں جبکہ ان کو صبح و شام اپنا وظیفہ بنا لے۔

# ۲۴۹: بَابُ مَا يَقُوْلُهٗ عِنْدَ النَّوْمِ

## بَابٌ: نیند کے وقت کیا کہے؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن رات کے آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے یاد کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی تخلیق میں سوچ و بچار کرنے والے ہیں''۔ (آل عمران)

**تشریح** ۞ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ ...... ہمارے آقا کی عظمت پر بڑی بڑی دلالتیں موجود ہیں اور اس کے ہر کمال سے متصف ہونے اور نقص سے پاک ہونے کے لئے بے شمار دلالتیں ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ: اس میں اشارہ ہے کہ جو نیند کا ارادہ کرے وہ ان آیات کی تلاوت کرے کیونکہ ان لوگوں کے ذکر کو مقام مدح میں ذکر کیا گیا ہے۔

۱۴۵۹ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ : "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيَا وَاَمُوْتُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۴۵۹: حضرت حذیفہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو یہ کلمات پڑھتے: بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيَاءَ وَاَمُوْتُ اے اللہ تیرے نام سے میں زندہ ہوتا ہوں اور مرتا ہوں''۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ جب بستر پر آرام فرمانے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے۔

**تخریج** : باب ذکر اللہ تعالیٰ قائماً وقاعداً... میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۴۶۰ : وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهٗ وَلِفَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : "اِذَا اَوَيْتُمَا اِلٰى فِرَاشِكُمَا اَوْ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا – فَكَبِّرَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ ، وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ"۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ التَّسْبِيْحُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ التَّكْبِيْرُ

اَرْبَعًا وَّثَلاَثِیْنَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۴۶۰: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا جب تم دونوں اپنے بستروں پر لیٹو تو تینتیس (۳۳) مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، تینتیس (۳۳) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، تینتیس (۳۳) مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ لیا کرو اور دوسری روایت میں سُبْحَانَ اللّٰہِ چونتیس (۳۴) مرتبہ آیا ہے اور ایک روایت میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ چونتیس (۳۴) مرتبہ آیا ہے۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ یہ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا جب کام کاج کی وجہ سے تھکن کی شکایت کی اور خادم کا سوال کیا جو کام میں ہاتھ بٹائے۔ اذا أويتما۔ یا اخذتما کے الفاظ فرمائے۔ مضاجع یہ مضجع کی جمع علی خدم ہے خوابگاہ فکبرا ثلاثا وثلاثین طبرانی میں اختماها بلا الہ الا اللہ کا حکم مذکور ہے۔ یہ پڑھنا تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے ایک روایت میں تسبیح ۳ مرتبہ اور ایک میں تکبیر ۳۴ مرتبہ ہے۔ علماء کہتے ہیں جو ان کلمات پر مداومت کرتا ہے وہ تھکاوٹ سے بچا رہتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١/٦٠٤) والبخارى (٣١١٣) ومسلم (٢٧٢٧) وأبو داود (٥٠٦٢) والترمذى (٣٤٠٨) والنسائى (٩١٧٢) وابن السنى ٧٤٠) والحميدى (٤٣) والبزار (٦٠٦) وأبو يعلى (٥٧٨) وابن أبى شيبة (٢٦٣/١٠) والطيالسى (٩٣) وابن حبان (٥٥٢٤) والبيهقى (٢٩٣/٧)

**الفوائد** : ① دعا عند الحاجت کی بجائے ان کو ذکر کی تلقین فرمائی۔ آپ ﷺ اپنی بیٹی کے لئے صبر سے شدائد کو برداشت کرنے کو عظیم اجر کی وجہ سے پسند کرتے تھے جیسا آپ کو خود پسند تھا۔ آپ ﷺ نہ خود دنیا کو ترجیح دیتے نہ اپنے عزیز قریب کے لئے پسند فرماتے۔

۞ ۞ ۞

۱۴۶۱: وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: "اِذَا اَوٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَلْیَنْفُضْ فِرَاشَہٗ بِدَاخِلَۃِ اِزَارِہٖ فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ مَا خَلَفَہٗ عَلَیْہِ، ثُمَّ یَقُوْلُ: بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُہٗ: اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْھَا وَاِنْ اَرْسَلْتَھَا فَاحْفَظْھَا بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ عِبَادَکَ الصّٰلِحِیْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۴۶۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی بستر پر آرام کرنے لگے تو اپنے چادر کی طرف سے بستر کو جھاڑے۔ اس کو معلوم نہیں کہ اس کے بعد اس پر کون رہا ہے۔ پھر یہ کلمات پڑھے: بِاسْمِکَ..... "اے میرے رب، تیرے نام سے میں نے اپنے پہلو کو رکھا اور تیری مدد سے اس کو اٹھاتا ہوں اگر تو میری روح قبض کرے تو اس پر رحم فرمانا اور اگر تو اس کو چھوڑ دے تو اس کی ان چیزوں سے حفاظت کرنا جن سے تو اپنے نیک بندوں کی (حفاظت) فرماتا ہے"۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ داخلة سے مراد ازار کا جسم کے قریب والا حصہ اس نے جھاڑنے کا حکم اس لئے فرمایا کیونکہ جو شخص نیند کا

ارادہ کرتا ہے تو وہ دائیں ہاتھ سے ازار کے خارجی حصے کو کھول لیتا ہے اور اندرونی حصہ اس پر لٹکا رہ جاتا ہے پس اس سے جھاڑ لے۔ بعض نے کہا کہ اس کی حکمت یہ ہے وہ کپڑوں میں چھپتا ہے تو اس کی میل کچیل چھپ جاتی ہے۔ **ماخلفه علیه** : بستر میں داخل ہونے سے پہلے اسے جھاڑ لینا چاہئے تاکہ اس میں ایذاء دینے والی اشیاء سانپ بچھو وغیرہ داخل نہ ہو گیا ہو۔ وہ چادر کے جھٹکنے والے حصہ سے جھاڑ لے تا کہ اس کے ہاتھ کو کوئی ضرر نہ پہنچے اگر وہاں کوئی چیز موجود بھی ہو۔

**طیبی کا قول** : اس کو معلوم نہیں کہ اس کے بستر پر کیا میل کچیل' مٹی گندگی یا کیڑا مکوڑا آ گرا ہے۔ روایات میں **اللھم باسمك** اور **سبحانك ربی بك** مختلف الفاظ ہیں۔ مقصود کلام ظرف ہے اس کا متعلق نہیں۔ ب مطلب یہ ہوگا **ان الرفع کائن باسمك**' بقول سبکی جب متعلق کو مقدم کیا جائے تو ظرف زائد ہے اور جب ظرف کو مقدم کیا جائے گا تو وہی کلام کا عمدہ حصہ ہو گا۔ قواعد عربیہ اس بات کے متقاضی ہیں کہ ظرف کلام میں زائد ہے عمدہ نہیں۔ فعل مخبر بہ اور اسم مخبر عنہ ہے یہی اصل اور وضع ہے پھر کبھی وہ متکلم کا مقصود ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے۔ کبھی اسناد کے دونوں اجزاء معلوم ہوتے ہیں یا معلوم کی طرح ہوتے ہیں اور فائدہ کا مدار صفت مستفادہ پر ہونے کی وجہ سے ظرف پر ہوتا ہے جیسا کہ یہ موقعہ روایت کہ لیٹنے والے کا اپنے پہلو کو رکھنا معلوم ہے اور اس کا پہلو اٹھانا معلوم کی طرح ہے اس کو ہم معلوم اس لئے نہیں کہتے کیونکہ بعض اوقات وہ اسی حالت میں مر جاتا ہے اصل مقصود یہاں اس بات کی اطلاع دینا ہے کہ وہ باسم اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام سے ہو۔ پس ظرف کے فضلہ کا قاعدہ مطلق ہے اس میں کتاب و سنت میں اس کے تقدم و تاخر کے مقامات پر غور نہیں کیا گیا۔ (ملخصاً کلام السبکی) **امسکت نفسي** ۔ یہ موت سے کنایہ ہے۔ **فارحمها** ۔ ترمذی کی روایت میں **فاغفرلها** ہے رحمت اس موقعہ کے خاص مناسب ہے۔ **ان ارسلتها** ۔ یہ ارسال دنیا میں باقی رہنے سے کنایہ ہے۔ **فاحفظها** ۔ تمام دینی اور دنیوی ناپسند باتوں سے اس کی حفاظت فرما۔ **بما تحفظ به عبدك الصالحين** ۔ طیبی کہتے ہیں' اس میں باء اسی طرح ہے جیسے **کتبت بالقلم** میں **ما** کا کلمہ مبہم ہے اس کی وضاحت و بیان ہے جس پر اس کا صلہ دلالت کر رہا ہے اور وہ تحفظ کا جملہ ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/٧٨١٦) والبخاری (٦٣٢٠) ومسلم (٢٧١٤) وأبو داود (٥٠٥٠) والنسائی (٧٩١) والترمذی (٣٤٠١) والدارمی (٢٦٨٤) وابن حبان (٥٥٣٤) وعبد الرزاق (١٩٨٣٠) وابن أبی شیبة (٧٣/٩) والبیهقی (١٢٥/١)

**الفوائد** : ① بستر کو سونے سے پہلے جھاڑ لینا مستحب ہے تاکہ ایذاء دینے والے کیڑے مکوڑے سے محفوظ ہو جائے۔ نیند کے وقت یہ دعا پڑھ لی جائے اس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

١٤٦٢ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ نَفَثَ فِيْ يَدَيْهِ ' وَقَرَاَ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ بِهِمَا جَسَدَهٗ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا' اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ' ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَاَ فِيْهِمَا : قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ '

وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ' وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ' ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ 'يَبْدَأُ بِهِمَا عَلٰى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ :النَّفْثُ نَفْخٌ لَطِيْفٌ بِلَارِيْقٍ۔

۱۴۶۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لے جاتے تو معوذات پڑھ کے اپنے ہاتھوں پر دم کر کے اپنے جسم مبارک پر پھیر لیتے۔ (بخاری و مسلم) دونوں کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر استراحت فرمانے لگتے تو اپنے ہاتھوں کو جمع فرما کر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور جسم پر جہاں تک ہاتھ پہنچتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مل لیتے اور ابتداء سر اور چہرے سے فرماتے اور اسی طرح جسم کے سامنے والے حصہ پر ملتے اور یہ تین مرتبہ کرتے۔ (بخاری و مسلم)

اہل لغت فرماتے ہیں : اَلنَّفْثُ : بغیر تھوک کے جو پھونک ہو۔

**تشریح** ۞ بستر پر لیٹنا یا لیٹنے کے لئے بیٹھنا۔یدیہ۔سے مراد ہتھیلیاں ہیں ان پر پھونک اس لئے مارتے تاکہ پڑھے ہوئے کی برکت ان پر آ جائے۔وقرا۔اور معوذات اور قل ہواللہ احد پڑھتے۔اگرچہ ظاہر سے تو پھونک بھی قراءت کی برکت کے حصول کے لئے تھی۔معوذتین آخری دونوں سورتوں پر بولا جاتا ہے دوسری روایات میں تصریح موجود ہے۔مسح بهما۔اپنے دونوں ہاتھوں کو جسم مبارک پر پھیر لیتے۔ایک اور روایت میں اس طرح ہے: اذا اوی الی فراشه۔جو نیند کے لئے تیاری ہوتی۔قل هو الله' قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس۔ شاید قل ہواللہ ثناء باری تعالیٰ کے لئے ہو اور جو ایسی ذات ہو اس سے استعاذہ کرنا چاہئے پس وہ اس بات پر بمنزلہ دلیل ہوگی کہ پناہ اسی کی ذات پر موقوف ہے۔ثم يمسح بهما' یعنی دونوں ہاتھوں کو جسم پر جہاں تک پہنچے پھیر لیتے۔من جسده۔میں من بیانیہ ہے اور ممکن ہے کہ ما استطاع کی ما مصدریہ ہو یعنی اپنی استطاعت کی حد تک اس صورت میں من تبعیضیہ ہے جو کہ یمسح کے متعلق ہے۔لفعل ذلك۔اس کا مشار الیہ جمع ید' نفث اور قراۃ ہے ثلاثا تین مرتبہ جیسا کہ دوسری روایت میں صراحۃ ثلاث مرات ہے۔صغانی کہتے ہیں نفث یہ نفخ کے مشابہ ہے اور یہ تفل سے کم ہے نفث ینفث مضموم و مکسور دونوں طرح ہے۔(القاموس)

**تخریج** : أخرجه البخاري (٥٠١٧) وأبو داود (٥٠٥٦) والترمذي (٣٤١٣) والنسائي (٧٩٣) وابن ماجه (٣٨٧٥) وابن حبان (٥٥٤٣) والبخاري (٤٤٣٩)

**الفوائد** : ① نیند کے وقت آپ ﷺ کا معمول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع۔

١٤٦٣ :وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ ' ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ وَقُلْ :اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ

نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِیَ اِلَیْكَ ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَیْكَ ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَبِنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ ، فَاِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَی الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۴۶۳: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم اپنے بستر پر جانے لگو تو نماز والا وضو کرو۔ پھر اپنی دائیں جانب لیٹ کر یہ دعا پڑھو: اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ ......" کہ اے اللہ میں نے اپنی ذات تیرے سپرد کی اور اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا اور تجھے میں نے اپنا پشت پناہ بنا لیا۔ آپ کی رحمت کی رغبت کرتے ہوئے اور عذاب سے ڈرتے ہوئے۔کوئی پناہ کی جگہ نہیں اور نہ نجات کا مقام ہے مگر تیری طرف ۔ میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور اس پیغمبر پر ایمان لایا جو آپ نے بھیجا"۔ اگر اسی رات تیری موت آ جائے تو فطرتِ اسلام پر تیری موت آئی۔ ان کلمات کو اپنے آخری کلمات بناؤ۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ مجھے مخاطب کر کے فرمایا: **اتیت مضجعك**۔بستر پر جانے لگو **وضوءك للصلوة** یہ اس لئے لائے تاکہ وضو کا لغوی معنی نظافت مطلقہ نہ سمجھ لیا جائے بلکہ وضو سے شرعی وضو مراد ہے ۔**ثم اضطجع** یہ اصل میں اضتجع ہے پرتا کو طا کیا گیا۔**شقك الایمن** تاکہ نیند میں استغراق نہ ہو جیسا بائیں طرف سونے سے ہوتا ہے۔**اللهم اسلمت نفسی الیك**۔یعنی میں نے اسکو تیرا مطیع بنایا اور تیرے حکم کا تابع کیا اس لئے کہ مجھے اس کے معاملات کو چلانے کی قدرت نہیں نہ ان چیزوں کو لانے کی قدرت ہے جو اس کے لئے مفید ہیں اور نہ ان چیزوں کو دور کرنے کی طاقت جو اسکو نقصان پہنچانے والی ہیں مناسب تو یہ ہے کہ بندے کی حالت یہ کہتے وقت اسی طرح ہو کہ کسی معاملے کا اہتمام کرنے والے نہ ہو اور جو بعد میں آ رہا ہو اس کو اوپر اقرار دینے والا نہ ہو بلکہ مکمل سپرد کرنے والا ہو ورنہ وہ غضب وطرد کا نشانہ بنے گا۔**وفوضت امری الیك**۔اپنا معاملہ آپ کی طرف لوٹایا۔**والجات ظهری الیك** میں نے آپ پر تمام امور میں اسی طرح اعتماد و بھروسہ کیا جیسا انسان سہارا لینے کے لئے اپنی پشت کو کسی چیز سے لگاتا ہے۔**رهبة و رغبة الیك**۔تیرے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور تیرے ثواب کی طمع کرتے ہوئے۔ابن الجوزی کہتے ہیں رهبه کے ساتھ من کا ذکر نہیں کیا رغبه کے ساتھ الی کا ذکر کر دیا یہ بطریق اکتفاء ہے ان کا نصب مفعول له ہونے کی وجہ بطریق لف نشر ہے۔**لا ملجأ و لا منجا**۔دونوں ہمزہ کا ترک بھی جائز ہے اور پہلے کو ہمزہ اور دوسرے کو ہمزہ کے بغیر بڑھا جائے گا تنوین مع القصر بھی جائز ہے اگر یہ لفظ مصدر مانیں تو منك کے سلسلہ میں تنازعہ ہوگا۔**لا ملجئی منك الی احد الا الیك و لا منجأ الا الیك**۔

**الا الیك؟** مستثنیٰ مفرغ ہے۔**آمنت بکتابك**۔قرآن مجید مراد ہو یا ہر آسمانی کتاب مراد ہو۔**الذی انزلت**۔بعض روایات میں انزلته ہے **و نبیك**۔نوع کے اختلاف کی وجہ سے جار کا اعادہ کیا۔**علی الفطر** اس سے مراد دین ہے۔مسلم کے الفاظ "**فان مت علی الفطرة**" بخاری میں یہ الفاظ زائد ہیں "**ان اصبحت اصبت خیرًا**" یعنی حالات میں بھلائی

پائے گا اور اعمال میں اضافہ (یعنی) اجعلهن آخر ماتقول۔ یعنی اس رات کے آخری کلمات یعنی اپنی بات اس پر ختم کرو تا کہ یہ اچھا خاتمہ ہو۔

**تخریج** : باب فی الیقین والتوکل ... میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً۔ باب الیقین والتوکل میں میرے بھائی یہ روایت گزری ہے ملاحظہ کریں۔

١٤٦٤ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهِ قَالَ : "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۶۴ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ بستر پر استراحت کا ارادہ فرماتے تو یہ کلمات پڑھتے : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ..... ''تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں کافی ہو گیا اور ہمیں ٹھکانا دیا۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کی کفایت کرنے والا اور ان کو ٹھکانہ دینے والا کوئی نہیں۔'' (مسلم)

**تشریح** : الحمد لله الذی۔ کھانے پینے کا تذکرہ اس سے کیا ان کو استعمال کرنے سے نیند آتی ہے۔ کفانا و آوانا۔ کفانا یہ کفایت سے ہے یعنی ہماری حاجات کے لئے کفایت کر دی اور ہمیں رہائش کے لئے ٹھکانہ عنایت فرمایا۔ فکم ممن۔ بہت سے لوگ ہیں من کثرت کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ لا کافی له ولا مووی۔ له یعنی وہ عظیم فتنے میں مبتلا ہو کر ہمیشہ ضرورت مند رہتے ہیں یعنی اس پر نہ کوئی رحم کرنے والا اور نہ اس پر مہربانی و شفقت کرنے والا ہے مظہری کہتے ہیں پناہ دینے والے اللہ تعالیٰ ہی ہیں وہ بعض لوگوں کو دوسروں کے شر سے بچاتا اور ان کو پناہ گاہ اور مسکن دیتا ہے۔ (قوت المغتذی) بندے کو چاہئے کہ وہ اپنے اوپر نعمتوں کو شمار کرتے ہوئے اپنے سے کم درجہ لوگوں کو دیکھے جن کے پاس اتنا بھی میسر نہیں تا کہ بندہ اپنے انعام کو بڑا سمجھ کر خوب شکریہ ادا کرے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (٤/١٢٥٥٣) ومسلم (٢٧١٥) وابو داود (٥٠٥٣) والترمذی (٣٤٠٧) والنسائی (٨٠٣) وابن حبان (٥٥٤٠)

**الفوائد** : ① سوتے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تشکر کے کلمات کیا خوب ہیں اس سے اعتراف نعمت ثابت ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع نبوت۔

١٤٦٥ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَرَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ ، مِنْ رِوَايَةِ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، وَفِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُهٗ ثَلَاثَ

مرّات۔

۱۴۶۵: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھ کر یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ قِنِیْ ...... "اے اللہ تو مجھے اپنے عذاب سے بچا لے جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے۔" ترمذی یہ حدیث حسن ہے۔ ابوداؤد نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے اس کو روایت کیا اور اس میں اضافہ ہے کہ یہ دعا آپ تین مرتبہ فرماتے تھے۔

**تشریح** ۞ وضع یدہ الیمنٰی تحت خدہ۔ جو آدمی دائیں جانب لیٹنے کو لازم کر لے۔ اللھم قنی عذابك۔ یہ مقام ربوبیت کے حق کی ادائیگی اور اس کی بارگاہ میں خضوع کے لئے ہے اور امت کو اس بات پر خبردار کرنے کے لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخفی تدابیر سے مطمئن ہو کر بیٹھتے ہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں تین مرتبہ دھرانے کا تذکرہ ہے مگر براء بن عازب کی روایت مذکورہ بالا روایت کی طرح تین مرتبہ کا تذکرہ نہیں ہے۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (٣٤٠٩) أخرجه أحمد (١٠/٢٦٥٢٤) وأبو داود (٥٠٤٥) عند أحمد (٦/١٨٦٩٤) والترمذی (٣٤١٠) وابن حبان (٥٥٢٢)

**الفرائد** : ① امت کی تعلیم کے لئے سونے کی ہیئت اور سوتے وقت کہے جانے والے کلمات کی راہنمائی فرمائی کس قدر امت پر احسان ہے جزاہ اللہ عنا و عن جمیع الامه۔

# کتاب الدعوات

## ۲۵۰ :بَابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ

## بَابْ: دُعا کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [غافر:٦٠] وَ قَالَ تَعَالٰی : ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ [الاعراف:٥٥] وَ قَالَ تَعَالٰی : ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ [البقرة:١٨٦] وَ قَالَ تَعَالٰی : ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾ [النمل:٦٢]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے ربّ نے حکم دیا کہ مجھے پکارا کرو! میں جواب دوں گا''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اپنے ربّ کو پکارو گڑگڑا کر اور آہستہ آہستہ بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتے''۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں پس بے شک میں قریب ہوں۔ میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دینے والا ہوں جب وہ مجھے پکارے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کون ہے وہ جو مجبور کی فریاد رسی کرے جب وہ اس کو پکارے اور تکلیف کا ازالہ کرے'' (یعنی اللہ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں)

**تشریح** ۞ **دعوات** 'یہ دعوۃ کی جمع ہے ایک سوال کو کہا جاتا ہے جیسے **دعوت فلانا سألته و الدعا الی الشي** کا معنی کسی چیز پر آمادہ کرنا۔ دعا کے قرآن مجید میں کئی معنی آتے ہیں: (۱) عبادۃ جیسے ﴿**ولا تدع من دون الله ماله ينفعك ولا يضرك**﴾ [یونس ۱۰۲] یہاں عبدت کے معنی میں ہے۔ (۲) استعانت جیسے: ﴿**وادعوا شهداء كم**﴾ [البقرہ :۲۳] (۳) سوال جیسے: ﴿**ادعوني استجب لكم**﴾ (۴) قول کے معنی میں جیسے: ﴿**دعواهم فيها سبحانك اللهم**﴾ [یونس ۱۰] (۵) نداء دینے کے معنی میں جیسے: ﴿**يوم يدعوكم**﴾ [الاسراء : ۵۲] (۲) جیسے: ﴿**قل ادعوا الله او ادوا الرحمٰن**﴾ [الاسراء ۱۱۰] مگر بقول بیضاوی یہ دعا تسمیہ کے معنی میں ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ دعا تفویض سے افضل ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ دعا کو چھوڑ کر اپنے کو قضاء کے سپرد کر دینا چاہئے اور اس آیت کا جواب یہ دیا کہ دعا سے یہاں مراد عبادت ہے نعمان بن بشیرؓ کی روایت میں ہے

الدعا هو العبادة پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿قال ربكم ادعوني استجب لكم ان الذين يستكبرون عن عبادتي﴾ [غافر ٤٠] (ترمذی' حاکم) حافظ کہتے ہیں عمدہ بات یہ ہے کہ آیت میں دعاء تاویل عبادت سے کی جائے کیونکہ بہت سے لوگ دعا کرتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی اگر ظاہر پر ہوتی تو ہر دعا قبول ہوتی مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ہر پکارنے والے کی دعا قبول ہوتی مگر جواب مختلف انداز سے آتا ہے(۱) بعینہ قبول کر لی جاتی ہے(۲) اس کا بدلہ دے دیا جاتا ہے(۳) شروط اجابت کے اجتماع پر موقوف کر دیا جاتی ہے مگر ایک گروہ نے یہ کہا آیت میں مراد گناہوں کا ترک ہے جمہور نے روایت کا جواب یہ دیا کہ کہ دعا عبادۃ کا عظیم ترین حصہ ہے جیسے اس روایت میں "الحج عرفه" اور اس کی تائید ترمذی کی انس والی روایت سے ہوتی ہے "الدعا مخ العبادة" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کی ترغیب کے سلسلہ کی روایات حد تواتر تک پہنچ رہی ہیں۔

سبکی کا قول: بہتر یہ ہے کہ آیت میں دعا کو ظاہر پر محمول کیا جائے رہا عن عبادتی کا قول تو اس کے ساتھ ربط یہ ہے کہ دعا عبادۃ سے خاص ہے پس جس نے عبادت سے تکبر اختیار کیا اس نے خود دعا سے تکبر اختیار کیا۔ اس کے مطابق وعید ترک دعا پر اس شخص کے لئے ہوگی جو تکبر کے طور پر چھوڑنے والا ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہے البتہ اگر کسی مقصد کی خاطر دعا کو چھوڑا تو وعید اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی بلا شبہ ہم دیکھتے ہیں کہ دعا کا لازم کرنا اور اس کی کثرت یہ ترک سے راجح تر ہے کیونکہ دعا پر ابھارنے کے لئے بیشمار دلائل ہیں۔ ابن حجرؒ لکھتے ہیں اس سورۃ میں آیت دلالت کرتی ہے کہ اجابت کی شرط اخلاص ہے اور وہ یہ آیت ہے: ﴿وادعوه مخلصين له الدين﴾ [الاعراف: ٢٩] قشیری نے رسالہ میں لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ دعا افضل ہے یا سکوت و رضاء۔ بعض نے کہا کہ دعا کو راجح قرار دینا مناسب ہے کیونکہ اس کے لئے دلائل بہت ہیں نیز اس میں خضوع اور اپنی محتاجی کا اظہار ہے۔(۲) بعض نے کہا سکوت و رضا بہتر ہے کیونکہ تسلیم فضل کی قسم ہے پھر اس قول کا مشتبہ ہونا لکھ کر اس کا جواب دیا کہ دعا من جملہ عبادت سے ہے کیونکہ اس میں خضوع و اختصار ہے پھر ایک گروہ سے یہ بات نقل کی کہ مناسب یہ ہے کہ وہ زبان سے دعا کرنے والا اور دل سے رضامندی ظاہر کرنے والا ہو قشیری کہتے ہیں۔ اس طرح کہنا مناسب ہے کہ جب دل میں دعا کی طرف ملے تو دعا افضل ہے ورنہ اس کا عکس۔

ابن حجر کا قول: پہلا قول ہی سب سے بہتر ہے کہ زبان سے دعا کر لے۔ اور دل سے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ مہر ایک کے درپے نہ ہو ہوسکتا ہے کہ وہ کامل کے ساتھ خاص ہو۔ (فتح الباری)

قشیری کا قول: اس طرح کہنا صحیح ہے کہ جو اللہ تعالیٰ یا مسلمانوں کا حق ہو اس میں دعا افضل ہے اور جس میں اپنا ذاتی حق ہو اس میں سکوت افضل ہے ابن بطال کا قول ہے۔ اچھا یہ ہے کہ دوسروں کے لئے دعا کرلے اور اپنے نفس کو چھوڑ دے۔

یعنی اس طرح کہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں قریب ہوں یعنی میں اپنے علم سے انکے تمام حالات کی اطلاع رکھتا ہوں۔ ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے سرگوشی کریں یا دور ہے کہ ہم زور سے پکاریں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی روایت میں وارد ہے کہ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ادعوني استجب لكم﴾ [غافر ٤٠] نازل ہوئی تو لوگوں نے سوال کیا ہم نہیں جانتے کہ کس گھڑی میں ہم دعا کریں تو آیت اتری: ﴿اجيب دعوة الداع اذا دعان فليستجيبوا لي﴾ انہوں کو چاہئے کہ جب میں ان کو طاعت کی طرف بلاؤں وہ میری بات کو قبول کریں جیسا میں ان

کے اہم کاموں میں ان کی دعا کو قبول کرتا ہوں ۔ والیومنوا بی ان کو دوام وثبات کو حکم دیا۔ لعلھم یرشدون امید ہے کہ وہ رشد کو پالیں گے۔

کافر بھی اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ اضطرار کے وقت اللہ تعالیٰ ہی کام آتے ہیں اضطرار کی حالت میں اسی ذات کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ خلفاء الارض : زمین کے ساکنین سے بنادیا۔ ایک قوم کو ہلاک کر کے دوسروں کو اٹھاتا ہے قلیلا ما تذکرون ۔ یہ ماکاملہ ہے۔ تذکرون تذکرا قلیلاً یعنی تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو جس پر نفع مرتب نہیں ہوتا۔ یہاں قلت سے عدم مراد ہے یعنی تم نصیحت بالکل قبول نہیں کرتے۔

١٤٦٦ : وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "الدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۴۶۶: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعا عبادت ہی ہے۔'' (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ یہ حصہ حقیقی نہیں بلکہ ادعائی ہے اس کی نظیر "الحج عرفة" ہے بعض شارحین حصن سے اسی طرح لکھ ہے صاحب حرز نے اس سے حصر حقیقی مراد لیا اس کی وجہ دونوں اجزاء کا معرفہ آتا ہے اور پھر درمیان میں ضمیر فصل بھی آتی ہے اور وہ اس طرح کہ بندہ اپنی عاجزی اور محتاجی ظاہر کرتے ہے اور اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی دعا کی قبولیت پر کامل قدرت حاصل ہے۔ اب وہ قبول کرے یا نہ کرے وہ غنی کریم ہے اس کے ہاں بخل کو دخل نہیں ورنہ وہ کسی چیز کے محتاج ہیں کہ اپنے پاس جمع کر کے رکھیں اور بندوں سے اس کو روک کر رکھیں۔ دعا عین عبادت ہے جیسا حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((الدعا مخ العبادة)) (ترمذی) مخ چیز کے خاص حصے کو کہتے ہیں اور خالص وہ چیز جس پر اس کے قائم رہنے کا مدار ہو جیسے :مخ الدعا جو کہ اس کا گودہ ہے مخ العین اس کی چربی کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ عبادت دعا پر قائم ہے۔ جیسا کہ انسان گودے پر قائم ہے قاضی کہتے ہیں۔ دعا وہ حقیقی عبادت ہے جو اس بات کی اہلیت رکھتی ہے کہ اس کو عبادت کہا جائے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف پورے طور پر متوجہ ہونے اور ماسواء سے اعراض کا نام ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٨٣٨٠) وأبو داود (١٤٧٩) والبخاري (٧١٤) والترمذي (٣٢٥٨) وابن ماجه (٣٨٢٨) وابن حبان (٨٩٠) والطيالبس (٨٠١) وابن أبي شيبة (١٠/ ٢٠٠) والحاكم (١/١٨٠٢)

**الفرائد** : ① اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربت کا عظیم ذریعہ دعا ہے۔ یہ عبادۃ کا بڑا حصہ ہے بس اس کو عبادۃ کہنا بھی درست ہے جیسے :(الحج عرفة)

١٤٦٧ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَت : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَآءِ وَيَدَعُ مَا سِوٰى ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۴۶۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع (ہمہ گیر) دعائیں پسند فرماتے اور ان کے علاوہ چھوڑ دیتے۔ (ابوداؤد) صحیح سند سے۔

**تشریح** ۞ **یستحب** : پسندیدہ بات ہے استفعال مبالغہ کے لئے لاتے ہیں۔ **الجوامع من الدعا** : جو عام مہمات و مطالب کی جامع ہو جس کے الفاظ تھوڑے اور معانی زیادہ ہوں۔ **ویدع ماسوی ذلك** اس کے علاوہ کو ترک فرماتے کیونکہ انسانی قوی ربوبیت کے مطلوبہ آداب کی ادائیگی سے عاجز ہیں پس داعی کے لئے مناسب یہ ہے آسان الفاظ لائے جائیں تاکہ اس وقت کے آداب کا وہ لحاظ رکھ سکے اور وہ الفاظ ایسے جامع ہوں تاکہ داعی اپنے مطلوب کو آسان اور سہولت سے پالے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۹/۲۵۲۰۵) وأبو داود (۱۴۸۲) وابن حبان (۸۶۷) والطيالسي (۱۴۹۱) وابن أبي شيبة (۱۰/۱۹۹) والحاكم (۱/۱۹۷۸)

**الفرائد** ① اللہ تعالیٰ کو وہ دعا پسند ہے جو تمام اغراض صالحہ اور مقاصد صحیحہ کو جامع ہو اسی طرح وہ ثناء پسند ہے جس میں سوال کے اداب کا لحاظ کیا گیا ہو

۱۴۶۸ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ اَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ : اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ زَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ : وَكَانَ اَنَسٌ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ بِدَعْوَةٍ دَعَا بِهَا ' وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَا بِدُعَاءٍ دَعَا بِهَا فِيْهِ۔

۱۴۶۸: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دعا یہ ہوتی تھی: ''اے اللہ تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عنایت فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عنایت فرما اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا''۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب بھی کوئی دعا فرماتے تو یہ دعا کرتے اور جب کوئی خصوصی دعا فرماتے تو اس کو ساتھ شامل کر لیتے۔

**تشریح** ۞ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس دعا پر مداومت فرماتے : **اللهم** یا اللہ۔ **اتنا**۔ یہ اعطنا کے معنی میں ہے۔ **حسنة**۔ اس میں ہر دینوی خیر کی طلب اور ہر شر سے حفاظت مانگی گئی ہے۔ **وقنا عذاب النار**: عموم کے بعد تخصیص ہے کیونکہ وہ کامیابی ہے بعض کہتے ہیں حسنہ دونوں مواقع میں ایک خاص چیز سے مختص ہے مگر تعمیم اولیٰ ہے۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (۴۵۲۲) ومسلم (۲۶۹۰) وأبو داود (۱۵۱۹)

**الفرائد** : ① یہ جامع دعاؤں میں سے ہے اس میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں جمع ہیں۔

۱۴۶۹ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى '

وَالتُّقٰی ، وَالْعَفَافَ ، وَالْغِنٰی" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۶۹: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ......"اے اللہ میں آپ سے ہدایت اور تقویٰ کا اور پاک دامنی اور غناء کا سوال کرتا ہوں"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ الھدی : یہ گمراہی کی ضد ہے۔ التقی : اس کا معنی تقویٰ ہے یہ اسم مصدر ہے جیسے عرب کہتے ہیں: اتقیت اللہ اتقاءً اور اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے اوامر کی پیروی اور اس کے مناہی سے گریز کرنا ہے۔ **العفاف** عف (ض) گناہوں اور قبائح سے بچنا۔ الغنٰی مخلوق کی طرف حاجت لے جانے سے بے پروائی۔ ہدایت کو مقدم اس لئے کیا کیونکہ وہ اصل ہے اور تمام تر تقویٰ کا دارومدار اسی پر ہے اسی طرح عفاف کا بھی اس پر عطف فرمایا یہ عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے تاکہ اس کی اہمیت ثابت ہو۔ اس لئے بھی کہ نفس اس کی ضد کا داعی ہے پس اللہ تعالیٰ سے اسکے ترک پر مدد چاہی۔ دین کے مطالب مکمل کرنے پر دنیا کی طرف توجہ کی اور وہ غنیٰ یعنی لوگوں کی طرف عدم احتیاج ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۷۲۱) وأحمد (۲/۳۹۰٤) والترمذی (۳۵۰۰) والبخاری (٦٧٤) وابن ماجه (۳۸۳۲) وابن حبان (۹۰۰)

**الفوائد** : ① ہدایت، تقویٰ کو مطلق ذکر کیا تاکہ معاشی ومعاد پر مکارم اخلاق کی تمام اقسام کو شامل ہو جائے اور جن سے بچنا ضروری ہے جیسے شرک، معاصی، رذیل اخلاق ان کو شامل ہوں۔ (طیبی)

۱٤٧٠ : وَعَنْ طَارِقِ بْنِ اَشْیَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : کَانَ الرَّجُلُ اِذَا اَسْلَمَ عَلَّمَہُ النَّبِیُّ ﷺ الصَّلٰوۃَ ثُمَّ اَمَرَہٗ اَنْ یَّدْعُوَ بِھٰٓؤُلَآءِ الْکَلِمَاتِ :"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ، وَارْحَمْنِیْ ، وَاھْدِنِیْ ، وَعَافِنِیْ ، وَارْزُقْنِیْ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ عَنْ طَارِقٍ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ وَاَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ اَقُوْلُ حِیْنَ اَسْاَلُ رَبِّیْ؟ فَقَالَ :"قُلِ اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ، وَارْحَمْنِیْ ، وَعَافِنِیْ ، وَارْزُقْنِیْ فَاِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ تَجْمَعُ لَکَ دُنْیَاکَ وَاٰخِرَتَکَ"۔

۱٤٧٠: حضرت طارق بن اُشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی آدمی نیا مسلمان ہوتا تو آپ اس کو نماز سکھاتے پھر اس کو دعا کے لئے یہ کلمات سکھاتے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَ ارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ "اے اللہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھ ہدایت دے اور عافیت عنایت فرما اور مجھے رزق عنایت کر"۔ (مسلم) حضرت طارق کی ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے رب سے کس طرح سوال کروں؟ آپ نے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ... دعا تلقین فرمائی اور پھر فرمایا: "یہ دعا تیری دنیا و آخرت دونوں کو جمع کرنے والی ہے۔"

**تشریح** ۞ یہ ابن مسعود اشجعی کے خاندان سے ہیں یہ ابو مالک صحابیؓ کے والد ہیں مسلم کہتے ہیں ان سے صرف ان کے

بیٹے ابو مالکؒ نے ہی روایت نقل کی ہے بخاری نے تاریخ میں ان سے روایت لی ہے اور مسلم نے صحیح میں اسی طرح ترمذی، نسائی، ابن ماجہ سے روایت نقل کی ہے ان سے چار روایات نقل کی گئی ہیں (کذا قال البرقی) مسلم نے صرف ان سے دو روایتیں لی ہیں۔ اسلمه : جب وہ اسلام لے آتا۔ علمه النبی ﷺ الصلاة۔ نماز کی اہمیت اور اسلام کا سب سے عظیم رکن ہونے کی وجہ سے۔ اللھم اغفر لی۔ مغفرت سے ابتداء کی کیونکہ یہ تخلیہ اور اس میں معصیت کی گندگی سے پاکیزگی حاصل کی جاتی ہے اور دوسرے نمبر پر رحمت لائے کیونکہ وہ تحلیہ کی طرح ہے اور اس کا عطف، عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے۔ وارحمنی واھدنی لائے کیونکہ یہ عظیم مقاصد و مطالب سے ہے مطلب کے پورا ہو چکنے پر اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال تا کہ رحمت کے شکر یہ قدرت پاتے اور ہدایت کے مقاصد پر قائم ہو سکے۔ اور پھر رزق طلب کیا تا کہ اس کا نفس غم سے راحت پائے جو غم قیام طاعت سے مشغول کرنے والا ہے مسلم کی دوسری روایت میں۔ و اتاہ رجل۔ یہ قد کے اضمار سے جملہ حالیہ ہے حین اسائل جب میں اپنے رب کو پکاروں۔ مسلم میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے انگلیوں کو انگوٹھے کے علاوہ جمع فرمایا ان کلمات کے مطالب تیری دنیا و آخرت کے لئے کافی ہیں یعنی رزق، عافیت ورحمت دونوں جہاں کے لئے عام ہے اور بخشش آخرت کے ساتھ خاص ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٢٦٩٧) وابن ماجه (٣٨٤٥)

**الفوائد** : ① اسلام لائے کو نماز سکھا کر پھر اس میں اللہ تعالیٰ سے طلب کے کلمات تلقین کئے جاتے ہیں تا کہ دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیاں مانگے۔

١٤٧١ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۷۱: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ...... "اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے"۔ (مسلم)

**تشریح** : تمام بنی آدم کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں میں اسی طرح ہیں جیسے ایک دل ہوتا ہے جس کو جس طرح چاہتا ہے پھیرتا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللھم مصرف القلوب ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلنے والا جیسے ضلالت کے بعد ہدایت اور اس کا عکس۔ صرف قلوبنا : اسکو ایک حالت سے دوسری میں بدل دے۔ علی طاعتك۔ یہ ظرف صرف سے متعلق ہے یعنی صرف علی طاعتك قلوبنا فلا تزغها بعد الهدیٰ۔ ہمارے دلوں کو اطاعت پر پھیر اِن کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا نہ کر۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢/٦٥٨٠) ومسلم (٢٦٥٤) وابن حبان (٩٠٢) وابن أبي عاصم (١/١٠٠) والبيهقي

(ص/۱۴۷)

**الفوائد:** ① اس میں امت کی راہنمائی فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دعا میں متوجہ ہوں کہ وہ ان کو ہدایت پر ثابت قدمی میسر فرمائے۔

۱۴۷۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ ، وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ سُفْيَانُ : اَشُكُّ اَنِّیْ زِدْتُ وَاحِدَةً مِّنْهَا۔

۱۴۷۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم پناہ مانگو محنت کی (ناقابل برداشت) مشقت سے' بدبختی کے آ لینے سے' برے فیصلے سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے۔'' (بخاری ومسلم) ایک روایت میں یہ ہے کہ سفیان نے کہا مجھے شک ہے کہ میں نے ایک کا اضافہ کر دیا۔

**تشریح** : مبالغہ کے لئے عوذوا کی جگہ لائے۔ جهد البلاء فتحہ وضمہ جیم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ہر وہ چیز جو انسان کو سخت قسم کی مشقت سے پہنچے جس کو دور کرنے کی انسان میں طاقت نہ ہو وہ جہد البلاء ہے۔ ابن عمرؓ نے اس کی تعریف قلت حال اور کثرت عیال سے کی ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ جہد البلاء کا ایک فرد ہے بعض نے کہا وہ چیز جس پر موت کو ترجیح دے۔ درك الشقاء۔ راء کے فتحہ وسکون سے آتا ہے فتحہ کے ساتھ یہ مصدر ہے اور سکون کے ساتھ اسم مصدر ہے۔ کتاب السلاح میں کہا گیا ہے کہ درك ادراک والحاق کو کہتے ہیں الشقاء فتحہ اور مد کے ساتھ۔ سختی اور تنگدستی کا نام ہے یہ سعادت و خوش بختی کی ضد ہے۔ اسکا اطلاق اس سبب پر بھی ہوتا ہے جو ہلاکت تک پہنچانے والا ہو۔ بلکہ قسطلانی نے مطلق ہلاکت اس کا معنی کیا ہے۔ سوء القضاء۔ یہاں پر برا نتیجہ مراد ہے کیونکہ قضاء الٰہی بحیثیت قضاء کے حسن ہے اور قضاء تفصیل کے ساتھ ہمیشہ رہنے والی کلیات کے حکم کو کہتے ہیں۔ شماتہ الاعداء وہ غم جس پر دشمن خوش ہو جس سے دل میں دکھ اور نفس میں شدید اثر پہنچے آپ ﷺ نے تعلیم امت کے لئے یہ دعا سکھلائی یہ جامع دعا ہے کیونکہ مکروہ وناپسند کام یا تو مبداء کی طرف سے سامنے آئے گا یہ سوء قضاء ہے یا پھر معاد کی جانب سے ہوگا یہی درك الشقاء کیونکہ شقاوت آخرت ہی حقیقی ہے یا پھر معاش کی طرف سے ہوگا پھر یہ دوسرے کی جانب سے ہوگا اس کو شماتت اعداء کہتے ہی پھر اپنی طرف سے ہوگا اس کو جہد البلاء کہتے ہیں آپ ﷺ نے امت کی تعلیم کے لئے یہ دعائیں نقل فرمائیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ پر آپ کو ان تمام سے محفوظ فرمایا یہ کلمات امت کو بطور تعلیم سکھائے تاکہ پڑھانے کی صورت میں ازالہ کی راہ معلوم ہو۔

سفیان کا قول: شاید کہ ایک خصلت میں مجھ سے اضافہ ہو گیا اسماعیلی نے یہ شماتۃ اعداء ہی ذکر کی ہے بخاری نے باب القدر میں چار ذکر کی ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۷۲۵۹) والبخاری (۶۳۴۷) المفرد (۶۶۹) ومسلم (۲۷۰۷) والنسائی (۵۵۰۷)

والحمیدی (۹۷۲) وابن أبی عاصم (۳۸۲) وابن حبان (۱۰۱۶)

**الفرائد** : ① قضاء وقدر کے فیصلے دفاع اور مدفوع دونوں پر مشتمل ہیں ممکن ہے کہ اس استعاذہ سے وصیت دفع ہو جائے یہ دعا بھی قضا ہے۔(ابن جوزی) شفقت نبوت یہ ہے ابواب خیر کی تلقین فرمائی اور ناپسندیدہ حالت میں ابتلاء سے حفاظت کی راہیں بھی بتلادیں۔

۱۴۷۳ : وَعَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِي الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ ، وَاَصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِي الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ ، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۷۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ''اے اللہ میرے اس دین کو درست فرما جو میرے معاملات کی حفاظت کا ذریعہ ہے' اس دنیا کی درستی فرما جس پر میرا گزران ہے' میری اس آخرت کو درست فرما جہاں میں نے لوٹ کر جانا ہے' زندگی کو میرے لئے ہر بھلائی میں اضافہ کا ذریعہ بنا اور موت کو میرے لئے ہر برائی سے راحت کا مسبب بنا''۔(مسلم)

**تشریح** : یعنی دین کے احکامات کو اصل طریقہ سے ادا کی توفیق عنایت فرما۔ عصمة امری : جس پر تمام امور میں بھروسہ کرتا ہوں۔ **العصمة**۔ روکنا اور حفاظت کرنا بعض نے کہا یہ مصدر بمعنی فاعل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعًا﴾ [آل عمران ۱۰۳] **معاشی** ۔ میری زندگی گذارنے کا زمانہ اور زندگی گزارنے کی جگہ ہے یعنی اس طرح کہ ضروریات بقدر کفالت عنایت فرمادے اور حلال عنایت فرما تا کہ تیری اطاعت میں معین مددگار ہوں۔ **معادی**۔ لوٹنے کی جگہ (۲) مہربانی سے لوٹنے کا زمانہ وہ اسی طرح کہ عبادت کی توفیق ملتی رہے اور طاعت میں اخلاص میسر رہے اور اچھا انجام ہو۔ واجعل الحیاة ۔طویل عمر زیادة لی فی کل خیر۔ ہر خیر میں اضافے کا باعث یعنی علم میں یقین اور عمل میں پختگی میسر ہو۔ واجعل الموت : یعنی موت کے جلد آنے کو راحة لی من کل شر : فتنوں کا ذریعہ اور مشقتوں اور معصیتوں اور غفلتوں میں مبتلا ہونے سے حفاظت کا ذریعہ حاصل یہ ہے میری عمر کو اپنی پسند میں مصروف رکھ اور ناپسند باتوں سے محفوظ رکھ۔ یہ جامع دعا ہے۔

**تخریج** : اخرجه مسلم (۲۷۲۰)

**الفرائد** : ① یہ جامع دعا ہے اس میں دین کی درستی کو دنیا سے مقدم فرما کر دین کی اہمیت کی طرف اشارہ کر دیا۔ یہ بھی جامع دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ طلب کی گئی کہ دنیا کو زادِ آخرت بنا' ہر برائی سے بچنے کا ذریعہ بنا۔

۱۴۷۴ : وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ : "قُلْ : اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ"

وَفِیْ رِوَایَةٍ :اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی ' وَالسَّدَادَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۷۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہؐ نے فرمایا تم اس طرح کہو : اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ ..... ''اے اللہ مجھے ہدایت دے اور درست وسیدھا رکھ۔'' اور ایک روایت میں یہ ہے: ''اے اللہ میں آپ سے ہدایت اور درستی کا سوال کرتا ہوں''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ سددنی۔تسدید فی الامر ۔درست طور پر انجام دینے کو کہتے ہیں مسلم کی دوسری روایت میں :اللهم انی اسألك الهدیٰ والسداد کے الفاظ ہیں ھدیٰ کے لفظ سے راہ دکھانا اور سداد سے مراد ہم یعنی تیر سیدھا کرنے کو یاد دلایا۔نووی کہتے ہیں سداد تیر درست کرنے کو کہتے ہیں پس سددنی کا معنی یہ ہے مجھے توفیق عنایت فرما کہ میں تمام امور میں درست بات کو پالینے کے قابل بن جاؤں اور سداد کی اصل استقامت اور معاملات میں میانہ روی ہے ھدیٰ کا یہاں معنی راہنمائی ہے یہ تذکیرو تانیث سے استعمال ہوتا ہے۔اذکر بالھدیٰ کا معنی یہ دعا میں پڑھو کیونکہ راستے کی طرف راہنمائی کرنے والا اس سے ٹیڑھا نہیں ہوتا اور تیر سیدھا کرنے والا تیر کو درست کرنے میں حریص ہوتا ہے اور تیر نشانے پر اسی وقت درست بیٹھتا ہے جب وہ سیدھا ہو اسی طرح داعی کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے معاملات میں درستی رکھے اور سنت کو لازم پکڑے بعض نے کہا کہ ان الفاظ کو بار بار دھرائے تاکہ بھولنے نہ پائے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٢٧٢٥) وأبو داود (٤٢٢٥) النسائي (٥٢٢٧)

**الفرائد** : ① اللہ تعالیٰ سے ہدایت و راستی طلب کرنی چاہیے۔معقول کو محسوس کی صورت میں ذکر کیا گیا کیونکہ اس کے اثرات نفوس میں عظیم تر ہے۔

١٤٧٥ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعِجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ ' وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ' وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ" وَفِیْ رِوَايَةٍ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۷۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے : ''اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں عاجزی' سستی' بزدلی' بڑھاپا اور بخل سے اور اے اللہ میں عذاب قبر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں' زندگی اور موت کی آزمائش سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں ۔ ایک روایت میں قرض کے بوجھ اور آدمیوں کے زبردستی کرنے سے'' کے الفاظ ہیں۔(مسلم)

**تشریح** ۞ العجز۔بھلائی کی ہمت نہ رہے۔بعض نے کہا وہ چیز چھوٹ جائے جس کا کرنا واجب ہو اور اس میں ٹال مٹول کرنا۔ان دونوں سے پناہ مانگنی چاہیے۔(ابن جوزی) والکسل' نووی کہتے ہیں بھلائی کے لئے نفس نہ اٹھنا اور اس کی طرف کم رغبت کرنا۔والجبن خوف اور ضعف قلب' یہ شجاعت کی ضد ہے۔(القاموس) والھرم: آدمی کا خوف بڑھاپے کی

وجہ سے اس طرح ہو جانا کہ وہ میانہ درجہ کے حسی امور اور عقلی امور میں امتیاز نہ کر سکے۔ (مظہری) **البخل** جس کا ادا کرنا مطلوب ہو اس کی ادائیگی سے ہاتھ روک لینا۔ **عذاب القبر**: جو کہ قبر میں ہونے والا ہے ایک ارشاد میں فرمایا: "القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار" قبر آخرت کی پہلی منزل ہے اگر یہ منزل خوب رہی تو بعد والا معاملہ بہت ہی خوب ہوگا اور اگر خراب ہوئی تو بعد دیا جائے گا۔ **فتنة المحيا و الممات**: یعنی زندگی اور موت کے فتنے سے۔ ابن جزری کا قول فتنہ موت سے مراد کے متعلق مختلف اقوال ہیں: (۱) فتنہ قبر (۲) موت کی گھڑی۔ مسلم کی ایک روایت میں ضلع الدین ضلع بکل ہونا۔ یہاں قرض کا بوجھ اور اسکی شدت مراد ہے جس کی ادائیگی نہ کر پائے خصوصاً جبکہ مطالبہ بھی ہو رہا ہو۔ بعض سلف کا قول ہے جس دل میں قرض کا خوف داخل ہو گیا اس سے عقل ایک حصہ چلا گیا جو واپس نہ لوٹے گا۔ **وغلبة الرجال**۔ مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے یا مفعول کی طرف بہرحال اس میں اشارہ کر دیا ایسے جاہ مرتبہ سے پناہ مانگے جو حد سے بڑھنے والا ہو اور ایسی عاجزی سے بھی جو ذلت میں مبتلا کرنے والی ہو۔

حاکم کی روایت میں یہ الفاظ زائد تر ہیں: **"والقسوة والغفلة' والذل والقلة والمسكنة' واعوذبك من الفقر والكفر والفسوق والشقاق والنفاق والسمعة والرياء واعوذبك من الصمم والبكم والجنون والجذام وسئى الاسقام"۔**

**تخريج**: أخرجه أحمد (٤/١٢١١٤) والبخاري (٢٨٢٣) ومسلم (٢٧٠٦) وأبو داود (١٥٤٠) والنسائي (٥٤٦٣) والبخاري (٦٧٢) وابن أبي شيبة (١٠/١٩٠) وابن حبان (١٠٠٩)

**الفوائد**: ① رذائل تین قسم کے ہیں: ۱) نفسانی ۲) بدنی ۳) خارجی۔ اور انسان میں قوتیں بھی تین ہیں: ۱) عقلی ۲) غضبی ۳) شہوانی۔ پس ۱) ہم و حزن کا تعلق عقلی سے ۲) جبن کا تعلق غضبی سے ۳) اور بخل کا تعلق شہوانی سے اور عجز و کسل کا تعلق بدنی سے اور دوسرے کی درستی تمام اعضاء و آلات کی درستی پر موقوف ہے اور اول اعضاء کے نقص سے پیش آتی ہے۔ (۴) ضلع کا تعلق خارجی سے ہے پس پہلی مالی دوسری جانی ہے یہ دعا ان سب پر مشتمل ہے۔ (کرمانی)

**١٤٧٦: وَعَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: عَلِّمْنِيْ دُعَآءً اَدْعُوْا بِهٖ فِيْ صَلَاتِيْ' قَالَ: قُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ' فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ' وَارْحَمْنِيْ' اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ' وَفِيْ رِوَايَةٍ: "وَفِيْ بَيْتِيْ" وَرُوِيَ: "ظُلْمًا كَثِيْرًا" وَرُوِيَ "كَبِيْرًا" بِالثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ وَبِالْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَهُمَا فَيُقَالُ: كَثِيْرًا كَبِيْرًا۔**

۱۴۷۶: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی دعا سکھلائیں جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: **اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ**

نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ' فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً...... ''اے اللہ بے شک میں نے اپنے آپ پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخش نہیں سکتا پس تو مجھے اپنی خاص بخشش سے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ بے شک تو بخشنے والا' رحم کرنے والا ہے''۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے فِيْ بَيْتِيْ (اپنے گھر میں) کے الفاظ میں كَثِيْرًا کی جگہ كَبِيْرًا کے الفاظ ہیں پس مناسب ہے کہ دونوں کو اکٹھا کر کے كَثِيْرًا كَبِيْرًا پڑھیں۔

**تشریح** ۞ ادع۔ جملہ صفتیہ دعائیہ ہے جواب شرط مقدر کی وجہ سے واؤ گر گئی۔ في صلاتی۔ یہ دعا مقبول دعا ہے کیونکہ محبوب رب العالمین نے اپنے پیارے دوست کے لئے مجیب الدعوات کی بارگاہ سے مانگنے کے لئے منتخب فرمائی۔ ظلمت نفسی :میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا کہ اسے مناہی میں ڈال دیا اور اوامر سے دور کر لیا۔ ظلمًا کثیرًا۔ مصدر لا اور اس کا وصف لا کر تاکید کر دی تاکہ مولیٰ کی بارگاہ میں تذلل و خضوع میں اضافہ ہو۔ ولا یغفر الذنوب الا انت۔ یہ جملہ انی ظلمت پر معطف ہے (۲) حال ہے یعنی حال یہ ہے کہ گناہوں کی بخشش خواہ مواخذہ نہ کر کے یا مکاری کا پردہ ڈال کر یا بالکلیہ مٹا کر تو کر ہی سکتا ہے۔ فاغفرلی مغفرۃ یعنی ایسی مغفرت جو عظیم الشان بلند مرتبے والی ہو۔ من عندك ۱) جو عظمت والی ذات کی طرف ملے گا وہ اسی لائق ہے کہ وہ بہت بڑا ہو ۲) مطلب یہ ہے تو اپنی طرف سے بطور فضل مغفرت فرما دے اگرچہ مجھ میں اس کی قطعاً اہلیت نہیں۔ وارحمنی :اپنی طرف سے رحمت کے ساتھ مجھ پر رحم فرما یہاں من عندك کا قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔ انك انت الغفور الرحیم۔ تو ہی غفور رحیم ہے نہ غیر جیسا کہ دونوں اجزاء کا معرفہ لانا ظاہر کر رہا ہے اور پھر ضمیر فصل بھی لائی گئی ہے ان دونوں صفات پر کلام کو ختم کیا گیا اور یہ صفات بڑی مناسبت سے بطور تقابل لائی گئی ہیں پس ۱) الغفور' اغفرلی کے مقابل اور الرحیم ارحمنی کے مقابل اور یہ مرتبہ کے اعتبار سے مقابل ہے یعنی تو مجھے بخش دے کیونکہ آپ ﷺ الغفور ہیں اور مجھ پر رحم فرما کیونکہ آپ ﷺ الرحیم ہیں بعض روایات میں ظلمًا کبیرًا کے الفاظ بھی ہیں اس لئے علماء نے فرمایا احتیاطاً دونوں کو جمع کر لے ظلمًا کثیرًا کہہ لے یا پہلے ایک روایت کے الفاظ پڑھ کر دوسری روایت کے الفاظ الگ پڑھے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١/٨) والبخاری (٨٣٤) وملسم (٢٧٠٥) والترمذی (٣٥٣١) والنسائی (١٣٠١) وابن ماجه (٣٨٣٥) وابن حبان (١٩٧٦) وابن خزیمة (٧٤٥) والبزار (٢٩) وأبو یعلی (٢٩) وابن أبی شیبة (٢٦٩/١٠) والبیهقی (١٥٤/٢)

**الفوائد** : ① عالم سے علم حاصل کرنا مناسب ہے تاکہ جامع کلمات کی تلقین کرے۔ اس میں طلب مغفرت اور عام خیر کا تذکرہ ہے۔

١٤٧٧ : وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ يَدْعُوْا بِهٰذَا الدُّعَاءِ – اَللّٰهُمَّ

اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَهْلِیْ ، وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَهَزْلِیْ ، وَخَطَئِیْ وَعَمْدِیْ ، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ ، وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۴۷۷: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ...... ''اے اللہ مجھے بخش دے اور میری غلطی اور جہالت اور معاملات میں میرا تجاوز اور وہ بھی بخش دے جسے آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔اے اللہ! میرا ارادۃً کیا ہوا اور مذاق کے طور پر کیا ہوا اور غلطی سے کیا گیا اور ارادۃً کیا گیا سب بخش دے اور یہ تمام میری ہی طرف سے ہوئے۔اے اللہ! میرے وہ گناہ بخش دے جو میں نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے اور علانیہ کئے یا خفیہ کئے اور وہ بھی جو آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔آپ آگے بڑھانے والے اور پیچھے ہٹانے والے ہیں اور آپ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے''۔(بخاری و مسلم)

**تشریح** (۱) امت کی تعلیم اور ترک اولیٰ پر استغفار کے لئے (۲) اپنے رب کی بارگاہ میں تواضع کے لئے (۳) بطور سہو ہونے والے اعمال جبکہ عصمت کا عموم نہ مانا جائے مگر مرجوح قول ہے راجح قول عصمت ہے (۴) امت کے مصالح پر نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ مشغولیت اور دشمنوں کے ساتھ لڑائی میں مشغولیت مؤلفۃ القلوب کی تالیف اور اسی طرح کے دیگر مشاغل کی وجہ سے آپ کے عظیم مقامات کے مطابق حضور اور اس کے ماسوا سے فراغت مرتبہ کے مطابق نہ ہونے کو آپ نے ذنب خیال کر کے استغفار کیا۔اگرچہ یہ احوال عظیم طاعات اور افضل اعمال ہیں۔لیکن یہ بلند درجات سے نزول ہے جس کی وجہ سے استغفار فرمایا (۵) بعض نے کہا آپ ﷺ دائماً ترقی احوال میں تھے۔جب گزشتہ حال کو دیکھتے تو اس سے استغفار کرتے جیسا کہا گیا حسنات الابرار سیئات المقربین طبیعت میں تازہ بتازہ غفلات پیش آتیں جو اسے استغفار کی حاجت ہوتی۔ابن الجزری کہتے ہیں انسانی طبع کی لغزشوں سے کوئی بچ نہیں سکتا انبیاء علیہم السلام کبائر سے معصوم ہیں صغائر سے معصوم نہیں۔(ابن الجزری) مگر صحیح بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام صغائر و کبائر سب سے قبل و بعد نبوت معصوم ہوتے ہیں ابن دقیق سے سہروردی کا قول نقل کیا آپ ﷺ کا استغفار نفس کے قدم کے روح کو عروج میں ملنے سے قاصر ہونے کی وجہ سے تھا حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہی تھا کہ علاقہ نفسی کو انقطاع سے بچانے کے لئے حرکت قلب کو سست رکھا جائے تا کہ بندے محروم نہ رہ جائیں پس آپ ﷺ اس قصور قلب عن اللحوق بالروح پر استغفار فرماتے۔پھر اللهم اغفرلي کو عطف کے طور پر لاتے۔وجهلي اور جو کچھ مجھ سے ناواقفی کی وجہ سے صادر ہوا اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿انما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة﴾ [سورة النساء: ۱۷] بغوی کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے ہو نافرمان ہے۔واسرافي: یعنی حد سے میرا تجاوز۔ما انت اعلم به مني یعنی نفس کی مخالفت اور سیئات ممکن ہے کہ اس سے مقابل

مراد ہو اور بطور اطناب اس کو لایا گیا ہو خلافِ اولی اور مکروہات مراد ہو یہ عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے۔ اغفرلی جدی۔ جو مخالفات اس کام میں خود کوشش سے کیے۔ وھزلی یہ ماقبل کی ضد ہے۔ وخطئی۔ جو عمد کے بالمقابل ہو یا ذنب کو بھی کہا جاتا ہے جیسا صحاح میں ہے جمہور رویت نے خطایای لکھا ہے اور عمد کا اس پر عطف۔ عطف خاص علی العام ہے کیونکہ عمد و خطا دونوں ہی خطیہ میں شامل ہیں یا ایک عام کو دوسرے عام پر عطف کیا یا ایک وصف کو دوسرے پر عطف کیا جیسا اس ارشاد میں: ﴿تلك آيات الكتاب وقرآن مبين﴾ [النمل: ۱] کل ذلك عندی۔ یہ موجود و ممکن سب میری طرف سے ہیں۔ یہ تواضعاً فرمایا علیؒ نے فرمایا کمال کے فوت ہونے اور ترک اولی کو ذنب کہا اس کا حاصل حسنات الابرار سیئات المقربین ہے۔ ما قدمت وما اخرت۔ یہ عموم سے کنایہ ہے جیسا اس قول میں وما اسررت وما اعلنت کو لوگوں کی آنکھوں سے مخفی کیے اور جو ظاہراً ہے۔ وما انت اعلم به منی۔ ان میں سے یا اس میں سے یا ان کے علاوہ میں سے۔ انت المقدم۔ نیک اعمال کی توفیق دے کر جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔ کل شیء۔ جن کا تذکرہ ہو یا ان کے علاوہ ممکنات سے۔ قدیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی کیونکہ قدرت اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے اس سے تخلف نہیں جو ذات سے خاص ہو۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۱۹۷۵۹) والبخاری (۶۳۹۸) ومسلم (۲۷۱۹) وابن حبان (۹۵۴)

۱۴۷۸: وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُعَآئِهٖ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَلِمْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۷۸: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرماتے" اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس کے شر سے جو میں جانتا ہوں اور اس کے شر سے جو میں نے عمل نہیں کیا"۔ (مسلم)

**تشریح** : حق ربوبیت کی ادائیگی کے لئے یا تعلیم کے لئے یا تواضع کے طور پر۔ مالم اعمل۔ اس میں زمانہ مستقبل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں سے پناہ طلب کی گئی جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فانه لایأمن مکر الله الا القوم الخاسرون﴾ [الاعراف ۹۹] "بعض نے کہا کہ اس میں اس سے پناہ طلب کی گئی کہ کوئی آدمی قبائح سے باز رہنے میں اپنے اوپر فخر نہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے سوال ثابت کرتا ہے اس سب کچھ کو اللہ تعالیٰ کا فضل مانیں اپنی حول وقوت کا دخل نہیں مانیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۰/۲۵۸٤۲) ومسلم (۲۷۱۶) وأبو داود (۱۵۵۰) والنسائی (۱۳۰۶) وابن ماجه (۳۸۳۹) وابن حبان (۱۰۳۱) وابن أبی شیبة (۱۰/۱۸۶)

**الفوائد** : ① دعا میں تواضع، استعانت اور خضوع کی کثرت ہونی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ دعا کو اپنانا ہی دنیا و آخرت کی خیر کا باعث ہے۔

۱۴۷۹ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ مِنْ دُعَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ ، وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ ، وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۷۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ ہوتی تھی: "اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے زوال اور عافیت کے پھر جانے اور ناراضگی کے اچانک آنے اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے۔" (مسلم)

**تشریح** : نعمتک۔ خواہ وہ دنیوی نعمتیں ہوں یا اخروی امور سے ان کا تعلق ہو۔ تحول عافیتک۔ جو آپ نے عافیت دی ہے اس کے مصائب میں بدلنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں زوال کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز اس میں پائی جاتی تھی پھر اس سے الگ ہوگئی اور تحول کسی چیز کا بالکل بدل جانا اور دوسرے سے منقطع ہونا۔ اب مطلب زوال نعمت کا یہ ہے کہ نعمت بھی چھن جائے اور بدل بھی نہ ہو اور تحول عافیت یہ ہے کہ صحت کی بجائے مرض آ جائے۔

ابن الجزری کا قول: تحول کا معنی انتقال ہے۔ وفجاءۃ نقمتک۔ فجاءہ و مفاجاۃ کا معنی سبب کے پیش آنے کے بغیر اچانک کسی چیز کا پیش آنا جب استعاذہ میں اس کا استعمال ہو تو اس کا معنی نقمت عذاب ہے کیونکہ مدرتی تنبیہ کے آنے سے پیشتر ہوتے ہیں۔ (مظہری) اور نعمت سزا کے لئے بولا جاتا ہے و جمیع سخطک یعنی آپ ﷺ غضب کے اسباب سے یہ تفصیل کے بعد اجمال ہے۔

**تخریج** : اخرجه مسلم (۲۷۳۹) و ابو داود (۱۵۴۵)

**الفوائد** : ① یہ دعا جامع استعاذات سے ہے۔

۱۴۸۰ : وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ ، وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ، اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا ، وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا ، اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ ، وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۸۰: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں یوں فرماتے: "اے اللہ! میں عاجزی، سستی، بخل، شدید بڑھاپا اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو میرے نفس کو اس کا تقویٰ عنایت فرما اور اس کو پاک کر دے تو سب سے بہتر اس کو پاک کرنے والا ہے تو ہی اس کا مالک اور کارساز ہے۔ اے اللہ! میں ایسے علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو نفع بخش نہ ہو، ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبولیت والی نہ ہو۔" (مسلم)

**تشریح** ان کے حالات باب تعظیم اہل بیت رسول اللہ ﷺ میں گزر رہے۔اللھم انی اعوذبک۔یہ تعلیم امت کے لئے ہے۔آت۔عطاء کے معنی میں ہے۔تقواھا۔اس سے مراد اوامر کی پابندی اور نواہی سے اجتناب اور مناسبت کی وجہ سے لائے بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو تقویٰ پر قائم رکھنے کی توفیق دے بعض نے کہا اس کی بہتر تفسیر یہ ہے کہ تقویٰ جو فجور کے مقابل ہو جیسے اس آیت میں ﴿فالھمھا فجورھا وتقواھا﴾ [الشمس:۸] خواہشات کی پیروی اور ارتکاب فجور وفواحش سے احتراز مقصود ہے کیونکہ حدیث آیت کا بیان ہے۔زکھا :تو اس کو رذائل سے پاک کردے کیونکہ آپ کو اس بات کی قدرت کاملہ حاصل ہے اور دوسروں کو کوئی قدرت نہیں۔انت ولیھا۔تو میرے نفس کا مددگار ہے مولاھا۔اور اس کا مالک وآقا ہے یہ ماقبل کے لئے دلیل کی طرح ہے کیونکہ ناصر وآقا کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ رعایا کا خیال کرے اور ان کی اصلاح ودرستی کے لئے کوشاں ہو من علم لا ینفع۔یعنی وہ علم جس میں کسی کا فائدہ نہیں یہاں معمول محذوف ہے یا مفعول سے غرض متعلق نہ تھی اس لئے متعدی کو قاصر کی جگہ اتار کر ذکر کیا جیسا اس آیت میں ہے:﴿ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون﴾ اس میں اشارہ ہے کہ وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے اگرچہ دوسرے کو فائدہ ہے وہ اس سے مراد نہیں کیونکہ اس سے کچھ فائدہ تو ہو رہا ہے بعض نے کہا اس سے مراد وہ علم ہے جس پر عمل نہ ہو حدیث مرفوع میں فرمایا گیا ہے "العلم الذی لا یعمل بہ کالکنز الذی لا ینفق منہ اتعب صاحبہ فی جمعہ ثم لم یصل الی نفعہ" طیبی کہتے ہیں وہ علم جس سے نفع نہ اٹھایا جائے وہ وہی علم ہے جو اخلاق باطنیہ کو مہذب نہ بنائے کہ اخلاق کی تہذیب افعال ظاہرہ پر اثر انداز ہو اور اس سے وہ کامل ثواب جمع کرے جیسا کسی شاعر نے کہا

یا من تباعد عن مکارم خلقہ
لیس التفاخر بالعلوم الزاخرۃ
من لم یھذب علمہ اخلاقہ
لم ینتفع بعلومہ فی الآخرۃ

حاصل یہ ہے کہ جس کے علم سے تہذیب اخلاق پیدا نہ کی وہ علم آخرت میں بے فائدہ ہے۔من قلب لا یخشع۔یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کا کلام سن کر اس میں خشوع پیدا نہ ہو وہ قلب قاسی ہے۔ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت میں اس طرح ہے:ان ابعد الناس من اللہ القلب القاسی "دل سے مطلوب یہ ہے کہ وہ باری تعالیٰ کے سامنے جھکنے والا اور اپنی مراد کے لئے سینے کو کھولنے والا اور دل میں نور کے ڈالے جانے کا مستحق ہو اگر ایسا نہ ہو تو وہ قلب قاسی ہے اس سے پناہ طلب کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿فویل للقاسیۃ قلوبھم﴾ [الزمر:۲۲] ومن نفس لا تشبع۔اس حرص کی وجہ سے جو اس پر ابھارنے والا ہو تو رپشتی کہتے ہیں ممکن ہے اس کا معنی یہ ہو کہ وہ حرص کی وجہ سے جمع کرتا چلا جاتا ہے اور اس کا معنی کثرت سے کھانا ہو جب نفس بہت کھاتا ہو اور سیر نہ ہوتا ہو تو وہ دنیا کی حرص کرنے والا ہوگا۔وہ انسان کا بڑا دشمن ہے۔لا یستجاب لھا۔یعنی دعا کے مسترد کیے جانے کے جو تقاضے اور عدم قبولیت کے جو تقاضے ہیں یعنی غصہ اور دھتکارنا اس سے محفوظ فرما۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۱۹۳۲۷/۱۰) ومسلم (۲۷۲۲) والنسائی (۵۴۷۳)

**الفرائد** : ① ان چیزوں سے استعاذہ تکمیل نفس اور تکمیل احوال صفات کے لئے تھا۔امت کی تعلیم کے لئے استعاذہ کیا گیا۔

۱۴۸۱ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ ، وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ ، وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ" زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ : "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۴۸۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا اور تجھ پر ایمان لایا' آپ پر توکل کیا' آپ کی طرف میں رجوع کرتا ہوں اور آپ کی طرف ہی میں نے فیصلہ میں رجوع کیا۔ پس تو مجھے بخش دے وہ گناہ جو میں نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے اور جو ظاہر کئے اور جو مخفی کئے ۔آپ ہی آگے بڑھانے والے اور آپ ہی پیچھے ہٹانے والے ہیں۔آپ کے سوا کوئی معبود نہیں''۔بعض راویوں نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے الفاظ زائد نقل کئے ہیں''۔(بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ اللهم لك یعنی تیرے لئے نہ کہ غیروں کے لئے ۔ اسلمت میں اطاعت وفرمانبرداری اختیار کی۔ وبك آمنت آپ کی تصدیق کی اور آپ ﷺ کی صفات ذاتیہ اور صفات عالیہ کے ساتھ آپ ﷺ کو مانا جو آپ ﷺ نے اپنے پیغمبروں کی طرف وحی کی ہیں۔ وعليك توكلت تیری نصرت و مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے تجھ پر توکل کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ومن يتوكل على الله فهو حسبه﴾ [الطلاق :۳] واليك انبت : آپ ﷺ تدابیر اور صریح تدابیر پر اکتفاء کرتے ہوئے تمام امور میں آپ ﷺ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وبك خاصمت: میں دشمن کے ساتھ مخاصمہ کرنے آپ ﷺ کی قدرت سے حجت قائم کر کے کامیاب ہونے والا ہوں۔ واليك حاكمت :یعنی آپ ﷺ کی اتاری ہوئی کتاب و وحی پر فیصلہ کا دارومدار مانتا ہوں استنباط بھی اسی میں شامل ہے جو کتاب وسنت کی روشنی میں ہو۔ فاغفرلی متغایر الفاظ عطف کے ساتھ اطناب کلام کے لئے لائے انت المقدم وانت المؤخر۔ جس سے آپ ﷺ کی دوستی ہو وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے دشمن ہو وہ عزت نہیں پاسکتا جیسا شاعر نے ۔

وان هو لم يرشدك في كل مسلك ☆ ضللت ولو ان السماك دليل

**حاصل کلام**: اللہ تعالیٰ کی اعانت راہنمائی بہرحال معین و مددگار ہے ورنہ ضلالت ہی ضلالت ہے بعض روایت بخاری لا اله الا انت اور بعض نے ولا اله الا غيرك نقل کیا اور بعض رواۃ نے ولا حول ولا قوة الا بالله کا اضافہ بھی نقل کیا ہے

اس کا معنی مقابل کی طرح ہے گویا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کمال رجوع اور مکمل جھکاؤ ہے اور اسی کی رسی کو تھامنے والا اور اس پر توکل کرنے والا ہوں اور اسی کی پناہ لینے والا ہوں نہ غیر کی۔

**تخریج** : أخرجه مالك (۵۰۰) وأحمد (۲۷۱۰) والبخاري (۱۱۲۰) ومسلم (۷۶۹) وأبو داود (۷۷۱) والترمذي (۳۴۲۹) والنسائي (۱۶۱۸) وابن حبان (۲۵۹۷) وابن خزيمة (۱۱۵۲) وابن أبي شيبة (۱۰/۲۵۹) وعبد الرزاق (۲۵۶۵) والحميدي (۴۹۵) وأبو عوانة (۲/۲۹۹) وأبو يعلى (۲۴۰۴) والبيهقي (۵۰۳)

**الفرائد** : ① جو جس قدر عظمت الٰہی سے واقف ہوتا ہے وہ اسی قدر اس کی بارگاہ میں تضرع اور خضوع اختیار کرتا اور اس پر توکل کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا اقرار اور اس کے صدق وغیرہ کا اعتراف ہے۔

---

۱۴۸۲ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَدْعُوْا بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ ، وَعَذَابِ النَّارِ ، وَمِنْ شَرِّ الْغِنٰى وَالْفَقْرِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوُدَ۔

۱۴۸۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ ، وَعَذَابِ النَّارِ ، وَمِنْ شَرِّ الْغِنٰى وَالْفَقْرِ" "اے اللہ میں آگ کی آزمائش اور آگ کے عذاب' غناء کے شر اور فقر کے شر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں"۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔

**تشریح** : (۱) فتنة النار ایسا فتنہ جس کا نتیجہ آگ ہو (۲) اضافت بیانیہ ہو تو آزمائش خود آگ ہے۔ و عذاب النار : مضاف کے الفاظ مختلف ہونے کی وجہ سے ردیف کے لئے عطف کر دیا۔ یا ممکن ہے فتنۃ النار سے مراد جہنم کے فرشتوں کی ڈانٹ ڈپٹ ہو جیسے آیت میں ہے: ﴿كلما القى فيها فوج سألهم خزنتها الم يأ تكم نذير﴾ [الملك : ۸]۔ ومن شر الغني والفقر یعنی عام طور پر جوان پر مرتب ہوتے ہے مثلاً تکبر' خود پسندی' بد خلقی' حرص' حرام مال کا جمع کرنا' حقوق اللہ کی ادائیگی میں بخل یہ مالداری سے پیدا ہونے والی چیزیں ہیں اور فقر سے اکتاہٹ' تقدیر سے آس توڑنا اور ان ناراضگیوں میں مبتلا ہونا جو اس سے ختم ہوتی ہیں۔

ترمذی کے یہ الفاظ زائد ہیں: اللهم اغسل خطاياى بماء الثلج والبرد' وأنق قلبي من الخطايا كما أنقيت الثوب الأبيض من الدنس وباعد بيني بين خطاياى كما باعدت بين المشرق والغرب' اللهم انى اعوذبك من الكسل والهرم والمأثم والمغرم "اور آیت بالا کے الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (۱۵۴۳) البخاري (۸۳۲) مسلم (۵۸۹) والترمذي (۳۵۰۶) والنسائي (۱۳۰۸) وابن ماجه (۳۸۳۸) وأحمد (۹/۲۴۶۳۲)

**الفوائد:** ① تعلیم امت کے لئے استعاذہ فرمایا۔ (ابن بطال) ② دعا بارگاہ الٰہی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

۱۴۸۳ : وَعَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمِّهِ ، وَهُوَ قُطْبَةُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ ، وَالْاَعْمَالِ ، وَالْاَهْوَآءِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۸۳ : حضرت زیاد بن علاقہ اپنے چچا قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ ، وَالْاَعْمَالِ ، وَالْاَهْوَآءِ" "اے اللہ برے اخلاق و اعمال اور خواہشات سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں"۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح:** یہ زیاد ان کی کنیت ابو مالک کوفی ہے یہ ثقہ ہیں ان کو تیر کا پھل لگ گیا ان کی وفات ۱۳۵ھ میں ہوئی ان کی عمر سو سال سے زائد تھی اصحاب ستہ نے ان سے روایت نقل کی ہے۔ قطبہ بن مالکؓ یہ صحابی ہیں کوفہ میں اقامت اختیار کی بخاری نے کتاب خلق افعال عباد میں اور مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ نے نقل کیا ہے (تقریب) انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دو روایتیں نقل کی ہیں۔ (اصلاح) بس یہی ان کی روایتیں ہیں۔ ایک یہ روایت اور دوسری آپ ﷺ کی نماز کے سلسلہ میں ہے جس کو مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اللهم انی اعوذبك من منكرات الاخلاق و الاعمال والا هواء۔ ای منکرات الاعواء اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے کیونکہ العواء تو تمام ہی منکرات ہیں (من اضافۃ الصفۃ الی الموصوف ہے اور تیسرے میں بیانی ہے۔ عرف کے لحاظ سے تو مولیٰ کا یہی مفہوم ہے اور اصل لغت میں نفس کی پسندیدہ چیزوں کو کہا جاتا ہے اس کی دو قسمیں منکر و معروف ہیں جو ہدایت کے مطابق وہ معروف اور جو مخالف وہ منکر ہوں گی اور منکر اخلاق مثلاً خود پسندی تکبر بڑھائی فخر حسد ظلم بغاوت اعمال منکرہ یہ ہیں زنا شرب خمر اور تمام حرام چیزیں اور منکر اھواء مثلاً غلط عقائد باطل مقاصد۔ ترمذی کی ایک روایت میں: "اعوذبك من الادواء المنكرة" (کالبرص والجذام) کا اضافہ ہے حدیث انس میں "سيئي الأسقام" کے الفاظ ہیں۔

**تخریج:** أخرجه الترمذي (۳۶۰۲)

**الفوائد:** ① تعلیم امت کے لئے ان اخلاق رذیلہ سے پناہ مانگی آپ ﷺ تو انك لعلى خلق عظيم پر فائز تھے۔

۱۴۸۴ : وَعَنْ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ دُعَآءً قَالَ : "قُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ وَمِنْ شَرِّ بَصَرِيْ ، وَمِنْ شَرِّ لِسَانِيْ وَمِنْ شَرِّ قَلْبِيْ ، وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّيْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۸۴ : حضرت شکل بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایک دعا

سکھلا دیں۔ آپ نے فرمایا اس طرح کہا کرو: "اے اللہ میں اپنے کان کے شر آنکھ کے شر اپنی زبان کے شر اپنے دل کے شر منی (مادۂ حیات) کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔ (ابوداؤ ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ تقریب میں لکھا ہے کہ ان کی صرف ایک روایت ہے ابن جوزی کا بھی یہی قول ہے اور وہ یہی روایت ہے (السلاح) دعاء عظیم الشان دعا چنانچہ یہ دعا اسی انداز کی ہے **شر سمعي** یعنی ایسی کلام سنو جو جھوٹ اور بہتان وغیرہ ہو (۲) میں اپنے کانوں سے حق کے سواء اور بات نہ سنوں۔ **ومن شر بصري** جار مجرور کو دوبارہ لاتے تا کہ اشارہ ہو کہ یہ ماقبل کی جنس نہیں وہ اس طرح کہ میں حرام کی طرف دیکھوں (۲) کسی کی طرف حقارت سے دیکھوں (۳) ممنوعات پر نگاہ ڈالنے سستی و بے پروائی اختیار کروں۔ **ومن شر لساني** یعنی لایعنی بات کروں (۲) مقصود سے خاموش رہوں۔ **ومن شر قلبي**: دل کو غیر اللہ کی طرف مشغول کروں اللہ کے حکم کے بغیر کسی اور چیز میں مشغول کروں۔ **من شر مني**: اس کو غیر حلال مقام میں ڈالوں (۲) مقدمات زنا والی نگاہ ڈالوں یا چھوؤں یا ادھر چل کر جاؤں اس کا ارادہ کروں وغیرہ اور دوسری روایت میں اس سے فرج مراد ہے یا یہ منیة کی جمع ہے جس کا معنی طول امل ہے۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (۱۵۵۱) والترمذی (۳۵۰۳) والنسائی (۵۴۵۹)

**الفرائد** : ① تعلیم کے لئے یہ تعوذ سکھایا ہے۔

۱۴۸۵ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ : "اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ ' وَالْجُنُوْنِ ' وَالْجُذَامِ ' وَسَيِّىءِ الْاَسْقَامِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۴۸۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے: "اے اللہ میں برص جنون کوڑھ اور دیگر بری بیماریوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ **البرص**: ساعات بند ہو جانا اور خون کا رک جانا اسی سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے۔ **والجنون**: اس سے عقل کا زائل ہو جانا جس سے اپنی اور دوسرے کی تمیز ہے۔ **الجذام**: یہ فعال کے وزن پر ہے سوداء کے جسم میں پھیلنے سے پیدا ہوتی ہے جس سے اعضاء کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور ان کی شکل ہی بدل جاتی ہے بعض اوقات اعضاء کو یہ بیماری کھا جاتی ہے اعضاء زخموں کی وجہ سے گر جاتے ہیں ان امراض سے پناہ مانگی گئی اگر چہ ان پر صبر کرنے والے کو بڑا اجر ہے مگر صبر سے انسانی قوت ممکن ہے عاجز رہے اور اکتا جانے جس سے اجر جاتا رہے اور اس کے بعد عام بیماریوں سے استعاذہ کیا۔ **وسیئی الاسقام**: قبیح بیماریاں مثلاً فالج' اندھاپن وغیرہ بیماریوں کو سیئی کے ساتھ مقید کیا کیونکہ امراض گناہوں سے پاک کرنے والیاں اور ترقی کی سیڑھی ہیں لیکن صبر شرط ہے پس اس طرح ذکر کر کے اجر کا خصوصی دروازہ بلند نہیں کیا روایات میں وارد ہے کہ "اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الاولیاء۔ امراض سے ان کی حفاظت کی جاتی ہے میرک کہتے ہیں کیونکہ بعض امرض جب انسان پر طاری ہوتی ہیں تو صبر سے ان کی مشقت کم ہو جاتی ہے مثلاً بخار' سر درد' رمد' مگر مرض امراض کا یہ حال نہیں وہ

انسان کوایسی حالت کی طرف لے جاتی ہیں جس سے دوستوں کو تنفر پیدا ہوتی ہے اور عیب پیدا ہوتا ہے علاج تو اس سے بہت کم درجہ ہے اس وجہ سے ان کو ان بیماریوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (١٥٥٤) والنسائي (٥٥٠٨)

**الفرائد** : ① مطلق اسقام سے پناہ طلب کی بعض امراض کی مشقت تھوڑی مگر صبر پر ثواب زیادہ ہے مثلاً بخار' سر درد' رہد' اور بعض مزمن ہیں جن کی وجہ سے دوست بھاگتے ہیں رشتہ دار نفرت کرتے ہیں جیسے برص' جنون' اللہ تعالیٰ سب سے حفاظت فرماتے ہیں۔

١٤٨٦ : وَعَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَإِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِیْعُ' وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخِیَانَةِ فَإِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ!" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

١٤٨٦: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: "اے اللہ بھوک سے تیری پناہ چاہتا ہوں کیونکہ وہ بہت بدترین ساتھ لیٹنے والا ساتھی ہے اور خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ وہ بدترین رازداری ہے"۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ **الجوع** : وہ بھوک جو حضور سے مانع ہے۔ **الضجیع** : اس سے مراد تمہارے ساتھ بستر پر سونے والا' مطلب یہ ہے یہ بدترین ساتھی ہے جو انسان کو نفس وقلب کی راحت سے روک دیتا ہے بھوک سے قوی میں کمزوری آ جاتی ہے اور ردی افکار ابھرتے ہیں اور فاسد خیالات اٹھتے ہیں جو کہ وظائف عبادت میں خلل انداز ہوتے ہیں اسی وجہ سے اس کا وصال قابل پناہ قرار دیا گیا۔ **الخیانة** : یعنی مخلوق کی امانتوں میں خیانت کروں یا خالق کی امانتوں میں خیانت کروں۔ **البطانة** : آدمی کی خاص باطنی خصلت امت کو خیر دارین کی نوازشوں سے فیضیاب کرنے کے لئے یہ استعاذہ سکھایا (۲) استعاذہ ثابت قدمی اور ہر حال میں صفات کمال پر استقامت مراد ہے اور اس بات کی اطلاع دینا مقصود ہے کہ یہ مذموم عادات ہیں جس میں یہ پائی جائیں وہ ان کے ازالہ کی کوشش کرے اور جس میں نہ ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور اس سے دوام کا طالب ہو۔ حدیث ابن مسعودؓ کے الفاظ یہ ہیں: "اللهم اني اعوذبك من علم لا ینفع' و قلب لا یخشع' و دعاء لا یسمع' و نفس لاتشبع' ومن الجوع فانه بئس الضجیع' ومن الخیانة فإنها بئست البطانة ... " [الحدیث]

**تخریج** : أخرجه أبو داود (١٥٤٧) والنسائي (٥٤٨٣) وابن ماجه (٣٣٥٤)

**الفرائد** : ① بھوک کو ساتھ لیٹنے والا خیانت کو اندرونی لباس قرار دیا گیا کیونکہ ان دونوں میں بڑی ملابست پائی جاتی ہے جو کہ ساتھ سونے والے اور رازدان میں ہوتی ہے۔

۱۴۸۷ : وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ مُكَاتَبًا جَاءَهُ فَقَالَ : اِنِّيْ عَجَزْتُ عَنْ كِتَابَتِيْ فَاَعِنِّيْ قَالَ : اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ دَيْنًا اَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْكَ؟ قُلْ : "اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ ، وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۸۷: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب ان کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں اپنے بدل کتابت سے عاجز آ گیا ہوں۔ پس آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علیؓ نے اسے فرمایا کیا میں تجھے وہ کلمات نہ سکھلا دوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھلائے اگر چہ تجھ پر پہاڑ کے برابر قرض ہو گا اللہ اس کو ادا فرما دیں گے۔ دعا یہ کلمات یہ ہیں: "اے اللہ حلال کو میرے لئے کفایت فرما دے اور حرام سے حفاظت فرما اور اپنے فضل سے دوسروں سے بے نیاز کر دے"۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** : کتابتی اس سے بدل کتابت کا قرضہ مراد ہے۔ **مثل جبل دینا** یہ تمیز ہے۔ **اداہ عنک**: یعنی اللہ تعالیٰ ان کلمات کی برکت سے وہ ادا فرما دیں گے۔ **اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک**: یعنی حلال کو کفایت بنا کر حرام سے بچنے کا ذریعہ بنا اور اس سے تمام حاجت پوری فرما۔ **واغننی بفضلک عمن سواک**۔ فضل سے وعطیات دنیویہ جو رزق وغیرہ ان میں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچیں گے یعنی دوسروں کے عطیات سے بے پروا کر دے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۳۱۹) والترمذي (۳۵۷٤) والبزار (۵٦۳) والحاكم (۱/۱۹۷۳)

**الفوائد** : ① اللہ تعالیٰ سے کفایت و استغناء طلب کرنا چاہیے۔ قرض دار کے لئے خصوصاً یہ فائدہ مند ہے بشرطیکہ یقین سے پڑھے۔

۱۴۸۸ : وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَ اَبَاهُ حُصَيْنًا كَلِمَتَيْنِ يَدْعُوْ بِهِمَا : "اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۸۸: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد حصین کو دو کلمات بتلائے جن سے وہ دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ "اے اللہ میری ہدایت کا میرے دل میں الہام فرما اور میرے نفس کی شرارت سے مجھے پناہ میں رکھ"۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** : یہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں ان کے حالات قبل ازیں گزرے۔ کلمتین اس سے دو جملے مراد ہیں۔ **اللھم الھمنی رشدی**: رشاد یہ ضلالت کی ضد ہے یعنی اے اللہ مجھے اپنے پسندیدہ اور مقرب اعمال کی توفیق دے کر الہام فرما۔ **واعذنی**: اور میری حفاظت فرما۔ **من شر نفسی**: اس لئے کہ وہی مجھے ہلاک و تباہ کرنے کی طرف لے جانے

والا ہے سوائے اس کے کہ تیری رحمت احسان تدارک کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إن النفس لا مارة بالسوء﴾

**تخریج** : أخرجه احمد (۲۰۰۱۲/۷) والترمذی (۳۴۹۴) والبخاری (۱/۳) وابن حبان (۸۹۹) والحاکم (۱/۱۸۸۰) والطبرانی (۱۸/۱۷۴)

**الفرائد** : ① اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کا طریقہ بتلا دیا کہ وہ تبھی میسر آ سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ ان کو درست کام سجھائے اور شرور سے بچائے۔

۱۴۸۹ : وَعَنْ اَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَسْاَلُهُ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ :"سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ" فَمَكَثْتُ اَیَّامًا ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَسْاَلُهُ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ لِیْ :"یَا عَبَّاسُ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ' سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۴۸۹: حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی چیز سکھا دیں جس سے میں اللہ تعالیٰ سے مانگا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اللہ سے عافیت مانگو" میں کچھ دن گزرنے کے بعد حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز سکھا دیجئے جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگا کروں۔ آپ نے مجھے فرمایا: اے عباس! اے اللہ کے رسول کے چچا! اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی عافیت مانگو۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ اپنے بڑے بیٹے سے کنیت رکھی یہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کی عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو تین سال زیادہ تھی اسلام و جاہلیت میں عظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے رہے زمانہ جاہلیت میں سقایۃ البیت انہی کے ذمہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ان کو برقرار رکھا لیلۃ العقبہ میں یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے انصار کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے میں انہوں نے بھی تاکیدی بات کی مشرکین کے ساتھ میدان بدر کی طرف گئے۔ قیدی بنے اور اپنا فدیہ ادا کیا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی فدیہ انہوں نے ادا کیا وہ عقیل اور نوفل بن حارث تھے اس کے بعد اسلام لائے سقایت البیت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اقامت مکہ میں معذور قرار دیا مگر سفر فتح مکہ کی راہ میں مدینہ منورہ کی طرف اپنی اولاد کے ساتھ ہجرت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مراجعت فرما ہوئے۔ یہ بشر کی تسکین اور حفاظت خون کا ذریعہ بنے پھر حنین کی طرف آپ کے ساتھ نکلے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے جب لوگ شکست کھا کر پیچھے ہٹے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا احترام و اکرام فرماتے ان کے مناقب بہت ہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۵ روایات نقل کی ہیں ان میں ایک بخاری و مسلم دونوں میں ہے اور ایک میں بخاری منفرد ہیں اور مسلم تین میں منفرد ہیں سنن اربعہ نے ان سے روایت لی ہے۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں وفات پائی یہ جمعہ کا دن ۱۲ رجب کی بات ہے۔ شیئاً: ایسی چیز جس کا حصول مناسب ہو۔ سلوا اللہ العافیہ: ہر شخص کو اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرنی چاہیے اس

میں عباس کی تخصیص نہیں۔ عافیہ یہ عافاہ یعافی سے اسم مصدر ہے اس کا معنی بیماریوں اور گناہوں کا مٹنا ہے۔ یہ مصدر فاعلہ کے وزن پر اسی طرح آیا ہے جیسے ناشئۃ یعنی نشئہ اور خاتمۃ بمعنی ختم، عاقبۃ بمعنی عقب۔ اسی طرح کاذبۃ بمعنی کذب کو لازم کرنے والا تھا۔ ثم جئت پھر اس سے اضافہ کے لئے آیا یا عباس یا عم رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے نرمی اختیار فرمائی اور عنایت توجہ کے ان کی طرف مبذول کر کے جواب دینے کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ العقفیۃ فی الدنیا و الآخرۃ۔ دنیا کی سلامتی یعنی مشقتوں، دکھوں اور بیماریوں سے حفاظت اور سلوا کا خطاب ان کو اور انکے اہل کو خطاب کر کے یا بطور احترام جمع کا صیغہ استعمال فرمایا۔ آخرت کی سلامتی یعنی گناہوں کی معافی اور مطلوب جنت کا پالینا۔

ترمذی نے انسؓ اور دوسرے آدمی کے متعلق بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ "ان رجلاً جاء الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ای الدعا افضل؟" آپ ﷺ نے فرمایا: سل ربك العافية والمعافاة فى الدنيا والاخرة' ثم اتاه فى اليوم الثانى فى فقال يا رسول الله اى الدعاء افضل؟ فقال له مثل ذلك ثم اتاه فى اليوم الثالث فقال له مثل ذلك فقال فاذا اعطيت العافية فى الدنيا واعطيتها فى الآخرة فقد افلحت"۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١٧٦٦...) والترمذي (٣٥٢٥) والبخاري٧٢٦ وابن أبي شيبة (٢٠٦/١٠) وأبو يعلى (٦٦٩٦) وابن حبان (٩٥١) والطبراني (٢٥٧/١)

**الفرائد** : ① یقین کے بعد سب سے بڑا انعام عافیت ہے دنیا و آخرت کی عافیت میں سب کچھ آ گیا یہ جامع دعا ہے۔

١٤٩٠ : وَعَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ : قُلْتُ لِاُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا كَانَ اَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ : كَانَ اَكْثَرُ دُعَائِهٖ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

١٤٩٠: حضرت شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا اے ام المؤمنین جب حضور آپ کے پاس ہوتے تو آپ کی اکثر دعا کیا ہوتی تھی؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ کی اکثر دعا یہ تھی: "اے دلوں کو پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر مضبوط رکھ" (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** : یہ اشعری شامی ہے اسماء بنت یزید بن سکن بنت یزید بن سکن حافظ کہتے ہیں۔ یہ صدوق تابعی ہے مگر اس کے اقوال وہم و ارسال کی کثرت ہے ۱۱۲ھ میں وفات پائی۔ بخاری نے تاریخ میں اس سے روایت لی ہے اور مسلم اور سنن اربعہ میں بھی اس کی روایت پائی جاتی ہے۔ یا ام المؤمنین بتقاضائے ادب اور بڑوں کی تعظیم کا خیال کرتے ہوئے ان کی کنیت ذکر کی نام ذکر نہیں کیا۔ کان اکثر دعائہ: میرے ہاں قیام کے دوران آپ کی اکثر دعا: یا مقلب القلوب یہ مقلب مصرف کے معنی میں ہے یعنی آپ ضلال سے ہدایت کی طرف پھیرنے والے ہیں اور بالعکس بھی۔ ثبت قلبی علی دینك یہ بارگاہ الٰہی میں خضوع و تضرع ہے اور آپ ﷺ تو معصوم ہیں درحقیقت امت کو راہنمائی فرمائی کہ خاتمہ کا خوف رہنا

چاہئے کیونکہ دارومدار خاتمہ پر ہے۔ترمذی کی دوسری روایت میں حضرت ام سلمہؓ کی طرف سے یہ استفسار جو موجود ہے کہ آپ اکثر یہ دعا کیونکر فرماتے ہیں تو ارشاد فرمایا: اے ام سلمہؓ! ہر آدمی کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہے پس جس کو چاہتے ہیں قائم رکھتے ہیں اور جس کے دل کو چاہتے ہیں ٹیڑھا کر دیتے ہیں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا﴾ [ال عمران :٨] ترمذی ابن ماجہ عن انس حاکم عن جابر احمد عن ام سلمہ وابو یعلی عن جابر۔(انسلاح)

**تخریج** : أخرجه الترمذی (۳۵۲۳)

**الفوائد** : ① دنیا و آخرت کے نفع پر مشتمل دعائیں طلب کرنی چاہیں۔

۱۴۹۱ : وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "كَانَ مِنْ دُعَآءِ دَاوُدَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ ' وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَّفْسِيْ ' وَاَهْلِيْ ' وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ – رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۹۱: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک دعا یہ تھی: "اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت کو جو آپ سے محبت کرتا ہو اور اس عمل کی محبت کا جو مجھے آپ تک پہنچا دے اے اللہ! اپنی محبت کو میری جان' اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے"۔(ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** : جمہور علماء کے ہاں جو درست سند سے ثابت ہو وہ مشروع ہے جیسا حدیث علیؓ یہ ارشاد گزرا: وصل علی و علی سائر النبیین ترمذی وحاکم اور بیہقی کی روایت: "لاتترکن فی التشهد الصلاة علی و علی انبیاء الله" بقول قاضی عیاض عام اہل العلم تمام انبیاء علیہم السلام پر صلاۃ کو جائز کہتے ہیں کراہت والا قول غیر انبیاء علیہم السلام کے سلسلے میں ہے۔حبك و حب من يحبك دونوں مقادر کی اضافت فاعل ومفعول دونوں کی طرف درست ہے دوسری زیادہ بلیغ ہے اللہ تعالیٰ کی محبت سے مراد محبت کی غایت یعنی توفیق وثواب اور ثناء حسن ہے اور پہلے روایت گزری کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں بندے سے محبت ہے "یبلغنی حبك ۔

**النحو** : مصدر مضاف الی المفعول ہے یعنی حب العمل ۔اجعل حبك یعنی میری وہ محبت جو آپ سے ہے یا میری محبوبیت جو آپ کے ہاں ہے احب الی من نفسی یعنی وہ انوار بصیرت عنایت فرما جو میری آنکھوں سے تکوں اور سیل کو ختم کر دے تا کہ آپ سے طبعی محبت کر دوں جو ان چیزوں کی محبت سے بڑھ کر ہو۔محبت تکلفی ان مذکورہ اشیاء سے بڑھ کر دو د حدیث سے ثابت ہے انسان پر لازم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طاعت کو اپنے نفس و اہل سے مقدم کرنے والا ہو۔ روایت میں الماء البارد کا خصوصاً ذکر فرمایا کیونکہ نفس انسانی کا میلان گرمی کے زمانہ میں اس کی طرف بہت زیادہ ہوتا ہے وہ اس وقت نفس کی انتہائی لذیذ چیزوں سے ہوتی ہے۔بعض کہتے ہیں اس کو دوبارہ اس وجہ سے لائے تا کہ اس کا محبوب ہونا

مستقل طور پر ثابت ہو بعض فضلاء سے مروی ہے کہ الماء لیس له قیمة لانه لا یشتری اذا وجد' ولا یباع اذا فقد (الحرز) داؤد علیہ السلام کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "کان اعبد البشر" (۱) اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے (۲) لوگوں میں سب سے زیادہ شکر گزار تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اعملوا آل داؤد شکرا" یہاں داؤد علیہ السلام کے تذکرہ کا مقصد یہ ہے کہ امت کے لوگ اس دعا کو کثرت سے کریں مقبول دعا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۵۰۱۰)

**الفوائد** : ① انبیاء علیہم السلام مستجاب الدعوات ہوتے ہیں ان کی دعائیں کرنی چاہئیں کیونکہ ان میں دنیا و آخرت کی خیر ہوتی ہے۔

۱۴۹۲ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَلِظُّوْا بِيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ رَبِيْعَةَ ابْنِ عَامِرٍ الصَّحَابِيِّ قَالَ الْحَاكِمُ : حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاَسْنَادِ :

"اَلِظُّوْا" بِكَسْرِ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِ الظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ مَعْنَاهُ : اِلْزَمُوْا هٰذِهِ الدَّعْوَةَ وَاَكْثِرُوْا مِنْهَا۔

۱۴۹۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " یَا ذَالْجَلَالِ وِالْاِكْرَامِ کے کلمات کا خوب اہتمام کرو"۔ (ترمذی)

نسائی نے اس روایت کو ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

اَلِظُّوْ: اس دعا کو لازم پکڑو اور بہت زیادہ کیا کرو۔

**تشریح** : بیا ذا الجلال : یہ صفات قہریہ ہیں جیسے انتقام' غلبہ' جبر جیسے المنتقم' القهار' الجبار' العزیز' والاکرام یہ صفات جمالیہ ہیں مثلاً الکریم' الستار' الرؤف' الرحیم' الغفار۔الجلال و الاکرام یہ اسم اعظم کی تعیین کے سلسلہ میں ایک قول ہے۔ ترمذی کی دوسری روایت میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ان کلمات سے دعا کرتے سنا تو فرمایا "قد استجیب لك فسل" رازی کہتے ہیں کہ جلال میں تمام صفات سلبیہ اور اکرام میں تمام صفات ثبوتیہ کی طرف اشارہ ہے یا الظوا کا معنیٰ ابتداء وا ہے اور اس پر دعا کا اطلاق اسی طرح ہے "افضل الدعا یوم عرفة لا اله لا الله....."

**تخریج** : أخرجه الترمذی (۳۵۲۶) والحاکم (۱/۱۸۳۶)

**الفوائد** : ① یاذالجلال والاکرام کو دعا میں کثرت سے لایا جائے یہ دعا کی استجابت کا ذریعہ ہے۔

۱۴۹۳ : وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِدُعَاءٍ كَثِيْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا ، قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دَعَوْتَ بِدُعَاءٍ كَثِيْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا ، فَقَالَ : "اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا

يَجْمَعُ ذٰلِكَ كُلَّهُ؟ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ، وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۴۹۳: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے بہت ساری دعائیں مانگیں جن میں بہت سی ہمیں ذرا بھی یاد نہ رہی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بہت ساری دعائیں مانگیں جن میں ہمیں کچھ بھی یاد نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی دعا نہ بتلا دوں جو ان تمام کو جمع کرنے والی ہو؟ تم اس طرح کہو: ''اے اللہ میں آپ سے وہ بھلائی مانگتا ہوں جو آپ کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی اور میں آپ سے اس برائی سے پناہ مانگتا ہوں جس سے آپ کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی آپ ہی مددگار ہیں۔ آپ ہی مددگار ہیں اور آپ ہی کفایت کرنے والے ہیں۔ گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت بھی آپ ہی کی مدد سے ہوسکتی ہے۔'' (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ **مايجمع ذلك كله** یعنی اس کے مقصود و مطلوب کو جامع ہے ان کے جواب سے خاموشی اختیار فرمائی خواہ بھول کر یا پھر حاجت کے ظاہر ہونے پر اکتفاء کیا۔ **ما سألك منه نبيك محمد** ﷺ. اس پر عطف کیا گیا یہ **نبيك** سے عطف بیان ہے (۲) بدل ہے **ما استعاذ منه** شرور بدنیہ یا اہل یا مال سے متعلق ہوں اور شرور دینیہ حال کے لحاظ سے ہو یا مال کے لحاظ سے ہوں۔ **انت المستعان**: آپ ہی سے اعانت طلب کی جاتی ہے **وعليك البلاغ**: بلاغ سے کفایت مراد ہے (۲) جو چیز دنیا و آخرت کی بھلائیوں تک پہنچا دے۔

**تخریج** : أخرجه الترمذي (٣٥٣٢) احمد (٩/٢٥٠٧٣) والبخاري (٦٣٩) وابن ماجه (٣٨٤٦) والحاكم (١/١٢٩١٤) وابن حبان (٨٦٩)

**الفرائد** : ① ہر مشکل والے کو یہ دعا کرنی چاہئے کیونکہ یہ جامع دعا ہے۔

۱٤۹٤: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ، وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ" رَوَاهُ الْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَ قَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

۱۴۹۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی: ''اے اللہ میں آپ سے وہ چیزیں مانگتا ہوں جو آپ کی رحمت کو لازم کرنے والی ہیں اور ان کاموں کا سوال کرتا ہوں جو تیری بخشش کا تقاضا کرنے والے ہیں ہر گناہ سے سلامتی چاہتا ہوں اور ہر نیکی کی کثرت چاہتا ہوں

اور جنت کی کامیابی اور آگ سے نجات کا آپ سے سوال کرتا ہوں۔'' حاکم نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث شرط مسلم پر ہے۔

**تشریح** ۞ دعا جامع دعا جو دنیا و آخرت کو شامل ہو۔ موجبات رحمتك: جو چیزیں تیری رحمت کو واجب کرنے والی ہوں جس پر آپ نے سچے وعدے کے ساتھ اعمال کو مرتب کیا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿و رحمتي وسعت كل شئ فساكتبها للذين يتقون﴾ [اعراف: ۱۵۶] عزائم مغفرتك: جو چیزیں تیری بخشش کو لازم کرنے والی ہیں۔ نووی کہتے ہیں عزائم اور عزائمه یہ عزیمة کی جمع ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ بندوں کو عنایت فرمائیں گے تا کہ وہ ان کی بخشش فرمائے۔ (ابن الجزری) بعض نے کہا اس کا وہ ثواب مراد ہے جو ان کو دیا جائے گا ممکن ہے طاعت مراد ہو۔ کل اثم: یعنی معصیت۔ والغنيمة منه كل بر: طاعت کی کثرت۔ الفوز بالجنة: وصول جنت۔ والنجاة: آگ سے چھٹکارا۔ نووی کہتے ہیں دعائیں بھی دیگر اعمال کی طرح ہیں۔ وہ عبادیت کے حق کی ادائیگی کے بعد آگ سے نجات چاہنا ہے اور جنت کی طلب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كل نفس ذائقة الموت و انما توفون اجوركم يوم القيامة فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز......﴾ جیسا شاعر نے کہا ۔

ان ختم الله برضوانه ☆ فكل ما لقيتة سهل

**تخریج**: أخرجه الحاكم (۱/۱۹۲۵) الترمذی (۴۷۹۱) وابن ماجه (۱۳۸۴)

**الفوائد**: اس میں اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزیں طلب کی گئیں ہیں جو اس کی محبت کو لازم کرنے والی اور طاعت کو لانے والی ہیں اور ہر گناہ سے حفاظت مانگی گئی ہے اور ہر فضیلت کا اسے طالب بنا دیا جائے اور جنت کے ناجی لوگوں میں ان کو شامل کیا جائے اور آگ سے محفوظین کی صف میں شمار کیا جائے۔

# ۲۵۱ :بَابُ فَضْلِ الدُّعَآءِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ!

## بَابٌ: پس پشت دعا کرنے کی فضیلت

تشریح: ﴿ بظهر الغيب : غائبانہ دعا غائبین کے حق میں تب ہو گی جب وہ اپنے ایمان والے بھائیوں کیلئے دعا کرے گا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُ وْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ﴾

[الحشر:۱۰]

وَ قَالَ تَعَالٰى :

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ [محمد:۱۹]

وَ قَالَ تَعَالٰى :إِخْبَارًا عَنْ إِبْرَاهِيْمَ :

﴿رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ [ابراهيم:۴۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وہ لوگ جو ان کے بعد آئے ہیں وہ کہتے ہیں اے رب ہمارے ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے''۔ (الحشر)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

'' اور اپنے ذنب (گناہ) سے استغفار کریں اور مؤمن مردوں اور عورتوں کے لئے بھی استغفار کریں''۔ (محمد)

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام (کی دعا) کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا:

''اے رب ہمارے مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو جس دن حساب قائم ہو''۔ (ابراہیم)

## الآیات

① ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُ وْا مِنْ بَعْدِهِمْ ...﴾ سے مراد احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے۔يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا: اس میں اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کی تعریف فرمائی جو غیر موجود دین اور ایمان میں سبقت کرنے والوں کی تعریف فرمائی

② ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ یعنی ان مردوں اور عورتوں کیلئے بخشش کی دعا فرمائیں اور یہ ظاہر ہے

کہ وہ لوگ ہیں جو اس وقت موجود نہ تھے وہ تو اپنے اپنے زمانوں میں آئیں گے۔

(۴) ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ کی اتباع کی تاکید فرمائی اور یہ دعا ذکر فرمائی۔ آذر ابراہیم علیہ السلام کے والد میں انکے لئے استغفار کے وعدے کی وجہ سے فرمایا اور جب تک ان کو اس کے کفر پر مرنے کا علم نہ تھا اس سے پہلے کی بات ہے۔ (بیضاوی) اس دعا میں ایمان والے مردوں کے لئے دعا کی گئی اس سے وہ مؤمن مراد ہیں جو ان سے پہلے تھے۔

## روایات

۱۴۹۵ : وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُوْا لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ اِلَّا قَالَ الْمَلَكُ : وَلَكَ بِمِثْلٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۹۵: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جو مسلمان بندہ اپنے بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تمہیں بھی اس کے مثل ملے"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ لاخیه: یہاں بھائی مراد ہے۔
نووی کا قول: مثل یہ دونوں فتحوں کے ساتھ آتا ہے یعنی اس کا بدلہ برابر ہے مسلمان کی غیر موجودگی میں ان کے لئے دعا کی فضیلت اس روایت میں مذکور ہے اگر مسلمان جماعت کے لئے یا تمام مسلمانوں کے لئے دعا تو اس کو بھی ثواب مل جائے گا اور ان کو بھی۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۷۳۲) وأبو داود (۱۵۳٤)

**الفرائد** : ① کسی غائب کے لئے دعا ریاء سے خالی ہونے کی وجہ سے جلد مقبول ہے۔ تمام مسلمانوں کے لئے کی جانے والی دعا سے بھی یہ سعادت مل جائے گی۔

۱۴۹۶ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ : "دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ : عِنْدَ رَاْسِهٖ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ : اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ" ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۴۹۶: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: "مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعا اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے اس کے پاس ایک فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جب بھی وہ اپنے بھائی کے لئے بھلائی کی دعا کرتا ہے تو مقرر فرشتہ آمین کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے تمہیں اس کے مثل ملے"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ بظهر الغيب : پوشیدگی میں اور اس کی غیر موجودگی میں کیونکہ یہ اخلاص میں بہت بلیغ ہے ظرف مضاف الیہ سے قال ہے کیونکہ دعوۃ مصدر ہے جس کی اضافت فاعل کی طرف کی گئی ہے (۲) مصدر کا ظرف ہے یعنی وہ دعا جو اس کی غیر موجودگی میں ہو جس کے لئے کی گئی۔ مستجابة : مقبول ہے اس میں مبالغہ کی ہے۔ موکل : جو اس کام کو انجام دینے

والا ہو جو اس کے ذمہ ہے۔ **ولك بمثل** : جیسی تو نے اس کے لئے دعا کی۔

**نووی کا قول** : جب کوئی آدمی اپنے لئے دعا کرنا چاہتا ہو تو اپنے مسلمان بھائی کے لئے دعا کرے وہ مقبول ہو جائے گی اور اس کو بھی اسی جیسا اجر مل جائے گا۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۷۳۳)

**الفرائد** : ① مسلمانوں کو ایک دوسرے پر رحم کھانا اور اس کے لئے خیر کی دعا کرنا یہ حق ہے۔

# ۲۵۲ :بَابٌ فِیْ مَسَآئِلَ مِنَ الدُّعَآءِ

## بَابٌ: دُعا کے متعلق چند مسائل

**تشریح** ۞ اس میں ان مسائل سے متعلقہ روایات مذکور ہوں گی جن کا دعا سے تعلق ہے۔

۱۴۹۷ :عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ صُنِعَ اِلَیْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ :جَزَاكَ اللّٰهُ خَیْرًا فَقَدْ اَبْلَغَ فِی الثَّنَآءِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۱۴۹۷: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی جائے اور وہ بھلائی کرنے والے کو جَزَاكَ اللّٰهُ خَیْرًا (یعنی اللہ تجھ کو بہتر بدلہ دے) ذے تو اس نے اس کی خوب تعریف کر دی''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ صنع :یہ مجہول کا صیغہ ہے۔معروف :جیسے کھانا کھلانا' کپڑے پہنانے یا کسی کی بھلائی کا کام کرنا' یا اس سے تکلیف کا ازالہ کرنا' اگر معروف معنوی ہو مثلاً تعلیم دینا معرفت سکھانا۔لفاعلہ :یہاں صانع کی بجائے فاعل کا لفظ بطور تفنن استعمال فرمایا۔جزاك اللّٰه خیراً۔تنوین تعظیم کے لئے ہے۔فقد ابلغ فی الثناء کرنے والے کی اس سے خوب تعریف کر دی اور اس کے احسان کا اچھا بدلہ دیا کہ اپنی عاجزی ظاہر کر کے اللہ تعالیٰ پر ڈال دیا۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (۲۰۴۲) والنسائی (۱۰۰۰۸/۶) وابن حبان (۳۴۱۳) وأبو نعیم (۳۴۵/۲)

**الفرائد** : ① ہر خیر پہنچانے والے کو کم از کم جزاک اللہ کی دعا سے نوازنا چاہئے۔

۱۴۹۸ :وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَوْلَادِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَمْوَالِکُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً یُسْاَلُ فِیْهَا عَطَآءٌ فَیَسْتَجِیْبَ لَکُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۹۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی جانوں کے لئے بددعا نہ کرو اور نہ اپنی اولاد کے لئے بددعا کرو اور نہ اپنے اموال کے لئے بددعا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری موافقت اس گھڑی سے ہو جائے جس میں اللہ تعالیٰ سے جو چیز بھی مانگی جائے وہ دے دی جاتی ہے پھر یہ بددعا تمہارے حق میں قبول کر لی جائے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ لا تدعوا علی اولادکم۔ ہر جملے کے ساتھ منہی عنہ کو لوٹایا تا کہ ہر ایک کا مستقل ہونا لازم ہو معمول کو اس

لئے حذف کیا تا کہ عموم پر دلالت کرے مطلب یہ ہے ان مذکورات کے متعلق بددعا کرو ورنہ جس ضرر کا تذکرہ کیا گیا اس کی بددعا کرو۔ لا توافقوا...... من اللہ ساعۃ یسأل فیھا عطاء(۱) ای لئلہ توافقوا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے متعلق بددعا نکل جائے۔ ای لاتدعوا لا توافقوا حال الدعا بذلک۔ یسأل میں ضمیر نائب فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ عطاءً دی ہوئی چیز۔ فیستجیب (۱) یہ مرفوع ہو تو مرفوع پر عطف ہے (۲) ہو مضمر ہے (۳) نصب کی صورت میں یہ نہی کا جواب ہے یہ اسطرح ہوگا: لاتدن من الاسد فیاکلک لکم کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہے ابوداؤد کی روایت ام سلمہؓ سے اس طرح ہے "لا تدعوا علی انفسکم الا بخیر فان الملائکۃ یؤمنون علی ماتقولون"

**تخریج** : أخرجه مسلم (۳۰۰۹) وأبو داود (۱۵۳۲) وبن حبان ۵۷۵٤۲) وانظر الحدیث (۹۳۲)

**الفوائد** : ① اپنے اور اولاد اور مال کے حق میں بددعا سے گریز کرنا چاہئے کہیں استجابت کی گھڑی میں وہ دعا قبول ہوگئی پھر حسرت وندامت ہوگی۔

۱٤۹۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَقْرَبُ مَا یَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ ، فَاَكْثِرُوا الدُّعَاءَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۴۹۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بندہ اپنے رب سے سجدہ کی حالت میں سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے اس لئے تم اس میں بہت زیادہ دعا کیا کرو"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اقرب مایکون : قرب معنوی مراد ہے فاکثروا الدعاء فاقصیہ یا تفریعیہ ہے۔ باب فضل الذکر والحث میں ذکر ہو چکی۔

**تخریج** : باب فی کتاب الاذکار میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۵۰۰ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "یُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَا لَمْ یَعْجَلْ : یَقُوْلُ : قَدْ دَعَوْتُ رَبِّیْ فَلَمْ یَسْتَجِبْ لِیْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ : "لَا یَزَالُ یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ ، اَوْ قَطِیْعَةِ رَحِمٍ ، مَا لَمْ یَسْتَعْجِلْ" قِیْلَ : "یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ؟" قَالَ : "یَقُوْلُ : قَدْ دَعَوْتُ ، وَقَدْ دَعَوْتُ ، فَلَمْ اَرَ یَسْتَجِبُ لِیْ ، فَیَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَیَدَعُ الدُّعَاءَ"

۱۵۰۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کسی ایک کی دعا قبول کی جاتی ہے جب تک وہ جلدی میں نہ پڑے کہ اس طرح کہنے لگے میں نے اپنے رب سے دعا کی لیکن

اس نے میری دعا قبول نہ کی''۔ (بخاری و مسلم)

مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے جب تک وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جب تک جلدی میں نہ پڑے'' عرض کیا گیا یا رسول اللہ! جلدی میں پڑنے کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے دعا کی لیکن مجھے تو ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ میری دعا قبول ہو پھر وہ بیٹھ جائے اور دعا کو چھوڑ دے''۔

**تشریح** ۞ **مالم یعجل**۔ **ما** مصدر یہ ظرفیہ یعنی عدم عجلت کے زمانہ میں۔ **یقول قد دعوت** ۔اجابت سے مانع عجلت سے استیناف کا بیان۔ **فلم یستجب لی** کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قد جعل اللہ لکل شیٔ قدرًا﴾ [الطلاق: ۳] کسی چیز کے ظاہر کرنے سے وہ مقدم نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اپنے وقت سے مؤخر ہو سکتی ہے۔ **مالم یدع باثم او قطیعة رحم**۔ یہ ماقبل میں داخل ہے مگر اس کا عطف اسی طرح ہے جیسا: ﴿من کان عدو للہ وملائکۃ ورسلہ و جبریل ومیکال﴾ [البقرہ: ۹۸] اور یہ اہتمام کو ظاہر کرنے کے لئے۔ **مالم یستعجل** عاقولی کہتے ہیں ظاہر کا تقاضا عطف تھا دوسرے عامل کی تقدیر سے اس کو چھوڑ دیا تاکہ ہر قید کے مستقل ہونے پر اشارہ ہو یعنی اس کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ گناہ کی دعا نہ کرے گویا کوئی سائل کہہ رہا ہے کیا قبولیت اسی پر موقوف ہے؟ تو جواب دیا گیا نہیں بلکہ قبول کی جائے گی جب تک عجلت نہ کرے۔ ابن حجر نے لکھا ہے یہاں استیناف کے لئے عاطف کو چھوڑ دیا تاکہ ہر کا ایک استجابت سے مانع بننے کے لئے مستقل ہونا ثابت ہو مطلب یہ ہے کہ جب تک گناہ کی دعا نہ کرو تو تمہاری دعا قبول ہوگی اور جب تک جلدی نہ مچائے دعا قبول ہوگی۔ (فتح الالہ) **ماالاستعجال**۔ قبولیت ہونے کا جس پر دارومدار ہے وہ استعجال کون سی ہے **قد دعوت**۔ دو مرتبہ تکرار کثرت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے **فیستحسر** : عاجز آجائے۔ **ذلک** کا مشار الیہ یہ استعجال ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اجابت تو حاصل ہوگی لیکن کبھی بہت جلد ہوگی کبھی مؤخر مقبول مگی رحمہ اللہ زکریا علیہ السلام کی دعا چالیس سال بعد اور موسیٰ و ہارون علیہ السلام کی بددعا چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ (اسلاح)

**تخریج** : أخرجه مالك (٤٩٥) وأحمد (٣/١٠٣١٦) والبخاري (٦٣٤٠) ومسلم (٢٧٣٥) وأبو داود (١٤٨٤) والترمذي (٣٣٨٧) وابن ماجه (٣٨٥٣) وابن حبان (٨٨١)

**الفرائد** : ① بندے کو ہر وقت دعا کرتے رہنا چاہئے کبھی اس میں سستی نہ برتنی چاہئے کیونکہ افتقار و عجز کا یہی تقاضہ ہے۔

۱۵۰۱ : وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: اَیُّ الدُّعَآءِ اَسْمَعُ؟ قَالَ: "جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۵۰۱: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سی دعا زیادہ مقبول ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات کے پچھلے حصے اور فرض نمازوں کے بعد کی''۔

(ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ❁ اسمع : قبولیت سے قریب تر۔جوف اللیل : رات کے درمیان افضل قیام ثلث لیل کا ہے سدس چھٹا حصہ اخیر سوتے۔اس وقت علائق مفقود اور توجہ کامل ہوتی ہے کیونکہ وہ تجلیات الٰہیہ کا وقت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اترتی ہیں۔الصلوات المکتوبات :فرائض کے بعد کیونکہ نماز بندے کی رب سے مناجات اور اس سے فضل مانگنے کا مقام ہے اور کام پورا تو اسیر بار آور۔ترمذی کی ایک روایت اس طرح ہے: جوف اللیل الاخر الدعاء فیه افضل و ارجی اونحو هذا اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:"اقرب مایکون الرب من العبد في جوف الليل الآخر فان استطعت ان تكون ممن يذكر الله في تلك الساعة فكن"(ترمذی٬حاکم)ابوداؤد٬نسائی

**تخریج** : أخرجه الترمذي (٣٥١٠) والنسائي (١٠٨)

**الفرائد** : ① رات کے آخری حصہ میں دعا خوب قبول ہوتی ہے۔فرض نمازوں کے بعد وقت بھی قبولیت دعا کا وقت ہے۔

❁ ❁ ❁

١٥٠٢ :وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَا عَلَى الْاَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰى بِدَعْوَةٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهَا ' اَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ ' اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ فَقَالَ :رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ :اِذًا نُكْثِرَ قَالَ :"اَللّٰهُ اَكْثَرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ – وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ مِنْ رِوَايَةِ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَزَادَ فِيْهِ :"اَوْ يَدَّخِرَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَهَا۔

١٥٠٢:حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" زمین پر جو مسلمان بھی اللہ پاک سے کوئی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتے ہیں یا اسی طرح کی کوئی تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں جب تک کہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے"۔لوگوں میں سے ایک نے کہا پھر تو ہم بہت زیادہ دعائیں کریں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" اللہ زیادہ دیں گے"۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔حاکم نے ابوسعید سے اس کو روایت کیا اور اس میں یہ الفاظ زائد ہیں یا اس کے لئے اسی طرح کا اجر ذخیرہ فرما لیتے ہیں۔

**تشریح** ❁ بدعوة : ایک مرتبہ کی دعا' اس میں تنوین شیوع کو ظاہر کرنے کے لئے۔پس یہ دعا بڑی چھوٹی' قلیل کثیر سب کو شامل ہے۔او تنویع کے لئے ہے۔صرف عنه من السوء مثلها۔مانگی گئی دعا کہ جس کے دور ہونے کا فائدہ حاصل ہونے والے نفع کی طرح ہو۔مالم یدع باثیم :وہ دعا جو ان میں سے کسی چیز سے ملی ہو وہ قبول نہ ہوگی کیونکہ قبولیت اس کے علاوہ تمام دعاؤں کی نفی کر دے گی جب وہ دعائیں بھی کر لے جیسا وہم میں یہ بات آتی ہے اس کی نظیر یہ روایت ہے

"الصلوات الخمس مکفرات لما بینهن مالم تغش الکبائر" کبائر غیر مکفرہ ہیں نہ صغائر۔ اذاً نکثر: جب ان باتوں سے خالی دعا قبول ہو جاتی ہے تو ہم کثرت سے دونوں جہان کی بھلائیاں مانگیں گے کیونکہ وعدہ میں تخلف نہیں۔ اللّٰه اکثر: اللہ تعالیٰ احسان وبخشش زیادہ کرنے والے ہیں جتنی تم طلب کرتے جاؤ گے۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (۳۵۸٤) أحمد (٤/۱۱۱۳۳) والحاکم ۱۸۱٦/۱)

**الفوائد** : ① قطع رحمی اور گناہ کی دعا نہیں کرنی چاہیے۔ دعا کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ دعا کا کبھی عوض جلد مل جاتا ہے کبھی آخرت کا ذخیرہ بن جاتی ہے کبھی تکلیف کا ازالہ ہو جاتی ہے۔

۱۵۰۳ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْکَرْبِ: " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۵۰۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے: '' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عظمتوں والے اور حلم والے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کے رب ہیں ان کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمان کے رب اور زمین کے رب اور معزز عرش کے رب ہیں''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ الکرب: وہ مشکل وگراں معاملہ جو انسان کے سینہ کو غصہ سے بھر دے العظیم۔ قدر و منزلت کے لحاظ سے الحلیم۔ جلد سزا نہیں دیتا اللہ رب العرش العظیم جمہور کے ہاں یہ عظیم مکسور ہے کیونکہ عرش کی صفت ہے کیونکہ عظیم سے اس کی مکونات کی صفت بیان کی جا سکتی ہے اس ذات کی تو بدرجہ اولی (۲) بعض رفع سے رب کی صفت بتلائی ہے۔ رب السمٰوٰت رب الارض رب العرش۔ مالک خالق مصلح وہی ہے ہر ایک ساتھ رب کے لفظ کو لائے تاکہ ہر ایک کا مستقل ہونا ثابت ہو جائے واؤ کے اثبات کے ساتھ بھی لایا گیا۔ الکریم۔ عرش کی صفت ہو تو مجرور ہے کیونکہ اسی پر رحمت اترتی ہے یا اس لئے کہ وہ ذات کرم الاکرمین کی طرف منسوب ہے ایک اشارہ مہمہ۔ کرب ومصائب کی دواء اصل میں توحید باری تعالیٰ ہے جس نے غیر اللہ پر نظر چھوڑ دی اس سے کرب دور ہو گیا اور اس نے بلند ترین فضیلت پائی۔

**ایک واقعہ**: ابوبکر رازی نقل کرتے ہیں میں اصبہان میں ابونعیم سے روایات لکھتا تھا کہ وہاں کے مفتی اعظم ابوبکر بن علی کے خلاف چغل خوری کی وجہ سے بادشاہ نے جیل کا حکم دیا۔ میں آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ یہی دعا تب پڑھنے کا اشارہ فرمایا۔ چند دن گزرنے پر ان کو جیل سے رہائی مل گئی۔ حسن بصری کہتے ہیں مجھے حجاج نے قتل کے لئے بلایا میں نے یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے حفاظت فرمائی۔ اس نے کہا جو مطلوب ہو مانگو۔

**عینی کا قول**: جملہ اولیٰ اس توحید پر مشتمل ہے جو کہ تمام تنزیہات جن کو صفات جلالیہ کہتے ہیں اصل ہے اور اس عظمت کو شامل

ہے جو عظیم قدرت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ عاجز عظیم نہیں ہوتا اور حلم کی کوئی چیز جاہل سے متصور نہیں ہوسکتی کیونکہ جاہل سے حلم نہیں ہوسکتا یہ صفات وجود یہ حقیقیہ کی اصل ہیں جن کو اوصاف اکرامیہ کہتے ہیں حلیم کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ مؤمن کا کرب عام طور پر تقصیر طاعات کی وجہ یا حالات میں غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ عفو کی امید کا شعور پیدا کرتا ہے جو کہ غم کو کم کرنے والا ہے اور اس کی وجہ سے کہ غصے کے وقت حقیقی اطمینان حاصل ہونا حلم کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد اس کا لازم ہے یعنی عقوبت کا مؤخر کرنا اور دعا کا اسی پر اطلاق ہوا ہے اور اس سے دعا شروع ہوگی کیونکہ اس سے کرب ختم ہوا جیسا اس کی نظیر گزری۔ دوسرا جملہ توحید ربوبیت پر مشتمل ہے اور اس میں عرش کی عظمت زیادہ مناسب ہے تمام اسماء میں رب کی صفت ذکر کی کیونکہ دکھوں کے ازالہ کے لئے مناسب ہے تربیت کا تقاضہ کشف ضرور ہی تو ہے اور عرش کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عالم اجسام میں یہ سب سے بڑا جسم ہے۔ پس تمام اجسام اس کے تحت اسی طرح آگئے جیسے اعلیٰ کے نیچے ادنیٰ۔ اسی طرح آسمانوں اور زمین کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مشاہدات میں سب سے بڑی چیزیں ہیں۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (٦٣٤٥) والترمذي (٣٤٤٦) والنسائي (٦٨٥) وابن ماجه (٣٨٨٣) وابن أبي شيبة (٣٩٦/١٠) أحمد (١/٧٠١) والنسائي (٦٢٩) والبزار (٤٧١) وابن حبان (٨٦٥)

**الفوائد** : ① یہ بھی اسی طرح کی دعا ہے جیسا اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر یونس علیہ السلام کی مستجاب دعا ہے مصائب و کروبات کے دور کرنے میں تریاق ہے ② یہ دعا کرب بھی خصوصاً بے گناہ قیدیوں کے لئے اکسیر ہے اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات عظمت و کرم کو ذکر فرمایا گیا۔

## تم الجز الرابع

# دلیل الفالحین

شرح اردو

# ریاض الصالحین

**جلد پنجم**

تالیف

**محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی**

المتوفی سنة ١٠٥٧ھ

تحقیق

**عصام الدین الصبابطی**

مترجم

**مولانا شمس الدین صاحب**

ناشر
مکتبۃ العلم

# دلیل الفالحین

شرح اردو

# ریاض الصالحین

جلد پنجم

تالیف: محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی

مترجم: مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: عصام الدین الصبابطی

**اس ترجمہ کی چند نمایاں خصوصیات**

★ تمام احادیث کا آسان و عام فہم ترجمہ ★ احادیث کے حل طلب مسائل کی بہترین و دلکش تشریح

★ دور جدید کے مسائل کا بہترین حل ★ حل اللغات، نحو وغیرہ کے عنوانات سے آسان تشریح

★ ہر مسئلے پر فقہا کی آراء ★ آیات قرآنیہ مکمل حوالوں کے ساتھ ★ ہر حدیث کی مکمل و مدلل تخریج

★ ''الفوائد'' کے عنوان سے حدیث میں بیان کیے گئے ارشادات نبویہ ﷺ کا مختصر خلاصہ

ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان

Ph:7211788-7231788

نام کتاب ............ دلیل الفالحین شرح اردو ریاض الصالحین

تالیف: ............ محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی

مترجم ............ مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: ............ عصام الدین الصبابطی

طابع ............ خالد مقبول

مطبع ............ آر۔ آر۔ پرنٹرز

## ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ☎ 7224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور ☎ 7221395

❖ مکتبہ جویریہ ۱۸-ا ردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان ☎ 7211788

# فہرست

# ۲۵۳: بَابُ كَرَامَاتِ الْاَوْلِيَاءِ وَفَضْلِهِمْ

## بَابٌ: اولیاء اللہ کی کرامات اور ان کی فضیلت

**تشریح** ۞ **الکرامات**: یہ کرامۃ کی جمع ہے۔ خرقِ عادت کو کہتے ہیں۔ اس کی پانچ اقسام ہیں: ۱) ارھاص ۲) معجزہ ۳) کرامہ ۴) معونہ ۵) مھونہ۔

**ارھاص**: دعوہ نبوت سے پہلے دکھائے جانے والے خرق عادت افعال مثلاً بادلوں کا سایہ یہ نبوت سے قبل پیش آیا بعد میں نہیں۔ اسے ارھاص کہنے کی وجہ ہی یہ ہے کہ نبوت کیلئے بطور تاسیس ہیں۔

**معجزہ**: وہ خارق عادت فعل جو نبوت کا دعویٰ کرنے والے کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور اس کے دعویٰ کے عین مطابق ہو اور وہ معارضہ سے بھی مامون ہو اور تحدی (چیلنج مقابلہ کی دعوت دینے کو کہا جاتا ہے۔

**محققین کا قول** یہ ہے کہ دعویٰ رسالت کے ساتھ اس کو معجزہ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ انسان اس کی مثل سے عاجز ہوتے ہیں۔ باقی جس میں مقابلہ کا امکان موجود ہو اس کو سحر کہا جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے سحر میں اعیان کا بدلنا اور طبائع کا پھیر دینا جائز قرار دیا ہے مثلاً انسان کا گدھا بن جانا۔ مگر دوسرے علماء اس بات کے قائل نہیں ورنہ نبی وساحر میں فرق نہ رہے گا۔ مگر یہ بات اس طور پر قابل رد ہے کہ دعویٰ نبوت اور تحدی جب فرق کو واضح کرتی ہے۔ اور عام عادۃ الٰھیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کا معارضہ بھی ممکن نہیں ہوتا۔ نبوت کے جھوٹے دعوے دار سے خرق عادت ظاہر نہیں ہوتا اور اگر سحر کی تعلیم سے کوئی عادت کے خلاف معلوم ہوگا تو اس کا معارضہ عین ممکن ہے۔ پس تحدی کی قید ضروری ہے۔ لیکن ہر معجزہ کے ساتھ تحدی ضروری نہیں کیونکہ آپ ﷺ کے بہت سے معجزات ظاہر ہوئے مگر اس میں کفار کو چیلنج نہیں کیا گیا بلکہ بعض علماء نے تو کہا کہ صرف قرآن مجید کے ساتھ صرف چیلنج دیا گیا ہے اور موت کی تمنا کرنا تو اس کیلئے ہے جس سے تحدی کا دعویٰ پھر صادر ہو چکا ہو۔

**کرامۃ**: وہ خارق عادت جس میں تحدی نہ کی گئی ہو۔ اس میں وہ خارق عادت بھی شامل ہے جو تحدی کے بعد پیش آئے جیسا کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بعض مرنے والوں کا شہادتین کا اقرار اور اس کے مشابہ دیگر واقعات جن کے متعلق متواتر خبریں پہنچیں۔

**قاضی عیاض کا قول**: پیغمبر کے ہاتھ پر جو خرق عادت بلا تحدی ظاہر ہو وہ بھی اس میں شامل ہے۔ (الشفا) اس کے خلاف دوسرا قول گزرا۔

**معونت**: وہ عادت کے خلاف بات جو کسی مؤمن کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ جیسے ہلاکت سے چھوٹنا، کسی بڑی حیرانی سے بغیر ظاہری سبب نکل جانا۔

**مھونت**: وہ خارق عادت جو چیلنج کرنے والے کے دعویٰ کے خلاف ظاہر ہو۔ جیسا کہ مسیلمہ کیلئے پیش آیا اس نے ایک کنوئیں میں تھوکا تاکہ اس کا پانی زیادہ ہو تو پہلا بھی جاتا رہا۔

اولیاء: جمع ولی وہ مؤمن جو اپنے اللہ تعالیٰ کا مطیع ہو۔ ۱) یہ فعیل کے وزن پر ہے اور فاعل کا معنی دیتا ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنا کر اُس سے دوستی کر لی ہے۔ ۲) یہ فعیل مفعول کے معنی میں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دوست بنالیا۔ اولیاء کی کرامات کئی قسم کی ہیں۔ سبکی نے طبقات میں بیس سے زائد اقسام ذکر کی ہیں اور ان سب کی جامع بات یہ ہے کہ جو چیز پیغمبر ﷺ کے ہاتھ پر بطور معجزہ ظاہر ہوسکتی ہے وہ ولی کے ہاتھ پر بطور کرامت مطلق ظاہر ہوسکتی ہیں (سوائے اس معجزے کے جس کے ساتھ چیلنج دیا گیا ہو مثلاً قرآن مجید کی سورۃ لانا، آیت لانا، فتدبر)۔

## الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [یونس: ٦٢، ٦٤] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ﴾ [مریم: ٢٦، ٢٥] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا؟ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [آل عمران: ٣٧] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ مِرْفَقًا وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ﴾ [الکهف: ١٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''خبردار! بے شک اللہ کے اولیاء ان پر نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ ڈرتے تھے ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں یہی بڑی کامیابی ہے''۔ (یونس) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے مریم تو کھجور کے تنے کو اپنی طرف حرکت دے وہ تجھ پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرا دے پس تو کھا اور پی''۔ (مریم) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جب بھی زکریا علیہ السلام محراب میں داخل ہوتے تو اس کے ہاں کھانے کی چیزیں پاتے زکریا علیہ السلام نے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا وہ اللہ کی طرف سے ہے بے شک اللہ جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب کے رزق دیتے ہیں''۔ (آل عمران) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور جب تم ان سے اور ان کے معبودوں سے جن کی یہ اللہ کے سوا پوجا کرتے ہیں علیحدگی اختیار کرلو پھر غار میں پناہ لو۔ تمہارے لئے تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے معاملے میں آسانی مہیا فرما دے گا۔ اور تم دیکھو گے کہ سورج طلوع ہوتے وقت غار کے داہنی سے مڑ کر نکلتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں طرف ان سے کترا کر نکل جاتا ہے''۔ (الکهف)

**تشریح** ۞ ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ جبکہ لوگ عقاب کے خوف سے لرزاں ہوں گے۔ حزن: کسی مقصود کے فوت ہونے کا غم۔ یعنی ان پر کسی چیز کے فوت ہو جانے کا غم بھی طاری نہ ہوگا۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: یہ جملہ اولیاء کا بیان ہے۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى: اس سے مراد وہ اچھا خواب ہے جو مؤمن دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ ملائکہ کی طرف سے خوشخبری تو جان کنی کے وقت ہوتی ہے۔ مگر حسن بصری فرماتے ہیں۔ اس سے مراد وہ جنت ہے جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو دی ہے۔ وَفِي الْاٰخِرَةِ: اس سے مراد جنت اور رضائے الٰہی ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد قبر میں دی جانے والی خوشخبری۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ: اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں تخلف نہیں۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ: دونوں جہاں میں خوشخبری کا ملنا یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس میں حضرت مریم کو خطاب کر کے حکم دیا تم کھجور کے تنے کو حرکت دو وہ تازہ کھجوریں گرائے گا۔ رُطَبًا جَنِيًّا:

اَلنَّخْلَةِ: ۱) اگر تُسَاقِطْ باب تفاعل سے ہے تو یہ تمیز ہے۔ ۲) اور اگر مفاعلہ سے ہے تو یہ مفعول ہے۔ وہ تنا اس وقت خشک تھا۔ مریم کی کرامت کے طور پر پتے لے آیا تاکہ اس کا دل مطمئن ہو۔ ۳) تنا تو سبز تھا مگر کھجور کا موسم نہ تھا اور نہ اس پر کوئی کھجور تھی۔ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ: تر کھجور کھاؤ اور ندی کا پانی پیو یا تر کھجور عصیر استعمال کرو۔ وقری عینا: یہ القرای سے ہے۔ خوشی کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں اور غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں۔ ۲) یہ قرار سے ہے۔ اس لئے کہ جب آنکھ مسرور کن منظر کو دیکھتی ہے تو اس چیز کی طرف نظر کو مبذول کر کے دوسری چیزوں سے اپنے کو پھیر لیتی ہے۔ الایہ کہہ کر عیسیٰ علیہ السلام کے قلمهم فی المهد کی طرف اشارہ کیا۔ اسی طرح ان کی نبوت کیلئے ان کی ولادت ایک عظیم ارھاص تھی۔

الْمِحْرَابَ: سے مراد وہ کمرہ ہے جو ان کیلئے مسجد میں بنایا گیا تھا۔ وَجَدَ: ظرفیت کی وجہ سے اس کلمہ کو نصب دی ہے۔ عِنْدَهَا رِزْقًا: بعض نے کہا کہ وہ ان کے پاس گرمیوں کے پھل سردیوں میں پاتے اور سردیوں کے گرمیوں میں۔ ۲) بعض نے کہا۔ ان کے صحائف پاتے جن میں علمی باتیں ہوتیں پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔ قَالَ يٰمَرْيَمُ: یہ تمہارے ہاں دروازوں کے بند ہونے کے باوجود بے موسمے کہاں سے آ گئے۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ: کوئی بعید بات نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملے ہیں۔ بعض نے کہا کہ مریم نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بچپن میں کلام کیا اور کسی پستان سے دودھ نہ پیا اور جنت سے اس کا رزق آتا رہا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ: وہ اپنی وسعت وکرم سے جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔

سبکی کا قول: ثبوت کرامت میں سبکی کہتے ہیں مریم کا بغیر مرد کے حاملہ ہونا، کھجور کے خشک تنے سے تازہ کھجور میسر آنا۔ بے وقت اور بلا اسباب ان کے پاس رزق کا آنا حالانکہ وہ پیغمبر نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا: ''وامه صديقه'' پیغمبر کیلئے تو مذکر ہونا بالاتفاق شرط ہے اور اس کے متعلق یہ کہنا درست نہیں کہ یہ زکریا علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ کیونکہ معجزے کا پیغمبر اور قوم کے سامنے ظاہر ہونا ضروری ہے تاکہ ان پر نبوت کی دلیل بنے اور جو ہم نے مریم کو جبریل علیہ السلام کا خطاب ذکر کیا ''وهزی اليك بجذع النخلة'' یہ کسی کے سامنے نہ تھا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے: ''فاما ترين من البشر احدًا......''

اور دوسری بات یہ ہے کہ معجزات کا اظہار تو رسول کے درخواست کرنے سے ہوتا ہے اور یہاں تو زکریا علیہ السلام اس کے حصول سے بھی واقف نہ تھے جیسا اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے: اَنّٰى لَكِ هٰذَا؟: ان خوارق کا تذکرہ میں حضرت مریم کے عظمت شان کیلئے ذکر کیا ہے۔ دوسرے کیلئے اس کا کرامت بننا ممکن نہیں اور یہ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کیلئے ارھاص بھی

نہیں۔ کیونکہ ارہاص کیلئے ضروری ہے کہ وہ رسول کو خاص طور پر نبوت سے قبل دی جانے والی کرامت ہو۔ رہی وہ باتیں جوان سے دوسرے کی کرامت کے طور پر ظاہر ہوں۔ اس وجہ سے اس کو حیاء ہوتی ہو۔ یہ وہ کرامت ہے جس کا وہ دعویٰ کرتا ہے اور اس لئے بھی اگر اس کو جائز قرار دیا جائے تو پھر ہر رسول کے ہاتھ پر ایک ایسا ارہاص ظاہر ہونا چاہئے، جو یہ ظاہر کرے کہ یہ اس نبی کیلئے ارہاص ہے جو آئندہ آئے گا اور اس کو مان لینے سے نبوت پر معجزے سے استدلال کرنے کا راستہ بند ہو جائے گا۔

اصحاب کہف ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں۔ هُمْ: سے مراد وہ کفار ہیں جہاں وہ رہائش پذیر تھے۔ مَا يَعْبُدُوْنَ سے ان کے معبودات باطلہ جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اِلَّا اللّٰهُ: وہ اللہ تعالیٰ کی کھلے طور پر عبادت کرتے تھے یا ان کی عبادت کے ضمن میں چھپ کر لیتے ہوں گے۔ فَاْوُوْا: تم غار کی پناہ لو۔ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَّحْمَتِهٖ: اس غار کے ذریعہ وہ تمہاری قوم سے حفاظت فرمائے گا۔ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ: اور تمہارے اس معاملے کو جس کا ارادہ کیے ہو آسان فرما دے گا۔ مِرْفَقًا: جس سے فائدہ اٹھاؤ گے۔ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ: اگر تم ان کو دیکھ پاؤ تو سورج کو دیکھو گے کہ وہ ان کی غار سے شمال کی جانب مائل ہو کر غار کو طے کرتا ہے۔ وهم في فجوة منه: غار کی وسیع جگہ میں تھے۔ ان کو سورج کی حرارت ایذاء نہ پہنچا سکی اور تازہ ہوا ان کو میسر آتی۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان سے سورج کو پھیر دیا اور اس کی قدرت ان کے اور غار کے درمیان حائل ہوگئی کیونکہ غار کا دروازہ ایسی جانب واقع تھا کہ سورج کی شعاعیں اطراف والے دونوں پہاڑوں پر پڑتی تھیں۔ پس یہ ان کی کرامت ہوگی۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ذلك من آيات الله: اس لئے کہ ان کی راہنمائی اس غار کی طرف کر دی اور ضرر کو ان سے ہٹا دیا۔

## الروايات

۱۵۰۴: وَعَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَآءَ وَاَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَرَّةً: "مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ" اَوْ كَمَا قَالَ، وَاَنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَآءَ بِثَلَاثَةٍ وَانْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَشَرَةٍ، وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صَلَّى الْعِشَآءَ، ثُمَّ رَجَعَ فَجَآءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَآءَ اللّٰهُ — قَالَتِ امْرَاَتُهٗ: مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ، قَالَ: اَوَ مَا عَشَّيْتِهِمْ؟ قَالَتْ: اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ وَقَدْ عَرَضُوْا عَلَيْهِمْ قَالَ: فَذَهَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَاْتُ! فَقَالَ: يَا غُنْثَرُ! فَجَدَّعَ وَسَبَّ، وَقَالَ: كُلُوْا لَا هَنِيْئًا وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهٗ اَبَدًا، قَالَ: وَاَيْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرَ مِنْهَا حَتّٰى شَبِعُوْا وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ: يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا؟ قَالَتْ: لَا وَقُرَّةِ عَيْنِيْ لَهِيَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ! فَاَكَلَ مِنْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ: اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ، يَعْنِيْ يَمِيْنَهٗ ثُمَّ

اَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّبِيِّ ، فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهُ - وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَمَضَى الْاَجَلُ ، فَتَفَرَّقْنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ اُنَاسٌ ، اَللّٰهُ اَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَاَكَلُوْا مِنْهَا اَجْمَعُوْنَ - وَفِيْ رِوَايَةٍ فَحَلَفَ اَبُوْبَكْرٍ لَا يَطْعَمُهُ ، فَحَلَفَتِ الْمَرْاَةُ لَا تَطْعَمُهُ ، فَحَلَفَ الضَّيْفُ اَوِ الْاَضْيَافُ اَنْ لَّا يَطْعَمَهُ اَوْ يَطْعَمُوْهُ حَتّٰى يَطْعَمَهُ - فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ هٰذِهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَاَكَلَ وَاَكَلُوْا فَجَعَلُوْا لَا يَرْفَعُوْنَ لُقْمَةً اِلَّا رَبَتْ مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرَ مِنْهَا فَقَالَ : يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ : مَا هٰذَا؟ فَقَالَتْ : وَقُرَّةِ عَيْنِيْ اِنَّهَا الْاٰنَ اَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ اَنْ نَّاْكُلَ! فَاَكَلُوْا وَبَعَثَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَ اَنَّهُ اَكَلَ مِنْهَا - وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ اَبَابَكْرٍ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ : دُوْنَكَ اَضْيَافَكَ فَاِنِّيْ مُنْطَلِقٌ اِلَى النَّبِيِّ ، فَافْرُغْ مِنْ قِرَاهُمْ قَبْلَ اَنْ اَجِيْءَ ، فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَاَتَاهُمْ بِمَا عِنْدَهُ فَقَالَ : اطْعَمُوْا ، فَقَالُوْا : اَيْنَ رَبُّ مَنْزِلِنَا؟ قَالَ اطْعَمُوْا ، قَالُوْا مَا نَحْنُ بِاٰكِلِيْنَ حَتّٰى يَجِيْءَ رَبُّ مَنْزِلِنَا ، قَالَ : اقْبَلُوْا عَنَّا قِرَاكُمْ فَاِنَّهُ اِنْ جَآءَ وَلَمْ تَطْعَمُوْا لَنَلْقَيَنَّ مِنْهُ فَاَبَوْا فَعَرَفْتُ اَنَّهُ يَجِدُ عَلَيَّ ، فَلَمَّا جَآءَ تَنَحَّيْتُ عَنْهُ ، فَقَالَ : مَا صَنَعْتُمْ؟ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ : يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَسَكَتُّ ، ثُمَّ قَالَ : يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَسَكَتُّ ، فَقَالَ غُنْثَرُ اَقْسَمْتُ عَلَيْكَ اِنْ كُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِيْ لَمَا جِئْتَ! فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ سَلْ اَضْيَافَكَ ، فَقَالُوْا : صَدَقَ ، اَتَانَا بِهِ - فَقَالَ : اِنَّمَا انْتَظَرْتُمُوْنِيْ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ - فَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ : وَاللّٰهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتّٰى تَطْعَمَهُ فَقَالَ : وَيْلَكُمْ! مَالَكُمْ لَا تَقْبَلُوْنَ عَنَّا قِرَاكُمْ؟ هَاتِ طَعَامَكَ فَجَآءَ بِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ فَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّيْطَانِ ، فَاَكَلَ وَاَكَلُوْا ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهُ "غُنْثَرُ" بِغَيْنٍ مُعْجَمَةٍ مَضْمُوْمَةٍ ثُمَّ نُوْنٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ ثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ وَهُوَ : الْغَبِيُّ الْجَاهِلُ وَقَوْلُهُ فَجَدَّعَ : اَيْ شَتَمَهُ ، وَالْجَدْعُ الْقَطْعُ - قَوْلُهُ "يَجِدُ عَلَيَّ" هُوَ بِكَسْرِ الْجِيْمِ : اَيْ يَغْضَبُ۔

۱۵۰۴: حضرت ابو محمد عبد الرحمٰن ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا جس کے پاس دو کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار کھانا ہو وہ پانچویں اور چھٹے سات لے جائے یا جس طرح فرمایا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تین کو لائے اور نبی اکرم ﷺ دس کو گھر لے ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کا کھانا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کھایا پھر رکے رہے یہاں تک کہ عشا پڑھی۔ پھر اتنی دیر بعد گھر لوٹے کہ رات کا اتنا حصہ گزر چکا تھا جتنا اللہ نے چاہا۔ ان کی بیوی نے کہ پنے مہمانو سے کس چیز نے روک لیا۔ انہوں نے پوچھا: ''کیا تم نے انہیں

شام کا کھانا نہیں کھلایا؟ اس نے جواب دیا انہوں نے آپ ؐ کے آنے تک انکار کیا حالانکہ ان کو کھانا پیش کیا گیا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں جا کر چھپ گیا! اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا او نادان! مجھے برا بھلا کہا اور بددعا دی اور مہمانوں کو کہا تم کھاؤ۔ تمہارے لئے خوشگوار نہ ہو اور اللہ کی قسم میں اس کو کبھی نہیں چکھوں گا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم جو لقمہ بھی لیتے تو نیچے سے اس سے زیادہ ابھرآتا جتنا کہ پہلے تھا اور کھانا اس سے بہت زیادہ ہو گیا جتنا اس سے پہلے تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھانے کو دیکھا تو اپنی بیوی کو فرمایا اے بنی فراس کی بہن یہ کیا؟ انہوں نے کہا میری آنکھوں کی ٹھنڈک البتہ وہ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔ پھر اس میں کچھ کھانا حضرت ابوبکر رضی اللہ نے کھایا اور فرمایا میری قسم شیطان (کے ورغلانے) سے تھی پھر اس میں سے ایک لقمہ کھایا پھر اسے نبی اکرم ﷺ کے پاس اٹھا کر لے گئے وہ صبح تک آپ ؐ کے پاس رہا۔ ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا جس کی مدت پوری ہو گئی ہم نے بارہ آدمی مختلف اطراف میں بھیجے ان میں سے ہر آدمی کے ساتھ کچھ آدمی تھے ہر آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے پس ان سب نے وہ کھانا کھایا!

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ کھانا نہیں کھائیں گے اور ان کی بیوی نے کھانا نہ کھانے کی قسم کھائی پھر مہمان یا مہمانوں نے بھی قسم اٹھائی کہ اس وقت تک کھانا نہیں کھائیں گے جب تک ابوبکر ان کے ساتھ کھانا نہ کھائیں۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ قسم شیطان کی طرف سے ہے۔ چنانچہ انہوں نے کھانا منگوایا اور خود کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا پس جونہی وہ لقمہ اٹھاتے تھے تو نیچے سے لقمہ اس سے بڑھ کر ابھرآتا تھا پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا؟ تو انہوں نے کہا میری آنکھوں کی ٹھنڈک ' بے شک وہ کھانا اب ہمارے کھانے سے پہلے جتنا تھا یقیناً اس سے بہت زیادہ ہے پھر انہوں نے کھایا اور نبی اکرم ﷺ کی طرف بھیجا اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ؐ نے اس میں سے نوش فرمایا۔ ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن کو کہا تم اپنے مہمانوں کی دیکھ بھال کرو۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں جا رہا ہوں میرے آنے سے پہلے تم ان کی مہمانی سے فارغ ہو جاؤ۔ پس عبدالرحمٰن ان کے پاس جو کھانا میسر تھا وہ لائے اور کہا تم کھاؤ۔ مہمانوں نے کہا ہمارے گھر کا مالک کہاں ہے؟ عبدالرحمٰن نے کہا تم کھانا کھالو انہوں نے جواب دیا جب تک ہمارے گھر کا مالک نہیں آئے گا ہم کھانا نہیں کھائیں گے۔ عبدالرحمٰن نے کہا ہماری طرف سے اپنی مہمانی قبول کرلو اگر وہ اس حال میں آ گئے کہ تم نے کھانا نہ کھایا ہوگا تو ہمیں ضرور ان کی طرف سے ڈانٹ پڑے گی مگر انہوں نے انکار کیا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے جان لیا کہ میرے والد مجھ پر ناراض ہوں گے۔ اس لئے جب وہ آئے تو میں ایک طرف ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا: تم لوگوں نے کیا کیا؟ انہوں نے اطلاع دی اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آواز دی اے عبدالرحمٰن! میں خاموش رہا انہوں نے پھر آواز دی اے عبدالرحمٰن! میں پھر خاموش رہا تو انہوں نے فرمایا: او نادان! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اگر تو میری آواز سن رہا ہے تو فوراً آجا۔ پس میں نکلا اور میں نے کہا

آپ اپنے مہمانوں سے پوچھ لیں مہمان نے کہا اس نے سچ کہا۔ یہ ہمارے پاس کھانا لایا تو ابوبکر صدیق نے کہا تم نے میرا انتظار کیا اللہ کی قسم میں آج کی رات یہ کھانا نہیں کھاؤں گا۔ انہوں نے کہا اگر آپ کھانا نہیں کھائیں گے تو ہم بھی نہیں کھائیں گے۔ فرمایا: ''تم پر افسوس ہے تم ہماری مہمانی کیوں قبول نہیں کرتے ہو؟ تو کھانا لا۔ عبدالرحمٰن کھانا لائے۔ پس آپ نے اپنا ہاتھ کھانے پر رکھا اور کہا: بسم اللہ! پہلی بات یعنی قسم کھانا شیطان کی طرف سے تھا پھر آپ نے کھانا کھایا اور انہوں نے بھی''۔ (بخاری و مسلم)

غُنْثَرُ: غبی اور نادان۔ فَجَدَّعَ: ان کو برا بھلا کہا۔ جَدْعٌ کا اصل معنی کاٹنا ہے یَجِدُ عَلَیَّ: ناراض ہونا۔

**تشریح** ۞ اس کا نام عبداللہ اور صدیق لقب تھا جو اس لئے ملا کہ نبی اکرم ﷺ نے لیلۃ المعراج کے سلسلہ میں جلدی تصدیق کی۔ عنہما کی بجائے عنہم کہنا چاہئے۔ کیونکہ عبدالرحمان کے بیٹے محمد بھی صحابی ہیں جیسا کہ تہذیب میں نووی نے تصریح کی ہے۔ علماء کہتے ہیں چار پشتیں جن کی صحابی ہوں وہ صرف ابوقحافہ ان کے بیٹے ابوبکر اور ان کے بیٹے عبدالرحمان اور ان کے بیٹے محمد تمام صحابی ہیں۔ عبدالرحمان کی کنیت ابوعتیق ہے۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ کے حقیقی بھائی ہیں۔ ان کی والدہ ام رُمان ہیں۔ عبدالرحمان احد، بدر میں کفار کے ساتھ تھے، صلح حدیبیہ کے موقعہ پر اسلام لائے اور اس کا اسلام خوب رہا ان کا نام عبدالکعبہ تھا بعض نے عبدالعزیٰ لکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمان نام رکھا۔ یہ بہادر اور عمدہ رائے والے تھے۔ جنگ یمامہ میں خالد بن ولید رضی اللہ کے ساتھ موجود تھے۔ سات کفار کو قتل کیا۔ انہوں نے یمامہ کے محکم ابن طفیل کو گلے میں تیر مار کر ہلاک کیا۔ محکم قلعہ کے رخنہ (سوراخ) میں تھا جب انہوں نے تیر سے اس کو ہلاک کر دیا تو مسلمان یمامہ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے آٹھ روایات نقل کی ہیں۔ تین پر بخاری و مسلم متفق ہیں۔ ان کی وفات حبشی نامی پہاڑ کے پاس ہوئی۔ مکہ سے اس پہاڑ کا فاصلہ چھ میل یا دس میل بتایا جاتا ہے۔ پھر ان کو گردنوں پر اٹھا کر مکہ دفن کیلئے لے جایا گیا۔ یہ ۵۳، ۵۶ھ کی بات ہے۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے ان کی وفات اچانک ہوئی۔ یزید بن معاویہ کی بیعت کیلئے ان کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے گئے تو انہوں نے وہ درہم واپس کر دیئے اور کہا میں اپنا دین دنیا کے بدلے فروخت نہیں کرتا۔ (تہذیب نووی)

ان اصحاب الصفة: یہ وہ چبوترہ تھا جس کو آپ ﷺ نے مسجد کے ایک جانب اس لئے بنوایا تھا تا کہ وہاں وہ اصحاب قیام کر سکیں جن کے اہل و عیال نہیں یا محتاج ہیں اور ان کا کوئی ساتھ نہیں۔ باب فضل الذھد میں ان کے متعلق گذرا ہے۔ فلیذھب بثالث: مسلم کی روایت میں یہ لفظ زائد بھی ہیں کہ ان کا کھانا ان کیلئے کافی ہو جائے گا۔ عیاض نے اس کو غلط قرار دیا مگر اگر روایت مسلم میں حذف مضاف مان لیں تو دونوں روایتیں ایک طرح بن جاتی ہیں۔ ای بتمام ثلاث: فلیذھب بخامس بسادس: یہاں ''او'' کو حذف کر دیا گیا کہ وہ پانچویں کو یا چھٹے کو لے جائے اور دوسرے قول کی تائید ''او کما قال'' کے الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے اور روایت جابر جو باب الایثار میں گزری اس میں صراحۃ موجود ہے۔ ''طعام الاربعة یکفی الثمانیه''۔ ابن حجر کہتے ہیں وہ پانچویں کو لے جاتے مگر اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ ورنہ پانچویں کے ساتھ چھٹے کو لے جائے۔ اگر اس کے پاس اس سے زائد کی گنجائش ہو اور اس کی حکمت کہ فقط ایک کا اضافہ فرمایا۔ کیونکہ ان کے ہاں مالی وسعت نہ تھی۔ پس جس کے ہاں تین آدمی تھے تو اپنی خوراک میں وہ چوتھے کو کھلائیں تو اس میں کوئی تنگی نہ تھی۔ اسی طرح چار اور اس سے اوپر اور اگر عیال کی تعداد کے مطابق اضافہ ہو۔ تو یہ اس وقت مکلفی ہوتا ہے جبکہ وسعت و گنجائش ہو۔

وان ابابکو: ایک نسخہ میں الصدیق اور رضی اللہ عنہ کے الفاظ زائد ہیں ان کو لا کر واضح کیا کہ یہ روایت میں اضافہ شمار نہیں ہوتا۔

بثلاثة ای منھم: ان میں سے تین کو ابوبکر رضی اللہ لائے اور نبی اکرم ﷺ دس کو لے گئے۔ لبث: ابوبکر رضی اللہ نبی اکرم ﷺ کے ہاں ضرورت کی وجہ سے قیام پذیر رہے۔ صلی العشاء: یہاں تک کہ آپ کے ساتھ عشاء پڑھ کر لوٹے۔ ثم رجع: پھر اپنے مکان پر لوٹے، صریح روایت سے معلوم ہوتا ہے پہلے مہمانوں کو لا کر مکان پر چھوڑ گئے پھر نبی اکرم ﷺ کے مکان پر لوٹے اور آپ کے ہاں کھانا کھایا اور آپ کے ساتھ ہی نماز ادا کی جیسا اگلی روایت دلالت کر رہی ہے۔ فجاء بعد ما مضی من اللیل ماشاء اللّٰہ: یہ ما قبل کا بیان ہے اور اس میں آپ ﷺ کے ہاں زیادہ دیر قیام کی طرف اشارہ ہے۔ او ما عشیتھم والواو عاطفه علی مقدر: اور ہمزہ استفہام کیلئے ہے۔ ابوا: انہوں نے انکار کر دیا۔ وقد عرضوا: یہ معروف ہے ضمیر خدام یا اھل کی طرف راجع ہے اور بخاری کی ایک روایت میں قد عرضنا علیھم فامتنعوا کے الفاظ ہیں۔ فاختبأت: والد کے ناراض ہونے کے ڈر سے میں چھپ گیا۔

فجدع: تمہارے ناک، کان کاٹ دوں گا۔ یہ سخت سست کہا۔ یہ گمان کیا کہ عبدالرحمان نے مہمانوں کی خدمت میں کوتاہی کی ہے۔ جب صورت حال معلوم ہوئی تو مہمانوں کو تادیباً فرمایا: کلوا لا ھنیئا۔ ۱) تم خوش گواری سے نہ کھاؤ یہ بددعا ہے ۲) اچھا تم اس سے خوشگوار نہ ہو یا صحت نہ ملے۔ ۳) انہوں نے یہ اہل کو کہا نہ کہ مہمانوں کو۔ لا اطعمه: میں اس کو کبھی نہ چکھوں گا۔ ایم اللّٰہ: یہ اصل میں ایمن اللہ تھا اس کی ہمزہ قطعی ہے۔ لیکن کثرت استعمال سے وصلی بن گئی۔ ایم میم کو بھی اس طرح قرار دیا ہے۔ ابن مالک کہتے ہیں۔ ایمن یمین کی جمع نہیں اور نہ اس کی واؤ تھی کہ جس کے بدلے میم آ گئی۔ ربا: بڑھ جانا۔ من اسفلھا: وہ جگہ جہاں سے لقمہ اٹھایا جائے۔ اکثر منھا: رفع کے ساتھ یہ ربا کا فاعل ہے۔ فنظر الیھا: انہوں نے پیالے کو دیکھا۔ لامرأته: ام رومان کا فاعل ہے۔ یا اخت بنی فراس: یہ کنانہ سے تعلق رکھنے والا قبیلہ ہے۔ تقدیر عبارت بعض نے یامن ھی من بنی فراس بتلائی ہے۔ کسی بھی قبیلہ کے تبع کو اخوھم کہتے ہیں۔ مگر یہ بات محل نظر ہے کیونکہ ام رومان حارث بن غنم کی اولاد سے تھیں۔ اور اس کا سلسلہ نسب یہ ہے ابن مالک بن اوس بن غنم۔ حافظ کہتے ہیں شاید بنی فراس کی طرف نسبت کرنے کی وجہ یہ ہو کہ وہ بنی حارث سے زیادہ معروف ہو اور ان سب میں یہ بات کثرت ہے کہ دادا کا بھائی اگر زیادہ مشہور ہو تو ادھر نسبت کر دی جاتی ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ حارث یہ فراس کے حقیقی بھائی ہیں۔ پس ہر ایک کی اولاد دوسرے کے بھائی ہوئے کیونکہ وہ انہی کے درجہ میں ہیں۔ قاضی عیاض کا قول کہ ام رومان بنی فراس بن غنم سے ہیں بنی حارث سے نہیں اس کے مطابق حاجت تاویل نہیں ہے۔ ابن سعد میں نسب کی نسبت بنی حارث کی طرف ہرگز نہیں ہے اس کے علاوہ دو نسب بیان کیے ہیں۔ ما ھذا؟: یہ استفہام تعجب کیلئے ہے۔ قالت لا: لا زائدہ یا نافیہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے: لا شیٔ غیر ما اقول۔ وقُرّة عینی: واؤ قسم یہ جارہ ہے۔ یہ مسرت کے موقعہ پر کہا جاتا ہے اور اس موقعہ پر کہا جاتا ہے جو طبیعت کے موافق ہو اور وجہ یہ ہے کہ اس کی نگاہ غیر کی طرف متوجہ نہیں ہوتی کیونکہ اس کی غرض و مقصود حاصل ہے۔ پس وہ کسی اور چیز سے خوش نہیں ہوتی۔ گویا قرآن مجید سے ماخوذ ہے اور اس قسم کھانے کی وجہ یہ ہے۔ ایک تو ان کو خوشی ہوئی اور دوسرا صدیق رضی اللہ عنہ کی برکت سے جو کرامت حاصل ہوئی اس پر خوشی ہوئی۔ داودی کو یہ وہم ہوا کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کی آنکھ کی

ٹھنڈک مراد ہے کہ اس کی قسم کھائی۔ مگر ابن حجر کہتے ہیں۔ یہ بعید بات ہے۔ شیخ زکریا کہتے ہیں شاید یہ حلف بغیر اللہ کی ممانعت سے پہلے کی بات ہو۔ لھی: یہ ضمیر (قصعة) پیالے یا بقیہ کھانے کی طرف لوٹ رہی ہے۔ بثلاث مرات: یعنی تین گنا سے بھی زائد ہے۔

کان ذلك: اس کا مشار الیہ قسم ہے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے "انی لا احلف یمینا فاری غیرھا خیراً منھا الا کفرت عن یمینی وفعلت الذی ھو خیر" اور دوسرا شیطان کو ذلیل کرنے کیلئے اس کی تزئین قسم والی بات کو ختم کر دیا۔ ثم اکل سے ظاہر ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک لقمہ دفع وہم اور قسم ختم کرنے کیلئے کھایا یا ان کا مطلب یہ تھا کہ (۱) میں تم سے نہ کھاؤں گا' ۲) یا اس گھڑی نہ کھاؤں گا' ۳) غصہ کے وقت نہ کھاؤں گا۔ لیکن یہ تینوں احتمال اس بنیاد پر ہیں کہ عموم قسم کو خاص کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے خصوص سبب کا نہیں۔ ثم حملھا الی النبی ﷺ: پھر وہ پیالہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اٹھا کر لے گئے۔ فاصبحت: وہ پیالہ اپنی حالت پر ہو گیا۔ انہوں نے رات کو ان میں سے نہ کھایا۔ کیونکہ یہ مدت بعد واقعہ پیش آیا۔ فتفرقنا اثنی عشر رجلاً: اس میں تین الفاظ مسلم کی روایات میں وارد ہیں: ۱) تفرقنا ۲) فعرفنا' ۳) عرفنا۔ پہلے کے مطابق معنی یہ ہے کہ ہم نے ان میں بارہ بارہ آدمیوں کا ایک ایک گروپ بنا دیا۔ ۲) ہم نے ان میں عریف یعنی حالات بتلانے والے ۱۲ آدمی معین کر لئے۔ ۳) تیسرے کا بھی یہی معنی ہے۔ البتہ بقول کرمانی قرینا کا لفظ ہو تو بارہ بارہ آدمی کر کے ان کی مہمانی کی۔ مسلم نے اثنی عشر اور بخاری نے اثنا عشر نقل کیا ہے یہ دونوں لغات ہیں (ابن مالک) جیسے: ان ھذان لساحران (بعد والا جملہ دوسرے معنی کی تائید کرتا ہے۔ فتدبر) اناس اللّٰہ اعلم کم مع کل رجل: یہ معترضہ ہے۔ کچھ لوگ تھے اللہ تعالیٰ انکی تعداد جانتے ہیں۔ کم کا ممیز محذوف ہے ای کم رجل مع کل رجل۔ فاکلوا منھا اجمعون: تمام لشکر نے اس پیالے سے کھایا جس میں برکت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر میں پڑی تھی۔ وہ اس لشکر کیلئے کافی ہو گیا۔

روایت کا فرق: فحلف ابو بکر: جب مہمانوں نے ضیافت سے انکار کیا کہ میزبان کے ساتھ مل کر کھائیں گے۔ تو انہوں نے نہ کھانے کی قسم اٹھالی۔ فحلفت المرأة لا تطعمه فحلف الضیف او الضیفان الا یطعمه او یطعموهٗ حتی یطعمهٗ: ام رومان نے قسم اٹھالی کہ وہ بھی نہ کھائیں گی۔ الضیف: سے مراد جنس ہے کیونکہ وہ تین افراد تھے یا یہ مصدر ہے جو مفرد وجمع پر بولا جاتا ہے۔ حافظ کہتے ہیں یہ غیر واضح ہے۔ ظاہر سیاق یہ ہے کہ وہ اضیاف کے ساتھ تھے تبھی جمع لائے۔ ھذہ: اس کا مشار الیہ یمین ہے یا غضب کی حالت جس سے قسم پیدا ہوئی۔ من الشیطان: یعنی اس کی وسوسہ اندازی کی وجہ سے ہے۔ فاکل واکلوا: اس سے اشارہ کر دیا کہ انہوں نے کھانے کو مؤخر نہیں کیا۔ لا یرفعون لقمة الا ربت من اسفلھا اکثر: اکثر یہ ربا کا مفعول ہے۔ انھا الآن: کھانا کھانے کے بعد۔

ابن حجر کہتے ہیں: اس روایت میں جو بات ہے وہ زیادہ درست ہے کیونکہ وہ روایت تقاضا کرتی ہے۔ ابوبکر صدیق کا کھانا برکت کا باعث بنا اور یہ روایت کہتی ہے کہ اس کا سبب مہمانوں کا اصرار اور ان کا حلف تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ موافقت کی صورت یہ ہے۔ فاکل منھا ابو بکر کو اطعمه پر عطف کیا جائے القصعة پر عطف نہ کیا جائے۔ جو برکت پر دلالت کرتا ہے۔ آخر سے آخر بات یہ کہی جا سکتی ہے کہ مہمانوں کے نہ کھانے کا حلف اس میں مذکور نہیں ہے۔ ممکن

ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم ختم کرنے کیلئے کھایا پھر جب برکت ملاحظہ کی تو اس میں سے اور کھایا تاکہ برکت حاصل ہو۔ اور یہ گویا اپنے حلف سے معذرت تھی۔

حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کے غم کو دور فرمایا اور سرور کو لوٹایا شیطان مردود ہوا، صدیق مکارم کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ قسم کو اکرام مہمان کیلئے توڑا تاکہ ان کو کھانا کھلانے والی ذمہ داری پوری ہو۔ ایک روایت مسلم میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ **یا رسول بروا وحنثت فقال بل انت ابرھم وخیرھم** ''کفارہ کا تذکرہ کسی صریح روایت میں نہیں ملا۔ شاید ولی میں وقت معین مراد نیا ہو یا **الان یا معکم یا عند الغضب**؟ (فتح الباری) (مسلم کی روایت سے قسم کا توڑنا تو واضح مذکور ہے۔ کفارہ بھی لازما دیا ہوگا۔ فتدبر)۔ **فذکر**: اس کا فاعل عبدالرحمان ہیں۔ **انه**: اس سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں۔

بخاری کی باب الادب والی روایت میں ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمان پر مہمانوں کی ذمہ داری لگائی۔ پھر کہا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا رہا ہوں تم ان کے اکرام اور ضیافت سے میرے لوٹنے سے پہلے فارغ ہو جاؤ۔ عبدالرحمان ان کے پاس مہمانی کا کھانا لائے اور ان کو کھانے کو کہا تو انہوں نے کہا گھر کا مالک کہاں ہے۔ جو ہمیں مہمان بنا کر لایا۔ (جواب مذکور نہیں گویا انہوں نے کہا کہ وہ غائب ہے) تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ عبدالرحمان نے بار بار کہا کہ ہماری مہمانی قبول کرلو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ عبدالرحمان نے بار بار لوٹایا تاکہ کہیں ابا محترم ان کی مہمانی سے پہلے آ جائیں گے تو میری کوتاہی خیال کر کے ناراض ہوں گے جیسا کہ انہوں نے مہمانوں کو کہہ دیا کہ اگر تم نے کھانا نہ کھایا اور وہ آ گئے تو ہم ان کی ناراضگی کا شکار ہوں گے۔ ابوبکر مکارم اخلاق کے عادی تھے۔ وہ مہمانوں کے اکرام میں کمی دیکھ کر گھر والوں کا قصور قرار دیں گے۔ **لنلقین**: کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ جواب شرط فابو اکافی ہے۔ **تنحیت** میں ناراضگی کے خطرے سے چھپ گیا۔ **ما صنعتم**: تم نے مہمان کا کیا کیا؟ انہوں نے اطلاع دی تو عبدالرحمان خاموش رہے۔ تاکہ غصے کے ابتدائی جوش کا شکار نہ ہوں۔ انہوں نے دوبارہ خاموش رہنے پر آواز دی۔ **یا غنثر اقسمت علیك**: یہاں قسم کیلئے دلالت کافی خیال کی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کے نام کی قسم نہیں۔

**ان کنت تسمع صوتی**: جواب شرط نہیں لائے جواب قسم جو مقدم ہے اسی پر اکتفاء کیا گیا۔ **فخرجت**: کیا ہماری طرف سے کوتاہی پیش آئی یا انہوں نے انکار کیا۔ **فقالوا صدق**: اس نے صحیح بولا یہ کھانا لایا ہم نے نہیں کھایا۔ **اتانه به**: یہ صدق کی تفسیر کیلئے جملہ لایا گیا ہے۔ **فقال إنما انتظر تمونی**: الآخرون سے مہمان مراد ہیں۔ **فقال**: بخاری میں **لم أر فی الشر کاللیلة**: میں نے آج کی رات جتنا شر نہیں دیکھا۔

**ویلکم**: یہ بطور بددعا استعمال ہوتا ہے۔ **مالکم لا تقبلون**: تمام کو خطاب کر کے فرمایا۔ **هات طعامك**: یہ عبدالرحمان کو فرمایا۔ **فجاء به فوضع**: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانا شروع کیا۔ **الاولی**: اس سے غصہ کا جوش جو قسم کا باعث بنا وہ مراد ہے۔ اس کو شیطان کی طرف اس کے وسوسہ اندازی کی وجہ سے منسوب کیا۔

**لطف الله**: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مہربانی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ اس طرح ۱) ابوبکرؓ اور انکے بیٹے اور گھر والوں اور مہمانوں کے دلوں میں کھانا نہ کھانے سے تشویش پیدا ہوئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دل مکدر ہو جس کی وجہ سے انہوں نے قسم اٹھائی پھر توڑی۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں کا تدارک ان کی کرامت سے کر دیا۔ جس سے تکدر صفائی میں بدل

گیا۔ غُنْثَرٌ: ضمہ وفتحہ دونوں مذکور ہیں۔ غبی، جاہل، بیوقوف، کمینے پر بولا جاتا ہے۔ بعض نے کہا یہ مکھی ہے۔ یہ تحقیر کیلئے بولا جاتا ہے یا نیلی مکھی۔ الجدع: کان، ناک کا کاٹنا اس کا معنی سب نہیں ہیں۔

**تخریج** : اخرجه احمد (١٧٠٢) والبخاری (٦٠٢) ومسلم (٢٠٥٧) وابو داود (٣٢٧٠) وابن حبان (٤٣٥٠) وأبو نعيم (٤٩٧) الحلية (٣٣٨/٢) والبيهقى (٣٤/١)

**الفوائد** : (۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھلی کرامت کا ذکر ہے۔ (۲) جب زیادہ مہمان ہوں تو ان کو باہمی بانٹ لینا چاہیے (۳) فقراء کو جب حاجت پیش آئے تو مساجد کا رخ کرنا درست ہے۔ (۴) عورت گھر میں اس قدر تصرف کر سکتی ہے کہ مہمانوں کی مہمان نوازی کرے۔ (۵) مہمان کو وقت پر نہ کھلانے کے تکدر کو اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کرامت بنا دیا۔

١٥٠٥ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَقَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِّنَ الْاُمَمِ نَاسٌ مُحَدَّثُوْنَ ، فَاِنْ يَّكُ فِيْ اُمَّتِيْ اَحَدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِّنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ وَفِيْ رِوَايَتِهِمَا قَالَ ابْنُ وَهْبٍ : "مُحَدَّثُوْنَ" اَیْ مُلْهَمُوْنَ۔

١٥٠٥: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ محدث تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔'' (بخاری)
مسلم نے حضرت عائشہ سے یہ روایت کی ہے اور دونوں روایتوں میں ابن وہب کے بقول مُحَدَّثُوْنَ کا معنی مُلْهَمُوْنَ یعنی الہام کئے ہوئے ہے۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ یعنی جو لوگ تم سے پہلے تھے۔ قَبْلَكُمْ مِّنَ الْاُمَمِ۔

**النّحو**: صفت محذوف کان کا اسم ہے۔ ایک ظرف حال اور دوسرا خبر ہے۔ محدث کی جمع ہے۔ اکثر علماء کہتے ہیں:
۱) ملہم ۲) سچے گمان والا انسان۔ وہ شخص جس کے دل میں ملاء اعلیٰ کی طرف سے کوئی چیز ڈال دی جائے۔ گویا کسی اور نے اس کو بتلایا ہے۔ ابواحمد عسکری نے یہی مطلب بیان کیا ہے۔ ۳) بعض نے کہا وہ شخص جس کی زبان پر بلاقصد درست بات جاری ہو۔ ۴) بعض نے کہا نبوت کے بغیر فرشتوں سے کلام کرنے والا۔ حدیث ابوسعید مرفوعاً یہ منقول ہے۔ ''قيل يا رسول الله كيف يحدث؟ قال تتكلا الملائكة على لسانه'' فوائد جوہری میں ہم نے روایت کیا اور قابسی نے اس کو بیان کیا۔ اس کا معنی پہلے والا بھی ہوسکتا ہے۔ اگرچہ کلام کرنے والا فی الحقیقت نظر نہ آئے تو الہام کا معنی لیا جائے گا۔ مسند حمیدی میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ کے بعد لکھا ہے۔ ''المحدث الملهم بالصواب الذى يقع على فيه'' اور مسلم میں ابن وہب کی روایت: ''وهم ملهمون وهى الاصابة بغير نبوة'' اور ترمذی کی روایت ابن عیینہ کو بعض اصحاب نے اس طرح ذکر کیا: ''محدثون يعنى مفهمون'' اسماعیلی کی روایت میں ''محدث اى يُلقى فى روعه'' ابن التین نے اس کا ترجمہ فراست والا کیا ہے۔ اسماعیلی کے معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ ''ان الله جعل الحلق على لسان عمر وقلبه اخرجه الترمذى من حديث ابن عمر'' (فتح الباری) فان يلك فى امتى احد: بعض رواۃ بخاری نے '' من احد'' نقل کیا ہے۔ اس طرح بات کو تردد کے مقام پر نہیں رہنے دیا اس لئے کہ آپ کی امت افضل امم ہے۔ جب محدثین کا

وجود دوسری امتوں میں بھی ثابت ہو گیا۔ تو اس امت میں پایا جانا ضروری ہے۔ ان کلمات کو تاکید کی جگہ لایا گیا۔ جیسے کہتے ہیں۔ "ان کان لی صدیق ففلان" اس سے مقصود دوستی میں کمال اور خصوصیت ہوتی ہے، دوسروں سے اس کی نفی مقصود نہیں ہوتی۔ بعض نے کہا تردید کیلئے ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں تو ان کا وجود ثابت ہے اور ان کے احتیاج کی وجہ ان میں اس وقت کوئی پیغمبر نہ ہوتا ہوگا۔ آپ ﷺ کو خیال آیا کہ اس امت کو اس کی ضرورت نہ پڑے کیونکہ نئے نبی کی آمد سے اس کو قرآن مجید کے ذریعہ مستغنی کر دیا گیا اور معاملہ اسی طرح پیش آیا جب کسی محدث کا وجود ثابت ہوا تو اس کو اسی طرح فیصلہ کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ اسے اپنے اس الہام کو کتاب اللہ اور سنت پر پیش کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ ان کے موافق ہو تو اس پر عمل کرے ورنہ اس کو ترک کرنا ضروری ہے۔ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ لوگ ہوں اور عصر اول کے بعد ان لوگوں کا وجود اس امت کے شرف کو بڑھانے والا ہے۔ تکریم میں بنی اسرائیل کے مقابلہ میں جہاں ان میں انبیاء علیہم السلام کی کثرت ہوئی تو اس امت میں **ملهمین** کی کثرت کر دی گئی۔ **فانه عمر**: طیبی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے پہلی امتوں میں انبیاء **ملهمون** تھے اور اگر میری امت میں کوئی اس شان کا ہے "کہ اس پر الہام ہو تو وہ عمر ہے" ان کو ایسے قرین کے ساتھ ذکر کیا گیا جو منقطع ہو۔ اب آیا ان کو اطلاع دی گئی یا نہیں؟ اسی وجہ سے لفظ "ان" سے ذکر کیا اور اس تائید حدیث بخاری سے ہوتی ہے۔ "**لو کان نبی بعدی لکان عمر**" اس روایت میں "لو" بمنزلہ "ان" ہے جو اس روایت میں لایا گیا ہے۔ یہ فرض و تقدیر کے انداز سے ذکر کیا۔ ابوسلمہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ حدیث عائشہ میں اس کی اصل موجود ہے۔ جس کو ابن سعد نے ابن ابی عتیق کی سند سے نکالا ہے۔

فرق روایت: حافظ کہتے ہیں مسلم کی روایت میں **محدثون ای ملهمون** ہے۔ نووی کہتے ہیں ایک روایت میں اس طرح ہے۔ "**قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر أن یکونوا أنبیاء**" (بخاری) مصنف کو مناسب تھا کہ وہ ختنین کی کرامات کا تذکرہ کرتا۔ ابن سید الناس نے کتاب **المقامات العلیه فی الکرامات الجلیه** میں ذکر کی ہیں۔

حضرت عثمان خطبہ دے رہے تھے کہ جہجاء الغفاری کھڑا ہوا اور اس نے آپ کے ہاتھ سے خطبے والا عصا لے کر اس کو گھٹنے پر توڑ دیا۔ اس کے دونوں گھٹنوں میں لکڑی کا ایک باریک ٹکڑا گھس گیا۔ اس میں دیمک لگ گئی۔ عبداللہ بن ادریس کی یہ روایت ابن سعد نے سنی نہیں بلکہ اس کے سامنے پیش کی گئی۔ ۲) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اس میں سے سات کنکریاں لیں وہ آپ کے ہاتھ پر تسبیح کرتی رہیں پھر آپ نے وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے دیں۔ وہ ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح کرتی رہیں۔ پھر ان کو عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ڈال دیا گیا تو اسی طرح تسبیح کرتی رہیں جیسا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تسبیح کر رہی تھی پھر وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ڈال دی گئیں تو وہ اسی طرح تسبیح کرتی رہیں جیسے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں میں تسبیح کرتی تھیں۔
۳) حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے علی رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ ﷺ نے میری پشت پر آج رات نیند میں ہاتھ پھیرا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ کی امت کی طرف سے ٹیڑھا پن اور جھگڑا پہنچا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کے لئے بددعا کرو۔ میں نے اس طرح کہا: **اللھم أبدلنی بھم من ھو خیر لی منھم وأبدلھم بی من ھو شر منی**، پھر آپ نماز کیلئے تشریف لائے تو ایک آدمی نے آپ پر وار کر دیا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸٤۷٦) والبخاری (۳٤٦۹) والنسائی (۱۹) أخرجه أحمد (۹/۲٤۳۳۹) ومسلم (۲۳۹۸) والترمذی (۳٦۹۳) والنسائی (۱۸) والحاکم (۳/٤٤۹۹) وابن حبان (٦۸۹٤)

**الفوائد** : حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کھلی فضیلت کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۵۰٦ : وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : شَكَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا ' يَعْنِي ابْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ – فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ ' فَقَالَ : يَا اَبَا اِسْحَاقَ ' اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّيْ فَقَالَ : اَمَّا اَنَا وَاللّٰهِ فَاِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا اَخْرِمُ عَنْهَا اُصَلِّيْ صَلٰوتَيِ الْعِشَآءِ فَاَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاُخِفُّ فِي الْاُخْرَيَيْنِ قَالَ : ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحٰقَ وَاَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا – اَوْ رِجَالًا اِلَى الْكُوْفَةِ يَسْاَلُ عَنْهُ اَهْلَ الْكُوْفَةِ فَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ ' وَيُثْنُوْنَ مَعْرُوْفًا ' حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِيْ عَبَسَ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ ' يُقَالُ لَهُ اُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ ' يُكَنّٰى اَبَا سَعْدَةَ ' فَقَالَ : اَمَّا اِذْ نَشَدْتَنَا فَاِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ ' قَالَ سَعْدٌ : اَمَا وَاللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا ' قَامَ رِيَآءً ' وَسُمْعَةً فَاَطِلْ عُمْرَهُ ' وَاَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ – وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اِذَا سُئِلَ يَقُوْلُ : شَيْخٌ كَبِيْرٌ مَفْتُوْنٌ ' اَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ الرَّاوِيُ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ : فَاَنَا رَاَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ ' وَاِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِيْ فِي الطُّرُقِ فَيَغْمِزُهُنَّ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۰٦ : حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے سعد بن ابی وقاص کی شکایت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس کی تو آپ نے ان کو معزول کر کے عمار کو ان کی جگہ پر گورنر بنا دیا پس انہوں نے شکایت میں یہاں تک بیان کیا یہ نماز اچھے طریقے سے نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سعد رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیج کے کہا اے ابو اسحاق! ان کا خیال یہ ہے کہ تم اچھے طریقے سے نماز نہیں پڑھاتے! اس پر سعد رضی اللہ عنہ نے کہا سنو میں اللہ کی قسم ان کو حضور ﷺ جیسی نماز پڑھاتا ہوں میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں۔ پہلی دو رکعتوں میں قیام لمبا کرتا ہوں اور پچھلی دو رکعتوں میں مختصر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو اسحاق تمہارے بارے میں میرا ایسی گمان تھا اور آپ نے (تحقیقات کیلئے) ان کے ساتھ ایک یا کئی آدمیوں کو کوفہ بھیجا تا کہ وہ کوفہ والوں سے دریافت کریں۔ چنانچہ انہوں

نے مسجدوں میں جا کر ان کے متعلق دریافت کیا۔ سب نے ان کی اچھی تعریف کی یہاں تک کہ وہ وفد مسجد بنو عبس میں آیا تو ایک آدمی نے ان میں سے کھڑے ہو کر کہا جس کو اسامہ بن قتادہ کہتے تھے اور اس کی کنیت ابو سعدہ تھی کہ جب تم نے ہمیں قسم دلائی ہے تو گزارش ہے کہ سعد لشکر جہاد کے ساتھ نہیں جاتے اور نہ (مال غنیمت) کی تقسیم میں برابری کرتے ہیں اور نہ ہی فیصلوں میں عدل کرتے ہیں۔ حضرت سعدؓ نے کہا سنو اللہ کی قسم میں ضرور تین دعائیں کروں گا اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے ریاکاری اور شہرت کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر کو طویل فرما اور اس کے فقر کو لمبا کر دے اور فتنوں کو اس کو نشانہ بنا۔ چنانچہ جب اس سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا فتنوں میں مبتلا ایک بہت بوڑھا شخص ہوں۔ مجھے سعد کی بددعا لگی ہے۔ جابر بن سمرہ سے راوی عبدالملک بن عمیر سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے خود اس کو دیکھا اس کی ابرو بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر پڑی ہیں اور وہ راستوں پر لڑکیوں کے سامنے آتا اور ان کو اشارے کرتا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **سعداً**: سعد سے یہاں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

**فعزله**: آپ نے ان کی درخواست کو منظور فرمایا اور سعد رضی اللہ کو معزول کر دیا۔ **استعمل عليهم عمارا**: ان پر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا۔ **فشكوا**: اہل کوفہ ان کی شکایت میں تین باتیں ذکر کیں۔

**اَلنَّحْوُ**: فعل کو اطناب کیلئے دوبارہ لائے اور اگلے فعل کو عطف بھی کرنا مقصود تھا۔ **انه لا يحسن**: آپ نے ان کو ان کی بات پہنچائی۔ **هؤلاء يزعمون**: اس تعبیر میں اشارہ ہے وہ اپنی بات میں جھوٹے ہیں اور تمہاری معزولی ان کے قول کی تصدیق کیلئے نہیں بلکہ ان کو مطلوبہ جواب سمجھانے کی غرض سے ہے۔

**انك لا تحسن تصلی**: **اَلنَّحْوُ**: فعل سے پہلے ان کو مقدر مان کر یا فعل کر مصدر کی جگہ لاتے۔ ''ای لا تحسن الصلاة''۔ **أمّا**: اس حرف میں شرط تفصیل اور تاکید کا معنی مخفی ہے۔ **صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم**: یعنی مثل صلاۃ رسول اللہ ﷺ۔ **لا اخرم عنها**: میں اس میں سے کچھ کم نہیں کرتا۔ **اَلنَّحْوُ**: تعمیم کا معنی پیدا کرنے کیلئے مفعول حذف کیا۔ **اما**: کالفظ شرط، تفصیل و تاکید کیلئے آتا ہے۔ **فارکد**: میں پہلی دو رکعتوں میں طویل قیام کرتا ہوں اور پچھلی رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں۔ **ذلك**: اس طریقہ ادا کی طرف ہے کہ سعد قدیم و کبار صحابہؓ میں سے ہیں عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ **رجلاً**: اس سے محمد بن مسلم مراد ہیں۔ **او رجالاً**: راوی کو شک ہے کہ ایک مرسل ہے یا کئی ہیں۔ **فسال عنه**: اہل مسجد سے سعد کے متعلق دریافت کیا۔ **اذ نشدتنا**: یہ مقدر فعل کا ظرف ہے۔ **ماجوابنا وقت طلبت منا القول**: جب تم نے ہم سے بات پوچھی ہے۔ اس وقت ہمارا جواب یہ ہے۔ **فان سعداً**: یہ ''اما'' کا جواب ہے۔ سعد سریہ رخصت کرتے وقت ان کو خود رخصت کرنے نہیں جاتے۔ یہ بزدلی سے کنایہ ہے۔

**لا يقسم بالسوية**: اغراض کی خاطر جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں تقسیم میں برابری نہیں کرتے۔ **القضيه**: فیصلہ۔ **لا دعون بثلاث**: اس نے تین اعتراض کیے آپ نے اس کے متعلق تین دعائیں کیں۔ معدود کو دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا اور وہ **اللهم ان كان** ہے۔ **رياء وسمعة**: تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور اس کی بات سنیں تاکہ اس سے اس کی خوب مشہور ہو جائے۔ **فأطل عمره**: تاکہ حسرت وتھکاوٹ دائمی ہو جائے۔ **اطل فقره**: سخت ترین فقر وہ ہے جو بڑھاپے کی حالت میں ہو۔ کیونکہ

وہ عمل سے ضعف و عاجزی کا وقت ہے۔ اس وقت فقر بڑی سخت چیز ہے۔ ایک روایت میں یہ اضافہ آیا ہے۔ واکثر عیاله: اس کے بچے زیادہ کردے۔ وعرضه للفتن: فتنوں کا نشانہ بنادے یا اس کو فتنوں کے مقام پر داخل کر کے فتنوں کو اس پر غالب کردے۔

**مسئلة:** ظالم کے متعلق جائز ہے کہ اس کے دین میں فتنہ کی دعا مانگی جائے۔ ابن منیر کہتے ہیں اس سے مقصود ظالم کی ذلت ونکبت اور سزا ہے۔ (اور اس کی مثالیں احادیث کی دعاؤں میں ملتی ہیں) جیسا کہ شہادت مباح ہے۔ بلکہ مستحب ہے حالانکہ اس میں کافر کے مسلمان کو قتل کی ایک گونہ تمنا ہے۔ اور ایک اعتبار سے یہ دین میں کمزوری کی وجہ سے معصیت ہے۔ لیکن غرض تمنی شہادت ہے اس لئے ثواب کا باعث ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا میں یہ الفاظ ہیں: ﴿ربنا اطمس علی أموالهم واشدد علی قلوبهم﴾ [یونس: ۸۸] اور نوح علیہ السلام کی دعا: ﴿ولا تزد الظالمین إلا ضلالاً﴾ [نوح: ۲۴]

**قول ابن المنیر:** ان تینوں دعاؤں کو حالات سے خوب مناسبت ہے۔ ۱) طوالت عمر اس لئے تاکہ جنہوں نے اس کی بات کو سنا ہے۔ وہ اس کا انجام دیکھ لیں۔ اور سعد کی کرامت ان کے سامنے آجائے۔ ۲) طول فقر اس کا مطلوب ختم ہو جائے کیونکہ اس کی حالت سے ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اس نے دنیا کی خاطر یہ حرکت کی ہے۔ ۳) فتنوں میں ابتلاء کی وجہ یہ ہے اس نے خود فتنہ برپا کرنے کی سعی کی اور اس پر وہ خوش تھا اس کے شہر کا کوئی آدمی اس بات پر راضی نہ تھا۔ دیگر علماء کا قول: جب اس نے سعد رضی اللہ سے تین باتوں کی نفی کی۔ ۱) شجاعت جو کہ پٹھوں کی کامل قوت کا نام ہے۔ ۲) سریہ کے ساتھ خود نہیں جاتے یعنی بزدل ہیں اور پاکدامنی جو کہ قوت شہویہ پر کامل کنٹرول کا نام ہے۔ ۳) اور تقسیم درست نہیں کرتے گویا حکمت کا انکار کیا جو کہ قوت عقلیہ کے کمال کا نام ہے۔ مطلب یہ تھا کہ وہ بے انصاف ہیں۔ یہ تینوں نفس سے متعلق ہیں۔ طول فقر کا تعلق مال اور وقوع فتنہ کا تعلق دین سے ہے۔ إذا سئل: اس اسامہ مذکور سے جب حال پوچھا جاتا تو کہتا شیخ کبیر۔ کہ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ کہ مجھے سعد کی بددعا لگی ہے۔ طبرانی نے پہلی دعا کے بدلے فقیر اور دوسری دعا کے بدلے مفتون کا اضافہ کیا ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ کہ وہ اندھا ہو گیا۔ دس بیٹیاں اس کے ہاں جمع گئیں۔ ابن عدی کی روایت میں ہے۔ وہ ہر فتنے میں حصہ لیتا۔ اور فوائد الملخص میں مذکور ہے۔ کہ وہ مختار ثقفی کذاب مدعی نبوت کے زمانہ تک زندہ رہا۔ اس زمانہ میں قتل ہوا۔ سعد رضی اللہ قبولیت دعا میں مشہور تھے۔ ترمذی، ابن حبان، حاکم نے سعد رضی اللہ سے نقل کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللهم استجب لسعد إذا دعاك''۔ عبدالملک بن عمیر بن سوید لخمی یہ بنی عدی کا حلیف تھا۔ یہ کوفی ہے۔ اس کو فرس (دوڑنے کی وجہ سے) اور قبطی کہا جاتا تھا۔ بعض اوقات اس کو بصری بھی کہتے ہیں فصیح عالم ہے۔ آخر میں حافظ میں تبدیلی آگئی اس لئے بسا اوقات تدلیس کرجاتا ہے۔ اس کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی۔ اس نے ۱۰۳ سال عمر پائی۔ (تقریب نووی) اس کے طبقہ تابعین میں ہونے پر سکوت کیا گیا ہے۔ فأنا رأيته: میں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا۔ قد سقط حاجباه: یہ مفعول بہ سے جملہ حالیہ ہے۔ اور من الکبر سبب سقوط کا بیان ہے۔ وانه لیتعرض: النَّجْوُ: ''إن'' کا ہمزہ مکسور مانیں تو جملہ حالیہ ہے۔ اور ''أن'' کا ہمزہ مفتوحہ ہو مفعول رأیت پر معطوف ہے۔ ایک روایت میں یتعرض آیا ہے اس صورت میں ''إن'' متعین ہو جاتا ہے۔ فیغمزهن: چھیڑ چھاڑ کرنا۔

**حکمتیں:** ۱) جب کسی حاکم کے متعلق شکایت ہو تو وہاں کے اہل فضل سے پوچھا جائے۔ کیونکہ عمر رضی اللہ نے نمازیوں سے

سوال کیا' ۲) حکم پر اعتراض کی صورت میں مصلحت کا تقاضا ہو تو اس کو معزول کر دیا جائے۔ تاکہ کسی برائی کے خوف سے اس کو ناپسند کرنے والا کوئی آدمی بھی نہ ہو' ۳) فاروق رضی اللہ کا ذلك الظن بك کہنا اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے تھا کہ معزولی کی وجہ خیانت نہیں ہے' ۴) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ منہ پر تعریف بھی جائز ہے جبکہ خود پسندی کا خدشہ نہ ہو۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١٥١٠_١٥١٨) والبخاري (٧٥٥) ومسلم (٤٥٣) وأبو داود (٨٠٣) والنسائي (١٠٠١) وابن حبان (١٨٥٩) وأبو عوانة (١٤٩/٢) والطبراني (٣٠٨) وابن خزيمة (٥٠٨) والطيالسي (٢١٦) وأبو يعلى (٦٩٢) والبيهقي (٦٥/٢)

**الفوائد** : (۱) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی کرامت اور ان کا مستجاب الدعوات ہونا۔ (۲) ظالم کے حق میں بد دعا درست ہے۔ جیسا دعا موسیٰ علیہ السلام ربنا اطمس علی اموالهم ...... ۔ (۳) عادل سے اس کے عدل کے متعلق سوال کیا جا سکتا ہے۔

١٥٠٧ : وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَاصَمَتْهُ اَرْوٰى بِنْتُ اَوْسٍ اِلٰى مَرْوَانَ ابْنِ الْحَكَمِ ، وَادَّعَتْ اَنَّهُ اَخَذَ شَيْئًا مِّنْ اَرْضِهَا ، فَقَالَ سَعِيْدٌ : اَنَا كُنْتُ اٰخُذُ مِنْ اَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِيْ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : مَا ذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهُ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ" فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ : لَا اَسْاَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا ، فَقَالَ سَعِيْدٌ : اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَاَعْمِ بَصَرَهَا ، وَاقْتُلْهَا فِيْ اَرْضِهَا قَالَ : فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِيْ فِيْ اَرْضِهَا اِذْ وَقَعَتْ فِيْ حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاهُ وَاَنَّهُ رَاٰهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُوْلُ : اَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعِيْدٍ ، وَاَنَّهَا مَرَّتْ عَلٰى بِئْرٍ فِي الدَّارِ الَّتِيْ خَاصَمَتْهُ فِيْهَا فَوَقَعَتْ فِيْهَا وَكَانَتْ قَبْرَهَا۔

۱۵۰۷ : حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے اروی بنت اوس نے جھگڑا کیا اور حضرت مروان بن حکم رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کی اور دعویٰ کیا کہ سعید رضی اللہ عنہ نے اس کی کچھ زمین زبردستی لے لی ہے۔ پس سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ سے (ارشاد) سننے کے بعد میں نے اس کی زمین دبا لی ہے؟ حضرت مروان نے کہا تم نے رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جس نے ظلم کے ساتھ کسی کی ایک بالشت زمین لے لی تو اس کو ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ اس پر حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کے بعد آپ سے کوئی دلیل طلب نہیں کروں گا تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے اللہ اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھیں

اندھی کر دے اور اس کی زمین میں اس کو ہلاک کر۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ موت سے پہلے وہ اندھی ہوگئی اور وہ اپنی اسی زمین میں چلی جا رہی تھی کہ ایک گڑھے میں جا گری (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت جو محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر سے ہے وہ اس کے ہم معنی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اس نے اس کو خود نابینا اور دیواریں ٹٹولتے دیکھا اور یہ کہتے سنا کہ مجھے سعید کی بددعا لگ گئی اور اس کا گزر ایک کنویں کے پاس سے ہوا' جو اس کے گھر میں واقع تھا' جس کے متعلق اس نے جھگڑا کیا تھا وہ اس کنویں میں گر پڑی اور وہ اس کی قبر بن گیا۔

**تشریح** ۞ سعید بن زید رضی اللہ عنہ: یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ اروی بنت اوس: ان سے اروی نے جھگڑا کیا۔ مروان بن الحکم: یہ مدینہ کے حاکم تھے ان کے ہاں مقدمہ لے گئی۔ شیئاً من ارضھا: یعنی میری زمین اپنی زمین میں شامل کر لی ہے۔ کیونکہ وہ سعید رضی اللہ کی زمین کے پڑوس میں تھی۔ شیئاً: اس کو نکرہ اس بات کے اہتمام کیلئے لائے کہ میں اس کی زمین کے الزام سے بالکل بری الذمہ ہوں۔ بعد الذی سمعت: تشویق کیلئے ابہام کیا۔ تاکہ ان سے دریافت پر وہ بتلا دیں۔ ماذا سمعت۔

**النحو**: ماذا سمع کا مفعول مقدم بن سکتے ہیں۔۲) ذا موصولہ اور ضمیر محذوف۔ من اخذ شبراً: لی جانے والی چیز کی انتہائی قلت کی طرف اشارہ کیلئے شبراً لائے۔ من الارض ظلما: ۱) ظرف لغو متعلق بالفعل۔۲) ظرف مستقر ہو تو شبراً کی صفت سے ظلماً حال ہے۔ ای حال کونہ ظالمًا: ۳) تمیز ہے۔ ای بجھہ الظلم: ظلم کے اعتبار سے لی یا وہ ظالمانہ طور پر لی۔

طوقہ: یہ فعل مجہول ہے۔۱) جو اس نے ظلم کیا ساتویں تک اس کو محشر میں منتقل کرنے کا حکم دیا جائے طوق حقیقی مراد نہیں۔۲) اس کو سات زمینوں تک دھنسانے کی سزا دی جائے گی اس وقت تمام زمین اس کے گلے کا طوق بن جائے گی۔ اور گردن بھی بڑی کر دی جائے گی تاکہ اس میں آ سکے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ سیوطی نے دوسرے قول کو اصح قرار دیا ہے۔ (تفصیل فتح الباری میں ہے)۔ لا أسالك بينة بعد هذا: تمہارے اس جاننے کے بعد اور اس کے ساتھ ساتھ کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے اور اس کے عذاب سے واقف ہو یہ سب چیزیں کسی بھی چیز کے ظلماً لینے سے مانع ہیں۔

اللھم ان کانت کاذبة: اس کو اپنے کذاب پر یقین ہونے کے باوجود جھوٹا دعویٰ کیا۔ کیونکہ غفلت و بے خبری میں تو کسی کی زمین میں سے کچھ ساتھ مل سکتا ہے یا خدام میں سے کسی کے شامل کرنے سے بھی ہو سکتا ہے۔ فاعم بصرھا واقتلھا فی أرضھا: اس کی موت کا سبب اس کی زمین بنا۔ زمین سے پیدا ہونے والی چیز اس کا باعث بنے۔ بصرھا: آنکھوں میں دیکھنے کی جو قوت رکھی گئی ہے۔

ابن حبان کی روایت میں وارد ہے کہ سعید رضی اللہ نے اس دعویٰ والی زمین کو اس کیلئے چھوڑ دیا۔ ایک اور روایت میں مذکور ہے سیلاب آیا اور اس سے گڑھا ظاہر ہوا جس نے اس کے حق کو سعید رضی اللہ کی زمین سے خارج قرار دیا۔ سعید رضی اللہ مروان کے پاس گئے وہ لوگوں سمیت وہاں آیا اور موقعہ ملاحظہ کیا۔ ھی تمشی فی أرضھا: کھجوروں کی حفاظت کیلئے اپنی

زمین میں چل رہی تھی۔ فماتت: اللہ تعالیٰ نے اس نے جھوٹ کو ظاہر کر دیا اور گڑھے میں گر کر وہ زمین اس کے گلے میں معلق ہوگئی۔

(معلوم ہوتا ہے کہ اپنا کذب واضح ہونے کے باوجود وہ اس زمین سے دست بردار نہ ہوئی اور نہ توبہ کر کے معافی کی طلب گار ہوئی۔ اعاذنا اللّٰہ من اصرار السیئات)

دوسری روایت میں بعض الفاظ کا فرق ہے۔ فوقعت فیھا مکانت قبرھا: وہ گر کر مرگئی وہ مقام اس کی قبر بن گیا۔ پانی کی گہرائی اس کے سبب سے تھی یا اس گڑھے میں گر کر مرنے کے سبب وہ اس کی قبر بن گئی۔ حافظ کہتے ہیں۔ عرب میں یہ مثال مشہور ہوگئی۔ کہ جب وہ بددعا کرتے ہیں تو کہتے: ''کعمی الأروی''۔

ابن الزبیر کہتے ہیں اہل مدینہ کہتے تھے: ''عماہ اللہ کعمي أروی'' اس سے ان کی مراد اس واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔ پھر اہل جہالت کہنے لگے کعمي الأروی۔ اس سے ان کی مراد وہ وحشی نیل گائے جو پہاڑوں میں ہوتی ہے۔ وہ اس کو سخت اندھا خیال کرتے تھے حالانکہ ایسا نہیں۔ باب الأمر بأداء الأمانة میں حدیث عبداللہ بن زبیر گزر رہی اور ان کے والد کا قول گزرا ''ولا أراني الا مقتولا في هذه'' پس جیسا انہوں نے فرمایا اسی طرح ہوا۔ یہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۱۷۲۸) والبخاری (۲۴۵۲) ومسلم (۱۶۱۰) وأبو یعلی (۹۵۹) وابن حبان (۳۱۹۵) والطبرانی (۳۴۲) وأبو یعلی (۹۵۱) والترمذی (۱۴۱۸) وأبو نعیم (۹۶/۱)

**الفوائد**: (۱) غصب و ظلم حرام ہے یہ کبیرہ گناہ ہیں۔ (۲) سعید بن زید کی کرامت اور ان کا مستجاب الدعوات ہونا معلوم ہوتا ہے۔

۱۵۰۸: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا حَضَرَتْ اُحُدٌ دَعَانِيْ اَبِيْ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: مَا اُرَانِيْ اِلَّا مَقْتُوْلًا فِيْ اَوَّلِ مَنْ يُّقْتَلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَاِنِّيْ لَا اَتْرُكُ بَعْدِيْ اَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِاَخَوَاتِكَ خَيْرًا، فَاَصْبَحْنَا فَكَانَ اَوَّلَ قَتِيْلٍ، وَدَفَنْتُ مَعَهُ اٰخَرَ فِيْ قَبْرِهِ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ اَنْ اَتْرُكَهُ مَعَ اٰخَرَ فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَاِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ غَيْرَ اُذُنِهِ فَجَعَلْتُهُ فِيْ قَبْرٍ عَلٰى حِدَةٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۵۰۸: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب اُحد کا موقعہ آیا۔ تو اس رات کو میرے والد نے مجھے بلایا اور فرمایا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں اصحاب نبی ﷺ میں جو لوگ مقتول ہوں گے ان میں سب سے پہلا میں ہوں گا اور میں اپنے بعد رسول اللہ ﷺ کی ذات کے علاوہ ایسا کوئی شخص چھوڑ کر نہیں جا رہا جو مجھے تجھ سے زیادہ معزز ہو اور بے شک میرے ذمہ قرض ہے اس کو ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ

اچھا سلوک کرنا۔ چنانچہ ہم نے صبح کی تو وہ سب سے پہلے مقتول تھے اور میں نے ان کے ساتھ دوسرے کو ان کی قبر میں دفن کیا۔ پھر مجھے اچھا معلوم نہ ہوا کہ میں ان کو دوسرے کے ساتھ رہنے دوں۔ چنانچہ میں نے ان کو چھ ماہ بعد نکالا تو وہ اس طرح تھے جس طرح میں نے یوم اُحد کو انہیں دفن کیا تھا۔ سوائے ان کے کان کے۔ پس میں نے ان کو علیحدہ قبر میں دفن کیا۔'' (بخاری)

**تشریح** ⊙ من الليل: رات کے کسی لمحہ میں۔ ما أراني: میرا خیال ہے۔ اعز علي منك ۔ اى نفسا اعز على بدليل غير نفس رسول الله صلى الله عليه وسلم: میں تمہیں دلی لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے علاوہ سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ غیر نفس۔

**النحو**: ۱)استثناء کی وجہ سے منصوب ہے۔۲) اعز سے بدل ہے۔ دیناً: تنوین تعظیم کیلئے کافی فو هنه ۔ خیراً : سے مراد ان پر مال صرف کرو اور ان کی ایذاء سے باز رہو۔

بدل ندى و كف أذى۔ فاصبحنا: ہم نے صبح کی۔ مکان اول۔ قتیل یہ پہلے مقتول تھے۔ دفنت معه آخر: مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مع آخر: یعنی ایک قبر میں۔ فاستخرجته: شاید اپنے اجتہاد سے قبر کو کھولا۔ ہمارے ہاں میت کے اندر اس سے پہلے قبر کا کھولنا جائز نہیں۔ كيوم وضعته: جب یوم اول قبر میں رکھا تھا۔ غير أذنه: وہ رکھنے کے وقت باقی نہ تھا۔ (مگر اب موجود تھا اس میں دوسری کرامت ہے) یا بقیہ جسم سلامت تھا۔ کان اس کیفیت پر نہ تھا واللہ اعلم)۔ منفرداً: یعنی الگ قبر میں۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (١٣٥١)

**الفوائد** : (۱)اولاد پر احسان کرنا چاہیے (۲) عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی۔(۳) عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کرامت کہ جسم خاکی محفوظ تھا۔(۴) جابر رضی اللہ عنہ کی وفاداری کہ والد کی وصیت کو پورا کر دیا۔

۱۵۰۹ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا ، فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى اَتٰى اَهْلَهُ ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ طُرُقٍ وَّفِيْ بَعْضِهَا اَنَّ الرَّجُلَيْنِ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ ' وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

۱۵۰۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے دو آدمی اندھیری رات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکلے تو ان کے ساتھ دو چراغ جیسی چیز سامنے جارہی تھی جب وہ راستے میں جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک چراغ ہولیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچے۔ بخاری نے کئی اسناد سے بیان کیا۔ بعض میں یہ بھی ہے کہ دو آدمی اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔

**تشریح** ۞ **لیلة مظلمة**: اندھیری رات: اندھیرے کی طرف اسناد مجازی ہے۔

**المصباحین بین ایدیھما**: یہ آپ ﷺ کا معجزہ اوران کی کرامت ہے۔

**فلما افترقا صار مع کل**: ہرایک اپنے راستے پر چلا اور دوسرے سے جدا ہوا۔

**اَلنَّحْوُ : واحدٌ**: یہ صار کا اسم اور ظرف خبر ہے۔

**فرق روایات**: بعض روایات نے ان دو آدمیوں کے نام اسیر بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ تحریر کیے ہیں۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (٤٦٥)

**الفوائد** :(۱) حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت ظاہرہ۔ (۲) اللہ تعالیٰ کا اکرام قربانی کی مقدار سے ہوتا ہے۔

۱۵۱۰ : وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَشَرَةَ رَھْطٍ عَیْنًا سَرِیَّةً وَاَمَّرَ عَلَیْھِمْ عَاصِمَ ابْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْہُ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰی اِذَا کَانُوْا بِالْھُدَاةِ بَیْنَ عُسْفَانَ وَمَکَّةَ ذُکِرُوْا لِحَیٍّ مِّنْ ھُذَیْلٍ یُقَالُ لَھُمْ بَنُوْا لِحْیَانَ فَنَفَرُوْا لَھُمْ بِقَرِیْبٍ مِّنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا آثَارَھُمْ – فَلَمَّا اَحَسَّ بِھِمْ عَاصِمٌ وَاَصْحَابُہٗ لَجَاءُ وْا اِلٰی مَوْضِعٍ ' فَاَحَاطَ بِھِمُ الْقَوْمُ فَقَالُوْا انْزِلُوْا فَاَعْطُوْا بِاَیْدِیْکُمْ وَلَکُمُ الْعَھْدُ وَالْمِیْثَاقُ اَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْکُمْ اَحَدًا : فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ : اَیُّھَا الْقَوْمُ اَمَّا اَنَا فَلَا اَنْزِلُ عَلٰی ذِمَّةِ کَافِرٍ : اَللّٰھُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِیَّکَ ا ' فَرَمَوْھُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا ' وَنَزَلَ اِلَیْھِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَی الْعَھْدِ وَالْمِیْثَاقِ ' مِنْھُمْ خُبَیْبٌ ' وَزَیْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ ' وَرَجُلٌ اٰخَرُ – فَلَمَّا اسْتَمْکَنُوْا مِنْھُمْ اَطْلَقُوْا اَوْتَارَ قِسِیِّھِمْ فَرَبَطُوْھُمْ : قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ : ھٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللّٰہِ لَا اَصْحَبُکُمْ اِنَّ لِیْ بِھٰؤُلَاءِ اُسْوَةً یُرِیْدُ الْقَتْلٰی فَجَرُّوْہُ وَعَالَجُوْہُ فَاَبٰی اَنْ یَّصْحَبَھُمْ فَقَتَلُوْہُ وَانْطَلَقُوْا بِخُبَیْبٍ ' وَزَیْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ ' حَتّٰی بَاعُوْھُمَا بِمَکَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ ' فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ ابْنِ عَبْدِ مَنَافٍ خُبَیْبًا ' وَکَانَ خُبَیْبٌ ھُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ یَوْمَ بَدْرٍ ' فَلَبِثَ خُبَیْبٌ عِنْدَھُمْ اَسِیْرًا حَتّٰی اَجْمَعُوْا عَلٰی قَتْلِہٖ فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوْسٰی یَسْتَحِدُّ بِھَا فَاَعَارَتْہُ فَدَرَجَ بُنَیٌّ لَّھَا وَھِیَ غَافِلَةٌ حَتّٰی اَتَاہُ فَوَجَدَتْہُ مُجْلِسَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ وَالْمُوْسٰی بِیَدِہٖ' فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَھَا خُبَیْبٌ فَقَالَ : اَتَخْشَیْنَ اَنْ اَقْتُلَہٗ مَا کُنْتُ لِاَفْعَلَ ذٰلِکَ! قَالَتْ : وَاللّٰہِ مَا رَاَیْتُ اَسِیْرًا خَیْرًا مِّنْ خُبَیْبٍ ' فَوَ اللّٰہِ لَقَدْ وَجَدْتُّہٗ یَوْمًا یَاْکُلُ قِطْفًا مِّنْ عِنَبٍ فِیْ یَدِہٖ وَاِنَّہٗ لَمُوْثَقٌ بِالْحَدِیْدِ وَمَا بِمَکَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ! وَکَانَتْ تَقُوْلُ : اِنَّہٗ لَرِزْقٌ رَزَقَہُ اللّٰہُ خُبَیْبًا فَلَمَّا خَرَجُوْا بِہٖ مِنَ الْحَرَمِ لِیَقْتُلُوْہُ فِی الْحِلِّ قَالَ لَھُمْ خُبَیْبٌ : دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ '

فَتَرَكُوْهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ : وَاللّٰهِ لَوْ لَا اَنْ تَحْسَبُوْا اَنَّ مَا بِیْ جَزَعٌ لَزِدْتُّ : اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بِدَدًا، وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا – وَقَالَ :

فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى اَیِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِیْ
وَذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا اَلصَّلٰوةَ، وَاَخْبَرَ يَعْنِی النَّبِیَّ ﷺ اَصْحَابَهٗ يَوْمَ اُصِيْبُوْا خَبَرَهُمْ، وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اِلٰى عَاصِمِ ابْنِ ثَابِتٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا اَنَّهٗ قُتِلَ اَنْ يُّؤْتَوْا بِشَیْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ، وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ عُظَمَآئِهِمْ، فَبَعَثَ اللّٰهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا اَنْ يَّقْطَعُوْا مِنْهُ شَيْئًا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔

قَوْلُهٗ "اَلْهُدَاةَ" مَوْضِعٌ، وَالظُّلَّةُ : السَّحَابُ – وَالدَّبْرُ : النَّحْلُ – وَقَوْلُهٗ : "اُقْتُلْهُمْ بِدَادًا" بِكَسْرِ الْبَآءِ وَفَتْحِهَا فَمَنْ كَسَرَ قَالَ هُوَ جَمْعُ بِدَّةٍ بِكَسْرِ الْبَآءِ وَهِیَ النَّصِيْبُ وَمَعْنَاهُ : اُقْتُلْهُمْ حِصَصًا مُنْقَسِمَةً لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ نَصِيْبٌ، وَمَنْ فَتَحَ قَالَ مَعْنَاهُ : مُتَفَرِّقِيْنَ فِی الْقَتْلِ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ مِّنَ التَّبْدِيْدِ – وَفِی الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ سَبَقَتْ فِیْ مَوَاضِعِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتٰبِ مِنْهَا حَدِيْثُ الْغُلَامِ الَّذِیْ كَانَ يَاْتِی الرَّاهِبَ وَالسَّاحِرَ وَمِنْهَا حَدِيْثُ جُرَيْجٍ، وَحَدِيْثُ اَصْحَابِ الْغَارِ الَّذِيْنَ اُطْبِقَتْ عَلَيْهِمُ الصَّخْرَةُ، وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ الَّذِیْ سَمِعَ صَوْتًا فِی السَّحَابِ يَقُوْلُ : اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ، وَغَيْرُ ذٰلِكَ، وَالدَّلَآئِلُ فِی الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔

۱۵۱۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس صحابہ کا دستہ بطور جاسوس بھیجا اور ان پر حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ وہ چلتے رہے یہاں تک کہ جب وہ مقام ہداۃ میں پہنچے جو عسفان اور مکہ کے درمیان ہے تو ہزیل کے قبیلہ بنولحیان کو ان کی اطلاع ہوگئی پس وہ سو تیر انداز لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکل پڑے اور ان کے نشان ہائے قدم کا پیچھا کیا۔ جب حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں کو ان کی آہٹ محسوس ہوئی تو انہوں نے ایک جگہ پناہ لی۔ تیراندازوں نے ان کو گھیر لیا اور کہا کہ نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو حوالے کر دو ہم تم سے عہد و میثاق کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو بھی قتل نہ کریں گے۔ پس عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا میں کافر کی ذمہ داری میں اترنے کو تیار نہیں۔ اے اللہ! ہماری اس حالت کی اطلاع اپنے پیغمبر ﷺ کو پہنچا دے۔ بنولحیان نے ان پر تیر برسائے اور عاصم کو قتل کر دیا۔ تین

اور شخص ان کے عہد و میثاق پر نیچے اتر آئے۔ ان میں خبیب اور زید بن دثنہ ایک دوسرا آدمی تھا۔ جب بنو لحیان نے ان پر قابو پالیا تو ان کی کمانوں کے تانت کھول کر انہی سے ان کو باندھ لیا تیسرے آدمی نے کہا۔ یہ پہلی غداری ہے اللہ کی قسم میں تمہارے ساتھ نہ جاؤں گا۔ میرے لئے یہ (مرنے والے) نمونہ ہیں۔ پس انہوں نے اس کو کھینچا اور مروڑا مگر اس نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا جس پر انہوں نے ان کو قتل کر دیا اور خبیب اور زید بن دثنہ کو لے کر چل دیئے یہاں تک کہ ان کو واقعہ بدر کے بعد اہل مکہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ چنانچہ بنو حارث بن عامر بن نوفل نے خبیب کو خریدا۔ حضرت خبیب نے حارث کو بدر کے دن قتل کیا تھا۔ پس حضرت خبیب ان کے قیدی بن کر رہے۔ یہاں تک کہ ان کے قتل کا انہوں نے فیصلہ کیا۔ (دوران قید) ایک دن خبیب نے حارث کی کسی بیٹی سے ایک اُسترہ زیر ناف بالوں کی صفائی کے لئے منگوایا۔ اس نے عاریۃً دے دیا۔ اس کا بچہ لڑکھڑاتا ہوا حضرت خبیب کے پاس پہنچ گیا جبکہ وہ اس سے غافل تھی۔ پس اس نے بچے کو ان کی گود میں بیٹھے پایا اس حالت میں کہ اُسترہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ وہ لڑکی سخت گھبرائی۔ اس بات کو حضرت خبیب نے جان کر کہا کیا تمہیں خطرہ ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں گا میں ایسا کرنے والا نہیں! وہ عورت کہتی ہیں میں نے حضرت خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم میں نے ان کو ایک دن انگور کا خوشہ ہاتھ میں لئے کھاتے دیکھا حالانکہ وہ زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اور مکہ میں کسی پھل کا نام تک نہ تھا! وہ عورت کہا کرتی تھی کہ وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیب کو دیا تھا۔ جب (کفار مکہ نے انہیں) حرم سے حل (حدود حرم سے باہر) میں نکالا تاکہ ان کو قتل کر دیں تو حضرت خبیب نے ان کو کہا مجھے مہلت دو تاکہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ پس انہوں نے چھوڑ دیا پس اس نے دو رکعت نماز پڑھی اور (مخاطب ہو کر کفار کو کہا) اللہ کی قسم اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ مجھے (قتل کی) گھبراہٹ ہے تو میں نماز کو لمبا کرتا۔ (پھر دعا کی) اے اللہ انکی تعداد گن لے اور انکو منتشر کر کے ہلاک کر اور ان میں سے کسی ایک کو باقی نہ چھوڑ اور (یہ شعر) پڑھے

''مجھے کوئی پرواہ نہیں جبکہ مجھے اسلام کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہے۔ کہ آیا کس پہلو پر میرا یہ قتل ہو کر گرنا ہے اور میری یہ موت اللہ کی راہ میں ہے وہ اگر چاہے تو جسم کے ان کٹے ہوئے اعضاء میں برکت ڈال دے''۔

حضرت خبیب وہ شخص ہیں جنہوں نے ہر مسلمان کے لئے جس کو جکڑ کر باندھ کر قتل کیا جا رہا ہو۔ یہ نماز کا طریقہ جاری کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی اطلاع اسی روز ہی دی جس دن وہ قتل ہوئے۔ قریش کے کچھ لوگ عاصم بن ثابت کی طرف بھیجے جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ تاکہ یہ لوگ ان کے جسم کا کوئی معروف حصہ لائیں۔ (مثلاً سر وغیرہ) حضرت عاصم نے قریش کے ایک بڑے آدمی کو (بدر میں) قتل کیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی حفاظت کے لئے شہد کی مکھیوں کو بادل کی طرح بھیج دیا۔ ان مکھیوں نے ان کے جسم کی قریش کے قاصدوں سے حفاظت کی۔ پس وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ نہ کاٹ سکے۔'' (بخاری)

**اَلْهَدَاةُ**: جگہ کا نام ہے۔

الظُّلَّةُ: بادل۔

الدَّبْرُ: شہد کی مکھی۔

اُقْتُلْهُمْ بِدَادًا: یہ بِدَّةٌ کی جمع ہے جس کا معنی حصہ۔ اب مطلب یہ ہوا کہ ہر ایک کو تقسیم کر کے مار کہ ہر ایک کا حصہ ہو۔ بعض نے بِدَّةٌ کی جمع بنایا جس کا معنی منتشر کر کے مارنا کہ ایک کے بعد دوسرا ہلاک ہو۔

اس باب میں بہت سی احادیث صحیح ہیں۔ جو اپنے مقام پر ابواب میں گزر چکی ہیں۔

ان میں وہ حدیث ہے جس میں ایک لڑکے کا تذکرہ ہے جو راہب کے اور ساحر کے پاس آتا جاتا تھا اور حدیث غار جو بند ہو گئی اور حدیث کہ آدمی نے بادل سے آواز سنی وغیرہ دلائل اس سلسلہ میں بے شمار و معروف ہیں دیگر واقعات اور۔

**تشریح** ۞ رھط: یہ اسم جمع ہے اس کا واحد لفظاً نہیں۔ اس کا اطلاق عشرہ پر اسی طرح ہے جیسا نو سے اوپر پر۔ ثعلب کہتے ہیں رھط، نفر، قوم، معشر، عشیرہ۔ ان سب کا ایک معنی ہے۔ یہ مردوں کیلئے استعمال ہوتے ہیں عورتوں کیلئے نہیں۔ ابن السکیت کہتے ہیں: رھط اور عشیرہ کا ایک معنی ہے۔ رھط وہ ہے جو دس سے چالیس تک بولا جائے۔ اصمعی و ابن الفارس نے بھی یہی کہا۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ ابوداؤد چھ آدمیوں کا لقب ہے۔ ۱) عاصم بن ثابت۔ ۲) یزید بن مرثد۔ ۳) حبیب بن عدی۔ ۴) زید بن الدثنہ۔ ۵) عبداللہ بن طارق۔ ۶) خالد بن البکیر۔ ابن سعد نے ساتویں کا نام معتب بن عوف لکھا ہے۔ شاید آخری تین غیر معروف تھے اس لئے ان کے متعلق توجہ نہیں دی گئی۔

امر علیھم عاصم بن ثابت ثابت: ان پر ثابت بن عاصم کو امیر بنایا اور مقام ھداۃ جو عسفان اور مکہ کے درمیان ہے اس کی طرف بھیجا۔ عسفان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی طرف بے تکے سیلاب آجاتے تھے۔ یہ عسفان سے سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ لحیی من ھذیل یقال لھم بنو لحیان: لحیی تثنیہ ہے۔ اس کی جمع احیاء ہے۔ لحیان یہ ھذیل کے بیٹے کا نام ہے اور ھذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر سے ہے۔ بعض نے کہا لحیان یہ جرھم کے بقایا قبائل سے ہے یہ لوگ ھذیل میں داخل ہو کر اسی کی طرف منسوب ہوتے۔ فنفروا لھم: لحیانی لوگ ایک سو کے قریب تیر اندازوں کی صورت میں جمع ہو گئے۔ فاقتصوا آثارھم: ان کے نشانِ ہائے قدام پر چل کر ان تک پہنچ گئے۔ احس: جب انہوں نے ان کی اس حرکت کو جان لیا۔ لجأوا الی: تو دشمن سے حفاظت کیلئے ایک بستی کا قصد کیا۔ فاحاط بھم: دشمنوں نے تمام اطراف سے اس جگہ کا گھیراؤ کر لیا۔ اعطوا بأیدیکم: اطاعت میں داخل ہونے سے کنایہ ہے۔ اور ولکم العھد کا عطف تفسیری ہے۔

ألا نقتل: یہ جملہ اعطوا کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں قتل نہ کریں گے۔ أیھا القوم: مقام اختصار کی وجہ سے حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے۔ أما أنا فلا أنزل: جو کچھ بھی ہو میں سلامت رہوں یا نہ رہوں کسی کافر کی ذمہ داری قبول کر کے نہ اتروں گا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں: ''لا أقبل الیوم عھداً من مشرك'' آج میں کسی کافر کی ذمہ داری قبول نہ کروں گا کیونکہ اس میں اس کے لئے اعزاز و اکرام ہے۔ اللھم أخبر: اے اللہ آپ وحی کے ذریعہ اپنے پیغمبر ﷺ کو اطلاع دے دیں تاکہ آپ ان کی اس قربانی پر بلندی مرتبہ کی دعا فرمائیں۔ فرموھم بالنبل: نبل یہ اسم جمع ہے اس کا واحد لفظاً نہیں آتا۔ معنیً سہم واحد ہے۔ فقتلوا عاصما: انہوں نے عاصم کو شہید کر ڈالا اور جماعت میں سے باقی ان کے

معاہدے پر اتر آئے۔ منهم خبیب: منهم خبر مقدم اور معطوفات مبتداء ہے۔ تینوں کے نام یہ ہیں خبیب بن عدی۔۲) زید بن دثنہ۔۳) ابن اسحاق کی روایت میں تیسرا نام عبداللہ بن طارق کا وارد ہے۔ اطلقوا اوتار قسیهم: وَتَر کی جمع ہے۔ قسی یہ قوس کی جمع ہے اقواس وقیاس بھی جمع میں آتی ہیں۔ مثلاً ثوب، اثواب وثیاب۔ اُسوة: عمدہ نمونہ هؤلاء کا مشار الیہ مقتولین ہیں۔ القتلى قتیل کی جمع ہے جیسے جریح وجرحیٰ۔ فجرّوا: معلوم ہوتا کہ قید کے معاً بعد انہوں نے یہ کیا۔ مگر روایت ابن اسحاق میں "فخرجوا بالنفر الثلاثة حتى إذا كان بمر الظهران" کا تذکرہ ہے۔ کہ وہاں قتل کیا مگر صحیح روایت میں اشارہ زیادہ درست ہے۔ انطلق بخبیب: ابن سعد واسحاق کہتے ہیں۔ کہ زید کو صفوان بن امیہ نے خرید کر اپنے والد کے بدلے قتل کیا۔ ابن سعد کہتے ہیں صفوان کے غلام بسطاس نے ان کو قتل کیا۔ بعد وقعة بدر: یہ واقعہ ۳ھ کے اواخر کا ہے اور واقعہ بدر رمضان ۲ھ کو پیش آیا۔ (ابن اسحاق) فابتاع بنو الحارث: ابتاع یہاں خریدنے کے معنی میں ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں ان کی خریداری حجش بن ابی اهاب تمیمی نے کی جو کہ بنی نوفل کا حلیف تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ان کو اپنی ماں سوداء کے بدلے میں خریدا۔ اور ایک روایت ہے کہ ان دونوں کی مکہ میں هذیل کے دو قیدیوں کے بدلے بیچا گیا۔ ابن حجر کہتے ہیں ہر دو ممکن ہیں۔ كان خبیب هو قتل الحارث۔ ابن حجر کہتے ہیں بخاری نے خبیب بن عدی اوسی کو بدریین میں شامل کیا۔ اور اسی پر اعتماد کیا۔ مگر دمیاطی نے مغازی میں خبیب بن عدی کا ذکر شرکاء بدر میں نہ پایا تو تنقید کرتے ہوئے کہا کہ عامر کا قاتل خبیب بن اساف خزرجی ہے اور یہ اوسی ہیں۔

ابن حجر کہتے ہیں اس کا جواب یہ ہے:

۱) صحیح روایت کو رد کرنا پڑتا ہے۔ اگر خبیب نے قتل نہ کیا ہوتا تو ان کی اولادان کے خریدنے میں اس قدر دلچسپی نہ لیتی۔

۲) اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ جاہلیت کے رواج کے مطابق قاتل کے قبیلے جو آدمی مل جائے اس کا قتل غنیمت سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ قبیلہ انصار میں تو خبیب تھے ہی اور ان میں بھی مشارکت تھی۔

۳) ممکن ہے دونوں نے مل کر ابن عامر کو قتل کیا ہو فتدبر۔

فلبث۔ اسیراً: حرمت والے مہینوں میں۔ بعض بنات: اس کا نام زینب ہے یہ اسی حارث کی بیٹی ہے۔ یہ عتبہ بن حارث کی بہن ہے۔ جس نے خبیب کو قتل کیا اور اپنی بیوی کو قسم کے بدلے قتل کیا۔ یہ پختہ روایت نہیں۔ (ابن حجر) موسیٰ کو منصرف وغیر منصرف پڑھنا جائز ہے۔ استحداد: زیر ناف بالوں کو صاف کرنے کو کہتے ہیں۔ فاعارتہٗ: ہٗ کی ضمیر موسیٰ کی طرف ہے۔

فدرج بنيٌّ: زبیر بن بکار کہتے ہیں یہ بچہ مشہور محدث ابوحسین مکی ہے جو کہ زہری کے اقران سے ہے۔ والموسى بيده۔

النَّحْوُ: یہ وحدت کے مفعول سے جملہ حالیہ ہے۔ عرفها: حبیب اس بات کو معلوم کریں۔ ماکنت لافعل: یہ خبیب کے مکارم اخلاق ہیں۔ تکلیف کے بدلے احسان، مجرم سے درگزر اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ پر اکتفاء ہے۔ فو الله: یہ جملہ مستانفہ ہے جو وضاحت کیلئے لایا گیا ہے۔ قطف: انگور کا گچھا۔ حجش ابن ابی اهاب کی لونڈی کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے جھانک کر دیکھا تو ان کے ہاتھ میں دو انسانی سروں کے برابر انگور کا گچھا دیکھا جسے وہ کھا رہے تھے۔ حالانکہ وہ مقید تھے اور مکہ میں کسی پھل کا نشان بھی نہ تھا۔ إنه لرزق رزقه الله خبیباً: اس میں خبیب رضی اللہ کی کرامت اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی رسالت کا

ثبوت ہے۔ اس سے کفار پر حق کی حجت قائم کر دی کہ دیکھو ان کو یہ چیز اتباعِ دین سے پیروی محمد ﷺ میں ملی ہے۔
**قول جمہور:** جمہور علماء کہتے ہیں کہ جو شخص کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنے والا ہو اس سے ایسی چیزیں کرامت ہی ہوں گی۔ اور اگر وہ نیک نہیں تو کبھی معونت اور کبھی استدراج ہوگا۔ **لیقتلوہُ فی الحل:** ابن اسحاق کہتے ہیں کہ تنعیم کی طرف قتل کیلئے لے گئے۔ **دعونی أصلی:** بخاری کے تمام روایت سے اس کے اثبات سے روایت نقل کی ہے۔ صرف کشمیہنی نے حذف کیا ہے۔ **فرکع رکعتین:** موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں مسجد تنعیم کی جگہ انہوں نے نفل ادا کئے۔ **مابی جزع:** بخاری میں ہے۔ موت سے ذرا گھبراہٹ نہیں۔ **لزدت:** ایک روایت میں ہے اور دو رکعت پڑھتا۔ **احصهم عدداً:** مفعول بہ کر بدل کر تمیز بنا دیا ہے۔ **ای احص عددهم۔ ولا تبق منهم احداً:** ایک روایت میں ہے کہ ایک سال نہ گزرا تھا کہ ان میں کوئی زندہ بچا ہو سوائے ایک شخص کے جو اس دعا کے وقت زمین پر لوٹنے لگا۔ تاکہ بددعا سے بچ جائے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:
''اللهم إني لا أجد من يبلغ رسولك مني السلام فبلغه''۔

ایک روایت میں ہے جبرئیل امین کے زعم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن مجلس میں کہا ''وعليك السلام خبيب قتلتهٔ قريش''۔ **فلست أبالی:** یہ کشمیہنی کی روایت ہے باقی نے ''ما إن أبالي'' نقل کیا مگر ابن حجر کہتے پہلی روایت راجح ہے۔ **مصرعی:** اس سے مراد موت ہے۔ مطلب یہ ہے۔ اسلام کے ساتھ شہادت میں قتل کی سب کیفیات برابر ہیں۔ **ذات الإله:** اس سے ذات کے لفظ کو اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ **اوصال:** یہ وصل کی جمع ہے عضو کو کہتے ہیں۔ **شلو:** جسم۔ اس کا عضو پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ **ممزّع:** کٹے ہوئے۔ ابوالاسود سے ان اشعار کا اضافہ کیا۔

لقد أجمع الأحزاب حولي وألبوا ☆ قبائلهم واستجمعو كل مجمع

اور فرمایا:

إلى الله أشكو غربتي بعد قربتي ☆ وما أرصد الاحزاب لی عند مصرعی

ابن اسحاق نے تو تیرہ شعر نقل کر دیے۔ ابن ہشام کہتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں یہ خبیب کے اشعار نہیں ہیں۔ بخاری میں مذکور ہے کہ عقبہ بن حارث نے پھر ان کو قتل کر دیا۔ **قتل صبراً:** جس ذی روح کو باندھ کر قتل کیا جائے اس کے متعلق کہتے ہیں: قتل صبراً۔ اس نماز مقتول کا طریقہ خبیب نے شروع کیا۔ مصطفیٰ ﷺ نے اس کو برقرار رکھا۔ **واخبر:** وحی کے ذریعے آپ کو اطلاع دی گئی یہ معجزہ نبوت ہے۔ **حين حُدِّثوا۔**

**اَللُّغَاتُ:** یہ فعل مجہول ہے۔ **انه قتل:** اس کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے اور **أن يؤتوا:** لام مقدر یا اضافت مفعول لہ کے ساتھ مفعول ثالث ہے۔ **قتل رجلاً:** ابن حجر کہتے ہیں کہ شاید یہ عقبہ بن ابی معیط ہو جس کو بدر کی راہ پکڑ کر نبی اکرم ﷺ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ مگر ابن اسحاق کہتے ہیں عاصم جب قتل کر دیئے گئے تو ھذیل نے ان کا سر کاٹنے کا ارادہ کیا تا کہ سلافہ بنت سعید بن شہل کے ہاتھ فروخت کریں۔ یہ شافع اور جداس ابی طلحہ عبدری کی ماں ہے۔ عاصم نے اس کو احد کے دن قتل کیا تھا۔ مگر شہد کی مکھیوں نے اس کی حفاظت کی۔ ممکن ہے کہ قریش کو ھذیل کے اس واقعہ کا علم نہ ہوا ہو تو وہ جان لیتے کہ ان کو کب اس کی قدرت ملے گی۔ **الدبر:** بھڑ بعض نر شہد کی مکھی۔ اس کا واحد لفظاً نہیں آتا۔ قریش کے قاصد ناکام ہو گئے۔ ابی الاسود کی روایت میں اللہ تعالیٰ نے بھڑ کا جتھہ ان کے چہروں پر مسلط کر دیا جس نے ان کو کاٹ کاٹ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا چنانچہ وہ سر کاٹنے

میں نا کام ہو گئے۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ عاصم نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ کوئی مشرک ان کو ہاتھ نہ لگائے۔ عمر رضی اللہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو فرمایا اللہ تعالیٰ مؤمن بندے کی زندگی میں جس طرح حفاظت فرماتے ہیں موت کے بعد بھی اُسی طرح حفاظت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کی حفاظت فرمائی۔ قتل سے نہیں روکا وہ تو ان کی تمنا تھی جس سے آخرت کے درجات ملنے تھے اور گوشت واعضاء میں تذلیل تھی اس لئے بچالیا۔

نووی رحمہ اللہ کا فرمان: دبر: شہد کی مکھی۔ بددا: جمع بدة: حصہ۔ ٹکڑا جیسے قربہ وقرب: ان کو منقسم یعنی ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کر۔ حافظ کہتے ہیں یکے بعد دیگرے قتل کر۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۳۰۴۵)

۱۵۱ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَا سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لِشَيْءٍ قَطُّ: إِنِّيْ لَأَظُنُّهُ كَذَا إِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۵۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بھی کسی چیز کے بارے میں اس طرح کہتے سنا کہ میرا خیال اس کے متعلق یہ ہے تو وہ اسی طرح ہوتا جیسا کہ اپنا خیال ظاہر فرماتے۔ (بخاری)

**تشریح** : اہل حق کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لئے کرامات برحق ہیں۔ یہ ہر زمانے میں ہوتی ہیں اس پر عقل ونقل شاہد ہے۔ ایک دلیل عقلی یہ ہے کہ اس کا حدوث ممکن ہے۔ اس کے وقوع سے دین کی کسی اصل کی خلاف ورزی لازم نہیں آتی۔ اس کے متعلق یہ کہنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ان کو شامل ہے اور جو چیز مقدور علیہ ہے وہ جائز الوقوع ہے۔

اس کے متعلق قرآن واحادیث شاہد ہیں۔ قرآن مجید کی آیت جیسے واقعہ مریم میں:

۱) ﴿وَهُزِّيْٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا﴾ [مریم: ۲۵] امام الحرمین ابوالمعالی کہتے ہیں مریم کے نبیہ نہ ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔ (پس ان سے جو کچھ پیش آیا یہ کرامت ہے)۔

۲) دوسری دلیل واقعہ ذکریا علیہ السلام: ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ... ﴾[آل عمران ۳۷]

۳) اور اسی سلسلہ میں آصف بن برخیا کا واقعہ ہے جو سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا: ﴿أَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ يَّرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ...... ﴾ [النمل: ۴۰] علماء کہتے ہیں آصف پیغمبر نہ تھے بلکہ صحابی تھے۔

اور اسی سلسلہ میں وہ بھی ہے جو امام الحرمین نے قصہ موسیٰ علیہ السلام میں ذکر کیا اور ابوالقاسم قشیری نے ذی القرنین کا واقعہ نقل کیا۔

اور اسی طرح قشیری وغیرہ نے خضر علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا اور کہا کہ خضر پیغمبر نہ تھے۔ بلکہ وہ ولی تھے۔ مگر قشیری کا یہ قول جمہور علماء کے خلاف ہے وہ خضر علیہ السلام کی نبوت کے قائل ہیں۔ بعض نے نبی ورسول کہا۔ قشیری وغیرہ نے ولی کہا اور بعض نے بادشاہ کہا اور انہی دلائل میں اصحاب کہف کا واقعہ ہے۔ جو بہت سے خوارق عادت امور پر مشتمل ہے۔ امام الحرمین کہتے ہیں یہ تمام بالاجماع پیغمبر نہ تھے (مگر خضر علیہ السلام سمیت اجماع کا دعویٰ محل نظر ہے فتدبر)

احادیث بھی کثرت سے وارد ہیں۔ ۱) حدیث انس رضی اللہ جس میں عباد بن بشر اور اسیر بن حضیر کا واقعہ منقول ہے بخاری **کتاب الصلاۃ وعلامات النبوۃ**۔ ۲) حدیث اصحاب اغنار جنہوں نے غار میں پناہ لی اور اس کا منہ بند ہو گیا۔ بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

۳) قصہ جریج والی روایت ابو ہریرہ' جس کو بخاری نے نقل کیا ہے۔ ۴) حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ "**لقد کان فیما قبلکم**" والی جس کو بخاری نے نقل کیا۔ ۵) بخاری کی مشہور روایت "**رُبَّ أشعث اغبر لا یؤبه له لو أقسم علی الله لأبره**" اس کو بخاری نے نقل کیا۔ ۶) خبیب انصاری والی روایت اور بھی روایات میں سر دست انہی پر اکتفاء کیا ہے۔ اس سلسلہ کی پہلی تالیف شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے فرمائی۔ علامہ سبکی نے طبقات الکبریٰ میں ابو تراب نخشبی کے حالات میں ثبوت کرامات پر بحث کرتے ہوئے تحریر کیا۔

انکار تو جاہل و معاند ہی کر سکتا ہے اور کئی تو شجاعت اور سخاوت حاتم کی طرف معروف ہیں۔ کرامات اولیاء کا تو وہی منکر ہے جس کی نگاہ مٹ چکی ہو۔ ان میں واقعہ مریم اور اصحاب کہف کا واقعہ ہے۔ ان کا تین سو سال سونا بلا آفت و ضرر اور قوت عادیہ کا بغیر غذاء اور پانی کے باقی رہنا منجملہ خوارق سے ہے۔ وہ انبیا علیہم السلام نہ تھے اور نہ یہ معجزہ تھا پر کرامت ہونا متعین ہو گیا۔ اس پر اتفاق ہے کہ وہ انبیاء نہ تھے۔ جیسا امام الحرمین نے نقل کیا۔ وہ تو پہلے بت پرست بادشاہ کے دین پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ہدایت کیلئے کھول دیا۔ اور یہ شرح صدر کسی داعی کی دعوت سے نہ تھا۔ بلکہ توفیق الٰہی سے تھا۔ جب توفیق نے ان کا ہاتھ پکڑا تو ان کو سوچتے ہی بادشاہی کی گمراہی معلوم ہوگئی۔ انہوں نے ایمان لانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ کسی نبی آخر کا معجزہ تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے معاملے کو چھپایا اور ایک دوسرے کو کہنے لگے: "**ولا یشعرن بکم احدًا**" معجزے کا اخفاء ممکن ہی نہیں اور اس نبی داعی کا نہ کہیں تذکرہ اور نہ اس کی کوئی دلیل اور ایسے پیغمبر کیلئے معجزے کا اثبات بے فائدہ ہے۔ کیونکہ معجزے کا فائدہ تو تصدیق ہے۔ اور ایک غیر معین کی تصدیق تو محال ہے اور غیر کا اس کی تصدیق کرنا بھی اسی طرح ہے۔

اور ان دلائل میں مختلف قصص سے استدلال مثلاً آصف بن برخیا جو سلیمان علیہ السلام کیلئے بلقیس کا تخت پلک جھپک سے پہلے لے آئے۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ ﴿الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ ..... ﴾ سے مراد یہی ہیں۔

اسی طرح جو روایات صحابہ کرام ﷺ کی پہلے گزر چکیں اور بعد والے صالحین سے تواتر سے نقل ہوئی چلی آرہی ہیں وہ گنتی سے باہر ہیں اگر کوئی لکھنا یا جمع کرنا چاہے تو مال داحال اس کیلئے کافی نہیں۔ گزشتہ زمانے سے اب تک لوگ تسلیم کرتے چلے آرہے ہیں۔

لیکن ہم تو اپنے استدلال کا مرکز ان کو بنا رہے ہیں جو تبع تابعین سے پہلے تھے۔ جبکہ ایسے زائغین بھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ وہ لوگ صالحین کی کرامات بیان کرتے اور نقل کرتے رہتے تھے۔ اور وہ واقعات جو بنی اسرائیل کے نیک لوگوں میں پیش آئے ان کا ذکر کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کثرت سے بیان کرتے تھے۔

ان کرامات میں سے وہ بھی ہیں جو اس وقت کے علماء کو عنایت فرمائی ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں بہت سی کتب لکھی ہیں' جن کی نقل انسان کے بس میں نہیں اور ان سے دقائق کی تخریج والی کتب بھی بہت ہیں۔ اسی طرح ان کے استنباطات جو

اہل من ہی کو رو کتے اور ایسے استخراجات جو کتاب و سنت کی چمک کو آسمان سے ملاتے ہیں اور حق کو ثابت اور باطل کو زائل کرتے ہیں اور اسی طرح انہوں نے جو دعوت کے سلسلہ میں جو مجاہدات و محن برداشت کیں اور جو ریاضات اختیار کیے رکھیں اور کمال عقول کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو دنیا سے ایک طرف ہٹائے رکھا اور ذکاوت و ذہانت کے باوجود دنیا سے دور رہ کر علوم کو محبوب بنائے رکھا اور اپنے نفوس کو ان کی تحصیل میں مشقت میں ڈالے رکھا۔ اس طرح کہ جب کوئی غور کرنے والا اس میں غور کرے گا تو وہ سمجھ لے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ دیا تھا وہ اس سے بہت بڑھ کر تھا جو بعض لوگوں کو بیابان اور سنسانے میں روٹی اور پانی عنایت کر دیا جس کو لوگ کرامت شمار کرتے ہیں۔

**سوال**: ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے۔ کہ صحابہ کرام کی تو اس قدر کرامات منقول نہیں جتنی بعد والے اولیاء سے منقول ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول ترین بندے تھے۔

**جواب**: امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ ان لوگوں کا ایمان بڑی قوی تھا۔ ان کو ایسی چیزوں کی چنداں ضرورت نہ تھی جو ان کے ایمان کو قوی کرتیں۔ اور دوسرے لوگوں کا ایمان کمزور اور کرامت کے اظہار سے اس میں تقویت کی ضرورت ہے۔ ۲) ان کے ہاتھ سے جو ظاہر ہوا۔ بسا اوقات وہ اس سے مستغنی کرنے والا ہے۔ اور اس کی عظیم مقدار پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اور ان کا استقامت اختیار کرنا جو کہ کرامت سے بہت بڑھ کر کر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا کے دروازے کھول دیئے مگر وہ دنیا کی طرف نہ مائل ہوئے اور نہ ذرہ بھر جھکے اور ایک بھی اس کی طرف نہ اتر گیا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔

حالانکہ ان کے ہاتھ میں جتنی دنیا تھی آجکل کے اہل دنیا کے پاس اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ پھر ان کا دنیا سے اعراض کیا یہ عظیم ترین کرامات سے نہیں اور ان کا شرف یہی تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کی بارگاہ میں جھکنے والے تھے۔

(بستان مخلصا العارفین للنووی)

**تخریج**: اخرجه البخاری (۳۸۶۶)

**الفرائد**: اس میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان پر نعل حق جاری فرما دیتا اور وہ اسی طرح ہوتا۔

# کتاب الأمور المنهی عنها

## ۲۵۴: بَابُ تَحْرِيْمِ الْغِيْبَةِ وَالْاَمْرِ بِحِفْظِ اللِّسَانِ

## باب: غیبت کی حرمت اور زبان پر پابندی لگانے کا حکم

**تشریح** ۞ **الامور**: جمع امراس کا معنی حالت۔ جس امر کا معنی طلب ہے۔ اس کی جمع اوامر ہے۔ **المنهی عنها**: اس کا معنی خلاف اولی ہے اور یہ تحریمی و تنزیہی دونوں کو شامل ہے۔ **حفظ اللسان**: مباح لایعنی کلام سے لے کر ہر ممنوع کلام سے زبان کو محفوظ رکھنا مراد ہے۔

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾ [الحجرات:۱۲] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ [الاسراء:۳۶] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ [ق:۱۸]

اِعْلَمْ اَنَّهٗ يَنْبَغِيْ لِكُلِّ مُكَلَّفٍ اَنْ يَّحْفَظَ لِسَانَهٗ عَنْ جَمِيْعِ الْكَلَامِ اِلَّا كَلَامًا ظَهَرَتْ فِيْهِ الْمَصْلَحَةُ وَمَتٰى اسْتَوَى الْكَلَامُ وَتَرْكُهٗ فِي الْمَصْلَحَةِ فَالسُّنَّةُ الْاِمْسَاكُ عَنْهُ ' لِاَنَّهٗ قَدْ يَنْجَرُّ الْكَلَامُ الْمُبَاحُ اِلٰى حَرَامٍ اَوْ مَكْرُوْهٍ وَذٰلِكَ كَثِيْرٌ فِي الْعَادَةِ ' وَالسَّلَامَةُ لَا يَعْدِلُهَا شَيْءٌ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں۔'' (الحجرات) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں۔ بے شک کان اور آنکھیں اور دل ان تمام سے باز پرس ہوگی''۔ (الاسراء) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ جو لفظ بھی زبان سے بولتا ہے تو اس کے پاس نگران تیار ہے''۔ (ق) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اچھی طرح جان لو کہ ذمہ دار انسان کو اپنی زبان کی حفاظت ہر قسم کے کلام سے کرنی چاہیے سوائے اس کلام کے جس کی مصلحت ظاہر ہو اور جب کلام اور ترک کلام برابر ہو تو سنت یہ ہے کہ کلام سے زبان کو روکے کیونکہ کبھی مباح کلام حرام و مکروہ گفتگو تک پہنچا دیتی ہے۔ عادتاً یہ چیز کثرت سے پائی جاتی ہے اور

سلامتی کا مقابلہ کوئی چیز نہیں کر سکتی۔

**تشریح** ۞ وَلَا يَغْتَبْ : اپنے مسلمان بھائی کا اس طرح تذکرہ جو اس کو ناپسند ہو۔ اگرچہ وہ ناپسند بات اس میں موجود ہو۔ اور اگر وہ ناپسند اس میں نہ ہو تو بہتان کہلائے گا۔ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ : مسلمان بھائی کو خراب کرنے کی بدترین کوشش کو تمثیل سے ذکر کیا گیا۔ تمثیل میں انتہائی قبیح نقشہ ذکر کیا گیا تا کہ اس سے گریز کریں۔ مَيْتًا ۔ اَلْلَحْمُ : یہ لحم اور اخ سے حال ہے۔ فَكَرِهْتُمُوْهُ : یہ فاء فصیحیہ ہے۔ اگر یہ کیفیت پیش آ جائے تو تم اسے ناپسند کرو گے۔ پس یہ پہلی بات تقدیر و تحقیق کیلئے لائی گئی ہے۔ تَوَّابٌ : قبولیت توبہ میں مبالغہ کرنے والے۔ رَّحِيْمٌ : کامل رحمت والے ہیں۔

لَا تَقْفُ : مت پیچھے پڑو۔ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ : جس قول و فعل کو تم نہیں جانتے اس میں بہتان، کذب، جھوٹی گواہی تمام شامل ہیں۔ اِنَّ السَّمْعَ : کان، دل، آنکھ ان کیلئے اُولٰٓئِكَ لایا گیا حالانکہ یہ غیر عقلاء ہیں۔ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا : ۱) عَنْهُ مَسْئُوْلًا کا نائب فاعل۔ یہ كَانَ کی خبر ہے۔ ۲) مَسْئُوْلًا کا متعلق مقدم ای مسؤلا عنه عن نفسه : جو کچھ اس نے کیا ہوگا۔ ۳) عَنْهُ کی ضمیر ہر ایک کے ناک، کان، دل والے کی طرف لوٹنے والی ہے۔

لَدَيْهِ : یعنی قول یا انسان کے پاس۔ رَقِيْبٌ : نگران فرشتہ۔ عَتِيْدٌ : یعنی کتابت کے بعد۔ حضرت انس رضی اللہ سے مروی ہے کہ جب مؤمن مر جاتا ہے تو دو فرشتے اس کی قبر کے پاس کھڑے کر دیئے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ان دونوں کا ثواب اس انسان کیلئے قیامت تک لکھا جاتا ہے۔ (قال الدریغی مختصر تفسیر مکی) کیا ہر چیز لکھی جاتی ہے خیر و شر تو قیامت میں باقی رکھ لی جائے گی اور باقی پھینک دیا جائے گا۔ یا فقط خیر و شر ہی لکھے جاتے ہیں یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ قرآن مجید سے پہلے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ اگر لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ کے متعلق کہا جائے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتہ سنتا ہے اور اس کو محفوظ نہیں کرتا اور نہ لکھتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ دو نگران ہیں۔ سننا ایک کے ساتھ مخصوص نہیں۔

نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہر مکلف مسلمان عاقل و بالغ کو مناسب ہے کہ وہ اپنی زبان ہر قسم کے کلام سے حفاظت کرے۔ صرف ایسی کلام کرے جس میں کھلے طور پر مطلوبہ مصلحت موجود ہو۔ اور جب کلام کی دو جانبیں ہوں تو سنت طریقہ یہی ہے کہ اس سے اپنے کو روک لے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کے اسلام کی خوبی و کمال اسی میں فرمایا کہ جو لایعنی کو ترک کر دے۔ کیونکہ بعض اوقات مباح گفتگو حرام تک لے جاتی ہے یا کم از کم مکروہ میں تو مبتلا ہو ہی جاتا ہے۔ اور وہ اپنے طور پر اس کو معمولی خیال کرتا ہے۔ عادۃً یہ چیز بہت زیادہ پائی جاتی ہے اور بار بار پیش آتی ہے اور گناہوں سے بچ جانے کے برابر کائنات کی کوئی چیز نہیں۔

## الروایات

۱۵۱۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَهٰذَا صَرِيْحٌ فِیْ اَنَّهٗ يَنْبَغِیْ اَنْ لَا يَتَكَلَّمَ اِلَّا اِذَا كَانَ الْكَلَامُ خَيْرًا وَهُوَ الَّذِیْ ظَهَرَتْ مَصْلَحَتُهٗ وَمَتٰى شَكَّ فِیْ ظُهُوْرِ الْمَصْلَحَةِ فَلَا يَتَكَلَّمُ۔

۱۵۱۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو بھلی بات کہنی چاہئے یا پھر خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔'' (بخاری و مسلم) یہ روایت اس سلسلے میں واضح ہے کہ آدمی گفتگو خیر کے سوا نہ کرے اور خیر وہ ہے جس کی بھلائی ظاہر ہو۔ جب اس کی درستگی میں شبہ ہو تو بالکل زبان پر نہ لائے۔

**تشریح** ☸ یؤمن: ایمان کامل مراد ہے۔ والیوم الآخر: قیامت کا دن۔ خاص طور پر اس کا اس لئے ذکر کیا کیونکہ اس پر سچے دل سے ایمان لانا ضروری ہے جب اس پر ایمان لے آیا تو اس میں پائے جانے والے ثواب وعقاب خود ماننا پڑے گا اور یہ ہر اس چیز پر ایمان کو لازم کرنے والا ہے جس پر زندگی میں ایمان لانا ضروری ہے۔ فليقل خيرا أو ليصمت: صمت کا معنی قصداً کلام سے باز رہنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس بات کے کرنے میں مصلحت نہ ہو اس سے بچے اور مصلحت والی گفتگو کرے کیونکہ احکام شرعیہ کا دارومدار ظن پر ہے۔

**تخریج** : باب حق الجار والوصية به میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۵۱۳: وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَیُّ الْمُسْلِمِیْنَ اَفْضَلُ؟ قَالَ: ''مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۵۱۳: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون مسلمان افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔'' (بخاری و مسلم)

**تشریح** ☸ افضل: کس کا مقام بلند اور کس کو ثواب زیادہ ملتا ہے۔ من سلم المسلمون: کسی مسلمان کو کسی طرح بھی ایذاء نہ پہنچائے۔ یدہ: ہاتھ کے تذکرے کی وجہ یہ ہے کہ عموماً اعمال ہاتھ سے صادر ہوتے ہیں۔ بات زبان سے اور عمل ہاتھ سے ہوتا ہے۔ ورنہ ان کے علاوہ سے ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ اس کی ایذاء سے محفوظ ہوں اور وہ فعل جو اغلب خارج ہونے والا ہو اس کا کوئی مفہوم یہاں نہیں۔ پس افضل مسلمان وہ ہے جس سے کسی دوسرے کو کوئی ایذاء نہ پہنچے۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (۱۱) و مسلم (٤٢) والترمذی (۲٥۱۲) والنسائي (٥٠١٤) والدارمي (۲۷۱۲)

**الفرائد** : جو مسلمان زبان و ہاتھ سے مسلمانوں کو ایذاء نہیں دیتا اگر وہ دیگر حدود الٰہی کا پاس کرتا ہے تو وہ نہایت فضیلت والا مسلمان ہے۔

۱۵۱۴: وَعَنْ سَہْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ''مَنْ یَّضْمَنْ لِیْ مَا بَیْنَ لَحْیَیْہِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنْ لَہُ الْجَنَّۃَ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۵۱۴: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جو مجھے ضمانت دے اس کی جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور اس کی جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' (بخاری و مسلم)

**تشریح**: من يضمن لي: حفاظت کی ضمانت دے۔ **لحييه**: وہ دونوں ہڈیاں جن پر اوپر نیچے دانت اُگتے ہیں۔ تمثیل کی صورت ظاہر فرمایا تاکہ خوب تاکید ہو جائے۔ جبڑوں کے مابین زبان ہے۔ مطلب یہ ہے وہ بات کرے جس کا حکم ملا اور دوسری باتوں سے خاموش رہے۔ **وما بين رجليه**: اس سے مراد شرمگاہ ہے۔ اس سے فعل حرام کا ارتکاب نہ کرے۔

**اَلنَّحْو**: اضمنْ کو مرفوع پڑھیں تو یہ جملہ مستانفہ اور جزم ہو تو شرط مقدر کا جواب ہے کیونکہ یہ طلب کے جواب میں آیا ہے اور اس سے جزاء کا قصد کیا گیا ہے۔

**تخريج**: أخرجه أحمد (٨/٢٢٨٨٦) والبخاري (٦٤٧٤) والترمذي (٢٤١٦) وابن حبان (٥٧٠١) والطبراني (٥٩٦٠) والحاكم (٤/٨٠٦٥) والبيهقي (٨/١٦٦)

**الفرائد**: ابن بطال فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا زبان و شرمگاہ عظیم ابتلاء ہیں۔ جو ان کے شر سے بچا وہ بڑے شر سے بچا۔

۱۵۱۵ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ : ''اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيْهَا يَزِلُّ بِهَا اِلَى النَّارِ اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَمَعْنٰى : ''يَتَبَيَّنُ'' يُفَكِّرُ اَنَّهَا خَيْرٌ اَمْ لَا۔

۱۵۱۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''بے شک بندہ بعض اوقات کوئی بات کرتا ہے اور اس پر غور نہیں کرتا مگر اس سے مشرق و مغرب کی درمیانی مسافت کے برابر آگ کی طرف پھسل جاتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

''يَتَبَيَّنُ'': سوچنا کہ آیا خیر ہے یا شر۔

**تشریح**: العبد: انسان مکلف مراد ہے خواہ غلام ہو یا آزاد۔ **ليتكلم بالكلمة**: اس سے ہر وہ کلام مراد ہے جس سے شر سمجھی جائے خواہ وہ لمبی ہو یا مختصر جیسا کہتے ہیں: کلمة الشهادة، قصیدہ کو بھی کلمہ کہہ دیتے ہیں۔ **ما يتبين فيها**: ضمیر متکلم سے جملہ مستانفہ یا حالیہ ہے اور محل صفت میں واقع ہے۔ اس میں الف لام جنس کا ہے۔ **بها**: ''با'' سببیہ ہے اور ''ھا'' ضمیر کلمہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی آگ کی جانب لے جاتی اور اس سے قریب کر دیتا ہے۔ **ابعد**: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس سے کلمہ کے نتیجہ کو ذکر کیا۔ گویا کسی نے کہا: اسے اس کا کیا نقصان ہوگا تو جواب ملا۔ اس سے وہ ذلیل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جائے گا۔ **ابعد**: یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ ای زللا بعید المبدأ أو المنتهی: یعنی وہ بہت دور جا پڑے گا۔

**تخريج**: أخرجه أحمد (٣/٨٤١٩) والبخاري (٦٤٧٧) ومسلم (٢٩٨٨) وابن حبان (٥٧٠٧) ومالك (١٨٤٩)

**الفرائد**: بات کرنے والے کو سوچ کر بات کرنی چاہئے ایسی بات سے گریز کرے جس کا وبال کل اس پر نازل ہو۔

۱۵۱۶ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ ، وَاِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَهْوِيْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۵۱۶ : حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: '' یقیناً بندہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کلمات میں سے کوئی کلمہ زبان سے نکلتا ہے مگر اس کی طرف کوئی توجہ بھی نہیں ہوتی اور اللہ اس سے اس کے درجات بلند کر دیتے ہیں اور بے شک بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کلمات میں سے کوئی کلمہ کہتا ہے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی۔ مگر اس کے ساتھ وہ جہنم میں گر جاتا ہے۔'' (بخاری)

**تشریح** ۞ من رضوان اللّٰہ: من بیانیہ ہے۔ یہ کلمہ سے حال ہے۔ ما یلقی لها بالا: یعنی وہ اس کی طرف کان نہیں لگاتا اور نہ اپنا دل ادھر مائل کرتا ہے۔ یرفعه اللّٰه بها درجات: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ۱) ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے اور مفعول محذوف ہے۔ ای یرفعه اللّٰه فیها۔ ۲) یہ مفعول سے بدلی ہوئی تمیز ہے۔ اصل یرفع اللہ درجاتہ مضاف حذف کیا گیا۔ اس اجمال کو تمیز سے ختم کیا۔ ۳) مجرور نزع خافض ہے ای الی درجات۔ یهوی: اترنا، گرنا۔ فی جهنم: ای درکات جهنم: پہلے جملے میں تکلم بالخیر پر وعدے کا تذکرہ ہے اور دوسرے جملے میں اس کے خلاف پر وعید ہے۔ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قسم سے ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸٤۱۹)

**الفرائد** : رضائے الٰہی والی بات جلد کرنی چاہیے اور جو بات اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے اس سے بچنا چاہیے۔

۱۵۱۷ : وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بَلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : " اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ تَعَالٰى ، مَا كَانَ يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا رِضْوَانَهٗ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ مَا كَانَ يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا سَخَطَهٗ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ" رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

۱۵۱۷ : حضرت ابو عبد الرحمٰن بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' آدمی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کلمات میں سے ایک کلمہ کہتا ہے۔ اس کا گمان بھی نہیں ہوتا کہ وہ اس بلند مقام پر پہنچے گا جتنا وہ پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کلمہ کی وجہ سے ملاقات کے تک اپنی رضامندیاں لکھ دیتا ہے۔ بے شک آدمی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی ایک بات کہتا ہے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ اس مقام تک پہنچے گا جہاں وہ پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اپنی ملاقات کے دن تک اس کے متعلق ناراضگی لکھ لیتے ہیں۔ (موطا مالک، ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: حارث بن عاصم بن سعد بن قرہ بن خلاوۃ بن ثعلبہ بن ثور بن ہدیہ بن لاطم بن عثمان بن عمرو بن ادبن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار المزنی۔

یہ بلال اور عثمان دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد مزینہ میں شامل ہو کر ۵ھ میں مدینہ آئے۔ مزینہ، یہ مال کی نسبت ہے۔ آپ ﷺ نے قبیلہ کی معادن عنایت فرمائیں فتح مکہ کے روز یہ مزینہ کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔

پھر بصرہ میں اقامت اختیار کی۔ ۶۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر اسّی سال تھی۔ انہوں نے آپ ﷺ سے آٹھ روایت نقل کی ہیں۔ (تہذیب نووی)

ان الوجل: اِنَّ سے کلام کی ابتداء کر کے یہ ظاہر کیا گو یا مخاطب متردد ہے۔ **کان یظن**: یہاں ظن وہم کے بالمقابل ہے۔ تبلغ: فضیلت میں ترقی کرنا۔ **ما بلغت**: اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کا معنی فہم میں نہیں ڈالتا۔ **یکتب اللہ تعالی له**: اس سے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی کی توفیق دے دیتے ہیں۔ اور موت تک ثواب دیتے رہتے ہیں یا **یوم یلقاہٗ**: سے قیامت کا دن مراد ہے۔ اس دن وہ اللہ تعالیٰ کی اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ اطاعت گزاروں سے ہوگا۔

**اَلنَّحْو**: یہ جملہ مستانفہ ہے جو ایک سوال کے جواب کیلئے لایا گیا۔ **ماذا بلغت**؟ وہ کہاں تک پہنچے گا۔ تو جواب دیا اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا جاتا رہے گا۔

**سخط اللہ**: سین اور خا پر فتحہ اور سین ضمہ پڑھا جاسکتا ہے۔ **یکتب اللہ تعالی له**: لام اختصاص کیلئے ہے۔ شاید ازدواج کیلئے لائے جیسے اس ارشاد میں: ''وَاِن اسأتم فلها''

عبدالبر کا قول: کلمہ سخط سے مراد ظالم بادشاہ کی حمایت میں کہی جانے والی بات ہے۔ باطل اس کے سامنے مزین ہوا۔ اراقہ دم مسلم کو اس نے جائز کر دیا۔ اس سے بادشاہ کی خواہشات میں اضافہ ہوگا، اور رضاء کا کلمہ اس سے وہ بات جو اللہ تعالیٰ کی معصیت سے پھیر دینے والی ہو۔ اور رضائے الٰہی اس سے مقصود ہو۔ **کذا قال ابن عیینه**:

**تخریج** : أخرجه مالك (١٨٤٨) وأحمد (٥/١٥٨٥٢) والترمذی (٢٣٢٦) وابن ماجه (٣٩٦٩) وابن حبان (٢٨٠) والحمیدی (٩١١) والحاكم (١٣٦) والطبرانی (١١٢٩) الصغیر (١/٢٣٥) وابن المبارك (١٣٩٤) والبیهقی (٨/١٦٥)

**الفوائد** : وہ پاکیزہ کلمہ جو رضائے الٰہی کیلئے کہا جائے اس سے اللہ تعالیٰ قیامت میں اپنی رضا مندیاں عنایت فرمائیں گے۔

**١٥١٨ : وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَدِّثْنِيْ بِاَمْرٍ اَعْتَصِمُ بِهٖ قَالَ : "قُلْ رَبِّيَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ" قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ؟ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ ثُمَّ قَالَ : "هٰذَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔**

۱۵۱۸: حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسی بات بتلائیں جس کو مضبوطی سے تھام لوں۔ فرمایا: ''تم کہو میرا رب اللہ ہے پھر اس پر

استقامت اختیار کرو''۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ؐ کو میرے متعلق سب سے زیادہ خطرہ کس چیز کا ہے؟ پس آپ ؐ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا: ''اس کا''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ **اعتصم به**: یہ مجذوم ہو تو جواب شرط مقدر ہے۔۲) مرفوع ہو تو محل صفت میں ہے۔**قل ربی اللّٰہ**: یعنی اعمال صالحہ کی پہلے بنیاد باندھو جو کہ ایمان ہے۔ پھر ایمان ثابت ہو جائے۔**استقم**: اوامر کی پیروی اور نواہی سے اجتناب میں پختگی اختیار کرو۔ یہ اس ارشاد الٰہی سے مقتبس ہے: ﴿ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا﴾ [فصلت: ۳۰] **ما تخاف علیّ**: ۱) ماالذی کے معنی میں ہے۔۲) ایّ شیء کے معنی میں ہے۔۳) مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے جیسے کہتے ہیں جد جدّہ، مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی حفاظت نہ کرنے سے ہلاکت کا شکار ہو جاؤں۔**اخذ بلسان نفسہ**: ''با'' تاکید کیلئے ہے اور ''اخذ'' پکڑنے اور تھامنے کے معنی میں استعمال ہے۔

**ثم قال ھذا**: یہ جو حرکت میں تیز ہے اور اس کی حرکت میں قسم قسم کی ہلاکتیں ہیں ہاں اگر اس کو شریعت کی بیڑیوں میں روک کر رکھو۔

عاقولی کہتے ہیں: خوف کی نسبت زبان کی طرف کی۔ کیونکہ یہ انسان کی لگام ہے اگر اس کو آزاد چھوڑا جائے تو اس سے وہ چیزیں سامنے آئیں گی جو اس کی مرضی کے خلاف ہوں گی۔ یہ صفت اسی عضو میں پائی جاتی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٥٤١٨) ومسلم (٣٨) والترمذی (٢٤١٨) والنسائی (١١٤٨٩) وابن ماجه (٣٩٧٢) والدارمی (٢٧١٠) وابن حبان (٥٦٩٨) والطیالسی (١٢٣١) والطبرانی (٦٣٩٦) والحاکم (٤/٧٨٧٤) والبیهقی (٣٩٤)

**الفرائد** : یہ روایت اسلام کے عظیم الشان مرکزی اصول توحید اور اس پر استقامت کو شامل ہے۔ ساتھ ہی حفاظت لسانی کا حکم بھی موجود ہے۔

۱۵۱۹ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَسْوَةٌ لِّلْقَلْبِ! وَإِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

۱۵۱۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کرو۔ اس لئے کہ کثرتِ کلام (بے پرکی ہانکنا) دل کی سختی کا باعث ہے بے شک لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے سب سے دور سخت دل والا ہے''۔ (ترمذی)

**تشریح** ۞ **ذکر اللّٰہ تعالٰی**: یہاں ذکر اللہ سے مراد جو دعا پر مشتمل ہو۔ اور سب سے اعلیٰ ذکر قرآن مجید ہے۔**فان کثرۃ الکلام** ۔

**النحو**: یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ جو نہی کی علت بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔**قسوۃ القلب**: سے دل کی ایسی سختی جس پر مواعظ وزواجر کا اثر نہ ہو۔ کثرت کلام کو قسوت کی طرف منسوب کیا گیا یہ سبب کے درجہ میں ہے۔**قسوۃٌ** کی تنوین تعظیم کیلئے

ہے یعنی انتہائی سختی۔

من اللہ تعالٰی: یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فیض سے دور۔ القلب القاسی: ایسا دل اپنی سختی کی وجہ سے نہ خیر کا حکم دیتا ہے اور نہ شر سے روکتا ہے۔ اس لئے مفلحین کی صفت سے دور رہتا ہے۔ اور اشقیاء میں منسلک ہو جاتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه الترمذی (۲٤۱۹) التهذیب (۱/۱۱٦)

**الفرائد**: کثرتِ کلام قساوتِ قلبی پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بندے کو دور کر دیتی ہے۔

۱۵۲۰: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ وَقَاهُ اللّٰهُ شَرَّ مَا بَیْنَ لَحْیَیْهِ وَشَرَّ مَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۵۲۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ کر لے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور اس کے شر سے جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح**: ما بین لحییه: اس سے زبان مراد ہے۔ وہ اس طرح کہ اس کو شر سے روکے اور خیر میں چلائے۔ ما بین رجلیه: یعنی شرمگاہ کو حرام سے بچائے۔ دخل الجنة: وہ فائزین کے ساتھ ہوگا۔ اگر کبائر کا ارتکاب نہ کرے یا کرنے پر اس سے تائب نہ ہو۔ ورنہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ کلام ایمان والوں سے متعلق ہے۔ عام اور خاص مراد ہے۔ یا یہ اپنے عموم پر ہے۔ یعنی ان کے دونوں کے شر سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

**تخریج**: أخرجه الترمذی (۲٤۱۷) وابن حبان (۵۷۰۳) والحاکم (۸۰۵۹/۳)

**الفرائد**: جس کو توفیق الٰہی سے زبان کی لغزش اور شرمگاہ کی قباحتوں سے حفاظت رہی وہ جنت کا حقدار ہے۔

۱۵۲۱: وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: "اَمْسِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ وَلْیَسَعْكَ بَیْتُكَ، وَابْكِ عَلٰی خَطِیْئَتِكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۵۲۱: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کس طرح مل سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی زبان کو قابو میں رکھ اور تمہارا گھر تمہارے لئے وسیع ہو یعنی زائد وقت گھر میں گزارو اور اپنی خطا پر رو''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح**: ما النجاة: یعنی وہ کونسا سبب ہے جس سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ امسك علیك لسانك: زبان کو اس کام میں مت چلاؤ جس میں تم پر گناہ لازم آتا ہو۔ حفظ اللسان کی بجائے اس انداز بات کو مزید پختہ کیا۔

**نکتہ**: یہ جواب علی اسلوب الحکیم ہے کہ سوال تو نجات کی حقیقت کے متعلق تھا مگر جواب اس کے سبب سے دیا۔ کیونکہ وہ

اس کا اہم ذریعہ ہے۔ **ولیسعك بیتك:** بیت کا التزام صاحب بیت کیلئے ہے مطلب یہ ہے۔ ایسا سبب اختیار کرو جو لزوم بیت کا سبب ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور غیروں سے الگ رہنا۔ **وابك علی خطیئتك:** بکاء سے مراد ندامت و شرمندگی ہے۔ **علی** سے اس کو متعدی کر کے گویا اس طرح کہا۔ **اندم علی خطیئتك** با کیا: رو کر اپنی شرمندگی بارگاہِ الٰہی میں پیش کرو۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٧٣٣٦) والترمذی (٢٤١٤)

**الفوائد** : حتی الامکان انسان اپنے کو فتنوں پر پیش نہ کرے تاکہ مبتلا نہ ہو جائے بلکہ ہونے والے گناہوں پر توبہ وندامت کا اظہار کرتے رہنا چاہئے۔

۱۵۲۲ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ کُلَّھَا تُکَفِّرُ اللِّسَانَ تَقُوْلُ : اتَّقِ اللّٰہَ فِیْنَا فَاِنَّمَا نَحْنُ بِكَ : فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

مَعْنٰی "تُکَفِّرُ اللِّسَانَ" : اَیْ تَذِلُّ وَتَخْضَعُ۔

۱۵۲۲: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب انسان صبح کو اٹھتا ہے تو تمام اعضاء اس سے عاجزی کے ساتھ عرض کرتے ہیں تو ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہم تیرے ساتھ منسلک ہیں اگر تو درست رہی تو ہم درست و سیدھے رہیں گے اور تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم ٹیڑھے ہو جائیں گے"۔ (ترمذی)

تُکَفِّرُ اللِّسَانَ: عاجزی سے عرض کرتے ہیں۔

**تشریح** : **اصبح**: صبح میں داخل ہوتا ہے۔ **الاعضاء**: یہ عضو کی جمع ہے۔ ہر وہ گوشت جو ہڈی سے بڑھا ہوا ہو وہ عضو کہلاتا ہے۔ (القاموس) اس کا اطلاق ٹکڑے اور جزء کیلئے بھی ہوتا ہے۔ (المصباح) یہاں یہی مراد ہے۔ **تکفر اللسان**: اس کی وضاحت **تقول اتق اللہ فینا** سے کی۔

**النحو** : یہ جملہ ماقبل کا بدل یا بیان ہے۔ **فانما نحن بك**: ہمیں اس کا بدلہ ملے گا جو تو کرے گی۔ یہ حصر اضافی ہے۔ **استقمنا القوام**: برابری اور اعتدال کو کہتے ہیں۔ یعنی اگر تو اعتدال اختیار کرے گی تو ہم معتدل رہیں گے۔ **اعوججنا**۔ عَوَج: جسم میں ٹیڑھا یا اعتدال کی ضد ہے۔ **عوج یعوج العود**۔ معانی میں کہتے ہیں: **عوج فی الامر**۔

ابوزید کا قول: جو آنکھ سے نظر آئے وہ عَوَج: اور جو نظر نہ آئے وہ عِوَج۔ (المصباح)

طیبی کہتے ہیں: زبان دل کا خلیفہ اور ترجمان ہے۔ اور انسان دو چیزوں کا نام ہے۔ دل اور زبان۔ جیسے کہتے ہیں: **المرء باصغریہ۔ لسان الفتی نصف ونصف فؤادہ**: تکفیر لسانی کا معنی موجب التکفیر ہے۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (٢٤١٥) وأبو نعیم (٤/٣٠٩)

الفرائد: زبان ہی تو کفر و ایمان کے بیان کا آلہ ہے اس کی حفاظت سے تمام اعضاء استقامت اختیار کریں گے۔

۱۵۲۳: وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: "لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ، وَاِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ: تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، تُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ، اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا" ثُمَّ قَالَ: "اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَآءُ النَّارَ، وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ" ثُمَّ تَلَا: "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" حَتّٰى بَلَغَ يَعْمَلُوْنَ ثُمَّ قَالَ: "اَلَا اُخْبِرُكَ بِرَاْسِ الْاَمْرِ، وَعَمُوْدِهٖ، وَذِرْوَةِ سَنَامِهٖ قُلْتُ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ، وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ" ثُمَّ قَالَ: "اَلَا اُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ؟" قُلْتُ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ قَالَ: "كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا" قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ؟ فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهٗ فِيْ بَابٍ قَبْلَ هٰذَا۔

۱۵۲۳: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور آگ سے دور کر دے۔ آپؐ نے فرمایا: ''تو نے بہت بڑی بات پوچھی۔ یہ بات اُس کے لئے آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان فرما دے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بنا' نماز کو قائم کر' زکوٰۃ ادا کر' رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ کا حج کر اگر تجھے وہاں پہنچنے کی طاقت ہو۔ پھر فرمایا کیا بھلائی کے دروازے نہ بتلا دوں؟ (پھر خود ہی) فرمایا: ''روزہ ڈھال ہے اور صدقہ غلطی کو اس طرح مٹاتا ہے جس طرح پانی آگ بجھاتا ہے۔ آدمی کا آدھی رات کو نماز ادا کرنا'' پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ ''ان کے پہلو خوابگاہوں سے الگ رہتے ہیں''۔ یہاں تک کہ ﴿يَعْمَلُوْنَ﴾ تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کیا میں تمہیں اس معاملے کی جڑ اور اس کے ستون اور اس کے کوہان کی چوٹی نہ بتلا دوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا سارے معاملے کی جڑ اسلام' اس کا ستون نماز اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔ پھر فرمایا: ''کیا میں تم کو ان سب کا مدار نہ بتلا دوں؟ میں نے عرض کیا۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ پس آپؐ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا: ''اس کو اپنے اوپر روک کر رکھ''۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم سے اس چیز کا مواخذہ ہوگا جو ہم بات چیت کرتے ہیں؟ تو فرمایا تمہاری ماں تمہیں گم

پائے۔ لوگوں کو ان کی زبانوں کی کھیتیاں ہی جہنم میں اوندھا ڈالیں گی''۔ (ترمذی)
حدیث حسن صحیح ہے اسکی شرح اس سے ماقبل باب میں گزری۔

**تشریح**: **یدخلنی الجنه**: اس میں اسناد مجازی ہے اسی طرح یباعدنی میں بھی۔ **عظیم**: تنوین تعظیم کیلئے ہے۔ یعنی تم نے بہت بڑا سوال کیا۔ **وانه یسیر**: جب عظیم کا لفظ لایا گیا تو اس کے امتناع اور گراں ہونے کا وہم ہوا۔ تو آسانی کا وہم دلانے کیلئے منکر کے قائم مقام قرار دے کرتا کیدات ذکر کر دیں۔

**نکتہ**: اس سے یہ بتلایا کہ خیر کا کوئی عمل توفیق و اعانت الٰہی کے بغیر نہیں ہوتا۔ تعبد: ۱) یہ ان تعبد ہے۔ ۲) فعل کو مصدر کی جگہ لاتے۔ یہ عظیم سے بدل ہے۔ ۳) عطف بیان ہے (کشاف) مگر یہ کمزور ہے۔ ۴) ھو محذوف کی خبر ہے **ھو عبادۃ الله**۔ **لا تشرك به شيئاً**: یہ جملہ حالیہ اس ضمیر سے جو ماقبل فعل میں پائی جاتی ہے۔ **شیئاً**: کا لفظ مفعول یا مصدریت کی وجہ سے منصوب ہے۔ **الصلاۃ**: فرض نماز مراد ہے۔ **الزکاۃ**: فرض زکوۃ مراد ہے۔ حج سے یا تو اس لئے سکوت فرمایا کہ وہ اس وقت تک فرض نہ تھا۔ یا معاذ کو اس کی استطاعت نہ تھی یا چند پر اکتفاء سے بقیہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ یا روات سے نسیاناً رہ گیا جیسا بعض نسخوں میں موجود ہے۔ **جُنة**: آگ سے بچانے کا سبب کا ذریعہ۔ **تطفی الخطیئة**: اس پر مرتب ہونے والی وعید اور اس کے عذاب والے اثر کو زائل کرتا ہے۔ **یطفی الماء**: یعنی اس کا کوئی اثر باقی رہنے نہیں دیتا۔ **صلاۃ الرجل**: اس کے اشرف ہونے کی وجہ سے اس پر اختتام فرمایا۔ تاخیر ذکر سے مرتبے میں تاخیر کا وہم پیدا ہوتا تھا اس کا ازالہ اس طرح فرمایا: ''**تتجافی جنوبهم عن المضاجع یدعون ربهم الایه**'' قیام نماز کیلئے خواب گاہوں سے ان کے پہلو الگ رہتے ہیں۔ وہ اپنے رب سے اس کا فضل مانگنے والے ہیں۔ اس کے عذاب سے خوف زدہ اور اس کی رحمت کی طمع کرنے والے ہیں اور عبادات بدنیہ و مالیہ کو جمع کرنے والے ہیں۔ **خوف و طمع**: یہ دونوں حال یا مفعول ہیں۔ **ما أخفي لهم من قرة أعين**: یعنی وہ چیزیں جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

**النحو**: ''ما'' کا بیان ہو کر ظرف محل حال میں ہے۔ **جزاء بما كانوا یعملون**: اعمال سے طاعات مراد ہیں۔

**نکتہ**: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے جو عطیات ان کو عنایت فرمائے ان کو ان کے اعمال پر مشابہت کی وجہ سے مرتب فرمایا۔

**رأس الامر**: اس سے اعلیٰ اور مشہور مراد ہے۔ **سنامه الجهاد**: نحو: یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ ای **الموصوف بما ذکر**: **کفّ**: روکنے کے معنی میں آتا ہے۔ **وإنا لمؤاخذون**: سرعت حصول کی وجہ سے زبان کی باتوں پر مواخذے کو بعید قرار دیا۔ **ثکلتك أمك**: ثکل۔ یہ باب تعب ہے اس کا معنی تمہیں گم کرے۔ یہ لغوی معنی ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا دوسری روایت'' ''**فاظفر بذات الدین تربت یداك**'' بطور تعجب یہ کلام ہے۔ بددعا مقصود نہیں۔ **وهل یکب**: آگ میں پلٹنا۔ اوندھا ڈالنا۔ یہ جملہ استفہامیہ مقدر پر معطوف ہے۔ ''**أي أوَ تسأل عن هذا مع ظهوره وأنت الفقيه الألمعي**''۔ اسی وجہ سے اس کے بعد استفہام انکاری لایا گیا ہے۔ ''**ای ما یکبهم فیها الا ما یتکلمون به**'' ان کو آگ وہی کلام تو ڈالے گا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۸/۲۲۰۷۷) والترمذی (۲۶۲۵) وابن ماجه (۳۹۷۳)

**الفرائد**: زبان کو ناراضگی باری تعالیٰ کی باتوں سے بچانا جنت کا باعث ہے۔ اصل نجات نار تعجیل اور مرسہ اجتناب

نواھی سے ہوگی۔

۱۵۲۴ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ؟ قَالُوْا : اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ، قَالَ :"ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَكْرَهُ" قِیْلَ :اَفَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ؟ قَالَ :"اِنْ كَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۲۴: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہوتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا تذکرہ اس بات سے کرنا جو وہ ناپسند کرتا ہے۔ عرض کیا گیا اگر میرے بھائی میں وہ بات ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو پھر؟ فرمایا: ''اگر اس میں وہ بات پائی جاتی ہے جو تو کہتا ہے تو تُو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ بات اس میں پائی نہیں جاتی تو تُو نے اس پر بہتان باندھا''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ما الغیبة: اس کی حقیقت شرعیہ کیا ہے۔ اللّٰه ورسوله اعلم: ۱) ادب کے طور پر یہ بات کہی اور علم کی حدود رک جانے کو ظاہر کرنے کیلئے کہی۔ ذکرک: یہ ھی ذکرک ہے۔ بما یکرہ: اس کی برائی ۲) اس بات کو جسے وہ ناپسند سمجھتا ہے۔ افرایت: یہ اخبرنی کے معنی میں ہے۔ ان کان فی اخی ما اقول: اس کا جواب حذف کر دیا۔ ''ای فھو غیبة'' یہ اس کو بھی شامل ہے جو اس میں پائی جاتی ہے اور جو اس میں پائی نہیں جاتی۔ فیه ما تقول اَلنَّحْوُ: ظرف کان کی خبر مقدم ہے۔ اور ما اس کا اسم ہے۔ ضمیر عائد محذوف ہے۔ جبکہ ما موصولہ یا موصوفہ ہو۔ ۲) اگر ما مصدریہ ہو تو صلہ سمیت مصدر اسم ہے۔ اغتبته: کیونکہ غیبت کی تعریف اس پر صادق ہے۔ بھته: اس پر جھوٹ باندھا۔ اس جملہ کو لانے کا فائدہ یہ ہے کراھت کی قید اس میں برابر پائی جاتی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۹۰۱۹) ومسلم (۲۵۸۹) وأبو داود (۴۸۷۴) والترمذی (۱۹۳) وابن حبان (۵۷۵۸) والدارمی (۲۷۱۴) والبیهقی (۱۰/۲۴۷)

**الفوائد** : مسلمان کی غیبت حرام ہے اور بہتان تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

۱۵۲۵ :وَعَنْ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ یَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًی فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ :"اِنَّ دِمَآءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَیْكُمْ كَحُرْمَةِ یَوْمِكُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِكُمْ هٰذَا ، فِیْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۵۲۵: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر یوم نحر کے دن خطبہ میں یہ بات ارشاد فرمائی۔ ''بے شک تمہارے خون اور تمہارے اموال اور

تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں جس طرح اس شہر او راس مہینے میں تمہارے اس دن کی حرمت ہے سنو! کیا میں نے بات پہنچا دی''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **ان دماء کم واموالکم واعراضکم حرام علیکم**: یعنی مسلمان کے مال، خون، عزت پر وہ تعرض حرام ہے جس کی شارع کی طرف سے اجازت نہیں گئی۔ **یومکم ھذا**: اس سے مراد یوم نحر جو کہ حج اکبر کا دن ہے جیسا مفسرین کی ایک جماعت سے نقل کیا۔ **فی شھر کم ھذا**: ماہ ذی الحجہ مراد ہے۔ جو کہ اشہر دم سے تھا۔ **فی بلدکم ھذا**: اس سے مکہ شہر مراد ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق سماوات وارض کے دن سے حرمت والا بنایا ہے۔

**الا**: یہ حرف تنبیہ ہے۔ **ھل بلغت**: یعنی جس کے پہنچانے کا مجھے حکم دیا گیا تھا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢٠٤٠٨/٧) والبخاری (٦٧) ومسلم (١٦٧٩) وأبو داود (١٩٤٨) والترمذی (١٥٢٠) والنسائی (٤٤٠١) وابن ماجه (٢٣٣) وابن حبان (٣٨٤٨) وابن خزيمة (٢٩٥٢) والبيهقی (٢٩٨/٣)

**الفوائد** : مسلمانوں کے مال وجان واعراض کی بے حرمتی سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

۞ ۞ ۞

**١٥٢٦** : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ا حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا – قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ: تَعْنِيْ قَصِيْرَةً فَقَالَ: "لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ قَالَتْ وَحَكَيْتُ لَهُ إِنْسَانًا فَقَالَ: "مَا أُحِبُّ أَنِّيْ حَكَيْتُ إِنْسَانًا وَأَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

وَمَعْنٰى: "مَزَجَتْهُ" خَالَطَتْهُ مُخَالَطَةً يَتَغَيَّرُ بِهَا طَعْمُهُ أَوْ رِيْحُهُ لِشِدَّةِ نَتْنِهَا وَقُبْحِهَا وَهٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ أَبْلَغِ الزَّوَاجِرِ عَنِ الْغِيْبَةِ– قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾۔

**١٥٢٦**: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے لیے صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایسا ہونا کافی ہے۔ بعض راویوں نے کہا مراد ان کا چھوٹا قد تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''تو نے ایک بات ایسی کہہ دی کہ اگر اس کو سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو اس کا ذائقہ تبدیل ہو جائے''۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے تو ایک انسان کا ذکر بطور حکایت کے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میں کسی انسان کا تذکرہ بطور حکایت کروں خواہ اس کے بدلے مجھے اتنا اتنا (کچھ) ملے''۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**مَزَجَتْهُ** : اس کا ذائقہ بدل ڈالے یا اس کی بو کو اپنی قباحت وگندگی سے بدبو بنا دے۔ یہ روایت غیبت کیلئے بلیغ ترین ڈانٹ ہے' اللہ نے سچ فرمایا: ''(ہمارا پیغمبر) خواہش نفس سے کچھ نہیں بولتا' وہ جو کچھ بولتا ہے' وہ وحی ہی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے''۔

**تشریح** حسبك: تمہیں کافی ہے۔ کذا و کذا: اس سے چھوٹے ہونے کو بطور کنایہ ذکر کیا اور یہ سوتنوں کے درمیانی باہمی غیرت محبت میں پیش آیا۔ مُزِجَتْ بماء البحر لمزجته: پہلا مجہول اور دوسرا معروف ہے۔ حکیت له: کسی انسان کی ایسی کیفیت جو اس کو ناپسند ہو۔ وان لی کذا و کذا: یہ جملہ حالیہ ہے۔ اسی حال کونی مقابلا منها او عنها بکذا و کذا: کیونکہ اس کا گناہ اتنا شدید ہے کہ اس کے مقابل جو بھی لیا جائے وہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔

ما قولی کا قول: میں تو یہ پسند نہیں کرتا کہ میں کسی انسان کی اس طرح حکایت بیان کروں۔ عرب کہتے ہیں حکاہ و حاکاہ اور محاکاۃ عموماً یہ قبیح کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ گویا وہ لنگڑا چل رہا ہے وغیرہ اور اسی طرح دیگر ھیئات کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

مزجته: کا معنی یہ ہے اس چیز سے ملایا اس کی شدید بدبو سے اس کا ذائقہ بدل گیا۔ نتن کا باب تعب ہے۔ مزجت اور اختلاط کا ایک معنی ہے۔

**نکتہ**: یہ روایت غیبت کی قباحت کو خوب بیان کر رہی ہے کہ جب ایک کلمے کا یہ حال ہے۔ کہ سمندر کو بگاڑ ڈالے تو غیبت کا کیا حال ہوگا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٩/٢٥٦١٧) وأبو داود (٤٨٧٥) والترمذی (٢٥١٠)

**الفرائد**: خبیث کلمہ کی گندگی بول و براز کی بدبو سے بہت بڑھ کر ہے۔

۱۵۲۷: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ "لَمَّا عُرِجَ بِيْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ اَظْفَارٌ مِّنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ، فَقُلْتُ : مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ ، وَيَقَعُوْنَ فِيْ اَعْرَاضِهِمْ! —رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

۱۵۲۷: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو زخمی کر رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبرائیل (علیہ السلام) یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزتوں پر حملہ کرتے ہیں"۔ (ابوداؤد)

**تشریح** عرج: یہ فعل مجہول ہے۔ یخمشون: زخمی کرنا۔ یہ جملہ فعلیہ حال بن سکتا ہے۔ وصف بھی بن سکتا ہے۔ ممکن ہے مستانفہ ہو۔ یاکلون لحوم الناس: گوشت خوری لذت کی کئی اقسام کو جامع ہے۔ غیبت کو گوشت کھانے سے مشابہت دی۔ گوشت کھانے کو غیبت کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا۔ اور تفسیر کے طور پر و یقعون فی اعراضھم کا عطف ڈالا۔ اور لوگوں کی اعراض کو گزرگاہ سے تشبیہ دی اور بطور استعارہ گرنے والے گڑھوں کے کناروں سے تشبیہ دی جن میں گوشت پڑا ہو۔ اس کیلئے گرنے کا ثبوت یہ استعارہ تخیلیہ ہے۔ امام احمد نے نقل کیا یا رسول اللہ فلاں فلاں عورت نے روزہ

رکھا سو وہ قریب المرگ ہو چکی ہیں۔ آپ نے فرمایا ان دونوں کا بلا لاؤ۔ ان میں سے ایک سے کہا قے کرو۔ اس نے خون، گوشت، پیپ کی ملی جلی قے کی اور دوسرے نے بھی اسی طرح۔ پھر آپ نے فرمایا۔ انہوں سے حلال چیز سے روزہ رکھا اور چیز سے توڑا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ ایک دوسری کے ہاں گئی اور لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں یہاں تک کہ ان کے پیٹ پیپ سے بھر گئے۔ یہ حدیث شاہد ہے کہ حدیث بالا کے اول حصے کے ظاہر پر محمول کریں گے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۴/۱۳۳۳۹) وأبو داود (۴۸۷۸)

**الفوائد** : غیبت اور قذف نہایت گندی حرکات ہیں ان سے مسلمان کو بچنا ضروری ہے۔

۱۵۲۸ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ : دَمُهُ وَعِرْضُهُ وَمَالُهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۲۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خون' عزت اور مال حرام ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ حرام: یہ حرمت کے معنی میں ہے۔ دمه: یہ ضمائر مسلم کی طرف لوٹتی ہیں۔ العرض: وجہ مراد ہے۔

## ۲۵۵ : بَابُ تَحْرِيْمِ سَمَاعِ الْغِيْبَةِ وَاَمْرِ مَنْ سَمِعَ غِيْبَةً مُحَرَّمَةً بِرَدِّهَا وَالْاِنْكَارِ عَلٰى قَائِلِهَا فَاِنْ عَجَزَ اَوْ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ فَارَقَ ذٰلِكَ الْمَجْلِسَ اِنْ اَمْكَنَهُ

## باب: غیبت کا سننا حرام ہے اور آدمی غیبت کو سن کر اس کی تردید و انکار کرے اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اس مجلس کو حتی المقدور چھوڑ دے

**تشریح** ۞ غیبت کی طرح چغل خوری، تہمت، جھوٹ بھی محرمات قولیہ میں شامل ہیں۔ بردها: اس کی تردید کر دی۔ والانکار: اس کا انکار کیا تا کہ وہ اس سے رک جائے۔ یہ حکم اسے ہے جو قدرت رکھتا ہو۔ اگر کمزوری کی وجہ سے اس سے عاجز ہو یا انکار تو کیا مگر قائل نے شدت عناد اور داعیہ فساد کی وجہ سے قبول نہیں کیا۔ فارق: تو مذکورہ مقام سے الگ ہو جائے۔ ان امکنه: اس میں نفس و مال پر مامون ہو۔ ان کے متعلق خطرہ شرعاً خطرہ شمار ہوتا ہے۔

### الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ﴾ [القصص : ۵۵] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَالَّذِيْنَ

هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾ [المومنون:٣] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ [الاسراء:٣٦] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الانعام:٦٨]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں''۔ (القصص) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ لوگ جو لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں''۔ (المومنون) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً کان' آنکھ اور دل ان تمام کے متعلق جواب دہی ہوگی''۔ (الاسراء) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات کے متعلق طعن و تشنیع کر رہے ہیں ان سے اس وقت تک الگ رہو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مصروف ہو جائیں اور اگر تجھے (اے مخاطب) شیطان بھلا دے تو پھر یاد آ جانے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو''۔ (الانعام)

**تشریح** ۞ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ: لغو سے یہاں مراد بری بات ہے۔ اَعْرَضُوْا: عزت اور بچاؤ کے طور پر اس سے اعراض کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ: ہر لایعنی قول و فعل لغو میں شامل ہے۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا: کان، آنکھ، دل سب کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ...... خوض: سے طعن واستہزاء۔ فاعرض: ان کی مجلس چھوڑ دو۔ غیرہ: ضمیر مذکر قرآن مجید کے اعتبار سے لائی گئی ہے۔

يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ: وسوسہ اندازی کیلئے ان کی مجلس میں شریک ہونے کی ممانعت فرمائی۔ کہ یاد آنے کے بعد وہاں نہ بیٹھیں کیونکہ وہ لوگ ظالم ہیں کیونکہ تصدیق کی بجائے تکذیب واستہزاء پر اترے ہیں۔

## الروايات

١٥٢٩ : وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :''مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

١٥٢٩: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس چہرے سے آگ رد (دور) فرما دیں گے''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ من رد عن عرض اخیہ: یہاں بھائی سے مسلمان بھائی مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو مؤمن کی غیبت کرنے لگے وہ اسے روکے۔ وقوع سے پہلے تو ڈانٹ ڈپٹ سے کام لے اور کر لینے کے بعد اس کی تردید کر لے۔ رد اللہ عن وجھہ: قیامت کے دن اس کو یہ بدلا اس لئے ملے گا کیونکہ اس نے غیبت کا ارادہ کرنے والے کو عذاب سے محفوظ کر دیا۔

پس آخرت میں اس کو وہ بدلہ مل گیا جو غیبت کرنے والا اگر کر لیتا تو اس کو اس کی سزا میں مبتلا ہونا پڑتا۔ بیہقی کی روایت میں من رد عن عرض أخیه كان له حجابا من النار"۔ طبرانی میں ان کے ساتھ یہ اضافہ بھی ہے۔ "كان حقا على الله ان يرد عنه نار جهنم يوم القيامة" ابن ابی الدنیا نے اس میں اخیہ کے بعد بالغیبہ اور ان يعتقه من النار کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۰/۲۷۶۰٦) والترمذي (۱۹۳۸)

**الفوائد** : بدلہ جنس عمل سے ملتا ہے۔ مسلمان کی عزت سے دفاع کرنا چاہیے۔

۱۵۳۰ : وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ الْمَشْهُوْرِ الَّذِيْ تَقَدَّمَ فِيْ بَابِ الرَّجَآءِ قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ فَقَالَ :"اَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُمِ؟ فَقَالَ رَجُلٌ : ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَلَا رَسُوْلَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "لَا تَقُلْ ذٰلِكَ اَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ ، وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَعِتْبَانُ" بِكَسْرِ الْعَيْنِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَحُكِيَ ضَمُّهَا وَبَعْدَهَا تَآءٌ مُثَنَّاةٌ مِنْ فَوْقُ ثُمَّ بَآءٌ مُوَحَّدَةٌ وَالدُّخْشُمُ بِضَمِّ الدَّالِ وَاِسْكَانِ الْخَآءِ وَضَمِّ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَتَيْنِ۔

۱۵۳۰ : حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان کی مشہور روایت میں جو گزشتہ باب الرجاء میں گزر چکی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا: "مالک بن دُخشم کہاں ہے؟ ایک آدمی نے کہا وہ تو منافق ہے۔ اس کو اللہ اور اس کے رسول سے کوئی محبت نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسا مت کہو۔ کیا تم نہیں دیکھا کہ اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خالص اللہ کی رضا کے لئے پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے خالص اس کی خاطر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے والے پر آگ کو حرام قرار دیا"۔ (بخاری و مسلم)

عِتْبَانُ : مشہور راوی عتبان عین کے ضمہ کے ساتھ بھی استعمال ہوا ہے۔

اَلدُّخْشُمُ : دال اور شین کے ضمہ کے ساتھ آتا ہے۔

**تشریح** : مشهور : سے مراد جو لوگوں میں معروف ہے۔ فقال رجل ذلك منافق: اس سے ان کی تحقیر اور اس مجلس عالیہ کے لائق نہ ہونے کی طرف اشارہ تھا۔ لا يحب الله ورسوله۔

**اَلنَّحْوُ** : یہ دوسری صفت۔ ۲) حال ہے۔ ۳) جملہ مستانفہ ہے۔ لا تقل: یہ نہی تحریمی ہے۔ اسم بعید اس گناہ کے بڑے ہونے کی طرف اشارہ کیلئے لایا گیا ہے۔ يريد بذلك وجه الله: وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا طالب ہے۔ یہ فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ شاید کہ یہ کہنے والا وہ پہلا آدمی ہے۔ جس سے سبقت لسانی ہوئی یا اور کوئی۔ دلوں کی حالت کی اطلاع اللہ تعالیٰ کو ہے اور وحی کے ذریعہ وہ اپنے رسول ﷺ کو بھی دے دیتا۔ ہر انسان کو کہاں خبر۔ قد حرم على النار: یعنی کفار کو سزا دینے کیلئے بنائی

گئی ہے۔پس بعض گناہ گار مؤمنوں کو جو سزا دی جائے گی یہ اس کے خلاف نہیں ۔ یبتغی بذلك وجه الله: اس میں خبر دار کیا کہ عمل صالح وہی فائدہ مند ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ اور وہ بندہ اس کے فریضہ عبودیت کو ادا کرنے والا اور اس کا قرب چاہنے والا ہو۔

**تخریج** : باب الرجاء میں تخریج گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۵۳۱: وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ فِيْ قِصَّةِ تَوْبَتِهٖ وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ التَّوْبَةِ – قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ : "مَا فَعَلَ كَعْبُ ابْنُ مَالِكٍ؟" فَقَالَ : رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَبَسَهٗ بُرْدَاهُ وَالنَّظْرُ فِيْ عِطْفَيْهِ فَقَالَ لَهٗ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، بِئْسَ مَا قُلْتَ : وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا ، فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"عِطْفَاهُ" جَانِبَاهُ ، وَهُوَ إِشَارَةٌ إِلَى إِعْجَابِهٖ بِنَفْسِهٖ۔

۱۵۳۱: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی طویل روایت میں اپنی توبہ کا واقعہ نقل کرتے ہیں ۔ باب توبہ میں گزرا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے آپؐ نے فرمایا کعب بن مالک نے کیا کیا؟ بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا اس کو اس کی دو چادروں اور کندھوں پر نگاہ ڈالنے نے روک دیا (تکبر و خود پسندی مراد ہے) اس کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تُو نے بہت بری بات کہی ۔ اللہ کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم نے ان میں بھلائی ہی پائی ہے ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی ۔ (بخاری و مسلم)

عِطْفَاهُ: اطراف یہ خود پسندی کی طرف اشارہ ہے۔

**تشریح** ۞ بتبوك: یہ لفظ منصرف وغیر منصرف دونوں طرح درست ہے۔ فقال له: اس غیبت والے کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے تردید کے طور پر کہا۔ یا رسول الله ما عملنا علیه إلا خیراً: یہ جواب قسم ہے۔ جملہ ندائیہ معترضہ ہے جو خصوصی توجہ دلانے کیلئے لایا گیا ہے۔

فسکت رسول الله ﷺ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کی تردید کی اپنی خاموشی سے تصدیق فرما دی۔ النظر فی عطفیه: یہ خود پسندی سے کنایہ ہے۔

**تخریج** : کتاب المأمورات

**الفرائد** : کتاب المأمورات باب التوبہ میں روایت گزر چکی ہے۔

# ۲۵۶ :بَابُ مَا يُبَاحُ مِنَ الْغِيبَةِ

## باب : جو غیبت مباح ہے

**تشریح :** اس سے مراد وہ قسم ہے۔ جس کے کرنے والے کے ذمہ نہ تو وہ گناہ ہوتا ہے جو گذشتہ باب میں مذکور ہوا کیونکہ اس کا دارومدار کسی خاص مصلحت یا حاجت پر ہے۔

اَعْلَمْ اَنَّ الْغِيبَةَ تُبَاحُ لِغَرَضٍ صَحِيحٍ شَرْعِيٍّ لَّا يُمْكِنُ الْوُصُوْلُ اِلَيْهِ اِلاَّ بِهَا وَهُوَ بِسِتَّةِ اَسْبَابٍ :اَلْاَوَّلُ التَّظَلُّمُ فَيَجُوْزُ لِلْمَظْلُوْمِ اَنْ يَّتَظَلَّمَ اِلَى السُّلْطَانِ وَالْقَاضِيْ وَغَيْرِهِمَا مِمَّنْ لَهُ وِلَايَةٌ اَوْ قُدْرَةٌ عَلٰى اِنْصَافِهِ مِنْ ظَالِمِهِ فَيَقُوْلُ ظَلَمَنِيْ فُلَانٌ بِكَذَا ' اَلثَّانِيْ الْاِسْتِعَانَةُ عَلٰى تَغْيِيْرِ الْمُنْكَرِ وَرَدِّ الْعَاصِيْ اِلَى الصَّوَابِ فَيَقُوْلُ لِمَنْ يَّرْجُوْا قُدْرَتَهٗ عَلٰى اِزَالَةِ الْمُنْكَرِ : فُلَانٌ يَّعْمَلُ كَذَا فَازْجُرْهُ عَنْهُ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَيَكُوْنُ مَقْصُوْدُهُ التَّوَصُّلَ اِلٰى اِزَالَةِ الْمُنْكَرِ فَاِنْ لَّمْ يَقْصِدْ ذٰلِكَ كَانَ حَرَامًا ' اَلثَّالِثُ الْاِسْتِفْتَاءُ فَيَقُوْلُ لِلْمُفْتِيْ ظَلَمَنِيْ اَبِيْ ' اَوْ اَخِيْ اَوْ زَوْجِيْ ' اَوْ فُلَانٌ بِكَذَا فَهَلْ لَهٗ ذٰلِكَ ' وَمَا طَرِيْقِيْ فِي الْخَلَاصِ مِنْهُ وَتَحْصِيْلِ حَقِّيْ وَدَفْعِ الظُّلْمِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ ' فَهٰذَا جَائِزٌ لِلْحَاجَةِ وَلٰكِنَّ الْاَحْوَطَ وَالْاَفْضَلَ اَنْ يَّقُوْلَ :مَا تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَوْ شَخْصٍ اَوْ زَوْجٍ كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ كَذَا' فَاِنَّهٗ يَحْصُلُ بِهِ الْغَرَضُ مِنْ غَيْرِ تَعْيِيْنٍ وَّمَعَ ذٰلِكَ فَالتَّعْيِيْنُ جَائِزٌ كَمَا سَنَذْكُرُهٗ فِيْ حَدِيْثِ هِنْدٍ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ' اَلرَّابِعُ تَحْذِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الشَّرِّ وَنَصِيْحَتُهُمْ ' وَذٰلِكَ مِنْ وُّجُوْهٍ :مِنْهَا جَرْحُ الْمَجْرُوْحِيْنَ مِنَ الرُّوَاةِ وَالشُّهُوْدِ وَذٰلِكَ جَائِزٌ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ ' بَلْ وَاجِبٌ لِلْحَاجَةِ ' وَمِنْهَا الْمُشَاوَرَةُ فِيْ مُصَاهَرَةِ اِنْسَانٍ اَوْ مُشَارَكَتِهٖ ' اَوْ اِيْدَاعِهٖ ' اَوْ مُعَامَلَتِهٖ ' اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ ' اَوْ مُجَاوَرَتِهٖ – وَيَجِبُ عَلَى الْمُشَاوَرِ اَنْ لَّا يُخْفِيَ حَالَهٗ ' بَلْ يَذْكُرُ الْمَسَاوِيَ الَّتِيْ فِيْهِ بِنِيَّةِ النَّصِيْحَةِ وَمِنْهَا اِذَا رَاٰى مُتَفَقِّهًا يَتَرَدَّدُ اِلٰى مُبْتَدِعٍ ' اَوْ فَاسِقٍ يَّاْخُذُ عَنْهُ الْعِلْمَ ' وَخَافَ اَنْ يَّتَضَرَّرَ الْمُتَفَقِّهُ بِذٰلِكَ ' فَعَلَيْهِ نَصِيْحَتُهٗ بِبَيَانِ حَالِهٖ ' بِشَرْطِ اَنْ يَّقْصِدَ النَّصِيْحَةَ وَهٰذَا مِمَّا يُغْلَطُ فِيْهِ وَقَدْ يَحْمِلُ الْمُتَكَلِّمَ بِذٰلِكَ الْحَسَدُ ' وَيَلْبِسُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ ذٰلِكَ' وَيُخَيِّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ نَصِيْحَةٌ فَلْيَتَفَطَّنْ لِذٰلِكَ وَمِنْهَا اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وِلَايَةٌ لَّا يَقُوْمُ بِهَا عَلٰى وَجْهِهَا :اِمَّا بِاَنْ لَّا يَكُوْنَ صَالِحًا لَّهَا ' وَاِمَّا بِاَنْ يَّكُوْنَ فَاسِقًا ' اَوْ مُغَفَّلًا ' وَنَحْوَ ذٰلِكَ – فَيَجِبُ ذِكْرُ ذٰلِكَ لِمَنْ لَهٗ عَلَيْهِ وِلَايَةٌ عَامَّةٌ لِيُزِيْلَهٗ وَيُوَلِّيَ مَنْ يَّصْلُحُ ' اَوْ يَعْلَمَ ذٰلِكَ مِنْهُ لِيُعَامِلَهٗ بِمُقْتَضٰى

حَالِهِ وَلَا يَغْتَرَّ بِهِ، وَاَنْ يَّسْعى بِهِ اَنْ يَّحُثَّهٗ عَلَى الْاِسْتِقَامَةِ اَوْ يَسْتَبْدِلَ بِهِ، اَلْخَامِسُ اَنْ يَّكُوْنَ مُجَاهِرًا بِفِسْقِهٖ اَوْ بِدْعَتِهٖ، كَالْمُجَاهِرِ بِشُرْبِ الْخَمْرِ، وَمُصَادَرَةِ النَّاسِ، وَاَخْذِ الْمَكْسِ، وَجِبَايَةِ الْاَمْوَالِ ظُلْمًا، وَتَوَلِّي الْاُمُوْرِ الْبَاطِلَةِ - فَيَجُوْزُ ذِكْرُهٗ بِمَا يُجَاهِرُ بِهٖ، وَيَحْرُمُ ذِكْرُهٗ بِغَيْرِهٖ مِنَ الْعُيُوْبِ، اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ لِجَوَازِهٖ سَبَبٌ اٰخَرُ مِمَّا ذَكَرْنَاهُ، السَّادِسُ التَّعْرِيْفُ اِذَا كَانَ الْاِنْسَانُ مَعْرُوْفًا بِلَقَبٍ، كَالْاَعْمَشِ، وَالْاَعْرَجِ، وَالْاَصَمِّ، وَالْاَعْمٰى، وَالْاَحْوَلِ، وَغَيْرِهِمْ جَازَ تَعْرِيْفُهُمْ بِذٰلِكَ، وَيَحْرُمُ اِطْلَاقُهٗ عَلٰى جِهَةِ التَّنْقِيْصِ، وَلَوْ اَمْكَنَ تَعْرِيْفُهٗ بِغَيْرِ ذٰلِكَ كَانَ اَوْلٰى فَهٰذِهٖ سِتَّةُ اَسْبَابٍ ذَكَرَهَا الْعُلَمَآءُ وَاَكْثَرُهَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ، وَدَلَائِلُهَا مِنَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ مَشْهُوْرَةٌ فَمِنْ ذٰلِكَ۔

امام نووی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کسی بھی ایسے صحیح غرض شرعی کی بناء پر غیبت جائز ہے جس تک اس کے بغیر نہ پہنچا جا سکے اور اس کے چھ اسباب ہیں: (۱) ظلم' مظلوم کو جائز ہے کہ بادشاہ یا قاضی کے پاس ظلم کی شکایت و حکایت کرے یا اس کے سامنے یا حاکم مجاز کے سامنے ذکر کرے جو ظالم سے بدلہ لے سکتا ہو۔ اس طرح بیان کرے کہ فلاں نے مجھ پر اس طرح ظلم کیا۔ (۲) برائی کو روکنے میں مدد کرنے کے لئے' اور گناہ گار کو درست راہ پر لانے کی غرض سے ہو پس اس طرح کہے اس کو جو منکر کو تبدیل کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ اس طرح کہے کہ فلاں آدمی یہ کام کر رہا ہے اس کو ڈانٹو اور اسی طرح کے الفاظ سے اس کا اصل مقصود یہ ہو کہ برائی کا ازالہ ہو جائے اگر یہ مقصد بھی نہ ہو تو پھر بھی شکایت حرام ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ فتویٰ طلب کرے اور مفتی کو اس طرح کہے کہ میرے والد یا بھائی یا میرے خاوند یا فلاں شخص نے اس طرح ظلم کیا ہے۔ کیا اس کو اس ظلم کا حق ہے؟ اور اگر نہیں تو پھر میرے اس سے چھوٹنے اور اپنے حق کو پانے اور ظلم کو دور کرنے کا راستہ کیا ہے؟ اور اسی طرح کے الفاظ کہے یہ ضرورتاً جائز ہے لیکن زیادہ احتیاط اور فضیلت اس میں ہے کہ مفتی کو اس طرح سوال کرے کہ ایسے مرد یا شخص یا خاوند کا کیا حکم ہے جس کا معاملہ اس طرح ہو؟ اس طرح بغیر متعین کرنے کے مقصد حاصل ہو جائے گا۔ مگر پھر تعین کرنا بھی جائز ہے جس طرح کہ ہم عنقریب حدیث ہند ذکر کریں گے۔ (۴) چوتھا مسلمانوں کو ڈرانے کے لئے اور ان کو نصیحت کرنے کے لئے' اور اس کے کئی طریقے ہیں' ان میں سے ایک طریقہ راویوں اور گواہوں پر جرح کرنا ہے اور یہ تمام مسلمانوں کے اجماع سے جائز ہے بلکہ ضرورت کے وقت واجب ہے۔ دوسرے کسی انسان کو داماد بنانے کے لئے مشورہ کرنا یا کسی کو اس کو شریک کار بنانے کے لئے یا اس کے پاس امانت رکھنے کے لئے یا اس سے کوئی معاملہ کرنے کے لئے یا اس کے علاوہ اور کوئی اس کے پڑوس وغیرہ اختیار کرنے کے لئے ہو۔ اس صورت میں مشورہ دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کی حالت کو بالکل نہ چھپائے بلکہ خیر خواہی کی نیت کے ساتھ اس کی تمام برائیاں ذکر کر دے۔ تیسرا یہ کہ جب کسی طالب علم کو کسی بدعتی یا فاسق سے علم حاصل کرتا دیکھے اور خطرہ ہو کہ یہ طالب علم اس سے نقصان

اٹھائے گا اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی حالت کو بیان کر کے طالب علم کو نصیحت کر دے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ نصیحت مقصود ہو اور اس کے اندر بہت ساری غلطیاں کی جاتی ہیں کبھی تو ان غلطیوں کا باعث متکلم کا حسد ہوتا ہے اور شیطان اس پر معاملے کو خلط ملط کر دیتا ہے اور اس کے دماغ میں یہ بات ڈالتا ہے کہ یہ خیر خواہی ہے (حالانکہ یہ حسد کی کارروائی ہے) اس میں خوب بیدار مغزی کی ضرورت ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ اس کو عہدہ ملا ہوا لیکن وہ اس کے حقوق کو صحیح انجام نہ دیتا ہو خواہ اس لئے کہ اس میں حکومت کی صلاحیت ہو یا نہیں یا اس لئے کہ وہ فاسق یا کم عقل ہے یا اسی طرح کی اور صورت ہو تو اس صورت میں اس کا تذکرہ ایسے آدمی کے سامنے کرنا ضروری ہے جو اس سے بڑے عہدے پر ہوتا کہ وہ اس کو تبدیل کر دے اور کسی ایسے آدمی کو جو مناسب ہو حاکم بنائے یا اس کو یہ بات بتلا دے تاکہ وہ اس نچلے حاکم کے ساتھ اس کی حالت کے مطابق معاملہ کرے اور اس کے بارے میں دھوکے میں نہ رہے اور وہ یہ کوشش کرے یا تو وہ اس کو سیدھے راستے پر قائم رہنے کے لئے آمادہ کرے یا اسے بدل ڈالے۔ (۵) کہ کوئی آدمی کھلے طور پر فسق و بدعت اختیار کرنے والا ہو مثلاً اعلانیہ شراب نوشی کرتا ہے اور لوگوں کا مال لیتا ہے اور ان سے بھتہ وصول کرتا ہے یا ظلماً ٹیکس لیتا ہے اور غلط کاموں کی سرپرستی کرتا ہے تو اس کا تذکرہ کھلم کھلا ضروری ہے مگر اس کے دوسرے عیوب (مخفی) کا ذکر کرنا حرام ہے مگر یہ کہ اس کے جواز کی کوئی دوسری وجہ ثابت ہو جائے جن کا ہم نے ذکر کیا۔ (۶) مشہور نام سے پکارنا جب کوئی آدمی کسی لقب سے مشہور ہو مثلاً اعمش، اعراج، اصم، اعمیٰ احوال وغیرہ تو مشہور نام سے ہی اس کا تذکرہ جائز ہے مگر تنقیص کے طور پر اس کا اطلاق حرام ہے۔

یہی چھ اسباب ہیں جن کو علماء نے ذکر کیا ان میں اکثر پر علماء کا اتفاق ہے اور ان کے دلائل صحیح احادیث میں مذکورہ ہیں اور جن میں سے چند احادیث یہ ہیں۔

**تشریح** ۞ شرعی: ذاتی غرض کیلئے مباح نہ ہوگی۔ اور وہ ایسی غرض ہو کہ جس تک اس کے بغیر پہنچا نہ جا سکتا ہو۔ هو ستة أسباب: وہ مذکورہ غرض چھ اسباب ہیں۔ ۱) التظلم: مظلوم اپنے ظلم ایسے شخص کو بیان کر سکتا ہے جو ازالہ ظلم میں اس کی معاونت کر سکتا ہے۔ جیسے بادشاہ، قاضی وغیرہ۔ أو قدرة: وہ ظالم سے انصاف کی قدرت رکھتا ہو۔ مثلاً والد ولد پر اور آقا غلام پر اور ولی اپنے مولیٰ پر حق رکھتے ہیں۔ مظلوم اس طرح کہے: ظلمني فلان: فقط اپنے ظلم کو ذکر کرے۔ اس سے تجاوز نہ کرے کیونکہ ضرورت بقدر ضرورت کی حد تک ہے اور اگر وہ اس سے بھی درگزر کرتا اور عفو درگزر سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کی نصرت پر اکتفاء کرتا ہے تو یہ اولیٰ ہے۔ ۲) منکر کو بدلنے پر اور گناہ گار کو درست سمت کی طرف لوٹانے کیلئے مدد طلب کرنا یہ پہلے میں تو ازالہ منکر ہے جبکہ دوسرے میں طاعات پر قائم کرنا ہے۔ پس جس شخص کے متعلق ازالہ منکر پر قدرت کی امید ہو خواہ وہ حاکم ہو یا اور کوئی شخص مثلاً والد وغیرہ کو کہے۔ ایسے شخص کو نہ کہے جو ازالہ پر قدرت نہ رکھتا ہو اس لئے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں اگر یہ شخص سرعام کرنے والا ہو اور اس بات کو پھیلانے سے اس کو زجر مقصود ہو تا کہ وہ باز آ جائے۔ تو اس طرح کہے کہ فلاں شخص ایسی حرکت کر رہا ہے۔ اس کو اس سے باز آ جانا چاہئے ایسی عبارات لائے جو باعث زجر ہوں۔ اور اگر ازالہ منکر مقصود نہ ہو خواہ

اپنے نفس کی شفاء کا قصد ہو یا نہ ہو بہر صورت حرام ہے۔ کیونکہ یہ ضرورت کو زائد کیلئے استعمال کرنا ہے۔ ۳) استفتاء کیلئے۔ تا کہ حادثہ کا شرعی حکم معلوم ہو جائے۔ تو مفتی کو کہے کہ میرے فلاں بھائی، والد، خاوند یا فلاں سے اس طرح زیادتی کی ہے کیا یہ اس کیلئے درست ہے اور مجھے اس سے چھٹکارا کس طرح مل سکتا ہے۔ میرا حق اور اس پر زیادتی یا ازالہ کس صورت میں ہو سکتا ہے۔ **ممکن الاخوط**: پختہ وجہ کو اختیار کرنا جو اصول احکام کو جامع ہو۔ یہ "**حاط الحمار عانتہٗ حاط الامم الحیط حوطًا**" یہ احتیاط سے ماخوذ نہیں کیونکہ اس تفصیل خماسی سے نہیں آتا۔ بہتر یہ ہے کہ اس طرح سوال کیا جائے آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو اس طرح ہو۔ اس سے بلا تعیین غرض حاصل ہو جائے گی اور تعیین اس قسم کے معاملات میں جائز ہے جیسے حدیث ہند میں آئے گا کہ ابوسفیان کو بخل کا عیب دیا۔ آپ نے انکار نہ فرمایا۔

۴) اس آدمی کے شر سے لوگوں کو بچانا اور ان سے خیر خواہی مقصود ہو مثلاً مجروح رواۃ پر جرح، فیصلہ میں گواہوں پر جرح، اور یہ بالاتفاق جائز ہے۔ کیونکہ اس میں مصلحت اور فائدہ ہے۔ بلکہ یہ اس لئے تو ضروری ہے کہ اس سے شریعت کا دفاع ہے۔ اور اس کی حفاظت ہے۔ اور شہود میں مدعی کے حق کی حفاظت ہے۔ اسی قسم سے کسی کو داماد بنانے کے سلسلہ میں مشاورت یا شریک امین بنانا ہو یا اس سے خرید و فروخت کا معاملہ کرنا ہو۔ اسی طرح مالی معاملات، رہن و مساقات یا پڑوس بنانے کیلئے، مشورہ کرنے والے پر لازم ہے۔ کہ جس کے متعلق دریافت کیا گیا۔ اس کا حال درست طور پر ضرور بتلا دے۔ نصیحت کا تقاضا یہی ہے۔ بلکہ اگرچہ مقصود حاصل نہ ہو مثلاً اس نے ترک کر دیا یا وہ اس کے مناسب نہیں۔ وہ ان غلطیوں کو ذکر کرلے جس سے وہ رک جائے۔ خواہ اس کی تمام غلطیاں ذکر کرنا پڑیں مگر یہ تنقیص یا اس کو ایذاء کی نیت سے نہ ہوں۔ **المساءۃ**: یہ لفظ اعرۃ کا عکس ہے۔ یہ مفعلہ کے وزن پر مسوأۃ ہے۔ اسی وجہ سے جمع المساوی میں بھی واؤ آئی ہے۔ کہتے ہیں **بدت مساویہ**: یعنی نقائص و عیوب۔ **ومنھا اذا رای متفقھا**: کسی فقیہ کو دیکھا کہ وہ کسی بدعتی یا فاسق سے علم حاصل کرنے جاتا ہے۔ اور اس کے ضرر میں پڑنے کا خدشہ ہو۔ کہ صحیح اعتقاد سے ہٹ جائے گا۔ تزیین و تسویل شیطان سے فسق میں مبتلا ہو جائے گا۔ تو اس کو اس کی حالت بیان کر کے نصیحت کرلے۔ جبکہ اس کو نصیحت کرنا چاہتا ہو۔ اپنے نفس کو شفاء دینا مقصود نہ ہو۔ **مما یغلط**: اس میں لوگ غلطیاں کرتے ہیں یہ قدح اعتقادی و عملی متکلم کو حسد پر آمادہ کرے گی اور اس میں شیطان ملمع سازی کر کے اس کو خیال دلائے گا کہ یہ نصیحہ ہے۔ تا کہ وہ اسے بار بار کرے حالانکہ فی الحقیقۃ اس کا داعیہ حسد و بغض ہے۔ **فلیتفطن لذلک**: اچھی طرح سمجھ لے تا کہ غیبت محرمہ میں مبتلا نہ ہو اور وہ ابہام کی وجہ سے اسے جائز سمجھ رہا ہو۔ جس نے احتیاط کی وہ بچ گیا اور جو دھوکے میں پڑا وہ شرمندہ ہوگا۔

۴) اس کو ازالہ منکر کی طاقت نہ ہو اگرچہ ولایت ہو۔ خواہ اہلیت نہیں یا اہلیت ہے مگر خود فسق میں مبتلا ہے۔ اس کی ولایت کسی حد تک نہ رہے گا بلکہ اس سے تجاوز کر جائے گا۔ یا وہ کم عقل ہے۔ عدم فطانت کی وجہ سے ولایت کے مقاصد کو درست استعمال نہ کر سکے گا بلکہ اس کی ذات قیام ولایت میں مخل ہے۔ تو اس کا تذکرہ اس سے کرنا ضروری ہے جس کو ولایت عامہ حاصل ہے اور اس کے اصلاح احوال کا وہ ذمہ دار ہے۔ اس کو اس لئے نہ بتلائے کہ وہ اسے معزول کر دے بلکہ اس لئے تا کہ وہ اس حالت کے مطابق معاملہ کرے۔ اور اس کے مقام پر رکھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو ان کے مقام پر رکھنے کا حکم فرمایا۔ تا کہ وہ

اس کے ظاہری حال کے متعلق دھوکا میں مبتلا نہ رہے اور اس کو کاموں کے لائق نہ سمجھتا رہے۔ اور اس بات کی دوڑ دھوپ کرے وہ اس کو مطلوبہ ولایت پر قائم رکھے یا اس کو تبدیل کر کے ایسے آدمی کو لگائے جو اس ذمہ داری کے لائق ہو۔

۵) پانچویں صورت یہ ہے کہ وہ اپنے فسق و بدعت کو ظاہر کرنے والا ہو۔ مثلاً سر عام شراب پینے والا اور لوگوں کا مال لوٹنے والا اور ظلماً مال وصول کرنے والا ہو۔ (جگا ٹیکس) مکس: عامل صدقہ کا مال وصول کرنے کے بعد جو مال ہے وہ مکس ہے۔ یہ ضرب باب سے آتا ہے۔ جس کا اصل معنی قیمت میں کمی ہے۔ اور مکس ٹیکس کو کہتے ہیں یہ مصدر ہے اس سے اسم فاعل مکاس ہے۔ وصول شدہ مال کو بھی مصدر کا نام دے کر مکس کہا جانے لگا۔ بیع وشراء وغیرہ میں حکام کے معاون جو ظلماً وصول کریں وہ سب اس میں شامل ہے۔ جیسا شاعر نے کہا

وفي كل أسواق العراق إتاوة

وفي كل ما باع امرؤ مكس درهم

جباية الاموال: مکس کی تفسیر ہے۔ یا خاص پر عام کا عطف ہے۔

اور ظلماً یہ حال یا مفعول لہ ہے۔ یعنی باطل امور کے ذمہ دار جو من گھڑت وظائف رکھتے ہوں۔ فيجوز ذكره بما يجاهر به: جن امور کو وہ سر عام کرے ان کا تذکرہ کرنے میں قطعاً غیبت نہیں۔ البتہ جو عیوب اس میں نہ پائے جاتے ہوں ان کا تذکرہ جائز نہیں۔ ہاں اس کیلئے کوئی اور وجہ جواز ہو تو دوسری بات ہے۔

۶) ایسے الفاظ سے تعریف کرنا جن سے معروف و مشہور ہو مثلاً اعمش یہ سلیمان بن مہران محدث کا لقب ہے۔ اسی طرح الاعرج: ایک بڑی جماعت کا یہ لقب مشہور ہوا۔ مثلاً عبدالرحمان بن ھرمز، شیخ ابا الزناد تابعی۔ اور الاصم: حافظ کہتے ہیں یہ ایک جماعت کا لقب ہے۔ ان میں مالک بن حبان کلبی امام مالک کے ساتھ مطرف الفقیہ۔ اسی طرح الاعمی حافظ نے اس میں کسی کا تذکرہ نہیں کیا۔ الاحولی: اس سے ایک جماعت ملقب ہوئی ان میں عاصم بن سلیمان تابعی ہیں۔ اگرچہ ظاہراً یہ ناپسند ہے مگر ان کی تعریف اور تعارف کیلئے یہ جائز ہے۔ اور اگر اس لقب والے کی تعریف اور انداز سے ہو سکتی ہو تو پھر بطور تنقیص حرام ہے۔ دوسرے انداز سے اس کی پہچان کروانی چاہئے۔ تاکہ غیبت سے بچت ہو۔ اس مصلحت ضرورت سے تو یہ جائز ہے۔ مطلقاً جائز نہیں۔ یہ چھ اسباب ہیں جن کو علماء نے ذکر کیا ہے ان میں اکثر ایسے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔ ان کو شیخ کمال الدین بن ابی شرف نے اس طرح جمع کیا ہے

القدح ليس بغيبة في ستة
متظلم و معرف و محذر
ومجاهر بالفسق ثمت سائل
ومن استعان على ازالة منكسر

یا اس طرح کہہ لیں

يباح اغتياب للفتى ان تجاهرا
بفسق وللتعريف او للتظلم

کذاك لتحذیر وفی جاء سائلا
کذا من اتی یبغی زوال المحرم

۱۵۳۲ : عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : "اِئْذَنُوْا لَهٗ ، بِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اِحْتَجَّ بِهِ الْبُخَارِيُّ فِيْ جَوَازِ غِيْبَةِ اَهْلِ الْفَسَادِ وَاَهْلِ الرِّيَبِ۔

۱۵۳۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا: "اس کو اجازت دے دو یہ خاندان کا ایک بہت برا آدمی ہے"۔ (بخاری و مسلم)
بخاری نے اس روایت کا اہل فساد اور مشتبہ لوگوں کی غیبت کو جائز ہونے کی دلیل بنایا۔

**تشریح** ۞ رجلاً: اس سے عیینہ بن حصن بعض نے کہا مخرمہ بن نوفل مراد ہے۔ **بئس اخو العشیرۃ**: یہ قبیلہ میں بہت برا آدمی ہے۔
بخاری رحمہ اللہ کا قول: مشکوک اور اہل فساد کی غیبت درست ہے تا کہ ان کے ظاہر سے دھوکا نہ ہو۔

**تخریج** : أخرجه مالك (۱۶۷۳) وأحمد (۹/۲۴۱۶۱) والبخاری (۶۰۳۲) ومسلم (۲۵۹۱) وأبو داود (۴۷۹۱) والترمذی (۲۰۰۳) وابن حبان (۴۵۳۸) وعبد الرزاق (۲۰۱۴۴) والحمیدی (۲۴۹) والبخاری (۳۳۸) والبیهقی (۱۰/۲۴۵)

**الفرائد** : اس فاسق کی غیبت درست ہے جس کا فسق علانیہ ہو جب کہ لوگوں کو اس کے شر سے بچانا مقصود ہو۔

۱۵۳۳ : وَعَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا اَظُنُّ فُلَانًا وَّفُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِيْنِنَا شَيْئًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ : قَالَ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ اَحَدُ رُوَاةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ : هٰذَانِ الرَّجُلَانِ كَانَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ۔

۱۵۳۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے خیال میں تو فلاں فلاں ہمارے دین میں سے کچھ بھی نہیں جانتے"۔ (بخاری)
اس حدیث کے راوی لیث بن سعد کہتے ہیں یہ دو آدمی منافقین میں سے تھے۔

**تشریح** ۞ **یعرفان من دیننا شیئاً**: ان سے ضروری معرفت کی نفی کر کے اسلام کی نفی کی گویا وہ دونوں اسلام پر نہیں ہیں۔ بقول ابن سعد: یہ دونوں منافقین تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے مخفی نفاق کو ظاہر کرنے کیلئے فرمایا تا کہ کسی پر ان کا معاملہ ملتبس نہ رہے۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۶۰۶۷)

الفوائد : علانیہ فاسق کے متعلق کہنا غیبت مذمومہ میں شامل نہیں۔

۱۵۳۴ : وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ : اِنَّ اَبَا الْجَهْمِ وَمُعَاوِيَةَ خَطَبَانِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوْكٌ لَا مَالَ لَهٗ ' وَاَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ' وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : "وَاَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَضَرَّابٌ لِلنِّسَآءِ" وَهُوَ تَفْسِيْرٌ لِرِوَايَةِ: لَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهٖ " وَقِيْلَ مَعْنَاهُ : كَثِيْرُ الْاَسْفَارِ۔

۱۵۳۴: فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ابوالجہم اور معاویہ دونوں نے مجھے نکاح کا پیغام دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " معاویہ تو مفلس ہے اس کے پاس مال نہیں اور ابوجہم اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں رکھتا (یعنی مار پیٹ اور تشدد کرنے والا ہے)"۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ ابوجہم عورتوں کو بہت زیادہ مارنے والا ہے درحقیقت لَا يَضَعُ کی تفسیر ہے بعض نے کہا اس کا معنی بہت زیادہ سفر کرنا ہے۔

**تشریح** ؛ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: قیس بن خالد الاکبر بن وھب بن ثعلبہ الفہر یہ القرشیہ یہ ضحاک کی بہن ہیں (تہذیب نووی) بعض نے کہا کہ یہ اپنے بھائی سے دس سال بڑی تھیں۔ یہ وافر عقل والی صاحب کمال مہاجرات میں سے تھیں۔ ان کے گھر میں اصحاب شوریٰ جمع ہوتے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے ۳۴ روایات نقل کی ہیں۔ ان سے تابعین کی بڑی جماعت نے روایت لی ہے۔ **انا ابا الجهم و معاويه خطباني**: آپ کی ان دونوں کے سلسلہ میں کیا رائے مبارک ہے۔ **فصعلوك**: اس کی جمع **صعاليك** آئی ہے۔ یعنی فقیر۔ **لا مال له**: اس کی صفت مبینہ ہے۔ **فلا يضع العصا عن عاتقه**: مسلم کی روایت میں **فضراب النساء** ہے۔ بعض نے کثیر الاسفار لیا مگر پہلا معنی اولیٰ ہے۔

**تخریج**: أخرجه مالك (١٢٣٤) وأحمد (١٠/٢٧٣٩٦) ومسلم (١٤٨٠) وأبو داود (٢٢٨٤) والنسائي (٣٢٤٤) والترمذي (١١٣٥) وابن ماجه (٢٠٣٥) وابن حبان (٤٢٠٤) والطبراني (٩٢٩/٢٤) والبيهقي (١٨١/٧)

**الفوائد** : مشاورت کے وقت اس کی کمی بیشی کو اس لئے ذکر کرتا تا کہ مشورہ والے کی خیر خواہی ہو۔ غیبت محرمہ میں شامل نہیں۔

۱۵۳۵ : وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ اَصَابَ النَّاسَ فِيْهِ شِدَّةٌ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ: لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَقَالَ : لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرْتُهٗ

بِذٰلِكَ ، فَاَرْسَلَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ ، فَاجْتَهَدَ يَمِيْنَهُ مَا فَعَلَ : فَقَالُوْا : كَذَبَ زَيْدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِمَّا قَالُوْهُ شِدَّةٌ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَصْدِيْقِيْ: "اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ" ثُمَّ دَعَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۳۵: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اس میں لوگوں کو سختی پہنچی تو عبداللہ بن ابی نے کہا جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں ان پر مت خرچ کرو یہاں تک کہ یہ منتشر ہو جائیں اور یہ بھی کہا کہ اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ہم میں سے جو عزت والے ہیں وہ ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس کی اطلاع دی آپ نے عبداللہ بن ابی کو پیغام بھیجا اس نے آپ کی قسم اٹھا کر کہا اس نے یہ نہیں کہا پس لوگ کہنے لگے۔ زید نے جھوٹ بولا میرے دل میں ان کی بات سے بہت رنج پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ اللہ نے میری تصدیق ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾ میں اتار دی پھر نبی اکرم ﷺ نے ان (منافقین) کو بلایا تا کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں تو انہوں نے اپنے سروں کو استغفار سے بے رغبتی کرتے ہوئے پھیر دیا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ ان کے حالات باب اکرام آل بیت میں گزرے۔ **فی سفر**۔ یہ غزوہ بنو مصطلق کی بات ہے۔ **اصاب الناس فیه شدة**۔ شدة فاعل ہے۔ **علی من**۔ یہ الذین کے معنی میں ہے۔ **عند رسول الله صلی اللّٰہ علیه وسلم**۔ اس سے صحابہ کرام ہیں۔ **حتی ینفضوا**۔ تا کہ وہ منتشر ہو جائیں۔ یہاں حتٰی کی کے معنی میں ہے۔ **لیخرجن الاعز منها الاذل**۔ اس نے اعز سے اپنی ذات اور اذل سے (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ کی ذات مراد لی۔ **فاخبرته بذلك**۔ یعنی وہ بات جو عبداللہ بن ابی نے کہی تھی۔

**فاجتهد یمینه**۔ اس نے پختہ قسم کھا کر انکار کر دیا۔ **فقالوا کذب زید**۔ ان تصدیق کرنے والوں نے کہا زید نے نبی اکرم ﷺ سے جھوٹ کہا ہے۔ یعنی واقعہ کے خلاف اطلاع دی ہے۔ **شدة**۔ میرے دل میں اس سے سخت کوفت ہوئی اور وہ مسلسل رہی۔ **تصدیقی**: یعنی میری خبر کو سچا اور اس کی قسم کو جھوٹا قرار دیا گیا۔ وہ سورہ اذا جاء ك المنافقون ہے۔ **ثم دعاهم**: پھر ان منافقین کو استغفار کیلئے بلایا تو **فلووا رء وسهم**۔ استغفار سے اعراض کرتے ہوئے سروں کو آپ کی طرف سے موڑ لیا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۷/۱۹۳۰۵) والبخاری (۴۹۰۰) ومسلم (۲۷۷۲) والترمذی (۳۳۲۳) والنسائی (٦/۱۱۰۹۷)

**الفوائد**: اہل نفاق کی خطرناک بات سے امیر المسلمین کو مطلع کرنا ضروری ہے تا کہ مسلمان منافق کے شر سے بچ سکیں۔

۱۵۳۶: وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَتْ هِنْدٌ امْرَاَةُ اَبِيْ سُفْيَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَلَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ وَوَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ قَالَ: "خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۳۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہند زوجہ ابوسفیان رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں۔ وہ مجھے اتنا خرچہ نہیں دیتا جو میرے اور میری اولاد کے لئے کفایت کرے مگر وہ جو میں اس کے بغیر بتلائے لے لوں۔ آپ نے فرمایا: ''دستور کے موافق جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے کافی ہو جائے وہ لے لو''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ❁ ھند۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشیہ، یہ امیر معاویہ کی والدہ اور ابوسفیانؓ کی بیوی ہیں۔ یہ اور ان کے خاوند ایک ہی رات اسلام لائے اور نبی اکرم ﷺ کی بیعت کی۔ **شحیح**۔ بخیل وحریص۔ (القاموس) **لیس یعطینی**۔ اسم محذوف اور **یعطی** اس کی خبر ہے اور **ما یکفینی** دوسرا مفعول ہے۔ **الا ما اخذت منه**۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ ای **لکن اخذت منه**۔

**وهو لا يعلم**۔ **ھو** مبتداء اور جملہ حالیہ ہے۔ خبر محذوف ہے۔ **خذی ما یکفیك وولدك**۔ یہ آپ کی طرف سے استفتاء کا جواب ہے۔ جو باب کے مطابق ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٩/٢٤١٧٢) والبخاری (٢٢١١) ومسلم (١٧١٤) وأبو داود (٣٥٣٢) والنسائی (٥٤٣٥) والحمیدی (٢٤٢) والبیهقی (١٠/١٤١)

**الفوائد** : فیصلے کیلئے متخاصمین میں سے ایک کی بات علیحدگی میں دوسرے سے متعلق درست ومباح ہے۔

## ۲۵۷: بَابُ تَحْرِيْمِ النَّمِيْمَةِ وَهِيَ نَقْلُ الْكَلَامِ بَيْنَ النَّاسِ عَلٰى جِهَةِ الْإِفْسَادِ

## باب: چغلی کی حرمت

(چغلی لوگوں کے درمیان فساد پھیلانے کے لئے بات کو نقل کرنے کو کہتے ہیں)

**تشریح** ❁ نووی کہتے ہیں۔ بگاڑ پیدا کرنے کیلئے لوگوں کے درمیان نقل کرنا۔

النمیمہ۔ النم، ابھارنا۔ افساد و بگاڑ کیلئے دوسرے کو پہنچانا۔ کذب کو مزین کر کے پیش کرنا۔

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ﴾ [ن:١١] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ [ق:١٨]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بہت زیادہ طعنہ زنی کرنے والے اور چغل خور'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جو

بھی انسان لفظ بولتا ہے اس پر ایک نگران فرشتہ تیار ہے۔"
هَمَّاز : غیبت کرنے والا۔ بِنَمِيْم : بگاڑ پھیلانے کیلئے بات نقل کرنے والا۔
مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ : آیت کی تفسیر پہلے گزری۔

## الروايات

۱۵۳۷ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۳۷ : حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : لا يدخل الجنة : ابتداءً کامیاب ہونے والے یا مطلقاً نا کام لوگوں سے ہوگا اگر اس نے حلال سمجھ کر کیا۔ اور اسے معلوم ہے کہ اس کی حرمت پر اتفاق ہے اور ضروریات دین سے ہے۔ یا اچھی طرح معلوم کئے ہوئے حکم کی طرح ہے کیونکہ وہ علماء کے درمیان عرصہ سے رو رہا ہے۔ نمّام۔ مبالغہ کا صیغہ لایا گیا کیونکہ اس کے متعلق شدید وعید پائی جاتی ہے۔ چغلی خوری ممنوع اور کبیرہ گناہوں سے ہے۔ جیسا اگلی روایت بتلا رہی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۸/۲۳۳۰۷) والبخاري (۶۰۵۷) ومسلم (۱۰۵) وأبو داود (٤٨٧١) والترمذي (۲۰۳۳) والنسائي (٦/١١٦١٤) والطيالسي (٤٢١) وابن حبان (٥٧٦٥) والطبراني (٣٠٢١) والحميدي (٤٤٣) والبيهقي (٨/١٦٦)

الفوائد : چغل خور سزائے افساد بھگت کر ہی جنت میں جا سکے گا۔ اعاذنا اللّٰہ منه۔

۱۵۳۸ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ : "اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ ! بَلٰى اِنَّهُ كَبِيْرٌ : اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَهٰذَا لَفْظُ اِحْدٰى رِوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ ،
قَالَ الْعُلَمَآءُ : مَعْنٰى : "وَيُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ" : اَيْ كَبِيْرٍ فِيْ زَعْمِهِمَا – وَقِيْلَ : كَبِيْرٍ تَرْكُهٗ عَلَيْهِمَا۔

۱۵۳۸ : حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا آپ ﷺ نے فرمایا: "ان کو عذاب دیا جارہا ہے اور یہ کہ کسی بڑی بات کے بارے میں عذاب نہیں دیا جا رہا کیوں نہیں بلکہ وہ بڑی بات ہی ہے پھر ایک ان دونوں میں سے چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے وقت اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا یا ستر کا لحاظ نہیں رکھتا تھا"۔ (بخاری و مسلم)

یہ بخاری کی ایک روایت ہے کہ علماء نے فرمایا "وَيُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ" یعنی ان کے خیال میں بڑا نہیں تھا۔ بعض نے کہا ان کا چھوڑنا ان پر بھاری نہیں تھا۔

**تشریح** ۞ بقبرین : ایک روایت میں مذکور ہے کہ یہ مشرکین کی قبریں تھیں۔ **لا یستبری من بوله**۔ اس کو اچھی طرح صاف نہ کرتا تھا۔ اس سے بعض لوگوں نے استبراء کو واجب قرار دیا اور اس کے ترک کو کبائر میں شمار کیا ہے۔ دلیل کے لحاظ سے یہی قوی ہے۔ مگر اصحاب شوافع اس کو مستحب کہتے ہیں۔ اور اس قسم کی روایات کو (عدم انقطاع بول) پیشاب کے منقطع نہ ہونے کے یقین پر محمول کرتے ہیں۔

**فرق روایات**: بعض روایات میں استتار کے الفاظ بھی ہیں۔ اور بعض میں استبراء کے الفاظ ہیں۔ یہی زیادہ مناسب ہے۔ اور اگر استتار کے الفاظ ہو تو وہ عدم تستر پر عذاب ہوگا یا مجازی معنی مراد ہوگا۔

**وما یعذبان فی کبیر** کا مطلب اس کے خیال میں بڑے نہ تھے۔ انہوں نے دینی کاموں میں ان کو اہمیت نہ دی اور معمولی گناہ سمجھا۔ بعض نے کہا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کا ترک ان پر گراں تھا۔ منافق اپنا گناہ مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر آ بیٹھی اور اس نے اڑا دی اور مؤمن گناہ کو پہاڑ کی طرح خیال کرتا ہے اور ڈرتا ہے کہ وہ اس پر گر نہ جائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان دونوں گناہوں کو انہوں نے معمولی سا خیال کیا۔ جس کے کرنے میں کوئی حرج نہ ہو۔ یا اس کے چھوڑنے میں کوئی مشقت نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کے ہاں یہ معمولی چیز تھی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو یہ بڑی بھاری چیز تھی۔ آپ کے ارشاد "فی کبیر" کا یہی مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے اعتبار سے یہ گناہ اور اس کی سزا کے اعتبار سے اس کو کوئی بڑا خیال نہ کیا۔

**قلقشندی کا قول**: انه لکبیر کے معنی میں اختلاف کیا گیا ہے۔ احتمال یہ ہے کہ "ہ" ضمیر کا مرجع عذاب ہو اور ابن حبان کی روایت میں "**عذابًا شديدًا في ذنب هين**" وارد ہے۔ اور بعض نے دونوں گناہوں میں سے ایک کی طرف لوٹائی ہے۔ اور وہ "**نمیمه**" ہے۔ یہ کبیرہ گناہ ہے بخلاف ستر عورت کے (حالانکہ ستر عورت میں لازم ہے) یہ ضعیف قول ہے۔ بعض نے کہا کبیر کی نفی مقصود ہے کہ یہ اکبر الکبائر سے نہیں ہے۔ پس اس کا مثبت معنی یہ ہے کہ یہ کبائر میں سے ایک ہے۔ اس کے مطابق حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عذاب اکبر الکبائر کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ وہ کبائر سے ہے۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صورۃً بڑا نہیں۔ کیونکہ اس کا تسلسل اس کے حقارت کو ظاہر کرتا ہے حالانکہ وہ گناہ میں بہت ہے۔ (شرح العمدہ)

**تخریج**: أخرجه أحمد (١/١٩٨٠) والبخاري (٢١٦) ومسلم (٢٩٢) وأبو داود (٢٠) والترمذي (٧٠) والنسائي (٣١) وابن خزيمة (٥٦) وابن الجارود (١٣٠) وعبد بن حميد (٦٢٠) والطيالسي (٢٦٤٦) والبيهقي (٢/٤١٢)

**الفرائد**: اس روایت میں نمیمہ اور پیشاب سے احتیاط نہ برتنے پر عذاب قبر دکھایا گیا۔ جو کہ نہایت خوفناک چیز ہے۔

**١٥٣٩** : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "اَلَا اُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيْمَةُ :الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْعَضْهُ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْهَاءِ عَلٰى وَزْنِ الْوَجْهِ ،

وَرُوِیَ الْعِضَةُ بِكَسْرِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ عَلٰى وَزْنِ الْعِدَةِ" وَهِيَ الْكَذِبُ وَالْبُهْتَانُ ، وَعَلَى الرِّوَايَةِ الْاُوْلٰى :الْعَضْهُ مَصْدَرٌ يُقَالُ :عَضَهَهُ عَضْهًا :اَیْ رَمَاهُ بِالْعَضْهِ۔

۱۵۳۹: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں بتلا نہ دوں کہ عَضْهُ یا عِضَهُ کیا ہے؟ فرمایا وہ چغلی ہے لوگوں کے درمیان کسی کی بات کرنا"۔ (مسلم)

اَلْعَضْهُ: عین مہملہ کے فتح اور ضاد معجمہ کے سکون اور ہاء کے ساتھ۔ الوجہ) کے وزن پر اور یہ لفظ عین کے کسرہ اور ضاد معجمہ کی فتح کے ساتھ بھی مروی ہے۔

"عِدَةِ" کے وزن پر جھوٹ بہتان کے معنی میں مستعمل ہے اور پہلی روایت کے لحاظ سے الْعِضَةُ مصدر ہے کہا جاتا ہے۔ عَضَهَهُ عَضْهًا یعنی اس کو متہم کیا۔

**تشریح** ۞ ما العضه۔ ان کے جواب سے سکوت اختیار کیا کیونکہ واضح تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: "هي النميمة" دو لوگوں کے درمیان بہت بات چیت کرنا اور ان کو جھگڑے میں ڈالنا ہے۔ (النہایہ) مسلم نے عَضه فتح عین سے نقل کیا اور عِضهٗ کہ ہ سے آتا ہے۔ عضهة عضهًا بہتان باندھنے کو کہتے ہیں۔ (زمخشری، النہایہ)

**تخریج** : أخرجه مسلم (٢٦٠٦)

**الفرائد** : لوگوں کے درمیان جھگڑا ڈالنے سے بچنا چاہیے اور زبان کو قیل وقال سے بچانا چاہیے۔

# ۲۵۸ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَقْلِ الْحَدِيْثِ وَكَلَامِ النَّاسِ اِلٰى وُلَاةِ الْاُمُوْرِ اِذَا لَمْ تَدْعُ اِلَيْهِ حَاجَةٌ كَخَوْفِ مَفْسَدَةٍ وَّنَحْوِهَا

## بَابٌ: لوگوں کی باتوں کو بلاضرورت بلا فساد انگیزی وغیرہ کے حکام تک پہنچانے سے ممانعت کا بیان

**تشریح** ۞ اذا۔ لا کر اشارہ کر دیا کہ جب حاجت وضرورت میں شک ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ پھر حاجت کی وضاحت کی مثلاً بگاڑ وغیرہ کا خدشہ۔

### الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة:٢]

وَفِي الْبَابِ الْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "مت تعاون کرو گناہ اور ظلم پر"۔ (المائدہ)

گزشتہ باب والی احادیث بھی اسی موضوع سے متعلق ہیں۔

**تشریح** ۞ اَلْاِثْمُ: گناہ۔ اَلْعُدْوَانُ: ظلم جو حد سے بڑھا ہو۔ گزشتہ باب کی روایات اس کے مناسب ہے۔ کیونکہ نقصان دہ بات کو خواہ وہ کسی کو نقصان دینے والی ہو حکام کے سپرد کرنا۔ یہ نمیمہ کے افراد سے ہے۔ اس کی تعریف اس پر صادق آتی ہے۔

## الروایات

۱۵۴۰: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

۱۵۴۰: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص مجھے میرے صحابہ کے متعلق کوئی بات نہ پہنچائے اس لئے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں تم میں نکل کر آؤں اور اس حالت میں کہ میرا سینہ ہر ایک کے متعلق صاف ہو''۔ (ابوداؤد' ترمذی)

**تشریح** ۞ عن احد شیئا۔ کسی دوسرے کی ناپسندیدہ بات مجھ تک نہ پہنچاؤ یا جس کے نتیجہ میں اس کو ضرر پہنچا ہو وہ مت پہنچاؤ۔ اس میں درگزر کی تعلیم اور اہل لغزش کی لغزش کو معاف کرنے کی ترغیب ہے۔

انا سلیم الصدر۔ اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے۔ جب کہ نفس کو متاثر کرنے والی کوئی بات نہ سنی جائے۔ خواہ وہ نفس میں حرارت پیدا کرے یا جوش اور طبع انسانی کے مطابق اس کی مقدار کچھ ہی ہو۔

**تخریج**: أخرجه احمد (۲/۳۷۵۹) وأبو داود (۴۸۶۰) والترمذی (۳۹۲۲)

**الفوائد**: غیبت، لگائی بجھائی ان امور میں سے ہے جو افساد و اضرار کا باعث بنتے ہیں۔ خصوصاً حکام سے چغلی وغیرہ۔

# ۲۵۹: بَابُ ذَمِّ ذِی الْوَجْهَیْنِ!

## بَابٌ: منافق کی مذمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا﴾ [النساء:۱۰۸] الْاٰيَتَيْنِ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ لوگوں سے چھپتے پھرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے تو چھپ نہیں سکتے اور وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے (اپنی قدرت کے ساتھ) جب کہ وہ ناپسند بات پر رات گزارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں ان کا احاطہ کرنے والے ہیں''۔

يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ : سرقہ کی حالت میں وہ لوگوں سے چھپتے ہیں۔تمام دینی مخالفتوں میں مبتلاء لوگوں کی مذمت میں یہی حکم رکھتے ہیں۔

وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ : حالانکہ وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔وَهُوَ مَعَهُمْ : اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔ اس سے چھپانے کا طریقہ تو اس فعل کا نہ کرنا ہے۔(جامع البیان) اِذْ يُبَيِّتُوْنَ : وہ تدبیر کرتے ہیں اور اس کا اصل معنی رات کو تدبیر کرنا' کام کرنا ہے۔مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ :اس سے مراد بری پر بہتان لگانا۔جھوٹی گواہی دینا۔اور بری الذمہ پر تہمت لگانا۔وَكَانَ اللّٰهُ۔وہ ان کی تمام باتوں سے واقف ہے پس ان کو سزا دیں گے۔الْاٰيَتَيْنِ سے آیت ۱۱۲مراد ہیں۔

هانتم هو لاء۔

اَلنَّحْوُ : یہ مبتداء خبر ہے۔جادلتم۔یہ جملہ مبینہ ہے جو کہ هؤلا کا خبر ہونا ظاہر کرتا ہے۔فمن يجادل الله عنهم۔جبکہ ان کو عذاب میں گرفتار کرے گا۔ام من يكون عليهم و كيلا۔جو ان کے دعویٰ کو ثابت کرے گا۔من يعمل سواءً۔سوء خواہ اسے دوسرا برا سمجھے یا وہ صغیرہ ہو یا کسی بھی گناہ کا باعث ہو۔مگر شرک سے کم ہو۔او يظلم نفسه۔جو اس کی ذات سے آگے نہیں بڑھتا۔ثم يستغفر الله۔اس میں توبہ کی فرضیت بتلائی گئی ہے۔

۱۵۴۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِيَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا وَتَجِدُوْنَ خِيَارَ النَّاسِ فِیْ هٰذَا الشَّانِ اَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لَهٗ ' وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِیْ يَاْتِیْ هٰؤُلَآءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَآءِ بِوَجْهٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۴۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' تم لوگوں کو معدن (کانوں) کی طرح پاؤ گے۔ان میں جو جاہلیت میں اعلیٰ تھے وہ اسلام میں بھی اعلیٰ ہیں جب کہ وہ دین میں سمجھ پیدا کر لیں اور اس معاملہ میں تم لوگوں میں سب سے بہتر اُن کو پاؤ گے جو ان عہدوں کو ناپسند کرنے والے ہیں اور لوگوں میں بدترین وہ ہے جو ان کے پاس ایک چہرے سے آئے اور دوسرے کے پاس دوسرے چہرے کے ساتھ''۔(بخاری و مسلم)

**تشریح** : معادن۔وہ اصل رکھتے ہیں جن کی طرف نسبت کرتے اور ان پر فخر کرتے ہیں۔خيارهم۔ان میں سب سے اعلیٰ۔الجاهلية۔اسلام سے ماقبل کا زمانہ مراد ہے۔خيار۔سے مراد اعلیٰ ہے۔اذا فقهوا۔اس سے احکام شرعیہ کا جاننا مراد ہے۔هذا الشأن۔اس سے خلافت و امارت مراد ہے۔اشدهم له كراهية۔یہ كراهية سے متعلق ہے۔كراهية مصدر ہے مگر اس کا ظرف اس سے مقدم لایا گیا ہے۔مصدر میں کافی گنجائش پائی جاتی ہے۔مطلب یہ ہے۔احکام کے نافذ کرنے میں لوگوں میں بہتر وہ ہے جس کو امارت کی حرص نہ ہو۔جب وہ حاکم بنے گا تو پختگی اور مضبوطی اختیار کرے گا۔حریص کی حالت اس سے مختلف ہے۔وتجدون شر الناس۔یہ مفعول ثانی ہے اہتمام کیلئے مقدم کر دیا۔هؤلاء۔اس سے مراد

لوگ بوجہ ان کو وہم دلائے کہ وہ ان میں سے ہے ان کے مخالفین سے نہیں اور ھؤلاء ان کے اضداد کے پاس جاتے مگر ان سے اور طرح ملے جو دوسروں کے الٹ ہو۔ اور بغض پھیلانے والا ہو۔ اور اگر کوئی اصلاح کی خاطر جائے تو قابل تعریف ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (١٨٦٤) وأحمد (٣/١٠٧٩٥) والبخاري (٣٤٩٣) ومسلم (٢٠٢٦) وابن حبان (٤٧٥٤) والترمذي (٢٠٢٥) وأبو داود (٤٨٧٢) وابن حبان (٥٧٥٤) والبيهقي (١٠/٢٤٦)

**الفوائد** : اسلامی شرافت کا مدار تفقہ فی الدین پر ہے۔

١٥٤٢ : وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ نَاسًا قَالُوْا لِجَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ' اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سَلَاطِيْنِنَا فَنَقُوْلُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ قَالَ : كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

١٥٤٢ : محمد بن زید سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے میرے دادا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ ہم اپنے بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں اور ان کو اس کے الٹ کہتے ہیں جو ہم باتیں کرتے ہیں اس وقت جب کے ان کے ہاں سے نکلتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ بات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نفاق شمار ہوتی تھی''۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔ المدنی الحافظ یہ اوساط تابعین سے ہیں۔ سلاطیننا۔ حکام۔ خواہ وہ خلفاء ہوں یا دیگر جنس مراد ہے۔ فنقول لهم بخلاف ۔ موجودگی میں ان کی تعریف اور جب نکلتے ہیں تو مذمت کرتے ہیں۔ نفاقًا۔ نفاق یا منافقین کے اعمال سے۔ اس لئے کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ سامنے اور پیٹھ پیچھے سچ بولے۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (٧١٧٨)

**الفوائد** : جو آدمی اللہ تعالیٰ کے اوامر کو پس پشت ڈالتا اور حکام کی مرضی کی بات کرتا ہے۔ وہ منافقت کا طرز عمل اختیار کرنے والا ہے۔

## ٢٦٠ : بَابُ تَحْرِيْمِ الْكِذْبِ

## بَابٌ : جھوٹ کی حرمت

**تشریح** ۞ الکِذبُ۔ ایسی خلاف واقعہ خبر جو جان بوجھ کر دی جائے۔ اور خبر دینے والا گناہ گار ہو۔ اگر ضرر معلوم ہو تو یہ کبیرہ گناہ ہے اور اگر مصلحت خاص کی وجہ سے ہو مثلاً کسی کی جان بچانا مقصود ہو۔ آئندہ اس کا تذکرہ ہوگا۔

## الآیات

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ﴾ [الاسراء:٣٦] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ﴾ [ق:١٨]

• اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں''۔ (الاسراء)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو لفظ بھی انسان بولتا ہے مگر اس پر ایک نگہبان مقرر ہے۔'' (ق)

ضروری تشریح پیچھے گزری ملاحظہ کرلیں۔

## الروایات

۱۵۴۳ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : " اِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَصْدُقُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا وَاِنَّ الْکَذِبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔

۱۵۴۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جانے والی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔ جھوٹ گناہ کی طرف لے جانے والا اور گناہ آگ تک پہنچانے والا ہے۔ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ الصدق۔ بات میں سچائی کو اختیار کرنا۔ یھدی۔ بقول حافظ ہدایت اس دلالت کو کہتے ہیں جو مطلوب تک پہنچانے والی ہو۔ (فتح الباری)

الی البر۔ اصل۔ فعل خیر میں توسع کو کہتے ہیں۔ یہ تمام بھلائیوں کا جامع لفظ ہے۔ اس کا اطلاق خالص دائمی عمل پر ہوتا ہے۔ یہاں طاعت مراد ہے۔

ان البر۔ ابن بطال کہتے ہیں اس کا مصداق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔ ''انّ الابرار لفی نعیم'' لیصدق: بار بار سچ کو اختیار کرتا ہے۔ مسلم میں اس کی بجائے لیتحری الصدق اور کذب کے ساتھ بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں۔

صدیقا۔ سچ جس کی عادت و خلق بن جائے (عاقولی) وہ شخص جو سچائی میں مبالغے کا حقدار ہو۔ الفجور۔ الفجر: چیرنا۔ فجور: دیانت کو پھاڑ دینا۔ فساد و بگاڑ کی طرف سے میلان اور آمادگی۔ یہ تمام شرور کا مجموعی نام ہے۔ الی النار: یعنی آگ تک پہنچانے والا ہے۔ ان چار جملوں میں سبب کی طرف اسناد ہے۔

یکتب عند اللّٰہ کذابا۔ کتابت سے مراد یہ ہے کہ اس پر کذب کا حکم لگ سکے۔ اور ملاء اعلیٰ سے اس کے متعلق یہ ظاہر کر دیا

جائے۔ اور اہل زمین کے دلوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ امام مالک نے موطا میں اس کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بلاغیات میں شمار کیا ہے۔ اور اس میں یہ مفید اضافہ بھی پایا جاتا ہے۔ ''لا یزال العبد یکذب ویتحری الکذب فینکت فی قلبه نکتة سوداء حتی یسود قلبه فیکتب عند اللّٰه من الکذابین''۔

نووی کا قول: اس روایت میں حق کو قصداً اختیار کرنے اور اس کی طرف سے پوری توجہ دینے اور جھوٹ سے بچنے اور اس میں تساہل نہ برتنے کا حکم ہے۔ جب اس میں تساہل برتے گا تو جھوٹوں میں لکھا جائے گا۔

**تخریج** : کتاب الماموارت میں گزر چکی۔

**الفرائد** : حکام کی ہاں میں ہاں ملانا جب کہ وہ شرع کے خلاف کرتے ہوں یہ منافقت کی قسم سے ہے۔ یہ روایت کتاب المامورات باب ۱/۱٤ میں گزر چکی۔

۱۵۴۴ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ قَالَ: اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتّٰى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ' وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ' وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ' وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهُ مَعَ حَدِيثِ اَبِي هُرَيْرَةَ بِنَحْوِهِ فِي بَابِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ۔

۱۵۴۴: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے۔ جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے جب تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے' جب بات کرے تو جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے تو بدعہدی کرے' جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے''۔ (بخاری' مسلم) یہ روایت وضاحت کے ساتھ بَابُ الْوَفَا بِالْعَهْدِ میں گزری۔

**تشریح** ۞ اربع۔ اس سے چار خصلتیں مراد ہیں۔ منافقًا خالصًا۔ عمل میں نفاق۔ یدعھا۔ یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے۔ خان۔ یہ اذا کا جواب ہے۔ یہ اس کا معطوف علیہ محذوف کی خبر ہے۔ ''ای ھی''۔ غدر۔ یہ وفا کی ضد ہے۔ فجر: جھوٹی قسمیں اور باطل دعوے۔

**تخریج** : باب الوفاء بالعھد ... میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۵۴۵ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ''مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ اَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ ' وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلٰى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ صُبَّ فِي اُذُنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ' وَمَنْ صَوَّرَ صُورَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ اَنْ يَنْفُخَ فِيهِ الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"تَحَلَّمَ" : اَیْ قَالَ اِنَّهٗ حَلَمَ فِیْ نَوْمِهٖ وَرَاٰی کَذَا وَکَذَا وَهُوَ کَاذِبٌ۔ "وَالْاٰنُكُ" بِالْمَدِّ وَضَمِّ النُّوْنِ وَتَخْفِیْفِ الْكَافِ : وَهُوَ الرَّصَاصُ الْمُذَابُ۔

۱۵۴۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے نہیں دیکھا تو اس کو قیامت کے دن دو جو کے دانوں میں گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا اور وہ ہرگز نہیں کر سکے گا جس نے کسی ایسی قوم کی بات کی طرف کان لگایا جو اس کو ناپسند کرنے والے تھے تو اس کے دونوں کانوں میں قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا جس نے کوئی تصویر بنائی اسے عذاب دیا جائے گا اور مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں پھونک نہیں سکے گا''۔ (بخاری)

تَحَلَّمَ : یوں کہنا میں نے نیند میں اس طرح اس طرح دیکھا ہے حالانکہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

وَالْاٰنُكُ پگھلا ہوا سیسہ۔

**تشریح** : تحلّم : بتکلف خواب بنانا۔ حُلم سے یہاں مطلق مراد ہے۔ خواہ خیر ہو یا شر اگرچہ کبھی خاص شر کا معنی بھی ہوتا ہے۔ جیسا اس روایت میں ''الرؤیا من اللّٰہ والحلم من الشیطان ''۔ کلّف أن یعقد۔ امام احمد نے اس طرح نقل کی ہے: ''من تحلم کاذبًا دفع إلیه شعیرة حتی یعقد بین طرفیها ولیس بعاقد وعنده عذب حتی یعقد بین شعیرتین ولیس عاقدًا ''۔

**ابن حجر کا قول** : تا کہ آگ میں اس کو طویل عذاب ہو سکے کیونکہ جو کے اطراف میں گرہ ممکن نہیں۔ دراصل اس سے عذاب دینا مراد ہے۔

**طبری کا قول** : وعید کی اسناد خواب کی طرف کی ہے۔ حالانکہ جھوٹ بیداری میں بھرنے کا فساد بعض اوقات اس سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ جیسے جھوٹی گواہی جو کسی مسلمان کے قتل کے سلسلہ میں دی جائے۔ یا مسلمان کا مال زبردستی لے لیا جائے وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں جھوٹ ملانا یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے کیونکہ اس روایت میں موجود ہے۔ ''الرؤیا جزء من النبوة'' جو اجزائے نبوت سے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ من استمع۔ یہ لاستماعہ کے معنی میں ہے۔ وهم له کارهون۔

**النَّحو** : (۱) یہ جملہ حالیہ ہے۔ استمع کا فاعل ذوالحال ہے۔ (۲) قوم کی صفت ہے اور واو صفت و موصوف کے جوڑ کیلئے ہے۔ صُبَّ فی اذنیه۔ یہ شدید وعید ہے اور سزا کا جنس عمل سے ملناذ کر کیا گیا ہے۔ صورة۔ اس سے ذی روح کی تصویر مراد ہے۔ کلف ان ینفخ۔ ماقبل اور اس کو تفنن فی التعبیر کے لئے ینفخ سے تعبیر کیا گیا۔ **ابوحمزہ کا قول**۔ مصدر اور خواب بنانے والے کی وعید میں مناسبت یہ ہے۔ کہ خواب اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے۔ وہ صورت معنویہ ہے۔ اس نے اپنے جھوٹ کیلئے ایک معنوی صورت داخل کی جو واقعہ میں پیش نہ آئی تھی۔ جیسا کہ مصور نے وجود میں ایک ایسی صورت داخل کی جو حقیقی نہیں کیونکہ صورۃ حقیقیہ وہی ہے جس میں روح۔ اسی لئے صاحب تصویر کو سخت امر کی تکلیف دی جائے گی۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کے خیال میں جو صورت ہے وہ اس کو پورا کرے اور اس میں روح ڈالے۔ اور ہر ایک کے متعلق آیا کہ ان کو اس وقت تک عذاب ہوتا رہے گا۔ جب تک وہ ایسا کر نہ پائے۔ اور وہ ایسا کبھی بھی کرنے والا نہیں۔ یہ ہر ایک کے دوامی عذاب سے کنایہ ہے۔

حکمت: اس وعید کی حکمت یہ ہے۔ پہلا جنس نبوت پر کذب ہے۔ اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں منازعہ ہے۔

فرق روایت: ترمذی میں تصویر کو مقدم کیا پھر حلم پھر استماع۔ احمد کے الفاظ اس طرح ہیں۔ "دفع الیه شعیره و کلف ان یعقد بین طرفیها ولیس بعاقد" اور ابن ماجہ "من اری عینیه" کو دوسرے نمبر پر ذکر کیا گیا ہے۔ الآنك۔ پگھلا ہوا تانبا۔ خواہ سیسہ سفید ہو یا سیاہ، خالص سیسہ کا معنی کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ فاعل۔ افعل کے وزن پر ہے۔ افلك یہ خلاف قاعدہ ہے۔ بعض فاعل بضم العین کہا ہے۔ (المصباح)

تخریج: أخرجه أحمد (١/١٨٦٦) والبخاری (٢٢٢٥) المفرد (١١٤٩) وأبو داود (٥٠٢٤) وعبد الرزاق (١٩٤٩١) وابن حبان (٥٦٨٥) والترمذی (٢٢٨٣) والدارمی (٢٧٠٨) والطبرانی (١١٨٣١) والبیهقی (٢٦٩/٧) شعب ایمان (٤٧٧٢)

الفرائد: خواب میں بھی جھوٹ کی ملاوٹ نہ کرنی چاہیے۔ اور اس آدمی کی بات پر کان نہ دھرنا چاہیے جو تمہیں بات سنانا نہ چاہتا ہو۔

۱۵۴۶: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: "اَفْرَی الْفِرٰی اَنْ یُرِیَ الرَّجُلُ عَیْنَیْهِ مَا لَمْ تَرَیَا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ، وَمَعْنَاهُ یَقُوْلُ: رَاَیْتُ فِیْمَا لَمْ یَرَهُ۔

۱۵۴۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو انہوں نے دیکھی نہ ہو"۔ (بخاری) معنی اس کا یہ ہے کہ یوں کہے میں نے دیکھا حالانکہ اس نے دیکھا نہ ہو۔

تشریح: فِرٰی۔ فا۔ کا کرہ ہے۔ یہ جمع فریة ہے۔ ان یری الرجل۔ جھوٹا خواب اپنی طرف منسوب کردے۔ ھمزہ۔ اس کا ظاہر بیداری اور خواب دونوں کو شامل ہے۔ مگر بخاری و ابوداؤد کے الفاظ نیند کے ساتھ تخصیص کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اس وجہ سے نووی بھی اس باب میں لائے۔

تخریج: أخرجه البخاری (٧٠٤٣) وأحمد (١٦٠٠٨) وابن حبان (٧٢) والحاکم (٨٢٠٤)

الفرائد: من گھڑت خواب بیان کرنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ اس سے گریز کرنا چاہیے۔

۱۵۴۷: وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِمَّا یُکْثِرُ اَنْ یَّقُوْلَ لِاَصْحَابِهٖ: "هَلْ رَاٰی اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِنْ رُّؤْیَا؟" فَیَقُصُّ عَلَیْهِ مَنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ یَّقُصَّ، وَاِنَّهٗ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ: "اِنَّهٗ اَتَانِی اللَّیْلَةَ اٰتِیَانِ، وَاِنَّهُمَا قَالَا لِیْ: انْطَلِقْ، وَاِنِّیْ انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا وَاِنَّا اَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ، وَاِذَا اٰخَرُ قَائِمٌ عَلَیْهِ بِصَخْرَةٍ وَاِذَا هُوَ یَهْوِیْ بِالصَّخْرَةِ لِرَاْسِهٖ فَیَثْلَغُ رَاْسَهٗ، فَیَتَدَهْدَهُ الْحَجَرُ هَاهُنَا، فَیَتْبَعُ الْحَجَرَ فَیَاْخُذُهٗ فَلَا یَرْجِعُ

اِلَیْهِ حَتّٰی یَصِحَّ رَاْسُهٗ كَمَا كَانَ ثُمَّ یَعُوْدُ عَلَیْهِ فَیَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْاُوْلٰی!" قَالَ: قُلْتُ لَهُمَا : سُبْحَانَ اللّٰهِ ! مَا هٰذَا؟ قَالَا لِیْ : اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ ' فَانْطَلَقْنَا فَاَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ وَاِذَا اٰخَرُ قَائِمٌ عَلَیْهِ بِكَلُّوْبٍ مِّنْ حَدِیْدٍ ' وَاِذَا هُوَ یَاْتِیْ اَحَدَ شِقَّیْ وَجْهِهٖ فَیُشَرْشِرُ شِدْقَهٗ وَمَنْخِرَهٗ اِلٰی قَفَاهُ ' وَعَیْنَهٗ اِلٰی قَفَاهُ ' ثُمَّ یَتَحَوَّلُ اِلَی الْجَانِبِ الْاٰخَرِ ' فَیَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْجَانِبِ الْاَوَّلِ فَمَا یَفْرُغُ مِنْ ذٰلِكَ الْجَانِبِ حَتّٰی یَصِحَّ ذٰلِكَ الْجَانِبُ كَمَا كَانَ ثُمَّ یَعُوْدُ عَلَیْهِ فَیَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِی الْمَرَّةِ الْاُوْلٰی" قَالَ : قُلْتُ : سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِیْ اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ ' فَانْطَلَقْنَا فَاَتَیْنَا عَلٰی مِثْلِ التَّنُّوْرِ ' فَاَحْسِبُ اَنَّهٗ قَالَ : "فَاِذَا فِیْهِ لَغَطٌ ' وَاَصْوَاتٌ فَاطَّلَعْنَا فِیْهِ فَاِذَا فِیْهِ رِجَالٌ وَّنِسَآءٌ عُرَاةٌ ' وَاِذَا هُمْ یَاْتِیْهِمْ لَهَبٌ مِّنْ اَسْفَلَ مِنْهُمْ فَاِذَا اَتَاهُمْ ذٰلِكَ اللَّهَبُ ضَوْضَوْا – قُلْتُ :مَا هٰٓؤُلَآءِ ؟ قَالَا لِیْ : اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَاَتَیْنَا عَلٰی نَهْرٍ حَسِبْتُ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ اَحْمَرَ مِثْلَ الدَّمِ ' وَاِذَا فِی النَّهْرِ رَجُلٌ سَابِحٌ یَسْبَحُ ' وَّاِذَا عَلٰی شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهٗ حِجَارَةً كَثِیْرَةً ' وَاِذَا ذٰلِكَ السَّابِحُ یَسْبَحُ مَا یَسْبَحُ ثُمَّ یَاْتِیْ ذٰلِكَ الَّذِیْ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ فَیَفْغَرُ لَهٗ فَاهُ فَیُلْقِمُهٗ حَجَرًا' فَیَنْطَلِقُ فَیَسْبَحُ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلَیْهِ ' كُلَّمَا رَجَعَ اِلَیْهِ فَغَرَ لَهٗ فَاهُ فَاَلْقَمَهٗ حَجَرًا ' قُلْتُ لَهُمَا : مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِیْ اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ ' فَانْطَلَقْنَا فَاَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ كَرِیْهِ الْمَرْاٰةِ اَوْ كَاَكْرَهِ مَا اَنْتَ رَآءٍ رَجُلًا مَرْاٰی فَاِذَا هُوَ عِنْدَهٗ نَارٌ یَحُشُّهَا وَیَسْعٰی حَوْلَهَا ' قُلْتُ لَهُمَا مَا هٰذَا؟ قَالَا لِیْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَاَتَیْنَا عَلٰی رَوْضَةٍ مُّعْتَمَّةٍ فِیْهَا مِنْ كُلِّ نَوْرِ الرَّبِیْعِ ' وَاِذَا بَیْنَ ظَهْرَیِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِیْلٌ لَا اَكَادُ اَرٰی رَاْسَهٗ طُوْلًا فِی السَّمَآءِ ' وَاِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ اَكْثَرِ وِلْدَانٍ مَا رَاَیْتُهُمْ قَطُّ قُلْتُ :مَا هٰذَا؟ وَمَا هٰٓؤُلَآءِ؟ قَالَا لِیْ :اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ ' فَانْطَلَقْنَا فَاَتَیْنَا اِلٰی دَوْحَةٍ عَظِیْمَةٍ لَّمْ اَرَ دَوْحَةً قَطُّ اَعْظَمَ مِنْهَا وَلَا اَحْسَنَ قَالَا لِیْ :اِرْقَ فِیْهَا ' فَارْتَقَیْنَا فِیْهَا اِلٰی مَدِیْنَةٍ مَّبْنِیَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَّلَبِنِ فِضَّةٍ ' فَاَتَیْنَا بِالْمَدِیْنَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا فَفُتِحَ لَنَا فَدَخَلْنَا هَا ' فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِّنْ خَلْقِهِمْ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَآءٍ! وَشَطْرٌ مِّنْهُمْ كَاَقْبَحِ مَا اَنْتَ رَآءٍ! قَالَا لَهُمْ :اِذْهَبُوْا فَقَعُوْا فِیْ ذٰلِكَ النَّهْرِ ' وَاِذَا هُوَ نَهْرٌ مُّعْتَرِضٌ یَجْرِیْ كَاَنَّ مَآءَهُ الْمَحْضُ فِی الْبَیَاضِ ' فَذَهَبُوْا فَوَقَعُوْا فِیْهِ ' ثُمَّ رَجَعُوْا اِلَیْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوْءُ عَنْهُمْ فَصَارُوْا فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ" قَالَ: قَالَا لِیْ :هٰذِهٖ جَنَّةُ عَدْنٍ وَّهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ فَسَمَا بَصَرِیْ صُعُدًا فَاِذَا قَصْرٌ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَیْضَآءِ قَالَا لِیْ :هٰذَاكَ مَنْزِلُكَ؟ قُلْتُ لَهُمَا

بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمَا ، فَذَرَانِيْ فَاَدْخُلَهُ – قَالَا :اَمَّا الْاٰنَ فَلَا وَاَنْتَ دَاخِلُهُ – قُلْتُ لَهُمَا :فَاِنِّيْ رَاَيْتُ مُنْذُ اللَّيْلَةِ عَجَبًا؟ فَمَا هٰذَا الَّذِيْ رَاَيْتُ؟ قَالَا لِيْ :اَمَا اِنَّا سَنُخْبِرُكَ :اَمَّا الرَّجُلُ الْاَوَّلُ الَّذِيْ اَتَيْتَ عَلَيْهِ يُثْلَغُ رَاْسُهُ بِالْحَجَرِ فَاِنَّهُ الرَّجُلُ يَاْخُذُ الْقُرْاٰنَ فَيَرْفُضُهُ ، وَيَنَامُ عَنِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ اَتَيْتَ عَلَيْهِ يُشَرْشَرُ شِدْقُهُ اِلٰى قَفَاهُ وَمَنْخِرُهُ اِلٰى قَفَاهُ فَاِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُوْا مِنْ بَيْتِهٖ فَيَكْذِبُ الْكِذْبَةَ تَبْلُغُ الْاٰفَاقَ وَاَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ الْعُرَاةُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ مِثْلِ بِنَاءِ التَّنُّوْرِ فَاِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِيْ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ اَتَيْتَ عَلَيْهِ يَسْبَحُ فِي النَّهْرِ وَيُلْقَمُ الْحِجَارَةَ فَاِنَّهُ اٰكِلُ الرِّبَا ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الْكَرِيْهُ الْمَرْاٰةِ الَّذِيْ عِنْدَ النَّارِ يَحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا فَاِنَّهُ مَالِكٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيْلُ الَّذِيْ فِي الرَّوْضَةِ فَاِنَّهُ اِبْرَاهِيْمُ ، وَاَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِيْ حَوْلَهُ فَكُلُّ مَوْلُوْدٍ مَّاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ ، وَفِيْ رِوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ "وُلِدَ عَلَى الْفِطْرَةِ" فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ" وَاَمَّا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا شَطْرٌ مِّنْهُمْ حَسَنٌ وَّشَطْرٌ مِّنْهُمْ قَبِيْحٌ فَاِنَّهُمْ قَوْمٌ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ"رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ "رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَاَخْرَجَانِيْ اِلٰى اَرْضٍ مُّقَدَّسَةٍ" ثُمَّ ذَكَرَهُ وَقَالَ :"فَانْطَلَقْنَا اِلٰى نَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ اَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَاَسْفَلُهُ وَاسِعٌ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا، فَاِذَا ارْتَفَعَتِ ارْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادُوْا اَنْ يَخْرُجُوْا ، وَاِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيْهَا ، وَفِيْهَا رِجَالٌ وَّنِسَآءٌ عُرَاةٌ" وَفِيْهَا "حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى نَهْرٍ مِّنْ دَمٍ" وَلَمْ يَشُكَّ "فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى وَسَطِ النَّهْرِ وَعَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ وَّبَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ ، فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهْرِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ جَعَلَ يَرْمِيْ فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ" وَفِيْهَا "فَصَعِدَا بِيَ الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا لَّمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا ، فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ" وَفِيْهَا :"الَّذِيْ رَاَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكِذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ" وَفِيْهَا :"الَّذِيْ رَاَيْتَهُ يُشْدَخُ رَاْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ فَيُفْعَلُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ، وَالدَّارُ الْاُوْلٰى الَّتِيْ دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ ، وَاَنَا جِبْرِيْلُ ، وَهٰذَا مِيْكَآءِيْلُ فَارْفَعْ رَاْسَكَ ، فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا فَوْقِيْ مِثْلُ السَّحَابَةِ ، قَالَا : ذَاكَ مَنْزِلُكَ ، قُلْتُ دَعَانِيْ اَدْخُلُ مَنْزِلِيْ ، قَالَا :اِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ

تَسْتَكْمِلُهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهُ اَتَيْتَ مَنْزِلَكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

قَوْلُهُ "يَثْلَغُ رَأْسَهُ" هُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ اَیْ يَشْدَخُهُ وَيَشُقُّهُ – قَوْلُهُ "يَتَدَهْدَهُ" : اَیْ يَتَدَحْرَجُ – "وَالْكَلُّوْبُ" بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّ اللَّامِ الْمُشَدَّدَةِ وَهُوَ مَعْرُوْفٌ – قَوْلُهُ "فَيُشَرْشِرُ" : اَیْ يَقْطَعُ : قَوْلُهُ – "ضَوْضَوْا" وَهُوَ بِضَادَيْنِ مُعْجَمَتَيْنِ : اَیْ صَاحُوْا قَوْلُهُ "فَيَفْغَرُ" هُوَ بِالْفَاءِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ : اَیْ يَفْتَحُ – قَوْلُهُ "الْمَرْآةِ" هُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ : اَیِ الْمَنْظَرِ ۔ قَوْلُهُ : "يَحُشُّهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ : اَیْ يُوْقِدُهَا "قَوْلُهُ" رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ" هُوَ بِضَمِّ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ التَّاءِ وَتَشْدِيْدِ الْمِيْمِ : اَیْ وَافِيَةِ النَّبَاتِ طَوِيْلَتِهِ – قَوْلُهُ "دَوْحَةٌ" هِيَ بِفَتْحِ الدَّالِ وَاِسْكَانِ الْوَاوِ وَبِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ : وَهِيَ الشَّجَرَةُ الْكَبِيْرَةُ – قَوْلُهُ "الْمَحْضُ" هُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ : وَهُوَ اللَّبَنُ قَوْلُهُ "فَسَمَا بَصَرِيْ" اَیْ ارْتَفَعَ : "وَصُعُدًا" بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ : اَیْ مُرْتَفِعًا ۔ "وَالرَّبَابَةُ" بِفَتْحِ الرَّاءِ وَبِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ مُكَرَّرَةً : وَهِيَ السَّحَابَةُ۔

۱۵۴۷: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرماتے رہتے کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ پس وہ اپنا خواب آپ صلی اللہ علیہ کے سامنے پیش کرتا جس کو مشیت ایزدی شامل حال ہوتی کہ وہ بیان کرے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ آج رات دو آنے والے میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ چلو چنانچہ میں ان کے ساتھ چل دیا۔ ہمارا گزر ایک لیٹے ہوئے شخص پر ہوا اور دوسرا آدمی اس پر پتھر لئے کر کھڑا تھا اچانک وہ پتھر اس کے سر پر مارتا اور اس کے سر کو کچل دیتا پتھر وہاں سے دور لڑھک جاتا وہ آدمی اس پتھر کے پیچھے جاتا اور اس کو پکڑ لاتا ابھی وہ واپس لوٹتا نہیں تھا کہ اس کا سر پہلے کی طرح صحیح ہو جاتا پھر وہ لوٹ کر اس کے ساتھ وہی کرتا جو پہلی مرتبہ کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ میں نے ان سے دریافت کیا سبحان اللہ! یہ کیا ہے؟ ان دونوں نے مجھے کہا چلو چلو۔ ہم چل دیئے۔ ہم ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو چت لیٹا ہوا تھا اور ایک دوسرا آدمی اس کے پاس لوہے کا زنبور لئے کھڑا ہوا تھا وہ اس کے چہرے کے ایک طرف کے کلے کو گدی تک چیر دیتا اور اس کی ناک کو بھی گدی تک اور اس کی آنکھ کو بھی گدی تک (چیرتا) پھر دوسرے پہلو کی طرف جاتا تو اس کے ساتھ بھی وہی طرز عمل اختیار کرتا جو پہلے کے ساتھ کیا تھا ابھی وہ اس پہلو سے فارغ نہیں ہوتا کہ پہلے وو درست ہو جاتا پھر دوبارہ اس کے ساتھ وہی عمل اختیار کرتا جو وہ پہلے کر چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ تو انہوں نے مجھے کہا (آگے) چلیں (آگے) چلیں۔ ہم چل دیئے چنانچہ ہمارا گزر تنور جیسی چیز کے پاس سے

ہوا۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں بہت شور وشغب کی آوازیں تھیں۔ پس ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں جونہی نیچے آگ کی لپٹ ان کو پہنچتی تو اس وقت وہ شور مچاتے۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ دونوں نے مجھے کہا (آگے) چلیں (آگے) چلیں)۔ ہم چلتے رہے تو ہمارا گزر ایک نہر کے پاس سے ہوا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ خون کی طرح سرخ نہر اور اس نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا اور نہر کے کنارے ایک آدمی تھا جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کیے ہوئے تھے جب وہ تیرنے والا تیر کر اس آدمی کی طرف آتا جس کے پاس پتھر جمع تھے تو اپنا منہ اس کے سامنے کھولتا چنانچہ وہ اس کے سامنے پتھر لقمے کے طور پر ڈالتا پھر یہ جا کر تیرنے لگتا کچھ دیر بعد پھر لوٹ کر آتا جب بھی لوٹتا تو یہ اپنے منہ کو کھولتا تو وہ اس کو پتھر کا لقمہ کھلاتا میں نے ان دونوں کو کہا یہ کون ہیں؟ دونوں نے مجھے کہا (آگے) چلیے (آگے چلیے)۔ ہم چل دیئے ہمارا گزر ایک کریہہ المنظر آدمی کے پاس سے ہوا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا جتنا کسی انتہاء درجہ کے قبیح آدمی کو تم نے دیکھا اس سب سے زیادہ قبیح کے پاس سے ہوا اس کے پاس آگ تھی جس کو وہ بھڑکا رہا تھا اور اس کے اردگرد دوڑ رہا تھا میں نے کہا یہ کیا ہے؟ دونوں نے مجھ کو کہا (آگے) چلیے (آگے چلیے) ہم چل دیئے۔ پھر ہمارا گزر ایک گھنے باغ سے ہوا جس میں موسم بہار کے ہر قسم کے پھول کھلے ہوئے تھے اور باغ کے درمیان میں ایک طویل قد آدمی تھا کہ اس کی طوالت کے باعث میں اس سر دیکھنے سے بھی قاصر تھا اور اس کے گرد بہت سے بچے تھے ایسے بچے جو میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ اور یہ کون ہے؟ تو انہوں نے مجھے کہا (آگے) چلیے (آگے چلیے)۔ ہم چلتے رہے۔ ہمارا گزر ایک بہت بڑے درخت کے پاس سے ہوا کہ جس سے بڑا اور خوبصورت درخت میں نے کبھی نہیں دیکھا تو انہوں نے مجھے کہا اس پر چڑھیے ہم اس پر چڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک شہر ہے جس میں ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی تھی جب ہم اس کے دروازہ پر پہنچے تو ہم نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا گیا پس ہم اس میں داخل ہوئے تو (وہاں) ہمیں ایسے آدمی ملے کہ جن کا کچھ حصہ بہت خوبصورت تھا کہ اس طرح کا خوبصورت جسم کبھی دیکھا نہیں گیا اور جسم کا ایک حصہ بہت ہی بدصورت تھا کہ اس طرح کا بدصورت جسم کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ میرے دونوں ساتھیوں نے اس کو کہا تم اس نہر میں کود جاؤ۔ سامنے پانی کی نہر (باغ کے) عرض میں چل رہی تھی۔ اس کا پانی گویا خالص سفید دودھ تھا۔ وہ اس کے قریب جا کر اس میں کود پڑے۔ پھر ہمارے پاس لوٹ کر آئے تو ان کی بدصورتی (ان سے زائل ہو) چکی تھی اور وہ نہایت حسین وجمیل ہو گئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے دونوں نے کہا یہ جنت عدن ہے۔ وہ تیرا مکان ہے (اس دوران) میری نگاہ اوپر کی طرف اٹھی تو سفید بادلوں کی مانند ایک محل نظر آیا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ وہ تیرے رہنے کی جگہ ہے۔ میں نے ان سے کہا اللہ تم کو برکت عطا فرمائے۔ مجھے اجازت دو کہ میں اس میں داخل ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا اس وقت نہیں البتہ آپ اس میں داخل ہوں گے۔ میں نے ان دونوں کو کہا میں نے

آج رات جو چیزیں آپ نے ملاحظہ کیں یہ کیا ہیں۔ آپ بتائیں کہ یہ میں نے کیا دیکھا؟ دونوں نے مجھے کہا سنیں ہم آپ کو اطلاع کرتے ہیں۔ پہلا آدمی جس کے پاس آپ اس حال میں آئے کہ اس کا سر پتھر سے کچلا جارہا تھا وہ وہ آدمی تھا جس نے قرآن کو حاصل کیا پھر اس کو چھوڑ دیا اور فرض نماز (ادا کئے بغیر) سو رہا۔ پھر وہ آدمی کہ جس کے پاس آپ اس حالت میں آئے کہ اس کے جبڑوں کو گدی تک اور اس کے نتھنے کو گدی تک اور آنکھ کو گدی تک چیرا جا رہا تھا وہ ایسا آدمی ہے جو صبح گھر سے نکلتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے اور اس کا جھوٹ دنیا کے کناروں تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ مرد اور عورتیں جو برہنہ حالت میں تنور جیسی عمارت میں تھے وہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں تھیں۔ اور وہ آدمی جس کے پاس آپ اس حالت میں آئے کہ وہ نہر میں تیرتا ہے اور اس کو پتھر کے لقمے دیئے جا رہے تھے وہ سود خور ہے پھر وہ کریہہ المنظر شخص جو آپ نے آگ کے پاس دیکھا' وہ اس آگ کو بھڑکا رہا اور اس کے اردگرد دوڑ رہا تھ وہ مالک ہے جو آگ کا نگران ہے اور وہ طویل القامت شخص جو باغ میں تھا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور رہے وہ بچے جو ان کے اردگرد تھے وہ بچے ہیں جو بچپن میں فوت ہوئے اور علامہ برقانی کی روایت میں ہے جو فطرت پر پیدا ہو۔ بعض مسلمانوں نے سوال کیا مشرکین کی اولاد کا کیا حکم ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور مشرکین کے بچے بھی (وہیں ہوں گے) پھر وہ لوگ جن کے جسم کا ایک حصہ بہت خوبصورت اور دوسرا نہایت بدصورت تھا وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے نیک اعمال اور برے اعمال ملا دیئے اور اللہ نے ان سے درگزر فرمایا۔

بخاری ان کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے آج رات دو آدمیوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے اور وہ مجھے نکال کر مقدس سرزمین کی طرف لے گئے پھر آگے اسی طرح ذکر کیا پس ہم چلتے ہوئے ایک تنور جیسے سوراخ کے پاس پہنچے جس کا اوپر والا حصہ تنگ اور نیچے والا وسیع تھا اور اس کے نیچے آگ بھڑکائی جارہی تھی جب آگ بلند ہوتی تو وہ (لوگ جو اس کے اندر تھے) بھی اوپر کو اٹھتے یہاں تک کہ نکلنے کے قریب ہو جاتے۔ اور جب شعلوں کی بھڑک کم ہو جاتی تو اس میں لوٹ جاتے اس میں عورتیں اور مرد برہنہ تھے اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ہمارا گزر خون کی ایک نہر کے پاس سے ہوا اور روایت میں شک وشبہ کے الفاظ کی گنجائش نہیں' نہر کے درمیان میں ایک آدمی کھڑا تھا اور نہر کے کنارے پر بھی ایک آدمی کھڑا تھا پس وہ آدمی جو نہر کے درمیان میں (کھڑا) جب نہر سے نکلنے کا ارادہ کرتا تو کنارے والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اس کو وہیں لوٹا دیتا جہاں سے وہ آیا تھا۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں نے مجھے درخت پر چڑھایا اور مجھے ایک ایسے گھر میں داخل کیا کہ جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا اس میں بوڑھے اور جوان مرد تھے اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جس کو تم نے دیکھا کہ اس کے جبڑے چیرے جارہے ہیں وہ کذاب ہے جو جھوٹی باتیں کرتا ہے وہ باتیں اس کی قبول کر لی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ زمین کے کناروں تک پہنچ جاتی ہیں قیامت تک اس کے ساتھ اسی طرح کیا جاتا رہے گا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جس کو آپؐ نے دیکھا اس کا سر کچلا جارہا ہے وہ وہ آدمی ہے جس کو اللہ نے قرآن کا علم دیا وہ رات کو اس سے سو رہا اور دن میں اس پر

عمل نہ کیا قیامت تک اس کے ساتھ ایسا کیا جاتا رہے گا وہ پہلا گھر جس میں آپؐ داخل ہوئے عام مؤمنوں کا ہے اور یہ گھر شہداء کا ہے اور میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہے تم اپنا سر اٹھاؤ دونوں نے کہا وہ تمہارا مکان ہے میں نے کہا مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے مقام میں داخل ہو جاؤں دونوں نے کہا تیری عمر باقی ہے جس کو آپؐ نے پورا نہیں کیا۔ جب آپؐ پورا کریں گے تو آپؐ اپنے مکان میں تشریف لائیں گے''۔ (بخاری)

یَثْلَغُ رَأْسَهٗ : ثاء مثلثہ غین معجمہ کے ساتھ اس کو چیر رہا تھا۔

یَتَدَهْدَهُ: لڑھکنا۔

کُلُّوْبٌ: کاف کے فتح اور لام مشددہ کے پیش کے ساتھ مشہور چیز ہے جس کو آنکڑا یا جمہور کہتے ہیں۔

فَیُشَرْشِرُ: کاٹا جاتا ہے اس کے ٹکڑے کر رہا ہے۔

ضَوْضَوْا: دونوں ضاد معجمہ کے ساتھ مراد شور مچایا۔

فَیَفْغَرُ: فاء اور غین معجمہ کے ساتھ اس کا منہ کھولتا ہے۔

الْمَرْآةُ: میم کے فتح کے ساتھ منظر یا نظارہ۔

یَحُشُّهَا: یاء کے فتح اور حاء مہملہ کے ضمہ اور شین معجمہ کے ساتھ۔ مراد وہ آگ جلا رہا ہے۔ بھڑکا رہا ہے۔ رَوْضَةٍ مُعْتَمَةٍ: کا میم کے پیش عین کے سکون تاء کے فتح اور میم کی شد کے ساتھ جس کی انگوری طویل اور وافر ہو۔ کافی نباتات والا۔ دَوْحَةٌ: دال کے فتح واؤ کے سکون اور حاء مہملہ کے ساتھ بہت بڑے درخت کو کہتے ہیں۔ الْمَحْضُ: میم کے فتح اور حاء مہملہ کے سکون اور ضاد معجمہ کے ساتھ دودھ کو کہتے ہیں۔ فَسَمَا بَصَرِیْ: میری نظر بلند ہوئی یا میری نگاہ اوپر اٹھی۔ صُعُدًا: صاد اور عین کے ضمہ کے ساتھ بلند کے معنی میں ہے بلندی والا یا بلند ہونے والے۔ رَبَابَةٌ: راء کے فتح اور باء موحدہ مکررہ کے ساتھ بادل۔

**تشریح** ۞ **کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مما یکثر ان یقول۔**

**النحو**: ان یقول مبتداء اور مما یکثر خبر مقدم جملہ اسمیہ خبر کان ہے۔ ضمیر رابط منه محذوف ہے۔ طیبی کا قول: مما یکثر۔ کان کی خبر ہے۔ اور ما موصولہ اس کا صلہ یکثر ہے ضمیر عائد الی ما۔ یقول کا فاعل ہے۔ اور ان یقول یہ مما یکثر کا فاعل ہے جو کہ کان کی خبر ہے۔ اور ھل رای۔ یہ مقولہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ان میں سے ہیں جن کے ہاں کثرت سے یہ بات پیش آئی۔ ما کے ساتھ من تجیم اور تعظیم کیلئے ہے۔ یہ بیان کے لحاظ سے ہے۔ البتہ نحوی لحاظ سے ھل رای۔ یہ مبتداء اور قول کی تاویل سے خبر مقدم۔ اکثر شارحین نے اسی کو اختیار کیا۔ من رؤیا۔ یہ استغراق کیلئے ہے۔ اور ہر قسم کے خواب کو شامل ہے۔ من شاء اللّٰہ ان یقص۔ آپ کو وہ شخص خواب بیان کرتا جس کا بیان کرنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا۔ ذات غداۃ۔ ایک دن کی صبح۔ ذات کے لفظ کا اضافہ ''الشیٔ الی نفسه''۔ انطلقت معهما میں ان کے ساتھ گیا۔ و انا اس کا عطف ان اور اس کے معمول پر ہے۔ اذا آخرُ قائم علیه۔ یہ مبتداء اور خبر ہیں۔ اذا هو یهوی بالصخرة لرأسه۔ هو سے دو رجل مراد ہے۔ یہ مبتداء ہے باقی خبر ہے۔ فیثلغ۔ وہ پھر یا وہ عذاب دینے والا آدمی۔ رأسه۔ اس سے سزا یاب کا سر مراد ہے۔ فلا یرجع الیه۔ وہ پتھر اس آدمی تک نہیں لوٹتا یعنی پہلے آدمی پتھر تک پہنچتا ہے۔ کما کان۔ جیسے پہلے جاتے سے

پہلے تھا۔ اَلنَّجْوَ: تذکیر لفظ کے لحاظ سے ہے۔ ثم یعود علیه۔ پھر کھڑا آدمی بیٹنے والے پر لوٹتا ہے۔ ما فعل۔ ای فعمه یا اندی فعله۔ فعل بہ والا نسخہ دوسری تاویل کی تصدیق کرتا ہے۔ من الاولی۔ تمام نسخوں میں اسی طرح ہے۔ ابو عوانہ نے ''المرة الاولی'' نقل کیا ہے۔ ابن العربی کہتے ہیں۔ اس کے سر کو سزا کیلئے اس لئے مقرر کیا گیا کیونکہ وہ نیند کی جگہ ہے۔ اور یہ شخص نماز سے سو گیا۔ سبحان اللہ۔ یہ کلمہ تنزیہ ہے جو تعجب کے موقعہ پر استعمال ہوتا ہے۔ ما هذا۔ اس کا کیا حال ہے۔ انطلق۔ حالت کی وضاحت نہ پوچھیں بلکہ عجائبات کے نظارہ کیلئے چلتے رہیں۔ لقفاء۔ ای علی قفاء۔ یہ اسی طرح ہے جیسا اس آیت میں ''یخرّون للاذقا'' اسراء۔ ۱۰۷۔ آخر قائم علیه۔ یہ مبتداء خبر ہیں۔ هو سے وہ کھڑا ہونے والا مراد ہے۔ وجهه، ہ۔ مراد وہ لیٹا ہوا۔ فیشر شر شدقه۔ اس کی جمع شدوق جمع اشداق۔ منہ کی ایک جانب۔ یتحول۔ اس کا مفعول نحو الکلوب محذوف ہے۔ الی الجانب الآخر۔ چہرے کی دوسری جانب۔ بالجانب الاول۔ جبڑے یا آنکھ کی دوسری جانب اور پہلے نتھنے والی جانب۔ دوسری جانب سے کفایت کرنے والی ہے۔ یا جبڑے اور آنکھ سے دوسری جانب۔ ظاہری الفاظ سے پہلی تاویل کی تائید ہے۔ فما یفرغ من ذلك الجانب۔ جسامت کے بڑے ہونے سے اس میں وقت لگے گا اسی لئے اشارہ بعید استعمال کیا۔ ذلك الجانب۔ جس سے پہل کی تھی۔ چیرنے سے پہلے جس طرح تھا۔ ثم یعود علیه۔ پھر کھڑا آدمی درست جانب کی طرف آجاتا ہے۔ فیفعل مثل ما فعل۔ ابن عربی کہتے ہیں جھوٹے کے دونوں جبڑوں کو چیرا جائے گا۔ یہاں سزا کو معصیت کی جگہ ذکر کیا۔ آخرت کی سزا اسی طرح ہوگی، دنیا کے برخلاف۔ ما هذان۔ یہ ایسا ہوا اور اس کو سزا دینے والا کون ہے؟ التنور۔ یہ تمام لغات میں اس طرح مستعمل ہے (کذ شی) بعض نے معرب بعض نے عربی لفظ قرار دیا۔ اکثر زمین میں گڑھے کی صورت میں ہوتا ہے۔ (التوشیح سیوطی)۔ فاحسب۔ یہ گمان کے معنی میں ہے۔ لغط۔ ایسی کلام جس میں شور و غل ہو اور واضح نہ ہوتی ہو۔ عُراة۔ جمع عار جیسا غزاة جمع غاز۔ ضو ضوا۔ مختلف آوازیں بلند کرتے۔ حسبت انه کان یقول۔ اگر یہ صحابی کا کلام ہے تو ضمیر جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹے گی۔ اور اگر بعد والوں کلام ہے تو جس استاذ سے بیان کیا اس کی طرف ضمیر راجع ہوگی۔ احمر۔ یہ نہر کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرد ہے شط۔ جانب کنارہ کو کہا جاتا ہے۔ حجارة کثیرة۔ حجارہ میں تنوین سے تقلیل کا احتمال ختم کرنے کیلئے کثیرہ کی صفت لائی گئی ہے۔

ماهذان۔ یہ تیرنے والا اور جس کو پتھروں کے لقمے دیئے جارہے ہیں۔ مرای۔ یہ رأیت سے اسم فاعل رائی ہے۔ رجلاً۔ اس کا مفعول اور مرأی تمیز ہے۔ ظَهْرَی۔ یہ ظهر کا تثنیہ ہے۔ اس کا معنی درمیان ہے۔ طولا فی السماء۔ یہ تمیز بمع متعلق ہے۔ واذا حول الرجل من اکثر ولدان ما رایتهم قط۔ طیبی کا قول: اصل کلام یہ ہے ''اذا حول الرجل ولدان۔ ما رایت ولدانا قط اکثر منهم''۔ اس کی نظیر بعد والے کلام میں موجود ہے۔ ''لم ار روضة قط اظم منها''۔ ابن مالک کہتے ہیں۔ قط مثبت و منفی دونوں میں آتا ہے۔ علامہ عینی کی توجیہ بہت خوبصورت ہے۔ کرمانی کہتے ہیں اس میں نفی جائز ہے مطلب اس طرح ہے ''مارایتهم اکثر من ذلك'' میں نے اس سے زیادہ نہیں دیکھے۔ ممکن اداة نفی مقدر ہو۔

ابن حجر کا قول: فاتینا الی دوحة۔ بخاری روضه عظیمه لم اروضه قط۔ قالالی ارق، کے الفاظ لائے ہیں۔ احمد، نسائی، ابوعوانہ، اسماعیلی نے بھی اسی طرح کیا۔ پس بخاری میں لفظ روضہ ہے۔ بلبن۔ اسم جنس جمع ہے۔ اس کا واحد

لبنة ہے۔ لبن اصل کچی اینٹ۔ کا حسن ما۔ یہ الذی کے معنی میں ہے۔ شطر۔ نصف کیسے بھی آتا ہے۔ شطر مبتداء اور کا حسن خبر ہے۔ اور جملہ رجال کی صفت ہے اسی طرح یہ جملہ بھی۔ اس میں احتمال یہ ہے (۱) کہ ان میں نصف مکمل خوبصورت اور نصف مکمل قبیح ہوں۔(۲) کہ ہر ایک کا نصف خوبصورت نصف بدصورت ہو۔ یہ دوسرا احتمال راجح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کی تعبیر میں ''خلطو اعملاً صالحًا و آخر سیئا'' وارد ہے۔ فقعوا فی ذلك النهر۔ اس نہر میں داخل ہو جاؤ تا کہ یہ قبیح حالت ڈھل جائے۔ نهر معترض۔ عرض میں جاری تھی۔ المحض۔ خالص دودھ، تشبیہ کی جانب فی البیاض کہہ کر واضح کی۔ طیبی کا قول: ممکن ہے کہ اس پانی سے مراد عفو الٰہی اور توبہ ہو جیسا حدیث میں وارد ہے۔ ''اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد''۔ ذلك السوء عنهم۔ وہ قبیح جانب خوبصورت جانب کی طرح ہوگئی۔ فصاروا۔ قد کا مدخول جملہ حالیہ ہے اور فاوالا جملہ رجعوا کا معطوف ہے۔ عدن۔ یہ عدن بالمکان سے لیا گیا ہے اس کا معنی اقامت اختیار کرنا ہے۔ صُعُدا۔ دونوں ضموں کے ساتھ ہے بہت بلند ہونا۔ الرَّبابه۔ بادل۔ دوسری روایت میں ہے ''فرفعت رأسی فاذا هو فی السحاب''۔ عجب۔ تعجب انگیز امور۔ فما هذا الذی رأیت۔ حقیقت اور اس کے صحیح اوصاف کو دریافت کیا۔ اتیت علیه۔ جس کے پاس سے اس حال میں گزرے کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا۔ یاخذ القرآن۔ حفظ کیا۔ ابن ھبیرہ کا قول: حفظ کے بعد قرآن مجید سے منہ موڑنا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس عمل سے اس نے ظاہر کیا کہ اس میں اس نے ایسی چیز پائی ہے۔ جو چھوڑنے کو لازم کرتی ہے۔ جب اس نے اعلیٰ ترین چیز کو چھوڑا تو اس کے اعلیٰ ترین عضو سر کو سزا دی گئی۔ فانه الرجل۔ اس کا تذکرہ غالب کے لحاظ سے کیا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ عورت اس میں داخل نہیں۔

تبلغ الافاق۔ جمع افق۔(۱) جانب (۲) آسمان کی جو جانب ظاہر ہو۔ (۳) ہواؤں کے اطراف اربعہ۔ فهم الزناة والزوانی۔ زانی مرد و عورتیں۔ ننگے پن سے مناسبت یہ ہے کہ وہ رسوائی کے حقدار ہیں ان کو خلوت میں پردہ سے رہنا چاہئے تھا انہوں نے پردے کی توہین کی اور ان کو نیچے سے عذاب دینے میں حکمت یہ ہے کہ ان کا سفلی اعضاء سے متعلق تھا۔ یُلقم الحجارة۔ ابن ھبیرہ کہتے ہیں سود خور کو سرخ نہر میں تیرنے اور پتھر نگلنے کی سزا اس لئے ملی۔ کیونکہ اصل سود تو سونے میں ہیں چلتا ہے اور وہ سرخ ہے۔ اور پتھر نگلنے سے جیسے کوئی فائدہ نہیں اسی طرح سود سے رقم بڑھنے کا تصور ہی ہے حقیقت اللہ تعالیٰ اس کی برکات کو مٹانے والے ہیں۔ خازن النار۔ وہ کریہ المنظر ہے تا کہ اہل نار کو خوب سزا ملے۔ فانه ابراهیم۔ ان کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ وہ ابوالمسلمین اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ﴾ [الحج: ۷۸] اور فرمایا: ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ﴾ [آل عمران: ۶۸] ''واولاد المشركین۔ یہ عطف تلقینی ہے۔ جیسا عباس رضی اللہ عنہما کے قول میں ''الا الاذخر''۔ واولاد المشركین۔ ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آخرت کے معاملے میں اولاد مسلمین کے حکم میں شامل فرمایا۔ یہ اس روایت کے خلاف نہیں۔ جس میں فرمایا ''هم من اباء هم'' کیونکہ اس میں دنیا کا حکم ہے۔ کانوا شطر منهم حسن۔

اَلنَّحْو: حافظ نے کان کو تامہ بنایا اور جملے کو حالیہ بنایا ہے۔ ۲)شطر مبتداء، حسن خبر رابطہ ضمیر مجرور۔ خلطو اعملاً صالحا و آخر سیئا۔ جامع البیان میں اس واؤ کو با کے معنی میں بتلایا گیا''۔ مگر بہتر واؤ کا اصل معنی میں رکھنا ہے۔'' ای كل واحد مخلوط'' بالآخر جیسے کہتے ہیں ''خلطت الماء واللبن'' یعنی ہر ایک دوسرے سے ملایا۔ تجاوز اللّٰه عنهم:

ان کو بخش دیا۔

فرق روایت: بخاری نے خبر ۲ میں اس طرح ذکر کیا ''رایت اللیلہ رجلین ''۔فانطلقا لی نقب۔ یہ نقبت الحائط النقبة (ن) سوراخ)۔تحتہ نارا۔ابن مالک کہتے ہیں کہ تحتہ ظرف منصوب ہے اور نارًا کا نصب تمیز کی وجہ سے ہے۔اور یتو قد کا فاعل ضمیر ہے جو نقب کی طرف راجع ہے۔اصل اس طرح یتو قد نارہ تحتہ۔(المصابیح لامامینی)

ارتفعوا۔آگ کی بھڑک ان کو اوپر لے جاتی ہے۔حتی کادوا ان یخرجوا: کاد کی خبر پر اَنْ داخل بھی، یہ جائز ہے جیسا عمر رضی اللہ کا قول 'ماکدت ان اصلی العصر۔'' عموماً نہیں آتا جیسا اس آیت میں: ''وما کادوا یفعلون ...... ﴿یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیءُ﴾ [النور: ۳۵] اذا خمدت۔لپٹ کا پرسکون ہونا جبکہ کوئلے کی سرخی اپنے حال پر ہو۔وسط النھر۔یہ سین کے سکون وفتحہ دونوں سے درست ہے۔

رمی الرجل حجرًا۔جو نکلنے کا ارادہ کر رہا ہے۔اس سے نکلنے میں اس کی ناکامی کا تذکرہ ہے۔جیسا اس روایت میں ''وللعاھر الحجر'' فی افیہ سے نہر والا آدمی مراد ہے۔فجعل کلما جاء۔دمامینی کہتے ہیں۔جعل کی خبر کلما سے شروع ہو رہی ہے اور بعد میں ماضی آ رہا ہے۔حالانکہ مضارع آنی چاہیے اور اصل اس کی خبر کان کی طرح آنی چاہیے۔باقی کبھی شاذ قول پر آ جاتی ہے۔

فکذاب: فالائی گئی تاکہ الذی کا معنی دیگر عموم پر دلالت کرے۔کیونکہ مراد متعین نہیں۔(ابن مالک)۔یحدث۔بر ماوی کہتے ہیں اس کا معنی جھوٹ پھیلانا ہے۔فتحمل بہ۔مجہول ہے۔زرکشی نے مشدد قرار دیا ہے۔اس کا نائب فاعل مستتر ہے۔الذی رایتہ یشدخ فی راسہ فرجل: الذی کے بعد اگر فا ہو تو وہ عام ہی رہتا ہے اور کبھی خاص ہوتا ہے اور اس کا صلہ ماضی آتی ہے۔جیسا ارشاد الٰہی: ﴿وما اصابکم یوم التقی الجمعان فباذن اللہ﴾ اس طرح یہ روایت 'فنام عنه باللیل ''یعنی رات کو قیام نہ کر کیا۔او یعمل فیه بالنھار۔اہمال سے کنایہ ہے۔اور اس کی حدود سے بے رخی کا بیان ہے۔ھذہ الدار۔یہ بلند درجہ والے مقامات سے ہے۔فرفعت راسی۔تاکہ جس کو سر اٹھانے کا حکم ملا اس کا نتیجہ دیکھیں۔

یتدحدح۔اوپر سے نیچے کو دھکیلنا۔الکلوب و کلاب۔ان کی جمع کلالیب لکڑی اور لوہے کا کانٹا۔روضہ معتمہ۔یہ اعتم النبت سے ہے یعنی مکمل ہوئی۔نخلة عتمة یعنی لمبی کھجور۔داو ودی وہ باغ جس کو سبزہ ڈھانپ لے۔یہ عتمہ سے ہے یعنی سخت اندھیرا۔سبزے کی تعریف بیان فرمائی جیسے ''مدھامتان ''میں ہے بہت گھاس والا باغ۔(خلیل)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۲۰۱۱۰) والبخاري (۸٤٥) والترمذي (۲۲۹٥) وابن حبان (٦٥٥) والطبراني (٦٩٨٤) والبيهقي (۱۸۷/۲) وأخرجه مسلم (۲۲۷٥)

**الفوائد** : اس میں فرض نماز سے سونے والے اور حافظ قرآن جو تلاوت سے غفلت برتتے کیلئے بڑی تنبیہ ہے۔تسبیح کیلئے مستحب وقت نماز فجر کے بعد کا ہے۔کیونکہ اس میں دل و دماغ حاضر ہوتے ہیں۔امام وعظ ونصیحت کے وقت لوگوں کی طرف رخ کرے گا۔یہ تعظیم قبلہ کے خلاف نہیں۔اس روایت میں زانی کی سزا فعل زنا کے مناسب ہے کہ زنا بھی خلوت چاہتا ہے۔اور آگ والا تنور بھی اسی طرح ہے۔ان سزاؤں کے بیان میں حکمت یہ ہے کہ ان میں قولی وفعلی دو قسم کے گناہ شامل ہیں۔تمام

گویا اسی سبب آ گئے۔ اہل ثواب کے چار درجات ہیں: ۱) درجات انبیاء علیہم السلام۔ ۲) امت کے شہداء۔ ۳) جو ان کے قریب پہنچنے والے۔ ۴) جو بلوغ سے کم ہیں۔ (کذا من ابن حجر)

## ۲۶۱ :بَابُ بَيَانِ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْكِذْبِ

## باب: کذب کی قسم جو جائز ہے

اِعْلَمْ اَنَّ الْكِذْبَ وَاِنْ كَانَ اَصْلُهٗ مُحَرَّمًا فَيَجُوْزُ فِيْ بَعْضِ الْاَحْوَالِ بِشُرُوْطٍ قَدْ اَوْضَحْتُهَا فِيْ كِتَابِ: "الْاَذْكَارِ" وَمُخْتَصَرُ ذٰلِكَ :اَنَّ الْكَلَامَ وَسِيْلَةٌ اِلَى الْمَقَاصِدِ فَكُلُّ مَقْصُوْدٍ مَحْمُوْدٍ يُمْكِنُ تَحْصِيْلُهٗ بِغَيْرِ الْكَذِبِ يَحْرُمُ الْكَذِبُ فِيْهِ وَاِنْ لَّمْ يُمْكِنْ تَحْصِيْلُهٗ اِلَّا بِالْكَذِبِ جَازَ الْكَذِبُ ثُمَّ اِنْ كَانَ تَحْصِيْلُ ذٰلِكَ الْمَقْصُوْدِ مُبَاحًا كَانَ الْكَذِبُ مُبَاحًا وَاِنْ كَانَ وَاجِبًا كَانَ الْكَذِبُ وَاجِبًا :فَاِذَا اخْتَفٰى مُسْلِمٌ مِّنْ ظَالِمٍ يُرِيْدُ قَتْلَهٗ اَوْ اَخْذَ مَالِهٖ وَاَخْفٰى مَالَهٗ وَسُئِلَ اِنْسَانٌ عَنْهُ وَجَبَ الْكَذِبُ بِاَخْفَائِهٖ – وَكَذَا لَوْ كَانَ عِنْدَهٗ وَدِيْعَةٌ وَاَرَادَ ظَالِمٌ اَخْذَهَا وَجَبَ الْكَذِبُ بِاَخْفَائِهَا – وَالْاَحْوَطُ فِيْ هٰذَا كُلِّهٖ اَنْ يُّوَرِّيَ – وَمَعْنَى التَّوْرِيَةِ اَنْ يَّقْصِدَ بِعِبَارَتِهٖ مَقْصُوْدًا صَحِيْحًا لَّيْسَ هُوَ كَاذِبًا بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ وَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فِيْ ظَاهِرِ اللَّفْظِ وَبِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا يَفْهَمُهُ الْمُخَاطَبُ وَلَوْ تَرَكَ التَّوْرِيَةَ وَاَطْلَقَ عِبَارَةَ الْكَذِبِ فَلَيْسَ بِحَرَامٍ فِيْ هٰذَا الْحَالِ – وَاسْتَدَلَّ الْعُلَمَآءُ بِجَوَازِ الْكَذِبِ فِيْ هٰذَا الْحَالِ بِحَدِيْثِ۔

اچھی طرح جان لو کہ اگر چہ جھوٹ اصل کے لحاظ سے حرام ہے۔ مگر بعض صورتوں میں چند شرائط کے ساتھ جائز ہو جاتا ہے۔ جن کو وضاحت کے ساتھ میں نے کتاب الاذکار میں ذکر دیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کلام حصولِ مقاصد کا ذریعہ ہے۔ پس ہر وہ مقصد جو اچھا ہو اور اسے بغیر جھوٹ حاصل کرنا ممکن ہو تو اس کے لئے جھوٹ کا استعمال حرام ہے اور اگر جھوٹ کے بغیر اس کا حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو پھر جھوٹ بولنا جائز ہے۔ پھر اس کی کئی صورتیں ہیں: (۱) اگر وہ مباح ہے تو جھوٹ بولنا مباح ہوگا۔ (۲) اگر وہ واجب ہے تو جھوٹ بولنا واجب ہے مثلاً کوئی مسلمان ایسے ظالم سے چھپ جائے جو اس کو جان سے مارنا یا اس کا مال چھیننا چاہتا ہو یا چھپانا چاہتا ہے۔ اب کسی شخص سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس کے معاملے کو چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر اس کے پاس کوئی امانت ہو اور کوئی ظالم اس کو لینا چاہتا ہو تو اس امانت کو چھپانا واجب ہے۔ اس قسم کے تمام معاملات میں زیادہ محتاط طریقہ یہ ہے کہ توریہ اختیار کیا جائے توریہ کا مطلب یہ ہے کہ ذو معنی کلام کیا جائے۔ جس کا ایک ظاہری مفہوم ہو اور ایک باطنی۔ اپنی کلام سے صحیح مقصد کی

نیت کرے۔ تاکہ وہ اس کی طرف نسبت کرنے میں جھوٹا نہ ہو۔ اگر ظاہراً اس چیز کی طرف نسبت کرنے میں جس کو مخاطب سمجھ رہا ہو وہ جھوٹا ہو اور اگر توریہ کی بجائے وہ صاف جھوٹ بولے تب بھی اس حالت میں جھوٹ بولنا حرام نہ ہوگا۔ اس قسم کے حالات میں جب جھوٹ بولنے کے جواز پر بحث ہوئی علماء نے ام کلثومؓ کی روایت سے استدلال کیا:

**تشریح** ۞ اصله محرما۔ جبکہ جان بوجھ کر ہو۔ فیجوز۔ یعنی ممنوع نہیں۔ فی بعض الاحوال۔ کبھی واجب اور کبھی مستحب اور بعض صورتوں میں مباح ہوتا ہے۔ بشروط۔ جمع شرط۔ لغت میں علامت کو کہتے ہیں مگر شرعاً جس کے نہ ہونے سے اس چیز کا وجود نہ ہو مگر اس کے وجود سے دوسری چیز کا عدم دو وجود ذات کے اعتبار سے نہیں ہوتا۔ **مختصر ذلك**۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کلام مقاصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے لطیف الفاظ وضع کیے جاتے ہیں۔ تا کہ انسان مقصود تک پہنچ جائے۔ یہ مقصود شرعاً قابل تعریف ہے۔ اور اس کا حصول بلا ارتکاب کذب حرام حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مقصود اس کے بغیر حاصل ہو رہا ہے۔ پس اس کے بولنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ایسی صورت میں جھوٹ کا استعمال حرام ہے۔ چونکہ اس کا کوئی داعیہ نہیں۔ وان لم یمکن۔ اگر اس مقصد کا حصول بغیر اس کے ممکن نہ ہو تو پھر ممنوع نہیں۔ جاز۔ کا معنی اباحت نہیں بلکہ عدم ممانعت ہے۔ پھر اگر مقصود کی تحصیل مباح ہو تو یہ کذب مباح ہے۔ کیونکہ وہ مباح کا ذریعہ ہے اور وسائل کا حکم بعض اوقات مقاصد کا بن جاتا ہے۔ وان کان واجبا۔ اگر کوئی شخص ظلماً کسی مسلمان کو قتل کرنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں واجب ہے۔ و کذا لو کان عنده۔ امانت کی حفاظت کیلئے لازم کذب لازم ہے۔ کیونکہ اس پر ضرر شدید کے مرتب ہونے کا امکان ہے۔ والاحوط۔ مگر اس میں بھی توریہ بہتر ہے۔ کہ ذومعنی الفاظ استعمال کرے۔ قریب معنیٰ کو چھوڑ کر بعید مراد لے۔ اور توریہ کا مطلب یہ ہے جب ان الفاظ سے مقصد درست ہوگا تو وہ کاذب شمار نہ ہوگا۔ اگر چہ مخاطب کی سمجھ کے لحاظ سے وہ کاذب ہے۔ کیونکہ اس کے ذہن میں قریبی معنی ہے۔ مثلاً ''ما رایته'' کا معنی ما ضربت رئته. ماله عندی مال دانقاً۔ وغیرہ۔ جو کہ سوال کی جنس سے نہ ہو۔ اور اگر بالفرض اس نے توریہ کی بجائے صریح کذب کو اختیار کیا۔ تو اس صورت میں پھر حرام نہیں کیونکہ مصلحت کی وجہ سے گناہ بخش دیا گیا کیونکہ اس کا نقصان بہت زیادہ ہے۔ **واستدل العلماء الجواز الكذب**۔ ایسے حالات میں علماء نے روایت ام کلثوم سے استدلال کیا۔ یہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ہیں۔ یہ ولید بن عقبہ کی بہن ہیں۔ اور والدہ کی طرف سے یہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ جو باب الاصلاح بین الناس میں گزری۔ روایت یہ ہے "لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فینمی خیرًا او یقول خیرًا" (بخاری و مسلم) کذاب سے مراد جو شرعی طور پر قابل مذمت ہو۔ ینمی۔ خیر و بھلائی کو پالے۔ او۔ یہ شک راوی کیلئے ہے۔ مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔ کہ حرب، اصلاح، اپنی بیوی سے بات چیت میں جھوٹ نہیں۔

۱۵۴۸ : وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِيْ خَيْرًا اَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : زَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَةٍ :

"قَالَتْ اُمِّ کَلْثُوْمٍ وَلَمْ اَسْمَعْهُ یُرَخِّصُ فِیْ شَیْءٍ مِّمَّا یَقُوْلُ النَّاسُ اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ : تَعْنِی الْحَرْبَ ، وَالْاِصْلَاحَ بَیْنَ النَّاسِ وَحَدِیْثَ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ وَحَدِیْثَ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا۔

۱۵۴۸: ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ آدمی جھوٹا نہیں جو دو آدمیوں میں صلح کرائے وہ خیر کو پہنچاتا ہے اور خیر کہتا ہے۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں ہے کہ ام کلثوم کہتی ہیں میں نے نہیں سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز میں اتنی رخصت دیتے ہوں جتنی تین چیزوں میں دیتے تھے: (۱) لڑائی۔ (۲) لوگوں میں صلح۔ (۳) آدمی اپنی بیوی سے بات چیت کرے یا بیوی مرد سے۔

## ۲۶۲ : بَابُ الْحَثِّ عَلَی التَّثَبُّتِ فِیْمَا یَقُوْلُهٗ وَیَحْکِیْهِ!

## بَابٌ: قول وحکایت میں بات پر پختگی کی ترغیب

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ [الاسراء:۳۶] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ﴾ [ق:۱۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس بات کے پیچھے مت پڑو جس کا علم نہ ہو''۔ (الاسراء) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انسان جو لفظ بھی بولتا ہے اس پر ایک نگہبان تیار ہے۔'' (ق)

**تشریح** ان کی تفسیر پہلے گزری۔

### الروایات

۱۵۴۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۴۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ وہ سنے وہ (آگے) بیان کردے''۔ (مسلم)

**تشریح** بالمرء۔ یہ مفعول ہے اور اس پر باتا کید کیلئے داخل کی ہے۔ کذبًا۔

**النحو** : یہ تمیز یا دوسرا مفعول ہے۔ ان یحدث۔ یہ کفی کا فاعل ہے یہ تحدیث مصدر کے معنی میں ہے۔ **بکل ما سمع**۔ یہ جھوٹ کیلئے کافی ہے کہ اس نے بہت بول لیا۔

نووی کا قول: اس روایت میں ہر سنی سنائی بات کو نقل کرنے پر توبیخ ہے۔ کیونکہ وہ جھوٹ و سچ دونوں قسم کی باتیں کرتا ہے۔ اگر

ہر سنی سنائی کو کہہ دیا تو اس نے جھوٹ بولا۔ اس لئے کہ اس نے ایسی خبر دی جس کا وجود ہی نہ تھا۔ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ جھوٹ کسی چیز سے متعلق ایسی خبر دینا جس پر وہ نہ ہو۔ اس عمد کی شرط نہیں البتہ گناہ کیلئے عمد کی شرط ہے۔ حاکم نے بالمرء کے بعد من الکذب کے الفاظ زائد نقل کیے ہیں۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (٥) وأبو داود (٤٩٩٢) وابن حبان (٣٠) وابن أبي شيبة (٨/٥٩٥) والحاكم (١/٣٨١)

**الفرائد** : ہر سنی سنائی بات بیان نہ کر دینی چاہیے بسا اوقات یہ کذاب میں مبتلا کر دیتی ہے۔

١٥٥٠ : وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يَرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكٰذِبِيْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١٥٥٠ : حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مجھ سے کوئی بات بیان کی اور اس کا خیال یہ ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ یری۔ یہ ظن کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا فتحہ کے ساتھ یعلم کے معنی میں ہے۔ الکاذبین۔ مشہور جمع کے ساتھ ہیں۔

طیبی کہتے ہیں: یہ اس محاورے کے مطابق ہے۔ ''القلم أحد اللسانين والخال احد الأبوين''۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٧/٢٠١٨٣) ومسلم (١) وابن ماجه (٣٩) وابن حبان (٢٩) والطيالسي (١/٣٨) الآثار (١/١٧٥)

**الفرائد** : پیغمبر ﷺ کی طرف کذب منسوب کرنے والا جہنم کا حقدار ہے۔

١٥٥١ : وَعَنْ اَسْمَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِيْ ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ اَنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِيْ غَيْرَ الَّذِيْ يُعْطِيْنِيْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : "اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْمُتَشَبِّعُ" هُوَ الَّذِيْ يُظْهِرُ الشِّبَعَ وَلَيْسَ بِشَبْعَانٍ ، وَمَعْنَاهُ هُنَا اَنْ يُّظْهِرَ اَنَّهٗ حَصَلَ لَهٗ فَضِيْلَةٌ وَّلَيْسَتْ حَاصِلَةً – "وَلَابِسُ ثَوْبَيْ زُوْرٍ" اَيْ ذِيْ زُوْرٍ ، وَهُوَ الَّذِيْ يُزَوِّرُ عَلَى النَّاسِ : بِاَنْ يَّتَزَيَّا بِزِيِّ اَهْلِ الزُّهْدِ وَالْعِلْمِ اَوِ الثَّرْوَةِ لِيَغْتَرَّ بِهِ النَّاسُ وَلَيْسَ هُوَ بِتِلْكَ الصِّفَةِ – وَقِيْلَ غَيْرَ ذٰلِكَ ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

١٥٥١ : حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میری ایک سوکن ہے۔ کیا مجھے اس بات سے گناہ ہوگا کہ میں اس کے سامنے ظاہر کروں کہ مجھے خاوند کی طرف سے وہ کچھ ملتا ہے جو واقعتاً مجھے نہیں ملتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹ موٹ سیرابی ظاہر کرنے والا جھوٹ کے دو

کپڑے پہننے والے کی طرح ہے''۔ (بخاری و مسلم)

**اَلْمُتَشَبِّعُ**: جو سیرابی ظاہر کرے حالانکہ سیر نہ ہو۔ یہاں اس کا معنی یہ ہے وہ ظاہر یہ کرے کہ اس کو فضیلت حاصل ہے حالانکہ اس کو حاصل نہیں۔ **لَابِسُ ثَوْبَيْ زُوْرٍ** جھوٹ والے کپڑے پہننے والا وہ وہی شخص ہے جو لوگوں کے سامنے جھوٹ موٹ ظاہر کرے کہ وہ زاہدوں میں سے ہے یا اہل علم میں سے ہے یا اہل مال میں سے ہے تاکہ لوگ اسکے بارے میں دھوکے میں مبتلا ہو جائیں حالانکہ اس میں ان میں سے کوئی خوبی بھی نہ ہو۔ بعض نے اس کا معنی اور بھی بیان کیا ہے۔

**تشریح** ❁ اسماء رضی اللہ عنہا' ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ ضرۃ۔ سوتن۔ اس کی جمع ضرات اور ضرائر گویا جمع ضریرۃ جیسے کریمة و کرائم۔ (المصباح) ان تشبعت۔ خاوند کی طرف وہ چیز منسوب کرے جو اس نے نہ دی ہو۔ جیسا سوتنیں کرتی ہیں۔ اس کا مقصد خاوند کو دوسری سے بدظن کرنا ہوتا ہے۔ المتشبع۔ اسی سے ہے۔ اس آدمی کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو پیٹ بھرا ظاہر کرے حالانکہ بھوکا ہو۔ اسی طرح علم و مرتبہ اور عظمت کو ظاہر کرے جو اس میں نہ ہو۔ **لابس ثوب زور**۔ جو لوگوں کی اور ہیئت سے ملاقات کرے۔ **اهل الزهد**۔ کھردرا لباس اور اہل دنیا پر بڑائی کا اظہار۔ **اهل العلم**۔ ان کا معروف لباس پہنے۔ **اهل الثروة**۔ بہت مالدار لوگ۔ **ليغتر به الناس**۔ اس سے لوگ تبرک حاصل کریں اور اہل علم کی طرح اس کو وظائف دیں۔ اور اپنے اموال پر اس کو امین بنائیں۔ **وليس هو بتلك الصفة**۔

**اَلْتَّخْوِيْ**: یہ تیز یا کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ ابن حجر کا قول: الثوب سے اس کی ذات مراد ہے۔ کیونکہ عرب کہتے ہیں نقی الثوب۔ جبکہ وہ میل کچیل سے پاک ہو۔ دنس الثوب بولتے ہیں جبکہ کوئی آدمی مقروض ہو۔ (فتح الباری)

**خطابی کا قول**: کپڑا اصل میں مثال ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جھوٹا اور کذاب ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسا میل سے صاف آدمی کو طاهر الثوب کہتے ہیں۔ اس سے مراد نفس انسان ہے۔ بعض نے کہا کہ شاہد زور کبھی ثوبین سے استعارہ کیا جاتا ہے جن سے تجمل حاصل کرتا ہے۔ تاکہ دوسروں کو معلوم ہو کہ وہ مقبول الشهادہ ہے۔ یہ خطابی نے نعیم بن حماد سے نقل کیا ہے۔ وہ اپنے خاندان میں ہوتا ہے۔ اس کا عرب و ہیبت ہوتی ہے۔ وہ کپڑے پہنتا اور ضرورت کے وقت متوجہ ہوتا ہے اور جھوٹی گواہی دیتا ہے۔ اس کی گواہی کو ظاہری ہیئت اور اچھے کپڑے کی وجہ سے قبول و نافذ کر دی جاتی ہے۔ یعنی دونوں کپڑوں سے شہادت تو ثوب الزور کہہ دیا۔ بعض نے کہا کلابس خوبی زور۔ جیسے جھوٹ کے کپڑے پہننے والا ہو۔

**حکمت**: تثنیہ لانے میں حکمت یہ ہے کہ ایک تو اپنے پر جھوٹ بولا جو اس کو حاصل نہیں اور دوسرے پر جھوٹ بولا جو اس نے نہیں دیا۔ یہ جھوٹا گواہ ہے جو اپنی ذات پر ظلم کرتا اور جس پر گواہی دی گئی اس پر ظلم کرتا ہے۔

**داودی کا قول**: تثنیہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ اس آدمی کی طرح ہے جس نے دو مرتبہ جھوٹ بولا درحقیقت جھوٹ سے بچانے میں مبالغہ کیا گیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ لوگ ایک آستین کے اندر آستین بناتے تاکہ دو کپڑے معلوم ہوں۔ مگر پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔ بعض نے کہا اس کا مطلب امانت یا عاریت کے کپڑے پہنے تاکہ لوگوں کو گمان ہو کہ یہ اسی کے کپڑے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں قسموں کا لباس وقتی ہوتا ہے ہمیشہ نہیں رہتا۔ پس وہ اپنے جھوٹ کی وجہ سے رسوا ہوگا اور عورت کا ایسی بات کہنا جس سے اس

کے خاوند اور سوتن کے درمیان بغض پیدا ہو۔ پس یہ سحر کی طرح ہے جو مرد و عورت کے درمیان تفریق کیلئے استعمال ہوتا ہے یہاں بھی مراد لیا گیا ہے۔

زمخشری کا قول: المتشبع۔ پیٹ بھرا ظاہر کرنے والا ہے حالانکہ وہ نہیں یہ استعارہ ہے ایسے شخص سے جو ایسے شخص سے جو ایسی فضیلت ظاہر کرے جو اس کو حاصل نہ ہو اور جھوٹ کے کپڑے پہننے سے تشبیہ دی۔ یعنی جھوٹ والا وہ شخص ہے جو اہل اصلاح کے کپڑے ریاکاری کے طور پر پہنے۔ اور کپڑوں کی نسبت اپنی طرف کرے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں دو کپڑوں کی طرح ہیں۔ اور تثنیہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ آدمی جو ایسی زینت کرے جو اس میں نہ ہو وہ اسی طرح ہے جیسا وہ شخص جس نے دو جھوٹ کے کپڑے پہن لیے۔ اس سے اشارہ کیا کہ وہ سر سے پاؤں تک جھوٹ میں ملوث ہے۔ (۲) یہ بھی ممکن ہے کہ تثنیہ کا مقصد یہ ہو کہ تشبع سے دو مذموم حالتیں حاصل ہوئیں: (۱) سیر نہ ہونا (۲) جھوٹ کا اظہار۔ (الفائق لزمخشری)

ابن حجر کہتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے۔ پیٹ بھرا ظاہر کرنے والا وہ شخص ہے جو کہتا ہے۔ مجھے یہ چیز ملی حالانکہ اس کو ملی نہیں۔ یہ یا تو اس لئے کہ وہ ایسی چیز سے متصف ہے جو اس میں نہیں اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ دی ہے۔ یا فلاں نے اس کو یہ چیز اس کو دی جو اس کے ساتھ خاص ہے۔ تو اس نے دو جھوٹ جمع کیے (۱) اپنے کو ایسی چیز سے متصف کرنا جو اس میں نہیں (۲) ایسی چیز لینا جو اس نے لی نہیں۔ اور دینے والی ذات باری تعالیٰ پر جھوٹ بولا یا لوگوں پر۔ ثوبی زور سے مراد یہ دو حالتیں ہیں جس کا اس نے ارتکاب کیا۔ اور ان دونوں سے متصف ہوا۔ کپڑا اچھی اور بری خصلت پر بولا جاتا ہے۔ پس تثنیہ کی تشبیہ درست ہوگئی۔ کیونکہ دو چیزوں کو دو سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (النہایہ)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۰/۲٦۹۸۷) والبخاری (۵۲۱۹) ومسلم (۲۱۳۰) وأبو داود (٤۹۹۷) والنسائی (۵/۸۹۲۰) وابن حبان (۵۷۳۸) والحمیدی (۱۳۱۹) والطبرانی (۲۲۲/۲٤) والبیهقی (۳۰۷/۷)

**الفوائد** : اس فضیلت سے اپنے کو متصف کرنا جو اسے حاصل نہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنا دیتا ہے۔

## ۲٦۳ : بَابُ بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيمِ شَهَادَةِ الزُّوْرِ

## باب : جھوٹی گواہی کی شدید حرمت

### الآيات

**تشریح** : شهادة الزور۔ جھوٹی گواہی۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ [الحج: ۳۰] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ [بنی اسرائیل: ۳٦] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ [ق: ۱۸] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ [الفجر: ۱٤]

وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾ [الفرقان]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور تم جھوٹی بات سے بچو''۔ (الحج)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تم اس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں''۔ (بنی اسرائیل)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''انسان جو بھی بولتا ہے اس پر ایک نگران فرشتہ تیار ہوتا ہے''۔ (ق) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک آپ کا رب البتہ گھات میں ہے''۔ (الفجر)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ لوگ جو کہ جھوٹ کی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے''۔ (الفرقان)

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ...... قول زور سے مراد کذب و بہتان ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ...... عموم نا معلوم میں شہادت زور بھی شامل ہے۔

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ...... اس کی تفسیر گزر چکی ملاحظہ کریں۔

اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ...... ۔

مرصاد ۔ بندوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ باب المراقبہ میں گزرا۔

وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ......

یعنی وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے یا باطل مقامات پر حاضر نہیں ہوتے۔

## الروایات

۱۵۵۲ : وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَآئِرِ؟" قُلْنَا : بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ – قَالَ : "اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ" وَکَانَ مُتَّکِئًا" فَجَلَسَ فَقَالَ : "اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ ! فَمَا زَالَ یُکَرِّرُهَا حَتّٰی قُلْنَا : لَیْتَهٗ سَکَتَ ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۵۵۲: حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تم کو سب سے بڑا کبیرہ گناہ نہ بتلا دوں؟ ہم نے عرض کیا ضرور بتلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپ پہلے ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: خبردار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی پھر اس کو دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش کہ آپ خاموش ہو جائیں''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ الا انبئکم: الا حرف تنبیہ ہے اور انبئکم کا معنی خبردار کرنا۔ الاشراك باللّٰه۔ جس قسم کا بھی شرک و کفر ہو۔ عقوق الوالدین۔ دونوں یا ان میں سے کسی ایک سے تکلیف دہ سلوک کرے جو معمولی نہ ہو۔ وکان متکئا۔ اس کا عطف قال رسول اللہ ﷺ پر ہے، قید مضمر مان لیں تو یہ حال ہے۔ فجلس۔ تاکہ اگلی بات کی عظمت بتلائی جائے۔ یکررھا۔ اس جملہ مذکورہ کو۔ لیتهٗ سکت۔ شفقت کی وجہ سے۔ کیونکہ آپ کی تکلیف محسوس کی۔

**تخریج** : باب تحریم عقوق الوالدین میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

# ۲۶۴ :بَابُ تَحْرِيْمِ لَعْنِ اِنْسَانٍ بِعَيْنِهٖ اَوْ دَآبَّةٍ

## بَابٌ: کسی معین شخص یا جانور کولعنت کرنا حرام ہے

**تشریح** ⊙ لعن انسان بعینہ۔ جب کہ کفر پر موت کا یقین نہ ہو۔ اور اگر یقین نہ ہو تو درست ہے جیسے ابو جہل، ابلیس اور اس کا لشکر۔ اس کے علاوہ میں لعنت حرام ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارنا ہے اور اس کا علم توقیفی ہے۔ جب تک کافر زندہ ہے اس وقت تک امید ہے۔ پس وہ ان میں داخل ہوگا۔ او دابة۔ نبات و جماد میں سے ہر مخلوق کا یہ حال ہے۔

۱۵۵۳ :وَعَنْ اَبِیْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتِ ابْنِ الضَّحَّاكِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَیْعَةِ الرِّضْوَانِ – قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ عَلٰى یَمِیْنٍ بِمِلَّةٍ غَیْرِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ ' وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَیْءٍ عُذِّبَ بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ' وَلَیْسَ عَلٰى رَجُلٍ نَذْرٌ فِیْمَا لَا یَمْلِكُهٗ ' وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔

۱۵۵۳: حضرت ابوزید بن ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ بیعت رضوان والوں میں سے ہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی وہ اسی طرح ہے جیسا اس نے کہا۔ جس نے اپنی جان کو بغیر کسی چیز کے ساتھ قتل کر دیا اس کو اسی چیز کے ساتھ قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ کسی آدمی پر اس نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں جو اس کے اختیار میں نہیں اور مؤمن کو لعنت کرنا اس کے قتل کرنے کی طرح ہے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ⊙ بیعة الرضوان۔ اس سے وہ بیعت مراد ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا: ﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ......﴾ [الفتح: ۱۸] یہ مقام حدیبیہ تھا یہ ۶ھ کی بات ہے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے عثمان بن عفان کو قتل کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے قتال کیلئے صحابہ کرام سے بیعت لی۔ من حلف علی یمین بملة غیر الاسلام۔ گویا اس طرح کہا: "واللہ إن فعلت کذا فهو یهودی أو نصرانی"۔ فهو کما قال۔ اگر اس سے اس دین کو اختیار کرنا اور اس پر عزم کرنے کا ارادہ کیا تو اسی وقت کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ عزم کفر کفر ہے۔ اور اگر اپنے آپ کو رد کنے کیلئے مبالغہ مقصود ہو کہ وہ اس چیز کو نہیں کرے قطع نظر اس چیز کے جس کا قسم میں نام لیا تو یہ معصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ علی لا کر اشارہ کیا کہ اس کے دل کا اس قسم پر قصد ہے۔ اور بلا قصد وہ لفظوں پر چلے تو جو حدیث میں مذکور ہے وہ نہ تھا۔ ومن قتل نفسہ۔ تاکہ جزا جنس عمل سے ہو۔ ولیس علی رجل: جس چیز پر اختیار نہ ہو اس کی قسم کھا لینے سے اس کو پورا کرنا لازم نہیں آتا۔ لعن المؤمن۔ مسلمان پر لعنت کی بڑھائی کو بتلانے کیلئے اس کو قتل کے گناہ سے تشبیہ دی ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٥/١٦٣٨٥) ومسلم (١١٠) وأبو داود (٣٢٥٧) والترمذی (١٥٢٧) والنسائی (٣٧٧٩) وابن ماجه (٢٠١٨) وعبد الرزاق (٥٩٧٢) والطیالسی (١١٩٧) وابن الجارود (٩٢٤) والبیهقی (٢٣/٨)

**الفوائد**: خودکشی والا اسی طرح کی سزا پائے گا۔ ملت اسلام کے علاوہ کی قسم اٹھانا حرام ہے۔ نذر سے تقدیر نہیں ٹلتی۔

۱۵۵۴ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا یَنْبَغِیْ لِصِدِّیْقٍ اَنْ یَّکُوْنَ لَعَّانًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۵۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی سچے آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ لعن طعن کرنے والا ہو''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ لا ینبغی۔ یعنی مؤمن کی یہ شان وحال نہیں۔ مبالغہ کا صیغہ لا کر اشارہ کر دیا۔ اگر کسی وقت اس نے نذر مان لی تو یہ اس کے وصف صدیقیت کے منافی نہ ہوگا۔ کیونکہ بسا اوقات غلبہ حال اس کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے۔ ترمذی کے الفاظ یہ ہیں۔ ''لا یکون المؤمن لعانًا''۔

**تخریج** : تفرد مسلم (٢٥٩٧) الأشراف (١٤٠٢٣)

**الفوائد** : لعنت کی عادت تقویٰ اور ایمان کے اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔

۱۵۵۵ : وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " لَا یَکُوْنُ اللَّعَّانُوْنَ شُفَعَآءَ وَلَا شُهَدَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۵۵: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لعن طعن کرنے والے قیامت کے دن سفارشی ہوں گے نہ گواہ''۔ (مسلم)۔

**تشریح** ۞ شفعاء۔ یہ شفیع کی جمع ہے۔ یعنی قیامت کے دن وہ سفارش نہ کر سکیں گے جب مؤمن اپنے ان بھائیوں کیلئے شفاعت کریں گے جن پر آگ واجب ہو چکی ہوگی۔ و لا شهداء۔ مظہری کہتے ہیں۔ دنیا میں لوگوں کو لعنت کرنے والا فاسق ہے۔ اور فاسق کی شہادت و شفاعت مقبول نہیں۔ یوم القیامة۔ جب کہ امتیں انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت پر گواہ طلب کریں گے۔ تو وہ کہیں کہ امت محمد یہ گواہ دے گی۔ امت محمد یہ کو انبیاء علیہم السلام کی گواہی کیلئے لایا جائے گا۔ وہ پیغام رسالت کے امتوں تک پہنچانے کی گواہی دیں گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ لعنت کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مرتبہ نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ ان کی گواہی بھی من جملہ گواہوں میں قبول نہ کی جائے گی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١/١٢٥٩٩) والبخاری (٣١٦) ومسلم (٢٥٩٨) وأبو داود (٤٩٠٧) وابن حبان (٥٧٤٦) والحاكم (١/١٤٩) وعبد الرزاق (١٩٥٣٠) والبیهقی (١٠/١٩٣)

**الفوائد** : کسی پر لعنت کرنے سے آدمی خود خیر کثیر سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ لعنت کا قطعاً حقدار نہ ہو۔

۱۵۵۶ : وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ – وَلَا بِغَضَبِهٖ وَلَا بِالنَّارِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ' وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۵۵۶: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' اللہ کی لعنت اور غضب اور آگ کے ساتھ کسی پر لعنت مت کرو''۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ لا تلاعنوا بلعنة اللّٰه۔ مفاعلہ اپنے باب پر بھی ہوسکتا ہے۔ اور مبالغہ کیلئے بھی ہوسکتا ہے نہ کہ مغالبہ کیلئے۔ ولا بغضبہ۔ یعنی غضبو نار کی بددعا مت کرو۔ کیونکہ ان کی عظمت بہت بڑی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۲۰۱۹۵) وأبو داود (٤٩٠٦) والترمذی (۱۹۸۳) والحاکم (۱/۱۵۰)

**الفرائد** : لعنت کو عادت بنانے سے بہت سی خیر سے آدمی محروم ہوجاتا ہے۔ خصوصاً قیامت کے دن۔ اللہ تعالیٰ کے غضب ولعنت۔ پس لعنت نہ ڈالنی چاہیے۔

۱۵۵۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: "لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ ' وَلَا اللَّعَّانِ ' وَلَا الْفَاحِشِ ' وَلَا الْبَذِيِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۵۵۷: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' طعنہ زنی کرنے والا اور لعنت کرنے والا اور فحش گو اور زبان دراز مؤمن نہیں''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ المؤمن۔ کامل الایمان۔ بالطعان۔ جو لوگوں کی عزتوں کو مذمت ' غیبت سے خراب کرنے والا ہو۔ یہ طعن سے فعول کا وزن ہے۔ طعن فیه ولیه بالقول (ف،ن) نسب عیب میں لگانا۔ (النہایہ) سیوطی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ لعنت کا مطلب! دھتکارنا اور دور کرنا۔ مخلوق کی لعنت بددعا اور گالی۔ ولا الفاحش۔ کلام وافعال فحش گو۔ ولا البذاء۔ المباذاة۔ آپس میں فحش گوئی کرنا۔ کبھی بذا یبذو بھی استعمال ہوتا ہے (النہایہ)۔ بذا یبذو۔ بیوقوف قرار دیا اور اپنی گفتگو میں فحش گوئی اختیار کی خواہ اس کی کلام سچی ہو وہ بذیّ کہلائے گا۔ یہ فعیل کے وزن پر ہے عورت کیلئے بذیة۔ بَذِیَ (س) بذو یبذورك۔ (المصباح)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/۳۸۳۹) والبخاری (۳۳۲) والترمذی (۱۹۸٤) وابن حبان (۱۹۲) والحاکم (۱/۳۰) وابن أبی شیبة (۱۱/۱۸) وأبو نعیم (٤/۲۳٥) والبیهقی ۲٤۳/۱۰ والبزار (۱۰۱)

**الفرائد** : کامل مسلمان لوگوں کی اعراض ونسب سے نہیں کھیلتا اور ان کے خلاف بددعا میں بھی جلدی نہیں کرتا بلکہ صبر کرتا ہے اور رضائے الٰہی کی بات کرتا ہے۔

۱۵۵۸ : وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَى السَّمَآءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَهَا ' ثُمَّ تَهْبِطُ اِلَى الْاَرْضِ

فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا ، ثُمَّ تَاْخُذُ يَمِيْنًا وَّشِمَالاً، فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَى الَّذِىْ لُعِنَ، فَاِنْ كَانَ اَهْلًا لِذٰلِكَ وَاِلاَّ رَجَعَتْ اِلٰى قَآئِلِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

۱۵۵۸: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ پس اس کے والے آسمان کے دروازے بند کر لئے جاتے ہیں پھر وہ زمین پر اترتی ہے تو اس کے دروازے بھی اس کے والے بند کر لئے جاتے ہیں پھر دائیں اور بائیں جانب جاتی ہے جب وہ کوئی گنجائش نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہو جب کہ وہ اس کا مستحق ہو ورنہ لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے''۔ (ابوداؤد)

**تشریح** ۞ اذا لعن شیئا۔ کسی بھی چیز کو۔ شیئاً تنکیر اس کو ظاہر کرتی ہے۔ تغلق ابواب۔ لعنت کی شناعت اور قباحت کی وجہ سے آسمان کے دروازے بند کر لیے جاتے ہیں۔ اعلیٰ کلمات اور صالح اعمال ہی اوپر چڑھتے ہیں۔ تھبط الی الارض۔ تاکہ تحیین میں پہنچ جائے اس کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر وہ دائیں بائیں۔ مساغا۔ راستہ اور داخلے کی جگہ۔ الذی لعن الملعون اھلا لذلك۔ اس کو پہنچ جاتی ہے اگر وہ اس کا مقدر ہوتا ہے۔

والا۔ اگر وہ اس کا حق دار نہیں ہوتا۔ رجعت الی قائلها۔ کہنے والے پر لوٹتی ہے۔ احمد کی روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس طرح ہے ''ان اللعنة اذا وجهت الى من وجهت اليه فان اصابت عليه سبيلاً ووجدت فيه مسلكا وإلا قالت يا رب وجهت إلى فلان فلم أجد فيه مسلكا اجد وليه سبيلاً فيقال ارجعي من حيث جئت'' یعنی کہنے والے کی طرف۔ اس کی مثال یہ روایت ہے ''من قال لاخيه يا كافر''۔

**تخریج**: أخرجه أبو داود (٤٩٠٥) أحمد (٢/٣٨٧٦)

**الفرائد**: جس پر لعنت کی جائے اگر وہ اس کی مستحق نہ ہو تو قائل کی طرف لعنت لوٹ آتی ہے۔

۱۵۵۹: وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِىْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ، وَامْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ عَلٰى نَاقَةٍ فَضَجِرَتْ فَلَعَنَتْهَا فَسَمِعَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ''خُذُوْا مَا عَلَيْهَا وَدَعُوْهَا فَاِنَّهَا مَلْعُوْنَةٌ'' قَالَ عِمْرَانُ: فَكَاَنِّىْ اَرَاهَا الْاٰنَ تَمْشِىْ فِى النَّاسِ مَا يَعْرِضُ لَهَا اَحَدٌ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۵۹: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک سفر میں تھے۔ ایک انصاری عورت' جو اپنی اونٹنی پر سوار تھی' نے اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تنگی محسوس کی تو اس پر لعنت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن کر فرمایا اس اونٹنی پر جو سامان ہے وہ اتار لو اور اس کو چھوڑ دو کیونکہ یہ مطعون ہے۔ عمران کہتے ہیں کہ یہ منظر اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے گویا میں اس کو اب بھی لوگوں میں چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ اس اونٹنی کو کوئی رکھنے کے لئے تیار نہیں''۔ (مسلم)

**تشریح** فضجرت۔ اونٹنی کا مشقت میں پڑنا۔ **فلعنتھا فسمع ذلک**۔ آپ ﷺ نے اسے دوسروں کو زجر کے طور پر فرمایا۔ **ما علیھا**۔ کجاوہ اور بوجھ۔ **دعوھا فانھا ملعونۃ**۔ اس کو چھوڑ دو ان کے متعلق بددعا کی گئی ہے۔ **قال عمران**۔ یہ اپنے کمال استحضار واقعہ کو بیان کرنے کیلئے یہ بات کہی۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۷/۱۳۷۹۱) ومسلم (۲۵۹۵) وأبو داود (۲۵٦۱)

**الفرائد**: ملعون کی مصاحبت سے گریز کرنا چاہیے۔ اس میں بے پردہ عورت، مردوں سے مشابہت کرنے والی عورت، ہیجڑے، جرائم پیشہ لوگ وغیرہ۔ ان کے متعلق احادیث میں صراحت سے لعنت موجود ہے۔

۱۵٦۰ : وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ نَضْلَۃَ ابْنِ عُبَیْدٍ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : بَیْنَمَا جَارِیَۃٌ عَلٰی نَاقَۃٍ عَلَیْھَا بَعْضُ مَتَاعِ الْقَوْمِ اِذْ بَصُرَتْ بِالنَّبِیِّ ﷺ وَتَضَایَقَ بِھِمُ الْجَبَلُ فَقَالَتْ : حَلْ اَللّٰھُمَّ الْعَنْھَا – فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : "لَا تُصَاحِبْنَا نَاقَۃٌ عَلَیْھَا لَعْنَۃٌ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُہٗ "حَلْ" بِفَتْحِ الْحَآءِ الْمُھْمَلَۃِ وَاِسْکَانِ اللَّامِ : وَھِیَ کَلِمَۃٌ لِزَجْرِ الْاِبِلِ – وَاعْلَمْ اَنَّ ھٰذَا الْحَدِیْثَ قَدْ یُسْتَشْکَلُ مَعْنَاہُ وَلَا اِشْکَالَ فِیْہِ بَلِ الْمُرَادُ النَّھْیُ اَنْ تُصَاحِبَھُمْ تِلْکَ النَّاقَۃُ وَلَیْسَ فِیْہِ نَھْیٌ عَنْ بَیْعِھَا وَذَبْحِھَا وَرُکُوْبِھَا فِیْ غَیْرِ صُحْبَۃِ النَّبِیِّ ﷺ بَلْ کُلُّ ذٰلِکَ وَمَا سِوَاہُ مِنَ التَّصَرُّفَاتِ جَآئِزٌ لَا مَنْعَ مِنْہُ ، اِلَّا مِنْ مُصَاحَبَۃِ النَّبِیِّ ﷺ بِھَا لِاَنَّ ھٰذِہِ التَّصَرُّفَاتِ کُلَّھَا کَانَتْ جَآئِزَۃً فَمُنِعَ بَعْضٌ مِّنْھَا فَبَقِیَ الْبَاقِیْ عَلٰی مَا کَانَ ، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

۱۵٦۰: حضرت ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ کی ایک نوجوان لڑکی ایک اونٹنی پر سواری تھی جس پر لوگوں کا کچھ سامان تھا اچانک اس عورت نے پیغمبر ﷺ کو دیکھا اور پہاڑ کی وجہ سے رستہ تنگ ہو گیا تو اس لڑکی نے کہا (حَلْ) بمعنی حل۔ اے اللہ اس پر لعنت فرما تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے ساتھ ایسی اونٹنی نہ چلے جس پر لعنت کی گئی ہو'۔ (مسلم)

حَلْ کا لفظ زبر کے ساتھ ہے۔ یہ اونٹوں کو تیز چلانے کے لئے بولا جاتا ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں جان لو کہ یہ حدیث معنی میں اشکال رکھتی ہے حالانکہ اس میں کوئی اشکال نہیں بلکہ مقصد ممانعت سے صرف یہی ہے کہ وہ اونٹنی ان کے پاس نہ رہے اس میں اس کے فروخت کرنے' ذبح کرنے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کے علاوہ سوار ہونے کی ممانعت نہیں بلکہ یہ سب تصرفات اس کے لئے جائز ہیں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اس پر سواری کی ممانعت کی گئی کیونکہ یہ سارے تصرفات پہلے جائز تھے ان میں سے ایک کو روک دیا تو بقیہ تصرفات اپنے حکم پر رہے''۔ واللہ اعلم

**تشریح** **جاریہ**۔ جوان سال عوت۔ **تضایق بھم**۔ ان لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ حل۔ تاکہ وہ اونٹنی جلد فاصلہ طے کرلے۔ **لا تصاحبنا ناقۃ علیھا لعنۃ**۔ **لا تصاحِبْنَا**۔ اگر سکون سے ہو تو نہی ہے اور اگر مرفوع ہو تو لفظا خبر

اور معنی نہی ہے۔ اونٹوں کو ڈانٹنے کیلئے حل اور خچر کیلئے عدس۔
ایک اشکال: اس اونٹنی کو اسی طرح چھوڑنا سائبہ بنانے کی طرح ہے۔
الجواب: حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اپنے ساتھ سفر سے ممانعت فرمائی تا کہ اس کو خوب تنبیہ ہو جائے۔ بقیہ تصرفات خرید و فروخت اور ذبح و سواری کی ممانعت نہ تھی۔ صرف آپ کی مصاحبت سے ممانعت تھی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۹۷۸۷/۷) ومسلم (۲۵۹۶) وابن حبان (۵۷۴۳)

**الفرائد** : زجراً ان کے ساتھ سے منع فرمایا تا کہ لعنت سے خصوصاً احتراز کیا جائے۔

## ۲۶۵ :بَابُ جَوَازِ لَعْنِ اَصْحَابِ الْمَعَاصِیْ غَیْرِ الْمُعَیَّنِیْنَ

## بَابٌ: غیر متعین گناہ کرنے والوں کو لعنت کرنا جائز ہے

### الآیات

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ﴾ [ھود:۱۸] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَیْنَھُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ﴾ [الاعراف:۴۴] وَثَبَتَ فِی الصَّحِیْحِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : "لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَاَنَّہٗ قَالَ : لَعَنَ اللّٰہُ اٰکِلَ الرِّبَا" وَاَنَّہٗ لَعَنَ الْمُصَوِّرِیْنَ وَاَنَّہٗ قَالَ :لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ غَیَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ " اَیْ حُدُوْدَھَا :وَاَنَّہٗ قَالَ :"لَعَنَ اللّٰہُ السَّارِقَ یَسْرِقُ الْبَیْضَةَ" وَاَنَّہٗ قَالَ :"لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَیْہِ" "وَلَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ" وَاَنَّہٗ قَالَ :"مَنْ اَحْدَثَ فِیْھَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰی مُحْدِثًا فَعَلَیْہِ لَعْنَةُ اللّٰہِ وَالْمَلَآئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" وَاَنَّہٗ قَالَ :"اَللّٰھُمَّ الْعَنْ رِعْلًا ، وَّذَکْوَانَ ، وَعُصَیَّةَ :عَصَوُا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ" وَھٰذِہٖ ثَلَاثُ قَبَآئِلَ مِنَ الْعَرَبِ وَاَنَّہٗ لَعَنَ الْمُتَشَبِّھِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّھَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ ، وَجَمِیْعُ ھٰذِہِ الْاَلْفَاظِ فِی الصَّحِیْحِ :بَعْضُھَا فِیْ صَحِیْحَی الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ ، وَبَعْضُھَا فِیْ اَحَدِھِمَا وَاِنَّمَا قَصَدْتُّ الْاِخْتِصَارَ ، بِالْاِشَارَةِ اِلَیْھَا ، وَسَاَذْکُرُ مُعْظَمَھَا فِیْ اَبْوَابِھَا مِنْ ھٰذَا الْکِتَابِ ، اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے''۔ (ھود) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو''۔ (الاعراف) صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو بال ملانے والی ہیں اور ان عورتوں پر جو بال ملوانے والی ہیں'' اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لعنت کرے سود خور پر'' اور اسی طرح آپ

نے تصویر کھینچنے والوں پر لعنت فرمائی اور اسی طرح فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہو ان پر جس نے زمین کی حدود میں ردّ و بدل کیا'' اور یہ بھی فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہو چور پر جو ایک انڈہ چراتا ہے'' اور یہ فرمایا: ''اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اپنے والدین پر لعنت کی اور اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا'' اور یہ فرمایا: ''جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دیا اس پر اللہ کی لعنت'' اور یہ فرمایا: ''اے اللہ! لعنت کر رعل' ذکوان اور عصیہ پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی''۔ یہ تینوں عرب قبائل ہیں اور فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہو یہودیوں پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا'' اور یہ فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کرنے والے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کرنے والی ہیں''۔ یہ تمام الفاظ صحیح احادیث میں ہیں بعض بخاری و مسلم دونوں میں ہیں اور بعض دونوں میں سے ایک میں نہیں نے مختصراً اشارہ کر دیا۔ ان میں زیادہ تر احادیث اپنے اپنے بابوں میں ذکر کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ

**تشریح** ۞ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔

اس میں غیر معین اہل معاصی پر لعنت بھیجی گئی ہے۔

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔

اذن موذن۔ ایک منادی اعلان کرے گا۔

الواصلہ۔ وہ عورت جو اپنے بالوں کے ساتھ مردوں کے بال لگائے۔ اس میں بیوی اور دوسری عورت کے مابین حرمت فعل میں کوئی فرق نہیں۔ اگر غیر آدمی کے بالوں کو ملایا تو اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر وہ نجس جانور ہے۔ تو اس نے نماز وغیرہ میں عمداً نجاست کو اٹھایا اور اگر وہ حلال جانور ہے تو جائز ہے۔ عند الشوافع اور امام مالک اور اکثر علماء مطلق وصل شعر کو حرام قرار دیا ہے۔ خواہ وہ بال ہوں یا اون وغیرہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت جمہور کے قول کی موید ہے۔ البتہ رنگ دار ریشمی دھاگے باندھنا وہ بالوں کے مشابہ نہیں پس وہ ممنوع بھی نہیں کیونکہ یہ وصل نہیں اور نہ اس سے متصل مقصود ہوتا ہے۔ اس سے تزئین مقصود ہوتی ہے۔

نووی رحمہ اللہ کا قول: اصل شعر کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس کے کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔ والمستوصلہ۔ وہ عورت جو اپنے بالوں کو ملانے کا کہے۔ (اس روایت کو احمد' اصحاب ستہ نے نقل کیا)۔ لعن اکل الربا۔ یہ سود کی جمیع اقسام' افضل' ید بید سب حرام ہیں۔ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں وارد ہے۔ امام احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ نے روایت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور احمد و نسائی نے بھی نقل کیا ہے۔ المصورین۔ ذی روح کی تصویر کھینچنے والے مراد ہیں۔ من غیر المنار۔ زمین کی پیمائشی حد بندیاں بدلنا۔ السارق۔ الف لام جنس کا ہے اور بیضہ کی مثال نفرت دلانے کیلئے ہے۔ اور اس بات پر خبردار کرنے کیلئے کہ تھوڑا تھوڑا بڑھ کر زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ قطع ید کے لائق ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کو احمد' مسلم' نسائی و ابن ماجہ نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔ من لعن والدیہ۔ یعنی اپنے والدین کو گالیاں دینے کا باعث بنے جیسا اس روایت میں ہے۔ ''أیسب الرجل ابویه؟ قال نعم یسب أبا الرجل فیسب أباهٗ ویسب

فیسب امّہ''۔من ذبح لغیر اللّٰہ۔ یہ سابقہ روایت کا حصہ ہے۔علی رضی اللہ عنہ سے ''فیمن غیر منار الأرض'' میں ہی مذکور ہے۔من أحدث فیھا۔ منکر باتیں ایجاد کرنے والا مراد ہے۔ یہ بھی حدیث بخاری و مسلم کا حصہ ہے۔ فیھا کا مرجع مدینہ منورہ ہے۔ قاضی کا قول: اس کا مطلب ارتکاب معصیت ہے۔ یا مجرم کو پناہ دینے والا۔ مازری کا قول: محدثا مصدر میمی ہے۔ بذات خود ایجاد کرنا یا اسم فاعل ایجاد کرنے والا۔ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ تبھی لعنت کا حقدار قرار دیا گیا۔ یہ رحمت الٰہی سے دور ہو جانے میں مبالغہ کیا گیا۔ کیونکہ لعن۔ دور کرنے کو کہتے ہیں۔ بعض نے گناہ پر ملنے اولا عذاب مراد لیا ہے۔ جنت میں اولیٰ داخلہ سے دور رکھا جائے گا۔ یہ لعنت کفار کی طرح نہیں۔ کیونکہ وہ مکمل طور پر رحمت الٰہی سے دور کر دیئے گئے ہیں۔ عرب کے قبائل رعل' ذکوان' عصیہ پر لعنت فرمائی۔ اسی طرح یہود پر لعنت فرمائی۔ مساجد۔ ان کی پوجا کرتے ہیں۔ المتشبھین۔ عورتوں کے افعال و اقوال و احوال کی نقل اتارنے والے۔ المتشبھات۔ مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتیں۔ اس روایت کو احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ بعض روایات بخاری و مسلم اور بعض ان میں سے کسی ایک میں جیسا ہم نے اشارہ کر دیا۔ تاکہ مقصود ترجمہ واضح ہو۔ عنقریب روایات آ رہی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

**لطیفہ**: ہشام بن عبدالملک کے ہاں طاؤس رحمہ اللہ گئے اور اس کو کہا' اتق اللّٰہ واحذر یوم الاذان ''اس نے کہا وہ یوم الاذان کیا آپ نے یہ آیت پڑھی: ''وأذّن موذنٌ بینھم ان لعنةُ اللّٰہ علی الظالمین'' ہشام سن کر بے ہوش ہو گیا۔ طاؤس فرمانے لگے۔ یہ تو صفت کے اثر سے ہے اور معاینہ کے وقت کیا حال ہوگا؟

## ۲۶۶ :بَابُ تَحْرِيْمِ سَبِّ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ

## باب: مسلمان کو ناحق گالی دینا حرام ہے

بغیر حق۔ جو اس سے قصاص لینے، تادیب کرنے، تعزیر کیلئے نہ ہو۔ اسی طرح جو کذب تک پہنچانے والا نہ ہو۔ ورنہ وہ حرام نہیں بلکہ بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے۔

### الآیات

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [احزاب:۵۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور وہ لوگ جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں بغیر کسی گناہ کے جو انہوں نے کمایا پس انہوں نے بہت بڑے بہتان اور گناہ کا ارتکاب کیا''۔ (الاحزاب)

**تشریح** ✪ اکتساب سے مراد جنایت یا ایذاء کی وجہ سے استحقاق ہے۔ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ اس میں ایذاء کی تمام انواع مذکور ہیں۔ مثلاً (۱) قولیہ۔ غیبت چغلی، استہزاء وغیرہ۔ اور (۲) فعلیہ۔ مار پیٹ، توہین وغیرہ۔ بعض نے کہا یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے تھے۔

## الروایات

۱۵۶۱ :وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :"سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ ' وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۵۶۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" مؤمن کو گالی دینا گناہ اور اس کا قتل (حلال سمجھ کر) کفر ہے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ سباب۔ یہ سَبٌّ سے مبالغہ ہے۔ کقتالہ۔ گناہ و حرمت میں ایک جیسے ہیں۔
نووی رحمہ اللہ کا قول: سب لغت میں کسی کو گالی دینا اور اس کی عزت پر عیب لگانا ہے اور قتال سے معروف مقاتلہ ہے۔ قاضی کہتے ہیں ممکن ہے کہ اس سے مراد مدافعت کرنا اور مضبوط کرنا۔ داؤدی کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ گالی دینے والے کا گناہ مقاتل کے برابر ہو۔
طبری کا قول: لعن و قتل میں مشابہت یہ ہے کہ لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور قتل زندگی سے دوری۔ اس روایت کو طبرانی سے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ اور عمرو بن النعمان اور دارقطنی نے جابر سے نقل کیا ہے۔ فقال کا وزن مبالغ کیلئے ہے سب و قتل کو حلال سمجھ کر کیا تو یقیناً کفر ہے۔ یا پھر کفران نعمت اور مسلمان کے حق کی عدم ادائیگی ہو۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲/۳٦٤۷) والبخاری (٤۸) المفرد (٤۳۱) مسلم (٦۳) والترمذی (۱۹۹۰) والنسائی (٤۱۲۱) وابن ماجه (٦۹) وابن حبان (۵۹۳۹) والطیالسی (۲٤۸) وابن منده (٦۵٤) والطبرانی (۱۰۱۰۵) وأبو یعلی (٤۹۸۸) والحمیدی (۱۰٤) والبیهقی (۸/۲۰)

**الفرائد**: مسلمان کے حق کی عظمت کا حال یہ ہے کہ اس کا قتل کفر کے معادل یا اس تک پہنچانے والا ہے۔

۱۵٦۲ :وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ :"لَا یَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسْقِ اَوِ الْکُفْرِ ' اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْہِ ' اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُہٗ کَذٰلِکَ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۵٦۲: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:" کوئی آدمی کسی آدمی پر کفر یا فسق کی تہمت نہ لگائے ورنہ وہ خود اسی پر لوٹے گی اگر وہ (دوسرا) لعنت کا حقدار نہ ہوا"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ یعنی اس کو فاسق کہے یا کافر کہے۔ ارتدت: یہ ردّت کے معنی میں ہے۔ اس روایت میں غیر فاسق کے فاسق کہنے والے کا فاسق ہونا یعنی طاعت سے نکلنا ثابت ہوتا ہے اور مؤمن کی تکفیر سے خود کافر ہو جاتا ہے اگر حلال سمجھ کر کرے۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۳۵۰۸)

**الفرائد** : مسلمان پر فسق و کفر کا الزام نہ لگانا چاہیے۔ اگر وہ مستحق نہ ہوا تو اپنے اوپر وبال پڑے گا۔

۱۵۶۳ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَلْمُتَسَابَّانِ مَا قَالَا فَعَلَی الْبَادِیْ مِنْهُمَا حَتّٰی یَعْتَدِیَ الْمَظْلُوْمُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۶۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک دوسرے کو گالی دینے والوں نے جو کہا اس میں گناہ اس پر ہے جس نے ابتداء کی یہاں تک کہ مظلوم حد سے گزر جائے"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ المتسابان۔ایک دوسرے کو گالیاں دینے والے۔ماقالا۔اس سے گالم گلوچ مراد ہے۔

**اَلنَّحْو**: یہ مبتداء خبر ہیں۔گالی کا گناہ۔ابتداء کرنے والے پر ہوگا۔یعتدی المظلوم : بدلے کی حد سے تجاوز کر جائے۔ مطلب یہ ہے جب مظلوم حد سے بڑھے گا تو ظالم بن جائے گا۔اس سے بدلے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔اس میں کسی کا اختلاف نہیں یہ کتاب سنت سے ثابت ہے۔صبر وعفو افضل ہے۔جیسا اس آیت میں ہے: ﴿ولمن صبر وغفر ان ذلك لمن عزم الامور﴾ اور یہ ارشاد نبوی: "وما ازداد عبد بعفو الا عزًّا"۔

**سوال**: جب سبوب کو گناہ نہ ملا اور قصاص سے مجرم بری ہوگیا تو پھر "اثم ماقالا" کس طرح درست ہے؟

**جواب**: یہ اضافت في کے معنی میں ای اثم کائن في ماقالا، اور وہ ابتداء کا گناہ ہے جو بادی پر ہے۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (٤٢٣) ومسلم (٢٥٨٧) وابن حبان (٥٧٢٩) والبيهقي (١٠/٢٣٥)

**الفرائد** : گالی میں ابتداء کرنے والے پر بوجھ ہوگا بشرطیکہ وہ تجاوز نہ کرے۔

۞ ۞ ۞

۱۵۶۴ : وَعَنْهُ قَالَ : اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ قَالَ : "اِضْرِبُوْهُ" قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِیَدِهٖ ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ — فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : اَخْزَاكَ اللّٰهُ ، قَالَ : "لَا تَقُوْلُوْا هٰذَا ، لَا تُعِیْنُوْا عَلَیْهِ الشَّیْطَانَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۵۶۴: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: "اس کو مارو"۔ہم سے بعض ہاتھ سے مارنے والے تھے اور بعض جوتے سے اور بعض اپنے کپڑے سے جب وہ پٹائی کے بعد واپس لوٹا تو کسی نے کہا: اللہ تمہیں رسوا کرے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: "اس طرح کہہ کر تم شیطان کی اس کے خلاف مددمت کرو"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ قد شرب : شراب پینا مراد ہے۔دمامینی کہتے ہیں اس سے مراد نعیمان اور عبداللہ جن کا لقب حمار تھا۔ اضربوه: اس سے حد لگانا مراد ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ شراب کی حد کوڑے کے بغیر بھی لگ سکتی ہے علماء کے تین قول ہیں: (۱) کوڑے یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے (۲) ضرب پر اکتفاء (۳) ہاتھوں اور کپڑوں سے ضرب، بعض القوم۔بخاری کی روایت میں رجلٌ ہے۔اور اس سے مراد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں جیسا حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں ہے۔لا تعینوا علیه الشیطان۔دوسرا لا ناھیہ ہے۔یہ جملہ ماقبل کی تعلیل کی طرح ہے۔شیطان کی مدد کی وجہ یہ ہے کہ

شیطان نے معصیت کو اس کے لئے مزین کیا تا کہ وہ رسواء ہو۔ اگر وہ اسی حال میں چھوڑ دیں گے تو رسوائی تو ہوگئی تو گویا شیطان کے مقصود کے حصول میں مدد کے مترادف ہوگیا۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے: ''اللهم اغفر له اللهم ارحمه'' اس سے دعا رحمت کرنا ثابت ہوتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۷۹۹۱) والبخاری (٦٧٧٧) وأبو داود (٤٤٧٧) وابن حبان (٥٧٣٠) والبیهقی (۳۱۲/۸)

**الفرائد**: شارب خمر کو لعنت کی بجائے کوڑے لگائے جائیں۔ عاصی پر لعنت کی بجائے، حد قائم کرنی چاہیے تا کہ وہ آئندہ جرم سے باز آ جائے۔

۱۵۶۵ :وَعَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهٗ بِالزِّنَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ' اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ كَمَا قَالَ:مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۵۶۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جس نے اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائی اس پر قیامت کے دن حد لگائی جائے گی مگر اس صورت میں (بچے گا) کہ اس (غلام) میں وہ حرکت ہو''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح**: قذف مملوکه :اپنے غلام ولونڈی پر تہمت لگائی۔ یقام علیه الحد :کمال عدل کو ظاہر کرنے کیلئے۔ اگر غلام اسی طرح ہو تو پھر حد نہ ہوگی۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۹۵۷۲) والبخاری (٦٨٥٨) ومسلم (١٦٦٠) وأبو داود (٥١٦٥) والترمذی (١٩٤٧)

**الفرائد**: غلام پر تہمت لگانے سے اگرچہ حد قذف نہ لگے گی مگر تعزیر ہوگی آخرت میں اس کی سزا پائے گا۔

## ۲۶۷ :بَابُ تَحْرِيْمِ سَبِّ الْاَمْوَاتِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّمُصْلِحَةٍ شَرْعِيَّةٍ

## بَاب: بلا کسی حق اور مصلحت شرعی کے مردوں کو گالی دینا حرام ہے

**تشریح**: مصلحت شرعیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نووی فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی اقتداء سے لوگ بدعات وغیرہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ فسق وغیرہ کی دوسری باتیں جو اس میں پائی جاتی تھیں۔ جیسا رواۃ حدیث پر جرح احکام شرع کی حفاظت کیلئے کی جاتی ہے۔ سابقہ باب کی روایت اور باب حفظ اللسان کی روایات۔

وَهِيَ التَّحْذِيْرُ مِنَ الْاِقْتِدَآءِ بِهٖ فِيْ بِدْعَتِهٖ ' وَفِسْقِهٖ ' وَنَحْوِ ذٰلِكَ فِيْهِ الْاٰيَةُ وَالْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ بدعات وفسق میں لوگ اس کی اقتداء سے بچ جائیں۔ ماقبل آیات واحادیث اسی باب

سے بھی متعلق ہیں۔

۱۵۶۶ :وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۵۶۶: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مُردوں کو گالیاں مت دو اس لئے کہ وہ اس عمل (کے نتیجہ) کو پہنچ گئے جو انہوں نے آگے بھیجا"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ لا تسبوا۔ نہی تحریمی ہے۔ الاموات میں برمیت مراد ہے۔ افضلوا۔ یہ نہی کی علت ہے۔ افضا پہنچنے کو کہا جاتا ہے۔ الی ما قدموا۔ عمل خیر یا شر ان کو گالی دینے میں فائدہ نہیں۔ اس سے مراد اموات مسلمین ہیں کفار کو عمومی سب درست ہے۔ البتہ نام لے کر صرف ان کی درست ہے۔ جن کے متعلق شارع کی نص ہو مثلاً ابولہب وغیرہ۔ طبرانی کی روایت میں "افضلوا" کے بعد "ما اکتسبوا" ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٢٥٥٠٩) والبخاري (١٣٩٣) والنسائي (١٩٣٥) والدارمي (٢٥١١) والقضاعي (٩٢٣) والبيهقي (٧٥/٤)

**الفرائد**: کفار کو سب جب کہ اس سے زندہ مسلمان کو ایذا پہنچتی ہو ممنوع ہے۔ مسلمان کو سب تو یہ شہادت کے حکم میں ہے۔ بعض مواضع میں ضروری اور بعض میں بالکل ممنوع ہے۔

## ۲۶۸ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِيْذَاءِ

## بَابٌ: کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچانا

**تشریح** ۞ اس میں دلیل ہے کہ مکلف کا فعل کسب کہلائے گا۔ افتعال کے صیغہ سے لا کر معصیت میں تسلسل اور مکمل متوجہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ یہ حظ نفس ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب:۵۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور وہ لوگ جو مؤمن مردوں اور عورتوں کو بلا کسی قصور کے ایذا پہنچاتے ہیں انہوں نے یقیناً بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا"۔ (الاحزاب)

۱۵۶۷ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۶۷: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں اور مہاجر وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چیز کو چھوڑا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **المسلم** : کامل مؤمن۔ سانه ویده۔ عموماً ایذاء انہی سے صادر ہوتی ہے۔ عادت غالبہ کے لحاظ سے ذکر فرمایا۔ **المهاجر** : کامل مہاجر جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں اور اس کی عظمت کی خاطر اس سے ڈرتے ہوئے گناہ کو ترک کر دیا۔ **ما نهی الله عنه** : اس سے صغائر و کبائر مراد ہیں۔ اصل ہجرت گناہ کا ترک اور طاعت سے تحلیہ ہے۔ مسلم کی بعض روایت میں لفظ اس طرح ہیں۔ ''لسانه'' کے بعد ''المؤمن من أمنه الناس علی دمائهم و أموالهم'' ہے۔

**تخریج** : کتاب المامورات میں گزر چکی۔

**الفرائد** : کامل مسلمان کی خصلتیں یہ ہیں کہ وہ محرمات کے قریب نہ پھٹکے اور واجب کو بالکل ترک نہ کرے۔

۞ ۞

۱۵۶۸ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَاْتِهٖ مَنِيَّتُهٗ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ، وَلْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِىْ يُحِبُّ اَنْ يُّؤْتٰى اِلَيْهِ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، وَهُوَ بَعْضُ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ سَبَقَ فِىْ بَابِ طَاعَةِ وُلَاةِ الْاُمُوْرِ۔

۱۵۶۸: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو پسند ہو کہ وہ آگ سے بچا لیا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے تو اس کی موت اس حالت میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں سے وہ سلوک کرے جو اپنے بارے میں پسند کرتا ہو کہ کیا جائے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **یزحزح** : دور کیا جانا۔ **وهو یؤمن بالله**۔

**النحو** : مفعول کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ موت تک ایمان پر رہے۔ جیسا اس ارشاد میں: ﴿و لا تموتن إلا وانتم مسلمون...... ﴾ [آل عمران: ۱۰۲] **ولیات**۔ اس جیسے صیغوں میں لام امر کو کسرہ دینا بھی جائز ہے۔ یہ اصل ہے۔ اور امکان بھی جائز ہے۔ کیونکہ واؤ عاطفہ ہے۔ اسی طرح ثم، فا کا لانا بھی درست ہے۔ **ان یؤتی الیه**۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسانوں سے اچھا معاملہ کرے، ایذاء سے باز رہے اور سخاوت کرے۔

**تخریج** : کتاب المامورات میں گزر چکی۔

**الفرائد** : حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو کی ادائیگی کمال ایمان کیلئے ضروری ہے۔

۞ ۞

# ۲۶۹ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّبَاغُضِ وَالتَّقَاطُعِ وَالتَّدَابُرِ

## بَاب: باہمی بغض، قطع تعلقی اور بے رخی کی ممانعت

**تشریح** التقاطع: ایسا انقطاع جو بغض و نفرت تک لے جائے۔ التدابر: ملاقات کے وقت پیٹھ پھیر کر چلے جانا۔ جو کہ علامت اعراض ہے۔

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ [الحجرات:۱۰] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ [المائدة:٥٤] وَقَالَ تَعَالٰی :﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ [الفتح:۲۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک مسلمان آپس میں بھائی ہیں''۔ (الحجرات) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مؤمنوں پر نرمی برتنے والے اور کافروں پر سخت خو ہیں''۔ (المائدہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کفار پر سخت اور باہمی رحم دل ہیں''۔ (الفتح)

بھائیوں کے بہی لائق ہے کہ وہ ملا کر رکھیں۔ جیسا کہ اعیان والوں کی تعریف میں فرمایا: ﴿والذين يصلون ما امر الله ان يوصل﴾ [الرعد: ۲۱]

ان کیلئے نرمی اختیار کرنے والے اور ان پر مہربانی کرنے والے ہیں۔ اپنے پہلو ان کیلئے جھکانے والے ہیں۔

**اعزة على الكافرين**: ان پر زبردست ہیں۔

**معه** سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ **اشداء على الكفار**: ان پر سختی برتنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿واغلظ عليهم﴾ [التوبہ: ۷۳]۔ **رحماء بينهم**: آپس میں رحمت ایمانی کی وجہ سے مہربان ہیں۔

۱۵۶۹ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ قَالَ :لَا تَبَاغَضُوْا ، وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا ، وَلَا تَقَاطَعُوْا ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۵۶۹: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''اے لوگو! ایک دوسرے کے ساتھ بغض مت

رکھو' نہ باہمی حسد کرو' نہ ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ' نہ باہمی تعلقات منقطع کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے''۔

(بخاری و مسلم)

**تشریح** : لا تباغضوا : ایسے افعال مت کرو جو بغض پیدا کرنے والے ہوں۔ولا تحاسدوا :تم میں سے کوئی دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا مت کرو۔ ولا تدابروا و لا تقاطعوا۔یعنی ایسی چیزیں مت اختیار کرو جو (تقاطع وتھاجر)ایک دوسرے سے قطع تعلقی اور ایک دوسرے کو چھوڑنے تک لے جانے والی ہوں۔ وکونوا عباد اللہ اخوانا۔عباد اللہ منادی بحذف صرف نداء ہے۔یا منصوب علی الاختصاص ہے کیونکہ ضمیر مخاطب کے بعد واقع ہے۔ اور اس ارشاد کی بھی یہی ترکیب کی گئی سلام علیکم دار قوم مومنین۔اخوانا کان کی خبر یا عباد اللہ خبر یا دوسری خبر ای خاضعین لامرہ ممتثلین لہ مجتمعین علیہ متواصلین بہ :ان کے حکم پر جھکنے والے اور اس کی پیروی کرنے والے۔ اکٹھے میل جول رکھنے والے۔یھجر اخاہ۔اس سے اعراض کر کے اور سلام وکلام چھوڑ کر۔ ثلاث۔سے تین مراد ہیں۔کیونکہ مزاج کی تیزی اتنے دنوں باقی رہتی ہے۔اس لئے یہ معاف ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (۱۶۸۳) وأحمد (۱۲۰۷۴/٤) والبخاری (٦٠٦٥) ومسلم (۲۵۵۹) وأبو داود (٤٩١٠) والترمذی (۱۹٤۲) وابن حبان (٥٦٦٠) والطیالسی (۲۰۹۱) والحمیدی (۱۱۸۳) وعبد الرزاق (۲۰۲۲۲) وأبو یعلی (۳۰٤۹) والبیهقی (۳۰۳/۷)

**الفوائد** : مسلمان سے بغض حرام ہے۔بلا شرعی عذر اس سے قطع تعلق جائز نہیں۔اس کی عیب جوئی نہ کرے اس میں حاضر و غائب کا حکم ایک ہے۔(ابن عبد البر مخلصاً)

۱۵۷۰ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الْخَمِیْسِ فَیُغْفَرُ لِکُلِّ عَبْدٍ لَّا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا ، اِلَّا رَجُلًا کَانَتْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ اَخِیْهِ شَحْنَاءُ فَیُقَالُ :اَنْظِرُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا! اَنْظِرُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا!" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ :"تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِیْ کُلِّ یَوْمِ خَمِیْسٍ وَّاثْنَیْنِ" وَذَکَرَ نَحْوَهٗ۔

۱۵۷۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' کہ جنت کے دروازے سوموار اور جمعرات کو کھولے جاتے ہیں۔پس ہر اس بندے کی بخشش کر دی جاتی ہے۔جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنے والا ہو مگر وہ آدمی (بخشش سے محروم رہتا ہے) کہ جس کے اور مسلمان بھائی کے درمیان بغض ہو۔پس کہا جاتا ہے کہ ان دو کو مہلت دو یہاں تک کہ صلح کر لیں ان کو مہلت دو یہاں تک کہ صلح کر لیں''۔(مسلم) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اعمال اللہ کی بارگاہ میں جمعرات اور سوموار کو پیش کئے جاتے ہیں اور بقیہ سابقہ روایت کی طرح ہے۔

**تشریح** ۞ ابواب الجنه سے آٹھوں دروازے مراد ہیں۔یوم الخميس :اس کا نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہفتہ کا پانچواں دن ہے۔فیغفر لكل عبد :اسی وجہ سے آپ ان دونوں دنوں کا روزہ اکثر رکھتے۔شیئاً لاکر بتلادیا ذرا سا شرک بھی بخشش سے محروم کر دیتا ہے۔شحناء :عداوت وبغض۔حتی یصطلحا :عداوت نفس کا حق ہے۔ورنہ اللہ تعالیٰ کو تو مغفرت سے کوئی چیز مانع نہیں۔ورنہ بغض فی اللہ کا تو حکم ہے۔صلح کو دوبارہ مؤکد کیا تا کہ اس کی اہمیت ظاہر ہو اور بعض روایات میں ان دونوں میں اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔

**تخریج** : أخرجه مالك (١٦٨٦) وأحمد (٣/٨٣٦٩) ومسلم (٦٥٦٥) وابن ماجه (١٧٤٠) والدارمي (١٧٥١) وابن حبان (٣٦٤٤) والطيالسي (٢٤٠٣) وعبد الرزاق (٧٩١٥) وابن خزيمة (٢١٢٠)

**الفرائِد** : عرض اعمال کے دن مغفرت سے محروم وہ شخص ہے جو تباغض وتحاسد میں مبتلا ہے۔

## ٢٧٠ :بَابُ تَحْرِيْمِ الْحَسَدِ

## بَابٌ: حسد کی ممانعت

**تشریح** ۞ الحد : دینی یا دنیوی نعمت کے زوال کی تمنا حسد کہلاتی ہے۔البتہ اس جیسی نعمت کی اپنے لئے تمنا غبطہ ہے۔ اگر دین کی نعمت ہو تو قابل تعریف ہے۔ورنہ نہیں (البتہ اباحت ہے)۔

وَهُوَ تَمَنِّيْ زَوَالِ النِّعْمَةِ عَنْ صَاحِبِهَا سِوَآءٌ كَانَتْ نِعْمَةَ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ [النساء:٥٤]

وَفِيْ حَدِيْثُ اَنَسٍ السَّابِقِ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

حسد کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا خواہ دینی نعمت ہو یا دنیوی یکساں حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یا وہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس چیز کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عنایت فرمائی ہے۔(النساء)

اس میں حضرت انس والی سابقہ باب کی روایت بھی ہے۔

یہ آیت یہود کی مذمت کر رہی ہے۔الناس :عرب مراد ہو سکتے ہیں اور خاص حضرت محمد ﷺ۔فضله سے آپ کی ذات کیلئے تو نبوت مراد ہے۔

١٥٧١ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ''اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ ، فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اَوْ قَالَ الْعُشْبَ'' رَوَاهُ

اَبُوْدَاوُدَ۔

۱۵۷۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے کو حسد سے بچاؤ۔ پس حسد بلاشبہ نیکیوں کو اسی طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو یا خشک گھاس کو"۔

(ابوداؤد)

**تشریح** ایاکم۔ النحو تحزیر کیلئے منصوب ہے۔ فإن الحسد۔ یہ علت نہی ہے یہ استعارہ مکنیہ ہے۔ الحطب او العشب۔ یہ او شک راوی کیلئے ہے۔ عشب: گھاس۔ یہ نیکیوں کے لئے جلد باز ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

**تخریج**: أخرجه أبو داود (۴۹۰۳) ابن ماجه (۴۲۱۰)

**الفرائد**: حسد نیکیوں کو کھالیتا ہے۔ جب نیکیاں فناء ہو جائیں گی تو آگ اس کا مسکن ہوگا۔

## ۲۷۱: بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّجَسُّسِ وَالتَّسَمُّعِ مَنْ يَكْرَهُ اسْتِمَاعَهُ

## بَابٌ: جاسوسی (ٹوہ) اوراس آدمی کی طرح کہ جو سننے سے روکتا ہو کہ کوئی اس کی بات سنے

**تشریح** التجسس: پیچھے پڑنا۔ التسمع: غور سے سننا۔ پہلے کا معمول عن الاخبار محذوف ہے۔

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ [الحجرات: ۱۲] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب: ۵۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم جاسوسی مت کرو"۔ (الحجرات) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور وہ لوگ جو مؤمن مردوں اور عورتوں کو بلاقصور ایذاء دیتے ہیں پس تحقیق انہوں نے بہت بھاری بوجھ اٹھایا اور بہتان باندھا"۔

(الاحزاب)

یعنی مسلمانوں کے عیوب اور قابل ستر چیزوں کے متعلق کرید مت کرو۔

عیوب کی جاسوسی کرنے والا وہ دوسرے کو ایذاء دینے والا ہے۔ جب ایک چیز کو مخفی رکھا گیا تو اس کو جاننے کیلئے چھان بین کرنا ممنوع ہے۔

۱۵۷۲: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ

اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ ، وَلَا تَحَسَّسُوْا ، وَلَا تَجَسَّسُوْا ، وَلَا تَنَافَسُوْا ، وَلَا تَحَاسَدُوْا ، وَلَا تَبَاغَضُوْا ، وَلَا تَدَابَرُوْا ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا كَمَا اَمَرَكُمْ – اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ : لَا يَظْلِمُهُ ، وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوٰى هٰهُنَا' التَّقْوٰى هٰهُنَا" وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ : دَمُهُ ، وَعِرْضُهُ وَمَالُهُ ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ ، وَلَا اِلٰى صُوَرِكُمْ ، وَلَا اَعْمَالِكُمْ ، وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ : لَا تَحَاسَدُوْا ، وَلَا تَبَاغَضُوْا ، وَلَا تَجَسَّسُوْا ، وَلَا تَحَسَّسُوْا ، وَلَا تَنَاجَشُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا ، وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّا تَقَاطَعُوْا ، وَلَا تَدَابَرُوْا ، وَلَا تَبَاغَضُوْا ، وَلَا تَحَاسَدُوْا ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا" وَفِيْ رِوَايَةٍ : "وَلَا تَهَاجَرُوْا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِكُلِّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ ' وَرَوَى الْبُخَارِيُّ اَكْثَرَهَا۔

۱۵۷۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے آپ کو گمان سے بچاؤ کیونکہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور تم جاسوسی مت کرو اور جاسوسی مت کرو۔ آپس میں حسد مت کرو' ایک دوسرے سے بغض مت کرو' ایک دوسرے کو پیٹھ مت دکھاؤ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ جس طرح اس نے حکم دیا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو رسواء کرتا ہے اور نہ اس کو حقیر گردانتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے' تقویٰ یہاں ہے اور آپؐ نے اس وقت اپنے ہاتھ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔ آدمی کے شر کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا مسلمان پر خون' عزت اور مال حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتے اور نہ تمہاری شکلوں کو بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے آپس میں حسد مت کرو' نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو' نہ جاسوسی کرو' نہ عیبوں کی ٹوہ میں لگو اور دھوکہ دینے کے لئے بولی مت بڑھاؤ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے باہمی حسد نہ کرو' نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو' باہمی مقاطعہ مت کرو' نہ ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ' نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ حسد کرو بلکہ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے نہ ایک دوسرے کو چھوڑو اور نہ ایک دوسرے کی بیع پر بیع کرو۔ مسلم نے یہ تمام روایت بیان کی ہیں۔ بخاری نے اکثر کو روایت کیا۔

**تشریح** ⊛ **الظن**۔ قرطبی کہتے ہیں اس سے مراد بلا سبب تہمت ہے۔ جیسا بلا ظہور مقتضی فاحشہ کی تہمت لگا دینا۔ اسی وجہ سے اس کا معطوف **ولا تجسسوا** لایا گیا ہے۔ کیونکہ آدمی کے دل میں تہمت کا خیال گزرتا ہے۔ پھر اس کی تحقیق میں پڑتا اور بحث و کرید اور جاسوسی کرتا ہے۔ اس سے منع کیا گیا۔ جیسا اس آیت میں فرمایا: ﴿**اجتنبوا کثیراً من الظن**﴾ [الحجرات: ۱۲] آیت کا سیاق امر پر دلالت کر رہا ہے۔ مسلمان کی عزت کی حفاظت میں انتہائی حفاظت ہے کیونکہ عزت کے متعلق بدگمانی سے ممانعت پہلے فرمائی گئی ہے۔ اگر کوئی کہے میں تو تحقیق کیلئے کریدتا ہوں تو اسے جواب دیا جائے گا کہ: ولا

تجسسوا ہے اور اگر وہ کہے بڑا تجسس میں نے تحقیق کر لی تو کہا جائے گا۔ ولا یغتب بعضکم بعضاً کو سامنے رکھو۔
ابن حجر رحمہ اللہ کا قول: اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس ظن پر عمل چھوڑ دیں جس پر احکام کا دارو مدار ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ ظن کی تحقیق چھوڑ دو جس کا ضرر مظنون کو ہوتا ہے۔ اسی طرح جو دل میں بلا دلیل آئے اس کا یہی حکم ہے۔ اسی طرح بلا دلیل جو چیزیں دل میں آئیں۔
نووی رحمہ اللہ کا قول: ظن سے مراد یہاں اجتہاد نہیں جو احکام کی اصل ہے۔ بلکہ یہ ضعیف و باطل استدلال ہے۔ البتہ بقول قاضی عیاض لفظ میں اس ظن پر محمول کی گنجائش ہے جو دلیل مثبت و نافی سے خالی ہو۔ قرطبی کہتے ہیں ظن شرعی تو جانبین میں سے ایک کو ترجیح دینے سے عبارت ہے۔ وہ نہ آیت میں مراد ہے اور نہ اس روایت میں۔ انکار ظن کیلئے اس سے استدلال باطل ہے۔
فان الظن اکذب ...۔ بعض نے کہا کہ کذب سے مراد، واقع کے مطابق نہ ہونا خواہ وہ قول ہو یا نہ۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ظن سے مراد، وہ چیز ہو جو قول سے پیدا ہوتی ہے۔ مجازاً اس کو ظن کہا۔ ولا تحسسوا ولا تجسسوا۔ خطابی کہتے ہیں۔ نہ لوگوں کے عیوب کی جاسوسی کرو اور نہ ان کا پیچھا کرو۔ یہ حا تو حس و حاسہ سے اور جیم والا جس سے ہے۔ ہاتھ سے جانچنا جو کہ ایک حاسہ ہے۔ گویا دونوں ہم معنی ہیں تاکید کیلئے لائے گئے ہیں۔ بعض نے کہا (۱) الجس۔ لوگوں کی مستورہ باتیں تلاش کرنا۔ (۲) الحس۔ لوگوں کی باتیں خفیہ سننا۔ بعض نے کہا (۱) لوگوں کی برائی کے پیچھے پڑنا۔ (۲) جو چیز حاسہ آنکھ یا کان سے معلوم ہو۔ کذا قال القرطبی۔
بعض نے کہا (۱) کسی کی خاطر جاسوسی کرنا۔ (۲) اپنے لئے دوسروں کے عیب تلاش کرنا۔ کسی برائی و ظلم سے حفاظت کیلئے جاسوسی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔ (احکام سلطانیہ لماوردی)
ولا تنافسوا۔ کسی شیٔ میں بہت رغبت کرنا اس میں انفرادیت حاصل کرنا۔ ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا۔ مدابرہ۔ باہمی دشمنی بعض نے اعراض بعض دوسرے کے خلاف بھڑکانا۔ اخوانا۔ ایسے اعمال کرو جس سے الفت و محبت پیدا ہو۔ اور ممنوعات چھوٹ جائیں۔ حافظ کہتے ہیں یہ جملہ، قبل کیلئے بمنزلہ علت ہے۔ گویا جب تم ان چیزوں کو ترک کرو گے تو بھائیوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ مطلب یہ ہے کہ جب ترک نہ کرو گے دشمن بن جاؤ گے۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ شفقت، رحمت، محبت، مواسات معاونت و نصیحت میں نسبی بھائیوں کی طرح ہو جاؤ کما امرکم۔ قرطبیؒ کہتے ہیں پہلے مذکور اوامر کی طرف اشارہ ہے۔ المسلم اخو المسلم۔ کیونکہ دونوں مسلمان ہیں۔ لا یظلمہ۔ جان، مال، عزت کسی چیز میں بھی ظلم نہیں کرتا۔
اَلتَّحْقِيْرُ: یہ جملہ اور اس کا مابعد لفظاً خبر یہ اور معنیً انشائیہ ہے۔ ولا یخذلہ۔ اس کی مدد و اعانت سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ ولا یحقرہ۔ نہ ان کی توہین کرتا ہے اور نہ بے پروائی۔ ھا ھنا: اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ فرمایا کہ محل تقویٰ سینہ ہے۔ بحسب امریٔ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ عظیم و شدید چیز ہے۔ اس میں مسلمان کے حق سے اعراض کرنا اپنے نفس کا لحاظ کرنا اور اس پر خوش ہونا لازم آتا ہے۔ عین ممکن ہے وہ پریشان و پراگندہ حالت والا اس سے بہتر ہو۔ ''رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ'' روایت اس کی تائید کرتی ہے۔ حرام۔ یہاں ممنوع کے معنی میں ہے۔ ممانعت میں مبالغہ کیلئے عزت، مال کو

خون، نفس اور حسب کے ساتھ لایا گیا۔ اور اس سے مقصود ان چیزوں سے باز رہنا ہے جو شرعاً ممنوع ہیں۔ مثلاً ان میں قصاص جن میں قصاص نہیں اور ان میں تعزیر جن میں قصاص ہے۔ جس کا ادا کرنا واجب تھا اس کو قضاء کرنا، ترمذی نے اس روایت کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے: "**المسلم أخو المسلم لا یخونه ولا یخذله ولا یکذبه' کل المسلم علی المسلم حرام ماله ودمه وعرضه**" اور ابو داؤد میں یہ لفظ ہیں: "**المسلم أخو المسلم لا یظلمه ولا یخذله ، بحسب امرئ من الشر أن یحقر أخاه المسلم۔**" اسی طرح واثلہ بن اسقع کی روایت میں ہے۔ **لا ینظر** ۔ اکرام اعزاز کی نگاہ سے۔ **الی اجسامکم**۔ یعنی اللہ تعالیٰ جسامت کی بڑائی، صورت کی خوبصورتی اور عمل کی کثرت پر مرتب نہیں فرماتے بلکہ مسلم میں روایت وارد ہے۔ "**یجاء یوم القیامة بالرجل العظیم لا یزن عند اللّٰہ جناح بعوضة' اقرء وا إن شئتم**" ﴿**فلا نقیم لهم یوم القیامه وزنا**﴾ [الکهف: ۱۰۵] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب میں منقول ہے کہ عبداللہ میزان میں جبل احد کے برابر ہیں۔ **ولکن ینظر إلی قلوبکم**۔ یہ ماقبل سے استدراک ہے۔ یعنی اگر دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے بادلوں اور سخاوت کی موسلا دھار بارشوں سے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اگر دل ماسوا اللہ کی طرف لگے ہوں تو ایسے دل والوں سے اعراض فرماتے ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسا دوسری روایت میں فرمایا: "**الا وإن فی الجسد مضغة إذا اصلحت صلح الجسد کله' وإذا فسدت فسد الجسد کلّه ألا وهی القلب**" مسلم نے اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے: "**ان اکثره ینظر الی صورکم و اموالکم وانما ینظر الی قلوبکم واعمالکم**" اسی طرح یہ ابن ماجہ میں بھی مذکور ہے۔ ایک روایت میں ہے: **ولا تحاسدوا۔ النجش**(۱) خریدنے کی مرضی کے بغیر کسی چیز کی بولی دے کر بھاؤ بڑھانا۔ تاکہ اس سے دوسرے کو ابھارا جائے اور دھوکا دیا جائے۔ یہ چیز اسباب بغض سے ہے۔ (۲) بعض نے کہا یہاں ایک دوسرے کی مذمت کرنا مراد ہے۔ مگر پہلا قول درست ہے۔ (نووی)۔ **وکونوا عباد اللّٰہ**۔ ایک دوسرے کیلئے وہی چیز پسند کرنے والے بن جاؤ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ ایک روایت میں **ولا تهاجروا** ہے۔ اس کو ترک کرے سلام سے ابتداء نہ کرے۔ اور نہ اس کے کلام کا جواب دے۔ **ولا یبیع**۔ بیع پر بیع، خرید پر خرید، سودے پر سودا۔ جبکہ بات طے ہو چکی کہ جائز نہیں۔ یہاں تک تمام مسلم کی روایات ہیں۔

**فرق روایات**: بخاری کے بعض الفاظ میں فرق ہے۔ مثلاً اس میں یہ اضافہ ہے۔(۱) "**ولا یخطب الرجل علی خطبة اخیه حتی ینکح او یترك**"۔ ایک میں **ولا تحاسدوا** کے آخر میں **فوق ثلاث** کے الفاظ، اسی طرح ابواب بیوع میں **لا تناجشوا** کے بعد **ولا یبع حاضر لباد** کے الفاظ ہیں۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۵۱۴۳) ومسلم (۲۵۶۳) وأبو داود (۴۹۱۷) أخرجه مسلم (۲۵۶۴) وأبو داود (۴۸۸۲) وابن ماجه (۴۲۱۳) وأحمد (۳/۸۷۳۰) أخرجه مسلم (۲۵۶۳/۳۰)

**الفوائد** : مسلمان کی عزت کے تحفظ کے لئے بدگمانی، جاسوسی، مسلمان پر زیادتی اور اس کے مال و جان کی بے آبروئی سے ممانعت کردی گئی تاکہ بغض ونفرت جنم نہ لے۔

۱۵۷۳ : وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"اِنَّكَ اِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ اَفْسَدْتَهُمْ اَوْ كِدْتَ اَنْ تُفْسِدَهُمْ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ' بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۵۷۳: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:'' اگر تو لوگوں کے عیبوں کی تلاش میں رہے گا تو ان کو بگاڑ دے گا یا ان کو فساد کے قریب کر دے گا''۔ (ابوداؤد) حدیث صحیح الاسناد ہے۔

**تشریح** ۞ اتبعت عورات المسلمین : ان چیزوں میں جاسوسی کر کے جو وہ مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ کدت ان تفسدھم۔بس تو نے بگاڑ ہی دیا۔ یہ مسلمانوں کے معاملات میں خصوصی تاکید ہے۔ یہ اخبار بالغیب پر آپ کا معجزہ ہے۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (٤٨٨٨)

**الفرائد** : مسلمانوں کی پوشیدہ حالتوں کی ٹوہ میں نہ لگنا چاہئے۔ یہ افساد و بگاڑ کا باعث بنتی ہے۔

۱۵۷۴ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اُتِيَ بِرَجُلٍ فَقِيْلَ لَهُ :هٰذَا فُلَانٌ تَقْطُرُ لِحْيَتُهُ خَمْرًا فَقَالَ اِنَّا قَدْ نُهِيْنَا عَنِ التَّجَسُّسِ ' وَلٰكِنْ اِنْ يَّظْهَرْ لَنَا شَيْءٌ نَّاْخُذْ بِهٖ ' حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ۔

۱۵۷۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کو ان کے پاس لایا گیا۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ فلاں ہے جس کی داڑھی سے شراب سے ٹپک رہی ہے۔ آپ نے فرمایا: ہمیں لوگوں کے عیوب کی جاسوسی سے روکا گیا ہے لیکن جب ہمارے سامنے کوئی چیز کھل کر آئے گی تو ہم اس کو لیں گے۔ ابوداؤد نے ایسی سند سے بیان کیا جو شرط بخاری و مسلم پر ہے۔

**تشریح** ۞ تقطر لحیتہ خمرًا۔ اَلْخَمْرُ : حال کو تمیز بنایا گیا ہے۔ اس نے گویا داڑھی پر شراب مل رکھی تھی۔ نھینا عن التجسس۔ اس سے قرآن و سنت کی ممانعت کی طرف اشارہ تھا۔ ان یظھر لنا شی تاخذ بہ۔ اس کے مقتضی پر عمل کرتے ہوئے حد و تعزیر لگائیں۔ قول صحابی اگر نھینا اور امرنا کے لفظ سے ہو تو وہ مرفوع روایت کے حکم میں ہے۔ وہ نسبت الی النبوت میں سبب دخول ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (٤٨٩٠)

**الفرائد** : جرم کا جب تک مرتکب یا معترف نہ ہو صرف اپنی جاسوسی کی بنیاد پر اس پر حکم نہیں لگ سکتا۔

## ۲۷۲ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ ظَنِّ السُّوْءِ بِالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ

## بَاب: بلاضرورت مسلمانوں کے متعلق بدگمانی کی ممانعت

**تشریح** ۞ من غیر ضرورة۔مثلاً ان کے دین میں کوئی نقص خیال کریں یا دکھلا دے کا گمان بلا دلیل کریں۔گویا یہ مقام تہمت میں جا کھڑا ہوا یا اس پر علامت شک ظاہر کی۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾

[الحجرات:۱۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے ایمان والو! بہت زیادہ بدگمانی سے بچو' بے شک بعض گمان گناہ ہیں''۔(الحجرات)

الظن۔مسلمان سے بدگمانی مراد ہے۔بعض گمان گناہ ہیں اس لئے احتیاط برتنی چاہیے تاکہ اس گناہ میں مبتلا نہ ہو۔

۱۵۷۵ :وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۷۵:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ' بے شک بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے''۔(بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ قال :بدگمانی سے محفوظ کرنے کیلئے ارشاد فرمایا۔ایاکم و الظن :یہ روایت کا بعض حصہ ہے پہلے باب میں گزر چکی۔

**تخریج** : باب فارجع الیه أخی ...میں گزر چکی۔

**الفرائد** : بدگمانی دل میں بغض وحسد اور عداوت کا اوّلین بیج ہے اس کی آبیاری سے روک دیا گیا۔

## ۲۷۳ :بَابُ تَحْرِيْمِ اِحْتِقَارِ الْمُسْلِمِيْنَ

## بَاب: مسلمانوں کی حقیر قرار دینے کی حرمت

**تشریح** ۞ احتقار۔کا مطلب توہین کرنا اور نظروں سے گرانا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [الحجرات:۱۱]

وَقَالَ تَعَالٰی :﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ [ھمزۃ:۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:'' اے ایمان والو! تم میں سے کوئی قوم دوسری قوم کے ساتھ تمسخر نہ کرے ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ کوئی عورت دوسری عورت سے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور مت طعنہ دو اور دوسرے کو برے لقب سے مت پکارو۔ گناہ والا نام ایمان کے بعد بہت برا ہے۔ جس نے توبہ نہ کی پس وہی ظالم ہیں۔'' (الحجرات) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:'' ہر طعنہ مارنے والے' عیب جو کے لئے ہلاکت ہے''۔ (ھمزہ)

السخریہ۔ عیب لگانا، حقیر قرار دینا۔ قوم ۔ لوگ، مرد۔ ان یکونوا۔ جن سے تمسخر اڑایا گیا۔ خیراً منھن۔ ان سے جو تمسخر کرنے والے ہیں۔

اَلنَّحْوُ : بقول ابن مالک یہ کان تامہ ہے اسی لئے خبر پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ خَیْرًا مِّنْھُنَّ : اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ میں وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ایک دوسرے پر طعنہ زنی نہ کرو وہ اپنے اوپر طعنہ زنی کے مترادف ہے یا مسلمان ایک جان کی طرح ہیں۔ اللمز :زبان سے طعنہ مارنا۔ وَلَا تَنَابَزُوْا : برے القاب سے مت پکارو۔ النبز کا لفظ عرف میں برے لقب ہی کیلئے آتا ہے مثلاً او فاسق او کافر وغیر۔ بئس الاسم الفسوق : مذاق اڑانا، طعنہ زنی، برے لقب سے یاد کرنا یہ فسق ہے اور فسق کا تذکرہ برا ہے۔ بعد الایمان۔ ایمان و فسق دونوں جمع کرنا مناسب نہیں۔ یا نئے نئے مسلمان کو یا یہودی، یا فاسق کہہ کر بلانا بدترین بات ہے۔

ویل۔ عذاب کا کلمہ ہے یا جہنم کی وادی کا نام ہے۔ ھمزہ لمزہ۔ جو بہت طعنہ زنی کرنے والا ہو یا غیبت کا عادی ہو۔ بعض نے کہا۔ الھمزہ۔ لوگوں کی عزتوں کو گھٹانا۔ اللمزہ۔ طعنہ زنی کا عادی ہونا۔ بعض نے کہا۔ پہلے کا معنی غیر موجودگی میں طعنہ زنی اور دوسرا سامنے طعنہ مارنا۔ بعض نے کہا پہلا زبان سے طعنہ اور دوسرا ابرو کے اشارے سے کرنا۔ یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو نبی اکرم ﷺ اور مؤمنوں کی غیبت کرتے تھے مثلاً امیہ بن خلف، اخنس بن شریق مجاہد کہتے ہیں یہ عام ہے۔

۱۵۷۶ : اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَقَدْ سَبَقَ قَرِیْبًا بِطُوْلِهٖ۔

۱۵۷۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' آدمی کو اتنی برائی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر قرار دے''۔ (مسلم) حدیث تفصیل سے پہلے گزر چکی۔

**تشریح** ۞ بحسب امرئ :انسان کے لئے کافی ہے۔ ان یحقر : یہ اتنی بڑی برائی ہے کہ اور کی ضرورت نہیں۔ اس گناہ کی اس قدر مذمت کافی ہے۔ کہ گویا یہ گناہوں میں غرق ہے۔ اور کسی گناہ کے ساتھ ملانے کی حاجت نہیں۔ یہ روایت باب النھی عن التجسس میں گزری چکی۔

**تخریج** : باب النھی عن التجسس میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۵۷۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ" فَقَالَ رَجُلٌ : إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا ، وَنَعْلُهٗ حَسَنَةً فَقَالَ : "إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ – اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ ، وَغَمْطُ النَّاسِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَمَعْنٰى "بَطَرُ الْحَقِّ" دَفْعُهٗ "وَغَمْطُهُمْ" : إِحْتِقَارُهُمْ – وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهٗ اَوْضَحَ مِنْ هٰذَا فِيْ بَابِ الْكِبْرِ۔

۱۵۷۷ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں ایک ذرہ کی مقدار تکبر ہو۔ ایک شخص نے پوچھا۔ آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا خوبصورت ہو اور جوتا خوبصورت ہو تو اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: "بے شک اللہ جمیل ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں"۔ (مسلم)

"بَطَرُ الْحَقِّ" حق کو نہ ماننا۔

"وَغَمْطُهُمْ" : لوگوں کو حقیر جاننا اور اس کی وضاحت اس سے بھی زیادہ باب الکبر میں گزر چکی ہے۔

**تشریح** ۞ لا یدخل الجنه۔ اول نجات پانے والوں کے ساتھ داخل نہ ہوگا یا مطلقاً داخل ہوگا۔ اگر اس کو حلال سمجھ کر کیا۔ ان الرجل۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور تحدیث نعمت کے طور پر کرے تو کیا یہ بھی کبر میں داخل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر یہ تکبر کی نیت سے نہ ہو تو اچھی چیز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جیسا فرمایا: ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَة ربك فحدث......﴾ پس یہ مذموم میں داخل نہیں۔ اصل کبر تو حق کو مسترد کرنا ہے۔ انہی کے متعلق فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين﴾ اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿اِنَّهُم كانوا اذا قيل لهم لا اله الا الله يستكبرون......﴾ غمطهم۔ حقیر قرار دینا۔ توہین کرنا۔

**تخریج** : باب فارجع اليه أخي ...میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۵۷۸ : وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "قَالَ رَجُلٌ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ – فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : مَنْ ذَا الَّذِيْ يَتَاَلّٰى عَلَيَّ اَنْ لَّا اَغْفِرَ لِفُلَانٍ اِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ ، وَاَحْبَطْتُ عَمَلَكَ" ۔رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۵۷۸ : حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ فلاں کو نہیں بخشے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کوئی ہے جو مجھ پر اس بات

کی قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا۔ میں نے فلاں کو بخش دیا اور تیرے عمل برباد کر دیئے''۔ (مسلم)

**تشریح** ❁ یہ علقمہ بن عبقر بن انمار کی طرف نسبت ہے۔ یہ کوفہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ پھر وہاں بصرہ میں منتقل ہو گئے۔ ان سے ۴۳ روایات منقول ہیں۔ جن میں سات متفق علیہ ہے۔ پانچ میں منفرد ہیں اور سنن اربعہ نے ان سے روایت لی ہے۔ ساٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

من ذاالذی ۔ یہ من استفہامیہ ہے اور دونوں مل کر مبتداء ہیں۔ یتالی۔ قسم اٹھانا۔ الا اغفر لفلان۔ کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا۔ انی قد غفرت له۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ جو اس لئے لایا گیا تاکہ ظاہر کیا جائے کہ جو قائل کے ہاں حقیر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبے والا ہے۔ اور قائل کے عمل کا ثواب تحقیر مسلم کی وجہ سے باطل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں اس کے معاملے کو مخفی رکھا ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲٦۲۱)

**الفرائد** : مغفرت وعذاب محض مشیت الٰہی کے تابع ہیں اس میں دخل اندازی کرنے والا اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے۔

## ۲۷۴ : بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِظْهَارِ الشَّمَاتَةِ بِالْمُسْلِمِ

## بَابٌ: مسلمان کی تکلیف پر خوش ہونے کی ممانعت

**تشریح** ❁ الشماتة : شمت یشمت (س) کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔ اظهار: اندر خوشی کا خیال تو فطرت انسانی ہے۔ دشمن کی تکلیف پر خوشی ہوتی ہے۔ اظہار کہہ کر اس سے احتراز کیا۔ کہ یہ غیر اختیاری ہے۔

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ [الحجرات: ۱۰] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ [النور: ۱۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک مؤمن آپس میں بھائی ہیں''۔ (الحجرات) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک وہ لوگ جو ایمان والوں میں بے حیائی کے پھیلانے کو پسند کرتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے''۔ (النور)

بھائیوں کی طرح ہیں اور بھائی دوسرے بھائی کے دکھ سے دکھ ظاہر کرتا ہے۔

اَنْ تَشِيْعَ : پھیلنا۔ اس آیت کو اس لئے لائے کہ اس میں برے کام کے پھیلانے کو پسند کرنے پر وعید سنائی گئی ہے کہ دنیا و

آخرت میں وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔ جب برائی پھیلانے میں اضرار وایذاء ہے تو کسی کی تکلیف پر اظہار مسرت تو بدرجہ اولی اس میں داخل ہے۔ کیونکہ یہ بھی اضرار وایذاء ہے۔

۱۵۷۹ : وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ :"لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيَكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

وَفِي الْبَابِ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ السَّابِقُ فِي بَابِ التَّجَسُّسِ :"كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ" اَلْحَدِيْثُ۔

۱۵۷۹ : حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی تکلیف پر خوشی مت ظاہر کر' کہیں اللہ اس پر رحم کر کے تمہیں مبتلا نہ کر دے''۔ (ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

اس باب میں حدیث ابو ہریرہ کی جو بَابُ التَّجَسُّسِ میں گذری ہے کہ ''ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خون' مال اور عزت حرام ہے''۔

**تشریح** : لا تظهر الشماتة لأخيك : جو مصیبت اس پر اتری۔ مؤمن کو تو اپنے بھائی کی تکلیف پر دکھ کا اظہار کرنا چاہیے اور جو اسے خوشی پہنچے اس پر خوش ہونا چاہیے۔ فيرحمه الله : جس کی وجہ سے یہ خوش ہوا اللہ تعالیٰ اس سے ہٹا دے اور اس کو مبتلا کر دے۔

ایک تنبیہ: اس روایت کو عمر بن اسماعیل کی وجہ سے بعض محدثین نے موضوع کہا۔ جبکہ ابو زرعہ نے ان کو صدوق کہا (ابن ابی حاتم) پس روایت حسن غریب کے درجہ میں ہے۔ البتہ ترمذی کی روایت میں امیہ بن قاسم لکھا گیا مزی کہتے ہیں وہ قاسم بن امیہ ہے۔

**تخريج** : أخرجه الترمذي (٢٥١٤)

**الفوائد** : ۱) جب کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے تو اس پر اظہار خوشی نہ کرنا چاہیے۔ اس سے ممکن ہے اس کو اس مصیبت میں بطور سزا مبتلا کر دیا جائے اور اسے اس سے نجات دے دی جائے ۲) اس باب میں سابقہ باب والی روایت ابو ہریرہ بھی ہے: ((كل المسلم على المسلم حرام.....))

## ۲۷۵ : بَابُ تَحْرِيْمِ الطَّعْنِ فِي الْاَنْسَابِ الثَّابِتَةِ فِيْ ظَاهِرِ الشَّرْعِ

## باب : ظاہر شرع کے لحاظ سے جونسب ثابت ہیں ان میں طعن حرام ہے

**تشریح** ۞ ثابت انساب میں طعن کی کوئی حیثیت نہیں۔

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب:۵۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور وہ لوگ جو کہ مؤمن مردوں اور عورتوں کو بغیر قصور کے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ یقیناً انہوں نے بہتان اور کھلا عذاب اٹھایا''۔ (الاحزاب)

نسب میں طعن کرنا ایذاء کی عظیم ترین اقسام سے ہے۔ پس آیت بدرجہ اولی اس کو شامل ہے۔

۱۵۸۰ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۸۰ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو چیزیں لوگوں میں ایسی ہیں جو ان کے کفر کا سبب ہیں نسب میں طعن اور میت پر نوحہ''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اثنتان۔ یہ مبتداء ہے۔ فی الناس اس کی صفت ہے۔ هما مبتداء ثانی۔ بهم۔ با فی کے معنی میں ہے۔ کفر۔ جب حلال سمجھ کر کیا۔ النیاحة۔ رونے میں آواز بلند کرنا۔

نووی کہتے ہیں: اس کا سب سے بہتر معنی یہ ہے کہ یہ جاہلیت کی عادات اور کفار کے اعمال سے ہیں۔ (۲) یہ کفر کی طرف لے جانے والے ہیں۔ (۳) کفران نعمت واحسان ہے۔ (۴) حلال سمجھنے والے سے متعلق ہے۔ نوحہ اور نسب میں طعن کے سخت گناہ ہونے پر نصوص معروف ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/۷۵٦۳) والبخاري (۳۹۵) ومسلم (٦۷) وابن الجارود (۵۱۵) والبيهقي (٦۳/٤)

**الفوائد** : اس ارشاد میں نوحہ اور نسب میں طعن کی شدید مذمت کر کے مسلمان کو اس سے باز رہنے کی تاکید کی کہ یہ رسومات جاہلیت ہیں۔

# ۲۷۶ : بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْغَشِّ وَالْخِدَاعِ

## باب : کھوٹ اور دھوکے سے منع کرنے کا بیان

**تشریح** ۞ الغش۔ خیر خواہی کو چھوڑ کر بلا مصلحت تزیین کرنا۔ الخداع۔ ناپسند کام جو کسی کو معلوم نہ ہو۔ خدیعہ اسم ہے۔

## الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب:۵۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر قصور کے جو انہوں نے کمایا' تکلیف دیتے ہیں۔ انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا''۔ (الاحزاب)

بلا مصلحت تزئین کی وجہ سے سخت ایذاء دینے والی چیز ہے۔ اور دھوکا بازی میں بغیر علم کے شر پہنچانا پایا جاتا ہے۔

## الروایات

۱۵۸۱ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ''مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا ' وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۱۰۱) وابن ماجه (۲۵۷۵)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ يَدَهُ فِيْهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهُ بَلَلًا ـ فَقَالَ : ''مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟'' قَالَ اَصَابَتْهُ السَّمَآءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : قَالَ: ''اَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ! مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔

۱۵۸۱ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا۔ وہ ہم میں سے نہیں' جس نے ہمیں دھوکا دیا' وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ڈھیر کے پاس سے ہوا تو آپؐ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل فرمایا' پس آپؐ کی انگلیوں کو تری پہنچی تو فرمایا اے غلے والے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس پر بارش ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا اس کو تو نے غلہ کے اوپر کیوں نہ کر دیا کہ لوگ اس کو دیکھ لیں۔ (پھر فرمایا) جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

**تشریح** ۞ حمل علینا السلاح۔ اس سے مراد بغاوت اور جماعت اسلام سے نکلنا ہے۔ فلیس منا۔ وہ ہمارے

طریقہ پر نہیں وہ اسلام سے نہ نکلنے کا مسلک اہل حق یہی ہے۔ الغش۔ ردی اور عمدہ کو ملانا۔ دودھ میں پانی ملانا۔ ملاوٹ والے درہم کو خالص کی جگہ چلانا طبرانی کی روایت میں "من غشنا" اور "والمکرو الخداع فی النار" جامع کبیر میں بخاری کی روایت حمل سلاح والی روایت میں "ولا راصد طریق" کا اضافہ ہے۔

مسلم کی روایت :صُبرۃ۔ غلے کا بلاماپ تول ڈھیر۔ بقول ازہری اہل حجاز فقط طعام کا لفظ بول کر گندم مراد لیتے ہیں۔ اور عرف عام ہر کھائی پی جانے والی چیز کو کہتے ہیں۔ فنالت۔ پہنچنا۔ بللاً۔ تری جو خشک غلے سے ڈھانپ گئی تھی۔ ما ھذا۔ یہ تری کیا ہے جو کہ ملاوٹ کو ظاہر کرنے والی ہے۔ یا صاحب الطعام۔(۱) نام معلوم نہ تھا (۲) ڈانٹ میں اضافے کیلئے یہ انداز اختیار کیا۔ اصابتہ السماء۔ رات بارش پڑ گئی۔ محل بول کر حال مراد لیا۔ یارسول اللہ۔ برکت ولذت کیلئے تقاضائے ادب یہ الفاظ استعمال کیا۔ قال۔ کیا تم نے ملاوٹ کیلئے تری کو چھپایا۔ حتی یراہ الناس۔ تاکہ بدترین عادت ملاوٹ سے بچ جاتا۔ جو رحم اسلامی کو منقطع کرنے والا ہے۔ اور مسلمان کیلئے لازم ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کو دیوار کی طرح مضبوط کرنے والے ہوں۔ جس اسلامی رشتے کو کاٹ دیا اس کے متعلق خدشہ پیدا ہو گیا کہ وہ اس قطار سے نہ نکل جائے۔ جیسا ان چیزوں سے یہ چیز پیدا ہوتی ہے جو ہمارے ہاں طے شدہ ہیں۔ من غشنا۔ یہاں غش سے مراد مبیع یا ثمن کے عیب کو چھپانا ہے اور عیب کہ اگر اس کو اطلاع ہوتی تو اس قیمت سے نہ لیتا جس کے بدلے میں اب لے رہا ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲/۱۰۱) والترمذی (۱۳۱۹) وابن ماجه (۲۲۲٤)

**الفرائد** : جس کسی نے مسلمان کے خلاف ناحق ہتھیار اٹھایا یا بلا تاویل دھوکا دیا وہ سخت گناہ گار ہے۔ منکر پر خاموشی اختیار نہ کرنی چاہیے۔

۱۵۸۲ :وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَا تَنَاجَشُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۸۲: حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:" خریدنے کی نیت کے بغیر بولی میں اضافہ مت کرو"۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** : لا تناجشوا۔ یہ روایت کا بعض حصہ ہے جو قریب ہی گزری وہاں ملاحظہ کرلیں۔

**تخریج** : باب فارجع اليه أخي ... میں گزر چکی۔

**الفرائد** : چیز خریدنے کی نیت نہ ہو مگر دوسرے کی ضد سے اس کا بھاؤ بڑھانا یہ دھوکہ دہی اور تناجش ہے۔

۱۵۸۳ :وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ' اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ النَّجْشِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۸۳: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے دھوکے کی غرض سے قیمت میں اضافہ کرنے سے منع فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** : النجش۔ نجش ینجش (ن) قیمت سے بڑھ کر سامان کی قیمت بڑھانا جبکہ خریداری مقصد نہ ہو بلکہ دوسرے کو دھوکا دے کر نقصان پہنچانا مقصود ہے۔ اس کا اصل معنی چھپانا ہے۔ کیونکہ یہ آدمی اپنا ارادہ چھپاتا ہے۔

**تخریج:** أخرجه البخاري (۲۱٤۲) ومسلم (۱۵۱٦) والنسائي (٤۵۱۷) وابن ماجه (۱۲۷۳) ومالك (۱۳۹۲)

**الفوائد:** دوسرے مسلمان کو دھوکہ دینا اور نقصان پہنچانا شرعاً حرام ہے۔

۱۵۸۴: وَعَنْهُ قَالَ: ذَكَرَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ"

"اَلْخِلَابَةُ" بِخَاءٍ مُعْجَمَةٍ مَكْسُوْرَةٍ وَبَاءٍ مُوَحَّدَةٍ وَهِيَ الْخَدِيْعَةُ۔

۱۵۸۴: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اُس کے ساتھ خرید و فروخت میں دھوکہ کیا جاتا ہے۔ فرمایا جس سے تو خرید و فروخت کرے اس کو کہو دھوکہ بازی نہیں ہونی چاہئے۔ (بخاری و مسلم)

اَلْخِلَابَۃُ: خاء معجمہ مکسورہ اور موحدہ کے ساتھ دھوکہ۔

**تشریح:** یُخْدَعُ۔ بیوع میں اس کو نقصان دیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ فطین نہیں اور اس میں کئی دیسہ کاریاں ہیں۔ لا خلابة۔ دارقطنی اور بیہقی نے یہ الفاظ بڑھائے ہیں: "ثم أنت بالخيار في كل سلعة ابتعتها ثلاث ليال فإن رضيتها فامسك" یہ آدمی حضرت عثمان کے زمانے تک زندہ رہا۔ جب کوئی چیز خریدتا اگر اس کو بتلایا جاتا کہ تمہیں بہت مہنگا سودا دیا گیا۔ وہ واپس جاتا ایک صحابی کی اس کی گواہی دیتے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کیلئے تین دن کا خصوصی خیار مقرر فرمایا تھا تو دکاندار اس کے دراہم واپس کر دیتا۔ خلابه۔ یہ اسم مصدر ہے (ن۔ض) دھوکا دینا۔

**تخریج:** أخرجه مالك (۱۳۹۳) وأحمد (۲/۵۲۷۱) والبخاري (۲۱۱۷) ومسلم (۱۵۳۳) وأبو داود (۳۵۰۰) والنسائي (٤٤۹٦) وابن حبان (۵۰۵۱)

**الفوائد:** یہ اس ضعیف پر شفقت کرتے ہوئے خصوصی اجازت مرحمت فرمائی کہ اگر دھوکا کرو گے تو مجھ پر بیع لازم نہ ہوگی۔

۱۵۸۵: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ خَبَّبَ زَوْجَةَ امْرِئٍ اَوْ مَمْلُوْكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ۔

"خَبَّبَ بِخَاءٍ مُعْجَمَةٍ ثُمَّ بَاءٍ مُوَحَّدَةٍ مُكَرَّرَةٍ: اَيْ اَفْسَدَهُ وَخَدَعَهُ۔

۱۵۸۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے کسی کی بیوی یا اس کے غلام کو دھوکہ دیا۔ پس وہ ہم میں سے نہیں"۔ (ابوداؤد)

خَبَّبَ: خاء معجمہ با موحدہ مکررہ کے ساتھ۔ یعنی اس کو دھوکہ دیا اور خراب کیا۔

**تشریح:** من خبب زوجة۔ خاوند کے خلاف اکسایا یا ان کے مابین نفرت و مخالفت ڈلوائی اور خاوند کی نافرمانی پر آمادہ کیا۔ او مملوکه۔ غلام و لونڈی دونوں مراد ہیں۔ فليس منا۔ وہ ہماری راہ پر نہیں کیونکہ مؤمن کا طریق عمل تعاون و مدد

ہے۔اور یہ اس کے الٹ ہے۔

دار قطنی کی روایت میں "من خبب خادمًا علی أھلھا فلیس منا ومن افشر امراۃ علی زوجھا فلیس منا" القاب میں اس طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے "من خبب عبدًا علی مولاہ فلیس منّا" خبب، بگاڑنا، دھوکا دینا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۹۱۶۸) وأبو داود (۵۱۷۰) وابن حبان (۵۶۸) والبیھقی (۱۳/۸)

**الفرائد** : غلام یا بیوی یا خدمتگاروں کو آقا کے خلاف اکسانا گناہ ہے۔اس سے گھر میں فتنہ وفساد پھیلتا ہے۔

# ۲۷۷ :بَابُ تَحْرِيْمِ الْغَدْرِ

## بَابٌ: دھوکے کی حرمت

**تشریح** : الغدر۔وعدہ توڑنا (المصباح)

## الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ [المائدہ:۱] قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ [الاسراء:۳۴]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اے ایمان والو تم معاہدوں کی پابندی کرو!"۔(المائدہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "تم وعدے کو پورا کرو بے شک وعدے کے بارے میں سوال ہوگا"۔(الاسراء)

**العقود**۔وہ وعدے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

**العھد**۔وہ معاہدات جو تم کرتے ہو۔**العقود**۔وہ معاملات جو ایک دوسرے کے ساتھ برتتے ہو یا وہ تکالیف شرعیہ جن کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔

مسئولا۔اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔(۲) معاہدہ کرنے والے جو مطلوب ہیں کہ وہ ان کو ضائع نہ کرے۔

باب الوفاء بالعہد میں اس کی تفسیر گزری ملاحظہ فرمائیں۔

۱۵۸۶ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا :اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ' وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ' وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ' وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۵۸۶: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک ہے یہاں تک اس کو چھوڑ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرے جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو دھوکہ کرے اور جب جھگڑا کرے تو بکواس کرے''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ اربع۔یعنی چار خصال۔منافقا۔منافق عملی جس کے بعض مؤمنین میں پائے جانے میں اشکال نہیں۔ خصلة۔یعنی ایک خصلت۔حتی یدعها۔روایت کا اصل مقصد یہ ہے کہ خصلت تو منافق میں ہونی چاہیے۔مؤمن کو اس سے دور رہنا چاہیے اور اس سے پاک ہونا چاہیے۔خان۔امانت میں خیانت کرتا ہے۔کذب۔ایسی خبر دے جو واقعہ کے مطابق نہ ہو۔غدر۔وعدے کی خلاف ورزی کرے اسے توڑ ڈالے۔فَجَر۔حق کو نافذ نہ کرے بلکہ اپنے سے ہٹائے اور جھوٹی قسم کھا کر اس سے نکل جائے۔یا غلط بات کر کے اس سے راہ فرار اختیار کر جائے۔

**تخریج** : فارجع الیه أخی ...میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایک مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ اخلاق رذیلہ سے اپنے کو پاک صاف رکھے۔

۱۵۸۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ عُمَرَ ، وَاَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالُوْا : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يُقَالُ :هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۵۸۷: حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر اور انس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر دھوکہ باز کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا۔ کہا جائے گا یہ فلاں کی بدعہدی ہے''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ لکل غادر لواء۔تاکہ اس کی خوب رسوائی ہو اور اس کے معاملے کی شناعت اور اس سے اس کی تشہیر ہو اس عام مجمع میں جس کی کوئی مثال نہیں۔غدرة۔ایک بار دھوکا کرنا۔

**تخریج** : فارجع الیه أخی ....میں گزر چکی۔

**الفرائد** : قیامت کے دن بدعہدی کی سزا جنس عمل سے ملے گی۔تاکہ جس طرح اس نے دوسرے کو رسوا کرنے کی کوشش کی وہاں رسوا ہو۔

۱۵۸۸ :وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ عِنْدَ اِسْتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدْرِ غَدْرِهٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ اَمِيْرِ عَامَّةٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۸۸: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر دھوکہ

باز کے لئے اس کی سرین کے پاس ایک جھنڈا ہوگا جو اس کے دھوکے کی مقدار کے مطابق ہوگا۔ خبردار! کوئی غداری امیر عام کے ساتھ غداری سے بڑھ کر نہ ہوگی''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ إستہ۔ دبر مراد ہے۔ **یرفع لہ**۔ اس موقف میں اس کیلئے بلند کیا جائے گا۔ **بقدر غدرہ** تا کہ جرم کی مقدار سے شہرت ہو۔

نووی رحمہ اللہ کا قول: بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں۔ جو دستہ کا سربراہ پکڑتا ہے۔ (۲) لشکر کا داعی اور لوگ اس کے مطیع ہوتے ہیں۔

بعض نے کہا کہ یہ ایک ایسی علامت ہوگی جس سے لوگوں میں پہچانا جائے گا۔ کیونکہ جھنڈے کی جگہ شہرت والی ہوتی ہے۔ اہل عرب بازاروں اور مجلس میں غداروں کیلئے جھنڈے لگاتے تا کہ وہ ذلیل ہو۔ الغادر۔ اس معاہدہ کرنے والے کو کہتے ہیں جو وفا نہ کرے۔ غدر۔ یغدر (ض) اس میں دھوکے کی حرمت شدیدہ بیان کی گئی۔ خاص طور پر امیر عام کا دھوکا زیادہ جرم ہے کیونکہ اس کا نقصان بہت سی مخلوقات کو پہنچے گا۔ بعض نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے وفا عہد کی پوری قدرت ہے۔ کوئی چیز وفاء سے مانع نہیں۔ اور مشہور یہ ہے کہ دھوکا باز امام کے متعلق وارد ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے۔ قاضی نے دوسرا احتمال یہ نقل کیا ہے کہ یہ رعایا کے امام سے غداری کرنے کے متعلق ہے۔ تا کہ وہ اس کی نافرمانی نہ کریں اور کسی ایسی چیز کی طرف تعرض نہ کریں جو باعث فتنہ ہو۔ مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ لواء۔ کو شہرت سے کنایہ قرار دینا باوجہ ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/۱۳۰۲/۱۱) ومسلم (۱۷۳۸)

**الفوائد** : (۱) اصلاح و درستی حکام کیلئے پوری تگ و دو کی جائے گی۔ (۲) جب تک کفر ظاہر نہ ہو بیعت توڑنے کی اجازت نہیں۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ خروج و بغاوت سے اسلام کی حکومتوں کو ایسا دھچکا لگا کہ سنبھلنا مشکل ہو گیا۔

**۱۵۸۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی "ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ : رَجُلٌ اَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ ' وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ ' وَرَجُلٌ اسْتَاْجَرَ اَجِیْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْهُ وَلَمْ یُعْطِهٖ اَجْرَهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔**

۱۵۸۹ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تین آدمیوں کی طرف سے میں قیامت کے دن جھگڑوں گا: (۱) وہ جس نے مجھ سے عہد کیا پھر توڑ دیا۔ (۲) وہ آدمی جس نے کسی آزاد کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی۔ (۳) وہ آدمی جس نے کسی کو مزدور بنایا اس سے پورا کام لیا' مگر اس کو مزدوری نہ دی۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ ثلاثہ۔ یعنی تین اوصاف ہیں۔ انا خصمھم۔ علامہ سبکی کہتے ہیں اس کی حکمت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حق کو توڑا (۱) جس نے معاہدہ کر کے پھر توڑا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں خیانت و نقض اور عدم وفا کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ اس کے وعدے پورے کیے جائیں۔ (۲) جس نے آزاد آدمی کو فروخت کر دیا اور اس کی قیمت کھالی اس نے اللہ تعالیٰ کے حق کی خلاف ورزی کی۔ اللہ تعالیٰ کا حق حر کے متعلق یہ ہے کہ اس کو عبادت پر قائم کیا جائے جس

کیلئے اس نے جن وانس کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون﴾ [الذاریات: ۵۶] جس آزاد کو کو غلام بنایا اس نے ان تمام حقوق وعبادات کو معطل کیا جو احرار سے خاص ہیں مثلاً جمعہ، حج، جہاد، زکوٰۃ وغیرہ۔ بہت سے عوارض ہیں جو خدام کو آقا کی خدمت کی وجہ سے نوافل سے روکنے والے ہیں۔ اس نے وجود میں اللہ تعالیٰ کا حکم بالکل توڑ دیا جو کہ بندوں سے مقصود تھا۔ اسی وجہ سے یہ بڑا جرم ہے۔ (۳) وہ شخص جس نے مزدور لگایا۔ یہ بمنزلہ حر کو غلام بنانے کے ہے۔ اس سے وہ بہت سے نوافل سے معطل ہو کر رہ گیا۔ یہ بھی اس کے مشابہ ہو گیا۔ جس نے آزاد کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی۔ اسی وجہ سے ان کا گناہ بڑا ہے۔

ابن بطال کا قول: اعطی بی ثم غدر۔ اس سے مراد وعدہ توڑنا ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا۔ اور ''اکل ثمنہ'' اس سے مراد اس ثمن سے نفع اٹھانا ہے خواہ جس طریقہ سے ہو۔ کھانے کا تذکرہ اس وجہ سے ہے کہ یہ خصوصی فوائد سے ہے۔ جیسے اس ارشاد میں ہے: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلمًا﴾ [النساء: ۱۰]

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۸۷۰۰) والبخاری (۲۲۲۷) وابن ماجه (۲٤٤۲) وابن حبان (۷۳۳۹) وابن الجارود (۵۷۸) وأبو يعلى (٦۵۷۱) والبيهقي (٦/١٤)

**الفوائد**: اس میں عہد کو توڑنے، آزاد کو بیچ ڈالنے اور مزدور کی مزدوری کھانے کی شدید مذمت نکلتی ہے۔ اس وقت نقض عہد اور ظلماً مزدوریاں کھانے کا ظلم عام ہے۔ اعاذنا اللہ منها۔

## ۲۷۸: بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمَنِّ بِالْعَطِيَّةِ وَنَحْوِهَا

## باب: عطیہ وغیرہ پر احسان جتانا منع ہے

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی﴾ [البقرة: ۲٦٤] وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًی﴾ [البقرة: ۲٦۲]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! تم اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور ایذاء دے کر ضائع مت کرو''۔ (البقرۃ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر خرچ کر کے احسان نہیں جتلاتے اور نہ دکھ دیتے ہیں''۔ (البقرۃ)

### الروایات

۱۵۹۰: وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ا قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا

يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" قَالَ : فَقَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ا ثَلَاثَ مِرَارٍ – قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ : خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ : "الْمُسْبِلُ اِزَارَهُ" يَعْنِي الْمُسْبِلَ اِزَارَهُ وَثَوْبَهُ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ لِلْخُيَلَاءِ"۔

۱۵۹۰: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہ فرمائیں گے نہ ان کی طرف رحمت کی نگاہ فرمائیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس آیت کو آپ ﷺ نے تین مرتبہ پڑھا۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں میں نے عرض کیا وہ تو ناکام و نامراد ہوئے یا رسول اللہ! مگر یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا۔ (۲) احسان کر کے احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے: "اپنی چادر اور کپڑے کو تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا"۔

**تخریج** : باب صفة طول القميص میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

## ۲۷۹ : بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِفْتِخَارِ وَالْبَغْيِ

## بَابٌ: فخر و سرکشی کی ممانعت

### الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ [النجم: ۳۲] وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [الشورى: ٤٢]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "تم اپنے متعلق پاک بازی کا دعویٰ مت کرو۔ وہ تقوے والے کو خوب جانتا ہے"۔ (النجم) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بے شک گناہ ہے ان لوگوں پر جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق زمین میں سرکشی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے"۔ (الشوریٰ)

**تشریح** : تزکیہ کا معنی زیادہ تعریف کرنا اور پاکیزگی کی طرف منسوب کرنا ہے۔ هو اعلم۔ بسا اوقات تم کسی کو تقوی کی طرف منسوب کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ اس طرح نہیں اس لئے حدیث صحیح میں وارد ہے: "إن كان احدكم مادحًا صاحبه لا محالة فليقل أحسب فلانا والله حسيبه، ولا ازكى على الله أحدًا" أحسبه كذا

وکذا'' اگر وہ اس کے متعلق جانتا ہو۔

سبیل۔ یہاں سزا کی راہ مراد ہے۔ علی الذین۔ ان پر گناہ نہیں جس نے اپنے ظلم کا بدلہ اپنی مظلومیت کے مطابق لیا۔ یبغون۔ جو ظالم و باغی ہیں۔ ان کے ظلم و بغاوت کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۱۵۹۱ :وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَبْغِيَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَّلَا يَفْخَرُ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ :اَلْبَغْيُ التَّعَدِّىْ وَالْاِسْتِطَالَةُ۔

۱۵۹۱: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ تواضع اختیار کرو۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے پر بالکل سرکشی نہ کرے''۔ (مسلم) اہل لغت نے فرمایا: اَلْبَغْی :ظلم و زیادتی اور دست درازی

**تشریح**: ان تواضعوا۔ یہ ان مفسرہ یا مصدریہ ہے۔ اس سے پہلے باء مقدر ہے۔ یعنی ''امرنی وایاکم بالتواضع'' اس میں مبالغہ کرو۔ حتی لا یبغی۔ حتی غایت یا تعلیل کیلئے ہے۔ علم، مرتبہ یا مال میں کسی دوسرے کے مقابلہ میں بڑا مت بنے۔ اور نہ ایک دوسرے پر فخر کرے۔ البغی۔ ظلم و تعدی کرنا حق سے عدول کرنا اور اس میں بہت بڑھ جانا۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٢٨٦٥/٦٤)

**الفرائد**۔ مسلمانوں کو باہمی تواضع اختیار کرنی چاہیے اس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور کبر سے حفاظت رہے گی۔

۱۵۹۲ :وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :''اِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
وَالرِّوَايَةُ الْمَشْهُوْرَةُ ''اَهْلَكُهُمْ بِرَفْعِ الْكَافِ وَرُوِىَ بِنَصْبِهَا ' ذٰلِكَ النَّهْىُ لِمَنْ قَالَ ذٰلِكَ عُجْبًا بِنَفْسِهٖ' وَتَصَاغُرًا لِلنَّاسِ وَارْتِفَاعًا عَلَيْهِمْ ' فَهٰذَا هُوَ الْحَرَامُ وَاَمَّا مَنْ قَالَهٗ لِمَا يَرٰى فِى النَّاسِ مِنْ نَقْصٍ فِىْ اَمْرِ دِيْنِهِمْ ' وَقَالَهٗ تَحَزُّنًا عَلَيْهِمْ ' وَعَلَى الَّذِيْنَ فَلَا بَاْسَ بِهٖ ' هٰكَذَا فَسَّرَهُ الْعُلَمَآءُ وَفَصَّلُوْهُ– وَمِمَّنْ قَالَهٗ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْاَعْلَامِ :مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْخَطَّابِىُّ ' وَالْحُمَيْدِىُّ وَاٰخَرُوْنَ وَقَدْ اَوْضَحْتُهٗ فِىْ كِتَابِ :''الْاَذْكَارِ''۔

۱۵۹۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص کہتا ہے کہ لوگ تباہ ہو گئے تو وہ ان میں سب سے زیادہ تباہ ہونے والا ہوتا ہے''۔ (مسلم)

مشہور روایت اَهْلَكُهُمْ کاف کے ضمہ سے ہے۔ اور زبر بھی پڑھی گئی ہے۔ یہ ممانعت اس کے لئے ہے جو یہ کلمہ خود پسندی کی بناء پر کہتا ہو اور لوگوں کو حقیر قرار دیتا ہو اور اپنے آپ کو ان سے بالا سمجھتا ہو۔ یہ صورت

حرام ہے اور اگر کوئی شخص لوگوں کے دینی معاملات میں نقص دیکھ کر کہتا ہے اور بطور غم خواری کہتا ہے تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ علماء رحمہم اللہ نے اسی طرح اس کی تفسیر کی ہے۔ جن ائمہ کرام نے اس تفسیر کو اختیار کیا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ مالک بن انس' خطابی' حمیدی وغیرہم۔ میں نے اس کی وضاحت کتاب الاذکار میں کی ہے۔

**تشریح** : **اذا قال الرجل**۔ خود پسندی اور دوسرے کی حقارت کے طور پر کہا لوگ ہلاک ہو گئے۔ فساق و فجار بن گئے اور یہ بچ گیا۔ **فھو اھلکھم**۔ یہ ان میں سب سے بڑھ کر ہلاک ہونے والا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نفس پر راضی اور تمام لوگوں کی سرکشی پر خوش ہے۔

**نووی کا قول**: یہ کلام اس وقت ممنوع ہے جبکہ لوگوں کی تحقیر اور اپنے کو بڑا ظاہر کرنے کیلئے ہو۔ **عجبًا و تصاغرًا**۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔

**اَلنَّحْوُ** : یہ اپنے معنی میں ہیں (۲) فاعل کے معنی میں ہیں۔ جبکہ ان کو حال مانا جائے۔ (۳) مفعول لہ مانیں تو بھی منصوب ہوں گے۔ **فھذا ھو الحرام**۔ یہ بات حرام و ممنوع ہے۔ **اَلنَّحْوُ** : جملہ خبریہ سے ممانعت زیادہ بلیغ ہے۔ **واما من قاله**۔ اگر دینی حمیت اور درد کی وجہ سے کہے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اگر اس سے لوگوں کی توجہ دین کی طرف مبذول ہوتی ہو تو خوب ہے۔ **الاعلام جمع عَلَم** : پہاڑ جو علمی عظمت کے لحاظ سے ظاہر ہو۔ یہ ائمہ سے عطف بیان ہے۔

امام مالک، خطابی یہ اس کے دادا خطاب کی طرف نسبت ہے۔ حمیدی یا بن عبداللہ حمیدی اندلسی ہیں۔ حلیہ کی روایت "**ھو من اھلکھم**" ہے۔

بقول حمیدی یہ رفع سے ہے یعنی دوسروں کو حقیر قرار دینے اور اپنے نفس کو فضیلت دینے کی وجہ سے وہ سب سے بڑھ کر ہلاک ہونے والا ہے۔ کیونکہ وہ اسرار الٰہی سے ناواقف ہے۔ ہمارے علماء نے اسی طرح فرمایا کہ یہ حمیدی وخطابی کا کلام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی لوگوں کے عیب نکالتا اور ان کی برائیوں کا تذکرہ کرتا رہتا ہے اور کہتا ہے لوگ بگڑ گئے اور ہلاک ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ ایسا کہنے والا ان میں حالت کے لحاظ سے سب سے برا ہے۔ اس لئے کہ ان کی عیب جوئی اور غیبت کا گناہ اسے مل رہا ہے اور بسا اوقات یہ چیز اسے ذاتی خود پسندی اور دوسروں پر اپنی افضلیت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہے۔ پس اس طرح وہ ہلاک ہوا۔ (خطابی) امام مالک نے معالم السنن میں فرمایا اگر لوگوں کی حالت پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ہو تو میرے ہاں اس میں حرج نہیں اور خود پسندی اور لوگوں کی تحقیر کیلئے کہے تو مکروہ یعنی تحریمی ہے۔ یہ درست سند کے ساتھ روایت کی بہترین تاویل ہے۔ اس لئے کہ تبع تابعی سے منقول ہے۔

**تخریج**: اخرجه مالك (۱۸٤٥) واحمد (۳/۱۰۰۱۲) ومسلم (۲٦٢٣) وابو داود (٤٩٨٣) وابن حبان (۷٦٢٥)

**الفرائد** : (۱) اس میں خود پسندی اور دوسروں پر اپنی بڑائی دکھانے کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے۔ (۲) دوسروں کے عیوب جھانکنے کی بجائے ان کو ڈھانپے۔

## ۲۸۰ :بَابُ تَحْرِيْمِ الْهِجْرَانِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا لِبِدْعَةٍ فِي الْمَهْجُوْرِ اَوْ تَظَاهُرٍ بِفِسْقٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ

## بَابٌ : تین دن سے زیادہ مسلمانوں کے لئے آپس میں قطع تعلق کی حرمت کا بیان، البتہ بدعت اور فسق وغیرہ کی صورت میں قطع تعلق کرنے کی اجازت کا بیان

تشریح ۞ الهجران : کسی چیز کو چھوڑنا اور ترک کرنا۔(القاموس) یہ اسم مصدر ہے۔باب نصر۔(المصباح) فوق ثلاثه ایام۔دونوں ظرف محل صرف میں ہیں۔(۲) ہجران سے حال ہے کیونکہ اس پر الف لام مبنی ہے۔الا ابدعة۔یہ ابتداع سے ہے جیسے رفعه في الارتفاع۔غالبا یہ دین میں نقص وعیب کیلئے استعمال ہوتا ہے یا اضافہ کیلئے بھی۔لیکن بعض غیر مکروہ ہیں۔یہ وہ ہیں جن کی جنس شرع میں پائی جاتی ہے یا مصلحت دینیہ کا تقاضا ہو۔مثلاً خلیفہ کا دربان مقرر کرنا (مگر یہ چیز بدعت شرعیہ کی تعریف سے خارج ہیں ان کو بدعۃ لغویہ تو کہہ سکتے ہیں۔فتدبر)

اس روایت میں مراد بدعت محرمہ ہے جیسے رافضیت واعتزال وغیرہ۔

تظاهر بفسق او نحو ذلك :اگر چھپ کر گناہ کرنے والا ہو سرعام نہ کرتا ہو تو اس کی جاسوسی کرنا اور چھوڑنا مناسب نہیں۔

### الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ [الحجرات:۱۰] وَقَالَ تَعَالٰى :﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة:۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک مسلمان بھائی بھائی ہے۔تم ان کے درمیان اصلاح کرو''۔(الحجرات) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مت تعاون کرو گناہ اور ظلم پر''۔(المائدہ)

باہمی انقطاع اور ہجران اخوت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

اسی میں مسلمان سے قطع تعلق اور اس کو بلا سبب چھوڑنا ہے۔اگر کوئی شرعی سبب ہو تو کوئی حرج نہیں جیسا کعب بن مالک اور ان کے دونوں ساتھیوں سے قطع تعلق واقعہ گزر چکا۔

۱۵۹۳ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''لَا تَقَاطَعُوْا ، وَلَا تَدَابَرُوْا ، وَلَا تَبَاغَضُوْا ، وَلَا تَحَاسَدُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۹۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باہمی ایک دوسرے سے

مقاطعہ نہ کرو، ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ، آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے‘‘۔
(بخاری و مسلم)

**تشریح** : اخوانا۔ میل جول اور باہمی مہربانی کرنے والے۔ **لا یحل**۔ جائز نہیں۔ لمسلم۔ ہر مسلمان مرد و عورت مراد ہے۔ اخاہ سے مراد مسلمان بھائی۔ یہ ترغیب کیلئے اس طرح فرمایا۔

**تخریج** : فارجع الیہ اخی ... میں گزر چکی۔

**الفرائد** : یہ چیز اخوت اسلامی کو زیروزبر کرنے والی ہے۔

۱۵۹۴ : وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : ’’لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ : یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَاُ بِالسَّلَامِ‘‘ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۵۹۴ : حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے کہ دونوں آپس میں ملیں اور ایک اس طرف منہ موڑ لے اور دوسرا اس طرف۔ ان میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے‘‘۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : ان یھجر اخاہ۔ تعبیر میں دوسرے مسلمان کیلئے اخاہ کو اختیار کیا گیا۔ جس سے تواصل پر ابھارنا اور قطع تعلق سے بچانے کی طرف اشارہ ہے۔ ثلاث لیال۔ دنوں سمیت راتیں مراد ہیں۔ تعبیرات میں بعض اجزاء کے تذکرہ کی مثالیں بہت ہیں۔ فیعرض ھذا۔ اپنے مسلمان بھائی سے اپنے چہرے کو موڑ لیتا ہے گویا وہ بدن کے عرض کو دوسرے مسلمان کے چہرے کی طرف کر لیتا ہے۔ خیرھما الذی یبدأ بالسلام۔ کیونکہ اس نے مسلمان کے حق کی ادائیگی میں سبقت کی۔

**تخریج** : اخرجہ مالک (۱۶۸۲) واحمد (۹/۲۳۶۳۶) والبخاری (۶۰۷۷) ومسلم (۲۵۶۰) وابو داود (۴۹۱۱) والترمذی (۱۹۳۲) وابن حبان (۵۶۶۹) والطیالسی (۵۹۲) والبیھقی (۱۰/۶۳)

**الفرائد** : رشتہ داریاں اور معاشرتی تعلقات کو بگاڑ کا یہ ذریعہ ہے۔ یہی تلخی و کشیدگی بڑھ کر شدید عداوت میں بدل جاتی ہے۔

۱۵۹۵ : وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِیْ کُلِّ اثْنَیْنِ وَخَمِیْسٍ ’’ فَیَغْفِرُ اللّٰہُ لِکُلِّ امْرِیٍٔ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا ، اِلَّا امْرَءًا کَانَتْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَخِیْہِ شَحْنَاءُ فَیَقُوْلُ اتْرُکُوْا ھٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا‘‘ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۹۵ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’عمل ہر سوموار اور

جمعرات کو پیش ہوتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو بخش دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرانے والا نہ ہو۔ مگر وہ شخص کہ جس کے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان بغض ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے ان کو مہلت دو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کر لیں''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ شحناء۔ دنیوی معاملے کی وجہ سے بغض وعداوت ہے۔ ھذین۔ اس سے دونوں کینہ وروں کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر ایک طرف سے بغض ہو تو معاملہ اس کے ساتھ خاص رہے گا۔

**تخریج** : فارجع الیه أخی ... میں گزر چکی۔

**الفرائد** : باہمی بغض وعداوت رحمت الٰہی سے مسلمان کو دور کر دیتا ہے۔

۱۵۹۲ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ اَنْ يَّعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ' وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"التَّحْرِيْشُ" :الْاِنْسَدَادُ وَتَغْيِيْرُ قُلُوْبِهِمْ وَتَقَاطُعِهِمْ۔

۱۵۹۲ : حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: ''شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا کہ جزیرہ عرب میں نمازی اس کی پوجا کریں لیکن وہ ان کے درمیان بگاڑ پیدا کرنے میں اور قطع تعلقی میں (کامیاب رہے گا)''۔ (مسلم)

التَّحْرِيْش :فساد ڈالنا' دلوں کو بدلنا' آپس میں تعلقات منقطع کرنا۔

**تشریح** ۞ قد یئس۔ یہ یأس سے ہے۔ ایک نسخہ ایَسَ بھی ہے۔ مایوس و ناامید ہونا۔ ان یعبده المصلون۔ اس سے مسلمان مراد ہیں۔ جزیرہ عرب کی اطراف عدن، کے مابین حدود شام تک طول اور عرض جدہ کنارہ سمندر سے ریف عراق تک طول اور عرض یبرین سماوہ کے کٹ ؤ تک۔ بکری کہتے ہیں جزیرہ عرب مکہ، مدینہ، یمن، یمامہ، بعض نے کہا اس کے پانچ حصے ہیں۔ (۱) تہامہ: یہ حجاز کی جنوبی جانب کا نام ہے۔ نجد: یہ حجاز وعراق کا درمیانی علاقہ۔ حجاز: یہ یمن سے شروع ہو کر شام سے جا ملتا ہے۔ اسی میں مدینہ اور عمان ہے۔ اس کو حجاز کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ نجد و تہامہ کے درمیان آڑ کی طرح ہے۔ عروض: یہ یمامہ سے بحرین تک کا علاقہ ہے۔ یمن یہ تہامہ سے بالائی علاقہ ہے۔ یہ اصمعی کے قول سے قریب تر ہے۔

(المصباح)

صاحب محکم کا قول: اس کو جزیرہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بحر فارس اور بحر حبش اور دجلہ اور فرات اس کو گھیرے ہوئے ہیں جزیرہ وہ زمین جس سے پانی کٹا ہو۔ التحریش۔ لوگوں کے درمیان جھگڑے ڈالنا، لڑائی وبغض وفتنہ برپا کرنا۔ یہ روایت معجزات نبوت سے ہے۔ آج اسی طرح واقعہ ہو رہا ہے۔ جیسا فرمایا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۵/۱٤۳۷۳) ومسلم (۲۸۱۲) والترمذی (۱۹٤٤) وابن حبان (۵۹٤۱) وأبو یعلی (۲۰۹۵) وابن أبي عاصم (۸)

الفوائد : (۱) مسلمانوں میں فتنے اور فساد کیلئے اب بھی شیاطین سرگرم ہیں۔ (۲) جزیرہ کو ہمیشہ کیلئے بت پرستی سے محفوظ کر دیا گیا۔

۱۵۹۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ۔

۱۵۹۷ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے جس نے تین دن سے زیادہ تعلق توڑا اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ آگ میں جائے گا"۔ (ابوداؤد) بخاری اور مسلم کی شرط کے ساتھ۔

**تشریح** : **لا یحل لمسلم**۔ دونوں ایک دوسرے سے ملیں اور باہمی کلام نہ کریں۔ **فمات** ۔ اسی قطع تعلقی پر اصرار کی حالت میں موت آگئی۔ دخل النار ۔ اگر گنہ گار موحدین کے ساتھ اس کو سزا دینا منظور ہوگا۔ (۲) اگر حلال سمجھ کر کیا اور حرمت کا علم تھا تو ہمیشہ ہمیش کیلئے داخل ہوگا۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (٤٩١٤)

**الفوائد** : مسلمان سے بلا کسی دینی وجہ کے قطع تعلقی کرنے والا آگ کا حق دار ہے۔

۱۵۹۸ : وَعَنْ اَبِیْ خِرَاشٍ حَدْرَدِ بْنِ اَبِیْ حَدْرَدٍ الْاَسْلَمِيِّ وَيُقَالُ السُّلَمِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: "مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۵۹۸ : حضرت ابی خراش حدرد بن ابی حدرد اسلمی ان کو سلمی بھی کہا جاتا ہے رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا: "جس نے اپنے بھائی سے ایک سال تک تعلق منقطع کیا۔ اس نے گویا اس کا خون بہا دیا" (ابوداؤد) سند صحیح کے ساتھ۔

**تشریح** : ان کا نام سلامہ بن عمیر بن ابی سلامہ بن سعد بن سارب بن الحارث بن عیسیٰ بن ہوازن بن اسلم بن اقصیٰ بن حارثہ الاسلمی ہے اور اسیمی بھی کہا جاتا ہے۔ اور الجہنی جہینہ کی طرف نسبت ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ اس روایت میں سلمی ہے یہ اسلمی ہیں۔ من هجر اخاه سنة فهو کسفك دمه۔ ایک سال کیلئے انقطاع تعلق گناہ میں دشمنی سے اس کا خون بہانے کی طرح ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٧٩٥٧) والبخاري (٤٠٤) وأبو داود (٤٩١٥) والحاكم (٤/٧٢٩٢)

الفوائد : اس تنبیہ سے قطع تعلقی کا حرام ہونا واضح ہوا۔

۱۵۹۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا یَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ ، فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلَاثٌ فَلْیَلْقَهٗ وَلْیُسَلِّمْ عَلَیْهِ فَاِنْ رَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِی الْاَجْرِ ، وَاِنْ لَّمْ یَرُدَّ عَلَیْهِ فَقَدْ بَآءَ بِالْاِثْمِ ، وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ — قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ : اِذْ كَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰی فَلَیْسَ مِنْ هٰذَا فِیْ شَیْءٍ۔

۱۵۹۹ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مؤمن کے لئے حلال نہیں کہ دوسرے مؤمن کے ساتھ تین دن سے زیادہ تعلق کو ترک کرے۔ جب تین دن گزر جائیں تو اس سے ملاقات کرنی چاہئے اور اس کو سلام کرنا چاہئے۔ پھر اگر اس نے سلام کا جواب دے دیا تو دونوں اجر میں شریک ہو گئے۔ اگر اس نے سلام کا جواب نہ دیا تو وہ گناہ گار رہا اور سلام کرنے والا ترک تعلق کے گناہ سے نکل گیا۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اگر ترک تعلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہو پھر اس میں کوئی گناہ نہیں۔

**تشریح** : ان یھجر۔ بلا سبب شرعی تین دن رات چھوڑنا۔ یہ عام مسلمان کیلئے ہے۔ البتہ والد کی بیٹے اور خاوند کی بیوی سے ناراضی میں تین دن کی تنگی نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک ماہ کیلئے ازواج سے علیحدگی اختیار کی۔ فلیلقه ویسلم علیه۔ اس کو ملاقات کے سامنے جانے کا کہا جائے تاکہ دل میں جو بات ہے اس کا ازالہ ہو جائے۔ اشترکا فی الاجر۔ ایک کو ابتداء سلام کا ثواب اور دوسرے کے قبول کر لینے کا ثواب اور پہلے کو دوسرے جیسا ثواب ملے گا کیونکہ وہ سبب بنا اسی وجہ سے مستحب ہونے کے باوجود وہ آگے بڑھ گیا اور رد کا ثواب بھی ملے گا باوجودیکہ وہ واجب ہے۔ اور اگر اس سے جواب نہ دیا تو اس نے گناہ کمایا کیونکہ شرعاً واجب کو مسترد کیا۔ خرج المسلم۔ سلام میں ابتداء کرنے والا گناہ کی زد سے نکل گیا۔ وہ قطع تعلق جو بخشش کیلئے رکاوٹ تھا۔ دوسری روایت میں یہ لفظ زائد ہیں "والسابق یسبق الی الجنة"۔

ابوداؤد کا قول: جب کہ یہ قطع و ترک اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہو۔ اور مہجور بدعتی یا ظاہراً فسق کا اظہار کرتا ہے۔ تو اس کا اس وعید سے واسطہ نہیں۔ بلکہ وہ تو ضروری ہے یا کم از کم مستحب ہے۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (۴۹۱۲) ابی داود (۴۹۱۳)

الفوائد : باہمی تعلق کو ذاتی رنجش کی بناء پر توڑنا جائز نہیں۔ اگر کسی صحیح وجہ ہو تو اس کو نصیحت کیلئے تاکہ اپنے عمل بد سے باز آئے جائز ہے۔

## ۲۸۱ : بَابُ النَّهْیِ عَنْ تَنَاجِی اثْنَیْنِ دُوْنَ الثَّالِثِ بِغَیْرِ اِذْنِهٖ اِلَّا لِحَاجَةٍ وَّهُوَ اَنْ یَّتَحَدَّثَا سِرًّا بِحَیْثُ لَا یَسْمَعُهَا وَفِیْ مَعْنَاهُ مَا اِذَا تَحَدَّثَا بِلِسَانٍ لَّا یَفْهَمُهٗ!

## بَابٌ : دو آدمیوں کا تیسرے آدمی کی اجازت کے بغیر سرگوشی کرنے سے روکنے کا بیان' ہاں ضرورت کے پیش نظر اس طرح وہ دونوں گفتگو کریں کہ تیسرا آدمی ان کی بات سن نہ سکے اور یہی حکم ہے جب وہ دونوں ایسی زبان میں باتیں کریں جب تیسرا آدمی اس زبان کو سمجھ نہ سکے

**تشریح** ☆ **بغیر اذنه**۔ یہ اس وقت ہے جب کہ اور کوئی وہاں نہ ہو۔ تا کہ اس کے دل میں وسوسہ آ کر وہ غمگین نہ ہو یا خوف زدہ نہ ہو۔ **الا لحاجة**۔ اگر مصلحت متقاضی ہو تو پھر اس کا ملنا مفسدہ کا باعث بنے گا۔ **التناجی**۔ سرگوشی جس کو دوسرا آدمی نہ سنے۔ اور اس کو معلوم نہ ہو کہ یہ باتیں کیا کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح زور سے ایسی باتیں کرنا جس کو وہ سمجھ نہ سکے۔

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ﴾ [المجادلہ: ۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے''۔ (المجادلہ)

سرگوشی کو شیطانی حرکت قرار دیا (اس کی حکمت یہ بیان فرمائی) تا کہ مومن غمگین ہو۔ حالانکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔

۱۶۰۰ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجٰى اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ– رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَزَادَ ' قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ : فَاَرْبَعَةٌ؟ قَالَ لَا يَضُرُّكَ" رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ : كُنْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ عِنْدَ دَارِ خَالِدِ بْنِ عُقْبَةَ الَّتِيْ فِي السُّوْقِ ' فَجَآءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يُّنَاجِيَهٗ وَلَيْسَ مَعَ ابْنِ عُمَرَ اَحَدٌ غَيْرِيْ فَدَعَا ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا اٰخَرَ حَتّٰى كُنَّا اَرْبَعَةً فَقَالَ لِيْ وَلِلرَّجُلِ الثَّالِثِ الَّذِيْ دَعَا : اسْتَاْخِرَا شَيْئًا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : لَا يَتَنَاجٰى اثْنَانِ دُوْنَ وَاحِدٍ۔

۱۶۰۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تین آدمی ہوں تو دو تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں۔ (بخاری، مسلم وابوداؤد) ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔ ابوصالح کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ جب چار ہوں؟ فرمایا پھر تمہیں کوئی گناہ نہیں۔ امام مالک نے موطا میں عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ میں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' خالد بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے اس گھر کے پاس تھے' جو بازار میں ہے' اچانک ایک آدمی نے آ کر ان سے سرگوشی کرنا چاہی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سوا میرے پاس اس وقت اور کوئی نہ تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک اور آدمی کو بلایا یہاں تک کہ ہم چار آدمی ہو گئے۔ تو آپ نے مجھے اور اس تیسرے آدمی کو جس کو بلایا تھا فرمایا۔ ذرا پیچھے ہٹو' بے شک رسول اللہؐ سے میں نے سنا کہ دو آدمی ایک دوسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں۔

**تشریح** ۞ اذا کانوا۔ جبکہ لوگ موجود ہوں۔ **فلا یتناجی**۔ یہ لفظاً خبر معنیٰ طلب ہے۔ **فاربعة**۔ اگر چار ہوں تو پھر دو کے بات کرنے کا کیا حکم ہے۔ **لا یضرك**۔ تم پر گناہ نہیں اور نہ حرام ہے۔ اور نہ اس میں نقصان ہے۔

**ولیس مع ابن عمر**۔ یہ نیاجیہ کے مفعول سے جملہ حالیہ ہے۔ کنا۔ صار کے معنیٰ میں ہے۔ **استأخر شیئا**۔ تم ذرا پیچھے ہٹ جاؤ تاکہ مناجات والا اپنی مراد پالے۔ **فانی سمعت**۔ پھر دوسرے سے بات کی اور آدمی کو بلانے کی علت اس جملے میں بتلائی۔ اس لیے کہ ایک کو چھوڑ کر دو کے مناجات کرنے کی اجازت نہ تھی۔

**تخریج**: أخرجه مالك (۱۸۵۷) وأحمد (۲/۴۵٦٤) والبخاري (٦۲۸۸) ومسلم (۲۱۸۳) وأبو داود (۴۸۵۲) والحمیدي (٦۴٦) وابن حبان (۵۸۰) وابن أبي شیبة (۸/۵۸۱) والبخاري المفرد (۱۱٦۸) وابن ماجه (۳۷۷٦)

**الفوائد**: کسی ایک کو الگ چھوڑ کر دوسرے سے سرگوشی کرنا باہمی رنجش کا باعث ہوگا۔ سفر حضر ہر جگہ اس کا لحاظ ضروری ہے۔

۱۶۰۱: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: "اِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ، مِنْ اَجْلِ اَنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۰۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تین آدمی ہو تو دو تیسرے کے بغیر سرگوشی کریں یہاں تک کہ تم لوگوں سے مل جل جاؤ اس وجہ سے کہ وہ غمگین ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **حتی تختلطوا**: یہاں تک کہ وہ تین لوگوں میں مل جل جائیں۔ اور یہ نہی تحریمی ہے۔ کیونکہ اس کی علت ''من اجل ان ذلك یحزنه'' سے بتلائی گئی ہے جو کہ ایذاء ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبینا﴾ [متفق علیہ]

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲/۳۵٦۰) والبخاري (٦۲۹۰) المفرد (۱۱٦۹) ومسلم (۲۱۸۴) وأبو داود (۴۸۵۱)

والترمذی (۲۸٤۳) وابن ماجه (۳۷۷۵) والدارمی (۲٦٥۷) وابن حبان (٥۸۳) وابن ابی شیبة (۸/۸۱=) والحمیدی (۱۰۹)

الفرائد : تین افراد ہوں تو ایک سے سرگوشی نہ کرے کہ دوسرے کو سوء ظن پیدا ہوگا۔

## ۲۸۲ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَعْذِيْبِ الْعَبْدِ وَالدَّابَّةِ وَالْمَرْاَةِ وَالْوَلَدِ بِغَيْرِ سَبَبٍ شَرْعِيٍّ اَوْ زَائِدٍ عَلٰى قَدْرِ الْاَدَبِ!

## بَابٌ : غلام' جانور' عورت اور لڑکے کو کسی شرعی سبب کے بغیر یا ادب سے زائد تکلیف دینے کی ممانعت کا بیان

**تشریح** : **العبد**۔ غلام مراد ہے خواہ لونڈی ہو یا غلام۔ **والدابہ**۔ ہر زمین پر رینگنے والے پر بولا جاتا ہے مگر عرف عام میں چار پائے اور عرف خاص میں گھر والے جانور کو کہتے ہیں۔ بغیر سبب شرعی سزا کی وجہ شریعت کا اقتضاء نہ ہو یا سبب سے زائد نہ ہو۔

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾ [النساء:۳٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''والدین کے ساتھ احسان کرو اور قرابت داروں اور یتیموں مسکینوں' قرابت والے پڑوسیوں' دور پہلو کے پڑوسی اور پہلو کے ساتھی اور مسافر اور جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں۔ احسان کرو بے شک اللہ پسند نہیں کرتے فخر والے متکبر کو''۔ (النساء)

اِحْسَانًا : یہ فعل احسنوا محذوف کا مفعول مطلق ہے۔ اس سے مراد ان سے حسن سلوک اور نرمی اختیار کرنا ہے۔ بِذِي الْقُرْبٰی : قرابت دار۔ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰی : وہ پڑوسی جو قریب الدار ہو۔ وَالْجَارِ الْجُنُبِ : وہ دور رہنے والا جس کے اور تمہارے درمیان قرابت ہو۔ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ : رفیق سفر یار فیق صنعت بعض نے زوجہ مراد لی ہے۔ وَابْنِ السَّبِيْلِ : جو سفر میں منقطع ہو جائے۔ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ : اس سے مراد غلام لونڈیاں۔ یعنی تمام کے ساتھ بقدر طاقت احسان کرو۔ مُخْتَالًا فَخُوْرًا : جو متکبر اور لوگوں پر اپنی دینا کی وجہ سے بڑائی ظاہر کرنے والا ہو۔

**فائدہ:** پہلے تفسیر گزری ملاحظہ فرمائیں۔

۱۶۰۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ لَا هِيَ اَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا اِذْ هِيَ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

"خَشَاشُ الْاَرْضِ" بِفَتْحِ الْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ الْمُكَرَّرَةِ وَهِيَ هَوَامُّهَا وَحَشَرَاتُهَا۔

۱۶۰۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا جس نے اس کو باندھا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اسی کی وجہ سے وہ آگ میں داخل ہوئی نہ اس نے خود کھلایا پلایا۔ کیونکہ وہ (بلی) بندھی ہوئی تھی اور نہ ہی اس کو چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالے۔ (بخاری و مسلم)

خَشَاشُ الْاَرْضِ : خاء معجمہ کے فتح اور شین معجمہ مکررہ کے ساتھ زمین کے کیڑے مکوڑوں کو کہتے ہیں۔

**تشریح** ۞ **عذبت امراۃ**۔ حافظ لکھتے ہیں یہ بنی اسرائیل کی عورت تھی۔ اس کا مذکورہ عذاب، کفر کے عذاب سے علاوہ تھا۔ **فی ھرۃ**۔ یہ فی سبب کے معنی میں ہے۔ **سجنتھا**۔ اس کو باندھ دیا اور وہ بھوک سے مرگئی۔ **فدخلت فیھا**۔ وہ اس کے سبب سے آگ میں داخل ہوگئی۔ **اطعمتھا وسقتھا اذ ھی حبستھا**۔ اذ اپنے مضاف الیہ جملہ اسمیہ سے مل کر دونوں فعلوں میں سے ہر ایک کا ظرف بن سکتا ہے۔

اس حدیث میں بتلایا کہ حیوان کو روکنا اور اس کو بھوکا رکھنا حرام ہے۔ جس جانور کی خدمت کرے اس کو رکھنا جائز ہے۔ **خشاش**۔ زہریلے جاندار سانپ وغیرہ (ازہری ابو حاتم کہتے ہیں تمام دواب ارض پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ **الھوام**۔ جوں سے سانپ تک سب شامل ہیں۔ جیسا کہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں "**أیؤذیك ھوام رأسك**" یہاں مراد جوئیں ہیں۔ (المصباح) نووی "**حشرات قضبات**" کیڑوں مکوڑوں پر بولتے ہیں۔

**تخریج:** أخرجه أحمد (۳/۱۰۰۰٦) والبخاري (۲۳٦٥) المفرد (۳۷۹) ومسلم (۲۲٤۲) والدارمي (۲۸۱٤) وابن حبان (٥٤٦) وابن ماجه (٤٢٥٦) والبيهقي (٥/٢١٤)

**الفوائد:** کسی جانور کو خود اگر کھانے کو نہ ڈال سکتا ہو اور اسے پکڑ کر بھوکا نہ باندھے اگر وہ بھوکا مرگیا تو باندھنے والا قیامت کے دن مجرم ہوگا۔

۱۶۰۳ : وَعَنْهُ اَنَّهُ مَرَّ بِفِتْيَانٍ مِّنْ قُرَيْشٍ قَدْ نَصَبُوْا طَيْرًا وَّهُمْ يَرْمُوْنَهُ ، وَقَدْ جَعَلُوْا لِصَاحِبِ الطَّيْرِ كُلَّ خَاطِئَةٍ مِّنْ نَّبْلِهِمْ فَلَمَّا رَاَوْا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوْا فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ لَعَنَ

اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ا لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيهِ الرُّوْحُ غَرَضًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"الْغَرَضُ" بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالرَّآءِ وَهُوَ الْهَدَفُ وَالشَّيْءُ الَّذِيْ يُرْمٰى إِلَيْهِ۔

۱۶۰۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کا گذر قریش کے کچھ نوجوانوں کے پاس سے ہوا جنہوں نے ایک پرندے کو نشانے کی جگہ رکھا ہوا تھا اور وہ اس کو تیر مار رہے تھے۔ پرندے والے کے لئے انہوں نے ہر خطا ہونے والا تیر دینا طے کر لیا تھا۔ جب انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کس نے یہ کیا ہے اللہ اس پر لعنت کرے۔ کس نے یہ کیا ہے' بے شک رسول اللہ ؐ نے اس آدمی پر لعنت کی ہے جو کسی روح والی چیز کو نشانہ بناتا ہے۔ (متفق علیہ)

اَلْغَرَضُ : نشانہ اور وہ چیز جس پر تیر چھوڑے جائیں۔

**تشریح** ۞ بفتیان۔ یہ فتی کی جمع ہے۔ قریش۔ نضر بن کنانہ کی اولاد کالقب ہے۔ قد نصبوا طیرًا۔ اپنے تیروں کے نشانہ کی مشق کیلئے ایک پرندے کو باندھ رکھا تھا۔ طیر عام طور پر طائر کو کہتے ہیں طیور جمع قلیل الاستعمال ہے۔ یہ حدیث اس کے واحد ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ قد جعلوا۔ یہ جملہ معطوف یا حال ہے۔ خاطئہ۔ یہ مخطئٌ کے معنی میں ہے مگر قلیل الاستعمال ہے۔ (الجوہری، ابوعبیدہ)۔ النبل۔ تیر۔ تفرقوا۔ ڈر کر چھپ گئے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی کا لحاظ نہ کرتے تھے۔ من فعل ھذا؟ یہ استفہام توبیخی ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ کیلئے لائے۔ لعن اللّٰہ۔ لعنت کی وجہ یہ ہے حیوان کو بلاسبب شرعی ایذاء پہنچانا ہے۔ یہ حدیث تصریح کر رہی ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ کیونکہ جس گناہ پر عذاب و لعنت کی گئی ہو وہ کبیرہ ہوتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/٤٦٢٢) والبخاری (٥٥١٥) ومسلم (١٩٥٨) والنسائی (٤٤٥٣) والطيالسی (١٨٧٢) والطبرانی (٤١٣) وعبد الرزاق (٨٤٢٨) وابن حبان (٥٦١٧) والدارمی (٢/٨٣) والحاكم (٤/٧٥٧٥) والبيهقی (٩/٨٧)

**الفوائد** : (۱) پالتو زندہ حیوان کو تیروں کا نشانہ بنانا ناجائز ہے (۲) برے کام کو ہاتھ سے بدلنے کی طاقت ہو تو بدل ڈالے۔

۱۶۰۴: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ا اَنْ تُصْبَرَ الْبَهَآئِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَمَعْنَاهُ :تُحْبَسَ لِلْقَتْلِ۔

۱۶۰۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ جانوروں کو نشانے کے مقام پر باندھا جائے۔ (بخاری' مسلم) مفہوم روایت کا یہ ہے کہ ان کو قتل کے لئے بند کر دیا جائے۔

**تشریح** ۞ تصبر البھائم۔ بقول نووی اس کا معنی قتل کیلئے باندھنا۔ علقمی کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ زندہ کو جکڑ دیا جائے پھر اس پر نشانے باندھے جائیں یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ بیہقی کی روایت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ

ہیں۔ ''نھی عن صبر الروح وخصاء البھائم'' رواہ احمد ومسلم عن جابر یا ختلاف الالفاظ۔

**تخریج**: أخرجه البخاري (۵۵۱۳) ومسلم (۱۹۵۶) وأبو داود (۲۸۱۶) والنسائي (۴۴۵۱) وابن ماجه (۳۱۸۶)

**الفوائد**: (۱) کسی جانور کو باندھ کر ہلاک کرنے یا تیروں سے ہلاک کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ البتہ موذی جانور اس سے مستثنیٰ ہے۔

۱۶۰۵ : وَعَنْ اَبِیْ عَلِیٍّ سُوَیْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مِّنْ بَنِیْ مُقَرِّنٍ مَالَنَا خَادِمٌ اِلَّا وَاحِدَةٌ لَطَمَهَا اَصْغَرُنَا فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نُعْتِقَهَا ' رَوَاہُ مُسْلِمٌ – وَفِیْ رِوَایَةٍ "سَابِعَ اِخْوَةٍ لِّیْ"۔

۱۶۰۵ : حضرت ابوعلی سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مقرن کے سات بیٹوں میں سے ساتواں تھا اور ہمارا ایک ہی خادم تھا۔ ہم میں سے ایک چھوٹے نے اس کو تھپڑ مارا! اس پر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ میں اپنے بھائیوں میں ساتواں تھا۔

**تشریح** ؛ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ مقرن (اسم فاعل از قرین) بن عائذ بن منجا بن ہجیر بن نصر بن حبشیہ بن کعب بن نور بن ھدمہ بن الاطم بن عثمان بن عمر بن اد المزنی۔ عثمان بن عمرو اور ان کے بھائی کی اولاد کو اوس مزینہ کہا جاتا ہے۔ ان کی نسبت ماں کی طرف ہے۔ جس کا نام مزینہ بنت کلب بن وبرہ تھا۔ ان کی کنیت ابوعدی اور ابوعمرو بھی بتلائی جاتی ہے۔ کوفہ میں اقامت اختیار کی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے تین روایات نقل کی ہیں۔ مسلم نے ان کی ایک روایت نقل کی ہے۔ ابن اثیر نے ان کا سال اور مقام وفات نہیں لکھا۔ رایتنی۔ یہ افعال قلوب سے ہے۔ اگر افعال اصلیہ کے معنی میں ہو تو سابع کو حال کی وجہ سے منصوب پڑھ سکتے ہیں۔ من بنی مقرن۔ یہ ساتوں بھائی ہیں مہاجر صحابی ہیں۔ اس بات میں تمام صحابہ میں ممتاز ہیں۔ اسماء گرامی یہ ہیں: (۱) نعمان (۲) معقل (۳) عقیل (۴) سوید (۵) سنان (۶) عبدالرحمان، عبداللہ یہ آخری نام حافظ عراقی نے ذیل استیعاب سے نقل کیا ہے۔ یہ مرتدین سے قتال کرنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے رکھتے تھے۔ ابن فتحون سے طبری کی وساطت سے نقل کیا کہ بنی مقرن کی تعداد دس تھی واللہ اعلم۔ طبری نے ضرار بن مقرن کا نام لکھا ہے کہ یہ اپنے بھائی کے قتل کے بعد نہاوند میں قائم مقام بنائے گئے۔ ما لنا خادم الا واحدة۔ یہ جملہ رأی کا دوسرا مفعول ہے اگر افعال قلوب سے ہو اور سابع مفعول اول سے حال ہے۔ (۲) اگر رؤیت بصر یہ مراد ہو تو یا سے محل حال میں ہے حال مترادف ہوگا۔ لطمھا اصغرنا۔ نام کی تعیین نہیں آتی۔ تھپڑ کے نتیجہ میں آپ ﷺ نے سخت سزا کے طور پر اس کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۱۶۵۸) وأبو داود (۵۱۶۶) والترمذي (۱۵۴۲)

**الفوائد** : غلاموں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ اور اپنے ہاتھ کو انہیں بے جا تکلیف سے روک دینا چاہیے۔

۱۶۰۶ : وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : کُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّیْ بِالسَّوْطِ

فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِّنْ خَلْفِي : "اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ" فَلَمْ اَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ- فَلَمَّا دَنَا مِنِّي اِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا هُوَ يَقُوْلُ : "اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَنَّ اللّٰهَ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلٰى هٰذَا الْغُلَامِ" فَقُلْتُ لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْكًا بَعْدَهُ اَبَدًا وَفِي رِوَايَةٍ : فَسَقَطَ السَّوْطُ مِنْ يَدِيْ مِنْ هَيْبَتِهٖ- وَفِي رِوَايَةٍ : فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هُوَ حُرٌّ لِّوَجْهِ اللّٰهِ ' فَقَالَ : "اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذِهِ الرِّوَايَاتِ۔

۱۶۰۶: حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا پس میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی : اے ابو مسعود! جان لے میں غصے کی وجہ سے آواز کو سمجھ نہ سکا۔ جب آواز قریب ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور فرما رہے تھے خبردار! اے ابو مسعود اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتے ہیں جتنی تجھے اس غلام پر ہے۔ میں نے کہا میں اس کے بعد کسی غلام کو کبھی نہیں ماروں گا! اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب کی وجہ سے کوڑا میرے ہاتھ سے گر گیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! اگر تو ایسا نہ کرتا تو تمہیں آگ اپنی لپیٹ میں لیتی یا تمہیں ضرور آگ چھوتی۔ (ان روایات کو مسلم نے بیان کیا)

**تشریح** : اعلم۔ یہ تنبیہ کیلئے زور سے آواز دی۔فلم افهم الصوت۔غصہ کی وجہ سے میں آواز کے مشتملات کو نہ سمجھ سکا۔فلما دنا منی اذا هو۔ جب مجھ سے قریب ہوئے تو اچانک میں نے دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور فرمارہے ابا مسعود! ان اللّٰه تعالٰی اقدر علیك۔ اے ابو مسعود اللہ تعالیٰ کے انتقام سے ڈرو۔ غلام پر تمہاری قدرت تمہیں اس بات میں تعدی پر آمادہ نہ کرے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کر رکھا ہے۔ یعنی ظلم سے مار پیٹ۔بعدہ۔اس فرمان کے بعد کسی غلام کو نہ ماروں گا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ میرے ہاتھ سے کوڑا گر گیا اور میں نے کہا۔هو حر لوجه اللّٰه تعالٰی۔یہ رضائے الٰہی کیلئے آزاد ہے۔ انه لو لم تفعل۔اس میں فعل کا اطلاق فاعل پر کیا گیا ہے۔للفحتك۔تو تمہیں آگ جلا دیتی دوسری روایت میں "لمستك النار" یہ تمام مسلم کی روایات ہیں۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۱٦٥٩) والترمذی (۱۹٤۸)

**الفوائد** : (۱) غصے کو ممالیک و ماتحتوں پر ناجائز استعمال کرنا ممنوع ہے۔(۲) عفو و درگزر سے کام لیا جائے جیسا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہیں۔

۱۶۰۷: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهٗ حَدًّا لَمْ يَاْتِهٖ اَوْ لَطَمَهٗ ' فَاِنَّ كَفَّارَتَهٗ اَنْ يُّعْتِقَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۰۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے کسی غلام کو

ایسے جرم کی حد لگائی جو اس نے نہیں کیا یا اس کو تھپڑ مارا پس اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس کو آزاد کر دے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ حدًا لم یاته۔ غلام کا فعل حد کو حقدار نہیں۔ حدًا مفعول لہ ہے۔ لطمه۔ ہاتھ سے تھپڑ مارا جس کی وجہ نہ تھی۔ فان کفارته ان یعتقہٗ۔ اس گناہ کا کفارہ آزاد کرنا ہے۔ تب یہ گناہ اس کے ذمہ سے مٹے گا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں۔ اس پر اتفاق ہے کہ آزاد کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ لیکن اس آزادی کا اجر و ثواب شرعی اعتاق کے برابر نہ ملے گا۔ حدیث میں ان کے ساتھ نرمی کا حکم ہے۔ اگر گناہ کریں تو اس سے روکنے کیلئے گناہ کی مقدار کے مطابق سزا دی جا سکتی ہے۔ جب اور کریں تو سزا میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (١٦٥٧) وأبو داود (٥١٦٨)

**الفوائد** : اگر غلام کو بلا جنایت حد لگائی تو اس کا کفارہ اس کو آزاد کرنے سے ہو سکتا ہے۔ ورنہ قیامت کو اس سے بدلہ چکایا جائے گا۔

۱۶۰۸ : وَعَنْ هِشَامِ بْنِ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ مَرَّ بِالشَّامِ عَلٰى اُنَاسٍ مِّنَ الْاَنْبَاطِ ، وَقَدْ اُقِيْمُوْا فِي الشَّمْسِ ، وَصُبَّ عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الزَّيْتُ! فَقَالَ : مَا هٰذَا؟ قِيْلَ يُعَذَّبُوْنَ فِي الْخَرَاجِ ، وَفِيْ رِوَايَةٍ: حُبِسُوْا فِي الْجِزْيَةِ فَقَالَ هِشَامٌ : اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : ”اِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا“ فَدَخَلَ عَلَى الْاَمِيْرِ فَحَدَّثَهٗ فَاَمَرَ بِهِمْ فَخُلُّوْا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

”الْاَنْبَاطُ“ اَلْفَلَّاحُوْنَ مِنَ الْعَجَمِ۔

۱۶۰۸: حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کا گذر شام میں کچھ کاشت کاروں کے پاس سے ہوا۔ ان کو دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا اور اس کے سروں پر زیتون کا تیل ڈالا ہوا تھا۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جواب دیا گیا ان کو خراج نہ دینے کی سزا دی جا رہی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے جزیہ کی وجہ سے ان کو قید کیا گیا۔ ہشام بن حکیم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ بے شک اللہ ان لوگوں کو عذاب دیں گے جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں پھر وہ امیر کے پاس گئے اور اس کو یہ حدیث سنائی تو اس نے اس کے متعلق چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ (مسلم)

اَلْاَنْبَاطُ : عجمی کسان۔

**تشریح** ۞ یہ قریش قبیلہ کی شاخ بنو اسد سے ہیں صحابی بن صحابی ہیں۔ حدیث عمر میں ان کا تذکرہ ہے۔ یہ اپنے والد سے پہلے فوت ہو گئے۔ جنہوں نے ان کی جنگ اجنادین میں حاضری کا ذکر کیا ان کو وہم ہے۔ مسلم، ابوداؤد، نسائی نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب میں ہے کہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور والد سے پہلے وفات پائی۔ ابن اثیر کہتے ہیں اجنادین میں یہ حاضر تھے نہ شہید ہوئے بلکہ ہشام بن العاص وہاں شہید ہوئے۔ یہ ۱۳ھ کی بات ہے۔ اور ہشام بن حکیم کا عیاض بن

غنم کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ جنگ اجنادین کے بعد بھی زندہ رہے۔ ان کا گزر عیاض بن غنم کے پاس سے ہوا جبکہ وہ حمص کے گورنر تھے۔ حمص اجنادین کے کافی عرصہ بعد فتح ہوا۔ تابعین کی ایک جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ مضبوط اور بارعب آدمی تھے۔ زھری کہتے ہیں یہ کچھ آدمیوں کی معیت میں امر بالمعروف کرتے تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے جب کہ ان کو کسی منکر کام کی اطلاع ملتی تو فرماتے جب تک میں اور ہشام ہیں یہ کام نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی روایات نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک مسلم نے نقل کی ہے۔ اناس من الانباط۔ یہ عرب لوگ تھے جو عجم وروم کے علاقوں میں چلے گئے ان کے نسب مل جل گئے ان کی زبان بگڑ گئی ان کو زمین سے پانی نکالنے کے مختلف تجربات تھے اس لئے ان کو انباط کہا جانے لگا (التوشیح) بعض نے کہا عجمی جاٹو کو نبط کہا جاتا ہے۔

واقیموا فی الشمس۔ یہ جملہ حالیہ ہے۔ وصبت کا عطف اسی پر ہے۔ یہ دونوں فعل مجہول ہیں۔ فی الخراج۔ خراج کے سبب اور وجہ سے۔

لسمعت۔ یہ اشہد کا جواب ہے۔ کیونکہ یہ قسم کے قائم مقام لایا گیا۔ یعذبون الناس فی الدنیا۔ اس سے مراد ناحق سزا دینے والے، قصاص وحدود وغیرہ اس میں شامل نہیں۔ فدخل۔ ہشام امیر وہ عمیر اوسی تھے کے پاس گئے اور یہ روایت بیان کی۔ نخلُّوا۔ ان کو عذاب سے رہا کردیا گیا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٥/١٥٨٤٦) ومسلم (١١٧/٢٦١٣) وأبو داود (٣٠٤٥) وابن حبان (٥٦١٢) والبيهقي (٥/٢٠٥)

**الفرائد** : (۱) جتنا قصور ہو اس قدر سزا دی جاسکتی ہے۔ اس سے زائد نہیں۔ (۲) جن پر ہمیں اختیار حاصل ہو ان کو ایذاء سے گریز کیا جائے۔

۱۶۰۹ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِمَارًا مَوْسُوْمَ الْوَجْهِ فَاَنْكَرَ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ : وَاللّٰهِ لَا اَسِمُهُ اِلَّا اَقْصٰى شَيْءٍ مِّنَ الْوَجْهِ ' وَاَمَرَ بِحِمَارِهٖ فَكُوِيَ فِي الْجَاعِرَتَيْهِ ' فَهُوَ اَوَّلُ مَنْ كَوَى الْجَاعِرَتَيْنِ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْجَاعِرَتَانِ" نَاحِيَةُ الْوَرِكَيْنِ حَوْلَ الدُّبُرِ۔

۱۶۰۹ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گدھے کو دیکھا جس کے چہرے کو داغا گیا تھا۔ آپ کو یہ بات ناپسند ہوئی تو آپ نے فرمایا میں اس کو نہیں داغوں گا مگر چہرے کے اعضاء میں سے جو سب سے دور ہے چنانچہ اس گدھے کے سرینوں کو داغنے کا حکم دیا گیا۔ پس آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سرینوں کو داغا۔

اَلْجَاعِرَتَانِ : سرینوں کی طرف۔

**تشریح** : موسوم الوجہ۔ جس کے چہرہ پر داغ دیا گیا ہو۔ فقال ۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اقصی۔ یعنی

چہرے کے انتہائی حصہ میں۔من الوجہ کو بیان کے طور پر اس لئے لائے پہلے مبہم کی جگہ شمار کیا۔الجاعدتان۔دبر کے قریب رانوں کے اوپر۔رانوں پر۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۱۱۸) وعبد الرزاق (۸٤٤۹) وابن حبان (۵٦۲۳) والبیهقی (۳۵/۷)

**الفرائد** : (۱) حیوان کے چہرے کو داغنے سے وہ بدصورت ہو جائے گا۔اس سے منع کیا کہ یہ غضب الٰہی کا باعث ہے۔ صحابہ کرام نے فوراً اس کی تعمیل کر دی ان کی اطاعت کس قدر قابل رشک تھی۔

۱۶۱۰ : وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهٖ فَقَالَ : "لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِيْ وَسَمَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَيْضًا : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ۔

۱۶۱۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ حضور ﷺ کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کے چہرے پر داغ لگائے گئے تھے۔آپؐ نے فرمایا اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اس کو داغا ہے۔(مسلم)
مسلم ہی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر مارنے اور داغنے سے منع فرمایا۔

**تشریح** ۞ لعن اللّٰہ الذی وسمہ۔چہرے پر داغ حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

نہی عن الضرب۔علماء کہتے ہیں چہرہ لطیف حصہ اور جامع المحاسن ہے۔اور اس کے اعضاء نفیس ولطیف ہیں اور ادراک انہی سے ہوتا ہے۔چہرے کی ضرب اس کو باطل کرتی ہے۔کم ازکم نقص پیدا کر کے اس کو بدصورت بنا دیتی ہے اور عیب اس میں برا ہے۔کیونکہ وہ بالکل سامنے ہے۔اس کا چھپانا ممکن نہیں اور مارنے والے سے ممکن نہیں کہ وہ عیب دار بنانے سے بچ جائے۔خادم، بیوی، لڑکے کو ماریں تو چہرے سے گریز کریں۔وہ اسی نہی میں شامل ہے۔داغنے کا نشان تو سخت ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱٤٤٦٦) ومسلم (۲/۱۱٦) وأبو داود (۲۵٦٤) والترمذی (۱۷۱٦) وعبد الرزاق (۸٤۵۰) وابن حبان (۲۰۲٦) وأبو یعلی (۲۱٤۸) وابن خزیمة (۲۵۵۱) والبیهقی (۲۵۵/۵)

**الفرائد** : (۱) حیوان کے چہرے کو داغنے، خادم، بیوی، لڑکے کے چہرے پر مارنے کی ممانعت کی گئی کیونکہ چہرے میں اللہ تعالیٰ نے تکریم رکھی ہے یہ اس کی تذلیل ہے۔

## ۲۸۳ : بَابُ تَحْرِيمِ التَّعْذِيبِ بِالنَّارِ فِي كُلِّ حَيْوَانٍ حَتَّى الْقَمْلَةِ وَنَحْوِهَا

## بَابٌ : تمام حیوانات کو آگ کے ساتھ عذاب دینے کی حرمت کا بیان یہاں تک کہ چیونٹی بھی اس میں شامل ہے

۱۶۱۱ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي بَعْثٍ فَقَالَ: "إِنْ وَّجَدْتُّمْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا "فَأَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ أَرَدْنَا الْخُرُوْجَ: "إِنِّيْ كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوْا فُلَانًا وَفُلَانًا ، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ فَإِنْ وَّجَدْتُّمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۶۱۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا پس فرمایا کہ اگر تم فلاں فلاں کو پاؤ' دو قریشی آدمیوں کے نام لئے تو ان کو آگ میں جلا ڈالو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ ہم نے نکلنے کا ارادہ کیا کہ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو جلا دو۔ بے شک آگ کا عذاب اللہ کے سوا اور کوئی نہ دے پس اگر تم ان کو پا لو تو قتل کر دو۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ بعث : وہ لشکر جس کو بھیجا جائے۔حین اردنا الخروج۔اس مقام کی طرف نکلنے کا ارادہ کر لیا۔انی کنت امرتکم۔میں نے حکم دیا تھا اب اس سے رجوع کرتا ہوں۔وان النار۔

**اَلنَّحْو** : یہ جملہ مستانفہ (۲) حالیہ ہے ہے۔فاقتلوھما لڑائی میں یا پکڑ کر۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/٨٠٧٤) والبخاري (٢٩٥٤) وأبو داود (٢٦٧٣) والترمذي (١٥٧٧) والنسائي (٥/٨٨٠٤) والدارمي (٢٤٦١) وابن حبان (٥٦١١) وابن الجارود (١٠٥٧) السيرة (٢/٣١٢)

**الفوائد** : (۱) مسافر کو الوداع کہنا جائز ہے۔(۲) آگ میں کافر کو بھی جلانا ممنوع ہے۔(۳) طویل وقت گزر جانے پر بھی حد معاف نہیں ہو سکتی۔

۱۶۱۲ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَّعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ تُعَرِّشُ فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : "مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا رُدُّوْا وَلَدَهَا إِلَيْهَا" وَرَأٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا فَقَالَ : "مَنْ حَرَّقَ هٰذِهِ؟" قُلْنَا : نَحْنُ قَالَ : "إِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

قَوْلُهُ "قَرْيَةَ نَمْلٍ" مَعْنَاهُ مَوْضِعُ النَّمْلِ مَعَ النَّمْلِ۔

۱۶۱۲: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک سرخ چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ پس ہم نے اس کے دونوں بچوں کو لے لیا۔ سرخ چڑیا آ کر منڈلانے لگی۔ اتنے میں نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا کس نے اس کو اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف پہنچائی ہے؟ اس کے بچوں کو واپس کر دو۔ آپ نے ایک چیونٹیوں کی بستی دیکھی جس کو جلا دیا گیا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا آگ سے عذاب دینا مناسب نہیں۔ (ابوداؤد) صحیح سند سے۔

قَرْيَةُ نَمْلٍ: چیونٹیوں سمیت چیونٹیوں کی جگہ۔

**تشریح** : لحاجته۔ ضرورت انسانی یعنی قضائے حاجت کیلئے۔ حمّرة۔ چڑیا کی طرح چھوٹا پرندہ۔ فرخان۔ جمع فرح پرندے کے بچے۔ تعرش۔ بلند ہو کر سایہ کرنا۔ فجع۔ یہ نفع کے باب سے ہے۔ ایذاء دینا۔ ردوا ولدها اليها۔ ولد سے مراد جنس ہے۔ انہوں نے واپس کر دیئے تو آپ خاموش ہو گئے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کر دی۔ قرية نمل۔ چیونٹیوں کی کثرت کی وجہ سے وادی فرمادیا۔ لا ينبغي۔ جائز و حلال نہیں۔ ان يعذب بالنار۔ البتہ جو آگ سے قتل کرے اس کو قصاص میں اسی طرح قتل کیا جائے۔ اگر ولی تلوار کے قصاص پر رضا مند ہو تو اس کو اجازت ہے۔

نووی کا قول: موضع النمل مع النمل یہ قریۃ النمل کی تفسیر نہیں بلکہ حدیث کی مراد ہے کہ خالی گھر مقصود نہیں چیونٹیوں سمیت گھر مراد ہے۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (٢٦٧٥) والحاكم (٤/٧٥٩٩) المفرد (٣٨٢) أخرجه أحمد (٢/٣٨٢٥) أحمد (٢/٣٧٦٣)

**الفرائد** : چیونٹیوں کو آگ میں جلانا ممنوع ہے۔ (۲) آپ ﷺ تمام خلق کیلئے رحمت بن کر تشریف لائے آپ نے حُمرہ (چڑیا) کو اس کا بچہ واپس دلایا۔

## ۲۸۴: بَابُ تَحْرِيمِ مَطْلِ الْغَنِيِّ بِحَقٍّ طَلَبَهُ صَاحِبُهُ

### باب: مالدار سے حق دار کا حق طلب کرنے میں مال دار کا ٹال مٹول کرنا حرام ہے

**تشریح** : مطل۔ مؤخر کرنا۔ طلبه صاحبه۔ جبکہ اس کو مطالبے کا حق ہو۔ اگر حق کا ایک وقت مقرر ہو وقت مقررہ سے پہلے طلب کا اعتبار نہیں۔ اور اس ٹال مٹول میں حرمت نہیں۔

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾ [النساء:٥٨] وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ﴾ [البقرة:٢٨٣]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو"۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی رہن کے بغیر قرض دے دے) تو امانت دار کو چاہئے کہ صاحب امانت کی امانت واپس کر دے"۔

اگرچہ شان نزول تو بیت اللہ کی چابی عثمان بن طلحہ حجبی کو لوٹانے کے سلسلہ میں ہے۔ مگر امانات کا لفظ عام ہے۔ اور اسی کا اعتبار ہے۔

بغیر رہن رکھنے کے اور بغیر گواہ بنانے کے۔ فَلْيُؤَدِّ الَّذِي: اس امانت کی ادائیگی صاحب حق کو ضروری ہے۔ اس کو اس کے امانت دار بنانے کے تقابل میں ذکر کیا گیا۔

۱۶۱۳: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

مَعْنٰى "اُتْبِعَ": اُحِيْلَ –

۱۶۱۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ جب تم میں سے کوئی ایک کسی مالدار کے سپرد کیا جائے تو اس کو اس کے پیچھے لگ جانا چاہئے۔ (بخاری و مسلم)

اُتْبِعَ: سپرد کیا جانا۔

**تشریح** ۞ المطل۔ دراز کرنا۔ بلا عذر جس چیز کی ادائیگی ہو سکتی ہو اس کو مؤخر کرنا۔ ظلم۔ ٹال مٹول کو اس لئے ظلم کہا کہ یہ غصب کی طرح کبیرہ گناہ محسوس کرے۔

نووی کا قول: یہ صغیرہ گناہ ہے۔ اذا اتبع۔ حیلہ کیا جانا۔ ملئی۔ غنی۔ فلیتبع۔ یہ امر استحباب کیلئے بعض نے اباحت وارشاد کیلئے قرار دیا ہے۔ بعض نے وجوب کہا۔

رافعی کا قول: "اذا اتبع" یہ دو جملے ہیں جن کا ایک دوسرے سے تعلق نہیں۔ اب رہا فا کا آنا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جملہ اول تمہید اور حوالہ کو قبول کرنے کی علت ہے مطلب یہ ہوگا۔ جب کہ غنی کا ٹال مٹول ظلم ہے۔ تو اسے قبول کر لینا چاہیے جو اپنا قرض اس کے حوالے کرے۔ اس لئے کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ ظلم سے احتراز کرتا ہے۔ پس یہ ٹال مٹول نہ کرے۔

**تخریج**: أخرجه مالك (۱۳۷۹) والبخاري (۲۲۸۷) ومسلم (۱۵٦٤) وأبو داود (۳۳٤٥) والنسائي (٤٧٠٥) وابن حبان (٥٠٥۳) والبيهقي (٦/٧٠)

**الفرائد**: (۱) حق ادا کرنے کی استطاعت کے باوجود فضول بہانے بنانا ممنوع ہے۔ (۲) ٹال مٹول کرنے والے کو وصولی کیلئے لازم پکڑنا اور زبردستی لینا بھی جائز ہے۔ (۳) ادائیگی سے عاجز اس سے مستثنیٰ ہے۔

## ۲۸۵ : بَابُ كَرَاهَةِ عَوْدَةِ الْاِنْسَانِ فِيْ هِبَةٍ لَمْ يُسَلِّمْهَا اِلَى الْمَوْهُوْبِ لَهٗ وَفِيْ هِبَةٍ وَّهَبَهَا لِوَلَدِهٖ وَسَلَّمَهَا اَوْ لَمْ يُسَلِّمْهَا وَكَرَاهَةِ شِرَآئِهٖ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهٖ مِنَ الَّذِيْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ اَوْ اَخْرَجَهٗ عَنْ زَكَاةٍ اَوْ كَفَّارَةٍ وَّنَحْوِهَا وَلَا بَاْسَ بِشِرَآئِهٖ مِنْ شَخْصٍ اٰخَرَ قَدِ انْتَقَلَ اِلَيْهِ

**بَابٌ** : اس ہدیہ کو واپس لینے کی کراہت جس کو موہوب کی طرف سے سپرد نہیں کیا ہے نیز جو ہبہ اپنی اولاد کے لئے کیا ان کے سپرد کیا یا نہ کیا اس کو بھی واپس لینے کی حرمت اور جس چیز کا صدقہ کیا ہے اس سے خریدنے کی کراہت نیز جو مال بصورتِ زکوٰۃ یا کفارہ وغیرہ میں نکالا ہے اس میں واپس لوٹنے کی کراہت لیکن اگر وہ مال کسی دوسرے انسان کی طرف منتقل ہو چکا ہے تو اس سے خریدنے کا جواز ہے

**تشریح** : عود۔ واپس لوٹانا۔ لم یسلمها۔ اس سے مقید کیا کیونکہ تسلیم کے بعد واپسی ہو نہیں سکتی خواہ وہ اس کا ارادہ کرے۔ مگر صرف اس صورت میں کہ فرع کیلئے اصل کو ہبہ کر دے۔ لولدہ۔ ساری اولاد مراد ہے۔ لم یسلمها۔ مطلقاً رجوع کرے۔ نحوها۔ اس سے نذر مراد ہے۔ لا باس۔ یہ اباحت کیلئے استعمال ہونے والا کلمہ ہے۔ قد انتقل الیہ۔ یہ کراہت تنزیہی ہے اس کا دارومدار اس کے صدور پر ہے۔ اس شخص سے جس نے اس پر صدقہ کیا ہے۔ اس سے نہیں جس نے اس سے لیا ہے۔ خواہ بیع سے ہو یا ہبہ وغیرہ سے۔

۱۶۱۴ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَلَّذِيْ يَعُوْدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِيْ قَيْئِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ـ

وَفِيْ رِوَايَةٍ : "مَثَلُ الَّذِيْ يَرْجِعُ فِيْ صَدَقَتِهٖ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيْءُ ثُمَّ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ فَيَاْكُلُهٗ"

وَفِيْ رِوَايَةٍ : "اَلْعَآئِدُ فِيْ هِبَتِهٖ"

۱۶۱۴ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اپنے ہبہ کو لوٹائے وہ اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے کو لوٹائے۔ (بخاری، مسلم)

ایک روایت میں ہے اس شخص کی مثال جو اپنے صدقے کو واپس کرے اس کتے جیسی ہے جو قے کرے پھر اسکی طرف لوٹ کر اس قے کو کھائے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ہبہ کو لوٹانے والا اپنی قے کو لوٹانے والے کی طرح ہے۔

**تشریح** یعود۔لوٹائے۔ کالکلب یرجع۔نفرت دماغ میں بٹھانے اور حرمت کی گندگی بتلانے کیلئے یہ تشبیہ دی۔ ابن ماجہ کی روایت میں کمثل الکلب کے الفاظ ہیں۔یعنی اس کی بری حالت کی قباحت کتے کی حالت جیسی ہے۔یقی۔ قینہ مصدر ہے جس پر اس مفعول کا اطلاق کیا گیا ہے اور احمد ونسائی کی روایت میں ''العائد فی ھبتہ'' کے الفاظ ہیں۔ نووی کا قول: تحریم کیلئے یہ حدیث ظاہر ہے۔اور اس سے ھبہ اجنبی مراد ہے۔اگر لڑکے کو ھبہ کیا تو اسے رجوع کرنا چاہیے۔ ابن دقیق کا قول: لوٹانے والے کو کتے سے تشبیہ دی اور لوٹائی ہوئی چیز کو قے سے تشبیہ دی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١/٢٥٢٩) والبخاري (٢٥٨٩) والترمذي (١٣٠٢) والنسائي (٢٣٨٥) وابن ماجه (٢٣٨٥) والطيالسي (٢٦٤٩) وعبد الرزاق (١٦٥٣٦) والحميدي (٥٣٠) وابن الجارود (٩٩٣) والطبراني (١٠٦٩٣) وأبو يعلى (٢٤٠٥) وابن حبان (٥١٢١) والبيهقي (١٨٠/٦)

**الفرائد** : (۱) مثال سے صدقہ یا ھبہ کو واپس لوٹانے کی برائی سمجھائی گئی ہے۔(۲) اس کو بعض علماء نے حرمت اور بعض نے کراھیت پر محمول کیا ہے۔

۱۶۱۵ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِيَهٗ وَظَنَنْتُ اَنَّهٗ يَبِيْعُهٗ بِرُخْصٍ ، فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : "لَا تَشْتَرِ ، وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ وَاِنْ اَعْطَاكَهٗ بِدِرْهَمٍ ، فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

قَوْلُهٗ : "حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مَعْنَاهُ : تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَلٰى بَعْضِ الْمُجَاهِدِيْنَ۔

۱۶۱۵ : حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو اللہ کی راہ میں گھوڑے پر سوار کیا اس نے اس گھوڑے کو ضائع (کمزور) کر دیا پس میں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا اور خیال یہ آیا کہ وہ اس کو سستا بیچ دے گا پس میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تو ارشاد فرمایا کہ اس کو مت خریدو اور اپنے صدقے کو مت واپس لو خواہ وہ تمہیں ایک درہم کے بدلے میں دے دے اپنا صدقہ لوٹانے والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قے کو واپس لوٹائے۔(بخاری مسلم)

حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : کسی مجاہد پر صدقہ کیا۔

**تشریح** فرس۔اس کا نام وردتھا۔تمیم داری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ھبہ کیا۔آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔فی سبیل اللہ۔وہ گھوڑا ایک آدمی کو جہاد فی سبیل اللہ کیلئے دے دیا۔فاضاعہ۔اس نے اس کی طرف نہ توجہ کی نہ اس کو کھلایا پلایا۔فاردت۔خرید کر واپسی کا ارادہ کیا کہ یہ رجوع فی الہبہ تو نہیں۔برخص۔کیونکہ وہ بہت کمزور ہو چکا

تھا۔ ولا تعد: اس کو واپس مت کرو۔ ان اعطاکه بدرهم۔خرید کر واپس نہ لو اگر چہ وہ ایک درہم میں دے۔ فان العائد۔خواہ صدقہ علیہ سے خرید کر واپس لے۔ حملت علی فرس کا مطلب کسی مجاہد کو گھوڑے پر سوار کیا تا کہ وہ جہاد میں استعمال کرے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٦٢٤) وأحمد (١/١٦٦) والبخاري (١٤٩٠) ومسلم (١٦٢٠) والنسائي (١٦١٤) وابن ماجه (٢٣٩٠) وابن حبان (٥١٢٥) والطيالسي (ص/١٠) والحميدي (١٦) والبيهقي (٤/١٥١)

**الفرائد** : (۱) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد میں سواری کیلئے اگر گھوڑا دیا تو یہ اس کی تملیک ہوگی وہ اس سے جس طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے فروخت بھی کر سکتا ہے۔(۲) اگر دینے والے کو یہ وارثت کے طور پر پہنچ گیا تو حرج نہیں۔(قرطبی)

## ۲۸۶ :بَابُ تَاْكِيْدِ تَحْرِيْمِ مَالِ الْيَتِيْمِ

## بَابٌ :یتیم کے مال کی حرمت

**تشریح** ۞ الیتیم۔وہ چھوٹا بچہ جس کا باپ نہ ہو۔اس کے مال کا ضیاع جس انداز سے بھی ہو وہ ناجائز ہے۔

### الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾[النساء:١٠] وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾[الانعام:١٥٢] وَقَالَ تَعَالٰى :﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَّاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾[البقرة:٢٧٥]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں یقیناً وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے''۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:''تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقے سے جو بہت اچھا ہو''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ ان سے کہہ دیں کہ ان کی اصلاح ہی سب سے بہتر ہے۔ اگر تم ان کو اپنے ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ بگاڑنے والا کون اور اصلاح کرنے والا کون ہے''۔

یعنی تلف اور ضائع کرتے ہیں اس کی تعبیر کھانے سے فرمائی۔ کیونکہ تلف مال کی عمومی شائع قسم یہ ہے۔ظلماً۔ یہ ضمیر جمع سے حال ہے۔''ای ظالمین باکلها''۔انما یاکلون فی بطونهم نارًا۔ وہ ایسی چیز سے پیٹ بھر رہے ہیں جو آگ کی طرف لے جانے والا ہے۔ اور یہ منقول ہے کہ قیامت کے دن آگ کی بھڑک اس کے منہ سے نکل رہی ہوگی۔ اور اسی طرح اس کے کانوں، آنکھوں اور ناک سے اور اس سے ہر دیکھنے والا اسے پہچان لے گا۔وسیصلون سعیرا۔وہ بھڑکتی آگ میں داخل

ہوں گے۔

**تشریح** ۞ التی هي احسن۔مگر وہ طریقہ جو کہ خوب ہو مثلاً اس کی حفاظت اور اس کو بڑھانا۔
جب آیت: اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اتری تو یتیموں سے لوگوں نے علیحدگی اختیار کر لی اور کھانا پینا چھوڑ دیا۔یہ بات ان پر گراں گزری تو اس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کیا گیا۔پس یہ آیت نازل ہوئی۔
قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ : علیحدگی کی صورت ہو یا اصلاح کیلئے مداخلت مجانبت سے بہتر ہے۔(۲) بعض نے کہا ان کے اموال کی درستی بلا اجرت بہت بہتر ہے۔
وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ : اگر کھانا پینا ان سے ملا لیا۔(۲) بعض نے کہا اگر تم ان کے انتظام کی مناسب اجرت لو تو حرج نہیں۔ فَاِخْوَانُكُمْ : یعنی وہ تمہارے بھائی ہیں۔پس میل جول میں حرج نہیں یا (۲) ایک دوسرے کے مال کے سال مل جانے میں حرج نہیں بشرطیکہ بنیت تلف نہ ہو۔ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ: اللہ تعالیٰ افساد و صلاح میں سے جو نیت کی اس پر بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

۱۶۱۶ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :"اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ!" قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ :"الشِّرْكُ بِاللّٰهِ ، وَالسِّحْرُ ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبَا، وَاَكْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ ، وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔
"الْمُوْبِقَاتِ" :الْمُهْلِكَاتُ۔

۱۶۱۶ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی باتوں سے بچو۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔(۲) جادو (۳) اس نفس کو قتل کرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حق کے علاوہ حرام کیا ہے۔(۴) سود کھانا۔(۵) یتیم کا مال کھانا (۶) لڑائی سے فرار اختیار کرنا۔(۷) پاک دامن بھولی بھالی مؤمنہ عورتوں پر تہمت لگانا۔

الْمُوْبِقَاتِ: ہلاک کر دینے والی چیزیں۔

**تشریح** ۞ اجتنبوا السبع الموبقات۔ان کو مبہم رکھ کر صرف تعریف کر دی تا کہ ان کو معلوم کرنے کا شوق ہو اور پھر بچنے کا اہتمام ہو اور سنتے ہی دماغ میں پختہ ہو جائیں کیونکہ طلب سے آنے والی چیز کی اہمیت اس طرح نہیں ہوتی جیسا بلا مشقت آئی ہوئی چیز کی۔دونوں میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔(۱) الشرك بالله۔اس کی اقسام میں سے ایک کفر ہے۔شرک کو ذکر کرنے کی وجہ اس کا کثرت سے پایا جانا ہے۔(۲) والسحر۔اقوال و اعمال، افعال میں ایسی چیز جو خلاف عادت ہو اس کا مقابلہ مماثل سے ممکن ہو۔ یہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔(اور بعض اقسام صریح کفر ہیں" وما كفر سليمان ولكن

الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر...")(۳)وقتل النفس التی حرم اللّٰہ۔اس سے پہلے مضاف مقدر ہے۔"ای حرم قتلها" اور وہ قابل احترام پس حربی، مرتد اس سے خارج ہیں۔الا بالحق۔اس سے مراد قصاص کا مقتول یا محدود بالرجم جبکہ زانی محصن ہو۔ (۴)اکل الربا۔عقد سود باندھنے والا خواہ کسی بھی قسم کا سود ہو وہ کبائر سے ہے۔ (۵)واکل مال الیتیم۔یتیم کے مال پر تلف کیلئے تسلط اختیار کرنے والا۔ (۶)والتولی یوم الزحف۔کفار سے فرار اختیار کر کے بھاگنا۔یہ کبیرہ گناہ ہے۔جبکہ ان کے لشکر کی تعداد دوگنی نہ ہو۔کیونکہ اس سے اسلامی فوج کی شان وقوت میں کمی آتی ہے۔زحف۔جمع زحوف جیسے فلس وفلوس۔بڑا لشکر۔البتہ اگر پیچھے ہٹنے کی غرض مڑ کر حملہ کرنا یا اپنے دستہ کے ساتھ ملنا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں بالکل جائز ہے۔ (۷)وقذف المؤمنات۔ایک نسخے میں المحصنات ہے،الغافلات سے مراد اس تہمت زنی سے بے خبر ہے جوان کی طرف منسوب کی گئی ہے۔یہ کبیرہ گناہ ہے۔

ابن عبدالسلامؒ کہتے ہیں: جس شخص سے خلوت میں کسی پاک دامن پر تہمت لگائی بایں طور کہ اللہ تعالیٰ یا کراماً کاتبین کے سواء کسی کو علم نہ ہوا۔وہ نہ تو کبیرہ گناہ ہے اور نہ قابل حد ہے۔

حلیمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: وہ صغیرہ جو جماع کے قابل نہ ہو اس پر تہمت لگانا صغیرہ گناہ ہے۔اس لئے کہ اس کا کاذب ہونا تو قطعی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إن الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات......﴾ [النور: ۲۳] بعض نے کہا: یہ اس شخص کے ساتھ خاص ہے جو امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں سے کسی پر تہمت لگائے وہ ہمیشہ ہمیش کیلئے ملعون ہے اور اس کے لئے توبہ نہیں۔یہ عدم توبہ سے قضیہ مشروط عامہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اس حدیث میں مہلکات میں شمار فرمایا ہے اور دوسری روایت میں ہے "قذف المحصنة یهدم عمل مائة سنة"

**تتمہ**: زرکشی کہتے ہیں: الشرك کو مرفوع ومنصوب دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں مرفوع ہونے کی صورت میں ھی مبتداء کی خبر ہے یا منها خبر محذوف اور نصب ہو تو بدل ہے۔

**تنبیہ**: نووی کہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہے۔کہ یہ معاصی میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔اور قتل ناحق اس کے قریب تر ہے۔اسی لئے امام شافعیؒ نے اس کی تصریح فرمائی۔اس کی تفاصیل اور احکامات ہیں جن کے مراتب جاننے چاہئیں۔ حالات کی تبدیلی سے حکم بدل جاتا ہے۔اس پر مرتب ہونے والے مفاسد کو سامنے رکھا جائے تو ان تمام کو اکبرالکبائر کہا جائے گا۔اگرچہ دوسری جگہ یہ لفظ بھی وارد ہے۔مقصود یہی ہے کہ یہ مہلکات سے ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاري (۲۷٦٦) ومسلم (۸۹) وأبو داود (۲۸۷٤) والنسائي (۳٦۷۳) وابن حبان (٥٥٦۱) وأبو عوانة (۱/٥٤) والبيهقي (۸/۲٤۹)

**الفوائد**: (۱)اس روایت میں بعض کبائر کا ذکر کیا گیا تاکہ ان سے پرہیز کیا جائے۔ان کو اگر کسی شخص نے اختیار کیا تو وہ اس کے عذاب کا حقدار ہونے کی وجہ سے ہلاک ہونے والا ہوگا۔

# ۲۸۷: بَابُ تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ الرِّبَا

## بَابٌ: سود کی حرمت

**تشریح** ۞ الربا۔ لغت میں اضافے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ شرعاً ایک ایسا عقد جو عوض مخصوص غیر معلوم پر کیا جائے۔ معیار شرع کے مطابق حالت عقد میں ان کے مابین تماثل ہو۔ یا تاخیر کے ساتھ بدلین میں پایا جائے یا کسی ایک میں پایا جائے۔ (۲) بعض نے کہا یہ کسی شریعت میں جائز نہیں رہا۔ اور قرآن مجید میں اس کے لینے والے کے علاوہ اور کسی سے اعلان جنگ نہیں فرمایا۔ اسی وجہ سے بعض نے کہا یہ برے خاتمہ کی علامت ہے جیسا اولیاء اللہ کو ایذا دینا اس کا اعلان کرنا بھی درست ہے۔ روایات کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زنا، چوری، شراب خوری سے بڑھ کر گناہ ہے۔ شہاب رملی کا فتویٰ اس سے مختلف ہے۔ اس کی حرمت تعبدی ہے اور یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ یہ کسی حکمت وعلت سے درست ہو جائے گا۔

### الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبَا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ...... اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى ...... يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا﴾ [البقرة: ۲۷۵-۲۷۸]

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ مِنْهَا حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ السَّابِقُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جس طرح کہ وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے چھو کر خبطی (پاگل کر دیا) بنا دیا ہو۔ یہ اس سبب سے کہ انہوں نے کہا بے شک بیع سود کی طرح ہے حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا اور جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی پھر وہ باز آ گیا تو اس کے لئے ہے جو کچھ اس نے اس سے پہلے کیا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جس نے دوبارہ کیا وہی آگ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے اور صدقات کو بڑھاتے ہیں''۔ ...... اللہ عزوجل کے اس قول تک ...... ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود میں سے باقی ہے اس کو چھوڑ دو''۔

احادیث اس سلسلے میں بہت ساری صحیح مشہور ہیں ان میں سے سابقہ باب میں حدیث ابو ہریرہ گزری۔

**تشریح** ۞ لَا يَقُوْمُوْنَ: محشر میں جب قبور سے اٹھیں گے۔ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ: جیسے وہ آدمی اٹھتا ہے جیسے مرگی زدہ

جنون سے۔ مِنَ الْمَسِّ : یہ یقوم سے متعلق ہے۔ حدیث اسراء میں وارد ہے کہ آپ ﷺ کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا جن کے پیٹ مکانات کی طرح تھے۔ آپ کو اطلاع دی گئی کہ یہ سود خور ہیں۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا : اس عذاب کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے احکام الٰہی پر اعتراض کر کے الٹ دیا اور کہنے لگے بیع بھی تو ربا کی طرح ہے۔ اگر ربا حرام تو بیع بھی حرام۔ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ ۔ (۱) یہ معترض کے کلام کا تتمہ بھی ہو سکتا ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کا کلام ان کے اعتراض کا جواب دینے کیلئے لایا گیا۔ کہ حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں میں فرق کیا اور وہ حکیم و علیم ذات ہے۔ فَمَنْ جَآءَهٗ ۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی نصیحت کو سن کر عبرت و امتثال سے کام لیا۔ فَلَهٗ مَا سَلَفَ : تو زمانہ جاہلیت میں اس نے جو کھایا وہ معاف اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے وہ قیامت کو فیصلہ فرمائے گا۔ وَمَنْ عَادَ : جو اس کے کھانے اور حلال کرنے کی طرف لوٹا تو اپنے اس انکار کے باعث وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا : اللہ تعالیٰ اس کی برکت کو ختم کر دیتے ہیں۔ وہ دنیا و آخرت میں اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ : اللہ تعالیٰ ان کو بڑھاتے اور زیادہ کرتے ہیں اور پہلے روایت گزری جس طرح تم اپنے گھوڑے اور بچھیرے کو پالتے ہو اللہ تعالیٰ ایک کھجور و لقمہ اسی طرح بڑھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ احد پہاڑ کے برابر کر دیتے ہیں۔ واللہ لا یحب۔ اللہ تعالیٰ حرام کو حلال قرار دینے والوں فاجروں کو پسند نہیں فرماتے۔ اس وجہ سے کہ وہ اس جرأت کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔ ان الذین امنوا۔ ایمان و اعمال صالحہ کے پیروکار کل قیامت کے دن خوف و غم سے مستثنیٰ کر دیئے جائیں گے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ : اے ایمان والو! دوسرے مسلمانوں کے ذمہ اصل مال سے زائد جو سود ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ اگر شرعاً الٰہی پر ایمان ہے اور اگر تو باقی کو نہ چھوڑو گے تو فاذنوا بحرب۔ تو خبردار ہو جاؤ! قیامت کے دن سود خور کو کہا جائے گا۔ اپنا لڑائی کا ہتھیار لو۔ امام کو چاہیے وہ ان کو توبہ کیلئے کہے۔ اگر وہ توبہ کریں ورنہ ان کے خلاف لڑائی کو اختیار کرے۔ وان تبتم۔ زائد سے توبہ کرو تو راس المال مل جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے جو حلت پر مصر ہو اس کا راس المال بھی مال مرتد کی طرح مال فئی میں داخل ہے۔

دیگر روایت کتاب الزواجر للمنذری میں ملاحظہ ہوں۔

۱۶۱۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : "لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ زَادَ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهٗ : "وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهٗ"۔

۱۶۱۷ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی۔ (مسلم) ترمذی وغیرہ میں یہ اضافہ فرمایا اور اس کی گواہی دینے والے اور اس کے لکھنے والے پر (لعنت فرمائی)۔

**تشریح** ✿ اکل الربا۔ لینے والا یا دینے والا۔ وموکلہ۔ اضافے کے ساتھ دوسرے کو کھلانے والا۔ (۲) حبہ کرنے والا یا اسی طرح دیگر۔ اس لیے غاصب کے جتنے معان ہوں وہ سب غاصب شمار ہوتے ہیں۔ طبرانی نے شاہد کو مفرد ذکر کیا اور "وھم یعلمون" کا اضافہ نقل کیا۔ شاھدیہ : معاہدے پر گواہ اور کاتبہ : رکھنے والا۔ اس نے اس کی خدمت میں شدت مقصود ہے کہ جب لکھنے والے اور گواہوں کا یہ حال ہے۔ حالانکہ ان کو اس میں سے کچھ نہیں ملتا تو خود لینے والا تو بالاولی

شامل ہوگا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢/٣٧٢٥) ومسلم (١٥٩٧) وأبو داود (٣٣٣٣) والترمذی (١٢١٠) وابن ماجه (٢٢٧٧) والدارمی (٢٥٣٥) وابن حبان (٥٠٢٥) والنسائی (٣٤٣) والبیهقی (٢٧٥/٥)

**الفوائد** : (۱) موجودہ بینکاری کا تمام نظام سودی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے، کھلانے، کتابت کرنے والے اور گواہوں سب پر لعنت کی ہے۔ چھ اشیاء کا احادیث میں تذکرہ فرما کر ان کو سود کی ممانعت کی گئی ان پر فقہاء نے بقیہ اشیاء کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ تفصیلات فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

## ۲۸۸ : بَابُ تَحْرِيمِ الرِّيَاءِ

## بَابٌ : ریاکاری کی حرمت

**تشریح** : الریاء۔ کوئی نیک کام لوگوں کے دکھلاوے کیلئے کرنا تاکہ لوگ اس کی تعریف کریں۔

### الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ﴾ [البينة:٥] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَآءَ النَّاسِ﴾ [البقرة:٢٦٤] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ [النساء:١٤٢]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور نہیں ان کو حکم دیا مگر اس بات کا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لئے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے یکسو ہو کر''۔ (البینۃ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکالیف دے کر ضائع مت کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھلاوے کے لئے خرچ کرتا ہے''۔ (البقرۃ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور وہ لوگوں کو دکھلاوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں''۔ (النساء)

**تشریح** : مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ یعنی اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ ریاکاری یہ شرک خفی سے ہے۔ حُنَفَآءَ : دین ابراہیمی کے علاوہ اور ہر دین سے اعراض کر کے اور یکسو ہو کر۔ باب وجوب الزکوۃ میں تفصیل گزری ہے۔

صَدَقٰتِكُمْ : ابطال صدقات سے ان کے ثواب کا ابطال ہے۔ اَلْمَنِّ : جس پر احسان کرے اس پر اپنے احسانات گنانے۔ وَالْاَذٰى : اور ایذا دینا بھی ابطال کی طرح ہے۔ رِئَآءَ النَّاسِ : دو قسمیں حبط ثواب میں جمع کی گئی ہیں۔ اور عمل کو اس سے معریٰ قرار دیا۔ سوائے اس کے جس کے ساتھ ان دو میں سے ایک ہو۔ و لا یؤمن باللّٰہ۔ کافر کے احسان پر اس کو ثواب ہرگز نہیں ملتا۔ البتہ تخفیف عذاب کی توقع ہو سکتی ہے۔ فمثله کمثل صفوان۔ اس کی عجیب حالت ملائم چٹان جیسی ہے۔ علیه

تراب۔جس پر مٹی پڑی۔

**النحو** : یہ جملہ محل صفت میں واقع ہے۔فاصابه وابل۔کثیر بارش جس نے ان کو مٹی سے صاف ستھرا کر دیا۔دکھاوا کرنے والوں کا عمل بالکل اسی طرح ہے۔بارگاہِ الٰہی میں مضمحل ہو کر رہ جائے گا۔اگر چہ مٹی کی طرح ان کے اعمال تو لوگوں کو نظر آتے ہیں۔لا یقدرون۔اس میں ضمیر ینفقون کی طرف معنی کے لحاظ سے راجع ہے۔پس وہ بہت ہوں گے۔مما کسبوا۔ان کو اپنے فعل سے فائدہ نہ ہوگا۔واللہ لا یهدی۔اللہ تعالیٰ کافروں کی خیر کی طرف راہنمائی نہیں فرماتے۔اس میں اشارہ کر دیا کہ ریا تو کفار کی صفت ہے۔مؤمن کو اس سے بچنا چاہیے۔

منافقین کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ...... ۔وہ منافق لوگ اپنے اعمال اور طاعات میں دکھلاوا کرتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔قلیل سے تھوڑا زمانہ جبکہ وہ کہیں مسلمانوں کے ہاں جاتے ہیں۔(۲) بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔

## الروایات

۱۶۱۸ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ :"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَآءِ عَنِ الشِّرْكِ – مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَکْتُهٗ وَشِرْکَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۱۸ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے میرے ساتھ شریک کر لیا تو میں اُس کو اور اِس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔(مسلم)

**تشریح** ۞ (حدیث قدسی) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : انا اغنی الشرکاء۔اس نے میرے علاوہ اور کو دکھلانے کا ارادہ کیا یا اس کو سنانے کا ارادہ کیا شاید کہ یہ اس پر مال یا جاہ یا ثناء کو قبول کرے گا۔ترکته وشرکه۔یہ ثواب حبط سے کنایہ ہے۔اور اس کے اجر سے محرومی کی نشاندہی ہے جبکہ اس نے ترک اخلاص کا ارتکاب کیا ہے۔حدیث میں ریاء کو شرک فرمایا اور پہلے گزرا کہ یہ شرک خفی ہے۔اگرچہ اصل ایمان میں نقصان نہیں دیتا۔لیکن وہ اعمال جن میں یہ اختیار کر لیا جائے ان کو برباد کر دیتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۰۰۵) ومسلم (۲۹۸۵) وابن ماجه (۴۲۰۲) وابن حبان (۳۹۵) والطیالسی (۲۵۵۹)

**الفوائد** : (۱) ریاکاری اور عمل و دکھلاوا اس کے ثواب کو باطل کر دیتا ہے۔(۲) عبادت فقط اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور ریاکار نے اس میں غیر اللہ کو حصہ دار بنا دیا۔اس لئے اجر سے محروم کر دیا گیا۔

۱۶۱۹ : وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ :"اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلَیْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَتَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ : فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ : قَاتَلْتُ فِیْكَ

حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُ – قَالَ : كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُقَالَ : جَرِيءٌ! فَقَدْ قِيْلَ ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ ، وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ ، فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا ، قَالَ : فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ : تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ ، وَقَرَاْتُ فِيْكَ الْقُرْاٰنَ ، قَالَ : كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ لِيُقَالَ : عَالِمٌ! وَقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ : قَارِئٌ! فَقَدْ قِيْلَ : ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا – قَالَ : فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ : مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ – قَالَ : كَذَبْتَ ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ : جَوَادٌ! فَقَدْ قِيْلَ ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"جَرِيْءٌ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَبِالْمَدِّ : اَيْ شُجَاعٌ حَاذِقٌ۔

۱۶۱۹: حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ: "سب سے پہلا شخص جس کا قیامت کے دن پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا اسے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے جن کو وہ پہچان لے گا۔ اللہ فرمائیں گے تو نے ان کی وجہ سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے تیری خاطر لڑائی کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا اللہ فرمائیں گے تو نے جھوٹ بولا لیکن تو نے اس لیے لڑائی کی تا کہ تمہیں بہادر کہا جائے وہ کہا جا چکا پھر حکم ہوگا کہ اس کو چہرے کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے اور دوسرا وہ آدمی جس نے علم (دین) حاصل کیا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی اور قرآن پڑھا پس اس کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے پس وہ ان کو پہچان لے گا اللہ فرمائیں گے تو نے ان کی وجہ سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم کو سیکھا اور اس کو سکھایا اور تیری خاطر قرآن پڑھا اللہ فرمائیں گے تو نے جھوٹ بولا۔ تو نے اس لئے علم سیکھا تا کہ تمہیں عالم کہا جائے اور قرآن پڑھا تا کہ تمہیں قاری کہا جائے وہ کہا جا چکا۔ پھر حکم ہوگا کہ اس کو چہرے کے بل گھسیٹ آگ میں ڈال دیا جائے۔ تیسرا وہ آدمی جس پر اللہ نے وسعت فرمائی اور اس کو کئی قسم کا مال دیا پس اس کو لایا جائے گا اللہ اپنی نعمتیں اس کو گنوائیں گے پس وہ ان کو پہچان لے گا۔ پھر اللہ فرمائیں گے تو نے ان نعمتوں کے بارے میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے کوئی راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس کو آپ پسند کرتے تھے مگر میں نے اس میں آپ کی خاطر خرچ کیا۔ اللہ فرمائیں گے تو نے جھوٹ بولا یہ سب تو تُو نے اس لئے کیا تا کہ تمہیں سخی کہا جائے اور وہ کہا جا چکا۔ پھر حکم ہوگا پس اس کو چہرے کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے۔ (مسلم)

جَرِيْءٌ: بہت بڑا بہادر۔

**تشریح** : ان اول الناس۔ النحو: یقضی فعل مجہول یوم القیامہ نائب فاعل یہ جملہ الناس کی صفت ہے کیونکہ اس میں الف لام جنسیہ ہے۔ رجل مع معطوفات ان کی خبر ہے۔ استشھد۔ جو معرکہ کفار میں قتل ہو۔ فاتی بہ۔ اس کو لایا

جائے گا۔ معرفه۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے دنیوی انعامات یاد دلائیں گے۔

قاتلت فیك۔ یہ فی تعلیلیہ ہے۔ یعنی تیری خاطر تیرے دین کی خاطر اور تیرے کلمے کے اعزاز کیلئے۔ قال الله۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تیرا قاتلت فیك والا قول جھوٹ ہے تو نے ریاکاری کیلئے کیا۔ لان یقال۔ تاکہ تمہیں بڑا اقدام کرنے والا کہا جائے۔ فقد قیل۔ قتال سے تمہارا مقصد دنیا میں حاصل ہو گیا۔ ثم امر به۔ یہ معروف بھی ہو سکتا ہے یہ زیادہ بہتر ہے۔ (۲) مجہول بھی کیونکہ دوسرے فعلوں میں یہ متعین ہے۔ تعلم العلم۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ حصول علم کی راہ عادۃ تعلم ہی ہے۔ وعلمه۔ دوسرا مفعول تعمیم کی وجہ سے حذف کر دیا۔ وقرأ القرآن۔ یہاں واؤ ترتیب کیلئے نہیں ہے۔ البتہ قرأ قرآن پر تعلم کو مقدم کر کے اشارہ کیا کہ فرائض عینیہ اس کے علاوہ بہت ہیں۔ اس کا تھوڑا حصہ فرض عین ہے باقی فرض کفایہ ہے۔ فاتی به۔ اس کو پیش کر کے انعامات یاد دلاتے جائیں گے۔ نعمه۔ یہاں جمع ہے۔ اور پہلے میں مفرد لائے۔ تاکہ علم کی عظمت ظاہر ہو۔ کہ وہ ایک نعمت بہت سی نعمتوں جیسی ہے۔ (۲) جمع تعلیم و تعلم اور قراۃ کے لحاظ سے کہہ دیا۔ قرأت فیك۔ یہ قرآن کی قید ہے۔ کذبت۔ تمہارا اس میں رضائے الٰہی کا دعویٰ جھوٹ ہے۔ لکن۔ کا استدراک شیٔ سے ہے۔ ای لا شیٔ سواہ۔ هو قاری۔ اس جملہ میں مبتداء و خبر دونوں ذکر کر دیئے حالانکہ پہلے جملے میں ایک کو حذف کر دیا گیا تھا تاکہ تعبیر میں تفنن پیدا ہو جائے۔ فقد قیل۔ تمہاری مراد تمہیں مل چکی۔ ثم امر به۔ یہ معروف و مجہول دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ فسحب علی وجهه۔ اس کے ناقص قصد کی وجہ سے مزید تذلیل کیلئے یہ معاملہ کیا جائے گا۔ اس نے وجاہت چاہی تھی بالمثل سے سزا دی گئی۔ حتی القی فی النار۔ وہ علم ازلی کے مطابق وہاں پڑا رہے گا۔ پھر جنت کی طرف نکالا جائے گا۔ کیونکہ یہ کبائر میں سے ہے اور کتاب و سنت شاہد ہیں کہ کبیرہ گناہ ڈالا ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ جنت میں داخلہ ضروری ہے۔ ورجل۔ واؤ و تینوں میں لا کر ظاہر کیا گیا کہ ان کا محاسبہ ایک ہی دفعہ ہوگا۔ اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز دوسری سے مشغول نہیں کر سکتی۔ وسع علیه۔ اس کے بعد واعطاہ کو عطف تفسیری کے طور پر لائے۔ نعمه۔ تمام نعمتوں سے بعض مراد ہیں کیونکہ انعامات تو بے شمار ہیں۔ ما ترکت من۔ یہ من عموم کی تاکید کیلئے آیا ہے۔ ان ینفق فیها۔ ھا ضمیر تانیث سبیل کی طرف راجع ہے۔ مذکر بھی لا سکتے ہیں۔ لك۔ خالص تری رضامندی کیلئے۔ کذبت۔ دعویٰ اخلاص میں جھوٹا ہے۔ ولکنك فعلت۔ یہاں انفاق کی بجائے فعلت لائے۔ اس سے اشارہ کر دیا کہ اس کے اپنے خیال میں یہ انفاق فی سبیل اللہ حالانکہ واقعہ میں اس طرح نہیں۔ کیونکہ یہ سب ریاکاری کے طور پر ہے۔ گویا نفاق ہے نہ کہ انفاق۔ اور فعل کا لفظ تمام انواع کو شامل ہے۔ اس لئے لائے۔ جواد۔ وہ آدمی جو جس کو جتنا دینا مناسب ہو اتنا دے۔

نوویؒ نے جری کا معنی ماہر شجاع کیا۔ مگر یہ مراد ہے لغوی معنی نہیں۔ فتدبر۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (۱۹۰۵) والنسائي (۳۱۳۷) والترمذي (۲۳۸۹) وابن حبان (۴۰۸) والبيهقي (۹/۱٦۸)

**الفوائد:** (۱) غیر اللہ کیلئے اعمال کرنے والا آگ کا زیادہ حقدار ہے۔ (۲) ریاء اور عدم اخلاص سے خبردار کیا گیا تاکہ اس کے قریب بھی نہ جائیں۔

۱۲۴۰ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ نَاسًا قَالُوْا لَهٗ : اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سَلَاطِيْنِنَا فَنَقُوْلُ

لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۶۲۰: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے ان کو کہا کہ ہم اپنے بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں پھر ہم انہیں اس کے الٹ (یعنی سامنے ان کی تعریف کرتے اور بعد میں ان کی تضحیک کرتے ہیں) کہتے ہیں جو ہم اس وقت بات کرتے' جبکہ ہم ان کے پاس سے باہر نکلتے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اس کو رسول اللہ کے زمانے میں نفاق شمار کرتے تھے۔ (بخاری)

**تشریح** ناسًا۔ یہ اسم جمع ہے۔ کیونکہ جمع کا وزن اس کے وزن پر نہیں آتا۔ یہ اَنِسَ سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ انسان اپنے جیسوں سے مانوس ہوتا ہے۔ (۲) بعض نے اس کا ناس بمعنی حرکت کرنا سے بتایا ہے۔ (۳) بعض نسِیَ سے لیا اور اس میں قلب مانا ہے۔ سلطاننا۔ جس کو دوسروں پر اقتدار حاصل ہو۔ ما نتکلم۔ اس کے متعلق جو مذمت کی باتیں کرتے ہیں۔ نفاقًا۔ ہم اس کو کذب کی وجہ سے نفاق شمار کرتے تھے۔ علی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کے کلمات اپنے اس فتویٰ کے متعلق ذکر کر کے کمال احتیاط ظاہر کر دی۔

**تخریج** : فارجع الیه أخی ... میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

---

۱۶۲۱: وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ ﷺ "مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ ' وَمَنْ يُّرَآئِيْ يُرَائِي اللّٰهُ بِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا مِنْ رِّوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

"سَمَّعَ " بِتَشْدِيْدِ الْمِيْمِ – وَمَعْنَاهُ أَظْهَرَ عَمَلَهُ لِلنَّاسِ رِيَآءً "سَمَّعَ" اللّٰهُ بِهِ :أَيْ فَضَحَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ – وَمَعْنٰى : "مَنْ رَآءَى رَآءَى اللّٰهُ بِهِ" أَيْ مَنْ أَظْهَرَ لِلنَّاسِ الْعَمَلَ الصَّالِحَ لِيَعْظُمَ عِنْدَهُمْ" رَآءَى اللّٰهُ بِهِ" أَيْ أَظْهَرَ سَرِيْرَتَهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ۔

۱۶۲۱: جندب بن عبداللہ بن سفیانؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''جس نے دکھلاوے کے لئے کوئی عمل کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رسوا کر دیں گے اور جس نے لوگوں کی نظر میں بڑا بننے کے لئے کوئی عمل کیا تو اللہ قیامت کے دن اس کے پوشیدہ رازوں کو لوگوں کے سامنے ظاہر فرمادیں گے''۔ (بخاری و مسلم)

مسلم نے بھی اس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ذکر کیا۔

سَمَّعَ اپنے عمل کو دکھلاوے کے لئے ظاہر کیا۔

سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ: اللہ قیامت کے دن اس کو رسوا کریں گے۔

رَآءَى اللّٰهُ بِهِ : اللہ تعالیٰ اس کے پوشیدہ راز مخلوق پر ظاہر فرمادیں گے۔

**تشریح** ۞ جندب : یہ قبیلہ بجیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ **سمع** : جس نے عمل تو مخفی کیا مگر ارادہ یہ تھا کہ لوگ اس کے عمل کو سن کر اس کی تعریف کریں۔ **سمع اللّٰہ بہ** : اللہ تعالیٰ اس کو اس تک پہنچا کر اس کے نصیب میں وہ عمل کر دیتے ہیں۔ **و من یراء ی یرائی اللّٰہ بہ** : اس کو دے دیتے جو اپنے عمل سے قصد کرتا ہے بمعنی مخلوق کا اس کی طرف متوجہ ہونا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اعراض کی وجہ سے ہے۔

نووی کہتے ہیں **سمع اللّٰہ بہ** کا معنی قیامت کے دن رسوا کرتا ہے۔ یہ سمعہ سے بہت معنی ہے کیونکہ اس میں ذلت و رسوائی سب سے بڑے مجمع میں ہے۔ اور یرای کا معنی لوگوں کے سامنے عمل کو اس لئے ظاہر کیا تا کہ ان کے ہاں بڑا سمجھا جائے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ جب ان سے الگ ہوا تو عمل کو چھوڑ دیا۔ راء ی اللّٰہ بہ کا معنی اس کی پوشیدہ حالت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا۔ حالانکہ لوگ اس کے الٹ سمجھتے تھے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٨٨٣١) والبخاری (٦٤٩٩) ومسلم (٢٩٨٧) وابن ماجه (٤٢٠٧) والحميدی (٧٧٨) وابن حبان (٤٠٦) وأبو نعيم (٤/٤٠١)

**الفوائد** : مستحب یہ ہے کہ عمل صالح کو اخفاء سے کیا جائے اگر اقتداء کیلئے لوگوں کے سامنے کیا جائے تو ریاء میں داخل ہوگا۔ (۲) جس کو اپنے شیطان پر غلبہ حاصل ہو اس کا اپنے نیک عمل کو ظاہر یا مخفی رکھنا برابر ہے۔

۱۶۲۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" يَعْنِیْ رِيْحَهَا' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ – وَالْاَحَادِيْثُ فِی الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ۔

۱۶۲۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ایسا علم کہ جس سے اللہ کی رضامندی چاہی جاتی ہے اس لئے حاصل کیا تا کہ اس سے کوئی دنیاوی غرض پا لے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا''۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔ احادیث اس بات میں بہت اور معروف ہیں۔

**تشریح** ۞ **من تعلم علمًا**۔ جس نے وہ علم حاصل کیا جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ دینی علم ہی ہے۔ **لا یتعلمہ**۔ اس کے سیکھنے کی غرض و طام دنیا کا حصول ہے۔ **یعنی ریحھا**۔ یہ الفاظ حدیث میں مدرج ہیں یہ عرف کی تفسیر ہے۔ طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ موجود ہے۔ ''**وان عرفها ليوجد من سيرة خمس مائة عام**'' اس خوشبو سے روک دینے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا جنت میں داخلہ نہ ہوگا۔ سزا کے بعد یا پہلے داخلہ ممکن ہے۔ جیسا شرب خمر کے سلسلہ میں لکھا جا چکا۔ **یوم القیامہ**۔ یہ ماقبل فعل کا ظرف ہے۔

**ایک حکمت** : جنت کی خوشبو سے ممانعت میں حکمت یہ ہے۔ اس نے اپنی طلب کو حقیر و فانی میں لگا لیا اور بہترین کو چھوڑ دیا۔ پس مناسب یہ ہوا کہ اس کو اس چیز سے روک دیا جائے جو شرف کو بلند کرنے والے کی ہمت کے مطابق ہے اور جلد حاصل

ہونے والی خوشی سے اسے ہٹادیا جائے کیونکہ اس کا طرز عمل اس کے خلاف ہے۔

**تخریج** : کتاب العلم میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

## ۲۸۹ :بَابُ مَا يُتَوَهَّمُ اَنَّهٗ رِيَآءٌ وَّلَيْسَ هُوَ رِيَآءً!

## بَابٌ: جس کسی کو ان چیزوں کے متعلق ریاء کا خیال ہو جائے جو واقعہ میں ریاء نہ ہو

۱۶۲۳ :عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَرَاَيْتَ الرَّجُلُ الَّذِیْ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ؟ قَالَ :تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۲۳: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں کیا حکم ہے کہ کوئی آدمی نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:''وہ مؤمن کی جلدی ملنے والی خوشخبری ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ارأیت۔ مجھے بتلائیں۔للہ تعالی۔ خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے۔ یحمدہ الناس علیہ۔ بغیر اس کے اسے ان سے تعریف مقصود تھی۔ بلکہ عمل کرتے وقت ادھر دھیان بھی نہ تھا۔ تلک۔ یہ فعل مذکور جوان سے ہوا۔ عاجل بشرٰی المؤمن۔اس خوش خبری کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔''لھم البشری فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ'' اس روایت سے معلوم ہوا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے کوئی مخلصانہ عمل کیا اللہ تعالیٰ لوگوں کی زبانوں پر اس کی تعریف جاری کر دیتے ہیں۔ یہ اس عمل کی بارگاہ الٰہی میں قبولیت کی علامت ہے۔ اور یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲۱٤٥۷/۸) ومسلم (۲٦٤۲) وابن ماجه (٤۲۲٥) وابن حبان (٥۷٦۸)

**الفرائد** : (۱) جوشخص رضائے الٰہی کیلئے عمل کرے مگر لوگ معلوم ہونے پر اس کی تعریف کرتے ہیں تو یہ ریا نہ بنے گا۔ (۲) یہ اس عمل کے بارگاہ الٰہی میں مقبول ہونے کا پہلا ثمرہ ہے کہ نیک بندوں میں اس کا تذکرہ چلا دیا۔

# ۲۹۰ :بَابُ تَحْرِيْمِ النَّظْرِ اِلَى الْمَرْاَةِ الْاَجْنَبِيَّةِ وَالْاَمْرَدِ الْحَسَنِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ شَرْعِيَّةٍ

## بَاب:اجنبی عورت اورخوبصورت بے ریش بچے کی طرف بغیر شرعی ضرورت دیکھنا حرام ہے

**تشریح** ۞ المراۃ الاجنبیہ۔اجنبی عورت اورمحرم کی طرف شہوت سے نگاہ کا بھی یہی حکم ہے اورخوبصورت مرد جو دیکھنے والے کی طبع کے مطابق ہو۔اسی حکم میں ہے۔حاجت شرعیہ اس تحریم سے مستثنیٰ ہے۔

### الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾[النور:۳۰] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾[الاسراء:۳۶] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ﴾ [غافر:۱۹] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ [الفجر:۱۴]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:''اے پیغمبر(ﷺ) آپ مومنوں کوفرمادیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں''۔ (النور) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''بے شک کان' آنکھیں اوردل ان سب کے متعلق بازپرس ہوگی''۔(الاسراء) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اورجس کو سینے چھپاتے ہیں''۔(غافر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''بے شک آپ کارب البتہ گھات میں ہے''۔(الفجر)

يَغُضُّوْا : لام محذوف ہے۔(۲)شرط مقدر کاجواب ہے''ای ان تقل لهم غضوا!'' مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔من تبعیضیہ ہے کیونکہ مراد یہ ہے کہ جواس کیلئے حلال نہیں ان پر نگاہ نہ ڈالے۔بعض نے بیان جنس یاصلہ کیلئے قرار دیا۔

كُلُّ اُولٰٓئِكَ۔یعنی جواس نے کان سے سنااور جونگاہ سے دیکھااوردل سے جس کاعزم کیا۔جوآدمی ان حواس کوکام میں لائے اسےان سے وہ کام نہ لیناچاہیےجس سے وہ عذاب میں مبتلا ہو۔

اس سےان چیزوں کی طرف دیکھنا مراد ہے۔جن کودیکھنا حرام ہے۔بغیر ارادہ کےاس کوکوئی سمجھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کےعمل کو دیکھنے والے ہیں کوئی چیز اس سے رہ نہیں سکتی خواہ وہ مخفی ہو یا ظاہر خلوت میں ہو یا جلوت میں۔

۱۶۲۴ :وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : كُتِبَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ نَصِيْبُهُ مِنَ الزِّنَا

مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ : اَلْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظْرُ وَالْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا ، وَالْقَلْبُ يَهْوٰى وَيَتَمَنّٰى ، وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ اَوْ يُكَذِّبُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ هٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَّرِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ مُخْتَصَرَةٌ۔

۱۶۲۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم کے لئے جو زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے وہ اس کو ہر صورت میں پانے والا ہے۔ دونوں آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے' دونوں کانوں کا زنا سننا ہے' زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے' ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے' قدم کا زنا چل کر جانا ہے' دل کا زنا خواہش وتمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے''۔ (بخاری اور مسلم) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔ بخاری کی روایت مختصر ہے۔

**تشریح** : کتب۔مقدر کر دیا اور فیصلہ کر دیا گیا۔ ابن ادم۔اضافت جنس کیلئے ہے۔نصیبہ۔جو مقدر کیا گیا ہے۔وہ اسے بہر صورت پانے والا ہے۔ کیونکہ مقدر میں ہے۔

ابن بطال کا قول: جو چیز اللہ تعالیٰ نے پر لکھ دی اور وہ اس کے علم قدیم میں سبقت کر چکی وہ ہوگی بندہ اس کو دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا البتہ جب بندہ ممنوعات میں پڑتا ہے تو اس پر اسے ملامت کی جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کاموں سے روک رکھا ہے۔ اور اس سے گریز پر قدرت دے رکھی ہے۔ اور طاعت کو لازم پکڑنے کا حکم دے رکھا ہے۔ جب وہ محرم وممنوع میں پڑا تو قابل ملامت ہوا۔

العینان زناھما النظر۔اس چیز کی طرف دیکھنا جو دیکھنے والے کیلئے حلال نہیں کی گئی۔ زنا ھما الاستماع۔جس کا سننا حرام ہے اس کلام کو سننا۔ اور زبان کا زنا اس بات کو زبان سے بولنا جو اللہ تعالیٰ نے حلال نہیں کی۔ والید زناھا البطش۔زبردستی قوت سے پکڑنا۔ والرجل زناھا الخُطاء۔جمع خطوۃ جیسے قربہ قرب۔ جدھر نہ چلنا حرام ادھر چل کر جانا پاؤں کا زنا ہے۔ والقلب یھوی ویتمنّٰی۔دل جو اس کی طرف جھکتا ہے جدھر نفس کی خواہش کہتی ہے۔

ابن بطال کا قول: ان تمام کے افعال کو دواعی ہونے کی وجہ سے زنا قرار دیا گیا ہے۔ یہ سبب پر مسبب کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اور یہ سب چیزیں اس وقت صغیرہ گناہ بن جائیں گی جن کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا گیا جبکہ شرم گاہ تصدیق نہ کرے اور اگر شرمگاہ نے ارتکاب کر لیا تو یہ تمام کبیرہ بن جائیں گے۔

سیوطی کا قول: حدیث کا معنی یہ ہے کہ بندے کیلئے زنا کا حصہ جو مقدر کیا گیا ان میں کچھ لوگوں کا زنا تو حقیقی ہے۔یعنی ادخال فرج فی الفرج۔ اور بعض کا زنی مجازی ہے۔ مثلاً حرام نظر دیکھنا وغیرہ جو مذکور ہوئیں۔ یہ تمام مجازی زنا کی اقسام ہیں اور شرمگاہ ان کی تصدیق وتکذیب کرتی ہے یعنی بعض نے اصل زنا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جبکہ دوسرے باز رہتے ہیں۔

**اشکال** : تصدیق وتکذیب یہ اخبار کی صفات سے ہیں اور اس کے الٹ ہے۔

**الجواب** : بطور تشبیہ اطلاق کیا گیا ہے یہ مجاز ہے۔ یہ بخاری کے الفاظ اس سے کچھ مختلف ہیں۔ ''ان اللّٰہ کتب علی ابن آدم حظہ من الزنی' ادرك ذلك لامحالۃ' فزنی العین النظر' وزنی اللسان النطق' والنفس تتمنی و تشتھی والفرج یصدق ذلك ویکذبہ''۔

**تخریج:** أخرجه أحمد (۸۲۲۲/۳) والبخاری (۶۲۴۳) ومسلم (۲۶۶۷) وابن حبان (۴۴۲۰) والبیہقی (۸۹/۷)

**الفوائد:** (۱) نفس کو اتباع ہوی سے لگام ڈالنی چاہئے کیونکہ رذالت غضب الٰہی کا نشانہ بنا دیتی ہے۔''اللھم انی اعوذ بك من غضبك''۔

۱۶۲۵: وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ''اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ'' قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ: نَتَحَدَّثُ فِیْھَا – فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ''فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّہٗ'' قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: ''غَضُّ الْبَصَرِ، وَکَفُّ الْاَذٰی، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۶۲۵: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''اے لوگو تم اپنے آپ کو راستوں پر بیٹھنے سے بچاؤ''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لئے وہاں بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ہم وہاں گفتگو کرتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بیٹھنے کے سوا تمہارا چارہ کار نہیں تو پھر راستے کو اس کا حق دو''۔ انہوں نے کہا راستے کا حق یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نگاہ کا نیچا رکھنا' ایذاء سے اپنے ہاتھ کو باز رکھنا' سلام کا جواب دینا' بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** فاذا ابیتم۔ جب تم نے بیٹھنے پر اصرار کیا تو فأعطوا الطریق حقہٗ۔ الطریق کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ حق الطریق یعنی راستہ کے سلسلہ میں کیا مطلوب ہے۔ غض البصر۔ جس طرف نگاہ اٹھانا جائز نہیں۔ کف الاذی۔ دوسروں کو قول و عمل سے ایذاء دینے سے باز رہنا۔ رد السلام۔ جب کہ وہ پہل کرے۔ والامر بالمعروف۔ جس کو شرع نے معروف قرار دیا ہو خواہ وہ مستحب ہو یا واجب۔ والنھی عن المنکر۔ جس کو شرع منکر قرار دے۔ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔

**تخریج:** کتاب المأمورات میں گزر چکی۔

**الفوائد:** ایضاً۔

۱۶۲۶: وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ زَیْدِ ابْنِ سَھْلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا قُعُوْدًا بِالْاَفْنِیَۃِ نَتَحَدَّثُ فِیْھَا فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَامَ عَلَیْنَا فَقَالَ: مَالَکُمْ وَلِمَجَالِسِ الصُّعُدَاتِ'' فَقُلْنَا: اِنَّمَا قَعَدْنَا لِغَیْرِ مَا بَاْسٍ: قَعَدْنَا نَتَذَاکَرُ وَنَتَحَدَّثُ قَالَ: ''اِمَّا لَا فَاَدُّوْا حَقَّھَا غَضُّ الْبَصَرِ، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَحُسْنُ الْکَلَامِ'' رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

"الصُّعُدَاتِ" بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ :أَيِ الطُّرُقَاتِ۔

۱۶۲۶: ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم ڈیوڑھیوں میں بیٹھے بات چیت کر رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لا کر ہمارے پاس کھڑے ہوگئے اور فرمایا: "تم نے راستوں پر یہ کیسی بیٹھکیں بنالی؟" ہم نے عرض کیا ہم اس طرح بیٹھے ہیں کہ جس میں کوئی حرج نہیں۔ ہم آپس میں مذاکرہ کر رہے ہیں اور بات چیت کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اگر اس کے بغیر چارہ نہیں تو پھر ان مجالس کو ان کا حق دو"۔ صحابہ نے پوچھا' اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ فرمایا: "نگاہ کا نیچا رکھنا' سلام کا جواب دینا اچھی گفتگو کرنا"۔ (مسلم)

الصُّعُدَاتِ: راستے۔

**تشریح** ۞ قعودا۔ یہ قاعد کی جمع ہے اور کان کی خبر ہے۔ بالا فنیہ۔ بروزن افعلۃ' گھر کا صحن۔ اس کا واحد فناء ہے۔ نتحدث۔ یہ جملہ مستانفہ (۲) اسم کان سے حال ہے (۳) دوسری خبر ہے۔ فقام علینا۔ ہمارے پاس آ کھڑے ہوئے۔ مالکم۔ یہ مبتداء اور خبر ہے۔ اعادہ جار سے ضمیر مجرور پر عطف ہے۔ ولمجالس ار صعدات۔ وہ راستے جن سے گھروں والے اپنے گھروں کی ضروریات کیلئے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے راستوں میں بیٹھنے سے منع فرمایا تھا۔ تو ان بلند راستوں سے بھی بچنا سابقہ امر میں لازم تھا۔ آپ نے تاکید کیلئے اس کی تصریح فرمادی۔ قعدنا لغیر ما باس۔ ما موصولہ ہے۔ یعنی ہماری بیٹھک مباح امور کیلئے ہے ان کاموں کیلئے نہیں جن میں شرعاً حرج ہو۔ پھر اس کی تفصیل کی قعدنا نتذاکر یعنی مسائل علمیہ کا مذاکرہ کرنے بیٹھے ہیں۔ ونتحدث۔ اور مباح امور کے متعلق بات چیت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی طرف اشارہ لا باس میں موجود ہے۔ فقال امّا لا۔ یعنی اگر تم ان کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کان اور اس کا اسم وخبر محذوف ہے جو اس لا کے بعد واقع ہو۔ کیونکہ مقام اس کا متقاضی ہے۔ فادوا حقها۔ تو تم راستے کو اس کا حق دو۔ غض البصر۔ یہ مبتداء اس کی خبر عن النظر محذوف ہے۔ اجنبی یا امرد حسن کی طرف سے نگاہ کا روکنا۔

آداب حدیث: (۱) السلام علیکم کا رواج دینا (۲) عمدہ کلام فطوم و پریشان حال سے (۳) امر بالمعروف کرنا (۴) برائی سے روکنا (۵) ایذاء سے ہاتھ روک کر رکھنا۔ (۶) نگاہ نیچی کرنا۔ (۷) چھینک کا جواب اگر وہ الحمد للہ کہے (۸) بوجھ اٹھانے والے سے تعاون (۹) اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر (۱۰) سلام کا جواب (۱۱) گم شدہ راہ کو راستہ بتلانا (۱۲) اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا (۱۳) ردی کلام سے باز رہنا۔ (ابن عسلان صدیقی)

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۱۶۱)

**الفرائد** : (۱) راستوں پر بیٹھنے سے اپنے کو گناہوں اور فتنوں پر پیش کرنا ہے۔ (۲) اس سے بدگمانی بدنگاہی، غیبت، دوسروں کی تحقیر جیسے گناہوں میں ابتلاء کا خدشہ ہے۔ (۳) دفع مفاسد جلب منفعت سے اولیٰ ہے۔

۱۶۲۷ : وَعَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَقَالَ: "اصْرِفْ بَصَرَكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۲۷: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک پڑ جانے والی نظر کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: ''تو اپنی نظر کو فوراً پھیر لے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ نظر الجاءة۔اچانک بلاقصد نظر پڑنا۔اصرف بصرك۔بلاقصد جس پر نگاہ پڑے اس سے نگاہ پھیرلو۔ اگر ٹکٹکی باندھ لو گے تو گناہگار ہوگے کیونکہ دیکھنا حرام ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۱۹۱۸۱) ومسلم (۲۱۵۹) وأبو داود (۲۱۴۸) والترمذی (۲۷۸۵) والنسائی (۵/۹۲۳۳) والدارمی (۲۶۴۳) وابن حبان (۵۵۷۱) والطبرانی (۲۴۰۴) والحاکم (۳۴۹۰۸) والطیالسی (۶۷۲) والبیهقی (۸۹/۷)

**الفوائد** : (۱) غیر محرم پر اچانک نظر پڑنے سے فوراً پھیر لینی چاہیے۔(۲) اگر اس نے جان بوجھ کر نگاہ ڈالی تو یہ حرام ہے۔

۱۶۲۸ : وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعِنْدَهٗ مَيْمُوْنَةُ ' فَاَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ اُمِرْنَا بِالْحِجَابِ ' فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ "احْتَجِبَا مِنْهُ" فَقُلْنَا :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى :لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ :"اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ؟" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۶۲۸: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور میمونہ بھی آپؐ کے پاس ہی تھیں کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے اور یہ واقعہ ہمیں حجاب کا حکم ملنے سے بعد کا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں اس سے پردہ کرو۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ وہ ہمیں نہ دیکھتا ہے اور نہ پہچانتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کیا تم دونوں اس کو نہیں دیکھتی ہو''۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ سیاق کا ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ ام سلمہ کے گھر میں تھے نہ کہ میمونہ رضی اللہ عنہ کے۔ **فاقبل ابن ام مکتوم**۔ان کا نام عمرو بن قیس بن زائدہ ہیں بعض نے کہا زیادہ بن الاصم القرشی العامری۔ یہ مؤذن النبی ﷺ۔ام مکتوم کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ۔ یہ ابن ام مکتوم یہ خدیجہ ام المؤمنین کے ماموں کے بیٹے ہیں۔ **ذلك**۔یعنی اس کا متوجہ ہونا۔ **امرنا بالحجاب**۔اجانب سے پردے کا حکم ہوا۔**احتجبا منه**۔اس میں ستر میں مبالغہ ہے کیونکہ ان کا مرتبہ بلند ہے۔البتہ ان کے علاوہ عورتوں کو نابیناؤں سے حجاب واجب نہیں۔ البتہ جب اجنبی ہو تو اس کی طرف نظر حرام ہے۔ **الیس هو اعمی**۔اس سے پردہ کرنے میں کیا حکمت ہے۔ **افعمیا وان انتما**۔اعمیٰ کی تانیث عمیاء اور اس کی تثنیہ عماوان ہے۔ فاعل ضمیر ہے۔ **الستما**۔ یہ ماقبل کیلئے تفسیر کی طرح ہے۔اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ ان سے پردے کا حکم اس لئے ہے کہ اس کی کسی چیز پر تمہاری نگاہ نہ پڑے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو اجنبی کی طرف نگاہ کرنا حرام ہے اور عائشہ صدیقہ کا حبشیوں کی تیراندازی وغیرہ دیکھنا۔(اس کا جواب یہ ہے کہ وہ چھوٹے بچے تھے)۔(۲) نزولِ حجاب سے پہلے کی بات

ہے۔)

قسطلانی کہتے ہیں: اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۰/۲۷۵۹۹) وأبو داود (٤١١٢) والترمذی (۲۷۸۷) والنسائی (٥/٩٢٣١) وابن حبان (٥٥٧٥) والبیہقی (۷/۹۱)

**الفوائد** : (۱) مسلمان عورت کو حتی الامکان غیر محرم نگاہ سے بچنا چاہیے۔(۲) نگاہ بے حیائی کا قاصد ہے۔(۳) غیر محرم نابینا کو دیکھنا بھی عورتوں کو حرام ہے (ابن حبانؒ)

۱۶۲۹ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَةِ الرَّجُلِ ' وَلَا الْمَرْاَةِ اِلٰی عَوْرَةِ الْمَرْاَةِ ' وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَلَا تُفْضِی الْمَرْاَةُ اِلَی الْمَرْاَةِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۲۹: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کوئی آدمی اپنی عورت کے ستر کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے ستر کو دیکھے اور نہ ہی کوئی آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ ایک کپڑے میں ننگا لیٹے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں برہنہ لیٹے"۔ (مسلم)

**تشریح** : لا ینظر الرجل۔یہ خبر ہے جو نہی کے معنی میں ہے۔ عورة الرجل۔اس سے مرد مراد ہے۔ بڑا ہو یا چھوٹا۔ عورة المراة۔عورتوں کو بھی دوسری عورتوں کے ستر پر نگاہ ڈالنا جائز نہیں۔اگر چہ اتحاد جنس ہے۔تو اختلاف جنس کی صورت میں کیونکر جواز ہو سکتا ہے۔ ولا یفضی الرجل۔ایک کپڑے میں ننگے نہ لیٹیں۔ ولا تفضی المراة الی المراة۔ابن الملک کہتے۔خوابگاہ میں ایک کا چمڑہ دوسرے سے نہ ملے تا کہ کہیں ان میں برائی نہ پھوٹ پڑے۔

مظہری کا قول: ایسا کرنے والے کو تعزیر کی جائے گی حد نہیں لگ سکتی۔ عورة الرجل۔ ناف اور گھٹنے کے درمیان۔لونڈی کا ستر اسی طرح ہے۔آزاد عورت کا ستر اور اس کے محارم کیلئے یہ ہے۔البتہ اجنبی کے حق میں حرہ کا تمام بدن عورت ہے۔ یہاں تک کہ چہرہ اور ہتھیلیاں۔

نووی کا قول: امرد خوبصورت ہو تو اس کی طرف دیکھنا حرام ہے خواہ فتنہ سے مامول ہو یا نہ ہو۔صحیح مذہب یہ ہے۔جو محققین نے اختیار کیا۔ کیونکہ وہ عورت کے حکم میں ہے اور اس کو عورت کی طرح اس کو شہوت ہوتی ہے اور خوبصورتی میں اس کی شکل عورت جیسی ہے۔بلکہ بعض اوقات ان سے زائد ہوتی ہے۔بلکہ وہ تحریم میں ان سے مقدم ہیں کیونکہ ان کے حق میں شر کی آمد پر قدرت کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١١٦٠١) ومسلم (٣٣٨) وأبو داود (٤٠١٨) والترمذی (٢٨٠٢) والنسائی (٥/٩٢٢٩) وابن ماجه (٦٦١) وابن حبان (٥٥٧٤) وأبو عوانة (١/٢٨٣) والطبرانی (٥٤٣٨) وأبو یعلی (١١٣٦) وابن أبی شیبة (١/١٠٦) وابن خزیمة (٧٢) والبیہقی (٧/٩٨)

الفوائد : (۱) مرد کو مرد و عورت دونوں کے مستورہ اعضاء پر نگاہ حرام ہے۔ (۲) عورت کو دوسری عورت کے مستورہ اعضاء پر نگاہ حرام ہے۔ (۳) دو مردوں یا دو عورتوں کا ایک کپڑے میں بلا حائل جمع ہونا جائز نہیں۔

## ۲۹۱ : بَابُ تَحْرِيْمِ الْخَلْوَةِ بِالْاَجْنَبِيَّةِ

## بَاب : اجنبی عورت سے خلوت حرام ہے

تشریح ۞ خلوت میں جس طرح اجنبیہ کا حکم ہے۔ امرد کا حکم بھی بیان ہوا۔ جب ان کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ تو خلوت بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔

### الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾

[الاحزاب:۵۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے ان سے سوال کرو''۔

(احزاب:۶۵)

مَتَاعًا : اس سے مراد ضرورت ہے۔ حِجَابٍ : ستر و پردہ کے معنی میں ہے۔

۱۶۳۰ : وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ؟" فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ : اَفَرَاَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ : "اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ!" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْحَمْوُ" قَرِيْبُ الزَّوْجِ كَاَخِيْهِ وَابْنِ اَخِيْهِ وَابْنِ عَمِّهٖ۔

۱۶۳۰ : حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت کے پاس آنے جانے سے اپنے آپ کو بچا''۔ اس پر ایک انصاری نے کہا: ''دیور کا کیا حکم ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دیور تو موت ہے''۔ (بخاری و مسلم)

اَلْحَمْوُ : خاوند کا قریبی رشتہ دار۔ بھتیجا' بھائی' چچازاد بھائی۔

تشریح ۞ عقبہ بن عامر۔ ان کے حالات باب الدلالة علی الخیر میں گزرے۔

النساء۔ جبکہ وہ بے حجاب ہوں یا خلوت کے طور پر ان کے پاس مت جاؤ۔ افرایت الحم۔ ایک نسخہ اَلْحَمْوُ ہے دَلْوٌ کے وزن پر۔ آپ نے فرمایا وہ تو موت ہے۔

نووی کا قول :اس سے خطرہ دوسروں کی بنسبت زیادہ ہے۔اور اس سے شر کی توقع زیادہ ہے۔کیونکہ وہ عورت سے بلا انکار خلوت کرسکتا اور اس تک پہنچ سکتا ہے۔اجنبی کو وہ موقعہ نہیں مل سکتا۔

ابن الاعرابی کا قول :یہ عرب کا مقولہ ہے۔جیسے کہتے تھے : الأسد الموت یعنی اس سے ملنا موت کو دعوت دینا ہے۔

قاضی عیاض کا قول :دیور سے خلوت فتنہ کی طرف لے جانے والی چیز ہے۔پس فتنے کو ہلاکت قرار دیا۔تو گویا تغلیظ کے مقام پر رکھ کر کلام کی گئی۔الْحَم۔میں چار لغات ہیں (۱) حَمُوكَ حالت رفعی (۲) حماكَ نصبی (۳) حميكَ (۴) حَموكَ۔ میم ساکن اور بعد کی ہمزہ پر اظہار حرکت حَمْأٌ فتحا کی طرح۔حَمٌ جیسے اَبٌ اصل حَمَوٌ۔

حماة المراة حا زوجها کہا جاتا ہے۔یہ خاوند کا بھائی ،بھتیجا، چچا زاد اور وہ جو عورت کیلئے اجنبی ہو اس کا اصل وفرع سے تعلق نہ ہو وہ لغت میں احماء ہیں مگر روایت ان کو شامل نہیں۔باقی :

مازری کا قول :حمو سے مراد خاوند کا والد ہے جب وہ ممنوع ہے تو اجنبی کا کیا اعتبار ہوگا۔یہ قول مردود ہے۔اس کا حدیث سے تعلق ہی نہیں۔(نووی)

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/٥٥٨٨) والبخاري (٥٢٣٢) ومسلم (٢١٧٢) والترمذي (١١٧٤) والنسائي (٥/٩٢١٦) والدارمي (٢٦٤٢) وابن حبان (٥٥٨٨) والطبراني (٧٦٢) والبيهقي (٧/٩٠)

**الفوائد** : (۱) اجنبیہ سے خلوت حرام ہے۔(۲) محارم سے خلوت میں بیٹھنا درست ہے۔(۳) دیور سے خلوت دینی ہلاکت کا باعث ہے۔تغلیظا موت سے تعبیر فرمایا۔(۴) محرمات جن سے ہمیشہ کیلئے نکاح حرام ہو۔(۵) وطی بالشبہ یا ملاعنہ کی ماں ہمیشہ کیلئے حرام ہے مگر محرم نہیں اسی طرح امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے نکاح حرام مگر محرم نہیں۔

۱۶۳۱ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَا يَخْلُوَنَّ اَحَدُكُمْ بِامْرَاَةٍ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۳۱ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :''تم میں سے کوئی آدمی بغیر محرم کے کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ بیٹھے''۔(بخاری ومسلم)

**تشریح** : بامراة۔اس سے اجنبی عورت کے مراد ہے۔الا مع ذی محرم۔یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔کیونکہ اس سے خلوت کی نفی ہو جاتی ہے۔بیہقی نے اس طرح نقل کی :''لا یخلون رجل بامراة الا ومعها ذو محرم ولا تسافر امراة الا مع ذی محرم ولا یدخل علیها رجل الا مع ذی محرم۔''ایضا طبرانی مگر یہ الفاظ زائد ہیں :''فان الشیطان ثالثهما''۔

**تخریج** : کتاب آداب السفر میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۶۳۲ : وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى

الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ اُمَّهَاتِهِمْ مَا مِنْ رَّجُلٍ مِّنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِّنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ اَهْلِهٖ فَيَخُوْنَهٗ فِيْهِمْ اِلَّا وَقَفَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَاْخُذُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ مَا شَآءَ حَتّٰى يَرْضٰى" ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: "مَا ظَنُّكُمْ؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١٦٣٢: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھروں میں رہنے والے لوگوں پر مجاہدین کی عورتوں کی حرمت ماؤں کی حرمت کے برابر ہے۔ پیچھے رہنے والا کوئی آدمی جو کسی مجاہد کے گھر میں اس کا نائب بنے پھر اس میں خیانت کا ارتکاب کرے تو قیامت کے دن اس کو کھڑا کر دیا جائے گا۔ پھر وہ مجاہد اس کی نیکیاں جتنی چاہے گا لے لے گا۔ یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے گا پھر ہماری توجہ پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ (مسلم)

**تشریح** ۞ **المجاهدین**: جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد میں جانے والے ہوں۔ **علی القاعدین**: بیٹھے رہنے والوں سے بہت بڑھ کر ہے۔ **کحرمة امهاتهم**: ان سے تعرض کسی بھی شک والی صورت سے درست نہیں۔ تا کہ ان مجاہدین کے حق کی ادائیگی کا تقاضا پورا ہو جو نصرت دین میں مشغول ہیں۔ **یخلف رجلاً**: ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا۔ **فیخونه فیهم**: اگر وہ خیانت کرے گا تو اس کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا۔ **فیأخذ من حسناته**: مجاہد کو خائن کی تمام نیکیاں دے دی جائیں گی۔ جتنی وہ چاہے گا اور یہ اس کی عظمت کے اہتمام میں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ راضی ہو۔ اس سے کم اس کو روکا نہ جائے گا۔ **ما ظنکم**: تمہارا کیا خیال ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو لینے کی اجازت دیں اور انسان کی طبیعت میں حرص ہے۔ تو کیا وہ اس کی کوئی نیکی چھوڑے گا۔

**فَائِدَة**: اس میں خائن کی سزا کو سخت انداز میں پیش کیا گیا تا کہ اس سے بچا جائے۔

**تخريج** : أخرجه أحمد (٢٣٠٦٦/٩) ومسلم (١٨٩٧) وأبو داود (٢٤٩٦) والنسائي (٣١٨٩) وابن حبان (٤٦٣٤) والحميدي (٩٠٧) سعيد بن منصور (٢٣٣١) والبيهقي (١٧٣/٩)۔

**الفوائد** : (١) مجاہد کی خاص فضیلت ہے۔ (٢) اس کی بیوی پر نگران اگر تعرض کرے گا تو اس کے تمام نیک عمل قیامت کو اس سے لے کر مجاہد کو دے دیئے جائیں گے۔

## ۲۹۲: بَابُ تَحْرِيْمِ تَشَبُّهِ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَتَشَبُّهِ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ فِيْ لِبَاسٍ وَّحَرَكَةٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ!

## بَاب: مردوں کو عورتوں کے ساتھ اور عورتوں کو مردوں کے ساتھ لباس اور حرکات وسکنات میں مشابہت حرام ہے

تشریح: تشبہ النساء بالرجال: یعنی بیٹھنے اٹھنے، سونے میں عورتوں کا مردوں اور مردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا۔ النحوی: فی اللباس: محل حال میں ہے۔ (۲) مضاف الیہ کی دونوں صفتیں ہیں۔ "ای الکائنین او کائنین فی ذلک" تنازع بنانے کی ضرورت نہیں۔

۱۶۳۳: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۶۳۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کے مشابہ حرکات کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں جیسی حرکات کرتی ہیں۔ ایک اور روایت میں کہ رسول اللہ نے ان مردوں کو ملعون قرار دیا جو عورتوں کے ہم شکل بنتے ہیں اور ان عورتوں کو ملعون قرار دیا جو مردوں کی ہم شکل بنتی ہیں"۔ (بخاری)

تشریح: المخنثین: وہ مرد جو حرکات وکلمات میں عورتوں سے مشابہت کرنے والے ہوں۔ اگر یہ مشابہت خلقی ہے تو قابل ملامت نہیں اور اس کو چاہیے کہ وہ تکلف سے ان کو زائل کرے اور اگر وہ اس پر برقرار رہا اور کوشش نہ کی تو اس کی مذمت کی جائے گی اور اگر وہ قصداً کرتا اور اس کیلئے تکلف کرتا ہے تو یہ قابل مذمت ہے۔

ابن حبیب کا قول: کہ مخنث وہ ہے جو عورتوں والی حرکات اختیار کرے اگرچہ فاحشہ کا مرتکب نہ ہو۔ مثلاً زنانہ چال چلے اور اس کی وضاحت ان الفاظ سے فرمائی گئی ہے۔ من الرجال و المترجلات: یعنی وہ عورتیں جو مردوں سے مشابہت کرنے والی ہیں۔ بخاری کی دوسری روایت میں المتشبھین من الرجال کے الفاظ وارد ہیں جو کہ تفسیر کی مانند ہیں۔ من الرجال یہ محل حال میں ہے یا صفت ہے۔ بالنساء: یہ ظرف لغو ہے ماقبل وصف سے متعلق ہے تشبیہ کو حذف کر دیا تاکہ تمام انواع کو شامل ہو اور تمام افراد کو شامل ہو۔ المتشبھات من النساء۔ (بخاری)

طبری کا قول: مردوں کو عورتوں سے مشابہت جائز نہیں نہ کپڑوں میں نہ اس زینت میں جو ان سے خاص ہے۔ اور اس کا عکس

بھی نہیں۔

**ابن ابی جمرہ کا قول**: ظاہری لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شئے میں مشابہت پر زجر ہے۔لیکن دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ یہاں لباس اور بعض صفات وحرکات میں مشابہت مراد ہے۔امور خیر میں مشابہت مراد نہیں۔لعنت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔

**حکمت لعنت یہ ہے**: احکم الحاکمین نے جس کیلئے جو بنایا یہ اس وضع سے خارج کرنا ہے۔جیسا کہ لعن الواصلات میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔وہ الفاظ یہ ہیں۔''المغیرات خلق اللّٰہ''۔(فتح الباری)

**تخریج**: أخرجه أحمد (۱/۲۲۹۱) والبخاری (۵۸۸۵) وأبو داود (۴۰۹۷) والترمذی (۲۷۹۴) والنسائی (۵/۹۲۵۱) وابن ماجه (۱۹۰۴) والدارمی (۲۶۴۹) وابن حبان (۵۷۵۰) والطیالسی (۲۶۷۹) وأبو یعلی (۲۴۳۳) والطبرانی (۱۱۶۴۷) وعبد الرزاق (۲۰۴۳۳) والبیهقی (۸/۲۲۴)

**الفوائد**: (۱) مردوں کو عورتوں اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت کرنا حرام ہے۔(۲) لعنت کیا جانا کبیرہ گناہ کی علامت ہے۔آج کل کتنے لڑکے لڑکیوں سے اور لڑکیاں لڑکوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں الامان والحفیظ۔

۱۶۳۴: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ، وَالْمَرْاَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۶۳۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس آدمی پر جو عورت کا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مرد کا سا لباس پہنے۔(ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح**: والمرأة تلبس لبسة الرجل: دونوں جنسوں میں جملے فعلیہ حال یا صفت واقع ہیں مراد یہ ہے''لعن الرجل اللبس لبسه المرأة''اس کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اور اس کا عکس بھی۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۸۳۱۶) وأبو داود (۴۰۸۹) وابن حبان (۵۷۵۱) والحاکم (۴/۷۴۱۵)

**الفوائد**: مرد کو عورتوں کا لباس استعمال کرنا حرام ہے۔اسی طرح عورتوں کو مردوں کا۔

۱۶۳۵: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَآءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

مَعْنٰی ''كَاسِيَاتٌ'' اَیْ مِنْ نِّعْمَةِ اللّٰهِ ''عَارِيَاتٌ'' مِنْ شُكْرِهَا وَقِيْلَ مَعْنَاهُ: تَسْتُرُ بَعْضَ

بَدَنِهَا وَتَكْشِفُ بَعْضَهُ اِظْهَارًا لِجَمَالِهَا وَنَحْوِهِ — وَقِيْلَ: تَلْبَسُ ثَوْبًا رَقِيْقًا يَصِفُ لَوْنَ بَدَنِهَا وَمَعْنٰى "مَائِلَاتٌ" قِيْلَ عَنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَمَا يَلْزَمُهُنَّ حِفْظُهُ۔ "مُمِيْلَاتٌ" اَىْ يُعَلِّمْنَ غَيْرَهُنَّ فِعْلَهُنَّ الْمَذْمُوْمَ — وَقِيْلَ: مَائِلَاتٌ يَمْشِيْنَ مُتَبَخْتِرَاتٍ ' مُمِيْلَاتٌ لِاَكْتَافِهِنَّ — وَقِيْلَ: مَائِلَاتٌ يَمْتَشِطْنَ الْمِشْطَةَ الْمِيْلَاءَ ' وَهِيَ مِشْطَةُ الْبَغَايَا — "وَمُمِيْلَاتٌ" يُمَشِّطْنَ غَيْرَهُنَّ تِلْكَ الْمِشْطَةَ "رُءُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ": "اَىْ يُكَبِّرْنَهَا وَيُعَظِّمْنَهَا بِلَفِّ عِمَامَةٍ اَوْ عِصَابَةٍ اَوْ نَحْوِهَا۔

۱۶۳۵: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا دو قسمیں آگ والوں کی ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا (بعد میں ہونگی)۔ ایک گروہ وہ ہے جن کے پاس گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ (۲) عورتوں کا وہ گروہ جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوں گی' لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی' خود مائل ہونے والی۔ ان کے سر بختی اونٹ کی جھکی ہوئی کہانوں جیسے ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اسکی خوشبو اتنے اتنے فاصلے پر پائی جائے گی۔ (مسلم)

كَاسِيَاتٌ: اللہ کی نعمت کا لباس پہنے ہوئے۔ اَلْعَارِيَاتُ: نعمت کے شکر سے عاری۔ بعض نے کہا اپنے جسم کے بعض حصے کو چھپائے اور بعض کو خوبصورتی ظاہر کرنے کے لئے کھولے۔ بعض نے کہا وہ ایسا کپڑا پہنے جو ان کے جسم کی رنگت تک کو ظاہر کرے۔ مَائِلَاتٌ: اللہ کی اطاعت اور اس کی حفاظت کو لازم نہ قرار دینے والی۔ مُمِيْلَاتٌ: ایسی عورتیں جو اپنے مذموم فعل سے دوسروں کو واقف کراتی ہیں۔ بعض نے کہا مَائِلَاتٌ ناز و انداز سے چلنے والی اور مُمِيْلَاتٌ اپنے کندھوں کو مٹکانے والی۔ بعض نے کہا مُمِيْلَاتٌ: وہ ایسی کنگھی پٹی کریں گی جس سے دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں اور وہ بدکار عورتوں کی کنگھی پٹی ہے اور مُمِيْلَاتٌ: دوسروں کی کنگھی بھی اسی طرح کرنے والی۔ اور رُءُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ: اپنے سروں کو کوئی چیز لپیٹ کر اونچا کرنے والی ہوں گی۔

**تشریح** ۞ من اهل النار: کا مطلب جبکہ حلال سمجھ کر کرے تو خلود نار مراد ہوگا۔ ورنہ گناہ کی مقدار میں عذاب۔ پھر جنت میں داخلہ ہو جائے گا جیسے کبیرہ گناہ والے کا حکم ہے۔ لم ارهما: اَلنَّجْوٰى یہ خبر ہے۔ یہ بدی منفصل ہے۔ قوم معهم سياط: سیاط کا واحد سوط ہے۔ يضربونى بها الناس: یہ جملہ فعلیہ حالیہ (۲) مستانفہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ظلماً ماریں گے۔ جو قیام حدود کیلئے مارا جائے وہ اس میں شامل نہیں۔ مميلات: مردوں کی طرح تکبر سے اکڑ کر چلتی ہیں۔ رؤسهن كاسنمة البخت: بخت یہ اونٹ کی ایک قسم ہے۔ بختی کا واحد ہے اس کی جمع بخاتی آتی ہے۔ یہ جملہ مفردات کی طرح محل خبر میں ہے۔ (۲) نساء سے حال ہے وصف سے خاص کیا گیا ہے۔ المائلة: اپنی کوہان کی طرف جھکنے والا ہے۔ لا يدخلن الجنة: مطلقاً وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی یا ابتداء میں داخلہ نہ ہوگا۔ ولا يجدن ريحها: جنت کی نعمتوں سے محرومی اور دور کیے جانے کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ اشارہ کیا: "وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا"۔ كذا

وکذا: یہ عدد معین سے کنایہ ہے۔ طبرانی کی روایت میں گزرا کہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے پائی جاتی ہے۔

(رواہ مسلم)

نووی کا قول: یہ معجزات نبوی سے ہے کہ یہ قسمیں اس وقت کثرت سے پائی جاتی ہے۔ اصحاب السیاط: یہ پولیس والے وغیرہ ہیں اور کاسیات: (۱) بعض نے کہا اس کا معنی بدن کا بعض حصہ ڈھانپنا اور بعض اظہار جمال کیلئے کھلا رکھنا جس سے رنگ کی رونق اور بدن کی کیفیت نظر آتے۔ (۲) باریک کپڑا جس سے جسم کی رنگت نظر آئے۔

(یہ ۷۰۰ ھ کی بات ہے جس میں اس کی تاویل کی ضرورت پڑی مگر اس وقت ۱۴۲۸ ھ میں مسلمان کہلانے والے ممالک کی عورتوں میں تمام معانی کے ساتھ یہ چیز موجود ہے۔ بلکہ روشن خیالی اور ترقی نسواں کے نام سے اس کو ترویج دینے والے بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ مترجم)

مائلات: ممیلات کا معنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والیاں۔ جوان پر ان کی ذات، شرمگاہ اور مال، خاوند کے سلسلہ میں حقوق لازم ہوتے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر اس کا عکس اختیار کرنے والیاں۔ بعض نے کہا بظاہر شبات کو ظاہر کرنے والیاں اور اچھے افعال اور طاعات کی طرف توجہ اور آخرت کے اہتمام سے ننگی ہیں۔ ممیلات: اپنے افعال شنیعہ دوسروں کو سکھانے والیاں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے گریز اور جس کی حفاظت لازم ہے اس سے بے پروائی کرنا بعض نے کہا مائلات کا مطلب اپنے کندھوں کو ہلا ہلا کر نزاکت کی چال چلنے والیاں۔ بعض نے کہا ٹیڑھی مانگ جو کہ زانیہ عورتوں کی علامت ہے اس کو اختیار کرنے والیاں اور ممیلات دوسری عورتوں میں یہ انداز جاری کرنے والیاں۔

بعض نے کہا مردوں کی طرف اپنے اظہار زینت سے میلان اختیار کرنے والیاں قاضی عیاض نے یہ معنی پسند کیا ہے۔

رؤسھن کاسمنۃ البخت: کا مطلب اپنے سروں کو بڑا ظاہر کرنے والیاں۔ جیسے سر کو پگڑ لپیٹ کر یا پٹی لپیٹ کر سر کو بڑا بنایا جاتا ہے۔ اس میں مردوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

سیوطی کا قول: یہ گانا بجانا کرنے والی عورتوں کا شعار ہے۔

مازری کا قول: مردوں کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے والیاں نہ ان سے نگاہ کو جھکاتی اور نہ سروں کو نیچا کرتی ہیں۔

قاضی کا قول: اس طرح کنگھی کرنے والی ہیں کہ بالوں کی مینڈھیا بنا کر سر کے اوپر باندھ لیا جائے سر کے درمیان میں ان کو اکٹھا کر لیا جائے اس طرح وہ بختی اونٹ کے کوہان سے مشابہہ ہو جاتا ہے اور درمیان کے زائد بالوں سے بڑا کر لیا جاتا ہے۔ جس سے وہ سر کی ایک جانب میں مائل ہو جاتے جیسے کوہان ایک طرف کو جھکتی ہے۔ عرب کہتے ہیں ناقۃ میلاء: جبکہ اس کی کوہان ایک طرف کو جھکنے والی ہو۔ (ابن درید)

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/٨٦٧٣) ومسلم (٢١٢٨) وابن حبان (٧٤٦١) والبيهقي (٢/٢٣٤)

**الفوائد** : (۱) یہ معجزہ نبوت ہے آج یہ دونوں اصناف موجود ہیں۔ اگر یہ توبہ نہ کریں تو سیدھے جہنم کے حقدار ہیں۔

## ۲۹۳ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّشَبُّهِ بِالشَّيْطَانِ وَالْكُفَّارِ

### بَابٌ :شیطان اور کفار کے ساتھ مشابہت ممنوع ہے

**تشریح** الشیطان و الکفار: ان میں الف لام جنس کا ہے۔ان کے ہر فرد پر بولا جائے گا۔

۱۶۳۶ :عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا تَأْكُلُوا بِالشِّمَالِ' فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِالشِّمَالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۳۶:حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا ہے۔(مسلم)

**تشریح** لا تاکلوا :یہ نہی تنزیہی ہے۔اور بائیں ہاتھ سے کھانے والے کیلئے بددعا وہ اس کے تکبر کی وجہ سے تھی کیونکہ اس نے آپ کے حکم کی طاعت بڑھائی اختیار کی۔جو محض جھوٹ کی بنیاد پر تھی۔فان الشیطان :یہ نہی کی تعلیل ہے۔ اس میں شیطان کے کھانے کی تصریح ہے۔اور یہ اصل پر ہے جیسا کہ اس کیلئے ضراط کا ثبوت ملتا ہے جو کہ دلالت کرتا ہے کہ اس کا پیٹ کھانے کو تحلیل کرتا ہے اور یہ روایت بھی گزری :"ذاك الرجل بال الشیطان فی أذنه"۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۵/۱٤۵۹۳) ومسلم (۲۰۱۹) وابن ماجه (۳۲٦۸)

**الفوائد** : (۱)بلا عذر بائیں ہاتھ سے یہ افعال شیاطین کی پیروی ہے۔(۲)جو جس سے محبت کرے انہی کے ساتھ ہوگا۔

۱۶۳۷ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَا يَأْكُلَنَّ اَحَدُكُمْ بِشِمَالِهِ' وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا ' فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۳۷:عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بائیں ہاتھ سے ہرگز نہ کھائے اور نہ پیئے اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔(مسلم)

**تشریح** لا یاکلن :سخت کراہیت کو ظاہر کرنے کیلئے نہی کو نون ثقیلہ کے ساتھ ذکر کیا۔فان الشیطان :بایاں ہاتھ گندگی وغیرہ کے کاموں کیلئے ہے۔شیطان اپنی خباثت اور گندگی کی وجہ سے نفیس کاموں کیلئے اسی کو استعمال کرتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/۵۵۱۵) ومسلم (۲۰۲۰) وأبو داود (۳۷۷٦) والترمذی (۱۸۰۷) وابن حبان (۵۲۲۷) والدارمی (۲۰۳۰) وعبد الرزاق (۹۵٤۱) والبیهقی (۷/۲۷۷)

**الفوائد** : (۱)بائیں ہاتھ سے کھانا پینا مکروہ ہے۔یہ شیطان کی مشابہت ہے۔(۲)دائیں ہاتھ سے لینا دینا مستحب ہے مگر

جبکہ معذور ہو۔

۱۶۳۸ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ :"اِنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَا یَصْبُغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

اَلْمُرَادُ : خِضَابُ شَعْرِ اللِّحْیَةِ وَالرَّاْسِ الْاَبْیَضِ بِصُفْرَةٍ اَوْ حُمْرَةٍ ' وَاَمَّا السَّوَادُ فَمَنْهِیٌّ عَنْهُ ' كَمَا سَنَذْكُرُهٗ فِی الْبَابِ بَعْدَهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

۱۶۳۸: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہود ونصاریٰ سر کے بالوں (اور داڑھی) کے بالوں کو نہیں رنگتے لہٰذا تم انکی مخالفت کرو (داڑھی اور سر کے بالوں کو رنگو)''۔ (بخاری و مسلم)

مرد داڑھی اور سر کے بالوں کی سفیدی کو زردی یا سرخی سے رنگنا ہے۔ رہی سیاہی کی ممانعت تو وہ ہم عنقریب ان شاء اللہ اس کو بعد والے باب میں ذکر کریں گے۔

**تشریح** ۞ **لا یصبغون** :وہ اپنے بالوں کو بالکل نہیں رنگتے۔ **فخالفوھم**:تم ان کی مخالفت کرو یعنی سیاہ کے علاوہ رنگا کرو۔

نووی کا قول:**یصبغون** سے داڑھی اور سر کے بالوں کو سرخ یا زرد رنگنا ہے سیاہ مکروہ تحریمی ہے۔صرف جہاد کیلئے درست ہے۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۳/۹۲۲۰) والبخاری (۳۴۶۲) ومسلم (۲۱۰۳) وابو داود (۴۲۰۳) والترمذی (۱۷۵۸) والنسائی (۵۰۸۷) وابن ماجه (۳۶۲۱) وعبد الرزاق (۲۰۱۷۵) وابن حبان (۵۴۷۰) ابن ابی شیبة (۸/۴۳۱) والبیهقی (۷/۳۰۹)

**الفوائد** : (۱) یہود ونصاریٰ کے افعال میں ان کی مخالفت کی تائید کی گئی۔ آج کل تو مسلم نما لوگوں یہود ونصاریٰ کی اتباع پر فخر کرنے والے ہیں۔ اور ترقی مسلم کو اسی میں پنہاں جانتے ہیں۔ اعاذنا اللّٰه منه۔

## ۲۹۴ :بَابُ نَهْیِ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ عَنْ خِضَابِ شَعْرِهَا بِسَوَادٍ

## بَابٌ : مرد وعورت ہر دو کو سیاہ رنگ سے اپنے بالوں کو رنگنے کی ممانعت

**تشریح** ۞ یہاں مرد وعورت کا تذکرہ کیا۔ **اخنثی** :کا حکم یہی ہے۔ نایاب ہے اس لئے تذکرے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ **بسواد**: سیاہ کی نہی تحریمی ہے صرف جہاد کیلئے مباح ہے۔

۱۶۳۹ : عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :اُتِیَ بِاَبِیْ قُحَافَةَ وَالِدِ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ

عَنْهُمَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "غَيِّرُوا هٰذَا وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۳۹: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوقحافہ کو فتح مکہ کے دن (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں) لایا گیا اس حال میں کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ بوٹی کی طرح سفید تھے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سفیدی کو بدل دو اور سیاہی سے پرہیز کرو"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ابوقحافہ کا نام عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ہے۔ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے۔ خلافت فاروقی میں وفات پائی۔ **یوم فتح مكه**: یہ اُتِیَ کا ظرف ہے۔ **رأسه**: سے مراد سر کے بال ہیں۔ **كالثغامة**: یہ سفید پھولوں والی بوٹی ہے۔ جو رنگت میں بڑھاپے کے مشابہ ہے۔ **بیاضًا**: شبہ کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ یہ جملہ ابی قحافہ سے محل حال واقع ہے۔ **غیروا هذا**: سفیدی کو خضاب سے بدل دو اور سیاہی سے پرہیز کرو۔ **اجتبوا السواء**: کا امر وجوب کیلئے ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٥/١٤٤٠٩) ومسلم (٢١٠٢) وأبو داود (٤٢٠٤) وابن ماجه (٣٦٢٤) وابن حبان (٥٤٧١) والحاكم (٣/٥٠٧٨) وأبو يعلى (١٨١٩) والبيهقي (٧/٣١٠)

**الفوائد**: (۱) سیاہ خضاب سے گریز کیا جائے صرف مجاہد کیلئے ضروری درست ہے۔ مہندی کا درست ہے۔

## ۲۹۵: بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَزَعِ وَهُوَ حَلْقُ بَعْضِ الرَّأْسِ دُوْنَ بَعْضٍ وَّإِبَاحَةِ حَلْقِ كُلِّهَا لِلرَّجُلِ دُوْنَ الْمَرْأَةِ

## بَابٌ: سر کے بالوں کو منڈانے سے روکنے کا بیان اور مردوں کے لئے تمام بال منڈانے کی اجازت البتہ عورت کے لئے اجازت نہیں

**تشریح** ۞ **القزع**: سر کا بعض حصہ مونڈ کر بعض کو چھوڑ دینا۔ یہ قزع السحاب سے ماخوذ ہے۔ (النہایہ) **اباحة حلقه**: حلق راس مباح نیا کام ہے اگر بال چھوڑنے میں تکلیف ہو۔ ایذاء کو دور کرنے کیلئے یہ مستحب ہے۔ **دون المرأة**: عورت کیلئے حلق مکروہ (تحریمی) ہے معلوم ہوا کہ یہ قید قزع کیلئے نہیں۔ اس کی کراہت ہر دو صنف کیلئے عام ہے۔

۱۶۴۰: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْقَزَعِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۴۰: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا (قزع کا معنی کچھ کو مونڈنا اور کچھ کو چھوڑ دینا)۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ⁕ القزع : درمیان سے سر کو مونڈ دیا جائے اور مینڈیوں کی اطراف سے چھوڑ دیا جائے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/٤۹۷۳) والبخاري (۵۹۲۰) ومسلم (۲۱۲۰) وأبو داود (٤۱۹۳) والنسائي (۵۰٦۵) ابن ماجه (۳٦۳۷) وابن حبان (۵۵۰٦) والبيهقي (۹/۳۰۵)

**الفرائد** : قزع اہل کفر کا شعار ہے۔ اور خلقت کو بدلنے کے مشابہ ہے۔ اس کی حرمت پر اتفاق ہے۔

**۱۶۴۱** : وَعَنْهُ قَالَ : رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَبِیًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِ رَاْسِهٖ وَتُرِكَ بَعْضُهٗ فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ : ''اِحْلِقُوْهُ كُلَّهٗ اَوِ اتْرُكُوْهُ كُلَّهٗ'' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ۔

۱۶۴۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کے بعض بال مونڈ دیئے گئے اور بعض سر کے بال چھوڑ دیے گئے پس آپ نے ان کو اس سے ممانعت فرمائی اور فرمایا: ''اس کے سب بالوں کو مونڈ دو''۔ (ابوداؤد) بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح۔

**تشریح** ⁕ حلق بعض راسه : فعل مجہول ہے۔ راس سے سر کے بال مراد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بعض چھوڑنے اور بعض مونڈ ھنے سے منع فرمایا۔

قول علماء: اس کی ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ یہ خلقت کو بدصورت بنانا ہے۔ بعض نے کہا یہ شاطر اور شریر لوگوں کا انداز ہے۔ بعض نے یہود کا طرز بتایا۔ یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ البتہ علاجاً درست ہے۔

علقمی کا قول: اس میں اختلاف ہے کہ پیشانی کے بال چھوڑ کر باقی سر مونڈ ھ دیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو قزع سے شمار کر کے منع کیا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/۵٦۱۹) وأبو داود (٤۱۹۵) والنسائي (۵۰٦۳) وابن حبان (۵۵۰۸) وعبد الرزاق (۱۹۵٦٤)

**الفرائد** : (۱) تمام بالوں کا مونڈھنا یا تمام کا چھوڑنا کہ کان کی لو سے تجاوز نہ کر جائیں تاکہ لڑکیوں سے مشابہت ہو جائے۔ آج کل تو بہت سے لڑکے اسی طرح بال رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عقل دے۔

**۱۶۴۲** : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمْهَلَ اٰلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اَتَاهُمْ فَقَالَ : ''لَا تَبْكُوْا عَلٰى اَخِیْ بَعْدَ الْیَوْمِ'' ثُمَّ قَالَ : ''اُدْعُوْا لِیْ بَنِیْ اَخِیْ'' فَجِیْءَ بِنَا كَاَنَّنَا اَفْرُخٌ فَقَالَ : ''اُدْعُوْا لِیَ الْحَلَّاقَ'' فَاَمَرَهٗ فَحَلَقَ رُءُوْسَنَا' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ۔

۱۶۴۲: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آل جعفر کو تین دن کی مہلت دی پھران کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میرے بھائی پر آج کے دن کے بعد مت رونا۔ پھر فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے بھتیجوں کو بلاؤ پس ہمیں لایا گیا گویا کہ ہم چوزے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بال مونڈنے والے کو بلاؤ'' پھر اس کو حکم دیا کہ اس نے ہمارے سروں کو مونڈ دیا۔ (ابوداؤد) بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح۔

**تشریح** ۞ أمهل آل جعفر: یعنی اولاد و بیوی کو تین دن رات کی مہلت دی پھر تشریف لائے۔ فقال لا تبکوا علی اخی بعد الیوم: یہ نہی تنزیہی ہے۔ کیونکہ تین دن کے بعد بھی حرام رونے کے طریقوں کے علاوہ ... ہے۔ کاننا الفرخ: جمع فرخ: چوزہ۔ والد کے گم ہونے کی وجہ سے غم میں کمزوری آ گئی تھی۔ الحلاق: یہ تمار و ... کی طرح نسبتی اسم ہے۔ بال مونڈھنے والا۔ فامرہ فحلق رؤسنا: یہ ازالہ غم کا تقاول تھا اور تمام بالوں کا مونڈھنا ظاہر ہے۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (٤١٩٢) والنسائی (٥٢٤٢) وابن سعد (٤/٣٠) وأخرجه أحمد (٢٠٥٠)

**الفرائد** : میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کی اجازت نہیں (۲) ولی بچوں کے ختنے اور حلق کروا سکتا ہے۔

۱۶۴۳ : وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ۔

۱۶۴۳: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ عورت اپنے سر کے بال مونڈھے۔ (نسائی)

**تشریح** ۞ تحلق المراة رأسها: عورت کا سر کے بال مونڈنا مثلہ کی طرح ہے۔ اس کی نہی تنزیہ ہے۔ حلت ممانعت سے پہلے تھی ورنہ یہ تو حرام ہے۔ عدم حاجت کی قید ہے۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (٩١٥) والنسائی (٥٠٥٤)

**الفرائد** : عورتوں کو سر کے بال مونڈھنا جائز نہیں اگر وہ اس کے خلاف کرے گی تو عذاب کی حقدار ہوگی۔ (۲) اسی وجہ سے حج کے موقعہ پر ذرا سے بال نیچے سے کاٹے جائیں گے۔

## ۲۹۶ بَابُ تَحْرِيْمِ وَصْلِ الشَّعْرِ وَالْوَشْمِ وَالْوَشْرِ وَهُوَ تَحْدِيْدُ الْاَسْنَانِ

## بَابٌ: مصنوعی بال (وگ) اور گوندنا اور دانتوں کا باریک کرانا حرام ہے

**تشریح** ۞ وصل الشعر: آدمی کے بالوں کے ساتھ۔ الوشم: گوندنی کرنا۔ الوشر: دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنا۔ تاکہ ان کے مابین فاصلہ معلوم ہو کر خوبصورت زیادہ ہو۔ تاکہ وہ اپنا جوان ہونا ظاہر کرے۔ بچیوں کے دانتوں میں

فاصلہ ہونا اور جب عمر زیادہ ہو جاتی ہے۔ منظر وحشت ناک ہو جاتا ہے۔ ریتی وغیرہ سے دانتوں کو رگڑتے ہیں تا کہ خوبصورت معلوم ہو اور کم عمر معلوم ہو اور یہ فعل حرام ہے۔

## الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا وَّاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ : لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ [النساء: ۱۱۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''یہ اللہ کے سوا مؤنث چیزوں کو پکارتے ہیں اور یہ شیطان سرکش ہی کو پکارتے ہیں۔ اللہ نے اُس پر لعنت فرمائی اور اس نے کہا کہ میں ضرور تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ لوں گا اور ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور ان کو آرزوں میں مبتلا کروں گا اور ان کو حکم دوں گا پس وہ چوپایوں کے کان (بطور نذر) چیریں گے اور ضرور انہیں میں حکم دوں گا وہ ضرور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے''۔ (النساء: ۱۱۷)

**تشریح** : ان : یہ ما کے معنی میں ہے۔ اناثا: لات وعزیٰ مراد ہیں۔ (۲) ہر قبیلے کا ایک بت تھا جس کا مؤنث نام ہوتا تھا۔ (۳) ہر بت کے ساتھ اس کی ذلت و رسوائی بھی ہے۔ (۴) اناث : ہر اس شئی کو کہتے ہیں جس میں روح نہ ہو۔ (۵) فرشتے مراد ہیں۔ کیونکہ وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ وان یدعون الاشیطانا مریدًا : مرید جو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طاعت سے نکلنے والا ہو۔ شیطان نے ہی ان کو ان بتوں کی عبادت پر لگایا ہے۔ درحقیقت وہ شیطان ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ لعنه الله : اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ یہ شیطان کی صفت ثانیہ ہے۔ قال لا تخذن : نصیب مفروض سے مراد معلوم حصہ۔ النحو : اس جملے کا عطف لعنه الله پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم سرکش اور دھتکارے ہوئے شیطان کی عبادت کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارا بڑا دشمن ہے۔ ولا ضلنهم : میں ان کو اغواء کر کے سیدھی راہ سے بھٹکا دوں گا۔ ولا امنيهم : اور آخرت کو گناہ کے باوجود کامیاب انداز سے پالینے کی تمنا میں دلاؤں گا اور لمبی زندگی کی امیدیں دلاؤں گا۔ ان کو حکم دوں گا ابھی بڑا وقت ہے۔ نہ کوئی جنت ہے نہ دوزخ۔ ولا مرنهم : میں ان کو حکم دوں گا کہ وہ جانوروں کے کان چیریں اور ان پر سواری کو حرام قرار دیں اور ان کا نام بحیرہ، سائبہ رکھوں گا۔ فليغيرن خلق الله : اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی تبدیلی خضاب وشم سے (۲) اللہ تعالیٰ کے فطری دین کو تبدیل کراؤں گا۔ ومن يتخذ الشيطان وليًا : شیطان کو اس طرح دوست بنائیں گے کہ اس کی اطاعت کریں گے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کریں گے۔ خسر خسرانا مبينا : اس نے مکمل طور پر راس المال کو ضائع کر دیا اور جنت کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالا۔ يعدهم ويمنيهم : شیطان ان سے وعدے تو کرتا ہے۔ مگر پورے نہیں کرتا اور ایسی تمنائیں دلاتا ہے جو وہ نہ پاسکیں۔ الا غرورًا : دھوکہ یہ ہے کہ نفع کا وہم دلاتا ہے مگر نقصان پہنچاتا ہے۔ محيصًا : ٹھکانہ اور لوٹنے کی جگہ۔

۱۶۴۴ : وَعَنْ اَسْمَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَتِيْ اَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا وَاِنِّيْ زَوَّجْتُهَا اَفَاَصِلُ فِيْهِ؟ فَقَالَ : "لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُوْلَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ "اَلْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ"۔

قَوْلُهَا "فَتَمَرَّقَ" هُوَ بِالرَّآءِ وَمَعْنَاهُ : انْتَثَرَ وَسَقَطَ – وَالْوَاصِلَةُ الَّتِيْ تَصِلُ شَعْرَهَا اَوْ شَعْرَ غَيْرِهَا بِشَعْرٍ اٰخَرَ – "وَالْمَوْصُوْلَةُ" : الَّتِيْ يُوْصَلُ شَعْرُهَا – "وَالْمُسْتَوْصِلَةُ" الَّتِيْ تَسْاَلُ مَنْ يَّفْعَلُ لَهَا ذٰلِكَ۔ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَحْوَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۴۴ : حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! میری بچی کے بال جھڑ گئے ہیں بوجہ حصبہ (جلدی) بیماری کے۔ میں نے اس کی شادی کرنی ہے کیا میں اس موقعہ پر اس کے بال جڑوا سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بال ملانے والی اور جڑانے والی پر لعنت فرمائی۔ (بخاری و مسلم) ایک روایت میں اَلْوَاصِلَةُ اور اَلْمُسْتَوْصِلَةُ کے الفاظ ہیں مگر مطلب ایک ہے۔

فَتَمَرَّقَ : گر گئے بکھر گئے۔

اَلْوَاصِلَةُ : بال جوڑنے والی اپنے بالوں کو یا دوسری عورت کے بالوں کو اور کے ساتھ۔

اَلْمَوْصُوْلَة : جس کے بال جوڑے جائیں۔

اَلْمُسْتَوْصِلَة : جو بال جوڑنے کا سوال اور مطالبہ کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح کی روایت ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : اسماء یہ صدیق اکبر رضی اللہ کی بیٹی ہیں۔ فقالت یا رسول اللہ۔ عطف تفسیری ہے۔ الحصبة : بال جھڑ۔ وانی زوجتها : وہ خاوند کیلئے بالوں کی تحسین کر سکے۔ تو کیا اس کیلئے جائز ہے اور آپ اجازت مرحمت فرماتے ہیں کہ گرے ہوئے بالوں کی جگہ بال ملا لوں۔ آپ نے فرمایا۔ لعن اللہ الواصله والموصولة : جو یہ کام کرنے والی اور بال لگوانے والی پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو۔ ابن ماجہ نے اس کے ساتھ المستوصله ذکر کیا۔ جو بالوں کو ملانے کی طالبہ ہو۔ خواہ محرم سے یا دوسرے سے۔ یہ عموم کے اعتبار سے عام ہے۔ جس طرح کہ موصول فیہا سے طلب سے لگوائے یا بلا طلب لگائے گئے۔ بخاری نے ابواب الادب میں اس طرح الفاظ نقل کیے۔ "ان جارية من الانصار تزوجت وانها مرضت فتمعط شعرها فارادوا ان يوصلوها فسألوا النبى صلى الله عليه وسلم فقال لعن الله الواصله والمستوصلة" (مسلم)

**تخریج** : أخرجه البخاري (۵۹۳۵) ومسلم (۲۱۲۲) والنسائي (۵۱۰۹) وابن ماجه (۱۹۸۸) أخرجه أحمد (۲۴۸۵۷) والبخاري (۵۲۰۵) ومسلم (۲۱۲۳) وابن حبان (۵۵۱۴) والبخاري (۵۲۰۵) ومسلم (۲۱۲۳) وابن حبان (۵۵۱۴) وابن أبي شيبة (۸/۴۸۹) والنسائي (۵۱۱۲) والطيالسي (۱۵۶۴) والبيهقي (۲/۴۲۶)

**الفوائد** : (۱) عورتوں کو بالوں کو لمبا کرنے کیلئے بال ملانا حرام ہے بلکہ یہ کاروبار کرنے والی عورت پر لعنت کی گئی ہے۔ یہ حکم

معزورہ اور دلہن وغیرہ سب کو شامل ہے۔

۱۶۴۵: وَعَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِيْ يَدِ حَرَسِيٍّ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَآؤُ كُمْ؟! سَمِعْتُ النَّبِيَّ يَنْهٰى عَنْ مِّثْلِ هٰذِهٖ – وَيَقُوْلُ :"اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَهَا نِسَآؤُهُمْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۶۴۵: حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حج والے سال منبر پر یہ بات سنی اس حال میں کہ ان کے ہاتھ میں بالوں کا ایک گچھا تھا جو انہوں نے اپنے پہرے دار کے ہاتھ سے لیا تھا۔ پس فرمایا اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت سنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے ان (بے حیائی کے) کاموں کو پکڑ لیا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : حمید بن عبدالرحمان بن عوف زہری المدنی اللہ ہیں۔ یہ کبار تابعین سے تھے۔ ان کی وفات ۱۰۵ میں ہوئی۔ بعض نے کہا کہ ان کی روایت عمرو بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تمام نے تخریج کی ہے۔ عام حج : اس سے مراد ۵۱ھ ہے (فتح الباری)۔ قُصه : بالوں کا گچھا۔ (النہایہ)

نووی کا قول: اصمعی کہتے ہیں۔ پیشانی پر لٹکنے والے سر کے اگلے حصہ کے بال بعض سے ناصیۃ کے بال کہے ہیں۔ اَلنَّحْو : یہ جملہ معاویہ سے حال ہے۔ حَرَسِي: امیر کے غلام کو کہا جاتا ہے۔ یا اهل المدينه اين علماؤ كم : یہ سوال ان کے اعمال پر انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کو اس سے غفلت اختیار نہ کرنی چاہیے تھی۔ بلکہ اس کو بدل دینا چاہیے تھا۔ یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ خلفاء و حکام کو منکر کے انکار اور اس کے دور کرنے اور اس کے بدلنے میں سستی پر کس قدر ڈانٹ ڈپٹ کرنی چاہیے۔

انما هلكت بنو اسرائيل : بنی اسرائیل میں عام ہلاکت کا سبب ان کے احبار کا منکر کے سلسلہ میں سستی برتنا تھا۔ اس میں خوب انداز سے خبردار کیا گیا۔ خوش نصیب وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے۔

قاضی عیاض کا قول: ممکن ہے یہ ان پر حرام ہو۔ اس کے استعمال سے ان کو ہلاکت کی سزا دی گئی۔ بعض نے کہا ان کی ہلاکت کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب یہ تھا۔ جب منکر سر عام ہونے لگا تو وہ ہلاک ہو گئے۔ اس منکر سر عام ہونے کا خطرناک نتیجہ بتلایا گیا۔

**تخريج** : أخرجه مالك (١٧٦٥) وأحمد (٦/١٦٨٩١) والبخاري (٣٤٦٨) ومسلم (٢١٢٧) وأبو داود (٤١٦٧) والترمذي (٢٧٩٠) والنسائي (٥٢٦٠) والحميدي (٦٠٠) وابن حبان (٥٥١٢) والطبراني (١٩/٧٤٠) والبيهقي (٢/٤٢٦)

**الفوائد** : (۱) حکام کو منکرات ختم کرنے کی تگ و دو کرنی چاہیے۔(۲) دوسروں کے بالوں سے بال ملانا درست نہیں۔

۱۶۴۶ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۴۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی اور گوندنے والی اور گندوانے والی پر لعنت فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **الواصلہ** :بال ملانے کا پیشہ کرنے والی۔ **والمستوصلہ** :جو عورت بال لگوائے خود یا دوسروں سے۔ **والواشمہ** :گوندنی کروانے والی۔ تیل وغیرہ سے۔ یہ کبائر سے ہے۔ اس کو دور کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی خطرہ میں مبتلا کا خدشہ نہ ہو۔ مرد و عورت کیلئے ازالے کا یکساں حکم ہے۔ **المستوشمہ** :کسی اور سے کہہ کر گوندنی کروانے والی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/۲۷۲٤) والبخاری (۵۹۳۷) ومسلم (۲۱۲٤) وأبو داود (٤۱٦۸) والترمذی (۲۷۲۹) والنسائی (۵۱۱۱) وابن ماجه (۱۹۸۷) وابن حبان (۵۵۱۳) وابن أبی شیبة (۸/٤۸۷)

**الفوائد** : گوندنی اور وصل شعر بہرصورت ممنوع ہیں کیونکہ ان پر لعنت کی گئی ہے۔

۱۶۴۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ' وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ ' الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ! فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَةٌ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ : وَمَالِيْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَهُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : "وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْمُتَفَلِّجَةُ" هِيَ :الَّتِيْ تَبْرُدُ مِنْ اَسْنَانِهَا لِيَتَبَاعَدَ بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ قَلِيْلًا وَّتُحَسِّنُهَا وَهُوَ الْوَشْرُ – وَالنَّامِصَةُ :الَّتِيْ تَاْخُذُ مِنْ شَعْرِ حَاجِبِ غَيْرِهَا وَتُرَقِّقُهُ لِيَصِيْرَ حَسَنًا وَّالْمُتَنَمِّصَةُ الَّتِيْ تَاْمُرُ مَنْ يَّفْعَلُ بِهَا ذٰلِكَ۔

۱۶۴۷: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گوندنی کرنے والی اور گوندوانے والی اور پلکوں کے بال کھلوانے والی اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں فاصلہ کروانے والی اور اللہ تعالیٰ کی بنائی صورت کو تبدیل کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔ پس ایک عورت نے اس سلسلے میں آپ سے بحث کی تو آپ نے فرمایا میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں جس پر اللہ کے رسولؐ نے لعنت کی اور وہ اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔ اللہ نے فرمایا: "اور جو تمہیں رسول دیں اس کو اختیار کرو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ (بخاری و مسلم)

مُتَفَلِّجَۃٌ: اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے دانتوں پر اس لئے ریتی لگواتی ہے تا کہ ان کے درمیان فاصلہ ہو جائے اور ان میں حسن پیدا ہو جائے اور اسی کو "وشر" کہا جاتا ہے۔ نَامِصَۃٌ اس عورت کو کہتے ہیں جو آبرو کے بالوں کو لیتی ہے اور ان کو باریک کرتی ہے تا کہ وہ ابرو حسین ہو جائے۔ مُتَنَمِّصَۃٌ وہ عورت جو کسی کو یہ کام کرنے کے لئے کہے۔

**تشریح** الواشمات: اس میں اور مابعد میں الؔ یہ جنس کیلئے ہے۔ پس جمع کا معنی باطل ہے۔ مطلب یہ ہے ہر واشمہ ملعونہ ہے۔ یہ نہیں کہ مجموعہ کا فعل لعنت کا باعث ہے۔ والمستوشمات والمتنمصات: یہ تَنَمُّص سے لیا گیا ہے۔ جو آبرو کے بال لے تا کہ وہ باریک ہو جائیں اور خوبصورت معلوم ہوں۔ یہ حرام ہے۔ البتہ عورت کو داڑھی یا مونچھیں نکل آئیں تو ان کا اکھاڑنا حرام نہیں بلکہ مستحب ہے (عندالشوافع) ممانعت کا تعلق آبرو سے ہے۔ متنمصہ: جو آبرو بینے کا حکم دے۔ والمتفلجات: یہ متفلجہ کی جمع ہے۔ ثنایا اور رباعیات کو ریتی سے رگڑوائے۔ بڑھیا کرائے تا کہ خوبصورت منظر والی بن جائے اور جوان معلوم ہو۔ المغیرات خلق اللہ: یہ تمام صفات دلالت کرتی ہیں یہ چیزیں لعنت کا باعث ہیں۔ فقالت له امرأة: بقول کرمانی رحمہ اللہ یہ ام یعقوب ہیں۔ فی ذلك: ان عورتوں کو لعنت کرنے میں ملامت کی۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ ومالي لا العن من لعنه رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ خبر میں ضمیر مستتر ہے لا العن کا جملہ حال کی جگہ ہے۔ مالي: یہ جملہ مبتداء اور خبر ہے۔ هو في كتاب الله: یعنی قرآن مجید: ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٢/٤١٢٩) والبخاري (٤٨٨٦) ومسلم (٢١٢٥) وأبو داود (٤١٦٩) والترمذي (٢٧٩١) والنسائي (٥١١٤) وابن ماجه (١٩٨٩) والدارمي (٢٦٤٧) والحميدي (٩٧) وابن حبان (٥٥٠٤) والبيهقي (٧/٢٠٨)

**الفوائد**: (۱) ان تمام چیزوں میں شدید وعید کی وجہ دھوکا بازی ہے۔ (۲) یہ تغییر خلقت کے مشابہ ہے جو کہ حرام ہے۔ اس لئے وشم، نمص، فلج کرانے والی عورتوں اور مردوں کو ملعون قرار دیا گیا اور کرنے والی عورت حرام میں معاونت کی وجہ سے ملعونہ ہے۔

## ۲۹۷ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ مِنَ اللِّحْيَةِ وَالرَّأْسِ وَغَيْرِهِمَا وَعَنْ نَتْفِ الْاَمْرَدِ شَعْرَ لِحْيَتِهٖ عِنْدَ اَوَّلِ طُلُوْعِهٖ

## بَابٌ: مرد کا ڈاڑھی اور سر کے بالوں کا اکھاڑنا' بے ریش کا ڈاڑھی کے بالوں کو اُکھاڑنا ممنوع ہے

**تشریح** ۞ نتف الامرد شعر لحيته عدوانا : بے بال ہونے کو پسند کرتے ہو جونہی ظاہر ہوں ان کا نوچ ڈالنا (نووی) علماء نے ڈاڑھی سے متعلق دس باتوں کو مکروہ قرار دیا ہے' کراہت کے بھی درجات ہیں۔ (۱) سیاہ خضاب لگانا جو جہاد کی غرض سے نہ ہو۔ (۲) صالحین کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے زرد خضاب لگانا جس میں اتباعِ سنت مقصود نہ ہو (۳) گندھک وغیرہ سے سفید کرنا تاکہ جلد بڑھاپا معلوم ہو اور لوگ اس کی تعظیم و تکریم زیادہ کریں۔ مشائخ میں شمار کرا کر عظمت کا وہم دلایا جائے۔ (۴) جونہی ڈاڑھی ابھرے اسے اکھاڑنا تاکہ خوبصورتی اور چہرہ بے بال قائم رہے۔ (۵) سفید بالوں کو اکھاڑنا۔ (۶) تصنع سے تہہ لگانا تاکہ عورتیں اس کو حسین خیال کریں۔ (۷) لوگوں کی خاطر تصنع کے طور پر کنگھی کرنا۔ (۸) زہد ظاہر کرنے کیلئے اس کو پراگندہ چھوڑ دینا۔ اور بذاتِ خود اس کی کم پرواہ کرنا۔ (۹) خود پسندی اور جوانوں پر بڑھاپے کے ذریعہ فخر کرنے کیلئے ہر دم اس کی سفیدی اور سیاہی کو دیکھتے رہنا۔ (۱۰) گرہیں اور حلقے اور اسکی مینڈھیاں بنانا۔ البتہ اگر عورت کے ڈاڑھی نکل آئے اس کو مونڈھ دینا مستحب ہے۔ (نووی) کراہت سے معلوم ہوتا ہے کہ نووی کے ہاں تحریم مراد ہے۔

۱۶۴۸ : عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ' فَاِنَّهٗ نُوْرُ الْمُسْلِمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ' وَالنَّسَآئِيُّ بِاَسَانِيْدَ حَسَنَةٍ – قَالَ التِّرْمِذِيُّ :هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ ۔

۱۶۴۸: حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بڑھاپے کے) سفید بالوں کو مت اکھیڑو کیونکہ قیامت کے دن یہ مسلمان کے لئے نور ہوں گے"۔ حدیث حسن ہے۔ (ابوداؤد و ترمذی' نسائی) عمدہ سند کے ساتھ۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ جد : سے مراد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہیں۔ لا تنتفوا الشيب : کیونکہ یہ عذاب سے چھوٹ جانے کا سبب بنے گی۔ جیسا حدیث قدسی میں وارد ہے' جس کے الفاظ یہ ہیں:" لا تنتفوا الشيب ما من مسلم

یشیب شیبة فی الاسلام الا کانت له نوراً یوم القیامة'' (نووی) ابن ماجہ فی الادب اور ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں ''ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم نهی عن نتف الشیب'' اور ابن شیبہ میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''نور المؤمن''۔ (اطراف مزی) اور احمد کی روایت میں فی الاسلام کے بعد یہ الفاظ ہیں ''الا کتب اللّٰہ له بها حسنه ورفعه بها درجة، وحط عنه بها خطیئة'' احمد ابن ماجہ اور ابن حبان کے الفاظ اس کے قریب قریب ہیں۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٢/٦٦٨٤) وأبو داود (٤٢٠٢) والترمذی (٢٨٣٠) والنسائی (٥٠٨٣) وابن ماجه (٣٧٢١) والبیهقی (٧/٣١١) ابن حبان (٢٩٨٥)

**الفرائد**: (۱) سفید بال بڑھاپے کے آثار سے ہیں۔ ان کو جو علامت بڑھاپہ زائل کرنے کی نیت سے چنتا ہے۔ اس کا یہ فعل ممنوع ہے۔

۱۶۴۹ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ : ''مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۴۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے (کوئی) ایسا کام کیا جس کے بارے میں ہمارا حکم نہ ہو وہ (امر) مردود ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ لیس علیه امرنا: اس طور پر کہ وہ من گھڑت اور نو ایجاد ہے۔ شریعت کا کوئی اصول اس کو گواہی نہیں دیتا۔ فهو رد: وہ مردود ہے۔ اس سے بدعت واجبہ (یہ لغوی بدعت ہے شرعی بدعت میں داخل ہی نہیں جس کا حدیث تذکرہ ہے) مثلاً علم کی کتابیں، تعمیر مدارس، حیثیت کے مطابق کھانے میں وسعت کیونکہ ان تمام کی اصل قرون ثلاثہ میں موجود ہے۔ اصول دین کے عین مطابق ہیں۔

**تخریج**: کتاب المامورات میں گزر چکی۔

**الفرائد**: ایضاً۔

## ۲۹۸ : بَابُ كَرَاهَةِ الْإِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ وَمَسِّ الْفَرْجِ بِالْيَمِيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ!

### بَابٌ: دائیں ہاتھ سے استنجاء اور شرمگاہ کا بلا عذر چھونا مکروہ ہے

**تشریح** ۞ جس آدمی کا بایاں ہاتھ نہ ہو۔ یا کوئی تکلیف مانع ہو تو وہ دائیں سے کر سکتا ہے۔ یہ کراہت تنزیہی ہوئی۔

۱۶۵۰ : عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ''إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ

ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهِ ' وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِيْنِهِ ' وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِنَاءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ۔

۱۶۵۰: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے آلہ تناسل کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ برتن میں سانس لے"۔ (بخاری ومسلم)

اس باب میں بہت ساری صحیح احادیث ہیں۔

**تشریح** ✿ فلا یأخذن ذکرہ بیمینہ: کیونکہ وہ گند ہے اس کیلئے بایاں ہاتھ مقرر کیا گیا ہے۔ **ولا یستجنی بیمینہ**: یہ نفی نہی کے معنی میں ہے۔ دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس سے کھانا کھایا جاتا ہے۔ کھانے کے وقت اس کو نجاست چھونے والا یاد آئے گا تو کھانے کا لطف کرکرا ہو جائے گا۔ **ولا یتنفس فی الاناء**: پانی پینے کے دوران پانی کے برتن میں سانس نہ لے۔ سانس کے ساتھ بعض اوقات رینٹھ اور منہ کی مہک خارج ہو کر مشروب کا مزا خراب کر دے گی۔ پس برتن کو سانس کے وقت منہ سے جدا کر کے سانس لے۔ خلاصہ میں نووی نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی۔ آپ ﷺ کا دایاں دست مبارک وضوء، کھانے وغیرہ کیلئے اور بایاں ہاتھ خلاء اور ایذاء والی چیزوں کیلئے تھا۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے دایاں ہاتھ کھاتے اور پیتے اور پہننے کیلئے آپ استعمال فرماتے تھے۔

(ابو داؤد فی النھی عن الاستنجاء بالیمین)

**تخریج**: أخرجه أحمد (۸/۲۲۷۱۰) والبخاری (۱۵۳) ومسلم (۲۶۷) وأبو داود (۳۱) والترمذی (۱۵) والنسائی (۲٤) وابن ماجه (۳۱۰)

**الفرائد**: (۱) اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ دائیں ہاتھ ان کاموں کیلئے استعمال کرنا جو گندے سمجھے جاتے ہیں۔ مکروہ تنزیہی ہے۔ پیشاب کے وقت اعضاء مستورہ کو دائیں ہاتھ سے تھامنا مکروہ تنزیہی ہے۔

## ۲۹۹: بَابُ كَرَاهَةِ الْمَشْيِ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ اَوْ خُفٍّ وَّاحِدٍ لِغَيْرِ عُذْرٍ وَّكَرَاهَةِ لُبْسِ النَّعْلِ وَالْخُفِّ قَائِمًا لِغَيْرِ عُذْرٍ

## باب: ایک جوتا اور ایک موزہ پہن کر بلا عذر چلنا مکروہ ہے اور جوتا اور موزہ بلا عذر کھڑے ہو کر پہننا مکروہ ہے

**تشریح** ✿ ایک موزہ یا جوتا خلاف وقار ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہ ہے اور اگر کوئی عذر ہو جیسے ایک پاؤں جوتا پہنا ہی

نہیں جا سکتا تو اس وقت کراہت نہ ہوگی۔ کراھة لبس النعل : یہاں جنس کے بدلنے کی وجہ سے کراہت کا لفظ دوبارہ لائے۔ اگرچہ ضرورت نہ تھی۔ حذف اولیٰ ہے۔ عطف کفایت کر رہا ہے۔ لغیر عذر کی قید بھی ماقبل کی طرح اس کے ساتھ بڑھا دی۔

۱۶۵۱ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا یَمْشِ اَحَدُکُمْ فِیْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ لِیَنْعَلْهُمَا جَمِیْعًا اَوْ لِیَخْلَعْهُمَا جَمِیْعًا وَفِیْ رِوَایَةٍ : "اَوْ لِیُحْفِهِمَا جَمِیْعًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۶۵۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص ایک پاؤں میں جوتا پہن کر مت چلے یا دونوں جوتے پہن لے یا دونوں اتار دے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں یا دونوں پاؤں کو ننگا کر دے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ احدکم فی نعل واحدۃ : کیونکہ یہ خلاف وقار ہے۔ یہ گرنے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ گویا نہی شفقت کیلئے ہے۔ لینعلهما جمیعًا : جمیعًا یہ حال ہے۔ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ اس کو مالک اور شیخین اور ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ تمام نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں **لیخلعهما** کا لفظ وارد ہے۔ اگرچہ اس کا معنی بھی اتارنا ہے۔ دونوں لفظ درست ہیں۔ فقط لفظ کا اختلاف ہے۔

**تخریج**: أخرجه مالك (۱۷۰۱) والبخاری (۵۸۵۵) ومسلم (۲۰۹۷) وأبو داود (٤١٣٦) والترمذی (۱۷۸۱) وابن حبان (٥٤٦٠) والبيهقي (٤٣٢/٢)

**الفوائد** : (۱) ایک موزے یا جوتے کو پہن کر چلنا خلاف ادب ہے۔ (۲) جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اَدبنی ربی فاحسن تادیبی"۔

۱۶۵۲ : وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : "اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَمْشِ فِی الْاُخْرٰی حَتّٰی یُصْلِحَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۵۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو فقط دوسرے جوتے کے ساتھ نہ چلے۔ جب تک کہ اس کو درست نہ کروائے"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ شسع نعل احدکم : جوتے کے درمیان والا تسمہ۔ زمام وہ لمبی رسی جس سے تسمے کو گرہ دی جاتی ہے۔ شسع کی جمع شُسُوع۔

فلا یمشی : دونوں پاؤں میں جوتا پہن کر چلے۔ درستگی سے پہلے دوسرے کو بھی اتار لے تاکہ ایک جوتے میں چلنا لازم

نہ آئے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/٩٤٨٨) ومسلم (٢٠٩٨) والنسائي (٥٣٨٤) وابن ماجه (٣٦١٧) وابن حبان (٥٤٥٩) وابن أبي شيبة (٨/٤١٥) وعبدالرزاق (٢٠٢١٦)

**الفوائد** : (۱) یہ چیز وقار کے خلاف اور مثلہ کے مشابہہ ہے۔ (۲) شیاطین کی مشابہت ہے نیز اس طرح چلنے اعتدال قائم نہ رہے گا۔

۱۶۵۳ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى اَنْ يَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۱۶۵۳: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد) حسن سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ یہ روایت اس بات پر محمول ہے جبکہ جوتا پہننے میں ہاتھ کے تعاون کی ضرورت پڑتی ہو۔ پاؤں میں تسمے ڈالنا وغیرہ۔ تاکہ بدصورتی نہ ہو۔ جب ہاتھ کی مدد کی ضرورت نہ ہو۔ تو کھڑے پہننے میں حرج نہیں۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (٤١٣٥)

**الفوائد** : (۱) یہ امر ارشاد کیلئے ہے۔ کیونکہ بیٹھ کر پہننے میں آسانی ہے (مناوی) (۲) طیبی کہتے ہیں کہ تسمے والے جوتے اور موزے کے ساتھ بیٹھ کر پہننے کا حکم خاص ہے۔

## ۳۰۰ : بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَرْكِ النَّارِ فِي الْبَيْتِ عِنْدَ النَّوْمِ وَنَحْوِهٖ سَوَآءٌ كَانَتْ فِيْ سِرَاجٍ اَوْ غَيْرِهٖ

## بَابٌ : آگ کو سونے کے وقت جلتا ہوا چھوڑنے کی ممانعت خواہ وہ دیا ہو یا دوسری کوئی چیز

**تشریح** ۞ یہ کراہت تنزیہی ہے کہ سونے کے وقت آگ کو جلتا چھوڑ دیا جائے اس کے بھڑک کر حادثے کا خطرہ (آج کل گیس کے ہیٹر کا یہی حکم ہے۔ اسی طرح کوئلے کی انگیٹھی کا بھی یہی حکم ہے۔ اس کے واقعات اخبارات میں آتے رہتے ہیں) سواء كانت في سراج او غيره : قندیل معلق یا محفوظ لائٹ میں جلتے چھوڑنے کا حرج نہیں۔

۱۶۵۴ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ حِيْنَ تَنَامُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۵۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سوتے وقت اپنے گھروں میں (آگ کو) جلتا ہوا مت چھوڑو"۔ (مسلم، بخاری)

**تشریح** ۞ **لا تتر کوا النار** :یہ اس لئے تا کہ گھر جل نہ جائے۔ جب ضرر کا خطرہ یقینی ہو تو نہی تحریمی ورنہ تنزیہی ہوگی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢/٤٥١٥) والبخاری (٦٢٩٣) ومسلم (٢٠١٥) وأبو داود (٥٢٤٦) والترمذی (١٨١٠) وابن ماجه (٣٧٦٩)

**الفرائد** : یہ نہی شفقت کیلئے ہے تا کہ کہیں آگ سلگ کر جلانے کا باعث نہ بن جائے۔ (۲) آجکل سوئی گیس وغیرہ کے چولہے اور کوئلے کی انگیٹھیوں کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔

۱۶۵۵ : وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :احْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَهْلِهٖ مِنَ اللَّيْلِ ، فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِشَاْنِهِمْ قَالَ :"اِنَّ هٰذِهِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّكُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۵۵: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مکان مدینہ منورہ میں گھر والوں سمیت جل گیا۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی حالت بیان کی گئی تو فرمایا: "بے شک یہ آگ تمہارے لئے تمہاری دشمن ہے پس جب تم سونے لگو تو اس کو بجھا دو"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **من اللیل** :رات کے کسی حصے میں۔ **حدث** یہ ماضی مجہول ہے۔ **بشانهم** :آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معاملے میں ارشاد فرمایا۔ **عدو لکم** :ابن العربی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ یعنی یہ تمہارے اموال و ابدان کے خلاف ہے جیسا دشمن مخالف ہوتا ہے۔ اگر چہ آگ میں ہمارے لئے ایک گونہ منفعت بھی ہے۔ پس اس میں عداوت کا پہلو تلف و ہلاکت موجود ہے۔ **فاذا نمتم** :جب تم سونے کا ارادہ کرو۔ **فاطفئوها** :قرطبی کہتے ہیں۔ یہ امر ارشادی ہے۔ بعض اوقات استحباب کیلئے ہو سکتا ہے۔ نووی نے اس کو ارشاد کیلئے قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس میں مصلحت دنیویہ ہے۔ بعض اوقات مصلحت دینیہ بھی پائی جاتی ہے۔ اور وہ محترم جان کے قتل کا باعث بنتی ہے۔ اور اسی طرح محترم مال جو جل کر فضول ضائع ہو جاتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٧/١٩٥٨٨) والبخاری (٦٢٩٤) ومسلم (٢٠١٦) وابن ماجه (٣٧٧٠) وابن حبان (٥٥٢٠)

**الفرائد** : (۱) آگ کے شر و ضرر سے بچانے کا ہادی امت کو کس قدر اہتمام ہے۔ (۲) جہنم کی آگ سے بچانے کے بے شمار طرق بیان کر دیئے۔

۱۷۵۶ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "غَطُّوا الْاِنَاءَ ، اَوْكُوا السِّقَاءَ ، وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاَطْفِئُوا السِّرَاجَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحِلُّ سِقَاءً وَلَا يَفْتَحُ بَابًا وَلَا يَكْشِفُ اِنَاءً – فَاِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا اَنْ يَعْرِضَ عَلٰى اِنَائِهٖ عُوْدًا ، وَيَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ فَلْيَفْعَلْ فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْفُوَيْسِقَةُ" اَلْفَارَةُ – "وَتُضْرِمُ" : تُحْرِقُ۔

۱۷۵۶ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "برتنوں کو ڈھانپ دو، مشک کا منہ باندھ دیا کرو، دروازوں کو بند کر دیا کرو اور دیا بجھا دیا کرو۔ اس لئے کہ شیطان مشکیزے کے بند کو نہیں کھولتا اور نہ ہی بند دروازے کو کھولتا ہے اور نہ برتن کا ڈھکن اٹھاتا ہے۔ اگر کوئی چیز نہ پاؤ تو پھر برتن کے اوپر لکڑی رکھ دیا کرو اور اللہ کا نام لو اس لئے کہ چوہیا بھی گھر کو گھر والوں سمیت جلا دیتا ہے"۔ (مسلم)

فُوَيْسِقَةُ : چوہیا۔ تُضْرِمُ : وہ جلاتا ہے۔

**تشریح** : یہ حکم بھی بطور ارشاد ہے۔ غطو الاناء : تاکہ کیڑوں مکوڑوں اور دیگر موذیات سے حفاظت رہے۔ واوکئوا السقاء : اس کے دھاگے اور تسمے کو کس دو۔ سقاء : مشک کو کہتے ہیں۔ فان الشیطان : ان تمام کی علت بتلائی کہ جب برتن ڈھانپتے وقت یا دروازہ بند کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو شیطان ان کو نہیں کھولتا۔

ابن دقیق العیدؒ کا قول : اس میں احتمال ہے کہ شیطان اس دروازے کو نہ کھولے جس کو ابتداء میں بند کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ اور ممکن ہے کہ اس کو کوئی اور امر خارجی مانع ہو۔ حدیث کی دلالت یہ ہے کہ باہر والا شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔ البتہ جو داخل ہو چکا اس کے باہر نکلنے پر اس روایت میں دلالت نہیں۔ اس صورت میں اس کا بگاڑ کم تو ہو جائے گا۔ رفع نہ ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ بند کرتے وقت بسم اللہ شیاطین کو گھر سے بھی دھکیل دیتی ہو۔ اس کیلئے پس مناسب ہے کہ بند کرنے کی ابتداء سے انتہاء تک بسم اللہ پڑھی جائے۔ (دوسری روایت میں وارد ہے کہ جس گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا جائے شیطان کہتا یہاں آج نہ قیام ہے نہ طعام)۔

فان لم یجد : اگر برتن ڈھانپنے کی کوئی چیز نہ ہو۔ علی انائہ عوداً : تو چوڑائی میں اس پر لکڑی رکھ دے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے۔ او یذکر کی او۔ یا تو ﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ﴾ [الصافات : ۱۴۷] کی طرح ہے۔ واؤ کے معنی میں ہے یا تنویع کیلئے ہے۔ اور موجودہ نسخہ میں واؤ ہے۔ فلیفعل : جس کی قدرت ہو وہ کر دے یہ امر استحباب کیلئے ہے۔ فان الفویسقۃ : دیا گل کرنے کی علت ذکر فرمائی کہ چوہا دیا کی بتی کھینچ کر آگ کا باعث نہ بن جائے۔ احمدؒ کی روایت میں "اجیفوا ابوابکم واکفئوا آنیتکم واوکئوا اسقیتکم، واطفئوا سرجکم فانھم لم یؤذن لھم بالتسور علیکم" چوہے کو موذیات فویسقہ کہا گیا یہ ان کی تذلیل اور خباثت کی کثرت کیلئے کہا گیا۔ ان موذیات کو حل وحرم، اس

طرح نماز میں بھی قتل کا حکم ہے۔ضرم :جلانا،شعلہ زن کرنا۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۳۲۸۰) ومسلم (۲۰۱۲) وأبو داود (۳۷۲۱)

**الفوائد** : (۱) یہ روایت آخرت اور دنیا کے مصالح پر مشتمل ہے۔اللہ تعالیٰ نے شیطان سے حفاظت کے یہ اسباب بنائے ہیں۔اس سے وہ ایذاء نہ پہنچا سکے گا۔(۱) گھر میں داخلہ کے وقت بسم اللہ پڑھے۔برتنوں کو ڈھانپ دے اگر ڈھکنا نہ ہو تنکا رکھ دے اس طرح شیطان نہ دروازہ کھول کر داخل ہو سکے گا نہ بچوں کو ایذاء پہنچا سکے گا۔

## ۳۰۱ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّكَلُّفِ وَهُوَ فِعْلٌ وَّقَوْلٌ مَالَا مَصْلِحَةَ فِيْهِ بِمَشَقَّةٍ

## بَابٌ :تکلف کی ممانعت' قول جو مشقت سے کیا جائے مگر اس میں مصلحت نہ ہو

**تشریح** ۞ فیه :اس میں ضمیر کو لفظ کے لحاظ سے مفرد لائے۔بمشقة: یہ ظرف مستقر حال یا صفت فعل ہے۔اگر کسی مصلحت شرعیہ میں اس کا ضرر نہ ہو تو وہ قابل تعریف ہے۔

### الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :﴿قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ [ص:۸٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:''فرما دیجئے کہ میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں میں ہوں''۔(ص)

عَلَيْهِ :یعنی تبلیغ پر کوئی اجر نہیں مانگتا بلکہ اپنا اجر میں اللہ تعالیٰ سے لوں گا۔وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ :اپنی ذات سے تکلف کی نفی ہے اس سے اشارہ کیا کہ تکلف کا چھوڑنا پسندیدہ اور کرنا قابل مذمت ہے۔

۱۶۵۷ :وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :نُهِيْنَا عَنِ التَّكَلُّفِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۶۵۷: حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں تکلف سے منع کیا گیا۔(بخاری)

**تشریح** ۞ یہ روایت لفظاً موقوف مگر حکماً مرفوع ہے۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۷۲۹۳)

**الفوائد** : (۱) آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی امور کو اختیار نہ کرے۔(۲) تکلف منع ہے۔

۱۶۵۸ : وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ : دَخَلْنَا عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ : یٰاَیُّھَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَیْئًا فَلْیَقُلْ بِہٖ وَمَنْ لَّمْ یَعْلَمْ فَلْیَقُلْ : اَللّٰہُ اَعْلَمُ ' فَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ یَّقُوْلَ الرَّجُلُ لِمَا لَا یَعْلَمْ : اَللّٰہُ اَعْلَمُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِنَبِیِّہٖ : "قُلْ مَا اَسْاَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۵۸: حضرت مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ اے لوگو کوئی چیز مانگنا ہے تو اسے کہہ دینی چاہئے اور جو چیز وہ نہیں جانتا تو اس کے بارے میں یوں کہے اللہ اعلم یہ بھی علم میں سے ہے کہ کوئی آدمی جس چیز کے بارے میں نہ جانتا ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو فرمایا: فرما دیجئے میں تم سے کوئی اس پر اجر نہیں مانگتا اور نہ ہی میں متکلفین میں سے ہو۔ (بخاری)

**نوٹ**: یہ روایت متن میں تو موجود ہے۔ مگر شرح میں رہ گئی' دانستہ یا نادانستہ۔ (مترجم)

**تشریح** ۞ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابتداء میں مسائل بیان کرنے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں۔ دو قسم کے آدمی ہیں (۱) جن کو بات کا علم ہوتا ہے تو اسے وہ بات کہنی اور بتلانی چاہیے۔ تا کہ وہ دوسرے تک پہنچ جائے۔ (۲) جن کو بات کا علم نہ ہو اور کوئی پوچھ لے تو کہہ دے واللہ اعلم۔ جو علمی باتیں نہ جانتا ہو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا چاہیے۔ اپنی طرف سے رائے زنی سے باز رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو فرمایا کہ آپ اس طرح فرما دیں: ﴿قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ﴾ [ص : ۸۶] کہ میں تکلف سے کوئی بات کرنے والا نہیں جو حکم ہے اسی کی تعمیل کرتا ہوں)۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/۱٦۱۳) والبخاری (۱۰۰۷) ومسلم (۲۷۹۸) والترمذی (۳۲٦٥) والنسائی (٦/۱۱٤۸۱) وابن حبان (٤۷٦٤) والبیهقی (۳/۳٥۲)

**الفوائد** : (۱) امور غیبیہ میں بے کار بحث نہ کرے۔ (۲) جو چیز معلوم نہ ہو اس کے جواب میں تکلف نہ کرے۔ (۳) جن چیزوں کی کیفیت نہیں بتلائی گئی ان کے پیچھے نہ پڑے۔

## ۳۰۲ :بَابُ تَحْرِيمِ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَلَطْمِ الْخَدِّ وَشَقِّ الْجَيْبِ وَنَتْفِ الشَّعْرِ وَحَلْقِهِ وَالدُّعَاءِ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ

## بَابٌ: میّت پر نوحہ کرنا' رخسار پیٹنا' گریبان پھاڑنا' بال نوچنا اور منڈوانا' ہلاکت وتباہی کا واویلا کرنا حرام ہے

**تشریح** ۞ النياحه :﴿النَّوْحُ﴾ :ماقبل کرہ آنے کی وجہ سے نواحه میں واؤیا سے بدل گئی ہے۔علی المیت اسی سے متعلق ہے۔ولطم الخد :اس کی جمع خدود ہے۔رخسار کو کہا جاتا ہے۔دونوں جانب ڈاڑھی کے مابین حصہ۔لطم تھپڑ کو کہتے ہیں۔وشق الجیب :گریبان۔نتف الشعر وحلقه :کاٹنا،نوچنا،جلانا۔

۱۶۵۹ :عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :"اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهٖ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ :"مَا نِيْحَ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۵۹:حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میّت کو اس کی قبر میں اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے(اگر زندگی میں اس کا اپنا عمل ایسا ہو)۔(بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ المیت :الف لام جنس کا ہے۔یعذب فی قبرہ :قبر میں اس کو نوحہ کے سبب عذاب دیا جاتا ہے۔ما نیح علیه:جب تک نوحہ کیا جاتا ہے۔

**نووی کا قول**:ان روایات کے متعلق جمہور کہتے ہیں جس نے موت کے بعد نوحہ خوانی اور رونے کی تلقین کی اور اس کی وصیت نافذ کی گئی تو اس کو گھر والوں کے اس پر رونے سے عذاب ہوتا ہے کیونکہ وہ خود اس کا سبب ہے۔اور گھر والے بلا وصیت نوحہ کریں حدودِ شریعت سے باہر روئیں تو اس پر میت کو عذاب نہیں ہوتا۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ [الأنعام : ١٦٤]

ایک گروہ کہتا ہے جس نے رونے اور نوحہ کی وصیت کی ہو۔ان کے چھوڑنے کی طرف تعرض نہ کیا یا چھوڑنے کی وصیت کی اس کو ہرگز عذاب نہ ہوگا۔کیونکہ اس میں اس کے اپنے کسی فعل کا دخل نہیں اور نہ کوتاہی ہے۔اس قول کا حاصل یہ ہے کہ اس پر وصیت ترک واجب ہے۔اور اہمال کرنے والا معذب ہوگا۔بعض نے کہا اگر شرعی حرام نوحہ کریں مثلاً :اے بچوں کو یتیم کرنے والے!اے عورتوں کو بیوہ کرنے والے!جس کو کہنا شاعت فخر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ شرعاً حرام ہے۔

بعض نے کہا:میت کو اس کے گھر والوں کا رونا سنایا جاتا ہے تو وہ رقت وشفقت کے طور پر تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔یہ ابن جریر کا قول ہے۔قاضی عیاض نے اسی کو ترجیح دی اور اس کی دلیل کیلئے یہ روایت بھی پیش کی کہ آپ ﷺ نے ایک عورت کو

رونے پر زجر فرمائی اور فرمایا: "جب تم میں سے کوئی روتا ہے۔ تو اس کے چھوٹے ساتھ کے بھی آنسو نکل آتے ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! اپنے بھائیوں کو عذاب نہ دو۔"

**عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول:** اس ارشاد سے مراد کافر وغیرہ اور اصحاب ذنوب کا معذب ہونا ہے کہ اس پر گھر والے رو رہے ہوتے ہیں اور اسے اپنے گناہوں کی پاداش میں عذاب دیا جا رہا ہوتا ہے۔ ان کے رونے کی وجہ سے نہیں۔ جمہور کا قول سب سے زیادہ درست ہے اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ رونے سے مراد آواز سے رونا اور نوحہ خوانی کرنا ہے۔ مطلق آنکھ سے آنسو بہانا مراد نہیں ہے۔

**تخریج:** أخرجه أحمد (۱/۱۸۰) ومسلم (۹۲۷) والنسائي (۱۸۵۷) وابن ماجه (۱۵۹۳) والطيالسي (ص/۱۰) وابن حبان (۳۱۳۲) والترمذي (۱۰۰۲) وابن أبي شيبة (۲/۳۹۱) وعبد الرزاق (۶۶۸۰) والبيهقي (۴/۷۲)

**الفوائد:** (۱) نوحہ کی ممانعت کی گئی ہے۔ (۲) اگر وہ زندگی میں نوحہ کرتا تھا تو اس کی موت کے بعد نوحہ سے اس کو عذاب بھی ہوگا۔

**۱۶۶۰ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔**

۱۶۶۰: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ ہم میں سے نہیں جس نے رخساروں کو پیٹا اور گریبانوں کو پھاڑا اور جاہلیت کا بول بولا"۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ☆ لیس منا: ہمارے طریقے اور راہ پر نہیں۔ دعا بدعوی الجاهلیه: اے میرے سب سے زیادہ خوبصورت! اے میرے کفایت کرنے والے۔

**تنبیہ:** آپ کے طریقہ سے نکلنے کیلئے امور ثلاثہ کا جمع ہونا ضروری نہیں ایک بات بھی راہ سے خارج کرنے والی ہے۔ واو بمعنی او بھی ممکن ہے۔

**تخریج:** أخرجه أحمد (۲/۳۶۵۸) والبخاري (۱۲۹۴) ومسلم (۱۰۳) والترمذي (۱۰۰۱) والنسائي (۱۸۵۹) وابن ماجه (۱۵۸۴) وابن حبان (۳۱۴۹) وابن الجارود (۵۱۶) والبيهقي (۴/۶۳)

**الفوائد:** (۱) جس نے گریبان کو پھاڑا، نوحہ کیا۔ مصیبت کے وقت چہرے کو نوچا اور تھپڑ مارے اس سے حدود اللہ کی مخالفت کر کے اپنے اوپر ظلم کیا۔ (۲) نوحہ جاہلیت کی رسومات سے ہے۔

**۱۶۶۱ : وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ : وَجِعَ اَبُوْمُوْسٰى فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَاْسُهٗ فِيْ حِجْرِ امْرَاَةٍ مِّنْ اَهْلِهٖ فَاَقْبَلَتْ تَصِيْحُ بِرَنَّةٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا — فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ : اَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّنْ**

بَرِیْ ءٌ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَرِیْ ءٌ مِّنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"اَلصَّالِقَةُ" الَّتِیْ تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالنِّیَاحَةِ وَالنَّدْبِ "وَالْحَالِقَةُ" الَّتِیْ تَحْلِقُ رَأْسَهَا عِنْدَ الْمُصِیْبَةِ "وَالشَّاقَّةُ" الَّتِیْ تَشُقُّ ثَوْبَهَا۔

۱۶۶۱: حضرت ابوبردہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ بیمار ہوئے اور ان پر غشی طاری ہوگئی اس حالت میں کہ ان کا سر گھر والوں میں سے ایک عورت کی گود میں تھا۔ وہ عورت آواز سے رونے لگی مگر آپ اسے غشی کے باعث نہ روک سکے۔ پس جب افاقہ ہوا تو فرمایا میں ان سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں جس سے اللہ کے رسول نے بیزاری کا اظہار کیا۔ بے شک رسول اللہؐ نے نوحہ کرنے والی' بال مونڈنے والی اور گریبان پھاڑنے والی عورت سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔

اَلصَّالِقَةُ: وہ عورت' جو نوحے اور بین کے لئے اپنی آواز بلند کرے۔ اَلْحَالِقَةُ: وہ عورت جو اپنے سر کے بال مصیبت کے وقت مونڈے یا مونڈوائے۔ اَلشَّاقَّةُ: وہ عورت جو اپنے کپڑوں کو پھاڑے۔

**تشریح** ۞ ان کا نام بعض نے عامر بعض حارث بتلایا ہے۔ حافظ کہتے ہیں ثقہ ہیں یہ ثقہ اوساط تابعین سے ہیں۔ ان کی وفات ۱۰۴ھ میں ہوئی۔ اور بھی اقوال ہیں۔ ان کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ تھی۔ ان سے تمام اصحاب کتب نے روایت لی ہے۔ **فغشی علیه**: ابوموسیٰ اشعری اپنی کنیت سے معروف ہیں۔ یہ مجہول کا صیغہ ہے۔ اَلْتَّخَوُّ: **و رأسه**: یہ ضمیر مجرور سے جملہ حالیہ ہے۔ **امراة**: یہ ان کی زوجہ ام عبداللہ صفیہ بنت ابی دوم ہیں۔ (التوشیح سیوطی) رنّة: زور سے رونا۔ **فلم یستطع**: بے ہوشی کی وجہ سے زبان سے اسے کچھ نہ کہہ سکے۔ جب بے ہوشی سے افاقہ ہوا تو کہنے لگے میں اس سے بری الذمہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بری الذمہ ہوئے۔ **ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بری من الصالقة**: یہ جملہ بیانیہ مستانفہ ہے۔ **الصالقه**: وہ عورت جو نوحہ اور ندبہ (اوصاف میت بیان کرنا) آواز کو بلند کرے۔ یہ صلق سے ہے۔ سخت آواز کو کہتے ہیں (المصباح) **الحالقه**: جو مصیبت کے اظہار کیلئے اپنا سر مونڈ ڈالے۔ **الشاقه**: جو مصیبت کے وقت کپڑے پھاڑ ڈالے۔ ان کو حرام اس لئے کیا گیا کہ یہ تقدیر سے اکتاہٹ و بیزاری کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہی چیز ثواب ضائع ہونے اور سزا کے اُترنے کا سبب ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (١٢٩٦) ومسلم (١٠٤) والنسائی (١٨٦٢) وابن ماجه (١٥٨٦) وابن حبان (٣١٥٢) وأبو عوانة (٥٦/١) والبیهقی (٦٤/٤) أخرجه أحمد (٧/١٩٦٤٥)

**الفوائد**: (۱) حلق، صلق اور شق کرنے والے مرد و عورت سے اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ نے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔ جس سے اللہ کا رسول بری ہو آخرت میں اس کا کیا ٹھکانا ہوگا۔

۱۶۶۲: وَعَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: مَنْ نِیْحَ عَلَیْهِ فَاِنَّهُ یُعَذَّبُ بِمَا نِیْحَ عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۶۶۲: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جس پر نوحہ کیا گیا قیامت کے دن اس کو نوحہ کے سبب عذاب ہوگا''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ من ینح علیہ: اَلنَّحْوُ: یہ فعل مجہول ہے۔ بما نیح علیہ یوم القیامۃ: یہ سابقہ روایت کے خلاف نہیں اس میں فقط عذاب کا تذکرہ ہے۔ یہاں قیامت کی قید مذکور ہے۔ تو دونوں روایات دنیا وآخرت دونوں منازل کا الگ الگ عذاب مذکور ہے۔ وعید کا مقصد اور اس میں جمہور کے مسلک کی وضاحت کی جا چکی۔

**تخریج**: أخرجہ أحمد (٦/١٨٢٦٥) والبخاری (١٢٩١) ومسلم (٩٣٣) والترمذی (١٠٠٢)

**الفوائد**: (۱) میت پر نوحہ حرام ہے۔ جو نوحہ کرواتا تھا قیامت کے دن اس کو عذاب دیا جائے۔ جزاء جنس عمل سے ہے۔

۱۶۶۳: وَعَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ نُسَیْبَۃَ "بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِھَا" رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: اَخَذَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِا عِنْدَ الْبَیْعَۃِ اَنْ لَّا نَنُوْحَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۶۶۳: حضرت اُم عطیہ نسیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیعت کے وقت یہ وعدہ کیا کہ ہم نوحہ نہ کریں گے۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ عند البیعۃ: مؤمنہ عورتوں سے یہ بیعت لیتے۔ ان لا ننوح: یہ کبیرہ گناہ ہے۔

**تخریج**: أخرجہ البخاری (١٣٠٦) ومسلم (٩٣٦) وأبو داود (٣١٢٧) والنسائی (٤١٩١)

**الفوائد**: (۱) نوحہ کو اس لئے قبیح اور حرام قرار دیا اور اس کے انکار کا اہتمام کیا گیا کہ یہ غم کو ابھارنے والا اور صبر کو زائل کرنے والا ہے۔ (۲) قضاء قدر اور حکم الٰہی پر یقین کے خلاف ہے۔

۱۶۶۴: وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: اُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ رَوَاحَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَجَعَلَتْ اُخْتُہٗ تَبْکِیْ وَتَقُوْلُ: وَاجَبَلَاہُ ' وَاکَذَا' وَاکَذَا تُعَدِّدُ عَلَیْہِ ' فَقَالَ حِیْنَ اَفَاقَ: مَا قُلْتِ شَیْئًا اِلَّا قِیْلَ لِیْ اَنْتَ کَذٰلِکَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۶۶۴: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبداللہ بن رواحہ پر بے ہوشی طاری ہوگئی ان کی بہن روتے ہوئے کہنے لگی۔ ہائے میرے پہاڑ اور ہائے ایسے اور ایسے ان کی صفات بیان کرنے لگی۔ ان کو جب افاقہ ہوا تو انہوں نے کہا جو تو نے کہا تو اس کے بارے میں مجھ سے کہا جائے گا۔ کیا تو ایسا ہی ہے؟ (بخاری)

**تشریح** ۞ ان کا نام عمرۃ بنت رواحہ ہے۔ تبکی واجبلاہ: اَلنَّحْوُ: تبکی کا منصوب ہے یا قال محذوف کا منصوب ہے۔

تعدو علیہ: یہ جملہ مستانفہ ہے جو قول مذکور کی غرض بتلا رہا ہے۔ ''ای تعدد شمائلہ علی طریق الجاھلیۃ''۔ حین افاق: جب بے ہوشی سے افاقہ ہوتو کہنے لگے۔ ما قلت شیئًا الا قیل لی: جب میں نے ان میں سے کوئی لفظ کہا تو مجھے ہر

دفعہ ڈانٹ کر کہا گیا کیا تو ایسا ہے؟

**تخریج** : أخرجه البخاری (٤٢٦٨)

**الفوائد** : (۱) جس پر سکراتِ موت کے وقت نوحہ کیا گیا فرشتے اُس کو اس نوحہ کی وجہ سے عذاب دیتے ہیں۔

١٦٦٥ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ شَكْوٰى فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْدُهُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ ' وَسَعْدِ ابْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ ' وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ وَجَدَهُ فِيْ غَشْيَةٍ فَقَالَ : "اَقُضٰى؟" قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ – فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ – فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَآءَ النَّبِيِّ ﷺ بَكَوْا قَالَ : "اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُّعَذِّبُ بِهٰذَا" وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ اَوْ يَرْحَمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

١٦٦٥ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لئے عبدالرحمٰن بن عوف' سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سمیت تشریف لائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں داخل ہوئے تو ان کو بے ہوشی میں پایا تو آپؐ نے پوچھا کیا ان کی وفات ہوگئی ہے؟ اس پر انہوں نے کہا نہیں یارسول اللہ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو جاری ہو گئے۔ جب لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو لوگ بھی رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سنتے نہیں ہو؟ بے شک اللہ آنکھ کے آنسو کی وجہ سے اور دل کے غم کی وجہ سے عذاب نہیں دیتے بلکہ اس کی وجہ سے عذاب دیتے ہیں یا رحم کرتے ہیں اور زبان کی طرف اشارہ فرمایا یعنی بین کرنے سے۔

**تشریح** ۞ **شکوی** : وہ بیماری جو ان کو لاحق تھی۔ **یعودہ** : یہ کمال مکارم اخلاق ہے۔ کہ اپنے ساتھیوں کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے حالانکہ آپ کا مقام بہت اونچا تھا۔ **مع عبدالرحمان** : ان کے ساتھ مل کر۔ **غشیة** : ایک مرتبہ غشی کا طاری ہونا۔ **اقضی** : کیا ان کی وفات ہوگئی۔ **فبکی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم** : ان کی شدت بے ہوشی، مرض کو دیکھ کر آپ ﷺ پر گریہ طاری ہوا۔ **فلما رای القوم** : جب لوگوں نے آپ کا رونا دیکھا تو وہ بھی رونے لگے اور انہوں نے جان لیا کہ یہ جائز ہے اس میں گناہ نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اسے اختیار فرمایا ہے۔ **واشار الی لسانه** : (النَّحْو) : یہ معطوف علیہ **یعذب** اور معطوف **یرحم** کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ اس کو **بهذا** کے مشارالیہ کی وضاحت کیلئے لائے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ آنکھ کا رونا اور قلبی غم جبکہ تقدیر سے اکتاہٹ و ناامیدی کو ظاہر نہ کرتا ہو۔ درست ہے۔ اس میں نہ گناہ ہے نہ ثواب۔ یہ گناہ و ثواب زبان سے متعلق ہے اگر حرام اعمال مثلاً نوحہ، ندبہ کیا تو عذاب کا حقدار اور اگر استرجاع اور قدرت کی بارگاہ میں تفویض کے کلمات ادا کیے تو رحمت کا حقدار بن گیا۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (١٣٠٤) ومسلم (٩٢٤) وابن حبان (٣١٥٩) والبیهقی (٦٩/٤)

**الفرائد** : مریض کی عیادت مستحب ہے۔(۲) فاضل مفضول کی عیادت کرسکتا ہے۔(۳) آنکھ سے رونا منع نہیں ۔ بلکہ یہ رحمت کے آنسو ہیں۔البتہ ندبہ یا نوحہ حرام ہے۔

۱۶۶۶ : وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "النَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۶۶: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر نوحہ کرنے والی عورت موت سے قبل توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس کو اس حال میں کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کی قمیص اور خارش کی زرہ ہوگی۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ان کے حالات باب الصبر میں گزرے۔ النائحة :یہ نوح سے اسم فاعل ہے۔ اذا لم تتب : جبکہ وہ اپنے نوحہ سے توبہ نہ کرے کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ قبل موتھا :غرغرہ موت میں ابتلاء اور عدم قبولیت توبہ کی علامات کے ظہور سے پہلے پہلے کیونکہ طلوع آفتاب من المغرب کے وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ سربال من قطران : سربال:قمیص یا اوڑھنے والی چادر،قطران۔ یہ ابہل درخت سے نچڑنے والا پانی ہے' جو خارش کے علاج کے طور پر اونٹوں کو ملا جاتا تھا۔ یہ تیزاب کی طرح خارش کو جلاتا ہے۔اس سے اونٹ بلبلا اٹھتا ہے۔اس کو آگ بھی جلد لگتی ہے۔سیاہ بدبودار ہوتا ہے۔ درع من جرب :خارش کی زرہ جسم پر پہنا دی جائے گی۔

**تخریج** : اخرجه أحمد (۸/۲۲۹٦٦) ومسلم (۹۳٤) وابن ماجه (۱۵۸۱) والحاكم (۱/۱٤۱۳) وابن حبان (۳۱٤۳) والطبرانی (۳٤۲۵) وعبد الرزاق (٦٦۸٦) وابن أبی شيبة (۳/۳۹۰) والبيهقی (٤/٦۳)

**الفرائد** : (۱) نوحہ بالاتفاق حرام ہے۔(۲) موت کے غرغرہ سے پہلے توبہ مقبول ہے۔(۳) نائحہ جس طرح دنیا میں بین کرتی ہے قیامت میں بھی اسی طرح کرے گی۔اگر بغیر توبہ مرگئی۔

۱۶۶۷ : وَعَنْ اُسَيْدِ بْنِ اَبِیْ اُسَيْدٍ التَّابِعِیِّ عَنِ امْرَاَةٍ مِّنَ الْمُبَايِعَاتِ قَالَتْ : كَانَ فِيْمَا اَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی الْمَعْرُوْفِ الَّذِیْ اَخَذَ عَلَيْنَا اَنْ لَّا نَعْصِيَهٗ فِيْهِ ، اَنْ لَّا نَخْمِشَ وَجْهًا وَّلَا نَدْعُوَ وَيْلًا ، وَّلَا نَشُقَّ جَيْبًا وَّاَنْ لَّا نَنْشُرَ شَعْرًا ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۱۶۶۷: حضرت اُسید بن ابی اسید رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ایک عورت سے بیان کرتے ہیں۔ہم سے جو معاہدہ لیا گیا اس میں یہ بات بھی تھی کہ ہم آپ ؐ کی نافرمانی نہیں کریں گے اور چہرے کو نہ نوچیں گی اور ہلاکت کی بددعا نہ کریں گی اور نہ گریبان کو پھاڑیں گی اور نہ ہی بالوں کو بکھیریں گی۔(ابوداؤد) عمدہ سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ **اُسَید رحمه الله**: یہ درمیانے درجہ کے صغار تابعین سے ہیں۔ جنہوں نے اپنی تمام روایات کبار تابعین سے لی ہیں۔ ان کی کنیت ابوسعید ہے۔ یہ سچے ہیں۔ والد کا نام یزید تھا۔ منصور عباسی کی خلافت کے زمانہ میں وفات ہوئی اور یہ اسید بن اسید حجاج کے شیوخ سے ہیں یہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے عامل تھے۔ مزی کا قول اس سے مختلف ہے۔ **عن امرأة من المبایعات**: یعنی نبی اکرم ﷺ کی بیعت کرنے والیوں سے تھیں۔ ان کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ مزیؒ نے ابہام سے کام لیا ہے۔ **فیما اخذ علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم**: اس کی صفت "الذی اخذ علینا" سے کی ہے۔ مطلب یہ ہے۔ ہم سے عہد لیا کہ کسی طور پر بھی آپ کی نافرمانی نہ کریں گی۔ **الا نخمش وجها**: **خشمت المراۃ وجهها** ناخن سے چھیلنا جس سے ظاہر چہرہ زخمی ہو جائے۔ پھر بعد میں خراش کے اثرات کو خمش سے تعبیر کی جانے لگا۔ اس کی جمع خموش جیسے فلیس و فلوس۔ **ولا ندعو ویلا**: یعنی یا ویلاہ کے کلمات نہ کہیں۔ **ولا نشق جیبًا**: کپڑے کو گریبان کے علاوہ دوسری جانب سے پھاڑنا۔ اس سے قید کا مقصود عمومی طرز جاہلیت تھا۔ کہ وہ مصائب میں سامنے سے کپڑا پھاڑتے۔ **ولا ننشر شعرًا**۔

**تخریج**: أخرجه ابو داود (٣١٣١)

**الفوائد**: (۱) مصیبت کے وقت چہرے کو نوچنا حرام ہے۔ (۲) ہلاکت کی دعا، گریبان پھاڑنا، بال بکھیرنا، سر پیٹنا سب حرام ہے۔

۱۶۲۸: وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ مَیِّتٍ یَمُوْتُ فَیَقُوْمُ بَاکِیْهِمْ فَیَقُوْلُ: وَاجَبَلَاهُ، وَاسَیِّدَاهُ، اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ اِلَّا وُکِّلَ بِهٖ مَلَکَانِ یَلْهَزَانِهٖ اَهٰکَذَا کُنْتَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

"اَللَّهْزُ": اَلدَّفْعُ بِجَمْعِ الْیَدِ فِی الصَّدْرِ۔

۱۶۲۸: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو اس پر رونے والے کھڑے ہوئے کہتے ہیں ہائے میرے پہاڑ ہائے میرے سردار یا اس طرح کے بڑے الفاظ تو اس پر دو فرشتے مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اس کے سینے پر مکے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کیا تو اسی طرح تھا۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

اللَّهْز: سینے پر ہاتھوں سے مکہ مارنا

**تشریح** ۞ **ما من**: نفی میں استغراق کیلئے من لایا گیا ہے۔ **واجبلاہ واسیداہ**: یہ اہل جاہلیت کے نوحہ کے انداز تھے۔ **یلهزانه**: اس کو دھکے دیں گے اور اس کو مار رہے ہوں گے۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جو فرشتوں کے اس پر مسلط ہونے کو ظاہر کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔ **اهکذا کنت**: توبیخ و ڈانٹ کیلئے وہ کہتے ہیں کیا تو اسی طرح تھا۔

**تخریج**: أخرجه الترمذی (١٠٠٥) وابن ماجه (١٥٩٤)

**الفوائد** : سینہ کوبی بھی حرام ہے۔فرشتے بھی اس کے سینہ پر مارتے ہیں۔

۱۶۶۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ : الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۶۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دو باتیں لوگوں میں ایسی ہیں جو لوگوں میں کفر کا سبب ہیں: (۱) نسب میں طعن ۔(۲) میت پر نوحہ۔(مسلم)

**تشریح** : **اثنتان فی الناس** :یعنی دو خصائل ہیں۔**هما بهم كفر** :جن دو خصلتوں میں کفر پایا جاتا ہے۔حلال وثواب سمجھ کر کرنا کفر ہے۔ورنہ کفرانِ نعمت ہے۔**الطعن فی النسب** :جو نسب شرعاً ثابت ہو۔**والنیاحة علی المیت**: اور نوحہ خوانی۔

**تخریج** : کتاب الأمور المنهي... میں گزر چکی۔

**الفوائد** : ایضاً۔

## ۳۰۳ : بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِتْيَانِ الْكُهَّانِ وَالْمُنَجِّمِيْنَ وَالْعُرَّافِ وَاَصْحَابِ الرَّمْلِ وَالطَّوَارِقِ بِالْحَصٰى وَبِالشَّعِيْرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ

## باب: کاہنوں' نجومیوں' قیافہ شناسوں' رملیوں اور کنکریاں اور جو پھینک کر منتر کرنے والوں' پرندہ اُڑا کر بدشگونی لینے اور اسی طرح کے دیگر لوگوں کے پاس جانے کی ممانعت

**تشریح** : الکهان :یہ کاہن کی جمع ہے۔غیب کی خبریں بتلانے کا دعویدار ہو(۱) کیونکہ اس کا دوست جن سماء وفضاء میں پھیلی ہوئیں خبریں اسے آکر بتلاتا ہے۔(۲) ان چیزوں کی خبر دیتا ہے جو اطراف ارضی میں پیش آتا ہے۔جو کہ اس سے قریب وبعید مخفی ہوتی ہیں ان کی اطلاع دیتا ہے۔

نووی کہتے ہیں: پہلی قسم کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے باطل کر دیا گیا۔اور دوسری کچھ بعید نہیں۔**المنجمین** : قاضی عیاض نے ان کو کاہنوں کی ایک قسم قرار دیا ہے۔اس قسم میں اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو کچھ قوت دے دیتے ہیں۔لیکن اس میں بھی کذب وجھوٹ کا غلبہ ہے۔**والعراف** :قاضی عیاض تو اس کو نجومیوں کی قسم قرار دیتے ہیں۔اس کی مؤنث **عرافه**

ہے۔ وہ شخص ہے جو معاملات پر اسباب و مقدمات سے استدلال کرے اور دعویدار ہو کہ وہ ان کو جانتا ہے۔ اس فن کے لوگ بعض اوقات ایک دوسرے کی اور بعض اوقات پرندا ڑا کر، کنکری پھینک کر' نجوم کے ذریعہ اور دوسرے اسباب معتادہ سے مدد لیتے ہیں۔ ان سب کو کہانت کہا جاتا ہے۔ شرع نے ان تمام کی تکذیب کر کے ان کے پاس جانے سے منع کیا۔

۱۶۷۰: عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُنَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ – فَقَالَ: "لَيْسُوْا بِشَيْءٍ" فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَنَا اَحْيَانًا بِشَيْءٍ فَقَالُوْا حَقًّا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِيْ اُذُنِ وَلِيِّهٖ، فَيَخْلِطُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذِبَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "اِنَّ الْمَلَآئِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ" وَهُوَ السَّحَابُ "فَتَذْكُرُ الْاَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَآءِ فَيَسْتَرِقُ الشَّيْطَانُ السَّمْعَ فَيَسْمَعُهٗ فَيُوْحِيْهِ اِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذِبَةٍ مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ"

قَوْلُهٗ "فَيَقُرُّهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّ الْقَافِ وَالرَّآءِ: اَيْ يُلْقِيْهَا "وَالْعَنَانُ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ۔

۱۶۷۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے بارے میں سوال کیا آپؐ نے فرمایا ان کی کچھ حقیقت نہیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات وہ ہمیں ایسی چیزیں بتاتے ہیں جو سچی نکلتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ سچی بات ہے جسے جن فرشتوں سے اُچک لیتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے پھر وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا لیتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

بخاری کی روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فرشتے بادلوں میں اُترتے ہیں اور آسمان میں فیصل شدہ بات کا تذکرہ کرتے ہیں شیطان چوری چھپے سن لیتا ہے اور سن کر کاہن کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ پس وہ اپنی طرف سے دس کے ساتھ سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔

فَیَقُرُّھَا: ی یہ لفظ یاء کی زبر قاف اور راء کے پیش کے ساتھ ہے۔ یعنی وہ اس کا القاء کرتا ہے' اس کو ڈالتا ہے۔

اَلْعَنَانُ: بادل۔

**تشریح** ۞ اناس: کچھ لوگوں نے کہان کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ لیس بشیء: ان کا عمل بے حقیقت ہے۔ ان کے حق و صدق کی کوئی دلیل نہیں۔ احیانا بشیء فیکون بشیء: بعض اوقات بات ان کے کہنے کے مطابق نکل جاتی ہے۔ یہ سچی بات ہوتی ہے۔ جو فرشتے کی طرف سے القاء کی جاتی ہے۔ اس کو جن جلدی سے اچک کر

فیقرھا فی اذن ولیہ: اس کو اپنے دوست کے کان میں پھونک دیتا ہے۔ یہ قدیر الدجاجہ۔ القر قرۃ۔ مخاطب کے کان میں اس انداز سے بات ڈالنا یہاں تک کہ وہ سمجھ جائے۔ بعض نے قرتہ واقرہ قرارًا سے لیا ہے۔ دھرانا: پختہ کرنا۔ فیخلطون معھا: وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا لیتا ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں اس طرح ہے۔ فی العنان کہ فرشتے بادلوں میں اترتے ہیں۔ بعض عنان، سفید بادل کو کہا (سیوطی فی التوشیح) اس کا واحد عنانۃ ہے۔ (النہایۃ)۔ قضی فی اسماء: یہ جملہ فعلیہ امر کی صفت ہے۔ یعنی فرشتے بادلوں میں آسمان کے فیصلہ شدہ معاملے کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کو خبر دیتے ہیں۔

فیسترق الشیطان: اس میں الف لام جنس یا عہد کا ہو تو ابلیس مراد ہے۔ پہلا زیادہ بہتر ہے۔ السمع فیسمعہ فیوحیہ: وہ فرشتوں سے چھپ کر سن لیتا ہے اور کہاں تک پہنچا دیتا ہے۔ عیاض کہتے ہیں یہ بعثت نبوت سے باطل کر دیا گیا۔ (روایت البخاری)

**تخریج**: أخرجه أحمد (٩/٢٤٦٢٤) والبخاری (٣٢١٠) ومسلم (٢٢٢٨) وعبد الرزاق (٢٠٣٤٧) وابن حبان (٦١٣٦) والبیهقی (١٣٨/٨)

**الفوائد**: (۱) شیاطین کا استراق سمع اب بھی باقی ہے اگرچہ پہلے سے کم ہو گیا۔ (۲) کاہنوں کے پاس جانے کی ممانعت کی گئی۔ حکام کو چاہیے کہ نجومین پر سختی کریں تاکہ لوگ ان کے پھانسے میں آخرت برباد نہ کریں۔

۱۶۷۱: وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَضِيَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ اَتٰى عَرَّافًا فَسَاَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَهٗ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۷۱: حضرت صفیہ بنت ابی عبید ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی زوجہ مطہرہ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو آدمی کسی عراف (غیبی خبروں کا چینل) اور اس سے کسی چیز کے بارے پوچھ کر اس کی تصدیق کی تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ ہوگی۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ابوعبید یہ ابن مسعود ثقفی ہیں اور یہ صفیہ رضی اللہ عنہا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زوجہ محترمہ ہیں۔ بعض نے ان کا زمانہ نبوت کو پانا لکھا ہے۔ مگر دارقطنی نے اس کا انکار کیا ہے۔ العجلی کہتے ہیں کبار تابعین سے ہیں اور ثقہ ہیں۔ بخاری نے الادب میں اور مسلم ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ نے روایات لی ہیں (تقریب)۔ بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم: نووی نے ان کا نام ذکر نہیں کیا۔ (مسلم کی روایت میں حفصہ رضی اللہ عنہ کا نام موجود ہے)۔ من اتی عرافا: نوویؒ کہتے ہیں۔ یہ کاہنوں کی ایک قسم ہے۔ خطابیؒ کہتے ہیں جو چوری کے مکان، گم شدہ اشیاء وغیرہ کی اطلاع دے۔ لم یقبل لہ صلاۃ اربعین یومًا: یعنی اس کو ثواب نہ ملے گا۔ اگرچہ ظاہر فرض اس سے ساقط شمار کیا جائے گا۔ اور اعادے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس کی مثال مغصوبہ زمین میں یا مغصوبہ کپڑے میں نماز۔ جمہور شوافع کا قول یہ ہے۔ اس روایت کو مسلم

نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اس سے مبہم کی تفسیر ہوگئی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٥/١٦٦٣٨) ومسلم (٢٢٣٠) والبيهقي (١٣٢/٨) أبو داود (٣٩٠٧) وأحمد (٣/٩٣٠١) والحاكم (١/١٥) وابن ماجه (٦٣٩)

**الفوائد** : (۱) کاہنوں کے ہاں جانا غضب الٰہی کا باعث ہے۔ کاہن کی مٹھائی رشوت ہے۔ (۲) نجومی، عراف، رمال، صاحب القرعہ، ضاربۃ الحصاء یہ تمام کاہنوں میں شامل ہیں۔

١٦٧٢ : وَعَنْ قُبَيْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "الْعَافِيَةُ ، وَالطِّيَرَةُ ، وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ". رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ ، وَقَالَ الطَّرْقُ : هُوَ الزَّجْرُ : اَيْ زَجْرُ الطَّيْرِ وَهُوَ اَنْ يَتَيَمَّنَ اَوْ يَتَشَآءَمَ بِطَيَرَانِهٖ فَاِنْ طَارَ اِلٰى جِهَةِ الْيَمِيْنِ تَيَمَّنَ وَاِنْ طَارَ اِلٰى جِهَةِ الْيَسَارِ تَشَاءَمَ – قَالَ اَبُوْدَاوُدَ وَالْعِيَافَةُ : الْخَطُّ قَالَ الْجَوْهَرِيُّ فِي الصِّحَاحِ : الْجِبْتُ كَلِمَةٌ تَقَعُ عَلَى الصَّنَمِ وَالْكَاهِنِ وَالسَّاحِرِ ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ۔

١٦٧٢: قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''پرندوں کو اڑانا اور بدفالی پکڑنا اور رمل کرنا شیطانی کام ہیں''۔ (ابوداؤد) عمدہ سند کے ساتھ۔ طَرْق پرندے کو اڑانا ہے وہ دائیں جانب اڑیں تو اس سے نیک فال لی جائے اور اگر بائیں جانب اڑیں تو اس سے بدفالی پکڑی جائے۔ نیز ابوداؤد نے بیان کیا کہ عَیَافَۃ کا معنی لکیر کھینچنا ہے۔ جوہری نے صحاح میں بیان کیا ہے کہ اَلْجِبْتُ ایسا کلمہ ہے جس کا اطلاق بت، کاہن اور جادوگر وغیرہ پر ہوتا ہے۔ کاہن اور جادوگر ہے۔

**تشریح** : قُبَیصہ بن المخارق کا سلسلہ نسب یہ ہے بن عبداللہ بن شداد بن ابی ربیعہ بن نہیک بن ہلال بن عامر بن صعصعہ العامری الہلالی البصری الرصحابی رضی اللہ عنہ۔ باب العلم من الوعظ میں ان کے حالات گزرے۔ (نووی)

**الطرق** : پرندہ اڑا کر شگون خیر و شر لیا جاتا ہے۔ **العیافہ** : خط کھینچنے کو کہتے ہیں۔ **من الجبت** : یہ کلمہ بت پر بولا جاتا ہے۔ جیسا قرآن مجید میں فرمایا: ﴿يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ﴾ [النساء: ٥١] کاہن و ساحر کا بھی یہی حکم ہے۔

**الجوھری** : یہ نحو و لغت و صرف کے امام گزرے ہیں آخری عمر میں اختلاط ذہنی کا شکار ہو گئے۔ اس کو ابو منصور سبکی سے باب الضاد تک لکھا پھر ان کی وفات پر ابو اسحاق صالح وراق نے تنقیح کی مگر اغلاط بہت کیں پھر صغانی نے چار جلدوں میں مکمل کیا۔ (فیروز آبادی)

**تخریج** : أخرجه أحمد (١٨/١٥٩١٥) وأبو داود (٣٩٠٧) وابن حبان (٦١٣١) والطبراني (١٨/٩٤١) وعبد الرزاق (١٩٥٠٢) وابن سعد ٣٥/٧)

الفرائد : (۱) شگون، پرند کو ڈانٹ کر شگون لینا ہی، کتے سے شگون لینے والا سحر کے دروازے میں داخل ہونے والا ہے۔

۱۶۷۳ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُوْمِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ وَمَا زَادَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۶۷۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے تھوڑا سا علم نجوم حاصل کیا اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا اور اس میں جتنی زیادتی کی اتنا ہی اس نے جادو کو بڑھایا"۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح : اقتبس علمًا : استفادہ علم کیا۔ من النجوم : حوادث کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ شعبہ من السحر : یہ کبیرہ گناہ ہے۔ اور کبھی کفر تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ زاد ما زاد : جتنا علم نجوم کا اضافہ کیا وہ سحر کا اضافہ کیا۔

خطابی کا قول: علم نجوم ممنوع ہے۔ وہی علم ہے جس کے متعلق اہل نجوم دعوی کرتے ہیں کہ ان کو حوادث و وقائع کا علم ہے جو ابھی واقع نہیں ہو بلکہ مستقبل قریب میں واقع ہوں گے۔ مثلاً ہواؤں کے چلنے، بارش کے آنے، ریٹ کے تبدیل ہونے اور (حرب وصلح) کے معاملات وغیرہ جن کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ ستاروں کے چلنے اور جمع ہونے اور جدا ہونے سے معلوم کرتے ہیں اور ان کا دعوی ہے کہ ان کو سفلیات کا علم ہے اور وہ انہی کے مطابق چلتے ہیں۔ اور یہ حالات انہی میں سے ہیں۔ وہ غیب پر حکم لگاتے اور علم کے دعویدار بنتے ہیں حالانکہ علویات و سفلیات سب کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے اس کے سواء کسی کو غیب کا علم نہیں۔

البتہ وہ علم نجوم جو مشاہدہ اور اطلاعات سے معلوم ہو۔ مثلاً زوال، جہت قبلہ کا علم وغیرہ وہ اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ اس کا مدار سایہ کے مشاہدے پر ہے اور ستارے دوسری قسم میں ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱/۲۰۰۰) وأبو داود (۳۹۰۵) وابن ماجه (۳۷۲۶) وابن أبي شيبة (۸/۶۰۲) والطبراني (۱۱۲۷۸) والبيهقي (۸/۱۳۸) شعب اليمان (۵۱۹۷)

الفوائد : (۱) علم نجوم جس سے سحر مقصود ہو وہ حرام ہے۔

۱۶۷۴ : وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ وَقَدْ جَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْاِسْلَامِ ' وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَاْتُوْنَ الْكُهَّانَ قَالَ :"فَلَا تَاْتِهِمْ" قُلْتُ : وَمِنَّا رِجَالٌ يَّتَطَيَّرُوْنَ؟ قَالَ: "ذٰلِكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهٗ فِيْ صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ" قُلْتُ : وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ قَالَ: كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهٗ

فَذَاكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۷۴: حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا جاہلیت کا زمانہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام نصیب کیا ہم میں بعض لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم ان کے پاس مت جاؤ"۔ میں نے عرض کیا: ہم میں سے کچھ آدمی بدشگونی 'فعال' لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ وہ چیز ہے جس کو وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں۔ پس یہ چیز ان کو کاموں سے نہ روکے"۔ میں نے عرض کیا ہم میں سے کچھ لوگ خط کھینچتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک پیغمبر خط کھینچتے تھے۔ جس کا خط ان کے موافق ہوتو وہ وہی خط ہے"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **انی حدیث عهد بجاهلیة** : یہ اضافت صفت لموصوف کی قسم سے ہے "ای ذو عهد قریب"۔ **جاهلیت** : اسلام سے پہلے کا زمانہ۔ اس کا نام کثرت جہالات کی وجہ سے جاہلیت پڑا۔ **وقد جاء الله تعالٰی بالاسلام** : یہ جملہ ماقبل پر معطوف ہے یا حالیہ ہے۔ **یأتون الکهان** : ان سے امور غیبیہ معلوم کراتے ہیں۔ **فلاتاتهم** : یہ نہی تحریم کیلئے ہے۔ ان کے پاس اس مقصد کیلئے جانا حرام ہے۔ **یتطیرون**: یہ **الطیرۃ** سے ہے۔ جیسا کسی انسان کو یہ سن کر پیش آتا ہے مثلاً **هالك** یا **تالف** اور یہ الفاظ غائب انسان کے متعلق دھراتا ہے۔ مثلاً پرندے کا بائیں جانب اڑنا جس سے سفر پر جانے والا برا شگون لیتا ہے۔ **قال ذلك شیء یجدونه فی صدورهم**: یہ شگون جس کے متعلق بالفعل دلالت کی گئی ہے۔ یہ ایک خلقی معاملہ ہے۔ جو طبیعت کے مطابق ان میں پایا جاتا ہے اس کو دور کرنے کی ان کو تکلیف نہ دی جائے گی۔ البتہ ان کو اس بات کا مکلف بنایا جائے گا کہ وہ اس کے معاملے پر عمل نہ کریں۔ جیسا کہ فرمایا۔ **فلا یصدهم** : جس مقصد کیلئے وہ نکل کر گئے ہیں ان کو مت روکو۔ کیونکہ فاعل تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور کسی کا کسی چیز میں ذرا بھی اثر نہیں ہے۔ **نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطه فذاك** : بعض نے کہا یہ ادریس علیہ السلام ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ یہ وہی خط ہے جس کو حاذی کھینچتا ہے لیکن اس علم کو لوگوں نے ترک کر دیا ضرورت مند حاذی کے پاس جاتا اور اس کو نذرانہ پیش کر کے کہتا (میرا فلاں کام ہے حاذی کہتا) تم بیٹھ جاؤ میں تمہارے لئے خط کھینچتا ہوں۔ حاذی کے سامنے ایک لڑکا ہوتا جس کے ہاتھ میں ایک سلائی ہوتی۔ وہ حاذی تیزی سے نرم زمین کی طرف بڑھتا اور اس پر جلدی سے کئی خطوط لگاتا کہ گنتی معلوم نہ ہو سکے۔ پھر لوٹتا اور ان کو دو دو خطوط کا فاصلہ دے کر مٹاتا جاتا۔ وہ لڑکے کو کہتا "ابنی عیان اسرعا البیان" میرے بیٹے دیکھو اور دو کو جلد بیان کر۔ اگر آخر میں دو خط رہ جاتے تو وہ کامیابی کی علامت ہوتی اور اگر ایک خط رہ جاتا تو یہ ناکامی کی علامت ہوتی۔

حربی کا قول: خط یہ ہے کہ آدمی تین خط کھینچے پھر ان پر جو یا گٹھلی رکھے اور کہے اس طرح ہوگا اس طرح ہوگا۔ یہ کہانت کی ایک قسم ہے۔ اس کو خط کہتے ہیں۔ ابن اثیر کہتے ہیں جس خط کی طرف اشارہ کیا گیا یہ معروف علم ہے۔ کئی لوگوں نے اس میں کتابیں لکھی ہیں۔ وہ اب تک مروج ہے۔ انہوں نے اس میں طرح طرح کی چیزیں بنا رکھی ہیں بلکہ اصطلاحات اور پیمانے

اور بہت سی عملیات ہیں۔ جن کے ذریعے اس ضمیر کو معلوم کرتے اور اکثر ان کا قیافہ درست نکل آتا ہے۔ (النہایہ)

**تخریج** : کتاب الأداب باب الوعظ میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۶۷۵: وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِیِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۷۵: حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، بدکار عورت کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا۔ (بخاری مسلم)

**تشریح** ۞ ابومسعود البدری: ان کا نام عقبہ بن عمرو ہے بعض نے کہا وہاں رہائش کی وجہ سے ان کو بدری کہا جاتا ہے۔ ورنہ یہ واقعہ بدر میں حاضر نہ تھے۔ لیکن بخاری کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بدر میں موجود تھے۔ اور اس میں عروہ سے متعلق ہے کہ وہ بدر میں موجود تھے۔ باب المجاہدہ میں ان کے حالات گزرے۔

**ثمن الکلب**: کتا نجس ہے پس اس کی خرید و فروخت درست نہیں۔ **و مهر البغی**: وہ رقم جو زانیہ کو زنا پر دی جاتی ہے۔ اس کو مہر کہا گیا کیونکہ اس کی شکل بنتی نظر آتی ہے۔

نووی کہتے ہیں: یہ باجماع مسلمین حرام ہے۔ **ثمن کلب** کی نہی اس کی بیع وشراء کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جب بیع حلال نہیں تو اس کی قیمت کھانا کس طرح حلال ہو سکتا ہے۔ اس کو مارنے والے پر قیمت کا ضمان بھی نہیں ہے۔ خواہ وہ کلب معلم (شکاری کتا) یا غیر معلم ہو۔ جن کا رکھنا درست ہے۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔

**حلوان الکاهن**: وہ رقم جو کہانت کرانے پر دی جاتی ہے۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں۔ **الحلوان** مصدر ہے۔ جیسا **غفران** اس کا نون زائدہ ہے۔ اس کی اصل **حلی بحلو حلاوة** ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٧٠٦٩) والبخاری (٢٢٣٧) ومسلم (١٥٦٧) وأبو دود (٣٤٢٨) والترمذی (١١٣٦) والنسائی (٤٣٠٣) وابن ماجه (٢١٥٩) وابن حبان (٥١٥٧) والدارمی (٢٥٦٨) وابن الجارود (٥٨١) وابن أبی شیبة (٦/٢٤٣) والحمیدی (٤٥٠) والطبرانی (١٧/٢٧٢٧) والبیهقی (٦/٥)

**الفرائد** : کتے کی قیمت، زانیہ کی کمائی، نجومی کی مٹھائی، عراف کا ہدیہ تمام حرام ہیں۔

## ۳۰۴ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّطَيُّرِ فِيْهِ الْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ

## بَابٌ :شگون لینے کی ممانعت

## گزشتہ باب میں بیان کی گئی احادیث کو بھی ملحوظ رکھا جائے

**تشریح** ۞ التطیر :پرندوالا عمل کرنا۔گزشتہ باب کی احادیث بھی اس کے مطابق ہیں۔مزید یہ روایات ہیں۔

۱۶۷۶ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِى الْفَالُ" قَالُوْا :وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ :"كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۷۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"کوئی بیماری متعدی نہیں اور نہ بدشگونی کوئی چیز ہے۔فال البتہ مجھے پسند ہے"۔صحابہ نے فرمایا: فال کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:"اچھی بات"۔(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ اس میں عدوی کی سرے سے نفی کی ہے۔اس بات کو واضح کیا کہ کسی چیز کا کسی چیز میں کوئی اثر نہیں۔ بیماریوں والوں سے دور رہنے کا حکم اس کے خلاف نہیں۔جیسے یہ روایت ہے:"لا یوردن مریض علی مصح" کیونکہ یہ ممانعت سدذرائع کی قسم سے ہے کہ صحت مند بیمار کے ساتھ گڈمڈ نہ ہو۔اور اسے وہ مرض لگ جائے پھر کم سمجھ یہ وہم کرنے لگے کہ یہ تعدیہ مرض کی وجہ سے ہے۔جس سے وہ گمراہی کا شکار ہو جاتے۔

**ولا طیرۃ** :یہ تطیر سے اسم ہے۔یہ نہی کے معنی میں ہے۔**لا تطیروا من شیء** ۔کسی چیز سے شگون نہ لو۔نہ سانح یعنی بائیں جانب سے آنے والے سے اور نہ بارح یعنی دائیں جانب سے آنے والے سے۔**ویعجبنی الفال قالوا وما الفال** :کیا ہے فال کی حقیقت اور وہ کونسا فال ہے جس کو آپ پسند کرتے ہیں۔تاکہ اسے ہم بھی اختیار کریں۔**قال کلمہ طیبة** :مسلم کی ایک روایت "الکلمة الصالحة یسمعها احدکم "مطلب یہ ہے کہ اچھی بات سنو تو اس سے اچھا ذہن میں لاؤ اور اگر قبیح خیال لاؤ تو وہ الطیرہ بدشگونی بن جائے گی۔

ابوزید نے فال کو دونوں کلاموں کے سننے میں قرار دیا اور اس کیلئے روایت کے یہ الفاظ ہیں:"الفال الحسن" ابن خزیمہ نے اس سے"لا عدوی ولا طیرة ولا ھامة ولا صفر"اور بخاری کی روایت ھامة کے بعد یہ الفاظ ہیں"قیل یا رسول اللّٰہ البعیر یکون به الجرب"احمد وابن ماجہ نے ابن عمر سے ولا ھامة کے بعد یہ الفاظ ہیں "الم تروا الی الابل تکون فی الصحراء"اس کو طبرانی نے بھی نقل کیا۔جامع کبیر میں الفال کے بعد الحسن کا لفظ بھی ہے۔طیالسی،احمد،ابوداؤد،ترمذی ابن ماجہ نے الکلمة الطیبه نقل کیا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١٢٣٢٥) والبخاري (٥٧٥٦) ومسلم (٢٢٢٤) وابن ماجه (٣٥٣٨)

الفرائد : (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات کو نافع وضار سمجھ کر اس پر یقین کرنا چاہیے۔ (۲) بدفالی اور شگون ممنوع ہیں۔ (۳) اچھی چیز کو دیکھ کر اچھا خیال ممنوع نہیں ہے۔

۱۶۷۷ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ – وَاِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْمَرْاَةِ وَالْفَرَسِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۷۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی مرض متعدی نہیں نہ بدشگونی ہے اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو وہ گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ لا عدوی ولا طیرۃ : اس مجموعہ میں "لا حول ولا قوۃ" والی پانچوں وجوہ جاری ہو سکتی ہیں۔ فی شیء ففی الدار والمراۃ والفرس ان کا تذکرہ خاص طور پر کیا کیونکہ ان سے ہر وقت واسطہ رہتا ہے۔ اور اکثر لوگ انہی سے شگون لیتے ہیں۔ پس جس کے دل میں ان میں سے کسی کے متعلق بات پیدا ہو وہ اس کے چھوڑ دے اور تبدیل کرے۔ بعض نے کہا عورت کی نحوست یہ ہے کہ جب وہ بچے نہ جننے والی ہو اور گھوڑے کی نحوست جب وہ غزوہ کے قابل نہ ہو اور اس پر جہاد نہ کرے اور گھر کی نحوست یہ ہے کہ اس کا ہمسایہ بُرا ہو۔ اس کی تائید طبرانی کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ "شؤم الدار ضیق ساحتها وخبث جیرانها" (صحن کا تنگ ہونا اور پڑوسیوں کا خراب ہونا ہے) شؤم المرأۃ عقر رحمها وسوء خلقها: (بچے جننے کے قابل نہ ہونا اور بداخلاق ہونا ہے)۔ اور حاکم کی روایت میں اس طرح ہے۔ "ثلاث من الشقاء ، المراۃ تراها تسوء ك او تحمل لسانها علیك، والدابة تكون قطوفا فان ضربتها اتعبتك وان تركتها لم تلحق اصحابك ، والدار تكون ضیقة قلیلة المرافق" تین چیزیں بختی سے ہیں (۱) عورت کو جب تو دیکھے تو بری معلوم ہو یا تم پر اپنی زبان چلائے (۲) اور جانور جو سست رفتار ہو۔ اگر تم اسے مارو تو تمہیں تھکا دے اور اگر اسی حالت میں چھوڑ دو تو تمہیں ساتھیوں کے ساتھ نہ ملائے۔ (۳) اور گھر جبکہ تنگ اور نایاب سہولیات والا ہو۔

ابن العربی کا قول: اس ارشاد میں حقیقی طور پر ان کی طرف نحوست کی نسبت نہیں کی گئی بلکہ زبانوں پر جاری ایک تعبیر ہے۔ جس سے مقصود اس طرف اشارہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی کو ناپسند کرے تو اس سے علیحدگی اختیار کرے تاکہ باطل اعتقاد دماغ میں نہ چمٹ جائے اور دیگر علماء نے یہ بھی کہا کہ وہ اپنے کو اس عذاب سے چھڑانے کیلئے علیحدگی اختیار کر لے۔ سیوطی نے ابن ماجہ، دارقطنی نے ام سلمہ کی روایت میں "السیف" کا لفظ بھی نقل کیا ہے۔ (التوشیح للسیوطی)

**تخریج** : أخرجه البخاری (۲۰۹۹) ومسلم (۲۲۲۵) وأبو داود (۳۹۲۱) والترمذی (۲۸۲۳) والنسائی (۳۵۷۱) ومالك ۱۸۱۷)

الفرائد : (۱) مہلب کہتے ہیں کہ یہ توبیخی کلام ہے۔ جو شگون کو ترک نہ کرتا ہو اس کو فرمایا کہ اگر نحوست ہی ہے تو پھر ان

چیزوں کو بھی ترک کر دو جو کہ ہر وقت تمہیں لازم ہیں۔ یہ حدیث سند کی طرح ہے۔ تین چیزیں سعادت ہیں: (۱) نیک عورت (۲) اچھا گھر (۳) اچھی سواری۔ تین چیزیں بدنصیبی ہیں: (۱) بری عورت (۲) خراب گھر (۳) بری سواری۔ (مسند احمد ۱/۱۴۴۵)

۱۶۷۸ : وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ " رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۶۷۸: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدشگونی نہیں لیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** : كان لا يتطير : کسی بھی چیز میں شگون نہ لیتے تھے۔ جیسا کہ یہاں معمول کا حذف ظاہر کر رہا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۹/۲۳۰۰۷) وأبو داود (۳۹۲۰) وابن حبان (۵۸۲۷) والبيهقي (۸/۱۴۰)

**الفرائد** : (۱) بدفالی کی ممانعت ہے اچھے گمان کی ترغیب دی گئی ہے۔

۱۶۷۹ : وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : "اَحْسَنُهَا الْفَالُ - وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلْ : اللّٰهُمَّ لَا يَاْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۶۷۹: عروہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بدشگونی کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان میں سب سے بہتر تو فال یعنی اچھا خیال کرنا ہے اور بدفال کسی مسلمان کو کام سے نہ روکے۔ جب تم میں کوئی ناپسند چیز دیکھے تو اس طرح کہے اے اللہ! آپ ہی بھلائیاں لانے والے ہیں اور آپ ہی برائیاں دفع کرنے والے ہیں اور برائیوں سے پھرنا اور بھلائی کی قوت آپ ہی کی مدد سے ہو سکتی ہے"۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** : عروة بن عامر : ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ شگون سے متعلق ان کی روایات ملتی ہیں۔ ابن حبان نے ان کو ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے۔ اصحاب سنن نے ان سے روایت لی ہے۔ حاشیہ اسد الغابہ میں ان کو تابعی لکھا ہے اور اسد الغابہ میں ان کو صحابہ میں شمار کیا گیا ہے۔ ابو احمد عسکری کہتے ہیں کہ عروہ بن عامر الجہنی انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے مرسلاً روایت کی ہے۔ ہم ان کا تذکرہ عروہ کے نام سے کیا ہے۔ ابن ابی حاتم رازی نے جامع التحصیل فی احکام المراسیل میں اس طرح سند ذکر کی ہے۔ "سمعت ابی یقول روی الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن عروہ بن

عامر قال سئل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن الطیرہ فقال اصدقها الفأل''۔

**بغوی کا قول:** میرے والد کہتے تھے کہ یہ تابعی ہیں۔مگر مجھے تحقیق نہیں ہوئی کہ یہ تابعی ہیں یا صحابی؟ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عبید بن رفاعہ سے روایات نقل کی ہیں۔ان کو بہت سے علماء نے صحابہ میں ذکر کیا ہے۔نووی کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے،فتدبر۔**احسنها الفال** : کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن ہے۔

**اصمعیؒ کہتے ہیں:** میں نے ابن عوف سے دریافت کیا کہ فأل کیا ہے۔تو انہوں نے فرمایا مثلاً بیمار ہو اور وہ سنے یا سالم۔اے صحت یاب یا کسی چیز کا متلاشی ہو اور سنے یا واحد۔اے مقصد پانے والے۔

**ابن اثیر کا قول:** اس کے گمان میں مرض سے متعلق یہ بات آئے کہ وہ صحت یاب ہو جائے گا۔اور بدگمان آئے کہ وہ گمشدہ کو پالے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فال حسن کو پسند فرمایا۔کیونکہ لوگ جب فائدے کی اللہ تعالیٰ سے امید لگاتے ہیں۔اور یہ کمزور، مضبوط سبب کے وقت اس کی عادت کے امیدوار ہوں تو وہ لوگ خیر پر ہیں۔خواہ امید کی جانب غلط ہو ان کے لئے امید میں خیر ہے۔جب وہ اپنی امید اس سے منقطع کرلیں گے تو یہ ان کی شر والی حالت ہے۔

البتہ شگون اس میں اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی ہے اور مصیبت کی توقع کرنا ہے۔**الطیرۃ** :یہ جنس ہے۔اور **الفال** یہ نوع کے معنی میں ہے۔

**ولا ترد مسلما** :یہ نفی نہی کے معنی میں ہے۔مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس سے واپس نہ لوٹے جس کا وہ ارادہ کر چکا۔اس شگون کی وجہ سے۔کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کسی چیز میں غیر اللہ کا ذرہ بھر اثر نہیں ہے۔

**رای احد کم ما یکرہ** :اگر کوئی ناپسند حالت سامنے آئے جس سے لوگ شگون حاصل کرتے ہیں۔تو یہ دعا پڑھے۔

''اللهم لا یاتی بالحسنات الا انت ولا یدفع السیئات الا انت ولا حول ولا قوۃ إلا بك''

السیئات سے ناپسند چیزیں مراد ہیں۔

**تخریج** : اخرجه ابو داود (۳۹۱۹)

**الفوائد** : (۱)اچھے گمان کی تاکید کی گئی ہے اور یہ بتلایا کہ بدفالی مسلمان کے عزم کو بدل نہیں سکتی۔ہر خیر وشر اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔(۲)بدفالی کے ضرر کو دور کرنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔

## ۳۰۵ :بَابُ تَحْرِيْمِ تَصْوِيْرِ الْحَيَوَانِ فِيْ بِسَاطٍ اَوْ حَجَرٍ اَوْ ثَوْبٍ اَوْ دِرْهَمٍ اَوْ دِيْنَارٍ اَوْ مَخِدَّةٍ اَوْ وِسَادَةٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ وَتَحْرِيْمِ اتِّخَاذِ الصُّوْرَةِ فِيْ حَآئِطٍ وَّسَقْفٍ وَّسِتْرٍ وَعِمَامَةٍ وَّثَوْبٍ وَّنَحْوِهَا وَالْاَمْرِ بِاِتْلَافِ الصُّوْرَةِ

### بَابٌ: حیوان کی تصویر قالین، پتھر، کپڑے، درھم، بچھونا، دینار یا تکیے وغیرہ پر حرام ہے اور دیوار، چھت، پردے، پگڑی، کپڑے وغیرہ پر تصاویر بنانا حرام ہے ان تمام تصاویر کو مٹانے کا حکم ہے

تشریح ۞ الحیوان :اس میں الف لام جنس کا ہے۔ مخدۃ :جو رخسار کے نیچے رکھا جائے۔ وسادۃ :جمع وسادات و وسائد ۔۔ قبل پر عطف ردیف کے قبیل سے ہے۔تکیہ یا جو رخسار کے نیچے رکھا جاتا ہے۔فی حائط و سقف :عمارت، دیوار یا چھت پر تصویر بنانا۔سقف کی جمع سقوف ہے۔جیسے فلس وفلوس وسقف بروزن نُعُل یہ قلیل الاستعمال ہے۔قراء کہتے ہیں یہ سقیف کی جمع جیسا برید وبُرُد ۔عمامۃ :اس کی جمع عمائم یعنی پگڑی۔وثوب ونحوھا :جو چیز بھی ہو اس میں اٹھائی ہوئی چیز کی تعظیم ہو۔باتلاف الصورۃ:توڑ دیا جائے جبکہ پتھر، لکڑی سے ہو اور پھاڑ دیا جائے اگر کپڑا وغیرہ (پلاسٹک وغیرہ کو چیر دیا جائے)

۱۶۸۰ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِنَّ الَّذِيْنَ يَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوْرَةَ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُقَالُ لَهُمْ :اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۸۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو لوگ یہ تصویر بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب ہوگا اور ان کو کہا جائے گا جو تم نے بنایا ان کو زندہ کرو"۔(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ الصور :صور سے ذی روح کی تصاویر مراد ہیں جیسا دوسرے ارشاد میں موجود ہے۔کہ تصاویر بنانے والوں کو اس طرح عذاب دیا جائے گا۔"یقال لھم احیوا ما خلقتم" دوسرا جملہ عذاب کی تفسیر کا احتمال رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی تذلیل وتوبیخ کیلئے ان تصاویر میں جان ڈالنے کو کہا جائے گا اور اس کی ان میں نہ قدرت ہے نہ ہو گی۔ اَلنَّحْوُ :یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دوسری خبر ہو (۲) ماقبل مرفوع فعل سے حال ہو۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۵۹۵۴، ۵۹۵۵) و مسلم (۲۱۰۷) والنسائی (۵۳۶۷)

**الفوائد** : (۱) ذی روح کی تصاویر بنانا حرام ہے۔(۲) مجبوری کی وجہ سے مجبور کرنے والے مجرم ہونگے مثلاً کرنسی، شناختی کارڈ وغیرہ۔

۱۶۸۱ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ وَّقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِّیْ بِقِرَامٍ فِیْهِ تَمَاثِیْلُ فَلَمَّا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَلَوَّنَ وَجْهُهٗ وَقَالَ: "یَا عَائِشَةُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الَّذِیْنَ یُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ! قَالَتْ: فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً اَوْ وِسَادَتَیْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"اَلْقِرَامُ" بِکَسْرِ الْقَافِ هُوَ : السِّتْرُ "وَالسَّهْوَةُ" بِفَتْحِ السِّیْنِ الْمُهْمَلَةِ وَهِیَ : الصُّفَّةُ تَکُوْنُ بَیْنَ یَدَیِ الْبَیْتِ وَقِیْلَ هِیَ : الطَّاقُ النَّافِذُ فِی الْحَائِطِ۔

۱۶۸۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لائے میں نے ایک طاقچے (دیوڑھی) کو پردہ کے ساتھ جس پر تصاویر تھیں ڈھانپا ہوا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو آپ کے چہرے مبارک کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: "اے عائشہ! لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق میں مشابہت کرنے والے ہیں"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں ہم نے اس کو کاٹ کر ایک یا دو تکیے بنا لئے۔ (متفق علیہ)

اَلْقِرَامُ: قاف کے کسرہ کے ساتھ پردے کو کہتے ہیں۔ سَهْوَة: سین مہملہ کے فتحہ کے ساتھ وہ الماری جو گھر کے سامنے ہوتی ہے اور بعض نے کہا وہ روشن دان جو دیوار میں ہوتا ہے۔

**تشریح** ۞ قد سترت سهوة لی : یہ جملہ حالیہ ہے۔ تماثیل : ذی روح کی تصاویر مراد ہیں۔ رأہ: دیکھا۔ اشد الناس عذابا عند اللّٰہ یوم القیامۃ : مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب والے یا کفار میں سب سے زیادہ عذاب والے ہوں گے۔ کیونکہ اس نے کفر اور شدید گناہ تصویر کو جمع کیا۔ یضاھون بخلق اللّٰہ : تخلیق میں اللہ تعالیٰ سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں کہ ان کی تصویر سے تخلیق ہوگی۔ فجعلنا منه وسادہ او وسادتین : اس سے حرام تصویر تو زائل ہوگئی۔ اگر اس کا مطلقاً بقاء دخول ملائکہ رحمت کیلئے مانع ہے کیونکہ اس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہ فرماتے تھے۔ اگرچہ مقام تذلیل میں صورت والے کپڑے کا استعمال حرام نہیں۔ البتہ ملائکہ رحمت کے داخلہ کیلئے مانع ہوگا اور حرام طریق سے تصویر بنائی ہو اور اس سے دور کر دیا جائے جس میں تصویر بنی تھی یا چھت وغیرہ میں۔ اس بات کی ضرورت نہیں کہ اس کی روایت کو حرام تصویر کے ازالہ سے مقید کیا جائے کیونکہ وہ تذلیل کیلئے بنائی گئی ہے۔ اور اس طرح بنانا درست ہے۔

السھوۃ : چبوترہ جو گھر کے پچھلی جانب سے بند ہو تو طاقچہ ہے۔

**تخریج** : باب الغضب اذا انتهکت میں گزر چکی۔

**الفوائد** : (۱) گھروں میں تصاویر آویزاں کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اگر تصویر والے کو کاٹ کر روندا جانے والا گدا بنا لیا تو درست ہے۔

۱۶۸۲ :وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ فَيُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ" قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا :فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَالَا رُوْحَ فِيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۸۲: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''تمام مصور آگ میں جائیں گے اور اس کی ہر تصویر جو اس نے بنائی اس کے بدلے میں ایک جان دی جائے گی جو اس کو جہنم میں سزا دے گی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر تم نے تصویر ضرور بنانی ہو تو درخت اور غیر ذی روح کی بناؤ۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **فی النار** : جبکہ اسے تحریم کا علم تھا اور اس سے حلال سمجھ کر کیا۔ اس پر اجماع ہے۔ ضرورۃً یہ چیز دین میں جانی پہچانی ہے۔ یا اگر وہ ایسا نہ ہو تو اس کی سزا یہی ہے۔ یہ دیگر کبیرہ گناہوں کی طرح ہے۔ مشیت الٰہی کے خطرے کے تحت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے بخش دیں گے۔ **بکل مصورة** : ہر تصویر کے سبب یا اس کے بدلے۔ **فیعذبه فی جهنم** : اللہ تعالیٰ اس کو تمام طبقات کو دوزخ میں عذاب دیں گے۔ نچلے طبقہ میں بھی ہو سکتا ہے اور اوپر والے طبقات میں بھی۔ نفس کی طرف عذاب کا اسناد مجاز عقلی کہلاتا ہے۔ **قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما** : یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے۔ آپ نے اس آدمی کو فرمایا جس نے کہا میں تو تصویر کے علاوہ ایک حرف بھی نہیں جانتا۔ کہ اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو غیر ذی روح درخت، پہاڑ، زمین، مکانات وغیرہ کی تصاویر بناؤ۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۱۱۰) وأحمد (۱/۲۱۶۲)

**الفوائد** : (۱) مصور جتنی تصاویر بنائے گا اس قدر سزا پائے گا۔ شوقیہ تصاویر بنانے اور بنوانے والے سب عذاب کی وعید میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔

۱۶۸۳ :وَعَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ أَنْ يَّنْفُخَ فِيْهِ الرُّوْحَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۸۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جس نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی تو اس کو قیامت کے دن اس میں روح ڈالنے کی تکلیف دی جائے گی اور وہ ڈال نہیں سکے

گا''۔(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ صورة في الدنيا : ذی روح کی تصویر۔ کلف : تا کہ اس کا عجز علی رؤس الاشھاد ظاہر ہو جائے۔ ان ینفخ فیھا الروح یوم القیامۃ : شاید کسی کے وہم میں اس کا امکان ہو تو اس کی مؤکد نفی میں لاکر لیس بنا فخ ، ظاہر کیا کہ یہ اس کی تعجیز و تذلیل کیلئے کیا جائے گا۔

**تخریج** : باب تحریم الکذب میں گزر چکی۔

**الفوائد** : (۱) روح پھونکنا انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ یہ صرف توبیخ و ڈانٹ کیلئے کہا جائے گا۔ اس پر ذلت کی مار پڑے گی۔

۱۶۸۴ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:"اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۸۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''لوگوں میں سب سے سخت عذاب قیامت کے دن مصوروں کو ہوگا''۔(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ اشد الناس عذابا : یہ مضمون کی تاکید سننے والے کو تاکید کرنے کیلئے ہے۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ میں اس کو چھوڑ دیا گویا وہ پہلے مرحلے کی بات ہے۔ جب تاکید کا موقعہ آیا کہ جن اسباب سے یہ عذاب ہوتا ہے۔ ان میں کوئی پیش آیا۔ تو اس کی حالت منکر کی سی قرار دے کر تاکید ذکر کی۔ واللہ اعلم۔ یوم القیامہ : یہ عذاب کا ظرف ہے۔ عن اللہ : یہاں مرتبہ کے لحاظ سے پاس ہونا مراد ہے۔ مکان کے لحاظ سے مراد نہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ وہ عذاب بہت بڑا ہوگا۔ المصورون : ذی روح کی تصاویر بنانے والے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١/٤٠٥٠) والبخاری (٥٩٥٠) ومسلم (٢١٠٩) والنسائي (٥٣٧٩) والطبراني (١٠/١٩٤)

**الفوائد** : (۱) وہ تصاویر کا سبب ہیں۔ اگر وہ یہ کام ترک کر دیں تو لوگ بھی باز آ جائیں۔ ذریعہ گناہ ہونے کی وجہ سے زیادہ عذاب کے حقدار بنے۔

۱۶۸۵ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِيْ! فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً ' اَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۸۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اس سے بڑا ظالم کون ہے کہ جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے لگا ہے پس ان کو چاہئے کہ ایک ذرہ بنا کر دکھائیں یا ایک دانہ بنا کر دکھائیں یا ایک جَو (کا دانہ ہی) بنا کر دکھائیں"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ من اظلم ممن ذهب: وہ آدمی سب سے بڑا ظالم ہے جو تصویر و تقدیر کے اعتبار سے میری مخلوق کی طرح بناتا ہے۔ ورنہ خلق بمعنی ایجاد تو مخلوق سے اصلاً ممکن ہی نہیں۔ فلیخلقوا ذرّة: ذرہ کا معنی چیونٹی ہے۔ بعض رواۃ نے اس کو ضمہ سے کر دیا وہ درست نہیں۔ حبة: گندم کا دانہ۔ شعیرة: جو بھی غلہ جات کی ایک قسم ہے۔ او یہ تنویع کیلئے ہے۔ فا کے بعد لام کو ساکن یا کرہ دونوں درست ہیں۔ ان مقامات میں لام تعجیز و تبکیت کیلئے ہے۔ بعض اوقات کسی جماد کو بنانے کا حکم ہوگا یہ پہلے سے آسان تر ہے۔ مگر اس پر بھی ان کو قدرت نہ ہوگی۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٣/٧٥٢٥) والبخاری (٥٩٥٣) ومسلم (٢١١١) وابن حبان (٥٨٥٩) وابن أبی شيبة (٨/٤٨٤) والبيهقی (٧/٢٦٨)

**الفوائد**: مصوروں کو سزا کا ایک سبب خلق باری میں شراکت کا مدعی بننے کی طرح ہے۔

۱۶۸۶: وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا تَدْخُلُ الْمَلَآئِکَةُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۶۸۶: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا یا تصویر ہو"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ ملائکہ سے رحمت کے فرشتے مراد ہیں۔ اس لئے کہ کراماً کاتبین اس وجہ سے جدا نہیں ہوتا۔ بیتا: گھر اور اس کے علاوہ دیگر مقامات۔ فیه کلب: شیخ ولی الدین عراقی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ جب اس کے بنانے سے منع کیا گیا اور اس نے باز نہ رہتے ہوئے بنائی تو اس کو فرشتوں کی علیحدگی سے سزا دی گئی صحبت سے محروم کر دیا گیا اور یہ مخالف شرع پر ناراضگی کی وجہ سے ہوا۔ پس یہ آدمی برکت، استغفار اور طاعات پر اعانت سے خالی رہ گیا۔ اس کے مطابق فرشتوں کا داخلہ اس گھر میں ممنوع نہ ہوگا جہاں کتا ہے۔ اس کو بنیاد بنانے کی صورت میں یہ جائز ہوگا کہ ایک نص سے تخصیص والا معنی استنباط کیا جائے۔ بعض نے کہا۔ فرشتوں کے نہ آنے کی وجہ کتے کی نجاست ہے اور فرشتے مطہر و مقدس ہیں۔ بعض نے کہا وہ شیاطین سے ہیں جیسا بعض روایات میں آیا ہے اور ملائکہ ہر حال میں شیاطین کے دشمن ہیں۔ بعض نے کہا۔ فرشتے بدبو کو ناپسند کرتے ہیں اور ان سے شدید بدبو آتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں جن کتوں کا رکھنا حرام ہے وہ مراد ہیں اس طور پر کہ ان کے داخل نہ ہونے کی علت یہ ہے کہ ممانعت کے بعد نافرمانی کی جو کہ نہی کے بعد بنانے کے خلاف ہے۔

**تخریج**: أخرجه مالك (١٨٠١١) وأحمد (٤/١١٨٥٨) والبخاری (٣٢٢٥) ومسلم (١٢٠٦) وأبو داود (٤١٥٥) والترمذی (٢٨١٣) والنسائی (٤٢٩٣) وابن ماجه (٤٦٤٩) وابن حبان (٥٨٤٩) والطيالسی

(۱۲۲۸) والحمیدی (۴۳۱) وابن أبی شیبة (۸/۴۷۸) والبیقی (۷/۲۷۱)

**الفرائد** : (۱) رحمت کے فرشتے مراد ہیں۔ بقیہ تمام اقسام کے فرشتے تو اپنے اپنے کاموں کیلئے آتے جاتے ہیں کراماً کاتبین تو جدا ہی نہیں ہوتے۔

۱۶۸۷ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: وَعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جِبْرِيْلُ اَنْ يَّاْتِيَهُ فَرَاثَ عَلَيْهِ حَتّٰى اشْتَدَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجَ فَلَقِيَهُ جِبْرِيْلُ فَشَكَا اِلَيْهِ ' فَقَالَ : اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"رَاثَ" اَبْطَاَ ' وَهُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ۔

۱۶۸۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جبرائیل نے آنے کا وعدہ کیا پس انہوں نے دیر کر دی۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات گراں گزری۔ پس آپ باہر نکلے تو جبرائیل آپ کو ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شکوہ کیا تو جبرائیل نے فرمایا: ''ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو''۔ (بخاری)

"رَاثَ" : اس نے تاخیر کی۔ یہ لفظ تائے مثلثہ کے ساتھ ہے۔

**تشریح** ۞ ان یاتیہ **النحو** : مفعول کو فاعل پر اہتمام کیلئے مقدم کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے ایک معین وقت پر آنے کا وعدہ کیا۔ **فراث علیہ** : آنے میں دیر ہوئی۔ **اشتد علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم** : جبرئیل علیہ السلام کا دیر کرنا یا وہ غم آپ ﷺ پر گراں گزرا جو تاخیر کی وجہ سے لاحق ہوا تھا۔ **فخرج فلقیہ جبرئیل** : باہر نکلنے کے بعد جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ **فشکا الیہ** : نبی اکرم ﷺ نے اس کی شکایت کی' جو پریشانی آنے کے وقت میں تاخیر سے لاحق ہوئی تھی۔ **انا لا ندخل** : سابقہ پردے والی روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ حکم ان ذی روح حرام تصاویر سے خاص ہے جو ممانعت کے بعد بنائی جائیں۔ اگر ایسا کرے گا تو ان کی برکت سے محروم ہو جائے گا۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۳۲۲۷)

**الفرائد** : (۱) ذی روح کی تصویر کی نحوست سے جبرئیل علیہ السلام اندر تشریف نہ لائے جبکہ آپ ﷺ کو علم ہی نہ تھا' جب علم ہوا تب آپ ﷺ نے فوراً پردے اتروا دیے۔

۱۶۸۸ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: وَاعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ سَاعَةٍ اَنْ يَّاْتِيَهُ فَجَآءَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَاْتِهِ قَالَتْ : وَكَانَ بِيَدِهِ عَصًا فَطَرَحَهَا مِنْ يَدِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ : مَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَلَا رُسُلُهُ" ثُمَّ الْتَفَتَ فَاِذَا جَرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيْرِهِ –

فَقَالَ : "مَتٰی دَخَلَ ھٰذَا الْکَلْبُ؟ فَقُلْتُ : وَاللّٰہِ مَا دَرَیْتُ بِہٖ ' فَاَمَرَ بِہٖ فَاُخْرِجَ فَجَآءَ ہٗ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ– فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "وَعَدْتَّنِیْ فَجَلَسْتُ لَکَ وَلَمْ تَاْتِنِیْ" فَقَالَ: مَنَعَنِی الْکَلْبُ الَّذِیْ کَانَ فِیْ بَیْتِکَ اَنَّا لَا نَدْخُلُ بَیْتًا فِیْہِ کَلْبٌ وَّلَا صُوْرَۃٌ– رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۸۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جبرائیلؑ نے رسول اللہ ﷺ سے کسی ٹائم میں آنے کا وعدہ کیا کہ وہ اس وقت میں آئیں گے لیکن وہ نہ آئے اور وقت آ گیا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضور کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اس کو آپ نے اپنے ہاتھ سے یہ فرماتے ہوئے پھینک دیا کہ نہ اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور نہ اس کے رسول۔ پھر آپ نے توجہ فرمائی کہ کتے کا بچہ آپؐ کی چارپائی کے نیچے تھا اس پر آپؐ نے فرمایا: "یہ کتا کب داخل ہوا؟" میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں۔ آپؐ نے اس کو نکالنے کا حکم دیا پس اس کو نکال دیا۔ تو اسی وقت جبرائیلؑ آ گئے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آپ نے مجھ سے وعدہ کیا اور میں آپ کے لئے بیٹھا رہا لیکن آپ نہیں آئے"۔ انہوں نے جواب دیا مجھے اس کتے نے روکے رکھا جو آپ کے گھر میں تھا۔ ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **واعد** اَلنَّجْوَ: مفعول کو اہتمام کیلئے مقدم کیا۔ **وکان بیدہ عصا**: یہ واعد پر جملہ معطوفہ ہے۔ (۲) رسول اللہ سے حال ہے۔ **فطرحھا**: وہ لاٹھی ڈال دی۔ **وھو یقول** اَلنَّجْوَ: یہ مضاف الیہ کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ **ما یخلف اللّٰہ وعدہ**: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کیا ہوئے کسی وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے۔ وعدہ کا لفظ خیر کیلئے آتا ہے اور شر کیلئے وعید کا لفظ ہے۔ **ولا رسلہ**: جمع رسول۔ اس میں ملائکہ بھی شامل ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿جاعل الملائکۃ رسلا﴾ [فاطر: ۱] **جرو** اَلنَّجْوَ: یہ قِنْوٌ کے وزن پر ہے۔ کتے کا بچہ درندے کے بچے کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس میں جیم کا فتحہ وضمہ بھی مستعمل ہے ہر چیز کے بچے کو جرو کہتے ہیں۔ (ابن سکیت)۔ **واللّٰہ ما دریت بہ**: ظاہر ہے کہ یہ کتے کا بچہ آپ کے گھر میں تھا۔ **فامر بہ فاخرج**: پہلے فعل میں مفعول بہ کو حذف کیا اور دوسرے میں فاعل کو حذف کیا۔ کیونکہ اس کے واقعہ کی طرف توجہ کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ پہلا فعل معروف اور دوسرا مجہول ہے۔ **وعدتنی**: یعنی معینہ وقت میں تم نے آنے کا وعدہ کیا۔ **فجلست لک**: میں تیرے انتظار میں بیٹھا یا تیری خاطر بیٹھا۔ اَلنَّجْوَ: پہلی صورت ظرف مستقر حال ہے اور دوسری صورت میں جلس کا صلہ ہے۔ **منعنی الکلب الذی**: اس سے علامہ عراقی کے دوسرے قول کی تائید ہوتی ہے۔ کہ مطلقاً فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جہاں کتا ہو۔ اگرچہ گھر والوں نے وہ نہ پالا ہو۔ کیونکہ کتے کا وجود گھر میں فرشتوں کے داخلہ کو روک لیتا ہے۔ خواہ وہ نادانستہ طور پر داخل ہوا ہو۔ تو جہاں کتے کا وجود معلوم ہو وہاں داخل نہ ہونا بدرجہ اولیٰ ہے۔ اگرچہ ثواب کی کمی والی روایت اس بات سے مقید ہے کہ وہ اس آدمی نے پالا ہو جس کی ضرورت نہیں (شوقیہ پالنا) کیونکہ وہ زیادہ قوی روایت ہے۔ اس لئے قصداً مخالفت کا اعتبار کیا گیا ہے۔ **ولا صورۃ**: کتے کی تصویر یا وہ تصاویر جن کا بنانا حرام ہے یعنی ذی روح کی تصاویر وہ مراد ہیں۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۱۰٤)

**الفرائد** : لاعلمی میں کتے کا ایک بچہ اندر گھس آیا جو جبرئیل علیہ السلام کے اندر آنے سے رکاوٹ بنا رہا۔ آج کل تو کونسا گھر ہے جو تصاویر کی اس لعنت سے بچا ہے۔ بلکہ لوگوں نے عبادت خانوں میں تصاویر کے فریم آویزاں کر رکھے ہیں۔

۱۶۸۹ : وَعَنْ اَبِی الْهَيَّاجِ حَيَّانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ :قَالَ لِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ لَّا تَدَعَ صُوْرَةً اِلَّا طَمَسْتَهَا ، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۸۹ : حضرت ابی الہیاج حیان بن حصین کہتے ہیں کہ مجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا کہ تو جس تصویر کو دیکھے اس کو مت چھوڑ۔ یہاں تک کہ اس کو مٹا دے اور کسی بلند قبر کو پائے تو اسے برابر کر دے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ان کی کنیت ابوالہیاج بھی ہے۔ قبیلہ بنو اسد سے ہیں کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ یہ ثقہ اوساط تابعین میں سے ہیں۔ الا تدع صورة : کسی حرام تصویر کو مت چھوڑو۔ اس کو ہاتھ سے مٹا ڈالو۔ ولا قبرًا مشرفا : اونچی قبر کو زمین کے برابر کر دو۔

**فائدہ** : اس سے معلوم ہوا حرام تصاویر منکرات قبیحہ سے ہے جس کا ازالہ حکام کی ذمہ داری ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱/۷٤۱) ومسلم (۹٦۹) وأبو داود (۳۲۱۸) والترمذی (۱۰۵۱) والنسائی (۲۰۲۰) وعبد الرزاق (٦٤۸۷) والطیالسی ـ ۱۵۵) وأبو یعلی (٦۱٤)

**الفرائد** : (۱) نہ تصویر سازی درست ہے اور نہ بلند قبریں بنانا درست ہے۔

## ۳۰٦ : بَابُ تَحْرِيْمِ اتِّخَاذِ الْكَلْبِ اِلَّا لِصَيْدٍ اَوْ مَاشِيَةٍ اَوْ زَرْعٍ

## بَاب : کتا رکھنے کی حرمت مگر شکار' چوپائے اور کھیتی کی حفاظت کے لئے

**تشریح** ۞ یعنی ان کی حفاظت و نگہبانی کیلئے گھر کی حراست بھی اسی میں داخل ہے مسلم کی روایت بھی اس کی مؤید ہے۔

۱۶۹۰ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "مَنِ اقْتَنٰی كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ اَوْ مَاشِيَةٍ فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ : "قِيْرَاطٌ"۔

۱۶۹۰ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا : "جس

نے کتا پالا سوائے شکار کے لئے یا چوپائیوں کی حفاظت کے لئے تو اس کے اجر میں سے ہر روز دو قیراط کم ہو جاتے ہیں"۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ **من اقتنی** :پالنا۔ جو تجارت کیلئے نہ ہو۔ **کلباً الا کلب صید** :شکار وغیرہ کے علاوہ کتا پالنا (شوق وغیرہ) درست نہیں۔ **الماشیہ** :اونٹ بکریاں بعض نے گائے کو صرف ماشیہ کہا۔ (المصباح)

**من اجرہ** :اعمال کے اجر سے دو قیراط کم ہوتے ہیں۔

**تخریج** : أخرجه مالك (١٨٠٨) وأحمد (٢/٤٤٧٩) والبخاری (٥٤٨٠) ومسلم (١٥٧٤) والترمذی (١٤٩٢) والنسائی (٤٢٩٥) وابن حبان (٥٦٥٣) وابن أبی شیبة (٥/٤٠٨) والبیهقی (٩/٦)

**الفوائد** : (۱) شوقیہ کتا پالنے والے اپنے نامہ عمل میں بہت بڑے اجر سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ کتوں سے بوس وکنار جن کا شعار ہو ان کا کیا حال ہوگا۔

۱۶۹۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :مَنْ اَمْسَكَ كَلْبًا فَاِنَّهٗ یَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ یَوْمٍ قِیْرَاطٌ اِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ مَاشِیَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ – وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ :"مَنِ اقْتَنٰی كَلْبًا لَّیْسَ بِكَلْبِ صَیْدٍ ' وَّلَا مَاشِیَةٍ ' وَّلَا اَرْضٍ ' فَاِنَّهٗ یَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ قِیْرَاطَانِ كُلَّ یَوْمٍ۔

۱۶۹۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی کتے کو باندھا اس کے عمل میں سے ایک قیراط کم ہو جاتا ہے۔ مگر شکاری یا مویشیوں کی حفاظت والا کتا"۔ (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں جس نے ایسا کتا پالا جو نہ شکار کے لئے ہو اور نہ چوپائیوں اور زمین کی حفاظت کے لئے تو اس سے اس کے اجر میں سے روزانہ دو قیراط کم ہوتے ہیں۔

**تشریح** ۞ **کلبا** :جس نے کتا پالا اس کے اعمال کے اجر میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا ہے۔ جیسے کہ ابن التین نے کہا۔ جو گزرے ان میں سے کم ہوتا تو درست نہیں بلکہ مراد یہ ہے۔ کہ اس کا عمل اس جیسا کامل نہیں جیسا کتا نہ رکھنے والے کا ہوتا ہے۔ مگر ابن حجرؒ فرماتے ہیں ابن تین کی یہ بات درست نہیں۔ صاحب بحر نے اجر کے متعلق اختلاف نقل کیا ہے کہ کیا ماضی کے عمل سے کمی کی جاتی ہے یا مستقبل کے عمل سے؟ اور **قیراطان**۔ یہ دن کے اعمال سے کم ہوتے ہیں یا رات کے اعمال سے؟ یا ہر ایک میں سے ایک ایک قیراط کم ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ایک قیراط خاوند کے عمل سے اور ایک بیوی کے عمل سے کم ہوتا ہے۔

مسلم کی روایت میں ایک قیراط کا تذکرہ ہے۔ اور **اقتنی** کی بجائے **امسك** کا لفظ لائے ہیں۔ اور ایک روایت مسلم میں **ماشیۃ** کے بعد **والارض** کے الفاظ زائد ہیں۔ یعنی گھر کھیتی وغیرہ کی حفاظت کیلئے۔

ابن عبدالبر کا قول: کمی کی وجہ یہ ہے کہ کتے کے بارے میں اور بھی دینی مسائل ہیں کہ جس برتن میں یہ منہ ڈال دے اسے سات مرتبہ دھویا جانا مکلف کیلئے اس کو قائم رکھنا مشکل ہے اور اس سے بچنا اور زیادہ مشکل ہے۔ بسا اوقات اس کو رکھنے کی وجہ سے ایسی چیزیں پیش آئیں گی جو اس کے اجر کو کم کر دیں گی۔

**حکایت**: منصور عباس نے عمر بن عبید سے پوچھا کہ ثواب میں کتے کی وجہ سے کمی کیوں آتی ہے؟ مگر وہ نہ بتلا سکا تو منصور خود کہنے لگا ''کیونکہ یہ کمزور کو بھونکتا اور سائل کو ڈراتا ہے''۔

ابن حجر کا ارشاد: مذکورہ نقص (قیراط اور قیراطین) میں: (۱) احتمال ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کتا رکھنے والے کو رسوائی کی سزا دے اور عمل کی توفیق چھن جائے۔ جو ایک قیراط کی مقدار ہو ان اعمال میں سے جو وہ اچھے عمل کرتا تھا اگر وہ کتا نہ پالتا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب کتا پالنے کو مکروہ قرار دیا جائے۔ (۲) اور یہ بھی احتمال ہے۔ اس کے پالنے سے جو گناہ ملا وہ ایک قیراط یا دو قیراط کے برابر ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس کے عمل صالح کا اجر اتنا کم ہو جائے جتنا کتا پالنے کی وجہ سے گناہ ہوا۔ اور وہ ایک قیراط یا دو قیراط ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کو حرام قرار دیں۔ دو روایتیں مختلف ہیں۔ (۱) بعض نے کہا زائد پر حکم لگے گا۔ کیونکہ اس راوی نے وہ بھی یاد رکھا جو پہلے اس نے نہ رکھا۔ معاملہ اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے ایک قیراط کمی کی اطلاع دی اس کو راوی اول نے سنا پھر دوسری مرتبہ دو قیراط کمی کی خبر دی جو تاکید و نفرت دلانے میں پہلے سے بڑھ کر تھی۔ جس کو دوسرے راوی نے سنا۔ (۲) بعض نے کہا اس کو تو مختلف حالتوں پر محمول کریں گے۔ اس کو پالنے کی وجہ سے گندگی کی کثرت ہوگی تو دو قیراط کم ہوگا۔ ایک قیراط گندگی کی کمی کے لحاظ سے ہے۔ (۳) بعض نے کہا کہ دو قیراط خاص مدینہ منورہ کے لحاظ سے ہے اور دوسری جگہوں میں ایک قیراط (۴) دو قیراط شہروں کیلئے اور ایک قیراط دیہاتوں کیلئے۔ اور پھر دیہات کی آبادی کی قلت و کثرت کے لحاظ سے فرق ہوگا۔

نماز جنازہ اور اس کے ساتھ جانے میں دو قیراط کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض نے کہا جی ہاں۔ اور بعض نے کہا جنازہ میں جو کچھ ملتا ہے وہ محض فضل ہے اور جو یہاں ملتا ہے وہ سزا کے طور پر ہے۔ اور فضل کے باب میں دوسروں کی نسبت زیادہ وسعت ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٣/٧٦٢٥) والبخاری (٢٣٢٢) ومسلم (١٥٧٥) وأبو داود (٢٨٤٤) والترمذی (١٤٩٤) والنسائی (٤٣٠٠) وابن ماجه (٣٢٠٤) وابن حبان (٥٦٥٢) وابن أبی شیبة (٤٠٩/٥) والبیهقی (٢٥١/١)

**الفرائد**: (۱) بلا ضرورت پالنے سے اجر میں کمی کا حکم فرمایا گیا۔ ضرورت قانون نہیں بلکہ ضرورت ہی رہتی ہے۔

## ۳۰۷ : بَابُ كَرَاهِيَةِ تَعْلِيْقِ الْجَرَسِ فِي الْبَعِيْرِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الدَّوَآبِّ وَكَرَاهِيَةِ اسْتِصْحَابِ الْكَلْبِ وَالْجَرَسِ فِي السَّفَرِ

## باب: سفر میں اونٹ وغیرہ جانوروں پر گھنٹی باندھنا مکروہ ہے اور سفر میں کتے اور گھنٹی کو ساتھ لے جانا بھی مکروہ ہے

**تشریح** ۞ الجرس :ابوالبحر کہتے ہیں یہ آواز کا نام ہے۔ جرس ہلکی آواز کو کہتے ہیں اس کی جمع اجراس جیسے سبب د اسباب۔ معروف لفظ جلا جل ہے۔ فی البعیر :بعیر کا لفظ نر و مادہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ الدواب :جمع دابۃ یہاں اس سے مراد کھر والے جانور مراد ہیں۔ سیوطی کہتے ہیں۔ یہ مکروہ ہے اس لئے ہے کہ یہ آواز کے ذریعہ گھنٹی والوں کے متعلق خبر دیتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ دشمن کو بالکل اطلاع نہ ملے تاکہ وہ اچانک حملہ آور نہ ہو۔ (النہایہ)
کراهة استصحاب الکلب والجرس فی السفر :کراهه معطوف ومعطوف علیہ سے یہ ظرف محل حال میں ہے۔ ''ای کائنین فیه '' یہ کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ بلا قید لانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ السفر :کو سفر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ آدمی کے اخلاق کو روشنی کرتا ہے۔

۱۶۹۲ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا تَصْحَبُ الْمَلَآئِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا كَلْبٌ اَوْ جَرَسٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۹۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں کتا اور گھنٹی ہو''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ لا تصحب الملائکة :اس سے رحمت کے فرشتے مراد ہیں۔ علامہ عراقی کہتے ہیں: (۱) احتمال یہ ہے کہ مطلقاً ان کے ساتھ نہیں ہوتے۔ (۲) حفاظت کے لیے ان کے ساتھ نہیں ہوتے۔ یعنی حفاظت و استغفار ''اللّٰهم انت الصاحب فی السفر ''۔ رفقة: سفر کے ساتھ۔ جب جدا ہو جائیں تو رفقہ بولا نہیں جا سکتا۔ بوقیس رفقة جمع رِفَق : جیسے سدرۃ وسدر۔

فیها کلب :جس کے رکھنے کی اجازت نہیں۔

نووی کہتے ہیں: جو اس کو دیکھے اور روکنے سے عاجز ہو تو کہے ''اللهم انی ابرا الیك مما فعله هؤلاء فلا تحرمنی ثمرة صحبة ملائکتك وبرکتهم''

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۳٤٥) ومسلم (۲۱۱۳) وأبو داود (۲٥٥٥) والترمذی (۱۷۰۹) والدارمی

(٢٦٧٦) وابن حبان (٤٧٠٣) والبيهقي (٢٥٣/٥)

الفوائد : (۱) سفر میں کتے کو ساتھ لینے اور گھنٹی باندھنے کو برکات سے محرومی کا باعث قرار دیا کیونکہ فرشتوں کی وجہ سے برکت ہوگی۔

۱۶۹۳ : وَعَنْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "اَلْجَرَسُ مِنْ مَّزَامِیْرِ الشَّیْطَانِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

۱۶۹۳ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گھنٹی شیطان کا باجا ہے"۔ (ابوداؤد) شرط مسلم پر صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** : الجرس : سیوطی کہتے ہیں۔ جرس سے جلجل مراد ہے جو جانوروں کی گردن میں ہوتی ہے۔ ابن رسلان کہتے ہیں کراھۃ کا سبب مزمار شیطان ہونا ہے۔ اسی وجہ سے سننے والے کو کان پر انگلی رکھنی چاہیے تاکہ وہ اسے نہ سن پائے جو حرام آلات کے قریب رہتا ہو اور ان کے ازالہ سے عاجز ہو۔ تو ان کا غور سے سننا حرام ہے۔ البتہ ویسے کان میں پڑ جانے سے اس پر گناہ نہ ہوگا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٨٨٦٠/٣) ومسلم (٢١١٤) وأبو داود (٢٥٥٦) وابن حبان (٤٧٠٤) والبيهقي (٢٥٣/٥)

الفوائد : گھنٹی شیطان کا باجہ ہے اور شیطان کو محبوب اب تو یورپ کی خباثت نے موبائل ہر ایک کے ہاتھ میں دے کر شیطان کا باجہ ساتھ کر دیا۔ اصل علت ممانعت یہی ہے۔

## ۳۰۸ : بَابُ کَرَاهَةِ رُکُوْبِ الْجَلَّالَةِ وَهِیَ الْبَعِیْرُ اَوِ النَّاقَةُ الَّتِیْ تَاْکُلُ الْعُذْرَةَ ، فَاِنْ اَکَلَتْ عَلَفًا طَاهِرًا فَطَابَ لَحْمُهَا زَالَتِ الْکَرَاهَةُ

## باب : گندگی کھانے والے اونٹ یا اونٹنی پر سواری مکروہ ہے پس اگر وہ پاک چارا کھانے لگے تو اس کا گوشت ستھرا اور کراہت سے پاک ہے

**تشریح** : الجلالہ : گندگی کھانے والے اونٹ اور اونٹنی کو کہا جاتا ہے۔ کراہت اس وقت ہے جب اس کی عام

عادت ہو اور گندگی کی بدبو اس پر ظاہر ہو۔ ان اکلت علفا: اگر نجاست کے بعد اس نے پاک چارہ کھا لیا تو اس کا گوشت درست ہے جبکہ نجاست کی بدبو نہ ہو اور زوال سبب سے کراہت بھی جاتی رہے گی۔

۱۶۹۴: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْجَلاَّلَةِ فِي الْإِبِلِ اَنْ يُّرْكَبَ عَلَيْهَا — رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۶۹۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گندگی کھانے والے اونٹوں پر سوار ہونے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ان یرکب علیہا: یہ جلالہ سے عطف بیان ہے۔ (نفرت دلانے کیلئے اس پر سواری کی ممانعت فرمائی) تا کہ نفاست طبائع میں خوب جاگزین ہو جائے۔ مستدرک میں اس روایت کے آخر میں ''وانہ شرب من البانہا'' کے الفاظ بھی ہیں۔ کہ ایسی اونٹنی کے دودھ پینے سے بھی منع فرمایا۔

**تخریج**: أخرجه أبو داود (٢٥٥٨) والحاكم (٢/٢٢٤٨)

**الفوائد**: (۱) گندگی کھانے والے جانوروں پر سواری ان کا گوشت کھانے اور دودھ استعمال کرنے سے روکا گیا۔ یہ فطری نفاست کے خلاف ہے۔

## ۳۰۹: بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُصَاقِ فِي الْمَسْجِدِ وَالْاَمْرِ بِإِزَالَتِهٖ مِنْهُ اِذَا وُجِدَ فِيْهِ وَالْاَمْرُ بِتَنْزِيْهِ الْمَسْجِدِ عَنِ الْاَقْذَارِ

## باب: مسجد میں تھوکنے کی ممانعت اور اس کو دور کرنے کا حکم جب وہ مسجد میں پایا جائے' گندگیوں سے مسجد کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم

**تشریح** البصاق: اس میں تین لغات ہیں۔ ایک لغت سین سے بھی ہے۔ والامر: یہاں امر استحباب کیلئے ہے۔ وجد فیہ: جب خود اس کی طرف سے یا دوسرے کی طرف سے پائی جائے۔ والامر بتنزیہ المسجد: گندگی سے مسجد کو پاک رکھنا واجب ہے۔ مثلاً نجاست، غسل کا پانی' کھانا کھانا جس سے جگہ ملوث ہو جائے۔ اس سے بھی صفائی ضروری ہے اور ایسا نہ ہو تو مستحب ہے۔

۱۶۹۵: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ

وَ كَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَالْمُرَادُ بِدَفْنِهَا اِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ تُرَابًا اَوْ رَمْلًا وَنَحْوَهُ فَيُوَارِيْهَا تَحْتَ تُرَابِهِ– قَالَ اَبُو الْمَحَاسِنِ الرُّوْيَانِيُّ فِيْ كِتَابِهِ الْبَحْرِ: وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِدَفْنِهَا اِخْرَاجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ اَمَّا اِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ مُبَلَّطًا اَوْ مُجَصَّصًا فَدَلَكَهَا عَلَيْهِ بِمَدَاسِهِ اَوْ بِغَيْرِهِ كَمَا يَفْعَلُهُ كَثِيْرٌ مِّنَ الْجُهَّالِ فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِدَفْنٍ بَلْ زِيَادَةٌ فِي الْخَطِيْئَةِ وَتَكْثِيْرٌ لِلْقَذْرِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَلٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ اَنْ يَّمْسَحَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِثَوْبِهِ اَوْ بِيَدِهِ اَوْ غَيْرِهِ اَوْ يَغْسِلَهُ۔

۱۶۹۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسجد میں تھوکنا منع ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے"۔ (بخاری ومسلم)

اور مقصد یہ ہے کہ جب مسجد میں مٹی یا ریت وغیرہ ہے تو مٹی کے نیچے تھوک کو چھپا دیا جائے چنانچہ ابوالمحاسن رویانی نے اپنی کتاب البحر میں ایسے ہی ذکر فرمایا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تھوک کے دفن کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو مسجد سے نکال دیا جائے لیکن جب مسجد پختہ چونا گچ ہو تو تھوک کے جھاڑو کے ساتھ وہیں مل دیا جائے جیسا کہ بہت سے ناواقف لوگ اسی طرح کرتے ہیں تو یہ دفن کرنا نہیں ہے بلکہ گناہ میں زیادتی ہے اور مسجد کو مزید گندہ کرنا ہے اور جو شخص یہ کام کرے اس کو چاہئے کہ وہ اس کے بعد اپنے کپڑے (رومال وغیرہ) یا اپنے ہاتھ وغیرہ سے اس کو صاف کر ڈالے یا دھو ڈالے۔

**تشریح** ۞ کفارتها: ہمیشہ کے گناہ سے بچنے کی راہ اس کا دفن کرنا ہے اصل فعل کا کفارہ تو توبہ ہے یا اللہ تعالیٰ کا فضل یا نیک عمل اس لئے کہ یہ صغیرہ گناہ ہے۔ **دفن** سے مراد یہ ہے جبکہ مسجد میں مٹی ریت ہو تو اس میں چھپا دے علامہ ابو المحاسن رویانی کہتے ہیں کہ دفن کا مطلب مسجد سے ان کا نکال پھینکنا ہے اور یہ کلمہ نزاھہ مسجد کے زیادہ بلیغ ہے۔ اور اگر **مبلطًا**: بلاط ہر وہ چیز خواہ پتھر ہو یا کچھ اور جس سے فرش لگایا جائے۔ **مجصصا**: چونا۔ (سیمنٹ) لگا ہوا۔ تو پھر رگڑنے سے تو فرش مزید ملوث ہوگا اور گندگی پھیل جائے گی۔ کپڑے سے صاف کریا پانی سے دھو ڈالے تاکہ معصیت وتعدی کا ازالہ ہو جائے۔

علامہ رویانی: طبرستان کے قریب رویان شہر کے رہنے والے تھے نام عبدالواحد ابن اسماعیل رویانی تھا۔ ۵۳۰ء میں محرم میں ان کو شہید کر دیا گیا۔

**تخریج**: اخرجه البخاری (۴۱۵) ومسلم (۵۵۲) وابو داود (۴۷۴) والترمذی (۵۷۲) والنسائی (۷۲۲)

**الفوائد**: مساجد کی نظامت کا حکم ہے۔ (۲) آج کل مساجد کے پختہ صحن ہیں تھوک سے ملوث ہو کر نمازیوں کی تکلیف کا باعث بنے گا۔ مسجد سے باہر تھوک ڈالے۔

۱۶۹۶ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا اَوْ بُزَاقًا، اَوْ نُخَامَةً، فَحَكَّهُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۹۶: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کی دیوار میں رینٹھ یا تھوک یا بلغم دیکھی تو اس کو کھرچ دیا۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ القبلة مخاطا او بزاقا او نخامة :تهم و نهامه سینہ یا ناک سے رینٹھ کا ازالہ کرنا۔
مطرزی نے کہا: تا کہ ناک سے نکلنے والے مواد کو نحاعه اور نخامه کہتے ہیں۔
ابن النحوی: واؤ۔ یہ شک راوی کیلئے ہے۔ **فحکه** :مسجد سے گندگی کا ازالہ کرنا اور اس کی تطہیر میں جلدی کرنا۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٤٥٧) والبخاري (٤٠٧) ومسلم (٥٤٩)

**الفرائد** : (۱) اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعظیم کیلئے آپ نے اپنے دست مبارک سے اس رینٹھ کو کھرچ دیا تا کہ امت افعال حسنہ میں پیروی کرے۔ (۲) تھوک اقذار سے ہے۔ اس لیں مسجد کو بچانا چاہیے۔

۱۶۹۷ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى ، وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ" اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۹۷: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہ مسجدیں اس پیشاب یا گندگی کے لائق نہیں۔ بے شک وہ اللہ کی یاد کے لئے ہیں اور قرآن کی قراءت کے لئے ہیں یا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ هذه المساجد :الف لام جنس کا ہے۔ هذا البول :جیسا کہ اس بدو نے کر دیا۔ ولا للقذر :یہ تمام گندگی کی چیزوں کو شامل ہے۔ جس سے مسجد کی تلویث ہو خواہ وہ ظاہر ہی کیوں نہ ہو۔ **هي لذكر الله**: یہ اللہ تعالیٰ کی یاد قراءت قرآن کے مناسب ہیں اور اسی کیلئے بنائی گئی ہیں۔ او کما :یہ شک راوی کیلئے لائے کہ آپ ﷺ نے وہی لفظ فرمائے یا اس سے مختلف۔

**فائدہ** : مسجد کو تھوک ، رینٹھ اور بدن کی میل کچیل ، بال ناخن سے پاک رکھنا مستحب ہے اور ہر وہ چیز جس سے تلویث لازم آتی ہو اس سے صاف رکھنا واجب ہے۔ مثلاً مستعمل پانی وغیرہ۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٢٨٥)

**الفرائد** : (۱) مسجد عبادت کا مقام ہے۔ مقام عبادت کو اقذار سے صاف رکھنا ضروری ہے۔

# ۳۱۰ :بَابُ كَرَاهَةِ الْخُصُوْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِيْهِ وَنَشْدِ الضَّالَّةِ وَالْبَيْعِ وَالشِّرَآءِ وَالْإِجَارَةِ وَنَحْوِهَا مِنَ الْمُعَامَلَاتِ

## باب : مسجد میں جھگڑا اور آواز کا بلند کرنا مکروہ ہے
## اسی طرح گم شدہ چیز کے لئے اعلان کرنا' خرید وفروخت' اجارہ (مزدوری) وغیرہ کے معاملات بھی مکروہ ہیں

**تشریح** ۞ **الخصومة رفع الصوت فيه** : جھگڑا اور بلند آواز اگرچہ ذکر کے ساتھ ہو مکروہ ہے بشرطیکہ اس سے سونے والے، نمازی وغیرہ کو تکلیف معمولی ہو اور اگر زیادہ تکلیف ہو تو حرام ہے۔ **ونشد الضالة** : گم شدہ چیز کے متعلق سوال کرنا۔ نشد (ن) انشد مصدر ہے۔ اور انشدة اسم ہے۔ اور النشدان بھی آتا ہے۔ **والبيع والشراء** : کیونکہ یہ دنیوی چیزیں ہیں اور مساجد دینی کاموں اور عبادات کیلئے بنی ہیں۔ اس سے نکاح وغیرہ معاملات خارج ہیں کیونکہ ان کا دین سے بھی تعلق ہے۔ نکاح کا مسجد میں کرنا مستحب ہے۔ ترمذی میں روایت وارد ہے: "**اعلنوا النكاح واجعلوه في المساجد**"۔

۱۶۹۸ : عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ : لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ ، فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۹۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جو آدمی کسی کو مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرتے ہوئے سنیں تو اس کو کہہ دینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ یہ چیز اللہ تجھے نہ لوٹائے یہ مسجد اس لئے نہیں بنی"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **ينشد ضالة** : حیوان گم شدہ کیلئے تو الضائع کا لفظ آتا ہے خواہ مؤنث ہو یا مذکر اس کی جمع ضوال ہے جیسے **دابة ودواب** ، حیوانات کے علاوہ کیلئے ضائع قلیل الاستعمال ہے۔ **ينشد** تلاش کرنا۔ یہاں **ضالہ** میں حیوان وانسان واشیاء سب ہی مراد ہیں۔ **لا ردها الله عليك** : یہ بددعا اس سبب کو واضح کرتی ہے کہ مسجد کو تم غلط استعمال کر رہے ہو وہ اس لئے نہیں بنائی گئیں۔ کسی چیز کا غیر محل میں استعمال غلط ہے۔ البتہ بعض نے کہا کہ فقط **عليك** کا لفظ کہہ دے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۹۴۴۸) ومسلم (۵٦۸) وأبو داود (٤۷۳) وابن ماجه (۷٦۷) وابن حبان (۱٦۵۱) وابن خزیمة (۱۳۰۲) وأبو عوانة (۱/٤۰٦) والبیھقی (۲/٤٤۷)

**الفرائد** : (۱) مسجد عبادت کیلئے بنائی گئی ہے۔ اس میں گم شدہ کا اعلان یا آواز کا بلند کرنا غلط استعمال کی قسم سے ہے اس لئے ممنوع ہے۔

۱۷۹۹ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِذَا رَاَیْتُمْ مَنْ یَّبِیْعُ اَوْ یَبْتَاعُ فِی الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا : لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ : وَاِذَا رَاَیْتُمْ مَنْ یَّنْشُدُ ضَالَّةً فَقُوْلُوْا لَا رَدَّهَا عَلَیْكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ ـ

۱۷۹۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ کوئی آدمی کوئی چیز مسجد میں بیچ رہا ہے یا خرید رہا ہے تو یوں کہو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔ جب تم کسی کو دیکھو وہ گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو کہو اللہ تیری گمشدہ چیز کو واپس نہ کرے۔ (ترمذی)

**تشریح** ۞ رایتم : یہ روایت بصری کیلئے بھی آتا ہے۔ اور جاننے لینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اندھے کے جاننے کیلئے اور جو اندھیرے میں ہو یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

یبیع او یبتاع فی المسجد :او بیان نوع کیلئے ہے۔ **المسجد** کا الف لام جنس کا ہے دوسرے فعل نے اس میں عمل کیا ہے۔ **لا اربح اللّٰه تجارتك**: یہ کہنا مستحب ہے۔ کہ تیری تجارت میں نفع نہ ہو تو آخرت کی تجارت گاہ میں اس کو لے آیا اس کا مقام تو بازار اور مسجد کے باہر جگہ تھی۔ **من ینشد ضالة** : جامع الکبیر میں **ینشد** کے بعد **فیه** کا اضافہ نقل کیا ہے۔ دلالت سیاق وسباق اسی پر موجود ہے۔ **لا ردھا اللّٰه** کہنا مستحب ہے۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (۱۳۲۵) والنسائی (۱۷٦) والدارمی (۱٤۰۱) والحاکم (۲/۲۳۳۹) وابن حبان (۱٦۵۰) وابن خزیمة (۱۳۰۵) وابن الجارود (۵٦۲) وابن السنی (۱۵۳) والبیھقی (۲/٤٤۷)

**الفرائد** : (۱) مسجد میں بیع شراء ممنوع ہے۔ گمشدہ کو تلاش کرنا یا اس کا اعلان بھی ممنوع ہے۔ آپ نے ایسی حرکت کرنے والے بددعا دی ہے۔

۱۷۰۰ : وَعَنْ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا نَشَدَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ : مَنْ دَعَا اِلَی الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا وَجَدْتَ ، اِنَّمَا بُنِیَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِیَتْ لَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۰۰: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کیا اور کہا کہ کون ہے جو

مجھے سرخ اونٹ کے بارے میں بتا دے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو اس کو نہ پائے بے شک مسجدیں تو اسی کام کے لئے بنائی گئیں جس کے لئے بنائی گئیں''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ رجلاً: اس آدمی کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ من دعا الی: بقول حافظ اس کا معنی تعارف و پہچان کرانا ہے۔ الجمل الاحمر یہ دعا کا مفعول ہے۔ لا وجدت پہلی حدیث اور اس کو سامنے رکھ کر یہ بات سامنے آتی ہے کہ اصل مقصود مسجد میں گمشدہ کو تلاش کرنے والے کو بددعا دے کہ اللہ کرے وہ تمہیں نہ ملے اور وارد الفاظ میں سے ایک پر بھی اکتفاء کیا جا سکتا ہے۔ لما بنيت له: مسجد تو نماز، ذکر اور علم دین پھیلانے کیلئے بنائی گئی ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (٥٦٩) وعبد الرزاق (١٧٢١) وابن أبي شيبة (٤١٩/٢) والسنائی (١٧٤) والطيالسی (٨٠٤) وأبو عوانة (٤٠٧/١) والبيهقی (٤٤٧/٢)

**الفرائد**: (۱) مسجد میں خرید و فروخت کرنے والے کو بددعا دی کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے گھر کی توقیر میں کوتاہی کی تھی۔ (۲) ''وضع الشی غیر محله ظلم''۔

۱۷۰۱: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الشِّرَآءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ وَاَنْ تُنْشَدَ فِيْهِ ضَالَّةٌ اَوْ يُنْشَدَ فِيْهِ شِعْرٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۷۰۱: حضرت عمرو بن شعیب وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں خرید و فروخت سے منع فرمایا اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ گمشدہ چیز کا اعلان کیا جائے یا اس کے اندر (غیر شرعی) شعر پڑھے جائیں۔ (ابوداؤد و ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ (عمرو اپنے دادا سے جو کہ والد شعیب ہیں) شعیب کے والد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہیں۔ عن الشروا بیع اَلنَّجْوَ: یہ کا تنین سے متعلق ہو کر خبر ہے۔ فی المسجد: کیونکہ مساجد اس مقصد کیلئے نہیں بنائی گئیں۔ ان تنشد فيه ضالة: اس بات پر بھی منع فرمایا کہ اس میں گمشدہ چیز کو ڈھونڈا جائے اور تلاش کرنے والے لا راد اللّٰہ ضالتك کہا جائے۔ ان ینشد فیه شعر: جو کہ توحید، مدح رسول وغیرہ دینی مضامین پر مشتمل نہ ہوں۔

**تخریج**: أخرجه أبو داود (١٠٧٩) والترمذی (٣٢٢) والنسائی (٧١٣) وابن ماجه (٧٤٩)

**الفرائد**: (۱) شور و شغب کرنا اور مفاخرت و مباہات اور غزلیات کے اشعار مسجد میں ناجائز ہیں۔

۱۷۰۲: وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: ''اِذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ'' فَجِئْتُهٗ بِهِمَا

فَقَالَ :مِنْ اَیْنَ اَنْتُمَا؟ فَقَالَا :مِنْ اَھْلِ الطَّآئِفِ فَقَالَ :لَوْ کُنْتُمَا مِنْ اَھْلِ الْبَلَدِ لَاَوْجَعْتُکُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَکُمَا فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۷۰۲: حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا مجھے کسی شخص نے کنکری ماری۔ میں نے جب نگاہ اٹھائی تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔آپ نے پھر فرمایا کہ جا کر ان دونوں کو میرے پاس لاؤ میں ان کو آپ کے پاس لے گیا تو آپ نے فرمایا تم کون ہو اور کہاں سے ہو؟ انہوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں اور اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس شہر کے ہوتے تو تم دونوں کو ضرور سزا دیتا۔تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آوازیں بلند کر رہے ہو۔(بخاری)

**تشریح** ۞ سائب بن یزید :بن ثمامہ کندی، یہ نمر کے بھانجے مشہور ہیں۔یہ کم عمر صحابی ہیں۔ان کی احادیث تعداد میں کم ہیں۔تمام نے ان سے روایت لی ہے۔

**نووی کا قول:** ان کو ابن ثمامہ کندی بعض نے اسدی جبکہ دوسروں نے ھُذَلِی کہا ہے ان کے والد صحابی ہیں۔یہ قریش اور عبد شمس کے حلیف ہیں۔سائب کی ولادت ہجرت کے تیسرے سال ہوئی۔ان کی وفات ۹۴ھ مدینہ میں ہوئی۔ان سے ۵ روایات مروی ہیں۔ایک متفق علیہ اور چار کو صرف بخاری نے نقل کیا ہے۔**فی المسجد** اس سے مسجد نبوی مراد ہے۔ **فحصبنی رجل:** مجھے ایک آدمی نے کنکری ماری میں نے اچانک نگاہ ڈالی تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔اس میں مسجد کا کمال احترام ظاہر ہوتا ہے کہ بالکل گفتگو کو ترک کر کے بلانے کیلئے کنکری سے بلایا۔کلام میں حذف ہے کہ مجھے بلایا اور میں آپ کی خدمت میں پہنچا۔**فجئتۂ بھما** :میں ان دو آدمیوں کے پاس گیا۔اور دونوں کو بلا لایا۔**فقالا من اھل الطائف** :یہ معروف مقام ہے جو مکہ مکرمہ تین مرحلے پر واقع ہے۔اس کا نام طائف رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے اس کو شام سے الگ کیا تو جبرئیل نے اس کو لے کر بیت اللہ کا طواف کیا۔دعا یہ تھی: ﴿وارزقھم من الثمرات﴾ [ابراھیم: ۳۷] **من اھل البلد** :یہاں مدینہ منورہ مراد ہے۔**لا و جعتکما** :میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔ اس لئے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے آوازیں بلند کر رہے ہو۔ **اَلنَّحْوُ** :**ترفعان اصواتکما** :یہ جملہ مستانفہ ہے جو ماقبل کی تعلیل ہے۔باقی مساجد کا بھی یہی حکم ہے۔کیونکہ تعظیم کے حکم میں سب برابر ہیں۔اگرچہ شان کے لحاظ سے تین مساجد کا مرتبہ بلند ہے۔آداب میں سب کا حکم ایک ہے۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (٤٧٠)

**الفوائد** : (۱) مسجد میں بلند آواز سے بولنا درست نہیں۔

# ۳۱۱: بَابُ نَهْيِ مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا اَوْ كُرَّاثًا اَوْ غَيْرَهُ مِمَّا لَهُ رَآئِحَةٌ كَرِيْهَةٌ عَنْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ قَبْلَ زَوَالِ رَآئِحَتِهِ اِلَّا لِضُرُوْرَةٍ

## بَاب: لہسن پیاز، گندنا (لہسن نما ترکاری) وغیرہ جس کی بدبو ہو، اس کو کھانے کے بعد بدبو زائل کرنے سے قبل مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے مگر کسی خاص ضرورت کی بناء پر

**تشریح** ✿ او :متعاطفات کوذکر کرکے ضمیر مفرد لائی گئی ہے۔ مماله رائحة :ان کے علاوہ دیگر چیزوں کوذکر کیا۔ جن میں بدبو پائی جاتی ہے۔ عن دخول المسجد :پہلاظرف نهي سے متعلق ہےاوردوسرا دخول سے۔اورضرورت میں یہ باتیں داخل ہیں۔ فیصلہ کرنے کیلئے بلانا جبکہ قاضی مسجد میں ہو۔ یا مسجد میں اس کا روک لیا جانا وغیرہ۔

۱۷۰۳: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّوْمَ– فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ مَسَاجِدَنَا"۔

۱۷۰۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص یہ درخت یعنی لہسن کھائے تو وہ ہرگز ہماری مسجد کے پاس نہ آئے''۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں جمع کا لفظ مَسَاجِدُنَا ہے۔

**تشریح** ✿ يعني الثوم :یہ الفاظ مشارالیہ کا بیان ہے جو کہ حدیث میں مدرج ہے۔ اس سے مراد کچا استعمال ہے۔ جب پکا لیا جائے تو نہی میں شامل نہیں۔ اس قاعدے کی وجہ سے جو نص سے مستنبط ہوتا ہے۔ تخصیص اسی کی طرف لوٹے گی۔ فلا يقربن مسجدنا: اگرچہ کسی کو ایذاء نہ بھی پہنچے تب بھی کچا کھا کر مسجد میں آنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ورنہ کراہت تحریمیہ ہے۔ مسجدنا کی اضافت استغراق کیلئے ہے۔ اس سے تمام مسلمانوں کی مساجد مراد ہیں۔ مسلم کی روایت میں مساجدنا :مضاف کا مفرد و جمع ہونا عموم کیلئے برابر ہے۔ اگرچہ افراد کے لحاظ سے فرق ہوگا۔ بعض نے کہا افراد مراد ہیں اور ایک روایت میں مسجدنا وارد ہے اس میں مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص ہونے کا ابہام ہے۔ اور مسلم کی مذکورہ روایت اس ابہام سے خالی ہے۔

**تخريج** : أخرجه أحمد (٢/٤٦١٩) والبخاري (٨٥٣) ومسلم (٥٦١) وأبو داود (٣٨٢٥) وابن ماجه (١٠١٦) وابن حبان (٢٠٨٨) وابن أبي شيبة (٢/٥١٠) والبيهقي (٣/٧٥)

**الفرائد** : (۱) ایسی چیز کچی استعمال کر کے اس کی بدبو سے لوگوں کو ایذاء پہنچے مسجد میں آنا ممنوع قرار دیا گیا۔ (۲) مسلمانوں کے حقوق اور مساجد کے آداب کا کس قدر لحاظ رکھا گیا ہے۔

۱۷۰۴ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبْنَا ، وَلَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۰۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرمؐ نے فرمایا: "جس نے اس درخت (لہسن) سے کھایا ہو وہ ہمارے ساتھ ہرگز نماز نہ پڑھے اور نہ وہ ہمارے قریب آئے"۔ (بخاری و مسلم)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۲۹۳٦/٤) والبخاری (۸۵٦) ومسلم (۵٦۲)

۱۷۰۵ :وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :"مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا ' اَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا اَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : "مَنْ اَكَلَ الْبَصَلَ ' وَالثُّوْمَ ' وَالْكُرَّاثَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ بَنُوْا اٰدَمَ"۔

۱۷۰۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے لہسن پیاز کھایا ہو وہ ہم سے الگ ہو جائے یا ہماری مسجد سے الگ ہو جائے۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: جو پیاز' لہسن اور گندنا کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ اس لئے کہ فرشتوں کو اس چیز سے ایذاء پہنچتی ہے جس سے اولاد آدم کو ایذاء پہنچتی ہے۔

**تشریح** ۞ او :تنویع کے لئے ہے۔ ہر بدبودار چیز پیاز، مولی کا بھی یہی حکم ہے۔ **فلیعتزلنا او** : یہ شک راوی ہے۔ **فلیعتزل مسجدنا** : اگرچہ مسجد کے اوقات کے علاوہ ہو۔ کیونکہ ملائکہ کو ان چیزوں سے ایذاء پہنچتی ہے۔ جس سے انسانوں کو ایذاء ملتی ہے۔ جامع صغیر میں "**فلیعتزلنا ولیعتزل مسجدنا ولیقعد فی بیته**" کے الفاظ ہیں۔ اس میں واؤ آئی ہے جس سے مطلقاً لوگوں اور مساجد سے الگ رہنے کا حکم خاص طور پر ثابت ہوتا ہے۔ **ولیقعد** کے ساتھ پہلے جملے کے مفہوم کو مؤکد کر دیا۔ مسلم کی روایت میں "**من اکل البصل والثوم والکراث**" ان کو جمع کیا۔ یہ جمع کرنا نہی کی قید نہیں کہ حکم ان تینوں میں بند ہے۔ کیونکہ پہلی روایت میں ایک پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ **کراث** تو پیاز کو کہتے ہیں کراثہ اس سے زیادہ شدید بدبودار ہوتا ہے۔ **فلا یقربن مسجدنا** : یہاں قرب سے بھی منع کیا گیا۔ جو ان میں سے کسی چیز کو استعمال کرنے والا ہو اس کو مسجد سے دور رکھنے کیلئے مبالغہ کیا گیا ہے۔ **فان الملائکه تتاذی** : یہ ماقبل کی تعلیل ہے۔ یہ اس روایت کے خلاف نہیں جو روزہ دار کے منہ کی بو کے سلسلہ میں وارد ہے کہ لوگوں کو تو اس سے ایذاء پہنچتی ہے۔ تو جواب یہ ہے

کہ غالب کے اعتبار سے کہا۔(۲)اللہ تعالیٰ ان کیلئے اس بو کو مشک سے زیادہ پاکیزہ بنا دیتے ہیں۔ وہ اس طرح نہیں رہتی جیسے انسانوں کیلئے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔

**تخریج** : اخرجه أحمد (۵/۱۵۰۰۳) والبخاری (۸۵٤) ومسلم (٥٦٤) وأبو داود (۳۸۲۲) والترمذی (۱۸۰٦) والنسائی (۷۰٦) وابن ماجه (۳۳٦۵) وابن حبان (۱٦٤٤) وابن خزيمة (۱٦٦٤) وعبد الرزاق (۱۷۳٦) وابن أبی شيبة (۲/۵۱۰) وأبو عوانة (۱/٤۱۱) والبيهقی (۳/۷٦).

**الفرائد** : (۱) ملائکہ کو بدبو سے نفرت ہے۔لہسن وغیرہ کچا استعمال کر کے مجامع میں شرکت سے منع کیا گیا تاکہ دوسروں کی ایذاء کا باعث نہ بنے۔(۲) ان کو پکا کر استعمال کیا جائے تو وہ بو ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے استعمال کے بعد مسجد میں جانے کی کوئی ممانعت نہیں۔

۱۷۰۶ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ : ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ تَاْكُلُوْنَ شَجَرَتَيْنِ لَا اَرَاهُمَا اِلَّا خَبِيْثَتَيْنِ : الْبَصَلَ ، وَالثُّوْمَ ، لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وَجَدَ رِيْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ اَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ اِلَى الْبَقِيْعِ ، فَمَنْ اَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۰۶ : حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن خطبہ دیا تو اپنے خطبہ میں یہ بات ارشاد فرمائی بے شک اے لوگو! تم دو ایسے درخت کھاتے ہو جن کو میں برا خیال کرتا ہوں ان میں سے ایک پیاز اور دوسرا لہسن۔ تحقیق! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب ان کی بدبو مسجد میں کسی آدمی سے آپ محسوس فرماتے تو آپ حکم دیتے کہ اس کو بقیع کی طرف نکلوا دیا جائے۔ پس جو ان دونوں کو کھائے تو پکا کر ان کی بدبو کو زائل کرے۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ شجرتین :جس پودے کی مضبوط پوری ہو جس پر وہ قائم ہو اس کو شجرہ کہتے ہیں۔ لا اراھما الا خبیثتین: ارا یہ اعلم کے معنی میں ہے۔ ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ ہو تو ظن کے معنی میں ہے۔ خبیث کا اطلاق حرام جیسے زنا وغیرہ پر بھی ہوتا ہے اور ردی، ناپسند ذائقے یا بو والی چیز پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے لہسن، پیاز اور اسی طرح نقصان چیزوں کو بھی عرب خبیث کہتے مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ۔ البصل و الثوم :نصب ہو تو شجرتین سے بدل ہے۔(۲) مرفوع ہو تو خبر محذوف ہے۔ رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :یہ آنکھوں سے دیکھنے کے معنی میں ہے۔ اَمَرَ : یہ صیغہ معروف ہے۔ اس کو حکم فرماتے۔ اس کو مسجد سے نکال دیتے تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ فاخرج الی البقیع: وہ جنت بقیع قبرستان مدینہ کی طرف نکال دیا جاتا۔ تاکہ مسجد سے دور ہو جائے اور اس کی ردی ہواؤں سے لوگ بچے رہیں۔ فمن اکلھما :جو ان کو کھانے کا ارادہ کرے وہ پکا کر اس کی بدبو کو ختم کر لے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (١/٨٩) ومسلم (٥٦٧) والنسائي (٧٠٧) وابن ماجه (١٠١٤) وابن حبان (٢٠٩١) والحميدى (١٠) والبزار (٣١٥) وأبو يعلى (٢٥٦) وأبو عوانة (١/٤٠٨) والبيهقى (٦/٢٢٤)

**الفوائد**: (۱) جناب فاروق رضی اللہ عنہ کی کوشش یہی تھی کہ یہ دین ہر اعتبار سے اسی طرح قائم رہے جس شکل میں جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھا۔ وہ لوگ جو آپ کو بدعت ایجاد کرنے والا قرار دیتے وہ اپنے دین پر غور کر لیں۔

## ۳۱۲ : بَابُ كَرَاهَةِ الْإِحْتِبَائِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ لِأَنَّهُ يَجْلِبُ النَّوْمَ فَيَفُوْتُ اسْتِمَاعُ الْخُطْبَةِ وَيُخَافُ انْتِقَاضُ الْوُضُوْءِ!

## بَابٌ : جمعہ کے دن دوران خطبہ پیٹ کے ساتھ ملا کر بیٹھنے کی کراہت کیونکہ اس سے نیند آئے گی اور خطبہ سننے سے محروم رہ جائے گا اور وضو ٹوٹ جانے کا بھی خدشہ ہو گا

**تشریح** ۞ **والامام یخطب** : یہ حال ہے۔ جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو۔ اور خطبے کا قرب نفلوں کراہت اسی طرح ہے اقامت قریب ہو یا ہو رہی ہو۔ **لانه یجلب النوم** : یہ کراہت کی علت ہے۔ ان سے پہلے ابن اثیر و خطابی نے ذکر کی ہے۔ یعنی یہ احتباء کی خاصیت نیند وغیرہ کا لانا ہے۔ جس سے خطبہ جو اصل مقصود ہے وہ رہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ **فاستمعوا له** (سورہ جمعہ) میں حکم دیا ہے۔ **ویخاف انتقاض الوضوء** : ممکن ہے کہ اس کے بیدار ہونے سے پہلے اس کے سرین زمین سے زائل ہو جائیں اور وضو جاتا رہے۔ اگر وہ بیدار ہو گیا اور بیداری میں سرین زائل بھی ہوئے تب بھی وضو نہ ٹوٹے گا۔ بلکہ شک کی صورت میں بھی وضو رہے گا۔

۱۷۰۷ : عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْحِبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ' وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۷۰۷ : حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو گھٹنوں کو سینے کے ساتھ ملا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد ' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ ان کے حالات شروع کتاب میں گزرے۔ **الحبوة** : اسم مصدر ہے۔ نہایہ میں ہے کہ انسان اپنے گھٹنوں کو پیٹ سے ملا لے اور پشت سمیت ایک کپڑے سے ان کو جمع کر کے باندھ لے۔ یہ ہاتھ سے بھی ہوتا ہے اور ممنوع کپڑے

والا اِحتباء ہے جو باعث نیند بنتا ہے۔(المصباح، نہایہ)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۵۶۳۰/۵) وأبو داود (۱۱۱۰) والترمذی (۵۱٤) والبیهقی (۲۳۵/۳)

**الفوائد** : (۱) خطبہ امام کے وقت احتباء کی ممانعت کی گئی کیونکہ یہ نیند کا سبب بنتا ہے اور وہ وقت غفلت کا نہیں بلکہ توجہ سے جاگنے کا ہے۔

## ۳۱۳ :بَابُ نَهْيِ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ عَشْرُ ذِی الْحَجَّةِ وَاَرَادَ اَنْ يُّضَحِّيَ عَنْ اَخْذِ شَيْءٍ مِّنْ شَعْرِهٖ اَوْ اَظْفَارِهٖ حَتّٰی يُضَحِّيَ

## بَابٌ: جو آدمی قربانی کرنا چاہتا ہو اور عشرہ ذی الحجہ آ جائے تو اسے اپنے بال و ناخن نہ کٹوانے چاہئیں

**تشریح** ۞ عشر ذی الحجه :یہ ایام حج وقربانی ہیں۔و اراد ان یضحی :وہ نفلی قربانی کرنا چاہتا ہے۔(احناف کے ہاں یہ واجب ہے) تمتع یا غیر جنایت کی قربانی چاہتا ہو۔ابن سراقہ نے ھدی تصریح کی ہے کہ یہ قربانی سے اولیٰ ہے۔عن اخذ شیء:وہ بال، ناخن نہ لے تاکہ یہ قربانی قبول ہو کر اس کے آگ سے دوری کا سبب بنے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کیلئے ذبح کر رہا ہے۔

۱۷۰۸ :عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ كَانَ لَهٗ ذِبْحٌ يَذْبَحُهٗ فَاِذَا اَهَلَّ هِلَالُ ذِی الْحِجَّةِ فَلَا يَاْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِهٖ شَيْئًا حَتّٰی يُضَحِّيَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۰۸: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کے ذبیحہ ہو تو وہ اس کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو جب ذوالحجہ کا چاند طلوع ہو جائے تو وہ اپنے بالوں اور ناخنوں میں سے کوئی چیز ہرگز نہ کاٹے۔یہاں تک کہ وہ قربانی کرے"۔(مسلم)

**تشریح** ۞ ذبح :یہ مذبوح کے معنی میں ہے قربانی کا جانور۔فاذا اهل :یہ ماضی مجہول ہے۔ھلال مہینہ کے پہلے تین دن کا چاند پھر قمر کہلاتا ہے۔اور اس کے نام کی وجہ چاند کو دیکھ کر آواز بلند کرنا تھا۔اھلال :آواز بلند کرنا۔فلا یاخذن من شعره :یہ استحبابی حکم ہے خواہ بال قلیل ہوں یا کثیر جیسا کہ سیاق نہی میں نکرہ کا عموم ادھر اشارہ کر رہا ہے۔حتی یضحی :ابن حجر کہتے ہیں وجوب سے پھیرنے کی وجہ عائشہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: "کنت افتل قلائد ھدی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''پھر آپ ہدی کا قلادہ اپنے دست سے باندھتے پھر اس کو روانہ کر دیتے تو آپ پر ان میں سے کوئی چیز حرام نہ ہوتی۔ جو محرمات حرام ہیں۔ یہاں تک کہ ھدی کو ذبح کیا جاتا۔ نہی کا مقصد یہ ہے کہ مغفرت تمام اجزاء کو شامل ہے۔ حتی یضحی کا مقتضی یہ ہے کہ اگر آپ اسے ایام تشریق کے اواخر تک مؤخر کرتے تو کراہت دراز ہو جاتی جبکہ آپ اسی حالت میں رہتے۔ اور اگر کنتی سے قربانی کا ارادہ کرتے تو اول ذبح سے ہی کراہت زائل ہو جاتی اس لیے کہ مقصد تو حاصل ہو گیا کیونکہ مغفرت اس کے تمام اجزاء کو شامل ہے۔ اور آخر تک ممانعت کے باقی رہنے کا بھی احتمال ہے۔ علامہ اسنوی نے وہ حکم معلق جو کلی معنی رکھتا ہو اس کی ادائیگی میں ادنی مرتبہ بھی کافی ہے۔ یہی قول صحیح ہے۔ یہ جزئی اسی کے تحت ہیا اور کراہت اس وقت ہے جب حاجت نہ ہو۔ جب حاجت پائی جائے تو کراہت نہیں جیسے جو دانت درد کرے اس کے نکلوانے میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ چھوٹے کا ختنہ تو مسنون ہے البتہ بالغ کا ختنہ اور جانی کا ہاتھ کاٹنا یا چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ ظاہر کلام سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ حضور جمعہ واجب نہیں، پس ان دنوں میں اس کیلئے بال دور کر سکتا ہے اور اگر میل کچیل کا ازالہ بالوں کے ازالہ سے ہو تو پھر کراہت بالکل نہ ہو گی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢٦٦٣٣) ومسلم (١٩٧٧) وأبو داود (٢٧٩١) والترمذی (١٥٢٨) والنسائی (٤٣٧٤) وابن ماجه (٣١٤٩) وابن حبان (٥٨٩٧) والحاکم (٤/٧٥١٨) والحمیدی (٢٩٣) والطبرانی (٥٥٧/٢٣) والبیهقی (٢٦٦/٩)

**الفوائد** :(۱) جو قربانی کرنا چاہتا ہو اور عشرہ ذی الحجہ داخل ہو جائے تو وہ اپنے بال و ناخن نہ تراشے اس سے ایک گونہ حجاج سے مشابہت پیدا ہو جائے گی۔

## ۳۱۴ : بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَلْفِ بِمَخْلُوْقٍ كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ وَالْمَلَآئِكَةِ وَالسَّمَآءِ وَالْاٰبَآءِ وَالْحَيَاةِ وَالرُّوْحِ وَالرَّاْسِ وَنِعْمَةِ السُّلْطَانِ وَتُرْبَةِ فُلَانٍ وَالْاَمَانَةِ وَهِيَ مِنْ اَشَدِّهَا نَهْيًا

## باب: مخلوقات کی قسم جیسے پیغمبر' کعبہ' ملائکہ' آسمان' باپ' دادا' زندگی' روح' سر' بادشاہ' کی نعمت اور فلاں فلاں مٹی یا قبر' امانت وغیرہ ممنوع ہے۔ امانت و قبر کی تو ممانعت سب سے بڑھ کر ہے

**تشریح** ۞ کالنبی والکعبة والملائکة :اسی طرح بادشاہ وغیرہ کی۔ وحیاة السلطان: یہ ممانعت میں پہلے

سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر اس نے ان چیزوں کی فی الجملہ تعظیم کا ارادہ کیا تو حرام ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرح تعظیم مراد لی تو کافر ہو گیا اور اگر قسم اس کی زبان پر کلام کو مدغم کرنے کیلئے کی تو مکروہ ہے اور اگر بلا قصد اس کی زبان پر جاری ہوئی تو کراہت نہیں بلکہ یہ یمین لغو ہے۔ عنقریب تفصیل آئے گی۔

۱۷۰۹: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحِ: فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَوْ لِيَسْكُتْ"۔

۱۷۰۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ تم اپنے باپوں کی قسم اٹھاؤ جس کو بھی قسم اٹھانی ہو تو وہ اللہ کی قسم اٹھائے یا خاموش رہے۔ (بخاری و مسلم)

بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ جو شخص قسم اٹھانا چاہتا ہو وہ نہ قسم اٹھائے مگر اللہ ہی کی یا خاموش رہے۔

**تشریح** ۞ **ان تحلفوا بابائکم** : اَن سے پہلے عن جارہ محذوف ہے۔ وہ نہی کا صلہ ہے۔ باپ وغیرہ کی قسم اٹھانے کی نہی تحریمی ہے یا تنزیہی ہے۔ دو قول ہیں۔ (۱) مالکیہ اور شافعیہ کے ہاں کراہت ہے۔ بشرطیکہ محلوف بہ کی اس طرح تعظیم کا اعتقاد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا جاتا ہے۔ ورنہ وہ اعتقاد کی صورت میں کافر ہو جائے گا۔ (۲) حنابلہ وظاہریہ کے ہاں یہ قسم حرام ہے۔ **فمن کان حالفا** : جو حلف اٹھانا چاہتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھائے فقہاء کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام اور صفات سے قسم اٹھا سکتے ہیں جلالہ سے بھی ذات باری تعالیٰ مراد ہوگی۔ **او لیصمت** : غیر اللہ کے حلف سے بالقصد باز رہے۔ ارادہ قسم کرنے والے کو اختیار ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام سے حلف اٹھائے اور غیر اللہ سے حلف چھوڑ دے۔ دونوں افعال میں لام، لام امر مکسور مراد ہے۔ تخفیف کیلئے اسے ساکن کیا ہے۔

مسلم کی روایت کے الفاظ مختلف ہیں اگرچہ مفہوم یہی ہے۔

**تخریج** : اخرجه مالك (۱۰۳۷) واحمد (۲/۴۶۶۷) والبخاری (۲۶۷۹) ومسلم (۱٦٤٦) وابو داود (۳۲٤۹) والترمذی (۱۵٤۰) والنسائی (۳۷۷٦) وابن ماجه (۲۰۹٤) والدارمی (۲۳٤۱) والطیالسی (ص/٥) وعبد الرزاق (۱٥۹۳۳) والحمیدی (٦۲٤) وابن الجارود (۹۲۲) والبیهقی (۱۰/۲۸)

**الفوائد** : (۱) غیر اللہ کی قسم ممنوع ہے۔ جس کو ضرورت پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ کے نام وصفت کی اٹھائے۔ (۲) بلکہ اس سے بھی اگر اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت کی وجہ سے رکے گا تو بڑے اجر کا حقدار ہوگا۔

۱۷۱۰: وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِيْ، وَلَا بِآبَائِكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"الطَّوَاغِيْ" جَمْعُ طَاغِيَةٍ ' وَهِيَ الْأَصْنَامُ- وَمِنْهُ الْحَدِيْثُ :"هٰذِهٖ طَاغِيَةُ دَوْسٍ :"اَيْ صَنَمُهُمْ وَمَعْبُوْدُهُمْ - وَرُوِيَ فِيْ غَيْرِ مُسْلِمٍ- "بِالطَّوَاغِيْتِ" جَمْعُ طَاغُوْتٍ ' وَهُوَ الشَّيْطَانُ وَالصَّنَمُ۔

۱۷۱۰: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''بتوں کی قسمیں مت اٹھاؤ اور نہ اپنے باپوں کی''۔(مسلم)

الطَّوَاغِيْ جمع طَاغِيَةٍ بُت اور اسی کے بارے میں حدیث ہے۔هٰذِهٖ طَاغِيَةُ دَوْسٍ کہ یہ دوس کا بت اور معبود ہے۔ مسلم کے علاوہ روایت میں طواغیت کا لفظ ہے جس کا واحد طاغوت ہے اس کا معنی شیطان اور بت ہے۔

**تشریح** ۞ باب النہی عن السوال میں ان کے حالات گزرے۔

**لا تحلفوا بالطواغی** :طواغیت کا حلف حرام ہے۔اور ماں باپ کا حلف اس سے کم درجہ ہے۔اس میں نہی کا لفظ گویا حقیقی ومجازی دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔(شوافع کے ہاں یہ درست ہے)۔(۲)جن کے ہاں حقیقی اور مجازی معنی جمع نہیں ہوسکتا۔تو ان کے ہاں یہاں عام مجازی معنی میں لفظ کو استعمال کیا گیا۔یہاں مقصود دونوں کی قسم کو ترک کروانا ہے۔**طواغی** :یہ طاغوت کی جمع ہے کفار کے معبود باطلہ۔(۲)رؤساء وعظماء کفار اور شیطان لعین یا جو غیر اللہ کی عبادت کو ان کیلئے مزین کرے۔طاغوت جمع اور واحد دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔یہ روایت مختلف کتب میں الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ منقول ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۲۰۶٤۸) ومسلم (۱٦٤۸) والنسائي (۳۷۸۳) وابن ماجه (۲۰۹۵)

**الفوائد** : (۱) غیر اللہ کی قسم حرام ہے۔اسی طرح بتوں اور آباء کی قسم بھی ناجائز ہے۔(۲) جان کی قسم، سر کی قسم بھی اسی میں داخل ہے۔

۱۷۱۱ : وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۷۱۱: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جس نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں''۔(ابوداؤد)
صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ **فلیس منا** :وہ ہمارے راستے پر نہیں۔سیوطی نے خطابی سے نقل کیا ہے۔کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم وہی منعقد ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ یا اس کی صفات کی اٹھائی جائے۔اور امانت ان میں سے نہیں یہ دین کے احکام میں سے ایک حکم

وفرض ہے۔اس سے اس لئے روک دیا گیا تا کہ اسماء وصفات سے مساوات کا وہم نہ ہو۔
ابن رسلان کا قول: امانت سے یہاں فرائض مراد ہیں۔یعنی روزے حج وغیرہ کی قسم نہ کھاؤ۔ الفاظ کے معمولی فرق سے روایت دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۹/۲۲۰۴۱) وأبو داود (۳۲۵۳) والحاکم (٤/۷۸۱٦) وابن حبان (٤٣٦٣)

**الفرائد** : (۱) امانت کی قسم شریعت کے خلاف ہے کیونکہ یہ صفات واسماء الٰہی سے نہیں ہے۔

۱۷۱۲: وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ: "إِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنَ الْإِسْلَامِ" فَإِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَإِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَّرْجِعَ إِلَى الْإِسْلَامِ سَالِمًا" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

۱۷۱۲: حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے یہ قسم اٹھائی کہ میں اسلام سے بیزار ہوں پس اگر وہ جھوٹا ہے تو اس طرح ہو گیا جس طرح اس نے کہا۔اگر وہ سچا ہے تو پھر اسلام کی طرف ہرگز صحیح سالم نہیں لوٹے گا"۔(ابوداؤد)

**تشریح** ۞ بریٔ من الاسلام: اس سے مراد تہدید وتشدید ہے۔بعض ائمہ نے اس کو قسم قرار دیا ہے۔ان کے ہاں کفارہ ہے۔عن الشافعی و مالک یہ قسم نہیں، نہ اس میں کفارہ ہے۔البتہ کہنے والا گنہگار ہے۔علماء شوافع فرماتے ہیں اگر اس نے کفر کا عزم کیا تو فی الحال کافر ہو جائے گا۔اور اگر اس چیز سے ہمیشہ کیلئے باز رہنا مقصود ہے اور کوئی مقصد نہیں تو کفر نہیں۔ لیکن یہ انتہائی قبیح وشنیع لفظ ہے۔اس سے استغفار ضروری ہے۔استحبا بالشہادتین کو زبان پر لائے۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (۲۳۵۸) والنسائي (۳۷۸۱) وابن ماجه (۲۱۰۰) والحاکم (٤/۸۷۱۸)

**الفرائد** : (۱) یہ برے الفاظ ہیں عام معاشرے میں لوگ دنیا کے کاموں کیلئے اس قسم کی بدزبانی کرتے ہیں جس سے استغفار ضروری ہے۔ایمان مخدوش ہو جاتا ہے۔

۱۷۱۳: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ: لَا وَالْكَعْبَةِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللّٰهِ، فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَفَسَّرَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ قَوْلَهُ "كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ" عَلَى التَّغْلِيْظِ، كَمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "الرِّيَاءُ شِرْكٌ"۔

۱۷۱۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو یہ کہتے سنا کعبہ کی قسم! آپ نے اسے فرمایا کہ غیر اللہ کی قسم مت اُٹھاؤ۔میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی

اس نے کفر کیا یا شرک کیا"۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔ بعض علماء نے کفر یا شرک کو تغلیظ (سخت تنبیہ) قرار دیا جیسا کہ دوسری روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاء کو شرک فرمایا۔

**تشریح** ⊛ او : یہ شک راوی ہے۔ کہ کفر کا لفظ ہے یا شرک کا۔ جامع کبیر نے صرف "اشرك" کا لفظ ذکر کیا ہے۔
**نووی کا قول:** بعض علماء نے فرمایا۔ کہ کفر اور اشرک کے ظاہری الفاظ مراد نہیں۔ اور نہ ان کا حقیقی معنی یہاں مراد ہے۔ کیونکہ معصیت کبیرہ بھی کفر نہیں۔ یہ آدمی ایمان سے خارج نہ ہوگا۔ یہ تغلیظ پر محمول ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا ریاء کو شرک فرمایا گیا ہے۔ اس کے متعلق تو سب مانتے ہیں کہ وہ ایمان سے نہیں نکلتا بلکہ ایسی قسموں سے نفرت دلانا مقصود ہے۔ اگر محلوف بہ کے متعلق اللہ تعالیٰ جیسی عظمت کا اعتقاد کیا تو پھر کفر ہے۔ (فتح الباری)

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢/٤٩٠٤) والترمذي (١٥٤٠) وأبو داود (٣٢٥١) والحاكم (٤/٧٨١٣) والطيالسي (١٨٩٦٩٦) وابن حبان (٤٣٥٨) وعبد الرزاق (١٥٩٢٦) والبيهقي (٢٩/١٠)

**الفوائد** : (۱) غیر اللہ کے نام کا حلف ناجائز ہے۔ جس نے غیر اللہ کی قسم اس کی عظمت کا عقیدہ رکھتے ہوئے کھائی وہ کافر ہو گیا۔ کیونکہ اہل کفر و شرک والا فعل کیا۔ بعض نے اس کو تغلیظ پر محمول کیا ہے۔

## ۳۱۵ : بَابُ تَغْلِيْظِ الْيَمِيْنِ الْكَاذِبَةِ عَمَدًا

## بَابٌ : جھوٹی قسم جان بوجھ کر کھانے کی شدید ممانعت

**تشریح** ⊛ یمین کی طرف کذب کی نسبت مجازی ہے۔ حقیقت میں تو اس کا تعلق متکلم سے ہے۔ اور وہ اس کی طرف لوٹنے والی ہے۔ عمدًا : جھوٹ معلوم ہونے کے باوجود جان بوجھ کر قسم اٹھائی۔

۱۷۱۴ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "مَنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهٖ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" قَالَ : ثُمَّ قَرَاَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِصْدَاقَهٗ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ : "اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا" اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۱۴ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس آدمی نے کسی کے مال پر ناحق قسم اٹھائی وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوں گے"۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ پھر آپ نے اس کی تصدیق میں کتاب اللہ کی یہ آیت پڑھی: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا ....﴾ "بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں پر تھوڑا مول خریدتے ہیں....." (آل عمران)۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یعنی جھوٹی قسم سے اس کا حق دبانا چاہتا ہے۔ وھو علیه غضبان ۔ **النَّحْوُ** : یہ جملہ حالیہ ہے۔ یہاں غضب سے غایت مراد ہے خواہ انتقام یا ارادہ انتقام ۔ قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت تلاوت فرمائی جو کہ اس کا مصداق ہے: ﴿ان الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ثمناً قلیلاً......﴾ یشترون سے یستبدلون مراد ہے۔ اور ثمن قلیل سے وہ چیز جو بدلے میں لیتے ہیں۔ **النَّحْوُ** : ان الذین...... یہ مصداق کا عطف بیان یا بدل ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱/۳۵۷٦) والبخاری (۳۵٦) ومسلم (۱۳۸) وأبو داود (۳۲٤۳) والترمذی (۱۲۷۳) وابن ماجه (۲۳۲۳) والحمیدی (۹۵) وابن حبان (۵۰۸٤) وأبو یعلی (۵۱۹۷) والطیالسی (۲٦۲) وابن أبی شیبة (۳/۷) والبیهقی (۱۰/۱۷۸)

**الفوائد** : جھوٹی قسم کھانے والا غضب الٰہی کو خریدنے والا ہے۔ کل قیامت میں یہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔ جھوٹی قسم سے بچنا چاہیے۔

۱۷۱۵ : وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ ابْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ بِیَمِیْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ ، وَحَرَّمَ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ : وَاِنْ کَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : "وَاِنْ کَانَ قَضِیْبًا مِّنْ اَرَاكٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۱۵ : حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی مسلمان کا حق قسم کے ساتھ مار لیا پس اللہ نے اس کے لئے آگ کو واجب کر دیا اور جنت کو حرام کر دیا"۔ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علی وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! خواہ معمولی چیز بھی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خواہ پیلو کے درخت کی شاخ ہی کیوں نہ ہو"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ یہ حارث بن خزرج کی اولاد سے ہیں۔ ان کے حالات پہلے گزرے۔ باب تحریم الظلم میں ملاحظہ فرمائیں۔ اقتطع حق امری : حق کے لفظ سے تعبیر کی تا کہ مال کو عام ہو۔ اور اختصاص کو بھی شامل ہو۔ ذمی کا حکم بھی مسلمان کی طرح ہے۔ بیمینه : جس آدمی نے جھوٹی قسم کھا کر حلال قرار دیتے ہوئے قسم کھائی۔ وہ اس کی حرمت اور اس پر اجماع کو جانتا ہے۔ فقال له رج وان کان شینا یسیرًا : خواہ قسم سے حاصل کی جانے والی چیز بالکل معمولی ہو۔ اس پر داخل ہونے والی واؤ حالیہ ہے۔ بعض نے عاطفہ کہی ہے۔ ماقبل کی دلالت سے اس کا جواب محذوف ہے۔ قضیبا۔ **النَّحْوُ** : یہ فعل شرط مقدر کا مفعول ہے۔"ای ان اقتطع قضیباً من اراكٍ"۔ قضیب کٹی ہوئی ٹہنی یہ فعیل بمعنی مفعول ہے۔ اس کی جمع قضبان۔ اراك : پیلو اور بن کا درخت جس کی جڑ سے مسواک بنتے ہیں۔ اونٹ کی خوراک

ہے۔ (المصباح)

**تخریج** : باب تحریم الظلم... میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۷۱۶ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"الْكَبَائِرُ :الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ ، وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ : اَنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْكَبَائِرُ؟ قَالَ: "الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ" قَالَ :ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ:"اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ؟ قَالَ :وَمَا الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ؟ قَالَ : "اَلَّذِيْ يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِىءٍ مُّسْلِمٍ!" يَعْنِيْ بِيَمِيْنٍ هُوَ فِيْهَا كَاذِبٌ۔

۱۷۱۶: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے گناہ یہ ہیں: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی' کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم اٹھانا''۔ (بخاری)

اور ان ہی کی ایک روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بڑے گناہ کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا''۔ اس نے پوچھا پھر کیا؟ آپؐ نے جواب دیا: ''جھوٹی قسم''۔ اس نے سوال کیا: جھوٹی قسم کیا ہوتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ قسم کہ جو کسی مسلمان کا مال لینے کے لئے اٹھائے''۔ (مسلم) یعنی ایسی قسم جس میں وہ جھوٹا ہو۔

**تشریح** ۞ الكبائر : یہ حصر اضافی ہے۔ ان مذکورہ پر سکوت ان کی شدت وغلظت کی وجہ سے ہے۔ ان کی تعریف یہ ہے کہ جس پر کتاب وسنت میں عذاب وغضب کی دھمکی دی جائے۔

الاشراك : کفر اختیار کرنا خواہ شرک سے ہو یا کسی اور طریقہ سے شرک کا تذکرہ اس زمانہ میں غالب کے لحاظ سے ہے۔ اس لئے کہ کفار عرب بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اور ان کو الوہیت باری تعالیٰ میں شریک کرتے تھے۔ وعقوق الوالدین: ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک سے ایسا سلوک کرے جس سے ان کو عرف میں اذیت پہنچتی ہو۔ وہ ایذاء کو معمولی نہ ہو۔ وقتل النفس : دشمنی کی بنیاد پر کسی کو قتل کر دے۔ والیمین الغموس ۔الغموس یہ اسم فاعل ہے۔ کیونکہ یہ قسم کھانے والے کو گناہ میں گھسا دیتی ہے۔ کیونکہ اس نے جھوٹا جاننے کے باوجود جھوٹی قسم کھائی۔ دوسری روایت بخاری میں سوال کے جواب میں دو کا تذکرہ ہے اور یمین کی تفصیل بھی مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ مسئول عنہ متعدد ہیں اور جواب مفرد ہے۔ تاکہ اس کی شدت، شناعت وسخت نافرمانی کی طرف اشارہ ہو جائے۔ گویا عذاب میں اس کا مقابلہ متعدد گناہوں سے کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ اس سے قوی تر ہے۔ کیونکہ جو آدمی شرک سے کم درجہ گناہوں میں مبتلا ہو تو بہ مر گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ چاہے بخشے چاہے عذاب دے۔ جب سائل اس پر متنبہ نہ ہوا۔ جواب کو سوال کے مخالف پایا کہ سوال جمع اور جواب مفرد ہے۔ تو

اس نے سمجھا کہ مذکورہ کی شدید ترین قسم باقی ہے۔تو سوال کیا۔ثم ماذا: تو جواب ملا عقوق الوالدین ۔قال ثم ماذا :ما کے ساتھ ذا لگا ہوا ہے۔ یہ ذا ملغہ ہے یعنی پھر کیا چیز ہے۔ اور ما موصول بھی ہو سکتا ہے۔ دلالت مقام کی وجہ سے صلہ محذوف ہے۔''ای ثم ما الذی منھا'' پھران میں سے کونسا ہے؟قال الیمین الغموس :غموس کی طرف اسناد الی السبب ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں میں نے سوال کیا یمین غموس کی تشریح کیا ہے تو فرمایا۔ایسی قسم جس سے کسی مسلمان کا مال ہضم کرنا مقصود ہو۔یعنی وہ جھوٹ بول رہا ہو۔ھو فیھا کاذب :یعنی ایسی قسم ہو جس سے وہ اس چیز کے متعلق اپنے ہاں عاریت رکھنے کا انکار کر رہا ہو۔ حالانکہ وہ اس کے ہاں رکھی گئی ہو۔اس کی قسم سے اس عاریت کا فیصلہ اس کے حق میں ہو جائے گا۔

**تخریج** : باب تحریم العقوق ...میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

# ۳۱۲ :بَابُ نَدْبِ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا اَنْ یَّفْعَلَ ذٰلِكَ الْمَحْلُوْفَ عَلَیْهِ ثُمَّ یُكَفِّرَ عَنْ یَّمِیْنِهٖ!

## بَابٌ : جو آدمی کسی بات پر قسم اُٹھائے پھر دوسری صورت میں اس سے بہتر پائے تو وہ اختیار کر لے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے یہی مستحب ہے

**تشریح** ۞ الحلف :باب النہی میں ہم ذکر کر آئے حلف اور یمین ایک چیز ہے۔ یہاں تاکید کی غرض سے جمع کیا گیا ہے۔ دوسری وجہ عرض کرتے ہیں۔فرای غیرھا:اس کو علم ہوا کہ دوسری بات بہتر ہے ۔تو قسم کا کفارہ دے۔
**النَّحْو** :ان یفعل یہ مصدر مرفوع نائب فاعل بن رہا ہے۔

۱۷۱۷ :عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ :قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاَیْتَ غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا فَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ وَّكَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۷۱۷: حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کوئی قسم اٹھاؤ اور پھر دوسری چیز کو اس سے زیادہ بہتر پاؤ تو اس کو کرلو جو کہ بہت بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ واذا حلفت :واؤ اس لئے لائی گئی ہے تاکہ خبردار کر دیا جائے کہ یہ روایت کا ٹکڑا ہے۔وکفر عن یمینك:قسم توڑنے کے بعد کفارہ واجب ہے۔ اور جس پر قسم اٹھائی اس کو ترک کر کے بہتر اختیار کرنا مستحب ہے۔ جب اس نے اس طرح کیا تو قسم ٹوٹ گئی اور کفارہ لازم ہو گیا۔

**تخریج** : باب کتاب المأمورات ... میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۷۱۸ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلْيَفْعَلِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۱۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی بات پر قسم اٹھائی پھر دوسری بات کو اس سے زیادہ بہتر پایا تو اسے چاہئے کہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور وہ کام کرے جو کہ زیادہ بہتر ہو"۔ (مسلم)

**تشریح** ✿ **من حلف علی یمین** :ابن ملک کہتے ہیں یہ مقسم بہ اور مقسم علیہ کا مجموعہ ہے لیکن یہاں مراد مقسم علیہ ہے۔کُل بول کر بعض مراد لیا ہے۔ علامہ کازرونی نے کہا یہ تاکید ہے۔ اور علیٰ کو باَ کے معنی میں لیا ہے گویا کہا "من حلف بیمین وعلیه" پس حدیث میں محلوف علیہ کو حذف کیا گیا ہے۔ اس پر سیاق دلالت کرتا ہے۔ گویا اس سے مندوب غرض کے ترک یا مکروہ کے کرنے پر قسم اٹھائی۔ **غیرھا**: وہ خصلت جس پر قسم اٹھائی اس کے علاوہ۔ **فلیکفر عن یمینه**: جب قسم توڑے تو کفارہ واجب ہے۔ یا یہ کفارہ شوافع کے ہاں پہلے بھی دیا جا سکتا ہے۔ (دیگر علماء کے ہاں قسم توڑنے کے بعد کفارہ ہے) روزے کے کفارہ میں اتفاق ہے۔ کہ وہ قسم توڑنے کے بعد رکھے جائیں۔ **ولیفعل** :اگر ترک واجب کی قسم اٹھائی تو فعل کا کرنا واجب اور اگر مستحب تھا تو کفارہ مستحب ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (١٠٣٤) وأحمد (٣/٨٧٤٢) ومسلم (١٦٥٠) والترمذي (١٥٣٥) والنسائي (٣/٤٧٢٢) وابن حبان (٤٣٤٩) والبيهقي (٩/٢٣٢)

**الفرائد** : (۱) قسم اٹھانے والا اگر دوسری چیز میں بھلائی دیکھے تو قسم توڑ کر کفارہ ادا کردے اور بھلائی والے کام کو اختیار کرے یہ زیادہ بہتر ہے۔

۱۷۱۹ : وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِنِّيْ وَاللّٰهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ ثُمَّ اَرٰى خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِيْنِيْ وَاَتَيْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۱۹: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا تو میں ایسی چیز پر قسم نہ اٹھاؤں گا کہ پھر میں اس سے بہتر پا لوں تو میں اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا اور وہ کام کروں گا جو زیادہ بہتر ہے"۔ (بخاری مسلم)

**تشریح** ۞ انی و اللّٰہ ان شاء اللّٰہ :جملہ قسمیہ معترضہ ہے جو تاکید کیلئے لائے ہیں۔اِنَّ کا اسم تو یا ضمیر اور خبر لا احلف ہے۔خیراً منھا:انہوں نے قسم اٹھائی تھی کہ میں اشعریین کو اونٹ پر سوار نہ کروں گا۔پھر قسم کو توڑ دیا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تقدیم کفارہ کو مطلقاً منع کیا ہے۔واؤ ترتیب کیلئے نہیں۔(مگر دیگر دلائل کفارہ کے بعد میں دینے کے موجود ہیں)۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٧/١٩٦٠٨) والبخاری (٣١٣٣) ومسلم (١٦٤٩) وأبو داود (٣٢٧٦) والنسائی (٣٧٨٩) وابن ماجه (٢١٠٧) وابن حبان (٤٣٥١) والبیهقی (١٠/٥١)

**الفوائد** :آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی بات پر قسم اٹھا لیتے اور پھر دوسرے کام میں زیادہ بہتری پاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قسم کا کفارہ ادا فرماتے اور دوسرے کام کو اختیار فرماتے۔ہمارے لئے بھی طریقہ نبوی میں بہتری ہے۔

۱۷۲۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَاَنْ يَلَجَّ اَحَدُكُمْ فِیْ يَمِيْنِهٖ فِیْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ اَنْ يُّعْطِیَ كَفَّارَتَهُ الَّتِیْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهٗ "يَلَجَّ" بِفَتْحِ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ :اَیْ يَتَمَادٰی فِيْهَا وَلَا يُكَفِّرَ – وَقَوْلُهٗ :"اٰثَمُ" هُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ :اَیْ اَكْثَرُ اِثْمًا۔

۱۷۲۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اگر کوئی آدمی اپنے گھر والوں کے بارے میں قسم پر اڑا رہے تو وہ اللہ کے ہاں اس سے زیادہ گناہ کا باعث ہے کہ وہ اپنی قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کر دے جو اللہ نے اس پر فرض کیا"۔(بخاری و مسلم)

يَلَجَّ :لام کے فتح اور جیم کی شد کے ساتھ یعنی وہ اس میں اصرار کرے اور اس کا کفارہ نہ دے۔

اٰثَمُ : گناہ میں زیادہ۔یہ لفظ ثاء مثلثہ کے ساتھ ہے۔

**تشریح** ۞ احدکم فی یمینہ فی اھلہ :عاقولی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز پر قسم اٹھائے اور اس سے بہتر کام سامنے آئے مگر قسم پر قائم رہے اور نہ توڑے۔نہ کفارہ دے۔اثم لہ عند اللّٰہ :جب کہ وہ قسم توڑ دے بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے۔جو ایسی قسم اٹھائے جس میں وہ اپنے کو سچا خیال کرتا ہے۔تو اس وقت وہ قسم نہ توڑے۔یلج کا معنی پختگی اختیار کرے۔اثم :یہ اسم تفضیل ہے یعنی وہ گناہ میں زیادہ اور بڑھ کر ہے۔عاقولی کہتے ہیں اصل تو یہ گناہ والی قسم پر لپٹنے والے کیلئے ہے دوسرے مصر کو بطور وسعت شامل کیا گیا ہے۔(تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو نشانہ نہ بنائے اور عظمت کا احساس کرے)۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/٨٢١٥) والبخاری (٦٦٢٥) ومسلم (١٦٥٥)

**الفوائد** : (۱) جس نے کوئی قسم اٹھائی پھر دوسری چیز کو اس سے بہتر پایا مگر وہ قسم پر قائم رہا تو وہ گناہ گار ہوگا۔

## ۳۱۷ : بَابُ الْعَفْوِ عَنْ لَغْوِ الْيَمِيْنِ وَاَنَّهُ لَا كَفَّارَةَ فِيْهِ وَهُوَ مَا يَجْرِىْ عَلَى اللِّسَانِ بِغَيْرِ قَصْدِ الْيَمِيْنِ كَقَوْلِهٖ عَلَى الْعَادَةِ لَا وَاللّٰهِ ، وَبَلٰى وَاللّٰهِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ

## بَابٌ : لغو قسمیں معاف ہیں اور اس پر کوئی کفارہ نہیں لغو قسم وہ ہے جو بلا قصد زبان پر جاری ہو مثلاً لَا وَاللّٰهِ ، بَلٰى وَاللّٰهِ وغیرہ

**تشریح** : لغو الیمین : امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک یمین لغو وہ ہے جو بلا قصد زبان پر چلتی رہے۔ اسی طرح جس کا معنی معلوم نہ ہو اور جہالت سے وہ کہہ دے۔ (بیضاوی) احناف رحمہم اللہ نے کہا کہ قسم کا دارومدار اس کے گمان پر ہے۔ لا واللّٰہ وبلی واللّٰہ : وہ الفاظ جس سے عادۃً قسم کھائی جاتی ہے۔ جب بلا قصد اس کی زبان پر آتے ہوں۔ تو اس پر مواخذہ نہیں جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ ......﴾

### الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ، ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ﴾ [المائدة:۸۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لغو قسموں کے بارے میں تمہارا مواخذہ نہیں فرمائے گا لیکن ان قسموں کے بارے میں وہ مواخذہ فرمائیں گے جو تم مضبوطی سے باندھ لو پس اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا درمیانے درجے کا جو تم کھاتے ہو یا ان کے کپڑے یا گردن کا آزاد کرنا' پس جو شخص نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں اٹھالو اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو''۔ (المائدہ)

اس پر مواخذہ نہیں جب کہ اس کو بلا قصد کھائے۔ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ : جو قسم قصد و نیت سے اٹھائی جائے اس کو توڑنے پر مواخذہ ہے یا عقد کو توڑ دیا۔ فَكَفَّارَتُهٗ : تو توڑنے کا کفارہ یعنی جس سے گناہ بھی ختم ہو جائے اور ستر پوشی بھی ہو جائے۔ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ : اسی نوع اور مقدار سے اور وہ ایک مد فی مسکین دیا جائے گا۔ اَلنَّحْوُ : محذوف مفعول کی صفت

ما ئیں تو نصب ہے"ان تطعموا عشرة مساكين طعامًا من اوسط ما تطعمون"۔(۲)اطعام سے بدل ہو تو مرفوع ہے۔
اهل کی جمع اهالی جیسے لیل کی جمع لیالی۔
او کسوتهم: یہ اطعام پر معطوف ہے۔(۲)من اوسط پر جبکہ بدل مانیں اور ضمہ سے پڑھیں۔ یہ عروہ کی طرح ہے۔ (۳)او کے معنی میں ہو۔ جیسے تم اپنے اہل وسعت وفضول خرچی یا تنگدستی سے کھلاتے ہو۔ برابری ہونی چاہیے۔ اگر تم درمیانہ درجے کا کھانا نہ کھلاؤ۔ کاف یہ محل رفع میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے"اطعامهم كا سوتهم"۔او تحرير رقبة: ایک گردن کو آزاد کرنا۔ او کا مطلب تین میں سے کسی ایک کا لازم ہونا ہے۔ اور تعیین میں اس کو اختیار ہے۔لم يجد: ان میں سے کسی ایک کو نہ پائے۔ فصيام یعنی اس کا کفارہ روزوں سے ہے۔ اذا حلفتم: کا مطلب جب قسم توڑ ڈالو۔ واحفظوا ايمانكم: قسم کی حفاظت کرو اور ہر عمل کے بدلے اسے توڑ نہ ڈالو۔(۲) تم اس قسم کو اپنی ہمت سے پورا کرو۔ یا جبکہ کوئی قسم ہمت کے مطابق ہو اور اس سے کفارہ دے لو جب قسم توڑ دو۔

۱۷۲۱ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ : لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ" فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ :لَا وَاللّٰهِ 'وَ بَلٰى وَاللّٰهِ ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۷۲۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آیت: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ﴾ "اللہ تعالیٰ لغو قسموں کے بارے میں تمہارا مواخذہ نہیں فرمائے گا" ایک آدمی کے بارے میں اتری۔ جو بات بات پر لا واللہ بلی واللہ بھی کہتا تھا۔(بخاری)

**تشریح** ۞ في قول الرجل: یہ لا يؤاخذكم الله: کیلئے بطور عطف بیان لائے۔الرجل سے انسان مراد ہے۔ اشرف واعلیٰ ہونے کی وجہ سے معرفہ لائے۔ لا و الله: اس کا مقصد اسی قسم کا کلام جو بلا قصد لوگوں کی زبانوں پر جاری ہوتا ہے۔قسم مقصود نہیں ہوتی۔ بیہقی کی روایت میں اس طرح ہے:"هو كلام الرجل في يمينه كلا والله وبلى الله"اور ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دوسری روایت میں اس طرح ہے۔"هذا الشي يحلف عليه احدكم لا يريد منه الا الصدق فيكون على غير ما حلف عليه"۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (٤٦١٣)

**الفوائد** : (۱) یمین لغو پر مؤاخذہ نہیں۔ وہ قسم کا دل سے قصد کیا جائے اس کو توڑنے پر کفارہ ہے۔ ناجائز چیز کی قسم کو توڑنا واجب ہے۔

## ۳۱۸ :بَابُ كَرَاهَةِ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا

## بَاب: خرید وفروخت میں قسمیں اُٹھانا مکروہ ہے خواہ وہ سچی ہی کیوں نہ ہو

**تشریح** ۞ اگر اس نے جھوٹ بولا اور جان بوجھ کر ایسا کیا تو یہ یمین کاذبہ ہوگی۔ اور اٹھانے والا گناہگار ہوگا۔ (یہی یمین غموس ہے)

۱۷۲۲ :عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "اَلْحَلْفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۲۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "قسم سودے کے لئے تو (اگرچہ) فائدہ مند ہے لیکن کمائی کی برکت کو مٹانے والی ہے"۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ **منفعة للسلعة**: سامان کو فروخت کا ذریعہ ہے۔

**ممحقة للكسب**: نشوونما اور برکت کو مٹانے والی ہے۔

**محق**: برکت مٹنا۔ نشوونما ختم ہونا۔ (المصباح)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۷۲۱۱) والبخاری (۲۰۸۷) ومسلم (۱۶۰۶) أبو داود (۳۳۳۵) والنسائی (۴۴۷۳) وابن حبان (۴۹۰۶) والبیهقی (۲۶۵/۵)

**الفوائد** : (۱) سودا بیچنے کیلئے جھوٹی قسم حرام ہے۔ (۲) سچی قسم کھا کر سودا بیچنا بھی ناپسندیدہ حرکت ہے۔ اس سے برکت چلی جاتی ہے۔

۱۷۲۳ :وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ، فَاِنَّهٗ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۲۳: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "خرید وفروخت میں زیادہ قسمیں اٹھانے سے اپنے آپ کو بچاؤ پس سودہ تو زیادہ بکتا ہے لیکن اس سے برکت مٹ جاتی ہے"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **ایاکم وکثرة الحلف**: تاکہ لوگ رغبت کریں اور سامان فروخت ہو۔ **افنه ینفق**: سودے کے بکنے کا باعث بنے گا۔ اور قسم کی وجہ سے اضافے سے فروخت ہو جائے گا۔ **ثم یمحق**: (پھر برکت مٹادی جائے گی)۔

**فَائِدَہ** : تجارت میں قسم ترک کر دینی چاہیے۔ جس نے سچی بھی قسم اٹھائی اس نے سودا فروخت کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے نام کو نشانہ بنایا۔ اور اگر جھوٹی قسم کھائی۔ تو اس سے برکت یقیناً مٹ جائے گی۔ برزائل ہو جائے گی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۸/۲۲٦۰۷) ومسلم (۱٦۰۷) والنسائی (٤٤٧٢) وابن ماجه (۲۲۰۹)

**الفرائد** : (۱) سامان کی فروخت کیلئے سچی جھوٹی ہر قسم کی قسم سے بچنا چاہیے، دونوں سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔(۲) سچی قسم میں تو اس نے معمولی دنیا کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ کے نام کی ناقدری کی ہے۔ اس لئے برکت ختم ہوئی۔

## ۳۱۹ : بَابُ كَرَاهَةِ اَنْ يَّسْأَلَ الْاِنْسَانَ بِوَجْهِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ غَيْرَ الْجَنَّةِ وَكَرَاهَةِ مَنْعِ مَنْ سَاَلَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَتَشَفَّعَ بِهٖ

## بَابٌ : اس بات کی کراہت کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا واسطہ دے کر آدمی جنت کے علاوہ اور چیز مانگے اور اس بات کی کراہت کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مانگنے والے کو مسترد کر دیا جائے

**تشریح** : اللہ تعالیٰ کی ذات عظمت والی ہے۔ اس کا واسطہ دے کر جنت ہی مانگنی چاہیے جو احباب کا گھر ہے اور اس کی رضامندی اور دیدار کریم مانگنا چاہیے۔ یہ سب سے اعلیٰ مانگنے کی چیزیں ہیں۔

**کراھة منع** : یعنی دنیاوی امور اگر اس سے ارتکاب کیا تو ذات باری کے واسطہ سے یہ سوال ناپسند ہے۔ **تشفع بہ** : جو آدمی اللہ تعالیٰ کے نام کو سوال کیلئے واسطہ بنائے اس کی سفارش کو پورا کر دو۔

۱۷۲۴ : عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا يُسْاَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ اِلَّا الْجَنَّةُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

۱۷۲۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر جنت کے سوا اور کوئی چیز نہ طلب کی جائے''۔ (ابوداؤد)

**تشریح** : **لا یسأل بوجه الله الا الجنة** : یہ نہی تنزیہی ہے اور خبر ہو تو وہ نہی کے معنی میں ہے۔

**ابن رسلان کا قول** : حلیمی کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سوال مختلف فیہ ہے (۱) اگر سائل جانتا ہو کہ مسئول سے جب اللہ تعالیٰ کا نام لے کے مانگیں گے تو اس کے دینے پر محظوظ ہوگا اور غنیمت جانے گا۔ تو اسے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سوال درست ہے۔ مگر میں عرض کرتا ہوں کہ ایسی حالت میں بھی اولیٰ یہ ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے کیونکہ اس میں

اللہ تعالیٰ کے نام کو دنیوی غرض کیلئے استعمال کرنا لازم آتا ہے۔

(۲) اگر سائل نے جس سے سوال کیا اکتاہٹ اور منہ پھیرنے والا ہے۔ اور ممکن ہے کہ رد کردے تو اس پر سوال حرام ہے۔ البتہ مسئول کیلئے مناسب ہے۔ کہ جب اس سے اللہ تعالیٰ کی خاطر مانگا جائے تو وہ نہ روکے۔ اور سائل کو خالی واپس نہ کرے۔ اسے خوشدلی اور شرح صدر سے دے اور رضائے الٰہی مقصود ہو۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (١٦٧١)

**الفوائد** : (۱) جو آدمی اللہ تعالیٰ کی ذات کریم کے واسطے سے اس سے مانگے وہ جنت اور رضائے الٰہی کو مانگے۔ یہ تکریم ذات کا تقاضا ہے۔

**۱۷۲۵ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ، وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيْبُوْهُ وَمَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ، فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَا تُكَافِئُوْهُ بِهٖ فَادْعُوْا لَهٗ حَتّٰى تَرَوْا اَنَّكُمْ قَدْ كَافَاْتُمُوْهُ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَآئِيُّ بِاَسَانِيْدِ الصَّحِيْحَيْنِ۔**

۱۷۲۵ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اللہ کے واسطے سے پناہ طلب کرے اس کو پناہ دے دو۔ جو اللہ کا نام لے کر سوال کرے اس کو دو اور جو تمہیں دعوت دے اسے قبول کرو۔ جو تمہارے ساتھ احسان کرے تم اس کا بدلہ دو اگر تم میں اس کا بدلہ دینے کی طاقت نہ ہو اس کے لئے دعا کرو۔ یہاں تک کہ یقین کر لو اس کا بدلہ تم نے ادا کر لیا"۔ (ابوداؤد اور نسائی)

**تشریح** ⊙ استعاذ باللّٰه : یعنی جو تم سے پناہ طلب کرے اور مہربانی کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے رہا ہو۔ یعنی کسی چیز سے پناہ مانگ رہا ہو تو اسے دے دو۔ اللہ تعالیٰ کے نام کا احترام کرتے ہوئے۔

ومن سال باللّٰه : معمول کا حذف عموم کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چھوٹی بڑی، حقیر، دینی، دنیوی، علمی کوئی چیز بھی ہو۔ وہ اسے دے دو اگر تمہیں قدرت حاصل ہے۔ ومن دعاكم فاجيبوهٗ : اگر ولیمہ نکاح تو لازماً قبول کرو۔ بشرطیکہ وجوب کو ساقط کرنے والے امور میں سے کوئی چیز نہ پائی جاتی ہو۔ ورنہ سنت ہے۔ ظاہریہ وغیرہ نے اس کو واجب قرار دیا ہے۔

ومن صنع اليكم معروفا : معروف یہ ہر اچھے کام پر بولا جاتا ہے۔ مكافئوه : اس کے احسان پر مثل سے بدلہ دو یا اس سے بہتر سے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿واذا حييتم بتحية فحيوا بأحسن منها أو ردّوها ......﴾ "اس آیت کی تفسیر بعض مفسرین سے مکافہ ہے۔ فاذا لم تجدوا ما تكا فئونهٗ : (۱) بعض نسخوں میں نون محذوف ہے۔ وہ ایک لغت ہے۔ بہ ضمیر محذوف ہے۔ (۲) ما موصول حرفی ہے۔ ای فان لم تجدوا مكافأة ۔ مصدر بمعنی مفعول ۔ فادعوا له حتي تروا : تو خوب دعا کر دیہاں تک کہ تم سمجھ لو کہ تم نے بدلہ پورا کر دیا۔ ساوی شیئاً اس وقت بولتے ہیں جب کہ اس

کی مثل ہو جائے۔ پس یہ بدلہ چکانے والا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢/٥٣٦٥) والبخاری (٢١٦) وأبو داود (١٦٧٢) والنسائی (٢٥٦٦) وابن حبان (٣٤٠٨) والحاكم (١٥٠٢) والطيالسی (١٨٩٥) والقضاعی (٤٢١) وأبو نعيم (٩/٥٦) وابن أبی شيبة (٣/٢٢٨) والبيهقی (٤/١٩٩)

**الفوائد** : (۱) جو اللہ تعالیٰ کے نام سے کوئی چیز مانگے اس کو محروم مت کرو۔ (۲) احسان کا بدلہ دنیا اعلیٰ اخلاق سے ہے کم از کم جزاکم اللہ کہو اور بعد میں بھی دعا کرتے رہو۔

## ۳۲۰ : بَابُ تَحْرِيْمِ قَوْلِ شَاهَنْشَاهُ لِلسُّلْطَانِ لِاَنَّ مَعْنَاهُ مَلِكُ الْمُلُوْكِ وَلَا يُوْصَفُ بِذٰلِكَ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى

## باب : کسی سلطان کو شہنشاہ کہنا حرام ہے کیونکہ اس کا معنی بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور غیر اللہ میں یہ وصف نہیں پایا جاتا

**تشریح** ۞ للسلطان : بادشاہ، امراء وغیرہ کو۔ کیونکہ اس کا معنی بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اور وہ غیر اللہ پر بولا نہیں جا سکتا۔ اس بولنے والے نے غیر خالق پر خالق کی صفات کا اطلاق کیا۔ اور خالق کی صفات مخلوق میں نہ ہیں اور نہ آ سکتی ہیں۔ بندے کو عاجزی لائق ہے۔

۱۷۲۶ : عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ ﷺ قَالَ : "اِنَّ اَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَجُلٌ تَسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ مَلِكُ الْاَمْلَاكِ مِثْلُ شَاهَنْشَاهِ۔

۱۷۲۶ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے زیادہ ذلیل ترین نام اللہ کے ہاں اس شخص کا ہے جس کا نام بادشاہوں کا بادشاہ (یعنی شہنشاہ) رکھا جائے"۔ (بخاری و مسلم)
سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ مَلِكُ الْاَمْلَاكِ شہنشاہ کی طرح ہے۔

**تشریح** ۞ ان اخنع : خنوع ذلت کو کہتے ہیں۔ یعنی سب سے زیادہ ذلیل۔ رجل : سے مراد اسم رجل ہے۔ ملك الاملاك : جس نے اپنا نام بادشاہوں کا بادشاہ رکھا۔ بقول سیوطی اس کا عجمی زبان میں معنی شہنشاہ ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/٧٣٣٣) والبخاری (٦٢٠٦) وأبو داود (٤٩٦١) والترمذی (٢٨٣٧) وابن حبان

(۵۸۳۵) والبیهقی (۹/ ۳۰۷)

**الفوائد :** (۱) کسی کو شہنشاہ کہنا حرام ہے۔ اسی طرح خالق الخلق ، احکم الحاکمین سلطان السلاطین بھی درست نہیں۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ الرحمان ، القدوس ، الجبار کا بھی یہی حکم ہے۔

# ۳۲۱ : بَابُ النَّهْيِ عَنْ مُخَاطَبَةِ الْفَاسِقِ وَالْمُبْتَدِعِ وَنَحْوِهِمَا بِسَيِّدٍ وَنَحْوِهٖ

## بَابٌ : کسی فاسق و بدعتی کو سیّد وغیرہ کے معزز القاب سے مخاطب کرنا ممنوع ہے

**تشریح :** اس آدمی کو جو صغیرہ پر اصرار کرے یا کبیرہ کا ارتکاب کرے خطاب کرنا ممنوع ہے۔ اسی طرح المبتدع : جو بدعتی ہو صحیح اعتقاد سے نکلنے کی وجہ سے جس کی تفصیل کتاب و سنت میں وارد ہوئی ہے۔ اس نکلنے کا سبب تزین شیطان ہے۔ بسید ونحوہ : اس طرح ظالموں اور ان کے معاونین کو سید وغیرہ کے القابات سے پکارنا جو کہ عظمت کو ظاہر کرنے والے الفاظ ہیں درست نہیں۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے توہین کی ہے یہ تکریم کے لائق نہیں اور قیاس کی وجہ سے اشتراک علت ہے۔

۱۷۲۷ : عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ فَإِنَّهُ إِنْ يَكُنْ سَيِّدًا فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۷۲۷ : حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "منافق کو سید مت کہو اگر وہ شخص سردار ہوا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا"۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح :** للمنافق سید : اسی طرح تکریم کے دیگر الفاظ کا حکم ہے۔ اور اگر اس کے ترک سے اپنی جان و مال یا اہل و عیال پر ضرر کا خطرہ ہو تو پھر کراہت نہ ہوگی۔ اور فانہ ان یلک سیداً : یہ ماقبل علت ہے۔ اگر یہ منافق دوسروں سے بلند قدر و منزلت والا ہے۔ فقد اسخطتم ربکم : تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دشمن کی جو اس کی عبودیت کی رسی توڑنے والا ہے۔ اس کی مخالفت کرنے والا اور باطن میں اس کے علاوہ کی عبادت کرنے والا ہے۔ عاصی اور مبتدع کا بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ وہ رحمان کی جماعت سے نکلنے میں تمام شریک ہیں اور اخوان الشیاطین سے ان کا گٹھ جوڑ ہے۔ ان کے ساتھ منافق والا حکم جاری ہوگا کہ ان کی تعظیم کو ترک کر کے توہین و تذلیل کی جائے۔ تاکہ وہ منافقت سے باز

آ جائے۔ اور ابتداءً ہی اطاعت کی طرف لوٹ آئے۔ پہلے میں ضروری ہے اور دوسرے میں سنت ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۹/۲۳۰۰۰) والبخاری (۷۶۰) وأبو داود (۴۹۷۷) والحاکم (۴/۷۸۶۵)

**الفرائد**: (۱) منافق کو یا سید کہنے والے نے غضب الٰہی کو دعوت دی کیونکہ وہ منافق تو توہین کے لائق ہے نہ کہ تکریم کے۔

## ۳۲۲ : بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الْحُمّٰى!

## بَاب : بخار کو گالی دینے کی کراہت

**تشریح** : مطلب یہ ہے کہ تقدیر الٰہی سے تنگ آ کر اکتاہٹ کا اظہار کیا جائے۔ حالانکہ اس میں اس کیلئے گناہوں کی معافی اور حسنات کی تحصیل ہے۔

۱۷۲۸ : عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ السَّائِبِ اَوْ اُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ : "مَالَكِ يَا اُمَّ السَّائِبِ – اَوْ يَا اُمَّ الْمُسَيَّبِ تُزَفْزِفِيْنَ؟" قَالَتِ الْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا ! فَقَالَ : "لَا تَسُبِّي الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ اٰدَمَ كَمَا تُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"تُزَفْزِفِيْنَ" اَيْ تَتَحَرَّكِيْنَ حَرَكَةً سَرِيْعَةً، وَمَعْنَاهُ : تَرْتَعِدُ وَهُوَ بِضَمِّ التَّاءِ وَبِالزَّايِ الْمُكَرَّرَةِ وَالْفَاءِ الْمُكَرَّرَةِ، وَرُوِيَ اَيْضًا بِالرَّاءِ وَالْمُكَرَّرَةِ وَالْقَافَيْنِ۔

۱۷۲۸ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام سائب یا ام مسیب کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: "اے ام سائب تمہیں کیا ہوا یا اے ام مسیب تمہیں کیا ہوا تم کانپ رہی ہو؟" انہوں نے عرض کیا بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "تو بخار کو گالی مت دے اس لئے کہ یہ اولاد آدم کی غلطیاں اس طرح دور کرتا ہے جس طرح کہ بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے"۔ (مسلم)

تُزَفْزِفِيْنَ : تو تیزی کے ساتھ کانپ رہی ہے۔ یہ لفظ تاء کے پیش زائے مکرر اور فائے مکرر کے ساتھ ہے اور رائے مکرر اور دو قاف کے ساتھ بھی نقل کیا گیا ہے۔

**تشریح** : او ام المسیب : او یہ شک راوی کیلئے ہے۔ کیونکہ ان کے نام کے سلسلہ میں دونوں قول ہیں۔ (اسد الغابہ)

**مالك؟** **اَلنَّحْو** : ما اسم استفہام مبتداء اور ظرف خبر ہے۔ **لا تسبی الحمی**: یہ بددعا کے کلمات تنقیص و تحقیر کو لازم کرتے ہیں جس کو برا بھلا کہا جائے۔ **فانها تذهب خطايا بنى آدم** : یہ نہی کی علت ہے۔ کہ اس سے حقوق اللہ میں سے صغائر معاف ہوتے ہیں۔ **الکیر** : لوہار کی بھٹی۔

ابوعبیدہ کا قول: مٹی کا بنا ہوا حصہ۔ الکور کہلاتا ہے اور امکیر: اس پر لگائے جانے والی وہ مشک جس سے ہوا دیتے ہیں۔ خبث الحدید: لوہے کی میل کچیل جو اس میں پھنسی ہوتی ہے۔ تز فزفین اور تُزَفزِفین اور تزفزقین۔ تینوں روایات ہیں (کذا قال النووی) اس کا معنیٰ سردی سے کپکپی طاری ہونا۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (۲۵۷۵) وابن حبان (۲۹۳۸) وأبو يعلى (۲۱۷۲)

**الفوائد**: (۱) بخار کو گالیاں نہ دینی چاہئیں اس سے مسلمان کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ کئی گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (۲) تکلیف آئے تو صبر کیا جائے شکوہ کا کلمہ نہ کہا جائے۔

## ۳۲۳: بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الرِّيْحِ وَبَيَانِ مَا يُقَالُ عِنْدَ هُبُوْبِهَا

## بَاب: ہوا کو گالی دینے کی ممانعت اور اس کے چلنے کے وقت کیا کہنا چاہئے؟

**تشریح** ۞ یہ نہی تنزیہی ہے۔

۱۷۲۹: عَنْ أَبِي الْمُنْذِرِ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَسُبُّوا الرِّيْحَ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مَا تَكْرَهُوْنَ فَقُوْلُوْا: "اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَخَيْرِ مَا أُمِرَتْ بِهِ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا أُمِرَتْ بِهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۷۲۹: حضرت ابو منذر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "تم ہوا کو گالیاں مت دو جب تم وہ چیز دیکھو جس کو تم ناپسند کرتے ہو (یعنی آندھی وغیرہ) تو اس طرح کہو: اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ ..... "اے اللہ ہم آپ سے اس ہوا کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں جو اس میں ہے اور اس بھلائی کا جس کے لئے اس کو حکم دیا گیا ہے اور اس ہوا کے شر سے ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اور جو کچھ اس میں شر ہے۔ اس سے پناہ مانگتے ہیں جس کے لئے اس کا حکم ہوا اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں"۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ ابو المنذر: یہ ابی بن کعب کی کنیت ہے۔ لا تسبوا الریح: کیونکہ یہ تو جس کام کیلئے بنائی گئی اسی کو کرنے والی ہے۔ ما تکرھون: یعنی ہوا کا تیز و تند چلنا۔ خیر ما فیھا: جو اس کے نتیجہ میں بادل پیدا ہو کر بادل بننے اور عمدہ گھاس پیدا ہونے والی ہے یا وہ بھلائی جس میں سہولت ہو۔ مثلاً اس سے کشتیاں چلتی ہیں۔ ما امرت به: یہ فعل مجہول نائب مستتر ہے۔ من شر ھذه الریح: اس طور پر کہ یہ آندھی ہو ہلاک کرنے والی ہوا ہو۔ شر ما امرت به: کہ جس کے متعلق اس کے ذریعہ ہلاکت کا فیصلہ ہو جیسے کہ ریح عاد جس چیز پر گزرتی اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۸/۲۱۱۹۶) والبخاري (۷۱۹) والترمذي (۲۲۵۹) والنسائي (۹۴۲) وابن سني

(۲۹۸) والحاکم (۲/۳۰۷۵)

الفرائد : ۱)ہوا کو گالیاں ممنوع ہیں وہ تو خود نہیں چلی، چلائی گئی ہے۔ اگر اس کے ناپسند اثرات دیکھے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرے۔

۱۷۳۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : اَلرِّيْحُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ، تَاْتِیْ بِالرَّحْمَةِ وَتَاْتِیْ بِالْعَذَابِ، فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَلَا تَسُبُّوْهَا ، وَاسْئَلُوا اللّٰهَ خَيْرَهَا وَاسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

قَوْلُهٗ ﷺ : "مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ" هُوَ بِفَتْحِ الرَّآءِ : اَیْ رَحْمَتِهٖ بِعِبَادِهٖ۔

۱۷۳۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "ہوا اللہ کی رحمت ہے یہ رحمت لاتی اور عذاب کو دور کرتی ہے۔ جب تم اس کو دیکھو تو اس کو گالی مت دو اور اللہ سے اس کی خیر مانگو اور اس کے شر سے پناہ مانگو"۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ" راء کے فتح کے ساتھ ہے یعنی اللہ کی رحمت جو اس کے بندوں پر ہے۔

تشریح ۞ الریح من روح اللّٰہ : یعنی اپنے بندوں پر رحمت ولطف سے ان کو بھیجتا ہے۔ تاتی بالرحمة : جس پر اللہ تعالیٰ رحمت کا ارادہ فرماتے ہیں۔ وتاتی بالعذاب : جس کو اللہ تعالیٰ اس سے عذاب دینا چاہتے ہیں۔ فلا تسبوھا : کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم رحمت یا عذاب والا ہوتا ہے۔ اسی کو پورا کرتی ہے۔ خیرھا : وہ خیر جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے۔ من شرھا : وہ شر جس کی تکمیل کیلئے اس کو بھیجا گیا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۷٤۱۷) والبخاري (۷۲۰) وأبو داود (۵۰۹۷) وابن ماجه (۳۷۲۷) والنسائي (۹۲۹) وابن حبان (۵۷۳۲) والحاكم (٤/۷۷٦۹) وعبد الرزاق (۲۰۰٤) والبيهقي (۳/۳٦۱)

الفرائد : (۱) وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ خیر و شر لاتی ہے۔ اس کو گالی دینا ممنوع ہے۔ اس کے خیر کی طلب اور شر سے پناہ مانگنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان کرے۔

۱۷۳۱ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِیُّ اِذَا عَصَفَتِ الرِّيْحُ قَالَ : اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۳۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ جب ہوا چلتی تو فرماتے: "اے اللہ! میں اسکی بھلائی کا

طالب ہوں اور اس چیز کی بھلائی کا جو اس میں ہے اور اس چیز کی بھلائی جس کے ساتھ اس کو بھیجا گیا ہے اور اسکے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس کے شر سے جو اس میں ہے اور اس شر سے جس کے ساتھ بھیجا گیا ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** : عصفت : تیز چلنا۔ خیرھا و خیر ما فیھا: جو اس میں ذاتی بھلائی یا جن بھلائیوں کا ذریعہ ہے مثلاً بادل کا جمع کرنا۔ نقصان ختم کر کے فوائد لانا، کشتیاں کا چلانا۔

ما ارسلت به : جیسے مزروعات کا غول اور اجسام کی درستی۔ من سرھا: جبکہ سخت آندھی کی صورت میں ہو۔ شر ما فیھا: مثلاً وہ ڈبونے والی، بارش کے بادل کو دور ہانک کر لے جانے والی۔ کڑک پر مشتمل ہو وغیرہ۔ شر ما ارسلت به: جیسے عاد پر بھیجی گئی جس سے ان کو تہس نہس کر دیا گیا۔ اور کھیتی کو تباہ کرنے والی۔ دودھ کو سکھانے والی وغیرہ۔

ما ارسلت به : خیر و شر دونوں مقام پر یہ مجہول ہے۔ (۲) معروف ہے۔ (۳) خیر میں خطاب کا صیغہ ہو۔ (۴) شر میں واحد مؤنث مجہول کا صیغہ ہو۔ تاکہ انعمت علیهم کے قبیل سے بن جائے۔

البتہ وہ روایت ''والخیر کله فی یدیك والشر لیس الیك'' اس کے متعلق اتنی بات سمجھ لی جائے۔ آیت وحدیث ان دونوں میں دو قسموں میں فرق کیا گیا اب ضروری تھا کہ فرق کی وجہ بتلائی جائے۔ جانب نعمت میں خطاب کی لذت کیلئے یہ انداز اختیار کیا گیا اور جانب غضب میں فرار میں تیزی تقاضائے ادب ہے۔ کیونکہ اس کی طرف خیر ہی کی نسبت کی جاتی ہے تاکہ شر کی۔

**فائدہ** : ہوائیں چار ہیں: (۱) کعبہ کی جانب سے چلنے والی صبا اور (۲) اس کے بالمقابل چلنے والی دبور اور (۳) اس کے دائیں جانب سے چلنے والی جنوب (۴) بائیں جانب سے چلنے والی شمال۔ پھر ہر ہوا کی خصوصیت ہے: (۱) صباء یہ گرم خشک ہوتی ہے (۲) دبور ٹھنڈی مرطوب ہوتی ہے۔ (۳) جنوبی ہوا گرم مرطوب (۴) شمالی ہوا ٹھنڈی خشک ہوتی۔ یہ جنت کی ہوا ہے۔ جو اہل جنت پر چلے گی۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۸۹۹/۱۰) والترمذی (۳٤٦۰) وابن ماجه (۳۸۹۱) والنسائی (۹٤۷)

**الفرائد** : (۱) جب کوئی حالت بدلتی تو آپ ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ کیونکہ ہر چیز اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ (۲) ہوا چلے تو یہ دعا مانگے۔

## ۳۲۴ : بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الدِّيْكِ

## بَابٌ : مرغے کو گالی دینے کی کراہت

**تشریح** : الدیك: اس کی جمع دِیَكة بروزن عِنَبة آتی ہے۔

۱۷۳۲: عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تَسُبُّوا الدِّيْكَ فَإِنَّهُ يُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۷۳۲: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مرغے کو گالی مت دو اس لئے کہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے"۔ (ابوداؤد) سند صحیح کے ساتھ۔

**تشریح** : لا تسبوا الدیك : یہ نہی تنزیہی ہے۔ یہاں مراد وہ ہے جس میں لعنت نہ ہو۔ ورنہ لعنت تو حرام ہے جیسا پہلے گزرا۔ فانه یوقظ للصلاة: یعنی مرغا اگر اپنی بانگ دے اور تم میں سے کوئی جاگ جائے تو وہ مرغ کو گالی نہ دینے لگے کہ اس کی لذیذ نیند میں اس سے خلل ڈال دیا۔ کیونکہ وہ نماز فجر کیلئے بیدار کرتا ہے۔ یہ نماز کیلئے جگانا تمہاری لذت نوم سے بہتر ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۸/۲۱۷۳۷) وأبوب داود (۵۱۰۱) والنسائی (۹٤۵) والحمیدی (۸۱٤) وابن حبان (۵۷۳۱) والطیالسی (۹۵۷) والطبرانی (۵۲۰۸) وعبد الرزاق (۲۰٤۹۸)

**الفرائد** : (۱) مرغ کو گالی نہ دی جائے۔ یہ نماز فجر کیلئے جگاتا ہے۔ (۲) جس چیز سے بھی فائدہ حاصل کیا جائے اسے گالی نہ دینی چاہیے بلکہ اس کا اکرام کیا جائے۔

## ۳۲۵ : بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَوْلِ الْإِنْسَانِ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا

## بَابٌ : یہ کہنا ممنوع ہے کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی

**تشریح** : قول : یہاں بظاہر میں تو جملہ کی طرف مضاف ہے۔ مگر جملے سے کلمہ ہی نہیں علم مراد ہے۔ نوء کی جمع انواء ہے۔

۱۷۳۳: عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ فِيْ أَثَرِ سَمَآءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ - فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: "هَلْ تَدْرُوْنَ مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟" قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ - قَالَ : أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
وَالسَّمَآءُ هُنَا : الْمَطَرُ۔

۱۷۳۳: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ میں بارش کے بعد صبح کی نماز پڑھائی۔ اس رات بارش ہوئی تھی۔ جب آپ ﷺ نے چہرہ پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "کیا

تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا؟'' انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں نے میرے ساتھ ایمان کی حالت میں اور کچھ نے کفر کی حالت میں صبح کی ہے۔ جس نے یہ کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اور رحمت سے بارش ہوئی پس وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہے اور جس نے یہ کہا کہ ہم پر ستاروں کی فلاں قسم سے بارش ہوئی ہے تو وہ میرا انکار کرنے والا اور ستاروں پر ایمان لانے والا ہے''۔

اَلسَّمَآءُ : بارش۔

**تشریح** ۞ صلاة الصبح : فرض کی نماز سفر میں جماعت کرائی جا سکتی ہے۔ مشقت کی وجہ سے اگرچہ حضر میں اس کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ **بالحُدَیْبِیَۃ**: تخفیف کے ساتھ اہل عرب کے ہاں مستعمل اس پر اہل لغت کا اتفاق تثقیل والا قول ضعیف ہے۔ (المصباح) یہ جدہ کی راہ میں مکہ سے مغرب کی جانب ایک مقام ہے۔ اس کے مکہ کے درمیان دس میل کا فاصلہ ہے۔ **سماء**: یہ سیماب کے معنی میں ہے۔ یعنی رات کو بارش ہوئی۔ **فلما انصرف اقبل علی الناس**: نماز کو مکمل کر کے لوگوں کی طرف چہرہ مبارک کیا اور فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا کہا۔ **قال ربکم**: یعنی خود فرمایا ہے۔ **قالوا اللّٰہ و رسولہ اعلم**: یہ جواب ادب کی وجہ سے دیا اور اپنے علم کی حدود پر رک کر اس سے تجاوز نہ کیا۔ **اصبح من عبادی مؤمن بی و کافر** : بی کا صلہ ایمان کے ساتھ ذکر کیا اور کافر کے ساتھ نہیں لائے یہ ادب سکھانے کیلئے کہ اس کی نسبت اس کی طرف مناسب نہیں تاکہ تخاطب میں مبالغہ ادب کا لحاظ ہو۔ پھر وہ لوگ جو اس طرح کہیں ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے بارش دی ہے۔ اَلنَّجْمُ : اگر مراد اس سے فضیلت ہو تو عطف تفسیری ہے اور اگر ارادہ مراد ہو تو عطف مغایرت ہے۔

**فذلك مؤمن بی** : اس لئے کہ تمام امور کی نسبت خالق و موجد کی طرف کرنے والا ہے۔ **کافر بالکوکب** : اس طور پر کہ وہ ستارے کے متعلق اس بات کا انکاری ہے کہ اس کا اس بارش میں کچھ اثر ہے۔ کیونکہ غیر اللہ کا قطعاً کسی چیز میں دخل نہیں۔ کوکب کو مفرد میں لانے سے مراد اس سے جنس ہے۔ اس پر الف لام دلالت کرتا ہے۔ **مطرنا بنوء کذا و کذا**: یہ ستاروں کی طرف جو نسبت کی جاتی ہے اس سے کنایہ ہے۔ **کافر بی** : اگر اس سے ستارے کو بارش کا حقیقی سبب سمجھا تو کافر ہ اور اگر یہ اعتقاد نہ ہو تو نعمت کا ناشکرا مراد ہوگا۔

**ابن صلاح کا کلام**: نوء: اصل میں مصدر ہے ناء النجم بنوء ای سقط و غاب: یہ خود ستارہ نہیں بعض نے کہا ناء النجم کا معنی طلوع ہونا اور ابھرنا ہے۔ کل ۲۴ ستارے ہیں جو کہ معروف ہیں یہ تمام سال طلوع ہوتے ہیں۔ یہ چاند کی ۲۸ منازل سے معروف ہیں۔ تیرہ راتوں میں ایک ستارہ مغرب میں طلوع فجر کے ساتھ ہی گرتا یعنی غروب ہوتا ہے اور اس کے بالکل دوسرا ستارہ مشرق میں اسی وقت طلوع ہوتا ہے۔ پس اہل جاہلیت اس وقت بارش ہو جاتی تو اس غروب ہونے والے ستارے کی طرف نسبت کرتے (یہ ابن النحوی کا کلام ہے)۔

اصمعی کا قول: یہ جاہل کے متعلق ہے۔ کہ ابوعبیدہ کہتے تھے کہ نوء کا معنی سقوط۔ سوائے اس مقام کے سنا نہیں گیا۔ پھر کبھی تو ستارے کو نوء کا نام دیتے ہیں۔ یہ گویا مصدر بمعنی فاعل ہے۔

زجاج کا قول: مغرب میں غروب ہونے والے کے متعلق فرماتے ہیں یہی انواء طالعہ ہیں۔ المحکم میں یہی بات ظاہر ہے۔ بعض نوء کو سقوط قرار دیا گویا کہ یہ لفظ اضداد سے ہے۔ صاحب مصباح کہتے ہیں کہ نوء پر بارش کا اطلاق حقیقی ہے۔

**تخریج**: أخرجه مالك (٤٥١) وأحمد (٦/١٧٠٦٠) والبخاری (٨٤٦) ومسلم (٧١) وأبو داود (٣٩٠٦) والنسائی (١٥٢٣) وابن حبان (١٨٨) والحمیدی (٨١٣) وعبد الرزاق (٢١٠٠٣) وابن منده (٥٠٣) وأبو عوانة (١/٢٦) والطبرانی (٥٢١٣)

**الفوائد**: (۱) جس نے کہا فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسی ہے۔ تو یہ کفر ہے۔ کیونکہ ستارہ مخلوق ہے اس کے قبضہ میں تو کچھ بھی نہیں۔ (امام شافعی رحمہ اللہ)

## ۳۲۶: بَابُ تَحْرِيْمِ قَوْلِهٖ لِمُسْلِمٍ يَا كَافِرُ

## بَابٌ: کسی مسلمان کو اے کافر کہنا حرام ہے

**تشریح** ۞ یہاں مکلّف مراد ہے۔

۱۷۳۴: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَآءَ بِهَا اَحَدُهُمَا، فَاِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۳۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کوئی آدمی اپنے بھائی کو اے کافر کہتا ہے تو اس کلمے کو ان دونوں میں سے ایک لے کر لوٹتا ہے اگر وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا تو وہ کافر ہے ورنہ کفر کا کلمہ کہنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے"۔ (بخاری اور مسلم)

**تشریح** ۞ الرجل: اس سے مکلّف مراد ہے۔ یہاں مسلمان مقصود ہے۔ لاخیه: یہاں اسلامی بھائی مراد ہے۔ یا کافر۔ منادی مفرد مبنی علی الضم ہے۔ فقد باء بها: وہ کلمہ اس کی طرف لوٹے گا۔ فان کان کما قال: جس کے متعلق کہا گیا۔ وہ کفر کا مرتکب ہے۔ تو وہ انہی میں سے ہو جائے گا۔ والا: اور اگر وہ اسلام پر ہو اور خلاف اسلام اس نے کوئی کام نہ کیا ہو۔ رجعت علیه: تو قائل کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اگر اس نے ایمان پر کفر کا اطلاق کیا ہو اور یہ ارادہ کیا ہو کہ وہ اس سے متصف ہے تو یہ کافر ہو جائے گا۔

**تخریج**: أخرجه مالك (١٨٤٤) وأحمد (٢/٤٧٤٥) والبخاری (٦١٠٤) ومسلم (٦٠) وأبو داود (٤٦٨٧) والترمذی (٢٦٤٦) وابن منده (٥٢١) وابن حبان (٢٤٩) وأبو عوانة (١/٢٢) والبیهقی (٢٠٨١٠)

**الفرائد** : (۱) مسلمان کو دوسرے مسلمان کا ایسا لقب جس سے کفر کا مفہوم نکلے نہ پکارنا چاہیے۔ اگر وہ اس کا مستحق نہیں تو اس کا عقاب اسی کہنے والے پر پڑے گا۔

۱۷۳۵ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ : "مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰہِ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ اِلَّا حَارَ عَلَیْہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

"حَارَ" : رَجَعَ۔

۱۷۳۵: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "جس نے کسی مسلمان کو کافر کہہ کر پکارا یا عدو اللہ کہا اور وہ اس طرح نہیں تھا تو وہ کلمہ اس پر لوٹ آئے گا"۔ (بخاری اور مسلم)

حَارَ: معنی لوٹا۔

**تشریح** : دعا رجلا بالکفر : یعنی اس کو نداء سے یا بلا نداء کافر کہا۔ او قال عدو اللّٰہ: اس کو تخاطب یا بلا تخاطب وصف عدو اللّٰہ سے موصوف کیا۔ ولیس کذلک: وہ جس کے متعلق کہا گیا وہ ایسا نہیں کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی عداوت سے تعبیر کریں۔ الا حار علیہ: اس کا وہ وصف ہے جو مؤمن کو دیا۔ اگر اس کا اعتقاد یہ تھا کہ ایمان کفر ہے اور مؤمن کافر اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ یہ وہ اسی کی طرف لوٹے گا اور یہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے یہ ارادہ نہیں کیا بلکہ کفران نعمت کا ارادہ کیا یا اس کے اعمال کے کافروں جیسے قرار دیا تو پھر یہ کافر نہ ہوگا۔ حار: یہ رجع کے معنی میں ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲۱۵۲۱/۸) والبخاری (۶۰۴۵) ومسلم (۶۱) وسیأتی (۱۵۶۹)

**الفرائد** : (۱) کسی کو کافر و فاسق نام دینا بڑا گناہ ہے۔ یا اے دشمن خدا کہا اگر وہ اس کلمے کا حقدار نہیں تو کہنے والے پر اس کا وبال ہوگا۔

## ۳۲۷: بَابُ النَّھْیِ عَنِ الْفُحْشِ بَذَاءِ اللِّسَانِ!

## بَابٌ: فحش و بدکلامی کی ممانعت

**تشریح** : الفحش : بری بات۔ بذاء اللسان: حماقت اور بری بات اگرچہ وہ اس بات میں سچا ہو۔

۱۷۳۶ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِیِّ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۷۳۶: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مؤمن نہ طعنہ

دینے والا نہ لعنت کرنے والا نہ بدگوئی کرنے والا اور نہ فحش گوئی کرنے والا ہوتا ہے۔(ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ⊙ لیس المؤمن بالطعان: کامل ایمان والے کی یہ شان نہیں کہ وہ انساب میں کثرت سے طعن کرنے والا یا عیب لگانے والا ہو۔ اللعان: بہت لعنت کرنے والا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرتا ہے۔ اور یہ توقیفی ہے۔ اسی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ (اور وہ یہاں موجود نہیں)۔ و لا البذی: یہ عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے۔

**تخریج** : باب تحریم شھادت الزور میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

❁ ❁ ❁

۱۷۳۷: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :"مَا کَانَ الْفُحْشُ فِیْ شَیْ ءٍ اِلَّا شَانَہٗ ' وَمَا کَانَ الْحَیَآءُ فِیْ شَیْ ءٍ اِلَّا زَانَہٗ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۷۳۷: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فحش گوئی جس چیز میں ہوتی ہے اس کو عیب دار کرتی اور حیا جس چیز میں ہوتی ہے اس کو زینت دیتی ہے"۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ⊙ کان: یہ وجد کے معنی میں ہے اور فحش ہر وہ چیز جو شرعاً و عرفاً معروف ہو اس میں حد سے گزرنا۔ زانہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حیاء والا وہ اس چیز کو ترک کر دیتا ہے جو قابل ملامت ہو۔ وہ معاصیت کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اور فحش کا رود ان باتوں کو نہیں دیکھتا وہ برے کاموں میں مصروف و مشغول رہتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۲۶۸۹/۳) والبخاری (٤٦٦) والترمذی (۱۹۸۱) وابن ماجه (٤١٥٨) وعبد الرزاق (۲۰۱٤٥) والبزار (۱۹٦۳)

**الفرائد** : (۱) فحش سے دور رہے کیونکہ یہ بندے کا نقص دینی اور دینوی ہے۔ (۲) حیاء کا خاص اہتمام کیا جائے کیونکہ وہ خیر کا ذخیرہ ہے۔

**لطیفہ**: گناہ ذمت میں ہیں مروت کی وجہ سے ان کو چھوڑا تو وہ دیانت بن گئے۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے مطابق تم پر تخفیف کی ہے تمہیں اس کے قرب کے مطابق اس سے حیاء چاہیے۔

❁ ❁ ❁

## ۳۲۸ : بَابُ كَرَاهَةِ التَّقْعِيرِ فِي الْكَلَامِ وَالتَّشَدُّقِ فِيهِ وَتَكَلُّفِ الْفَصَاحَةِ وَاسْتِعْمَالِ وَحْشِيِّ اللُّغَةِ وَدَقَائِقِ الْإِعْرَابِ فِي مُخَاطَبَةِ الْعَوَامِ وَنَحْوِهِمْ

## بَاب: گفتگو میں بناوٹ کرنا اور باچھیں کھولنا' قدرتِ کلام ظاہر کرنے کے لئے تکلف کرنا اور غیر مانوس الفاظ اور اعراب کی باریکیاں وغیرہ سے عوام کو مخاطب کرنے کی کراہت

**تشریح** ۞ التقعیر :تقعر، تعرق، تشدق اور تکلم باقصی حلق۔ یہ سب ایک چیز ہے۔ تشدق :اس سے اپنی باچھ کو موڑا جھکایا تاکہ فصاحت میں تکلف کرے۔ بغیر ملکہ کے اس کا قصد کرے۔ وحشی اللغه: وہ الفاظ جن کا معنی موضوع لہ لغت میں غیر معروف ہو صرف علماء جانتے ہوں، عام لوگ اس سے واقف نہ ہوں۔ دقائق الاعراب :ایسی ترکیب پیش کرے جس کا نکالنا عربیت کے دقیق قواعد پر موقوف ہو۔ اور اس میں اپنی سوچ کو لگا۔ فی مخاطبة العوام ونحوهم۔ اَلتَّحْوُ : یہ ظرف لغو ہے جو کہ استعمال سے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ غیر مانوس لغت اور دقیق عربی اشارات عوام کے سامنے تو مکروہ ہیں۔ البتہ علماء کے سامنے کراہیت نہیں۔ جیسا کہ صاحب مشارق نے اپنی کتاب کے خطبہ میں اور صاحب قاموس نے اپنے خطبہ کتاب اور عینی نے شرح شواہد میں استعمال کیے ہیں۔ بقیہ جو لغت و اعراب میں مشغول نہ ہوں وہ عوام مراد ہیں۔ علماء اور لغت سے واقف لوگ اس حکم سے خارج ہیں۔

۱۷۳۸ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ" قَالَهَا ثَلَاثًا " رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ :اَلْمُبَالِغُوْنَ فِي الْاُمُوْرِ۔

۱۷۳۸ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا:"معاملات میں مبالغہ کرنے والے ہلاک ہو گئے" یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ (مسلم)

مُتَنَطِّعُوْنَ :معاملات میں مبالغہ کرنا۔

**تشریح** ۞ قالها ثلاثا : یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ نفرت تاکید کیلئے دہرایا۔

المتنطعون: کسی چیز میں تکلف سے بحث کرنے والے۔ اہل کلام کے مذاہب جو ایسی باتوں میں گھسنے والے ہیں جہاں ان

کی عقول کی رسائی نہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں کلام میں غلو کرنے والے، منہ پھاڑ کر بات کرنے والے۔ یہ نطع سے بنا ہے۔ یہ منہ کی بلند ترین غار کو کہتے ہیں۔ پھر ہر تعمق والے قول و فعل میں استعمال کیا جانے لگا۔

**تخریج** : باب العبادۃ... میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۷۳۹: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۷۳۹: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس آدمی کو برا جانتے ہیں جو بلاغت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی زبان کو اس طرح متحرک کرتا ہے جس طرح گائیں اپنی زبان کو حرکت دیتی ہے" (یعنی تصنع اختیار کرتے ہیں)۔ (ابوداؤد) ترمذی حدیث حسن۔

**تشریح** ۞ ان اللہ یبغض: یہاں سے اس کی غایت یعنی ذلت مراد ہے۔ یا عالم ملکوت میں اس کو رذیل اوصاف سے ذکر کرنا۔ مجاز مرسل مراد ہے۔ البلیغ من الرجال: وہ آدمی جو باچھیں پھاڑ کر بات کرے۔ اور زبان کو اس طرح کلام کیلئے لپیٹے جیسے گائے اپنی زبان کو گھاس کیلئے لپیٹتی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/٦٥٥٤) وأبو داود (٥٠٠٥) والترمذی (۲۸٦۲)

**الفرائد** : (۱) فصاحت میں تکلف اور مبالغہ کی ممانعت کی فرمائی گئی ہے۔

۱۷۴۰: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ، وَاَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، اَحَاسِنَكُمْ اَخْلَاقًا، وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ - وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهٗ فِيْ بَابِ حُسْنِ الْخُلُقِ۔

۱۷۴۰: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک قیامت کے دن تم میں سے میرے سب سے زیادہ قریب مجلس والے وہ لوگ ہوں گے جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں اور تم میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور قیامت کے دن مجھ سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو باچھیں کھول کر باتیں کرنے والے تکلف سے باتیں کرنے والے اور منہ بھر کر باتیں کرنے والے ہیں۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔ اس کی تشریح کے

باب حسن خلق میں گزر چکی ہے۔

**تشریح** ۞ مِن: یہ تبعیض کیلئے ہے۔ احبکم: محبوبیت میں بہت بڑھ کر۔ یوم القیامة: یہ اقرب کا ظرف ہے۔ (۲) ماقبل کا بھی بن سکتا ہے دوسروں سے دنیا میں ان کا محبوب ہونا بھی معلوم ہوا۔ اس لئے کہ کسی چیز پر سکوت اس کی نفی نہیں کرتا۔

ابغضکم: بغض میں بڑھ کر۔ الی: شاید خطاب صرف حاضرین ایمان والوں کو ہا۔ تو کافروں کے زیادہ مبغوض ہونے کے منافی نہیں۔ الثرثار: تکلف سے بہت کلام کرنے والا۔ المتشدق: اپنی کلام کی عظمت بڑھانے کیلئے منہ بھر کر بات کرنے والا۔ لوگوں پر اپنی کلام کو ٹھونسنے والا۔ المتفیهق: یہ الفهق سے ہے۔ اس کا معنی بھرنا ہے۔ جو آدمی کلام منہ بھر کر کرے اور فضیلت کو ظاہر کرنے کیلئے فصاحت و بلاغت اختیار کرے۔ باب حسن الخلق میں روایت گزری۔

**تخریج** : باب حسن الخلق ...... میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

## ۳۲۹ :بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِهِ خَبُثَتْ نَفْسِيْ

## بَابٌ: میرا نفس خبیث ہوا کہنے کی کراہت

**تشریح** ۞ یہ الفاظ کہنا کراہت تنزیہی ہے۔

۱۷۴۱ :عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِيْ ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَالَ الْعُلَمَآءُ :مَعْنٰى خَبُثَتْ غَثِيَتْ ، وَهُوَ مَعْنٰى "لَقِسَتْ" وَلٰكِنْ كَرِهَ لَفْظَ الْخُبْثِ۔

۱۷۴۱: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص ہرگز یہ لفظ نہ کہے: میرا نفس خبیث ہوگیا ہے بلکہ یوں کہے میرا نفس غافل ہوگیا ہے۔ (بخاری و مسلم) علماء نے فرمایا کہ "خبثت" کا معنی یہ ہے کہ نفس کا سکون غارت ہوگیا ہے اور یہی معنی "لقست" کا ہے لیکن صرف خباثت کے لفظ کو ناپسندیدہ سمجھا ہے۔

**تشریح** ۞ خبثت نفسی: اس نہی کو تحریم سے لَقِسَتْ نفسی سے پھیر دیا۔ معنی دونوں الفاظ کا ایک ہے۔ صرف لفظی بذائت سے بچانے کیلئے دوسرے لفظ کا استعمال بتلایا۔ بقول خطابی درحقیقت زبان پر اچھے الفاظ استعمال کرنے کا حکم دیا اور قبیح الفاظ کے ترک کی تلقین فرمائی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٩/٢٤٢٩٨) والبخاری (٦١٧٩) ومسلم (٢٢٥٠) وأبو داود (٤٩٧٩) والنسائی

(١٠٤٩) وابن حبان (٧٥٢٤) والطبرانی (٢٦٣٣)

**الفوائد** : (ا) برے الفاظ اور برے ناموں کو چھوڑ کر اچھے نام اختیار کرنے چاہئیں۔(۲) انسان کو خیر اپنے ساتھ ملانی چاہیے خواہ اچھے خیال سے ہو اور برے الفاظ سے بھی گریز کرنا چاہیے۔

## ٢٣٠ : بَابُ كَرَاهَةِ تَسْمِيَةِ الْعِنَبِ كَرْمًا

## بَاب : انگور کو کرم کہنے کی کراہت

١٧٤٢ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ فَاِنَّ الْكَرْمَ الْمُسْلِمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ – وَفِیْ رِوَايَةٍ : فَاِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ" – وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ: "يَقُوْلُوْنَ الْكَرْمُ اِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ۔

١٧٤٢: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انگور کو کرم نہ کہو کرم تو مسلمان ہے"۔(بخاری و مسلم)

یہ مسلم کے الفاظ ہیں اور اس کی ایک روایت میں ہے کہ کرم مؤمن کا دل ہے۔

دونوں کی روایت میں ہے لوگ کہتے ہیں الکرم : بے شک وہ تو مؤمن کا دل ہے۔

**تشریح** ۞ مطلب یہ ہے کہ انگور پر کرم کے لفظ کا اطلاق نہ کرو۔ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں:"لا یقولن احدکم الکرم الرجل المسلم" ایک روایت میں "انمام الکرم قلب المؤمن"۔

ابن جوزی کہتے ہیں: اس سے روکنے کی وجہ یہ ہے کہ عرب زمانہ جاہلیت میں اس کو کرم کہتے کیونکہ اس کے استعمال سے وہ سمجھتے کہ دل میں کرم وسخاوت پیدا ہوتی ہے اس وجہ سے روک دیا گیا۔جس سے شراب کی تعریف نکلتی تھی۔تاکہ اس سے شراب کی خوب مذمت اور حرمت کی تاکید ہو جائے۔اور اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن کے دل میں نور ایمان ہے۔پس وہ اس الکرم کا زیادہ حقدار ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٣/٩٩٨٤) والبخاری (٦١٨٢) ومسلم (٢٢٤٧) وأبو داود (٤٩٧٤) وعبد الرزاق (٢٠٩٣٧) وابن حبان (٥٨٣٢)

**الفوائد** : (ا) انگور کے پودے کو کرم کہنا مناسب قرار نہیں دیا گیا۔یہ درحقیقت شراب کی نفرت کو دلوں میں خوب بٹھانے کیلئے ایسے ناموں سے بھی روک دیا گیا۔

۱۷۴۳: وَعَنْ وَآئِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "لَا تَقُوْلُوا الْكَرْمُ وَلٰكِنْ قُوْلُوا: الْعِنَبُ، وَالْحَبَلَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"الْحَبَلَةُ" بِفَتْحِ الْحَآءِ وَالْبَآءِ وَيُقَالُ اَيْضًا بِاِسْكَانِ الْبَآءِ۔

۱۷۴۳: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کرم مت کہو بلکہ انگور کو العنب اور حبل کہہ کر پکارا کرو''۔ (مسلم)

اَلْحَبَلَہ: انگور کی بیل۔

**تشریح** ۞ **ولا تقولوا الکرم**: اس کو کرم مت کہوتا کہ جاہلیت کی کسی یادگار کا نشان بھی باقی نہ رہے۔ یہ لفظ وہ محفل شراب کی سخاوت کو یاد دلانے کے لئے انگور ہی کو کرم کہنے لگے تھے۔ اسلام نے اس سے منع کر دیا۔ **ولکن قولوا العنب والحبلہ**: یہ اس نہی سے مطلق نام کی ممانعت کا جو وہم تھا اس کا ازالہ کر دیا۔ نام رکھنے میں حرج نہیں مگر اصل نام لوتا کہ تم نام وکام دونوں ہو جائیں۔

**وائل بن حجر رضی اللہ عنہ**: یہ ملوک حمیر سے تھے ان کے ہاں بادشاہ کو قیل (جمع اقیال) کہتے تھے ان کے والد حمیر کے بادشاہوں سے تھے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ رہے تھے آپ ﷺ نے ان کی آمد کی اطلاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے پہنچنے سے کئی روز پہلے دی: ''**یاتیکم وائل بن حجر من أرض بعیدۃ من حضر موت طائعًا راغبًا فی اللّٰہ عزوجل وفی رسولہٖ وھو بقیۃ الأقیال**...... '' جب یہ آتے تو آپ ﷺ نے ان کو مرحبا کہا اور قریب کیا اور اپنی چادر مبارک اس کیلئے پھیلا دی اور اس پر ان کو اپنے ساتھ بٹھایا اور یہ دعا فرمائی: ''**اللھم بارك فی وائل وولدہ**'' اور اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور ان کی تعریف فرمائی اور اس کے علاقوں پر ان کو نگران مقرر فرمایا اور زمین کی ایک جاگیر ان کو عنایت فرمائی اور ان کے ساتھ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو فرمایا وہ جاگیر اُن کو الگ کر کے دے دو۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۷۱ روایات نقل کی ہیں۔ جن میں سے چھ کو مسلم نے نقل کیا اور بخاری نے ایک روایت بھی نقل نہیں کی۔ انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔ ان کے پاس وفد کی صورت میں گئے انہوں نے ان کو اپنے ساتھ بٹھایا۔ یہ صفین میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ اہل حضر موت کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔ (تہذیب نووی)

**تخریج**: اخرجه مسلم (٢٢٤٨) والبخاری (٧٩٥) والدارمی (٢١١٤) وابن حبان (٥٨٣١) والطبرانی (١٤/٢٢)

**الفوائد**: شراب انگور سے تیار کی جاتی وہ ان کے ہاں سخاوت پر آمادہ کرنے والی تھی۔ اسلام نے شراب کو حرام کیا تو انگور کو کرم کہنے سے روک دیا۔ وہ زمین کہتے۔ ''**وللارض من کاس الکرام نصیب**''۔

## ۳۳۱: بَابُ النَّهْيِ عَنْ وَصْفِ مَحَاسِنِ الْمَرْاَةِ لِرَجُلٍ اِلَّا اَنْ يُّحْتَاجَ اِلٰى ذٰلِكَ لِغَرْضٍ شَرْعِيٍّ كَنِكَاحِهَا وَنَحْوِهٖ

## باب: کسی آدمی کو کسی عورت کے اوصاف غرضِ شرعی کے علاوہ بیان کرنے کی ممانعت ہے غرضِ شرعی نکاح وغیرہ ہے

**تشریح** ۞ لغرض شرعی: ضرورت شرعی نکاح جو آدمی کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو اس سے اس کے محاسن بیان کرنا درست ہے۔ جب کہ اس کو دیکھنا ممکن نہ ہو وغیرہ۔

۱۷۴۴: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا تُبَاشِرُ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ فَتَصِفَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۴۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت دوسری عورت کے متعلق اپنے خاوند کو اس کے اوصاف اس طرح بیان نہ کرے کہ گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ لا تباشرا لمرأة المرأة: یعنی ایک عورت دوسری کے چمڑے نہ چھوئے۔ وہ اس کے جسم کی نرمی اور خوبیوں کو معلوم کر کے اپنے خاوند کو بیان کرے گی۔ فتصفها لزوجها: پھر وہ اپنے خاوند کو بیان کرے گی۔ اَلنَّحْوُ: یہ نہی کا جواب جبکہ منصوب ہو۔ (۲) ورنہ منفی کا جواب ہے۔ کانه ینظر الیها۔ اَلنَّحْوُ: یہ مجرور ہے جملہ حالیہ ہے۔

**قاضی کا قول:** یہ امام مالک کے ہاں سد ذرائع کی دلیل ہے۔ اس ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ اس کے محاسن بیان کرنے سے خاوند کے دل میں اس کی خواہش پیدا ہو کر اس کو طلاق کی نوبت نہ آئے۔ یا کسی اور فتنے میں مبتلا نہ ہو جائے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۱/۳٦۰۹) والبخاری (۵۲٤۰) وأبو داود (۲۱۵۰) والترمذی (۲۸۰۱) والنسائی (۹۲۳۱) وابن حبان (٤۱٦۰) وابن أبی شیبة (٤/۳۹۷) والطیالسی (۳٦۸) والطبرانی (۱۰٤۱۹) وأبو یعلی (۵۰۸۳) والبیهقی (۲۳/٦)

**الفوائد**: (۱) یہ روایت سد ذرائع میں عظیم اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ تاکہ کہیں خاوند کو موصوفہ پسند آئے اور وہ اس واصفہ کو طلاق دے دے۔ (۲) ایک عورت کو بلا مائل دوسری عورت سے جسم ملانا بلا ضرورت جائز نہیں۔ مستورہ اعضاء کو چھونا بھی حرام ہے۔

# ۳۳۲: بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ الْاِنْسَانِ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ بَلْ يَجْزِمُ بِالطَّلَبِ

## بَابٌ: انسان کو یہ کہنا مکروہ ہے کہ اے اللہ اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے بلکہ کہے ضرور بخش دے

**تشریح** ۞ ان شئت: دعا میں اس قسم کے کلمات استعمال نہ کرے۔ جزم ویقین سے دعا کرے۔ ان شئت یہ شرط ہے اس کا جواب محذوف ہے۔ کیونکہ ایسے لفظ لانے میں محتاجی کی جائے۔ بارگاہِ الٰہی سے استغناء معلوم ہوتا ہے۔

۱۷۴۵: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ ' لِيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ فَاِنَّهٗ لَا مُكْرِهَ لَهٗ" – وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَتَعَاظَمُهٗ شَیْءٌ اَعْطَاهُ۔

۱۷۴۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی شخص ہرگز اس طرح نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے معاف کر دے اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ سوال پختہ یقین کے ساتھ کرے اس لئے کہ اللہ کو مجبور کرنے والا کوئی نہیں۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ پختہ عزم کے ساتھ اور پوری رغبت کے ساتھ طلب کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا دے دینا کچھ بڑی چیز نہیں ہے۔

**تشریح** ۞ اللھم ارحمنی ان شئت: داؤدی کہتے ہیں کراہت اس وقت ہے جب کہ بطور استثناء کہے۔ اگر بطور تبرک یہ کلمات کہے تو کراہت نہیں ہے۔ ابن حجر سے اس کی توثیق کی ہے۔ بل لیعزم المسالۃ: عزم مسألہ کا مطلب طلب میں کسی قسم کی کمزوری کے بغیر سوال کرے۔ اور اللہ تعالیٰ مشیت سے بھی معلق نہ کرے۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے متعلق حسن ظن رکھے اور حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ طلب میں یقین مستحب ہے اور مشیت سے دعا کو معلق کرنا مکروہ ہے۔

علماء کا قول: کراہت کا سبب یہ ہے۔ مشیت کا استعمال تو اس کیلئے مناسب ہے جس کو مجبور کیا جا رہا ہو۔ پس اس پر تخفیف کی گئی اور اس کو بتایا گیا کہ اس سے کسی بھی چیز کی طلب اس کی رضامندی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اور اس کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ وہ اس سے پاک ہے۔ لا مکرہ لہ کا یہی مطلب ہے۔ پس تعلیق کا فائدہ نہ رہا۔

بعض نے کہا اس صورت میں اس کی قدرت سے بے نیازی کا شبہ پڑتا ہے۔ حافظ نے پہلی بات کو راجح کہا ہے۔

لیعزم: کا معنی طلب میں پختگی اختیار کرنا اور اللہ تعالیٰ سے جو چیز پختگی سے مانگیں وہ دیتے ہیں خواہ دنیوی ہو

یا اُخروی۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٤٩٤) وأحمد (٣/٧٣١٨) والبخاری (٦٣٣٩) ومسلم (٢٦٧٩) والترمذی (٣٥٠٨) والنسائی (٥٨٢) وابن حبان (٨٩٦) وابن ماجه (٢٨٥٤) وابن أبی شيبة (١٠/١٩٩)

**الفرائد** : (۱) دعا قبولیت کی امید سے کی جائے۔رحمت الٰہی سے کبھی مایوس نہ ہو۔کیونکہ وہ کریم کو پکار رہا ہے۔(۲) اللہ تعالیٰ کی مشیت پر دعا کو معلق کرنا مکروہ ہے۔

۱۷۴۶ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ وَلَا يَقُوْلَنَّ : اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاَعْطِنِیْ فَاِنَّهٗ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۴۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پختہ یقین سے سوال کرے اور یہ ہرگز نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہتا ہے تو مجھے دے دے کیونکہ اسے کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔

**تشریح** : **فلیعزم المسالة**: دعا میں ثابت قدمی اختیار کرے۔**ان شئت**: دعا میں اس قسم کے تعلیق والے الفاظ مت استعمال کرے۔**لا مستکرہ لہ**: اس کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ابن البشرؒ کہتے ہیں۔دعا میں **ان شئت** کے الفاظ نہ لاتے خواہ دعا امور دنیا سے متعلق ہو یا امور دین سے۔کیونکہ یہ ناممکن کلام ہے جس کی کوئی وجہ نہیں۔کیونکہ وہ تو جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور اس کا ظاہر نہی کا تحریم پر محمول کرنا ہے۔اور یہ ظاہر ہے۔نووی نے نہی کو کراہت پر محمول کیا ہے۔حافظ بھی اس کے حامی ہیں۔

ابن بطال کا قول: دعا کرنے والے کا دعا میں خوب کوشش کرنی چاہیے۔اور قبولیت تو امید پر ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔وہ کریم کو پکارتا ہے۔کسی کو ممنوع نہیں کہ اپنے نفس کے متعلق جو کوتاہی جانتا ہو اس کے متعلق دعا مانگے۔اللہ تعالیٰ قبول کرنے والے ہیں۔مخلوق میں بدترین شیطان کی دعا رد نہیں فرمائی جب اس نے کہا: ﴿انظرنی الی یوم یبعثون﴾ [ اعراف: ١٤]

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١١٩٨٠) والبخاری (٦٣٣٨) ومسلم (٢٦٧٨) والنسائی (٥٨٤) وابن أبی شيبة (١٠/١٩٨)

**الفرائد** : (۱) طلب میں یقین چاہیے۔اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن رکھے۔اور مشیت کا استثناء نہ کرے۔کیونکہ وہ تو غنی کریم، قوی قادر مطلق ہے۔اس کے خزائن میں ذرہ کی کمی نہیں ہے۔

## ۳۳۳ :بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ فُلَانٌ!

### بَابٌ: جو اللہ اور فلاں چاہے کہنے کی کراہت

**تشریح** ۞ **ما شاء اللّٰه**: ماشاءاللہ کے ساتھ **ما شاء فلان** نہ کہنا چاہیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ جس کی مشیت ازلی وابدی ہے۔اس کے ساتھ بندے کی مشیت جو کہ حادث وممکن ہے۔مشارکت لازم آتی ہے۔

۱۷۴۷ :عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"لَا تَقُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ فُلَانٌ ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۷۴۷: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: "اس طرح مت کہو کہ جو اللہ اور فلاں چاہے بلکہ اس طرح کہو کہ جو اللہ چاہے پھر جو فلاں چاہے"۔(ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

**تشریح** ۞ **ما شاء اللّٰه وشاء فلان**: یہ اس وہم کو دور کرنے کیلئے لائے جو ظاہر سے مشارکت کا پیدا ہوتا ہے۔یہ مکروہ ہے۔کیونکہ مذکورہ وہم راسخ اعتقاد سے دفع ہو جاتا ہے۔کیونکہ بندہ اپنے تمام حالات کے ساتھ حادث ہے اور جو حادث ہو وہ قدیم کا مقارن نہیں بن سکتا۔**ثم شاء فلان**: ثم متراخی اور ترتیب کیلئے وضع کیا گیا ہے۔اس سے وہ وہم نہ ہوگا۔

**تخریج** : اخرجه احمد (۹/۲۳۳۲۵) وابو داود (۴۹۸۰) والنسائی (۹۸۵) والبيهقی (۲۱۶/۳)

**الفرائد** : کنایات میں اللہ تعالیٰ اور غیر کا نام جمع کرنا مکروہ ہے۔کیونکہ یہ ظاہر میں برابری کو نمایاں کرتا ہے۔ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کہا **ماشاء الله وشئت** تو آپ نے اس کی بات رد فرماتے ہوئے فرمایا کیا تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک کر دیا۔اس طرح کہو۔**ما شاء الله** یا **ماشاء الله ثم شئت**۔

## ۳۳۴ :بَابُ كَرَاهَةِ الْحَدِيْثِ بَعْدَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ

### بَابٌ :عشاء کی نماز کے بعد گفتگو کی ممانعت

**تشریح** ۞ **بعد العشاء الآخرہ**: اس سے مقید کیا تا کہ مغرب کا وہم نہ رہے۔اس کو لغت کے لحاظ سے عشاء کہتے ہیں اور ممانعت تو شرعی حکم ہے۔**المراد هنا الحديث**: جس کا کرنا اور چھوڑنا **في حد ذاته** برابر ہو۔اور کراہت وقت کی بناء پر ہے۔

وَالْمُرَادُ بِهِ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ يَكُوْنُ مُبَاحًا فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ وَفِعْلُهُ وَتَرْكُهُ سَوَآءٌ، فَاَمَّا الْحَدِيْثُ الْمُحَرَّمُ اَوِ الْمَكْرُوْهُ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ فَهُوَ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ اَشَدُّ تَحْرِيْمًا وَكَرَاهَةً - وَاَمَّا الْحَدِيْثُ فِي الْخَيْرِ كَمُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ وَحِكَايَاتِ الصَّالِحِيْنَ، وَمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ، وَالْحَدِيْثِ مَعَ الضَّيْفِ، وَمَعَ طَالِبِ حَاجَةٍ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَلَا كَرَاهَةَ فِيْهِ بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ، وَكَذَا الْحَدِيْثُ لِعُذْرٍ وَّعَارِضٍ لَا كَرَاهَةَ فِيْهِ وَقَدْ تَظَاهَرَتِ الْاَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ عَلٰى كُلِّ مَا ذَكَرْتُهٗ۔

مراد اس سے وہ بات چیت ہے جو اس وقت کے علاوہ دوسرے اوقات میں درست ہو اور اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہو۔ رہی ناجائز یا مکروہ بات تو وہ دوسرے وقت میں تو ناجائز ہے ہی اس وقت اس کی حرمت اور ناپسندیدگی مزید بڑھ جائے گی۔ رہی بھلائی کی باتیں جیسے علمی مذاکرات' نیک لوگوں کی حکایتیں' اہل اخلاق کی باتیں' مہمان کے ساتھ گفتگو' ضرورت مند کے ساتھ بات چیت وغیرہ تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ یہ مستحب ہے۔ اسی طرح عذر کی وجہ سے کوئی کراہت نہیں ہے یا عارضے کی وجہ سے کوئی بات' اس میں بھی کوئی کراہت نہیں اور بہت ساری احادیث میں یہ باتیں ثابت ہیں۔

فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ اَشَدُّ تَحْرِيْمًا وَّكَرَاهَةً: اس لئے کہ اس کے اصلی وصف کے ساتھ کراہت وقتی مل گئی ہے۔ لیکن دوسرے اوقات کے مقابلے میں ان کی حرمت اس وقت بڑھ جائے گی۔ جو کہ بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ وہ حرام نہیں پس حرمت کو اس سے ملایا نہیں جا سکتا۔ باقی سخت کراہت تو بالکل ظاہر ہے۔ كَمُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ: کیونکہ اس میں احیاء علم ہے۔ اس کی تدریس اولیٰ ہے۔ البتہ صالحین کی حکایات تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہیں ان کے واقعات سے دل کو تقویت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وكلا نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك﴾ [هود: ۱۲۰] "اور مکارم اخلاق بھی آدمی کو اعمال حسنہ سے مزین کرتے اور برائیوں سے دور کرتے ہیں۔ وَالْحَدِيْثِ مَعَ الضَّيْفِ: مہمان یا بیوی سے گفتگو جو مانوس کرنے اور اکرام کیلئے کی جائے۔ اور اسی طرح صاحب حاجت سے بات چیت مثلاً اس کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے وغیرہ جو خیر پر مشتمل ہو۔ عشاء کو کسی دیر سے آنے والوں کے ساتھ لوٹانا (تاکہ اس کے نفل بن جائیں) تو یہ متوہم مفسدہ کی وجہ سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ فَلَا كَرَاهَةَ فِيْهِ: اس میں کراہت بالکل نہیں۔ اس لئے کہ امام احمد سے روایت وارد ہے: "لا سمر بعد العشاء الا لمصل او لمسافر"۔ بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ: کیونکہ اس میں مصلحت ہے۔ كَذَا الْحَدِيْثُ لِعُذْرٍ وَّعَارِضٍ: کبھی تو واجب ہوتی ہے۔ جیسا کہ غافل کو خطرناک جگہ سے خبردار کرنا اور کبھی مستحب ہے۔ روایات اس کی تائید کر رہی ہیں۔

۱۷۴۸: عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعَشَآءِ

وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۴۸: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کو ناپسند فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ برزہ: یہ ضربۃ کے وزن پر ہے۔ ان کے والد کا نام عبداللہ بعض نے نیار لکھا ہے۔ خود ان کا نام بعض نے نفلہ بن نیار لکھا ہے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ اور فرمایا نیار شیطان ہے۔ ابو برزہ شروع میں اسلام لائے اور یہ فتح مکہ میں موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے ۴۶ روایات نقل کی ہیں۔ جن میں دو متفق علیہ ہیں اور دو میں بخاری منفرد اور چار میں مسلم منفرد ہیں۔ بصرہ میں اقامت اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔ بعض نے کہا انہوں نے خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں خراسان میں وفات پائی۔ جبکہ دوسروں نے ۶۰ھ زمانہ یزید میں ان کی وفات ہوئی۔ بعض نے ۶۴ تحریر کیا ہے۔ ان کی کنیت ابو برزہ تھی۔ اس کنیت والا اور کوئی صحابی نہیں ہے۔

**النوم قبل العشاء**: تا کہ نماز فوت نہ ہو جائے۔ **والحدیث بعدھا**: نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد اور اس وقت میں باتیں کرنا۔ اگر جمع تقدیم ہو وقت کی اتنی مقدار کا بھی وہی حکم ہے۔ (شوافع کے ہاں جمع تقدیم درست ہے مگر احناف نماز کا انہی کے اوقات میں پڑھنے کا کہتے ہیں صرف جمع صوری جائز ہے **والدلائل فی مظانها**) کیونکہ بعض اوقات اس سے رات کی نماز اور صبح کا اول وقت یا تمام وقت فوت ہو سکتا ہے۔ اسے اپنے عمل کو افضل عمل سے مکمل کرنا چاہیے۔ اور پہلے بھی کراہت تو ہے۔ مگر اسنوی نے کہا اس سے پہلے تو کلام مباح ہے۔ اور وہ ایسے معاملے پر ختم کرے جس سے وہ مختار وقت میں داخل ہو جائے۔ البتہ اس کے بعد والے وقت میں کوئی ضابطہ نہیں۔ اس میں فوت ہونے کا امکان بہت زیادہ ہے (پس اسی کا اعتبار ہے)۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۱۹۸۱٤) والبخاری (٥٤١) ومسلم (٦٤٧) وأبو داود (۳۹۸) والترمذی (۱٦۸) والنسائی (٤٩٤)

**الفوائد** : (۱) نماز عشاء سے پہلے مت سوئیں۔ (۲) بعد میں جلد سو جائیں تا کہ تہجد کیلئے اٹھ سکیں۔

۱۷۴۹: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ اٰخِرِ حَيَاتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: "اَرَاَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ؟ فَاِنَّ عَلٰى رَاْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ الْيَوْمَ اَحَدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۴۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے آخری ایام میں عشاء کی نماز پڑھائی۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا تمہارے خیال میں یہ کون سی رات ہے؟ فرمایا: "بے شک سو سال کے آخر میں ان میں سے کوئی بھی شخص نہیں رہے گا جو اس وقت زمین پر ہے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **آخر حیاته**: زندگی کے آخری ایام میں بعض روایات معلوم ہوتی ہے یہ وفات سے ایک ماہ قبل پہلے کی بات ہے۔

**ارایتکم**: یعنی تم مجھے بتلاؤ۔ یہاں استفہام اخبار کی جگہ رکھا گیا ہے اور جاننے والا ہی اس کی خبر دے سکتا ہے۔ **علی راس مائة سنة لا یبقی**: ان سو سال والوں میں سے جو کہ زمانہ گفتگو میں موجود تھے۔ ایک روایت "احد" کا لفظ بھی وارد ہے۔ یعنی موجودین میں سے کوئی بھی نہ رہے گا۔ بعض نے اس سے خضر والیاس علیہ السلام کی موت کو اخذ کیا جوان کی عمر کے قائل ہیں۔ انہوں نے ان کے سطح زمین میں نہ ہونے کو ثابت کرتے ہوئے سمندر میں ہونا بتلایا ہے۔ اور پھر کہا کہ اس کا مطلب وہ ہیں جن کو وہ دیکھتے اور پہچانتے ہیں۔ بظاہر میں عام ہے مگر مراد خاص ہے۔ بعض نے کہا الارض کہہ کر ملائکہ سے احتراز مقصود ہے۔ اور انہوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اس سے خارج ہیں۔ وہ تو آسمان پر زندہ ہیں اسی ابلیس وہ تو ہواء اور پانی میں ہیں۔

**ابن حجر کا قول**: درست بات یہ ہے کہ الف لام عموم کیلئے ہے۔ اور تمام اولاد آدم کو شامل ہے۔ اسی طرح ہوا جیسا آپ نے خبر دی تھی۔ ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اتفاق ہے۔ سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے متعلق سب سے آخری قول ۱۱۰ھ کا ہے۔ اور یہ آپ کے ارشاد مبارک سے لے کر ایک صدی کا آخری سال بنتا ہے۔

**فائدہ**: اس روایت سے خیر کی بات عشاء کے بعد کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ صحیح روایات میں آپ ﷺ کا بنی اسرائیل کے بعض واقعات رات عشاء کے بعد بیان کرنا ثابت ہوتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢/٥٦٢١) والبخاري (١١٦) وأبو داود (٤٣٤٨) والترمذي (٢٢٥٨) والنسائي (٥٨٧١) وابن حبان (٢٩٨٩) وعبد الرزاق (٢٠٥٣٤) والطبراني (١٣١١٠)

**الفوائد** : نماز عشاء کے بعد علمی گفتگو درست ہے۔ جیسا ترمذی میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ابوبکر کے ساتھ رات کو مشورہ فرماتے اور میں بھی ان کے ساتھ ہوتا۔

۱۷۵۰ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُمُ انْتَظَرُوا النَّبِيَّ ﷺ فَجَآءَ قَرِيبًا مِّنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى بِهِمْ يَعْنِي الْعِشَآءَ قَالَ : ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ: "اَلَا اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوْا ، وَاِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۷۵۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کا انتظار کیا۔ آپ رات کا آدھا حصہ گزرنے کے بعد تشریف لائے اور ہمیں خطبہ دیا جس میں فرمایا: "خبردار! بے شک کچھ لوگوں نے نماز پڑھی پھر وہ سو گئے اور تم اس وقت سے نماز ہی کے اندر ہو جب سے تم انتظار کر رہے ہو"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ **انهم**: اس سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ **شطر اللیل**: اس سے آدھی رات مراد ہے۔ **فصلی بهم**: یہ

جملہ مستانفہ منتظر یعنی نماز کو بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔ثم خطبنا: یہ عنوان کا مقام ہے۔کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا اس میں عشاء کے بعد خیر کے کلام کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔الا: یہ حروف استفتاح اور حروف تنبیہ سے ہے۔فی صلاۃ ما انتظرتم: ما مصدر یہ ظرفیہ ہے۔جب سے تم نماز کا انتظار کر رہے ہو۔اور انکم کا جملہ ان الناس پر معطوف ہے۔مطلب یہ ہے۔ان کوفی الجملہ اجر ملے گا اس لئے منتظر کھاتے اور پیتے اور گفتگو کرتے ہیں اور نماز میں مصروف کو یہ تمام چیزیں ممنوع ہیں۔(فتح الباری)

**تخریج**: کتاب الفضائل باب فضل انتظار الصلوۃ میں گزر چکی۔

**الفوائد**: ایضاً۔

## ۲۳۵: بَابُ تَحْرِيْمِ امْتِنَاعِ الْمَرْاَةِ مِنْ فِرَاشِ زَوْجِهَا اِذَا دَعَاهَا وَلَمْ يَكُنْ لَّهَا عُذْرٌ شَرْعِيٌّ

## بَابٌ: جب مرد عورت کو اپنے بستر پر بلائے تو عذر شرعی کے بغیر اسکے نہ جانے کی حرمت

**تشریح** ۞ اگر عذر شرعی ہو مثلاً مرض یا عبادت میں مشغولیت تو پھر اس کو اجازت ہے مثلاً اعمال حج اور روزہ اور عورت اس کے قریب سونے سے خطرہ محسوس کرتی ہے کہ شہوت ممکن ہے ابھار پیدا ہو کر روزہ وغیرہ فاسد ہو جائے۔

۱۷۵۱: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِیْ رِوَايَةٍ حَتّٰى تَرْجِعَ۔

۱۷۵۱: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کر دے پس خاوند اس پر ناراضگی کی حالت میں رات گزارے تو اس عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے ہیں"۔(بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے خاوند کے بستر پر لوٹنے تک کے الفاظ ہیں۔

**تشریح** ۞ فابت: بلاسبب و عذر شرعی وہ باز رہی۔حتی تصبح: دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد حتی ترجع ہے۔

ابن ابی جمرہ کہتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ فراش جماع سے کنایہ ہے۔اور اس معنی کو اس ارشاد سے تقویت ہوتی ہے "الولد للفراش" اور کتاب و سنت میں قابل حیاء چیزوں کے متعلق کنایات کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔اور حدیث کا ظاہر

اس بات کو رات سے خاص کرتا ہے جیسا حتی تصبح کا لفظ ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ رات کو اس کی تاکید کی۔ اس میں باعث بھی قوی ہے۔ البتہ اس سے یہ لازم نہیں کہ دن کو جائز نہیں۔ رات کی تخصیص کو اس کے عموماً رات میں پائے جانے کی وجہ سے ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں: مسلم، ابن خزیمہ اور ابن حبان کی روایات دن، رات کو شامل ہیں۔ البتہ اگر اس کے عذر کی وجہ سے خاوند اگر ناراض نہ ہو یا خاوند اپنے چھوڑنے پر ناراض نہ ہو تو پھر فرشتے لعنت نہیں کرتے۔

ابن ابی جمرہ کہتے ہیں: لعنت کرنے والے فرشتے حفظہ ہیں یا ان کے علاوہ ہر ایک کا احتمال ہے۔ حافظ نے کہا اس پر مؤکل فرشتے بھی ہو سکتے ہیں۔ مسلم کی روایت میں الذی فی السماء کے لفظ اس کی تردید کرتے ہیں جبکہ اس سے آسمان کے رہائشی فرشتے لیے جائیں۔ تو جمع والی روایت بہتر ہے اور پہلی غالب حالت پر محمول ہے۔ (فتح)

**تخریج** : کتاب المامورات میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً۔

## ۳۳۶ :بَابُ تَحْرِيْمِ صَوْمِ الْمَرْاَةِ تَطَوُّعًا وَّزَوْجُهَا حَاضِرٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

## بَابٌ :عورت کو خاوند کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے رکھنا حرام ہے

**تشریح** ◌ حج کے نفلی اعمال کا حرام بھی خاوند کی موجودگی میں حرام ہے۔ البتہ اجازت سے درست ہے۔ کیونکہ خاوند کا حق واجب ہے اور نوافل سے مقدم ہے کیونکہ جب وہ ان اعمال کو شروع کر دے گی تو وہ حق فوت ہو جائے گا۔ اگر کوئی عورت ایسا بلا اجازت کرے تو وہ اس کو ختم کرا سکتا ہے۔ اگرچہ اکثر خاوند اس کا لحاظ کرتے ہیں۔

۱۷۵۲ :عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ' وَلَا تَاْذَنَ فِیْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۵۲: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''کسی عورت کیلئے حلال نہیں کہ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی روزہ رکھے) نہ ہی اس کے لئے اجازت ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے دے''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ◌ شاهد: موجود و حاضر ہونا۔ الا باذنه: اگر قضائے رمضان یا نذر واجب کے روزے ہو تو خاوند سے استیذان کی اجازت نہیں۔ شرع کی وجہ سے پہلے میں وقت کی تنگی ہے اور دوسرے میں نذر ہونے کی وجہ سے وقت کی وسعت

ہے۔ اگر اس وقت تنگ ہو تو پھر اس کا بھی وہی سابقہ حکم ہے۔ ورنہ عورت صوم نذر کی طرح اس میں اجازت لے لے جہاں کہ بالکل اجازت نہیں۔ یا مطلق اجازت ہے۔ **و لا تاذن فی بیته الا باذنه**: خواہ اس کے والدین ہی ہوں ہاں صریحاً یا حکماً ان کی اجازت ہو تو وہ الگ بات ہے۔

**تخریج**: کتاب المامورات باب ۱/۲۵ حق الزوج علی امراته میں گزر چکی ہے

**الفرائد**: ایضاً

## ۳۳۸: بَابُ تَحْرِيْمِ رَفْعِ الْمَاْمُوْمِ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ اَوِ السُّجُوْدِ قَبْلَ الْاِمَامِ

### باب: امام سے قبل مقتدی کو اپنا سر سجدہ یا رکوع سے اُٹھانے کی حرمت

**تشریح** ۞ اسی طرح رکوع، سجدے کا بھی حکم ہے۔ البتہ کسی رکن قولی میں جو تکبیر، اسلام کے علاوہ ہو تقدم حرام نہیں۔ بلکہ مکروہ ہے مگر سنت امام سے مؤخر کرنا ہے۔ (احناف کے ہاں تمام حرکات وسکنات امام کے بعد ہیں)

۱۷۵۳: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: "اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ حِمَارٍ، اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۵۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے وہ شخص جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے کیا وہ نہیں ڈرتا کہ اللہ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اللہ اس کی شکل کو گدھے کی شکل بنا دے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ حروف استفتاح سے ہے۔ **یخشی احدکم**: کیا اللہ تعالیٰ کی عظمت سے وہ نہیں ڈرتا۔ **قبل الامام**: جان بوجھ کر جبکہ اسے علم ہو۔ **ان یجعل اللّٰہ**: کہ اللہ تعالیٰ کر دے۔ **راسه راس حمار**: بعض نے اسے اس کے سر کو دن ہونے سے کنایہ قرار دیا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ظاہر پر رکھا جائے۔ کیونکہ یہ عین ممکن ہے۔ عقل و نقل کے خلاف نہیں۔ ابن حجر ہیثمی نے اپنے معجمہ میں اس کا وقوع لکھا ہے۔ العیاذ باللّٰہ:

**او یجعل صورته صورة حمار**: حقیقت پر رکھا جائے گا۔ یا اس کی صفات میں حماریت آ جائے گی۔ دونوں صورتوں میں معصیت کے اثرات کی نحوست ظاہر ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ظاہر روایت سے امام سے پہلے سر اٹھانے کی حرمت ثابت ہوتی ہے کیونکہ مسخ کی وعید بتلائی گئی ہے اور یہ سخت سزا ہے نووی نے بھی یہی کہا ہے۔ البتہ گناہ کے باوجود نماز درست ہو جائے گی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز کا

بطلان ثابت ہے اور امام احمد اور اہل ظواہر بھی قول فساد کو ثابت کرتا ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٢٠٧٥٣٧) والبخاری (٦٩١) ومسلم (٤٢٧) وأبو داود (٦٢٣) والترمذی (٥٨٢) والنسائي (٨٢٧) وابن ماجه (٩٦١) والدارمي (١٣١٦) وابن حبان (٢٢٨٢) وابن خزيمة (١٦٠٠) والبيهقي (٩٣/٢) وأخرجه ابن حبان (٢٢٨٣)

**الفوائد**: (۱) امام سے افعال میں سبقت نہ کی جائے بسا اوقات وہ وعید کا شکار بن جاتا ہے۔ (۲) امام سے پہلے جب نماز سے فارغ نہیں ہو سکتا تو کسی فعل کے پہلے کرنے کا کیا فائدہ۔

## ۳۳۹: بَابُ كَرَاهَةِ وَضْعِ الْيَدِ عَلَى الْخَاصِرَةِ فِي الصَّلٰوةِ

## باب: نماز میں کوکھ (پہلو) پر ہاتھ رکھنے کی حرمت

**تشریح**: اس ہاتھ کے رکھنے میں حکمت یہ بتائی گئی کہ یہ یہود کا فعل تھا۔ بعض نے کہا کفار آگ میں کولہو ہاتھ رکھ کر آرام لیں گے۔ بعض نے کہا یہ شیطان کا فعل ہے۔ بعض نے کہا ابلیس جنت سے اسی طرح اتارا گیا بعض نے کہا یہ متکبرین کا فعل ہے۔

۱۷۵۴: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلٰوةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۵۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح**: عن الخصر: نماز میں آپ نے کولہوں پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہی کا موقعہ عدم ضرورت کا موقعہ ہے۔ البتہ اگر اس کے پہلو میں درد ہوئی اور اس نے اس پر ہاتھ رکھ لیا تو نہی اس کو شامل نہ ہوگی۔ شرح مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں: "نھی ان یصلی الرجل مختصرا"۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٣/٧١٧٨) والبخاری (١٢١٩) ومسلم (٥٤٥) وأبو داود (٩٤٧) والترمذی (٣٨٣) والنسائي (٨٨٩) وابن حبان (٢٢٨٥) وابن خزيمة (٩٠٨) وابن الجارود (٢٢٠) والحاكم (١/٩٧٤) والدارمی (١٤٢٨) والطيالسی (٢٥٠٠) والبيهقي (٢٨٧/٢)

**الفوائد**: (۱) نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا۔ یہ اہل نار کی استراحت کا طریقہ ہے۔ ابلیس اسی طرح آسمانوں سے زمین پر آیا۔ بروں سے مشابہت بھی بری۔

## ۳۴۰ :بَابُ كَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَنَفْسُهٗ تَتُوْقُ اِلَيْهِ اَوْ مَعَ مُدَافَعَةِ الْاَخْبَثَيْنِ وَهُمَا الْبَوْلُ وَالْغَائِطُ

## بَاب: کھانے کی دِل میں خواہش ہوتو کھانا آ جانے اور پیشاب و پاخانہ کی حاجت کے وقت نماز کی کراہت

**تشریح** ۞ **الطعام**: اس سے مراد جو چیزیں کھائی پی جاتی ہیں۔ تتوق الیہ: اس کے نفس کھانے کی طرف اشتیاق ہو۔ مثلاً اس کے قریب پڑا ہو۔ اس کے موجود ہوتے ہوئے نماز مکروہ ہے۔ الاخبثین: کی وضاحت خود بول و براز سے کر دی۔ غائط: اصل زمین قابل اطمینان جگہ کو کہا جاتا ہے۔ جہاں وہ قضاء حاجت کرے۔ گویا حال کا نام محل سے رکھ دیا۔ ان میں علاقہ مجاورت ہے۔

۱۷۵۵ : عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ ، وَّلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۵۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''کھانے کی موجودگی میں نماز درست نہیں اور نہ اس وقت جب کہ پیشاب و پاخانے کی شدید حاجت ہو''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **لا صلاۃ**: نماز کی افضلیت اور کمال کی نفی کی گئی۔ اہل ظواہر نے صحت کی نفی کی۔ طعام تتوق نفسہ الیہ: اس میں دل مشغول ہو کر خشوع سے محروم ہو جائے گا۔ یدافعہ الاخبثان یہ جملہ حالیہ ہے۔ اور واؤ حال کیلئے ہے۔ اس کی تشویش سے خضوع میں فرق پڑے گا۔ یہ کراہت بھی اس وقت ہے جب کھانا کھانے کیلئے کھلا وقت باقی ہو اور وہ بذات خود فراغت رکھتا ہو اور اگر وقت تنگ ہو کہ اگر اس نے کھانا کھایا تو نماز کا وقت نکل جائے گا تو اسی حال میں نماز ادا کرے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٥٦٠) وأبو داود (٨٩) والحاكم (١/٥٩٩)

**الفوائد** : (۱) دل کھانے کی طرف مشغول رہے گا نماز میں نہ لگے گا۔ کامل خشوع ختم ہو جائے گا۔ پیشاب وغیرہ سے بھی توجہ ختم ہو جائے گی۔

# ۳۴۱ :بَابُ النَّهْیِ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَی السَّمَآءِ فِی الصَّلٰوۃِ

## بَابٌ: نماز میں آسمان کی طرف نظر کرنے کی ممانعت

**تشریح** ۞ نووی نے اس کی کراہت پر اجماع نقل کیا ہے۔ البتہ نماز سے بار تو حالت دعا میں مستحب ہے۔ کیونکہ دعا کا یہ قبلہ ہے۔ اسی طرح تفکر و اعتبار کا بھی یہی حال ہے۔

۱۷۵۶ : عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَی السَّمَآءِ فِیْ صَلٰوتِهِمْ لِیْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهٗ فِیْ ذٰلِكَ حَتّٰی قَالَ :لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ! رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۷۵۶: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ جو اپنی نماز میں اپنی آنکھیں (نگاہیں) آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد کا لہجہ سخت کر لیا یہاں تک کہ فرمایا ''وہ اس حرکت سے باز آ جائیں ورنہ ان کی نظریں اُچک لی جائیں گی''۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ بال اقوام: بالٓ یہ حال کے معنی میں ہے۔ ینتھین: تاکید کے صیغے لاکر تحریر میں مبالغہ مقصود ہے اور نماز میں نظر اٹھانا مراد ہے۔ اولتخطفن: دو میں سے ایک بات تو ہوگی یا آنکھیں اُچک لی جائیں گی۔ مسلم و نسائی کی روایت کے الفاظ ہیں: ''**ینتھن اقوام عن رفعھم أبصارھم عند الدعاء فی الصلٰوۃ الی السماء اولتخطفن ابصارھم**''۔ (جامع صغیر)

**تخریج**: أخرجه أحمد (٤/١٢٤٢٩) والبخاری (٧٥٠) وأبو داود (٩١٣) والنسائی (١١٩٢) وابن ماجه (١٠٤٤) وابن حبان (٢٢٨٤) وابن خزيمة (٤٧٥) والطيالسی (٢٠١٩) والدارمی (١٣٠٢) والبيهقی (٢/٢٨٢)

**الفوائد**: (۱) نماز کے دوران آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا ممنوع ہے۔ غیر متعلق بالصلاۃ کی طرف نگاہ سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم اس سے پھر جائے گی۔

# ۳۴۲: بَابُ كَرَاهَةِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ لِغَيْرِ عُذْرٍ!

## بَاب: نماز میں بلا عذر متوجہ ہونے کی کراہت

**تشریح** ✿ صرف منہ کرنا جب سینے کا رخ قبلہ کی جانب رہے۔لغیر عذر: یہ خشوع کے خلاف ہے اور اس وجہ سے بھی کہ یہ تو شیطان کی اچک ہے۔ جو وہ بندے کی نماز میں سے لیتا ہے۔عذر کی صورت میں کراہت نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے حنین میں جاسوس بھیجا جب صبح کی نماز پڑھی تو اس کی خاطر ادھر ادھر التفات فرمایا۔

۱۷۵۷: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ: "هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۷۵۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: "جھپٹ ہے جو شیطان بندے کی نماز میں سے اُچک کر لے لیتا ہے"۔ (بخاری)

**تشریح** ✿ فی الصلاۃ: کہ کراہت یا حرمت یا اباحت کی حکمت کیا ہے۔تو آپ ﷺ نے کراہت کی طرف اشارہ فرمایا۔ھو اختلاس: کہ غفلت کی حالت میں شیطان کا نماز میں سے اچک لیا جانے والا حصہ ہے اور حرام نہیں کیونکہ اس سے کسی رکن، شرط کا ترک نہیں آتا اور نہ اس میں کوئی باطل و حرام فعل ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٩/٢٤٨٠٠) والبخاری (٧٥١) وأبو داود (٩١٠) والترمذی (٥٩٠) والنسائی (١١٩٥) وابن حبان (٢٢٨٧) وابن خزیمة (٤٨٤) والبیهقی (٢/٢٨١)

**الفرائد** : بلا ضرورت نماز میں التفات شیطانی حرکت کے باعث ہے۔

۱۷۵۸: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "إِيَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ فَإِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ هَلَكَةٌ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيْضَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۷۵۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے آپ کو نماز میں اِدھر اُدھر متوجہ کرنے سے بچاؤ۔نماز میں اِدھر اُدھر توجہ ہلاکت ہے۔اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو نفل میں اجازت ہے فرض میں نہیں"۔(ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ✿ فان الالتفات: یہاں ضمیر کی بجائے ظاہر لفظ تفخیم اور تعظیم امر کیلئے لائے۔مھلکة: ہلاکت کا ذریعہ قرار

دیا کیونکہ جو آدمی مکروہات کو ہلکا سمجھتا ہے۔ وہ محرمات میں مبتلا ہوتا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو عذاب پر پیش کر کے ہلاک کیا۔ فان کان لابد: اگر نمازی کی اس سے چارۂ کار نہ ہو تو فرض میں نہ کرے نفل میں ضرورت پوری کرے۔ کیونکہ فرائض میں بہت توجہ کی ضرورت ہے۔

**تخریج** : أخرجه الترمذی (۵۹۱)

**الفرائد** : نماز میں التفات اس کی تباہی کی باعث ہے۔ یہ شیطان کی چوک ہے۔ نوافل میں التفات کا فرائض کی بنسبت کم گناہ ہے۔

## ۳۴۳ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَى الْقُبُوْرِ

## بَابٌ: قبور کی طرف نماز کی ممانعت

**تشریح** قبر کا رخ کر کے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ جبکہ اپنی نماز سے اس کے استقبال کا قصد کرنے والا ہو اور بلا قصد اگر استقبال کرے تو مکروہ تنزیہ ہے۔

۱۷۵۹ :عَنْ اَبِیْ مَرْثَدٍ كَنَّازِ بْنِ الْحُصَيْنِ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"لَا تُصَلُّوْا اِلَى الْقُبُوْرِ ، وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۵۹: حضرت ابو مرثد کناز بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو۔ (مسلم)

**تشریح** ابن الجوزی نے تلقیح میں کہا۔ کہ اس کا نام ایمن تھا مگر پہلا قول صحیح ہے۔ ان کے والد کا نام حصین بن یربوع غنوی ہے یہ بنی عبدالمطلب کے حلیف ہیں۔ ذہبی نے تجرید الصحابہ میں کہا یہ حضرت حمزہ کے حلیف تھے۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ یہ بدری صحابی ہیں۔ اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔ ۱۲ھ میں وفات پائی۔ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے دو روایتیں مروی ہیں۔ ان میں سے ایک مسلم کی یہ روایت ہے۔ لا تصلوا الی القبور۔ شافعی رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ تعظیم مخلوق مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنانا اس میں اس کیلئے اور بعد والے لوگوں کے لئے فتنہ ہے۔ ولا تجلسوا علیھا: قبور پر بیٹھنے کی ممانعت ہے۔ باتوں کیلئے بیٹھنا مراد ہے۔ مالک، شافعی رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

نووی کہتے ہیں: یہ تاویل درست نہیں بلکہ بیٹھنا مراد ہے۔ جیسا روایت مسلم میں موجود ہے: "لا تجلسوا علی القبور" اور روایت میں ہے۔ قبر پر بیٹھنے سے یہ بہتر ہے کہ کوئلہ اس کے کپڑوں پر رکھ دیا جائے اور وہ اس کے کپڑوں کو جلا

دے اور جلنے کا اثر اس کے چمڑے تک سرایت کر جائے۔ قبور پر بیٹھنا، ٹیک لگانا، تکیہ بنانا حرام ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٧٢١٥) ومسلم (٩٧٢) وأبو داود (٣٢٢٩) والترمذي (١٠٥٢) والنسائي (٧٥٩) وابن حبان (١٣٢٠) وابن خزيمة (٧٩٤) والحاكم (٣/٤٩٦٩) والبيهقي (٢/٤٣٥)

**الفرائد** : قبور کی طرف نماز پڑھنا اور ان پر بیٹھنا حرام ہے۔

# ۳۴۴ : بَابُ تَحْرِيْمِ الْمُرُوْرِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ

## بَابٌ : نمازی کے سامنے سے گزرنے کی حرمت

**تشریح** ۞ اول تو کسی چیز کی طرف نماز پڑھے۔ اگر نہ ہو تو نمازی کی طرف پڑھے۔ ورنہ خط کھینچ لے ان کے مابین تین ہاتھ کا فاصلہ ہو۔ اگر اس نے ان میں سے کوئی چیز سامنے نہ رکھی۔ تو گزرنے والے کیلئے گزرنا حرام نا ہوگا۔ حرمت کا موقعہ یہ ہے کہ نماز کی جگہ میں دوسرے کا استحقاق نہ ہو۔ ورنہ طواف میں تو سامنے سے گزرنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ وہ جگہ طواف کیلئے ہے نہ کہ نماز کیلئے۔

۱۷۶۰ : عَنْ اَبِي الْجُهَيْمِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ اَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ" قَالَ الرَّاوِيْ : لَا اَدْرِيْ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ اَرْبَعِيْنَ شَهْرًا ' اَوْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۶۰ : حضرت ابوجہیم عبداللہ بن حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا شخص یہ جان لے کہ اس کا کتنا گناہ ہے تو وہ چالیس (دن) تک کھڑا ہونا زیادہ بہتر سمجھے اس بات سے کہ وہ نمازی کے سامنے سے گزرے۔ راوی کہتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس برس۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ سیوطی نے الاشباہ والنظائر میں الصِمّہ کی تحقیق کی ہے۔ ابن اثیر کہتے ہیں ان کا عبداللہ ہے۔ یہ ابی بن کعب کے بھانجے ہیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے دو روایتیں نقل کی ہیں۔ دونوں صحیحین میں ہیں۔ بین یدی المصلی: خواہ نماز نفل ہو یا فرض اور اس نے ان کی طرف رخ کر رکھا ہو جو سامنے ہیں۔ ماذا علیہ: اس کی کیا سزا ہے؟

**اَلنَّحْوُ** : یہ جملہ یعلم کیلئے محل نصب میں ہے۔ (۲) ما بمعنی ای شی مبتداء ظرف خبر ہے۔ ما کو بیان کرنے والا حذف کیا تا کہ خوب نفرت ہو اور نفس مکروہات کی ہر جانب کو جائے۔ ابن ابی شیبہ میں، من الاثم، کا اس پر اضافہ ہے۔ حافظ نے جامع

کبیر کی تخریج میں من الاثم کے الفاظ نقل کر کے متفق علیہ قرار دیا۔ شیخ زکریا اس حدیث میں "اربعین خریفا" کا اضافہ کیا۔ اور "من الاثم" کے الفاظ کو بخاری کی ایک روایت الا خریفًا بزاز کے حوالہ سے ثابت کیا۔ (شرح الکنج شیخ زکریا) لکان ان یقف۔ اَلنَّحْوُ: مصدر کان کا اسم یا ضمر سے بدل الاشتمال ہے۔ خیرًا لہ خبر ہے۔ من ان یمر یدیہ: خیر ای میں تھی کہ وہ نہ گزرتا کیونکہ عقل مندوہ کام نہیں جس میں بھلائی نہ ہو۔ قال الراوی: ان کا نام ابوالنضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ ہے۔ بزاز کی روایت اس میں خریف بجائے سنة کے آیا ہے اور تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ یہ پھولوں اور پھلوں کی بہار کا زمانہ ہے۔

**تخریج**: أخرجه مالك (٣٦٥) وأحمد (٦/١٧٥٤٨) والبخاري (٥١٠) وأبو داود (٧٠١) والترمذي (٣٣٦) والنسائي (٧٥٥) وابن ماجه (٩٤٤) والدارمي (٦١١٤) وعبد الرزاق (٢٣٢٢) وابن حبان (٢٣٦٦) وابن أبي شيبة (٢٨٢/١) وأبو عوانة (٤٤/٢) وابن خزيمة (٨١٣) والبيهقي (٢٦٨/٢)

**الفرائد**: (۱) جلد بازی کی تردید کیلئے اربعین کی تعیین نہیں فرمائی۔ (۲) اس کو چالیس سال کھڑے رہنا تو مناسب تھا کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرتا۔ (۳) بقول مالک زمین میں دھنسا نمازی کے آگے گزرنے سے زیادہ آسان تھا۔

## ۳۴۵: بَابُ كَرَاهَةِ شُرُوْعِ الْمَاْمُوْمِ فِيْ نَافِلَةٍ بَعْدَ شُرُوْعِ الْمُؤَذِّنِ فِيْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ سَوَآءً كَانَتِ النَّافِلَةُ سُنَّةَ تِلْكَ الصَّلٰوةِ اَوْ غَيْرِهَا

## بَاب: جب مؤذن نماز کی اقامت کہنی شروع کرے تو مقتدی کے لئے ہر قسم کے نوافل پڑھنے مکروہ ہیں

**تشریح** ۞ یعنی مقتدی کو نفل نہ شروع کرنے چاہئیں۔ جبکہ اقامت شروع ہو جائے، مؤذن اور دوسرے کی اقامت کا فرق نہیں۔ خواہ اسی نماز کی سنتیں ہوں۔ اگرچہ صبح کی بھی ہوں۔ (احناف کے ہاں بھی مسجد سے باہر الگ مقام پر ان کی ادائیگی ہے)۔ او غیرھا: اس کے علاوہ سنن ہوں۔ اس لئے کہ اس سے اصل سے اعراض لازم آتا ہے۔ اور وہ فرض ہیں اور نفل تو مکمل صلاۃ ہیں۔ نووی کہتے ہیں کہ شافعیؒ اور جمہور کا مسلک یہی ہے، احناف و مالکیہ فجر کی رکعت اولیٰ کے فوت ہونے تک ان کے پڑھنے کا جواز بیان کرتے ہیں۔ (شرح نووی للمسلم)

۱۱۷۶: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۷۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نماز کھڑی ہو جائے

تو کوئی نماز سوائے فرض کے جائز نہیں''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اس سے فرض نماز مراد ہے۔ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ: کوئی نماز سوائے موجودہ فرض نماز کے درست نہیں۔ نوافل کی جماعت کے وقت نفل مکروہ ہیں۔ مثلاً عید، استسقاء اگر فرض نماز کھڑی ہو جائے اور یہ آدمی پہلے سے نوافل میں مشغول ہو۔ تو نماز نفل کو توڑ دینا مستحب ہے۔ اگر جماعت کے فوت ہونے کا خطرہ ہو اور نفلی نماز کا ممانعت جبکہ فرض نماز کھڑی ہو جائے۔ (۱) اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ پہلے فرض سے فارغ ہو جائے اور امام کے شروع کرنے کے ساتھ شروع کرے تاکہ بعض مکملات نماز اس سے فوت نہ ہو جائیں۔ نفل میں مشغول ہونے سے وہ فوت ہو جائیں گی حالانکہ فرائض کی تکمیل کا زیادہ خیال کرنا چاہیے۔ (۲) اس میں دوسری حکمت یہ ہے کہ یہ اختلاف ائمہ سے نکل جائے گا اور اس کی نماز سب کے ہاں مکمل ہوگی۔ نووی نے پہلی حکمت کو ترجیح دی ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۸٦۳۱) ومسلم (۷۱۰) وأبو داود (۱۲٦٦) والترمذی (٤۲۱) والنسائی (۸٦٤) وابن ماجه (۱۱۵۱) والدارمی (۱٤٤۸) وابن حبان (۲۱۹۳) والطبرانی (۲۱) وابن خزیمة (۱۱۵۱) وعبد الرزاق (۳۹۸۷) وأبو عوانة (۱/۳۲) وابن أبی شیبة (۲/۷۷) والبیهقی (۲/٤۸۲)

**الفوائد**: جماعت کھڑی ہو جائے تو اس وقت نوافل میں نہ لگے بلکہ فرائض میں شامل ہو جائے۔

## ۳٤٦ : بَابُ كَرَاهَةِ تَخْصِيْصِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ اَوْ لَيْلَتِهٖ بِصَلٰوةٍ

## بَابٌ: جمعہ کے دن کو روزے کے لئے اور اس کی رات کو قیام کے لئے خاص کرنے کی کراہت

**تشریح** ۞ جب تک کہ اس کے ساتھ ایک دن پہلے یا بعد نہ ملائے۔ جب ملا لے گا تو پھر اس خاص دن کے روزے کی کراہت ختم ہو جائے گی۔ اولیتھا بصلاۃ: یعنی نبی اکرم ﷺ پر درود کیلئے خاص کر لے اور نماز میں سورہ بقرہ، آل عمران، دخان وغیرہ کی قراءت کو خاص کرنا، ان کی قرأت کا دن و رات کے جن اوقات میں وارد ہے۔ ان میں کوئی کراہت نہیں۔

۱۷٦۲ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : ''لَا تَخُصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِیْ صَوْمٍ يَصُوْمُهٗ اَحَدُكُمْ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷٦۲: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا: ''جمعہ کی رات کو راتوں میں سے قیام کے لئے خاص نہ کرو اور نہ ہی دنوں میں جمعہ کے دن کو روزوں کیلئے خاص کرو مگر یہ کہ جمعہ کا دن ان دنوں میں آ جائے جس میں تم میں

سے کوئی روزہ رکھتا ہے"۔ (مسلم)

**تشریح** ✿ بقیام: شریعت میں نماز کے قیام کو قیام کہا جاتا ہے۔ **من بين الليالي**: موقعہ اختصار پر اظہار وضاحت میں اضافہ کے پیش نظر ہے۔ **بصيام من بين الايام**: دونوں ظرف **لا تخصوا** سے ہے۔ ظرف زمان کی تقدیم تفنن تعبیر کیلئے ہے۔ **الا ان يكون**: ابن مالک نے شرح مشکوٰۃ میں تقدیر عبارت اس طرح قرار دی ہے: "**الا ان يكون يوم الجمعة واقعًا في صوم يوم يصومه احدكم**" جس کسی نے اپنے دوست کی ملاقات کیلئے روزے کی نذر مانی اور وہ جمعہ کا دن آ گیا تو مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ پھر تو یوم جمعہ روزے کے دن کیلئے مظروف ہوا۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ یکون کی ضمیر **لا تخصوا** کے مصدر کی طرف لوٹنے والی ہے۔

**طیبی کا قول**: اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کو عبادت کیلئے جب خاص کیا ہے تو مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن عبادات کیلئے خاص کیا ہے۔ ان کے علاوہ بندہ اس کو خاص کرے۔

**نووی کا قول**: اس کا سبب یہ ہے کہ جمعہ کا دن عبادت کا دن ہے اور نماز کی طرف جلدی کرنے اور کثرت ذکر اور غسل کا دن ہے پس افطار اس میں مناسب ہے۔ تاکہ یہ تمام وظائف خوش اسلوبی سے ادا ہوسکیں۔ جیسا کہ عرفہ کے دن حجاج کیلئے روزہ نہ رکھنا مستحب ہے۔

**سوال**: اگر یہ بھی اسی کے مشابہ ہوتا تو ایک دن پہلے یا بعد کا روزہ رکھنے سے کراہت کیونکر دور ہوگئی ہوتی۔

**جواب**: جمعہ کے وظائف میں اگر روزے کی وجہ سے کمی پیدا ہو۔ تو ممکن ہے کہ ماقبل یا مابعد کے دن کا روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کمی کا ازالہ ہوجاتا ہو۔

**مظہری کا قول**: جمعہ کی تخصیص سے ممانعت کی وجہ یہود و نصاریٰ کی موافقت سے خبردار کرنا ہے۔ کیونکہ وہ ہفتے اور اتوار کو روزے کیلئے خاص کرنے والے ہیں اور ان کی راتوں کو قیام کیلئے خاص کرتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ یہ ایام ہفتہ میں زیادہ مکرم دن ہیں۔ پس مناسب یہ ہے کہ ہفتے میں معزز ترین دن یعنی جمعہ کی تعظیم کے سلسلہ میں ان کی راہ سے الگ رہیں۔

**نووی کا قول**: حدیث میں جمعہ کی رات کو عبادت کیلئے خاص کرنے کی ممانعت ہے۔ اور اسی کو علماء نے صلاۃ رغائب کی تردید کیلئے بطور ثبوت پیش کیا ہے۔ علماء نے اس نماز کے من گھڑت اور بے ثبوت ہونے کو دلائل سے واضح کیا ہے۔

**تخریج**: مسلم (١٤٨/١١٤٤)

**الفرائد**: نوافل میں روزے کیلئے کسی دن کی تخصیص نہ کی جائے بلکہ کثرت سے عبادت کرے۔ فقط جمعہ کا روزہ ضروری قرار دے کر رکھنا ممنوع ہے۔

۱۲۷۳: وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا يَصُوْمَنَّ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا يَوْمًا قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۶۳: حضرت ابوہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا: ''ہرگز کوئی آدمی تم میں سے جمعہ کے دن (خاص کر کے) روزہ نہ رکھے مگر ایک دن پہلے یا ایک بعد کا اس کے ساتھ ملالے''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ **الا یومًا قبله او یومًا بعده**: مگر یہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھے۔ بخاری مسلم کی روایت اسی طرح ہے۔

اس روایت میں وضاحت ہے کہ صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا ممنوع ہے اگر اس سے ایک دن پہلے یا بعد کا روزہ ملا لیا تو ممانعت جاتی رہی۔ پہلے کلام نووی گزر چکا۔ بعض نے کہا پہلا روزہ ملانے سے روزے کی عادت پڑ جائے گی اور اسے جمعہ کے اعمال کی ادائیگی میں روزے کے ساتھ اکتاہٹ نہ ہوگی۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۹٤۵۸) والبخاری (۲۱۵۸) ومسلم (۱۱٤٤) وأبو داود (۲٤۲۰) والترمذی (۷٤۳) وابن ماجه (۱۷۲۳) وابن حبان (۳٦۱٤) وابن خزیمة (۲۱۵۹) وابن أبی شیبة (۳/٤۳) وعبد الرزاق (۷۸۰۵) والبیهقی (٤/۳۰۲)

**الفوائد** : تخصیص کا احتمال ختم کرنے کیلئے ایک دن پہلے یا بعد کے روزے کا حکم دیا۔

۱۷٦٤: وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷٦٤: محمد بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ **عن صوم الجمعة؟ قال نعم**: یہ اوساط تابعین سے ہیں۔ ثقہ ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن عباد بن جعفر بن رفاعہ بن امیہ بن عابر بن عائذ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم المخزومی المکی۔ (تقریب حافظ)

انھی: یہ ممانعت تنزیہ کیلئے ہے۔ کیونکہ حرمت کا کوئی سبب پایا نہیں جاتا۔ جیسا کہ صوم عیدین وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے اعراض لازم آتا ہے اور شعبان کے آخری پندرہ دنوں کی طرح بھی نہیں کیونکہ اس سے فرض روزے میں ضعف کا خدشہ ہے یا اگر ہر ماہ کی عادت روزہ کے دنوں میں یہ دن بھی آ جائے تو ممانعت نہ ہوگی۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۱۹۸٤) ومسلم (۱۱٤۳) والنسائی (۲۷٤۵) وابن ماجه (۱۷۲٤)

**الفوائد** : (۱) تاکید کیلئے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔ (۲) بڑی مخلوقات کی طرف اللہ کی ربوبیت کی نسبت اظہارِ عظمت کیلئے مناسب ہے۔ (۳) فقط نعم سے بھی جواب دے سکتے ہیں۔

۱۷۶۵ :وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَآئِمَةٌ فَقَالَ : "اَصُمْتِ اَمْسِ؟" قَالَتْ لَا قَالَ : "تُرِيْدِيْنَ اَنْ تَصُوْمِي غَدًا؟" قَالَتْ :لَا – قَالَ :"فَافْطِرِيْ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۷۶۵: حضرت ام المؤمنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی اکرم ﷺ ایک دن میرے پاس تشریف لائے جبکہ جمعہ کا دن تھا اور میں روزے سے تھی۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو نے کل روزہ رکھا؟ تو ام المؤمنین نے جواب دیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کل آئندہ تم روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہو؟۔ ام المؤمنین نے کہا نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: ''روزہ افطار کرلو''۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ وھی صائمۃ: ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بلا تفصیل دریافت فرمانے کی اجازت دے دی۔ ان تصومی غدا: یعنی ہفتے کے روز کا روزہ مراد ہے۔ یہ استفسار اس لئے ہے کہ صرف جمعہ کے دن میں روزہ کی کراہت اس طرح بھی ختم ہو جاتی ہے جبکہ اگلے دن کے روزہ کی نیت ہو۔ اگر چہ عذر وغیرہ کی وجہ سے نہ کر پائے۔ فافطری: اس میں نفلی روزے کے توڑ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بھی وارد ہے: ''الصائم المتطوع امیر نفسہ ان شاء صام وان شاء افطر ''ان کے افطار کا حکم دینے سے استحباب ثابت ہوا کہ اگر مکروہ روزہ رکھ لیا تو وہ درست ہو جائے گا۔

**تخریج** : أخرجه احمد (۱۰/۲٦۸۱۷) والبخاری (۱۹۸٦) وأبو داود (۲٤۲۲) والنسائی (٤/۲۷۰۳) وابن حبان (۳٦۱۱) وابن خزیمة (۲۱٦۲) وابن أبی شیبة (٤٤/۳) والبیهقی (٤/۳۰۲)

**الفرائد** : (۱) جمعہ کے دن کے روزے کو ضروری سمجھ کر اسی دن رکھنا ممنوع ہے۔ اسی وجہ سے ایک دن پہلے یا بعد والے دن کو ملانے کا حکم ملا۔

## ۳۴۷ :بَابُ تَحْرِيْمِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ وَهُوَ اَنْ يَّصُوْمَ يَوْمَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ وَلَا يَاْكُلَ وَلَا يَشْرَبَ بَيْنَهُمَا

## بَابٌ: روزے میں وصال کی حرمت' اور وصال یہ ہے کہ دو دن یا اس سے زیادہ دنوں کا روزہ رکھے اور درمیان میں کچھ نہ کھائے' پیئے

**تشریح** ۞ ان دونوں دنوں کے درمیان قصداً عبادت سمجھ نہ کھائے پیئے تو یہ حرام ہے۔ البتہ بھول کر یا خواہش نہ ہونے کی صورت میں یا میسر نہ ہونے کی وجہ سے حرج نہیں۔ بعض نے کہا کہ حرام وصال یہ ہے کہ روزہ کے اوصاف کو دائمی برقرار رکھنا۔ پہلی صورت جس کو مصنف نے ذکر کیا اس سے جماع کرنے یا قئی کرنے سے خارج نہ ہوگا۔ اس دوسری صورت

سے خارج ہو جائے گا۔ مگر مختار اول ہے۔

١٧٦٦ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَعَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْوِصَالِ ' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

١٧٦٦: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال (مسلسل) کے روزے سے ممانعت فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **نھی**: پختہ انداز سے منع فرمایا۔ **الوصال**: یہ امت کیلئے حرام ہے۔ آپ کیلئے جائز ہیں۔ جیسا اگلی روایت میں موجود ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٦٧١) وأحمد (٣/١٠٦٩٩) والبخاری (١٩٦٥) ومسلم (١١٠٣) وأبو داود (وعبد الرزاق (٧٧٥٤) وابن حبان (٣٥٧٥) وابن خزيمة (٢٠٧١) والدارمی (١٧٠٣) والحميدی (١٠٠٩) وابن أبی شيبة (٨٢/٣) والبيهقی (٢٨٢/٤)

**الفرائد** : (۱) صوم وصال تعمق اور مبالغہ کی طرف لے جانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کا مکلف نہیں بنایا۔

١٧٦٧ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ ' قَالُوْا : اِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ : "اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ ' اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ – وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ۔

١٧٦٧: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال کے روزے سے منع فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ بھی تو مسلسل روزے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''بے شک میں تم جیسا نہیں۔ بے شک مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے''۔ بخاری و مسلم۔ بخاری کے لفظ ہیں۔

**تشریح** ۞ **الوصال**: یہ ممانعت حرمت کیلئے ہے۔ **انك تواصل**: ہم آپ کی کیلئے مامور ہیں۔ **مثلکم**: یعنی جواز وصال صوم میں تم سے الگ حکم رکھتا ہوں۔ اور اس کی وجہ تمہارے ساتھ عدم مماثلت اور عدم مساوات ہے۔ جیسا کہ یہ قول دلالت کررہا ہے۔ ''انی اُطعم و اُسقی'' یہ مجہول کے صیغے ہیں۔ ان کے معانی میں اختلاف ہے۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ آپ میں اللہ تعالیٰ کھانا کھانے اور پینے والے جیسی قوت پیدا فرما دیتے ہیں۔ یہ گویا کنایہ ہے اور اگر اسے ظاہر پر رکھا جائے تو پھر وصال ثابت نہیں ہوتا۔ مسلم کی ایک روایت میں: ''انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی'' اور ایک روایت میں ''اظل'' کا لفظ ہے۔ اسی سے نووی نے استدلال کیا اطعام واسقاء کنایہ ہے۔ کیونکہ اظل کا لفظ دن کیلئے آتا ہے اور روزہ دار کیلئے کھانا پینا دن کے اوقات میں جائز نہیں۔ (نووی)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/۶۱۳۳) والبخاری (۱۹۲۲) ومسلم (۱۱۰۲) وأبو داود (۲۳۶۰)

**الفرائد** : (۱) آپ کا صوم وصال آپ کی خصوصیت ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کھلا پلا دیتے ہیں تو وصال نہیں رہتا اور اگر طاقت عنایت کر دیتے ہیں تو معجزہ ہوا۔

# ۳۴۸ :بَابُ تَحْرِيمِ الْجُلُوسِ عَلٰى قَبْرٍ

## بَاب: قبر پر بیٹھنے کی حرمت

**تشریح** : وہ قبر خواہ کسی گناہ گار مسلمان کی ہو۔ شرح مسلم میں اس کو اصحاب شوافع کا قول قرار دیا۔ نووی اور رافعی کے ہاں یہ کراہت تنزیہ کیلئے ہے۔ بلکہ المجموع میں لکھا کہ امام شافعی اور جمہور اصحاب شوافع نے کراہت تنزیہ مراد لی ہے اور بہت سے علماء نے اس کی صراحت کی اور شرح مسلم والے قول کو ابن حجر ہیثمی وغیرہ نے غلط قرار دیا اور بعض نے اسے اصح و مختار قول اسی کو قرار دیا۔ مگر یہ درست نہیں۔ کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث روایت کی اور ان کی روایت میں جو تفسیر وارد ہے۔ وہ دوسروں کی تفسیر سے مقدم ہے۔ انہوں نے بیٹھنے کی ممانعت کو حدیث میں بول و براز کیلئے بیٹھنے کی ممانعت قرار دیا۔ اس لئے کہ ابن وہب نے اپنی مسند میں ان لفظوں سے تعبیر کی: ''من جلس علی قبر یبول او یتغوط'' اور یہ بالاجماع حرام ہے اور گفتگو اس سے متعلق نہیں۔ (المجموع) باب النهي عن الصلاة الى القبور میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا۔ کسی حاجت کیلئے بیٹھنے کی ممانعت نہیں۔ مثلاً قبر کھودنا' پڑھنا' زیارت قبر جیسے خواہ اوپر سے گزرنا پڑے۔ ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا۔ کیونکہ ضرورت کے باوجود میت کی بے عزتی ہے۔ اس کے برخلاف جبکہ کوئی صورت بھی نہ ہو تو بدرجہ اولیٰ ممانعت ہوگی۔ یہ قبر کے کہنہ پن سے پہلے کا حکم ہے۔ جب قبور کہنہ ہو جائیں تو اس پر بیٹھنے میں حرمت و کراہت مطلقاً نہیں۔ کیونکہ احترام کی وجہ ختم ہو گئی۔

۱۷۶۸ :عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''لَاَنْ يَّجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلٰى جَمْرَةٍ فَتَحْرِقَ ثِيَابَهٗ فَتَخْلُصَ اِلٰى جِلْدِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۶۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کسی شخص کا انگارے پر بیٹھنا جو اس کے کپڑوں کو جلا ڈالے اور اس کا اثر اس کے چمڑے تک پہنچ جائے یہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے''۔ (مسلم)

**تشریح** : ان يجلس علی قبر: کیونکہ قبر پر بیٹھنے کا نقصان تو اس کے دل کو لاشعوری طور پر پہنچ رہا ہے۔ اور دل کا

ضرر جسم کے ضرر سے بہت زیادہ ہے۔ اور یہ روایت تحریم میں ظاہر ہے۔ پہلے اس کی تشریح گزری ملاحظہ کر لی جائے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۱۱٤) ومسلم (۹۷۱) وأبو داود (۳۲۲۸) والنسائي (۲۰٤۳) وابن ماجه (۱۵٦٦) وابن حبان (۳۱٦٦) والطيالسي (۲٥٤٤) وعبد الرزاق (٦٥۱۱) وابن أبي شيبة (۳/۳۳۹) والبيهقي (٤/۷۹)

**الفوائد** : قبر پر بیٹھنا، گندگی پھینکنا اور ان پر چلنا ممنوع قرار دیا۔ یہ اکرام مسلم کے خلاف ہے۔

## ۳۴۹ : بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَجْصِيصِ الْقَبْرِ وَالْبِنَاءِ عَلَيْهِ

## بَاب: قبروں کو چونا گچ کرنے اور ان پر تعمیر کرنے کی ممانعت

**تشریح** ۞ **تجصیص**: چونا کرنا۔ سیمنٹ کرنا دونوں مراد ہیں۔ یہ ممانعت تنزیہ کیلئے ہے۔ **والبناء علیه**: عمارت کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ مقبرہ وغیرہ بنانا حرام ہے۔

۱۷۶۹ : عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ ، وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۶۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ یہ فعل مجہول ہے۔ قبر نائب فاعل ہے۔ ان یقعد علیه: بیٹھنا، ٹیک لگانا اور اس پر قبہ وغیرہ بنانا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٥/۱٥۲۸٦) ومسلم (۹۷۰) وأبو داود (۳۲۲٥) والترمذي (۱۰٥٤) والنسائي (۲۰۲٦) وابن ماجه (۱٥٦۳) وابن حبان (۳۱٦۲) وعبد الرزاق (٦٤۸۸) وابن أبي شيبة (۳/۳۳۹) والحاكم (۱/۱۳۷۰) والبيهقي (٤/٤)

**الفوائد** : (۱) قبر کو چونا اور پختہ بنانا اور ان پر جبے قبے بنانا حرام ہے۔ (۲) قبر زیادہ بلند بھی نہ ہونی چاہیے۔

## ۳۵۰ : بَابُ تَغْلِيْظِ تَحْرِيْمِ اِبَاقِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهٖ

## بَاب: غلام کے اپنے آقا سے بھاگ جانے میں شدت حرمت

**تشریح** ۞ جب کہ وہ کسی ڈر یا مشقت کے بغیر بھاگے۔ الاباق: یہ اسم مصدر ہے۔ سیدہ: سے آقا مراد ہے خواہ مرد

ہو یا عورت۔

۱۷۷۰: عَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَيُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۷۰: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو غلام بھاگ گیا اس سے اسلام کی ذمہ داری ختم ہوگئی"۔ (مسلم)

**تشریح** : آبق: (ض، ن) دونوں بابوں سے آتا ہے۔ (المصباح) الذمہ: لغت میں (۱) معاہدے کو کہا جاتا ہے۔ اور (۲) امانت کو کہتے ہیں جیسا اس ارشاد میں: "يَسْعٰى بذمتهم أدناهم" ان کی امانتوں کیلئے دوڑ دھوپ اس کے سب سے قریبی رشتہ دار کریں۔ اور یہ ارشاد: "ومن صلى الصبح فهو في ذمة الله عزوجل" جس نے صبح کی نماز ادا کر لی وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہو گیا اور یہ ارشاد: "ولهم ذمة الله ورسوله" وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی امان میں ہیں۔ (تہذیب نووی)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۱۹۱۷۶) ومسلم (۶۹)

**الفوائد** : (۱) غلام کو آقا سے بھاگنا حرام ہے۔ بھاگنے سے وہ ذمہ داری سے نکل گیا۔

۱۷۷۱: وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : "اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ : "فَقَدْ كَفَرَ"۔

۱۷۷۱: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب غلام بھاگ جائے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی" ایک روایت میں ہے کہ "اس نے گویا کفر کیا"۔

**تشریح** : لم تقبل له صلاة: عدم قبول کو عدم صحت لازم نہیں۔ بلکہ یہ مغصوبہ زمین میں نماز پڑھنے کی طرح ہے۔ جیسا کہ جمہور نے اس کا صحیح ہونا لکھا ہے۔ اگرچہ ثواب نہ ملے گا۔ اس لئے مازری کی قیودات بڑھانے کی حاجت نہیں کہ وہ بھاگنے کو حلال قرار دینے والا ہو۔ ابن صلاح و نووی نے اس قید کی تردید کی ہے۔ فقد کفر: اگر حلال قرار دیا تو کفر کیا یا کفران نعمت ہے کہ آقا کا حق مارلیا۔ یہ جاہلانہ عمل ہے۔ ایک روایت میں "فقد حل دمه" کے الفاظ ہیں۔ ایک روایت میں "فقد أحلّ بنفسه"۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۱۹۲۶۲) ومسلم (۶۸) وأبو داود (٤٣٦٠) والنسائي (٤٠٦٠)

**الفوائد** : اباق کفرانِ نعمت ہے اور آقا کے حقوق کو تلف کرنا ہے۔

# ۲۵۱ : بَابُ تَحْرِيْمِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُوْدِ

## باب : حدود میں سفارش کی حرمت

**تشریح** : جبکہ اس کے اسباب ثابت ہو جائیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ [النور: ۲]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: زنا کرنے والا مرد اور زانیہ دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں اللہ کی اس حد کے نافذ کرنے میں ان کے متعلق نرمی نہیں آنی چاہیے اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو"۔ (النور)

**اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ :**

الزانية: مرفوع ابتداء کی وجہ سے ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: "مما يتلى عليكم حكم الزانية والزانى" مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ اس کے قائم مقام لائے۔ پس مرفوع ہو گیا۔

**نکتہ** : یہاں الزانیہ کو مقدم کیا اور دوسری آیت میں السارق کو مقدم کیا؟ کیونکہ زنا کا مدار شہوت ہے اور وہ عورت میں زیادہ ہے اور چوری عموماً مرد کرتے ہیں۔ تغلیب کی وجہ سے اس کو لائے یہ مردوں میں کثرت سے ہے۔ پس ہر موقعہ کے زیادہ مناسب کو مقدم کیا۔

**وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ :**

کہ سستی کر کے اس کے احکام معطل کرنے والے اور ان سے درگزر کرنے والے نہ بن جانا۔

**اِنْ كُنْتُمْ** : ایمان کا تقاضا دین میں پختگی اختیار کرنا ہے۔ اور اسکے احکام کو قائم کرنے میں کوشش کرنا ہے۔

۱۷۷۳ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا : مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ؟ فَقَالُوْا : وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ ، حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى؟ " ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ : "اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ ، وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ ، وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ : "فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ " فَقَالَ : "اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ!" فَقَالَ اُسَامَةُ اسْتَغْفِرْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ – قَالَ ثُمَّ اَمَرَ بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا۔

۱۷۷۲: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو اس مخذومی عورت کا معاملہ جس نے چوری کی تھی بڑا اہم معلوم ہوا تو انہوں نے آپس میں کہا اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے کون کلام کرے؟ دوسروں نے کہا کوئی بھی اس کی جرأت سوائے اسامہ بن زید کے نہیں کرے گا۔ جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں چنانچہ اسامہ نے بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اسامہ! کیا تو اللہ کی حدود میں سفارش کرتا ہے؟'' پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطاب فرمایا: ''بے شک تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں جب کوئی بڑے رتبے والا آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ اللہ کی قسم ہے اگر (میری بیٹی) فاطمہ بنت محمد ﷺ چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا''۔ (بخاری و مسلم) ایک روایت میں ہے حضورؐ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور پھر آپؐ نے فرمایا: ''کیا تم اے اسامہ! اللہ کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو؟'' اسامہ نے کہا یا رسول اللہؐ میرے لئے استغفار فرمایئے۔ پھر اس عورت کے بارے میں حکم دیا چنانچہ اُس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

**تشریح** ۞ اس عورت کا نام فاطمہ بنت الاسود بن عبد الاسد تھا۔ **التی سرقت**: یہ فتح مکہ کے موقعہ پر پیش آیا۔ تو اہل مکہ کہنے لگے اس سلسلہ میں آپ ﷺ سے کون بات کرے۔ **فقالوا**: جو لوگ اس کی طرف سے سفارش کرنے آئے تھے۔ **یتجاسر علیه**: بطور ناز آپ ﷺ کے ہاں کون سفارش کرے۔ **حب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم**: جناب رسول اللہ ﷺ کے محبوب۔ **فکلمه**: اس کلام میں حذف ہے کہ وہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اور ان سے اس سلسلہ میں مطالبہ کیا۔ انہوں نے موافقت کی۔ تو وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گئے اور آپ ﷺ سے بات کی۔ **أتشفع فی حد من حدود اللّٰه**: یہ استفہام انکاری ہے۔ کہ حدود اللہ کے سلسلہ میں سفارش مت کرو۔ **ثم قام فاختطب**: دوسری روایت میں خطب کے لفظ ہیں۔ جیسا بخاری کی روایت میں ہے۔ **ثم قال**: پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: **انما اهلك الذین من قبلکم**: حدود الٰہیہ میں ایک دوسرے کی رعایت اور بخاری کی روایت میں ''**انما ضل من قبلکم**'' ہے۔ **انهم** سے مراد بنی اسرائیل ہیں جیسا بخاری کی روایت میں ہے: **کانوا اذا سرق فیهم الشریف ترکوہ**: اس کی صحبت اور مرتبے کی رعایت کی وجہ سے۔ ان کو مداہنت اور ترک اقامت حدود نے ہلاک کر دیا۔ **ایم اللّٰه**: یہ الفاظ قسم ہیں مگر صرف خواص جانتے ہیں۔ عام نہیں جانتے اس لئے قسم کے معنی کیلئے نیت کا ہونا ضروری ہے۔ (عند الشوافع) **سرقت**: اللہ تعالیٰ ان کی اس سے حفاظت فرمانے والے تھے۔ یہ شدید تاکید کا انداز ہے۔ (فتدبر) اس روایت سے چور مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ثابت ہوا اور قسم نہ اٹھوائی جائے اور موقعہ تاکید کیلئے اٹھائی جا سکتی ہے۔ جب معاملے کی اہمیت ظاہر کرنا ہو تو اس وقت مستحب ہے۔ جیسا کہ روایت میں ہے۔ اور حدود میں شفاعت کا عدم جواز ثابت ہوا۔ جبکہ امام کو بات پہنچ جائے تو بالاتفاق یہی حکم ہے۔ اس سے پہلے اکثر علماء کے ہاں جائز ہے۔ جبکہ جس کے متعلق سفارش کی جا رہی ہو وہ شرارتی اور موذی نہ ہو۔ اگر وہ شرارتی ہو تو پھر سفارش نہ کی جائے۔ معاصی میں حد نہیں۔ ان میں سابقہ شرط سے شفاعت جائز ہے۔ اگرچہ امام کو پہنچ جائیں کیونکہ یہ کم درجہ ہیں۔ اسے بتلا دیا کہ احکام اللہ اور اس کی حدود کے سلسلہ میں شرفاء و رذائل برابر

ہیں۔اقارب واہل کی رعایت ہرگز نہ ہوگی۔کیونکہ یہ دین کی مخالفت بن جائے گی۔بخاری کی ایک روایت میں "فتلون وجه رسول الله ﷺ" غصہ سے آپ کا چہرہ بدل گیا۔آپؐ نے فرمایا کیا تم حدود اللہ میں سفارش کرتے ہو۔ فقال اسامة نے کہا جبکہ آپ کا غصہ اور انکار ملاحظہ کیا۔استغفرلي يا رسول الله: تاکہ میری یہ غلطی معاف ہو جائے۔بخاری کی ایک روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے: "ثم تابت بعد وتزوجت" "فكانت تاتي لعائشة فترفع حاجتها الى النبي ﷺ" اس نے توبہ کی اور شادی کی۔وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئی اور اپنی ضرورت ذکر کرتی تو وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس کی ضرورت پیش کر دیتیں۔

**تخریج** : كتاب المأمورات با ۱/الغضب اذا انتهكت حرمات الشرع میں گزر چکی۔

**الفرائد** : ایضاً

## ۳۵۲ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّغَوُّطِ فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ وَظِلِّهِمْ وَمَوَارِدِ الْمَآءِ وَنَحْوِهَا

## بَابٌ: لوگوں کے راستے اور سائے اور پانی وغیرہ کے مقامات پر پاخانہ کرنے کی ممانعت

**تشریح** ۞ جمہور اس نہی کو تنزیہی مانتے ہیں۔شیخ زکریا کہتے ہیں تحریم کیلئے ہونا مناسب ہے۔کیونکہ اس میں ایذاء مسلمین ہے۔صاحب العدہ نے تحریمی قرار دی حدیث اس سلسلہ میں ظاہر ہے۔بلکہ بعض ائمہ نے کرنے والے پر لعنت آنے کی وجہ سے اس کو کبائر سے قرار دیا ہے۔

نووی نے براز کا خصوصاً ذکر کیا کیونکہ اس کا ضرر پیشاب کی نسبت زیادہ ہے اور پیشاب تو جلد خشک ہو جاتا ہے اس لئے اس کی ایذاء بھی قلیل ہے۔جب کوئی سایہ لوگوں کے جمع ہونے کیلئے بنایا گیا ہو تو ایسے سایہ میں پیشاب ممنوع ہے اور اگر کسی ناجائز کام کیلئے بنایا گیا مثلاً ٹیکس جمع کرنے ،غیبت کرنے ،مسلمانوں میں تفریق کیلئے ہو تو وہاں پیشاب جائز ہے اسی طرح وہ سایہ جہاں گرمیوں میں دھوپ پڑتی ہے سردیوں میں سایہ رہتا ہے۔مصنف کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آیت میں وارد الفاظ کی اتباع کرنا چاہتے ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب:۵۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ لوگ جو کہ مؤمن مردوں اور عورتوں کو بغیر قصور کے ایذاء پہنچاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کو اٹھایا''۔ (الاحزاب)

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا یہ آیت ان سب کو شامل ہے۔ البتہ حرام نہیں۔ کیونکہ اس میں راستے اور پانی کے گھاٹوں کی بنسبت کم ضرر ہے اور الگ تھلگ ہونے کی وجہ سے یہ خفیف ہے یا اس کو چھوڑ کر دوسرا سایہ لیا جا سکتا ہے۔

۱۷۷۳: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ" قَالُوْا: "وَمَا اللَّاعِنَانِ؟ قَالَ: "الَّذِیْ يَتَخَلّٰى فِیْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ ظِلِّهِمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۷۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دو چیزیں جو لعنت کا سبب ہیں ان سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا وہ چیزیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ایک راستے میں پاخانہ کرنا' دوسرا سایہ میں پاخانہ کرنا''۔ (مسلم)

**تشریح** ✿ یعنی تکلیف کا شکار ہونے والوں کی طرف سے کی جانے والی لعنت سے بچو۔ ان کی طرف مبالغۃ نسبت کی گئی ہے۔ بعض نے کہا زیادہ مناسب الملاعنان ہے۔ تو اس کے جواب میں کہا گیا کہ یہاں مضاف مقدر ہے۔ ''اتقوا تخلي اللاعنين'' پوچھا گیا ان سے علیحدگی کیسے ہے؟ تو جواب یہ ہے جو کہ اس سے بالکل بچے۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے: ''اتقوا الملاعن الثلاث' البراز في الموارد' وقارعة الطريق والظل''۔ نووی نے مسلم کی روایت کو دوسری کے مقابے میں ترجیح دی اور اس کو ذکر کر دیا۔ حالانکہ ابن ماجہ کی روایت ترجمہ کے عین مطابق ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۸۶۲) ومسلم (۲۶۹) وأبو داود (۲۵) وابن حبان (۱۴۱۵) والحاكم (۱/۱۶۶۴) وأبو عوانة (۱/۱۹۴) وابن خريمة (۶۷) وابن الجارود (۳۳) والبيهقي (۱/۹۷)

**الفوائد** : (۱) راستہ میں غلاظت یا سایہ کے نیچے پیشاب وغیرہ سے لوگوں کو ایذاء پہنچے گی وہ لعنت کریں گے۔

## ۳۵۳: بَابُ النَّهْیِ عَنِ الْبَوْلِ وَنَحْوِهٖ فِی الْمَآءِ الرَّاكِدِ

## بَاب: کھڑے پانی میں پیشاب وغیرہ کرنے کی ممانعت

**تشریح** ✿ ہر قوت رکے رہنے والے پانی میں پیشاب کی ممانعت تنزیہی ہے جب کہ پانی اس کی ملک یا اس کیلئے مباح الاستعمال ہو اور اگر کسی دوسرے کی ملک یا گرنے والا ہو تو اس میں پیشاب حرام ہے۔ کراہت تب ہے جبکہ پانی قلیل ہو ورنہ تو حرام ہے کیونکہ اس سے پانی کو نجاست سے ملوث کرنا ہے اور پیشاب کی بنسبت پاخانہ کی نجاست سخت ہے۔ رات کو اور

زیادہ منع ہے کیونکہ وہ جنات کے ٹھکانہ کی جگہ ہے۔

۱۷۷۴: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: نَهٰى اَنْ يُّبَالَ فِي الْمَآءِ الرَّاكِدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۷۴: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ (مسلم)

**تشریح** ان یبال: صیغہ مجہول کے ساتھ ہے۔ فی الماء الراکد: اور اگر وہ زیادہ ہو تو جب تک بہت زیادہ نہ ہو جائے۔ علقمی کہتے ہیں۔ نجس ہونے کے سلسلہ میں قلیل کی نہی زیادہ سخت ہے اور یہ نہی تنزیہی ہے۔ اس قول میں جو کمزوری ہے تم جانتے ہو۔ طبرانی کی روایت میں ہے: "نہی ان یبال فی الماء الجاری" المجموع میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ تھوڑے میں مکروہ ہے۔ کثیر میں نہیں اور مناسب یہ ہے کہ قلیل میں مطلق حرام ہو کیونکہ یہ پانی کا ضیاع ہے۔ کثیر میں بھی گریز کرنا چاہیے۔ مگر اس کا جواب یہ دیا گیا کہ جب قلیل کی تطہیر زیادہ کر دینے سے ہو سکتی ہے بول سے اتلاف نہ ہو پس یہ نہی تحریمی نہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٥/١٤٧٨٣) ومسلم (٢٨١) والنسائی (٣٥) وابن ماجه (٣٤٣) وابن حبان (١٢٥٠) وأبو عوانة (١/٢١٦) وابن أبي شيبة (١/١٤١) والبيهقي (١/٩٧)

**الفرائد** : (۱) کھڑے پانی میں پیشاب نہ کیا جائے۔ اس سے اگر تھوڑا ہے تو نجس ہو جائے گا اگر جاری ہو نکلنے کی فوری صورت نہ بن پڑے تو درست ہے مگر بداخلاقی تو پھر بھی ہے۔

## ۳۵۴: بَابُ كَرَاهَةِ تَفْضِيْلِ الْوَالِدِ بَعْضَ اَوْلَادِهٖ عَلٰى بَعْضٍ فِي الْهِبَةِ

## بَابٌ: والد کو اپنی اولاد کے سلسلہ میں ہبہ میں ایک دوسرے پر فضیلت دینے کی کراہت

**تشریح** یہ بلا عذر کے ہے۔ اگر ضرورت مند یا طاعت والے یا نیک کو مالدار پر یا نافرمان یا عاق پر ترجیح دے تو کراہت نہیں۔ کراہت کسی عذر کے نہ ہونے کی صورت میں ہے۔ کیونکہ اس میں فضیلت والے کو مستر دکرنا لازم آتا ہے۔

اور بسا اوقات یہ عقوبت کا باعث بن جاتا ہے۔

۱۷۷۵ : عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ اَبَاہُ اَتٰی بِہٖ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اِنِّیْ نَحَلْتُ ابْنِیْ ھٰذَا غُلَامًا کَانَ لِیْ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "اَکُلَّ وَلَدِکَ نَحَلْتَہٗ مِثْلَ ھٰذَا؟" فَقَالَ : لَا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "فَارْجِعْہُ" وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ "اَفَعَلْتَ ھٰذَا بِوَلَدِکَ کُلِّہِمْ؟" قَالَ : لَا – قَالَ : "اتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْدِلُوْا فِیْ اَوْلَادِکُمْ" فَرَجَعَ اَبِیْ فَرَدَّ تِلْکَ الصَّدَقَۃَ – وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "یَا بَشِیْرُ اَلَکَ وَلَدٌ سِوٰی ھٰذَا؟" فَقَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : "اَکُلَّہُمْ وَھَبْتَ لَہٗ مِثْلَ ھٰذَا؟ قَالَ : لَا ، قَالَ "فَلَا تُشْہِدْنِیْ اِذًا فَاِنِّیْ لَا اَشْہَدُ عَلٰی جَوْرٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ : لَا تُشْہِدْنِیْ عَلٰی جَوْرٍ " وَفِیْ رِوَایَۃٍ : "اَشْہِدْ عَلٰی ھٰذَا غَیْرِیْ" ثُمَّ قَالَ : "اَیَسُرُّکَ اَنْ یَّکُوْنُوْا اِلَیْکَ فِی الْبِرِّ سَوَاءً؟" قَالَ بَلٰی ، قَالَ : "فَلَا اِذًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۷۷۵ : حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے والد مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے اور عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام عطیہ دیا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے اپنے سارے بیٹوں کو اس جیسا عطیہ دیا؟" تو انہوں نے کہا نہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس سے واپس لے لو" اور ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تو نے ایسا سارے لڑکوں کے ساتھ کیا ہے؟" انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: "اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو"۔ میرے والد لوٹ آئے اور وہ عطیہ واپس لے لیا۔ ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے بشیر کیا تیرے اس کے سوا اور لڑکے بھی ہیں؟" انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: "کیا سب کو تو نے اس جیسا غلام دیا؟" انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: "پھر مجھے گواہ مت بناؤ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا" اور ایک روایت میں ہے کہ "مجھے ظلم پر گواہ مت بناؤ میرے علاوہ اور کسی کو گواہ بناؤ"۔ پھر فرمایا: "کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ تیرے ساتھ احسان میں سب برابر ہوں؟" انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا "پھر ایسا مت کرو"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما : یہ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد بھی۔ نحلت اس کا معنی دیتا ہے۔ جو ہبہ کیا ان کے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔ اس روایت میں "غلام" کا لفظ ہے اور ابن حبان، ابی داؤد کی روایت میں بھی اسی طرح ہے۔ ابن جریر اور طبرانی میں "حدیقہ" ہے۔ ابن حبان نے اس کو متعدد واقعات پر محمول کیا ایک واقعہ وہ ہے کہ نعمان کی پیدائش پر اس کی والدہ کو ایک باغیچہ دیا اور دوسری روایت وہ ہے جب نعمان بڑے ہوئے تو ان کو غلام دیا۔ یہ مناسب تطبیق ہے مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ بعید بات ہے کہ بشیر مسئلہ بھول گئے اور یہ قول پہلے سن چکے کہ

''لا أشهد علی جور'' اگر چہ نسیان کا امکان ہے جیسا ابن حبان کا خیال ہے۔ بشیر نے حکم کے منسوخ ہونے کا خیال کیا یا کراہت تنزیہ قرار دی۔ حافظ کا قول یہ ہے کہ نعمان کو باغیچہ دیا تھا جب حکم معلوم ہوا تو لوٹا لیا۔ اس وقت تک وہ والد کے قبضہ میں تھا پھر اس کو دوبارہ طلب کیا تو پھر ثانی مثول کی پھر اس پر قبضہ کرا دیا۔ عمرہ راضی ہو گئیں کہ باغ کے بدلے ان کو غلام دے دیا جائے۔ عمرہ نے ہاں کر دی لیکن اس کے متعلق واپسی کا ڈر تھا۔ تو اس نے نبی اکرم ﷺ کی گواہی کا مطالبہ کیا۔ أکل ولدك نحلت۔ اَلنَّحْوُ: یہ نحلت مقدر سے منصوب ہے اور موجودہ نحلت اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ فارجعه: اس کو لوٹا لو۔ عطیہ کو لوٹانا مکروہ ہے مگر اس سے جب مفاسد پیدا ہوں تو پھر جلب منافع سے مفاسد کا دور کرنا زیادہ بہتر ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں ''أفعلت بولدك هكلم'' (کیا عطیہ تم نے تمام بھائیوں کو دیا ہے) اعدلوا فی اولادکم (اپنی اولاد میں عطیہ، براور احسان میں برابری رکھو۔ فرجع ابی: والد نے دوبارہ واپس کر لیا۔ یہ آپ کے حکم سے ہو۔ مسلم کی ایک روایت میں لا اشهد علی جور: میں ظلم و زیادتی پر گواہ نہیں بنتا۔ جور کا معنی اعتدال سے ہٹنا ہے۔ خواہ حرام ہو یا مکروہ ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں۔ فلا یعنی عطیہ میں ان کے مابین تفریق نہ کرو۔ یہ مسلم کی روایات مختلف ہیں۔ بخاری میں اس طرح ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٦/١٨٤٠٦) ومسلم (١٦٢٣) وأبو داود (٣٥٢٨) والنسائي (٣٦٩٥) وابن ماجه (٢٣٥٨) وابن حبان (٥٠٩٧) وعبد الرزاق (١٦٤٩١) والحميدي (٩٢٢) والترمذي (١٣٦٧) وابن أبي شيبة (١١/٢٢٠) ومالك (١٤٧٣) والدارقطني (٣/٤٢) والبيهقي (٦/١٧٧)

**الفوائد**: (۱) اولاد کو ھبہ اور عطیات میں برابری کرنی چاہیے۔ (۲) حاکم تفصیل طلب کر سکتا ہے تاکہ حکم بتا سکے۔ (۳) مفتی اور حاکم کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔

## ۲۵۵: بَابُ تَحْرِيمِ اِحْدَادِ الْمَرْاَةِ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرَةَ اَيَّامٍ

## بَاب: کسی میت پر تین دن سے زیادہ عورت سوگ نہیں کر سکتی البتہ اپنے خاوند پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے

**تشریح**: احداد: حد، یحد، حاد، احدت واحدادًا فهی محد جبکہ عورت خاوند کی موت پر زینت کو چھوڑ دے۔ (المصباح) اصمعی اس کا ثلاثی تسلیم نہیں کرتے۔ علی میت فوق ثلاثة ایام۔ اَلنَّحْوُ: ظرف اول لغو ہے اور دوسرا محل حال میں ہے۔ اربعة اشهر وعشرة۔ اَلنَّحْوُ: یہ منصوب علی الظرفیۃ ہے۔

۱۷۷۶ : عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِىْ سَلَمَةَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْهَا اَبُوْسُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فِيْهِ صُفْرَةُ خَلُوْقٍ اَوْ غَيْرِهٖ ' فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا ' ثُمَّ قَالَتْ : وَاللّٰهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ ' غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ : لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا'' قَالَتْ زَيْنَبُ : ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حِيْنَ تُوُفِّيَ اَخُوْهَا فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ : اَمَا وَاللّٰهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ ' غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ : ''لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۷۶: حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ میں ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ ان کے والد ابوسفیان بن حرب کی وفات ہوئی تو انہوں نے ایک خوشبو منگائی جس میں خلوق یا کسی اور خوشبو کی زردی تھی اور اس میں سے کچھ ایک لونڈی کو لگائی اور پھر اپنے رخساروں پر مل لی پھر کہا : ''اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ عورت کے لئے حلال نہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ کسی میت پر تین راتوں سے زیادہ افسوس کرے مگر خاوند پر چار مہینے اور دس دن''۔ پھر میں زینب بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئی جبکہ ان کے بھائی نے وفات پائی تو انہوں نے خوشبو منگوائی اور پھر اس میں سے کچھ لگائی پھر کہا: ''خبردار! اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں تھی سوائے اس بات کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ ایسی عورت کے لئے جائز نہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ کسی میت پر تین راتوں سے زیادہ افسوس کرے مگر خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ کرنا جائز ہے''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یہ ام حبیبہ ابوسفیان بن حرب بن امیہ کی بیٹی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ یہ ام المؤمنین ہیں۔ یہ ان کے والد کی وفات کا موقعہ تھا۔ ان کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔ بعض نے اور سن بھی لکھا ہے۔ **فدعت بطیب**: الخلوق یہ زرد رنگ کا پانی ہے۔ جو خوشبو سے ملاتے ہیں۔ بعض نے صرف زرد رنگ کہا ہے۔ **فدھنت منہ جاریۃ**: اس میں سے لونڈی نے لگائی یہ اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے کہ یہ عمل خوشبو ان کی رضامندی سے ہوا ہے۔

**ثم مست بعارضیھا**: اس میں سے کچھ رخساروں پر لگائی۔ **واللّٰہ مالی بالطیب من حاجۃ**: یعنی اس خوشبو سے مجھے نفس کی لذت مقصود نہیں۔ **لا مراۃ تومن باللّٰہ والیوم الاخر**: یہ جملہ فعلیہ اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ مؤمن کو احکام شرعیہ کا تابع ہونا چاہیے۔ (کیا کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ علماء شوافع قائل

ہیں)۔ان تحد: یعنی اپنی زینت کو چھوڑے اس کی اسے عادت ہے۔علی میت: عَلٰی لام اجلیہ کے معنی میں ہے۔کسی میت کی خاطر۔اربعه اشهر وعشرًا: یہ عدت غالب کے اعتبار سے ہے۔جب حاملہ ہوتو اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔
اَلنَّحْوُ: (۱) یہ مستثنیٰ متصل ہے۔یہ اس قول کی طرح ہے: ''ما اخترت الامنکم رفیقًا'' یا ضرب احد احدًا الا زیدٌ عمروًا کے قبیل سے ہے۔(۲) یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔جب تحد مضمر کا معمول ہو۔یہ ''لا تحد امراۃ علی میت فوق ثلاث لکن تحد علی زوج اربعه اشهر وعشرًا۔'' (عاقولی)۔

توفی اخوها: یہ عبداللہ بن جحش ہیں۔تحفۃ القاری، ابن حبان میں یہی لکھا ہے۔مگر ان کی شہادت احد میں ہوئی اور زینب کی اس وقت عمر بہت چھوٹی تھی۔پس ان کا ان کے پاس داخل ہونا ناممکن ہوا۔ممکن ہے کہ یہ نام عبد ہو جن کی کنیت ابواحمد بن جحش تھی ان کی وفات خلافت فاروقی میں ہوئی۔مگر ان کے متعلق مروی ہے کہ زینب کی وفات پر یہ موجود تھے۔ہوسکتا ہے کہ نام میں تغیر ہو اور مرنے والا زینب کا رضاعی یا ماں کی طرف سے بھائی ہو واللہ اعلم۔(فتح الباری)غیر انی: غیر کا نصب جملہ کی طرف اضافت کی وجہ سے ہے۔ممکن ہے کہ اس روایت کو سننے کے وقت سوگ کرنے والی تھیں۔یا دونوں اوقات میں یہ معاملہ پیش آیا اور انہوں نے تاکید و تحذیر کیلئے اعادہ کیا۔

**تخریج**: أخرجه مالك (١٢٦٨)، وأحمد (١٠/٢٦٨١٦) والبخاری (١٢٨٠) ومسلم (١٤٨٦) وأبو داود (٢٢٩٩) والترمذی (١١٩٥) وابن حبان (٤٣٠٤) والطبرانی (٢٣/٤٢٠) والبیهقی (٧/٤٣٧)

**الفوائد**: تین دن سے زیادہ سوگ میت پر حرام ہے۔مگر بیوی کو خاوند کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ کرنا ہوگا۔اس سوگ کا مطلب زینت کو اختیار نہ کرنا ہے۔

## ۳۵۶: بَابُ تَحْرِیْمِ بَیْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِیْ وَتَلَقِّی الرُّکْبَانِ وَالْبَیْعِ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْهِ وَالْخِطْبَةِ عَلٰی خِطْبَتِهٖ اِلَّا اَنْ یَّاْذَنَ اَوْ یَرُدَّ

## بَاب: شہری کا دیہاتی کیلئے خریداری کرنا' قافلوں کو آگے جا کر ملنا اور مسلمان بھائی کی بیع پر بیع اور اسکی منگنی پر منگنی کرنے کی حرمت مگر یہ کہ وہ اجازت دے یا ردّ کرے

**تشریح** ۞ کوئی آدمی اپنا عمدہ سامان یومیہ قیمت پر فروخت کیلئے روانہ کرے شہری اس کو کہے اس کو میرے پاس چھوڑ دو تا کہ بالتدریج فروخت کروں۔ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ اس میں اس کو نقصان پہنچانا ہے۔البتہ اگر ایسی صورت ہو کہ وہ ایسی چیز ہے جس کی عمومی ضرورت نہیں یا ضرورت تو ہوتی ہے لیکن شہری اس کا ذمہ دار بن گیا یا وکیل بن گیا اور اس نے

قبول کرلیا تو حرمت نہ رہے گی۔ وتلقی الرکبان: سوار شہر میں سامان لانے والے کو سے اور شہری کے چاؤ بھاؤ جاننے سے پہلے اس سے خرید لیا۔ یا وہ خریداری کیلئے آیا انہوں نے مل کر پہلے فروخت کردیا تو یہ درست نہیں۔ والبیع: یہ اس طرح ہے کہ وہ بیع منعقد ہونے کے بعد مشتری کو کہے جب کہ وہ مجلس ہی میں ہو۔ یا خیار کی شرط چل رہی ہو۔ کہ تو عقد فسخ کر اور اسی کی مثل میں سودا کم قیمت میں دیتا ہوں یا اسی قیمت میں اس سے بہتر دیتا ہوں۔ یہ بیع علی البیع ہے جو ناجائز ہے۔ شراء علی الشراء کا بھی یہی حکم ہے۔ مثلاً بائع کو کہے عقد فسخ کردو میں اس سے زیادہ میں تم سے لیتا ہوں اور اگر اس نے ایسے الفاظ استعمال کیے جو بیع و شراء کے تمام معنی پر بولے جاتے ہیں تو یہ شوافع کے ہاں درست ہے) منگنی اور بیع وغیرہ ان تمام میں اس وقت حرمت ختم ہو جاتی ہے جب پہلا مسترد کردے۔ حرمت جان بوجھ کر سودے وغیرہ پہ سودا کرنے میں ہے۔

۱۷۷۷: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ وَّاِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۷۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ممانعت فرمائی کہ "کوئی شہری دیہاتی کے لئے سودا کرے خواہ اس کا وہ حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** لباد: اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے شہری سہولت سے روک دیا خواہ وہ آنے کے وقت بھاؤ پر خریدے۔ خواہ اس کا عزیز ہو۔ حاضر و بادی کا تذکرہ غالب کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ حکم اسی طرح ہے۔ پھر یہ نہی تحریمی ہے۔ مگر بیع منعقد ہو جائے گی۔ کیونکہ ممانعت نفس عقد سے نہیں۔ پس اس کے مقصد کی طرف نہ لوٹے گی۔

**تخریج**: أخرجه البخاري (٢١٦١) ومسلم (١٥٢٣) وأبو داود (٣٤٤٠) والنسائي (٤٥٠٤)

**الفرائد**: شہری کو باہر نکل کر دیہات والوں سے شہر میں داخلہ سے پہلے سودا نہ کرنا چاہیے جس سے دھوکا دہی کا امکان ہے۔

۱۷۷۸: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا تَتَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا اِلَى الْاَسْوَاقِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۷۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تجارتی قافلے کے سامان کو آگے جا کر مت ملو یہاں تک کہ اس کو اتار کر بازاروں میں لایا جائے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** سلع: سے وہ سامان مراد ہے جو فروخت کیلئے لایا جائے۔ حتی یھبط: یعنی آنے والے کو بھاؤ کا علم ہو۔ حرمت کی شرط ہی یہ ہے کہ تلقی کی ممانعت کا اس کو علم ہو۔ خواہ متلقی کا علم ہو یا نہ ہو۔ جیسا شکار کو نکلا اور آنے والے سے وہیں خرید لیا۔ اس کا یہی حکم ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (۱۳۹۰) وأحمد (۲/۵۲۰٤) والبخاري (۲۱٦٥) ومسلم (۱۵۱۷) وأبو داود (۳٤۳٦) والنسائي (٤۵۱۰) وابن ماجه (۲۱۷۹) وابن أبي شيبة (٦/۲۳۹، ۲٤۰) والبيهقي (۵/۳٤٦).

**الفرائد** : بازار میں آنے سے قبل باہر سے چیز کو اچکنا درست نہیں یہی تلقی بالبیع ہے۔ یہ دھوکہ کے مترادف ہے۔

۱۷۷۹: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا تَتَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ" فَقَالَ لَهُ طَاوُسٌ: مَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ؟ قَالَ: "لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۷۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم تجارتی قافلے کو آگے جا کر مت ملو اور کوئی شہری دیہاتی کے لیے سودا نہ کرے"۔ طاؤس نے حضرت ابن عباس ؓ سے پوچھا "سودا نہ کرنے کا مطلب کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا کہ "وہ اس کا دلال نہ بنے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یعنی ان سے خرید و فروخت کیلئے نہ ملو اور شہری دیہاتی سے بیع کرے۔ جب ان کو قحط نہ علم نہ ہو۔ (اس وقت تو ان کو زیادہ علم ہوتا ہے آج کل یہ شرط نہ ہونے کی وجہ سے درست ہے)۔ اس میں نہی تحریمی ہے۔ کیونکہ لانے والے کو اس میں نقصان ہے جبکہ اس کا بتدریج فروخت کرنے والا دلال نہ ہو۔ کیونکہ لانے والے کا مقصد وقتی بھاؤ کا حصول تھا۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (۲۱۵۸) ومسلم (۱۵۲۱) وأبو داود (٤۳٤۹) والنسائي (٤۵۱۲) وابن ماجه (۲۱۷۷)

**الفرائد** : (۱) شہری کو دیہاتی سے باہر جا کر راستہ سے چیز خریدنا۔ (۲) قافلہ سے باہر ہی خریداری کرنا جبکہ ان کو شہر کا بھاؤ معلوم نہ ہو۔ جائز نہیں۔

۱۷۸۰: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِعِ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبْ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ، وَلَا تَسْاَلِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْفَاَ مَا فِيْ اِنَائِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ التَّلَقِّيْ وَاَنْ يَّبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْاَعْرَابِيِّ، وَاَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا وَاَنْ يَّسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ، وَنَهٰى عَنِ النَّجْشِ وَالتَّصْرِيَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۸۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا "کوئی دیہاتی کسی شہری کے لئے سودا کرے' دھوکہ دینے کے لئے قیمت بڑھانے سے' اپنے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا کرنے سے' اور منگنی پر منگنی کا پیغام دینے سے' عورت کو اپنی مسلمان بہن کی طلاق کا سوال کرنے سے تاکہ جو اس کے برتن میں ہے وہ اپنے

برتن میں پلٹ لے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے قافلے کو آگے جا کر ملنے، شہری کو دیہاتی کے لئے خریدنے، عورت کو اپنی مسلمان بہن کی طلاق کی شرط لگانے، آدمی کو اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنے، دھوکہ دینے کے لئے قیمت بڑھانے اور کئی دن کا دودھ جمع کر کے فروخت سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ولا تناجشوا: اس جملے کا عطف قول مقدر پر ہے۔ نجش: دھوکا دہی کیلئے سامان کی قیمت میں اضافہ کرنا خریداری مقصود نہ ہو۔ علی بیع اخیہ: اس تعبیر سے ترفق اور اسلامی رشتہ کا اجاگر کرنا مقصود ہے۔ یہ نہی کی علت کی طرح ہے ورنہ ذمی بھی اس سلسلہ میں برابر ہے۔ ایک روایت میں ''**لا بیع بعضکم علی بیع بعض**''۔ **علی خطبة اخیه**: یہ اس وقت تک ممنوع ہے جب تک وہ چھوڑ نہ دے یا اجازت نہ دے دے۔ لتکفأ ما فی انائها: کسی اجنبی عورت سے بھی طلاق کا نہ کہے تاکہ یہ اسے نکاح کرے یا اس طرح کے الفاظ کہ وہ اس سے فلاں بھلائی کرے گا اچھا رہن سہن رکھے گا۔ اس کو خرچہ دے گا یہ مجازاً یہ اس کے برتن کو انڈیلنے والی بات ہے۔ یہاں اخت سے بنت آدم مراد ہے۔ مسلم کی دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: ان تشترط المراۃ طلاق اختها: جبکہ وہ اس سے شادی کرے کیونکہ اس میں پہلی بیوی کو نقصان پہنچانا مقصود ہے۔ یستأمر الرجل: اس کی قیمت بڑھائے۔ جو کہ اس سے رضا سے طے کر لی ہے یا اس میں مشتری کی رضا نہیں ہے یا مشتری کو ایسے انداز سے پیش آئے کہ وہ اس کی قیمت سے کم قیمت میں اس کو دے دیں یا زیادہ میں دے دیں۔ یہ بھی حرام ہے کیونکہ اس میں اضرار ہے۔ البتہ اگر سودا کرنے والا راضی ہو تو پھر درست ہے۔ **التصریه**: جانور کا دودھ چھوڑ دینا تاکہ تھنوں میں دودھ جمع ہو کر زیادہ معلوم ہو اور گاہک رغبت سے خریدے یہ حرام ہے کیونکہ اس میں ملاوٹ اور دھوکہ ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (۱۳۹۱) وأحمد (۳/۱۰۳۱۰) والبخاری (۲۱٤۰) ومسلم (۱۵۱۵) وأبو داود (۳٤٤۳) والترمذی (۱۲۵۲) والنسائی (٤۵۰۸) وعبد الرزاق (۱٤۸۵۹) وابن ماجه (۲۲۳۹) وابن حبان (٤۹۷۰) والبیهقی (۵/۳۱۸)

**الفرائد** : نجش اور بیع پر بیع یا سودے پر سودا کرنا ممنوع ہے۔ (۲) کسی کی منگنی پر منگنی کا پیغام ممنوع ہے۔

**۱۷۸۱**: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَّلَا يَخْطِبْ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

۱۷۸۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی تم میں سے دوسرے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام دے مگر یہ کہ وہ اجازت دے دے''۔ (بخاری و مسلم) یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔

**تشریح** یہ نہی تحریمی ہے۔ ہاں اگر لازم عقد ہو تو نہیں اور خیار بھی نہ ہو۔ اس صورت میں حرام نہ رہے گی۔ کیونکہ

اضرار کی علت ختم ہوگئی۔ ولا یخطب: جب کہ صراحت سے اس کو جواب ہو جائے۔ اس سے خطبہ رجعیہ مراد نہیں اگر چہ وہ بھی ناجائز ہے۔ الا ان یاذن له: اس کو پہلی ہی قیمت پر اجازت دے دے یا پیغام نکاح دوم کیلئے اجازت دے اپنا حق چھوڑ دے۔ بخاری میں بعض الفاظ کا اختلاف ہے خطبة اخیه کے بعد ''و لا تسأل المرأة طلاق أختها لتكفأ ما في انائها''۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۲/٤٧٢٢) ومسلم (١٤١٢)

**الفوائد** : (۱) بیع پر بیع دوسرے مسلمان کی حق تلفی ہے۔

۱۷۸۲ : وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "الْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ، فَلَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّبْتَاعَ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبَ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى يَذَرَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۸۲: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مؤمن مؤمن کا بھائی ہے کسی مؤمن کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے اور نہ یہ حلال ہے کہ اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام دے مگر یہ کہ وہ چھوڑ دے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اخو المؤمن: کیونکہ دونوں ایمان والے رشتہ میں منسلک ہیں۔ ولا یخطب: نصب کی صورت یبتاع پر عطف ہے یہی بہتر ہے۔ جملہ مستانفہ ہو تو مرفوع ہے۔ علی خطبة اخیه: اس میں مؤمن کی قید سے احساس کو بیدار کرنا ہے۔ (مؤمن کا مراد ہونا ظاہر ہے کسی کافر کی مؤمنہ سے منگنی نہیں ہو سکتی ہے)۔ یہ قید اپنا وزن رکھتی ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (١٤١٤) وابن ماجه (٤٢٤٦)

**الفوائد** : (۱) منگنی پر منگنی یا بیع پر بیع کو منع فرمایا گیا اس سے بغض عداوت بھی پیدا ہوگی۔

# ۳۵۷ : بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ فِيْ غَيْرِ وُجُوْهِهِ الَّتِيْ اَذِنَ الشَّرْعُ فِيْهَا

## باب: شریعت نے جن مقامات پر مال خرچ کرنے کی اجازت دی ان کے علاوہ مقامات پر خرچ کر کے مال کو ضائع کرنے کی ممانعت

**تشریح** ۞ وہ جس کی اجازت نہیں دی گئی اس میں حرام بھی شامل ہے۔ جن مقامات پر خرچ کرنا چاہیے ان میں

زکوۃ، کفارہ، صدقات نافلہ، کھانے پینے اور پہننے کے مباح مقامات جو اسراف سے خالی ہوں سب شامل ہیں۔ مال کو ضائع کرنے کی ممانعت اس میں تحریم و مکروہ کے درجہ میں ہوگی۔ اور کراہت تنزیہ کے درجے میں بھی ہوگی۔

۱۷۸۳ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَرْضٰی لَکُمْ ثَلَاثًا ، وَّیَکْرَهُ لَکُمْ ثَلَاثًا : فَیَرْضٰی لَکُمْ اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّاَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ، وَیَکْرَهُ لَکُمْ قِیْلَ وَقَالَ ، وَکَثْرَةَ السُّؤَالِ ، وَاِضَاعَةَ الْمَالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَتَقَدَّمَ شَرْحُهٗ۔

۱۷۸۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق تین باتوں کو پسند اور تین باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔ پس جن تین باتوں کو وہ تمہارے متعلق پسند کرتا ہے وہ یہ ہیں: (۱) تم اسی ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کے شریک نہ ٹھہراؤ۔ (۲) تم اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے مل کر تھامے رکھو اور (۳) اختلاف و تفرقہ نہ ڈالو اور وہ تین ناپسندیدہ باتیں یہ ہیں: (۱) بے سود بحث و تکرار (۲) کثرت سے سوال کرنا (۳) مال کو بے فائدہ ضائع کرنا۔ (مسلم) اس کی شرح پہلے گزری۔

**تشریح** ۞ ان اللّٰہ یرضی لکم: کیونکہ وہ تمہاری کامیابی و بلندی کا ذریعہ ہیں۔ یکرہ لکم ثلاثا: اس لئے کہ وہ اس کی مرضی کے خلاف ہیں۔ اس کے ارادہ کے بغیر کائنات میں کسی چیز کا وجود نہیں ہوسکتا۔ پسند وہ خیر کو فرماتے ہیں۔ فیرضی لکم: کسی بھی چیز کو اس کا شریک مت ٹھہراؤ۔ شرک کو بالکل چھوڑ دو۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو۔ حبلُ اللّٰه: سے مراد دین، اللہ تعالیٰ کے معاہدے، ایمان والوں کی جماعت یا قرآن مجید ہے۔ ولا تفرقوا: حق پر جمع ہو جاؤ۔ اور اس سے علیحدگی اختیار کرو۔ جیسا اہل کتاب نے کیا۔ اس لئے وہ گمراہ ہوئے دوسروں کو گمراہ کیا۔ ویکرہ لکم: قیل قال کے متعلق باب تحریم الحقوق میں کہا جا چکا ملاحظہ کرلیں۔ کثرۃ سوال سے مراد یہ ہے کہ ایسی چیز کو اصرار و ضد سے مانگ رہے ہو جس کی چنداں ضرورت نہیں۔ اور اضاعہ مال: اللہ تعالیٰ نے مال کو ذریعہ معاش بنایا ہے اور انسانی حاجت کا مرکز بنایا ہے۔ مال کو ضائع کرنا نفس کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اور اس کو ضروریات کیلئے کمایا جائے تو کمائی عبادت ہے تاکہ اس کی طرف مکمل توجہ ہو۔

**تخریج** : أخرجه مالك (١٨٦٣) وأحمد (٣/٨٣٤٢) ومسلم (١٧١٥) وابن حبان (٤٥٦٠) والبيهقي (١٦٣/٨)

**الفوائد** : (۱) بندوں کو شرک نہ کرنا چاہیے۔ (۲) تفریق بین المسلمین سے بچنا چاہیے۔ (۳) قیل و قال سے گریز کیا جائے۔ (۴) کثرت سوال اور مال کو فضول ضائع کرنے سے منع کیا گیا۔

۱۷۸۴ : وَعَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ فِي كِتَابٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوبَةٍ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ : اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" وَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنَّهُ كَانَ يَنْهٰى عَنْ قِيلَ وَقَالَ : وَإِضَاعَةِ الْمَالِ ، وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقُوقِ الْأُمَّهَاتِ ، وَوَأْدِ الْبَنَاتِ ، وَمَنَعَ وَهَاتِ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَبَقَ شَرْحُهُ۔

۱۷۸۴: حضرت ورادؒ جو مغیرہ بن شعبہ کے کاتب تھے' روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط میں لکھوایا کہ نبی اکرم ﷺ ہر فرض نماز کے آخر میں فرمایا کرتے تھے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ...'' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہی اس کی ہے تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے اے اللہ جو آپ دیں اس کا رد کرنے والا کوئی نہیں اور جو آپ روک دیں اس کا دینے والا کوئی نہیں اور کسی مرتبے والے کو اس کا مرتبہ تیرے مقابلے میں کام نہیں دے سکتا'' اور یہ بھی لکھا کہ 'رسول اللہ ﷺ قیل وقال' کثرتِ سوال' ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرماتے تھے'۔ (بخاری و مسلم) تشریح گزر چکی۔

**تشریح** ۞ ورّاد: ان کی کنیت ابو سعید یا ابوالورد کوفی ہے۔ یہ اوساط تابعین سے ہیں۔ یہ حضرت مغیرہ کے کاتب اور غلام ہیں۔ ان سے اصحاب ستہ نے روایت لی ہے۔ مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ **الي معاويه رضي الله عنه۔** اَلنَّحْوُ : یہ ظرف لغو کتاب سے متعلق ہے۔ یا کتاب کی صفت ہے۔ **وحده لاشريك له:** وہ اکیلا ہے۔ **لا شريك له۔** یہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ صفت حسنٰی میں سے ہے۔ **الملك:** اس سے عزت وغلبہ مراد ہے۔ **وله الحمد:** اوصاف جمیلہ سے اس کی تعظیم انداز سے کی جانے والی تعریف **وهو على كل شئ قدير۔** اَلنَّحْوُ : یہ پچھلے دونوں جملے معطوف ہیں۔ اور **لاشريك** اور **له الملك:** یہ دونوں **وحده** سے حال ہیں اور لفظ اللہ سے حال مترادفہ یا متداخلہ دونوں بن سکتے ہیں۔ **ذاالجد:** نصیب وغنی **والامنك** یہ **عندك** کے معنی میں ہے۔ **كتب اليه** یعنی حکم دینا۔ زیادہ بہتر یہی معنی ہے۔ **انه:** ہٗ سے نبی اکرم ﷺ مراد ہیں۔ ایک روایت میں قیل وقال کی بجائے فرمایا ''**كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما يسمع**''۔ **و كثرة السؤال:** واو مطلقاً جمع کیلئے ہے۔ ترتیب مقصود نہیں۔ **عقوق الامهات:** ماں سے ایسا سلوک کیا جائے جو ان کی سخت رذیت کا باعث ہو۔ ماں کا تذکرہ خصوصاً کر دیا کیونکہ مدد کے دبدبے سے ڈرتے ہیں مگر ماں ضعیف وکمزور ہے۔ ان کی نافرمانی بھی کثرت سے پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس کی طرف توجہ دلائی۔ **و أو البنات:** قتل وزندہ درگور کو کہتے ہیں۔ عرب جاہلیت میں اپنے سے عار کے دور کرنے کیلئے ایسا کرتے تھے۔ اور بعض ان میں عیال کی کثرت اور

خرچے کی قلت سے کرتے تھے۔ پھر کچھ تو ولادت کے وقت مار دیتے کچھ پال پوس کر گھر سے اندھے کنوئیں میں پھینک آتے اور کنوئیں کو پُر کر دیتے۔ وضع و ھات: یعنی واجبات کی ادائیگی سے باز رہا اور جن چیزوں کا حق نہ تھا ان کا طلب گار ہوا یا سوال میں بے جا اصرار کیا۔ پہلے روایت گزری ملاحظہ کر لی جائے۔

**تخریج** : كتاب المأمورات باب ۱ / ٤١ تحريم العقوق. میں روایت گزری۔

**الفرائد** : ایضاً۔

# ۳۵۸ : بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِشَارَةِ إِلَى مُسْلِمٍ بِسِلَاحٍ وَنَحْوِهِ سَوَآءٌ كَانَ جَادًّا اَوْ مَازِحًا وَالنَّهْيِ عَنْ تَعَاطِي السَّيْفِ مَسْلُوْلًا

## باب: کسی مسلمان کی طرف ہتھیار وغیرہ سے اشارہ کرنے کی ممانعت خواہ مزاحاً ہو یا قصداً اور ننگی تلوار لہرانے کی ممانعت

**تشریح** ۞ سلاح: سے ہر ڈرانے دھمکانے والی چیز مراد ہے۔ جادًّا: مذاح سے کرے یا وقار سے کرے۔ یہاں مازحًا کی بجائے ھازلاً چاہیے تھا۔ لعاطی السیف: اس میں نقصان ہونے کے علاوہ اس کو مرعوب کرنا اور ڈرانا بھی پایا جاتا ہے۔

۱۷۸۵ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا يُشِرْ اَحَدُكُمْ اِلٰى اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهٖ فَيَقَعَ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ "وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ ' قَالَ :قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ ﷺ :"مَنْ اَشَارَ اِلٰى اَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ فَاِنَّ الْمَلَآئِكَةَ تَلْعَنُهٗ حَتّٰى يَنْزِعَ وَاِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ" قَوْلُهٗ ﷺ : "يَنْزِعُ" ضُبِطَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ مَعَ كَسْرِ الزَّايِ وَبِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ مَعَ فَتْحِهَا وَمَعْنَاهُمَا مُتَقَارِبٌ وَمَعْنَاهُ بِالْمُهْمَلَةِ يَرْمِيْ ' وَبِالْمُعْجَمَةِ اَيْضًا يَرْمِيْ وَيُفْسِدُ وَاَصْلُ النَّزْعِ :الطَّعْنُ وَالْفَسَادُ۔

۱۷۸۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص دوسرے مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے۔ اس کو معلوم نہیں کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے چلوا دے جس سے وہ آگ کے گڑھے میں جا گرے"۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: "جس نے اپنے مسلمان بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کیا بے شک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ خواہ

اس کا وہ ماں باپ سے حقیقی بھائی ہو"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یَنْزِعُ اور کو عین مہملہ زاء مکسورہ نیز یَنْزَغُ غین معجمہ اس کے فتحہ کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے معنی دونوں کا قریب قریب ہے عین مہملہ کی شکل میں معنی یہ ہے کہ وہ پھینکتا ہے اور غین معجمہ کی شکل میں پھینکنے اور فساد کرنے کا معنی ہے جب کہ "نَزَعَ" کا اصل معنی نیزہ مارنا اور فساد کرنا ہے۔

**تشریح** ۞ **لا یُشیر**: خبر کی صورت میں زیادہ بہتر ہے۔ یہاں تو نہی کا صیغہ ہی ہے۔ **الی اخیہ**: اس میں مسلمان کے علاوہ ذمی بھی شامل ہے۔ اس کو ڈرانا دھمکانا بھی ناجائز ہے۔ اس کے مراتب تحریم کی قوت وضعت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ **بالسلاح**: اس سے ہر وہ ہتھیار مراد ہے جو لڑائی اور مداخلت میں کام آتا ہے۔ اس کی جمع اسلحہ ہے۔ مؤنث کی صورت میں سلاحات ہے۔ **ینزغ فی یدہ فیقع**: النزغ اصل میں طعن وفساد کو کہتے ہیں۔ یہ حقیقی ضرب پر آمادہ کرتا ہے۔ شاید شیطان کی شرارت سے وہ مشار لیہ۔ اس کی وجہ سے قتل میں مبتلا ہو کر آگ کا حقدار بن جائے۔ اگر حلال سمجھ کر کیا اور اگر حلال سمجھ کر نہ بھی کیا پھر قتل کی سزا تو پائے گا۔ مسلم کی دوسری روایت میں اس طرح ہے۔ **من اشار**: اس سے تخویف، تعریض بطور ایذاء مراد ہے۔ **وان کان اخاہ لابیہ و امہ**: یہ نہی کا عموم ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ خواہ وہ متہم ہو یا نہ ہو۔ مذاق کے طور پر ہو یا وقار سے کیونکہ مسلمان کو ڈرانا حرام ہے اور کبھی واقعہ بھی پیش آجاتا ہے۔ لعنت کرنا اس کی حرمت کی دلیل ہے۔

**تخریج** : أخرجه احمد (۳/۷٤۸۱) و مسلم (۲٦٦٦) والترمذی (۲٦٦۹) وابن حبان (۵۹٤٤) والبیهقی (۸/۲۳)

**الفرائد** : (۱) ہتھیار سے مسلمان کی طرف اشارہ منع ہے کہیں اچانک وہ لگ نہ جائے اور اس کی ہلاکت کا باعث نہ بن جائے۔ (۲) محذورات کی طرف لے جانے والی چیزوں کو محذور میں مبتلا ہونے کے خدشہ سے اختیار نہ کرے۔

۱۷۸٦ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُوْلًا ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۷۸٦ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ تلوار سانتی ہوئی (ننگی) پکڑائی جائے۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ **یتعاطی**: یہ تعاطیت السیف سے لیا گیا ہے۔ جب کہ اس کو پکڑ لے اور لے۔ جیسا اس ارشاد میں ہے "**فتعاطی فعقر**"۔ اس سے اونٹنی کو تلوار سے آلیا اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ حدیث میں اس طرح لینے دینے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ بعض اوقات لینے دینے والا غلطی کھا جاتا ہے۔ اور اس سے اس کے جسم کو کوئی تکلیف پہنچ جاتی یا اس کے جسم سے کوئی چیز نکلتی ہے اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ تلوار کی طرح چاقو، چھری کا حکم ہے۔ لینے دینے کا ادب یہ ہے کہ چاقو وغیرہ کے پھل کو پکڑے اور دستے والی جانب اس کی طرف کرے۔ تاکہ وہ اسے حفاظت سے پالے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۵/۱٤۲۰۵) وأبو داود (۲۵۸۸) والترمذی (۲۱۷۰) وابن حبان (۵۹٤٦)

والحاکم (۷۷۸۵/٤) والطیالسی (۱۷۵۹)

الفرائد : (۱) مسلمان کو ڈرانے دھمکانے پر وعید ہے اور یہ کام ہر حال حرام ہے۔ (۲) فرشتوں کی لعنت حرام ہونے پر دلالت ہے۔

# ۳۵۹ : بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوْجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْاَذَانِ اِلَّا لِعُذْرٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْمَكْتُوْبَةَ

## بَابٌ: مسجد سے اذان کے بعد بغیر فرضی نماز ادا کیے نکلنے کی کراہت مگر عذر کی وجہ سے جائز ہے

**تشریح** المسجد سے یہاں جماعت والی مسجد مراد ہے۔ اذان جس کیلئے قرینہ ہے۔ اذان سے وہ اذان مراد ہے۔ جو وقت کے داخلہ کے بعد دی جائے۔ فجر کی اذان اول کے بعد ٹھہرنے میں اس کو مشقت ہوگی۔ کیونکہ وقت طویل ہے۔ **الا لعذر**: بیماری کا عذر ہو یا حدث کی وجہ سے نکلنا پڑے۔ **حتی یصلی الکتوبة**: نکلنے میں انتہائی کراہت ہے۔ اس میں اس کے اکیلے نماز یا جماعت کو چھوڑ کر چلے جانے میں فرق نہیں۔ جیسا کہ مصنف کے انداز سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۷۸۷ : عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ : كُنَّا قُعُوْدًا مَعَ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ ، فَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِيْ فَاَتْبَعَهُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ بَصَرَهُ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ، فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ : اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصَى اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۸۷: حضرت ابی شعثاء کہتے ہیں کہ ہم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مؤذن نے اذان دی۔ مسجد سے ایک آدمی اٹھ کر چلنے لگا تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ نے اس کو دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ مسجد سے نکل گیا۔ اس پر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

**تشریح** ابوالشعثاء کا نام سلیم بن اسود ہے۔ قعود یہ قاعد کی جمع ہے۔ **فقام رجل یمشی**: نماز پڑھنے سے پہلے۔ **فاتبعه**: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ توجہ سے اس کو دیکھا تا کہ اس کے چلنے کا مقصد ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ وہ مسجد سے نکل گیا۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٦٥٥) والترمذی (٢٠٤) والنسائی (٦٩٢) وابن ماجه (٧٣٣)

**الفرائد** : اذان کے بعد مسجد سے نکلنا مکروہ ہے۔ جب تک کہ وہ نماز ادا نہ کرے۔ ہاں شدید عذر کی وجہ سے اجازت ہے۔

## ۳۶۰ :بَابُ كَرَاهَةِ رَدِّ الرَّيْحَانِ لِغَيْرِ عُذْرٍ!

## بَابٌ: بلاعذر ریحان (خوشبو) کو مسترد کرنے کی کراہت

**تشریح** ❂ خوشبو کی تمام اقسام کا یہی حکم ہے۔عذر سے مراد احرام وغیرہ یا مغصوبہ شئی ہو۔

۱۷۸۸ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدَّهُ، فَإِنَّهُ خَفِيْفُ الْمَحْمَلِ، طَيِّبُ الرِّيْحِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۸۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو ریحان پیش کی جائے پس وہ اس کو واپس نہ کرے وہ ہلکی پھلکی چیز ہے' عمدہ خوشبو والی ہے''۔(مسلم)

**تشریح** ❂ من عرض علیه ریحان: ابوداؤد کی روایت میں ''من عرض علیه طیب'' کے الفاظ ہیں۔ فانه خفیف المحمل: یہ مصدر ہے۔اسم ظرف بھی بن سکتا ہے۔طیب الریح: قرطبی کہتے ہیں۔یہ خوشبو کے عطیے کو قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے۔کیونکہ سستا ہے۔لیکن اس کی بجائے کستوری تو بہت مہنگی ہے۔اس حدیث میں استعمال خوشبو کی ترغیب ہے۔اور استعمال کرنے والے خصوصاً نماز جماعت وجمعہ میں آنے والوں کیلئے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۲۷۱) ومسلم (۲۲۵۳) وأبو داود (٤١٧٢) والنسائى (٥٢٧٤) وابن حبان (٥١٠٩) والبيهقى (٢٤٥/٣)

**الفرائد** : (۱) ہدیہ قلیل کو رد نہ کیا جائے اس سے مہدی کو ایذاء پہنچے گی۔(طیبی) (۲) طیب کا اٹھانا بھی آسان اور خوشبو بھی عمدہ۔

۱۷۸۹ : وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۷۸۹: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو واپس نہ فرماتے تھے۔(بخاری)

**تشریح** ❂ ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح نقل کیا۔''ثلاث لا ترد :الوسائد' والدھن' واللبن''

بعض نے ان کو نظم میں بیان کیا اور اضافہ بھی ذکر کیا۔

قد كان من سنة خير الورى
صلى عليه الله طول الزمن أن لا يرد
الطيب والمتكا
والتمر ايضًا يا أخي واللبن

اس میں تمر کا اضافہ ہے۔ سیوطی اور چار کا اضافہ کیا۔

عن المصطفى سبع يسن قبولها
اذا ما بها قد اتحف المرء خلان
فحلوىٰ وألبان ودهن وسادة ورزق
لمحتاج وطيب وريحان

اس میں حلوی، دھن، رزق محتاج کا اضافہ ہے۔
شارع کے اشعار میں بھی یہی سات چیزیں اس طرح ہیں۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (٢٥٨٢) والترمذي (٢٧٩٨)

**الفوائد** : (۱) ملائکہ سے آپ ﷺ کو ہر وقت واسطہ ہوتا وہ خوشبو پسند کرتے ہیں۔ (۲) خوشبو کا اٹھانا بھی آسان' سونگھنا راحت و آرام۔

## ۳۶۱ : بَابُ كَرَاهَةِ الْمَدْحِ فِي الْوَجْهِ لِمَنْ خِيفَ عَلَيْهِ مَفْسَدَةٌ مِنْ إِعْجَابٍ وَّنَحْوِهِ ' وَجَوَازِهِ لِمَنْ أُمِنَ ذٰلِكَ فِيْ حَقِّهٖ!

## بَابٌ : مُنہ پر تعریف کرنا اُس کے لئے مکروہ ہے جس کے خود پسندی میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو' جس سے خود پسندی کا خطرہ نہ ہو اُس کے حق میں جائز ہے

**تشریح** ۞ تکبر یا خود پسندی کے خطرہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔ جوازہ: اس آدمی کے سلسلہ میں مکروہ نہیں جو کامل تقویٰ اور مکمل عقل و معرفت رکھتا ہو۔ البتہ جواز میں یہ ضروری شرط ہے کہ اٹکل محض نہ ہو۔ جب اس پر کوئی شرعی مصلحت کی بنیاد ہو تو مسنون ہے اور شرعی ضرورت نہ ہو تب بھی مباح ہے۔ یہ خیر خواہی کے طور پر مضرت کو ختم کرنے کیلئے بطور ارشاد کے یہ بات

کہی گئی۔ عبادت میں اضافے اور دوام اور اقتداء کیلئے کہی گئی ہے۔

۱۷۹۰ : عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : سَمِعَ النَّبِیُّ ﷺ رَجُلًا یُثْنِیْ عَلٰی رَجُلٍ وَّیُطْرِیْہِ فِی الْمِدْحَۃِ فَقَالَ : "اَھْلَکْتُمْ اَوْ قَطَعْتُمْ ظَھْرَ الرَّجُلِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

"وَالْاِطْرَآءُ" اَلْمُبَالَغَۃُ فِی الْمَدْحِ۔

۱۷۹۰: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ ایک آدمی کی تعریف کر رہا ہے اور تعریف میں مبالغہ آمیزی سے کام لے رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "تم نے اس آدمی کو ہلاک کر دیا" یا "تم نے اس آدمی کی کمر توڑ دی"۔ (بخاری و مسلم)۔

اَلْاِطْرَآءُ: تعریف میں مبالغہ۔

**تشریح** ۞ یطریہ: بہترین انداز سے تعریف کرنا یا اس میں مبالغہ کرنا۔ قطعتم ظھر الرجل: یہ ہلاکت سے کنایہ ہے دونوں لفظ ہم معنی ہیں مطلب یہ ہے کہ اس آدمی میں خود پسندی آئے گی یا تکبر پیدا ہوگا جو اس کو کاٹ دے گا۔ الاطراء: اطریت فلانًا میں نے بہترین انداز سے اس کی تعریف کی۔ بعض نے مبالغہ اور مدح میں حد سے تجاوز معنی کیا ہے۔ سرقسطی اطرأته مدحته و اطریته اثنیت علیه کیا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۱۹۷۱۲) والبخاری (۲۶۶۳) ومسلم (۳۰۰۱)

**الفرائد** : تعریف میں مبالغہ آمیزی نہ چاہیے۔ بسا اوقات اس سے خود پسندی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو مہلک ہے۔

۱۷۹۱ : وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا ذُکِرَ عِنْدَ النَّبِیِّ فَاَثْنٰی عَلَیْہِ رَجُلٌ خَیْرًا فَقَالَ النَّبِیُّ : "وَیْحَکَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِکَ" یَقُوْلُہٗ مِرَارًا "اِنْ کَانَ اَحَدُکُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَۃَ فَلْیَقُلْ : اَحْسِبُ کَذَا وَکَذَا اِنْ کَانَ یَرٰی اَنَّہٗ کَذٰلِکَ وَحَسِیْبُہُ اللّٰہُ وَلَا یُزَکّٰی عَلَی اللّٰہِ اَحَدٌ" ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

۱۷۹۱: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کیا گیا پس ایک آدمی نے اس کی اچھی تعریف کی اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر افسوس ہے کہ تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی۔ آپؐ نے اس کو کئی مرتبہ فرمایا اگر تم نے ہر صورت میں تعریف کرنی ہو تو یوں کہنا چاہئے کہ میرا گمان ہے کہ وہ ایسا ہے اگر وہ اس کو ایسا سمجھتا ہو۔ اس کا حساب اللہ کے سپرد ہے اور اللہ کے سامنے کوئی آدمی پاکبازی کا دعویٰ مت کرے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ خیرًا: نحو: یہ مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ یہ ثناء کے معنی میں ہے۔ (۲) قال مقدر کا مفعول بہ

ہے۔ویحك: نحو: یہ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ یہ کلمہ بطور ترحیم کہا جاتا ہے۔ایسے شخص کیلئے جو اس کام میں پھنس جائے جس کا وہ مستحق نہ ہو۔ قطعت عنق صاحبك: یہ معنوی ہلاکت کیلئے بولا جاتا ہے۔(۲) حقیقۃً گردن کے کٹنے سے مجاز ہے۔یہ دین کے سلسلہ میں ہے اور کبھی دنیا سے متعلق ہوتا کیونکہ وہ اس کی تعریف کرتا ہے۔جس سے وہ خود پسندی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔اس میں سبب کی طرف اسناد ہے۔یقوله مراراً: اس آدمی کی زجر و توبیخ کیلئے یہ کلمہ کئی مرتبہ فرمایا۔ان کان احدکم مادحًا لا محالة: اگر ایسے شخص کی تعریف ضروری ہو جس کے متعلق خود پسندی کا خطرہ ہو تو کہے۔احبه کذا و کذا: اس کے متعلق میرا گمان یہ ہے۔(کذا و کذا کنایات کے الفاظ ہیں) جبکہ وہ اسے اسی طرح گمان بھی کرتا ہو۔ حسیبه الله: اللہ تعالیٰ اس سے محاسبہ کرنے والے ہیں۔جھوٹ نہ بولے۔کہ گمان اور ہوا ور کہے اور، ورنہ جھوٹ میں مبتلا شمار ہوگا۔ولا یزکی علی الله احد: اس طرح کہ اس کے متعلق ایسی تعریف ثابت کرے جو اس میں نہ ہو۔کیونکہ اس کو امور کے بواطن کا علم نہیں ہر چیز کی حقیقت و سرائر سے اللہ تعالیٰ واقف ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقی﴾ یعنی ایک دوسرے کا بے جا تذکیہ مت کرو۔اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٧/٢٠٤٨٤) والبخاری (٢٦٦٢) ومسلم (٣٠٠٠) وأبو داود (٤٨٠٥) وابن ماجه (٣٧٤٤) وابن حبان (٥٧٦٦) والبخاری (٣٣٣) والبيهقی (٢٤٢/١٠) الآداب (٥١١)

**الفوائد** : (۱) کسی کی طرف اپنے ظن و تخمین نہ کرو۔اس طرح نہ کہو مجھے یقین ہے کہ وہ ایسا ہے بلکہ کہا جائے میرا گمان ہے کہ وہ اچھا ہے۔

١٧٩٢ : وَعَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَجَعَلَ يَحْثُوْ فِيْ وَجْهِهِ الْحَصْبَآءَ. فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ : مَا شَاْنُكَ؟ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

فَهٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ فِي النَّهْيِ ، وَجَآءَ فِي الْاِبَاحَةِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ – قَالَ الْعُلَمَاءُ : وَطَرِيْقُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْاَحَادِيْثِ اَنْ يُّقَالَ : اِنْ كَانَ الْمَمْدُوْحُ عِنْدَهٗ كَمَالُ اِيْمَانٍ وَّيَقِيْنٍ ، وَّرِيَاضَةُ نَفْسٍ ، وَّمَعْرِفَةٌ تَامَّةٌ بِحَيْثُ لَا يَفْتَتِنُ وَلَا يَغْتَرُّ بِذٰلِكَ ، وَلَا تَلْعَبُ بِهٖ نَفْسُهٗ ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ وَّلَا مَكْرُوْهٍ ، وَّاِنْ خِيْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ كُرِهَ مَدْحُهٗ فِيْ وَجْهِهٖ كَرَاهَةً شَدِيْدَةً ، وَعَلٰى هٰذَا التَّفْصِيْلِ تُنَزَّلُ الْاَحَادِيْثُ الْمُخْتَلِفَةُ فِيْ ذٰلِكَ – وَمِمَّا جَآءَ فِي الْاِبَاحَةِ قَوْلُهٗ ﷺ لِاَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : "اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ" : اَيْ مِنَ الَّذِيْنَ يُدْعَوْنَ مِنْ جَمِيْعِ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ لِدُخُوْلِهَا – وَفِي الْحَدِيْثِ الْاٰخَرِ : "لَسْتَ مِنْهُمْ" : اَيْ لَسْتَ مِنَ

اَلَّذِيْنَ يُسْبِلُوْنَ اُزُرَهُمْ خُيَلَآءَ وَقَالَ لِعُمَرَ : "مَا رَاٰكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ" وَالْاَحَادِيْثُ فِي الْاِبَاحَةِ كَثِيْرَةٌ وَقَدْ ذَكَرْتُ جُمْلَةً مِّنْ اَطْرَافِهَا فِيْ كِتَابِ الْاَذْكَارِ۔

۱۷۹۲: حضرت ہمام بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصداً گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اس کے منہ میں کنکریاں ڈالنے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تمہیں کیا ہوگیا حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تعریف میں مبالغہ کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔

یہ احادیث تو ممانعت کی ہیں اور بہت ساری صحیح احادیث اس کے جواز کی بھی ہیں علماء نے ان احادیث کو اس طرح جمع کیا کہ اگر ممدوح شخص ایمان و یقین میں کامل ہو اور ریاضت نفس اور پوری معرفت بھی اس کو حاصل ہے وہ تعریف سے فتنے میں مبتلا نہ ہو اور وہ دھوکے میں پڑے اور نہ ہی اس کا نفس اس کے ساتھ کھیلے تو اس وقت تعریف منہ پر نہ حرام ہے نہ مکروہ اور اگر ان مذکورہ چیزوں میں کسی کا خطرہ ہو تو پھر سامنے تعریف کرنا منع ہے اور اس تفصیل پر احادیث مختلف جمع ہو جائیں گی۔ جواز کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ "مجھے اُمید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جن کو جنت کے سب دروازوں میں سے پکارا جائے گا"۔ اور دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا "تو ان لوگوں میں سے نہیں جو تکبر کی وجہ سے چادر ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہیں"۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر اور راستے اختیار کرتا ہے"۔

اس باب میں اباحت کے جواز کی بہت ساری روایات جن میں سے کچھ میں نے کتاب الاذکار میں ذکر کی ہیں۔

**تشریح** همام بن الحارث: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے حارث بن قیس بن عمرو النخعی الکوفی یہ ثقہ عبادت گزار بڑے تابعین سے ہیں۔ ان کی وفات ۶۵ ھ میں ہوئی۔ تمام اصحاب ستہ نے ان سے روایت لی ہیں۔ (تقریب حافظ) ان کی وفات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پہلے ہوئی۔ یہ عبادت گزار علماء سے تھے۔ (الکاشف لذهبی)۔ **مقداد**: یہ مشہور صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ **فعمد**: یہ قصد کے معنی میں ہے۔ **فجثا**: یہ الجثی سے ہے۔ گھٹنوں کے بل بیٹھنا۔ یہ باب (ن۔ض) سے آتا ہے۔ **الحصباء**: چھوٹی کنکریاں۔

**فاحثوا فی افواههم التراب**: اس روایت کو ظاہر پر محمول کیا۔ بعض اسی طرح کرتے ایسے لوگوں کے منہ پر کنکریاں مارتے۔ دوسروں نے کہا ان کے سلام کا جواب دو مگر ان کی تعریف پر مت کوئی چیز دو۔ بعض نے کہا جب تمہاری تعریف ہو تو

تم خیال کرو کہ تم مٹی سے ہو مگر یہ ضعیف ترین بات ہے۔

یہاں تک تو ممانعت کی روایات ہیں' اباحت کے متعلق بہت سی روایات وارد ہیں' علماء کہتے ہیں کہ ان کے مابین اس طرح جمع کیا جائے گا۔ کہ اگر ممدوح مال ایمان ویقین رکھتا اور خوب ریاضت نفس اور مکمل معرفت رکھتا ہو کہ فتنہ میں مبتلا نہ ہوگا۔ کہ خود پسندی اختیار کرنے لگے اور نہ دھوکے میں مبتلا ہو کہ اس تعریف کی طرف جھک کر اپنے نفس سے خوش ہو کر دوسروں کو حقیر قرار دینے لگے۔ **ولا تلعب به نفسه**: اس کی پختگی کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کی وجہ خود فریبی میں مبتلا نہ ہوگا تو حرام نہیں اور نہ مکروہ ہے۔ بلکہ کبھی مندوب ومباح ہے۔ **ان خیف علیه شی من هذه**: اگر ممدوح کے متعلق فتنہ، اغترار، تلعب نفس اور تحدیث نفس میں ابتلاء کا خطرہ ہو کہ وہ ان میں سے اپنے کو شمار کرنے لگا۔ تو اس کو بہ دری کے کاموں اور اعمال صالحہ میں بلند درجات کو ترک کرنے والوں میں شمار کریں گے۔ **کرہ مدحه فی وجهه**: اس کی تعریف وغیبت سخت مکروہ ہیں بلکہ حرام ہیں جبکہ معلوم ہو کہ یہ اس کی عادت ہے اور ممدوح میں ان چیزوں کا وجود یقینی ہے۔ چنانچہ مختلف روایات کو اس پر محمول کریں گے۔

**مباحات کی امثلہ**: (۱) ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ''**ارجوا ان تکون منهم**'' **علماء کا قول**: شریعت میں رجاء کے الفاظ قطعی حصول ہونے والی چیز کیلئے بولے گئے ہیں نووی نے ضمیر کے مرجع کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ یعنی وہ لوگ جو جنت کے تمام دروازوں سے بلائے جائیں گے۔ اس طرح کہ اس نے ایسے اعمال کیے ہوں گے جو اسے آٹھوں دروازوں کا حقدار بناتے ہیں۔ **لدخولها**: یہ یدعون سے متعلق ہے۔ دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: **لست منهم ای من الذین یسبلون ازارهم**: یعنی تم ان لوگوں سے نہیں ہو جو تکبر سے چادر لٹکاتے ہیں۔ پس اس وعید میں تم شامل نہیں۔ اگرچہ تمہاری چادر لٹک جاتی ہے مگر وہ وعید ان لوگوں کیلئے خاص ہے۔ جو تکبر کرتے لٹکاتے ہیں۔ اور تم اس طرح نہیں اور عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ''**ما رآك الشیطان سالکًا فجا**'' یعنی وسیع اور واضح راستہ۔ لغت میں فج کا یہ معنی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے ہر راستہ مراد ہے جس میں یہ بھی شامل ہے۔ **الا سلك فجا غیر فجك**: اس میں ان کے وسوسہ شیطانی سے محفوظ رہنے کی تعریف کی گئی ہے۔ کیونکہ جب وہ وادی سے دور ہوگا تو ان سے دور رہنا تو بدرجہ اولیٰ ہے کہ وہ ان کے قریب سے بھی نہ گزرتا ہوگا۔

اس سلسلے میں مزید سلسلہ احادیث کتاب الاذکار میں ملاحظہ فرمائیں۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۹/۲۳۸۸٤) ومسلم (۳۰۰۲) والبخاری (۳۳۹) وأبو داود (٤۸۰٤) والترمذی (۲٤۰۱) وابن ماجه (۲۷٤۲) والطبرانی (۲۰/٥٦٥) والبیهقی (۱۰/۲٤۲)

**الفوائد**: (۱) سامنے تعریف کو ناپسند فرمایا۔ ان کو خاموش کرانے کیلئے ان کے منہ پر مٹی ڈالنے کا حکم فرمایا۔ یہ ان کے غلط فعل پر ناراضی ہے۔

## ۳۶۲: بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوْجِ مِنْ بَلَدٍ وَّقَعَ فِيْهَا الْوَبَآءُ فِرَارًا مِّنْهُ وَكَرَاهَةِ الْقُدُوْمِ عَلَيْهِ!

## بَابٌ: اس شہر سے فرار اختیار کرتے ہوئے نکلنے (کی کراہت) جہاں وباء واقع ہو جائے اور جہاں پہلے وباء ہو وہاں آنے کی کراہت

**تشریح** ۞ **الوباء**: یہ مد وقصر دونوں طرح مستعمل ہے۔ مد کی جمع اوبیۃ آتی ہے جیسے متاع وامتعہ اور قصر کی جمع اوباء جیسے سبب واسباب (المصباح) دمامینی نے کہا قصر مد سے زیادہ مشہور ہے۔

فرارا: یہ ناپسند خروج کی علت ہے۔ اور کراہت کی علت اپنی سلامتی کا احتمال بجائے ان کے جو نہ نکلیں مثلاً کہنے لگے اگر میں نکلا تو اسی طرح بچ جاؤں گا جیسے فلاں بچ گیا تو یہ گناہ میں مبتلا ہوگیا۔ اسی طرح وباء کے مقام پر جانا یہ احتمال ہے کہ وہ اسے پہنچ جائے۔ چنانچہ وہ اس طرح کہنے لگے کہ اگر میں یہاں نہ آتا تو میں سلامت رہتا۔ اس طرح یہ گناہ میں مبتلا ہوگیا۔ بعض نے کہا کہ جب وباء واقع ہوتی تو تمام اجسام کو لگا تار پہنچ جاتا ہے۔ فرار مفید نہیں رہتا۔ اگر تمام لوگ نکل پڑیں اور نہ نکلنے والے بیماری یا عجز کی بوجوہ ضائع ہو جائیں کیونکہ ان کی خبرگیری کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور اس لئے بھی تاکہ کمزور لوگوں کے دل نہ ٹوٹ جائیں اسی لئے وارد ہے: ''الفار من الطاعون كالفار من الزحف'' اس لیے بھی کہ شبہ بعد میں بھی نہ بھاگنے والوں کا دل ٹوٹتا ہے۔ اور اس کی رسوائی کے سبب اس پر رعب طاری ہوتا ہے۔

**ابن دقیق کا قول**: ممانعت اس لئے ہے کہ اس میں تکلف اور تقدیر کا مقابلہ ہے۔ **وكراهة القدوم عليه**: ابن دقیق کہتے ہیں کہ اس سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں نفس کو ابتلاء کے حوالے کرنا ہے اور شاید کہ وہ صبر نہ سکے اور اس حدیث کی مثال ہے: ''لا تتمنوا لقاء العدو' وإذا لقيتموهم فاصبروا'' اس میں لڑائی کی تمنا ترک کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو ابتلاء پر پیش کرنا ہے اور یہ خطرہ ہے کہ نفس صبر نہ کر سکے۔ پھر جب پیش آ جائے تو اللہ کا حکم سمجھ کر تسلیم اور صبر کا حکم دیا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِىْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ [النساء:۷۸] وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرة:۱۹۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جہاں بھی تم ہوگے موت تمہیں پا لے گی۔ خواہ تم مضبوط قلعہ میں ہو''۔ (النساء) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو''۔ (البقرۃ)

اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِىْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ:

بروج: قلعے۔ مشیدہ: محفوظ اور بلند۔ یہ گویا پہلے جملے کیلئے بطور دلیل کے ذکر کیا گیا اور وہ فرار کی ممانعت ہے۔

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ

التھلکۃ: مصدر ہے اور ہلاکت کے معنی میں ہے۔

۱۷۹۳: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ اِلَى الشَّامِ، حَتّٰى اِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهٗ اُمَرَآءُ الْاَجْنَادِ اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَاَصْحَابُهٗ – فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّ الْوَبَآءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ – قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ لِيْ عُمَرُ: اُدْعُ لِيَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ، فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَاَخْبَرَهُمْ اَنَّ الْوَبَآءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفُوْا – فَقَالَ بَعْضُهُمْ خَرَجْتَ لِاَمْرٍ وَّلَا نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ– وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا نَرٰى اَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَآءِ – فَقَالَ: ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ – ثُمَّ قَالَ: اُدْعُ لِيَ الْاَنْصَارَ فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَسَلَكُوْا سَبِيْلَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاخْتَلَفُوْا كَاخْتِلَافِهِمْ فَقَالَ: ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ – ثُمَّ قَالَ: اُدْعُ لِيْ مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَّشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِّنْ مُّهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنْهُمْ رَجُلَانِ فَقَالُوْا: نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَآءِ، فَنَادٰى عُمَرُ فِي النَّاسِ: اِنِّيْ مُصَبِّحٌ عَلٰى ظَهْرٍ فَاَصْبِحُوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ اَبُوْعُبَيْدَةَ ابْنُ الْجَرَّاحِ: اَفِرَارًا مِّنْ قَدَرِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا اَبَا عُبَيْدَةَ! وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُ خِلَافَهٗ، نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ اِبِلٌ فَهَبَطْتَ وَادِيًا لَهٗ عُدْوَتَانِ اِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ وَّالْاُخْرٰى جَدْبَةٌ اَلَيْسَ اِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ، وَاِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ؟ قَالَ: فَجَآءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِيْ بَعْضِ حَاجَتِهٖ، فَقَالَ: اِنَّ عِنْدِيْ مِنْ هٰذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: "اِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ، وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ" فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَانْصَرَفَ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَالْعُدْوَةُ: جَانِبُ الْوَادِيْ۔

۱۷۹۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب جب شام کی طرف تشریف لے گئے جب آپ مقام سرغ میں پہنچے تو آپ کو لشکروں کے امراء ابوعبیدہ اور ان کے اصحاب ملے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ شام میں وباء پھوٹ پڑی ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مہاجرین اوّلین کو بلالاؤ میں نے ان کو بلایا تو آپ نے ان سے مشورہ کیا کہ شام میں وباء پھیلی ہوئی ہے پس انہوں

نے اختلاف کیا۔ بعض نے کہا آپ ایک کام کے لئے نکلے ہیں ہم نہیں سمجھتے کہ آپ اس کام سے رجوع کریں۔ دوسروں نے کہا آپ کے پاس بقیہ لوگ اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم نہیں خیال کرتے کہ آپ ان سے آگے بڑھ کر اس وباء میں جائیں۔ پھر آپ نے فرمایا تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ پھر مجھے کہا کہ انصار کو بلاؤ پس میں نے ان کو بلایا اور آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا وہ بھی مہاجرین کے راستے پر چلے اور اس طرح اختلاف کیا جیسا کہ انہوں نے کیا۔ پھر آپ نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا: میرے پاس قریش کے بوڑھے لوگوں میں سے بلاؤ جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر ہجرت کی۔ میں نے ان کو بلایا ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف کیا بلکہ سب نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ لوٹ جائیں اور اس وباء کی طرف آگے نہ بڑھیں۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ ہم صبح واپسی کے لئے سوار ہوں گے تم بھی تیاری کر لو۔ اس پر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگتے ہیں؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کاش کہ یہ بات اے ابوعبیدہ تمہارے علاوہ کوئی اور کہتا (عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے اختلاف ناپسند کرتے تھے)۔ آپؓ نے فرمایا: ہاں! ہم اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں تم یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور وہ ایسی وادی میں اتریں کہ جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز اور دوسرا قحط زدہ۔ کیا ایسا نہیں کہ اگر آپ اونٹوں کو سرسبز حصے میں چرائیں گے تو اللہ کی تقدیر سے چرائیں گے اور اگر آپ قحط زدہ حصہ میں جائیں تو اللہ کی تقدیر سے چرائیں گے۔ عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ اس دوران عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے جو اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے غائب تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس عبدالرحمٰن بن عوف ایک ایسی شخصیت معلوم ہوتے ہیں (یعنی شاید انہیں علم ہو) انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب تم کسی زمین کے بارے میں وباء کا سن لو تو وہاں مت جاؤ اور اگر وباء ایسے علاقے میں پھوٹ پڑے جہاں تم موجود ہو تو وہاں سے راہِ فرار اختیار نہ کرو۔ پس عمر فاروقؓ نے اللہ کی تعریف کی کہ (ان کی رائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے مشابہ نکلی) اور آپ وہیں سے لوٹ آئے۔ (بخاری و مسلم)

اَلْعُدْوَةُ: وادی کا کنارہ۔

**تشریح** ۞ بسرغ: یہ مدینہ منورہ سے تیرہ مرحلے شام کی جانب واقع ہے۔ قریباً دو سو آٹھ میل دمامینی نے کہا کہ سرغ تبوک کے نزدیک شام کی ایک بستی ہے۔ سیوطی نے التوشیح میں اس کو خلاف مشہور قرار دیا۔ **لقیہ امراء الاجناد**: اجناد سے یہاں مراد اہل شام کے پانچ شہر ہیں جن کے نام یہ ہیں فلسطین، اردن، دمشق، حمص اور قنسرین۔

الوباء: اس سے مراد طاعون ہے۔ **المهاجرين الاولين**: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ تحویل قبلہ کے بعد اسلام لانے والے اس میں شامل نہیں۔ **خرجت لامر**: اس امر سے مراد دشمن کے ساتھ قتال ہے۔ **ولا نرى ان ترجع عنه**: اس کا مطلب پہلے جملے پر ہے۔ نووی کہتے ہیں کہ ان حضرات نے شریعت کے اس اصول کو بنیاد بنا کر گفتگو کی کہ اصل تو توکل اور قضاء و قدر میں اپنے آپ کو حوالے کرنا ہے۔ **اصحاب رسول اللّٰه**: نحو: خبر کی

صورت میں اس کا عطف الناس پر ہے۔ اور رفع کی صورت میں اس کا عطف دوسروں پر ہے جو کہ عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے۔ **ولا نری ان تقدمهم**: اس سے پہلے حرف صبر مقدر ہے "ای ان تقدم بهم" یعنی آپ ان کے ہاں تشریف لے جائیں۔ **علی هذا الوباء**: نووی کہتے ہیں کہ اس کی بنیاد شریعت کے اس اصول پر ہے کہ جس کو احتیاط کہا جاتا ہے اور ایسے اسباب سے جو ہلاکت کا باعث بن سکتے ہوں اپنے آپ کو الگ رکھنا۔ **ثم قال**: پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کہا انصار کو بلاؤ۔ **فسلکوا السبیل المهاجرین**: یعنی میں بھی اسی طرح اختلاف الرائے پایا گیا۔ **من مهاجرة الفتح**: **مشیخة** یہ شیخ کی جمع ہے۔ **لا مهاجرة الفتح** سے مراد وہ لوگ ہیں جو فتح سے پہلے اسلام لائے اور فتح سے قبل ان کو ہجرت کا موقعہ ملا۔ کیونکہ فتح مکہ کے بعد سے ہجرت نہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد وہ لوگ جو فتح مکہ کے دن یا بعد میں اسلام لائے اور اس کے بعد ہجرت ان کو مہاجر کا نام ولقب تو مل گیا مگر فضیلت نہ ملی۔

**قاضی کا قول**: یہ زیادہ ظاہر قول ہے۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر **مشیخة قریش** کا لقب صادق آتا ہے۔ اسی وجہ سے تحفۃ القاری میں اسی پر اکتفاء کی گیا ہے۔

**فلم یختلف علیه منهم رجلان**: یہ مقدر پر معطوف ہے۔ مطلب یہ ہے ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے لوٹنے میں بالکل اختلاف نہ کیا۔ اور کہنے لگے۔ **لا تقدمهم علی هذا الوباء**: عمر رضی اللہ عنہ نے اجتہاد کیا کیونکہ رجوع کی رائے دینے والوں کی کثرت تھی اور تقاضائے احتیاط اسی میں تھا۔ آپ نے بطور تقلید نہیں کیا۔ بعض نے کہا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روایت کی طرف اشارہ کیا تھا اور مسلم کی روایت میں اس کے متعلق موجود ہے: "**قال ابن عمر: انما انصرف بالناس عن حدیث عبد الرحمٰن بن عوف**"۔ انہوں نے کہا وہ دوسری رائے کو ساتھ ملائے بغیر لوٹنے والے نہیں۔ جب تک وہ اول کے مطابق علم ومعرفت نہ پالیں۔ **انی مصبح علی ظهر فاصبحوا علیه**: دوسروں نے اس کی یہ تاویل کی کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں جدھر کا رخ کر کے آیا ہوں ادھر جانے والا ہوں نہ کہ مدینہ کی طرف۔

**نووی کا قول**: یہ غلط تاویل ہے۔ صحیح وہی ہے جس پر حدیث دلالت کرتی ہے۔ انہوں نے مدینہ کی طرف رجوع کا فیصلہ اجتہاد سے کیا تھا۔ جبکہ اکثر مشورہ دینے والے اور ان میں افضل لوگوں کی یہی رائے تھی۔ اور اسی میں احتیاط تھی۔ پھر ان کو روایت مل گئی تو انہوں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا۔ کہ ان کا اپنا اجتہاد اور اکابر صحابہ کا اجتہاد نص نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا۔ **فصبح**: یہ الاصباح سے اسم فاعل ہے۔ **ابو عبیده بن الجراح رضی الله عنه**: یعنی کیا تم تقدیر الٰہی سے فرار اختیار کرتے ہوئے لوٹ رہے ہو۔ **غیرك قالها یا اباعبیده**: غیرک اس کی فعل کی وجہ سے مرفوع ہے۔ جو اس کے مابعد کی تفسیر ہے اور اس کا جواب محذوف ہے۔ یعنی مجھے ان سے کچھ تعجب نہیں لیکن تمہاری فضیلت وعمل کی وجہ سے مجھے تعجب ہے۔ یا اس وجہ سے کہ اجتہادی مسئلہ میں تم نے اعتراض کیا جس پر اکثریت نے اتفاق کر لیا۔ مجھے سن کر تکلیف ہوئی۔

**وکان عمر یکره خلافه**: یہ جملہ معترضہ **لو غیرك** کی وجہ بیان کرنے کیلئے لائے۔ **نعم نفر من قدر الله الی قدر الله**: اضمار کی جگہ تفخیم شان کیلئے اظہار کیا۔ **ارایت** ـ **عدوتان**: ارایت کا معنی مجھے بتلاؤ! عزوتان وادی دو کنارے نصب سرسبز اور جدبہ قحط زدہ۔

نووی کا قول: یہ واضح دلیل اور قیاس بھی ہے جس کے درست ہونا بے غبار ہے۔ کہ عمر رضی اللہ عنہ اس لئے نہیں ہوئے کہ اس سے تقدیر ٹل جائے گی۔ بلکہ ان کو مطلب احتیاط کا جو حکم اسباب مہالک سے ہے اس کی تعمیل کرنا تھا۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے دشمن کے اسلحہ سے حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔ اگر چہ یہ سب کچھ تقدیر الٰہی سے پیش آئے گا اور تقدیر تو اس کے علم میں سبقت کر چکی۔ بلکہ علم کا نام ہی تقدیر ہے۔

فاروق رضی اللہ عنہ نے دو دو وادیوں پر قیاس کیا جو مشاہداتی چیز تھی۔ اس میں کسی کو کلام نہ تھا۔ ان کا مقصود یہ تھا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے میرا تابع بنایا مجھ پر احتیاط لازم ہے۔ اگر میں اس کو ترک کروں تو عجز کی طرف منسوب ہوں گا اور اللہ تعالیٰ کی سزا کا حقدار بن جاؤں گا۔ **فی بعض حاجته:** فی لام کے معنی میں ہے۔ **علماً:** یہاں اس سے مراد ارشاد نبوت ہے۔ اس لیے مجھے کسی چیز کی چنداں ضرورت نہیں۔ **اذا سمعتم به:** ہ کی ضمیر کا مرجع طاعون ہے جس کا تذکرہ چل رہا تھا۔ یہاں روایت بالمعنی کا جواز بھی نکلتا ہے۔ **فراراً منه۔ ای تفرون فراراً یا فارین یا** لام تعلیلہ **ای للفرار:** گویا فرار کرتے ہوئے نکلنا تو جائز نہیں اس کے علاوہ خروج کی ممانعت نہیں۔ **فحمد اللّٰه تعالی عمر رضی اللّٰه عنه:** اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ ان کا اجتہاد اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی کثرت کا اجتہاد نص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق نکل آیا۔

**تخریج** : أخرجه مالك (١٦٥٥) وأحمد (١/١٦٧٩) والبخاری (٥٧٢٩) ومسلم (٢٢١٩) وأبو داود (٣١٠٣) وابن حبان (٢٩٥٣) وعبد الرزاق (٢٠١٥٩) والطبرانی (٢٦٨) والبیهقی (٢١٧/٧)

**الفرائد** : (۱) امام کو رعایا کے خود بھی احوال کی تفتیش کرنی چاہیے۔ (۲) اس سے اہل بطالت اور حکام خبردار رہیں گے اور ان کی کوتاہیاں لوگوں کی طرف سے معلوم ہو جائیں گی۔ (۳) سرداروں کو خود علاقے کے احوال سے مکمل طور پر آگاہی دینی چاہیے۔ (۴) اہل فضل اور صاحب الرائے کو مقدم کیا جائے گا۔ (۵) عالم کو پہلے اپنی معلومات بتلانی چاہئیں۔ (۶) اسباب ہلاکت سے بچنا اور بچانا چاہیے۔

۱۷۹۴ : وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَسَلَّمَ قَالَ :"اِذَا سَمِعْتُمُ الطَّاعُوْنَ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْهَا ، وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ فِيْهَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۷۹۴ : حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی زمین میں وبا پھیلنے کا سنو تو اس میں مت داخل ہو اور جب ایسی زمین میں واقع ہو جائے جہاں تم رہتے ہو تو وہاں سے مت نکلو"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : **اذا سمعتم الطاعون:** اس طاعون کی آمد کی خبر مراد ہے۔ جامع صغیر میں **بالطاعون** کے الفاظ ہیں۔ **فلا تدخلوها:** تاکہ وہ تمہیں نہ پہنچ جائے اور اس وقت اس طرح کہنے لگو اگر ہم نہ آتے تو بچ جاتے۔ اس طرح کہنے سے گناہ کی بات میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ **فلا تخرجوا منها:** اس سے فرار مت اختیار کرو۔

**تخریج** : أخرجه مالك (١٦٥٦) وأحمد (٨/٢١٨٢٢) والبخاری (٣٤٧٤) ومسلم (٢٢١٨) والترمذی (١٠٦٧) وابن حبان (٢٩٥٢) والطبرانی (١/١٦٦) والبیهقی (٣/٢٧٦)

**الفرائد** : (۱) وباء عامہ کے علاقہ میں داخل نہ ہونا چاہیے۔ (۲) جہاں وباء پھیل جائے وہاں سے موت کے ڈر سے بھاگنا نہ چاہیے۔

# ۳۶۳: بَابُ التَّغْلِيْظِ فِيْ تَحْرِيْمِ السِّحْرِ

## بَابٌ : جادو کی حرمت میں شدت (سختی) کا بیان

**تشریح** السحر: عام عادت کے خلاف ایسا کام جس کا معارضہ ممکن ہو جو خاص اقوال واعمال کو مخصوص انداز سے اختیار کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ [البقرة:١٠٢] الاية.

اللہ رب العزت فرماتے ہیں: "سلیمان علیہ السلام نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے"۔ (البقرة)

**وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ:**

سحر کو یہاں تغلیظاً کفر سے تعبیر فرمایا گیا۔ ولکن الشیاطین: اس سے اس سحر کی طرف اشارہ ہے جو لکھ کر سلیمان کے تخت کے نیچے انہوں نے دفن کر دیا۔ جب سلیمان علیہ کی وفات ہوئی تو وہ کہنے لگے۔ کہ سلیمان کا تسلط سحر کی وجہ سے تھا۔ پھر اس نے دفن شدہ اوراق نکال کر اپنے اولیاء الشیاطین کو مطمئن کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی۔ وما انزل: اس کا عطف السحر پر ہے۔ یعنی ان کو سحر سکھاتے اور وہ باتیں سکھاتے جو دو فرشتوں پر اتاری گئیں۔ ببابل: یہ کوفہ کے علاقہ میں ایک جگہ ہے۔ ھاروت وماروت: یہ مسلکین کا عطف بیان ہے۔ بعض نے کہا کہ ما نافیہ ہے۔ اس صورت میں اس کا عطف ما کفر سلیمان پر ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ نہ تو سلیمان علیہ السلام نے کفر کیا اور نہ ہی دو فرشتوں (جبرئیل ومیکائیل) پر کوئی چیز اتاری۔ کیونکہ یہود ساحرین کا خیال یہ تھا۔ کہ جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کی زبان پر داؤد علیہ السلام پر سحر اترا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی تردید فرمائی۔ اور ہاروت وماروت دو آدمیوں کے نام ہیں جو نیک تھے۔ ان کا اللہ تعالیٰ نے سحر امتحان لیا۔ وہ اس میں مبتلا ہو گئے۔ وما یعلمان: یہ شیاطین سے بدل ہے۔ یعنی وہ دونوں فرشتے پہلے قول کے مطابق یا دو آدمی۔ من احد: یعنی کوئی ایک۔ فتنة: ابتلاء وامتحان۔ فلا تکفر: اس کو حاصل کر کے مت کفر اختیار کر، کیونکہ عمل کیلئے

اس کا سیکھنا کفر تھا۔ اس لئے وہ خبردار کرتے اور کفر سے بچنے کیلئے نصیحت کرتے۔

**نوٹ**: اس قصہ سے متعلق واقعہ کی محدثین نے شدومد سے تردید کی (ابن کثیر، روح المعانی میں ملاحظہ کریں۔ بعض متاخرین نے قصہ کی تاویل کی۔ ملاحظہ ہو معارف کاندھلوی)

۱۷۹۵ : وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ" قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۹۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' کسی کی جان کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے البتہ حق کے ساتھ جائز ہے' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' میدان جنگ سے بھاگنا اور بھولی بھالی پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ السبع الموبقات: یہ اس قول کی طرح ہے 'لبس الناس ثوبهم' یعنی ہر انسان نے اپنا اپنا کپڑا پہنا۔ مجموعہ کو مجموعہ کے مرتب ہونے والی قسم نہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک انفرادی طور پر دین میں مہلک ہے۔ ماهن: اصل ان کی حقیقت دریافت کی اور عدد سے تعبیر کیا۔ الشرك بالله: یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا۔ شرک کا تذکرہ اس لئے کیا کہ اس کا ارتکاب کفر ہے۔ والسحر: شرک کے ساتھ ملا کر اس کی برائی کی شدت کو ظاہر کرنا مقصود ہے جبکہ آیت میں اس کو کفر سے بھی تعبیر فرمایا گیا ہے۔ یہ ذات کے اعتبار سے کفر نہیں۔ اس میں کچھ کفر کچھ گناہ کبیرہ وغیرہ۔ قتل سے مقدم کرنے میں اسی طرف اشارہ ہے۔ قتل: اس سے وہ معصوم نفس مراد ہے جو مسلمان ہونے یا ذمی بن جائے یا معاہدہ کر لینے یا امان دیئے جانے سے محفوظ رہے۔ اور بالحق سے قصاص یا حد وغیرہ مراد ہے۔ واکل الربا: یتیم وہ نابالغ جس کا باپ فوت ہو جائے۔ اس کے مال کو تلف کرنا یا اس میں ناجائز تصرف کرنا۔ اکل: کا لفظ غالب استعمال کے لحاظ سے لایا گیا ہے۔ التولی: صف کارزار سے بھاگنا یہ ضعف میں اضافہ ہی کرے گا۔ اگر لشکر دو سے کو ملنے یا پینترا بدلنے کیلئے ہٹا تو وہ اس میں شامل نہیں ہے۔ المحصنات: پاک دامن ایمان دار عورتیں البتہ کافرہ ذمی عورتوں پر تہمت اگرچہ حرام ہے۔ مگر وہ قذف مؤمنات کے درجہ میں نہیں اس کے گناہ کی شدت عظمت ایمان کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿إنّ الذين يرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا في الدنيا والآخرة ولهم عذاب عظيم'' اور دوسری روایت میں وارد ہے کہ پاکدامن عورت پر تہمت سے ایک سال کے مقبول عمل مٹ جاتے ہیں باب تحریم اموال الیتیم میں اس کی شرح گزری ملاحظہ فرمالیں۔

**تخریج** : باب الامور المنهی عنها باب ۱۰/۲۷ تاکید تحریم مال الیتیم میں گزری ملاحظہ فرمالیں۔

**الفرائد** : ایضاً۔

## ۳۶۴ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمُسَافِرَةِ بَالْمُصْحَفِ اِلٰى بِلَادِ الْكُفَّارِ اِذَا خِيفَ وُقُوْعُهٗ بِاَيْدِى الْعَدُوِّ

## بَابٌ: قرآن مجید کو کفار کے علاقوں کی طرف لے کر سفر کرنے کی ممانعت جبکہ قرآن مجید کا دشمنوں کے ہاتھ لگ جانے کا خطرہ ہو

**تشریح** ۞ یہ نہی تحریمی ہے۔تاکہ وہ قرآن مجید کو پا کر اس کی توہین نہ کریں۔اگر اس سے امن ہو تو کفرستان میں اس کا لے جانا بطور سد ذرائع مکروہ اور تقاضائے احتیاط ہوگا۔

۱۷۹۶ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۹۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرمؐ نے منع فرمایا کہ قرآن ساتھ لے کر (اگر بے حرمتی کا خطرہ ہو تو) دشمن کی سرزمین کی طرف سفر کیا جائے۔(بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ اس میں دشمن کی سرزمین کی طرف قرآن مجید لے جانے کی ممانعت فرمائی۔اگرچہ روایت میں مطلقاً ممانعت ہے۔لیکن یہ نہی خوف وخطرہ سے مقید ہے۔**اَلنَّحْوُ** :یسافر یہ فعل مجہول ہے اور کلام میں جار محذوف ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (۹۷۹) وأحمد (۲/۵۲۹۳) والبخاری (۲۹۹۰) ومسلم (۱۸۶۹) وأبو داود (۲۶۱۰) وابن ماجه (۲۸۷۹) وابن حبان (۴۷۱۵) وعبد الرزاق (۹۴۱۰) والحمیدی (۶۹۹) والطیالسی (۱۸۵۵) والبیهقی (۱۰۸/۹)

**الفرائد** : (ا) جب کفار کا غلبہ ہو تو کفر کی سرزمین کی طرف قرآن مجید لے کر سفر نہ کرے وہ اس کی توہین کے مرتکب ہوں گے۔

## ۳۶۵ : بَابُ تَحْرِيمِ اسْتِعْمَالِ اِنَاءِ الذَّهَبِ وَاِنَاءِ الْفِضَّةِ فِي الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوْهِ الْاِسْتِعْمَالِ

## بَابٌ: کھانے پینے اور دیگر استعمالات میں سونے اور چاندی کے برتنوں کو استعمال میں لانے کی حرمت

**تشریح** ۞ سونے چاندی کے ہوں یا ان سے مرکب ہوں۔ اور دوسرے برتن جب ان پر ان کا ملمع ہو اور آگ میں ڈالنے سے اس میں سے وہ اترے۔ حرمت تو اصل سونے چاندی میں ہے۔ دوسری دھات میں ملمع کرنے پر حرمت اس وقت ہوگی جب وہ آگ میں گرم کرنے سے اترے ورنہ نہیں۔ ہر قسم کا استعمال نا جائز ہے

۱۷۹۷ : عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اَلَّذِيْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : "اِنَّ الَّذِيْ يَاْكُلُ اَوْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ"۔

۱۷۹۷: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں ہے کہ جو آدمی چاندی یا سونے کے برتن میں کھاتا یا پیتا ہے۔

**تشریح** ۞ یشرب: پینے کا تذکرہ غالب استعمال کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ ان کے برتنوں کا ہر قسم کے استعمال میں لانا حرام ہے۔ سونے کی حرمت چاندی سے پہلے ہے۔ کیونکہ اس میں زینت و تکبر بڑھ کر ہے۔ یجر جر نار یہ منصوب ہو تو مفعول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے پیٹ میں آگ ڈالی جائے گی۔ قرآن مجید میں فرمایا: ﴿انما یأکلون فی بطونھم نارًا و سیصلون سعیرا﴾ جر جر الماء فی حلقه: جبکہ وہ پے در پے گھونٹ بھرے جس کی آواز سنائی دے۔ جرجرہ اس آواز سے کنایہ ہے۔

بعض نے یجرجر کو فعل لازم قرار دیا اور نار کو فاعل بنایا ہے۔۔ یہ لفظ کی اصل بناوٹ کے مطابق ہے۔ (المصباح)

شدید وعید ظاہر کرتی ہے کہ یہ کبائر سے ہے۔

**تخریج** : کتاب ادب الطعام باب ۱۷/۳ جواز الشرب من جميع الاوانی میں روایت گزری ملاحظہ فرمالیں۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۷۹۸ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ ، وَالدِّيْبَاجِ

وَالشُّرْبِ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَقَالَ : "هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهِيَ لَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ حُذَيْفَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوْا فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَاْكُلُوْا فِيْ صَحَافِهَا"۔

۱۷۹۸: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موٹے ریشم اور باریک ریشم، سونے اور چاندی کے برتنوں میں پانی پینے سے منع کیا اور فرمایا کہ یہ (چیزیں) ان کفار کے لئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے جنت میں ہوں گے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری اور مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم موٹے ریشم کو مت پہنو اور سونے چاندی کے برتنوں میں پانی نہ پیو اور نہ اس کے پیالوں میں کھاؤ۔

**تشریح** ۞ الحریر والدیباج: دیباج وہ کپڑا جس کا تانا بانا ریشم ہو۔ اس کو معرب قرار دیا گیا ہے۔ بعض یا کوزائد کہا تو فیعال کا وزن بتلایا۔ یا دباج سے بنایا گیا۔ هن لهم: یہ سونا و چاندی ان کیلئے ہے یعنی دنیا میں عمومی طور پر کافروں کے استعمال میں ہے اور یہی ان کی نعمت ہے۔ جوان کے مقدر میں لکھی ہے۔ آخرت میں ان کو کچھ نہ کچھ ملے گا۔ هی: یہاں تفنن کیلئے ضمیر بدل دی۔ لم ایها المؤمنون: اے ایمان والو تمہیں جنت ملے گی۔

علماء محققین: سونے چاندی کے برتن مردوں اور عورتوں دونوں کو حرام ہیں۔ اس کی حرمت دونوں اصناف کے لئے مشترک ہے اور اس سے طنبورہ وغیرہ بنانا بھی جائز نہیں۔

اس روایت میں بتلایا کہ جو زرکل وفانی کے نہ ملنے پر صبر کرے گا۔ اس کو دائم و باقی نعمتیں ملیں گی اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بخاری ومسلم میں اسی طرح ہے۔ لا تلبسوا: یہ خطاب مذکر کو فرمایا کیونکہ اس کا پہننا مرد کی بہادری کے خلاف ہے۔

صحافها: جمع صحفه، یہ بڑے پیالے سے چھوٹا ہوتا ہے۔ یہ کھانے پینے میں عام استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا تذکرہ فرمایا اور کھانے پینے کا تذکرہ بھی اسی لئے ان کے ساتھ فرمایا کہ عموماً یہ کھانے پینے کیلئے تیار کیے جاتے ہیں۔

**تخریج** : کتاب ادب الطعام باب ۱۷/۳ جواز الشرب میں گزری ملاحظہ فرمالیں۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۷۹۹: وَعَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ : كُنْتُ مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ نَفَرٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ ، فَجِيْءَ بِفَالُوْذَجٍ عَلٰى اِنَاءٍ مِّنْ فِضَّةٍ فَلَمْ يَاْكُلْهُ فَقِيْلَ لَهُ حَوِّلْهُ ، فَحَوَّلَهُ عَلٰى اِنَاءٍ مِّنْ خَلَنْجٍ وَّجِيْءَ بِهٖ فَاَكَلَهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

"الْخَلَنْجُ" :الْجَفْنَةُ۔

۱۷۹۹: حضرت انس بن سیرین کہتے ہیں کہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ مجوس کے ایک گروہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس دوران چاندی کے برتن میں فالودہ لایا گیا تو حضرت انسؓ نے اسے نہ کھایا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ اس کو بدل دیں۔ انہوں نے لکڑی کے پیالے میں تبدیل کیا اور ان کے پاس لایا گیا تو انہوں نے کھالیا۔ (بیہقی) صحیح سند کے ساتھ۔

اَلْخَلَنْجُ :پیالا۔

**تشریح** ابو عبد اللہ البصری: یہ محمد بن سیرین کے بھائی ہیں۔ ثقہ اوساط تابعین سے ہیں۔ ۱۱۸ میں ان کی وفات ہوئی۔ بعض نے ۱۲۰ تحریر کی ہے۔ تمام نے ان سے روایت لی۔ سیرین غیر منصرف ہے (عجمہ علمیت) من فضة: یعنی چاندی کے برتن میں ان کیلئے فالودہ لایا گیا۔ تو انہوں نے استعمال سے انکار کر دیا۔ کیونکہ چاندی وسونے کا برتن استعمال کرنا حرام ہے۔ خلنج: اس کی جمع خلانج یہ درخت ہے جس کے پیالے بنتے تھے۔ جیسے شاعر کا قول:

لبن البخت من قصاع الخلنج

دوسرے نے کہا:

حتی اذا ما قضت الحوئجا ☆ وملأت جلابها الخلانجا

یہاں خلانج محل استدلال ہے۔ (الصحاح)

**فائدہ**: اس میں اشارہ کر دیا کہ سونے چاندی کے برتن میں پڑی چیز کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ دوسرے برتن میں ڈال کر استعمال کر لی جائے۔

**تخریج**: أخرجه البیهقی (۱/۲۸)

**الفرائد**: (۱) صحابہ کرام ﷡ ہر مقام پر حدود شرع کا پاس کرنے والے تھے۔ (۲) دین میں حضرت انس ﷛ کی پختگی کہ مجوس کے درمیان بھی اپنے نبی اکرم ﷺ کی بات پر قائم رہے۔ (۳) مسلمان کو ہر پیالے کے ساتھ پانی کی طرح ڈھل جانے والا نہ ہونا چاہیے بلکہ تلوار کی طرح سیدھا رہنا چاہیے۔

## ۳۶۶: بَابُ تَحْرِيمِ لُبْسِ الرَّجُلِ ثَوْبًا مُّزَعْفَرًا

## بَاب: مرد کو زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننے کی حرمت

**تشریح** مزعفرا: اس کے ساتھ معصفر کو بھی ذکر کرنا چاہیے تھا۔ اسی کے متعلق بیہقی کہتے ہیں اگر امام شافعی کو صحیح

روایت پہنچتی تو اس کی تحریم کا قول کرتے (الروضہ) خنثیٰ کا حکم مرد کی طرح ہے۔

۱۸۰۰ :عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :نَهَى النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يَّتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۸۰۰: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے منع فرمایا کہ آدمی زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہنیں۔ (بخاری اور مسلم)

**تشریح** ۞ یہ کپڑے کے بعض حصے اور تمام پر زعفران ملنے کو شامل ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١٢٩٤١) والبخاری (٥٨٤٦) ومسلم (٢١٠١) وأبو داود (٤١٧٩) والترمذی (٢٨٢٤) والنسائي (٢٧٠٥) وابن حبان (٥٤٦٥) وأبو يعلى (٣٨٨٨) والطيالسي (٢٠٦٣) والبيهقي (٣٦/٥)

**الفوائد** : زعفران کے رنگے ہوئے کپڑے مردانگی کے خلاف ہے۔

۱۸۰۱ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :رَاَى النَّبِيُّ ﷺ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ :"اُمُّكَ اَمَرَتْكَ بِهٰذَا؟" قُلْتُ :اَغْسِلُهُمَا؟ قَالَ :"بَلْ اَحْرِقْهُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ فَقَالَ :"اِنَّ هٰذَا مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۰۱: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصفر (زرد رنگ) سے رنگے ہوئے دو کپڑے مجھے پہنے ہوئے دیکھا۔ تو آپؐ نے فرمایا تیری والدہ نے ان کے پہننے کا حکم دیا؟ میں نے کہا کیا میں ان کو دھو ڈالوں؟ فرمایا بلکہ جلا دو۔ ایک روایت میں ہے یہ کفار کے کپڑے ہیں۔ پس ان کو مت پہنو۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ معصفرین: عصفر سے رنگے ہوئے۔ امك وامرتك: یعنی تیری بیوی اور والدہ پہن لیں۔ عورت کا لباس ہے اور انہی سے متعلق ہے۔ بل احرقھما: یہ عقوبت و تغلیظ اور زجر و توبیخ کیلئے فرمایا۔ مسلم کی روایت میں ان کو اہل نار کا لباس بتلایا گیا۔ من ثیاب اھل النار: وہ عدم ایمان کی وجہ سے احکام شرع کی پیروی نہ کرنے والے تھے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢/٦٥٢٣) ومسلم (٢٠٧٧) والنسائي (٥٣٣١)

**الفوائد** : معصفر کپڑے عورتوں کا لباس ہے اور کفار کا لباس ہے اس لئے آپ نے منع فرما دیا۔ مسلم کی شخصیت دوسروں سے نکھری ہونی چاہیے۔

# ۳۶۷ : بَابُ النَّهْيِ عَنْ صَمْتِ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ

## بَاب: دن سے رات تک خاموش رہنے کی ممانعت

**تشریح** ۞ یہ نہی تنزیہ ہے۔

۱۸۰۲ : عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : حَفِظْتُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : "لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

قَالَ الْخَطَّابِيُّ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ : كَانَ مِنْ نُسُكِ الْجَاهِلِيَّةِ الصُّمَاتُ فَنُهُوْا فِي الْإِسْلَامِ عَنْ ذٰلِكَ وَأُمِرُوْا بِالذِّكْرِ وَالْحَدِيْثِ بِالْخَيْرِ۔

۱۸۰۲ : حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں اور دن سے رات تک خاموش ہونے کی حیثیت نہیں۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

امام خطابی نے اس حدیث کی تشریح فرماتے ہیں کہ دور جاہلیت (قبل از اسلام) میں خاموشی عبادت سمجھی جاتی تھی جبکہ اسلام میں اس سے منع کر دیا گیا اور ذکر یا اچھی بات کا حکم دیا گیا۔

**تشریح** ۞ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ہاشمی النسب ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ابن عم اور داماد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ سیوطی نے توشیح میں لکھا ہے کہ ان کے متعلق جس قدر روایات وارد ہیں اور کسی صحابی کے متعلق اتنی وارد نہیں۔ اس کا ایک سبب تو دیر تک رہنا اور دوسرا ان کے زمانہ میں اختلاف کا واقعہ ہونا ہے۔ ان سے لڑنے والوں اور ان کے خلاف خروج کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے ان کے مناقب کی روایات زیادہ مشہور ہوئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے مخالفین کی تردید کیلئے وہ باتیں فرمائیں۔ ورنہ پہلے تینوں خلفاء کے ان کے برابر ہی نہیں بلکہ زائد بھی تھے۔ (التوشیح سیوطی) یہ جعفر سے دس سال چھوٹے تھے۔ بعض نے کہا یہ پہلے ایمان لانے والے تھے:

الیس اول من صلی لقبلتھم ☆ وأعلم الناس بالفرقان والسنن

مگر جمہور کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ابوبکر بالغ مردوں میں سب سے اول ایمان لانے والے ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ہوئی۔ ان کی بیعت میں اہل شام اور معاویہ رضی اللہ عنہ شامل نہ ہوئے۔ بالآخر صفین کے مقام پر معرکہ قتال ہوا۔ پھر ان کے خلاف ان کی اپنی فوج کے ایک گروہ نے سر اٹھایا جو خوارج کہلائے ان سے بہت سے جنگ نہروان وغیرہ میں مقتول ہوئے انہی میں بدبخت ترین شخص عبدالرحمن بن ملجم المرادی نے اچانک ۴۰ھ ۲۱ رمضان کو زہر آلود نیزے کا وار کیا۔ وہ پکڑا گیا۔ ان کی شہادت کے بعد اس کو قتل کر دیا گیا۔ علی رضی اللہ عنہ کے مقام دفن اور عمر کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض نے ۶۳ سال نقل کی۔ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے جو ابونعیم نے نقل کیا عبدالبر نے اس کو صحیح قرار دیا۔

دوسرا قول ۵۷ سال کا ہے۔ بعض نے ۵۸ کہا یہ بخاری کا قول ہے۔ بعض نے ۶۴ نقل کیا یہ ابن حبان کی تحقیق ہے۔
انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۵۳۷ روایات نقل کی ہیں۔ ابو نعیم نے ان میں سے چار سو روایات بلا سند نقل کی ہیں۔ علامہ برقی نے کہا۔ ان کی محفوظ روایات جو ہم تک پہنچی ہیں ان کی تعداد دو سو ہے۔ ان میں سے ۴۴ کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ۲۰ متفق علیہ ہیں۔ تو میں بخاری منفرد اور ۱۴ میں مسلم منفرد ہے۔

**لا یتم بعد احتلام:** مرد و عورت کا ایک ہی حکم ہے۔ بلوغت سے یتیمی ختم ہو جاتی ہے اور اس کے احکام بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ **ولا صمات:** صمت، صموت کا معنی خاموشی اختیار کرنا۔ اور علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ ''اذنہا **صماتہا**'' کنواری سے اجازت نکاح لیتے ہوئے اگر وہ جواب میں خاموش ہو جائے تو یہ اس کی طرف سے اجازت ہے۔ ''**یوم الی اللیل**: تمام دن مراد ہے۔ برائی سے خاموشی تو مطلوب ہے۔ یہ بذاتہ مشروع ہے۔ خطابی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا کہ جاہلیت میں اس کو عبادت قرار دیا جاتا تھا۔ یہ اس کی تردید ہے۔ صمات ذکر یا کلام وغیرہ سے اپنی زبان کو روک لینا۔ انسانوں سے گفتگو نہ کرنے کی نذر اس کا تذکرہ اس آیت میں موجود ہے: ﴿**فقولی انی نذرت للرحمان صوماً**...﴾ پس اسلام میں اس سے منع کر دیا گیا اور ذکر اور اچھی بات کا حکم دیا گیا جیسے مہمان کو مانوس کرنا، تعلیم و تعلم، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔

**تخریج** : أخرجه أبو داود (۲۸۷۳)

**الفوائد** : (۱) بلوغت سے یتیمی ختم ہو جاتی ہے۔ (۲) خاموشی کا روزہ کوئی چیز نہیں۔

۱۸۰۳ : وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ : دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى امْرَاَةٍ مِّنْ اَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ ، فَرَاٰهَا لَا تَتَكَلَّمُ فَقَالَ: مَا لَهَا لَا تَتَكَلَّمُ؟ فَقَالُوْا : حَجَّتْ مُصْمِتَةً — فَقَالَ لَهَا : تَكَلَّمِىْ فَاِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ! فَتَكَلَّمَتْ ، رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ ۔

۱۸۰۳: قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ احمس قبیلے کی ایک عورت کے پاس آئے جس کو زینب کہا جاتا تھا۔ اس کو دیکھا کہ وہ بات نہیں کر رہی ہے۔ آپ نے فرمایا اسے کیا ہے کہ یہ بات نہیں کرتی؟ انہوں نے کہا کہ اس نے خاموش رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ نے اس کو فرمایا: تو بات کر یہ خاموشی اسلام میں جائز نہیں بلکہ جاہلیت کا وطیرہ ہے پس اس نے بات چیت شروع کر دی۔ (بخاری)

**تشریح** : یہ بجیلہ قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ کوفہ کے باشندے ہیں ثقہ ہیں مخضرم میں سے ہیں۔ یہی وہ شخص ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ جنہوں نے عشرہ مبشرہ سے روایت لی ہے۔ ۹۰ھ کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر سو سال سے زائد تھی۔ **دخل ابو بکر رضی اللہ عنہ**: یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کی بات۔ **زینب**: یہ قبیلہ احمس سے تعلق رکھتی تھیں۔ احمس۔ احمد کے وزن پر ہے ان کا لقب ابو قحیلہ بن انمار

ہے۔ فتح الباری میں اس کو بنت المہاجر لکھا ہے۔ اور بعض روایت میں بنت جابر اور بعض میں بنت عوف لکھا ہے۔ ان میں موافقت اس طرح ہوگی کہ جس نے کہا بنت المہاجر انہوں نے باپ کی طرف نسبت کی۔ اور جنہوں نے بنت جابر کہا انہوں نے قریبی داد کی طرف نسبت کر دی۔ اور جنہوں نے عوف کہا انہوں نے جداعلیٰ کی طرف نسبت کی۔ (فتح الباری) **فرأها لا تتكلم**: اس کو دیکھا کہ وہ بات نہیں کرتی۔ **اَلْتَّحْوُ**: جملہ مضارع والا ضمیر مفعول سے حال ہے۔ **مالها لا تتكلم**: یہ جملہ ظرف مستقر کی ضمیر سے حال ہے۔ **تكلمی فان هذا الا يحل**: شرع میں جس کلام کی اجازت دی گئی اس سے عبادت سمجھ کر خاموشی اختیار کرنا جائز نہیں۔ **هذا من**: یہ جملہ ماقبل کی علت بیان کرنے کیلئے لائے ہیں۔ کیونکہ یہ عمل کسی شرعی اصول پر پورا نہیں اترتا۔ مگر وہ مواقع جن میں شرع نے اس باقی رکھنے کا حکم دیا ہے۔

**فتكلمت**: اس سے اس کی فوری تعمیل ظاہر ہوتی ہے۔ جبکہ اس کو اپنی غلطی سمجھ آ گئی۔ **ابن قدامہ کا قول**: شریعت اسلام میں کلام سے خاموشی عبادت نہیں روایات کا ظاہر اس کی حرمت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی دلیل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے اور اگر کسی نے یہ نذر مان لی ہو تو وہ لازم نہ ہوگی۔ احناف شوافع کا بھی یہی قول ہے۔ یہ اجماعی قول ہے۔

**ابواسحاق کا قول**: دن سے رات تک خاموشی مکروہ ہے۔ (التنبیہ)

**ابن الرفعہ کا قول**: اس کی ممانعت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت وارد ہے۔ البتہ پہلے شرائع میں تھی۔ تو وہ ہمارے لئے مستحب ہونا چاہیے یہ ابن یونس کا قول ہے۔ مگر یہ قول درست نہیں ماوردی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے۔ "**صمت الصائم تسبيح**" اگر یہ درست ہو تو خاموشی کی مشروعیت پر دلالت کر رہی ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں کراہت کا ادنیٰ درجہ مراد ہے۔ پہلے شرائع کی باتیں ہمارے لئے تب قابل عمل ہیں جبکہ ان کے خلاف حکم موجود نہ ہو۔

**فیصلہ کن بات**: نہی ہی ہے۔ حدیث مذکور سند کے اعتبار سے ثابت نہیں۔ بقیہ بالفرض اگر روایت ثابت بھی ہو جائے تو وہ سیاق سے ثابت کر رہی ہے۔ کہ روزہ دار کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ نہ کہ خاموشی مطلوب ہے۔ بلکہ حافظ کہتے ہیں خاموشی کے سلسلہ میں وارد روایات کا ان نہی کی روایات سے تعارض نہیں کیونکہ ہر دو کے مقاصد الگ الگ ہیں۔ جو خاموشی پسندیدہ ہے وہ باطل باتوں سے اپنی زبان کو روکنا ہے۔ اور اسی طرح مباح گفتگو بھی اگر گناہ کی طرف چلی جائے تو اس سے بھی خاموشی ضروری ہے۔ اور جس کلام کی ممانعت ہے۔ وہ حق بات سے خاموشی اختیار کرنا ہے۔ جو کہ اظہار کی طاقت رکھتا ہو۔ (فتح الباری)

**تخریج**: أخرجه البخاری (۳۸۳٤)

**الفرائد**: (۱) اہل جاہلیت کی عادات سے بچنا چاہیے۔ (۲) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جلد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نافذ کرنا۔ (۳) زینب کا اطاعت اختیار کرنا اور فوراً بات کرنے لگی۔

# ۳۶۸ :بَابُ تَحْرِيْمِ انْتِسَابِ الْإِنْسَانِ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَتَوَلِّيْهِ غَيْرَ مَوَالِيْهِ

## باب: اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت اور اپنے آقا کے علاوہ دوسرے کی طرف غلامی کی نسبت کرنے کی حرمت

**تشریح** ۞ خواہ غلام ہو یا آزاد غیر باپ کی طرف نسبت حرام ہے۔ غیر موالیه: اسی طرح غلام کو غیر موالی کی طرف نسبت حرام ہے۔

۱۸۰۴ :عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ غَيْرُ اَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۸۰۴: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس آدمی نے دوسرے کے باپ کی طرف نسبت کی یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس کا باپ نہیں پس جنت اس پر حرام ہے"۔

**تشریح** ۞ (۱) من ادعٰی: جس نے نسبت کی۔ فالجنة عليه حرام: اگر حلال قرار دے کر ایسا کیا تو ہمیشہ کیلئے حرام ہے۔ (۲) عذاب دیئے جانے تک جب سزا بھگت جائے گی تو وہ نجات پا لے گا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١/١٤٥٤) والبخاري (٤٣٢٦) ومسلم (٦٣) وأبو داود (٥١١٣) وابن ماجه (٢٦١٠) وأبو يعلى (٧٦٥) وابن حبان (٤١٥) والطيالسي (١٩٩) وأبو عوانة (٢/٢٩) والدارمي (٢٥٣٠) والبيهقي (٧/٤٠٣)

**الفوائد** : (۱) غیر نسب کی طرف نسبت جنت سے محروم کر دیتی ہے۔ یہ اپنے باپ پر تہمت کے مترادف ہے۔

۱۸۰۵ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآئِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ اَبِيْهِ فَهُوَ كُفْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۸۰۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو جس نے اپنے باپ سے اعراض کیا تو وہ کفر ہے"۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ اباء کم: مثلاً بیٹا بہت بڑا مالدار بن گیا یا بڑا عہدہ پا لیا وغیرہ اور اس کا والد دنیاوی لحاظ سے کم درجہ ہے۔ تو اس کی طرف سے نسبت کرنے سے اعراض کرنے لگے۔ فمن رغب: سے اس کی علت بتلائی کہ اگر وہ حلال سمجھ کر

کرتا ہے۔تو وہ کافر ہے۔کافر سے کفرانِ نعمت کا بھی احتمال ہے کہ ربوبیت کے حق کا انکار کیا۔اس صورت میں ایمان سے خارج نہ ہوگا (البتہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا)۔

**تخريج** : أخرجه أحمد (١٠٨١٥/٣) والبخاري (٦٨٦٨) ومسلم (٦٢) وابن حبان (١٤٦٦) وأبوعوانة (٢٤/١) وابن منده (٥٩٠)

**الفوائد** : غیر کی طرف نسبت کرنے والا ہلاکت میں مبتلا ہونے والا ہے۔

١٨٠٦ : وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ شَرِيْكِ ابْنِ طَارِقٍ قَالَ : رَأَيْتُ عَلِيًّا عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ : لَا وَاللّٰهِ مَا عِنْدَنَا مِنْ كِتَابٍ نَقْرَؤُهُ إِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ فَنَشَرَهَا فَإِذَا فِيْهَا أَسْنَانُ الْإِبِلِ وَأَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ وَفِيْهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا ، ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا ، وَمَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ أَوِ انْتَمٰى إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ" : أَيْ عَهْدُهُمْ وَأَمَانَتُهُمْ – "وَأَخْفَرَهُ" نَقَضَ عَهْدَهُ – "وَالصَّرْفُ" : التَّوْبَةُ ، وَقِيْلَ الْحِيْلَةُ – "وَالْعَدْلُ" الْفِدَاءُ.

۱۸۰۶ : حضرت یزید بن شریک بن طارق کہتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور یہ فرماتے سنا۔اللہ کی قسم ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں جس کو ہم پڑھیں۔سوائے کتاب اللہ کے اور وہ جو کہ اس صحیفے اور دستاویز میں ہیں پھر اس صحیفے کو پھیلا دیا تو اس میں اونٹوں کی عمریں اور زخموں کے احکام تھے اور اس میں یہ بھی تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عیر سے ثور تک کا علاقہ مدینہ کا حرم ہے۔جس نے اس میں کوئی نئی چیز ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی فرض عبادت اور نفلی عبادت بھی قبول نہیں فرمائیں گے۔مسلمان کا عہد ایک ہے۔جس کے ساتھ ان کا ایک ادنیٰ آدمی کوشش کرتا ہے۔جس نے کسی مسلمان کا عہد توڑ دیا۔اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی فرضی یا نفلی عبادت قبول نہیں فرمائیں گے۔جس نے دوسرے باپ کی طرف نسبت کی یا اپنے آقاؤں کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت کی۔اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔قیامت کے

دن اللہ اس کی فرض و نفل کو قبول نہ کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

ذِمَّۃُ الْمُسْلِمِیْنَ سے مراد عہد اور امانت ہے۔ اَخْفَرَ: اس نے وعدہ توڑا۔ صَرْفٌ: توبہ۔ عِنْدَ الْبعض: حیلہ۔

عدل: فدیہ۔

**تشریح** ❀ یزید بن شریک کا تعلق قبیلہ تیم سے ہے یہ کوفے باشندے تھے یہ کبار التابعین سے تھے۔ انہوں نے زمانہ جاہلیت بھی پایا۔ عبدالملک کی خلافت میں وفات ہوئی۔ تمام اصحاب حدیث نے ان سے روایت لی ہے۔ (تقریب نووی) **لا واللہ ما عندنا**: یہ لاَ زائدہ ہے جو تاکید کیلئے لائے۔ (۲) ماقبل کلام کی نفی کیلئے لایا گیا ہے مطلب یہ ہے۔ ہمارے پاس نہیں جو لوگ ہمارے متعلق کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں صرف کتاب اللہ اور جو اس صحیفہ میں ہے۔ اس میں روافض کے اس قول کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو تمام لوگوں سے خاص کیا اور ان کو وہ سکھایا جس کا لوگوں کو علم نہ تھا۔ **فنشرها**: پھر اس صحیفہ کو پھیلا دیا۔ تو اس میں دیت لکھی تھیں۔ **اشیاء**: زخموں کے احکام واقسام۔ **المدینة حرام**: مدینہ مکہ کی طرح عظمت والا ہے مگر اس کے شکار کا ضمان نہیں جس طرح حرم مکی میں شکار کرنے سے ضمان لازم ہے۔ **عیر الی ثور**: مقام عیر سے احد کے پچھلی جانب واقع ثور پہاڑ تک۔ **فمن احدث فیها حدثا**: جس نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی یا مسلمانوں کی ایذاء کا باعث بنا خواہ ٹیکس وغیرہ سے ہو یا ظلم وزیادتی سے ہو۔ **او ی محدثا**: اس آدمی کو پناہ دی جو بدعت ایجاد کرنے والا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیا گیا۔ **والملائکة والناس اجمعین**: وہ سب اللہ تعالیٰ سے اس کیلئے لعنت طلب کرتے ہیں۔ اس سے مدینہ منورہ کی معصیت کا سخت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جمہور کا قول: مدینہ منورہ میں کیا جانے والا صغیرہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ جس کا ثبوت یہ وعید ہے۔ **صرفًا ولا عدلاً**: صرف سے فرض مراد ہے اور عدل نفل کو کہتے ہیں۔ (۱) یہ جمہور کا قول ہے۔ (۲) حسن بصری رحمہ اللہ نے اس کا عکس کہا ہے۔ (۳) اصمعی نے صرف سے توبہ اور عدل سے فدیہ مراد لیا ہے۔ (۴) یونس نے صرف کمائی اور عدل سے فدیہ کہا۔ (۵) ابو عبیدہ۔ عدل سے حیلہ یا مثل اور صرف سے دیت اور عدل اضافہ۔ قاضی عیاض نے کہا اس کا فرض و نفل ایسا مقبول نہ ہوگا جو رضامندی والا ہو۔ خواہ ویسے قبول ہو جائے۔ بعض نے کہا قبول کا معنی گناہ کا کفارہ ہے اور کبھی یہ فدیہ کے معنی میں آتا ہے اور قیامت میں فدیہ کی چیز تو موجود ہی نہ ہوگی۔ اس کے برعکس دوسرے گناہ گار جن پر فضل کر دیا جائے گا کہ فدیہ کے طور پر یہودی و نصرانی دیا جائے گا جس کو اس مؤمن کے فدیہ میں جہنم میں ڈالا جائے گا۔ جیسا روایت صحیحہ میں ثابت ہے۔ (شرح مسلم نووی) **یسعی بها ادناهم**: خواہ غلام ہو یا عورت اس کا امان صحیح ہے (شافعی کذا قال) **فمن اخفر ذمة**: نووی کہتے ہیں۔ اس سے مراد ذمی کی امان توڑنے کا معاملہ ہے۔ اب کافر اس پر زیادتی کرے گا۔ اس لئے یہ لعنت کا حقدار ہے۔ بس سے غیر باپ کی طرف نسبت کی حرمت، اور غلام کی غیر آقا کی طرف نسبت پر لعنت کی گئی کیونکہ اس میں وراثت اور عقل اور ولاء کے حقوق کا تلف لازم آتا ہے اور اس میں عقوق و قطع رحمی ہے اور رحمت سے دوری مزید ذلت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کا کافر کو امان دینا درست ہے جبکہ معروف شرائط کے مطابق ہو۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۱/۵۹۹) والبخاری (۱۱۱) ومسلم (۱۳۷۰) وأبو داود (۲۰۳٤) والترمذی

(۲۱۲۷) وابن حبان (۳۷۱٦) وأبو یعلی (۲٦۳)

الفرائد : (۱)اس سے اہل تشیع کی اس بات کی تردید ہوگئی کہ علی رضی اللہ عنہ کو بہت کچھ الگ سکھایا تھا۔(۲) مدینہ کی حدود عیر سے ثور تک ہے، مدینہ میں نئی چیز نکالنا کبیرہ گناہ ہے۔ذمی کے یکساں حقوق ہیں۔غیر باپ کی طرف نسبت حرام ہے۔

۱۸۰۷ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : "لَیْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعٰی لِغَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُهٗ اِلَّا کَفَرَ – وَمَنِ ادَّعٰی مَا لَیْسَ لَهٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ – وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَیْسَ کَذٰلِكَ اِلَّا حَارَ عَلَیْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ– وَهٰذَا لَفْظُ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ۔

۱۸۰۷: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس آدمی نے جانتے ہوئے دوسرے باپ کی طرف نسبت کی اس نے کفر کیا۔جس نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا' جو اس کی نہیں تو وہ ہم میں سے نہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔جس نے کسی آدمی کو کافر کہہ کر پکارا یا دشمن اللہ کہا اور وہ ایسا نہیں تھا تو یہ دشنام اس کی طرف لوٹ آئے گا۔(بخاری و مسلم) یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔

**تشریح** ادعی :نسب کی نسبت کرنا۔وھو یعلمه:قصداً نسب کی نفی کی۔اور اگر دادے یا متبنّی کی نسبت اس کی طرف بلاقصد مشہور ہوئی تو وہ اس میں شامل نہیں۔الا کفر :جب حلال سمجھ کر کیا اور اس کو تحریم کا علم تھا۔یہ مطلب اس وقت ہے جب کفر کو ایمان کا متضاد قرار دیں۔اور کفر بمعنی کفران ہو تو وہ ظاہر ہے۔ما لیس له: جانتے بوجھتے ہوئے۔فلیس منا: وہ ہماری راہ پر نہیں۔ولیتبوا: وہ آگ کے ٹھکانے میں اتر جائے یا وہ آگ میں اپنا ٹھکانہ بنا لے۔

خطابی کہتے ہیں: یہ تباءۃ الابل سے لیا گیا ہے۔اونٹوں نے اقامت کی۔پھر جب یہ امر کے صیغہ سے آئے تو مطلب یہ ہے:"بوّاہ اللّٰہ ذلك" اللہ تعالیٰ اس کو ٹھکانہ دے۔بعض نے کہا یہ خبر ہے جو امر کے لفظ سے آئی ہے مطلب یہ ہے۔اس نے اپنے لئے آگ کو لازم کرلیا۔پھر مطلب یہ ہے کہ یہ اس کی اصل سزا ہے۔جس سے اللہ تعالیٰ کبھی کبھی سزا دیتے ہیں اور کبھی کریم بخش دیتے ہیں اور اس کے قطعی دخول نار کا فیصلہ نہیں فرماتے۔

نووی کہتے ہیں: جس نے کسی مسلمان کو کافر یا عدو اللہ کہا۔یہ مبتداء کی خبر ہے اے انت عدو اللّٰه۔حالانکہ وہ ایسا نہیں تو وہ کہنے والے پر لوٹے گی جبکہ وہ ایسا نہ ہو۔جبکہ کہنے والے کے متعلق اس نے اعتقاد رکھا کہ وہ کفر کرتا ہے اور جو مومن ہوتے ہوئے ایسا کرے وہ کافر ہے۔ورنہ یہ زجر و نفرت محمول ہوگا۔

**تخریج** : کتاب الامور المنهي عنها باب ۱۰/۸ ء تحریم میں روایت گزری ملاحظہ کرلیں۔

الفرائد : ایضاً۔

## ۳۶۹: بَابُ التَّحْذِيْرِ مِنَ ارْتِكَابِ مَا نَهَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهُ ﷺ

## بَاب: جس بات سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) نے منع فرمایا ہو اُس کے ارتکاب سے بچنا

**تشریح** ۞ جب نہی یقین اقتضاء کے ساتھ ہوگی تو تحریم کیلئے آئے گی اور پھر اگر وہ نہی مقصودی ہے تو اس کا دوسرا درجہ کراہت ہے اور غیر مقصود ہو تو اسے خلاف اولیٰ کہا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نیت تو تمام میں پائی جاتی ہے۔ اگرچہ اول سخت ترین ہے کیونکہ منہی عنہ کے کرنے سے گناہ حاصل ہوتا ہے۔ جو دوسرے میں نہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [النور:٦٣] وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ [آل عمران:٢٨] وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾ [البروج:١٢] وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ [هود:١٠٢]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''چاہیے کہ وہ لوگ ڈرتے رہیں جو اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو اللہ کی طرف سے آزمائش یا دردناک عذاب نہ پہنچ جائے''۔ (النور) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں''۔ (آل عمران) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے''۔ (البروج) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسی طرح تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے جبکہ وہ بستیوں کو پکڑتا ہے اس حال میں کہ وہ ظالم ہوں۔ بے شک تیرے ربّ کی پکڑ سخت ہے دردناک ہے''۔ (ھود)

**تشریح** ۞ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ:

يُخَالِفُوْنَ: سے مراد اعراض کرنے والے ہیں۔ فِتْنَةٌ: اس سے دنیا کی سزا مراد ہے۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ یہ وعید اس شخص کیلئے ہے جو حکم رسول سے اعراض کرنے اور اس کی مخالفت کرنے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے والے کے متعلق تو بدرجہ اولیٰ ہے۔

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ: اس سے مراد وہ سزا ہے۔ جو اس کی طرف سے ہونے والی ہے یہ انتہائی تحذیر ہے۔ جیسے کہتے ہیں ''احذر غضب السلطان نفسه''۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ: اعداء کو سختی پکڑنا مراد ہے۔ لَشَدِيْدٌ: کئی گنا۔

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ: الْقُرٰى: اہل قریہ مراد ہیں۔ وَهِيَ ظَالِمَةٌ:

اس سے مراد اہل قریہ کا ظالم ہونا ہے۔ یہ مجاز عقلی ہے جیسے نهر جار۔ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ: دردناک سخت ہے۔

١٨٠٨: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَغَارُ وَغَیْرَةُ اللّٰهِ اَنْ یَّاْتِیَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

١٨٠٨: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ غیرت والے ہیں اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ کو غیرت آتی ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ آدمی وہ کام کرے جو اللہ نے اس پر حرام کیا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یغار: اللہ تعالیٰ کیلئے غیرت سے مراد اس کی غایت یعنی روکنا ہے۔ ان یاتی العبد ماحرم اللّٰہ: بندے کو ایسی چیز کے ارتکاب سے روک دیا جو اللہ تعالیٰ نے منع کی ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/٨٥٢٧) والبخاری (٥٢٢٣) ومسلم (٢٧٦١) والترمذی (١١٧١) وابن حبان (٢٩٣) والطیالسی (٢٣٥٧)

**الفرائد** : (١) محرمات کا ارتکاب نہ کرنا چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنا ہے۔ حدود کو توڑنے والا باغی ہے۔

## ٣٧٠: بَابُ مَا یَقُوْلُهٗ وَیَفْعَلُهٗ مَنِ ارْتَکَبَ مَنْهِیًّا عَنْهُ

## بَابٌ: جو کسی ممنوع فعل یا قول کا ارتکاب کرے اس کو کیا کرے اور کہے

**تشریح** ۞ خواہ وہ ممنوعہ کام حرام تھا یا مکروہ۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ [فصلت:٣٦] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾ [الاعراف:٢٠١] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَکَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ٭ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ﴾ [آل عمران:١٣٥] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [النور:٣١]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اگر شیطان کی چوک اللہ کی نافرمانی پر ابھارے تو اللہ کی پناہ طلب کرو"۔ (فصلت) اللہ

تعالیٰ نے فرمایا: ”بے شک وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا جب ان میں سے کسی شخص کو شخص شیطان کا وسوسہ پہنچ جاتا ہے تو وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ہی وہ دیکھنے لگتے ہیں“ (الاعراف) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”اور وہ لوگ جب کوئی بے حیائی ان سے ہو جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ پھر وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہوں کو بخشے گا کون اور انہوں نے اصرار نہ کیا حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے ربّ کے ہاں بخشش ہے اور ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے کام کرنے والوں کا بدلہ خوب ہے“۔ (آل عمران) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”اور تم سب اللہ کی بارگاہ سے اٹھے تو توبہ کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ“۔ (النور)

**تشریح** ۞ اِمَّا: یہ اِنْ شرطیہ اور ما زائدہ سے مرکب ہے۔ یَنْزَغَنَّکَ: جب شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی بگاڑ پہنچے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ: تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاتا۔

طَائِفٌ: چوک، وسوسہ، یہ طاف الخیال سے یا طاف یطوف سے ہے۔ (ن ۔ض) ہر دو باب سے آتا ہے۔ یہ وعید ہے۔

فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ: جونہی وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے اور مواقع خطاء اور مکائد شیطان سے خبردار ہو کر رجوع کرتے ہیں۔ یہ وعدہ ہے۔

فَاحِشَۃً: اس سے بڑے بڑے گناہ زنا وغیرہ مراد ہیں۔

ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ: کبیرہ یا صغیرہ کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔

ذَکَرُوا اللّٰہَ: اللہ تعالیٰ کے عفو و درگزر اور وعید کو سامنے لاتے ہیں۔

فَاسْتَغْفَرُوْا: ان گناہوں سے معافی مانگتے ہیں۔ کہ اے اللہ اس مٹا دے اور اس پر مواخذہ نہ فرما۔

وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ: گناہوں کو اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی نہیں بخشا۔ یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کو بیان کرنے کیلئے معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان لایا گیا ہے۔

وَلَمْ یُصِرُّوْا: وہ اپنے گناہوں پر قائم نہیں رہتے۔ بلکہ اقرار کر کے استغفار کرتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا: ((ما اصر من استغفر وإن عاد في اليوم سبعين مرة))۔

وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ: وہ جانتے ہیں کہ یہ معصیت ہے اور اس پر اصرار نقصان دہ ہے۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مغفرت ذنوب کا کامل اختیار ہے۔ (۲) وہ جانتے ہیں کہ اگر وہ استغفار کریں گے تو وہ معاف کر دے گا۔

اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ: جنت کے بالا خانوں اور درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

خَالِدِیْنَ فِیْھَا: اَلنَّحْوُ:

اذا فعلوا: مبتداء اور یہ اسکی خبر ہے۔ (۲) جملہ مستانفہ۔

نِعْمَ اَجْرُ: یہ مغفرت اور جنت جس کا تذکرہ ہوا عمل کرنے والوں کا خوب بدلہ ہے۔

وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ...... تُوْبُوْا: اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں کوتاہی سے توبہ کرو۔ اس آیت

سے اس باب کی آیات کا اختتام ہو فرما کر اشارہ کیا بندے سے تقصیرات تو ہوتی ہیں۔ مگر اس پر لازم ہے کہ وہ استغفار کی عادت ڈالے اور بارگاہِ الٰہی میں کامیابی کا امیدوار رہے۔

۱۸۰۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ حَلِفِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالٰی اُقَامِرْكَ ، فَلْیَتَصَدَّقْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۸۰۹: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قسم اٹھائی اور یوں کہا۔ لات وعزیٰ کی قسم تو اس کو چاہئے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اور جس نے قسم اٹھائی اپنے ساتھی کی خاطر اس کو چاہئے کہ یوں کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور جس نے اپنے ساتھی کو کہا: آ ؤ جوا کھیلیں تو اسے چاہئے کہ وہ صدقہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : فلیقل: لات وعزیٰ کے تذکرہ کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تعظیم سے تذکرہ کرے۔ گویا اگر ان کی تعظیم کی نیت سے کہا ہوگا تو اس سے تجدید ایمان ہو جائے گی۔ اقامرك: قامره مقامرة 'جوابازی میں غالب آنا۔ فلیتصدق: اس کا ثواب زبانی گناہ کا کفارہ بن جائے گا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۰۹۳) والبخاری (٤٨٦٠) ومسلم (١٦٤٧) وأبو داود (٣٢٤٧) والترمذی (١٥٥٠) والنسائی (٣٨٨٧) وابن ماجه (٢٠٩٦) وعبد الرزاق (١٥٩٣١) وابن حبان (٥٧٠٥) والبیهقی (١٤٨/١)

**الفوائد** : (۱) جو آدمی کسی ایسی چیز کو قسم میں شامل کرے جس کی اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کی جاتی ہے۔ تو اسے تجدید ایمان کرنی چاہیے۔ (۲) معصیت کا عزم پختہ ہو جائے تو اس کا گناہ لکھا جاتا ہے۔ نہ ٹھہرنے والے خیال کا گناہ لکھا نہیں جاتا۔ (تجشی)

# کتاب المنثورات والملح

**تشریح** المنثورات: جمع منثور ہے۔ یہ منظوم کی ضد کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ احادیث ہیں جو کسی باب سے مقید نہیں۔ اس تعبیر میں استعارہ مکنیہ ہے بمع تخییلیہ۔ الملح: جمع مُلحۃ: جو احادیث الفاظ و معانی کے لحاظ سے یستملح و یستعذب ہیں۔

۱۸۱۰: عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سِمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ فَخَفَّضَ فِيْهِ وَرَفَّعَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَائِفَةِ النَّخْلِ ' فَلَمَّا رُحْنَا اِلَيْهِ عَرَفَ ذٰلِكَ فِيْنَا ' فَقَالَ: "مَا شَاْنُكُمْ؟" قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ الْغَدَاةَ فَخَفَّضْتَ فِيْهِ وَرَفَّعْتَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَائِفَةِ النَّخْلِ فَقَالَ: غَيْرُ الدَّجَّالِ اَخْوَفُنِيْ عَلَيْكُمْ: اِنْ يَخْرُجْ وَاَنَا فِيْكُمْ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ دُوْنَكُمْ ' وَاِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيْكُمْ فَامْرُؤٌ حَجِيْجُ نَفْسِهٖ ' وَاللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ: اِنَّهٗ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهٗ طَافِيَةٌ كَاَنِّيْ اُشَبِّهُهٗ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ' فَمَنْ اَدْرَكَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَاْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ' اِنَّهٗ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِيْنًا وَّعَاثَ شِمَالًا ' يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوْا قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا لُبْثُهٗ فِي الْاَرْضِ؟ قَالَ: "اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا: يَوْمٌ كَسَنَةٍ ' وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ ' وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ ' وَسَائِرُ اَيَّامِهٖ كَاَيَّامِكُمْ" قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَسَنَةٍ اَتَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ؟ قَالَ: "لَا اُقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا اِسْرَاعُهٗ فِي الْاَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ فَيَاْتِيْ عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوْهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَجِيْبُوْنَ لَهٗ فَيَاْمُرُ السَّمَآءَ فَتُمْطِرُوْا وَالْاَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ اَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَّاَسْبَغَهٗ ضُرُوْعًا وَّاَمَدَّهٗ خَوَاصِرَ ' ثُمَّ يَاْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوْهُمْ فَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِيْنَ لَيْسَ بِاَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ مِّنْ اَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُوْلُ لَهَا: اَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ فَتَتْبَعُهٗ كُنُوْزُهَا كَيَعَاسِيْبِ النَّحْلِ ' ثُمَّ يَدْعُوْا رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهٗ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهٗ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوْهُ فَيُقْبِلُ ' وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهٗ يَضْحَكُ ' فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالَى الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَآءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ ' وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ ' اِذْ طَاْطَاَ رَاْسَهٗ قَطَرَ وَاِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ

رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي إِلَى حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ ، فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى قَوْمًا قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى عِيسٰى أَنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّي لَايَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِيْ إِلَى الطُّوْرِ ، وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ، فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُوْنَ مَا فِيْهَا وَيَمُرُّ اٰخِرُهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَّآءٌ ، وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَأَصْحَابُهُ حَتّٰى يَكُوْنَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِّنْ مِّائَةِ دِيْنَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَأَصْحَابُهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَأَصْحَابُهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ إِلَى الْأَرْضِ فَلَا يَجِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَأَصْحَابُهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَقَةِ ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ أَنْبِتِيْ ثَمَرَكِ ، وَرُدِّيْ بَرَكَتَكِ ، فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّوْنَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيْلَةَ مِنَ النَّاسِ ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ اٰبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّكُلِّ مُسْلِمٍ ، وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهُ "خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ" : أَيْ طَرِيْقًا بَيْنَهُمَا وَقَوْلُهُ "عَاثَ" بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ ، وَالْعَيْثُ : أَشَدُّ الْفَسَادِ – "وَالذُّرٰى" : الْأَسْنِمَةُ "وَالْيَعَاسِيْبُ" : ذُكُوْرُ النَّحْلِ "وَجِزْلَتَيْنِ" : أَيْ قِطْعَتَيْنِ "وَالْغَرَضُ" : الْهَدَفُ الَّذِيْ يُرْمٰى إِلَيْهِ بِالنُّشَّابِ أَيْ يَرْمِيْهِ رَمْيَةً كَرَمْيَةِ النُّشَّابِ إِلَى الْهَدَفِ – "وَالْمَهْرُوْدَةُ" بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمُعْجَمَةِ وَهِيَ : الثَّوْبُ الْمَصْبُوْغُ – قَوْلُهُ "لَا يَدَانِ" : أَيْ لَا طَاقَةَ : "وَالنَّغَفُ" دُوْدٌ "وَفَرْسٰى" جَمْعُ فَرِيْسٍ ، وَهُوَ الْقَتِيْلُ "وَالزَّلَقَةُ" : بِفَتْحِ الزَّايِ وَاللَّامِ وَالْقَافِ – وَرُوِيَ الزُّلْفَةُ بِضَمِّ الزَّايِ وَإِسْكَانِ اللَّامِ وَبِالْفَآءِ وَهِيَ : الْمِرْآةُ "وَالْعِصَابَةُ" الْجَمَاعَةُ "وَالرِّسْلُ" بِكَسْرِ الرَّآءِ :

اللَّبَنُ "وَاللِّقْحَةُ" اللَّبُوْنُ – "وَالْفِئَامُ" بِكَسْرِ الْفَآءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ الْجَمَاعَةُ – وَالْفَخِذُ" مِنَ النَّاسِ :دُوْنَ الْقَبِيْلَةِ۔

۱۸۱۰: حضرت نواس بن سمعانؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح دجال کا ذکر فرمایا تو کبھی اس کو حقیر اور کبھی اس کو بہت بڑا بتایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ وہ وہ شاید کھجوروں کے جھنڈ میں ہے کہ جب ہم شام کے وقت آپ کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں اس کا اثر دیکھا۔ آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح دجال کا ذکر کیا تو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بڑا حقیر اور کبھی اس کو اونچا دکھایا یہاں تک کہ ہم نے محسوس کیا کہ وہ تو ان کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمہارے بارے میں دجال کے غیر کا زیادہ خوف ہے اگر میری موجودگی میں دجال کا ظہور ہو گیا تو تمہاری طرف سے میں اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں اس کا خروج ہوا تو پھر ہر شخص اپنے نفس کا دفاع کرنے والا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے ہر مسلمان پر جانشین ہوگا۔ (یاد رکھو) وہ دجال نوجوان اور گھنگھریالے بالوں والا ہے۔ اس کی ایک آنکھ اُبھرنے والی ہے۔ گویا اس کو عبدالعزیٰ بن قطعن سے تشبیہ دیتا ہوں۔ جو آدمی اس کو پالے تو اس کو چاہیے کہ وہ سورۃ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے وہ عراق اور شام کے درمیانی راستے پر ظاہر ہوگا۔ وہ دائیں اور بائیں جانب فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو! تم ثابت قدم رہنا' ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ زمین میں کتنا عرصہ ٹھہرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۴۰ دن جن میں ایک دن سال کے برابر اور دوسرا دن مہینے کے برابر اور تیسرا دن جمعہ کے برابر اور اس کے باقی دن تمہارے دنوں کے مشابہ ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دن جو سال کے برابر ہے کیا اس میں ایک دن کی نمازیں پڑھ لینا ہمیں کفایت کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں تمہیں اس دن کی مقدار کا اندازہ لگانا ہوگا"۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ زمین میں کتنی تیزی سے چلے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بارش کی طرح جس کو پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو چنانچہ اس کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوگا پس ان کو دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لائیں گے پھر وہ آسمان کو حکم دے گا۔ پس وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ نباتات اُگائے گی اور ان کے چرنے والے جانور شام کو ان کی طرف واپس لوٹیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے زیادہ لمبے اور ان کے تھن پہلے سے زائد بھرے ہوئے ہوں گے اور ان کے پہلو وسیع ہوں گے۔ پھر وہ کچھ اور لوگوں کے پاس آئے گا اور ان کو دعوت دے گا وہ اس کی دعوت کو مسترد کر دیں گے۔ وہ جس وقت ان سے لوٹے گا تو وہ قحط سالی کا شکار ہو جائیں گے۔ ان کے ہاتھوں میں مال ذرا بھر نہیں رہے گا۔ اس کا گزر ویرانے پر ہوگا تو وہ اس ویرانے کو کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دے تو اس زمین کے خزانے اس طرح اس کا پیچھا کریں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پیچھے۔ پھر وہ ایک کامل آدمی کو دعوت دے گا اور تلوار سے ضرب لگا کر اس کو دو

ٹکڑے کر دے گا جیسے تیر انداز کا نشانہ پھر اس کو بلائے گا تو وہ اس کی طرف اس حالت میں متوجہ ہوگا کہ اس کا چہرہ چمک رہا ہوگا اور وہ ہنس رہا ہوگا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیج دیں گے۔ چنانچہ وہ دمشق کے مشرقی سفید کنارے کے پاس زرد رنگ کی چادریں پہنے اتریں گے اس حال میں کہ ان کے ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر ہوں گے۔ جب سر جھکائیں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو چاندی کے موتیوں کی طرح قطرے گریں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر کو پہنچے گی' تو وہ مر جائے گا اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی۔ پس وہ دجّال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ بابِ لد کے پاس اس کو پا کر قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ ایک ایسی قوم کے پاس آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجّال سے محفوظ رکھا پس آپ ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور جنت میں ان کے درجات کی بات بتلائیں گے۔ وہ ایسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی کرے گا کہ میں نے اپنے ان بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان سے لڑائی کی طاقت نہیں۔ پس تو میرے بندوں کو طور کی طرف لے جا کر ان کی حفاظت کر۔ اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجیں گے اس حال میں کہ وہ بلندی سے پھسلنے والے ہوں گے۔ ان کا پہلا گروہ بحیرۂ طبریہ پر گزرے گا تو اس کا سارا پانی پی جائے گا اور پچھلا گروہ آئے گا تو وہ کہے گا یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ اللہ کے پیغمبر عیسیٰ اور ان کے ساتھی محصور ہوں گے یہاں تک کہ ایک بیل کا سر ان کے نزدیک تمہارے آج کے سو دینار سے زیادہ بہتر ہوگا۔ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھی اللہ کی طرف رغبت کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرمائیں گے جس سے وہ تمام اس طرح موت کا شکار ہو جائیں گے جیسے ایک نفس مرتا ہے۔ پھر عیسیٰ اور انکے ساتھی زمین پر اتریں گے اور وہ زمین پر ایک بالشت جگہ نہیں پائیں گے جو ان کی (لاشوں کی) گندگی اور بدبو سے خالی ہو۔ اللہ کے نبی اور ان کے اصحاب اللہ کی طرف رجوع کریں گے تو اللہ تعالیٰ کچھ پرندے بھیجیں گے جن کی گردن بختی اونٹ کی طرح ہوگی وہ ان کو اٹھا کر اس جگہ پھینک دیں گے جہاں اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجیں گے جس سے کوئی گھر اور کوئی حصہ خالی نہیں رہے گا۔ وہ بارش زمین کو دھو کر چکنی چٹان کی طرح کر دے گی پھر زمین کو کہا جائیگا تو اپنے پھل اُگا اور برکت لوٹا۔ چنانچہ ایک جماعت انار کو کھا سکے گی اور اس کے چھلکے سے کام لے سکے گی اور دودھ میں برکت کر دی جائیگی۔ یہاں تک کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کیلئے کافی ہوگی اور دودھ دینے والی گائے ایک قبیلے کو کافی ہو جائیگی۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہوا بھیجیں گے جو ان کی بغلوں کے نچلے حصے کو متاثر کریگی جس سے ہر مسلمان کی روح قبض کر لی جائیگی اور شریر ترین لوگ رہ جائینگے' وہ آپس میں اس طرح جماع کرینگے جیسے گدھے سرعام کرتے ہیں اور ان پر قیامت قائم ہوگی۔

خَلَّةً بَیْنَ الشَّامِ: شام و عراق کا درمیانی راستہ: عَاثَ: سخت فساد۔ الذُّرٰی: کوہان۔ یَعَاسِیْبُ: شہد کی مکھی۔ جِزْلَتَیْنِ: دو ٹکڑے۔ الْغَرَضُ: وہ نشانہ جس کو تیر مارا جائے یعنی اس کو تیر کے نشانے کی طرح پھینکے گا۔ الْمَھْرُوْدَۃ: دال مہملہ اور معجمہ دونوں کے ساتھ رنگے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں۔ لَایَدَانِ: طاقت نہیں۔ نَغَفٌ: کیڑا۔ فَرْسٰی: مقتول۔ زَلَقَۃٌ:

آ ئینہ جماعت۔ اَلْعِصَابَۃُ: جماعت۔ اَللَّبَنُ: دودھ۔ اَللِّقْحَۃُ: دودھ والی۔ فِئَامُ: جماعت۔ اَلْفَخِذُ: قبیلہ سے چھوٹی جماعت یعنی خاندان' کنبہ یا گھرانہ۔

**تشریح** ۞ ان کے حالات باب المبادرۃ إلی الخیرات میں گزرے۔

الدجال: (۱) کذاب۔ (المصباح) (۲) ثعلب کہتے ملمع ساز جیسے کہتے ہیں سیف مموہ۔ جبکہ اس پر سونے کا جھال چڑھائیں۔ (۳) ابن درید کہتے ہیں جس چیز کو تم نے ڈھانپ دیا گویا تم نے اس سے دجل کیا۔ اس سے اشتقاق کی وجہ یہ ہے کہ وہ کثیر مجمع سے زمین کو ڈھانپ لے گا۔ اس کی جمع دجالون آتی ہے۔

ذات غداۃ فخفض فی ورفع: غداۃ: صبح کا وقت۔ خفضہ: (۱) حقیر قرار دینا۔ رفعہ فتنہ کے لحاظ سے بہت بڑا قرار دینا۔ (۲) خفض: اس نے لمبی گفتگو کے بعد اپنی آواز کو ہلکا کیا تا کہ آرام کرے پھر بلند کیا تا کہ مقصد تک پہنچ جائے۔

حتی ظنناہ: جو سنا اس کے متعلق کمال تعظیم و مبالغہ کا اظہار ہے۔ أخوفنی علیکم: اس میں دو لغات ہیں ایک نون کے ساتھ اور ایک نون کے بغیر۔ (قاضی عیاض) اس کا معنی یہ ہے۔ کہ دجال کے علاوہ خوف کے اسباب تمہارے سلسلے میں زیادہ ہیں۔ اس میں معانی کو اعیان سے مبالغہ تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسے کہتے ہیں شعر شاعر، تقدیر عبارت یہ ہے: ''غیر الدجال اخوفنی علیکم'' پھر پہلے مضاف اور پھر دوسرے مضاف کو حذف کیا گیا ہے۔

فأنا حجیجہٗ دونکم: آخری زمانہ میں اس کے نکلنے کی وجہ سے اس کے متعلق پہلے بات بتلائی۔ حجیج یہ فاعل ہے میں تمہاری طرف اس کے ساتھ جھگڑنے والا اور اس کی محبت کو مٹانے والا ہوں۔

فکل امرئ: یعنی اس کی اپنی شخصیت اس سے جھگڑے گی اور اس کے دعویٰ کی تکذیب کرے گی۔ اس لئے کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو اپنے نقائص و عیوب کو دور کرتا۔

قرطبی کا قول: یہ خبر امر کے معنی میں ہے۔ کہ ہر شخص کو اپنے علم کے مطابق اس سے جھگڑنا چاہئے کیونکہ عقل سے ہی اس کا کذب واضح ہے۔

و اللہ خلیفتی: اللہ تعالیٰ ہر مومن کو اس کے فتنے اور زیغ سے محفوظ کرنے والے ہیں۔

انہ شاب قطط: وہ نوجوان ہے اس کے بال سخت گھنگریالے ہیں۔ طافیہ: جس کی روشنی ختم ہو جائے۔ (۲) اونچا ہو جائے روشنی باقی رہے۔

عبدالعزی بن قطنی: بخاری میں ذکر کیا یہ بنی مصطلق جو خزاعی قبیلہ ہے اس کا ایک آدمی جاہلیت میں مر گیا۔ احمد کی روایت میں ہے کہ یہ قطن بن عبدالعزیٰ ہے اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کی مشابہت مجھے نقصان دے گی۔ آپ نے فرمایا نہیں تو مؤمن ہے اور وہ کافر ہے مگر حافظ کہتے ہیں یہ روایت درست نہیں۔ مسعودی کو غلط تھا۔ محفوظ پہلا ہی ہے۔

فمن ادرکہ: ابتدائی دس آیات دوسرے قول میں آخری دس آیات ہیں۔ ان کے پڑھنے والا فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔

قرطبی کا قول: احتیاط یہ ہے کہ اول و آخر آیات پڑھے۔ ابوداؤد میں نواس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ابتدائی آیات کا ہی

تذکرہ ہے۔

**انہ خارج خلۃ**: حمیری نے حلّۃ قرار دیا۔ نہایہ نے بھی اس کو اختیار کیا نووی نے بھی اس کا معنی حلول ونزول کیا ہے۔

**عاث یمینا**: یہ ماضی ہے اسے اسم فاعل بھی قرار دیا گیا ہے۔ تورپشتی کہتا ہے۔ یمین وشمال سے اشارہ ہے کہ جن علاقوں میں خود جائے گا۔ ان کے بگاڑنے پر اکتفاء نہ کرے گا۔ دائیں بائیں اپنے دستے روانہ کرے گا۔ کوئی مؤمن اس کے فتنہ سے نہ بچے گا اور نہ کوئی مقام محفوظ رہے گا۔ عاث: سخت فساد۔

**یاعباد اللّٰہ**: اے اللہ کے بندو! ایمان پر قائم رہو اور ٹیڑھا پن نہ اختیار کرو۔

**مالبثہ**: وہ دنیا میں کس قدر رہے گا۔

**اربعون یومًا**: یہ سورج کے مغرب سے طلوع اور غروب کے درمیان کا زمانہ ہوگا۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ تین دن اسی طرح طویل ہونگے ایک دن سال سال، دوسرا مہینہ تیسرا ہفتہ کے برابر ہوگا۔ یہ روایت اپنے ظاہر پر ہے۔ **وسائر ایامۃ کایامکم**: اس سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے کہ بقیہ ایام عام مقدار کے مطابق ہونگے۔

**اتکفینا**: جو دن سال کے برابر ہوگا۔ اس میں ایک دن کی نماز کافی ہوگی۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ ہر دن کی نماز فجر، ظہر، عصر، مغرب وعشاء کا اندازہ کرو گے۔ اس طرح عشاء سے فجر کے فاصلہ کے اندازہ کے مطابق گویا چوبیس گھنٹے کی بالترتیب پانچ نمازیں۔ مہینہ اور ہفتہ کے برابر دونوں کا اس پر قیاس تو ظاہر ہے۔ عیاں راچہ بیان۔ قاضی عیاض کہتے ہیں صاحب شرع نے یہ طریقہ مشروع فرمادیا۔ ورنہ ہمارا اجتہاد تو معروف دنوں پر اکتفاء کرتا۔ ماقوی کہتے ہیں۔ یہ سوال نہ کرتے تو وہ تفصیل نہ ہوتی۔ یہ بنی اسرائیل کی گائے والی بات بن گئی۔ تورپشتی کہتے ہیں حدیث کو ظاہر پر منطبق کرنا اولیٰ ہے۔ تاویل کی ضرورت نہیں۔ دن میں اضافہ نہ ہوگا۔ یہ شدت اہوال سے کنایہ ہے۔ اور نمازوں کا اندازہ ان احوال کے چھٹ جانے تک جو پیش آئے اس کا سامنا کرنے کیلئے ہے۔ مگر ابن جوزیؒ نے اس تاویل کو مسترد کر دیا اور قرطبی نے بھی اسی طرح مفہوم میں کہا۔ (واللہ اعلم)۔

**فیأتی علی القوم**: وہ لوگوں کو کہے گا کہ وہ ان کا رب ہے۔ اور ایمان لانے کی طرف دعوت دے گا۔

**یستجیبون لہ**: وہ قبول کریں گے۔ تو آسمان کو بارش کا حکم دے گا۔ اسی وقت بارش ہو پڑے گی اور زمین کو نبات کا حکم دے گا وہ نبات اگائے گی۔

**فتروح علیھم**: ان کے چرنے والے جانور شام کو چراگاہ سے زیادہ بڑے۔ بڑی کوہانیں شاندار رنگوں سے بوٹیں گے۔ وہ سیر اور موٹے ہوں گے۔ ذری یہ ذروۃ کی جمع ہے۔

**والشبعۃ خروعًا**: کثرت دودھ کی وجہ سے تھن لمبے ہوں گے۔ اسناد سب کی طرف ہے۔ کوکھیں پیٹ بھرنے سے نکلی جارہی ہوں گی۔

**ثم یاتی القوم**: پھر اور لوگوں کے پاس جائے گا جو توحید پر قائم رہیں گے۔

**فیصبحون ممحلین**: وہ قحط زدہ ہو جائیں گے۔ تورپشتی کہتے ہیں کہ امحل القوم جبکہ وہ قحط زدہ ہو جائیں۔ زمین

خشک ہو جائے۔ زمین وگھاس کا خشک ہو جانا۔

لیس بایدیھم شئ: یہ جملہ حالیہ ہے۔ یا دوسری خبر ہے۔ اور اموال سے (۱) چرنے والے جانور چارے کے نہ ملنے سے ہلاک ہو جائیں گے۔ یا (۲) تمام قسم کے اموال مراد ہوں۔ اور ظاہر کلام اس کا مؤید۔ الخربہ: بیابان۔ کنوزھا: یعنی وہ خزانے جو زمین میں ہیں۔ تو اضافت ادنیٰ ملابست کی وجہ سے ہے۔ یعاسیب: نر شہد کی مکھی، یا مکھیوں کا بادشاہ جس کے پیچھے مکھیاں اڑ کر جاتی ہیں۔

ثم یدعو رجلاً: بھرپور جلال اس کو دو حصوں میں کاٹ دے گا۔ جزل جیم (زمان الجزال۔ کاٹنے کا زمانہ) کا فتحہ وکسرہ منقول ہے۔ رمیۃ الغرض: تورپشتی کہتے ہیں اس سے مراد تلوار کے وار کا اس میں تیزی سے اثر انداز ہو کر دو الگ ٹکڑوں میں ہونا۔ (۲) کلام میں تقدیم تاخیر ہے کہ اس کو تیر پھینکنے کے برابر فاصلہ پر قتل کر دے گا۔ پھر دو ٹکڑے کر دے گا۔ بعض نے کہا یہ خضر ہیں (مگر یہ بلا دلیل ہے)۔

ثم یدعوہٗ: وہ بلانے سے زندہ ہو کر خوش باش آئے گا۔ اَلنَّحْوُ: یضحک کا جملہ محل حال میں واقع ہے۔

ھو کذلك: دجال انسانوں میں فساد مچا رہا ہوگا۔

اذ بعث اللّٰہ المسیح بن مریم وعلی نبینا السلام: بعث یہاں ازلی کے معنی میں ہے۔ مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب بیمار پر ہاتھ پھیرتے تو وہ درست ہو جاتا۔ بقیہ انبیاء علیہم السلام پر سلام و درود بھیجنا چاہئے۔

عند المنارۃ البیضاء: یہ منارہ شرقی دمشق میں موجود ہے۔ محرودتین: زرد سے رنگا ہوا کپڑا۔ جیسے کہتے ہیں ھربت العمامہ: ہلکی زردی سے کپڑا رنگنا (تورپشتی) قرطبی۔ اس مقام پر ابن قتیبہ کو غلطی لگی ہے۔ ھریت صرف پگڑی کیلئے آتا ہے۔ ھروت الثوب نہیں آتا۔ اکثریت کا قول درست ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں اس کی بجائے ممصرتین کا لفظ آیا ہے جس کا معنی زرد رنگ میں رنگی چادر۔ اب مطلب یہ ہے: ''لابس مھروتین یا ثوبین مصبونین''

واضعا کفیہ علی اجنحۃ ملکین: شاید یہ جبرئیل اور میکائیل ہوں۔ کہیں تعیین منقول نہیں۔

اذ طأطأ رأسہ: جب سر جھکائیں گے۔ جب سر ڈھیلا کریں گے تو اس سے پانی ٹپکے گا۔ جب سر اٹھائیں گے تو سر سے چاندی کے موتیوں کی طرح قطرات ٹپکیں گے۔ پانی کو صفائی و حسن میں جمال یعنی چاندی کے موتیوں سے تشبیہ دی۔

لا یحل لکافر: جس کافر تک ان کا سانس پہنچے گا وہ مر جائے گا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں اس کا مطلب یہ کافر پر واجب ہے کہ وہ مر جائے۔

ونفسہ ینتھی: حد نگاہ تک سانس جائے گا۔ طرف: سبب بول کر مسبب مراد لیا۔ اَلنَّحْوُ: یہ جملہ مستانفہ یا حالیہ ہے۔

فیطلبہ: عیسیٰ علیہ السلام اسی وقت دجال کو تلاش کریں گے۔ لد مقام کے دروازے کے پاس اس کو آلیں گے۔ یہ بیت المقدس کے قریب شہر ہے۔

قوما قد عصمھم اللّٰہ منہ: وہ ایمان پر ثابت قدم رہے ہونگے اس کے فتنہ میں مبتلا نہ ہونگے۔ یمسح علی وجوھھم: سے تبرکاً ان کے چہروں پر ہاتھ پھیرنا مراد ہے۔ (۲) شدت خوف کے ازالہ کیلئے ان کو شاباش دیں گے اور ان کے درجات

بتلائیں گے۔

فبینماهم: اسی دوران کے آپ ان کے درمیان ہونگے۔

لا یدان لاحد: مالی ید اور مالی یدان دونوں بولے جاتے ہیں۔ کیونکہ دفاع ہاتھ سے یہی ہوتا ہے۔ کسی کو ان سے لڑنے کی قدرت وطاقت نہیں۔ کیونکہ وہ کثیر اور جنگ جو ہوں گے۔ عباداً لی: یہ نسبت ان بندوں میں خصوصی قدرت اہلاک کی وجہ سے کی جن کو ہلاک کرنا ان کے ذریعہ مقصود ہوگا۔ جیسا قرآن مجید میں فرمایا: ﴿بعثنا علیکم عباداً لنا......﴾ [سورہ اسراء] تو دراصل قدرت کی عظمت کا بیان مقصود ہے۔ جس کے اظہار کا وہ ذریعہ ہیں۔ ورنہ کافر تو قابل تعظیم نہیں۔

حرز عبادی: یہ احرزت الشيء سے لیا گیا۔ ملانا اور حفاظت کرنا معنی ہے۔

یاجوج و ماجوج: یہ دوبڑی امتیں ہیں بعض نے یاجوج مرد اور ماجوج عورت کا نام بتلایا۔ بعض نے ان کو عجمہ کہا جیسے ہاروت و ماروت۔ اکثر کا قول یہ ہے۔ (فتح الباری) بعض عربی لفظ قرار دیتے۔ اس کی اصل اجیج النار یا اجاجۃ یعنی اختلاط یا اج۔ تیز دوڑنا۔ یا اجاج۔ سخت نمکین پانی۔ یہ تمام مادے ان کی صفات سے مناسبت رکھتے ہیں۔

ینسلون: تیزی سے چلنے والے۔ بحیرہ طبریہ۔ فارس میں ایک جگہ کا نام ہے۔

لقد کان بھذا مرۃ ماء: کسی وقت یہاں پانی ہوتا ہوگا۔ ﴿النَّحْوُ﴾: مرۃ یہ کان کا اسم اور بھذہ خبر ہے۔

نبی اللّٰہ: عیسیٰ علیہ اور ان کے ساتھیوں کو یاجوج و ماجوج سے محفوظ رکھا جائے گا۔ رأس الثور: بیل کے سر کا ذکر کرنے سے بقیہ اشیاء کی قیمت کے بہت زیادہ چڑھنے کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے کہا کہ راس سے مراد بیل ہے۔ کہ اس کی قیمت سو دینار سے بڑھ جائے گی۔ کیونکہ زراعت، گوشت میں ضرورت ہوگی۔ تورپشتی کہتے ہیں یہ سر پر اطلاق ہے۔ بیل خود مراد نہیں۔ حدیث سے انکا محصور ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اشیاء خوردنی کی قلت مراد ہے۔

فیرغب نبی اللّٰہ: اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر یاجوج ماجوج کی ہلاکت کی دعا مانگیں گے۔

النغف فی رقابھم فیصبحون فرسی: تورپشتی کہتے ہیں۔ نغف و فرسی لا کر خبردار کیا ہے۔ ان کی گردن میں ایک کیڑا پیدا کردیں گے جس سے شکار کی طرح پچھڑ جائیں گے اور بغاوت ان کے سر سے نکل جائے گی۔ حالانکہ ان کا خیال تھا ہم تو آسمان والوں سے بھی لڑیں گے۔ فرسی یہ فعلی کا وزن ہے جمع فریس جیسے مرضی و مریض یہ فرس الذئب الشاۃ سے لیا گیا۔ جب وہ قتل کردے۔

ثم یھبط: زمین پر اترنے کیلئے رکاوٹ زائل ہوچکی۔

زھمھم و نتنھم: ان کی وجہ سے تعفن و سڑاند۔

فتطرحھم حیث یشاء اللّٰہ تعالیٰ: خشکی یا سمندر میں جہاں اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ ان کی لاشوں کو ان پرندوں نے اٹھوا دیا جائے گا۔ مطراً: اس سے معلوم ہوتا ہے وہ زبردست بارش ہوگی جو زمین کو دھوڈالے گی۔ زلقۃ: پھسلن۔ نرمی و صفائی میں تشبیہ دی ہے۔ پانی جوھڑ جن میں پانی جمع ہوتا ہے تاکہ صاف ہو۔ (ازھری، تورپشتی کا یہی قول ہے) بعض نے پیالہ بعض نے باغ معنی کیا ہے۔

برکتك: وہ برکت جو پہلے تھی۔

الرمانۃ: ایک بڑی جماعت کیلئے انار کافی ہوگا۔ کیونکہ بہت بڑا ہوگا اور اس کے چھلکے کے سایہ میں بیٹھیں گے۔ **قحف**: دماغ کے اوپر کھوپڑی کا حصہ۔ بعض نے کہا کھوپڑی کا جو حصہ جدا ہوتا ہے۔ سخاوی کہ یہ **لقحہ** ہے دودھ والی اونٹنی۔ ایک گروہ کیلئے کافی ہوگی اور گائے قبیلہ کیلئے کفایت کرے گی۔ الفخذ: خا ساکن ہو تو ران معنی ہوگا۔ (ابن فارس) اس میں کہ کسرہ سکون دونوں آتے ہیں۔ اس کا معنی **فخذ**: قریبی رشتہ داروں کی ایک جماعت جن کی تعداد بطن سے کم ہو۔ اور بطن کی تعداد قبیلہ سے کم ہے۔ درجات اس طرح ہیں: (۱) الشعب' (۲) قبیلۂ (۳) لفصیلۂ (۴) العمارۃ' (۵) بطن' (۶) الفخذ۔

**یتھارجون تھارج الحمر**: گدھوں کی طرح لوگوں کے سامنے عورتوں سے جماع کریں گے۔

**تورپشتی کا قول**: اگر کوئی کہے کہ احادیث دجال سے خلاف عادت ان چیزوں کا اظہار یہ معجزات نہ بنیں گے۔ جو برائی کی طرف دعوت دینے والے ہیں جیسے معجزات انبیاء خیر کی طرف لانے والے۔ **جواب**: صبر کرنے والے ان چیزوں کا قبول تو درکنار ادھر التفات بھی نہیں۔ کیونکہ وہ نبوت نہیں بلکہ ربوبیت کا دعویدار ہوگا اور عقل اس کو نہیں مانتی اور اس کے خرق عادت کی طرف اہل حق کو کیا التفات ہوتا اس کا آنکھ والا کانا پن اس کی تکذیب کیلئے کافی ہے اور آپ ﷺ نے اس کی وہ علامت واضح طور پر ذکر فرمائی: "**ولکن اقولی فیہ قو لالم یقلہ نبی یقومہ انہ اعور**"۔ (۲) احادیث میں خروج مہدی کے بعد اس کا خروج مذکور ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے۔ تو یہ دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت موجود ہونگے اور قرون اولیٰ تو کیا وسطی والے بھی اس کو نہ پائیں گے پھر "**ان یخرج وانا فیکم**" کا کیا مطلب ہے۔

**جواب**: یہ انداز توریہ ہے۔ تا کہ اس کے فتنہ سے خوف بھی باقی رہے۔ اور ان کے فتنہ سے بچنے کیلئے بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع بھی رہے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر فضل ہو۔ اور ان کے دین کے متعلق آپ کا احساس بھی ان کو معلوم ہو۔ (تورپشتی)

**تخریج**: أخرجه مسلم (۲۱۳۷)

**الفرائد**: (۱) دجال ایک خاص شخص ہے جو ابتلاء امت کا باعث ہے، وقتی طور پر بعض مقدورات اس کو میسر ہوں گی۔ اتباع کنور ارضی، نزرع ارض اوطار سماء وغیرہ۔ عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے۔ (از قاضی ملخصا) (اہلسنت کا یہی مذہب ہے)

۱۸۱۸: وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ اِلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ حَدِّثْنِيْ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الدَّجَّالِ قَالَ: اِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ ، وَاِنَّ مَعَهٗ مَآءً وَّنَارًا ۔ فَاَمَّا الَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ مَآءً فَنَارٌ تُحْرِقُ — وَاَمَّا الَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَآءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ" — فَقَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ: وَاَنَا قَدْ سَمِعْتُهٗ — مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۸۱۱: حضرت ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو مسعود انصاری کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم کی خدمت میں گئے۔ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا' تم مجھ سے وہ بات بیان کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دجّال کے متعلق سنی ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک دجّال نکلے گا اور اس کے ساتھ آگ اور پانی ہوگا پھر جس کو لوگ دیکھنے میں پانی سمجھیں گے وہ جلانے والی آگ ہوگی اور جس کو لوگ آگ خیال کرتے ہوں گے وہ عمدہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا۔ اس پر ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' میں نے بھی یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ ربعی بن حراش جلیل القدر تابعین سے ہیں۔ ابو مسعود بدری مراد ہیں۔

حدثنی بما: ما۔ الذی کے معنی میں ہے۔ (۲) ما مصدریہ مگر اس میں بُعد ہے۔ قال: یہاں فاعل نبی اکرم ﷺ ہیں۔ دلالت مقام کی وجہ سے حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف ضمیر بھی نہیں لوٹائی۔ یخروج سے مراد دنیا کے آخری حصہ میں نکلے گا۔ وان معہ: یہ ماقبل جملے پر عطف ہے۔ (۲) یخروج کے فاعل سے حال ہے۔ یراہ الناس: لوگ اس کو اس حال میں دیکھیں گے پانی اور جلانے والے آگ ہے۔ اما الذی یراہ الناس: نووی کہتے ہیں۔ دجال کے آگ وغیرہ کا پانی ہونا۔ درحقیقت یہ بندوں کے امتحان کا ذریعہ جس سے حق و باطل جانچا جاتا ہے۔ پھر باطل کو رسوا کیا جاتا ہے۔ اور اس کا عجز ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ یہ سب اس شخص کے متعلق اختلاف رائے کی وجہ سے ہے (۱) اگر دجال ساحر ہے تو پھر اشیاء کو تخیلاتی انداز میں عکس سے دکھائے گا۔ (۲) اگر اللہ تعالیٰ اس کی مسخر کردہ جنت کو باطنی طور پر آگ اور اس کی جنت کو باطنی طور پر جنت بنایا ہوگا۔ تو اس میں کوئی بعد نہیں۔ راجح قول یہی ہے۔ (۳) رحمت و نعمت کو جنت سے اور مشقت اور عذاب کو آگ کے نام سے تعبیر کیا۔ چنانچہ جو دجال کی بات مان لے گا وہ اس کو جنت دے گا جس کی تاویل وہ آخرت کی آگ کا حقدار بن جائے گا اور اس کا عکس۔ (۴) ممکن ہے کہ یہ مشقت شدیدہ اور فتنے کی وجہ سے دیکھنے والا اس کی دہشت کی وجہ سے جنت و دوزخ کا تخیل کرے۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (٣٤٥٠) ومسلم (٢٩٣٤) وأبو داود (٤٣١٥) وابن حبان (٦٧٩٩) وابن أبي شيبة (١٣٣/١٠) والطبراني (٦٤٢/١٧)

**الفرائد** : جو شخص دجال کو پائے وہ اس کی جنت میں نہ جائے وہ دھوکا ہے اور جہنم ہے اور اس کی آگ میں جلنا یہ جنت کی راہ ہے۔ اعاذنا اللّٰہ من فتنتہ۔

۱۸۱۲ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِيْ أُمَّتِيْ فَيَمْكُثُ أَرْبَعِيْنَ ' لَا أَدْرِيْ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِيْنَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِيْنَ عَامًا' فَيَبْعَثُ اللّٰهُ تَعَالٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ

سِنِيْنَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ رِيْحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ اَوْ اِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ حَتّٰى لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهُ فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِيْ خِفَّةِ الطَّيْرِ وَاَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا ، وَّلَا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا ، فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُوْلُ : اَلَا تَسْتَجِيْبُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ فَمَا تَاْمُرُنَا؟ فَيَاْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ ، وَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَلَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا اَصْغٰى لِيْتًا وَرَفَعَ لِيْتًا ، وَاَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهٗ رَجُلٌ يَلُوْطُ حَوْضَ اِبِلِهٖ فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ حَوْلَهٗ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ اَوْ قَالَ يُنْزِلُ اللّٰهُ – مَطَرًا كَاَنَّهُ الطَّلُّ اَوِ الظِّلُّ فَتَنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ، ثُمَّ يَقُوْلُ : يٰاَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ ، وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ثُمَّ يُقَالُ : اَخْرِجُوْا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ : مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ، فَذٰلِكَ يَوْمٌ يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا، وَذٰلِكَ يَوْمٌ يُّكْشَفُ عَنْ سَاقٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اللِّيْتُ" صَفْحَةُ الْعُنُقِ وَمَعْنَاهُ يَضَعُ صَفْحَةَ عُنُقِهٖ وَيَرْفَعُ صَفْحَتَهُ الْاُخْرٰى۔

۱۸۱۲: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دجال میری امت میں نکلے گا اور چالیس تک ٹھہرے گا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آیا چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا وہ اسے تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے۔ پھر لوگ سات سال تک اسی طرح رہیں گے کہ دو کے درمیان کوئی دشمنی کا نام ونشان نہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی جانب سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجیں گے جس سے کوئی ایک شخص جس کے دل میں ذرہ کی مقدار بھر ایمان ہوگا وہ بھی باقی نہ رہے گا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص پہاڑ کے درمیان میں بھی گھسا ہوگا تو بھی وہ ہوا اس پر داخل ہو کر اس کی روح قبض کر لے گی۔ پھر بدترین لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جن میں شہوت کے اعتبار سے پرندوں جیسی تیزی اور ایک دوسرے کے تعاقب اور پیچھا کرنے میں درندوں جیسی خون خواری ہوگی۔ وہ کسی نیکی کو نیکی نہ سمجھیں گے اور نہ کسی برائی کو برائی خیال کریں گے۔ شیطان ان کے سامنے مثالی شکل بنا کر آئے گا اور کہے گا۔ تم میری بات کیوں نہیں مانتے؟ وہ لوگ کہیں گے تو کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ پس وہ انہیں بتوں کی عبادت کا حکم دے گا۔ اس کے باوجود ان کے ہاں رزق کی فراوانی ہوگی اور زندگی عیش و آرام سے گزرے گی۔ پھر صور میں پھونک ماردی جائے گی جو بھی اس کی آواز سنے گا۔ اپنی گردن کبھی اس کی طرف جھکائے گا اور کبھی اوپر اٹھائے گا اور سب سے پہلا شخص جو اس آواز کو سنے گا وہ ہوگا جو اپنے اونٹوں کے حوض کو لیپ رہا ہوگا۔ وہ اس سے بے ہوش ہو کر گر پڑے گا اور دوسرے لوگ بھی۔ پھر اللہ بارش بھیجے گا یا اتارے گا جو پھوار جیسی ہوگی جس سے انسانی اجسام اُگیں گے۔ پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو اسی وقت لوگ کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ

رہے ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا۔ اے لوگو! اپنے ربّ کی طرف آؤ (فرشتوں کو کہا جائے گا) ان کو کھڑا کرو اور ان سے باز پرس کی جائے گی۔ پھر کہا جائے گا ان میں سے جہنمیوں کا گروہ نکال لو۔ پس فرشتوں کی طرف سے عرض کیا جائے گا کتنوں میں کتنے؟ تو حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے (۹۹۹)۔ پس یہی دن ہوگا۔ (جو غم کی وجہ سے) بچوں کو بوڑھا کردے گا اور یہی دن ہوگا جب پنڈلی کھولی جائے گی (مسلم)

اللِّیتُ: گردن کی طرف۔ گردن کا ایک کنارہ رکھے گا اور دوسرا اٹھائے گا۔

**تشریح** ۞ **فیمکث اربعین:** ابن حجر کہتے ہیں۔ اس سے چالیس دن ہی مراد ہیں۔ یہ یاً سے مقدم ہے۔

**فیبعث:** یہاں آسمان سے زمین پر نزول مراد ہے۔ **فیطلبه فیهلکه:** وہ اس کو تلاش کر کے قتل کریں گے۔ یہ بات اس کے منافی نہیں کہ وہ دجال ان کو دیکھ کر "یذوب کذوبان الملح"۔ شاید اس سے پہلی ملاقات مراد ہو۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کرنے میں جلدی کریں گے۔

**یمکث الناس سبع سنین:** سات سال سے شاید وہ مدت مراد ہو جو گندے پن سے بالکل صاف ہو۔ سیوطی نے حاشیہ بیضاوی میں "اربعین سنة" کا لفظ نقل کیا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں۔ مسلم کی روایت میں "سبع سنین" آیا اس سے اس پر اشکال ہوگا۔ ممکن ہے کہ یہ نزول کے بعد کی مدت ہو اور وہ کل مدت عمر ہو۔ رفع کے وقت ۳۳ سال اور سات یہ۔ واللہ اعلم۔

بیہقی کتاب البعث والنشور میں کہتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہیں گے اور مسلم کی روایت سات سال والی اس کے خلاف نہیں ممکن ہے کہ یہ سات سال عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد سات سال لوگوں کا درست حالت میں رہنا مراد ہو۔ یہ تاویل خوب ہے۔ لیکن سات سال والی حدیث میں احتمال ہے ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام یا لوگ اور عیسیٰ علیہ السلام کی زمین رہنے کی مدت چالیس سال کئی روایات میں وارد ہے۔ مثلاً طبرانی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی۔ "ینزل عیسٰی بن مریم فیمکث فی الارض اربعین سنة" اگر وہ سنگریزوں والی زمین کہیں کہ شہد بہادے تو وہ بہادے گی۔ دوسری احمد کی روایت "فینزل عیسٰی ابن مریم فیقتله ثم یمکث فی الارض اربعین سنةً اماماً عادلاً وحکماً مقسطاً"۔ (۳) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے نقل کیا۔

**ریحا باردة:** حضرت نواس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کو طیبه سے تعبیر فرمایا۔ شاید کہ اس کی ٹھنڈک ہی کو طیب سے تعبیر کر دیا اور وہ شام کی جانب سے چلے گی۔ **الاقبضت:** یہ سبب کی طرف اسناد ہے۔

**لوان احدکم دخل:** موجودین کو خطاب فرمایا کہ پہاڑ کے درمیان گھسنے والے کو بھی وہ ہوا پہنچ جائے گی اور اس سے وہ موت کی نیند سو جائے گا۔

**خفة الطیر:** یہ طائر کی اسم جمع ہو سکتی ہے اور طیور کا واحد بھی ہے۔

**احلام السباع:** علماء فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ برائی کی طرف جلدی جانے اور شہوت پوری کرنے اور فساد برپا کرنے میں پرندوں کے اڑنے کی طرح تیز اور ایک دوسرے کے پیچھے لگنے میں درندوں کے اجسام کی طرح ہوں گے۔ شدت جہالت سے اچھائی برائی سے واقف نہ ہوں گے۔

فیتمثل لهم الشیطان: شیطان انسانی شکل میں آ کر ان سے بات کرے گا۔

هم فی ذلك دار رزقهم وحَسُن عیشهم: وہ تمام اشیاء ان کو میسر ہوں گی۔ جس کھانے، پینے اور لباس کی ان کو ضرورت ہوگی۔ جملہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ اور هُم یہ جملہ حال ہے جس کو اس لئے لایا گیا ہے تاکہ وضاحت کردی جائے کہ ان کی خوش عیشی اور رفاہیت گمراہی میں اضافہ ہوگا۔ کلام میں حذف ہے کہ وہ شیطان کی تمام باتیں مانیں گے۔

ینفخ فی الصور: یہ نفحہ صعق ہے۔ اصغاء: مائل ہونا اور کان دھرنا۔

یلوط هوض ابله: اپنے حوض کی درستگی اور لپائی کررہا ہوگا۔

کانه الطل او الظل: نووی کہتے ہیں پہلی روایت زیادہ درست ہے۔ یہ دوسری روایت کے موافق ہے جس میں ''کمنی الرجال'' کے لفظ وارد ہیں۔

فتنبت منه: من سببیہ ہے۔ (۲) فعل کو متعدی کرنے کیلئے ہے۔ اس کے سبب سے لوگ اگیں گے یا وہ لوگ کے اجساد کو اگائے گی۔ من عجب الذنب: اس سے دم کی ہڈی کا آخری حصہ رائی کے دانے برابر مراد ہے۔

ثم ینفخ فیه اخری: یہ قبور سے اٹھنے کا نفخہ ہے وہ قبور سے اٹھ کر ایک دوسرے کو یا اللہ تعالیٰ کے نافذ فیصلے کو دیکھ رہے ہوں گے۔

هلموا الی ربکم: هَلُمّ: لغت تمیم ہے اور حجاز بھی ہے۔ قرآن مجید میں: ﴿قل هلّم شهداء کم﴾ وارد ہے۔ لاؤ ان کو قیامت کے میدانوں میں کھڑا کرو ان سے دنیا میں کئے جانے والے اعمال اور اس کی گڑبڑ کا سوال ہوگا۔

ثم یقال: پھر ملائکہ مؤکلین کا کہا جائے گا آگ والے گروہ کو نکالو۔ یہ اس روایت کے خلاف نہیں جو بخاری میں وارد ہے کہ آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک کو زیادہ خوف وشدت کیلئے یہ حکم دیا جائے۔

بعث: مصدر یہاں مفعول کے معنی میں ہے۔ ''ای المبعوث الیها'' ۹۹۹ دوزخ کیلئے اور ایک جنت کیلئے۔

فذاك یوم یجعل: الْوِلْدَانَ شِيبًا: یوم مرفوع ہو تو اسم اشارہ کی خبر ہے اور ظرف ہونے کی وجہ سے نصب بھی درست ہے۔ خبر محذوف ہوگی۔ یوم کی طرف اسناد یہ سبب کی طرف اسناد ہے۔

یوم یکشف عن ساق: اس دن معاملات کی حقیقت اور خوفناک احوال پیش آئیں گے۔ اور کشف ساق یہ تمثیل ہے۔ (۲) اس سے مراد تجلی ساق ہے جو محشر میں ظاہر ہوگی سب لوگ سجدہ میں گر جائیں گے۔ یہ تفسیر مرفوع روایت میں موجود ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢/٦٥٦٦) ومسلم (٢٩٤٠) والنسائي (٦/١١٦٢٩) وابن حبان (٧٣٥٣) والبيهقي (ص/٢١٣)

**الفوائد** : (۱) اس میں دجال اور ان کے زمانہ کے احوال کا تذکرہ ہے بعث، صعقہ، نشر، پیشی، قیافہ، موقف کا خوف یہ سب مذکور اور برحق ہیں یہ معجزات نبوت سے ہے کہ قبل از وقوع خبر دے دی۔

۱۸۱۳ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ اِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ ، وَلَيْسَ نَقْبٌ مِّنْ اَنْقَابِهِمَا اِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ تَحْرُسُهُمَا، فَيَنْزِلُ بِالسَّبْخَةِ فَتَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ يُخْرِجُ اللّٰهُ مِنْهَا كُلَّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۱۳: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی شہر ایسا نہیں کہ جس کو دجال روندے گا مگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ۔ ان کے ہر پہاڑی راستے پر فرشتے صفیں باندھے ان کی حفاظت کر رہے ہوں گے پس وہ مدینہ میں ریتلی زمین پر اترے گا تو مدینہ تین زلزلوں سے لرز جائے گا۔ جن سے اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **سیطوہ الدجال**: دجال ہر شہر میں ان کے رہنے والوں کی آزمائش وابتلاء کیلئے جائے گا۔ النحو: لیس کی خبر محذوف ہے اور من بلد اسم ہے۔

**الا مکة والمدینة**: اس روایت میں ان دو کا تذکرہ ہے۔ احمدؒ کی روایت سند صحیح کے ساتھ کہ مسجد اقصیٰ اور مسجد طور بھی جیسا پہلے نواس سمعانؓ کی روایت میں بھی طور کا تذکرہ موجود ہے۔

**نقب**: یہ مصدر ہے۔ پھٹی ہوئی جگہ کو کہا جاتا ہے۔ مراد راستہ ہے۔ ان پر حفاظتی فرشتے ہوں گے۔ جو حفاظت کریں گے۔

**تحرسهما**: یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ (۲) حال متداخلہ یا مترادفہ ہے۔

**فینزل بالسبخة**: سبخة وہ ریتلی نمکین زمین جو کوئی چیز نہ اگائے۔ ایک روایت میں ''**بسبخة الجرف**'' کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ **فترجف المدینه ثلاث رجفات**: رجفة: سے مراد اس کی آمد کی افواہ پھیل جائے گی کہ کسی کو طاقت مقابلہ نہیں۔ اس وقت منافقین وفساق اس کے ساتھ مل جائیں گے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مدینہ اپنی میل نکال پھینکتا ہے۔ یہ اس روایت کے خلاف نہیں جس میں اس کا داخل مدینہ نہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اصل تو خوف ورعب کی نفی ہے کہ ایمان والوں میں کسی پر اثر نہ ہوگا یا اس میں غایت کا بیان ہے کہ اطراف میں اس کا غلبہ ہو جائے گا۔ اللیت: گردن کی ایک جانب جو ھول کی وجہ سے بدلے گا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١٢٩٨٥) ومسلم (٢٩٤٣) والبخاري (١٨٨١) ومسلم (٢٩٤٣) وابن حبان (٦٨٠٣) وابن أبي شيبة (١٢/١٨١)

**الفوائد** : (۱) دجال کا مکہ ومدینہ کے علاوہ ہر جگہ جانا اور فساد مچانا مذکور ہے۔ (۲) ان دونوں مقامات کی فضیلت وعظمت ظاہر ہوتی ہے۔ (۳) مدینہ باہر پھینک دیتا ہے جس طرح بھٹی میل کچیل کو۔ ''**اللهم اجعلنا من اهلها**''۔

۱۸۱۴ : وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : "يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُوْدِ اِصْبَهَانَ سَبْعُوْنَ

أَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۱۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اصفہان کے ستر ہزار یہودی جن پر سبز رنگ کے جبے ہوں گے وہ دجال کی اتباع کریں گے''۔ (مسلم)

**تشریح** ☆ علیهم الطیالسة یہ جملہ حال مقدرہ کے محل میں ہے۔ حافظ کہتے ہیں: اس طیلسان کے پہننے کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا۔ کراہت کیلئے جس بات کی ضرورت ہے وہ موجود نہیں۔ کفار اگر مسلمانوں کا لباس اختیار کر لیں۔ تو اس لباس میں مسلمانوں کیلئے کراہت پیدا نہیں ہوتی۔ حافظ سیوطی نے اس پر ایک رسالہ احادیث الحسان فی فضل الطیلسان لکھا ہے۔ ابن حجر نے تو اسے مطلقاً لباس مراد لیا۔ مگر سیوطی وغیرہ نے سبز طیلسان مراد لیا ہے اور اس کی تائید مسند احمد کی یہ روایت ہے جس کو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا: ''یکون معه سبعون الفا من الیهود علی رجل منهم ساج وسیف'' ابن اثیر نے نہایہ میں ساج کا معنی سبز ریشم سے کیا ہے۔ اور اسی کو الطیلسان المقور کہا گیا ہے۔ ازہری کہتے ہیں اس کو گولائی میں بنے جانے کی وجہ سے تربوز اور جیب کی گولائی سے مشابہت دی ہے۔ (النہایہ)

قاضی ابو یعلیٰ حنبلی کہتے ہیں۔ اہل ذمہ کو سبز طیلسان جس کی اگلی جانبیں تنگ اور مڑی ہوں ممنوع نہیں کیونکہ عرب سے نہ جانتے تھے۔ یہود اور عجم کا قدیم زمانے سے یہ لباس چلا آرہا ہے۔ عرب اس کو ساج کہتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کو سب سے پہلے جبیر بن مطعم نے پہنا۔ ابن سیرین اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

عسکری نے کتاب الاوائل میں لکھا عرب اسلام میں اس کو سب سے پہلے عبداللہ بن عامر نے پہنا بعض نے جبیر بن مطعم کا نام لیا ہے۔ (الاوائل)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا سبز طیلسان کی سنت میں کوئی اصل نہیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ نہ تھا بلکہ وہ یہود کا شعار تھا اور صحیح روایت میں دجال کے ساتھ اصفہان سے نکلنے والے ستر ہزار یہودی طیلسان پہنے ہونگے۔ ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ علماء جس طیلسان کو علماء نے منع کیا ہے۔ وہ گلے میں ڈال کر پٹکے کی صورت میں پشت پر ڈالا جانے والا پٹکا ہے جس کو گردن کے نیچے نہ گھمایا جائے اور نہ اس کی دونوں اطراف کندھوں کے نیچے ڈالی جائیں۔ البتہ وہ مربع طیلسان جو گردن کے نیچے گھما کر سر کو اور اکثر چہرے کو ڈھانپ لے اور اسکی اطراف کندھوں پر ڈالی جائیں اس کے سنت ہونے میں اختلاف نہیں۔ (الاحادیث الحسان فی فضل الطیلسان سیوطی)

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۹٤٤) وابن حبان (٦٧٩٨)

**الفوائد** : (۱) دجال کے اکثر پیرو یہود ہوں گے۔ (۲) وہ فسادوانتشار پر بہت معاونتیں پائیں گے آج بھی یہود کا یہی کام ہے۔

۱۸۱۵ : وَعَنْ أُمِّ شَرِيكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ : "لَيَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِي الْجِبَالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۱۵: حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا: ''لوگ دجال سے بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوں گے''۔ (مسلم)

**تشریح** : **لیفرن الناس**: ابن حجر کہتے ہیں یہ ام شریک عامریہ قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کو دوسیہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کو انصاریہ کہا جاتا ہے۔ ان کا نام غزیہ بعض نے غزیلہ۔ یہ صحابیہ ہیں بعض نے کہا یہ دنیا سے الگ تھلگ تھیں۔ ان کی روایت بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، انہوں نے آپ ﷺ نے روایت نقل کی ہے۔

**الناس** سے مراد مؤمن ہیں۔ **من الدجال**: یہ من اجلیہ ہے۔ یعنی اس کی وجہ سے اور اس کے فتنے سے خوف زدہ ہوکر۔

**فی الجبال**: فی علی کے معنی میں ہے۔ جیسا اس ارشاد خداوندی میں: ﴿لا صلبنکم فی جذوع النخل﴾

**فَإِنَّ ذِكْرَهُ**: آپ ﷺ نے بات کو خوب پختہ کرنے کیلئے قسم سے تاکید فرمائی اور اس کے شر کی شدت کو بیان فرمایا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲۷۶۹۱/۱۰) ومسلم (۲۹۴۵) والترمذی (۲۹۵۶) وابن حبان (۶۷۹۷) والطبرانی (۲۴۹/۲۵)

**الفوائد**: (۱) لوگ دجال سے اپنا دین بچانے کو بھاگیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام فتن سے حفاظت فرمائے۔

۱۸۱۶ : وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "مَا بَيْنَ خَلْقِ اٰدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۱۶: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک دجال کے فتنے سے بڑھ کر کوئی فتنہ خطرناک نہیں''۔ (مسلم)

**تشریح** : **عمران**: یہ صحابی بن صحابی ہیں۔

**امر اکبر**: یہ اعظم کے معنی میں ہے۔ کیونکہ دجال سے اقل قلیل لوگ نجات پائیں گے۔ ابن حجرؒ نے ابونعیم سے روایت نقل کی: ''لا ینجو من فتنة الدجال الا اثنی عشر الف رجل وسبعة الآف امرأة'' یہ رائے سے نہیں کہا جاسکتا۔ مگر اہل کتاب سے نقل ممکن ہے''۔

(ایک بات ضرور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مسلمانوں کی بڑی تعداد کے ساتھ طور پر موجود ہونا۔ مدینہ اور مکہ کے شہر والوں کا اس سے محفوظ رہنا بلکہ بیت المقدس کا محفوظ رہنا۔ صحیح روایات سے ثابت ہے۔ تو یہ مرسل روایت اگر نقل اہل کتاب نہ ہو تب بھی ان کے موازن نہیں ہوسکتی۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۵/۱٦۲٦۷) ومسلم (۲۹٤٦)

**الفرائد** : دجال کا فتنہ اور خطرہ بہت بڑا ہوگا۔ یہ عظیم ترین فتنہ ہے جس سے ہر پیغمبر نے اپنی امت کو ڈرایا ہے۔

۱۸۱۷ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "یَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَیَتَوَجَّهُ قِبَلَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَیَتَلَقَّاهُ الْمَسَالِحُ مَسَالِحُ الدَّجَّالِ – فَیَقُوْلُوْنَ لَهٗ اِلٰی اَیْنَ تَعْمِدُ فَیَقُوْلُ : اَعْمِدُ اِلٰی هٰذَا الَّذِیْ خَرَجَ – فَیَقُوْلُوْنَ لَهٗ اَوْ مَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا؟ فَیَقُوْلُ : مَا بِرَبِّنَا خَفَآءٌ! فَیَقُوْلُوْنَ : اقْتُلُوْهُ فَیَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : اَلَیْسَ قَدْ نَهَاکُمْ رَبُّکُمْ اَنْ تَقْتُلُوْا اَحَدًا دُوْنَهٗ فَیَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ اِلَی الدَّجَّالِ ، فَاِذَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ : یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ هٰذَا الدَّجَّالَ الَّذِیْ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، فَیَاْمُرُ الدَّجَّالُ بِهٖ فَیُشَبَّحُ فَیَقُوْلُ : خُذُوْهُ وَشُجُّوْهُ ، فَیُوْسَعُ ظَهْرُهٗ وَبَطْنُهٗ ضَرْبًا : فَیَقُوْلُ : اَوَ مَا تُؤْمِنُ بِیْ فَیَقُوْلُ اَنْتَ الْمَسِیْحُ الْکَذَّابُ! فَیُؤْمَرُ بِهٖ فَیُؤْشَرُ بِالْمِنْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهٖ حَتّٰی یُفَرَّقَ بَیْنَ رِجْلَیْهِ ، ثُمَّ یَمْشِی الدَّجَّالُ بَیْنَ الْقِطْعَتَیْنِ ، ثُمَّ یَقُوْلُ لَهٗ قُمْ فَیَسْتَوِیْ قَآئِمًا ، ثُمَّ یَقُوْلُ لَهٗ اَتُؤْمِنُ بِیْ؟ فَیَقُوْلُ مَا ازْدَدْتُ فِیْكَ اِلَّا بَصِیْرَةً ، ثُمَّ یَقُوْلُ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا یَفْعَلُ بَعْدِیْ بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ ، فَیَاْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِیَذْبَحَهٗ فَیَجْعَلُ اللّٰهُ مَا بَیْنَ رَقَبَتِهٖ اِلٰی تَرْقُوَتِهٖ نُحَاسًا فَلَا یَسْتَطِیْعُ اِلَیْهِ سَبِیْلًا فَیَاْخُذُهٗ بِیَدَیْهِ وَرِجْلَیْهِ فَیَقْذِفُ بِهٖ ، فَیَحْسَبُ النَّاسُ اَنَّهٗ قَذَفَهٗ اِلَی النَّارِ وَاِنَّمَا اُلْقِیَ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "هٰذَا اَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَی الْبُخَارِیُّ بَعْضَهٗ بِمَعْنَاهُ "اَلْمَسَالِحُ" اَلْخُفَرَآءُ وَالطَّلَائِعُ۔

۱۸۱۷ : حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "دجال نکلے گا تو اس کی طرف ایک مؤمن جائے گا۔ پس اس کی دجال کے پہرے داروں سے ملاقات ہوگی وہ اس سے پوچھیں گے تو کہاں جا رہا ہے؟ وہ کہے گا میں اس شخص کی طرف جا رہا ہوں جس نے خروج کیا ہے یعنی دجال۔ وہ کہیں گے کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا؟ وہ مؤمن کہے گا ہمارے رب کی ذات میں تو خفاء نہیں (بلکہ وہ قدرتوں سے ظاہر ہے) وہ آپس میں کہیں گے کہ اس کو قتل کر دو۔ پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیا تمہارے رب نے اس کی اجازت کے بغیر قتل کرنے سے منع نہیں کر رکھا؟ چنانچہ وہ اسے دجال کے پاس لے آئیں گے۔ جب مؤمن اسے دیکھے گا تو کہے گا یہی وہ دجال ہے۔ جس کا رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا ہے۔ دجال ان کے متعلق حکم دے گا۔ اس کو پیٹ کے بل لٹا دو۔ پھر کہے گا اس کو پکڑو اور اس کے سر پر زخم لگاؤ۔ پھر اس کی پیٹھ اور پیٹ پر ضربات سے چپٹا کر دیا جائے گا۔ پھر اس سے دجال کہے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ جواب دے گا تو مسیح کذاب ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق حکم دیا جائے

گا اور اس کو آرے کے ساتھ دو ٹکڑوں میں چیر دیا جائے گا۔ پھر دجال دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا۔ پھر اسے حکم دے گا تو وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ دجال اس سے پوچھے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ پس وہ جواب دے گا میری تیرے متعلق بصیرت میں اضافہ ہوا ہے۔ پھر وہ مؤمن کہے گا۔ اے لوگو! میرے بعد یہ کسی کو قتل نہ کر سکے گا۔ پس دجال اس کو پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کی گردن اور ہنسلی کے درمیانی حصے کو تانبا بنا دے گا لہٰذا دجال اس کے قتل کا کوئی راستہ نہیں پائے گا۔ تو دجال اس کے ہاتھوں اور پاؤں سے پکڑ کر آگ میں پھینک دے گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ اس نے اس کو آگ میں پھینکا ہے مگر حقیقت میں وہ جنت میں ڈالا گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص رب العالمین کے ہاں شہادت میں اس زمانے کے لوگوں میں سب سے بڑا ہوگا۔ (مسلم) بخاری نے بھی اسی کے ہم معنی بعض حصے کو روایت کیا ہے۔

اَلْمَسَالِحُ پہریدار اور جاسوس۔

**تشریح** ۞ یخرج الدجال: حافظ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ دجال پہلے نکل کر ایمان واصلاح کا دعویٰ کرے گا۔ پھر نبوت اور پھر الوہیت کا دعویدار ہوگا جیسا طبرانی روایت میں سلیمان شہاب کہتے ہیں میرے ہاں عبداللہ بن المغنم رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت بیان کی: ''الدجال لیس به خفاء من قبل المشرق فیدعو الی الدین فیتبع ویظهر ولا یزال حتی یقدم الکوفة و یظهر الدین ویعمل به ثم یتبع ویحث علی ذلك ثم یدعی انه نبی فیفزع من ذلك کل ذی لب ویفارقه فیمکث بعد ذلك ثم یقول انا الله فیغشی عینه وتقطع اذنه ویکتب بین عینیه کافر فلا یخفی ذلك علی مسلم فیفارقه کل احد من الخلق فی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان'' (اس روایت کی سند کمزور اور اس کی باتوں میں صحیح روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے غرابت ہے فتدبر۔ مترجم)

قِبَله رجل من المسلمین: نووی کہتے ہیں کہ ابو اسحاق راوی نے رجل سے خضر مراد لیا ہے اور ابو سفیان راوی کا بھی یہی قول ہے۔ یہی بہتر قول ہے۔

هذا الذی خرج: اس سے تحقیر کی طرف اشارہ ہے۔ وہ سوال کرنے والے دجال کے پیادے ہوں گے۔ وہ کہیں گے کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا وہ جواب دے گا۔

مابربنا خفاء: ہمارے رب کے اوصاف عالیہ میں خفا نہیں۔ دجال کا منظر اس کے جھوٹ کی علامت ہے۔ کبھی فیقولون اور کبھی فیقول کی تعبیرات ثقل تکرار کے ازالہ کیلئے ہے اور اس طرف اشارہ بھی ہے کہ بعض کہیں گے تو دوسرے اس کی بات پر چلیں گے۔ ایسی بات کی نسبت تمام کی طرف درست ہے۔ نہاکم ربکم اس سے مراد دجال ہے۔

فینطلقون به الی الدجال: وہ دجال کے پاس لائیں گے جب مؤمن اسے دیکھے گا۔ اور اس کی نگاہ اس پر پڑے گی تو مؤمن اس کو دیکھتے ہی کہے گا یہ تو وہی دجال ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی۔

فیشبح فیقول خذوہ وشجوہ: اس کو پیٹ کے بل لٹا دیا جائے گا۔ دجال اسے پکڑ کر سر پر زخم کا حکم دے گا۔ شجہ یہ (۱)

شجت السفینة البحر سے لیا گیا جب کشتی سمندر میں چل کر اس کے پانی کو پھاڑ لے۔(المصباح)۔(۲) یہ تشیح اور شق دونوں کا اکٹھا نام ہے۔(۳) یہ شج سے ماخوذ ہے۔نووی کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں اول صحیح ہے۔اور حمیری اور قاضی سے دوسری کو صحیح کہا ہے۔

فیوسع ظهره وبطنه ضربا: اس کی پشت و پیٹ دونوں پر ضربات لگائی جائیں گی اور ایمان کی دعوت دی جائے گی۔تو وہ تکلیف پر صبر کرتے ہوئے کہے گا تو مسیح کذاب ہے۔ یہ دجال ہی کے معنی میں لیا گیا ہے۔

فیؤشر بالمنشار: ہمزہ کو واؤ سے بدلنا بھی جائز ہے۔اس کے سر پر آرا رکھ کر چیر دیا جائے گا۔ پھر دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا تاکہ فتنہ زیادہ ذکر سکے۔ مفرقه: مانگ، سر کا درمیانہ حصہ۔ حتی یفرق: یہ غایت فعل ہے۔

فیستوی قائما: فتنے میں اضافے کیلئے وہ دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا۔ پھر اس کو قسم سے زندہ کرے گا تو وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔

بصیرة: اس کا معنی استبصار اور معرفت ہے کہ مجھے مزید واضح ہو گیا کہ تو دجال ہے۔

انه لا یفعل بعد باحدٍ: مؤمن کہے گا یہ میرے بعد کسی کے ساتھ یہ نہ کر سکے گا۔ کہ اسے قتل کر کے زندہ کرے۔اب دجال اسی کو ذبح کرنے کی کوشش کرے گا۔

رقبته الی ترقوته: ترقوق: ذبح کرنے کی جگہ دو کندھوں کی جانب تک گردن کا حصہ۔ بعض نے کہا یہ صرف اس میں ہوتا ہے۔الی یہاں واؤ کے معنی میں ہے۔(۲) کلام میں مضاف مقدر ہے ای آخر رقبته: یہ بہتر ہے۔ نحاسا: حقیقت میں تانبا بنا دیا جائے یا تانبے کی نہ کٹنے والی کھال کر دی جائے۔ مجازاً اس کو تانبا کہہ دیا۔ مراد ذبح کی قدرت نہ پانا ہے۔

فلا یستطیع الوصول الیه: مراد اسے قتل نہ کر سکے گا۔ایک نسخے میں الیه سبیلاً کے لفظ ہیں۔ یعنی قتل کی صورت نہ بن پڑے گی۔

فیاخذ بیدیه و جلیه: یہ با تاکید کیلئے لائی گئی جیسے اس ارشاد میں: ﴿ولا تلقوا بأیدیکم الی التهلکة﴾ [البقرہ: ۱۹۵] قذف: پھینکنے کے معنی میں ہے۔

فیحسب الناس: لوگوں کے خیال میں اسے آگ میں ڈالا گیا۔ مگر وہ جنت میں ڈالا گیا ہے۔ کیونکہ دجال کی آگ مؤمن کی جنت ہے۔

اعظم الناس شهادة: کیونکہ اس نے ظالم کے سامنے حق کہا اور بقول بعض وہ خضر ہیں یہ ان کی موت کا وقت ہے۔ وہ دنیا ختم ہونے تک زندہ رہتے وہ عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات بھی نہ کر سکیں گے۔

روایات کا فرق: بخاری میں اس کے ہم معنی روایت ہے۔اس میں: "فیخرج الیه یومئذ رجل وهو خیر الناس او من خیار الناس فیقول :اشهد انك الدجال الذی حدثنا رسول اللّٰه ﷺ حدیثه فیقول أرأیتم ان قتلت هذا ثم احییته هل تشکون فی الامر؟ فیقولون لا ' فیقتله ثم یحییه فیقول و اللّٰه ما کنت فیك اشد بصیرة من الیوم فیرید الدجال ان یقتله فلا یسلط علیه " (بظاہر بخاری کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی امت کا آدمی ہوگا

نہ کہ خضر علیہ السلام۔ مترجم)

مسالح جمع مسلحة : ہتھیار والے۔ اس سے یہاں جاسوس مراد ہے۔ اصل اسلحہ خانہ مراد ہے پھر سرحد کیلئے استعمال ہوا پھر پہرہ داروں کیلئے جو سرحد کے محافظ ہوتے ہیں یہ استعمال کیا جانے لگا۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٤/١١٣١٨) والبخاري (١٨٨٢) والبزار (٣٣٩٤) وعبد الرزاق (٢٠٨٢٤) وابن حبان (٦٨٠١) وأخرجه أبو يعلى (٤٧-١) والبزار (٣٣٩٤)

**الفوائد** : (۱) فتنے کے وقت دین پر جم جانے والا عظیم اجر کا حقدار ہے۔ (۲) اس امت اور اس کے اعمال کی فضیلت۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس قدر مشقت اٹھائیں گے اتنا اجر زیادہ پائیں گے۔ (۴) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف سے مدافعت فرماتے ہیں۔

١٨١٨ : وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَا سَأَلَ اَحَدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الدَّجَّالِ اَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ ، وَاِنَّهُ قَالَ لِيْ : "مَا يَضُرُّكَ" قُلْتُ : اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ : اِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَّنَهْرَ مَآءٍ قَالَ : "هُوَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۸۱۸: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دجال کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے جتنا میں نے پوچھا اتنا اور کسی نے نہیں پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا' وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایمان کو بچالینا ان کے ہاں اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : ما یضرك: وہ تمہیں تکلیف نہ دے سکے گا۔

انهم: یہ خشیة سے متعلق ہے جو کہ محذوف ہے۔

معه جبل خبز: مسلم کی روایت میں ''جبال من خبز ولحم ونهر من ماء'' کے الفاظ ہیں۔ دوسری روایت میں ''انه معه الطعام والانهار'' ایک روایت میں ''ان معه الطعام والشراب'' ہے۔

هو أهون على الله من ذلك: عیاض کہتے ہیں وہ اس سے کم تر ہے کہ جو کچھ اس کے ہاتھ پر ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ ایمان والوں کیلئے گمراہی کا باعث ہو اور یقین والوں کیلئے شک کا باعث ہو۔ بلکہ وہ اس لئے تھے تاکہ ایمان والوں کا ایمان بڑھ جائے اور جن کے دلوں میں شک والی بیماری ہے۔ وہ شدید شک میں مبتلا ہوں۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کے ساتھ ان میں سے کوئی چیز ہوگی۔ بلکہ مراد یہ ہے وہ اس سے حقیر تر ہے۔ کہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کو اپنی صداقت کی نشانی بنا سکے۔ خاص طور پر جبکہ اس میں کذب کی نشانیاں کھلے طور پر موجود ہوں اور اس کو پڑھنے والے پڑھ لیں گے اور نہ پڑھنے والے نہ پڑھ سکیں گے۔ اس کے نقائص اور باتیں اس کے کذب کی مزید شہادتیں ہیں۔

ابن حجر رحمہ اللہ کا قول: ان کی تاویل اس لئے اس طرح کی گئی کہ اس کے ساتھ کھانے پینے کی چیزیں ہوں گی۔
ابن عربی رحمہ اللہ کا قول: وہ اس سے کمتر ہے کہ ان چیزوں کو حقیقت میں اس طرح بنائے بلکہ وہ صرف تخیل جو آنکھوں پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ مؤمن ثابت قدم رہے گا اور کافر پھسل جائے گا۔ ابن حبان کا بھی یہی قول ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٨٢٣٠) والبخاري (٧١٢٢) ومسلم (٢١٥٢) وابن ماجه (٤٠٧٣) والطبراني (٢٠/٩٥٠)

**الفوائد** : (۱) اللہ تعالیٰ کے ہاں دجال کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اس کا فتنہ ایمان والوں کو باذن اللہ ضرر نہ دے سکے گا۔
(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شر سے متعلق سوال کیا تا کہ اس میں ابتلاء سے بچنے کیلئے کوشش کی جائے۔

۱۸۱۹ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ ، اَلَا اِنَّهُ اَعْوَرُ وَاِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ بِاَعْوَرَ ، مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ "ك ف ر" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۱۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی پیغمبر ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو جھوٹے کانے سے نہ ڈرایا ہو۔ خبردار بے شک وہ کانا ہے اور بلاشبہ تمہارا رب کانا نہیں اور اس کی آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوا ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : انذر قومه الاعور الكذاب: ایک نسخے میں قوم کی بجائے امتہ کے الفاظ ہیں۔ ڈرانے کی وجہ یہ ہے تا کہ ان کو اس کے خروج کا علم ہو جائے اور اس کے فتنے کی شدت کو معلوم کر لیں اور انبیاء علیہم السلام نے خیال فرمایا کہ ان کی امتیں اس کے فتنے کو پائیں گی۔
الا انه اعور: یہ کلمہ تنبیہ ہے اور اعور ہونے کو خصوصاً ذکر کیا کیونکہ اس علامت کو ہر عالم و عامی محسوس کرتا ہے۔ جن کو عقلی دلائل کی طرف چنداں التفات نہیں ہوتی اور وہ اس کے ساتھ ربوبیت کا دعویدار ہوگا۔ جو اپنی خلقت میں ہی کامل نہیں تو رب کیا بنے گا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات نقص و عیب سے پاک ہے۔ حدوث کی دیگر علامات ظاہر ہونے کے باوجود اس علامت کو ذکر کیا تا کہ مشاہداتی طور پر اس کا کاذب ہونا معلوم ہو جائے۔
مکتوب بین عینیه ك۔ف۔ر: یہ مسلم کی روایت ہے۔ بخاری کی روایت "وان بين عينيه مكتوبًا كافر"۔ حافظ کہتے ہیں یہ مکتوبًا جمہور کے ہاں منصوب ہے۔ اس میں کوئی اشکال نہیں۔ یہ اِنّ کا اسم یا حال ہے۔ اور رفع کی صورت میں ان کا اسم محذوف مانیں گے اور بعد والا جملہ مبتداء خبر کی جگہ ہوگا۔ اسم محذوف ضمیر شان کہلائے گی یا دجال کی طرف راجع ہوگی۔
ابن عربی کا قول: ك۔ف۔ر۔ اس طرح لکھنا اشارہ ہے کہ یہ فعل و فاعل ہے۔ جس کا مصدر الکفر ہے۔ یہ بلا الف لکھا جاتا ہے۔ مصحف کے رسم الخط میں اسی طرح ہے۔ اہل خط وضاحت کیلئے فاعل میں الف زائد کرتے ہیں۔

مسلم کی ایک روایت''یقرؤہ کل مسلم''۔اور دوسری میں''کل من کرہ عملہ'' اور ایک روایت میں''یقرؤہ کل مومن کاتب وغیر کاتب''۔

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:یقرؤہ کل مؤمن:یہ حقیقت کی خبر ہے۔کیونکہ آنکھ میں اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتے ہیں ادراک پیدا کرتے ہیں اور جب چاہتے ہیں یہ مؤمن اس کو بلا بصر بھی دیکھے گا خواہ وہ خط نہ جانتا ہو اور کافر اس کو نہ دیکھیں گے۔خواہ خط کو جانتا ہو۔جیسا کہ مؤمن دلائل کو دیکھتا ہے اور کافر نہیں دیکھتا۔اللہ تعالیٰ مؤمن کیلئے بغیر تعلیم کے ادراک پیدا کردیں گے۔کیونکہ اس زمانہ میں عادات بدل جائیں گی۔

۲)''یقروہ من کرہ عملہ'' کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ اس سے ہر مؤمن مراد لیا جائے۔اور خاص طور پر وہ جن کا ایمان قوی ہوگا۔

نووی کا قول:محققین کا قول اصل ہے۔یہ مذکورہ کتابت حقیقت ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے جھوٹ کی قطعی علامت بنایا ہے۔عیاض کا اس کو مجاز کہنا ضعیف ہے۔کیونکہ یقرو کل مؤمن سے یہ لازم نہیں آتا کہ حقیقت میں کتابت نہ ہو بلکہ غیر تعلیم یافتہ میں ادراک پیدا کردیا جائے گا اور وہ اس کو پڑھ لے گا خواہ وہ پہلے نہ جانتا ہو اور اس میں لطیف راز یہ ہے کہ جس طرح کانے ہونے کو ہر ایک دیکھے گا۔اسی طرح ہر پڑھے ان پڑھ کا پڑھ لینا اسی قبیل سے ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٤/١٢٧٧٠) والبخاري (٧١٣١) ومسلم (٢٩٣٢) وأبو دود (٤٣١٦) والترمذي (٢٢٥٢) وابن حبان (٦٧٩٤) وأبو يعلى (١٦:٣٠)

**الفرائد**: (۱) دجال کا فتنہ اتنا بڑا ہے کہ ہر پیغمبر نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا۔اس کے ماتھے پر ک۔ف۔ر لکھا ہے۔ہر مؤمن ان پڑھ پڑھا ہوا پڑھ لے گا۔یہ محض رحمت رب العالمین ہے۔

**۱۸۲۰: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِیْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهٖ نَبِیٌّ قَوْمَهٗ: اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّهٗ یَجِیْءُ مَعَهٗ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِیَ النَّارُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔**

۱۸۲۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''کیا تم کو وہ بات دجال کے بارے میں نہ بتاؤں جو کسی پیغمبر نے اپنی امت کو نہیں بتائی؟ بلاشبہ وہ کانا ہے اور اس کے ساتھ جنت اور دوزخ جیسی چیز ہوگی پس جس کو وہ جنت کہے گا وہ آگ ہوگی''۔(بخاری و مسلم)

**تشریح**: حدیثا عن الدجال:یعنی اس کے جھوٹ کی علامات۔

**ما حدث به قومه**:ہر پیغمبر ﷺ کا انذار اپنی قوم کو اس کے متعلق یہ تھا کہ وہ کانا ہے وغیرہ وغیرہ۔اس پر دلالت کی وجہ سے ان باتوں پر اکتفاء کیا۔بخاری نے ربی روایت کی طرف اس طرح اشارہ''فیه آخر باب ذکر الدجال فیه

ابو ھریرہ''۔ابن عباس رضی اللہ عنہما حافظ کہتے ہیں ممکن ہے اسی کی طرف بخاری نے اشارہ کیا ہو۔(فتح الباری)

**تخریج** : أخرجه البخاری (۳۳۳۸) ومسلم (۲۹۳۶)

**الفرائد** : (۱) دجال کا نشان بتلا کر آپ ﷺ نے اس کے متعلق خبردار کیا تاکہ اس کے فتنہ میں نہ آجائیں۔(۲) اس کی جنت میں جانے والا جہنمی اور اسکی دوزخ میں جانے والا جنتی ہوگا۔

۱۸۲۱ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ الدَّجَّالَ بَيْنَ ظَهْرَانِيِ النَّاسِ فَقَالَ "اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ اَلَا اِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۸۲۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا لوگوں کے درمیان تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں۔خبردار مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے اس کی آنکھ گویا اُبھرنے والا انگور ہے''۔(بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ ظهرانی الناس: ظرف لغو کا تعلق ذکر سے ہے۔ظہرانی ۔ یہ تثنیہ ہے۔ظہور میں اضافہ اور عدم اخفاء کو بتلانے کیلئے اس کو لائے ۔ فتح الباری میں ہے۔الف،نون نداء کیلئے بڑھایا گیا اس کا اصل معنی ''**ظهرا منه قدامه وظهرا خلفه فكأنهم خفراء من جانبيه**'' پھر اس کو لوگوں میں اقامت کیلئے استعمال کیا جانے لگا۔اسی لئے بعض نے اس لفظ کو زائد خیال کیا۔ كأن عينه عنبة طافية: اس میں محسنات ہیں جیسا اس روایت میں: ''**ارفع ازارك فانه اتقى وانقى وابقى**'' طافیہ وہ آنکھ جس کی روشنی چلی جائے۔عیاض کہتے ہیں جمہور نے بلا ہمزہ نقل کیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آنکھ انگور کے دانے کی طرح دوسری آنکھ سے ابھری ہوئی ہوگی۔

بعض نے ہمزہ سے بھی نقل کیا مگر بہتر بلا ہمزہ ہے۔کیونکہ دوسری روایت میں وارد ہے: ''**انه ممسوح العين مطموسة وليس حجرًا ولا ناتئة**'' اور یہ چیز انگور کے دانے میں پائی جاتی ہے۔جبکہ اس کا پانی جاتا رہے اور اس سے ہمزہ والی روایت درست ثابت ہوتی ہے۔

حافظ کہتے ہیں ان دونوں کو قاضی نے اس طرح جمع کیا۔کہ دونوں درست ہیں کہ وہ آنکھ مٹی ہوئی اور کانی ابھرنے والی ہو کیونکہ ممسوحہ کا یہی معنی ہے۔

اور ھمزہ کے ساتھ اس کا معنی وہ آنکھ جس کی روشنی جا چکی ہو۔اور وہ دائیں آنکھ ہے۔جیسا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: ''**وتكون الجاحظه التى كانها كوكب او كانها نخاعة فى حائط**'' وہ ابھرنے والی جیسے ستارہ یا وہ اس طرح جیسے دیوار پر ریزش لگی ہو۔''**الطافيه** کا لفظ بلا ہمزہ ہو تو وہ بائیں آنکھ ہے۔جیسا کہ ایک اور روایت میں وارد ہے۔اس کے مطابق وہ کانی آنکھ والا ہے کیونکہ اعور۔ہر چیز میں عیب دار کو کہا جاتا ہے۔دجال کی دونوں آنکھیں عیب دار ہیں ایک میں روشنی نہیں اور

دوسری ابھری ہوئی ہے۔نووی کہتے ہیں انتہائی قبح ہے۔

حافظ کہتے ہیں۔ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔کہ طافیہ بلا ہمزہ ہی درست ہے۔سائب رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کو الیُمنیٰ۔(دائیں) سے مقید کیا گیا اور عبداللہ بن مغفل و سمرہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہم کی روایت میں تصریح کی کہ اس کی بائیں آنکھ ممسوحہ ہے اور طافیہ وہی ہے جو ابھرنے والی اور غیر ممسوحہ ہے۔ان لوگوں پر تعجب ہے جو طافیہ میں ہمزہ کو درست مانتے ہیں۔حالانکہ جب ہمزہ نہ ہو تو معنی اس کے بالکل متضاد ہے۔تو ایک روایت میں دو متضاد معانی پائے گئے۔اگر یہ دو روایتوں میں ہوتا تو معاملہ آسان تھا۔(فتح الباری) یہ مسلم کے لفظ ہیں۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (٣٠٥٧) ومسلم (١٦٩)

**الفرائد** : اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دجال کی تصریح نہیں کی حالانکہ اس کے فتنے کی بڑائی اور شر کا تذکرہ احادیث میں کثرت سے موجود ہے۔اور انبیاء علیہم السلام نے اپنی اقوام کو خبردار کیا، نماز میں اس کے فتنے سے استعاذے کا حکم دیا۔

**جواب** :(۱) قرآن مجید میں اجمالاً اس کا تذکرہ موجود ہے ارشاد فرمایا:﴿یوم یأتی بعض آیات ربك﴾ [الأنعام:١٥٨] ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی:''**ثلاث اذا خرجن لم ینفع نفسًا ایمانها لم تکن آمنت من قبل الدجال والدابه وطلوع الشمس من مغربها**''۔

(۲) عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ قرآن میں فرمایا اور وہی اس کو قتل کریں گے۔تو ضدین میں سے ایک کا تذکرہ کافی سمجھا گیا۔کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا لقب حقیقی المسیح ہے اور دجال مسیح ضلالت ہے۔

(۳) تحقیر کیلئے اس کا تذکرہ چھوڑ دیا۔اور یاجوج ماجوج کا تذکرہ کر دیا۔وہ فتنہ دجال سے کچھ کم نہ ہوگا۔جو کہ ان سے ذرا پہلے ہوگا۔

(۴) بلقینیؒ کہتے ہیں۔قرآن میں جتنے مفسدین کا تذکرہ ہوا۔تو گویا اس کا تذکرہ ان میں آ گیا۔ان مفسدین کا سلسلہ تو ختم ہوا۔باقی آئندہ زمانے کے کسی مفسد کا تذکرہ نہیں فرمایا۔مگر یاجوج ماجوج سے یہ جواب کمزور ہو جاتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا تذکرہ سابقہ مفسدین میں سورہ کہف میں موجود ہے۔بغوی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا قرآن مجید کی اس آیت میں دجال کا تذکرہ موجود ہے: ﴿لخلق السمٰوٰت والارض اکبر من خلق الناس﴾ یہاں الناس سے دجال مراد ہے اور کل کا اطلاق بعض پر کر دیا گیا۔اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو سب سے بہتر جواب والعلم عنداللہ۔ (فتح الباری)

دجال کے فتنہ سے خبردار کیا گیا۔اور اس کی علامت ناقص الخلقت ہونا بتلا دی تا کہ ہر ایک سمجھ جائے۔اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک ہے۔

۱۸۲۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی

يُقَاتِلُ الْمُسْلِمُوْنَ الْيَهُوْدَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ الْيَهُوْدِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَيَقُوْلُ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ: يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ خَلْفِيْ تَعَالَ فَاقْتُلْهُ اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْيَهُوْدِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۲۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ کریں گے۔ یہودی پتھروں اور درختوں کے پیچھے چھپ جائیں گے تو پتھر اور درخت مسلمان کو کہے گا یہ میرے پیچھے یہودی ہے۔ آ اور اس کو قتل کر دے۔ سوائے غرقد نامی درخت کے کہ یہ یہودیوں کا درخت ہے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **یختبئ الیھودی**: یہاں تک کہ یہود مسلمانوں سے بچنے کیلئے پتھروں کے پیچھے چھپیں گے۔ تو شجر و حجر زبان حال سے اس کی اطلاع دیں گے۔ **الغرقد**: یہ وہ درخت ہے جس کی طرف مدینہ کا بقیع قبرستان منسوب ہے۔ یہ یہود کا درخت ہے۔ یہ بیت المقدس کے علاوہ میں معروف کانٹے دار درخت ہے اور وہیں دجال اور یہود کا قتل ہوگا۔ ابوحنیفہ دینوری کی تحقیق یہ ہے کہ عوسجہ کا پودا جب بڑا ہو جائے تو اس کو غرقد کہتے ہیں۔

**تخریج**: اخرجه البخاری (۲۹۲۶) ومسلم (۲۹۲۲)

**الفوائد**: (۱) پتھر اور درخت کا کلام کچھ تعجب انگیز نہیں، مالک جس کو چاہے بلائے۔ (۲) اسلام قیامت تک رہے گا۔ (۳) تقاتلکم: اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سچے پیروکاروں کی حقانیت کا نکتہ نکلتا ہے۔

۱۸۲۳: وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِالْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ: يَالَيْتَنِيْ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ، مَا بِهٖ اِلَّا الْبَلَاءُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۲۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ آدمی کا گزر قبر کے پاس سے ہوگا تو وہ آدمی اس قبر پر لوٹ پوٹ ہو کر کہے گا۔ کاش کہ میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا اور یہ بات دین کی حفاظت کی غرض سے نہیں ہوگی بلکہ اس کا سبب دنیا کی مصیبت ہوگی"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **نفسی بیدہ**: جس کی قدرت میں میری جان ہے۔

**لا تمر**: جانا۔ ختم ہونا۔

**فیتمرغ علیه**: دنیا کی تکالیف سے اس پر لوٹ پوٹ ہوگا۔

**یا لیتنی**: یہ اس طرح تھا یا قوم لیتنی: اس وجہ سے میت کو دنیا کی مشقتوں سے راحت مل جاتی ہے۔ (اگر وہ نیک ہے)۔

لیس به الدین: موت کی تمنا کسی دینی وجہ سے نہ ہوگی یا دینی نقل کی وجہ سے نہ ہوگی۔

الا البلاء: اس کا سبب پے در پے مشقتوں اور مصائب دنیا کا نزول ہوگا۔ بخاری کی روایت میں اس طرح ہے: ''لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیقول۔ لیتنی مکانهٔ''۔

**تخریج** : أخرجه مالك (٥٧٠) وأحمد (٣/٧٢٣١) والبخاری (٧١١٥) ومسلم (٢٢٣١/٤) وابن ماجه (٤٠٣٧) وابن حبان (٦٧٠٧)

**الفرائد** : امت کے امتحانات وفتن کی خبر دی یہ معجزہ نبوت ہے۔ فتنوں سے گھبرا کر لوگ موت کے طالب ہوں گے مگر موت نہ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

۱۸۲۴ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ يُقْتَتَلُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ – فَيَقُوْلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ :لَعَلِّيْ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا اَنْجُوْا '' وَفِيْ رِوَايَةٍ :يُوْشِكُ اَنْ يَّحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهٗ فَلَا يَاْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۲۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ فرات سے سونے کا ایک پہاڑ ظاہر ہو اس پر لڑائی ہوگی اور ہر سو میں سے ننانوے آدمی قتل ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی کہتا ہوگا شاید کہ میں نجات پاؤں'' اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ''قریب ہے کہ فرات سے سونے کا ایک بڑا خزانہ ظاہر ہو جو آدمی اس وقت موجود ہو اس میں سے ذرہ بھر بھی نہ لے''۔

(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یحسر الفرات: پانی کے چلے جانے سے زمین ظاہر ہو جائے گی۔ اس سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔ جس پر لڑائی سے سو (۱۰۰) لڑنے والوں میں سے ۹۹ قتل ہو جائیں گے۔ ہر ایک امیدوار ہوگا کہ وہ زندہ رہے۔ لعلی ان اکونی أن أنجو: مصدر کو اسم ذات پر زید عدل کی طرح محمول کیا گیا ہے۔ ''میں نجات والا بن جاؤں''۔

ایک روایت میں یوشك اور کنز من ذھب'' کے الفاظ وارد ہیں۔

فمن حضرہ: ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ سو میں سے ۹۹ قتل والی لڑائی کے بغیر یہ حل نہ ہوگا اور یہ بھی اس تعداد میں قتل ہو جائے گا۔ سلامتی علیحدگی میں ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/٧٥٥٧) والبخاری (٧١١٩) ومسلم (٢٨٩٤) وأبو داود (٤٣١٣) والترمذی (٢٥٦٩) وابن ماجه (٤٠٤٦) وعبد الرزاق (٢٠٨٠٤) وابن حبان (٦٦٩١)

**الفرائد** : (۱) دریائے فرات میں سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔ (۲) اس میں امت کے نصیحت فرمائی کہ وہ اس سونے کے

قریب تک نہ جائیں۔

۱۸۲۵: وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "يَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ لَا يَغْشَاهَا اِلَّا الْعَوَافِيْ يُرِيْدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ. وَاٰخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُوْشًا. حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰى وُجُوْهِهِمَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۲۵: حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں "لوگ مدینہ کو ہر قسم کی سہولت ہونے کے باوجود چھوڑ دیں گے اور وہاں عوافی کا مسکن بن جائے گا۔ عوافی سے مراد درندے اور پرندے ہیں۔ آخری وہ آدمی جن پر قیامت قائم ہوگی وہ مزینہ قبیلے کے دو چرواہے ہوں گے جو مدینہ کی طرف رخ کئے اپنی بکریوں کو ہانک کر لا رہے ہوں گے کہ اسے وحشیوں کا مسکن پا کر واپس لوٹیں گے۔ وہ چلتے ہوئے ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح**: یترکون المدینة: مدینہ منورہ کو تمام خوبیوں کے باوجود لوگ چھوڑ دیں گے۔ العوافی۔ عفوته، کہتے جب کسی سے خیرات لینے آئیں۔ اس سے مراد درندے پرندے ہیں۔ یہ واقعہ آخری زمانہ میں پیش آئے گا۔

راعیان من مزینة: نووی کہتے ہیں یہ سب سے آخر میں حشر کیے جانے والے ہیں۔ جیسا روایت بخاری سے ثابت ہے۔ یریدان کلیعنی: قصد کرنے والے ہوں گے۔ ینعقان: یعنی ہانکنے والے ہوں گے۔ فیجدانها وحوشا: وہ مدینہ منورہ کو اس حال میں پائیں گے کہ اس کے ساکنین جا چکے ہوں گے اور وحشی درندے رہائش پذیر ہوں گے۔ مسلم میں وحشا مفرد ہے۔ قاضی کہتے ہیں معانی ضمیر کا مرجع غنم ہے۔ معنی یہ ہے۔ اس کی بکریاں وحشی جانور بن جائیں گی یا ڈر جائیں گی یا ان کی آوازوں سے ڈر جائیں گی۔ مگر قاضی نے اس معنی کو نووی کی طرح غلط قرار دیا اور ضمیر کا مرجع مدینہ کو ہی قرار دیا۔

ثنیة الوداع خرا علی وجوهها: ثنیة الوداع وہ پہاڑی راستہ ہے جہاں لوگ مسافر کو الوداع کرنے نکلتے ہیں۔ یہ بات پیش آئے گی۔ مگر قاضی عیاض کہتے ہیں یہ پہلے پیش آ چکا یہ معجزات نبوت سے ہے۔ مدینہ منورہ اس وقت بہترین حالت میں تھا جب یہاں دارالخلافت تھا۔ پھر وہ عراق و شام منتقل ہوا اس وقت مدینہ منورہ میں علماء کی کثرت اور عمارات اور کھیتوں کی وجہ سے دنیاوی حالات بھی شاندار تھے۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ بعض فتنے مدینہ منورہ میں ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے مدینہ والے خوف کی وجہ سے کوچ کر گئے اور پھل درندوں پرندوں کی خوراک بنے۔ کچھ عرصہ خالی رہنے کے بعد پھر لوگ لوٹ آئے اور آج کل حالت بھی اس کے قریب قریب ہیں۔ اطراف بے آباد ہیں۔ (مگر الحمد للہ اس وقت مدینہ منورہ کے حالات بہت خوب ہیں علمی مراکز اور آبادی، باغات کے لحاظ سے خوب رونق ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک اسے ہرا بھرا رکھے۔ آمین۔

(مترجم ۱۴۲۷ھ)

**تخریج:** أخرجه مالك (۱٦٤٣) وأحمد (۳/۷۱۹٦) والبخاري (۱۸۷٤) ومسلم (۱۳۸۹) وابن حبان (٦۷۷۲)

**الفوائد:** (۱) آخری زمانہ میں مدینہ کے احوال ذکر فرمائے۔ (۲) لوگ خوف سے شہر چھوڑ کر جنگل میں بھاگ جائیں گے۔ (۳) تمام اہل زمین میں سب سے آخر میں مرنے والے دو چرواہے ہوں گے۔ یہ معجزہ نبوت ہے۔

۱۸۲۶ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "یَکُوْنُ خَلِیْفَۃٌ مِّنْ خُلَفَآئِکُمْ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ یَحْثُو الْمَالَ وَلَا یَعُدُّہٗ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۲۶: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ایک خلیفہ تمہاری طرف آخری زمانے میں ہوگا جو مال اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کے دے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **یحثو المال:** ابن خیاط محدث یمن کہتے ہیں کہ میرے ہاں اس سے مراد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے زمانہ میں مال کی کثرت ہوئی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ان کی ذمہ داری ہی کو اتار پھینکا۔ یہ خلافت نبوت کے تیسرے خلیفہ ہیں واللہ اعلم۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (۲۹۱۳)

**الفوائد:** (۱) اس روایت میں دین کے غلبہ کی بشارت ہے۔ خیر وعدل کے عام ہونے کی خوشخبری ہے۔

۱۸۲۷ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "لَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَطُوْفُ الرَّجُلُ فِیْہِ بِالصَّدَقَۃِ مِنَ الذَّھَبِ فَلَا یَجِدُ اَحَدًا یَاْخُذُھَا مِنْہُ ، وَیُرَی الرَّجُلُ الْوَاحِدُ یَتْبَعُہٗ اَرْبَعُوْنَ امْرَاَۃً یَلُذْنَ بِہٖ مِنْ قِلَّۃِ الرِّجَالِ وَکَثْرَۃِ النِّسَآءِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۲۷: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں آدمی سونے کے مال کا صدقہ لے کر چکر لگاتا پھرے گا مگر کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں ہوگا اور ایک آدمی دیکھا جائے گا کہ چالیس چالیس عورتیں اس کی پناہ میں اس کے پیچھے ہوں گی اور اس کا سبب آدمیوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت ہوگی"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **فلا یجد أحدًا یاخذھا منہ:** کیونکہ مال کثرت سے ہوگا۔

**تری الرجل الواحد:** اے مخاطب تم دیکھو گے۔ الرجل کے ساتھ صفت ذکر کی تا کہ جنس کا اطلاق نہ سمجھا جائے اور ایک ہی مراد لیا جائے۔

**أربعون أمراۃ:** لڑائیوں میں مردوں کے مرجانے یا اولاد میں مؤنث کی کثرت کی وجہ سے ایک آدمی ان کا ذمہ دار ہوگا۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (١٤١٤) و مسلم (١٠١٢) وابن حبان (٦٧٦٩)

**الفوائد** : (۱) ایک وقت آنے والا ہے جب مال کی کثرت سے کوئی محتاج نہ ملے گا۔ (ا) ایک وجہ تو لڑائیوں میں مردوں کا کثرت سے قتل ہونا جس سے عورتوں کی کثرت ہو جائے گی۔ ب) عورتوں کی پیدائش زیادہ ہوگی جیسا اس وقت پوری دنیا کی یہی کیفیت ہے۔

١٨٢٨ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "اشْتَرٰى رَجُلٌ مِّنْ رَجُلٍ عَقَارًا فَوَجَدَ الَّذِی اشْتَرَى الْعَقَارَ فِیْ عَقَارِهٖ جَرَّةً فِيْهَا ذَهَبٌ ، فَقَالَ لَهُ الَّذِیْ اشْتَرَى الْعَقَارَ : خُذْ ذَهَبَكَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْاَرْضَ وَلَمْ اَشْتَرِيْتُ الذَّهَبَ ، وَقَالَ الَّذِیْ لَهُ الْاَرْضُ : اِنَّمَا بِعْتُكَ الْاَرْضَ وَمَا فِيْهَا ، فَتَحَاكَمَا اِلٰى رَجُلٍ ، فَقَالَ الَّذِیْ تَحَاكَمَا اِلَيْهِ : اَلَكُمَا وَلَدٌ؟ قَالَ اَحَدُهُمَا لِیْ غُلَامٌ ، وَقَالَ الْاٰخَرُ : لِیْ جَارِيَةٌ قَالَ : اَنْكِحَا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ وَاَنْفِقَا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا مِنْهُ فَتَصَدَّقَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

١٨٢٨: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی نے دوسرے سے زمین خریدی۔ زمین کے خریدار نے اس زمین میں سے ایک گھڑا پایا جس میں سونا (بھرا ہوا) تھا۔ پس اُس نے اِس شخص کو کہا جس سے زمین خریدی تھی تو اپنا سونا لے لے۔ بے شک میں نے تجھ سے زمین خریدی تھی سونا نہیں۔ زمین کے مالک نے کہا میں نے تجھے زمین سب کچھ سمیت بیچا۔ دونوں نے ایک آدمی کو فیصل بنایا۔ اس شخص نے جس کو فیصل بنایا گیا ان سے کہا کہ تمہاری اولاد ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا میرا ایک لڑکا ہے۔ دوسرے نے کہا میری ایک لڑکی ہے۔ اس فیصلہ کرنے والے نے کہا کہ اس لڑکے کا نکاح اس لڑکی سے کر دو اور ان دونوں پر اس سونے کو خرچ کر دو۔ چنانچہ انہوں نے اسی طرح کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **من رجل عقارًا**: بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے زمانہ کی بات ہے۔ **عقار** ہر وہ ملک جس کی اصل ثابت ہو مثلاً مکان، باغ، زمین۔ بعض نے سامان مراد لیا ہے۔ (المصباح)

**فی عقارہ جرۃ**: جرۃ کی جمع جرار ہے جیسے کلاب اور جرہ جر جیسے لمرۃ و تمر۔

**انما شتریت منك**: جملہ مستانفہ بطور تعلیل لایا گیا ہے۔ سونا اجزاء زمین سے نہیں کہ وہ بیع میں شامل ہو۔

**فقال الذی له الارض**: یعنی مالک زمین جس نے زمین فروخت کی تھی۔ احمد کی روایت میں "انما بعتك الارض" ہے۔ اور مسلم کے اکثر نسخوں میں، **الذی شری الارض** ہے۔ مراد بقول احمد فروخت کرنا ہے۔

**انما بعتك الارض وما فیها**: شاید بائع نے زمین فروخت کرتے وقت جو نیت کی تھی اس کی اطلاع دی اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے اطلاع دینے پر اس نے یہ کہا ہو۔ مشتری نے اس پر تعرض ناپسند کی یا مشتری نے اس کو شامل نہ سمجھا اور خیال کیا کہ

اسے معلوم نہ ہو سکا بلکہ جیسا زمین کی بیع میں کچے پکے مکان سب شامل ہوتے ہیں۔ حافظؒ نے یہ احتمالات لکھے ہیں اور ان کے اختلاف میں محاکمہ کیا ہے کہ ان میں توقف ہے۔ ظاہری لفظ کے لحاظ سے یہ مبیع کو واپس کر دے۔ کہ اس نے اس میں ایک گھڑا پایا۔ لیکن دوسری طرف والے نے گھر آباد کرنے کیلئے زمین خریدی۔ اس میں خزانہ پالیا۔ فروخت کرنے والے نے کہا۔ جبکہ اس کو واپسی کیلئے بلایا۔ میں نے دفن نہیں کیا اور نہ مجھے معلوم ہے۔ پھر دونوں نے قاضی کو کہا۔ اپنے امین بھیج کر سے اٹھاؤ اور جہاں مناسب ہو خرچ کر دو۔ ہماری شریعت میں اس کا حکم (ا) رکاز کا ہے۔ اگر وہ دفینہ جاہلیت ہو۔ (ب) اور اگر دفینہ مسلمین ہو تو لقطہ کا حکم ہے۔ (ج) اور اگر معلوم نہ ہو سکے تو مال ضائع کا حکم ہوگا۔ بیت المال کی ملکیت ہوگا۔ ممکن ہے ان کی شریعت میں تفصیلات نہ ہوں۔ (فتح الباری)

لی غلام: بیٹے کو بچپن و جوانی میں غلام کہتے ہیں۔ اس کا معنی قوت والا ہونا ہے۔ وانفقا علی انفسهما منه فتصدقا: بخاری کی عبارت اس طرح ہے: ''فقال انکحوا الغلام الجارية وانفقوا على انفسهما منه وتصدقا''۔

لطیفہ ابن حجر رحمہ اللہ: پہلے دو صیغے جمع تیسرے کو تثنیہ اور چوتھے کو تثنیہ لائے۔ اس میں لطیفہ یہ ہے۔ زوجین مجبور تھے اور ان دونوں کا نکاح بھی ضروری تھا۔ جو اولیاء کے ساتھ ہو اور ان دونوں کے علاوہ دو گواہ بن جائیں۔ اسی طرح خرچے کا معاملہ بھی معاون کا محتاج ہے۔ جیسے وکیل۔ تثنیہ لانا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے۔ زوجین اس کیلئے مخصوص ہونگے۔ صدقہ کرنے کو تثنیہ لانا۔ وہ اس طرف اشارہ کرنے ہے کہ وہ بذات خود اپنے ہاتھوں سے صدقہ کریں جو واسطے کے بغیر ہو کیونکہ افضل یہی ہے اور یہ تو تبرع ہے جو عقل مند کے علاوہ نہیں کر سکتا۔ خصوصاً جس کی ملک نہ ہو۔ مسلم کی روایت میں ہے: اپنی ذات پر خرچ کرو۔ مگر پہلا قول بہتر ہے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۳/۸۱۹۸) والبخاری (۳۴۷۲) ومسلم (۱۷۲۱) وابن ماجه (۲۵۱۱) وابن حبان (۷۲۰)

**الفرائد**: (۱) ان دونوں آدمیوں کی کمال امانت و دیانت وتقویٰ، زہد ظاہر ہوتا ہے۔ (۲) جزاء جنس عمل سے ملے گی۔ (۳) قاضی کو فریقین میں اصلاح صلح و درستگی کرانی چاہیے۔

۱۸۲۹: وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''كَانَتِ امْرَاَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَآءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا: اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْاُخْرٰى اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، فَتَحَاكَمَا اِلٰى دَاوٗدَ ؑ، فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى، فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ ؑ فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى: لَا تَفْعَلْ، رَحِمَكَ اللّٰهُ، هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى: مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۲۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''دو عورتیں تھیں جن

کے ساتھ ان کے بیٹے تھے۔ بھیڑیا آیا اور ایک کے بیٹے کو لے گیا۔ ایک نے ان میں سے دوسری کو کہا وہ تمہارا بیٹا لے گیا۔ دوسری نے کہا وہ تمہارا بیٹا لے گیا۔ دونوں نے فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس بچے کا فیصلہ بڑی کے حق میں کر دیا۔ وہ دونوں نکل کر سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں اور اس کی انہیں اطلاع دی تو اس پر انہوں نے کہا۔ میرے پاس چاقو لے آؤ۔ میں اس کو دونوں کے درمیان دو ٹکڑے کر دیتا ہوں۔ چھوٹی کہنے لگی 'اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھلا کرے ایسا مت کریں وہ اسی کا بیٹا ہے۔ پس سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کے لئے اس کا فیصلہ کر دیا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : **كانت امرأتان**: یہ زمانہ بنی اسرائیل کی بات ہے۔

**معهما ابناهما**: یہ جملہ خبر کی جگہ ہے۔ (۲) ظرف خبر ہے۔ تثنیہ اس کا فاعل ہے کیونکہ مخبر عنہ پر اس کا اعتماد ہے۔ ان عورتوں کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

**فقالت**: جس کا بیٹا لے گیا تھا۔ **فتحا كما**: بخاری کی روایت میں 'فاختصما'' ہے۔

**فقضى به للكبرى**: قرطبی کہتے ہیں۔ داؤد علیہ السلام کا فیصلہ اس سبب کی وجہ سے تھا جو ان کے ہاں ترجیح کا پایا گیا کیونکہ دلیل تو کسی کے پاس نہ تھی۔ حدیث میں اختصار دلیل کو معین نہیں کیا گیا۔ اگر چہ اس سے عدم وقوع ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ اس طرح کہہ سکتے ہیں۔ وہ بچہ بڑی کے ہاتھ میں تھا۔ اس لئے چھوٹی اپنی دلیل قائم کرنے سے عاجز رہی۔ یہ تاویل شرعی قواعد کے مطابق ہے۔ سیاق اس کے خلاف نہیں۔ سلیمان علیہ السلام نے اس کو نہیں توڑا البتہ حقیقت کو معلوم کرنے کیلئے انہوں نے ایک طریقہ اختیار کیا۔ شاید جب بڑی نے سلیمان علیہ السلام کو کوشش دیکھی تو اس نے حق کا اعتراف کر کے اقرار کر لیا ہو اور اسی کے مطابق سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی منکر نے اس کی نفی پر جو اس کے خلاف دعویٰ تھا' قسم اٹھالی تو اس کو بری الذمہ قرار دیا جائے گا۔ پھر ایسا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ جس سے وہ اقرار کرے کہ محلوف علیہ اس کے ہاں تھا۔ اب یہ شخص اپنے اقرار سے پکڑا گیا۔ اس کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے سابقہ حکم کو توڑا ہے۔

**فقال ائتوني بالسكين**: بات کی حقیقت تک پہنچنے کیلئے یہ بات فرمائی۔ سکین کو سکین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مذبوح کی حرکت میں سکون آ جاتا ہے۔

**فقالت الصغرى لا تفعل**: چھوٹی کی گھبراہٹ شفقت کی دلیل تھی اور بڑی میں یہ چیز نہ تھی۔ دیگر قرائن بھی چھوٹی کی سچائی پر دلالت کر رہے تھے۔

**فقضى به للصغرى**: اس میں وہ احتمال بھی ہے جو قرطبی نے نقل کیا کہ بڑی نے اقرار کر لیا ہو۔ (۲) اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ سلیمان علیہ السلام کی ذمہ داری لگائی گئی ہو کہ وہ اپنے علم کے مطابق فیصلے کریں۔ ابن جوزی کہتے ہیں جب سلیمان علیہ السلام نے معاملے میں احتمال دیکھا تو استنباط کیا اور خوب کیا۔ دونوں فیصلے اجتہادی تھے۔ اگر داؤد علیہ السلام نص سے فیصلہ کرتے تو سلیمان علیہ السلام کو مجال مخالفت نہ تھی۔

**تخريج** : أخرجه أحمد (۲/۸٤۸۸) والبخاري (۳٤۲۷) ومسلم (۱۷۲۰) والنسائي (٥٤۱۷) وابن حبان

(٥٠٦٦) والبیهقی (١٠/٢٦٨)

**الفوائد:** (۱) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نظانت وذہانت خداداد چیز ہے۔ اس سے عمر کے چھوٹے بڑے ہونے کا تعلق نہیں۔ (۲) انبیاء علیہم السلام بھی اجتہاد سے ان مقامات پر فیصلے فرماتے ہیں جہاں نص نہ ہو۔ اگر چہ وجود نص کا بھی امکان ہو اس اجتہاد سے ان کے درجات کو بڑھانا مقصود ہے اور وہ خطاء سے معصوم ہوتے ہیں۔ باطل پر وہ برقرار نہیں رہ سکتے۔

۱۸۳۰ : وَعَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : "يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ ، وَيَبْقٰى حُثَالَةٌ كَحُثَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۸۳۰: حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نیک لوگ ایک ایک کر کے چلے جائیں گے اور جَو یا کھجور کے بھوسے کی طرح کے لوگ رہ جائیں گے۔ جن کی اللہ پاک کو کچھ بھی پرواہ نہ ہوگی"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ یہ صحابی ہیں، بیعت رضوان میں شامل ہیں۔ ان کی روایات کم ہیں۔

ابن حجر کہتے ہیں مرداسؓ کی بخاری میں صرف یہی روایت ہے۔ اوران سے روایت کرنے والے معروف راوی قیس بن حازم ہیں۔ بخاری، ابوحاتم اور مسلم اور دیگر نے اسی کو پختہ قرار دیا ہے۔ ابن السکن کہتے ہیں بعض محدثین کا خیال ہے کہ مرداس بن عروہ جن سے زیاد بن علاقہ نے روایت نقل کی ہے۔ وہ اسلمی ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ وہ دو ہیں۔

ابن حجر کہتے ہیں اس میں مزی کی اس بات کی تردید ہے جو اس نے مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھی ہے کہ ان سے قیس بن ابی حازم اور زیاد بن علاقہ نے نقل کیا۔ اور اس سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ زیاد بن علاقہ کے شیخ پر مرداس اسلمی نہیں بلکہ اور ہیں۔ (فتح الباری)

**یذھب الصالحون:** یعنی ان کی ارواح قبض کر لی جائیں گی۔

**الاول فالاول:** (۱) نصب کی صورت میں حال ہے۔ (۲) رفع ہو تو بدل تفصیل ہے۔ ابو البقاء نے کہا اول یا ثانی مجموع کو حال بنانا درست، اس کی خبر میں مٹھاس وکھٹاس یعنی چٹ پٹا مزہ ہے کیونکہ حال اصل میں خبر ہے۔ دمامینی کہتے ہیں اس کی خبر چٹ پٹی ہے۔ حال دوسرا ہے نہ کہ اول۔ مگر یہ عجیب ہے۔"

**تبقی حثالة:** یہ حفالة بھی نقل کیا گیا خطابی کہتے ہیں ہر چیز کا ردی حصہ۔ بعض نے کہا۔ چھاننے کے بعد جَو کا جو حصہ آخر میں رہ جاتا ہے اور کھانے کے بعد جو ردی کھجور بچ جاتی ہے۔

**لا یبالیھم اللہ بالة:** خطابیؒ کہتے ہیں نہ ان کا مرتبہ بلند ہوگا اور نہ ان کا کچھ وزن ہوگا۔ ابن بطال کہتے ہیں: (۱) صالحین کی موت علامات قیامت سے ہے۔ (۲) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خیر والوں کی اقتداء کرنی چاہیے اور ان کی مخالفت نہ کرنی

چاہیے۔کہیں ان کی مخالفت سے ان لوگوں میں نہ ہو جائے جن کی اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہ ہوگی۔(۳)اہل خیر آخری زمانے میں مر جائیں گے صرف اہل جہل باقی رہ جائیں گے۔ یہ روایت اس کی مؤید ہے۔" اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جھالاً"۔(فتح الباری)

**تخریج:** أخرجه أحمد (۶/۱۷۷۴۳) والبخاری (۴۱۵۶) وابن حبان (۶۸۵۲) والطبرانی (۲۰/۷۰۹) والبیھقی (۱۰/۱۲۲)

الفوائد : (۱)نیک لوگوں کی اموات یہ علامات قیامت سے ہے۔(۲)اہل خیر کی اقتداء کرنی چاہیے۔ان کی مخالفت سے بچنا چاہیے۔(۳) آخری زمانہ میں فقط اہل شر رہ جائیں گے۔ممکن ہے کہ زمین میں کوئی ایک ربانی عالم نہ رہے۔ (۴) قیامت اشرار خلق پر آئے گی۔

۱۸۳۱ :وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :جَآءَ جِبْرِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا تَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ؟ قَالَ :"مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ" اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ :وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۳۱: حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرائیل امین نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا: تم اپنے میں اہل بدر کو کیسا شمار کرتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" سب مسلمانوں میں افضل" یا اسی طرح کا کوئی لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرائیل کہنے لگے اسی طرح وہ فرشتے بھی جو بدر میں حاضر ہوئے تھے وہ فرشتوں میں افضل شمار ہوتے ہیں"۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق۔ان کی نسبت انصار کے قبیلہ بنی زریق کی طرف ہے۔ یہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقبہ، بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام مواقع میں حاضر تھے۔ان کے والد رافع صحابی ہیں ان کے بدر میں شامل ہونے سے متعلق اختلاف ہے۔ یہ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں موجود تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۲۴ احادیث روایت کی ہے۔ بخاری میں ان میں سے تین ہیں۔ان سے ان کے بیٹے معاذ، یحییٰ بن خلاد، عبداللہ بن شداد نے روایت کی ہے۔ان کی وفات خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوئی۔(تہذیب نووی)

اھل بدر :ان کی تعداد ۳۱۳ ہے یہی طالوت رحمہ اللہ کے ساتھ دریائے اردن عبور کرنے والے تھے۔فیکم یہ ظرف فعل ماتعدون سے متعلق ہے۔او یہ کلمہ شک راوی کیلئے ہے کہ افضل المسلمین کہا یا اسی کا ہم معنی کلمہ کہا۔اہل بدر عظیم فضیلت والے ہیں۔فضیلت میں علماء نے اس طرح ذکر کیا۔صحابہ میں سب سے افضل صدیقؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ پھر باقی چھ پھر اہل بدر۔ رضی اللہ عنہم

**تخریج** : أخرجه البخاری (۳۹۹۲)

الفرائد : (۱) اہل بدر کو تمام صحابہ پر فضیلت حاصل ہے۔ (۲) فضل اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جس کو چاہے دے۔ (۳) ملائکہ بدر سب سے افضل ہیں۔

۱۸۳۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِقَوْمٍ عَذَابًا اَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيْهِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى اَعْمَالِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۳۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ کسی قوم پر (عام) عذاب اتارتے ہیں تو یہ ان سب کو پہنچتا ہے جو ان میں موجود ہوتے ہیں۔ پھر ان کی بعثت ان کے اعمال کے مطابق ہوگی''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح : بقوم عذابا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر خسف، ہوا یا اسی قسم کا عذاب اتارتے ہیں۔

من کان فیھم: تو ان کے تابع لوگوں کو بھی عذاب پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا ...﴾ [انفال: ۲۵]

ثم بعثوا علی اعمالھم: پھر مؤمن جنت میں اور کافر آگ میں جائیں گے۔ پہلے روایت گزری: ''یغزو جیش الکعبۃ فإذا کانوا ببیداء من الأرض یخسف ..... وآخرھم ثم یبعثون علی نیاتھم'' الحدیث (بخاری و مسلم)

تخریج : أخرجه أحمد (۲/۹۸۵٤) والبخاری (۷۱۰۸) ومسلم (۲۸۷۹) وابن حبان (۷۳۱۵)

الفرائد : (۱) جس حال میں مرے گا اسی میں اٹھایا جائے گا۔ اہل ظلم و بغاۃ کی مجالس سے دور رہنا چاہیے۔ (۳) نہی سے سکوت جب قابل مؤاخذہ ہے تو بزدلی کا کیا ٹھکانا ہے۔

۱۸۳۳ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ اِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ يَعْنِيْ فِي الْخُطْبَةِ - فَلَمَّا وُضِعَ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ صَوْتِ الْعِشَارِ حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهِ فَسَكَنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ : فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِيْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ - وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَصَاحَتْ صِيَاحَ الصَّبِيِّ ' فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى اَخَذَهَا فَضَمَّهَا اِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِيْ يُسَكَّتُ حَتّٰى اسْتَقَرَّتْ قَالَ : "بَكَتْ عَلٰى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۳۳: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کھجور کا تنا تھا۔ جس کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں سہارا لے کر کھڑے ہوتے۔ جب منبر بنا دیا گیا تو ہم نے اس ستون سے دس ماہ کی گابھن اونٹنی جیسی آواز سنی

یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اپنا ہاتھ اس پر رکھا۔ پس وہ پرسکون ہو گیا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب جمعہ کا دن آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے تو کھجور کے اس تنے نے چیخ ماری' جس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے۔ قریب تھا کہ وہ پھٹ جاتا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے بچی جیسی چیخ ماری' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور اس کو پکڑا اور اپنے ساتھ ملایا۔ وہ اس بچے کی طرح سسکیاں لینے لگا جس کو خاموش کرایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ اس لئے کہ یہ ذکر سنا کرتا تھا''۔ (بخاری)

**تشریح:** جذع: کھجور کا تنا۔ جس کی ٹیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کے وقت لگاتے۔ فی الخطبة: یہ الفاظ مدرج ہیں۔

فلما وضع المنبر: یہ ۷ھ کی بات ہے (ابن سعد) بعض ۸ھ (ابن النجار) حافظ نے کہا دونوں میں نظر ہے۔

سمعنا للجذع مثل صوت العشار: نسائی کی روایت میں اس طرح الفاظ ہیں: ''اضطربت تلك السارية كحنين الناقة الخلوج'' (گم شدہ بچے والی اونٹنی)۔ ابن خزیمہ نے ''فحنت الخشبة حنين الوالد'' دارمی، ابن ماجہ نے ''فلما جاوزه خار ذلك الجذع كخوار الثور'' ابی بن کعب کی روایت میں جو احمد، دارمی، ابن ماجہ میں ہے ''فلما جاوزه خار الجذع حتى انصدع وانشق'' ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ وہ حیوان مضطرب ہو کر زور سے رونے لگا۔

حتى نزل النبي ﷺ فوضع يده عليه فسكن: یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ جو ابواب الجمعہ اور علامات النبوۃ میں ہیں۔ دارمی نے اس طرح نقل کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اختر ان اغرسك في المكان الذى كنت فيه فتكون كما كنت يعنى قبل ان تصير جذعًا وان شئت ان اغرسك في الجنة فتشرب من انهارها فيحسن نبتك وتثمر فيأكل منك اولياء الله تعالى ، فقال النبى ﷺ أختار ان اغرس فى الجنة'' دنیا میں پھلدار بننا چاہتا ہے یا جنت میں تو اس نے جنت کو پسند کیا۔ یہ معجزات نبوت سے ہے۔ ایک روایت میں ہے۔

كان يوم الجمعة: مرفوع کان کا اسم ہے۔ نصب کی صورت میں خبر ہے۔ اسم ضمیر عائد ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ رہی ہے۔

النخلة: کھجور کا تنا مراد ہے۔ حذف مضاف کے ساتھ ہے جیسا اسأل القرية۔

حتى كادت ان تنشق: وہ پھٹنے کے قریب ہو گیا۔ کاد کی خبر پر ان مصدریہ قلیل الاستعمال ہے۔

صياح الصبي: بچے کی طرح زور زور سے رونے لگا۔ فنزل النبي ﷺ: یعنی آپ منبر سے اترے اور اسے سرگوشی کی۔ حتى اخذها: اس کو تسلی کیلئے سینے سے ملایا۔ کیونکہ وہ آپ کے قرب اور سماع خطبہ سے محروم ہونے کی بناء پر شوق مند ہوا۔

حتى استقرت: یئن انيناً وانانًا: رونے سے سسکیاں بھرنے لگا چپ ہونے کی آواز نکالنے لگا۔ یہاں تک پرسکون ہو گیا۔

اسماعیلی کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''لو لم احتضنهٔ لحن الى يوم القيامة'' اور ابوعوانہ، ابن خزیمہ اور ابونعیم میں انس رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ہے: ''لو لم التزمه لما زال هكذا الى يوم القيامة'' یہ آپ کے غم فراق میں تھا پھر آپ نے اس کو دفن کا حکم دیا۔ ترمذی میں اسی طرح ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ جب یہ روایت بیان کرتے تو کہتے اے مسلمانو!

ایک تو آپ سے شوق ملاقات بے تاب ہو۔ تم اس اشتیاق کے زیادہ حق دار ہو۔

بکت علی ما کانت تسمع من الذکر: بہکی کہتے ہیں۔ ستون حنانہ کا واقعہ خلف نے سلف سے نقل کیا ہے اور خاص خبروں کی روایت تو مکلف بنانے کی طرح ہے۔ حافظ کہتے ہیں۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ جماد میں اعلیٰ حیوان جیسا ادراک پیدا کر دیتے ہیں اور اس میں ان لوگوں کی تاکید ہے جو اس آیت: ﴿وان من شئ الا یسبح بحمدہ﴾ کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔ ابو حاتم نے امام شافعی رحمہ اللہ عنہ کے متعلق نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معجزات دیئے وہ اور کسی پیغمبر کو نہیں دیئے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دیا۔ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ستون حنانہ والا معجزہ دیا۔ یہاں تک اور لوگوں نے اس آواز کو سنا یہ اس سے بڑھ کر ہے۔ (ابن ابی حاتم)

**تخریج**: أخرجه البخاري (٤٤٩)

**الفوائد**: (۱) بعض اوقات جمادات میں حیوانات کی طرح ادراک پایا جاتا ہے۔ (۲) ستون حنانہ کا واقعہ کچھ احیاء موتی سے کم نہیں۔ (ابن حجر)

۱۸۳۴: وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّ جُرْثُوْمِ بْنِ نَاشِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: "اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَرَضَ فَرَآئِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْھَا ' وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْھَا ' وَحَرَّمَ اَشْیَآءَ فَلَا تَنْتَھِکُوْھَا وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَآءَ رَحْمَۃً لَّکُمْ غَیْرَ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْھَا" حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَغَیْرُہٗ۔

۱۸۳۴: حضرت ابی ثعلبہ خشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں پس ان کو ہرگز ضائع نہ کرو اور کچھ حدود مقرر کی ہیں پس ان سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے پس اس کی حرمت کو مت توڑو اور کچھ چیزوں سے رحمت کے طور پر خاموشی اختیار فرمائی ہے۔ بھول کر ان کو نہیں چھوڑا پس ان میں کریدمت کرو۔ (دارقطنی وغیرہ) حدیث حسن ہے۔

**تشریح** ۞ الخشنی یہ خشین بن نمرین وبرہ کی طرف نسبت ہے۔ ان کا نام جرثوم یا حرثومہ بعض نے جرثم بعض نے جرھم بعض نے لاشق بعض نے لاشومہ بعض نے یاسب بعض نے یاسر بعض نے عروف تو بعض نے سق جبکہ دوسروں نے زید بعض نے الاسود لکھا ہے۔ ان کے والد کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ ان کی وفات ۷۵ھ اور بعض نے اس سے پہلے ۴۰ھ کی ابتداء میں جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتداء تھی۔ ان کی روایت تمام نے ہی ذکر کی ہے۔ (تقریب حافظ) انہوں نے کل چالیس روایات نقل کی ہیں جن میں سے تین پر بخاری و مسلم متفق ہیں اور چوتھی میں مسلم منفرد ہے۔

فلا تضیعوھا: ان میں خلل ڈال کر ان کو ضائع نہ کرو خواہ چھوڑ کر یا کسی رکن کو ترک کرنے یا کسی خاص شرط کو ضائع کرکے۔

حد حدودا: ہر عبادت کی حد بندی کر دی ان میں زیادتی کمی کر کے اس حد سے تجاوز نہ کرو۔ مثلاً ظہر کے چار فرض، عصر کے

چار، مغرب کے تین عشاء کے چار فرض اور فجر ۲ فرض مقرر فرمائے۔ ان میں اضافہ مت کرو۔ روزے کو صبح صادق سے غروب تک مقرر کیا اس میں اضافہ نہ کرو۔ وصال کے روزے حرام کیے ان کو مت رکھو۔ حدود اللہ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے احکام اوامر ومناہی پر بولا جاتا ہے۔ (کشف) اور اعتداء حد سے آگے بڑھنا اور چھوڑنا ہے۔

وحرم اشیاء فلا تنتھکوھا: اشیاء کو نکرہ لا کر عموم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انتھاك: پردے کو پھاڑنا۔ گویا تحریم پردے کی طرح ہے جو مکلف اور اس چیز کے درمیان لٹکایا گیا ہے۔ اس پردے کو پھاڑے بغیر اس چیز پہنچا نہیں جا سکتا۔ ارتکاب حرام کو پردہ دری سے تعبیر کر کے اس کی نزاکت کو واضح کیا۔

سکت عن اشیاء: کچھ چیزوں کے وجوب یا حرمت وحلت سے بھول کر نہیں بلکہ رحمت سے چھوڑ دیا۔ نسیان: کسی چیز کا علم ہو جانے کے بعد بلا قصد اس کو چھوڑ دینا۔ سھو بلا قصد کا چیز کا علم سے رہ جانا۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق دونوں محال ہیں۔ کیونکہ اس کا علم بالذات اور علم بالذات میں تغیر ہرگز نہیں ہو سکتا۔

فلا تبحثوا عنھا: اس کی بحث کریدمت کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں فرمایا ورنہ سخت تکالیف میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ ہم تو اصل برأت کا حکم کرتے اور منافع کو حلال کرتے ہیں اور نقصان دہ چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔ اور بحث و کرید تو تفتیش کے بعد ہوتی ہے۔

تحقیق روایت: اس روایت میں مکحول بہت ارسال کرنے والے ہیں جب تک حدثنا کے لفظ سے بیان نہ کریں اس کا عنعنہ قابل حجت نہیں۔ اسی طرح اس میں انقطاع بھی ہے کیونکہ مکحول نے ابوثعلبہ سے نہیں سنا۔ اور نہ ابوامامہ اور ابوہریرہ اور شداد بن اوس اور عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم میں کسی سے سماع ثابت نہیں۔ مزی نے مرسل کہا ہے۔ ابوحاتم نے واثلہ رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع کا انکار کیا مگر بخاری، ترمذی سماع کو مانتے ہیں۔ دارقطنی نے اسی وجہ سے اس کے مرفوع ہونے کو ترجیح دی۔ روایت کے دیگر شواہد ہیں۔

تخریج: أخرجه الدارقطني (٤/١٨٣) والحاكم (٤/٧١١٤) والبيهقي (١٠/١٢) الحاكم (٢/٣٤١٩)

الفوائد: (۱) اللہ تعالیٰ کے فرائض کو قائم کرنا چاہیے اور اس کی حدود سے تجاوز نہ کرنا چاہیے۔ (۲) شرع کی بے حرمتی نہ کرنی چاہیے۔ (۳) جس چیز کو شارع نے مجمل چھوڑا اس کی کرید میں نہ پڑنا چاہیے۔

۱۸۳۵: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَاْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۳۵: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں مکڑی استعمال کرتے رہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: الجراد: اس کا واحد جرادۃ ہے۔ نر و مادہ پر بولتے ہیں۔ ابن درید کہتے ہیں۔ اس کو جراد اس لئے کہتے ہیں۔

یہ زمین پر جو کچھ ہے اس کو کھا کر زمین کو ننگا کر دیتی ہے۔ مکڑی کا لعاب درختوں کیلئے زہر ہے۔ جس چیز پر پڑتا ہے جلا ڈالتا ہے۔ اس کے نر کو حنطب اور عنطا اور عنطوب کہا جاتا ہے۔ یہ مچھلی کی چھینک سے پیدا ہوتی ہے۔ کھانے کیلئے اس کے ذبح کی ضرورت نہیں۔ اس کی حلت میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ ابن الجوزی نے عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان اللّٰہ خلق الف امة امة ستمائة في البحر و اربع مائة في البر فاول شئ يهلك من هذه الامة الجراد فاذا هلك الجراد تتابعت الامم مثل سلك النظام'' (مزید تفصیل کتاب الطیر لابی حاتم، الغریب اصمعی، ابن خالویہ کتب ملاحظہ کریں)۔ اس امت میں سب سے پہلے مکڑی ہلاک ہوگی پھر دوسری امتیں موتیوں کی لڑی کی طرح یکے بعد دیگرے ہلاک ہوں گی۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٧/١٩١٧١) والبخاری (٥٤٩٥) ومسلم (١٩٥٢) وأبو داود (٣٨١٢) والترمذی (١٨٢٨) والنسائی (٤٣٦٧) والدارمی (٢٠١٠) والحمیدی (٧١٣) وابن حبان (٥٢٥٧) وابن أبی شيبة (٣٢٥/٨) وعبدالرزاق (٨٧٦٢) ابن الجارود (٨٨٠) والطيالسي (٨١٨) والبيهقي (٢٥٧/٩)

**الفرائد**: (۱) جراد کا استعمال جائز و حلال ہے۔ ایسی تنگ دستی میں جہاد پر قیام ان کی بڑی قربانی ہے۔ جس کی وجہ سے ہم تک دین پہنچا۔

۱۸۳۶: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ''لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۳۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح**: من جحرٍ مرتین: یہ بظاہر خبر ہے مگر امر کے معنی میں ہے۔ تاکہ مؤمن محتاط ہو جائے اور غفلت کا شکار نہ ہو کہ یکے بعد دیگرے دھوکا کھائے اور کبھی یہ دنیا کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔ تو مؤمن کا اس سے محتاط رہنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔

**ابو عبید کا قول**: مؤمن کے لئے مناسب نہیں کہ جب ایک جانب سے اس کو تکلیف پہنچے تو اس کا اعادہ کرے۔ زہری کا بھی یہی قول ہے۔ انہوں نے حدیث کا یہی مطلب لیا ہے۔ ابوداؤد: جس کو دنیا میں کسی گناہ کی سزا مل گئی آخرت میں اس گناہ کی سزا نہ ہوگی۔ بعض نے کہا مؤمن کامل مراد ہے۔ جس کی معرفت اسے امور کے غوامض پر مطلع کر دے تاکہ وہ ان سے محتاط ہو جائے۔ باقی غافل مؤمن تو بار بار ایک مقام سے ڈسا جاتا ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں جحر کے بعد واحد کا لفظ بھی موجود ہے۔

**ابن بطال کا قول**: اس روایت میں امت کو خبردار کیا اور ادب سکھایا کہ وہ کس طرح دو برے انجام سے بچے۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (٣/٨٩٣٧) والبخاری (٦١٣٣) ومسلم (٢٩٩٨) وأبو داود (٤٨٦٢) وابن حبان

(٦٦٣) وابن ماجه (٢٩٨٢) والدارمي (٣١٩/٢) وأبو نعيم (١٢٧/٦) والبيهقي (٣٢٠/٦)

**الفرائد:** (١) یہ جوامع الکلام سے ہے۔ (۲) احتیاطی تدابیر کیلئے نشان راہ ہے۔

۱۸۳۷ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنَ ابْنِ السَّبِيْلِ ' وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَاَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ ' وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا لَّا يُبَايِعُهُ اِلَّا لِدُنْيَا فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهَا وَفٰى وَاِنْ لَّمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۳۷: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین آدمی ایسے ہی جن سے اللہ قیامت کے دن (رحمت سے) کلام نہ فرمائیں گے' نہ (شفقت سے) ان کی طرف دیکھیں گے' نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: (۱) وہ آدمی کہ ویرانہ میں اس کے پاس بچا ہوا پانی تھا مگر اس نے مسافر کو اس سے روک دیا۔ (۲) جس نے کسی آدمی کے ہاتھ عصر کے بعد سامان فروخت کیا اور اللہ کی قسم اٹھائی کہ اس نے اسی قیمت پر لیا ہے۔ پس خریدار نے اس کو سچا جانا حالانکہ وہ اس کے برعکس تھا۔ (۳) جس نے کسی امیر کی بیعت دنیوی مفاد کی خاطر کی۔ پھر اس امیر نے اگر دنیا دی تو وفا کی ورنہ بے وفائی کی۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ❂ **ثلاثہ لا یکلمھم اللّٰہ:** ثلاثہ سے تین اقسام مراد ہیں۔ کلام سے رحمت و شفقت والی کلام۔ بعض نے کہا ان کی طرف سلام کرنے کیلئے فرشتوں کو نہ بھیجا جائے گا۔

**ولا ینظر الیھم ولا یزکیھم:** رحمت و مدد والی نگاہ نہ ڈالیں گے ورنہ اس کے علم سے تو کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ اور ان کو گناہ سے پاک نہ کیا جائے گا اور نہ ان کی تعریف کی جائے گی۔

**عذاب الیم:** الیم یہاں مؤلم کے معنی میں ہے۔

**فضل ماء:** اس سے وہ پانی مراد ہے جو اس کی اپنی ضرورت سے زائد ہو۔

**بالفلا:** جمع فلاۃ: وہ زمین جس میں پانی نہ ہو۔ جیسے حصاۃ و حصی۔ اس کی جمع الجمع افلاء ہے جیسے سبب و اسباب۔

**ابن السبیل:** اس سے مراد مسافر ہے۔ بیضاوی کہتے ہیں یہ نام بطور شفقت رکھ دیا گیا۔ مسافر جو مسافر ہونے کی وجہ سے پانی کا محتاج و ضرورت مند بھی ہے۔ اس سے پانی روکنا گناہ ہے البتہ اس وعید سے مسافر حربی یا مرتد مصر علی الکفر مستثنیٰ رہے گا۔ پس اسے پانی دینا ضروری نہیں۔

**رجل بایع رجلا بسلعۃ:** بسلعۃ مفعول میں تاکید کیلئے با کو بڑھایا گیا ہے۔ (۲) با کو بایع میں تقابل کا معنی پیدا کرنے کیلئے لائے۔ (۳) با عوض کیلئے ہے۔ سلعۃ کی جمع سلع جیسے سدرۃ و سدر۔ اس کا معنی سامان ہے۔

بعد العصر: عصر کے وقت کا تذکرہ اس وقت کے شرف کے پیش نظر ہے کیونکہ یہ دن، رات کے فرشتوں کے اجتماع کا وقت ہے۔ کذا و کذا یہ کنایات کے الفاظ ہیں۔

وصدقه وهو على غير ذلك: مشتری قسم اٹھانے والے کو سچا قرار دے رہا ہے حالانکہ اس نے کم قیمت میں لی ہے۔ ایسی قسم کی حرمت وقت عصر سے خاص نہیں کسی بھی وقت ایسی قسم حرام ہے۔ اس کی تخصیص کی وجہ گناہ کی برائی ہے۔ تاکہ اس مبارک وقت میں جو ملائکہ کے اجتماع اور اعمال کے اختتام کا وقت ہے سزا سے ڈر کر گناہ سے باز رہے۔ قرآن مجید میں تغلیظ یمین کیلئے اس کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔

رجل بایع: جس نے امام کی نصرت کیلئے بیعت کی اور اس کا مقصد صرف حصول زر ہو اگر دنیا ملی تو اطاعت پر برقرار رہا ورنہ اس کو توڑ ڈالا۔ ان لم یعطه۔ یہ ماقبل سے سمجھے جانے والے مفہوم کی تصریح ہے۔ تو ایسا شخص بھی اس وعید کا حق دار ہے۔ کیونکہ اس نے امام المسلمین سے دھوکا کیا ہے۔ جس نے اس دھوکے کو عادت بنالیا تو وہ لوگوں سے بھی ضرور دھوکا کرے گا۔ اور فتنے کا باعث بنے گا۔ (فتح الباری)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۷٤٤٦) والبخاری (۲۳۵۸) ومسلم (۱۰۸) وأبو داود (۳٤۷٤) والترمذی (۱٦۰۱) والنسائی (٤٤۷٤) وابن ماجه (۲۲۰۷) وأبو عوانة (۱/٤۱) وابن حبان (٤۹۰۸) وابن منده ٦۲۲) والبیهقی الکبری (٦/۱٥۲) الأسماء والصفات (۱/۳٥۲)

**الفوائد** : اس میں تین گناہوں کی شدت بیان فرمائی گئی ہے: (۱) جھوٹ سے سودا بیچنا (۲) بچا ہوا پانی مسافر کو نہ دینا۔ (۳) اصل بیعت تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اقامت حدود پر ہوتی ہے۔

۱۸۳۸ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ" قَالُوْا: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا؟ قَالَ اَبَيْتُ، قَالُوْا: اَرْبَعُوْنَ سَنَةً؟ قَالَ: اَبَيْتُ – قَالُوْا: اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا؟ قَالَ: اَبَيْتُ وَيَبْلٰى كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْاِنْسَانِ اِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهٖ، فِيْهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ، ثُمَّ يُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۳۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دونوں نفخوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔ لوگوں نے کہا اے ابو ہریرہ کیا چالیس دن؟ کہا مجھے معلوم نہیں۔ لوگوں نے دوبارہ کہا کیا چالیس سال۔ کہا مجھے معلوم نہیں۔ لوگوں نے کہا کیا چالیس مہینے؟ جواب دیا مجھے معلوم نہیں اور انسان کے جسم کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی سوائے دم کی ہڈی کے۔ اسی سے انسان کی تخلیق ہوگی۔ پھر اللہ آسمان سے بارش اتاریں گے۔ پس انسان اس طرح زمین سے اُگیں گے جس طرح سبزی"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : اربعون: نفخہ صعق اور نفخہ بعث کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا

گیا۔ تو انہوں نے حتمی تعیین سے انکار کر دیا نووی کہتے ہیں ان کی مراد یہی تھی کہ دن، مہینہ اور سال سے اس کی قطعی تعیین نہیں کی جاسکتی ہے۔ چالیس یقینی خبر ہے۔ مسلم کے علاوہ روایت میں سنة سال کی تعیین وارد ہے۔

**ویبلی کل شیٔ من الانسان:** یعنی انسان کے گوشت، پٹھے، رگیں، ہڈیاں، ناخن، بال، کھال سب پرانے ہو کر مٹ جائیں گے۔

**الا عجب الذنب:** عَجبٌ ریڑھ کی ہڈی کا سب سے آخری حصہ مراد ہے۔ اسی سے انسان بنتا ہے۔ یہی باقی رہتی ہے۔ تاکہ ترکیب تخلیق لوٹائی جائے۔ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ اور شہداء اس سے مستثنیٰ ہیں۔

**یرکب الخلق** ...... **فینبتون:** یُرکّب فعل مجہول، نائب فاعل بعد والا اسم ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے منی کی طرف گاڑھا پانی اتارے گا اور دُمچی کی آخری ہڈی سے انسان اس طرح اُگیں گے جیسے سبزیات تمام اجزاء سمیت اگتی ہیں۔

**تخریج:** أخرجه مالك (٥٦٥) وأحمد (٢/٩٥٣٣) والبخاري (٤٨١٤) ومسلم (٢٩٥٥) والنسائي (٢٠٧٦) وابن ماجه (٤٢٦٦) وابن حبان (٣١٣٨) وأبو داود (٤٧٤٣)

**الفوائد:** (۱) انسان کا تمام جسم ختم ہو جاتا ہے۔ دم کی آخری ہڈی باقی رہتی ہے اس سے تخلیق کی جائے گی۔

۱۸۳۹ : وَعَنْهُ قَالَ : بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَآءَهُ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحَدِّثُ – فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : بَلْ لَمْ يَسْمَعْ ، حَتّٰى اِذَا قَضٰى حَدِيْثَهُ قَالَ : "اَيْنَ السَّآئِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟" قَالَ : هَا اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ – قَالَ : "اِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ" قَالَ : كَيْفَ اِضَاعَتُهَا قَالَ : "اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۳۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں بیان فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بیان جاری رکھا۔ پس بعض لوگوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن تو لیا جو اعرابی نے کہا مگر اس کی بات کو ناپسند فرمایا اور بعض نے کہا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ہی نہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو مکمل فرما چکے تو فرمایا۔ قیامت کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہاں موجود ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کر۔ اس نے پوچھا: اس کے ضائع ہونے سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب معاملہ نااہل کے سپرد کیا جائے تو تو قیامت کا انتظار کر"۔ (بخاری)

**تشریح:** **یحدث القوم:** یہ جملہ ضمیر سے محل حال میں ہے۔

**مضی رسول ﷺ یحدث:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو جاری رکھی۔ بعض لوگوں نے کہا۔ اس کی بات کو سن کر آپ نے ناپسند فرمایا

ہے۔ضمیر کی بجائے ما قال کو ظاہر کر دیا تا کہ قائل کی کراہت والے وہم کا ازالہ ہو۔

قال بعضهم لم یسمع: یہ ابطال کے بغیر پہلے کے قول سے اعراض ہے۔اس تردد کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سوال کی طرف التفات نہ فرمائی تھی۔اس لئے کہ خصوصی طور پر اس مسئلہ کے متعلق کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہ فرماتے تھے۔مگر یہ بات بعد میں واضح ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کو ان مذکورہ باتوں کی وجہ سے ترک نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنی بات کو تکمیل والے احتمال کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرما رہے تھے اور اگلی بات اس کی تائید کر رہی ہے۔

حتی اذا قضی حدیثه: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکمیل کر لی۔اذا یہ شرطیہ ہے۔اس کا جواب قال این السائل: دوسری روایت میں اراہ کا لفظ زائد ہے۔یہ لفظ او کے شک کے ساتھ محمد بن فلیح کی طرف سے ہے۔(فتح الباری)

ها انا یا رسول اللہ ﷺ قال اذا ضیعت الامانة: ها میں حاضر ہوں۔ضیعت یہ مجہول ہے۔اگر تو جاننا چاہتا ہے تو اس کی علامت یہ ہے جب امانت ضائع ہونے لگے۔فانتظر الساعة: شرط مقدر کا جواب اور شرط اول کا جواب ہے۔

قال کیف اضاعتها: جب معاملہ نااہل کے سپرد کر دیا جائے یہی ضیاع امانت ہے۔الی لام کے معنی میں ہے۔ابن المنیر کہتے ہیں اس حدیث کو پڑھانے پڑھنے،حکومت کے عہدوں، فتاوی جات میں جیسہ مقاجہ کی بھیڑ ہو قاعدہ کلیہ بنایا جائے۔ حدیث میں وارد ہے:''من أشراط الساعة أن يلتمس العلم عند الأصاغر:''علم اصاغر کے ہاں تلاش کیا جائے گا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۷۳۷) والبخاری (۵۹) وابن حبان (۱۰۴) والبیهقی (۱۰/۱۱۱)

**الفوائد** : اس قیامت کی مزید یہ علامت بتلائی کہ جہالت کا غلبہ ہو جائے گا اور علم الٹ ہو جائے گا۔

۱۸۴۰ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"يُصَلُّوْنَ لَكُمْ : فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ وَلَهُمْ وَاِنْ اَخْطَئُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۴۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''حاکم تمہیں نماز پڑھائیں گے اگر وہ درست پڑھائیں تو تمہارے لئے اجر اور ان کے لئے بھی اجر۔اگر وہ غلطی کریں تو تمہارے لئے اجر اور ان کے لئے بوجھ۔

**تشریح** : ضمیر جمع حکام کی طرف ہے۔لکم۔مسلمان مخاطب مراد ہیں۔

فان اصابوا: اگر اس میں وہ درستی اختیار کرنے والے ہوں اور وہ جاننے بھی ہوں۔کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ناواقف ہو اس کے ذمہ وہ کام لگانا درست نہیں۔درستی کی حالت میں دونوں کو ثواب اچھے عمل کرنے والے کا عمل اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتے اور روایت کا اگلا حصہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔

وان اخطئوا فلکم وعلیهم: یہ اس صورت میں ہے جب وہ کسی ایسے امر کا ارتکاب کریں جو اعادہ کو لازم کرنے والا نہ ہو۔ مثلاً بے وضو ہونا۔اس سے خلل تو ہو مگر وہ مبطل نہ ہو مثلاً نماز میں تاخیر بلا عذر۔یہ حرام تو ہے جب کی جائے گی تو فرض سے

آدمی بری الذمہ ہو جائے گا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۶۷۱) والبخاری (۶۹۴)

**الفرائد** : (۱) حقدار امامت کرائے تو بڑے اجر کا حقدار ہوگا ورنہ اس نے غلطی کی اپنے اوپر بوجھ لادا۔ ان کو کامل اجر ملے گا۔

۱۸۴۱ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" قَالَ : خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ يَأْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْا فِي الْإِسْلَامِ۔

۱۸۴۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ والی آیت کی تفسیر کے سلسلے میں کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہوں گے جو لوگوں کو ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ خیر امة: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ لوگوں میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو لوگوں کیلئے بہتر ہوں۔ ابن کثیر کہتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے۔ امت میں بہترین لوگ اور زیادہ فائدہ مند وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچائیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿تامرون بالمعروف ....﴾

**یأتون بهم فی السلاسل فی اعناقهم۔ فی اعناقهم** یہ **السلاسل** کے لئے محل صفت یا حال میں واقع ہے۔ یعنی ان کو اس حال میں لایا جائے گا کہ ان کی گردنوں میں زنجیریں ہوں گی۔ ابن کثیر کہتے ہیں۔ یہ تفسیر ابن عباس، عکرمہ، عطاء، ربیع بن انس اور عطیہ عوفی سب نے کی ہے۔ یہ متفق علیہ تفسیر ہے۔ اس میں **خیر امة** کی تفسیر ہے۔ اور **یأتون بهم** میں اللہ تعالیٰ کی کمال مہربانی کا تذکرہ ہے۔ ان کو قید کر کے لایا جاتا ہے اور اس سے وہ مشرف باسلام ہو کر دارین میں عظمت پا لیتے ہیں اور یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

درہ بنت ابی لعب کی مرفوع روایت میں ہے: "**خیر الناس : اقرؤهم وافقههم فی دین اللّٰه' واتقاهم للّٰه وآمرهم بالمعروف' وأنهاهم عن المنكر' وأوصلهم للرحم**" "سب سے بہتر بڑے علم اور دین میں زیادہ سمجھ والے اور ان میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "**کنتم خیر امة** ...." کی تفسیر میں موقوف روایت ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ (ابن کثیر)

دراصل یہ آیت عام ہے اور ہر زمانے کے لوگ **خیر القرون قرنی** کے مطابق اس میں شامل ہیں۔ مسند احمد میں معاویہ بن حیدہ سے مرفوعاً روایت ہے: "**أنتم موفون سبعین امة انتم خیرها واکرمها علی اللّٰه عزوجل**" "تم سترہویں امت کو پورا کرنے والے ہو۔ اور تم ان میں سب سے بہتر اور زیادہ عزت والی ہو۔ (ترمذی، حاکم) اس امت کو اپنے

پیغمبر ﷺ کی وجہ سے امتوں میں تقدم کا درجہ حاصل ہے۔ یہ امت اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اشرف واعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو کامل شریعت عنایت فرمائی۔ جو کسی نبی و رسول کو نہیں ملی۔ اس طرز پر ان کا عمل دوسروں کے کثیر عمل سے بڑھ جائے گا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۹۸۹۶) والبخاری (۳۰۱۰) وأبوداود (۲۶۷۷) وابن حبان (۳۱٤)

**الفوائد** : اس امت کیلئے خیریت ثابت ہے۔ یہ علی الاطلاق افضل امت ہے۔ اس امت کو اہل کفر وشرک پر غلبہ ملے گا۔ اس سے بہت سے کافر ایمان میں داخل ہوں گے۔

۱۸۴۲ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "عَجِبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ" رَوَاهُمَا الْبُخَارِيُّ۔

مَعْنَاهُ :يُؤْسَرُوْنَ وَيُقَيَّدُوْنَ ثُمَّ يُسْلِمُوْنَ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ۔

۱۸۴۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس قوم پر تعجب کا اظہار فرماتے ہیں جو جنت میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے داخل ہوں گے۔ بخاری نے ان کو روایت کیا' اس کا معنی اس کو قید کیا جاتا ہے۔ پھر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

**تشریح** ۞ عجب الله:اس سے ذات باری تعالیٰ کیلئے رضا و اکرام مراد ہے۔

من قوم يدخلون الجنة: مضارع مجہول ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سچے وعدے کے مطابق بیڑیوں میں ایمان دیتا ہے۔ مسبب کا سبب پر اطلاق ہے۔ في السلاسل في تعليلية ہے۔ وہ بیڑیاں کی گردنوں میں پڑی ہونے کی حالت میں وہ اسلام لے آتے ہیں۔ (۲) ظرفیۃ ہے۔ وہ اسلام لے آتے ہیں اس حال میں کہ وہ ان بیڑیوں میں مقید ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو قید کر لیا جاتا ہے پھر وہ اسلام لے آتے اور اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۹۸۹۶) والبخاری (۳۰۱۰) وأبو داود (۲۶۷۷) وابن حبان (۳۱٤)

**الفوائد** : اسلام میں یہ کمال ہے کہ یہ دلوں کو فتح کرتا ہے۔ تلوار تو صرف کانٹوں کو ہٹانے کیلئے ہے۔

۱۸۴۳ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۴۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک علاقوں میں سب سے بہتر مقامات مسجدیں ہیں اور علاقوں کے سب سے ناپسندیدہ مقامات بازار ہیں''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ الى الله مساجدها: البلاد میں الف لام جنس ہے۔ مساجد وہ مقامات ہیں جن کی تعظیم و تکریم کا اللہ تعالیٰ

نے خود حکم فرمایا اوران میں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہوتی ہے۔ نماز قائم کی جاتی اور قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔ اس میں علوم کی تعلیم دی جاتی ہے اور اپنے آپ کو رحمت الٰہی کے جھونکوں کیلئے پیش کیا جاتا ہے۔ بلاد جمع بلد۔ ہر وہ قطعہ زمین گھرا ہوا ہو خواہ آباد ہو یا غیر آباد۔ صحاح میں بلد کا معنی زمین لکھا ہے۔ النہایہ میں ہے۔ ''وہ زمین جو حیوان کے ٹھکانے کی جگہ ہو۔ خواہ اس میں تعمیر نہ ہو۔'' مصباح میں ہے کہ ''ہر ایسی جگہ جو آباد ہو یا غیر آباد''۔ قرآن مجید میں: ﴿الی بلد میت﴾ ''وہ زمین جہاں نباتات نہ ہو اور نہ چراگاہ ہو۔ یہ چیزیں بارش سے نکلتی ہیں تو ان کے مال و مویشی چرتے ہیں۔ تو نبات و چراگاہ کے نہ ہونے کو موت سے تعبیر کیا اوران کے پائے جانے کو زندگی کہا۔ (المصباح)

اسواقھا: یہ سوق کی جمع ہے۔ وہ مکان جہاں خرید وفروخت ہوتی ہو۔ جو کہ بیع کے عادی ہیں۔ المصباح میں ہے سوق مذکر ومؤنث آتا ہے۔ ابواسحاق نے مؤنث کو ترجیح دی۔ مذکر نہیں مانا بلکہ غلطی قرار دیا۔ کیونکہ سوق نافقۃ کہا جاتا ہے نافق عرب سے سنا نہیں گیا اور سوق کی نسبت اسی طرف ہے جو بغض ونفرت کی وجہ سے دیتے ہیں کیونکہ یہ فحش ودغا وبازی، سود، جھوٹی قسمیں، وعدوں کی مخالفت، اللہ تعالیٰ سے اعراض وغیرہ اعمال کی جگہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت وبغض کی جگہ ہے اپنے ارادہ خیر وشر کے ذریعہ اور اس کا کرنے والا سعادت مند یا بدبخت ہو جاتا ہے۔ مساجد میں رحمت الٰہی اترتی ہے اور بازار میں ناراضی۔ سیوطی کہتے ہیں۔ یہ مجاز ہے جو مساجد میں ہوتا ہے۔ اس سے مکان کی صفت بیان کردی گئی۔ مساجد سے محبت کا مطلب ان میں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر، تلاوت قرآن، اعتکاف، نشر علما اور نمازیں ہوتی ہیں ان سے محبت ہے اور بغض اسواق سے مراد ملاوٹ، دھوکا، خیانت، بدمعاملگی ہوتی ہے اور بازار والے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے اور محارم سے آنکھیں نہیں جھکاتے وغیرہ ان سے ناراضگی مراد ہے۔

**تخریج**: أخرجه مسلم (٦٧١) وابن حبان (١٦٠٠) وابن خزيمة (١٢٩٣) والبزار (٤٠٨) وأبو عوانة (١/٣٩٠) والبيهقي (٣/٦٥)

**الفوائد**: مساجد عبادت کے مقامات ہیں عبادت سے تقرب حاصل ہوتا ہے تو پسندیدہ جگہیں بن گئیں۔ بازار شیاطین کے افعال کی جگہیں ہیں۔

۱۸۴۴: وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ مَنْ قَوْلِهِ قَالَ: لَا تَكُوْنَنَّ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ السُّوْقَ وَلَا اٰخِرَ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْهَا ، فَاِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطَانِ وَبِهَا يَنْصِبُ رَايَتَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا، وَرَوَاهُ الْبَرْقَانِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا تَكُنْ اَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ السُّوْقَ ، وَلَا اٰخِرَ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْهَا ، فِيْهَا بَاضَ الشَّيْطَانُ وَفَرَّخَ"۔

۱۸۴۴: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو تُو سب سے پہلا بازار میں داخل ہونے والا نہ بن اور نہ سب سے آخر میں نکلنے والا بن کیونکہ بازار شیطان کے اڈے ہیں اور انہی میں شیطان اپنے

جھنڈے گاڑتا ہے۔ (مسلم)

علامہ برقانی نے اپنی صحیح میں سلمان سے اس طرح روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو بازار میں سب سے پہلے داخل نہ ہو اور نہ سب سے آخر میں نکلنے والا بن۔ بازار میں شیطان انڈے دیتا ہے اور بچے دیتا ہے''۔

**تشریح** ۞ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ان کے حالات باب ادب المجلس والجلیس میں گزرے۔

من قولہ: یہ محل حال میں ہے۔ قولہ سے مراد جوان پر موقوف ہے۔

لا تکونن: یہ جملہ شرطیہ اس کا جواب محذوف ہے جیسا کہ مقام دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے۔ تم ہرگز بازار میں پہلے داخل ہونے والے مت بنو۔ اور نہ اس سے آخری نکلنے والا۔ یہ جملہ معترضہ ہے جو یکون کے اسم وخبر کے درمیان واقع ہے۔

ولا اخر من یخرج منھا: یہ معطوف علیہ ہے۔ یہ جملہ اس لئے لائے تاکہ خبردار کر دیا جائے کہ اس امت پر تکالیف طاقت کے مطابق ہوں گی۔

فانھا معرکۃ الشیطان: ممنوع ہونے کی علت بیان کی۔ یہ شیطان کا میدان ہے یعنی اس میں دھوکا۔ ملاوٹ، جھوٹی قسمیں اور افعال منکرہ ہوتے ہیں اور شیطان اپنے دوستوں سے یہ کرواتا ہے۔

وبھا ینصب رایتہ: اس میں اس کا جھنڈا گاڑا جاتا ہے۔ اس میں جلد داخل ہونے اور دیر سے نکلنے میں اس کی طرف توجہ دینا لازم آتا ہے۔ جو شیطان کی طرف منسوب اور رحمان کو مبغوض ہے اور یہ چیز تجارت کیلئے تبکیر کے منافی نہیں۔ کیونکہ وہ برکت کا باعث ہے۔ کیونکہ جو جلدی طلب رزق کیلئے گھر سے نکلے گا۔ وہ مسجد سے ابتداء کرے گا اور اطاعت سے شروع کرے گا جب بازار لگ جائے گا تو وہ اول یوم میں پہلا داخل ہونے والا شمار نہ ہوگا۔ جبکہ اس نے تبکیر اختیار کیا اور ممنوعات سے باز رہا۔

علامہ برقانی خوارزم کے رہنے والے شافعی المسلک شیخ ہیں۔ علوم عربیہ میں وافر حصہ رکھتے تھے۔ انہوں نے صحیح بخاری ومسلم اور ان کے علاوہ صحیح روایات سے مسند تیار کی۔ ذہبی نے ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ برقانی نے اس کو مرفوعاً مگر بعض الفاظ کے اختلاف سے نقل کیا ہے۔ طبرانی نے وہ الفاظ لکھے معرکہ کی جگہ مریض یا "أوبھا نصب الرایۃ" ہے۔ اور ''فیھا باض الشیطان وفرخ'' سے مجاز مراد ہے۔ کیونکہ یہ گناہوں کی جگہ ہے جیسے ملاوٹ، دھوکا، جھوٹی قسمیں، منکر افعال اور یہ سب چیزیں شیطان کو مطلوب ومقصود ہیں اور اس کا دارومدار انہی پر ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بازار ناپسند ہیں۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲٤٥۱) تاریخ بغداد (۳۷۳/٤) مات سنة (٤۲٥)

**الفوائد** : بازار کے اکثر مقامات شیاطین کے مساکن ہیں۔ بلا ضرورت بازار جانے کو ناپسند کیا گیا۔ عورت کا بازار جانا تو بڑے فتنے کا باعث ہے۔ جو اس وقت ظاہر ہے۔

۱۸۴۵ : وَعَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ – قَالَ : وَلَكَ قَالَ عَاصِمٌ فَقُلْتُ لَهُ: اسْتَغْفَرَ لَكَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ : نَعَمْ- وَلَكَ ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ : "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۷۵: حضرت عاصم احول نے عبداللہ بن سرجس سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تیری بھی۔ عاصم کہتے ہیں میں نے عبداللہ سے کہا کیا تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کیا ہے؟ (کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا) اور تیرے لئے بھی اور پھر یہ آیت پڑھی اور استغفار کر تو اپنی لغزش پر اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے"۔ (مسلم)

**تشریح** : یہ ابن سلیمان ہیں ان کی کنیت ابو عبدالرحمن بصری ہے۔ یہ اوساط تابعین سے ہیں۔ قطان نے ان کے متعلق کلام کیا۔ اور وہ ان کے حکومت میں داخل ہونے کا سبب تھا۔ ۱۴۰ھ میں وفات پائی تمام نے ان سے حدیث لی ہے۔ عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کے حالات "باب مایقوله اذا رکب دابتهٗ" میں گزرے۔

غفر اللّٰه لك: یہ دعا ہے یا اخبار ہے یہ اس آیت سے لیا گیا ہے ﴿لیغفرلك اللّٰه ماتقدم من ذنبك وما تاخر .....﴾ معمول کو تعمیم کیلئے حذف کیا۔ پہلے ہم ذکر کر چکے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی عظمت کو بیان فرمایا ہے۔ ورنہ ذنب کو اصلاً ہے ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے اچھائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہوئے ولك فرمایا اور آپ ﷺ کا دعا دینا اس لئے بھی تھا کہ اس کی دعا کو بلند مقام مل جائے۔ عاصم کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ نے استغفار کیا۔ تو انہوں نے نعم کہا۔ اور ساتھ مجھے بھی دعا دیتے ہوئے کہا۔ ولك کہ میں تیرے لئے بھی استغفار کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا۔ پس آپ ﷺ کے حکم سے پیچھے نہیں رہا جا سکتا۔ پھر یہ آیت پڑھی : ﴿واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنات﴾ پس آیت کے اطلاق سے جواز ثابت ہوا۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (٦٣٤٦)

**الفوائد** : آپ ﷺ کا استغفار تمام امت کے مرد و عورت، زندہ و مردہ تمام کیلئے کفایت کرنے والا ہے۔

۱۸۷۶ : وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : "اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى : اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۷۶: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پہلی نبوت کے کلام میں سے جو لوگوں نے پایا وہ یہ ہے جب تو حیا نہیں کرتا تو جو چاہے کر"۔ (بخاری)

**تشریح** : ان مما ادرك الناس : جو لوگوں تک پہنچا اور جو لوگوں نے پایا۔ من ابتدائیہ ہے اِنّ کی خبر ہے اور اس کا اسم اذا لم تستح ہے۔

البنوة الاولی: ای ذوی النبوة المتقدمه۔ جونبوتیں آپ سے پہلے ہوگزریں۔
اذا لم تستح: (۱) جب تم کسی ایسے فعل کا ارادہ کرو اگر وہ ایسا کام ہے۔ جس کے اللہ تعالیٰ اور بندوں کے سامنے کرنے میں باق نہ ہو تو کرلو۔ ورنہ مت کرو۔ اس کے مطابق تو امر اباحت کیلئے ہے۔ (۲) امر تہدید کیلئے بھی ہو سکتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا۔ جب تجھ میں حیاء نہ رہے تو جو چاہو کرو کل سزا تمہیں بھگتو گے۔ (۳) امر خبر کے معنی میں ہے۔ جب تم سے حیاء چلی جائے گی تو تم ہر حلال و حرام کر ڈالو گے اس لئے کہ اس وقت کوئی روکنے والا نہیں جو تمہیں برے کام سے روکے۔

**تخریج** : أخرجه البخاری (۴۳۸۳)

**الفرائد** : حیاء کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ (۲) جو حیاء کھو بیٹھتا ہے اس پر معاصی آسان ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات یہ چیز اسے کفر تک لے جاتی ہے۔

۱۸۴۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: "اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِى الدِّمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۴۷: حضرت عبداللہ بن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلا فیصلہ قیامت کے دن خونوں کے متعلق ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ فی الدماء: وہ خون جو دنیا میں لوگوں کے مابین واقع ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے خون کا فیصلہ ہوگا۔ ممکن ہے کہ تقدیر عبارت اس طرح ہو: ''اول ما یقضی فیه الامر الکائن فی الدماء'' سب سے پہلا فیصلہ جو طے کیا جائے گا۔ وہ خون کے بارے میں وارد ہونے والا حکم ہوگا۔ یہ روایت: ''اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة صلاته'' اولیت سے مخلوق کے معاملات میں اولیت مراد ہے اور دوسرے میں اوّلیت خالق کی عبادت کے معاملات کے سلسلہ میں مراد ہے۔ جار کا متعلق محذوف ہے۔ پہلا فیصلہ قیامت کے دن خون کے سلسلہ میں ہوگا۔ یعنی وہ حکم جس کا تعلق دماء سے ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خون کا معاملہ بڑی اہمیت والا ہے۔ کیونکہ ابتداء اہم سے ہوا کرتی ہے اور مفسدہ جتنا بڑا ہو گناہ اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ مذمت کی انتہاء یہ ہے انسانیت کی جڑ کو ختم کر دیا گیا اور بھلائی فوت کر دی گئی۔ قتل کی مذمت میں بہت سی آیات واحادیث وارد ہیں۔ اور باب والی روایت اس کے خلاف نہیں: ''انا اول من یحشر للخصومة'' یعنی آپ اور آپ کے دونوں رفیق حمزہ عبیدہ اور ان کے مخالف عتبہ شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔ کیونکہ یہ روایت باب جماعت پر دلالت کر رہی ہے اور وہ احادیث پر۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱/۳۶۷۴) والبخاری (۶۵۳۳) ومسلم (۱۶۷۸) والترمذی (۱۴۰۱) والنسائی (۴۰۰۳) وفی الکبری (۳۴۰۴) وابن حبان (۷۳۴۴) والطیالسی (۲۶۹) القضاعی (۲۱۲) وابن ماجه (۲۶۱۵) وعبدالرزاق (۱۹۷۱۷) وابن ابی شیبة (۹/۴۲۶) وأبو یعلی (۵۲۱۵) والبیهقی (۸/۲۱) شعب الایمان (۵۳۲۵)

الفوائد : خون کے معاملے کی اہمیت کی وجہ سے سب سے پہلے پیش ہوگا۔اس خون مسلم کی حرمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۸۴۸ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُلِقَتِ الْمَلَآئِكَةُ مِنْ نُوْرٍ ' وَخُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَّخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۴۸: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ملائکہ نور سے بنائے گئے اور جنات آگ کے شعلے سے اور آدم اس سے جو تمہیں بیان کیا گیا'' (یعنی مٹی سے )۔(مسلم)

تشریح : خلقت الملائکة من نور: یہ اجسام لطیفہ ہیں۔جس کے اجسام لطیف ملے ہیں۔جو مختلف شکلوں میں بدل سکتے ہیں۔

وخلق الجان من مارج من نار: وہ ابلیس ہے جو ابوالشیاطین ہے۔بعض نے کہا وہ ابوالجن ہے یا وہ ابلیس یا اور کوئی اس میں اختلاف ہے۔مارج: مضطرب۔یہ مرج سے ہے۔من نار: یہ مارج کا بیان ہے۔یا من تبعیضیہ ہے۔مارج (۱) وہ شعلہ جس میں سبز زرد، سرخ آگ ملی جلی ہو۔مشاہدہ سے آگ میں تینوں رنگ نظر آئیں گے۔(۲) بعض نے کہا خالص، (۳) بعض نے سرخ (۴) بعض نے وہ سرخی جو آگ کے راستوں میں ہوتی ہے۔(۵) بعض نے سیاہی سے ملی آگ (۶) بعض مضطرب لپٹ۔(۷) امام لیث کہتے ہیں، المارج۔سخت لپٹ والا چمکدار شعلہ۔(۸) ابن عباس ؓ کہتے ہیں یہ وہ لپٹ ہے جو آگ پر بلند ہوتی اور ایک دوسری سے سرخ، زرد، سبز مل جاتی ہیں۔مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔(۹) المارج: وہ بجھا ہوا شعلہ جو رکا ہوا نہ ہو۔(۱۰) المبرد نے کہا وہ چھوڑی ہوئی آگ جس کے آگے رکاوٹ نہ ہو۔(۱۱) ابو عبیدہ و حسن بصریؒ کہتے ہیں۔ملی جلی آگ اصل میں مرج مضطرب اور مختلط ہونے کو کہتے ہیں۔فرضی کہتے ہیں۔من نار یہ مارج کی صفت ہے۔

وخلق آدم مما وصف لكم: وصف یہ فعل مجہول ہے۔یعنی جیسا قرآن مجید میں مذکور ہے: ﴿منها خلقنا کم﴾ پھر اس کو گوندھا گیا تو وہ گارا بن گیا۔اللہ تعالیٰ نے ابلیس کا قول ذکر کیا: ﴿خلقتنی من نار و خلقتهٗ من طین﴾ ''پھر وہ جم گئی اور اس میں تغیر پیدا ہوا تو سیاہ بد بودار کیچڑ بن گئی۔پھر خشک ہوا یہاں تک کہ بجنے لگا۔جیسا فرمایا: ﴿ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمإ مسنون﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿خلق الانسان من صلصال كالفخار﴾۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲۵۲۴۹/۹) ومسلم (۲۹۹۶) وابن حبان (۶۱۵۵)

الفوائد : اس روایت میں آدم، جنات اور ملائکہ کی اصل خلقت کی وضاحت ہے۔اس کے سوا نظریات محض باطل ہیں۔

۱۸۴۹ : وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ خُلُقُ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ الْقُرْاٰنَ ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ جُمْلَةِ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ۔

۱۸۴۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن تھے۔مسلم نے

بھی حدیث کے سلسلے میں یہ بیان فرمایا۔

**تشریح** ✿ شیخ سہروردی کہتے ہیں۔ بعید نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں گہرا اشارہ اور مخفی رمز اخلاق ربانیہ کی طرف ہو۔ الحضرۃ الٰہیہ نے اس بات کا اکرام کیا کہ اس طرح فرمایا آپ اخلاق الٰہیہ سے مزین تھے۔ اور اسی کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ''کان خلقه القرآن'' کے لطیف قول سے تعبیر کیا۔ اس سے ان کی کمال عقل اور مقام ادب کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ جس طرح قرآن کے معانی ختم نہ ہونے والے ہیں۔ اسی طرح آپ کے اوصاف جمیلہ جو آپ کے عظیم اخلاق پر دلالت کرتے ہیں وہ بھی ختم نہ ہونے والے ہیں۔ آپ کی ہر حالت میں مکارم اخلاق اور محاسن شیم کی ایک نئی جھلک ہے اور قرآن کے وہ معارف وعلوم جو اللہ تعالیٰ آپ کے قلب اطہر پر ڈالتے ہیں ان کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جزئی اخلاق کی حرف تعرض مقدور انسانی سے باہر ہے۔ بندے کے ممکنات عادیہ سے نہیں۔ علامہ حرانی فرماتے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کی معرفت اس طرح جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بربی عرفت کل شیء'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارکہ اعظم اخلاق ہوئے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو انسانوں پر نہیں بلکہ جنات کیلئے بھی کر دیا اور جنات پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ تمام جہاں والوں کیلئے عام کیا۔ (سبحان اللہ)

**تخریج** : أخرجه مسلم (٧٤٦) وأبو داود (١٣٤٢)

**الفوائد** : آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واعمال قرآن مجید کی چلتی پھرتی تصویر تھی نہ کم نہ زیادہ۔

۱۸۵۰ : وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ'' فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ فَكُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ؟ قَالَ: ''لَيْسَ كَذٰلِكَ ' وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ وَجَنَّتِهٖ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ فَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ' وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَسَخَطِهٖ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۵۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس سے مراد موت کو ناپسند کرنا ہے؟ ہم تو سارے ہی موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ جب مؤمن کو اللہ کی رحمت اور اس کی رضامندی اور جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ✿ لقاء اللّٰہ احب اللّٰہ لقاءہٗ: اس میں طاعات کی انجام دہی اور اخلاص اختیار کرنے پر ابھارا گیا ہے۔

کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لاتعداد برکات ملتی ہیں۔ اور عامل کو شرف سے نوازا جاتا ہے جو بے نتہا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے عمل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے ان چیزوں کیلئے جو اس کیلئے تیار کی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں۔

من کرہ لقاء اللہ: اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرنے سے موت سے نفرت کرتا ہے، اس پر سوال ہوا کہ موت کو تو سب ناپسند کرتے ہیں؟ اور یہ طبعی چیز ہے۔ اگر ان چیزوں کو سامنے رکھ کر جو مؤمن کو ملنے والی ہیں۔ محبوب بھی خیال کرتا ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

لیس کذلک ولکن المؤمن: یہ خیال درست نہیں۔ بلکہ مؤمن کو جب (موت کے وقت) رحمت کی بشارت اور انعامات و احسان اور رضامندی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ۔

احب لقاء اللّٰہ: تو وہ یہ بات کر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام ہوگا۔ اور وہ خوش ہوگا اور مہربانی فرمائے گا۔

وان الکافر: کافر کو ملنے والی سزا پر بشارت کا لفظ بطور استہزاء اور تہکم ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ہے: ﴿فبشرھم بعذاب الیم﴾ (آل عمران)

کرہ لقاء اللّٰہ: وہ اپنی بدانجامی جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں وہ عذاب سے بچا ہے اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ اس میں پڑا رہے گا اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں فرماتے۔ اس کو اپنی رحمت سے دور کر کے عمومی موت میں اس کی مذمت ڈال دیتے ہیں۔

تفصیل روایت: جامع صغیر میں اس قدر الفاظ ہیں: ''من احب لقاء اللّٰہ احب اللّٰہ لقاءہٗ ومن کرہ لقاء اللّٰہ کرہ اللّٰہ لقاءہٗ'' اس کو احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، طیالسی، دارمی، ابن ماجہ نے انس سے اور احمد و بخاری، مسلم، نسائی نے ابوہریرہ سے طبرانی نے معاویہ سے نقل کیا۔ یہ الفاظ مختلف ہیں۔ ''قالوا یا رسول اللّٰہ کلنا نکرہ الموت، قال لیس ذلک کراھیۃ الموت ولکن المؤمن اذا احتضر جاء البشیر من اللّٰہ بما ھو صائر الیہ فلیس شیء احب الی اللّٰہ من ان یکون قد لقی اللّٰہ ماحب اللّٰہ لقاءہٗ۔ وان الفاجر اذا احتضر جاءہ ماھو صائر الیہ من الشر فکرہ لقاء اللّٰہ فکرہ اللّٰہ لقاءہٗ'' اس کو احمد و نسائی نے ابن حبان سے روایت کیا۔

نووی کا قول: اس حدیث کا آخر حصہ اول کی تفسیر کرتا ہے اور باقی مطلق روایت کی مراد بھی بیان کرتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کراہیت موت وہ قابل اعتبار ہے جو نزع کی حالت میں ہو جبکہ توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ نہیں۔ اس وقت مؤمن کو اس انجام کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ اور اس سے دکھوں کو دھول دیا جاتا ہے۔ اس وقت سعادت مند اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اس کی طرف منتقل ہو جو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے تیار کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں یعنی ان کو زیادہ سے زیادہ عطیات دیں گے اور ان کا اکرام فرمائیں گے اور اس کے برعکس بد بخت لوگ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ برا انجام جانتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ یعنی ان کو

اپنی رحمت سے ہٹاتے اور کرامت سے دور کرتے ہیں۔ یہ ان کیلئے نہیں چاہتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ان کیلئے کراہیت کا مطلب ہے۔ حدیث کا یہ معنی نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ان کی ملاقات کو ناپسند کرنا ان کی تعالیٰ سے کراہت کا سبب ہے۔ اور نہ یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان کی ملاقات کو پسند کروہ ان کے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرنے کا سبب ہے۔ بلکہ یہ ان کی صفت ہے۔

(شرح مسلم نووی)

نہایہ میں ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کیا اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں اور جس سے ناپسند کیا اللہ تعالیٰ بھی ناپسند کرتے ہیں اور موت اللہ تعالیٰ کی بقاء میں رکاوٹ ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں۔ کہ نسائی نے اس اضافے کو نقل کیا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کلام ہے اور انہوں نے ماقبل سے اخذ کر کے اسے نقل کیا ہے۔

نہایہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ملاقات کا مطلب آخرت کی طرف جانا ہے۔ اور اس چیز کو طلب کرنا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس کی غرض موت نہیں کیونکہ ہر ایک اس کو ناپسند کرتا ہے۔ پس جس آدمی نے دنیا کو ترک کیا اور آخرت سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کیا۔ اور جس نے دنیا کو ترجیح دی اور اس کی طرف جھکاؤ اختیار کیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کیا۔ کیونکہ وہ وہاں موت کے ساتھ بہر صورت پہنچ جائے گا۔

**والموت دون لقاء اللّٰه**: اس میں وضاحت کی کہ موت بہترین ملاقات ہے۔ لیکن مطلوبہ غرض کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ پس ضروری ہے کہ وہ موت پر صبر کرے اور اس کی مشقت کو برداشت کرے اور اس حکم کو مرضی سے تسلیم کرے اور مان لے جو اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا ہے۔ تاکہ عظیم ثواب کے ساتھ وہ کامیابی پالے ابوعبید قاسم، خطابی نے بھی یہی معنی کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرنے کا مطلب آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا ہے۔ اور عدم محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا میں لگا رہے اور کوچ کی تیاری نہ کرے۔ اور اس کے حکموں کو ناپسند کرے۔

ابوعبید کہتے ہیں اس چیز کو واضح کرنے والی یہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی محبت پر عتاب فرمایا: ﴿**ان الذین لا یرجون لقاء نا ورضوا بالحیاۃ الدنیا واطمأنوا بھا**﴾ [سورہ یونس: ۷]

**تخریج**: أخرجه البخاری (٦٥٠٧) أحمد (٨/٢٢٧٥١) ومسلم (٢٦٨٤) والترمذی (١٠٦٧) والنسائی (١٨٣٧) وابن ماجه (٤٢٦٤) وابن حبان (٣٠١٠) والقضاعی (٤٣٠)

**الفرائد**: (۱) مجازات جنس عمل سے ہوگی۔ (۲) دیدار الٰہی ایمان والوں کو آخرت میں میسر آئے گا۔ (۳) موت سے کراہت اگر دنیا کی ترجیح کی وجہ سے ہے تو قابل مذمت ہے۔ جو اس خطرے سے کہ میرے اعمال کمزور ہیں کہیں عذاب میں نہ پڑ جاؤں اس کا ڈر موت کے وقت ختم ہو جائے گا۔

**۱۸۵۱**: وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ مُعْتَكِفًا

فَاَتَيْتُهُ اَزُوْرُهُ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ لِاَنْقَلِبَ فَقَامَ مَعِيَ لِيَقْلِبَنِي ، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا رَاَيَا النَّبِيَّ ﷺ اَسْرَعَا – فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "عَلٰى رِسْلِكُمَا اِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ" فَقَالَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ: "اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ ، وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَرًّا اَوْ قَالَ شَيْئًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۵۱: حضرت ام المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اعتکاف میں تھے تو میں رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کے بعد جب واپسی کے لئے کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجھے رخصت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران میں دو انصاری آدمیوں کا گزر ہوا۔ پس جب انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو جلدی قدم اٹھائے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے ان کو مخاطب ہو کر فرمایا: "ٹھہر جاؤ یہ صفیہ بنت حیی ہے"۔ دونوں نے کہا: سبحان اللہ یا رسول اللہ (کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بدگمانی کر سکتے ہیں) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح دوڑتا ہے جس طرح خون۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی خیال نہ ڈال دے"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** ازورہ لیلاً: رات کے کسی وقت میں میں آپ کی زیارت کیلئے آئی جبکہ آپ حالت اعتکاف میں تھے۔

لانقلب: اپنے مکان کی لوٹنے کیلئے پس آپ مجھے لوٹانے کیلئے اٹھے۔

فمر رجلان من الانصار: حافظ کہتے ہیں مجھے ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ ابن عطار نے شرح عمدہ میں بلا سند لکھا ہے کہ یہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر تھے۔

اسرعا: آپ کو دیکھ کر تیز چلنے لگے آپ نے فرمایا۔ اپنی رفتار سے چلو۔ یہاں ایسی بات نہیں جس کو تم ناپسند کرو۔ یہاں عبارت محذوف ہے "امشیا علی ھینتکما"۔

انها صفیه بنت حیی: بخاری نے ایک یہ الفاظ زیادہ کیے۔ "فکبر علیهما ذلك" اور ایک روایت میں ہے۔ "فقال یا رسول الله وهل یظن بك الا خیراً" اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کو شامل ہے۔ بعض نے کہا یہ شیطان کی کثرت شیطنت سے کنایہ ہے۔ گویا وہ خون کی طرح جدا نہیں ہوتا۔

وانی خشیت: مجھے ڈر ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں شر نہ ڈالے۔ حافظ کہتے ہیں۔ روایات کا حاصل یہی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی نسبت یہ نہیں فرمایا کہ وہ برا گمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ ان کی قوت ایمانی جانتے تھے۔ لیکن وسوسے کا خطرہ ہوا کیونکہ وہ معصوم تو نہیں۔ اس خیال سے وہ ہلاک نہ ہو جائیں اس لئے آپ ﷺ نے اس مادہ کو ہی مٹا دیا اور مابعد کی تعلیم دے دی۔ جبکہ ایسا موقعہ آ جائے۔ واقعہ امام شافعی کے متعلق ابن عساکر نے نقل کیا کہ وہ ابن عیینہ کی مجلس میں تھے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اگر ان لوگوں نے آپ کو تہمت کا خیال کیا تو وہ تہمت سے کافر ہو گئے۔ لیکن نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کے متعلق ادب سکھایا جب تم اس حرج ہو تو اس طرح کرو۔ تاکہ برا گمان پیدا نہ ہو۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تہمت نہیں لگاتے کیونکہ آپ سطح زمین پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔ ابن عیینہ یہ سن کر فرمانے لگے اے اللہ کے بندے اللہ تعالیٰ تم کو بہترین بدلہ دے ہمارے پاس تو تمہاری طرف سے وہی چیز پہنچتی ہے جس کو ہم پسند کرتے ہیں۔ (زهر الربی علی المجتبی السیوطی) مگر حافظ نے حاکم سے اس طرح نقل کیا شافعی رحمہ اللہ ابن عیینہ کی مجلس میں تھے۔ انہوں نے اس حدیث کے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس لئے کہا کہ اگر وہ تہمت کا گمان کر لیتے تو ان کے متعلق کفر کا خدشہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کر کے ان کو خبردار کر دیا تاکہ شیطان کی شرارت سے وہ ہلاکت کا شکار نہ ہوں۔

ابن حجر کہتے ہیں: اس حدیث میں سبق دیا کہ بدگمانی سے بچنا چاہیے اور شیطان کی تدابیر سے بچنا چاہیے۔

ابن دقیق کہتے ہیں۔ علماء کو اور جوان کے پیرو ہیں انہیں لازم ہے کہ ایسے اعمال نہ کریں جو بدگمانی کا باعث ہوں۔ اگرچہ اس سے چھٹکارے کا راستہ ہو۔ کیونکہ ایسے فعل کا ارتکاب بدگمانی پیدا کرے گا اور ان کے علم سے لوگ نفع اٹھانا بند کر دیں گے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۰/۲٦۹۲۷) والبخاري (۲۰۳۵) ومسلم (۲۱۷۵) وأبو داود (۲٤۷۰) وابن ماجه (۱۷۷۹) والدارمي (۱۷۸۰) وابن حبان (۳٦۷۱) وابن خزيمة (۲۲۳۳) والبيهقي (٤/۳۲۱)

**الفوائد** : (۱) انبیاء علیہم السلام کے متعلق بدگمانی کفر ہے۔ (۲) عورت اعتکاف میں خاوند کی ملاقات کر سکتی ہے۔ (۳) بدگمانی شیطان کا ایک کید ہے۔

۱۸۵۲: وَعَنْ اَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَلَزِمْتُ اَنَا وَاَبُوْسُفْيَانَ ابْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ نُفَارِقْهُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى بَغْلَةٍ لَّهٗ بَيْضَآءَ فَلَمَّا الْتَقَى الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَلَّى الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِيْنَ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْكُضُ بَغْلَتَهٗ قِبَلَ الْكُفَّارِ ، وَاَنَا اٰخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَنْ لَّا تُسْرِعَ، وَاَبُوْسُفْيَانَ اٰخِذٌ بِرِكَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَیْ عَبَّاسُ نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَةِ" قَالَ الْعَبَّاسُ وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا فَقُلْتُ بِاَعْلٰى صَوْتِیْ اَيْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَةِ ، فَوَاللّٰهِ لَكَاَنَّ عَطْفَتَهُمْ حِيْنَ سَمِعُوْا صَوْتِیْ عَطْفَةُ الْبَقَرِ ، عَلٰى اَوْلَادِهَا — فَقَالُوْا : يَا لَبَّيْكَ يَا لَبَّيْكَ فَاقْتَتَلُوْهُمْ وَالْكُفَّارَ ، وَالدَّعْوَةُ فِی الْاَنْصَارِ ، يَقُوْلُوْنَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلٰى بَنِی الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلٰى بَغْلَتِهٖ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا اِلٰى قِتَالِهِمْ فَقَالَ : "هٰذَا حِيْنَ حَمِیَ الْوَطِيْسُ" ثُمَّ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَصَيَاتٍ فَرَمٰى بِهِنَّ وُجُوْهَ الْكُفَّارِ ثُمَّ قَالَ : "اِنْهَزَمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ" فَذَهَبْتُ اَنْظُرُ فَاِذَا الْقِتَالُ عَلٰى هَيْئَتِهٖ

فِيمَا أَرَى ' فَوَ اللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَيَاتِهِ، فَمَا زِلْتُ أَرَى حَدَّهُمْ كَلِيلًا : وَأَمْرَهُمْ مُدْبِرًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْوَطِيسُ" : التَّنُّوْرُ - وَمَعْنَاهُ اشْتَدَّتِ الْحَرْبُ - وَقَوْلُهُ :"حَدَّهُمْ" هُوَ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ : أَيْ بَأْسَهُمْ۔

۱۸۵۲: حضرت ابی الفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کے دن حاضر ہوا۔ میں اور ابوسفیان بن حارث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لازم پکڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے۔ اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے۔ جب مسلمانوں اور مشرکوں کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر چل دیے (کفار کے حملے کے باعث منتشر ہو گئے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی طرف بڑھنے کے لئے اپنے خچر کو ایڑ لگانے لگے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے اسے روکے ہوئے تھا کہ وہ تیز نہ چلے اور ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکاب پکڑے ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عباس کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں کو آواز دو۔ عباس (رضی اللہ عنہ) بلند آواز والے آدمی تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بلند آواز میں کہا: کہاں ہیں درخت کے نیچے بیعت کرنے والے؟ پس اللہ کی قسم میری آواز سن کران کا مڑنا اسی طرح تھا جیسے گائے اپنے بچوں کی طرف مڑتی ہے۔ پس یہ کہتے ہوئے: لبیک ہم حاضر لبیک ہم حاضر۔ پھر انہوں نے اور کفار نے آپس میں لڑائی کی۔ اس دن انصار یہ کہہ رہے تھے۔ اے انصار کے گروہ! اے انصار کے گروہ پھر بنو حارث بن خزرج پر یہ دعوت محدود ہو گئی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار اپنی گردن کو بلند کر کے ان کی لڑائی کو دیکھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی وقت لڑائی کے زور پکڑنے کا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں لی اور ان کفار کے چہرے پر پھینک دیں۔ اور فرمایا رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم وہ کفار شکست کھا گئے۔ حالانکہ میں دیکھ رہا تھا کہ لڑائی تو اپنی اسی ہیئت پر ہے جو میں نے پہلی دیکھی۔ پس اللہ کی قسم کنکریاں پھینکے جانے کی دیر تھی کہ میں نے ان کی قوت کی دھار کو کند ہوتے دیکھا اور ان کا معاملہ پیٹھ پھیرنے تک پہنچ گیا"۔ (مسلم)

اَلْوَطِيسُ: تنور۔ مقصد یہ ہے کہ لڑائی میں شدت پیدا ہو گئی تھی۔ حَدَّهُمْ دھار سے مراد ان کی جنگی صلاحیت ہے۔

**تشریح** : ان کے حالات کا تذکرہ گزر چکا ملاحظہ کریں باب الدعوات .....

یوم حنین: یہ عرفات کے قریب ایک وادی ہے۔ جہاں ۸ھ شوال میں ہوازن کے ساتھ معرکہ قتال پیش آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ دس ہزار تو وہ تھے جو مکہ کی فتح کیلئے ساتھ آئے تھے۔ اور دو ہزار فتح کے روز ہونے والے مسلمانوں کی تھی۔ حنین ایک آدمی کا نام تھا جو وہاں رہتا تھا اس کی مناسبت سے وادی کا نام پڑ گیا۔ فلم نفارقه: میں اور ابوسفیان بن حارث دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

بغلة بیضاء: بعض نے کہا یہ دلدل تھا جو فروہ بن نفاثہ الجذامی نے آپ ﷺ کو ہدیہ میں دیا تھا۔ جیسا کے علاوہ آپ کا کوئی خچر معروف نہیں۔ یہاں فروہ بن نفاثہ ہے اور مسلم کی روایت میں نعامہ ہے۔ نووی کہتے ہیں پہلا صحیح اور معروف ہے۔ قرطبی نے نباتہ میں لکھا۔ ان کے اسلام میں اختلاف ہے۔ بخاری نے نقل کیا کہ ہدیہ دینے والا ایلہ کا بادشاہ تھا اور اس کا نام ابن اسحاق کے مطابق یحییٰ بن روزنہ تھا۔ (سیرہ ابن ہشام)

آپ ﷺ لڑائی کے موقعہ پر خچر پر سوار ہوئے۔ حالانکہ یہ صلح کے وقت کی سواری۔ اس سے اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ پر کس قدر یقین و وثوق تھا۔ آپ کیلئے صلح و حرب کے مواقع برابر تھے۔

ولی المسلمون مدبرین: کیونکہ مشرکین تیرانداز تھے انہوں نے مسلمانوں کو تیروں کی نوک پر رکھا۔ وہ تاب نہ لا کر پیچھے پلٹ گئے۔ اور یہ بعض لوگوں کے اس قول کا بھی اثر تھا۔ ''لن نغلب الیوم عن قلة'' اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا: ﴿ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم......﴾ [توبہ: ۲۵]

قبل الکفار: آپ کو اپنے رب تعالیٰ پر کامل وثوق تھا اس لئے آپ کفار کی جانب بڑھنے لگے۔ انا اخذ بلجام: میں آپ ﷺ کے خچر کی لگام کو تھامنے والا تھا تا کہ وہ لڑائی کے گھمسان میں نہ گھسے۔ لجام کی جمع لجم جیسے کتاب و کتب اور تا کہ خچر جلدی نہ کرے۔

ای عباس ناد اصحاب السمرة: آپ ﷺ نے عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ بیعت رضوان والوں کو آواز دیں۔

رجلا صیتًا: عباس رضی اللہ عنہ بلند آواز تھے۔ حازمی کہتے ہیں یہ جبل سلع پر کھڑے ہو کر اپنے غلاموں کو آواز دیتے۔ جو کہ غابہ میں ہوتے تو وہ ان کی آواز سن کر آ جاتے۔ جبل سلع اور غابہ کا فاصل آٹھ میل ہے۔ یہ جملہ بیان حکمت کیلئے مدرج فی الحدیث ہے۔

فقلت باعلی صوتی این اصحاب السمرہ: میری آواز پر ان کا لبیک کہنا ایسا تھا جیسا گائے اپنے بچے پر۔ قرطبی کہتے ہیں ان کے تیزی سے لوٹنے کو گائے کے بچے کی طرف میلان سے تشبیہ دی ہے۔

فقالوا لبیك لبیك: علماء کہتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے۔ ان کا فرار بھی بعید نہ تھا۔ دوسرا بالکل نہ تھا۔ وہ لوگ جو اہل مکہ سے طلقاء آئے وہ منہزم ہوئے اور وہ جن کے دلوں میں ابھی ایمان نہ آیا تھا۔

هم والکفار: اَلْنَّصْبُ: یہ مفعول معہ ہے یہی اولیٰ ہے۔

یقولون یا معشر الانصار: معرکہ میں ثابت کہیں اے گروہ انصار۔ معشر گروہ، جماعت، یہ مردوں پر بولا جاتا ہے۔ اس کی جمع معاشر آتی ہے۔

ثم قصرت الدعوة بنی الحارث بن الخزرج: بڑے کا نام لیا تا کہ ان کے پوتے کعب بن خزرج نہ سمجھ لیے جائیں۔ خزرج سے عبداللہ بن رواحہ بھی تھے۔

حین حمی الوطیس: جب میدان کارزار گرم ہو گیا۔ حین خبر ہے۔ اس کا اعراب

''علی حین عاتبت المشیب علی الصبا'' ۔

کی طرح
... ہے۔

حصیات فرمی بھن: حصیات۔ چھوٹی کنکریاں۔ مٹی کی مٹھی لے کر دشمن کی طرف پھینک دی۔ ''فما خلق اللہ منھم انسانا الاملاء عینۂ ترابا من تلک القبضۃ'' ممکن ہے کہ وہ قبضہ مٹی اور کنکریوں پر مشتمل ہو۔ وہ مٹی ہر کافر کے منہ تک پہنچی۔ یہ معجزہ نبوت ہے۔ کیونکہ ان کی آنکھوں میں پہنچانا یہ قوت بشریہ کے بس میں نہیں اور نہ ہتھیلی میں اتنی مٹی آسکتی تھی کہ جو ان کو کافی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کیا۔ اسی سے فرمایا: ﴿وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی﴾۔

انھزموا ورب الکعبۃ: جب لڑائی گرم ہوئی تو یہ فرمایا۔ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ فذھبت انظر: کنکریاں پھینکے اور اس قول سے پہلے۔ تو لڑائی۔

فما زلت اری حدھم کلیلاً: آپ نے جونہی کنکریاں پھینکیں اور ان کے شکست کھانے کی اطلاع دی۔ تو ان کی قوت کمزور ہوگئی اور ذلیل ہو کر بھاگ گئے۔ الوطیس: وہ جو لوگوں کو دھکیلے۔ یہ لڑائی کی شدت سے کنایہ کیا جاتا ہے۔ آپ کی زبان مبارک سے سب سے پہلے سنا گیا۔ بقول قرطبی۔ آگ جلانے کی جگہ کو وطیس کہتے ہیں یہ اس آیت کی طرح: ﴿کلما اوقدوا نارًا للحرب اطفأھا اللہ﴾ [المائدۃ:٦٤] اصمعی کہتے ہیں۔ وطیس۔ گرم پتھر جمع وطیسہ بقول مطرز تنور کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع نہیں۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (١/١٧٧٥) مسلم (١٧٧٥) والنسائي (٨٦٥٣) وأبو يعلى (٦٧٠٨) والحاكم (٥٤١٨/٣) وابن حبان (٧٠٤٩) وعبد الرزاق (٩٧٤١) والحميدي (٤٥٩)

**الفوائد**: (١) انبیاء علیہم السلام کو وعدہ ہائے ربانی میں جس قدر یقین ہوتا وہ دوسروں کو نہیں۔ (٢) خچر پر سواری جائز ہے۔ (٣) اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرنا جائز ہے۔ (٤) سالار لشکر ثابت ہوگا تو لشکر بھی ثابت قدم ہو جائے گا۔

١٨٥٣: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا ' وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ - فَقَالَ تَعَالٰى: "يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا" وَقَالَ تَعَالٰى مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَآءِ: يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ ' وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ ' وَغُذِىَ بِالْحَرَامِ ' فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١٨٥٣: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! بے شک اللہ پاک ہیں وہ پاک کے علاوہ کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا اور اللہ نے مومنوں کو اسی بات کا حکم دیا جس کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ﴾ ''اے ایمان والو! جو ہم

نے تمہیں روزی دی ہے اس میں سے پاکیزہ چیزوں کو کھاؤ"۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کا ذکر کیا جو لمبا چوڑا سفر کرتا ہے پراگندہ اور غبار آلود حالت میں اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف یارب یارب کہہ کر دراز کرتا ہے حالانکہ اس کا کھانا بھی حرام پینا بھی حرام اور حرام کی غذا بھی ملی۔ اس کی دعا پھر کس طرح قبول ہو۔ (مسلم)

**تشریح** ○ **ایہا الناس ان اللہ طیب**: طیب نقائص سے پاک اور آفات وعیوب سے مقدس۔

**لا یقبل الا طیبا**: اللہ تعالیٰ کا قرب حلال عمدہ مال سے مل سکتا ہے۔ **النحو**: یہ دوسری خبر ہے۔

**یاایھا الرسل**: زمخشری کہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا زمانہ اگرچہ مختلف تھا مگر ان کو خطاب اکٹھا کیا تا کہ یہ ظاہر کر دیا جائے ہر پیغمبر اپنے زمانے میں وحی کو پہنچاتا ہے۔ تا کہ سننے والے کو یقین ہو کہ یہ بات سب کو کہی گئی ہے۔ اس لئے اسے لینا اور اختیار کرنا چاہئے۔

**الطیبات**: حلال اور لذیذ۔

**کلوا من طیبات ما رزقناکم**: یہاں رزق کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی۔ تا کہ ان کو انتہائی احتیاط پر ابھارا جائے۔ مطلب یہ ہے خالص حلال کھاؤ۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کا اہل ہے۔ من کو اس لئے لائے تا کہ اسراف سے بچیں۔ امر یہاں اباحت کیلئے ہے یا وجوب کیلئے ہے جبکہ بندے کی بھوک سے جان نکلنے کو ہو جائے۔ یا پھر استحباب کیلئے ہے جب کہ مہمان کی موافقت مقصود ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استبعاد یہ بات فرمائی کہ اللہ تعالیٰ حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں کرتا۔

**ثم ذکر الرجل یطیل السفر**: ثم یہ ترتیب کیلئے ہے۔ طویل سفر سے مراد حج وغیرہ جہاد کا سفر ہے۔ **النحو**: یہ جملہ الرجل کی صفت یا حال ہے کیونکہ اس کا الف لام جنسیہ ہے۔ **اشعث**: بکھرے ہوئے بالوں والا۔ **اغبر**: غبار آلود چہرے والا۔ یہ دونوں یطیل کے فاعل سے احوال مترادفہ یا متداخلہ ہیں۔

**یمد یدیہ الی السماء**: **النحو**: یہ اشعث کی ضمیر سے حال ہے یا ماقبل سے حال ہے۔

**یا رب یا رب**: یہ حالات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ دعا کرنے والا بظاہر اجابت کا حقدار ہے۔ اس کے باوجود اسکی دعا قبول ہوا ایسا نہ ہوا اور حرام لباس پہنتا ہو اس کی دعا کیونکر قبول ہوگی۔ **مطعمہ**: یہ مصدر مفعول کے معنی میں ہے اور قائلا جو یارب سے پہلے محذوف ہے اس کے فاعل سے حال ہے۔ مطعم اور غذی بالحرام کو لا کر اشارہ فرمایا کہ حرام کھانے میں اس کی دو حالتیں بچپن ہو یا جوانی برابر ہیں۔

**فانی یستجاب لذلک**: **النحو**: انی: کیف یا این کے معنی میں ہے۔ استجابت سے دعا مراد ہے۔ **لذلک** میں لام تعلیلیہ ہے۔ یعنی اس مذکورہ کے حرام ہونے کی وجہ سے دعا کیونکر قبول ہو۔ یا **ذلک** کا مشار: یہ وہ الرجل ہے۔ یعنی ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔

اشارہ: اس میں اشارہ ہے کہ کھانا پینا ایسی چیز ہے جس پر دعاؤں کی قبولیت کا مدار ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ دعا کے دو پر

ہیں: (۱) اکل حلال (۲) صدق مقال (سچ بولنا)۔

**تخریج**: أخرجه أحمد (۲/۸۳۵۷) ومسلم (۱۰۱۵) والترمذی (۲۹۸۹)

**الفوائد**: (۱) حلال مال سے خرچ کرنا چاہیے۔ (۲) حلال مقام پر خرچ کیا جائے۔ (۳) مستجاب الدعوات بننے کیلئے لباس خوراک مشروب سب حلال ہونے ضروری ہیں۔

۱۸۵۴: وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْعَائِلُ": اَلْفَقِيْرُ۔

۱۸۵۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ کلام نہ فرمائیں گے، نہ ان کو پاک کریں گے، نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے: (۱) زانی (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) متکبر فقیر۔ (مسلم)

اَلْعَائِلُ: فقیر۔

**تشریح**: ولهم عذاب اليم: ان کو یہ دردناک عذاب ان کی اس بلاضرورت بدعملی پر ہوگا۔ علامہ نیشاپوری کہتے ہیں۔ یہ ایسا عذاب ہے جس کا اثر دل تک گھس جائے گا۔ اور یہ وہ چیز جس کے سامنے انسان عاجز ہو جائے اور اس پر گراں ہو وہ عذاب ہے۔ اہل عرب عذاب روکنے کو کہتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں۔ عزبته، عذابًا۔ میں نے اس کو منع کیا۔ عذب عذوبا۔ یعنی وہ باز رہا۔ ماءعذب کو ماءعذب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ پینے والے کو مزید پانی سے روک دیتا ہے۔ اسی طرح عذاب اس آدمی کو دوبارہ جرم کے ارتکاب سے روک دیتا ہے۔ اور دوسرے کو بھی اس سے منع کر دیتا ہے۔ (الواحدی)

قرطبی کہتے ہیں۔ ان تین کو وعید میں خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے بلاضرورت اس معصیت کا ارتکاب کیا۔ جبکہ اس کا داعیہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ تو ان کا اقدام جرم عناد اور اللہ تعالیٰ کے حق میں استخفاف کے مرادف ہوا اور جان بوجھ کر معصیت کی جبکہ ضرورت نہ تھی۔ بڑھے کی قوت شہوانی حلال وطی سے کمزور ہو چکی تو وہ حرام کا کیسے ارتکاب کر رہا ہے۔ تجربات زمانہ سے اس کی عقل تو کمال کو پہنچ گئی۔ زنا کی طرف تو غلبہ شہوت۔ اور قلت معرفت اور ضعف عقل دعوت دیتا ہے۔ اور یہ کامل عقل والا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ یہ سب جوانی سے ہوتے ہیں اور امام کو کسی کا ڈر نہیں۔ جھوٹ بولنا تو ان کو دھوکا دینے اور چاپلوسی کرنے کیلئے ہوتا ہے جن سے آدمی کو خطرہ ہوتا ہے اور تنگ دست کے پاس مال بھی نہیں جو کہ فخر و غرور کا باعث ہوتا ہے۔ تو وہ تکبر وغیرہ غیر کی وجہ سے کر رہا ہے۔ جو بلا حاجت ہے۔

**تخریج**: کتاب المأمورات ۱/۷۲ تحریم الکبر میں گزر چکی وہاں دیکھیں۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۸۵۵ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ كُلٌّ مِّنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۵۵ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سیحان جیحان اور فرات اور نیل یہ چاروں جنت کے دریا ہیں"۔ (مسلم)

**تشریح** : سیحان و جیحان: نووی کہتے ہیں یہ دریائے مصیصہ ہے۔ جلال الدین محلی کہتے ہیں یہ ہندوستان کی نہر ہے۔ نووی کہتے ہیں دریائے اذنہ ہے جو جیحوں کے علاوہ ہے۔ یہ خراساں کے پچھلی جانب بلخ کے پاس واقع ہے اور قاضی عیاض کہتے ہیں کہ سیحان اور جیحان وہی سیحون جیحون ہیں۔ اور یہ دونوں علاقہ خراساں میں واقع ہیں۔ نووی کہتے ہیں کہ قاضی کی یہ بات درست نہیں۔ اس بات پر لوگوں کا اتفاق ہے کہ یہ اس کے علاوہ ہیں مگر سیوطی کہتے کہ نووی کی یہ بات محل نظر ہے۔
والفرات و النیل: فرات وہی دریا ہے جو شام و جزیرہ کے درمیان حائل ہے۔ نیل یہ مصر کا مشہور دریا ہے۔
کل من انہار الجنة: امام سیوطی نے ان کو ظاہر پر رکھا ہے۔ ان کا مادہ جنت کی طرف سے ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان علاقوں میں اسلام عام ہو جائے گا۔ وہاں کے اجسام غذیہ جنت کی طرف جائیں گے۔ نووی نے پہلے قول کو زیادہ صحیح کہا ہے۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۸۳۹)

**الفرائد** : (۱) سیحون جیحون، نیل، فرات سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی گئی۔ (۲) جن زمینوں کو یہ سیراب کرتے ہیں وہ بھی بابرکت ہیں اور وہاں کی کھیتیاں بھی برکت والی ہیں۔

۱۸۵۶ : وَعَنْهُ قَالَ : اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِيْ فَقَالَ : "خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ ، وَخَلَقَ فِيْهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْاَحَدِ ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَخَلَقَ النُّوْرَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ ، وَبَثَّ فِيْهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ ، وَخَلَقَ اٰدَمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِيْ اٰخِرِ سَاعَةٍ مِّنَ النَّهَارِ فِيْمَا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۵۶ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "اللہ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا اور پہاڑوں کو اس میں اتوار کے دن اور درخت سوموار کے دن اور ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن نور کو بدھ کے دن پیدا فرمایا اور اس میں چوپایوں کو جمعرات کے دن پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوق کے آخر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری ساعت میں عصر سے رات تک کے

وقت میں پیدا فرمایا''۔ (مسلم)

**تشریح** ✿ آپ ﷺ نے میرے ہاتھ کو اس لئے پکڑا تا کہ غفلت سے بیدار ہو جاؤں۔

التربة یوم السبت: ترب اور تراب ایک چیز دو نام ہیں۔ اس سے مراد زمین کا مادہ ہے۔ زمین کے بوجھ اور میخ کے طور پر پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا۔ اور سوموار کے دن درختوں اور منگل کے دن مکروہ چیزوں کو اور دوسری روایت میں ''خلق الفتن یوم الثلاثاء''۔ ثابت بن واثم نے اسی طرح نقل کیا ہے اور وہ وہی اشیاء ہیں جن پر معاش کا دارومدار ہے اور جن سے تدابیر پوری ہوتی ہے۔ جیسے لوہا وغیرہ جواہرات ارضی اور ہر چیز کی درستی اور اتقان و پختگی انہی سے ہوتی ہے۔

خلق النور: قاضی کہتے مسلم کے بعض رواۃ کے مطابق اس کے آخر میں نون ہے جس کا معنی مچھلی ہے۔

یوم الاربعاء: اربعاء کی جمع اربعاوات اور ارابیع ہے۔ صاحب المحکم نے بیان کیا کہ اس کی تین لغات ہیں اور تمام زمین پر چلنے والے جانور جمعرات کو پیدا فرمائے۔

وخلق آدم علیہ السلام ''من یوم الجمعه'' ''مِن'' تبعیض یا ابتداء کیلئے ہے۔

فی آخر الخلق: یہ خلق سے متعلق ہے۔ گویا دن کی آخری گھڑی میں پیدا فرمایا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۳۴۹) ومسلم (۲۷۸۹) وابن حبان (۶۱۶۱) والحاكم (ص/۳۳/۳۴) والبيهقي (ص/۳۸۳) البخاري (۱/۴۱۳) وأخرجه أبو يعلى (۶۱۳۲)

**الفوائد** : یہ روایت معلل ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ یہ کعب احبار پر موقوف ہے مرفوع نہیں ہے۔

۱۸۵۷ : وَعَنْ اَبِیْ سُلَيْمَانَ خَالِدِ ابْنِ الْوَلِيْدِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِیْ يَدِیْ يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ اَسْيَافٍ فَمَا بَقِیَ فِیْ يَدِیْ اِلَّا صَحِيْفَةٌ يَمَانِيَةٌ ' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۸۵۷: ابو سلیمان خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے ہاتھ میں (جنگ) موتہ کے دن نو تلواریں ٹوٹیں اور صرف چھوٹی یمنی تلوار میرے ہاتھ میں باقی رہی۔ (بخاری)

**تشریح** ✿ یہ عمر بن مخذوم المخذومی ہیں۔ حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان اسلام لائے۔ غزوہ موتہ سے صرف دو مہینے پہلے اسلام لائے۔ مرتدین کے خلاف لڑی جانے والی لڑائیوں میں ان کی قیادت تھی۔ ان کی وفات ۲۱۰۲ھ میں ہوئی۔

یوم موتة: یہ شام کے قریب بستی ہے۔ یہ غزوہ ۸ھ جمادی اور بعض نے کہا ۸ھ صفر میں پیش آیا۔ فتح مکہ اس کے بعد رمضان ۸ھ میں ہوئی۔

تسعة اسیاف۔ یہ قوت ضرب اور ان کے قوت قتال کی علامت ہے۔ اور کمال ثابت قدمی اور لڑائی کے سمندر میں گھس جانے کی وجہ تھا اور کیوں نہ ہوتا ان کو زبان نبوت سے سیف من سیوف اللہ فرمایا گیا۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (۴۲۶۵)

الفرائد : (۱) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمال بہادری ثابت ہوتی ہے۔ وہ اعداء اللہ، اللہ تعالیٰ کی سونتی تلوار تھے۔

۱۸۵۸ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ، وَاِذَا حَكَمَ وَاجْتَهَدَ فَاَخْطَاَ فَلَهٗ اَجْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۵۸: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جب حاکم نے حکم کے لئے اجتہاد کیا اور وہ اجتہاد درست ہو گیا تو اس کو دو اجر ملیں گے اور جب حاکم نے اجتہاد کیا اور اس میں غلطی کی تو اس کو ایک اجر ملے گا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : یہ مشہور صحابی ہیں ان کے حالات باب فضل السحور میں گزرے۔

فاجتهد: ان معاملات میں وہ اجتہاد کرتا ہے جو اجتہادی معاملات ہیں۔

فلهٗ اجران: اجتہاد کا اجر اور ان کے مقصد کو پا لینے کا اجر۔

فاخطاء فلهٗ اجر: اگر وہ اہل اجتہاد تھا۔ اجتہاد میں مصیب نہ ہوا تو اس کو ایک اجر ملے گا۔ اور جو اہل اجتہاد سے نہیں وہ خطاء سے سخت گناہ گار ہوگا۔

**تخریج** : أخرجه احمد (٦/١٧٧٨٩) والبخاری (٧٣٥٢) ومسلم (١٧١٦) وأبو داود (٣٥٧٤) والترمذی (١٣٣١) والنسائی (٥٣٩٦) وابن ماجه (٢٣١٤) وابن حبان (٥٠٦٠) وابن الجارود (٩٩٦) والدارقطنی (٢٠٤/٤) والبیهقی (١١٩/٢٠)

**الفرائد** : احکام میں خوب ثواب کی طلب چاہئے حاکم پوری کوشش کر دے تو اس نے مقصد کو پا لیا۔ اس کو کوشش کا صلہ مل جائے گا۔

۱۸۵۹ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "اَلْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۵۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بخار جہنم کی بھڑک ہے پس اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : جهنم: جہنم کی بھڑک اور قوت لپٹ سے ہے۔

فابردوها: یہ ثلاثی ہے اور بردا لماء حرارة جوفي یعنی اس کی حرارت کو پرسکون بنا دیا۔ اور عیاض نے اس کو ابرد الشئ سے لیا ہے۔ جب اس کو اس طرح موڑا جائے کہ ٹھنڈا کر دے۔ مگر جوہری نے اس کو غیر فصیح لغت کہا۔

اس روایت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا جو اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے بخار زدہ کے بدن اور کپڑے پر

پانی چھڑکا جائے گا۔ اس سے مراد بخار والے غسل کرنا نہیں۔ (۲) اور نہ ہی ڈبکی لگانا ہے کیونکہ یہ مضر ہے۔ اور اسماء رضی اللہ عنہا ان صحابیات سے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کو خوب جاننے والی تھی۔ یا اہل حجاز کو خطاب ہے۔ اور ان کے قرب والے گرم ممالک۔ کیونکہ ان کے بخارات اکثر شدت حرارت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اور اس کو ٹھنڈا پانی یقیناً فائدہ دے گا خواہ غسل کریں یا پئیں۔ اور کسی علاج کی ضرورت نہیں۔ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں خطاب اگرچہ عام ہے مگر مراد اس سے خاص ہے۔ جیسا ہم لکھ آئے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں۔ کچھ بعید نہیں کہ بخار سے صفراوی مراد ہیں۔ اطباء کے ہاں مسلّم ہے۔ کہ صفراوی بخار والے کو سخت ٹھنڈا پانی پلایا جائے گا۔ اس کو برف کا پانی پلاتے اور اس کے اعضاء پر ٹھنڈا پانی ڈالتے ہیں۔ اور غسل سے مراد اس کے قریب قریب ہے جو اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بخار والے کے گریبان میں پانی انڈیل دیتی تھیں۔ اور عیسیٰ بن دینار کہتے ہیں اس کے گردن اور جسم کے درمیان ڈالتیں۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے جس طرح دیکھا اسی طرح کیا۔

**حَاصِلِ کلام** یہ ہے کہ بخار مختلف ہیں۔ بعض تو ٹھنڈا کرنے کے قابل ہیں بعض اس کے مناسب نہیں حدیث پہلے پر محمول ہے۔ پس اس کے مناسب پر عمل کیا جائے گا۔ بعض نے کہا جس بخار میں غوطہ کا حکم دیا گیا وہ جو نظر لگنے، زہر، سحر وغیرہ کی وجہ سے ہو پھر یہ اس جائز گنڈے کی قسم ہو جائے گا۔ اسود کہتے ہیں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گنڈے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا تم اس کا کیا کرو گے۔ یہ دریائے فرات تمہارے پہلو میں بہتا ہے۔ جس کو نظر لگ جائے یا زہر یا جادو کا اثر ہو وہ فرات پہ آئے اور اس کا رخ کر کے پانی میں سات غوطے لگائے۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (٣٢٦٣) ومسلم (٢٢١٠) والترمذي (٢٠٧٤) وابن ماجه (٣٤٧١)

**الفوائد** : (۱) جہنم پیدا ہو چکی اور اب موجود ہے۔ (۲) بخار بھی اس کی لپٹ ہے۔ اس لیے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

١٨٦٠ : وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَالْمُخْتَارُ جَوَازُ الصَّوْمِ عَمَّنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَالْمُرَادُ بِالْوَلِيِّ: الْقَرِيْبُ وَارِثًا كَانَ اَوْ غَيْرَ وَارِثٍ۔

۱۸۶۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمے روزہ تھا تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے"۔ (بخاری و مسلم) پسندیدہ بات یہ ہے کہ جس کے ذمے روزے ہوں اور وہ فوت ہو جائے تو اس کی طرف سے روزہ رکھنا جائز ہے۔ مراد ولی سے قریبی رشتہ دار ہے خواہ وہ وارث ہو یا نہ ہو۔

**تشریح** : علیه صوم: اس کو قضاء کی قدرت تھی۔ یا افطار سے روزہ توڑ دیا اور اس کے ذمہ روزے بطور کفارہ لازم

تھے۔

صام عنه وليه: اگر مناسب ہو تو روزہ رکھے۔ اور اگر چاہے تو اس کے ترکہ میں سے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کا کھانا یعنی ایک مد نکال دے۔ شوافع کا قدیم قول یہی ہے اور اس حدیث سے استدلال ہے۔ اس صحیح روایت کے پیش نظر میت کی طرف سے وارث قضاء رمضان یا کفارہ کے روزے رکھے۔ جبکہ اس کو قدرت ہو اور ولی سے قریبی رشتہ دار مراد ہے خواہ وہ وارث ہو یا نہ ہو۔ اجنبی روزہ نہیں رکھ سکتا۔ حج میں اجنبی کی نیابت بھی درست ہے۔ کیونکہ وہ مالی عبادت ہے اور روزہ خاص بدنی ہے۔ اس لئے دونوں کا حکم الگ ہے۔

احناف کے ہاں عبادات بدنیہ میں نیابت درست نہیں فدیہ متعین ہے۔

**تخريج** : أخرجه أحمد (٩/٢٤٤٦٥) والبخارى (١٩٥٢) ومسلم (١١٤٧) وأبو داود (٢٤٠٠) وابن حبان (٣٥٦٩) والدارقطني (١٩٤/٢) والبيهقي (٢٥٥/٤)

**الفرائد** : مختار قول کے مطابق بدنی عبادات کی قضاء نہیں۔ البتہ قضاء کا بدلہ دیا جا سکتا ہے۔ جو صدقہ کی صورت میں ہوگا۔

١٨٦١ : وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ الطُّفَيْلِ اَنَّ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حُدِّثَتْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فِيْ بَيْعٍ اَوْ عَطَآءٍ اَعْطَتْهُ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا : وَاللّٰهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَآئِشَةُ اَوْ لَاَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا – قَالَتْ : اَهُوَ قَالَ هٰذَا؟ قَالُوْا : نَعَمْ – قَالَتْ : هُوَ لِلّٰهِ عَلَيَّ نَذْرٌ اَنْ لَّا اُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ اَبَدًا ، فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ اِلَيْهَا حِيْنَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ فَقَالَتْ : لَا وَاللّٰهِ لَا اُشَفِّعُ فِيْهِ اَبَدًا ، وَلَا اَتَحَنَّثُ اِلٰى نَذْرِيْ فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الْاَسْوَدِ ابْنَ عَبْدِ يَغُوْثَ وَقَالَ لَهُمَا : اَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ لَمَّا اَدْخَلْتُمَانِيْ عَلٰى عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاِنَّهَا لَا يَحِلُّ لَهَا اَنْ تَنْذِرَ قَطِيْعَتِيْ فَاَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَتّٰى اسْتَاْذَنَا عَلٰى عَآئِشَةَ فَقَالَا : اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَنَدْخُلُ؟ قَالَتْ عَآئِشَةُ ادْخُلُوْا قَالُوْا : كُلُّنَا؟ قَالَتْ : نَعَمِ ادْخُلُوْا كُلُّكُمْ ، وَلَا تَعْلَمُ اَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ فَلَمَّا دَخَلُوْا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِيْ ، وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا اِلَّا كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ ، وَيَقُوْلَانِ : اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ – فَلَمَّا اَكْثَرُوْا عَلٰى عَآئِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيْجِ طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِيْ ، وَتَقُوْلُ : اِنِّيْ نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيْدٌ فَلَمْ يَزَالَا بِهَا حَتّٰى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَاَعْتَقَتْ فِيْ نَذْرِهَا ذٰلِكَ اَرْبَعِيْنَ رَقَبَةً ، وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ

ذٰلِكَ فَتَبْكِي حَتّٰى تَبُلَّ دُمُوْعُهَا خِمَارَهَا ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۶۱: عوف بن مالک بن طفیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا کہ عبداللہ بن زبیر نے اس عطیئے کے بارے میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیا گیا تھا (اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو تقسیم کر دیا تھا) تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا' اللہ کی قسم عائشہ (میری خالہ) ضرور ان کاموں سے باز آ جائے ورنہ میں ان پر پابندی عائد کروں گا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کیا عبداللہ نے واقعی یہ بات کہی ہے؟ کہا جی ہاں۔ عائشہ نے فرمایا' اللہ کی قسم میں نے نذر مان لی ہے کہ میں عبداللہ سے کبھی کلام نہیں کروں گی۔ جب قطع تعلق کی مدت طویل ہوگئی تو ابن زبیر نے اس کے لئے سفارش کروائی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اس معاملے میں نہ سفارش مانوں گی اور نہ ہی اپنی نذر توڑنے کا گناہ کروں گی۔ جب یہ بات عبداللہ بن زبیر پر سخت تکلیف دہ ہوئی تو انہوں نے حضرت مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود سے بات چیت کی ان سے کہا کہ میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم مجھے ضرور حضرت عائشہ کی خدمت میں لے چلو اس لئے کہ ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ میرے ساتھ قطع رحمی کی نذر مانیں۔ مسور اور عبدالرحمٰن ابن زبیر کو ساتھ لے کر حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اس طرح اجازت طلب کی۔ آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ کیا ہم اندر آ جائیں؟ حضرت عائشہ کہا آ جاؤ۔ انہوں نے کہا کیا ہم سب۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں۔ حضرت عائشہ کو یہ علم نہ ہوا کہ عبداللہ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ تو جب وہ سب داخل ہو گئے تو عبداللہ اپنی خالہ سے لپٹ گئے اور انہیں قسمیں دینے اور رونے لگے اور پردے کے باہر مسور اور عبدالرحمٰن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قسمیں دینے لگے کہ وہ ان سے ضرور بات کریں۔ حضرت عائشہ نے یہ بات قبول کر لی۔ وہ دونوں کہنے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع تعلقی سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ آپؓ جانتی ہیں کہ کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے۔ جب انہوں نے حضرت عائشہؓ کے سامنے نصیحت اور وعظ کی بہت سی باتیں کی تو حضرت عائشہ بھی ان کو روتے ہوئے نصیحت کرنے لگیں اور فرمانے لگیں میں نے تو نذر مانی ہے اور نذر کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ وہ دونوں حضرت عائشہ سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے ابن زبیر سے بات کر لی۔ اور نذر کے کفارے میں چالیس گردنیں آزاد کیں۔ بعد میں جب بھی وہ اس نذر کو یاد کرتیں تو اتنا روتیں کہ ان کے آنسوان کی اوڑھنی کو تر کر دیتے۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ عوف بن مالک متوسط تابعین سے ہیں۔ یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضیع ہیں اور حضرت عائشہ سے بیان کرنے والے مخرمہ ہیں۔

**لتنتهين عائشه او لا حجرن عليها:** عائشہ رضی اللہ عنہا اس سخاوت سے باز آئیں ورنہ ان پر پابندی لگا دوں گا۔

**قالت أهو قال:** سامعین سے دریافت کیا کہ کیا عبداللہ نے یہ بات کہی ہے۔

**لا اكلم ابن الزبير ابدًا:** میں اللہ کی قسم ان سے بات نہ کروں گی۔ یہ نذر لجاج کہلاتی ہے۔ اس میں نذر والے کو نذر کے باقی

رکھنے یا توڑ کر کفارہ دینے کا اختیار ہے۔

**طالت الھجرۃ:** ہجرت مفارقت وطن پر بولا جاتا ہے۔ یہاں چھوڑنے اور ترک کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

**واللّٰہ لا اشفع:** میں نہ سفارش قبول کروں گی اور نہ قسم توڑوں گی۔

**مسور بن مخرمہ:** بن نوفل بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ زہری ہیں ان کی کنیت ابوعبدالرحمن ہے۔ یہ صحابی بن صحابی ہیں۔

**عبدالرحمان بن الاسود بن عبد یغوث:** بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ زہری۔

**لا یحل لھا ان تنذر:** عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اجتہاد یہ تھا کہ یہ درست ہے۔ اس لئے اس کی نذر مان لی۔ اگر حرام قرار دیتی تو وہ ایسا نہ کرتیں چہ جائیکہ نذر مانتیں۔

**أندخل:** یہ اجازت طلب کرنے کا صیغہ ہے۔

**وال تعلم ان معھما ابن الزبیر:** یہ قالت کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔

**طفق یناشدھا:** ان سے رضامندی کا طالب ہوئے۔ کہ راضی ہو کر بات کرلیں اور اس پر روتے جا رہے تھے۔

**یناشد انھا:** مسور، عبدالرحمان ان سے سوال کر رہے تھے کہ وہ اس سے راضی ہو کر بات کرلیں اور ان کی معذرت قبول کرلیں اور ساتھ یہ بھی کہہ رہے قطع تعلقی سے مسلمان کے ساتھ بھی ممانعت کی ہے رحم کی رشتہ داری تو بہت مقدم ہے۔ اس چھوڑنے کی ممانعت غرض نفس کے موقعہ پر ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑنا جائز ہے۔ جب تک کہ وہ اپنی معصیت پر برقرار رہے۔ جیسا کہ کعب بن مالک اور ان کے دونوں ساتھیوں کو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ نے غزوہ تبوک میں جانے کی وجہ سے چھوڑ دیا اور توبہ تک مقاطعہ برقرار رہا۔

**من التذکرہ:** یہ مصدر سماعی ہے۔ اس کا معنی نصیحت ہے۔

**التحریج:** حرج جو قطع تعلق پر لازم آ رہا تھا۔ وہ نذر کے معاملے اور اس کے نقصان کو ذکر کر رہے تھے۔ وہ اس خلل کو یاد کر کے ونکی رونے لگیں۔ اور اس خلل میں واقع ہونے پر افسوس کرنے لگیں۔ اور کہہ رہی تھیں۔ نذر بڑی سخت ہے۔ وہ رضا پر اصرار کرتے رہے۔

**اعتقت فی نذرھا:** ان سے بات کر کے کفارہ یمین میں چالیس گردنیں آزاد کیں۔ یہ کمال تقویٰ تھا۔ کہ ایک کی بجائے چالیس آزاد کیں۔ ان کے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن ہونے کا تقاضا یہی تھا۔ حسنات کوئی گنا کریں کیونکہ غلطی پر ان کی سزا بھی مضاعف ہے۔ اور اس کے ساتھ جو خشوع و خضوع اختیار کیا وہ اس کے علاوہ تھا۔ اس لئے انہوں نے اس میں انتہائی احتیاط سے کام لیا۔

**تبل دموعھا خمارھا:** اَلنَّحْوُ: دموع مفعول اور خمار فاعل ہے۔ اور فاعل ضمیر مان لیں تو پھر نصب ہوگا۔ دموع کا نصب خافض ہے۔

**تخریج:** أخرجہ البخاری (۳۵۰۳)

**الفوائد :** (۱) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت وعظمت کو ظاہر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کا عظیم خوف اور حق کی اتباع۔ (۲) مسلمان کو چاہیے کہ وہ بلا وجہ شرعی ناراضی نہ رکھے۔

۱۸۶۲ : وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ اِلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ فَصَلّٰى عَلَيْهِمْ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: "اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَّاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ ، وَاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ مِنْ مَّقَامِيْ هٰذَا وَاِنِّيْ لَسْتُ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْهَا" قَالَ فَكَانَتْ اٰخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ– وَفِيْ رِوَايَةٍ :"وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا ، وَتَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِكُوْا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَالَ عُقْبَةُ فَكَانَ اٰخِرَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَى الْمِنْبَرِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ :"اِنِّيْ فَرَطٌ لَّكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِيَ الْاٰنَ ، وَاِنِّيْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ ، وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا" وَالْمُرَادُ بِالصَّلٰوةِ عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ :الدُّعَآءُ لَهُمْ ، لَا الصَّلٰوةُ الْمَعْرُوْفَةُ۔

۱۸۶۲: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتولین اُحد کی طرف تشریف لے گئے اور آٹھ سال بعد ان کے لئے اس طرح دعا فرمائی جیسے کوئی زندوں اور مردوں کو الوداع کہتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: "میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں گا۔ تمہارے ساتھ وعدے کی جگہ حوض ہے اور میں اس کو اپنے اس مقام پر دیکھ رہا ہوں۔ خبردار! مجھے تمہارے بارے میں شرک کا خطرہ نہیں لیکن خدشہ اس بات کا ہے کہ تم دنیا میں ایک دوسرے کے مقابلے میں رغبت کرنے لگو"۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں یہ آخری نگاہ تھی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالی۔ (بخاری ومسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ مجھے تمہارے بارے میں دنیا کا خطرہ ہے کہ اس میں رغبت کرنے لگو آپس میں اس کی وجہ سے لڑنے لگو اور اس طرح ہلاک ہو جاؤ جس طرح تم سے پہلے ہلاک ہوئے۔ یہ آخری دیدار تھا جو میں نے منبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں گا اللہ کی قسم میں اپنے حوض کو اب دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں یا زمین کی چابیاں دی گئیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم تمہارے بارے میں یہ مجھے خطرہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن مجھے خطرہ یہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو۔ مقتولین اُحد پر صلوۃ کا معنی دعا ہے۔ نہ کہ معروف نماز جنازہ۔

**تشریح** : قتلى اُحُد: احد کا واقعہ ۳ یا ۴ ھ میں پیش آیا۔

**فصلی علیهم**: آٹھ سال کے بعد ان کے لئے دعا فرمائی۔ یہ مرض وفات سے چند دنوں پہلے کی بات ہے۔
**کالمودع للاحیاء والاموات**: زندہ کو الوداع کیلئے اشارہ فرما رہے تھے۔ جیسا حجۃ الوداع میں فرمایا "**لعلکم لا تلقونی بعد هذا**..... " اور اموات کو الوداع یہی ہے کہ ان کیلئے وفات سے پہلے دعا فرما دی۔
فَرَط: اس آدمی کو کہتے ہیں جو کہ قافلہ سے پہلے منزل پر روانہ کیا جائے تا کہ وہاں قافلے کی ضروریات 'لکڑیاں، حیاض کی درستی وغیرہ قافلے کی آمد سے پہلے کرے۔ اسی طرح میں اپنی امت کیلئے ان کی مصالح اخرویہ گناہ گاروں کی شفاعت اور مطیعین کی شہادت تیار کرنے والا ہوں۔
**انا شهید علیکم**: جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بك علی هؤلاء شهیداً﴾ [النساء: ۴۱]
**وان موعدکم الحوض**: امت کے لوگ حوض کے پاس ملیں گے۔ موعد یہ ظرف مکان ہے۔
**وانی لا نظر الیه من مقامی هذا**: آپ کیلئے وہ مقام کھول دیا گیا آپ ﷺ نے آنکھوں سے دیکھ کر خبر دی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ حوض بھی جنت و نار کی طرح اب موجود ہے۔
**انی لست اخشی علیکم ان تشرکوا**: مجھے تمہارے اندر شرک کے پیدا ہونے کا خطرہ نہیں کیونکہ نور ایمان جب بشاشت قلب سے مل جائے تو پھر نہیں نکلتا۔ مراد یہ ہے کہ تمام امت کے ارتداد کا خطرہ نہیں۔" اس پر اس روایت سے کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا"۔ "ان احدکم لیعمل بعمل اهل الجنة حتی ما یکون بینه وبینها الا ذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل عمل اهل النار فیدخلها" اور نہ ان احادیث سے جن کو نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاصؓ سے روایت کیا" کہ اخیار مرجائیں گے اور اشرار باقی رہ جائیں گے۔ اور وہ بتوں کی بھی پوجا کریں گے۔ کیونکہ پہلی روایت بعض افراد سے اور دوسری روایت دوسرے بعض کے متعلق آخری زمانہ میں ہوگی۔ البتہ تمام امت کا ایمان کے بعد شرک اختیار کرنا ہرگز نہ ہوگا۔
**اخشی علیکم الدنیا**: یہاں تنافسوها ہے اور بخاری میں تنافسوفیها کے چار اور ایک تا کو حذف کیا گیا ہے بتقاضائے اختصار ایسا کیا۔
**فکانت**: یہ آخری مرتبہ تھی جس میں آپ کو میری نگاہ نے منبر پر جلوہ افروز دیکھا یا مطلقاً بھی ہوسکتا کہ اس کے بعد آپ منبر پر تشریف ہی نہیں لائے۔
ایک روایت میں "**فتهلکوا کما هلك**" اس ہلاکت معنوی مراد ہے۔
ایک روایت میں **اعطیت مفاتیح**: زمین کے خزائن کی چابیاں یا زمین کی چابیاں مطلب یہ ہے جو موجود بھلائی ہے وہ آپ دی گئی اور آپ کی وساطت سے امت کو پہنچ رہی ہے۔ بقول بوصیری "فان من جودك الدنیا وضرتها، ان تشرکو ابعدی" کیونکہ آپ نے دوام ایمان کی امت میں قیامت کے قرب تک کیلئے وصیت فرمائی۔ اس حدیث امت میں اسلام کے قائم و دائم رہنے کی خوشخبری دی اور شرک کے اس میں نہ اترنے کی بھی بشارت ہے۔ اس میں دنیا میں تنافس سے روک کر

زہد کی تلقین اور دنیا کی رونق سے اعراض کا حکم دیا کیونکہ یہ ہلاکت کا باعث ہے۔''الصلاۃ علی قتلی احد'' کا معنی دعا رحمت ہے نماز مراد نہیں ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٦/١٧٣٤٩) والبخاري (١٣٤٤) ومسلم (٢٢٩٦) وأبو داود (٣٢٢٣) والنسائي (١٨٧٥) وابن حبان (٣١٨٩) والطبراني (١٧/٧٦٧) والدارقطني (٢/٧٨) والبيهقي (٤/١٤)

**الفوائد** : یہ اعجاز نبوت ہے۔(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شرک نہیں آ سکتا۔(۳) دنیا میں تنافس اموال پیش آیا۔(۴) خزائن ارضی کا امت کو وارث بنایا گیا۔

۱۸۶۳ : وَعَنْ اَبِيْ زَيْدٍ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَ حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ ، فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۶۳: حضرت ابوزید عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا' نماز پڑھائی اور پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ نماز پڑھائی اور پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس جو کچھ ہوا اور جو ہونے والا تھا' اسکی ہمیں اطلاع دی۔ ہم میں سب سے بڑے علم والے وہی ہیں جو ان باتوں کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے ہیں۔(مسلم)

**تشریح** : یہ انصاری ہیں۔ جلیل القدر صحابی ہیں ان سے مسلم اور سنن اربعہ سے روایت لی ہے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیرہ غزوات میں شرکت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر شفقت سے دست مبارک پھیرا اور دعا کی۔ ان کے پوتے کا بیان ہے۔ کہ ان کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی اس وقت ان کے سر میں ایک بھی سفید بال نہ تھا۔ اسد الغابہ میں ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے پانی لایا اس میں بال تھا میں نے نکال دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللھم جملہ'' اے اللہ تعالیٰ ان کو خوبصورتی عنایت فرما۔

ابونہیک کہتے ہیں میں نے ان کو ۹۴ سال کی عمر میں دیکھا کہ ان کی ڈاڑھی اور بالوں میں ایک بال بھی سفید نہ تھا اور جیسا کہا جاتا ہے کہ ان کی عمر سو سے زائد تھی مگر ان کی ڈاڑھی اور سر میں چند بال سفید تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار روایات نقل کی ہیں۔ محل وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

**ما کان وھو کائن**: اگر بظاہر لفظوں کو دیکھا جائے تو اس تھوڑے وقت ماضی اور آئندہ کے واقعات بتلائے تو یہ اعجاز نبوت ہے اور بعض ہوں تو اس کا بھی احتمال ہے۔ زیادہ علم والے وہ ان واقعات کو ہم سے زیادہ یاد کرنے والے تھے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٨/٢٢٩٥١) ومسلم (٢٨٩٢) والحاكم (٤/٨٤٨٩) وابن حبان (٦٦٣٨) والطبرانی (٤٦/١٧)

**الفوائد** : (۱) امت کو فتن سے خبردار کیا تا کہ وہ اس کیلئے تیاری کرلیں۔ (۲) معجزہ نبوت ہے۔ (۳) تبلیغ رسالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مشقتیں اٹھائیں۔

۱۸۶۴ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهٖ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۶۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو آدمی یہ نذر مانے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اس کو اطاعت کرنی چاہئے اور جو یہ نذر مانے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا تو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے"۔ (بخاری)

**تشریح** : مثلاً روزہ، نماز یا دیگر اعمال صالحہ کی نذر مانی۔

**فلیطعه**: وہ اصل واجب کی طرح اس کے نذر ماننے سے لازم ہوگئے۔ خواہ فقہاء کا ان کے وجوب وغیرہ کا اختلاف ہی ہو۔

**من نذر ان یعصی اللّٰہ**: معصیت کی نذر منعقد نہیں ہوتی کیونکہ یہ باعث قرب تو کیا ہوتی باعث بعد ہے۔

**تخریج** : أخرجه مالك (١٠٣١) وأحمد (٩/٢٤١٣٠) والبخاری (٦٦٩٦) وأبو داود (٣٢٨٩) والترمذی (١٥٣١) والنسائی (٣٨١٥) وابن ماجه (٢١٢٦) والدارمی (٢٣٣٨) وابن حبان (٤٣٨٧) وابن الجارود (٩٣٤) والبیهقی (٩/٢٣١)

**الفوائد** : (۱) طاعت کی نذر پوری کرنی چاہئے۔ (۲) معصیت کی نذر توڑ کر کفارہ ضروری ہے۔

۱۸۶۵ : وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ وَقَالَ : "كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۸۶۵: حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چھپکلیوں کے مارنے کا حکم دیا اور فرمایا یہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آگ پر پھونکیں مارتی تھیں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : ام شریک کے حالات گزرے ان کو بعض نے عامریہ اور دوسروں نے عامدیہ لکھا ہے۔

**الاوزاع**: اس کا نقصان بھی بہت ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم الشان بندے کی عداوت بھی ساتھ شامل ہوگئی۔

**کان ینفخ علی ابراھیم**: اگرچہ اس کی پھونک سے آگ میں چنداں اثر نہ تھا مگر اس میں اظہار عداوت، خرابی نیت کا ثبوت ملتا ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۰/۲۷۳٤) والبخاری (۳۳۰۷) ومسلم (۲۲۳۷) والنسائی (۲۸۸٥) وابن ماجه (۳۲۲۸) والحمیدی (۳٥۰) والدارمی (۲۰۰۰) والطبرانی (۲٥۱/۲٥) وعبد الرزاق (۸۳۹٥) وابن أبی شیبة (٥/٤۰۱) وابن حبان (٥٦۳٤) والبیهقی (٥/۲۱۱)

**الفوائد** : چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا۔ کیونکہ گھروں میں خاص طور پر یہ اذیت وکراہت اور زہر خورانی کا باعث ہے۔

۱۸٦٦ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِیْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهٗ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً ، وَمَنْ قَتَلَهَا فِی الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهٗ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً دُوْنَ الْاُوْلٰى ، وَاِنْ قَتَلَهَا فِی الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ فَلَهٗ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً" وَفِیْ رِوَايَةٍ : "مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِیْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ ، وَفِی الثَّانِيَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ ، وَفِی الثَّالِثَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ : اَلْوَزَغُ الْعِظَامُ مِنْ سَامِّ اَبْرَصَ۔

۱۸٦٦: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں مارا اس کو اتنی اتنی نیکیاں ہیں اور جو دوسری ضرب میں مارے اس کو اتنی اتنی نیکیاں پہلی سے کم اور اگر اس کو تین ضربوں میں مارا تو اس کو اتنی اتنی نیکیاں۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ جس نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں مارا اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جس نے دوسری ضرب میں مارا اس کو اس سے کم اور جس نے تیسری ضرب میں میں مارا اس کو اس سے کم۔ (مسلم)

اہل لغت فرماتے ہیں کہ اَلْوَزَغُ سام ابرص کی قسم کا بڑا جانور (کرلا) ہے۔

**تشریح** ۞ اول ضربة: یہ صفت کی اضافت موصوف کی طرف کے قبیل سے ہے۔

فله كذا وكذا حسنة: ماقبل پر اکتفاء کر کے کنایت ذکر کر دیا۔ وزعة: اس میں تا تانیث کی نہیں بلکہ وحدت کیلئے ہے۔ جیسا کہ وزغًا کا لفظ دلالت کرتا ہے۔

احمد وغیرہ نے اس روایت کو ذرا سے لفظ کے اختلاف سے نقل کیا ہے اور طبرانی نے یہ الفاظ بھی نقل کیے: "كفر الله عنه سبع شطيئات

صاحب القاموس کا قول: یہ سام ابرص ہے اور اس کے متعلق یہ روایت ہے۔

نووی کا قول: وزغة (چھپکلی) موذی حشرات سے ہے اس کو آپ ﷺ نے ایذاء کی وجہ سے مارنے کی تاکید فرمائی اور گناہوں کی معافی کا بھی مقصد یہ ہے کہ اس کو فوراً مار دیا جائے اور اس کی طرف توجہ دی جائے۔ ایک ضرب سے مارو یعنی کہ وہ بھاگ نہ سکے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۶٦۷) ومسلم (۲۲٤۰)

**الفرائد** : (۱)ایک ضرب سے چھپکلی کو مارنے کا ثواب سونیکیاں ہیں۔(۲)دوسری تیسری ضرب سے مارنے والے بھی یقیناً ثواب ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

۱۸۶۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ ' فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ سَارِقٍ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَةَ عَلٰی سَارِقٍ! فَقَالَ :اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ زَانِیَةٍ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَةَ عَلٰی زَانِیَةٍ! فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی زَانِیَةٍ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ غَنِیٍّ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَةَ عَلٰی غَنِیٍّ ! فَقَالَ :اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی سَارِقٍ وَّعَلٰی زَانِیَةٍ وَّعَلٰی غَنِیٍّ ' فَاُتِیَ فَقِیْلَ لَهٗ: اَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰی سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ ' وَاَمَّا الزَّانِیَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفُّ عَنْ زِنَاهَا وَاَمَّا الْغَنِیُّ فَلَعَلَّهُ اللّٰهُ اَنْ یَّعْتَبِرَ فَیُنْفِقَ مِمَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ بِلَفْظِهٖ وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ۔

۱۸۶۷:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا۔ آج میں ضرور صدقہ کروں گا پس وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور اس کو ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کر رہے تھے آج رات ایک چور کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ میں آج پھر صدقہ کروں گا۔ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا تو اس کو ایک زانیہ عورت کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک زانیہ پر صدقہ کیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ بدکار عورت پر صدقہ ہو گیا۔ میں آج رات پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اس کو ایک مالدار کے ہاتھ میں دے دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات مالدار کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ! تمام تعریفیں آپ کے لئے ہیں۔ صدقہ چور کو پہنچ گیا' زانیہ کے ہاتھ میں آیا اور مالدار کو مل گیا۔ اس کو خواب دکھایا گیا جس میں کہا گیا کہ تیرا صدقہ چور پر قبول ہو گیا۔ اس لئے کہ شاید وہ چوری سے باز آئے اور زانیہ پر قبول ہو گیا شاید کہ وہ زنا سے پاکبازی اختیار کرے اور غنی پر بھی قبول ہو گیا شاید کہ وہ عبرت حاصل کرے اور اپنے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرے۔ بخاری نے ان لفظوں سے بیان کیا اور مسلم نے اسی معنی کو روایت کی۔

**تشریح** ۞ رجل: سے پہلی امتوں کا آدمی مراد ہے۔(دمامینی)

**فاصبحوا**: اس زمانے کے لوگ جس میں وہ آدمی تھا۔

یتحدثون۔ تصدق: یہ جملہ معنیٰ قول قول کو متضمن ہے۔ قال یہ جملہ مستانفہ ہے۔ علی سارق: یہ تصدقت محذوف کے متعلق ہے۔

**تصدق اللیلة:** ظرف نصب کی حالت میں تصدق کا ظرف ہے۔ اور نائب فاعل ہے۔

**علی زانیة:** اس جملہ میں اس ظرف سے مقید کیا۔ پہلوں میں ایسا نہیں کیا۔ (۱) ان کے علاوہ اوقات میں واقع ہو یا اس میں رات کے درمیان میں اور پہلے دونوں میں اطراف لیل میں یہ واقعہ پیش آیا۔

**علی غنی:** حرف جر کو لوٹانے سے یہ ظاہر کیا کہ ہر ایک مستقل ہے اور صدقات بھی متعدد ہیں۔

**فقیل له:** یہ خواب میں کہا گیا۔ جیسا مستخرج ابی نعیم میں ہے۔

**یستعفف عن سرقته:** مسلم میں بھا کا لفظ عن سے پہلے زائد ہے۔ کہ وہ اس مال سے غنی ہو کر چوری چھوڑ دے۔

**عن زناھا:** اس سے اشارہ کیا کہ مالوفات کو چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔ گویا اس میں نفس سے ترک کا مطالبہ ہوتا ہے۔ روایت مسلم میں ترتیب کا ذرا فرق ہے کہ زانیہ کو غنی پر مقدم کیا گیا۔ بھا کا لفظ بھی زائد لائے شاید کہ غنی عبرت حاصل کر کے بخل چھوڑ کر خود خرچ کرے اور چور اس سے آئندہ چوری کے جرم سے باز آ جائے۔ یہ روایات کا فرق معمولی ہے۔ واللہ اعلم۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۳/۸۲۸۹) والبخاری (۱۴۲۱) ومسلم (۱۰۲۲) والنسائی (۲۵۲۲) وابن حبان (۳۳۵٦) الفتح (٤/٤٠)

**الفرائد** : (۱) صدقہ کرنے والے کی نیت درست ہو تو صدقہ مقبول ہے۔ (۲) خفیہ صدقہ مقبول ہے۔ اخلاص کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و منزلت ہے۔ (۳) اگر صدقہ مستحق نہ پہنچے تو اعادہ مستحب ہے۔ (۴) حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے۔

۱۸۲۸ : وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَعْوَةٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَقَالَ: ''أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ؟ ذَاكَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَيَنْظُرُهُمُ النَّاظِرُ وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ وَتَدْنُوْ مِنْهُمُ الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ وَلَا يَحْتَمِلُوْنَ، فَيَقُوْلُ النَّاسُ: اَلَا تَرَوْنَ مَا اَنْتُمْ فِيْهِ اِلٰى مَا بَلَغَكُمْ، اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: اَبُوْكُمْ اٰدَمُ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا اٰدَمُ اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ، وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ، وَاَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ وَاَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ، اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ وَمَا بَلَغَنَا؟ فَقَالَ: اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَاِنَّهٗ نَهَانِيْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ: نَفْسِيْ نَفْسِيْ اذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ: اذْهَبُوْا اِلٰى نُوْحٍ — فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ يَا نُوْحُ: اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰى

الْاَرْضِ ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ ، اِلٰى تَرٰى اِلٰى مَا بَلَغْنَا؟ اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ؟ فَيَقُوْلُ :اِنَّ رَبِّیْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ ، وَاِنَّهٗ قَدْ كَانَتْ لِیْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلٰى قَوْمِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِیْ :اذْهَبُوْا اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ :يَا اِبْرَاهِيْمُ اَنْتَ نَبِیُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهٗ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ لَهُمْ :اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ۔

وَاِنِّیْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ ، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِیْ :اذْهَبُوْا اِلٰى مُوْسٰى ، فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُوْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ، فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ عَلَى النَّاسِ ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنِّیْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَّمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ ، اذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِیْ :اذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى – فَيَاْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ :يَا عِيْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى :اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ ، وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا ، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ ، اذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " وَفِیْ رِوَايَةٍ "فَيَاْتُوْنِیْ فَيَقُوْلُوْنَ يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَآءِ ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِیْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَیَّ مِنْ مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَآءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَّمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِیْ ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ، فَاَرْفَعُ رَاْسِیْ فَاَقُوْلُ اُمَّتِیْ يَا رَبِّ اُمَّتِیْ يَا رَبِّ ، اُمَّتِیْ يَا رَبِّ – فَيُقَالُ : يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَآءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ – ثُمَّ قَالَ :وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۲۸: حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ہم ایک دعوت میں رسول اللہؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ کے لئے دستی کا گوشت

پیش کیا گیا اور یہ گوشت آپؐ کو پسند تھا۔ پس آپؐ دانتوں سے توڑ توڑ کر کھانے لگے اور فرمانے لگے میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کس طرح ہو گا؟ اللہ تعالیٰ پہلوں اور پچھلوں کو ایک میدان میں جمع فرمائیں گے تاکہ دیکھنے والا ان سب کو دیکھ سکے اور دعوت دینے والے کی بات سن سکیں اور سورج لوگوں کے قریب ہو گا۔ لوگوں کو غم اور بے چینی اس حد تک ہو گی جس کی وہ طاقت اور برداشت نہ رکھیں گے۔ لوگ کہیں گے کیا تم اس تکلیف کو دیکھ رہے ہو جس میں تم مبتلا ہو کہ وہ کس حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ کیا تم نہیں غور کرتے کسی ایسے شخص کے بارے میں جو تمہارے لئے تمہارے رب کے ہاں سفارش کرے۔ پس وہ ایک دوسرے کو کہیں گے۔ تمہارے والد آدمؑ ہیں۔ وہ سب ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدمؑ تو سب انسانوں کا باپ ہے۔ تجھے اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور اپنی طرف سے روح پھونکی اور فرشتوں کو اس نے حکم دیا۔ پس انہوں نے تمہیں سجدہ کیا اور تمہیں جنت میں ٹھہرایا۔ کیا آپؑ ہمارے لئے اپنے رب سے سفارش نہیں کریں گے۔ کیا آپؑ اس تکلیف کو نہیں دیکھ رہے کہ جس میں ہم مبتلا ہیں اور جس حد تک ہم پہنچے ہوئے ہیں۔ پس وہ فرمائیں گے' بے شک میرا رب آج کے دن اتنا سخت غصے میں ہے کہ نہ اس سے پہلے ناراض ہوا اور نہ ہی بعد میں وہ اس طرح ناراض ہو گا۔ اس نے مجھے درخت سے روکا' پس مجھ سے نافرمانی ہو گئی۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ میرے علاوہ اور کسی کے پاس جاؤ۔ تم نوحؑ کے پاس جاؤ۔ پس وہ سب لوگ نوحؑ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے نوحؑ! آپؑ زمین پر پہلے رسول ہیں اور اللہ نے آپ کو شکر گزار بندہ فرمایا۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے' جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں اور جس حد تک ہم پہنچے ہوئے ہیں۔ کیا آپؑ ہمارے لئے اپنے ربّ کے ہاں سفارش نہیں کرتے؟ وہ فرمائیں گے آج کے دن بے شک میرا رب اتنا غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے غضبناک ہوا اور نہ بعد میں ہو گا۔ اس نے مجھے دعوت دینے کے لئے کہا۔ میں نے وہ دعوت اپنی قوم کو دی۔ میری جان' میری جان' میری جان۔ تم ابراہیمؑ کے پاس جاؤ اور وہ ابراہیمؑ کے پاس جا کر کہیں گے۔ اے ابراہیمؑ تو اللہ کا پیغمبر ہے اور اہل زمین میں اس کا خلیل ہے۔ ہمارے لئے اپنے ربّ سے سفارش کر دو۔ کیا تم اس مصیبت کو نہیں دیکھتے' جس میں ہم مبتلا ہیں۔ وہ انہیں فرمائیں گے۔ بے شک میرا رب آج کے دن اتنا غضبناک ہے کہ نہ وہ پہلے اتنا غضبناک ہوا اور نہ بعد میں ہو گا۔ میں نے تین باتیں ایسے کہی تھیں جو واقعہ کے خلاف تھیں۔ مجھے تو اپنی فکر ہے' اپنی فکر اور اپنی فکر۔ تم میرے علاوہ اور کسی کے پاس جاؤ۔ تم موسیٰ کے پاس جاؤ۔ پس وہ موسیٰ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے۔ اے موسیٰ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات اور کلام کے ساتھ آپؑ کو خاص کیا۔ آپ ہمارے لئے اپنے رب کے پاس سفارش کریں۔ کیا آپؑ اس پریشانی کو نہیں دیکھتے جس میں ہم مبتلا ہیں؟ وہ فرمائیں گے۔ بے شک میرا رب آج کے دن اتنا ناراض ہے نہ اس سے پہلے اتنا ناراض ہوا اور نہ اس کے بعد ہو گا۔ بے شک میں نے تو ایک جان کو مار دیا تھا جس کے قتل کا مجھ کو حکم نہ تھا۔ مجھے تو اپنی فکر ہے' اپنی فکر اور اپنی فکر۔ تم میرے علاوہ اور کسی کے پاس جاؤ۔ تم عیسیٰ کے پاس جاؤ۔ پھر وہ عیسیٰ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے عیسیٰ! تو اللہ کا رسول اور کلمہ ہے جس کو اس نے مریم

کی طرف ڈالا اور اس کی طرف سے آئی ہوئی روح ہے تو نے پنگوڑے میں کلام کیا۔ ہمارے لئے اپنے رب سے سفارش کرو۔ کیا تم اس پریشانی کو نہیں دیکھتے جس میں آج ہم مبتلا ہیں؟ پس عیسیٰ فرمائیں گے۔ بے شک میرا رب آج کے دن اتنا ناراض ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا ناراض ہوا اور نہ بعد میں ہوگا۔ وہ کسی لغزش کا ذکر نہیں فرمائیں گے۔ مجھے تو اپنی پڑی ہے مجھے تو اپنی پڑی ہے اور اپنی۔ تم میرے علاوہ اور کسی کے پاس جاؤ۔ تم محمدؐ کے پاس جاؤ۔ پس وہ محمدؐ کے پاس آئیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ میرے پاس آئیں گے۔ پھر کہیں گے اے محمدؐ آپؐ اللہ کے رسول ہیں انبیاء کے خاتم ہیں اللہ نے آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے۔ آپؐ ہمارے لئے اپنے رب کی بارگاہ میں سفارش کریں۔ کیا آپؐ نہیں دیکھ رہے جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں؟ پس میں چل کر عرش کے نیچے آؤں گا اور اپنے رب کی بارگاہ میں سجدے میں پڑ جاؤں گا۔ پھر اللہ مجھ پر اپنی ایسی تعریفیں اور عمدہ ثنائیں کھولے گا جو آج تک مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولی گئیں۔ پھر کہا جائے گا اے محمدؐ! سر اٹھاؤ اور سوال کرو۔ سوال پورا کیا جائے گا۔ سفارش کرو سفارش قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا اے میرے رب میری امت میری امت اے میرے رب۔ پس کہا جائے گا اے محمدؐ اپنی امت میں سے بلا حساب والوں کو دائیں جانب والے دروازے سے جنت میں داخل کرلو اور میرے امتی لوگوں کے ساتھ دوسرے دروازوں میں بھی شریک ہوں گے۔ اللہ کی قسم! دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا مکہ اور ہجر کے درمیان۔ یا فرمایا مکہ اور بصریٰ کے درمیان۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** دعوۃ: سے یہاں طعام کی دعوت مراد ہے۔ (کتاب المثلث) دال کا فتحہ ہے کبھی دال کا کسرہ بھی آجاتا ہے۔

الذراع: قاضی کہتے ہیں یہ آپ کو پسند تھی۔ یہ جلد گلنے اور زیادہ لذت وذائقے والا کم نقصان والا گوشت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو شمائل ترمذی میں فرماتی ہیں کہ دستی آپ ﷺ کو پسند نہ تھی۔ پس گوشت کبھی کبھی میسر آتا اور ویسے بھی دستی جلد پکتی ہے اس لئے آپ ﷺ اس کو استعمال فرماتے۔ مگر بعض شراح نے کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے فہم کے مطابق فرمایا ورنہ دوسری احادیث کے ظاہر سے اس کا آپ ﷺ کو بہت پسند ہونا معلوم ہوتا ہے۔ خواہ گوشت کبھی ملے یا ہر روز ملے۔ گویا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ لذات میں سے کسی چیز کی طرف اس طرح میلان نہ رکھتے تھے۔ اس کو جلد پک جانے کی وجہ سے پسند فرماتے تا کہ مسلمانوں اور اپنے دیگر مصالح کیلئے زیادہ سے زیادہ وقت فارغ ہو اور پہلی روایت کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا کہ کمال خلقت کا تقاضا عمدہ چیز کو پسند کرنا ہے۔

البتہ دیگر شارحین ان شارحین کی تردید کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس بات کی نسبت کو ناپسند کیا۔ وہ طبع نبوی کو خوب در خوب سمجھنے والی تھیں۔ حافظ عراقی نے خوب جواب دیا۔ کہ کسی چیز کا پسند آنا اس کے آپ ﷺ کے ہاں محبوب ترین گوشت ہونے کی علامت نہیں۔ ابن جعفر کی روایت میں صراحۃً موجود ہے کہ اطیب اللحم پشت کا گوشت ہے۔ (فتدبر)

فنهش منها نهشة: یہ سین و شین دونوں سے مراد ہے۔ دانتوں سے کسی چیز کو توڑنا۔ یہاں گوشت کا توڑنا مراد ہے۔

انا سید الناس: یہ اپنے عام معنیٰ کے اعتبار سے تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور آپ کا فرمانا یا سید البریہ ابراہیم ہیں۔ وہ اس فضیلت کے معلوم ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ یا اپنے سے اس کی نفی سے مراد انبیاء علیہم السلام کا ایسا تذکرہ جس سے ان کی تنقیص کا پہلو نکلے وہ کفر ہے۔ یوم القیامہ: یہ آپ کی فضیلت کے مکمل ظہور کا دن ہوگا اور ان کے سامنے بھی آپ کی عظمت سب پر واضح ہو جائے گی جو آپ کے منکر ہیں ورنہ آپ تو دارین کے لحاظ سے سب سے افضل ہیں۔ یہ تعبیر ﴿مالك يوم الدين﴾ کی طرح ہے۔ مالک تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ہے اس دن دوسروں کی عارضی ملکیت کی بھی نفی ہوگی اس لئے اس کی طرف نسبت کر دی۔

﴿هل تدرون مم﴾: ای مسبب۔ یہ تفخیم شان کیلئے فرمایا۔ یہ ﴿ذلك الكتاب﴾ کی طرح۔ یا جواب سے سکوت کی وجہ ظہور ہے۔

الاولین والاخرین: اس سے تمام مکلفین مراد ہیں۔ اس سے انسان مراد ہو تو جنات سے سکوت ان کی نفی نہیں کرتا۔

فی صعید واحد: ایک میدان میں کہ جس میں دیکھنے والا سب کو دیکھ سکے۔ سورج ان سے قریب ہوگا۔ بعض نے کہا ایک میل سے مراد یہی جو انسانی فاصلوں میں سمجھا جاتا ہے۔ بعض سرمہ کی سلائی مراد لی ہے۔ درحقیقت انتہائی قرب سے کنایہ ہے۔

الکرب: کربہ الامر سے لیا گیا۔ ارادہ کرنا۔ غم کیلئے حزن کا لفظ آتا ہے۔ وہ خوشی کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس لئے اسے غم کہا جاتا ہے۔

ای ما انتم فیہ: کو تفخیم امر کو ظاہر کرنے کیلئے ہے جیسا اس ارشاد میں: ﴿فغشيهم من اليم ما غشيهم﴾۔

وتنظرون: اس کا عطف ترون پر ہے۔ نظر الامر: سوچ بچار کرنا۔ ایک نسخہ میں الا تنظرون بھی ہے۔

من یشفع لکم: تاکہ جس پریشانی میں ہو اس سے چھوٹ جاؤ۔

ابو کم آدم: اس کیلئے آدم علیہ السلام پر نظر جاتی ہے اس لئے کہ وہ تمہارے باپ ہیں۔ (۲) ان سے مطالبہ کرو کیونکہ وہ تمہارے باپ ہیں۔ والد کا نام لینا یہاں ممنوع ہے وہاں تو اجازت ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی حکم ہے۔

انت ابو البشر: وہ آکر ابھارنے کیلئے یہ صفات ذکر کریں گے۔ بشر کا لفظ تثنیہ تو آتا ہے مگر جمع نہیں۔ جیسے واحد کیلئے بشراً سویا، جمع کیلئے فاما ترین من البشر، تثنیہ انومن لبشرین۔ بیدہ یعنی اپنی قدرت سے روح کی نسبت بھی تشریف کیلئے ہے۔ فسجدوا لك: آپ کی طرف رخ کر کے سجدہ کیا۔ سجدہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو لائق ہے۔

اسکنك الجنہ: وہ جنت جہاں مؤمن آخرت میں داخل ہوں گے۔ اس میں دلیل ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے۔

الا تری ما نحن فیہ: آدم علیہ السلام سے ایسی بات کہہ کر ابھاریں گے جو سفارش پر آمادہ کرے۔ دیکھو ہمارا حال جو بیان سے باہر ہے۔ اَلَاتَرٰى: ما بلغنا کا فاعل مضمر ہے یا سکون سے پڑھیں تو فاعل ضمیر ہے۔ مشقت کو حذف کر دیا تاکہ مبالغہ ہو۔

ان ربی غضب: حقیقی معنی محال ہے۔ مجاز مرسل کے طور پر اس سے انتقام یا ارادہ انتقام مراد ہے۔ ایک نسخہ میں لم یغضب

اور دوسرے میں لن یغضب ہے۔

وانہ نھانی: النجو اس کا عطف ان ربی پر ہے۔ (۲) واؤ حالیہ بھی ہو سکتی ہے۔ اس سے یہ جملہ مستانفہ ہوگا اور واؤ اس طرح ہوگی جیسا اس ارشاد میں ہے: ﴿ونقر فی الارحام ...﴾ مگر پہلا قول بہتر ہے۔ الشجرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مخصوص نوع کا درخت تھا۔ اور اس نوع سے کھانے کی ممانعت تھی۔ یہ ممنوعہ چیز کا استعمال علو مقام رسل اور ان کے عظیم شرف سے فروتر تھا۔ پس اسی وجہ سے ان کو سخت الفاظ عصی وغیرہ سے ذکر کیا گیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ آدم علیہ السلام عاصی ہیں۔ اگرچہ ''عَصَى آدَمُ رَبَّهُ'' وارد ہے۔ کیونکہ عاصی وہ ہے جس نے معصیت کی ہو۔ جیسا وہ آدمی جس نے ایک دن سوئی سے اپنا سیا تو اس کو خائط (درزی) نہیں کہتے۔ جب تک کہ اس کو عادت اور پیشہ نہ بنا لے۔ (ابن قتیبہ)

نفسی نفسی: اس کو تحذیر کا اعراب دیا جاسکتا ہے جیسا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایای وان یحذف احدکم الارنب'' (۲) مبتداء کی خبر محذوف ہے ای حسبی نفسی۔ (۳) فعل محذوف یکفینی کا فاعل ہے۔ دوسرا نفسی تاکید کیلئے ہے۔ حافظ کہتے ہیں یہ اس طرح ہے: ''نفسی التی تستحق ان یشفع لھا'' کیونکہ جب مبتداء وخبر متحد ہونے کی صورت میں بعض لوازم مراد ہوتے ہیں۔

اذھبوا الی غیری: جس سفارش کے طالب ہو اس کیلئے اور کے پاس جاؤ۔ دوسرا اذھبوا پہلے اذھبوا کا بدل مفصل ہے۔

یا نوح: ان کا نام بعض نے کہا عبدالغفار ہے۔ کسی بات کی وجہ سے جو ان سے ہوئی بہت روتے تھے اس لئے یہ لقب پڑ گیا۔ مسلم میں روایت وارد ہے۔ کہ ''فیقول آدم ولکن ائتوا نوحًا اول رسول بعثہ اللّٰہ'' مازری کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام ان کے دادا ہیں۔ اگر کوئی ثبوت مل جائے کہ ادریس علیہ السلام بھی رسول ہیں تو پھر یہ نوح علیہ السلام سے پہلے نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ روایات تو نوح علیہ السلام کو پہلا رسول بتلا رہی ہیں۔ اور اگر دلیل نہ ملے تو نسابین کی رائے درست ہوگی اور اگر اس طرح کہا جائے کہ وہ نبی تھے نہ کہ رسول تو تب بھی نسابین کی بات درست ہو جائے گی۔

قاضی عیاض کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی کہا گیا کہ ادریس علیہ السلام ہی کا نام الیاس علیہ السلام ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل سے تھے جیسا کہ بعض اخبار میں درج ہے۔ کہ یہ یوشع بن نون علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اگر یہ بات درست ہو تو اخباریین پر اعتراض نہ رہا۔ اور دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ آدم وشیث علیہما السلام کی نبوت ورسالت ان لوگوں کیلئے تھی جو ان کے ساتھ تھے۔ آدم علیہ السلام کو اپنی اولاد کی طرف رسول بنایا گیا۔ وہ سب مسلمان تھے۔ پس ان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت کی تبلیغ کا حکم تھا اور اسی خاطر ان کے بعد شیث علیہ السلام کو بھی اسی صلبی اولاد کیلئے بھیجا گیا۔ اس کے برخلاف رسالت نوح علیہ السلام اہل زمین کے کفار کیلئے تھی۔ قاضی کہتے ہیں ابن بطال نے اس اعتراض سے بچنے کیلئے آدم علیہ السلام کے متعلق کہا کہ وہ رسول نہیں تھے یعنی فقط نبی تھے۔

اور ابوذر رضی اللہ عنہ والی طویل روایت میں ہے کہ آدم وادریس علیہما السلام تمام اہل زمین کی طرف نہیں بھیجے گئے۔ مگر جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس پر اشکال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پچھلے پیغمبر اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ بخلاف ہمارے پیغمبر ﷺ کہ آپ ﷺ کی بعثت اپنی قوم اور دیگر سب لوگوں کی طرف تھی۔ یا اس طرح کہیں کہ اولیت نسبت کے ساتھ مقید ہے۔ یا

اولیت اہل قوم سے مقید ہے یا یہ تینوں انبیاء علیہم السلام انبیاء تھے رسول نہ تھے۔ ابن بطال آدم علیہ السلام کے متعلق اسی کے قائل ہیں۔ مگر قاضی عیاض نے اس پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ روایت ابوذر نص صریح ہے کہ آدم علیہ السلام رسول تھے اور اس میں شیث علیہ السلام پر صحائف کے اترنے کی صراحت ہے اور یہ رسول ہونے کی علامت ہے۔ اس کے کئی جواب ہیں:
(۱) آدم علیہ السلام کی رسالت ان کی اولاد کی طرف تھی وہ تمام موحد تھے۔ صرف احکام شریعت کی تبلیغ و تشریح تھی۔
اور نوح علیہ السلام کی رسالت کفار کی طرف تھی وہ ان کو توحید کی طرف دعوت دینے والے تھے۔
**الا تری الی ما نحن فیه:** ما بلغنا یہ تعبیر اس لئے کہی کہ ان کا حال دیکھے ہوئے کی طرح ہوگا اور اگلی سفارش والی بات کو اس پر مرتب کیا۔
**دعوت بها علی قومی:** اس سے ﴿لا تذر علی الارض من الکافرین دیاراً﴾ یا ﴿رب انصرنی بما کذبون﴾ مؤمنون مراد ہے۔
**نبی اللّٰه و خلیله:** ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ وصف رسالت شدت کرب ہونے کی وجہ سے ذکر نہ کر سکیں گے۔ (۲) ابن عبدالسلام کے بقول نبوت افضل ہے۔ (۳) نبوت سے وحی مراد ہو تو اس میں کتاب وغیر کتاب سب شامل ہیں۔
**اشفع لنا الی ربك:** ان کے غایت شرف اور اعلیٰ مراتب کی وجہ سے نسبت کے بڑھ جانے کی وجہ سے مختصر کر دیا۔
**ثلاث کذبات:** اس سے مراد ﴿انی سقیم﴾ اور ﴿بل فعله کبیرهم هذا﴾ اور (۳) سارہ کو اخت کہا۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ معاصی نہیں کیوں کہ ان کا مطلب ساسقم، فعله کبیرهم ان کانت الاصنام تنطق اور اختی فی السلام'' ہے۔ مگر انہوں نے صورت کذب کو کذب اور ڈرتے ہوئے اس کو ذنب شمار کیا۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے واقف ہو۔ وہ اتنا زیادہ خشیت والا اور بڑا خطرہ محسوس کرنے والا ہوگا۔ جتنے انبیاء علیہم السلام کی طرف خطاء کی نسبت ہے وہ یہی معنی رکھتی ہے۔
**یکلامه علی الناس:** ہمارے پیغمبر ﷺ کے علاوہ کیوں کہ آپ کو بلا واسطہ کلام کا شرف حاصل ہوا جو کہ لیلۃ المعراج میں تھی۔ باقی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ موسیٰ علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں کیونکہ کبھی مفضول کو ایسی خصوصیات حاصل ہوتی ہیں جو مفضول میں نہیں ہوتیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق نص گزری کہ وہ سید البریہ ہیں۔ اس عموم سے ہمارے پیغمبر ﷺ خارج ہیں اور بقیہ تمام کو شامل ہے۔ جس میں موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ پس الناس کا لفظ عام مخصوص البعض ہے۔
**الی ربك:** یہاں الیٰ عند کے معنی میں ہے۔ جیسا شاعر کے اس قول میں:

ام لا سبیل الی الشباب وذکره ☆ اشهی الی من الرحیق السلسل

دیگر علماء کے ہاں یہ محذوف متوسلاً سے متعلق ہے۔
**قد قتلت نفسا لم او مر بقتلها:** یہ فرعون کا نانبائی قبطی النسل تھا۔ بعض مفسرین نے کہا: ﴿اذن للذین یقاتلون......﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اذن الٰہی کے بغیر قتال ممنوع ہے۔ اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ﴿هذا من عمل الشیطان﴾ فرمایا۔ پھر یہ بات موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کی کمال معرفت اور اس کی بے نیازی کو جاننے کی وجہ سے کہی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے

قرآن مجید میں فرمایا کہ میں نے ان کو بخش دیا تھا۔

انت رسول اللّٰہ و کلمتہ: کلمہ کا اطلاق بطور مجاز مرسل ان پر کیا گیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے بغیر باپ پیدا ہوئے۔ روح منہ کا اس کے حکم سے آئی ہوئی روح۔ کلمت کی ضمیر فاعلی سے فی المھد حال ہے۔

ائی کہتے ہیں ان چار کے علاوہ مخلوق اور کسی کے ہاں نہ جائے گی۔ یہ رسولوں میں اولوالعزم اور افضل ترین رسول ہیں۔ جن کے صبر جیسے صبر کی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین کی گئی۔ لوگوں کو آپ کی ذات کے متعلق الہام نہ ہوگا۔ کہ وہ شروع میں آپ کے ہاں جائیں اس میں دراصل ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار مقصود ہے۔

نووی کا قول: اگر ابتداء آپ ہی سے سوال کرتے تو یہ احتمال رہتا کہ شاید اور بھی اس شفاعت والا کام کر سکتے ہیں۔ مگر اب جبکہ سب انبیاء علیہم السلام نے اس کے متعلق عذر کر دیا تو لوگوں کو آپ کی طرف راہنمائی ہو کر ان کی غرض بھی حاصل ہوگئی۔ اور آپ کا مقام کمال قرب اور عظیم ادلال وانس بھی ظاہر ہوگیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق پر فضلیت حاصل ہے۔ یہ عظیم معاملہ شفاعت والا ہے۔ جس کا اقدام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سواء اور کوئی نہ کرے گا۔

من یغضب بعد مثلہ: عیسیٰ علیہ السلام نے صرف ظہور جلال کو شفاعت سے امتناع کی وجہ کے طور پر ذکر کیا۔ اور وہ اس جلال الٰہی سے کانپ گئے اور کوئی ذنب ذکر نہیں کیا۔ سیوطی نے توشیح میں لکھا کہ کہیں گے "انی عبرت من دون اللّٰہ"۔

اذھبوا الی محمد ﷺ: لوگ آپ کی خدمت میں آئیں گے۔ روایت احمد کے مطابق وہ صراط کے پاس ہونگے اور آپ کے پاس آنے والے انبیاء علیہم السلام ہوں گے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام آپ سے بات کریں گے۔ (التوشیح) (مگر مشہور روایات میں امتوں کی آمد کا تذکرہ ہے۔ واللہ اعلم)۔

انت رسول اللّٰہ و خاتم الانبیاء: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خاتم الانبیاء ہیں تو خاتم الرسل بھی ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اس کے کچھ خلاف نہیں کیونکہ ان کو پہلے نبوت مل چکی اور بفرض ثبوت الیاس وخضر علیہما السلام کا وجود بھی مانع نہیں، کیونکہ وہ بھی پہلے پیغمبر بن چکے۔

ما تقدم من ذنبك و ما تأخر: یہ عصمت سے استعارہ ہے۔ یعنی گناہ واقع ہی نہ ہوا پس مغفور کے مشابہ ہوگئے۔ بعض نے کہا مطلب یہ ہے کہ آپ مغفور رہ ہیں اگر واقع ہوتا تو مواخذہ ہوتا، اگرچہ واقع ہی نہیں ہوا۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ اس سے آپ کی ذات گرامی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا فرق معلوم ہوا کہ معاف تو موسیٰ علیہ السلام کو بھی کر دیا گیا جیسا نص قرآنی ہے۔ مگر پھر بھی ڈرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سب سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔

فاتی تحت العرش: ایک روایت میں ہے کہ میں اپنے رب سے جنت کی اجازت طلب کروں گا۔ اور یہ ارض مخافۃ نہیں۔ اس مقام سے وہاں منتقل ہونے کی حکمت یہ ہے کہ ارض موقف حساب وعرض کا مقام ہے۔ اور خوف کی جگہ ہے۔ اور شافع کو مقام اکرام میں ہونا مناسب تر ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اعلیٰ مقام کو دعا کیلئے منتخب کرنا چاہیے۔

فاقع ساجدًا لربی: روایت احمد میں ہے کہ جمعہ کی مقدار سجدہ ریز رہوں گا۔ وہ اپنے اوصاف ومحامد مجھ پر کھول دے گا۔ یعنی ثناء وتحمید جو کسی مخلوق کیلئے کھولی نہیں گئی۔

ثم یقال: پھر احمد کی روایت کے مطابق لسان جبریل علیہ السلام سے کہا جائے گا۔ آپ سجدے سے سر اٹھائیں "سل تعطه" یہ مسلم کے الفاظ ہیں بخاری میں قل تسمع و اشفع تشفع اور ایک روایت میں "وادع تجب" شفاعت کریں قبول کی جائے گی۔

فارفع رأسي فاقول امتي: یعنی میرا سوال اپنی امت کیلئے ہوگا "ای خلص امتی من موبقات القیامة" آپ میری امت کو قیامت کی ہلاکتوں سے بچالیں۔

من لا حساب علیهم: کا بیان من امتك ہے۔ یہ وہ ستر ہزار ہیں جن کے متعلق عکاشہ نے سوال کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طویل حدیث باب التوکل میں گزری۔ بقیہ آٹھوں دروازوں کے دائیں جانب والا دروازہ۔

والذی نفی بیده: مسلم میں والذی نفس محمد بیده ہے۔ مصاریع جمع مصراع۔ کواڑ۔ جنت متعدد دروازوں کے کواڑ۔

بین مکه وهجر: نووی کہتے ہیں بحرین کی چھاؤنی ہے۔ جوہری کہنے اس کا اسم منصوب ھاجری ہے۔ بقول نووی یہ وہ ہجر نہیں جو حدیث قلتین میں واقع ہے۔ وہ مدینہ کی قریبی بستی تھی جہاں گھڑے بنتے تھے۔

او: یہ شک راوی کیلئے ہے۔ بصری مشہور شہر ہے۔ یہ دمشق سے تین مراحل پر واقع ہے۔ اور یہی حوران کا شہر ہے۔ اس کے اور مکہ کے درمیان ایک ماہ کی مسافت ہے۔

**تخریج**: أخرجه البخاري (٣٣٤٠) ومسلم (١٩٤) والترمذي (٢٤٣٤) وابن ماجه (٣٣٠٧)

**الفوائد**: (۱) ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔ (۲) قیامت کے دن آپ سردار ہوں گے۔ (۳) تمام انبیاء نفسی نفسی کہہ رہے ہونگے۔ (۴) آپ کو شفاعت کبریٰ کے مقام پر کھڑا کیا جائے گا۔

۱۸۶۹ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : جَآءَ اِبْرَاهِيْمُ ا بِاُمِّ اِسْمَاعِيْلَ وَبِابْنِهَا اِسْمَاعِيْلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتّٰى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ ، عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِيْ اَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ وَّلَيْسَ بِهَا مَآءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَاكَ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ وَّسِقَآءً فِيْهِ مَاءٌ ، ثُمَّ قَفّٰى اِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ فَقَالَتْ : يَا اِبْرَاهِيْمُ اَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِي الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ اَنِيْسٌ وَّلَا شَيْءٌ ؟ فَقَالَتْ لَهٗ ذٰلِكَ مِرَارًا وَّجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ اِلَيْهَا — قَالَتْ لَهٗ : آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ : نَعَمْ — قَالَتْ اِذًا لَّا يُضَيِّعُنَا ، ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ اِبْرَاهِيْمُ ا حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهٗ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰٓؤُلَآءِ الدَّعَوَاتِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ : رَبِّ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ" حَتّٰى بَلَغَ "يَشْكُرُوْنَ" وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تُرْضِعُ اِسْمَاعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ

الْمَآءِ حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَآءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتَلَوّٰى – اَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْاَرْضِ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى اَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ اَحَدًا ، فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ ، ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا فَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى اَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ اَحَدًا ، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ – قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "فَلِذٰلِكَ سَعَى النَّاسُ بَيْنَهُمَا" فَلَمَّا اَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ : صَهْ – تُرِيْدُ نَفْسَهَا – ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ اَيْضًا فَقَالَتْ :قَدْ اَسْمَعْتَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ فَاَغِثْ ، فَاِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ – اَوْ قَالَ بِجَنَاحِهٖ – حَتّٰى ظَهَرَ الْمَآءُ ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهٗ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا ، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ الْمَآءَ فِيْ سِقَآئِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ ، وَفِيْ رِوَايَةٍ :بِقَدْرِ مَا تَغْرِفُ – قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : "رَحِمَ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ – اَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَآءِ – لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَّعِيْنًا" قَالَ فَشَرِبَتْ وَاَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ: لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ فَاِنَّ هٰهُنَا بَيْتًا لِلّٰهِ يَبْنِيْهِ هٰذَا الْغُلَامُ وَاَبُوْهُ ، وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضَيِّعُ اَهْلَهٗ ، وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِّنَ الْاَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَاْتِيْهِ السُّيُوْلُ فَتَاْخُذُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ ، فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِّنْ جُرْهُمَ اَوْ اَهْلُ بَيْتٍ مِّنْ جُرْهُمَ مُقْبِلِيْنَ مِنْ طَرِيْقِ كَدَآءَ ، فَنَزَلُوْا فِيْ اَسْفَلِ مَكَّةَ ، فَرَاَوْا طَآئِرًا عَآئِفًا فَقَالُوْا اِنَّ هٰذَا الطَّآئِرَ لَيَدُوْرُ عَلٰى مَآءٍ لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِيْ وَمَا فِيْهِ مَآءٌ ، فَاَرْسَلُوْا جَرِيًّا اَوْ جَرِيَّيْنِ فَاِذَا هُمْ بِالْمَآءِ فَرَجَعُوْا فَاَخْبَرُوْهُمْ فَاَقْبَلُوْا وَاُمُّ اِسْمَاعِيْلَ عِنْدَ الْمَآءِ فَقَالُوْا : اَتَاْذَنِيْنَ لَنَا اَنْ نَّنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ، وَلٰكِنْ لَّا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَآءِ قَالُوْا: نَعَمْ " قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَاَلْفٰى ذٰلِكَ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ ، وَهِيَ تُحِبُّ الْاُنْسَ ، فَنَزَلُوْا فَاَرْسَلُوْا اِلٰى اَهْلِيْهِمْ فَنَزَلُوْا مَعَهُمْ ، حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِهَا اَهْلَ اَبْيَاتٍ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَاَنْفَسَهُمْ وَاَعْجَبَهُمْ حِيْنَ شَبَّ ، فَلَمَّا اَدْرَكَ زَوَّجُوْهُ امْرَاَةً مِّنْهُمْ وَمَاتَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ ، فَجَآءَ اِبْرَاهِيْمُ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ اِسْمَاعِيْلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهٗ فَلَمْ يَجِدْ اِسْمَاعِيْلَ ، فَسَاَلَ امْرَاَتَهٗ عَنْهُ فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا – وَفِيْ رِوَايَةٍ : يَصِيْدُ لَنَا – ثُمَّ سَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ ، فَقَالَتْ : نَحْنُ بِشَرٍّ ، نَحْنُ فِيْ ضِيْقٍ وَشِدَّةٍ ، وَشَكَتْ اِلَيْهِ – قَالَ : فَاِذَا

جَآءَ زَوْجُكِ اقْرِئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقُوْلِي لَهُ يُغَيِّرُ عَتَبَةَ بَابِهِ - فَلَمَّا جَآءَ إِسْمَاعِيلُ كَأَنَّهُ انَسَ شَيْئًا فَقَالَ :هَلْ جَآءَكُمْ مِّنْ اَحَدٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ جَآءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَاَخْبَرْتُهُ فَسَأَلَنِي :كَيْفَ عَيْشُنَا فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّا فِي جَهْدٍ وَّشِدَّةٍ قَالَ :فَهَلْ اَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ اَمَرَنِي اَنْ اُقْرِئَكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ :ذَاكِ اَبِي وَقَدْ اَمَرَنِي اَنْ اُفَارِقَكِ ، اِلْحَقِي بِاَهْلِكِ - فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ اُخْرٰى ، فَلَبِثَ عَنْهُمْ اِبْرَاهِيمُ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَاَتِهِ فَسَأَلَ عَنْهُ - قَالَتْ :خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا - قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ ، وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ - فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَّسَعَةٍ وَاَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ ، فَقَالَ :مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتِ اللَّحْمُ - قَالَ :فَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتِ : الْمَآءُ - قَالَ :اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَآءِ قَالَ النَّبِيُّ ا "وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَّلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ" قَالَ :فَهُمَا لَا يَخْلُوْا عَلَيْهِمَا اَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ اِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ ، وَفِي رِوَايَةٍ فَجَآءَ فَقَالَ :اَيْنَ إِسْمَاعِيلُ؟ فَقَالَتِ امْرَاَتُهُ :ذَهَبَ يَصِيدُ ، فَقَالَتِ امْرَاَتُهُ :اَلَا تَنْزِلُ فَتَطْعَمَ وَتَشْرِبَ قَالَ :وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ :طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَآءُ - قَالَ :اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ - قَالَ :فَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ ﷺ "بَرَكَةُ دَعْوَةِ اِبْرَاهِيمَ" قَالَ فَاِذَا جَآءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيهِ يُثَبِّتْ عَتَبَةَ بَابِهِ - فَلَمَّا جَآءَ إِسْمَاعِيلُ قَالَ :هَلْ اَتَاكُمْ مِّنْ اَحَدٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ اَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَاَثْنَتْ عَلَيْهِ فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَاَخْبَرْتُهُ ، فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّا بِخَيْرٍ - قَالَ فَاَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَيَاْمُرُكَ اَنْ تُثَبِّتَ عَتَبَةَ بَابِكَ - قَالَ :ذَاكِ اَبِي ، وَاَنْتِ الْعَتَبَةُ اَمَرَنِي اَنْ اُمْسِكَكِ ، ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَآءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِّنْ زَمْزَمَ ، فَلَمَّا رَاٰهُ قَامَ اِلَيْهِ فَصَنَعَ كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ قَالَ يَا إِسْمَاعِيلُ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِي بِاَمْرٍ ، قَالَ :فَاصْنَعْ مَا اَمَرَكَ رَبُّكَ؟ قَالَ : وَتُعِيْنُنِي قَالَ :وَاُعِيْنُكَ - قَالَ :فَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِي اَنْ اَبْنِي بَيْتًا هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى اَكَمَةٍ مُّرْتَفِعَةٍ عَلٰى مَا حَوْلَهَا ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَاْتِي بِالْحِجَارَةِ وَاِبْرَاهِيمُ يَبْنِي حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَآءُ جَآءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِي وَاِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُوْلَانِ :رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

وَفِي رِوَايَةٍ :اِنَّ اِبْرَاهِيمَ خَرَجَ بِاِسْمَاعِيلَ وَاُمِّ اِسْمَاعِيلَ مَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيهَا مَآءٌ، فَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ

ثُمَّ رَجَعَ اِبْرَاهِيْمُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاتَّبَعَتْهُ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ حَتّٰى لَمَّا بَلَغُوْا كَدَآءً نَادَتْهُ مِنْ وَرَآئِهٖ : يَا اِبْرَاهِيْمُ اِلٰى مَنْ تَتْرُكُنَا قَالَ : اِلَى اللّٰهِ ' قَالَتْ : رَضِيْتُ بِاللّٰهِ فَرَجَعَتْ وَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا حَتّٰى لَمَّا فَنِيَ الْمَآءُ قَالَتْ : لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا – قَالَ – فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا' فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ اَحَدًا فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ وَسَعَتْ وَاَتَتِ الْمَرْوَةَ وَفَعَلَتْ ذٰلِكَ اَشْوَاطًا ثُمَّ قَالَتْ : لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ الصَّبِيُّ فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَاِذَا هُوَ عَلٰى حَالِهٖ كَاَنَّهٗ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ' فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا فَقَالَتْ : لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا ' فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ ' فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا حَتّٰى اَتَمَّتْ سَبْعًا ثُمَّ قَالَتْ : لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ ' فَاِذَا هِيَ بِصَوْتٍ ' فَقَالَتْ : اَغِثْ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ ' فَاِذَا جِبْرِيْلُ فَقَالَ بِعَقِبِهٖ هٰكَذَا ' وَغَمَزَ بِعَقِبِهٖ عَلَى الْاَرْضِ فَانْبَثَقَ الْمَآءُ فَدَهِشَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ فَجَعَلَتْ تَحْفِنُ – وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِهٰذِهِ الرِّوَايَاتِ وَكُلِّهَا۔ "اَلدَّوْحَةُ" الشَّجَرَةُ الْكَبِيْرَةُ – قَوْلُهٗ "قَفّٰى" اَيْ : وَلّٰى – "وَالْجَرِيُّ" الرَّسُوْلُ – "وَاَلْفٰى" مَعْنَاهُ : وَجَدَ قَوْلُهٗ "يَنْشَغُ" : اَيْ يَشْهَقُ۔

۱۸۶۹: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم اپنے بیٹے اسماعیل اور ان کی والدہ کو لے چل دیئے' جبکہ وہ دودھ پیتے بچے تھے' اور ان کو بیت اللہ کے نزدیک ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ ایک بڑے درخت کے نیچے زمزم اور مسجد حرام کے بالائی حصہ کی جگہ میں ان کی رہائش کا انتظام کیا۔ ان جگہوں میں کوئی متنفس موجود نہ تھا اور نہ ہی وہاں پانی کا نام و نشان تھا۔ ان دونوں کو وہاں اتار کر ان کے پاس ایک کھجور کی تھیلی اور ایک مشک جس میں کچھ پانی تھا' ابراہیم علیہ السلام پیچھے مڑ کر چل دیئے۔ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کے پیچھے گئیں اور کہا اے ابراہیم کہاں جا رہے ہو کیا ہمیں اس وادی میں چھوڑے جا رہے ہو جس میں کوئی غم خوار ساتھی ہے اور نہ کوئی چیز؟ انہوں نے یہ بات کئی مرتبہ دہرائی لیکن ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ بالآخر ہاجرہ نے ان کو کہا کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا جی ہاں۔ تب ہاجرہ نے کہا پھر وہ ہمیں ضائع نہ کرے گا۔ اس کے بعد وہ واپس لوٹ آئیں۔ ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے یہاں تک کہ ثنیہ کے پاس پہنچے۔ جہاں وہ ان کو نہ دیکھتے تھے تو آپ نے اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کیا اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعائیں کی۔ "اے میرے رب میں نے اپنی اولاد کو ایسی وادی میں ٹھہرایا جس میں کھیتی نہیں......" اسماعیل کی والدہ اپنے بیٹے اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں اور خود پانی پیتی رہیں یہاں تک کہ مشک کا پانی ختم ہو گیا۔ وہ خود بھی پیاس محسوس کر رہی تھیں اور یہ بھی دیکھ رہی تھیں کہ بیٹا بھی پیاس کی وجہ سے بلبلا رہا یا زمین میں لوٹ رہا ہے۔ وہ اس منظر کو ناپسند کرتے ہوئے چل دیں۔ انہوں نے اس جگہ سے سب سے زیادہ قریب صفا کے پہاڑ کو پایا پس وہ اس پر کھڑی ہو گئیں اور وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ کوئی انسان نظر آئے لیکن

بے سود۔ وہ صفا سے اتری اور وادی تک پہنچیں۔ پھر اپنی قمیص کا کنارہ اٹھا کر ایک مصیبت زدہ شخص کی مانند دوڑ کر وادی کو عبور کیا پھر مروہ پر آئیں اور اس پر کھڑی ہوگئیں اور دیکھا کہ کوئی انسان نظر آئے لیکن کسی کو نہ پایا۔ یہ انہوں نے سات مرتبہ دہرایا۔ انہوں نے یہ سات مرتبہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس لئے لوگ صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں جب وہ مروہ پر چڑھ گئیں تو انہوں نے ایک آواز سنی تو اپنے آپ کو کہنے لگیں خاموش! پھر انہوں نے کان لگایا تو دوبارہ وہ آواز سنی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ تو نے آواز تو سنا دی اگر تیرے پاس کوئی معاونت کا سلسلہ ہے (تو سامنے آ) پس اسی لمحہ فرشتہ زم زم کی جگہ کے پاس تھا۔ پس اس نے اپنی ایڑی یا پر سے کریدا۔ یہاں تک کہ پانی ظاہر ہوگیا ہاجرہ اس کے گرد حوض بنانے لگیں اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کرنے لگیں اور پانی کو چلو میں لے کر مشک میں ڈالنے لگیں وہ پانی جتنا چلو سے لیتی اتنا ہی پانی نیچے سے جوش مارتا اور ایک روایت میں ہے کہ جتنا وہ چلو میں لیتی اتنا وہ جوش مارتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اسماعیل کی والدہ پر رحم کرے۔ اگر وہ زم زم کو چھوڑ دیتی یا پانی کے چلو نہ بھرتیں تو زمزم ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں حضرت ہاجرہ نے پیا اور اپنے بیٹے کو پلایا۔ فرشتے نے اس کو کہا تم ضائع ہونے کا خوف مت کرو۔ یہاں اللہ کا ایک گھر ہے جس کی تعمیر یہ لڑکا اور اس کا والد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس گھر والوں کو ضائع نہیں کرتے۔ بیت اللہ کی جگہ زمین سے ٹیلے کی طرف بلند تھی۔ سیلاب آ کر اس کے دائیں اور بائیں جانب سے گزر جاتا یہاں تک کہ بنو جرہم کا ایک گروہ وہاں سے گزرا یا ان کا ایک گھرانہ کدا کے راستے ادھر سے ہو کر گزرا۔ وہ مکہ کی نچلی جانب اترے تو انہوں نے ایک پرندہ منڈلاتا ہوا دیکھا۔ انہوں نے کہا یہ پرندہ پانی پر چکر لگا رہا ہے۔ ہمیں تو زمانہ گزر گیا اس وادی میں کوئی پانی نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک یا دو قاصدوں کو بھیجا۔ پس انہوں نے پانی پا کر لوٹ کر قافلے کو پانی کی اطلاع دی۔ وہ ادھر متوجہ ہوئے جبکہ اسماعیل کی والدہ پانی کے پاس تھیں اور کہنے لگے کیا تم ہمیں اجازت دیتی ہو کہ ہم تمہارے قریب اتریں۔ انہوں نے کہا ہاں لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہ ہوگا۔ انہوں نے اس کو تسلیم کرلیا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا یہ بات حضرت اسماعیل کی والدہ کی مرضی کے مطابق ہوئی وہ مانوسیت پسند تھیں۔ وہ پانی کے پاس اتر پڑے اور انہوں نے اپنے اہل کی طرف پیغام بھیجا پس وہ بھی ان کے پاس آ کر مقیم ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب وہاں کئی گھر ہو گئے اور لڑکا جوان ہوگیا اور ان سے عربی سیکھ لی۔ آپ ان میں سب سے زیادہ نفیس اور جوانی میں عجیب دل پسند تھے جب بالغ ہوگئے تو انہوں نے اپنے خاندان میں سے ایک عورت سے ان کا نکاح کر دیا اور حضرت اسماعیلؑ کی والدہ فوت ہوگئیں۔ پس ابراہیم علیہ السلام اسماعیل کی شادی کے بعد تشریف لائے تا کہ اپنی چھوڑی ہوئی چیزوں کو دیکھیں۔ اسماعیل کو نہ پا کر ان کی بیوی سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا وہ ہمارے لئے روزی کی تلاش میں گئے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے لئے شکار کرنے گئے ہیں۔ پھر اس سے ان کے گزر اوقات اور عام حالت پوچھی۔ اس نے کہا ہم بری حالت تنگی اور سختی میں ہیں اور ان کے پاس

شکایت کی۔ آپ نے فرمایا جب تمہارا خاوند آجائے تو ان کو سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل لے۔ جب اسماعیل آئے تو انہوں نے کوئی چیز گویا محسوس کی۔ پھر انہوں نے کہا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ کہنے لگی جی ہاں۔ اس اس شکل کے ایک بزرگ آئے تھے اور انہوں نے تمہارے بارے میں پوچھا۔ پس میں نے ان کو اطلاع دی پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا گزراوقات کیسا ہے؟ پس میں نے ان کو بتلایا کہ ہم مشقت اور تکلیف میں ہیں۔ تو اسماعیل نے کہا کیا انہوں نے کسی چیز کی تمہیں نصیحت کی؟ اس نے کہا جی ہاں مجھے یہ حکم دیا کہ میں تمہیں سلام کہوں اور دروازے کی چوکھٹ بدلنے کے لئے تمہیں کہوں۔ اسماعیل نے کہا وہ میرے والد تھے انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں تم سے جدائی اختیار کر دوں۔ پس اس کو طلاق دے دی اور انہیں میں سے ایک دوسری عورت سے نکاح کیا۔ پس ابراہیم جتنا اللہ نے چاہا ٹھہرے رہے پھر اس کے بعد ان کے پاس تشریف لائے اسماعیل کو نہ پایا۔ ان کی بیوی کے پاس تشریف لا کر ان کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا وہ ہمارے لئے رزق کی تلاش کرنے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم کس حال میں ہو اور تمہاری زندگی اور گزران کیسا ہے؟ تو اس نے کہا ہم خیریت اور وسعت میں ہیں اور اللہ کی تعریف کی تو ابراہیم نے سوال کیا' کیا چیز کھاتے ہو؟ اس نے کہا گوشت! تمہارا مشروب کیا ہے؟ کہا پانی۔ ابراہیم نے دعا کی اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکت نازل فرما۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''اس دن ان کے پاس ایک دانہ بھی نہ تھا اگر ہوتا تو آپ اس کے لئے بھی دعا فرماتے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ دونوں چیزیں مکہ کے علاوہ ان دونوں پر کوئی گزر نہیں کر سکتا اور نہ اس کو موافق آتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ابراہیمؑ آئے تو انہوں نے فرمایا اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے کہا وہ شکار کرنے گئے ہیں۔ ان کی بیوی نے کہا آپ ہمارے پاس تشریف نہیں رکھتے کہ کھائیں پئیں۔ آپ نے فرمایا تمہارا کھانا پینا کیا ہے تو اس نے کہا ہمارا کھانا گوشت اور مشروب پانی ہے۔ تو آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! ان کے کھانے اور مشروب میں برکت نازل فرما۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ابوالقاسمؐ نے فرمایا: ''یہ ابراہیمؑ کی دعا کی برکت ہے''۔ ابراہیمؑ نے فرمایا: ''جب تمہارا خاوند آجائے تو ان کو میرا سلام کہنا۔ اور ان کو کہہ دینا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھے۔ حضرت اسماعیلؑ واپس آئے تو کہا کیا تمہارے پاس کوئی آیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں ہمارے پاس ایک خوبصورت شکل والے شیخ آئے تھے اور ان کی تعریف بیان کی چنانچہ انہوں نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا تو میں نے ان کو اس کی اطلاع دی پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا ہمارا گزران کیسا ہے۔ میں نے ان کو بتلایا کہ ہم خیریت سے ہیں۔ انہوں نے کہا کیا انہوں تمہیں کسی چیز کی نصیحت فرمائی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ وہ تمہیں سلام کہتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھو۔ اسماعیلؑ نے فرمایا وہ میرے والد تھے اور تو چوکھٹ ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں باقی رکھوں۔ پھر ابراہیمؑ ان سے جتنا اللہ نے چاہا دور رہے پھر اس کے بعد تشریف لائے۔ اس حال میں کہ اسماعیل زم زم کے قریب ایک درخت کے نیچے تیر بنا رہے تھے۔ جب ان کو دیکھا تو اٹھ کر ان کی خدمت میں پہنچے اور اسی طرح کیا جس طرح والد کا

بیٹا احترام کرتا ہے اور انہوں نے اسی طرح شفقت کی جس طرح والد بیٹے کے ساتھ شفقت کرتا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا: اے اسماعیل اللہ نے مجھے ایک بات کا حکم دیا ہے۔ اسماعیلؑ نے جواب دیا۔ آپ وہ کر ڈالئے جو آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا: اس میں کیا تم میری اعانت کرو گے۔ جواب دیا میں آپ کی اعانت کروں گا۔ ابراہیمؑ نے فرمایا: پس اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر بناؤں اور ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کیا جو اپنے اردگرد کی زمین سے بلند تھا۔ پس اس وقت انہوں نے بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کیا۔ اسماعیل پتھر لاتے اور ابراہیمؑ تعمیر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب دیواریں بلند ہوگئیں تو اسماعیل یہ پتھر لائے اور اس کو رکھا اور اس پر کھڑے ہوئے کر عمارت بنانے لگے۔ اسماعیلؑ ان کو پتھر پکڑا دیتے تھے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے تھے: "اے ہمارے ربّ ہم سے یہ قبول کر بے شک تو ہر بات سننے والا اور جاننے والا ہے"۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ ابراہیمؑ اسماعیلؑ اور ام اسماعیل کو لے کر چلے اس حال میں کہ ان کے پاس پانی کا مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا۔ ام اسماعیل اس مشکیزہ میں سے پانی پیتی رہیں اور بچے کو دودھ پلاتی رہیں۔ یہاں تک کہ وہ مکہ میں پہنچے تو ان کو درخت کے نیچے اتار کر ابراہیمؑ اپنے وطن فلسطین واپس لوٹنے لگے تو ام اسماعیل نے ان کا پیچھا کیا جب مقام کداء میں پہنچے تو ام اسماعیل نے ان کو آواز دی۔ اے ابراہیم! کس کے پاس آپ ہمیں چھوڑ کر جاتے ہیں؟ تو ابراہیمؑ نے کہا اللہ کے۔ تو ام اسماعیل نے کہا میں اللہ تعالیٰ پر راضی ہوں۔ پس وہ لوٹ آئیں اور اس مشکیزہ سے خود پیتی رہیں اور بیٹے کو دودھ پلاتی رہیں۔ یہاں تک کہ جب پانی ختم ہوگیا۔ میں جا کر دیکھتی ہوں اگر کوئی انسان نظر آجائے! حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ وہ جا کر صفا پر چڑھ گئیں اور خوب اچھی طرح دیکھ کہ کیا کوئی انسان نظر آتا ہے؟ مگر کسی انسان کو نہ پایا۔ جب وادی میں پہنچیں تو دوڑ کر مروہ پر آئیں اور کئی چکر انہوں نے اس طرح لگائے۔ پھر کہنے لگیں۔ میں بچے کو جا کر دیکھتی ہوں کہ اس کا کیا حال ہے۔ گئیں اور بچے کو دیکھا تو وہ اپنی اس حالت میں تھا گویا وہ موت کی تیاری میں ہے۔ پھر ان کے دل کو قرار نہ آیا اور کہنے لگیں اگر میں جا کر دیکھوں شاید کسی کو دیکھ پاؤں۔ پھر وہ گئیں اور صفا پر چڑھ گئیں اور خوب غور سے دیکھا مگر کسی کو نہ پایا۔ یہاں تک کہ انہوں نے سات چکر پورے کر لئے۔ پھر کہنے لگیں کہ میں جا کر دیکھوں کہ بچے کا کیا حال ہے؟ اچانک اس نے ایک آواز سنی تو اس سے کہا اگر تمہارے پاس کچھ بھلائی ہے تو تعاون کرو! پس جبرائیلؑ نے اپنی ایڑی کی نوک زمین پر ماری جس سے پانی پھوٹ پڑا۔ ام اسماعیل گھبرا گئیں اور پانی ہتھیلیوں سے مشکیزے میں ڈالنے لگیں۔ (بخاری) بخاری نے ان روایات کو ذکر کیا ہے۔

الدَّوْحَةُ: بڑا درخت۔ قَفّٰى: منہ پھیرا۔ الْجَرِيُّ: قاصد۔ أَلْفٰى: پایا۔ يَنْشَغُ: موت کے لمحات میں سانس لینا۔

**تشریح** ۞ ام اسماعیل کا نام ہاجر بعض نے آجر لکھا ہے۔ ملک مصر نے سارہ کی کرامت دیکھ کر ان کو ھبہ کی جیسا روایت بخاری میں ہے۔

**وھی ترضعہ**: یہ ام اسماعیل سے جملہ حالیہ ہے۔ اور ام اسماعیل کو بیت اللہ کے پاس چھوڑا کیونکہ ان کے سواء کو مرضعہ نہ تھی۔

اس پھیلے ہوئے درخت کے نیچے جو زمزم کے اوپر تھا۔ هناك سے مراد پھیلے درخت کے پاس، حراب، توشہ دان اور سقاء پانی اور دودھ کیلئے مشک۔

قفي ابراهيم منطلقا: ہاجر کی طرف پشت کر کے شام کی طرف ابراہیم علیہ السلام چلا ہے۔ لا شئ: کھانے پینے کی چیز۔ مرارا: ابن شیبہ کی روایت ثلاثا کا تذکرہ ہے۔ لا يلتفت اليها: راستے پر چلتے رہے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

السامرك: مرواالا ہمزہ استفہام کا ہے۔ اذاً: یہ حرف جزاء اور جواب ہے۔ لا يضيعنا۔ نصب و رفع عین دونوں سے درست ہے۔

عند الثنية: یعنی وادی حجون میں۔ حيث لا يرونه یہ عندالثنیہ سے بدل ہے۔

استقبل بوجهه: اذا کا جواب ہے جس میں معنی شرط ہے اس سے ثابت ہوا دعا کے وقت استقبال قبلہ مستحب ہے۔ استجابت کے قریب تر ہے۔

فرفع يديه: اس کا عطف دعا پر اسی طرح ہے جیسا توضأ زيد فغسل وجههٗ کا۔

من ذريتي: ان سے بعض اولاد یعنی اسماعیل مراد ہیں۔

﴿بواد غير ذي زرع﴾: یہ مکہ ہی ہے اس کا اس طرح ہونا اس لئے تا کہ عبادت کیلئے مکمل فراغت ہو۔ کھیتی اور کمائی اس کیلئے رکاوٹ ہے۔ المحرم یہ بیتك کی صفت ہے۔ وہاں شکار اور درخت کاٹنا، لڑائی کرنا حرام ہے۔

ليقيموا الصلاة: تا کہ مکہ میں رہنے کی وجہ سے خوب عبادت کرے۔ اس میں کمی کو دنیا سے اعراض اور عبادت مولیٰ کی طرف ترغیب دلائی۔

افئدة من الناس: تا کہ کچھ دل شوق میں اس کی طرف جھکیں۔ اس میں مسلمانوں کو خاص کیا بعض سلف نے کہا اگر الناس فرماتے تو روم فارس بھی جھک پڑتے۔ يشكرون: تا کہ وہ تیرے انعامات کا شکریہ ادا کریں۔

يتلوى او يتلبط: پیاس سے زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگیں۔

الصفا: یہ جبل ابی قبیس کی ایک جانب کا نام ہے۔ یہ بیت اللہ سے سب سے قریب پہاڑ ہے۔

درعها: وہ وادی میں پہنچنے کیلئے چلتی رہیں۔ ورع یہاں قمیص کے معنی میں ہے۔ الانسان المجهود۔ مشقت والا انسان۔

حتى جاوزت الوادي: وادی کو طے کر کے اپنی رفتار پر چلتی گئیں۔ کیونکہ جب وہ وادی میں آتیں تو بطن وادی میں اترنے کی وجہ سے بچہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔ پھر وادی کو عبور کرنے کیلئے جلدی کرتیں اور اس کی بلندی پر پہنچ کر اس کو دیکھ پاتیں۔ پھر مروہ پر چڑھ کر نگاہ ڈالتیں تو وادی کی طرف اترتیں وادی میں پہنچ کر قمیص کی جانب کو ذرا اونچا کر کے مشقت زدہ انسان کی طرح زور سے دوڑتیں یہاں تک وادی سے آگے گزر جاتیں پھر صفا پر آتیں۔ ایسا سات مرتبہ کیا۔ بقول فاکھی یہ صفا مروہ کی اولین سعی تھی۔

فلما اشرفت على المروه: ساتویں چکر پر آواز سنی۔ تو اس کو کہا صه: خاموش۔

غواث: معاونت۔ فاغثني۔ یہ جواب شرط ہے۔ تو تو میری معاونت کر۔

فاذا ھی بالملک: فرشتے نے زمزم والی پر یا ایڑھی سے کریدا یہاں تک کہ پانی ظاہر ہو گیا۔ یفور: زور سے جوش مارنا۔

رحم اللہ ام اسماعیل: رحم اللہ یہ انبیاء علیہم السلام دعا کے موقعہ پر فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کیلئے فرمایا رحم اللہ موسیٰ۔ غیر انبیاء کیلئے اس دعا میں کوئی خاص عادت منقول نہیں۔

لکانت زمزم عینا معینا: معین یہ عانہ سے ہے اصل معیون، واؤ حذف کر دی اور اگر اس کو فعیل کا وزن تسلیم کریں تو معنی سے ماخوذ ہے اور یہ طلب میں مبالغہ کیلئے ہے۔ (التوشیح) قاضی بیضاوی کہتے ہیں۔ ماء معین وہ پانی جو سطح زمین پر چلنے والا ہو۔ یہ معن الماء سے فعیل کا وزن ہے اس کا معنی چلنا ہے اور اس کی اصل کسی چیز میں گہرائی اختیار کرنا ہے۔ یا الماعون۔ منفعت کو کہتے ہیں کیونکہ یہ پانی فائدہ دینے والا ہے۔ یا عانہ سے مفعول۔ جبکہ اس کو آنکھ سے دیکھ لے۔ کیونکہ پانی کا چشمہ آنکھوں سے معلوم ہونے کی وجہ سے عین کہلاتا ہے۔

ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمزم کا ظہور خالص اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور اس میں کسی عامل کے عمل کا دخل نہیں۔ جب اس کے ساتھ ہاجرہ کی حوض بندی مل گئی تو کسب انسانی اس میں شامل ہو کر وہ اس سے محدود ہو گیا۔

فقال لھا الملک: ہاجرہ کے سیر ہونے اور اسماعیل کے سیراب ہونے اور نفس کو راحت ملنے پر فرشتہ کہنے لگا ہلاک کا خوف مت کرو۔

فان ھا ھنا بیت اللہ: یہ کشمیہنی کی روایت ہے۔ دوسروں کی روایت میں ھذا بیت اللہ ہے۔

لا یضیع اھلہ: ضائع کرنا یا ہلاک کرنا۔ ہٗ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف یا بیت اللہ کی طرف لوٹتی ہے۔ البیتؔ سے وہ جگہ مراد ہے جہاں بیت اللہ ہے۔ ایک بلند ٹیلہ تھا جس پر طوفان غالب نہ آتا بلکہ دائیں بائیں سے گزر جاتا۔ اسی وجہ سے اس کو عتیق کہا جاتا ہے۔

من جرھم: جرہم کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن قحطان بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح (علیہ السلام)۔ اسحاق کہتے ہیں کہ جرہم اور اس کا بھائی قطور پہلا آدمی تھے جس زبان کی تبدیلی کے وقت عربی میں گفتگو کی۔

فر اوا طائرًا عائفا: انہوں نے پانی پر منڈلاتا ایک پرندہ دیکھا جو لوٹتا ہے اور ادھر ادھر نہیں جاتا۔

فارسلوا جریا: انہوں نے ایک قاصد روانہ کیا اس کو جری اس لئے کہا کہ وہ مرسل کی طرف سے دوڑتا ہے یا مرسل کی طرف سے ضروریات کی طرف تیزی سے جاتا ہے۔

لا حق لکم فی الماء: بلکہ حق میرے ساتھ مختص ہو گا اگر چاہوں دے دوں چاہوں روک دوں۔ فالفی الفت محسوس کی۔

حتی اذا کانوا بھا: حتی یہ مقدر کی غایت ہے ای کثروا۔ وہ زیادہ ہو گئے اور گھر ہی گھر بن گئے۔ الغلام سے اسماعیل علیہ السلام مراد ہیں۔

تعلم العربیۃ منھم: سیوطی کہتے ہیں اس سے روایت حاکم کا ضعف ثابت ہوتا ہے جس میں ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے سب سے اول واضح عربی میں کلام کیا۔ ابن حجر کہتے ہیں دونوں خبریں اس طرح جمع ہو جائیں گی۔ روایت حاکم میں اولیت فصیح وواضح عربی کلام کے اعتبار سے ہے مطلق اولیت نہیں اور بنو جرہم سے یہ زبان انہوں نے سیکھی۔ اللہ تعالیٰ نے فصیح عربی کا الہام

فرمایا۔شرقی بن قطامی کہتے ہیں۔کہ اسماعیل علیہ السلام کی عربیت یعرب بن قحطان کی عربی سے زیادہ فصیح تھی۔اسی طرح حمیر و جرہم کے باقی لوگوں سے بھی۔(۲)اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اولیت ابراہیم علیہ السلام کی دیگر اولاد کے اعتبار سے ہو۔
انفسهم: یہ نفاست سے ہے۔نفیس اور شاندار شخصیت کے مالک تھے۔انہوں نے اپنے خاندان میں نکاح کر دیا۔(۱)ابن اسحاق کہتے ہیں۔اس لڑکی کا نام عمارہ بنت سعد تھا۔مگر(۲) سہیلی کہتے ہیں حدا بنت سعد تھا۔اور(۳) عمر بن شعبہ کہتے ہیں حی بنت اسعد تھا۔ظاہر سے معلوم ہوتا ہے ہاجرہ کی وفات بیٹے کی شادی کے بعد ہوئی۔

فجاء ابراهيم بعد ما تزوج اسماعيل: مامصدر یہ ہے۔یعنی اسماعیل کی شادی کے بعد۔ابراہیم علیہ السلام ان کے احوال کی خبر گیری کیلئے تشریف لائے۔وہ ہاجرہ واسماعیل کی ملاقات ہر ماہ براق پر کرتے صبح مکہ میں ہوتے اور دوپہر شام میں جا گزارتے۔(الفاکھی من حدیث دلی بسند حسن) آپ تشریف لائے اسماعیل نہ ملے ان کی بیوی سے پوچھا تو اس جواب دیا۔
يبتغي لنا یعنی شکار کیلئے گئے ہیں۔مجازی روایت میں یصید لنا کے لفظ واضح ہیں۔عيشهم یعنی گزراوقات کیسا ہے۔
نحن بشر: اس کی وضاحت نحن في ضيق و شده سے کی۔کہ گزراوقات میں تنگی ہے۔
وشكت اليه: اس کی شکایت کی جب ابراہیم علیہ السلام اس کی شدید اکتاہٹ کو معلوم کیا جو اس ابتلاء میں تھی جو شکر گزر بندوں کیلئے بلندی درجات کا باعث تھی۔تو ان کو خطرہ محسوس ہوا یہ چیز ان کے بیٹے میں اثر انداز نہ ہو جائے اور وہ بھی کہیں شکوہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔تو اس سے علیحدگی کا حکم فرمایا۔

فاذا جاء زوجك اقرئي عليه السلام: جب تیرا خاوند آجائے تو اس کو میرا اسلام دو یہ امر والا جملہ شرط غیر جازم کا جواب ہے اس لئے اس کو اذا مفاجاتیہ سے شروع کیا۔
يغير عتبة بابه: یہ بیوی کو طلاق سے کنایہ ہے۔بلقینی نے لکھا کہ عورت کو یہاں دروازے کی چوکھٹ کہا کیونکہ اس میں اور اس میں موافقت پائی جاتی ہے۔(۱)دروازے کی حفاظت اور ان کے جو کچھ ہے اس کی حفاظت کرنا۔(۲)روندنے کا مقام۔(وطی کا مقام) اسماعیل علیہ السلام نے گھر میں واپس آکر کچھ انوار محسوس کیے تو کہا کیا یہاں کوئی آیا انہوں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے مجھ سے حالات پوچھے میں فسالنا: میں پہلے اپنے لئے جمع کی ضمیر اور پھر واحد کی ضمیر تعبیر میں تفنن کیلئے ہے۔تاکہ تکرار کا ثقل نہ رہے۔جهد و شده: سخت تکلیف میں ہیں۔یہ عطف ردیف کہلاتا ہے۔
ويقول: اس کا عطف امرنی پر ہے۔انہوں نے مجھے حکم فرمایا کہ دروازے کی چوکھٹ بدل دوں یعنی تمہیں طلاق دے دوں۔
الفاو فلك: تقدیر با سے بھی ہوسکتا ہے۔دونوں طرح مستعمل ہے۔الحقي باهلك یہ کنایات الطلاق ہے۔پس اس کو طلاق دے دی۔اس سے معلوم ہوا کہ جو شدائد پر صبر نہ کر سکے اس سے جدائی اختیار کی جائے۔(۲)والد کے فرمان کی جلدی سے تعمیل کرے۔

امراة اخرى: اس کی اور عورت سے شادی کی بقول واقدی (۱)اس کا نام اسامہ بنت مہلہل ہے (۲) بعض نے عاتکہ (۳) بعض نے رغلہ بنت نصاص (۴) بعض نے جرہ (۵) بعض نے ہالہ بنت الحارث (۶) بعض نے سلمی (۷) بعض نے

حفاء(۸) دیگر علماء نے سند بنت مضاض(۹) بعض نے رعلہ بنت یحب بن یعرب بن لود بن جرہم لکھا ہے۔ پھر کچھ وقت بیت جانے پر آپ تشریف لائے۔

**فسال عنه قالت** : ف سے معلوم ہوتا ہے سوال کا فوراً جواب دیا جیسا اس آیت میں **فقال الملاء**۔(بیضاوی)

**نحن بخير**: اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں اور فیض ربانی میں ہیں۔ بالملابست کی بھی ہوسکتی ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی۔ **الماء** سے مراد بظاہر آب زمزم ہے یا بارش وغیرہ کا پانی۔

**لا يخلوا**: خوت بالشي۔ یعنی اور چیز اس سے نہ ملائی گئی ہو۔

**الا لم يوافقاه**: ایک روایت میں ہے کہ اس سے صرف پیٹ کی شکایت کی۔

**الا تنزل فتطعم**: اس نے عرض کی آپ ہمارے ہاں تشریف فرما ہوں۔ کھانے اور پانی کا دوبارہ تذکرہ خطاب کلام کو میٹھا کرنے کیلئے ہے۔

**فقال ابو القاسم**: یہ آپ ﷺ کی کنیت ہے۔ مطلقاً اس کو کنیت کیلئے استعمال کرنا دوسروں کیلئے درست نہیں۔(مگر دیگر علماء نے اس کو آپ کی حیاۃ مبارک تک قرار دیا اور یہ قول زیادہ بہتر ہے)۔

**فلما جاء اسماعيل**: جب شکار سے واپسی ہوئی تو گھر میں والد کی خوشبو محسوس کی۔ **فسالني عنك**: اس سوال کے جواب میں تعدد نہیں تھا۔ اس لئے مذکور نہیں دوسرے سوال کا جواب **كيف عيشنا**: میں احتمال شکر وشکوہ تھا اس لئے حذف ذکر کر دیا۔

**يامرك ان تثبت عتبة بابك**: میری وساطت سے تمہیں حکم دیتے ہیں کہ دروازے کی چوکھٹ قائم رکھو۔ اسماعیل علیہ السلام کہنے لگے تم ہی تو عتبة الباب ہو۔ اس کی وجہ محل وطن، سامان کی محافظ ہے یہ مجاز مرسل ہے۔ انہوں نے مجھے تمہیں باقی رکھنے کا حکم دیا۔ ایک روایت میں ہے ان سے اسماعیل علیہ السلام کے دس بیٹے پیدا ہوئے۔ **عنهم**: اس سے اسماعیل علیہ السلام اور ان کے اہل مراد ہیں۔ جمع کا اطلاق خدام واولاد سمیت ہے یا مافوق الواحد پر جمع بول دیتے ہیں۔

**ماشاء الله**: اَلنَّجَوَ: اس کا مفعول محذوف ہے اور اکثر مذکور نہیں ہوتا جیسے **لو شئت ان ابكي دمًا لبكيته** میں ہے۔ **اسماعيل يبري نبلاً** تیر درست کر کے اس پر اور نوکیں چڑھا رہے تھے۔ حاکم میں ہے کہ **يصلح بيتًا**: مکان درست کر رہے تھے۔ سیوطی نے کہا یہ تصحیف ہے۔ اَلنَّجَوَ: **له** یہ نبل کی صفت ہے۔ اور جملہ اور اسماعیل...... جاء کے فاعل سے حال ہے۔

**تحت دوحة**: یہ اس درخت کے علاوہ تھا جس کے نیچے اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو چھوڑا تھا کیونکہ وہ درخت تو زمزم کے اوپر تھا۔ زمزم کی کھدائی کے وقت ممکن ہے اسے کاٹ دیا گیا ہو اور ممکن ہے باقی رہنے دیا ہو۔ مگر بہرحال یہ درخت اس کے علاوہ ہے۔ کیونکہ اگر پہلا درخت مراد ہوتا تو معرفۃ لایا جاتا۔ اور اس کے علاوہ مراد ہونے کی وجہ سے نکرہ لاتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "ان مع العسر يسرًا" اسی وجہ سے آپ نے فرمایا: **لن يغلب عسر يسرين**۔ کہ ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب

نہیں ہوسکتی۔ الناخجو :قریباً یہ رأی کا دوسرا مفعول یا مفعول سے حال یا ظرف مکان ہے۔

فصنع کما یصنع: گلے ملے اور مصافحہ کیا۔ معمر کہتے ہیں دونوں مل کر خوب روئے چونکہ ملاقات کو عرصہ ہو گیا تھا۔ فاکھی کہتے ہیں اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال اور اسماعیل کی عمر ۳۰ سال تھی۔

تعیننی قال و اعینك: دوسری روایت میں ان تعیننی علیه ہے۔ یہ چیز امر میں داخل ہے۔ کشمیھنی کی روایت فاعینك ہے۔

اکمة: ابھرنے والا ٹیلہ جو پتھروں کے ایک جگہ جمع ہونے سے بن جائے۔ اس کی جمع اکم اور اکام جیسے عنق اور اعناق۔ (المصباح) یہ اتنا بلند تھا کہ سیلاب اس پر نہ گزرتا ہے۔

رفع القواعد: ابراہیم علیہ السلام نے بنیاد نکال کر اس پر تعمیر کی جیسا روایت احمد ہے اور ابو حاتم نے بھی نقل کیا کہ مجاہد کہتے کہ بنیادیں زمین سے پہلے موجود تھیں۔

فجعل اسماعیل یاتی بالحجارة: ابراہیم علیہ السلام مقام پر کھڑے اسماعیل نے پتھر لے کر دیوار پر رکھتے جا رہے تھے۔

اذا ارتفع البناء جاء بهذا الحجر: الحجر سے مقام ابراہیم علیہ السلام والا پتھر ہے۔ حدیث عثمان میں ہے کہ رکن اور مقام یہ جنت کے پتھر ہیں۔ جب ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے ہوئے حجر اسود کے مقام تک پہنچے تو حجر اسود اس کی جگہ لگا دیا اور مقام بیت اللہ سے متصل پڑا رہا۔ جب تعمیر کعبہ سے فراغت ہوگئی تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر حج کے احکامات پھر ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام نے حج کیا۔ اور سارہ نے بیت المقدس سے حج کیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام شام لوٹ گئے اور وہیں وفات پائی۔ (التوشیح)

تقبل منا: اس سے تعمیر بیت مراد ہے۔ تو ہماری دعاؤں کو سننے اور تعمیر بیت اللہ کو جاننے والا ہے۔

ایک روایت میں یہ ہے۔ شَنَّة: پرانا چمڑہ۔ یہاں پرانی مشک مراد ہے۔ من الشنه: یعنی مشک کا پانی۔ الی من تترکنا؟ قال الی اللہ قامت رضیت باللہ: بخاری میں یہ لفظ بھی حتی لما بلغوا کداء نادته۔ کہ وہ کداء کے مقام تک ابراہیم کے پیچھے گئیں۔ پھر اپنی جگہ لوٹ آئیں۔ تدروا والا جملہ جعل کی خبر پر معطوف ہو یا جملہ جعلت پر معطوف ہو۔

لو ذهبت: یہ حرف تمنا ہے اس کا جواب نہیں۔ یا شرط ہے اسکا جواب محذوف ہے۔ فنظرت: یہ غور و فکر کے معنی میں ہے۔ لم تحس: کسی کو نہ دیکھا نہ معلوم کیا۔

الوادی: گہرا پانی بہنے کی جگہ۔ واتت المروه: یعنی کئی چکر دونوں پہاڑوں پر چڑھنا اور چلنا۔ شوط کو مطلقاً لانا بھی درست ہے۔

کانه ینشغ للموت: گویا وہ موت کے سکرات میں ہے۔ وہ اس کا حال نہ دیکھ سکیں۔ پھر کسی کو دیکھنے کیلئے دونوں پہاڑوں پر چڑھی۔

لو ذهبت فنظرت ما فعل: یہ پہلی روایت کے خلاف نہیں کہ جس میں ذکر کیا کہ سات چکر پورے کر آواز سنی تو اس کے دل کو سکون آ گیا۔ کیونکہ عین ممکن ہے کہ بچے کی طرف جاتے ہو۔ یہ آواز سن پائی اور اس کو بچے کے پاس دیکھا ہو۔

**وغمز بعقبه**: زمین پر جبرئیل علیہ السلام نے ایڑھی ماری جس سے پانی زمین سے پھوٹ پڑا۔
**فجعلت تحفن**: پانی کو مشکیزے میں ڈالنے لگیں۔ اور بخاری میں **تحفر** ہے۔ اور روایت سابقہ میں **تحوض**: کھود کر حوض بنانے لگیں۔ بخاری نے تفصیل سے دونوں عورتوں سے نکاح اور ان کی جدائی کو ذکر کیا ہے۔ **وثّی**: کا لفظ ذکر کیا کیوں کہ وہ پشت کر کے چلدیئے۔ **النشغ**: آواز کو ہلکا اور بلند کرنا۔ سینے کی گونج یہاں تک کہ غشی ہو جائے۔

**تخریج** : أخرجه البخاري (۳۳۶۸)

**الفرائد** : ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور ام اسماعیل کی قربانیوں اور اللہ تعالیٰ کے بے پایاں انعامات کا تذکرہ ہے۔

۱۸۷۰ : وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ ، وَمَاؤُهَا شِفَآءٌ لِّلْعَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۷۰: حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کھمبی بھی من کی قسم میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ❁ یہ عدی بن کعب بن لوی کی طرف ہے۔ یہ عمر رضی اللہ عنہ کے چچازاد ہیں۔ نفیل میں سلسلہ نسب جمع ہو جاتا ہے۔ ان کے والد جاہلیت کی جہالتوں سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہی بلکہ داعی تھے۔ بعض نے کہا سلمان، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول نازل ہوا: ﴿والذين اجتنبوا الطاغوت ان يعبدوها......﴾ [الزمر: ۱۷] "ان کی والدہ فاطمہ بنت ربعی الخزاعیہ تھیں۔ یہ اور ان کی بیوی ام جمیل فاطمہ بنت الخطاب، عمر رضی اللہ عنہ کی بہن ابتداءً اسلام لائے اور اس کی وجہ سے عمر اسلام لائے۔ یہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جاسوسی مہم میں روانہ فرمایا۔ یہ بدر کے دن اس مہم سے واپس لوٹے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غنیمت واجر میں حصہ دار قرار دیا۔ اسی وجہ سے یہ بدریین میں شامل ہیں۔ یہ مستجاب الدعوات تھے ان کا واقعہ اروی بنت قیس کے ساتھ معروف ہے۔ جب اس نے مروان بن الحکم کے پاس ان کے خلاف مقدمہ کیا۔ اور دعویٰ کیا کہ سعید رضی اللہ عنہ نے ان کی زمین غصب کر لی ہے۔ وہ اندھی ہوگئی اور اپنے گھر کے کنوئیں میں گر کر ہلاک ہوگئی۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴۷ روایات نقل کی ہیں۔ ان میں سے تین صحیحین میں ہیں۔ اور دو متفق علیہ ہیں۔ تیسری میں بخاری منفرد ہیں۔ سعید رضی اللہ عنہ زاہد وعابد تھے حکام ان کی عزت کرتے تھے۔ ان سے قیس بن ابی حازم اور ابو عثمان نہدی رحمہما اللہ نے روایت کی ہے۔ ان کی وفات مقام عقیق میں ہوئی۔ گردنوں پر اٹھا کر ان کا جنازہ مدینہ میں لایا گیا۔ اور بقیع میں تدفین ہوئی۔ ان کی اولاد ۱۳ لڑکے ۱۸ لڑکیاں تھیں۔

**الكمأة من المن وماؤها شفاء للعين**"۔ کمأۃ کی نظیر خباۃ وخبء ہے۔ من۔ وہ کھانا جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کیلئے اُتارا اور یہ ان پر خاص انعام تھا۔ **شفاء للعين**۔ یعنی آنکھوں کی بیماری کیلئے شفاء ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ

سرمہ کے طور پر استعمال کیا جائے یا کھایا جائے۔ پھر اس کا نچڑا ہوا پانی یا وہ جس سے وہ اُگتی ہے۔(ابونعیم نے ان الفاظ سے روایت کیا: ''الکمأة من المن والمن من الجنة وماؤها شفاء للعین''۔ (جامع صغیر)

**تخریج:** أخرجه أحمد (١٦٢٥) والبخاری (٤٤٧٨) ومسلم (٢٠٤٩) والترمذی (٢٠٦٧) والنسائی (٦٦٦٨) وابن ماجه (٣٤٥٤) وابن أبی شیبة (٨/٨٨) وأبو عوانة (٥/٤٠٠) وأبو یعلی (٩٦١)

**الفوائد:** (۱) کھمبی کی عظیم فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ اس من سے ہے جو بنی اسرائیل کو ملا۔(۲) اس کا پانی آنکھ کو فائدہ دیتا ہے اور شفاء بخشتا ہے۔

# کتاب الاستغفار

## ۳۷۱ : باب فی فضل الاستغفار

**تشریح** ۞ الاستغفار: اس کا لغوی معنی گناہ کی بخشش طلب کرنا۔ یہاں ان سے میں سے بعض چیزوں کا تذکرہ ہے جو کتاب وسنت میں وارد ہیں استغفار کے مقبول ہونے کی شرط گناہ کو چھوڑ نا ورنہ یہ استہزاء کے مترادف ہوگا۔ جیسا اس آیت میں اسی بات کو بیان فرمایا: ﴿ولم یصروا علی ما فعلوا﴾ [آل عمران: ۱۳۵] آیت کی تفسیر اور روایات ذکر ہوں گی۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ﴾ [محمد:۱۹] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء:۱۰۶] وَقَالَ تَعَالٰی ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ [النصر:۳] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ ......اِلٰی قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ...... وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾[آل عمران:۱۵] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء:۱۱۰] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ [الانفال:۳۳]

وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾

[آل عمران:۱۳۵]

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''آپ بخشش مانگئے اپنی لغزش کی''۔(محمد) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ سے استغفار کریں کہ بے شک اللہ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں''۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پس تسبیح بیان کیجئے اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اور اس سے استغفار کیجئے بے شک وہ رجوع فرمانے والا ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ان لوگوں کیلئے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا انکے ربّ کے ہاں باغات ہیں'' ...... ''اور وہ سحری کے وقت استغفار کرنے والے ہیں'' (آل عمران) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو آدمی کوئی برائی کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر وہ اللہ سے معافی مانگے تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا''۔(نساء) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ آپ ان میں ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ وہ بخشش مانگنے والے ہیں''۔(انفال) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور وہ لوگ جب ان سے کوئی برائی ہو جائے یا اپنے اوپر ظلم

کر بیٹھتے ہیں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔ اور انہوں نے اصرار نہیں کیا جو کچھ انہوں نے کیا اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں"۔ (آل عمران) آیات اس سلسلے میں بہت اور معروف ہیں۔

**تشریح** ۞ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ: اس آیت میں آپ کا تذکرہ وللمؤمنین والمؤمنات کی تمہید کیلئے ہے۔ اور مقصود تو ان کیلئے استغفار کرنا ہے۔ یا آپ کی وساطت سے امت کو حکم دینا مقصود ہے۔ (یا وہ باتیں آپ مرتبہ عالی سے فروتر ہیں ان کو اختیار کرنے پر استغفار کا حکم ہوا)۔

وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا: یعنی گناہ گاروں کے گناہوں کی مغفرت کا اس سے سوال کرو۔ معمول کا حذف اس کے عموم کو چاہتا ہے۔ دعا جتنی عام ہوگی اتنی تام ہوگی۔ اِنَّ اللّٰهَ: جو استغفار کر کے اس کی طرف رجوع ہو تو اسے بخش کر اس پر احسانات کی بارش کرتا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا: اپنے رب تعالیٰ کی حمد کریں جو اس کی حمد سے ملی ہو۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ اکثر "سبحانك اللّٰهم وبحمدك اللّٰهم اغفرلي" کے کلمات نماز میں استعمال فرماتے۔ جیسا کہ باب الحث...... میں گزر چکا۔ واستغفرهٗ: جو آپ سے کمی ہوگئی یا اپنی امت کی طرف سے استغفار کریں۔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ اَلنَّحْوُ: یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ جو استغفار کی حکمت کو واضح کرتا ہے۔ توّابًا مبالغہ ہے کہ خواہ بخشنے ہو گناہ اور جنہوں نے وہ گناہ کیے ہیں۔ ان کی تعداد کتنی ہی زیادہ ہو۔ اور (آخرت میں شرک وکفر کے علاوہ گناہ اور دنیا ہر گناہ بشرطیکہ سکرات موت سے پہلے پہلے ہو)۔

یعنی متقین کو ملے گی۔ ظرف خیر کیلئے محل وصف میں ہے۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ: عندیت مکانی مراد ہے جنّات کی تنوین تعظیم کیلئے ہے۔

مِنْ تَحْتِهَا: درختوں کے نیچے اور جو اس طرح ہو ایسے درخت تروتازگی اور نظارہ کے لحاظ سے شاندار ہوتے ہیں اور جنت میں تو سبزے اور پانی دونوں کی فرحت کو جمع فرما دیا۔

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ: کیونکہ وہ وقت قبولیت ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نماز ادا کرنے والے ہیں۔ بعض نے کہا اس سے صبح کی نماز جماعت سے پڑھنے والا مراد ہے۔

سُوْٓءًا: کبیرہ گناہ جس سے دوسرے کو برائی پہنچے یا (۲) صغیرہ گناہ (۳) وہ گناہ جو شرک سے کم کم ہو (یہ پہلا ہی قول ہے)۔ اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ: گناہ جو اس سے آگے نہیں بڑھتا۔ (۲) کبیرہ یا شرک۔ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ: اس میں گناہ گار پر توبہ پیش کر کے اس پر آمادہ کیا گیا ہے۔ خواہ اس کا گناہ کتنا بڑا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے عفو وفضل کے مقابلے میں بہت چھوٹا ہے۔

جب تک ان میں استغفار کرنے والے موجود ہیں۔ جیسا وہ مؤمن جو مکہ میں مقیم تھے اور ہجرت کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ (۲) جب کفار قریش نے ایمان کو قبول کر لیا تو وہ اپنے قول: ﴿ان كان هذا هو الحق من عندك﴾ [انفال: ۲۲] پر افسوس کا اظہار کرنے لگے اور غفرانك کہنے لگے۔ تو یہ آیت اتری۔ (۳) استغفار سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ان

میں سے بعض ایمان لائیں گے۔ اس کے مطابق معنی یہ ہے۔ ان کو مہلت اس لئے ملی ہے کہ ان میں بعض ایسے لوگ ہیں جو بعد میں استغفار کریں گے یعنی ایمان لائیں گے۔ اور یہ روایت میں وارد ہے کہ "میری امت کیلئے اللہ تعالیٰ نے دو امانتیں اتاری ہیں۔ جو اس آیت میں ہیں: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾ جب میں چلا جاؤں گا۔ تو میں ان میں استغفار چھوڑ جاؤں گا۔ بعض نے کہا یہ اسلام اور استغفار کی دعوت ہے۔ کہ تم معافی مانگو تو میں تمہیں عذاب نہ دوں گا۔ جیسا کہتے ہیں۔ "لا اعاقبك وانت تطيعني" یعنی میری بات مان لو تو میں سزا نہ دوں گا۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے۔ ان کی اصلاب میں ایسے لوگ ہیں جو استغفار کریں گے۔ (جامع البیان)

فَاحِشَةً: انتہائی برائی بعض نے کہا زنا بعض نے کہا کوئی کبیرہ گناہ۔ اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ: صغائر کا ارتکاب کر کے یا جو زنا سے کم فعل ہوں۔ ذَكَرُوا اللّٰهَ: بعض نے فَاسْتَغْفَرُوْا کو اس کی تفسیر قرار دیا ہے۔ بعض نے مخاف کو حذف مانا ہے۔ یعنی اس کی سزا کو یاد کرتے ہیں اور اپنے متعلق سوچ و بچار کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے گا۔ پس وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ اس استغفار کی کیفیت حدیث حسن میں وارد ہے۔ جس کو احمد اور سنن اربعہ نے نقل کیا اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ابوبکر نے سچ کہا۔ کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا۔ "ما من رجل يذنب ذنبا ثم يقوم فيتطهر فيحسن الطهور ثم يستغفر اللّٰه عزوجل الا غفر له ثم تلا۔ ﴿والذين إذا فعلوا فاحشةً.....﴾

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ: یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ یہ وسعت رحمت پر دلالت کرتا ہے۔ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا: یعنی وہ اپنے گناہوں پر قائم نہیں رہے بلکہ انہوں نے ان کا اقرار کر کے معافی مانگ لی اور حدیث میں وارد ہے: "ما امر من استغفر وان عاد في اليوم سبعين مرةً" اس میں اشارہ ہے کہ استغفار تب مقبول ہوگا جب گناہ کو ترک کیا جائے گا۔ ورنہ استغفار زبان سے اور ساتھ ساتھ ارتکاب گناہ یہ استہزاء کے مترادف ہے۔ حافظ فتح الباری کتاب التوحید میں رقمطراز ہیں۔ اس کی شاہد وہ روایت ہے جو ابن ابی الدنیا نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ "التائب من الذنب كمن لا ذنب له والمستغفر من الذنب وهو مقيم عليه كالمستهزئ بربّه" اس روایت کے متعلق راجح قول یہ ہے کہ والمستغفر سے آخر تک موقوف روایت ہے اور پہلا حصہ ابن ماجہ اور طبرانی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور اس کی سند حسن ہے اور وہ حجت ہے اور اگر پوری روایت کو بھی موقوف مان لیں تو ایسی بات رائی سے نہیں کہی جاسکتی ایسی موقوف مرفوع کے حکم میں ہے۔

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ: وہ جانتے ہیں کہ وہ معصیت ہے یا اصرار نقصان وہ ہے یا اللہ تعالیٰ گناہوں کی مغفرت کا مالک ہے۔ یا جب وہ استغفار کرتے ہیں تو ان کو بخش دیا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں آیات بہت اور مشہور ہیں بقدر کفایت ذکر کر دی گئیں۔

۱۸۷۱ : وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ وَاِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۷۱: حضرت اعز مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے دل پر بھی بعض اوقات پردہ سا آ جاتا ہے اور میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ انه لیغان: ہ ضمیر شان ہے۔ اس غین سے غیون انوار مراد ہے۔ غیون اغیار مراد نہیں۔ تجلیات ربانیہ اور ترقیات احمدیہ جب اعلیٰ مقام کی طرف ارتقاء کرتی ہیں تو عالی مقام کے مقابلے میں یہ مقام نقص کی طرح نظر آتا ہے۔ آپ اس سے استغفار کرتے ہیں اس وجہ سے آپ نے فرمایا: ''وانی لا ستغفر اللّٰه فی الیوم مائة مرة'' تا کرامت کیلئے نمونہ بن جائے۔ حافظ نے فتح الباری میں قاضی عیاض کا قول نقل کیا ہے۔ کہ غین سے مراد ذکر کے وقفہ جات جن کے متعلق آپ کی شان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ دائم ہوں۔ پس جب کسی امر کی وجہ سے انقطاع ہوتا ہے تو اس کو ذنب شمار کر کے اس سے استغفار کرتے ہیں۔ بعض نے کہا یہ وہ چیز ہے جو نفس کو حدیث نفس کی قسم سے پیش آتی ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد سکینہ ہے جو آپ پر چھا تا ہے اور استغفار تو اللہ تعالیٰ کی خاطر اظہار عبودیت کیلئے ہے۔ اور شکر یہ اس نعمت پر ہے۔ جو آپ کو دی ہے بعض نے کہا یہ خشیت اور عظمت کی حالت ہے۔ اور استغفار اس کے شکرانے میں ہے۔ اسی وجہ سے محاسبیؒ نے کہا۔ مقربین کا خوف عظمت وتکریم کا خوف ہے۔

سہروردی نے کہا۔ یہ ہرگز اعتقاد نہ رکھا جائے کہ غین یہ نقص کی حالت ہے بلکہ یہ کمال یا تتمہ کمال پھر اس کی مثال پلک کے اس جھپکنے والے آنسو کی ہے جو تنکے کو دور کرنے کیلئے ٹپکتا ہے۔ اس قطرے کے ڈبڈبانے کے وقت آنکھ اگرچہ دیکھنا بند کر دیتی ہے۔ وہ اس لحاظ سے نقص معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت کے لحاظ سے وہ کمال ہے (کہ آنکھ کی صفائی کا ذریعہ ہے) اسی طرح بصیرت نبوت ﷺ اس طرح نبی اکرم ﷺ کی بصیرہ تمام آنکھوں انفس اغیار میں نظر آتی ہے تو اس حالت کا تقاضا یہ ہوا کہ بصیرت کی آنکھ اور حفاظت اور بچاوے کا پردہ لٹکا دیا جائے۔ یہ خلاصۃ الکلام ہے۔

**تخریج** : کتاب المامورات باب ۱۲/۱ التوبہ میں مذکور ہے ملاحظہ فرمائیں۔

**الفرائد** : ایضاً

۱۸۷۲ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۷۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''اللہ کی قسم میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ رجوع کرتا ہوں''۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ **واللہ انی لاستغفر اللہ**: اس میں توبہ واستغفار کی تحریض وترغیب دلائی گئی ہے۔ اور اگر گناہ ساتھ ساتھ کرتا رہے گا تو یہ استہزاء کے مترادف ہے۔

**اکثر من سبعین مرة**: یہ کثرت سے کنایہ ہے جیسا پہلی روایت سو مرتبہ کا تذکرہ موجود ہے اور صاحب نے اس روایت میں بھی "کل یوم مائة مرة" کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ یہ روایات باب حکمت الاستغفار بخاری میں موجود ہے۔ الفاظ میں معمولی فرق ہے۔

**تخریج** : کتاب المامورات باب ۱/۱۲ التوبہ میں مذکور ہے ملاحظہ فرمائیں۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۸۷۳ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِكُمْ وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ يُّذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَيَغْفِرُ لَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۷۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں ختم کر کے ایسے لوگ لے آئے جو گناہ کریں پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں پس اللہ ان کو معاف فرمائے گا"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ یہ اس قدر تاکید کے الفاظ ترغیب استغفار اور گناہ سے علیحدگی پر براشیختہ کرنے کیلئے فرمایا۔ **بیدہ**: سے قدرت مراد ہے۔ **لم تذنبوا**: گناہ کر کے توبہ و استغفار نہ کرو۔ **ولجاء**: یہ ماقبل صفت والے جملہ پر عطف ہے۔ **فیغفر**: معروف ان کے توبہ اور رجوع کی وجہ سے ان کو بخش دے گا۔

**تخریج** : کتاب المامورات باب ۱/۵۱ الرجاء میں روایت گزری ملاحظہ کرلیں۔

**الفرائد** : ایضاً

۱۸۷۴ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا نَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِائَةَ مَرَّةٍ : "رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۸۷۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سو مرتبہ استغفار شمار کرتے۔ ان الفاظ میں: "اے میرے رب مجھے بخش دے مجھ پر رجوع فرما بے شک تو رجوع فرمانے والا مہربان ہے"۔ (ابوداؤد' ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ ہم شمار کرتے کہ آپ سو سو مرتبہ ایک ایک مجلس میں استغفار فرماتے۔ رب اغفرلی: اس سے یہ معلوم ہوا کہ دعا کے اداب سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے مناسب صفت سے دعا کو ختم کرے۔ جب مغفرت و رحمت طلب کرے تو کہے: ''انك انت التواب الرحیم'' جب دنیا کا بدلہ چاہے یا آخروی جزاء تو کہے ''انك انت الجواد الکریم''

**تخریج** : أخرجه أحمد (٢/٤٧٢٦) وأبو داود (١٥١٦) والترمذی (٣٤٤٥) والنسائی (٤٥٩) وابن ماجه (٣٨١٤) والبخاری (٦١٨) وابن حبان (٩٢٧)

**الفوائد** : (١) آپ کس قدر استغفار فرماتے امت کو اس کی مداومت کی تلقین فرماتے۔ کیونکہ مجالس میں اکثر لغویات پیش آ جاتی ہیں۔

۱۸۷۵ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :''مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضَیْقٍ مَخْرَجاً، وَمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا ، وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ'' رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

۱۸۷۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے استغفار کی پابندی کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ فرما دیتے ہیں اور ہر غم سے کشادگی عنایت فرماتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا''۔ (ابوداؤد)

**تشریح** ۞ یعنی کثرت سے استغفار کرے اور گناہ کو بھی ترک کرے۔

کل ضیق: خوہ وہ دنیوی تنگی ہو یا اخروی جیسا کہ کل کا لفظ ظاہر کر رہا ہے۔ مخرجًا: اس پر نرمی کر دی جائے جس سے وہ چھوٹ جائے۔ کل ھم فرجًا: ہر غم سے اس طرح چھوٹ جائے کہ وہ سب ہی زائل ہو جائے جس سے وہ تھکن سے نجات پائے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (١/٢٢٣٤) وأبو داود (١٥١٨) والنسائي (٤٥٦) وابن ماجه (٣٨١٩) والطبرانی (١٧٧٤) والحاکم (٤/٧٦٧٧) وابن السنی (٣٦٤) تهذيب الكمال (٥/١٠٧) والبيهقی (٣/٣٥١)

**الفوائد** : (١) دن رات کے اوقات میں استغفار کو لازم کرنا چاہئے۔ (٢) استغفار کی کثرت سے دنیا اس کے قدموں میں آئے گی۔

۱۸۷۶ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ''مَنْ قَالَ :اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ، غُفِرَتْ ذُنُوْبُہٗ وَاِنْ کَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ۔

۱۸۷۶: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے یہ کلمات کہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ ...... ''میں اس اللہ سے معافی مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں''۔ اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ جہاد سے بھاگا ہو۔ (ابوداؤد' ترمذی)

حاکم نے کہا یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

**تشریح** ۞ **اللّٰہ الذی لا الہ الا ھو**: زبان سے بھی کہا اور اس کے مضمون پر بھی یقین ہے۔ جس گناہ سے استغفار کیا جائے وہی توبہ ہے۔

**لا الہ**: ہر ماسواء سے مستغنی کرنے والا اور ماعداسب کے سب اس کے محتاج۔ **الا ھو**: یہ محل اسم سے دونوں کے بعد بدل ہے نہ کہ پہلے۔ **الحی القیوم**: یہ دونوں صفات ہیں ان کو ایک دوسرے سے الگ کرنا بھی درست ہے۔ اور ان پر رفع ونصب دونوں جائز ہیں۔ **الحی**: یہ حیات سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ صفت ازلی ذاتی ہے۔ **القیوم۔ القیام** اور **القیم** تشدید اور بلاتشدید کہا جاتا ہے۔ وہ ذات جو اپنی مخلوق کی ہمیشہ تدبیر کرنے والے ہیں اور اس کا نگہبان ہے۔

**فو من الزحف**: لڑائی کے میدان سے بھاگا ہو اس کے وہ صغائر بخش دیئے جاتے ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہوتا ہے۔ اگرچہ اس سے کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو تب بھی صغیرہ کی معافی سے کوئی رکاوٹ نہیں۔ یا میں اس کے گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ کبائر بھی وہ اپنی طرف سے معاف کر دیتا ہے۔ اس سے نہیں۔ ہ بات محققین کی اس بات کے مخالف نہیں کہ نیک اعمال حقوق اللہ میں سے صغائر کا کفارہ بنتے ہیں۔ ابوداؤد۔

نووی نے اس روایت سے ربیع بن خثیم کی تردید کی مگر حافظ نے لکھا کہ ربیع کے کلام کا مطلب ''استغفر اللّٰہ'' کا لفظ ہے کہ یہ درست مگر اس کے بعد ''اتوب الیہ'' کا اضافہ اس روایت میں نادرست بلکہ کذا ہے۔ (فتح الباری) سبکی حلبیات میں لکھتے ہیں استغفار طلب مغفرت کا نام ہے۔ خواہ وہ زبان سے ہو یا دل سے یا دونوں سے پہلے میں فائدہ یہ ہے کہ وہ سکوت سے بہتر ہے۔ یا یہ خیر کی بات کا عادی بناتا ہے۔ (۲) یہ بہت ہی فائدہ مند ہے (۳) تیسرا بلیغ تو ہے۔ لیکن وہ دنوں قسمیں گناہوں کو مٹاتی نہیں کہ توبہ پائی جائے۔ قاضی کہتے ہیں۔ گناہ پر مصر مغفرت مانگتا ہے مگر اس سے وجود تو بہ لازم نہیں۔ وضع کے لحاظ سے استغفار کا معنی توبہ سے مختلف ہے لیکن عام لوگوں نے استغفر اللہ کا معنی توبہ سمجھ لیا۔ پس جو شخص توبہ چاہتا ہو وہ لازمی توبہ کرنے والا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا۔ تو استغفار سے مکمل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ﴾ [ھود] مگر مشہور یہ ہے کہ یہ شرط نہیں۔ (فتح کتاب التوحید)

**تخریج**: أخرجه أبو داود (۱۵۱۷) والترمذی (۳۵۸۸) والحاکم (۱/۱۸۸٤)

الفوائد: (۱) استغفار کی ترغیب دی۔ (۲) گناہوں کی مغفرت کا وعدہ کیا خواہ کتنا بڑا گناہ ہو۔ یعنی کبیرہ سے توفیق توبہ مل جائے گی۔

۱۸۷۷ : وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ يَّقُوْلُ الْعَبْدُ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ" مَنْ قَالَهَا فِي النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ اَنْ يُّمْسِيَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَبُوْءُ" بِبَاءٍ مَضْمُوْمَةٍ ثُمَّ وَاوٍ وَّهَمْزَةٍ مَمْدُوْدَةٍ وَمَعْنَاهُ اُقِرُّ وَاَعْتَرِفُ۔

۱۸۷۷: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ اس طرح کہے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ ...... "اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں اور میں آپ کے عہد اور وعدے پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں آپ کی اس شر سے پناہ مانگتا ہوں جو میرے عمل میں ہے اور میں ان نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں جو آپ نے مجھ پر کیں اور میں اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں پس تو مجھے بخش دے اس لئے کہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کو بخشنے والا نہیں"۔ جس نے یہ کلمات دن میں یقین کے ساتھ پڑھے اور وہ شام سے پہلے اسی دن فوت ہو گیا تو وہ جنتی ہے اور جس نے رات کے وقت یہ یقین کر کے ان کو پڑھا پھر صبح سے پہلے اس کی موت آ گئی تو وہ بھی جنتی ہے۔ (مسلم)

اَبُوْءُ: میں اقرار اور اعتراف کرتا ہوں

**تشریح** ۞ حضرت شداد کے حالات باب المراقبہ میں گزرے ملاحظہ ہوں۔ ان کی بخاری میں صرف یہی روایت ہے۔

**سید الاستغفار**: طیبی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ دعا توبہ کے تمام معانی کو جامع ہے اس وجہ سے اس کو سید کا لقب استعارۃ دے دیا۔ سید وہ سردار جس کی طرف حوائج و امور میں رجوع کیا جائے۔

**العبد**: مکلّف بندہ مراد ہے۔ **انت**: کا تکرار بعض نسخوں میں موجود ہے۔ اس کو مؤکد و مقدر ماننا درست ہے۔

**انا عبدك**: میں آپ کا عبادت گزار ہوں۔

**وانا علی عهدك ووعدك**: نسائی میں واؤ عهدك کے بعد ساقط ہے۔ خطابی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے۔ میں اس معاہدے پر ہوں جو آپ نے کیا۔ اور آپ سے ایمان و مخلصانہ طاعت کا وعدہ کیا ہے۔

**ما استطعت**: اور آپ کے وعدے کو تو یہ اور اجر سے پورا کرنے والا ہوں استطاعت کی شرط کا مطلب یہ ہے۔ میں اس سلسلے میں اپنی عاجزی کا معترف ہوں کہ تیرا حق واجب ادا کر سکوں۔

ابن بطال کا قول: عہد سے وہ مراد ہے الست بربکم: میں مذکور ہے۔اور وعدے سے وہ مراد ہے جو پیغمبر ﷺ کی زبان سے کہا گیا کہ ''من مات لا یشرك وادی ما افترض علیه ادخله الجنة'' فتح الباری میں ہے ادی ما افترض علیه: یہ اضافہ شرط نہیں۔ کیونکہ عالم ذرکا تو خاص توحید ہے۔اور وعدے سے مراد جنت ہے۔ ما استطعت: سے امت کو مطلع کرنا مقصود ہے کہ کوئی شخص اپنے تمام واجبات کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہیں پورا اور کرنے کی قدرت نہیں۔ اور نہ ہی کمال طاعت کو پورا کر سکتا ہے۔اور انعامات کا شکریہ بھی تمام وکمال ادا نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان فرما کر ان کی طاقت کے موافق ادا کی وسعت دے دی۔

طیبی کہتے ہیں: عہد اور وعدے سے مراد وہ ہے جو آیت مذکورہ میں ہے۔اور دونوں میں فرق کھلا ہوا ہے۔

اعوذبك: صنعت کے بعد مفعول محذوف ہے اے صنعتا یا صنعته یعنی گناہ، عذاب اور مصیبت جو اس پر مرتب ہوتی ہے۔

ابوا لك بنعتك: نسائی نے لك کا لفظ ذکر نہیں کیا۔نعمت سے مراد وہ نعمت جو گنی اور شمار نہیں کی جا سکتیں۔ بخاری اگلے ابوء کے ساتھ لك کو حذف کیا۔شاید اعتراف ذنب کرتے ہوئے۔کہیں ترک تادب نہ ہو۔طیبی کہتے ہیں پہلے اعتراف کیا کہ اس نے مجھ پر انعام کیا۔اور انعام کو مقید نہیں کیا تاکہ انواع انعام کو شامل ہو۔ پھر کوتاہی کا اعتراف کیا اور نفس کو مٹایا۔

ابن حجر کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ابوء بذنبی مطلقا وقوع ذنب کا اعتراف ہو۔تاکہ اس سے استغفار درست ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ اس سے ادائیگی نعمت میں کمی کو ذنب نہیں کہا۔

فاغفرلی: اس سے معلوم ہوا کہ جو اپنے گناہ کا اعتراف کر لے اس کو بخش دیا جاتا ہے۔اور حدیث افلك میں یہ صراحۃ موجود ہے کہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر رجوع فرماتے ہیں۔

موقنا: دل سے اخلاص برتتے ہوئے ثواب کی تصدیق کی۔من یومه۔ من۔ فی کے معنی میں ہے۔قبل ان یمسی: شام ہونے سے پہلے۔نسائی میں دخل الجنة کے الفاظ ہیں۔ داؤدی کہتے ہیں شاید کہ اس کا مطلب اس آیت والا ہو ''ان الحسنات یذهبن السیئات'' وضو کے متعلق آپ کا ارشاد اسی کی طرح ہے۔پہلے اسے ثواب کی بشارت دی گئی۔ پھر اس سے افضل کی بشارت اور پہلے میں بلندی جتلائی اور ممکن ہے کہ یہ اس کا ناسخ ہو اور ممکن ہے کہ یہ اس کے کہے ہوئے کلمات میں سے ہو اور ایسا فعل کرنے سے پہلے مر گیا جو اس کی مغفرت کا باعث ہو یا جو اس نے وضو وغیرہ کیا ہے۔ وہ کسی عود بھی مقبول نہ ہو۔ یہ ابن التین کا قول ہے مگر بقول حافظ باعث تامل ہے۔من قالها حال کو جملہ اور مفرد تفنن فی التعبیر کیلئے لائے۔

ابن ابی جمرہ کا قول: اس روایت کے عمدہ معانی اور شاندار الفاظ اس کو سید الاستغفار سے ملقب کر رہے ہیں۔(۱) اللہ تعالیٰ کی وحدت والوہیت کا اقرار، اس کی خالقیت کا اعتراف، اور اس عہد کا اقرار جو انسانوں سے لیا۔ وعدے کی امید۔ اس شر سے پناہ جو بندے نے اپنے نفس کے خلاف کیا۔ انعامات کی اضافت اس کے موجود کی طرف اور گناہ کی اضافت اپنی طرف، مغفرت کی طرف رغبت اور اس بات کا اعتراف کہ اس پر اور کسی کو قدرت نہیں۔ ان تمام حقیقت و شریعت کو جمع کر دیا۔ شرعی

احکام تبھی پورے ہو سکتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو۔ اس کو حقیقت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر بندے سے مخالفت کا اتفاق ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس پردہ جاری ہوتا ہے۔ جس پر اس کو قدرت ہے۔ تو بیان مخالفت میں دلیل تو قائم ہو گئی۔ اب دو میں سے ایک بات ہو گی۔ یا مقتضی عدل سے سزا ملے یا مقتضائے فضل سے معافی مل جائے۔
نووی کہتے ہیں۔ استغفار کی شرط نیت و توجہ اور ادب کی درستی ہے۔ اگر کسی کو یہ شرائط حاصل ہو جائیں تو کیا دونوں برابر ہوں گے۔ جواب یہ ہے کہ یہ سید الاستغفار اس وقت بنے گا جب اس میں تمام شروط جمع ہوں۔ واللہ اعلم۔ ابوء یہ اعتراف و اقرار کو کہتے ہیں۔ البوء کا معنی لزوم ہے۔ بواہ اللہ منزلا: اس میں ٹھہرایا گویا لازم کر دیا۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۱۷۱۱۰/۶) والبخاری (۶۳۰۶) والطبرانی (۷۱۷۲) وابن حبان (۹۳۲)

**الفرائد** : (۱) صبح و شام یہ دعا کرنی چاہیے۔ (۲) بقول ابو جمرہ یہ سید الاستغفار ہے۔ (۳) تکالیف شرعیہ پر پابندی اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل ہوتی ہے۔ (۴) استغفار کی شرائط نیت، توجہ، ادب ہیں۔ (۵) سزا تقاضائے عدل اور عفو اقتضاء فضل ہے۔

۱۸۷۸ : وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهٖ اَسْتَغْفَرَ اللّٰهُ ثَلَاثًا وَقَالَ : "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" قِيْلَ لِلْاَوْزَاعِيِّ ، وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهٖ – كَيْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ : يَقُوْلُ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۷۸: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین دفعہ استغفار فرماتے اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَا ...... "اے اللہ تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری طرف سے سلامتی مل سکتی ہے اے جلال و اکرام والے تو بڑی برکتوں والا ہے"۔ اس حدیث کے ایک راوی امام اوزاعی سے پوچھا گیا استغفار کس طرح تھا۔ انہوں نے کہا یوں فرماتے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ ثوبان: یہ خدام رسول اللہ ﷺ سے ہیں۔
**انصرف من صلاته استغفر ثلاثا**: یعنی نماز سے سلام پھیرتے تو بارگاہ ذوالجلال میں جھکتے ہوئے تین مرتبہ استغفار فرماتے اور اس لئے بھی تاکہ امت کیلئے حکم کی مشروعیت ثابت ہو جائے۔
**السلام**: جو ذات نقائص سے منزہ اور سالم ہے۔ (۲) جس کیلئے چاہے جن کو چاہے جن اوقات میں چاہے نقصانات سے سلامتی دینے والا ہے۔
**ذوا الجلال والاکرام**: جلال وعظمت میں سے ایک چیز نقائص سے پاک وصاف ہونا ہے۔ اکرام: یعنی صفات جمال

کرم، عفو، غفر سے متصف ہے۔ اوزاعی نے استغفار کی کیفیت استغفر اللّٰہ ، استغفر اللّٰہ بتلائی۔

**تخریج** : فضل الذکر والحث میں گزر چکی۔

**الفرائد** : یہ دعا و استغفار آپ کی زبان پر رہتا ہے۔ یہ گویا و استغفرہ انہ کا توابًا کا عملی نمونہ تھا۔

۱۸۷۹ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ قَبْلَ مَوْتِهٖ : "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۷۹ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے پہلے یہ کلمات بہت پڑھتے تھے: "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ"۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** : ان یقول قبل موتہ: نماز کے رکوع اور سجدہ میں کثرت سے پڑھتے جیسا کہ باب ازدیاد من الخیر اواخر العمر میں گزرا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل میں تھا: فسبح بحمد ربك واستغفرہ "سبحان اللہ وبحمدہ۔" ان کلمات کو تاکید کیلئے ذکر کر دیا۔

**تخریج** : کتاب المأمورات باب ۱۲۰۱ الحث علی الازدیاد من الخیر میں گذری ملاحظہ کرلیں۔

**الفرائد** : ایضاً

۱۸۸۰ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"عَنَانَ السَّمَاءِ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ قِيْلَ هُوَ السَّحَابُ ، وَقِيْلَ هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا ، اَيْ ظَهَرَ۔ "وَقُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقَافِ ، وَرُوِيَ بِكَسْرِهَا وَالضَّمُّ اَشْهَرُ وَهُوَ مَا يُقَارِبُ مِلْئَهَا۔

۱۸۸۰ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اے آدم کے بیٹے جب تو مجھے پکارتا اور مجھ سے اُمید لگاتا ہے تو میں تیرے سارے گناہ بخش دوں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں اے آدم کے بیٹے خواہ تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے استغفار کرتا ہے تو میں تجھے بخش دوں گا۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں اے آدم کے بیٹے اگر زمین بھر گناہوں کے ساتھ تو میرے پاس آئے پھر تو مجھے اس حال میں ملے کہ تو نے مجھے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں زمین بھر مغفرت کے ساتھ تجھے ملوں گا"۔

(ترمذی) حدیث حسن ہے۔

عَنَانَ السَّمَاءِ : نے عین کے فتح کے ساتھ بیان کیا گیا کہ اس سے مراد بادل ہیں اور بعض نے کہا ہے اس کا معنی ہے جو چیز تیرے سامنے ظاہر ہو جائے۔ قُرَابُ الْاَرْضِ :جو زمین کے بھرنے کی مقدار ہو۔

**تشریح** ۞ **قال اللّٰہ تعالیٰ**: یہ احادیث قدسیہ سے ہے۔

**ما دعوتنی**: یعنی تم اپنی مدت دعا میں اپنے گناہوں کی مغفرت کی دعا نہیں کی۔ یہ ما مصدریہ ظرفیہ ہے نہ کہ شرطیہ۔

**رجوتنی غفرت لك**: اور حال یہ ہے کہ تو نے گمان کیا کہ میں تیری دعاؤں کو قبول کر کے تم پر فضل کرنے والا ہوں۔ رجاء: خیر کی امید لگانا اور اس کے جلد واقع ہونے کی امید لگانا۔ میں نے جس طرف تیرے گناہوں کو دنیا میں چھپا دیا تو ان پر سزا نہیں دی۔ اسی طرح آخرت میں عدم عقاب کو تیرے لئے مقرر کر دیا۔ کیونکہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ جیسا کہ روایت میں ہے: **"الدعا ھو العبادہ"** "السنن الاربعۃ" پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿**وقال ربکم ادعونی استجب لکم**﴾ رجاء کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق حسن ظن سے کام لیا جائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "**انا عند ظن عبدی بی**" دعا کے وقت رحمت الٰہیہ بندے کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور رحمت متوجہ ہو جائے تو اس سے بڑی کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ ہر چیز پر وسیع ہے۔

**علی ما کان منك ولا ابالی**: اور سابقہ گناہوں کو تو نے بار دیگر بھی کیا تو مجھے پرواہ نہیں۔ یعنی تیرے گناہ نہ بڑھاؤں گا اور ان کثیر قرار نہ دوں گا خواہ وہ کتنے زیادہ ہوں۔ کیونکہ کوئی چیز میرے لئے نہیں ہے جیسا حدیث میں گزرا جب دعا کرے تو بڑی چیز کی رغبت کرے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی چیز بڑی نہیں اور ان کے حکم کو کوئی موڑ نہیں سکتا اور اس کے فضل و عطاء کو کوئی چیز مانع نہیں۔ **لا ابالی** کا مطلب یہ ہے۔ میری شان اسی ہی میں مشغول ہو کر نہیں رہ جاتی۔ اللہ تعالیٰ مقام کی تاکید کیلئے وسعت رجاء میں مبالغہ کرتے ہوئے مزید فضل و انعام فرمایا۔

**یابن آدم لو بلغت ذنوبك**: بالفرض تیرے گناہ بڑائی میں آسمان کی چھت سے جا لگیں کہ یہ سارا خلا پر ہو جائے۔ جیسا دوسری روایت میں ہے۔ اگر تم اتنی خطائیں کرو یہاں تک کہ تمہاری خطائیں آسمان و زمین کے خلاء کو پر کر دیں۔ پھر تم استغفار کرو تو وہ تمہیں بخش دیں گے۔ پھر تو صحیح توبہ کرے تو میں بخش دوں گا۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اگرچہ گناہ اور توبہ ایک ہی گناہ سے متعلق دن رات میں بار بار ہو اور گناہ زیادہ ہو کر جہاں تک پہنچتے ہیں پہنچ جائیں مگر اس کے حلم و عفو کے سامنے سب ختم ہو جاتے ہیں اور جب بندہ مجھ سے اقالہ طلب کر لے اور استغفار کرے تو میں اس کو بخش دوں گا کیونکہ اس نے اس ذات سے اقالہ کیا ہے جو حی ہے اور حی ہی لغزشوں کا اقالہ کرتا ہے۔ اور مغفرت سیئات کرتا ہے۔

صاحب فتح المبین کہتے ہیں ہم نے جو کہا کہ استغفار سے مراد توبہ ہے۔ فقط لفظ مراد نہیں۔ یہ بات قاعدہ کے موافق ہے۔ جو کبائر سے متعلق ہیں۔ اس لئے کہ کبائر کو توبہ ہی مٹاتی ہے۔ البتہ صغائر کا معاملہ دوسرا ہے کیونکہ ان کیلئے اور چیزیں کفارہ بنتی ہیں۔ مثلاً اجتناب کبائر، وضو، صلاۃ وغیرہ۔ کوئی بعید نہیں کہ استغفار بھی کفارے کا باعث بن جائے اور مناسب یہ ہے کہ اس کو

ان تمام باتوں سے مقید کیا جائے جو روایات استغفار میں وارد ہے۔ جیسا آیت آل عمران میں **لم یصرّوا** کی قید موجود ہے۔ اس آیت میں اس کے گناہ کو معاف کرنے کا وعدہ ہے۔ جو اس پر استغفار کے بعد اصرار نہیں کرتا۔ تمام مطلق نصوص استغفار میں یہ شرط قید بنے گی۔ (الفتح المبین) ہاں مناسب یہ ہے کہ استغفار کے ساتھ **اللهم اغفرلي** وغیرہ کے کلمات ملانے چاہئیں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ کبھی دعا قبول ہوتی ہے اور کبھی قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ اصرار کبھی اجابت کی راہ میں حائل ہو جاتا ہے۔ آیت کے مفہوم سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ پس استغفار کامل جو مغفرت کا سبب بنے گا وہ وہی ہے کہ جس کے ساتھ عدم اصرار ملا ہو۔ کیونکہ اس وقت یہ خاص توبہ ہوگی۔ اصرار کے ہوتے ہو فقط دعا ہے اور جن علماء نے اس کو کذابین کی توبہ کا نام دیا ہے ان کی مراد یہ ہے۔ کہ یہ توبہ حقیقیہ نہیں ہے۔ بخلاف اس بات کے جس کا عام لوگ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کیونکہ اصرار کے ہوتے ہوئے توبہ ناممکن ہے۔ اس طرح کہ زبان سے **استغفرا الله و اتوب اليه** کہہ رہا ہے اور دل سے معصیت پر مصر ہے۔ تو وہ جھوٹا گناہ گار ہے۔ کیونکہ اس نے اطلاع تو یہ دی کہ وہ تائب ہے حالانکہ اس کا حال تو اس طرح نہیں اور اگر اس نے یہ کلمات بلا اصرار کہے کہ دل سے معصیت سے علیحدگی اختیار کر لی تو اس پر ایک جماعت سلف کا قول یہ ہے۔ یہ اس کے لئے ناپسند ہے کیونکہ وہ گناہ کی طرف لوٹے گا پس اس صورت میں اپنی اس بات میں جھوٹا کہلائے گا۔ مگر جمہور علماء کہتے ہیں اس میں کراہت قطعاً نہیں۔ کیونکہ اس کا عزم گناہ کی طرف نہ لوٹنے کا پکا ہے۔ اور یہ فی الحال اس کے اس عزم کی نشاندہی ہے۔ پس مستقبل میں اس کا وقوع اس کے منافی نہیں۔ وقوع کی صورت میں کذب نہ بنے گا۔

**یابن آدم انك لو اتيتني بقراب الارضی:** یہ نہایت بلیغ جملہ ہے۔ اے بندے مشرک کے علاوہ اتنے گناہ لے کر تو مجھے ملے گا۔ تو تیرے اعتقاد توحید اور اقرار عقائد حقہ کی وجہ سے **لاتيتك بقرابها:** یہ مشاکلت کی وجہ سے تعبیر کر دیا۔ ورنہ بخشش الٰہی تو اس سے بہت بڑی اور وسیع ہے۔

**مغفرة:** اس سے معلوم ہوا کہ مغفرت ذنوب جو شرک کے علاوہ ہوں۔ ان کی بخشش کیلئے ایمان بنیادی شرط ہے۔ کیونکہ اس اصل پر قبول اطاعت اور **غفران ذنوب** کی بنیاد ہے۔ شرک کے ہوتے ہوئے۔ تو اصل ہی نہیں کہ جس پر تعمیر ہے۔ پس مغفرت کا بڑا سبب توحید ہے۔ جس سے اسے گم کر دیا اس نے ہر چیز کو گم کر دیا۔ اور جو توحید لے کر آیا اگرچہ اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی عمل خیر نہ ہوا۔ تو اس نے بخشش کا سب سے بڑا سبب پیش کیا لیکن اس کا معاملہ مشیت الٰہی پر ہے۔ بہر حال اس کا انجام جنت میں داخلہ ہے۔

رہے وہ لوگ جن کی توحید کامل ہے اور اخلاص مکمل ہے اور اس کے احکام بجالائے اور ان پر عمل کیا ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور وہ آگ میں "**ان منكم الا واردها**......" کی قسم پوری کرنے کیلئے داخل ہوگا۔

**مغفرت و عفو:** یہ دونوں لفظ مرادف ہیں۔ ان میں فرق ہے کہ جن گناہوں کی اطلاع نہیں ان کے بخشنے کیلئے مغفرت اور جن کی اطلاع ہے۔ ان کی بخشش کیلئے عفو ہے۔ صاحب فتح المبین کہتے یہ تحکم کے مشابہ قول ہے۔ **السحاب:** بادل یا جو بادل سامنے آئے۔ **قراب:** خلاء بھر کر معنی قریب ترین ہے۔ البتہ اس میں ساتوں آسمانوں کا خلا بھی شامل ہے جو ملء کے لفظ میں

نہیں۔ واللہ اعلم۔

**تخریج** : کتاب المأمورات باب ۱/۲ ۵ فضل الرجاء میں روایت گزری ملاحظہ فرمالیں۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۸۸۱ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ ، وَاَكْثِرْنَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ فَاِنِّيْ رَاَيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ" قَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ : مَالَنَا اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ : "تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ اَغْلَبَ لِذِيْ لُبٍّ مِنْكُنَّ" قَالَتْ : مَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ؟ قَالَ : "شَهَادَةُ امْرَاَتَيْنِ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ ، وَتَمْكُثُ الْاَيَّامَ لَا تُصَلِّيْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۸۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے عورتو! تم صدقہ کرو اور کثرت سے استغفار کرو۔ میں نے جہنم میں عورتوں کی کثرت دیکھی ہے"۔ ان میں سے ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم عورتوں کے زیادہ جہنم میں جانے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا: "تم لعنت بہت زیادہ کرتی ہو۔ خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے کوئی نہیں دیکھا جو تمہاری طرح ناقص عقل و دین ہو کر عقل والوں پر غالب آ جاتی ہو"۔ ایک عورت نے کہا عقل و دین کے نقصان کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: "دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دیا گیا اور کئی دن بغیر نماز کے رہتی ہو"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **معشر**: قوم، گروہ۔ النفر: صرف مردوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔ صاحب تجعین کہتے ہیں کہ یہاں اس کا استعمال مجازی معنی میں ہے یعنی ای جماعت۔

**ان نساء تصدقن**: مالی اور بدنی عبادتیں اختیار کرو۔ اس لئے کہ میں نے تم کو آگ میں بہت زیادہ تعداد میں دیکھا ہے۔ عورتوں نے پوچھا۔ ہماری تعداد آگ میں کیوں زیادہ ہے؟ **مالنا**: کا جملہ ظرف مستقر سے حال ہے۔ اور یہ بات اس بات کے خلاف نہیں۔ کہ ایک آدمی کی جنت میں بہتر (۷۲) بیویاں ہوں گے۔ دو بنات آدم میں سے اور ستر (۷۰) جنت میں سے۔ عورتیں ابتداء کے لحاظ سے آگ میں زیادہ ہوں گی اور انتہا کے لحاظ سے جنت میں زیادہ۔

**تکفرن العشیرہ**: یعنی تم اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے نہیں دیکھا کہ اتنی ناقص عقل و دین والی تم سے زیادہ غالب آنے والی ہیں۔ کیونکہ تمہاری تدبیر اور حیلہ بازی بہت بڑی ہے۔

**ما نقصان العقل والدّین** : آپ نے فرمایا تم دو کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے اور یہ نقص عقل قلت ضبط کی علامت ہے۔

**و تمکث الایام لا تصلی**: یہ نقص دین ہے کہ اتنے دنوں پر ملنے والا ثواب گم ہو جاتا ہے اگرچہ گناہ نہیں۔

بخاری کے الفاظ اس سے ذرا مختلف ہیں: "الیس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل؟ قلن بلٰی' قال :

**فذلك من نقصان عقلها أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم؟ قلن بلى' قال :فذلك من نقصان دينها"۔**

(بخاری، ابو ب الحیض عن ابی سعید)

**تخریج** : أخرجه مسلم (۷۹) وأبو داود (٤٦٨٠) وابن ماجه (٤٠٠٣)

**الفوائد** : (۱) عورتوں کا عیدگاہ کی طرف جانا بشرطیکہ مردوں سے الگ رہیں درست ہے۔ (۲) خاوند کی نافرمانی اور ناشکری کبیرہ گناہ ہیں۔ (۳) عقل زیادتی اور نقصان کو قبول کرتی ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلق عظیم سے نوازا تھا۔ (۵) صدقہ عذاب کو دور کرتا ہے۔

# ۳۸۷ :بَابُ بَيَانِ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْجَنَّةِ

## بَابٌ: ان چیزوں کا بیان جو اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کیلئے جنت میں تیار فرمائی ہیں

**تشریح** ۞ والمؤمنات: یعنی جنت۔ اللہ تعالیٰ کی وسعت اتنی ہے کہ اس کے بیان سے عبارت قاصر ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ﴾ [الحجر:٤٥] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ، اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيَاتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ، اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَّفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ، لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ [الزخرف:٦٨] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ، يَلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِيْنَ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ، يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ، لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [الدخان:١٥١] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ، تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتَامُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ [المطففين:٢٢]

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک تقویٰ والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے (حکم ہوگا) تم داخل ہو جاؤ۔ سلامتی کے ساتھ اس حال میں کہ تم امن سے رہو گے اور ہم ان کے دلوں میں سے ایک دوسرے کے متعلق کینہ کھینچ لیں گے۔ وہ

بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ ان کو ان جنتوں میں نہ تھکاوٹ پہنچے گی اور نہ ان کو جنت سے نکالا جائے گا''۔ (الحجر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے میرے بندو! آج تم پر نہ خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ مسلمان تھے۔ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ وہاں تمہیں خوشی کا سامان میسر ہوگا۔ ان پر سونے کی رکابیاں اور پیالوں کا دور چلایا جائے گا اور اس میں ان کو وہ ملے گا جو ان کے نفس چاہیں گے اور جس سے ان کی آنکھیں لذت اندوز ہوں اور (ان کو کہا جائے گا) تم ان میں ہمیشہ رہو۔ یہی وہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث بنایا گیا۔ ان اعمال کی وجہ سے جو تم کیا کرتے تھے۔ تمہارے لئے اس جنت میں کثرت سے میوے ہوں گے۔ جن کو تم کھاؤ گے''۔ (الزخرف) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک متقی لوگ امن والے مقام' باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ وہ باریک اور موٹا ریشم پہنیں گے' وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے اس میں ہر قسم کے پھل امن وسکون سے منگوائیں گے۔ اس جنت میں وہ موت کا مزہ نہ چکھیں گے مگر وہ پہلی موت جو آ چکی اور ان کو (اللہ) جہنم کے عذاب سے بچائیں گے۔ یہ (سب) تیرے رب کا فضل ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک نیک لوگ نعمتوں میں تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔ انکے چہروں پر تم آرام وراحت کی تروتازگی محسوس کرو گے اور ان کو مُہر شدہ خالص شراب پلائی جائے گی جس پر مشک کی مُہر ہوگی اور رغبت کرنے والوں کو ایسی ہی چیزوں کے بارے رغبت کرنی چاہئے اور اس شراب میں تسنیم کی آمیزش ہوگی یہ ایک شاندار چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پئیں گے۔ (المطففین)

آیات اس باب میں معروف ومشہور ہیں۔

جَنّٰتٍ: باغات۔ عُیُوْنٍ۔ نہریں۔ اُدْخُلُوْھَا۔ ان کو کہا جائے گا۔ بِسَلٰمٍ۔ آفات سے محفوظ۔ بعض نے کہا تم پر سلام کیا جائے گا۔ اٰمِنِیْنَ۔ ناپسند باتوں سے محفوظ ہوں گے۔ غِلٍّ۔ حسد وکینہ۔ اِخْوَانًا۔ وہ دوستی ومحبت کے لحاظ سے بھائی بھائی ہونگے۔ اَلنَّحْوُ: : یہ حال ہے۔ مُّتَقٰبِلِیْنَ۔ آمنے سامنے ہوں گے۔ یہ دونوں صفات ہیں یا حال ہیں۔ نَصَبٌ۔ تھکاوٹ۔ بِمُخْرَجِیْنَ۔ با زائدہ ہے۔ اخراج کی نفی تو جملہ کا مدلول ہے۔

یٰعِبَادِ: سے اس بات کی حکایت ہے جس کے ساتھ قیامت کے دن آپس میں محبت کرنے والے متقین کو آواز دی جائے گی۔ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ۔ آخرت کے معاملے میں جو آگے بھیج چکے اس کے متعلق تم پر کوئی اندیشناک چیز نہ ڈالی جائے گی۔ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ۔ جو امر دنیا تم نے چھوڑ ان کے متعلق کوئی غم نہیں۔ اَلَّذِیْنَ۔ مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای امدح الذین۔ وَاَزْوَاجُکُمْ۔ مؤمنہ بیویاں۔ تُحْبَرُوْنَ۔ تم خوش ہو گے۔ بِصِحَافٍ۔ جمع صحفۃ۔ پیالہ۔ اَکْوَابٍ۔ یہ کوب کی جمع ہے۔ پیالہ جس کا دستہ نہ ہو۔ مَا تَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ۔ شاید ہر جماعت کی فہم اس کو پانے سے قاصر ہیں جو ان کے رتبہ کے لائق ہے۔ اس لئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ناقص کامل کی بلندی کو چاہت سے نہیں پا سکتا۔ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ۔ جس کے مشاہدہ سے آنکھوں کو لذت ملے۔ گویا کان، ناک، ذائقہ کی مستلزات آنکھوں کے مقابلہ میں کم ہیں۔ اس لئے ان کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔ وَاَنْتُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔ یہ کامل ترین نعمت ہے۔ وَتِلْکَ الْجَنَّۃُ۔ اَلْجَنَّۃُ۔ یا تو خبر ہے اور الَّتِیْٓ اُوْرِثْتُمُوْھَا یہ اس کی صفت

ہے۔ یاوَ الَّتِی۔ کی صفت اس کی خبر ہے۔ یا دونوں صفت ہیں اور ظرف خبر ہے۔
یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ "لن یدخل احدکم الجنة بعمله" اس لئے کہ پہلے بیان کیا کہ جنت میں داخلہ تو مطلق رحمت الٰہی سے ہے اور مراتب میں فرق اعمال میں فرق کی وجہ سے ہے۔ یا توفیق عمل مسبب عنہ اور اس کا داخلہ اللہ تعالیٰ کی رحمت واحسان سے ہوگا۔ فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ۔ کوئی درخت پھل سے خالی نہ ہوگا۔
مَقَامٍ: اقامت کی جگہ۔ اَمِيْنٍ۔ اس مقام کا رہنے والا ہر قسم کی مکروہات سے بچا ہوا ہوگا۔ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ۔ یہ ان کے کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر فرمایا۔ يَلْبَسُوْنَ۔ اس میں ان کے لباس کا ذکر ہے۔ النحو: یہ جملہ مستانفہ یا دوسری خبر یا حال ہے۔ سُنْدُسٍ۔ باریک ریشم۔ اِسْتَبْرَقٍ۔ موٹا ریشم۔ مُّتَقَابِلِيْنَ۔ وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ ایک دوسرے کی طرف پشت نہ کریں گے۔ كَذٰلِكَ۔ ان کو ایسی چیزیں دی جائیں گی۔ (۲) بات تو یونہی ہے۔ زَوَّجْنٰهُمْ۔ ہم ان کا جوڑا بنا دیں گے۔ بِحُوْرٍ عِيْنٍ۔ الحور ستھری عورتیں۔ عِيْنٍ۔ بڑی آنکھ والیاں۔ بِكُلِّ فَاكِهَةٍ۔ وہ قسما قسم کے پھل لانے کا کہیں گے۔ اٰمِنِيْنَ۔ ہر ناپسند چیز سے امن میں ہوں گے۔ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ۔ بلکہ ان کی زندگی ابدی ہوگی۔ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى۔ لیکن اسے دنیا میں چکھ چکے۔ بعض نے کہا یہ الاستثناء مبالغہ کیلئے ہے مطلب یہ ہوا کہ فرض کرو اگر وہاں موت ہو تو وہ اس کو چکھیں گے بھی نہیں سوائے اس موت کے جو چکھ چکے اور ماضی والی موت کا چکھنا محال ہے۔ تو موت کا چکھنا محال ہوا۔ فَضْلًا۔ یہ سب عطیہ خداوندی ہے۔ الْفَوْزُ۔ کامیابی جیسا فرمایا "من زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز"۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ' تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ:

الْاَبْرَارَ: جمع بر۔ نیک۔ الْاَرَآئِكِ۔ تختوں پر پردہ میں ہوں گے۔ يَنْظُرُوْنَ۔ اپنی املاک اور نعمتوں یا اللہ تعالیٰ کی تجلیات کو۔ (۳) اپنے دشمنوں کو کہ ان کو کس طرح سزا مل رہی ہے۔ نَضْرَةَ۔ تروتازگی جو نعمتوں سے حاصل ہوتی اور ان کی رونق۔ رَّحِيْقٍ۔ خالص شراب۔ مَّخْتُوْمٍ۔ اس کے برتن ان کی عزت کیلئے بادشاہوں کی طرح مہر شدہ ہوں گے۔ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ۔ برتنوں پر مٹی کی جگہ کستوری ہوگی۔ (۲) اس کا ذائقہ سے ہوگا اور اس کے آخری میں کستوری ملی ہوگی۔ فَلْيَتَنَافَسِ۔ مقابلہ کرنا۔
حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ "ایما مؤمن سقی مؤمناً شربة علی ظما سقاه الله یوم القیامة من الرحیق"۔
مِزَاجُهٗ۔ جو چیز اس کے ساتھ شراب میں ملائی جائے گی۔ مِنْ تَسْنِيْمٍ۔ یہ جنت کا چشمہ ہے۔ يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ۔ یہ صرف ابرار کیلئے ملایا جائے گا۔
عَيْنًا: یہ امدح فعل محذوف کا مفعول ہے۔ (۲) حال ہے یا مَن کے معنی میں ہے۔ (۳) زائدہ ہے۔ (۴) فعل میں سیروی کا معنی متضمن ہے۔ (۵) یلتذ کے معنی کو متضمن ہے۔
نووی رحمہ اللہ کا اشارہ: اس آخری باب میں آخری آیت ختامہ مسک لا کر کتاب کے حسن انجام کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور یہ بھی اشارہ ہے کہ نیک لوگ شریعت کے کتاب وسنت سے ملے ہوئے پانیوں کو غٹ غٹ پئیں گے۔ اس سلسلہ کی آیات بہت

ہیں اور معروف ہیں۔

۱۸۸۲ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "يَأْكُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْهَا ، وَيَشْرَبُوْنَ ، وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ ، وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ ، وَلَا يَبُوْلُوْنَ ، وَلٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذَاكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ – يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ ، وَالتَّكْبِيْرَ ، كَمَا يُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۸۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اہل جنت جنت میں کھائیں گے، پئیں گے اور نہ ان کو قضائے حاجت کی ضرورت نہ ہوگی نہ ناک سے رینٹ نکلے گی اور نہ وہ پیشاب کی حاجت محسوس کریں گے لیکن ان کا کھانا ایک ڈکار کی صورت میں ہضم ہوگا جو مشک کے پسینے کی طرح ہوگا۔ ان کی تسبیح و تکبیر ان کے دل میں ڈالی جائے گی جیسے کہ سانس ڈالا جاتا ہے''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ یشربون: بطور تنعم کے پئیں گے۔ ان کو حاجت نہ ہوگی۔ جیسا دنیا میں بھوک پیاس کی وجہ سے پیتا ہے۔ ولا یتغوطون: وہ کھانے کی وجہ سے پاخانہ نہ کریں گے۔ ولا یمتخطون: ان کے ناک سے بھی رینٹھ نہ بہے گی۔ ولا یبولون: پانی پی کر پیشاب کی حاجت نہ ہوگی۔ جشاء: ڈکار آئے گا۔ کر شح المسك: جو ان کے اجسام پر کستوری کی خوشبو چھوڑے گا۔ ابن جوزی کہتے ہیں۔ جب کہ جنت والوں کی غذائیں انتہائی لطیف اور معتدل ہوں گی۔ ان میں ایذاء والی بدبو اور گندہ فضلہ نہ ہوگا۔ بلکہ ان غذاؤں سے عمدہ ہوائیں پیدا ہوں گی۔ یلھمون: ان کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کا الہام ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک گردانیں گے اور اس کے اوصاف کمال سے اس کی تعریف فرمائیں گے۔ یہ ذکر سانس کی طرح جاری ہوگا۔ اس کیلئے تکلف نہ کرنا پڑے گا۔ بلکہ راحت ولذت سے ان تسبیحات کے ترانے گائیں گے۔ ان پر کوئی تکلیف نہ ہوگی اور ان کے تنفس کو تسبیح قرار دیا اس کی وجہ یہ ہے ان کے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت سے منور اور بھرے ہوں گیا ور قاعدہ ہے۔ ''من احب شیئا ''اکثر ذکرہٗ ہے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٥/١٤٤٠٨) ومسلم (٢٨٣٥) وأبو داود (٤٧٤١) وابن حبان (٧٤٣٥) والطيالسي (١٧٧٦) وأبو يعلى (١٩٠٦) وأبو نعيم (٢٧٤) والبيهقي (٣١٦)

**الفوائد** : (۱) اہل جنت اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے معزز ہیں۔ (۲) اہل جنت کا کھانا پینا کستوری کی مہک بن جائے گا۔ (۳) تسبیح سانس کی طرح خود جاری رہے گی۔

۱۸۸۳ : وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ – وَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۸۳: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿فلا ...﴾ کوئی نفس نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کیا کیا چھپا رکھا ہے جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوگا''۔

**تشریح** ۞ **اعددت لعبادی:** میں نے اپنے ان بندوں کیلئے جو میرے بندے ہیں مخصوص کی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ **ما لا عین رات:** لا نفی جنس کا ہے۔ اس میں لاحول والی وجوہ خمسہ جائز ہیں۔ **خطر:** گزرنے کے معنی میں ہے۔ اس کا مصداق ''**فلا تعلم نفس ما اخفی لھم**'' ہے۔ **لھم** اور **من قرۃ اعین:** ایک ظرف نائب فاعل ہے۔ اور دوسرا اپنے قرین سے مجہول ہے۔ **اُخْفِیَ:** اور فعل مضارع ہو تو دونوں حال ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/١٠٠٢٤) والبخاري (٣٢٤٤) ومسلم (٢٨٢٤) والترمذي (٣١٩٧) وابن ماجه (٣٢٢٨) والحميدي (١١٣٣) وابن حبان (٣٦٩) وابن أبي شيبة (١٣/١٠٩) والدارمي (٢٨٢٨)

**الفوائد** : (۱) اللہ تعالیٰ نے ایمان و طاعات کے بدلے اپنے بندوں کیلئے جنت کی بے شمار نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔

۱۸۸۴ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَوَّلُ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى اَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَآءِ اِضَاءَةً : لَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ ، وَلَا يَتْفُلُوْنَ ، وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ – اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ ، وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ – عُوْدُ الطِّيْبِ – اَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ ، عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ : اٰنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ ، وَرَشْحُهُمْ فِيْهَا الْمِسْكُ ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سَاقِهِمَا مِنْ وَرَآءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ – لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ ، وَلَا تَبَاغُضَ : قُلُوْبُهُمْ قَلْبُ رَجُلٍ وَاحِدٍ ، يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا"

قَوْلُهٗ "عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ" رَوَاهُ بَعْضُهُمْ بِفَتْحِ الْخَآءِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ وَبَعْضُهُمْ بِضَمِّهِمَا وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ۔

۱۸۸۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ''پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے چاند کی طرح ہوں گے جو چودھویں کی رات ہوتا ہے' پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہوں گے وہ آسمان کے روشن ترین ستارے کی طرح ہوں گے جو آسمان میں چمک رہا ہو۔ نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ کریں' نہ تھوکیں گے اور نہ ناک بہے گی۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ کستوری جیسا ہوگا۔ ان کی انگیٹھیاں

عود جیسی خوشبودار لکڑی سے ہوں گی۔ انکی بیویاں بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی اور سب ایک ہی قد پر اپنے باپ آدم کی شکل وصورت کے ساٹھ (۶۰) ہاتھ بلند ہوگے''۔ (بخاری ومسلم)

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور ان کا پسینہ کستوری کا ہوگا اور ہر ایک کی کم از کم دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلی کا مغز حسن کے سبب گوشت سے نظر آئے گا' ان میں اختلاف نہ ہوگا' نہ باہمی بغض ہوگا اور ان کے دل ایک آدمی کے دل جیسے ہوں گے۔ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔

عَلٰی خَلْقِ رَجُلٍ: بعض محدثین نے اس لفظ کو خا کے فتح اور لام کے سکون کے ساتھ اور بعض نے ان دونوں کے پیش کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ دونوں صحیح ہیں۔

**تشریح** ۞ زمرة: جماعت۔ ليلة البدر: چودھویں رات کا وقت ہوتا ہے۔ اصل مقصد چمک اور روشنی میں مشابہت بتلانا ہے۔ کوکب دری: دری۔ بہت روشنی والا ستارہ ف۔ فیراء کہتے ہیں یہ بڑی جسامت اور بہت روشنی والا ستارہ ہے۔ اس میں چار لغت ہیں جو مختلف کیفیات کو ظاہر کرتی ہیں۔ (۱) دُرِّیٌّ: یہ دُر کی طرف نسبت ہے۔ جو اس کی روشنی اور سفیدی کو ظاہر کرنے کیلئے نسبت کی جاتی ہے۔ (۲) دُریٔ۔ یہ درأ سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی دفع کرنا ہے۔ کیونکہ وہ طلوع کے وقت ہٹتا ہے۔ (۳۔۴) ابن جوزی نے کسائی سے نقل کیا کہ دال کے ضمہ سے یہ در کی طرف نسبت ہے۔ اور کسرہ دری سے جاری ہونے والا۔ دَرِیٌّ: چمکدار۔ في السماء: یہ کوکب کی صفت ہے۔ اضاءةً: یہ اشد کی تمیز ہے۔

لا يبولون: بخاری میں لا يقمون: کے لفظ کا اضافہ ہے۔ فتح میں ہے کہ یہ صفات نقص ہیں۔ ان کی نفی کر دی۔

امشاطهم: یہ مُشط: یہ میم کے کسرہ وضمہ دونوں سے آتا ہے۔ ایک روایت چاندی کی کنگیاں بھی وارد ہے۔ گویا ایک کے تذکرے پر اکتفاء کیا گیا۔ اس کی تائید ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت سے ہے۔ ''جنتان من ذهب انيتهما وما فيهما وجنتان من فضة انيتهما وما فيهما'' (بخاری، مسلم)

الالوة: دھونی والا عود جیسا کہتے ہیں عود الطیب بخاری کی روایت میں وقود مجامر هم الالوة: اس روایت میں مجامر کو بتلایا گیا کہ وہ عود کی ہوں گی۔ المجامر جمع مجمرة انگیٹھی اس کو مجمرہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کوئلے رکھے جاتے ہیں۔ تا کہ جو بخورات اس میں رکھی جائیں وہ کوئلوں پر مہکیں۔ الالوة کا لفظ ھمزہ کے ضمہ اور فتحہ سے آتا ہے۔ اور ابن تین نے ہمزہ کا کسرہ بھی نقل کیا ہے اور واؤ مخفف ہوگی۔ بعض نے زائدہ کہا ہے۔ اصمعی کہتے ہیں یہ فارسی لفظ ہے۔ عود کی خوشبو تو آگ پر رکھنے سے مہکتی ہیں اور جنت میں آگ نہیں۔ اس کا جواب یہ ممکن ہے۔ کہ بغیر آگ کے حکم الٰہی سے خوشبو دے اور سمجھانے کیلئے تعبیر تو مجمرہ سے ہی کی جانی چاہیے تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ بغیر آگ شعلہ زن ہو اور وہ بلا ضرر آگ ہو جس میں احراق نہ ہو یا بلا اشتعال نار وہ خوشبو دے۔

(اور یہ بھی ممکن ہے کہ جنت کی جس طرح ہر چیز نرالی ہے۔ وہ خود مہکنے والا عود ہو جیسے وہاں کی کستوری نافہ ہرن کی محتاج نہیں)۔ قرطبی کا قول۔ ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے۔ کنگھی کی کیا حاجت جب کہ چہرے پر بال نہ ہوں گے اور سر کے بال میلے نہ

ہوں گے اور تیل کے محتاج نہیں کہ کنگھی سے سیدھے کیے جائیں اور بخور کی کیا ضرورت جبکہ ان کی خوشبو مشک سے بڑھ کر ہوگی۔

ـ ـ : اہل جنت کی نعمتیں خواہ کھانے سے متعلق ہوں یا پینے اور کپڑوں اور خوشبو سے متعلق ہوں۔ وہ بھوک یا پیاس، کہن پن، ننگے، بدبو سے ان کا تعلق نہیں۔ وہ مسلسل لذات اور پے در پے انعامات ہیں۔ ان میں تنوع طبع انسانی کو بھاتا ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ جن نعمتوں سے دنیا میں لذت حاصل کر رہے۔ ان کا استعمال خوب پہچان کی وجہ سے زیادہ لذت اندوز ہے۔ باقی دنیا و آخرت کی نعمتوں میں وہی تفاضل ہے۔ جو دنیا اور آخرت میں ہے۔ اس پر کتاب وسنت کی آیات وروایات دال ہیں۔ (المفہم القرطبی)

**ازواجھم الحور العین**: یہ بنات آدم سے زائد ہوں گی جیسا روایت میں وارد ہے۔

**علی خلق رجل**: خَلق ہو صورت مراد ہے اور خُلق ہو طریقہ اور صفت۔ **ستون ذراعًا**: اس سے بخاری ومسلم کی دوسری روایت کی تائید نکلتی ہے۔ **انیتھم فیھا** کے الفاظ بھی ہیں۔ گزشتہ سطور میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی مؤید ہے اور طبرانی کی یہ روایت جو انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً مروی ہے۔ "**ان ادنٰی اھل الجنة درجة لمن یقوم علی رأسه عشرة آلاف خادمٍ بید کل واحد صحیفتان واحدة من ذھب والاخرٰی من فضة**" (طبرانی) **رشحھم**: ٹپکنے والا پسینہ۔

**لکل واحد منھم زوجتان**: ابن حجرؒ کہتے ہیں۔ اس سے نساء دنیا مراد ہیں۔ امام احمد کی روایت میں ادنیٰ جنتی کی تعریف میں بہتر (۷۲) حوروں کا تذکرہ ہے۔ جو دنیا کی بیویوں سے الگ ہوں گی۔ مگر اس کی سند میں شہر بن حوشب جس پر کلام کیا گیا ہے۔ پھر اس پر کئی روایات ابن حجر نے ذکر کیں۔ پھر ابن قیم کا قول نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں۔ صحیح احادیث میں سوائے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کے اور کوئی صحیح روایت نہیں جس میں دو بیویوں سے اضافہ ہو وہ یہ ہے۔ "**ان للمؤمن فی الجنة لخیمة من لؤ لؤ له فیھا اھلون یطوف علیھم**" پھر ابن قیم کی بات پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا کہ ضیاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے۔ "**ثم تدخل علیه زوجتاہ**" موافقت کی صورت یہ ہے۔ کہ کم از کم ایک جنتی کی دو بیویاں ہوں گی۔ بعض نے تثنیہ کو تکثیر وتعظیم کیلئے قرار دیا۔ جیسے **لبیك وسعدیك** میں۔ مگر اس قول کی کمزوری مخفی نہیں۔ (فتح الباری)

ابوحاتم نے ایک لطیفہ لکھا کہ اصمعی تو ایک زوجہ کا بھی انکار کرتے اور تا کو تانیث کیلئے نہ مانتے تھے۔ ہم نے مرزدق کا یہ شعر ان کو سنایا تو وہ بالکل خاموش ہو گئے۔

ـ **وإن الذی یسعٰی لیفسد زوجتی ☆ کساع إلی أسد الشرٰی یستبلھا**

**یری مخ ساقھا من وراء اللحم**: بخاری کی روایت میں **العظم والمخ** دونوں کا تذکرہ ہے۔ مُخ ہڈی کا مواد اور اس سے مراد اس کی شاندار صفائی ہے کہ ہڈی کے اندر کا مغز ہڈی، گوشت اور کھال سے مخفی نہ رہے گا۔ اور ترمذی میں ہے: "**لیری بیاض ساقھا من وراء سبعین حلة حتی یریٰ مُخَّهٗ**" اور احمد کی روایت میں جو ابوسعید سے مروی ہے۔ وارد ہے کہ

"ینظر فی خدھا اصفی من المرآۃ" اور محاسن کے سبب بیان کرنے کی وجہ اس کی خلقت کے حسن اور بدن کی لطافت کو بیان کرنا ہے۔

**قلوبھم قلب واحد:** بعض روایات میں رجل کا لفظ بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں باہمی تباغض، تحاسد، اختلاف جیسے مذموم اخلاق نہ ہوں گے۔

**بکرۃ وعشیا:** ان اوقات کی مقدار، قرطبی کہتے ہیں یہ تسبیح تکلیفی نہیں ہوگی۔ بلکہ جیسا حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے "یلھمون التسبیح" الہامی ہوگی۔ جیسا کہ سانس آتا جاتا ہے۔ اسی طرح صادر ہوگی اور اس کی وجہ شبہ ایک ضعیف روایت میں وارد ہے کہ عرش کے نیچے ایک پردہ لٹکا ہے۔ وہ لٹکا رہے گا پھر ہٹا دیا جائے گا۔ اس کا پھیلانا بکور اور لپیٹنا عشی کی علامت ہوگی۔ خَلق صورت ظاہرا اور خُلق صورۃ مدرکہ بالدصارت کو کہتے ہیں۔ اس میں ضمہ کو راجح قرار دیا گیا۔ کیونکہ روایت میں ہے۔ "لا اختلاف بینھم ولا تباغض قلوبھم قلب واحدٌ" اور فتح کیلئے اسی روایت کے الفاظ "علی صورۃ أبیھم آدم" ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٣/٨٢٠٥) والبخاری (٣٢٤٥) ومسلم (٢٨٣٤) والترمذی (٢٥٤٦) وابن ماجه (٤٣٣٣) والدارمی (٢٨٢٣) والحمیدی (١١٤٣) وعبد الرزاق (١٠٨٧٩) وابن حبان (٧٤٢٠) وابن أبی شیبة (١٣٠/١٤) وأبو یعلی (٦٠٨٤) والبیهقی (٣٣٣)

**الفوائد** : (۱) جنت میں پہلے داخل ہونے والوں کی حالت ذکر کی گئی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں بھی ان جیسا بنا دے آمین ثم آمین۔ (۲) ان کے اجسام سے خوشبو مہکے گی۔ (۳) محبت والفت میں اعلیٰ مقام پر ہوں گے۔ حورعین ان کی بیویاں ہوں گی۔

۱۸۸۵ : وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"سَاَلَ مُوْسٰى رَبَّهٗ مَا اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً؟ قَالَ : هُوَ رَجُلٌ يَجِيْئُ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَيُقَالُ لَهٗ : ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ : اَیْ رَبِّ كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ ، وَاَخَذُوْا اَخَذَاتِهِمْ؟ فَيُقَالُ لَهٗ : اَتَرْضٰى اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِّنْ مُلُوْكِ الدُّنْيَا؟ فَيَقُوْلُ : رَضِيْتُ رَبِّ - فَيَقُوْلُ : لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ وَمِثْلُهٗ وَمِثْلُهٗ وَمِثْلُهٗ فَيَقُوْلُ فِي الْخَامِسَةِ : رَضِيْتُ رَبِّ فَيَقُوْلُ : هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ - فَيَقُوْلُ : رَضِيْتُ رَبِّ ، قَالَ : رَبِّ فَاَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً؟ قَالَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَرَدْتُ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِیْ وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ ، وَلَمْ تَسْمَعْ اُذُنٌ ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۸۵: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "موسیٰؑ نے رب سے سوال کیا کہ جنت میں کمتر درجہ کا جنتی کیسا ہوگا؟ اللہ نے فرمایا: "وہ آدمی جو اس وقت آئے گا کہ جنت والے جنت میں داخل کیے جا چکیں گے۔ پس اس سے کہا جائے گا تو جنت میں داخل ہو جا۔ وہ کہے گا اے میرے رب! میں کس طرح داخل ہوں جبکہ لوگ اپنے مکانات میں جا چکے اور انہوں نے جو کچھ لینا تھا وہ لے چکے؟ پھر اس کو کہا جائے گا کہ کیا تو پسند کرتا ہے کہ تجھے دنیا کے ایک بادشاہ جتنا ملک دے دیا جائے؟ اس پر وہ کہے گا میں راضی ہوں۔ اللہ فرمائیں گے۔ تجھے اتنا اور اس کے چار مثل اور دے دیا وہ پانچویں میں مرتبہ کہے گا۔ اے میرے ربّ میں راضی ہوں۔ پھر اللہ فرمائیں گے یہ۔ اور اس سے دس گنا اور دیا (مزید) تمہیں وہ بھی دیا جس کی تمہارے دل میں خواہش ہے اور تیری آنکھیں جس سے لذت اندوز ہوں۔ وہ کہے گا میرے ربّ میں راضی ہوں۔ موسیٰؑ نے عرض کیا: اے ربّ جنت میں سب سے اعلیٰ مرتبہ والا کیسا ہوگا۔ فرمایا: "وہ لوگ ہیں جن کی عزت کو اپنے بابرکت ہاتھ سے ثابت کیا اور اس پر مُہر لگا دی۔ پس کسی آنکھ نے اس کو نہیں دیکھا کسی کان نے نہیں سنا حتیٰ کہ اس کا خیال بھی کسی دل میں نہیں آیا"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **ما ادنی**: سب سے کم مرتبہ والا۔ **منزلۃً**: یہ تمیز ہے۔

**مما ادخل اهل الجنة**: ماضی مجہول ہے۔ اہل الجنۃ نائب فاعل ہے۔ مضارع زیادہ بہتر تھا۔ **ادخل الجنة** کا خطاب سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا۔ وہ عرض کرے گا۔ اس قرب کے متعلق میں نہیں جانتا کہ کیسے جنت میں داخل جبکہ لوگ جنت میں اپنے اپنے مکانات میں پہنچ چکے اور دوسروں کیلئے کوئی جگہ باقی نہیں چھوڑی۔ **ملك مثل ملك من ملوك الدنيا**: ملوک کے ساتھ دنیا کی قید بندے کی پہچان کی وجہ سے لگائی گئی ہے۔

**رضيت رب**: حرف نداء کو اپکار و مسارعت کیلئے حذف کیا ہے۔

**لك ذلك**: اشارہ بعید اس کی تفخیم وتکریم کو بڑھانے کیلئے استعمال ہوا۔ **و مثله**: کو مبتداء پر عطف کیا۔ فضل میں اضافہ کیلئے فرمایا تاکہ وہ خوش ہو جائے۔ یہ چار مرتبہ فرمایا۔ پھر پانچویں مرتبہ کہے گا میں راضی ہو گیا۔ پہلے سوال سے کم درجہ ملا تو آخری سوال سے اعلیٰ درجہ ملا۔ **لك و عشرة امثاله**: اس پر یہ مزید عنایات ہوں گی۔ آگے **ما اشتهت** سے وہ نعمت جو جنت کی عمومی ہے۔ اس کا تذکرہ فرمایا۔ جیسا قرآن مجید میں ہے: ﴿وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ﴾ [الزخرف: ۷۱] وہ عرض کرے گا۔ میں راضی ہوں۔ یہ کلمہ زیادہ رضا کیلئے ہے۔

**قال رب فاعلاهم منزلة**: وہ عرض کرے گا ان میں اعلیٰ مراتب والے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ ان لوگوں کی عظمت کے درختوں کو میں نے اپنی قدرت سے اُگایا۔ کسی فرشتے کو واسطہ بھی نہیں بنایا۔ اور اس پر مہر لگا دی تاکہ اور کوئی نہ دیکھے۔ ان کو وہ کچھ دیا جو اور کسی کو نہیں دیا۔ مبالغۃً اس کو **لم تر عين** سے تعبیر فرمایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے ایک اور روایت میں کچھ الفاظ کا فرق ہے۔ جن کو ذکر کیے دیتے ہیں۔

**فرق روایت**: **لقاب قوس احد كم**۔ قاب کمان کے دستہ اور کنارہ کا درمیانی فاصلہ۔ **السيه**: کمان کی منحنی جانب۔ قاب اس کا معنی مقدار استعمال ہوتا ہے۔ **من الجنة**: جنت نفاست و دوام کی وجہ سے **خير ما تطلع** کا مطلب تمام دنیا ہے۔

(بخاری ابواب الجنہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: ان فی الجنہ سوقا: تاکید کے ساتھ لانے کی وجہ اس کے متعلق اہل کتاب کا تردد ہے۔ السوق کو سوق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے سامان کھینچ کر لاتے ہیں یا اپنی پنڈلیوں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ یا آپس میں بھیڑ کی وجہ سے پنڈلیاں ٹکراتی ہیں۔ کل جمعہ: سے مراد اتنی مقدار ہے۔ شمالی ہوا چل کر ان کے کپڑوں پر رحمتیں بکھرے گی۔ جس سے ان کا حسن و جمال بڑھ جائے گا۔ گویا وہ تمام انواع کمال جو دل میں متصور ہوگی وہ ان کو ملے گا۔ وقد ازدادوا حسنا و جمالاً: یہ جملہ حالیہ یرجعون کے فاعل سے حال ہے۔ اھلوھم: جب ان پر گھر والوں کی نظر پڑے گی تو کہیں گے تمہارا حسن اللہ کی قسم بہت بڑھ گیا۔ واللہ لقد ازدوتم حسنا و جمالاً: یہ تاکید اس لئے گویا اپنے دلوں میں اس اضافے کا انکار کر رہے ہوں گے۔ وہ اس وقت یقین کر کے ان کی طرف نگاہ ڈالیں گے تو ان کے حسن میں اضافہ ہو چکا ہوگا۔ تو وہ انہیں کہیں گے۔ فیقولون وانتم واللہ ازددتم: یہ بھی مخاطبات کی یقین دہانی کیلئے قسم سے لائے۔

اس سے نتیجہ نکلا کہ اہل جنت کا جمال لحہ بہ لحہ بڑھتا جائے گا۔ بعض اسی طرح ہوگا اور بعض صوری کے مشابہ ہوگا۔

[مسلم ابواب الجنہ]

**تخریج**: أخرجه الحميدى (٧٦١) ومسلم (١٨٩) والترمذى (٣١٩٨) وابن حبان (٦٢١٦) والطبرانى (٢٠/٩٨٩) وابن منده (٨٤٥) والبيهقى (ص: ٣١٧)

**الفوائد**: (۱) اللہ تعالیٰ کا فضل، کرم اس سے بہت بڑا اور وسیع ہے کہ کوئی انسان اس کا احاطہ کرے۔ (۲) اس روایت میں جنت کے منازل اور کرامات کو ذکر فرمایا ہے۔

١٨٨٦ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنْهَا ' وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ :رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا – فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ :اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَاْتِيْهَا فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰى ' فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُّهَا مَلْاٰى؟ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ :اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ ' فَيَاْتِيْهَا فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰى ' فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ :اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ ' فَاِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشْرَةَ اَمْثَالِهَا اَوْ اِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشْرَةِ اَمْثَالِ الدُّنْيَا – فَيَقُوْلُ :اَتَسْخَرُبِیْ ' اَوْ تَضْحَكُ بِیْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ" قَالَ :فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ فَكَانَ يَقُوْلُ :"ذٰلِكَ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

١٨٨٦: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میں اس آخری آدمی کو جو آگ سے سب سے آخر میں نکلے گا اچھی طرح جانتا ہوں یا جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے کو جانتا

ہوں۔ وہ آدمی آگ سے گھٹنوں کے بل نکلے گا۔ پس اللہ فرمائیں گے جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ جنت کے پاس آئے گا۔ پھر اس کو خیال پیدا ہوگا کہ جنت تو بھر چکی وہ واپس لوٹ کر جائے گا اور کہے گا اے میرے رب! جنت کو میں نے بھرا ہوا پایا۔ پس اللہ اسے فرمائیں گے جا اور جنت میں داخل ہو جا۔ وہ پھر جنت کے پاس آئے گا اور خیال کرے گا کہ وہ تو بھری ہوئی ہے۔ پھر لوٹ جائے گا اور عرض کرے گا۔ اے ربّ! میں نے اس کو بھرا ہوا پایا۔ پس اللہ فرمائیں گے: تم جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ' تجھے دنیا اور اس کے دس گنا برابر دے دیا یا بے شک تجھے دس گنا دنیا کے برابر دیا۔ پس وہ کہے گا کیا آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں یا میرے ساتھ ہنسی کرتے ہیں حالانکہ آپ مالک الملک ہیں؟۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو اس مقام پر اتنا ہنستے ہوئے دیکھا کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ پس آپؐ فرماتے تھے یہ سب سے ادنیٰ درجہ کا جنتی ہے''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ✿ رجلاً: بعض نے کہا یہ جھینہ قبیلے کا آدمی ہوگا (تحفۃ القاری لزکریا)

**حبواً:** مسلم میں زحفاً کے لفظ ہیں۔ دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔

**فیقول اللّٰہ:** اسے آگ سے نکالنے کے بعد۔

**اذھب فادخل الجنۃ:** یہ امر اباحت کیلئے ہے۔

**فیرجع:** وہ جنت کو بھرا ہوا سمجھ کر واپس لوٹ جائے گا۔ یعنی محل مناجات کی طرف لوٹ جائے گا۔ **ملای** یہ الملء سے تَعْلٰی کا وزن ہے۔

**یا رب وجدت ملای:** یہ لازم فائدۃ الخبر کی قسم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کچھ مخفی نہیں۔ **لک مثل الدنیا وعشرۃ امثالھا:** دنیا اور اس کے مثل اور ملا کر۔ **ان لک مثل عشرۃ امثال الدنیا:** او شک راوی کیلئے ہے۔ اور مشکوک فیہ گیارہویں مثل کا اضافہ ہے۔ ماقبل کی حدیث سے یہ اعلیٰ ہے شاید اس کو اس سے پہلے جنت میں داخل کیا ہو اگر چہ اعلیٰ ملا ہوا۔

**اتسخربی۔ او تضحک بی** کے الفاظ ہیں۔ قاضی کہتے ہیں یہ قول اس آدمی کی طرف سے اس وقت ہوگا جب کہ وہ خوشی سے اپنے کنٹرول میں نہ ہوگا۔ قرطبی کہتے ہیں خوشی نے اس کو مدہوش کر دیا اور اس کی عقل کو نادان بنا دیا۔ **انت الملک:** یہ مالک سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ ہر ملک مالک ہے ہر مالک ملک نہیں۔

**قال لقد رایت رسول اللّٰہ ﷺ ضحک:** یہ جملہ حالیہ ہے۔ قَدْ مقدر ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے نواجذ نظر آئے۔ (یہ انتہائی ضحک کی علامت ہے) باب المحافظہ بالسنہ میں گزرا کہ یہ ڈاڑھوں کا نام ہے۔ بعض نے کہا آخری ڈاڑھ جس کو عقل داڑھ کہتے ہیں۔ بعض نے تمام ڈاڑھیں کہا۔ بعض فرس وناب کی درمیانی ڈاڑھیں۔

**اھنی اھل الجنۃ:** یہ اہل جنت کے کمترین درجہ والا شخص ہے۔ ادنیٰ اس کے منافی نہیں کیونکہ اس کے مراتب ہیں۔ یا یہ بڑھانے کیلئے فرمایا گیا۔ ورنہ اس کو اس سے بڑھایا جائے گا۔

**تخریج:** أخرجه مسلم (١٨٦) البخاری (٦٥٧١) والترمذی (٢٦٠٤) وأحمد (٢/٣٥٩٥)

**الفوائد:** (۱) اہل توحید لعاصی میں مستغرق ہونے کے باوجود عذاب میں ہمیشہ نہ رکھے جائیں گے۔ (۲) ادنیٰ جنتی دنیا

کے بادشاہوں سے بڑی بادشاہت والا ہوگا۔ اللّٰھم اجعلنا من اھلھا۔

۱۸۸۷ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ قَالَ: "اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِی الْجَنَّةِ لَخَیْمَةً مِّنْ لُؤْلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ طُوْلُهَا فِی السَّمَاءِ سِتُّوْنَ مِیْلًا ، لِلْمُؤْمِنِ فِیْهَا اَهْلُوْنَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمُ الْمُؤْمِنُ وَلَا یَرٰی بَعْضُهُمْ بَعْضًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ "اَلْمِیْلُ" سِتَّةُ الآفِ ذِرَاعٍ۔

۱۸۸۷: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک مؤمن کے لئے کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا جس کی طوالت ساٹھ میل ہوگی اور اس میں مؤمن کے گھر والے ہوں گے جن پر وہ چکر لگائے گا اور وہ ایک دوسرے کو نہ دیکھیں گے''۔ (بخاری و مسلم) اَلْمِیْلُ: چھ ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے۔

**تشریح** لخیمة: جنگل کے باسیوں کا مربع گھر۔ مجوفة: کھوکھلا ہوگا اس کی بلندی ۶۰ میل اور مسلم کی روایت میں اس کا عرض ۶۰ میل لکھا ہے۔ نووی کہتے ہیں ان میں تضاد نہیں۔ گویا اس کی اونچائی اور چوڑائی برابر ہوگی۔

فلا یری بعضھم بعضًا: بہت دور ہونے کی وجہ سے یا حکمت الٰہیہ کے مطابق ایک دوسرے سے خفیہ رکھنے کیلئے۔ بعض نے کہا میل کی مقدار ۶ ہزار زراع ہے۔ فقہاء صلاۃ مسافر میں تین ہزار پانچ سو زراع قرار دیتے ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (۷/۱۹۷۰۱) والبخاری (۳۲۴۳) ومسلم (۲۸۳۸) والترمذی (۲۵۳۶) والدارمی (۲۸۳۳) وابن حبان (۷۳۹۵) وأبو الشیخ (۶۰۶) والبیھقی (۳۰۲)

**الفرائد** : اس میں جنت کے انعامات خیموں کا تذکرہ ہے جو ایک موتی سے بنے ہوں گے۔ (۲) حورعین ان خیموں میں ان کی منتظر ہوں گی۔ جیسے فرمایا: فیھن خیرات حسان...... ۔

۱۸۸۸ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "اِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِیْعَ مِائَةَ سَنَةٍ مَّا یَقْطَعُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَرَوَیَاهُ فِی الصَّحِیْحَیْنِ اَیْضًا مِّنْ رِوَایَةِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ مَا یَقْطَعُهَا۔

۱۸۸۸: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ہوگا اگر عمدہ پتلی کمر والے تیز گھوڑے کا سوار سو سال بھی چلے تو اس کے سایہ کو سو سال تک طے نہ کر سکے''۔ (بخاری و مسلم)

ان دونوں نے اس روایت کو بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ سوار سو سال اس کے سائے میں چلتا رہے گا پھر بھی اس کو ختم نہ کر سکے گا۔

**تشریح** الجواد: جاد الفرس۔ جبکہ وہ فائق ہو جائے۔ اس کی جمع جیاء ہے۔ المضمر: گھوڑے خوب چارہ ڈال کر

موٹا اور طاقتور بنایا جائے۔ پھر خوراک بقدر گزارہ کردی جائے اور کمرے میں داخل کر کے اس پر جھول وغیرہ ڈال دیں تا کہ حرارت پہنچ کر پسینہ آجائے۔ جب پسینہ خشک ہوگا تو اس گوشت کم ہو جائے گا۔ یہ گھوڑا دوڑ میں طاقتور رہتا ہے۔ قاضی کہتے ہیں بعض مِضْمر بمعنی سوار کہا ہے۔ مگر یہ غیر معروف ہے پہلا معروف معنی ہے۔

مائة سنه: لیسیر فعل محذوف کا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ وہ اس سایے کو عبور نہ کر سکے گا۔ کیونکہ وہ اس سے بھی وسیع تر ہوگا۔ ترمذی و ابن ماجہ سے اس روایت کو بتمام و کمال روایت کیا مگر السنہ کی العام کا لفظ لائے۔ اور ما کی جگہ لا نافیہ لائے۔ ظِلّ سے مراد اس کی نعمتیں ہیں جیسے کہتے ہیں انا فی ظلّك: (۲) جانب معنی ہے۔ تا کہ درازی کی طرف اشارہ ہو۔ جیسے کہتے ہیں۔ انا فی ظلك ای ناحیتك۔

قرطبی کہتے ہیں۔ اس تاویل کی ضرورت اس لئے ہوئی۔ ظل اہل دنیا کے ہاں جو دھوپ کی گرمی اور ایذاء سے بچائے اور وہاں تو نہ دھوپ نہ ایذاء۔ بعض نے کہا ظلّھا سے مراد جو چیز اس کی ٹہنیوں کو ڈھانپے۔ راغب کا قول۔ ظل کا لفظ فی کی بنسبت عام ہے۔ رات کے سائے کو بھی کہا جاتا ہے۔ ظل اللیل و ظل الجنة: ہر وہ جگہ جہاں سورج کی دھوپ نہ پہنچے اس کو ظل کہتے ہیں۔ فئی: نہیں بولتے مگر اس وقت جبکہ وہاں سے دھوپ ڈھل جائے۔ ظل بول کر عزت، نعمت، رفاہیت نگہبانی بھی مراد لی جاتی ہے۔ خوشحال زندگی کو ظل ظلیل کہتے ہیں۔

**تخریج**: أخرجه البخاری (٦٥٥٣) ومسلم (٢٨٢٨) والترمذی (٢٥٣٢) أخرجها أحمد (٣/٩٤١٤) والبخاری (٣٢٥٢) ومسلم (٢٨٢٦) والحمیدی (١١٣١) وابن حبان (٧٤١١) والترمذی (٢٥٤١) وابن أبی داود (٦٧) وأبونعیم (٤٠١) وعبد الرزاق (٢٠٨٧٨) والبیهقی (٢٦٨) والدارمی (٢٨٣٨)

**الفرائد**: ایمان والوں کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کے جنات کی بے شمار نعمتیں دی جائیں گی۔

۱۸۸۹: وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَآءَوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَرَآءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَآءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ: قَالَ: بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِيْنَ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۸۸۹: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل جنت اپنے سے بلند درجہ والے بالانشینوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح مشرق و مغرب کے اُفق پر چمکدار ستارے کو دیکھتے ہیں۔ یہ فرق ان کے درمیان فضیلت کی وجہ سے ہوگا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ بلند مراتب تو انبیاء علیہم السلام کو ہی حاصل ہو سکیں گے۔ دوسرے لوگ تو ان تک نہ پہنچ سکیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: "کیوں نہیں؟ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت

میں میری جان ہے ان لوگوں کو بھی ملیں گے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے''۔
(بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ یتراؤن: مسلم میں یرون ہے۔ معنی ایک ہے۔

**الغرف من فوقھم** ﴿النجوم﴾: یہ غرف کیلئے صفت ہے یا محل حال میں ہے۔

**کما تراء ون**: اہل جنت جنت میں متفاوت منازل و درجات والے ہوں گے۔ یہاں تک کہ بلند درجات والے نیچے والوں کو ستاروں کی طرح دیکھیں گے۔ کیونکہ درجات کا تفاضل اعمال کے لحاظ سے ہوگا۔ **الغابر**: گزشتہ ہے۔ بعض روایات میں العابز کا لفظ ہے۔ قاضی کہتے ہیں اس کا معنی جو غروب کے لحاظ سے بعید ہو۔ بعض نے غائب معنی کیا۔ مگر وہ یہاں درست نہیں یہاں تو بعد ظاہر کرنا مقصود ہے۔ پہلی روایت معروف ہے۔ اس کی تفسیر روایت ''**من المشرق الی المغرب**'' سے کی گئی ہے۔

قرطبی کہتے ہیں۔ دیکھنے والے کے دیکھنے کو مکان سے ستارہ دیکھنے والے سے تشبیہ دی ہے۔ جو مشرقی افق میں روشنی اور دوری ہو اور مشرق و مغرب کے تذکرہ سے شدت بعد و رفعت کی طرف اشارہ ہے اور افق سے کنارہ آسمان مراد ہے اور مسلم کی روایت میں ''**من الافق من المشرق و المغرب**'' کے الفاظ موجود ہیں۔ قرطبی کہتے ہیں اس میں اول مَن ابتداء غایت کیلئے ہے اور دوسرا بیانیہ ہے۔

**یا رسول اللّٰہ منازل الانبیاء**: اپنے علم کے مطابق خبر بھی بن سکتا ہے۔ (۲) ہمزہ استفہامیہ مقدر ہو تو سوال ہے۔

**رجال**: خبر کی دلالت کی وجہ سے مبتداء کو حذف کر دیا ''**ای اھلھا رجال**'' (۲) مقدر مانا **ای ھم رجال** مطلب یہ ہے کہ منازل ان خاص لوگوں کے منازل ہیں۔ اس کے کلام میں کمزوری ظاہر ہے۔

**امنوا باللّٰہ**: پھر اس کا قول بلی۔ قرطبی کہتے ہیں یہ جواب اور تصدیق ہے۔ مقام کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جواب پہلے سے اضراب اور دوسرے کا ایجاب ہو۔ شاید بلی تھا۔ پھر بل ہو گیا۔ ابن التین نے بیان کیا کہ ابوذر کی روایت میں بل ہے۔ بل کی توجیہ اس طرح بھی ممکن ہے۔ کہ تقدیر عبارت یہ ہے: **نعم ھی منازل الانبیاء بایجاب اللّٰہ تعالٰی لھم ذلک** اور کبھی وہ دوسروں پر بھی ان منازل تک اپنے فضل سے پہنچا دیتے ہیں۔

ابن التین نے کہا ممکن ہے کہ بلی ''**لا یبلغھا غیر ھم**'' کی نفی کا جواب ہو۔ گویا اس طرح کہا کیوں نہیں اور بھی وہاں تک پہنچیں گے۔

**صدقوا المرسلین**: یعنی رسولوں نے سچ کہا یعنی ان کی تصدیق کا جو حق ہے ورنہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس کے رسول کی تصدیق کی وہ اس درجے تک پہنچے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں اور یہ بھی احتمال ہے۔ رجال کے لفظ کو نکرہ لانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کچھ مخصوص لوگ اس صفت سے متصف ہوں گے اور اس سے یہ لازم نہیں کہ ہر وہ شخص جو اس صفت سے

متصف ہو اس کا یہ مقام ہو۔ کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ جو شخص ان منازل میں پہنچا یہ دوسری صفت ہو۔ گویا اس صفت سے سکوت اختیار کیا جو اس مرتبے کی ان کیلئے مقتضی تھی۔ اس کا یہ ہے کہ کبھی ان منازل میں وہ پہنچ جائے گا جس کے پاس مخصوص عمل ہو اور جس کا عمل مخصوص نہ ہو اس کا پہنچنا تو محض رحمت الٰہی سے ہے۔

داؤدی کہتے ہیں۔ وہ ان منازل پر پہنچیں گے جو بیان ہوئیں البتہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب وہ اس سے بالاتر ہیں۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ احمد، ترمذی کی روایت میں وارد ہے۔ ''بلی والذی نفسی بیدہ اقوام امنوا باللّٰہ رسولہ'' واؤ کے ساتھ آیا ہے۔ ابن التین کے ہاں بیان کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام میں پہنچیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ بالا خانے اس امت کے ہوں۔ اور اس امت کے علاوہ میں سے جو موحد ہوں گے وہ ان سے نیچے ہوں گے۔ یا بالا خانوں والے تو جنت میں پہلی بار میں داخل ہو جائیں گے اور ان کے علاوہ شفاعت سے داخل ہوں گے۔ اور اس کی تائید ''ھم الذین امنوا باللّٰہ وصدقوا المرسلین'' وارد ہوا ہے۔ تمام کی تصدیق امت محمدیہ پر صادق آتی ہے۔ اس کے برعکس جو ان سے پہلے امتیں تھیں۔ اگرچہ ان میں بھی ایسے ہوں گے۔ جنہوں نے بعد والوں کی تصدیق کی وہ بطریق توقع ہے واقع کے طور پر نہیں۔ (فتح الباری)

**تخریج** : أخرجه أحمد (۴/۱۱۲۰۶) والبخاری (۳۲۵۶) ومسلم (۲۸۳۱) والدارمی (۲۸۳۰) وأبو داود (۳۹۸۷) والترمذی (۳۶۷۸) وابن ماجه (۹۶) وابن حبان (۷۳۹۳) وأبو يعلى (۱۱۳۰) والبيهقى (۲۴۸)

**الفوائد** : (۱) ایمان اور اتباع رسول کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ابرار کے منزل مل جائے۔ (۲) اہل جنت دوری کے باوجود ایک دوسرے کو دیکھ لیں گے۔

۱۸۹۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۹۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ جنت میں ایک کمان کے برابر جگہ اس تمام جہاں سے بہتر ہے جس پر سورج کی شعاعیں طلوع ہوتی یا غروب ہوتی ہیں''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **لقاب قوس**: ہر کمان کی دو قابین ہوتی ہیں۔ ہاتھ سے پکڑنے کی جگہ سے ایک جانب کے فاصلے کو قاب کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسری جانب۔ **في الجنة** یہ قاب کی صفت یا حال ہے۔ **طلع علیه الشمس او تغرب**: یہ او واؤ کے معنی میں ان دونوں کا جمع کرنا فضیلت و عظمت جنت کے اظہار کے لئے ہے۔

**تخریج** : اخرجه البخاری (۲۷۹۳)

**الفوائد** : (۱) جنت کا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ اس میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا اور ما فیھا سے بہتر ہے۔ (۲) جنت اللہ کے

فضل اوراس کی راہ میں جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ سے ملے گی۔

۱۸۹۱ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِنَّ فِي الْجَنَّةِ سُوْقًا يَاتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ، فَتَهُبُّ رِيْحُ الشَّمَالِ فَتَحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَّجَمَالًا، فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَقُوْلُ لَهُمْ اَهْلُوْهُمْ: وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۹۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک جنت میں ایک بازار ہوگا جس میں لوگ ہر جمعہ کو جایا کریں گے۔ پس شمال سے ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں میں خوشبو بکھیر دے گی جس سے ان کے حسن و خوبصورتی میں اضافہ ہو جائے۔ پھر وہ لوٹ کر اپنے اپنے گھروں کو آئیں گے تو اس حالت میں کہ ان کا حسن و جمال بڑھ چکا ہوگا۔ ان کے گھر والے کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! تم ہمارے میں حسن و خوبی میں بڑھ گئے ہو"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ یاتونها کل جمعة: جمعہ کی مقدار یہ دنیا کے مطابق یا آخرت کی مقدار سے ہوگی۔ پہلی اکرام میں بلیغ تر ہے۔ نووی نے یہی مفہوم بیان کیا۔ کیونکہ وہاں سورج و چاند کا نظام ہی نہ ہوگا۔

فتهب ريح الشمال: قاضی کہتے ہیں جنت کی ہوا کو شمال سے خاص کیا گیا۔ کیونکہ عربوں کے ہاں بارش ہوا شام کی جانب سے چلتی تھی۔ اس بادل کو السمابة الشاميه کہتے ہیں۔ اس ہوا کا نام المثير وارد ہوا ہے۔ کیونکہ وہ ان کے چہروں پر جنت کی کستوریاں اڑا کر لائے گی۔ اسی طرح پھولوں کی خوشبوئیں۔

فتحثوا: مفعول کو عموم کیلئے حذف کیا۔ تاکہ اس کے متعلق ہر راہ پر خیالات جائیں کہ کیا شاندار چیز وہ بکھرے گی جس سے حسن و جمال میں اضافہ ہوگا۔ فیرجعون الی اهلیهم: یہ اہل کی جمع تصحیح ہے۔ علی خلاف القیاس ہے۔ کیونکہ مفرد نہ علم ہے نہ صفت۔ قیاس سے دونوں میں سے ایک بنا سکتے ہیں۔ حسنا و جمالا کا عطف خاص علی العام ہے۔ سیبویہ کہتے ہیں جمال رقت حسن کو کہتے ہیں۔ جمال میں اصل حا ہے۔ مگر کثرت استعمال سے اس کو حذف کر دیا۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر ان کے اضافہ حسن کی تعریف کریں گے۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١٤٠٣٧) ومسلم (٢٨٣٣) والدارمي (٢٨٤١) وابن أبي شيبة (١٣/١٠٢) وابن حبان (٧٤٢٥) وأبو نعيم (٦/٢٥٣) والبيهقي (٣٧٤)

**الفرائد** : (۱) اہل جنت کے یہ اجتماعات ان کے رتبوں کے لحاظ سے ہوں گے۔ (۲) جنت کا بازار ہر جمعہ کو ہوگا۔ ہر جمعہ کو انعامات اور حسن و جمال میں اضافہ ہوگا۔ (۳) انعامات کی تازگی کیلئے بازار لگائے جائیں گے۔

۱۸۹۲ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَآءَ وْنَ الْغُرُفَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَآءَ وْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۹۲: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک جنتی ایک دوسرے کے مکانات کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان پر ستارے کو دیکھتے ہو''۔ (بخاری ومسلم)

**تشریح** ۞ الغرف: یہ غرفۃ کی جمع ہے۔ الكوكب في السماء: یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مفہوم رکھتی ہے۔ صرف فرق یہ اہل غرف کو دیکھنے والے اور غرف کا تذکرہ ہے اور یہاں غرف کا تذکرہ ہے اور یہ آپس میں لازم ملزوم ہے۔

**تخریج** : چار روایات پہلے (۱۸۸۸) ابوسعید خدریؓ کی روایت میں تشریح گزری۔

**الفرائد** : ایضاً۔

۱۸۹۳ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مَجْلِسًا وَصَفَ فِيْهِ الْجَنَّةَ حَتّٰى انْتَهٰى ثُمَّ قَالَ فِيْ اٰخِرِ حَدِيْثِهٖ : "فِيْهَا مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ، ثُمَّ قَرَاَ "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ۔

۱۸۹۳: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک مجلس میں حاضر تھا جس میں آپؐ نے جنت کی تعریف فرمائی۔ یہاں تک کہ آپ گفتگو سے فارغ ہوئے۔ پھر اس حدیث کے آخر میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''اس میں وہ کچھ ہوگا جو کسی آ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔ پھر یہ آیات پڑھی: ''جنت ..ں وہ لوگ جائیں گے جن کے پہلو ......کوئی جان نہیں جانتی جوان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ کی گئی ہے'' تک پڑھی''۔ (بخاری)

**تشریح** ۞ شهدت من النبي: یہ شهدت کا ظرف ہے۔ مجلساً سے ظرف مستقر حال ہے اور وہ ماقبل فعل کا مفعول بہ ہے۔ کیونکہ وہی مشہور ہے۔ نہ وہ جس میں وہ ہے۔

حتى انتهى: یہ مقدر کی غایت ہے۔ یعنی آپ کی انتہا تک تعریف فرماتے رہے۔ ثم: یہ اخبار میں ترتیب کیلئے لایا گیا ہے۔

مالا عين رات: اَلنَّحْوُ : یہ لانفی جنس کیلئے ہے۔ یہ منفی کے تمام افراد کو شامل ہے۔ رفع ہوگا ورنہ مہمل مان کر لا حول کی پانچوں وجوہ جاری ہوں گی۔

ولا فطر: پھر اپنے بطور شاہد ہے یہ آیت پڑھی: ''تتجافى جنوبهم......'' اس سے نماز تہجد مراد ہے۔ خوفاً وطمعاً: حال بھی بن سکتے ہیں اور علت مصدریت کی وجہ سے منصوب ہوں۔ فما رزقناهم: سے میانہ روی اور ترک اسراف نکلتا ہے۔ من قرة اعين: جن نعمتوں سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور سرمدی فیوضات جن کے بیان سے بیان قاصر ہے۔

**تخریج** : مسلم (۲۸۲۵)

**الفرائد** : جنت کے انعامات کا تذکرہ ہے۔ جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں۔

۱۸۹۴ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ا قَالَ :"اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ یُنَادِیْ مُنَادٍ :اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْیَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا ، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا ، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا ، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۹۴: حضرت ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک نداء دینے والا ندا دے گا۔ بے شک تم نے ہمیشہ جینا ہی جینا ہے' تم پر کبھی موت نہ آئے گی۔ تم ہمیشہ صحت مندرہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ تم ہمیشہ جوان رہو گے اور تم پر کبھی بڑھاپا نہ آئے گا۔ تم ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے اور کبھی تم پر تنگی نہ آئے گی"۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ اذا دخل اهل الجنة الجنة: مکمل داخل ہو جائے گا۔ اس میں احتمال ہے کہ عاصی ابھی نار میں ہوں گے۔ اس میں متقین کا زیادہ اکرام واحترام ہے۔

اِنّ لکم: ان مکسور ہو تو قول مضمر ہے۔ اور اَنَّ ہو ینادی کا مفعول اضمار جار سے بنے گا۔ اسی بان وغیرہ ان کے ساتھ جار کا حذف شائع ذائع ہے۔

ان تحیوا و لا تموتوا: تاکید کیلئے عطف کیا۔ اور اس وہم کے ازالہ کیلئے کہ موت زندگی کی اصل ہے۔ ضد کے انتفاء کا نام نہیں۔ اسی وجہ سے موت کے ساتھ تابید ابداً کی قید لگائی۔ پھر فعل کو مصدر کی بجائے ذکر کی وجہ شاید یہ ہو۔ کہ فعل میں امکان ہے وجوب واستحالہ نہیں یا وقوع کے یقینی ہونے کو ظاہر کیا۔ (صاحب البسیط نحوی) زرکشی نے بحر میں مصدر اور جوان وغیرہ سے بننے والے مصدر ہوں ان میں فرق ظاہر کیا۔ (البحر لزرکشی)

فلا تهرموا: ہرم وہ حالت جو بڑھاپے کے وقت پیش آتی ہے۔ یہ موت کی طرح طبعی بیماری ہے۔ جس کی دوا نہیں۔

فلا تبأسوا: یہ البؤس سے ہے۔ تکلیف جسمانی کو کہتے ہیں۔ بئس فلاں جس پر تکلیف اترے۔ آخری کا عطف فا سے کیا کیونکہ تینوں جملوں میں عاطف کے مابعد کو ماقبل کے تینوں جملوں کیلئے سبب قرار دیا پہلوں میں اس طرح نہیں۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۲۸۳۷) والترمذی (۳۲۵۷) وأحمد (۴/۱۱۳۳۲)

**الفرائد** : اہل جنت کو خلود کی خوشخبری ہے۔ نہ بڑھاپا۔ نہ بدبختی نہ تنگدستی نہ بدنصیبی۔ ہر طرف نعمتیں ہی نعمتیں۔

۱۸۹۵ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِنَّ اَدْنٰی مَقْعَدِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰی وَيَتَمَنّٰی فَيَقُوْلُ لَهٗ :هَلْ تَمَنَّيْتَ؟ فَيَقُوْلُ :نَعَمْ فَيَقُوْلُ لَهٗ :فَاِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۹۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ادنیٰ جنتی کا مرتبہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ارشاد فرمائے گا تمنا کرو۔ پس وہ تمنا کرے گا۔ پھر تمنا کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے تو نے تمنا کر لی؟ وہ کہے گا جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے پس بے شک تیرے لئے وہ سب کچھ ہے جو تو نے تمنا کی اور اتنا ہی اور بھی''۔ (مسلم)

**تشریح** ۞ **ان یقول له:** اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ یا اس کے حکم سے فرشتہ کہے گا۔ کہ کسی ایک کی تمنا ہو۔ تمنا یہ المُنٰی سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی۔ قدرت پانا کیونکہ تمنا والا اس چیز کے حصول کی قدرت پالیتا ہے۔ اور اس کا اسم۔ **امنیه اور اعنیه** ہے۔ اس کی جمع مُنی غُرف کی طرح اور دوسری اَمَانی ہوتی ہے۔

**فیتمنی ویتمنّٰی:** دو مرتبہ اس لفظ کا مقصد یہ نہیں کہ دو مرتبہ تمنا کرے گا۔ بلکہ بار بار اور کثرت سے تمنا مراد ہے۔

**فیقول له:** تمنا کا حکم دینے کے بعد فرمایا جائے گا۔ ''**هل تمنیت**'' کیا تو نے اپنی تمنا کو پورا پورا پا لیا ہے۔ وہ ہاں میں جواب دے گا۔

**ومثله معه:** اس پر نصب جائز ہے اور اس کا عطف مَا پر ہے یا مَعَہٗ ہے یہ اس سے حال ہے۔ اِن کے رسم کی جگہ ہونے سے رفع جائز ہے۔ یا یہ مبتداء ہے اور اس کے مابعد ظرف خبر ہے۔ پس یہ جملہ کا عطف خبر پر ہوتا ہے کی قسم سے ہے۔ یہ زیادہ درست ہے۔ (۲) اِنّ کے اسم کے مقام پر عطف ہو تو مرفوع ہے۔ یا مبتداء ہے۔ اور اس کے بعد والا ظرف خبر ہے۔ پس یہ عطف جملہ علی الخبر کی قسم سے ہے۔

**موافقت روایات:** اس روایت اور اس سے پہلے حدیث مغیرہ میں جو گزرا کہ اس کے لئے مثل ''**ملك من ملوك الدنیا وعشرة امثاله**'' اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کہ ''**ان له مثل الدنیا وعشر امثالها**'' کیونکہ یہ جائز ہے۔ کہ اس کو یہ تمنا الہام ہو کہ وہ تمنا کرے ''**عشرة امثال ملك من ملوك الدنیا**'' (۲) ممکن ہے اس روایت میں جو ہے۔ اس کی آپ کو پہلے اطلاع دی گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اضافے کی خبر دی۔ جو اس روایت میں سکوت عنہ ہے۔ اور وہ حدیث مغیرہ و ابن مسعود میں مذکور ہے۔ اللہ اعلم۔

**تخریج** : اخرجه مسلم (۱۸۳/۱/۳۰۱)

**الفرائد** : (۱) گناہ گاروں پر افضال الٰہی کا تذکرہ ہے کہ ان کو بھی بخش دیا جائے گا۔ (۲) ان کو تمنا اور طلب سے کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا۔ **انه هو التواب الرحیم**۔

۱۸۹۶ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ : فَیَقُوْلُوْنَ لَبَّیْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْكَ ، وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ – فَیَقُوْلُ : هَلْ رَضِیْتُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ : وَمَالَنَا لَا نَرْضٰی یَا رَبَّنَا وَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ – فَیَقُوْلُ اَلَا اُعْطِیْتُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَیَقُوْلُوْنَ : وَاَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَیَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَیْكُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۸۹۶: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ جنت والوں کو فرمائیں گے اے جنتیو! پس وہ عرض کریں گے :لَبَّیْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْكَ ، وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ'' اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں تمام بھلائی آپ کے دست قدرت میں ہیں''۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے ہم کیوں راضی نہ ہوں اے ہمارے رب! آپ نے ہمیں وہ کچھ دے دیا جو تیری مخلوق میں سے کسی کو نہیں ملا۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا میں تمہیں اس سے افضل چیز نہ دے دوں؟ پس وہ کہیں گے کون سی چیز اس سے افضل ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تمہارے لئے اپنی رضامندی لازم کر دی۔ پس میں تم پر کبھی اس کے بعد ناراض نہ ہوں گا''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ۞ **عزوجل**: عز وہ جو اپنی مراد پر غالب ہو اس کو کوئی موثر نہ سکے۔ جل جس کی نسبت اس کی طرف کرنا درست نہیں اس سے پاک ہے۔

**لبیك وسعدیك**: بار بار حاضر اور خوش نصیبی کے بعد خوش نصیبی۔ یہ کثرت کیلئے لائے جاتے ہیں۔ یہ اس ارشاد کی طرح ہیں۔ ﴿فارجع البصر کرتین﴾ (الملک: ۴) بار بار نظر دوڑاو۔ شاید رب کی صفت ذکر کر کے تربیت، اوج کمال تک پہنچانے کی طرف اشارہ کر دیا۔ کیونکہ وہ جنت کے کمالات تک پہنچے۔

**والخیر فی یدیك**: شر کا تذکرہ ترک کر دیا۔ حالانکہ اس کا قبضہ و اختیار ہر چیز پر ہے۔ دراصل ادب خطاب باری کا تقاضا ہے کہ اس کی طرف جمیل کی نسبت کی جاتی جیسا تعلیماً فرمایا: ''انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ....''۔

**هل رضیتم**: جو میں نے کمالات جنت سے نوازا ہے۔ جس کی تعبیر الفاظ سے ممکن نہیں ہے جیسا فرمایا ''مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر فی قلب بشر''۔

**مالنا لا نرضی**: یہ اور خبر ظرفی ہے جملہ لا نرضی محل حال میں ہے۔

**یا ربنا**: یہ دوسری مرتبہ لذت کیلئے اعادہ کیا۔ یا تفنن فی التعبیر کیلئے ہو۔ جو کمال توجہ کو ظاہر کرنے والا ہے۔ بخلاف اہل نار کے خطابات کے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ یا مالک میں اہل نار ترخیم نہ کریں گے کیونکہ یہ تو لفظ کی تحسین و تزیین کیلئے ہوتی اور یہ فراغ و سرور سے پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ تو آگ میں جل رہے ہیں۔

مگر دیگر نے جائز کہا۔ یہ ترخیم شدت عذاب کی وجہ سے ہے۔ آگ والوں کو کلمہ کے حروف کی تکمیل سے بھی روک دیا جائے گا۔

**مالم تعط احدًا:** یہ جملہ حالیہ ہے۔ اس سے ہو جس سے ماقبل جملہ ہے تو حال مترادف بن گئے اور ترضی کی ضمیر سے حال ہوں تو متداخل ہوتے۔ اور ضمیر مفعولی سے مراد تمام جنتی انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکار مراد ہوں گے۔ اس میں شبہ نہیں ان کو وہ ملا جو اور مخلوق کو نہیں ملا۔

**فیقول الا:** ادات عرض لانے کا مقصد کمال اکرام ہے کہ وہ رتبہ میں اتنے بڑے کمال پر پہنچے کہ اب ان کو رتبات کمال پیش کیے جا رہے ہیں۔

**افضل من ذلك:** نفیس واعلی۔ جو تمہیں ملا ہے۔ وہ اس کا وجود بعید خیال کر کے کہیں گے۔ **وای شیئ افضل من ذلك:** افضلیت کی تصریح کرنے کیلئے ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لائے۔

**احل علیکم رضوانی:** میں نے تم پر اپنی رضا اتاردی اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہوں گا۔ رضا و سخط سے ارادہ تفضل وانعام اور ارادہ انتقام مراد ہے۔ اس صورت میں یہ صفات ذاتیہ بنیں گی۔ ورنہ نفس تفضل وانتقام صفات فعلیہ سے ہوں گے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف تلمیح ہے۔ ''ورضوانٌ من الله اکبر'' کیونکہ رضاء الٰہی ہر نور وسعادہ کا سبب ہے اور ہر وہ شخص جس کو معلوم ہو کہ اس کا آقا اس سے راضی ہے۔ تو یہ چیز اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے دل کا سرور ہر نعمت سے بڑھ کر بنے گی۔ کیونکہ اس میں تعظیم و تکریم ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ ''ان النعیم الذی حصل لا هل الجنه لا مزیلة علیه'' پھر اس روایت کی اس روایت سے مخالفت نہیں کہ فضیلت کا مقتضی رضوان ہے۔ اور اسی طرح وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ افضلیت کا مقتضی رؤیت باری تعالیٰ ہے کیونکہ رضا مندی تو ان کو مل گئی۔ ان چیزوں سے نہیں جو بعد کو دی جائیں گی یا رؤیت تو محض فضل وانعام ہے جس کی تعبیر رضا سے کی گئی ہے۔ اس کے ضمن میں بہت سے عطیات ہیں۔

**تخریج** : أخرجه أحمد (٤/١١٨٣٥) والبخاري (٦٥٤٩) ومسلم (٢٨٢٩) والترمذي (٢٥٦٤) وابن حبان (٧٤٤٠) وابن منده (٨٢٠) والبيهقي (٤٤٥)

**الفرائد** : (۱) باری تعالیٰ سے مخاطبت۔ چہ خوش بود۔ (۲) انعامات سے بڑھ کر رضاء الٰہی ہے۔ اللهم اجعلنا من اهل الجنه وحملنا من رضوانك انك سميع قريب۔

۱۸۹۷ : وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَقَالَ : اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ وَعِيَانًا كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ ، لَا تُضَامُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۹۷ : حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''ہم رسول اللہؐ کے پاس تھے کہ آپؐ نے

چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''بے شک تم اپنے رب کو کھلی آنکھوں سے اسی طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ہو۔ کہ اس کے دیکھنے میں تمہیں وقت و تکلیف (بھیڑ وغیرہ) کی نہیں''۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح** ؛ لیلۃ البدر: اتفاقاً یا قصداً تا کہ اس پر وہ نتیجہ مرتب ہو جو رادی چاہتا ہے۔

انکم سترون ربکم: جنت میں اس گوشت والی آنکھ سے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اہل جنت کو ایسی باقی رہنے والی آنکھیں دیں گے جس سے باقی کو دیکھنے کی استعداد ہیں۔ وہ دوسروں کیلئے یہ آپ کے علاوہ ممنوع کر دیا اگر چہ عقلاً جواز میں کلام نہیں۔

عیاناً: تجلی و ظہور میں مبالغہ کیلئے یہ صیغہ مبالغہ لائے۔

کما ترون ھذا القمر: اصل رؤیت میں تشبیہ مراد ہے اور کمال ظہور میں۔ ہر اعتبار سے مشابہت مراد نہیں۔

لا تضامون فی رؤیتہ: تمہیں بھیڑ کی وجہ سے دیکھنے میں ضرر نہ ہوگا۔ جیسا کہ رؤیت ہلال کے وقت ہوتا ہے۔ اس کی وجہ فإن استطعتم أن لا تغلبوا...... ہے۔ یہ طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔

**تخریج** : کتاب الفضائل باب ۹/۹ مفضل صلاۃ الصبح میں روایت گزری۔

**الفوائد** : ایضاً۔

۱۸۹۸ : وَعَنْ صُهَيْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا؟ اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۹۸: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں داخل ہو چکیں گے''۔ تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا تم کسی اور چیز کو چاہتے ہو جس کا میں اضافہ کروں؟ وہ عرض کریں گے: کیا آپ نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کر دیا؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کر دیا اور آگ سے نہیں بچا لیا؟ پھر اللہ تعالیٰ حجابات کو ہٹا دیں گے پس لوگوں کو اب تک کوئی چیز نہیں دی گئی جو اتنی محبوب ہو جتنا اپنے رب کو دیکھنا''۔ (مسلم)

**تشریح** ؛ ان کے حالات باب الصبر میں گزرے۔ ادخل: کی فعل ۔ ضی مجہول۔ تریدون: اس سے پہلے ہمزہ استفہام مقدر ہے۔ الم تبیض وجوھنا: جواب کا حاصل یہ ہے۔ وہ سمجھ جائیں گے کہ ان کو جو ملا اس پر اضافہ نہیں۔

فیکشف الحجاب: ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ یہ حجاب بندوں کیلئے ہے۔ جب ہٹا دیا جائے گا تو وہ دیکھ سکیں گے۔

احب: کو جو محبوبیت میں اس سے بڑھ کر ہو۔ یہ حسن خاتمہ کی طرف اشارہ کیلئے نووی نے اس پر اپنی کتاب کو ختم کیا۔ یہ صالحین کو دیا جانے والا انعام و اکرام ہے۔

اثبات رویت باری کے دلائل کتاب وسنت سے ثابت ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے حاصل فضل وکرم سے ہمیں بھی عنایت فرمائے اور رؤیت سے محروم نہ فرمائیں آمین۔

**تخریج** : أخرجه مسلم (۱۸۱) والترمذی (۳۱۰۵) والنسائی (۶/۱۱۲۳۴) وابن ماجه (۱۸۷)

**الفوائد** : اس میں اہل جنت کے سب سے عظیم اکرام دیدار ذات باری تعالیٰ کا تذکرہ ہے۔ **متیعنا اللّٰہ به**۔

**قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :**

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

**اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ دَعْوَاهُمْ فِيْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔**

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے۔ان کا رب ان کی رہنمائی ان کے ایمان کی وجہ سے ان جنات کی طرف فرمائیں گے جو نعمتوں والی ہیں۔ان کی پکار اس میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ہوگی اور ان کا تحفہ اس میں سلام ہوگا اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ – وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہماری اس کی طرف راہنمائی فرمائی اور ہم اس قابل نہ تھے کہ راہ پا سکیں اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتے۔اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت نازل فرما جو آپ کے بندے اور رسول نبی اُمّی ہیں اور آل محمد اور ان کی ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) اور ان کی اولاد پر رحمتیں نازل فرما جس طرح آپ نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر رحمتیں نازل فرمائیں اور برکتیں نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو نبی اُمّی ہیں اور ان کی آل اور ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) اور انکی اولاد پر برکت نازل فرما جس طرح آپ نے برکت اتاری ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر جہانوں میں۔بے شک آپ تعریفوں والے بزرگیوں والے ہیں۔

# امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

مجھے ریاض الصالحین کی تالیف وتصنیف سے ۱۴ رمضان المبارک بروز سوموار ۶۷۰ھ دمشق میں فراغت ہوئی اور شارح ابن علان صدیقی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کی مستطاب شرح سے بروز جمعہ ۱۵ شوال ۱۰۳۸ھ مجمع القایتبای جو بیت اللہ کے سامنے واقع ہے اس کے خاص فضل سے مکمل ہوئی۔

الحمد للہ! یہ بندہ حقیر شرح کے ترجمہ سے آج ۲۲ صفر المظفر ۱۴۲۷ھ بروز سوموار الموافق ۱۳ مارچ ۲۰۰۷ء کو جامع مسجد مدنی' چنیوٹ میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فارغ ہوا۔

اس کا سبب ہمارے مکرم ومحترم بھائی حاجی خالد مقبول زیدت عمر بہم بنے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسی طرح کے نیک کاموں کی تازیست توفیق مرحمت کرتا رہے۔ ان کے سر پر والد محترم کے سایہ کو دراز کرے اور والدہ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچائے۔ آمین ثم آمین۔

شمس الدین خادم العلوم دار العلوم المدینہ

(چنیوٹ)